بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۴۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب — جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ ۔ چھ روپے ۔ پاکستان سے
سالانہ چندہ ۔ ۔ ۱۲ ۔ ۸ ۔ ہندوستانی

ایڈیٹر
دوست محمد

ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۔ ۲۳ شلنگ

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددین کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ مورخہ یکم ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۵۱ء | نمبر ۱

آپکی قربانیوں نے صلیبی عقائد کی شکست کے ساتھ اصول اسلامی کی فتح کی داغ بیل ڈالدی

ایسا نہ ہو کہ منزل مقصود کے قرب میں پائے استقلال میں لغزش آجائے

مجاہدین انگلستان کا پیغام احباب جماعت احمدیہ کے نام

ذیل کا پیغام ووکنگ (انگلستان) کے تین مجاہدین ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ، خان بہادر غلام ربانی اور مولوی عبد المجید صاحب ۔ کی طرف سے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر احباب جماعت کے نام دل ہوا جو جلسہ میں پڑھ کر سنایا گیا:—

مجاہدین اسلام ۔ السلام علیکم ۔ اس اہم قومی اجتماع کے موقعہ پر ظاہری عدم شمولیت باعث [illegible] ہے ۔ لیکن ہمارے دلی جذبات روئداد جلسہ سے بہرہ اندوز ہو کر خوشی محسوس کر رہے ہیں ۔ [illegible] محض دل خوش کن بات نہیں ۔ اور نہ لاف وگزاف ہے بلکہ کھلی حقیقت ہے کہ چالیس [illegible]ن عالم میں سے اللہ تعالےٰ نے ان چند ہزار افراد جماعت میں تبلیغ اسلام کا حقیقی ولولہ پیدا کیا ہے جو اسلام کے جھنڈے کو عیسائیت کے قلب میں بلند کر رہے ہیں مغربی کے انسانی سمندر کے اندر اسلامی موج حضرت مرزا صاحب مجدد صدی چہاردہم کے ایک شاگرد رشید خواجہ کمال الدین صاحب نے ۱۹۱۲ء میں پیدا کی جس کا سنگین صلیبی چٹانوں سے ٹکراؤ ہوا ۔ اور بالآخر [illegible] مرد مجاہد کی مساعی اور جماعت کی دعاؤں اور قربانیوں نے ایک تلاطم پیدا کر دیا ۔ کسر صلیب جو امام زمان کے ہاتھ پر مقدر تھی وہ عملاً مغربی دنیا کے مرکز انگلستان میں مکمل ہو چکی ہے جس کے آثار اس فضا میں نمایاں نظر آ رہے ہیں ۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی تقریروں اور تحریروں ۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب کے بیش بہا تالیفات و تصنیفات اور حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی مؤثر [illegible] مساعی اور دیگر امام ہائے ووکنگ مسجد کی بے لوث خدمت اسلام کا نتیجہ یہ ہے کہ صلیبی مذہب کے ناقابل فہم عقائد کا پول کھل چکا ہے ۔ اور عقلی اور علمی تنقید نے اس کا تار و پود بکھیر دیا ہے ۔ غالب اکثریت برائے نام رسمی تعلق عیسائیت سے رکھتی ہے ۔ ورنہ عالمگیر حقیقت ہے ۔

اس مذہبی انقلاب کا ایسے ملک میں ہونا کہ یہ انتہا قدرت پسند سے پیدا ہونا ایک [illegible] سے کم نہیں ہے ۔ سعید فطرت روحیں داخل اسلام ہونے کو باعث فخر اور نجات سمجھتی ہیں ۔ بفضل خدا یہ شرف اس مرکز ووکنگ مسلم مشن کو حاصل ہے کہ غالب اکثریت امام مشن کے ہاتھ پر کلمہ طیبہ پڑھتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالےٰ کے [illegible] کے تحت مسجد ووکنگ جو ۱۸۹۸ء میں قائم ہوئی ۔ اس کی قفل کشائی امام وقت کے شاگرد کے ہاتھوں ۱۹۱۲ء میں مقدر تھی ۔

تعمیر کرنے والا ڈاکٹر لائٹنر کبھی تصور ہی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کسر صلیب کے لئے خود اپنے ہاتھوں ووکنگ میں مرکز قائم کر رہا ہے ۔ کس کو معلوم تھا کہ اسلام کا منور چہرہ اس مرکز سے بے نقاب ہو کر "ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد" کا مصداق ہوگا ۔ تقریباً ۳۸ سال کے عرصہ میں آپ کی قربانیوں نے صلیبی عقائد کی شکست کے ساتھ اصول اسلامی کی فتح کی داغ بیل ڈال دی اور محض تحدیث نعمت کے طور پر ذکر کرتا ہوں ۔ کہ **مسلماں را مسلماں باز کردند** کا مبنی کام بھی آپ کے ذریعہ بہت حد تک ہو رہا ہے ۔

افریقہ اور ویسٹ انڈیز میں عیسائی مشنریوں کے دجالی اثر کا مقابلہ صرف آپ کے لٹریچر نے ہی کیا ۔ جو ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم ہوا ۔ اور جس نے عیسائیت کے بے پناہ طوفان کی مکمل روک تھام ہی نہیں کر لی بلکہ اسکو اپنی شکست کا اعتراف دبی زبان میں اپنے رسائل میں کرنا پڑا ۔ اور تعلیم یافتہ طبقہ کو اہل اسلام کی اسلامی تعلیم کا صحیح علم بھی آپ کے لٹریچر سے ہی حاصل ہوا ۔

پس گذشتہ چالیس سال کی ان تھک بے لوث قربانیوں کے پھل کا وقت ہے اب اس تبلیغی درخت کی آبیاری دعائے سحر اور جانی مالی قربانیوں سے کی جا سکتی ہے ۔ بیشک ووکنگ مشن اور اسلامک ریویو کا بوجھ جماعت کے نازک کندھوں کے لئے باعث تکلیف ہو رہا ہے لیکن یہ آپکا شاہکار ہے اور آپ کی قربانیوں کا عدیم المثال کارنامہ اور آپ کی خدمت اسلام اور جذبہ تبلیغ کا زریں مصداق ہے ایسا نہ ہو کہ منزل مقصود کے قرب میں پائے استقلال میں [illegible] ۔ استقامت ہی مشکلات کے حل کا واحد ذریعہ ہے جو اس پاک جماعت کا شعار رہا ہے ۔

حاضرین کو پیغام سلام ان ہزاروں میل دور افتادہ وطن سے [illegible] کی طرف سے قبول ہو ۔ اور ان کی یہ التجا کہ "اپنی دعاہائے سحر میں ان کو نہ بھولیں" پیش نظر رکھیں ۔

ڈاکٹر ایس ۔ ایم عبد اللہ ۔ غلام ربانی ۔ مولوی عبد المجید

جلسہ سالانہ کی تحریکات میں حصہ لینے والے احباب

چندہ ماہوار میں دسواں حصہ دینے والے احباب

ہماری جماعت میں ایسے بھی احباب ہیں جو آمد کا دسواں حصہ بلکہ اس سے بھی زیادہ چندہ ماہوار دے رہے ہیں لیکن ایسے احباب کی تعداد بہت کم ہے۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے منجملہ ارشادات کے ایک یہ ارشاد بھی فرمایا تھا کہ جماعت میں کم از کم ۵۰۰ احباب ایسے ہونے چاہئیں جو دسواں حصہ آمد ماہوار دیا کریں بعض احباب نے اسی وقت اپنے اسمائے گرامی دیدیئے تھے مگر بوجہ تنگی وقت بعض احباب اپنے نام نہیں دے سکے اس لئے ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ ایسے احباب اپنے اسمائے گرامی سے اب دفتر کو مطلع فرما کر مشکور فرمائیں اس کے ساتھ ہی رقم موعودہ بھی تحریر فرمائیں۔

اس تحریک کو کامیاب بنانا ساری جماعت کا فرض ہے۔ اس لئے مبلغین کرام۔ جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اور دوسرے کارکنوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں میں تحریک کریں اور اسکو مستقل طور پر جاری رکھیں تاکہ احباب کا بیشتر حصہ اس میں شامل ہو کر ثواب حاصل کر سکے۔ جلسہ پر وعدہ کرنے والوں کے نام یہ ہیں:۔

نام	حصہ
۱۔ ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ	۱/۱۰ حصہ
۲۔ شیخ فضل الرحمٰن صاحب راولپنڈی	۱/۱۰ ″ ″
۳۔ نصیر الدین صاحب پاراچنار	۱/۱۰ ″ ″
۴۔ خلیل الرحمٰن صاحب گجرات	۱/۱۰ ″ ″
۵۔ مولوی ابراھیم صاحب مدرس داتہ	۱/۱۰ ″ ″
۶۔ جمعدار آزاد خاں صاحب مانسہرہ	۱/۱۰ ″ ″
۷۔ مولوی صفی اللہ صاحب مدرس دیگراں	۱/۱۲ ″ ″
۸۔ بابو محمد حسین صاحب DC آفس ہزارہ	۱/۱۰ ″ ″
۹۔ محمد حیات صاحب بدوملہی	۱/۱۰ ″ ″
۱۰۔ محمد داؤد صاحب۔ حویلیاں	۱/۱۲ ″ ″
۱۱۔ شیخ فرید صاحب۔ ڈاڈر	۱/۱۲ ″ ″
۱۲۔ عبد الالٰہی صاحب مدرس شادیاں ضلع مظفر آباد	۱/۱۲ ″ ″
۱۳۔ حکیم غلام مرتضیٰ صاحب	۱/۱۲ ″ ″
۱۴۔ ماسٹر صادق علی صاحب گوجرانوالہ	۱/۱۰ ″ ″
۱۵۔ ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب راولپنڈی	۱/۱۰ ″ ″
۱۶۔ چوہدری فضل داد صاحب گجرات	۱/۱۰ ″ ″
۱۷۔ محمد یحییٰ صاحب بٹ	۱/۱۰ ″ ″
۱۸۔ شیخ عبد الحق صاحب کراچی	۱/۱۰ ″ ″
۱۹۔ چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ مبلغ	۱/۱۳ ″ ″
۲۰۔ بنت ماسٹر خدا بخش صاحب جہلم	۲ روپے ماہوار

دس دن کی آمد دینے والے احباب

حضرت امیر ایدہ اللہ کے ارشاد پر بعض احباب نے دس دن کی آمد دینے کا وعدہ فرمایا تھا ان کے اسمائے گرامی شکریہ کے ساتھ ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔ چونکہ وقت تنگ تھا اس لئے فہرست بھی مکمل تیار نہیں ہو سکی لہذا ایسے احباب اب اپنے اپنے وعدوں سے اور جس قدر رقم دس دس دن کی بنتی ہے اس سے مطلع فرمائیں۔

مبلغین کرام۔ محصلین اور جماعت کے سیکرٹری صاحبان کو اپنی اپنی جماعتوں میں اس کے متعلق نہایت سرگرمی کے ساتھ تحریک کرنا چاہیئے۔

وعدہ کرنیوالے احباب کے نام یہ ہیں:۔

نام	
۱۔ شیخ عبد الرشید صاحب۔ سیالکوٹ چھاؤنی	آمدنی دس یوم
۲۔ شیخ عبد الحمید صاحب	″ ″ ″
۳۔ شیخ نثار احمد صاحب۔ وزیر آباد	″ ″ ″
۴۔ اے۔ آر۔ مرزا	″ ″ ″
۵۔ مولوی صفی اللہ صاحب دیگراں	″ ″ ″
۶۔ حکیم غلام مرتضیٰ صاحب	″ ″ ″
۷۔ منشی محمد بخش صاحب چک ۳۰۳	″ ″ ″
۸۔ ماسٹر صادق علی صاحب گوجرانوالہ	″ ″ ″
۹۔ ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب راولپنڈی	″ ″ ″
۱۰۔ چوہدری فضل داد صاحب گجرات	″ ″ ″
۱۱۔ محمد بشیر صاحب بٹ	″ ″ ″
۱۲۔ چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ مبلغ	″ ″ ″
۱۳۔ خواجہ غلام احمد صاحب پونچھوی	″ ″ ″
۱۴۔ ملک عبد الکریم صاحب لنگڑیاں ڈیرہ غازی خاں	″ ″ ″
۱۵۔ جماعت وزیر آباد معرفت شیخ عبد اللہ صاحب۔ تمام جماعت	″ ″ ″
۱۶۔ میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کراچی	″ ″ ″
۱۷۔ شیخ غلام قادر صاحب لاہور	″ ″ ″
۱۸۔ حافظ عبد العزیز صاحب انارکلی لاہور	″ ″ ″
۱۹۔ چوہدری منصور احمد صاحب احمد پارک	″ ″ ″
۲۰۔ خان عبد العزیز صاحب ملتان	″ ″ ″
۲۱۔ شیخ محمد لطیف صاحب راولپنڈی	″ ″ ″
۲۲۔ شیخ فضل الرحمٰن صاحب	″ ″ ″
۲۳۔ مولوی عبد الباقی صاحب بنوں	″ ″ ″
۲۴۔ اے۔ ایس۔ محمود۔ معرفت خلیل احمد صاحب	″ ″ ″
۲۵۔ محمد حیات صاحب بدوملہی	″ ″ ″
۲۶۔ محمد خالد صاحب بٹ راولپنڈی (۲۷) رحمت اللہ صاحب راولپنڈی	″ ″ ″

خسارہ بجٹ مرمت برلین مسجد اور شکرانہ فنڈ میں ۳۱ دسمبر ۱۹۵۰ء تک کی وصولی

۱۔ خسارہ بجٹ و مرمت برلین مسجد:۔ ۳۴۰۰ - ۹ - ۳ شکرانہ فنڈ:۔ ۳۳۲۵ - ۲ - ۰

جن احباب نے وعدے فرمائے ہیں وہ براہ کرم اپنے اپنے وعدے پورے کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ اور باقی سب احباب بھی حصہ لیکر ثواب حاصل کریں۔

مرتضیٰ خاں۔ اسسٹنٹ سکرٹری

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ یکم ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ | نمبر ۱

جلسہ سالانہ کے بعد

جلسہ سالانہ کی مختصر کیفیت اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج ہے، اس سے قارئین کرام اس بات کا اندازہ کر سکتے ہیں، کہ اس چھوٹی سی جماعت میں جو مامور آلہٰی نے محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قائم کی، خدا کے دین کی اشاعت اور غلبہ اسلام کے لئے کس قدر جذبہ اور تڑپ پائی جاتی ہے کہ ان سخت ترین سردیوں کے دنوں میں وہ محض اسی جذبہ اور تڑپ کو لئے ہوئے دور دراز مقامات سے اُڑے ہوئے چلے آتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ دشمنان اسلام ہیں اور حضرت مرزا صاحب نے دین اسلام کی تخریب کے لئے یہ جماعت بنائی ہے، لیکن کوئی خدا کے لئے ہمیں بتائے کہ اس اجتماع کے اندر جو ہر سال لاہور جیسے شہر میں منعقد ہوتا ہے، کونسی بات خلاف اسلام انہیں نظر آتی ہے، کونسی تجویز ہے جو اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کو کم کرنے کے لئے کی گئی ہو، کیا یہ تخریب اسلام ہے کہ تراجم قرآن اسلامی لٹریچر کو دنیا میں پھیلانے کی تجویزیں کی گئیں۔ کیا یہ محمد رسول اللہ صلعم کی مخالفت ہے کہ آپ کا نام دنیا میں بلند کرنے کے لئے اسی چھوٹی سی جماعت کے غریب افراد اپنی آمد کا دسواں حصہ بلکہ اس سے بھی بڑھکر دینے سے دریغ نہیں کرتے، کوئی خدا کا بندہ اُٹھے اور ہمارے لٹریچر میں سے کسی ایک حرف پر انگلی رکھکر بتائے کہ اس لفظ سے اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کی شان کا استخفاف ہوتا ہے، کوئی آئے اور ہمارے تبلیغی مشنوں کی کوئی ایسی حرکت بتائے جس سے تخریب اسلام کی کوششوں نے یورپ اور امریکہ کی رائے عامہ میں اسلام کے متعلق ایک انقلاب پیدا نہ کر دیا ہے، جس کا اعتراف خود وہاں کے معقول پسند انسانوں نے کیا ہے یہاں تک کہ یو این او کی مذھبی کمیٹی کے صدر نے مسٹر لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان کو اسی مضمون کا تار دیا کہ دو کنگ مشن اور جماعت احمدیہ لاہور کے لٹریچر نے اسلام کی بہترین خدمات سرانجام دی ہیں، تو پھر سوچنا چاہئے کہ کس چیز کی مخالفت تم کر رہے ہو، کیا جس شخص نے ایسی جماعت پیدا کی اور ایسے عظیم الشان کام کی بنیاد رکھی وہ دشمن اسلام ہو سکتا ہے؟

اسکو چھوڑ دیئے، مخالفتیں ہوتی ہیں اور ہوتی رہیں گی، انہی مخالفتوں کے اندر ہم اس پودہ کی آبیاری کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ آج ایک تناور درخت بن کر بہترین ثمرات پیدا کر رہا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس درخت کے قیام وبقا اور ان ثمرات کی ترقی کے لئے ہم نے کیا کچھ کرنا ہے، حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقاریر جن لوگوں نے سنیں انہیں معلوم ہے، کہ آپ نے قوم کے سامنے آیندہ سال کے لئے کیا لائحہ عمل رکھا ہے، سب سے پہلی اور سب سے بڑی چیز جس کی طرف آپ نے توجہ دلائی، وہ یہ ہے کہ اگر ہم نے قرآن کو دنیا میں پہنچانا ہے تو ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو پاک کریں اور لا یمسہ الا المطھرون کے پیش نظر اپنے آپ کو مطہر بنانے کی کوشش کریں، کہ اس کے بغیر نہ قرآن کا حقیقی مفہوم سمجھ آسکتا ہے نہ اسے دنیا میں پہنچانے کی توفیق مل سکتی ہے نہ ہی کوئی اچھا اثر پیدا ہو سکتا ہے: راتوں کو اُٹھ کر خدا کے آگے سربسجود ہونا اس سے اپنے دین کے غلبہ کی دعائیں کرنا، خود قرآن کو سمجھکر پڑھنا اور اپنے گھروں میں پڑھانا ہمارا شعار زندگی ہونا چاہیئے کہ اس کے بغیر تبلیغ بے سود ہے۔

دوسری چیز جس کی طرف حضرت امیر ایدہ اللہ نے توجہ دلائی وہ اپنے قومی سرمایہ کی مضبوطی کا سوال ہے، اس ضمن میں آپ نے دو تین باتوں کی طرف توجہ دلائی جن میں سے ایک یہ ہے کہ ووکنگ مشن کے اخراجات کو پورا کرنے اور برلن مسجد کی مرمت کے لئے ہر شخص اپنی دس یوم کی آمد دے۔ اس تحریک میں کئی دوست اس سے پہلے حصہ لے چکے ہیں، لیکن بہت سے ہیں جنہوں نے ابھی تک توجہ نہیں کی، ایسے دوستوں کو جس قدر جلد ممکن ہو حضرت امیر ایدہ اللہ کی تحریک پر لبیک کہنا چاہیئے تاکہ برلن مسجد کی جلد از جلد مرمت ہو سکے اور ووکنگ مشن کے کام کی سرانجام دہی میں سرمایہ کی قلت حائل نہ ہو، یہ بات ... بڑی شرمناک ... ہوگی، کہ ایک ایسی فعال جماعت جس کے ایثار وقربانی نے نہ صرف عیسائیت کے طلسم کو توڑا بلکہ دہریت مادیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے اور خدائے واحد پر ایمان پیدا کرنے میں بہت بڑی خدمات سرانجام دے رہی ہے، اس کا قدم چند ہزار روپیہ کی کمی کو پورا کرنے سے لغزش کھا جائے، خدا کے فضل سے ابھی تک اس جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں جو لاکھوں روپیہ یکشت دے سکتے ہیں، اور ضرورت پیش آنے پر دیتے ہیں، لیکن ہر فرد جماعت کا اس قربانی میں شریک ہونا ضروری ہے، اور یہ امید کرنا بیجا نہیں کہ تمام احباب جماعت چند دنوں کے اندر اندر دس یوم کی آمد ارسال کرکے اس دینی مطالبہ کو پورا کر دیں گے۔

اس کے علاوہ شکرانہ فنڈ کی تحریک ہے جو اگرچہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کی خوشی میں قائم کی گئی لیکن اس کی بھی غرض اشاعت قرآن کے سوائے اور کچھ نہیں ضرورت ہے کہ اس فنڈ میں ہمارے دوست بڑھ چڑھ کر حصہ لیں تاکہ اللہ تعالےٰ کے اس فضل میں جو حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کی صورت میں نازل ہوا ہے اور بھی اضافہ ہو، اور قرآن کے نسخہ شفاء سے وہ بیماریاں جو اس وقت دنیا میں پھیلی ہوتی ہیں دُور ہو جائیں۔

ایک اور تحریک جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمائی وہ یہ ہے کہ کم از کم پانچ سو ایسے دوست ہوں جو اپنی آمد کا دسواں حصہ چندہ ماہوار میں دیا کریں، یہ کوئی بڑا مطالبہ نہیں اس وقت بھی کئی دوست دسواں حصہ بلکہ اس سے بھی بڑھکر دے رہے ہیں۔ اگر اور احباب بھی ہمت کریں تو ان کے کفوڑے سے ایثار سے قومی سرمایہ مضبوط ہو سکتا ہے اور غلبہ اسلام کی جد وجہد جلد کامیاب ہو سکتی ہے، اس سے نیچے وہ شرح ہے جو انجمن نے چندہ ماہوار کی کم از کم مقرر کی ہے یعنے ایک آنہ فی روپیہ، اس شرح کے مطابق جماعت کے اکثر احباب چندہ دے رہے ہیں لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جو ابھی تک اس سے غافل ہیں، ایسے دوستوں کو خیال کرنا چاہیئے کہ ان کی غفلت اور معمولی قربانی سے دریغ اشاعت دین کے کام کو نقصان پہنچانے کا موجب ہے، چندہ ماہوار خدا کے مامور نے جماعت کے ہر فرد پر عائد کیا ہے، اور کھلے طور پر فرمایا ہے کہ جو شخص تین ماہ تک چندہ نہ دے وہ جماعت میں نہیں رہ سکتا، پھر آپ کس حوصلہ پر اس سے تغافل برت رہے ہیں، ضرورت ہے کہ دوست جلد از جلد اس طرف متوجہ ہوں، اور اپنے چندوں کو ایک آنہ فی روپیہ کے مطابق کرکے بلکہ اگر ممکن ہو تو دسواں حصہ چندہ ماہوار میں دے کر اس عظیم الشان کام کی مضبوطی کا موجب ہوں جو خدا کے مامور نے ان کے سپرد کیا ہے، اور ہم آیندہ جلسہ سالانہ سے بہت پہلے بلکہ چند دنوں میں حضرت امیر ایدہ اللہ کو بتا دیں کہ ان کی تمام تحریکات خدا کے فضل سے کامیاب ہو چکی ہیں، تاکہ آیندہ جلسہ سالانہ سے پہلے وہ تمام کام جو اس وقت تشنہ تکمیل ہیں پورے ہو سکیں، تراجم قرآن جو اس وقت تیار ہیں چھپ سکیں، پانچ ہزار لائبریریوں میں اسلامی لٹریچر پہنچایا جا سکے، اور انگریزی ترجمہ قرآن جو اس وقت زیر طبع ہے، اس کی اشاعت اور تقسیم کا انتظام ہو سکے۔

کیا ہمارے احباب ان تحریکات پر جلد از جلد توجہ فرمائیں گے، جلسہ سالانہ کی سب سے بڑی غرض یہی ہے کہ ایسی تحریکات اور تجاویز حسنہ جو دین کی اشاعت کے لئے کی جائیں ان میں جماعت کا ہر فرد عملی حصہ لے، یہ کوئی میلہ نہیں کہ آئے ملے ملائے، کھایا پیا اور چلے گئے۔ جلسہ آئندہ سال کا پروگرام مرتب کرنے کے لئے ہے۔ پس جو پروگرام آپ نے اس جلسہ میں مرتب کیا ہے جو تحریکات اور تجاویز کی گئی ہیں ان پر عمل پیرا ہو کر اس جلسہ اور اس کے لئے سفر کی غرض وغایت کو پورا کریں۔

شکریہ

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر احمدیہ بلڈنگس کی گلیوں اور بازاروں کی صفائی میں عملہ حفظان صحت لاہور کارپوریشن نے جو کام کیا وہ قابل تحسین ہے اس سلسلہ میں ڈاکٹر مراتب علی صاحب اسسٹنٹ ہیلتھ افسر، مسٹر محمد قیوم صاحب سینٹری انسپکٹر حلقہ رام گلی اور ان کے نائب غلام مصطفٰے صاحب جیرت اور محمد صدیق صاحب خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں ❊

اخبار و افکار

مسلمانوں کی عظمت کا نشان

ہسپانیہ میں مسلمانوں نے اپنی عظمت و سربلندی کے جو آثار چھوڑے ہیں وہ صرف ان عمارات تک ہی محدود نہیں جو عظیم الشان ۔۔۔۔۔۔ محلات کی صورت میں اب بھی وہاں موجود ہیں، بلکہ ان کی زبان اور تمدن نے جو اثر وہاں چھوڑا ہے، وہ اس قدر دیرپا ہے کہ آج بھی غور کی نظروں سے دیکھنے والے کو اس پہلو سے بھی مسلمانوں کی عظمت و سربلندی کے نشان وہاں نظر آتے ہیں۔ ہسپانیہ کے ساتھ ہی پرتگال کا چھوٹا سا جزیرہ نما ہے، وہاں بھی مسلمانوں کا اثر ایسا ہی غالب رہا جیسے ہسپانیہ میں، حال ہی میں قاہرہ کی عرب نیوز ایجنسی کے سابق منیجر مسٹر جے ڈبلیو بارنس نے "عظمت کی شاہراہ" نامی ایک کتاب لکھی ہے جس میں پرتگال کی تاریخ کا مختصر خاکہ دیا گیا ہے، مسٹر بارنس کا بیان ہے کہ پرتگالی زبان میں بہت سے عربی الفاظ پائے جاتے ہیں، اور ماہرین کی رائے ہے کہ پرتگالی میں تسلیم شدہ عربی الفاظ کی تعداد چار سو سے ایک ہزار تک کے درمیان ہے اور اس کا ہر قسم کی چیزوں مثلاً مکان، فرنیچر، لباس، تجارت، زراعت، نباتات، کھانے پینے کی چیزوں اور موسیقی وغیرہ سے تعلق ہے۔

مسٹر بارنس کا بیان ہے کہ مسلم قبضہ کے زمانے میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان فلسفیانہ امتزاج نہیں ہوا تھا لیکن دونوں کے تمدن کے اختلاط کا ایک نشان مسلم اور گوتھک ناموں کی آمیزش ہے۔

مسٹر بارنس نے عرب فوج کے اس بڑے کمانڈر ابو عامر محمد المنصور کا بھی تذکرہ کیا ہے جو کوئی شکست کھائے بغیر ۱۰۰۲ء میں اپنی موت تک بیس سال جنگوں میں مصروف رہا وہ ایک ایسا مسلمان تھا جس کو لتھوئینیا کے ایپامانس اور روم کے سر ٹراٹس کا ہم رتبہ کہا جا سکتا ہے اور جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ تمام آرائے اس پر متفق ہیں کہ سیاسی حیثیت سے اس کی صلاحیت، اس کی انتظامی قابلیت اس کی فیاضی اور شرقی خصوصیات نے اسے جزیرہ نما کی تاریخ میں ایک عظیم الشان شخصیت بنا دیا ہے۔

یہ ان لوگوں کا حال ہے جنہوں نے دین حق پر نہ صرف خود عمل کیا بلکہ اسے لے کر دنیا میں نکل گئے، آج وہ نہیں ہیں لیکن ان کے اثرات آج وہاں کی عظمت و سربلندی کو ثابت کر رہے ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان اگر کامیاب ہو سکتے ہیں تو دین ہی کو دنیا میں لے جانے سے، اگر آج پھر مسلمان اعلائے کلمۃ اللہ میں لگ جائیں تو یہی ان کی عظمت کا موجب ہوگا۔

مسئلہ کشمیر

وزیر اعظم پاکستان کا یہ اقدام ہر طرح قابل تحسین ہے کہ انہوں نے دولت مشترکہ کے اجلاس میں شمولیت کو اس امر کے ساتھ مشروط کر دیا کہ اس کانفرنس کے ایجنڈا میں مسئلہ کشمیر کو بھی رکھا جائے۔ اس بارہ میں وزیر اعظم کے اصرار نے اس مسئلہ کی اہمیت ان لوگوں پر بھی واضح کر دی جو اب تک اس سے بے خبر تھے یا جان بوجھ کر تغافل سے کام لے رہے تھے۔ لندنی اشارات نے بھی وزیر اعظم کے اصرار کو سراہا و مسئلہ کشمیر کو اہم ترین مسئلہ قرار دیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ دولت مشترکہ کے اراکین نے مشترکہ طور پر اس پر غور کرنے کا وعدہ کر لیا، اور اس وعدہ کی بنا پر وزیر اعظم پاکستان انگلستان تشریف لے گئے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وزرائے اعظم کے اس مسئلہ غور و فکر کی صورت کیا ہوگی، اور اس سے کیا نتیجہ پیدا ہوگا، تاہم اتنا ضرور ہے، کہ وہ چیز جس کو برطانیہ آج تک ناقابل التفات سمجھتا رہا ہے۔ اس کی طرف چار و ناچار اسے ملتفت ہونا پڑے گا اور دولت مشترکہ کی اس کانفرنس میں اپنے صحیح رویہ کو کھلے طور پر ظاہر کرنا ہوگا۔

مسٹر لیاقت علی خاں نے لندن پہنچکر اخبار نویسوں کو جو بیان دیا ہے اس میں بتایا کہ جب تک مسئلہ کشمیر کو منصفانہ طور پر حل نہیں کیا جائے گا پاکستان اور ہندوستان کے باشندے دنیا کے قیام امن میں خاطر خواہ طور پر حصہ نہیں لے سکیں گے، کیونکہ اس قضیہ کا دونوں ملکوں پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے، کشمیر میں دونوں کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابلہ پر موجود ہیں۔

دیکھنا چاہیئے کہ مسٹر لیاقت علی خاں کا یہ انتباہ کہاں تک کارگر ثابت ہوتا ہے اور دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم اپنے اثر و رسوخ کو کہاں تک کام میں لا کر اس مسئلہ کو حل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

حد درجہ شرمناک

معاصر نوائے وقت نے مسٹر حبیب رحمت اللہ پاکستانی ہائی کمشنر مقیم لندن کے دفتر کا ایک سرکلر شائع کیا ہے جس میں میلاد النبی صلعم کی تقریب پر انکی بیگم صاحبہ کی زیر سرپرستی اور پاکستان سٹوڈنٹس فیڈریشن کے تعاون سے کیکسٹن ہال میں ایک ناچ کی محفل منعقد کئے جانے کا اعلان ہے اور لکھا ہے کہ یہ محفل شام کے ساڑھے سات بجے سے آدھی رات تک جاری رہے گی، اور شراب وغیرہ کی بھی سہولت ہوگی، یہ سرکلر جس قدر شرمناک ہے، اسکو پورے طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا، پاکستان کی نام نہاد اسلامی سلطنت کے مسلمان ہائی کمشنر کی مسلمان بیگم کی طرف سے محفل ناچ منعقد کرنے کا اعلان ہوا اور وہ بھی میلاد النبی صلعم کی تقریب پر گویا، قدر افسوسناک نہیں بلکہ شرمناک حرکت ہے ہمیں خوشی ہے کہ سرکلر کے شائع ہوتے ہی کچھ پاکستانی طلباء اور کچھ ایسٹ اینڈ لندن میں آباد پاکستانیوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور اس کے نتیجہ میں یہ ناچ میلاد النبی صلعم کی تقریب پر ملتوی ہو گیا لیکن اس کے ساتھ یہ بھی خبر ہے کہ اب یہی ناچ جنوری میں ہوگا۔ اور اس کا انتظام کرنے کے لئے شعبہ تعلیم کے ایک بڑے افسر کی زیر صدارت ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میلاد النبی صلعم کی تقریب تو خیر ایسی ناپاک محفل سے پاک ہی رہی لیکن اسکو کیا کہیئے کہ ناچ کا شوق ویسے ہی قائم ہے اور وہ پاکستانی ہائی کمشنر کی بیگم صاحبہ کے زیر سرپرستی ہو کر رہے گا، کیا حکومت پاکستان اپنے ہائی کمشنر اور ان کی بیگم صاحبہ کے اس غیر اسلامی رویہ پر کوئی نوٹس نہ لے گی؟

۴ کی ہمشیرہ محترمہ دوالدہ اشاعت محمد خلیل احمد صاحب ملک بٹ ملکھر کی وفات کی خبر آئی ہے مرحومہ بہت نیک اور پارسا تھا تو ان تقلیں اللہ تعالیٰ انہیں جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب سے ان تمام مرحومین کے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت گذشتہ دنوں جلسہ میں آنے جانے اور احباب کو متواتر شرف ملاقات بخشنے کی وجہ سے کچھ خراب ہوگئی، مگر الحمد للہ اب آرام ہے، مگر کمزوری ابھی باقی ہے۔

—— شادی کی تقریب۔ شیخ شفیق احمد صاحب پسر شیخ محمد جان صاحب وزیر آباد کا نکاح ۳۱ دسمبر کو خالدہ بیگم بنت ڈاکٹر عدالت خاں صاحب مرحوم کے ساتھ پانچ ہزار روپیہ حق مہر پر مرارياں ضلع گجرات ہوا۔ لڑکے والوں نے مبلغ یکصد روپیہ انجمن کو نذر کیا فجزاہم اللہ، یہ امر قابل ذکر ہے کہ شیخ شفیق احمد صاحب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد کے حقیقی بھتیجے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت کرے۔

سانحۂ ارتحال۔ یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائیگی کہ ہماری جماعت کے ایک سرگرم ممبر قاضی فضل قادر صاحب کچھ عرصہ بیمار رہ کر لائل پور میں راہی عالم بقا ہو گئے، قاضی صاحب ایک نہایت نیک دل، پارسا اور پرجوش احمدی تھے، اور اپنے نمونہ سے سلسلہ کی تبلیغ میں منہمک رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(۲) اسی سلسلہ میں یہ خبر بھی نہایت رنج و اندوہ سے سنی جائے گی کہ ہمارے عزیز دوست محمد اعظم علوی کے نوجوان بھائی محمد افضل صاحب چند دن بیمار رہ کر فوت ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون، ہمیں محمد اعظم صاحب اور مرحوم کے بیوی بچوں اور والدین سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے۔

(۳) ایک اور سلسلہ کے پرانے بزرگ کی وفات کی خبر آئی ہے، حاجی میاں نبی بخش صاحب والد پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب چیفس کالج ۱۴ دسمبر کو اپنے گاؤں کلکاں میں فوت ہوگئے انہوں نے حضرت مسیح موعود کی بیعت اس وقت کی تھی جب آپ دہلی گئے تھے، ہمیں پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

(۴) اسی ہفتہ مکرم ڈاکٹر محسن علی صاحب گوجرانوالہ

موجودہ پیدا شدہ جہنم کو قرآن کے آبِ زلال سے سرد کرنے کا کام لو

اور اسی ذریعہ سے حضرت امیر ایدہ اللہ کے اس صدمہ کو دور کرو جو آپ کی بیماری کا موجب ہوا

جلسہ سالانہ پر محترم سید تصدق حسین صاحب قادری کا پیغام بغداد سے

ہمارے محترم بزرگ سید تصدق حسین صاحب قادری کا حسب ذیل پیغام احباب جلسہ سالانہ کے نام افسوس ہے اختتام جلسہ کے بعد موصول ہوا، اس لئے جلسہ میں پڑھا نہ جا سکا، امید ہے یہ پیغام قارئین "پیغام صلح" کی خاص توجہ کا موجب ہوگا:-

میرے محترم بزرگو نوجوانو بھائیو اور بہنوں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

اس سخت ترین سردیوں کے دنوں میں ہر سال کی مانند آج پھر آپ حضرات دیارِ محبوب مدینۃ المسیح میں اپنے مقدس امام کی ہدایت کے ماتحت والہانہ طور پر ایام الثلاثہ کا مبارک وقت گذارنے کیلئے جمع ہوئے ہو۔ ان ایام اللہ کے دنوں میں آپ کی آنکھوں کے سامنے ایک عظیم الشان روح پرور نظارہ ہوگا عشقِ الٰہی میں سرشار شب بیداریوں میں ذکر اللہ کا مشغلہ طیبہ جاری ہوگا ایک دوسروں کے قلوب کی رگڑ سے دلوں کا تزکیہ ہو رہا ہوگا۔ اجتماعات خطیرہ میں سابقہ جہاد فی سبیل اللہ کا جائزہ لیا جا رہا ہوگا آیندہ خدمات دینیہ کے منہاج کی تیاری پر منشاء ورحم فی الامر جانشینِ مسیح موعود مشورے لے رہا ہوگا۔ لاریب اس میں آپ حضرات کی نہ کوئی ذاتی غرض مدنظر ہے اور نہ حصول مال و دولت کی خواہش اور نہ ہی دنیوی عزوجاہ کا خیال اگر ہے تو رضائے الٰہی پیش نظر۔ درد ہے تو اشاعت اسلام کا، فکر ہے تو اللہ کے آخری پیغام کو دنیا کے اطراف و اکناف میں پہنچانے کا۔ تڑپ ہے تو یہ کہ سرور دو عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و مطہر صحیح تصویر دنیا کے سامنے آجائے، آرزو ہے تو یہ کہ پیارے مسیح کی بروقت منادی سے اور انذار سے مخلوق خدا ہوش میں آجائے۔ تمہاری رہبری کے لئے بفضل خدا ابھی تم میں وہ مقدس ہستیاں موجود ہیں جن کی آنکھوں نے مسیح وقت کو دیکھا اس کی پاک صحبت میں بیٹھ کر تزکیہ نفس کیا اس سے براہ راست کتاب و حکمت کا علم حاصل کیا اس کے نور سے منور ہوئے اور اپنے نور سے ظلمات میں بھٹکے ہوئے لوگوں کے لئے مشعل راہ بنے۔ اس پرآشوب زمانہ میں انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے خدا نے اس قدسی ہستیوں کا انتخاب فرمایا ہے۔ اسے مسیح وقت کے فدائیو! عصر حاضرہ میں خدمات دینیہ کی وجہ سے حزب اللہ کہلانے کے تمہی واحد مستحق ہو فلاح کے ثمر لذیذ کا ذائقہ چکھنے کے لئے تمہی حق دار ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت بخشے اور جہاد فی سبیل اللہ کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ برادران محترمین۔ اس بابرکت قومی اجتماع کے موقع پر خاکسار بھی بغداد سے ہمیشہ پیغام ارسال کرتا رہا ہے۔ یہ چند سطور آپ کی کر دی ہیں لیکن آج کی صحبت میں یہ گنہگار بصد رنج و غم اپنی ذات کو اور ہم میں سے ان حضرات کو جن کا قدم جہاد فی سبیل اللہ میں سست ہے مخاطب کرنے کی اجازت چاہتا ہے۔ میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ ہم اس میثاق کو کما حقہ طور پر پورا نہیں کر رہے ہیں جو امام زمان کے جانشین کے دست مبارک پر بیعت کیا ہوا تھا۔ ہم اسے پس پشت پھینک کر حیاۃ الدنیا کے کثیف دلدل میں پھنس رہے ہیں۔ بجائے اشاعت فرقان کی جگہ غم نفس میں مبتلا ہو کر خدمت اسلام کے اس عظیم الشان کام کو نقصان پہنچانے کا سبب بن رہے ہیں جسے آپ کی مٹھی بھر جماعت نے اپنی بے پناہ قربانیوں سے گذشتہ سالوں میں سرانجام دیا اسے مضبوط و مستحکم اور وسیع کرنے کی بجائے کمزور بنانے کا باعث ہو رہے ہیں ہماری اس سستی اور بے حسی کا اثر ہمارے محبوب قائد سیدنا امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے قلب مطہر پر پچھلے دنوں نہایت ہی بری طرح پڑا اور آپ کراچی میں سخت بیمار ہو گئے جس کا اظہار حضور نے چالیس دن کی خطرناک بیماری سے اٹھنے کے بعد اپنے پیغام مورخہ ۳۰ اکتوبر سنہ ۱۹۵۵ء میں قوم کو مخاطب کرتے ہوئے ان درد بھرے الفاظ میں فرمایا:-

"جو کام ہمارے سپرد کیا گیا تھا - قرآن کریم کو ساری دنیا میں پہنچانا میرے دل پر اس بات کا صدمہ ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ اس کام میں حصہ نہیں لے رہے"

اس پیرانہ سال مرد مجاہد کے ان پُردرد الفاظ نے میرے دل کو تڑپا دیا۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ ان الفاظ کو پڑھ کر بہت سے اہل دل تڑپ گئے ہوں گے آہ وہ مرد حق پرست جس کی ساری عمر امام وقت کی اس تمنا کو کہ دنیا میں حق کا غلبہ ہو نبی معصوم کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے آئے - پوری کرنے میں گذری - اس کا قلب پاک آج ہماری کوتاہیوں اور غفلت شعاری اور سستی کی وجہ سے صدمہ اور رنج و غم سے بھرا ہوا ہے میرے پیارے عزیزو! آؤ آج اس روحانی قومی اجتماع کے سامنے ہم خدا سے اپنے پچھلے قصوروں کی معافی مانگیں اور آیندہ کے لئے غفلت شعاری اور سستی کو ترک کرنے کا عزم بالجزم کریں اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کی تجدید کرتے ہوئے خدا سے دعا مانگیں کہ وہ ہمیں اس پر قائم رہنے کی توفیق بخشے اس طرح ہم اپنے پیارے "دیدہ ور" امیر کے قلب صافی پر سے صدمہ کو دور کرنے کا باعث ہوں گے اللہ تعالیٰ ہمارے محبوب امیر کو صحت کاملہ شفا فرمائے اور اس کے مقدس ہاتھوں سے اپنے دین متین کی مزید خدمت لے آمین۔

میرے محترم دوستو زمانہ جس نازک ترین دور سے گذر رہا ہے وہ تم سے پوشیدہ نہیں الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا والوں کا عبرتناک انجام، اور وترکنا بعضھم یومئذٍ یموج فی بعض قرۃ آنہی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ آج انسانیت علیٰ شفا حفرۃ من النار تباہی کے گڑھے

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲ و ۱)

شکرانہ فنڈ میں سچوانی صاحب کی طرف سے ایکہزار کا عطیہ

قادری صاحب کا ایک اور پیغام

برادر عزیز محمد طفیل صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - امید ہے میرا خط مرقومہ ۱۲ر دسمبر معہ پیغام بغداد ملا ہوگا آپ نے اخوان سلسلہ کے سامنے پڑھ کر سنایا ہوگا۔

آپ یہ سُن کر خوش ہوں گے کہ بصرہ سے اخویم ابراہیم آدم صاحب سچوانی نے مجھے بذریعہ خط مطلع فرمایا ہے کہ موصوف ایک ہزار روپیہ شکرانہ فنڈ میں دینے کا وعدہ کرتے ہیں اور یہ رقم عزیزم فاروقی صاحب کے نام کراچی ارسال فرمادیں گے پتہ یہ ہوگا۔

N. A. Farooqi
Permien Brunton Road Karachi

فاروقی صاحب مرکز کو یہ رقم بھیج دیں گے۔ آپ اس کا اعلان بھی جلسہ سالانہ کے موقع پر کر دیں امید ہے مجاہد اعظم اور قارئین بخیر و عافیت ہوں گے۔ ہم سبھوں کی طرف سے سلام و علیکم اور درخواست دعا۔

چار ورق تبلیغی ڈائری لف ہذا ہیں۔ والسلام۔ تصدق حسین قادری

پیغامِ صلح ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۵۱ء

جلسۂ خواتین کی

مختصر روئداد

جماعت احمدیہ لاہور کے سالانہ جلسہ سے ایک دن پہلے خواتین احمدیہ کا جلسہ ہر سال منعقد ہوتا ہے، جو اپنی بعض خصوصیات کے لحاظ سے دوسرے زنانہ جلسوں میں ایک بہت بڑی ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ نہ صرف اس لحاظ سے کہ اس جلسہ میں خواتین کی عمدہ عمدہ تقاریر ہوتی ہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ ان تقاریر میں اس ایمان و ایقان کا اظہار ہوتا ہے جو حضرت مجدد زمان نے غلبۂ دین اسلام کے متعلق اس جماعت میں پیدا کیا ہے اور اس کا ہر فرد مرد ہو یا عورت قرآن کو دنیا میں پہنچانے محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت قائم کرنے اور اسلام کو غالب کرنے کے جذبہ سے بھرا ہوا ہے، اسی جذبہ کو لیکر خواتین احمدیہ ہر سال جمع ہوتی ہیں اور نہ صرف زبانی تقاریر اور نور ایمان سے بھرے ہوئے مواعیظ سے دلوں کو گرماتی اور روشن کرتی ہیں بلکہ بیشقرار رقوم اور اپنی محنت سے بنائی ہوئی دستکاری کے ذریعہ سے اعلائے کلمۃ اللہ کا سامان پیدا کرتی ہیں۔ امسال بھی حسب دستور سابق ۲۴ دسمبر کو مسلم ہائی سکول میں زیر صدارت اہلیہ صاحبہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب منعقد ہوا۔ جس میں سلسلہ کی معزز خواتین کے علاوہ بہت سی دیگر بیگمات نے بھی حصہ لیا۔ متعدد خواتین نے حالات حاضرہ اور اسلام کے مختلف پہلوؤں پر تقاریر فرمائیں محترمہ بیگم تصدق حسین صاحبہ سابق ایم۔ ایل۔ اے (پنجاب) نے بھی حاضرین کو خطاب کیا اور فرمایا آج جبکہ پاکستان کا آئین بن رہا ہے ہمیں بھی قرآن اور حدیث کی روشنی میں اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے اس کی تدوین میں حصہ لینا چاہیئے۔

اس کے بعد زہرہ نسیم صاحبہ بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی۔ نے نہایت مؤثر پیرایہ میں اسلام میں عورت کے مقام کو واضح کیا۔ یہ تقریر آئندہ اشاعت میں مدرج ہو گی

ازاں بعد مس بیگ صاحبہ بی اے۔ بی ٹی نے "اسلام میں موجودہ مشکلات کا حل" کے موضوع پر نہایت مدلل طور پر تقریر فرمائی۔ عزیزہ کشور سلطانہ ہمشیرہ شیخ محمد طفیل صاحب نے حضرت مسیح موعود کے سوانح حیات اور آپ کی پاک سیرت پر ایک مختصر مقالہ پڑھا۔

بیگم شاہنواز صاحبہ کا ایک پیغام پڑھکر سنایا گیا جس میں انہوں نے شمولیت جلسہ سے اپنی معذوری کا اظہار کرتے ہوئے جماعت احمدیہ لاہور اور حضرت امیر ایدہ اللہ اور آپ کی بیگم صاحبہ کی خدمات اسلام کو عزت و قدر کی نگاہوں سے دیکھنا اور اس کام میں امداد دینے کی اپیل کی یہ پیغام دوسری جگہ درج ہے۔

بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبداللہ کا پیغام بھی ووکنگ سے موصول ہوا جو جلسہ میں پڑھا گیا۔

محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ بی۔ اے۔ بی ٹی۔ نے بھی نہایت ولولہ انگیز تقریر کی جس میں خواتین کو اسلام کا نور اپنے اندر پیدا کرنے اور اسکو دنیا میں پھیلانے کی تلقین کی اسکے بعد دستکاری کی نمائش ہوئی جس میں خواتین کی دینی محبت کا اظہار انکی ہاتھ سے بنی ہوئی اشیاء کے ذریعہ

ہو کیا گیا۔

صحیح اور سچی اسلامی سلطنت کے باشندوں کا فرض

سچے مذہب کو فروغ دینے کی ہر ممکن کوشش کریں

محترمہ بیگم شاہنواز کا پیغام

ذیل کا پیغام محترمہ بیگم شاہنواز صاحبہ کی طرف سے جلسۂ خواتین احمدیہ میں پڑھکر سنایا گیا:۔

"افسوس ہے کہ آج میں اس جلسہ میں شرکت کی مسرت حاصل کر نہیں سکتی جس کے لئے معافی کی خواستگار رہوں۔

جس نیک اور اشد ضروری کام کے لئے اس وقت آپ سب جمع ہوئی ہیں اس کی اہمیت اب ایک آزاد قوم ہونے کی حیثیت سے بہت بڑھ گئی ہے کیونکہ ایک صحیح اور سچی اسلامی سلطنت کے باشندوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس سچے مذہب کو فروغ دینے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں جس دین کے وہ پیرو ہیں۔ آپ کے سامنے یوروپین ممالک اور امریکہ کا نمونہ موجود ہے۔ اس وقت انسانیت ایک نئے اور سادہ عقیدے کے لئے ہمہ تن شوق بن رہی ہے اور یہ وقت ہے کہ اسلام جیسے سادہ مذہب کی تلقین ان پیاسوں کے لئے آب زر سے بڑھکر ہو سکتی ہے۔ عزیز بہنو ایک ایسی واحد انجمن کی جس کی کتابیں اور جس کی کوشش سے اسلام کے دائرہ میں اضافہ ہو رہا ہے ہر طرح سے مدد کریں اور دل کھول کر مالی امداد دینے سے دریغ نہ کریں۔ پروردگار آپ کی اس کوشش میں برکت دے۔ آمین۔ ثم آمین۔

ہمیں مولانا صاحب اور اپنی بہن بیگم محمد علی صاحب کا ممنون ہونا چاہیئے کہ جنہوں نے اس چراغ کو جلانے اور جلتا رکھنے میں اتنی محنت کی ہے۔ محترم مولانا صاحب کی ہستی ہم مسلمانوں کے لئے باعث صد ہزار برکت ہے۔

جہاں آرا شاہنواز

24-12-50

برلن مسجد بنوانے والی خواتین

توجہ کریں

جن لوگوں کو برلن مسجد کی تاریخ سے واقفیت ہے وہ جانتے ہیں کہ اس کی تعمیر میں ہماری جماعت کی خواتین کا بہت بڑا حصہ ہے، ہمیں یاد ہے کہ جس وقت مسجد کے میناروں کی تعمیر میں روپیہ کی کمی محسوس ہوئی تو حضرت امیر ایدہ اللہ کی تحریک پر خواتین نے نہ صرف اپنے زیورات اور بیشقرار رقوم انجمن کو نذر کیں، بلکہ دوسری خواتین کے پاس جاکر بھی ان سے بہت سی رقوم وصول کر کے بھجوائیں۔ آج وہ مسجد اور اس کے مینارے پھر قابل تعمیر ہیں۔ اور ان کے لئے روپیہ کی شدید ضرورت ہے، کیا ہماری خواتین اسی جذبۂ ایثار و قربانی سے کام لے کر جو اس مسجد کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا خدا کے اس گھر کو جو دہریت و الحاد کے مرکز میں خدائے واحد کے نام کو بلند کرنے کا واحد مقام ہے مرمت کرانے میں حصہ نہ لینگی؟ امید ہے ہماری بہنیں جلد از جلد اس طرف متوجہ ہو کر سابقون بالخیرات میں اپنے نام لکھوائیں گی۔

شعبۂ نسواں

حضرت مسیح موعود کی سیرت

محترمہ کشور سلطانہ کا لیکچر جلسۂ خواتین میں

محترم صدر صاحبہ و معزز خواتین -
السلام علیکم - میں آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب کے متعلق کچھ باتیں عرض کرنا چاہتی ہوں - تاکہ ہمیں یہ معلوم ہو سکے کہ تحریک احمدیت کے بانی کس قسم کے انسان تھے -

حضرت مرزا صاحب

کی پیدائش آج سے ۱۱۵ سال پہلے ضلع گورداسپور کے ایک چھوٹے سے گاؤں قادیان میں ہوئی - بچپن اور جوانی کا زمانہ قادیان میں ہی گذرا - لوگوں سے زیادہ ملتے جلتے نہ تھے - قرآن مجید کا کثرت سے مطالعہ فرماتے اور اپنے وقت کا زیادہ حصہ عبادت میں گذارتے - ان کے والد صاحب کو سخت فکر تھی کہ ان کا کیا بنے گا - اور ان کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی کہ یہ زمینداری کے کاموں میں لگ جائیں - اور جائداد وغیرہ کی دیکھ بھال کریں لیکن حضرت صاحب ان باتوں سے زیادہ دلچسپی نہ لیتے تھے -

اُن کے والد صاحب

اپنی جائداد کو جو دہ سکھوں کے ہاتھ ضائع کر چکے تھے حاصل کرنے کے لئے مقدمات میں مصروف رہتے - حضرت مرزا صاحب کو اپنے والد کے حکم پر کبھی کبھی ان مقدمات میں حصہ لینا پڑتا - لیکن ان مقدمات میں حضرت صاحب ہمیشہ راستبازی سے کام لیتے چاہے اپنا نقصان بھی ہو جاتے - اور وکیل لاکھ سمجھاتا رہے کہ اب جھوٹ بولے بغیر مقدمہ کامیاب نہ ہوگا - لیکن حضرت صاحب نے کبھی سچائی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا -

ایک دفعہ قادیان

کے سکھوں نے حضرت مرزا صاحب کے والد پر مقدمہ دائر کر دیا اور اس میں والد کے خلاف حضرت صاحب کی گواہی لکھوا دی - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کے سکھ بھی حضرت صاحب کی صداقت پر کتنا ایمان رکھتے تھے - اس مقدمہ میں کیکر کے کچھ درختوں کا جھگڑا تھا جسے سکھ اپنی ملکیت بتاتے تھے - جب مقدمہ پیش ہوا تو حضرت مرزا صاحب نے سکھوں کے حق میں گواہی دی - اور کہا کہ واقعی یہ درخت انہی کی زمین میں ہیں - وکیل نے کہا کہ آپ کو کیا علم ہے آپ تو سارا دن مسجد میں پڑے رہتے ہیں - حضرت صاحب نے فرمایا یہ تو ٹھیک ہے - لیکن ایک دن والد صاحب بچپن میں مجھے باہر کھیتوں میں لے گئے تھے اور کہتے تھے کہ یہ زمین ہماری ہے اور وہ کیکر کے درخت سکھوں کے ہیں - اس گواہی پر مقدمہ کا فیصلہ حضرت صاحب کے والد کے خلاف ہو گیا -

اسی طرح ایک دفعہ

حضرت صاحب کی گواہی ایک ہندو نے ان کے بیٹے مرزا سلطان احمد کے خلاف ایک مقدمہ میں لکھوا دی لیکن حضرت صاحب نے اس مقدمہ میں بھی سچ کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور اس طرح اپنا مقدمہ خراب کر لیا -

سنہ ۱۸۷۶ء میں

حضرت صاحب کے والد کا انتقال ہو گیا - حضرت صاحب اس وقت لاہور میں تھے اور انہیں ایک خواب میں بتایا گیا کہ ان کے والد کے انتقال کا وقت قریب ہے آپ جلدی سے قادیان پہنچے اور اس خیال سے بہت پریشان تھے کہ والد کی وفات کے بعد کیا بنے گا کیونکہ سارا کاروبار وہی سنبھالتے تھے، ان کی غیر حاضری میں تمام بوجھ حضرت مرزا صاحب پر آ پڑے گا - لیکن اس وقت آپ کو خدا تعالے کا یہ الہام ہوا اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ - یعنی کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں -

حضرت مرزا صاحب

کے والد اسی دن شام کو فوت ہو گئے لیکن حضرت صاحب نے اس صدمہ کو بڑے اطمینان اور سکون سے برداشت کیا -

اس زمانہ میں

اسلام عجیب مشکلات میں گرفتار تھا مسلمانوں کی سلطنت ختم ہو چکی تھی - عیسائیت، ہندو دھرم اور یورپ کا فلسفہ اور سائنس اسلام کے رہے سہے وقار کو ختم کرنے کے درپے تھے - مسلمان اپنی سلطنت کو کھو دینے کے بعد عجب یاس و حسرت کی تصویر بنے ہوئے تھے - حضرت صاحب گو اسلام کی تبلیغ کا کام شروع سے کرتے تھے اور ان کا دل مسلمانوں کی حالت پر بہت کڑھتا رہتا تھا لیکن اپنے والد کی وفات کے بعد انہوں نے پوری توجہ سے اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کا کام شروع کر دیا - انہی ایام میں اپنی مشہور کتاب براہین احمدیہ بھی تصنیف کی جس کے متعلق آپ کے اشد ترین دشمن نے بھی یہ تسلیم کیا :-

"یہ کتاب ایسی ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی"

اس کتاب کے

ابھی چار ہی حصے شائع ہوئے تھے کہ اللہ تعالے نے آپ کو چودھویں صدی

دنیا اس وقت سچائی کی متلاشی ہے

اسلام کی فتح یقینی ہے

محترمہ بیگم عبداللہ کا پیغام ووکنگ (لندن) سے

بخدمت عالیہ جنابہ محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ و حاضرات جلسہ -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اگرچہ جلسہ سالانہ پر آپ سے ہزاروں میل کی دوری پر ہوں لیکن عالم تصور میں اپنے آپ کو آپ لوگوں کے قریب پاتی ہوں - جلسہ سالانہ کا تمام روح پرور نظارہ آنکھوں کے سامنے ہے - آپ سب بہنیں جو اس وقت اس مبارک موقعہ پر اکٹھی ہوئی ہیں اپنے ووکنگ مشن کی خاص طور پر کامیابی کے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالے ہماری ناچیز کوششوں میں برکت ڈالے اور وہ ذرائع کھول دے کہ لوگ گروہ در گروہ مسلمان ہوں - خدا کے فضل سے یہاں کا کام ترقی پر ہے اور دن بدن بڑھ رہا ہے - قبلہ خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب اور پروفیسر صاحب ہمہ تن اس کام میں مشغول ہیں - ہر وقت یہی خیال اور فکر ان کے دل و دماغ میں جاگزین ہے کہ کس طرح تبلیغ اسلام کو بڑھایا جائے اور کس طرح مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنایا جائے اس وقت دنیا میں ایک مصیبت اور تباہی برپا ہے لیکن اس سے نجات کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ انسان خدا کے حضور گرے اور اسکے حکموں کی تابعداری کرے اور اسلام کو حقیقی معنوں میں اختیار کرے - دنیا اس وقت سچائی کی متلاشی ہے - اسلام کی فتح یقینی ہے - لیکن مسلمانوں کا اعلےٰ اسلامی نمونہ درکار ہے - آپ سب بھی دعا کیجئے اور ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ اے خدا مسلمانوں کو حقیقی اور سچے مسلمان بنا، تا ان کا پاک نمونہ دنیا کو اسلام کا فریفتہ بنا دے - آمین ثم آمین -

میری طرف سے تمام بزرگان سلسلہ اور عزیز بہنوں کو دلی سلام قبول ہو اگرچہ دل چاہتا ہے کہ سب کو علیحدہ علیحدہ خطوط لکھوں لیکن زندگی یہاں ایسی مصروفیت سے گذرتی ہے کہ ایسا کرنے سے معذور ہوں برائے مہربانی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کی خدمت اقدس میں اور بزرگان سلسلہ کو بھی میرا مؤدبانہ سلام پہنچا دیں اور درخواست دعا کریں -

پروفیسر صاحب پچیس -/25 روپے کا چیک دفتر بھیج رہے ہیں دس روپے میری طرف سے اور پانچ روپے رشیدہ کی طرف سے دستکاری فنڈ کے لئے ہیں اور دس روپے جلسہ فنڈ کے لئے ہیں، رشیدہ خالہ جی سلام بھیجتی ہیں -

والسلام آپ کی طالب خیریت و طالب دعا

محمودہ عبداللہ

کا مجدد بنا کر مسلمانوں کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ قرآن مجید اور اسلام کی حفاظت کے لئے ہر سو سال کے بعد اللہ تعالےٰ کسی نہ کسی شخص کو مجدد بنا کر بھیجتا رہا ہے۔ پچھلے مجددین میں سے مجدد الف ثانی رحہ کا نام تو بہت مشہور ہے۔ اور چند روز ہوئے ان کا عرس سرہند کے مقام پر منایا گیا اور اس عرس میں پاکستان سے بھی کافی لوگ شرکت کے لئے گئے۔ اسی طرح امام غزالی۔ امام شافعی، امام حنبل بھی اپنے اپنے وقتوں میں مجدد گذرے ہیں۔ لیکن ہمارے زمانہ میں جس مجدد کو آنا تھا اسے مسیح اور مہدی بھی کہا گیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے جب یہ کہا کہ میں مسیح اور امام مہدی بھی ہوں تو لوگوں نے سخت مخالفت شروع کر دی مسیح اور امام مہدی کے متعلق لوگوں میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ اور یہ کہ وہی آخری زمانہ میں دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر آسمان سے اتریں گے۔ اور کافروں سے لڑائی کریں گے اور ان کا خاتمہ کر دیں گے۔ امام مہدی کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ تلوار لے کر آئیں گے جس کی ایک نوک آسمان تک ہوگی اور وہ کافروں کو قتل کر کے اسلامی حکومت قائم کریں گے۔ بعض لوگ یہ بھی سمجھتے تھے کہ مسیح اور مہدی آکر سوروں کو ماریں گے اور صلیب کو توڑیں گے۔

حضرت مرزا صاحب

نے آکر بتایا کہ یہ تمام باتیں درست نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو فوت ہو چکے وہ دوبارہ کیسے آسکتے ہیں۔ ہاں ان کا مثیل یعنی ان کی خو بو رکھنے والا ایک اور شخص آئیگا جس کو مسیح کا نام دیا جائیگا۔ جیسے ہم کسی بہادر آدمی کو رستم زمان کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ وہی رستم ہے جو ہو چکا ہے دوبارہ آگیا۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس شخص میں رستم کی طرح بہادری کی صفات پائی جاتی ہیں۔ اور مہدی کے متعلق بتایا کہ مہدی ہدایت پانے والے کو کہتے ہیں۔ اس سے پہلے خداوند تعالےٰ نے کبھی کسی ایسے شخص کو نہیں بھیجا جو کافروں کو زبردستی مسلمان بنائے اور جو نہ مانے اس کا سر اڑا کر رکھ دے۔ اسلام اس قسم کے عقاید کے خلاف ہے حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ مسیح اور مہدی دراصل ایک ھی شخص کے دو نام ہیں۔ اس سے مراد دو علیحدہ اشخاص کا آنا نہیں۔ اور ان دونوں کا مصداق میں ہوں۔

جب حضرت مرزا صاحب نے ایسی باتیں لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی تو وہ بھڑک اٹھے کیونکہ غلط عقائد جو دل میں جڑ پکڑ چکے ہوں ان کا چھوڑنا سخت مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے مولویوں نے کفر کا فتویٰ لگا دیا۔

لیکن حضرت صاحب

کو تو خدا تعالےٰ نے کھڑا کیا تھا۔ وہ اس تمام مخالفت سے بالکل نہ گھبرائے۔ اور اشاعت اسلام کا کام کرتے رہے۔ اور اس کام کے لئے انہوں نے جماعت احمدیہ کی بنیاد ڈالی اور یہ بتایا کہ اب اسلام کے غلبہ کا وقت نزدیک آگیا ہے اور صرف اشاعت میں ہی اسلام کی ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔

۱۹۰۸ء میں حضرت صاحب

لاہور تشریف لائے۔ اور اسی احمدیہ بلڈنگس میں ان کی وفات ہوئی لیکن جو کام وہ اپنی زندگی میں جاری کر گئے تھے وہ ابھی تک جاری ہے۔

۱۹۱۴ء میں احمدیہ جماعت میں اختلاف رونما ہو گیا اور حضرت کے ماننے والوں میں سے ایک گروہ نے ان کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کر کے علیحدہ جماعت بنا لی۔ اس وقت مولانا محمد علی صاحب قادیان میں تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت صاحب کی طرف غلط باتیں منسوب کی جانے لگی ہیں۔ تو انہوں نے قادیان چھوڑ کر لاہور کو اپنا مرکز بنا کر یہاں سے تبلیغ کے کام کو جاری رکھا۔ اور آج آپ دیکھتی ہیں کہ ہمارے مشن انگلستان، جرمنی، ہالینڈ اور امریکہ وغیرہ میں قائم ہیں۔ اور قرآن مجید کے تراجم جو حضرت صاحب کا عین منشاء تھا۔ کئی زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں

اصل میں حضرت صاحب

کی طرف نبوت کا الزام لگ جانا کوئی عجیب بات نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بزرگوں نے خدا یا خدا کا بیٹا بنایا۔ حالانکہ انہوں نے کبھی ایسا دعوےٰ نہیں کیا بلکہ ان کے مریدوں کو ان کے اقوال سمجھنے میں غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ یہی حال حضرت مرزا صاحب کے ساتھ ہوا۔ اپنے اور پرائے افراط اور تفریط کا شکار ہوئے اب آپ کو ان کی کتب سے ان کے درست عقائد کے چند حوالہ جات پڑھ کر سناتی ہوں کہ انہوں نے اپنے متعلق کیا لکھا اور مریدان خوش فہم نے اس کا کیا مطلب سمجھ کر ان کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کیا۔

جماعت احمدیہ کے صحیح عقاید بانیٔ سلسلہ کے اپنے الفاظ میں :-

(۱) ازالہ اوہام مطبوعہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۴۲۱ - سوال :- رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔

جواب :- نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے ...... اسکو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھیرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا"

(۲) حمامۃ البشریٰ مطبوعہ ۱۸۹۴ء صفحہ ۸ - ترجمہ :- "یہ لوگ مجھ پر افترا کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے"

(۳) حاشیہ انجام آتھم مطبوعہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۲۷ :-

کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں ...... اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا"

(۴) مواہب الرحمٰن مطبوعہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۶۶ - ترجمہ :-

" اس امت کے اولیاء سے خدا تعالیٰ کلام کرتا ہے۔ اور ان کو نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے اور وہ فی الحقیقت نبی نہیں ہوتے۔ کیونکہ قرآن نے شریعت کو کمال تک پہنچایا ہے۔

جلسہ پر خواتین کا چندہ

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر خواتین کی طرف سے جو رقوم وصول ہوئی ہیں ان کی مجموعی میزان حسب ذیل ہے:-

چندہ دستکاری ۔۔۔۔ ۴۰۴

شکرانہ فنڈ ۔۔۔۔ ۳۵۰

میزان ۔۔۔۔ ۷۵۴

یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس سال کی دستکاری کا روپیہ شکرانہ فنڈ میں دیا جاوے۔

برلن مسجد اور ووکنگ مشن کیلئے چندہ کی فراہمی

اہلیہ ڈاکٹر عبد المجید کا خط حضرت امیر کی خدمت میں!

از پشاور۔ مشفقم و مکرم سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ الحمد للہ کہ خداوند کریم نے ہم گناہ گاروں پر رحم فرمایا۔ آج میری انتہائی خوش قسمتی کا دن ہے کہ میں یہ چند سطور اس شکرانہ کے ساتھ جو آپ کی ہدایت کے موجب غیر از جماعت خواتین سے برلن مسجد اور ووکنگ مشن کے لئے روپیہ وصول کیا ہے۔ ارسال کر رہی ہوں نیز اپنے پروردگار کے حضور اگر کچھ اجر ہے تو آپ کی درازیٔ عمر کی التجا ہے آمین۔ آپ کے ارشاد کے مطابق اگر ہمارے بھائی اور بہنیں ہمت کریں تو میرا خیال ہے مطلوبہ رقم جلد فراہم ہو سکتی ہے اگر ایک پردہ دار اپنی ہمت سے اتنی رقم جمع کر سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اگر جماعت کے مرد جن کے مراسم اور تعلقات بہت وسیع ہیں وہ اس سے کئی گنا زیادہ اکٹھا نہ کریں۔

فقط دعا کی طالب خاکسارہ اہلیہ ڈاکٹر عبد المجید

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سینتیسویں (۳۷) سالانہ جلسہ کی مختصر روئداد

(مرتبہ محمد یحییٰ بٹ صاحب)

جماعت احمدیہ لاہور کا سینتیسواں سالانہ جلسہ حسب اعلان سابق ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۵۱ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا۔ اس سے ایک یوم قبل ۲۴ دسمبر کو خواتین کا جلسہ تھا جس کی مختصر روئداد دوسری جگہ درج ہے۔ جلسہ میں شمولیت کے لئے باہر سے آنے والے دوستوں کی آمد آمد دو دن پہلے سے ہی شروع ہو گئی تھی، فدائیان حق کے ہشاش بشاش چہروں اور پرخلوص معانقوں اور دعاؤں نے احمدیہ بلڈنگس کی فضا کو بدل دیا۔ مہمانوں کی رہائش کے لئے سکول کے کمروں اور ارد گرد کے مکانات میں پرالی اور چارپائیوں کا انتظام کیا گیا اور سکول ہی میں کھانا کھلانے کا بندوبست کیا گیا، اس سردی کے موسم میں احباب کا گھروں سے نکل کر دور دراز کا سفر اختیار کرنا اور خلاف عادت زمین پر پرالی بچھا کر سونا اور ایسی چیزیں خوشی سے کھانا جو شاید بعض طبائع گھروں میں پسند نہ کرتی ہوں، جہاد بالنفس کا ایک رنگ ہے جو ایسے اجتماعات میں بہت کم نظر آتا ہے۔

پہلا دن

جلسہ کا انتظام احمدیہ مسجد میں کیا گیا۔ خواتین کے لئے پردہ کا انتظام تھا۔ اور رنگا رنگ کے قطعات اور جھنڈیوں وغیرہ سے جلسہ گاہ آراستہ اور مزین کیا گیا تھا۔

۲۴ دسمبر کی رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد مسجد میں گڑگڑانے کی آوازیں آنے لگیں یہ کیا تھا؟ یہ مٹھی بھر جماعت جو دنیا میں ایک صالح انقلاب پیدا کرنے کے لئے اٹھی ہے اور جس کا مقصد تمام بنی نوع انسان کو خدا کے حضور جھکانا ہے رات کی تاریکی میں خدا کے حضور سربسجود اسلام کے لئے رو رو کر دعائیں کر رہی تھی۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ صبح صادق ہوئی۔ اذان کے بعد مسجد بھرنی شروع ہو گئی اور حضرت مولانا عزیز بخش صاحب نے نماز فجر پڑھائی۔ جس کے بعد حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے اپنے مخصوص اور مؤثر انداز میں قرآن کریم کا درس دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام اور قرآن کریم کی تعلیم کا مرکزی نقطہ تقوی اللہ کو پیدا کرنا ہے اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم اپنے تمام کاروبار، ملازمت، تجارت، لین دین، غرضیکہ ہر معاملہ میں تقوی اللہ کو مدنظر رکھیں۔ پون گھنٹہ درس جاری رہا اس کے بعد حاضرین کو چائے پلائی گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر احباب جلسہ گاہ میں آ پہنچے دس بجے کے بعد جلسہ شروع ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد افتتاحی تقریر حضرت امیر ایدہ اللہ نے کرنی تھی لیکن حضرت ممدوح بیماری کے بعد اس قدر کمزور ہو چکے ہیں کہ آپ خود احباب کو مخاطب نہ کر سکتے تھے، آپ نے افتتاحی تقریر لکھ دی تھی، جس کو مکرم مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح نے آپ کی موجودگی میں پڑھ کر سنایا۔ تقریر کیا تھی اس کا ہر ایک لفظ جان بخش تھا۔ اس تقریر کو سورۃ فاتحہ سے شروع کیا گیا اور حضرت کے ارشاد پر اس دعا کے وقت تمام احباب خدا کے حضور کھڑے ہو گئے اور دوران دعا میں ہاتھ اٹھائے ہوئے آمین کہتے رہے۔ مولوی صاحب موصوف اس دعا کے الفاظ پڑھتے جاتے تھے اور تمام احباب آمین کہتے جاتے تھے، اس وقت عجب رقت کا عالم تھا۔ دعا کیا تھی دنیا کے حصول کے لئے نہیں، اپنی ذاتی سربلندی کے لئے نہیں بلکہ تڑپ تھی تو صرف یہ کہ کسی طرح تمام دنیا اسلام کے خوبصورت چہرہ کو دیکھ لے۔ اور خدا تعالیٰ کا آخری پیغام جس کے ساتھ ہی اب تمام بنی نوع انسان کی فلاح اور بہبودی وابستہ ہے۔ دنیا کے اطراف و اکناف میں پہنچ جائے اور تمام نسل انسانی سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آ جائے اور مامور الٰہی کی اس پیدا کردہ جماعت کو اس عظیم الشان کام کی تکمیل کی توفیق میسر آئے دعا کے بعد اس تقریر میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے جماعت کو قیمتی نصائح کیں اور خدا کے رستہ میں قربانیوں کے لئے اپنے قدموں کو تیز تر کرنے کی تلقین فرمائی، یہ تمام تقریر علیحدہ کتابی شکل میں عنقریب شائع ہو کر احباب کے پاس پہنچ جائے گی۔

اسی اجلاس میں ہمارے محترم دوست عبدالرحیم صاحب گگو جو دیو گانا سے دینی تعلیم کے حصول کے لئے آئے ہوئے ہیں، دیو گانا کے مسلمانوں کی حالت اور عیسائیوں کی سرگرمیوں اور جماعت احمدیہ کے ساتھ وہاں کے لوگوں کی وابستگی اور تبلیغی لٹریچر کے اثرات بیان کئے، انہوں نے بتایا کہ وہاں ہماری جماعت کے قریبًا ۵ ہزار ممبر ہیں جو کل مسلم آبادی کا ایک تہائی ہے اور ہماری اپنی مسجد، مہمانخانہ اور لائبریری ہے جس کی مدد سے ہم سلسلہ کی تبلیغ کرتے اور اسلام کا نور پھیلاتے رہتے ہیں۔

اس کے بعد جناب ڈاکٹر میرزا ولی احمد بیگ صاحب مبلغ ہالینڈ نے نہایت دلچسپ پیرایہ میں گذشتہ جنگ عظیم کے دوران میں یورپ کی حالت کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے اپنی تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کن مشکلات کے اندر قرآن مجید اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی دیگر تصانیف کا ڈچ زبان میں ترجمہ شائع کیا گیا جس سے انڈونیشیا میں بہت بڑی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اجلاس کے خاتمہ پر صاحب صدر نے حضرت قائد اعظم کے یوم ولادت کی تقریب پر ایک ریزولیوشن کی صورت میں آپکو خراج عقیدت ادا کیا اور آپ کی روح پر فتوح کے لئے دعا کی گئی۔

دوسری نشست

اس کے بعد ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کی گئیں اور قریبًا دو بجے دوسری نشست زیر صدارت جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی چیف سیکرٹری سندھ شروع ہوئی۔ قاری محمد بوستان صاحب نے نہایت خوش الحانی سے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ اور اس کے بعد جناب میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی نے "جانشین کا حکم" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ اول حضرت امام زمان مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی اہمیت کو واضح کرنے کے بعد احباب کو ماہوار چندہ باقاعدگی کے ساتھ ادا کرنے کی تحریک کی اور حضرت مسیح موعود کے بین اور غیر مبہم ارشاد کو سنایا کہ:-

"ہر وہ شخص جو میری جماعت میں شامل ہے لیکن تین ماہ تک چندہ ادا نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں"

محترم فاروقی صاحب نے اس امر پر بھی زور دیا کہ ہم میں سے ہر ایک کو حضرت مسیح موعود کی جانشین انجمن کے ہر فیصلہ کو اسی قدر و منزلت کے ساتھ دیکھنا چاہیئے جیسا کہ حضرت صاحب کے ارشاد کو۔ آپ نے بتایا کہ یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات احباب اپنے ارادہ اور مرضی کے خلاف کثرت رائے سے پاس شدہ فیصلہ جات کی اتنی قدر نہیں کرتے جتنی کہ کرنی چاہیئے یہ ایک بھاری کمزوری ہے جس کی بہت جلد اصلاح کر لینی چاہیئے۔ اسی ضمن میں آپ نے بتلایا کہ سیدنا حضرت نبی کریم صلعم نے جب جنگ احد میں صحابہ سے مشورہ لیا تو باوجود اس کے کہ وہ مشورہ حضور صلعم کی اپنی رائے کے خلاف تھا اور جیسا کہ واقعات سے ظاہر ہے۔ اس مشورہ کی وجہ سے مسلمانوں کو تکالیف بھی اٹھانی پڑیں تاہم آپ نے مشورہ کی عظمت کو قائم رکھا اور اسی کے مطابق مدینہ سے باہر جنگ کی۔ اس لئے انجمن مشورہ سے جو طے کرے خواہ وہ کسی شخص کی مرضی کے خلاف ہو اس کی تعمیل میں دریغ نہیں ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل عبرانی و سنسکرت نے حاضرین کو خطاب کیا۔ آپ کی تقریر کا موضوع تھا "قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ" آپ نے سورۃ بقرہ کی آیت اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا الخ کو تلاوت کرنے کے بعد بتایا کہ اس میں ایک نبی (حزقیل) کا ذکر ہے کہ اس کی قوم روحانی طور پر مر چکی تھی۔ تو اس کے دل میں ان کی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھکر ایک جوش پیدا ہوا۔ اور وہ ان کی زندگی کے لئے خدا کے حضور گرا۔ سو اللہ تعالےٰ نے اس کی دعا کو سنا اور کشفًا تمام صورت حالات سے آگاہ کیا اور اسے بتایا کہ ایک سو سال کے اندر اندر اس قوم میں زندگی پیدا ہوگی۔ (اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ امت محمدیہ میں ایک سو سال کے بعد جب قوم پر مردنی آ جایا کریگی تو خدا تعالےٰ پھر اسے زندہ کرنے کیلئے کسی مامور و مجدد کو بھیجا کرے گا۔ ---) اور یہ جو کہا گیا ہے کہ گدھے کو دیکھو کہ وہ بوسیدہ نہیں ہوا تو اس میں گدھے سے مراد وہ حاملے امت ہیں جو کہ شل اسلحما (؟) یحمل اسفارا کے مصداق ہیں

(باقی صفحہ آئندہ)

اپنا رنگ لائی اور یہی عاجز انسان عرب کا بادشاہ بن گیا۔ سو حضور صلعم کے اس اسوہ میں کامیابی کے لئے ایک زریں اصول ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم حضور کے اس خلق کو اپنائیں۔ قائد اعظم کی کامیابی کا بڑا سبب یہی خلق تھا کہ قائد اعظم اپنے ارادہ میں مستقل مزاج ہے اور ہندوؤں اور انگریزوں کے ہاتھ بک نہ سکے۔ آخر اسی کا نتیجہ ہے، کہ مملکت پاکستان معرض وجود میں آئی۔ مولانا کی تقریر کے بعد جلسہ کی پہلی نشست ختم ہوگئی۔

دوسری نشست

نماز ظہر و عصر کے بعد جلسہ دو بجے پھر شروع ہوا اور تلاوت قرآن کریم کے بعد الحاج خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان انچارج ٹی بی سینیٹوریم ڈاڈر ضلع ہزارہ نے جماعتی زندگی کے متعلق حضرت مسیح موعود کا تصور کے موضوع پر تقریر فرمائی اور حضرت مسیح موعود کی کتب سے بعض اقتباسات پڑھے جن میں جماعت کی عملی زندگی میں ایک تبدیلی پیدا کرنے کی تلقین کی گئی۔ آپ نے کھول کر بتایا کہ امام زمان ہمیں کس مقام پر پہنچانے آئے تھے اور ہم اس سے کس قدر دور جا پڑے ہیں، یہ تقریر آیندہ اشاعت میں مفصل درج ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب کے بعد الحاج جناب محمد حسن صاحب چیمہ نے "ہماری سیاسی جماعتیں" کے عنوان سے تقریر کی، جس میں بعض سیاسی جماعتوں کی حرکات پر تبصرہ کیا گیا۔

ان کے بعد جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی نے "دو مجاہدے" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ اس میں آپ نے جہاد بالنفس اور جہاد بالقرآن یا بوقت ضرورت جہاد بالسیف کی طرف توجہ دلائی۔ اور بتایا کہ جہاد بالقرآن یا جہاد بالسیف کرنے سے پہلے ہر سپاہی کو لازمی ہے کہ وہ پہلے جہاد بالنفس کرے اور اپنی سفلی خواہشات کو محض خدا کے لئے دبائے۔ جب تک ہر ایک جہاد کرنے والا مرد جہاد بالنفس میں کامیاب نہیں ہوتا اس وقت تک دوسرے میدانوں میں بھی اس کی کامیابی یقینی نہیں۔ اسی ضمن میں فاروقی صاحب موصوف نے شکرانہ فنڈ کی طرف احباب کو توجہ دلائی۔

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر تھی جسے مکرم مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح نے حضرت ممدوح کی موجودگی میں پڑھکر سنایا تقریر سے پہلے حضرت امیر ایدہ اللہ نے کھڑے ہو کر ایک منٹ کے لئے احباب کو مخاطب کیا اور السلام علیکم کہا اور فرمایا کہ میں خود بول نہیں سکتا میری تقریر پڑھکر سنائی جائے گی۔ اس تقریر میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے جماعت کے گزشتہ کارناموں اور خدمات اسلام پر تبصرہ کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح یہ جماعت مختلف حالات میں مختلف مشکلات سے گزرتے ہوئے دنیا میں ایک عظیم الشان اور بے مثل کام اشاعت اسلام کر چکی ہے اس کام کو مزید تقویت دینے کے لئے آپ نے احباب کو مالی قربانیوں کی تحریک کی جو تین شقوں پر مشتمل تھی (۱) ایک لاکھ روپیہ قرض انجمن کو دیا جائے جو ۱۹۵۲ء میں واپس کیا جائیگا۔ (۲) کم از کم پانچسو آدمی ایسے ہوں جو ماہوار چندہ میں اپنی آمد کا دسواں حصہ دیں (۳) خسارہ بجٹ کو پورا کرنے کے لئے دس یوم کی آمد ہر ایک دوست دے۔ ان تحریکات پر قوم نے فراخدلی سے لبیک کہی اور بعض احباب نے وہیں ان میں حصہ لینے پر آمادگی کا اظہار کیا امید ہے کہ باقی تمام دوست بھی بہت جلد حصہ لے کر حضرت امیر کے لئے تقویت کا موجب ہوں گے بلکہ عند اللہ اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ اس چھوٹی سی جماعت

اور لفظ سے مراد آسمانی کتاب ہے جو بالکل بغیر کسی تغیر و تبدل کے قوم میں موجود ہوتی ہے تو اس کشف میں گویا یوں بیان فرمایا ہے کہ باوجود اس کے کہ آسمانی کتاب قوم میں موجود ہوتی ہے اور اس میں کچھ بھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا، اور علماء ظاہری بھی موجود ہوتے ہیں لیکن پھر بھی قوم مرجاتی ہے۔ اور ان کی موجودگی قوم میں زندگی پیدا نہیں کرسکتی۔ تو ایسے وقتوں میں پھر اللہ تعالےٰ ہی کسی ایک آدمی کو اٹھاتا ہے اور اس پر اپنی روح نازل کرتا ہے جو زندگی بخش ہوتی ہے۔ جس سے وہ قوم یا وہ حصہ جو اس سے پیوند جوڑ لیتا ہے زندہ ہوجاتا ہے۔ آج مسلمانوں کی بھی یہی حالت تھی، کہ قرآن مجید اور علماء کے موجود ہوتے ہوئے مسلمانوں پر مردنی چھائی ہوئی تھی تو اسی سنت کے ماتحت ان میں زندگی پیدا کرنے کے لئے ایک مرد خدا اٹھا۔ اس کے دل میں جس قدر درد اپنی قوم کے لئے تھا اس سے مخالف سے مخالف شخص بھی واقف ہے۔ اس نے قوم کو ایک زندگی بخش پیغام سنایا یہی وہ شخص ہے جو صدی کے سر پر ظاہر ہوا اور مجدد اور مسیح موعود کہلایا۔ مولانا کی تقریر حقائق و دقائق سے بھری ہوئی تھی لیکن وقت کی کمی کے باعث آپ اسے مکمل نہ کر سکے کوشش کی جائے گی کہ کسی آیندہ اشاعت میں ان سے پوری تقریر لکھوا کر شائع کی جائے۔

اس کے بعد جناب میرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول نمبر ۲ نے تربیت اولاد کے موضوع پر مفصل تقریر فرمائی اور بہت سی مفید باتوں سے حاضرین کو مستفید کیا۔ مرزا صاحب کی یہ تقریر کسی آیندہ اشاعت میں انشاء اللہ درج کرنے کی کوشش کی جائے گی اس تقریر کے بعد آج کا جلسہ ختم ہوگیا۔ اور شام کا وقت قریب آرہا تھا اس لئے احباب نماز کے لئے تیاری کرنے لگے اتنے میں اذان ہوگئی اور تمام احباب نماز میں کھڑے ہوگئے نماز مغرب و عشاء ملا کر پڑھی گئی۔

دوسرا دن

اگلے دن ۲۶ دسمبر کو جلسہ کی پہلی نشست پھر دس بجے شروع ہوئی۔ آج پہلے دن سے حاضرین کی تعداد زیادہ تھی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد جناب میرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے انسانیت کا صحیح تصور اور اسلام کے موضوع پر پرجوش انداز میں تقریر فرمائی اور دلائل کے ساتھ ثابت کیا کہ موجودہ تمام فلسفے خصوصاً نیٹشے کا فلسفہ انسانیت کے لئے باعث ننگ اور عار ہے، اور اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو نسل انسانی کے ہر فرد مرد اور عورت کو اس کے حقیقی مقام پر پہنچاتا ہے۔

مرزا صاحب کے بعد حضرت مولنا صدر الدین صاحب مبلغ انگلستان و جرمنی، تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ کی تقریر سننے کے لئے بہت سے لوگ جو ادھر ادھر بکھر رہے تھے جلسہ گاہ میں آگئے۔ جلسہ گاہ کھچا کھچ بھر پور تھی۔ مولنا صاحب موصوف نے اپنے مخصوص اور نہایت ہی موثر انداز میں سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بعض پہلو احباب کے سامنے پیش کئے جس سے حضرت نبی کریم صلعم کی حیات طیبہ کا ایک خوبصورت اور بے مثل نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچ گیا۔ حضور صلعم کا اپنی ابتدائی زندگی میں مشکلات پر صبر کرنا اور مشکلات کے پہاڑ سامنے آنے پر بھی پائے استقلال میں لغزش نہ آنا۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ کلمۂ حق کہنے سے ذرہ بھی پیچھے نہ ہٹنا اور باوجود اس کے کہ کفار نے کلمۂ حق سے پھیرنے کے لئے آپ کو بڑے بڑے لالچ دیئے آپ کا ان سب کو سخت ترین مصائب جھیلنا، ماں باپ بدرجہ اولےٰ دوستوں اور رشتہ داروں کا مارے جانا، یہ وہ زریں اصول ہے جس کا نمونہ ہمیں آپ کی زندگی میں ملتا ہے، یہ استقامت آخر

م کو ٹھکرا دینا اور حق گوئی سے نہ رکنا بلکہ اس کے مقابلہ پہ

جلسہ فنڈ کی تین ۳ تحریکیں

آمد دس یوم۔ شکرانہ فنڈ

دہم حصہ آمد ماہوار

کیا آپ نے ان تینوں تحریکوں میں حصہ لیا؟ اگر نہیں تو جلد توجہ فرما کر قرآن کریم کی اشاعت غلبۂ اسلام کی تکمیل میں مامور الٰہی کا ساتھ دیں۔

ع

بہ بذل مال در راہش کسے مفلس نمی گردد
خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

مرتضیٰ خاں اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

(بقیہ صفحہ ۵)

گیا گرا جاتی ہے" کو دیا کی نازک حالت نے آج پھر مجددِ وقت کے الہام کی یاد تازہ کر کے نئی اور پرانی حالت کو نازک تر بنا دیا ہے۔ ٹرومین ۔ آئیشلے اجتماعات یا کوئی اور انسانی دماغی اختراعات بشریت کو اس ہولناک بربادی کے گڑھے میں گرنے سے بچا نہیں سکتے۔ بچنے کا صرف ایک ہی علاج ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ اس علاج شفاء للناس کا اعلان قرآن کریم میں کیا گیا ہے جسے اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبودی کے لئے منقذ اعظم رحمۃ للعٰلمین کے ذریعہ چودہ سو سال قبل نازل فرمایا ہے۔ اس نسخہ شفاء کے آب زلال کا استعمال ہی زمانہ کی موجودہ پیدا شدہ جہنم کو سرد کر کے بہشت میں تبدیل کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس وقت باقی تمام علاج بے کار ہیں۔ اس جان بخش نسخہ شفا کامل کا اہل دنیا کو پتہ دینے کا اہم کام باشارہ الٰہی زمانہ کے امام حکیم حاذقؑ نے تمہارے سپرد کیا ہے۔ اس کام کی تکمیل مجددِ اعظم کے روحانی فرزند بوڑھے تجربہ کار قائد کی ہدایت اور ارشادات کی روشنی میں ہو۔ دیگر مقامات اور بلاد کے علاوہ یورپ اور امریکہ کے مراکز کو جہاں سے ساری دنیا میں قرآن پہنچایا جا سکتا ہے۔ بجلد زیادہ سے زیادہ مضبوط و مستحکم کرنے اور وسعت دینے کی ضرورت ہے۔ ہمارے ووکنگ کے مؤقر مجلہ اسلامک ریویو کی طرف بھی پوری توجہ مبذول کی جائے۔ اس کی اشاعت کو بڑھایا جائے اس کے ذریعہ امام زمانؑ کے پاکیزہ علم کلام کو جو ڈوبتی ہوئی دنیا کے لئے کشتیٔ نوح کا کام دے گا۔ زندگی کے لئے آب حیات ثابت ہوگا۔ اطراف واکناف عالم میں پھیلانے کا کام لیں۔ اس کی اہمیت کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے کارکنان ووکنگ مشن خصوصاً محترم خان غلام ربانی خاں صاحب کے مشورہ کو پیش رکھا جائے۔

اس کے لئے خدا رسیدہ اہل حال بزرگ اپنی تہجد کی نمازوں میں دعاؤں سے کام لیں متمول اور دولت مند حضرات اٰتوھم من مال اللہ الذی اٰتاکم پر عمل پیرا ہوں اہل قلم احباب خداداد علم وعرفان کو صفحۂ قرطاس پر لانے کے لئے اپنی اقلام کو جنبش دیں غرضیکہ سب مل کر پورے۔ ایثار و قربانی سے کام لیں خدا کا وعدہ ہے ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔

اب پھر ان احباب کی طرف رجوع کرتا ہوں جو میری طرح بقول حضرت سیدنا امیر" پورا حصہ نہیں لے رہے" کہ وہ میری اس استدعا اور التجا کو شرف قبولیت بخشیں گے اور اوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم کے پیش نظر آیندہ سال کے تعمیری کاموں میں بدل و جان حصہ لیں گے۔

آخر پر تمام دوستوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اس مبارک قومی اجتماع کے موقعہ پر مجھ گنہگار اور دیگر جملہ احباب سلسلہ مقیم عراق کو اپنی نیم شبی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں اور ہمارے حق میں دعا فرماویں کہ وہ مجیب الدعوات ہمارا شرح صدر فرماوے۔ اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی بیش از بیش توفیق بخشے آمین ہم سبھوں سے السلام علیکم۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

آپ کا بھائی

السید تصدق حسین القادری

ڈاکٹر ولی احمد میرزا صاحب دورہ پر

احباب کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ محترم جناب ڈاکٹر ولی احمد میرزا صاحب پی۔ایچ۔ڈی۔ (لائیڈن) مسلم مشنری انڈونیشیا و ہالینڈ وغیرہ مختلف جماعتوں میں دورہ کریں گے۔ سردست ان کا دورہ ملتان۔ بہاولپور ۔ کراچی ۔ اور کوئٹہ کا ہوگا۔

وہ اس دورہ میں جلسہ سالانہ پر جو تحریکات ہوئی ہیں ان کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے اور انجمن کے لئے عطیات حاصل کرنے کا کام سرانجام دیں گے۔

احباب کو چاہیئے کہ ان کی ہر طرح سے امداد فرمائیں۔ اور ان کو ہر سہولت بہم پہنچائیں۔ والسلام

خاکسار

مرتضیٰ خان اسسٹنٹ سکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ستاونویں سالانہ جلسہ کی مختصر روئداد

نے اسلام کی ہر ضرورت کے وقت بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے نفخ روحانی کا نتیجہ ہے اس نفخ روحانی کا اثر ابھی زائل نہیں ہوا ہے اور ایسے لوگ قوم میں موجود ہیں جو یوثرون علٰی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ کے مصداق ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور بالفاظ مسیح موعود

خدایا صد کرم کن بر کسے کو حامی دین است
بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر کے بعد آج کا جلسہ ختم ہو گیا اور نماز مغرب و عشاء کے بعد چند سنما سلائیڈز دکھائے گئے جن میں تبدیلی کی مفصل کیفیت، اور ایٹم بموں کی ساخت اور ان کے تباہ کن اثرات تصاویر کے ذریعہ دکھائے گئے۔

تیسرا دن (۲۷ر دسمبر)

اگلے روز ۲۷ر دسمبر کو نماز فجر کے بعد حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے حسب معمول قرآن کریم کا درس دیا اور اس کے بعد احمدیہ کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا جس میں متعدد حضرات نے سلسلہ کی مضبوطی اور ترقی کے لئے بڑی قیمتی رائیں پیش کیں جو انجمن کے سامنے غور اور عمل کے لئے پیش کی جائیں گی۔ آج کے جلسہ کی کارروائی پونے دس بجے شروع کی گئی۔ پہلے قرآن کریم کی تلاوت کی گئی۔ بعد میں خان محمد اسلم خاں صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بٹالہ نے "صداقت مسیح موعود" پر تقریر فرمائی۔ جس میں انہوں نے مسیح موعودؑ کے زمانہ سے متعلق متعدد نشانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب نشانات حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوےٰ کے بعد وقوع میں آئے۔ مثلاً خسوف و کسوف کا عظیم الشان نشان۔ دجال کی نشان دہی، حج کا روکا جانا۔ تیز سواری کا نکل آنا وغیرہ وغیرہ۔ حضرت امیر ایدہ اس نشست میں تشریف فرما تھے۔ خاں صاحب کی تقریر ختم ہونے کے بعد آپ نے تمام احباب کو چند منٹ خطاب کیا۔ اور بتایا کہ اشاعت اسلام کا کام جو ود کر رہے ہیں اسی میں تمام دنیا کی سلامتی مضمر ہے۔ اس لئے اس کام کو مضبوط کرنے کی انتہائی کوشش کرو۔ اس کے بعد آپ نے سب احباب کو السلام علیکم کیا اور کمزوری کے باعث زیادہ دیر بیٹھ نہ سکنے کی وجہ سے آپ گھر تشریف لے گئے۔

اس کے بعد جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کیمیکل انجینیئر نے تقریر فرمائی آپ کے مضمون کا عنوان تھا "سائنس اور مذہب کے بنیادی اصولوں میں کوئی تضاد نہیں"۔ یہ موضوع جتنا دقیق تھا اتنا ہی اسکو بیان کرنے کا وقت کم تھا لیکن اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب موصوف نے نہایت خوبی اور احسن پیرایہ میں اس مضمون کو ادا کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ سائنس آج اس حقیقت پر پہنچ چکی ہے کہ یہ مادہ کوئی چیز نہیں بلکہ اسکے پیچھے ایک انرجی ہے جو اس سارے نظام کو چلا رہی ہے انہوں نے بتایا کہ ایٹم کا ایک ذرہ خود ایک کائنات ہے۔ اور اس کا تمام کھیل بھی درحقیقت بجلی کے ذرات کا کھیل ہے۔ اس کے مقابل پہ مذہب کو دیکھئے۔ مذہب نے آج سے عرصہ پیشتر یہ اعلان کیا کہ مادیت پر انحصار مت کرو یہ سب دھوکا ہے۔ یہ خدا کی طاقت ہے جو اس کے پیچھے کام کر رہی ہے۔ دوسرے مذہب نے توحید پر زور دیا۔ آخر سائنس اس امر تک پہنچ گئی ہے کہ مادہ کچھ چیز نہیں یہ صرف ایک طاقت ہے جس سے یہ سارا کھیل وقوع پذیر ہو رہا ہے غرضیکہ آپ نے اس امر کو نہایت وضاحت سے بیان کیا کہ سائنس بھی آج ان حقائق کو مانتی چلی جا رہی ہے جن کو ایک صحیح مذہب پیش کرتا ہے۔ کاش کہ ہمارے نوجوان مذہب کی بیان شدہ حقیقتوں کی طرف متوجہ ہوں۔

اس کے بعد مولانا آفتاب الدین احمد صاحب جو حال ہی میں مشرقی پاکستان کا دورہ کر کے آئے ہیں کھڑے ہوئے اور آپ نے اس دورہ کے تاثرات کو بیان فرمایا۔ اور بتلایا کہ وہاں کے نوجوان اور عوام مذہب کے پیاسے ہیں۔ لیکن انہیں وہ چیز صحیح اور خوبصورت شکل میں نہیں مل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دین کو چھوڑ رہے ہیں۔ اگر مذہب کی صحیح تصویر ان کے سامنے پیش کی جائے تو سو فیصدی امید ہے کہ وہ نوجوان اسلام پہ جان فدا کر دیں گے۔ مولانا کی پوری تقریر جس میں مشرقی پاکستان میں اسلام اور احمدیت کے امید افزا حالات کا ذکر ہے آیندہ اشاعت میں درج ہوگی۔

سب سے آخر میں جناب قاضی عبدالرشید صاحب بی اے ایل ایل بی نے اسلامی ۔۔۔ کے موضوع پر ایک مقالہ پڑھا۔ جو بڑا پسند کیا گیا۔ اور دعا کے ساتھ جلسہ ختم کیا گیا۔

رفتارِ عالم

پاکستان و ہند

لاہور - ایسوسی ایٹڈ پریس کی اطلاع کے مطابق پنجاب کے انتخابات ۱۰ رمارچ سے شروع ہو کر ۲۰ رمارچ کو ختم ہوں گے۔

گورنر پنجاب نے پنجاب مسلم اوقاف سروے ایکٹ ۱۹۵۰ء کی منظوری دے دی ہے تاکہ صوبہ میں مسلم اوقاف کا سروے کیا جا سکے۔ ایک بیان میں کہا گیا ہے۔ کہ یہ ابتدائی کارروائی ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ صوبہ میں مسلم اوقاف کا جائزہ لیا جائے۔ اور ضروری اطلاعات فراہم کی جا سکیں۔

کراچی - معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ کے دو ممتاز ماہر تعلیم پاکستان کے تعلیمی نظام کا مطالعہ کرنے اور رائل پاکستان ایئر فورس کے لئے دو سکول جاری کرنے کے متعلق پروجیکٹ کے بارے میں مشورہ دینے کی غرض سے کراچی پہنچ چکے ہیں۔

دولت مشترکہ کے وزراء اعظم کی جو کانفرنس لندن ہونے والی تھی اس میں شمولیت کرنے سے وزیر اعظم پاکستان نے انکار کر دیا ہے۔ مسٹر لیاقت علی نے اس امر پر زور دیا کہ جب تک اس کانفرنس کے ایجنڈا میں مسئلہ کشمیر کو نہیں لایا جائے گا میں ہرگز شامل نہیں ہو سکتا۔ میں تفریح کے لئے لندن نہیں جانا چاہتا۔ اس پر کانفرنس کے ممبروں نے ایک بیان میں کہا کہ مسٹر لیاقت علی خاں کی عدم شرکت کی وجہ سے اس کانفرنس کی کامیابی کی بہت کم ہو گئی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ بتائی جا رہی ہے کہ معاہدہ شمالی اوقیانوس کی وجہ سے یورپ میں برطانیہ کی ذمہ داری بڑھ گئی ہے۔

پشاور ۳ رجنوری - آج سرحد اسمبلی نے مسٹر نور اللہ نواز خاں (سپیکر) کی ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی ہے جس کے ذریعہ مسٹر لیاقت علی خاں کے اس موقف کی حمایت کی گئی جو انہوں نے دولت مشترکہ کے وزراء اعظم کی ہونے والی کانفرنس کے بارے میں اختیار کیا ہے۔

نئی دہلی ۸ رجنوری - پریس ٹرسٹ آف انڈیا کی اطلاع کے مطابق وزیر اعظم نیپال نے آج پایہ تخت کھٹمنڈو میں اعلان کیا کہ شاہ تری بھون بیر بکرم شاہ بدستور نیپال کے فرمانروا رہیں گے وزیر اعظم نے مزید بتایا کہ ۱۹۵۲ء تک ایک دستور ساز اسمبلی قائم ہو جائے گی جو نیپال کا آئین مرتب کرے گی۔

لاہور ۸ رجنوری - پاکستان کے وزیر داخلہ و اطلاعات آنریبل خواجہ شہاب الدین نے آج یہ رائے ظاہر کی کہ اگر تمام سیاسی جماعتوں کا مقصد پاکستان کو مثالی اسلامی ریاست بنانا ہے تو ایک سے زیادہ سیاسی جماعتوں کی تشکیل ناجائز ہے البتہ اگر کسی عنصر کو اس سلسلہ میں بنیادی اختلاف ہو تو نئی سیاسی جماعت کا قیام جائز تصور کیا جا سکتا ہے۔

کشمیر

کراچی ۳ رجنوری - مسٹر لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان نے اتوار کو نامہ نگار نیویارک ہیرلڈ ٹریبیون سے ملاقات کے دوران میں کہا کہ کشمیر کا جھگڑا امن عالم کے لئے ایک خطرہ ہے۔ پاکستان عالمگیر امن کے مشترک مقصد میں صرف اسی صورت میں اہم پارٹ ادا کرنے کے قابل ہو سکتا ہے کہ کشمیر کی گتھی کو پر امن طور پر سلجھا لیا جائے۔

ریڈیو پاکستان کی اطلاع کے مطابق جزائر فجی (یہ جزائر آسٹریلیا کے مشرق میں تقریباً دو ہزار میل کے فاصلہ پر بحر الکاہل میں واقع ہیں) کی مسلم لیگ نے حفاظتی کونسل کے صدر کو ایک تار ارسال کیا ہے جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کے مسلمانوں کو اس امر کی اجازت دی جائے کہ وہ آزاد غیر جانبدارانہ استصواب کے ذریعہ سے اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکیں۔

تار میں مزید کہا گیا ہے کہ کشمیر میں رائے شماری کرانے میں تاخیر عالمگیر امن اور دنیا کی سلامتی کے لئے خطرناک ہے۔

مظفر آباد ۴ رجنوری - آج کشمیر مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کا اجلاس قائد ملت چوہدری غلام عباس خاں کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں اس مفہوم کی قرارداد منظور کی گئی کہ چونکہ ادارہ اقوام متحدہ کشمیر سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اس کشمیر مسلم کانفرنس جنگ بند کرنے سے متعلق تمام ذمہ داریوں سے اپنے آپ کو سبکدوش تصور کرتی ہے۔

لندن ۳ رجنوری - تبت میں چینی افواج کے کمانڈنگ آفیسر نے تمام تبت کو آزاد کرانے کا عہد کیا ہے اور اس سلسلہ میں ایک تبتی فوج کی تنظیم کی ہے۔

فلشنگ میڈوز ۴ رجنوری - کل سیاسی کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا جس میں ارکان کے کمیشن کی رپورٹ پر غور کیا گیا۔ کمیشن کی رپورٹ میں واضح طور پر کمیشن کی ناکامی کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ کمیشن کو کمیونسٹ حکومت سے بات چیت کرنے میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔

واشنگٹن - پریذیڈنٹ ٹرومین نے آج ۸۲ ویں امریکی کانگرس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں ایسے اقدامات اختیار کرنے چاہئیں جو بین الاقوامی امن قائم کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوں اور ہماری مشکلات دور کریں۔ اگر آنے والے زمانہ میں کانگرس نے اپنے فرائض سرانجام نہ دیئے تو مجھے ڈر ہے کہ دنیا کی حالت اتنی خراب ہو جائے گی کہ [illegible] کے قابل بھی نہ رہے گی۔

لندن ۸ رجنوری - مسٹر لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان کل رات کراچی سے لندن پہنچ گئے ہوائی اڈہ پر آپ نے اخباری نمائندوں کے استفسار پر کہا میں کوئی نئی تجویز لیکر نہیں آیا کیونکہ تجاویز تو پہلے ہی اقوام متحدہ کی قرارداد کی صورت میں موجود ہیں جنہیں پاکستان، بھارت اور اقوام متحدہ منظور کر چکے ہیں۔ اب سوال صرف ان پر عمل درآمد کا ہے۔

بلادِ غیر

ٹوکیو ۲ رجنوری محاذ جنگ کے مطابق اقوام متحدہ کے دستوں نے آج اپنی دفاعی لائن کے دو کلیدی شہروں - یونگ جونگجو اور چیچون کو خالی کر دیا - جو سیول سے گیارہ میل دور ہیں اب اتحادیوں نے سیول کے شمال میں اپنے دفاعی مورچے قائم کر لئے ہیں۔ اب وہ کوریا کی سب سے خطرناک جنگ کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔

جنرل میکارتھر نے کہا ہے کہ منگنام سے فارغ ہونے والی فوج وسطی کوریا کے محاذ پر پہنچ گئی ہے جس سے اقوام متحدہ کی فوجوں کو نیا خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

لندن - چین کے "پیکن پیپلز ڈیلی" نامی اخبار نے اپنے سال نو کے اداریہ میں لکھا ہے کہ چین بھی سوویٹ یونین کی طرح ایک ممتاز فوجی طاقت بن سکتا ہے۔

کمیونسٹ چین کی خبر رساں ایجنسی "نیو چائنا" کی اطلاع کے مطابق اخبار مذکور نے لکھا ہے ۱۹۵۱ء میں چینی عوام کو کوریائی عوام اور چینی رضاکاروں کی شروع کردہ جنگ کو بدستور جاری رکھنا چاہیئے۔ اور رضاکاروں کو پوری مدد دینی چاہیئے لوگوں کو اپنے ملک کے دفاع کو مضبوط بنانے میں حکومت کی حتی الامکان مدد کرنی چاہیئے۔ تاکہ پورے چین کو آزاد کر دیا جائے۔

روس نے مغربی طاقتوں کو اپنے جواب میں قیام امن کے سلسلہ میں چار بڑوں کی ملاقات کی جوابی پیشکش کی ہے لیکن واشنگٹن سے اس امر کا کوئی اشارہ نہیں مل سکا کہ روس کے جواب کی نوعیت کیا ہے۔

نیویارک ۳ رجنوری - ہارورڈ یونیورسٹی میں پروفیسر پی۔ ڈبلیو برجمین نے ۳۷۵ ڈگری فارن ہیٹ پر کھولتے ہوئے پانی سے بھی زیادہ گرم برف بنا لی ہے یہ برف نہ کھولتی ہے اور نہ پگھلتی ہے۔

واشنگٹن ۳ رجنوری - امریکہ کے محکمہ خارجہ نے اعلان کیا ہے کہ حال ہی میں روس نے مغربی طاقتوں کے نام جو یادداشت ارسال کی ہے اس کے جواب کے بارے میں صلاح مشورہ کرنے کی غرض سے جلد ہی امریکہ فرانس اور برطانیہ کے نمائندوں کا ایک اجلاس منعقد ہوگا۔

امریکی کانگرس نے آج شہری دفاع کا بل وائٹ ہاؤس بھیجدیا۔ جس میں امریکہ پر حملہ کی صورت میں حکومت کو داخلی امور کے متعلق وسیع اختیارات تفویض کئے گئے ہیں۔

ٹوکیو ۴ رجنوری - آج کمیونسٹ چین کی فوجیں سیول میں داخل ہو گئیں۔ کمیونسٹوں کی ایک فوج جس کی تعداد ایک لاکھ ۲۰ ہزار کے قریب ہے سیول کے باہر جمع ہو رہی ہے۔ [illegible] فوج کی کوشش ہے کہ سیول سے امریکہ و برطانیہ کی جو فوج پسپا ہو رہی ہے اس کا راستہ کاٹ دے اس اثناء میں اتحادی جنگی بیڑا اور سامان لے جانے والے جہازوں کی بڑی تعداد بندرگاہ رنجان (جنوبی کوریا کے مغربی ساحل کی بندرگاہ) میں جمع ہو رہے ہیں۔ تاکہ سیول سے پسپا ہونے والی فوج کو جنوبی کوریا سے نکالنا پڑے تو فی الفور نکال لیا جائے - ٹوکیو ۸ رجنوری - آج کمیونسٹ فوجوں نے ۳۸ ویں خط ...

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود - ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب		جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات
ما مسلمانیم از فضلِ خدا مصطفےٰ ہمارا امام و پیشوا ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را بر و شد اختتام آں کتابِ حق کہ قرآن نامِ اوست بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب نزدِ ما کفر است و خسران و تباب		۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔ ۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔ ۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔ ۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجدّدوں کا ماننا ضروری ہے۔ ۵۔ اسلام تمام دُنیا پر غالب آئیگا۔

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ چھ روپے پاکستان سے
۱۲-۸-۰ ہندوستان سے
ممالک غیر سے ۱-۲۳ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ ۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۰ھ - ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۵۱ء | نمبر ۲

نامہ نگار ووکنگ

ووکنگ مشن کی ابتدائی کامیابیوں میں تمام انگلستان کے مسلمان ہو جانے کی پیشگوئی

زائرین مسجد سے مسجد کی تاریخ اور اسلام اور قرآن کی تعلیمات کا ذکر

خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب کا مکتوب

ووکنگ ۹ ۱۲/۵۰

مکرم بندہ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ایک ہفتہ سے برف باری ہو رہی ہے یہ کرسس کا تحفہ ہے۔ تمام ملک سفید ہی سفید ہے۔ اور موسم بھی اچھا خاصا سرد ہے۔ مگر کاروبار دنیوی میں فرق نظر نہیں آتا۔ عوام کا دنیاوی جد و جہد کے اندر اس قدر انہماک ہے کہ روحانی تربیت کی طرف بہت کم توجہ نظر آتی ہے۔ قرآن پاک سورہ کہف کے الفاظ الذین ضل سعیهم فی الحیوۃ الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا ان لوگوں کی پیشانیوں پر لکھے ہوئے ہیں۔

مسجد ووکنگ کی مختصر تاریخ

گذشتہ اتوار انگریز اصحاب خواتین، ایک کلب کے ممبر جو تعداد میں تقریباً پچاس تھے مسجد ووکنگ کو دیکھنے اور اس کے حالات سننے کے لئے تشریف لائے۔ مسجد میں ایک مختصر سا جلسہ قائم کیا گیا اور میں نے مسجد کی تاریخ اور حالات بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ مسجد سنہ ۱۸۸۹ء میں ایک انگریز ڈاکٹر لائٹنر کی مساعی سے بنی تھی۔ ڈاکٹر لائٹنر پنجاب یونیورسٹی کا رجسٹرار تھا۔ وہاں سے پنشن لینے پر اس ملک میں ہندو اور مسلمانوں کے لئے مرکز تعلیم علوم مشرقی کی تحریک کے سلسلہ میں بیگم بھوپال اور سر سالار جنگ وغیرہ مسلمانوں اور راجاؤں سے چندہ جمع کیا۔ اور ووکنگ میں راجگان کی رقم چندہ سے شکسپیئر سوسائٹی کی عظیم الشان عمارت خریدی اور بیگم بھوپال کی رقم سے مسجد بنائی اور سر سالار جنگ کے عطیہ سے امام کے لئے مکان بنایا۔ بدقسمتی سے وہ کیمرج اور آکسفورڈ کے معاملہ میں کامیاب نہ ہوا بلکہ ناکام فوت ہو گیا۔ ان کے فضول خرچ بیٹے نے مندر اور کالج تو فروخت کر دیئے۔ اور اب مسجد پر ہاتھ صاف کر رہا تھا کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم سنہ ۱۹۱۲ء میں ایک پریوی کونسل کی اپیل کے سلسلہ میں لنڈن میں تشریف لائے تو آپ کو معلوم ہوا کہ ووکنگ میں ایک مسجد ہے جو ڈاکٹر لائٹنر کا بیٹا فروخت کر رہا ہے۔ اس پر انہوں نے پہلا قدم یہ اُٹھایا کہ بمعہ منشی نور احمد لنڈن سے ووکنگ تشریف لے آئے اور مسجد اور مکان پر قبضہ جما لیا۔ اور اس کے بعد ووکنگ مغربی دنیا میں تبلیغ اسلام کا مرکز بن گیا۔ آج ووکنگ کے اس چھوٹے سے قصبہ کو عالم اسلام میں اس اسلامی مرکز اور کامیاب اسلامی مشن کی وجہ سے جو شہرت حاصل ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ غرضکہ یہ مسجد اللہ تعالےٰ کی مشیت کے ماتحت خدائے واحد کا نام بلند کرنے کے لئے اس مشن کے قیام سے سالہا سال پہلے تعمیر کی گئی تھی۔

تمام انگلستان مسلمان ہو جائے گا

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کو یہاں محض نور اسلام کے پھیلانے میں بے نظیر کامیابی حاصل ہوئی اس اچھی ابتداء سے انجام صاف دکھائی دے رہا ہے۔ کہ تمام انگلستان حلقہ بگوش اسلام ہو جائیگا یہ تعجب کا مقام نہیں ہے۔ بلکہ اس کے آثار صاف نظر آ رہے ہیں۔ کیسے آپ صاحبان کے دلوں میں اس اسلامی مرکز کو دیکھنے کی کشش پیدا ہوئی اور مذہب اسلام کے اصولوں کی جستجو کا خیال پیدا ہوا کس طرح آج انگریز قوم کے لوگ جو تثلیث اور کفارہ کے ناقابل فہم مسائل کو عقل اور دانش کے معیار پر پورا اترتے ہوئے نہیں پاتے۔ وہ ان اُلجھنوں سے آزاد ہو کر روحانی ترقی کے لئے اب صراط مستقیم اور صاف و سریع الفہم قابل عمل مذہب کے متلاشی ہیں۔

آئندہ انتخابات کے سلسلہ میں کسی امیدوار اسمبلی سے وعدہ نہ کیا جائے

امیدواروں کے ناموں اور جماعتوں کی رائے سے اطلاع دیجائے اور مرکزی فیصلہ کی انتظار کیجائے

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد گرامی

مارچ میں پنجاب اسمبلی کے نئے انتخابات ہو رہے ہیں، عام طور پر ان انتخابات میں دھڑے بندیاں ہو جاتی ہیں اور ملک کی خدمت کے لئے بہترین آدمی کے انتخاب کے سوال کی پروا نہیں کی جاتی۔ ہماری جماعت ایک خالص تبلیغی جماعت ہونے کی وجہ سے کسی سیاسی فریق سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتی اور نہ ہمارے سامنے اپنی کوئی خاص غرض ہے اس لئے میں جملہ احباب کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ جب تک نامزدگی کے کاغذات داخل ہو کر یہ معلوم نہ ہو جائے کہ کون کون اصحاب کھڑے ہو رہے ہیں اور مرکز میں اہل الرائے اصحاب ان حالات پر غور نہ کر لیں اس وقت تک کسی خاص شخص کے ساتھ جماعت کے احباب کوئی خاص وعدہ نہ کریں ویسے رائے ہر شخص کا ذاتی حق ہے مگر واقف کار اصحاب حالات پر غور کر کے موزوں امیدوار کے متعلق مشورہ دے سکتے ہیں اور وہ انشاءاللہ مفید ہوگا۔ انجمن کے سیکرٹری اور پریزیڈنٹ اس بات کا خاص خیال رکھیں اور اپنے حلقہ کے امیدواروں کے ناموں سے اور جماعت کی رائے سے بھی ان کے بارے میں اطلاع دیں۔

محمد علی

قرآن کی عظمت و شان

اس تمہید کے بعد میں نے اسلام کے چند بنیادی اصول۔ توحید۔ رسالت۔ مساوات نسل انسانی۔ کتب سماوی۔ تمدن۔ معاشرت۔ مختصراً بیان کئے۔ جس کے بعد سوالات پوچھے گئے۔ جن میں سے قابل ذکر سوال یہ تھا۔ کہ قرآن کن کن ذرائع کا مجموعہ ہے۔ جواب میں انہیں بتایا گیا۔ کہ قرآن کا مخزن صرف اللہ تعالےٰ ہے یہ کلام الٰہی ہے جو بذریعہ جبریل نازل ہوا۔ اس کا ایک ایک لفظ خداوند تعالےٰ کا کلام ہے جو تمام دنیا کی ہدایت اور رہبری کے لئے نازل ہوا اور جو بغیر کسی تغیر و تبدل کے آج تک اسی طرح موجود ہے جس طرح آج سے ۱۳۶۹ سال پہلے نازل ہوا تھا۔ ایک شوشہ زیر۔ زبر کا فرق نہیں ہے۔

میں نے اس غلط فہمی کو کہ "اناجیل یا تورات سے کچھ حصہ اخذ کیا گیا"۔ دلائل و براہین سے دور کیا۔ اوّل۔ اناجیل کی غلطیوں کی تصحیح قرآن نے کی ہے۔ مثلاً انبیاء علیہ السلام کی عصمت کو ثابت کیا۔ یسوع کی ابنیت کی تردید کی۔ کفارہ کے عقائد کو باطل قرار دیا۔ وغیرہ۔

دوم۔ اناجیل کے واقعات کو اخلاقی پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ اور اخلاقی نتائج نکالے گئے ہیں۔

سوئم۔ جو واقعات اناجیل میں نہیں ہیں۔ وہ بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے خلاف فرعون چڑھائی کرتے ہوئے جب غرق ہوا۔ تو اس نے آخری دعا کی جس پر حکم ہوا:۔

فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک۔ آیۃ؟

اس کا ذکر تک انجیل میں نہیں ہے حالانکہ قرآن کے اس بیان کی صداقت واقعات سے ثابت ہو چکی ہے۔ اور سال ۱۹۲۵ء میں فرعون رعمسیس ثانی کا جسم مصر سے برآمد ہوا جس کے ساتھ کتبہ بھی ملا اور اس کا مجسمہ بھی لندن میوزیم میں موجود ہے جو قرآن پاک کا کھلا نشان ہے۔ اور کئی ایک سوالات کا جواب بھی بدلائل دیا گیا۔ جس کے بعد سب کو چائے کی دعوت دی اور وہ سب لوگ اسلام اور اخلاق محمدی کا گہرا اثر لے کر گئے۔ والسلام

آپ کا۔ غلام ربانی

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ منیجر

نویں صدی عیسوی میں اندلسی عربوں کے زرعی کمالات

{بسلسلہ اشاعت مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۵۰ء}

اندلس کے ہر بڑے شہر میں زراعتی کالج اپنی وسیع لیبارٹریوں، اور تجربہ گاہوں اور معلومات کے ساتھ زرعی تعلیم اور نئے نئے تجربات کو روشناس کرانے کے لئے تھے۔ بلکہ ہر ضلع کی بڑی درسگاہ کے ساتھ زراعتی کالج بھی ہوتا۔ جہاں کاشتکار طالبعلموں کو پھلوں اور پھولوں کی نگہداشت کا فن سکھایا جاتا۔ درختوں کو پیوند لگانے اور کونپلوں کو رکھنے کے فن کی عملی تربیت بھی دی جاتی۔ جو کاشتکار طالب علم ان درسگاہوں سے فراغت پا کر اپنے دیہات میں جاتے وہ زراعت کے فن میں کسی مزید تربیت کے محتاج نہ ہوتے وہ بیک وقت معالج بھی ہوتے اور کاشتکار بھی۔

بھیڑیں یوں تو کوہ پائرینیس کے ڈھلوان علاقوں میں پلتیں مگر سال میں دو بار انہیں ایسٹر میڈورا کے میدانوں میں لے جایا جاتا وہاں پہنچ کر وہاں کی آب و ہوا کے سبب ان بھیڑوں کی اون غیر معمولی نرمی اختیار کر لیتی۔ ان بھیڑوں کے پالنے کے لئے ایک الگ محکمہ بنا تھا۔ جو بہت زیادہ اہم محکمہ سمجھا جاتا۔

جو سیاح اندلس سے باہر آئے ان کو اندلس کے بڑے شہروں کے مضافات میں سے گزرتے وقت ایسا محسوس ہوتا کہ وہ کسی وسیع باغ کی سیر کر رہے ہیں۔ سو سو میل تک لمبے باغات ان کو حیرت کے سمندر میں ڈال دیتے وہ جدھر سے گزرتے نہروں کے جال کے جال پھیلے پاتے۔ اور ہوا خوشبودار پھولوں کی کثرت کے سبب عجیب طرح مہک رہی ہوتی۔ زمین کا ایک چپہ ایسا نظر نہ آتا جہاں سبزہ نہ ہو یا جو بے کار پڑا ہو۔ عرب ایک ایک سال میں کئی کئی فصلیں کاٹتے وہ ایک ہی زمین پر نئے نئے تجربے کرتے اور اسے کبھی خالی نہ رہنے دیتے۔ بلنسیہ کے متعلق علمائے تاریخ نے لکھا ہے کہ وہاں کے کاشتکار ہر ہفتے ایک نئی فصل اٹھاتے۔

چونکہ مسلمان بادشاہوں کو زراعت سے بید لگاؤ تھا۔ اس لئے اندلس کے کاشتکاروں کے ساتھ ہر دور میں بے حد نرمی کا برتاؤ کیا گیا۔ ان کو پوری آزادی حاصل تھی۔ ملک بھر کے کاشتکار اپنے پیشہ سے متعلق آپ قوانین بناتے۔ ان کی انجمنیں سرپرستی میں قائم ہوتیں۔ یہ انجمنیں آج کل سوویٹ یونینوں سے سینکڑوں گنا زیادہ خودمختار اور مفید ہوتیں) وہ اپنے سارے مسائل آپ طے کرتیں۔ حکومت ان میں مداخلت نہ کرتی ان ہی منتخب کردہ کاشتکار ذمہ دار عہدوں پر فائز ہوتے۔ یہی کاشتکار انہی انجمنوں کے بنائے ہوئے قوانین کے نفاذ کی دیکھ بھال کرتے ان پر جو محصول حکومت کی طرف سے لگتے ان میں بھی ان سے استصواب کیا جاتا کہیں کسی دور میں ان پر سختی نہ کی گئی۔

زراعت جن کا ذکر اوپر ہے۔ ہر سال اکیس لاکھ اناسی ہزار گیلن تیل زیتون پیدا کرتا جن دنوں زیتون کی فصل ہوتی ان دنوں روزانہ ایک لاکھ پچیس ہزار گیلن تیل منڈیوں میں پہنچتا جہاں سے سارے یورپ اور ایشیا کو برآمد کیا جاتا

قرطبہ کے مضافات میں گلاب کے باغات اس کثرت سے تھے کہ گلاب کا نرخ بہت کم ہو گیا تھا بازار میں ساڑھے بارہ سیر پھول سات آنے میں بکتے۔ جو شخص بازار سے پھول خریدنا چاہتا وہ سرکاری باغات اور شہر کے مضافات میں پھیلی ہوئی سڑکوں کے دونوں طرف اگے ہوئے گلاب کے پودوں سے جتنے پھول چاہتا توڑ لاتا۔ اسے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ قرطبہ سے باہر کو جانے والی سڑکیں بارہ سے کم نہ تھیں۔ ان سڑکوں کے دونوں طرف سبزہ میل دو رنگ گلاب کے پودوں کے تختے لگے تھے۔ شاہی باغبانوں نے ان سڑکوں کو دلہنوں کی طرح سجا رکھا تھا ایک حصہ میں گلاب کے پودے تھے دوسرے میں انگور کی بیلیں۔ گلاب کے یہ پودے سدا بہار تھے۔ ان سے ہر لمحہ فضا مہکتی رہتی تھی۔ بارہ مہینے گلاب کے ان پودوں پر لال، گلابی اور سفید رنگ کے پھول لگے نظر آتے تھے۔

مختصر یہ کہ اندلس کے مسلمانوں نے فن زراعت و باغبانی کو وہ عروج بخشا جو اس تہذیب و ترقی کے دور میں بھی ایسے نصیب نہیں ہوا۔

ضرورت

انجمن کو اپنے دفتر کے لئے ایک ایسے کارکن کی ضرورت ہے جو قابل تجربہ کار اور مستعد ہو۔ انگریزی اور اردو میں بخوبی خط و کتابت کر سکتا ہو۔ حساب کتاب اور تجارتی کاروبار سے واقفیت رکھنے والے کو ترجیح دی جائیگی کم از کم جو تنخواہ منظور ہو وہ بھی تحریر کریں۔

احمد یار

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور ۱۲۔۱۔۵۱

اخبار "نور" کا جبری التواء

انتہائی رنج و افسوس کے ساتھ میں "نور" کے قارئین کرام کو یہ اطلاع دینے پر مجبور ہوں کہ محکمہ بحالیات کی کرم فرمائی کے باعث "نور" کی اشاعت کچھ عرصہ کے لئے معرض التوا میں پڑ گئی ہے وہ مکان جو ۱۹۴۸ء میں میرے نام باقاعدہ طور پر الاٹ ہو چکا تھا اس کو محکمۂ بحالیات نے کسی دوسرے کے نام الاٹ کر کے مجھے بیدخل ہونے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ ۱۱ دسمبر سے میں محکمہ مذکور کے حاکم اعلیٰ کی گرم گستری کے باعث مکان کے بالائی حصہ میں مقیم ہوں۔ اور اگر صاحب موصوف کی طرف سے حکم امتناعی صادر نہ ہو جاتا تو میں اس غیر معمولی سردی میں اپنے اہل و عیال سمیت راہی ملک عدم ہو چکا ہوتا۔

اب میرے پاس نہ دفتر موجود ہے اور نہ سر و سامان تحریر وغیرہ سکون قلب و دماغ سے بھی محروم ہو گیا ہوں ان حالات میں تحریری و تبلیغی مشاغل کو جس حد تک جاری کیا جا سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ مکان کی محرومی سے زیادہ دل و دماغ پر اس بات کا اثر ہے کہ میں حکومت پاکستان کی اس خدمت سے محروم ہو گیا ہوں جس کا اعتراف ہندوستان کے غیر مسلم جرائد اور سکھوں کی زبان سے بارہا "نور" کے صفحات پر ظاہر ہو چکا ہے۔ بحالات موجودہ میں اپنے اضطراب سے قاصر ہوں لہٰذا تفصیلات کے لئے مستقبل قریب کا انتظار کیا جائے۔ امید ہے کہ میری اس معذرت کو قبول فرما لیا جائے گا۔

پھر ملیں گے اگر خدا لایا

والسلام۔ احقر العباد

محمد یوسف۔ ایڈیٹر "نور"

۱۲۔ کورٹ سٹریٹ۔ لاہور

سانحۂ ارتحال

گوجرانوالہ جماعت کے ایک سرگرم رکن میاں چراغ دین صاحب گزشتہ ہفتہ چند یوم بیمار رہ کر انتقال کر گئے ہیں انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت فردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے احباب سے نماز جنازہ کی درخواست ہے

پیغام صلح
جلد ۳۹ — یوم چہار شنبہ - مورخہ ۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۰ھ — نمبر ۲

کافرسازوں کی ایمان فروشی

احراری اخبار "آزاد" میں کچھ عرصہ سے ایک مسلسل مضمون اس عنوان سے شائع ہو رہا ہے:-

"مرزا غلام احمد قادیانی خارج از اسلام ہے"

ہم نے اس مضمون کی کئی قسطیں بغور مطالعہ کی ہیں لیکن ان میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جس سے اسلام کے اس سچے خادم اور رسول اللہ صلعم کے حقیقی عاشق کا خارج از اسلام ہونا ثابت ہو سکے جس نے اس زمانہ میں اسلام کو دوبارہ زندگی بخشی اور مغرب و مشرق میں اس کا جھنڈا بلند کیا، اور ایک جماعت ایسی بنا دی جس کے ذریعہ سے اعلائے کلمۃ اللہ کا مقدس کام دن بدن وسیع ہوتا جا رہا ہے۔

ہم حیران ہیں ان لوگوں کی ذہنیت پر جو چند فروعی عقائد کے اختلاف کو موجب کفر قرار دیکر رات دن اس خادم دین جماعت اور اس کے مقدس امام کے خارج از اسلام ہونے کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں، اور اس بات کو نہیں دیکھتے کہ جن لوگوں کے ذریعہ اسلام کا نور دنیا میں پھیل رہا ہے، یورپ اور امریکہ میں مسجدیں بن رہی ہیں، ان کو کس طرح کافر اور خارج از اسلام قرار دیا جا سکتا ہے، اگر کچھ باتیں ایسی ہیں جو تمہاری سمجھ میں نہیں آتیں تو کم از کم ہمارا عمل تو اس بات پر شاہد ہے کہ ہم اسلام کے سچے حامی اور حقیقی خادم ہیں، تمہاری طرح گھر میں بیٹھ کر مسلمانوں کو کافر نہیں بناتے کافروں کو مسلمان بناتے ہیں، اس عمل کو دیکھکر بھی ہمیں یا حضرت مرزا صاحب کو کافر کہنا اپنی ایمان فروشی کا ثبوت دینا ہے۔

لیکن وہ کونسی باتیں ہیں جو تمہاری سمجھ سے بالاتر ہیں، ابتک جن باتوں کا ذکر اس مضمون میں آیا ہے، ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے الہامات کو ہم نے ایسی حیثیت دے رکھی ہے، کہ گویا وہ ایک مستقل پیغام ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے اور باعث نجات ہے۔

یہ ایک دھوکا ہے جو محض لوگوں کو سلسلہ احمدیہ سے متنفر کرنے کے لئے دیا جا رہا ہے، اس سے قبل ایک شذرہ میں ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے الہامات کی وہی حیثیت ہے جو دیگر اولیاء اللہ اور مجددین کے الہامات کی حیثیت ہے، "آزاد" اس کے جواب میں رقمطراز ہے:-

مرزائی کسی ولی اللہ کے الہاموں کو ثابت نہیں کر سکتے کہ وہ اسلام کے اندر ایک مستقل تعلیم ہیں ان پر جاننا ازحد ضروری ہے اور وہ باعث نجات ہیں۔

گذشتہ زمانے میں جس قدر لوگوں کو آپ مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ کیا کسی بھی مجدد اور امام نے اس امر کی تعلیم دی ہے کہ اس کے الہاموں کو ایک مستقل تعلیم جیسے کہ قرآن حکیم اور حدیث شریف ہیں تسلیم کیا جائے۔ نہیں تو آپ کافر ہو جائیں گے یا کم از کم نجات نہ ہوگی۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ گذشتہ زمانے کے کسی ولی اللہ یا آپ کے تسلیم شدہ مجدد نے اپنے الہاموں کو قرآن حکیم تو رہا ایک طرف، کبھی حدیث شریف کا درجہ بھی دینے کی جرأت نہیں کی تو مرزا قادیانی جیسے کاذب اور دجال بنی مجدد اور امام کے الہاموں کی (اگر اس کو ہوتے ہوں) کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ سب کچھ قوم اور عوام کے لئے دھوکا ہے۔ اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہے۔ الہام کی اس حقیقت سے ثابت ہے کہ مرزائی قادیانی مفتری اور خارج از اسلام ہے۔"

اس کے جواب میں ہم سوائے اس کے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین، یہ سراسر افترا ہے، کہ ہم حضرت مرزا صاحب کے الہامات کو قرآن کریم اور حدیث شریف کی طرح ایک مستقل تعلیم سمجھتے ہیں، خود حضرت مرزا صاحبؑ نے یہ حیثیت اپنے الہامات کو نہیں دی۔ اور ہمیشہ انہیں قرآن کے ماتحت رکھا، کبھی آپ نے یہ نہیں کہا کہ تم فلاں بات کو اس لئے مان لو کہ میرے الہام میں آئی ہے، بلکہ ہمیشہ ہر بات کے منوانے کے لئے قرآن اور حدیث کو پیش کیا یہاں تک وفات مسیح کو بھی جس پر آپ کے دعوے مسیحیت کی بنیاد ہے، قرآن اور حدیث سے ہی منوایا! آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ چونکہ مجھے الہام ہوا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اس لئے تم مان لو، بلکہ اس الہام کو قرآن پر عرض کرنے کے بعد جب دیکھا کہ قرآن سے اس کی تائید ہوتی ہے تو پھر قرآن ہی سے دلائل دے کر وفات مسیح کو منوایا۔

یہی نہیں آپ نے اپنے الہامات کی حیثیت کو خود ہی صفائی کے ساتھ ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

"و قرآن مقدم بر ہر چیز است و حی حکم یعنے مسیح موعود مقدم است بر احادیث ظنیہ بشرط اینکہ آں وحی مسیح موعود بقرآن مطابقت کلی وارد و بشرط اینکہ قصہ ہائے آں حدیث بقصہ ہائے قرآن مطابقت ندارند یعنے در قصہ ہائے آں احادیث و قرآن شریف باہم مخالفت باشد"

(مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۹)

یعنے قرآن ہر چیز پر مقدم ہے اور حکم یعنے مسیح موعودؑ کی وحی احادیث ظنیہ پر مقدم ہے بشرطیکہ مسیح موعود کی وہ وحی قرآن سے بکلی مطابقت رکھتی ہو اور بشرطیکہ اس حدیث کے بیانات قرآن کریم کے بیانات سے مطابقت نہ رکھتے ہوں یعنے اس حدیث کے بیانات اور قرآن شریف میں باہم مخالفت ہو"

سن لیا آپ نے؟ فرمایئے اس میں کہاں آپ نے اپنے الہامات کو قرآن کے ہم پایہ ایک مستقل حیثیت دی ہے، بلکہ اپنے الہامات کو صرف ان احادیث ظنیہ پر مقدم قرار دیا ہے جو قرآن کے مخالف ہیں اور وہ بھی اس شرط پر کہ آپ کا الہام قرآن سے مطابقت کلی رکھتا ہو، اس قدر صفائی کے بعد یہ الزام دینا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کے الہامات کو قرآن کے مقابلہ میں ایک مستقل تعلیم قرار دیا جاتا ہے کیا ایک کھلا افترا نہیں؟

خدا کے بندو کچھ خوف خدا سے کام لو، یونہی غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں سے مخلوق خدا کو گمراہ نہ کرو، دیکھو ایک روز تمہیں بھی خدا کے حضور حاضر ہونا ہے وہاں کیا منہ لیکر جاؤ گے، مرزا صاحب کی مخالفت کرنی ہے تو کسی معقول بنیاد پر کرو، اپنے ایمانوں کو ضائع کیوں کرتے ہو، کیوں کذب بیانی اور افترا پردازی سے اس لعنت کو خریدتے ہو، جو ہمیشہ مکذبین کے حصہ میں آئی ہے۔

جلسہ سالانہ کی تین تحریکیں!

آمد دس یوم — شکرانہ فنڈ

دہم حصہ آمد ماہوار

کیا آپنے ان تینوں تحریکوں میں حصہ لیا؟ اگر نہیں تو جلد توجہ فرما کر قرآن کریم کی اشاعت، غلبۂ اسلام کی تکمیل میں مامور الٰہی کا ساتھ دیں۔ ع

بہ بذل مال در راہش کسے مفلس نمی گردد
خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

مرتضیٰ خاں، اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

ضرورت مکان

کراچی میں ایک کاروباری فرم کے لئے مکان کی ضرورت ہے، اگر کسی دوست کے پاس فالتو جگہ کرایہ پر دینے کے لئے ہو تو ذیل کے پتہ پر اطلاع دیں۔

احمد یار
سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
احمدیہ بلڈنگس لاہور

اخبار و افکار

جادو وہ سر چڑھ کر بولے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں ان میں سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاذ اللہ توہین کی ہے، حالانکہ آپ کی تمام تصانیف، تمام تقاریر اور اشتہارات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا سے بھرے پڑے ہیں۔ جس قدر عشق و محبت حضرت مسیح موعودؑ کو حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ تھا، اور جس قدر آپ کی عظمت و شان کا اظہار انہوں نے کیا ہے اس کی مثال ملنی مشکل ہے، یہ وہ حقیقت ہے جس کا اظہار ہمارے ان مخالفین کے زبان و قلم سے کبھی شعوری، یا غیر شعوری طور پر ہوتا رہتا ہے، جو آپ کو بُرا بھلا کہنے میں سب سے آگے ہیں۔ اس کی ایک تازہ مثال اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ مشہور احراری اخبار "آزاد" ۲۹ دسمبر میں صفحہ ۲ پر "حضور سرور کونین رحمۃ للعالمین کی تشریف آوری" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ

"علمائے کرام نے حضور کی جو تعریف کی ہے وہ آپ کے اسوہ حسنہ اور علم الحدیث سے ماخوذ ہے، ورنہ حضور علیہ السلام کی تعریف یہی ہے کہ ؎

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمد ہست برہان محمد

غور کیجئے حضور علیہ السلام کی تعریف کس نے کی ہے، کیا یہ اسی شخص کا شعر نہیں جس کو "آزاد" کے انہی صفحات میں کافر اور خارج از اسلام قرار دیا گیا ہے؟ کیا یہ اس شخص کا کلام نہیں جس کو رات دن بُرا بھلا کہا جاتا ہے؟ کیا "آزاد" جیسے معاند اخبار میں یہ لکھا جانا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تعریف یہی ہے، جو اسی شعر میں کی گئی ہے، حضرت مرزا صاحب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق اور حقیقی شناسا ثابت نہیں کرتا؟ اور کیا یہ اس بات کا کھلا ثبوت نہیں کہ احرار اور دوسرے معاندین کے بیانات محض کذب و افترا اور بے وجہ معاندت کا نتیجہ ہیں۔

اسلام کے سوشل قوانین

اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو جن لوگوں نے بغض و تعصب کی عینک اتار کر مطالعہ کیا ہے، وہ خواہ کسی بھی قوم سے تعلق رکھتے ہوں انہیں چار و ناچار یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ان میں وہ عالمگیر خصائص موجود ہیں جو دنیا کو ایک کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں، ہندوؤں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کرتے رہتے ہیں، اسی سلسلہ میں پروفیسر وِدیا ساگر سیکرٹری ہندو سدھار سبھا پاکستان کی حسب ذیل تقریر جو انہوں نے میلاد النبی صلعم کی تقریب پر ڈینی ہائی سکول راولپنڈی میں ۲۳ دسمبر کو کی خصوصیت سے قابل مطالعہ ہے۔

" اگر دنیا کے مسلمان اور خصوصاً پاکستان کے مسلمان اسلام کی صحیح تعلیم پر عمل پیرا ہو کر ہمدردی اور باہمی رواداری، مساوات اور عدم منافرت کے اصول صحیح طور پر پیش کر کے نمونہ بنیں تو مہذب دنیا کی ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہو سکتی ہے، اور یہ مذہبی اور قومی منافرت دُور ہو سکتی ہے۔

کیا دنیا کی کوئی قوم مذہبی رواداری کی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے جو حضرت محمدؐ صاحب نے عیسائیوں کو اپنی مسجد میں اپنے مخصوص طریقہ پر نماز ادا کرنے کی اجازت دے کر پیش کی۔ اگر پاکستانی مسلمان اپنے پیغمبر کے نقش قدم پر پورے چلیں تو وہ تمام انسانوں کو متحد و متفق ہونے کے لئے رہنما اور رہبر کا کام دیں گے اور موجودہ زمانے کی ضرورت کو پورا کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور حضرت محمدؐ صاحب کی قدر و منزلت دنیا کی نظروں میں بہت زیادہ بڑھا سکتے ہیں۔ پاکستان کے مسلمان۔ باشندگان پاکستان کے مختلف طبقات میں انہی سوشل قوانین کے ذریعے اتفاق و اتحاد پیدا کر کے ایک بے مثال قیمتی دنیا کی خدمت سرانجام دے سکتے ہیں۔

اب تو آزادی جیسی بے مثال نعمت حاصل کر لینے کے بعد وہ وقت آ گیا ہے کہ اس ملکی تنگ سوشل دائرہ سے نکل کر عالمگیر سوشل دائرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے باشندگان زیادہ پاسداری اور معاونت سے کام لیں اور یہ ثابت کر دیں کہ حضرت محمدؐ صاحب کی تعلیم محض ان لوگوں کے لئے ہی نہیں جو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ بلکہ تمام انسانی دنیا کے لئے ہے۔"

پروفیسر وِدیا ساگر کے ان بیانات سے ظاہر ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیم اگر ہندوؤں میں پہنچائی جائے تو ان میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار ہوں گے، لیکن زبانی پہنچانے سے اتنا فائدہ نہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے عملی نمونہ سے انہیں اسلام کا گرویدہ بنائیں جس کی طرف پروفیسر وِدیا ساگر نے بھی ابتدائی فقرات میں خاص طور پر توجہ دلائی ہے۔

بیل ذبح کرنے پر

لکھنؤ سے، ۲۲ دسمبر کی خبر ہے کہ۔

" پرتاب گڑھ میں حال میں ایک بیل کے ذبیحہ پر جس طرح ۹۲ مکانوں کو لوٹا اور جلایا گیا اور مسجدوں کو نقصان پہنچایا گیا تھا اور ان کے اندر قرآن کریم جلایا گیا تھا اس کی تحقیقات کے لئے شری لال بہادر شاستری وزیر پولیس نے ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس کو بھیجا تھا۔ اور انہوں نے ضلع کے ایم۔ ایل۔ اے اور قدیم کانگرسی کارکن شری گنپت سہائے ایڈووکیٹ کو بھی اپنا شریک کر لیا تھا انہوں نے فساد زدہ علاقہ کا معائنہ کیا اور مظلومین کے حالات سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دورہ کے بعد فوراً چیف منسٹر پنت جی کو تار دیا کہ مظلومین کی فوری امداد کی جائے۔ کھانے پینے کا کوئی انتظام نہیں۔ مظلومین کے جسم پر وہی کپڑے رہ گئے ہیں جو آگ لگتے وقت ان کے جسم پر تھے۔ نہ کھانے کا کوئی انتظام ہے نہ ان کے سر چھپانے کی کوئی جگہ اس لئے کہ مکانات تو لوٹ لئے اور پھونک دیئے گئے۔ مظلومین کو ادھر ادھر مکانوں میں جگہ دے دی گئی ہے۔

(ا۔ ن۔ س)

کس قدر لرزہ خیز داستان ہے، خدا جانے ہمارے ہندو بھائیوں کو کب یہ سمجھ آئے گی کہ انسان کی قدر و قیمت گائے اور بیل سے بہرحال زیادہ ہے، اور مسجد کو گرانا اور قرآن کو جلانا کسی خدا پرست انسان کا کام نہیں، کاش حکومت ہند ان ناپاک افعال اور ظلم و ستم کے انسداد کے لئے موثر قدم اٹھائے۔

احرار کی تبلیغ

پچھلے دنوں ملتان میں احرار کی ایک نام نہاد تبلیغی کانفرنس منعقد ہوئی، تبلیغ احرار کی مراد جماعت احمدیہ کے خلاف طوفان بے تمیزی کھڑا کرنا ہے، یہی کچھ اس کانفرنس میں ہوا۔ سلسلہ احمدیہ کے متعلق غلط بیانی، بہتان طرازیاں، سب و شتم، اور حضرت مسیح موعود پر گندے سے گندے الزامات، ہم نہیں سمجھتے کہ کون سے مہذب ملک کے مہذب انسانوں کے کارنامے ہیں کہ ایک جماعت کو جو اسلام کی عظمت و سربلندی میں دن رات کوشاں ہے دشمن اسلام ظاہر کیا جائے، اور اس فدائی اسلام کو جس نے ایسی خادم دین جماعت پیدا کی اور جس کے کیریکٹر پر اسکے معاصرین میں سے سخت ترین دشمن بھی کوئی حرف نہ رکھ سکے، معاذ اللہ زانی اور شرابی تک کہنے سے دریغ نہ کیا جائے، کیا یہ شریفوں اور شریف زادوں کا کام ہے؟ کیا ان لوگوں میں کوئی رجل رشید نہیں رہا جو ان کو سمجھا سکے، کہ ایسا گند اچھالنے سے تمہیں کیا فائدہ ہے، اور کیوں تمہیں خوف خدا نہیں رہا۔

ہم حکومت پاکستان سے بھی پوچھنا چاہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو جو ہمیشہ سے پاکستان کے دشمن چلے آتے ہیں اور پھر عوام کے اندر تفرقہ اور عناد پیدا کر کے اسے برباد کرنے میں کوشاں ہیں کب تک کھلی چھٹی ملی رہے گی، کیا رعایا کے مختلف فرقوں میں

جلسہ فنڈ

امسال احباب نے جلسہ فنڈ کی ادائیگی میں بہت تساہل فرمایا ہے۔ اور اب تک کثیر حصہ جماعت کا ایسا ہے جنہوں نے جلسہ فنڈ ادا نہیں کیا حالانکہ ہر ایک صاحب کے نام اپیل بھی گئی تھی اور پھر بذریعہ خطوط اور اخبار یاد دہانی بھی کرائی گئی اب تک بہت کم رقم وصول ہوئی ہے۔ اس سے ہمارے بجٹ پر اثر پڑے گا اس لئے تمام احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ جلسہ فنڈ کی جو تھوڑی تھوڑی رقوم ان کے ذمہ ڈالی گئی ہیں وہ ادا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ والسلام

مرتضیٰ خاں
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

جماعتی زندگی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا تصوّر

اگر ہماری جماعت میں وہ رنگ پیدا ہو جائے جو حضرت مسیح موعودؑ کا تصوّر تھا

تو پھر ہماری کامیابی اور مراد مندی یقینی ہے

لیکچر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب انچارج ڈاڈر سینی ٹوریم بر موقعہ جلسہ سالانہ

وکاین من نبی قتل معہ ربیّون کثیر فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین۔ (آل عمران ۱۴۵)

اور کتنے نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے ربانی لوگ لڑے پھر اس وجہ سے وہ سست نہ ہوئے جو انکو اللہ کی راہ میں مصیبت پیش آئی اور نہ کمزور ہوئے اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

حزب اللہ و حزب الشیطان

حضرات۔ میرے مضمون کا عنوان ہے

" جماعتی زندگی کے متعلق حضرت مسیح موعود کا تصوّر "

جماعت کیا ہے؟ کسی امر جامع پر یا کسی مقصد کے لئے جب کچھ لوگ جمع ہو کر اس مقصد کے حصول کے لئے جد و جہد کرتے ہیں تو انسانوں کے اس گروہ کو جماعت کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں جماعت کو عصاء اور عصابہ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ ان دو ناموں میں اس اتحاد اور قوت کی طرف اشارہ ہے جو جماعت کا لازمہ ہے۔ جماعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں اور بُری بھی۔ یہ فرق ان کے مقصد کی اچھائی یا بُرائی پر موقوف ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے ایسی جماعت کو جو اعلیٰ درجے کے روحانی اور اخلاقی مقاصد پر مبنی اور کاربند ہوتی ہے حزب اللہ یعنی اللہ کی جماعت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور اسکا اپنی نصرت اپنی تائید اپنی رضا اور اس کی آخری کامیابی کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون۔

اس کے بالمقابل وہ جماعت جس کی بنیاد تقویٰ اللہ پر نہ ہو اور جس کے اغراض و مقاصد شیطانی ہوں اور وہ خدا کی رضا کی راہ سے دور پڑی ہو اسے حزب الشیطان کے نام سے موسوم کیا ہے چنانچہ فرمایا:۔

استحوذ علیھم الشیطان فانسٰھم ذکر اللہ۔ اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون ۝

دونوں جماعتوں کا وجود ابتدائے آفرینش سے ثابت چلا آتا ہے

بہترین جماعت

سب سے بلند مقصد جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے جماعت بنانے کا ارشاد فرمایا ہے وہ ہے دنیا میں نیکی کا قیام اور دعوت الی الخیر چنانچہ فرمایا:

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ

جماعت کی اہمیت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کی اہمیت پر بڑا زور دیا ہے فرمایا:۔

علیکم بالجماعۃ والسمع والطاعۃ پھر فرمایا ید اللہ علی الجماعۃ من شذ شذ فی النار

دین کو دیکھئے اس کی جملہ عبادات نماز حج۔ زکوٰۃ کو بھی جماعتی رنگ دیا ہے۔ قرآن کریم کی اکثر دعائیں بھی جمع کے صیغے میں ہیں۔ اور وہ ربنا کے لفظ سے شروع ہوتی ہیں۔ حضورؐ صلعم سے پیشتر بھی تمام انبیاء علیہم السلام اپنی ابتدائی جد و جہد ایک جماعت ہی کے قیام پر صرف فرماتے رہے۔ آنحضرت صلعم نے بھی تیرہ چودہ سال کی مسلسل کاوشوں کے بعد ایک جماعت تیار فرمائی جو بڑی مضبوط تھی اور جو اخلاق کے لحاظ سے ایسی بلند اور ارفع تھی کہ دنیا کی جماعتوں میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے یہی وہ جماعت تھی جو بمشکل تین سو تیرہ بے سرو سامان افراد پر مشتمل تھی۔ جسے لیکر آنحضرت صلعم میدان بدر میں ایک ہزار مسلح اور طاقتور دشمن کے مقابلے میں نکلے تھے اسلام کے استیصال کا ارادہ لئے ہوئے بڑے یقین اور گھمنڈ کے ساتھ مکّے سے چل کر آیا تھا۔ اس جماعت کی شان کا اندازہ آنحضرتؐ کی اس مشہور دعا سے ہو سکتا ہے جو آپ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے ایک چھپر کے نیچے کی تھی:۔

اللّٰھم رب ان اھلکت ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابداً۔ یعنی اے اللہ اے میرے رب اگر آج اس چھوٹی سی جماعت کو تو نے ہلاک کر دیا۔ تو دنیا میں تیری عبادت کبھی بھی نہ کی جائیگی۔ آنحضرت صلعم نے ابدالآباد تک خدا کے نام کا زندہ رہنا اس جماعت کی زندگی کے ساتھ وابستہ کر دیا۔

مجدّدین کی جماعتیں

آنحضرت صلعم کے بعد مجدّدین نے بھی اپنے اپنے زمانے میں تجدید دین کے لئے جماعتیں بنائیں جیسا کہ ان میں سے شاہ ولی اللہ صاحب کی جماعت ولی اللّٰھی۔ حضرت مجدّد الف ثانیؒ کی جماعت احمدی اور حضرت سید احمد بریلویؒ کی جماعت مجاھدین مشہور ہیں اور سب سے آخر اس صدی کے مجدّد اعظم حضرت مسیح موعود نے بھی دنیا میں حق کو غالب کرنے کے لئے ایک جماعت بنائی جس کا نام جماعت احمدیہ رکھا اور جس کی نمایندگی کا فخر آپ لوگوں کو حاصل ہے۔ یہی وہ جماعت ہے جس کے متعلق میں اس وقت آپ کے سامنے کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کروں گا۔

جماعت کی مضبوطی کا راز

حضرت مسیح موعود کا اپنی جماعت کے متعلق تصوّر کیا تھا؟ اس کے بیان کی بڑی غرض یہ ہے کہ ہم غور کر سکیں کہ آیا وہ مقصد جس پر کہ اس جماعت کو قائم کیا گیا تھا اور جس مقصد پر یہ جماعت امام زمان کی زندگی میں چلتی رہی اُس مقصد سے ہم کہیں ہٹ تو نہیں گئے کہیں ہم نے اس بلند پایہ مقصد جیسا Ideal کا معیار پست تو نہیں کر دیا یہ اس لئے بھی اہم ہے کہ قانون الٰہی اسی طرح پر ہے کہ جب تک کوئی جماعت ان مقاصد کی تکمیل کرتی رہتی ہے جس کے لئے کہ اس کا قیام عمل میں لایا گیا ہو۔ تو اس وقت تک وہ جماعت قائم رہتی ہے فاما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض اور اگر اس مقصد کو وہ جماعت کھو بیٹھے یا اس میں کھوٹ مل جائے تو وہ جماعت مٹ جاتی ہے۔ فیذھب جفاءً یا اگر کسی ظاہری شکل میں اس کا ڈھانچہ قائم بھی رہ جائے تو وہ ایک بے حقیقت ڈھانچے کے بغیر کچھ چیز نہیں ہوتی۔ وہ ایک ایسے جسم کی مانند ہو جاتی ہے جس کی روح نکل چکی ہو اور پھر اس مردہ جسم پر ہر آنے والا دن اُس کی عفونت اور بگاڑ کو بڑھاتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ بالآخر وہ ڈھانچہ بھی فنا ہو جاتا ہے اس لحاظ سے یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ یہ سوال ہمارے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے اور وہ تمام مسائل جو اس وقت ہمارے سامنے پیش ہیں ان سب سے زیادہ اہم ہے۔

جماعت کا نام احمدی کیوں رکھا

حضرت مرزا صاحب نے اس جماعت کو کیوں قائم فرمایا؟ اس کا نام احمدیہ کیوں رکھا اور اس کے سامنے کیا مقصد رکھا۔ یہ وہ چند امور ہیں جن پر ہمیں غور کرنا ہے۔ جیسا کہ آپ پر روشن ہے۔ جماعت کا نام احمدیہ آنحضرتؐ کے نام احمد کی مناسبت سے رکھا گیا۔ جو کہ آنحضرتؐ کی مکی زندگی اور آپ کے جمال کا مظہر ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ:۔

" احمدی کے نام میں اسلام اور اسلام کے بانی احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتصال ہے اور یہ اتصال دوسرے ناموں میں نہیں احمد آنحضرتؐ کا نام ہے اسلام احمدی ہے اور احمدی اسلام ہے "

پھر آپ نے فرمایا:۔

" ہم مسلمان ہیں اور احمدی ایک امتیازی نام ہے "

قیام کی غرض

اس سوال کا جواب مختصراً حضرت صاحب

کے اپنے الفاظ میں سنئے:۔

"انجمن ہذا کی غرض اشاعت اسلام اور ان تجاویز کو سوچنا اور عمل میں لانا ہے کہ جن کے ذریعے اشاعت اسلام ہو سکے اور ایسے افراد پیدا کرنا ہے جن سے تبلیغ اسلام ہو"

جماعت کو بلند کرنیوالی خصوصیات

آپ عملی طور پر اپنی جماعت میں ایسی امتیازی خصوصیات پیدا کرنا چاہتے تھے جو اس کا مقام بلند کر دے اور وہ زمین پر خدا کی پسندیدہ ترین جماعت ثابت ہو۔ وہ خصوصیات یہ ہیں:۔

یقین کی ضرورت

(۱) آپ چاہتے تھے کہ جماعت کے اندر یقین کی صفت بدرجہ اتم پیدا ہو جائے کیونکہ یقین کے بغیر انسان کے اندر فعالیت اور افادیت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ اور ایسا ہی اپنے مقصد کی کامیابی میں جب یقین محکم نہ ہو کامیابی نہیں ہو سکتی چنانچہ اس بارہ میں آپ کا یہ بیان قابل غور ہے:۔

" اے خدا کے طالب بندو! کان کھولو اور سنو کہ یقین جیسی کوئی چیز نہیں یقین ہی ہے جو گناہ سے چھڑاتا ہے۔ یقین ہی ہے جو نیکی کرنے کی قوت دیتا ہے یقین ہی ہے جو خدا کا عاشق صادق بناتا ہے۔ کیا تم گناہ کو بغیر یقین کے چھوڑ سکتے ہو۔ کیا تم جذبات نفس سے بغیر یقینی تجلی کے رک سکتے ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی تسلی پا سکتے ہو کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی تبدیلی پیدا کر سکتے ہو کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی خوشحالی حاصل کر سکتے ہو"

پھر فرمایا:۔

" اے وے لوگو جو نیکی اور راستبازی کے لئے بلائے گئے ہو تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش اس وقت تم میں پیدا ہوگی اور اسی وقت تم گناہ کے مکروہ داغ سے پاک کئے جاؤ گے جب کہ تمہارے دل یقین سے بھر جائیں گے"

تعلق باللہ

(۲) دوسری بات جو آپ جماعت کے اندر پیدا کرنا چاہتے تھے وہ ہے تعلق باللہ اس کے حصول کے لئے آپ نے دعا پر بڑا زور دیا آپ نے فرمایا:۔

" مبارک تم جبکہ تم دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے۔ اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بیتاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جائے گا وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم حیا والا صادق وفادار عاجز بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا"

پاک نمونہ

(۳) تیسری خصوصیت جو آپ جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے وہ ہے جماعت کا مجموعی طور پر پاک نمونہ آپ کی خواہش اور کوشش یہی تھی کہ آپ کی جماعت احمدی صفات کا مظہر ہو اور تقوےٰ اور روحانیت اور اعلیٰ اخلاق میں بے مثل ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ایک داعی الی الخیر جماعت بجز پاک نمونے کے دوسروں کے لئے کسی کشش کا موجب نہیں ہو سکتی اس مضمون سے آپ کی تحریریں بھری پڑی ہیں میں صرف ایک حوالہ سناتا ہوں۔

"ہماری جماعت کو (جس سے لوگ بغض رکھتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ یہ جماعت ہلاک اور تباہ ہو جائے) یاد رکھنا چاہیئے کہ میں اپنے مخالفوں سے باوجود ان کے بغض کے ایک بات میں اتفاق رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے چاہا ہے کہ یہ جماعت گناہوں سے پاک ہو۔ اور اپنے چال چلن کا عمدہ نمونہ دکھلاوے۔ وہ قرآن شریف کی تعلیم پر سچی عامل ہو اور آنحضرت صلعم کے اتباع میں فنا ہو جاوے۔ ان میں باہم کسی قسم کا بغض و کینہ نہ رہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ پوری اور سچی محبت کرنے والی جماعت ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر بھی اس غرض کو پورا نہیں کرتا اور سچی تبدیلی اپنے اعمال سے نہیں دکھاتا وہ یاد رکھے۔ کہ دشمنوں کی اس مراد کو پورا کر دیگا۔ وہ ان کے سامنے تباہ ہو جاویگا۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کا رشتہ نہیں۔ اور وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ اولاد جو انبیاء کی اولاد کہلاتی تھی یعنی بنی اسرائیل جن میں کثرت سے نبی اور رسول آئے اور اللہ تعالےٰ کے عظیم الشان فضلوں کے وارث اور حقدار ٹھہرائے گئے تھے۔ لیکن جب اس کی روحانی حالت بگڑی اور اس نے صراط مستقیم کو چھوڑ دیا۔ سرکشی فسق و فجور کو اختیار کیا۔ نتیجہ کیا ہوا؟ وہ ضربت علیهم الذلة والمسكنة کی مصداق ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر ٹوٹ پڑا اور ان کا نام بندر اور سؤر رکھا گیا۔ یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ اور انسانیت سے بھی ان کو خارج کیا گیا۔ یہ کس قدر عبرت کا مقام ہے بنی اسرائیل کی حالت ہر وقت ایک مفید سبق ہے اسی طرح یہ قوم جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ وہ قوم ہے کہ اللہ تعالےٰ اس پر بڑے بڑے فضل کرے گا لیکن اگر کوئی اس جماعت میں داخل ہو کر اللہ تعالےٰ سے سچی محبت اور رسولؐ کی سچی اور کامل اتباع نہیں کرتا۔ وہ چھوٹا ہو یا بڑا کاٹ ڈالا جائیگا اور اللہ تعالےٰ کے غضب کا نشانہ ہوگا پس تمہیں چاہیئے کہ کامل تبدیلی کرو۔ اور جماعت کو بدنام کرنے والے نہ ٹھہرو"

احمدی اخلاق کا نمونہ

آپ اپنی جماعت کو جس قسم کا نمونہ بننے کی تعلیم فرماتے تھے۔ اس کی تفصیلات آپ نے خود بیان فرمادی ہیں اور وہ ہمارے لئے اس وقت خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہیں۔ ان کی اہمیت کے پیش نظر میں حضرت مرزا صاحب کے اپنے ہی الفاظ میں ایک حصہ آپ کو پڑھ کر سنانا ضروری خیال کرتا ہوں:۔

" اور اس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو۔ اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو۔ اور کسی پر تکبر نہ کرو۔ گو اپنا ماتحت ہو۔ اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ۔ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں۔ مگر وہ اندر سے بھیڑیئے ہیں۔ جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو۔ نہ ان کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو۔ نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو۔ اور تقوےٰ اختیار کرو۔ اور مخلوق کی پرستش نہ کرو۔ اور اپنے مولےٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو۔ اور اس کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اسی کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو۔ کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقوےٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو۔ کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں۔ اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو۔ جو آسمان سے نازل ہوتی۔ اور جس پر پڑتی ہے۔ اس کی دو نو جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے کیا تم اسکو دھوکہ دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ۔ اور صاف ہو جاؤ پاک ہو جاؤ۔ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے۔ تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دیگی اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے۔ یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لیکر اپنے تئیں دھوکہ دو۔ کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا۔ کر لیا ہے۔ کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو۔ اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے وہ انسان جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں ہوتا وہ کاٹا جائیگا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو۔ اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو۔ کہ جس دروازہ کے لئے تم بلائے گئے ہو۔ اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں

کو نہیں مانتا۔ جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو۔ تو تم باہم ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو۔ کہ وہ قدوس اور غیور ہے بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اس کے نام کے لئے غیرتمند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا وہ جو دنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گدھوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے وہ جو اس کے لئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائیگا وہ جو اس کے لئے روتا ہے وہ ہنسے گا۔ وہ جو اس کے لئے دنیا توڑتا ہے وہ اسکو ملے گا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو۔ تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جاوے"

ظاہری بیعت کچھ چیز نہیں

اور پھر فرمایا:۔

"ان سب باتوں کے بعد پھر میں کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو۔ کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کریگا دیکھو میں یہ کہکر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ کہ گناہ زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو۔ دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کی لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص دعا میں نہیں لگا رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں۔ ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنے ادنے خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص مجھے فی الواقعہ مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے"

اپنے اندر ایک انقلاب پیدا کریں

حضرت مسیح موعود کو اس بات کا سب سے بڑا فکر تھا کہ آپ کی جماعت کے تقویٰ کا معیار بہت بلند ہو۔ اور جب کبھی آپ دیکھتے کہ آپ کی مساعی کا خاطر خواہ نتیجہ پیدا نہیں ہوا تو آپ کو انتہائی رنج پہنچتا تھا۔ چنانچہ آپ نے جب بعض افراد کی غلطیوں کی بناء پر یہ محسوس کیا کہ جلسہ سالانہ کے دعظوں کا کوئی مفید اثر نہیں ہوا تو ایک سال جلسہ سالانہ ہی ملتوی کر دیا۔ اور اس کے التواء کی ایک وجہ کو ان دردمندانہ الفاظ میں بیان فرمایا جو میں آپ کو ابھی پڑھکر سناتا ہوں اور میں اس بیان پر ہی اپنی تقریر کو ختم کر دوں گا۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے آپ کے سامنے کافی باتیں ایسی رکھدی ہیں جن سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہمارے امام کا تصور ہماری جماعتی زندگی کے متعلق کیا تھا:۔

"پس اے نادانو! خوب سمجھو اے غافلو خوب سوچ لو۔ کہ بغیر سچی پاکیزگی ایمانداری اور اخلاقی زندگی اور اعمال صالحہ کے کسی طرح رہائی نہیں۔ اور جو شخص ہر طرح سے گندہ رہ کر پھر اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کو نہیں بلکہ وہ اپنے تئیں دھوکہ دیتا ہے۔ اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اٹھا لیتے اور رسول کریم صلعم کے پاک جوئے کے نیچے صدق دل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے اور راستبازی کو اختیار نہیں کرتے اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے۔ اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے۔ اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے۔ بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے ہیں اور تکبر سے کرسیوں پر بیٹھتے ہیں۔ اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں۔ اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے۔ مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے ہیں اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے ہیں اور کبھی شرارت اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے رب کریم کو یاد رکھتے ہیں۔ اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں۔ سو میں بار بار کہتا ہوں ایسے ہی لوگ ہیں جن کیلئے نجات تیار کی گئی ہے۔ جو شخص شرارت اور تکبر اور خود پسندی اور غرور اور دنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے اس جہان میں باہر نہیں۔ وہ اس جہان میں کبھی باہر نہیں ہوگا۔ میں کیا کروں۔ اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں۔ خدایا مجھے ایسے الفاظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنا نور ڈالیں۔ اور اپنی تریاقی خاصیت سے ان کی زہر کو دور کریں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو۔ کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا ہو۔ اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا۔ کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے۔ اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑھ ہے بالکل دور جا پڑیں گے۔ اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں۔ ہاں نماز پڑھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ نماز کیا شئے ہے۔ جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری سجدوں پر امید رکھنا طمع خام ہے جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا صرف تقوےٰ پہنچتا ہے۔ ایسا ہی جسمانی رکوع و سجود بھی ہیچ ہے۔ جب تک دل کا رکوع و سجود و قیام نہ ہو۔ دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم ہو۔ اور رکوع یہ کہ اس کی طرف جھکے۔ اور سجود یہ کہ اس کے لئے اپنے وجود سے دستبردار ہو۔ سو افسوس ہزار افسوس کہ ان باتوں کا کچھ بھی اثر میں ان میں نہیں دیکھتا۔ مگر دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے۔ کئے جاؤں گا۔ اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالےٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے۔ اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے۔ اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہوگی۔ اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کریگا۔ ہاں میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالیٰ کے علم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جس کے لئے یہ مقدر ہی نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خدا ترسی اسکو حاصل ہو تو اسکو اے قادر خدا میری طرف سے بھی منحرف کر دے۔ جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔ اب میری یہ حالت ہے کہ بیعت کرنے والے سے میں ایسا ڈرتا ہوں جیسا کہ کوئی شیر سے۔ اسی وجہ سے کہ میں نہیں چاہتا۔ کہ کوئی دنیا کا کیڑا رہ کر میرے ساتھ پیوند کرے۔ پس التوائے جلسہ کا ایک یہ سبب ہے جو میں نے بیان کیا ہے"

اپنے نفسوں کا محاسبہ کرنیکی ضرورت

ان بیانات کے سننے کے بعد ہمیں اپنے نفسوں کا جائزہ لینا ہے ہماری جماعت ایک مجاہدین کی جماعت ہے یہ وہ جماعت ہے جس نے زمانے کے امام کا ساتھ دیا اور لومۃ لائم کی پرواہ نہ کی۔ اب انبیاء تو دنیا میں نہیں آتے لیکن برکات نبوت جاری ہیں اور منہاج نبوت پر مجددین کی بعثت ابھی قائم ہے اور مجددین اعمان کی جماعتوں کو بھی اسی قسم کی مشکلات پیش آتی ہیں جیسا پہلے زمانوں میں انبیاء اور ان کے ساتھیوں کو پیش آتی تھیں۔ ایسی مشکلات کا ذکر اور اس طریق کا ذکر اور ان لوگوں کی کوششوں کے پھل کا ذکر ان آیات میں قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے جن کی تلاوت سے میں نے اپنی تقریر کو شروع کیا تھا و کاین من نبی قاتل معه ربیون کثیر الخ۔ ان لوگوں نے کمال صبر اور استقامت کا نمونہ دکھایا اور اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ دعا پر زور دیا اور خدا سے ثبات قدم اور دعداء پر نصرت کے لئے دعائیں مانگتے رہے یہاں تک کہ خدا کی نصرت آئی فاتٰهم الله ثواب الدنیا والآخرة والله یحب المحسنین سو آپ بھی اپنی جدوجہد کو انتہا تک پہنچائیں اور اپنی دعاؤں میں بھی تڑپ پیدا کریں۔ اور کفر کے اوپر فتحمندی حاصل کرنے کے لئے خدا سے راتوں کو اٹھکر دعائیں مانگیں یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اپنے وعدوں کو ہمارے سامنے پورا کر دے۔ اگر ہماری جماعت میں وہ رنگ پیدا ہو جائے جو حضرت مسیح موعود کا تصور تھا تو پھر

شعبہ نسواں

عورت اور ذہنی، اخلاقی اور عملی انقلاب

عورت کے متعلق اسلامی احکام کے خلاف مسلمان مردوں کا طرزِ عمل

جناب زہرہ تسیم صاحبہ بی اے - ایل-ایل-بی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ پنجاب کا لیکچر جو انہوں نے ۲۲ دسمبر ۱۹۶۰ء کو خواتین احمدیہ کے جلسہ میں دیا۔

معزز خواتین - میں سب سے پہلے کارکنان انجمن بالخصوص محترمہ بیگم محمد علی صاحب کی بیحد مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے موقع دیا ہے کہ میں ایک مذہبی انجمن کی معزز خواتین کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کر سکوں - ایسے موقع پر خیالات کا اظہار کرنا اہم بھی ہے اور مشکل بھی - تاہم میں اس وقت جس موضوع پر تقریر کروں گی وہ یہ ہے۔ عورت، اور ذہنی انقلاب" اخلاقی انقلاب" اور "عملی انقلاب"۔

آج سے ۱۳۶۹ سال پہلے

معزز خواتین! آپ سب کو علم ہے کہ آج سے ۱۳۶۹ سال پیشتر دنیا میں ایک انقلاب آیا جس نے دنیا کی روحانی اور اخلاقی زندگی کو بالکل بدل دیا - اور معاشرتی اور تمدنی زندگی کی بنیاد نئے اصولوں پر رکھی - یہ انقلاب ایسے ملک سے شروع ہوا جس میں بظاہر کوئی اعلےٰ قسم کی تمدنی زندگی نہ تھی، لوگ قبیلوں میں جدا جدا بٹے ہوئے تھے ہر قبیلے کے رسم و رواج الگ الگ تھے سماجی زندگی کا کوئی وجود نہ تھا - ان کے مذاہب بھی ایک دوسرے سے الگ الگ تھے - چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے سے جھگڑا کرنا، انتقام کا جذبہ - لڑکیوں کے پیدا ہوتے ہی مار ڈالنا، شراب نوشی، قمار بازی ان کا شیوہ تھا لیکن باوجود ان خرابیوں کے ان میں چند اچھے لوگ بھی تھے۔

دنیا کا سب سے بڑا انسان

اے پاکستان کی معزز بہنو! یہ بات خوب یاد رکھو - کہ یہ روحانی انقلاب جو عرب کے ملک سے شروع ہوا اس نے "انسانی قدروں" کو اس عمدگی سے بدلا اور ایسے طریقہ سے بدلا - کہ آج تک اسلام کے بدترین دشمن بھی اس بات کے قائل ہیں اور سمجھتے ہیں، اور لکھتے ہیں کہ وہ دنیا کا سب سے بڑا انسان تھا جس نے "انسانی قدروں" کو بلند کیا اور ۲۳ سال کے مختصر عرصہ میں انسانی سوسائٹی میں ذہنی اخلاقی اور عملی تبدیلی پیدا کر دی جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔

انقلاب کیونکر ہوتا ہے؟

اسلام نے جس طریقہ سے "انسانی قدروں" کو بدلا اور بلند کیا، اس میں زبردستی یا تشدد کا فعل نہ تھا - اس کا سنہری اصول یہ تھا کہ لا اکراہ فی الدین دین میں کوئی جبر نہیں ہے - نبی کریم صلعم نے اپنی زندگی میں اس پر عمل فرمایا اور ان کا عمل اس بات کی دلیل اور شہادت تھی - کہ اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے - تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ کو جس میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں - یہ بات اچھی طرح سے معلوم ہے - کہ عام طور پر انقلاب دنیا کے ممالک میں پیدا ہوتے ہیں - جہاں پر حاکم ظالم ہو - عیش پرست ہو، رعایا کی بہبودی اور خوشحالی کا اسے بالکل خیال نہ ہو - وہاں کی رعایا اپنے بادشاہوں یا حکومت کرنے والوں کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر انقلاب پیدا کرتی ہے - دنیا کی حکومتوں کی تباہی و بربادی کا باعث ہمیشہ حکمرانوں کی بد اعمالی رہی ہے اور انقلاب پیدا کرنیوالے ہمیشہ ظالموں اور عیش پسندوں کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کرتے رہے ہیں - امرا اور دولت مند ہمیشہ کمزوروں کی کمائی پر ڈاکہ ڈالتے رہے ہیں اور غریبوں - یتیموں - بیواؤں اور کمزور لوگوں کو کبھی انسانیت کا درجہ ان کے ہاں نصیب نہیں ہوا -

عرب کا انقلاب

موجودہ زمانہ میں روس اور دیگر ممالک کے انقلابات ایسے مظالم کی مثالیں ہیں اس تماشہ گاہ ہستی میں مختلف قوموں اور ملکوں کے اندر تغیرات ہوئے ہیں - ہزاروں لاکھوں آبادیاں تباہ و برباد ہو گئیں اور عیش و نشاط کے بڑے بڑے محل تباہ و برباد ہو گئے - یہ تمام انقلابات عالم جسم و ظاہر کے تغیرات تھے - جو صرف شہروں اور ان کے مکانوں کی اینٹوں اور پتھروں کو بدلتے رہے - لیکن عرب کا انقلاب دوسری نوعیت کا تھا - اس کی موجوں کا منبع آسمان پر تھا - اس نے روحوں اور دلوں کی کائنات کو منقلب کر دیا - یہ آسمانی زلزلہ تھا - جس کی جنبش نے دلوں کو غفلت سے بیدار کر دیا - اور بیقرار روحوں کو امن اور راحت بخشی - یہ وہ انقلاب تھا جس نے نسل انسانی کے بچھڑے ہوئے گھرانوں کو اکٹھا کر کے زمین کی چھینی ہوئی امنیت اور سعادت واپس دلوائی - یہ محمد رسول اللہ صلعم کا ظہور تھا جس کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے :-

"تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا جس پر تمہاری تکلیف بہت شاق گذرتی ہے - اور تمہاری اصلاح کی اسے بڑی تمنا ہے - مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان" اللھم صل علی محمد و علی آل محمد وبارك وسلم انك حميد مجيد -

اسلام کی پیدا کردہ مساوات

اے دیار پاکستان کی معزز خواتین! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے - کہ اس پاک انسان نے دنیا میں ذہنی - اخلاقی اور روحانی انقلاب پیدا کرنے کے واسطے دنیا کے رہنے والوں کے ہاتھ میں وہ برہان مقدس دی - جس نے انسانوں کی قدروں کو بدل ڈالا یہ وہ روحانی انقلاب تھا جس نے انسانی زندگی کی بنیاد انسانی مساوات پر رکھی - جس میں گورے - کالے - زرد - امیر - غریب کی کچھ تمیز باقی نہ رہی - اس انقلاب نے امیر اور غریب طاقتور اور کمزور کو خدا کے قانون کے سامنے ایک جگہ لا کھڑا کر دیا جس کو دیکھ کر دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ حیران رہ گئے - اس کا سنہری اصول یہ تھا "ان اکرمکم عند الله اتقاكم" کہ اللہ کے نزدیک وہ سب سے زیادہ مکرم و معظم ہے - جو اپنے فرائض کو عمدگی اور وفاداری سے ادا کرتا ہے . . . . .

- - - - - اس سے پہلے بھی اور آجکل بھی امیر اور دولتمند معزز خیال کئے جاتے ہیں - اسلام نے یہ نظریہ عملی رنگ میں بدل دیا - اس کا نام "قدروں کو بدلنا ہے" - آج اسی اصول کو ہم دوبارہ پاکستان میں زندہ کرنا چاہتے ہیں۔

پاکستان کیلئے صحیح راہ

پاکستان کے رہنے والے مسلمان مرد اور عورتیں اپنے اردگرد ایک انقلاب دیکھ رہے ہیں اور اسکو سمجھنے کے واسطے یورپین اور امریکی اقوام کے حکماء کے سیاسی - اقتصادی - معاشرتی اور تمدنی نظریئے پڑھتے ہیں - یہ روس کے رہنے والوں کے مذہب جدید کمیونزم کا بھی مطالعہ کرتے ہیں - تاکہ کچھ علم حاصل کر کے پاکستان کی سیاسی، اقتصادی - معاشرتی اور تمدنی گتھی کو سلجھا سکیں اور ایک ایسا لائحہ عمل تجویز کریں - جس سے پاکستان کے رہنے والوں کی قدریں بدل جائیں - ان کے اعمال بدل جاویں - ان کی غربت دور ہو - اور وہ زندگی کے دن آرام و چین سے گذار سکیں - وہ چاہتے ہیں کہ انسان اور انسان کے درمیان جو فرق ہے - خواہ وہ سیاسی ہے یا مذہبی ہے یا لونی ہے وہ مٹ جائے - مگر ان کو حالات کچھ موافق نظر نہیں آتے -

اگر مسلمان فی الواقع یہ چاہتے ہیں - کہ ان کی زندگی میں ایسا انقلاب پیدا ہو جائے جیسے ظلمت و کفر - بے روزگاری، زنا - حرامکاری بے ایمانی - بد اطواری وغیرہ سب برائیاں دور ہو جاویں - تو پھر ان کے واسطے صرف ایک ہی راہ ہے - کہ وہ اللہ تعالےٰ کو مالک حقیقی مان لیویں - اور اپنے اعمال سے اس بات کا ثبوت دیویں - اور کتاب اللہ اور سنت رسول کو اپنے واسطے لائحہ عمل تسلیم کر لیویں - اگر دنیا میں ذہنی اور عملی انقلاب پیدا کرنے کی سعادت ہمارے حصہ میں ہے - جو انشاء اللہ ہے تو پھر ہر مرد اور عورت پر واجب اور فرض ہے کہ وہ بلا چون و چرا اللہ تعالےٰ کے عائد کردہ فرائض کی نہایت وفاداری اور ایمانداری سے عملی پابندی کریں -

کامیابی کے تین گر

اس دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے تین گر ہیں (۱) فرداً فرداً ذمہ داری کا احساس اور انفرادی زندگی کو بدلنا - (۲) خاندانی زندگی کا بدلنا ضروری ہے - تاکہ اتحاد ملی پیدا ہو سکے - (۳) قومی زندگی کا بدلنا ضروری ہے - اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب مل کر کام کریں اور مسلمانوں کے کام کرنے کا طریقہ مقرر ہے - خود اسلام پر عمل کرنا اور دنیا کو دعوت اسلام دینا - صرف قرآن اور قرآن پر مسلمانوں کا اتحاد ہو سکتا ہے حبل اللہ قرآن کریم ہے - اسی سے وحدت ملی بن سکتی ہے - یہ صرف قرآن کریم کے اندر طاقت موجود ہے کہ وہ دشمن سے دشمن کو بھی بھائی . . . . بنا سکتا ہے -

اسلام میں عورت کی حیثیت

اس وقت جب پاکستان کے مسلمان چاروں طرف سے گھرے ہوئے ہیں - اور لاعلاج فساد اور قانون سے عناد" سوسائٹی کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے - اس حالت میں عورت کو کیا کرنا چاہیئے - اس سے پیشتر کہ اس کا جواب دیا جائے - میں یہ سمجھتی ہوں کہ

عورت کے واسطے ضروری ہے کہ وہ اسلام کی بیٹی بن کر سب سے پہلے اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کو قرآنی نقطۂ نگاہ سے سمجھنے کی کوشش کرے۔ آجکل ہر شخص مرد ہو یا عورت، عورتوں کے حقوق" اور "[illegible]" کے متعلق جو جی چاہتا ہے کہہ دیتا ہے۔ ہر ایک اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق نیک نیتی سے کہتا اور لکھتا ہے لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کوشش نہیں کرتا کہ عورت کے وہ حقوق اور فرائض جو اللہ تعالیٰ نے آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے تجویز کئے ان کو بھی وضاحت سے بیان کرے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حقوق اور فرائض وضاحت اور تفصیل سے قرآن مجید کے اندر بیان فرمائے ہیں۔ اور معاشرت کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو بحیثیت خاوند اور بیوی کے ایک مکان بنا کر ایسے عمدہ طریقے سے رکھدی ہے۔ کہ موجودہ زمانہ کے ننگ اور قانون دان باوجود اپنی تمام کوششوں کے اس سے اچھی راہ تجویز نہیں کر سکے۔ روس میں لینن اور اس کے ساتھی اور امریکہ اور انگلستان کے مشہور [illegible] کے معاملہ کو حل کرنے میں جس زمانہ کا میاب رہے ہیں اور ان ملک کے عدالتی فیصلوں سے ظاہر ہے۔ اگر یہ طلاق کے مسئلہ کو قرآن کریم کے بتلائے ہوئے طریقوں سے کسی اچھی طرح حل کر سکے تو یقیناً قرآن کریم کا یہ دعوے غلط ہو جاتا۔ کہ تمام مل کر ایک ایسی سورت یا آیت بنا لو جو قرآن کریم کا مقابلہ کر سکے۔ مرد اور عورت کے تعلقات کے متعلق دنیا کے مشہور قانون دانوں کی رائیں پڑھ لو۔ ججوں کے فیصلوں کا مطالعہ کر لو۔ کوئی بھی آج تک اس بلند خیال تک نہیں پہنچ سکا جو قرآن کریم نے پیش کیا ہے۔

مسلمانوں میں عورت کی توہین

عورت اسلام سے پہلے ایک ملکیت خیال کی جاتی تھی۔ یہ صرف قرآن کریم ہی کی خوبی ہے کہ اس نے عورت کو باعزت بنایا اور اس کی عصمت اور عفت کی قدر قائم کی۔ لیکن نہایت رنج اور دکھ کا مقام ہے کہ مسلمان بادشاہوں، امراء اور دولت مند طبقہ نے جو ظلم عورت پر کیا ہے اور جس بے دردی سے عورت کے حقوق کو پامال کیا ہے۔ اور اس میں علماء سوء نے جو ان کی مدد کی ہے وہ اسلامی اصول کی بہت بڑی توہین ہے۔ مسلمان شاعروں نے جو مذاق عورت کے ساتھ کیا ہے ان اشعار کو پڑھنے سے بھی شرم آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ آج بھی جبکہ میری معزز بہنیں یہ کہتی پھرتی ہیں کہ عورت پاکستان میں آزاد ہے اور اس کا رتبہ مرد کے برابر ہے وہ غالباً اس امر سے واقف نہیں ہیں یا وہ محسوس نہیں کرتیں۔ کہ عورت کو آج بھی "انسانی خواہش" کے مرتبہ سے زیادہ کچھ حاصل نہیں ہے۔ عورت کی موجودہ حالت ایک کمتر اور کمزور ساتھی کی رہ گئی ہے۔ جس نے "عورت" کی ذلیل حالت کو دیکھنا ہو وہ کسی روز عدالت میں جا کر دیکھے اور وکلاؤں سے وہ افسانے سنے جن میں عورت کی توہین کی جاتی ہے۔

اسلام کے خلاف مسلمانوں کا عمل

مسلمان بادشاہوں نے قرآنی حدود کو توڑ کر اپنے محلات میں بیشمار لونڈیوں کو [illegible] ڈال دیا اور ایسا کرنے میں امراء نے ان کی دوں [illegible] امراء اور دولت مند گو اسے جب دیکھو [illegible] کی یہ حالت ہے تو وہ بھی اس میدان میں کچھ پیچھے نہ رہے۔ عیش و عشرت کی مجالس گرم کرنے کے واسطے گانے والی خوبصورت لڑکیوں کو دور دراز مقامات سے بے شمار روپیہ صرف کر کے جمع کیا۔ اور اپنی خوبصورت محبوبہ کو غیر دلوں کی نظروں سے چھپانے کی غرض سے غیر اسلامی پردہ کا رواج جاری کیا۔ سوائے معدودے چند نیک بادشاہوں کے سب اس میدان میں ننگے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب مغربی یا فرنگی مؤرخ مسلمان بادشاہوں کے درباروں کے حالات پڑھتے ہیں۔ تو وہ مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ ایسے نتائج اخذ کریں۔ جن سے "اسلام" کی توہین ہوتی ہے۔ حالانکہ اس میں اسلام کا کچھ قصور نہیں۔ ہندوستان کے اکثر مسلمان بادشاہوں نے اپنی لڑکیوں کی شادیاں اس واسطے نہ کیں۔ کہ وہ شاہزادیاں تھیں اور ان کے نکاح عام لوگوں سے نہیں کئے جا سکتے۔ عورت کے ساتھ پردہ ظلم ہوا ہے جس کی وجہ سے نکاح خلع۔ طلاق، مہر وراثت اور پردہ کے اصلی اسلامی احکام پر پردہ پڑ گیا ہے۔ اور بہت حد تک ان کی اصلی غرض و غایت میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔ موجودہ محمڈن لا جو اس وقت عدالتوں میں رائج ہے وہ اصلی اسلامی قانون سے بہت مختلف ہے۔ اسی وجہ سے عورتیں اپنے بہت سے حقوق سے محروم ہو چکی ہیں۔

قرآن میں عورت کے متعلق احکام

سورہ بقرہ، سورہ النساء، سورہ نور، سورہ احزاب اور سورہ طلاق اور سورہ مجادلہ میں عورتوں کے حقوق و فرائض کا ذکر ہے۔ سورہ نساء میں عورتوں کے حقوق۔ معاشرت اور امور خانہ داری کا جس تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔ اس کی نظیر دنیا کی کسی کتاب میں نہیں ملتی۔ قوم کے وسیع نظام میں گھر بمنزلہ ایک اکائی کے ہے اور اخلاق انسانی کی ابتداء گھر سے شروع ہوتی ہے۔ چونکہ معاشرت کے صحیح اصول کو قوم کی زندگی میں بہت دخل ہے۔ اسی واسطے عورت کی زندگی کا بیشتر حصہ جو بیوی کی حیثیت میں گذرتا ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ قرآن کریم میں نکاح کا مقصد اور اس کا طریقہ اور اس کی شرائط کو پہلے بیان فرمایا ہے۔ نکاح کی عمر کا بھی ذکر کیا ہے اور نکاح کے موقع پر مہر کو بلا بدل عطیہ کے طور پر مقرر فرما کر اس کے ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ مہر کی تعداد۔ نکاح کے بعد اس میں کمی بیشی اور عورت سے مہر کس طرح واپس لیا جا سکتا ہے ان سب پر خوب سیر کن بحث کی ہے قرآن نے خاص طور پر یہ بات واضح کردی ہے کہ مہر پر لڑکی کے والد کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس کے بعد مسئلہ تعداد ازدواج کو لیا ہے۔ اور خاص حالات میں ایک سے زیادہ شادیوں کو جائز قرار دیا ہے۔ اور اس پر حد بندی کی ہے۔ اور عدل کی کڑی شرط لگا کر یہ مقصد ظاہر فرمایا ہے۔ کہ حقیقت میں شوہر کے واسطے ایک ہی بیوی ہونی چاہیئے۔ اس کے بعد چودہ رشتوں میں حرمت نکاح کو بیان فرمایا ہے۔ اور رضاعت کے رشتے نکاح اور مساحت اور لونڈیوں کے ساتھ نکاح کے معاملات کی وضاحت سے تشریح کی ہے۔ ان حد بندیوں نے مرد اور عورت کے تعلقات کو ایسا عمدہ بنا دیا ہے کہ سوسائٹی میں کسی قسم کی خرابی پیدا ہونے کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور مرد کو یہ حدود بتلا کر ظاہر کر دیا کہ اب نہیں ہو سکتا کہ مرد جس عورت سے چاہے شادی کر لیوے شادی کے وقت آدمی کو ان تمام رشتوں اور حد بندیوں کا لحاظ رکھنا لازمی اور ضروری ہے۔

امور خانہ داری اور معاشرت

اس کے بعد امور خانہ داری کے متعلق بحث کی ہے اور بتلایا ہے کہ گھر ایک بادشاہت ہے۔ جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔ اور گھر کے نظم و نسق میں مرد اور عورت کا اشتراک ہے۔ لیکن باوجود اس کے مرد اور عورت کے حقوق اور ذمہ داریاں الگ الگ ہیں۔ اگر کسی وجہ سے انتظام خانہ داری میں میاں بیوی ایک دوسرے کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں تو اس پر بھی بحث کی ہے۔ نشوز کرنے والی عورتوں کے بعد ایسی عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جن پر کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔ اور وہ عورتیں جن کا اخلاقی احساس گرا ہوا ہے۔ ان کے واسطے بطور علاج کے مار پیٹ کی بھی اجازت دی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض بیبیاں اس اجازت کو سن کر گھبرا اٹھیں اور دل میں خیال کریں۔ کہ اسلام کیسا مذہب ہے جس نے عورتوں کو مارنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ یہ اجازت صرف خاص حالات کے ماتحت ان عورتوں کے واسطے ہے جن کا اخلاقی احساس کم ہو، ورنہ یاد رکھیں کہ وہ رسول جو دنیا میں رحمۃ للعالمین بن کر آیا تھا اس کی تعلیم آخری خطبہ میں یہ تھی:۔

خیرکم خیرکم لاھلہ

کہ عورتوں کے ساتھ نہایت احسن سلوک کرو۔

میاں بیوی میں فساد اور طلاق

اس کے بعد قرآن کریم نے میاں بیوی کے باہم فساد کا ذکر کیا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ کس طرح دونو کے معاملات کو سلجھایا جائے۔ اگر حالات ایسے پیدا ہو جائیں کہ میاں اور بیوی اکٹھے نہ رہ سکیں۔ تو پھر طلاق کا طریقہ تجویز کیا ہے اور مرد کو حکم دیا ہے کہ وہ عمدگی سے عورت کو زوجیت کی قید سے آزاد کر دیوے اور عدت گذرنے کے بعد عورت آزاد ہو جاتی ہے کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح کر لیوے۔ اگر آپ مغربی دنیا کے طلاق دینے کے طریقوں کا مطالعہ کریں۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ کس قدر ذلیل ہیں۔ عورت کو یہ بھی اختیار دیا گیا ہے کہ وہ مرد سے طلاق حاصل کر سکے اور اگر مرد عورت پر بہتان باندھے تو لعان کے طریقہ

(باقی بر صفحہ [illegible])

انسانیت کا صحیح تصور اور اسلام

نیٹشے کے فلسفہ پر کڑی تنقید

تقریر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع بر موقعہ جلسہ سالانہ

بل اتبع الذین ظلموا اھوآء ھم بغیر علم فمن یھدی من اضل اللہ وما لھم من نصرین ○ فاقم وجھك للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ ذالك الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون (الروم)

ظالم لوگوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی اور یہ ان کی جہالت ہے۔ پس کون ہدایت کر سکتا ہے اسکو جسے اللہ گمراہ قرار دے اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں۔ سو اپنی توجہ کو دین حنیف کے لئے قائم رکھ۔ اللہ کی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو بنایا۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی درست دین ہے لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے۔

نوجوانوں کی حالت

حضرات: میرے لیکچر کا عنوان ہے:-

"انسانیت کا صحیح تصور اور اسلام"

بہت گذرے ہیں یوں تو انساں خرد کی شمع جلانے والے
بتوں کی ہیبت اٹھانے والے خدا کا سکہ بٹھانے والے
مگر عرب کے خموش افق سے کرن وہ پھوٹی رسول بن کر
کہ جتنے ظلمت کے غار جس سے دمک اٹھے سرخ پھول بن کر

لیالی و نہور کا ایک چکر چل رہا ہے اور زمانہ ہے کہ عجیب انداز سے کروٹیں لے رہا ہے۔ ہم کبھی مطلب پرست مسلمان لیڈروں کا یہ نعرہ سنا کرتے تھے "اسلام خطرہ میں ہے" لیکن آج مغرب پرست مسلمان نوجوانوں کا یہ نعرہ سن رہے ہیں کہ "اسلام میں خطرہ ہے" مطلب پرست تو "اسلام خطرہ میں ہے" کا نعرہ لگا کر عوام کو دھوکا دیتے اور اپنا الو سیدھا کرتے تھے مگر مغرب پرست "اسلام میں خطرہ ہے" کا نعرہ لگا کر خود اپنے آپ کو دھوکہ دے کر الو بن رہے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نہ اسلام کبھی خطرہ میں تھا اور نہ اسلام میں کوئی خطرہ ہے۔ ہمارے یہ مغرب زدہ بدنصیب نوجوان احساس کمتری کی مرض میں کچھ اس بری طرح سے گرفتار ہیں کہ مغرب کا ہر ملحد ان کو آسانی سے اپنے پیچھے لگا لیتا ہے۔ ان بدقسمت نوجوانوں کے لئے نہ ان کے گھروں میں دین کا کوئی چرچا ہے نہ کالجوں میں انہیں دیندار بنانے کا کوئی انتظام ہے مرحوم اکبر الہ آبادی نے کیا خوب فرمایا ہے

بنگلوں سے نماز اور وظیفہ رخصت
کالج سے امام ابو حنیفہ رخصت

اگر ایک طرف شیکسپیئر کے جھوٹے اور لاطائل ڈرامے اور لارڈ بائرن کی گندی اور فواحشات پر مبنی نظمیں ہمارے نوجوانوں کا سرمایہ ادبیات ہے تو دوسری طرف نیٹشے کا فلسفہ دین سے ان بے خبر نوجوانوں کو بے دین بننے میں مدد دے رہا ہے۔ نیٹشے سے مرعوب لوگ کہتے ہیں کہ نیٹشے کے آتشیں انفاس سے مغرب و مشرق سلگنے لگے اور مذہب پر تیز و تند تنقید سے خدا کا عرش بھی کانپنے لگا۔

علامہ اقبال پر نیٹشے کے فلسفہ کا اثر

مجھے بصد ادب و افسوس یہ کہنا پڑتا ہے کہ اور تو اور ہمارے شاعر مشرق مرحوم علامہ اقبال بھی نیٹشے کے فلسفہ سے متاثر ہوئے۔ جس طرح نیٹشے کے دماغ میں ایک ... Superman یعنی "فوق البشر" کا تصور تھا اسی طرح مرحوم اقبال کے ذہن میں بھی ایک "مرد منتظر" کا تصور تھا۔ اور یہ چیز اقبال نے نیٹشے سے ہی لی۔ اقبال کے عقیدتمندوں نے واشگاف الفاظ میں اس کا اقرار کیا ہے۔ ہاں یہ بات الگ ہے کہ نیٹشے نے اپنے "فوق البشر" کو اپنے رنگ میں پیش کیا ہے۔ اور اقبال نے اپنے "مرد منتظر" کو اپنے رنگ میں پیش کیا ہے۔ اقبال نے نیٹشے کے متعلق فرمایا ہے

آنکہ بر طرح حرم بتخانہ ساخت
قلب او مومن دماغش کافر است

علامہ کی غلطی

مجھے بصد احترام علامہ اقبال مرحوم کے ان دونوں نظریوں سے اختلاف ہے نہ تو نیٹشے نے بتخانہ کی تعمیر حرم کی بنیاد پر کی اور نہ ہی اس کے کافر دماغ کے ساتھ مومن قلب تھا۔ وہ مسیح کا پجاری تو تھا ہی اور غالی پجاری کہ دینیات کے امتحان میں اوّل آیا اور جب مسیحیت سے باغی ہوا تو پھر خدا سے بھی انکار کر دیا اور یوں اس نے مسیحی بتخانہ پر بارود خانہ (جس کا ذکر آگے آتا ہے) اور دہریت کا گھر بنایا۔ حرم پر بتخانہ نہیں بلکہ بتخانہ پر اسلحہ خانہ اور دہریت کا گھر تعمیر کیا اسی طرح اس کے کافر دماغ کے ساتھ مومن قلب نہ تھا۔ جس کا قلب مومن ہو اس کا دماغ کافر نہیں ہو سکتا۔ شاعری اور شے ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دماغ قلب سے ہی رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ خدا کا نور یا خدا کی نار قلب پر ہی اترتی ہے اور دماغ قلب سے روشنی یا ظلمت لیتا ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ انه نزله علی قلبك باذن اللہ۔ خدا کا نور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ہی نازل ہوا۔ اسی طرح قرآن کریم فرماتا ہے کہ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ۔ خدا کی نار بھی دلوں پر ہی بھڑکتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے۔ ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب۔ یعنی جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ اچھا ہو تو سارا جسم اچھا ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہو تو سارا جسم خراب ہوتا ہے۔ خبردار! وہ قلب ہے۔

نیٹشے کی اپنی وصیت یہ تھی کہ "میری قبر پر جھوٹے کلمات پڑھنے کے لئے کسی پادری کو نہ بلایا جائے اور مجھے ایک سچے کافر کی حیثیت سے قبر میں اتارا جائے"۔ پھر ایسے شخص کو "دل کا مومن" قرار دینا ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے۔

مرد منتظر

نیٹشے بیچارے کے سامنے حضرت خیر البشر صلعم کا نقشہ نہ تھا۔ اس لئے اس نے عیسائیت سے بیزاری کے بعد اپنے ذہن میں ایک ناکام فوق البشر کا نقشہ تراشا۔ ہم کسی حد تک نیٹشے کو اس معاملہ میں معذور سمجھتے ہیں لیکن ہمارے شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کا معاملہ اس سے جدا ہے۔ آپ پہلے تو امام مہدی کو (جس کا انتظار صدیوں سے مسلمانوں کو چلا آتا تھا) رد کرتے ہیں اور امام مہدی سے متعلق تمام احادیث کو مجوسیت قرار دے کر ردی کی ٹوکری میں پھینکتے ہیں۔ لیکن پھر خود ہی ایک "مرد منتظر" کا تخیل پیش کر کے اس کے انتظار میں لگ جاتے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے جس مرد کا انتظار کرایا اسے تو رد کر دیا گیا اور خود اپنے ذہن میں ایک "مرد منتظر" کا نقشہ تراش لیا گیا۔ نیٹشے تو مجبوراً حضرت خیر البشر سے محروم رہ گیا لیکن اقبال نے امام مہدی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور محروم رہ گئے۔

نیٹشے کا فلسفہ

نیٹشے کا فلسفہ کیا ہے؟ نیٹشے کا فلسفہ دراصل عیسائیت پر گولہ باری کا دوسرا نام ہے۔ نیٹشے عیسائیت کی کمزور اور ناقابل عمل تعلیم سے مایوس ہو کر مذہب سے بیزار ہو گیا تھا۔ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسرا گال بھی پیش کرنا۔ قمیص کے چور کو کوٹ بھی حوالے کرنا اور ایک کوس بیگار لے جانے والے ظالم کے ساتھ دو کوس چل پڑنا یہ انسانیت کی توہین کرنا ہے۔ نیٹشے کے سامنے مذہب کا وہی نقشہ تھا جو عیسائیت نے پیش کیا تھا اس لئے نیٹشے ایک مقام پر لکھتا ہے کہ

"مسیح بیچارہ جلدی مر گیا ورنہ وہ اپنی غلطی تسلیم کر لیتا وہ بھلا آدمی تھا اکثر بات مان لیتا تھا۔"

نیٹشے کے نزدیک عیسائیت کی تعلیم غلط اور ننگ انسانیت تھی اسی لئے نیٹشے نے اپنے ذہن میں ایک ایسا انسان تیار کیا جو عیسائیت کے پیش کردہ انسان سے بالکل مختلف ہے اور اس کا نام اس نے "Superman" یعنی "فوق البشر" رکھا۔ نیٹشے کے ذہن میں ایک ایسا انسان حرکت کرنے لگا جو گال پر طمانچہ مارنے والے کی کلائی کاٹ ڈالے۔ قمیص پر بری نیت سے نظر ڈالنے والے کی آنکھیں نکال لے اور ایک کوس بیگار لے جانے والے ظالم کو ایک ہی ٹھوکر سے منہ کے بل گرا دے کہ وہ خون تھوکنے لگے۔ نیٹشے جرمنی کا رہنے والا تھا۔ اس کے ان گرم گرم اور آتشیں خیالات نے جرمن قوم کی رگوں کے منجمد خون کو حرارت پہنچا کر اس کے ذرات میں انتشار پیدا کر دیا اور یہ خون پوری حرارت اور تیزی سے بہنے لگا۔

نیٹشے کا "فوق البشر"

نیٹشے کو مرے ابھی چودہ سال ہی گزرے تھے کہ نیٹشے کا فوق البشر پہلی بار قیصر اور دوسری بار ہٹلر کی شکل میں سامنے آ گیا۔ جرمن قوم نے ساری دنیا پر اپنی برتری کے بلند بانگ دعاوی توپ کے منہ سے پیش کرنے شروع کر دیئے پھر کیا تھا۔ کروڑوں انسانوں کو بے گناہ قتل کیا گیا۔ کروڑوں بچے یتیم اور لاکھوں عورتیں بیوہ بن گئیں۔ شاداب کھیتیاں اور میوہ جات سے لدے ہوئے باغات عمیق ترین غاروں میں تبدیل ہو گئے اور عروس البلاد کہلانے والے خوبصورت شہر ملبوں کے ڈھیروں میں منتقل ہو گئے۔ نیٹشے کی روح نے قبر میں اطمینان کا سانس لیا کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسرا گال پیش کرنے والے عیسائی اب بھولی بھالی بھیڑوں کے معصوم میمنے نہیں بلکہ انہوں نے اپنی وحشت اور بربریت سے درندوں کو بھی مات کر کے دکھا دیا ہے۔ یہ

ہے۔ نیٹشے کا "فوق البشر" انسان جو دراصل حیوان ہے
۔ جرمن قوم یا جرمن قوم کی طرح دوسری اقوام
امریکہ ۔ برطانیہ ۔ جاپان وغیرہ کے سر پر بھی "فوق البشر"
بننے کا بھوت سوار ہوا تو ان سب کے خلاف ایک
اور انسان پیدا ہوا جس کا نام کیمونسٹ یعنی اشتراکی
ہے۔ یہ انسان بظاہر تو اپنے آپ کو "فوق البشر"
نہیں سمجھتا اور فوق البشر کے خلاف آیا ہے لیکن
حالات کی گواہی یہی ہے کہ یہ انسان بھی "فوق البشر"
کو ٹانگ سے پکڑ کر آسمان کی بلندیوں سے نیچے
پھینک دینا چاہتا ہے اور خود ان بلندیوں پر قبضہ
کرنا چاہتا ہے۔

جرمنی کے فوق البشر اور روس کے اس "نئے"
"فوق البشر" میں فرق صرف اتنا ہے کہ وہ اگر
کھلم کھلا درندہ تھا تو یہ بھیڑ کی کھال تلے بھیڑیا ہے
وہی گولہ بارود اور بم جو اس کے ہاتھ میں تھے وہی
گولہ بارود اس کے ہاتھ میں بھی ہیں۔ اس نے اگر
اپنا پارٹ یورپ میں ادا کیا تو یہ اپنا پارٹ ایشیا
میں ادا کر رہا ہے۔ چین کے ہاتھوں چین کا قتل
عام اور کوریا کے ہاتھوں کوریا کا قتل عام اس
کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے "اس گھر کو آگ لگ گئی
گھر کے چراغ سے" اس کے کارناموں میں سے ایک
ادنیٰ کارنامہ ہے دیکھئے چین اور کوریا کے بعد
کس کس گھر کو اسی کے چراغ سے جلایا جاتا ہے۔

جرمنی اور روس کے سامنے لے دے کر
ایک اور صرف ایک مذہب عیسائیت ہی تھا جس
کی گوناگوں کمزوریوں نے ان لوگوں کو مذہب سے
مایوس اور بیزار کر دیا۔ کاش! ان مایوس لوگوں کے
سامنے مقدس اسلام کا نقشہ ہوتا جو دنیا کے
ہر طبقہ کے دل کا اطمینان لے کر آیا ہے، اگر
ایک طرف وہ تھکے ہارے ہوئے نیٹشے کو "فوق البشر"
نہیں "خیر البشر" صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک
قدموں میں لا کر صحیح اور بلند ترین انسانیت کا مالک
بنا سکتا ہے تو دوسری طرف کارل مارکس اور لینن
وغیرہ کو بنی نوع انسان کی صحیح ہمدردی سکھا کر خدمت
خلق کا اصل راستہ پیش کر سکتا ہے۔

غازی شہنشاہ ایران کے نام ۔ اپنے رسول کا
مقدس خط اپنے سینے سے چمٹائے خدا کے حضور
اپنا سر نمازوں میں جھکانا ریتلی اور پتھریلی زمین
پر سجدات میں اپنی جبین گھستا ہوا ایران کی طرف
بڑھتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ مقام مقصود پر پہنچتے
ہی سیدھا دربار کا رُخ کیا۔ وہاں شہنشاہ ایران
کی بھتیجی کا جشن سالگرہ منایا جا رہا تھا۔ کسی کو ہتھیار
لیکر دربار میں آنے کی اجازت نہ تھی کہ یکایک گرد و
غبار میں لپٹا ہوا انسان نمودار ہوا اور گرد آلود
پاؤں سے قیمتی قالینوں کو روندتا ہوا آگے بڑھنے
لگا کہ پاسبان نے طیش میں آکر یہ کہا کہ کاش
آج ہتھیار لانے کی اجازت ہوتی تو میں اس
بدتہذیب انسان کا سر اڑا دیتا۔ اجنبی نے یہ
کلمات سُننے تو نیام سے اپنی تلوار کھینچ کر اس
پاسبان کو پیش کی اور کہا تلوار حاضر ہے ہمت
ہے تو اپنا حوصلہ مٹا لو۔ لیکن یہ بھرا دربار دیکھے گا
کہ تمہارے وار سے پہلے یہ تلوار پھر میرے
ہاتھ میں ہوگی اور تمہارا سر تن سے جدا ہو چکا
ہوگا شہنشاہ ایران نے پاسبان سے اجنبی
کو اُلجھتے دیکھ کر اشارہ کیا کہ اجنبی کو آگے آنے
دو۔ حضرت خیر البشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا یہ بزرگ قاصد آگے بڑھ کر تخت پر
شہنشاہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ تمام دربار میں کہرام
مچ گیا۔ بے ادب۔ بے ادب۔ گستاخ۔ گستاخ
کے آوازے کسے جانے لگے۔ لیکن مرد غازی جو
حضرت خیر البشر صلعم کے ساتھ تو بیٹھ سکتا تھا
دنیا کے اس کے ذلیل بادشاہ کو خاطر میں کیا لا
سکتا تھا کہ اس کے ساتھ بیٹھنے میں ہچکچاتے
یہی چیزیں ہیں جنہیں دیکھ کر یورپ کا ایک مفکر
لکھتا ہے:۔

"مسجد کی چٹائی پر بیٹھنے والا محمد اتنا بلند
بالا انسان تھا کہ اس نے اپنے زمانہ کے بڑے
بڑے بادشاہوں کی گردنوں پر ہاتھ ڈال دیا تھا
اور خطوط بھیجکر انہیں ایمان لانے کا حکم دیا۔"

(باقی دارد)

اسلام میں انسانیت کا نقشہ

اسلام نے انسان کا نقشہ ان الفاظ میں
کھینچا ہے۔ فطرة الله التى فطر
الناس عليها۔ یعنی خدا نے انسانوں کو
اپنی پاک فطرت پر پیدا کیا ہے اور انہیں اپنے
خوبصورت اخلاق اور صفات ودیعت فرمائے
مرحوم علامہ اقبال نے اسی مضمون کو کیا خوب نبھایا
ہے؎

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

خیر البشر حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا ایک مردِ

۴۴ عورت کا حق تبلیغ

آخر میں یہ عرض کرنا کچھ غیر موزوں نہ ہوگا
کہ دعوت اسلام دینا صرف مردوں کا کام نہیں
ہے۔ ہم بھی قرآن کریم کو خود پڑھیں اور سوچیں
اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اور کمتری
کا احساس اپنے دلوں سے نکال دیں اور عورت
کے نقطۂ نگاہ سے اسلام کی تعلیم کو دنیا میں
پیش کریں۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ حضرت
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حدیث پر لیکچر فرمایا کرتی
تھیں۔ اور ایک ایسا موقع آگیا تھا۔ کہ وہ جنگ
میں کود پڑی تھیں۔ ہم کو اُمہات المومنین اور فاطمۃ الزہرا
کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیئے
تاکہ ہم صحیح معنوں میں اسلام کی بیبیاں کہلا سکیں۔

عورت اور انقلاب

سے مرد اور عورت ہمیشہ کے واسطے علیحدہ
ہوجاتے ہیں اور ان کا دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا۔

زناکاری سے روکنے کا طریق

اس کے بعد قرآن کریم نے زناکاری کو
روکنے کے طریقوں پر بحث کی ہے۔ اور نہایت
عمدہ تجاویز پیش کی ہیں مرد اور عورت کو ملنے کے
وقت نگاہیں نیچے رکھنے کا حکم صادر فرمایا ہے
تاکہ کسی کے دل کے اندر میل نہ پیدا ہو۔ اس
کے علاوہ عورت کو مزید حکم دیا ہے کہ وہ اپنا
بناؤ سنگار کرکے باہر نہ پھرتی رہا کرے۔ اور
نہ ہی چلنے وقت اپنے پاؤں زمین پر مارے
اور ساتھ ہی فرمایا اپنے سر کی اوڑھنیاں اپنے
سینوں پر ڈال لیا کریں۔ یہ اسلامی معاشرت کے
اصولوں کا مختصر خاکہ ہے جس پر عمل کرنے سے
گھر بہشت بن جاتا ہے۔ اور قوم میں امن چین
پیدا ہوتا ہے۔ آج کل مغربی دنیا یا وہ لوگ جو مغربی
دنیا کے زیر اثر ہیں ایسی معاشرت کے فقدان کی
وجہ سے "جنسی مشکلات" میں پھنسے ہوتے ہیں۔

اگر عورت آزاد ہو

میرا ان باتوں کے بیان کرنے سے مقصد
یہ ہے کہ ہر عورت کو خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ
ہو۔ وہ جب تک خود اسلام کے ان معاشرتی
اُصولوں پر زندگی بسر کرکے اپنا نمونہ نہ پیش کرے
وہ کبھی قوم کی عورتوں کے اندر انقلاب پیدا
نہیں کرسکتی۔ محض اسلامی زندگی پر عمل کرنے
کی تلقین کرنا یا عورتوں کو یہ مشورہ دینا کہ
کہ وہ بچوں کی نہایت عمدہ طریقہ سے تربیت کریں
بالکل بیسود ہے۔ اگر عورت آزاد ہو اور اسکو
اجازت ہو کہ وہ اسلام کے مطابق اپنی زندگی
بسر کرسکے تو وہ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اندر
سوسائٹی میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کرسکتی ہے
وہ اپنی اقتصادی حالت کو درست کرنے کے واسطے
اپنے نام پر کاروبار کرسکتی ہے مگر مرد ہے کہ اسکو
اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ میں تو یوں کہوں گی کہ سوسائٹی
کا ڈھانچہ ایسا بن گیا ہے اور سوسائٹی پسند ہی نہیں
کرتی۔ کہ عورت "آزادی" سے اپنی اقتصادی حالت
کو سدھار سکے۔

عورت سیاست کے میدان میں

اگر عورت سیاست کے میدان میں قدم
رکھنا چاہتے تو علماء چین بہ جبیں ہوتے ہیں اور
ایک حدیث لاکر سنا دیتے ہیں جس کا مفہوم یہ
ہے کہ اگر عورت حاکم بن جائے۔ تو اس وقت
بہتر ہے کہ دنیا زمین کے پیٹ کے اندر چلی جائے
علماء لوگ شاید یہ خیال کرتے ہیں کہ قرآن کریم صرف
مردوں کے واسطے نازل ہوا تھا۔ اور عورتیں محض
ایک "شومی" کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کو صرف گھروں
کے اندر بند رکھا جائے تاکہ لوگ ان کو دیکھ نہ
لیویں۔ کہیں ان کو زمانہ کی ہوا نہ لگ جائے۔
اور وہ محض انسان کی نفسانی خواہش کے واسطے
ہیں کیا علماء بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ
احزاب میں فرمایا ہے کہ جس اجر کے مرد مستحق ہیں
اس کی مستحق عورتیں بھی ہیں۔ اس سے بڑھ کر
ستم ظریفی یہ ہے کہ اب بیگم لیاقت علی خاں نے
بھی بیان جاری فرما دیا ہے:۔

"اگر عورت اپنے فرائض بالخصوص
عورتوں اور بچوں کی ترقی کے لئے خلوص کے
ساتھ کوشش کرے تو سیاست میں داخل ہوئے
بغیر بھی اسے زیادہ حقوق مل سکتے ہیں"

میری معزز بہن جہاں آرا بیگم شاہنواز نے
دستور ساز اسمبلی میں یہ فرمایا تھا۔ کہ عورتوں
کو مردوں کے برابر حقوق مل گئے ہیں۔ جہاں
تک میں آئین کو سمجھ سکتی ہوں مجھے کسی طرح یہ
معلوم نہیں ہوسکا کہ عورتوں کو کس طرح مردوں
کے برابر حقوق عطا کئے گئے ہیں۔

سیاسیات میں قدم رکھنے کی شرائط

موجودہ سیاسی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے
میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ عورت کو سیاست کے میدان
میں ضرور اُترنا چاہیئے۔ لیکن ایک شرط ہے
کہ وہ قرآن کریم اور اسلامی شریعت سے واقفیت
رکھتی ہوں۔ اور موجودہ قانون جو عورت کے متعلق
اور وہ رسم و رواج جو عورت کے حقوق کے
متعلق ہیں ان کی موشگافیوں اور نزاکت سے
واقف ہوں۔ انکو منظم ہوکر خلوص کے ساتھ
باقاعدہ کوشش کرکے وہ حقوق جو مردنے پاؤں
تلے روند ڈالے ہیں ضرور واپس لینے چاہئیں
اور پاکستان کی سرزمین سے وہ حرامکاری جس
کی قانوناً اجازت ہے اسکو بند کروانا چاہیئے
غلامانہ زناکاری "اسلامی سلطنت" کے نام پر سیاہ
دھبہ ہے۔ اسکو ہر ممکن کوشش سے بند کروانا
چاہیئے۔ ہم سب کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے
کہ خلوص وہ جنس ہے جو بازاروں میں نہیں بکتی۔ یہ
صرف اس دل میں پیدا ہوسکتی ہے جس کے اندر اللہ
کی محبت ہو اور خلق اللہ کی خدمت کا جذبہ ہو۔ یہ
مالی، قلمی اور ہر قسم کی قربانیاں چاہتی ہے۔ اگر
میری معزز بہنیں اپنے کارنامے شائع کرنے
بیانات جاری کرنے۔ مینا بازار لگانے، اور
مختلف مقامات پر جاکر تقریریں کرنے کی بجائے
کچھ عملی کام کریں۔ تو یقیناً انکو دنیا میں عزت
مرتبہ۔ شہرت نصیب ہوگی اور آخرت میں
جنت، اگر عورت میں ذہنی۔ اخلاقی اور روحانی
انقلاب پیدا ہوگیا۔ تو وہ پاکستان کی سرزمین
کو جنت نشاں بنا دے گی۔ ۴۴

رفتارِ عالم

پاکستان و ہند

۹ جنوری۔ کراچی۔ ایڈمنسٹریشن کے ایک ترجمان نے انکشاف کیا ہے کہ پاکستان پارلیمنٹ کے اجلاس میں گداگری کے انسداد کا بل منظور ہونے کے بعد جنوری کے آخری ہفتہ تک دارالحکومت کی حدود میں ہٹے کٹے آدمیوں کا بھیک مانگنا خلاف قانون قرار دیا جائے گا۔ اس وقت تک وہ "غریب خانہ" مکمل تیار ہو جائیگا جس میں فی الحال دو سو آدمیوں کے رکھنے کا انتظام کیا گیا ہے۔

لائل پور۔ آج وزیر اعظم سرحد خان عبدالقیوم خاں نے لائلپور میں تقریر کرتے ہوئے مرکزی وزراء کو یہ "سرٹیفکیٹ" دیا کہ یہ حضرات برطانیہ سے اس حد تک متاثر نظر آتے ہیں کہ دولت مشترکہ سے علیحدگی کو "عقوق والدین" کے مترادف قرار دیتے ہیں۔

خان عبدالقیوم خاں نے دولت مشترکہ سے پاکستان کی علیحدگی کا مطالبہ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اگر برما جیسا چھوٹا سا ملک دولت مشترکہ سے علیحدہ ہونے کے بعد اپنا وجود برقرار رکھ سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں نظر آتی کہ دنیا کی پانچویں عظیم سلطنت اور سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان دولت مشترکہ سے علیحدہ ہو کر اپنی آزادی کو برقرار نہ رکھ سکے۔

ڈھاکہ۔ گورنر مشرقی پاکستان ملک فیروز خان نون نے کل تیسرے پہر یہاں زراعتی، صنعتی اور صحت کی نمائش کا افتتاح کیا۔ ملک فیروز خاں نے اردو میں افتتاحی تقریر کرتے ہوئے کہا "پاکستان کے قیام کا مقصد مسلمانوں کے لئے ایک وطن بنانا تھا جہاں وہ آزادانہ طور پر اپنے تمدن اور احکام قرآن کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔"

۱۳ جنوری۔ ڈھاکہ۔ آج مشرقی بنگال اور مرکزی حکومت کے نمائندوں کا ایک اجلاس پاکستان کے وزیر صحت و زراعت مسٹر عبدالستار پیرزادہ کی صدارت ہوا۔ اجلاس میں دفاتر روزگار کے متعلق حکومت پاکستان کی تجویز کے بارے میں غور کیا گیا اس تجویز میں کہا گیا ہے کہ پانچ دفاتر روزگار صوبائی حکومت کے ماتحت ہوں۔

میانوالی۔ تھل کے علاقہ کی ترقی کی اسکیموں کے پورے ہونے سے ایک لاکھ ۹۰ ہزار من گیہوں، ۲۰ ہزار ٹن کپاس، ۲۰ ہزار ٹن چنے ۲۵ ہزار ٹن تیل نکلنے والے بیج ۵ لاکھ ٹن گنا ایک لاکھ پونڈ اون کی کاشت زیادہ ہونے لگے گی۔

نئی دہلی۔ آج سے ہندوستان میں غلے کی قیمت میں ایک تہائی اضافہ ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت ہند نے راشن سے متعلق مالی امداد دینا بند کر دیا ہے۔ تاکہ بجٹ پر جو بوجھ پڑ رہا ہے، اسے دور کیا جا سکے۔

نئی دہلی ۱۵ جنوری۔ آج یہاں سرکاری ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کمیونسٹ چین کی حکومت نے حکومت ہند کو مطلع کیا ہے کہ مشرق بعید میں امن کے قیام کیلئے اقوام متحدہ کا تازہ ترین پانچ نکاتی منصوبہ پیکنگ میں چینی حکومت کے زیر غور ہے پیکنگ کی اطلاعات سے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اس منصوبہ کے متعلق چینی حکومت کا کیا نظریہ ہے۔ لیکن دہلی کے سرکاری حلقوں کا خیال ہے کہ کمیونسٹ چین کی حکومت اپنے سابقہ رویہ پر سختی سے قائم رہے گی۔

لاہور۔ ۱۵ جنوری۔ معلوم ہوا ہے کہ مجلس اقوام متحدہ کے سیکرٹری مسٹر ٹرگوی لی فروری ۱۹۵۱ء کے دوسرے ہفتہ میں لاہور آ رہے ہیں۔

کشمیر

لندن۔ ۹ جنوری۔ آج شب ہندوستان پاکستان، برطانیہ اور دولت مشترکہ کے چند دوسرے وزراء اعظم میں کشمیر کے سوال پر غیر رسمی بات چیت ہوئی۔ اس سے پہلے مبصرین نے اطلاع دی تھی کہ بات چیت میں وزرائے اعظم کا کوئی معاون یا مشیر شریک نہیں ہو سکا۔ اور ریاست سے فوجیں نکالنے کے مسئلہ پر بات چیت ہوگی۔

سیالکوٹ۔ آج شام یہاں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے پنجاب کے گورنر سردار عبدالرب نشتر نے فرمایا کہ کشمیر پاکستان کا جزو لاینفک ہے۔ اور دنیا کی کوئی قوت کشمیریوں کو ان کے حق ارادیت سے محروم نہیں کر سکتی۔ جب تک ایک پاکستانی بھی زندہ ہے کشمیر کو طاقت کے ذریعہ پاکستان سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔

کراچی۔ ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کے نام دہلی سے کشمیر ڈیماکریٹک یونین کے سیکرٹری مسٹر شیام لال یا چھولی کا ایک مراسلہ موصول ہوا ہے جس سے معلوم ہوا ہے کہ شیخ عبداللہ کی مطلق العنان حکومت نے کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے آیندہ گرمیوں میں ایک دستور ساز اسمبلی قائم کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے ڈیماکریٹک یونین نے حال ہی میں دہلی میں ایک جلسہ منعقد کر کے چودہ سو الفاظ پر مشتمل ایک قرارداد کے ذریعہ اس کی شدید ترین مذمت کی ہے۔ اور اس میں کہا گیا ہے کہ شیخ عبداللہ ہندوستان اور پاکستان کے امن کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔

کراچی۔ چوبیس آزاد قبائل کے سرداروں نے کشمیر میں رائے شماری کے انعقاد پر التوا میں یہاں بہت غم و غصہ کا اظہار کیا ہے۔

لندن۔ ۱۴ جنوری۔ بی بی سی کا بیان ہے کہ کل مسٹر لیاقت علی خاں نے ایک بیان میں امید ظاہر کی کہ مسئلہ کشمیر کا کوئی نہ کوئی حل نکل آئیگا مسٹر لیاقت علی نے کہا کہ عام طور پر یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ اس مسئلہ کو جلد سے جلد حل ہو جانا چاہیئے۔ آپ نے ان وزرا اعظم کا شکریہ ادا کیا جو مسئلہ کشمیر سے دلچسپی لے رہے ہیں اور جن کی مساعی جمیلہ بڑی مفید ثابت ہو رہی ہیں۔

بلادِ غیر

۱۲ جنوری۔ مانچسٹر۔ انگلستان اور شمالی یورپ کے متعدد دیگر ممالک میں نہایت شدید قسم کا انفلوئنزا پھیلا ہوا ہے جس سے روزانہ سینکڑوں آدمی ہلاک ہو رہے ہیں۔

ٹوکیو۔ کوریا میں وسطی محاذ پر اقوام متحدہ کی صفوں میں کمیونسٹوں نے گہرا شگاف ڈال دیا۔ ونجو کے مشرق میں امریکی، فرانسیسی اور ولندیزی فوجوں کے گھر جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے اور ونجو سے مشرقی ساحل تک اہم ریلوے لائن اور سڑک کو کاٹ دیا ہے محاذ جنگ پر درجہ حرارت صفر سے بھی ۲۱ درجے کم ہے۔

۱۴ جنوری۔ قاہرہ۔ برطانیہ اور امریکہ کی طرف سے عرب ملکوں پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ وہ نام نہاد حکومت اسرائیل سے صلح کا معاہدہ کر لیں۔ عرب لیگ کی سیاسی کمیٹی کا اجلاس ۲۰ جنوری کو ہوگا۔ جس میں اس صورت حالات میں کیا قدم اٹھانا چاہیئے پر غور کیا جائیگا۔

لندن۔ آج رات برطانوی کابینہ کے وزرا اور اعلیٰ فوجی افسروں سے گفت و شنید کرنے کے لئے شمالی اطلانٹک کے اعلیٰ کمانڈر جنرل آئزن ہاور لندن پہنچ گئے۔

ٹوکیو۔ بڑے بڑے امریکن افسر جنرل میکارتھر سے مشورہ کرنے کے لئے بذریعہ طیارہ واشنگٹن سے ٹوکیو پہنچ گئے ہیں خیال یہ ہے کہ اس بات چیت میں جنگ کوریا کے بارے میں اہم فیصلے کئے جاویں گے۔

۹ جنوری۔ کل جنرل اسمبلی کی سیاسی کمیٹی کا اجلاس پھر منعقد ہوا جس میں کوریا کی جنگ کے بارے میں کئی ایک تجاویز زیر بحث آئیں جن میں اسرائیل کی پیش کردہ تجویز خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

موسیو جیکب ملک نے اپنی تقریر میں اسرائیل کی تجویز کی سخت مخالفت کی۔ آپ نے کہا کہ اس تجویز کا مطلب صرف یہ ہے کہ امریکہ کے جارحانہ عزائم پورے کئے جائیں۔

واشنگٹن۔ صدر ٹرومین نے کانگریس کے مشترکہ اجلاس کے نام ایک پیغام ارسال کر کے بتایا ہے کہ روس دنیا پر چھا جانے کی جو کوشش کر رہا ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے امریکہ نے کیا پروگرام بنایا ہے۔

پیغام میں مرقوم ہے کہ امریکہ روس سے پر امن مصالحت کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ ہے لیکن میں اس امر کا واضح طور پر اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ امریکہ روس کو خوش کرنے کی پالیسی کبھی*

*اختیار نہیں کریگا۔

آپ نے کہا کہ حکومت امریکہ روس کے جارحانہ اقدامات کے مقابلے کے لئے یہ پروگرام تیار کر رہی ہے کہ امریکہ اور اس کے ساتھی ملکوں کی طاقت بڑھائی جائے۔

لندن ۹ جنوری۔ رائٹر کے نامہ نگار خصوصی نے اطلاع دی ہے کہ کل دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کے اجلاس میں کوریا کا مسئلہ حل کرنے کے لئے مسٹر بیون نے ایک سکیم پیش کرتے ہوئے کہا کہ کمیونسٹ چین کو تسلیم کر لیا جائے اور اسے یو این او میں نمایندگی دے دی جائے (۲) کوریا میں جنگ بند کر دی جائے (۳) کوریا میں ایک ناطرفدار علاقہ قائم کر دیا جائے جس میں کسی ملک کی فوج نہ ہو (۴) کوریا کے بارے میں یو این او کا ایک کمیشن قائم کیا جائے (۵) کوریا سے یو این او اور چین کی فوجیں نکال لی جائیں (۶) متحدہ کوریا میں منصفانہ اور آزادانہ استصواب رائے عمل میں لایا جائے۔

ٹوکیو۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اقوام متحدہ کی فوجوں نے ادسان کا مشہور فوجی اڈہ بغیر کسی مقابلے کے خالی کر دیا یہ مشہور شہر سیول*

*سے ۲۷ میل جنوب کی طرف ہے۔ اب اس علاقے کی امریکن اور برطانوی فوجیں یوسان کی طرف جا رہی ہیں۔

پیغام صلح ۱۷ جنوری ۱۹۵۱ء۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۲

رجسٹ

رجسٹرڈ۔ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۷۳۴۳

لوائے ما بنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

سالانہ چندہ۔ چھ روپے پاکستان سے
۰-۱۲-۸ روپے ہندوستان سے

ایڈیٹر
دوست محمد

ممالک غیر سے ۔ ۲۳ شلنگ

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ ۔ ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء | نمبر ۳

امریکن تبلیغی مشن کیلئے ایک وسیع مکان خرید لیا گیا جس میں مسجد اور لائبریری بھی تعمیر ہوگی

کولمبیا براڈ کاسٹنگ سٹیشن سے عارفہ صاحبہ کی تقریر اسلام میں عورت کے درجہ پر

میلاد النبی صلعم کی تقریب پر ایک شاندار جلسہ اور دعوت طعام

میاں بشیر احمد صاحب منٹو کا خط سان فرانسسکو سے

مجی و مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

۱۹ دسمبر کو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ Sigmund Stern Grove سگمنڈ سٹرن گرو میں منعقد ہوا Mrs Stern مسز سٹرن یہاں کی ایک نہایت مخیر خاتون ہیں لوگوں کی تفریح کے لئے انہوں نے اپنا ایک باغ جو تقریباً پندرہ ایکڑ زمین میں پھیلا ہوا ہے۔ وقف کر رکھا ہے اسی باغ میں ایک عمارت ہے جس کا ہال بھی اسی غرض کے لئے استعمال ہوتا ہے یہ باغ انہی کے نام سے مشہور ہے۔ ہماری عزت پر وہ بھی ہمارے جلسہ میں شریک ہوئیں۔ ان کے علاوہ مختلف کالجوں کے پروفیسر اور شہر کے دوسرے معززین شامل تھے۔

کھانا پکانے کا انتظام دو ایرانی طالبعلم محمد شہروپرا اور مصطفےٰ شہر پور کے سپرد تھا نعمان اور کوکو پکانے میں یہ دونوں بھائی ماہر ہیں اس کا تجربہ پہلے بھی ہو چکا تھا۔ پچھلی عید الاضحیٰ کے موقعہ پر بھی ہم نے دعوت طعام دی تھی اور جس میں ملکۂ مصر نازلی، شہزادی فتحیہ اور ان کے شوہر ریاض غالی بھی حاضر تھے ان ہی دو بھائیوں نے اپنی مہارت کا ثبوت دیا تھا۔ مسز علی ایک نومسلمہ اور مسٹر شیخ دین نے ان کی ہر طرح مدد کی، ہال کے سجانے کا کام جلال الدین محمد اکبر محسن، بینا اور محمد باقر کمالی نے سرانجام دیا۔

سات بجے شب کا وقت ہم نے ڈنر کے لئے مقرر کیا تھا، مگر ہمارے مہمان ایک دوسرے سے ملنے کا موقع ملا تھا اور نئی دوستیاں پیدا کرنے کا بھی یہ عمدہ وقت تھا کیونکہ اس جلسے میں صرف سان فرانسسکو کے رہنے والے ہی لوگ نہ تھے بلکہ قریب کے شہروں برکلے اور اوک لینڈ وغیرہ سے بھی کئی ایک آدمی آئے ہوئے تھے۔ آخر ساڑھے آٹھ بجے کھانا میز پر چنا گیا اور لوگ کھانے کی طرف مائل ہوئے۔

ساڑھے نو بجے یہ سلسلہ ختم ہوا اور مس ریحانہ آصفہ لطیف نے قرآن مجید کی سورۃ المزمل کے پہلے رکوع کی تلاوت کی بعد میں میری طرف سے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر ہوئی جو تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہی، پھر محمد باقر کمالی صاحب نے اپنا خطبہ دیا، اب گیارہ بج چکے تھے اور اگرچہ ہمارا پروگرام ابھی بہت سا باقی تھا مگر مناسب یہی سمجھا گیا کہ جلسہ یہیں ختم کر دیا جائے۔ کیونکہ بعض لوگوں کو سان فرانسسکو سے باہر بعض دوسرے شہروں کو جانا تھا۔

اکیس دسمبر کو کولمبیا براڈ کاسٹنگ اسٹیشن سان فرانسسکو نے عارفہ صاحبہ کو تقریر کرنے کی دعوت دی۔ مضمون "اسلام میں عورت کا درجہ" تجویز ہوا۔ چنانچہ سوا دو بجے ان کی تقریر نشر کی گئی C.B.S. کے سرکردہ لوگوں نے اسے بہت پسند کیا اور بعض دوسرے سامعین کی طرف سے بھی تعریفی خطوط آئے اور بعض نے بذریعہ فون مبارکباد دی۔ کولمبیا براڈ کاسٹنگ اسٹیشن والوں نے فیصلہ کیا کہ اس تقریر کو دوسرے دن بھی نشر کیا جائے چنانچہ بائیس دسمبر کو ساڑھے پانچ بجے ریکارڈ سے یہ تقریر دوبارہ نشر کی گئی۔

مشن کے استحکام کے لئے یہ نہایت ضروری تھا کہ ہماری اپنی جگہ ہو جہاں ہماری ساری ضروریات پوری ہو سکیں ابھی تک یہ حال تھا کہ ہمارے گھر اور دفتر کے درمیان چار میل کا فاصلہ تھا اور آنے جانے میں بہت سا وقت ضائع ہو جاتا تھا۔ اور میری غیر حاضری میں دفتر کو سنبھالنے والا بھی کوئی نہ ہوتا تھا، الحمد للہ کہ اب ہم نے اپنا مکان خرید لیا ہے اور یہ تمام مشکلات دور ہو جائیں گی۔ یہ مکان ایک پہاڑی پر واقع ہے اور شہر کے مختلف حصوں سے نظر آ سکتا ہے۔ اس میں دو باورچی خانے اور دو غسل خانے ہیں اور سات دوسرے کمرے ہیں۔ جن میں سے دو کافی کشادہ ہیں، اس کے ملحق زمین کا ایک قطعہ ہے جس کی لمبائی ۱۵۰ فٹ اور چوڑائی پچاس فٹ ہے انشاء اللہ تعالےٰ یہاں ہم ایک مسجد اور ایک نہایت اعلیٰ اسلامی لائبریری تعمیر کریں گے۔

مکان کے خریدنے میں مسٹر فرانسس ایچ بولینڈ نے ہماری بے حد مدد کی ہے مسٹر بولینڈ سان فرانسسکو کے ایک نامی وکیل ہیں اور کسی زمانہ میں District Attorney کے عہدہ پر بھی فائز رہ چکے ہیں۔ ان کی مدد کے بغیر ہمیں ایسا عمدہ مکان ملنا مشکل تھا۔ ٹائیٹل ڈیڈ اور دوسرے کاغذات وغیرہ سب ان ہی نے خود مرتب کئے ہیں۔ دو مہینے متواتر ہمارے لئے محنت کرتے رہے ہیں اور ہم سے متعلق کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا۔ اس بے غرضانہ خدمت کے لئے ہم ان کے بے حد شکر گذار ہیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے

خاکسار۔ بشیر احمد منٹو

حضرت امیر ایدہ اللہ کے لئے دعا

شیلانگ سے جناب خادم رحمانی نوری لکھتے ہیں۔ جناب اخی المکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گذارش یہ ہے کہ گذشتہ رات ایک خواب حضرت امیر ایدہ اللہ طال عمرہ کے بارہ میں ایسا ہی دیکھا ہے جس نے میرے دل کو پھر بے چین کر دیا۔ میں یہ لازمی سمجھتا ہوں کہ حضور اقدس کے لئے ہمیشہ دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھا جائے اللھم ذیل ...

ہ ملاقات میں اتنے محو تھے کہ کوئی بھی کھانے پر بیٹھنے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔ بہت سے دوستوں کو ایک مدت کے بعد ایک دوسرے سے ملنے

والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ

حضرت حسن بصری تابعی کے حالاتِ زندگی

جناب شیخ غلام قادر صاحب حمید بدنگر لاہور

حضرت حسن بصری علم ظاہری و باطنی میں بہت باکمال انسان تھے آپ کے والد یسار حضرت زید بن ثابت رضہ کے غلام اور والدہ حضرت ام سلمہ رضہ کی لونڈی تھی

ام المومنین حضرت ام سلمہ کی رضاعت کا شرف جبکہ حسن کی والدہ گھر کے کام کاج میں مصروف ہوتی تو بچہ کو بہلانے کے لئے ام المومنین دودھ منہ میں دے دیتیں اس طرح اس بچہ نے ام المومنین کے سایۂ شفقت میں پرورش پائی۔

تکمیلِ علم حسن بصری نے اہلِ غنفوانِ اپنے قنت میں پائی کہ جب صحابہ کرام کی بڑی تعداد بقیدِ حیات موجود تھی اور ایسے مقام میں پرورش پائی جس کا کونہ کونہ علوم نبوی کا مخزن تھا لہذا انہیں علم و فضل اور مکارمِ اخلاق کی تکمیل کا بہترین موقعہ میسر آ گیا چنانچہ ابن سعد اپنی طبقات کبیر میں لکھتے ہیں کان الحسن جامعًا عالمًا عالیًا رفیعًا ـ مامونًا ـ عابدًا ناسکًا ـ کبیر العلم فصیحًا ـ جمیلًا وسیمًا یعنی حسن بصری جامع کمالات ـ عالم بلند مرتبت ـ رفیع المنزلت ـ فقیہہ ـ مامون ـ عابد و زاہد ـ وسیع العلم ـ فصیح و بلیغ اور حسین و جمیل تھے ـ حافظ ذہبی لکھتے ہیں حسن حافظ علّامہ من بحور العلم ـ فقیہ النفس ـ کبیر الشان ـ عدیم النظیر ـ بلیغ التذکیر ـ بلیغ الموعظہ ـ راس فی انواع الخیر تھے ـ (تذکرۃ الحفاظ)

علّامہ نودی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کہ وہ مشہور عالم تھے ـ ان کی جلالتِ شان پر سب کا اتفاق ہے۔

قتادہؓ لوگوں کو ہدایت کرتے تھے کہ حسن بصری رضہ کا دامن پکڑو، میں نے راستے میں اس سے زیادہ کسی شخص کو عمر بن الخطابؓ کے مشابہ نہیں دیکھا ـ امام باقرؒ فرماتے تھے کہ ان کی باتیں انبیاء کی باتوں کے مشابہ ہیں امام مالکؒ فرماتے تھے کہ تم لوگ حسن سے مسائل پوچھا کرو کیونکہ انہوں نے محفوظ رکھا اور ہم نے بھلا دیا (طبقات ابن سعد)

قرآن پر نظر قرآن پر ان کی نظر اتنی وسیع تھی کہ اکثر قرآن شریف کا درس دیا کرتے تھے ـ (تہذیب التہذیب)

حدیث علم حدیث میں ان کا بہت بڑا پایہ تھا، چنانچہ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ حسن علّامہ اور علم کے سمندروں میں تھے ـ حدیث میں جن بزرگوں سے بلا واسطہ مستفیض ہوئے ان میں حضرت عثمانؓ حضرت علی رضہ ـ ابوموسےٰ اشعریؓ ـ عبداللہ بن عمر رضہ ـ ابن عباس رضہ ـ انس بن مالک رضہ جیسے اساطین حدیث شامل تھے اور بالواسطہ جن سے مستفید ہوئے وہ بزرگوار حضرت عمر بن الخطاب رضہ ـ ابن کعب رضہ ـ سعد بن عبادہؓ عمار بن یاسر رضہ اور ابوہریرہ رضہ تھے

درسِ حدیث اگرچہ ان کا کوئی حلقۂ درسِ حدیث کا قائم نہ تھا ـ کیونکہ وہ اس بات سے مجتنب رہتے تھے ـ تاہم کبھی کبھی بالاستکراہ وہ اس فرض کو ادا کرتے تھے فرمایا کرتے تھے ـ "اگر اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم سے عہد نہ لیا ہوتا تو میں تم لوگوں کے سب سوالات میں حدیث نہ بیان کرتا"۔ (ابن سعد)

شائقینِ حدیث کا ہجوم حسن بصری جہاں جاتے مرجوعِ خلق بن جاتے ـ مکہ جیسے مبارک مقام میں جو علمی لحاظ سے مدینہ سے دوسرے درجہ پر تھا لوگوں کا ہجوم ان کے گرد جمع ہو جاتا اور اہلِ مکہ انہیں تخت پر بٹھا کر ان سے حدیثیں سنتے تھے ـ مجاہدؒ اور طاؤس جیسے اکابر علماء اس حلقہ میں شریک ہوتے تھے ـ ان اساطینِ حدیث کی زبان پر یہ کلمہ ہوتا تھا کہ ہم نے اس شخص کا مثل نہیں دیکھا ـ آپ کی روایات بالمعنی ہوتی تھیں (طبقات)

تلامذہ روایتِ حدیث سے پہلوتہی کرنے کے باوجود آپ کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع تھا جس میں حمید الطویلؒ ـ ایوبؒ ـ قتادہؒ ـ مجاہدؒ ـ عطارؒ اور طاؤسؒ جیسے ارکانِ حدیث شامل تھے ـ

فقہ فقہ کے بہت بڑے امام اور بصرہ کے مفتیِ اعظم تھے ـ قتادہ کا بیان ہے کہ حسن حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم تھے ـ ایوب کا بیان ہے کہ حسن سے بڑا فقیہہ میری آنکھوں نے نہیں دیکھا ـ ربیع بن انس رضہ کہتے تھے کہ میں کامل دس سال تک حسن کے پاس آتا جاتا رہا ـ ان سے ہمیشہ نئے نئے مسائل معلوم ہوتے تھے ـ

(تہذیب التہذیب)

بعض اربابِ علم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اصابتِ رائے اور دقتِ نظری میں حسن کا یہ پایہ تھا کہ سنِ شعور میں عہدِ صحابہ میں ہوتے تو وہ بزرگوار ان کی رائے کے محتاج ہوتے ـ

(طبقات)

زبان و ادب میں آپ کا بلند پایہ ادبی پایہ بھی ان کا بہت بلند تھا وہ زبان و ادب کے بڑے ماہر اور فصیح و بلیغ مقرر تھے ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ حسن فصاحتِ زبان اور عربیت میں روبہ بن عجاج کے مشابہ تھے ـ

(شذرات الذہب)

علمِ باطن جہاں حسن بصری علومِ ظاہری کے شیخ الاسلام تھے وہاں ان کی ذات تصوف کا منبع اور علمِ باطن کا سرچشمہ تھی چنانچہ تصوف کے اکثر بڑے بڑے سلسلے آپ ہی کی واسطہ سے حضرت علی رضہ تک منتہی ہوتے ہیں ـ شیخ احمد قشاشی اپنی کتاب عقد الفرید فی سلاسل اهل التوحید میں لکھتے ہیں کہ صوفیا کا اس پر اتفاق ہے کہ حسن بصری نے حضرت علی رضہ سے فیض حاصل کیا ہے تمام اکابر صوفیا حضرت حسن بصری کو اس سلسلہ نورانی کا سرچشمہ اور شیخ الشیوخ مانتے ہیں، شیخ فریدالدین عطار ان کا ذکر اس طرح شروع کرتے ہیں ـ "آں پروردہ نعمت، آں خو کردۂ فتوت ـ آں کعبۂ علم و عمل ـ آں خلاصۂ ورع و علم آں نقدِ بردۂ صاحب صدری ـ صدر سنت حسن بصری رضی اللہ عنہ مناقب او بسیار است و محامد او بیشمار ـ

شیخ علی بن عثمان ہجویری ملقب بہ داتا گنج بخش رح کشف المحجوب جو فارسی میں تصوف کی سب سے قدیم کتاب ہے لکھتے ہیں:۔ امام عصر فرید دہر ابوعلی حسن بن ابی الحسن بصری رضی اللہ عنہ .... وے را قدر و خطرے بزرگ است نزدیک اہلِ طریقت لطیف الاشارہ بودہ است اندر علم و معاملت

خشیۃ اللہ خشیتِ الٰہی ان پر اس قدر غالب تھی کہ بقول یونس بن عبید وہ ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے کہ ابھی ابھی کسی عزیز کو دفن کر کے آئے تھے جب بیٹھے تھے تو ایسے دکھائی دیتے تھے کہ وہ ایسے قیدی ہیں جس کی گردن مارنے کا حکم مل چکا ہے

(شذرات الذہب)

اخلاص فی العمل آپ زبانی قیل و قال کو ہیچ سمجھتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ انسان جو کچھ کہتا ہے اگر اس پر عمل کرتا ہے تو یہ اس کی فضیلت ہے اگر کہتا بہت کچھ ہے اور کرتا بہت کم ہے تو وہ عار ہے (ابن سعد)

آپ کی زندگی کا ہر صفحہ کردار کا مرقع تھا ـ ابوبکر ہذلی کا بیان ہے کہ حسن جب تک خود ایک کام نہ کر لیتے اس وقت تک دوسروں کو اس کے کرنے کی تلقین نہ کرتے تھے اور جب تک خود کسی کام کو چھوڑ نہ دیتے تھے اس وقت تک دوسرے کو اس سے منع نہ کرتے تھے ـ (شذرات الذہب)

فریبِ نفس کا خوف نفس ایک بہت بڑا دشمنِ انسانیت ہے جو اسے کبھی شہرت طلبی ریاکاری، کبھی کبر و نخوت کے فریب میں مبتلا کر کے اسے تباہ و برباد کر دیتا ہے حسن بصری فریبِ نفس سے بہت خائف رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں دعا کیا کرتے تھے اے اللہ شرک ـ تکبر ـ نفاق ـ ریاکاری ـ فریبِ نفس ـ شہرت طلبی ـ شکوک و شبہات سے ہمارے قلوب کو محفوظ رکھ ـ

(طبقات ابن سعد)

جہاد فی سبیل اللہ عموماً ہمارے مشاہدہ میں یہ بات .... آئی ہے کہ عابدانِ شب خیز کے حجروں کی برودت نے ان کی حرارتِ کردار کو ٹھنڈا کر دیا ہے وہ ہر ایسی بات سے پرہیز کرتے ہیں جس سے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے انہیں میدانِ عمل میں نکلنا پڑے ـ لیکن حسن بصریؒ کا یہ حال نہ تھا وہ جہاد فی سبیل اللہ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہمیشہ پابرکاب رہتے تھے ـ اگرچہ ان کی مہمات میں شرکت کی تفصیل نہیں ملتی تاہم اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کابل ـ اندقان اور زابلستان کی مہمات میں شریک ہوئے ـ

جابر امراء سے ہمیشہ مجتنب رہے عمارہ بن عمران کا بیان ہے کہ حسن بصری سے لوگوں نے کہا آپ امراء کے پاس جا کر انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین کیوں نہیں فرماتے ـ جواباً فرمایا مومن کو اپنے تئیں ذلیل نہ کرنا چاہیئے اس زمانہ کے امراء کی تلواریں ہماری زبانوں سے آگے بڑھ گئی ہیں جب ہم انہیں نصیحت کرتے ہیں تو اس کا جواب ہمیں تلوار سے دیتے ہیں ـ (ابن سعد)

ابومالک کہتے ہیں کہ حسن بصری سے جب کہا جاتا کہ آپ باہر نکل کر ان بگڑے ہوئے حالات کو کیوں نہیں بدلتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ ایسے حالات کو تلوار سے نہیں بلکہ توبہ سے بدلتا ہے"

(طبقات ابن سعد)

(باقی بر صفحہ ...)

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ | نمبر ۳

ہماری ذمہ داری

مسیح موعودؑ کی ذات سے الزامات کب دُور ہونگے؟

اس وقت احرار اور بعض دوسری جماعتوں اور اخبارات کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف جو بے بنیاد پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے اور جو ناپاک الزامات آپ پر عائد کئے جاتے ہیں، ان میں جماعت احمدیہ کی بھی بہت بڑی ذمہ داری ہے، حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام ہے، لا نبقی لک من المخزیات ذکرا ہم تیرے لئے کوئی ایسی بات باقی نہ رہنے دیں گے جو رسوائی کا موجب ہو، اس سے یہ تو ظاہر ہے کہ وہ وقت بھی آنے گا جب تمام قسم کی مخزیات سے حضرت مسیح موعود کا دامن پاک ہو جائے گا، لیکن کب آئے گا؟ کب تک ہم یہ دل دکھانے والے ناپاک الزامات سنتے رہیں گے جو ہر روز "آزاد"، "زمیندار" میں شائع ہوتے اور پبلک پلیٹ فارم سے دہرائے جاتے ہیں، دلائل سے ہم ان کو رَد کر چکے ہیں، اور حضرت مسیح موعودؑ کا منور چہرہ ہر قسم کے گرد وغبار سے صاف کر کے دکھا چکے پھر بھی انہی باتوں کا پراپیگنڈا ہے اور عوام کے دلوں کو اس پاک انسان کے خلاف جو دنیا کو نور ایمان سے منور کرنے اور دنیا میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کھڑا ہوا ذلت و رسوائی کی باتیں پھیلانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جاتی یہ کب تک رہے گا کب خدائی الہام پورا ہوگا اور حضرت مسیح موعودؑ کا دامن ان مخزیات سے پاک سمجھا جائے گا جو آپ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں؟

اس کی ذمہ داری بہت بڑی اس قوم پر عائد ہوتی ہے جو آپ کی پیروی کا دم بھرتی ہے اور آپ کو مجدد و مسیح موعودؑ مانتی ہے خدائی وعدہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا لیکن اسکو قریب لانے میں جماعت کی بھی ہمت و کوشش کی ضرورت ہے۔ ہر اس شخص کی ہمت و کوشش کی ضرورت ہے جو احمدی کہلاتا ہے اور مسیح موعود کی پیروی کا دم بھرتا ہے، کیا آپ کا دل ان باتوں کو پڑھ اور سُن کر جو آئے دن اخبارات اور جلسوں میں کہی جاتی ہیں خون نہیں ہو جاتا؟ .... پھر کیوں آپ کوئی ایسا سامان نہیں کرتے، کہ ان کی غلطی لوگوں پر واضح ہو جائے اور ان اخبارات کے پڑھنے اور ان جلسوں کے سننے والے یہ یقین کر لیں کہ یہ سب غلط باتیں ہیں اور حضرت مرزا صاحب کا دامن ان سے بالکل پاک ہے، وہ کیا سامان ہے؟ وہ ہے آپ کی ذاتی کوشش، آپ کی تبلیغی مساعی، آج جس زور سے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف یہ پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے وہی زور یا کم از کم اس کا عشر عشیر ہی ہماری طرف سے اس کی تردید میں صرف ہونا چاہیئے، اخبار میں ایسی باتوں کی تردید ہوتی ہی رہتی ہے لیکن ہمارا اخبار نہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں جاتا ہے جو اس پراپیگنڈا سے متاثر ہوتے ہیں، نہ اس سے ہماری ذمہ داری ہلکی ہو سکتی ہے، جب تک ہر وہ شخص جو احمدی کہلاتا ہے اپنے حلقۂ اثر میں یا جہاں تک پہنچ ہو سکتی ہے اس کے اثر کو زائل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ یہ سچ ہے کہ آپ کو اس راہ میں تکلیفیں پیش آئیں گی، لوگ آپ کی بات پر بگڑیں گے، بُرا بھلا کہیں گے اور ممکن ہے ایسے بھی مواقع پیش آئیں کہ آپ کو ماریں کھانی پڑیں۔ لیکن اگر آپ فی الواقعہ دل سے حضرت مرزا صاحب کو مجدد اور مسیح موعود مانتے ہیں اگر آپ یقین کرتے ہیں کہ جو الزامات آپ پر لگائے جاتے ہیں وہ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہیں، اگر آپ جانتے ہیں کہ ایسے الزامات کی تشہیر سے عوام الناس کی ذہنیتوں کو سلسلہ احمدیہ کے خلاف کیا جا رہا ہے، تو آپ کا فرض ہے کہ اس کی تردید کے لئے کھڑے ہو جائیں اور ہر قسم کے دکھ اٹھا کر ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کر کے اس اثر کو زائل کرنے کی کوشش کریں جو خدا کے مامور اور اس کے قائم کردہ سلسلہ کے خلاف پیدا ہو چکا ہے، جب تک یہ نہ ہو آپ اس مامور الٰہی کے وفادار مرید نہیں کہلا سکتے، اور نہ خدا کا وعدہ آپ کے ذریعہ سے پورا ہوگا جو لا نبقی لک من المخزیات ذکرا میں مضمر ہے، کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ دنیا میں ایک بدنام قوم بن کر رہیں یا چوروں کی طرح اپنے آپ کو چھپاتے رہیں، اور جب کوئی اعتراض سامنے آئے کنی کترا کر الگ ہو جائیں، ابھی اگلے دن ہمارے ایک دوست نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر احمدیہ کانفرنس میں یہ کہا تھا کہ ہم میں ایسے لوگ ہیں جو جلسہ پر آتے یا واپس جاتے ہوئے اپنے ساتھی مسافروں کے دریافت کرنے پر کہ کہاں سے آپ آئے یا کہاں جا رہے ہیں یہ بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتے کہ ہم لاہور میں جماعت احمدیہ کے جلسہ میں آئے ہیں، ان کو ڈر ہوتا ہے کہ شاید سوال کرنے والا بدک جائے یا کوئی اعتراض کر بیٹھے، اور خواہ مخواہ بحث شروع ہو جائے۔

یہ کس قدر بزدلی کی بات ہے، مامور الٰہی سے کتنی بے وفائی ہے کہ ہم مخالفت کے ڈر سے اپنے آپ کو چھپانے لگ جائیں، مسیح موعودؑ کے ساتھی تو وہ لوگ تھے، کہ ہر شہر اور ہر قریہ میں ایک احمدی کو ہر شخص جانتا تھا، وہ ایک ایک شخص سارے شہر پر بھاری ہوتا تھا، ہماری جماعت کے ان پڑھ بھی سلسلہ کے مسائل پر اچھے طور پر حاوی ہوتے تھے اور بڑے بڑے مولوی ان کے دلائل سے مرعوب ہوتے تھے، یہ ایمان کی کمزوری اور علم کی کمی ہے کہ ہم اپنے آپ کو چھپائیں اور اعتراضات کا جواب دینے یا الزامات کی تردید سے اعراض کریں، اس لئے جماعت کے ہر فرد کو اپنے علم میں اضافہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور پیش آمدہ اعتراضات کے جواب معلوم کر کے مخالفین تک انہیں پہنچانا چاہیئے اس سے ایمانی کمزوری بھی دُور ہوگی اور لا نبقی لک من المخزیات ذکرا کا وعدہ پورا ہونے کا وقت بھی قریب تر آ جائیگا۔

جناب سیٹھ ابراہیم سچوانی صاحب کا گرانقدر عطیہ

مخدوم و محترم جناب سیٹھ ابراہیم سچوانی صاحب سوداگر بصرہ نے حال ہی میں دو ہزار کا گرانقدر عطیہ انجمن کو مرحمت فرمایا ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

(۱) شکرانہ فنڈ ——— . ——— ۱۰۰۰

(۲) خسارہ بجٹ ——— . ——— ۵۰۰

(۳) اسلامک ریویو ——— . ——— ۵۰۰

سیٹھ صاحب کو اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔ آپ ہر تحریک میں بڑی فراخ دلی سے حصہ لیتے ہیں اللہ تعالےٰ نے آپ کو اسلام کے لئے درد عطا فرمایا ہے اور اشاعت و تبلیغ دین کے لئے آپ کے دل میں بڑی تڑپ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کے اموال میں برکت دے اور آپ کو دینی و دنیوی حسنات سے متمتع فرمائے۔ آمین

ع کرم یا صد کرم کن بر کسیکو ناصرِ دین است

مرتضیٰ خاں۔ اسسٹنٹ سیکرٹری

ایک نہایت افسوسناک غلطی

گذشتہ اشاعت میں گوجرانوالہ کے میاں چراغدین صاحب کے متعلق شذرہ ادارت سے ایک نہایت افسوسناک غلطی سرزد ہو گئی، فی الحقیقت میاں چراغدین صاحب کے بھائی سراجدین صاحب کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہوئے لیکن سہو کتابت سے سراجدین صاحب کا نام حذف ہو گیا اور صرف میاں چراغدین صاحب کا نام رہ گیا جو مرحوم کے بھائی ہونے کی حیثیت سے لکھا گیا تھا ہم اس فروگذاشت پر میاں چراغدین صاحب اور تمام ان دوستوں سے معذرت خواہ ہیں جنکو اس خبر کی اشاعت سے تکلیف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ میاں چراغدین صاحب کی

اخبار و افکار

اسرائیل کا ارادہ

فلسطین میں یہود کی جو نئی حکومت اسرائیل کے نام سے قائم ہوئی ہے، اس کے ارادوں اور نیات کے متعلق قاہرہ کے روزنامہ "المقطم" (۱۱ر جنوری) نے حسب ذیل خبر شائع کی ہے:۔

"اسرائیل مدینہ منورہ پر قبضہ کرنیکی نیت سے دمشق اور مدینہ کے درمیان ریلوے لائن بچھانے کی سکیم پر غور کر رہا ہے یہ ریلوے لائن کس نیت سے بچھانے کا ارادہ کیا جا رہا ہے، اخبار مذکور لکھتا ہے کہ:۔

"یہودی اپنے آپ کو بنو قریظہ کے ورثاء میں سے سمجھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اب ان کے گھر مدینے میں ہیں"

بنو قریظہ کون تھے؟ یہ یہود کے ایک قبیلہ کا نام ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مدینہ میں موجود تھا اور جنگ احزاب میں نبی کریم صلعم کے ساتھ کئے ہوئے معاہدہ کو توڑ کر مشرکین مکہ سے جا ملا جنگ احزاب کے اختتام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سزا دہی کے لئے نکلے اور ان کا محاصرہ کیا کچھ مقابلہ کے بعد انہوں نے سعد بن معاذ جو پہلے ان کے حلیف تھے منصف بنایا جنہوں نے تورات کے حکم (استثناء ۲۰-۱۰) کے مطابق یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مردوں کو قتل کیا جائے اور عورتیں اور بچے قیدی ہوں اور مال و اسباب کو غنیمت قرار دیا جائے۔

یہ فیصلہ توریت کے مطابق تھا اور بنو قریظہ کے اپنے مقرر کردہ منصف کی طرف سے، بنو قریظہ کے یہ نئے ورثاء جو آج پھر مدینہ میں اپنے گھر بسانے کی فکر میں ہیں، کہیں ان کا بھی وہی حشر نہ ہو جو ان کے آباؤ اجداد کا ہوا۔ بہرحال اس خبر میں مسلمانوں اور بالخصوص ممالک عربیہ کے مسلمانوں کے لئے درس غیرت ہے، انہیں چاہیئے کہ اپنے تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھکر اسرائیل کے ان ارادوں اور نیات کے قلع قمع کے لئے تیار ہو جائیں۔

ہوا جس میں تمام اکابرین ضلع شامل ہوئے کالج کے پروفیسر اور پرنسپل، عہدیداران حکومت، اراکین کانگریس ستولا پور مولانا مدنی اور جمعیۃ العلماء بمبئی کی طرف سے مولنا نورالدین اور ان کے سیکرٹری اس جلسہ میں موجود تھے، ان کے علاوہ ہندوؤں کے پیشوا سوامی بنتفال منڈ والے بھی آئے ہوئے تھے، کئی ہزار کا مجمع تھا، یہ جلسہ تین نشستوں پر منقسم تھا، تینوں نشستوں میں مولنا محمد بڈھن صاحب کے تین لیکچر ہوئے جو بہت پسند کئے گئے۔

ہم مولنا بڈھن صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں، ہماری رائے میں اگر ہندوستان کے مختلف مقامات پر سیرت نبوی پر اسی قسم کے لیکچر وقتاً فوقتاً ہوتے رہیں اور وہاں کے لوگوں کو حضرت

جا سکتی ہے، سیاست وہ کام نہیں کر سکتی جو مذہب اور اس کی صحیح تبلیغ کام دے سکتی ہے ہماری حکومت کو چاہیئے کہ اس پہلو کی طرف بھی توجہ کرے، اور تبلیغ اسلام کے ذریعہ سے دنیا کی رائے کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے کہ اس میں بہت سے فوائد مضمر ہیں۔

آہ! خانبہادر غلام صمدانی

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت حزن و ملال سے پڑھی جائے گی کہ ہماری جماعت پشاور کے ایک نہایت معزز بزرگ خان بہادر مرزا غلام صمدانی صاحب شروع ماہ جنوری میں اس عالم فانی سے رحلت فرما کر عالم جاودانی ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خان بہادر صاحب ایک نہایت منکسر المزاج پاک طینت اور پارسا انسان تھے، اور ہمیشہ سلسلہ کے کاموں اور تحریکات میں حصہ لیتے رہے۔ دنیوی لحاظ سے آپ ایک معمولی ریڈر سے

جہیں ان کی وفات پر ان کے تمام متعلقین بالخصوص ان کے فرزند مرزا عطاء اللہ جان صاحب پولٹیکل سیکرٹری صوبہ سرحد سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اعلےٰ علیین میں جگہ دے۔

تمام جماعتوں سے التماس ہے کہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھکر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

ایک اور سانحۂ ارتحال

موضع گندف ضلع ہزارہ سے سید عبدالغفور شاہ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں بیماری بکثرت ہے جس سے ہمارا عزیز ترین لخت جگر سید عبدالودود شاہ پسر سید بہادر شاہ پندرہ سال کی عمر میں ایک دن کے بخار سے اچانک ہم سے جدا ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم سکول میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، سب احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے، مبلغ پانچ روپیہ بطور صدقہ انجمن میں ارسال ہیں ان کو یتامیٰ فنڈ میں داخل کیا جائے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں خصوصاً دعا کی استدعا کی التماس ہے"

ہم اس عزیز نوجوان کی وفات پر ان کے والدین اور تمام لواحقین سے دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتے اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے۔

امید ہے احباب جنازہ غائبانہ پڑھکر مرحوم کی روح کو ثواب پہنچائیں گے اور ان کے پسماندگان کے لئے صبر کی اور اجر عظیم کی دعا کریں گے۔

خواجہ عبدالصمد صاحب کی رہائی

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائے گی کہ ہمارے محترم دوست خواجہ عبدالصمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ سرینگر اس بے بنیاد بغاوت کے مقدمہ میں جو کہ شیخ عبداللہ کی نام نہاد حکومت نے ان کے خلاف گزشتہ دو سال سے چلائے رکھا تھا باعزت طور پر بری ہو گئے ہیں فالحمد للہ علیٰ ذالک جناب خواجہ صاحب محترم ہماری جماعت کے مخلص اور سرگرم ممبروں میں سے ہیں ہم انکی خدمت میں دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

"نور" کے خریداروں کو اطلاع

نور کی کاپیاں لکھی جا رہی ہیں انشاءاللہ جلد دوستوں کے پاس پہنچ جائیگا۔ آئندہ دوست اس پتہ پر خط و کتابت

جلسہ سالانہ کی تین تحریکیں

آمد دس یوم — شکرانہ فنڈ

دہم حصہ آمد ماہوار

کیا آپ نے ان تینوں تحریکوں میں حصہ لیا؟ اگر نہیں تو جلد توجہ فرما کر قرآن کریم کی اشاعت، غلبۂ اسلام کی تکمیل میں مامور الٰہی کا ساتھ دیں۔

ع

بہ بذلِ مال در راہش کسے مفلس نمی گردد
خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

مرتضیٰ خان اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

ترقی کر کے افسر مال کے عہدہ پر پہنچے اور خانبہادر کا خطاب حاصل کیا، کچھ عرصہ ریاست مالیر کوٹلہ میں وزیر مالیات کے عہدہ پر متمکن رہے لیکن ذیابیطس کی بیماری کی وجہ سے جو ایک عرصہ سے ان کے شامل حال تھی، جلد ہی استعفےٰ دیکر واپس چلے آئے اور خانہ نشین ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تصویر دکھائی جا سکے اور اسلام کی سچی تعلیم سے انہیں آگاہ کیا جائے تو ہندوؤں کی رائے عامہ میں اسلام کے متعلق انقلاب پیدا ہو سکتا ہے اور جو خلیج اس وقت پاکستان اور ہندوستان کے مابین حائل ہے، وہ اس ذریعہ سے آسانی کے ساتھ پاٹی

میلاد النبی صلعم بیجاپور میں

ہمارے محترم دوست مولوی محمد بڈھن صاحب مبلغ کرناٹک اطلاع دیتے ہیں کہ میلاد النبی صلعم کی تقریب پر مختلف مقامات سے انہیں مدعو کیا گیا، چنانچہ ضلع بیجاپور کے مقام ہٹوں گی میں ان کی دو تقریریں ہوئیں جو بہت پسند کی گئیں، بعد ازاں بیجاپور میں ایک بہت بڑا جلسہ

بدلے ہوئے حالات اور ہم

ایک مقالہ جو جناب غلام ربانی صاحب ایم اے نے جلسہ سالانہ میں پڑھا

مسیح موعودؑ کی راہ پر گامزن رفیقو:-

خدا تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس امر کی توفیق دے کہ ہم عہد بیعت نبھانے میں سُرخرو رہیں۔

ایک سال اور گذر گیا۔ آج پھر ہم اس جگہ اکٹھے ہوئے ہیں۔ تاکہ گذشتہ سال کا جائزہ لیں جو کام ہم نے کئے ان کا تذکرہ کریں۔ یہی مقصد ہے جس کے لئے ہم ہر سال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے تحت یہاں جمع ہوتے ہیں۔

میرے بزرگو اور بھائیو!-

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

دجالی تہذیب اور حضرت مسیح موعود

گذشتہ سال میں روئے زمین پر جلد جلد کئی ایک تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اگر ہم اپنے اردگرد کے حالات کو سرسری نظر سے بھی دیکھیں تو ہمیں ان انقلابات کا جو فکر و عمل میں آج کل ہو رہے ہیں ایک شدید احساس ضرور ہوگا جو باتیں کل تک محض پیشگوئیاں تھیں آج وہ جامد حقیقتیں بن کر ہمارے سامنے ہیں۔ ایک دن تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کہنے کو کہ یاجوج اور ماجوج کی پیشگوئی سے انگریزی اور روسی اقوام مراد ہیں، لوگ خاطر میں نہ لاتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ روسی منطقہ کا اقتدار بیرونی دنیا میں آج سے پہلے کبھی ہوا ہی نہیں۔

آج مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی کہ تباہی سے زمین اور آسمان دہل جائیں گے ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ کوریا سے لیکر جزائر تک انسان صبح و شام کسی ہیبت ناک تباہی کے منتظر ہیں۔ یہ تو ایسی باتیں ہیں جن کو زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جب ہم نے ایک مرتبہ یہ تسلیم کر لیا کہ موجودہ تہذیب دجال کی تہذیب ہے۔ یہ حاکم قومیں یاجوج اور ماجوج ہیں جن کے لئے آگ کا کھیل مقدر تھا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام جن کی آمد کا وعدہ تمام عیسائی اور اسلامی دنیا سے کیا گیا تھا اور موعود ادیان کُل جس کا کل جگ میں آنا مقدر تھا۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ہیں وہ وعدہ پورا ہو گیا تو ہم نے دوسرے سانس میں یہ بھی تسلیم کر لیا کہ یہ تباہی جو آج عالم انسانی پر محیط ہے خدا تعالےٰ کے خاص ارادے سے لائی گئی ہے تاکہ باطل کی صف لپیٹی جائے اور نئے زمین و آسمان کی تشکیل کا اہتمام کیا جائے۔ خدا تعالےٰ کی یہی سنت ہے۔ تباہی کبھی نازل نہیں ہوتی جب تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی ڈرانے والا نہ آ جائے

ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا اور ذالک ان لم یکن ربک مهلك القرى بظلم واهلها غافلون ۔ اس پر دلالت کرتے ہیں۔-

یہ نئے زمین اور آسمان کی تشکیل کا اہتمام امام الزمان کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ آج یہ اہتمام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود میں کیا گیا ہے۔

واسّہ کہ ہیچ کشتی نوحم زکر دگار
بید ولت آنکہ دور بماند زلنگرم
من در حریم قدس چراغ صداقتم
دستش محافظ است ز ہر باد صرصرم

ہماری عالمی ذمہ داری

ہم اسی جمعیت کے افراد ہیں۔ جب ہم نے مسیح کی بیعت کی تو ہم نے ایک عالمی ذمہ داری اُٹھائی۔ ہم نے برضا و رغبت یہ اقرار کر لیا کہ ہم اپنی پوری قوت سے نئی تہذیب کا سامان کریں گے لوگوں کو اس تباہی سے نکالیں گے جس کی طرف دجالی تہذیب انہیں دھکیل کرلے جا رہی ہے۔ اور اس راہ میں جان و مال، گھر در اور اگر بوقت ضرورت سر بھی نچھاور کرنا پڑا تو اس سے دریغ نہیں کریں گے، نعمت اور بلا، عسر و یسر ہر حال میں ساتھ دیں گے اور وقت پڑنے پر منہ نہیں موڑیں گے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ عہد کوئی عام عہد نہیں۔

ترقی پسندی اور اشتراکیت

سب سے پہلے آیئے ہم دیکھیں خود ہمارے وطن میں اس وقت کیا ہو رہا ہے۔ کیونکہ ہماری دعوت اپنوں اور بیگانوں سب کے لئے ہے" اگر ہم گرد و پیش کو نہ دیکھیں گے تو پھر ہم انہیں کیا سمجھائیں گے۔

رفیقو!

کچھ لوگ آج ہمارے ہاں ایسے اُٹھے ہیں جو خالص الحاد کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کا نام ترقی پسندی رکھتے ہیں ان کی دلیل اور براہین کی پہنچ پیٹ پر آ کر رک جاتی ہے۔ ان کا مسلک اشتراکیت ہے اور ان کا طریق کار طبقاتی منافرت کو ہوا دینا ہے۔ مذہب کے بارے میں فی الحال یہ خبر جابتدار ہیں بلکہ اکثر اوقات قرآن حکیم اور حدیث رسولؐ سے اپنے لئے کچھ جواز بھی نکال لیتے ہیں۔ لیکن جہاں جہاں بیرونی علاقوں میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی ہے انہوں نے ایجابی طور پر مذہب کے خلاف قوی اور مؤثر محاذ قائم کیا ہے۔

مغربی آزاد خیالی کے پرچارک

کچھ دوسرے لوگ مغربی آزاد خیالی کے پرچارک ہیں۔ گو آخر کار ان کے لئے پہلی قسم کے لوگوں میں شریک ہو جانا دشوار نہ ہوگا کیونکہ اس کے نزدیک بھی اچھائی اور برائی کا ترازو ان کی اپنی چاہت ہے آج انہیں سرمائے اور دولت کے وسیع خزانوں پر اختیار ہے۔ زمینوں کی ملکیتیں اور دیگر وسائل اقتدار ان کے پاس ہیں اس لئے انہیں اشتراکیت میں وہ فائدے نظر آ رہے ہیں جو آج انہیں حاصل ہیں لیکن جب انہیں اس سے بہتر فوائد وہاں ملے تو ان کے لئے اپنے آپ کو اس ڈھانچے میں ڈھال لینا دشوار نہ ہوگا۔

گروہِ مُلّائیت

ایک تیسرا گروہ ہے جو ان دونوں سے مختلف ہے۔ وہ اپنی چاہت اور من بھاؤنا کے پیچھے آیات کو توڑتا مروڑتا ہے، متشابہات کی پیروی کرتا ہے اور دین کو اپنے ہی ڈھنگ پر چلانا چاہتا ہے۔ اس کا یہ فعل مغربی علم و حکمت سے مرعوب ہو کر صادر ہو رہا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اسلام کی راہ ایک متعین راہ ہے لیکن وہ اپنی روایات کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتا۔ اور ان لکیر کے فقیروں کی طرح جو "وجدنا علیہ اباءنا" کے تحت اپنے دستور کے ہی قائل ہوتے تھے قرآن اور حدیث رسولؐ کو اپنے تسلیم شدہ مسلک پر ڈھالنا چاہتا ہے۔ اس طرح یہ گروہ لاشعوری طور پر پہلے دو گروہوں کا ہی ساتھ دے رہا ہے۔

فاشستائی اسلام کے مبلغ

لیکن ان تینوں گروہوں سے عجیب تر اور خطرناک ایک اور گروہ بھی آج ہمیں پیش پیش نظر آتا ہے۔ یہ گروہ ملائیت کا مادی اور خطرناک ردِ عمل ہے۔ اس جتھے نے "اسلامی نظام"، "اسلامی افکار" اور "اسلامی آئین" کے بڑے دلفریب پوسٹر اُٹھا رکھے ہیں، ہر گلی اور بازار میں دین کا یہ غمخوار طبقہ فاشستائی اسلام کی تبلیغ کرتا پھرتا ہے وہی اپنے مخالفین کے لئے پھانسیاں وہی افکارِ غیر کی بیخ کنی وہی حاکمیت ملاّ۔ اور وہی قدامت پرستی اس کا طغرائے امتیاز ہے۔ اسلام کا نعرہ لگانے لگا مقاصد کا منطقی نتیجہ خالص دہریت پر جا کر نکلتا ہے اس کی دعوت اور کسی آریہ سماجی، عیسائی، یا زرتشتی دعوت میں کوئی فرق نہیں۔

فیصلہ کے موڑ پر

میرے بزرگو اور ساتھیو!

یہ ہے ہمارے وطن کی حالت اور بدیشں میں تو اشتراکیت کے استیلا سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ ان کا طوفان ایشیا کے ایک بہت بڑے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے اور ہر آن یہ ہمارے وطن کے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ سودی سرمایہ دارانہ نظام کی بنیادیں ہل رہی ہیں اور اس کے انہدام کا زمانہ کچھ منتظر ہی ہے۔

آیئے اب اس پس منظر میں ہم اپنا آپ بھی جانچیں۔ آج ہم ایک ایسے موڑ پر کھڑے ہیں جہاں فیصلہ بہت آسان ہے۔ ہمیں اپنی دعوت دور و نزدیک حالات کے مطابق ہی دینا ہوگی۔ ہم واقعات سے آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔

یہ نظریات کا زمانہ نہیں

ہمارا زمانہ محض نظریات کا زمانہ نہیں یہ وعدوں کا ایفا بھی چاہتا ہے۔ یہ دلوں کو ٹٹولتا ہے، کیا محبت کے وہ پاک چشمے فی الواقع ہیں بھی یا نہیں جو انسان کو انسان کا بھائی بناتے ہیں، اس میں اجتماع اور حصول کی جبلت کا شدید تحرک پیدا کرتے ہیں۔ اسے ایک دوسرے کے غم اور خوشی کا ساتھی دیکھتے ہیں جب ہم مادیت کو ٹھکراتے ہیں تو اس لئے کہ ہم انسانی شرف کو بلند مانتے ہیں۔ روح کو جسم سے الگ کرتے ہیں اور جسم کی تمام خواہشات کو روح کے تابع کرتے ہیں۔ نفسانی خواہشات کو برا سمجھتے ہیں اور انسانی جذبات کو سراہتے ہیں۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ مسیح کے ساتھیوں کو اس سے ذرا اور آگے بڑھنا پڑھتا ہے۔ وہ مچھر نہیں چھانتے اور اونٹ نہیں نگلتے۔ وہ ظاہر میں حلم نہیں دکھاتے حالانکہ اندر سے سانپ ہوں۔ وہ بھیڑیوں سے اپنے ریوڑ کو بچانے نکلے ہیں۔ گلہ بانی آسان نہیں۔ یہ ناپ کا معیار بڑا تیکھا ہے۔ یہاں خالی خولی باتوں اور سیکھے ہوئے محاورات سے کام نکالنا دشوار ہے۔ یہ محبت قول و فعل کی یگانگت چاہتی ہے۔ اور یہی وہ کشتی ہے جو ان تند موجوں سے بچا کر لے نکلتی ہے۔ اسی کو اسم احمدؐ کی تجلی کہتے ہیں۔ یہی مسیح کا روپ بھرتی اور کرشن کلدنگ حاصل کر کے دور و نزدیک

مادیت کے چنگل سے انسانوں کو نجات دینی ہے

ایک ہی دینی دعوت

غور سے دیکھیں تو آج کرۂ زمین پر صرف ایک ہی دعوت ہے جو اس نصب العین کی طرف عوام اور خواص کو بلاتی ہے۔ یہ نصب العین انبیاء کا ہے۔ اور آج ان کا قائم مقام حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ہے جس میں نبوت کے کمالات کا انعکاس ہے جو حقیقت نبوت کا مظہر ہے۔ نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور محمد رسول اللہ صلعم کا بروز تام ہے۔ یہ دعوت سیاسی نہیں خالص دینی ہے۔ یہ مادیت سے انکار ہے اور روحانیت کا اثبات ہے اس کا نعرہ یہی ہے کہ انسان صرف روٹی سے ہی زندہ نہیں رہتا بلکہ اس کلمہ سے جو خداوند کے منہ سے نکلتا ہے۔

وطن کی دوسری تحریکیں

اپنے وطن کی سب تحریکوں پر نظر دوڑا کر دیکھ لیں آپ کسی میں بھی یہ بات نہ پائیں گے۔ آپ کے دیس کے اشتراکی اگر عقل محض کے بل پر ایک متشدد حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں تو یہاں کے جدید مُلّا اسے مذہبی فسطائیت میں دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ اگر اشتراکی غیر اشتراکیوں کو اپنے اسٹیٹ میں رہنے سے روکتے، اور واجب القتل گردانتے ہیں تو یہ ملّا مرتدین ملحدین اور کفار کے لئے بھی وہی سزا تجویز کرتا ہے روٹی کا پجاری اشتراکی ہو یا ملّا جسم کو روح سے افضل مانتا ہے۔ ریاست کا بتکدہ اس کا معبد ہے اور جاہ طلبی ہی صبح سے شام تک یہ اس چوکھٹ پر ہزاروں سجدے کرتا ہے جس کے ذریعے یہ اقتدار کی کنجیاں حاصل کرسکے انسان کی خدمت جاہ پرستی اور جاہ طلبی کے بغیر اس کے ہاں ممکن نہیں۔ یہ خودغرضی سے الگ نہیں ہوسکتا۔ یہ انسانیت کے شرف کو بیدار کرنے سے قاصر ہے اور نہ اس کے شرف کو تسلیم کرتا ہے۔

فراموش شدہ اقدار

لیکن انبیاء نے کبھی ایسا نہیں کیا آج ہم نے جس کی بیعت کی ہے وہ انبیاء کے موقف کو ہمارے سامنے پیش کرتا ہے ہم پر کس قدر ذمہ داری ہے۔ ایک طرف مادہ پرست اور مذہب پرست ہیں جو تمام تر مادیت کے پرستار ہیں۔ دوسری طرف ہم تن تنہا ہیں جو اُن اقدار کو قائم کرنے نکلے ہیں جو انسان آج بھول چکے ہیں۔ انسانوں نے فراموش کردیا ہے کہ ایک خدا ہے جو اس جہان کا مالک ہے۔ جس نے تمام جہانوں کو پیدا کیا۔ لوگ بھول گئے ہیں کہ ان کے باہمی حقوق و فرائض کیا ہیں مریض فاقہ کش، محنتی، مزدور، ماتحت، ابن السبیل حاجت مند، کس قدر ہیں جو آج ہمارے سامنے محض اس لئے سرگرداں اور خاک بسر ہیں کہ انسانوں کی باہمی محبت ختم ہوچکی ہے۔ یاد رکھیں طبقاتی منافرت کے اصول کے لئے کوئی بھی انجام نہیں۔ یہ نفرت آج سرمایہ دار اور مزدور سے نکل جائے گی لیکن اشتراکی سماج کے ممبروں اور ماتحتوں، افسروں اور کارکنوں، حاکموں اور محکوموں میں اس سے شدید تر ہوگی۔

انسانوں میں کلبیت کے آثار

ہم کتوں کو ہڈی پر لڑتا دیکھتے ہیں تو کیسا محسوس کرتے ہیں! کیا طبقاتی کشمکش انسانوں میں "کلبیت" کے آثار کا نقطۂ کمال نہیں۔ وہ بڑے مالدار لوگ جو آج اپنے نادار اور غریب بھائیوں کی حاجت برآری نہیں کرتے ان کے غم اور درد کا انہیں احساس نہیں اُن کے مرض اور مرگ میں ان کا ساتھ نہیں دیتے کیا وہ اسی "کلبیت" کا مظاہرہ نہیں کرتے جو بڑے اور طاقتور کتے کے پاس ہڈی کے پہنچ جانے پر ہوتا ہے۔ آج انسان بھول بیٹھے ہیں کہ جسم کی خواہشات سے پرے ایک سکون اور راحت کی دنیا بھی ہے جسے ہم روحانی خوشی کہتے ہیں۔ یہ خوشی آج نہ اشتراکی سماج میں ہے نہ سُودی سرمایہ داروں میں نہ مُلّا کے دین میں ہے اور نہ دہری و فلسفی میں۔ اشتراکی سماج آپ کو وہی دیتا ہے بالکل ان پالتو جانوروں کی طرح جنہیں آپ نے سواری کے لئے پالا ہے یا دُودھ دوہنے کے لئے آپ کام میں لاتے ہیں یا شکار پر جاتے وقت آپ کو ان کی ضرورت پڑتی ہے —— محبت اور خوشی جیسی زندگی کی تلاش ہو آپ یہاں کبھی نہ پائیں گے۔ سُودی سرمایہ داری تو سر بسر نفرت، انتفاع، لوٹ کھسوٹ اور بے دردی کا ایندھن ہے۔ یہ جلن ہے جس سے سینے آج پھنک رہے ہیں۔ آپ اس ظاہری چال و ڈھنگ پر نہ جائیں ان کے تلے وہ لاوا ہے جس کی لپیٹ میں انسانی تہذیب ہے۔

ایک دوسرے کو دُکھ درد کا احساس

کیا ہم اس کا مداوا نہ کریں گے؟ خوب سوچیں۔ ہم شہادت حق ادا کرنے اُٹھے ہیں۔ سچی شہادت ادا کرنی فرض ہے چاہے اپنے والدین، اخوا اور اقرباء یا خود اپنے خلاف بھی کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔ ہمارا امام جیسے مسیح اور مہدی ہے ویسے وہ اللہ کے حکم سے کرشن اوتار بھی ہے جو موجودہ کل جگ میں گائیوں کی پالنا کرنے کے لئے آیا ہے۔ ہم اس کے قائم مقام ہیں تو ہمارے لئے تمام مخلوق ایک جیسی ہے پھر کیا ہم تمام انسانوں کی بھلائی کے لئے کوشاں نہ ہوں گے۔ یہ بھلائی کیا ہے۔ وہ اس ابدی خوشی کو زندگی میں ڈھالنا ہے کیا ہم نے کبھی محسوس نہیں کیا کہ اگر ہمارے گھر میں کوئی بیمار پڑتا ہے تو ہم کس قدر بے چین ہوتے ہیں۔ شہر کے بہترین طبیب ڈھونڈتے ہیں اپنا اندوختہ خرچ کرتے ہیں اور بسا اوقات قرض لے کر اس کی جان بچاتے ہیں۔ کیا یہی بے چینی ہم اپنے پڑوسی کے لئے بھی محسوس کرتے ہیں؟ کیا یہی بے چینی ہم اپنے ان ساتھیوں کے لئے بھی اپنے آپ میں پاتے ہیں جنہوں نے ہمارے ہمراہ دین نافذ کرنے کا عہد باندھا ہے، اگر نہیں تو پھر ہم نے انہی اقدار کو ختم کردیا ہے جنہیں منوانے ہم نکلے ہیں۔

ماتحتوں کا خیال

اور آگے بڑھیں تو کبھی یوں بھی ہوا ہے کہ ہمارے ماتحت مزدوروں کا ایک گروہ کام کرتا ہے۔ کیا ہم نے ان سے اُن کے گھر کی حالت پُوچھی ہے۔ ان میں سے کئی ایک کے دل غربت کی وجہ سے فگار ہوتے ہیں۔ کئی ایک کے بچے تعلیم حاصل نہیں کرسکتے، کئی ایک کی بیویاں بیمار ہوتی ہیں جن کے لئے دوا کا بندوبست نہیں ہوتا کئی ایک کی بیٹیاں اور بیٹے عمر بھر اَن بیاہے رہتے ہیں کیونکہ ان کے پاس انہیں بیاہنے کو روپیہ نہیں ہوتا، کئی ایک کو خاطر خواہ رہنے کو جھونپڑا نہیں۔ کیا ہم نے کبھی ان تمام باتوں کو دیکھا ہے۔ ذہن سے محسوس کرنے کی کوشش نہ کریں۔ یہ کام دل کا ہے، اور اور محبت کے اتھاہ جذبات کے بغیر یہ احساس ممکن نہیں۔

انتقام کا جذبہ

آگے چلیں۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ اختیارات ہمارے ہاتھ آگئے ہیں۔ پھر کیا ہم نے انہیں استعمال کرتے ہوئے اپنی نفسانی خواہشات کو الگ کیا ہے۔ کیا مدت مدید کی بھولی ہوئی دشمنیاں اس دن ہمیں یاد نہیں آجاتیں اور ہم انتقام کے ہوا لائحی سے دیکھنے شروع نہیں ہوجاتے۔ کیا مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ ہمیں یاد رہتے ہیں؟

مسیح موعودؑ کی تعلیم

"خدا کے بندوں پر رحم کرو اور اُن پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو۔ مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو۔ اور کسی پر تکبر نہ کرو۔ گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو چاہے وہ گالی دیتا ہو۔ تم غریب حلیم، نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر اندر سے بھیڑیئے ہیں۔ بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہوسکتے۔ جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہوکر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر، عالم ہوکر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خودنمائی سے ان کی تذلیل، اور امیر ہوکر غریبوں کی خدمت کرو نہ خودپسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرو۔ تقوےٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اپنے مولا کی طرف منقطع ہوجاؤ اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقوےٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن گذارا۔

دنیا کی لعنتوں سے نہ ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہوجاتی ہیں اور دن کو رات نہیں کرسکتیں، بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جس پر پڑتی ہے دونوں جہان میں اس کی بیخکنی کرتی ہے۔ ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ .... تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو گالیاں سنو اور شکر کرو۔ ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔

تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔"

(کشتی نوح ص)

خوب سوچیں یہ الفاظ اس کے ہیں جسے ہم نئی دنیا کا رہبر مانتے ہیں۔ جس کی اطاعت میں ہم نئی تہذیب کا سامان کرنے نکلے ہیں۔ پھر ان الفاظ میں ہم اپنا محاسبہ کریں۔ کتنی باتیں ہیں جو ابھی تک ہم نے نہیں کیں۔ کتنے دُکھ کے مارے ہمارے دعوے کا ہم سے ثبوت طلب کرتے ہیں۔

(باقی دارد)

انسانیت کا صحیح تصوّر اور اسلام

نیٹشے کے فلسفہ پر کڑی تنقید

تقریر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع بر موقعہ جلسہ سالانہ

(۲)

حضرت نبی کریم صلعم کی جمالی صورت

یہ ہے اس پُرہیبت انسان کی جلالی صورت، آؤ آپ کو اس کی جمالی صورت بھی دکھائیں، خیر البشر حضرت محمد رسول اللہ اپنے گھر بیٹھے اپنی ٹوٹی ہوئی جوتی کو خود اپنے مقدس اور خوبصورت ہاتھوں سے گانٹھ رہے ہیں۔ حضرت صلعم کتنے خوبصورت اور حسین تھے، اس وقت کے مشہور شاعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حضور کے حسن کا نقشہ یوں کھینچا ہے

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

آپ سے زیادہ حسین میری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ اور آپ سے زیادہ جمیل عورتوں نے کوئی نہیں جنا۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے۔ گویا کہ آپ جیسا چاہتے تھے ویسے ہی پیدا کئے گئے۔

حضرت خیر البشر محمد رسول اللہ صلعم کی بیگم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت رسول خدا اپنے ہاتھ سے اپنی پھٹی جوتی گانٹھ رہے تھے اور میں سامنے بیٹھ کر چرخہ کات رہی تھی کہ میں نے یکایک دیکھا کہ حضرت کی پیشانی پر پسینہ ڈھلک رہا ہے اور اس کے اندر سے ایک نور اُبھر رہا ہے۔ میں حسن کے اس نظارہ سے سراپا حیرت بن کر رہ گئی کہ اتنے میں حضرت نے سر مبارک اُوپر اُٹھا کر میری طرف دیکھا اور مجھے حیرت زدہ پا کر فرمایا عائشہ کیا بات ہے آپ حیران سی کیوں ہو رہی ہیں؟ اس پر میں نے مشاہدہ جمال کا سارا قصہ پیش کر دیا اور عرض کی کاش ایام جاہلیت کا مشہور شاعر ابو کبیر ہذلی آج زندہ ہوتا تو اپنے اشعار کے صحیح مصداق کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا۔ میرا یہ بیان سن کر حضرت نے فرمایا بیگم ہم بھی سننا چاہتے ہیں ابو کبیر ہذلی نے کیا کہا تھا۔ حضرت کی فاضلہ و ادیبہ بیگم نے ابو کبیر ہذلی کے اشعار فرمائے۔

وَمُبَرَّءٍ مِّنْ کُلِّ غُبَّرِ حَیْضَۃٍ
وَفَسَادِ مُرْضِعَۃٍ وَدَاءٍ مُّعْضِلٖ
وَاِذَا نَظَرْتَ اِلٰی اَسِرَّۃِ وَجْہِہٖ
بَرَقَتْ کَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَہَلِّلٖ

ولادت اور رضاعت کی آلودگیوں سے پاک۔ ان کے درخشاں چہرے پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ ایک نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے۔

حضرت خیر البشر صلعم اپنی بیگم کے منہ سے یہ اشعار سن کر بہت خوش ہوئے۔ ہاتھ میں پھٹی جوتی اور دھاگا جو کچھ بھی تھا زمین پر رکھ دیا اور اُٹھے اور از راہ قدر دانی بیگم کی پیشانی کو چوم لیا اور پھر اتنی قدر دانی پر ہی موقوف نہ رکھا بلکہ مزید قدر دانی کے لئے زبان مبارک سے کیا خوبصورت پھول جھڑ گئے۔ فرمایا مَا سُرِرْتُ مِنِّیْ کَسُرُوْرِیْ مِنْکِ۔ بیگم! آپ کو میرے جمال کے نظارہ سے اتنا سرور حاصل نہ ہوا ہوگا جتنا مجھے آپ کے کلام سے سرور حاصل ہوا۔

نیٹشے کے فلسفہ میں عورت کی حیثیت

نیٹشے کا فوق البشر حضرت خیر البشر کے اس مقام کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ نیٹشے نے تو ایک مقام پر لکھا ہے کہ "عورتوں سے نپٹنے کے لئے اپنا دُرّہ ہر وقت تیار رکھو" گویا نیٹشے کی انسانیت حسن سلوک اخلاق اور شرافت سے خالی ہے اس کے پاس عورت کے لئے صرف دُرّہ ہی تھا اسی طرح نیٹشے ایک اور مقام پر لکھتا ہے، کہ "عورت ایک خطرناک کھلونا ہے" گویا نیٹشے کی انسانیت عورت کو ایک کھلونے سے زیادہ کوئی مقام نہیں دیتی "خطرناک کھلونا" کا فقرہ بھی نیٹشے کی ایک ذہنی غلطی کو پیش کرتا ہے خطرناک کھیل تو ہو سکتا ہے لیکن خطرناک کھلونا نہ آج تک بنا ہے نہ آئندہ بنے گا۔ نیٹشے ایک اور مقام پر لکھتا ہے کہ "شیریں ترین عورت بھی تلخ ہوتی ہے" اور پھر لکھتا ہے "مرد جنگ کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور عورت اس کی تفریح کے لئے باقی سب لغو باتیں ہیں" یعنی نہ عورت کا کوئی مقام ہے نہ عزت وہ تو مرد کی تفریح کا ایک سامان ہے۔ لیکن اسلام نے عورت کو مرد کی طرح اشرف المخلوقات مانا ہے۔ نیٹشے کی انسانیت عورت کے مقام اور مرتبہ کا اندازہ نہ کر سکی یہ گرانمایہ دولت نہ اسے عیسائیت سے مل سکتی تھی نہ اس کی دہریت کے تراشے ہوئے "فوق البشر" کو اس بلند مقام کی خبر تھی عورت کے اس مقام کی اطلاع اسے اسلام اور صرف اسلام ہی دے سکتا تھا۔ یورپ کی عورت کی زبوں حالی بداخلاقی اور مردوں کے ساتھ بے غیرتی کا نقشہ یورپ کا مشہور مفکر کارلائل یوں کھینچتا ہے:۔

"یورپ کی عورتیں لباس، چال ڈھال میں بازاری عورتوں سے بالکل مشابہت اختیار کر چکی ہیں جب ان کا بیرونہ بازاری عورتوں سے ملتا جلتا ہے تو یقیناً اندرونہ بھی ملتا جلتا ہوگا"

اور پھر کارلائل لکھتا ہے:۔

"کہ ایک بیوی غیر مرد کے سینہ سے سینہ لگا کر کمر میں ہاتھ ڈال کر ناچتی اور تھرکتی ہے اور خاوند بے غیرت ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتا، اور پھر ایک بہن اپنے بھائی کے سامنے اور ایک بیٹی اپنے باپ کے سامنے اسی طرح ڈانس کر رہی ہوتی ہے اور ان بے غیرت بھائیوں اور باپوں کو مطلق احساس تک نہیں ہوتا"

آگے چل کر فیور کارلائل لکھتا ہے:۔

"ان تمام فواحشات اور بے حیائیوں کا ایک اور صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ ہے محمدؐ کی شریعت"

وقت آ رہا ہے کہ دنیا اسے تسلیم کرے گی کہ عورت ہو کہ مرد ان کو انسانیت کا صحیح مقام اگر مل سکتا ہے تو حضرت خیر البشر کے حضور سے ہی مل سکتا ہے۔

حضرت نبی کریمؐ کا کمزوروں کو معاف کرنا

ایک جنگلی آیا اور حضرت خیر البشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر سے پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا۔ چادر کا کنارہ موٹا تھا رگڑ سے نرم اور نازک گردن زخمی ہو گئی۔ اور پھر اس جنگلی نے نہایت کرخت آواز میں کہا "محمدؐ یہ مال تمہارے باپ کا نہیں خدا کا ہے۔ مجھے ایک اونٹ غلے سے لدوا کر دیدو"۔ حضرت خیر البشر صلعم نے اپنی زخمی گردن دکھا کر اس جنگلی سے فرمایا کہ تم نے مجھ سے جو سلوک کیا ہے اس کا کیا جواب ہے۔ جنگلی نے کہا میں کچھ نہیں جانتا مجھے غلے کا ایک اونٹ چاہیئے۔ زخمی گردن والے خیر البشر صلعم کے پاس کئی "وقاص" گردن توڑنے والے اور کئی "کرار" چیرنے پھاڑنے والے موجود تھے، ایک اشارے سے ہی اس جنگلی کی تکہ بوٹی کرائی جا سکتی تھی لیکن چشم فلک نے دیکھا کہ زخمی گردن دیکھ کر جنگلی کے ہاتھ کا جھٹکا اور زبان کے غیر مہذبانہ الفاظ سامنے آ کر حضرت خیر البشر کو سزا پر ابھار رہے تھے۔ مگر چشم فلک حیرت زدہ رہ گئی کہ حضرت نے سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا۔ اس شخص کو اس کے مطالبہ کے مطابق ایک اونٹ غلے کا دیدو اور ایک اونٹ کھجوروں کا ہماری طرف سے عنایت کر دو۔ کڑوی باتیں سن کر میٹھی کھجوریں پیش کرنا اور ایک اونٹ کی جگہ دو اونٹ عطا فرمانا حضرت خیر البشر کی بلند و بالا انسانیت کا ہی کام ہو سکتا تھا۔ نیٹشے کا فوق البشر تو اس جنگلی کو بال بچوں سمیت موت کے گھاٹ اُتار دیتا۔

جنگلی کے اس ناروا سلوک پر صبر کرنے والا کوئی بے بس بیچارہ نہ تھا وہ خدا کا شیر تھا۔ میدان بدر میں کھڑا ہوتا ہے تو آن کی آن میں مکہ کے بڑے بڑے سرداروں ابو جہل شیبہ۔ عتبہ۔ عقبہ ولید۔ اُمیہ کو مولی گاجر کی طرح کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ جب مکہ کے ان اکابرین کی لاشیں بدر کے گڑھے میں ڈال دی گئیں تو مکہ کا ایک شاعر دل کھڑا کر دینے والا مرثیہ کہتا ہے

وَمَاذَا بِالْقَلِیْبِ قَلِیْبِ بَدْرٍ
مِنَ الشِّیْزٰی تُزَیَّنُ بِالسَّنَامِ
وَمَاذَا بِالْقَلِیْبِ قَلِیْبِ بَدْرٍ
مِنَ الْقَیْنَاتِ وَالشَّرْبِ الْکِرَامِ
تُحَیِّیْ بِالسَّلَامَۃِ اُمُّ بَکْرٍ
وَھَلْ لِیْ بَعْدَ قَوْمِیْ مِنْ سَلَامٍ

مکہ کا یہ شاعر حیرت زدہ ہو کر کہتا ہے کہ میں بدر کے کنوئیں میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ مکہ کے ان سرداروں کی لاشیں جن کے آگے اونٹ کے کوہان کے گوشت سے مزین بڑے بڑے پیالے رکھے جاتے تھے۔ بدر کے کنوئیں میں کیا ہے؟ ان سرداروں کی لاشیں جن کے آگے ناچنے والی عورتیں ناچتی تھیں، اور وہ بڑی قیمتی شراب پینے والے تھے۔ میری بیوی اُم بکر تو رات دن ان کی سلامتی کی دعائیں مانگا کرتی تھی مگر قوم کے ان سرداروں کی موت کے بعد اب سلامتی کہاں۔

خیر البشر کے اس جلال کے مقابلہ میں حضرت کا جمال ملاحظہ ہو۔

ناتوانوں کی حمایت

حضرت خیر البشر صلعم کا گذر ایک کوچہ سے ہوا۔ دیکھا ایک آدمی چکی چلا رہا ہے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں، حضرت خیر البشر نے دریافت فرمایا بھائی کیا معاملہ ہے؟ جواب ملا کہ میں ایک یہودی کا غلام ہوں۔ میرا آقا بہت سخت گیر ہے۔ میں بیماری سے ابھی ابھی اُٹھا ہوں اور کمزور ہوں سخت گیر آقا کا حکم ہے کہ تمہاری بیماری کی وجہ سے ہمارا بہت حرج ہوا۔ ایک ڈھیر دانوں کا ڈال کر

حکم دیا کہ مغرب سے پہلے پہلے انہیں پیسنا ہو گا ورنہ تمہاری خیر نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ وقت تھوڑا رہ گیا ہے اور کام ابھی بہت باقی ہے۔ اپنی بدبختی پہ آنسو بہا رہا ہوں۔ حضرت خیر البشر نے یہودی کے اس غلام کا یہ دردناک قصہ سن کر فرمایا۔ بھائی بیٹھو ہم تمہارے دانے پیس دیں گے۔ اور پھر حضرت چکی پر بیٹھے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے مغرب سے پہلے پہلے اس غلام کے دانے پیس کر رکھ دیئے اور فرمایا جب تک تمہارے بدن میں پوری طرح طاقت نہیں آجاتی محمدؐ تمہارے دانے پیس جایا کرے گا۔ یہ ہے انسانیت کا اصل مقام۔

نیٹشے کی انسانی ہمدردی

اب سنئے نیٹشے کیا کہتا ہے۔

جذبات ترحم سے جو رقت پیدا ہوتی ہے وہ ہلاک کرنے والی ہے۔ کسی مصیبت کے مارے کو دیکھ کر ہمارا دل پسیجتا ہے تو گویا ہم اس کے درد میں اپنے درد کا اضافہ کر کے انسانی درد و غم کو دوگنا کر دیتے ہیں"

یہ ہے نیٹشے کا فلسفہ جس پر بے خبر نوجوان اترا رہے ہیں۔ اسلام نے کسی کے درد کو دیکھ کر رقت اور درد پیدا کرنا ہی کافی نہیں سمجھا بلکہ دردمند کے درد کا علاج کر کے اس کے دکھ درد کو دور کرنے کو اصل انسانیت قرار دیا ہے ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

جس رقت کو نیٹشے مہلک قرار دیتا ہے وہی تو اصل شے ہے۔ ؏

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

یہ رقت ایک طرف اگر ایک رحم دل انسان کو قربانی پر ابھار کر اس کے لئے جنت تیار کر دیتی ہے، تو دوسری طرف دردمند انسان کے دکھ درد کو دور کر کے اسکو ایک امن و چین کی زندگی نصیب کرتی ہے

اسلام کی پیدا کردہ تبدیلی

ملک شاہ والی بلخ مصروف شکار تھا کہ ناگہاں اس کا ایک تیر کھیت میں ہل چلاتے ایک نوجوان کو لگا اور وہ جاں بحق ہو گیا۔ شاہ بلخ کو سخت صدمہ ہوا متوفی نوجوان کے بوڑھے باپ کو بلوا بھیجا اور اپنے محل سے ایک تھال جواہرات کا منگوایا اور جواہرات پر تلوار رکھ کر وہ تھال سوگوار بوڑھے کی طرف بڑھایا دردمند اور سوگوار باپ نے جو جواب دیا اس کو اس شعر میں کیا خوب ادا کیا گیا ہے ؎

گر صد ہزار لعل و گہر ہے دہی چہ شود
دل را شکستۂ نہ کہ گوہر شکستۂ

ہزار مل جواہرات بھی دو تو بے فائدہ۔ تم نے میرا دل توڑا ہے نہ کہ کوئی گوہر توڑا ہے۔

شاہ بلخ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا بوڑھے بزرگ آپ کو غلطی لگی ہے۔ میں نے تھال میں پہنچے جواہرات رکھے ہیں اور اوپر تلوار رکھی ہے۔ بدلہ لینا چاہو تو تلوار اٹھا کر میرا سر قلم کر دو۔ خوں بہا لینا چاہو تو جواہرات حاضر ہیں شاہ بلخ کی اس جوانمردی کو دیکھ کر بوڑھے بزرگ کا سارا ہم و غصہ دور ہو گیا اور خوں بہا لینے پر رضامند ہو گیا۔ بلخ کے بادشاہ کو انصاف و انسانیت کا یہ بلند مقام حضرت خیر البشر صلعم کے مقدس قدموں سے ملا ورنہ نیٹشے تو کہتا ہے۔

"عوام اگر تباہ ہو جائیں تو پروا نہ کرو۔ پرواہ تو ان ہستیوں کی کرنی چاہیئے جن کی خاطر یہ دنیا قائم ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ نیٹشے کی تعلیم کے زیر اثر ہوتے والا فوق البشر ہٹلر اور اس کا دست راست مسولینی اسی رنگ میں رنگین تھے۔ مسولینی ستر اسی میل کی رفتار سے موٹر کار چلاتا اور اگر کوئی بچہ موٹر کے نیچے کچلا جاتا تو کار کو کھڑا کئے بغیر یہ کہتا ہوا آگے بڑھ جاتا کہ تم قوم کے کام پر جا رہے ہیں۔ قوم کے مفاد پر ایسے سینکڑوں بچے قربان۔ مسولینی کی انسانیت اس کا اندازہ نہ لگا سکتی تھی کہ یہی بچے آئندہ بننے والی قوم ہیں جنہیں وہ بیدردی سے کچلتا پھرتا ہے۔ جس طرح مسولینی خود بلند و بالا انسانیت سے محروم تھا اسی طرح اس کی قوم بھی اس مقام سے ناآشنا تھی۔ جب مسولینی کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا اور اس کی لاش ایک کھلے میدان میں ڈال دی گئی تو ہزاروں انسان مسولینی کے منہ میں پیشاب کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بازی لے جا رہے تھے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت امام شافعی کا واقعہ

حضرت امام شافعی گھوڑے پر سوار ہیں اور عقیدتمند سواری کے آگے پیچھے چل رہے ہیں مصر کی ایک گلی سے گذر رہے تھے کہ اوپر سے کسی نے راکھ کا بھرا ہوا مرتبان انڈھیل دیا۔ راکھ حضرت کے سر آنکھوں، کانوں، چہرہ، ڈاڑھی اور تمام کپڑوں پر پڑی۔ امام صاحب سواری سے اتر پڑے اور نہایت اطمینان سے سر منہ اور کپڑوں کو جھاڑنے اور صاف کرنے لگے۔ ساتھیوں نے عرض کیا اَلَا تُزْجِرُهم کیا ان گھر والوں کو آپ ڈانٹ ڈپٹ نہ فرمائیں گے کیوں انہوں نے اس لاپرواہی سے راکھ پھینکی امام صاحب نے جواب دیا سنو اور غور سے سنو

مَنِ اسْتَحَقَّ النَّارَ وَصُولِحَ بِالرَّمَادِ فَلَيْسَ لَهٗ اَنْ يَّغْضَبَ۔

یعنی میرے اعمال تو اس لائق تھے کہ مجھ پر آگ ڈالی جاتی لیکن راکھ پر ہی معاملہ ٹل گیا پھر یہ کہاں جائز ہے کہ غصہ کیا جائے۔

نیٹشے اور اس کا فوق البشر انسانیت کے اس بلند ترین مقام کو کیا سمجھے انسانیت کی یہ بلندی تو اسلام اور صرف اسلام ہی بخش سکتا ہے۔ نیٹشے اور اس کے فوق البشر کی انسانیت تو یہی ہے کہ راکھ ڈالنے والے کو ان کے بال بچوں سمیت جلا کر راکھ کر دیا جائے۔ اس لئے کہ:۔

"عوام اگر تباہ ہو جائیں تو پرواہ نہ کرو۔ پرواہ تو ان ہستیوں کی کرنی چاہیئے جن کی خاطر یہ دنیا قائم ہے"

اسلام کا ایک بادشاہ

خلیفہ ہارون الرشید دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوا تو قیلولہ کرنا چاہا۔ لونڈی کو حکم ہوا کہ کمرہ میں جا کر بستر درست کرے۔ لونڈی نے بستر درست کیا تو بستر سے عطریات کی خوشبو سے بہت محظوظ ہوئی۔ خیال آیا کہ اس نرم اور گداز و معطر بستر میں تھوڑی دیر لیٹ کر لطف لیں لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔ خلیفہ ہارون الرشید اندر آیا تو لونڈی کو بستر پر موجود پا کر سخت برہم ہوا کہ لونڈی شاید کسی بری نیت سے بستر میں ہے چابک سڑاک پٹاک کی آواز سے لونڈی پر برسنے لگا لونڈی گھبرا کر اچھلی اور نیچے زمین پر آ رہی اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ خلیفہ کو رحم آیا اور معذرت کی کہ تمہیں چابک سے تکلیف پہنچی اور تم رو رہی ہو۔ لونڈی نے عرض کیا جہاں پناہ میں چابک کی مار کی وجہ سے نہیں رو رہی۔ خلیفہ نے پوچھا تو پھر کس وجہ سے رو رہی ہو؟ لونڈی نے عرض کیا کہ میں اس خیال سے رو رہی ہوں کہ اس بستر میں تھوڑی سی دیر سونے کی وجہ سے میرا یہ حال ہوا ہے میرا آقا تو ایک عرصے سے اس بستر میں سو رہا ہے آگے چل کر اس کا کیا حال ہو گا۔ خلیفہ لونڈی کا بیان سن کر بہت دیر تک زار زار روتا رہا۔ اپنا مقام اور ذمہ داریاں اس کی آنکھوں کے سامنے آگئیں۔

نیٹشے کا انجام

نیٹشے انسانیت کی ان باریکیوں کو کیا سمجھے فطرۃ اللہ کے مطابق انسانیت کو چھوڑ کر خود تراشیدہ انسانیت کا تصور اس کے لئے وبال جان بن گیا۔ نیٹشے ۱۸۴۴ء میں پیدا ہوا ۱۸۸۹ء میں یعنی ۴۵ سال کی عمر میں اس کا دماغ خراب ہو گیا۔ برابر گیارہ سال اسی حالت میں رہ کر ۱۹۰۰ء میں مر گیا۔ اس نے کل ۵۶ سال عمر پائی۔ وہ زور زور سے بولتا اور چیخ چیخ کر لوگوں کو کہتا پھرتا کہ میں اٹلی کا بادشاہ ہوں۔ میں خدا ہوں۔ میں نے زمین و آسمان پیدا کئے میں نے چاند، سورج ستارے بنائے وغیرہ وغیرہ۔ وہ نیٹشے جس نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "زردشت" میں ایک فرضی زردشت کو پہاڑ سے نیچے اتارا زردشت نے جنگل میں ایک آدمی کو خدا کی یاد میں مشغول پا کر کہا کہ کیا اس بیوقوف آدمی کو یہ مشہور خبر ابھی تک نہیں پہنچی کہ خدا مر گیا ہے؟

لیکن حی و قیوم خدا کا تصرف ملاحظہ ہو کہ نیٹشے نہیں مرا کہ اس کے منہ سے کہلوا دیا کہ میں خدا ہوں یہ زمین و آسمان چاند سورج ستاروں کو پیدا کرنے کے لئے کسی خدا کی ضرورت ہے۔ رہ گیا نیٹشے کا یہ دعوے کہ وہ خدا ہے یہ دعویٰ اسی طرح غلط تھا جس طرح اس کا یہ دعوے کہ میں اٹلی کا بادشاہ ہوں۔ حالانکہ وہ اٹلی کا بادشاہ ہرگز نہ تھا۔

نیٹشے نرا جلال ہی جلال تھا آسمان کے جمال سے اسے کوئی حصہ نہ ملا تھا اس لئے وہ سنبھل نہ سکا۔ نیٹشے ایک کوہ آتش فشاں تھا۔ آتشیں مادے اور شعلے اس کے اندر سے نکل کر بلند ہوتے اور خود اسی پر پڑتے اور وہ بھسم ہو کر رہ گیا۔ لیکن برخلاف اس کے حضرت خیر البشر نہ صرف محمدؐ تھے بلکہ احمدؐ بھی تھے۔ حضور کو جلال کے ساتھ جمال سے بھی مزین فرمایا گیا تھا۔ جلال کے شعلے جمال کے حوالے ہو جاتے اور یوں یہ نار نورٌ بن جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خیر البشر نہ صرف خود محفوظ رہ گئے بلکہ کروڑوں اور انسانوں کو بھی ایک محفوظ انسانیت کا مالک بنا دیا ؎

بھٹکے گزرے ہیں یوں تو انساں خود کی شمع جلانیوالے
بتوں کی بیعت اٹھانیوالے خدا کا سکہ بٹھانیوالے
مگر وہ کیسے تھمر تش اُفق سے کہاں وہ پھوٹی رسول بن کر
کہ جتنے ظلمت کے خار و خس تھے دبک اٹھے شرخ پھول بنکر

پانچہزار لائبریریوں میں

تقسیم لٹریچر

(از دفتر جائنٹ سیکرٹری)

ماہ نومبر کے آخر تک مزید سٹ مندرجہ ذیل ممالک کی لائبریریوں کو روانہ ہوئے:۔

ملک	تعداد
ہندوستان	۹۲
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۲۵
آسٹریلیا	۲
پاکستان	۴
لنکا	۱۱
افریقہ	۵
مصر	۴
ملایا	۲
انگلستان	۱
ٹرکی	۱
انڈونیشیا	۱
میزان	۱۴۸
کل میزان	۲۰۰

میثاق النبیین اور فتنہ بہائیہ

مولانا عمر الدین صاحب

یہ امر امت مسلمہ کا متفقہ و مسلمہ ہے کہ قرآن مجید میں جو انبیاء کے میثاق کا ذکر با لفاظ ذیل ہے:-

"اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علیٰ ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا انی معکم من الشاھدین - فمن تولیٰ بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون" (۳/۱۲) (سورہ العمران)

اس میثاق کی رو سے موعود نبی جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ شیعہ و سنی سب کا اس پر اتفاق ہے۔ حضرت علی رضہ سے ابن جریر اس کے معنے یا مقصد کو بالفاظ ذیل بیان کرتے ہیں:

حضرت علی کی تفسیر

"لم یبعث اللہ تعالیٰ نبیا آدم فمن بعدہ الا اخذ علیہ العھد فی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ابن جریر)

یعنی آدم سے لیکر خاتم کے زمانہ تک جس قدر انبیاء اللہ تعالےٰ نے مبعوث فرمائے ان سب سے یہ عہد جو اوپر مذکور ہے خدا تعالےٰ نے محمد صلعم کے بارے میں لیا۔

کثیر علماء اسلام اور امام رازی کا مذہب

امام رازی اس آیت میثاق النبیین کے متعلق لکھتے ہیں:-

"المراد ان الانبیاء کانوا یاخذون المیثاق من اممھم بانہ اذا بعث محمد صلعم فانہ یجب علیھم ان یؤمنوا بہ وان ینصروہ وھذا قول کثیر من العلماء"

یعنی مراد اس عہد سے یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں سے یہ عہد لیتے تھے کہ جب آخری نبی محمد صلعم مبعوث ہوں تو سب پر واجب ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی تائید و نصرت کریں اور اکثر علماء کا یہی قول ہے"

دوسرے معنے

لیکن ایک معنے اس آیت کے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ہر نبی نے اپنے بعد آنے والے نبی یا رسول پر ایمان لانے کا عہد اپنی امت سے لیا۔ مگر ان معنوں کے اعتبار سے بھی یہ ماننا پڑے گا کہ ہر نبی سے اس کے بعد آنے والے نبی کے متعلق عہد لیا گیا۔ اور ظاہر ہے کہ رسولوں میں سے جو رسول بھی آخری ہوگا اس کے متعلق لازماً سب انبیاء کا عہد ہوگا۔ اور اس آخری نبی سے کسی اور نبی کے آنے پر ایمان لانے کا عہد نہیں لیا جا سکتا کیونکہ وہ تو خود ہی آخری رسول ہے۔ پس ان دوسرے معنوں کی رو سے بھی میثاق النبیین جملہ انبیاء سے خاتم النبیین کے متعلق ثابت ہے۔

حدیث نبوی سے تفسیر

آنحضرت صلعم فرماتے ہیں

(۱) "انا خاتم النبیین ولا نبی بعدی" (متفق علیہ حدیث)

میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد اب کوئی نبی نہ ہوگا۔

(۲) انا اول النبیین خلقاً واخرھم بعثاً۔

میں اول النبیین ہوں باعتبار پیدائش یعنی سب سے پہلے عالم روح میں میری پیدائش ہوئی اور میں انبیاء کے آخر پر ہوں مبعوث ہونے میں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

قرآن مجید کی آیت خاتم النبیین کی اس تفسیر کو جو زبان مقدس نبوی سے ہے، مدنظر رکھا جائے تو میثاق النبیین یقیناً بعثت محمد صلعم تک ختم ہو جاتا ہے اب نہ آگے کوئی نبی یا رسول آنے والا ہے اور نہ وہ عہد باقی ہے بلکہ اس کی بجائے لانبی بعدی کا اقرار ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی خبر میں ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت و رسالت ضرور پیدا ہوں گے اور وہ سب کے سب دجال وکذاب ہیں۔

پس یہ ماننا پڑا کہ بسلسلہ نبوت و رسالت ختم ہو چکا اس لئے میثاق النبیین کا مصداق آخر خاتم النبیین صلعم کے بعد کوئی نہیں ہو سکتا۔

بہاء اللہ کا اقرار

ممکن ہے سنی و شیعہ حضرات تو بوجہ قرآن و حدیث کا قائل ہونے اور مسلمان ہونے ..... کے کوئی اعتراض نہ کریں مگر بہائی جھٹ کہدے گا کہ نبوت ختم ہوئی ہے نہ کہ رسالت اور میثاق میں ثم جاءکم رسول ہے اس لئے خاتم النبیین کے بعد رسالت بند نہیں۔ اور یہ کہ مقام رسالت مقام نبوت سے اوپر ہے۔ اس لئے میں یہاں بہاء اللہ صاحب کا اپنا اقرار بھی پیش کر دیتا ہوں سنئے وہ فرماتے ہیں:-

" الصلوٰۃ والسلام علےٰ سید العالم ومربی الامم الذی بہ انتہت الرسالت والنبوت وعلیٰ آلہ واصحابہ دائما ابداً سرمداً۔"

(فردوس ص ۲۹۳)

لیجئے یہاں بہائیوں کے خدا کا بھی اقرار ہے کہ رسالت و نبوت آنحضرت صلعم پر جو تمام جہان کے سردار اور تمام امتوں کے مربی ہیں ختم ہو گئی آپ پر اور آپ کی آل و آپ کے اصحاب پر ہمیشہ ہمیش صلوٰۃ و سلام ہو۔

ممکن ہے کسی بہائی کو اپنے خدا کے قول پر بھی تسلی نہ ہو اور وہ یہ آل او آپ کے اصحاب پر اس لئے بھیج دیا کہ ان کے نزدیک رسالت و نبوت دونوں کی انتہاء آنحضرت صلعم پر ہو چکی لیکن قرآن مجید سے دکھائیے کہ رسالت ختم ہو گئی۔ اس لئے ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اگر وہ نبوت و رسالت کو ختم مانتا ہے تو قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت دے۔

خاتم الرسل

یہ سمجھنے کے لئے کہ آنحضرت صلعم خاتم الرسل بھی ہیں کافی ہے کہ خود حضرت خاتم النبیین نے فرمایا ہو کہ میں خاتم الرسل بھی ہوں۔ سو آپ نے کھلے الفاظ میں یہ فرمایا ہے کہ:-

(۱) "ان الرسالت والنبوت قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی"

(ترمذی جلد ۲ باب - ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات)

ترجمہ:- یقیناً رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔

(۲) "لا نبی بعدی ولا رسول بعدی" (حدیث)

اس حدیث کو نقل کر کے امام شعرانی لکھتے ہیں:-

اے ما نھی من یشرع بعدی شریعۃ خاصۃ

الیواقیت والجواھر جلد ۲ صفحہ ۱۶۲

ان دو حدیثوں سے یہ بات صاف ہو گئی کہ جس طرح لانبی بعدی کی حدیث آپ کے خاتم النبیین ہونے کا بیان ہے اسی طرح لا رسول بعدی یا ان الرسالت قد انقطعت کے الفاظ میں آنحضرت صلعم کے خاتم المرسلین یا خاتم الرسل ہونے کا بیان ہے۔

ہر نبی لازماً رسول ہے

قرآن مجید سے یہ ظاہر ہے کہ نبی کا رسول ہونا شرط ہے اور یہ کہ ہر نبی لازماً رسول ہے مگر رسول کا نبی ہونا ضروری نہیں خدا تعالےٰ نے ملائکہ کو رسول قرار دیا ہے۔ عیسیٰ کے حواریوں کو رسول قرار دیا ہے اور بنی اسرائیل کے اندر غیر انبیا ملہموں اور مکلموں کو بھی قفینا من بعدہ بالرسل یا ثم ارسلنا رسلنا تترا میں ذکر کیا ہے اور آنحضرت صلعم نے انہیں رسولوں کا ذکر کیا ہے جہاں یہ فرمایا کہ اے میری امت تم سے پہلے لوگوں میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جو نبی تو نہ تھے مگر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے وہ سرفراز تھے اور میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے۔

اگر یہ اصول نہ مانا جائے کہ نبی کا رسول ہونا شرط ہے تو سب سے پہلے یہ اعتراض ہوگا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو قرآن مجید میں نبی کہا ہے مگر ان کے لئے لفظ رسول قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ تو کیا حضرت ابراہیم رسول اللہ نہیں۔ ضرور ہیں اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے لہذا نبی کا رسول ہونا لازمی امر ہے۔

پھر آنحضرت صلعم کو خدا تعالےٰ نے جو خاتم النبیین قرار دیا ہے اس سے بھی یہ ظاہر ہے کہ نبی کا مرتبہ رسول سے لازماً بڑا ہے۔ اگر کبھی رسالت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے اعلا ہوتا تو خدا تعالےٰ سید الانبیاء کو سید الرسل قرار دیتا اور قرآن مجید میں خاتم النبیین کی بجائے خاتم المرسلین آپ کی شان میں آتا۔

اگر ہم رسول کو نبی سے بڑا مان لیں تو پھر خاتم النبیین سے نبوت سے اوپر کے مقام کے ماموروں یا رسولوں کا بند ہونا ثابت نہ ہو سکے گا۔ اگر کسی مدرسہ کی پرائمری جماعت یا مڈل کلاس اڑا دی جائے تو اس سے میٹرک کی کلاس کا اڑ جانا ثابت نہ ہوگا۔

یہ کتنی غلطی ہوگی کہ اگر مڈل نہ ہو تو میٹرک ہو کیسے سکتا ہے کیونکہ بعض سکول صرف پرائمری تک ہیں بعض مڈل تک بعض میٹرک تک ہیں اور کالج کلاسز میٹرک کے بعد شروع ہوتی ہیں۔ اب اگر کوئی ہائی سکول پرائمری اور مڈل کلاسز کو ختم کر دے اور تعلیم میٹرک سے شروع کرے تو کہہ سکتے ہیں کہ اس سکول سے مڈل اور پرائمری کلاسز کو اڑا دیا گیا۔ غرض خاتم النبیین سے نبیوں اور رسولوں کا بند ہونا مقصود ہے۔ اور یہ تبھی صحیح ہو سکتا ہے جبکہ نبی کا رسول ہونا لازمی ہو۔ اور رسول کے لئے نبی ہونا ضروری نہ ہو۔ نبیوں کے ختم ہو جانے سے نبیوں کی رسالت ختم ہو گئی۔ غیر انبیاء رسولوں کی رسالت باقی رہی جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ:۔

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا ومن الناس

ملائکہ کی رسالت تو زیر بحث ہی نہیں اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ آج بھی خدا تعالیٰ اپنے فرشتوں کو اپنے الہام و کلام کے لئے منتخب کرتا ہے قرآن اس پر شاہد ناطق ہے آیت یلقی الروح علیٰ من یشاء من عبادہ اور ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ کے ہوتے ہوئے رسالت ملائکہ کا آج بھی ہونا ظاہر ہے۔ البتہ چونکہ نبوت ختم ہو چکی یا وحی رسالت جو حامل شریعت ہوتی ہے وہ ختم ہو چکی اس لئے صرف مبشرات کے رنگ میں ملائکہ کے ذریعہ نزول کلام الٰہی باقی ہے۔

اب رہا ومن الناس رسل کا اصطفا، سو وہ بھی امت محمدیہ کا مسلمہ ہے۔ جیسا کہ حدیث مجدد ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا گواہ ہے اور اہل تشیع بھی اس حدیث کے قائل ہیں چنانچہ وہ اسی حدیث کو یوں بیان کرتے ہیں:۔

حدیث مجدد اور اہل تشیع

حضرت جابر رضہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابی جعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ آیت لکل امۃ رسول کی تفسیر کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی تفسیر بالباطن یہ ہے کہ:۔

ہر قرن یا ہر صدی میں رسول

ان لکل قرن من ھذا الامۃ رسولا من آل محمد یخرج الی قرن الذی ھو الیھم رسول وھم الاولیاء وھم الرسل

(بحار الانوار جلد ہفتم صہ ۱۵۵ باب جوامع تاویل)

یعنی اس امت کے ہر قرن کے لئے آل محمد میں سے ایک رسول ہے جو اس صدی (قرن سو برس کا ہوتا ہے) میں بحیثیت رسول ان کی طرف نکلتا ہے یہ ہر صدی پر آنے والے اولیاء اللہ ہیں اور وہ رسول ہیں۔

اب یہ رسالت بمنصب مجددیت فی الامت محمدیہ ہے نہ کہ "رسالت نبوت" کیونکہ جب نبوت ختم ہو گئی تو بحیثیت نبی تو اب کوئی رسول آ ہی نہیں سکتا۔ یا یوں کہئے کہ ختم نبوت میں وہ رسالت جس میں نبوت بھی ہو منقطع ہو چکی اس لئے جہاں یہ کہا گیا ہے انتھت النبوۃ والرسالۃ وہاں رسالت کے انقطاع سے مراد نبیوں والی رسالت کا انقطاع ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین کی آیت میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے الفاظ اسی امر پر دلالت کرتے ہیں کہ نبیوں والی رسالت یا وہ افراد جن کو رسولا نبیا کہا جاتا ہے وہ ختم ہو چکی ہے۔ رہی مطلق رسالت جو مقام نبوت سے نیچے اولیاء اللہ کی ماموریت ہے وہ تا قیامت جاری ہے اور یہی محمد رسول اللہ کے آخری ہونے کی دلیل ہے۔ جب تک یہ اولیاء مامورین جنہیں اصطلاح صوفیا میں انبیاء الاولیاء بھی کہا جاتا ہے ان کا سلسلہ باقی ہے کسی دوسرے نبی یا رسول کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ہاں آفتاب محمدی غروب ہو جاتے تو بلا شبہ کسی دوسرے نبی کی ضرورت ہوگی مگر خدا کا وعدہ سچا ہے کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور اسلام تا قیامت باقی رہے گا

افلت شموس الاولین وشمسنا
ابداً علیٰ فلک العلیٰ لاتغرب

یقیناً اس لئے بہاء اللہ نے بھی صرف اور صرف آپ کے لئے اور آپکے صحابہ اور آل کے لئے

دائماً سرمداً ابداً

خدا سے رحمت و برکت کے نزول کی دعا کی جو یقیناً مقبول ہے۔

اب جبکہ آخری رسول جو خاتم النبیین والمرسلین ہے محمد صلعم کی ذات ہی ثابت ہے تو آیت میثاق النبیین کے واحد مصداق آپ کی ہی ذات والا صفات ہوئی۔

بہائی اعتراض

بہائی جب ختم نبوت کی راہ سے بحث میں عاجز آ جاتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ جس طرح آیت میثاق میں آنحضرت صلعم پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کا حکم ہے اسی طرح قرآن مجید کے ایک دوسرے مقام پر میثاق النبیین کا ذکر ہے اور وہاں خود جناب محمد صلعم سے بھی خدا نے وہی عہد لیا جو سب نبیوں سے لیا تھا اور وہ عہد یہ ہے کہ رسول آتے رہیں گے اور ہر رسول کا فرض ہے کہ بعد میں آنے والے رسول کو اگر وہ خود زندہ ہو تو خود بھی مانے اور اپنی امت کو حکم دے کہ وہ اس پر ایمان لاویں۔ وہ الفاظ یہ ہیں:۔

"واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ابن مریم واخذنا منھم میثاقاً غلیظا لیسئل الصادقین عن صدقھم واعد للکافرین عذابا الیما

$\frac{۲۱}{۲۲}$

ترجمہ:۔ اور جب ہم نے لیا نبیوں سے ان کا عہد اور تجھ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسےٰ اور عیسےٰ ابن مریم سے بھی اور ہم نے لیا ان سے عہد پختہ تاکہ خدا سوال کرے سچوں سے ان کی راستی کی بابت اور خدا نے تیار کیا ہے کافروں کے لئے عذاب دردناک"

(سورۂ احزاب رکوع اول)

ان الفاظ سے صاف ہویدا ہے کہ جس طرح ہر نبی سے اپنے بعد آنے والے ایک رسول کے متعلق عہد لیا اسی طرح بلا فرق ایک ذرہ کے آنحضرت صلعم سے بھی ایک رسول کے متعلق عہد پختہ لیا گیا۔ پس ختم نبوت اپنی جگہ درست ہے اور خاتم النبیین کے بعد نبوت تو بند ہے مگر ایک رسول موعود ہے لہٰذا سلسلہ رسالت بند نہیں۔ اور مسلمانوں کو حضرت بہاء اللہ پر عہد محمدی کے مطابق ایمان لانا فرض ہے۔

جواب

اگر سورہ احزاب کی آیت کو پہلے میثاق النبیین کے متعلق مان لیا جائے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو بھی بہائیوں کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ آخری نبی سے جو عہد لیا جا سکتا ہے وہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تیرے بعد آنے والے نبی یا رسول پر ایمان لانا تیرا اور تیری امت کا فرض ہے کیونکہ یہ تو سورۃ احزاب میں ہی موجود ہے کہ نبوت و رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی۔ اور بہاء اللہ صاحب بھی اس کے مقر ہیں۔ پس جس طرح آخری رسول کے متعلق پہلے انبیاء اور ان کی امتوں کا فرض ہے کہ وہ آخری نبی کو مانیں اور اس کی تائید و نصرت میں لگ جائیں اسی طرح آخری نبی کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ خود کو ان انبیاء سابقین کی پیشگوئیوں کا مصداق قرار دیتے ہوئے عملاً ان تمام رسولوں کی صداقت کا اقرار کرے اور ان کی امتوں کو اس پختہ عہد کے ماتحت اپنی طرف بلائے پس ایک ہی عہد نامہ میں معہدین سے تو ماننے اور نصرت کرنے کا اقرار ہے اور ان کے عہد کے مصداق سے ان نبیوں کی تصدیق کا عہد ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے ایسا ہی کیا اور شروع قرآن مجید میں یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک اسی امر کی طرف تصدیق کرتے ہیں اور چونکہ آپ کے بعد کوئی آنے والا ہی نہ تھا اس لئے من قبلک کے بالمقابل وما ینزل من بعدک نہیں فرمایا بلکہ وبالآخرۃ ھم یوقنون کہکر بتا دیا کہ محمد رسول اللہ کا دور دنیا کے آخر تک ہے۔

باقی دارد

خاص چندہ کی موعودہ رقم ارسال فرماویں

سالانہ جلسہ کے موقعہ پر جن احباب نے چندہ خاص کے لئے عطیات کا وعدہ فرمایا تھا اور اس کے بعد حضرت مولنا صدر الدین صاحب سلمہ اللہ کے تشریف لے جانے پر جماعتہائے سیالکوٹ، وزیر آباد، اور پشاور کے جن احباب نے وعدے فرمائے ہیں ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ براہ کرم اپنے اپنے موعودہ عطیات مرکز میں ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

چندہ عنایت فرمانیوالے احباب کی خدمت میں

گذارش ہے کہ ہر رقم کے متعلق اس امر کی تصریح نہایت ضروری ہے کہ یہ رقم فلاں فنڈ کے لئے ہے۔ بعض اصحاب رقم بھیجدیتے ہیں اور یہ تحریر نہیں فرماتے کہ یہ رقم چندہ ماہوار ہے یا عطیہ یا کسی اور مد کی ہے اس لئے ایسی رقم امانت میں پڑی رہتی ہے، جس سے کام میں طوالت ہوتی ہے۔ براہ مہربانی ہر رقم کے متعلق تحریر کیا جائے کہ یہ فلاں مد کے لئے ہے۔

مرتضیٰ خاں
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

حضرت حسن بصری تابعی کے حالاتِ زندگی بقیہ صفحہ ۲

فتنہ و فساد میں آپ نے حصہ نہیں لیا عہد اموی میں بہا اوقات فتنہ شورشیں اٹھیں مگر آپ نے ان میں کبھی شرکت نہ کی۔ ابن اشعث نے جب حجاج کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو ایک بڑی جماعت اکابر تابعین کی اس کے شریک کار ہو گئی۔ چنانچہ عقبہ بن عبد الغافر ابو الجوزار اور عبد اللہ بن غالب معہ چند سربرآوردہ لوگوں کے حسن کے پاس آئے اور شرکت کی دعوت دی ان لوگوں نے کہا حجاج ایک ظالم و جابر۔ خون ناحق گرانے والا۔ اور تارک صوم و صلوٰۃ ہے۔ اس کے خلاف آپ کو بھی جہاد میں شریک ہونا چاہیئے آپ نے فرمایا "میرے نزدیک اس سے نہ لڑنا چاہیئے کہ اگر وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے برنگ عذاب تم پر مسلط کیا گیا ہے تو تم اسے تلوار سے دُور نہیں کر سکتے اور اگر یہ ایک آزمائش خداوندی ہے تو صبر سے کام لینا چاہیئے حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ خود اس کا فیصلہ فرما دے اللہ تعالیٰ بہت بڑا فیصلہ کرنے والا ہے"

(طبقات ابن سعد)

بلا خوف و خطر کلمہ حق کا اظہار یزید بن عبد الملک کے عہد میں جب عمر بن ہبیرہ خراسان اور عراق کا والی (گورنر) مقرر ہوا تو اس نے عراق کے اکابر علماء حسن بصری، محمد بن سیرین اور امام شعبی کو بلا کر یزید کی خلافت کے متعلق سوال کیا اور یزید کی بہت تعریف و توصیف کی تو ابن سیرین اور شعبی نے مبہم سا جواب دیا مگر حسن خاموش رہے۔ ابن ہبیرہ نے اس سے کہا آپ بھی لب کشائی فرماویں حسن نے کہا اے ابن ہبیرہ یزید کے بارے میں اللہ تبارک و تعالےٰ کا خوف کر اور اس بزرگ و برتر مولیٰ کے معاملہ میں اس کا (یزید کا) خوف نہ کیا کہ اللہ تعالےٰ تمہیں یزید سے بچا سکتا ہے لیکن یزید بن عبد الملک تجھے خدا تعالےٰ سے نہیں بچا سکتا۔ وہ زمانہ قریب ہے کہ اللہ تعالےٰ تیرے پاس ایسا فرشتہ بھیجے گا جو تجھے تخت حکومت سے اتار کر اور قصر کی وسعت سے نکال کر قبر کے تنگ تاریک گڑھے میں ڈال دیگا۔ اس وقت تیرے اعمال کے سوا کوئی اور چیز تجھے نجات نہ دلا سکے گی اللہ تعالےٰ نے حکومت و بادشاہی کو اپنے دین اور بندوں کی امداد و اعانت کے لئے تم لوگوں کو سونپا ہے۔ لہٰذا خدا داد حکومت کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کے دین اور اس کے بندوں پر سوار نہ ہو جاؤ اللہ تعالےٰ کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ کرو۔

(ابن خلکان)

پند و نصائح ایک روز اپنے دوستوں کو فرمایا کہ تم ظاہری شکل و صورت میں تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو مگر اندرون تمہارا ان سے کوسوں دُور ہے انہیں تم دیکھتے تو وہ سب تمہاری نظروں میں دیوانے دکھائی دیتے اور اگر وہ تمہارے حال سے واقف ہوتے تو تم میں سے ایک کو بھی مسلمان نہ پاتے۔ وہ میدان عمل میں تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہیں اور ہم زخمی پیٹھ والے گدھے پر سوار ہو کر پیچھے رہ گئے ہیں۔

فرمایا کہ متقدمین اس پیغام حق کی قدر و منزلت جانتے تھے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بصورت قرآن ان کو پہنچا رات کو اس پر غور کرتے تھے اور صبح کو اس پر عمل کرتے تھے۔ تم لوگوں نے اس قرآن کو خوب پڑھا لیکن اس پر عمل کرنا ترک کر دیا اور صرف اس کے اعراب و حروف کی درستی میں مشغول ہو گئے اور کتاب دنیا کی طرف اپنی تمام توجہ صرف کر دی اور فرمایا جو حکم کسی دوسرے شخص کو دینا چاہو پہلے خود اس پر عمل کر لو۔

(تذکرۃ الاولیاء)

ایک شخص نے آپ سے اپنی قساوت قلبی کی شکایت کی فرمایا اسے ذکر و فکر کی جگہ پر لے جایا کرو۔ فرمایا طمع عالم کو رسوا کر دیتا ہے عقلمندوں کی زبان قلب کے پیچھے ہے جب وہ بولنا چاہتا ہے تو پہلے قلب کی طرف رجوع کرتا ہے اگر وہ بات نفع رساں ہوتی ہے تو کہہ دیتا ہے ورنہ رک جاتا ہے اور جاہل کا قلب اس کی زبان کی نوک پر رہتا ہے جو زبان پر آتا ہے بک جاتا ہے۔ جب تم کسی شخص سے دشمنی کرو تو پہلے اس کے حال کا گہری نظر سے مطالعہ کرو اگر وہ اللہ تعالےٰ کا مطیع فرمانبردار ہے تو اس سے بچو کیونکہ اللہ تبارک تعالےٰ اس شخص کو تمہارے قبضہ میں نہ دے گا اور اسے تنہا نہ چھوڑے گا اور اگر وہ شخص اللہ تعالےٰ کا نافرمان ہے تو تمہیں اس کی عداوت کی ضرورت ہی نہیں اپنے نفس کو بیفائدہ اس کی عداوت میں پریشان نہ کرو (اللہ تعالےٰ خود اس کا فیصلہ کرے گا)

فرمایا میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے دنیا چاہی ہو اور اسے آخرت ملی ہو، ہاں جو آخرت چاہتا ہے اسے دنیا بھی مل جاتی ہے۔ (صفوۃ الصفوہ)

وفات آپ نے سنہ ۱۱۰ھ میں وفات پائی آپ کے جنازہ پر اتنا مجمع تھا کہ بصرہ خالی ہو گیا اور جامع بصرہ میں کوئی عصر کی نماز پڑھنے والا نہ تھا۔

(ابن خلکان)

آپ مناجات میں کہا کرتے تھے۔ "یا الٰہی تو نے مجھے اپنی نعمتوں سے نوازا۔ لیکن میں نے شکر نہ کیا تو نے بلا دی لیکن میں نے صبر نہ کیا۔ میں نے شکر نہ کیا مگر تو نے اپنی نعمتوں کے دروازے مجھ پر بند نہ کئے میں نے صبر نہ کیا مگر تو نے مجھے بلا میں ہمیشہ کے لئے مبتلا نہ رکھا۔ الٰہی تیری ذات پاک سے سوائے کرم و فضل کے کچھ نہ پایا۔

(تذکرۃ الاولیاء)

آں گروہِ حق کہ از خود فانی اند
آب نوش از چشمۂ فرقانی اند
فارغ افتادہ ز نام و عزّ و جاہ
دل ز کف وز فرق افتادہ کلاہ
دور تر از خود بیار آمیختہ
از برون چوں اجنبی دل پُر ز یار
کس نداند رازِ شاں جز کردگار
تہ بر دار مہرِ روئے یارِ محبت

(مسیح موعودؑ)

ترجمہ:- اس طائفۂ طریقت، صدق و صفا نے جنہوں نے (عشق الٰہی میں) اپنے نقوشِ ہستی کو مٹا کر رکھ دیا فرقان کے چشمۂ صافی سے (ہی) آب حیات پیا ہے،

یہ فانی فی اللہ جماعت نام و نمود اور فکر حصولِ عزّ و جاہ سے فارغ ہو گئی، دل ہاتھ سے پھینک دیا (اس "دل پھینک" طائفہ نے عشق الٰہی میں متوالے ہو کر) دستار فضیلت زمین پر پٹک دی (اگرچہ) قصر ہستی سے دور جا پڑے مگر پیوند یار کے ساتھ استوار رکھا اپنی عزت و آبرو (اس یار کے راستہ میں) برباد کر دی۔

بظاہر وہ (تعلق باللہ سے) اجنبی دکھائی دیئے مگر (ہر ایک کا) شیشۂ دل محبت یار (کی شراب) سے لبریز تھا۔ ہاں ان فانیوں کے (نہاں در نہاں) رازوں کو سوائے

جلسہ فنڈ

اسال احباب نے جلسہ فنڈ کی ادائیگی میں بہت تساہل فرمایا ہے اور اب تک کثیر حصہ جماعت کا ایسا ہے جنہوں نے جلسہ فنڈ ادا نہیں کیا حالانکہ ہر ایک صاحب کے نام اپیل کی گئی تھی اور پھر بذریعہ خطوط اور اخبار یاددہانی بھی کرائی گئی تو اب تک بہت کم رقم وصول ہوئی ہے۔ اس سے ہمارے بجٹ پر اثر پڑے گا۔

اس لئے تمام احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ جلسہ فنڈ کی جو تھوڑی تھوڑی رقوم ان کے ذمہ ڈالی گئی ہیں وہ ادا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ والسلام

مرتضیٰ خاں
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

رفتارِ عالم

پاکستان و ہند

لاہور ۱۹ رجنوری۔ بنک ملی ایران کے ڈائرکٹر آقائے خوادجو نے آج یہاں ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے پاکستان کے درخشاں مستقبل کی پیشگوئی کی ہے۔

آقائے خوادجو نے کہا کہ ایران اور پاکستان کے درمیان اخوت اور دوستی کے جو قریبی روابط قائم ہیں اس کی مثال کوئی اور ملک نہیں پیش کر سکتا۔ لیکن آپ نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ جٹ طیاروں کے اس دور میں ان دونوں ملکوں کے درمیان سیاحوں کی اتنی آمد و رفت نہیں جتنی گھوڑے اور اونٹ کے دور میں تھی۔

کلکتہ۔ مغربی بنگال کے قریباً ۲۵۰ کانگریسی کارکنوں نے ایک نیا گروپ قائم کر لیا ہے۔ یہ فیصلہ ایک کانفرنس میں ہوا جس میں مغربی بنگال کے مختلف اضلاع کے ڈھائی سو کارکن اور صوبائی اسمبلی کے کئی کارکن شریک ہوئے۔

لاہور ۲۰ رجنوری۔ معلوم ہوا ہے کہ پنجاب میں انتخابات کی قطعی تاریخوں کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ کاغذات نامزدگی ۳ فروری سے ۵ فروری تک داخل کئے جائیں گے۔ ان کی پڑتال ۷ فروری اور ۸ فروری کو ہوگی اور پھر دو دن میں کاغذات واپس لئے جائیں گے۔

معلوم ہوا ہے کہ گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر نے صوبہ میں جیلوں کے موجودہ نظام کی اصلاح کے لئے جو کمیٹی قائم کی تھی۔ اس نے پنجاب اور دوسرے پاکستانی صوبوں کی جیلوں کا معاینہ اور امریکہ و برطانیہ کے نظام جیل خانہ جات کا مطالعہ کرنے کے بعد سو صفحات پر مشتمل رپورٹ میں نہایت اہم سفارشات پیش کی ہیں۔

لکھنؤ۔ کل آدھی رات سے صوبہ ہائے متحدہ (یو۔ پی) کے ۲۸ چینی کے کارخانہ جات کے پچاس ہزار مزدوروں نے کام بند کر دیا ہے۔ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ اجرتوں میں اضافہ کیا جائے اور کام کی شرائط میں اصلاح کی جائے۔

مسٹر کے ایم۔ منشی نے کل رات ایک نشری تقریر میں اعلان کیا ہے کہ ہندوستان خوفناک غذائی قلت سے ہمکنار ہے لہذا ملک بھر میں فوراً بارہ اونس فی کس سے راشن کی مقدار نو اونس کر دی گئی ہے۔

مسٹر منشی نے کہا کہ اگر جنگ نہ ہوئی تو ہندوستان دوسرے ملکوں سے ۳۰ لاکھ ٹن اناج حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیگا اور برطانیہ اور امریکہ اس سلسلہ میں ہندوستان کو ہر ممکن امداد بہم پہنچا رہے ہیں۔

کراچی۔ پچھلے دنوں کراچی میں پاکستان کے مختلف صوبوں کے ٹرانسپورٹ کے محکموں کے اعلیٰ افسران کی ایک کانفرنس ہوئی تھی جس میں اس بات پر غور کیا گیا تھا کہ ملک میں کثرت سے سڑکوں پر جو حادثات رونما ہوتے ہیں انہیں کس طرح روکا جائے۔

نہایت معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ غیر ممالک میں پاکستان کے سفارتی نمایندوں کے موجودہ نظام میں بہت جلد ردو بدل ہونے والا ہے۔ یہ ردو بدل سفیروں کی تبدیلیوں کی شکل میں ہوگا۔ جو عام دستور کے مطابق ہر تین سال کے بعد ہوا کرتی ہیں۔

کشمیر

کراچی ۱۹ رجنوری۔ آج باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پاکستان اس ماہ کے اخیر تک سلامتی کونسل پر زور دیگا کہ کشمیر کے مسئلہ پر فوراً بحث شروع کی جائے۔

سڈنی۔ آسٹریلوی وزیر خارجہ نے آسٹریلوی وزیر اعظم کے اس بیان کی تائید کی ہے کہ آسٹریلیا مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کے لئے ہر قسم کی معقول امداد دینے کے لئے تیار ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ اس مسئلہ پر لنڈن میں کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکا ہے لیکن دونوں ملکوں کے اختلافات کم ہو گئے ہیں اور اگر ہندوستان اور پاکستان نے ان تجاویز پر مزید غور نہ کیا۔ تو اس نازک مسئلہ کے تصفیہ کے بہتر امکانات پیدا ہو جائیں گے۔

دمشق ۲۰ رجنوری۔ وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علی خاں نے آج یہاں ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ میرے خیال میں موجودہ عالمی بحران ایک عام جنگ کی صورت اختیار نہیں کرے گا۔

مسئلہ کشمیر کے جلد ہی حل ہو جانے کی امید کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا "پاکستان ہندوستان کے ساتھ جنگ نہیں کریگا۔ لیکن وہ طاقت کے بل پر ہندوستان کو کشمیر پر قابض بھی نہیں ہونے دیگا۔

کراچی ۱۸ رجنوری موتمر اسلامی کے جائنٹ سیکرٹری مسٹر انعام اللہ نے کل رات کراچی پہنچکر کہا کہ تمام اسلامی دنیا کے مسلمان کشمیر کے مسئلہ پر پاکستان کی حمایت میں ہم آواز ہیں اور اس سلسلہ میں ان کے نظریات میں بالکل اختلاف نہیں۔

رنگون۔ برما کے مشہور روزنامہ نیشن نے دولت مشترکہ کے بارے میں اپنے اداریہ میں ہندوستان کی ہٹ دھرمی کی مذمت کی ہے۔ اخبار مذکور نے لکھا ہے کہ اب یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کی راہ میں ہندوستان کی ہٹ دھرمی کے سوا اور کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہے۔

لائلپور۔ ۲۱ رجنوری۔ مسٹر مشتاق احمد گورمانی وزیر امور کشمیر پاکستان نے یوم منشور منانے کے سلسلہ میں منعقدہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم کشمیر حاصل کر کے رہیں گے ورنہ اس کوشش میں اپنی جان تک قربان کر دیں گے۔

آپ نے کہا کہ پاکستان مسئلہ کشمیر کا منصفانہ حل چاہتا ہے۔ مسلمانان پاکستان قطعی طور پر امن پسند ہیں لیکن اگر ہندوستان نے غلط راستہ اختیار کیا تو ہم بڑے سے بڑے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے بھی تیار رہیں گے۔

لنڈن۔ لنڈن کے بااثر ہفت روزہ جریدہ اکانومسٹ نے مسئلہ کشمیر کے متعلق دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کے حالیہ مذاکرات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ پنڈت نہرو نے ایک غلط روش اختیار کر رکھی ہے اس نے مزید لکھا ہے کہ دولت مشترکہ مسئلہ کشمیر کو حل کرنے میں کم سے کم بنیادی اصولوں کا ہی تصفیہ کر سکتی تو مشرق وسطیٰ کے دفاع کی تجاویز کو جامہ عمل پہنانے کے لئے سہولت پیدا ہو جاتی۔

بلادِ غیر

لندن ۱۹ رجنوری۔ آج لندن میں اعلان کیا گیا ہے کہ یکم اپریل کو پاکستانی فضائیہ کے کمانڈر انچیف ایر وائس مارشل ایچرلے اپنے عہدہ سے سبکدوش ہو جائیں گے اور ان کی جگہ ایر کموڈور لزلی کینن کمانڈر انچیف ہوں گے۔

ایتھنز۔ یونان دوبارہ خانہ جنگی شروع ہونے کا خطرہ ہے۔ حکومت نے اس سلسلہ میں حفاظتی تدابیر اور زیادہ سخت کر دی ہیں۔ پولیس نے بعض مشتبہ اشتعال انگیزی کرنے والوں کو گرفتار کیا ہے۔

واشنگٹن ۱۹ رجنوری۔ سینٹ کمیٹی برائے امور خارجہ کے صدر مسٹر ٹام کونلی نے آج اس امر کا اظہار کیا ہے کہ ممالک میثاق اوقیانوس کے دفاعی استحکام کے سلسلہ میں یہ تجویز پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں کہ یورپ میں مزید امریکی فوجوں کو مقیم کرنے کی اجازت دی جائے۔

لنڈن ۱۹ رجنوری۔ برطانوی فضائیہ کے مارشل وائکاؤنٹ ٹریمزڈ نے مغربی طاقتوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ سمندر پار کے دفاعی مستقروں سے دستبردار ہو جائیں۔ کیونکہ ان مستقروں میں صرف آدمی اور سامان ضائع ہوتے ہیں۔ اس کے بجائے مغربی طاقتوں کو چاہیئے کہ وہ زیادہ دور تک پرواز کرنے والے لڑاکا طیاروں اور بمباروں پر توجہ کریں جو کرہ ارض کے کسی مقام پر بم یا ایٹم بم لے جاسکیں۔

واشنگٹن ۱۹ رجنوری۔ آج ایک سرکاری بیان میں بتایا گیا کہ صدر ٹرومین نے اس بات پر زور دیا کہ امریکہ دوسرے اتحادیوں کے تعاون کے بغیر جاپان سے صلح کا معاہدہ مکمل کر لے تاکہ جاپان خود مختار ہو جائے۔

صدر ٹرومین کے مددگار خصوصی برائے امور خارجہ اوریل ہیری من نے نوجوانوں کے ایک اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ کوریا میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے کوئی دفاعی یا سیاسی اغراض پنہاں نہیں ہیں۔ بلکہ امریکی فوجیں ایک اخلاقی مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد کر رہی ہیں۔

ٹوکیو ۲۰ رجنوری۔ آج جنرل میکارتھر نے پھر کہا ہے کہ اقوام متحدہ کی فوجیں اس وقت تک کوریا میں ٹھہری رہیں گی جب تک اقوام متحدہ کے مدبرین ان فوجوں کے بارے میں کوئی نیا حکم نامہ جاری نہیں کر دیتے۔

پیغام صلح ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء - رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ ۳

چٹ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۸ | فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے:- چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے:- ۱۲-۸ روپے
ممالک غیر سے:- ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ - ۳۱ جنوری ۱۹۵۱ء | نمبر ۴

ووکنگ مشن کا اثر چار دانگ عالم میں

اطرافِ عالم سے آئے ہوئے خطوط کے اقتباسات

ووکنگ مسلم مشن (انگلستان) اپنی تبلیغی خدمات سے دنیا کے مختلف ممالک میں کیا اثر پیدا کرچکا ہے، اور اطراف عالم میں اسے عام طور پر کن نظروں سے دیکھا جاتا ہے، یہ ان خطوط سے معلوم ہو سکتا جو آئے دن مشن کے نام موصول ہوتے رہتے ہیں ہمارے بزرگ محترم خان بہادر غلام ربانی خان صاحب نے ووکنگ سے ایسے چند خطوط کی نقول ہمیں بھیجی ہیں جن کے تراجم ذیل میں بدیہ قارئین کرام ہیں۔

ڈھاکہ میں تبلیغی مساعی

بیگم فوزیہ صمد مدیرہ عمریہ۔ ڈھاکہ سے خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب کو لکھتی ہیں:-

آپ کا گرامی نامہ۔ مؤرخہ ۱۴ اکتوبر مجھے بوساطت اپنے بہنوئی رحمان صاحب ملا شکریہ بحیثیت ایک مسلمان کے میں سمجھتی ہوں کہ تبلیغ اسلام کے لئے جد و جہد کرنا میرے فرائض میں سے ہے۔ اس لئے میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں ووکنگ مسلم مشن کے ساتھ مل کر ہر قسم کی خدمت کرنے کو تیار ہوں۔ اس کے لئے میں مندرجہ ذیل طریق اختیار کروں گی:-

اوّل:- آپ کے رسالہ اسلامک ریویو اور وہ تمام لٹریچر جو آپ کی طرف سے شائع ہوتا ہے اس کی تشہیر میں اپنے ماہوار رسالہ کے ذریعہ سے بغیر کسی قیمت کے کروں گی اور کوشش کروں گی کہ اس طور سے رسالہ اسلامک ریویو اور دیگر لٹریچر کے خریدار کافی پیدا ہوجائیں۔ بہتر ہوگا اگر آپ اپنی کتب اور رسائل کی ایک مکمل فہرست مجھے بھیجدیں تا میں وسیع پیمانے پر ان کی تشہیر کرسکوں۔

اس سلسلہ میں آپ اپنے تمام پمفلٹ بھی مجھے ضرور بھجوادیں۔ میں امید کرتی ہوں۔ کہ میری ان ناچیز کوششوں سے ادارہ کو مالی طور پر کافی مدد مل سکے گی۔ اور میں سمجھتی ہوں کسی تحریک کی بقاء کے لئے اموال کا ہونا نہایت ہی لازمی ہے۔

دوم:- آپ نے جو یہاں مشرقی پاکستان میں اپنے لٹریچر اور اسلامک ریویو کی خریداری کو بڑھانے کے لئے ایجنسیز کے متعلق لکھا ہے مجھے اس سے پورا اتفاق ہے۔ میں اس بارے میں کوشش کر رہی ہوں کہ کوئی قابل اعتماد فرم مل جائے۔ لیکن فی الحال میں ہی اس کام کو سنبھالے لوں گی۔

سوم:- آپ کے لٹریچر میں سے بعض مفید مضامین کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کر کے اپنے رسالہ میں شائع کرتی رہوں گی اور کوشش کرونگی کہ دوسرے اخباروں اور رسالوں میں بھی اسے شائع کراسکوں تا اس طرح اسلام کی خوبصورت تعلیم بہت سے لوگوں تک پہنچ سکے۔ اس سلسلے میں آپ کے پاس بنڑ بلاکس بنے ہوئے ہیں وہ بھی بھیجدیں تا وہ قارئین کے لئے باعث کشش ہوسکیں۔

آخر میں وہ لکھتی ہیں:-

ہمارا رسالہ ماہوار ہے جو صرف نوجوان طبقہ کے لئے ہی ہے اور امید ہے کہ تصاویر کی وجہ سے یہ زیادہ موثر ہوجائے گا۔

ایک نومسلمہ کا پیغام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں تمام قارئین کرام کو بتانا چاہتی ہوں کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے اس وقت سے میں اپنے قلب میں ایک عجیب فرحت محسوس کر رہی ہوں۔

شروع میں جب میری شادی ہوئی اس وقت میں نے ابھی اسلام کو قبول نہیں کیا تھا۔ تو میرے خاوند اکثر اپنے مسلم دوستوں کے حالات جن سے ان کی ملاقات ایشیا میں اپنی ملازمت کے ایام میں ہوئی تھی سنایا کرتے تھے۔ وہ ان سے بڑے ہی متاثر تھے۔ آخر جب میرے خاوند نے اسلام کو قبول کر لیا تو وہ اسلام پر کافی لٹریچر بھی گھر لے آئے اور رات کے وقت ان میں سے بعض مضامین مجھے پڑھکر سناتے تھے۔ اور بعض حصوں کی وضاحت بھی کرتے تھے یہ سلسلہ چند ہفتے جاری رہا۔ اور میں نے محسوس کیا کہ یہ جو کچھ بیان کیا جارہا ہے۔ میرے دل کی آواز ہے جس کو الفاظ کا جامہ پہنا دیا گیا ہے۔ میرے قلب پر اس کا کافی اثر ہوچکا تھا بالآخر میں نے بھی اس فطری دین یعنی اسلام کو قبول کر لیا۔ اور اب میں اسکو بیان کرنے میں خوشی محسوس کرتی ہوں۔ کہ ہم بحیثیت مسلمان بڑی خوشی کی زندگی [illegible] رہے ہیں۔

مسز عبدالجبار۔ میک امسٹر

ایک نومسلم کے تاثرات

نیکولس ایم۔ ویسلیٹس کیلف (امریکہ) سے امام ووکنگ ڈاکٹر ایس۔ ایم عبداللہ ایم ایس سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کو لکھتے ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"مجھے آپ کا گرامی نامہ پہنچا۔ آپ کے ہمت افزا کلمات کو پڑھکر بڑی خوشی ہوئی۔ باہمی ہمدردی کا یہ جذبہ جو بڑا ہی ...... قابل قدر ہے عیسائیوں میں خال خال اس کی جھلک پائی جاتی ہے۔

مجھے آپ کی ارسال کردہ کتب مل گئی ہیں بہت بہت شکریہ۔ میں انہیں انشاءاللہ اپنے دوستوں میں بھی تقسیم کروں گا جو توحید اور سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

جس وقت سے میں نے اسلام قبول کیا ہے میں بڑی فرحت محسوس کر رہا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے تادم آخر اسی دین پر قائم رکھے۔ اور اس کے پاکیزہ اصولوں کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

افسوس ہے کہ یہاں لاس اینجلز میں کوئی مسجد نہیں۔ لیکن امید ہے کہ انشاءاللہ جلد ہی ہم ایک مسجد تعمیر کرانے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ والسلام

رسالہ اسلامک ریویو کی قبولیت

ایف سائرل جیمز پرنسپل اور وائس چانسلر میک گل یونیورسٹی مانٹریل ڈاکٹر ایس محمد [illegible] (باقی)

مومن کے امتیازی نشانات

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ ارشادات

عن جندب بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من اخلاق المومن قوۃ فی دین(۱) وحزما فی لین(۲) وایمانا فی یقین(۳) وحرصا فی علم(۴) وشفقۃ فی مقۃ(۵) وحلما فی علم(۶) وقصدا فی غنی(۷) وتجملا فی فاقۃ(۸) وتحرجا عن طمع(۹) وکسبا فی حلال(۱۰) وبرا فی استقامۃ(۱۱) ونشاطا فی ھدی(۱۲) ونھیا عن شھوۃ(۱۳) ورحمۃ للمجھود(۱۴) وان المومن من عباد اللہ(۱۵) لا یحیف علی من یبغض(۱۶) ولا یاثم فیمن یحب(۱۷) ولا یضیع ما استودع(۱۸) ولا یحسد(۱۹) ولا یطعن(۲۰) ولا یلعن ویعترف بالحق(۲۱) وان لم یشھد علیہ(۲۲) ولا یتنابز بالالقاب(۲۳) فی الصلوۃ متخشعا(۲۴) الی الزکاۃ مسرعا(۲۵) فی الزلازل وقورا(۲۶) فی الرخاء شکورا(۲۷) قانعا بالذی لہ(۲۸) لا یدعی ما لیس لہ(۲۹) ولا یجمع فی الغیظ(۳۰) ولا یغلبہ الشح عن معروف یریدہ(۳۱) یخالط الناس کی یعلم(۳۲) ویناطق الناس کی یفھم(۳۳) وان ظلم وبغی علیہ صبر حتی یکون الرحمٰن ھو الذی ینتصر لہ۔ الفتح الکبیر فی ضمہ الزیادۃ الی جامع الصغیر للجلال السیوطی ۲؍۱

ترجمہ:۔ جندب بن عبد اللہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً مومن کے اخلاق (فاضلہ جن جواہرات سے مرصع کاری کی گئی ہے) یہ ہیں:۔

(۱) دینی معاملات میں قوت وشوکت دکھائے (۲) نرم برتاؤ میں مستقل مزاجی سے کام لے (یعنی ایسی نرمی اختیار نہ کرے جو بے عزتی پر منتج) (۳) یقین میں (قوت) ایمان نظر آئے (ڈھلمل یقین نہ ہو) (۴) تحصیل علم دلی شوق سے کرے (۵) ابجدہ حالات میں شفقت سے کام لے۔ (۶) تحصیل علم میں صبر وعقل سے کام لے (گھبرا کر علم کو چھوڑ نہ دے نہ ہی بے سوچے سمجھے طوطے کی طرح رٹ لگائے) (۷) دولت میسر آئے تو میانہ روی سے خرچ کرے (اسراف سے بچتا ہے) (۸) مفلسی میں ضبط وبرداشت دکھائے (دست سوال دراز نہ کرتا پھرے) (۹) طمع اور لالچ سے اجتناب کرے (۱۰) روزی کسب حلال سے حاصل کرے (۱۱) نیک کاموں میں استقامت دکھائے (۱۲)۔ نوک ہدایت میں خوشی وانبساط کے ساتھ چست وچالاک اور تیزگام ہو (۱۳) شہوات نفسانی سے بچتا رہے (۱۴) مصیبت زدہ پر رحم کرے۔ یقیناً مومن اللہ تعالےٰ کا (خاص الخاص بندوں میں سے) ایک بندہ ہے (۱۵) دشمن پر بھی ظلم نہیں کرتا (۱۶) اپنے دوست پر (کبھی) الزام نہیں لگاتا (۱۷) امانت میں خیانت نہیں کرتا (۱۸) حاسد نہیں (۱۹) طعنہ زن نہیں (۲۰) اور نہ ہی کسی پر (بیجا) لعنت کرتا ہے (۲۱) حق بات کی تائید میں سینہ سپر ہو جاتا ہے اگرچہ وہ بات اس کے سامنے وقوع پذیر ہوئی ہو (۲۲) برے القاب سے کسی کو یاد نہیں کرتا (۲۳) نماز میں خشوع وخضوع سے کھڑا ہو جاتا ہے (۲۴) زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی میں جلدی کرتا ہے (۲۵) مصائب ومشکلات کے زلزلوں میں (انتہائی مصیبت میں) کامل وقار سے رہتا ہے (خودداری نہیں کھوتا امراء وحکام کے دروازوں کی خاک نہیں چھانتا پھرتا (۲۶) آسودگی میں اللہ کے شکر سے ان کا دل لبریز ہوتا ہے (وہ شکر کا مظاہرہ حال اور قال سے کرتا ہے)(۲۷) وہ اپنے نصیبہ پر (ہر دم) قانع رہتا ہے (۲۸) وہ کبھی ایسی چیز کا دعوےٰ نہیں کرتا جو اس کی نہیں (۲۹) وہ غیظ وغضب (اور جوش انتقام) سے جتھا بندی نہیں کرتا (۳۰) فیاضانہ ارادوں سے روکنے کے لئے بخل اس پر غلبہ نہیں پاتا (۳۱) وہ لوگوں سے (اس غرض سے) ملاپ رکھتا ہے کہ ان کے حال سے خبردار رہے (کسی حاجتمند کی حاجت روائی کرے اور مصیبت زدہ کی مدد کرے۔ (۳۲) وہ لوگوں سے (اس بات کو مدنظر رکھکر) گفتگو کرتا ہے کہ ان کے مافی الضمیر کو سمجھے (۳۳) اگر اس پر ظلم وزیادتی ہو تو صبر کرتا ہے حتیٰ کہ نصرت رحمٰن اس کی دستگیری فرماتی ہے۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس راہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے

نماز میں حصولِ لذت کیسے ہو سکتی ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز میں لذت نہیں آتی۔ مگر میں بتلاتا ہوں کہ بار بار پڑھے اور کثرت کے ساتھ پڑھے تقوی کے ابتدائی درجہ میں قبض شروع ہو جاتی ہے۔ اس وقت یہ کرنا چاہیئے کہ خدا کے پاس ایاک نعبد وایاک نستعین کا تکرار کیا جائے۔ شیطان کشفی حالت میں چور یا قزاق دکھایا جاتا ہے۔ اس کا استغاثہ جناب الٰہی میں کرے۔ کہ یہ قزاق لگا ہوا ہے۔ تیرے ہی دامن کو پکڑ مارتے ہیں۔ جو اس استغاثہ میں لگ جاتے ہیں اور تھکتے ہی نہیں۔ وہ ایک قوت اور طاقت پاتے ہیں۔ جن سے شیطان ہلاک ہو جاتا ہے مگر اس قوت کے حصول اور استغاثہ کے پیش کرنے کے واسطے ایک صدق اور سوز کی ضرورت ہے۔ اور یہ چور کے تصور سے پیدا ہوگا۔ جو ساتھ لگا ہوا ہے وہ گویا ننگا کرنا چاہتا ہے اور آدم والا ابتلا لانا چاہتا ہے۔ اس تصور سے روح چلا کر بول اُٹھے گی ایاک نعبد وایاک نستعین غرض دل سے ایک نعرہ نکلنا چاہیئے، جب تک اونچے اور درد دل سے فریاد نہ کرے ٹھیک نہیں ہے ایسی چیخیں ہوں جن کو سن کر اور دیکھ کر دوسرا جو دیکھتا اور سنتا ہے اس نتیجہ پر پہنچ جائے کہ اس کی چیخیں کس قزاق نے نکلی ہیں اس وقت نشان کے طور پر ایک چیز دل پر ڈالی جاتی ہے جو مختلف قسم کے خیالات اور وساوس کو معدوم کر دیتی ہے اور دل میں ایک رقت اور سوز کی حالت پیدا کر دیتی ہے۔ اس وقت غیب کا ہاتھ دکھائی دیتا ہے جو شیطانی ذریت وساوس اور شبہات کو بھسم کرتا جاتا ہے۔

دُعا کی قبولیت کا وقت

جب یہ حالت انسان پر وارد ہو جائے تو اسکو ضائع نہ کرے۔ کیونکہ یہی وقت ہے جس میں دعا کرنے سے خدا کی خوشنودی اور رضا حاصل ہو سکتی ہے۔ اور دنیا کے لئے بھی دعائیں کریں تو قبولیت کا شرف ان کو دیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہوتا ہے جو لوگ دین کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں وہ دنیا کے لئے بھی اگر دعا کریں گے تو وہ دین ہی کے واسطے ہے حدیث میں آیا ہے کہ اگر جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کے لئے بھی خدا ہی سے دعا کرنی چاہیئے۔ غرض جب تک رقت کا وقت پیدا نہ ہو تکرار کرتا جائے۔ بعض وقت پاؤں کے بھاری ہونے اور بدن کے چور چور ہو جانے کی حالت بھی رقت پیدا کر دیتی ہے۔ خدا رحیم وکریم ہے۔ کسی مقدمے والے سے پوچھو کہ کیسی تاریخیں پڑتی ہیں۔ کیسی کیسی پشیمانی اور مصیبت اُٹھانی پڑتی ہے۔ لیکن یہ ساری حیرانیاں اور سرگردانیاں اسکو تھکا نہیں دیتیں۔ وہ تاوقتیکہ حکم نہ ملے پوری مستعدی اور تیاری سے حاضر ہوتا رہتا ہے۔ مگر یہاں یہ حال نہیں ہے۔ خدا تعالےٰ کے حضور جو دکھ اُٹھا کر کھڑا ہوا اور جس نے اس کی راہ میں کچھ بھی کھو دیا اس نے اس سے کہیں زیادہ سکھ پایا اور حاصل کیا۔ یہاں تو محرومی ہے ہی نہیں۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

خدا کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا

دنیا میں ایسا ہو تو ہو انسان کسی کے عمل کو ضائع کرے تو کرے۔ مگر اللہ تعالےٰ کے حضور تو کچھ بھی ضائع نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالےٰ کا کوئی ایسا وعدہ نہیں کہ وہ اس کا متکفل نہ ہو ان اللہ لا یخلف المیعاد اور وہ تو فرماتا ہے من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ایک ذرہ بھی ضائع نہیں ہو سکتا۔ غرض میں نے نماز کا ایک طریق بتا دیا ہے جس سے نماز میں لذت وسرور آ جاتا ہے۔ اور قبولیت دعا کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ حالت بھی اس طریق پر پیدا ہو سکتی ہے کہ دعا کے ذریعہ ایک انقطاع کی حالت پیدا ہو جائے۔

کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی اک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے
(مسیح موعودؑ)

خط وکتابت کرتے وقت پرچہ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ ۲۴ ربیع الثانی سن ۱۳۷۰ھ | نمبر ۲

جناب مسیح اور نزول مسیح

مودودی صاحب کے ایک خط پر تبصرہ

جماعت اسلامی کے امیر جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو ہمارے ایک دوست نے ایک خط لکھا تھا جس میں نزول مسیح اور ختم نبوت کے متعلق کچھ سوالات کئے تھے، ان کے جواب میں جو خط موصول ہوا ہے، وہ قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے درج ذیل ہے:-

" اچھرہ - لاہور - مورخہ یکم جنوری سنہ ۱۹۵۱ء -

محترمی و مکرمی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

عنایت نامہ مورخہ ۱۵ ر نومبر سنہ ۱۹۵۰ء میرے پاس ایک مدت سے طالب جواب رکھا ہے مگر عدیم الفرصتی کے باعث جواب نہ دے سکا - اس تاخیر کے لئے معذرت چاہتا ہوں -

کسی حدیث یا کسی خاص مضمون کی احادیث کو محض اس بنا پر موضوع قرار دے دینا درست نہیں ہے کہ اس کے یا ان کے مضمون میں کچھ ایسے سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب آپ کو نہیں ملتا حدیث کو اگر موضوع قرار دیا جا سکتا ہے تو صرف اس بنیاد پر کہ اس کی سند غلط ہو، اس کے راوی جھوٹے ہوں اور ان پر وضع حدیث کا الزام ثابت ہو - اس طرح کی کوئی خرابی ان احادیث میں نہیں پائی جاتی جن میں نزول مسیح علیہ السلام کی خبر دی گئی ہے -

رہا نفس مسئلہ، تو میرے نزدیک وہ اس لحاظ سے متشابہات میں سے ہے کہ ہم سیدنا مسیح علیہ السلام کے رفع، اور ان کے کہیں زندہ رہنے، اور پھر ان کے کسی وقت اتر کر آنے کی کیفیت کو نہیں سمجھ سکتے - متشابہات کے بارے میں جو بات ہمیں سکھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم ان کی کھوج میں نہ لگیں اور جو بات جس قدر ہمیں بتائی گئی ہے اسی قدر اس کو مان لیں - متشابہات کی کھوج میں لگنا اور محکمات سے غافل ہو جانا زیغ کی کھلی علامت ہے -

رہا یہ سوال کہ مسیح کی آمد ثانی کے ساتھ ختم نبوت کا عقیدہ کیسے نبھ سکتا ہے، تو یہ کوئی ایسا مشکل سوال نہیں ہے کہ خواہ مخواہ آدمی اس میں پریشان ہو - ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی نبوت عطا نہیں ہوگی بلکہ وہ حضورؐ سے پہلے ہی ہو چکے تھے - اب اگر وہ آئیں گے تو اپنی نبوت کی طرف دنیا کو دعوت دینے کیلئے نہیں آئیں گے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی طرف دعوت دیں گے - پھر کیا وجہ ہے کہ ان کی آمد سے ختم نبوت ٹوٹ جائے؟

خاکسار - ابوالاعلیٰ

جہاں تک نزول مسیح کی احادیث کا تعلق ہے، ہمیں خود انہیں موضوع قرار دینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی لیکن باوجود اس کے ہم اس مسئلہ کو ایسے متشابہات میں سے قرار دینے کے لئے تیار نہیں جن کی حقیقت سمجھ نہ آ سکتی ہو اس میں شک نہیں کہ محکمات سے غافل ہو کر محض متشابہات کی کھوج میں لگ جانا زیغ کی کھلی علامت ہے لیکن جہاں تک حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع، حیات اور نزول کا تعلق ہے، ان کو اگر محکمات کی روشنی میں مطالعہ کیا جائے، تو نہایت آسانی سے ان کی حقیقت سمجھ میں آ جاتی ہے۔

محکم کیا ہے (۱) تمام انبیاء اسی دنیا میں مخالفین کے ہاتھوں دکھ اٹھاتے اور تکلیف سہتے رہے اور آخرکار یہیں فوت ہو کر اسی زمین میں دفن ہو گئے یہاں تک کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دشمنوں سے بچا کر آسمان پر نہیں اٹھایا گیا - اور صراحت کے ساتھ آپؐ کے متعلق فرمایا گیا وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم، محمد صلعم بھی ایک رسول ہیں آپ سے پہلے جو رسول تھے وہ سب فوت ہو گئے کیا اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم آپ سے پھر جاؤ گے؟ اس آیت میں صراحت کے ساتھ بتا دیا گیا کہ محمد رسول اللہ صلعم کا وہی حال ہے جو پہلے رسولوں کا حال ہے، آپ سے پہلے رسول فوت ہو چکے ہیں، اور ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی انہیں پہلے رسولوں میں شامل ہیں۔

(۲) فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر شاہد ناطق ہے۔ اگر حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں اور دوبارہ دنیا میں آ کر اپنی آنکھوں سے یہ دیکھیں گے کہ ان کو اور ان کی والدہ ماجدہ کو خدا بنا لیا گیا ہے تو قیامت کے دن وہ کیسے اس واقعہ کے علم سے انکار کر سکتے ہیں، اور فلما توفیتنی میں عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے اپنی وفات کا اعلان کرتے ہیں، جیسے ایک حدیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض رفقا کا ذکر کیا ہے کہ قیامت کے دن دوزخ کی طرف لے جائے جائیں گے میں کہوں گا کہ یہ تو میرے ساتھی تھے، تو کہا جائے گا کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کیا، فاقول کما قال العبد الصالح فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم، میں بھی وہی کہوں گا جو ایک عبد صالح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا -

یہاں اگر حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق فلما توفیتنی کے معنے آپ کی وفات کے ہیں تو مندرجہ بالا آیت میں بھی اس لفظ کے معنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہی کے ہیں -

(۳) یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی الخ اس آیت میں متوفیک پہلے فرمایا ہے جس کے معنے سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتے - میں تجھے وفات دینے والا ہوں، کیونکہ قرآن کریم نے صفائی کے ساتھ بتا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذی روح کی توفی قبض روح ہی کی صورت میں ہو سکتی ہے اور وہ خواہ کسی طرح پر ہے یا بحالت موت یا بحالت نیند، اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسک التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری -

(۴) تمام انسانوں کے متعلق جن میں حضرت مسیح علیہ السلام بھی شامل ہیں کھلے طور پر قرآن کریم نے فرمایا ہے، فیها تحیون وفیها تموتون ومنها تخرجون، اسی زمین میں تم جیو گے، اسی میں مرو گے اور اسی سے پھر نکالے جاؤ گے، اس میں مسیح علیہ السلام کا کوئی استثنا نہیں،

ان کھلے محکمات کی روشنی میں مسیح علیہ السلام کے رفع کو دیکھئے:-

(۱) انی متوفیک کے بعد رافعک الیّ فرما کر بتا دیا کہ آپ کا رفع روحانی ہے نہ کہ جسمانی بالخصوص اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جہت و مکان سے پاک ہے اور اس کی طرف رفع کے معنے درجات کی بلندی اور قرب مراتب کے سوائے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتے، جیسا کہ امام رازی نے اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے هو الرفعة بالدرجة والمنقبة لا بالمكان والجهة یعنی رافعک الیّ میں رفع سے مراد درجہ اور مقام کی بلندی ہے نہ مکان اور جہت کی۔

(۲) رفع کا فاعل جب اللہ تعالیٰ ہو تو اس سے رفع درجات کے سوائے اور کوئی معنے نہیں ہوتے - چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اسم الرافع کے معنے تمام لغت کی کتابوں میں ایک ہی لکھے ہیں، یرفع المومن بالاسعاد واولياءه بالتقريب یعنی الرافع وہ خدا ہے جو مومن کو سعادت عطا فرما کر اور اپنے اولیاء کو قرب عطا فرما کر رفع کرتا ہے - مسیح علیہ السلام کا رفع کرنے والا بھی وہی الرافع ہے، اس لئے رافعک الیّ میں بھی سعادت اور قرب عطا کرنے کے سوا کوئی معنے نہیں ہو سکتے -

(۳) حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق قرآن میں آیا ہے ورفعناه مكانا عليا اس میں رفع کے ساتھ بلند مکان کا بھی ذکر کیا گیا تاہم روح المعانی میں اس کے یہ معنے کئے گئے ہیں وهذا الرفع لاقتضائه علو الشان ورفعة القدر كان فيه من المدح ما فيه والا فمجرد الرفع الى مكان عال ليس بشئ یعنے رفع جس کا اقتضا علو شان اور بلندی مرتبہ ہے اس میں بہت بڑی مدح ہے اور صرف بلند مکان پر اٹھا کر رکھ دینا یہ کوئی شئے نہیں۔

سن لیا آپ نے؟ فرمائیے اب یہ مسئلہ متشابہات میں سے کہاں رہ گیا، وفات مسیح بھی محکمات میں ہے اور رفع مسیح کا ذکر بھی ان الفاظ میں ہے جن کے معنے ظاہر اور کھلے ہیں نہ مسیح علیہ السلام کی حیات ثابت ہوتی ہے اور نہ رفع جسمانی، رہ گیا نزول مسیح کا مسئلہ، اس پر ہم آئندہ اشاعت میں مفصل روشنی ڈالیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

کم سے کم ایک آدمی

جلسہ سالانہ پر جو تحریکات ہوئیں، ان میں ایک یہ بھی تھی کہ سلسلہ کا ہر ممبر آئندہ جلسہ تک کم از کم ایک آدمی کو جماعت میں شامل کرے ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے محترم دوست مرزا غلام ربانی صاحب نے اس تحریک پر سب سے پہلے لبیک کہی اور ایک نہیں تین اشخاص کو سلسلہ میں داخل کرنے کا ثواب حاصل کیا ہے، ایسا ہی مولوی شیر محمد صاحب مبلغ چک نمبر ۱۸ تحصیل سرگودھا نے بھی ایک چودھری محمد خاں کو جماعت میں داخل کیا ہے فجزاہ اللہ

ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے دوسرے دوست اور دیگر احباب بھی لوگوں کو سلسلہ کی عقائد واضح کرنے اور انہیں تحریک خادم اسلام جماعت میں شامل کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے اگر سب دوست اس تحریک میں حصہ لیں اور کم از کم ایک آدمی کو ہی جماعت میں شامل کر لیں تو آئندہ جلسہ سالانہ پر ہماری تعداد دوگنی ہو سکتی ہے اور اسی نسبت سے ہمارا تبلیغی کام بہت آگے بڑھ سکتا ہے۔

اخبار ــــ و ــــ افکار

"جھکی ہوئی نظریں"

"دنیائے صحافت تبلیغ خصوصاً مغربی ملکوں کے میدان میں صرف "احمدی" افراد اور اداروں کے دیکھنے کی اس قدر عادی ہو چکی ہے کہ جب کبھی جمہور امت یا سواد اعظم اہل سنت کے کسی فرد کا نام آجاتا ہے تو دلی حسرتوں اور ندامتوں میں کچھ تو کمی معلوم ہونے لگتی ہے اور جھکی ہوئی نظریں ایکبارگی پھر ذرا بلند ہونے لگتی ہیں"

یہ مولنا عبد الماجد صاحب دریا بادی کے الفاظ ہیں جو انہوں نے اپنے اخبار "صدق جدید" (۱۹ جنوری) میں لکھے ہیں، ہم حیران ہیں کہ اس کھلے اعتراف کے باوجود کہ ایک جماعت احمدیہ ہی ہے جو اس وقت اعلائے کلمۃ اللہ کا کام کر رہی ہے، اور باقی جماعتوں حتیٰ کہ اہل سنت کہلانے والے سواد اعظم سے بھی اس کی توفیق چھن چکی ہے، اس جماعت کے بانی کو مجدد تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ کیوں ہے؟ اور کیوں "جھکی ہوئی نظریں" اس رنگ میں بلند نہیں ہوتیں کہ خدا نے اپنے دین کی نصرت کے لئے اس زمانہ میں جب دین پر چاروں طرف سے مایوسی اور ناکامی غالب آ رہی تھی ایک شخص کو کھڑا کر دیا جو ہر قسم کی مخالفتوں اور اہل سنت کہلانے والے سواد اعظم کی پیدا کردہ رکاوٹوں اور ایذا رسانیوں کے باوجود کفرستانوں میں اسلام کا نور پھیلانے اور اسے غالب کر دکھانے کا موجب ہوا غرض تو اس بات سے ہونی چاہیئے کہ دین کا کام کون کر رہا ہے، اگر وہ مرزا غلام احمد کے ہاتھ سے ہو رہا ہے تو کیوں اس کا ساتھ نہ دیا جائے اور کیوں بیکار سواد اعظم کے ساتھ مل کر جھکی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا جائے، اور کیوں اس کام کرنے والی جماعت سے الگ رہ کر حسرتوں اور ندامتوں کے انباروں کے اندر جمع کئے جائیں۔

لیکن یہ آج "سواد اعظم اہل سنت" کے کس فرد کا نام مولنا کے سامنے آ گیا کہ ان کی دلی حسرتوں اور ندامتوں میں کمی آنے لگی اور جھکی ہوئی نظریں ایکبارگی پھر بلند ہونے لگیں؟ ہمیں خوشی ہوتی اگر اس بارہ میں کسی مخلص خادم اسلام کا وہ نام لیتے جو فی الواقعہ خدمت دین کر رہا ہو، جس شخص کا انہوں نے نام لیا ہے، (عبد العلیم صدیقی قادری) اس کی تبلیغ دین سوائے اس کے کیا ہے کہ جہاں گئے، احمدیوں کو برا بھلا کہا ان کے تبلیغی کارناموں کی خامیاں اور نقائص بیان کئے اور چلتے بنے کیا یہ تبلیغ ہے یا اسلام کی تخریب؟ اس نام نہاد تبلیغ کی وجہ سے تو نظریں اور بھی جھک جانی چاہئیں، اور یہ سمجھ آجانی چاہیئے کہ تبلیغ دین کا کام آج مجدد وقت کی جماعت کے سوائے کوئی دوسرا نہیں کر سکتا، اس لئے اگر آپ اپنی حسرتوں اور ندامتوں کو مٹانا چاہتے ہیں تو آئیے اس جماعت کا ساتھ دیجئے، نام نہاد اہل سنت کے سواد اعظم سے نہ کچھ بن پڑا ہے نہ بن سکیگا۔

انتہائی اہم چیزیں

کچھ عرصہ ہوا ہندوستان کے صوبہ یو۔پی کے ایک گورنر سر ہومی مودی کی ایک تقریر کا اقتباس ان کالموں میں درج کیا گیا تھا جس میں انہوں نے زنانہ طلباء کو یہ نصیحت کی تھی کہ وہ امور خانہ داری کی طرف زیادہ توجہ کریں، آج اسی یو۔پی کے وزیر تعلیم مسٹر سمپورنا نند کی ایک تقریر ہمارے سامنے آئی ہے جو جیا ودیالہ کے گرل گائڈ ٹریننگ کیمپ کے کانووکیشن میں انہوں نے کی۔ اس کیمپ میں دہم زنانہ ودیالہ کی ۴۸ گرل گائڈز جمع تھیں۔ مسٹر سمپورنا نند نے اپنی صدارتی تقریر میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

"یہاں جو لڑکیاں بیٹھی ہیں، ان میں سے پچاس فیصدی سے بہتر تو میں خود کھانا پکا سکتا ہوں، یاد رکھیے کہ عملی زندگی میں نہ پریڈ اور قواعد کام آئیگی اور نہ فیشن، کھانا پکانا اور خانہ داری سے واقفیت ہی دراصل انتہائی اہم چیزیں ہیں"

یہ دوسری آواز ہے جو ہندوستان کے ذمہ دار طبقہ سے سننے میں آئی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ ہندو قوم کے ذمہ دار افراد عورتوں کی موجودہ نام نہاد "ترقی" اور فیشن آرائی کے بد نتائج کو سمجھ چکے ہیں اور انہیں صحیح راہ کی طرف لانے میں کوشاں ہیں،

پاکستان کس طرف جا رہا ہے؛ کیا یہاں کے بھی کسی وزیر کسی بڑے آدمی کے منہ سے کسی زنانہ کالج کے جلسہ میں ایسے الفاظ سننے میں آئے؛ برخلاف اس کے یہاں تو تلقین ہی اس بات کی کی جا رہی ہے کہ عورت گھر کے لئے پیدا نہیں ہوئی بلکہ اسے کھلے منہ باہر نکل کر دنیا کے کاموں میں حصہ لینا چاہیئے، کاش قرآن کا حکم وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ اگر سامنے نہیں رہا تو دوسروں کے تجربہ ہی سے فائدہ اٹھا لیا جائے۔

منہ توڑ جواب

معاصر عزیز "آزاد نوجوان" مدراس میں سلسلہ احمدیہ کی جو تبلیغی خدمات سرانجام دے رہا ہے وہ ہر طرح قابل تحسین و آفرین ہیں، ہندوستان کے ایک ایسے صوبہ میں جہاں مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم ہے اور وہاں بھی اردو بولنے اور پڑھنے والے تو شاید اور بھی تھوڑے ہیں، یہ اخبار اردو زبان میں سالہا سال سے دینی علمی مضامین شائع کر رہا ہے، اور جہاں سلسلہ کے خلاف کوئی آواز اٹھتی ہے وہ شیر کی طرح کھڑا ہو جاتا اور دلائل و براہین کے پنجہ سے اسکو دبا دیتا ہے

حال ہی میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب پر کریسنٹ سوسائٹی کے ایک جلسہ میں مسٹر فاضل نامی ایک شخص نے تقریر کی اور اس میں خواہ مخواہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق زبان طعن دراز کرتے ہوئے آپ کے دعاوی کو ایک دھوکہ اور فریب قرار دیا، معاصر "آزاد نوجوان" نے اس پر ایک زبردست مقالہ لکھا ہے اور مسٹر فاضل کو خوب منہ توڑ جواب دیا ہے اور ان سے پوچھا ہے کہ جو شخص قرآن کا عاشق اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پروانہ ہے، جس کی قوت قدسیہ اور قلمی جہاد نے آج اسلام کے متعلق ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا اور اسے علم و عمل کے لحاظ سے دنیا پر غالب مذہب ثابت کر دیا جس کی پیروی کے بغیر دنیا امن اور چین کی زندگی بسر نہیں کر سکتی، اسکو دھوکہ اور فریب کا حامل قرار دینا کہاں کی دیانتداری ہے، حضرت مرزا صاحب نے جو کام کیا اگر وہ دھوکا اور فریب پر مبنی ہے، تو کاش ایسے "دھوکا باز" ہر روز اسلام میں پیدا ہوں تا کہ اسلام دنیا میں بڑھتا اور پھیلتا چلا جائے ؎

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

ہم معاصر "آزاد نوجوان" کو اس غیرت و جرأت کے لئے جو سلسلہ احمدیہ کے متعلق اس کے صفحات سے نمایاں ہے تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں، اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس کی ہمت و کوشش کو کامیاب و بارآور فرمائے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات گرامی

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر

(۱)

"میں آج آپ کو صاف کہدینا چاہتا ہوں کہ کوئی مرد ہو یا عورت یا بالغ لڑکا یا لڑکی ہو جو اپنے مال میں سے اس دینی جہاد میں کچھ خرچ نہیں کرتا، نہیں اس سے بڑھکر یہ کہ حسب حیثیت صرف نہیں کرتا اور پھر اسے ماہوار اور باقاعدہ ادا نہیں کرتا وہ اپنے آپ کو بھی دھوکہ دے رہا ہے اور اپنی جماعت کو بھی دھوکہ دے رہا ہے، نہیں، ایک قدم اور اٹھائیے، جس طرح سات سال کی عمر سے بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے کا حکم ہے سات سال کی عمر سے انہیں دینی جہاد کی عادت ڈالئے چھوٹے چھوٹے بچوں کے کھلونوں پر امراء کے گھروں میں سینکڑوں روپے برباد ہوتے ہیں، مگر اپنے بچے سے چند پیسے خدا کی راہ میں دینے کو وہ ایک مصیبت سمجھتے ہیں"۔

(۲)

"ماہوار چندہ حسب حیثیت حضرت مسیح موعود کا حکم ہے اور آپ کی جانشین انجمن نے اس کی ایک شرح مقرر کر دی ہے۔ جو شخص اس شرح کے مطابق ادا نہیں کرتا اور بہانے بناتا ہے وہ امام زمان کا نافرمان ہے۔ رستے دو ہی ہیں یا مسیح موعود کو مانو۔ جو فوج خدمت دین کے لئے مسیح موعود نے تیار کی اس میں قدم سے قدم ملا کر چلو تا کہ تم دین و دنیا میں کامیاب ہو"

مرتضیٰ خان اسسٹنٹ سیکرٹری

اسلام کا معاشی مسلک

از جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

اس زمانہ میں تجزیہ کا رجحان اتنا بڑھ گیا ہے کہ ہر ایک امر میں اس کے سہارے کے بغیر ایک آدمی کو کوئی مسئلہ سمجھ نہیں آتا کسی نظام حیات کے متعلق اگر کسی کو کچھ کہنے کا خیال ہو تو اس کو بھی اسی طریق سے سمجھانا پڑتا ہے۔ آج اسلام کے بچاؤ اور توسیع کے لئے بھی اسی طریق کو استعمال کئے بغیر چارہ نہیں کم از کم انہیں کے حوالے سے ہمیں اپنی باتیں کرنی پڑتی ہیں چنانچہ ایک عزیز دوست نے دنیا کے موجودہ حالات کو سامنے رکھ کر مجھ سے فرمائش کی ہے کہ اس وقت دنیا کے معاشی نظام کے متعلق جو دو عظیم الشان تصور معرض وجود میں آئے ہیں اور جن کے ٹکراؤ سے سارے بنی نوع انسان کا وجود خطرہ میں پڑ گیا ہے انہی کی اصطلاحات میں اسلامی معاشی نظام کے متعلق اپنا خیال پیش کروں مجھے اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا ہے۔ میری طرح اور بھی مسلم مفکرین اس بات پر دماغ سوزی کر رہے ہیں۔ انگریزی زبان میں اس کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ بدقسمتی سے اس کا بہت تھوڑا حصہ میرے مطالعہ میں آیا ہے۔ تاہم میرا خیال ہے کہ بہت کم ایسی باتیں ہوں گی جو اس مسئلہ پر اسلام کی طرف سے کہی گئی ہوں۔ اور میرے علم میں وہ نہ آئی ہوں۔ اس مضمون میں جدت طرازی کا کوئی دعویٰ مجھے نہیں ہے۔ میں صرف اسلام کی پوزیشن کو بہت اختصار کے ساتھ موجودہ زمانے ہی کے اصطلاحات اور پس منظر میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

جن کو قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے پر پختہ ایمان ہے اور جن کے دلوں میں موجودہ زمانہ کی بحثوں نے کوئی شک تو نہیں پیدا کیا۔ مگر ہاں کسی قدر الجھن ضرور پیدا کر دی ہے۔ آزاد خیال لوگوں کے لئے اس مضمون کے اندر کوئی خاص اہتمام نہیں کیا جا سکا۔ تاہم اگر کوئی آزاد خیال بھائی اس بحث میں حصہ لینا چاہیں۔ تو ان کے خیالات اور اعتراضات کو ہم محبت اور حوصلہ کے ساتھ ہر وقت سننے کو تیار رہیں۔

اس زمانہ کی معاشی اصطلاحات

ابتداً ہمیں یہ بات سمجھ لینی چاہیئے۔ کہ ہر زمانہ اپنی اصطلاحیں رکھتا ہے۔ اور ان اصطلاحوں کے اپنے زمانے میں ایک خاص معنے ہوتے ہیں جن کو دوسرے زمانے تسلیم نہیں کرتے۔ چنانچہ اس زمانہ میں سرمایہ، سرمایہ دار، سرمایہ داری نظام اور اسی طرح مزدور یہ سب اصطلاحیں ایک خاص معنی رکھتی ہیں اس خاص معنی کے ساتھ ان تمام باتوں کی طرف اشارہ موجود ہوتا ہے۔ جو کہ ہمارے زمانے میں بنی نوع انسان کی زندگی میں پائی جاتی ہیں مثلاً سرمایہ کے معنی صرف یہی نہیں کہ ایک انسان کے پاس اس کی دولت میں سے اس کی اپنی ضروریات پوری ہونے کے بعد کچھ پیسے بچے رہیں جس کو کسی زمین کی کاشت میں یا کسی تجارت میں بطور راس المال کے استعمال کر سکے۔ بلکہ موجودہ صورت میں اس کے یہ معنے بن گئے ہیں۔ کہ ایک انسان نے ایسے طریق سے مال کمایا ہو جو طریق اخلاقی لحاظ سے قابل اعتراض ہے۔ یعنی یہ کہ وہ اس مال کے پیدا کرنے میں جن لوگوں نے صحیح معنے میں محنت مشقت کی ہے۔ ان کو برائے نام کچھ اجرت پیش کر کے اپنی چالاکی سے اور صرف چالاکی سے نفع کا بیشتر حصہ اپنے تصرف میں لے آیا ہو۔ اور اس مال کو پھر اسی طرح اور کام میں لگا کر اپنے مال کو رفتہ رفتہ اس طرح بڑھاتا چلا جائے۔ کہ زیادہ سے زیادہ تر انسان اس کی بے رحمی کا شکار ہوتے چلے جائیں اور معاشرے میں ایک بڑا طبقہ ایسے دولتمند انسانوں کے قبضہ میں غلام سے بدتر زندگی بسر کرنے لگے۔ کیونکہ غلامی میں پھر بھی قوت لایموت کی ضمانت ہوتی ہے جس کا کوئی وجود اس ملعون معاشرہ میں نہیں ہے۔ لفظ مزدور اسی بدقسمت نادار غلاموں سے بدتر حالت کے لوگوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور سرمایہ داری نظام اس معاشرہ کو ظاہر کرنے کے لئے۔

اسلام میں سرمایہ کا مفہوم

ظاہر ہے کہ اسلام میں اس خاص مفہوم میں نہ سرمایہ ہے اور نہ سرمایہ دارانہ نظام۔ اور نہ ہی اس خاص معنے کو مد نظر رکھتے ہوئے مزدور کا کوئی تصور۔ اسلام میں طریق حصول دولت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور مقصد حصول دولت کو بھی۔ اور اسلامی ریاست کا یہ فرض ہے۔ کہ قوم کی روزمرہ زندگی میں ان دو اصولوں کو قائم رکھنے کی طرف خاص دھیان دے۔ کیونکہ ریاست اگر اپنے معاشرہ کے مخصوص نظام اور اصول کو نافذ نہیں کرتی۔ تو وہ ریاست اس معاشرہ کی ریاست کہلانے کا حق نہیں رکھتی اور جب یہ دو اصول مسلمان کی اجتماعی زندگی میں بھی استوار ہو جائیں گے۔ تو اس وقت سرمایہ اور سرمایہ داری کے مفہوم کے اندر جو غلاظتیں اور نجاستیں پیدا ہو چکی ہیں وہ اڑ جائیں گی۔ اور یہ الفاظ ایسے معنی اختیار کر لیں گے کہ اس کی بنیاد پر کوئی اشتمالیت کا رجحان پیدا کرنا بالکل ناممکن ہو جائے گا۔ کیونکہ جہاں سرمایہ جمع کرنے میں کسی محنت کرنے والے کی کسی رنگ میں حق تلفی نہ ہو نہ کسی انسان یا کسی انسانی طبقہ کو کسی دوسرے انسان یا انسانی طبقہ کی بے رحمی کا شکار ہونے کا خدشہ ہو وہاں طبقاتی نفرت یا طبقاتی جنگ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جائے گی۔ وہ ایک اور ہی معاشرہ ہو گا جس کا مروجہ اصطلاح میں سرمایہ دارانہ اصطلاح کہنا بالبداہت غلط ہو گا لہذا فراہمی سرمایہ اور استعمال سرمایہ کو بنفسہ قائم رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اسلام مروجہ معنی میں سرمایہ داری نظام سے انکار کرتا ہے۔

اسلام اور تجارت

اس بات کے ثبوت میں کہ مذہب اسلام سرمایہ کو فی نفسہٖ رد نہیں کرتا بلکہ اپنے معاشرے کا ایک جزو لاینفک قرار دیتا ہے۔ اس آیت کو پیش کرنا کافی ہے:-

احل اللہ البیع وحرم الربوا

یعنی خدا تعالیٰ بیع یعنی خرید و فروخت یعنی کاروبار کو حلال قرار دیتا ہے۔ اور ربوا یعنی سود کو حرام یہاں بڑی صراحت کے ساتھ تجارت کا اثبات ہے، یعنی ایسی تجارت جس میں بغیر محنت اور بغیر خطرہ منافع نہ ملتا ہو جیسا کہ سود میں، بلکہ مشقت اور خطرات کے اندر سے گذر کر اور دوسرے کا حق تلف کئے بغیر اور قومی دولت کی صحیح تقسیم کی خدمت بجا لاتے ہوئے اپنے راس المال میں بڑھوتی حاصل کرتا ہو اور کبھی کبھی نقصان بھی اٹھاتا ہو۔ اس قسم کی تجارت کی اجازت صرف ضمنی طور پر نہیں دی گئی ہے۔ بلکہ اس کو اسلامی معاشرہ کے اصل الاصول کے طور پر اسلام نے بار بار پیش کیا ہے چنانچہ سورہ بقرہ میں لین دین کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے:-

الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ

پھر سورۃ النساء میں فرماتا ہے:-

الا ان تکون تجارۃ عن تراض

پھر سورہ توبہ میں فرماتا ہے:-

تجارۃ تخشون کسادھا

روحانیت اور تجارت

اسی سلسلہ میں روحانیت پر زور دیتے ہوئے قرآن کریم سورۃ نور میں مرد مومن کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع

اس کی زیادہ وضاحت کرتے ہوئے قرآن کریم انسانی مشاغل کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ تجارت اور لہو۔ چنانچہ سورہ جمعہ میں فرماتا ہے

واذا راوا تجارۃ او لھوا

اسی سورۃ میں آگے چل کر پھر ارشاد ہوتا ہے:-

قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تجارت کو انسانی معاشرہ کا بنیادی اصول قرار دیتے ہوئے روحانی جدوجہد میں بھی قرآن کریم نے اس کی تمثیل پیش کی ہے۔ مثال کے طور پر سورہ بقرہ میں دوسرے ہی رکوع میں ارشاد ہوتا ہے:-

فما ربحت تجارتھم

پھر سورہ فاطر میں یہ ترغیب دلائی ہے:-

یرجون تجارۃ لن تبور

پھر سورہ صف میں دعوت دی گئی ہے:-

ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم

نفع کی تحریص

ان ساری باتوں سے یہ بالکل عیاں ہے کہ یہ تجارت کا رجحان یعنی کسی سودے کو کسی نفع کی خاطر کرنے کو قرآن کریم انسانی لامتناہی زندگی کے لئے بطور اصل الاصول قرار دیتا ہے لہذا اسلامی معاشرہ ایسے نظام کو قطعاً قبول نہیں کر سکتا جس میں کہ اس اصول کو تسلیم نہ کیا گیا ہو۔ نفع کی تحریص حرارت کی زندگی کے لئے خواہ وہ مادی زندگی ہو خواہ اخلاقی خواہ روحانی ایک لابدی شے ہے۔ جو بھی کام انسان کرنا چاہتا ہو۔ اس میں اگر کسی رنگ کا فائدہ نظر نہ آئے۔ خواہ وہ فائدہ منفی ہو یا مثبت اس کام کو وہ کر ہی نہیں سکتا۔ معاشرہ کا ایسا تصور جہاں پر کہ سارے لوگ ملازمت ہی کرتے ہوں یعنی ایک پوری ملازموں کی قوم ہو۔ اسلامی نقطۂ خیال سے ناممکن ہے۔ قومی زندگی میں سرگرمی اور صحیح معنوں میں ترقی اور زندگی اس معاشرہ میں نظر آ سکتی ہے جہاں کہ اس قوم کے بہتر حصہ کو آزادی تجارت میسر ہو اور اس آزادی کو وہ اسلامی اخلاقیات کی بندشوں کے اندر استعمال کریں۔

نادار طبقہ کی ذمہ داری

باقی رہا ناداری کا سوال جس سے پرولتاری کا طبقہ پیدا ہوتا ہے ہم مسلمانوں کے لئے آج کل کی تصوراتی ڈھنگ کے اندر اپنی بات پیش کرنے میں سب سے بڑی دقت یہ ہے۔ کہ دنیا کے دوسرے لوگ جو اس بے معنی جنگ میں مبتلا ہیں وہ ہمارے طریق کار کو اختیار کئے بغیر اپنے الجھاؤ کا سلجھاؤ ہم سے طلب کرتے ہیں مثلاً ہم اگر کہیں کہ سرکار کے ذمہ طبقاتی کشمکش میں اور اقتصادی مقابلوں میں جو ناانصافیاں سرزد ہوتی ہیں ان میں انصاف سے فیصلہ دینا ہے۔ تو وہ بول اٹھیں گے کہ یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اسی طرح اگر ہم کہیں کہ اقتصادی جدوجہد اور مسابقت میں بعض وقت جو حادثات پیش آتے ہیں۔ یعنی کوئی آدمی یا کوئی خاندان یا کوئی گروہ سوئے اتفاق سے جس کا ذمہ دار نہ کوئی فرد ہو اور نہ کوئی طبقہ بے سرو سامان رہ کر محتاج ہو جائے تو سرکار ان کی کفیل ہے۔ اور جب تک ان کی حالت

کی درستی نہ ہو۔ وہ سرکار کے مہمان تصور ہونے کے حق دار ہیں تو موجودہ سرمایہ دار دنیا اس بات کو اخلاقی طور پر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر ہم مسلمان کہیں کہ سرکار کا یہ بھی فرض ہے کہ مجموعی طور پر ساری قوم کی معاشی ضروریات اور معاشی تگ و دو کو بیک وقت سامنے رکھ کر ایک قومی پیمانہ پر اس کی رہبری کرے۔ بقدرِ ضرورت قومی زندگی کے مختلف شعبوں میں ضروری اور غیر ضروری معاشی تگ و دو کی تعین اور نقصان دہ جد و جہد کی روک تھام یہ بھی سرکار کے عام فرائض میں ہونا چاہیئے۔ تو ہمیں غالباً کہا جائیگا کہ یہ اشتمالی نظام کے موید ہیں لہذا جمہوری نظام کے دشمن،

قانونی وراثت

اسی طرح اگر ہم کہیں کہ اسلامی قوانین وراثت کے نفاذ سے جو مستقل اور برسرپیکار دو طبقے مغربی جمہوریتوں میں وجود میں آچکے ہیں۔ ان کو بغیر اشتمالی نظام کے قائم کئے ہوئے فتح کیا جاسکتا ہے۔ تو ہمارے دوست کہیں گے کہ یہ ایک ناممکن تجویز پیش کر رہے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک اسلام کے قوانین اس زمانے کے لئے تو موزوں تھے۔ جبکہ کاشتکاری اور سیدھی سادی تجارت دنیا میں مروج تھی۔ اور مشین کا زمانہ دیکھنا دنیا کو نصیب نہ ہوا تھا۔ اور کہ مشین جب سے تجارت کیلئے روح رواں بنی ہے۔ اس وقت سے تقسیم وراثت کا جو قانون اسلام نافذ کرنا چاہتا ہے اس کیلئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہ گئی۔ مگر ہمارے لئے بھی اس اعتراض کو سمجھنا آج تک ممکن نہیں ہو سکا کیونکہ اسلامی قانونِ وراثت کو مشینی زمانہ سے پہلے بھی مغربی اقوام نے کبھی تسلیم نہیں کیا۔ اور محض اسی وجہ سے کاشتکاری کی زندگی میں بھی ایک بڑے پیمانے پر سلسلۂ غلامی عیسائی ممالک میں مروج رہا ہے مشین کی ایجاد کے بعد صرف اتنا ہی فرق پڑا ہے۔ کہ جس نادار غلاموں کے طبقے کی ذمہ داری ریاست نے کبھی لی ہی نہ تھی اب اہلِ دولت بھی اس ذمہ داری سے اپنے آپ کو سبکدوش سمجھنے لگے۔ یہ بیچارے نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔

اسلام تو اولاً ریاست پر نادار طبقہ کی ذمہ داری عاید کرتا ہے۔ اور پھر قانونِ وراثت کے ذریعہ سے اہلِ دولت لوگوں کے دائرے کو ہر وقت وسیع کرتا رہتا ہے۔

اسلامی اصولِ تقسیم

اس اسلامی تقسیم کے اصول کو موجودہ دور کے کاروباری حلقہ میں نافذ کرنے میں کونسی دقت پیش آسکتی ہے ہم اس کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں آخر بڑی بڑی کمپنیاں جو بڑی بڑی فیکٹریوں کے چلانے والی ہیں۔ ان کو کئی وجوہات کی بنا پر کئی دفعہ نقصان اٹھا کر اپنے کاروبار کو سمیٹنا پڑتا ہے۔ اور نئی ضرورتوں کے ماتحت نئے مقامات پر نئے جوڑ توڑ کے ذریعہ نئی چیزوں کے لئے نئی فیکٹریاں قائم کرنی پڑتی ہیں۔ تو آخر اس میں کونسی مصیبت پیدا ہو گئی کہ ایک نئی فیکٹری کے مالک نے مرنے کے بعد اس کے پانچ یا سات یا دس رشتہ دار اس کے مالک بن جائیں۔ اور اس کے بعد اگر کوئی ان میں سے اپنے آپ کو اس کاروبار کو صحیح طریق سے چلانے کا اہل نہ سمجھ کر اپنا حصہ کسی کو بیچ دے اور اس طرح سے حاصل کردہ پیسہ کسی اور کاروبار میں لگا دے

حکومت کی ذمہ داری

رہا سوال مزدوروں کا۔ تو حکومت کا ذمہ یہ پہلے ہی رکھا گیا ہے۔ کہ بیکاری پیدا ہونے سے قبل ہی اس کا سدباب کرنا ان کا فرض ہے اور اتفاق سے اگر روک تھام سے کام نہیں بنا تو بیکاری پیدا ہونے کے بعد جب تک کمانے دار لوگ جو حقیقت میں اسلامی معاشرہ میں اس طرح کی ناداری کے شکار بہت کم ہوں گے کیونکہ قانون وراثت کی بدولت اور بیت المال کی مدد سے اکثر لوگوں کا کوئی نہ کوئی اثاثہ ہوگا) سرکار سے اپنی زیست کا سامان طلب کرنے میں اپنے آپ کو حق بجانب سمجھیں گے۔ اور سرکار بھی اس مطالبہ کو جائز سمجھے گی۔

دو شقیں

اس مسئلہ میں بھی وہی مصیبت ہے جو کہ اور دوسرے مسائل میں پیش آتی ہے۔ یعنی مطالبہ یوں ہوتا ہے۔ کہ یا تو ریاست قوم کے اندرونی معاشی معاہدوں میں کسی قسم کا دخل نہ دے۔ اور یا قومی دولت کے پیدا اور تقسیم کرنے کی ساری ذمہ داری اپنے اوپر لے لے۔ یعنی عیسائی ثقافت کی انتہاپسندی کے زیر اثر مغربی نقطۂ نگاہ سے اس مسئلہ میں صرف دو ہی شقیں ممکن ہیں۔ ایک کو لیسے فیر کا نام دیا گیا ہے جس کے معنے ہیں کہ کاروباری دنیا میں افسر اور ماتحت سرمایہ دار اور مزدور کے درمیان جو بھی معاہدہ ہو اور اس کے نتیجہ میں جس کو جو بھی فائدہ اور نقصان حاصل ہو اس میں دخل دینے کا حکومت کو کوئی بھی حق حاصل نہیں ہے۔

دوسری شق یہ کہ افراد کو پیداوار اور تقسیم کے انتظام کا بالکل کوئی حق حاصل نہ ہو۔ کیونکہ اس کی مجاز صرف حکومت ہی ہو سکتی ہے اور اس کو اشتراکی نظام کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان دونوں کے بین بین کوئی راستہ عیسائیت زدہ مغربی تصور میں آ ہی نہیں سکتا

معقول راہ

یہی ہے وہ رستہ جس کو اسلام بڑی قوت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اور جس کے اختیار کئے بغیر تہذیب انسانی اور نسل انسانی کا بقا ایک گونہ ناممکن ہو چکا ہے۔ ہمارے مغربی اور مغرب زدہ بھائی اپنی عقل پر کتنا ہی ناز کریں اور کتنا ہی ایچا پیچی سے کام لیں ایک نبی کا یہ تجویز کردہ راستہ نہ صرف معقول ہی ہے بلکہ اپنی سادگی کی وجہ سے دلکش بھی یہ اور بات ہے کہ عقل زدہ انسان میں دشوار پسندی کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے اور وہ ایک بدیہی امر اور آسان تجویز کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ اصل میں جو زندگی کی صحیح راہ ہے وہ ایسی ہی سادہ ہوتی ہے اور عقل عامہ کیلئے دلکش بھی۔

رُوحانیت کا کرشمہ

یہ خیال بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ بانیٔ اسلام صلعم نے اپنے آپ کو آخر دم تک نادار رکھ کر ہر قسم کی سرمایہ داری کے خاتمہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس طرح سے غلامی کو یک لخت اڑانے کی بجائے آپ نے اپنے طرز عمل سے اس کی بیخ کنی کی طرف اشارہ فرمایا تھا مگر آیا غلامی کی جو شکل اسلام نے پیش کی ہے اس کی ضرورت اب بالکل باقی نہیں رہی اور نہ کبھی ہو گی یہ خود ایک متنازعہ فیہ امر ہے۔ میرے نزدیک اس کی گنجائش بعض حالات کے پیدا ہو جانے پر پھر نکل سکتی ہے۔ بہرحال اسلام کی تجویز کردہ گھریلو غلامی مغربی ممالک کی اقتصادی غلامی سے خواہ وہ سرمایہ داری نظام ہو یا اشتراکی نظام۔ بدرجہا بہتر ہے۔

سرمایہ اور میراث کا مسئلہ اسلام میں ایک مختلف رنگ رکھتا ہے جہاں غلامی ایک ذہنی مسئلہ ہے سرمایہ کا مسئلہ ایک اصولی مسئلہ ہے جس کے اوپر قرآن اور حدیث نے ایک پورا معاشرہ قائم کیا ہے بیع اور شراء کے مسائل سے قرآن اور حدیث بھرے پڑے ہیں۔

رہا آپ کا نمونہ یا آپ کے بعض صحابہؓ کا نمونہ تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ تو اسلامی روحانیت کا محض ایک کرشمہ ہے۔ اسلام دنیوی زندگی سے الگ کسی روحانیت کا قائل نہیں ہے جس طرح دودھ کو بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے، اسی طرح اسلام معاشرتی اخلاق کے اندر سے روحانیت پیدا کرنا چاہتا ہے روحانیت مقصد ہوتا ہے اور دنیوی تعلقات اس کے لئے ذریعہ۔ ہمارے اہل اللہ دنیا سے تعلق رکھتے ہیں دین کی تکمیل کی خاطر اور ہمارا دنیوی تعلقات روحانیت کے معاون اور ممد بنتے ہیں۔ اسی طرح روحانیت اپنی تکمیل کو پہنچ کر دنیوی تعلقات پر اثر انداز ہوتی ہے۔ کامل مومن ایتاءِ ذی القربیٰ کا جذبہ اپنے اندر پانے کی وجہ سے اور خدا پر کامل توکل ہونے کی وجہ سے جائز طور پر حاصل کئے ہوئے اپنے سارے مال کو تمام لوگوں میں تقسیم کر کے روحانی سرور حاصل کرتا ہے۔ مگر اس قسم کے لوگ دنیا میں کم ہوتے ہیں۔ اگرچہ اسلام کا نصب العین ہے ایسے لوگوں کی تعداد کو زیادہ سے زیادہ بڑھانا۔

دوسرے لوگ جن کی روحانیت اتنی بلند نہیں ہے اور نہ ان کا توکل اتنا کامل ہے ان کو اسلام مجبور کرنا نہیں چاہتا کیونکہ جبر سے کرایا ہوا کام روحانیت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا بلکہ نقصان ہی پہنچاتا ہے ایسے لوگوں کا مال جو کہ دنیوی تعلقات سے بلند نہیں ہو سکتے۔ اور اسباب کے اندر صاف طور پر مسبب کا ہاتھ نہیں دیکھ سکتے انکے مال کے انتشار کا انتظام اسلام نے قانون کے ذریعہ ایسا کیا ہے۔ کہ ان کے فطری رجحانات میں ہیجان پیدا کئے بغیر یہ کام سرانجام پاتا ہے۔

معاشی عدل کو اس طرح اسلام معاشی قوانین کے ذریعہ قائم کرتا ہے مگر ساتھ ہی ایسے ایسا معاشرہ پیش کرتا ہے جس میں بلند پایہ روحانی لوگوں کو معاشیاتی قانون کے اندر رہتے ہوئے اپنا روحانی کمال حاصل کرنیکا موقعہ بھی ملے یعنی ایسا نظام جس کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی بزرگ ہستیوں کو ایسے الفاظ کہنے کا موقعہ ہو جیسا کہ:۔

نحن معشر الانبیاء لا نرث ولا نورث

یعنی ہم جماعت انبیاء نہ کوئی دولت ورثہ میں لاتے ہیں اور نہ ہی کچھ ورثہ میں چھوڑتے ہیں۔

بلکہ یہ دعوٰی صرف انبیاء کرام سے مخصوص نہیں ہے آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے بیشمار صدیق اور شہید اسی قسم کی زندگی بسر کرتے ہیں اور انہیں لوگوں کا اثر ہوتا ہے جو کہ عوام الناس کے اندر دنیا سے بے رغبتی کے ذوق کو بیدار رکھتا ہے۔ اور یہ ذوق اگر کسی قوم میں سے یکسر مٹ جائے تو بہتر سے بہتر معاشی نظام بھی اس قوم کے اندر سے حرص اور حسد کو مٹا نہیں سکتا۔ بلکہ ایسی روحانیت کی غیر موجودگی میں ایسی قوم کے اندر مادہ پرستی انتہا کو پہنچ کر تمدنی شیرازے کو ضرور درہم برہم کر دیتی ہے۔ ابھی تک فکری دنیا کو اس بات کا احساس نہیں ہوا ہے کہ بنی نوعِ انسان معاشی عدل اور مادی بہبودی کے لئے بھی روحانی کلچر کا محتاج ہے۔ اور دراصل وہ افراد جو کسبِ دولت کی مکمل آزادی کے اندر رہ کر دنیا سے بے رغبتی کے ذوق کو اپنے اندر نشوونما دیتے ہیں ان کے روحانی تاثرات دراصل انسان کی عمرانی زندگی میں معاشی امن کے ضامن ہوتے ہیں

خلاصہ کلام

اسلام جو معاشرہ پیش کرتا ہے اس کے اندر جہاں ایک طرف دولت کے متعلق ایک عام انسان کے فطری رجحانات کو کچلنے کے بغیر معاشی عدل قائم ہوتا ہے وہاں اولوالعزم روحانی ہستیوں کے لئے اپنے روحانی وجدان کے کرشمے دکھانے کے مواقع بھی مہیا کئے جاتے ہیں کیونکہ اسلام نے مادی ماحول اور مادی تعلقات کے نشوونما کے لئے بطور مزرع قرار دیا ہے۔ اور اس کے مطابق اپنا معاشی مسلک وضع کیا ہے

بدلے ہوئے حالات اور ہم

ایک مقالہ جو جناب غلام ربانی صاحب ایم اے نے جلسہ سالانہ میں پڑھا

(۲)

دو راہیں

پس اگر ہمارے اس دعویٰ کا شاہد نہیں۔ تو
پہلی ہمارے لئے دو ہی راہیں کھلی ہیں۔ یا تو مسیح
موعودؑ کو بدنام کرتے رہیں منہ سے کہیں کہ دجال اور
یاجوج و ماجوج کا زمانہ آ گیا۔ اے لوگو اس کی جنت
جنت نہیں۔ اور اس کی دوزخ میں کود نا۔ . . . .
ابدی زندگی کو حاصل کرنا ہے۔ لیکن عمل سے اس
کی جنت کے تمام پھل اپنے گھروں میں لے آئیں
بچوں کو آزادی سکھائیں۔ عورتوں کو دجال کی طرف
بڑھنے دیں۔ دفتروں اور کارگاہوں میں طبقاتی
منافرت کو ہوا دیں۔ افسر ہوں تو ماتحتوں کو
دبائیں۔ ماتحت ہوں تو افسر کے خلاف سازش کریں
کاروبارِ زیست میں سود کے سہارے بڑھیں مریضوں
غلاموں اور دکھیوں سے بے حس اور بے مروت ہو کر
گذر جائیں۔ جھوٹ، دغا، فریب اور منافقت کو
پھیلنے دیں۔ اور خاموش رہیں۔ دوکاندار ہو کر مال
کی قیمتیں چڑھائیں اور سوگنا بھاؤ پر مال بیچیں
انسانوں کا خون ناحق بہنے دیں۔ اور خود بھی بوقت
ضرورت شریک ہو جائیں۔ اقلیتوں کا تحفظ نہ کریں

دوسری راہ دوسری راہ یہ ہے کہ اگر ہم مسیح موعود
علیہ السلام کے ساتھ کئے ہوئے
عہد سنبھال نہیں سکتے۔ تو اسے چھوڑ دیں۔ تاکہ قول
و فعل کا تفاوت ظالموں کے ظلم کرنے کے لئے کوئی
مثال نہ دے سکے۔ ہمیں خشک زاہد نہیں بننا ہمیں
حکومت اور ثروت نہیں چاہیئے۔ ہمیں محبت اور احمدیت
کی ضرورت ہے۔ یاد رکھیں موسیٰؑ کی شریعت کے
بعد مسیحؑ کی جمالی زندگی اس بات کی دلیل تھی کہ سخت
روی کا دور تمام ہو گیا۔ دین کو اب محبت، پیار
اور جمال کی ضرورت ہے مسیح کا آنا حسن و جمال کا
آنا ہے۔ اب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اسم محمدؐ کی تجلی تمام ہوئی تلوار سے فیصلہ نہیں
ہو سکتا۔ دنیا اس تلوار سے امان چاہتی ہے۔ جو
دجال نے کھینچ رکھی ہے۔ وہ شمشیر کی نوک پر اپنا
موقف منوا رہا ہے۔ آگ کا کھیل بہت کھیلا جا چکا
امن کے لئے اب اسم احمد کی تجلی لازم ہے مسیح کا
ظہور اسی محبت، جمال، پیار اور آشتی کی دلیل ہے
شریعت پرستوں کو چھوڑ دو۔ کہ یہ ملاں ہیں خشک اور
بے حس۔ ہم احمدی ہیں احمدیت ہمارا مسلک ہے
پیار، محبت اور صلح ہمارا نعرہ ہے یہ روح ہمارے نزدیک
اہم ہے۔ اگر انسانوں کی محبت ہمارے عمل سے ظاہر
نہیں ہوتی۔ تو یقین رکھو ہمیں اس مسلک کا کوئی فائدہ
نہیں۔

ملاؤں کی ذہنیت

آج ہمیں اشتراکیوں اور ملاؤں سے ایک خطرناک
مقابلہ آن پڑا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی
کامیاب ہو گیا۔ تو یاد رکھو یہ سرزمین ہمارے خون سے
رنگی جائے گی۔ یہ دونوں سگ زرد برادر شغال ہیں
دونوں کے نزدیک شرفِ انسانیت ناقابل قبول ہے
اشتراکی مساوات کوئی مساوات نہیں۔ یہ دردناک
حکومتی نظام ہے۔ جس میں حکومت کبھی بھی ختم نہ ہو گی
اور ساتھ ہی انسانوں کی غلامی بھی۔ ملاں روایت پرست
ہے۔ اس نے اسلام کا ایک غلط ڈھانچ بنایا ہے
جسے وہ اب جابر حکومت کے ذریعہ ٹھونسنا چاہتا ہے۔
کیا ہم ان دونوں قوتوں کو بلا روک ٹوک بڑھنے دیں؟
ان کے غلط تصورات کی پرورش ہونے دیں۔ اور خود
خاموش رہیں۔ یہ تو بیعتِ مسیح موعود علیہ السلام کے
صریحاً خلاف ہو گا۔ اگر اس امر کی ذمہ داری اٹھائی ہے
کہ نئے دور کی تعمیر میں ہم اپنے خون پسینے لگا دیں گے
تو یہ ذمہ داری کسی نے ہم پر ٹھونسی نہیں تھی۔ اگر ہم
دجال کی تہذیب کی دنیا کے سامنے صاف صاف
تعین کی ہے۔ تو اس کے مٹانے کے لئے پھر ہم پر
کیوں جبر نہیں۔ آج ماریں کھانے کا زمانہ ہے لیکن
اسی زمانے میں سے آشتی اور امن کا دور نمودار ہو گا۔
لیکن ہمیں اس کے لئے بہت کچھ کرنا ہے۔

طاغوتی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کا طریق

ساتھیو! کفر کی قوت کا مقابلہ دو راہوں پر ہو
سکتا ہے۔ پہلا کام یہ ہے۔ کہ ہم کفر کی یلغار اور اس
کے بڑھنے کی تکنیک کا صحیح صحیح اندازہ کریں۔ ہمارا
فرض ہے کہ ہم اسے بخوبی دیکھیں ہمارے گھروں
روزمرہ کاروباروں، دفتروں اور کارگاہوں، علم
و عرفان کی درسگاہوں، عبادت اور مساجد میں ہر
جگہ دجال کی یورش کا ہمیں ٹھیک ٹھیک اندازہ
ہونا چاہیئے۔ اس نہج پر ہمیں دجال کے ہراول دستے
ملیں گے۔ انہیں آپ اخبارات رسائل، کتب
سینما اور عام اجتماع خانوں میں دیکھیں گے پھر ان
کے عقب میں آپ ایسی تنظیمیں پائیں گے جو لوگوں کو
خدا اور اس کے رسولؐ کے احکامات کے خلاف
ابھارتی ہیں۔ ہسپتالوں میں مریضوں میں انہیں کام
کرتا دیکھیں گے۔ گاؤں اور بستیوں میں دیہی اور
شہری گروپوں کی صورت میں وہ مصروفِ کار ہیں ان
تمام کی ملی جلی کوشش کا نتیجہ اسلامی طرزِ فکر سے
برگشتگی اور اسلامی معیارِ خیر و شر کو ٹھکرانا مترتب ہو گا،
کبھی یہ آپ کو عام محبت کا پرچار کرتے ہیں کبھی وحی
و الہام کو زمانۂ قدیم کی توہم پرستی کہتے ہیں۔ اور کبھی
شکم پُری کو آخری مقصد قرار دیتے ہیں۔ کبھی آزادیٔ
افکار کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ کبھی زندگی کی مجبوریوں
کا افسانہ لے بیٹھتے ہیں۔ غرض کوئی موقعہ ایسا نہیں
جانے دیتے جس سے آخری نتیجہ خدا کے دین سے
علیحدگی پیدا ہوتا ہو۔

ہمیں سب سے پہلے اس حملہ کی نوعیت
کو سمجھنا چاہیئے۔

ہمارا نصب العین

دوسرا کام ہمیں اپنی قوت کا اندازہ کرنا ہے۔
ہم صرف دفاع کرنے نہیں نکلے۔ ہم دجال کے خلاف
انسانیت کو پھیلانے اور امن کا پیغام دینے نکلے
ہیں۔ ہمیں مزدوروں کے لئے لڑنا ہے۔ اس لئے
لکھا کہ مظلوم کی حمایت فرض ہے۔ ہمیں دانشوروں
کی عزت بحال کرنی ہے۔ کیونکہ عالم کے قلم کی سیاہی
شہید کے خون سے زیادہ قیمتی ہے۔ ہمیں مریضوں کے
لئے دوا دارو کرنا ہے۔ اس لئے کہ جو اپنے مریض
بھائی کی تیمارداری کرتا ہے۔ اس کا ہر قدم جنت
کی طرف لکھا جاتا ہے۔ ہمیں غریبوں کو تنگدستی اور
فاقہ مستی سے نجات دلانی ہے۔ کیونکہ لکھا ہے قریب
ہے کہ نادار کافر ہو جائے" ہمیں قرضے اور سماجی
غلامی میں دبے ہوؤں کی گلو خلاصی کرانی ہے کیونکہ
گردنوں کا آزاد کرانا ہی سب سے اونچی گھاٹی
ہے ہمیں نئی نسل میں نئے افکار سمونے کے لئے اپنی
عورتوں کو اسلامی راہ پر بڑھانا ہے۔ کیونکہ ان
زندہ درگور عورتوں سے سوال ہو گا کہ یہ کس جرم میں
دفن کی گئی تھیں۔۔

اپنا جائزہ لیجئے

زندگی ہمہ گیر ہے۔ اس کے تمام مظاہر باہم
مربوط ہیں اور ان تمام کے پیچھے ایک ہی روح کام
کرتی ہے۔ وہی روح تحریک کا مزاج متعین کرتی ہے
کیا ہم نے اس احمدی روح کو زندگی کے ہر مظہر میں
سمویا ہے۔ کیا ہمارے ہاں دانشوروں کا وہ حلقہ
ہے۔ جو تنقید، تاریخ، فلسفہ، شعر، حکمت، ادب
اور فنون کی دیگر اصناف میں اس مزاج اور طرزِ فکر
کی ترجمانی کر سکے۔ کیا ہم مزدوروں، کاریگروں اور
کارکنوں میں مزدور، کاریگر اور کارکن ہونے کی حیثیت
میں عزتِ نفس، وقار اور دیگر احمدی امتیازی
خصوصیات پیدا کر پائے ہیں۔ کیا امراض کے لئے
ہم نے باقاعدہ کسی درسگاہ یا ہسپتال کا اہتمام کیا
ہے جس کے ذریعہ ہم دکھی انسانوں تک ذہنی طور
پر حساس، محبت سے معمور طبیب پہنچانے کا
بندوبست کر سکیں۔ جو سسکتے ہوئے لوگوں کو ان کے گھروں
سے مرحوم ہو چکے ہوں۔ کیا ہم نے غریبوں کو ان کا حق
پہنچانے کے لئے کوئی سعی کی ہے۔ یا امیروں میں ایسی
محبت، فرض شناسی، خدا خوفی اور احساس ہمدردی
پیدا کی ہے۔ جس سے وہ اپنے غریب بھائیوں کو بن
مانگے ان کا حق دیں۔ اور کیا ہم نے اپنی عورتوں کو دجال
کی خوفناک دستبرد سے بچانے کا انتظام کیا ہے
تاکہ وہ سینہ تو ان المناک افکار سے محفوظ رہے
جس سے نئی پود دودھ حاصل کرتی ہے۔ ہم میں
سے کوئی بھی اس حدیث کو نہ بھولتا ہو گا جس میں
عورتوں کا سب سے آخر دجال کی طرف نکلنا لکھا
ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ ایک آدمی بھاگے گا کہ اپنی
ماں، بہن اور بیٹی کو باندھ دے۔ اس خوف سے کہ
وہ بھی کہیں دجال کی طرف نہ نکل جائیں پھر ہم نے
اس کے لئے کیا کیا۔ شاذ شاذ ہم میں اگر ایسے آدمی
مل بھی جائیں۔ تو یہ کوئی بڑی بات نہیں حضرت مسیح
موعود علیہ السلام تو ایک ایسا موثر جتھا پیدا کرنا چاہتے
تھے جس سے یہ اقدار اپنا استقلال پائیں فعال
خال آدمیوں پر قناعت تو خود جماعت کے وجود کی
تنسیخ ہے۔ پھر جماعت کیسی اور مرکز کس لئے۔ یہ کام
ایک دو آدمیوں کا نہیں۔ پوری جماعت کا ہے تاکہ
ایک گروہ دنیا میں ایسا تو ہو جو اسلام کی سیرت اپنے
وجود میں ڈھالے اور یہ اعلان کر سکے"۔ اسلام قابل
عمل ہے۔ اسلام تخیل نہیں۔ اسلام رجعت اور
قدامت نہیں"

عملی نمونہ کی ضرورت

ہمارے دعوے ہم سے ثبوت مانگتے ہیں خدا
کا مسیح ہم سے ہماری بیعت کا ایفاء پوچھتا ہے
دکھی انسان ہم سے شرف انسانیت پر کھائی ہوئی
قسم کی دہائی دیتا ہے۔ کیا ہم اس کا جواب دے سکیں
گے؟

آخر میں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے
الفاظ میں ہی احمدیہ دعوت کی تشریح پیش کرتا ہوں۔

"خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کا نام کشتی بھی رکھا
ہے۔ چنانچہ بیعت کے الہام میں اصنع
الفلک ہی فرمایا ہے۔ صاف کہہ سکتا
تھا بیعت لے لو۔ لیکن الہام بتاتا ہے
کہ یہاں بھی حضرت نوحؑ کے زمانہ کی طرح
کچھ ہونے والا ہے۔ . . . قصیدہ الہامیہ
کے ایک شعر میں بھی ہے

واللہ کہ ہمچو کشتیٔ نوحم ز کردگار
بیدولت آنکہ دور بماند ز لنگرم

مسیح موعودؑ کے آنے کی غرض

میرے آنے کی اصل غرض اور مقصد یہی ہے
کہ توحید اخلاق اور روحانیت پھیلاؤں
توحید سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہی کو اپنا
مطلوب، مقصود، محبوب اور مطاع یقین

کیا جائے۔ موٹی موٹی بت پرستی اور شرک سے لے کر اسباب پرستی اور باریک باریک شرک یعنی اپنے نفس کو بھی کچھ سمجھ لینے تک سب کو دور کر دیا جائے جس میں کہ دنیا گرفتار ہے اخلاق سے مراد ہے کہ جس قدر قویٰ انسان لے کر آیا ہے ان کو اپنے محل اور موقعہ پر خرچ کیا جائے۔ . . . . افراط اور تفریط پیدا نہ ہو . . . . . . اعتدال ہی وہ درجہ اور مقام ہے جہاں اخلاق اخلاق کہلاتے ہیں۔ اور اسی کو میں قائم کرنے آیا ہوں"

(الحکم جلد ۶ ص ۳)

غضب الٰہی اور توبہ کی ضرورت

پھر فرماتے ہیں:-

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت لوگوں کے اعمال بد اور شوخیوں اور شرارتوں کی وجہ سے غضب میں ہے۔ کیونکہ اس کی باتوں پر ہنسی کی گئی۔ اور اس کے نشانات کو ذلیل قرار دیا گیا۔ اس لئے اب اس کے قہر کے دن آگئے ہیں۔ اب دیکھو گے کہ وہ کیا کرے گا۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اس کا یہ الہام پورا ہو۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔ اس لئے اب ایسا وقت ہے۔ کہ ہر ایک کو ڈرنا چاہیئے کیونکہ وہ بے نیاز ہے . . . . . یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ جو اس وقت عذاب نازل کر رہا ہے وہ ایک خاص کام کے لئے نازل کر رہا ہے۔ اگر مولویوں، صوفیوں اور سجادہ نشینوں سے ہمارے سلسلہ کے بارہ میں بات کرو تو پہلے ہی گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں۔ اب دیکھو لو کہ اللہ تعالیٰ کا صبر کتنا بڑا صبر ہے۔ ہزار برس سے اوپر زمانہ گذر چکا کہ اللہ تعالیٰ کے پاک انبیاء، راستبازوں اور برگزیدوں کو گالیاں دی گئیں اور ان کی بے حرمتی اور ذلت کے لئے ہر قسم کے وسائل اختیار کئے گئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سب انبیاء اور خصوصاً ہمارے نبی کریم صلعم کی عزت و عظمت کو قائم کرنے کے لئے یہ سلسلہ قائم کیا۔ اور جب سے یہ قائم ہوا ہے تبھی سے اس کے ساتھ مخالفین نے وہی سلوک کیا۔ جو پہلے راستبازوں کے ساتھ کرتے چلے آئے ہیں اس لئے آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان حد سے بڑھے ہوئے بے باکوں اور شوخ چشموں کا علاج کرنا چاہا۔ یقیناً سمجھو کہ اگر مصیبت کے دور سے پہلے اپنے دلوں کو گداز کر لو گے اور خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی اور اپنے خاندان کی حفاظت کیلئے گریہ و بکا کرو گے تو تمہارا خاندان اور تمہارے بال بچے بچائے جائیں گے۔ اور اگر میرے ہاتھ پر توبہ کر کے پھر بھی دنیاداروں کی طرح رہو گے تو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ میرے ہاتھ پر توبہ کرنا ایک موت کو چاہتا ہے۔ تاکہ تم نئی زندگی میں ایک اور پیدائش حاصل کرو۔ بیعت اگر دل سے نہیں تو اس کا کچھ بھی نتیجہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ میری بیعت سے دل کا اقرار چاہتا ہے نہ کہ زبان کا . . . . اللہ تعالیٰ بڑا رحیم و کریم ہے۔ لیکن جو لوگ زیادتی اور شرارتیں کرتے رہتے ہیں آخر کار ان کو بہت بری طرح سے پکڑتا ہے۔ اور وہ ایسا غیور ہے کہ اس کے غضب کو دیکھ کر کلیجہ پھٹتا ہے۔ اس وقت بھی دنیا کی حالت ایسی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو کھینچ رہی ہے۔ تم لوگ بہت اچھے وقت پر آگئے ہو۔ اس لئے تمہارے لئے یہ بہتر اور مناسب ہے۔ کہ تم اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو۔ اپنے اعمال میں اگر کوئی شریعت کے خلاف دیکھو تو اسے فوراً دور کرو۔ اور ایسے ہو جاؤ کہ نہ مخلوق کا حق تم پر باقی رہے اور نہ خالق کا یاد رکھو جو شخص مخلوق کا حق دباتا ہے اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ ظالم ہے اس سلسلہ میں داخل ہو کر تمہارا وجود دنیا سے بالکل الگ ہو۔ اور تم بالکل ایک نئی زندگی بسر کرنے والے انسان بن جاؤ۔

ہم جو کچھ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لئے کہتے ہیں۔ ہم تو اسلام کے مردود ہیں۔ میرا نام جو غلام احمد رکھا میرے والدین کو کیا خبر تھی کہ اس میں کیا راز ہے۔ اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسیح موعود ابن مریم سے بڑھ کر ہے اس میں بھی سر تھا۔ کہ آنحضرت صلعم کی شان بزرگی دکھائی جائے مسیح ابن مریم حضرت موسیٰؑ کا مسیح تھا اور یہ عاجز حضرت محمدؐ کا مسیح۔ وہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی خاطر ایک محدود وقت کے لئے آیا تھا اور یہ مسیح کل دنیا کے لئے اور ہمیشہ کے لئے آیا ہے۔

اخلاص کی ضرورت

اس وقت رسول اللہ کا ظہور بروزی رنگ میں ہوا ہے اور ایک جماعت صحابہ کی پھر قائم ہوئی ہے اتمام نعمت کا وقت آپہنچا ہے۔ لیکن تھوڑے ہیں جو اس سے آگاہ ہیں۔ اور بہت ہیں جو ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں۔ ہماری جماعت اگر خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے۔ تو اس گھڑی کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر مقدم کرنے کی ہے پھینک دے تم یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہوا تو تم جھوٹے ٹھہرو گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں راستباز نہیں بن سکو گے۔ ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ دوست ہلاک ہو گا جو وفاداری کو چھوڑ کر غداری کی راہ اختیار کرتا ہے خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ کوئی اسے فریب دے سکتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو۔ تم پر خدا کی حجت سب سے بڑھ کر پوری ہوئی ہے۔

خوشحال اور دولتمند پاکستان

(بقیہ صلا)

کہ ان وفود کو مستقل حیثیت دے دی۔ چنانچہ جاپان اور روس کے تجارتی وفود گذشتہ ۱۰ ماہ سے کراچی میں مقیم ہیں۔ پاکستانیوں کی خواہش ہے کہ ہندوستانی تجارتی وفد بھی ان کے ملک میں آئے اور ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تجارتی تعلقات قائم کرے۔

برآمد میں روز افزوں اضافہ

پاکستان کا قیام برطانیہ کی پھوٹ ڈالنے اور مطعون کرنے والی سیاست کا شاہکار ہے۔ تمام خام اشیاء پاکستان کے حوالہ کر دی گئیں اور ہندوستان میں خالی کارخانے چھوڑ دیئے گئے خام روئی اور خام پٹ سن کے بغیر ہندوستانی کارخانے کر ہی کیا سکتے ہیں۔ چمڑا کمانے کے تمام کارخانے ہندوستان میں ہیں جب کہ دباغت کا تمام سامان مثلاً کھالیں اور چمڑہ وغیرہ پاکستان کے حصہ میں آیا حالانکہ وہاں دباغت کا صرف ایک کارخانہ باٹا پور (لاہور) میں ہے۔

پنجاب کا زرخیز خطہ (مغربی پنجاب) جس کا گیہوں اور باجرہ تیس کروڑ اشخاص کے لئے کافی ہوتا ہے پاکستان کو جس کی آبادی مشکل سے ۹ کروڑ افراد پر مشتمل ہے۔ تحفہ کے طور پر دے دیا گیا۔ وہ علاقے بھی پاکستان ہی میں ہیں جہاں بہترین قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ لہذا ہندوستان اور پاکستان کو ایک دوسرے کے ساتھ معاندانہ رویہ کے بجائے امدادی رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔ دونوں ایک دوسرے کے بغیر قائم نہیں رہ سکتے۔ تقسیم کی مصنوعی دیوار کو منہدم کر دیجئے۔ اور پھر دیکھیئے کہ ہندوستان اور پاکستان کیونکر اپنی قوت اور شان و شوکت اور خوشحالی سے تمام دنیا کو ہلا سکتے ہیں۔

پاکستان نے ۱۹۵۰ء میں ۴۵ کروڑ روپے کا کپڑا درآمد کیا جو اس کی جغرافیائی حیثیت کے پیش نظر ناقابل یقین معلوم ہوتا ہے۔ پاکستان ہے کیا چند شہروں مثلاً کراچی، حیدرآباد، لاہور، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ، چٹاگانگ اور ڈھاکہ کو چھوڑ کر اس کا تین چوتھائی حصہ ریگستان ہے تاہم اس چھوٹے سے ملک نے ۴۵ کروڑ روپے کا غیر ملکی کپڑا درآمد کیا

براہ کرم

احباب موعودہ رقوم عطیات ارسال فرما دیں

جن احباب نے جلسہ کے موقعہ پر اور بعد میں حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی تشریف لے جانے پر جماعت ہائے سیالکوٹ، وزیر آباد، پشاور وغیرہ احباب نے عطیات کے وعدے کئے ہیں براہ مہربانی اپنی اپنی رقوم مرکز میں ارسال کر کے ممنون فرمائیں۔ اس کے متعلق فرداً فرداً بھی احباب کو یاد دہانی کرائی جا رہی ہے۔

مرتضیٰ خان اسسٹنٹ سیکرٹری

میثاق النبیین اور فتنہ بہائیہ

مولانا عمرالدین صاحب

(۲)

آخرت اور قیامت

بعض قادیانی اور تمام بہائی بالآخرۃ ھم یوقنون سے بعد میں آنے والی وحی مراد لیتے ہیں گویا ان کے نزدیک چونکہ ما انزل الیک وما انزل من قبلک کے بالمقابل وبالاخرۃ ھم یوقنون ہے اس لئے اس آخرۃ سے مراد "ما ینزل بالآخرۃ" ہے کیونکہ اس کا معطوف علیہ ما انزل من قبلک ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بہاء اللہ نے یا باب نے تو بالآخرۃ سے مراد بعد میں آنے والی وحی مراد نہیں لی لیکن چونکہ وہ آخرت کو اپنا زمانہ قرار دیتے ہیں اور جس کو کوئی خط لکھتے ہیں تو اسے یہی کہتے ہیں کہ ہم یہ تیری طرف وحی کرتے ہیں یا الہام کرتے ہیں اس پر تو قائم ہوجاتو قائم الزام ہوگا اس لئے بہائی بالآخرۃ سے مراد قیامت ہی لیتے ہیں اگرچہ اس قیامت کو وہ دیدہ دانستہ اس دنیا میں قرار دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ صرف اتنا ہی غور کریں کہ قرآن مجید میں آخرت کو دنیا کے مقابل رکھ کر بات سمجھا دی گئی ہے کہ دنیا آخرت نہیں اور آخرت دنیا نہیں۔ اور آخرۃ دنیا کے ختم ہونے کے بعد از سر نو تمام اولین و آخرین کے عالم روحانی میں قیام کا نام ہے۔ مگر چونکہ اس وقت ہمارا موضوع قیامت نہیں اس لئے اس پر میں کچھ نہیں لکھتا۔

تعجب کی بات

لیکن بسخت تعجب کی بات ہے کہ وہ قوم جو حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود مانتی ہے وہ خلاف مسیح موعود آخرت کے معنے بعد میں آنے والی وحی مانتے ہیں۔ اور دھوکہ دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے بھی یہ تفسیر آخرت کی کی ہے اور جب کوئی حوالہ آپ کی کتابوں اخبارات اور رسالوں سے نہیں ملتا تو ایک سرکاری گواہ جھوٹا یا دھوکہ خوردہ کھڑا کر دیتے ہیں۔

مگر بحث کو مختصر کرنے کے لئے ہم کہتے ہیں کہ جب خاتم النبیین کی تفسیر خود حضرت مرزا صاحب نے یہ کر دی کہ ہمارے نبی صلعم آخری نبی ہیں اور نبوت و رسالت آپ پر ختم ہوچکی اب تا قیام قیامت قرآن مجید ہی خدا کی آخری وحی رسالت ہے۔ تو اب آخر میں نازل ہونے والی وحی پر ایمان لانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بہائیوں سے مطالبہ

کیا کوئی بہائی یہ دکھا سکتا ہے کہ بہاء اللہ نے کبھی بالآخرۃ ھم یوقنون سے قرآن کے بعد نازل ہونیوالی کسی وحی پر ایمان لانا مراد لیا ہو ایسے ہی کیا کوئی قادیانی دکھا سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی کسی تحریر یا تقریر میں بالآخرۃ کا ترجمہ یا تفسیر یہ کی گئی ہو کہ بعد میں آنے والی وحی پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن کسی سرکاری گواہ کو شہادت میں پیش نہ کریں خواہ وہ کوئی ہو۔

یقیناً آخرت سے مراد یوم الآخر ہے نہ کہ بعد میں آنے والی وحی اور اگر کبھی بعد میں آنیوالی وحی مراد ہوتی تو جس طرح پہلی اور موجودہ وحی کے لئے یومنون کا لفظ ہے ویسے ہی بعد میں آنیوالی وحی کے لئے بھی یومنون ہی آنا چاہیئے تھا نہ کہ یوقنون۔ پس اس آیت سے آنحضرت صلعم کے بعد کسی صاحب وحی رسالت یا نبوت کے آنے کا استدلال ہی غلط ہے اس لئے آیت میثاق النبیین میں آنحضرت صلعم سے یہ عہد لیا ہی نہیں جا سکتا۔ اس لئے سورہ احزاب میں جو عہد انبیاء ہے وہ حسب تصریح قرآن کریم دراصل تبلیغ رسالت کا عہد ہے جیسا کہ خود خدا تعالے نے دوسری جگہ اس عہد کو واضح کرنے کے لئے فرمایا ہے:۔

واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننه للناس ولا تکتمونه۔ فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا به ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون (۳ع)

الذین اوتوا الکتاب سے مراد اہل کتاب بھی ہے اور انبیاء بھی جو کتاب کے اصل پانے والے ہیں۔ یہاں الذین اوتوا الکتاب سے مراد انبیاء اور ان کے ماننے والے اہل کتاب دونوں ہیں۔ لیکن فنبذوہ وراء ظھورھم سے لیکر ما یشترون تک صرف امتیوں کے متعلق ہے

اب یہاں جس عہد کا ذکر ہے وہ تبلیغ رسالت ہے اور یہ عہد بلاشبہ آنحضرت صلعم سے بھی لیا گیا جیسے کہ فرمایا:۔

بلغ ما انزل الیک فان لم تفعل فما بلغت رسالته

یہی حکم سب نبیوں کو تھا۔ پس سورہ احزاب میں جو میثاق النبیین ہے وہ تبلیغ رسالت کے متعلق ہے اور پہلا میثاق النبیین جو نبیوں سے ایک رسول پر ایمان لانے کے متعلق ہے۔ وہ اور ہے۔

بہاء اللہ نے کبھی یہ دعوے بھی نہیں کیا کہ میں قرآن میں اس میثاق النبیین کا مصداق ہوں جو خدا نے جملہ انبیاء حتیٰ کہ خاتم النبیین صلعم سے بھی لیا۔ یہ سچ ہے کہ بہاء اللہ خود کو موعود کل ادیان کہتا ہے مگر وہ اس دعوے میں خود حضرت خاتم النبیین کا نقال ہے کیونکہ دراصل یہ دعوے آنحضرت صلعم کا سب سے پہلے ہے۔ اسی واسطے آپ کے متبع کامل حضرت مسیح موعود نے بھی بحیثیت نائب النبوت موعود کل ادیان ہونے کا دعوے کیا۔ اور ان کا اس دعوے میں سچا ہونا باب و بہاء اللہ کے دعاوی کو باطل کرنیوالا ہے۔

خلاصہ کلام

یہ ہے کہ میثاق النبیین دو ہیں۔ ایک وہ جو تبلیغ رسالت کے متعلق ہے وہ سب انبیاء سے لیا گیا اور ان انبیاء میں آنحضرت صلعم بھی شامل ہیں۔ دوسرا وہ میثاق جو سب نبیوں سے ایک رسول کے متعلق ہے۔ اس کے مصداق حقیقی آنحضرت صلعم ہی ہیں لاغیرہ۔

ووکنگ مشن کا اثر چار دانگ عالم میں

(بقیہ از صفحہ ۲)

عبید اللہ امام مسجد ووکنگ کو ایک خط کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

"آپ کا ارسال کردہ خط اور رسالہ اسلامک ریویو آج صبح مجھے مل گیا ہے شکریہ۔ میں نے فی الحال اس رسالہ کو ایک سرسری نگاہ سے دیکھا ہے، بڑا دلچسپ دکھائی دیتا ہے میں اس کے بعض مضامین کو شروع سے لے کر آخر تک ضرور پڑھوں گا اسکے بعد میں اسکو یونیورسٹی لائبریری میں بھیجدوں گا تا یونیورسٹی کے تمام احباب اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

میں یونیورسٹی کی طرف سے اس عطیہ پر آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

کینیڈا سے جینس سی گل لائبریرین لکھتے ہیں:۔

ہمیں آپ کا رسالہ اسلامک ریویو ملا۔ بہت خوشی ہوئی۔ آپ کا ملفوف گرامی بھی پہنچا۔ شکریہ

ہمیں خوشی ہے کہ آپ نے ایک سال کے لئے ہماری لائبریری کو رسالہ بھیجنے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے۔

یہ رسالہ نہایت ہی مفید ہے۔ اس میں بہت سی معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ یہ رسالہ قارئین کے لئے بہت ہی فائدہ مند ثابت ہوگا۔ یہ ایک عجیب اتفاق کی بات ہے کہ آج صبح ہی ایک سائل نے بعض سوالات ہم سے پوچھے جن کا جواب آپ کے اس رسالہ میں پہلے سے موجود تھا۔ والسلام

پورٹ لوئس سے ایم۔ ایم حریعت سکرٹری کارونیشن لائبریری فرماتے ہیں:۔

آپ کا رسالہ اسلامک ریویو بمع ایک خط کے ملا۔ آپ نے جو ایک سال کے لئے ہمیں یہ رسالہ مفت جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس پر آپ کا بہت بہت شکریہ۔

میں نے دیکھا ہے کہ آپ کا یہ ماہوار رسالہ نہایت ہی دلچسپ ہے اور تعمیری مضامین پر مشتمل ہے۔

اس رسالہ کو لائبریری میں رکھ دیا گیا ہے اور تمام ناظرین مسلمان، ہندو اور عیسائی جو خصوصاً مزدور طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اس سے بہت متاثر ہیں۔ ہمیں یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ ووکنگ مشن نہ صرف انگلینڈ میں بلکہ یورپ کے دوسرے علاقوں میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ آپ لوگوں کا مددگار ہو۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے مسلم نوجوان آج کل اسلام سے برگشتہ ہو رہے ہیں۔ اس لئے اگر ممکن ہو تو براہ کرم غیر مسلموں کے لئے اور خود مسلمان نوجوانوں کی اصلاح کے لئے ضروری لٹریچر مفت ارسال فرمائیں۔

والسلام

پارلیمنٹ لائبریری کے ڈائرکٹر ایتھنز سے رقمطراز ہیں:۔

ہمیں آپکا ارسال کردہ رسالہ "اسلامک ریویو" ملا۔ بہت بہت شکریہ۔

آپ کا یہ رسالہ لائبریری میں رکھ دیا گیا ہے اور ہماری خواہش ہے کہ آپ ایسے دلچسپ اور مفید رسالہ کو لگاتار ہمارے

خوشحال اور دولتمند پاکستان

کے لئے دیوتری سابق ڈپٹی اسسٹنٹ کنٹرولر آف پرچیز حکومت ہندوستان ٹکسٹائل کمشنر حکومت بمبئی

میں پاکستان کا وسیع پیمانہ پر دورہ کرکے ابھی واپس آیا ہوں مجھے برطانیہ کے سب سے بڑے ادارہ پارچہ بافی نے پاکستان کی کپڑے کی منڈیوں کا جائزہ لینے کیلئے معمور کیا تھا میرا کام آرڈر بک کرنا نہیں تھا بلکہ پاکستان میں ہندوستانی، جاپانی اور برطانوی کپڑے اور سوت کی ضرورت کے لئے معلومات اور نمونے جمع کرنا تھا۔ میں نے بحری جہاز، بس، ریل گاڑی ہوائی جہاز کے ذریعہ ۹۰۰۰ ہزار میل کا سفر کیا۔ اور سینکڑوں اشخاص سے ملاقات کی جن میں تانگے والوں سے لیکر بڑے تاجروں، صنعت کاروں بنکاروں، صحافیوں، مہاجروں اور تخلیہ کنندگان تک ہر شعبہ زندگی کے اشخاص شامل تھے پاکستان جو نفع بخش فصلوں کا مرکز ہے۔ آج کل دولت میں کھیل رہا ہے ۱۹۵۰ء میں پاکستان کو صرف روپہلی ریشے (روئی) کی برآمد سے ۵۳ کروڑ روپیہ حاصل ہوا۔ اور سنہرے ریشے (پٹ سن) سے مزید ۵۰ کروڑ روپے کی آمدنی ہوئی۔ اس طرح ان دو فصلوں سے پاکستان کو ایک ارب روپے سے زیادہ کی آمدنی ہوئی۔

اس کے علاوہ پاکستان نے خام کھال اور چمڑے، خام اون، گیہوں چاول خشک پھلوں کے ذریعہ مزید ۲ ارب ڈالر کمائے۔ ڈالر بلاشبہ عالمی منڈیوں کا انتہائی محبوب سکہ ہے۔ ہمارے نام نہاد مالیاتی ماہرین مثلاً متھائی کا پیش کردہ ڈالر کی قلت کا فسانہ ایک فریب تھا اسٹرلنگ کی قیمت میں تخفیف سے سات دن پہلے میں نے وزیراعظم کو رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعہ ایک یادداشت بھیجی جس کی وصول یابی کی رسید ان کے سیکرٹری کی طرف سے موصول ہوئی اس یادداشت میں وزیراعظم کو متنبہ کیا گیا تھا کہ وہ مسٹر سٹیفورڈ کرپس کے جال میں نہ پھنسیں اس میں روپے کی قیمت کی تشخیص کے لئے دلائل پیش کئے گئے تھے اور ۷/۲/۰ شلنگ کی شرح مقرر کرنے کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ اگر پنڈت نہرو میری تجویز پر عمل کرتے تو ہم پاکستان کی اس شیخی اور زعم کو ختم کر دیتے۔ اور اس طرح ہندوستان کو موجودہ تباہی اور دیوالئے سے بچا لیتے۔

عدم تخفیف قیمت زر

اس کے برعکس مسٹر غلام محمد وزیر مالیات حکومت پاکستان نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے پاکستانی روپے کی ۲/۴ پنس شرح مقرر کر دی جس سے پاکستان کی صنعتی ترقی میں ۳۰ فی صدی سے زیادہ کا اضافہ ہوا

پاکستان کے لئے ڈالر کی قیمت صرف اڑھائی روپے ہے جبکہ ہندوستان کو چار روپے بارہ کی غیر معمولی شرح کے حساب سے ادائیگی کرنی پڑتی ہے۔ پاکستان میں پونڈ اسٹرلنگ کی قیمت صرف ۹ روپے ۴ آنے ہے اور اس کے مقابلہ میں ہندوستان میں ۱۳ روپے ۴ آنے

ڈالر اور اسٹرلنگ کی ارزانی اور سال کے مختصر عرصہ میں پاکستانی روپے کی قیمت کی تشخیص کی وجہ سے پاکستان کے روئی کے ۲ اعلیٰ کارخانے تین اونی کپڑے کے کارخانے پٹ سن پریس کرنے کے ۱۸ برقابی کارخانے۔ سینکڑوں انجن اور ڈبے تیار کر لیئے ہیں۔

بڑھتی ہوئی تجارت

پاکستان کو مجبوری کی حالت میں تین سال تک خام پٹ سن ہاتھ سے تیار کی ہوئی گانٹھوں میں بھیجنا پڑا کیونکہ گانٹھیں بنانے والی تمام دخانی مشینیں ہندوستانی علاقہ میں رہ گئی تھیں اور اس طرح گانٹھوں کے حجم کی وجہ سے نصف منافع کرایہ میں خرچ ہو جاتا تھا آج پاکستان میں گانٹھیں بنانے والی متعدد دخانی مشینیں ہیں جن کی وجہ سے پاکستانی پٹ سن کی مانگ تین گنا ہو گئی ہے روپے کی قیمت کم نہ ہونے کی وجہ سے مشینوں کی ارزانی کے پیش نظر چٹاگانگ اور ڈھاکہ میں پٹ سن کے کارخانے قائم کرنے کے لئے آرڈر دیئے جا چکے ہیں

پاکستان کی خوشحالی کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ ۱۹۴۷ء میں درآمد و برآمد کے محاصل کی یومیہ آمدنی ۴ لاکھ روپے سے کم تھی۔ اور آج یہ آمدنی ۲۴ لاکھ روپے روزانہ ہے۔

پاکستان کی اندرونی اور بیرونی تجارت اتنے وسیع پیمانہ پر جاری ہے۔ کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے تنہا کراچی شہر میں جہاں مشکل سے چھ ملیں ہیں ہر سال ۲۵ کروڑ روپیہ سے زائد بکری ٹیکس وصول ہوتا ہے۔ حالانکہ بمبئی سے جو کہ ہندوستان کا سب سے مالدار صوبہ ہے اور جہاں تقریباً ۱۷۵ ملیں قائم ہیں مشکل سے ۱۶ کروڑ روپیہ وصول کیا جاتا ہے۔

پاکستان کی کامیابی کا راز یہ ہے۔ کہ اس ملک کا نظم و نسق بہتر ہے اور اس کا اندازہ خاص طور سے اس کے تجارتی کاروباری اور صنعتی امور سے ہوتا ہے۔ پاکستانی مسلمان باعمل انسان ہیں ان کی قوم نے قابل منتظمین اور سیاست دان اشخاص پیدا کئے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے کافی تعداد میں برطانوی آئی۔ سی۔ ایس اور فوجی افسروں کی خدمات حاصل کرکے اپنی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔

اس اقدام کا یہ نتیجہ ہوا کہ پاکستان میں امن وامان کا دورہ ہے۔ تجارت اور کاروبار کو فروغ ہے۔ اور شہری و فوجی نظم و ضبط نہایت عمدہ ہے لوگوں کا ریل کے ڈبوں سے زبردستی باہر پھینکا جانا یا انہیں غنڈوں کا ستانا یا خواتین کا آزادانہ طور پر نقل و حرکت سے مجبور رہنا یہ تمام باتیں اس ملک میں نہیں پائی جاتیں۔ میں نے ۔۔۔ ۹ میل کا سفر طے کیا ہے۔ اور مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی

کپڑے کی افراط

یقیناً بہتر تو یہ ہوگا کہ ہمارے لائق وزیر داخلہ شریمت مرارجی ڈیسائی اور سول سپلائی کے انتظام اور نظم و ضبط کے متعلق پوری معلومات حاصل کریں اس کے بعد ان حضرات پر صحیح حقیقت واضح ہوگی اور انہیں اپنا یہ دعویٰ کہ نظم و ضبط کے اعتبار سے صوبہ بمبئی بہترین صوبہ ہے محض وہم و گمان نظر آئے گا

تجارتی اور کاروباری امور میں پاکستانیوں کی اعلیٰ دماغی اور ذہنی صلاحیت کا پتہ اس امر سے چلتا ہے۔ کہ انہوں نے تمام ایسے سوتی کپڑے کو جس کی قیمت ایک روپیہ (۲۴ پنس۔ ۳۰ سنٹ) فی گز سے کم تھی عام کھلے لائسنس پر رکھا ہے۔ دراصل یہ اقدام ان کی اعلیٰ صلاحیت کا ایک بین ثبوت ہے۔ تجارت کی ہمت افزائی کرنے کے اس نادر طریقہ کے باعث دنیا کے ہر گوشہ سے پاکستان میں کپڑوں کی بارش شروع ہو گئی اور ہنگری، اسپین اور پرتگال جیسے چھوٹے ممالک جن کا کپڑا اور سوت برآمد کرنے کے سلسلہ میں کبھی نام بھی سننے میں نہ آیا آج کروڑوں روپے کا کپڑا پاکستان کو برآمد کر رہے ہیں۔

مجھے پاکستان میں برازیل اور روس کی چھینٹ کے انبار دیکھ کر یہ تعجب ہوا یہ چھینٹ سارے پاکستان میں بارہ سے چودہ آنے گز فروخت ہو رہی ہے۔

پاکستان کے غریب کاشتکاروں اور مزدوروں کیلئے یہ ایک بڑی نعمت ہے کاش ہندوستان اپنے سکے کی قیمت کم نہ کرتا تو اسے بھی یہی فائدے ہوتے لیکن اب تخفیف قیمت زر کے بعد یہ امر ناممکن ہو گیا کیونکہ ایک ہندوستانی روپیہ صرف ۱۸ پنس یا ۲۰ سنٹ کے برابر ہے۔

پاکستانی حقیقی معنوں میں بے شمار روپیہ کماتے ہیں اور وہ بے دریغ خرچ بھی کر سکتے ہیں اس لئے انہوں نے اس پیمانہ پر خریداری کی ہے کہ دنیا کے بازار حیران رہ گئے۔

ہر قسم کا کپڑا اور قیمت سے قطع نظر عام کھلے لائسنس پر رکھ دیا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان نے یکم جون سے ۸ جون ۱۹۵۰ء تک صرف آٹھ دن میں بیرونی ممالک سے ۱۴ کروڑ روپے کا کپڑا اور سوت خریدا۔ اور جاپان کے باشندے بھی جو وسیع پیمانہ پر تجارت کرتے ہیں اس زبردست خریداری پر حیران رہ گئے۔ غیر منقسمہ ہندوستان میں ایک سال کے عرصہ میں ۳۰ کروڑ روپے سے زیادہ قیمت کا کپڑا درآمد نہیں کیا گیا۔

بنکوں کی ترقی

پاکستانی روپیہ کی قیمت ۲/۲ شلنگ کے برابر تشخیص ہونے کی بنا پر پاؤنڈ اسٹرلنگ کی قیمت ۱۳ روپیہ ۴ آنے سے گر کر ۹ روپے ۴ آنے ہو گئی۔ اور پاکستان نے بیک جنبش قلم برطانیہ کے تین سو برس پرانے مالیاتی جبر و استبداد سے خلاصی حاصل کر لی۔ برطانوی حکومت کی ابتدا سے ہندوستان کے روپیہ کی قیمت محض ۱/۷ شلنگ کے برابر رہی۔ ہندوستان کے لئے یہ ایک سنہری موقعہ تھا اقتصادی اور مالیاتی لحاظ سے خود کو برطانوی اثر سے آزاد کرے

پاکستان کے مالی استحکام کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ پاکستانی روپیہ کی قیمت کی تشخیص کے بعد ایک ماہ کے قلیل عرصہ میں دو ارب روپیہ سے زاید کی ہنڈیاں کھولی گئیں جن میں حبیب بنک کا حصہ سب سے زیادہ تھا اس کے بعد مرکنٹائل بنک نیدرلینڈز بنک، لائڈ بنک اور چارٹرڈ بنک کا نمبر آتا ہے۔

ایک طرف تو حبیب بنک اور دیگر غیر ملکی بنکوں کے کاروبار میں سات گنا اضافہ ہوا ہے اور دوسری طرف ہمارے ہندوستانی بنکیں مثلاً سنٹرل بنک، انڈیا بنک اور امپیریل بنک کو سخت مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ جب تک ہندوستان و پاکستان کی تجارت بحال نہ ہوگی ان ہندوستانی بنکوں کی حالت ابتر ہی رہے گی خصوصاً امپیریل بنک کی اعلیٰ حیثیت نیشنل بنک (جو پاکستان امپیریل بنک کا درجہ رکھتا ہے) کے قیام کی وجہ سے بڑی تیزی سے ختم ہوتی جا رہی ہے۔ پاکستانی بنکوں نے سٹہ بازی روکنے کیلئے یہ پابندی عائد کر دی کہ کوئی ہنڈی اسوقت تک نہیں کھولی جائے گی جب تک اس کے لئے ۷۵ فیصدی زر ضمانت کو نہ جمع کر دیا جائے اس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا اور بنکوں کو کچھ آرام مل گیا

پاکستان تاجروں کے لئے سونے کی کان کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہاں تجارت، کاروبار اور صنعت کے لیے ایسے زریں مواقع موجود ہیں کہ ہسپانیہ، پرتگال ہنگری اور پولینڈ جیسے چھوٹے ممالک نے بھی اس ملک میں اپنے مستقل تجارتی وفود روانہ کئے۔ حال ہی میں روس اور جاپان دونوں نے اپنے تجارتی وفود تین ماہ کے قیام کے لئے روانہ کئے تھے لیکن انہوں نے پاکستان میں اپنی تجارت کو فروغ دینے کے ایسے بہترین مواقع دیکھے

(باقی برصفحہ)

رفتارِ عالم

پاکستان و ہند

کراچی ۲۲ جنوری - آج پاکستان اور سپین کے درمیان پہلے تجارتی معاہدہ پر دستخط ہوگئے - جس کے مطابق پاکستان اپنی کپاس کپاس کے بیج اور کھالیں بھیجے گا اور سپین سے کپڑا مشینری اور کیمیاوی سامان حاصل کرے گا - یہ معاہدہ ابتدا میں صرف ایک سال کے لئے ہوگا -

کراچی ۲۵ جنوری - ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ حکومت پاکستان نے موٹر ٹرانسپورٹ کو قومی ملکیت بنانے کے لئے صوبائی حکومتوں کو اختیارات دینے کا فیصلہ کر لیا ہے - اس اصول پر بتدریج عمل ہوگا - فی الحال اس کا اطلاق صرف سندھ - پنجاب اور صوبہ سرحد پر ہوگا -

ڈھاکہ ۲۵ جنوری - مشرقی بنگال کے وزیر اعظم مسٹر نور الامین نے ڈھاکہ سے نشریہ میں اعلان کیا ہے کہ حکومت مشرقی پاکستان نے کالجوں اور ہائی سکولوں کی صوبے میں بحالی کے لئے پانچ لاکھ روپیہ منظور کیا ہے - یہ رقم حسب معمول امداد کے علاوہ ہے -

ڈھاکہ ۲۸ جنوری - آج ڈھاکہ یونیورسٹی کا تقسیم اسناد کا ایک خاص جلسہ ہوا - اس میں آغاخاں کو ڈاکٹر آف لاز کی اعزازی ڈگری دی گئی -

یونیورسٹی کے چانسلر ملک فیروز خان نون نے آغاخان کو یہ ڈگری پیش کی -

نئی دہلی - ۲۸ جنوری - شاہ نیپال نے آج نیپالی عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ ذاتی مناقشت اور نجی جھگڑوں کو چھوڑ کر نئی اسکیم کو نافذ کرنے میں تعاون کریں - انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ وہ عنقریب نیپال واپس جاکر نئے حالات عوام کے لئے زیادہ مفید بنانے کی کوشش کریں گے - بیان میں کہا گیا ہے کہ میں عنقریب شاہی فرمان جاری کروں گا - اور وزیر اعظم اور عوام کے نمائندوں کے مشورہ سے عارضی حکومت قائم کروں گا - اور نئی تجاویز کو عملی جامہ پہناؤں گا -

لاہور ۲۸ جنوری - ایک فرانسیسی غیر سرکاری اقتصادی مشن فروری کے وسط میں پاکستان پہنچ رہا ہے - معلوم ہوا ہے کہ اس وفد میں بارہ ارکان ہوں گے - ریڈیو پاکستان کے نمائندے کا بیان ہے کہ اس وفد میں فرانس کے ممتاز صنعت کاروں، بنکاروں اور دوسرے تجارتی اداروں کے نمائندے شامل ہوں گے -

لاہور - ۲۸ جنوری - آج معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اب جو لوگ پنجاب کی صوبائی حکومت کے کسی محکمہ میں ملازمت میں داخل ہوں گے انہیں اپنی تمام املاک منقولہ و غیر منقولہ جو ان کے قبضہ میں ہیں، ان کی فہرست حکومت کو دینی پڑے گی - معلوم ہوا ہے کہ یہ حکم کچھ دن ہوئے حکومت نے جاری کیا تھا - اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ دوران ملازمت میں کوئی سرکاری ملازم دولت اور جائداد جمع نہ کر سکے - یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس حکم کا اطلاق لوکل باڈیز کے ملازمین پر بھی ہوگا - ان ملازمین کو جائیدادوں کی خرید و فروخت اور املاک منقولہ کی خرید و فروخت کی تفصیلات سے بھی حکومت کو باخبر رکھنا پڑے گا -

---

٭ سٹرک پر اپنی پیشقدمی کو جاری رکھا - سواؤن سے دس سے ۱۷ میل جنوب میں ہے ؟

کشمیر

کراچی ۲۲ جنوری - آج وزیر اعظم مسٹر لیاقت علی خاں نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ لندن میں کامن ویلتھ کے وزرائے اعظم کی بات چیت میں کشمیر متعلق جو تین تجاویز پیش کی گئیں ممکن ہے انہیں حفاظتی کونسل میں بھی پیش کیا جائے - مسٹر لیاقت علی خاں نے بتایا کہ ان تجاویز کے علاوہ کسی اور تجویز کے پیش کئے جانے کا بھی امکان ہے - یہ تین تجاویز حسب ذیل ہیں :-

(۱) استصواب سے پہلے اور عرصہ استصواب میں کامن ویلتھ کے ممبر ملکوں کے دستے کشمیر میں متعین کئے جائیں -

(۲) استصواب کے زمانہ میں پاکستان اور ہندوستان کی مشترکہ فوج ریاست میں قیام امن کی ذمہ داری سنبھالے -

(۳) ناظم استصواب امیر البحر نمٹز کو ریاست میں ایک مقامی فوج تیار کرنے کا اختیار ہو - جس کے بعد شیخ عبداللہ اور آزاد کشمیر کی تمام فوجیں غیر مسلح کر دی جائیں -

کولمبو ۲۲ جنوری - آج وزیر اعظم لنکا نے لندن سے کولمبو پہنچکر بتایا کہ کشمیر کے بارے میں کوئی مفاہمت نہ ہوسکی لیکن کامن ویلتھ اس مسئلہ کو سلجھانے کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھے گی -

لندن ۲۲ جنوری - آج رات نیویارک جاتے ہوئے پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خاں بذریعہ طیارہ لندن پہنچے - حفاظتی کونسل کے آئندہ اجلاس میں مسئلہ کشمیر پر جو مباحثہ ہوگا اس میں وہ پاکستانی وفد کی قیادت کریں گے - لندن کے فضائی اڈہ پر انہوں نے ایک ملاقات میں کہا مجھے امید ہے کہ حفاظتی کونسل اس ماہ کے آخر تک کشمیر کے مسئلہ پر بحث کرے گی -

گوجرانوالہ - ۲۵ جنوری - آج گوجرانوالہ کیمپ میں مقیم ہزاروں کشمیری مہاجرین نے آزاد کشمیر حکومت کے سربراہ چوہدری غلام عباس کی آمد کے موقع پر اپنے اس عہد کو تازہ کیا کہ وہ کشمیر کو آزاد کرانے کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کے لئے تیار ہیں -

مظفر آباد - ۲۵ جنوری - کشمیر میں رائے شماری کے انعقاد میں ہندوستان کی طرف سے لیت و لعل اور انکار پر تمام دنیا میں ہندوستان کے خلاف جو شدید رد عمل ہوا ہے اس سے شیخ عبداللہ کی حکومت از حد پریشان اور سراسیمہ ہوگئی ہے -

لندن ۲۸ جنوری - آج ۷۹ سالہ برطانوی لارڈ - لارڈ وین اسٹارٹ نے کشمیر کے تنازعہ کے سلسلہ میں پاکستان کی جانب سے ایک اور چوٹ کی ہے جس کی لندن کے اخباروں کے نامہ نگاروں والے کالموں میں پھر سے ابتداء کی ہے - صاف بیانی کے عنوان کے تحت انہوں نے وزیروں افسروں اور اخباروں کو لتاڑا ہے کہ جبکہ حق کا غلبہ پاکستان کی جانب ہے تو لوگ بھارت کے رویہ کی مذمت کرتے ہوئے کیوں ہچکچاتے ہیں -

---

انقرہ ۲۸ جنوری - ترکی میں کپاس کی قیمتیں چڑھ جانے کی وجہ سے سوتی پارچہ بافی کے کئی کارخانے بند ہوگئے ہیں جس سے ہزاروں آدمی بے روزگار ہوگئے ہیں - کہا جاتا ہے کہ گذشتہ ۱۵ سال میں آج تک ترکی میں کپاس کی قیمتیں اتنی نہیں چڑھی تھیں -

ٹوکیو ۲۸ جنوری - اقوام متحدہ کے ہراول دستوں نے آج سوان سے جنوبی کوریا کے دارالحکومت سیول کی جانب بڑھ

بلادِ غیر

قاہرہ ۲۲ جنوری - آج صبح عرب مدبرین نے پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری محمد ظفر اللہ کے ساتھ تبادلہ خیال کیا - یہ گفتگو اس تحریک کے سلسلہ میں کی گئی جس کا مقصد پاکستان اور عرب دنیا کو آپس میں ایک دوسرے کے قریب تر لانا ہے -

بغداد ۲۲ جنوری - عراق کی تین میں سے دو بڑی سیاسی جماعتوں نے سات عرب ملکوں سے جن کا اجلاس قاہرہ میں ہو رہا ہے اپیل کی ہے کہ وہ مشرق اور مغرب کی جنگ میں غیر جانبدار رہیں -

نیویارک - ۲۲ جنوری - لیک سکس میں عرب اور ایشیائی ممالک کے جو نمائندے مشرق بعید کے مسائل حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں - انہیں چین کی حکومت نے یہ اطلاع دی ہے کہ وہ گفت و شنید اور سیاسی مذاکرات کے ساتھ ساتھ کوریا میں عارضی جنگ بندی کی تجویز پر غور کرنے کے لئے بھی آمادہ ہے، چنانچہ یہ اطلاع ملتے ہی ہندوستانی وفد کے لیڈر سر بی این راؤ نے اپنے رفقاء کو نئی صورت حال سے آگاہ کر دیا ہے -

لندن - ۲۵ جنوری - امریکی فضائیہ نے اس بات کی تائید کی ہے کہ وہ سلینڈ چیشائر کے بڑے ہوائی اڈے کا انتظام اپنے ذمہ لے لیگا - افسر مذکور نے بتایا طیارہ شکن توپوں کے چلانے والے تین امریکی بٹالین اس سلسلہ میں بہت جلد برطانیہ پہنچنے والے ہیں -

لیک سکس ۲۵ جنوری - چین کی کمیونسٹ حکومت نے ایک اور پیغام میں اپنی روش اور نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے بارہ ایشیائی اور عرب ممالک کی اس قرار داد کی حمایت کا اعلان کیا ہے کہ کوریا اور مشرق بعید کے مسائل تصفیہ کے لئے سات قوموں کی ایک کانفرنس طلب کی جائے - چین کی حکومت نے اس کی بھی تائید کی ہے کہ سات قوموں کا کمیشن اپنے پہلے اجلاس میں کوریا میں التوائے جنگ کا فیصلہ کرے -

پیرس ۲۵ جنوری - کل دس ہزار مسلح پولیس اپنی اپنی بارکوں میں تیار بیٹھی تھی - کمیونسٹوں نے جنرل آئزن ہاور کی آمد کے خلاف حکومت کی پابندی کے باوجود مظاہرہ کرنے کی کوشش کی تھی - پولیس نے ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہونے دی - اور تین ہزار سے زائد افراد کو حراست میں لے لیا گیا - اور پولیس اور کمیونسٹوں میں جس تصادم کا خطرہ تھا وہ نہ ہونے پایا - م

پیغام صلح ۳۱ جنوری ۱۹۵۱ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ ۱۲

چٹ

رفتارِ عالم

پاکستان و ہند

کراچی ۲۲ جنوری - آج پاکستان اور سپین کے درمیان پہلے تجارتی معاہدہ پر دستخط ہو گئے - جس کے مطابق پاکستان اپنی کپاس کپاس کے بیج اور کھالیں بھیجے گا اور سپین سے کپڑا، مشینری اور کیمیاوی سامان حاصل کرے گا - یہ معاہدہ ابتدا میں صرف ایک سال کے لئے ہوگا -

کراچی ۲۵ جنوری - ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ حکومت پاکستان نے موٹر ٹرانسپورٹ کو قومی ملکیت بنانے کے لئے صوبائی حکومتوں کو اختیارات دینے کا فیصلہ کر لیا ہے - اس اصول پر بتدریج عمل ہوگا - فی الحال اس کا اطلاق صرف سندھ - پنجاب اور صوبہ سرحد پر ہوگا -

ڈھاکہ ۲۵ جنوری - مشرقی بنگال کے وزیر اعظم مسٹر نورالامین نے ڈھاکہ سے نشر یہ میں اعلان کیا ہے کہ حکومت مشرقی پاکستان نے کالجوں اور ہائی سکولوں کی صوبے میں بحالی کے لئے پانچ لاکھ روپیہ منظور کیا ہے - یہ رقم حسب معمول امداد کے علاوہ ہے -

ڈھاکہ ۲۸ جنوری - آج ڈھاکہ یونیورسٹی کا تقسیم اسناد کا ایک خاص جلسہ ہوا - اس میں آغا خاں کو ڈاکٹر آف لاز کی اعزازی ڈگری دی گئی -

یونیورسٹی کے چانسلر ملک فیروز خان نون نے آغا خان کو یہ ڈگری پیش کی -

نئی دہلی - ۲۸ جنوری - شاہ نیپال نے آج نیپالی عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ ذاتی مناقشت اور نجی جھگڑوں کو چھوڑ کر نئی اسکیم کو نافذ کرنے میں تعاون کریں - انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ وہ عنقریب نیپال واپس جا کر نئے حالات عوام کے لئے زیادہ مفید بنانے کی کوشش کریں گے - بیان میں کہا گیا ہے کہ میں عنقریب شاہی فرمان جاری کروں گا - اور وزیر اعظم اور عوام کے نمائندوں کے مشورہ سے عارضی حکومت قائم کروں گا - اور نئی تجاویز کو عملی جامہ پہناؤں گا -

لاہور ۲۸ جنوری - ایک فرانسیسی خیر سگالی اقتصادی مشن فروری کے وسط میں پاکستان پہنچ رہا ہے - معلوم ہوا ہے کہ اس وفد میں بارہ ارکان ہوں گے - ریڈیو پاکستان کے نمائندے کا بیان ہے کہ اس وفد میں فرانس کے ممتاز صنعت کاروں، بنکاروں اور دوسرے تجارتی اداروں کے نمائندے شامل ہوں گے -

لاہور - ۲۸ جنوری - آج معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اب جو لوگ پنجاب کی صوبائی حکومت کے کسی محکمہ میں ملازمت میں داخل ہوں گے انہیں اپنی تمام املاک منقولہ و غیر منقولہ جو ان کے قبضہ میں ہیں، ان کی فہرست حکومت کو دینی پڑے گی - معلوم ہوا ہے کہ یہ حکم کچھ دن ہوئے حکومت نے جاری کیا تھا - اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ دوران ملازمت میں کوئی سرکاری ملازم دولت اور جائداد جمع نہ کر سکے - یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس حکم کا اطلاق لوکل باڈیز کے ملازمین پر بھی ہوگا - ان ملازمین کو جائیدادوں کی خرید و فروخت اور املاک منقولہ کی خرید و فروخت کی تفصیلات سے بھی حکومت کو باخبر رکھنا پڑے گا -

× سٹرک پر اپنی پیشقدمی کو جاری رکھا - سوان سیول سے ۷ میل جنوب میں ہے ۔

کشمیر

کراچی ۲۲ جنوری - آج وزیر اعظم مسٹر لیاقت علی خان نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ لندن میں دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کی بات چیت میں کشمیر متعلق جو تین تجاویز پیش کی گئیں ممکن ہے انہیں حفاظتی کونسل میں بھی پیش کیا جائے - مسٹر لیاقت علی خاں نے بتایا کہ ان تجاویز کے علاوہ کسی اور تجویز کے پیش کئے جانے کا بھی امکان ہے - یہ تین تجاویز حسب ذیل ہیں :-

(۱) استصواب سے پہلے اور بزمانہ استصواب میں کامن ویلتھ کے ممبر ملکوں کے دستے کشمیر میں متعین کئے جائیں -

(۲) استصواب کے زمانہ میں پاکستان اور ہندوستان کی مشترکہ فوج ریاست میں قیام امن کی ذمہ داری سنبھالے -

(۳) ناظم استصواب امیر البحر نمٹز کو ریاست میں ایک مقامی فوج تیار کرنے کا اختیار ہو جس کے بعد شیخ عبداللہ اور آزاد کشمیر کی تمام فوجیں غیر مسلح کر دی جائیں -

کولمبو ۲۲ جنوری - آج وزیر اعظم لنکا نے لندن سے کولمبو پہنچ کر بتایا کہ کشمیر کے بارے میں کوئی مفاہمت نہ ہو سکی لیکن کامن ویلتھ اس مسئلہ کو سلجھانے کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھے گی -

لندن ۲۲ جنوری - آج رات نیویارک جاتے ہوئے پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خاں بذریعہ طیارہ لندن پہنچے - حفاظتی کونسل کے آئندہ اجلاس میں مسئلہ کشمیر پر جو مباحثہ ہوگا اس میں وہ پاکستانی وفد کی قیادت کریں گے - لندن کے فضائی اڈہ پر انہوں نے ایک ملاقات میں کہا مجھے امید ہے کہ حفاظتی کونسل اس ماہ کے آخر تک کشمیر کے مسئلہ پر بحث کرے گی -

گوجرانوالہ - ۲۵ جنوری - آج گوجرانوالہ کیمپ میں مقیم ہزاروں کشمیری مہاجرین نے آزاد کشمیر حکومت کے سربراہ چوہدری غلام عباس کی آمد کے موقع پر اپنے اس عہد کو تازہ کیا کہ وہ کشمیر کو آزاد کرانے کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کے لئے تیار ہیں -

مظفر آباد - ۲۵ جنوری - کشمیر میں رائے شماری کے انعقاد میں ہندوستان کی طرف سے لیت و لعل اور انکار پر تمام دنیا میں ہندوستان کے خلاف جو شدید ردعمل ہوا ہے اس سے شیخ عبداللہ کی حکومت از حد پریشان اور سراسیمہ ہو گئی ہے -

لندن ۲۸ جنوری - آج ۷۹ سالہ برطانوی لارڈ - لارڈ دین اسٹارمٹ نے کشمیر کے تنازعہ کے سلسلہ میں پاکستان کی جانب سے ایک اور چوٹ کی ہے جس کی لندن کے اخباروں کے نامہ نگاروں والے کالموں میں پھر سے ابتداء کی ہے - صاف بیانی کے عنوان کے تحت انہوں نے وزیروں افسروں اور اخباروں کو للکارا ہے کہ جبکہ حق کا غلبہ پاکستان کی جانب ہے تو لوگ بھارت کے رویہ کی مذمت کرتے ہوئے کیوں ہچکچاتے ہیں -

انقرہ ۲۸ جنوری - ترکی میں کپاس کی قیمتیں چڑھ جانے کی وجہ سے سوتی پارچہ بافی کے کئی کارخانے بند ہو گئے ہیں جس سے ہزاروں آدمی بے روزگار ہو گئے ہیں - کہا جاتا ہے کہ گذشتہ ۵۰ سال میں آج تک ترکی میں کپاس کی قیمتیں اتنی نہیں چڑھی تھیں -

ٹوکیو ۲۸ جنوری - اقوام متحدہ کے ہراول دستوں نے آج سوان سے جنوبی کوریا کے دارالحکومت سیول کی جانب بڑھتے ×

بلادِ غیر

قاہرہ ۲۲ جنوری - آج صبح عرب مدبرین نے پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری محمد ظفر اللہ کے ساتھ تبادلۂ خیال کیا - یہ گفتگو اس تحریک کے سلسلہ میں کی گئی جس کا مقصد پاکستان اور عرب دنیا کو آپس میں ایک دوسرے کے قریب تر لانا ہے -

بغداد ۲۲ جنوری - عراق کی تین میں سے دو بڑی سیاسی جماعتوں نے سات عرب ملکوں سے جن کا اجلاس قاہرہ میں ہو رہا ہے اپیل کی ہے کہ وہ مشرق اور مغرب کی جنگ میں غیر جانبدار رہیں -

نیو یارک - ۲۲ جنوری - لیک سکس میں عرب اور ایشیائی ممالک کے جو نمائندے مشرق بعید کے مسائل حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں - انہیں چین کی حکومت نے یہ اطلاع دی ہے کہ وہ گفت و شنید اور سیاسی مذاکرات کے ساتھ ساتھ کوریا میں التوائے جنگ کی تجویز پر غور کرنے کے لئے بھی آمادہ ہے - چنانچہ یہ اطلاع ملتے ہی ہندوستانی وفد کے لیڈر سر بی این راؤ نے اپنے رفقاء کو نئی صورت حال سے آگاہ کر دیا ہے -

لندن - ۲۵ جنوری - امریکی فضائیہ نے اس بات کی تائید کی ہے کہ وہ سلینڈ چیشائر کے بڑے ہوائی اڈے کا انتظام اپنے ذمہ لے لیگا - افسر مذکور نے بتایا طیارہ شکن توپوں کے چلانے والے تین امریکی بٹالین اس سلسلہ میں بہت جلد برطانیہ پہنچنے والے ہیں -

لیک سکس ۲۵ جنوری - چین کی کمیونسٹ حکومت نے ایک اور پیغام میں اپنی روش اور نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے بارہ ایشیائی اور عرب ممالک کی اس قرارداد کی حمایت کا اعلان کیا ہے کہ کوریا اور مشرق بعید کے مسائل تصفیہ کے لئے سات قوموں کی ایک کانفرنس طلب کی جائے - چین کی حکومت نے اس کی بھی تائید کی ہے کہ سات قوموں کا کمیشن اپنے پہلے اجلاس میں کوریا میں التوائے جنگ کا فیصلہ کرے -

پیرس ۲۵ جنوری - کل دس ہزار مسلح پولیس اپنی اپنی بارکوں میں تیار بیٹھی تھی - کمیونسٹوں نے جنرل آئزن ہاور کی آمد کے خلاف حکومت کی پابندی کے باوجود مظاہرہ کرنے کی کوشش کی تھی - پولیس نے ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہونے دی - اور تین ہزار سے زائد افراد کو حراست میں لے لیا گیا - اور پولیس اور کمیونسٹوں میں جس تصادم کا خطرہ تھا وہ نہ ہونے پایا -

پیغام صلح ۳۱ جنوری ۱۹۵۱ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ ۴

چٹ

جلد ۳۹ یوم چہار شنبہ ۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۷ فروری سنہ ۱۹۵۱ء نمبر ۵

عالمگیر اخوت اسلامی میں شامل ہونیوالے انگریز اور امریکی حضرات

ذیل میں ان انگریز و امریکن حضرات کی فہرست ہدیہ قارئین کرام ہے جو گذشتہ دو تین ماہ میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

نام	مقام رہائش	تاریخ قبول اسلام
۱۔ ایلفریڈ شیرین فیلپس	کیمڈن نیو جرسی امریکہ	۱۷ر دسمبر سنہ ۱۹۵۰ء
۲۔ ہاورڈ ڈبلیو ٹامس	"	"
۳۔ مسز کیری ٹامس	"	"
۴۔ موسز ایل لایر	فلیڈلفیا (امریکہ)	"
۵۔ مسز بلینچی لایر	"	"
۶۔ کلیرنس سمتھر	"	"
۷۔ نا تھن ہو نز	"	"
۸۔ مسز ڈیزی پالس	کیمڈن (امریکہ)	"
۹۔ چارلس ہاورڈ	"	"
۱۰۔ میر اسپیٹی	ساؤتھ (انگلینڈ)	۱۴ر نومبر سنہ ۱۹۵۰ء
۱۱۔ نکولاس ایم ڈیسی لاٹوسی	کیلیفورنیا (امریکہ)	۲۰ر نومبر سنہ ۵۰ء
۱۲۔ مسز ٹامس ایویلین میا	لیورپول (انگلینڈ)	۲۳ر نومبر سنہ ۵۰ء
۱۳۔ مس این ایلز ہیتھڈ	لندن (انگلینڈ)	۲۴ر نومبر سنہ ۵۰ء

تُرک صحافی خواتین کو تحفہ

ترک صحافی خواتین کا وفد جو آج کل پاکستان کا دورہ کر رہا ہے۔ انہوں نے اپنے پروگرام کے مطابق چند دن لاہور میں بھی گذارے۔ اور لاہور کے اہم تاریخی مقامات کا مشاہدہ بھی کیا۔ اس وفد نے لاہور کی مختلف جماعتوں سے بھی ملاقات کی۔

ہماری جماعت کے نمائندہ خواجہ ثناء اللہ شاہ صاحب نے بھی ان سے ملاقات کی ملاقات کے دوران میں خواجہ صاحب نے انجمن کے کاموں نقد خدمات اسلام کا ذکر کیا۔ اور آئندہ و تراجم قرآن اور دنیا کی پانچ ہزار لائبریریوں میں اسلامی لٹریچر پہنچانے کی تفصیلات جائیں۔

جسے سن کر مس لیلیٰ خارا اور دیگر اراکین وفد بہت محظوظ ہوئیں۔

اسی سلسلہ میں بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے کتابوں کا ایک سیٹ وفد کو پیش کیا گیا۔ جس کو انہوں نے بہت پسند کیا۔ اور انہوں نے وعدہ کیا۔ کہ دوران دورہ میں ہی وہ اپنے فارغ اوقات میں ان کا مطالعہ کریں گی۔

وفد کی قائد مس لیلیٰ خارا نے جو انگریزی بخوبی جانتی ہیں ترک خواتین کی طرف سے حضرت امیر ایدہ اللہ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا شکریہ ادا کیا۔ اور ان کی عظیم الشان اسلامی خدمات پر تحسین و آفرین کی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات گرامی

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر

۱۔ میں آج آپ کو صاف کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ کوئی مرد ہو یا عورت یا بالغ لڑکا یا لڑکی ہو جو اپنے مال میں سے اس دینی جہاد میں کچھ خرچ نہیں کرتا۔ نہیں اس سے بڑھ کر یہ کہ حسب حیثیت صرف نہیں کرتا اور پھر اسے ماہوار اور باقاعدہ ادا نہیں کرتا وہ اپنے آپ کو بھی دھوکہ دے رہا ہے اور اپنی جماعت کو بھی دھوکہ دے رہا ہے۔ نہیں ایک قدم اور اٹھایئے جس طرح سات سال کی عمر سے بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے کا حکم ہے۔ سات سال کی عمر سے انہیں دینی جہاد کی عادت ڈالئے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے کھلونوں پر امراء کے گھروں میں سینکڑوں روپے برباد ہوتے ہیں مگر اپنے بچے سے چند پیسے خدا کی راہ میں دینے کو وہ ایک مصیبت سمجھتے ہیں"

۲۔ ماہوار چندہ حسب حیثیت حضرت مسیح موعودؑ کا حکم ہے۔ اور آپ کی جانشین انجمن نے اس کی ایک شرح مقرر کر دی ہے۔ جو شخص اس شرح کے مطابق ادا نہیں کرتا اور بہانے بناتا ہے وہ امام زمان کا نافرمان ہے۔ رستے دو ہی ہیں۔ یا مسیح موعودؑ کو مانو۔ جو فوج خدمت دین کے لئے مسیح موعودؑ نے تیار کی اس میں قدم سے قدم ملا کر چلو تاکہ تم دین و دنیا میں کامیاب ہو اور اگر آپ ایک حکم کے ماتحت چلنا نہیں چاہتے تو بہتر ہے کہ اسے چھوڑ دو۔" (مرتضٰے خاں۔ اسسٹنٹ سیکرٹری)

قبولیّتِ دُعا کیلئے کن باتوں کی ضرورت ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے کلماتِ طیّبات

کیسی دعا قبول نہیں ہوتی۔

دعائیں مخلصین کی قبول ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ صدق اور سوز اور ابتہال ساتھ رکھتے ہیں۔ جو لوگ اوپرے دل سے دعائیں کرتے ہیں۔ اور ان پر مداومت نہیں کرتے اور اپنے اندر ایک تبدیلی نہیں کر لیتے۔ وہ دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں ان کی مثال ایسی ہے۔ جیسے فرضی طور پر کوئی بچہ کا نام شمس الدین رکھ لے۔ مگر ایک صادق سالک کو چاہیئے۔ کہ وہ ایسی تبدیلی کرے۔ اور اپنے آپ کو ایسا نمونہ بنا دے جیسا کہ سڑکوں پر میل کا نشان ہوتا ہے۔ وہ دوسروں سے متمیز ہو جاوے۔ نشان بھی ایک یاددہانی کا معاہدہ ہوتا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا۔ کہ تورات کو آستانوں پر لکھ لو۔ یہ اسلئے کہ جب وہ اندر باہر آتے جاتے ان کو دیکھیں گے۔ ان کو احکام الٰہی پر نظر رہے گی۔

دعا کی قبولیت کیلئے پہلے کن باتوں کی ضرورت ہے

غرض میرا اصل مطلب صرف یہ بتانا ہے۔ کہ دعا کی قبولیت کے لئے پہلے تقوے کی ضرورت ہے۔ تقویٰ کا طریق اختیار کرو۔ اگر تقویٰ اختیار نہیں کرتے تو ہر چند دعائیں کریں وہ کوئی اثر نہیں رکھتی ہیں خود بھی دعائیں کریں اور ان لوگوں سے جن پر کہ حسن ظن ہے۔ ان سے بھی دعائیں کرائیں۔ مگر یہ ضروری بات ہے کہ جس سے دعا کرائیں اس کے ساتھ ایک تعلق پیدا کرنا ضروری ہے۔ جس سے دعا کرانے والے کے دل میں ایک اضطراب پیدا ہو۔ اور اسے توجہ ہو۔ دوسرا اپنی تبدیلی ضروری ہے۔ اگر خود خبیث کا خبیث رہے اور کوئی تبدیلی نہ کرے تو اس نیک مرد کی دعا اس کو کوئی مفید نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس میں بھی تو اثر قبول کرنے والی فطرت ہونی چاہیئے۔ روشنی کا خاصہ یہی ہے کہ جہاں اس کے حسب حال صفائی زیادہ ہو۔ وہاں وہ زیادہ پڑتی ہے یہی حال پاک تاثیروں کا ہوتا ہے۔ جو انوار الٰہی لے کر آتے ہیں۔ جس قدر دل اور سینہ پاک ہو اسی قدر وہ اس نور سے زیادہ منوّر اور موثر ہوتے ہیں۔

دُعا میں صبر و استقلال کی ضرورت

پھر دعا کرنے والے کو یہ بھی لازم ہے۔ کہ وہ صبر اور استقلال سے کام لے بعض لوگ ایسے دیکھے جاتے ہیں کہ وہ دعا کی درخواست کرتے ہیں اور چند روز بعد کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو دکانداری ہے۔ یہاں تو کچھ بھی نہیں میرے لئے دعا کی تھی۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ نادان اتنا نہیں جانتے کہ صرف دعا کرنے والے ہی کا تو سارا کام نہیں۔ کہ دعا بھی کرے اور اس دعا کے اثروں سے مستفید ہونے کی فطرت بھی دیدے۔ دعا کرنے والا تو طبیب کی طرح ہوتا ہے۔ اگر مریض اس کا نسخہ استعمال کر کے کوئی پرہیز ہی نہیں کرتا تو تندرست کیونکر ہو گا۔ جیسے دواؤں کے خواص اور اثر ہر حال میں ان کے ساتھ ہیں اور وہ کبھی ضائع نہیں ہوتے اور بے اثر بھی نہیں ہوتے لیکن ان کا اثر زیادہ تر مریض کے مزاج اور حالت پرہیز وغیرہ پر منحصر ہے مثلاً جس شخص کو حرارت کے بڑھ جانے کی وجہ سے بعض امراض لاحق ہوتے ہیں۔ جو ادویات اس کو دی جائیں گی ان کے زیادہ موثر ہونے کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ گرم اشیاء کے کھانے سے پرہیز کرے۔ لیکن اگر ان کو نہیں چھوڑتا تو کیا دواؤں کی تاثیر کو باطل قرار دیدیں گے۔ ہرگز نہیں۔ پس خدا کا راستباز اور مقبول بندہ جب کسی کے لئے دعا کرتا ہے۔ تو وہ دعا اپنے رنگ میں قبول ضرور ہو جاتی ہے۔ اس کی قبولیت سے فائدہ اٹھانے والی فطرت پیدا کرنا یہ دعا کرنے والے کے فرائض میں سے ہے۔ جس میں سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ وہ تقویٰ اختیار کرے۔ بدیوں کو چھوڑ دے اور دعا کرنے والے پر حسن ظن رکھے۔ اور صبر اور استقلال سے کام لے۔ سعدی نے کیا اچھا کہا ہے

طلب گار باید صبور و حمول۔

طالب کو کبھی ملول ہونا ہی نہیں چاہیئے۔ ایسے لوگ بے نصیب ہوتے ہیں جو جلد گھبرا جاتے ہیں اور بدظنی سے کام لینے لگتے ہیں۔ دعا کرنے والے کو یہ بھی ضروری یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اپنی طرف سے کوئی میعاد مقرر نہ کرے جدوجہد میں لگا رہے۔ پھر وقت آجائے گا۔ کہ وہ فائدہ اٹھائے۔ اپنے آپ کو اگر اس راہ میں دکھوں میں ڈالنا پڑے تو کچھ غم پروا نہ کرے ہمت نہ ہارے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے

پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

باجماعت نماز پڑھنے والے کی دُعا رد نہیں ہوتی

عن ابن سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیستحی من عبدہ اذا صلّی فی جماعۃ ثم سال حاجتہ ان ینصرف حتی یقضیھا (الفتح الکبیر)

ترجمہ:- ابن سعید سے روایت ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ لاریب اللہ تعالیٰ حیا محسوس کرتا ہے ایسے شخص کی دعا رد کرنے میں جو باجماعت نماز ادا کر کے (اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر) اپنی حاجات اس کے سامنے پیش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس دعا کو (اپنے فضل و کرم سے) شرف قبولیت بخشتا ہے۔

رحیم و کریم صفات والے انسانوں کی ہمسائیگی اختیار کرو

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطلبوا الفضل عند الرحماء من امتی تعیشوا فی اکنافھم فان فیھم رحمتی ولا تطلبوا من القاسیۃ قلوبھم فانھم ینتظرون سخطی (الفتح الکبیر)

ترجمہ:- ابی سعیدؓ سے روایت ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ہر قسم کا) فضل میری امت کے رحیم و کریم آدمیوں میں تلاش کرو۔ ان کے قرب و جوار میں سکونت اختیار کرو۔ لاریب ان لوگوں پر میری رحمت کا نزول (متواتر) رہتا ہے۔

پتھر دل لوگوں سے کسی نفع کی امید نہ رکھو۔ لاریب ان پر میرا عذاب آیا ہی چاہتا ہے۔

لوگوں کے پاس اپنی حاجات پیش کرنے میں عزّتِ نفس ملحوظ رکھو

عن عبد اللہ بن بسرؓ سے روایت ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی حاجات (لوگوں کے) سامنے پیش کرنے میں عزت نفس ملحوظ رکھو۔ لاریب جملہ امور تقدیر کے ساتھ وابستہ ہیں (لوگوں کے سامنے تذلیل اختیار کرنے سے تم تقدیر کے نوشتوں کو مٹا نہیں سکتے)

حقوق العباد کی رعایت نہ رکھنے والی قوم تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعظم الذنوب عند اللہ رجل تزوج امرأۃ فلما قضی حاجتہ منھا طلقھا و ذھب بمھرھا و رجل استعمل رجلاً فذھب باجرتہ و آخر یقتل دابۃ عبثاً (الفتح الکبیر)

ترجمہ۔ ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ (ایسا جرم جس کے ارتکاب سے قومیں تباہ ہو جاتی ہیں) یہ ہے کہ آدمی ایک عورت (عفیفہ) سے نکاح کرے۔ اور حاجت براری کے بعد اس کے حق مہر کو دبا لے۔ (یعنی ادا نہ کرے) (۲) اور جب ایک شخص دوسرے سے مزدوری لے لے۔ اور اسے اس کا مقرر شدہ محنتانہ نہ دے اور آخر میں جب ایک شخص (بغض و عناد سے دوسروں کے نفع بخش) جانور کو بے فائدہ قتل کرے (تاکہ اس بیل گائے وغیرہ کا مالک اس کے فائدہ سے محروم ہو جائے)

آں شراب معرفت دادش خدا۔ کز شعاعش خیرہ شد ہر اخترے

خواجۂ دمر عاجزاں را بندۂ۔ بادشاہ و بیکساں را چاکرے

(مسیح موعودؑ)

ترجمہ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ شراب معرفت عطا فرمائی۔ کہ شیشۂ شراب (قلب منور) کی ضیا باری کے سامنے مہر و ماہ شرمندہ ہیں۔ اگرچہ حضورؐ دین و دنیا کے بادشاہ تھے تاہم عاجزوں اور ناتوانوں کی خدمت میں کمربستہ رہتے تھے۔

آپ باوجود بادشاہ دو جہاں ہونے کے بیکسوں کی نگہداری میں خادموں کی طرح مستعد نظر آتے تھے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطلبوا الخیر ... [illegible]

پیغام صلح
جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ | نمبر ۵

حیاتِ مسیح اور نزولِ مسیح

مودودی صاحب کے ایک خط پر تبصرہ

(۲)

اشاعت سابقہ میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ یہ امر محکمات میں سے ہے کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ قرآن کریم کی آیات کھلے طور پر اس کی مؤید ہیں۔ کہیں کوئی قرآن کریم کی ایک بھی ایسی آیت پیش نہیں کی جا سکتی جس سے اشارتاً یا کنایتہً یہ ثابت ہو سکے کہ مسیح علیہ السلام بعین حیات جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے کیونکہ آپ کے صعود الی السماء کا ذکر نہیں نہ قرآن میں اور نہ حدیث میں۔ بے شک رفع الی اللہ کا ذکر ہے۔ اور ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ایسی حالت میں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں ہی پر نہیں رہتا بلکہ ہر جگہ موجود ہے اس کی طرف رفع کے معنے سوائے بلندیٔ رتبت اور قرب مدارج کے اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ رفع الی اللہ کے معنے کہیں بھی کسی بھی آیت سے آسمان پر اٹھائے جانے کے ثابت نہیں ——— پس ایسی حالت میں کہ مسیح علیہ السلام کا وفات یافتہ نہ ہونا ثابت ہو گیا۔ اور قرآن کی محکم آیات سے یہ بات روشن ہو گئی کہ وہ آسمان پر اٹھائے نہیں گئے بلکہ اسی دنیا میں اپنی زندگی کے ایام پورے کر کے فوت ہو گئے۔ تو ان کے نزول کا مسئلہ سمجھ میں آنا کچھ مشکل نہیں سب سے پہلی بات اس بارہ میں یہ غور طلب ہے کہ جس طرح مسیح علیہ السلام کے صعود الی السماء کا کہیں ذکر نہیں اسی طرح آپ کے نزول من السماء کا بھی کہیں ذکر نہیں۔ احادیث میں صرف ینزل کا لفظ آپ کے متعلق آتا ہے جس کے معنی لازماً آسمان سے نازل ہونے کے نہیں کیونکہ نزول کا لفظ کئی جگہوں پر زمینی اشیاء کی تخلیق پر استعمال ہوا ہے۔ مثلاً قرآن کریم فرماتا ہے:۔

۱۔ انزلنا علیکم لباساً۔ ہم نے تمہارے اوپر لباس اتارا۔

۲۔ انزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج۔ چارپایوں سے آٹھ جوڑے پیدا کر کے تمہارے لئے اتارے۔

۳۔ انزلنا الحدید۔ ہم نے لوہا اتارا

اب ان آیات میں انزل اور انزلنا کا لفظی ترجمہ اگرچہ اتارنے کے معنوں میں ہی کیا گیا ہے مگر کون نہیں جانتا کہ یہاں اتارنے کے معنی پیدا کرنے کے ہیں۔ لوہے کو کبھی کسی نے آسمان سے اترتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ زمین کے اندر سے نکالا جاتا ہے۔ لباس بھی اسی دنیا میں مختلف اشیا سے بنتا ہے۔ اور چارپایوں کے جوڑے بھی آسمان سے نازل نہیں ہوتے بلکہ قانون تخلیق حیوانات کے مطابق اسی دنیا میں پیدا ہوتے ہیں پھر فرمائیے مسیح علیہ السلام کے متعلق اگر نزول کا لفظ آ جائے تو وہاں کیوں آسمان ہی سے اترنے کے معنے کئے جائیں۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور ان کے آسمان پر زندہ ہونے کا عقیدہ غلط ثابت ہو چکا ہے

افسوس ہے کہ ہمارے مخالفین یا یوں کہئے کہ قائلین حیاتِ مسیح کا طرز فکر بالکل ایسا ہی ہے جیسا گھوڑے کے آگے گاڑی کو جوتا جائے وہ رفع الی اللہ اور نزول مسیح کی آیات اور احادیث کو سامنے رکھ کر ان سے یہ قیاس کرتے ہیں۔ کہ مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں حالانکہ چاہئے تھا کہ سب سے پہلے ان آیات اور الفاظ کو دیکھتے جن میں مسیح علیہ السلام کی وفات کا ذکر ہے اور پھر اس کے بعد رفع اور نزول کے الفاظ کے معنی کرتے۔ اگر یا عیسیٰ انی متوفیک اور فلما توفیتنی اور کئی دیگر آیات مسیح علیہ السلام کی وفات پر دال ہیں تو پھر ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ ان کا رفع کیسے ہوا اور نزول کس طرح ہو سکتا ہے اور اوپر ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ رفع کے معنے کبھی اوپر اٹھائے جانے کے نہ کئے جاتے۔ بالخصوص جبکہ اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور وہ خود اپنی طرف رفع کر رہا ہو۔ تو اس کے معنی بلندیٔ مراتب اور قرب مدارج کے سوائے اور کوئی نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح نزول کے معنے لازماً اوپر سے نیچے اترنے کے نہیں ہوتے۔ بلکہ اسی دنیا میں کسی چیز کی تخلیق پر بھی نزول کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور تو اور خود ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی ارشاد ہوا ہے قد انزلنا الیکم ذکراً رسولاً یتلوا علیکم

جو آیات اللہ ہم نے تمہاری طرف یاد دلانے کو رسول نازل کیا جو تم پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے اب فرمائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ کو آسمان سے اتارا گیا؟ کیا اسی دنیا میں آپ کی بعثت پر انزلنا کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ بعینہ یہی کیفیت مسیح علیہ السلام کے نزول کی ہے۔ کہ ان کی بعثت ثانی کو نزول کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ مسیح کی بعثت ثانی کس صورت میں ہو سکتی ہے بالخصوص جب وہ فوت ہو چکے ہیں تو دوبارہ کیسے آ سکتے ہیں۔ اور ان کا دوبارہ آنا ختم نبوت کے محکم عقیدہ کے کہاں تک مطابق ہے اس پر ہم آئندہ اشاعت میں روشنی ڈالیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

سید تصدق حسین قادری (بغداد) کی ڈائری

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

۱۵ صفر ۲۶ نومبر بروز اتوار اخوی ابراہیم آدم صاحب سجوانی بصرہ کا خط ملا موصوف نے حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ کی صحت کی خیریت دریافت فرمائی ہے۔

۱۶ صفر ۲۷ نومبر بروز پیر۔ بھائی ابراہیم آدم سجوانی صاحب بصرہ کے خط کا جواب دیا۔ بحری ڈاک سے لائٹ ۴۲ اور پاکستان نیوز ملا۔ ڈاکٹر مصطفےٰ خالدی بیروت کو پانچ کاپیاں پرافیسیز آف حضرت میرزا غلام احمد آف قادیان بھجوائیں۔

۱۷ صفر ۲۸ نومبر بروز منگل۔ ابو عزیز عبدالقادر کے ہاتھ سید مظفر علی صاحب مدینہ کو پیغام صلح کے کچھ پرچے پیغام صلح کے بھجوائے۔ جناب فدا علی صاحب۔ اسلامک ریویو بابت ماہ نومبر لے گئے۔

۲۰ صفر یکم دسمبر بروز جمعہ۔ محترم جناب غلام ربانی صاحب۔ دوکنگ کو بذریعہ ہوائی ڈاک خط کا جواب دیا۔ استاذ علی لطف کے ہمراہ ان کے ایک دوست السید طالب دکان پر آئے انہیں الصلوٰۃ اور عمر العظیم دیا۔ لاہور سے بذریعہ ہوائی جہاز چند اشتہار بغرض فراہمی چندہ برائے سالانہ جلسہ ملے۔

۲۱ صفر ۲ دسمبر بروز سنیچر کردستان سلیمانیہ کے ایک فوجی افسر میجر عبدالرحمٰن اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ دوکان پر کچھ اسباب خریدنے آئے اُٹھتے ہوئے ان تینوں حضرات کو الصلوٰۃ اور عمر العظیم ہدیۃً دیا۔

۲۲ صفر ۳ دسمبر بروز اتوار۔ عزیزم عبدالمجید کے ہاتھ ——— السید علی جودت الایوبی سابق رئیس وزراء العراق کو اسلامک ریویو کا تازہ پرچہ بابت ماہ نومبر ہدیۃً بھجوایا۔ استاذ مکی عزیز مالک روزنامہ المنذر کو بھی اسلامک ریویو کا تازہ پرچہ بھجوایا۔ رات استاذ عبدالخالق سیکرٹری جمعیۃ

خدمات الدینیۃ والاجتماعیۃ دکان پر آئے انہیں عمر العظیم دیا۔

۲۴ صفر ۵ دسمبر بروز منگل۔ پان اسلام سوسائٹی پوسٹ بکس ۱۶۶۵ ممباسہ ایسٹ افریقہ کو اسلا[ک ریویو] آف یورپ اینڈ امریکہ بھجوایا۔ بحری ڈاک سے پیغام صلح کے پرچے نمبر ۴۴۔ ۴۵۔ اور لائٹ نمبر ۴۵۔ ۴۹۔ دیا۔ ور پاکستان نیوز دیا۔

۲۵ صفر ۶ دسمبر بروز بدھ۔ استاذ صالح الشالجی دکان پر آئے انہیں "لائٹ" کا نمبر ۴۲۔ ۴۳۔ دیا۔

۲۶ صفر ۷ دسمبر بروز جمعرات۔ کراچی کے پتہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو ہوائی جہاز کے ذریعہ خط بھجوایا۔ صوفی لیب بھائی تازہ پرچے "پیغام صلح" لے گئے۔ اخویم سلطان علی صاحب جانیہ کو تازہ پرچے اخبار پیغام صلح ڈاک سے بھجوائے۔

حکیم عبدالمجید صاحب مالک دوا خانہ ہمدرد دہلی کو ضرورت مجدد بھجوایا۔ عزیزم عبدالمجید کے ہاتھ استاذ الحاج السید محمود فہمی درویش کو اسلامک ریویو بابت ماہ نومبر بھجوایا۔ خود عبدالمجید نے برائے تقسیم چند کاپیاں الصلوٰۃ اور عمر العظیم لیں۔ چودھری علی محمد صاحب لائٹ کے کمین پرچے لے گئے۔

۲۷ صفر ۸ دسمبر بروز جمعہ بیروت سے السید حبیب شعبان یکن کی طرف سے چار نسخے الطلاق فی الاسلام اور ایک نسخہ (مثال المنتھی؟) ڈاک سے ملا۔

۲۹ صفر ۱۰ دسمبر بروز اتوار۔ سویرے دکان پر مفتی ھیۃ الدین آئے موصوف مجلس الاعیان کے نائب رئیس ہیں۔ انہیں کتاب الصلوٰۃ اور عمر العظیم دی گئی۔

یکم ربیع الاول۔ ۱۱ دسمبر بروز پیر اخویم سید عابد علی صاحب کو پیغام صلح

اخبار ـــــ و ـــــ افکار

عالمگیر مذہب کا ڈھانچہ

پنڈت سندر لال ہندوستان کے ان مشہور قوم پرست لوگوں میں سے ہیں جن کی قوم پرستی انہیں دوسری اقوام بالخصوص مسلمانوں اور ان کے مذاہب کی خوبیوں کے اعتراف سے نہیں روکتی، گزشتہ سال انھوں نے آل انڈیا ریڈیو پٹنہ سے ایک تقریر براڈکاسٹ کی جس کا عنوان تھا "اسلام کا سماجی سنگھٹن" اس تقریر میں جہاں بعض باتیں ایسی ہیں جو نا واقفیت پر مبنی ہیں وہاں بہت سی اچھی باتیں بھی بیان کی گئی ہیں تقریر کے آخری الفاظ خاص طور پر توجہ کے قابل ہیں:-

"اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ دنیا آج کل کے سب الگ الگ مذہبوں کی دیواروں سے باہر نکل کر ایک مذہب انسانیت، ایک مانو دھرم، ایک ریلیجن آف ہیومینٹی ایک پریم دھرم یا مذہب عشق کی طرف بڑھ رہی ہے دنیا کے بڑے بڑے مذہبوں میں اسلام سب سے حال کا مذہب ہے اس میں ایک عالمگیر مذہب کا ڈھانچہ اور روح دونوں موجود ہیں اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس آنے والے مذہب انسانیت کو شکل دینے میں اسلام کسی دوسرے مذہب سے کم حصہ نہیں لے گا"

اگر پنڈت سندر لال کے یہ الفاظ بھارت واسیوں کے دلوں میں اسلام کے متعلق پریم پیدا کرنے کا موجب ہو سکیں اور بھارت کے اندر ایسے خیالات رکھنے والے اور بھی سندر لال پیدا ہو جائیں تو ہم سمجھتے ہیں اس برصغیر ہی کی نہیں تمام دنیا کی قسمت پھر سکتی ہے، اور جس مذہب انسانیت کی راہ دنیا تک رہی ہے وہ آج سامنے آکر اسے اس آگ کے گڑھے سے بچا سکتا ہے، جس کے کنارے پر وہ اس وقت کھڑی ہے۔

انسانی برابری اور مسلمان

اپنی اسی تقریر میں پنڈت سندر لال صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے:-

"شاید ہی دنیا کا کوئی اور مذہب انسانی برابری اور بھائی چارے پر اتنا زور دیتا ہو جتنا اسلام، ہمارا مطلب یہاں قرآن کے مذہب اور محمد صاحب کی تعلیم سے ہے ان ساڑھے تیرہ سو برس کے اندر عام اور خاص مسلمانوں کے

عمل سے نہیں!

آخری فقرہ مسلمانوں کی خاص توجہ کے قابل ہے اگرچہ پنڈت صاحب نے ساڑھے تیرہ سو برس کا حوالہ دینے میں مبالغہ سے کام لیا ہے، کیونکہ اس طویل عرصہ کی تاریخ مسلمانوں کے ان زرین کارناموں سے بھری پڑی ہے، جن میں انھوں نے اپنے عمل سے اسلام کو "انسانی برابری اور بھائی چارے" کا مذہب ثابت کیا، تاہم جہاں تک موجودہ مسلمانوں کے عمل کا تعلق ہے نہایت افسوس اور شرم کے ساتھ گردن جھکانی پڑتی ہے، انسانی برابری اور بھائی چارہ تو ایک طرف آج تو مسلمانوں کے اندر باہمی بھائی چارہ اور برابری بھی مفقود ہو رہی ہے، اور اسی مذہب اور اسی رسول کے نام پر جو انسانی برابری اور بھائی چارہ پیدا کرنے آیا تھا ایک دوسرے کی گردنیں ناپی جا رہی ہیں، کاش مسلمان اپنے مذہب کی تعلیمات کا مقابلہ اپنے عمل سے کریں اور اس بات پر غور کریں کہ ان کی کرتوتیں ان کے اسلاف کو بھی بدنام کرنے کا موجب ہو رہی ہیں۔

جہاں تک اسلامی اخوت کا تعلق ہے صرف پنڈت سندر لال ہی نہیں، دوسرے بڑے بڑے لوگ بھی اس کے بدل معترف ہیں، سر رادھا کرشنن ہندوستان کے سب سے بڑے فلسفی نے بھی اپنے ایک لیکچر میں یہ اعتراف کیا ہے کہ

"اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اسلام میں جو تخیل اخوت کا موجود ہے وہ نسل و قوم کی ساری حد بندیوں سے بالاتر ہے اور یہ بات اکثر دوسرے مذہبوں میں مفقود ہے" (ایسٹ اینڈ ویسٹ ریلیجن ص ۷۳)

کاش اسلام میں نسل و قوم کی حد بندیاں پیدا کرنے والے مسلمان ان الفاظ سے سبق حاصل کریں۔

عورت کی صحیح عزت

کسی سابقہ اشاعت میں ہم نے جدید تہذیب میں پرورش یافتہ لڑکیوں کے متعلق بعض بھارتی اکابر کے خیالات نقل کرتے ہوئے افسوس کا اظہار کیا تھا کہ پاکستان کے کسی بڑے آدمی کے منہ سے ایسی کوئی آواز سننے میں نہیں آتی معاصر "صدق" نے "ڈان" کے ایک پرانے پرچے سے مسٹر شعیب قریشی سفیر پاکستان متعینہ روس کی ایک تقریر خلاصۃً نقل کی ہے جو انھوں نے حیدرآباد سندھ میں آل پاکستان عربی کانفرنس کے اجلاس دوم میں کی، انھوں نے فرمایا کہ:-

"قرآن و سنت ہی ہمارے تمام معاملات و مسائل میں خواہ وہ تمدنی ہوں یا معاشی معیار اور حکم ہیں۔ قرآن میں تصریح و تاکید موجود ہے کہ ہر امر میں پیغمبر ہی کے اسوۂ حسنہ ہی کو سامنے رکھا جائے اور آپ ہی کے نقش قدم پر چلا جائے۔ آپ ہی کے مجموعہ اقوال و اعمال کا نام سنت ہے؛ اور قرآن کے بعد سنت ہی شخصی معاشری اور سیاسی زندگی کے ہر معاملہ میں سند ہے ......

اللہ کے احکام کو سیاسی اور معاشری زندگی میں بالائے طاق رکھ دینے اور ان کے بجائے شیطانی خواہشات کو دخیل کر دینے کا انجام ہم سب بھگت رہے ہیں ....

اسلام نے عورت کی منزلی زندگی کے بلند کرنے کی راہ میں ہر ممکن سہولت بہم پہنچا دی ہے لیکن اس نے مرد کے ساتھ اس کی مساوات کامل کو نہیں تسلیم کیا ہے۔ اور اسلام اسے تو بہر حال نہیں گوارا کر سکتا کہ عورت مرد کے ہاتھ میں کھلونا اور آلہ تفریح بن جانے پر رضامند ہو جائے، عورت کی صحیح عزت اس کے حسن و زیبائش اور دلربایانہ انداز میں نہیں عورت مرد کی صحیح عزت کی مستحق اسی وقت ہو سکتی ہے، جب وہ اچھی لڑکی ہو، اچھی بیوی ہو، اور اچھی ماں ہونے کا ثبوت دے سکے"

اس تقریر کا ایک ایک لفظ صحیح اسلامی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے اور ہمیں خوشی ہے، کہ پاکستان کے اکابر میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو جدید تہذیب یافتہ عورت کی بے راہ روی کو پسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھتے اور اسے صحیح اسلامی راہ پر لانے میں کوشاں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو بار آور فرمائے، اور پاکستانی خواتین کو اپنی صحیح عزت پہچاننے کی توفیق دے۔

جماعت احمدیہ کی تبلیغ

مسٹر عبد القیوم ملک پرنسپل لاء کالج لاہور نے ۲۴ جنوری کی شام کو وائی ایم سی اے ہال میں "اسلام میں جدید رجحانات" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا، جس میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

"جماعت احمدیہ اس زمانہ میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی ایک علمبردار تحریک ہے، اگرچہ اس کے متعلق اختلاف عقائد کا بہت کچھ چرچا سننے میں آتا ہے، لیکن مغربی ممالک میں منظم تبلیغ کے ذریعہ اسلام کے متعلق عیسائی دنیا کے اعتراضات کا جو رد اس نے پیش کیا ہے کسی اور جماعت اور تحریک کو اس کی توفیق نہیں ہوئی، میں نے ان لوگوں کو قریب سے دیکھا ہے اور خود ان میں رہ کر ان کا مطالعہ کیا ہے، میں سمجھتا ہوں ان لوگوں نے بھی موجودہ ترقی یافتہ زمانہ میں اسلام کو سائنٹیفک طریق پر پیش کرنے میں بہت خدمات انجام دی ہیں"

یہ الفاظ ان لوگوں کے غور اور توجہ کے قابل ہیں جو جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کو شک اور شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، مسٹر عبد القیوم ملک احمدی نہیں، وہ ایک عرصہ تک ووکنگ میں رہے اور ووکنگ مسلم مشن کے کام کو بنظر غور دیکھتے رہے، ان کے یہ الفاظ کسی طرح بھی جانبداری یا "مرزائیت نوازی" پر مبنی قرار نہیں دیئے جا سکتے، تاہم احراری اخبار "آزاد" اس پر آتش زیر پا ہو کر لکھتا ہے کہ:-

"یہ حقیقت پوری طرح واضح ہے کہ آپ اسلام کی حقیقت سے قطعی واقف نہیں ہیں اور مرزائیت کا شکار ہیں"

شاید "آزاد" کے نزدیک "اسلام کی حقیقت" یہی ہے کہ کسی کی خوبی کا اعتراف نہ کیا جائے بالخصوص احمدی جماعت کی خدمات اسلام کو خواہ مخواہ خلاف اسلام قرار دیا جائے اس لحاظ سے تو شاید احرار کے سب سے بڑے لیڈر چودھری افضل حق مرحوم بھی حقیقت اسلام سے واقف نہ تھے، جنھوں نے صفائی کے ساتھ اس بات کا اعتراف کیا کہ

"مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا اگرچہ مرزا غلام احمد کا دامن فرقہ بندی کے داغ سے پاک نہ ہوا (ہے) تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے"

فرمایئے بانی تحریک احرار کے ان الفاظ کو آپ کیا کہیں گے کیا جماعت احمدیہ کی اشاعتی تڑپ، حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر پیدا کی ـــــ آپ کی مجددیت کا کھلا ثبوت نہیں؟

والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگز لاہور

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت امام باقرؒ کے فرزند ارجمند اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ آپ کی والدہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پوتے قاسمؒ بن محمدؒ کی لڑکی تھیں گویا آپ اس عالی خاندان کے چشم و چراغ تھے جن کے دسترخوان علم و حکمت سے ادنےٰ خدام بھی ایسے مستفیض ہوئے کہ وہ مسند علم کی زیب و زینت بنے۔

فضل و کمال

آپ اپنے علمی مرتبہ کے لحاظ سے اپنے وقت کے امام تصور کئے جاتے تھے حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو امام اور احد السادۃ الاعلام لکھتے ہیں امام نوویؒ تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کہ آپکی امامت - جلالت اور سیادت سب متفق علیہ ہے

حدیث

آپ مشہور حفاظ حدیث میں سے تھے علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان کثیر الحدیث - (تہذیب التہذیب بحوالہ ابن سعد) علم حدیث آپ نے اپنے والد امام محمد باقرؒ اور دیگر اکابر تابعین سے حاصل کیا تھا آپ کے تلامذہ میں شعبہ - ابن جریج امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ وغیرہ تھے۔

(تہذیب التہذیب)

فقہ

فقہ میں بھی آپ کو بہت بڑا کمال حاصل تھا چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہ رضؓ فرماتے تھے کہ میں نے جعفر بن محمدؒ سے بڑا فقیہہ نہیں دیکھا۔

(تذکرۃ الحفاظ)

فضائل اخلاق

آپ فضائل اخلاق کی جیتی جاگتی عملی تصویر تھے - عمرو بن المقدام کا بیان ہے کہ جعفر بن محمدؒ پر نظر پڑتے ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ خاندان نبوت کے گوہر آبدار ہیں۔ (تہذیب الاسماء)

عبادت و ریاضت

آپ بہت عبادت گذار تھے، چنانچہ امام مالکؒ کا بیان ہے کہ ایک مدت تک آپ کے پاس جاتا آتا رہا میں نے ہمیشہ آپ کو نماز پڑھتے ہوئے، روزہ دار اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے پایا۔ . . .

. . . .

(تہذیب التہذیب)

انفاق فی سبیل اللہ

آپ اپنی خاندانی روایات کے مطابق بہت سخی اور غربا پرور تھے ہیاج بن بسطام سے روایت ہے کہ جعفر صادق رضؓ گھر کا کل کھانا دوسروں کو کھلا دیتے تھے یہاں تک کہ ان کے اہل و عیال کے لئے کچھ باقی نہ رہ جاتا تھا - تذکرۃ الحفاظ)

خصومت فی الدین

اختلاف خیالات پر جھگڑنے اور دنگا فساد کرنے کو ناپسند فرماتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ لوگو! خصومت فی الدین سے بچو اس لئے کہ وہ قلب کو سیاہ کر دیتی ہے اور نفاق پیدا کرتی ہے"

(تذکرۃ الحفاظ)

وحی و الہام سے استدلال

حضرت امام جعفر صادق رضؓ فرماتے تھے کہ الہام الٰہی خاصہ مقبولان الٰہی ہے اور بلا الہام استدلال کرنا راندۂ درگاہ کی علامت ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء)

کلمات طیبات

حضرت سفیان ثوری رضؓ سے ایک مرتبہ فرمایا اے سفیان جب اللہ تعالےٰ تمہیں کوئی نعمت عطا کرے اور تم اسے ہمیشہ باقی رکھنا چاہو تو زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرو کیونکہ اللہ تبارک تعالےٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو اور زیادہ دوں گا۔

جب رزق ملنے میں تاخیر ہو رہی ہو تو استغفار زیادہ کرو اللہ عزّ و جلّ اپنی کتاب حکیم میں فرماتا ہے:-

استغفروا ربکم انہ کان غفارًا یرسل السماء علیکم مدرارًا ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنّت ویجعل لکم انھارًا

(نوح)

یعنی۔ اپنے ربّ سے بخشش مانگو۔ وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر زور سے مینہ برسانے والا بادل بھیجے گا۔ اور تمہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے گا اور تمہارے لئے باغ بنائے گا۔ اور تمہارے لئے نہریں بہائے گا۔ (صفوۃ الصفوۃ)

فرماتے جب تمہارے پاس سلطان وقت یا اور کسی کا حکم پہنچے تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ زیادہ پڑھو یہ کشادگی کی کنجی ہے۔

جو شخص اپنی قسمت کے حصہ پر قناعت کرتا ہے وہ مستغنی رہتا ہے اور جو دوسرے کے مال کی طرف نظر اٹھاتا ہے وہ فقیر مرتا ہے۔

جو شخص اللہ تعالےٰ کی تقسیم پر راضی نہیں ہوتا وہ خدا تعالےٰ کو اس کے فیصلہ پر متہم کرتا ہے۔

جو سفیہوں کے پاس بیٹھتا ہے وہ حقیر ہو جاتا ہے جو علماء سے ملتا جلتا ہے وہ معزز ہو جاتا ہے۔

سلامتی بہت نادر چیز ہے یہاں تک کہ اس کے تلاش کرنے کی جگہ بھی مخفی ہے۔ اگر وہ کہیں مل سکتی ہے تو ممکن ہے گوشۂ گمنامی میں ملے۔ اگر وہاں بھی تلاش پر نہ ملے تو ممکن ہے تنہا نشینی میں ملے۔ گوشۂ تنہائی گوشۂ گمنامی سے مختلف ہے۔ اگر گوشۂ تنہائی میں بھی نہ ملے تو سلف صالحین میں ملے گی (صفوۃ الصفوۃ)

وفات

آپ نے ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب)

مظہر انوار آں بے چوں بود
در خرد از ہر بشر افزوں بود
اتباعش دلفروز و جاں دہد
جلوۂ از طاقت یزداں بود
اتباعش سینہ نورانی کند
باخبر از یار پنہانی کند
منطق او از معارف پُر بود
ہر بیان او سراسر دُر بود
تابعش چوں انبیاء گردد ز نور
نورش افتد بر ہمہ نزدیک و دُور

(مسیح موعودؑ)

ترجمہ۔ حضور علیہ التحیات والسلام کا مظہر کامل متفرد - اور دانشوری میں ہر فرد سے اعلےٰ اور افضل ہے۔

آپ کی پیروی قلب منور اور حیات جاوید بخشتی ہے۔ وہ قدرت خداوندی کا آئینہ دار ہے۔ حضور کی اتباع سے متبع کا سینہ منور ہو جاتا ہے۔ اور اس پر ورادالورا ہستی کی معرفت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اس کے منہ سے حقائق و معارف کے پھول جھڑتے ہیں اور اس کی فصاحت بیانی سے صفحۂ قرطاس پر موتی بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آپ کا حقیقی متبع انبیاء کی مانند مجسم نور بن جاتا ہے - اور اس کی ضیا باری سے نزدیک و دُور روشن ہو جاتے ہیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

کی صحت ابھی تک پورے طور پر بحال نہیں ہوئی احباب کی مسلسل دعاؤں کی ضرورت ہے ؎

بزم ادب
"ادارۃ القرآن ہوسٹل"

ممبران بزم ادب ادارۃ القرآن ہوسٹل کو نیا سال مبارک ہو۔ سال کے شروع میں عموماً گذشتہ سال کے کارہائے نمایاں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اور سال رواں کے لئے پروگرام مرتب کیا جاتا ہے۔ سال گذشتہ کی سرگرمیوں پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے ہم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں کہ ہم نے اپنی شاندار روایات کو برقرار رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور اب کے پروگرام یہ ہو گا کہ ہم اس ہوسٹل میں کردار کو سنوارنے اور اپنے نفوس کو عوام الناس کے لئے مفید سے مفید تر بنانے کی سعی بلیغ کریں گے۔ اس کے لئے ٹھنڈے سے احساس کی ضرورت ہے۔ اگر ہم کسی چیز کی اہمیت کو پالیں تو ضروری ہے۔ کہ اس میں درجات حاصل کرنے میں کوشاں ہو جائیں گے ہماری غرض و غایت اخلاق کو فروغ دینا اور مذہب کی صحیح سپرٹ پیدا کرنا ہے اور اس کو فروغ دینے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم کوئی طریقہ کار اختیار کریں میرے خیال میں ہمارے اجلاس اس لحاظ سے بہت اہمیت رکھتے ہیں ہمارا گذشتہ اجلاس ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب مورخہ ۱۳ر جنوری کو بعد از نماز مغرب منعقد ہوا۔ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے کرسی صدارت منظور فرمائی۔ اور اجلاس کا افتتاح تلاوت قرآن حکیم سے ہوا جو کہ جناب خادم صاحب سپرنٹنڈنٹ ہوسٹل نے کی اس کے بعد مسئلہ زیر غور سیکرٹری کے انتخاب کا تھا جناب خادم صاحب نے خاکسار (راقم الحروف) کا نام تجویز کیا۔ دیگر ممبران نے تائید کی۔ اور اس طرح سے انتخاب عمل میں آیا۔ بعد ازیں مسٹر نظام احمد صاحب متعلم ایم ایس سی فائنل نے مجدد اعظم مولفہ . . . .

. . . . جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم مغفور کے چند اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد پر روشنی ڈالی مسٹر عبدالرحمن صاحب متعلم ایم ایس سی فائنل نے حیات پر انگریزی میں تقریر کی انہوں نے وعدہ فرمایا۔ کہ اگلی میٹنگ میں وہ اس موضوع پر وضاحت سے روشنی ڈالیں گے۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے خطبہ صدارت دیا اور اجلاس کی اہمیت پر بہت زور دیا انہوں نے فرمایا کہ دنیا میں اخلاق ہی زندگی کا کام کرتا ہے۔ اور فرمایا کہ عملی زندگی میں صرف انسان کی طالبعلمی کا زمانہ اور اس کی کامیابیاں کام نہیں آتیں (باقی بر صفحہ ۸)

جماعت احمدیہ کی خدماتِ اسلام

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(از:- جناب محمد حسن صاحب قریشی احمدی)

عربی کی ایک ضرب المثل ہے کہ الانسان حریص علیٰ ما منع۔ یعنی انسان کو جس چیز سے باز رکھا جائے وہ اس کی ماہیت دریافت کر کے ہی دم لیتا ہے۔ خواہ اس کی چشمِ نظارہ سے چھپانے کی لاکھ کوشش ہی کیوں نہ عمل میں لائی جائے یہی مثال احمدیت اور اس کے مخالفین کی ہے اخبار زمیندار نے احمدیت کی مخالفت میں اپنا ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا۔ مگر سلیم الفطرت انسانوں نے فریضۂ تبلیغ کے لئے اپنی جان و مال تک نثار کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ احمدیت خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے مقدس مقاصد کی تکمیل میں ہر طرح کامیاب و کامران رہی ہے۔ مسلمانوں میں صرف یہی جماعت تھی جس نے افضل الجہاد عند سلطان الجائر کا جھنڈا ہاتھ میں لے کر خدا تعالیٰ اور اس کے نبی آخر الزمان کا نام اور اسلام کی رفعت و شان کو اکناف عالم میں غیر اقوام و مذاہب کے سامنے دلائل و براہین کے جہاد سے بلند کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس مٹھی بھر جماعت کو ہر مقام پر اپنی فتح و نصرت سے نوازا۔

آج اگر اقوام یورپ رسم لادینی سے اکتا کر اس دینِ فطرت کی طرف متوجہ ہو رہی ہیں — یا پرستارانِ تثلیث دینِ حق کو اپنا مقصدِ حیات بنانا چاہتے ہیں۔ تو ان کے اندر یہ بیداری کس شمع نور کے پروانوں نے پیدا کی ہے۔ کیا یہ فرنگی ہوٹلوں پر انگڑائیاں لینے والے اور ایرانی قالینوں پر ناز کرنے والے حضرات کے جہاد کا نتیجہ ہے یا اُن بلال صفت شیدایانِ اسلام کی جد و جہد کا نتیجہ ہے۔ کہ جن کی اقتدا میں مولوی اختر علی خان بھی خانۂ خدا میں نمازِ عید ادا کرنے کے بعد اپنے تاثرات کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے۔

کلمۃ الحق کے جہاد سے پرستارانِ تثلیث کو شکست دینے والے، صلیب کی قوت کو پاش پاش کرنے والے دشمنانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتراضات کا دنداں شکن جواب دینے والے دیا نند کی فوج کو ہنگامۂ کفر و دین میں کچل کر رکھ دینے والے، ہندوؤں، عیسائیوں، یہودیوں۔ بدھوؤں اور پارسیوں غرضیکہ تمام مذاہب کو آفتابِ رسالت ہی کی شعاعوں سے نور حاصل کرنے کی دعوت دینے والے اور انہیں باوازِ بلند پکار کر کہنے والے کہ ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

آج ان لوگوں کے بارے میں مولوی اختر علی خان کی رائے ملاحظہ فرمایئے کہ "حق تو یہ ہے کہ اس جماعت نے اسلام کو جو نقصان پہنچایا ہے وہ غیر مسلم بھی نہیں پہنچا سکتے"۔ سچ کہا ہے کسی نے کہ ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

افسوس ہے کہ مولوی اختر علی خان نے "اوّل اندیش وانگہے گفتار" کے مقولہ کو بالکل نظر انداز فرمایا ہوا ہے۔ ورنہ وہ حقائق کی موجودگی میں ایسے ابلہانہ و احمقانہ نقرات ہرگز حیطۂ تحریر میں نہ لاتے۔ وہ اس بات سے بھی بے خبر نہیں کہ اس عقل و سائنس کے زمانہ میں اگر دلائل و براہین کا جہاد جاری نہ رکھا جاتا تو پادریوں کی وہ فوج جو کبھی ہندوستان میں اپنے تبلیغی مشن قائم کرنے کے لئے ..... برطانیہ، جرمنی اور امریکہ جیسی متمول جمہوریتوں کی سرپرستی کر رہی تھیں آج شاید وہ اپنی شاطرانہ چالوں اور مال و دولت کی لالچ سے ہماری قوم کی نیم خواندہ و ناخواندہ اکثریت کو دائرہ عیسائیت میں داخل کر چکی ہوتی۔ اور شاید اس بنا پر پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کا مسئلہ ہی پیدا نہ ہوتا۔ اس وقت اختر علی خان کو علم ہوتا کہ اسلام کو غیر مسلم کتنا نقصان پہنچا سکتے ہیں اور جن لوگوں کو فرقۂ ضالہ سے تعبیر کیا جا رہا ہے ان کی عدم موجودگی دجال اور اس کی ذریت کی کامیابی کے لئے کس قدر مفید ثابت ہوتی۔ اگر عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کفر ہے۔ اور خدمتِ اسلام ضلالت ہے تو بخدا ہمیں یہ کفر و ضلالت منظور ہے ؎

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
جانم گداخت از غمِ ایمانت ای عزیز
دیں طرفہ تر کہ من بگمانِ تو کافرم

یہ تبلیغی جہاد نہ صرف ہندوستان کے طول و عرض میں جاری رکھا گیا۔ بلکہ دنیا کے جس جس حصہ میں دجال کے یہ مکار سپاہی پہنچے ہوئے تھے اسے وہاں تک وسعت دے دی گئی۔ حتیٰ کہ دشمن کا اعترافِ شکست کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا

اگر پروفیسر آربری دورانِ گفتگو میں جملہ معترضہ کے طور پر مولوی اختر علی خان سے یہ سوال کر بیٹھتے کہ حضور والا جنہیں آپ سانپ اور کافر کے نام سے یاد فرما رہے ہیں ووکنگ مسجد میں ان کے دوش بدوش نماز ادا کرنے پر آپ کو کس طاقت نے مجبور کیا تھا کہ اس وقت کا "نمایساقون الی الموت وهم ینظرون" کی ہولناکیوں میں تو آپ محصور نہیں تھے؟؟ آپ کی تمام قلبی و ذہنی صلاحیتیں تو معطل نہیں ہو چکی تھیں؟ تو اس وقت مولوی صاحب کے پاس کیا جواب تھا؟

بریں عقل و دانش بباید گریست

لندن میں تو آپ نمازِ عید میں شامل ہونے والے اصحاب کو "فرزندانِ توحید" کہہ رہے تھے اور لاہور پہنچ کر انہیں فرقۂ ضالہ سے منسوب فرما دیا۔ کیا اس معاملہ میں کسی مصلحتِ وقت نے تو نہیں مجبور کیا تھا۔ یا وہی پرانا مقولہ کہ "لاہور میں بلّی اور شاہدرہ میں خرگوش" اپنا تاریخی اعادہ کر رہا ہے۔

اگر فی الواقع مولوی اختر علی خان "دینِ ملّا فی سبیل اللہ فساد" کے نظریئے سے بلند و بالا ہو کر ہمیشہ دینِ مصطفوی کی خدمت کرتے رہے ہیں تو اس مقدس فریضہ میں وہ کہاں تک عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ زیادہ دور نہیں جاتے صرف آپ کا دورۂ لندن ہی سامنے رکھ لیتے ہیں۔ اس دورہ میں مولوی اختر علی خان اسلامی صحافت کے نمائندہ کی حیثیت سے کون سے ایسے تحریری و لسانی ذرائع بروئے کار لائے کہ جن سے حقیقی معنوں میں خدا اور اس کے رسول کی تعلیمات کو غیروں تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہو۔ ہمیں تو آپ کے سارے دورہ میں نمازِ عید کے بعد ووکنگ مسجد کی ایک تقریر نظر آتی ہے جس میں جذباتی یا ذاتی طور پر اسلامی اخوت کا اظہار کیا گیا ہے۔ مگر بعد ازاں اس کا ازالہ بھی آپ نے "صد بار توبہ شکستی باز آ" کے ماتحت ندامت و شرمندگی سے فرما دیا ہے۔

مولوی اختر علی خان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ پاکستان کے مسلمان اس وقت نہ صرف سیاسی بیداری سے سرفراز ہیں۔ بلکہ وہ اپنے اندر پوری طرح دینی شعور بھی رکھتے ہیں وہ خادمانِ دین کو بھی پہچانتے ہیں اور گندم نما جو فروشوں کے ہتھکنڈوں سے بھی واقف ہیں آپ کی یہ شاطرانہ چال اور دو رنگی اب مسلمانوں کو مزید دھوکا نہیں دے سکتی۔ آپ اپنی پبلک لائف اور پرائیویٹ لائف میں یگانگت پیدا کیجئے۔ اب قوم کسی کی صدا "پدرم سلطان بود" سننے کو تیار نہیں۔ اور نہ دین کی اجارہ داری کا ڈھونگ مسلمانوں میں مقبولیت حاصل کرا سکتا ہے۔ صرف زہد و تقویٰ اور بے لوث دینی خدمت۔ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور مسلمانوں کے نزدیک قبول ہو سکتی ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۵)

ور آ غالیسک مدینہ آکر وہ قتال فی سبیل اللہ کی تعلیم دینے لگے۔ اور لوگوں کو اسلام لانے پر مجبور کر دیا لیکن یہ تغیر مختلف حالات کا نتیجہ تھا۔ اور اس کا تعلق ان کی اس شدید تمنا سے تھا۔ تاکہ ملک عرب اللہ کی حکمرانی میں آ جائے" (ص ۶۲ ک)

اور جہاں تک آنحضور کے اخلاص نیت کا تعلق ہے یہ منکر بھی مومن ہے۔

ان سے بیش خلوص ظاہر ہوتا رہا۔ اور وہ یقیناً غیر معمولی شخصیت اور کشش کے حامل تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنی طرف مختلف فہم و مزاج کے لوگوں کو نہ صرف کھینچا۔ بلکہ ان کی عقیدت کو قائم ہی رکھا.... ان کی وفات سے ایک صدی کے اندر ہی اللہ اکبر کی صدائیں اسپین سے لیکر چین تک سنائی دینے لگیں۔ (ایضاً)

عبرت اور حیرت دونوں کا مقام ہے کہ یورپ کا محقق اپنے لفظ و محاورہ میں آپ کے اخلاص کا کامل اعتراف رکھتا ہے آپ کی عظمت کا پوری طرح قائل ہے۔ آپ کے اوصاف و کمالات بھی "غیر معمولی" تسلیم کرے گا۔ آپ کی شخصیت و دلکشی پر بھی "غیر معمولی" کا اطلاق کرے گا۔ یہ سب کچھ کہے گا مگر یہ ایک بار کبھی نہ ہو گا کہ آپ کو اللہ کا فرستادہ سمجھے!

مقالہ کے آخر میں ماخذوں کی جو فہرست درج ہے دیکھ کر حیرت ہی ہوتی ہے۔ کہ جز ایک سید امیر علی کی اسپرٹ آف اسلام کے جو ۱۸۹۰ء میں طبع ہوئی تھی سرسید کی انگریزی خطبات احمدیہ سے لیکر خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہوری کی کتابوں تک جو متعدد سیرتیں معاصر ہندوستان (بشمول پاکستان) کے مسلمان اہل قلم کے سایہ میں نکلی ہیں گویا یورپ ان سب سے ۱۹۴۱ء و ۱۹۵۰ء تک بے خبر محض ہے۔

مقالات "قرآن" و "محمد" کے ملتے جلتے دو دوسرے مقالے بھی ہیں۔ جو کعبہ، مکہ وغیرہ اسلامی عنوانات پر لکھے گئے ہیں کسی میں کوئی بات خاص طور پر شر انگیز نہیں بلکہ جا بجا کلمات خیر ہی ملتے ہیں اور ایک پرانے اور بے دھڑک اور بیباک دشمن سے اتنی احتیاط پسندی اور صلح جوئی بھی بہت غنیمت ہے۔ (ماخوذ صدق جدید)

آہنی پردے کے پیچھے

از امام ایم۔ اے۔ ھوبوم۔ امام مسجد برلین

"جہاں کچھ عرصہ گذرا مسلمان موذن عوام کو نماز اور قربانی کے لئے پکارا کرتے تھے۔ اور حیات بعد الموت کی کہانیاں سناتے تھے۔ آج ان میناروں سے اشتراکی عظمت کے ترانے بلند ہوتے ہیں۔ زندگی آج قابل تعریف ہو گئی ہے۔ ہمیں کسی آنے والی اچھی دنیا کے کسی وعدے کی ضرورت نہیں"

یہ سطور میں نے ٹائگلیق رینڈیشو (Taeglische Rundschau) سے نقل کی ہیں جسے چند روز ہوئے مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ جرمنی میں سوویٹ ملٹری گورنمنٹ کا سرکاری اخبار ہے۔ یہ مضمون ایک ہزار سالہ سمرقند کے عنوان سے جی گیراچ (G. Geruch) نے لکھا ہے۔ بارہا مسلمانوں نے یہ سوال پوچھا ہے۔ کہ "سوویٹ روس میں مسلمان اقلیت کے ساتھ کیا برتاؤ ہوتا ہے۔ کیا ہمارے بھائیوں اور بہنوں کو جو سمرقند، بخارا یا سوویٹ روس کے دیگر علاقوں میں آباد ہیں اپنے دین کے مطابق زندگی بسر کرنے کی اجازت ہے۔ اور انہیں مسجدوں میں اپنی نمازیں اسی طرح گذارنے دی جاتی ہیں۔

سوویٹ یونین میں بسنے والے مسلمانوں کی تقدیر پر ایک مضبوط اور تاریک پردہ پڑا ہوا ہے بسا اوقات یہ پردہ کھینچ جاتا ہے۔ جب اکا دکا سوویٹ سرکاری جریدوں میں ان کے متعلق کوئی رپورٹ چھپتی ہے۔ اسی قسم کی ایک رپورٹ اب میرے سامنے ہے۔ یہ کام اشتراکیت اور ترقی کے متعلق تو بہت کچھ کہتی ہے۔ لیکن ان کی مذہبی اور تمدنی زندگی کے متعلق کم و بیش ساکت ہے

لیکن وہ چند الفاظ جو میں نے مضمون کے آغاز میں ہی نقل کئے ہیں۔ نتائج مترتب کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اللہ اکبر حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے الفاظ کی گونج سمرقند کے میناروں سے ختم ہو چکی ہے۔ سرخ ہتھوڑے اور درانتی کے باعث گونجتی ہوئی مشینوں کے شور و شغب میں ان کا کچھ پتہ نہیں چلتا

جہاں سے کبھی امام اپنی جماعت کے سامنے قرآنی سچائیاں بیان کرتا تھا۔ ان سچائیوں کی تشریح کرتا تھا اور عقیدۂ حیات بعد الموت کی اہمیت پر زور دیتا تھا ——— اس لئے نہیں کہ اس زندگی کی سسکیوں صبح شام پر قانع رہو۔ بلکہ ذمہ داری کے اس فرض کو شدید طور پر محسوس کرو۔ جو خدا اور خدا کی مخلوق کا ان پر ڈالا گیا ہے ——— وہاں آج ایک پولیٹیکل کیسار مادی جدلیات کے مفہوم کی وضاحت کرتا ہے۔ انہیں طبقاتی کشمکش اور عالمی انقلاب کی خبریں سناتا ہے یہی نتیجہ ہے جو ان الفاظ کے پڑھنے سے اخذ ہو سکتا ہے کہ:۔

"جہاں سے کبھی مسلمان علماء اپنے لوگوں کو نماز اور قربانی کے لئے پکارتے تھے آج اشتراکی گانوں اور کام کاج کی آوازوں کی گونج سنائی دیتی ہے"

ہم مسلمانوں کے لئے "اشتراکی ترقی" کی یہ خوشگوار خبر جو "ٹائگلیق رینڈیشو" میں چھپی ہے انتہائی مایوس کن ہے۔ اور یہ اس سے بھی زیادہ مایوس کن ہو گا۔ اگر ہم سوویٹ روس کے ان علاقوں سے جو کبھی مسلمانوں کے علاقے تھے۔ بغیر کسی احساس کے گذر جائیں۔

مجھے اچھی طرح علم ہے۔ کہ ہم مسلمانوں میں بھی کئی ایک ہیں جو سمجھتے ہیں کہ کیمونزم ان کے لئے خوشحالی اور ترقی لائے گا۔ یہ تخیل ایک ایسی غلطی ہے جو مہلک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

کاش وہ مسلمان جنہوں نے کیمونزم کو حرز جان بنا لیا ہے۔ برلن مسجد کے اس پیغام کو اچھی طرح ذہن نشین کریں ——— اس مسجد کے پیغام کو جو آہنی پردے کے انتہائی قریب ہے۔ اشتراکی ترقی کے خوش کن ترانوں میں نہ بہہ جائیں۔ ہرگز باور نہ کریں۔ کہ کیمونزم اسلام سے کہیں زیادہ آپ کو کچھ دے گا مادیت آپ کو اس زندگی کی آسائش کام اور روٹی کا وعدہ دیتی ہے لیکن کیا یہ اشیاء زندگی کو فی الحقیقت خوشگوار بنانے کے لئے کافی ہیں۔ قطع نظر اس بات سے کہ وہ وعدہ کبھی ایفا کیا جائے گا یا نہیں۔

یاد رکھیئے آپ کی "اذان"۔ "نماز" اور "اعتقادات" جاتے رہیں گے۔ جب عظیم تر اشتراکی کام کے خوش کن "ترانے" بلند ہوں گے۔ اب یہ فیصلہ آپ پر ہے۔ کہ آپ کونسی راہ جانا چاہتے ہیں گی اور درست راہ تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ ہے　　　(بریدالشرق)

"پیغام صلح کا چندہ" جن احباب نے ادا نہیں فرمایا۔ وہ مہربانی فرما کر جلد بھیج کر شکریہ کا موقع دیں اور خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

آزادئ ضمیر ——— سوویٹ سماج میں

از "کے بیسوریکو"

موجودہ سوسائٹی میں طبقات اور پارٹیوں کے درمیان آزادئ ضمیر ایک گہری کشمکش کا موضوع رہی ہے۔ سرمایہ دار ممالک میں حکمران طبقے دین اور چرچ کو اپنے اقتدار کے بقاء کے لئے بطور ہتھیار استعمال کرتے رہے ہیں۔ اور اس طرح نہ صرف وہ مزدوروں کی آزادئ حس کو دباتے رہے ہیں۔ بلکہ ساتھ آزادئ خیال کو بھی ——— ان ملکوں میں جہاں مذہب ریاست کا حصہ ہے۔ آزادئ ضمیر کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آزادئ ضمیر دینی خیالات کی نشر و اشاعت کے بغیر ناممکن ہے۔ جب تک کہ دین کو اسکول کی تعلیم سے الگ نہ کر دیا جائے۔ جہاں دین بچوں کی تعلیم میں مداخلت کرتا ہے وہاں آزادئ ضمیر ہو سکتی ہی نہیں۔

"تاریخ انسانی میں سب سے پہلی مرتبہ صحیح قسم کی آزادئ ضمیر سوویٹ یونین میں ہی ممکن ہو سکی ہے شہریوں کو آزادئ ضمیر کے حق کی ضمانت کرنے کے لئے سوویٹ یونین میں دین کو ریاست سے الگ کر دیا گیا ہے۔ اسکول کو دین سے الگ کر دیا گیا ہے۔ دینی طریق عبادت اور لادینی پروپیگنڈے کی آزادی تمام شہریوں کے لئے تسلیم کی جاتی ہے" یہ سوویٹ آئین کا آرٹیکل ۱۲۴ ہے۔ اس سے زیادہ واضح تعریف ممکن کبھی نہیں تھی۔

سوویٹ یونین میں کلیسا اور دین پر جبر و اکراہ کی کہانیاں دور دور تک نشر کی جاتی ہیں جن میں کوئی صداقت نہیں۔ روس میں مذہب کے صحیح مقام کا تعین چرچ کے ان بیانات سے ہو سکتا ہے جو وہ وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہتے ہیں۔ یہ بیان تسلی بخش شہادت دیتے ہیں۔ کہ سوویٹ میں مذہبی تشدد کے افسانے اشتراکیوں اور سوویٹ کے مزدوروں کے دشمنوں نے محض گھڑ لئے ہیں" روس میں مذہب کی اصل حقیقت" کے موضوع پر پانچسو صفحات کی ایک کتاب ۱۹۴۲ء میں ماسکو چرچ کی طرف سے شائع ہوئی تھی۔ جو اس پر روشنی ڈالتی ہے۔

یہ سچ ہے کہ سوویٹ روس کی کمیونسٹ پارٹی جو مزدور جماعتوں کا حقیقی ہراول دستہ ہے مذہب کے معاملہ میں غیر جانبدار نہیں۔ سوویٹ روس کی دیگر پبلک تنظیموں کی طرح جن کی بنیاد سائنس پر ہے۔ یہ بھی توہم اور تعصبات جو سائنسی لحاظ سے درست نہیں۔ کے خلاف جہاد کرتی رہتی ہے دینی عقائد اور عبادات کی پابندی تو دُور رہی یہ اس کے خلاف ان کی آزادی کے صحیح تصور پر زور دیتی ہے

سوویٹ شہریوں کو یہ حق ہے۔ کہ وہ مذہبی انجمنیں بنائیں۔ انہیں ہیکل عبادت خانے اور دیگر اسائشوں کے استعمال کی اجازت ہے۔ مذہبی جلوس بھی وہ نکال سکتے ہیں انہیں اپنے علماء اور پروہت چننے کا بھی حق ہے ریاست کے چھاپہ خانے ان کی عبادت کی کتابیں بھی چھاپ دیتے ہیں۔　　(سوویٹ لینڈ ۲۵ ستمبر ۱۹۴۸ء جلد نمبر ۱۸)

بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان توجہ فرمائیں

اسی اخبار میں کسی دوسری جگہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات گرامی شائع کئے گئے ہیں جو آپ نے سالانہ جلسہ پر فرمائے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ جماعت کا ہر مرد ہر عورت ہر لڑکا اور ہر لڑکی چندہ میں شرکت کرے۔

اس ارشاد کو عملی جامہ پہنانا تمام جماعتوں کا فرض ہے۔ بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں گذارش ہے کہ تھوڑی سی تکلیف گوارا فرما کر اپنے شہر یا گاؤں کی جماعت کے ہر گھرانے کی ایک فہرست تیار کریں جس میں خاندان کے جملہ افراد و بچوں کا اندراج ہو اور ہر ایک کا چندہ تجویز کر کے دفتر تحصیل کو مطلع فرمائیں اور تجویز شدہ چندہ ہر ماہ وصول کرنے کی سعی فرمائیں۔ جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کے علاوہ مبلغین کرام اور مصلحین بھی اس ضروری تحریک کی طرف توجہ مبذول فرمائیں اور اسکو کامیاب بنانے کی سعی فرمائیں۔ جواب کا منتظر۔ رفیق خان سیکرٹری تحصیل

ختم نبوت میں بابیت و بہائیت کا رد

قسط دوئم

جناب مولانا عمر الدین صاحب۔ بمبئی

اس مضمون کو لکھنے کا باعث ایک بہائی دوست کی بحث ہے۔ اس لئے میں اس مسئلہ کو بہائی سوال اور احمدی جواب کی طرز میں لکھتا ہوں۔

بہائی سوال بہاء اللہ صاحب نے اگر ختم نبوت کا اقرار کیا ہے۔ تو اس کا صرف یہ منشا ہے۔ کہ نبوت کا دور حضرت آدمؑ سے شروع ہوا تھا وہ حضرت خاتم پر آکر ختم ہوگا۔ آدمؑ سے پہلے لا انتہاء آدم ہو چکے اور آئندہ لا انتہاء آدم ہوں گے اور آئندہ ہونے والے آدموں کے دَور میں بھی نبوت و رسالت ہوں گی۔

احمدی جواب دَور آدم صفی اللہ کے لئے جو سلسلہ نبوت شروع ہوا تھا وہ سلسلہ نبوت و رسالت حضرت خاتم النبیین صلعم پر ختم ہوا ہے۔ بالکل ٹھیک بات ہے۔ لہٰذا جب تک ہمارے آدم صفی اللہ کی اولاد کا سلسلہ قائم ہے اس وقت تک۔ نبوت و رسالت کا یہی دَور رہے گا جو محمد صلعم پر آکر کمال کو پہنچ گئی۔ اور دین کامل کا ظہور ہو چکا جس میں تغیر تبدل کی ضرورت نہیں اور نبوت محمدیہ ایسی جامع و کامل نبوت ہے کہ جس کی فیض رسانی سے ایسے کاملین امت محمدیہ میں ہمیشہ بوقت ضرورت پیدا ہوتے رہیں گے جو بڑے بڑے نبیوں کے ہمرنگ اور کمالات نبوت خاتم النبیین سے آراستہ ہوں گے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسے کاملین کا ظہور محمد صلعم کے زندہ نبی ہونے کا ثبوت ہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ میں آخر النبیین ہوں اب میرے بعد دنیا کے آخر تک اگر کوئی دعوئے نبوت کرے گا۔ تو وہ دجال ہے۔ اب میرے بعد نبوت بند ہے۔ صرف مبشرات کے رنگ میں خدا کا الہام و کلام کا سلسلہ باقی ہے وہ بھی صرف اور صرف ان کے لئے جو صحیح معنوں میں آنحضرت صلعم کے امتی ہوں آپ سے الگ ہو کر دعوئے نبوت کرنا کفر و دجل ہے

آئندہ ہونے والے آدم

اب رہا یہ سوال کہ جب یہ سلسلہ بنی آدم ختم ہو جائیگا اور اس جہان پر ایک دَور فنا ہو جائے گا۔ تو از سر نو کوئی آدمؑ پیدا ہوگا۔ اور پھر اس کی نسل کے لئے بھی سلسلہ نبوت و رسالت جاری ہوگا۔ اصولاً درست ہے۔ اور ہمیں اس معاملہ میں بحث کی کیا ضرورت ہے ختم نبوت کا جو منشا صحیح ہے وہ آپ کے باب و بہا نے تسلیم کر لیا ہے۔ یہ امر کہ آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی کیوں درود و سلام کو دائماً ابداً اسرمداً چاہا گیا ہے

اگر باب و بہا کا دعویٰ نبوت و رسالت کا ہو تو جس طرح ہم اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و اصحاب محمد دائماً ابداً اسرمداً کہتے ہیں ہم کو پھر محمد صلعم کی بجائے باب و بہا پر درود پڑھنا ہوگا۔ مگر بہاء اللہ تو فرماتے ہیں کہ:۔

"والصلوٰۃ والسلام علی مطلع الاسماء الحسنیٰ والصفات العلیا . . . سمی بمحمد . . . وبالحمد فی جبروت البقاء وعلیٰ آلہ وصحبہ من ھذا الیوم الی یوم فیہ ینطق لسان العظمت"

"الملک للہ الواحد القہار"

اب یہاں حضرت خاتم النبیین صلعم اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر اس دن سے کہ جب بہاء اللہ صاحب یہ الفاظ لکھ رہے تھے جیسا کہ من ھذا الیوم کا منشا ہے۔ اس دن تک جاری رہنا تسلیم کیا گیا ہے جبکہ جناب الٰہی اپنی زبان عظمت بیان سے پوچھیں گے "لمن الملک الیوم"۔ بتاؤ آج بادشاہی کس کی ہے اور جواب یہ دیا جائے گا کہ

"للہ الواحد القہار"

یہ کونسا دن ہے۔ ذرا قرآن کریم تو پڑھیئے، ۲۴ ویں پارہ کے ساتویں رکوع میں اس طرح آیا ہے کہ،

"رفیع الدرجات ذو العرش ج یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر"

یَوْمُ التَّلَاقِ

"یوم ھم بارزون ج لا یخفی علی اللہ منھم شیئٌ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار الیوم تجزیٰ کل نفس بما کسبت لا ظلم الیوم ان اللہ سریع الحساب" ۲۴/۷

یہ یوم التلاق یا ملاقات کا دن کونسا ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ یہ وہ دن ہے جس کے لئے وہ ذو العرش ذات اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے کلام سے سرفراز فرماتا ہے۔ تاکہ وہ اس ملاقات کے دن سے لوگوں کو ڈراتے گویا یہ وہ دن ہے جس کے متعلق جملہ انبیاء و رسل ڈراتے چلے آئے ہیں اب یہ ڈرنے کا دن کیوں ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس دن خدا سے کوئی امر پوشیدہ نہ ہوگا تمہاری ایک ایک حرکت و سکون اس پر ظاہر ہوگی۔ اور تم چھپ نہ سکو گے بلکہ تم سامنے لائے جاؤ گے اور ہر نفس کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی کسی پر ایک ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔ اور یہ حساب کتاب کا دن ہے۔ جو جلد آنے والا ہے اور اس دن نہ کسی بادشاہ کی بادشاہی ہوگی نہ کسی اور کے ہاتھ میں بادشاہی ہوگی بلکہ صرف ذات باری تعالیٰ ہی کے لئے جو اکیلا واحد قہار ہے ساری بادشاہی ہوگی۔ اس لئے اس دن سے سب نبیوں نے ڈرایا ہے۔

یقیناً یہ وہی دن ہے جسے اہل اسلام یوم قیامت کہتے ہیں۔ اور یقیناً یہ دن دورِ آدم کے خاتمہ پر فناء عالم کے بعد آنے والا ہے۔ لیکن چونکہ باب اور بہا کے پرستار غلطی سے باب و بہا کے دور کو ہی یوم التلاق کہتے ہیں اس لئے میں صرف یہ کہتا ہوں کہ اگر ان کا زمانہ یا ان کی تحریر کے وقت یوم التلاق ہی تھا۔ تو پھر بہاء اللہ صاحب نے یوں کیوں کہا کہ۔

<u>من ھذا الیوم الی یوم التلاق</u>

اور پھر بہاء اللہ اور باب کا زمانہ تو بقول بہاء اللہ ایسے ظلم کا زمانہ ہے۔ کہ وہ ظلم پہلے کبھی ہوا ہی نہیں، اس لئے ان کا زمانہ لا ظلم الیوم کا مصداق ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ بہاء اللہ صاحب اپنے زمانہ کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں،

"از ذوالدنیا تا حال چنیں ظلمے دیدہ نشد و شنیدہ نگشت" (الواح ص ۱۰۵)

اگر ابتداء عالم سے بہاء اللہ کے اس تحریر کرنے کے وقت تک جو ظلم بہاء اللہ پر اور اس کے ساتھیوں پر ہوا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اور نہ کبھی سنا گیا۔ تو ظاہر ہے کہ یہ یوم التلاق نہیں بلکہ یوم الظلم کہنا چاہیئے بقول بہاء اللہ کربلا میں جو کچھ امام حسینؓ پر ظلم ہوا وہ اس قدر زیادہ تھا کہ اس سے زیادہ تصور میں نہیں آ سکتا۔ مگر خود حضرت بہاء اللہ کو اور ان کے ساتھیوں کو جو ان کے وقت کے حکام نے پکڑ کر قید میں ڈالا۔ اور وہ کھانا۔ یا جیسے بقول بہاء اللہ کوئی کھا ہی نہیں سکتا۔ اور اتنا ظلم ہر روز اور ہر رات ان پر ہوا کہ کبھی ہوا ہی نہیں تو پھر کس منہ سے وہ دن کہا جا سکتا ہے کہ جس میں کسی پر ایک ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔ اور اسے خدائی بادشاہت کہا جائے گا۔

لطیفہ جس شخص نے بھی دنیا میں خدائی کا دعوے کیا۔ خواہ وہ فرعون نہ ہو یا کوئی اور۔ یا وہ کوئی پاکیزہ ہستی ہی کیوں نہ ہو۔ جس کو خدا نے بنایا ہو جیسے عیسیٰؑ، امام حسینؓ وغیرہم ان سب کو دنیا میں خدا تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت سخت مصائب ضرور آئے۔ تاکہ یہ کہہ نہ سکیں کہ ان کی خدائی کا پردہ چاک نہ ہوا۔ فرعون کی طرح انسانیت کے ساتھ دعوی الوہیت جس نے بھی کیا خواہ وہ کوئی ہو سب کے سب ہلاک و برباد ہی کئے گئے۔ اور ایسے لوگ جو دراصل تو مدعی الوہیت نہیں مگر وہ فناء کے مقام پر انی انا اللہ وغیرہ کہہ بیٹھے تو ایسے لوگوں کو بھی سولی کا سر ہی نصیب ہوا۔ اور اس میں حکمت ظاہر ہے۔

یہ مضمون چونکہ قیامت کے مسئلہ کے متعلق نہیں اس لئے میں اس کو ایک ہی مذکورہ بالا حوالہ ختم کرتا ہوں

ایک غلطی کا ازالہ یہاں بعض بہائی یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء کے زمانہ میں جو کچھ واقع ہو۔ کفار کو ہلاک کر کے انبیاء اور ان کے ساتھیوں کو ملک میں مضبوط کر دیا۔ اس کو بھی تو خدا نے یہی کہا کہ یہ ظلم نہ تھا اس لئے باب و بہا کے زمانہ کو بھی ہم عدل و انصاف کا زمانہ اس لئے کہتے ہیں کہ جو ہوا وہ منشا ایزدی سے ہوا۔ اور اگر قرآن کو منسوخ کیا گیا۔ تو یہ کوئی ظلم نہ تھا وغیرہ وغیرہ۔

اس غلطی کا ازالہ صرف اتنا سمجھ لینے سے ہو جاتا ہے۔ کہ کسی نبی کا زمانہ لوگوں کے اعمال کی آخروی جزا و سزا کا وقت نہیں ہوتا۔ اور مرسلین الٰہی کے زمانہ میں جو عذاب الٰہی وارد ہوتا ہے۔ وہ بھی ان کے اعمال کی سزا ہونے کی وجہ سے ظلم نہیں۔ اس لئے کسی قوم کو تباہ کر کے یہ کہنا کہ ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ بالکل صحیح ہے مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ یوم حساب یا یوم تلاق نہیں جو ہر انسان کے اعمال کی پوری جزا و سزا کا وقت ہے اس سے مراد کسی نبی یا رسول کا زمانہ ہے۔ پرلے درجے کی حماقت ہے۔ اور عدم فہم قرآن کی وجہ سے ہے۔

یہاں میں ایک حوالہ بہاء اللہ کا درج کر کے بحث کو ختم کرتا ہوں سنیئے:۔

الآخرۃ "وانّ لھم فی الآخرۃ عذاباً تحترق بہ اجسادھم وارواحھم"

ترجمہ:۔ اور خدا نے منکرین کے لئے آخرت میں ایسا عذاب تیار رکھا ہے۔ کہ اس عذاب سے ان کے جسم اور روحیں دونوں جلیں گی۔

اب آخرۃ کے معنے بھی دنیا ہی میں تو پھر کج بحثی کی انتہا ہو گئی۔ خدا تو فرمائے "الدنیا والآخرۃ" دنیا اور اس کے مقابل آخرۃ مگر عقل کے اندھے آخرۃ کو بھی الدنیا ہی اگر کہتے ہیں۔ تو صمٌ بکمٌ عمیٌ کے مصداق ہیں وبس۔

باب اور بہا کے ماننے والے عام طور پر یہی کہتے ہیں کہ زمانہ بعثت رسول ہی دراصل یوم جزا و سزا ہوتا ہے۔ آخرۃ میں جزا و سزا بعد از فناء عالم ایک غلط خیال ہے مگر میں حیران ہوں کہ ایسے کم عقلوں کو کس طرح سمجھاؤں۔ بہاء اللہ کا کلام تو اوپر آخرت کے متعلق سن لیا۔ اب ذرا ان کی تعلیمات کے شارح جناب عبد البہاء صاحب کی بھی بات سن لو وہ لکھتے ہیں کہ

عالم آخروی جنت و دوزخ اور دیگر عوالم الٰہی عالم اخروی میں حق ہے "مفاوضات ص ۱۲۱"

تو پھر بابیوں اور بہائیوں کے جو اس کے منکر ہیں مرتد ہونے میں کیا شک ہے

ماحصل کلام یہ کہ بہاء اللہ نے آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین تسلیم کرنا اور آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر اپنے زمانہ سے لیکر آئندہ تا قیامت <u>حمد</u> اللہ الذی جعل الاسلام حق ہے اور بابیت و بہائیت ... "ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ۔" مردود ہے

بہائی اگر نبوت و رسالت ختم ہو چکی ہوتی تو قرآن میں خدا تعالیٰ یہ کیوں فرماتا ہے:۔

ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فاٰمنوا باللہ ورسلہ وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم ۔

اس آیت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے الغیب کے اظہار کے لئے آئندہ بھی رسول چنے گا۔ تاکہ مسلمانوں میں سے سچے اور کھوٹے الگ الگ کر دیئے جائیں۔ جیسا کہ رسولوں کی بعثت کے وقت ہوتا ہے۔

احمدی کتنی بڑی غلطی ہے کہ اس آیت کے اجرائے نبوت و رسالت ثابت کرنے کے لئے کوشش کی جاتی ہے۔ اس آیت سے جو استدلال کیا جاتا ہے۔ وہ اس قدر کمزور اور بھونڈا ہے۔ کہ اس کے جواب کی بھی ضرورت نہیں۔ مگر چونکہ بہائیوں کے چھوٹے بھائی غالی قادیانی بھی اس آیت سے اجرائے نبوت پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود نے بار بار فرمایا کہ ختم نبوت اور لانبی بعدی نص صریح ہیں اور اس کے خلاف کسی نئے یا پرانے نبی کی آمد پر استدلال کرنا خیالات رقیقہ ہیں۔ ان کی پیروی کسی طرح جائز نہیں۔ مگر غلو کا خدا ستیاناس کرے کہ غالی قادیانی آج دنیا کو یہ چیلنج دے رہے ہیں کہ ختم نبوت کے معنے نبوت بند کرنے کے ہے ہی نہیں۔ بلکہ خاتم النبیین کے معنی افضل الانبیاء کے ہیں۔ اور جب اس کے لئے کوئی حوالہ طلب کیا جاتا ہے تو باوجود انعام کے وعدے کے وہ میدان میں نہیں نکلتے میں نے مولوی اللہ دتا صاحب کو کئی بار لکھا کہ وہ مباحثے کے لئے نکلے مگر

حجت بجان ہراساں شد تمام
یا دہ گوئی ماندہ در دست لام

بہائی چونکہ قرآن مجید کو حجت مانتے ہیں اور وہ پہلے اس آیت زیر بحث سے استدلال کرنے والے ہیں۔ اور قادیانی ان کے اس میں شاگرد ہیں۔ اس لئے ہم اب صرف قرآن مجید سے ہی بحث کو ختم کرتے ہیں وما اللہ التوفیق پوری آیت یوں ہے:۔

ما کان اللہ لیذر المومنین علیٰ ما انتم علیہ حتیٰ یمیز الخبیث من الطیب وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فاٰمنوا باللہ ورسلہ وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم ۔

ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاءُ سے کیا مراد ہے۔ سو اگر صرف لکن سے پہلے ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ خبیث و طیب میں جو فرق کر کے دکھانے کا پہلے ذکر ہے۔ وہ ایک غیب کا امر ہے اور منافقین جو ما انتم علیہ کے اصل مخاطب ہیں جن کے متعلق اسی رکوع میں اولیاء الشیطان بھی کہا ہے اور ان کو یسارعون فی الکفر کا مصداق بھی قرار دیا ہے۔ وہ طبعًا یہ کہتے ہوں گے کہ یہ طیب و خبیث کا فیصلہ کیونکر اور کب ہو گا۔ اور یہ کام حقیقت میں انبیاء کے زمانہ میں ہی وحی الٰہی سے ہو سکتا ہے اور وحی الٰہی یا وحی نبوت بجز اللہ کے رسولوں کے اور کسی پر ہو سکتی ہی نہیں۔ اس لئے خدا نے فرمایا کہ اے منافقو خدا تعالیٰ تم کو کیونکر رشد و ہدایت کے راستوں کو بتلانے والی اور خدا کے رسولوں کے مخالفوں کی تباہی کی خبر دینے والی وحی سے اطلاع دے۔ یہ تو قانون الٰہی کے خلاف ہے۔ اور وہ قانون جس سے خدا کے الغیب کا دنیا کو پتہ چلتا ہے۔ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے اظہار غیب کے لئے اپنے رسولوں کو چن لیتا ہے۔ پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور تقویٰ سے رسول کے حکم کے مطابق عمل کرو گے تو تم کو اجر عظیم ملے گا۔

اب اس سیدھے اور صاف بیان سے یہ نکالنا کہ مومنوں اور منافقوں کی تمیز کے لئے خاتم النبیین صلعم کے بعد کوئی اور رسول آئے گا۔ کوری حماقت ہے اگر ختم نبوت کے معنی طے کر لئے جائیں اور یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ نبوت و رسالت جو آدم صفی اللہ سے شروع ہو کر محمد صلعم پر ختم ہو گئی تو پھر ان تمام آیات کا مطلب سمجھ میں آ سکتا ہے۔ یعنی بہائیوں اور ان کے بھائیوں کو اجرائے نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک طرف ختم نبوت کا صراحتًا ایک واضح بیان ہو۔ دوسری طرف اسی قرآن مجید میں اسی نبوت و رسالت کے اجرا کا بھی بیان ہو۔ یہ تو یقینًا تکثیر ہو گا جو خدا کی کلام کے اندر پایا نہیں جا سکتا۔ پس بات صاف ہے کہ وہ تمام آیات جو بطور قانون اجرائے نبوت بیان کی گئی ہیں۔ وہ صرف ایک گذشتہ یا آنحضرت خاتم النبیین صلعم تک اجرائے نبوت کا بیان ہے۔ نہ یہ کہ یہ آئندہ کے لئے کسی نئے نبی کی آمد کی تمہید ہو۔ مثلاً اس زیر بحث آیت کے علاوہ قرآن مجید میں ہے

یا بنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقیٰ واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

اے بنی آدم جب کبھی تمہارے پاس تم میں سے رسول آویں جو آیات الٰہی سنا دیں پس جو تقویٰ اختیار کرے اور اصلاح کرے اسے کوئی خوف و حزن نہیں۔

اب یہ وہ حقیقت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی تھی۔ اور اس کے ماتحت ہر آدم زاد اپنے زمانہ کے رسول کو ماننے کے لئے مامور ہے۔ اس لئے آنحضرت پر ایمان لانے کو کہہ سکتے ہیں اور ہم بار ہا ایسا کہتے ہیں۔ لیکن اس سے آئندہ کسی نئے رسول کی آمد کا ہم کبھی وہم بھی نہیں کرتے پس اس قسم کی تمام آیات سے اجرائے نبوت پر استدلال کرنا تب ممکن ہے جبکہ ختم نبوت کا ہم انکار کر دیں۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب کو یہ لکھنا پڑا۔ کہ جو لوگ عیسیٰ نبی اللہ کو لانے کے لئے خواہ مخواہ کی تاویلیں کرتے ہیں وہ قرآن مجید کی نص صریح ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث صحیح لا نبی بعدی کے منکر ہیں۔ اب نہ نیا نبی آ سکتا ہے۔ اور نہ پرانا۔

ایک مباحثہ

ایک دفعہ میں نے دیو بندی علماء سے میرٹھ سے ۸-۹ میل کے فاصلہ پر ماچھولی ایک قصبہ ہے اس میں ختم نبوت پر ایک مباحثہ کا انتظام کیا قادیان کی طرف سے علاقہ یو۔ پی کے امیر صاحب مولوی ظہور حسین صاحب نے کہا۔ کہ میں خود مناظرہ کروں گا۔ میں نے کہا۔ بہت اچھا۔ جب مناظرہ شروع ہوا۔ تو انہوں نے قرآن مجید سے یا بنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم اور یہ کہ اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا ومن الناس وغیرہ آیات سے اجرائے نبوت کا ثبوت دیا۔ اس پر مولوی مرتضےٰ حسن صاحب دربھنگی نے یہ بہت عمدہ سوال کیا کہ:۔

اے قادیانی فاضل صاحب مہربانی فرما کر پہلے یہ بتا دو۔ کہ وہ کونسی آیت قرآنی ہے جس کی رو سے تمہارے مسیح و مہدی نے بھی مانا ہے کہ ایک قسم کی نبوت بند ہے۔ تم مجھے ایک دفعہ وہ آیت سمجھا دو یا بتا دو اور تسلیم کر لو کہ اس کی رو سے ایک قسم کی نبوت بالکل بند ہے تو میں تمہیں یہ سب آیتیں سمجھا دوں گا۔

نوٹ:۔ میں نے مولوی ظہور حسین صاحب کو کہا۔ کہ اب تم آیت ختم نبوت کو پہلے پڑھ کر یہ کہو کہ وہ نبوت جو آدم سے شروع ہوئی وہ حضرت خاتم پر آ کر بند ہو گئی۔ میں جس نبوت کے اجرا کا ثبوت دے رہا ہوں وہ ظلی یا بروزی نبوت ہے جو فنا فی الرسول کے مقام پر ملتی ہے

میں نے یہ اس لئے مشورہ دیا کہ مولوی ظہور حسین خواہ مخواہ آیت ختم نبوت کا تو ذکر نہ کرتے اور آیات قرآنی سے استدلال اجرائے نبوت پر کرتے تھے۔ کہ ان کی رو سے نبوت مستقلہ کو جاری مان کر ختم نبوت کا انکار لازم آتا تھا اور مولوی صاحب دربھنگی بہت ہوشیاری سے یہ سوال کر کے پبلک پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ کہ قادیانی خلاف قرآن کہتے ہیں اور ختم نبوت کے منکر ہیں آخر میں نے پھر اس گتھی کو بمشکل سلجھایا۔ جبکہ دیوبندی عالم نے یہ کہہ دیا کہ میں ایسے گدھے سے بحث نہیں کرنا چاہتا جو اصل سوال کا جواب دانستہ نہیں دیتا۔

آج بھی قادیانیوں کے مقابل یہی سوال ہو سکتا ہے۔ اور میں نے بار ہا یہ سوال کر کے انکو لاجواب شرمندہ کیا ہے۔ اور اگر کسی قادیانی میں زندگی کی روح باقی ہے تو وہ آج ہمیں مولوی مرتضےٰ حسن دربھنگی کے سوال کا جواب دے کر دکھا دے ہم فورًا ان کی پاکٹ بک میں جتنی بھی ہوں ان تمام آیات کا جو ان کے خیال میں اجرائے نبوت کی مثبت ہیں خدا کے فضل سے ایک ہی جواب میں معاملہ صاف کر دیں گے۔ اور وہ یوں کہ ہر حال ان آیات میں تو ظلی بروزی نبوت کا ذکر نہیں بلکہ نبوت تامہ یا مستقلہ کا ہی ذکر ہے پس وہ آپ کے نزدیک بھی بند ہے پھر ان آیات کو پیش کرنا بے فائدہ ہے۔ اور ہم بہائیوں کو بھی آیت خاتم النبیین سے ہی اسی طرح چپ کرا سکتے ہیں جیسے قادیانیوں کو۔ بشرطیکہ وہ بھی اپنے خیال میں مظہر اللہ کی اس تفسیر کو تسلیم کر لیں۔ کہ نبوت قیامت تک ختم ہو چکی اب صرف دور ولایت محمدی باقی ہے۔ اور ولایت کو ظلی نبوت بھی کہتے ہیں

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

(بقیہ صفحہ ۶)

بلکہ اس سے زیادہ اخلاق کام آتا ہے انہوں نے نماز کی ادائیگی پر خاص زور دیا۔ اور تلقین کی کہ اخلاق کو سنوارنے اور وقت کی پابندی کے احساس دلانے کے لئے جو نسخہ قرآن کریم نے تجویز کیا ہے۔ وہ ادائیگی نماز اور زکواۃ ہے زکواۃ کا مطلب صرف مال کا خرچ کرنا نہیں بلکہ خدا کے راستہ میں علم دینا بھی زکواۃ میں شامل ہے ڈاکٹر صاحب نے مزید فرمایا کہ اگر یہ تمثیل بے جا نہ ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اخلاق بھی ایک وٹمن کا حکم رکھتا ہے۔ جو کہ انسانی زندگی کو برقرار رکھنے اور اسے پرسکون بنانے کے لئے ضروری ہے

لاہور کے رہنے والے قارئین کرام کی خدمت میں بطور اعلان عرض کیا جاتا ہے۔ کہ ہمارے اجلاس ہر ہفتہ کو ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب کو منعقد ہونے قرار پائے ہیں لہذا اہل احباب شرکت فرمایا کریں۔

کریم بخش خاں بی۔ ایس۔ سی
متعلم ایف۔ اے۔ ایل سیکرٹری بزم ادب
ادارۃ القرآن ہوسٹل لاہور

براہ کرم

جن احباب نے دس یوم کی آمدنی کا وعدہ فرمایا ہے
جن احباب نے عطیات کا وعدہ فرمایا ہے
جن احباب نے ماہوار چندہ میں دسویں حصے کا وعدہ فرمایا ہے
وہ اپنا وعدہ پورا کر کے عند اللہ ماجور ہوں

(مرتضےٰ خاں سیکرٹری تفسیر)

بچوں کا صفحہ

دُعا کا اثر

محمُود غزنوی نے سومنات پر کیونکر فتح پائی؟

جناب مولانا مرتضٰے خاں صاحب

سلطان محمود غزنوی کے نام سے بچّہ بچّہ واقف ہے۔ یہ غزنی کا بہت بڑا بادشاہ تھا۔ بڑا دلیر بڑا جری بہت بہادر۔ اس نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے ان میں سومنات کا حملہ بہت مشہور ہے۔ سومنات کاٹھیاواڑ کے علاقہ میں ہندوؤں کا مشہور تیرتھ تھا۔ ہندوستان کے تمام راجے مہاراجے اس تیرتھ کو متبرک مانتے تھے۔ سومنات کے مندر میں ایک بہت بڑا بت تھا۔ اس بُت پر بے شمار چڑھاوے چڑھتے رہتے تھے سینکڑوں پجاری اس کی دن رات پوجا کرتے تھے

جب ہندوستان کے راجوں مہاراجوں کو علم ہُوا کہ محمُود سومنات پر حملہ کرنے والا ہے۔ تو انہوں نے وہاں ایک بھاری فوج جمع کی۔ اور بے شمار سامان جنگ اکٹھا کیا۔ اور ارادہ کیا کہ اگر محمود حملہ کرے تو اس کی ایسی خبر لی جائے کہ اسے چھٹی کا دُودھ یاد آجائے۔ بچے بوڑھے جوان سب اس جگہ جمع ہوگئے۔ عورتوں میں اس قدر جوش تھا کہ انہوں نے اپنے زیور بیچ بیچ کر سامانِ جنگ میں مدد دی۔ سومنات کے اندر باہر دیواروں پر اور دُور دُور تک لشکر ہی لشکر نظر آتا تھا۔ ہر دل میں غم و غصّہ کی آگ بھڑک رہی تھی۔

محمود بیس ہزار فوج لیکر غزنی سے روانہ ہُوا اور جنگلوں کو روندتا ہُوا سینکڑوں ہزاروں میل کا سفر طے کرکے سومنات پر بجلی کی طرح آن گرا۔ ادھر ہندوؤں کے حوصلے بھی بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے مقابلے کیلئے پوری پوری تیاری کی ہوئی تھی۔ دیواروں پر سے عورتوں نے نعرے بلند کئے کہ اے ملیچھ مسلمانو! آج تمہارا یہاں بچہ بچہ کٹ جائے گا۔ آج تم بچ کر نہیں جاؤگے۔ ایشور تمہیں اسی لئے یہاں لایا ہے کہ تم میں سے ایک بھی باقی نہ رہے۔ محمود اور محمود کی سپاہ ان باتوں کو کب خاطر میں لانے والی تھی۔ سلطان نے بڑے زور سے ہلّہ بول دیا۔ ادھر سے راجپوت سورماؤں نے بھی بہادری کے جوہر دکھائے۔ بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ ایک طرف سے ہری ہری کی آواز بلند ہورہی تھی۔ اور دوسری طرف سے اللہ اکبر اللہ اکبر کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ راجپوت بہادروں نے تہیہ کر لیا تھا کہ کچھ ہو آج مسلمانوں کو زندہ نہیں جانے دیں گے بڑی بے جگری سے لڑے اور بہادری اور شجاعت کا حق ادا کر دیا۔ ہندو بہادر شیر کی طرح بپھرے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ اسلامی فوج کے حوصلے پست ہوگئے اور اس کے پاؤں اکھڑ گئے۔ محمود نے جب یہ عالم دیکھا تو فوراً گھوڑے سے نیچے اترا اور اپنا سر خاک میں رکھ کر گڑگڑا کر خدا سے دُعا مانگی۔ اے خدا! اس وقت تیری مدد اور تیری نصرت کی ضرورت ہے۔ تجھ کو سب طاقتیں حاصل ہیں اور تو سب کچھ کرسکتا ہے۔ تیری مدد کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا۔ مَیں ایک عاجز انسان ہوں اور تیری مدد کا طلبگار ہوں"

یہ دعا مانگ کر زمین سے سر اٹھایا۔ گھوڑے پر سوار ہُوا اور فوج سے مخاطب ہوکر فرمایا۔

"اے اسلام کے بہادر سپاہیو! اے اسلام کے نام پر مرمٹنے والو! آج تمہارے امتحان کا دن ہے بہادرو مرجاؤ مگر میدان نہ چھوڑو اے غازیو! اگر تم نے آج ہمت ہار دی تو اسلام کے نام پر حرف آئے گا تمہاری بہادری پر بٹہ لگے گا۔ دیکھو! وطن دُور ہے تم بھاگ کر بھی وہاں نہیں پہنچ سکتے۔ ہاں بہشت نزدیک ہے اگر فتح پائی تو غازی کہلاؤگے اگر مرگئے تو شہید۔ پھر تمہیں کیا غم؟ سب جان لڑا دو اور میدان نہ چھوڑو" خدا جانے ان الفاظ میں کیا بجلی بھری تھی کہ ایک ایک سپاہی کی رگوں میں نیا خون دوڑ گیا ان کے حوصلے بلند ہوگئے اور ان میں ایک نئی زندگی پیدا ہوگئی۔ بس پھر کیا ایک ایسا حملہ کیا۔ کہ راجپوت دم دبا کر بھاگ نکلے۔ میدان محمود کے ہاتھ رہا اور دشمن ناکام و نامراد ہوئے۔

محمود مندر کے اندر داخل ہُوا۔ اور اپنے ہاتھ سے بت کو توڑنا چاہا۔ پجاریوں نے بڑی منّت سے کہا آپ جس قدر زر و مال چاہیں لے لیں مگر اس بت کو نہ توڑیں۔ محمود نے کہا مَیں بت شکن ہوں بت فروش نہیں ہوں۔ کہتے ہیں جب محمود نے اس بت کو توڑا تو اس کے اندر سے اس قدر جواہرات اور ہیرے نکلے جو پجاریوں کے پیش کردہ زر و مال سے کہیں زیادہ تھے محمود کی فتح کا راز کیا تھا؟ وہی دعا تھی جو اس نے خدا سے مانگی۔ اسکی فوج کے پاؤں اکھڑ چکے تھے اور وہ ہار چکی تھی مگر دعا سے خدا نے ان کے اندر ہمت پیدا کردی ایسی ہمت کہ ایک وار سے ہی دشمن کو بھگا دیا۔ یاد رکھو دعا بڑی چیز ہے اس میں بڑی ہی طاقت ہے اس سے ناممکن باتیں ممکن ہو جاتی ہیں اور خدا کی قدرت کے نظارے نظر آتے ہیں

رفتارِ عالم

پاکستان و ھند

— لاہور یکم فروری آج پنجاب اسمبلی ہال میں کپاس کی بین الاقوامی کمیٹی کا دسواں اجلاس منعقد ہوا۔ جس کا افتتاح پاکستان کے وزیر خوراک پیرزادہ عبدالستار نے کیا۔ اس جلوس میں مختلف ممالک کے نمائندے شامل ہوئے۔ جن میں برطانیہ، امریکہ، اٹلی، سویڈن، پولینڈ، ہالینڈ، فرانس، آسٹریلیا، جاپان، عراق، شام، انڈونیشیا، ایران یوگوسلاویہ، مصر، سپین، ہندوستان اور کناڈا کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں اس اجلاس کے سلسلہ میں سردار عبدالرب نشتر گورنر پنجاب نے ایک تقریر ریڈیو سے نشر کی۔ اور بعض ممالک کے نمائندوں نے کپاس کی پیداوار میں پاکستان کی اہمیت کو خاص طور پر سراہا۔

— لاہور یکم فروری حکومت پاکستان نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ تمام ہندوستانی چونیاں اور اٹھنیاں جو یکم دسمبر ۱۹۴۹ء سے چالو نہیں رہی ہیں انہیں تمام سرکاری خزانوں اور امپیریل بنک آف انڈیا کی ایسی برانچوں سے جو ۳۱ مارچ ۱۹۵۱ء تک سرکاری خزانوں کی حیثیت سے کام کر رہی ہیں تبدیل کرا لیا جائے۔

— کراچی یکم فروری حکومت پاکستان کی طرف سے شاہ ایران کی شادی کے موقعہ پر چاندی کے ایک صندوقچہ میں قرآن کریم کا ایک نسخہ تحفۃً پیش کیا جائے گا۔ دلہن کو غرارہ کا ایک سوٹ ایک طلائی ہار اور بیش قیمت ... ہدیۃً دیئے جائیں گے۔

— چاٹگام ... فروری پاکستان اور فرانس کے تجارتی معاہدے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کراچی اور چاٹگام کے لائسنس کے ذریعہ سامان منگوانے کی تاریخ ۲۸ فروری تک بڑھا دی گئی ہے

— کراچی ۲ فروری حکومت سندھ نے ہر پولیس کنسٹیبل کو ۱۰ روپیہ کا خصوصی ڈیوٹی الاؤنس اور ہیڈ کنسٹیبل کو ۱۵ روپیہ الاؤنس دینا منظور کیا ہے۔ نیز تمام محکموں کے اعلیٰ افسروں کو موسم گرما کی رخصت دینی بند کر دی ہے۔

— لاہور ۲ فروری آج یہاں کپاس کی مشاورتی کمیٹی کے اجلاس نے کپاس کی عالمگیر صورت حال کا جائزہ لیا۔ آج اٹلی اور جرمنی کے کچھ اور مندوب اور مبصر شرکت کے لئے پہنچ رہے ہیں

— لاہور ۲ فروری پنجاب اسمبلی کے آئندہ انتخابات کے لئے سیالکوٹ، میانوالی، ملتان، گجرات، ڈیرہ غازیخاں، اٹک، شیخوپورہ جھنگ، گوجرانوالہ، راولپنڈی، مظفر گڑھ، جہلم اور شاہ پور کے اضلاع سے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کھڑے ہونے والے امیدواروں کے ناموں کا اعلان مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ نے کر دیا ہے ان امیدواروں میں زیادہ تر سابق پونینیسٹ اصحاب شامل ہیں

— لاہور ۳ فروری پنجاب یونیورسٹی کے تحقیقاتی کمیشن کا جسے گورنر پنجاب نے مقرر کیا تھا۔ آج اجلاس شروع ہو گیا۔ ہز ایکسی لینسی گورنر پنجاب نے اس کا افتتاح کرتے ہوئے پاکستان میں تعلیمی نظام کی اصلاحات پر زور دیا۔ اور فرمایا کہ غلامی کے زمانہ میں تعلیمی نظام اس وقت کے حالات کے مطابق بنایا گیا تھا پاکستان کو اب اس کو ایسے اصولوں پر ڈھالنا ہے جو نئے نصب العین اور اصولوں کے موافق ہوں۔ موصوف نے کمیشن کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ماضی کی غلطیوں کی طرف توجہ دینے کے بجائے آئندہ کیلئے مفید اور ٹھوس تجاویز پیش کرنا کمیشن کا نظریہ ہونا چاہئے۔

کشمیر

— واشنگٹن ۳۱ جنوری امریکہ کے اخبار ٹائمز نے آج پھر مسئلہ کشمیر کے متعلق پنڈت نہرو کی متضاد پالیسی کا ذکر کیا اور لکھا کہ وہی پنڈت نہرو جو چین سے رواداری برتنے اور جنگی سرگرمیوں کو ختم کرنے کی تلقین کرتے ہیں انہی کی کج بحثی کے سبب دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کی کانفرنس ایشیاء اور مشرق بعید کے متعلق کوئی واضح اور معقول پالیسی ترتیب نہ دے سکی۔ پنڈت نہرو کشمیر کے متعلق اپنے تمام وعدوں کو بالائے طاق رکھ کر من مانی کارروائیاں کرنے میں مگن ہیں اور مُصر ہیں کہ انہیں کشمیر کے محافظ اور پاکستان کو حملہ آور قرار دیا جائے اور وہ رائے شماری کو ٹالتے اور عوام کو ان کا جمہوری حق دینے سے بہانوں بہانوں سے پہلو تہی کر رہے ہیں

— نیویارک یکم فروری ایک موقر امریکی جریدہ "نیویارک پوسٹ" لکھتا ہے۔ کہ پنڈت نہرو کشمیر پر قبضہ جمائے رکھنے کی دھن میں ہندوستان کی اقتصادی حالت کو تباہ کر رہے ہیں وہ اس پر قبضہ رکھنے پر کمربستہ رہنے کے لئے پاکستان سے اقتصادی جنگ بھی شروع کئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ہندوستان فاقوں مر رہا ہے لیکن وہ پاکستان سے اناج حاصل نہ کرنے کی ہٹ دھرمی قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اور کپاس اور پٹ سن کی برآمد قائم رکھنے کے لئے اپنے ملک میں اناج نہیں بھرتے۔

— سرگودھا ۲ فروری آزاد کشمیر تحریک کے نگران اعلیٰ چوہدری غلام عباس نے آج یہاں بیان دیتے ہوئے کہا کہ اقوام متحدہ کو چاہیئے کہ جس طرح چین کو کوریا پر حملہ آور قرار دیا ہے۔ ویسے ہی ہندوستان کو بھی کشمیر پر حملہ آور قرار دے۔ کیونکہ اس نے اگست ۱۹۴۸ء اور جنوری ۱۹۴۹ء کی قراردادوں کی واضح طور پر مخالفت کر کے ان وعدوں پر عمل کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ جو ان قراردادوں میں کئے گئے تھے

— لاہور ۳ فروری چوہدری حمید اللہ بیگ صدر کشمیر استصواب بورڈ نے آج ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ مسئلہ کشمیر کو جلد از جلد حل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پنجاب میں ایک مضبوط و مستحکم حکومت قائم ہو۔

— قاہرہ ۴ فروری مصر کی مشہور ازہر یونیورسٹی کے بیس ممتاز پروفیسروں نے آج دنیائے اسلام سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ کشمیر کو بھارتی حملہ آوری گرفت سے آزاد کرانے کے لئے جدوجہد کی جائے۔ انہوں نے اے پی پی کے نامہ نگار سے انٹرویو کرتے ہوئے واضح طور پر کہا کہ کشمیر پر بھارت کا قبضہ دنیائے اسلام کیلئے بے حد خطرناک ہے اور اس لئے ہر مسلمان کا مقدس فرض ہے کہ وہ حملہ آور کی گرفت سے کشمیر کو آزاد کرائے

— کراچی ۵ فروری لیک سیکسس سے جو خبریں ملی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سلامتی کونسل مسئلہ کشمیر پر غالباً ۹ فروری کو بحث کرے گی۔ پتہ چلا ہے کہ پاکستانی وفد اس مسئلہ پر سلامتی کونسل میں بحث کرنے کیلئے تیاری کر رہا ہے (اے پ پ)

— کراچی ۲ فروری پاکستان کی حکومت نے مرکزی صوبائی اور ریاستی مہاجر ملازموں کی پنشنیں اور پراویڈنٹ فنڈ کی رقوم عارضی طور پر ادا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آج سرکاری اعلان میں دعاوی پیش کرنے کے طریقوں کی وضاحت کی گئی۔

بلادِ غیر

— لیک سیکسس ۳۱ جنوری اقوام متحدہ کی سیاسی کمیٹی نے چین کو کوریا پر حملہ آور قرار دینے والی قرارداد منظور کر لی ہے۔ اس قرارداد کے حق میں ۴۴ ووٹ آئے۔ سات ووٹ مخالفت میں ڈالے گئے۔ آٹھ ممالک غیر جانبدار رہے جن میں پاکستان اور یوگوسلاویہ بھی شامل ہیں۔ مخالفت کرنے والوں میں ہندوستان اور برما بھی شامل ہیں سیاسی کمیٹی نے عرب اور ایشیائی ممالک کی قرارداد کو مسترد کر دیا جس میں یہ کہا گیا تھا۔ کہ کوریا میں لڑائی بند کر کے مصالحت کرانے والی کانفرنس میں کمیونسٹ چین کو بھی شامل کیا جائے۔ اس سلسلہ میں روس نے جو تین چار ترامیم پیش کی تھیں سیاسی کمیٹی نے انہیں بھی رد کر دیا امریکی قرارداد کے منظور ہو جانے سے تیسری جنگ عظیم کے خدشات و امکانات زیادہ ہو گئے ہیں۔

— لندن ۳۱ جنوری کل ایوان عام کو خطاب کرتے ہوئے برطانوی وزیر اعظم مسٹر ایٹلی نے کہا۔ کہ برطانیہ کے ۴ ارب ۷۰ کروڑ کے دفاعی پروگرام کو پورا کرنے کے لئے برطانیہ میں از سر نو جنگ کے زمانہ کے کنٹرول عائد کرنے پڑیں گے

— ٹوکیو یکم فروری جنگ کوریا کے متعلق تازہ ترین اطلاعات کے مطابق آج ہر محاذ پر از سر نو جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے وسطی محاذ پر تین ہزار کمیونسٹ فوجوں نے امریکی اور فرانسیسی گشتی دستوں پر بڑھ کر حملے کئے۔ اطلاع ملی ہے کہ ریلوں کے اہم مرکز وانجو سے ۱۲ میل مشرق میں گھمسان کا رن پڑ رہا ہے۔ مغربی محاذ پر اقوام متحدہ کے گشتی دستے اب سیول سے صرف ۹ میل کے فاصلے پر رہ گئے ہیں۔

— عمان ۲ فروری معلوم ہوا ہے کہ اردن میں ۲۰۴ سرکاری سکول ہیں جن میں ۲۶۹۵۷ طلبا تعلیم پاتے ہیں اور ۱۲۱۲ اساتذہ ہیں سارے ملک میں لڑکیوں کے سکولوں کی تعداد ۸۲ ہے اور طالبات کی مجموعی تعداد ۱۵۸۹۹ ہے

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ٭ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ: چھ روپے۔ پاکستان سے
۱۲-۸-۰ روپے ہندوستان سے
ممالک غیر سے سالانہ چندہ: ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ ۷ رجمادی الاوّل ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۴ ر فروری ۱۹۵۱ء | نمبر ۶

ووکنگ مُسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

امام مسجد ووکنگ کے لیکچر انگلستان کے مختلف اداروں اور سوسائٹیوں میں!

کئی سوسائٹیوں کی درخواستیں

یہ سُننا موجب مسرت ہوگا کہ مملکت متحدہ برطانیہ کے مختلف حصص سے بہت سی بڑی بڑی سوسائٹیوں کی طرف سے ووکنگ مسلم مشن اور شاہجہان مسجد ووکنگ کو یہ درخواستیں آرہی ہیں کہ ان کے ممبروں کو اسلام اور اس کی تعلیمات سے واقف کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ دُنیا کے مذہبی اور ثقافتی خیالات پر اس نے کیا اثر ڈالا ہے،

ان بہت سی سوسائٹیوں میں سے جنہوں نے ووکنگ مُسلم مشن سے لیکچروں کی درخواستیں کی ہیں، چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں:-

(۱) دی ورلڈ کانگریس آف فیتھس
(۲) ایڈلٹ سکول مومنٹ اِن یو کے
(۳) آل نیشنز سوشل کلب
(۴) روٹری کلبس
(۵) ینگ مینز کرسچئین ایسوسی ایشن
(۶) ورکرز ایجوکیشنل یونین

آل نیشنز سوشل کلب میں لیکچر

۴ رجنوری ۱۹۵۱ء کو ڈاکٹر محمد عبداللہ امام شاہجہان مسجد ووکنگ نے آل نیشنز سوشل کلب لندن کے گریٹ کمبرلینڈ ہال میں مذہب اسلام پر ایک گھنٹہ لیکچر دیا، جس میں آپنے ارکان اسلام، ایمانیات، اور اعمالِ اسلامی کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور اسلام کے ان خصائص کا ذکر کیا، جو توحید الٰہی، دنیا کی تمام مذہبی کتب اور تمام انبیاء پر ایمان سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکچر کے اختتام پر جنت و دوزخ، تعدد ازدواج زندگی بعد الموت، اور مسئلہ اوتار پر دلچسپ سوالات وجوابات ہوئے۔

فاضل لیکچرار نے ان تمام سوالات کے تسلی بخش جوابات دئیے جن کو حاضرین نے بہت سراہا اور تحسین آفرین کہی حاضرین کی تعداد ۱۲۰ سے ۱۳۰ تک تھی جن میں دس مختلف اقوام کے نمایندے موجود تھے، یہ سب لوگ اس لیکچر اور سوال وجواب سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ایک ممبر نے شاہجہان مسجد ووکنگ میں آنے اور اپنے ساتھ ایک پارٹی کو لانے کا ارادہ ظاہر کیا۔

روٹری کلب میں تقریر

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب سے درخواست کی گئی کہ آپ ۸ رجنوری ۱۹۵۱ء کو گلڈ فورڈ (سرے) میں لائن ہوٹل کے ہال میں روٹری کلب کے ممبروں کو خطاب کریں، اس تقریب پر قریباً ایک سو ROTARIANS موجود تھے جنہوں نے امام صاحب کی تقریر بڑی دلچسپی کے ساتھ سُنی، "اسلام مغرب میں" امام صاحب کی تقریر کا موضوع تھا، جس میں انہوں نے مسجد برلن کی سرگرمیوں کا ذکر کیا اور شاہجہان مسجد ووکنگ مُسلم مشن کی تاریخ اور ان کے کارناموں کی تفصیلات بیان کیں۔

امام صاحب کی یہ تقریر پُوری توجہ سے سُنی گئی اور لیکچر کے اختتام پر ایسوسی ایشن کے سیکرٹری نے آپ کو بہت بڑی داد دی اور شکریہ ادا کیا ایک ممبر نے اُٹھ کر کہا کہ جب میں نے سُنا کہ آج ڈاکٹر عبداللہ تقریر کر رہے ہیں تو میں نے خیال کیا کہ آپ عبداللہ کے سگریٹ تقسیم کریں گے۔ لیکچر سُننے کے بعد میں نہایت مسرت کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہوں کہ فاضل مقرر نے عقل و دانائی اور علم وحکمت تقسیم کی ہے جس کی بہت سخت ضرورت تھی، کیونکہ کلب کے بہت سے ممبروں کو ان واقعات اور اعداد وشمار کا قطعی علم نہ تھا۔

تعلیم بالغان کے ایک سکول میں لیکچر

ٹیڈورتھ ایڈلٹ سکول TADWORTH ADULT SCHOOL نے ماہ دسمبر ۱۹۵۰ء میں اسلام پر لیکچروں کا ایک سلسلہ جاری کرنے کا انتظام کیا، اور اس سلسلہ کا ایک لیکچر ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے ۸ رجنوری ۱۹۵۱ء کو بروز جمعہ "لائف اینڈ کیرکٹر آف محمدؐ" (حضرت نبی کریم صلعم کی حیات طیبہ اور آپؐ کی پاک سیرت) پر دیا، ایک اور لیکچر مسٹر اسمٰعیل ڈی یورک پریزیڈنٹ مسلم سوسائٹی ان گریٹ برٹین نے "ایک مسلمان کے معتقدات و فرائض" پر ۱۴ ر دسمبر ۱۹۵۰ء کو دیا اور جمعہ ۲۲ ر دسمبر ۱۹۵۰ء کو ڈاکٹر محمد اسحاق نے "اے مُسلم فیملی" پر لیکچر دیا۔ ان تمام لیکچروں میں حاضری بہت زیادہ تھی اور ہر لیکچر کے بعد نہایت دلچسپ سوال وجواب ہوئے۔

فضائی تربیت دینے والے کیمپوں میں لیکچر

کرینول اور ہالٹن کے فضائی تربیت دینے والے کیمپوں میں کرسمس کی تعطیلات کے بعد لیکچروں کا سلسلہ شروع ہو، ان جماعتوں کے انچارج زیادہ تر خان بہادر سلام ربانی خان ہیں لیکن ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ امام شاہجہان مسجد ووکنگ اور رو سنیا کے ایک مُسلمان مسٹر ناظم سالارک بھی جو یوگوسلاویہ سے آئے ہوئے ہیں اور ووکنگ مُسلم مشن سٹاف کے ایک ممبر ہیں، ان کے ممد ومعاون ہیں اس سلسلہ میں دونوں کیمپوں میں نماز جمعہ کے علاوہ ہفتہ وار لیکچر ہوں گے۔

ایک امریکن کا قبول اسلام

نہایت مسرت سے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ایک امریکن طالب علم [illegible] جو لندن میں [illegible] پڑھ رہے ہیں، کلمہ طیبہ پر ایمان لا کر اسلام کی عالمگیر برادری میں داخل ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت بخشے۔

28.2.63

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

صفائی قلب اور صدق مقال

عن عبد اللہ بن عمرو قال قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس افضل قال کل مخموم القلب صدوق اللسان قالوا صدوق اللسان نعرفہ فما مخموم القلب قال ھو التقی النقی لا اثم فیہ ولا بغی ولا غل ولا حسد رواہ ابن ماجۃ والبیہقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ)

ترجمہ۔ عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کونسا آدمی بہتر ہے؟ حضور علیہ التحیاۃ والسلام نے فرمایا۔ ہر وہ شخص جو مخموم القلب ہے۔ اور سچ بولنے والا ہے لوگوں نے عرض کیا صادق القول کو تو ہم جانتے ہیں مخموم القلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ پاک دل اور پرہیزگار انسان ہے۔ جس پر کسی قسم کا الزام نہیں نہ وہ ظالم ہے۔ اور نہ ہی سرکش اس کا دل بغض و کینہ اور حسد سے پاک ہے۔

حقوق اللہ حقوق العباد اور حقوق نفس کی رعائیت

عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اربع اذا کن فیک فلا علیک ما فاتک الدنیا حفظ امانۃ وصدق حدیث وحسن خلیقۃ وعفۃ فی طعمۃ رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

ترجمہ۔ عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں تم اپنا لو۔ تو دنیوی نقصانات تمہیں ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ (۱) حفظ امانت (یعنی حقوق اللہ حقوق العباد اور حقوق نفس کی رعایت رکھنا) ۲۔ صدق مقال۔ (۳) خوش خلقی (۴) اور عفت طعام یعنی لقمہ حرام سے پرہیز کرے۔ جو میسر آئے اس پر قناعت کرے۔ اور بقدر حاجت کھائے اند حاد صند شکم پوری نہ کرے)

نماز میں حضوری قلب

عن ابی ایوب الانصاری قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال عظنی واوجز فقال اذا قمت فی صلاتک فصل صلاۃ مودع ولا تکلم بکلام تعتذر منہ غدا واجمع الایاس مما فی ایدی الناس (مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

ترجمہ۔ ابو ایوبؓ انصاری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ مجھے مختصر سی جامع نصیحت فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ (۱) جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو تو ایسی نماز پڑھ گویا یہ تیری آخری نماز ہے (یعنی جب انسان یہ تصور کرے گا۔ کہ میری زندگی کے ایام کی یہ آخری نماز ہے۔ کیونکہ موت تو انسان کے پیچھے لگی ہوئی ہے تو وہ بالضرور پورے ذوق اور حضور قلب سے ادا کریگا) (۲) اور منہ سے ایسی بات نہ نکال کہ کل کو تو پشیمان ہو۔ اور معافی مانگتا پھرے۔ (یعنی ہمیشہ سمجھ سوچ کر گفتگو کر) (۳) لوگوں کے مال سے قطعی مایوس ہو جا۔ (یعنی اپنے مقدر و مقسوم پر قناعت اختیار کر اور لوگوں کے مال کی طمع نہ کر

(۱) رفتنی است ایں مقام فنا — دل چہ بندی دریں دو روزہ سرا
(۲) روئے دل را بتاب از اغیار — باش ہر دم بجستجوئے نگار۔
(۳) در دو عالم نظیر یار کجا — عاشقاں را بغیر کار کجا۔
(۴) چوں بدل آتشے ز عشق افروخت — دلستاں ماند وغیر او ہمہ سوخت

ترجمہ۔ (۱) یہ مقام فناہ (دنیا) گذشتنی وگذاشتنی ہے اس دو روزہ سرا سے کیوں دل لگاتا ہے (۲) غیروں سے وابستگی چھوڑ اور یار حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی تلاش میں نکل جا۔ (۳) (اے بھائی) دونوں جہانوں میں (ڈھونڈے سے بھی) اس یار کی نظیر نہیں ملیگی اگر اسے پانا چاہتا ہے تو عاشق صادق بن کیونکہ) عاشقوں کا اس کے سوا دوسروں سے کام ہی کیا ہے (۴) جب سینہ میں آتش عشق شعلہ زن ہوتی ہے تو اس یار کے سوا تمام چیزوں کو جلا کر خاک کر دیتی ہے (یعنی اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے اور تمام سفلی خواہشات جل جاتی ہیں)۔

"دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ کہ تمہاری زندگی کے دن دراز کئے جائیں"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات طیبہ

دنیا کے معاملات میں انسان کس قدر جانی و مالی دکھ اٹھاتا ہے۔ اور قسم قسم کی ذلتوں میں اپنے تئیں ڈالتا ہے۔ تاکہ دنیا کا کام ہو جائے۔ پھر کس قدر افسوس ہے۔ کہ ابدی حاکم کے سامنے دکھ اٹھانے سے گریز کرے اور اس کے مقرب ہو جانے اور ابد الآباد کی راحت پا لینے کے لئے مصیبتوں اور ذلتوں سے پرہیز کرے افسوس! نادان انسان پر یہ دنیا اور اس کی چند روزہ راحتوں اور خوشیوں کے حاصل کرنے کے لئے ہر دکھ اور مصیبت کو اٹھانے کے لئے تیار مگر خدا کے واسطے کسی دکھ کا اٹھانا اس کیلئے وبال جان!

یہ وقت ہے کہ انسان عاقبت کی فکر کرے۔ موت کا کوئی وقت اس کو معلوم نہیں۔ کہ کس وقت آجائیگی۔

مکن تکیہ بر عمر ناپائدار — مباش ایمن از بازی روزگار

کیا نہیں دیکھتے کہ ایک دم میں نئی سہاگن جس نے ابھی شوہر کا منہ بھی نہیں دیکھا بیوہ ہو جاتی ہے ایک بچہ پیدا ہوتے ہی یتیم ہو جاتا ہے۔ غرض موت ایسے طور پر آجاتی ہے کہ انسان کو کوئی بات اس وقت بن نہیں آتی۔ اور کوئی نہیں ہوتا جو اس کو اس کے پنجہ سے چھڑا سکے۔ پھر یہ عجیب غفلت کا پتلہ ہے کہ موت جیسی یقینی اور ضروری چیز سے ایسا غافل ہے کہ گویا اس کو کبھی مرنا ہی نہیں۔ پس تقویٰ اختیار کرو خدا پر ایمان پیدا کرو۔ وہ ایمان جو آخر اطمینان اور سکینت کا موجب بنتا ہے۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ تمہاری عمر دراز ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مومن کی زندگی بڑھا دیتا ہے۔ کیونکہ وہ نفع رساں وجود ہوتا ہے پس دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ کہ تمہاری زندگی کے دن دراز کئے جائیں۔ واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض حدیث میں آیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھے کسی چیز میں اتنا تردد نہیں ہوتا جس قدر مومن کی جان لینے میں۔ دیکھو مومن کی کس قدر عزت ہے۔ اور مومن کی خاطر اللہ تعالیٰ کو کس قدر منظور ہے۔ تم اپنے اندر وہ دل پیدا کرو۔ کہ خدا تعالیٰ کو تمہاری جان لینے میں تردد ہو۔ پھر دوسری قوم اس کے بالمقابل وہ ہے۔ جس کی نسبت کہتا ہے۔ قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم تمہاری پرواہ ہی کیا ہے۔ یہ قوم اللہ تعالیٰ کے غضب کے نیچے ہوتی ہے۔ اس سے بچو اور پناہ مانگو! غرض مومن وہی ہوتا ہے۔ جو صابر ہو۔ جس میں صبر نہیں وہ پورا مومن نہیں ہے۔ صبر ایسی چیز ہے کہ اس کا اجر بے حساب ہے۔ پس اگر نماز میں کبھی کوئی وسوسہ اور وہم پیدا ہو۔ تو مایوس مت ہو۔ بلکہ ہمت اور استقلال اور صبر کے ساتھ شیطان کا مقابلہ کرتے رہو۔ فتح و شکست ہر جگہ ہوتی ہے مگر آخری فتح مومن اور راستباز ہی کے لئے ہے۔ کیا یہ سچ نہیں۔ والعاقبۃ عندہم بلک للمتقین شیطان مومن کے سامنے مخنث ہو جاتا ہے۔ اور اگر مومن نہ ہو ذرا ذرا سے شبہات اور اوہام میں پھنس کر گھبرا جاتا ہو۔ تو شیطان اس کو دبا لیتا ہے۔ پس مستقل طور پر بہادر بن کر شیطان کا مقابلہ کرو اور اس سے لڑو جب تک کہ اس کو ہلاک نہ کر لو۔[1]

اخبار احمدیہ

کچھ دنوں سے جماعت لاہور کے بعض دوست ہر ہفتہ کی شام کو باری باری اپنے اپنے مکان پر قرآن کریم کا درس کراتے ہیں اور درس کے بعد حاضرین کو دعوت طعام بھی دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے کرنل ڈاکٹر شبیر حسین صاحب کی کوٹھی واقعہ مسلم ٹاؤن میں درس ہوا۔ دوسرے ہفتہ خواجہ نذیر احمد صاحب کی کوٹھی واقعہ مال روڈ پر تیسرے ہفتہ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں اور چوتھے ہفتہ کو میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کی کوٹھی واقعہ میو گارڈن میں درس ہوا۔ درس مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی دیتے ہیں جو حسب معمول نہایت عالمانہ اور بیش قیمت معلومات پر مشتمل ہوتا ہے۔

— گذشتہ اتوار (مورخہ ۱۱ر فروری) کو ہمارے عزیز دوست میاں عبد الشکور صاحب کی لڑکی ثریا بیگم کا نکاح میاں خلیل احمد ولد میاں محمد اکبر صاحب سے ایک ہزار روپیہ حق مہر عند الطلب پر حضرت مولنا صدر الدین صاحب نے پڑھایا۔ اس تقریب میں خان بہادر میاں محمد صادق صاحب بھی رخصتانہ تک شامل رہے میاں عبد الشکور صاحب نے اس خوشی میں مبلغ پانچ روپیہ انجمن کی نذر کئے ہیں۔ فجزاہ اللہ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت فرمائے۔

[1] الحکم جلد ۵ صٹ

پیغام صلح
جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۶ رجمادی الاول ۱۳۷۰ھ | نمبر ۶

بلند غرض اور بلند مقام

حضرت امیر ایدہُ اللہ تعالیٰ کا مکتوبِ گرامی

برادران محترم! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جلسہ سالانہ کے بعد ایک چھوٹا سا حملہ بیماری کا پھر مجھ پر ہو گیا جس کی وجہ سے ڈاکٹر نے کچھ دن اور مجھے بستر پر رہنے کی ہدایت کی۔ اور اس لیئے وہ سلسلہ مضامین جو میں نے شروع کیا ہُوا تھا ملتوی رہا۔ اب اپنے آپ کو خدا کے فضل سے بہتر پاتا ہوں۔ اور آپ کو ایک خوشخبری بھی سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا ایک دروازہ ایسا کھول دیا ہے۔ کہ انگریزی ترجمۃ القرآن کی ایک ہزار کاپی کے مخلوق خدا تک پہنچانے کا انتظام ہو گیا ہے۔ اور یہ کام انشاء اللہ شکرانہ فنڈ سے صرف تین ہزار روپے کے خرچ سے ہو جائے گا۔ حالانکہ ہدیہ فی کاپی بارہ روپے ہے۔ یہی نہیں بلکہ خدا نے چاہا تو اسی ذریعہ سے اور بھی ہزارہا لاکھوں تک یہ نعمت پہنچ جائے گی۔ اور ہزارہا قلوب خدا کے نور سے روشن ہو جائیں گے۔ یہ ایک صدقہ جاریہ ان لوگوں کی طرف سے ہو گا جو شکرانہ فنڈ میں حصے رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ایک چھوٹی سی کوشش کو اتنا بڑا پھل لگایا۔

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بھی آپ نے ایک خوشخبری سنی ہو گی۔ جو سالانہ رپورٹ کے رنگ میں آپ کے سامنے پیش ہوئی۔ وہ خوشخبری یہ تھی کہ اس چھوٹی سی جماعت کا سالانہ بجٹ آمد و خرچ اب دس لاکھ کے قریب پہنچ گیا ہے۔ یعنی آپ نے گذشتہ سال میں نو لاکھ چوراسی ہزار روپیہ خرچ کیا۔ اور یہ سارے کا سارا خرچ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیئے تھا۔ مگر اس خوشخبری کے ساتھ ایک فکر کی بات بھی ملی ہوئی تھی۔ کہ آپ کی آمدنی خرچ سے چھیاسٹھ ہزار روپیہ کم رہی۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے ان اخراجات میں ایک حصہ وہ بھی ہے جو سرمایہ کے رنگ میں خرچ ہو رہا ہے اور بالآخر خدا نے چاہا تو یہ مزید آمدنی کا موجب ہو گا۔ مگر پھر بھی اس میں ہماری کوتاہی ضرور ہے کہ ہم نے اس قدر کوشش کی۔ کہ آمدنی خرچ کے برابر ہوتی۔ اور ہم نے اس کام کے لیئے جو محنت کرنے کا حق تھا۔ وہ ادا نہیں کیا۔ اس میں بھی شک نہیں کہ اگر ہم اپنی قربانیوں کو دیکھیں تو انہیں ان نتائج سے کوئی نسبت نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہماری ناکارہ کوششوں پر مترتب فرما رہا ہے۔ اور اگر ہم سب اس کے شکر گذار بندے بن جائیں۔ تو وہ اس سے بھی بلند تر نتائج ہمیں دے گا۔ اس کا وعدہ ہے لئن شکرتم لازیدنکم۔ اس لیئے میں دو باتوں کی طرف اس وقت بالخصوص توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ایک خدا کے رستے میں قربانی اور سعی اور دوسرے خدا کے آگے گرنا۔ اور اس سے مدد طلب کرنا۔ یہ گُر کامیابی کا ہماری روز کی دعائیں ہمیں بتا دیا گیا ہے۔

ایاک نعبد وایاک نستعین

ان دو باتوں پر عمل سے آپ کی رہتی زندگی سنور جائے گی۔ اور اسلام کا نام دنیا میں بلند ہو گا ایک خدا کی فرمانبرداری اور اس کی رضا کے کاموں میں لگے رہو۔ اور دوسرے اس کے ساتھ ساتھ خدا کی مدد مانگتے رہو۔ جہاں تک میں دیکھتا ہوں ہماری اپنی کامیابیوں میں ہماری جدوجہد کا حصہ کم ہے اور دعاؤں کا حصہ زیادہ ہے۔

امراؤں کے متعلق میں اس وقت بھی مختصر لکھنا چاہتا ہوں پھر کسی وقت شاید کھول کر لکھنے کی ضرورت پیش آئے۔ مگر میں اپنے بیکار احباب کو جو ہاتھ کم ہلاتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہم بہت کچھ کر رہے ہیں۔ سید تصدق حسین قادری کی ڈائری کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں سید صاحب تاجر آدمی ہیں اپنی روٹی بھی کماتے ہیں اور اسی کمائی سے خدا کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں مگر دست در کار و دل بایار کے مصداق ہیں ان کے دل میں خدا کے دین کی خدمت کی وہ تڑپ ہے کہ ان کا شاید ہی کوئی دن خالی گذرتا ہو جس میں کوئی نہ کوئی خدمتِ دین کا کام ان کے ہاتھ سے سر انجام نہ پاتا ہو۔ میں نے یہ نام صرف بطور نمونہ لیا ہے۔ اور بھی اس جماعت میں اسی قسم کے لوگ ہیں مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ جماعت کا کثیر حصہ نہیں۔ اگر کہیں ہم سب میں یہ روح پیدا ہو جائے تو ہم ایک قلیل، شاید قلیل ترین جماعت ہونے کے باوجود روئے زمین کا نقشہ بدل سکتے ہیں خدا کے فضل ہم پہ بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ مگر ہم میں بہت ہیں جن کی آنکھیں ابھی بند ہیں وہ اپنی رحمت کی ہوائیں ہم پر چلا رہا ہے۔ مگر بہت ہیں جن کے ہاتھ پاؤں میں اب تک حرکت پیدا نہیں ہوئی۔ اس کے آفتابِ صداقت کی کرنیں دنیا کے دور دور کے کونوں کو روشن کر رہی ہیں مگر خود ہم میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے دلوں میں یہ نور نہیں پہنچا۔ اور ان میں وہ گرمی پیدا نہیں ہوئی کہ وہ ہاتھ پاؤں ہلا کر خدا کے مزید فضلوں کے جاذب بنیں۔ جب چند آدمیوں نے ہمیں لاہور میں سنہ ۱۹۱۴ء میں اس کام کی بنیاد رکھی۔ تو کیا ہماری ظاہری حالت کو دیکھ کر کوئی کہہ سکتا تھا کہ ہم زندہ بھی بچ جائیں گے ماسوا اس سے جو قریب ترین جماعت تھی۔ وہ ہر وقت لیمزقنھم کے انتظار میں تھی۔ اور خود مسلمانوں کا کثیر حصہ ہماری بربادی کے لیئے ادھار کھائے بیٹھا تھا۔ مگر آج اس جماعت کا نام ساری دنیا میں روشن ہے اور چند ہزار سے کام شروع کر کے ہم دس لاکھ سالانہ آمد و خرچ سے کام کر رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ ان کوششوں کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر بار آور کیا کہ آج قرآن اور محمد کا نام ساری دنیا میں روشن ہو رہا ہے۔ کیا ان نتائج کو دیکھ کر بھی ہم سے بے حسی دُور نہ ہو گی۔ کوئی بہت بڑا کام بھی نہیں۔ کوئی یہ نہیں کہتا۔ کہ اپنا سارا مال خدا کی راہ میں خرچ کر دو اور بیوی بچوں کی فکر نہ کرو۔ ہاں آپ کی کمائی سے صرف سولہواں حصہ یا خدا توفیق دے تو دسواں حصہ کا مطالبہ ہے۔ مالدار اور غریب دونوں اس ایک مقام پہ کھڑے ہو جائیں تو ہماری بہت سی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ اور ہم اس سے بھی دہ چند کام کر سکتے ہیں۔ یہ مطالبہ ہے کہ اپنی بیوی بچوں کی جس طرح جسمانی غذا کی فکر ہے۔ ان کی روحانی غذا کی بھی فکر کرو۔ محمد رسول اللہ صلعم کے پیرو بنو کہ آپ کو روحانی اصلاح کی فکر مادی اصلاح سے بڑھ کر تھی۔ کمیونسٹوں کے پیرو نہ بنو کہ تمہارے گھروں کے اندر روٹی کے سوائے کوئی چرچا ہو۔ ان کے اندر، اپنے سارے عزیزوں کے اندر دینی جہاد کی روح پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ یہ مطالبہ ہے کہ اپنے حلقہ اثر میں حرکت کر کے دوسرے لوگوں کو بھی اس بلند مقام کی طرف لانے کی کوشش کرو۔ یا کم سے کم اس کار خیر میں شریک کرنے کی کوشش کرو۔ حرکت بہر حال اچھی چیز ہے۔ اگر دوسرا آپ کی بات سے فائدہ نہ اٹھائے گا۔ تو آپ کو خود یقیناً اس سے فائدہ ہو گا۔ مگر یاد رکھو کہ کلمہ حق جب بھی دل سے نکلتا ہے تو اس کا اثر دل پہ ہوتا ہے۔ آج نہ ہو گا تو کل ہو گا۔ کل نہ ہو گا تو پرسوں ہو گا اس لیئے کام کرتے جاؤ۔ اور مایوسی کو پاس نہ آنے دو۔

مگر میرا اصل مقصد اس دوسری بات کی طرف توجہ دلانے کا ہے کہ آپ دعا کی طرف توجہ کریں۔ یہی وہ حربہ ہے جس سے راستبازوں نے اصلاح قلوب کی۔ مگر یاد رکھو کہ جس دعا کے ساتھ جدوجہد نہ ہو۔ وہ دعا بھی مقبولیت کے مقام پر نہیں پہنچتی۔ جدوجہد کے ساتھ دعا اور دعا کے ساتھ جدوجہد یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ خدا کا دروازہ کھٹکھٹاؤ یہ دروازہ کبھی کسی نے نہیں کھٹکھٹایا کہ اس کے لیئے کھولا نہ گیا ہو۔ مگر یہ زبان کے لفظوں سے نہیں کھٹکھٹایا جاتا — جو دل سے اٹھتی ہیں رات کو اٹھیں یا دن کو اٹھیں۔ جو رات کو نہیں اٹھ سکتے وہ دن کی نمازوں کو درست کر لیں۔ نماز کے متعلق لوگوں کے نظریئے مختلف ہیں بعض لوگ نماز اس لیئے پڑھتے ہیں کہ اس سے ان کے نامہ اعمال میں ثواب کا پلہ بھاری ہو جائے۔ بلکہ بعض اس غلط فہمی میں بھی مبتلا ہیں۔ کہ نماز پڑھ لو تو جھوٹ بول لو۔ کوئی گناہ کر لو۔ وہ معاف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ نماز خدا کا حکم — ہمیں صرف اس حکم کی تعمیل سے غرض ہے۔ یہ ایک حد تک درست بھی ہے۔ مگر کوئی — کام ہو۔ اس کی غرض و غایت کو سمجھ کر کرنا ہی نتیجہ خیز ہوتا ہے۔ یہی نمازیں تھیں جنہوں نے ابتدائے اسلام میں ایک انقلاب روئے زمین پر پیدا کر دیا۔ آج یہ کیوں بے اثر ہیں۔ اس لیئے کہ ان کی غرض و غایت کی طرف توجہ نہیں۔ ہمارے نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ نماز بندے اور خدا کے درمیان راز و نیاز کی باتیں ہیں۔ ان المصلی یناجی ربہ نماز میں بندہ دنیا اور دنیا کے تفکرات سے الگ ہو کر خدا کے حضور کچھ اپنی معروضات پیش کرتا ہے اس لیئے فرمایا۔ کہ خدا کی عبادت کرو تو اس طرح ہو کانک تراہ گویا خدا کو دیکھ رہے ہو۔ الدعاء مخ العبادۃ۔ عبادت کا مغز دعا ہے۔ خدا سے کچھ مانگنا ہے۔ نماز کے لیئے جاؤ تو اس سے کچھ مانگنے کے لیئے جاؤ اس کے دروازے پر گداگر بن کر جاؤ۔ بھیک مانگنے والے کی حیثیت میں جاؤ۔ ہمارے دروازوں پہ بھیک مانگنے والے آتے ہیں اس لیئے ہم خوب جانتے ہیں کہ بھیک مانگنے والے کی حیثیت کیا ہوتی ہے۔ آپ دیں یا نہ دیں۔ بھیک مانگنے والا صدا پر صدا لگاتا چلا جاتا ہے کیا ہم کبھی اس حیثیت میں خدا کے دروازے پر جاتے ہیں؟

مگر سب سے بڑا سوال یہ ہے۔ کہ ہم احکم الحاکمین کے دروازے پر کیا مانگنے جائیں نماز تو ہمیں ہمارے رسول نے سکھائی اس لیئے ہمیں وہی چیز مانگنی چاہیئے۔ جس کے لیئے ہمارے نبی صلعم بار بار بارگاہ الٰہی کی طرف رجوع فرماتے رہتے۔ جو سوال آپ لیکر جاتے تھے وہی ہمیں لیکر جانا چاہیئے۔ کیا رسول خدا صلعم اپنی نماز میں یہ سوال لے کر جاتے تھے۔ کہ آپ کو بادشاہت مل جائے بادشاہت تو خود کفار نے آپ کے سامنے پیش کی۔ مگر آپ نے اسے قبول نہ کیا۔ آپ کے دل میں ان چیزوں کی خواہش ہی نہ تھی۔ نہ بادشاہت کی خواہش تھی نہ مال کی خواہش تھی

تو آپ یہ چیزیں بارگاہ الٰہی سے مانگنے کیوں جاتے۔ آپ کے دل میں تڑپ تھی۔ تو اصلاح نفوس انسانی کے لئے تھی۔ اور یہی وہ چیز تھی۔ جو آپ بارگاہ الٰہی سے مانگتے تھے۔ اس حکمت کی بات کو کوئی مسلمان آج سمجھ لے بالکل سمجھ لے۔ یہ اس کی اپنی بھلائی کی بات ہے۔ اس سے اس کا قدم اس بلند مقام کی طرف اُٹھے گا۔ جس بلند مقام پر ہمارے پیغمبر صلعم تھے۔ اور ہیں۔ اسی میں اسلام کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ اور وہ بات صرف اس قدر ہے کہ

نماز ایک دعا ہے

بارگاہ رب العالمین پر ایک سوال ہے

اور وہ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے دلوں کی اصلاح فرمائے

اور اپنے قرآن اور محمدؐ کے ذریعہ سے اپنے بندوں کی ربوبیت فرمائے۔

یہ درست ہے کہ انسان کے اپنے نفس کی اصلاح بھی نماز کی غرض ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ دعا اور چیزوں کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ مگر جس نے نماز کو اور دعا کو اس حد تک محدود کر دیا اور اس بلند غرض کو سامنے نہیں رکھا جو ہمارے رسول صلعم کے سامنے تھی۔ اس نے رسول اللہ صلعم کے مقام کو نہیں پہچانا اور وہ ایک ادنیٰ مقام پر راضی ہو گیا۔ اتنی بڑی بارگاہ سے کچھ مانگنے جاؤ تو سوال بھی بہت بڑا لے جاؤ۔ اتنا بڑا سوال لے کر جاؤ۔ جس کا ملنا تمہارے نزدیک ناممکن ہو۔ کیونکہ وہ اس قدر قدرت کا مالک ہے۔ کہ وہ چیز بھی تمہیں دے سکتا ہے جو تمہارے خیال میں ناممکن ہے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا ہلاکت میں گر گئی۔ اور اب نہیں بچ سکتی۔ لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔ اور اب نیکی کی طرف ان کو لانا انسانی طاقت سے باہر ہے وہ خدا سے دُور چلے گئے اور اب کسی مذہب میں بھی یہ طاقت نہیں کہ انہیں خدا کی طرف لائے۔ مگر یہ خدا کا وعدہ ہے کہ نسل انسانی کو بچایا جائے گا۔ اور قرآن اور محمدؐ کے نور سے ساری دنیا روشن ہو جائے گی۔ اور اسلام دنیا پر غالب آ جائے گا۔ تم جس کو ناممکن سمجھتے ہو۔ تمہارا خدا کہتا ہے کہ وہ ہو کر رہے گا اگر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور قرآن کو ذکر للعالمین بنا کر بھیجا ہے اگر وہ رب العالمین ہے تو یہ سب کچھ ہو کر رہے گا ہاں جب تک ہمارے دلوں میں وہی تڑپ پیدا نہیں ہوتی۔ جو ہمارے رسول صلعم کے دل میں تھی۔ کہ قرآن کے نور سے ساری دنیا روشن ہو جائے۔ اور آپ کا وجود ساری دنیا کے لئے رحمت بن جائے ہم والذین معہ کے مصداق نہیں بن سکتے۔ اور نہ ہم اس کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہیں جو ایک دفعہ پہلے اسلام حاصل کر چکا ہے

یہ وہ احسان عظیم ہے جو اس صدی کے مجدد نے اور اس زمانہ کے امام نے ہم پر کیا کہ ہم کو اس بلند غرض کی طرف توجہ دلا کر ایک بلند مقام کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی خوب یاد رکھیئے کہ تبلیغ اسلام صرف اس چیز کا نام نہیں کہ ہم پیغام اسلام لوگوں تک پہنچا دیں یہ ظاہری ذرائع سے ہو سکتا ہے بلکہ تبلیغ اسلام ہم سے یہ چاہتی ہے۔ کہ ایک طرف ہم اپنی پوری قوت اس بات پر خرچ کر دیں۔ کہ خدا کا کلام دنیا میں پہنچ جائے۔ تو دوسری طرف ہم اپنی پوری قوت اس دعا پر لگا دیں۔ خدا تعالیٰ سے یہ مدد مانگنے پر لگا دیں۔ کہ اے خدا تو اپنے فضل اور رحمت کے دروازے اس مخلوق پر کھول دے۔ اور اس کی روحانی ربوبیت اپنے قرآن اور محمد صلعم سے فرما۔ تو میں اپنے احباب کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنی نمازوں کو رسول اللہ صلعم کی نماز بنانے کی کوشش کرکے انہیں اوّل سے آخر تک سوال بنا دو۔ اور سوال بھی اتنا بلند کہ ساری مخلوق کی اصلاح اس سے مانگو۔ مسجدوں میں نمازوں کے لئے جاؤ۔ اور باجماعت نمازیں پڑھو مگر ہمارے رسول کا حکم ہے۔ کہ اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ۔ ایک حصہ نماز کا گھروں میں بھی ادا کرو اور جہاں مسجد میں امام کی آواز پر تم سجدے میں گرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوتے ہو گھر کی نماز میں اس کے حد پر اس طرح گرو کہ تمہارا سر اٹھ نہ سکے۔ اور تم اس فقیر کی طرح خدا پر دھا [illegible] دھرنا مار کے بیٹھ جاؤ۔ جو جانتا ہے کہ اس سخی کے دروازے سے کبھی کوئی خالی ہاتھ نہیں پھرا۔ اس امر کے متعلق کہ ہماری نماز اوّل سے آخر تک کس طرح اصلاح مخلوق کا سوال ہو۔ اگلے خط میں روشنی ڈالوں گا۔ والسلام

محمد علی

احباب جماعت کی خدمت میں ضروری گذارش

جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان توجہ فرمائیں

گذشتہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحریک ہوئی تھی کہ جماعت میں سے کم از کم ۵ افراد ایسے ہونے چاہئیں۔ جو اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ ماہواری چندہ میں دیا کریں۔ اس تحریک پر بعض احباب نے اسی وقت اپنے نام دیدیئے تھے لیکن ابھی بہت سے احباب ایسے ہیں جنہوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ اب جبکہ ایک ماہ سے زائد عرصہ گذر گیا ہے۔ احباب کو چاہیئے تھا کہ اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اپنے اپنے ناموں سے دفتر کو اطلاع دیدیتے۔ اب پھر گذارش ہے۔ کہ احباب اس اہم فرض کی طرف فوری توجہ کریں اور تمام جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اور کارکنوں کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ اپنی اپنی جماعت میں اس تحریک کو کامیاب بنانے کی پوری پوری سعی فرمائیں دوسری تحریک دس یوم کی آمد کی ہے۔ اس تحریک میں بھی ابھی سب احباب نے حصہ نہیں لیا۔ آپ کی قومی اور دینی ضروریات مقتضی ہیں کہ آپ اس تحریک میں لازماً شرکت فرمائیں پھر حضرت امیر نے یہ ارشاد بھی فرمایا ہے کہ جماعت کی خواتین اور جماعت کے بچے سب کچھ نہ کچھ چندہ دیں۔ اس ارشاد کی تعمیل بھی لازمی ہے۔

ان امور کے متعلق اطلاع حاصل کرنے کے لئے دفتر کی طرف سے ایک مطبوعہ فارم بھیجا جا رہا ہے۔ براہِ مہربانی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اس فارم کو پُر کرکے مارچ کے پہلے ہفتہ میں دفتر تحصیل میں ارسال فرمائیں لیکن اس کے پُر کرنے سے پیشتر احباب جماعت میں ہر سہ تحریکات کے متعلق کما حقہ سعی فرمانا ضروری ہے۔

جو فارم ارسال کیا جا رہا ہے وہ مندرجہ ذیل اطلاعات پر مشتمل ہو گا۔

نام جماعت

تعداد کل ممبران جماعت

جماعت کی خواتین اور لڑکے لڑکیوں کی تعداد

آمد کا دسواں حصہ دینے والوں کی تعداد

آمد کا سولہواں حصہ دینے والوں کی تعداد

دس یوم کی آمد میں حصہ لینے والوں کی تعداد

نادہندہ اصحاب کی تعداد

(نادہندگی کی وجہ بھی بیان کی جائے)

خواتین اور بچے جو چندہ میں حصہ نہ لیتے ہوں ان کی تعداد بھی درج کی جائے

(مرتضےٰ خاں۔ سیکرٹری تحصیل)

ایک طالب علم کی نیک مثال

احباب کو علم ہو گا کہ شیلانگ میں ہمارے ایک نہایت مخلص دوست ڈاکٹر غلام رحمانی صاحب ہیں ان کی دینی اور اسلامی مساعی اور مالی قربانیوں کا ذکر پیغام صلح میں احباب نے اکثر سنا ہو گا۔ آپ کے فرزند ارجمند ظہور الحق صاحب جو میڈیکل کالج شیلانگ کے ایک طالب علم ہیں۔ بقول الولد سرّ لابیہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قومی خدمت کا پورا احساس رکھتے ہیں

حال ہی میں آپ نے انجمن کو ۲۷/-/- روپے ارسال کئے ہیں بارہ روپے تو آپ کا سال بھر کا ماہوار چندہ ہے۔ جو آپ نے یکمشت پیشگی ادا کر دیا ہے باقی پندرہ روپے کی رقم وہ ہے جو آپ کو کالج کی طرف سے سکالرشپ عطا ہوا ہے آپ نے اپنا پہلے مہینے کا سکالرشپ انجمن کو دیدیا ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء ۔ (باقی پہلے کالم پر)

م م دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سعید نوجوان کو دینی و دنیوی حسنات سے بہرہ اندوز فرمائے آمین۔ ہمارے دوسرے طالب علموں اور نوجوانوں کے لئے یہ ایک قابل رشک مثال ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ جماعت کے دوسرے طالب علم بھی اپنے ذاتی اخراجات میں سے کچھ نہ کچھ ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ انجمن کو دیکر اپنے دینی احساس کا ثبوت بہم پہنچائیں گے۔ بالخصوص جبکہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ارشاد فرمایا ہے کہ جماعت کا ہر مرد ہر عورت اور ہر بچہ چندہ ماہوار میں حصہ لے اس ارشاد کی تعمیل از بس ضروری ہے (مرتضیٰ خاں سیکرٹری تحصیل)

دینِ اسلام کی ترقی مجدّدِ وقت کی عزت جماعت کی ترقی سے ہی وابستہ ہے

بانیٔ سلسلہ کیلئے عزّت وغیرت کے جذباتِ عالیہ

جماعت احمدیہ لاہور حضرت مسیح موعُود کی شخصیّت کو مقبولِ عام بنانے کیلئے مؤثر قدم اُٹھائے

(از جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

حال ہی میں مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے ایک افتتاحیہ کے ذریعہ احباب کی توجہ کو ایک ضروری و اہم مضمون کی طرف مبذول کرایا ہے جو سوال اس میں اٹھایا گیا ہے وہ یہ ہے۔ کہ کم و بیش نصف صدی سے تحریک احمدیہ قائم ہے پھر باوجود تحریک کی عظیم الشان خدمات اسلامیہ و قرآنیہ کے کیا وجہ ہے۔ کہ بانیٔ سلسلہ کی ذات بابرکات ابھی تک مورد طعن و تشنیع بنائی جا رہی ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ وابستگانِ تحریک نے اس طعن و تشنیع اور غلط الزامات کو لوگوں کے دلوں سے نکالنے کے لئے کیا کوشش اور جد و جہد کی ہے۔

حقیقی سوال

جن درد و رقت بھرے الفاظ میں ایڈیٹر صاحب نے احباب کی توجہ کو منعطف کرایا ہے۔ وہ ایسی بات نہیں کہ دلوں پر اس بات سے چوٹ نہ لگی ہو دراصل قطع نظر اس کے کہ مخالفت کے وجوہ و اسباب کیا ہیں حقیقی سوال ہمارے سامنے یہی رہنا چاہیئے۔ کہ ہمیں اجتماعی و انفرادی رنگ میں بانیٔ سلسلہ کے دامن کو پاک کرنے کے لئے کیا جد و جہد کرنی چاہیئے جماعتی و انفرادی رنگ میں کما حقہٗ ازالہ کی صورت پیدا کی گئی ہے تو عند اللہ ہم بری الذمہ ٹھہر سکتے ہیں لیکن اگر حالت یہ ہے کہ ہم نے الزامات کے رد و دفاع کیلئے نہ کوئی جماعتی قدم اٹھایا ہے۔ نہ انفرادی تو پھر اس صورت میں وجوہ و اسباب کی مشکلات کا عذر پیش کر دینا ہمیں خدا کے نزدیک بری نہیں ٹھہرا سکتا

ایک وسوسہ

بعض اصحاب یہ وسوسہ پیش کرتے ہیں۔ کہ جبکہ جماعت احمدیہ لاہور چار دانگ عالم میں تعلیم اسلامی کا ڈنکا بجا رہی ہے یا کم از کم اس کے بجانے کا یہ مقصد ہے۔ تو پھر وہ اپنے اصل مقصد پر گامزن ہونے کے باعث اپنے فرض کو ادا کر رہی ہے۔ اور اسے ان معمولی امور کی طرف کہ بانیٔ سلسلہ کو عوام کس نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ توجہ دینا مناسب نہیں میں ایسے احباب سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ امر قابلِ غور نہیں کہ جبکہ لاہور جماعت کی خدمات دینی مسلّمہ و عالمگیر ہیں تو نصف صدی کی عدیم المثال خدمات کے باوجود عوام اس کی طرف کیوں متوجہ نہیں ہوئے؟ عوام چھوڑ خواص میں سے معدودے چند کے سوائے باقی تمام مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اور اگر کچھ صاحب ایسے بھی ہیں۔ جو دل سے معترف و قائل ہیں تو وہ بھی عوام کی مخالفت کے باعث دبے دبے رہتے ہیں۔ اس جماعت میں شمولیت اختیار کرتے ہیں نہ علی الاعلان اس کے مخالفوں کے مقابل حق بات کہنے کی جرأت رکھتے ہیں۔ — ایڈیٹر صاحب نے کیا ہی عمدہ بات کہی کہ نصف صدی کا عرصہ گذر گیا۔ اور الزامات او اعتراضات کے لحاظ سے ہنوز روزِ اوّل والا معاملہ ہے۔ اگر نصف صدی خدمت دین کی مخلصانہ و بے مثال جد و جہد کا عرصہ کسی جماعت کے حقوق قائم کرنے کو کافی نہیں تو کب وہ وقت آئے گا۔ اور وہ کس قسم کی اور اسلامی و قرآنی خدمت ہوگی۔ جو مخالفت کو خاموش کرا سکے گی؟

محض خدمتِ اسلام سے الزامات دور نہیں ہو سکتے

دراصل یہ بات ہی غلط ہے۔ کہ بانیٔ سلسلہ کے بارہ میں مسلمان قوم کی موجودہ ذہنیت صرف اس جماعت کی خدمتِ اسلام کو دیکھ کر ہی تبدیل ہو جائیگی۔ کیا یہ امر واقعہ ہمیں نظر نہیں آتا کہ بے خبر اصحاب سے قطع نظر سنجیدہ و فہمیدہ طبقہ کی اکثریت بھی جو خدمتِ دین کے کام سے کما حقہٗ واقف ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ و جماعت احمدیہ لاہور کو اسلامی برادری کے حقوق دینے کے لئے آج تک تیار نہیں ہو سکی؟ مثال کے طور پر لیجئے۔ مولانا عبدالماجد صاحب ایڈیٹر "صدق" ایک مخلص دیندار و باخبر بزرگ ہیں۔ ہمیشہ جماعت لاہور اور اس کے محترم امیر کی خدمات اسلامیہ کے معترف رہے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرما دیا کرتے ہیں۔ کہ کاش ان کے عقائد بھی ان کے اعمال کی طرح صحیح ہوتے یا یہ کہ عقیدہ کی رُو سے یہ فرقہ متبدعین میں سے ہے وغیرہ بلکہ اکثر احباب نے یہ بھی سنا ہوگا کہ خدمات کی تردید نہ کر سکنے پر بعض غیر از جماعت یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ صاحب! کئی مرتبہ خدا تعالیٰ کفار سے بھی اسلام کی خدمت کے کام لے لیا کرتا ہے گویا وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام کی خدمت کا خواہ کتنا عظیم الشان کام تم انجام دے لو۔ مگر ہم بہر حال تمہیں کافر ہی سمجھیں گے۔ مولانا مودودی امیر جماعت اسلامی کا مسلک بھی یہی ہے۔ کہ یہ جماعت مرتد ہے۔ اب جائے غور ہے۔ کہ وہ اور کونسی خدمت دین ہوگی جسے دیکھ کر یہ یقین ہو جائے گا کہ یہ جماعت واقعی مسلمان اور مسلم برادری کے حقوق کی مستحق ہے۔ اور اس کے بانی علیہ السلام بھی مسلمان و صادق شخص تھے؟

پس ہمارا یہ تجربہ ہمارے لئے مشعل راہ ہونا چاہیئے۔ اور ہمیں بانیٔ سلسلہ و تحریک احمدیہ کے مخالف اعتراضوں و الزاموں کے بارہ میں کوئی مؤثر و مستقل قدم اٹھانا چاہیئے۔

اجتماعی کوششوں کی ضرورت

مکرمی ایڈیٹر صاحب نے تو احباب جماعت کو انفرادی رنگ میں ہر ممکن ازالہ کرنے کے لئے تحریک فرمائی ہے۔ یہ بات جہاں بہت ضروری اور عمل کی مستحق ہے وہاں اس سے زیادہ اہم و ضروری یہ امر ہے۔ کہ جماعت احمدیہ لاہور اجتماعی رنگ میں اس سلسلہ مخالفت کا مکمل دفعیہ کرنے کی طرف متوجہ ہو۔ اب تک اس طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ ضرورت یہ ہے۔ کہ اس طرف اس قدر توجہ دی جائے۔ اور اس پر اس قدر قوت صرف کی جائے جو فی الواقع مؤثر و نتیجہ خیز ثابت ہو۔ جہاں یہ امر غلط ہے۔ کہ محض خدمتِ دین کے ذریعے لوگ قائل ہو جائیں گے۔ وہاں اسی قدر یہ خیال بھی باطل ہے۔ کہ ہماری کوشش و سعی سے بھی چنداں فائدہ نہ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ بانیٔ سلسلہ و جماعت کے بارہ میں براہ راست قوم کی توجہ کو منعطف کرنے کی ضرورت ہے نہ صرف ہمارا اپنا تجربہ یہ ہدایت کرتا ہے کہ ہم براہ راست ایسا اقدام شروع کریں بلکہ خود بانیٔ سلسلہ کا اپنا اور آپ کی زندگی میں تمام جماعت کا تعامل اس پر شاہد ناطق ہے۔ کہ مسلمان قوم کو قائل کرنے اور حالات کو سازگار بنانے کا یہی ایک راستہ ہے۔ کہ ہم اپنی توجہ و قوت کو اس طرف لگا دیں۔ جب جماعتی نظام کے ماتحت ایک قدم اٹھایا جائے گا۔ تو اس کا اثر افراد قوم پر بھی پڑے گا۔ اور وہ بھی مرکزی رنگ کو قبول کر کے مخالفت کا کما حقہٗ ازالہ کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جائیں گے

جذبات عالیہ اور خدمات حسنہ

مکرمی ایڈیٹر صاحب نے احباب کے جذبات غیرت، وفا و خود داری سے اپیل کی ہے یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ زندگی کی حرکت ذہنی وہ جذبات پر قائم ہے۔ اگر جذبات یکسر کالعدم ہو جائیں تو زندگی کی روانی ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جذبات کو مطلق العنان چھوڑ دیا جائے جیسے کہ بعض قوموں اور جماعتوں نے غلو کے راستے اختیار کر کے حق سے انحراف کیا ہے۔ بے شک یہ امر بالکل سچ ہے کہ جذبات کو اعتدال پر لانے کے لئے علم و عقل کی روشنی میں مضبوط ارادہ و عزم سے کام لینے کی اشد ضرورت ہے لیکن دوسری انتہا پر چلے جانا بھی قطعاً صحیح نہیں جس کا مطلب یہ نکلے کہ جماعت جذبات عالیہ و اخلاق حمیدہ سے کوری ہو جائے۔ جماعتوں کی ہستی افراد پر قیاس کرنی ہی صحیح ہے۔ جب افراد میں جذبات اسلئے فطرت نے ودیعت کئے ہیں کہ وہ حفاظت خود اختیاری کے وقت مدافعت کا کام دیں تو یقیناً جماعتوں کا بقا و استحکام بھی مناسب وقت و موقعہ پر مناسب مقدار میں جذبات عالیہ کی امداد و تحریک کا طالب ہوتا ہے۔

غلبۂ دین کیلئے جماعت احمدیہ مخصوص ہے

اگر غلبۂ دین کے لئے اس زمانہ میں دینی جماعت مخصوص و منفرد ہے جسے حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی کے دامن سے وابستگی کا فخر حاصل ہے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے۔ جس پر زمانہ اپنی مہر صداقت ثبت کر چکا ہے۔ تو پھر ہمیں اس بات کی بہت فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ یہ جماعت نہ صرف قائم و دائم رہے بلکہ ترقی کرتی چلی جائے اور اس کا اثر سب پر غالب ہو۔ اس لئے بانیٔ سلسلہ کی ذات کے ساتھ صحیح قسم کے جذبات عالیہ سے وابستگی اور ان جذبات کے ماتحت عزت و وقار کے لئے ان جذبات کا حرکت میں آنا نہ صرف لازم بلکہ خود جماعتی وقار و خود داری کے لئے ضروری امر ہے۔

بانیٔ سلسلہ کی ذات اور ترقی اسلام

پھر نہ صرف جذبات عالیہ کی برقراری بے حقیقت شے نہیں۔ بلکہ افادیت کا پہلو بھی اسی سے وابستہ ہے۔ جیسے کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ یہ جذبات جب مناسب مقام و موقعہ پر استعمال ہوں اور عقل و علم کی ہدایت کے ماتحت کام میں لائے جائیں تو حفاظت خود اختیاری کیلئے از بس ضروری ہیں

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہماری جماعت ترقی کر سکتی ہے۔ نہ وہ مقصد جس کے لئے یہ قائم ہے ترقی پذیر ہو سکتا ہے اگر حالت یہ نہ ہو کہ اس جماعت کے بانی کی ذات بدنام ہو بلکہ میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ ترقیٔ اسلام کے عالی مقصد میں جو اصل روک اس وقت حائل ہے۔ وہ یہی حضرت بانی کے متعلق بدظنیوں و بدگمانیوں کا سلسلہ ہے۔ اکثر لوگ خدمت اسلام کے قائل ہو چکے مگر ان کے راستہ میں یہی ایک مشکل سدِّ راہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت کے ساتھ کیسے شامل ہوں۔ جو اس شخص سے منسوب ہے جس کی نسبت ایسا ایسا گمان پایا جاتا ہے۔ پس نہ صرف جذباتی پہلو کے لحاظ سے بلکہ خالصتہً افادی نقطۂ نگاہ اور محض ترقی دین کے مقصد کے پیش نظر یہ امر لازم پڑا ہے کہ الزامات و اعتراضات کے رد کے بارہ میں کوئی نہایت وسیع و مؤثر قدم مستقل طور پر اٹھایا جائے۔

بانیٔ سلسلہ کی ذات اور خدماتِ دینیہ

یہ امر قطعی یقینی ہے۔ اور عقل اسے قبول کرتی ہے بلکہ تجربہ نے اس کی صداقت پر مہر لگا دی ہے کہ ترقیٔ دین اسلام اس زمانہ میں جماعت احمدیہ لاہور سے مختص ہو چکی ہے۔ اور یہ امر بھی تجربہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ کہ اس جماعت کی ترقی رکی رہے گی جب تک کہ اس کے بانی کی ذات ہر قسم کے الزامات سے صاف و روشن ہو کر قبول عام کی صورت اختیار نہیں کرتی۔ یہ ایسے حقائق و شواہد ہیں۔ کہ ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پس میں جماعتی نظام کے روبرو یہ امر پیش کر کے مستدعی ہوں کہ وہ صرف اپنے استحکام و ترقی کی خاطر بلکہ خالصتہً دین اسلام کی فتح و غلبہ کے پیش نظر اپنی قوتوں و طاقتوں کو بانیٔ سلسلہ کے منور و درخشاں چہرہ کی بے نقابی پر صرف کر دیں۔

امام الزمان کی متحدیانہ آواز

کیا ہم یہ نہیں دیکھتے کہ خود بانیٔ سلسلہ نے یہی ساتھ اختیار کیا تھا؟ کیا آپ کا اس طریق کار کو اختیار کرنا خدائی حکم کے ماتحت نہ تھا؟ کیا ہمارے دل اس ایمان سے لبریز نہیں کہ خدا جس انسان کو امام الزمان کے سامی منصب پر کھڑا کرتا ہے وہ بے نفسی کے انتہائی درجہ پر قائم ہوتا ہے؟ اور کیا اس اصول کے ماتحت ہی ہمارے امام و مسیح نے اپنی ذات سے وابستگی کی جو متحدیانہ ندا بلند کی وہ محض ترقی اسلام و اعزاز حضرت خیر الانام صلعم کے لئے ہی نہ تھی؟ پس ہم کس سوچ و بچار میں پڑے ہوئے وقت کھو رہے ہیں! کیا ہمیں مخالفت کا ڈر و رعب اس راستہ سے روک رہا ہے؟ کیا ہمارے اندر اس یقین کی کمی ہے کہ اس زمانہ میں صرف حضرت امام الزمانؑ کی ذات سے وابستگی ہی دین کے لئے ترقی کا راستہ کھول سکتی ہے بجز اس کے ممکن نہیں؟ امام الزمان کی ذات کی عظمت و شان کی قبولیت اور اس کے ذریعہ سے دین کی تازگی و ترقی کے قائل تو غیر بھی ہیں خواہ وہ چودھویں صدی کے امام کو نہ پہچان سکیں تو کیا جنہوں نے وقت کے امام کو شناخت کر لیا ہے۔ کیا انہیں ان امور کے ماننے میں تامل ہے جو دوسرے بھی مانتے ہیں؟ مندرجہ ذیل اقتباسات مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب تذکرہ سے نقل کئے جاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ امام وقت کی عظمت و شان کے متعلق صرف جماعت احمدیہ ہی قائل نہیں بلکہ اس پر غیروں کا بھی اتفاق تام ہے:۔

پس اپنے عہد کا مجدد و محی الملت وہ شخص یا چند نفوس خاصہ ہوتے ہیں۔ جو مجرد دعوت نہیں بلکہ عزائم امور دعوت کی راہ میں قدم اٹھاتے ہیں اور قیام حق کا صور اس زور سے پھونکتے ہیں کہ یکایک فضائے عالم جنبش میں آ جاتی ہے اور تمام اموات غفلت اپنی اپنی قبروں کے اندر چونک اٹھتے اور اٹھ کر دوڑنے لگتے ہیں گویا

یخرجون من الاجداث کانہم جراد منتشر مھطعین الی الداع

اور ذالک یوم الخروج کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ یہی وہ مقام مخصوص ہے۔ جو ہر عہد میں صرف ایک یا چند افراد عالیہ ہی کے حصہ میں آتا ہے۔ اور گو کاروبار دعوت سے معاملات رکھنے والے بہت سے موجود ہوں مگر اس عہد فتح یابی۔ اور سلطانی و امر دعوت کی تفضیلات ان کو نصیب نہیں ہوتی۔ سب ناچار ہوتے ہیں۔ کہ اس فاتح عہد اور عازم وقت ہی کے حلقہ اتباع و ذریات میں داخل ہوں۔ بہت ممکن ہے۔ کہ ان کے بعض افراد کسی خاص شاخ علم و عمل میں درجہ بلند رکھتے ہوں۔ مگر اس معاملہ کے لئے وہ کچھ سودمند نہیں ہوتا۔ اور فاتح دور کے آگے ان کو اطفال مکاتب کی طرح زانوئے ادب و استفادہ تہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس عہد کے خزائن فیوض و برکات کی کنجی اسی کے قبضہ میں دیدی جاتی ہے۔ پس طالبین فیضان اس کے حلقۂ ارادت سے الگ رہ کر کچھ نہیں پا سکتے۔ اگر کسی نے بطریق استراق سمع کوئی کلمۂ حقیقت حاصل کر بھی لیا۔ تو اول تو وہ مثمر برکات نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے۔ تو چونکہ عہد کی سلطانی فاتح و عازم دعوت ہی کو پہنچتی ہے۔ اس لئے وہ بھی بالواسطہ اسی کے فیضان و بخشش میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ وقد احسن من قال ؎

گر گفتۂ زعشق گہے حرفِ آشنا
آنہم حکایتیست کہ از من شنیدۂ

(تذکرہ صفحہ ۱۰۹)

اجلاس بزم ادب ادارہ تعلیم القرآن ہوسٹل

ہفتہ کے روز قرآن مجید کا درس تھا اس لئے ہمیں اپنا اجلاس اتوار کی شب کو ملتوی کرنا پڑا۔ حسب پروگرام تمام احباب جمع ہوئے اور جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے کرسی صدارت منظور فرمائی۔ جلسہ کا افتتاح تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ جو کہ جناب خادم صاحب سپرنٹنڈنٹ ہوسٹل نے کی۔

خاکسار راقم الحروف نے روئداد اجلاس گذشتہ پڑھ کر پیش کی۔ اس کے بعد مسٹر خدا بخش صاحب متعلم ایم۔ ایس۔ سی نے اپنا ایک مقالہ پیش کیا جس میں انہوں نے عوام الناس کے مختلف نظریات مذہب پر تبصرہ کیا

مسٹر عبدالرحمٰن صاحب متعلم ایم۔ ایس۔ سی فائنیل نے گذشتہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے حیاتین پر معلومات بہم پہنچائیں ان کے مضمون کے اثر سے ہم نے فیصلہ کیا کہ آئندہ کچن کا کھانا اس نوعیت کا ہو گا کہ جس میں زیادہ مقدار میں حیاتین پائی جائیں۔

خاکسار (راقم الحروف) نے کتاب مجدد اعظم مولفہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور سے ایک اقتباس پیش کیا جس میں مندرج تھا کہ حضرت مرزا صاحب کا مذہب تھا۔ کہ توحید الٰہی پر ایمان رکھنے کے لئے حضرت نبی کریم صلعم کا ماننا از حد ضروری ہے بعض نو مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ نجات کے لئے فقط توحید کو ماننے کی ضرورت ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں۔ اور وہ اسے وسیع الخیالی اور فراخدلی سمجھتے ہیں حضرت اقدس مرزا صاحب اس غلط عقیدہ کے سخت مخالف تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے ایک مرید ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کو محض اس عقیدہ باطلہ کی بنا پر جماعت سے خارج کر دیا

ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب نے خطبہ صدارت میں اس عقیدہ پر وضاحت سے روشنی ڈالی۔ اور فرمایا کہ مرزا صاحب کو جناب سرور کائنات صلعم سے بے حد محبت اور عشق تھا۔ آپ نبی کریم صلعم کے بارے میں کوئی بہتان طرازی اور اتہام تراشی کسی حالت میں بھی سننا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ اگر کوئی فرد آنحضرت صلعم پر کوئی اعتراض کرتا یا الزام لگاتا تو آپ اس وقت تک روٹی حرام سمجھتے تھے۔ جب تک کہ اس کا جواب نہ تحریر کریں۔ اور سرور کائنات کی پوزیشن صاف نہ کر لیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے کئی ایک واقعات سنائے۔ جن سے اس بات کی گواہی ملتی ہے کہ آپ نبی کریم صلعم سے بے حد محبت کرتے تھے حتےٰ کہ جو شخص نبی کریم صلعم کے خلاف کوئی الزام تراشتا یا بیہودہ اتہام لگاتا آپ اس سے بات کرنا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ لیکھرام کا ایک واقعہ اس دعویٰ کی ایک دلیل ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کئی ایک واقعات بیان فرمائے جن کی پیشین گوئی حضرت مرزا صاحب نے پہلے کر دی ہوتی تھی۔ اور ان کے وقوع پذیر ہونے پر بہت شک گذرتا تھا۔ مگر یقیناً پورے ہوتے تھے۔ مثلاً کئی ایک مقدمات جو حضرت مرزا صاحب پہ دائر کئے گئے تھے۔ اور بظاہر ان سے بچنے اور رہا ہونے کا کوئی نشان نہ ہوتا تھا۔ مگر حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ہم اس سے بالکل بری قرار دیئے گئے ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ خدا تعالیٰ سے خبر پاتے تھے۔ اور یہ اصول ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا اور نصرت دیتا ہے

آخر میں ڈاکٹر صاحب نے کئی ایک احباب کے سوالات کے جوابات دیئے اور پھر جماعت احمدیہ کی اہمیت جتلائی۔ آپ نے فرمایا مرزا صاحب نے اس جماعت کو خدا کی طرف سے قرار دیا ہے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

نماز عشا باجماعت ادا کی گئی۔ اور پھر ہر ایک اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ میٹنگ بہت کامیاب رہی۔

کریم بخش خاں متعلم ایف۔ اے۔ ایل
سیکرٹری

(بقیہ از صفحہ ۲)

کو ہنر مند اور زندگی کی تگ و دو کے قابل بنانے کے لئے ٹیکنیکل سنٹروں کی دسے قدمے امداد کرتی ہو۔ روپیہ کمانے والی خواتین کے مقابلے میں تمہیں حقیقی دولت اور روحانی مسرت بدرجۂ اتم حاصل ہے جو ہر مسلمان کی زندگی کا ماحصل ہے اس لحاظ سے تمہاری زندگی کس قدر شاندار اور تمہارا مستقبل کتنا تابندہ ہے چنانچہ تم کو اپنا "پیشہ خانہ داری" لکھتے ہوئے انتہائی فخر محسوس کرنا چاہیئے۔

ملعت نے آداب کرتے ہوئے کہا "اچھا بہن بہت بہت شکریہ" اور ایک حسین مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔

(قندیل)

قرآن ہی تباہ ہوتی ہوئی نسل انسانی کو بچا سکتا ہے اسکو دنیا میں پہنچانے کی اہم تجاویز

جماعت احمدیہ کی بینظیر خدمات اسلام کا اعتراف اقصائے عالم میں

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ کی افتتاحی تقریر[1]

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اس سینتیسویں سالانہ اجتماع کا افتتاح میں اس مشہور دعا سے کرتا ہوں جو ہر مسلمان کی شب و روز کی دعا ہے۔ اور جس نے قرآن کے نہ ماننے والوں سے بھی خراج تحسین وصول کیا ہے۔ چونکہ دعا کرنے والا درحقیقت بارگاہ الٰہی میں سائل کے طور پر حاضر ہوتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ہم بھی اپنے ظاہر اور باطن میں ایک تغیر پیدا کریں۔ ظاہری رنگ میں یوں کہ ہم سب کے سب ایک سائل کی طرح کھڑے ہو جائیں (سوائے ان کے جو میری طرح کمزوری کی وجہ سے کھڑا ہونے سے معذور ہوں) اور باطنی رنگ میں یوں کہ ہمارے دلوں میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ جس طرح ایک سائل اپنے آپ کو عاجز اور کمزور پاکر ایک غنی کے در پر جاتا ہے ہم بھی اپنی کمزوریوں کو محسوس کرتے ہوئے خدا کے دروازے پر آتے ہیں۔ تم کتنے بھی صاحب علم اور مالدار ہو خدا کے سامنے تمہاری حیثیت ایک فقیر سے زیادہ نہیں واللہ غنی و انتم الفقراء، یایھا الناس انتم الفقراء واللہ الغنی الحمید تو آیئے ایک فقیر کی طرح خدا کے دروازے پر کھڑے ہو کر صدائیں بلند کریں[2]۔ اور اس کام میں جو ہمارے امام نے ہمارے سپرد کیا تھا اپنے عجز اور کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے اس طاقتور بادشاہ سے مدد مانگیں۔ جو پہلے بھی ان لوگوں کی جو اس کے ہو جاتے ہیں، زبردست نصرت فرماتا رہا ہے اور آئندہ بھی اس کا یہ وعدہ ہے کہ جو اس کا ہو جائے گا وہ اس کی بھی اسی طرح نصرت فرمائیگا۔ جس طرح اس نے پہلے برگزیدوں کی مدد فرمائی۔

بارگاہ الٰہی میں پہلی صدا

ہم درماندہ درویشوں کی پہلی صدا اس بارگاہ عالی پر جو تمام جہانوں کی ربوبیت فرماتا ہے یہ ہے۔ الحمد للہ رب العلمین

اے تمام مخلوق کی ربوبیت فرمانے والے تونے اپنے بندوں پر مادی رزق کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اور زمین اور آسمان کی مادی طاقتوں کو ان کی خدمت پر لگا دیا ہے۔ مگر مادی رزق کی فراوانی اور ظاہری کشش انہیں تجھ سے غافل کر کے ہلاکت اور بربادی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اس لئے تو ان پر اپنے روحانی رزق کے دروازے کھول دے۔ تاکہ یہ نسل انسانی تباہی اور بربادی سے بچ کر اپنے حقیقی کمال کو حاصل کرے۔ اے خدا جو ہمیشہ انسانوں کی روحانی ربوبیت فرماتا رہا ہے اور جس نے بالآخر ساری نسل انسانی کی روحانی ربوبیت کے لئے اپنا آخری نبی محمد رسول اللہ صلعم اور اپنا آخری اور کامل پیغام قرآن بھیجا تو اب نسل انسانی کی ربوبیت کے لئے اپنے قرآن اور اپنے پیغمبر کی قبولیت کی ہوا چلا دے اور ہمیں بھی وہ سامان عطا فرما کہ ہم تیرے قرآن اور تیرے پیغمبر کی خوبصورت تصویر کو ساری دنیا میں پہنچا دیں۔

دوسری صدا

اور ہماری دوسری صدا اس ارحم الراحمین کے دروازے پر یہ ہے الرحمٰن الرحیم مالك یوم الدین۔ اے رحمتوں کے سرچشمے تو اس نسل انسانی پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور ان کے گناہوں کی سزا بھی ان پر آئے تو تیرے مالکیت کے تقاضے سے تیری رحمت اس کے ساتھ بھی ملی ہوئی ہو۔

تیسری صدا

اور ہماری تیسری صدا اس معبود حقیقی کے دروازے پر یہ ہے۔ ایاك نعبد وایاك نستعین۔ ہم تیرے غلام ہیں اور تیری غلامی کا فخر بھی تیری مدد سے ہی مل سکتا ہے۔ مگر ہماری آرزو یہ ہے کہ یہ ساری نسل انسانی تیری غلامی کو اختیار کر کے فلاح اور بہبود پائے۔ یہ کام انسانی طاقت سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تیرے دروازے پر آئے ہیں۔ کہ اس میں تو ہماری مدد فرما۔ یہاں تک کہ ہم ساری نسل انسانی کو تیرے در پر جھکانے کی آرزو رکھتے ہیں۔ مگر اے قدرت اور طاقت کے مالک خدا یہ کام تیری مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ سو ہم یہ سوال لے کر تیرے در پر آئے ہیں کہ تو ہماری اس طرح مدد فرما جس طرح تو اپنے رسولوں کی مدد فرماتا رہا۔ تیرا وعدہ ہے، انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیٰوۃ الدنیا۔ اللھم انجز وعدك وانصر عبادك المستضعفین۔ اے زمین اور آسمان کے مالک تو زمین اور آسمان کی تمام طاقتوں کو ہماری مدد کے لئے لگا دے۔ اے خدا تو اپنے دین کی نصرت کے لئے اپنی ملائکہ کی افواج کے ساتھ اس زمین پر نزول فرما۔ اور اپنے دین کی خدمت کا کام کرنے والوں کی مدد فرما

چوتھی صدا

ہماری چوتھی صدا اس منعم حقیقی کے دروازے پر یہ ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ ہم تیرے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کی آرزو رکھتے ہیں ہمیں اس رستہ پر چلنے کی توفیق دے۔ جس رستے پر وہ لوگ چلے جنہوں نے تیری بارگاہ سے بڑے بڑے انعام پائے۔ جن کی ساری نیک آرزوؤں کو تو نے پورا فرمایا۔ اور ان ٹھوکروں سے ہمیں بچا جو ٹھوکریں کھا کر ہدایت کے بعد بھی لوگ تیری ناراضگی کا محل بن گئے ہیں یا صحیح رستے کو چھوڑ کر غلط رستہ پر پڑ گئے اے بادشاہ تیرے انعامات کے خزانے بے حد حساب ہیں۔ اور وہ ہر زمانہ میں ہر مانگنے والے کے لئے کھلے ہیں ہم بھی تیرے نام کو دنیا میں بلند کرنے کی غرض سے تیرے در پر حاضر ہوئے ہیں اور آج سب مل کر بچشم گریاں تیرے ان انعامات کیلئے تیرے در پر صدا بلند کرتے ہیں جن انعامات سے تو نے ہماری سرکار حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اور آپ کے ساتھیوں کو نوازا۔ اے خداوند عالم تیرے انعامات تو کبھی ختم نہیں ہوتے ہم ناکارہ انسانوں کی وہ آہیں ہی ختم ہو جاتی ہیں جو تیرے انعامات کے دروازے کھول دیتی ہیں۔ تو ہی اپنے کرم سے ہمارے دلوں میں وہ آہیں پیدا کر۔ اے فضلوں اور رحمتوں کے مالک ان فضلوں اور رحمتوں کے دروازے ہم پر کھول دے کہ ہم تیرے قرآن اور محمدؐ کے نام کو دنیا میں روشن کرنے میں اور تیرے قرآن اور محمدؐ کے نور سے تیری دنیا کو روشن کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ آمین۔

حاضرین جلسہ کو خوش آمدید

اما بعد میں اس اجتماع میں جس کی اصل غرض بالفاظ بانیٔ سلسلہ احمدیہ یہ ہے کہ جماعت کی (۱) معرفت الٰہی ترقی پذیر ہو (۲) تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں (۳) یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ شمولیت کیلئے آپکو خوش آمدید کہتا ہوں۔ مجھے اور آپ کو مل کر کام کرتے ہوئے ۴۷ سال گذر گئے ہیں لیکن ہمارے امام نے جس وقت مجھے دنیوی اشغال سے الگ کر کے دینی خدمات پر لگایا۔ اس پر آج پچاس سال گذر گئے فالحمد للہ علیٰ ذالك کہ اس نے نصف صدی تک مجھے یہ کام کرنے کی توفیق دی اور موقعہ بھی دیا۔ میں اگر دنیا میں بلند سے بلند مقام پر بھی پہنچ گیا ہوتا تو مجھے اس خوشی کا عشر عشیر بھی نصیب نہ ہوتا۔ جو آج مجھے حاصل ہے۔

جماعت احمدیہ کی بینظیر خدمات

میں آپ کو مبارکباد بھی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی خدمات کو بھی وہ قبولیت عطا فرمائی ہے۔ جو وہ اپنے دین کے خادموں

[1] [illegible]

[2] اس موقعہ پر سب حاضرین جلسہ کھڑے ہو گئے

کو پہلے عطا فرماتا رہا ہے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہیں جس کے آثار اب چاروں طرف کھلے نظر آ رہے ہیں۔ جس قدر مفید نتائج اس قلیل جماعت کی خدمات نے پیدا کئے ہیں جس کی قلت کی وجہ سے لوگ اسے درخور اعتناء نہیں سمجھتے کوئی بڑی سے بڑی اسلامی جماعت بھی نہیں دکھا سکتی۔ آپ کی ان خدمات کا اعتراف باوجود مخالفت کے پاکستان اور ہندوستان کے رہنے والوں کو ہی نہیں تمام اسلامی ممالک اور بالخصوص مغرب ممالک میں بھی ہے جہاں کے اخبارات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے کارناموں کے ذکر سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور بالخصوص جو روحانی بیداری دور افتادہ مسلمان آبادیوں میں آپ کی وجہ پیدا ہوئی ہے۔ جیسے ٹرینیڈاڈ، فجی، فلپائن نائیجیریا، برٹش دگاٹنا، ڈچ گاٹنا، جہاں کے رہنے والے ایک ہمارے دوست نے سال گذشتہ بھی اس پلیٹ فارم سے توجہ دلائی تھی۔ اور اس سال بھی وہاں سے ہمارا ایک اور بھائی یہاں پہنچا ہے۔ چین کے ملک میں اس جماعت نے کس قدر کام کیا اس کی شہادت چند سال ہوئے مشہور چینی سیاح عثمان وو آپ کے سامنے ادا کر گئے اور اس عظیم الشان مسلمان آبادی میں جو انڈونیشیا کے نام سے مشہور ہے اور اس وقت مسلمان آبادی کی تعداد کے لحاظ سے شاید سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ جو حرکت آپ کی جماعت نے پیدا کی ہے وہ اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اسی طرح یورپ اور امریکہ کے غیر مسلموں میں جس قدر آپ کی خدمات سے قرآن کریم اور حضرت محمد مصطفٰے صلعم کا نام روشن ہوا ہے وہ ایک بے نظیر کام ہے

وزیر اعظم پاکستان کو خط

ووکنگ مشن، اور برلن مسجد کا نام دنیا میں روشن ہے مگر امریکہ میں بھی جہاں ابھی چند سال ہی کام کرتے ہوئے ہمیں ہوئے ہیں۔ آپ کی خدمات کا اعتراف اس حد تک موجود ہے۔ کہ امریکہ کے ایک مشہور اٹارنی کی وساطت سے جن کا نام ولیم اہرگ ہے اور جو یو۔ این۔ او۔ کی مذہبی شاخ کے سیکرٹری ہیں ایک تار مسٹر لیاقت علی خاں کو ان کے امریکہ کے دورہ میں پہنچا جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں جس کی نقل مسٹر اہرگ نے مجھے بھی بھیجی۔

"میں آپ کے توسط سے پاکستان کے عوام پر اس بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ کہ ہم اس ارجمن کار کردگی کو عزت وقدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ جو آپ کے ہم وطن مولوی محمد علی اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور انگریزی زبان میں اسلام کی دینی کتب کی اشاعت اور اپنی کوششوں سے پاکستان اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے مابین بہتر افہام وتفہیم پیدا کرنے کے لئے کر رہے ہیں ہم ان تمام کوششوں کے بھی معترف ہیں جو پاکستان کے دینی رہنما عالمی امن کے قیام اور انفرادی معیار زندگی کی بہتری کے لئے سرانجام دے رہے ہیں

"میں یہ بھی گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ لاہور کے ان عالی فکر اصحاب کو ترغیب دلائیں کہ وہ مرکزی ادارہ اقوام متحدہ کی ایک شاخ نیویارک شہر میں کھولیں چاہے یہ شاخ آپ کے وفد اقوام متحدہ کا ایک حصہ ہو۔ یا خود مختار اس سے انہیں مقامی، قومی اور بین الاقوامی پریس، ریڈیو اور ایکولیشنل قومی کی اور دیگر سہولتیں جو وہاں میسر آ سکتی ہیں حاصل ہو جائیں گی۔ پاکستان ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں اسلام مسیحیت اور یہودیت کے مابین محبت وارتباط پیدا کرنے میں عرب لیگ سے تعلق رکھنے والے ممالک سے بہتر قیادت کر سکتا ہے۔ اور آپ اس ذریعہ سے بین الاقوامی افہام وتفہیم اور تعاون کو بڑھانے اور امن عالم کی کوششوں کے لئے زیادہ مضبوط بنیادیں قائم کرنے کا موجب ہوں گے جو ان لوگوں کے مقصدوں سے رکھی جائیں گی۔ جو ایک سچے خدا پر ایمان رکھتے اور نسل انسانی کے باہمی اتحاد اور اخوت کے قائل ہیں۔

"اس قسم کی نمائندگی اہل امریکہ کو پاکستان کی ان ضروریات کا صحیح اندازہ دے سکے گی جو یونائیٹڈ سٹیٹس انفرمیشن سروس کے ذریعہ اور پریذیڈنٹ ٹرومین کے چار نکاتی پروگرام کے ماتحت جہاں تک پاکستان کا اس سے تعلق ہو پوری کی جا سکتی ہیں"

اور ہمارے پرائم منسٹر نے بھی اس میں دلچسپی کا اظہار کیا ہے چنانچہ ان کے سیکرٹری کی طرف سے حسب ذیل جواب انہیں بھیجا گیا:۔

ڈیر مسٹر اہرگ

ہز ایکسی لینسی وزیر اعظم نے یہ خواہش ظاہر کی ہے۔ کہ میں آپ کی ۱۲ر مئی کی تار کی وصولی کی اطلاع آپ کو دوں۔ اور ان کریمانہ خیالات کے لئے جن کا اظہار اس میں کیا گیا ہے آپ کا شکریہ ادا کروں۔

"وزیر اعظم نے آپ کی سفارشات کو نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھا ہے جن میں بین الاقوامی افہام وتفہیم اور تعاون کو بڑھانے اور امن عالم کے لئے زیادہ مضبوط بنیاد قائم کرنے کی تجویز کی گئی ہے"

حضرت مسیح موعودؑ کی توجہ اولین

یہ وہ کام ہے جس کی طرف ہماری توجہ چودہویں صدی ہجری کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بدولت ہوئی جو درحقیقت یورپ اور امریکہ میں ہی نہیں ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھنے کے لحاظ سے اس زمانہ کے واحد امام ہیں۔

جب ہمارے امام نے تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی تو اس کی پہلی ضرورت یہ بیان فرمائی کہ پہلے اسلام پر اعلےٰ درجہ کا لٹریچر تیار کیا جائے۔ اور پھر اسے یورپ اور امریکہ میں پھیلایا جائے آپ کی سب سے پہلی کتاب ازالہ اوہام کو صفحہ ۷۷۲ سے ۷۷۳ تک پڑھیئے۔ وہاں آپ ان باتوں کا اعادہ پورے زور سے پائیں گے۔ آپ اس عزم کو لے کر اٹھتے ہیں کہ

"میں جہاں تک میرے امکان میں ہے تالیف کے ذریعہ سے ان علوم اور برکات کو ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں پھیلاؤں جو خدا تعالیٰ کی پاک روح نے مجھے دی ہیں"

پھر فرماتے ہیں:۔

"یورپ اور امریکہ نے اسلام پر اعتراضات کا ایک بڑا ذخیرہ پادریوں سے حاصل کیا ہے۔ اور ان کا فلسفہ اور طبعی بھی ایک الگ ذخیرہ نکتہ چینی کا رکھتا ہے۔ . . . . . . ان اعتراضات کا جواب دینے کے لئے کسی منتخب آدمی کی ضرورت ہے جو ایک دریا معرفت کا اپنے صدر منشرح میں موجود رکھتا ہو جس کے معلومات کو خدا تعالیٰ کے الہامی فیض نے بہت وسیع اور عمیق کر دیا ہو"

پھر فرماتے ہیں:۔

"میری صلاح یہ ہے کہ بجائے ان واعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں۔ اگر قوم بدل وجان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے"

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا۔ کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہو گا جیسے مجھ سے یا جیسے اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"

اس کے بعد ان ممالک میں اس لٹریچر کی تقسیم کو ضروری ٹھہرایا۔ اور یہ تجویز فرمائی کہ وہاں اپنے آدمی بھیج کر ان کے ذریعہ سے یہ لٹریچر ان میں تقسیم کیا جائے

مسیح موعودؑ کی تڑپ کس طرح پوری ہوئی

اب یہ حضرت امام کی ۱۸۹۱ء کی تڑپ ہے کہ یورپ اور امریکہ اور ایشیا میں تبلیغ اسلام کے لئے عمدہ عمدہ تالیفات تیار کی جائیں۔ اور ایک تفسیر بھی قرآن کریم کی انگریزی میں تیار کی جائے۔ مگر اس سارے کام کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ میرا کام ہے یا اس کا جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔ اور دوسرے سے یہ ہرگز نہیں ہو گا۔ ایک طرف ان الفاظ کو رکھو۔ اور دوسری طرف واقعات کو دیکھو کیا ہمارا امام نعوذ باللہ ناکام رہا۔ یا اس کی جس قدر آرزوئیں تھیں وہ ایک ایک کر کے پوری ہوئیں؟ پھر کیا ساری اسلامی دنیا میں کوئی دوسرا انسان ایسا نظر آتا ہے جس نے تبلیغ اسلام کی خاطر ایسا لٹریچر تیار کیا ہو۔ یا اسے دنیا میں پھیلانے کا ایسا انتظام کیا ہو کیا یہ سچ نہیں کہ اسلام پر جو لٹریچر اس جماعت لاہور یا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے تیار کیا ہے اس کی نظیر ساری دنیا میں نہیں ملتی۔ اور پھر کیا یہ سچ نہیں کہ اس جماعت کے سارے تیار کردہ لٹریچر کو دیکھا جائے۔ تو وہ تبلیغ اسلام کے سارے پہلوؤں پر حاوی ہے۔ اس میں قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر بھی ہے اس میں حدیث شریف بھی موجود ہے اس میں سیرت نبوی، کہ محمد ۔۔ پہلو بھی ہے۔ اس میں زمانہ نبوی کے تیس سالہ امتداد یعنی خلافت راشدہ کی تاریخ بھی موجود ہے۔ اس میں عیسائی پادریوں کے سارے اعتراضات کا جواب بھی ہے۔ اور یورپ کے فلسفہ اور طبعی کی نکتہ چینی کا جواب بھی موجود ہے۔ اس میں ریلیجن آف اسلام جیسی کتاب بھی موجود ہے۔ جس پر ریویو کرتے ہوئے مرحوم مارمیڈیوک پکتھال نے لکھا تھا۔ کہ جس قدر علمی اور قیمتی خدمت احیائے اسلام کی اس عاجز نے کی ہے اس زمانہ میں دوسرا کوئی نہیں کر سکا۔ اور جس پر ایک مشہور امریکی مصنف نے لکھا تھا کہ اس عاجز کے قرآن کے انگریزی میں ترجمہ اور تفسیر کے بعد اور اس کتاب ریلیجن آف اسلام کے بعد کوئی شخص اسلام کی تعلیم کے کسی پہلو سے ناواقف ہونے کا عذر پیش نہیں کر سکتا۔

حضرت امام کی نظر انتخاب

جیسا کہ میں نے ابتدا میں کہا تھا آج پچاس سال سے اوپر ہو گئے۔ جب مجھ عاجز پر اور میرے مرحوم رفیق خواجہ کمال الدین پر امام وقت کی نظر انتخاب پڑی وہ آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند کی مصداق تھی اور آپ کے الہامی فیض سے جہاں اور لوگ مستفیض ہوئے ہم دونوں بھی ہوئے۔ میرا دوست اپنے مالک سے ۱۹۳۲ء میں جا ملا۔ مگر میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کی شکر

گذاری کس طرح کروں۔ کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ اب تک اپنے دین کی خدمت کا کام لے رہا ہے

مہلک بیماریوں کے حملے اور خدمت اسلام کے کام

ہاں مجھ پر بھی ۱۹۳۴ء سے مہلک بیماریوں کے حملے شروع ہوئے جو یکے بعد دیگرے سخت سے سخت تر ہوتے چلے گئے۔ سب سے پہلے ۱۹۳۴ء میں ڈاکٹروں نے میری ایک بیماری کو مہلک ٹھہرایا۔ جس کی وجہ سے میں نے کتاب ریلیجن آف اسلام کو طبع کرانے میں جلدی کی پھر ۱۹۳۸ء میں میرے متعلق ڈاکٹری فتویٰ جیب میں ڈلہوزی میں تھا یہ تھا کہ ان کی موت کی خبر معلوم نہیں کس وقت آجائے۔ پھر ۱۹۴۱ء میں کوئٹہ میں خطرناک بیماری مجھ پر آئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری دستگیری فرمائی اور اب ۱۹۵۰ء میں پھر زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی۔ مگر میرا خدا ہر دفعہ جب اس نے مجھے مہلت دی تو مجھے مزید کام کرنے کی توفیق بھی دیتا رہا۔ اور ہر بیماری کے بعد میں پھر کام میں لگا رہا اور نہ صرف تصنیف کا کام کیا۔ بلکہ تراجم قرآن جیسے عظیم الشان کام کئے۔ امریکہ میں مشن قائم کرنے کی۔ ادارہ تعلیم القرآن کی بنیاد انہی بیماریوں کے اندر رکھی گئی۔ اور میں اس کے دروازے سے یہ امید رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی مجھے کسی کام کے لئے ہی اس نے مہلت دی ہے۔ وہ مزید کام اگر کوئی علمی رنگ کی خدمت کا ہو تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ لیکن اس وقت جب میں بیمار ہوا تو اس علمی ذخیرہ کو جو اللہ تعالیٰ نے مجھے تیار کرنے کی توفیق دی دنیا میں پھیلانے کا کام میرے مدنظر تھا۔

امام وقت کی دو آرزوئیں جو پوری ہوئیں

ہمارے امام کی اگر پہلی خواہش یہ تھی کہ اسلام پر عمدہ عمدہ تالیفات ہوں تو دوسری خواہش یہ بھی تھی۔ کہ ان تالیفات کو اور قرآن کریم کی اس تفسیر کو یورپ اور امریکہ اور ایشیاء کے ملکوں میں پھیلایا جائے۔ آپ نے تبلیغ اسلام کی بنیاد اسی پر رکھی تھی۔ کہ اسلام پر اعلیٰ درجہ کی کتابیں لکھی جائیں۔ جن میں موجودہ تہذیب اور عیسائی دنیا کے ہر قسم کے اعتراضات کا جواب ہو۔ اور اسلام کی ان پر فوقیت ثابت کی جائے۔ مگر یہ صرف بنیاد تھی۔ اصل عمارت یہ تھی کہ اس لٹریچر کو دنیا میں پھیلانے کا انتظام کیا جائے۔ جس طرح بنیاد کے بغیر عمارت بنانے کی کوشش ایک بے سود کوشش ہے اور قادیانی جماعت نے یہی غلطی کی ہے اسی طرح بنیاد بنا کر چھوڑ دینا اور اس پر عمارت نہ بنانا بھی کوئی عقلمندی کا کام نہیں اور مجھے بعض وقت ڈر لگتا ہے۔ کہ ہماری جماعت کا قدم اس دوسری غلطی کی طرف تو نہیں اٹھ رہا۔ ہمارے امام کی یہ دونوں آرزوئیں تھیں کہ اول اسلام پر اعلیٰ درجہ کی تصانیف ہوں اور پھر ان کو دنیا میں پھیلانے کا انتظام کیا جائے۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ان دونوں آرزوؤں کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ہاتھ سے پورا کرایا۔

پانچ ہزار لائبریریوں میں آٹھ کتابوں کا سیٹ

مگر اب تک وسیع پیمانے پر صرف مفت ٹریکٹ لٹریچر کے پہنچانے کا انتظام تھا۔ اور قیمتی لٹریچر کی بھی قرآن کریم اور سیرت نبوی کی کوئی دس ہزار سے لے کر بیس ہزار تک کاپیاں پہنچائی گئی تھیں۔ اس پر سال گذشتہ اس نئی عمارت کا اضافہ ہوا۔ کہ آٹھ کتابوں کا ایک سٹ دنیا کی پانچ ہزار لائبریریوں میں مفت پہنچانے کی تجویز کی گئی۔ یہ بڑا بھاری کام تھا۔ جو ساڑھے تین لاکھ روپیہ کے خرچ کو چاہتا تھا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے اس میں سے ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ روپیہ جمع بھی ہو چکا ہے جس میں گو ابتدا اس جماعت نے کی ہے مگر دوسرے مسلمان بھائیوں نے بھی بڑی فراخدلی سے اس میں حصہ لیا ہے۔ اور باقی کے متعلق کچھ وعدے بھی ہیں۔ اور کچھ کوشش ہو رہی ہے۔ اور کتابیں کوئی پانچ ہزار سے لیکر بیس ہزار تک کی تعداد میں یا چھپ چکی ہیں۔ یا چھپ رہی ہیں گویا پانچ ہزار سٹ آٹھ کتابوں کا دنیا میں پہنچانے کا انتظام کافی حد تک ہو چکا ہے اس طرح اسلام پر چالیس ہزار بیش قیمت کتب ساری دنیا کی لائبریریوں میں پھیل جائیں گی جہاں ایک ایک لائبریری میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں انسانوں کی نظر سے گذرتی رہیں گی۔ حضرت امام کے ان الفاظ کو پھر پڑھیئے۔ کہ عمدہ عمدہ تصانیف اسلام پر تیار ہوں اور پھر ان کو یورپ اور امریکہ اور ایشیا میں پھیلایا جائے کیا یہ خدا کی آواز نہ تھی۔ جو آپ کی زبان سے ہمیں پہنچائی گئی۔ اور کیا یہ خدا کا طاقتور ہاتھ نہ تھا جس کی مدد سے امام زمان کی یہ دونوں آرزوئیں آج ہماری آنکھوں کے سامنے آپ کی جماعت کے صرف چھوٹے سے گروہ کے ہاتھ سے پوری ہو رہی ہیں

ایک عظیم الشان انقلاب

میرے دوستو! اور اے میرے مسلمان بھائیو! خدا کی اس آواز اور خدا کے اس فعل کو تحقیر کی نگاہ سے نہ دیکھو یہ ایک انقلاب ہے جو دنیا میں نمودار ہو رہا ہے اور ہماری آنکھوں کے سامنے نمودار ہو رہا ہے۔ ملکوں کے ملکوں اور قوموں کی قوموں میں بیداری پیدا ہو رہی ہے اور وہ دن دور نہیں۔ کہ آپ آفتاب اسلام کو روحانیت کے آسمان پر پوری قوت سے چمکتا ہوا دیکھ لیں۔

قرآن کے نور سے ساری دنیا کو منور کرنے کی بنیاد

اس کے ساتھ ہی میں ایک اور خوشخبری بھی سنانا چاہتا ہوں۔ علاوہ اس کے کہ چالیس ہزار بیش قیمت کتب دنیا کی پانچ ہزار لائبریریوں میں پہنچانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ ایک اور تجویز بھی ہمارے سامنے ہے۔ جس کی بنیاد ایک حد تک ڈال چکا ہوں۔ اس تجویز کی رو سے ہم ایک مستقل بنیاد قرآن کریم کو دنیا میں پہنچانے کی رکھ سکیں گے۔ سردست تو یہ ایک محدود سا خیال ہے کہ ہر سال کوئی پانچ ہزار کاپی قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کی ہم طالب علموں کو وہ کہیں بھی ہوں بہت رعایتی قیمت پر دے سکیں تاکہ ہماری اپنی نسلیں بھی براہ راست سرچشمہ قرآن سے نور حاصل کر سکیں۔ اور غیر بھی آسانی سے قرآن کریم کے نور سے فائدہ اٹھا سکیں مگر میں امید رکھتا ہوں کہ جب یہ کام شروع ہو گیا۔ تو نہ صرف یہ تعداد بڑھ سکے گی بلکہ مسلم اور غیر مسلم غیر مستطیع اصحاب کو بھی ہم اس میں شامل کر سکیں گے یعنی انہیں ہم رعایتی قیمت پر یہ ترجمہ پہنچانے کے قابل ہو جائیں گے اور اس طرح یہ جماعت قرآن کریم کے نور سے ساری دنیا کو منور کرنے کی ایک بنیاد رکھ سکے گی دعا کیجئے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایسی بنیاد رکھنے کی ہمیں توفیق دے جس پر قیامت تک عمارت بنتی چلی جائے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم کے پانچ ترجمے جو اس وقت مکمل ہیں اور اب تک طبع نہیں ہو سکے۔ یہ کام بھی آنے والے سال میں شروع ہو جانے کی امید ہے

قرآن سے دنیا کو نفع پہنچانا پاک نفس لوگوں کا کام ہے

مگر اس کے ساتھ ہی میں اپنے احباب کو ایک اور بات کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ قرآن کریم خدائے پاک کا کلام ہے اور اس کو دنیا میں پہنچانا اور دنیا کو اس کے نور سے منور کرنا پاکوں کا کام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انہ لقرآن کریم، فی کتاب مکنون، لا یمسہ الا المطہرون۔ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ قرآن دنیا کو نفع پہنچانے والی کتاب ہے۔ مگر یہ نفع انہی لوگوں کے ذریعہ سے پہنچ سکتا ہے جو پہلے اپنے نفسوں کو پاک کریں۔ وہ پاک نفس گروہ تھا جس نے رسول پاکؐ کے ساتھ ہو کر اس قرآن کو دنیا میں پہنچایا اور ایک تباہ ہوتی ہوئی دنیا کو بچایا۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ کہ تہذیب انسانی چھٹی صدی عیسوی میں بالکل تباہی کے کنارے پر پہنچ گئی تھی خدا کا کلام قرآن بھی اس پر شاہد ہے ظہر الفساد فی البر والبحر اور ہر ملک اور ہر قوم کی تاریخ بھی اس پر گواہ ہے تہذیب انسانی کا ایک موجودہ زمانہ کا مورخ لکھتا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں تہذیب انسانی ایک کھوکھلے درخت کی طرح گرنے کو تیار تھی کہ عرب میں ایک انسان پیدا ہوا جس نے تہذیب انسانی میں ایک نئی روح پھونک دی

قرآن ہی نسل انسانی کو بچا سکتا ہے

آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح نسل انسانی بربادی کی طرف دوڑی جا رہی ہے۔ اور قریب ہے کہ یہ آگ کے گڑھے میں گر کر بھسم ہو جائے وہ نسخہ جس سے یہ نسل انسانی بچ سکتی ہے وہی ہے جس نے ایک دفعہ پہلے تباہ ہوتی ہوئی نسل انسانی کو بچایا یہ خدا کا آخری کلام ہے یہ قرآن ہے۔ جو ہمارے ہاتھوں میں ہے مگر ہم اس نسخہ شفا کو دنیا میں نہیں پہنچا رہے اس کے پہنچانے کے لئے ایک پاک نفس جماعت کی ضرورت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کام کی بنیاد اپنے ایک مامور کے ہاتھ سے رکھوائی۔ اور اس کو اس چودہویں صدی کے سر پر مجدد بنا کر بھیجا کیونکہ نفوس کو پاک وہی کر سکتا ہے جس کو خدا نے اپنے ہاتھ سے پاک کیا ہو۔

قرآن اور رسول کا عشق جو مجدد وقت نے پیدا کیا

اس کے پاس بیٹھنے والے جانتے ہیں کہ اس کے دل میں قرآن اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کا کس قدر عشق تھا۔ اس عشق کی آگ اس کے سینے میں ایسی مشتعل تھی۔ کہ جو اس کے پاس جا کر بیٹھا اس کے سینے میں بھی ایک چنگاری اسی آگ کی پڑ گئی اور ہزاروں بلکہ لاکھوں سینے روشن ہو گئے۔

عشق کی چنگاری مدھم کیوں ہو رہی ہے

آج وہ چنگاری کچھ مدھم نظر آ رہی ہے اپنے اپنے سینوں کو ٹٹولو۔ کیا تمہارے دلوں میں وہ امام زمان کی ڈالی ہوئی چنگاری کی گرمی موجود ہے؟ اگر ہے تو وہ حرکت تم میں کیوں نہیں جو امام زمان کے پاس بیٹھنے والوں میں نظر آتی تھی۔ تمہارا قدم مردوانہ وار آگے کیوں نہیں بڑھ رہا؟ تم ہی وہ لوگ تھے۔ جو اس عشق سے بیتاب ہو کر لوگوں کے دروازوں پر پھرتے تھے اور ان کو اس نیک کام میں شامل ہونے کی دعوت دیتے تھے آپ بھی ثواب حاصل کرتے تھے

ـــــــ اور دوسروں کو بھی ثواب میں شامل کرتے تھے۔ آج تم میں وہ لوگ کیوں کم ہو گئے ہو تم ہی وہ لوگ تھے کہ دینی خدمات کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر دیتے تھے۔ اور تم دیوانہ وار ملکوں میں نکل گئے کہ خدا اور رسول کا نام اور خدا کا پاک کلام دنیا کو پہنچا دیں۔ تم نے کفرستانوں میں مسجدیں بنا دیں اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند کر دیں تمہارے مسلمان بھائی تمہیں گالیاں دیتے رہے مگر خدا کی راہ میں تمہارا جنون بڑھتا ہی چلا گیا۔ ہاں تم میں ہی وہ لوگ تھے اور کثرت سے تھے جو اپنے دنیا کے کام کرتے ہوئے بھی دینی کاموں کو اسی طرح سرانجام دیتے تھے کہ زندگی وقف کر دینے والوں سے بھی بڑھ کر ان کا کام ہوتا تھا۔ آج وہ بہت کم نظر آتے ہیں تم ہی وہ مالدار غربا تھے کہ جب کوئی ضرورت پیش آتی تھی تو مالدار تو الگ رہے غربا مالداروں سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ اگر آج کوئی مالی تکلیف پیش آتی ہے تو تم قربانیاں کرنے کے بجائے یا خدا کی راہ میں جہاد کرنے کی بجائے گھر بیٹھے یہ مشورے کرتے ہو کہ فلاں مشن بند کر دو۔ قرآن کی اشاعت کو بند کر دو۔ تو تم ایسے آگے بڑھنے کی بجائے اپنے قدم پیچھے ہٹانے کو تیار ہو گئے ہو۔ خدا کے بندوں کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ ان کا قدم آگے بڑھتا ہے وہ سخت سے سخت مشکلات کے وقت بھی قدم آگے ہی بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ اور اسی لئے خدا کی نصرت ان کے ساتھ ہوتی ہے۔

خدا کے پاک بندوں کو خدا سے نصرت ہوتی ہے جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ خدا اور رسول کی محبت کی جگہ دنیا کی محبت تمہارے دلوں میں اثر کرتی چلی جا رہی ہے۔ اور تم دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو فراموش کرنے جا رہے ہو۔ اور جہاد کی روح کی بجائے تمہارے اندر آرام طلبی کی روح سرایت کرتی چلی جا رہی ہے۔ خدا سے ڈرو اور اس کے مسکین بندے بن جاؤ۔

آخری دعا

آخر پر پھر دعا کریں کہ اے خدا تو ہمارے سینوں میں اپنے قرآن اور اپنے رسول پاک کی محبت کی آگ کی وہ چنگاری ڈال جو ہماری ہوا و ہوس کو بھسم کر دے اور اپنے رسول اور اپنے کلام کا وہ عشق عطا فرما جو ہماری دنیا کے مال کی محبت کو ٹھنڈا کر دے اے خدا تو ہمیں اپنے دیوانوں میں داخل کر دے کیونکہ حقیقی زندگی یہی ہے تو ہمیں اپنے در پر گرنے کی توفیق دے کیونکہ طاقت اسی سے ملتی ہے۔ تو ہمارے اندر سے آرام طلبی کی روح کو اپنی زبردست قوت سے نکال دے اور اس کی جگہ جہاد کی وہ روح ہمارے اندر بھر دے جس سے ہم تیرے رستے میں کام کرتے ہوئے تھکیں نہیں اور کسی کا طعنہ کسی کی گالی کسی کی نکتہ چینی وہ اپنا ہو یا دوسرا تیرے رستے میں ہمارے

عالم نسواں

پیشہ ـــــ خانہ داری

محترمہ سعیدہ سلطانہ صاحبہ

رفعت نے آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا "اونہہ مردم شماری ہوگی تو ہم سوختہ قسمتوں کے لئے کونسی ترقی کی شاہراہیں کھل جائیں گی نوچ دو دل آپے ہی اتوان کے تصور سے گھبرانے لگی ہوں"

میں نے تعجب سے پوچھا "ہائے اس میں خوف و ہراس کی کونسی بات ہے"

رفعت نے منہ بسورتے ہوئے جواب دیا "کبھی ایسی نا کہ مردم شماری کا فارم پر کرنا ہوگا اور پیشہ کے جواب میں مجھے 'خانہ داری' لکھنا ہوگا۔ خدا بچائے اس وقت سے میری طبیعت ہول رہی ہے۔ اور عجب احساس کمتری پیدا ہونے لگتا ہے۔ یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود میں خود اپنی نگاہوں میں حقیر دکھنے لگتی ہوں۔ آہ! میں اپنی زندگی کامیاب نہ بنا سکی!"

میں نے تسلی آمیز لہجہ میں کہا "میں کبھی ! تمہارا یہ مطلب ہے کہ تم ڈاکٹر، پروفیسر، وکیل یا وزیر نہ بن سکیں۔ جو جانتی بھی ہو کتنے ان گنت پیشے تمہاری ایک ذات سے وابستہ ہیں جنہیں تم نہایت معاملہ فہمی، دانشمندی اور خوش اسلوبی سے آج تک برابر انجام دیتی چلی آئی ہو۔ مثلاً بیک وقت تم منیجر، ڈرائیور، نرس، معلمہ، مشیر، پرائیویٹ سیکرٹری، گھر سجانے والی، لباس تیار کرنے والی، منتظم، خانساماں اور سب سے بڑھ کر انسانیت دوست۔"

رفعت نے جلدی سے بات کاٹتے ہوئے کہا "مگر بہن انسانیت دوست تو وہ ہے جو اپنا سب رفاہ عام کے کاموں میں صرف کرے"

میں نے سمجھاتے ہوئے جواب دیا "ایسا ضروری نہیں۔ انسانیت دوست وہ شخص ہے جو خلق خدا سے حقیقی محبت رکھے۔ اور اسی جذبہ سے سرشار ہو کر کچھ نہ کچھ قربانی بھی کرے۔ آج تک تم بھی تو محنت کے تقاضوں سے متاثر ہو کر سرگرم عمل رہی ہو۔۔۔۔ اور حسب المقدور اپنی ذہانت، دیانت اور جذبات تقسیم کرتی رہتی ہو"

رفعت نے سوچتے ہوئے افسردگی سے کہا "ممکن ہے تم کسی حد تک ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن وقت کی رفتار اور تقاضوں کے دوش بدوش میں وہ خدمات بجا لانے سے قاصر رہی ہوں جن کی دل سے متمنی تھی یہی وہ خلش ہے جو مجھے بے چین رکھتی ہے اور خود مجھے اپنی زندگی بے کیف اور بے مقصد دکھائی دینے لگتی ہے۔"

میں نے خیالات کا تسلسل قائم رکھتے ہوئے شفقت بھرے لہجے میں رفعت کے کندھوں پر تھپکی دیتے ہوئے جواب دیا "بہن ممکن ہے کہ زندگی اور اس کے مستقبل کا جو حسین خاکہ تم نے دماغ میں قائم کیا تھا، وہ تشنۂ تکمیل ہی رہا ہو لیکن اپنے گھر شوہر اور بچوں کی فلاح و بہبود کیلئے اپنی دلی خواہشات کا 'بلیدان' دینا کیا کم قربانی سمجھتی ہو۔ عورت بحیثیت بیٹی بیوی اور ماں اپنی تمام زندگی پر محیط ہے۔ پہلا دور اسے مستقل مزاجی اور معاملہ فہمی کے پہلو بہ پہلو کامیابی کیساتھ اگلا قدم اٹھانے پر تیار کرتا ہے۔۔۔ دوسرا شادی کے بعد شروع ہوتا ہے۔ جبکہ عورت بہو اور رفیق زندگی کی دشوار گزار شاہراہ پر گامزن ہوتی ہے۔ اس وقت وہ اپنے شوہر کی ہمراز اور غمگسار ہوا کرتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ گھر کی نگران و حکمران بھی۔۔۔ اب عورت کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ اپنی ذہانت اور قابلیت کی روشنی میں خاوند کے لئے مسرت اور راحت بن کر اور دیگر عزیز و اقارب سے ان کے حسب مراتب پیش آتے ہوئے اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنا دے۔ تاکہ خاندانی عزت و شرافت کا زریں تاج اس کے سر کی زینت بن سکے۔

بیوی کے بعد وہ ماں کے درجے میں قدم رکھتی ہے۔ ماں کی گود ہی ایسا گہوارہ ہے جہاں انسانیت کے جوہر پلتے اور مستقبل کے معمار جوان ہوتے ہیں خانہ داری کے دیگر فرائض کے دوش بدوش پرورش و تربیت اطفال ماں کا اہم فرض ہے بچے کو صحیح معنوں میں تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنا گویا قوم کی ترقی میں ہاتھ بٹانے کی مصداق ہے ایک گھر کے منور ہو جانے سے محلے شہر، ملک بلکہ دنیا خوشحال ہو جاتی ہے۔ اسلامی معاشرہ میں عورت کی سب سے بڑی غرض و غایت قوم کی تعمیر ہے اگر عورت ایک بھی صاحب کردار اور بلند ہمت شخصیت معاشرہ کو دے سکے۔ تو اس کی زندگی لازوال ہو جاتی ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں اب ذرا بنظر تعمق اپنی گھریلو زندگی کا جائزہ لو۔ تم نے ایک محدود تنخواہ والے پروفیسر سے شادی کی اس پندرہ سال کے عرصہ میں تم نے محض اپنی ذہانت سلیقہ شعاری اور جدت طرازی کی برکتوں سے نہ صرف اپنے شوہر بلکہ عزیز و اقارب کی بھی دلبستگی کا سامان مہیا کر کے سب کے دلی سکون اور شادمانی کو برقرار رکھا اور اس گھر کو حقیقی معنوں میں گلزار بنا دیا۔

تمہارے تین بچے ہیں جو خدا کے فضل سے نہایت تربیت یافتہ اور بلند کردار کے حامل ہیں اعلیٰ تربیت کے ساتھ تم نے اپنی تعلیمی بحث و تمحیص کی بدولت ان کی عقل و دانش کو چار چاند لگا دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی صلاحیتیں دن دوگنی اور رات چوگنی نمایاں ہوتی چلی گئیں اور ہمیشہ اپنی جماعتوں میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہو کر وظیفہ بھی حاصل کرتے ہیں ذرا غور تو کرو یہ سب کچھ جب ہی ممکن ہو سکا جبکہ تم ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ بیگم ہو"

رفعت نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ "لیکن بہن افسوس تو اسی بات کا ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے پر بھی میں کبھی روپیہ نہ کما سکی"

میں نے نہایت اطمینان سے سمجھاتے ہوئے جواب دیا "بہن اکثر عورتیں اپنی اعلیٰ تعلیم کو ذریعہ معاش بنا کر بچوں کی پرورش اور نگہداشت کا بار تنخواہ دار آیا اور گھر کا انتظام کسی محدود سمجھ والے ملازم پر چھوڑ کر خود گھریلو معاملات سے بے نیاز ہو جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ہماری معاشرتی زندگی روز بروز خراب ہوتی جا رہی ہے۔ اور گھریلو نظام کا شیرازہ بکھرنے کو ہے۔ ان کے شوہروں کو مسرت حاصل ہونی تو درکنار کشمکش حیات کے بعد گھر کا اطمینان و راحت بھی صحیح معنوں میں میسر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم عورتوں کے مقابلہ میں مرد اتنے جلدی پیارے ہو جاتے ہیں۔ ان کی بے ترتیب اور ناشائستہ اولاد مستقبل کی معمار کیسے بن سکتی ہے عورت کی تعلیم کی اصل غرض و غایت تو یہ ہے۔ کہ وہ سچے معنوں میں اپنے فرائض سے روشناس ہو کر ان سے باحسن وجوہ عہدہ برآ ہو اگر ان خواتین کی کمائی ہوئی دولت یکجا کی جائے تو تمہارے ایثار اور بے لوث خدمات کے پاسنگ بھی نہیں ہو سکتی۔ ذرا غور کرو ماں کا بدل کس قیمت پر خریدا جا سکتا ہے؟ تمہارے مقابلے میں کوئی بھلا ایسا ہمدرد منتظم کہاں دستیاب ہو سکے گا۔ جو اپنے ذاتی مفاد کو پس پشت ڈال کر صرف گھر کا اور گھر والوں کا مفاد ہر آن و ہر لحظہ مدنظر رکھے۔ اسراف بے جا کی روک تھام کر کے روپیہ پس انداز کر لینا کمانے سے بدرجہا بہتر ہے ہمیشہ تمہارا یہی وطیرہ رہا ہے یہی تمہاری بیش بہا خدمت ہے تم اپنا گھر بنانے اور سنوارنے نیز اپنے بچوں کی پرورش اور ان کی تعلیم پر کم سے کم اصراف کرتی ہو۔ فرصت کے اوقات میں شوہر کی خدمت کے علاوہ اسے لیکچروں کی تیاری میں امداد دیتی ہو۔ اس کے علاوہ تم قومی اور ملی مفاد کے اداروں کی سرگرم رکن ہو۔ فرصت ملنے پر محلے کے بچوں بچیوں کو پڑھاتی ہو۔ بے ہنر عورتوں

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۲)

بچوں کا صفحہ

سلطان محمد تغلق قانونی شکنجے میں!

دلی کا بادشاہ سلطان محمد تغلق بے احتیاط سا آدمی تھا لیکن جہاں اس میں برائیاں تھیں خوبیاں بھی تھیں

ایک دفعہ اس نے ایک غیر مسلم کو جان سے مار ڈالا۔ مقتول کے بھائی نے قاضی کی عدالت میں دعوے دائر کر دیا۔ قاضی نے حسب دستور سلطان کے نام سمن جاری کر دیئے۔ اسلامی قانون کے سامنے سلطان کو چوں و چرا کی مجال نہ تھی۔ تاریخ مقررہ پر عدالت میں حاضر ہوگیا۔

قاضی نے فریقین کے بیان سنے اور اس پر واضح ہوگیا۔ کہ سلطان مجرم ہے۔ بر سر عدالت فیصلہ سنا دیا اور دو صورتیں بادشاہ کے سامنے پیش کیں۔ سزائے موت یا مقتول کے ورثا کے ساتھ دیت (خون بہا) پر سمجھوتہ۔

سلطان نے مقتول کے ورثا کو خون بہا پر راضی کر لیا اور ایک گراں قدر رقم اپنی جیب سے اس کی نذر کی۔ مقتول کے بھائی نے عدالت میں حاضر ہوکر مقدمہ واپس لینے کی درخواست پیش کی۔ اور اس طرح سے بادشاہ کی جان بچ گئی۔

جن مسلمان بادشاہوں کو برا کہا جاتا ہے ان کی بھی یہ حالت تھی کہ انہیں اسلامی قانون کے سامنے سر جھکانا پڑتا تھا عدل و انصاف کے لئے اسلامی عدالتیں کھلی تھیں۔ جہاں ہر مذہب و ملت کا آدمی دعویٰ دائر کر سکتا تھا پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ ایک غیر مسلم کو یہ یقین ہوتا تھا کہ عدالت اس سے ضرور انصاف کرے گی۔ اور اگر مقدمہ بادشاہ کے خلاف بھی ہو تو بھی عدالت اس کا لحاظ نہیں کرے گی۔ کیونکہ عدل مسلمانوں کی روایتی چیز ہے دنیا کی تاریخ میں ایسے سلطان بہت کم نکلیں گے جو انصاف کو ہاتھ سے دیں۔ اور اکثریت ایسے ہی بادشاہوں کی نکلے گی جو عدل و انصاف کے پابند اور رعایا کے حقوق کی بلا امتیاز مذہب و ملت نگہداشت کرتے تھے۔

مولانا مرتضیٰ خاں صاحب

ایک مسلمان سپاہی کی اخلاقی جرأت

اکبر اعظم کے عہد میں شہباز خاں نامی ایک بہت بڑا جرنیل تھا جو خاص قابلیتوں کا انسان تھا۔ اور وہ ایک سچا مسلمان ہونے کی وجہ سے پنج وقتہ نماز نہایت پابندی سے ادا کیا کرتا تھا۔

ایک دفعہ عصر کے وقت فتح پور سیکری کے تالاب کے کناروں پر شہنشاہ اکبر شہباز خاں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ٹہل رہا تھا۔ اور ساتھ ساتھ سلطنت کے بعض ضروری کاموں کے متعلق اس سے گفتگو کر رہا تھا۔ کچھ امیر وزیر تھوڑے فاصلے پر کھڑے تھے اور اس پر چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ کہ دیکھیں آج بھی شہباز خاں نماز پڑھتا ہے یا نہیں۔ نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ بادشاہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اس سے باتیں کر رہا ہے آج شہباز خاں کے منادی ہونے کی۔

سب حقیقت کھل جائیگی ادھر لوگ اس قسم کی باتوں میں مصروف تھے ادھر شہباز خاں نے سورج کی طرف نگاہ ڈالی اور بادشاہ سے عرض کی کہ جہاں پناہ! مجھے اجازت دیجئے میں نماز عصر ادا کر لوں! اکبر نے کہا "اتنی کیا جلدی ہے شام کی نماز کے ساتھ ملا کر پڑھ لینا لیکن شہباز خاں کب ماننے والا تھا فوراً بادشاہ کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ اور قبلہ رو ہوکر نماز میں مشغول ہوگیا بادشاہ بہت شرمندہ ہؤا اور امراء وزرا نے شہباز خاں کی اس جرأت کی تعریف کی ؏

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

سچ ہے جن کو خدا نے ایمان کی دولت عطا کی ہے۔ اور جن کے دل میں خدا کا ڈر ہے وہ دنیوی بادشاہوں سے نہیں ڈرتے۔ وہ اسی ہستی سے ڈرتے ہیں جو بادشاہوں کا بادشاہ اور حاکموں کا حاکم ہے ؎

آنکس بتو رسد شہاں را چہ کند ! باخبر تو خیر خسرواں را چہ کند

رفتار عالم

ہند و پاکستان

— کراچی ۹ رفروری پسماندہ ملکوں کو فنی امداد دینے کے بارے میں صدر ٹرومین کے چار نکاتی پروگرام کے ماتحت پاکستان اور امریکہ کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخط ہو گئے ہیں۔ اس معاہدہ کے تحت پاکستان کو چھ لاکھ ڈالر کی امداد ملے گی۔ پاکستان کی طرف سے قائم مقام وزیر خزانہ ڈاکٹر محمود حسین نے دستخط کئے معاہدہ پر فوراً عملدرآمد ہونے لگے گا۔ اس معاہدہ کے تحت امریکہ فنی ماہرین پاکستان بھیجے گا۔ اور پاکستان اپنے باشندوں کو تربیت کے لئے امریکہ بھیجے گا۔

— ڈھاکہ ۱۱ رفروری پاکستان یہ مسٹر لیگ کے سیکرٹری مسٹر رابندرنا کھند برلا نے ایک بیان میں مشرقی بنگال لیگ کے اس فیصلہ کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ کہ پاکستان کی سرکاری زبان عربی ہونی چاہیئے۔

انہوں نے کہا۔ کہ اقلیتیں پاکستان کی مقدس امانت ہیں اور اقلیتوں کا مطالبہ یہ ہے کہ پاکستان کی زبان عربی نہیں بلکہ اردو ہونی چاہیئے۔

— لاہور ۹ رفروری کپاس کی بین الاقوامی مشاورتی کمیٹی کا دسواں مکمل اجلاس آج ختم ہو گیا۔ مشاورتی کمیٹی کا آئندہ اجلاس مئی یا اپریل ۱۹۵۲ء کے وسط میں روم یا میلان میں ہو گا۔ یہ فیصلہ کمیٹی نے حکومت اٹلی کی پیش کش پر کیا

— کراچی۔ پاکستان مسلم لیگ کے صدر مسٹر لیاقت علی خان سے قرب رکھنے والے حلقوں نے بتایا ہے کہ یہ جو کہا جا رہا ہے کہ مرکزی پارلیمنٹری بورڈ نے پنجاب کے آئندہ انتخابات کے لئے غلط امیدواروں کو چنا ہے اس کے متعلق لیاقت علی خاں نے کہا ہے۔ کہ یہ بے بنیاد اعتراض ہے۔

— نئی دہلی ۷ رفروری آج صبح چاندنی چوک میں ۱۱۰ فٹ بلند گھنٹہ گھر کی چوٹی اچانک گر پڑی۔ جس سے ۹ اشخاص ہلاک اور ۹ زخمی ہوئے۔ گھنٹہ گھر کا تیس فٹ بالائی حصہ زور دار دھماکے کے ساتھ نیچے گرا۔

— لاہور آج وزیر اعظم پاکستان و صدر آل پاکستان مسلم لیگ مسٹر لیاقت علی خاں نے کراچی روانہ ہونے سے قبل ایک اخباری نمائندہ کے سوال کے جواب میں کہا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ گورنر جنرل پاکستان کے ۲۴ رجنوری ۱۹۴۹ء کے اعلان کے مطابق پنجاب اسمبلی کے سب ارکان کو نااہل، سازشی اور بددیانت قرار دیا گیا تھا انہوں نے کہا کہ بہت سے ارکان اسمبلی کے خلاف یہ الزامات درست تھے مگر بعض ارکان الزامات سے مبرا تھے۔

— کراچی موتمر عالم اسلامی کا سالانہ اجلاس آج رات کراچی میں شروع ہو گیا۔ اجلاس کے صدر مفتی اعظم فلسطین حاجی امین الحسینی نے اجلاس کی صدارت فرمائی۔ انہوں نے اپنے خطبہ صدارت میں دنیا کے مسلمانوں کو متحد کرنے اور ایک اسلامی بلاک بنانے کے لئے سات نکاتی لائحہ عمل پیش کیا۔ دنیا کے ۳۴ اسلامی ممالک کے مندوبین نے بھی اس اجلاس میں شرکت کی۔

— لاہور ۱۱ رفروری امید ہے کہ حکومت پاکستان

کشمیر

— راولپنڈی ۱۱ رفروری۔ کشمیر کی تحریک آزادی کے ایک ممتاز لیڈر اور آزاد کشمیر حکومت کے سابق وزیر کرنل شیر احمد خان نے آج ایک بیان میں اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا ہے کہ جموں اور کشمیر کی ریاست کے باشندوں کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ اور سیاسی مصلحتوں پر ریاست کے چالیس لاکھ باشندوں کے مستقبل کو قربان کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے۔ کہ سیکورٹی کونسل اپنے فیصلوں کو منوانے کے لئے ہندوستان کو پوری طاقت سے مجبور کرے۔

— سبی ۰ ارفروری آج یہاں امین الدین ایجنٹ گورنر جنرل نے سبی کے سالانہ دربار میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ بطمانیت قلبی کا باعث ہے۔ کہ سرداروں اور قبائلیوں نے پاکستان سے وفاداری کا عہد استوار کر لیا ہے۔ اور کابل کے حکمران طبقے پر بخوبی آشکارا ہو گیا ہے۔ کہ پاکستان میں بسنے والے قبائلیوں کی وفاداری متزلزل نہیں ہو سکتی۔ افغان حکومت نے چھاپے بھی مارے۔ لیکن ناکام رہی۔ اور اس کے لئے میں اس صوبہ کے قبائلیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کشمیر کے متعلق میاں امین الدین نے انکشاف کیا۔ کہ قبائلی عوام مسئلہ کشمیر کے فوری حل کے خواہش مند ہیں۔

— لیک سکسس ۹ رفروری معلوم ہوا ہے۔ کہ برطانیہ اور امریکہ اگر ممکن ہوا تو بعض دوسرے ممالک کے ساتھ مل کر سلامتی کونسل میں آئندہ ہفتہ مسئلہ کشمیر پر بحث شروع ہونے کے وقت تنازعہ کشمیر کے متعلق ایک مشترک قرارداد پیش کر دیں گے۔

— لاہور ۵ رفروری جموں کشمیر مسلم کانفرنس کی شاخ لاہور کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس اس شاخ کے صدر سردار محمد عالم خاں کی صدارت میں ہوا اس اجلاس میں آزادی کشمیر کی تحریک کے نگران اعلیٰ قائد ملت چودھری غلام عباس کے پچھلے بیان کی پوری تائید کی۔ جس میں انہوں نے اقوام متحدہ سے بھارت کو کشمیر میں حملہ آور قرار دینے کا مطالبہ کیا۔

— پنجاب بہاولپور اور بھارت کی ساڑھے سو میل لمبی سرحد پر ناجائز تجارت کو روکنے کے لئے ان ناجائز تجارت کرنے والوں کے خلاف سخت اقدامات کرے گی۔ یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ پاک و بھارت کے درمیان قطعی طور پر تجارت بند ہو جانے اور سرحد پر کسٹم اور نگرانی کی چوکیوں کی کمی کی وجہ سے اس ناجائز تجارت میں اور اضافہ ہوا ہے۔

— کراچی ۱۱ رفروری موتمر اسلامی کے تیسرے کھلے اجلاس میں آج اجلاس کے ترک صدر مسٹر ثمر رمنا ڈاگر لے نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا۔ کہ اس وقت ہماری تمام مساعی مسلمانوں کو متحد اور سرگرم عمل کرنے اور انہیں ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنے کے لئے وقف ہو جانی چاہئیں

بلاد غیر

— بغداد دو عراق کے ایک سابق وزیر اعظم علی جودت نے سٹار سے ایک ملاقات کے دوران میں کہا۔ کہ عالمی امور کے متعلق عرب ممالک کا رویہ ایسا ہونا چاہیئے جس سے پہلے خود ان کے مفاد کا تحفظ ممکن ہو۔

— ٹوسیٹے ۷ فروری ہر قسم کے حملے کے مقابلے کی تیاری کے لئے یوگوسلاویہ کے تمام بالغ مردوں کو فوجی تربیت دی جانے والی ہے۔

— قاہرہ ۱۱ رفروری عرب ممالک جن مسائل سے دوچار ہیں ان کو حل کرنے کی عرب لیگ جو کوششیں کر رہی ہے اسے سراہتے ہوئے مملکت نجد و حجاز کے وزیر خارجہ امیر فیصل نے اسٹار کو بتایا۔ کہ عرب ممالک کے اتحاد و استحکام کے سبب سے اقوام متحدہ میں عرب لیگ خاص طاقتور ہو گئی ہے

— ٹوکیو۔ ۱۱ رفروری اطلاع ملی ہے کہ اتحادی فوج کے دستے سیول میں داخل ہو گئے تھے۔ وہ کمیونسٹوں کے شدید حملوں کی وجہ سے نہ صرف سیول سے نکل چکے ہیں بلکہ دریائے ہام کے جنوبی کنارے تک واپس آ گئے ہیں

— لندن ۱۱ رفروری امریکہ اس کوشش میں ہے کہ مغربی جرمنی کو کسی طرح جلد از جلد مسلح کر دیا جائے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ معاہدہ اوقیانوس والی قوموں میں بڑا اضطراب پھیل گیا ہے اس سے بھی سنگین بات یہ ہے کہ برسلز میں جو فیصلے ہوئے تھے۔ اس کی توجیہ مختلف اوقیانوسی قومیں مختلف طور پر کر رہی ہیں طرہ یہ ہے کہ جرمنوں کی ہتھیار بندی کے سوال پر جتنا غور کیا جاتا ہے اتنے ہی اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں

— کینبرا ۱۱ رفروری حال ہی میں چند حلقوں سے آسٹریلیا کی خارجہ پالیسی جہاں تک اس کا سفارتی اقدامات سے تعلق ہے بظاہر کچھ پیچیدہ سی ہو گئی ہے۔ جنرل میکارتھر پر شدید نکتہ چینی ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود چین کو تسلیم کرنے پر نارضامندی میں آسٹریلیا نے امریکہ کا ساتھ دیا دوسری جانب جاپان کو مسلح کرنے کے خلاف آسٹریلیا نے

ہفتہ وار پیغام صلح [illegible]

ڈاک رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۲۷۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم — محمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ٭ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ:- چھ روپے (پاکستان سے)
۸-۱۲-۰ روپے (ہندوستان سے)
سالانہ چندہ ممالک غیر سے:- ۲۳ شلنگ۔

ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا،
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ ۱۴ جمادی الاول سنہ ۱۳۷۰ ھ مطابق ۲۱ فروری سنہ ۱۹۵۱ ء | نمبر ۷

دنیائے اسلام کا اتحاد اور اسلامی اصولوں پر عمل ہی کامیابی کا موجب ہو سکتا ہے (مفتی اعظم فلسطین کا ارشاد)

آج اس اندھیرے میں آفتاب اسلام کی شعاعیں ہی روشنی پیدا کر سکتی اور اس دنیا کو صحیح منزل مقصود کی طرف لے جا سکتی ہیں (لیاقت علی خان)

مؤتمر عالمِ اسلامی کی مختصر روئیداد

کراچی میں چند دن ہوئے عالم اسلامی کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں قریبًا تمام اسلامی ممالک کے نمائندے شریک تھے۔ الجیریا اور سیام کے دو احمدی نوجوان بھی اس موتمر میں شریک ہوئے۔ جن کے مفصل حالات دوسری جگہ درج ہیں۔ ذیل میں اس کانفرنس کی مختصر روئیداد پیش کی جاتی ہے:-

کانفرنس کا افتتاح

کانفرنس کے افتتاحی اجلاس کی صدارت مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی نے کی اور کانفرنس کا افتتاح وزیر اعظم پاکستان نے کیا۔ آپ نے اپنی تقریر میں کہا کہ پاکستان کو عالمگیر مسلم اخوت کے استحکام سے زیادہ عزیز اور کوئی شے نہیں ہو سکتی اسلامی تعلیمات اور دنیا کی موجودہ کشمکش اور بے چینی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ دنیا میں اس قوم کے پنپنے کے لئے کوئی موقعہ نہیں۔ جو ایمان ویقین اور خود اعتمادی کے اوصاف سے عاری اور اپنے اخلاقی ثقافتی اور روحانی سرچشموں سے محروم ہو چکی ہو آج دنیا اندھیرے میں بھٹک رہی ہے اور مادہ پرستی کی الجھنوں میں پھنس گئی ہے۔ انسانیت حاضرہ سرمایہ داری اور اشتراکیت کے لادینی نظاموں کے دام میں گھر گئی ہے اور ان نظاموں کے تباہ کن تصادم سے زخمی پریشان اور زبون حال ہے۔ اور شمع ہدایت کے لئے ترس گئی ہے مجھے ذرا بھی شبہ نہیں ہے۔ کہ آج اس اندھیرے میں آفتاب اسلام کی شعاعیں ہی روشنی پیدا کر سکتی اور دنیا کو صحیح منزل مقصود کی طرف لے جا سکتی ہیں۔

خطبۂ صدارت

مفتی اعظم نے اپنے خطبہ صدارت میں اس امید کا اظہار کیا۔ کہ کانفرنس میں شرکت کرنے والے مندوب اخوت، اتحاد اور اسلامی اصولوں پر مسلمانوں کی ذہنی نشاۃ ثانیہ کو اجاگر کریں گے تاکہ دنیا میں امن آزادی اور خوشحالی قائم کرنے کے لئے عالم اسلام اپنے مقررہ فرائض انجام دے سکے۔ آپ نے سات نکات پر مشتمل مسلمان ممالک کے لئے حسب ذیل ضابطۂ عمل پیش کیا

۱۔ مخصوص اور صحیح عقائد کے ذریعہ روحانی طاقت پیدا کرنا۔
۲۔ اسلامی بلاک کا قیام
۳۔ اقتصادی، ثقافتی اور روحانی امور میں مسلمانان عالم کا اشتراک۔
۴۔ غلط قدروں سے گریز
۵۔ مزدوروں اور کسانوں کے ساتھ انصاف اور مسلمانوں میں رنگ ونسل ونسب کے امتیاز کا خاتمہ۔
۶۔ دنیائے اسلام کا اتحاد۔
۷۔ اسلامی ممالک سے متعلق مسائل پر غور وخوض کے لئے موتمر کی طرف سے ایک خصوصی ادارے کا قیام

عالم اسلامی کا دفاع

مؤتمر عالم اسلامی کے دوسرے کھلے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے انڈونیشی وفد کے لیڈر مسٹر شمس الرجال نے کہا کہ مسلمانوں کو زمانہ کے ساتھ چلنا چاہیئے۔ اور ایک ایسی جماعت قائم کرنی چاہیئے جسے عالم اسلام کا دفاع کہا جا سکے۔ اور جو اسلامی تصور کا تجزیہ کر کے اسے مضبوط بنائے۔ اور مسلمانوں کو ترقی کے موجودہ رجحانات کے ساتھ چلنے میں مدد دے

آپ نے کہا کہ دنیا انقلابی تبدیلیوں سے گذر رہی ہے مسلح تصادم جاری ہیں۔ اور ان مسائل کو حل کرنے میں اسلحہ کی طاقت سے کام لیا جا رہا ہے۔ ان حالات میں اسلامی ملک اس مدوجزر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے مسلمانوں کو یہ احساس کرنا اور عالمگیر ترقی کے موجودہ رجحانات کا ساتھ دینا چاہیئے۔

اسلامی ملکوں میں جو قوانین اور رسم ورواج ترقی کے راستہ میں حائل ہیں ان کو بدل دینا چاہیئے۔ مؤتمر اسلامی تمام دنیائے اسلام کے بہترین دماغوں پر مشتمل ہے۔ اسے چاہیئے کہ اس سلسلے میں جلد کوئی اقدام کرے

الجیریا اور چین

الجیریا کے نمائندے ...... نے کہا کہ الجیریا کے مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی تکالیف کو دیکھ کر خوابِ غفلت سے بیدار ہو گئے ہیں۔ جو کچھ جونا گڈھ، حیدرآباد اور بھارت میں ہوا ہے۔ وہ ہمارے لئے ایک تازیانہ ہے ہم چاہتے ہیں کہ جلد از جلد اسلامی دنیا میں اتحاد قائم ہو جائے۔

حاجی جلال الدین ڈنگ زین شان چینی نمائندے نے کہا۔ ہمارا ملک اس کانفرنس میں شرکت کیلئے ہمیشہ تیار رہا جس کے لئے اسے دعوت دی گئی۔ اور ہم پورے زور سے آپ کی حمایت کرتے ہیں۔

چار نکات

سید عبدالحمید الخطیب سفیر سعودیہ عرب برائے پاکستان نے کہا کہ مسلمانوں کو ہمیشہ مندرجہ ذیل امور پر عمل کرنا چاہیئے تاکہ وہ ہر معاملے میں کامیابی حاصل کر سکیں

۱۔ اللہ پر بھروسہ اور اسی سے مدد کا طالب ہونا
۲۔ اللہ کے احکام کی تکمیل
۳۔ انہیں آپس میں محبت واتحاد سے رہنا چاہیئے
۴۔ انہیں پہلے مسلمان بننا چاہیئے اور اسکے بعد

اسلامی دستور کا مطالبہ کرنا چاہیئے۔

ترکی میں اسلام

تیسرے کھلے اجلاس میں ترکی مندوب محمد رضا طغرل نے اپنے خطبہ صدارت میں کہا۔

ترکیہ میں ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے اور مذہب ہماری روزانہ زندگی میں پوری طرح دخل انداز ہے۔ مذہب کو قدر واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ علما ترکیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مذہب ہمارے باہمی اتحاد کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ دور عثمانی میں شیعہ سنی جھگڑے موجود تھے لیکن اب شیعہ حضرات نے بھی اکثریت (سنیوں) کی دوش بدوش قومی جدوجہد میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ عام مذہبی آزادی کا اعلان کرنے کے بعد جمہوریہ ترکیہ میں امور مذہبی کا ایک شعبہ قائم کیا گیا ہے جس کے نگران اعلیٰ کا فرض ہے کہ وہ تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھے۔ اور فتوے صادر کرے۔ اس ادارے کی شاخیں تمام ترکیہ میں موجود ہیں۔ اس کا صدر مقام انقرہ ہے پانچ سو افراد اس شعبے میں کام کرتے ہیں۔ عربی کی تعلیم اور تلاوت قرآن پاک کی تعلیم کے لئے مبلغین اسلام کے پانسو ادارے موجود ہیں۔ جو تعلیم اسلام کے ماتحت مفید لٹریچر بھی شائع کرتے رہتے ہیں۔ اس ادارے کے ماتحت تفسیر قرآن پاک کی نو جلدیں شائع کی گئی ہیں جن کے اخراجات حکومت نے برداشت کئے ہیں۔ صحیح بخاری شریف کا ترکی ترجمہ بھی شائع کیا گیا ہے۔ لیکن ترکوں کے لئے یہ بھی کچھ کافی نہیں ۱۹۵۰ء کے انتخابات میں عوام نے مطالبہ کیا کہ اذان عربی زبان میں کہنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ یہ مطالبہ منظور کر لیا گیا اور یہ بھی۔ کہ عام مدارس میں مذہبی تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔

ابتدائی اسکولوں میں اب مذہبی تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے۔ اور ثانوی اسکولوں میں اس کے رواج کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ اب وہ وقت دور نہیں جب ہم ایک اعلیٰ اسلامی تحقیقاتی ادارہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مختصر یہ کہ ترکیہ میں مسلمان اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں

خواتین کی اولین ذمہ داری

موتمر عالم اسلامی کے زنانہ اجلاس کی صدر اور ایرانی وفد کی رکن سیدہ ماہ منیر نفیس جزائری نے مسلم خواتین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ان کی سب سے اولین ذمہ داری یہ ہے کہ مستقبل کیلئے نیک، مخلص اور شریف بچوں کو تربیت دیں۔ آئندہ نسلیں صرف اسی وقت اپنے قومی اور مذہبی فرائض ادا کر سکتی اور اپنی اصلاح کر سکتی ہیں جب تک مائیں اپنے بچوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق تربیت دینے کے فرائض دیانتداری اور خلوص کیساتھ سرانجام نہ دیں اصلاح نہیں ہو سکتی ایران نے ایشیا اور مشرق بعید میں اسلام کی ترویج اور اشاعت میں جو نمایاں حصہ لیا ہے اس کا تذکرہ کرنے کے بعد آپ نے کہا کہ اسلام کے موجودہ پیرو گذشتہ نسلوں کی کوششوں اور قربانیوں کا نتیجہ ہیں۔ اور اس زمانہ کے مسلمان مردوں اور عورتوں کا یہ فرض ہے کہ اپنے مذہب کی حفاظت اور مضبوطی میں نمایاں حصہ لیں۔ اگر مسلمان مردوں پر اسلامی ممالک کے دفاع اور ان کی سرحدوں کی حفاظت کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ تو ہم مسلمان خواتین کے کاندھوں پر بھی بہت سی ذمہ داریوں کا بار پڑتا ہے۔ جن میں سب سے اولین ذمہ داری مستقبل کیلئے نیک اور مخلص پود کو پروان چڑھانا ہے۔

موتمر کے فیصلے

موتمر کے آخری اجلاس میں حسب ذیل قراردادیں منظور ہوئیں:۔

(۱) عالم اسلام کا ہر فرد کشمیر کو پاکستان کا جزو لاینفک سمجھتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت کشمیر کو پاکستان سے کاٹ نہیں سکتی قرارداد میں حفاظتی کونسل پر زور دیا گیا ہے کہ وہ کشمیر میں جلد سے جلد رائے شماری کرانے سے متعلق اپنی قرارداد پر عمل کرے اور ہندوستان کو کشمیر سے فوجیں نکالنے پر مجبور کرے

(۲) ہندوستان حیدرآباد، جوناگڑھ، مناودر اور مانا ودر اپنی فوجیں ہٹا لیں۔

۳۔ اسلامی ممالک اسلامی اصولوں کے احیاء کی طرف توجہ مبذول کریں۔

۴۔ طیونس۔ الجزائر اور مراقش کی تحریک آزادی کے علمبرداروں کو یقین دلایا گیا ہے کہ عالم اسلام انہیں تنہا نہیں چھوڑے گا۔

۵۔ دنیائے اسلام فلسطین کو اپنا ضروری حصہ قرار دیتی ہے۔ اور مغربی ملکوں کی روش کی مذمت کرتی ہے۔ فلسطین کی جنگ آزادی آخر وقت تک جاری رہے گی۔

۶۔ ممالک اسلامیہ میں عربی زبان کو قومی زبان قرار دیا جائے۔

۷۔ اگر کسی اسلامی ملک پر کسی دوسرے ملک کی طرف سے حملہ کیا جائے۔ تو دوسرے اسلامی ملک اس حملے کو سب اسلامی ملکوں پر حملہ قرار دیں۔ اور جارحانہ اقدام کرنے والے ملک کے خلاف متحدہ اقدام اختیار کریں۔

آخری تقریر

مفتی اعظم فلسطین نے اپنی اختتامی تقریر میں موتمر اور پاکستان کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے دنیائے اسلام کو متحد کرنے اور انہیں ایک مرکز پر لا کر کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے آپ نے کہا کہ مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی ہے کہ پاکستان کے عوام اسلامی اصولوں کے احیاء کی پوری کوشش کر رہے ہیں اور وہ دنیائے اسلام کو متحد اور متفق دیکھنے کے متمنی ہیں جس طرح پاکستانی عوام کو دنیائے اسلام سے محبت ہے مسلمانان عالم کو بھی پاکستان سے بڑی توقعات ہیں اور دنیائے اسلام کی بھلائی اسی میں ہے کہ عالم اسلام کا ہر فرد بشر پاکستان کی امنگوں کو پورا کرنے میں پاکستانی عوام کی مدد کرے ٭

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

تواضع اور انکساری عزت کا باعث ہے

عن عمرؓ قال وھو علی المنبر یا ایھا الناس تواضعوا فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تواضع للہ رفعہ اللہ فھو فی نفسہ صغیر وفی اعین الناس عظیم ومن تکبر وضعہ اللہ فھو فی اعین الناس صغیر وفی نفسہ کبیر حتی لھو اھون علیھم من کلب او خنزیر (مشکوٰۃ باب الکبر)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو۔ تواضع اور انکساری اختیار کرو۔ یقیناً میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مرتبہ کو بلند کر دیتا ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو حقیر خیال کرے تاہم لوگوں کی نظر میں وہ بہت قابل عزت بن جاتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دیتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے آپ کو معزز خیال کرے تاہم لوگوں کی نظر میں وہ کتے اور سؤر سے بھی ذلیل تر ہو جاتا ہے۔

ظالم پر قابو پا کر اسے معاف کرنے والا

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال موسیٰ ابن عمران علیہ السلام یارب من اعز عبادک عندک قال من اذا قدر غفر۔ (مشکوٰۃ باب الکبر)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے پوچھا کہ اے اللہ تیرے نزدیک تیرے بندوں میں سے کون معزز ترین شخص ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ شخص جسے ہر طرح کی طاقت حاصل ہے۔ (کہ اپنے مفتوح دشمن سے بدلہ لے) پھر وہ (اسے) معاف کر دے

غصہ ایمان کو تباہ کر دیتا ہے

عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الغضب لیفسد الایمان کما یفسد الصبر العسل (مشکوٰۃ باب الکبر)

بہز ابن حکیم نے اپنے دادا سے بتوسط اپنے باپ کے روایت کی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ (خصوصاً جس میں کبر ملا ہوا ہو یعنی متکبرانہ غیظ و غضب) ایمان کو خراب کر دیتا ہے جیسے شہد کو ایلوا خراب کر دیتا ہے،

بدیوں کو نیکیوں سے دور کرو

عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ ادفع بالتی ھی احسن قال الصبر عند الغضب والعفو عند الاساءۃ فاذا فعلوا عصمھم اللہ وخضع لھم عدوھم کانہ ولی حمیم قریب رواہ البخاری تعلیقاً (مشکوٰۃ باب الکبر)

ابن عباس سے ادفع بالتی ھی احسن کی تفسیر میں مروی ہے انہوں نے فرمایا غضب کے وقت صبر اختیار کرنا اور برائی کے نزدیک معاف کرنا (اگر کسی نے ظلم و زیادتی کی ہو تو قابو پانے پر اسے معاف کر دینا) پس جو لوگ ان باتوں پر عمل کریں گے اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں آفات نفس اور خلق سے محفوظ رکھے گا۔ اور ان کے دشمنوں کو ان کے آگے جھکا دے گا۔ وہ بوجہ ان کے اعلیٰ اخلاق کے ان سے محبت کریں گے گویا وہ ان کے قرابتدار دوست ہیں۔

۱۔ ترک کن کین و کبر و ناز و دلال — تا نہ گارت کشد بسوئے ضلال

۲۔ نیست این جائیگہ مقام مدام — ہوش کن تا نہ بد شود انجام

۳۔ در حقیقت بس است یا یکے — دل یکے جاں یکے نگا یکے

۴۔ ہر کہ او عاشق یکے باشد — ترک جاں پیشش اندکے باشد

پیغام صلح
جلد ۳۵ | یوم چہارشنبہ ۴ جمادی الاوّل ۱۳۷ ھ | نمبر

مسیح کی آمدِ ثانی اور ختمِ نبوت

مودودی صاحب کے خط پر تبصرہ

(۳)

اس سے پہلے دو اقساط میں ہم مودودی صاحب کے خط پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ بتا چکے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کی حیات اور نزول کا مسئلہ ایسے متشابہات میں سے نہیں کہ اس کو حل نہ کیا جا سکے۔ بلکہ جہاں تک نصوص قرآنی کا تعلق ہے۔ ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ یہ مسئلہ اب محکمات کے درجہ پر پہنچ گیا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی کھلی آیات اور واضح الفاظ سے یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان کے رفع اور نزول سے وہ مراد نہیں ہو سکتی۔ جو عام طور پر سمجھی جا سکتی ہے۔ بلکہ رفع سے وہی مراد ہے۔ جو حضرت ادریس علیہ السلام کے بارہ میں ورفعناہ مکانا علیا سے لی گئی ہے یعنی قرب الٰہی جیسا کہ امام رازی نے بھی لکھا ہے واعلم ان ھذہ الاٰیۃ تدل علٰی ان رفعہ فی قولہ ورافعک الی ھو الرفعۃ بالدرجۃ والمنقبۃ لا بالمکان والجھت کما ان الفوقیۃ فی ھذہ الاٰیۃ لیست بالمکان بل بالدرجۃ والرفعۃ

یعنی جان لو کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ورافعک الی آپ کے رفع سے مراد درجہ اور مقام کی بلندی ہے۔ نہ مکان اور جہت کی بلندی جیسا کہ فوقیت میں جس کا بیان ذکر ہے۔ مکان کی فوقیت نہیں بلکہ درجہ اور مرتبہ کی فوقیت ہے۔ ایسا ہی نزول مسیح سے وہی مراد ہے جو خود حضرت مسیح علیہ السلام کے نزدیک ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی سے مراد تھی۔ یعنی کسی دوسرے شخص (حضرت یحیٰ یا یوحنا) کا ایلیا کی خو بو میں ہو کر آنا حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے میں ان کی وفات ایک زبردست روک ہے۔ اس لئے دوبارہ آنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ نزول مسیح کی احادیث کی ویسی ہی تعبیر کی جائے جیسی مسیح علیہ السلام نے ایلیا کے دوبارہ آنے کی کی۔ اور یہ سمجھ لیا جائے کہ نزول مسیح سے حضرت نبی کریم صلعم کی امت میں سے ہی کسی شخص کا مسیح علیہ السلام کا مثیل ہو کر آنا مراد ہے۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے۔ کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کو نہ صرف اِمامکم منکم کہا۔ بلکہ اس کا حلیہ بھی مسیح ناصری کے حلیہ سے مختلف بتایا۔ ایک ہی حدیث میں جو بخاری میں موجود ہے۔ مسیح ناصری کا حلیہ اور ہے اور آنے والے مسیح کا حلیہ اور۔ ایک کو سرخ رنگت گھنگریالے بالوں والا بتایا۔ اور دوسرے کو گندم گوں اور سیدھے بالوں والا بیان کیا۔ کیا اس سے ثابت نہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی آنے والا مسیح۔ مسیح ناصری سے کوئی مختلف ہستی تھی۔ جو بمصداق اِمامکم منکم اسی امت میں سے منصب امامت و مجددیت پر فائز ہونے والا کوئی شخص ہے

دوسری زبردست روک جو مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے میں ہے۔ ختم نبوت کا مسئلہ ہے اس کو جناب مودودی صاحب کسی طرح متشابہات میں قرار نہیں دے سکتے۔ لیکن کتنی حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ وہ فرماتے ہیں:-

"رہا یہ سوال کہ مسیح کی آمد ثانی کے ساتھ ختم نبوت کا عقیدہ کیسے نبھ سکتا ہے تو یہ کوئی ایسا مشکل سوال نہیں کہ خواہ مخواہ آدمی اس میں پریشان ہو۔ ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی نبوت عطا نہیں ہو گی۔ بلکہ وہ حضور سے پہلے نبی ہو چکے تھے اب اگر وہ آئیں گے تو اپنی نبوت کی طرف دنیا کو دعوت دینے کے لئے نہیں آئیں گے۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اتباع کی طرف دعوت دیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان کی آمد سے ختم نبوت ٹوٹ جائے؟"

مودودی صاحب نے تو اس مشکل ترین مسئلہ کو چند لفظوں میں سہل ترین بنا دیا ہے لیکن غور کر کے دیکھا جائے تو یہ اتنا سہل نہیں جتنا انہوں نے سمجھ لیا ہے۔ بلکہ جو توجیہ انہوں نے کی ہے وہ اور بھی مشکلات پیدا کر دیتی ہے۔ بیشک مسیح علیہ السلام کو آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نئی نبوت عطا نہیں ہو گی۔ لیکن وہ پرانی نبوت جو ان کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے آیا دوبارہ آنے پر زائل ہو جائے گی؟ آئمہ کا یہ کھلا ارشاد ہے۔ کہ نبی کی نبوت کبھی زائل نہیں ہوتی اور جو شخص یہ کہے کہ مسیح علیہ السلام نبوت سے معزول کئے جائیں گے وہ کافر ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ مودودی صاحب آئمہ کے اس مذہب سے اختلاف کر کے کفر کا تمغہ لینے کیلئے تیار ہوں۔ لیکن سوال یہ ہے۔ نبی خواہ نیا ہو یا پرانا۔ آخر نبی ہی تو ہے۔ اگر ایک نئے نبی کے آنے سے ختم نبوت ٹوٹتی ہے تو پرانے نبی کے آنے سے کیوں نہیں ٹوٹتی۔ اور نبی بھی وہ جو امت محمدیہ میں سے تو کسی طرح ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ یہ امت اس کی دعوت کو ماننے کی مکلف ہو سکتی ہے وہ تو رسولاً الٰی بنی اسرائیل ہے ایسی حالت میں کہ ایک ایسا عظیم الشان نبی صلعم موجود ہے جس کی دعوت تمام دنیا اور کل زمانوں کے لئے ہے (اور یہی ختم نبوت کے حقیقی معنے ہیں) ایک نبی اسرائیلی نبی کا آ جانا۔ اور امت محمدیہ کو دعوت دینا کیا ختم نبوت کی کھلی توہین نہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی موجودگی میں کسی اور نبی کا آ جانا خواہ وہ پرانا ہی ہو کسی طرح جائز ہو سکتا ہے؟ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کھلے لفظوں میں فرما دیا انا خاتم النبیین لا نبی بعدی میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ کیا اس لا نبی بعدی میں پرانے یا نئے کا کوئی استثنا موجود ہے کیا یہاں لا نفی عام نہیں۔ غور کرنے اور سوچنے کا مقام ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے بعد مطلق طور پر نبی کا آنا بند قرار دیں اپنے آپ کو قصر نبوت کی آخری اینٹ قرار دیں۔ انا ھذہ اللبنۃ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ لیکن جناب مودودی ایک پرانی اینٹ کو اپنی جگہ سے اکھاڑ کر قصر نبوت کی آخری اینٹ کے بعد لگانا چاہتے ہیں۔ اور اس طرح خاتم النبیین کے اس مفہوم کو عملاً باطل قرار دیتے ہیں۔ جو لا نبی بعدی میں فرمایا گیا ہے۔

یاد رکھئے! اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب ہی ایک ایسے انسان ہیں جنہوں نے ختم نبوت کو اس کے اصلی اور صحیح معنوں میں قائم کیا ہے۔ اور صاف اور کھلے لفظوں میں فرمایا ہے کہ:-

"قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں۔ لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے۔ اور پرانے اور نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے۔ اور خاتم النبیین کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے۔" (ایام الصلح)

پس جناب مودودی ہوں یا قادیانی ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ اور ہم دونوں سے وہی عرض کریں گے جو حضرت مرزا صاحب نے فرمایا۔ کہ لا نبی بعدی میں نفی عام ہے۔ اور پرانے اور نئے کی تفریق کرنا یہ ایک شرارت ہے۔ ختم نبوت کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آ سکتا۔ نیا ہو یا پرانا۔ اگر نئے نبی کے آنے سے ختم نبوت باطل ہوتی ہے۔ تو پرانے نبی کے آنے میں بھی ختم نبوت کی دیوار روک ہیں ایک زبردست روک ہے آپ کہتے ہیں وہ آنحضرت صلعم کی اتباع کی دعوت دے گا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک رسول جو بنی اسرائیل کیلئے آیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع نہیں بلکہ ایک مستقل نبی ہے وہ امت محمدیہ کو محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع کی دعوت دے؟ آخر اس کی کیا ضرورت ہے کہ اتباع نبی صلعم کی دعوت دینے کے لئے باہر سے ایک رسول لا کر ختم نبوت کی مہر کو توڑا جائے۔ کیا امت محمدیہ اس درجہ ناقص ہو جائے گی۔ اور اتنی گر جائے گی کہ ایک بھی متنفس اس میں سے ایسا نہ پیدا ہو سکے گا جو آنحضرت صلعم کی اتباع کی دعوت دینے کے قابل ہو۔ کیا محمد رسول اللہ صلعم کی قوت قدسی معاذ اللہ اتنی کمزور ہو جائے گی۔ کہ آپ کی نبوت قیامت تک ممتد ہونے کے باوجود آپ کے متبعین میں سے کوئی بھی شخص اس کا اہل نہ رہے گا۔ کہ دوسروں کو دعوت الی الحق دے سکے؟ اور باہر سے ایک ایسے نبی کو لانا پڑے گا جو آپ کے متبعین میں سے نہیں؟ کتنی بڑی توہین ہے امت محمدیہ کی اور کتنی بڑی گستاخی ہے اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں جو قیامت تک کے لئے واحد رسول ہے اور جس کے متبعین میں ایسے ایسے بڑے اولیا ہوئے ہیں جو محض محمدی ہونے کی وجہ سے پہلے انبیاء پر گوئے سبقت لے گئے؟ یاد رکھئے اور خوب یاد رکھئے۔ مسیح علیہ السلام اگر دوبارہ آ جائیں تو چونکہ وہ خود محمد رسول اللہ صلعم کے متبعین میں سے نہیں۔ اس لئے ان کی دعوت پر لبیک کہنے والے انہی کے متبع سمجھے جائیں گے۔ نہ کہ محمد رسول اللہ صلعم کے۔ اور خدا وہ دن نہ لائے۔ جب یہ قیامت بھی اس امت کو دیکھنی پڑے کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع اور غلامی سے نکل کر ایک بنی اسرائیلی نبی کی متبع بن جائے۔ اور ختم نبوت کی مہر ٹوٹ کر رہ جائے۔

جناب مودودی کو چاہیئے۔ کہ اس پر غور کریں۔ اور پھر غور کریں۔ اور اس مسئلہ کو محض متشابہات میں سے قرار دے کر محکمات سے انحراف نہ کریں۔ بلکہ محکمات کی روشنی میں اس کو سمجھنے اور صاف کرنے کی کوشش کریں۔ جو ایک راسخ فی العلم کا حقیقی مقام ہے

*

ترکی وفد حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں۔ ترکی سے جو وفد موتمر عالم اسلامی میں شرکت کیلئے کراچی آیا تھا۔ وہ آج کل لاہور آیا ہوا ہے۔ کل اس وفد نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اس ملاقات کی مفصل کیفیت آئندہ اشاعت میں درج ہو گی۔

الجیریا اور سیام سے آئے ہوئے

ہمارے دو بھائی مؤتمر عالم اسلامی میں

کراچی میں مؤتمر عالم اسلامی کے نام سے جو کانفرنس حال ہی میں منعقد ہوئی۔ اس میں بیرونی ممالک سے آنے ہوئے مندوبین میں دو ایسے نمائندے تھے۔ جن کو جماعت احمدیہ لاہور سے وابستگی کا شرف حاصل ہے۔ ان میں سے ایک الجیریا سے تشریف لائے ہیں جن کا نام مسٹر مراد کیوان

Mr. Mourad Kiouane

ہے۔ اور دوسرے مسٹر ابراہیم قریشی ہیں جو سیام سے آئے ہیں۔

مسٹر مراد ایک ترکی باپ اور عرب ماں کے بیٹے ہیں۔ جو دونوں الجیرین قومیت رکھتے تھے آپ کی عمر پینتیس ۳۵ سال ہے۔ اور ——— یونیورسٹی سے ایم۔اے کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں اگرچہ آپ پیدائشی مسلمان ہیں لیکن آپ کا اپنا بیان ہے کہ مذہب کی حقیقی شناخت آپ کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ذریعہ سے حاصل ہوئی۔ افریقہ اور یورپ کے کئی ممالک کی سیر آپ کر چکے ہیں۔ اور فرانسیسی زبان سے اچھی واقفیت رکھتے ہیں جماعت احمدیہ لاہور کی بعض انگریزی کتب کا آپ نے فرانسیسی زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ ایک فرانسیسی ماہنامہ

Jeune Islam

کے نام سے آپ نے جاری کر رکھا ہے جس کے آپ مالک بھی ہیں اور ایڈیٹر بھی۔ آپ کا ارادہ ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کا انگریزی ترجمہ القرآن فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے اس ارادہ کو بابرکت فرمائے اور بہترین خدمات اسلام کی توفیق عطا کرے۔

دوسرے دوست مسٹر ابراہیم قریشی جو سیام سے آئے ہیں اکتوبر ۱۹۴۹ء میں ہماری جماعت میں شامل ہوئے تھے آپ کی عمر اٹھائیس سال ہے۔ آپ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تین کتابیں

(۱) نیو ورلڈ آرڈر

(۲) لونگ تھاٹس آف دی ہولی پرافٹ

(۳) ریلیجن آف ہیومینٹی

سیامی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کر چکے ہیں اب آپ نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے انگریزی ترجمہ قرآن کا سیامی زبان میں ترجمہ شروع کر رکھا ہے۔

ایک کتاب آپ نے خود بھی اپنی زبان میں لکھی ہے۔ جس کا نام ہے "عورت اسلام میں" یہ کتاب تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔

ہم اپنے ان دونوں بھائیوں کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں الجیریا اور سیام جیسے دور افتادہ ممالک سے جن میں سے ایک مغرب اقصیٰ میں ہے اور دوسرا مشرق قریب میں ان دو دوستوں کا چل کر آنا اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ اس جماعت کو اسلام اور مسلمانوں سے وہی دلی تعلق اور لگاؤ ہے۔ جو دوسرے مسلمانوں کو ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر کیونکہ وہ اپنے ممالک میں بیٹھے ہوئے اسلام کی ایسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں جن کی توفیق ابھی تک تمام دنیائے اسلام میں جماعت احمدیہ لاہور کے سوا کسی کو نہیں ملی۔

مؤتمر عالم اسلامی میں آنے والے تمام مندوب اگرچہ ہر طرح واجب التعظیم ہیں کیونکہ انہوں نے محض اتحاد اسلامی کے جذبہ سے سرشار ہو کر عالم اسلامی کے رشتہ اخوت کو مضبوط تر بنانے کے لئے دور دراز کے سفر اختیار کئے۔ لیکن مسٹر مراد اور مسٹر ابراہیم صرف عالم اسلامی ہی کو نہیں تمام دنیا کو اخوت و اتحاد کے اس جھنڈے کے نیچے لانے کے لئے کوشش کر رہے ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند کیا اور اس زمانہ میں حضرت مجدد وقت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اسے پھر تبلیغ اسلام کے نام سے کھڑا کیا یقیناً عالم اسلام ہی نہیں تمام دنیا کی رستگاری اگر ممکن ہے۔ تو اسی جھنڈے کے نیچے آکر ہو سکتی ہے۔

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود!

ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے یہ دوست چند دنوں تک اپنی جماعت کے اس مرکز (لاہور) میں بھی آئیں گے جو اس زمانہ میں اسلام کی نشأت ثانیہ کا مرکزی مقام بن چکا ہے۔

ایک انٹرویو

کراچی میں ہمارے ایک اور دوست شیخ عبدالصمد خان کو برٹش گھانا سے آئے ہوئے سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے جب مسٹر مراد کیوان اور مسٹر ابراہیم قریشی کی آمد کی خبر سنی تو ان سے ملاقات کے لئے گئے جس کی تفصیل انہوں نے شیخ محمد طفیل صاحب جوائنٹ سیکرٹری کو ایک خط میں لکھ کر بھیجی ہے جو حسب ذیل ہے۔

"کل مجھے مسٹر مراد کیوان سے انٹرویو کا شرف حاصل ہوا۔ امید ہے کہ اس ہفتہ کے اختتام پر وہ دوسرے مندوبین کے ساتھ لاہور تشریف لے جائیں گے۔ مگر وہ ایک خاص ٹرین پر سفر کریں گے جس کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔ انہوں نے الجیریا میں مسلمانوں کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ الجیرین مسلمانوں کی اکثریت سیاسی دل و دماغ رکھتی ہے۔ اور اس لیے وہ تبلیغ اسلام کے مقدس کام میں وہ سنجیدہ دلی کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں لیتے۔ لیکن میں کسی بھی سیاسی تحریک یا جماعت سے تعلق نہیں رکھتا۔ اسی وجہ سے کہ میں وہاں تعلیم اسلامی کو پھیلانے میں بہت دلچسپی لیتا ہوں مجھے مؤتمر عالم اسلامی کیلئے الجیریا کا نمائندہ منتخب کیا گیا۔

الجیریا میں تحریک احمدیت کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ اس ملک میں احمدیوں کی کوئی منظم جماعت نہیں اس لئے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کتنے احمدی وہاں ہیں لیکن وہاں بہت بڑی امنگ رکھنے والے لوگ ہیں اور انہیں ایک ایسے قابل آدمی کی ضرورت ہے جس کے ساتھ کافی لٹریچر اور مالی امداد ہو۔

آپ نے بار بار اس بات پر زور دیا کہ تحریک احمدیت ہی ایک ایسی جماعت ہے۔ جو صرف باتیں ہی نہیں کرتی بلکہ اشاعت اسلام کے کام کو عملاً سرانجام دیتی ہے۔ اور میری یہ دلی خواہش ہے کہ ایسی امداد مجھے حاصل ہو کہ میں الجیریا میں اپنے مشن کو پورا کر سکوں!

مسٹر مراد سے ملنے کے بعد مسٹر قریشی سے بھی میں ملا۔ ان کو مسٹر مراد ہی نے میرے فون کا نمبر دیا تھا۔ اور آج صبح (۱۴ فروری کو) مجھے انہوں نے بلایا۔ اور ان کے ہوٹل میں میں نے ان سے ملاقات کی۔ سیام میں ان کے تبلیغی مشن کے متعلق باتیں ہوئیں اور...

(بقیہ صفحہ ۲)

۵۔ کوئے او باشدش زبستاں بہ روئے او باشدش ز ریحاں بہ (مسیح موعود)

ترجمہ (۱) حسد و بغض کبر و نخوت۔ ٹیڑھی چال اور سودا بازی سے باز آ۔ ایسا نہ ہو کہ تیری سیاہ کاریاں تجھے ضلالت کے اتھاہ گڑھے میں ڈال دیں (تجھے لے ڈوبیں)

۲۔ اے یہ دنیا تو ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں۔ ہوش کے ناخن لو۔ ایسا نہ ہو کہ تو بُرے انجام کو پہنچے۔

۳۔ سنو در حقیقت یار ایک ہی ہے۔ اور ایک ہی دل ہے۔ (پھر دوسرے کیلئے تو اس میں جگہ ہی نہیں) ایک ہی جان ہے۔ (جو صرف اس کی امانت ہے) وہی ایک معشوق ہے (جو محبت کے لائق ہے)

۴۔ جو (عاشق صادق) اس یار یگانہ کی شراب محبت میں مخمور ہے اور وہ اپنے تن من کو اس کی قربانگاہ پر چڑھا دیتا ہے۔ (پھر وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ)

۵۔ اس کے کوچہ و بازار رشکِ گلستان بن جاتے ہیں۔ اور اس کے رخ انور کی خوشبو کے آگے گل و ریحان شرمندہ ہے۔

حضرت امام زمان کا پیدا کردہ روحانی انقلاب

تبلیغ اسلام کے رستہ میں زبردست رکاوٹیں سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ سے دور ہوئیں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی دوسری تقریر جو ۲۶ر دسمبر ۵۰ء کو جلسہ سالانہ میں پڑھی گئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۔ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۔

اور کتنے نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے ربانی لوگ لڑے۔ پھر اس وجہ سے وہ سست نہ ہوئے جو ان کو اللہ کی راہ میں مصیبت پیش آئی۔ اور نہ کمزور ہوئے۔ اور نہ عاجز ہوئے اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور ان کی بات سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ انہوں نے کہا ہمارے رب ہمارے قصور اور ہمارے کام میں ہماری خطائیں معاف فرما۔ اور ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ۔ اور ہم کو کافر لوگوں پر نصرت دے۔

تبلیغ دین کیلئے تعلق باللہ کی ضرورت

میں نے اپنی افتتاحی تقریر میں یہ کہا تھا کہ تبلیغ دین کے لئے پاک نفس لوگوں کی ضرورت ہے فی الحقیقت اسی مضمون کو جاری رکھتے ہوئے میں نے یہ آیت پڑھی ہے۔ کہا جائے گا کہ یہاں تو جنگ کرنے والوں کا ذکر ہے سو پہلے تو اسی سے اندازہ کر لیجئے۔ کہ اگر دین کے دفاع کے لئے جنگ کرنے والے اسلام ایسے چاہتا ہے۔ جو ربی ہوں، خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے ہوں۔ تو دین کی تبلیغ کے لئے کس قدر اللہ تعالیٰ سے زبردست تعلق کی ضرورت ہے اور دوسری جگہ یوں بھی فرمایا۔

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ

خدا کی راہ میں وہ لوگ جنگ کریں جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے عوض بیچ دیں۔ تو کیا دین کی تبلیغ کے لئے ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں۔

حق اور باطل کی جنگ

مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ تلوار کی جنگ کے علاوہ بھی ایک جنگ ہے۔ اور یہ حق اور باطل کی جنگ ہے۔ جس میں ایک طرف وہ گروہ ہوتا ہے۔ جو حق کو قائم کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور دوسری طرف ایک دنیا باطل پر ہوتی ہے یہ جنگ ہمیشہ سے دنیا میں چلی آئی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی اصل جنگ بھی دنیا میں یہی تھی۔ یعنی حق کو باطل پر غالب کرنا۔ اور دفاع کے لئے تلوار کی جنگ کی ایک قلیل عرصہ کے لئے ضرورت پیش آئی تھی

جماعت احمدیہ کی جانفروشی

آج اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت حق کو باطل پر غالب کرنے کی جنگ میں مصروف ہے تو وہ وہی جماعت ہے۔ جسے اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے تیار کیا ہے۔ اسی لئے آپ نے یہ اقرار بھی ہر بیعت کنندہ سے لیا۔ کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔ یہ فی الحقیقت وہی یشرون الحیوٰۃ الدنیا بالآخرۃ کا ترجمہ ہے۔ یعنی دنیا کی زندگی کو فروخت کر دینا اور آخرت یعنی دائمی زندگی کو خرید لینا۔ کسی نے اچھا کہا ہے ؎

جاں دے چند دادم جاں خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

میں نے چند کوڑیاں دے کر جان خرید لی الحمدللہ بہت ہی سستا سودا ہے۔ اور ربی یا خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی وہی ہو سکتے ہیں جو اس دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں ایک کھیل سمجھیں۔ تو میں آپ کو صاف بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کی اصل حیثیت کیا ہے آپ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے سپاہی ہیں آپ صلعم نے جو جنگ حق کو باطل پر غالب کرنے کے لئے شروع کی تھی۔ اور جسے آپ کے بعد آپ کی امت کے مصلحین نے جاری رکھا آپ اس کے سپاہی ہیں

اگر آپ دین کو مقدم نہیں کرتے

میں شروع میں ہی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ کے مصداق نہیں۔ اگر آپ نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو ایک کھیل سمجھا ہوا ہے اگر آپ اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھا کر ربی بننے کی کوشش نہیں کرتے تو قدرت تعالیٰ اس کام کے لئے کسی دوسری قوم کو کھڑا کر دے گا۔

وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ

قدرت اور طاقت کا مالک خدا فرماتا ہے اے لوگو جن کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ حق کو باطل پر غالب کرو اگر تم پھر جاؤ تو تمہاری جگہ ایک دوسری قوم کو کھڑا کر دے گا اور وہ تمہاری طرح پھرنے والے نہ ہوں گے۔

حضرت امام سے مسلمانوں کی عداوت

کہا جاتا ہے کہ اگر ہماری غرض صرف اسی قدر ہے۔ کہ اسلام کو دنیا میں پھیلایا جائے۔ تو خود مسلمان ہمارے امام کے دشمن کیوں ہیں؟ ہمارے امام نے الگ جماعت کیوں بنائی عام مسلمانوں سے یا ان کے علما سے اختلاف کیوں کیا۔ سو بات یہ ہے۔ کہ اول تو کوئی ایسا زمانہ ایسا گذرا ہے۔ کہ لوگ مصلحاء کے دشمن نہ ہوئے ہوں۔ پیغمبروں اور ان کے منکروں کے ذکر کو چھوڑو۔ خود مسلمانوں میں بڑے بڑے ائمہ جیسے امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل۔ بڑے بڑے محدثین جیسے امام بخاری بڑے بڑے اولیاء جیسے حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے ساتھ سلوک ہوا۔

حضرت امام کا دفاع اسلام ابتدائی زندگی میں

لیکن ہمارے امام کو جو حالات پیش آئے۔ ان پر غور فرمایئے۔ آپ کی جوانی بعض دنیوی اشغال کے ساتھ دفاع اسلام میں گذری اسلام

کی حمایت اور بعض عقاید باطلہ کی تردید آپ کا شغف تھا۔ پھر جب آپ کی عمر چالیس سال سے کچھ اوپر ہوئی۔ تو آپ نے اسلام کی حقانیت اور قرآن کی صداقت پر وہ زبردست کتاب لکھی جس کے متعلق اس وقت کے سب سے بڑے عالم کی تقریظ ان الفاظ میں تھی کہ تیرہ صدیوں میں ایسی کتاب حمایت اسلام میں نہیں لکھی گئی۔

آپ کا دعوائے مجددیت

اسی کتاب میں آپ کا یہ دعویٰ چودھویں صدی کے سر پر شائع ہوا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی کا مجدد بنایا ہے۔ ایسے ہی دعاوی اس سے پہلے بھی بہت بزرگ ہر صدی کے سر پر کر چکے تھے اس لئے اس دعویٰ کو عام طور پر علماء نے اور مسلمانوں نے قبول کیا۔ اور آپ بھی اسلام کی تائید میں عیسائیت کے خلاف، آریہ سماج کے خلاف اور دیگر عقاید باطلہ کے خلاف جنگ کرتے رہے۔ اور اس پر دس سال کا عرصہ گذر گیا۔

حیات مسیح کے عقیدہ کی تردید

تب اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ ظاہر فرمایا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے جو ہیں تو آسمان پر زندہ بجسد عنصری ہونے کا خیال جو مسلمانوں میں عام ہے۔ وہ خلاف قرآن و حدیث ہے اور اس غلط عقیدہ سے عیسائیت کے عقائد باطلہ کو قوت ملتی ہے اور اسلام کی تبلیغ کے رستے میں یہ روک ہے اور کہ یہ غلطی نزول مسیح کے صحیح عقیدہ سے لگی ہے جس کا ذکر صحیح ترین کتب حدیث میں ہے۔

نزول مسیح سے مراد

آپ پر بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ نزول مسیح سے مراد خود حضرت عیسیٰ کا کہیں اوپر سے اترنا نہیں۔ کیونکہ آپ کے بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے جانے کی کوئی سند نہ قرآن سے ملتی ہے نہ حدیث سے اور کہ مسیح کے نزول سے مراد صرف اس امت میں کسی ایسے مجدد کا ظاہر ہونا ہے۔ جو حضرت عیسیٰ سے مماثلت رکھتا ہو۔ جس طرح بائبل میں الیاس کی دوبارہ آمد سے جس کے متعلق یہود کا عقیدہ تھا۔ کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں یہ مراد تھی کہ ان کا مثیل آئے گا اور اس عقیدہ کو خود حضرت عیسیٰ نے بھی صاف کیا یہ کہہ کر کہ یحییٰ ہی الیاس ہیں۔ کیونکہ وہ الیاس کے مثیل ہو کر آئے ہیں۔

حضرت مجدد وقت کی مسیح سے مماثلت

اور پھر وہ مجدد ایسے ہی حالات میں ظاہر ہو جیسے حالات میں حضرت عیسےٰ امت موسوی میں ظاہر ہوئے تھے۔ یعنی جب یہود کی ظاہری حکومت ختم ہو چکی تھی اور وہ غلامی کی حالت میں آ گئے تھے۔ اور روحانی رنگ میں بھی وہ گر گئے تھے۔ اور قریب اسی قدر زمانہ اس کے اور آنحضرت صلعم کے درمیان ہو۔ جس قدر زمانہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے درمیان تھا۔

آنیوالے مسیح کے متعلق پیشگوئیوں کا ظہور

تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ وہ پیشگوئیاں جو ایک مسیح کے اس امت میں آنے کے متعلق ہیں وہ اس چودھویں صدی میں آپ کے وجود میں پوری ہو گئی ہیں۔ اور آپ ہی ان پیشگوئیوں کے مصداق ہیں جو اس امت میں ایک مسیح کے آنے کے متعلق ہیں۔

ختم نبوت اور اسرائیلی اور آنے والے مسیح میں تفاوت

اور کہ حضرت عیسیٰ اس لئے بھی نہیں آ سکتے کہ ہمارے نبی خاتم النبیین ہیں۔ اور خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ نہ نیا نہ پرانا۔ اس کے علاوہ مسیح اسرائیلی اور اس امت میں آنے والے مسیح کے دو الگ الگ شخص ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ان دونوں کے حلیئے الگ الگ موجود ہیں۔ جو ایک دوسرے سے ملتے نہیں اور پھر آنے والے مسیح کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کہا گیا ہے یعنی وہ تمہارا امام تمہیں میں سے ہو گا۔

تھوڑوں نے قبول کیا

ان تمام صاف اور واضح باتوں کو جن پر قرآن کریم کی صریح شہادت تھی علماء نے اور ان کی اتباع میں عام مسلمانوں نے رد کر دیا اور وہی شخص آپ کی تکفیر کا لیڈر بنا جس نے اپنی قلم سے لکھا تھا: کہ صداقت اسلام پر جو کتاب حضرت مرزا صاحب نے لکھی ہے اس کی نظیر تیرہ صدیوں میں نہیں پائی جاتی۔ تھوڑے لوگوں نے آپ کو قبول کیا۔

ایک اور مماثلت

پھر ان قبول کرنے والوں کا بھی ایک قلیل حصہ آپ لوگ ہیں۔ جو یہاں جمع ہوئے ہیں اور کثیر حصہ وہ ہے جنہوں نے غلو اختیار کیا۔ اور مجدد کی بجائے آپ کو نبی قرار دیا۔ جس طرح یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رد کر دیا تو اس کے بالمقابل عیسائیوں کے کثیر گروہ نے غلو کر کے انہیں پیغمبر کی بجائے خدا ٹھیرایا اور قلیل گروہ خدا کی توحید کا قائل رہا سو ضروری تھا کہ مجدد وقت کی حضرت عیسیٰ سے مماثلت کا یہ رنگ بھی پورا ہوتا۔

چند باہمت اصحاب کی غلو سے علیحدگی

اس لئے جب قادیان میں اس غلو کی بنیاد رکھی گئی۔ تو چند باہمت اصحاب نے اس رو کا مقابلہ کیا۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ تبلیغ اسلام کے کام میں جو اس سلسلہ کی اصل غرض ہے یہ ایک زبردست روک کھڑی کی جا رہی ہے اور مسلمانوں کی تکفیر سے ان کے اتحاد کو پاش پاش کیا جا رہا ہے۔ اور اپنے آپ کو الگ کر کے لاہور میں اس جماعت کی بنیاد مئی ۱۹۱۴ء میں رکھی۔ یہ ہے مختصر تاریخ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی۔ جس کا یہ سنتیسواں اجلاس ہو رہا ہے۔ پہلیں یہ کہہ کر بدنام کیا گیا کہ انہوں نے قادیان کا مرکز چھوڑ دیا ہے مگر خدا کی شان ہے۔ کہ آج وہ کثیر گروہ بھی قادیان کے مرکز کو چھوڑ کر دوسری جگہ مرکز قائم کر چکا ہے۔

سلسلہ احمدیہ تبلیغ کے رستہ سے روکیں دور کرتا ہے

مجھے افسوس ہے کہ ان باتوں کو جن کا حقیقی تعلق تبلیغ اسلام سے تھا۔ اور جو درحقیقت تبلیغ اسلام کے رستے میں چند روکیں تھیں جن کا دور کرنا ضروری تھا اسی قسم کا اختلاف سمجھ لیا گیا ہے۔ جیسے اسلام کے اندر اور فرقی اختلافات ہیں۔ بلکہ قادیانی جماعت کے رویہ نے اسے اور بھی سخت رنگ دیدیا ہے

مسئلہ کفر و اسلام

اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں میں یہ ایک بیماری لمبے عرصہ سے پیدا ہو گئی ہے اور اس کی بنیاد خوارج نے حضرت علی علیہ السلام کے زمانہ میں رکھی۔ جن کے متعلق احادیث میں آتا ہے۔ شقوا عصا المسلمین انہوں نے مسلمانوں کی جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ یہ پہلا گروہ اسلام میں تھا جنہوں نے اپنے بھائیوں کو کافر قرار دیا۔ اس کے بعد یہ بیماری ہماری قوم میں سخت سے سخت تر ہوتی چلی گئی۔ حالانکہ بڑے بڑے آئمہ نے یہ نصیحت مسلمانوں کو کی کہ کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر کے دیکھو مگر ایک وجہ اسلام کی بھی ہو۔ تو اسے کافر مت کہو۔ بلکہ مسلمان کہو۔ کسی بڑے امام کا قول نہیں دکھایا جا سکتا۔ کہ کسی کلمہ گو کو کسی اہل قبلہ کو کافر کہو بلکہ اس کے خلاف بڑے بڑے آئمہ کے اقوال موجود ہیں کہ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔

مگر آج مسلمانوں کو کافر بنانے والے خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں اصل اسلام سے دور نکل گئے ہیں۔ اور صرف اپنی ہوا و ہوس کے ماتحت یا اپنی نمبرداری قائم رکھنے کے لئے لوگوں کو کافر قرار دے جاتے ہیں۔ قرآن کریم کی ایسی کھلی تصریح کے سامنے کہ ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا جو شخص یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ مسلمان ہے تمہیں السلام علیکم کہے تو تم مت کہو کہ تو مومن نہیں۔ یا حدیث کی واضح تصریح کے ہوتے ہوئے اور وہ بھی متفق علیہ حدیث مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذٰلِکَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَہٗ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وَذِمَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰہَ فِیْ ذِمَّتِہٖ جو کوئی ہماری طرح نماز پڑھتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے۔ اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے یہ مسلمان ہے۔ اس مسلم کے لئے اللہ کا عہد ہے۔ اور اس کے رسولؐ کا عہد ہے تو اللہ کے عہد کی تحقیر مت کرو۔ ایسی صراحتیں ہوتے ہوئے آئمہ اسلام کس طرح کسی کلمہ گو کو کافر کہہ سکتے تھے۔

آئمہ ضلالت

آج کے وہ علماء جو قرآن اور حدیث اور آئمہ کی ان صراحتوں کے باوجود کلمہ گوؤں کو کافر قرار دیتے ہیں اور اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں۔ یہ قرآن و حدیث کی پیروی نہیں کرتے۔ آئمہ سلف کی پیروی نہیں کرتے۔ اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ آئمہ ضلالت ہیں۔ آئمہ ہدایت نہیں۔ یہ شقوا عصا المسلمین کے مصداق ہیں۔ بے شک کسی کی غلطی بیان کرو اور اس کی اصلاح کی کوشش کرو۔ لیکن ایک دوسرے کو کافر کہہ کر تم خدا کی بھی مخالفت کر رہے ہو۔

جماعت احمدیہ لاہور تکفیر کی مخالفت میں

آج جماعت احمدیہ لاہور ہی سارے عالم اسلامی میں ایک جماعت ہے جو مسلمانوں کو اس بات پر جمع کرنے کے لئے کھڑی ہوئی ہے کہ اہل قبلہ کو کافر مت کہو۔ کلمہ گوؤں کو کافر مت کہو۔ یہ اسلام کی عظیم الشان خدمت ہے اس کی صرف یہی ایک خدمت اتنی بڑی تھی کہ مسلمانوں کو چاہیئے تھا کہ گروہ در گروہ اس کی طرف جھک جاتے۔ آپ لوگ قطعاً مایوس نہ ہوں کہ ہم عالم اسلامی کو اس بات پر جس میں اسلام کی قوت مضمر ہے۔ کس طرح جمع کر سکتے ہیں۔ اگر اسلام نے زندہ رہنا ہے۔ اور یقیناً زندہ رہنا ہے بلکہ سارے عالم پر چھا جانا ہے۔ تو یاد رکھو کہ مسلمانوں کی تکفیر کا عقیدہ مٹ جائے گا۔ پیچھے آنے والے ان لوگوں کے لئے دعائیں کریں گے جنہوں نے اس کی بنیاد رکھی۔

دنیا اسلام پر جمع ہو گی

چھوٹی چھوٹی باتوں میں ہمیشہ اختلاف ہوتے رہیں گے مگر جن عظیم الشان باتوں کو لیکر یہ جماعت کھڑی ہوئی ہے۔ ان پر ساری اسلامی دنیا جمع ہو گی۔ اور خود اسلام پر ساری دنیا جمع ہو گی حضرت عیسیٰ آسمان سے نہیں اتریں گے۔ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ صرف مجدد آئیں گے قرآن کامل ہدایت نامہ ہے۔ اس میں کچھ منسوخ نہیں۔ یہ ایک زبردست طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور دنیا کو فتح کر یگا۔ ہمارا کام صرف اسے دنیا میں پہنچا دینا ہے۔

امام زمانہ کا پیدا کردہ روحانی انقلاب

واقعات پر غور کیجئے۔ وہ آگ جو ہمارے امام کے خلاف بھڑکائی گئی کیا ینار کونی بردا و سلاما علیٰ ابراھیم کا مصداق نہیں ہوئی۔ اسی مخالفت کے زبردست طوفان کے اندر ایک چھوٹی سی جماعت کھڑی ہو گئی۔ اور خدا تعالیٰ کی نصرت کو دیکھو کہ آپ کے جو ارادے تھے اسلام دنیا میں غالب ہو۔ اور قرآن کریم کا نور ساری دنیا کو روشن کر دے اسکی تکمیل کے سامان اسی زبردست مخالفت کے اندر کر دیئے۔ اور اس کام کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا۔ اور نہ صرف روحانی رنگ میں اسلام کا غلبہ ہو گیا کہ وہ یورپ اور امریکہ جو اسلامی دنیا کو عیسائی بنانے کے لئے اربوں روپے خرچ کر رہے تھے۔ اور جن کی حکومت ساری دنیا پر چھا گئی تھی۔ اسی یورپ اور امریکہ میں امام زمان کے چند پیروؤں کی بدولت اسلام کی تبلیغ کے مرکز قائم ہو گئے۔ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں بڑے بڑے اہل علم لوگ اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ اور اسلام کے متعلق ایک بہت بڑی تعداد کا نقطہ خیال بدل گیا یہاں تک کہ وہ اسلام جسے آج سے پچاس سال پہلے دنوں کا مہمان سمجھا جاتا تھا۔ ایک فاتح کی حیثیت میں قدم آگے بڑھاتا جا رہا ہے بلکہ جسمانی رنگ میں بھی ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔ گرتی ہوئی مسلمان حکومتیں سنبھل گئیں۔ یقیناً اس ظاہری انقلاب کا پیشرو وہی روحانی انقلاب تھا۔ جسے امام زمان نے پیدا کیا۔

تقریر جلسہ سالانہ

مُردہ قوموں کا احیا قرآن کریم کی روشنی میں

حضرت مسیح موعودؑ کا دعوائے مجدّدیت اور قرآن کریم

از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

(۱) عقل کی باتیں { ہڈیاں کیسے زندہ ہوتی ہیں

او کالذی مر علیٰ قریۃ وھی خاویۃ علیٰ عروشھا قال انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا الخ

یہ آیت قرآن مجید کی مشکل آیات میں سے ہے مشکل اس لئے نہیں کہ اس کے الفاظ ناقابل فہم ہیں الفاظ آسان ہیں مگر ان پر غور اور تدبر کم کیا گیا ہے اس سے متعلق جو قصہ اور کہانی بالعموم تفاسیر میں بیان کی گئی ہے۔ وہ مضمون کو سلجھانے کی بجائے اور بھی پیچیدہ بنا دیتی ہے۔ قرآن مجید سمجھنے کا پہلا گُر ربطِ آیات ہے جب اسے نظرانداز کر دیا جائے تو صحیح مفہوم سمجھنے میں دقت محسوس ہوتی ہے۔ دوسرا قابلِ لحاظ امر یہ ہے کہ کتاب حکیم میں کوئی انفرادی اور شخصی قصہ کہانی نہیں ہر ایک تذکرہ ہماری رہنمائی کیلئے درسِ بصیرت ہے ان دو باتوں کو ذہن میں رکھ کر غور کیجئے کہ کسی شخص کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ مردہ ہڈیوں کو کیونکر زندہ کرے گا؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ اسے مار دے اور سو سال تک مرا رکھے۔ اس کی لاش کی پرندوں درندوں، کیڑوں، مکوڑوں، بارش کے ریلوں آندھی کے جھونکوں اور لوگوں کی نظروں سے حفاظت کرتا ہے اور پھر سو سال کے بعد اسے زندہ کر دے تو وہ شخص ہرگز یہ نہ سمجھ سکے گا کہ وہ کبھی مرا تھا اور اب جیا ہے اور اسی طرح ہماری ہڈیاں قیامت کے دن زندہ ہو سکتی ہیں۔ اس سے پہلے کہ کسی پر موت وارد ہو اس کے قواعد و قوٰی منہطل ہو جاتے ہیں مردہ نہ موت کی کیفیت سمجھ سکتا ہے نہ زندگی کی۔ موت تو بڑی چیز ہے نیند جو موت کی چھوٹی بہن ہے۔ اپنی آمد سے پہلے عقل سمجھ اور وقت کا احساس چھین لیتی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ مردہ ہو اور موت و حیات کی گذرتی ہوئی کیفیات سے آگاہ ہوتا ہے موت اور خود آگاہی دو متضاد کیفیات ہیں دونوں ایک جگہ ایک ہی وقت میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

(۲) درسِ معرفت { کچھ اسی قسم کا محال عادی یہ بھی ہے

کہ نبی ہو اور اس کے دل میں حیات بعد الممات کا وسوسہ پیدا ہو خدا آگاہ اور خدا کی قدرت پر شک یہ نبی کی شان سے بعید ہے چلو نبی نہ سہی معمولی شخص یا کافر ہوگا جیسا کہ بعض مفسرین کا خیال ہے۔ مگر کیا خدا کی سنت اور حکمت کہیں یہ نظر آتی ہے کہ ایک سوال جو عوام کے دل میں پیدا ہو کسی ایک فرد کی تسلی کرا دی جائے۔ اور عوام کو صرف اس کی کہانی سنا دی جائے۔ اور کہانی بھی ایسی جو محل نظر ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ نبی کے دل میں وسوسہ پیدا نہیں ہوا بلکہ ایک سوال ہے جو دوبارہ زندگی کی کیفیت سمجھنے کے لئے کیا گیا۔ تو یہ اعتراض انفرادی ہے۔ فلسفہ اور حکمت ہمیشہ کلیات سے بحث کرتا ہے۔ ایسی صورت میں حیات بعد الموت کا یقین دلانے کے لئے ہر شخص کو جس کے دل میں سوال پیدا ہو مار کر سو سال بعد زندہ کرکے دکھانا ہوگا۔ سو سال مار رکھنے کی مدت قطعاً فضول ہے مرتے ہوئے شخص کو ایک دن یا سو سال برابر ہیں مار کر فوراً ہڈیاں پیس کر زندہ کرکے لوگوں کو دکھا دیا جاتا۔ وہ خود نہیں تو اور سب گواہ ہوتے۔ سو سال کا طویل عمل اختیار کرنے کے بعد بھی حیات بعد الموت کی دلیل ناقص رہی کیونکہ ہڈیاں صحیح سلامت موجود تھیں۔ حضرت کو مرنے کے بعد جینے کی کیفیت تو کیا معلوم ہوتی تھی۔ فی الواقعی مر جانے کی خبر بھی وحی الٰہی سے معلوم ہوئی۔ فرمایا ولنجعلک آیۃ للناس (تاکہ ہم تجھے لوگوں کے لئے نشان بنائیں) کہ سو سال مرے رہنے کے بعد جی اٹھا مگر یہ شخص لوگوں کے لئے نشان تو کیا بنتا تھا وہ خود اپنے لئے بھی نشان اور دلیل نہ بن سکا۔ کیونکہ اس کے بعد مزید یقین دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا گدھا مار کر زندہ کرکے دکھایا۔

ولنجعلک آیۃ للناس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا مر کر جی اٹھنا لوگوں کے لئے نشان ہوگا۔ گویا وہ بستی ویران نہ تھی، بلکہ وہاں لوگ موجود تھے جن کو نشان دکھانے کیلئے اس شخص کو مار کر سو سال بعد زندہ کیا گیا۔ گویا لوگ روزانہ اس پر گذرتے تھے کسی نے اسے دفن نہ کیا۔ اور انتظار کرتے رہے کہ کب وہ زندہ ہوتا ہے کم از کم سو برس تک وہ اس معجزہ اور نشان کو دیکھنے کے لئے زندہ رہے حالانکہ انہی لوگوں کے متعلق نبی وقت کا سوال تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو کب اور کیونکر زندہ کرے گا

شخص مذکور کا سوال اگر حشر نشر کی کیفیت سمجھنے کے لئے تھا تو قال انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا (اللہ تعالیٰ اس بستی کو کیسے زندہ کرے گا) میں ھذہ (اس بستی کی) تفسیر فضول معلوم ہوتی ہے۔ سیدھا سوال یوں ہونا چاہئے تھا کہ آپ مُردوں کو خاک میں مل جانے کے بعد کیسے زندہ کریں گے؟

خدا کے نبی کا سوال بستی کو زندہ کرکے دکھانے کا تھا۔ اسی کو زندہ کرکے دکھانا چاہیئے تھا کہ سب لوگ ایک دوسرے کی موت اور زندگی پر گواہ ہوتے۔ اور نبی ان سب کے لئے گواہ اور نشان ہوتا۔

حیات بعد الموت کا سوال جب بھی حل ہوگا دلیل سے ہوگا۔ مردہ انگڑائی لے کر اٹھ بھی کھڑا ہو۔ تو اس پر لوگوں کو اس کے جن بھوت ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ خدا کی قدرت پر ایمان پیدا نہیں ہوتا۔

وانظر الیٰ حمارک (دیکھ اپنے گدھے کی طرف) سے معلوم ہوتا ہے۔ گدھا صحیح سلامت موجود ہے۔ مفسرین نے آیت میں اپنا حاشیہ داخل کرکے لکھا ہے۔ کہ گدھے کی ہڈیوں کی طرف دیکھ جو خاک ہو چکی ہیں۔

مرے رہنے کی مدت سو سال بتائی مگر اس کی دلیل کہ گدھا موجود ہے۔ اور کھانا سڑا نہیں گیا سو سال گننے کو غلط بتاتا ہے۔ گدھا بھوکا پیاسا اور کھانا تر و تازہ سو سال تک رکھنے میں حکمت کیا؟ فی الواقع مر کر سو سال بعد جی اٹھنے کی دلیل بیانہ ہونے کی وجہ سے مفسرین کو یہ قصہ گھڑنا پڑا۔ کہ مرنے کے وقت حضرت کے بال سیاہ تھے، جی اٹھے تو بالکل سفید تھے۔ گویا سو سال تک اور سب طرح مرے رہے۔ مگر بالوں پر تغیر جاری رہا۔ آخر ایک ایک کرکے ہی آہستہ آہستہ سفید ہوتے ہوں گے۔ یہ جو سو سال کے گذرنے کی دلیل ہے۔

مفسرین کا یہ خیال بھی قابل داد ہے کہ اور سب اعتبار سے تو وہ مرے رہے مگر ان کی آنکھیں دیکھتی رہیں۔ کہ میں کیسے مرتا ہوں مر رہا ہوں مر گیا ہوں اور اب دن مہینے اور سال ایک ایک کرکے پورے ہو رہے ہیں اور پھر کیسے ترتیب وار یکے بعد دیگرے ہڈیاں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہوتی گئیں۔ ڈھانچہ مکمل ہوا تو اب گوشت پوست آہستہ آہستہ چڑھ رہا ہے۔

جس شخص کا ذکر اس آیت میں بتایا گیا ہے اس کا نام باختلاف رائے عزیر، یرمیاہ اور حزقیل بتایا گیا ہے۔ عزیر کی عمر ۸۰ برس یرمیاہ کی ۷۰ برس اور حزقیل کی نبی ہونے کے بعد صرف ۲۱ برس کی عمر بائیبل سے ثابت ہے۔ ان میں سے کوئی شخص ۱۰۰ سال کی عمر کو نہیں پہنچا۔

(۳) اصل قصہ پر بائیبل سے روشنی

عہد نامہ عتیق سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہڈیوں کی وادی پر گذرنے والا شخص حزقیل ہے اور یہ ہڈیاں استعارہ کی زبان میں بنی اسرائیل کی قوم ہے۔ یہ لوگ ان دنوں بخت نصر کے ہاتھوں بابل میں اسیر تھے۔ اور اپنی بلندی سے انتہائی پستی میں گر چکے تھے۔ ہڈیوں کی وادی میں حزقیل کا گذر بیداری میں نہیں بلکہ خواب یا مکاشفہ میں ہوا اور اسی حالت میں انہوں نے دیکھا کہ مر کر جی اٹھا ہوں یا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ نے اسے مار دیا ہے، اور سو سال کے بعد زندہ کر دیا ہے۔ کھانا اور پینا روحانی غذا یا توراۃ ہے۔ جو ان اصولوں پر مشتمل موجود ہے جو قوم کو زندگی اور قوت دیتے ہیں۔ گدھا قوم کے لیڈر اور علماء ہیں جو اس روحانی غذا سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے دوسری جگہ فرمایا

مثلھم کمثل الحمار یحمل اسفارا

ان حاملانِ توراۃ کی مثال گدھے کی مثال ہے

ع چارپائے بر او کتابے چند

کتاب پر عمل کرنے کی بجائے اسے تعویذ گنڈے نقش یا جادو کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ حزقیل ان مردوں کی وادی میں مبعوث ہوا تھا تاکہ وہ ان گدھوں سے قوم کو چھڑا کر انہیں زندگی بخشے۔ جیسا کہ حزقیل نبی کی کتاب باب ۳۷ میں مذکور ہے۔

"خداوند کا ہاتھ مجھ پر تھا اور اس نے مجھے خداوند کی روح میں اٹھا لیا اور اس وادی میں جو ہڈیوں سے بھری تھی مجھے اتار دیا اور مجھے ان کے آس پاس چوگرد پھرایا۔ اور دیکھ وے وادی کے میدان میں بہت تھیں اور دیکھ وے نہایت سوکھی تھیں۔ اور اس نے مجھے کہا کہ اے آدم زاد کیا یہ ہڈیاں جی سکتی ہیں میں نے جواب میں کہا کہ اے خداوند یہوواہ تو ہی جانتا ہے پھر اس نے مجھے کہا کہ تو ان ہڈیوں کے اوپر نبوت کر اور ان سے کہہ اے سوکھی ہڈیو تم خداوند کا کلام سنو۔

سو میں نے حکم کے بموجب نبوت کی اور جب نبوت کرتا تھا تو ایک شور ہوا

اور وہ بعد ایک جنبش اور ہڈیاں آپس میں مل گئیں۔ اور ہر ایک ہڈی اپنی ہڈی سے اور جو ئیں نے نگاہ کی۔ تو دیکھو نسیں اور گوشت ان پر چڑھ آیا۔ اور چمڑے کی ان پر پوشش ہو گئی۔ . . . . . . سو میں نے حکم کے بموجب نبوت کی اور ان میں روح آئی۔ . . . . . تب اس نے مجھے کہا کہ اے آدمزاد یہ ہڈیاں سارے اہل اسرائیل ہیں"

حوالہ مذکورہ سے ظاہر ہے کہ یہ شخص حزقیل نبی تھے۔ اور ویران و برباد یا ہڈیوں کی بستی پر اس کا گذر خواب میں ہوا ہے۔ اس نے خواب میں ہی دیکھا کہ مر گیا ہے۔ اور سو سال تک مرا رہا ہے۔ اور اس کے بعد وہ جی اٹھا ہے چونکہ یہ شخص خود اس قوم کا فرد ہے جسے سوکھی ہڈیاں کہا گیا ہے۔ اس لئے اس پر جو کچھ گذر رہا ہے۔ وہ اسی قوم کی حالت کا اظہار ہے البتہ یہ شخص قوم میں سب سے پہلے جی اٹھا ہے اور اسے ہڈیوں پر نبوت کرنے یا انہیں زندہ کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے درمیان میں گدھے کا ذکر بے محل نہیں۔ گدھا علماء کا وہ طبقہ ہے جن کو صرف اپنے پیٹ کی فکر ہے۔ خدا کے دین کی حفاظت اور کتاب مقدس کی اشاعت سے وہ غافل ہیں

یہ کوئی انفرادی یا شخصی قصہ نہیں

قرآن مجید ہم مسلمانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے نازل ہوا ہے۔ انبیاء کے تذکار، قصے اور کہانیاں نہیں ان کے اندر ہمارے لئے نور اور روشنی ہے۔ اس کتاب حکیم نے خود ہی فرمایا۔

لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب۔ بیشک ان کے ذکر میں عقل والوں کے لئے عبرۃ ہے۔ ان میں سے کئی ایک پر احادیث میں روشنی ڈالی گئی ہے بدقسمتی سے مسلمانوں کا ایک گروہ ابتداءً احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہوا۔ اور اب آہستہ آہستہ نماز روزہ۔ زکوٰۃ اور قربانی جیسے اہم فرائض سے منکر ہو رہا ہے۔ ایک دوسرا گروہ حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت سے دشمنی کی بنا پر نزول مسیح اور حدیث مجدد سے انکار کر رہا ہے اس کا مہلک نتیجہ بھی قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے انکار پر منتہی ہوگا۔ ایسے اصحاب کو غور کرنا چاہیئے کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عظیم الشان ذخیرہ جو ہمارے بزرگوں نے نہایت عرق ریزی اور محنت ہائے شاقہ اٹھا کر جمع کیا وہ ہمارے دین کا ایک بہت بڑا حصہ جو قرآن مجید کی عملی تعلیم کا حصہ ہے احادیث سے مستنبط ہے۔ نماز روزہ حج اور زکوٰۃ کی

تفصیلات کا واحد ماخذ یہی ہے۔

۲۔ وہ احادیث جو اخبار غیبیہ پر مشتمل ہیں ان کا منبع ہرگز ہرگز مجوسی تخیلات نہیں . . . .
یا تو رسول اللہ صلعم کا قرآن مجید سے اجتہاد ہے۔ یا بعض کے خیال میں اس سے الگ وحی ہے۔ جو اصطلاحاً وحی خفی کہلاتی ہے یا رویا و کشوف ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ بہرحال وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ دین کے معاملہ میں اللہ کا رسول جو کچھ کہتا ہے وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں کہتا اللہ تعالیٰ کے اشارہ سے کہتا ہے۔ جس طرح ہمارے فقہا نے قرآن مجید اور احادیث کی مدد سے اپنا ذخیرہ فقہ جمع کیا۔ اسی طرح اخبار غیبیہ کا استنباط بھی قرآن مجید سے ہو سکتا ہے حدیث مجدد ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا بلحاظ روایت حفاظ کا اعتبار پر اتفاق ہے۔ اور گذشتہ مجددین نے اس کی بنا پر دعویٰ مجددیت کیا ہے۔

۳۔ یہ آیت جس پر ہم بحث کر رہے ہیں حدیث مجدد پر روشنی ڈالتی ہے ذیل کے حقائق اس پر گواہ ہیں آیت میں کسی شخص کا نام نہیں اس کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ وہ ایک معروف شخصیت ہے یا یہ کہ

الف۔ اس کا ذکر بطور مثال ہے اور اسی قسم کی مثالیں آئندہ بھی ہوں گی

ب۔ آیت کے شروع میں حرف اَوْ اس کا تعلق پہلی آیت سے بتا رہا ہے۔

ج۔ اس سے پہلی آیت میں بتایا ہے کہ قوم کی زندگی علم پر منحصر ہے۔ وہ علم جو خدا کی طرف سے کسی مامور کو دیا جاتا ہے

د۔ اس مامور کے آنے کا وقت بستی کا اپنی چھتوں پر گرا ہوا ہونا ہے۔ یہ بستی فی الحقیقت قوم ہے اور اس کی چھت اس کے علماء ہیں علما کے گر جانے کی وجہ سے قوم مردہ اور ہلاک ہو جاتی ہے۔

ہ۔ علما کے گرنے کی وجہ ان کے اندر دین اور کتاب اللہ سے غفلت ہے۔

و۔ مامور کی پہچان یہ ہے کہ وہ قوم کی اس مردہ حالت پر سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتا ہے۔ انیٰ یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا اس مامور کی دلی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ علما لیڈران قوم اور امرا کی غفلت پر آنسو بہاتا ہے۔

ز۔ قوم کی مردہ حالت سو برس تک رہتی ہے اس زمانہ میں گدھا یا علما کا طبقہ موجود ہوتا ہے کھانا اور پینا یا روحانی غذاؤں کی تول ہوتی ہے۔ مگر یہ حالات کتاب اللہ سے کچھ ندہ

نہیں اٹھاتے۔

ح۔ قوم کی برہنہ اور سوکھی ہڈیاں علما اور امرا کی بے حسی اور عیش پرستی ایک شخص کو رات اور دن بے چین اور بے قرار رکھتی ہے وہ جو اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے روتا ہے۔ اس کے آنسوؤں میں ایک کیمیائی تاثیر پیدا ہوتی ہے۔

For there is an alchemy in sorrow it can be transmused into wisdom which can bring happiness

غم کی بھیگی ہوئی راتیں ہمیشہ روشن دن لاتی ہیں۔ اور عیش میں ڈوبی ہوئی راتیں غمگین دن پیدا کرتی ہیں۔

ط۔ اس شخص کا نام حزقیل ہے۔ مگر یہ نام اپنے اندر ایک معنوی خوبی رکھتا ہے۔ یحیزقیل جو اس کی عبری شکل ہے اس کے معنی ہیں خداوند زندگی کی قوت دیتا ہے۔ ہمارے روزمرہ کے محاورہ میں حاذق کے یہی معنے ہیں حاذق اور مسیح جن کا کام مردوں میں جان ڈالنا ہے۔ اور روح زندگی عطا کرنا ہے یہ ہم معنی خطاب ہے جو اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ جو حکومت اور سلطنت کے زور سے نہیں۔ بلکہ علم ربانی کی روح سے قوم کی مردہ ہڈیوں میں جان ڈالتا ہے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ؎

حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

ی۔ مامور من اللہ پر علماء زمان کے فتاوائے کفر کوئی نئی اور انوکھی ترکیب نہیں۔ انسان اس امر میں مختار ہے۔ کہ وہ اپنی حیوانی جبلت پر چل کر اپنے لئے دنیوی آسائش اور آرام کی راہ اختیار کرے (وانظر الیٰ حمارک۔ گدھا اپنی جبلت سے مجبور ہے۔ کہ صرف اپنے کھانے اور پینے کا فکر کرے) یا نماز روزہ کی محنت ہائے شاقہ اپنی حیوانی جبلت کا مقابلہ کرکے صرف قوم کی زندگی کے فکر میں اپنی جان گھلائے۔ لوگوں کی کثرت پہلا راستہ اختیار کرتی ہے۔ اور دوسری راہ کوئی خدا کا بندہ ہی اختیار کرتا ہے۔

But it is the few who have always played the great role in evolution.

انہی لوگوں نے ارتقا کی منزل قدم مارا ہے۔

ك۔ مامور من اللہ کی شناخت کوئی مشکل امر نہیں وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما، سوکھی اور بے جان ہڈیوں کو دیکھو کس طرح وہ جمع ہیں اور ان میں

نظم زندگی پیدا ہوتا ہے۔ اور گوشت چڑھتا ہے۔ وہی قوم جس میں دین سے غفلت اپنی تو میت سے بے حسی اور ایک جمود کا عالم ان پر . . . . طاری تھا کس طرح دنیا کے کاموں کو پیچھے ڈال کر تبلیغ دین کا ولولہ لے کر اٹھتی ہے اور اس راہ میں ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ اسلامی حکومتوں اور علماء کے بڑے بڑے اداروں اور بڑی بڑی جماعتوں کو دیکھو اور مامور من اللہ کی تیار کردہ چھوٹی سی جماعت کو دیکھو لندن، برلن، امریکہ جو دنیوی طاقتوں اور اسلام کے خلاف دجالی فتنوں کے مرکز ہیں ان کے اندر تبلیغ اسلام کے مشن کھولتی ہے مسجدیں بناتی ہے۔ اور بڑے بڑے علما اور معزز لوگوں کو اسلام کے اندر داخل کرتی ہے قرآن مجید کے تراجم تمام زندہ زبانوں میں شائع کرتی ہے غیر مذاہب کی کتب مقدسہ کی زبانوں کا مطالعہ کرکے اسلام۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی صداقت۔ برتری اور فضیلت کو ثابت کرتی ہے۔ اگر درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے تو جماعت احمدیہ کی یہ مساعی اس کے امام کی صداقت پر گواہ ہیں

ل۔ نہ صرف مردوں میں سے زندہ جماعت پیدا کر دکھانا مسیح موعود کی صداقت کا نشان ہے بلکہ ہڈیوں کا نشو نما ایک اور رنگ میں بھی مسیحائے وقت کی مسیحائی کا ثبوت دے رہا ہے۔ ہڈیوں کا نظام اور ان کی پختگی تقریباً اکیس بیس برس میں اپنے کمال پر پہنچتی ہے۔ اور یہی مدت ایک مامور من اللہ کے سچے اور جھوٹے ہونے کے امتحان کی میعاد ہے۔ کوئی مامور من اللہ اتنی مدت تک وحی اور الہام کا دعویٰ کرکے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔

(باقی دارد)

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کا پیغام

احمدی احباب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
انسان عاجز ہے حکمت الٰہی سے چارہ نہیں الحمد للہ اس پر راضی ہوں ۲۹ جنوری ۱۹۵۱ء کو آدھی رات کے بعد آگ جلاتے ہوئے غش کھا کر گرا میری اہلیہ صاحبہ نے دیکھا کہ میں اٹھ نہیں سکتا، تو جا کر چوہدری فضل حق صاحب وغیرہ کو بلا لائیں جنہوں نے اٹھا کر مجھے بستر پر ڈالا۔ اور اتنا عرصہ موت وزیست کی کشمکش میں پڑا رہا الحمد للہ کہ اب صحت بہت حد تک اچھی ہو گئی ہے اور آج جمعہ کیلئے مسجد میں جا رہا ہوں اس عرصہ میں میری نظر سے حضرت امیر قوم مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خطبے کے الفاظ گذرے جنہوں نے دل میں ولولہ ڈالا کہ باقی ایام خدمت اسلام میں صرف کروں۔ میرا مقام یہ ہے۔

روحانی زندگی کا آبِ حیات

خلاصہ تقریر فرمودہ جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

یاایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم

اے مومنو! اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہو جب وہ تمہیں زندگی عطا کرنے کے لئے بلاتا ہے۔ روحانی زندگی کا سرچشمہ خدا تعالیٰ کی ذات بابرکات اور اسی سرچشمہ و منبع سے ضروریات زمانہ کے مطابق وہ پانی نازل ہوتا ہے۔ جو دنیا میں اس کی مردنی کے بعد حیات دینے کا موجب بنتا ہے۔ یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ انبیاء یا ماموروں کا زمانہ ان کی جسمانی زندگی تک محدود ہوتا ہے۔ اور ان کی وفات کے بعد ان کی روحانیت کام نہیں کرتی بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ جس وقت تک ان کی رسالت کا زمانہ ممتد ہوتا ہے۔ تب تک ان کی قوت قدسی کام کرتی رہتی اور لوگ اس روحانی منبع سے فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا زمانہ قیامت تک چلتا ہے۔ اسی لئے آپ کا روحانی فیض و اثر بھی تا قیامت جاری ہے چونکہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ اور آپ کی شریعت یعنی قرآن کریم ہی اب آخری کتاب ہے اور آپ کا اسوہ بھی اب آخری اسوہ ہے اس لئے اب آپ کی مقدس ذات سے روحانی تعلق لگانے والے ہی خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کی تاقیامت فیض یابی کا ہی یہ نتیجہ ہے۔ کہ آپ کی امت میں سینکڑوں ایسے صلحاء و اولیاء ہو گذرے ہیں۔ جنہوں نے آپ کی سچی متابعت میں خدا تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف پایا باقی تمام ادیان کیوں مردہ ہو گئے؟ صرف اسی لئے کہ ان میں اصل سرچشمہ حیات تک یعنی خدا تعالیٰ تک پہنچنے والے پیدا نہیں ہوتے۔ پس جب اصل منبع سے تعلق پکڑنے والے مفقود و معدوم ہو گئے تو ظاہر ہے کہ ان قوموں میں زندگی باقی نہ رہی لیکن مذہب اسلام کو یہ افضلیت و شرف حاصل ہے۔ کہ اس دین میں آنحضرت صلعم کی زبردست قوت قدسی کے باعث آب حیات کے اصل چشمہ تک پہنچنے والے ہوتے رہے ہیں اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔ اسی امر کو قرآن مجید میں اس آیت شریفہ میں بیان فرمایا ہے۔

وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنًا۔ خدا تعالیٰ کا مومنوں سے یہ وعدہ ہے۔ کہ ان میں جو اصحاب کامل ہوں گے انہیں آنحضرت صلعم کی حقیقی نیابت کے مقام پر کھڑا کیا جائے گا۔ اور مقصد اس خلافت کا یہ ہے۔ کہ دین اسلام کی تمکنت ہو اور تاکہ خوف کے بعد دلوں پر امن و سکون نازل ہو۔ یہ ہے آنحضرت صلعم کے بروز و ظل اصحاب کی بعثت کی علت غائی

جس وقت آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے اس وقت بھی دنیا پر جہالت و مادہ پرستی کی تاریک و گھٹا ٹوپ رات چھائی ہوئی تھی ایسی تاریک شب نہ پہلے کبھی آئی تھی اور نہ بعد میں آئے گی۔ ایسے وقت خدا تعالیٰ نے اپنی جانب سے روحانی سورج کو ملک عرب کی سرزمین پر طلوع فرمایا۔ کہ جس کے چڑھنے سے کل روئے زمین منور ہو گئی۔ اب یہ سورج اپنی ذات میں دائمی و ابدی حیثیت رکھتا ہے جس طرح جسمانی سورج گو ہر وقت موجود رہتا ہے۔ مگر جب رات کے وقت وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو اس وقت چاند کی روشنی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اسی طرح روحانی عالم میں بھی چاندوں کی ضرورت رہتی ہے۔ جو محدثین و مجددین کی شکل میں زمانہ زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے مختلف مدارج کے ظاہر ہوتے رہتے ہیں ہمارے اس زمانہ میں آنحضرت صلعم کا روحانی سورج دنیا کی آنکھوں سے خاص طور پر زیادہ اوجھل ہو گیا تھا اس لئے اس وقت آفتاب نبوت سے منور شدہ ایک روحانی چاند کی اشد ضرورت تھی اس میں قطعاً کوئی کلام نہیں کہ ہمارا یہ زمانہ روحانی تاریکی اور اخلاقی جہالت کی رو سے آنحضرت صلعم کی بعثت کے زمانہ کو چھوڑ کر اپنی نظیر نہیں رکھتا آج نہ صرف اخلاق اور روحانیت کا علی الاعلان انکار کیا جا رہا ہے۔ بلکہ مادہ پرستی پر ہی تمام زندگی کا دارومدار بنایا جا رہا ہے سرمایہ دارانہ نظام ہو یا کمیونزم ہو یا کوئی اور ازم ہو سب کے سب کا مرکزی و محوری نکتہ مادہ پرستی ہی ہے

پھر بدقسمتی صرف اسی قدر نہیں۔ کہ دنیا میں مادہ پرستی اپنی پوری انتہا پر ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر دکھ دہ امر یہ ہے۔ کہ وہ قوم یعنی مسلمان جس نے دوسروں کو راستہ دکھلانا تھا اور کل جہان کے لئے بطور نگران کے کھڑی کی گئی تھی۔ وہ خود زمانہ کی رو میں بہے چلی جا رہی ہے۔ مسلمان قوم میں کتنی تحریکیں اٹھی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد خصوصاً اس موجودہ وقت میں کئی بہت سی علمی تحریکیں پیدا ہوئیں اور نت نئی پیدا ہو رہی ہیں۔ ان میں سے بہت سی تحریکوں نے مفید کام بھی کیا ہے اور میرا یقین ہے کہ اسلام کی یہ علمی خدمت بھی حضرت مسیح موعودؑ کے علم کلام کے اثر و نتیجہ میں معرض وجود میں آئی ہے لیکن تاہم مسلمانوں کے اندر ان تمام نئی علمی تحریکوں میں وہ بات بکلی مفقود نظر آتی ہے۔ جو بطور آب حیات کے زندگی بخشتی ہے کیونکہ کسی اسلامی تحریک کا رخ روحانی و اخلاقی اصلاح کی طرف نہیں۔ تو پھر غور کرنے کے قابل یہ بات ہے۔ کہ زمانہ کی ایسی گہری تاریکی کے وقتوں میں کوئی آسمانی روشنی نمودار نہ ہو؟ جبکہ خدا تعالیٰ کا حتمی وعدہ یہ ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلعم کے خلفاء کو ضرورتوں کے وقت مبعوث کرے گا۔ تو پھر آج جبکہ یہ ضرورت بہت ہی اہمیت و شدت اختیار کر گئی ہے۔ کیوں آنحضرت صلعم کا کوئی سچا عاشق کھڑا ہوا۔ اور کیوں اس نے اصل سرچشمہ حیات تک پہنچ کر خدا تعالیٰ سے روحانی فیض کا پانی حاصل کیا مگر حقیقت تو یہ ہے کہ وہ مرد خدا عین وقت پر اور ضرورت کے مطابق کھڑا ہوا اور اس نے آنحضرت صلعم کی سچی متابعت و خدمت میں روحانی چشمہ تک رسائی کی ہم میں سے ہزاروں لوگوں نے یہ دیکھا کہ اس پر خدا کی وحی نازل ہوتی تھی۔ اور اس کثرت سے نازل ہوئی۔ کہ پہلے وقتوں میں یعنی تیرہ سو برس میں اس کثرت سے یہ وحی کسی پر نازل نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ یہی تھی۔ کہ اس زمانہ میں اس کی ایسی ضرورت تھی کہ پہلے زمانوں میں ایسی ضرورت پیش نہ آئی تھی۔ نزول وحی کا نام سنتے ہی بعض لوگ چونک اٹھتے ہیں اور وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ بات تو صرف انبیاء سے ہی مخصوص ہے جب آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ٹھہرے تو آنحضور صلعم کے بعد وحی کیسی؟ حالانکہ ایک ادنیٰ انسان بھی یہ جانتا ہے۔ کہ قرآن کریم میں غیر انبیاء کی وحی کا ذکر موجود ہے۔ پس جبکہ دوسری قوموں میں غیر انبیاء پر وحی کا نازل ہونا ثابت ہے تو کیا امت محمدیہ میں اس کا نزول حرام ہو گیا؟ کیا یہ امت پہلی امتوں کی عورتوں سے بھی گئی گذری ہو گئی؟ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ انبیاء کی وحی جو شریعت کی حامل ہوتی ہے وہ اور قسم کی ہوا کرتی تھی۔ اور غیر انبیاء ماموروں کی وحی دوسری قسم کی ہوتی ہے۔ اس وحی میں انبیاء کی وحی کی صداقت کے دلائل و نشان ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ پر بڑی کثرت سے اسی قسم کی وحی الٰہی نازل ہوئی یہ وحی اپنے اندر اسلام کی سچائی کے متعلق تمام دنیا پر اتمام حجت کرنے کے لئے نشان رکھتی تھی اس میں امریکہ اور یورپ بھی آتے ہیں ایشیا کے ممالک بھی شامل ہیں۔ یہی تو خدا تعالیٰ کے روحانی نشان ہیں جن کے باعث ایمانی زندگی پیدا ہوتی ہے کیونکہ صاف ظاہر ہے۔ کہ روحانی زندگی کے سرچشمہ تک اگر انسان خود براہ راست نہیں پہنچ سکتا تو پھر کم از کم وہ ان نشانات کا مشاہدہ کرے جو کسی کامل ملہم من اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ہیں۔ بجز ان دو طریقوں کے اور کسی طرح یہ ممکن نہیں۔ کہ انسان روحانی زندگی کا پانی پی سکے۔ حدیث نبوی میں ہے۔ یراھا المومن او تری له۔ یعنی ایسے مبشرات یا براہ راست مومن کو دیئے جاتے ہیں۔ یا مومنوں کے ایمان کی ترقی کے لئے کسی دوسرے مومن کو دیئے جاتے ہیں

ہم لوگ جو جماعت احمدیہ سے متعلق ہیں جب یہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کے تازہ نشانات آنحضرت صلعم کے سچے نائب پر ظاہر ہوئے ہیں۔ اور اس وقت دنیا کو ان نشانات کے دکھلانے کی بہت بڑی ضرورت درپیش ہے۔ تو پھر کیا ہمارا یہ فرض نہیں کہ ہم ان نشانات کو دنیا کے سامنے بڑے زور سے اور بار بار پیش کریں؟ ایک طرف تو یہ حقیقت ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تصانیف میں جو نور اور روشنی ہے۔ وہ کسی دوسری جگہ موجود نہیں ان کے اندر وہ لذت و حلاوت ہے جسے کسی دوسرے کی تحریر میں حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے علم کلام میں غلبہ اسلام پر جو یقین و ایمان پایا جاتا ہے کیا اس کی نظیر کسی اور جگہ مل سکتی ہے؟ آنحضرت صلعم کی محبت اور قرآن مجید سے عشق کے جو لبالب جذبات آپ کی کتابوں میں ظاہر ہوتے ہیں ان کی مثال تلاش کرنی عبث ہے میں جب آپ کی تحریروں کو پڑھتا ہوں اور پھر ان کی روشنی میں قرآن کریم کا مطالعہ کرتا ہوں تو میں آپ کو سچ سچ کہتا ہوں کہ قرآن کریم کے نئے معانی اور نئے مطالب سامنے آتے رہتے ہیں۔ حضرت صاحب کا پیدا کردہ علم کلام صرف دلائل عقلی پر مشتمل نہیں بلکہ وہ مردہ روحوں کے لئے زندگی بخش پیغام ہے۔ کیا یہ ضرورت نہیں کہ ہم لوگ جو انہیں اپنا امام و مقتدا مانتے ہیں آپ کی تصانیف و تحریروں کو کثرت سے اور بہ نظر غور نہ صرف خود پڑھیں بلکہ اسے وسیع پیمانہ پر کثرت کے ساتھ پھیلائیں تا دوسرے بھی اس سے مستفیض ہو سکیں۔

امام الزمان کے صحیح مقام کو قائم کرو

بعض لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں کہ مسلمانوں کو

اب حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام پہنچانے کی ضرورت نہیں رہی یہ ایک بڑی ٹھوکر اور غلطی ہے میں کہتا ہوں ابھی تک تو مسلمانوں میں کثرت سے ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو حضرت عیسٰی کو ابھی تک زندہ تسلیم کرتے ہیں۔ کیا قوم کے جمود کو دور کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس باطل عقیدہ کا قلع قمع کیا جائے۔ پھر ختم نبوت کا لفظی طور پر تو ہر مسلمان قائل ہے۔ مگر اس کے حقیقی مفہوم سے بے خبر ہے۔ کیونکہ خاتم الانبیاؐ کے معنی صرف اسی قدر نہیں کہ اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ اور قرآن کریم کے بعد کوئی نئی ہدایت نازل نہ ہوگی۔ بلکہ ختم نبوت کے مفہوم میں یہ امر بھی داخل ہے۔ کہ اب آسمانی آب حیات تک رسائی صرف آنحضرت صلعم کے توسط سے ہی ممکن ہے۔ اب تاقیامت سرچشمۂ فیض تک پہنچنا ناممکن ہے جب تک آنحضور صلعم کی کامل و سچی متابعت میں فنائیت کا مقام حاصل نہ کر لیا جائے۔ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی روحانی فیض بجز آپ کی وساطت و متابعت حاصل نہیں ہو سکتا۔

ایسے کامل اصحاب کی بعثت دنیا کی روحانی زندگی کے لئے ازبس لازم و ضروری ہے جنہیں کامل تعلق باللہ کا مقام حاصل ہو۔ مگر یہ مقام اب حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ آپ کا کامل پیرو اور بروز نہ ہو تمام مفسرین تسلیم کرتے ہیں کہ آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ یہی بتاتی ہے کہ آنحضرت صلعم کی روحانی تربیت اور فیض یابی تاقیامت جاری ہے۔ صحابہ کرام اور السابقون الاولون کے لئے تو آپ کا فیض براہ راست مقدر تھا لیکن آپ کی جسمانی وفات کے بعد بھی آپ کے روحانی فیوض کا خاتمہ نہیں ہوگا اور اس کے لئے کوئی نبی مبعوث نہ کیا جائے گا۔ بلکہ آپ کے ہی روحانی فیض و تربیت سے امت محمدیہ کے کاملین مقام ماموریت و تکلم الٰہی پر کھڑے کئے جائیں گے۔ اور ان ماموروں و مجددوں کی طفیل پھر مسلمان قوم روحانی و اخلاقی زندگی کو پانے والی ہوگی۔ زمانہ کے روحانی امام سے تعلق لگائے بغیر سچی زندگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس ہم لوگوں کو اس کی فکر کرنی لازم ہے۔ کہ اگر ہم نے مسلمان قوم کی سچی اصلاح اور ان کی روحانی زندگی کا مقصد حاصل کرنا ہے۔ تو یہ بات صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکے گی۔ جبکہ ہم مسلمانوں کو حضرت مسیح موعودؑ کے دامن سے وابستہ کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہو جائیں۔ مسلمان قوم کی سچی خیر خواہی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس قوم کی مردنی کو دور کرنے کے لئے اور ان میں اصل زندگی پیدا کرنے کی غرض سے امام الزمان کی شناخت کرائی جائے۔ اور اس کے ساتھ روحانی تعلق لگانے کی جانب توجہ دلائی جائے جس نے اس زمانہ میں آسمانی سرچشمۂ روحانیت یعنی خدا تعالیٰ سے حقیقی تعلق پیدا کیا حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں اور آپ کے علم کلام کو پھیلانے کی اشد ترین ضرورت ہے کیونکہ یہی چیز ایمان میں زندگی اور مضبوطی اور بصیرت پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں۔

جب یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسی ذریعہ سے مسلمانوں میں سے اس جماعت میں یہ بصیرت پیدا ہوئی جس نے اس امام سے تعلق پیدا کیا تو باقی مسلمان بھی اخلاق و روحانیت کے میدان میں اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتے جب تک کہ انہیں ان سے آگاہ نہیں کیا جائیگا۔ بہرحال یہ امر نہایت روشن ہے کہ اگر مسلمان قوم کی توجہ روحانیت کی طرف ہوگی اور اس طرف قوم کا رخ ہونا اس کی زندگی کے لئے ناگزیر ہے تو پھر اس کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ وہ یہ کہ زمانہ کے امام اور روحانی سرچشمۂ حیات تک پہنچ جانے والے مرد کامل سے ان کا تعلق پیدا ہو لیکن اس تعلق کا پیدا کرانا ہماری جماعت کی جدوجہد اور کوشش پر منحصر ہے۔ ہمارے بزرگوں نے احمدیت کو قائم کرنے اور حضرت مسیح موعودؑ سے دیگر لوگوں کے تعلق لگوانے کے باعث بڑی عظیم الشان قربانیاں کی ہیں۔ انہوں نے جان و مال اور عزت کسی چیز کو اس مقصد پر نثار کرنے سے گریز نہیں کیا۔ اگر ہمارے اندر وہی جوش و ولولہ پیدا ہو جائے جو ہمارے ان بزرگوں کے اندر موجزن تھا تو یہ بات یقینی ہے۔ کہ ہم مسلمان قوم کو روحانی طور پر زندگی بخشنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور پھر اس قوم کی اصلاح کے ساتھ کل دنیا کو آب حیات سے فیضیاب کر سکیں گے

اللہ تعالیٰ ہمیں اس نکتہ کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ

اخبار احمدیہ

حاجی محمد ابراہیم صاحب کی صاحبزادی حمیدہ خاتون کی شادی میاں عبد الرحمٰن ڈیمانسٹریٹر اسلامیہ کالج لاہور (ولد میاں دین محمد صاحب) کے ساتھ ۵ رفروری کو ہوئی خطبہ نکاح میں پانچ سو روپے حق مہر عبد المطلب پڑھا گیا۔

— حافظ عبد الرشید صاحب مبلغ سندھ کی اہلیہ محترمہ مدت سے بیمار ہیں احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

ملکی مفاد سے کھیلنے والے عناصر کا مخدوش انداز فکر

ایک خطرناک رجحان اور اسکے فوری انسداد کی ضرورت

معاصر "ممتاز زمانہ" کے تاثرات

تقسیم برصغیر سے قبل کچھ مسلمان ایسے بھی تھے جو پاکستان کے نظریہ کے سرے سے مخالف تھے۔ وہ نہ صرف ذہنی طور پر اس نظریہ کو اپنانے کے لئے تیار نہ تھے بلکہ اختیار کے ساتھ عمل کر اس کو ناکام بنانے میں ایڑی چوٹی کا زور بھی لگاتے رہے۔ ان کی خواہشات اور مخالفانہ جدوجہد کے باوجود پاکستان عالم وجود میں آیا۔ اور اب بفضلہ وہ ایک آزاد خود مختار مملکت کی حیثیت سے شاہراہ ترقی پر گامزن ہے

پاکستان کی مسلم لیگی حکومت نے ایسے تمام مخالف عناصر کے ساتھ شروع دن سے ہی نہایت رواداری کا سلوک کیا۔ اور محض اس بنا پر کہ ماضی میں ان کا رویہ سخت معاندانہ تھا۔ ان سے قطعاً کوئی باز پرس نہ کی اس نے تلافی مافات کے لئے یہی کافی سمجھا کہ وہ نئے حالات کے مطابق اپنی روش میں از خود تبدیلی کر لیں۔ اور آزاد شہریوں کی طرح نئی مملکت کے تحفظ و بقا کے لئے کوشاں رہیں۔

ان میں سے بعض نے اس رواداری کی قدر کرتے ہوئے اپنے آپ کو نئے ماحول کے سانچے میں ڈھال لیا۔ لیکن بعض عناصر اپنی افتاد طبع کے باعث نئے ماحول اور نئے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگی اختیار نہ کر سکے ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ احرار آرگن "آزاد" کی موجودہ روش نے مجلس احرار کو مؤخر الذکر عناصر کی صف میں لا کھڑا کیا ہے اس ضمن میں بالخصوص "آزاد" کا "افضل حق نمبر" ہمارے پیش نظر ہے جس میں چوہدری افضل الحق صاحب مرحوم کے سیاسی نظریات کو اس رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ کہ جس سے نظریہ پاکستان اور خود قائداعظم کی ذات والا صفات پر حرف آتا ہے۔ چنانچہ ایک مضمون نگار صاحب ص۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"آج اگرچہ وہ (چوہدری افضل حق مرحوم) ہم میں موجود نہیں لیکن وہ راستہ جو انہوں نے ہمارے لئے تجویز کیا تھا آج بھی ہمارے سامنے ہے اور ہم آج ان کے مشورہ کی روشنی میں اسی راستے پر گامزن ہیں"

(افضل حق نمبر ۱۳ رجنوری ۱۹۵۵ء)

اب کون نہیں جانتا کہ چوہدری افضل حق مرحوم بے شمار اوصاف کے باوجود قائداعظم اور نظریہ پاکستان کے شدید مخالفوں میں سے تھے انہوں نے مجلس احرار کو جس راستے پر چلائے رکھا اور جس پر آئندہ بھی چلنے کی تلقین کی۔ وہ پاکستان سے بالکل علیحدہ تھا۔ انہوں نے قائداعظم کو بے درد، دہشت پسند اور اول درجے کا فرقہ باز قرار دیا۔ پاکستان کی تجویز کو "لیس بم" کے نام سے یاد کیا۔ تو کبھی اسے شکست خوردہ ذہنیت کا نتیجہ ٹھہرایا۔ کبھی اس کے لئے دام تزویر کا لقب تجویز ہوا۔ تو کبھی اسے جنت الحمقاء کے نام سے پکارا گیا۔ پھر انہوں نے واضح الفاظ میں مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا۔ کہ وہ پاکستان کی خیالی سکیم کی خاطر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ اور ملک کو کسی حالت میں بھی تقسیم نہ ہونے دیں۔ چنانچہ ان کی مشہور کتاب "پاکستان اور چھوت" کے مندرجہ ذیل اقتباسات اس پر گواہ ہیں:۔

(۱) مسٹر جناح نے ایک بے درد، دہشت پسند کی طرح ہمارے درمیان ایک بم پھینکا ہے جس سے انتشار اور ابتری پیدا ہو گئی ہے۔ حالانکہ آج متحدہ عمل وقت کی سب سے بڑی ضرورت تھی۔ کٹر قوم پرست جناح اول درجہ کا فرقہ پرست بن چکا ہے ہمیں اس سوال پر اچھی طرح سوچ وچار کرنی چاہیئے مسٹر جناح کی زیر دست قیادت میں مسلم لیگ نے تقسیم ہند کی جو قرارداد منظور کی ہے اسے اگر کلیتہً شر انگیز نہیں کہا جا سکتا تو کم از کم اسے مصلحت وقت کے خلاف ضرور کہا جا سکتا ہے۔ اس امر کا بدیہی ثبوت ہے۔ کہ ہندوستانی سیاست ایک سخت مرض میں مبتلا ہے۔ جناح ایک ہوشیار سیاست دان ہے اور اس نے ہندوستان کی دو بڑی قوموں کی چپقلش سے پورا فائدہ اٹھایا ہے اور زخم پر پھاہا رکھنے کی بجائے خنجر سے

جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا مناسب سمجھا ہے "

۲۔ "میں مسلم لیگ کو ہمیشہ کا ڈھاوں اور صفت خوس دف کی ٹولی سمجھتا رہا ہوں۔ انہوں نے پاکستانی سکیم کے خوفناک نتائج پر غور نہیں کیا۔ وہ نہایت اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہوا میں قلعے تعمیر کر رہے ہیں۔ وہ دیانت داری کے ساتھ اسی امید میں مگن ہیں کہ حکومت برطانیہ پاکستان کو ان کے لئے آرام دہ وطن بنا دے گی بیوقوفوں کی جنت میں بسنے والے ہاتھ پر ہاتھ دھرے فائدے کی امید میں بیٹھے رہتے ہیں"

۳۔ "اپنے ہم وطن کی خدمت کرنے سے کبھی دریغ نہ کرو۔ تمہیں معلوم رہنا چاہیئے کہ پاکستان سکیم شکست خوردہ ذہنیت کا نتیجہ ہے"

۴۔ "ہندوستان کی تقسیم کا نعرہ دراصل ان تینوں قوموں کے اعلیٰ طبقات کا نعرہ ہے یہ خیال غلط ہے کہ یہ کوئی فرقہ وارانہ مطالبہ ہے۔ بلکہ یہ ایک دام تزویر ہے جو اس لئے پھیلایا گیا ہے۔ کہ کہیں غریب طبقے اپنے ذہن و دماغ اور اپنی تمام تر توتیں سماجی اور اقتصادی انصاف کے اہم مسائل پر مرکوز نہ کردیں"

۵۔ "لیکن یہ موعودہ گھر (پاکستان) کہاں ہے اس کا حدود اربعہ کیا ہے؟ کسی شخص کو ان چیزوں کا علم نہیں۔ اور شائد قیامت تک نہ ہو۔ ہمیں "سراب" کے پیچھے نہیں بھاگنا چاہیئے۔ بلکہ مضبوط اخلاق کے مالک، اچھے شہریوں کی طرح ہندوستان میں رہنا چاہیئے"

پاکستان کے قیام پر تین سال گذرنے کے بعد کسی کا یہ کہنا کہ وہ آج بھی چودھری افضل حق مرحوم کے فرمودات کی روشنی میں ان کے بتلائے ہوئے راستہ پر گامزن ہے ایک سچے پاکستانی کی شان کے خلاف ہے اس کا تو یہ نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ احرار پاکستان میں رہنے کے باوجود تقسیم برصغیر کو دل سے تسلیم نہیں کرتے۔ اور تاحال چودھری صاحب مرحوم کے خیالی ہندوستان میں مقیم ہیں جس میں پاکستان کے علیحدہ وجود کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

یہی مضمون نگار آگے چل کر موجودہ سیاسی صورت حال سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"آج اگر چوہدری صاحب زندہ ہوتے تو بہت ممکن ہے بلکہ میں تو یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ سیاست کا رخ کچھ اور ہوتا اور موجودہ صورت حالات جس سے آج ہم اس قدر نالاں ہیں پیدا ہی نہ ہوتی"

موجودہ صورت حال سے جو یقیناً تقسیم کا براہ راست نتیجہ ہے۔ بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہنا کہ اگر چوہدری صاحب زندہ ہوتے تو سیاست کا رخ کچھ اور ہوتا۔ صاف اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ان کے جیتے جی کبھی پاکستان نہ بن سکتا۔ اور صورت حال سے اس درجہ بیزاری کی کیفیت کبھی پیدا نہ ہوتی۔

اسی طرح ایک اور مضمون نگار نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ پاکستان بننے سے مسلمانوں کو فائدہ کم اور نقصان زیادہ پہنچا ہے اور یہ کہ چوہدری افضل حق مرحوم کی سیاسی بصیرت نے اس امر کو برسوں پہلے بے نقاب کردیا تھا اسی لئے وہ قیام پاکستان کے آخر دم تک مخالف رہے اور مسلمانوں کو مضبوط اخلاق کے مالک اور اچھے شہریوں کی طرح ہندوستان میں ہی رہنے کی تلقین کرتے رہے۔ مضمون نگار صاحب لکھتے ہیں:-

"پاکستان کا تخیل ابھی انگڑائیاں لے رہا تھا افضل کی آنکھ پرنم تھی۔ وہ قوم کی کٹتی ہوئی جوانی، لٹتی ہوئی دوشیزگی اور بلکتے ہوئے بچپنے کو دیکھ رہی تھی۔ افضل حق نے غالباً اگست ۱۹۴۷ء کا سانحہ ۱۹۴۱ء میں برداشت نہ کرتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا آپ کی انگریزی تصنیف "دو قوموں کی تھیوری" کا مطالعہ فرمایئے۔ آپ سے ہونے والے واقعات کی چار پانچ سال قبل عریاں تصویر کشی کی ہے کوئی مسلمان پیش کیجئے جس نے ہونے والے واقعات کا اندیشہ تک ظاہر کیا ہو۔ لیکن افضل کی آنکھ فضاؤں سے سب کچھ دیکھتی اور لرزتی رہی"

(آزاد (افضل حق نمبر) ۱۳ر جنوری ۱۹۵۱ء صفحہ)

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج جبکہ پاکستان کی ہمہ گیر ترقی پر دنیا رشک کا اظہار کر رہی ہے۔ خود پاکستان میں رہنے والے بعض حضرات ایسے ہیں جو نہایت سلیقے سے در پردہ اس امر کی تلقین کر رہے ہیں۔ کہ ہمارا انجام پاکستان سے قبل ہی مرجانا بہتر تھا۔ اگر یہ چیز نہ ہوتی تو افضل حق مرحوم داعی اجل کو کبھی لبیک نہ کہتے۔ (گویا خدا تعالیٰ کے ہاں جانے سے صاف انکار کر دیتے) پاکستان میں رہنے پر موت کو ترجیح دینا اس سے زیادہ پاکستان کی تحقیر اور خدا تعالیٰ کی ناشکری نہیں ہو سکتی۔

ایک اور صاحب نے اپنے مضمون میں نہایت صفائی سے نہرو رپورٹ کی مخالفت کرنے والوں کو قصر برطانیہ کے ستون اور چند روپلی سکوں کی جھلک پر ضمیر فروشی کرنے والے قرار دیا ہے۔ حالانکہ بابائے حریت مولنا محمد علی جوہر مولنا شوکت علی اور خود قائداعظم محمد علی جناح نے نہرو رپورٹ کی مخالفت کی۔ اور وہ عظیم الشان تنظیم عمل میں آئی کہ جس کی بدولت بالآخر پاکستان قائم ہوا۔ مضمون نگار صاحب لکھتے ہیں:-

"۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ مرتب ہوئی تو چودھری افضل حق صاحب مرحوم نے اس کی سکیم کی حمایت کی۔ قصر برطانیہ کے وہ ستون جنہوں نے چند سنہری سکوں کی جھلک کی خاطر ضمیر فروشی کر رکھی تھی۔ آپ کے خلاف ہوگئے"

(افضل حق نمبر صفحہ)

دنیا جانتی ہے کہ جب نہرو رپورٹ شائع ہوئی اور بعض نیشنلسٹ مسلمانوں نے (جن میں سے ایک چوہدری افضل حق صاحب بھی تھے) اس کی حمایت میں پروپیگنڈا شروع کیا تو مسلمانان ہند کی اکثریت نے علی برادران اور قائداعظم کی سرکردگی میں ان نیشنلسٹ مسلمانوں کی شدید مخالفت کی۔ اور مسلمانوں کے درمیان باہم آویزی کا بازار گرم رہا۔ اس کے ثبوت میں ہم مولنا خدا بخش اظہر امرتسری چیف ایڈیٹر زمیندار کی کتاب "مسلم لیگ" میں سے چند ایک اقتباس نقل کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں:-

"مئی ۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ شائع ہوئی آل پارٹیز کانفرنس کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ جس میں مسٹر جناح نے شرکت کی۔ آپ نے مسلمانوں کا مطالبہ استدلال کی انتہائی قوت کے ساتھ پیش کیا۔ جس کی تسلیم پر نہ ہندو مہاسبھا آمادہ ہوئی نہ کانگریس نے اظہار پسندیدگی کیا جناح صاحب نے کانگریس اور ہندو مہاسبھا کے مقابلہ کی ٹھان لی۔ مولنا شوکت علی اور مولنا محمد علی کانگریس سے ہٹ کر آپ کے حامی ہوگئے بالآخر آپ نے اپنے موجودہ نکات پیش کئے۔ یہ وہی نکات ہیں۔ کہ جنہیں ہندوستان کی اسلامی سیاست کا سنگ بنیاد کہا جاسکتا ہے۔ جناح صاحب کی مخالفت کا یہ اثر ہوا۔ کہ نہ سائمن کمیشن نے نہرو رپورٹ کی اہمیت کا اعتراف کیا اور نہ حکومت برطانیہ نے اسے قابل اعتنا سمجھا" (صفحہ)

۲۔ "ایک طرف کانگریس اور مسلم نیشنلسٹ نہرو رپورٹ کی حمایت میں پروپیگنڈا کرنے لگے۔ دوسری طرف مولنا محمد علی اور مسلم لیگیوں نے طوفان مخالفت برپا کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مسلمانوں کے اکثر جلسوں میں باہم آویزی کا بازار گرم رہا۔ لیکن نہرو رپورٹ کے مسلمان مخالفین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور ان کا پروپیگنڈہ بھی موثر صورت اختیار کرچکا تھا"

(صفحہ)

آج جبکہ پاکستان کو قائم ہوئے تین سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔ نہرو رپورٹ کی حمایت کو سراہنا اور اس بنا پر مخالفت کرنے والوں کو جن میں بابائے حریت مولنا محمد علی جوہر مولنا شوکت علی اور حضرت قائداعظم بھی شامل تھے قصر برطانیہ کے ستون قرار دینا پاکستان میں رہتے ہوئے خود پاکستان کے وجود سے انکاری ہونے کے مترادف ہے۔

ہم اپنے احرار دوستوں سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ خدارا نئے ماحول کا جائزہ لیں۔ اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اپنی طبیعتوں اور ذہنوں میں اس ماحول کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ پاکستان میں ایسے خیالات کا اظہار کرکے اپنے مخدوش انداز فکر کو بے نقاب کرنے سے ملکی مفاد کو نقصان پہنچنا یقینی ہے۔ اگر واقعی طبیعتیں ذہنی تبدیلی کے لئے تیار نہ ہوں تو پھر نیا ماحول تلاش کرنا چاہیئے۔ ایسے مہلک خیالات کیلئے پاکستان کی فضا کو سازگار بنانے کی کوشش انتہائی مذمت کے قابل ہے۔ ہم ہرگز یہ نہیں چاہتے۔ احرار دوست، چودھری افضل حق مرحوم کے ساتھ اپنی دلی عقیدت و وابستگی کا اظہار نہ کریں۔ ہم خود مرحوم کی بہت سی خوبیوں کے قائل ہیں۔ لیکن ملی مفاد اور ملکی مفاد کے پیش نظر ہم یقیناً اس بات کو ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کا تذکرہ جب بھی کیا جائے وہ ان کے ذاتی اوصاف اور بلند پایہ ادبی حیثیت تک ہی محدود ہو۔ ان کے سیاسی افکار کے لئے کم از کم پاکستان میں کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہیئے۔ لوگ عبرت کے لئے ان کی سیاسی تصانیف کا مطالعہ کرسکتے ہیں لیکن خاص مضامین کے ذریعہ ان کے سیاسی افکار کی برتری ثابت کرنا ملکی مفاد سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ اور اس قابل ہے کہ حکومت اس کے انسداد کے لئے کوئی مناسب کارروائی عمل میں لائے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے احرار دوست نہ صرف آئندہ اپنی روش بدلنے کی کوشش کریں گے۔ بلکہ اپنے آپ کو اس ذہنی تبدیلی کے لئے بھی تیار کریں گے کہ جس کا قیام پاکستان کے بعد ہر ایسے پاکستانی کے اندر پیدا ہونا ضروری ہے کہ جو تقسیم سے قبل پاکستان کے نظریہ کا مخالف تھا اور اس کو ناممکن بنانے میں عملی حصہ لیتا رہا تھا۔

ہند و پاکستان

کراچی:- ۱۳ر فروری موتمر عالم اسلامی کی چار روزہ کانفرنس کے اختتام پر مفتی اعظم الحاج امین الحسینی نے یہ خیال ظاہر کیا کہ جہاں تک اسلامی ملکوں کے اجتماع کا تعلق ہے یہ کانفرنس مبارک ثابت ہوئی ہے۔

آپ نے پاکستان اور موتمر کا شکریہ ادا کیا۔ کہ انہوں نے اسلامیانِ عالم کے نمائندوں کو ایک جگہ پر جمع ہو کر مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات کرنے کا موقع بہم پہنچایا۔

آپ نے کہا عالم اسلام کو اس نوزائیدہ سب سے بڑی اسلامی مملکت سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں آپ نے عالم اسلام کے اتحاد پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے حلقے میں مسلمانوں کی فلاح و بہبودی اور اسلام کی عظمت کے احیاء کے لئے کام کرے۔

آپ نے پاکستانی عوام کی میزبانی کا شکریہ ادا کیا اور کہا ہم نے پاکستان میں قطعاً کوئی اجنبیت محسوس نہیں کی۔ آخر میں آپ نے موتمر عالم اسلامی کے مقاصد کی کامیابی اور اسلامیان عالم کی ترقی کی دعا کی۔

کراچی — ۱۳ر فروری سفارت انڈونیشیا کے ایک رکن نے اخباری نامہ نگاروں کی ملاقات کے دوران میں اس امر کا انکشاف کیا کہ بہت جلد پاکستان اور انڈونیشیا میں ایک تجارتی معاہدہ پر دستخط ہو جائیں گے۔

کالا باغ — نمک سے بھری ہوئی کشتی کے ڈوبنے کی اطلاع جناح بیرج سے موصول ہوئی ہے تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے۔ کہ سکھر کو جاتی ہوئی یہ کشتی جس میں ۵۰۰ من نمک بھرا ہوا تھا جب بیرج کے نیچے سے گزرنے لگی۔ تو پتھروں سے ٹکرا گئی۔ اور اسی وقت ڈوب گئی۔ ملاح اور مزدوروں نے چھلانگیں لگا دیں۔ اور تیر کر اپنی جان بچائی۔ ملاحوں کا کہنا ہے کہ ان پتھروں کے ساتھ پہلے بھی پانچ بڑی کشتیاں ٹکرا کر غرق ہو چکی ہیں

نئی دہلی — ۱۳ر فروری ہندوستان کی وزارت دفاع ایک ڈیفنس سائنس سروس منظم کر رہی ہے۔ جو انڈین ایڈمنسٹریٹو سروس اور فارن سروس کی سی ہوگی۔ ڈیفنس سائنس سروس کا مقصد سائنٹیفک اور فوجی نظریہ میں یکجہتی پیدا کرنا ہوگا تاکہ دورِ حاضر کے نظام جنگ میں سائنس سے پورا فائدہ اٹھایا جا سکے۔

دہلی — ۱۳ر فروری معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان اور کمیونسٹ چین ثقافتی اور خیر سگالی کے مشن ایک دوسرے کے ملک میں روانہ کریں گے۔ یہ تجویز گذشتہ دسمبر میں چین نے پیش کی تھی جسے ہندوستان نے منظور کرتے ہوئے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ چینی وفد آئندہ سال ہندوستان آئے۔

کراچی - ۱۳ر فروری آج یہاں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ہز ہائی نس سر آغا خان نے کراچی کے غرباء پر صرف کرنے کے لئے پچاس ہزار روپے کا عطیہ دیا ہے آغا خان نے اتنی ہی رقم مشرقی بنگال کے لئے وہاں کے گورنر ملک سر فیروز خاں نون کو بھی عطا کی ہے۔

لاہور — ۱۳ر فروری گورنر جنرل پاکستان کی منظوری حاصل ✱

کشمیر

لیک سکسس - ۱۰ر فروری معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ سلامتی کونسل کے آئندہ اجلاس میں برطانیہ اور امریکہ کشمیر کے متعلق جو مشترکہ تجویز پیش کر رہے ہیں اس میں کشمیر میں رائے شماری کے دوران میں مقامی باشندوں پر مشتمل فوج رکھنے کی سفارش کی جائے گی۔

یونائیٹڈ پریس آف امریکہ نے اطلاع دی ہے کہ امریکی اور اور برطانوی حکومتیں اس امید پر یہ قرارداد تیار کر رہی ہیں کہ پاکستان اس تجویز کو منظور کرے گا۔ دونوں حکومتوں کے نمائندے اس قرارداد کو مکمل صورت دینے میں مصروف ہیں

طہران - ۱۳ر فروری کل یہاں ایک عظیم الشان عام جلسہ ہوا جس میں آقائے نصر اللہ انتظام صدر جنرل اسمبلی اقوام متحدہ پر زور دیا گیا۔ کہ وہ مسلمانانِ کشمیر کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا موقع دینے کے لئے فوری اقدام کریں۔ اور اس امر کا مطالبہ کریں کہ کشمیری عوام کو ان کا یہ پیدائشی حق کسی قسم کی بیرونی مداخلت کے بغیر بلا تاخیر دیا جائے۔

قاہرہ - ۱۷ر فروری مصر کے ایک لاکھ شہریوں نے اتحادی قوموں کی انجمن سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ وہ کشمیر میں جلد از جلد رائے شماری کرائے۔ کیونکہ رائے شماری میں مزید تاخیر امن عالم کے لئے خطرناک ثابت ہوگی۔ انہوں نے ایک یادداشت اتحادی قوموں کے نام بھیجی ہے۔ جس پر مصری پارلیمنٹ کے ارکان سیاسی کارکنوں، صحافیوں، پروفیسروں، طلباء، مذہبی رہنماؤں انجینئروں اور خواتین رہنماؤں نے اپنے دستخط کئے ہیں

✱ ہونے کے بعد ۱۹۵۱ء کے ترمیم شدہ پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کا آج اعلان کر دیا گیا۔ اس ایکٹ کے ذریعہ ۱۹۴۲ء کے پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۳۰ میں ترمیم کی گئی ہے۔ اور اس ایکٹ کا فوراً نفاذ کر دیا گیا ہے۔

کراچی - معلوم ہوا ہے۔ کہ ۲۱ر اپریل ۱۹۵۱ء کو آنے والے یوم اقبال کے موقعہ پر سوسائٹی آف پاکستان کی جانب سے علامہ اقبال کی کتاب "پیام مشرق" کا عربی ترجمہ شائع کیا جائے گا۔ یہ ترجمہ نئی تشکیل شدہ اقبال سوسائٹی کی طرف سے شائع شدہ پہلی کتاب ہوگی۔ مصری سفیر متعین پاکستان عبدالوہاب عزام بے نے پیام مشرق کو عربی کا جامہ پہنایا ہے۔

کراچی — ۱۰ر فروری آغا خان مسلم کانفرنس میں اپنا وہ خطبہ نہ پڑھ سکے۔ جس میں انہوں نے اردو کی مخالفت کی تھی اور عربی کو پاکستان کی قومی زبان بنانے کی تجویز پیش کی تھی، لیکن اس خطبہ کی نقلیں کانفرنس کے مندوبین میں تقسیم کر دی گئیں

کراچی کے اخباروں نے آغا خان کی روش کی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے۔ اور اس کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ اس احتجاج میں سندھ آبزرور، سول اینڈ ملٹری گزٹ، انجام اور جنگ پیش پیش ہیں

آغا خان ناسازی طبع کے باعث کانفرنس میں شریک نہ ہو سکے۔ اور آج صبح ایک خاص طیارے سے اپنی بیگم کے ساتھ ایران روانہ ہو گئے۔ جہاں وہ شاہ ایران کی شادی میں شریک ہوں گے ✱

بلادِ غیر

واشنگٹن — ۱۴ر فروری امریکہ کے بحر الکاہل والے ساحل پر ایک شدید سیلاب آیا جس کی وجہ سے ۷ اشخاص ہلاک ہوئے اور ۵ کروڑ ڈالر کا نقصان پہنچا۔

واشنگٹن - ۱۳ر فروری امریکہ نے حکومت برطانیہ کی یہ تجویز منظور کر لی ہے کہ اب ۳۸ ویں خط متوازی کو عبور کرنے سے پہلے اقوام متحدہ کے رکن ممالک سے مشورہ کیا جائے۔

سرکاری حلقوں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ اس سوال پر کچھ عرصے سے دونوں ملکوں کے درمیان بات چیت جاری تھی یہ بات چیت ہو رہی تھی۔

لندن ۱۳ر فروری کل مسٹر ایٹلی وزیر اعظم برطانیہ نے دار العلوم میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ برطانیہ اس اصول کا مخالف ہے کہ ادارہ اقوام متحدہ کوریا میں لڑنے والے ملکوں سے مشورہ کئے بغیر اپنی فوجوں کو ۳۸ ویں متوازی خط کو عبور کرنے کا حکم دے آپ نے کہا کہ برطانیہ کی پالیسی یہ ہے کہ کوریا کی لڑائی کا خاتمہ ہو جائے۔ اور یہ جنگ پھیلنے نہ پائے۔

قاہرہ - ۱۳ر فروری مسجد رسول اکرمؐ کے روضہ مبارک کے ستونوں کی ضروری مرمت کے لئے مصری حکومت کی جانب سے ۱۷ مصری انجینئروں اور کاریگروں پر مشتمل ایک وفد جمعرات کے روز مدینہ منورہ روانہ ہونے والا ہے قاہرہ میں مصری حکام سے معلوم ہوا ہے۔ کہ گنبد خضریٰ کے ۲۲ ستون فوری مرمت کے طالب ہیں۔ گنبد خضریٰ کے کل ستونوں کی تعداد ۳۷۶ ہے ان ستونوں کی مرمت پر ۹ ہزار پونڈ خرچ ہوں گے۔ مصری حکومت نے مرمت کے لئے ۹ ہزار پونڈ کی منظوری دے دی ہے۔

انقرہ - ۱۰ر فروری یہاں ۴ر فروری کو امریکہ اور ترکی حکومت کے نمائندوں کے درمیان اقتصادی اور فوجی اہمیت کی ایک کانفرنس منعقد ہونے والی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ امریکی وفد کی قیادت مسٹر جلاج میک گی کریں گے جو محکمہ خارجہ میں افریقی اور مشرق قریب کے امور کے اسسٹنٹ سیکرٹری ہیں۔

[illegible]

لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بُود ❊ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مُسلمانیم از فضلِ خُدا
مصطفٰے مارا امام و پیشوا ــــ
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر وشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پُرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
۴۔ سب صحابہ و ائمہ قابلِ احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

سالانہ چندہ۔ چھ روپے (پاکستان سے)
۸-۱۲-۰ روپے (ہندوستان سے)
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۱۳ شلنگ

ایڈیٹر: دوست محمد

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ ۲۱ جمادی الاوّل ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۵۱ء | نمبر ۸

قومی تعمیر کے بلند ترین مقصد کو پورا کرنے والا ادارہ

جس کی طرف قوم کی پوری توجہ کی ضرورت ہے

ادارۂ تعلیم القرآن کے سالانہ اجلاس کی مختصر روئیداد

احباب کو معلوم ہے کہ ادارہ تعلیم القرآن جس کی تحریک حضرت امیر ایدہ اللہ نے آج سے چار پانچ سال پہلے کی تھی۔ قریباً دو سال سے ایک چھوٹے سے ہوسٹل کی شکل میں قائم ہوا ہے۔ اس ادارہ کا پہلا سالانہ اجلاس ۲۵ فروری ۵۱ء کو مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کے احاطہ میں (جہاں یہ ہوسٹل قائم ہے) منعقد ہوا۔ جلسہ میں جس کی صدارت حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے فرمائی۔ دوران کے علاوہ جماعت احمدیہ لاہور کے متعدد افراد اور بزرگ موجود تھے۔

سب سے پہلے ماسٹر غلام محمد صاحب خادم سپرنٹنڈنٹ ہوسٹل نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ قرآن کریم کا ایک رکوع تلاوت کیا۔ جس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ جو اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے اس کے بعد سپرنٹنڈنٹ صاحب نے ہوسٹل کی سالانہ رپورٹ پڑھی۔ جس میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی خدمات اسلام کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اس ادارہ اور ہوسٹل کا اصل مقصد یہی ہے۔ کہ قوم کے نوجوان جو مختلف کالجوں میں دنیوی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس ہوسٹل میں رہ کر دینی تعلیم بھی حاصل کریں۔ قرآن کا علم سیکھیں قرآن کے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کریں۔ اور اپنی عملی زندگی میں قرآن کے بتلائے ہوئے اصولوں کو اپنائیں انہوں نے اس کو قومی تعمیر کا بلند ترین مقصد قرار دیتے ہوئے بتایا کہ زندہ قومیں اپنے بچوں اور نوجوانوں کے لئے ایسی ہی درسگاہیں اور ادارے قائم کرتی ہیں۔

لیکن اس کے ساتھ ہی آپ نے ہوسٹل کی عمارت اس کے محل وقوع اور ماحول پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی مایوسی کا اظہار کیا اور بتایا کہ یہ عمارت اور اس کا محل وقوع نہ صرف ادارہ تعلیم القرآن کے بلند ترین مقصد کے منافی ہے۔ بلکہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی شہرت اور کارہائے نمایاں سے اسے کوئی مناسبت نہیں۔ آپ نے بتایا کہ ہوسٹل کے صرف چھ چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں جن میں پندرہ طلبا اقامت پذیر ہیں۔ پانچ ایم۔ ایس سی کے طالبعلم ہیں۔ ایک بی۔ اے کا دو بی کام میں پڑھتے ہیں۔ تین ایف اے۔ ایف۔ ایس سی میں ہیں اور ایک ٹکنالوجی کا طالبعلم ہے ان سب طلباء میں سے بارہ سلسلہ احمدیہ میں شامل ہیں اور تین جماعت احمدیہ کی خدمات کو بنظر تحسین دیکھتے ہیں۔ موجودہ عمارت میں جو مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کا ایک حصہ ہے جو سہولتیں ممکن ہو سکتی تھیں دی گئی ہیں لیکن پھر بھی تنگی اور تکلیف کے ساتھ گذارہ ہو رہا ہے اور سب سے بڑی مصیبت ماحول کی ہے۔ کیونکہ اسی احاطہ میں اردگرد مہاجر آباد ہیں۔ جن کی وجہ سے بہت سی مشکلات کا سامنا ہے۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اس ہوسٹل کے آنریری افسر ہیں۔ جو ہر ہفتہ تشریف لاکر نہ صرف انتظامی امور کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ بلکہ طلباء کو پند و نصائح بھی کرتے رہتے ہیں۔

آپ نے بتایا کہ اس ہوسٹل میں نماز باجماعت اور درس قرآن لازمی ہے۔ اور قریباً ہر ہفتہ طلباء ہوسٹل کی بزم ادب کے اجلاس بھی منعقد ہوتے ہیں جس میں کسی نہ کسی علمی اور دینی موضوع پر طلباء اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں

رپورٹ کے آخر میں آپ نے اراکین انجمن سے اپیل کی۔ کہ وہ اس ادارہ کی طرف اپنی خاص توجہ مبذول فرمائیں۔ اور اس قومی تربیت گاہ کو صحیح معنوں میں قوم کے شایان شان بنائیں اور ہوسٹل کے لئے کوئی اچھی عمارت اور بہتر اور پرسکون ماحول تجویز فرمائیں جس میں نہ صرف بورڈروں کی رہائش کا ..... بلکہ ایک عالم باعمل کی رہائش کا بھی انتظام ہو۔ جو طلبا کی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی لائبریری ریڈنگ روم، نماز، درس اور اجلاس کے لئے ایک کشادہ ہال ہو۔ ایک ریڈیو سٹ لگایا جائے۔ اور صفائی روشنی اور ہوا کا خاطر خواہ بندوبست ہو

یہ رپورٹ کا خلاصہ ہے پوری رپورٹ کسی آئندہ اشاعت میں درج ہوگی اس رپورٹ کے پڑھے جانے کے بعد ڈچ گائنا اور برٹش گائنا کے آئے ہوئے ہمارے دو نوجوان دوستوں نے مختصر تقاریر میں بتایا۔ کہ کس طرح سے عیسائیت نے ان کے ممالک میں مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے جال بچھا رکھا تھا۔ جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی تبلیغی مساعی اور اسلامی لٹریچر سے تار تار ہو گیا۔ اور اب ہم اس غرض سے یہاں آئے ہیں کہ انجمن میں رہ کر علم دین حاصل کریں اور اپنے اپنے ملک میں واپس جاکر لوگوں کو اسلام پر قائم اور مضبوط کرنے کی کوشش کریں

اس کے بعد ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے ایک مختصر تقریر میں بتایا کہ ہوسٹل کی جن مشکلات کا ذکر سپرنٹنڈنٹ صاحب نے اپنی رپورٹ میں کیا ہے۔ ان کو دور کرنے کی کوشش کی جائیگی دراصل اب تک ہماری توجہ صرف غیر ممالک میں تبلیغ کی طرف رہی ہے۔ جس سے اس میں شک نہیں عظیم الشان نتائج پیدا ہوئے ہیں نہ صرف یہ کہ مغربی ممالک میں اسلام کے متعلق اچھے خیالات پیدا ہو گئے۔ اور لوگوں کا رجحان اسلام کی طرف ہو رہا ہے (باقی صفحہ ۱۲ پر)

اطاعت امیر اور جماعت کی شیرازہ بندی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

جماعت کی شیرازہ بندی اطاعت امیر میں ہے

(۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی وانما الامام جنۃ یقاتل من ورائہ ویتقی بہ فان امر بتقوی اللہ وعدل فان لہ بذالک اجرا وان قال بغیرہ فان علیہ منہ متفق علیہ

(مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی پس (صحیح معنوں میں) اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری فرمانبرداری نہ کی (وہ میری ہی نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے بھی دستکش ہو گیا۔ جس نے امیر قوم کی فرمانبرداری کی گویا اس نے میری فرمانبرداری کی۔ اور جس نے امیر کی فرمانبرداری سے انکار کیا (یقیناً) وہ میری فرمانبرداری سے نکل گیا۔ لاریب امیر بمنزلہ ڈھال کے ہے۔ جس کی قیادت میں قتال (یا اعلاء کلمۃ اللہ) کیا جاتا ہے۔ اور اسی کی قیادت میں ہر قسم کا بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ پس اگر وہ تقویٰ اللہ کا اور عدل و انصاف کا حکم کرے تو اس کے (امیر کے) لئے بہت بڑا اجر ہے۔ اگر تقویٰ اللہ اور عدل کے سوا حکم کرے تو وہ گناہ کا مرتکب ہو گا

اطاعت امیر بہر حال ضروری ہے

(۲) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رای من امیرہ شیئاً یکرھہ فلیصبر فانہ لیس احد یفارق الجماعۃ شبراً فیموت الا مات میتۃ جاھلیۃ متفق علیہ (مشکوٰۃ باب ایضاً)

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص امیر قوم میں ایسی چیز دیکھے جسے وہ پسند نہ کرے تو چاہیئے کہ وہ صبر کرے۔ (اور معاملہ پر غور کرتا رہے شاید وہ خود غلطی پر ہو) پس جو شخص بھی جماعت سے ایک بالشت بھر جدا ہو (اور جماعت میں انتشار پیدا کیا) وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

دکھ برداشت کر کے جماعت کو انتشار سے بچانا چاہیئے

(۳) عن وائل بن حجر قال سال سلمۃ بن یزید الجعفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا نبی اللہ ارایت ان قامت علینا امراء یسئلونا حقھم ویمنعونا حقنا فما تامرنا قال اسمعوا واطیعوا فانما علیھم ما حملوا وعلیکم ما حملتم رواہ مسلم

(مشکوٰۃ باب ایضاً)

ترجمہ وائل بن حجر سے روایت ہے۔ کہ سلمہ بن یزید الجعفی نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا نبی اللہ اس بات کے متعلق ہمیں ہدایات صادر فرمائیں کہ اگر ہم پر ایسے امرا مسلط ہوں جو ہم سے اپنا حق (اطاعت) مانگیں مگر ہمارے حق (حقوق العباد) کی رعایت نہ کریں۔ حضورؐ نے فرمایا ان کا حکم سنو اور اطاعت کرو۔ (بغاوت سے باز آؤ کیونکہ جماعت کا شیرازہ بکھر جائیگا اور کمزور ہو کر تباہ ہو جائے گی) یقیناً وہ (امرا) اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ اور تم اپنے اعمال (صبر و تحمل) کی جزا پاؤ گے۔ (اللہ تعالیٰ خود ایسی صورت پیدا کر دے گا جس سے اصلاح حال ہو۔ اور قوم اتفاق و اتحاد کی مضبوط چٹان پر کھڑی ہو جائے)

احادیث بالا کی عملی تفسیر ابوذر غفاریؓ کے کردار میں

جب عراقیوں کو یہ خبر ملی کہ حضرت ابوذر غفاریؓ کو حضرت عثمانؓ نے ربذہ میں بھیجدیا ہے تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس شخص (عثمانؓ) نے آپ کے ساتھ ناروا سلوک کیا ہے۔ اگر آپ اس کے خلاف علم بغاوت بلند کریں تو ہم لوگ آپ کی حمایت (باقی کالم ملا)*

نفسِ مطمئنہ کس طرح حاصل ہو؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے کلماتِ طیبات

تقویت ایمان کا ذریعہ

پھر متقی کے لئے ایک اور منزل آتی ہے۔ وہ مما رزقنھم ینفقون ہے یعنی جو کچھ ان کو ہم نے دیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے اور دیتے ہی رہتے ہیں۔ لکھا ہے کہ ایمان کبھی کسی حال سے قوی ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے یہ لکھا ہے۔ کہ اول خود دعا کرے اور پھر جن پر حسن ظن ہو ان سے دعا کرائے۔ یہ بھی نہ ہو۔ تو خیرات کرے۔ جب خیرات دیتا ہے تو قبض دور ہو جاتی ہے۔ سوالی اگر آ جائے۔ تو اس کو پہلے ہی جھڑک نہ دے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ایک قبض پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر کچھ بھی دینے کی توفیق نہیں ملتی۔ اور اگر اس کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے گا۔ تو کچھ دینے کے لئے بھی سینہ کھل جائے گا۔ صدقات ایسی چیزیں ہیں کہ ان سے دنیاوی منازل طے ہو جاتی ہیں۔ اخلاق فاضلہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور پھر بڑی بڑی نیکیوں کی توفیق دی جاتی ہے۔

دوسرا درجہ اصلاح

غرض مختلف مدارج اور اسباب ہیں۔ اور یہ اس لئے ہیں۔ کہ متقی اپنے اصلی مرتبہ پر پہنچ جائے یہ دوسرا درجہ اصلاح کا ہے۔ اس وقت متقی کا نام صالح رکھا جاتا ہے۔ اس وقت شیطان کمزور ہو جاتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ صالح کا درجہ طفیلی درجہ ہے۔ جو تقویٰ سے آتا ہے پہلا درجہ بہت ہی مشکل ہے کیونکہ اس وقت شبہات سے ایک خطرناک جنگ ہوتی ہے۔ اور شیطان پوری طاقت سے حملہ کرتا ہے۔ مگر اس درجہ میں فساد دور ہو جاتے ہیں شیطان کو بہت سی شکستیں مل چکی ہوتی ہیں۔ اس کی طاقت بہت ہی کمزور ہو جاتی ہے۔

تیسرا درجہ اطمینان

اس کے بعد تیسرا درجہ یہ ہے کہ فساد دور ہو کر اخلاق فاضلہ اور خدا کی محبت اندر آ جاتی ہے۔ یہ اطمینان کا درجہ ہے۔ اور یہ وہی درجہ ہے۔ جس کو یاایتھا النفس المطمئنۃ کہا گیا ہے میں اس کے وہ معنی کرتا ہوں۔ جو مجھ پر کھولے گئے ہیں۔ جب انسان اس درجہ پر پہنچتا ہے ایک قدرتی جذب الی اللہ اس میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ گولی کی طرح لڑھکتا ہوا چلا جاتا ہے اب دور رہنا ناممکن ہے۔ یہ معیت کو چاہتا ہے۔ اور اس درجہ پر طبعاً ایک جوش اور حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ خدا کی طرف دوڑتا ہے۔ ایک وقت اس پر ایسا گذرا ہے۔ کہ یہ زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا اور اب یہ حالت ہے۔ کہ جیسے ایک گیند کو کسی ڈھلوان جگہ پر رکھ دیں اور بے اختیار لڑھکتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح پر انسان بلا تکلف اور تصنع کے خدا کی طرف کھچا چلا آتا ہے۔ اور ایسی وہ حالت ہوتی ہے۔ کہ خدا اس سے راضی اور وہ خدا سے راضی ہوتا ہے (باقی صفحہ کالم ملا)

---

* پر تیار ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مسلمانو! اس معاملہ میں تم دخل نہ دو اپنے امیر کو ذلیل نہ کرو۔ کیونکہ جس نے اپنے امیر کو ذلیل کیا اس کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ اگر عثمانؓ مجھ کو سولی پر چڑھا دیتے تو مجھے عذر نہ ہوتا۔ اور میں اس میں اپنی بھلائی سمجھتا۔ اگر وہ ربذہ کی بجائے ایک افق سے دوسرے افق یا مشرق سے مغرب بھیج دیتے تب بھی میں سر تسلیم خم کر دیتا۔ اور اسی میں اپنی بہتری سمجھتا۔ اور اگر وہ کہیں نہ بھیجتے۔ اور مجھے میری قیام گاہ ہی میں لوٹا دیتے تو بھی مجھ کو کوئی عذر نہ ہوتا۔ اور اس میں بھی اپنی سعادت سمجھتا۔ (طبقات کبیر بحوالہ سیر المہاجرین حصہ دوم مولفہ مولوی حاجی معین الدین ندوی)

معنیٔ رازِ نبوت

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں ✤ وحشیوں میں دین کا پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ ✤ معنیٔ راز نبوت ہے اسی سے آشکار

نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے ✤ قوم وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

روشنی میں مہر تاباں کی بھلا کیا فرق ہے ✤ گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنگبار

(مسیح موعودؑ)

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ ۲۸ فروری ۱۹۵۱ء | نمبر

حیات و وفات مسیح اور محکمات و متشابہات کی بحث

اسلام کی زندگی مسیح کی وفات سے وابستہ ہے

مودودی صاحب کے خط دوبارہ حیات مسیح پر جو تبصرہ ہم نے گذشتہ تین اشاعتوں میں کیا اس پر جماعت اسلامی کے اخبار کوثر کو یہ تعجب ہے کہ ہم نے رفع مسیح اور نزول مسیح کے مسائل کو محکمات میں سے شمار کیا ہے۔ حالانکہ ہم نے جو کچھ لکھا وہ صرف اس قدر ہے کہ رفع مسیح اور نزول مسیح کے مسائل کو وفات مسیح کی آیات کی روشنی میں پڑھنا چاہیئے نہ یہ کہ ان کی بنا پر یہ قیاس کر لیا جائے کہ چونکہ مسیح کے رفع اور نزول کا ذکر قرآن اور حدیث میں آتا ہے اس لئے انہیں زندہ ماننا چاہیئے۔ اور اس "چاہیئے" کی روشنی میں ان محکم آیات کی تاویل کی جائے جن میں وفات مسیح کا ذکر ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وفات مسیح کا مسئلہ جو ممکن ہے کبھی زمانہ میں متشابہات میں سے سمجھا جاتا ہو ہمارے نزدیک آج متشابہات میں سے نہیں کیونکہ اس کی تائید میں قرآن مجید کی کھلی آیات اور بین دلائل موجود ہیں۔ اس محکم چیز کی روشنی میں رفع مسیح اور نزول مسیح کے مسائل کو بھی جو بظاہر متشابہات میں سے نظر آتے ہیں حل کر لیجئے۔ پھر وہ بھی محکمات میں داخل ہو جائیں گے معاصر "کوثر" کو اصرار ہے کہ بڑے بڑے مجددین حیات مسیح کے قائل رہے ہیں شاہ ولی اللہؒ رفع مسیح اور حیات مسیح کے قائل تھے۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی مدتوں اسی عقیدے پر رہے ہم نہیں سمجھتے یہ کیا دلیل ہے۔ کہ چونکہ فلاں فلاں شخص اس کا قائل رہا ہے۔ اس لئے یہ متشابہات میں سے ہے جناب! حضرت شاہ ولی اللہ کے خیال کو آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس اجماع پر تو ترجیح نہیں دے سکتے جو وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم کے ان معنوں پر ہوا کہ آنحضرت صلعم سے پہلے جتنے رسول تھے بلا استثنا سب کے سب فوت ہو چکے۔ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم حیات مسیح کے قائل ہوتے تو حضرت عمرؓ جیسا شخص جو تلوار لئے کھڑا تھا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ رسول اللہ صلعم فوت ہو گئے ہیں اس کا سر تن سے جدا کر دونگا۔ حضرت ابو بکرؓ جنہوں نے اس وقت یہ آیت پڑھی۔ یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ آیت کافی دلیل نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر گئے ہوئے ہیں لیکن ایک بھی صحابی نہ اٹھا تھا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ یہ آیت گویا اسی وقت اتری ہے کیا صحابہ کے اس اجماع پر شاہ ولی اللہؒ یا کسی اور شخص کا خیال کوئی ترجیح رکھتا ہے؟ کیا حضرت ابن عباس کے یہ معنے کہ متوفیک ای ممیتک جو بخاری میں موجود ہیں دوسرے لوگوں کے خیالات کو باطل نہیں کرتے؟ کیا امام مالک مجددین میں سے نہ تھے جنہوں نے کھلے لفظوں میں مسیح علیہ السلام کے وفات یافتہ ہونے کا اعلان کیا۔ اور اس زمانہ میں تو ہندوستان اور پاکستان سے لیکر مصر تک شاید ہی کوئی روشن خیال عالم دین ہوگا جو وفات مسیح کا قائل نہ ہو یہاں تک مصر کی جامع ازہر کا وہ فتوے بھی شاید معاصر "کوثر" کی نظروں سے گذرا ہو۔ جس میں وفات مسیح کے لئے زبردست دلائل دیئے گئے ہیں۔ اور خود جماعت اسلامی کے امیر جناب مودودی کا اسکو متشابہات میں سے قرار دیکر حوالہ بخدا کر دینا ثابت کرتا ہے کہ وہ اگر دل سے وفات مسیح کے قائل نہیں تو کم از کم حیات مسیح کی تائید میں کوئی پختہ دلائل ان کے ہاتھ میں نہیں پھر فرمایئے ہم نے اگر دلائل بین رکھتے ہوئے صحابہ کے اجماع اور کئی بزرگان امت کے عقیدہ اور جامع ازہر کے فتوے کو سامنے رکھتے ہوئے اس کو محکمات میں سے کہہ دیا تو کیا گناہ کیا۔

معاصر "کوثر" کا ارشاد ہے کہ

"لیکن اس بحث کے قطع نظر حیرت ہے ان لوگوں پر جو ابن مریم مر گیا یا زندہ جاوید کی الجھنوں میں پھنسا ہیں حالانکہ امت کے پیش نظر جو مسئلہ ہے وہ وفات مسیح اور حیات مسیح کا نہیں بلکہ اس کا ہے کہ اسلام کو کس طرح زندہ کیا جا سکتا ہے۔ مودودی صاحب اور جماعت اسلامی اسلام کو زندہ کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں اور بیچارے مرزائی — لاہوری ہوں یا قادیانی — حیات وممات مسیح کی بحثوں میں تین تین نمبر کے مضامین لکھے جا رہے ہیں"

سن لیا آپ نے؟ گویا حیات وفات مسیح کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں کہ جس پر غور کرنے کی ضرورت ہو اصل چیز جس پر غور کرنا ضروری ہے یہ ہے کہ اسلام کو کس طرح زندہ کیا جا سکتا ہے فی الواقعہ یہ صحیح ہے کہ اسلام کی زندگی کا مسئلہ ہی سب سے زیادہ سوچ بچار کے قابل ہے۔ لیکن یہ کس نے آپ سے کہہ دیا کہ وفات حیات مسیح کا مسئلہ اسلام کی زندگی سے تعلق نہیں رکھتا۔ اے صاحب! یہ اسلام کی زندگی کے لئے ہی تو ہے کہ ہم اس مسئلہ پر اتنا زور دیتے ہیں غور کر کے دیکھ لیجئے۔ اور واقعات کو اپنے سامنے رکھ لیجئے۔ آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ مسیح کی وفات مانے بغیر اسلام زندہ نہیں رہ سکتا خواہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت اسلامی کے ساتھ اور بھی تمام جماعتیں مل کر اس کو زندہ کرنے کی کوشش کریں۔ کبھی آپ نے عیسائیوں کے سوالات کو پڑھا ہو تو آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ حیات مسیح کا عقیدہ عیسائیت کی تقویت کا موجب ہے نہ کہ حضرت مرزا صاحب کے آنے سے پہلے محض اسی عقیدہ کی بدولت عیسائیت کی گود میں پناہ لینے جا رہے تھے۔ لیکن جونہی حضرت مرزا صاحب نے وفات مسیح کا نام لیا۔ اور قرآن سے اسے ثابت کر دکھایا، عیسائیت دم بخود ہو کر رہ گئی اور کوئی عیسائی کسی ایسے مسلمان کے سامنے کھڑا نہ رہ سکا جس نے وفات مسیح کا اعلان کر دیا۔ تو آپ یہ نہ کہتے کہ ہم وفات و نزول مسیح کے جھگڑے میں الجھ رہے ہیں اور اسلام کی زندگی کا سوال ہمارے سامنے نہیں۔ آج بھی اگر آپ چاہیں تو علی الاعلان حیات مسیح کو لیکر عیسائیت کا مقابلہ کر دیکھئے یورپ و امریکہ میں جا کر اپنے اس اسلام کی (اگر خدا توفیق دے) تبلیغ کیجئے۔ آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ اسلام کی زندگی کو اس مسئلہ سے کتنا بڑا تعلق ہے۔ آپ حیرت زدہ نہ ہوں۔ اور بیچارے مرزائیوں کا غم نہ کھائیں وہ خدا کے فضل سے وفات مسیح کے قائل ہو کر اسلام کے اندر ایسی زندگی پیدا کرنے کا موجب ہوئے ہیں جس پر عیسائیت انگشت بدنداں اور یورپ و امریکہ حیران و ششدر رہ گیا آپ کا وہ کونسا اسلام ہے جس کو زندہ کرنے میں جناب مودودی اور جماعت اسلامی مصروف ہیں۔ اسمبلی کیلئے امیدواروں کا انتخاب اور سیاسی الجھنوں میں دھکے کھانا؟ ایسا اسلام جناب مودودی کو ہی مبارک ہو۔ جماعت احمدیہ کو اس کی ضرورت ہے اور وہ ایسی زندگی کی خواہاں!

جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے

مسلم لیگ کے امیدواران اسمبلی کو ووٹ دیا جائے

قبل ازیں حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا تھا کہ امیدواران اسمبلی کے ناموں کا اعلان ہونے کے بعد اس بات کا فیصلہ کیا جاسکے گا کہ ہماری جماعت کی طرف سے کن کن لوگوں کو ووٹ ملنے چاہئیں۔

اب جبکہ مختلف جماعتوں کے امیدواروں کے نام سامنے آگئے ہیں حضرت امیر ایدہ اللہ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ہماری جماعت کی طرف سے صرف مسلم لیگ کے امیدواران اسمبلی کو ووٹ ملنا چاہیئے۔ لیکن اگر کسی جماعت کو مسلم لیگ کے کسی امیدوار پر اعتراض ہو تو وہ بیان دفتر میں لکھ دیں۔ والسلام

احمد یار۔ جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن

میجر عبد اللہ بیرسٹر ایٹ لاء

احباب جماعت یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ہماری جماعت کے آنریری نمائندہ جماعت مصر میجر عبد اللہ بیرسٹر بیرسٹر لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ میجر صاحب موصوف سول اینڈ ملٹری گزٹ کے عملہ ادارت میں شامل ہوئے ہیں۔

اے آمدنت باعث خوشنودی ما۔

"پیغام صلح" کے ۱۹۴۶ء کے فائلوں کی ضرورت

دفتر پیغام صلح کو ۱۹۴۶ء کے پیغام صلح کے مکمل فائلوں کی ضرورت ہے اگر کسی صاحب کے پاس مکمل فائل ہوں اور وہ فارغ کر سکتے ہوں تو مطلع فرمائیں قیمت بھیج کر منگوا لئے جائیں گے نیز ۱۹۵۰ء کے فائل مکمل کرنے کے لئے ۱۱ کے آٹھ دس پرچوں کی ضرورت ہے جو دوست فائل نہ رکھتے ہوں اور ان کے پاس نمبر ۱۱ موجود ہو وہ دفتر پیغام صلح کو عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

مینجر پیغام صلح لاہور

اخبار و افکار

اسلام کی تبلیغ

جمعیۃ الفلاح پاکستان کے ایک جلسہ میں مفتی اعظم فلسطین الحاج امین الحسینی نے تقریر کرتے ہوئے یہ اپیل کی ہے۔ کہ تمام دنیا میں اسلام کی تبلیغ کیلئے تبلیغی اداروں کا ایک جال بچھا دیا جائے کیونکہ آج دنیا میں جو برائیاں ہیں ان کا علاج صرف اسلام ہی مہیا کرتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ دنیا اس وقت دو متضاد نظریوں (مادیت اور کمیونزم) میں بٹ گئی ہے۔ موجودہ صورت حالات میں صرف اسلام ہی رہنمائی کرسکتا ہے۔ اور وہی ایک ایسا متوسط راستہ ہے۔ جس پر چل کر دنیا امن اور ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوسکتی ہے انہوں نے بتایا کہ اس مقصد کے حصول کیلئے ہمیں ایک بہت بڑا تبلیغی ادارہ قائم کرنا پڑیگا جو اپنا کام پوری طرح منظم طور پر کرے گا انہوں نے کہا کہ کام تو یہ بہت مشکل نظر آتا ہے لیکن اگر ہر مسلمان اس سلسلہ میں اپنا امکانی حصہ ادا کرے تو یہ مشکل نہیں۔ انہوں نے کہا کہ صدیوں کے بعد اسلام پھر ابھر رہا ہے۔ اور اس امر کو ظاہر کرنے کی ذمہ داری کہ یہ صرف اسلام ہی ہے جو دنیا کو آنے والی تباہی سے بچا سکتا ہے عمومی طور پر اسلامی دنیا پر عائد ہوتی ہے اور مسلمانوں کو اپنی ذمہ داری کو حوصلہ اور ہمت سے اسلامی اصولوں پر عملدرآمد کرکے اور الفاظ کو عمل کا جامہ پہنا کر پوری کرنی چاہیئے۔ انہوں نے بتایا کہ مسلم ممالک کے درمیان اختلافات کا افسانہ مغربی طاقتوں کی من گھڑت ہے۔ ورنہ تمام دنیا کے مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتے ہیں"۔

مفتی اعظم کے یہ بیانات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں ہمیں بے حد خوشی ہے کہ آخرکار اسلامی دنیا کے مقتدر اصحاب اس خیال کی طرف آرہے ہیں جو حضرت مجدد وقت نے آج سے ساٹھ سال پیشتر ظاہر کیا تھا۔ اور بتایا تھا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو تمام دنیا پر غالب آکر رہے گا۔ اس لئے اس کو دنیا میں پہنچانا اور لوگوں کو اس کی تعلیم سے واقف کرنا ضروری ہے۔ کاش اس وقت اسلامی دنیا حضرت مجدد وقت کی آواز پر لبیک کہتی تو یہ کام جو بیحد نقصانات اور تکالیف اٹھانے کے بعد آج شروع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا ہے کبھی کا ختم ہوچکا ہوتا۔ تاہم صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہنا چاہیئے۔ ہمیں بیحد خوشی ہوگی اگر تبلیغ اسلام کے اس کام کو جو جماعت احمدیہ ایک مدت سے انجام دے رہی ہے تمام اسلامی دنیا بہت بڑے وسیع پیمانے پر سرانجام دے۔ اور جیسا کہ مفتی اعظم نے فرمایا ہے تبلیغی اداروں کا ایک جال دنیا میں بچھا دیا جائے۔ کاش یہ الفاظ صرف کہنے اور مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے ہی نہ ہوں۔ کوئی عملی جامہ بھی انہیں پہنانے کی صورت کی جاسکے!

مسلمہ اسلامی فرقے

حال ہی میں چند علماء نے مل کر اسلامی مملکت کے بنیادی اصول مرتب کئے ہیں جن کا مقصد یہ ہے۔ کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کی رہبری اور رہنمائی کی جاسکے قطع نظر اس بات کے کہ ان نام نہاد بنیادی اصولوں کے متعلق اس قدر بلند بانگ دعاوی سے کام لیا گیا ہے کہ تیرہ سو سال میں ایسا دستور اور اس قسم کے بنیادی اصول بنائے ہی نہیں گئے گویا خود بانئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر امام اعظم ابوحنیفہ اور دیگر تمام اماموں تک کوئی بھی ایسا عالم اور فقیہہ پیدا نہیں ہوا جس نے اسلامی مملکت کے بنیادی اصولوں کو مرتب کرنے میں ان چودھویں صدی کے مولویوں کا رنگ اُڑا سکے قطع نظر اس بات کے کہ اس دعوے میں اور تو اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خود قرآن کریم پر کتنا بڑا حملہ کیا گیا ہے ہمیں یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ ان بنیادی اصولوں میں جہاں فرقوں کا ذکر آیا ہے۔ وہاں "مسلمہ" کا لفظ اس کے ساتھ بڑھایا گیا ہے۔ یعنی "مسلمہ اسلامی فرقوں" کے الفاظ لکھے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان علماء کے نزدیک کوئی غیر مسلمہ اسلامی فرقے بھی موجود ہیں۔ ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کونسے اسلامی فرقے ہیں جن کو مسلمہ قرار دیا گیا ہے اور کن کن فرقوں کو غیر مسلمہ کا سرٹیفکیٹ عطا ہوا ہے کیا سنی شیعوں کے نزدیک اور شیعہ سنیوں کے نزدیک مسلمہ اسلامی فرقے ہیں؟ کیا دیوبندی رضائیوں کے نزدیک اور رضائی دیوبندیوں کے نزدیک مسلمہ اسلامی فرقوں میں شامل ہیں۔ ایسا ہی اہلحدیث اہل قرآن، نیچری اور بہت سے دوسرے اسلامی فرقے کیا مسلمہ اسلامی فرقوں میں شامل سمجھے جائیں گے۔ باوجودیکہ وہ سب ایک دوسرے کے نزدیک کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں؟ اگر یہ صحیح ہے۔ تو پھر کس بنا پر کسی فرقہ کو غیر مسلمہ اسلامی فرقہ کہا جاسکتا ہے کیا اسلامی مملکت کے بنیادی اصول مرتب کرنیوالے علماء اپنے اس شاہکار میں اس کی بھی وضاحت فرمائینگے

کشمیر کا مسئلہ

قریباً سال بھر کے بعد کشمیر کا معاملہ پھر اتحادی اقوام کی کونسل میں پچھلے بدھ (۲۱ فروری) کو پیش ہوا۔ اور یہ دیکھنا موجب حیرت ہے کہ برطانیہ اور امریکہ نے ملکر اس قضیہ کو سلجھانے کے لئے ایک ایسی قرارداد پیش کر دی۔ جو اسے اور بھی الجھانے والی ہے۔ اس قرارداد میں استصواب رائے کے اصول کو تسلیم کرنے کے باوجود سلامتی کونسل کی اس قرارداد سے صریح انحراف کیا گیا ہے جس میں تمام کشمیر میں بحیثیت مجموعی استصواب رائے کی تائید کی گئی تھی۔ برطانیہ اور امریکہ کی مشترکہ قرارداد میں ایسے علاقوں کا الگ استصواب رائے کرانے کی تجویز کی گئی ہے جن میں ہندو اکثریت ہے تاکہ انہیں ہندوستان میں شامل کیا جاسکے۔

ظاہر ہے کہ یہ تجویز نہ پاکستان کے کسی بھی طبقہ کو منظور ہوسکتی ہے۔ اور نہ اہل کشمیر اس کو پسندیدہ نظروں سے دیکھ سکتے ہیں چنانچہ چاروں طرف سے اس کی کھلی مخالفت کی جارہی ہے۔ اور خود امریکی اور برطانوی پریس کے بڑے بڑے جرائد اس پر حیران ہیں کہ اتحادی اقوام کیوں کھلے طور پر ہندوستان کو مجبور نہیں کرتیں کہ وہ صحیح طریقہ سے استصواب کرائے۔ اور پاکستان اور ہندوستان کی فوجوں کو کشمیر سے نکال کر اتحادی اقوام کی فوجوں کے ماتحت استصواب کیوں نہیں کرایا جاتا۔

امریکہ اور برطانیہ کی اسی مشترکہ قرارداد میں یہ بھی تجویز کیا گیا ہے۔ کہ کوئی اور نمائندہ اتحادی اقوام کی طرف سے بھیجا جائے۔ جو پاکستان اور ہندوستان سے کہہ سن کر تین مہینہ میں فوجوں کو کشمیر سے نکلوائے۔ اور استصواب کیلئے فضا پیدا کرے۔ یہ تجویز معاملہ کو پھر اسی کھٹائی میں ڈالنے کیلئے ہے۔ جو اس سے پیشتر کشمیر کمیشن اور سر اوون ڈکسن کے تقرر اور ناکامی سے پیدا ہوئی تھی آخر پہلے جو ان لوگوں کو اسی مقصد کے لئے بھیجا گیا۔ تو انہوں نے کیا کر لیا۔ کہ اب پھر وہی رستہ اختیار کیا جارہا ہے تاکہ پھر اتحادی اقوام کا کوئی نمائندہ آئے اور دہلی اور کراچی کے چکر کاٹ کر ناکام واپس چلا جائے۔ اور اس طرح سال چھ مہینے اور گذر جائیں۔

کیا امریکہ اور برطانیہ کی یہ تجاویز ان کی نیتوں کا کھلا مظاہرہ نہیں؟ اور کیا ایسے حالات میں پاکستان ان پر تکیہ کرکے کوئی کامیابی حاصل کرسکتا ہے؟

مسلم ہائی سکول ربوہ میں

ایک الوداعی پارٹی

مسلم ہائی سکول ربوہ کی جماعت دہم کے طلباء کو امتحان میٹریکولیشن کیلئے سکول سے وداع ہوتے وقت جماعت نہم نے مورخہ ۲۶ فروری کو ایک الوداعی دعوت دی۔ جس میں اکابرین سلسلہ کو بھی مدعو کیا گیا حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ جماعت نہم کے طلباء نے اپنے اساتذہ کی سرکردگی میں نہایت عمدگی سے حاضرین کی تواضع چائے اور مٹھائی سے کی اس کے بعد جماعت نہم کے طلباء نے جماعت دہم کے طلباء کی علیحدگی پر اپنے تاثرات کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ آج ہمیں اپنے ہم نشینوں اور ہم جلیسوں کی علیحدگی سے ایک قلق ہے لیکن اس سے بڑھ کر ایک خوشی بھی ہے۔ کہ ہمارے ساتھی زندگی کی ایک نئی منزل کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں اس کے بعد جماعت دہم کے طلباء نے جملہ اساتذہ کو اور خصوصاً ہیڈ ماسٹر صاحب (مرزا مسعود بیگ صاحب) کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ کہ آپ نے نہایت ہی شفقت کے ساتھ ہماری اخلاقی اور علمی تربیت کی۔ اور اس کے ساتھ ہی جماعت نہم کے طلباء کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ خدا کرے کہ ہم آئندہ سال طالب علم کی حیثیت سے تو یہاں نہ آئیں۔ ہاں اولڈ بوائز کی حیثیت سے ہم اس سکول کو کبھی بھی نہیں بھولیں گے۔

بعد ازاں ہیڈ ماسٹر صاحب نے چند نصائح کیں اور فرمایا کہ اب تمہارے لڑکپن اور لاابالی پن کے زمانے ختم ہوتے ہیں۔ تمہیں چاہیئے کہ اب اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے ایک ذمہ دار شخص کی زندگی بسر کرو۔ آپ نے اپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا تمہیں چاہیئے کہ تم جہاں کہیں بھی جاؤ اپنے سکول کیلئے نیک نامی کا باعث ہو کیونکہ سکول کی مثال ایک گلشن اور گلدستہ کی مثال ہے تم اس کے پھول اور پتے ہو۔ تم اپنے کردار اور اخلاق سے اس سکول کی خوشبو کو لوگوں میں پھیلاؤ۔ اور اب جہاں سے تم فارغ ہو رہے ہو لوگ تمہیں وہاں کے [illegible] اسکے بعد آپ نے حاضرین میں سے حضرت مولانا صدرالدین صاحب اور مولانا یعقوب خان صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ کہ انہوں نے ہماری اس دعوت کو قبول فرما کر ہمیں عزت بخشی ہے۔ اور درخواست کی کہ وہ بھی الوداع ہونے والے طلباء کو اپنی قیمتی نصائح سے مستفید فرمائیں۔ مولانا یعقوب خان صاحب نے فرمایا۔ کہ علم ایک وسیع سمندر ہے۔ کوئی شخص بھی کسی وقت میں اس کی تکمیل کا دعوے نہیں کرسکتا۔ اس لئے اس امتحان کے پاس کرنے کے بعد یہ مت خیال کرنا کہ تم نے کمال کو حاصل کر لیا ہے۔ بلکہ (باقی صفحہ ۱۲ پر)

قرآن ہی ہماری طاقت کا سرچشمہ ہے جسکے ذریعہ سے مشرق و مغرب میں بیداری کی لہر پیدا ہو چکی ہے

قرآن کو علوم جدیدہ کی روشنی قوت ایمانی کے حصول کیلئے پڑھنا چاہیئے

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام طلبائے ادارہ تعلیم القرآن کے نام

حضرت امیر ایدہ اللہ کا مندرجہ ذیل پیغام ادارہ تعلیم القرآن کے سالانہ اجلاس میں ۲۵ فروری کو پڑھا گیا جسکی مفصل روئداد دوسری جگہ درج ہے

میرے محترم بھائیو اور نوجوان دوستو ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ادارہ تعلیم القرآن کی تحریک ۱۹۴۵ء میں شروع ہوئی تھی۔ مگر جنگ کے بعد گرانی کے بڑھتے جانے کی وجہ سے اس کے لئے عمارت کا بننا ملتوی ہوتا چلا گیا۔ اور اس لئے اصل تجویز بھی معرض التواء میں پڑی رہی۔ لیکن سال گذشتہ اس کی ایک نہایت ہی مختصر سی بنیاد موجودہ صورت میں رکھ دی گئی۔ مجھے امید ہے کہ اسی مختصر بنیاد پر خدا نے چاہا تو ایک دن ایک عظیم الشان عمارت نظر آئے گی۔ مگر اس کا انحصار بہت حد تک ان کوششوں پر ہے۔ جو یہاں کے طلبا یا ادارہ کے منتظمین اس کام کی ترقی کے لئے کریں۔

تحریک کی اصل غرض اور پہلا قدم

اس تحریک کی اصل غرض یہ تھی۔ کہ اول نئی تعلیم یافتہ پود میں قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کا شوق پیدا کیا جائے۔ اور دوسرے منتخب طبائع کو اس کام کے لئے تیار کیا جائے۔ کہ وہ قرآن حکیم کے متعلق ریسرچ کے کام میں لگ جائیں اور تیسرے قرآن کریم کے علوم کو دنیا کی مختلف زبانوں میں پھیلانے کے لئے ایک مستقل بنیاد رکھی جائے۔ اس وقت جو بنیاد رکھی ہے۔ وہ ابھی غرض اول کے حصول کے لئے یعنی نوجوانوں میں تعلیم قرآن کے حصول کا شوق پیدا کرنے کے لئے پہلا اور شاید ایک کمزور سا قدم ہے۔

قرآن کامیابی کا موجب ہے

لیکن ہم قرآن کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے اٹھے ہیں۔ اور میں آپ کو سب سے پہلے یہ خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ قرآن کا پیغام ہے کہ کوئی شخص دنیا میں نہیں اٹھا جسے اللہ تعالیٰ نے کامیاب نہ کیا ہو۔ اور یہ شاید اس عظیم الشان بشارت کا ہی ایک رنگ ہے جو مہبط وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے دی تھی

مآ انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ

قرآن کریم جس قلب مطہر پر پہلے نازل ہوا اس کی کامیابی کو سخت ترین دشمنوں نے تسلیم کیا ہے۔ اور اس بات کا صاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ (حضرت) محمد (مصطفےٰ صلعم) دنیا کی تمام مذہبی شخصیتوں میں سب سے زیادہ کامیاب انسان ہیں۔"

مسلمان بھی جب تک اس کے حامل رہے۔ اور یہ ان کا رہنما رہا ان کا قدم آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور آنحضرت صلعم کے صحابہؓ دنیا کی سب سے بڑی کامیاب قوم ہے

زمانہ انحطاط کی خصوصیت

ہمارے اس زمانہ کی جو مسلمانوں کے انحطاط کا زمانہ ہے سب سے نمایاں خصوصیت یہی نظر آتی ہے۔ کہ ہماری نظریں قرآن حکیم کی طرف جو ہماری کامیابیوں کا اور ہماری طاقت کا اصل سرچشمہ تھا نہیں اٹھتیں مسلمانوں کی بڑی بڑی درسگاہیں بنی ہوئی تھیں اور ان میں بڑے بڑے علوم سکھائے جاتے تھے لیکن جو چیز نہ سکھائی جاتی تھی۔ وہ قرآن تھا۔ آج سے شاید کوئی تیس سال پیشتر کا ایک واقعہ سناتا ہوں کہ مسلمانوں کے ایک اچھے اوپر کے تعلیم یافتہ طبقہ میں میری ایک تقریر تھی جس میں میں نے اس بات پر زور دیا۔ کہ ایک مسلمان کے لئے قرآن سب سے مقدم ہے۔ اس کے بعد حدیث نبوی ہے۔ اور اس کے بعد فقہ تو تقریر کے خاتمہ پر ایک بزرگ نے فرمایا کہ آپ نے ہماری فقہ کو تھرڈ کلاس بنا دیا۔ میں نے جواب میں عرض کیا۔ کہ آپ نے ہمارے قرآن کو تھرڈ کلاس بنا رکھا ہے۔ اور اسی سے ہماری قوم تھرڈ کلاس ہو گئی ہے جب تک ہم نے قرآن کو مقدم رکھا ہم دنیا کے پیشرو رہے۔ آج پھر قرآن کو مقدم کریں تو پھر دنیا کے رہنما بن سکتے ہیں

مجدد وقت کا عظیم الشان کارنامہ

آج مسلمان قوم کا قدم پھر آگے بڑھنا شروع ہوا ہے تو اسی لئے ہوا ہے۔ کہ آج ان کی توجہ پھر اس طرف ہوئی ہے کہ قرآن کریم کو مقدم کیا جائے۔ یہ پیغام اس زمانہ سب سے پہلے اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دیا۔ آج سے ساٹھ سال پہلے جب آپ یہ پیغام لے کر اٹھے۔ کہ قرآن سب پر مقدم ہے تو مسلمان عام طور پر اس خیال کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے کہ قرآن اور حدیث کو ہمارے بزرگ ہم سے بہتر سمجھتے تھے۔ اس لئے جو کچھ انہوں نے قرآن اور حدیث کا مطلب سمجھا۔ ہم اس سے انحراف نہیں کر سکتے۔ ان کی توجہ اس طرف نہ گئی۔ کہ قرآن کریم ایک نور ہے اور یہ ہر زمانہ کے لوگوں کو ایک نئی روشنی دیتا ہے اس صدی کے مجدد کا اگر کوئی اور کارنامہ نہ بھی ہوتا تو یہی انقلاب کوئی چھوٹا سا انقلاب نہیں۔ جو آپ کی بدولت اس ملک میں پیدا ہو چکا ہے۔ کہ مقدم فقہ نہیں بلکہ قرآن ہے۔ اور وہ حدیث پر بھی مقدم ہے۔ اور آہستہ آہستہ یہی خیال دوسرے ممالک میں بھی پھیل رہا ہے۔ اور آپ کی کامیابی اس سے ظاہر ہے کہ آج مملکت خداداد پاکستان کے آئین کی بنیاد جب رکھی جاتی ہے تو اس میں قرآن کو ہی سب پر مقدم کیا جاتا ہے ورنہ ہمارے اس ملک میں کیا مسلمان اور کیا ہمارے غیر مسلم حکام فقہ کو ہی اصل بنیاد دین اسلام سمجھتے تھے۔

قرآن کو علوم جدیدہ کی روشنی میں پڑھا جائے

مگر آج ضرورت ہے۔ کہ قرآن حکیم کو اس زمانہ کے واقعات اور اس زمانہ کے علوم کی روشنی میں پڑھا جائے۔ اور اپنی مشکلات میں ہم قرآن پاک سے روشنی حاصل کرنے کی کوشش کریں اسوقت اس ملک کے مسلمان ایک عجیب کشمکش میں ہیں بنیادی طور پر تو یہ اصول تسلیم کر لیا ہے۔ کہ ہمارے آئین کی بنیاد قرآن شریف اور اس کے بعد سنت نبوی پر ہے۔ مگر اس کی تفصیلات طے کرنے کیلئے وہ لوگ درکار ہیں جو قرآن کو ان واقعات اور ان علوم کی روشنی میں پڑھیں اور اس سرچشمہ سے سیراب ہوں مگر ہمارے علماء اور ان کے تتبع میں عوام الناس کے ذہن میں جو تفصیلات ہیں وہ وہی ہیں جو آج سے صدیوں پیشتر کی فقہ پر مبنی ہیں۔ اگر واقعی اسی فقہ کو اصل قانون ٹھیرایا جائے تو یہ عمارت اس بنیاد پر نہ ہوگی جو آئین بناتے وقت رکھی گئی ہے

قرآن ہماری طاقت کا سرچشمہ ہے

اس موقعہ پر میں اپنے نوجوان دوستوں کو جنہوں نے اس ادارہ میں پہلا قدم رکھا ہے ایک نصیحت بھی کرنا چاہتا ہوں قرآن کریم جیسا کہ تاریخ اس پر شاہد ہے وہ کتاب ہے جس نے دنیا میں ایک ایسا انقلاب عظیم پیدا کیا جسکی دوسری نظیر دنیا میں نہیں ملتی مگر اس سے بھی بڑھ کر اس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ آج بھی دنیا میں وہی انقلاب پیدا کر سکتی ہے جو اس نے پہلے پیدا کر کے دکھایا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو قوم ایک دفعہ اوج پر پہنچکر گر جائے وہ دوبارہ نہیں اٹھتی وہ واقعات کو جھٹلاتے ہیں مشرق سے لیکر مغرب تک مسلمان قوموں میں ایک احساس بیداری پیدا ہو رہا ہے۔ انڈونیشیا اور چین سے لیکر مغرب کی طرف مراقش کی طرف چلے جاؤ ہر مسلمان قوم کے اندر ایک نئی زندگی کی لہر دوڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور وہ بیداری اور زندگی کسی مادی خیال پر مبنی نہیں بلکہ اس زبردست روحانی خیال پر مبنی ہے کہ قرآن ہماری طاقت کا سرچشمہ ہے۔ اور وہ امن اور صلح جسکے بغیر تہذیب انسانی اب زندہ نہیں رہ سکتی صرف پیغام قرآن ہی دنیا میں قائم کر سکتا ہے ہر ملک کے مسلمانوں کی زبان سے آج یہی الفاظ مختلف رنگوں میں تمام عالم اسلامی میں دہرائے گئے ہیں اس سے بڑھ کر یہ کہ آج واقعات کو گہری نگاہ سے دیکھنے والے غیر مسلم بھی قرآن کی عظمت کے سامنے سرجھکا رہے ہیں یہ ایک دولت ہے جو خدا کی طرف سے مل گئی ہے اور اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی

قرآن کو کس طرح پڑھا جائے؟

مگر میں اپنے نوجوان دوستوں کو یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر واقعی آپ قرآن سے زندگی حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کے ذریعہ سے اپنے اندر بھی ایک انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو اسطرح پڑھیں جو اس کے پڑھنے کا حق ہے ثواب کی خاطر سب مسلمان قرآن کو پڑھتے ہیں مگر آپ لوگ اس سے قوت حاصل کرنے کیلئے قرآن کو پڑھیں اور انسان کے اندر قوت پیدا کرنیوالی چیز اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان ہے جو قرآن کریم کے ایک ایک جملہ اور ایک ایک لفظ میں بھرا ہوا ہے۔ آپ کیلئے استاد بھی ہونگے جو آپ کو قرآن کریم کا مفہوم سمجھائیں گے مگر آپ تنہائی میں بھی ضرور اس کا ایک حصہ پڑھیں ترجمہ کو ساتھ رکھ کر پڑھیں اور اسطرح پڑھیں کہ گویا آپ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو کر اس کے ارشادات کو سن رہے ہیں گویا قرآن کریم اسوقت آپکے قلب پر اتر رہا ہے۔ جب تک یہ آپکے دل پر نہ اترے آپکے دل میں داخل بھی نہیں ہو سکتا۔ اور جبتک خود آپ کے دل اس کے نور سے روشن نہ ہوں آپ اس کی روشنی کو دنیا میں پھیلا نہیں سکتے۔ اس کی روشنی تو دنیا میں پھیل کر رہے گی کیونکہ خدا کا وعدہ ہے۔ مگر خوش قسمت وہ لوگ ہوں گے جن کے ذریعہ سے یہ نور دنیا میں پھیلے۔ اسلئے آپ یہ کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ آپکو ان لوگوں میں سے بنا دے یہی وہ دعا ہے جو روز کی نماز میں ہمیں سکھائی گئی ہے

چند اعتراضات کے جوابات

از شیخ محمد یوسف صاحب گرنجی

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

ہمارے ملتانی دوست عبدالعزیز خانصاحب نے کوئٹہ کے ایک مولوی صاحب کو تبلیغ احمدیت کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود کی کتاب آئینہ کمالات اسلام دی تھی کہ اس میں جو باتیں انہیں خلاف اسلام نظر آئیں۔ ان پر نشان لگا کر کتاب واپس کر دیں۔ تا کہ ہم ان پر غور کر سکیں۔ مولوی صاحب کتاب لیکر کوئٹہ چلے گئے۔ اب خانصاحب کے ایک خط کے جواب میں ایک خط انہوں نے لکھا ہے۔ جس میں کچھ اعتراضات کسی رسالہ سے نقل کر کے بھیج دیئے ہیں۔

خانصاحب موصوف کے ارشاد پر خاکسار نے ان کی طرف سے ان اعتراضات کے جوابات لکھ کر بھیجے ہیں جن کی نقل شامل ہذا ہے۔ مناسب سمجھیں تو درج اخبار فرما کر ممنون فرمائیں

والسلام خاکسار

محمد یوسف گرنجی۔ از ملتان

محترم۔ بعد سلام مسنون گذارش ہے۔ کہ نوازش نامہ صادر ہوا۔ شکریہ!۔ جواباً عرض ہے کہ میں نے تو آپ کو کتاب آئینہ کمالات اسلام دی تھی کہ آپ اس کو پڑھ کر جہاں جہاں خلاف اسلام باتیں ہوں نشان لگا کر کتاب واپس بھیج دیں۔ مگر آپ نے کہیں سے مخالفین کے اعتراضات لکھ کر بھیج دیئے۔ جن کا بارہا جواب دیا جا چکا ہے۔ ممکن ہے آپ کے خلاف بھی آپ کے مخالفین نے اعتراضات کئے ہوں۔ جن کو آپ بے حقیقت سمجھتے ہوں تاہم آپ کے اعتراضات کے جوابات عرض ہیں۔

(ا) سے اعتراض مراد ہے اور (ج) سے جواب

(ا) عیسٰے کی ہتک کی ہے۔ یا بالفاظ دیگر حضرت عیسٰے کی توہین اور دعوٰے نبوت ثابت ہوتا ہے۔

ج کجا شد عیسٰے مریم کہ مردہ زندہ می کردے
(خطبات حنفیہ)

عیسٰے نتوان گشت بتصدیق خرے چند

ازدم من او بماند چو دوان

شد ز عیسٰے زندہ لیکن باز مرد

شاد آنکو جان بدین کس سپرد
(مثنوی روم)

آنچہ از عیسٰے و مریم فوت شد

گر مرا باور کنی آں ہم شدم
(شمس تبریز)

مسیحا بزمانہ پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو
چھپا چاہ لحد واسے قسمت ماہ کنعانی

(مرثیہ بر وفات مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی از مولوی محمود الحسن صاحب)

اگر ان کلمات سے حضرت عیسٰے کی ہتک نہیں ہوتی تو حضرت مرزا صاحب کے کلام سے کیسے ہو گئی؟

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے خضر اگر تم نے موسیٰ سے کہا تھا کہ لن تستطیع معی صبرا تو میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے۔ اگر تم اسرائیلی ہو تو میں محمدی ہوں لیجئے یہ میں اور یہ آپ ہیں اور یہ گیند اور یہ میدان ہے۔ . . . .

یہ میرا گھوڑا لگام اور زین سے کسا ہوا طیار ہے۔ اور میری کمان کھینچی ہوئی ہے اور میری تلوار برہنہ ہے۔

(الجواہر)

حضرت خضر علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک جزوی فضیلت حاصل تھی۔ مگر حضرت شیخ عبد القادر صاحب حضرت خضر سے بھی بڑھ گئے کیونکہ وہ اسرائیلی تھے۔ اور آپ محمدی ہیں فرمایئے حضرت شیخ عبد القادر کے ان کلمات سے حضرت موسیٰ کی ہتک ہوتی ہے؟ پھر حضرت مرزا صاحب پر کیا اعتراض؟

(ا) مرزا صاحب کو دعوٰے ہے کہ ان کو وحی ہوتی تھی۔

ج۔ وحی دو قسم ہے وحیٔ نبوت اور وحی ولایت "وحیٔ نبوت بند ہے۔ وحیٔ ولایت تا قیامت جاری ہے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں وحیٔ نبوت نہیں۔ وحی۔ ولایت کے ہم قائل ہیں جو زیر سایۂ نبوت محمدیہ ملتی ہے"

(ازالہ اوہام)

(ا) مرزا صاحب کو آیات قرآنی کا الہام ہوا۔ اور بالخصوص ان آیات کا جو حضرت رسول مقبول صلعم سے مخصوص ہیں۔

(ج) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کو ان کے فرزند محمد یحیٰی کی پیدائش پر الہام ہوا انا نبشرك بغلام اسمه يحيى

(مقامات امام ربانی مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۲۶)

مولوی محمد عبداللہ صاحب غزنوی کو الہام ہوئے۔ الم نشرح لك صدرك ولسوف يعطيك ربك فترضى فسيكفيكهم الله۔ فاصبر كما صبر اولوا العزم من الرسل۔ فصل لربك وانحر۔ ووجدك ضالاً فهدى

(اثبات الہام از مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی)

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں۔

"غیر تشریعی الہام ممنوع نہیں اور نہ ایسا الہام ممنوع ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کسی سابقہ حکم کی تعریف فرمادے یا کسی حکم کے عدم تعمیل کی خرابی ظاہر فرمادے۔ ایسا ہی قرآن کریم کا نزول اولیا کے قلوب پر ہونا منقطع نہیں ہوا باوجودیکہ قرآن کریم اپنی اصلی صورت میں محفوظ ہے لیکن اولیا کو نزول قرآن کا ذوق عطا کرنے کے لئے ایسا کیا جاتا ہے

حضرت مرزا صاحب بھی یہی فرماتے ہیں کہ

"اولیاء کی وحی کی شان قرآن مجید کی وحی کی شان کے برابر نہیں ہے۔ گو ان کو کلمات مثل قرآن کے وحی ہوں"

(انجام آتھم صفحہ ۲۴۷)

(ا) مرزا صاحب نے اپنے کو کہا ہے کہ
منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(ج) حضرت بایزید رحمۃ اللہ نے اپنے کو آدم موسیٰ۔ ابراہیم اور محمد صلعم کہا ہے (دیکھو تذکرۃ الاولیا از شیخ فرید الدین عطار)

حضرت مرزا صاحب کو گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے نام دیئے جانے کا یہ مطلب ہے۔ کہ آپ ان کی صفات کے مظہر ہیں۔ مقام فناء کے متعلق جناب کا اعتراض ہے کہ کیا فنا فی اللہ ہونے والے اپنے کو منم خدائے جہاں و منم رازق و رحیم کہتے ہیں جواباً عرض ہے کہ ہاں کہتے ہیں انا الحق اور قم باذنی کے الفاظ شاہد ہیں۔

حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

— انا الواحد الفرد الكبير ذاته
انا الواصف الموصوف شيخ طريقتي
كل بلاد الله ملكي حقيقة
ولو قلت لقنيت الانام بلحظتي

اور کئی گوئی تو من خدایم من خدایم

من خدا تک بھی کہہ گئے ہیں جنید بغدادی فرماتے ہیں ليست في جبتي الا الله

حضرت رسول خدا صلعم کو قرآن مجید میں رؤف رحیم کہا گیا ہے آپ کے دست مبارک کو دست خدا کہا ہے۔ ولکن الله رمى بھی آیا ہے انما يبايعون الله بھی ہے۔ قل یا عبادی بھی موجود ہے۔ حدیث میں تخلقوا باخلاق الله کا حکم ہے یعنی خدا کی صفات کے مظہر بنو۔ مگر مقام فنا میں انسان عین خدا نہیں بن جاتا۔ جس طرح ظل نبی۔ نبی نہیں اسی طرح ظل اللہ اللہ نہیں

(ا) مرزا صاحب نے اپنے نہ ماننے والوں کو ذریۃ البغایا کہا ہے۔

(ج) یہ حوالہ آئینہ کمالات سے ہے کتاب آپ کے پاس ہے۔ اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار ہے۔ اس کو پڑھ لیں جس میں حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"غرض ایسے لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں انصار دین کے دشمن ہیں اور یہود کے قدموں پر چل رہے ہیں مگر ہمارا یہ قول کلی نہیں۔ راست باز علماء اس سے باہر ہیں صرف خائن مولویوں کی نسبت یہ لکھا گیا ہے۔

(ا) مرزا صاحب نے انگریزی حکومت کی تعریف کی ہے۔

(ج) حضرت مرزا صاحب نے انگریزوں کو دجال کہا ہے۔ اور فرمایا کہ میں دجال کو قتل کرنے آیا ہوں۔ چنانچہ ان کے عقائد باطلہ کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔ انگریزوں کے عہد میں چونکہ مذہبی آزادی تھی اس وجہ سے انکی حکومت کو سراہا ہے۔ آج بھی اگر پاکستان کی حکومت کا بلی یا دیوبندی یا احراری مولویوں کے ہاتھ میں ہو۔ تو احمدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ اس لئے ایسی حکومت کہ جس میں مذہبی آزادی اور حقوق کی نگہداشت ہو۔ قابل تعریف ہی ہے۔ خواہ اس کا حکمران عیسائی ہی ہو۔

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

ہمارا دینی جہاد اور اس کیلئے دیوانہ وار قربانیوں کی ضرورت

چندہ ماہوار دسواں حصہ آمد۔ دس یوم کی آمد کیلئے تمام جماعت سے اپیل

ہانگ کانگ، استنبول اور مصر میں مشن کھولنے کیلئے جماعت کے متمول خانوادوں سے اپیل

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی دوسری تقریر جو ۲۶ دسمبر ۵۰ئہ کو جلسہ سالانہ میں پڑھی گئی

حفاظت دین کے کام میں حصہ

اب میں آپ کو آپ کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کی آویزش کو بھی ایک جنگ ہی قرار دیا ہے مگر کیا آپ کے دل کبھی محسوس کرتے ہیں کہ ہم ایک جنگ میں مشغول ہیں۔ ہمارے امام نے اسے ایک جہاد قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلعم نے اسے سب سے بڑا جہاد قرار دیا ہے۔ وجاھدھم بہ جہاداً کبیراً مگر کیا آپ کے دل یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم ایک جہاد میں مصروف ہیں جس کی غرض یہ ہے کہ حق کو فتح ہو اور باطل کو شکست ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سب کی حالت یکساں ہے۔ آپ میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے دلوں کے اندر یہ احساس ہے۔ جنہوں نے اپنی زندگیاں خدا کے سامنے پیش کر دی ہیں جنہوں نے اپنے مال خدا کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ جنہوں نے اپنے اوقات خدا کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ جن کے دلوں سے ہر وقت یہ آہ نکلتی ہے۔ کہ اے خدا تو اپنے قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے اور اپنے دین کو دنیا میں پھیلانے کے اور غالب کرنے کے رستے ہمارے لئے کھول دے۔ جن کے اندر یہ حرکت بھی موجود ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اس جہاد میں شامل ہونے کی ترغیب دیں۔ اور خدا کی راہ میں لڑنے والی فوج کو قوت پہنچائیں۔ مگر آپ میں ہاں ان لوگوں میں جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا۔ وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے امام وقت کو زبان سے قبول کیا۔ مگر جو کام امام وقت نے ان کے سپرد کیا تھا۔ اس کے لئے وہ ہاتھ نہیں ہلاتے۔ پیسہ خرچ نہیں کرتے۔ گویا ان کے دلوں میں یہ آرزو ہی پیدا نہیں ہوتی کہ خدا کا نام دنیا میں بلند ہو خدا کا کلام دنیا میں پہنچے، خدا کا دین دنیا میں غالب ہو۔ آج دنیا کی وہ حالت ہے کہ ایک چپہ زمین کی حفاظت کے لئے لاشوں کے پشتے لگ جاتے ہیں خون کی نہریں بہ جاتی ہیں کیا ہم میں اس دین حق کی حفاظت کیلئے یہی جذبہ موجود ہے

جو شخص دینی جہاد میں حصہ نہیں لیتا

اس جماعت میں وہ لوگ بھی ہیں۔ جو احمدی کہلاتے ہیں۔ اور اپنا حق لیتے وقت ان کا قدم سب سے آگے ہوتا ہے۔ لیکن خدا کے حق کی پرواہ نہیں کرتے۔ میں آج ان کو صاف کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ کوئی مرد ہو یا عورت یا بالغ لڑکا یا لڑکی ہو جو اپنے مال میں سے اس دینی جہاد میں کچھ صرف نہیں کرتا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ حسب حیثیت صرف نہیں کرتا اور پھر اسے ماہوار اور باقاعدہ ادا نہیں کرتا۔ وہ اپنے آپ کو بھی دھوکا دے رہا ہے۔ اور اپنی جماعت کو بھی دھوکا دے رہا ہے۔ نہیں ایک قدم اٹھایئے جس طرح سات سال کی عمر سے بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے کا حکم ہے سات سال کی عمر سے انہیں دینی جہاد کی عادت ڈالئے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے کھلونوں پر امرا کے گھروں میں سینکڑوں روپے برباد ہوتے ہیں مگر اپنے بچے سے چند پیسے خدا کی راہ میں دینے کو وہ ایک مصیبت سمجھتے ہیں۔ آیئے آج ہم سب کے سب مل کر قسم کھالیں کہ اپنی کمائی میں سے اپنی ماہوار آمدنی میں سے صرف ایک آنہ ہر روپے میں سے اس دینی جہاد میں لگا دیں گے اور باقی پندرہ آنے میں اپنے دنیا کے کام چلائیں گے۔ تو نہ صرف ہماری موجودہ مشکلات ختم ہو جائیں گی۔ بلکہ ہم آج کام کو دگنا نہیں تگنا چوگنا کر سکیں گے

صحابہ کرام کا نمونہ

یہ میں مبالغہ کے طور پر نہیں کہہ رہا بلکہ یہ حقیقت ہے۔ کہ جب بھی انسان ایک قدم اٹھاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی نصرت کے لئے دو قدم اٹھاتا ہے حدیث میں ہے کہ انسان ایک قدم خدا کی طرف چل کر آئے۔ تو خدا اس کی طرف دو قدم چل کر آتا ہے اور وہ اس کی طرف چلتا ہوا آئے تو خدا اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے۔ کہ انسان کے دل میں جب خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور وہ اس محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر ایک قدم اٹھاتا ہے تو خدا اس کے فعل کو برکت دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کوئی مالدار لوگوں کا گروہ نہ تھا۔ وہ لکھے پڑھے نہ تھے۔ بیشتر حصہ فقرا کا تھا مگر جب خدا کی محبت دلوں میں گھر کر گئی تو ان کی حالت یہ تھی کہ بازار جا کر مزدوری کے چند پیسے لاتے تو کچھ اپنا پیٹ بھرتے کچھ خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ اور جن کے پاس کچھ نہ ہوتا ان کو اس قدر صدمہ ہوتا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے الا یجدوا ما ینفقون۔ وہ اس لئے نہیں روتے تھے۔ کہ ان کو اپنے پیٹ میں ڈالنے کے لئے کچھ نہیں ملتا۔ نہ اس لئے روتے تھے جیسے ہم میں سے بعض نتیجہ گزار رہے ہیں کہ خدایا ہمارے سینکڑوں کو ہزاروں اور ہمارے ہزاروں کو لاکھوں اور لاکھوں کو کروڑوں بنا۔ بلکہ اس لئے روتے تھے کہ خدا کے رستے میں خرچ کرنے کو کچھ نہیں ملتا۔ مگر ان کی قربانی کا نتیجہ کیا ہوا۔ کہ وہ دنیا کے بادشاہ بھی بن گئے رہنما بھی بن گئے۔

محبت دین میں آنسو بہاؤ۔

کیا اس محبت الٰہی کا کوئی شمہ ہمارے دلوں میں بھی ہے؟ اگر ہے تو اپنی آنکھوں سے کسی وقت اس لئے بھی آنسو بہاؤ۔ کہ خدایا تیرا دین مصیبت میں ہے۔ تو نے جس قرآن کو ساری دنیا میں پہنچانے کے لئے بھیجا تھا اور اس کا نام ذکریٰ للعالمین رکھا تھا وہ ہمارے گھروں میں بند پڑا ہے۔ اور دوسروں تک پہنچانا تو ایک طرف ہمارے اپنے دلوں میں بھی نہیں اترتا۔ تو ہمارے دلوں میں وہ قوت پیدا کر دے۔ کہ خود بھی اس کے احکام پر چلیں اور ساری دنیا میں بھی اسے پہنچا دیں۔ تو نے جس رسول کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا۔ اس کے نقش قدم پر نہ خود چلتے ہیں نہ اس کی صحیح تصویر دنیا کو دکھانے کے لئے ہاتھ ہلاتے یا مال خرچ کرتے ہیں تو ہمارے دلوں میں اپنے رسول پاک کی وہ محبت پیدا کر دے کہ ہم خود بھی دیوانہ وار اس کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں اور دیوانہ وار اس کا حسن دنیا کو بھی دکھانے والے ہو جائیں۔

چند لوگوں کی قربانیوں کے نتائج

یاد رکھیئے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت آپ کے ساتھ صرف ان قربانیوں کی وجہ سے ہے۔ جو آپ میں سے کچھ لوگ خدا کی راہ میں کر رہے ہیں۔ ورنہ یہ آپ کی چھوٹی سی جماعت اور دنیا میں یہ اس کا کام کہ یورپ اور امریکہ میں ہزارہا کی تعداد میں مسلمان ہو گئے قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو ان ملکوں میں پہنچا دیا۔ جہاں یہ اب تک نہ پہنچا تھا۔ کفر کے مرکزوں میں مسجدیں بنائیں اور وہاں سے نہ صرف اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ بلکہ وہ تبلیغ اسلام کے مرکز بھی ہیں۔ جہاں سے خدا کے کلام اور اس کے رسول کا نور دنیا میں پھیل رہا ہے۔ لاکھوں نہیں کروڑوں انسانوں کا نقطہ خیال اسلام کے متعلق بدل گیا۔ پھر یہ جماعت یہاں بھی تین ہائی سکول چلا رہی ہے۔ اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اسے چالیس پچاس لاکھ کے قریب جائیداد کا مالک بنا دیا ہے۔

اگر ساری جماعت کے قلوب سرشار ہوں

اگر دینی [illegible] یہ محبت [illegible] ہماری جماعت کے قلوب سرشار ہو جائیں۔ جو اس وقت چند دلوں میں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی نصرت کے دروازے بھی ایسے کھل جائیں کہ ایک طرف آپ کے دل باغ باغ ہو جائیں تو دوسری طرف دنیا بھر کے مسلمانوں میں ایک خوشی کی لہر دوڑ جائے۔ آج [illegible] وہ عمارت جو امام وقت کے ہاتھوں کی رکھی ہوئی بنیاد پر بن رہی ہے خدا کے فضل سے اس قدر بلند ہوئی ہے کہ کم و بیش ہر ملک اور ہر قوم کے لوگوں کو نظر آنے لگ گئی ہے۔

بے وفائی کا مجرم

اگر اب بھی جماعت کا ہر کوئی حصہ نہیں رکھتا تو وہ بے وفائی کا مجرم ہے کس سے بے وفائی؟ مجھ سے نہیں اپنی جماعت سے بے وفائی۔ امام وقت سے بے وفائی جس سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اقرار کیا تھا خدا کے رسول سے بے وفائی جس کے نام کو دنیا میں روشن کرنے کا بیڑا ہم نے اٹھایا تھا۔ خدا سے بے وفائی جس کے کلام کو دنیا میں پہنچانے کا اور جس کے دین کو دنیا میں غالب کرنے کا ذمہ ہم نے لیا تھا۔

بیکار مت بنو

خدا کے دین کے کام میں دیوانوں کی طرح لگ جاؤ۔ اور بیکار مت بنو۔ خدا کا قانون ہے۔ کہ بیکار عضو کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے بہتر ہے بجائے بیکار بن کر

جان دین کے لئے بیکار ہیں کر دنیا کے دیوانے ہیں) کٹ گئے بلند مقام کو چھوڑ کر پستی میں وہ گر گئے سو عا کرو کہ خدا انہیں اس پستی میں گرنے سے بچائے۔

غور کیجئے۔ اگر ایک فوج دشمن کے مقابل پر صف آرا ہو۔ اور اس میں سے بعض لوگ ایسے ہوں جو بڑھنے کا حکم ملنے پر قدم آگے بڑھانے کی بجائے اپنی جگہ پر کھڑے رہیں یا پیچھے ہٹ جائیں تو ان سے کیا سلوک ہوگا کیا انہیں اپنی ہی فوج کی گولیوں کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا؟ یہ عذر جتنے جہاد میں حصہ نہ لینے کے لئے بنائے جاتے ہیں یوم حساب آئے گا تو تمہیں خود نظر آ جائے گا کہ یہ سب جھوٹے عذر تھے

ماہوار چندہ

ماہوار چندہ حسب حیثیت حضرت مسیح موعودؑ کا حکم ہے۔ اور آپ کی جانشین انجمن نے اس کی ایک شرح مقرر کر دی ہے جو شخص اس شرح کے مطابق ادا نہیں کرتا اور بہانے بناتا ہے۔ وہ امام زمان کا نافرمان ہے رستے دو ہی ہیں یا مسیح موعودؑ کو مانو۔ جو فوج خدمت دین کے لئے مسیح موعودؑ نے تیار کی اس میں قدم سے قدم ملا کر چلو تاکہ تم دین و دنیا میں کامیاب ہو اور اگر آپ ایک حکم کے ماتحت چلنا نہیں چاہتے، تو بہتر ہے کہ اسے چھوڑ دو۔ اور کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون کے وعید کے ماتحت اپنے آپ کو نہ لاؤ۔ یہ تفرقہ جو اس وقت موجود ہے امام وقت کی جماعت کے لئے موزوں نہیں تفرقہ اور پراگندگی تو سیاسی رنگ میں بھی تباہ کر دیتا ہے دین کی عمارت بنانے والی جماعت ایک ہوئے بغیر ایک حکم کے ماتحت چلے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ قلت نہیں جو قوموں اور جماعتوں کو ناکام کرتی ہے۔ یہ بیکاری یہ قربانی سے گریز ہے جو ناکام کرتا ہے۔

امیر کی حیثیت اور میرا حکم

میں اب جماعت کے سامنے چند کام رکھنا چاہتا ہوں مجھے آپ نے اپنا امیر مانا ہے۔ اگر میرا کوئی حکم خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہو تو اسے رد کر دو۔ امام وقت کے حکم کے خلاف ہو تو اسے رد کر دو آپکی مجلس معتمدین کے حکم کے خلاف ہو تو اسے رد کر دو لیکن اگر وہ ان کے خلاف نہیں تو تم اسے نہ مان کر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مورد بن جاؤ گے۔ میں حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا قائل ۱۸۹۱ء سے تھا جب آپ کا دعویٰ میرے کانوں تک پہنچا۔ میں نے بیعت ۱۸۹۶ء میں کی مگر یہ وہ بیعت تھی کہ میں ہر ہفتہ نہیں تو پندرہ روز کے بعد قادیان پہنچ جاتا تھا موسم گرما کی تعطیلات آپ کی صحبت میں گزارتا تھا۔ ۱۹۰۰ء سے آپ کی وفات تک آپ کی صحبت میں رہا۔ آپ نے سارا انتظامی کاروبار میرے سپرد کر رکھا تھا۔ آپ کے مکان کے ایک کمرہ میں رہتا تھا۔ بہت ہی کم لوگ ہوں گے جنہیں امام زمان کی وہ صحبت اور معیت میسر آئی ہو۔ جو مجھے میسر آئی ۱۹۱۴ء سے مجھے آپ لوگوں نے اپنا امیر منتخب کیا۔ اس وقت سے لیکر اچھا یا برا کام جو کچھ میں نے کیا ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ آج میں اس قابل نہیں کہ آپ کے سامنے کھڑا ہو کر تقریر کر سکوں۔ یہ جو کچھ لکھا ہے کانپتے ہوئے ہاتھ سے لکھا ہے۔ یہ طاقت نہیں کہ آپ پر اثر ڈال سکوں۔

دیوانہ وار قربانیوں کی ضرورت

لیکن ایک بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ میری بیماری میں آپ دیوانوں کی طرح دعائیں کرتے رہے ہیں۔ مجھے اس کا علم ہے کہ بہت لوگ دیوانوں کی طرح دعائیں کرتے رہے ہیں۔ کہ خدا مجھے صحت دے۔ اور زندگی دے۔ خدا نے ان دعاؤں کو قبول فرمایا۔ مگر مجھے اب ایک اور چیز کی ضرورت ہے کہ یہ زندگی کام کی زندگی ہو۔ اس میں کچھ اور خدا کے دین کی خدمت ہو جائے۔ مجھے اگر زندگی کی ضرورت ہے تو صرف کسی کام کے لئے۔ اور اس کا انحصار آپ کی قربانیوں پر ہے۔ وہ قربانیاں بھی جب تک دیوانوں کی طرح نہ ہوں گی کامیاب نہیں ہوں گی۔ اس لئے اگر آپ نے اپنی دیوانہ وار دعاؤں سے خدا کے اس فضل کو جذب کیا ہے جس سے مجھے زندگی ملی۔ تو اب اپنی دیوانہ وار قربانیوں سے خدا کے اس فضل کو جذب کیجئے۔ جس سے یہ میری زندگی کام کی زندگی ہو جائے۔

چار مشنوں میں سے ایک کا خرچ الحاج میاں محمد صاحب پر

پہلے کام کو دیکھ لیجئے۔ اور میری مشکلات کو بھی دیکھ لیجئے۔ میری مشکلات نہیں آپ کی مشکلات ہیں میں تو چند دن کا مہمان ہوں اس وقت آپ کے باہر صرف چار مشن ہیں انگلستان۔ جرمنی۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ، ہالینڈ۔ ہالینڈ کے مشن کا کوئی بوجھ آپ کی انجمن پر نہیں۔ اس کا سارا خرچ الحاج شیخ میاں محمد پر ہے جزاہ اللہ خیراً و اطال اللہ عمرہ۔ اور یہ خیال نہ کیجئے کہ وہ اس مشن کا بوجھ اٹھا کر باقی بوجھوں سے اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہیں نہیں وہ ماہوار چندہ کی بھی کافی رقم ادا کرتے ہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اگر سب چندوں کو بڑھانے کی ضرورت پیش آئی تو وہ اپنے چندہ کو بھی بڑھا دیں گے۔ وہ ہر قسم کی تحریکات میں بھی حصہ لیتے ہیں اور ابھی خسارہ بجٹ اور ووکنگ کی مد میں جب ۶۵ ہزار کے لئے میں نے اپیل کی تو اس پر انہوں نے پانچ ہزار کا وعدہ فرمایا۔

کیا تین مشن ہماری جماعت نہیں چلا سکتی

تو کیا اگر ایک فرد اس جماعت کا اکیلا ایک مشن کے بوجھ کو اٹھا سکتا ہے تو ساری جماعت باقی تین مشنوں کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتی؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے بہت سے احباب کی اس طرف توجہ ہی نہیں وہ صرف یہ سن کر خوش ہو جاتے ہیں کہ ہمارے چار مشن چل رہے ہیں۔ گویا وہ محض تماشائی ہیں کہ ایک اچھا کھیل دیکھا۔ اور خوش ہو گئے۔ اور اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ یہ کوئی کھیل نہیں جو ہو رہا ہے۔ اور وہ کوئی تماشائی نہیں جو اس کھیل کو دیکھ رہے ہیں یہ ایک جہاد ہے جو اسلام کو دنیا پر غالب کرنے کے لئے ہو رہا ہے اور وہ خود اس جہاد کے سپاہی ہیں وہ اپنی خوشی سے اس میں بھرتی ہوئے اور اب ان کا فرض ہے کہ ایک سپاہی کی طرح اس جہاد کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔

نمائندگان جماعت کا فیصلہ

میں نے باوجود ڈاکٹری ممانعت کے ان مشکلات کے حل کے لئے کل شام جماعتوں کے چند منتخب احباب کو بلایا تھا۔ اور گو بوجہ ڈاکٹری ممانعت کے میرا کوئی ارادہ نہ تھا کہ میں گفتگو کروں مگر ان قومی مشکلات کو دیکھ کر مجھے بھی گفتگو میں شامل ہونا پڑا اور میں نے گفتگو میں حصہ لیا اور ہم چند نتائج پر پہنچے۔ جن کو عملاً رآمد میں لانا اب آپ کے اختیار میں ہے وہ نتائج حسب ذیل ہیں:۔

کچھ لوگ آمد کا دسواں حصہ ماہوار دیں

(۱) اول تم میں سے کچھ آدمی ایسے نکلیں جو عند اللہ سابقون میں داخل ہوں گے۔ جو اپنا چندہ ارفی روپیہ کے بجائے دسواں حصہ کر دیں۔ اس وقت بھی کچھ آدمی ایسے موجود ہیں لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے کچھ دسویں حصے سے بھی زیادہ دینے والے ہیں لیکن اگر ایک سال کے عرصہ میں محنت کر کے ہم پانچواں آدمی کو دسویں حصہ کی سطح پر لا سکیں تو مجھے امید ہے کہ دو تین سال کے عرصہ کے اندر ساری جماعت اس اصول پر عمل پیرا ہو جائے گی۔ اور ہماری بہت سی دقتیں دور ہو جائیں گی۔ آخر ہمارا ایمان اس بات پر ہے کہ ہماری ایک اور زندگی بھی ہے جس کے لئے سامان ہم نے اسی زندگی میں کرنا ہے تو اپنی آمد کا دسواں حصہ خدا کے ہاں جمع کراتے جانے میں ہم اپنے لئے ہی اُخروی زندگی کا سامان تیار کر رہے ہوں گے۔

غربا اور متوسط طبقہ سے اپیل

میں جماعت کے غربا اور متوسط الحال طبقہ کے لوگوں سے بالخصوص یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کام میں سبقت کریں کیونکہ ان کو مال سے محبت کم ہوتی ہے۔ اور ان کی قربانی اس لحاظ سے بھی عند اللہ زیادہ وقعت رکھتی ہے۔ کہ وہ اپنے نفس پر تکلیف اٹھا کر قربانی کرتے ہیں۔

ہر شخص دس یوم کی آمد دے

(۲) دوسری تجویز جس پر احباب کا اتفاق تھا یہ تھی کہ بیرونی مشنوں کے خرچ کے لئے ہر دوست اپنی دس یوم کی آمد دے یہ انجمنوں کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ صاحبان کا فرض ہے کہ وہ اپنی انجمن کے اجلاس میں اس معاملہ کو پیش کر کے فوری طور پر اس کی وصولی کا انتظام کریں۔ ضرورتاً ادائیگی بااقساط ہو تو ہرج نہیں۔

کارخانہ داروں کیلئے ایک ایک مشن

(۳) ان پر ایک تیسری تجویز میں اب اور زیادہ کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا۔ ایک کارخانہ کے مالک شیخ میاں محمد صاحب نے ایک مشن کا خرچ اپنے ذمہ لیا ہے خدا کے فضل سے ان کی طرح اور بھی متمول کارخانہ دار ہیں۔ اور اس وقت کئی جگہ سے مانگ آ رہی ہے مثلاً ایک مانگ ہانگ کانگ میں ایک مشن قائم کرنے کی ہے۔ جہاں سے بالآخر چین میں تبلیغ کا رستہ کھل سکے گا۔ اس کا خرچ سردست تین چار سو روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں ہوگا۔ ایک مشن کیلئے استنبول سے ایک مدت سے درخواست آئی ہوئی ہے اور یہ بھی بڑا اہم مرکز ہے۔ اس کا خرچ پانچ چھ سو روپیہ ماہوار تک ہو گا۔ ایک مشن کے لئے مصر سے خط و کتابت ہو رہی ہے اور یہ ایک رنگ میں ساری اسلامی دنیا میں تبلیغ کا مرکز ہو گا اس کا خرچ بھی یہی پانچ چھ سو روپے ماہوار ہو گا کیا کوئی کارخانہ دار بزرگ صاحب ہمت ایسے ہیں جو ان میں سے ایک ایک مشن کے خرچ کو اپنے ذمہ لیں۔ یا دو دو جمع ہو کر ایک مشن کے خرچ کو اپنے ذمہ لیں۔ کم سے کم میری استدعا یہ ہے کہ ہر ایک کارخانہ پر اس کے حسب حیثیت ایک رقم بیرونی مشنوں کے اخراجات کے لئے .... ہونی چاہیئے۔

دوسرے مسلمان بھائیوں سے استمداد

(۴) ایک چوتھی تجویز تھی جس کو بعض احباب نے

ذرا مشکل سمجھا۔ مگر یہ مشکل بھی اس لئے ہے کہ ہم نے اس کام کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بیرونی مشنوں کے لئے ہم دوسرے مسلمان بھائیوں سے اپیل کریں۔ اس میں دونوں فائدے ہیں۔ دوسرے لوگوں کو ہم سلسلہ کی خدمات سے بھی واقف کرا سکتے ہیں اور انہیں ثواب میں بھی شامل کر سکتے ہیں۔ اور ایک غرض تو ضرور حاصل ہو جائے گی یعنی اگر کوئی شامل نہ بھی ہوگا۔ تو اس جماعت کی خدمات سے وہ آگاہ تو ضرور ہو جائے گا۔

میں اس بارہ میں ایک اور امر کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ خدا کی نصرت کام کرنے پر آتی ہے تو مومنوں کے قلب سے جب آواز نکلتی ہے متیٰ نصر اللہ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ مدد آئی ہی چاہتی ہے الا ان نصر اللہ قریب۔ مگر دل سے متیٰ نصر اللہ کی آواز اسی وقت نکلتی ہے۔ جب ہم اس کی مدد کی تلاش میں لگ جاتے ہیں زبان کی متیٰ نصر اللہ کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ تم نصر اللہ کی تلاش میں لگ جاؤ۔ وہ فوراً آ جاتی ہے کیا خواجہ کمال الدین مرحوم کو خدا کی مدد اسی طرح نہیں ملی تھی۔ کیا ہم لوگ جب نکلتے تھے تو ہمیں خدا کی مدد اسی طرح نہ ملتی تھی کیا برلن مسجد کے بنانے میں خدا کی مدد اسی طرح نہیں ملی۔ اور میں نے تو اب نیا تجربہ بھی کیا اسی سال کیا۔ جب لوگ کہتے ہیں کہ پہلے لوگ دین کے کاموں کی طرف رجوع کرتے تھے اب نہیں کرتے۔ ایک سال کے اندر اندر ایک لاکھ روپیہ آ گیا۔ بات یہ ہے کہ ہم نے خود نصر اللہ کی تلاش چھوڑی ہوئی ہے۔ نکلو! ایک دو نہیں سینکڑوں کی تعداد میں نکلو۔ ایک سال دو سال تجربہ کر کے دیکھو تو پھر تمہیں یہ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ کہ فلاں مشن بند کر دو۔ بلکہ تم خود کہو گے۔ کہ فلاں فلاں جگہ اور مشن جاری کرو۔ آپ نے ابھی ایک خاتون کا خط سنا ہوگا۔ جس نے حرکت کی۔ تو ایک سو روپیہ برلن مسجد اور ووکنگ کے لئے جمع کر لیا۔

آخری دو باتیں

میں ایک دو باتیں اور بھی آخر پر کہنا چاہتا ہوں تم میں سے ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ وہ کوشش کرے کہ کم سے کم ایک آدمی سلسلہ میں شامل کرے۔ اور آخری بات یہ کہ تم قرآن کا جہاد کرنے والی قوم ہو تمہارا کوئی گھر نہ ہو۔ جہاں قرآن کی تلاوت نہ ہوتی ہو۔ خود بھی قرآن کریم کو بار بار پڑھو اور اپنے بچوں کو بھی پڑھاؤ۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ●

ایک آیت

سید اسد اللہ شاہ صاحب

مکرم و معظم بندہ ——— السلام علیکم

میرے ایک غائبانہ مہربان حکیم محمد اسمٰعیل صاحب نے جن کو میں اپنے ایک پرانے رفیق چوہدری بہادر علی خاں صاحب کی وساطت سے جانتا ہوں۔ بذریعہ تحریر کے . . . . صدر الجمیعۃ العلماء پاکستان مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری صاحب خطیب مسجد وزیر خاں لاہور سے سورۃ الاحزاب ۳۳ کی آیت ۷۲ کے متعلق اطمینان کرنا چاہا۔ اس تحریر کی پشت پر حضرت صاحب صدر الجمیعۃ العلماء پاکستان کی یادداشت درج ہے کہ تفاسیر میں جو کچھ درج تھا وہ خدمت گرامی میں بھیجا گیا تھا۔ مسلک صوفیاء کے متعلق زبانی عرض کیا جائے گا مگر حکیم صاحب کے فرزند رشید صاحب کی زبانی جو طبیہ کالج میں تعلیم پاتے ہیں معلوم ہوا کہ حکیم صاحب موصوف مطمئن نہیں ہوئے۔

میں چاہتا ہوں کہ حکیم صاحب کی اطلاع کیلئے میں بھی کچھ عرض کروں اور وہ حسب ذیل ہے۔

سورۃ الاحزاب ۳۳ کی آیات ۷۲ اور ۷۳ کے درمیان وقف لا موجود ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ ان ہر دو آیات کے مضمون میں پیوستگی ہے۔ یہ آیات حسب ذیل ہیں:-

انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوماً جہولاً ۷۲ لیعذب اللہ المنٰفقین والمنٰفقٰت والمشرکین والمشرکٰت ویتوب اللہ علی المؤمنین والمؤمنٰت وکان اللہ غفوراً رحیماً ۷۳

ترجمہ لغات۔

امانت۔ ضد خیانت۔ ودیعت۔ عہد وہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے وغیرہ۔

السماء۔ مکان کی چھت۔ ہر چیز کا بالائی حصہ سائبان وغیرہ

ارض۔ زمین۔ نچلا طبقہ۔ جو چیز نیچی اور پست ہو وغیرہ۔

جبال۔ مہتر قوم۔ دانشمند۔ عالم وغیرہ

حکیم صاحب اس علاقہ کے یا اس علاقہ کے قریب کے باشندہ ہیں جہاں راجپوتوں کی کثیر آبادی ہے۔ ضلع لدھیانہ میں منج راجپوت کثرت سے آباد ہیں۔ چنانچہ چوہدری بہادر علی خاں بھی منج راجپوت ہیں۔ ضلع لدھیانہ میں علاقہ ہذا کے اکثر حصہ پر منج راجپوت حکمران رہے ہیں۔ اور سکھوں نے اس حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اگرچہ اب بھی وہ بڑے بڑے زمیندار تھے تقسیم کے بعد بچارے پامال ہو کر پاکستان میں آگئے اور ان کا کوئی بھی پرسان حال نہیں۔

علاوہ منج راجپوتوں کے تحصیل لدھیانہ کے بعض دیہات گھوڑے پورہ راجپوتوں کے تھے۔ ضلع ہوشیارپور اور جالندھر میں گھوڑے پورہ راجپوتوں کے بکثرت دیہات تھے۔ گھوڑے پورہ راجپوتوں میں تحصیل گڑھ شنکر میں موضع گڑھ شنکر اور تحصیل راہوں میں خاص راہوں کے راجپوت اپنے اپنے دیہات کو چھت کے نام سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ غالباً ان دیہات کے راجپوت کسی زمانہ میں راجہ اور رانا ہوں گے۔ اب بھی ان دیہات کے گھوڑے پورہ راجپوتوں کو لوگ رانا کہتے ہیں۔

چھت سے نچلے دیہات کو غالباً مکان کہتے ہیں۔ تحصیل لدھیانہ میں موضع تھے وارہ مکان کہلاتا تھا۔

گویا عربی زبان میں ہی سماء بڑے آدمی کو نہیں کہتے بلکہ پنجاب میں بھی بڑے آدمی چھت کہتے ہیں۔

اسی طرح ارض کے معنی فرومایہ اور نچلے طبقہ کے لوگ جن کی گذران بڑے لوگوں کی ملازمت اور حاشیہ نشینی پر ہوتا ہے۔

جبال۔ بڑے بڑے علامہ لوگ۔ جو اپنے آپ کو زمین پر اسی قسم کی ہستی سمجھتے ہیں کہ ان کے بغیر زمین پارہ پارہ ہو جائے گی۔ اور قیامت کے دن ان کی اجازت کے بغیر کوئی شخص جنت میں نہیں جا سکے گا۔

اب میرے خیال میں ان ہر دو آیات کا ترجمہ صاف ہے۔ جو یہ ہے۔

ہم نے اپنا عہد (تبلیغ حق) بڑے بڑے رئیسوں اور ان کے حاشیہ نشینوں اور بڑے بڑے علامہ لوگوں کے روبرو پیش کیا۔ انھوں نے اس کے اٹھانے یا قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کہ وہ ڈر گئے۔ کہ کہیں ان کے اقتدار جاتے نہ رہیں۔ اس کو مومن (انسان) نے اٹھا لیا۔ کیونکہ وہ سخت جان اور ابتلاؤں میں گھبرا جانے والا نہیں (۷۲) اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ منافق لوگ زن و مرد اور مشرک لوگ مرد و زن عذاب پائیں گے۔ اور مومن لوگ مرد و عورت پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل کریگا اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے (۷۳)

رسول زمانہ سابقہ کے اور مجدد دین زمانہ مابعد رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبلیغ حق پر مامور ہو گئے۔ انہوں نے اور مومنین نے اپنا فرض بخیر و خوبی سرانجام دیا اور منافق اور مشرک عذاب میں گرفتار ہوئے

(بقیہ صفحہ ۲)

انسانوں کی عادت ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت اور ابتلا آتا ہے تو وہ خدا سے نارضامندی اور شکوہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور عملی طور پر بھی اس نارضامندی کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً جب کوئی مر جاتا ہے تو سال بھر تک روتے ہی رہتے ہیں۔ اور ہر ذکر پر اللہ تعالیٰ کا شکوہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں بہت بڑا ظلم ہوا خدا کی محبت سلب ہو جاتی ہے۔ اور اس رسول پر بھی پورا ایمان نہیں رہتا۔ اور ایمان سے پوری بیزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن مطمئنہ کی حالت میں اگر زنجیر اور کڑیاں بھی پڑ جائیں۔ اور سخت سے سخت مشکل میں وہ ڈالا جائے تو بھی اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پوری رضامندی اور صلح ہوتی ہے وہ خدا کی طرف پورے جوش اور صدق سے بے اختیار ہو کر دوڑتا ہے۔ کوئی بلا کوئی تکلیف اس کو پست نہیں کر سکتی۔ بلکہ وہ تکالیف اور بلائیں اس کیلئے لذت محسوس اور حلاوت مدرکہ ہوتی ہے اس کا خدا نیا خدا ہوتا ہے۔ جس میں وہ محو ہو جاتا ہے اسی طرح پر خدا تعالیٰ بھی اس پر اپنی نرالی شان کی تجلی فرماتا ہے۔ اور اس کی رضامندی میں ایک جدت اور خصوصیت درخشاں ہوتی ہے۔ دیکھو نوح علیہ السلام کی دعا سے دنیا کو ہلاک کر دیا۔ نوحؑ کی اس قدر خاطر عزیز تھی کہ اس کے لئے ایک دنیا کا ہلاک کر دینا کچھ بھی بات نہ تھی۔ ایسا ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے کفار مکہ کو ہلاک کر دیا گیا۔ غرض یہ عجیب حالت اور درجہ ہوتا ہے۔ خدا اس سے راضی اور وہ خدا کی راضی۔ اسی مقام پر پہنچ کر وہ اللہ تعالیٰ کے عباد میں داخل ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ مرنے کے بعد بلکہ اسی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے۔

خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا؟

"تشریحات انقطاع نبوت" پر تبصرہ

ایک قادیانی احمدی کے قلم سے

ایک صاحب محمد یامین نام نے جو قادیانی کتب کے تاجر ہیں احمدی جنتری ۱۹۵۱ء لاہور پاکستان سے شائع کی ہے۔ اور اس کے آخری ورق پر تشریحات انقطاع نبوت کے عنوان سے چند رطب و یابس موضوع اور جعلی اقوال نقل کئے ہیں۔ جو صریح طور پر سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی تشریحات کے خلاف ہی نہیں بلکہ قرآن مجید احادیث رسول اللہ صلعم کے بھی مخالف ہیں۔ اور نہ صرف ضد اور تعصب کی وجہ سے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ بلکہ ناسمجھی اور نہایت محدود واقفیت بھی اس کا موجب ہے۔ قوم کی حالت پر اسی وجہ سے مجھے رونا آتا ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے سے ایک طرح سے انکار کر رہے ہیں اور کچھ اپنے دین و ایمان کا خیال نہیں کرتے اور نہ کچھ تدبر کرتے ہیں۔ اور جنون کی طرح ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے کہ جس طرح سے ہو سکے آنحضرت صلعم کے بعد ایک نیا نبی کھڑا کر کے اسلام کا تختہ ہی الٹ دیا جائے۔ یہ لوگ اپنے ہم خیال لوگوں کو خوش کرنے کی بجائے خود اپنے ہاتھ سے اپنی پردہ دری کراتے ہیں اور جھوٹے فلسفے اور جاہل بے دین قرآن اور حدیث کے علم سے بالکل کورے معلوم ہوتے ہیں۔ اب اہل انصاف "تشریحات انقطاع نبوت" کو سنیں اور ان کے جوابات غور کر کے دیکھیں آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ "تشریحات انقطاع نبوت" محض من گھڑت اور کیسی لغو اور باطل پیش کی گئی ہیں جن کو عقل و دین سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ وہ جان سکتے ہیں کہ ان لغو اور باطل تشریحات سے کبھی بھی ختم نبوت کے بعد اجراء انبیاء ممکن نہیں۔ افسوس کہ یہ لوگ اولو العزم وصوفی کہلاتے ہیں۔ اور پھر لوگوں کو دھوکا میں ڈالنا چاہتے ہیں اور اس جہالت کا سامان باعتقاد وہ غلط اور تعصب ہے۔ جو جہنم کی آگ اپنے اندر رکھتا ہے۔

انقطاع نبوت کی پہلی تشریح اور اس کا جواب

قول ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ (در منثور جلد ۲ صفحہ ۳۴)

ترجمہ۔ بے شک یہ تو کہو کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں لیکن یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اقول۔ یہ وہ موضوع قول حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ جس کو بیان کرتے وقت بھی ایک مسلمان کو شرم کرنی چاہئے تھی کیونکہ رسول خدا صلعم تو فرمائیں لا نبی بعدی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ رسول کی بیوی ہو کر رسول اللہ صلعم کے خلاف یہ فرمائیں "لیکن یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا" گویا رسول اللہ صلعم کے قول کی تردید حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے قول سے کر رہی ہیں۔ ہذا بہتان عظیم اگر رسول کریم خاتم النبیین صلعم کے بعد بھی کسی نبی نے آنا ہوتا تو خدا تعالیٰ خود اس کی خبر اپنے کلام پاک قرآن مجید میں دیتا۔ اور حضرت عیسیٰ کی طرح حضور صلعم بھی فرماتے کہ میں اپنے بعد ایک اور نبی کے آنے کی بشارت دیتا ہوں۔ اس طرح تو خدا تعالیٰ کا رسول کریم صلعم کو خاتم النبیین فرمانا ہی عبث ٹھہرتا۔ خود سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب براہین پنجم کے دیباچہ کے صفحہ ۷ پر لکھا ہے۔

"توریت اور انجیل کی طرح قرآن مجید نے اپنے بعد کسی دوسرے آنے والے نبی کا حوالہ نہیں دیا"

مگر تعصب نے ان لوگوں کو جو بعد خاتم النبیین انبیاء کا سلسلہ جاری کرنا چاہتے ہیں اس قدر نافہم اور غبی بنا رکھا ہے۔ کہ پناہ بخدا ان سے علم قرآن و حدیث ایسا رخصت ہوا ہے کہ قرآن اور حدیث کی طرف یہ آ سکتے ہی نہیں۔ یہ لوگ خود نمائی کی وجہ سے دعویٰ علم و فضل تو بہت کرتے ہیں اور یہ شوق بھی ان میں سے ہر ایک کو دامن گیر ہوتا ہے کہ کسی طرح ہم بھی لائق اور اہل علم متصور ہوں مگر ان کے علم کا یہ حال ہے۔ کہ وہ آج تک قرآن مجید کی آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کے کوئی صحیح معنے نہیں کر سکے۔ چالیس سے زائد معنی انہوں نے خاتم النبیین کے کئے ہیں کوئی اس کے معنی نبی گر کرتا ہے۔ کوئی مصدق النبیین کوئی افضل النبیین کوئی زینت النبیین کوئی اس کے معنی نبیوں کی مہر کے کرتے ہیں۔ کوئی کچھ معنے کرتا ہے کوئی کچھ ایک معنی آج تک صحیح اس آیت کے ان سے نہیں ہوئے۔ اور نہ کبھی آئندہ اس کے کوئی صحیح معنی ان سے ہو سکیں گے۔ جب انہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح معنی قبول نہیں کئے تو اور کس کے قبول کریں گے۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی آخری کتاب حقیقت الوحی میں بھی خاتم النبیین کے معنی یہی کئے ہیں وان النبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی ہو خیر الصحف السابقۃ ولا شریعۃ بعد شریعۃ المحمدیہ

اور اسی جگہ آگے فرمایا ہے:۔

ان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفیٰ علی الطریقۃ المستقلۃ وما بقی بعدہ الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ الخ

غرض یہ لوگ قرآن اور حدیث رسول کے خلاف یہ آواز اٹھا رہے ہیں۔ کہ ہم میں اس وقت ایک نبی آیا اور ہزاروں نبی اور آئیں گے یہی ان کے ناقص بے دین اور گمراہ ہونے کی بڑی دلیل ہے یہ اسلام کا فخر نہیں کہ جس کو قرآن مجید کافۃ للناس کے لئے رسول کہہ رہا ہے۔ اس کے بعد بھی نبی آئیں۔ بلکہ یہ اس کے لئے عار اور ننگ کی جگہ ہے۔ کہ قرآن مجید تو ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کرے کہ میں رہتی دنیا تک کل انسانوں کی ہدایت رہنمائی اور نجات کے لئے کافی وافی اور شافی ہوں۔ رحمۃ اللعالمین نذیرا للعالمین اور ساری دنیا کے لوگوں کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لانے والا ہوں اور پھر اس کی موجودگی میں کوئی اور نبی آ جائے۔ اور اس کے سارے دعووں کو وہ خاک میں ملا دے۔ اور آپ دنیا کا ہادی بن جائے قرآن کی موجودگی میں کسی نبی کے آنے کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے۔ وہ کونسی تعلیم ایسی لائے گا جس پر وہ خود چلے گا۔ اور لوگوں کو چلائے گا۔ جب ایسی وحی ہی قرآن کے بعد نہیں جو جزو اسلام یا شرط ایمان ہو۔ تو نبی کیسے اور کیونکر آ سکتا ہے کیا نبی کی وحی نبوت کی وحی نہ ہوگی۔ اور وہ قرآن مجید کا تتمہ و تکملہ و ضمیمہ نہ بنے گی۔ یہ سچ ہے کہ وحی ولایت تا قیامت بند نہیں مگر اس وحی پر ایمان کا دارومدار نہیں علاوہ ازیں محض پیشین گوئیاں نبوت نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے خود لکھا ہے:۔

"حسب تصریح قرآن کریم (نبی) رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین بذریعہ جبرئیل حاصل کئے ہوں"۔ نبی وہی ہوتا ہے جس پر جبرئیل وحی لیکر آئے۔ اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ پر ایک دفعہ بھی جبرئیل بھولے سے بھی ایک فقرہ یا ایک حرف بھی وحی کا لے کر نازل نہیں ہوا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خود لکھا ہے۔ کہ میری وحی وحی ولایت و وحی محدثیت ہے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی ہر ایک کتاب میں اپنے ہر ایک مطبوعہ اشتہار میں اپنے ہر ایک مکتوب میں اور اپنی ہر تحریر میں جو اپنے دعویٰ کے متعلق لکھی ہے۔ یہی لکھا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ پر نبوت ختم ہے۔ نبوت بند ہے۔ رسول اللہ صلعم پر آ کر سلسلہ انبیاء اللہ کا منقطع ہو چکا ہے۔ خداوند فرما چکا ہے۔ کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا جائیگا بجز نبوت محمدیہ کے قیامت تک اور کوئی نبوت نہیں نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئی ہیں۔ آنحضرت صلعم کے بعد مدعی نبوت کافر کاذب اور مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ جو ختم نبوت کا منکر ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ (محمد رسول اللہ صلعم) نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی غرض حضرت مسیح موعود کی تمام تحریرات میں ختم نبوت کا اقرار موجود ہے اور اس قدر حضرت کی کتابوں سے ختم نبوت کے حوالے دیئے جا سکتے ہیں کہ ایک بہت بڑی ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید اور حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کے اس قدر بینات کے موجود ہوتے ہوئے بھی اس قسم کے فرضی اقوال پیش کرنا دیانت اور امانت کو چھوڑنا اور اپنی عاقبت کو تباہ کرنا ہے نہ کچھ اور۔

چونکہ یہ فرضی قول جو حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کی نص صریح خاتم النبیین اور رسول پاک کے ارشاد لا نبی بعدی کے صریح خلاف ہے لہذا یہ وضعی قول ہے۔ اس لئے کہ محدثین نے وضع حدیث کی ایک یہ بھی علامت لکھی اور قائم کی ہے کہ وہ قرآن اور حدیث صحیح کے خلاف ہو حالانکہ یہ قول جو حضرت عائشہ کا نام لیکر بیان کیا گیا ہے۔ حدیث مرفوع بھی نہیں بلکہ یہ قول حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف جعلی طور پر منسوب کیا گیا ہے علاوہ اس کے ان کا یہ قول ان کے دوسرے اقوال جو صحاح ستہ میں مذکور ہیں کے بھی خلاف ہے اور مرفوع حدیث لا نبی بعدی کے بھی خلاف ہے اور حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے لہذا اصول کے طور پر یہ قابل قبول نہیں اور اس کی اشاعت کرنا دشمنان امہات المومنین کا کام ہے۔ نہ کسی مومن کا۔

اس گروہ کی یہ حالت ہے۔ کہ کوئی موضوع قول یا موضوع حدیث ان کے ہاتھ آ جائے جو ان کے مزعومہ عقائد کے موافق ہو تو اس کے مقابلہ میں نہ یہ خدا کے قول کی پرواہ کرتے ہیں نہ رسول کریم کے قول کی پرواہ کرتے ہیں

افرأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ کے مصداق بنتے ہیں اور کسی اصول کے پابند نہیں ہوتے۔ حالانکہ عقائد میں قرآن مجید سب پر مقدم ہے۔ پہلے قرآن مجید سے انبیاء اللہ کی

تسلیم و کھانی چاہئیں۔ پھر ایسے اقوال پیش کرنے چاہئیں قرآن مجید کے بعد میں درجہ صحیح حدیث کا ہے۔ تیسرا درجہ ضعیف کا ہے۔ اور موضوع تو کسی شمار میں ہی نہیں۔ وہ تو اس قابل ہے۔ کہ اس کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے۔ اور ضعیف پر صحیح کو ترجیح ہے۔ اور صحیح حدیث پر قرآن مجید کو ترجیح ہے۔ اگر تطبیق قرآن و حدیث و اقوال میں ہوسکے تو فبہا ورنہ قوی کو ضعیف پر ترجیح ہوگی نہ کہ ضعیف کو قوی پر۔ اور موضوع سے کسی بات کو ثابت کرنا جو عقائد و اعمال سے تعلق رکھتی ہے یہ تو معصیت کبریٰ اور بڑے گناہ کی بات ہے اور یہ تو عام مخلوق کی ہلاکت ہے۔ کہ جو بات خدا کہے اس کے خلاف ضرور ہی کہتے ہیں۔ جب ابھی خدا نے یہ نہ فرمایا تھا۔ کہ سلسلہ انبیاء اب ختم ہوگیا ہے۔ تو اس وقت تو لوگ اپنے اپنے نبیوں کے متعلق یہی کہتے تھے کہ لن یبعث اللّٰہ من بعدہٖ رسولا اور جب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین کہہ دیا تو اب یہ کہتے ہیں کہ ہم میں نبی آیا۔ اور ہزاروں نبی اور آئیں گے۔ بہرحال قول خداوندی کی مخالفت کرنی ہے۔ جس طرح بھی ہو۔ اس کی مخالفت کر لیتے ہیں۔

جب دنیا جہان میں سوائے ایک کے اور نبی کو خاتم النبیین نہیں کہا گیا اور نہ کسی اور بزرگ کو الہام میں خاتم کہا گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الہام میں بھی حضرت کے لئے خاتم الخلفاءؑ یا خاتم الاولیاء کا لفظ نہیں ہے تو آیت خاتم النبیین کے معنوں کو بگاڑنے کے لئے بعض لوگوں کا یہ قول پیش کرنا (جو عالم الغیب نہیں ہیں) کہ فلاں شخص نے کسی کو خاتم المحدثین کہا ہے کسی کو خاتم الشعراء وغیرہ کہا ہے۔ یہ سب اقوال ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مثل ہیں۔ خدا تو عالم الغیب ہے۔ وہ جس کو خاتم النبیین کہے گا وہ دنیا کا آخری نبی ہی ہوگا۔ ناممکن اور محال ہے کہ اس کے بعد تا قیامت کوئی نبی آجائے اگر کوئی نبی خاتم النبیین کے بعد آجائے تو خدا عالم الغیب ہی نہیں رہتا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ مگر خدا کی بات کبھی نہیں ٹل سکتی۔ نہ مٹ سکتی ہے۔ تم ہزار نبی حضرت خاتم النبیین کے بعد بناؤ۔ مگر قیامت تک ان کا نبی ہونا کبھی بھی ثابت نہیں ہوسکے گا۔ تم سو شقیں آیت خاتم النبیین میں لگاؤ کہ اس سے مراد صاحب شریعت نبیوں کا ختم ہونا ہے مگر تمہارے منہ میں خاک ہی پڑتی رہے گی۔ اور کوئی نبی نام کا بھی رسول اللہ کے بعد سچا ثابت نہیں ہوگا۔ اب کوئی نبی نہیں جو رسول اللہ کے بعد نبی اور رسول ہو کر اللہ کی طرف سے آئے اور رسول اللہ گذشتہ نبیوں کی فہرست میں جا داخل ہوں وقت کے نبی ہمیشہ تا قیامت حضور نبی کریم صلعم ہی

رہیں گے۔ اور حضرت مسیح موعود نے بھی یہی لکھا ہے کہ وقت کے نبی اور آخری نبی رسول اللہ ہی ہیں۔

اس جگہ ان احمدیوں پر نہایت افسوس ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف ایسا قول منسوب کرتے ہیں۔ جو اسلام کا ان سے کوئی تعلق ہی باقی نہیں رہنے دیتا۔ اور جو قرآن کے بینات کے بالکل مخالف ہے اور ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ یہ امر محکمات میں سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انبیاء اللہ کی آمد کا سلسلہ ختم اور منقطع ہو چکا ہے۔ اور قرآن مجید کی ہر ایک آیت سے یہی ثابت ہو رہا ہے۔ کہ اب محمد رسول اللہ ہی قیامت تک وقت کے نبی رہیں گے۔ اور محمد رسول اللہ ہی خاتم النبیین رہیں گے کہیں بھی قرآن کریم کی ایک بھی ایسی آیت پیش نہیں کی جاسکتی جس سے اشارتاً یا کنایتاً یہ ثابت ہوسکے۔ کہ کسی ایک نبی نے بھی رسول اللہ کے بعد دنیا میں آنا ہے۔ کیس حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کے دوبارہ آنے کا ذکر یا اشارہ تک نہیں۔ نہ قرآن میں نہ حدیث میں۔ لے دے کر مسلم کی ایک حدیث یاتی عیسٰے نبی اللہ پیش کی جاتی ہے۔ مگر ترمذی میں یہی حدیث آئی ہے۔ اس میں نبی اللہ کا لفظ ندارد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی اللہ کا لفظ الحاقی ہے۔ اور دنیا کے طبقہ پر ایک حدیث بھی نہیں جس میں کسی نبی کے بعد رسول اللہ نے کا ذکر ہو۔ اور مسلم کی اس حدیث کی نسبت جس میں لفظ نبی اللہ آیا ہے حضرت مسیح موعودؑ نے خود اس کی ایسی تردید کی ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر اور کسی بات کی تردید نہیں ہوسکتی ہے لکھا ہے کہ "یہ حدیث صریح قرآن شریف کے متناقض ہے۔ چیونٹیوں کی طرح اس پر شبہات چمٹے ہوئے ہیں۔ اور ہمارا حق ہے۔ کہ ہم اس کو موضوع قرار دیں۔ (تحفہ گولڑویہ) اور ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں رسول اللہ کے بعد کسی نبی کے آنے کا کوئی اشارہ تک نہیں۔ اور خود حضرت مسیح موعود جن کو آج غلو اور گمراہی اور بے دینی کی راہ سے نبی بنایا جا رہا ہے۔ انہوں نے خدا کی قسمیں کھا کر اور خانہ خدا (مسجد) میں کھڑے ہو کر مسلمانوں کے سامنے بار بار یہ اقرار کیا کہ یہ مجھ پر افترا ہے۔ جو کہا جاتا ہے۔ کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ میرا ہرگز ایسا کوئی دعویٰ نہیں اور ساری عمر اشتہار پر اشتہار دیتے رہے کہ من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب اور اپنی ہر ایک کتاب میں لکھتے رہے کہ میں نبی نہیں من نیستم میں محدث یعنی غیر نبی مکلم من اللہ ہوں۔ اور محدث کو ہی حضرت نے جزوی، ناقص، ناتمام ظلی مستعار طور پر بروزی مجازی

نبی لکھا ہے۔ حضرت نے ساری عمر کبھی اپنے کو واقعی اور درحقیقت نبی نہیں لکھا۔ خود حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں بھی خدا تعالیٰ نے ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی نبی ہونا نہیں بتلایا۔ اور نہ نبی کہہ کر پکارا ہے۔ حضرت کی جتنی مطبوعہ کتابیں جو سو کے قریب ہیں۔ اور تمام مطبوعہ اشتہارات جو ہزار کے قریب ہیں ایک میں بھی حضرت مسیح موعود نے اپنا الہام ایسا پیش نہیں فرمایا جعلنی نبیاً آیا ہو۔ یا خدا نے کبھی نبی کہہ کر پکارا ہو ان میں سے ایک بھی الہام ایسا نہیں۔ اور میرا دعویٰ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ہر الہام حضرت کو غیر نبی ثابت کر رہا ہے الہام میں انت محدث اللّٰہ صریح طور پر موجود ہے اور محدث غیر نبی مکلم من اللہ کا نام ہے نہ کسی نبی کا محدث کے لئے امتی ہونا شرط ہے اور نبی کے لئے امتی ہونا محال اور ناممکن ہے حضرت مسیح موعودؑ نے خود لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو امتی کہنا کفر ہے۔ جب نبی کو امتی کہنا کفر ہوا تو امتی کو نبی کہنا اسلام میں کیسے جائز ہوسکتا ہے اگر خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود کو نبی کہتا تو آپ نبی کے لفظ کے ساتھ اس قدر قیود اور لفظ نبی کی ایسی توجیہیں تاویلیں اور اس قسم کے الفاظ مستعار طور پر نبی باسمیت نبیاً من اللّٰہ علی طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ نہ لکھتے کہ خدا نے میرا نام مجازاً نبی رکھا ہے۔ نہ واقعی اور درحقیقت نبی۔ اور نہ یہ لکھتے کہ مالغنی من النبوۃ مایلغنی فی الصحف الاولیٰ (حقیقۃ الوحی) اور نہ لکھتے کہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا (حقیقۃ الوحی)

کیا دنیا میں نبی ایسے ہی ہوئے ہیں کیا کسی نبی نے لفظ نبی کے ساتھ اس قدر قیود و لفظ نبی کی اس قسم کی تاویلیں لفظ نبی کی اس قسم کی توجیہیں ظلی بروزی مجازی مستعار طور پر انعکاسی طور پر نبی جس کو دوسرے لفظوں میں ناقص ناتمام جزوی نبی کہا جاتا ہے۔ کسی نبی نے آج تک اپنے کو کہا ہے؟ کہ ظلی یا مجازی نبی واقعی اور درحقیقت نبی ہوتا ہے۔ تو جتنے نبی آج تک دنیا میں ہوئے ہیں محمد رسول اللہ صلعم تک کوئی ایک بھی اپنے کو واقعی اور حقیقی نبی نہ کہتا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ جب حضرت نے ایک نبی کو امتی کہنا کفر لکھا ہے۔ تو ایک نبی کو ظلی مجازی کہنا بہت ہی بڑا کفر ہوگا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ نام ظلی بروزی مجازی صرف محدث یعنی غیر نبی مکلم من اللہ کے ہی نام ہیں۔ اسی لئے خدا نے حضرت کو اپنے الہام میں محدث غیر نبی مکلم من اللہ ہی کہا ہے۔ اور پھر حضرت پر جو یہ وحی ہوئی۔ قد اوحی الیّ ان الرسول ھو المصطفیٰ لا نبی بعدہ ولا شریک۔ معہ و انہ

خاتم النبیین۔ اس وحی نے تو فیصلہ ہی کر دیا کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ وحی اللہ میں تو یہ بتلایا جائے کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور پھر خدا حضرت کو نبی کہے۔ خدا کے کلام میں اختلاف نہیں ہوسکتا یا پھر یہ وحی وحی اللہ نہ رہے گی۔ معاذ اللہ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ صرف مجدد محدث ملہم من اللہ امام زمان اور ولی اعظم تھے۔ نبیوں کو جو کلام الٰہی میں امام کہا گیا ہے تو اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ ہر نیک بات میں دنیا کے امام ہوتے ہیں۔ نماز میں بھی نبی خود امامت کراتے ہیں کسی کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ پھر نبی بیعت کے وقت ہر ایک سے اپنے نبی ہونے کا اقرار لیتے ہیں مگر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی وفات تک کبھی نماز فریضہ میں آگے کھڑے ہو کر ایک نماز بھی لوگوں کو نہیں پڑھائی اور نہ کبھی وفات کے دن تک بیعت لینے کے وقت کبھی کسی سے اپنے نبی ہونے کا اقرار لیا۔ پھر نبی کی وحی وحی نبوت ہوتی ہے حضرت پر ساری عمر ایک بھی وحی ایسی نہیں ہوئی جو وحی نبوت ہو یا وہ وحی جبریل کے ذریعہ حضرت پر نازل ہوئی ہو۔ حضرت نے اپنی وحی کو وحی ولایت اور وحی محدثیت ہی لکھا ہے۔ وحی نبوت کہیں نہیں لکھا۔ حضرت میں یہ تمام باتیں غیر نبیوں والے بزرگوں کی پائی جاتی تھیں اور ایک بھی بات ان میں نبیوں والی نہ پائی جاتی تھی۔ اور آج جماعت کا ایک حصہ ان کو نبی نبی کہہ کر حضرت کی ہر بات کو دین و ایمان کا ایک جزو بنا رہا ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے پھر جہاں حضرت نے اپنی جماعت کو اپنی کتاب کشتی نوح میں تعلیم دی ہے۔ وہاں کہیں بھی یہ لفظ نہیں کہ جو مجھ کو نبی نہیں مانتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ اگر آپ نبی ہوتے تو یہ ضرور ہی اعلان فرماتے۔ کیا کسی نبی کو ولی کہہ کر کوئی مسلمان رہ سکتا ہے یعنی یہ کہے کہ وہ نبی نہیں تھے ولی تھے پھر حضرت کے الہامات اس قدر آپ کے غیر نبی ہونے پر گواہ ہیں کہ اگر ان کو گنا جائے تو وہ چالیس سے بھی زیادہ ہی نکلیں گے مگر نبی ہونے کا ایک الہام بھی نہیں ہے۔ یا مریم یا فاطمہ رضی اللہ عنہ یا حسن یا علی پھر یہ الہام کہ نور الٰہی نے منہ پر دلیاں ایہ فتانی تیرہ بہت سے الہام گواہی دے رہے ہیں کہ آپ غیر نبی تھے۔ غرضیکہ رسول اللہ کے بعد کسی کے نبی ہونے پر نہ کوئی دلیل قرآن سے مل سکتی ہے نہ حدیث سے۔ اس لئے قرآن و حدیث کے خلاف ایسے فضول اقوال لا تقفوا ما لیس لک کوئی سند نہیں رکھتے۔ اور دین و اسلام سے انہیں کوئی واسطہ اور تعلق نہیں۔

(باقی باقی)

ادارہ تعلیم القرآن کے سالانہ اجلاس کی مختصر روئیداد

(صفحہ اوّل سے آگے)

بلکہ کئی ممالک جہاں مسلمان عیسائیت کا آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ ان کے جال سے نکل گئے یہ صرف انجمن کی کوششوں کا نتیجہ ہے لیکن اس دوسرے پہلو کی طرف ہی ہماری توجہ نہیں ہوئی۔ کہ مسلمان قوم کی زندگیوں میں بھی اسلام کو رچا دیا جائے۔ ضرورت ہے کہ اس کی طرف بھی توجہ کی جائے۔ آپ نے بتایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مذہب اس زندگی کے لئے نہیں بلکہ صرف عالم اخروی کو سنوارنے کے لئے ہے حالانکہ اسلام اس دنیا کی زندگی کے بھی تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ اسی خیال کو پیدا کرنے کے لئے مجدد وقت آیا کیونکہ سائنس اور مذہب کے مقابلہ میں یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ مذہب اس دنیوی زندگی کے لئے نفع بخش نہیں سائنس نفع بخش ہے۔ حضرت مجدد وقت نے ہمیں بتایا کہ مذہب بھی فی الحقیقت ہماری دنیوی اور اخروی دونوں زندگیوں کو سنوارنے والا ہے۔ اور آپ نے اپنے ساتھیوں کی زندگیوں میں اسلام کو ویسے ہی داخل کر دیا جیسے صحابہؓ کی زندگیوں میں داخل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر اقبال کو علی گڑھ میں یہ اعتراف کرنا پڑا۔ کہ اگر ٹھیٹھ اسلامی زندگی دیکھنی ہو تو جماعت احمدیہ کو دیکھو۔ آپ نے فرمایا کہ اس انداز اس اسلامی زندگی کو پھر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اگر جماعت احمدیہ اس کام کی طرف بھی توجہ کرے اور مسلمان بچوں کی ذہنی و اخلاقی تربیت کے لئے اس ہوسٹل کو اعلےٰ معیار پر لے جائے تو جو انقلاب اس سے پیدا ہوگا۔ وہ اس انقلاب سے جو غیر ممالک میں تبلیغ اسلام سے پیدا ہوا ہے بہت بڑھ کر سریع الاثر ہوگا۔ ضرورت ہے کہ جماعت کے مقتدر اصحاب اس طرف توجہ فرمائیں اور مسلمان بچوں کی اخلاقی ذہنی تربیت اور ان میں اسلامی زندگی پیدا کرنے کا سامان کریں۔

ڈاکٹر صاحب کے بعد مرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول ۲ نے تعلیمی زندگی اور ہوسٹل لائف پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور بتایا کہ آجکل کی تعلیم کا یہ نقص ہے۔ کہ تعلیم کا صحیح مقصد طلبا کے سامنے نہیں ہوتا۔ سکولوں کے بچوں کا شعور تو اتنا پختہ اور بیدار نہیں ہوتا کہ وہ از خود سمجھ سکیں لیکن کالجوں کے طلبا کا شعور کافی حد تک پختہ اور بیدار ہوتا ہے۔ اور ان میں تنقیدی مادہ بھی زیادہ ہوتا ہے اسلئے صحیح مقصد تعلیم ان کے سامنے ہونا چاہیئے۔ وہ مقصد کیا ہے۔ آجکل عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ کوئی اچھی ملازمت مل جائے۔ اور اچھے گذارہ کی صورت بن جائے۔ حالانکہ تعلیم کا حقیقی مقصد جو کسی ماہر تعلیم نے بتایا ہے کہ یہ ہے اس کے ذریعہ سے انسان کے جتنے قواء ہیں۔ ان سب کو بروئے کار لایا جائے۔

آپ نے فرمایا کہ نام ایک ایسی چیز ہے جو سامنے رکھا جاتا ہے۔ کہتے کو اس سے مناسبت پیدا ہو۔ آپ جس ہوسٹل میں رہتے ہیں۔ وہ اچھا ہے یا بُرا بہرحال اس کا ایک نام ہے۔ "ادارہ تعلیم القرآن" اس نام سے آپ کو مناسبت پیدا کرنی چاہیئے۔ اور تعلیم قرآن کو اپنی زندگیوں کا جزو بنانا چاہیئے۔

آپ نے بتایا کہ قرآن کا علم پھیلانے والے عموماً نوجوان ہوئے ہیں ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور حضرت علیؓ ان نوجوانوں میں سے تھے۔ جنہوں نے قرآن کے علم کو سب سے بڑھ کر پھیلایا اور اس نشاۃ ثانیہ کے زمانہ میں بھی جو حضرت مجدد وقت سے ظہور پذیر ہوئی۔ نوجوانوں نے ہی قرآن کا علم دنیا میں پہنچایا۔ قرآن کے سب سے بڑے مفسر حضرت مولنا محمد علی صاحب اور حضرت مولنا صدر الدین صاحب نوجوانی ہی کے زمانہ میں قرآن کو لیکر نکلے۔ اور اس کا علم دنیا میں پہنچایا۔ آپ یہ نہ کہیئے کہ ہم باٹنی کے طالبعلم ہیں ہم قرآن کو کیسے سمجھیں۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے زمانہ طالب علمی میں عربی نہیں پڑھی بلکہ حساب میں زیادہ مہارت حاصل کی۔ تاہم قرآن کو آپ نے پڑھا اور اس کے علوم نہ صرف خود واقفیت حاصل کی بلکہ دنیا کو بھی واقف کیا۔ پس آپ کا ادارہ تعلیم القرآن ہوسٹل اسی صورت میں مفید ہو سکتا ہے۔ کہ اس نام سے مناسبت پیدا کرتے ہوئے آپ بھی دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ قرآنی علوم حاصل کرنے کے لئے وقت نکالیں۔

مرزا صاحب کے بعد مولینا آفتاب الدین صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ احمدی قوم قتل دجال کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ تہذیب جو سراسر دجالیت کا مرقع ہے اس کا قلع قمع کر کے اسلامی تہذیب پیدا کی جائے۔ یہ ایک ایسا انقلاب ہوگا جس کے سامنے روس کا انقلاب جسے آج بہت بڑا انقلاب سمجھا جاتا ہے۔ کوئی چیز نہیں . . . . . . پس اگر آپ اپنے ذہنوں کے اندر یہ خیالات جمائے ہوئے ہیں ہم نے اس تہذیب کا قلع قمع کرنا ہے اور اس وقت کی انتظار میں ہیں جب یہ تہذیب فنا ہو کر ایک نئی تہذیب کی بنیاد پڑے گی جس کو مجدد وقت نے نئی زمین، اور نیا آسمان کے الفاظ میں بیان کیا ہے اگر یہ خیال ہمارے پیش نظر ہے۔ تو یہی درحقیقت احمدیت کا پیغام ہے:

آخر میں حضرت صاحب صدر (مولینا صدر الدین صاحب) نے خطاب کرتے ہوئے جہاں اس بات پر خوشی کا اظہار کیا۔ کہ ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ صاحب نے اپنی رپورٹ میں ہوسٹل کے صحیح حالات ہمیں بتائے۔ وہاں احباب پر شرمندگی کا۔ اظہار کیا۔ کہ انہوں نے ہوسٹل کی جن خامیوں کا ذکر کیا ہے وہ حد درجہ افسوسناک ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہی ایک مسلمان کی تہذیب ہے کہ صحیح حالات اور اصل حقیقت کو سامنے رکھ دے۔ اور افسوس کیا کہ ہم چھ سات لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کرتے ہیں۔ اور ہمارے ہوسٹل کی یہ حالت ہے جو بیان کی گئی۔ آپ نے ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب افسر ہوسٹل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کہ آپ فوراً اسی سال دو سو روپیہ ماہوار کی کوئی اچھی سی کوٹھی کرایہ پر لیں۔ اور ہوسٹل کو وہاں لے جائیں۔ اس کے لئے میں بھی آپ کے ساتھ ہر ممکن کوشش کروں گا۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے نسبتاً بہتر ہے احباب جماعت آپ کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں۔

— خوالاپور (انڈیا) سے ہمارے ایک عزیز نوجوان عبدالستار نبی صاحب میٹرک امتحان میٹرک میں شمولیت کے لئے ہونا چاہتے ہیں ان کی درخواست ہے کہ احباب کرام ان کی کامیابی کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

— محترم میاں غلام حیدر صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس (صاحبزادہ میاں غلام رسول صاحب مرحوم و مغفور) کو اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے (مبارک)

— بنگکاک (سیام) سے ہمارے محترم بھائی ابراہیم صاحب قریشی جو موتمر عالم اسلامی میں نمائندہ ہو کر کراچی آئے تھے۔ لاہور تشریف لائے ہیں۔

التماس ضروری: میری دس بارہ کتابوں کے مسودے یہاں آ کر ایک ٹرنک میں گم ہو گئے ہیں، یہ کتابیں حسب ذیل ہیں: تعلیم القرآن - خیر الورے سوانح حیات لالہ ڈوگرشا - سوانح حیات گورو نانک، درس عمل گیتا کا فارسی ترجمہ نظم - ۲ برس میں یہ کتابیں لکھی تھیں اگر کوئی ان کا پتہ دیوے اور مسودے لے آئے تو اس کو پچیس روپے انعام یا حالات کے مطابق اس سے بھی زیادہ - ضرور کوشش فرماویں - چھوٹے سے ٹرنک میں یہ کتابیں تھیں - اس پر A-8-42-S لکھا ہوا ہے۔ خاکسار عبد المجید۔

ماڈل ٹاؤن بنگلہ نمبر ۱۲۰ بی

الوداعی پارٹی (بقیہ صفحہ ۲)

اس میں مزید ترقی پر ترقی کرتے چلے جاؤ۔ اور ہر مقام پر یہی سمجھو کہ ہم نے کچھ نہیں سیکھا۔ کامیابی اور ترقی کا یہی ایک راز ہے۔ خانصاحب موصوف نے اخلاق میں بلندی پیدا کرنے کی تلقین کی۔

اخیر پر حضرت مولنا صدر الدین صاحب نے طلبا کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آج خدا کے فضل سے پاکستان بن چکا ہے اس لئے آج تمہاری ترقی کے لئے بڑے مواقع ہیں خوب محنت کرو۔ اور اپنے کیرکٹر میں ایک مضبوطی پیدا کرو۔ تاکہ تم پاکستان کے آسمان پر ستارے بن کر چمکو۔ مولانا صاحب نے طلبا کو جھوٹ سے باز رہنے اور حلال کی روٹی کمانے کی موثر پیرایہ

رجسٹرڈ ۔ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے چھ روپے
ہندوستان سے ۔۔۔۔ ۱۲ ۔۔۔ ۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۔۔ ۱۲ ۔۔ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۸ جمادی الاول سنہ ۱۳۷۰ھ ۷ مارچ سنہ ۱۹۵۱ء | نمبر ۹

بیرونی ممالک کے احباب احمدیہ بلڈنگس میں

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر احباب سے ملاقاتیں!

میجر عبداللہ بٹیرس سیلے کی آمد کی اطلاع اس سے پہلے دی جاچکی ہے۔ ۲۶ر فروری کو میجر صاحب دوپہر ۲ بجے حضرت امیر ایدہ اللہ سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اسی دن شام مسلم ہائی سکول میں ۵ بجے ایک ٹی پارٹی میں شرکت کی، شام کا کھانا ادارہ تعلیم القرآن میں کھایا۔

انہی دنوں میں ابراہیم صاحب قریشی (سیامی) بھی کراچی سے تشریف لے آئے تھے ۲۷ر فروری کو تبلیغی کلاس کے طلباء نے میجر صاحب اور قریشی صاحب کو ڈنر دیا۔

۲۸ر کو مراد کیوان صاحب (الجیریا کے نمائندے) بھی احمدیہ بلڈنگس تشریف لے آئے اسی وقت انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی مسلم ٹاؤن میں انہیں پہنچایا گیا اور وہ کوئی ایک گھنٹہ تک حضرت امیر ایدہ اللہ سے گفتگو فرماتے رہے۔

یکم مارچ کو حضرت امیر نے مسلم ٹاؤن میں ان تمام حضرات کو چائے کی دعوت دی، مندرجہ ذیل دوست شریک ہوئے:۔

مراد کیوان (الجیریا) عبداللہ بٹیرس (مصر) ابراہیم قریشی (سیام) مسٹر ہارون ناھیلیو (ماریشس) سید اسداللہ شاہ صاحب۔ مولنا صدرالدین صاحب۔ مولنا یعقوب خاں صاحب۔ میاں سعید احمد صاحب، میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی۔ کرنل بشیر حسین صاحب۔ مولنا آفتاب الدین احمد صاحب، مولنا عبدالحق صاحب ودیارتھی، شیخ محمد طفیل صاحب اور تبلیغی کلاس کے طلباء میں سے عبدالرحیم جگو صاحب۔ [illegible] معصوم چانگ (چین) ابراہیم بلنکٹ (یوگنڈا) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چائے سے پیشتر گروپ فوٹو بھی لیا گیا۔

چائے پر یہ حضرات آپس میں مصروف گفتگو رہے۔ یہ امر کس قدر دلچسپی کا موجب ہے کہ مختلف ملکوں کے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے اسلامی اخوت کا اظہار کر رہے تھے۔

۲ر مارچ کو مسلم ہائی سکول برا میں جماعت نہم کے طلباء نے جماعت دہم کو ایک الوداعی پارٹی دی، مراد کیوان، میجر عبداللہ بٹیرس سیلے اور ابراہیم قریشی اس میں بھی شریک ہوئے۔ پارٹی برخاست ہونے سے پہلے مراد کیوان نے ایک مختصر تقریر کی اور شمالی افریقہ کے طلباء کی طرف سے مسلم ہائی سکول کے طلباء کو سلام پہنچایا۔ شیخ محمد طفیل صاحب نے ان کا تعارف کرایا اور ان کی تقریر کا خلاصہ بیان کیا۔

اتوار ۴ر مارچ کو جماعت چھاؤنی لاہور نے ان احباب کو چائے پر بلایا۔ ابراہیم صاحب قریشی بھی چھاؤنی گئے لیکن صحیح مقام تک نہ پہنچ سکے۔

اس پارٹی میں عبدالرحیم صاحب جگو اور معصوم چانگ اور میجر عبداللہ بٹیرس سیلے نے تقاریر کیں۔ شیخ محمد طفیل صاحب نے ان سب کا تعارف کرایا۔ ڈاکٹر احمد حسن صاحب ان مہمانوں کو غلطی سے پہلے کسی اور جگہ لے گئے تھے اس کی انہوں نے معذرت کی، اور ان کا شکریہ ادا کیا۔

شام کو میجر صاحب، مراد کیوان اور قریشی صاحب اور شیخ محمد طفیل صاحب کو مولنا آفتاب الدین صاحب نے ڈنر دیا۔

مفتی اعظم صاحب فلسطین کو قرآن کریم کا ہدیہ

مفتی اعظم فلسطین بھی ان دنوں لاہور میں تشریف لائے ہوئے ہیں انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ کا انگریزی ترجمہ و تفسیر حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے یہ کام شیخ محمد طفیل صاحب کے سپرد کیا۔ وہ مولنا آفتاب الدین احمد صاحب کے ڈنر سے فارغ ہو کر فلیٹیز ہوٹل پہنچے اور مفتی صاحب کو قرآن اور ریلیجن آف اسلام حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے ہدیۃً پیش کئے۔

مکہ معظمہ سے ایک خط اسلامک ریویو کے نام

مکہ معظمہ سے پرنسپل صاحب مدرسہ صولتیہ کا ایک خط ایڈیٹر صاحب اسلامک ریویو کے نام موصول ہوا ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

جناب من! میں آپکے مؤقر جریدہ اسلامک ریویو کی رسید شکریہ کے ساتھ پیش کرتا ہوں جو گذشتہ تین ماہ سے مجھے باقاعدہ مل رہا ہے۔

وہ ثقافتی خدمات جو مسجد ووکنگ کا یہ مؤقر جریدہ یورپ میں سرانجام دے رہا ہے اس قدر زیادہ ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتیں، اور مدرسہ ان خدمات سے خوب واقف ہے اور دل سے ان کی قدر کرتا ہے۔

بے جا نہ ہوگا کہ آپ کو اس ادارہ کے حالات سے واقف کیا جائے جو آج سے ۸۷ سال پیشتر اسلامی دنیا کے قلب اور اسلام کے مرکز میں ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے اس غرض سے قائم کیا گیا کہ مختلف ممالک کے طلباء کو مفت تعلیم دی جا سکے۔ یہ مدرسہ شروع ہی سے مسلمانان ہند (اب مسلمانان ہند و پاکستان) کی فیاضی سے چل رہا ہے اور ایام حج میں ان دونوں ممالک سے آنیوالے بہت سے حجاج اس مدرسہ کی عمارات میں فروکش ہوتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ آپ کا جریدہ ان لوگوں کے لئے جو اسلام کی ترقی کے متمنی اور اس میں دلچسپی رکھتے ہیں بہت مفید ثابت ہوگا۔

میں مدرسہ کی انتظامی کمیٹی کی طرف سے اس امر پر دلی شکریہ کا اظہار کرتا ہوں کہ ہماری لائبریری کے لئے آپ اسلامک ریویو بھیج رہے ہیں۔

آپ کا مخلص۔ ایم سلیم پرنسپل

مُردہ قوموں کا احیاء قرآن کریم کی روشنی میں

حضرت مسیح موعودؑ کا دعوئے مجددیت اور قرآن کریم

(از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی)

حضرت حزقیل اور مسیح موعودؑ میں مماثلت

جب حزقیل (ظاہر ہے یہ انسانی زندگی کیلئے روز کی روٹی کی مشکل حل کرنے میں مصروف تھا۔ اور یونانی فلاسفر کی تمام تر توجہ پیٹ پوجا اور دنیوی آسائش کے لئے وقف تھی۔ ٹھیک اسی وقت ایک مرد خدا بابل میں اس حقیقی روح کی تلاش میں تھا جس سے انسان کی روحانی زندگی وابستہ ہے۔ اس وقت بنو اسرائیل جیسی منعم علیہ قوم اپنی گردن کشی اور خدا سے بغاوت کی پاداش میں مفقود پہلو اور قوم اپنے دشمنوں کے ہاتھ میں اسیر زندگی گزار رہی تھی۔ صرف ایک شخص جس میں زندگی کی رمق باقی تھی جس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ زندگی اور زندگی بسر کرنے کا راز اس بات میں ہے کہ اپنی زندگی دوسروں کے لئے وقف کر دی جائے۔ اور اکثر و بیشتر مریض وہی اچھا ہوتا ہے۔ جو ہر وقت اپنے لئے نہیں روتا۔ بلکہ دوسروں کے لئے درد رکھتا ہے اور روتا ہے۔ یہ شخص بیت المقدس کا امام یا ہائی پریسٹ تھا۔ اس کے ماسوا مجاوروں اور ظاہر پرست علماء کا گروہ مختلف رسوم مذہبی کی ادائی پر مامور تھا۔ یہ طبقہ پرانی روایات۔ یادداشتوں احادیث اور فقہ کا محافظ سمجھا جاتا تھا یہ لوگ اپنے آپ کو ہیکل میں بند کرکے اپنے اردگرد حال وقال کا سماں پیدا کرکے رسومات ادا کیا کرتے تھے مرد خدا نے اپنے دل میں کہا۔ بنی اسرائیل توہمات میں پھنس کر روح مذہب گم کر چکے ہیں ان کی اس بربادی اور خانہ ویرانی کا باعث گھر کی چھت کا گر جانا ہے "وھی خاویۃ علی عروشھا" اس مکان کی چھتیں پہلے گری ہیں اور دیواریں اس کے بعد ان پر آ رہی ہیں۔ گھر کی چھت علماء ہیں دیواریں امراء اور لیڈر (اِن قوم ہیں) عوام صرف مردہ میت ہی نہیں۔ چھت اور دیواروں کے نیچے ان کا گوشت ہڈیوں سے الگ ہو چکا ہے۔ لاشوں کی اس بستی کا حال اس قدر بھیانک ہے۔ کہ ہڈیاں بھی مجتمع نہیں۔ متفرق اور منتشر ہو چکی ہیں اس خوفناک ہیبت ناک منظر کو دیکھ کر اس کا دل درد سے بھر آیا۔ اور وہ حسرت و افسوس کے عالم میں پکار اٹھا انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا آہ اس بے جان اور مردہ بستی کو اللہ تعالیٰ کب اور کیونکر زندہ کرے گا۔ یہ واقعہ ۵۹۲ قبل مسیح کا ہے۔ اس سے پانچ سال پیشتر ۳۰ برس کی عمر میں وہ کلدانیوں کے ہاتھوں اسیر ہو کر یروشلم سے بابل لایا گیا تھا۔ زمانہ اسیری میں اس نے لوگوں کی دینی اور اخلاقی گراوٹ کے ساتھ جنگ کی۔ قوم کی مردہ حالت پر مرثیہ خوانی اور نوحہ کیا۔ بائیبل میں یہ مرثیے مذکور ہیں عبری میں ان کو قینا یا قینوتھ ([illegible]) کہا گیا ہے۔ یہ ایک قسم کی نظم ہے۔ جسے انگریزی میں لیمپنگ ورس (Limping verse) کہتے ہیں اس کی اس ساری جدوجہد نے قوم کے اندر زندگی پیدا کرنے کے لئے کی تو سائیکلو پیڈیا ببلیکا نے خلاصہ اور نچوڑ یہ دیا ہے۔

He began as denouncer
he ended as consoler
and organiser of the people

اس نے قوم کی حالت پر مرثیے لکھے۔ ایک نذیر کی حیثیت سے اپنا کام شروع کیا۔ ایک مصلح اور تسلی دہندہ کی طرح اس نے اپنے کام کو ختم کیا ان مرثیوں کا موضوع یروشلم اور قوم کی تباہی و بربادی علماء کی غفلت اور قوم کی طرف سے لاپرواہی ان کی از سر نو زندگی اور مردہ ہڈیوں میں جان ڈالنا ہے۔ اس نے بنی اسرائیل کی پوری مذہبی نگرانی سیاسی حالت کی اصلاح کی۔ ایک عجیب امر ہے۔ کہ وہ اگرچہ خود یروشلم سے اسیر کرکے بابل لایا گیا تھا۔ اس کی قوم پر بخت نصر نے بے انتہا ظلم کئے۔ تاہم بخت نصر اور کلدانیوں سے کوئی پرخاش نہ تھی۔ اسے صرف اپنی قوم کا رونا اور ان کی مذہبی حالت کی اصلاح اور تجدید تھی چنانچہ لکھا ہے۔

Ezekiel shows
a marked friendliness
toward Babylonians

گویا حکومت یا بابلیوں کے ساتھ اس کا رویہ دوستانہ تھا۔ اس اسیری اور غلامی کے زمانہ میں وہ قیدیوں کے اندر غمگین اور حزین اٹھ کھڑا ہوا۔ اور علماء کو مخاطب کرکے پکارا۔

"خداوند خدا یوں کہتا ہے اسرائیل کے گڈریوں (علماء) پر افسوس جو خود تو خوب کھاتے ہیں پر اپنی بھیڑوں (قوم) کے دانہ پانی سے بے خبر ہیں" عالم کا بڑا مقصد لوگوں کی زندگی کی حفاظت ہے نبی صرف پیش گوئی کرنے کے لئے نہیں آتا وہ ایک ایسا روحانی طبیب ہے۔ جو قوم کی روح کو بچاتا اور اس پر زندگی کی ساری راہیں کھولتا ہے۔

تاریخ ہمیشہ اپنے واقعات کو دہراتی ہے اور دنیا کی تحریکیں کبھی بے نتیجہ نہیں رہتیں۔ وہ فلسفہ جو عقل نے یونان سے پیدا کیا۔ وہ یورپ اور روس کے حرص کی روٹی بن کر دنیا کو جہنم کی آگ کا بیتھمہ دے رہا ہے۔ لیکن وہ تحریک جو حزقیل سے پیدا ہوئی اس نے دنیا میں انبیاء پیدا کئے۔ بالآخر قرآن مجید آیا۔ اور مجدد دین کا وجود بخشا۔ جو امن عالم اور قوم کی زندگی کے پاسبان ہیں

آیت کا خلاصہ مضمون یہ ہے۔ قوم کتنی ہی گری ہوئی اور مردہ ہو۔ علماء اور لیڈر اپنی بلندی سے چھت کی طرح نیچے گر گئے ہوں۔ پر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو ان ہڈیوں کی زندگی کا نشان بناتا ہے یہ اس مردہ بستی کو کیسے زندہ کرے گا۔ کا جواب ہے قوم کی یہ مردہ حالت سو سال یا اس سے کچھ عرصہ تک رہتی ہے۔ سو سال کے بعد ہڈیاں ۲۰ یا ۲۴ برس کی عمر میں پختہ اور مضبوط ہوتی ہیں۔ یہی اس پر نزول وحی کا زمانہ ہے۔

مذکورہ بالا خواب کی ایک نئی تعبیر

قوم کی مثال ایک فرد واحد کی مثال ہے جس سے مراد ایک مرد خدا ہے۔ دوسری طرف ایک گدھا ہے جو ظاہر پرست اور پیٹ کے پجاریوں کا گروہ اور طبقہ ہے۔ یا یوں سمجھو کہ ایک انسان اور حیوان کی زندگی کا موازنہ اس آیت میں پیش کیا گیا ہے

انسان ایک تین منزلہ بستی یا چلتا پھرتا مکان ہے۔ جو دو متحرک پایوں پر رکھ دیا گیا ہے اس کا فرش درمیانی منزل اور بالاخانہ ترتیب وار ایک دوسرے کے اوپر پیٹ۔ چھاتی اور سر ہے۔ گدھے یا حیوان میں یہ تین منزلیں ایک دوسرے کے اوپر نہیں۔ بلکہ متوازی اور سیدھی ہیں۔ پہلی منزل میں باورچی خانہ یا مکان کو گرم رکھنے اور اس مکان کی مرمت وغیرہ کا سامان ہے۔ چونکہ یہ مکان ہر وقت گھستا رہتا ہے۔ اس لئے ہر روز اس کی مرمت کا بندوبست کیا گیا ہے اس کے اندر بڑے بڑے انجن اور پمپ لگے ہوئے ہیں جو ہمیشہ کام میں لگے رہتے ہیں۔ انسان سو بھی جائے۔ تو بھی ان کا کام ختم نہیں ہوتا۔ گو رات کے وقت ان کی رفتار نسبتاً تیز رہتی ہے وسطی منزل میں صاف ہوا اور گھر کی صفائی کا انتظام ہے۔ اس کے بغیر گھر قائم نہ رہ سکتا اس میں دو پمپ صاف ہوا باہر سے لیتے اور خراب ہوا باہر نکالتے ہیں اور صاف ہوا مکان کے گوشہ گوشہ میں پمپ کرتے ہیں

تیسری منزل میں مالک مکان کے رہنے کا کمرہ ہے اس کا نظام نہایت مکمل اس کے دربان اور پہرہ دار نہایت ہوشیار یہ مالک مکان کو ہر آنے جانے والے کی خبریں پہنچاتے اور آنے والے کے متعلق علم مہیا کرتے ہیں۔ کہ وہ اس مکان میں داخل ہونے کے قابل ہے یا نہیں مالک ہر وقت مطالعہ میں لگا رہتا ہے۔ جہاں ٹیلی فون، ایکسچینج۔ ٹیلی ویژن۔ ٹیلی گراف برس ہا برس کے پرانے ریکارڈ براڈکاسٹ کرنے کا پورا سامان موجود ہے۔ یہ منزل بالائی منزل ہونے کی وجہ سے راج تاج یا برج محافظت کہلاتا ہے جہاں بیٹھ کر دور دور کی چیزوں اور حالات کو دیکھا جاتا ہے اور سارے جسم اور پوری آبادی کی خبر رکھی جاتی ہے اس کے علاوہ اسی منزل میں خدا بھی رہتا ہے گویا یہ ایک مقدس مقام ہے حیوان کا سر اونچا نہ ہونے کی وجہ سے وہ زمین کی طرف جھکا رہتا ہے۔ جب ایک قوم کی ساری زندگی اور تگ و دو اپنے چارہ کے لئے اور آرام کے لئے وقف رہتی ہے۔ تو اس کا سر اپنے پیٹ کو سجدہ کرتا ہے ان کے متعلق کتاب مقدس میں کہا گیا۔

Whose god is their belly

ان کا خدا ان کا اپنا پیٹ ہے۔ یہ وہ حیوانی گروہ اپنے کھانے پینے اور پیٹ کی خاطر ساری دنیا کو حرام کرتا اور فساد فی الارض پھیلاتا ہے۔ اور غریبوں کا گوشت کھا کر ان کی ہڈیاں بکھیر اور منتشر کر دیتا ہے۔ مرد خدا از سر نو ان ہڈیوں کو مجتمع کرتا ان پر گوشت چڑھاتا اور زندگی بخشتا ہے اور مردوں کو زندہ کرنے کی وجہ سے حزقیل مسیح اور مسیح موعود کہلاتا ہے۔ اور ساری قوم کے بالمقابل ایک ایسا واچ ٹاور کہلاتا ہے جہاں اطلاعات عامہ کے کل محکمے ان کی دیکھ بھال اور ضروری امداد کا سامان موجود ہے جیسا کہ انسانی دماغ میں موجود ہے۔ اور یہ سارا عجیب و غریب نظم انسان کے سیدھا اور صراط مستقیم پر کھڑا ہو جانے کی وجہ سے ہے۔ ورنہ سر تو گدھے کا بھی ہوتا ہے۔ ایک دفعہ پھر اس آیت کے مضمون کا مختصر سا جائزہ لیجئے۔ اور حضرت مرزا صاحب کے دعوئی مسیحیت اور مجددیت سے اس کا موازنہ کیجئے۔

(۱) لوگوں کی دینی اور دنیاوی بستی گویا ایک مردوں اور ہڈیوں کی بستی ہے۔

(۲) ایک مرد خدا اس میں کھڑا ہو کر ان پر روتا مرثیے لکھتا اور راتوں کو گریہ وزاری کرتا ہے۔

(۳) علماء جو قوم کی زندگی اور حفاظت کے ذمہ دار ہیں غافل اور بے پرواہ ہیں

(۴) خدا کے حضور مرد خدا کا احتجاج ہے یہ بستی یا قوم کیونکر اور کب زندہ ہو گی؟

(۵) یہ حالت سو برس تک رہتی ہے۔

(باقی ص ۱۱)

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ ۔ مؤرخہ ۲۸ | سنہ ۱۳۷۰ھ | نمبر

ہماری خدمات اسلام کا اثر عالم اسلامی میں

مندوبین مؤتمر عالم اسلامی سے میری ملاقاتیں اور انکے تاثرات

حضرت امیر ایدہ اللہ کا مکتوب گرامی

برادران محترم ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

میرا خیال تو یہ تھا کہ میں آپ کو اس خط میں بعض ان امور کی طرف توجہ دلاؤں گا جن کا وعدہ میں نے پچھلے خط میں کیا تھا۔ مگر یہ پچھلا ہفتہ میرے لئے خاص مصروفیات کا گذرا ہے۔ جس میں بہت سے باہر کے ممالک سے آئے ہوئے مؤتمر عالم اسلامی کے ڈیلیگیٹوں سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ اور ان ملاقاتوں کا اور ایک خط کا میری طبیعت پر ایک خاص اثر ہے اور میرا دل چاہتا ہے کہ میرے احباب بھی اس میں میرے شریک ہوں۔ جب میں اپنی بے بساطی کو دیکھتا ہوں اور بعض دوستوں کی بے توجہی کو بلکہ بعض وقت سوچتا ہوں کہ میری اور میرے ساتھ والوں کی حالت تو اس کی مصداق ہے جو کسی نے کہا ہے

شنیدم کہ مردانِ راہ خدا ٭ دلِ دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام ٭ کہ با دوستانت خلاف است جنگ

زمانہ کی ہوا نے ہمیں آپس میں اُلجھا دیا ہے۔ مسلمان ہمارے بھائی تھے اور ہم اسلام کی خدمت کرکے شاید یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ ہمیں سر پر اُٹھا لیں گے مگر وہ ہماری بربادی کے درپے ہیں۔ ایسے ایسے بزرگ بھی مسلمانوں کے اندر موجود ہیں کہ ہم نے یورپ کے عین وسط میں کفرستان کے مرکز میں برلن میں مسجد بنوائی۔ تو انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس مسجد کو گرا دیں۔ شاید ان کے دلوں کو بھی کچھ خوشی ہوئی ہوگی جب پچھلے جنگ میں ہماری مسجد کو بھی جنگ کا اڈہ بن جانے کی وجہ سے سخت نقصان پہنچا۔ خدا نے ان کو بھی خوش کر دیا۔ اس سے زیادہ قریب دوستوں کی ہم کیا شکایت کریں جن کی دن رات کی آرزو یہ رہی کہ یہ جو چھوٹی سی ایک جماعت حضرت مسیح موعود کی صحیح تعلیم کو لے کر کھڑی ہوئی ہے اور تبلیغ اسلام کا کام عین اس راہ پر چل کر کر رہی ہے جس کی آرزو امام زمان کے سینے میں تھی، تتر بتر ہو جائے۔ اور انہوں نے اس کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ اور اس سے بھی قریب تر احباب کے دلوں میں صفائی نہیں اور ان کے بعض افعال سے کام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ کچھ نہ کچھ نقص ہم میں ضرور ہوگا جو اس کام کو آگے چلانے کے ذمہ دار ہیں جس کی وجہ سے یہ مخالفتیں اتنی لمبی ہو گئی ہیں۔ اور ان تاریکیوں کے اندر وہی آواز دل سے اُٹھتی ہے جو حضرت ذوالنون کے دل سے اُٹھی

فنادیٰ فی الظلمٰت ان لا الٰہ وہ تاریکیوں اور مشکلات کے اندر خدا کے آگے گرے اور پکار اُٹھے الا انت سبحانک انی کنت کہ دنیا کا حقیقی محبوب اور مطلوب تو تو ہی ہے اور تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے من الظالمین۔ تو ناانصافی نہیں کرتا نقص میرے اندر ہی ہے میری ہی کوشش میں کمی ہے۔

اللہ تعالےٰ کے احسانات ہم پر بے حساب ہیں مگر ہم اس کے ان نشانوں پر بھی اسی طرح گذر جاتے ہیں جس طرح دوسرے گذر جاتے ہیں۔

کاین من ایۃ فی السمٰوات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون

نشان آسمان سے بھی ظاہر ہوئے ہیں اور زمین سے بھی۔ مگر ہمارے دل ابھی نرم نہیں ہوئے۔ خود ہم میں بہت سے ہیں جن کے دل ابھی اللہ تعالےٰ کے احسانات کے بوجھ کے باوجود نہیں جھکتے۔

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

ترکی وفد کی نظر میں ہمارا کام

ترکی وفد کے رئیس طلعت رضا وہ عزول بھی میری ملاقات کے لئے تشریف لائے اور میں نے ان کی زبان سے یہ لفظ سنے کہ اگر مسلمانوں کو اس وقت کوئی چیز صحیح رستے پر قائم رکھ سکتی ہے تو وہ قرآن و اسلام کی وہ تعبیر ہے جو اس چھوٹی سی جماعت کے ذریعہ سے دنیا میں پھیلی پرانے ملازم نے جو اسلام کی شکل بنا رکھی ہے وہ اسلام سے نفرت پیدا کرنے والی ہیں۔ ان کو میں نے اس بارے میں بے حد متفکر پایا کہ کسی طرح اس لٹریچر کا ترجمہ ترکی زبان میں ہو جائے۔ وہ ترکی پارلیمنٹ کے ممبر ہیں۔ اور ترکیہ پاکستان ایسوسی ایشن کے صدر ہیں۔ اور ترکی میں اوپر کے طبقہ میں بھی خدا کے فضل سے ایک بڑی جماعت پیدا ہو گئی ہے جو مذہب کی طرف راغب ہے۔

سیلونی وفد کے خیالات

سیلون کے وفد مؤتمر عالم اسلامی کے چار ممبروں سے میری ملاقات ہوئی جس میں Zahira کالج کے پرنسپل صاحب بھی تھے اور سفیر سیلون متعینہ پاکستان .... کے والد بزرگوار بھی تھے جو شاید میرے ہم عمر ہوں گے۔ انہوں نے کسی نہ کسی طرح میری اس دور افتادہ رہائش کی جگہ کو بھی تلاش کر لیا۔ اور اس خدمت پر جو اس چھوٹی سی جماعت کی طرف سے ہو رہی ہے بے حد خوشی کا اور ممنونیت کا اظہار کیا۔ اور یہ بتایا کہ سیلون کے مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ کس طرح ان خیالات کی قدر کرتا ہے جو اس جماعت نے اسلام کی صحیح تعلیم کے متعلق دنیا میں پھیلائے ہیں اور کس طرح وہ اس انتظار میں ہیں کہ ہمارا تامل ترجمہ قرآن شریف جلد از جلد طبع ہو۔ کیونکہ سیلون کے مسلمانوں کی زبان بھی تامل ہے۔ اور مجھے کس قدر افسوس ہوا کہ ہم نے دو سال سے کس طرح اس مکمل ترجمہ کو لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچانے میں تساہل یا تغافل سے کام لیا ہے۔

سیامی دوستوں کی قابل رشک خدمات اسلام

سیام کے مؤتمر اسلامی کے ڈیلیگیٹ مسٹر ابراہیم قریشی سے تو دو دفعہ میری ملاقات ہو چکی ہے اور میرے دل کو انتہا درجہ کا سرور پہنچا۔ جو ایک حد تک میرے دل کی بیماری کی دوا بھی بن گیا۔ جب انہوں نے سیامی زبان میں بہت سی چھوٹی چھوٹی نہایت خوبصورت چھپی ہوئی کتابیں بھی دکھائیں جو ہماری کتب کا ترجمہ ہیں، اور ایک نہایت خوبصورت چھپا ہوا رسالہ بھی دکھایا الہدیٰ نام جو ماہوار سیامی زبان میں نکلتا ہے اور اس سب پر ان کا یہ عزم کہ وہ سیامی زبان میں قرآن شریف کے ترجمہ کے کام پر بھی لگے ہوئے ہیں اور وہ اس میں لغت تو بیان القرآن سے لیں گے۔ جہاں یہ تفصیل سے موجود ہے۔ اور تفسیری حاشی انگریزی ترجمہ سے لیں گے تاکہ کتاب بہت بڑی نہ ہو جائے۔ اور میرے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب یہ معلوم ہوا کہ یہ اتنا بڑا کام کرنے والے جماعت کے صرف تین چار ممبر ہیں جن میں ڈاکٹر عبدالوہاب اور خود مسٹر ابراہیم قریشی اور ہمارے پاوی دوست عرفان ہیں۔ اس کام کو دیکھکر اور پھر ان کے عزم اور ارادوں کو دیکھکر میں ان کی ہمت پر عش عش کر اُٹھا۔

مجھے ان لوگوں کی ہمت پر رشک آیا کہ ہماری بعض جماعتیں جہاں تین تین سو سو ڈیڑھ ڈیڑھ سو دوست ہوں گے ان کے کام کو ان سیامی دوستوں کے کام سے کوئی نسبت نہیں اور سید ارادت اللہ شاہ صاحب جو اس وقت اتفاق سے موجود تھے وہ کہنے لگے مجھے تو ابراہیم قریشی اور ان کے دوستوں کے کام پر اس قدر رشک ہے کہ میں شرمندگی کے مارے یہاں بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ ان کے ماہوار رسالہ کی اشاعت دو ہزار ہے۔ اس سے کہ سیام کے مسلمان دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے تعلیم کے لحاظ سے بہت بلند ہیں اور نوے فیصدی لوگ تعلیم یافتہ ہیں۔

چینی زبان میں لٹریچر

سیام میں چینی زبان میں لٹریچر کے لئے ہمارا مرکز بن سکتا ہے کو چینی زبان میں ترجمہ پر لگے ہوئے اس وقت ہمارے ایک چینی نوجوان دوست ہیں جو مرکز میں آجکل تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں، وہ عربی زبان بخوبی جانتے ہیں اور مصر میں جو ہماری کتابوں کے عربی ترجمے چھپے ہیں ان سے مدد لے رہے ہیں۔ کیونکہ انگریزی اور اُردو وہ کم سمجھتے ہیں۔

الجیریا اور ماریشس کے نوجوان

انہی ایام میں مسٹر مراد کیوان سے بھی میری ملاقات ہوئی یہ نوجوان الجیریا سے آئے ہیں۔ جہاں وہ فرانسیسی زبان میں ہمارا لٹریچر پہنچا رہے ہیں اور ان کے ساتھ ایک بیرسٹر صاحب ہارون نام ماریشس سے آئے ہوئے تھے۔ مراد کیوان صاحب اس کام پر مطمئن نہیں جو انہوں نے اس وقت تک کیا ہے گو وہ خاصہ کام کر چکے ہیں بلکہ وہ جلد سے جلد ترجمہ قرآن کریم کو فرانسیسی زبان میں منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہارون صاحب نے بھی اس بات کی تائید کی کہ فرانسیسی زبان میں اس لٹریچر کا جلد سے جلد منتقل ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ شمالی افریقہ میں بہت فرانسیسی آبادیاں ہیں۔

ایک مصری انگریز نومسلم (ایمبر بیڑ بیرپ)

انہی ملاقاتوں کے دوران میں ایک مصری انگریز نومسلم سے ملاقات ہوئی جو مصر میں ایک مدت سے ہمارا کام آنریری طور پر کر رہے تھے ان سے بھی یہ معلوم ہوا کہ ابھی ہمارے لٹریچر کو عربی زبان میں پہنچانے کی کس قدر ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہی ایام میں ایک خط قاہرہ سے پہنچا جو وونگ سے ہوتا ہوا یہاں تک آیا ہے اس خط کے لکھنے والے ایک معزز عہدیدار مصری مسلمان ہیں اور انہوں نے لکھا ہے کہ ان کے ہاتھ تک کتاب ریلیجن آف اسلام پہنچی۔ اور انہوں نے اسے پڑھا تو انہیں بے حد خوشی ہوئی کہ اسلام پر ایسی روشنی ڈالنے والا لٹریچر بھی موجود ہے۔ اور ان کے دوستوں نے بھی اسے پڑھا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہی اسلام کی صحیح تصویر ہے جسے دنیا میں پہنچانے کی ضرورت ہے۔ اور اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ عربی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ کیا جائے اور اسی اجازت کے لئے یہ ان کا خط تھا۔

مسلمان بھائیوں کو دعوت

اب میں اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی دعوت دیتا ہوں کہ یہ وہ علم ہے جس کی اس وقت دُنیا کو ضرورت ہے۔ جو حضرت امام زمان کے قدموں میں بیٹھ کر ہم کو ملا۔ مسلمانوں میں بھی اس کے لئے پیاس موجود ہے اور غیر مسلم بھی اسلام کی اس تصویر کو دیکھ کر نور قرآن اور حسن اسلام کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس علم کی طرف آئیں وہ اس علم سے فائدہ اُٹھا کر اور اسے ترقی دے کر قرآن اور حضرت محمد مصطفٰے صلعم کے نور سے ساری دنیا کو روشن کر سکتے ہیں۔ الحمدللہ کہ آج ہر جگہ یہ خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا جائے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ کام اب بہت تھوڑی سی کوشش سے ہو سکتا ہے۔ سامان موجود ہے۔ اسے دنیا میں پہنچانے کی ضرورت ہے۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ ایسے لوگوں کی بھی ضرورت ہے جو اسے اور ترقی دیں۔ مگر یہ سعادت انہی کو ملے گی جو امام زمان سے اپنا تعلق قائم کریں۔ ان کے سینے قرآن اور اسلام کے نور سے روشن ہو جائیں گے۔ اور انہیں محمد مصطفٰے صلعم کا وہ حسن نظر آئے گا جس کی وجہ سے ان کے دل آپکے نقش قدم پر چلنے کے لئے بے اختیار ہو جائیں گے۔

قادیانی احباب سے اپیل

اور میں قادیانی جماعت کے احباب سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ انہوں نے مدعی نبوت پر لعنت بھیجنے والے کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کر کے اسلام پر بھی ظلم کیا ہے۔ امام وقت پر بھی ظلم کیا ہے۔ اور خود اپنے آپ پر بھی ظلم کر رہے ہیں۔ جو شخص بار بار اعلان کرے کہ میں نے لفظ نبوت محض مجاز اور استعارہ کے رنگ میں استعمال کیا ہے۔ اور میرا دعوےٰ نبوت کا نہیں بلکہ محدثیت کا ہے۔ اس کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کرنا غلو کی انتہا ہے۔ اور یہ دعوےٰ آپ کی طرف منسوب کر کے وہ خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں اور لوگوں کو اس سرچشمہ ہدایت کی طرف آنے سے روک رہے ہیں جو تجدید کے رنگ میں جاری کیا گیا تھا دوسرے لوگ اگر مجدد کو بُرا کہہ رہے ہیں تو اس کی ذمہ داری آج قادیانی جماعت پر بڑی زیادہ ہے اور پھر وہ یہ بھی سوچ لیں کہ آج تک انہوں نے کس قدر حضرت مسیح موعود کی آرزو کو پورا کیا کہ اسلام پر اچھی اچھی کتابیں لکھی جائیں اور علم کی پیاسی دُنیا میں انہیں پہنچایا جائے۔ مشن قائم کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا جب تک کہ علمی رنگ میں دنیا کی پیاس کو نہ بجھایا جائے۔

اپنی جماعت سے خطاب

اور آخر میں اپنی جماعت کے ان لوگوں کو بھی کہتا ہوں جنہوں نے قربانیوں میں کمزوری دکھائی ہے کہ کام کے نتائج تو اسی قدر اچھے ہوں گے جس قدر قربانیاں ہوں گی۔ ان کا قدم قربانی میں بہت کمزور ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ان کی تھوڑی تھوڑی قربانیوں پر اس قدر اعلےٰ درجہ کے ثمرات عطا فرماتے ہیں۔ وہ سود خور کو لاکھ ماہ میں لائیں یا ادھر سے لائیں یہ سب ذہانی کی اوج کی منافی باتیں ہیں نقص اس کام میں بھی ہیں اور جہاں بھی کام ہوگا وہاں بھی نقص ہوں گے مگر جو اچھا کام ہوا ہے اس کی نظیر کسی اور قوم میں بھی دکھاؤ۔ اگر جماعت کے دل اللہ تعالےٰ کے ان احسانات کے باوجود بھی نہ جھکے اور انہوں نے قربانیوں میں اپنا قدم تیز نہ کیا تو پھر اللہ تعالےٰ اس کام کے لئے کسی اور قوم کو کھڑا کرے گا اس کا وعدہ ہے کہ قرآن کے نور سے یہ دنیا روشن ہو جائے گی۔ اس کا وعدہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کا وجود ساری قوموں کے لئے رحمت بن کر رہے گا۔ اس کا وعدہ ہے کہ اسلام ساری دنیا پر غالب آ جائے گا۔ اور آخری تسلط دلوں پر قرآن مجید اور محمد صلعم کا ہی ہوگا یہ سب وعدے پورے ہو کر رہیں گے یہ نسل انسانی پھر اسی روحانی رزق سے بچ سکتی ہے جس سے پہلے بچی۔ دنیا کی کوئی تدبیریں اسے ہلاکت سے نہیں بچا سکتیں۔ میرے دوستو! نظر اُٹھا کر دیکھو۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا

کیا تم نہیں دیکھتے کہ کس طرح خدا کا نور خود بخود دنیا میں پھیلنا شروع ہو گیا ہے خدا کے فضل سے میرے قلب میں ابھی قوت موجود ہے گو میرے ہاتھ بھی اب اس کام میں کمزور ہو گئے ہیں۔ اور میرا دل بھی کمزور ہو گیا ہے۔ مگر تم اسے اپنی بے توجہی سے اپنی لاپرواہی سے اپنی غفلت سے اور کمزور نہ کرو۔ اور تھوڑی سی مدد کر کے دیکھ لو کہ اس سے تمہارا اپنا ذکر دنیا میں بلند ہو جائے گا۔ تم خدا کے ذکر کو دنیا میں بلند کرو۔ خدا تمہارے ذکر کو دنیا میں بلند کر دے گا۔ مگر اسے غافلوں اور دین کے ساتھ استہزا کرنے والوں کی ضرورت نہیں۔ مجھے افسوس ہوتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ دین کے کام کو نقصان پہنچ رہا ہے اور یہاں آکر لوگ وعدے کر کے بھی چلے جاتے ہیں اور ان وعدوں کو پورا نہیں کرتے کئی احباب کے وعدوں پر پانچ پانچ چھ چھ سال بھی گذر گئے اور ابھی جلسہ سالانہ پر میں نے اپنی مصیبت کا ذکر کیا تو بہت دوستوں نے میری ہمت بندھائی مگر دو ماہ گذر گئے ابھی وہ وعدے بھی پورے نہیں ہوئے۔ اپنے آپ پر بھی رحم کرو اور اپنے کارکنوں کی حالت پر بھی رحم کرو۔ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے فضلوں کے دروازے کھول دے گا۔ والسلام

خاکسار محمد علی 2/3/51

بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان

براہ مہربانی جواب مرحمت فرمائیں

۱۔ کیا آپ کی جماعت کے تمام افراد نے دس یوم کی آمد میں حصہ لیا ہے۔؟

۲۔ کیا آپ کی جماعت کی خواتین اور بچوں نے بھی ہر ماہ کچھ نہ کچھ خدا کے دین کے لئے خرچ کرنے کا عہد کیا ہے؟

۳۔ کیا آپ کی جماعت کے ذی مقدرت اصحاب نے دسواں حصہ آمد ہر ماہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے؟

۴۔ کیا آپ کی جماعت کے ایسے اصحاب نے جنہوں نے عطیات مرحمت کرنے کا وعدہ فرمایا تھا اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے؟

ان امور کے جواب کیلئے مطبوعہ فارم

پر جواب کی انتظار ہے جو آپ کی خدمت میں چند روز پیشتر بھیجا گیا تھا۔

اگر

آپ کی جماعت نے ابھی تک ان امور کی تعمیل نہیں کی تو آپ پھر تحریک کریں اور نتائج سے دفتر کو مطلع کریں۔

نیازمند۔ مرتضیٰ خاں۔ سیکرٹری تحصیل

مسلم ہائی سکول میں الوداعی پارٹی

ہفتہ مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۵۱ء کو مسلم ہائی سکول میں داقع بلڈنگس میں جماعت نہم کے طلبا نے دسویں جماعت کے طلبا کو الوداعی پارٹی دی

اس تقریب میں دونوں جماعتوں کے طلباء اور اساتذہ کے علاوہ جماعت لاہور کے متعدد احباب اور بیرونی ممالک سے آتے والے دوست (ہیڈ ماسٹر صاحب) ابراہیم قریشی مسٹر مراد کیپٹن) شامل تھے۔ حضرت مولنا صدرالدین صاحب نے صدارت فرمائی سب سے پہلے تلاوت قرآن مجید ہوئی پھر جماعت نہم کے طلباء کو الوداعی ایڈریس دیا جس میں خوشی و غم کے ملے جلے جذبات کا اظہار کیا گیا۔ اور دعا کی گئی کہ وہ آنے والے امتحان میٹرک میں کامیاب ہوں۔ زندگی کے آئندہ دور میں نہ صرف سکول کے لئے نیک نامی اور عزت کا موجب ہوں بلکہ ملک و ملت کے نام کو دنیا میں روشن کرنے کا باعث بنیں

اس کے جواب میں جماعت دہم کے طلبا کی طرف سے مسٹر حامد نے شکریہ ادا کیا اور ہیڈ ماسٹر صاحب اور اساتذہ کرام کی تعلیمی ساعی اور مشفقانہ برتاؤ کو خاص طور پر سراہا

بعد ازاں ہیڈ ماسٹر صاحب نے ایک طویل تقریر میں قرآن کریم کی متعدد آیات کی روشنی میں طلبا کو نیکی، فرمانبرداری کا ماں باپ کی اطاعت، احکام الٰہی کی متابعت اور زندگی کی جدوجہد میں محنت و مشقت اور امانت و دیانت سے کام لینے کی تلقین کی۔ مسٹر مراد کیپٹن نے طلبا سے خطاب کرتے ہوئے ان کی اس کارروائی پر مسرت کا اظہار کیا اور البیریا کے طلبا کی طرف سے انہیں اخوت و محبت کا سلام پہنچایا

بعد ازاں حاضرین کی تواضع پرتکلف چائے اور مٹھائی وغیرہ سے کی گئی۔ اور جلسہ برخواست ہوا۔

مجددیت اور نزولِ مسیح مولانا ابوالکلام آزاد کی نظر میں

مولانا کے تین خط اور ان پر ایک حق پرست کی تنقید و تقریظ

چند ماہ ہوئے احراری اخبار آزاد میں مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کے تین خط شائع ہوئے تھے ان میں دو خط ۱۹۳۵ء کے ہیں تیسرے پر تاریخ درج نہیں۔ پہلے دو خط تو کسی ایسے صاحب کے نام ہیں۔ جس نے مولانا صاحب سے دریافت کیا کہ امت محمدیہ میں مبعوث ہونے والے مسیح یا کسی مجدد پر ایمان لانے کے متعلق کیا حکم ہے۔ اور تیسرا خط کسی اور صاحب عزیز عالم دین کے نام ہے جسے پہلے صاحب کے نام مولانا صاحب کے دونوں خط پڑھ کر شبہ ہوا۔ کہ شاید مولانا صاحب نزول مسیح کی خبر اور حدیث مجدد سے منکر ہیں۔ ان خطوط کو پڑھ کر اخبار آزاد کے قارئین میں سے ایک حق پرست صاحب نے مولانا صاحب کی خدمت میں ایک مبسوط خط لکھا جس کے جواب میں مولانا صاحب نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب سے انگریزی میں ایک معذرت نامہ لکھوا کر بھیجا ہے۔ ہم احمدی اور غیر احمدی پبلک کے استفادے کے لئے ذیل میں پہلے مولانا کے محولا بالا تینوں خطوط اور پھر حق پرست صاحب کی تنقید و تقریظ جو انہوں نے مولانا کو بصورت خط لکھ کر بھیجی۔ اور مولانا کے انگریزی جواب کا اردو ترجمہ بغیر کسی تبصرہ کے شائع کرتے ہیں۔ اور یہ فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ حق پرست صاحب نے جو سوالات اٹھائے ہیں وہ کہاں تک حق بجانب ہیں۔ اور مولانا کا ان کے جواب میں یہ لکھوانا کہ جواب کے لئے اصرار نہ کیا جائے کیا معنے رکھتا ہے پہلے مولانا ابوالکلام صاحب کے محولہ بالا تین خطوط پڑھ لیجئے۔ جو ذیل میں اخبار آزاد سے نقل کئے جا رہے ہیں۔

(۱)

بالی گنج۔ سرکلر روڈ۔ کلکتہ۔

حبی فی اللہ۔ السلام علیکم۔ خط پہنچا آپ دریافت کرتے ہیں احمدی فرقہ کے دونوں گروہوں میں سے کون گروہ حق پر ہے؟ قادیانی یا لاہوری؟ میرے نزدیک دونوں حق و صواب پر نہیں ہیں۔ البتہ قادیانی گروہ اپنے غلو میں بہت دور تک چلا گیا ہے حتیٰ کہ اسلام کے بنیادی عقائد متزلزل ہو گئے ہیں۔ مثلاً اس کا یہ عقیدہ اب ایمان و نجات کے لئے اسلام کے معلوم و مسلم عقائد کافی نہیں۔ مرزا صاحب قادیانی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ لیکن لاہوری گروہ کو اس غلو سے انکار ہے وہ نہ تو مرزا صاحب کی نبوت کا اقرار کرتا ہے نہ ایمان کی شرائط میں کسی نئی شرط کا اضافہ کرتا ہے۔ اسے جو ٹھوکر لگی وہ بے محل اعتقاد میں لگی ہے۔ جو اس نے مرزا صاحب کے لئے پیدا کر دی ہے باقی رہے مرزا صاحب کے دعاوی تو میں نہیں سمجھتا۔ کہ جس شخص نے اسلام کے اصول و مبادیات کو سمجھا ہے اور عقل سلیم سے بے بہرہ نہیں یہ دعاوی ایک لمحہ کے لئے بھی تسلیم کر سکتا ہے۔

آپ نے اپنی طبیعت کے اضطراب کا ذکر کیا ہے میں آپ کو موٹی بات لکھتا ہوں۔ اور غور کیجئے گا تو انشاء اللہ ہر طرح کے اضطراب و شکوک دور ہو جائیں گے۔ آپ دو باتوں پر یقین رکھتے ہیں یا نہیں؟ ایک یہ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ دوسری یہ کہ انسان کی نجات کے لئے جن جن باتوں کے ماننے کی ضرورت تھی وہ سب اس نے صاف صاف بتلا دی ہیں۔ یعنی کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی اعتقاد شرط نجات ہو۔ اور اس نے صاف و صریح نہ بتلا دیا ہو اگر آپ یقین رکھتے ہیں اور مجھے یقین ہے رکھتے ہیں تو غور کیجئے اگر ایک زمانے میں مسلمانوں کے لئے کسی نئے ظہور پر ایمان لانا ضروری تھا تو کیا ضروری نہ تھا قرآن اس کا صاف و صریح حکم دیتا۔ کم از کم اتنی صراحت سے جتنی صراحت کے ساتھ اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے۔

اچھا قرآن کی ایک ایک آیت دیکھ جائیے کہیں آپ کو یہ حکم ملتا ہے کہ ایک زمانہ میں کوئی نیا نبی یا مسیح یا مجدد یا محدث (یا مغنی) مبعوث ہوگا۔ اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہوگا کہ اسے پہچانیں۔ اور اس پر ایمان لائیں؟ اگر کوئی ایسا حکم نہیں ملتا۔ تو پھر آپ پر کونسی مصیبت پڑی کہ بیٹھے بٹھائے اس جھگڑے میں جا پڑیں۔ اور ایک نئے ایمان اور نئی شرائط نجات کے سراغ میں نکلیں۔

اس بارے میں دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں تیسری کوئی نہیں۔ یا تو نجات کے لئے وہ عقائد کافی ہیں جو قرآن نے صاف صاف بتلا دیئے ہیں یا پھر کافی نہیں۔ اگر کافی ہیں تو قرآن نے کہیں یہ حکم نہیں دیا ہے کہ کسی نئے ظہور پر پھر بھی ایمان لاؤ۔ اگر کافی نہیں ہیں۔ اور نئے شرائط نجات کی گنجائش باقی ہے۔ تو پھر قرآن ناقص نکلا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ وہ اپنے اعلان الیوم اکملت لکم دینکم میں صادق نہیں۔

ہر مسلمان کے سامنے دونوں راہیں کھلی ہیں جو راہ چاہے اختیار کرے اگر قرآن پر ایمان ہے تو نئی شرط نجات کی گنجائش نہیں اگر نئی شرط نجات مانی جاتی ہے تو قرآن اپنی جگہ باقی نہیں رہا ——

والعاقبۃ للمتقین (ابوالکلام)

(۲)

بالی گنج سرکلر روڈ کلکتہ ۵؍ جون ۳۶ء

حبی فی اللہ۔ السلام علیکم خط پہنچا۔ میں پچھلے خط میں جو کچھ لکھ چکا ہوں اس پر پوری طرح غور کیجئے۔ جو نئے سوالات آپ نے لکھے ہیں۔ ان سب کا۔ اب اس میں آپ کا ہے کسی ایسے سوال کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ ہر صدی کے کسی مجدد پر ایمان لائیں۔ ان سے پوچھئے کہ یہ حکم کس قرآن میں نازل ہوا ہے؟ اگر قرآن سے مقصود وہ قرآن ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے تو بتلائیے کس پارہ کس سورۃ میں یہ بات کہی گئی ہے ورنہ ہمیں کونسی ضرورت ہے کہ اس معوبت میں پڑیں۔ ہم نہیں جانتے کہ مجدد کیا بلا ہوتی ہے۔ ہم جو کچھ جانتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اللہ کی آخری اور کامل ہدایت آ چکی ہے جس کا نام قرآن ہے اور جس کے مبلغ محمد رسول اللہ تھے جو انسان اس پر ایمان لاتا ہے اور اس کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرتا ہے۔ اس کے لئے نجات ہے۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں جانتے اور نہ جاننے کی ہمیں ضرورت ہے۔

جو شخص کہتا ہے کہ نجات و سعادت کے حصول کے لئے یہ کافی نہیں اور کسی مجدد پر بھی ایمان لانا ضروری ہے وہ یا تو اسلام پہ بہتان لگاتا ہے یا اسلام کی بوجھی اس نے نہیں سمجھی ہے

باقی رہا نزول مسیح کا معاملہ تو یہ ایک نہایت اہم معاملہ ہے اور اگر کسی زمانے میں مسلمانوں کی نجات و سعادت اس پر موقوف رہنے والی تھی تو یہ ضروری تھا کہ قرآن صاف صاف اسے بیان کر دیتا اسی طرح صاف صاف جس طرح اس نے تمام مہمات دینیہ اور اعتقادیہ بیان کر دی ہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ قرآن میں کوئی تصریح موجود نہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں۔ کہ ہم اس کے اعتقاد پر مجبور ہوں ہمارا اعتقاد ہے کہ اب نہ کوئی بروزی مسیح آنے والا ہے نہ حقیقی۔ قرآن آ چکا ہے۔ اور دین کامل ہو چکا۔

اگر آپ طالب حقیقت ہیں۔ تو ان جھگڑوں میں نہ پڑیئے نہ ان خرافات کے بارے میں سوالات کیجئے۔ ہمیں تلاش نجات کی ہے۔ اگر نجات کے لئے قرآن کامل ہے۔ تو پھر وہ عقائد کافی ہیں جو قرآن نے بتلا دیئے ہیں۔ زیادہ کاوش میں پڑیں ہی کیوں؟

ابوالکلام

(۳)

دوسرے خط میں جن باتوں سے تشویش لاحق ہوئی ان کے متعلق مولانا سے دریافت کیا گیا کہ:-

۱۔ کیا آپ کے نزدیک صحیح حدیث حجت ہے یا نہیں؟

۲۔ آپ کے الفاظ "اب نہ کوئی بروزی مسیح آنے والا ہے نہ حقیقی۔ قرآن آ چکا ہے اور دین کامل ہو چکا" کا کیا مطلب ہے؟

اس کے جواب میں مولانا نے جو کچھ لکھا وہ درج ذیل ہے۔

حبی فی اللہ! السلام علیکم۔ خط پہنچا معاف کیجئے گا اگر آپ حضرات کے نظر و مطالعہ کا یہی حال ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی تحریر بھی سود مند ہو سکتی ہے۔

ایک شخص نے لکھا کہ میں اپنے ایمان و نجات کے بارے میں سخت مضطرب ہو رہا ہوں کیونکہ مجھے بتایا جاتا ہے کہ مسیح موعود پر ایمان لانا ضروری ہے یہ شخص کوئی عالم دین نہیں ہے تفسیر و حدیث کا ماہر نہیں صرف اس درجہ کی دینی معلومات رکھتا ہے جو ہر پڑھے لکھے مسلمان کو ہوا کرتی ہے میں نے اس کے جواب میں ایک موٹی سی بات لکھ دی جس کے پرکھنے کے لئے کسی غیر معمولی علم و نظر کی ضرورت نہیں یعنی وہ قرآن کو کلام الٰہی مانتا ہے یا نہیں؟ اور اس بات پر یقین رکھتا ہے یا نہیں کہ ایمان و نجات کی تمام شرطیں اس میں بیان کر دی گئی ہیں؟ اگر یقین رکھتا ہے تو دیکھ لے قرآن میں کہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آئندہ کسی نئے ظہور پر بحیثیت ایک نبی کے ایمان لانا ضروری ہوگا؟ اگر نہیں دیا گیا ہے تو کم از کم یہ بات واضح ہو گئی کہ شرائط ایمان و نجات میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے رفع اضطراب کے لئے یہ کافی ہے فرمایئے۔ اس میں احادیث کے حجت ہونے کا سوال کہاں سے پیدا ہو گیا؟ گر ایک شخص کے قرآن میں یہ بات نہیں آئی۔ تو کیا اس سے لازم آ گیا۔ کہ وہ حدیث کا منکر ہے؟ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

میں ایک مستفسر کو جو اپنا اضطراب قلب ظاہر کرتا اور ایک قطعی اور فیصلہ کن بات کا خواہشمند ہے کیونکر یہ مشورہ دوں کہ احادیث کا مطالعہ کرے؟ میں جانتا ہوں وہ احادیث کے مطالعہ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اس کیلئے علم و نظر کی ضرورت ہے لیکن قرآن ایسی چیز ہے جس سے کوئی مسلمان بھی بے خبری ظاہر نہیں کر سکتا۔ جو شخص چاہے اس کا ترجمہ اٹھا کر دیکھ سکتا ہے اور براہ راست فیصلہ کر سکتا ہے کہ فلاں بات کا اس میں حکم دیا گیا ہے یا نہیں؟ اس طرح ایک قطعی اور فیصلہ کن حقیقت

آجاتی ہے دوسرے طریقوں سے نہیں آسکتی۔ اب آپ نے مجھے خط لکھا ہے تو میں آپ کو نہ صرف قرآن کا حوالہ دوں گا بلکہ احادیث کا بھی لکھوں گا۔ تمام احادیث دیکھ جایئے کسی حدیث میں بھی یہ حکم نہیں ملے گا۔ کہ آئندہ مسلمانوں کو کسی نئے ظہور پر بھی ایمان لانا چاہیئے۔ ورنہ شہادتین کا اقرار بے سود ہو جائے گا۔ اور یہ اس لئے لکھوں گا کہ مجھے معلوم ہے مخاطب احادیث کی خبر رکھتا ہے۔ اور ان کے مطالعہ و نظر سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔

اگر لوگوں میں فہم و بصیرت ہوتی تو معلوم کر لیتے کہ میں نے اس خط میں جو بات لکھ دی ہے۔ اس نے ساری بحثوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ یہی جنس اب ہمارے بازاروں میں نا پید ہو گئی ہے۔

حدیث حجت شرعی ہے

آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ صحیح حدیث آپ کے نزدیک حجت ہے یا نہیں؟ میں اس کا جواب کیا دوں؟ یہ سوال آپ اس شخص سے کر رہے ہیں جس نے اپنی بے شمار تحریروں میں نہ صرف احادیث کو حجت شرعی اور واجب العمل ثابت کیا ہے بلکہ صاف صاف لکھ دیا ہے کہ ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ میں "حکمت" سے مقصود سنت ہے کہ الا انی اوتیت الکتٰب و مثلہ معہ ~ ایں دو شمع اند کہ از یک دگر افروختہ اند

حدیث مجدد پر روشنی

یہ آپ کا سوال ویسا ہی ہے جیسا ایک صاحب نے مجدد کی نسبت سوال کیا ہے۔ میں نے اس خط میں لکھا ہے کہ اسلامی عقائد میں کسی ایسے مجدد کی ہستی ثابت نہیں۔ جس پر ایمان لانا شرطِ نجات ہو۔ ظاہر ہے کہ اس میں جس مجدد کی ہستی سے انکار کیا گیا ہے۔ اس سے مقصود ایسا مجدد ہے جس پر ایمان بالرسل کی طرح ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہو۔ نہ کہ مجدد لغوی۔ یعنی ایسے مصلحین امت جو دین میں تازگی پیدا کر دیں لیکن وہ لکھتے ہیں اس سے نفسِ تجدید کا انکار لازم آگیا۔ اور حدیث من یجدد لھا دینھا الخ کا کیا جواب ہے؟ اب کہئے میں اس کا کیا جواب دوں؟ جن لوگوں کو اتنی سمجھ بھی نہیں ہے کہ کونسی بات کس محل اور کس تخاطب میں کہی گئی ہے۔ اور کس بات کا زور کس نقطہ پر پڑ رہا ہے۔ ان سے کوئی عہدہ برآ ہو تو کیونکر؟

یہ صاحب مجھے حدیث تجدید یاد دلا رہے ہیں حالانکہ اگر انہوں نے تذکرہ پڑھا ہوتا تو انہیں معلوم ہو جاتا۔ کہ میرے لئے یہ یاد دہانی غیر ضروری ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ اس دور میں مقام تجدید کے غوامض و دقائق سے پردہ اٹھائے وہ کم از کم حدیث من یجدد لھا دینھا سے بے خبر نہیں ہوسکتا۔

نزول مسیح علیہ السلام

آخر میں آپ نے سوال کیا ہے کہ اس جملہ کا کیا مطلب ہے کہ اب نہ کوئی بروزی مسیح آنے والا ہے نہ حقیقی۔ قرآن آچکا اور دین کامل ہو چکا جواب یہ ہے کہ وہی مطلب ہے جو اردو زبان میں اس جملہ کا ہو سکتا ہے یعنی دین اسلام اپنی تکمیل میں اب کسی نئے ظہور کا محتاج نہیں۔ اس کے لئے نہ تو کسی بروزی مسیح کی ضرورت ہے نہ حقیقی کی۔ ہاں بلا شبہ احادیث میں حضرت مسیح علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ایسے نزول کی خبر دی گئی ہے جو قیامت کے آثار و مقدمات میں سے ہوگا کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ ان کا ظہور بحیثیت رسول کے ہوگا۔ یا تکمیل دین کا معاملہ ان کے نزول پر موقوف ہے پس تکمیل دین کے لئے ہم سمجھتے ہیں کہ دین کا معاملہ کامل ہو چکا پھر کیا آپ کو اس اعتقاد سے انکار ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہیں۔ قرآن ناقص ہے دین کا معاملہ پورا نہ ہو سکا۔ اور اب نئے نئے ظہور ہوتے رہیں گے تاکہ دین کامل ہو جائے۔

میری سمجھ کچھ کام نہیں دیتی۔ آخر آپ کے احباب کو تشویش کس بات پر ہوتی ہے ان خطوں میں کونسی بات ایسی ہے۔ جو اس درجہ ناگوار گذری؟ کیا یہ بات کہ قرآن کی کسی آیت میں کسی نئے ظہور پر ایمان لانا شرط نجات نہیں بتلایا گیا ہے؟

آپ لکھتے ہیں اس سے حدیث کا انکار لازم آگیا؟ اگر ایسا ہی ہے تو براہ عنایت مجھے اس حدیث سے مطلع کیجئے۔ چونکہ میرے علم میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے نہ مسلمانوں میں کوئی ایسا اعتقاد ہے۔ اس لئے یہ ناقابلِ معافی جرم مجھ سے سرزد ہو گیا

اگر کہا جائے یہ بات شرائط ایمان و نجات میں سے نہیں ہو سکتی۔ اگر ہوتی تو ضروری تھا۔ کہ قرآن نے حکم دیا ہوتا کیونکہ شرائط ایمان و نجات کے اعلان میں وہ ناقص نہیں تو آپ کہیں اس سے حدیث کا انکار لازم آگیا۔ اگر کہا جائے اسلامی عقائد میں کسی ایسے مجدد امت کی جگہ نہیں جس پر ایمان لانا مثل اقرار شہادتین کے ضروری ہو تو کہا جائے نفس تجدید سے انکار کر دیا گیا۔ اور مصلحین امت کی ہستی باقی نہیں رہی۔ اگر کہا جائے قرآن آچکا۔ دین کامل ہو چکا۔ اب تکمیل دین کے لئے نہ کسی بروزی مسیح کی ضرورت ہے نہ حقیقی کی۔ تو کہا جائے نزول مسیح کی خبر سے انکار کر دیا گیا اور صحیحین کی روایات کا کیا جواب ہے؟ گویا روایات میں جس نزول کی خبر دی گئی ہے وہ دین و قرآن کے نقص کی تکمیل کے لئے ہے اگر لوگوں کی فہم و بصیرت اور راستی و انصاف کا یہی حال ہے تو اس کے سوا کیا کہا جائے کہ اللہ مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے

آپ لکھتے ہیں :-

"ایک خاص جماعت کے لوگ یہ پروپیگنڈا
کر رہے ہیں کہ حدیث کے حجت ہونے سے
انکار کر دیا گیا"

وہ ضرور ایسا کرتے ہوں گے لیکن معاف کیجئے گا آپ کی عقل و بصیرت کو کیا ہو گیا؟ کیا محض اس لئے کہ چند آدمیوں نے ایک بات کہہ دی یہ قائل ہو جانا چاہیئے اور سمجھ لینا چاہیئے کہ حدیث سے انکار کر دیا گیا؟ کیا آپ کے لئے ضروری نہیں تھا کہ ان خطوں کی عبارت پڑھتے اور پوچھتے کہ حدیث کے ہونے نہ ہونے کا سوال کہاں سے پیدا ہو گیا؟

میں آپ کے اخلاص و محبت کا شکر گذار ہوں مجھے یقین ہے یہ محبت و اخلاص کی خلش ہے جس نے آپ کو خط لکھنے اور استفسار حال پر مجبور کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے لیکن میری طبیعت پر ان باتوں کا جو اثر پڑ رہا ہے وہ بالکل دوسرا ہے۔ میں ان باتوں میں زمانہ کے فکری اور اخلاقی حالت کی جھلک دیکھتا ہوں۔ اور وہ مجھے بہت ہی افسوسناک دکھائی دیتی ہے۔ (ابو الکلام)

حق پرست صاحب کا خط مولانا کی خدمت میں

مکرم معظم مولانا ابو الکلام صاحب

السلام علیکم۔ اخبار "آزاد" لاہور مورخہ ۱۹ اگست کا ایک تراشہ منسلک ہذا ہے اس پر مجھے یہ کہنا ہے کہ آپ کا جواب اس مفروضہ یا بخیال خویش، اس مسلمہ کے گرد گھومتا ہے۔ کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے بعض متبعین کے بیانات سے یہ پایا جاتا ہے کہ جناب مرزا صاحب کو ایک نئے ظہور کے طور پر مان رہے ہیں یا پیش کر رہے ہیں ظاہر ہے کہ میں کسی ملا سے ہم سخن نہیں ہو رہا۔ کہ جس کے دل میں جو خیال بیٹھ گیا وہ بدل نہیں سکتا۔ بلکہ میں ایک وسیع النظر عالم اور کھلی کھڑکیاں رکھنے والے دل و دماغ سے مخاطب ہو رہا ہوں اس لئے اصل مدعائے تحریر سے پہلے چار حرف اس مفروضہ کے متعلق بھی کہنا چاہتا ہوں۔

میرے نزدیک قادیانی لوگوں کے متعلق جو مفروضہ قائم کیا گیا ہے وہ حقیقت الامر کے لحاظ سے درست نہیں۔ بیشک ان میں سے بعض کے قلم و زبان سے اور وہ بھی بے احتیاطی اور نقص بیانی کی وجہ سے ایسی باتیں نکلی ہیں جن سے انسانی ذہن اس مفروضہ کی طرف پھر جاتا ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کو اگر دو چار جرح کے جھٹکے لگیں تو اپنے غلط موقف سے ہل جاتے ہیں۔ اور لڑھک کر مجددیت کے مقام پر آجاتے ہیں۔ یہ بات میں تحقیق کی بنا پر کہہ رہا ہوں۔ لیکن اگر بالفرض آپ کو اپنی تحقیق پر ہی اصرار ہو تو بھی اس بات سے تو آپ کو بھی انکار نہیں کہ مرزا صاحب کے متبعین کا جو گروہ جناب مولانا محمد علی صاحب کے ساتھ ہے وہ لاریب مرزا صاحب کو کسی نئے ظہور کے طور پر تسلیم نہیں کر رہا۔ اور اگر کہا جائے کہ وہ تو دوسرے گروہ کی نسبت قلیل ہے۔ تو بھی حق کے حق ہونے میں شبہ وارد نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح ناصری کو الوہیت اور ابن اللہ کا مقام دینے والے (نصاریٰ) یقیناً اکثریت میں ہیں۔ لیکن انہیں صرف رسول اللہ سمجھنے والے (مسلمان اور خود نصاریٰ میں سے بھی کچھ لوگ) یقیناً نسبتاً قلیل ہی ہیں۔ تو کیا اس سے حضرت مسیح کے بشر رسول ہونے پر شبہ کیا جا سکتا ہے؟

اصل مدعا کی طرف رجوع کرتے ہوئے پہلی بات مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ جیسے کہ آپ نے فرمایا ہے بیشک قرآن میں کسی نئے ظہور پر ایمان لانے کے لئے کوئی صراحت موجود نہیں لیکن پھر بھی سائل نے جو سوال آپ کے سامنے رکھا ہے وہ بے جواب ہی رہ گیا ہے۔ کیونکہ نئے ظہور کا مسئلہ تو بعض قادیانی لوگوں کے نقص بیان یا غلط خیال کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اصل سوال جو ہے تو وہ کسی مجدد یا محدث (یا مفتح) کے وجود کی اہمیت کا ہے۔ سو اس کے متعلق جب صاحب ترجمان القرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ اپنی شاہ پارہ تصنیف تذکرے میں فرماتے ہیں۔

(۱) "مجدد یا محدث کا وجود اپنے زمانے کے لوگوں کیلئے ایسا ہی مرکزی وجود ہے جیسے نظام شمسی میں شمس کا"

(۲) "اس سے تعلق و ارادت رکھے بغیر کوئی ثمر پیدا نہیں ہوسکتا"

زیر بحث خطوط کو جب تذکرے کے سامنے رکھا جائے تو ایک غیر جوہری کی نگاہ بھی صاف صاف کہہ دے گی۔ کہ دین اور رشد کے جو موتی صدف قرآن سے نکال کر تذکرے میں بکھیرے گئے ہیں ان کی اور خطوط والے گوہروں کی آب میں بہت فرق ہے اگر تذکرے والے اصلی اور سچے ہیں تو خطوط والے بناوٹی قرار دینے پڑیں گے اور اگر خطوط والے سچے قرار دیئے جائیں تو تذکرے والے جھوٹے ٹھہریں گے۔ حالانکہ دونوں ایک ہی معدن سے نکلے ہیں پس صاحب معدن ہی بتلائیں کہ دونوں یکساں مول کے کیسے سمجھے جائیں

دوسری بات یہ ہے کہ وفات مسیح علیہ السلام اب ایک ایسی حقیقت ثابتہ ہے۔ کہ محض اس خیال سے کہ اس حقیقت کے تسلیم کرنے سے جناب مرزا صاحب کی بات پہنچ ثابت ہو جاتی ہے۔

انکار نہیں کیا جا سکتا۔ میں ایسے علماء کو جانتا ہوں۔ جو کہ مرزا صاحب کی جماعت میں شامل نہیں لیکن وہ صاف کہتے ہیں۔ کہ قرآن کو مانتے ہوئے وفات مسیح سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے دوسروں کا تو کیا ذکر کرنا ہے مجھے یقینی معلومات کی بنا پر علم ہے کہ خود آنجناب بھی اس حقیقت کے منکر نہیں ہیں۔ پس جب حضرت مسیح علیہ السلام مثل دیگر انبیاء و آدم وفات پا چکے ہیں تو ان کا قیامت کے قریب یا قیامت سے پہلے آنا ایک قطعی محال امر ہے اور جب کہ نزول مسیح والی احادیث آپ کے نزدیک حق ہیں تو پھر دوسری صورت بروزی مسیح والی ہی رہ جاتی ہے۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ نہ کوئی حقیقی مسیح آئے گا اور نہ بروزی حقیقی تو واقعی نہیں آئے گا لیکن اگر بروزی بھی نہ آئے تو حدیث کیسے درست ٹھہرے گی۔

تیسری بات یہ ہے کہ مسیح کی آمد کے مسئلے میں اتنا کہہ دینے سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کا ظہور بحیثیت رسول کے نہیں ہوگا لیکن جب حقیقی مسیح بوجہ وفات یافتہ ہونے کے نہیں آتا تو آنے والا مسیح خواہ مرزا صاحب ہوں یا کوئی اور ہو وہ بروزی ہی ہوگا۔ اور بوجہ استعداد اور بوجہ غلبہ ما بہ الاختصاص مسیح سے نسبت پا کر مسیح کہلائے گا۔ اور بحیثیت نبی یا رسول اس کا ظہور نہ سہی وہ منہاج نبوت پر تو آئے گا اور اس وجہ سے کہ وہ اپنے وقت کے انسانوں کے لئے مرکزی وجود ہوگا۔ اس کی معیت سے کوئی بے نیاز نہیں ہو سکے گا۔ اور زبان نبوی سے اس کے بارے میں فرمایا گیا ہے اماکم منکم پس اس لحاظ سے بھی مسلمانوں پر اس کی اقتداء اور متابعت فرض ہوگی۔ پس آپ کا یہ فرمانا درست سہی کہ "ایمان و نجات کے لئے مسیح موعود پر ایمان لانا ضروری نہیں" لیکن کسی منہاج نبوت پر آنے والے وجود کی حیثیت جو تذکرے میں بیان ہوئی ہے یا مسیح موعود کا مقام و منصب جو زبان نبوی سے بیان ہوا ہے۔ اس کی رو سے اس سے تعلق باندھنے کے بارے میں "اضطراب" میں پڑنا ایک مومن کا فطری تقاضا ہے۔ آپ کا سائل کو یہ فرمانا تو درست ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب سے تعلق باندھنے کے متعلق تمہیں کسی "مصیبت" اور "اضطراب" میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ لیکن مسیح موعود سے وابستہ ہونے کے متعلق "اضطراب" کو آپ نے کس طرح غیر ضروری قرار دیا ہے۔

اسی ضمن میں مزید یہ گذارش ہے کہ آپ کے فرمودہ کے مطابق اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو محض قرب قیامت کی علامات میں سے ایک علامت بھی قرار دے دیا جائے۔ تو بھی "واعیات وقت" کے لحاظ سے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے آنے کا ایک مشن وضاحت سے بیان فرما دیا ہے۔ یکسر الصلیب تو ظاہر ہے منہاج نبوت پر آنے والا کوئی مصلح اپنے مشن کو اکیلا سرانجام نہیں دیا کرتا۔ اس وقت کے لوگوں پر اس کی دعوت پر لبیک فرض ہوتی ہے پس مسیح موعود کے آجانے پر اس کی معیت کے بارے میں "اضطراب" سچے اور زندہ ایمان کا خاصا ہوگا۔

اسی سلسلہ میں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے۔ اور وہ یہ کہ قرب قیامت کی جو علامات اور فتن ہیں ان کا تو ایک ایک کے وقوع پذیر ہو جانے کا بھی بالتفصیل ذکر آپ نے تذکرے میں کر دیا ہوا ہے۔ تو آخر اس نزول مسیح کی علامت کا استخفاف کیوں کیا گیا؟ خصوصاً اس بات کے پیش نظر کہ آپ فرما چکے ہیں "سبحان اللہ! اس صادق و مصدوق کا ارشاد کس طرح حرف بحرف پورا ہو رہا ہے یہ تربص جہل و انتظار غفلت بھی تو عین اس پیشگوئی کا ظہور ہے کہ لتتبعن سنن من کان قبلکم اور یاتی علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل میری امت بھی وہ سب کچھ کرے گی جو یہودیوں نے کیا یعنی تو پوری پوری یہودیت ہے۔ کہ پیشینگوئیوں پر پیشینگوئیاں ظاہر اور پوری ہوتی جاتی تھیں۔ مگر یہودیوں کا انتظار ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔ کہتے تھے کہ ابھی وہ وقت کہاں آیا ہے حتیٰ کہ آج تک مسیح کا ظہور اور اسرائیل کی آخری بادشاہت کا انتظار کر رہے ہیں۔ فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون" تذکرہ صفحہ ۲۶۸

چوتھی بات یہ ہے کہ آپ نے فرمایا ہے "ہم نہیں جانتے کہ مجدد کیا بلا ہوتی ہے۔ ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل ہدایت آچکی ہے جس کا نام قرآن ہے اور جس کے مبلغ محمد رسول تھے۔ جو ان پر ایمان لاتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اس کے لئے نجات ہے۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں جانتے اور نہ جاننے کی ضرورت ہے"

مجدد قرآن اور مبلغ قرآن کے مقام و مرتبہ کے متعلق کوئی سوال ہوتا۔ تو آپ کا یہ فرمودہ قرآن اور مبلغ قرآن ہی کے مقام کو ظاہر کرنے والا ہوتا۔ لیکن چونکہ ان حقائق کا اظہار مرزا صاحب کے ماننے کے سوال پر ہوا ہے۔ اس لئے اس میں اس جھنجھلاہٹ کی بھی آمیزش صاف عیاں ہے۔ کہ لوگوں کو مرزا صاحب کی طرف کیوں رجحان ہے۔ اور ان کی دعوت کے متعلق کیوں "اضطراب" ہے اور مزید طرفہ یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ اس دور میں مقام تجدید کے خواص و دقائق سے پردہ اٹھائے۔ اسی شخص نے مرزا صاحب کا نام سامنے آنے پر جھنجھلا کر یہ کہہ دیا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ مجدد کیا بلا ہوتی ہے۔ اور اس طرح خود اپنے ہاتھ سے مقام تجدید پر پردہ گرا دیا ہے۔

اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اقبال کو بھی تحریک احمدیت کے خلاف غصہ آگیا۔ اور اس نے خیال کیا۔ کہ اس تحریک کے اثر کو روکنے کے لئے اس کے دل میں ایک ایسی بات اتھاہ گئی ہے کہ وہ اس تحریک کے تابوت میں آخری میخ کا کام دے گی اس نے کہا کہ ہمارے علماء نے مسیح ناصری کو آسمان سے اترنے کے عبث دلائل دے کر اس تحریک کو مزید تقویت دی ہے۔ مسیح کی آمد کا تو تصور ہی مجوسی ہے اسلامی تصور نہیں گویا علامہ نے ہمیں یہ کہا۔ کہ اس تحریک سے بچاؤ کی یہی صورت ہے۔ کہ وہ "دو شمعیں[1]" جو کہ "از یک دگر افروختہ اند" ان میں سے دوسری کو خود پھونک مار کر بجھا دو۔ اس طرح احمدی لیمپ کے اوپر تاریکی کا پردہ گر جائے گا۔ اور نظر سے غائب ہو جانے کی وجہ سے ادھر کوئی نہیں جائے گا۔ آپ ہی غور فرمائیں کہ مسلمان صادق و مصدوق کے منہ کی باتوں کو کس طرح مجوسی روایات قرار دے دیں۔ اقبال تو خیر خاص دینیات کا طالب علم نہ تھا اگر اس نے فرمودۂ رسول کو مجوسی روایت کہہ دیا تو اسے کسی حد تک معذور بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن تحریک احمدیہ کی طرف لوگوں کے رجوع سے جھنجھلا کر جو کچھ آپ نے کہہ دیا ہے۔ وہ اقبال کے انکشافات سے بھی عجیب تر ہے۔ آپ نے ایک ہی سانس میں یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ کوئی مسیح نہیں آئے گا۔ اور یہ بھی کہ نزول مسیح کی خبر حق ہے۔ پھر نزول کی خبر کے متعلق بھی آپ کا فرمانا یہ ہے۔ کہ اس کا تعلق بھی صرف اس گروہ کے ساتھ ہے جو کہ اس دنیا سے آخری قافلے میں رخصت ہوں گے۔ اور آخری قافلے میں جانے والے لوگوں سے پہلے کی دنیا ہے ان کے لئے آپ کا فرمانا یہ ہے۔ کہ نہ کوئی بروزی مسیح آئیگا حقیقی قرآن آچکا اور دین کامل ہو چکا" پس ان دونوں باتوں کے ملانے سے صاف منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ دنیا کی صف لپیٹی جانے کی ساعت سے جو پہلے کی دنیا ہے اسے نزول مسیح کی خبر کے متعلق مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں بروزی یا حقیقی مسیح کے نزول سے نفی کے متعلق جو جملہ آپ نے استعمال فرمایا ہے۔ بے شک "اردو زبان میں اس کا مطلب وہی ہے۔ جو اردو زبان میں ہو سکتا ہے" لیکن آپ کے بیان کے دوسرے ٹکڑے یا جملے کے سیاق کو ملا کر جو مطلب میں نے اخذ کیا ہے۔ کون اردو دان ہے جو اس سے انکار کر سکے۔

مولانا ابوالکلام ایسے متکلم سے اسلوب بیان کے متعلق کچھ کہنا لقمان را حکمت آموختن والی بات ہے۔ نزول مسیح کے متعلق جس عقیدے کا آپ نے اظہار کیا ہے۔ اس کی رو سے سائل کو صرف اتنا کہنا ہی کافی تھا۔ کہ بھائی! تم تو خواہ مخواہ مرزا غلام احمد صاحب کی مسیحیت کے بارے میں مضطرب ہو رہے ہو اس دور کے کسی مسلمان کو تو حقیقی مسیح کے متعلق بھی مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس کا تعلق تو قرب قیامت کے لوگوں سے ہے صاف عیاں ہے۔ کہ اس جواب کے ساتھ دین کے کامل ہوتے یا مسیح کے بحیثیت رسول یا نئے ظہور ہو کر نہ آنے کی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ دین ناقص ہو یا کامل مسیح بحیثیت رسول آئے یا بغیر رسالت کے۔ جب اس کا موجودہ دور کے لوگوں سے کوئی تعلق اور واسطہ ہی نہیں تو بروزی اور حقیقی مسیح کے نزول سے نفی والے جملے کے ساتھ "قرآن آچکا۔ اور دین کامل ہو چکا" کا ٹکڑا بطور تشریح یا دلیل زائد کرنا سراسر بے ضرورت ہے۔

بے شک دین کامل ہو چکا۔ لیکن اس حقیقت کا علم تو امت کو اسی ساعت سے حاصل چلا آرہا ہے جبکہ الیوم اکملت لکم دینکم کی آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ لیکن باوجود اس کے خود مہبط وحی نے یہ خبر بھی دے رکھی ہے کہ مسیح آئے گا۔ پس مسیح کی انتظار اس لئے نہیں کہ دین اسلام اپنی تکمیل کیلئے کسی نئے ظہور کا محتاج ہے۔ حتیٰ کہ یہ بات تو کوئی قادیانی بھی نہیں کہتا کہ دین اسلام ناقص تھا۔ اور مرزا صاحب کے آنے سے کامل ہوا۔ بلکہ یہ انتظار محض اس لئے ہے۔ کہ مخبر صادق نے فرمایا ہے۔ کہ مسیح آئے گا اور اس کے آنے کے ساتھ اسلام کے غلبہ اور نشاۃ ثانیہ کی بھی خوشکن خبر ہے۔ اس لئے مسلمان کیلئے انتظار قدرتی امر ہے اور جب پہلے بھی مصلحین امت آتے رہے ہیں اور وہ اسلئے نہیں آئے کہ دین اسلام کامل نہ تھا بلکہ اسلئے آتے رہے کہ دین میں تازگی پیدا کریں تو مسیح کے انتظار کے ساتھ تکمیل دین کے خیال کو کیوں وابستہ کیا جائے کیوں نہ اس کے آنے کی غایت کو بھی "دین میں تازگی پیدا کرنے" تک محدود رکھا جائے تاکہ نہ اقبال کی طرح حدیث ہی کے انکار کی نوبت آئے اور نہ آپ کی طرح نزول مسیح کے متعلق ایسا نافیہ جملہ استعمال کیا جائے جس کی توجیہ و تاویل سے ابوالکلام ایسے قادر الکلام بھی عہدہ برآ نہ ہو سکیں بھلا اس نفی کو کون اثبات بنا سکتا ہے یا سمجھ سکتا ہے کہ "نہ کوئی بروزی مسیح آئیگا اور نہ حقیقی قرآن آچکا اور دین کامل ہو چکا"

قبلہ! مجھے ایک بات صاف صاف کہنے پر معاف کیجئے گا اور وہ یہ کہ تحریک احمدیہ پر غلط اصطلاح لگانے سے یا اس کی طرف غلط موقف منسوب کرنے سے لوگوں کے رجحان کو اس سے پھیرا نہیں جا سکتا۔ اگر یہ تحریک اپنے آپ کو نیا ظہور کہتی ہی نہ ہو اور اس تحریک کے مبلغ اگر "تذکرہ" میں بیان کردہ صلحاء امت کے منہاج پر اسکو خالصتاً

---

[1] مولانا نے قرآن اور حدیث کو دو شمعیں قرار دیا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

ثمود کی تباہ شدہ بستی سے حضرت نبی کریم صلعم کا گذر

عن ابن عمر ان النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم لما مرّ بالحجر قال لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا انفسھم الا ان تکونوا باکین ان یصیبکم ما اصابھم ثم قنع راسہ واسرع السیر حتی اجتاز الوادی متفقٌ علیہ

مشکوٰۃ باب الظلم

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب (تبوک کو جاتے ہوئے) مقام الحجر سے گذرے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (فوج کو حکم) فرمایا ان لوگوں کے کھنڈرات میں داخل نہ ہونا جنہوں نے (حضرت صالح سے شوخی و شرارت کرکے) اپنے نفسوں پر ظلم کیا (اور تباہ ہو گئے) اگر (ایسی حالت) میں گذر جاؤ کہ اس مقام عبرت کو قوم ثمود کے بد انجام کو مدنظر رکھ کر (خشیۃ اللہ سے) روتے ہوئے (کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شوخی و شرارت سے محفوظ رکھے تاکہ) تم بھی اس قوم کی طرح عذاب الٰہی میں نہ پکڑے جاؤ پھر حضورؐ نے اپنا سر چادر سے ڈھانکا اور جلدی جلدی اس مقام سے گذر گئے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خشیۃ اللہ کا یہ حال تھا کہ فرماتے تھے اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ وَ اَخْشَاکُمْ۔ یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی کامل ترین معرفت حاصل ہے اور میں تم سب سے اس قادر و مقتدر ہستی سے زیادہ ڈرنے والا ہوں (ہر کہ عارف تر است ترساں تر)۔

حضرت نبی کریم صلعم کے اس ارشاد کو نقل کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قوم ثمود کے حالات پر مختصر روشنی ڈالی جائے اور ان کی ہلاکت اور تباہی کے اسباب پر غور کیا جائے۔

قوم ثمود کے مختصر حالات

حضرت نبی کریم صلعم کے اس ارشاد کو نقل کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قوم ثمود کے حالات پر مختصر سی روشنی ڈالی جائے اور انکی ہلاکت اور تباہی کے ...

ثمود، عرب مغربی و شمالی پر قابض تھے جس کا نام اس زمانہ میں وادی القریٰ تھا وادی القریٰ اس لئے کہتے تھے کہ عہد قدیم میں یہ وادی چھوٹی چھوٹی آبادیوں پر مشتمل تھی۔

ثمود کے ملک کا دارالحکومت حجر تھا یہ شہر اس قدیم راستہ پر واقع ہے جو حجاز سے شام کو جاتا ہے اب عموماً اس شہر کو مدائن کہتے ہیں۔

قوم ثمود کے سیاسی حالات: بالکل نہیں ملتے صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ یہ شمالی عرب کی ایک زبردست قوم تھی، فن تعمیر میں عاد کی طرح اسے بھی کمال حاصل تھا اس قوم کا زمانہ ترقی عاد سے متاخر ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس قوم کا نام اسیریا اور یونان میں نہایت صراحت سے ملتا ہے قرآن مجید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

واذکروا اذ جعلکم خلفآء من بعد عادٍ (اعراف) یاد کرو (اے قوم ثمود) جب اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد جانشین بنایا (یا حکومت عطا فرمائی) (ارض القرآن)

اتنی زبردست قوم پر عبرتناک تباہی کیوں آئی؟

والیٰ ثمود اخاھم صٰلحًا قال یٰقوم اعبدوا اللّٰہ ما لکم من الٰہٍ غیرہٗ قد جآءتکم بینۃٌ من ربکم ھٰذہٖ ناقۃ اللّٰہ لکم اٰیۃً فذروھا تاکل فی ارض اللّٰہ ولا تمسّوھا بسوٓءٍ فیاخذکم عذابٌ الیمٌ۔ الخ

ترجمہ:۔ اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا) اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی دلیل آچکی یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے نشان ہے سو اسکو چھوڑ دو اللہ کی (افتادہ) زمین میں چرے اور اسے کوئی دکھ نہ پہنچاؤ ورنہ تمہیں ایک دردناک عذاب پکڑ لے گا۔

قال الذین استکبروٓا انا بالذیٓ اٰمنتم بہٖ کٰفرون فعقروا الناقۃ وعتوا عن امر ربھم وقالوا یٰصٰلح ائتنا بما تعدنآ ان کنت من المرسلین

فاخذتھم الرجفۃ فاصبحوا فی دارھم جٰثمین۔ (اعراف)

ترجمہ:۔ جو متکبر تھے انہوں نے کہا ہم اس کا جس پر تم ایمان لائے ہو انکار کرنے والے ہیں۔ پس انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہا اے صالح وہ (عذاب) لے آ جس سے تو ہم کو ڈراتا تھا اگر تو مرسلوں میں سے ہے تب ان کو زلزلہ نے آ پکڑا سو وہ اپنے گھروں میں پڑے کے پڑے رہ گئے (یعنی دب گئے)

(۱) کبر شہر عقل را ویراں کند ؞ عاقلاں را گمرہ و ناداں کند
(۲) خود روی در شرک اندازد ترا ؞ توبہ کن از خود روی اے خود نما
(۳) عاشق آں باشد کہ او گم از خود است ؞ در طریق عشق خود بینی بد است
(۴) عشق از الہام آمد در جہاں ؞ درد از الہام شد آتش فشاں

ترجمہ:۔ (۱) تکبر عقل کی بستی (دماغ) کو ویران کر دیتا ہے۔ عقلمند اسے اختیار کرکے گمراہ ہو جاتے ہیں اور سمجھ سوچ کا توازن کھو بیٹھتے ہیں۔

(۲) خود روی (نفس کی پیروی) تجھے شرک میں مبتلا کر دے گی۔ اے خود بیں خود روی سے توبہ کر (خود روی اور خدا داری دو متضاد چیزیں ہیں)۔

(۳) عاشق صادق وہ ہوتا ہے جو معشوق کی محبت میں کھو جاتا ہے۔ طریقت عشق میں خود بینی بہت بری چیز ہے (جو رسم عاشقاں نہیں)

(۴) عشق تو وحی فطرت سے (تیرے ساتھ ساتھ) دنیا میں آیا ہے (اس جوہر کو حرکت میں لانے کے لئے بہت بڑی برقی طاقت سے تعلق پیدا کر) درد (سوز عشق) وحی الٰہی (عظیم الشان برقی قوت) سے آتش فشاں پہاڑ بن جاتا ہے (جو نہ صرف تیری انانیت بلکہ اس برقی حلقہ میں تمام سفلی اشیاء کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے) ؞

دکھ اور ابتلا میں جنت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات

یاد رکھو ایک وہ جماعت ہی جس کا نام عباد اللہ رکھا جاتا ہے۔ صوفی کہتے ہیں کہ سب سے بڑھکر نام عبد اللہ ہے۔ اسی لئے اشھد ان محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ کہا عبد سے بڑھکر کوئی نام نہیں اسی دنیا میں وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور مرنے کے بعد تو وہ داخل ہوگا ہی اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتان جو شخص خدا کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں ایک مرنے کے بعد اور ایک اسی دنیا میں۔

اصل بات یہی کہ کوئی آدمی شک نہ کرے کہ جو لوگ اپنی زندگی کو خدا کے لئے وقف کرتے ہیں۔ ان کیلئے ناکامی کبھی تکلیف دہ امر نہیں ہوتا۔ وہ ایلام کو انعام کے رنگ میں دیکھتے ہیں۔ دکھوں اور مصیبتوں کے وقت بھی ان کو ایک خاص لذت اور راحت آتی ہے کیونکہ دعاؤں کے واسطے بہت بڑا موقع ملتا ہے۔ گویا روحانی طور پر اُن کے لئے یہ دکھ اور ابتلا بھی جنت ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ تکلیفوں اور دکھوں میں ان کو نہیں ڈالتا اور خود ان کا متولی ہو جاتا ہے حضرت داؤد کہتے ہیں میں بچہ تھا بوڑھا ہوا میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی متقی مصلح کو تکلیف ہوئی ہو۔ اصل یہی ہے کہ وعدہ غد کی زندگی میں آرام نہیں مل سکتا جب تک کہ صالح نہ ہو۔ پس صالح ہونے کی حالت ہی ہے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اس درجہ پر خدا متولی ہوتا ہے۔ پھر فکر نہ کو کیونکر پس ہماری جماعت کو چاہیئے کہ اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کریں۔ خدا کا خوف اختیار کریں ؞

اسلامی نظام جمہوریّت کا صحیح تصور

جمہور و عوام کی ایمانی و اخلاقی اصلاح اور مقتدر اصحاب کی بے لوثی و بے خودی

از:- جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

دین اسلام نے جس قدر اصول وضع کئے ہیں ان تمام کا اگر ایک ایمانی یا روحانی پہلو ہے۔ تو ان کے مقابل ایک عملی یا اخلاقی پہلو بھی ہے اور یہ دونوں پہلو لازم و ملزوم ہیں سب سے عظیم الشان پہلو اصول اسلام کے نزدیک توحید باری تعالیٰ ہے۔ یہ اصل الاصول جہاں ایک صداقت عظمیٰ کی حقیقت رکھتا ہے وہاں اس کا افادی پہلو بھی اتنا ہی اہم و عظیم ہے عملی زندگی میں توحید کا مطلب یہ ہے کہ جملہ افراد بلا تمیز رنگ و نسل اور وطن و ملک ایک خدا کی مخلوق ہیں۔ اور اس لئے ان سب کی صحیح صحیح نشوونما کے لئے یکساں قسم کے مواقع میسر آنے چاہئیں ہر مخلوق کا خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا عملی رنگ میں یہی ہے۔ کہ ہر شئے کی مخفی استعدادیں ترقی پذیر ہوں۔ انسان کے بارہ میں بھی یہی بات سچ ہے۔ جب ہر فرد کی جملہ اعلیٰ ودیعت شدہ صلاحیتیں کما حقہ نشوونما پائیں تو اس وقت یہ کہنا صحیح ہوگا۔ کہ عملی زندگی میں خدا تعالیٰ کی توحید قائم کر دی گئی۔ چنانچہ اسلام کے ابتدائی دور میں زمین پر خدا تعالیٰ کی سلطنت و حکومت کے قیام کا حقیقی مطلب یہی کچھ تھا۔ کہ اس وقت جملہ افراد کی مخفی مگر برتر صلاحیتوں کے ارتقاء کے سامان بہم پہنچا دیئے گئے تھے۔ طلوع اسلام سے قبل نسل انسانی بوجہ اپنی اعلیٰ استعدادوں کے کچلے جانے کے تباہی کے کنارہ پر کھڑی تھی کہ یک لخت توحید حقیقی کا صور پھونکا گیا، جس کے نتیجہ میں انسانیت کے باطنی و اخلاقی طرز کو جنبش ارتقاء ہوئی اور اسلام کے اصول توحید کی بدولت انسانیت نے آزادی و حریت کا وہ سانس لیا کہ جس سے نہ صرف علمی و فنی ترقی میں بے مثل اضافہ ہوا بلکہ اخلاقی و روحانی میدان میں اعلیٰ کمالات ظاہر ہوئے انصاف و عدل کے اعلیٰ جوہر بے نفسی و خدمت خلق کے انتہائی نمونے خلق انسانی کے ہر پہلو میں بلند ترین مثالیں تہذیب اسلام کا طرۂ امتیاز ہیں علمی رنگ میں انسان کی مخفی استعدادیں اپنے آخری نقطہ تک پہنچنے پائیں۔

کہ اگر مغربی دنیا کے موجودہ سائنٹیفک عروج کو اسلام کی اسی آزادی عمل و حریت فکر کی ایک ادنیٰ خوشہ چینی سے تعبیر کیا جائے۔ تو یقیناً اس میں ذرہ بھر مبالغہ نہ ہوگا۔

اصول توحید اور عوام کی اخلاقی قوتوں کا ارتقاء

جب توحید جیسے اصل الاصول کا مطلب عملی زندگی میں انسانی صلاحیتوں کی نشوونما قرار پایا تو یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ کہ اسلام کسی ایسے اجتماعی نظام زندگی کو قبول کرتا جو اعلیٰ قوتوں کے ارتقاء میں روک بن کر کھڑا ہوتا اسلام وہ پہلا اور آخری دین ہے جس نے سچے معنوں میں جمہوری نظام کو رائج کر دکھلایا ہے۔ یہ امر نہایت روشن ہے کہ جمہوریت و آزادئ فکر کے معنے بے نظمی و انتشار نہیں جیسے کہ بدقسمتی سے موجودہ دقتوں میں بعض اصحاب نے پہ امر قرار دے لیا ہے۔ اعلیٰ صلاحیتوں کے ارتقاء کے لئے ضبط و نظم کا انسانی سوسائٹی میں ہونا ویسا ہی ضروری ہے جیسے کہ آزادئ فکر و حریت عمل کا۔ اسلام کا کمال یہی ہے کہ اس نے عملی زندگی میں اگر ایک طرف نہایت منضبط نظام سوسائٹی قائم کیا۔ تو دوسری طرف اس نظام میں آزادئ عمل و حریت فکر کو اس کے انتہائی مقام پر پہنچایا۔ اس میں ذرہ بھر بھی کلام نہیں کہ اسلامی نظام سچی و صحیح قسم کی جمہوریت کا آئینہ دار ہے مگر اس سے یہ مطلب ہرگز نہ لینا چاہیئے۔ کہ اس کا ڈھانچہ موجودہ مغربی نام نہاد جمہوریت کے خدوخال سے مشابہ ہے۔ مغربی جمہوریت نے جو کچھ انسان کے سامنے پیش کیا ہے وہ ہے اس کی ادنیٰ فطرت کے تقاضوں کو بڑھا چڑھا کر نشوونما دینا اعلیٰ صلاحیتوں کی ترقی کا نظریہ کہیں بھی پیش نظر نہیں مگر حیرت تو اس بات پر ہے کہ انسان کی . . . فطرت کی ترقی ہر کہیں. مغربی جمہوری نظام نے یکساں و مساوی مواقع بہم پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔

چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ اور ممالک کی بنسبت جمہوری ممالک میں یکسانیت و مساوات کا عنصر زیادہ غالب دکھلائی دیتا۔ مگر عملاً بات اس کے عین برعکس ہے۔ امریکہ جو جمہوریت کا سب سے بڑا داعی ہے اس میں اونچ نیچ کا فرق سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ بین الاقوامی معاملات میں تو کمزور و قلیل اقوام کا کوئی شمار ہی نہیں نہ ہی ان کے معاملہ میں انصاف و عدل کے قیام کا سوال پیدا ہوتا ہے طاقتور و بھر برسر اقتدار اقوام اپنے حسب منشا اور اپنے مفاد و اغراض کے موافق ہر فیصلہ کرنے میں کامیاب ہیں اب اگر جمہوریت کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ از روئے عدل و انصاف ملک میں جملہ افراد کو اور عالم میں جملہ اقوام کو مساویانہ حقوق حاصل ہوں تو بتلایئے کہ یہ اصلی مفہوم مغربی جمہوریت نے کس جگہ اور کب رائج کر کے دکھلایا ہے؟

اسلامی جمہوریت پر اعتراض

جمہوریت کے اسلامی تصور پر دو بڑے اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔ اولاً یہ کہ اس نے انسانی آزادی فکر کو خدا اور رسول کی اطاعت کے تابع کر دیا ہے اور دوئم یہ کہ خلفاء راشدین کے نظام حکومت میں انتخاب اور رائے شماری . . . طریق رائج نہ تھا۔ جو موجودہ جمہوریت نے رائج کیا ہے اگر جمہوریت کے سچے تصور کا مدعا یہی ہے جیسے کہ اسے ہونا چاہیئے کہ انسان کی باطنی و برتر صلاحیتوں کا کامل نشوونما ہو سکے۔ اور اس راہ میں کوئی اندرونی و بیرونی رکاوٹیں حائل نہ ہوں تو اس مقصد کے پیش نظر کسی ایسی ہستی کے احکامات کی کامل تابعداری کہ جس نے انسان کی مشین کو پیدا کیا ہے لازم آتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صلاحیتوں کی حقیقی نشوونما کی راہ میں انسان کے اپنے من گھڑت و غلط تصورات و نظریئے جس قدر حائل ہوتے ہیں اس قدر کوئی اور بیرونی شے روک نہیں ہوتی۔ اطاعت الٰہی کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ خالق حقیقی کے کامل علم کے ماتحت اپنے قویٰ کی تربیت کی جائے۔ کیا یہ امر ایک حقیقت نہیں کہ انسان باوجود اپنے ادعا علم و سائنس کے آج تک اپنی انفرادی و اجتماعی نفسیاتی حقیقتوں سے بے خبر و لاعلم ہے بہرحال اگر موجودہ نظام فطرتی تقاضوں کے مطابق ہوتا تو اس کا نتیجہ لازمایہ نکلتا۔ کہ انفرادی و اجتماعی دونوں طرح امن و تسکین کا موجب بنتا لیکن علم و سائنس اور ایجادات و مصنوعات کی بے مثل ترقی کے ہوتے ہوئے آج یہ انفرادی و اجتماعی ہیجان و ہنگامہ خیزی کیوں ہے؟ انسانی فطرت کے تقاضوں کو کامل طور پر وہی ذات سمجھ سکتی ہے جو اس کی خالق و موجد ہے۔ لہٰذا خالق فطرت کے نازل کردہ قوانین ہی ایسے ہو سکتے ہیں جن کے ذریعہ اگر ایک طرف انسان کی صلاحیتوں کی کامل نشوونما ہوتی و دوسری طرف اس فطری ارتقاء کے باعث اس کی انفرادی و اجتماعی زندگی امن و سکون اور اطمینان و عافیت کا گہوارہ ہو۔ اسلام کے جمہوری نظام نے جب خدا و رسول کی اطاعت کو سب پر مقدم قرار دیا تو اس کی یہی وجہ ہے۔ کہ جیسے عقل اس امر کو قبول کرتی ہے سچی ترقی خالق فطرت کے قوانین اور نازل شدہ احکامات کی کامل تابعداری سے وابستہ ہے۔ نہ کہ اس بات کا نام کہ خالق کے نافذ شدہ قوانین اور اس کے نازل شدہ احکامات کو توڑا جائے اور انسانی قوانین و قواعد کی پابندی عاید کر کے یہ توقع رکھی جائے کہ اس آزادی کے باعث اس کی اعلیٰ قوتیں ترقی پا جائیں گی۔ مادی میدان میں انسان کا کمال کیا ہے؟ کیا اس کے کمال کی دلیل یہ ہے۔ کہ وہ خدائی قوانین کو دریافت کر کے ان کے مطابق اور ان کی اطاعت میں اپنی ضروریات کو پورا کرے۔ یا یہ اس کا کمال ہے کہ وہ فطرتی قوانین کی خلاف ورزی کر کے اپنی حسب منشاء کائنات سے کام لینے کی ناکام کوشش کرے؟ اگر مادی دنیا میں یہ بات سیدھی و صاف ہے تو اسی قانون کو اخلاقی و روحانی اور اجتماعی و سوشل پہلوؤں پر اطلاق کرنے میں کیوں اعتراض ہے؟ کیا اسلام پر یہ اعتراض ہے کہ اس نے ایک برتر و کامل ہستی یعنی خالق کائنات کا یقین پیدا کر دیا ہے؟ یا کیا یہ بات قابل اعتراض ہے کہ ایسی ہستی نے انسان کی راہ نمائی کے لئے ہدایت نازل فرمائی ہے؟ یہ موقع نہیں کہ ان سوالوں کا جواب دیا جائے۔ لیکن یہ بات ظاہر ہے۔ کہ جن لوگوں کے نزدیک خالق نے اپنے کامل علم کے ماتحت احکامات نازل فرمائے ہیں۔ ان پر یہ اعتراض کیونکر وارد ہو سکتا ہے کہ اطاعت الٰہی کے اصول کو منوا کر انہوں نے جمہوریت کو قائم نہیں کیا ہے بلکہ سچ امر تو یہ ہے کہ خالق کی طرف سے احکامات کے نزول کو تسلیم کرنے والوں پر اس وقت اعتراض وارد ہے کہ وہ باوجود ایسے عقیدہ کے خدا کی کامل تابعداری کے قائل نہ ہوتے۔ جس طرح مادی دنیا میں انسان کی سچی و صحیح آزادی اور اس کے قویٰ عقلیہ کا ارتقاء اس امر میں پنہاں ہے کہ وہ قوانین فطرت کو دریافت کر کے ان کی کامل اطاعت میں اپنی قوتوں کو لگا دے بعینہٖ انسانی و اخلاقی دنیا میں انسان کی مخفی استعدادوں کی نشوونما اس امر پر منحصر ہے کہ وہ ان قویٰ کو خدا کی ہدایت کے ماتحت کام میں لگائے فرق صرف اس قدر ہے کہ فطرت کے

قوانین انسان اپنی عقل و تجربہ سے حاصل کرتا ہے۔ مگر اخلاقی و اجتماعی قوانین میں اس کی عقل چونکہ منزل مقصود تک پہنچانے سے قاصر ہے۔ اس لئے خدا نے اسے اس راہ میں بے مدد چھوڑنا نہیں چاہا۔ اور اس کیلئے اپنی جانب سے ہدایت نازل فرما دی ہے۔ بلکہ یہ کہنا صحیح ہے کہ انسانی عقل و دانش کہتے ہی اس امر کو ہیں کہ انسان قوانین فطرت کو معلوم کرکے ان پر عملدرآمد کرے۔ پس جن لوگوں کے نزدیک اجتماعی و اخلاقی قوانین کی اصولی حدود خدا تعالیٰ نے نازل کر دی ہیں ان پر یہ اعتراض کرنا کہ وہ ان حدود کے اندر رہنے کے باعث اپنی عقل و آزادی کو استعمال نہیں کرتے غلط ہے مومن نہ صرف اپنے قویٰ کو کامل ارتقاء دیتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے نازل کردہ علم کامل سے فائدہ حاصل کرتا ہے بلکہ . . . علم و عقل کو بھی صحیح معنوں میں وہی ترقی دیتا ہے جب خدائی احکام کی اطاعت میں وہ اس کی آبیاری کرتا ہے۔

جمہوریت کا قیام

بے لوثی و پاک باطنی میں مضمر ہے

دوسرا اعتراض کہ اسلام میں جمہوریت کا تصور ایسا واضح و معین نہیں جیسے کہ مغربی طرز نے اس کی عملی تفصیل کرکے دکھلائی ہے قابل غور ہے۔ دراصل یہ اعتراض جمہوریت سے خاص نہیں بلکہ کئی ایک دیگر اصول اسلام کے متعلق بھی یہی بات کہی جا سکتی ہے مثلاً طلاق کے بارہ میں اسلام نے کوئی معین قواعد مقرر نہیں کئے۔ بلکہ اس کو جائز قرار دے کر طرفین کی کملی مرضی پر اسے چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ اس آزادی کا بے جا استعمال بھی کیا گیا ہے۔ اسی طرح کسب زر کے معاملہ میں قرآن کریم نے بعض اصولی حدود بیان کر دی ہیں مگر گہری تفصیل میں جانا پسند نہیں کیا۔ مثلاً یہ کہہ دیا۔ کہ تجارت حلال ہے۔ مگر سود حرام لیکن تجارت اور سود کی خاص تعریف تفصیلاً بیان نہیں کی۔ موجودہ اشتراکیت کے دور میں بہت سے لوگ اس شے کو جسے آج تک تجارت کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ ناجائز منافع خوری یا سود کا نام دیتے ہیں مگر دوسرے اس سے متفق نہیں۔ اسلام نے اس سوال کے حل کو انسان کی عقل پر چھوڑ دیا ہے۔ ایسے تمام امور میں کہ جہاں بعض وسیع حدود قائم کرکے ان کی تفصیلات میں جانے سے اسلام نے اجتناب کیا ہے دو باتیں یاد رکھنے کے لائق ہیں۔ اول یہ کہ وسیع حدود مقرر کر دینے مگر [illegible] تفصیل میں نہ پڑنے سے یہ فائدہ مقصود ہے کہ یہ حالات کا اختلاف ہوتا ہے جس کے ماتحت جزئی تفصیل میں پڑنا ضروری نہیں ہوتا۔ اور اسلام نے اس امر کو نظرانداز نہیں کیا۔ کہ حالات کا اختلاف بہت سی شکلیں اختیار کر سکتا ہے۔ ایسی بے شمار جزئیات کا بیان کرنا ممکن ہی نہیں۔ واضح و معین حدود کے اندر انسانی قیاس و رائے کی ترقی کو آزاد چھوڑ دیا ہے تاکہ وہ حالات کی مطابقت سے اس میں حدود معینہ کے اندر فیصلہ کرلے۔ مگر دوسری بات اس کے اندر یہ مضمر ہے کہ دراصل مقررہ قوانین و قواعد کی محض لفظی پابندی ایسی شے نہیں جس سے انسانی زندگی میں ان مقاصد کا حصول ممکن ہے۔ جن کے لئے وہ قوانین و قواعد معین کئے ہیں۔ زندگی میں جب تک انسانی نیات وارادوں کی صفائی و راست روی شامل حال نہ ہو۔ تب تک صرف ظاہر قانون بے مدعا بن کر رہ جاتا ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے اسی جمہوریت کی مثال پر ہی غور کر لینا کافی ہے۔ جیسے کہ ابتداء میں بیان ہوا جمہوریت کا اصل مقصد تو یہ ہے۔ کہ ایسا اجتماعی نظام عمل قائم ہو جس میں جملہ افراد اپنی اپنی استعداد کے موافق ترقی کر سکیں اور صرف مقتدر اصحاب ہی اس سے متمتع نہ ہوں۔

لیکن ہمیں تجربہ نے یہ بتلا دیا ہے کہ جس جگہ انسان کی نیت میں فساد و فتور ہو۔ وہاں ظاہری رنگ میں جمہوری نظام قائم ہوتے ہوئے بھی اصل مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ چالباز اشخاص اپنی مکاری کے بل بوتے پر اور امراء اپنی دولت کی مدد سے جمہوری نظام کو ظاہر رنگ میں قائم کرنے کے باوجود اس کے اصل مقصد کو فوت کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ طبقہ جو مکاری و دھوکہ دہی میں دوسروں سے پیچھے اور زر و دولت میں کمتر ہے اپنی اعلیٰ و عمدہ صلاحیتوں کے ارتقاء کے لئے سازگار ماحول نہیں پاتا۔ گو ظاہر رنگ میں جمہوریت قائم کر دی جاتی ہے لیکن اس کے قائم کرنے کی تہ میں جو اصل غرض و مدعا ہے۔ وہ حاصل نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ نیتوں میں فتور اور مخفی ارادوں میں فساد واقع ہو چکا ہے۔ قوانین و قواعد تو بمنزلہ ایک جسم کے ہیں مگر مقاصد کی روح وہ سپرٹ ہے جس کے ماتحت ایسے قوانین کی پابندی بجا لائی جاتی ہے اگر اصل سپرٹ ہی مفقود ہو۔ تو جسد روح کسی کام کا نہیں۔ قرآنی تعلیم میں یہ ایک عام اصول ہے۔ کہ اس کے نزدیک کوئی بھی معاملہ ہو اس کی اصل روح نیک نیتی میں مضمر سمجھی گئی ہے اسی لئے ہر قاعدہ و قانون کو بیان کر دینے کے بعد قرآن مجید کا اسلوب بیان یہ ہے کہ فاتقوا اللہ کے جملہ کو بار بار دوہرایا ہے۔ گویا کہ اس کتاب حکیم کے نزدیک اگر خشیۃ اللہ مفقود ہے۔ یعنی ایماندارانہ نیک نیتی و پاک باطنی موجود نہیں تو ظاہرا قواعد و قانون کا پابند ہو جانا انسان کو نجات نہیں دلا سکتا۔ یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ قانون شکنی کو معلوم کرنے کی تدابیر جس قدر اعلیٰ تجویز کی جاتی ہیں قانون شکنی بھی اسی نسبت سے باریک راہیں تلاش کر لیتی ہے قانون ظاہر نظام کی برقراری کے لئے لازمی شے ہے۔ مگر اصلی و حقیقی نجات کی راہوں کو صرف قواعد قانون کی پابندی پر ختم کر دینا بالکل غلط ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو ایمان کی ضرورت تھی نہ پاک باطنی و نیک نیتی کی حاجت . . . . . اگر ان اصولوں میں جو انسان کی انفرادی زندگی سے متعلق ہیں پاک باطنی کی ضرورت ہے تو اجتماعی زندگی میں تو اس کے بغیر کوئی مدعا حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ پس جمہوری نظام کے بارہ میں بھی اسلام نے اس کی اصلی سپرٹ کو بیان کر دینے اور اس کی موٹی موٹی حدود کو قائم کر دینے کے بعد اس کی جزئیات کا بیان کرنا نہ صرف طول عمل بلکہ غیر ضروری سمجھا ہے

اسلامی جمہوریت کا خلاصہ کیا ہے؟

مغربی جمہوریت اصولاً یہ تسلیم کرتی ہے کہ ہمیشہ اکثریت کا فیصلہ ناطق ہونا صحیح ہے مگر عملاً عام طور پر ایسی کثرت کو حقیقی رنگ میں ظاہر کرنے کی کوشش کبھی نہیں کی جاتی۔ بلکہ مختلف ناروا تدابیر سے برسر اقتدار طبقہ اپنے حسب منشاء رائے شماری میں جیت حاصل کر لیتا ہے اسلام کے نزدیک نہ تو کثرت کا فیصلہ ہمیشہ صحیح ہوتا ہے۔ اور نہ ہی بلا قید و شرط اس کا نفاذ جائز ہے۔ اسلام میں شوریٰ خدا اور رسولؐ کے احکام کے ماتحت آتی ہے۔ جب کسی معاملہ میں کوئی غیر مبہم اور واضح حکم خدا یا اس کے رسول کا معلوم ہو جائے اس وقت ان کے مقابل شوریٰ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے نہ وہ اس کے فیصلہ کا اطلاق جائز قرار پاتا ہے خلفاء راشدین کے بعض اعمال و فیصلوں میں لوگوں کو جو آمرانہ رنگ دکھلائی دیتا ہے وہ درحقیقت اسی اصول کی عملی تفسیر ہے جہاں کسی معاملہ میں خدا یا اس کے رسول کا فعل یا قول معلوم ہو گیا۔ وہاں سب شوریٰ ختم کرکے اس کے نفاذ میں خلفا نے اپنے تمام اقتدار کو استعمال کر دیا۔ چنانچہ اسی ذیل میں حضرت ابوبکرؓ کے کئی ایک فیصلے آتے ہیں۔ مثلاً حضرت نبی کریم صلعم نے جس لشکر کو شام کی سلطنت کے بالمقابل اپنی زندگی میں تیار کیا اس کو حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی وفات کے بعد اسی مہم پر روانہ کرنے سے تامل نہیں کیا۔ حالانکہ کثیر صحابہ اس رائے کے برخلاف تھے۔ کہ ایسے نازک وقت میں مدینہ کی حفاظت مقدم ہے مگر حضرت ابوبکرؓ کا ایمانی جذبہ آپ کی عقل و دانش پر غالب تھا۔ ایسا ہی مانعین زکواۃ کے خلاف علم جہاد بلند کرنا بھی قرآنی حکم کی تعمیل میں تھا نہ کہ ڈکٹیٹرانہ تحکم کے ماتحت۔ باغ فدک کے معاملہ میں جب آپ کو اس حدیث کی صداقت کا علم ہو گیا کہ نحن معاشر الانبیاء لانرث ولا نورث یعنی انبیاء علیہم السلام کا گروہ نہ ورثہ چھوڑتا ہے نہ ورثہ لیتا ہے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کے خلاف کسی بڑی سے بڑی شخصیت کی رواداری و دلجوئی کو جائز نہ سمجھا پس اگر یہ کہا جائے کہ خدا اور اس کے رسول کے واضح احکامات کے نفاذ کے بارہ میں خلفاء راشدین آمرانہ تحکم سے کام لیتے اور اس میں کسی قسم کے ادنیٰ تامل یا رائے شماری و لحاظ کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ تو یہ بات بالکل واقعات تاریخ سے مطابقت رکھتی ہے لیکن جہاں واضح احکام موجود نہ ملتے وہاں خلفا کا اپنی مجلس شوریٰ سے رائے طلب کرنا بھی ایک تاریخی واقعہ ہے۔ مگر اس عام شوریٰ طلبی کے اصول کا اطلاق ایک خاص موقعہ پر بہت قابل غور ہے۔ حضرت ابوبکرؓ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو ذاتی مصارف کے لئے تجارت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا مگر حضرت عمرؓ نے انہیں اس پر ٹوک دیا۔ اور کہا کہ ذاتی تجارت میں منہمک ہو جاؤ گے۔ تو اس سے لازماً قومی خدمات میں فرق آ جائے گا اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ پھر کیا کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خلیفہ چونکہ قوم و ملت کے لئے وقف ہے۔ اس لئے اس کے ذاتی مصارف قوم ادا کرے۔ اور قوم ہی مقرر بھی کرے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس رائے کو فوراً منظور کرکے اس پر عمل کیا۔ وگرنہ آپ یہ جواب بھی دے سکتے تھے۔ کہ تمہیں میرے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کا حق کیونکر حاصل ہو گیا؟ کیا باقی اصحاب اپنے ذاتی کاروبار میں منہمک نہیں؟ تو پھر میرے لئے یہ بات کیونکر حرام ہو گئی؟ مگر دراصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کی عظمت ہی اس بات میں مضمر ہے۔ کہ خدا و رسولؐ کے مقابل بڑی سے بڑی طاقت و کثرت کی مطلقاً پرواہ نہیں اور اپنی ذات کے برخلاف معمولی سے معمولی اعتراض کو بھی بہت اہم و قابل توجہ سمجھتے تھے۔ مغربی جمہوریت اس کے عین برعکس ہے۔ یہاں حق و انصاف کے قیام کو مختلف حیلوں سے کثرت رائے کا ڈھونگ رچا کر ٹال دیا جاتا ہے۔ اور ذاتی امور میں قوم سے

فیصلہ لینے کی بجائے حکمران طبقہ اس کے متعلق خود فیصلہ کر لیتا ہے۔ صحابہ کے وقت ایک طرف مسلمان قوم میں یہ جذبہ غالب تھا کہ ہم نے خدا اور اس کے رسول کے احکام کو نافذ کرنا ہے تو دوسری طرف امیر جماعت کو فکر دامنگیر رہتا تھا کہ خدا اور رسول کے احکام کا نفاذ اس کی ذات کے ذریعہ صرف اسی طور سے ممکن ہے۔ کہ امیر کی ذات پر قوم کو کامل بھروسہ واعتماد ہو۔ یہاں تک کہ جس مقام سے کسی قسم کی بدظنی پیدا ہونے کا احتمال بھی ہوتا اس سے کلیتہ پرہیز کرتے چونکہ خلفاء راشدین کے اصل مدنظر کوئی بھی ذاتی غرض نہ تھی یہاں تک کہ اپنی رائے و فیصلہ کی برقراری بھی ضروری نہ سمجھتے تھے اور مدنظر فقط خدا اور رسول کی خوشنودی اور اس کے احکامات کی اطاعت تھی۔ اس لئے نہ صرف ان کی کوشش یہ ہوتی کہ وہ سوءظنی کے ہر موقع سے اجتناب کریں بلکہ ان کی یہ دلی خواہش ہوتی کہ لوگوں کے دلوں میں اگر کسی وجہ سے کوئی شک یا بدظنی پیدا ہو رہی ہے تو وہ بات ان کے سامنے آجائے اور دبی دبی نہ رہے تاکہ یا تو اس بدظنی کو وہ واقعات کی کسوٹی پر غلط ثابت کر کے معترض کو حقیقتاً قائل و خاموش کرا دیں۔ اور اگر ان کی اپنی غلطی یا کمزوری معلوم ہو تو وہ اس کا کھلم کھلا اعتراف کر کے اپنی اصلاح کر لیں اس طرح بدظنی کو بڑھنے اور پھیلنے نہ دیا جائے۔ یہ تھا وہ سچا و محکم اصول جمہوریت کا جسے کم از کم اسلام کے دور خلفاء نے مضبوطی کے ساتھ رواج دیا تھا۔ اور یہ تھا اس امر کا باعث کہ ایک طرف قوم میں ان کی اطاعت و محبت کا جذبہ موجزن تھا۔ تو دوسری طرف حریت و آزادی اور روشن خیالی و خودمختاری کے جذبات نمایاں ہوتے تھے۔ جہاں خدا اور اس کے رسول کے احکام کی تابعداری کا سوال ہوتا وہاں ان سے بڑھ کر کوئی آمر و ڈکٹیٹر نہ تھا۔ لیکن جس جگہ اپنی ذات کا سوال آتا وہاں وہ کمزور سے کمزور اور غریب سے غریب شخص کے برابر کھڑے ہونے کے لئے تیار تھے۔ یہی معنے حضرت ابوبکرؓ کے اس قول کے ہیں جو آپ نے خلیفہ ہوتے ہی خطبہ میں فرمائے کہ میرے نزدیک تم میں سے طاقتور کمزور ہے۔ جب تک کہ میں اس سے وہ حق نہ لے لوں جو اس کے ذمہ ہے اور تم میں سے کمزور ترین میرے نزدیک طاقتور ہے۔ جبکہ میں اسے اس کا حق دلا نہ دوں۔ موجودہ جمہوریت اس کے عین برعکس ہے۔ حضرت عمرؓ کے رعب اور دبدبہ سے کون بڑے سے بڑا جرنیل کانپتا نہ تھا جنہوں نے خالد بن ولید جیسے عظیم فاتح و کمانڈر کو کسی وجہ سے . . . . معزول کر دیا۔ تو ذرہ بھر

(باقی کالم ...)

حق پرست صاحب کے جواب میں

مولانا ابوالکلام صاحب کا خط

(بسلسلہ صفحہ ۷)

حق پرست صاحب کے اس خط کے جواب میں جو اوپر درج ہوا ہے مولانا ابوالکلام صاحب نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری سے ایک مختصر خط بزبان انگریزی لکھوا کر بھجوایا ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

از پرائیویٹ سیکرٹری ــــ آنریبل وزیر تعلیمات ہندوستان

نئی دہلی - ۲۷ ستمبر ۱۹۵۰ء

جناب من!

مجھے ارشاد ہوا ہے کہ آپ کے خط مورخہ ۱۲ ستمبر ۵۰ء اور اس کے ملحقہ مضمون کی رسید سے آپ کو اطلاع دوں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کے خط کی رسید جلد نہیں بھیجی جا سکی کیونکہ مولانا صاحب آل انڈیا کانگریس سیشن میں ناسک گئے ہوئے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں، کہ مولانا صاحب کی ہمیشہ کوشش ہوتی ہے کہ موصول شدہ خطوط کی رسید دی جائے، اور اگر ممکن ہو تو ان کے جواب دیئے جائیں۔ آپ کے خط میں بعض ایسی باتیں زیر بحث لائی گئی ہیں جن پر وہ روشنی ڈال سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ایسے امور کے لئے ان کے پاس کافی وقت ہو۔ بدقسمتی سے ایسی صورت نہیں۔ ایسے حالات میں وہ افسوس کرتے ہیں کہ وہ نفس مضمون پر روشنی ڈالنے سے قاصر ہیں۔ امید ہے آپ ان کی معذوری کو محسوس کرتے ہوئے جواب کے لئے اصرار نہ کریں گے "

آپ کا وفادار

ایم - این - مسعود

اخبار احمدیہ

کراچی سے ایک نامہ نگار صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ گذشتہ اتوار پیر چراغ شاہ صاحب خلف الرشید پیر محمد مالک کا نکاح عزیزہ رفعت بیگم بنت الرشید ملک اصغر علی صاحب قریشی بعوض مہر پانصد روپیہ ہوا ہے خطبہ نکاح شیخ عبدالحق صاحب مناظر اسلام نے پڑھا۔ خطبہ نکاح کو سن کر تعلیم یافتہ طبقے کے اصحاب نے فرمایا کہ درحقیقت ان سب کا نکاح آج ہوا ہے کیونکہ غرض وغایت نکاح ان کو آج معلوم ہوئی ہے

ــــ حمبنگ مگھیانہ سے مولوی محمد حسین صاحب لکھتے ہیں کہ میاں غلام شبیر صاحب خلف الرشید میاں غلام رسول صاحب مرحوم کا تبادلہ پاکپتن سے سیالکوٹ ہو گیا ہے آپ پاکپتن میں ایس۔ ڈی۔ او تھے۔ اس سے زیادہ ترقی پر سیالکوٹ جا رہے ہیں اس سلسلہ میں آپ اپنے وطن مگھیانہ آئے ہوئے ہیں، گذشتہ جمعہ جب آپ بغرض شمول نماز جمعہ مسجد میں تشریف لائے تو آپ کے ساتھ آپ کا تین سالہ بچہ محمد احمد بھی تھا۔ بچہ کی والدہ صاحبہ کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے فوراً مبلغ پانچ روپیہ بطور شکرانہ رشاعت اسلام کے لئے انجمن میں بھجوائے۔ اس سے پہلے میاں غلام سید صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس ملتان کے صاحبزادہ محمد خالد جاوید بھی جب پہلی دفعہ مسجد میں آئے تو انہوں نے بھی پانچ روپیہ بطور شکرانہ دیئے تھے یہ ایک نہایت نیک اور قابل تقلید نمونہ ہے۔ دوستوں کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کو مسجد میں جانے کی عادت ڈالیں۔ اور ایسے نیک اقدام پر خدا کی راہ میں شکرانہ مزید دیا کریں۔

ــــ پشاور سے مفتی فضل احمد صاحب اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ان کا پوتا سخت بیمار ہے احباب کرام سے درخواست ہے کہ اس کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

سانحہ ارتحال

راولپنڈی سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے کہ ہمارے محترم دوست ملک الٰہی بخش صاحب کی اہلیہ (صاحبزادی حکیم شاہنواز صاحب مرحوم) کچھ عرصہ بیمار رہ کر بقضائے الٰہی فوت ہو گئی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ نہایت نیک اور پارسا خاتون تھیں۔ راولپنڈی کی تمام جماعت نے ان کے جنازہ میں شرکت کی۔ غیر از جماعت احباب بھی کافی تعداد میں شامل تھے ملک

(باقی پوسٹ میں)

(بقیہ صفحہ ۲)

(۶) صدی کے سر پر مرد خدا کو قوم کے احیا پر مامور کیا جاتا ہے۔ (حدیث مجدد)

(۷) اس کا مقابلہ اس قوم سے ہے جو معدہ کی روٹی کو ہی زندگی کا سامان سمجھتی ہے

(۸) قوم صرف روٹی سے نہیں بلکہ دینی اور روحانی روٹی سے زندہ ہوتی ہے۔

(۹) مرد خدا نے نذیر کی حیثیت سے اپنا کام شروع کیا، اور مصلح اور تسلی دہندہ کی طرح اپنا کام ختم کیا۔

> نجوام کہ وقت تو نزدیک رسید
> و پائے محمدیاں بر منارۂ بلند تر محکم افتاد

(۱۰) اس کے متعلق یہ بھی کہا گیا وہ حکومت وقت کا دوست ہے جیسا حزقیل کے متعلق کہا گیا Ezekiel shows a marked friendliness toward Babylonians

(۱۱) یورپین اقوام کی ہرقیل کی دہریت کی لہر ہے۔ جو یونان سے اٹھی تھی۔

(۱۲) حزقیل کی تحریک مامورانِ الٰہی کی تحریک ہے جو وحی الٰہی سے قوم کو زندہ کرتے ہیں اور یہ مردہ قوم کیونکر زندہ ہو گی کا جواب ہے

(۱۳) گدھے اور انسان میں فرق یہ ہے اس کا سر اس کے پیٹ کو سجدہ کرتا ہے۔ مرد خدا لوگوں کو خدا کے آگے جھکاتا، اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی بیعت لیتا ہے

(۱۴) ایک زندہ قوم یا زیادہ صحیح یہ کہ زندہ کرنے کے لئے زندہ قوم پیدا کرتا ہے جو اپنا مال اور اپنی جان تبلیغ کے لئے دیدیتی ہے

(۱۵) یورپ کے ہزارہا لوگوں کا قبول اسلام ان کے وسیلہ سے ہوتا ہے۔

(۱۶) اور یہ سب کچھ دلیل ہے۔ اس امر پر کہ ان اللہ علیٰ کل شیئ قدیر۔ کہ ایک غلام قوم کا دیہاتی فرد علوم جدیدہ سے

(بقیہ کالم اوّل)

انتشار پیدا نہ ہوا۔ لیکن جہاں ذاتی اغراض آتے تو ایک بے بس بے علم بڑھیا بھری مجلس میں انہیں اپنی غلطی کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیتی تھی بہ یک وقت متضاد اوصاف کا یہ کامل اجتماع کیونکر ممکن ہوا؟ صرف اسی طرح کہ انہوں نے جمہوریت کی اصل روح کو قائم کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کرتا تھا کہ خدا اور رسولؐ کی تابعداری میں عوام کی بہبود و فلاح اور ملت و جماعت کی اخلاقی تعمیر مدنظر ہو۔ اور جب اپنی ذات کا سوال درپیش ہو تو وہاں نہ اپنی کوئی رائے ہو نہ اپنی کوئی خواہش بلکہ قوم کی مرضی و منشاء کو ہر حال میں مقدم کیا جائے

احمدی بچوں کی دُعا

از مولانا مرتضیٰ خان حسن صاحب

نہ بھٹکوں میں کبھی راہِ ہدیٰ سے ✽ یہی ہے التجا میری خدا سے
خدا کے عشق کی دل میں تڑپ ہو ✽ محبت ہو محمد مصطفیٰ سے
نبیِ پاک احمد مجتبیٰ کی ✽ اطاعت میں کروں صدق و صفا سے
کلام اللہ کا پروانہ بنوں میں ✽ لگاؤں لو میں اس شمعِ ہدیٰ سے
خدا کے دین کی خدمت کروں میں ✽ قلم سے مال و دولت سے دعا سے
ملے دنیا و دیں میں سربلندی ✽ خدا کے فضل اور جود و عطا سے
نہ آئے مجھ پہ کلفت کا زمانہ ✽ رہوں محفوظ ہر رنج و بلا سے
مقدر سے نہ کچھ مجھ کو گلہ ہو ✽ رہوں راضی میں خالق کی رضا سے
خدا کا آستاں ہو اور مرا سر ✽ نہ ہو مجھ کو تعلق ماسویٰ سے
بزرگوں کا ادب پیشِ نظر ہو ✽ جھکی گردن رہے شرم و حیا سے
مجھے چھوٹوں پہ شفقت کی ہو عادت ✽ کروں میں درگذر انکی خطا سے
کٹے اس طرح میری زندگانی ✽ خدا راضی ہو مجھ سے میں خدا سے
رضائے حق مجھے مدِ نظر ہو ✽ اگر ناراض دنیا ہو بلا سے

رہے پیوند میرا تا دمِ مرگ
مسیحِ وقت حضرت میرزا سے

مختصر اہم خبریں

—— کشمیر کے متعلق برطانیہ اور امریکہ نے جو مشترک قرار داد یو۔این۔او میں پیش کی تھی ہندوستان نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا پاکستان بھی اس کا حامی نہیں اس نے ثالث مقرر کرنیکا مطالبہ [illegible]

—— مراقش میں فرانسیسی حکومت کی طرف سے مظالم اور جنگ وجدل کا سلسلہ بڑے زور شور سے جاری ہے سلطان مراقش کے محلات کا محاصرہ فرانسیسی فوجوں نے کر رکھا ہے اور نہتے عوام پر بمباری کی جا رہی ہے۔ اس کے خلاف تمام عالم اسلامی میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی ہے اور فرانسیسی حکومت کے خلاف زبردست احتجاج کیا جا رہا ہے الجیریا اور ٹیونس میں بھی فرانس کے خلاف بغاوت پھیل گئی ہے۔

—— ہندوستان اور پاکستان کے مابین جو تجارتی معاہدہ ہوا ہے اس کے پیش نظر غلہ کے تاجروں نے گیہوں اور آٹا کی قیمتیں بڑھا دیں پیرزادہ عبد الستار وزیر زراعت پاکستان نے اس کے متعلق ایک بیان دیا ہے کہ حکومت کے پاس اتنا فالتو اناج موجود ہے کہ وہ برآمد کیا جا سکے منڈیوں سے خریدنے کی ضرورت نہیں اس لئے غلہ کے تاجروں کا قیمتیں چڑھا دینا درست نہیں حکومت خود اناج باہر بھیجے گی کوئی تاجر برآمد نہ کر سکے گا۔ وزیر خوراک نے اپیل کی ہے کہ منافع خوروں کی وجہ سے اناج کی قیمتوں میں جو اتار چڑھاؤ ہوتے ہیں ان کی وجہ سے دھوکہ نہ کھائیں یہ ایک عارضی دور ہے۔

—— ہندوستانی پارلیمنٹ میں وزیر خوراک نے بتایا کہ ہندوستان میں لوگ مذہبی [illegible]

اشتہار

منعر حکم حاضری مدعا علیہ
زیر آرڈر ۵ - قاعدہ ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی
بعدالت جناب خان محمد سرفراز خان ایم - ایس سی - ایل - ایل - بی سب جج صاحب بہادر کوئٹہ
نثار احمد ولد حاجی عبد اللہ پروپرائٹر کوئٹہ بیکری سورج گنج بازار کوئٹہ - مدعی

بنام

میسرز آدم جی طبیب جی اینڈ سنز لمیٹڈ بتوسط عبد اللہ بھائی بندر روڈ کراچی گلی نمبر ۱ متصل ڈینسو ہال کراچی

دعویٰ ازورخواست العزری ایک فسخ دوکان نمبر ۱۳-۱ واقع سورج گنج - کوئٹہ بنام میسرز آدم جی طبیب جی اینڈ سنز لمیٹڈ بتوسط عبد اللہ بھائی بندر روڈ کراچی گلی نمبر ۱ متصل ڈینسو ہال کراچی۔

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی میسرز آدم جی طبیب جی اینڈ سنز تعمیل سمات سے دیدہ و دانستہ گریز کرتا ہے اور روپوش ہے اس لئے اشتہار ہذا بنام میسرز آدم جی طبیب جی مذکور جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مذکور بتاریخ ۲۴ ماہ مارچ ۱۹۵۱ء کو بمقام کوئٹہ حاضر عدالت ہذا نہیں ہوگا تو اس کی نسبت کارروائی یک طرفہ عمل میں آئے گی

آج بتاریخ ۱۴ ماہ فروری ۱۹۵۱ء کو بثبت دستخط ہمارے و مہر عدالت کے جاری کیا گیا

عدالت
(سب جج صاحب کوئٹہ)

توہمات کی وجہ سے ٹڈی دل کو نہیں مارتے جس سے ملک کی زرعی ترقی کو سخت نقصان ہوا ہے صرف مشرقی پنجاب میں [illegible]

ہفتہ وار پیغام صلح لاہور مورخہ ۷ مارچ رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۹

بیرونی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان

براہ مہربانی جواب مرحمت فرمائیں

۱۔ کیا آپ کی جماعت کے تمام افراد نے **دس یوم** کی آمد میں حصہ لیا ہے؟

۲۔ کیا آپ کی جماعت کی **خواتین** اور **بچوں** نے بھی ہر ماہ کچھ نہ کچھ خدا کے دین کے لئے خرچ کرنے کا عہد کیا ہے؟

۳۔ کیا آپ کی جماعت کے ذی مقدرت اصحاب نے **دسواں حصہ** آمد ہر ماہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے؟

۴۔ کیا آپ کی جماعت کے ایسے اصحاب نے جنہوں نے **عطیات** مرحمت کرنے کا وعدہ فرمایا تھا اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے؟

ان امور کے جواب کیلئے مطبوعہ فارم

پر جوابسوں کی انتظار ہے جو آپ کی خدمت میں چند روز پیشتر بھیجا گیا تھا۔

اگر

آپ کی جماعت نے ابھی تک ان امور کی تعمیل نہیں کی تو آپ پھر تحریک کریں اور نتائج سے دفتر کو مطلع کریں۔

نیازمند۔ مرتضیٰ خاں۔ سیکرٹری تحصیل

ایک مبارک تقریب مورخہ ۴ مارچ ۱۹۵۱ء کو عزیزہ نزہت ریحانہ بنت ارشد خانصاحب مولوی رحیم بخش صاحب ڈپٹی کلکٹر کا عقد مبارک جناب ڈاکٹر پروفیسر اصغر حمید صاحب آف لاہور کے ساتھ بعوض پانچ ہزار روپیہ حق مہر پڑھا گیا۔ خطبہ نکاح ڈاکٹر میرزا ولی احمد بیگ صاحب مبلغ اسلام ہالینڈ نے پڑھا۔ پاکستان کے بہت سے اعلیٰ افسر اس پُرمسرت تقریب میں شامل تھے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ جانبین کیلئے اس تعلق کو مبارک کرے۔ آمین ثم آمین۔

شیخ عبدالحق۔ سیکرٹری تبلیغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کراچی

سچی باتیں

از مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی

سورۃ التوبہ (پ ۱۰) کی آیت ۱۱ حسب ذیل ہے۔

فان تابوا واقاموا الصلوٰة وآتوا الزکوٰة فاخوانکم فی الدین ونفصل الآیات لقوم یعلمون

لیکن اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز کی اقامت کرنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو بس تمہارے بھائی ہوجائیں گے دین میں اور ہم آیتوں کو ان لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

اوپر سے ذکر منافقین مشرکین کا چلا آرہا ہے۔ کہ یہ لوگ ظلم اور زیادتی کے پتلے ہیں اور مسلمان سے اتنی عداوت رکھتے ہیں کہ اسکے حق میں نہ قرابت کا پاس کرتے ہیں نہ اپنے قول وقرار کا۔ لیکن یہ لوگ بھی باایں شدت عداوت اگر اپنے عقائد کفر و شرک سے تبری کا اعلان کردیں، اور نماز اور زکوٰۃ کی حد تک مسلمانوں کے سے کام کرنے لگیں۔ تو اعتبار ان کے ظاہر ہی کا کر لیا جائیگا۔ ان کے دل میں جو کچھ بھی ہو۔ بہرحال یہ اسلامی برادری کے جزو سمجھے جائیں گے اور معاملہ ان کے ساتھ مسلمانوں ہی کا سا کیا جائیگا۔

فقیہ مفسر علامہ ابوبکر جصاص رازی حنفی کہتے ہیں:-
یدل علی من اظہر لنا الایمان واقام الصلوٰة وآتی الزکوٰة فعلینا موالاتہ فی الدین علی ظاہر امرہ معتقدا ان یکون اعتقادہ فی الغیب علی خلافہ۔

آیت سے ثابت ہوگیا کہ جو کوئی ہمارے سامنے ایمان کا اقرار کرے اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ ادا کرے اس کے لئے ہم پر واجب ہوگیا کہ ہم اپنی حیثیت سے اس کے ساتھ موالات کریں، اسکے ظاہر کو دیکھکر چاہے وہ اپنے دل میں عقیدہ اس کے خلاف ہی رکھتا ہو۔

بلکہ بعض نے تو یہاں تک کہا ہے کہ نماز اور زکوٰۃ پر عمل بھی لازمی نہیں۔ صرف ان کی فرضیت کا اقرار اسے مسلمان سمجھ لینے کے لئے بالکل کافی ہے۔

——— اسلامی برادری میں شامل ہو جانے اور امت کا ایک رکن بن جانے کے لئے۔ تو آپ نے دیکھا کہ خود حق تعالیٰ کی طرف سے شرطیں کتنی نرم اور آسان ہیں اور ان سے زائد کے مطالبہ کو دین کا جزو لازمی سمجھنا، اگر دین کو خواہ مخواہ سخت و دشوار بنانا اور محض تعمق و تشدد نہیں تو اور کیا ہے؟ بعض پرانے قسم کے مولوی اور بعض پرانے فرقے پہلے ہی سے اس کے لئے بدنام چلے آتے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ ان خصوصیات کو بس انہیں تک محدود رہنے دیا جائے!۔

پیغامِ صلح کے ۴۶ء کے فائلوں کی ضرورت

دفتر پیغام صلح کو سنہ ۱۹۴۶ء کے پیغام صلح کے مکمل فائلوں کی ضرورت ہے اگر کسی صاحب کے پاس مکمل فائل ہوں اور وہ فارغ کر سکتے ہوں تو مطلع فرمائیں قیمت بھیجکر منگوا لئے جائیں گے۔ نیز سنہ ۱۹۵۰ء کے فائل مکمل کرنے کے لئے بلا کے آٹھ دس پرچوں کی ضرورت ہے جو دوست فائل نہ رکھتے ہوں اور ان کے پاس نمبر ۱۱ موجود ہو وہ دفتر پیغام صلح کو عنایت فرماکر ممنون فرمائیں۔ والسلام۔

مینجر پیغام صلح لاہور

بچوں کا صفحہ

ہمارے نبیؐ کی سخاوت

مولانا مرتضیٰ خاں حسن صاحب

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے بڑے ہی اعلےٰ اخلاق عطا فرمائے تھے۔ خدا نے خود قرآن مجید میں حضور کے متعلق فرمایا ہے کہ آپ بڑے اعلےٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ آپ بڑے فیاض اور بڑے ہی سخی تھے۔ جو کچھ پاس ہوتا سب غریبوں محتاجوں کو بانٹ دیتے۔ آپ نے کبھی کسی سوالی کا سوال ردّ نہیں کیا۔ ایک دفعہ ایک غریب حاجتمند نے آپ سے سوال کیا۔ آپ نے اسکو اس قدر اونٹ اور بکریاں دیں کہ وادی بھر گئی۔ وہ شخص اس سخاوت پر خود حیران تھا۔ جب وہ قبیلے میں واپس گیا تو ان سے کہنے لگا کہ تم بڑے بدنصیب ہو کہ تم اسلام قبول نہیں کرتے۔ جو شخص اسلام کی طرف بلاتا ہے وہ اس قدر سخی اور فیاض ہے کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ بخشش کرتے وقت اس قدر دیتا ہے کہ اسے افلاس کا خوف ہی نہیں ہوتا یعنی جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے وہ سب دے دیتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضورؐ کے پاس نوّے ہزار درہم آئے آپ نے سب کے سامنے چٹائی پر ڈھیر لگا دیا اور محتاجوں اور مسکینوں کو تقسیم کرنا شروع کر دیا اور جب تک کہ سارے کے سارے درہم تقسیم نہ ہو گئے آپؐ اپنی جگہ سے نہ اُٹھے۔

ایک دفعہ آپؐ نے دوران گفتگو میں ابوذرؓ سے فرمایا اگر کوہ اُحد سونے کا ہو جائے تو میں وہ تین دن کے اندر اندر ہی اسے محتاجوں میں بانٹ دوں۔

ایک دفعہ جب بحرین سے خراج کی رقم آئی تو آپ نے ہدایت فرمائی کہ اس کو صحن مسجد میں رکھدیں۔ جب نماز کے لئے تشریف لائے تو اس طرف نگاہ بھی نہ کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضورؐ نے اسکو تقسیم کرنا شروع کیا۔ جو ضرورتمند آتا تھا جھولی بھر کے لے جاتا۔ حضرت عباسؓ کو جو جنگ بدر کے بعد مفلس ہو گئے تھے اس قدر دیا کہ وہ چل نہیں سکتے تھے۔ جب تک کل رقم تقسیم نہ ہو گئی آپ وہاں سے رخصت نہ ہوئے۔

ہمارے نبیؐ کا رُعب

ایک مرتبہ جب آپؐ کسی میدان جنگ سے واپس تشریف لا رہے تھے راستہ میں آرام کے لئے ایک درخت کے سایہ کے نیچے آپؐ لیٹ گئے۔ تھکے ہوئے تھے آنکھ لگ گئی۔ دشمن آپ کی تاک میں لگے بیٹھے تھے۔ موقعہ پا کر ایک کافر آپ کے پاس آیا اور درخت سے آپ کی تلوار اتار کر آپ کو قتل کرنے لگا۔ اتنے میں حضور کی آنکھ کھل گئی دیکھا کہ دشمن آپ کے سر پر تلوار سونتے کھڑا ہے۔ حضور ذرا نہ گھبرائے اُس نے کہا "محمدؐ! بتا اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟" حضور نے نہایت جرأت اور اطمینان سے فرمایا "میرا خدا" یہ سنتے ہی اس کافر کے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی۔ تلوار ہاتھ سے چھُٹ گئی۔ اس پر حضرت نے خود تلوار ہاتھ میں لے کر اس سے کہا کہ "تو بتا کہ اب تجھے کون بچائے گا" اس نے کہا "تیرا رحم"۔ حضورؐ نے یہ لفظ سُن کر اسکو معاف فرما دیا اور فرمایا جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔

اس واقعہ سے جہاں ایک طرف ہمارے نبیؐ کے رعب و داب کا پتہ لگتا ہے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ بہت بڑے بہادر تھے۔ پھر آپ کے دل میں رحم بھی بے انتہا تھا کہ دشمن کو معاف کرنے میں ذرا تامل نہ فرماتے۔

ہمارے نبیؐ کا ایثار

حضرت فاطمۃ الزہرا ہمارے نبی کی پیاری بیٹی تھیں۔ یہ گھر کے تمام کام کاج اپنے ہاتھ سے کرتیں۔ آٹا پیستیں۔ کھانا پکاتیں اور کنوئیں سے پانی بھرتیں۔ بچوں کی غور و پرداخت کرتیں۔ اس کے ساتھ نماز روزہ اور قرآن مجید کی تلاوت بھی آپ کا دستور تھا۔ کام کاج میں ہاتھ بٹانے والا کوئی نہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ کچھ لونڈیاں تقسیم ہو رہی ہیں۔ آپ نے اپنی بی بی حضرت فاطمہ سے فرمایا۔ "آپ کو دن رات گھر کا کام کاج کرنا پڑتا ہے اور بچوں کی پرورش کا کام بھی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سی لونڈیاں تقسیم کے لئے موجود ہیں اس وقت موقعہ ہے اگر تم ان سے ایک لونڈی مانگ لو تو بہت اچھا ہوگا۔ خانہ داری کے کاموں میں تمہارا ہاتھ بٹائے گی۔" اس خیال سے حضرت فاطمہؓ اپنے والد محترم کے گھر تشریف لے گئیں لیکن اس وقت حضرت نبی کریم صلعم گھر میں موجود نہ تھے۔ آپ واپس تشریف لے آئیں۔ جب حضور صلعم تشریف لائے تو آپ کو بتایا گیا کہ فاطمہ آپ کی ملاقات کے لئے آئی تھیں۔ یہ سنتے ہی حضرت نبی کریم صلعم اپنی پیاری بیٹی کے گھر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ فاطمہ آئی تھیں اور میں گھر میں موجود نہ تھا۔ اگر کچھ کام ہو تو کہو۔ حضرت فاطمہ تو حیا کی وجہ سے خاموش رہیں لیکن حضرت علیؓ نے ساری کیفیت بیان کر دی اور لونڈی کے لئے ضرورت ظاہر کی۔

اس پر حضور صلعم نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ حضور کی شان کے شایان تھا۔ اکثر لوگ قرابت داری کا اس قدر خیال کرتے ہیں کہ دوسروں کے حقوق چھین کر بھی اپنے قریبیوں کو نوازتے ہیں۔ لیکن ہمارے نبی کی یہ شان نہ تھی۔ اس موقعہ پر جو کچھ حضورؐ نے جواب دیا وہ دنیا کی تاریخ میں ایک بے نظیر چیز ہے۔ اور اس سے ہمارے نبی کریم صلعم کے عدل و ایثار اور قربانی کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

علی! تم جانتے ہو کہ میرے پاس ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کیخاطر وطن عزیز تک چھوڑا۔ ان کا حق سب پر مقدم ہے۔ پھر ایسے غریب مسلمان ہیں جن کی ضرورت کا مجھے خیال رکھنا ہے۔ اگر ان لوگوں کی ضرورت کو پورا کرکے کچھ بچ رہا تو مجھے تم کو دینے میں عذر نہ ہوگا۔" یہ سن کر حضرت علیؓ اور فاطمہؓ دونوں خاموش ہو گئے۔ اور کچھ نہ کہہ سکے۔

ایک مدّت مدید کے بعد کچھ غلام دستیاب ہوئے۔ ایک غلام آپ نے حضرت فاطمہ کو بھی دیا اور اس کے ساتھ ہی نصیحت بھی فرمائی کہ:۔

بیٹی! آدھا کام اپنے ہاتھ سے کرو اور آدھا کام غلام سے لو۔ غلام کی طاقت سے بڑھ کر اس کو کوئی کام نہ بتاؤ۔ دانے پیسنے ہوں تب بھی دونوں پیسو۔ اور غلام کو وہی کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور اس کو پہننے کے لئے وہی کپڑے دو جو خود پہنتے ہو۔ غلاموں سے بالکل اپنوں کا سا سلوک واجب ہے۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا ؎ نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر ؎ لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے ؎ اُس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے ؎ میں جاؤں اسکے وارے بس ناخدا یہی ہے

کلام الامام

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۷۰ھ | نمبر ۱۰

کیا دعوےٰ مجددیت کمی علم اور پستی ذہن کا ثبوت ہے؟

مودودی صاحب کا فتوےٰ مجددین امت پر

"نبی کے سوائے کسی کا یہ منصب نہیں ہے کہ دعوے سے کام کا آغاز کرے اور نہ نبی کے سوائے کسی کو یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس خدمت پر مامور ہے، مجددیت دعوے کرنے کی چیز نہیں کر کے دکھانے کی چیز ہے، اس قسم کے دعوے جو لوگ کرتے ہیں اور جو ان پر ایمان لاتے ہیں میرے نزدیک دونوں اپنے علم کی کمی اور اپنے ذہن کی پستی کا ثبوت دیتے ہیں۔"

یہ وہ الفاظ ہیں جو جماعت اسلامی کے امیر مولنا مودودی صاحب نے اپنی کتاب "تجدید واحیائے دین" کے صـ۳۳ پر لکھے ہیں اور جن کو اخبار "کوثر" (یکم جنوری) نے بعض لوگوں کے اس الزام کی تردید میں نقل کیا ہے کہ مودودی صاحب مجدد کامل اور امام مہدی ہونے کے مدعی ہیں۔

قطع نظر اس بات کے کہ یہ الزام کہاں تک صحیح ہے اور الزام لگانیوالوں کا یہ خیال کہ دعوے سے انکار کے باوجود مودودی صاحب اپنے کام کو مہدویت اور مجددیت کا ہی کام سمجھتے ہیں کہاں تک حق بجانب ہے، ہمیں اس جگہ صرف اس بات پر غور کرنا ہے کہ آیا یہ صحیح ہے کہ

"اس قسم کے دعوے جو لوگ کرتے ہیں اور جو ان پر ایمان لاتے ہیں اپنے علم کی کمی اور اپنے ذہن کی پستی کا ثبوت دیتے ہیں"۔

"کوثر" کا بیان ہے کہ:۔

"تجدید واحیائے دین (جس میں یہ الفاظ درج ہیں) ایک مضمون تھا جو الفرقان کے شاہ ولی اللہ نمبر کے لئے غالباً ۱۹۴۰ء میں لکھا گیا تھا"

اس لئے سب سے پہلے ہم شاہ ولی اللہ ہی کو لیتے ہیں جن کو غالباً مودودی صاحب بھی اپنے وقت کا مجدد ہی سمجھتے ہیں دیکھنا یہ ہے کہ آیا انہوں نے تو اس قسم کا دعوےٰ کرکے اپنے "علم کی کمی" اور "ذہن کی پستی" کا ثبوت نہیں دیا؟ آیئے آپ کی کتاب تفہیمات الٰہیہ کو اٹھا کر دیکھئے اس میں آپ فرماتے ہیں:۔

قد البسنی اللہ خلعۃ المجددیۃ حین انتہت بی دورۃ الحکمۃ جب مجھ پر حکمت کا دورہ ختم ہوگیا تو اللہ تعالےٰ نے مجھے خلعت مجددیت سے سرفراز فرمایا۔

اب کیا کہیں گے مودودی صاحب! کیا شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ دعوےٰ ان کے "علم کی کمی" اور "ذہن کی پستی" کا ثبوت ہے۔

صرف شاہ ولی اللہ ہی نہیں امام غزالی جیسے علمی کمالات رکھنے والے انسان بھی اس "علم کی کمی" اور "ذہن کی پستی" کا ثبوت دیئے بغیر نہیں رہ سکے، ملاحظہ ہوں ان کے فقرات ذیل:۔

فشاورت فی ذالک جماعۃ من ارباب القلوب والمشاھدات فاتفقوا علی الاشارۃ بترک العزلۃ والخروج من الزاویۃ وانضاف الی ذالک منامات من الصالحین کثیرۃ متواترۃ تشھد بان ھذہ الحرکۃ مبدء خیر ورشد قدرھا اللہ سبحانہ علی راس ھذہ المائۃ وقد وعد اللہ سبحانہ باحیاء دینہ علی راس کل مائۃ فاستحکم الرجاء وغلب حسن الظن بسبب ھذہ الشھادات لیسر اللہ تعالیٰ الحرکۃ الی نیشاپور للقیام ھذا المھم فی ذی القعدۃ سنۃ تسع وتسعین واربعمائۃ وکان الخروج من بغداد فی ذیقعدۃ سنۃ ثمان وثمانین واربعمائۃ - یعنی میں نے اس (گوشہ نشینی کو چھوڑنے کے) بارہ میں چند اہل دل اور ارباب مشاہدہ سے مشورہ کیا انہوں نے بھی ترک عزلت اور زاویہ سے خروج کا مشورہ دیا اور اس امر کی طرف صالحین کی کثیر خوابوں نے بھی دلالت کی کہ یہ حرکت موجب خیر و برکت ہوگی اور اس کا منبع ہدایت ہے جو اللہ تعالےٰ نے اس صدی کے سر پر مقدر کیا ہوا ہے اور اللہ تعالےٰ کا وعدہ بھی ہے کہ ہر صدی کے شروع پر اپنے دین کو زندہ کرے گا ان وجوہ سے میرا عزم ترک خلوت پر مستحکم ہوگیا اور ان شہادتوں پر مجھے حسن ظن حاصل ہوگیا۔ پس حکم الٰہی سے مجھے ماہ ذیقعدہ ۴۹۹ھ میں نیشاپور کی طرف روانہ ہونا نصیب ہوا اور بغداد سے نکلنے کی بھی یہی تاریخ تھی یعنی ماہ ذیقعدہ ۴۹۹ھ (المنقذ من الضلال صفحہ ۹۵-۹۶)

آگے چلئے امام المتکلمین ابن تیمیہ اس "علم کی کمی" اور "ذہن کی پستی" کا ثبوت ان الفاظ میں دیتے ہیں جو آپ نے جنگ کسرواں کی فتح پر بادشاہ وقت کو لکھے:۔

"حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندہ کو فتح عطا فرمائی۔ اسلامی افواج کامیاب اور احزاب ناکام ہوئے بادشاہ اور مومنین پر اللہ کا یہ وہ احسان ہے جس کی مثال قرون ماضیہ میں نہیں ملتی۔ اسلام کو نئی زندگی ملی اور مخبر صادق کی یہ بشارت کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آیا کرتا ہے لفظ بلفظ سچی ثابت ہوئی" (کتاب ابن تیمیہ مولفہ غلام جیلانی صاحب برق)

اور دیکھئے امام جلال الدین سیوطی جیسے صاحب علم انسان کھلے الفاظ میں اعلان کرتے ہیں:۔

وھذہ تاسعۃ المئین قد اتت ولا یخلف الھادی وعد التزمتا
وقد رجوت اننی مجدد فیھا ففضل اللہ لیس یجحد (اخبار الجلیل؟)

یعنے یہ نویں صدی آگئی اور ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ خلاف نہیں ہوا اور میں اس صدی میں مجدد ہوں پس اللہ کے فضل سے جھگڑا نہیں ہوسکتا۔

غور کیجئے نویں صدی تک ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ خلاف نہیں ہوا، دسویں گیارہویں، ...... بارہویں اور تیرھویں صدی تک یہ وعدہ سچا ہوتا رہا اور سید محمد جونپوری حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت سید احمد بریلوی جیسے باکمال انسان علم مجددیت لیکر کھڑے ہوتے رہے۔ "لیکن چودھویں صدی ہی ایسی نامراد صدی ہے کہ اس صدی کے مولویوں کے نزدیک آج ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ خلاف ہوگیا اور کوئی مجدد نہ آیا۔ اور جس نے مجددیت کا دعوےٰ کیا، دعوےٰ ہی نہیں کام کرکے دکھایا اسکو کافر و دجال قرار دیا اور "علم کی کمی اور ذہن کی پستی" کا شکار ٹھہرایا جاتا ہے فیا للعجب ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کو سچا ثابت کرنے والا کافر اور جھوٹا ٹھیرانے والے چودھویں صدی کے مولوی "پکے مسلمان"۔

پھر اور دیکھئے ہمارے قریب ہی سرہند میں مجدد الف ثانی کے نام سے جو بزرگ سوتے پڑے ہیں وہ نہایت صفائی کے ساتھ لکھتے ہیں:۔

"ایں علوم مقتبس از مشکوٰۃ انوار نبوت اند علیٰ اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کہ بعد از تجدید الف ثانی بہ تبعیت وراثت تازہ گشتہ اند و بطراوت ظہور یافتہ صاحب ایں علوم و معارف مجدد ایں الف است۔ (مکتوبات امام ربانی جلد ۲ مکتوب چہارم)

یعنے میرے یہ علوم انوار نبوت کے مشکوٰۃ سے حاصل ہوئے ہیں جو دوسرے ہزار کی تجدید کے بعد وراثت کے طور پر تازہ ہوگئے ہیں اور تر و تازگی سے ان کا ظہور ہوا ہے، ان علوم و معارف کا پانے والا اس ہزار کا مجدد ہے"

اب فرمایئے حضرت مجدد الف ثانی کے ان الفاظ کو کیا کہا جائے گا؟ امام غزالی، امام ابن تیمیہ امام جلال الدین سیوطی رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کس زمرہ میں شمار ہوں گے؟ حضرت شاہ ولی اللہ کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ کیا جناب مودودی ان سب پر اور ان کے ماننے والوں پر "علم کی کمی" اور "ذہن کی پستی" کا فتوےٰ صادر کرنے کے لئے تیار ہیں؟

جناب مودودی فرماتے ہیں:۔

"نبی کے سوائے کسی کا یہ منصب ہی نہیں کہ دعوے سے کام کا آغاز کرے اور نہ نبی کے سوائے کسی کو یقینی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی خدمت پر مامور ہوا ہے"

سوال یہ ہے کہ یہ تمام بزرگان دین جنہوں نے مجددیت کے دعوے کئے نبی تو نہیں تھے پھر انہیں کیسے یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ وہ مجددیت کی خدمت پر مامور ہوتے ہیں) شاید جناب مودودی کے نزدیک انہوں نے یہ دعوے یقینی طور پر معلوم ہونے کے بغیر ہی کر دیئے ہوں اسی لئے تو ان پر "علم کی کمی" اور "ذہن کی پستی" کا فتوےٰ صادر کیا جا رہا ہے، جس کی تشریح "کوثر" نے ان الفاظ میں کی ہے:۔

"مولانا مجدد کا دعوےٰ کرنے ہی کو غلط اور جہل سمجھتے ہیں، مجدد کا کام دعوےٰ کرنا نہیں بلکہ دین کی تجدید کرنا ہے اور مجدد اپنے کام سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ اپنے دعوے سے نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند"

یہ عجیب منطق ہے کہ جو شخص دعوےٰ کرے خواہ اس کے ساتھ اس کا تجدید دین کا کام کتنا ہی شاندار کیوں نہ ہو اسے مجدد نہیں مانا جاسکتا، اس کا دعوےٰ کرنا ہی اس کے "جہل" کا ثبوت ہے۔ نبی کریم صلعم تو فرمائیں ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ الخ اللہ تعالےٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایسے لوگوں کو مبعوث کرتا رہے گا جو دین کی تجدید کریں اور اس "مبعوث" ہونے والے کو پتہ ہی نہ ہو کہ اسے مبعوث کیا گیا ہے، اور اگر کوئی کہدے کہ میں مبعوث کیا گیا ہوں تو یہ اس کے "جہل" "علم کی کمی" اور "ذہن کی پستی" کا ثبوت ہوگا خواہ اس کا تجدید دین کا کام اس قدر شاندار اور اتنا عظیم الشان ہو کہ مودودی صاحب کا چراغ اس کے سامنے ٹمٹماتا ہوا رہ جائے۔

(باقی صـ۳ پر)

اخبار ـــــ و ـــــ افکار

افسوسناک سازش

یہ خبر ملک کے تمام حلقوں میں نہایت رنج افسوس اور گہرے غم واندوہ کے ساتھ سنی گئی کہ پاکستانی افواج کے چیف آف سٹاف میجر جنرل اکبر خان اور ان کی اہلیہ اور بریگیڈیر لطیف اور پاکستان ٹائمز کے ایڈیٹر مسٹر فیض احمد فیض کی طرف سے پاکستانی افواج کی وفاداری کو متزلزل کرنے کی سازش کرنیکا انکشاف ہوا ہے اور اس سلسلہ میں ان کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علی خان نے اس بارہ میں جو بیان شائع کیا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ دونوں فوجی افسروں کو برطرف کر دیا گیا ہے ان کا بیان ہے کہ "اس سازش کی غرض وغایت یہ تھی کہ متشددانہ ذرائع سے ملک میں ہلچل پیدا کی جائے اور اس مقصد کے حصول کے لئے پاکستان کی مسلح فوجوں کی وفاداری ختم کر دی جائے"، انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ "اگر خدانخواستہ ان لوگوں کی یہ سکیم کامیاب ہو جاتی تو اس سے ہماری قومی زندگی کی بنیاد پر کاری ضرب لگتی، اور پاکستان کا استحکام درہم برہم ہو جاتا"

یہ خبر جسقدر افسوسناک ہے اسی قدر خوشی کا موجب بھی ہے کہ خدا تعالےٰ نے اس سازش کو کامیاب ہونے سے پہلے ہی بے نقاب کر دیا اور پاکستان کو ان ہولناک نتائج سے بچا لیا جو اس کے دو براہ ہونے سے پیدا ہوتے، اس کے لئے بقول مسٹر لیاقت علی خاں ہمیں اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور "ان مسلح فوجوں کا بھی شکر گذار ہونا چاہیئے جنہوں نے اس موقعہ پر پاکستان سے پوری وفاداری کا اظہار کیا اور انتشار پھیلانے والے عناصر سے متاثر نہیں ہوئے۔"

ہم مسٹر لیاقت علی خاں کو بھی مبارکباد دیتے ہیں کہ اس سازش کا عین وقت پر انہیں پتہ لگ گیا اور اس کے بانی مبانی گرفتار کر لئے گئے، یقیناً اس بارہ میں تمام قوم کا اعتماد انہیں حاصل ہے اور ہر محب وطن پاکستانی گہرے دل سے ایسے لوگوں کی مذمت کرتا ہے، جنہوں نے اس خداداد مملکت کو تباہ وبرباد کرنے یا فوجوں میں غداری پھیلا کر اس کے نظم ونسق کو درہم برہم کرنے کی سازش کی، یقیناً یہ لوگ بڑی سے بڑی عبرتناک سزا کے مستحق ہیں اور ہمیں امید ہے کہ انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر ملک سے غداری اور متشددانہ اقدام کے خیالات کو ملیامیٹ کر دیا جائے گا۔ اسلام ایسے اقدام کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دیتا اور حکومت کی خواہ وہ کسی قسم کی ہو وفاداری اس کا اولین سبق ہے۔ وہ شخص اس سبق کو بھلا کر غداری کا سبق پڑھاتا ہے، حکومت ہی کا نہیں اسلام کا بھی دشمن ہے۔

جمعیۃ العلما اور جماعت اسلامی

صوبائی اسمبلی کے انتخابات کے موقعہ پر جمعیۃ العلمائے پاکستان نے ایک اعلان شائع کیا جس میں انتخابات میں حصہ لینے والی پارٹیوں کے عقائد کا ذکر کرتے ہوئے مسلم لیگ کی تائید وحمایت کی گئی ہے، اسی ضمن میں مودودی صاحب کی جماعت اسلامی کا ذکر بھی آیا ہے اور لکھا ہے

"جمعیۃ کا جماعت اسلامی سے مذہبی اصولی اختلاف ہے جماعت اسلامی کے دعاوی کے مطابق مجدد کامل اور اس کے قول وعمل میں کلیتہً قاطبتہً ہم نوائے جماعت صالحین کے بغیر کوئی اور جماعت اسلامی نظام شرعی کے اجراء ونفاذ پر قادر ہی نہیں ہو سکتی جماعت اسلامی کے نزدیک مجلس آئین ساز کے لئے از خود امیدوار ہونا اتنا سخت جرم ہے کہ اس کی سزا جہنم ہے، جمعیۃ ان دعاوی کو مطلقاً صحیح تصور نہیں کرتی"

اس کے جواب میں جماعت اسلامی کے اخبار "کوثر" کی بھی فریاد سن لیجئے۔

"جیسا کہ علمائے سوء اور آئمہ ضلال کا شیوہ رہا ہے یعنے یہ لوگ ایک شخص کی عبارتوں میں جستہ جستہ فقرے اور سیاق وسباق سے عبارتیں الگ کر کے اپنے مطلب کے معانی پہنا کر اتہام تراشی کر دیا کرتے ہیں ان لوگوں نے مولانا (مودودی صاحب) کی اصل عبارتوں میں قطع وبرید کر کے اور ان کے معنی اپنے پاس سے متعین کر کے دہائی دینا شروع کر دی کہ مولانا تو مجدد کامل اور امام مہدی ہونے کے مدعی ہیں"۔

جمعیۃ العلماء اور جماعت اسلامی کے اس باہمی جدال میں ہمیں دخل انداز ہونے کی ضرورت نہیں، ایک طرف سے اگر "مذہبی اصولی اختلاف" کا اعلان اور مجدد کامل کے انکار کا الزام ہے تو دوسری طرف سے "علمائے سوء اور آئمہ ضلال" کا فتوےٰ صادر ہو رہا ہے، دیکھیں یہ فتوےٰ بازی کس انتہا تک پہنچتی ہے، البتہ ہم اس بات میں "کوثر" سے اتفاق کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ "ایک شخص کی عبارتوں میں سے جستہ جستہ فقرے اور سیاق وسباق سے عبارتیں الگ کر کے اپنے مطلب کے معانی پہنا کر اتہام تراشی کرنا علمائے سوء اور آئمہ ضلال کا شیوہ رہا ہے" یہی کچھ جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام کے ساتھ ہوا ہے، کاش "علمائے سوء اور آئمہ ضلال" کے اس مسلک کو برا منانے والے خود بھی اس شیوہ کو اختیار کرنے سے باز رہیں۔

گائے کے متعلق غلط نظریہ

پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہندوستان نے حال ہی میں بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے ان خیالات کا بری طرح مضحکہ اڑایا کہ ہندوستان میں دودھ کی کمی کا باعث یہ ہے کہ گائے کا تحفظ نہیں ہوتا، انہوں نے اسکو ایک غلط نظریہ سے تعبیر کیا اور کہا کہ اس سلسلہ میں مذہب کا غلط استعمال کیا گیا ہے اور اس کا مفہوم غلط سمجھا گیا ہے گائے کی پوجا کرنا ہی اسکو ہلاک کرنے کا حقیقی طریقہ ہے وقت آ گیا ہے کہ لوگ بیدار ہوں اور اس مسئلہ پر غور کریں یہ مسئلہ جس طرح ہم پر اثر انداز ہو رہا ہے وہ تعجب خیز ہے انہوں نے کہا کہ لوگ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم گائے کے ذبیحہ کو ممنوع قرار دینے کے لئے قانون بنائیں ان کا خیال ہے کہ منفی اقدام سے دودھ کی سپلائی بڑھ جائے گی، وہ یہ محسوس نہیں کرتے کہ ایسے قانون کا نتیجہ ملک میں بیکار اور کمزور مویشیوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوگا، اس لئے لوگوں کو جذباتی نقطہ نظر کے بجائے تعمیری نقطہ پر غور کرنا چاہیئے کہ دراصل اس خرابی کا سبب کیا ہے"

پنڈت نہرو کا یہ بیان اس قابل ہے کہ اس پر خراج تحسین ادا کیا جائے، کاش ہندوستانی مملکت میں ایسے بہت سے حق گو اور حق کوش پیدا ہو جائیں۔ تو نہ صرف ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی موجودہ مشکلات سے نکل کر بہتر بن جائے بلکہ ہندوؤں کی بھی بہت سی تکالیف کم ہو جائیں۔

تعجب ہے پنڈت نہرو کی حق گوئی کشمیر کے معاملہ میں کیوں تعمیری نقطہ نظر کو چھوڑ کر جذباتی نقطہ نظر کی شکار ہے، اگر اس بارہ میں بھی وہ اپنے نقطہ نظر کو بدل دیں تو بھارت اور پاکستان کی موجودہ کشمکش بہت جلد ختم ہو سکتی اور دونو ملکوں میں دودھ کی نہریں چل سکتی ہیں۔

ایک افسوسناک سیاسی قتل

ایرانی وزیر اعظم جنرل رزم آرا کا قتل گذشتہ ہفتہ کے ان افسوسناک واقعات میں سے ہے جن پر جسقدر افسوس کا اظہار کیا جائے کم ہے، کہا جاتا ہے کہ قاتل کسی مذہبی جماعت کا رکن ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ ایران کے تیل کے چشموں پر سے بیرونی تسلط ہٹا کر اسے قومی ملکیت بنا دیا جائے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قاتل نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ تم نے میرے ملک کو بیرونی طاقتوں کے ہاتھ کیوں فروخت کیا اسی نے مجھے قتل کے فعل پر آمادہ کیا ہے"

وجہ خواہ کچھ ہو، قتل کا فعل اس قدر شرمناک اور بھیانک ہے، کہ سیاسی دنیا کا کوئی بھی ہوشمند انسان اس کی مذمت کئے بغیر نہیں رہ سکتا، کوئی جمہوری حکومت اس امر کو جائز قرار نہیں دے سکتی کہ محض پالیسی کے اختلاف کی وجہ سے کسی رکن حکومت کو قتل کیا جا سکتا ہے، اگر رائے عامہ کسی شخص کے مخالف ہو تو اس کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ دیکر رستہ سے ہٹایا جا سکتا ہے، ایران میں اس وقت جمہور کی نمائندہ پارلیمنٹ موجود ہے، اس کو چھوڑ کر قتل وتشدد کا رستہ اختیار کرنا اس بات

(مقالہ افتتاحیہ۔ بقیہ از صفحہ ۳)

ہم مودودی صاحب اور ان کے ہم نواؤں سے بصد ادب عرض کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کو حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا دعوے مجددیت ایک آنکھ نہیں بھاتا تو نہ سہی۔ آپ اس دعوے کی عقلی کریٹکل امتحان کیجئے، مرزا صاحب کے کام پر اعتراض کیجئے کہ وہ تجدید اسلام کا کام نہیں، یہ کیا طریق ہے کہ مرزا صاحب کو جھٹلانے کے لئے پہلے بزرگان امت پر بھی ہاتھ صاف کر دیا جائے ان کو بھی کمی علم اور پستی ذہن کا شکار قرار دیدیا جائے تاکہ مرزا صاحب تو کسی طرح جھوٹے ہو جائیں خواہ امت مرحومہ کا کچھ باقی رہے یا نہ رہے

خواہم کہ با رقیباں دامن کشیدہ رفتم
گو مشت خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد

یاد رکھئے کہ ان طریقوں سے آپ اس نور کو مٹا نہیں سکتے جو مرزا صاحب لے کر آئے ہیں، یہ تو اب اتمام کو پہنچ کر ہی رہے گا خواہ آپ کتنا ہی برا منائیں، اسلام کا غلبہ اب مرزا صاحب ہی کے ذریعہ مقدر ہے اور زمانہ کے انقلابات اور وہ تبلیغی کامیابیاں جو مرزا صاحب کے ساتھیوں کو حاصل ہو رہی ہیں، اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ مرزا صاحب ہی اس زمانہ کے مجدد ہیں اور ان کا دعوے مجددیت وجہ مجددیت اور آسمانی تائید وحمایت میں ان کے کام ان کے کمالات علمی اور ذہنی بلندی کا نتیجہ ہیں۔

جماعت احمدیہ زندہ ہے اور زندہ رہے گی

دو مشکل کام جو تبلیغ اسلام کیلئے ضروری ہیں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مکتوب گرامی

برادران محترم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں دو مشکل کاموں کی طرف آپ کو بلا رہا ہوں اور اگر میں اپنی مشکلات کو دیکھوں تو شاید ہمت ہار دوں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ یہ میرا کام نہیں۔ خدا کا کام ہے اور اس کی طرف بلانے والا اس زمانہ کا امام اور اس صدی کا مجدد ایک مامور من اللہ ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ایک جماعت کو بنایا ہے۔ اور ایک خاص مقصد کے لئے بنایا ہے۔ اس لئے ایک طرف میرا یہ ایمان ہے کہ یہ جماعت ناکام نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ خدائی منشا کے ماتحت کھڑی ہوئی ہے۔ اور دوسری طرف اس کی کامیابی کے آثار بھی یقین ہیں۔

مشکلات میں کامیابی

اگر مشکلات ہیں تو دنیا کا وہ کونسا کام ہے جو مشکلات سے خالی ہے۔ دنیا کو چھوڑو کیا دین کے کاموں میں مشکلات پیش نہیں آتی رہیں۔ کیا ہماری آنکھوں کے سامنے وقت کے امام اور صدی کے مجدد کا رستہ مشکلات سے خالی تھا ؛ یا کسی بڑے امام کا جو اس امت میں گذرا جو رستہ مشکلات سے خالی نظر آتا ہے ؛ مگر کیا کامیابی کے آثار بھی ہماری آنکھیں کبھی دیکھتی ہیں یا نہ؟ جو لوگ غور و فکر سے کام نہیں لیتے وہ ذرا سی مشکل کو دیکھتے ہیں تو گھبرا اٹھتے ہیں کہ بس ہم مر گئے۔

مامور من اللہ کے بعد جماعت کی زندگی

اگر ہم نے مرنا ہوتا تو مامور من اللہ پر جب تقاضائے قدرت کے ماتحت موت آئی تھی یہ جماعت مرجاتی۔ ساری دنیا اس کی مخالف تھی۔ ایک خدا کی آواز تھی اور اس کا نقش طبعی اثر تھا جو اس کے سہارے کا موجب تھا وہ بھی جاتا رہا۔ مگر اسے خدا نے زندہ رکھا۔

مولانا نورالدینؒ کے زمانہ کی مشکلات

پھر جب حضرت مولوی نورالدین صاحب کے زمانہ میں جماعت کے اندر ایک سخت اختلاف پیدا کیا گیا اور پہلے خلیفہ اور انجمن کے تعلقات کو چھیڑ کر۔ پھر کفر و اسلام کے مسئلہ پر جماعت کے دو گروہ بن گئے۔ اس وقت یہ جماعت مرجاتی مگر ان مشکلات پر بھی یہ غالب آئی۔

جماعت لاہور کا قیام مشکلات میں

پھر تیسری مرتبہ جماعت کا کثیر حصہ غلو کی رو میں بہ گیا اور گنتی کے آدمیوں نے الگ ہو کر لاہور میں ایک مرکز قائم کیا۔ تاکہ حضرت مسیح موعود کی صحیح تعلیم کو محفوظ رکھا جاسکے۔ کہ آپ کا دعوےٰ نبوت کا نہیں بلکہ مجددیت کا ہے۔ اور کہ تمام کلمہ گو مسلمان ہیں۔ اور آپ کے اصل کام قرآن کریم کو دنیا میں پہنچانے کی طرف توجہ کی جاسکے۔ تو یہاں سوائے چند آدمیوں کے عزم کے کونسی چیز ہمارے پاس تھی ؛ کیا کوئی مکانات اور دفاتر تھے ؛ کوئی خزانہ تھا ؛ کوئی مبلغ تھے ؛ کوئی بہت بڑی آدمیوں کی تعداد تھی ؛

نصرت الٰہی کے کرشمے

مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت کے ہاتھ نے کس طرح تمام مشکلات کو دور کر دیا۔ اور اس چھوٹی سی جماعت کو کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ کا مصداق بنایا۔ اور اپنے کام کے لحاظ سے اور دنیا کو نور اسلام سے روشن کرنے میں چھوٹا گروہ بڑے گروہ پہ سبقت لے گیا۔ اور آج خدا کے فضل سے مکانات بھی ہیں، دفاتر بھی ہیں، خزانہ بھی ہے، زمینیں بھی ہیں، مبلغ بھی ہیں، جو دنیا کے کناروں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ جگہ جگہ تبلیغی مرکز بھی بنے ہوئے ہیں۔ لٹریچر ہے جو ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ تبلیغی سکول بھی بنے ہوئے ہیں۔

خدائی ارادہ

اگر خدائی ارادہ نہ ہوتا تو یہ جماعت ہی نہ بنتی۔ لیکن جس خدا نے اسے بنایا ہے وہ اسے زندہ بھی رکھے گا بشرطیکہ ہم خود اس رستہ سے نہ پھر جائیں جس پر چل کر ہم بنے ہیں۔ اگر ربنا اللہ کہکر ہم پہ ہیں تو ہم استقامت بھی دکھلائیں۔ اور دیکھیں کہ خدا تعالیٰ اپنا وعدہ تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا پورا کرتا ہے یا نہیں۔ لیکن اگر ہم اپنے وعدوں سے پھر جائیں تو خدا کا معاملہ بھی وہ نہیں رہے گا۔

یہ جماعت نہیں مرے گی

میں پوچھتا ہوں کہ کیا اس وقت ہمارے سامنے کوئی ایسی مشکلات ہیں جیسی وہ مشکلات تھیں جن کے اندر سے گذر کر ہم بنے ہیں ؟ مشکلات بیشک ہیں مگر یہ ان مشکلات کا پاسنگ بھی نہیں جن کے اندر سے ہم خود اپنی زندگی میں گذر چکے ہیں۔ پھر بعض لوگوں کی طرف سے آواز اٹھتی ہے کہ ہم مر گئے اور ہماری جماعت مرگئی یہ کیوں ہے ؛ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جماعت نہیں مری اور خدا کا فضل اس کے شامل اسی طرح رہا اور اس کی قربانیاں اسی طرح قائم رہیں۔ تو یہ نہیں مرے گی ہاں جن دلوں سے یہ آواز اٹھتی ہے ان پر خود ایک قسم کی موت وارد ہو چکی ہو تو تعجب نہیں۔ جماعت خدا کے فضل سے زندہ ہے اور ایک زبردست زندگی کے آثار اس کے اندر نظر آ رہے ہیں۔

۱۹۱۴ء اور آج

۱۴ء میں ہم لاہور میں چند آدمی تھے اور بیرونی جماعتوں میں بھی دس دس بیس بیس آدمی ہوں گے۔ آج خدا کے فضل سے یہ جماعت ساری دنیا پر پھیل چکی ہے اور اس کے کام سے دنیا کے تاریک ترین کونے روشن ہو چکے ہیں۔ اس کے اندر کمزور بھی ہیں مگر اس کے اندر روحانیت کے بڑے بڑے روحانی پہلوان بھی ہیں۔ اس کے اندر نا دہند بھی ہیں مگر اس کے اندر وہ بھی ہیں جو قربانیوں میں وہ نمونے پیش کر رہے ہیں جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے اندر نظر آتے ہیں۔ مالی لحاظ سے ہم پر بھی بڑی بڑی تکلیفوں کے زمانے آئے آج سے دس بارہ سال پیشتر کے بجٹ کو نکال کر دیکھو جب ۳۰ء سے ۳۲ء کے زمانے میں ہمارا قرضہ بڑھتا چلا جا رہا تھا اگر مرنا ہوتا تو اس وقت قرضہ کے بوجھ کے . . . . نیچے دب کر مرجاتے۔ مگر نہیں خدا نے ہم کو اس مصیبت سے بھی باہر نکالا اس زمانہ میں جب ہمارا ماہوار چندہ جو جماعت کا بنیادی چندہ ہے بیس ہزار روپے سالانہ تک پہنچا تو ہم اس پر فخر کرتے تھے۔ آج جب وہ ماہوار چندہ ساٹھ اور ستر ہزار تک پہنچ گیا تو ہم کہتے ہیں کہ ہم مر گئے ہماری جماعت میں کوئی زندگی نہیں رہی یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری ہے۔ اس وقت جب ہمارا بجٹ ڈیڑھ لاکھ دو لاکھ تک آگیا تو ہم خوش تھے کہ سات ہزار کی قلیل رقم سے شروع کر کے ہم دو لاکھ تک پہنچ گئے۔ آج جب ہمارا بجٹ نو لاکھ اور دس لاکھ تک پہنچ گیا ہے تو ہم رونے بیٹھ جاتے ہیں کہ ہم مر گئے اور جماعت کو اس کام کے ساتھ دلچسپی نہیں رہی۔ یہ درست ہے کہ جماعت قلیل ہے مگر قربانیوں کے لحاظ سے اس کا قدم پیچھے نہیں سوائے چند لوگوں کے جو ایک غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

قادیانی جماعت کا نظام

قادیانی جماعت کے نظام کی مدح سرائی کرنے والے بھی لوگ ہیں اور قادیانی جماعت تعداد کے لحاظ ہم سے بیس گنا ہے۔ مگر کیا ان کا ماہوار چندہ بھی ہم سے بیس گنا ہے ؛ یعنی اگر ہمارے ماہوار چندے کی میزان ساٹھ ہزار روپے سے اوپر ہے تو قادیانی جماعت کے ماہوار چندہ کی میزان بارہ لاکھ سے اوپر ہے ؟ پھر اگر ہمارا بجٹ دس لاکھ ہے تو کیا ان کا بجٹ ہم سے بیس گنا یعنی ۲ کروڑ کا ہے

زندہ اور فعال جماعت

میں اپنے احباب کو متنبہ کرتا ہوں کہ اگر ان میں خود کوئی کمزوری ہے تو اس کے چھپانے کے لئے ایک زندہ اور فعال جماعت کو یہ کہکر بدنام کرنا چھوڑ دیں کہ جماعت مر گئی۔ اور جماعت کے دلوں میں اس کام کے ساتھ محبت نہیں۔

ہمارا کام

پھر کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ہم کام کچھ نہیں کر رہے ہمارا کام جو ہمارے امام نے اپنے سامنے رکھا اور ہمارے سامنے بھی رکھا وہ تو ایک ہی تھا۔ قرآن کریم کے علوم سے ایک پیاسی دنیا کی تشنگی کو بجھانا سو وہ کام خدا کے فضل سے اس قدر نمایاں ہے کہ کسی دوسری جماعت کو اس سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ بلکہ آج کہیں ان علوم کی نہریں بہتی نظر آتی ہیں جن کو ایک مامور من اللہ نے بہایا تھا تو وہ اسی جماعت میں ہیں۔ کیا گذشتہ پانچ چھ سال کے اندر ہم نے تراجم قرآن فنڈ کی بنیاد نہیں رکھی ؟ جس میں اس وقت بھی ایک لاکھ سے اوپر روپیہ ہے کیا انہی ایام میں ہم نے ادارہ تعلیم القرآن کی بنیاد نہیں رکھی جس میں اس وقت ایک لاکھ سے اوپر روپیہ موجود ہے کیا انہی ایام میں ہم نے دنیا کی پانچ ہزار لائبریریوں کو آٹھ کتابوں کا سٹ بھجوانے کی بنیاد نہیں رکھی جس میں سے قریباً نصف بلکہ ایک رنگ میں نصف سے زیادہ کام ہو چکا ہے۔ اور پھر اس سال میں ہم نے یہ بنیاد نہیں رکھی کہ طالب علموں کو قرآن کریم نہایت ہی واجبی قیمت پر پہنچایا جائے تاکہ غریب اور امیر سب خدا کے اس نور سے اپنے سینوں کو روشن کر سکیں۔ مجھے پہلے ایسی زندہ اور فعال کوئی دوسری جماعت دکھاؤ اور پھر ایسے کلمات منہ سے نکالو۔ واقعات کی منطق ہی اصل منطق ہے۔ اس کو جھٹلانے والا کبھی کامیاب

نہیں ہو سکتا۔

امامِ وقت کی قبولیت کی ہوا

ہم بعض وقت یہ کہدیتے ہیں کہ امام وقت کو لوگ اب بھی بُرا کہتے ہیں مگر امام وقت کی قبولیت کی ہوا بھی چلی ہوئی ہے۔ اس کی طرف بھی نظر اُٹھا کر دیکھو کہ کس طرح جو جو آرزو آپ کے سینے میں تھی وہ آج پوری ہو رہی ہے۔ اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کی آرزو کس سینے میں پہلے اُٹھی۔ کیا آج یہی آواز ہر مسلمان کی زبان پر نہیں گو ابھی عمل کی طرف قدم نہ اُٹھا ہو۔ قرآن کے نور سے سینوں کو روشن کرنے کی تڑپ کس دل میں پہلے پیدا ہوئی؟ کیا آج اس کی صدائے بازگشت ہر طرف سے نہیں آ رہی؟ دنیا میں ایک انقلاب رونما ہو گیا دوسرے اس کو نہ دیکھتے تو ہرج نہ تھا مگر جماعت کے بعض لوگوں سے یہ مخفی ہے العجب ہے

بنگر اے قوم نشانہائے خداوند قدیر　　چشم بکشا کہ بر چشم نشانے ست کبیر

دستِ حق نہاں در آستیں

ہمارے سامنے کام بہت بڑا ہے۔ اس کی مشکلات بھی بڑی ہوں گی۔ گر ہر وقت مشکلات . . . . کی طرف نہ دیکھو۔ کام کی طرف بھی دیکھو۔ پھر خدا کی نصرت کے ہاتھ کو بھی دیکھو۔ کہ وہ کس طرح تمہارے ساتھ ہے یہ اتنی بڑی عمارت جو آپ نے بنائی ہے یہ اسی نصرت کے ہاتھ کی وجہ سے ہے۔

ساوقاں را دست حق باشد نہاں در آستیں

ایک خوشخبری

میں نے پچھلا خط لکھکر اخبار میں بھیجا تو وہ ابھی چھپا نہ تھا کہ ووکنگ سے ایک خط ملا جس میں آٹھ آدمیوں کی فہرست تھی جنہوں نے اسلام قبول کیا اس کے اندر ایک اور خط بھی تھا جو امریکہ کی ایک ریاست نیو جرسی سے آیا ہوا تھا جس میں اس کے علاوہ گیارہ آدمیوں کے نام درج تھے جو اسلام میں شامل ہوئے۔ یہ انیس آدمیوں کے قبولیت اسلام کی اطلاع ایک دن میں ملنا اتنی بڑی خوشخبری ہے کہ جس کے سامنے مشکلات کے پہاڑ بھی ہوں تو ان کی کوئی حیثیت نظر نہیں آتی۔

"اسلامک ریویو" اور ہمارا لٹریچر

اور یہ گیارہ آدمی کس ذریعہ سے اسلام میں داخل ہوئے۔ "اسلامک ریویو" کے ذریعہ سے جو ہاں ان کو ووکنگ سے پہنچایا جاتا تھا۔ اور یہی گیارہ نہیں بلکہ نومسلمین کے اور اعلانات جو بعض وقت یہاں آتے رہتے ہیں ان کو آپ دیکھیں گے تو ان سے بھی یہ معلوم ہو گا کہ بیسیوں آدمیوں نے "اسلامک ریویو" سے اسلام قبول کیا ہے۔ کیونکہ "اسلامک ریویو" سے ہی قرآن کریم اور دوسرے لٹریچر کی طرف لوگوں کی رہنمائی ہوتی ہے۔ ہم جگہ جگہ مشن قائم نہیں کر سکتے مگر اسلامک ریویو کے ذریعہ سے اور ہمارے لٹریچر کے ذریعہ سے جو اس وقت پانچ ہزار لائبریریوں میں بھیجا جا رہا ہے ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کے مرکز بن سکتے ہیں۔ آپ ایک طرف اس بات کو رکھ لیجئے کہ "اسلامک ریویو" کی وجہ سے ہمیں سال گذشتہ بیس پچیس ہزار کا خسارہ ہوا اور شاید ابھی اس سال بھی خسارہ رہا ہو اور دوسری طرف اس بات کو رکھ لیجئے کہ اس کے ذریعہ سے کام کس قدر ہو رہا ہے۔ نور اسلام سے کتنے سینے روشن ہو رہے ہیں خود ہزاروں مسلمانوں کے سینے بھی روشن ہو رہے ہیں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ تبلیغ اسلام اس طرح ہو گی کہ آپ کا پیسہ بھی خرچ نہ ہو اور ہاتھ بھی نہ ہلے؟

دو مشکل کام

تبلیغ اسلام کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے اور انہی کی طرف میں بار بار توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک اپنے اموال کا خرچ کرنا بیدریغ قربانیاں دوسرا خدا کے آگے گرنا اور اس سے مدد مانگنا۔ دنیا کے کام تو خدا کے آگے گرنے والوں کے بھی ہو جاتے ہیں اور خدا کے منکروں کے بھی مگر دین حق کو دنیا میں قائم کرنے کا کام خدا کی نصرت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ دو مشکل کام ہیں جن کی طرف اس زمانہ کے امام نے ہمیں بلایا ہے۔ اپنے مال بھی خدا کی راہ میں خرچ کرو اور پھر اس کی نصرت کی تڑپ کو دل میں لئے ہوئے اس کے آگے گرتے رہو۔ آپ کا جہاد وہ جہاد ہے جس میں بغیر دعا کے مجاہدہ کے آپ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم میں سے ہر ایک کے دل میں اگر اس بات کا احساس پیدا ہو جائے کہ میں خود کس طرح ان دو معیاروں پر پورا اُتر سکتا ہوں تو اس کی مشکلات خود بخود دُور ہو جائیں گی۔ اور جو اپنے قلب کے اندر ان دو ذریعوں سے قوت پیدا نہیں کرتا اس کو چاروں طرف مشکلات کے پہاڑ نظر آئیں گے۔ ایسے شخص نے بھی احمدیت کے چشمے سے پانی نہیں پیا۔ چاہے وہ احمدی کہلاتا ہو۔ والسلام

خاکسار۔ محمد علی

۱۰ مئی

سوائے احمدی جماعت کے اور کسی ایک فرقے کا بھی تبلیغی نظام موجود نہیں

جماعت احرار کے قائد اعظم چودھری افضل حق مرحوم کا بیان

"ہزاروں نہیں بلا مبالغہ لاکھوں مسلمان واعظ مبلغ موجود ہیں حیف ان کی ساری مساعی مسلمانوں میں ہی رخنہ اندازی میں صرف ہوتی ہے جس طرح باپ کی کمائی نالائق اولاد بیدریغ برباد کرتی ہے اسی طرح مسلمانوں میں فتوے بازوں کی جماعتیں مسلمان مشنریوں کی کمائی کو لٹا رہے ہیں روپے کی قدر وہی جانتا ہے جو خود کما کر کھائے۔ اسے ہی اس تلخ حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ کس محنت سے روپیہ ملتا ہے۔ اڑانے والا بے پروا ہوتا ہے۔ اس لئے دانا لوگ اپنے بچوں کو تھوڑی پونجی دیکر علیحدہ کر دیتے ہیں۔ تاکہ انہیں کمائی کرنے کی قدر معلوم ہو۔

مسلمان پبلک کو چاہیئے کہ فتوے بازوں سے مطالبہ کریں کہ وہ غیر اقوام میں تبلیغ کر کے غیروں کو اپنا سچا ہمخیال مسلمان بنائیں تاکہ ان پر یہ راز کھل جائے کہ مسلمان کو کافر بنانا کتنا آسان اور کافر کو مسلمان بنانا کس قدر دشوار ہے۔ اگر مسلمان فتوے بازی کے روکنے سے نہیں رُکتے تو انہیں یہ اجازت دی جائے کہ جہاں وہ مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں وہاں کبھی غیر قوموں میں تبلیغ بھی کریں تاکہ ان کا مزاج اعتدال پر آجائے۔ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مکاتب ہندوستان میں جاری ہیں۔ مگر سوائے احمدی مدارس و مکاتب کے کسی اسلامی مدرسہ میں غیر اقوام میں تبلیغ و اشاعت کا جذبہ طلباء میں پیدا نہیں کیا جاتا۔ کس قدر حیرت ہے کہ سارے پنجاب میں سوائے احمدی جماعت کے اور کسی ایک فرقے کا بھی تبلیغی نظام موجود نہیں . . . .

اوّل تو ہر مسلمان کو لاہوری اور قادیانی احمدیوں کی طرح مبلغ بننا چاہیئے دوسرے ہر ایک گھر میں سے ایک شخص تو اسی لئے وقف ہو۔ یوں بھی تو ہم دس مسلمانوں میں دو چار کماتے ہیں باقی بیٹھا بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ مبارک ہے وہ گھر جس میں خدمت خلق کا جذبہ موجود ہے اور خدمت اسلام کی سچی تڑپ پیدا ہے۔"

(فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں مصنفہ چودھری افضل حق صاحب مفکر احرار)

الماری برائے مسیح موعود میوزیم

شیلانگ (آسام) سے ہمارے محترم دوست ڈاکٹر خادم رحمانی اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ میں آپ کی توجہ ایک ضروری امر کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں میں ایک الماری "مسیح موعود میوزیم" کے نام سے قائم کرنا چاہتا ہوں اور اسکو اپنی احمدیہ بلڈنگس کے ایک کونے میں یا کسی مناسب جگہ پر رکھنے کی خواہش ہے تمام ممبران جماعت سے میری درخواست ہے کہ ہر وہ شے جو ان کے نزدیک ہمارے پیارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یادگار کے طور پر محفوظ رکھنا ضروری سمجھتے ہوں مجھے بھیجدیں، مثلاً:-

(۱) ہر وہ کتاب جو آپ نے شائع کی اس کی اوّلین ایڈیشن کی ایک کاپی۔

(۲) اخبارات جن میں آپ کے مضامین شائع ہوتے تھے

(۳) سنہ ۱۸۹۴ء عیسوی یا ۱۳۱۱ھ کے کیلنڈر یہ بتانے کے لئے کہ اس سال رمضان کے مہینہ میں چاند اور سورج کا گرہن ہوا جو حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک نشان ہے۔

(۴) وہ خطوط جو آپ نے لوگوں کو لکھے اور وہ خطوط بھی جو آپ کو لکھے گئے۔

(۵) بہت سی دیگر اشیا جو آپ کے زیر استعمال تھیں

(۶) آپ کے ابتدائی مریدوں کی تصاویر

(۷) مختلف قسم کی دستاویزات

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اگر یہ سب چیزیں ایک جگہ جمع ہو سکیں تو آپ دیکھیں گے کہ ان کی حفاظت وغیرہ کے لئے آیندہ بہت بڑی عمارت کی ضرورت ہو گی۔

ڈاکٹر خادم رحمانی کی یہ تجویز بہت ہی قابل قدر اور لائق عملدرآمد ہے۔ گو ہمارے نزدیک آسام کے بجائے لاہور میں ایسے میوزیم کا قائم ہونا زیادہ مناسب ہے اور اگر ہماری انجمن اس طرف توجہ کرے تو یہ تبلیغ سلسلہ کا ایک بہترین ذریعہ ہو گا۔

بہرحال ڈاکٹر خادم رحمانی صاحب کی خواہش کے مطابق جو دوست کوئی اشیا انہیں دے سکتے ہوں وہ سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے توسط سے ان سے خط و کتابت کریں۔

عذابِ الٰہی کی نوعیت

جغرافیائی حالات کی روشنی میں

تقریر
سعد اختر صاحب ایم۔ اے

عذاب الٰہی سے ڈرانے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خوشخبری دینے کا کام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ میں آج آپ کو صرف عذاب الٰہی کی نوعیت یعنی اس کی اقسام اور طرز وقوع کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔

میں اس وقت صرف عذاب الٰہی کا ایک خاص یعنی جغرافیائی پہلو سے تجزیہ کروں گا اور آپ دوستوں پر واضح کروں گا کہ عذاب الٰہی کہیں آسمان سے نازل نہیں ہوتا۔ قدرت کے تمام وہ عناصر جو عام طور پر ہماری خدمت میں مستغرق رہتے ہیں وہی ہماری ہلاکت کا موجب بن جاتے ہیں۔ اب پہلی بات تو یہ دیکھنا ہے کہ اللہ تعالےٰ عذاب کیوں نازل کرتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ عذاب الٰہی کونسی طرز اختیار کرتا ہے اور حسب موقعہ جغرافیائی حالات کے مطابق کس شکل میں نازل ہوتا ہے تیسری بات یہ ہے کہ اس کے کیا نتائج ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

پہلی بات تو آپ صاحبان خوب سمجھتے ہیں کہ عذاب الٰہی کا مقصد صرف اپنے بھولے بھٹکے اور سرکش بندوں کو راہ راست پر لانے کا ہوتا ہے۔ مذہبی خیالات کے لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں اور ہمارا بھی ایمان ہے کہ جب کبھی فرد، قوم یا ملک پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے اس کی وجہ اس فرد، قوم یا اس ملک کے باشندوں کے بداعمال ہوتے ہیں۔ بداعمال ہمیشہ خدا کے غضب کو بھڑکاتے ہیں۔ میں اس وقت بداعمال کی لمبی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ کیونکہ انسان کی ضمیر اور خداوند تعالےٰ کا بتایا ہوا ضابطہ اس کے متعلق کافی روشنی ڈالتا ہے۔ ضمیر تو ہر عمل کرتے وقت بتا دیتی ہے کہ یہ عمل نیک ہے اور وہ بد۔ اللہ تعالےٰ نے ہر انسان میں اعمال پرکھنے کا ایک آلہ رکھ دیا ہے جو ہر وقت ٹھیک کام دیتا رہتا ہے۔

اب میں دوسری بات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو کہ میری اصل تقریر کا موضوع ہے۔ یعنی عذاب الٰہی کس شکل میں نازل ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کائنات میں ہر ایک چیز اپنے دائرۂ عمل میں حرکت کرتی ہے۔ اور جو دوسری چیز اسکے راستے میں حائل ہوتی ہے اور اس کی راہ کاٹتی ہے تو نتیجہ ایک ہنگامہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے ایسے لوگوں کا خیال ہے کہ آندھیاں۔ بارش اور زلزلے کئی ایک طبعی وجوہ کی بناء پر آتے ہیں۔ ان میں انسان کے عمل کا ہرگز کوئی دخل نہیں۔ چاہے ہم نیک عمل ہی کیوں نہ بجا لائیں تب بھی یہ جاری رہیں گے اور ہمارے درپے آزار رہیں گے۔ ان اصحاب کے خیال کے مطابق ان سے بچنے کا حل صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ ہمیں قدرت کے تمام طبعی قوانین کا پورا پورا علم حاصل کر لینا چاہیئے۔ اور پھر ہم ان عذابوں سے بچ سکتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اگر ہمیں..... اس قسم کے علوم پر قدرت حاصل ہو جائے، تب ہم آندھیوں، بارش اور زلزلوں کے متعلق پہلے سے علم حاصل کریں گے اور ہم ان کا شکار نہ ہو سکیں گے۔ قدرت کے ان عناصر اور کئی دوسرے عناصر کی پوجا بھی اسی لئے کی جاتی ہے۔ پوجا کرنے والوں کا ایک دوسرا گروہ ہے۔ ان کے خیال کے مطابق ہر ایک عنصر کا ایک علیحدہ دیوتا ہے۔ جب یہ دیوتا انسان پر برانگیختہ ہوتا ہے تو اپنے عنصر کو غیض و غضب میں لاتا ہے اور انسانوں کو تکلیف دیتا ہے۔ اس تکلیف سے بچنے کے لئے اس گروہ نے ان دیوتاؤں کو راضی رکھنے کے لئے کئی ایک تہوار منا رکھے ہیں اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور قربانیاں کی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ انسانی قربانی بھی روا رکھی جاتی ہے اور دی جاتی ہے میرے خیال میں یہ سب جہالت کے کرشمے ہیں اور خالص مذہب جس میں انسان کی فلاح اور بہبودی کے سامان ہیں اس سے غفلت کے نتائج ہیں۔ یہ توہمات اور جہالت کی باتیں صرف اس غفلت کا ہی نتیجہ ہیں، ورنہ ہم خوب جانتے کہ اس وسیع کائنات کا واحد خالق اور چلانے والی صرف ایک ہی ہستی ہے جس کو ہم اللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں...

دوسرے گروہ کے لوگوں کے ساتھ تو میرا بالکل ہی اتفاق نہیں کیونکہ ان کا تمام سلسلہ اور کاروبار جہالت کے سرچشمہ سے نکلا ہے۔ ہاں البتہ پہلا گروہ کسی حد تک اس عذاب الٰہی کے مسئلہ کو حل کرنے میں کامیاب ہے اب جہاں تک صرف طبعی وجوہات کا تعلق ہے جن کی وجہ سے قدرت کے یہ عناصر سرگرم عمل ہوتے ہیں میرا ان کے ساتھ پورا پورا اتفاق ہے۔ میرے خیال میں طبعی وجوہات کے علاوہ انسانی اعمال کا بھی اس میں ضرور دخل ہے۔ بس اس کی توجیہہ یوں کروں گا کہ طبعی وجوہات کی بناء پر یہ تمام عناصر روزمرہ کے عام قانون کے مطابق کام میں لگے رہتے ہیں۔ ہم بھی ان سے فائدہ حاصل کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہمارے بداعمال کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی وجہ سے خداوند تعالیٰ کا غضب بھڑکتا ہے۔ اور چونکہ کائنات کا ایک ذرّہ بھی اس کے اذن کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا لہٰذا اللہ اپنے غضب کا مظاہرہ اس طرح کرتا ہے کہ ان عناصر کے وجوہات کو اور زیادہ قوی بنا دیتا ہے اور اب تک جو عناصر اپنی خیر کی خاصیتوں کا استعمال کرتے رہے اب ان کے شر کے خواص ظہور میں آتے ہیں اور ہماری سزا کا موجب ہو جاتے ہیں، کیونکہ اس کائنات کی ہر ایک چیز میں خیر اور شر دونوں کا پہلو ہے اسی لئے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شر سے بچنے کے لئے دعا سکھلائی ہے۔ اب میں اسکو ایک چھوٹی سی مثال سے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

یہی ہمارا ہمسایہ دریا ہے راوی طبعی قانون کے مطابق اور جب تک ہمارے نیک اعمال کا پلڑا بھاری رہتا ہے ہمارے لئے آب حیات کا کام دیتا ہے یہی پانی پی کر ہم زندہ رہتے ہیں۔ اسی سے ہمارے جانوروں کی زندگی ہے جن سے ہم باربرداری کا کام لیتے ہیں اور بعض ہمیں ہماری خوراک مثلاً دودھ۔ گھی۔ مکھن اور گوشت مہیا کرتے ہیں۔ اس کے پانی پر ہماری فصلوں ترکاریوں اور باغات کا دارومدار ہے۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس کی بدولت ہمارا وجود قائم و دائم ہے اور اگر یہ نہ ہو تو زندگی دوبھر ہو جائے بلکہ ناممکن ہو جائے۔ اب قانون قدرت یہ ہے کہ جب تک ہم خداوند تعالےٰ کی ان تمام نعماء کے لئے شکر کرتے ہیں اور اس کے بتائے ہوئے قانون اور لائحہ عمل پر چلتے ہیں تب تک یہ دریا ہماری خدمت میں لگا رہتا ہے کیونکہ اسکو یہی حکم ہے کہ ہمارے لئے مسخر رہے۔ خدا کا شکر کرنا صرف لفظی نہیں بلکہ عملی شکریہ کرنا اصل مقصد ہے اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے جب تک تو حالات اس طرح رہتے ہیں ہم تمام آفتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ لیکن جیسے ہم لوگ ان نعماء کو خدا کی طرف سے نہیں سمجھتے اور بجائے شکریہ ادا کرنے کے ناشکری کرنے لگتے ہیں۔ تو ناشکری کئی ایک رنگوں میں ظاہر ہوتی ہے اور اس کا منطقی نتیجہ بداعمالی ہی ہیں اور بداعمال مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں جن کی تفصیل آپ خود جانتے ہیں تو اب بداعمالیوں کا پلڑہ جھکنے لگتا ہے جھکتے جھکتے زمین پر جا لگتا ہے اور ہم پورے طور پر دابۃ الارض ہو جاتے ہیں۔ تو یہی رحمت کا دریا اللہ تعالےٰ کے اذن سے حرکت میں آ جاتا ہے۔ بارشیں ہونے لگتی ہیں حکام وقت اور لوگ اس کے بڑھتے ہوئے پانی کو دیکھ رہے ہوتے ہیں ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔ اس امنڈتے ہوئے طوفان کی روک تھام کے لئے حکومت وقت اور لوگ ہمہ تن کوشش میں لگ جاتے ہیں باایں یہ عذاب رو کے نہیں رُکتا اور ہماری تباہی کا موجب ہو جاتا ہے بستیوں کی بستیاں زمین کے ساتھ ہموار ہو جاتی ہیں، مالی اور جانی نقصان کا اندازہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اس چھوٹی سی اور گھریلو مثال سے آپ پر واضح ہو گیا کہ عذاب الٰہی کہیں آسمان سے نہیں اُترتا۔ بلکہ قدرت کے وہ تمام عناصر جو ہمارے لئے مسخر کر دیئے گئے ہیں ہمارے خداوند تعالیٰ کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق زندگی بسر نہ کرنے کی وجہ سے اذن الٰہی سے روزمرّہ کے قانون کے مطابق نہیں چلتے رہتے بلکہ ان کی حرکت اور زیادہ تیز ہو جاتی ہے اور ہمارے لئے ہلاکت کا باعث بن جاتے ہیں۔ ان عناصر کا عام قانون کے مطابق نہ چلنا اور بعض اوقات غیض و غضب میں آ کر ہماری سزا کا موجب بن جانا اس بات پر دال ہے کہ طبعی وجوہات کے علاوہ انسانی اعمال کا بھی ان کی حرکتوں میں دخل ہے۔

عذاب الٰہی حسب موقعہ جغرافیائی حالات کے مطابق مختلف اشکال اختیار کرتا ہے۔ اگر کسی قوم کی تباہی کا موجب زلزلہ ہو گا تو اس علاقہ کے اندر زلزلہ کے طبعی امکانات ضرور ہوں گے اور میرے خیال میں اس کے شدت سے آنے کا مطلب یا آبادی میں آنے کا مقصد صرف عذاب الٰہی ہو گا ورنہ یہی زلزلہ ایک ویرانے میں بھی آ سکتا ہے۔ زلزلوں کے فوائد بھی ہیں جن کا ذکر کرنا میں یہاں مناسب نہیں سمجھتا۔ ایک دوسری بات بھی میں واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ مثلاً اس قدر شدید زلزلہ کہ جس سے تباہی اور بربادی آ جائے مصر میں نہیں آ سکتا۔ حیدرآباد دکن اور جنوبی ہندوستان میں نہیں آ سکتا۔ اگر وہ قدرت کا کوئی عنصر عذاب کا موجب ہو سکتا ہے تو مصر میں دریائے نیل یا صحرائے اعظم سے ریت کا طوفان۔ اگر دریائے نیل میں اس کے استوائی اور مون سون علاقوں میں سخت بارش ہو تو اس میں طوفان آ جائے گا اور گرد و نواح کے دیہات اور شہر تباہ ہو جائیں گے یا اگر صحرائے اعظم سے سخت آندھی چلے جو کروڑ ہا من ریت لا کر مصر کے آبادی کے علاقوں کو دفن کر دے اسی طرح جنوبی ہندوستان اور خاص طور پر سطح مرتفع دکن میں زلزلہ نہیں آ سکتا۔ اگر کوئی چیز یہاں عذاب کا باعث ہو سکتی ہے تو وہ موسلادھار بارش ہے جو کہ موسمی ہواؤں کے ذریعے موسم گرما میں آتی ہے اب اس کے بعد میں آپ کو تاریخ سے استدلال کر کے دکھلاؤں گا اور اپنے موضوع کی وضاحت کروں گا۔

حضرت نوحؑ کی قوم پر عذاب

قرآن کریم کی سورت الاعراف کے آٹھویں رکوع میں حضرت نوحؑ کا اپنی قوم کی طرف مبعوث ہونے کا ذکر ہے۔ بڑے لمبے عرصہ کی تبلیغ کے باوجود حضرت نوحؑ کی قوم اس پیغام کو جھٹلاتی چلی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم کی بداعمالیوں اور زیادتیوں کی وجہ سے بھڑک اٹھتا ہے اور جھٹلانے والوں اور ایمان لے آنے والوں کے انجام کا ذکر اسی رکوع کی آخری آیت میں اس طرح بیان کیا جاتا ہے :۔

فکذبوہ فانجینہ والذین معہ فی الفلک واغرقنا الذین کذبوا بایٰتنا ۔ انھم کانوا قوماً عمین ۔

ترجمہ :۔ پس انہوں نے اس کو جھٹلایا سو ہم نے اسکو اور ان کو جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا بلاشبہ وہ اندھی قوم تھی۔ اس کے بعد سورت ہود کے چوتھے رکوع میں حضرت نوحؑ کے مخالفین کی ہلاکت کا ان الفاظ ذکر کیا ہے :۔

حتیٰ اذا جاء امرنا وفار التنور، قلنا احمل فیھا من کلٍ زوجین اثنین واھلک الا من سبق علیہ القول ومن اٰمن وما اٰمن معہ الا قلیل ۝

ترجمہ :۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور زمین پر پانی نے جوش مارا ۔ ہم نے کہا اس میں ہر شئے کے نر و مادہ دو دو سوار کر لو اور اپنے اہل کو سوائے اس کے جس کے متعلق پہلے حکم ہو چکا اور ان کو بھی جو ایمان لائے ۔ اور اس کے ساتھ تھوڑے ہی ایمان لائے تھے ۔ اس کے بعد سورت القمر کے پہلے رکوع کذبت قبلھم قوم نوحٍ فکذبوا عبدنا وقالوا مجنون وازدجر ۝ فدعا ربہ انی مغلوبٌ فانتصر ۝ وفجرنا الارض عیوناً فالتقی الماء علیٰ امرٍ قد قدر ۝ وحملنٰہ علیٰ ذات الواحٍ ودسرٍ ۝ تجری باعیننا جزاءً لمن کان کفر ۝ ولقد ترکنٰھا اٰیۃً فھل من مدکر ۝ فکیف کان عذابی ونذر

ترجمہ :۔ ان سے پہلے قوم نوح نے جھٹلایا سو انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا کہ دیوانہ ہے اور اسے ڈانٹا گیا ۔ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ میں مغلوب ہوں تو میری مدد فرما۔ پس ہم نے بادل کے دروازے زور سے برستے ہوئے پانی سے کھول دیئے اور زمین سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے تو پانی ایک کام کے لئے جمع ہو گیا۔ جس کا اندازہ ہو چکا تھا ۔ اور ہم نے اسے تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیا ۔ وہ ہمارے سامنے چلتی تھی اس کے بدلہ جس کا انکار کیا گیا تھا ۔ اور یقیناً ہم نے اسے نشان کے طور پر چھوڑا ۔ تو کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے سو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا ۔

اب قرآن کریم کے ان حوالہ جات کے بعد میں اپنے مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں ۔ عام طور پر یہ خیال ہے کہ اس طوفان کی ابتدا یوں ہوئی کہ ایک تنور سے جہاں عام طور پر آگ جلتی ہے پانی پھوٹ نکلا تھا ۔ لیکن سورۃ القمر کے پہلے رکوع میں اس خیال کا رد موجود ہے ۔ جہاں صاف لکھا ہے کہ ہم نے بادل کے دروازے زور سے برستے ہوئے پانی سے کھول دیئے ۔ اور زمین سے بھی پانی کے چشمے پھوٹ پڑے ۔ یہ بعینہٖ اس قسم کا عذاب تھا جیسا کہ ہم نے پچھلے دنوں سنٹرل پنجاب کے اضلاع میں دیکھا ۔ ایک دوسرا غلط خیال بھی از روئے بائبل چلا آتا ہے کہ یہ طوفان کل روئے زمین پر آیا تھا حالانکہ قرآن شریف میں صاف طور پر آیا ہے کہ نوحؑ کی قوم کے لئے آیا تھا ۔ تواریخ کی کتب اور بائبل کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم نوحؑ ایشیائے کوچک یعنی موجودہ ترکی کے مشرقی علاقوں اور فلسطین کے شمال میں آباد تھی ۔ اب یہ علاقہ جغرافیائی حالات کے لحاظ سے ایسا واقع ہے کہ جہاں طوفان گرد و باد کے ذریعہ سے خاص طور پر سرما میں بارش ہوتی ہے اس کے علاوہ اس زمانہ میں جس کا یہ ذکر ہے زمین کی تاریخ کی رو سے ایسا وقت تھا جب اس علاقے کے پہاڑ بن رہے تھے اور چونکہ یہ A FOLDED قسم کے ہیں اس لئے زمین کی سطح پر سلوٹیں پڑنے کی وجہ سے FAULT S یعنی بڑے بڑے شگاف بھی پیدا ہونے تھے ممکن ہے اس قسم کے شگافوں سے زمین کے نیچے کا پانی چشموں کی صورت میں پھوٹ پڑا ہو اور ادھر موسلا دھار بارشیں شروع ہو گئی ہوں اور قوم نوحؑ اس عذاب کی لپیٹ میں آ گئی ہو۔ واقعات اس طرح شہادت دیتے ہیں ۔ جب وہ بستیاں تباہ ہو گئیں اور وہاں کے باشندے غرق ہو گئے تو بارش تھم گئی اور زمین نے پانی کو جذب کر لیا اور حضرت نوحؑ کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی ۔ آج یہ کشتی ترکی کے پہاڑ میں دریافت کی گئی ہے ۔ اور اس زمانہ کے لئے خدا وند تعالیٰ کے کہنے کے مطابق ایک زندہ نشان ہے ۔

قوم عاد

سورۃ الاعراف کے نویں رکوع میں حضرت ہودؑ کا ذکر آتا ہے ۔ اس میں حضرت ہود کو قوم عاد کا بھائی قرار دیا ہے ۔ اس قوم نے چار دیوتا قرار دے رکھے تھے ۔ ساقیہ ۔ حافظہ ۔ رازقہ اور سالمہ ۔ یعنی بارش کا دیوتا ۔ خطرول سے بچانے والا دیوتا ۔ رزق کا دیوتا اور صحت کا دیوتا ۔ اسی رکوع کی آخری آیت میں آتا ہے

فانجینٰہ والذین معہ برحمۃٍ منا وقطعنا دابر الذین کذبوا بایٰتنا وما کانوا مومنین ۔

ترجمہ :۔ سو ہم نے اس کو اور ان کو جو اس کے ساتھ تھے اپنی طرف سے رحمت سے نجات دی اور ہم نے ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ مومن نہ تھے ۔ ویسے تو اس قوم کا ذکر سورت ہود کی ۵۰ آیت سے ۶۰ آیت تک سورۃ ابراھیم کی نویں آیت میں ۔ سورۃ الفرقان کی ۳۸ ویں آیت میں ۔ سورۃ الشعراء کی ۱۲۳ آیت سے ۱۴۰ تک ۔ سورت العنکبوت کی ۳۸ ویں آیت میں ۔ حٰم السجدہ کی ۱۳ سے ۱۶ آیت میں ۔ سورۃ الاحقاف کی ۲۱ سے ۲۶ آیت تک سورۃ الذاریات کی ۴۱ تا ۴۲ آیت میں ۔ سورت النجم کی ۵۰ آیت میں سورۃ القمر کی ۱۸ سے ۲۱ آیت تک سورۃ الحاقہ کی چوتھی اور چھٹے سے آٹھ آیت تک اور سورۃ الفجر کی ۶ تا ۸ آیت میں آیا ہے ۔

سورۃ حٰم السجدہ کی تیرہویں آیت میں آتا ہے ۔ فقل انذرتکم صٰعقۃً مثل صٰعقۃ عادٍ وثمود

ترجمہ :۔ تو کہہ دے میں تمہیں عاد اور ثمود کے عذاب جیسے عذاب سے ڈراتا ہوں ۔ اس سے آگے سولہویں آیت میں اس قوم پر عذاب کے متعلق آتا ہے فارسلنا علیھم ریحاً صرصراً فی ایامٍ نحساتٍ لنذیقھم عذاب الخزی فی الحیٰوۃ الدنیا ۔

ترجمہ :۔ سو ہم نے منحوس دنوں میں تند ہوا چلائی تاکہ انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب چکھائیں ۔

اس سے آگے چل کر سورۃ الاحقاف کی چوبیسویں اور پچیسویں آیات میں اس عذاب کا ذکر اس طرح چلتا ہے :۔

فلما راوہ عارضاً مستقبل اودیتھم قالوا ھٰذا عارضٌ ممطرنا بل ھو ما استعجلتم بہٖ ریحٌ فیھا عذابٌ الیمٌ ۝ تدمر کل شیءٍ بامر ربھا فاصبحوا لا یُریٰ الا مسٰکنھم کذٰلک نجزی القوم المجرمین ۝

ترجمہ :۔ پھر جب اسے ایک بادل کے رنگ میں دیکھا جو ان کی وادیوں کی طرف بڑھ رہا تھا کہنے لگا یہ بادل ہم پر بارش لانے والا ہے بلکہ یہ وہ ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے ہو ۔ ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کرتی ہے ۔ سو وہ ایسے ہو گئے کہ سوائے ان کے مکانوں کے کچھ نظر نہیں آتا تھا اسی طرح ہم مجرم قوم کو بدلہ دیتے ہیں ۔

پھر سورۃ الذاریات کی ۴۱ ۔ ۴۲ آیات میں اس طرح آیا ہے :۔

وفی عادٍ اذ ارسلنا علیھم الریح العقیم ما تذر من شیءٍ اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم ۝

ترجمہ :۔ اور قوم عاد میں نشان ہے جب ہم نے ان پر تباہ کرنے والی ہوا بھیجی ۔ وہ کسی چیز کو نہ چھوڑتی تھی جس پر آتی تھی ۔ مگر اسے چورا کر دیتی تھی ۔

پھر سورۃ القمر کی اٹھارویں سے اکیسویں آیت تک اس قوم کے عذاب کا ذکر آتا ہے :۔

کذبت عادٌ فکیف کان عذابی ونذر ۝ انا ارسلنا علیھم ریحاً صرصراً فی یوم نحسٍ مستمرٍ ۝ تنزع الناس کانھم اعجاز نخلٍ منقعرٍ ۝ فکیف کان عذابی ونذر ۔

ترجمہ :۔ عاد نے جھٹلایا ۔ تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا ۔ ہم نے ان پر ایک تند ہوا ایک سخت نحوست والے دن چلائی ۔ وہ لوگوں کو یوں اکھاڑ پھینکتی تھی گویا کہ وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں ۔ میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا ۔ پھر سورہ الحاقہ کے پہلے رکوع میں اس قوم کے عذاب کو دہرایا ہے :۔

واما عادٌ فاھلکوا بریحٍ صرصرٍ عاتیۃٍ ۝ سخرھا علیھم سبع لیالٍ وثمٰنیۃ ایامٍ حسوماً فتری القوم فیھا صرعیٰ کانھم اعجاز نخلٍ خاویۃٍ ۝ فھل تریٰ لھم من باقیۃٍ ۔

ترجمہ :۔ اور عاد حد سے نکلی ہوئی تیز ہوا سے ہلاک کر دیئے گئے ۔ اس نے ان پر سات دن اور سات رات اور آٹھ دن چلایا ۔ ان کو مٹاتی ہوئی سو تو لوگوں کو اس میں گرے ہوئے دیکھتا گویا کہ وہ کھوکھلی کھجوروں کے تنے ہیں تو کیا تو ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے ۔

اب یہ قوم عمان سے حضرموت تک کے علاقہ میں بستی تھی ۔ یہ علاقہ جزیرہ نما عرب کے جنوبی ساحل کے ساتھ ساتھ واقع ہے یہاں بحیرہ عرب سے ہوائیں چلتی رہتی تھیں اور ان ہواؤں سے قدرے بارش بھی ہوتی رہتی ۔ جس پر اس علاقہ کے لوگوں کا دارومدار رہتا ۔ اس وقت جب یہ قوم اپنے بداعمال کی وجہ سے پکڑی گئی تو یہی ہوا ، ان پر سات رات اور آٹھ دن اس قدر تندی سے چلی کہ اس قوم کو بالکل تباہ کر دیا یہاں تک کہ ان کا نام لیوا تک نہ رہا ۔

قوم ثمود

اس قوم کا ذکر سورت الاعراف کے دسویں رکوع سے شروع ہوتا ہے ۔ ان کی طرف ان کے بھائی حضرت صالحؑ مبعوث ہوئے یہ قوم جو آدم کے ایک دوسرے پوتے کے نام پہ

مشہور ہوئی قوم عاد سے قریبی تعلق رکھتی تھی۔ مگر دو سو سال بعد اس کا عروج ہوا۔ یہ قوم مدینہ منورہ کے شمال میں الحجر کے علاقہ میں آباد تھی جو پہاڑی علاقہ ہے۔ پانی کی قلت کی وجہ سے بارش کا پانی اکٹھا کر کے گذارہ کرتے تھے۔ اور چشموں کی بھی بہت قلت تھی۔ جب قوم عاد کے بعد حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ آئی تو یہ لوگ میدان میں محلات بناتے تھے اور پہاڑوں کو تراش کر کوٹھیاں بناتے تھے اس قوم پر عذاب اس طرح آیا کہ حضرت صالح کی اونٹنی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ایک نشان قرار دے دیا۔ اور قوم کو تنبیہہ کر دی گئی کہ اسکو نہ پکڑیں بلکہ کھلا چھوڑ دیں اور اس کو کوئی دکھ نہ پہنچائیں ورنہ انہیں ایک دردناک عذاب سے پکڑا جائے گا۔ ان لوگوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ قوم کے سرداروں نے تکبر کیا اور اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور کہا اے صالح وہ عذاب لے آ جس سے تو ہم کو ڈراتا تھا اگر تو مرسلوں میں سے ہے تو اس پر فرمایا فاخذتھم الرجفۃ فاصبحوا فی دارھم جٰثمین۔

ترجمہ:- تب ان کو زلزلے نے آپکڑا سو وہ اپنے گھروں میں پڑے کے پڑے رہ گئے۔ اس کے بعد سورۃ ہود کے چھٹے رکوع میں اس قوم کا تفصیلی ذکر آیا ہے اور لکھا ہے فلما جاء امرنا نجینا صٰلحًا والذین اٰمنوا معہ برحمۃ منا ومن خزی یومئذ ان ربک ھو القوی العزیز واخذ الذین ظلموا الصیحۃ فاصبحوا فی دارھم جٰثمین ۝ کان لم یغنوا فیھا الا ان ثمود کفروا ربھم الا بعدا لثمود ۝ ترجمہ:- سو جب ہماری سزا آگئی تو ہم نے اپنی رحمت سے صالح کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اس سے نجات دی اور اس دن کی رسوائی سے بھی۔ بیشک تیرا رب طاقتور غالب ہے اور جو ظالم تھے ان کو ایک ہولناک آواز نے آپکڑا۔ سو وہ اپنے گھروں میں پڑے کے پڑے رہ گئے گویا کہ ان میں بسے ہی نہ تھے سنو! ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا۔ سنو! ثمود کے لئے دوری ہے۔ اس کے بعد سورت حٰم السجدہ میں اس قوم پر عذاب کا ذکر اس طرح آتا ہے واما ثمود فھدینٰھم فاستحبوا العمٰی علی الھدٰی فاخذتھم صٰعقۃ العذاب الھون بما کانوا یکسبون ۝ ونجینا الذین اٰمنوا وکانوا یتقون ۝ ترجمہ:- اور رہے ثمود۔ تو ہم نے انہیں رستہ دکھایا۔ پر انہوں نے اندھا رہنے کو ہدایت پر ترجیح دی۔ سو ذلت کے عذاب کی ہولناک آواز نے انہیں آلیا۔ اس کی وجہ جو وہ کماتے تھے۔ اور ہم نے انہیں نجات دی جو ایمان لائے اور تقوےٰ کرتے تھے اس کے بعد سورت الذاریات کی ۴۳ سے ۴۵ آیات تک ان کا ذکر ہے اور یہاں بھی عذاب کو ایک ہولناک آواز کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔ پھر سورۃ القمر میں اس طرح آیا ہے انا ارسلنا علیھم صیحۃ واحدۃ فکانوا کھشیم المحتظر

ترجمہ:- ہم نے ان پر ایک آواز بھیجی سو وہ باڑ لگانے والے کے چورا ہوئے پتوں کی طرح ہو گئے۔ ان مقامات پر جن کا میں نے ذکر کیا ہے اس قوم کے عذاب کے متعلق آیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم پر عذاب نے ایک زلزلہ کی شکل اختیار کی۔ بار بار جو ایک ہولناک اور دردناک آواز کا ذکر آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ ایک پہاڑی علاقہ ہے اور اس وقت اس کے کسی حصہ میں ہلچل شروع ہو گئی ہو گی جس کی وجہ سے ایک ہولناک آواز نکلی ہو گی اور زلزلہ آیا ہو گا اور اس طرح قوم کو تباہ کر دیا ہو گا۔ پہاڑی علاقہ میں زلزلہ کے آنے کے امکانات ہر وقت رہتے ہیں کیونکہ طبقاتی علم کی رو سے یہ علاقے سطح زمین پر بہت ہی کمزور ہیں اور زمین اپنی سطح کے توازن کو قائم رکھنے کے لئے اوپر والے طبقات میں حرکت کرتی رہتی ہے جن کا واحد نتیجہ زلزلہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے (باقی باقی)

اخبار احمدیہ

—— درس قرآن کریم جو کچھ دنوں سے مختلف احباب کے مکانات پر ہر ہفتہ باری باری ہوتا ہے، اور جس کا ذکر اس سے پہلے بھی ان کالموں میں آچکا ہے چوتھے ہفتہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کے مکان پر ہوا، پانچویں ہفتہ احمدیہ بلڈنگس میں اور چھٹے ہفتہ مسٹر اعجاز الٰہی کی کوٹھی پر ہوا، ان سب احباب نے شرکائے مجلس کو دعوت طعام بھی دی، احمدیہ بلڈنگس میں یہاں کے احباب نے مل کر حاضرین کی تواضع کی۔

—— ہمارے عزیز دوست ملک عبدالغنی صاحب کلرک دفتر انجمن بعارضہ خناق سخت بیمار ہیں تمام احباب سے درخواست ہے کہ ان کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

حکومت پاکستان کا اعلان

کراچی ۱۱ مارچ۔ حکومت پاکستان نے اعلان کیا ہے کہ رائل پاکستان ایر فورس کے ڈائرکٹر آف پرسنل ایرکموڈر ایم کے جنجوعہ کو ان کے گھر میں

یوم القیامت اور بہائیت

بالاخرۃ ھم یوقنون کے معنے

مولانا عمر الدین صاحب از بمبئی

قرآن مجید میں متقی انسان کی تعریف میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ الآخرۃ پر یقین رکھتے ہیں اب یہ آخرۃ کیا ہے اس کے متعلق متقدمین و متاخرین علما و اسلام متفق ہیں کہ خاتمہ دنیا کے بعد ایک ایسا زمانہ ہے جس میں اولین و آخرین تمام لوگ حساب کتاب کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور جمع کئے جائیں گے اور تمام اعمال کی جزاء و سزا ہو گی۔ یہی روز قیامت بھی ہے۔ گویا آخرت اور قیامت ایک زمانہ کے دو نام ہیں۔ مگر جیسا کہ کج دل لوگوں کا قاعدہ ہے کہ وہ متشابہ باتوں کو لے کر خواہ مخواہ جھگڑا کیا کرتے ہیں اور محکمات کی پرواہ نہیں کرتے۔ آخرت کے بارے میں بھی بابیوں اور بہائیوں نے محض متشابہ امور کی وجہ سے آخرۃ اور قیامت کا انکار کر دیا اور یہ لکھ دیا کہ قیامت سے مراد کسی ایسے رسول کی بعثت ہے جس کا آنا خدا کا آنا ہو گا۔ جو اس کو مان لیں گے جنت میں داخل ہوں گے اور جو اس کا انکار کریں گے جہنم کی آگ میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ پھر یہ جنت و دوزخ کیا ہے اس سے مراد بھی خدا کے مظہر کو مان لینا یا اس کا انکار ہے۔

بابی قیامت سے کیا مراد ہے

چنانچہ مرزا حسین علی صاحب جب کہ وہ ابھی بابی تھے اور ان کا اپنا یہ دعوےٰ نہ تھا کہ وہ تو خدا کے مظہر موعود ہیں۔ بحیثیت ایک بابی مبلغ کے لکھتے ہیں۔

"جو کوئی ان روشنی دینے والے و مقدس انوار اور روشن و چمکتے ہوئے آفتابوں سے فائز و موفق ہو جاتا ہے وہ گویا دیدار خدا حاصل کر لیتا ہے اور مدینہ حیات ابدی میں داخل ہو جاتا ہے یہ دیدار قیامت کے سوا اور کسی وقت حاصل نہیں ہوتا یعنی اس وقت جبکہ نفس اللہ اپنے مظہر کلی میں قیام کرتا ہے۔ اور یہی اس قیامت کے معنے ہیں جس کا ذکر سب کتابوں میں آیا ہے" (ایقان ص ۱۸۳)

یعنی انبیا کا ظاہر ہونا قیامت ہے اور ان کا دیدار ہی خدا کا دیدار ہے۔ ان کو مان لینا ہی جنت میں داخل ہونا ہے۔ اور جس قیامت کا وعدہ تمام کتب سماوی میں ہے اس سے مراد خدا کا کسی نبی کو مبعوث کرنا ہے وبس۔

من گھڑت اور موہوم قیامت

پھر اسی ایقان میں مرنے کے بعد جی اٹھنے اور اعمال کی جزاء و سزا کے لئے قیامت کے دن خدا کے حضور حاضر ہونے کو جیسا کہ عام عقیدہ ہے۔ من گھڑت اور موہوم قیامت لکھا ہے:-

"اکثر علماء .... بے سوچے سمجھے ان سب آیات کی تفسیر اپنی موہوم و من گھڑت قیامت سے کرتے ہیں"

ایقان ص ۱۰۳

اب جن آیات کی طرف الفاظ "ان سب آیات کی تفسیر" میں اشارہ ہے وہ وہی ہیں جن سے اہل اسلام تمام اہل عالم کے مرنے کے بعد ایک وقت زندہ ہونے کے قائل ہیں جسے یوم الآخرۃ اور یوم القیامت کہتے ہیں۔ مگر وہ آخرۃ یا قیامت بہاء اللہ صاحب کے نزدیک ایک من گھڑت اور موہوم شے ہے اور بقول بہاء اللہ اصل قیامت اور خدا کا دیدار بعثت انبیا و رسل ہے۔

ختم نبوت و ختم رسالت

بہاء اللہ صاحب کی اصل قیامت کے لئے تو ختم نبوت و رسالت نے کوئی موقعہ ہی نہیں چھوڑا۔ کیونکہ جب نبوت و رسالت بند ہو چکی تو کسی رسول یا نبی کی بعثت تو اب ہو نہیں سکتی لہذا اصل قیامت بھی ختم ہو چکی۔ نہ نبی و رسول آئے نہ دیدار خدا ہو نہ قیامت قائم ہو۔ مگر بہائی یہاں کچھ عذر کرتے ہیں۔

بہائی:- قرآن میں ختم نبوت ہے نہ کہ ختم رسالت اور رسالت کا مقام نبوت سے بلند ہے اس لئے رسالت بند نہیں لہذا یہ کہنا کہ چونکہ نبوت و رسالت ختم ہو چکی لہذا قیامت بھی ختم ہو چکی درست نہیں ہے۔

احمدی:- بہائی مذہب میں تقیہ جائز جو جھوٹ کی ایک شکل ہے اس لئے ممکن ہے کہ یہ اعتراض جان بوجھ کر تقیہ کے ماتحت کیا گیا ہو۔ یہ تو ممکن نہیں کہ بہائیوں کو یہ علم نہ ہو کہ بہاء اللہ صاحب نے (جوان کے خدا ہیں) یہ لکھا ہے کہ

بہ انتہت الرسالت والنبوت

(فردوس)

یعنی آنحضرت صلعم پر نبوت و رسالت دونوں ختم

ہیں۔ اعلان میں کہا گیا ہے کہ مزید اقدام کی صورت

سرکاری اعلان میں ان افواہوں کی تردید کی

اعلان وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علی نے

نظر بند حراست کر لیا گیا ہے۔ یہ گرفتاری بھی اسی

ہو چکیں۔ اور یہ بھی مشکل ہے کہ ہمارے بار بار ان الفاظ کو پیش کرنے کے باوجود ان کو اس سوال پر غور کرنے کا موقعہ ملا ہو۔

بہاء اللہ صاحب نے خاتم النبیین سے مراد اگر ختم نبوت و رسالت بیان کی ہے تو یہ عین منشاء کلام الٰہی ہے اور خود حضرت خاتم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو خاتم الرسل بھی قرار دیا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ نبیوں کی رسالت جاری ہے یا ان سے اوپر کوئی مقام رسالت ہے یہ صحیح نہیں ہے۔

بہائی۔ مانا کہ نبوت و رسالت بند ہے مگر یہ بندش دورِ آدم کے لئے ہے اور دورِ آدم ختم ہو چکا اب تو دورِ قیامت ہے۔

احمدی۔ بہت اچھا تو آپ یہ مان لیجئے کہ اگر ابھی دورِ آدم ہے تو بوجہ نبوت و رسالت کے بند ہونے کے ابھی دورِ قیامت نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ تو شاید مجھے پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ خود جناب بہاء اللہ صاحب بھی فرزند آدم ہیں یا نہیں۔

بہائی۔ حضرت بہاء اللہ عصر جدید کے آدم ہیں جیسے حضرت آدم دورِ قدیم کے آدم تھے۔

احمدی۔ یہ بلا دلیل دعوےٰ ہے۔ اور خلاف واقعہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام بلا ماں باپ پیدا ہوئے اور وہ اپنے دور کے تمام آدم زاد کے باپ ہیں۔ حتیٰ کہ وہ باپ بہاء اللہ کے بھی باپ ہیں۔ اور تمام بابیوں اور بہائیوں کے باپ ہیں۔ پس ابھی تو دورِ آدم ہی ہے۔

آدم وقت

ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے ان معنوں میں بھی بہاء اللہ آدم وقت نہیں کیونکہ وہ مدعی نبوت و رسالت سے ہی نہیں۔ اور نہ کوئی نبی اب ہو ہی سکتا ہے کیونکہ خدا تعالےٰ نے اب امت کے لئے محمد رسول اللہ کو روحانی باپ قرار دیا ہے جس کے بعد اب کوئی دوسرا نبی آنے کی گنجایش ہی نہیں۔ آنحضرت صلعم کا خاتم النبیین ہونا آپ کے تا قیامت امت کا روحانی باپ ہونے کی دلیل ہے۔ اور اسی حقیقت کو حضرت مسیح علیہ السلام نے "ابدی باپ" کے الفاظ میں بیان کیا تھا جیسا کہ اناجیل میں مذکور ہے۔

بہائی۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ محمد رسول اللہ مبشر تھے دورِ قیامت کے جس میں خدا کا آنا دیدار الٰہی کا ہونا مسلمہ اہل اسلام ہے پس محمد رسول اللہ کا خاتم النبیین ہونا قیامت میں رب العالمین کے آنے کا مانع نہیں ہو سکتا۔ بہائیوں کے نزدیک جب یہ دورِ قیامت ہے اور بہاء اللہ مظہر خدا ہے جس کا آنا خدا کا آنا اور جس کا دیدار خدا کا دیدار ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ تم اپنے رب کو دیکھوگے جیسے چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو۔ تو اب اس دورِ قیامت میں ختم نبوت کی بحث کرنا فضول ہے کہ خاتم النبیین کا حکم یوم یقوم الناس لرب العالمین پر ختم ہو چکا۔

احمدی۔ بہاء اللہ کے آنے کو خدا کا آنا خود یوم یقوم الناس لرب العالمین میں مذکور ہے قرار دینا دورِ قیامت اور خود خدا کی آمد کی ہنسی اڑانا ہے۔ بہاء اللہ کو دلائل مسلمہ سے ایک مامور من اللہ بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا اور اس کے غیر صادق ہونے پر بہاء اللہ کے "سید الرسل" باب کا پوری پوری نامرادی سے قتل ہو جانا ایک صاعقہ قہر الٰہی ہے۔ جو بابی اور بہائی مذہب کے باطل ہونے کا اعلان ہے۔

یوم الظلم

قیامت کو یوم العدل اور یوم الحق کے ناموں سے پکارا جاتا ہے اور اس کا ایک بڑا نشان یہ ہے کہ اس دن ایک ذرہ برابر ظلم کسی پر بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ اس دن میزان عدل قائم ہوگی اور ہر شخص اپنے کئے کا پورا پورا بدلہ انصاف کے ساتھ پائے گا مگر اس دنیا میں جو باب اور بہاء اللہ کے ساتھ سلوک ہوا وہ بقول بہاء اللہ ایسا ظالمانہ سلوک ہے جو کبھی پہلے نہیں ہوا خود بہاء اللہ کے بھائی صبح ازل نے جو کچھ کیا وہ بقول بہاء اللہ نہ نمرود نے خلیل اللہ کے ساتھ نہ فرعون نے موسیٰ کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک کیا اور نہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک کیا۔ اور نہ ہی حضرت خاتم النبیین صلعم کے ساتھ ابوجہل نے اور نہ یزید نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ایسا ظلم کیا۔ تو اب یہ زمانہ تو "یوم الظلم" کہلانے کا مستحق ہے نہ کہ یوم العدل جس کی شان میں قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے:۔

لا ظلم الیوم

آج کوئی ظلم نہیں سراسر عدل و انصاف کا دن ہے۔

یوم القیامۃ

باب کی باطل بعثت کو "یوم القیامۃ" قرار دینے کے لئے جس قدر بے معنی تاویلیں بہاء اللہ نے کی ہیں ان سب کا ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ الاخرۃ اور القیامت اس دنیا کے اندر نہیں بلکہ اس عالم سے انسانوں کے گذر جانے کے بعد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حیاۃ الدنیا کو حیاۃ الاخرۃ کے مقابل بیان کیا گیا ہے جب ہم دعا کرتے ہیں کہ:۔

ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ

تو ہمارا مقصد ہمیشہ اس دنیا میں بھلائی اور دنیا کے مقابل آخرۃ میں بھلائی طلب کرنا ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ الاخرۃ یقیناً دنیا کے بعد ہے۔

اگرچہ قرآن کریم میں الاخرۃ اور یوم القیامۃ کو بارہا صاف اور غیر مبہم الفاظ میں دنیا کے خاتمہ پر بیان کیا گیا ہے مگر چونکہ کج بحث بے علموں نے ایسے صاف مسئلہ میں بھی اختلاف کیا ہے اس لئے میں ذیل میں چند آیات قرآنی سے یہ دکھاتا ہوں کہ قیامت اور آخرت کا وقوع اس دنیا میں نہیں بلکہ انسانوں کے اس عالم سے گذر جانے کے بعد ہے:۔

(۱) انک میت وانھم میتون ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون (۲۳)

ترجمہ:۔ اے نبی تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں پھر یقیناً تم بروز قیامت اپنے رب کے حضور جھگڑو گے

اس آیت میں آنحضرت صلعم اور آپ کے مخاطبین کے مر جانے کا ذکر ہے اور مرنے کے بعد بروز قیامت اللہ کے حضور جھگڑنے کا ذکر ہے۔ پس یہاں روز قیامت سے کسی طرح بھی رسول یا نبی کی بعثت مراد نہیں ہو سکتی۔

۲۔ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ثم انکم بعد ذالک لمیتون ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون ؕ (۱۸)

ترجمہ:۔ اور ہم نے انسانوں کو خالص مٹی سے پیدا کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر تم اس کے بعد مرنے والے ہو پھر تم بروز قیامت اٹھائے جاؤ گے۔

اب یہاں جسمانی پیدایش اور پھر موت اور اس کے بعد قیامت کے دن ۔ ۔ ۔ تمام انسانوں کے زندہ کیا جانے کا ذکر ہے۔ اس جگہ کسی طرح کسی نبی یا رسول کی بعثت کے معنے صحیح طور پر لگ ہی نہیں سکتے۔

نوٹ:۔ ہر انسان کے لئے خواہ وہ نبی ہو یا غیر نبی پیدائش، موت اور موت کے بعد آخرت میں روحانی زندگی ضروری ہے۔ جیسا کہ اوپر کی آیت کا منشا ہے۔ اور اسی امر کو حضرت عیسیٰ نے اپنے متعلق یوں بیان فرمایا کہ:۔

"سلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا"

اور خدا تعالےٰ نے حضرت یحییٰ کے حق میں فرمایا:

سلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پیدایش، موت اور بعثت یہ تینوں الگ الگ وقت ہیں۔ بعثت سے پہلے موت ہے۔ اس بعثت کے وقت کو ہی یوم الاخرۃ اور یوم البعث اور یوم القیامۃ قرآن مجید میں کہا گیا ہے اس لئے بہائی خیال یقیناً باطل ہے۔

مجھے خود افسوس معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک ایسی مسلمہ صداقت کو متعدد آیات سے بار بار ثابت کر رہا ہوں کہ جس کے لئے ثبوت کی حقیقتاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مگر میرا بہائیوں کی جہالت کے متعلق جو تجربہ ہے اس کی وجہ سے میں ایک بدیہی امر کو اس طرح بیان کر رہا ہوں۔ اس لئے میں اہل علم حضرات سے معافی چاہتا ہوں اور قیامت و آخرت کو ایک ایسے رنگ میں قرآن مجید سے بیان کرتا ہوں کہ بہائیوں کا مظہر بے علمی بھی قرار کرلے کہ الاخرۃ یا قیامت سے کسی رسول کی بعثت مراد نہیں نہ خدا تعالےٰ کے کسی مظہر انسانی کا ظہور ہے۔ سنئے:۔

ومن یکفر باللہ وملائکتہ

ومن یکفر باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلٰلاً بعیداً (النساء)

ترجمہ:۔ اور جو انکار کرے اللہ کا اور فرشتوں کا۔ اور خدا کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور یوم آخرت کا بلاشبہ وہ گمراہ ہوا بہت بڑی گمراہی میں۔

قابل توجہ بہائیان

چاہیئے کہ ہر غور کرنیوالا بہائی دیکھے کہ کس طرح یوم الآخر کو خدا اور اس کے رسولوں کی آمد سے الگ کر دیا ہے۔

اس آیت کی رو سے نہ اللہ کی آمد اور نہ کسی رسول کی آمد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یوم الآخر قرار پا سکتی ہے۔

کیا بہائیوں میں سے علی صاحب۔ ہمدانی صاحب چودھری عبدالرحمٰن صاحب جمونی خاص طور پر اس آیت پر غور کر کے بتائیں گے کہ وہ اس آیت کے ہوتے ہوئے کس طرح آخرت یا قیامت سے کسی رسول کی بعثت مراد لے سکتے ہیں۔ اگر وہ اس آیت کا کوئی جواب نہیں دے سکتے اور یقیناً ان میں سے کوئی بھی اس کا جواب نہیں دے سکتا، اور نہ دیں گے۔ تو سمجھ لیا جائے کہ ان کا عقیدہ جو قیامت کے متعلق ہے وہ بالکل غلط ہے۔

بعث بعد الموت

مسلمان جب صفت ایمان بیان کرے گا تو وہ حدیث نبوی کے مطابق اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان کے علاوہ والبعث بعد الموت پر ایمان کا اقرار کرے گا۔ خواہ وہ کسی فرقہ کا مسلمان ہو۔ اور یہ اقرار مذکورہ بالا آیت قرآنی کے عین مطابق ہے۔ پس بہائیوں کا بعث بعد الموت کو باب یا بہاء اللہ کی آمد قرار دینا بالکل باطل خیال ہے۔

مجھے اس سے انکار نہیں نہ کوئی مسلمان اس سے انکار کرے گا۔ کہ دنیا میں جب لوگوں کی ایمانی حالت پر ایک موت طاری ہو جاتی ہے تو اس وقت ان کے احیاء کے لئے بھی خدا تعالےٰ سامان کرتا ہے۔ آدم سے خاتم صلی اللہ علیہ وسلم تک تو نبی اور غیر نبی دونوں قسم کے رسول بھیجکر خدا تعالےٰ نے احیاء اسلام کا کام کرایا۔

لیکن حضرت خاتم النبیین کے بعد چونکہ ایسے رسولوں کا آنا جو نبوت کے منصب پر مامور ہوں بند ہو گیا اسلئے آنحضرت صلعم کی قوت فیضان نبوت سے ہر ضرورت کے وقت مجددین و محدثین کا سلسلہ جاری رہا اور جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ اگر اس تجدید دین کے سلسلہ کو ہی قیامت قرار دینا ہے تو بھی باب و بہاء اللہ اس مقام مجددیت پر بھی نہیں ہیں۔

بہائی مبالغے

بہاء اللہ کا تمام کلام مبالغہ سے لبریز ہے اور اس قدر مبالغہ ہے کہ جھوٹ میں اور اس میں کچھ فرق نہیں۔ اور اگر اس کی کلام کا تجزیہ کر کے دیکھیں گے تو آپ فوراً اس نتیجہ پر لازماً پہنچیں گے کہ وہ شاعرانہ مبالغہ کرنے کا عادی تھا۔ چنانچہ بہاء اللہ نے امام حسین علیہ السلام کے متعلق جو الفاظ لکھے ہیں ان کو ذرا غور سے پڑھیئے:۔ (الواح مبارک میں سے)

۱۔ مالك الغیب والشهود

۲۔ ابن سدرة المنتهیٰ

۳۔ لولاك (ك = امام حسین) ما ظهر حکم الکاف والنون

۴۔ مشرق الوحی لله و مطلع الآیات الکبریٰ

۵۔ مظهر الغیب فی ناسوت الانشاء

۶۔ لولاك ما تجلی الرحمٰن لابن عمران فی طور العرفان

۷۔ مطلع الانقطاع عن الابداع

۸۔ فآه آه بحزنك تزعزعت ارکان العالم وکادان یرجع حکم الوجود الی العدم

۹۔ انت الذی بامرك ماج بحر هاج کل عرف وظهر کل امر حکیم۔

۱۰۔ یا سر التورات والانجیل

۱۱۔ انت اللوح الاعظم الذی فیه رقم اسرار ما کان وما یکون وعلوم الاولین والآخرین۔

۱۲۔ انت القلم الاعلیٰ الذی بحرکته تحرکت الارض والسما

ان الفاظ میں جس قدر مبالغہ ہے اور جھوٹ ہے وہ خود بخود ظاہر ہے۔ مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اگر بہاء اللہ کی تمام تحریروں کو اکٹھا کیا جائے تو مبالغہ اور جھوٹوں کا ایک طومار بن جائے۔

اوپر جو ناواجب اور جھوٹی تعریف امام حسین علیہ السلام کی لکھی ہے تو د بہاء اللہ بھی لئے آپ کو اس تعریف سے بڑھ کر ثابت نہیں کرتا۔ جو شخص ایک غیر مامور امام کو اوپر بیان کردہ الفاظ میں ماموروں کا بھی مبداء و مآب قرار دیتا ہے وہ اگر خود کو بھی انہیں اسماء سے موسوم کرتا ہے اسکو صاحب مصدر امر و نواہی بھی قرار دیتا ہے وہ اگر خود کو بھی ایسے ناموں سے موسوم کرے تو اس کے مامور یا رسول ہونے کا ایسے الفاظ کیونکر ثبوت ہو سکتے ہیں۔

باب نے حضرت علیؓ کو خدائی کا مرتبہ دیا بہاء اللہ نے امام حسین کو وہی مرتبہ دے دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیعیت کی غالیانہ تعلیم کا نتیجہ ہے۔ وبس۔

بے علمی کا ثبوت

یوں تو حضرت بہا بار بار لکھتے ہیں کہ میرے پاس علم ما کان وما یکون ہے لیکن ان کے علم ما کان وما یکون کی حقیقت یہ ہے کہ وہ باوجود اس علم و فضل کے زمانہ میں ٹیلیفون۔ ریڈیو کی ایجاد سے بالکل بے بہرہ ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

" ثم اعلم انه قد ظهر من العقد رما دما لم یظهر من الحکماء المعاصرین انا نذکرلك بناء مورطس انه کان من الحکماء وصنع آلة تسمع علی ستین میلا ولکن الله ظهر من غیرکما لا نراه فی هذ الزمان

(الواح مبارکہ ص۵۱)

اب اس جگہ صاحب علم ما کان وما یکون حکیم مورطس کے ایک ایسے آلہ کی ایجاد کا ذکر کرتے ہیں جو ساٹھ میل تک آواز پہنچا سکتا تھا۔ اور ایسا ہی وہ دوسرے حکماء سابقہ سے ایجادات کا ہونا تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے حکماء سے ایسی کوئی ایجادات نہیں ہوئیں۔

کاش ان کو قید میں رکھنے والے ترک حکام کبھی ٹیلیفون پر بات کرنے کا موقعہ دیدیتے یا ان کو تار کا علم سکھا دیتے یا ان کو اگر ریڈیو پر کوئی موقعہ مل جاتا تو وہ اوپر کے خلاف واقعہ ریمارکس نہ لکھتے۔ پہلوں کے علم اور ایجادات کے مقابل آج کے حکماء بہت آگے نکل چکے ہیں بہاء اللہ تو ساٹھ میل پر آواز پہنچانے والے آلے کو دیکھ کر ایسے محو حیرت ہوتے کہ ما یکون کا سب علم جاتا رہا۔ آج روئے زمین کے ہر حصہ میں بلا تار کے خبریں نشر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کی جاتی ہیں اور وہ خبریں فضا میں لاتناہی فاصلہ تک چلی جاتی ہیں۔

کیا بہائی صاحبان اپنے مدعی الوہیت و ربوبیت کی اس قدر بے علمی پر غور کر کے یہ تسلیم کریں گے یا نہیں کہ بہاء کا یہ دعوے کہ عندی علم ما کان وما یکون بالکل غلط محض ہے۔

بہائی شہادت

یہاں بہاء اللہ نے باب کو قیامت کا قائم گو نیا کا قرار دیا ہے وہاں اس کی قلم سے بلا ارادہ یہ بھی نکل گیا کہ قیامت سے مراد دراصل وہی ہے جو اہل اسلام سمجھتے ہیں چنانچہ وہ لوح سلطان میں لکھتے ہیں:۔

(۱) کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ جا کر پھر واپس آئیں گے قسم ہے مالکوں کے مالک کا وہ روز آخرت سے پہلے ہرگز واپس نہیں ہوں گے اس روز لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور ان کی جمع ہوئی دولت کے بارے میں ان سے سوال ہوگا اسی وقت جب کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے اور ہر شخص خدا تعالےٰ کے حضور بازپرس کے لئے حاضر کیا جائیگا۔ پھر ایک لوح میں لکھتے ہیں:۔

(۲) یا قوم لا تسمعوا اقوال المشرکین فی الله ومظهر نفسه اتقوا من یوم کل یسئلون عما فعلوا فی محضر ربهم العلی العظیم و یجزون بما کسبوا فی الحیوٰة الباطلة "

(الواح ص۲۱۶)

اس جگہ بہاء اللہ کا یہ کہنا کہ اس دن سے ڈرو کہ سب اپنے رب العلی العظیم کے سامنے سوال کئے جاؤ گے اور اپنے اس دنیا فانی کی زندگی میں کئے ہوئے اعمال کی جزا دیئے جاؤ گے"۔ صاف صاف اس روز آخرت کا پتہ دیتے ہیں جو فنا عالم کے بعد آنے والا ہے۔

(۳) اے شیخ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر تو ایمان لانے سے ڈرتا ہے تو یہ لوح لے اور اسے اپنے بغل کی جیب میں محفوظ رکھ اور جب تو میدان محشر میں داخل ہو اور خدا تجھ سے پوچھے کہ تو کس دلیل سے اس ظہور پر ایمان لایا تو لوح کو نکال اور کہدے کہ اس مبارک عزیز فانی کتاب کے باعث"

(لوح ابن ذئب ص۷۵)

اگر اب بھی اسلام حشر و نشر پر کسی بہائی کو شک ہو تو پھر وہ عبدالبہاء کے مندرجہ ذیل الفاظ پر غور کرے

(۴) "جنت دوزخ اور میدان الٰہی عالم آخروی میں حق ہے"

(مفاوضات ص۲۱۱)

مرادہا نصیحت بود و کردیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

بہاولپور میں گمشدہ کی تلاش

میرا لڑکا مسمی امان اللہ عمر ۱۵ سال قد درمیانہ عرصہ ۱½ سال سے جبکہ میں کندیاں میں تھا گھر سے بھاگا ہوا ہے معلوم ہوا ہے کہ وہ اب بہاولپور میں کسی صاحب کے پاس ۔/۴ روپیہ ماہوار پر ملازم ہے۔ ازراہ مہربانی جس صاحب کے پاس ہو وہ مجھے

رفتارِ عالم

پاکستان و ہند

—— محترمہ فاطمہ جناح نے پنجاب کے صوبائی انتخابات کے سلسلہ میں اہل پنجاب کو مشورہ دیا ہے کہ وہ بلا خوف و خطر صحیح لوگوں کو ووٹ دیں اور قائد اعظم کے حقیقی اور وفادار پیروکاروں کی حیثیت سے نڈر ہو کر اپنے ضمیر کے مطابق یہ فرض ادا کریں۔

—— پنجاب کے طول و عرض میں اس وقت انتخابات کا سلسلہ ۱۰ر مارچ سے شروع ہے، لاہور میں ۱۰ر اور ۱۱ر مارچ کو جناح عوامی لیگ کے امیدواروں کا پلّہ بھاری رہا دوسرے کئی علاقوں سے مسلم لیگ کے امیدواروں کی کامیابی کی خبریں آ رہی ہیں۔ صحیح نتائج کا اعلان ۱۵ر ۱۶ر مارچ کے بعد ہوگا جب عورتوں کے ووٹ دیئے جائیں گے۔

—— ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت الیکشن کے دنوں میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال اور لاٹھیاں لے کر چلنے پھرنے کی ممانعت کر دی ہے۔

—— صوبہ سرحد کے وزیر اعظم خان عبد القیوم خاں نے سرحد اسمبلی میں بجٹ کے سلسلہ میں تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ آئندہ مالی سال میں صوبہ سرحد میں ترقی کی سکیموں پر آٹھ کروڑ روپے خرچ کئے جائیں گے اتنی بڑی رقم صوبہ میں تعمیرات کے کاموں پر اس سے پہلے کبھی خرچ نہیں کی گئی انہوں نے کہا کہ حکومت سرحد کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کا معیار زندگی بلند کیا جائے اور مرکز سے جو ایک کروڑ روپے سالانہ کی امداد ملتی ہے اسے ختم کیا جائے۔ یہ بھی انہوں نے بتایا کہ سرخپوش نظر بندوں کی کافی تعداد کو رہا کر دیا گیا ہے، اس وقت سرخپوش نظر بندوں کی تعداد ۹۸ ہے لیکن جونہی انہوں نے پاکستان کے ساتھ وفاداری کا عہد کیا انہیں رہا کر دیا جائے گا۔

—— پنجاب کے جس سیلاب نے گذشتہ سال ۵۰ لاکھ افراد اور ایک ہزار دیہات کو متاثر کیا تھا اس کے متعلق ہیڈ کوارٹر سنٹرل ڈویژن کے "پنجاب کے سیلاب کا سانحہ" نام کتاب شائع کی ہے جس کی قیمت ۸؍ ہے اس کتاب کی فروخت سے حاصل شدہ تمام منافع سیلاب زدگان کے امدادی فنڈ میں دیا جا رہا ہے۔

—— ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے تمام اسکولوں میں پہلی سے آٹھویں جماعت تک اپریل ۱۹۵۱ء میں نئی تعلیمی سکیم رائج کی جائے گی اور موجودہ نصاب کے بجائے نئی درسی کتابیں مقرر ہوں گی جن کی منظوری اور اشاعت کے لئے تیز رفتاری سے کام کیا جا رہا ہے سکولوں کے طلبا اور طالبات کو مشورہ دیا گیا کہ وہ موجودہ نصاب نہ خریدیں کیونکہ ایسے تمام نصاب اپریل ۱۹۵۱ء سے منسوخ ہو جائیں گے۔

—— گورنر پنجاب نے کاشتکاروں کے قرضے کی قانون پر اپنی منظوری دے دی وہ پورے پنجاب پر فوراً نافذ ہو جائیگا۔

—— لاہور میں نارتھ ویسٹرن ریلوے کے گڈز آفس میں دن دہاڑے پستول دکھا کر ۴۷ ہزار روپیہ لوٹ لیا گیا ملزم ابھی تک لاپتہ ہیں۔

—— سندھ کے مشیر زراعت نے کہا ہے کہ مغربی پاکستان میں سیم کا مقابلہ کرنے کے لئے نالیوں کا ایک سلسلہ بنانا چاہیئے ہم ان نالیوں کے ذریعہ سیم زدہ علاقہ کا پانی دریاؤں میں یا سمندر میں ڈال سکتے ہیں۔

—— حکومت پنجاب نے اعلان کیا ہے کہ جہازی مشکلات کی وجہ حکومت کو مجبوراً بیاہ شادیوں اور اموات وغیرہ کے لئے چینی کے سپیشل کوٹہ میں کم از کم مقدار کی پابندی عائد کرنی پڑی ہے غیر معمولی حالات حالات میں ہر صورت میں چینی کی زیادہ سے زیادہ ۲۰ سیر مقدار مقرر کی گئی ہے ۱۱ر مارچ ۱۹۵۱ء سے اداروں کا چینی کا کوٹہ بھی نصف کیا جا رہا ہے۔

—— میجر جنرل اکبر خان چیف آف دی جنرل سٹاف، ایم اے لطیف بریگیڈیر کمانڈنگ کوئٹہ، مسٹر فیض احمد فیض ایڈیٹر پاکستان ٹائمز اور بیگم اکبر خاں کو پاکستانی افواج کی وفاداری کو مٹانے کی سازش کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے اس سلسلہ میں وزیر اعظم پاکستان کا بیان دوسری جگہ ملاحظہ کیجئے۔

—— ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے کہ پنجاب میں آئندہ مسلمانوں کے تمام معاملات کا فیصلہ صرف قانون شریعت کے ماتحت کیا جائیگا آئندہ وراثت، عورتوں کی خاص جائدادیں، قبضہ خانے، نکاح، طلاق، جہیز، متبنی، ولایت، جائز یا ناجائز پیدائش، خاندانی تعلقات، رشتہ بندیاں، تحفے، مذہبی ادارے وغیرہ کے تمام معاملات قانون شریعت کے ماتحت طے کئے جائیں گے یہ قانون حال ہی میں گورنر پنجاب نے تجویز کیا تھا اور اب اسے گورنر جنرل پاکستان کی منظوری حاصل ہو گئی ہے۔

کشمیر

—— معلوم ہوا ہے کہ حکومت آزاد کشمیر بھمبر میں تین ہزار ایکڑ کے علاقہ میں کوآپریٹو طرز پر اجتماعی کاشتکاری کا تجربہ کر رہی ہے جس کا مقصد کسان مہاجرین کو آباد کرنا ہے۔ ۶۰ سے زیادہ گھرانے آباد کئے جا چکے ہیں اور آئندہ چند ہفتوں میں کافی تعداد آباد کی جاسکے گی موجودہ منصوبوں کے مطابق ۳۰۰ مہاجر خاندانوں کو ایسی سہولتیں دی جانے والی ہیں کہ وہ اپنا روزگار آپ کر سکیں ان گھرانوں کو مکانات کی تعمیر کے لئے لکڑی مفت دی گئی ہے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس مشترک کھیت میں دو جدید قسم کے ٹریکٹر کام کر رہے ہیں۔

—— چودھری ظفر اللہ خاں نے سلامتی کونسل میں ۱۰ر مارچ کو تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان عارضی صلح کے رستہ میں روڑے اٹکا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان نے کشمیر کے بارہ میں کئی وعدے کئے مگر پورے نہیں کئے، انہوں نے کہا کہ کشمیر سے فوجوں کو کم کرنے کا سوال نہیں بلکہ کشمیر سے غیر ملکی فوجوں کے باضابطہ اور منظم طور پر نکالنے کے لئے ایک سکیم بنائی جائے اس میں ہندوستان رکاوٹ ڈال رہا ہے انہوں نے کہا کہ کشمیر میں اس وقت بھی ہندوستانی فوجوں کی تعداد آزاد کشمیر میں پاکستانی فوجوں سے کئی گنا زیادہ ہے۔

—— ہندوستانی نمائندہ سر بنگل راؤ نے سلامتی کونسل میں چودھری ظفر اللہ خاں کی پچھلی تقریر کا جواب دیتے ہوئے اس الزام سے انکار کیا کہ ہندوستان سے کشمیر کا الحاق ایک سازش کا نتیجہ ہے جس میں شیخ عبد اللہ بھی شامل تھے۔

—— جموں و کشمیر کسان مزدور کانفرنس کے صدر مسٹر عبد السلام یاتو مقبوضہ کشمیر میں گذشتہ تین سال سے قید تھے انہیں ۳ر مارچ کو رہا کیا گیا اور ڈوگرہ سپاہی ان کی آنکھ پر پٹی باندھ کر سرحد پاکستان پر چھوڑ گئے، ۵ر مارچ کو وہ راولپنڈی پہنچے ۸ر مارچ کو انہوں نے ایک پریس کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ کشمیری عوام عبد اللہ شاہی کے خلاف علم بغاوت بلند کر رہے ہیں اور ریاست کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے دستور ساز اسمبلی کا جو ڈھونگ رچایا جا رہا ہے عوام اس سے بیزار ہیں اور کوئی دلچسپی نہیں لے رہے۔

بلادِ غیر

—— ایران کے وزیر اعظم جنرل رزم آرا کو ایک چھوٹی سی مذہبی جماعت "انجمن فدائیان اسلام" کے ایک رکن عبد اللہ رستگار نے گولی مار کر ہلاک کر دیا قاتل نے اسباب قتل میں صرف یہ بات ظاہر کی ہے کہ تم نے میرے ملک کو بیرونی طاقتوں کے ہاتھ بیچ فروخت کیا، اس نے مجھے قتل کے فعل پر آمادہ کیا ہے۔ یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ چھوٹی سی جماعت ایرانی تیل کو قومی ملکیت بنانے کے حق میں ہے لیکن وزیر اعظم اس کے مخالف تھے اور بعض غیر ممالک سے تیل کے متعلق نئے معاہدات کے حامی تھے۔

—— شاہ ایران نے وزیر اعظم کے قتل کے بعد خلیل فہمی کو قائم مقام وزیر اعظم کی حیثیت سے نظم و نسق سنبھالنے کا حکم دیا تھا، لیکن ایرانی مجلس نے ۱۱ر مارچ کو ایک خفیہ اجلاس میں خلیل فہمی کو قائم مقام وزیر اعظم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، یہ فیصلہ ۲۹ ووٹوں کے مقابلہ میں ۶۵ ووٹوں سے کیا گیا۔ مجلس کے صدر نے مجلس کے فیصلہ سے شاہ کو مطلع کر دیا ہے مبصرین کا خیال ہے کہ دو سابق وزرائے اعظم کو پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل ہونے کی توقع ہے، ان کے نام سید ضیاء الدین طباطبائی اور قوام السلطنت ہیں۔

—— شاہ ایران نے خلیل فہمی کی جگہ حسین اعلیٰ کو قائم مقام وزیر اعظم کے طور پر کام کرنے کا حکم دیا ہے حسین اعلیٰ واشنگٹن میں ایران کے وزیر اعظم رہ چکے ہیں اور اب دوبارہ وزیر ہیں حسین اعلیٰ نے اس پیشکش کو منظور کر لیا ہے بشرطیکہ ایرانی مجلس منظوری دیدے۔ بعد کی خبر ہے کہ مجلس نے آقائے حسین اعلیٰ کے لئے منظوری دیدی ہے، یونائیٹڈ پریس آف امریکہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ انجمن فدائیان اسلام نے شاہ ایران کو دھمکی دی ہے کہ اگر انہوں نے تین دن کے اندر اندر عبد اللہ رستگار کو رہا نہ کیا تو انہیں قتل کر دیا جائے گا۔

—— مراقش میں فرانسیسی استبداد کے خلاف تمام دنیائے اسلام احتجاج کر رہی ہے، پاکستان میں بھی عوام کی طرف سے زبردست احتجاج کیا گیا ہے۔ وزیر اعظم پاکستان نے اس بارہ میں عنقریب بیان دینے کا وعدہ کیا ہے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۴۷۲

لوائے ما بہ ہر سعید خواہد بود پندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دُنیا پر غالب آئیگا۔

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے چھ روپے
" " ہندوستان سے ۱۰-۱۲-۸ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر سے - ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۳۹ | لاہور - یوم چہار شنبہ - مؤرخہ ۱۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳۷۰ھ - ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۵۱ء | نمبر ۱۱

ڈاکٹر میرزا ولی احمد بیگ کی تبلیغی سرگرمیاں

دار السلطنت پاکستان کراچی میں!

ہماری جماعت کے فاضل ڈاکٹر میرزا ولی احمد بیگ صاحب جس روز سے کراچی تشریف لائے ہیں اُسی دن سے وہ نوجوانان اسلام میں مذہبی احساس پیدا کرنے کے لئے سرگرم تبلیغ ہیں۔ اس وقت تک کالجوں میں آپ کے متعدد کامیاب لیکچر ہو چکے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بیحد پسند کئے گئے۔

آپ کا ایک لیکچر علی گڑھ کالج اولڈ بوائز کی تحریک پر حیدرآباد سندھ میں ہوا۔ اردو کالج کراچی میں آپ کے دو کامیاب لیکچر ہوئے۔ تیسرا لیکچر انشاء اللہ تعالےٰ ۱۱ مارچ کو ہوگا۔

آجکل کالجوں کے طلباء کی ذہنیت مذہب کے متعلق علی العموم اس قسم کی واقع ہوئی ہے۔ کہ وہ چالیس منٹ سے زیادہ تقریر برداشت نہیں کر سکتے مگر ڈاکٹر میرزا ولی احمد بیگ صاحب کا انداز بیان اس قدر اچھوتا اور دلکش واقع ہوا ہے کہ گھنٹوں تقریر کے بعد بھی نوجوانان کالج کی درخواست ان کی خدمت میں یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی جادو بھری تقریر کو جاری رکھیں۔ اردو کالج کے پرنسپل صاحب جو نہایت تعلیم یافتہ اور معمر بزرگ ہیں اور جن کو اسلام کے ساتھ خاص شغف ہے۔ انہوں نے برملا اقرار کیا کہ انہوں نے اپنی عمر بھر میں ایسی جاذب۔ دلچسپ اور پُر از معلومات تقریر پہلے کبھی نہیں سُنی۔

جناب میرزا صاحب کی تقاریر کا موضوع بلاد غیر میں تبلیغ اسلام ہے۔ اس ضمن میں آپ کو جن جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور خدا تعالےٰ نے ہر قدم پہ جو آپ کی مدد فرمائی اور جو کارہائے نمایاں آپ نے تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں انڈونیشیا۔ ہالینڈ۔ جرمنی اور دیگر یورپی ممالک میں سرانجام دیئے ان کو تفصیل کیساتھ آپ نے بیان کیا اور اس نیک اور مقدس کام میں انہماک کی وجہ بیان کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ آج سے کئی سال پہلے اتفاقاً قرآن کا انگریزی ترجمہ و تفسیر جو حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے لکھی ہے مسوری میں ملی۔ اسی نے میری زندگی کا راستہ بدل دیا۔ اگر یہ بینظیر تفسیر قرآن کریم نہ ملتی تو میری زندگی میں اس قدر انقلاب کبھی پیدا نہ ہو سکتا اور خدمت اسلام کی جو بھی توفیق ملی ہے وہ بھی درحقیقت اسی تفسیر قرآن کا ہی اعجاز ہے۔

انشاء اللہ ہر ہفتہ جناب میرزا صاحب کی تبلیغی جدوجہد سے احباب سلسلہ کو مطلع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ احباب سلسلہ سے یہ درخواست ہے۔ کہ وہ جناب میرزا صاحب کے لئے دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کو اپنی کوششوں میں کامیاب فرمائے۔ آمین ثم آمین

شیخ عبدالحق
سیکرٹری تبلیغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ کراچی
مؤرخہ ۶ مارچ ۱۹۵۱ء

شیخ غلام قادر صاحب اور مولوی مرتضیٰ خاں صاحب

دورہ پر

ہمارے سلسلہ کے بزرگ شیخ غلام قادر صاحب محض سلسلہ کی خدمت کو مدنظر رکھکر بیرونی جماعتوں میں دورہ کر رہے ہیں جس میں جماعتوں کی تنظیم چندوں وغیرہ کی پڑتال اور دوسرے ضروری قومی امور سرانجام دیں گے احباب کو چاہیئے کہ ان کی ہر طرح سے امداد فرمائیں۔

مولانا مرتضیٰ خاں صاحب ہماری انجمن کے اسسٹنٹ سیکرٹری بھی شیخ صاحب کے ہمراہ ہیں ۔ ہر دو اصحاب فی الحال ضلع گوجرانوالہ۔ ضلع گجرات۔ ضلع شیخوپورہ ضلع لائل پور۔ جھنگ اور ضلع سیالکوٹ کا دورہ کریں گے۔

احمد یار - جنرل سیکرٹری

ریلیجن آف اسلام ایک مصری عالم کی نظر میں!

قاہرہ سے ایک مصری عالم نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی کتاب ریلیجن آف اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد حسب ذیل چٹھی میں اس کے بلند پایہ مضامین کی تعریف کرتے ہوئے عربی ترجمہ کی اجازت طلب کی ہے۔

بخدمت مکرم و معظم جناب مولانا محمد علی صاحب

نہایت خوشی کے ساتھ جناب کی خدمت میں اطلاع دی جاتی ہے کہ جناب کی تصنیف کردہ کتاب بزبان انگریزی جس کا نام "ریلیجن آف اسلام" ہے جس کو عنایت فرما کر جناب نے میری طرف روانہ فرمایا ہے۔ موصول ہوئی۔ جو کہ مطالعہ کرنے سے میرے اور میرے مخلص دوستوں کو ایک بلند مرتبہ حیرت انگیز تصنیف ثابت ہوئی۔ کیونکہ کتاب ہذا میں ایسے علمی مسائل اور تحقیقات درج ہیں جن سے اس زمانہ کے اکثر اہل اسلام اور اہل کتاب اور دیگر مذاہب کے لوگ ناواقف ہیں۔ لہٰذا میں نے تصنیف کا عربی ترجمہ کیا ہے تاکہ عام لوگ بھی فائدہ حاصل کریں۔ اور جناب کا مقصد بھی جو اس بلند پایہ تصنیف سے ہے پورا ہو اور میں بھی اس کار خیر میں حصہ لیکر اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے ثواب کا امیدوار ہوں۔ پس کیا جناب ازراہ عنایت اس عربی ترجمہ کے چھاپنے کی اجازت فرمائینگے تاکہ جناب کے اس چشمہ فیض سے جناب کے عرب بھائی بھی فائدہ اٹھا سکیں میں جناب کا ممنون احسان ہوں گا اور یہ امر میرے لئے باعث فخر ہوگا۔ ہم سب کی طرف سے جناب کو سلام مسنون۔

بچوں کا صفحہ

گولیوں کی بوچھاڑ میں نماز پڑھنے والا بادشاہ

تم نے تاریخ کی کتابوں میں اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کا حال پڑھا ہوگا۔ وہ بڑی خوبیوں کا انسان اور بڑی آن بان کا بادشاہ گزرا ہے یہاں ہم تمہیں اس عالمگیر بادشاہ کا ایک قصہ سناتے ہیں۔ جس سے تم کو اس کی ایک بہت بڑی خوبی کا حال معلوم ہوگا۔

جن دنوں وہ شہزادہ تھا اور دکن میں گورنری کے عہدے پر مقرر تھا شہنشاہ شاہجہان کو پٹھانوں پر لشکر کشی کرنے کی ضرورت پڑی۔ داراشکوہ جو شاہجہان کی اولاد میں سب سے بڑا تھا باپ کا لاڈلا ہونے کی وجہ سے ولی عہد بنا ہوا تھا وہ چھوٹے بھائیوں کا اور خاص کر اورنگ زیب کا بڑا دشمن تھا۔ پٹھانوں سے لڑائی کرنے کی ضرورت پڑی تو اس نے سوچا کہ اورنگ زیب کو ان سے بھڑا کر مروا دیا جائے۔ بادشاہ کو صلاح دی کہ اورنگ زیب کو لشکر کا سردار بنا کر بھیجنا چاہیئے۔

بادشاہ نے اورنگ زیب کو پٹھانوں پر فوج کشی کا حکم دے دیا اورنگ زیب اپنے بیری بھائی کی چال کو سمجھ تو گیا۔ لیکن اللہ پر بھروسہ کرکے اس نے فوج کی کمان سنبھالی اور پٹھانوں کے مقابلے پر میدان میں جا ڈٹا۔

لڑائی شروع ہوئی پٹھانوں کو تم جانتے ہی ہو بلا کے جنگجو ہوتے ہیں۔ بڑے زوروں کا معرکہ ہوا۔ اتفاق کی بات عین لڑائی میں نماز کا وقت آگیا۔ عالمگیر کو اپنے مذہب سے اتنا پیار تھا کہ میدان جنگ ہی میں مصلّے بچھا کر نیت باندھ لی۔

ذرا سوچو لڑائی کا میدان ہے۔ تلوار چل رہی ہے۔ دونوں طرف کے جوان آپس میں گتھم گتھا ہیں۔ تیروں اور گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے مگر عالمگیر کو نماز سے ایسا عشق ہے کہ پروا تک نہ کی اور نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔

اب سنو! کہ پٹھانوں کا سردار یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے فوراً اپنی فوج کو جنگ سے روک دیا اور کہا جس انسان کو اپنے خدا سے زیادہ تعلق ہے۔ اور جس کی ہمت کا یہ عالم ہے اس سے لڑائی جیتنی مشکل ہے اس لئے ہمیں صلح کر لینی چاہیئے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کچھ زیادہ کشت و خون کے بغیر ہی پٹھان مطیع ہو گئے۔ اور عالمگیر کو اپنی مہم میں کامیابی ہوئی۔

پیارے بچو! عالمگیر بادشاہ کی طرح تم بھی اپنے مذہب سے محبت کرو اور بے خوف اور نڈر رہ کر زندگی بسر کرو۔

اسلامی عدالت میں

ایک دلچسپ تاریخی مقدمہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ خلیفۃ المسلمین تھے ایک دن کسی نے آپ کی ڈھال اُٹھا لی۔ یہ چوری سب کے لئے حیرت کا موجب بن گئی۔ مسلمانوں میں سے کون ایسا کمینہ ہو سکتا تھا جو چوری ایسے رذیل فعل کا مرتکب ہوتا۔ پھر خلیفہ وقت کی ڈھال۔ تلاش کرنے پر یہ ڈھال مل گئی۔ ایک یہودی کے قبضہ سے برآمد ہوئی۔ حضرت علیؓ نے یہودی سے اسے واپس مانگا لیکن یہودی نے نہایت گستاخی سے جواب دیا:۔

"یہ ڈھال میری ہے اور میرے ہی پاس رہے گی"

یہ گستاخانہ جواب سُن کر بہت سے لوگ جو وہاں موجود تھے غصہ سے کانپنے لگے۔ کمبخت یہودی نے شیر خدا کو کس بدتمیزی سے جواب دیا تھا۔ شاید وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا مخاطب کون ہے؟

شیر خدا نے بڑے تحمل سے کام لیا اور اپنے وفادار ساتھیوں کو صبر کی تلقین فرمائی۔ دوستو! تم میرے مرتبے کا لحاظ نہ کرو۔ قانون کی نگاہ میں حاکم اور رعایا دونوں برابر ہیں انصاف کے لئے عدالت کا دروازہ کھلا ہے۔

حضرت علیؓ کی سلطنت کا دارالخلافہ کوفہ تھا وہاں کا مشہور قاضی خود حضرت علی کا مقرر کیا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنا دعوےٰ قاضی کی عدالت میں پیش کیا۔

قاضی کی طرف سے یہودی کو بھی بلایا گیا۔ یہ مقدمہ بہت اہمیت رکھتا تھا۔ خلیفہ وقت مدعی تھے اور ایک یہودی مدعا علیہ! عدالت لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ قاضی مسند عدالت پر بیٹھا تھا اس نے حضرت علیؓ کو بلایا کہ وہ دعوےٰ پیش کریں۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھے اور قاضی کے سامنے مؤدبانہ کھڑے ہوئے اور سلام کیا۔ قاضی نے سلام کا جواب دیا لیکن وہ اپنی جگہ سے اُٹھا نہیں اور نہ اس نے خلیفہ وقت کی تعظیم کے لئے کوئی اہتمام کر رکھا تھا۔

یہودی کو بھی بلایا گیا۔ وہ بھی سامنے آ کر کٹہرے میں کھڑا ہو گیا۔ قاضی نے یہودی سے دریافت کیا۔

"کیا تم نے علی کی ڈھال چرائی ہے؟"

"میں نے کوئی ڈھال نہیں چرائی۔ مجھ پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے۔ یہ ڈھال میری ہے اور مدت سے میرے قبضہ میں ہے"۔ یہودی نے جواب دیا۔ اور قاضی نے حضرت علیؓ سے پوچھا۔

"کیا آپ اپنے دعوے کے ثبوت میں شہادت پیش کر سکتے ہیں؟"

"میرا بیٹا حسن اور میرا خادم قنبر میری طرف سے شہادت دیں گے"۔ حضرت علیؓ نے کہا۔

"ان دونوں کی شہادت قبول نہیں ہو سکتی"۔ قاضی نے جواباً کہا۔ اور حضرت علی نے حیران ہو کر پوچھا۔ "کیا آپ سمجھتے ہیں کہ دونوں جھوٹی شہادتیں دیں گے؟"

"نہیں"۔ قاضی نے کہا۔ "یہ بات نہیں۔ میں آپ کو خوب جانتا ہوں آپ کی نیکی اور تقوےٰ میں کون شک کر سکتا ہے۔ لیکن میں مجبور ہوں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں اور خادم کی شہادت اپنے آقا کے حق میں قابل قبول نہیں ہوتی۔ اس لئے میں عدم شہادت کی وجہ سے میں آپ کے دعویٰ کو خارج کرتا ہوں"۔

عدالت میں سکوت چھا گیا ہر کوئی حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگا کہ اتنے میں یہودی آگے بڑھا اور حضرت علیؓ کے قریب آ کر بولا "ایسا قانون جس کے سامنے بادشاہ وقت کی حیثیت ایک عام ★

★ آدمی کی حیثیت سے زیادہ نہیں۔ واقعی بے نظیر ہے اور وہ شخص جس نے دنیا کو ایسا قانون عطا فرمایا واقعی خدا کا برگزیدہ نبی ہو سکتا ہے۔ اے امیرالمومنین! یہ ڈھال واقعی آپ کی تھی۔ میں آپ کے حضور پیش کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی میں ایک اور حقیر تحفہ بھی پیش کرنا چاہتا ہوں اسے قبول فرما کر مجھے سرفراز فرمائیں۔ آج سے میرا جسم اور میرا دل حضور کے قدموں میں رہے گا ——— اور

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

(رفتارِ زمانہ)

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ۔ مورخہ ۱۲ ر جمادی الثانی ۱۳۷۰ھ | نمبر ۱۱

کیا اسلامی ریاست کے بغیر تبلیغ اسلام ممکن نہیں؟

معاصر "کوثر" نے مفتی فلسطین سید امین الحسینی کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے جو چند دن ہوئے انہوں نے جمعیۃ الفلاح کراچی کے جلسہ میں کی تھی اور یہ کہا تھا کہ "مادیت اور اشتراکیت کی ماری ہوئی دنیا کے مصائب کا واحد حل اسلام ہے، اس لئے تمام دنیا میں اسلام کے تبلیغی مشن قائم کرنے چاہئیں"۔ یہ لکھا ہے:۔

"مفتی صاحب کے ذہن میں تبلیغ اسلام کا جو تصور ہے وہ زیادہ تر مسیحی مشنوں کے کاروبار پر مبنی ہے حالانکہ اسلام اور مسیحیت میں جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ اسلام انسانی زندگی کا ایک عملی دستور ہے جس کا تعلق قول سے زیادہ عمل سے ہے اور مسیحیت محض عقیدے کا نام ہے جس کے پیچھے اور ہمراہ کوئی عملی زندگی کا نظام نہیں، آدمی مسیحی ہو سکتا ہے اگر وہ تثلیث اور کفارے کو مان لے اس کے بعد وہ اپنی زندگی کا دستور مرتب کرنے کیلئے تو ایک مستقل بالذات خدا ہے"۔

"اب اگر مسلمان بھی ایک عالمگیر ادارۂ تبلیغ قائم کرلیں اور ملک ملک اور قریہ قریہ اپنے مبلغ بھیجدیں تو وہ مسیحی تبلیغ کے انداز تبلیغ کا حق تو ادا کر سکتے ہیں مگر اسلام کی تبلیغ کا فرض ادا نہیں کر سکتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اس معاملے میں ہماری جو رہنمائی کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جو مسلمان تبلیغ حق کے لئے نکلیں خود ان کی زندگیاں شہادت حق کا فرض ادا کرتی ہوں"

ہم حیران ہیں کہ "کوثر" نے یہ کہاں سے معلوم کرلیا کہ "مفتی صاحب کے ذہن میں تبلیغ اسلام کا جو تصور ہے وہ زیادہ تر مسیحی مشنوں کے کاروبار پر مبنی ہے" اور جس تبلیغ کے لئے انہوں نے تلقین کی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوۂ حسنہ کے مطابق نہیں کہ "جو مسلمان تبلیغ حق کے لئے نکلیں پہلے خود ان کی زندگیاں شہادت حق کا فرض ادا کرتی ہوں" مفتی صاحب کی اس تقریر کا یہ فقرہ تو خود "کوثر" نے بھی نقل کیا ہے کہ:۔

"مسلمان اسلامی اصولوں پر عمل کر کے اور لفظوں کو عمل کا جامہ پہنا کر ہی دنیا کو مصائب سے نکال سکتے ہیں"

پھر یہ "مسیحی انداز تبلیغ" کیونکر ہوگیا؟ اور کیسے یہ سمجھ لیا گیا کہ جن اسلامی مشنوں کے قیام کی تلقین انہوں نے کی ہے ان کی زندگیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق شہادت حق کا فرض ادا نہ کرینگی؟ اس کا جواب شاید "کوثر" کے ان الفاظ سے مل سکے کہ:۔

"جب مدینہ منورہ میں ایک اسلامی ریاست قائم ہوگئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے گرد و پیش کی اقوام اور سلاطین و ملوک کو پیغام ربانی پہنچایا اسلام کی تبلیغ کی یہی تدریج ہے اس کے بغیر تبلیغ اسلام کا دعوےٰ کر کے اپنا جی تو خوش کیا جا سکتا ہے مگر اسلام کی تبلیغ نہیں کی جا سکتی"

اور آگے چل کر لکھا ہے:۔

"جب ہم پاکستان کو ایک خالص اسلامی ریاست بنانے کی جد و جہد کرتے ہیں تو اس کی ایک وجہ یہ بھی کہ اس طرح ہم اسلام کا پیغام دنیائے کفر کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں اور اسی طرح اسلام کا احیاء ممکن ہے"۔

سن لیا آپ نے؟ جب تک پاکستان ایک "اسلامی ریاست" نہ بن جائے اس وقت تک اسلام کا پیغام دنیائے کفر کے سامنے پیش نہیں کیا جا سکتا، اور اس کی بنا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں "اسلامی ریاست" قائم کرنے کے بعد ہی تبلیغ شروع کی، اس سے پہلے مکہ میں جو توحید الٰہی کے نقارہ پر چوٹ لگائی، پہاڑی پر چڑھکر جو آپ صلعم نے ایک ایک قبیلہ کو بلایا اور دعوت حق دی، وہ گویا تبلیغ نہ تھی، عمار و یاسر اور بلال اور مصعب وغیرہ تمام لوگ جو مکہ میں "احد احد" کے نعرے لگاتے ہوئے آغوش اسلام میں آتے چلے گئے اور کفار کی طرف سے ہر قسم کا ظلم و ستم برپا ہونے کے باوجود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کلمہ پڑھنا انہوں نے ضروری سمجھا تو وہ کسی تبلیغ کا نتیجہ تو تھا ہی نہیں، نہ ہی مدینہ سے آنے والوں اور بیعت عقبہ کرنے والوں کو کوئی تبلیغ کی گئی تھی، حبشہ میں حضرت جعفر بن طیار نے نجاشی کے سامنے جو تقریر کی وہ بھی تبلیغ نہ تھی اور مصعب بن عمیر کو مکہ سے جو مدینہ بھیجا گیا تو وہ تبلیغ کے لئے نہ تھا "اسلامی ریاست" ہی کہیں نہ تھی تو تبلیغ کیسے ہوتی؟

یہ ان لوگوں کے خیالات ہیں جو گھر میں بیٹھے ہوئے "اسلامی ریاست" کے خواب دیکھتے اور اس بہانہ سے کہ ابھی ہمارے ملک کا نظام حیات اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں فریضۂ تبلیغ کو ٹالتے رہتے ہیں اور خدا جانے وہ کونسی اسلامی ریاست ہے جس کی انہیں انتظار ہے۔ "کوثر" کے امیر جماعت جناب مودودی صاحب تو خود مان چکے ہیں کہ:۔

"پاکستان شرعی اصطلاح کے مطابق اب دار الاسلام ہے"

(ترجمان القرآن بابت جنوری فروری ۱۹۵۱ء صفحہ ۲۳۵)

لیکن "کوثر" کے نزدیک "اسلامی ریاست" شاید اس وقت بنے گی جب جناب مودودی صاحب سریر آرائے خلافت ہوں، کیونکہ "صالحین" تو صرف انہی کی جماعت میں ہیں اور زمین کی وراثت صالحین ہی کو ملنی چاہئے نہ وہ وقت آنے گا اور نہ ان پر تبلیغ فرض ہوگی، نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی کیا اسی برتے پر تجدید تبلیغ کا علم اٹھانے والوں پر "کمی علم اور ذہن کی پستی" کے آوازے کسے جاتے ہیں؟ بہتر ہے آپ اسلامی ریاست کے انتظار میں بیٹھے رہیں، جن کو خدا تعالےٰ نے تبلیغ حق کی توفیق عطا فرمائی ہے وہ آپ کی مفروضہ اسلامی ریاست نہ ہونے کے باوجود کلمۂ حق دنیا میں پہنچا کر رہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ!

لیکن اسکو کیا کہا جائے گا کہ "کوثر" کی اسلامی ریاست قائم ہونے سے پہلے ہی جناب مودودی صاحب دنیا میں تبلیغ اسلام کی تمنا کرنے لگے ہیں چنانچہ "ترجمان القرآن" (جنوری فروری ۱۹۵۱ء) صفحہ ۲۱۹ میں جرمنی کا ایک مکتوب شائع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"اگر کچھ خدا کے بندے اس خدمت کے لئے آگے بڑھیں اور انگریزی کی اشاعت میں ہماری قلمی اور مالی اعانت کریں تو انشاءاللہ نہ صرف جرمن قوم تک بلکہ دنیا کی دوسری اقوام تک بھی دین حق کا پیغام پہنچانے کے لئے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے"۔

بڑی نیک خواہش ہے لیکن امیر جماعت کی اس اپیل کے جواب میں "کوثر" اگر یہ کہدے کہ اسلامی ریاست کے بغیر

"تبلیغ اسلام کا دعوےٰ کر کے اپنا جی تو خوش کیا جا سکتا ہے مگر اسلام کی تبلیغ نہیں کی جا سکتی"

تو مودودی صاحب کیا کرینگے؟

اور سن لیجئے "کوثر" رقمطراز ہے:۔

"یہی وجہ ہے کہ تبلیغ اسلام کی کوششیں کامیاب نہیں ہوتیں تبلیغ اسلام کے مدعی صرف مشن قائم کر کے رہ جاتے ہیں جن کا چرچا ان کے اخباروں میں زیادہ ہوتا ہے اور عملی دنیا میں ان کی نمود کم"

سبحان اللہ! کیا عجیب منطق ہے، جو کھلے واقعات پر پردہ ڈالنے کے لئے اختیار کی گئی ہے تبلیغ اسلام کے مدعیوں نے تو صرف مشن قائم ہی نہیں کئے، بلکہ ان کے ذریعہ سے ایک انقلاب دنیا میں پیدا کر دیا، اسلام کے متعلق دنیا کی رائے بدل دی، اسلام کے متعلق بغض و تعصب کو عام طور پر علمی دنیا سے دور کر دیا، یہیں تک نہیں بڑے بڑے قابل انسانوں کو اسلام کا کلمہ پڑھایا، کفرستانوں میں مسجدیں بنائیں، جیسا کہ عبدالرحمن اوسلو کے اس خط سے ظاہر ہے جو ترجمان القرآن (جنوری فروری ۱۹۵۱ء) میں شائع ہوا ہے، قرآن کے تراجم دنیا میں پھیلائے اور اسلام پر بہترین لٹریچر اکناف عالم میں پہنچایا جس کے نور سے بے شمار قلوب منور ہو چکے اور ہو رہے ہیں، اس کو اخباری چرچا کہکر اپنا کھسیانے پن کا ثبوت دینا ہے، یہ واقعات ہیں جن کو خالی منطق اور نرے دعوے جھٹلا نہیں سکتے۔ اور اسی سے ظاہر ہے کہ تبلیغ اسلام ہی ایک راہ ہے جو اسلام کی سربلندی کا موجب ہو سکتی ہے، تبلیغ کے لئے اسلامی ریاست کی شرط لگانا گویا گاڑی کو گھوڑے کے آگے جوتنا ہے حضرت مجدد وقت نے کیا ہی سچ فرمایا ہے ؎

از رہ دیں پروری آمد عروج اندر نخست
باز چوں آید بیاید از ہمیں رہ بالیقیں

اسمعوا اصوات السماء جاء المسیح جاء المسیح ⁂ نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار
آسماں بارد نشان الوقت مے گوید زمیں ⁂ ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

اخبار ——— و ——— افکار

"مرزائیت" یا "مرزائیت نوازی"

معلوم نہیں یہ طریق عام طور پر کیوں پسندیدہ سمجھ لیا گیا ہے کہ جس کسی کو کسی فرد یا جماعت کو بدنام کرنا مقصود ہوتا ہے وہ اس کے متعلق یہ پروپیگنڈا شروع کر دیتا ہے کہ یہ "مرزائی" ہے یہ "مرزائیت نواز" ہے یا مرزا غلام احمد کے خیالات کا پیرو ہے گویا "مرزائی" یا مرزا غلام احمد کوئی چوروں اور بدکرداروں کا گروہ ہے، جن سے تعلق یا کسی قسم کی مناسبت کسی شریف آدمی کا کام نہیں۔

پچھلے دنوں "زمیندار" نے "نوائے وقت" کی بڑھتی ہوئی اشاعت کو گرانے کے لئے اسی حربہ سے کام لینا ضروری سمجھا اور بڑے زوروں سے یہ ڈھنڈورا پیٹنا شروع کیا کہ "نوائے وقت" کے حصہ داروں میں ایک "مرزائی" بھی شامل ہے، اس لئے یہ اخبار "مرزائیت نواز" ہے اور اس کے جواب میں "نوائے وقت" نے اختر علی خاں سے یہ کہکر "سجدہ سہو" کرالیا کہ اس نے ووکنگ میں "مرزائیوں" کے پیچھے نماز عید ادا کی جو اس کی مرزائیت نوازی کا کھلا ثبوت ہے۔ اسی قسم کا پروپیگنڈا اب جماعت اسلامی کے امیر مولٰنا مودودی کے خلاف شروع کیا گیا ہے جیسا کہ کمیونسٹ اخبار "اپنا وطن" (۱۸، فروری) کے حسب ذیل فقرات سے ظاہر ہے:-

"جماعت اسلامی کا نظریہ مرزا غلام احمد قادیانی کے نظریہ کے بہت قریب ہے مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریز کی اطاعت اور وفاداری کو مسلمان ہونے کی بنیادی شرط قرار دیا تھا، اور مولانا مودودی کے نزدیک انگریز اور امریکی سامراجیوں کا اقتصادی اور سیاسی اقتدار والے پاکستان میں اسلامی نظام زندگی کے قیام و ارتقاء کے راستے میں حائل نہیں۔ ...... غرضیکہ مرزا غلام احمد قادیانی اور مولٰنا مودودی کے نظریوں میں فرق بہت تھوڑا ہے ...... کیونکہ مولانا مودودی جس معاشی، معاشرتی، سیاسی، تہذیبی، اور اخلاقی نظام کو .... اسلام کا معاشی، سیاسی تہذیبی، اور اخلاقی نظام کہتے ہیں، اس نظام کا موجودہ دور میں سامراجی نظام سے چولی دامن کا ساتھ ہے ....
چنانچہ وہ دن دور نہیں جبکہ مرزا غلام احمد اور مولٰنا مودودی کے نظریوں میں ظاہر ہوا اور برائے نام فرق حرف غلط کی طرح مٹ جائیگا اور مولٰنا مودودی جو تہیہ بھی ہیں اپنے دوری موعود ہونے کا اعلان کر کے انگریز کی اور امریکی سامراجیوں کی اطاعت و حفاظت کو مسلمانوں کا اسلام کی رُو سے مذہبی فرض قرار دیں گے"

ان فقرات میں مودودی صاحب کو حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کا ہمخیال ثابت کرنے کے لئے جس قدر غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے اس پر سوائے اس کے کہ افسوس کا اظہار کیا جائے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ کب حضرت مرزا صاحب نے انگریز کی اطاعت و فرمانبرداری کو مسلمان ہونے کی بنیادی شرط" قرار دیا؟ کب سامراجیوں کے معاشی، معاشرتی، سیاسی تہذیبی اور اخلاقی نظام کو اسلامی نظام ٹھیرایا؟ انگریزی حکومت کی مذہبی رواداری کی وجہ سے اس کی اطاعت و فرمانبرداری پر بیشک انہوں نے زور دیا، جیسا کہ اس وقت کے تمام علماء زور دیتے رہے، لیکن سامراجی نظام کو کھلے لفظوں میں آپ نے دجالیت قرار دیا، جس سے بچنا ہر مسلمان کا فرض ہے، مولانا مودودی بھی جہاں تک ہم نے انکی تحریروں کو پڑھا ہے سامراجی نظام کے حامی نہیں اور مہدی موعود کا دعوےٰ تو خواہ مخواہ ان کے ساتھ چپکایا جا رہا ہے، حالانکہ وہ اسی بدنامی کے خوف اور "مرزائیت" کے الزام سے بچنے کے لئے ایسے دعووں کو "علم کی کمی اور ذہن کی پستی" کا ثبوت قرار دے چکے ہیں خواہ اس قسم کے دعوے شاہ ولی اللہ اور حضرت مجدد الف ثانی نے کئے ہوں یا امام غزالی، شیخ ابن تیمیہ اور امام جلال الدین سیوطی نے، مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے ہی تو انہوں نے ان تمام بزرگان امت کو کم علم اور پست ذہن قرار دے دیا پھر وہ خود کیسے مہدی موعود ہونیکا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ پس اگر مودودی صاحب کو بدنام ہی کرنا ہے تو کوئی اور حربہ استعمال کیجئے، غلط بیانی اور بہتان طرازی سے کام لیکر مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ جیسی عالی مرتبت ہستی اور آپکے پیروؤں سے ان کی مناسبت قائم کرنا کوئی شریفانہ فعل نہیں، نہ یہ چوروں اور بٹ ماروں کا گروہ ہے، کہ جس کو بدنام کرنا ہو "مرزائی" کہہ کر "نکو" بنا دیا جائے۔

کیا مرزا صاحب اور مودودی صاحب پر امریکی سامراجی نظام کی حمایت کا الزام دینے والا "اپنا وطن" اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال کر دیکھے گا کہ وہ اس سے بھی بدترین ۔ روسی سامراج کا حامی و موید ہے جس کے عقائد و نظریات دین و دنیا دونوں کی جڑ کاٹنے والے ہیں۔

لادینی حکومت کی مذہبیت

ترکی حکومت آئین ملکی کی رُو سے ایک لادینی ریاست ہے، اسی وجہ سے ایک عرصہ تک وہاں مذہب سے کوئی سروکار نہیں رکھا گیا، یہاں تک کہ اذان و نماز بھی ترکی زبان میں کر دی گئی لیکن جمہور کی آہیں آخر کام آئیں اور لوگوں کی مذہبیت غالب آکر رہی اور اسی لادینی حکومت کو اپنا رویہ یہاں تک بدلنا پڑا کہ نہ صرف اذان و نماز کو اپنی اصلی صورت میں ادا کرنے کی اجازت دے دی گئی بلکہ اب مدارس میں مذہبی تعلیم کو بھی لازمی کر دیا گیا ہے، آئین ملکی کی رُو سے نفس اس قسم کا حکم نہیں دیا جاسکتا اس لئے یہ طریق اختیار کیا گیا ہے کہ بچوں کے والدین سے پوچھ لیا جاتا ہے کہ آیا وہ اپنے اپنے بچوں کو مذہبی تعلیم دلانا پسند کرتے ہیں، اور شاید ہی کوئی ماں باپ ہو جو اپنے بچے کو اس سے محروم رکھنا پسند کرے اس طرح مذہبی تعلیم کو سکولوں میں رائج کر دیا گیا اور اس کو اس قدر ضروری اور لازمی ٹھیرایا گیا ہے کہ جو طالب علم سالانہ امتحان کے موقعہ پر مذہبی تعلیم کے امتحان میں ناکام رہے اس کو پاس نہیں کیا جاتا اور نہ اگلے درجہ پر ترقی دی جاتی ہے۔ لادینی حکومت کی یہ مذہبیت کس قدر قابل تعریف اور لائق تقلید ہے، افسوس ہے کہ پاکستان کی مذہبی ریاست میں سرکاری مدارس تو ایک طرف اسلامی سکولوں میں بھی مذہب کی تعلیم اب تک برائے نام دی جاتی ہے چہ جائیکہ اسکو امتحان میں پاس ہونے کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہو، کیا ہمارے ارباب حکومت اور اسلامیہ مدارس کے منتظمین اس پر غور کریں گے؟

اُردو کے خلاف جہاد

دہلی کا اخبار "الجمعیۃ" شاکی ہے کہ ہندوستان کے سکولوں کے کتب خانوں اور پبلک کتب خانوں سے اُردو کا علمی ذخیرہ باقاعدگی سے خارج کیا جا رہا ہے اور اگر کوئی شخص اردو کتابیں منگوانے کی جرأت کرتا ہے تو اسے دھمکیاں دی جاتی ہیں وہ لکھتا ہے کہ یو۔پی کے ایک شہر میں مقامی پرنسپل گاندھی سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے طلباء سے اس بناء پر جبراً تحریری معافی طلب کی کہ انہوں نے لائبریری کے لئے آنیوالی کتابوں میں اُردو کی چند کتابیں منگانے کی کیوں استدعا کی، اور طلباء کو مرعوب کرنے کے لئے کہا گیا کہ ہم سرکاری احکام کے تحت اردو کو ختم کر رہے ہیں، "الجمعیۃ" لکھتا ہے کہ سرکاری افسر سرکاری پالیسی کا ذکر ضرور کر دیتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جس نے ذمہ دار لوگوں کو اس قدر جری کر رکھا ہے کہ وہ قانون کی پروا نہیں کرتے ورنہ ایسی بھی کیا بات ہے کہ سرکاری افسر ادنٹ کو نگل جانے کی جرأت کریں، وہ لکھتا ہے کہ اگر ہماری حکومت اور ان کے افسروں کا کیریکٹر یہی ہے کہ قانون کچھ بنایا اور عمل کچھ اور کیا تو کیا وہ یقین رکھتے ہیں کہ قدرت اس کے نفاق کو زیادہ عرصہ تک برداشت کر سکے گی؟

"الجمعیۃ" کی اس فریاد پر کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں، یو۔پی میں جو کچھ مسلمانوں کے خلاف ہو رہا ہے یہ اس کی ایک ادنیٰ مثال ہے، تعجب ہے اُردو کے ساتھ اس قدر دشمنی کرنے والے انگریزی کی معمولی سے معمولی کتاب کو سر آنکھوں پر رکھتے اور آزادی حاصل کرنے کے بعد بھی اسے اپنی ثقافت کا جزو سمجھے ہوئے ہیں!

مراقش

مراقش میں فرانسیسی حکومت نے جس ظلم و استبداد سے کام لینا شروع کیا ہے، اس نے تمام دنیائے اسلام میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک ایک آگ لگا دی، اور چاروں طرف سے یہ آوازیں آرہی ہیں، کہ مراقش کو بچاؤ، اور فرانسیسی استعمار کے پنجے سے اسکو چھڑاؤ، خود مراقش میں حریت پسندوں نے حکومت فرانس کے خلاف علم جہاد بلند کر رکھا ہے اور وہ اپنے ملک کو آزادی دلانے میں سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں، سلطان مراقش کو باوجودیکہ نظربند کر لیا گیا ہے لیکن وہ ہر قسم کے مصائب اٹھا کر بھی اپنے ملک کو بیچنے کے لئے تیار نہیں، افسوس ہے کہ دنیائے اسلام کے متحدہ احتجاج کے باوجود فرانس اپنے رویہ کو بدلنے کے لئے تیار نظر نہیں آتا جس کو مصری حکومت نے عالم اسلام کے لئے ایک کھلا چیلنج قرار دیا ہے۔

حیرت ہے کہ جمعیۃ الاقوام اپنے بلند بانگ دعاوی کے باوجود اسلامی دنیا کے ان مطالبات پر کان نہیں دھرتی اور اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہی ہے کہ وہ صرف سرمایہ دار ملکوں کی حامی ہے، اور حق کی پشت پناہی کے لئے تیار نہیں، معلوم نہیں اس کا یہ رویہ کہاں کہاں آتش فشاں پہاڑوں کی شکل اختیار کرلے گا جنکی آتش فشانی دنیا کی کثیر آبادیوں کو بھسم کر کے رکھدے گی۔

ہڑتال کی وبا

مغربی ممالک سے جو بہت سی وبائیں ہمارے ملک میں آئی ہیں ان میں ہڑتال کی وبا خاص اہمیت رکھتی ہے، ذرا کسی محکمہ میں کوئی بات عملہ کی مرضی کے خلاف ہو تو فوراً ہڑتال کر دی جاتی ہے اور تنخواہیں بڑھوانے کے لئے تو ہڑتال کو سب سے زیادہ کامیاب حربہ سمجھا گیا ہے، چنانچہ لاہور میں سول سکرٹریٹ کے کلرکوں نے کئی دنوں سے اسی غرض سے ہڑتال کر رکھی ہے کہ ان کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے، ادھر ڈاکیوں نے بھی اس بنا پر ہڑتال کی ہوئی ہے کہ ان کی یونین کے صدر اور سکرٹری کو لاہور سے تبدیل کر دیا گیا تھا۔

ہمارے نزدیک ہڑتال کو اگرچہ مطالبات منوانے کا ایک مؤثر ذریعہ سمجھا گیا ہے لیکن ملک اور قوم کے وقار کو اس سے بہت بڑی ٹھیس لگتی ہے اور کام کو بھی بہت بڑا نقصان پہنچتا ہے اسلئے یہ مستحسن طریق قرار نہیں دیا جاسکتا، ضرورت ہے کہ ایسے مطالبات کو حتی الوسع باہمی افہام و تفہیم

نامہ ووکنگ — از خان بہادر غلام ربانی خان

انگلستان میں مادہ پرستی کی مخالف لہریں اور انکو صحیح راہ پر لگانیکا سامان

کیمبرج کی مجلس مذاہب عالم اور بدھ سوسائٹی لندن میں شاندار لیکچر!

مکرم بندہ اڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم۔

غیر معمولی تاخیر کو قلت خلوص پر نہیں بلکہ کثرت کار پر محمول فرمائیے تعلیم و تبلیغ کا کام بفضل ایزدی اس قدر بڑھ گیا ہے کہ عزیز حامد فاروق فرزند ارجمند حضرت امیر ایدہ اللہ نے بھی دو دن ہر ہفتہ میں اس کار خیر کے لئے وقف کر رکھے ہیں۔ لیکچروں کا سلسلہ اچھا خاصا وسیع ہو چکا ہے چنانچہ مختلف مقامات اور سوسائیٹیوں کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اکثر اوقات ڈاکٹر ایس ایم عبداللہ امام مسجد ووکنگ اور بصورت فرصت مجھے جانا ہوتا ہے۔

کیمبرج میں دو لیکچر

گذشتہ ایام میں ڈاکٹر ایس ایم عبداللہ صاحب دو دفعہ کیمبرج علاوہ دیگر مقامات کے تشریف لے گئے ایک دفعہ ورلڈ کانگریس آف فیتھز (مذاہب عالم کی مجلس) کے اجلاس میں اسلام پر لیکچر دیا۔ جس کے متعلق سیکرٹری نے اپنے خط میں اعتراف کیا کہ لیکچر نہایت ہی کامیاب تھا اور تمام ممبروں پر گہرے اثرات کا موجب ہوا۔ دوبارہ کیمبرج یونیورسٹی کے پاکستانی طلباء نے یونیورسٹی میں لیکچر کا انتظام کیا جس میں تمام مسلمان طلباء اور خاصی تعداد غیر مسلم اساتذہ اور طلباء کی شریک ہوئی یہ وعظ ایسا مقبول ہوا کہ دوبارہ ایسٹر کے بعد دوسرے لیکچر کی دعوت دی گئی۔

مادہ پرستی کے مخالف لہریں

بدھ سوسائٹی لندن کی دعوت پر اسلام اور صوفی ازم کے موضوع پر میری تقریر ہوئی۔ پیشتر اس کے کہ تفصیلات لیکچر تحریر کروں یہ خالی از ذوق نہ ہوگا۔ اگر میں اس ملک کے لوگوں کی طبائع اور رجحانات کا ذکر کر دوں۔ چونکہ عیسائیت کی تعلیم کا عوام پر اثر کم ہو چکا ہے اور اس خلا کو بھرنے کے لئے دہریت اور مادہ پرستی کا پُر زور حملہ ہے۔ مادہ پرستی سے ہی تنگ آ کر کچھ لوگ روحانی تسکین کے متلاشی ہوتے ہیں۔ اس سرگردانی میں بعض "یوگ" کی حرکات نفس بندی وغیرہ میں قیمتی زندگی ضائع کرتے ہیں اور کچھ تھیاسوفیکل سوسائیٹیز، بدھ سوسائیٹیز اور سپریچولسٹ سوسائیٹیز بنا لیتے ہیں۔ سپریچولسٹ سوسائٹی کے باقاعدہ حلقے ہیں۔ اور وہ ان میں اپنا ورد کرتے ہیں۔ اور تجربہ پسندی سے کام لیتے ہیں۔ اسی طرح بعض افراد بدھ مت کو اپنی روحانی تکلیف کا درمان سمجھتے ہیں۔ یہ مادہ پرستی کے مخالف لہریں ہیں جو مغربی دنیا میں چل رہی ہیں۔ ہا یا اور سرمایہ پرستی کے نتائج یہ ہیں کہ لوگ دکھ اور مشکلات کا حل نہیں پاتے۔ اور بے چینی اور بے اطمینانی طبع کے علاج کے لئے در بدر روحانی بھیک مانگتے ہیں تاکہ اس پیاس کو بجھا سکیں۔ یہاں یہ کہدینا ضروری ہوگا۔ کہ یہ وقت ہے۔ کہ اس پیاسی دنیا کو اسلام کا روحانی جام جس میں کافوری اور زنجبیلی اثر ہے پلا کر ان کی تسکین خاطر کی جائے اور ثواب دارین حاصل کیا جائے۔

بدھ سوسائٹی میں میرا لیکچر

آمدم بر سر مطلب جب میں بدھ سوسائٹی میں لیکچر دینے کے لئے لندن پہنچا تو صدر اور اس کی بیوی نے خیر مقدم کیا اور ہال کمرے میں لے گئے جہاں ایک بڑی تعداد میں ممبران جلیس تھے۔ پہلے تو صدر نے اپنے عجائبات یعنی بدھ کے مختلف بت دکھائے جو تحفۃً ان کو تبت چین، جاپان اور انڈوچینی۔ برما کے بدھوں نے بھیجے تھے۔ صرف اس قدر کا فرق یہ ہے۔ کہ یہاں بت محض زینت کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ان کے آگے جھکتا کوئی نہیں۔

اسلام میں تصوّف

بعد تعارف میں نے تقریر شروع کی اور غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے کہا کہ تصوف کوئی علیحدہ مذہب نہیں بلکہ اسلام کے اندر تربیت روحانی کا ایک طریقہ ہے۔ تصوف کا مدعا بیان کرتے ہوئے کہا کہ تصوّف لفظ "اسلام" یعنی "رضا جوئی مولیٰ" کی تفسیر ہے۔ اور صوفی ایک پابند شریعت مسلم ہوتا ہے جو تمام منازل تصوّف شعار اسلامی کی ادائیگی کے تحت طے کرتا ہے۔ صوفی ادائیگی فرائض منصبی سے معزور ہو کر جنگل یا بیابان کی راہ نہیں لیتا۔ اور نہ اپنے جوانی جذبات تلف کرنے کے لئے نفس کشی، اور تجرد و تنہائی کے طریقے اختیار کرتا ہے۔ بلکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پوری پوری نگہداشت کرتے ہوئے ان غذا اور جذبات حیوانیہ کے صحیح مصرف اور استعمال سے اخلاقی بلندی اور روحانی ترقی حاصل کرتا ہے

نفس کی تقسیم

قرآن مجید نے نفس کی تقسیم اس طرح کی ہے یعنی امارہ نفس لوامہ۔ نفس مطمئنہ۔ نفس امارہ تمام اخلاق کی بنیاد ہے۔ اگر نفس لوامہ کے احکام کی تعمیل اختیار کرے تو ایک منزل پر نفس امارہ اور نفس لوامہ پر جنگ ختم ہو جاتی ہے۔ اور انسان کی اخلاقی روحانی ترقی میں سرد و انفاس مد ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ نیکی اس انسان سے جبلی طور پر بلا تکلف سرزد ہونی شروع ہو جاتی ہے۔

فنا - بقا - لقا

اس طرح وہ نفس مطمئنہ حاصل کر لیتا ہے اور مطابق تشریحات تصوف مقامات فنا۔ بقا اور لقا پا لیتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پر "من تو شدم تو من شدی"۔ اور بعض دفعہ "انا الحق" کا نعرہ بعض دفعہ "ابن اللہ" اور بعض دفعہ "ظلی و بروزی نبوت" کے دعاوی سنائی دیتے ہیں۔ چنانچہ کلام پاک میں ایسے مقام کو "مقام رضا" یعنی مومن کی حقیقی جنت کہا گیا ہے۔ اور ہر ایسے انسان کی بنا اور حرکات سکنات میں۔ خدائی ہاتھ کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ اسلامی تصوّف ہے۔ اور اس کی بنیاد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول فعل اور عمل سے ڈالی۔ صحابہ کرام بڑے بلند پایہ صوفی تھے اور اسی طرح اس امت میں بڑے بڑے بلند پایہ صوفیائے کرام کا نام لیا جا سکتا ہے جنہوں نے یہ بلند روحانی مقامات تعلیم قرآن اور تعمیل سنت کے ذریعہ حاصل کئے۔

اسلام میں رہبانیت نہیں

یہ تعلیم فوق القوت نہ تھی۔ کہ انسان بن باس چلا جائے کانٹوں پر لیٹے۔ لوہے کی میخ جسم میں چبھوئے۔ کوڑوں سے اپنے آپ مارے یا مروا ئے اپنے اعضائے جسم کو معطل کر دے اپنی قدرتی طاقتوں کو مار ڈالے۔ خداداد نعمتوں سے محروم کر دے بھوک اور پیاس سے خودکشی کرے۔ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ اس دنیا میں بطور نائب خدا قائم رہے اور حدود قائم کردہ کے اندر تمام نعمتوں سے مستفید ہوتے ہوئے اپنے مقامات روحانیات بلند کرتا جائے۔

خدا کا خلیفہ اور غیر اللہ کا مخدوم

نہایت آسان اور قابل عمل پروگرام اسلام نے بتا دیا۔ اوّل کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے ذریعہ تمام غیر اللہ سے قلب کو خالی کر کے یہاں تک کہ اپنی نفس پسندی سے بھی اسکو خالی کر کے اللہ تعالیٰ کے جلال سے پُر کیا جاتا ہے۔ یہ "نفی اور اثبات" ہے اور در اصل اسی کلمہ کے صحیح طور پر پڑھنے سمجھنے اور زندگی میں داخل کرنے سے انسان اوّل تو درجہ انسانی حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ تمام غیر اللہ کی عبادت سے دامن چھڑا لیتا ہے اور یہ مقام سمجھ لیتا ہے کہ انسان تمام معبودان باطلہ سے بلند ہے۔ یہ سب شجر۔ حجر۔ آگ۔ پانی پہاڑ ستارے۔ چاند۔ سورج معبودان باطلہ در اصل انسان کے خادم ہیں اور انسان ان کا مخدوم ہے۔ اس مقام کو حاصل کرنے کے بعد وہ فرائض منصبی بطور خلیفہ فی الارض ادا کرنے پر با اخلاق انسان بن جاتا ہے اور پھر ترقی کرتے کرتے با خدا انسان بن جاتا ہے۔

نماز - دست در کار و دل با یار

دوم۔ نماز۔ پانچ نماز اسلامی کے ذریعہ سے روحانی غذا حاصل ہوتی ہے پُر حکمت طریقہ پر اوقات مقرر ہیں۔ کہ عین دنیاوی جھمیلوں اور مصروفیتوں کے اندر ہی جب وقت نماز آجاوے تو ایک مسلمان خدا کے آگے جھک جاتا ہے۔ اس طرح تمام دنیاوی کاموں میں بھی وہ خدا کی رضا جوئی کو مقدم رکھتا ہے۔ اس مذہب میں ہفتہ میں ایک۔ دن کی عبادت نہیں ہے اور نہ کوئی خاص دن خدا کا ہے جب دنیا بنا سکے وہ تھک گیا تھا اور اس نے ساتویں دن آرام کیا۔ بلکہ اسلام کا خدا ذو القوۃ المتین ہے۔ اور تمام دن اسی کے ہیں اور بتایا گیا لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا اونگھ اور نیند کا کوئی اثر اس پر نہیں اور نہ وہ نظام عالم کے برقرار رکھنے میں تھکاوٹ پاتا ہے۔ یہ وہ مذہب ہے جس کے متعلق کہا جا سکتا ہے "دست در کار۔ دل با یار"۔ ہاتھ کام میں اور دل خدا کی یاد میں۔

نماز سے غیر معمولی طاقت

غرضیکہ پانچ وقت دربار عالیہ میں حاضری کے علاوہ تہجد کی نماز بعد از نیم شب مقام محمود حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ یہ نمازیں ایک مسلمان کو کار و بار دنیاوی کے نا قابل نہیں بناتیں۔ بلکہ ان کے ذریعہ غیر معمولی طاقت مومنین کے اندر کار و بار دنیاوی کے لئے بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اوراق تواریخ کی ورق گردانی سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کرام نے کیا کیا شاندار کام سرانجام دیئے ہیں۔

تربیت نفس کا تیسرا ذریعہ روزہ

سوم۔ روزہ۔ ایک صوفی روزہ کے ذریعہ آسانی سے نفس پر قابو پا لیتا ہے۔ نفس کشی کی اسلام میں ممانعت ہے۔ ایک ماہ کے باضابطہ ایک خاص قانون اور نظام کے تحت روزے کے ذریعہ نہ تو جسمانی ضروریات سے کامل محرومی ہوتی ہے۔ اور نہ جسم کو سزا

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۱)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

مغربی تہذیب کی آگ مشرقی اقوام میں

عن انسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اول اشراط الساعۃ نار تحشر الناس من المشرق الی المغرب رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ کتاب الفتن

حضرت انسؓ سے روایت ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرب قیامت کی سب سے پہلی نشانی یہ ہے کہ ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف ہانک لے جائے گی (یہ آگ مغربی تہذیب ہے جو مشرقی اقوام کی زندگی کے ہر شعبے پر اثر انداز ہے)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شوریٰ

مجلسہ مجلس علم وحیاء وصبر وامانۃ لا ترفع فیہ الاصوات ولا تؤمن فیہ الحرم ولا تنثی فلتاتہ متعادلین یتفاضلون فیہ بالتقویٰ متواضعین یوقرون فیہ الکبار ویرحمون فیہ الصغیر ویؤثرون ذا الحاجۃ ویحفظون الغریب۔ عن الحسن بن علیؓ شمائل ترمذی

ترجمہ:۔ شمائل ترمذی میں حسن بن علی سے روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس (شوریٰ) علم وحیا اور صبر و امانت کی مجلس تھی اونچی آواز سے گفتگو نہیں کی جاتی تھی اور نہ کسی عزت پر عیب لگایا جاتا تھا۔ نہ اس مجلس کی غلطیاں اور لغزشیں (اگر کسی ممبر سے صادر ہوتی ہوتیں) شائع کی جاتیں اہل مجلس (غریب و امیر چھوٹا بڑا) آپس میں برابر تھے (سب ممبران کی رائے پر غور کیا جاتا تھا) ایک کو دوسرے پر اگر فضیلت تھی تو صرف تقوے ہی معیار فضیلت تھا (معاملات میں) بہت متواضع تھے چھوٹے (عمر یا درجہ میں) بڑوں کی عزت کرتے تھے اور بڑے چھوٹوں کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرتے تھے۔ حاجتمندوں کی ضرورتوں کو اپنی حاجتوں پر مقدم رکھتے تھے مسافروں کے لئے مہمان خانے قائم کرتے اور ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتے تھے۔

نوٹ:۔ ہمارے موجودہ زمانہ کی مجالس شوریٰ کے اراکین کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔

امراء قوم سادہ زندگیاں اختیار کریں

عن عمرۃ قالت قیل لعائشۃ ما ذا کان یعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہ قالت کان بشراً من البشر یفلی ثوبہ ویحلب شاتہ ویخدم نفسہ۔ (شمائل ترمذی)

ترجمہ:۔ عمرہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا آپ بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایک بشر تھے (بشری حوائج کے تقاضے پورے کرتے تھے) اپنے کپڑوں کی جوؤں تک دیکھ لیتے تھے۔ اپنی بکری خود ہی دودھ لیتے تھے، اور خود ہی اپنے کام کر لیا کرتے تھے۔

(۱) آں مقام و رتبت خاصش کہ بر من شد عیاں
گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہے سلیم

(۲) در رہ عشق محمد ایں سر و جانم رود
ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزم صمیم

(مسیح موعودؑ)

ترجمہ (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور خاص رتبہ جو مجھ پر ظاہر ہوا۔ میں بتلا دیتا اگر مجھے کوئی سلیم الطبع (اہل دل) نظر آتا۔

(۲) میری تو یہی آرزو اور دعا ہے کہ اس طریقت عشق میں جو محمدؐ کے آستانہ کی طرف لے جائے میرا سر اور جان قربان ہو

دعا اور ابتلا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات

دعا کا ظاہر الفاظ میں پورا ہونا

ایک امتحان والے آدمی کے متعلق دعا کے واسطے عرض کی گئی فرمایا:۔

دعا تو کی جاتی ہے مگر بعض دفعہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے واسطے کوئی اور نعمت رکھی ہوئی ہوتی ہے اور دعا ظاہر الفاظ میں پوری ہوتی نظر نہیں آتی اس میں ایک ابتلاء ہوتا ہے خصوصاً ان لوگوں کے واسطے جو بظاہر نیک ہوتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو نیک تھے ہم پر یہ ابتلاء کیوں آیا۔

۱۱ فروری سنہ ۱۹۰۱ء شام کے بعد دعا کے متعلق فرمایا:۔

ہم کو خدا پر اتنا بھروسہ ہے کہ ہم تو اپنے لئے دعا بھی نہیں کرتے کیونکہ وہ ہمارے حال کو خوب جانتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب کفار نے آگ میں ڈالا تو فرشتوں نے آکر حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا کہ آپ کو کوئی حاجت ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا بلیٰ ولکن الیکم لا۔ ہاں حاجت ہے مگر تمہارے آگے پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ فرشتوں نے کہا کہ اچھا خدا تعالیٰ کے آگے ہی دعا کرو۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا علمہ من حالی حسبی من سوالی۔ وہ میرے حال سے ایسا واقف ہے کہ مجھے سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔

۱۴ فروری سنہ ۱۹۰۱ء۔ اس بات پر ذکر کرتے ہوئے کہ مومنین پر تکالیف اور ابتلا آیا کرتے ہیں فرمایا:۔ ایک شخص حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنی لڑکی کا آنحضرت کے ساتھ نکاح کیواسطے عرض کیا اور منجملہ اس لڑکی کی تعریف کے ایک یہ بات عرض کی کہ وہ اتنی عمر کی ہوئی ہے۔ مگر آج تک اس پر کوئی بیماری وارد نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ خدا کے پیارے ہوتے ہیں ان پر خدا کی طرف سے ضرور تکالیف اور ابتلا آیا کرتے ہیں۔ احباب میں سے ایک کو مخالفین کی طرف سے بہت تکالیف پہنچی تھیں۔ اس نے اپنا حال عرض کیا۔ فرمایا۔ آپ نے بہت تکالیف اٹھائی ہیں۔ یہ بات آپ میں قابل تعریف ہے جس قدر ابتلاء ہوا ہے اسی قدر انعام بھی ہوگا ان مع العسر یسراً۔

بعض مخالفین جو ہمارے دوستوں کے ساتھ سختی کرتے ہیں۔ اور ان کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اس کے ذکر میں اپنے دوستوں کو نرمی اور درگذر اور شرارت سے بچنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ مخالفوں کے مقابلہ میں جوش نہیں دکھانا چاہیئے۔ خصوصاً جو جوان ہیں ان کو میں یہ نصیحت کرتا ہوں ضروری ہے کہ تم جلدی جلدی میرے پاس آؤ معلوم نہیں کہ تم کتنا زمانہ میرے بعد بسر کرو گے پاس رہنے میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ انسان اگر گونگا ہو تو وہ تفسیر مجسم ہوتا ہے اور پاس رہنے میں انسان بہت سی باتیں دیکھ لیتا ہے اور سیکھ لیتا ہے۔

عذاب الٰہی کی نوعیت

جغرافیائی حالات کی روشنی میں

(تقریر) سعد اختر صاحب ایم۔ اے

قوم لوط

حضرت لوط حضرت ابراہیم کے بھتیجے تھے مگر علیحدہ قوم یعنی سدومیوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ آپ اس علاقے کے اصلی باشندے نہیں تھے بلکہ ان کی اصلاح کے لئے آئے تھے اس قوم پر عذاب کا نقشہ سورۃ الاعراف کے دسویں رکوع کی آخری دو آیات میں اس طرح آیا ہے:- فانجینہ واھلہ الا امراتہ کانت من الغٰبرین ○ وامطرنا علیھم مطرا ط فانظر کیف کان عاقبۃ المجرمین۔ سو ہم نے اسکو اور اس کے اہل کو نجات دی۔ سوائے اس کی عورت کے وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوئی اور ہم نے ان پر ایک مینہ برسایا۔ پس دیکھ مجرموں کا انجام کیسا ہوا یہ بارش کیا تھی اسی کا ذکر آگے دوسری جگہ سورت ہود کے ساتویں رکوع میں آتا ہے کہ اس قوم پر جو مصیبت آنے والی تھی وہ صبح کے وقت آئی۔ پھر لکھا ہے:- فلما جاء امرنا جعلنا عالیھا سافلھا وامطرنا علیھا حجارۃ من سجیل ○ منضود ○ مسومۃ عند ربک ط وما ھی من الظلمین ببعید۔ ترجمہ:- سو جب ہمارا حکم آگیا ہم نے اسے تہ و بالا کر دیا۔ اور ہم نے اس پر سخت پتھر پے در پے برسائے۔ تیرے رب کے ہاں نشان لگائے ہوئے اور وہ ظالموں سے دور نہیں پھر سورت الحجر کے پانچویں رکوع کے آخر میں اس طرح لکھا ہے لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون ○ فاخذتھم الصیحۃ مشرقین ○ فجعلنا عالیھا سافلھا وامطرنا علیھم حجارۃ من سجیل ○ ان فی ذالک لاٰیٰت للمتوسمین ○ وانھا لبسبیل مقیم ان فی ذالک لاٰیۃ للمؤمنین۔ ترجمہ:- تیری زندگی کی قسم وہ اپنی بدمستی میں اندھے ہو رہے تھے۔ سو ایک خطرناک آواز نے انہیں سورج نکلتے ہی آپکڑا۔ پس ہم نے اسے تہ و بالا کر دیا۔ اور ہم نے ان پر سخت پتھر برسائے یقیناً اس میں فراست والوں کے لئے نشان ہیں اور وہ شہر ایک دائمی رستے پر واقع ہے یقیناً اس میں مومنوں کی طرف نشان ہے۔

یہ قوم بھی مدینہ سے شام کے راستے پر بستی تھی ہاں البتہ اس قوم کی بستیاں شمال میں واقع تھیں۔ ان سے جنوب کی طرف حضرت شعیب کی قوم بستی تھی اور ان سے اور نیچے وادی الحجر ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے یہاں قوم ثمود کا مسکن تھا یہاں کا علاقہ پہاڑی ہے اور طبقاتی علم کی رو سے یہ THE GREAT RIFT VALLEY) شگافی وادی عظمیٰ کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ آتش فشاں پہاڑوں کا پھوٹنا ایک قدرتی امر اور اس عذاب کا نظارہ بتاتا ہے کہ اس وقت ایک زبردست آتش فشاں پہاڑ پھٹا اور اوپر کی پتھریلی زمین کو ریزہ ریزہ کر کے اپنی شدت کی وجہ سے ہوا میں اڑا دیا اور اسی پتھر کے ہوا میں اڑتے ہوئے ٹکڑے اس قدر اس قوم کی بستیوں پر گرے کہ یہ ان کے نیچے دب کر فنا ہو گئے اور آج تک نشان ہے محکمہ آثار قدیمہ اور GEOLOGY کے طالبعلموں کے لئے کافی علم کا ذخیرہ یہاں سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

حضرت شعیب کی قوم

یہ قوم جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں قوم لوط اور ثمود کی بستیوں کے درمیان مدینہ منورہ کے شمال میں شام کے راستہ پر بحیرہ قلزم کے کنارے آباد تھی اس علاقہ کو مدائن کہتے ہیں۔ سورۃ الاعراف کے گیارہویں رکوع میں حضرت شعیب کا ذکر آتا ہے حضرت شعیب حضرت ابراہیم کی نسل میں سے پانچویں پشت میں ہیں اس لئے ان کا ذکر تاریخی طور پر حضرت لوط کے بعد آیا ہے۔ بائبل میں ہے کہ مدیان حضرت ابراہیم کے ایک بیٹے کا نام تھا جو ان کی تیسری بیوی قتورہ کے بطن سے پیدا ہوا، اسی نام کا ایک شہر بحیرہ قلزم پر واقع ہے جہاں مدیان کی نسل آباد ہوئی۔ اس قوم کی تباہی کا ذکر سورت ہود کے آٹھویں رکوع کے آخر میں اس طرح آیا ہے ولما جاء امرنا نجینا شعیبا والذین اٰمنوا معہ برحمۃ منا واخذت الذین ظلموا الصیحۃ فاصبحوا فی دیارھم جٰثمین ○ کان لم یغنوا فیھا الا بعدا لمدین کما بعدت ثمود۔

ترجمہ:- اور جب ہمارا حکم آگیا ہم نے شعیب کو اور انہیں جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے رحمت کے ساتھ نجات دی۔ اور انہیں جنہوں نے ظلم کیا سخت آواز نے آن پکڑا سو وہ اپنے گھروں میں پڑے ہی رہ گئے۔ گویا ان میں بسے ہی نہ تھے۔ سو مدین کے لئے دوری ہے جیسے ثمود دور ہوئے آگے چل کر سورۃ العنکبوت کے چوتھے رکوع کے وسط میں اس قوم پر عذاب کا ذکر اس طرح آیا ہے فکذبوہ فاخذتھم الرجفۃ فاصبحوا فی دارھم جٰثمین۔

ترجمہ:- تو انہوں نے اسے جھٹلایا سو انہیں زلزلے نے آپکڑا اور وہ اپنے گھروں میں پڑے کے پڑے رہ گئے۔ پس ان دو حوالہ جات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قوم ثمود کی طرح ان پر بھی زلزلہ آیا۔ اب چونکہ یہ علاقہ ویسا ہی ہے اس لئے اس کے متعلق میں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

فرعونیوں کی تباہی

فرعون اور اس کی فوج کی تباہی کا ذکر سورت طٰہٰ کے چوتھے رکوع میں اس طرح شروع ہوتا ہے ولقد اوحینا الی موسیٰ ○ ان اسر بعبادی فاضرب لھم طریقا فی البحر یبسا لا تخف درکا و لا تخشیٰ ○ فاتبعھم فرعون بجنودہ فغشیھم من الیم ما غشیھم ○ واضل فرعون قومہ وما ھدیٰ ○

ترجمہ:- اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا۔ پھر انہیں سمندر میں خشک رستہ پر چلاتے جا۔ نہ تجھے پکڑا جانے کا خوف ہے اور نہ تو (غرق ہونے سے) ڈرے۔ تب فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا۔ سو سمندر سے وہ چیز ان پر آگئی جس نے انہیں ڈھانپ لیا۔ اور فرعون نے انہیں اپنی قوم کو گمراہ کیا۔ اور (منزل مقصود) کا رستہ نہ دکھایا۔ اس سے آگے چل کر سورت الشعرا کے چوتھے رکوع میں فرعونیوں کے غرق ہونے کا ذکر ان الفاظ میں آتا ہے:- فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم ○ وازلفنا ثم الاخرین ○ وانجینا موسیٰ ومن معہ اجمعین ○ ثم اغرقنا الاخرین ○ ان فی ذالک لاٰیۃ ○ وما کان اکثرھم مؤمنین ○ وان ربک لھو العزیز الرحیم ○

ترجمہ:- سو ہم نے موسے کی طرف وحی کی کہ اپنے عصا سے سمندر کو مار۔ پس وہ پھٹ گیا اور ہر ایک فرق بڑے تودے کی طرح تھا۔ اور وہیں ہم دوسروں کو قریب لے آئے۔ اور ہم نے موسے کو اور جو اس کے ساتھ تھے ان سب کو نجات دی۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔ یقیناً اس میں نشان ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانیوالے نہیں، اور تیرا رب یقیناً وہی غالب رحم کرنے والا ہے۔ ان دو حوالہ جات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو وحی ہوتی ہے کہ راتوں رات اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر سمندر کو ایک ایسی جگہ سے جلد از جلد پار کر جاؤ جو ابھی خشک ہے اور انہوں نے ایسا ہی کیا اور ان کے تمام ساتھی صحیح سلامت پار لگ گئے۔ لیکن جب تھوڑی دیر بعد فرعون کا لشکر ان کے تعاقب میں آیا تو وہ بھی بلا سوچے سمجھے اسی راستے پر چل پڑے اور ان کو سمندر کے پانی نے آ لیا اور غرق کر دیا۔

اب اس وقت کے تاریخی اور جغرافیائی حالات کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر دشت سینا میں لا رہے ہیں۔ اب اگر یہ لوگ دریائے نیل کے مغرب سے روانہ ہوتے ہیں تو دریائے نیل بھی درمیان پڑتا ہے اور بحیرہ قلزم کی ایک شمالی شاخ خلیج سویز بھی درمیان میں پڑتی ہے اور اگر دریائے نیل کے مشرق سے روانہ ہوئے ہیں جو زیادہ اغلب ہے تو صرف خلیج سویز ہی درمیان میں پڑتی ہے۔ اس پر مؤرخوں اور مفسروں کا اختلاف ہے۔ میں دوسری بات کو صحیح تصور کرتا ہوں اور اس واقعہ کو خلیج سویز کے متعلق مانتا ہوں اور کالطود العظیم کے الفاظ بھی میرے خیال کی معاونت کرتے ہیں۔ کیونکہ صرف سمندر کا ہی پانی اس طرح جوار بھاٹا کی وجہ سے پھٹ کر یہ شکل اختیار کر سکتا ہے دریا میں پانی کے بہاؤ کی وجہ سے اتنا ہونا مشکل ہے بہرحال میرے خیال میں فرعونی لشکر بحیرہ قلزم کی ایک شمالی شاخ یعنی خلیج سویز میں جوار بھاٹے کا شکار ہو گئے۔ اسی قسم کا واقعہ نپولین بوناپارٹ کو بھی پیش آیا بحیرہ قلزم کے اسی مقام پر جب جوار بھاٹے کی وجہ سے سمندر پیچھے ہٹا ہوا تھا غروب آفتاب کے قریب نپولین اپنے ساتھیوں سمیت داخل ہوا ادھر تاریکی بڑھنا شروع ہوئی اور پانی بڑھنا شروع ہو گیا یہاں تک کہ رستہ ملنا مشکل ہو گیا۔ آخر نپولین نے چاروں طرف آدمی دوڑائے اور جدھر جدھر پانی گہرا ہوتا گیا اس طرف سے رخ ہٹا کر اس جانب کا رخ کیا جدھر پانی کم ہوتا چلا گیا۔ اگر یہ تجویز نہ سوجھتی تو فرعون کے لشکر سا حشر ہوتا اور فوج سمیت غرق ہو گیا ہوتا۔ ایسا ہی ہوا کہ جوش تعاقب میں فرعون نے اس قسم کا کوئی خیال نہ کیا اور اس کے لشکر کے چند گھنٹے پیشتر حضرت موسیٰ بمعہ اپنی قوم بنی اسرائیل کے پار چلے گئے اور جب یہ آئے تو سمندر نے رستہ نہ دیا اور فرعونی وہاں غرق ہو گئے۔ اس قدر تفصیلات اور عذاب الٰہی کے تجربہ کے بعد مجھے خوف ہے کہ

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

اختر علی خان کے دادا اور والد کے خیالات حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کے متعلق

کسی شخص کی ذات اور اس کے ذاتی اعمال کے متعلق پریس یا پلیٹ فارم سے آوازے کسنا کسی شریف آدمی کا کام نہیں۔ لیکن جن لوگوں کی زندگی کا مقصد اور حصول زر کا ہی ایک واحد ذریعہ ہے ان پر کسی وعظ و نصیحت کا اثر ہونا غیر ممکن ہے تاہم انہیں صحیح راہ کی طرف بلانا اور چند پیسوں کے لئے حق کی مخالفت سے منع کرنا بُرا نہیں اسی خیال سے اختر علی خاں صاحب مدیر "زمیندار" کو جو آجکل سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام کو بُرا بھلا کہنا اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہیں چند حقائق کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں ممکن ہے . . . . . . اپنے باپ دادا کی لاج کے لئے ہی وہ اپنی زبان کو روک لیں۔

اختر علی خاں کے دادا، مولوی ظفر علی خان کے والد مولوی سراج الدین صاحب اپنے اخبار "زمیندار" مئی ۱۹۰۸ء میں تحریر فرماتے ہیں:-

(۱) میرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء، ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲، ۲۴ سال ہوگی۔ اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ جوانی میں بھی آپ نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے۔ ۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپکے ہاں مہمان نوازی کی عزت حاصل ہوئی۔ ان دنوں میں بھی آپ عبادت الٰہی اور وظائف میں مستغرق تھے۔ کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔

(۲) حضرت میرزا صاحب کے متعلق اختر علی خاں کے دادا صاحب کی رائے آپ نے ملاحظہ فرمالی۔ اب ان کے والد مولوی ظفر علی خاں صاحب کی رائے ملاحظہ فرمائیں:-

زمیندار ۲۴ رجون ۱۹۲۳ء

"مسلمانان جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار۔ کمر بستگی۔ نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے۔ وہ اگر ہندوستان میں بے مثال نہیں تو بے انداز عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے"

(۳) پھر ۱۸۔ اپریل ۱۹۲۳ء کے زمیندار میں احمدیہ جماعت کو ہر مسلمان کے لئے باعث فخر قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

" احمدی بھائیوں نے جس خلوص جس ایثار . . . . اور جس جلدی سے اس کام میں حصہ لیا ہے۔ وہ اس قابل ہے۔ کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے"

(۴) مسلمانوں اور علمی اور دینی اداروں کو غیرت دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:-

" گھر بیٹھ کر احمدیوں کو بُرا بھلا کہہ لینا آسان ہے لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان اور دیگر یورپین ممالک میں بھیج رکھے ہیں۔ کیا ندوۃ العلما۔ دیوبند۔ فرنگی محل اور دوسرے علمی و دینی مرکزوں سے یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ تبلیغ و اشاعت حق کی سعادت میں حصہ لیں"

(زمیندار ۷ دسمبر ۱۹۲۶ء)

اختر علی خاں صاحب کے والد اور دادا صاحب کے بیانات کے ساتھ ان کے اپنے اس بیان کو بھی پڑھیئے جو ووکنگ میں نماز عید کے موقعہ پر جماعت احمدیہ کی خدمات اسلام کے نتائج کو بچشم خود دیکھ کر انہوں نے "زمیندار" میں لکھا اور بتایا کہ یہ فرزندان توحید کا اجتماع تھا جو اسلام کی عالمگیر اخوت کا عملی ثبوت ہے۔

ان تمام شہادتوں اور بیانات کے بعد اختر علی خاں کے اس سجدۂ سہو کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے جو لاہور آ کر . . . . "زمیندار" کے صفحات پر . . . . زبان قلم سے انہوں نے ادا کیا اور ان کا رات دن جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام کو بُرا بھلا کہنا سمجھدار طبقہ کے نزدیک کیا وقعت رکھتا ہے ظاہر ہے کہ یہ صرف ایک سنت ہے، جو کفر باز مولویوں اور عوام الناس میں مقبول بنتے اور روپیہ کمانے کے لئے رچایا گیا ہے۔

خاکسار۔ حبیب الرحمٰن ہزاروی

مفتی اعظم فلسطین کو ایک خط

محترم اڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار "پیغام صلح" لاہور ۷ مارچ ۱۹۵۱ء کے ذریعہ معلوم ہوا اور پڑھ کر خوشی بے حد ہوئی۔ کہ جناب محترم الحاج سید امین الحسینی مفتی اعظم فلسطین نے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے حاصل کرنے کے لئے خواہش ظاہر فرمائی جو پوری کی گئی۔

راقم نے ۱۶ صفحات کا ایک مفصل خط مع سالانہ جلسہ ۱۹۴۹ء کے موقعہ کا "پیغام صلح" اور دو قطعہ اشتہار اسرار حق درباره پیشگوئی ملک کشمیر اور ظلی نبوت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں بذریعہ رجسٹری ۲۱ فروری ۱۹۵۱ء کو کراچی کے پتہ پر جناب مفتی اعظم صاحب کی خدمت میں ارسال کئے تھے۔ اس معزز خط میں راقم نے مفتی اعظم کی خدمت میں ہدیہ عقیدت و اظہار محبت پیش کیا تھا اور موتمر عالم اسلامی کے مقدس موقعہ پر ان کی شمولیت پر ان کو مبارکباد دی تھی اور انکی نظربندی کے ایام میں فلسطین کی آزادی اور ان کی رہائی کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کرنے کا ذکر کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت سیدنا مسیح موعود میرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس صدی چہاردہم کے آغاز پر دعوے مجددیت، مسیحیت اور مہدویت اور جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت بیان کی گئی تھی۔ حضرت مسیح موعود کے دعاوی کو قرآن حدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا تھا۔ جیسا کہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے لا مھدی الا عیسیٰ۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے واقعہ صلیب کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ان کا اپنے وطن سے ہجرت کرنا اور کشمیر میں آکر قیام کرنا اور بالآخر سرینگر محلہ خانیار میں ان کی مزار شریف موجود ہونا سب کچھ بیان کیا گیا اور انکی وفات کو قرآن مجید کی آیات بینات سے ثابت کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی جماعت احمدیہ کی غرض قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں پیش کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کا مقام ... احمدیہ بلڈنگس لاہور ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو وقوع میں آنا اور ۲۷ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت علیہ السلام کی میت کا قادیان لے جا کر دفن کیا جانا، ۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ کا دو گروہوں میں منقسم ہو جانا۔ ووکنگ مشن، جرمن مشن امریکہ مشن۔ انگریزی ترجمۃ القرآن مجید اور دوسرے قیمتی لٹریچر کا بیان مفصل کیا تھا۔ اور یہ بھی بتایا کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمات دینیہ کو دنیا بھر کے مسلمانوں نے تسلیم کیا ہے۔ مصری تعلیمی وفد کا ذکر بھی میں نے کیا۔ جو ہندوستان میں اپنی علمی تحقیقات کے بڑھانے کے لئے آیا تھا۔ اس وفد کے ممبروں کا احمدیہ بلڈنگس لاہور میں تشریف لانے کا مفصل ذکر کیا گیا۔

ایسا ہی فلسطین اور کشمیر کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے میں نے بتایا تھا کہ مسیح موعود کے الہامات میں ان سب باتوں کا ذکر ہے اور آپ کا ایک الہام یہ بھی ہے:-

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد"

اس الہام کا پورا ہونا ہم نے پاکستان ملنے پر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خدا کرے مفتی صاحب کو اس عاجزانہ عرضداشت پر اللہ تعالیٰ غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام

(ڈاکٹر) حسن علی۔ گوجرانوالہ

انوار القرآن حصہ اوّل کی ضرورت

بخدمت اڈیٹر صاحب اخبار "پیغام صلح"

السلام علیکم

مجھے ایک جلد کتاب انوار القرآن حصہ اوّل (تفسیر پارہ عم۔ تیسواں پارہ قرآن مجید) مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم مغفور کی سخت ضرورت تھی۔ انجمن کے کتب خانہ میں لکھا گیا۔ وہاں سے جواب آیا ہے کہ ان کے پاس کوئی کاپی بقایا نہیں رہی ہے! اس لئے ملتجی ہوں کہ براہ مہربانی اپنے اخبار میں اعلان فرما دیں کہ اگر کسی کتب فروش یا کسی بھائی کے پاس اس کی کوئی کاپی موجود ہو جسے وہ فروخت کرنا چاہیں تو وہ براہ کرم راقم کو مندرجہ ذیل پتہ پر بذریعہ وی۔پی۔ ارسال کر دیں۔ فقط۔

ناچیز عزیز احمد۔ کے سی۔ ایس

ڈائرکٹر لینڈ ریکارڈ اینڈ پرنسپل مظفر آباد

(آزاد کشمیر)

ایک غلطی کی اصلاح

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار پیغام صلح نمبر ۹ مورخہ ۱۵ ؍۳ میں جو خبر جناب نے شائع فرمائی ہے اس میں میاں غلام شبیر صاحب کا اپنے بچہ کو نماز جمعہ میں لے کر آنا غلط درج ہو گیا ہے۔ میاں صاحب خود تو سیالکوٹ چلے گئے تھے یہاں نہیں آئے بلکہ ان کے گھر سے اور بچے آئے ہیں وہ بچہ جس کا نماز جمعہ میں آنے کا ذکر تھا اپنے ملازم کیساتھ مسجد میں آیا تھا جس پر مبلغ پانچ روپیہ بیگم صاحبہ نے انجمن کو روانہ کئے تھے۔ اس کی بذریعہ اخبار درستی فرما دیں۔ مہربانی ہوگی۔

محمد حسین۔ مبلغ اسلام

جھنگ گھیانہ

(باقی بر صفحہ ۱۳ کالم ۲)

اسلامی جمہوریت کا صحیح تصور

خدا تعالیٰ کی رضا کو انسانی علم و عقل پر ترجیح حاصل ہے

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

(۲)

یہ بیان ہو چکا ہے کہ عملی زندگی میں توحید پر ایمان کا مدعا مساوات و اخوت کا قائم کرنا ہے نیز خدا تعالےٰ کی عبادت کا مقصد جملہ انسانوں کی مخفی و اعلیٰ صلاحیتوں کا صحیح ارتقاء ہے جمہوری نظام کا مطلب بھی یہی ہے کہ ان تمام رکاوٹوں کو دور کر دیا جائے جو ایسے ارتقاء کے سدِّ راہ ہیں چنانچہ اسلام نے نظام سوسائٹی کے اقتدار کی باگ ڈور ایسے اصحاب کے سپرد کرنا چاہی ہے جو ان مقاصد عالیہ کی تکمیل کے لئے بہترین ممد ثابت ہوں۔ یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ اسلام کسی ایسی جمہوریت کا قائل نہیں جو محض دکھاوے کے طور پر ہو مگر جہاں اصل مقصد و مطلب مفقود ہو جیسے کہ یہ امر ہمیں مغربی جمہوریت میں نظر آ رہا ہے، حیات کے کسی شعبہ کو لے لیا جائے محض ظاہری نظام کا قیام خواہ وہ کیسے ہی عمدہ و اعلیٰ اصولوں پر قائم کیا گیا ہو حقیقی نجات کا باعث نہیں ہو سکتا جب تک کہ مقدم طور پر انسان کا باطنی نظام درست و صحیح نہ ہو، یہ اندرونی نظام اس کے مخفی ارادوں، نیتوں اور چھپی ہوئی خواہشات و مرضیات کی دنیا ہے۔ پس جب تک انسان کی یہ باطنی و مخفی دنیا صالح نہیں بیرونی نظام کی صلاحیت و عمدگی بے کار ہو کر رہ جاتی ہے، جہاں کسی امر کے قیام میں اس کا ظاہرا نظام یعنی اس کے قوانین و قواعد بطور جسم کے ہیں وہاں باطنی نیات مخفی ارادے بمنزلہ اس کی روح کے ہیں، جس وقت یہ دونوں نظام ظاہری و باطنی ایک دوسرے کے مطابق ہوں اور صالح و صحیح ہوں تب ہی یہ توقع رکھنی درست ہو گی کہ عام انسانیت کی اعلیٰ استعداد کا خاطر خواہ ارتقاء ہو سکے گا۔ پس اسلامی جمہوری نظام محض کثرت رائے کا ڈھونگ رچا کر مقتدر اصحاب کی ہوا و حرص کی آگ کو بھڑکانے کا نام نہیں بلکہ یہ وہ نظام ہے جو کسی جماعت کے عوام کی اعلیٰ و برتر صلاحیتوں کو پورے طور پر نشو و نما دیتا ہے جیسے کہ اس کا نمونہ ایک وسیع پیمانہ پر ابتدائی اسلامی جماعت میں نظر آتا ہے جہاں بدوؤں اور وحشیوں کی مخفی و اعلیٰ صلاحیتوں کا ایسا بے مثل و عظیم الشان ارتقاء ہوا کہ گویا انہوں نے ایک نیا جنم لے لیا تھا ایسی تبدیلی ان کے اندر اور باہر رونما ہوئی کہ وہ بکلی منقلب ہو کر ایک نئی قوم بن گئے تھے۔ کہاں وہ اسلام سے قبل کی باہمی منافرت و تباغض، نفاق و جنگ و جدل جہالت و توہم پرستی اور کہاں ربع صدی کے بعد ایک طرف ان کے علم و فضل کے چرچے اور دوسری طرف ان کے اخلاق حمیدہ کے نمایاں نمونے!!

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد

مگر اصل حل طلب امر یہ ہے کہ اسلامی نظام میں یہ مقصد کیونکر بروئے کار آتا ہے تو اس کا صاف و سیدھا جواب یہ ہے کہ جب جماعت کے نظام پر ایسے لوگوں کا اقتدار غالب آ جاتا ہے جنہوں نے اپنی خودی کے جذبات کو کلیتہً مٹا کر خدا تعالےٰ کی مرضی و منشاء کو قائم کرنے کا عزم کر لیا ہو اس وقت جمہور کی اعلیٰ صلاحیتوں کی نشو و نما کا سامان بہم پہنچتا ہے۔ وگرنہ جب تک اقتدار رکھنے والے گروہ کے قلوب میں خود غرضی و نفس پرستی کے جذبات غالب رہتے ہیں تب تک جمہوریت اپنے اصلی مفہوم و مقصد میں کامیاب ہو نہیں سکتی خواہ نظام کی ظاہری شکل جمہوری ہی کیوں نہ ہو۔ وجہ اس کی نہایت روشن ہے۔ صاحب اقتدار اشخاص کی نیات میں جب تک خود غرضی موجود ہو گی تب تک جماعت میں بوجہ غلبہ و اثر رکھنے کے وہ اپنی اغراض کی تکمیل میں منہمک رہیں گے اور عوام کی بہبود و فلاح کی جانب نہ صرف توجہ نہ دیں گے بلکہ ان کے مفاد کے خلاف ہی کرنے والے ہوں گے۔ مقتدر اور عوام کے مفاد کا آپس میں باہم ٹکراؤ لازم ہے۔ اسلام نے انتخاب کے لئے ان اصحاب کو فوقیت دی ہے جو نہ صرف اپنے علم و فضل کے لحاظ سے بلکہ مقدم طور پر اپنی بے غرضانہ و مخلصانہ روش سے جمہور پر فائق ہوں مغربی ممالک میں بھی جمہوریت اسی قدر کامیاب ہوتی ہے جس قدر مقتدر اصحاب کے انتخاب میں اس امر کو ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ ان میں عوام کی خدمت کا جذبہ کس قدر خلوص و بے نفسی سے موجزن ہے، رائے دہندگان میں یہ شعور بیدار ہو چکا ہے کہ عوام کی مخلصانہ خدمت کس فرد میں بڑھ چڑھ کر موجود ہے اور وہ انتخاب کے موقعہ پر اپنی رائے کو خالصتاً اہلیت کی بناء پر برتنے کے عادی ہو چکے ہیں مگر مشرقی ممالک میں ابھی تک نہ تو برسر اقتدار آنے والے اصحاب میں جذبہ خدمت کا خلوص کما حقہ نظر آتا ہے اور نہ خود رائے دہندگان میں یہ تمیز پیدا ہوئی ہے کہ وہ محض اہلیت کی بناء پر انتخاب کریں بلکہ وہ خود نہایت معمولی و ادنےٰ اغراض کی خاطر اہلیت و قابلیت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

جمہوری نظام کا احیاء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منجانب اللہ صادق ہونے کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے نہ صرف اپنی زندگی کے بعد بلکہ خود اپنی زندگی میں ہی جماعت احمدیہ کے نظم و نسق کو چلانے کے لئے ایک جمہوری نظام قائم کر دیا۔ جماعت میں سے سرکردہ اصحاب پر مشتمل ایک صدر انجمن کا قیام عمل میں لایا گیا اور اس کے سپرد جماعت کے کاروبار کو کر دیا گیا بلکہ آپ نے ایک موقعہ پر جب انجمن کے ممبروں کے درمیان اختلاف رائے ہوا یہ فیصلہ نہایت وضاحت کے ساتھ تحریر فرما دیا۔

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کی کثرت رائے ہو جائے وہی قطعی و صحیح سمجھنا چاہیئے البتہ میں اس قدر زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ مجھے اطلاع دی جائے شاید کوئی امر ایسا ہو جس میں خدا تعالےٰ کی کوئی خاص منشاء ہو اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن میری خلاف منشاء ہرگز نہ کرے گی مگر یہ بات صرف میری زندگی تک ہے بعد میں ہر ایک امر میں اس انجمن کا اجتہاد کافی ہو گا۔"

اس فیصلہ میں کیسی وضاحت و صراحت سے آجکل کی مسلم سوسائٹی کے پیر پرستانہ رجحانات کا قلع قمع کیا گیا ہے، حضرت مسیح موعود مسلم قوم کی ایمانی و اخلاقی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور آپ کا مسلک جس پر آپ نے اپنی جماعت کو گامزن کیا یہی تھا کہ آجکل کی مروجہ سیاسیات سے مجتنب رہ کر قوم کی اصلاح اور اسلام کی اشاعت کے مقاصد کو بجا لایا جائے لیکن باوجود اس کے اپنی جماعت کے لئے جو نظام آپ نے تجویز فرمایا وہ خالصتاً اسلامی جمہوریت کی شرح کو زندہ کر دکھلانے والا ہے جیسے کہ ذکر کیا جا چکا ہے سچی اسلامی جمہوریت کا تقاضا یہ نہیں کہ انسانی رائے کو مطلقاً آزاد و خود مختار تسلیم کر لیا جائے بلکہ اس کا بنیادی جوہر خدا تعالےٰ کی منشاء و رضا کے ماتحت عوام کی اعلیٰ صلاحیتوں کی نشو و نما ہے چنانچہ یہ کس قدر کمال تعجب کا مقام ہے کہ حضرت مسیح موعود نے جس جگہ کثرت رائے کو حکم قرار دیا وہاں یہ بھی تحریر فرما دیا کہ اس کے فیصلے خدا تعالےٰ کے احکامات کے تابع ہوں گے نہ کہ ان کے برخلاف۔ یہ عین وہی اصول جمہوریت ہے جسے خلفاء راشدین نے رواج دیا تھا جہاں خدا اور رسول کا کوئی واضح حکم معلوم ہو جاتا وہاں اس کے مقابل کثرت رائے کی پروا ہوتی نہ کسی اور بات کی۔ مگر اس کے علاوہ باقی امور میں اور خصوصاً جہاں اپنے مفاد یا اپنی رائے کی فوقیت کا سوال ہوتا خلفاء کا یہ دستور العمل تھا کہ قوم کی رائے کو فوقیت دے کر اس کے مطابق عمل کرتے۔ اسی کے مطابق حضرت مسیح موعود کا یہ فیصلہ ہے کہ مجھے اطلاع دی جائے شاید اس میں خدا تعالیٰ کی کوئی خاص مصلحت مخفی ہو، اس استثناء سے جو کثرت رائے کے برخلاف آپ نے رکھی ہے مراد بھی اپنی ذات کو فوقیت دینا نہ تھا بلکہ یہ اس وجہ سے تھی کہ چونکہ آپ خدا تعالےٰ سے ہمکلامی کا شرف رکھتے اور اس کی جانب سے مامور تھے اس لئے خدا تعالےٰ کی منشاء و رضا کو اگر وہ کسی امر میں ظاہر ہو جائے مقدم رکھنا آپ کے مدنظر تھا اور چونکہ آپ کے بعد آپ کی جماعت نے تمام امور کو سرانجام دینا تھا اس لئے وہاں خالصتاً شوریٰ کے اصول کو قائم کر دیا۔

حضرت اقدس کے فرمودہ۔

"ہر ایک امر میں اس انجمن کا اجتہاد کافی ہو گا"

سے بھی یہ دھوکا نہ لگنا چاہیئے کہ انجمن کے اختیارات اس قدر وسیع ہیں کہ وہ ان امور میں بھی دخل اندازی اور فیصلہ دہی کی مجاز ہے جن کے واضح فیصلے خود شریعت نے اور ان کی اتباع میں حضرت مسیح موعود نے کر دیئے ہیں "ہر ایک امر میں" کے جملہ کو اور اس میں سے جو اختیارات انجمن کے لئے نکلتے ہیں محدود کرنا پڑے گا کہ یہ وہ امور ہیں جن کے متعلق شریعت اور حضرت مسیح موعود کے واضح فیصلے موجود نہیں۔ حضرت مسیح موعود کی جانشین انجمن اس بات کا اختیار نہیں رکھتی کہ وہ شریعت کے واضح احکامات یا خود حضرت اقدس کے کھلے فیصلوں اور طرز عمل پر حکم ہو،

اسلامی شریعت کی کامل اتباع

میں ایک مثال سے اس کو واضح کرتا ہوں، اسلامی شریعت کا یہ واضح فیصلہ ہے کہ جس طرح خود حضرت مسیح موعود نے اسے اپنے الفاظ میں بار بار بیان فرمایا اگر ننانوے وجوہ کفر کے ہوں مگر ایک وجہ اسلام کی ہو تو بھی ایسے شخص کو مسلمان سمجھنا اور اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک واجب ہو گا اسی کے مطابق حضرت اقدس نے یہ فیصلہ دیا کہ

"جو مخالف بُرا نہ بولتا ہو اس کا جنازہ جائز ہے"

یہاں لفظ مخالف قابل غور ہے، چاہے وہ ہمارے موافق نہ ہو بلکہ مخالف ہی ہو مگر بدزبان و غیر شریف نہ ہو تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے اب یہ ایک واضح و کھلا فیصلہ ہے جس پر جماعت احمدیہ کا عمل آپ کی زندگی میں رہا مگر بعد میں ایک فریق نے اسے تبدیل کر کے یہ کہہ دیا کہ کسی غیر احمدی حتیٰ کہ کسی بچہ کا بھی جنازہ پڑھنا جائز نہیں، حالانکہ بات نہایت صاف ہے جب حضرت مسیح موعود نے وضاحت سے فرما دیا کہ بُرا نہ بولنے والے

مخالفت کا جائزہ جائز ہے اور آپ کی زندگی میں تمام جماعت کا عمل اس پر رہا تو پھر صدر انجمن کا نہ کسی فرد یا خلیفہ کا یہ حق ہے کہ وہ اس فیصلہ پر محاکمہ کرنے بیٹھے چہ جائیکہ اسے غلط قرار دے، اور جو انجمن یا فرد ایسا فعل کرے اس کی نسبت یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ وہ حضرت مسیح موعود کے جانشین ہونے کا حق نہیں رکھتا کیونکہ نیابت و جانشینی کا حق صرف اسی صورت میں متحقق ہو سکتا ہے جبکہ اپنے متبوع کے طریق کار کی کامل متابعت میں اس کے لئے جد و جہد کی جائے۔ ایسا ہی میں ایک اور مثال کے ذریعے اسکو واضح کرتا ہوں۔

قوم کی اصلاح کا سچا طریق کار

جہاں یہ امر بالکل سچا و صحیح ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود شریعت اسلامیہ کے تابع ہو کر اسی کی تجدید کے لئے مبعوث ہوئے تھے اسلئے آپ کا یہ اختیار و منصب نہیں کہ آپ شریعت میں رد و بدل کے مجاز ہوں اسی لئے آپ نے عین شریعت کی پیروی میں یہ بیان بار بار فرمایا کہ آپ کا درجہ ایسا نہیں کہ جس پر ایمان نہ لانے سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے وہاں ساتھ ہی آپ مسلمان قوم کی سچی اصلاح کے کے لئے بھی کھڑے کئے گئے تھے چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر آپ نے یہ طریق کار تجویز کیا کہ اب صرف وہی جماعت احیاء اسلام کا مرکز ہو سکتی ہے جسے ... [illegible] کی اشاعت کی توفیق نصیب ہوئی ہو دوسری کوئی اور اسلامی جماعت اس برکت کو حاصل نہیں کر سکتی۔ غیر از جماعت اصحاب کو جہاں آپ نے بجز مکفروں کے اپنے نزدیک مسلمان قرار دیا وہاں آپ کا ہمیشہ سے مسلک یہی رہا کہ جماعت احمدیہ کی ترقی ہی اسلام کے احیاء کو وابستہ یقین کیا جائے اور اسی نہج پر غیر از جماعت سے تعلقات لگائے جانے صحیح ہیں دو واقعات منجملہ دیگر سینکڑوں واقعات کے اس امر کے واضح کرنے کے لئے کافی ہوں گے

اخبار وطن نے یہ تجویز پیش کی کہ اگر ریویو میں سے حضرت اقدس کی ذات اور سلسلہ احمدیہ کے خصوصی مسائل کو نکال دیا جائے تو رسالہ کی اشاعت کے لئے وہ چندہ اکٹھا کرنے کا ذمہ لیتا ہے مگر اس تجویز کو جماعت احمدیہ نے فوراً ٹھکرا دیا اور حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے قلم حقیقت رقم سے ایک مضمون ریویو میں جواباً لکھا گیا کہ اگر ہم حضرت بانی سلسلہ کے خصوصی مسائل کو نکال دیں تو کیا ہم مردہ اسلام پیش کریں نیز یہ کہ ہم نے غیر از جماعت سے امداد چندہ کی خواہش ہرگز نہیں کی کیونکہ ہم دوسروں کی اعانت و مدد کے بھروسہ پر اشاعت کی تحریک کو نہیں چلا رہے بلکہ ہم نے تو خدائی سلسلہ میں شمولیت اختیار کر کے خدا تعالے کی نصرت کے وعدہ پر اسے چلانے کا عزم کیا ہے اس لئے ہمیں تمہاری کسی امداد و معاونت کی پرواہ نہیں۔

اسی طرح اُس زمانہ میں "ندوۃ العلماء" کی طرف سے ایک دعوت نامہ مسلمان انجمنوں کو بھیجا گیا جس کا مفاد یہ تھا کہ تمام مسلمان تحریکیں اور انجمنیں امر مشترک یعنی اشاعت اسلام میں متحد و متفق ہو کر کام کریں۔ یہ دعوت نامہ حضرت مسیح موعود کو بھی قادیان بھیجا گیا اور آپکی جانب سے جو جواب دیا گیا وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ آپ ہمیں دعوت اتحاد دیتے ہیں مگر آپ کو یہ معلوم ہی نہیں کہ مردگی کے وقت دینی احیا کے لئے خدائی سنت مستمرہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ کی جانب سے کوئی شخص مبعوث ہو کر ایمان و یقین دلوں میں گاڑ نہ دے تب تک دینی احیاء کی توقع رکھنا خیال خام ہے پس ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ غور کریں کہ اس زمانہ میں احیاء و اشاعت دین کی غرض سے کیا خدا تعالے نے اپنی جانب سے کوئی شخص مبعوث تو نہیں فرمایا؟ اور کوئی الٰہی سلسلہ تو قائم نہیں کیا؟ اگر ایسا ہے تو تمام نجات ماموروزمانہ سے تعلقات قائم کرنے اور سلسلہ الٰہی میں شمولیت اختیار کرنے سے ہی مقدر رہے نیز یہ کہ آپ ہمیں فرقی خصوصیات کو چھوڑ کر مشترکہ اسلام پیش کرنے کو کہتے ہیں مگر آپ نے کبھی غور کیا ہے وہ مشترکہ اسلام ہے کہاں۔ ہر فرقہ اپنی خصوصیات کو پیش کرتے ہیں ہی اسلام کی نجات دیکھتا ہے تو پھر یہ ایک فرضی اور ناممکن بات ہے جسے آپ پیش کر رہے ہیں وغیرہ۔

فتح و کامیابی ماموروقت کی سچی نیابت میں مضمر ہے

کس وضاحت و صراحت سے یہ امر ان واقعات سے روشن ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک اگر بجز مکفروں کے باقی تمام کلمہ گو دل کو مسلمان قرار دینا صحیح ہے تو یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ اس زمانہ میں احیاء و اشاعت دین کا مقصد زمانہ کے مامور و مجدد کے دامن سے ہی وابستہ اور اسی کی تیار کردہ جماعت احمدیہ سے مقدر ہو چکا ہے، غیروں کو یہ خوش قسمتی ہرگز نصیب نہیں۔ پھر صرف یہ نہیں کہ یہ امر حضرت مسیح موعود کا مسلک و طریق کار ہو بلکہ نصف صدی کا مختلف قسم کا ہمارا اپنا تجربہ ثابت کر رہا ہے کہ اسی صحیح طریق کار کو لازم پکڑتے ہی ہمیں واقعی اسلام کا احیاء مقدر ہے، نہ کلمہ گوؤں کی تکفیر صحیح ہے اور شریعت اسلامی کے مطابق ہے اور نہ ہی بانی سلسلہ سے الگ رہ کر اور جماعت احمدیہ کی ترقی کے بجز احیاء دین ممکن ہے۔ اب کیا یہ واضح امور ایسے نہیں کہ ان پر عمل کرنا ہر احمدی کا ضروری فرض ہے جہاں ہم نے کلمہ گوؤں کی تکفیر سے بیزاری ظاہر کی ہے وہیں ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ مامور من اللہ کے ساتھ لوگوں کو وابستگی اختیار کرنے کی دعوت دیں اور اس طرح جماعت کی ترقی کا موجب ہوں۔

ماموروقت نہ صرف صحیح راستے معین [illegible] شریعت کو بتلانے اور قائم کرنے آتے ہیں بلکہ وقت کے تقاضوں اور زمانہ کی حاجات کے لحاظ سے ایسا لائحہ عمل و مسلک لاتے اور اپنوں اور غیروں سے تعلقات لگانے کے بارہ میں ایسا طریق کار واضح کرنے آتے ہیں جس کے بغیر کامیابی ممکن ہو نہیں سکتی۔ اسکی بتلائی ہوئی شرعی حدود کو توڑنے اور اسے اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے میں کبھی فلاح نہیں ہو سکتی نہ ہی کامیابی اس طور سے مقدر ہوتی ہے کہ اپنی عقل و علم کے ماتحت بیرون اس کے لائحہ عمل اور قائم کردہ تعلقات کے علاوہ دوسری قسم کے مسلک و اخلاق پر گامزن ہوں وجہ اس کی صاف ظاہر ہے کہ بعثت مامور کی علت غائی یہ ہوا کرتی ہے کہ انسانی علم و عقل دین کے احیاء کا رستہ تجویز کرنے سے قاصر ہے خدا تعالے اپنی جانب سے احیاء دین کے بارہ میں ایمان و یقین پیدا کرنے کا سامان کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی حدود شریعت اور اعتقاد کی صحت کو بتلاتا ہے اور مزید یہ کہ مامور خدا کے قلب پر یہ انکشاف کیا جاتا ہے کہ وقت کے لحاظ سے قوم کی حالت کس مسلک و لائحہ عمل کی متقاضی ہے جس سے اصلاح مقدر ہے غرضیکہ اسے زمانہ کے تقاضوں کے لحاظ سے فتح و کامیابی کا مکمل پروگرام دیا جاتا ہے۔ اس لائحہ عمل کو مضبوطی سے عین اسی نہج پر اختیار کرنے سے ہی کامیابی کی گارنٹی دی دی جاتی ہے جس پر وہ خود چلا اور اپنی زندگی میں اپنے پیروؤں کو چلاتا رہا

(باقی دارد)

اخبار احمدیہ

——حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت پہلے سے بحمداللہ اچھی ہے، آپ قرآن کریم انگریزی کے پروفوں کو دیکھنے اور دیگر خدمات دینیہ میں منہمک رہتے ہیں۔

——مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں صبح کے روزانہ درس قرآن کے علاوہ ہر جمعرات اور پیر کی شام کو نوجوانوں کے لئے ایک خاص درس مکرم شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری دیتے ہیں جس میں آیات کا لفظی ترجمہ سمجھانے کے علاوہ ضروری تفسیر بھی کی جاتی ہے درس کے بعد حاضرین کی تواضع کیلئوں سے کی جاتی ہے نوجوانوں کو اس درس میں کثیر تعداد میں شامل ہونا چاہیئے۔

——گذشتہ ہفتہ مورخہ ۱۷ مارچ کو سنت داد دبس میاں محمد احمد صاحب خلف الرشید حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاں حضرت امیر کی کوٹھی میں ہوا جس کے بعد حاضرین کی تواضع پر تکلف ضیافت سے کی گئی۔

بقیہ مکتوبات از صفحہ

صالح کی اونٹنی اور افک عائشہ پر سوالات

مکرم بندہ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم

مجھے قرآن پاک کی چند آیات کے معانی کے متعلق قلبی تکلیف ہے۔ اور علماء اور مفسرین جو ان آیات کا ترجمہ اور شان نزول وغیرہ بیان کرتے ہیں۔ ان سے میرا دل تسلی نہیں پاتا۔ براہ مہربانی مندرجہ ذیل دو آیات کے متعلق سردست اپنے اخبار میں میری تکلیف کو درج فرما کر شکر گزاری کا موقعہ عطا فرمائیں۔ اور نیز علماء اور مفسرین صاحبان کی خدمت میں گزارش کریں۔ کہ وہ بھی اپنا اپنا نظریہ و ترجمہ ان آیات کے متعلق بیان فرما کر ممنون فرماویں۔ وہ آیات یہ ہیں۔

۱) ناقۃ کا لفظ جو سورۃ اعراف ۷۳ و ۷۷ میں اور سورۃ ہود ۶۴۔ اور بنی اسرائیل ۵۹۔ اور الشعراء ۱۵۵۔ اور الشمس ۱۱۔ اور القمر ۲۷ میں آئے ہیں۔ اس لفظ کے معنی واقعی اونٹنی ہے۔ یا کوئی اور اگر واقعی اونٹنی کے معنے جاویں تو کیا خدا نے حضرت صالح کو اجازت دے رکھی تھی کہ تمہاری اونٹنی لوگوں کی فصلیں اجاڑتی پھرے۔ اگر کوئی اس کو نقصان پہنچا دیگا تو میں ساری قوم کو برباد کر دونگا۔ اونٹنی کو تو صرف ایک یا دو یا چند اشخاص نے مجروح کیا ہوگا۔ اور وہ بھی نقصان پر لوگوں نے ایسا کیا ہوگا۔

۲۔ اگر افک عائشہ رض کا ذکر قرآن پاک سورہ نور ۱۱ میں آیا ہے۔ تو حضرت عائشہ رض کی بریت کے متعلقہ الفاظ قرآن پاک میں کیوں نہیں آئے۔ اور اگر گواہ جھوٹے ہوں تو عدالت یہ نہیں کہہ سکتی کہ جرم کا ارتکاب ہی نہیں ہوا۔ بلکہ یہ حکم دیتی ہے۔ کہ استغاثہ نے جرم ثابت نہیں کیا۔ اس لئے ملزم بری کیا جاتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ یہ واقعہ بعد کی بناوٹ اور اعداء کی افتراپردازی ہے اور اس قصہ کی کسی واقعہ پر بنیاد نہیں ہے۔

براہ مہربانی ان ہر دو امور پر خود بھی روشنی ڈالیں۔ اور دیگر مشاہیر علماء کی خدمت میں بھی تحریک فرما کر ممنون فرمائیں۔

تحریر ۱۹ ۳/۵۱

نیازمند (حمید) اسداللہ (شاہ)

پیغام صلح۔ امید ہے قارئین "پیغام صلح" میں سے کوئی صاحب ان سوالات کے جوابات پر قلم اٹھائیں گے۔

اسلام یورپ کو فتح کر رہا ہے

آج سے قریباً ستر پچھتر سال پیشتر جب حضرت مسیح موعود نے مقابلہ مذاہب کے میدان میں قدم رکھا تھا تو اس وقت عیسائیت زوروں پر تھی اور اسلام پر اس کے حملے نہایت شدید تھے اس وقت آپ کا مقابلہ عموماً ہر مذہب سے اور خصوصاً عیسائیت سے رہا۔ ایسے وقت میں آپ کی فراست نے جس امر کو بھانپا اور اپنی جماعت کی تمام توجہ کو جس کام کی طرف پھیرا وہ مغربی ممالک میں اسلام کو پھیلانا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ بزرگان دین نے قرآن کریم کی بیش بہا خدمات کی ہیں۔ اس کی تفسیریں لکھی ہیں، عربی کے علاوہ اردو اور فارسی تراجم کئے ہیں مگر یہ سب کچھ مسلمان قوم کے لئے ہی تھا۔ آج ضرورت تھی کہ قرآن کریم کے ذریعہ غیر مسلموں پر اسلام کو فتوحات حاصل ہوتیں تاکہ اسلام کا قدم دنیا میں آگے بڑھتا سو اس کی بنیاد مسلمانوں میں حضرت اقدس مرزا صاحب نے رکھی۔ آپ نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ

"میرے دل میں یہ آرزو ہے کہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور تفسیر کر کے انگریزوں میں اور تمام انگریزی جاننے والی قوموں میں پہنچاؤں"۔

آپ کو اس خیال پر پختہ رکھنے کے لئے آپ کے رویا اور کشوف بھی تھے۔ جیسا کہ فرمایا "طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا ہم اس پر بہرحال ایمان لاتے ہیں۔ لیکن اس عاجز پر جو ایک رویا میں ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ مغربی ممالک جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور انکو اسلام سے حصہ ملے گا"۔

پھر لکھتے ہیں :-

"میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے"۔

غور کا مقام ہے کہ آپ جس وقت اس قسم کے خیال کا اظہار کر رہے تھے اس وقت مغربی ممالک کے پادریوں کی فوجیں تمام اسلامی ممالک پر حملہ آور ہو رہی تھیں۔ روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا تھا اور مفت لٹریچر اسلام کے خلاف کثرت سے پھیلایا جا رہا تھا اور طرح طرح سے لالچ دے کر لوگوں کو پھسلایا جا رہا تھا۔ اس کی کوئی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

ایسے ماحول اور ایسے وقت میں عام مسلمان تو بجائے خود ان کا سنجیدہ طبقہ بھی اس اسلامی تبلیغی پروگرام پر عمل کو نا ممکن الحصول سے زیادہ کوئی وقعت نہیں دیتا تھا لیکن آج واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ مجدد زمان کے اس غیر متزلزل ارادے کی بدولت مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کے مشنوں کے ذریعہ سے ہزارہا لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ حضرت اقدس کی جماعت کی طرف سے انگلستان، جرمنی، ہالینڈ اور امریکہ میں تبلیغی مشن کھلے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں نائیجیریا، الجیریا، ڈچ گی آنا، برٹش گی آنا، ٹرینیڈاڈ وغیرہ مقامات پر تبلیغی جماعتیں موجود ہیں جہاں پانچوں وقت مسجدوں میں اللہ اکبر کی آواز بلند ہو رہی ہے۔

کل تک جو لوگ اس حقیقت کو ایک خیالی دائرہ تک محدود سمجھ کر مجدد زمان کے تبلیغی دعوے کو بے حقیقت سمجھتے تھے خدا کے فضل سے آج وہی اس چیز کو تسلیم کر چکے ہیں بلکہ ہمارے کارنامے فخریہ طور پر اپنی اخباروں میں منظر عام پر لاتے ہیں۔ چنانچہ اہل حدیث کا اخبار الاعتصام ۱۳ فروری ۱۹۵۱ء کی اشاعت میں "اسلام یورپ کو فتح کر رہا ہے" کی سرخی کے نیچے لکھتا ہے۔

"یورپ میں مذہبی تحریکوں کے باخبر مبصرین کو اس واقعہ سے سخت حیرت ہو رہی ہے کہ اسلام کس تیزی اور خاموشی کے ساتھ یورپ والوں کے دماغوں پر چھا رہا ہے۔ بدھ مذہب کی رفتار بھی کافی تیز ہے لیکن اسلام نے تو یورپ میں نہایت ہی مضبوطی کے ساتھ قدم جما لئے ہیں اور یورپ کی تمام اہم جماعتوں پر اس کا اثر پڑنے کے معنی ہیں بہت ہی گہرا ہے اس میں شک نہیں کہ ہسپانیہ جیسے بعض ممالک میں اس نے اپنا اثر کھو دیا ہے۔ لیکن اس نے اپنے لئے انگلینڈ اور ہالینڈ کی نئی سرزمین تیار کر لی ہے اور آسٹریلیا، پولینڈ، ہنگری اور اٹلی میں تو اس نے اپنا پورا اثر جما لیا ہے"۔

آگے لکھتا ہے :-

"بہت سے لوگوں نے محض اس لئے اسلام قبول کر لیا کہ جنگ عظیم سے پہلے کئی سال کی گندہ عیسائی ڈپلومیسی نے عیسائیت کے خلاف ان کے دلوں میں نفرت پیدا کر دی تھی اور بہت سے لوگوں نے مغربی اخلاق کی بیوائی سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کی ایک وجہ یورپ والوں کی ذہنی پریشانی بھی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مسلم مبلغوں کو امریکہ کے مقابلہ میں یہاں زیادہ کامیابی ہوئی"۔

یہی اخبار آگے چل کر مسلمانوں کے اعداد و شمار بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"اس وقت یورپ میں قریباً .....۸ مسلمان ہیں حالانکہ اب سے تیس سال پیشتر ..... مسلمان تھے۔ اس وقت صرف پیرس میں ..... مسلمان ہیں۔ پیرس میں کئی مسجدیں ہیں ایک مسجد حال ہی میں برلن میں بنی ہے اور [illegible] میں مسجدوں کی تعمیر کا مسئلہ زیر غور ہے"۔

غور کرنے کی بات ہے کہ یورپ میں اسلام کی یہ ترقی اور بہت سے لوگوں کا اسلام قبول کرنا کس کی آرزوؤں کا نتیجہ ہے۔ کون سے مسلم مبلغ وہاں کامیاب ہو رہے ہیں۔ کیا امام وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور آپ کے پیروؤں کے علاوہ بھی کسی نے ایسی آرزو کی اور یورپ میں تبلیغ کا علم بلند کیا اور مسجدیں بنائیں؟ اگر نہیں تو ایڈیٹر صاحب الاعتصام کو غور کرنا چاہیئے کہ ان کو کس منہ سے وہ کافر قرار دیتے اور مرتد کہہ کر واجب القتل ٹھیراتے ہیں؟

خاکسار۔ احمد گل از جہلم

(بقیہ از صفحہ ۔)

بعض صاحبان کے دماغوں میں وہی سائنسدانوں والا عقیدہ نہ راسخ ہو گیا ہو کہ اگر ہم قدرت کے تمام ان عناصر کا پورا پورا علم حاصل کر لیں تو عذاب الٰہی سے بچ سکتے ہیں جیسے کہ نپولین بچ گیا اور فرعون اپنی لاعلمی اور تعجیل کی وجہ سے لشکر سمیت غرق ہو گیا۔ میں پہلے اس خیال کے رد میں دلیل دے چکا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ صاحبان میرے ساتھ اتفاق کریں گے۔ اب تک میں نے صرف عذاب کی ان اقسام کا ذکر کیا ہے کہ جن کی روک تھام پر ہمیں کوئی قدرت حاصل نہیں ہوئی اور شاید نہ ہوں ان اقسام کے عذاب اب بھی سطح زمین پر مختلف علاقوں میں آتے رہتے ہیں۔ آسام کا زلزلہ، کوئٹہ کا زلزلہ، بہار کا زلزلہ، پنجاب کا اس سال کا طوفان اور دیگر اس قسم کے واقعات آپ کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہیں۔ عذاب کی دوسری اقسام مثلاً جنگوں اور بیماریوں کا ذکر کرنا اس وقت مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ ان کے اسباب پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی حد تک قدرت دی ہے اور باوجود اس قدرت کے ہم ان سے آج دن تک محفوظ نہیں رہ سکے۔ کوریا کی جنگ ایک خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے ممکن ہے یہ مقامی ہی رہے لیکن اغلب ہے کہ تیسری جنگ چھڑ جائے جس میں ایٹم بم کا استعمال کیا جائے اور دونوں فریق پوری طرح عذاب الٰہی میں آکر تباہ ہو جائیں کیونکہ دونوں کا نظریہ مادی اور دنیاوی ہے یہی وجہ ہے کہ ان جنگوں میں فاتح اور مفتوح کا ایک جیسا حشر ہوتا ہے ورنہ خدا قادر ہے کہ ایک فریق کو دوسرے پر پورا پورا غلبہ عطا کر دے جیسا کہ اوائل میں مسلمانوں کو عطا کیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ان کی نیک نیتی کی وجہ ہوتا رہا حتیٰ کہ وہ ایک عظیم الشان سلطنت کے مالک بن گئے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(نامہ ووکنگ بقیہ ۔)

۔۔۔ماتی ہے۔ بلکہ ایک باحکمت طریقہ پر جسمانی ضروریات کو بھی پورا کیا جاتا ہے اور روحانی ترقیات کے لئے بھی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ مومن نہ صرف کھانا پینا اوقات مقررہ میں ترک کرتا ہے۔ بلکہ کسی قسم کی بدی کا ارتکاب نہیں کرتا بلکہ بیش از بیش نیکی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس باقاعدہ ایک ماہ کے عمل سے وہ عادتاً بدی سے پرہیز کرنے والا اور نیکی کی طرف بڑھنے والا بن جاتا ہے۔

چوتھا ذریعہ زکوٰۃ

چوتھا زکوٰۃ۔ مومن اپنے گاڑھے پسینہ سے کمائی ہوئی دولت کا ایک حصہ سائل اور محروم پر صرف کرنے میں راحت محسوس کرتا ہے۔ اور اپنی خداداد قابلیت جسمانی و علمی خلق خدا کی خدمت میں صرف کرنے میں مسرت حاصل کرتا ہے۔ پس وہ نہ صرف مسلم ہوتا ہے بلکہ محسن بھی بن جاتا ہے۔

پانچواں اور آخری ذریعہ

پانچواں حج۔ اس منزل پر اپنے مولائے حقیقی سے ملنے کے لئے مسلم اپنے گھر بار، خویش و اقارب کو خیر باد کہتا ہوا دیار حبیب کو جاتا ہے اور بالآخر لباس فاخرہ کو ترک کرتے ہوئے دو بغیر سلی سلائی چادروں کو زیب تن کر کے لبیک لبیک پکارتا ہوا دربار الٰہی میں حاضر ہو کر عشق الٰہی کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے اور اس رنگ کا نام صبغۃ اللہ ہے یہ ظاہری اور رسمی بپتسمہ نہیں ہے۔ بلکہ اس رنگ کو چڑھانے کے لئے تمام جامہ قلب کو تمام آلائشات نفسانی شہوانی سے عمدہ طور پر صاف دھویا جاتا ہے۔ تاکہ الٰہی چمکیلے رنگ میں رنگین ہو جائے۔

مقام فنا

یہ مسلم صوفی کا مطمح نظر کامل زندگی اور مقصد عالیہ۔ پھر اس کے قلب پر انوار الٰہی کا عکس پڑتا ہے اور وہ اس لوہے کی مانند ہوتا ہے جو روشن آگ کے اندر آگ کی طرح سرخ نظر آتا ہے۔ اپنے وجود کی نفی کرتا ہوا اللہ کا نعرہ لگاتا ہے۔ یہ مقام فنا ہے۔ اس کے بعد کے مقامات لقاء اور بقا، محض فضل و کرم خداوند تعالیٰ سے پاتا ہے۔ شکر کا مقام ہے کہ اس لیکچر کا گہرا اثر اسلام کے

سرگذشت عالم

پاکستان و ہند

—— حکومت پاکستان کے ایک ترجمان نے بتایا کہ پولیس کا منتخب عملہ فوجی حکام کے تعاون سے اس سازش کی تحقیقات کر رہا ہے جس کا انکشاف ۹ مارچ کو مسٹر لیاقت علی خاں نے لاہور میں کیا تھا لیکن ترجمان کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ یہ تحقیقات کب ختم ہوگی البتہ اس نے یہ وضاحت کر دی کہ ابھی تک اس قسم کا کوئی سراغ نہیں ملا کہ اس سازش میں کسی سیاسی لیڈر کا بھی ہاتھ ہے۔ ترجمان نے یہ بھی بتایا کہ اس سازش کی تحقیقات میں تو اصرار وقت لگے گا اور یہ بھی کہا کہ سول ملٹری کا یہ بیان محض قیاس آرائی ہے کہ اس سازش میں ڈیڑھ سو افراد شریک تھے۔

—— ملتان ۱۴ مارچ۔ شہر ملتان کے ایک پولنگ اسٹیشن میں ایک نابینا بھکاری ووٹر ووٹ ڈالنے کے لئے داخل ہوا جب پولنگ افسر نے اسے دونوں امیدواروں کے لئے صندوقچیوں میں ووٹ ڈالنے کے لئے کہا تو ووٹر نے پہلے اپنے ووٹ کے دام طلب کئے۔ افسر متعلقہ نے تنبیہ کی اور کہا کہ ووٹ کی قیمت مانگنا جرم ہے لیکن نابینا ووٹر کو یقین نہیں آیا اور اس نے افسر کے پاؤں کو چھو کر کہا کہ خدا کے واسطے ووٹ کے پیسے دلوا دیجئے آخرکار مجبور ہو کر پولنگ افسر ووٹر کو کمرہ سے باہر لے آیا اور اس سے ووٹ کے کاغذ واپس مانگے نابینا ووٹر نے بہت تامل کے بعد کاغذ واپس کر دیئے اور سخت مایوس ہو کر واپس چلا آیا۔

—— نئی دہلی ۱۴ مارچ۔ آج بھارتی پارلیمنٹ میں پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا کہ ہندوستان کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ حکومت کو ملکی اور بین الاقوامی نازک صورت حالات کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے انہوں نے یہ بات بجٹ پر بحث کے دوران میں کہی تھی۔

ہندوستانی پارلیمنٹ میں پچھلے چار روز سے بحث ہو رہی ہے پارلیمنٹ کے ممبروں نے جن میں کانگریسی بھی شامل ہیں بجٹ پر بڑی کڑی نکتہ چینی کی ہے خاص طور پر بھاری ٹیکس لگانے پر کافی لے دے ہوئی ہے۔ مقررین نے کہا کہ ملک کے اقتصادی حالات قطعی غیر تسلی بخش ہیں۔ حکومت روزمرہ کے استعمال کی چیزوں کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کو روکنے میں ناکام رہی ہے۔ ملک میں پیداوار کم ہوتی جا رہی ہے جس سے ملک میں افلاس بڑھ رہا ہے۔

—— پشاور ۱۴ مارچ۔ کل قبائلی سرداروں اور علماء کے ایک عام جلسہ میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ فرانس سے تمام سفارتی تعلقات منقطع کر لے۔ ایک اور قرارداد میں حکومت پاکستان پر زور دیا گیا ہے کہ وہ دولت مشترکہ سے الگ ہو جائے ادھر عرب لیگ نے فرانسیسی حکومت کو ایک یادداشت بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے جس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ حکومت فرانس مراقش کے مطالبات پورے کرے۔

—— پشاور ۱۴ مارچ افغان کے پشتو زبان کے مشہور عالم اور مصنف عبدالحی حبیبی جو افغانستان کی جمہوری تحریک کے سرگرم حامی ہیں، وہ پشاور آ گئے ہیں۔

انہوں نے کابل حکومت کے غیر انسانی مظالم سے تنگ آ کر پاکستان میں پناہ لی ہے۔

—— لاہور ۱۴ مارچ۔ ایک خاص تفریحی ٹرین ۳۰ مارچ کی شام کو کراچی سے پشاور روانہ ہوگی۔ اس میں صرف اونچے درجے کے سیاح مسافروں کے لئے انتظام کیا گیا ہے۔ لاہور سے چلنے والے سیر بینوں کو بھی ٹرین میں جگہ دی جائے گی۔

ٹرین دو اپریل کو پشاور پہنچے گی۔ تین اپریل کو سیاح درہ خیبر۔ علی مسجد اور لنڈی کوتل کی سیر کریں گے۔ سرحد میں قیام کے دوران میں سیاح وزیر اعظم سرحد سے بھی ملاقات کریں گے ۵ اپریل کو سیاحوں کی جماعت سیدو شریف (سوات) جائے گی۔ راستے میں مالاکنڈ کی سیر کرے گی۔

۶ اور سات اپریل کو سیاح لاہور کی سیر کریں گے۔

۸ اپریل کو اسپیشل ٹرین واپس کراچی پہنچ جائے گی۔

کشمیر

لیک سکسس ۱۴ مارچ۔ مسئلہ کشمیر پر بحث کرنے کے لئے سیکیورٹی کونسل کا جو اجلاس کل ہونے والا تھا، وہ ۲۲ مارچ تک کے لئے ملتوی ہو گیا ہے کیونکہ کشمیر کے متعلق قرارداد پیش کرنے والے دونوں ملک امریکہ اور برطانیہ آپس میں مشورہ کر رہے ہیں

—— کوئٹہ ۱۴ مارچ۔ آزاد کشمیر حکومت نے کیپٹن معراج دین کو کشمیر کی تحریک آزادی کے سلسلہ میں رضاکارانہ خدمات کے صلہ میں غازی کشمیر کا خطاب دیا ہے۔

—— طہران۔ (بذریعہ ڈاک) اتحادی قوموں کی انجمن میں ایران کے مستقل نمائندہ آقا نصر اللہ انتظام نے ایران کے ممتاز علماء کرام کو اطمینان دلایا ہے کہ موجودہ رکاوٹیں جلد ہی ختم ہو جائیں گی اور مسئلہ کشمیر کا تصفیہ مسلمانوں کی خواہشات کے مطابق ہو جائیگا

—— کراچی ۱۵ مارچ۔ امریکی نائب وزیر خارجہ مسٹر میک گھی نے آج ایک پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ کشمیر کا تنازعہ جنوبی ایشیا میں امن کے لئے ایک مستقل خطرہ ہے اور اگر اسے حل نہ کیا گیا تو اس کے نتائج تباہ کن ثابت ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت امریکہ اس تنازعہ کو جلد از جلد سلجھانے کی ہر سعی کی تائید کرے گی۔

مسٹر میک گھی نے کہا کہ برطانیہ اور امریکہ نے سلامتی کونسل میں جو مشترکہ قرارداد پیش کی ہے اس میں صرف اس اصول کو پیش نظر رکھا گیا کہ اس تنازعہ کو جس قدر جلد ممکن ہو سکے حل کر لیا جائے انہوں نے کہا کہ سلامتی کونسل میں بحث کے بعد قرارداد میں جو ترمیمیں پیش کی جا رہی ہیں انہیں دونوں حکومتوں کو قبول کر لینا چاہیئے۔

—— کراچی ۱۶ مارچ۔ ریاست حیدر آباد دکن کے سابق وزیر خارجہ نواب معین نواز جنگ نے آج ایک بیان میں کہا ہے کہ کشمیر میں صورت حالات انتہائی نازک ہو چکی ہے اور اقوام متحدہ کو وہاں غیر جانبدار رائے شماری کے لئے فوراً موثر قدم اٹھانا چاہیئے، ورنہ اس کے نتائج عالمگیر امن کے لئے تباہ کن ثابت ہوں گے۔

نواب معین نواز جنگ نے کہا کہ کشمیر جوناگڈھ اور حیدر آباد کے مسائل اقوام متحدہ کے لئے ایک امتحان کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن یہ اعلےٰ منصب ادارہ تین سال سے ان مسائل کو برابر ٹالتا جا رہا ہے۔ اگر اقوام متحدہ نے میثاق اقوام کے اصولوں پر عمل نہ کیا اور جارحانہ کارروائیوں کا چاہے وہ کسی جانب سے کیوں نہ ہوں بر وقت مقابلہ نہ کیا تو اس ادارہ پر دنیا کی چھوٹی قوموں کا اعتماد ہمیشہ کے لئے اٹھ جائے گا۔

بلاد غیر

—— برلن ۱۴ مارچ۔ مغربی اتحادی حکام نے کل رات مغربی جرمنی میں مشرقی جرمنی کی کشتیوں اور مشرقی جرمنی میں مغربی جرمنی کی کشتیوں کی ناکہ بندی کو ختم کرانے کے لئے سوویٹ روس کو گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے کی دعوت دی ہے۔

مشرقی جرمنی کے حکام نے بارہ جنوری کو نہر بند کر کے مغربی جرمنی کا آبی راستہ بند کرا دیا تھا اور ۶ مارچ کو برطانوی اور جرمن پولیس نے برلن کے برطانوی منطقہ میں نہر کے پھاٹک بند کر دیئے تھے۔

—— لندن ۱۴ مارچ۔ برطانوی تجارتی جہازوں کو جنگ کی صورت میں اپنی مدافعت کرنے کے لائق بنا دینے کی تیاریاں کافی آگے بڑھ چکی ہیں۔ ان کا انکشاف پارلیمنٹ میں اس بیان سے ہوا ہے کہ ان جہازوں کے لئے دوہرے قسم کے اسلحہ تیار کر کے مناسب طور پر تقسیم کئے گئے ہیں۔

—— واشنگٹن ۱۴ مارچ۔ امریکہ کے ایوان نمایندگان کی فوجی کمیٹی نے جبری بھرتی کے لئے عمر ساڑھے اٹھارہ سال کر دی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اب امریکی حکومت کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ ساڑھے اٹھارہ سال یا اس سے زیادہ عمر کے افراد کو جبراً بھرتی کرے۔

—— پیرس ۱۴ مارچ۔ چاروں بڑی طاقتوں کے نائب وزرائے خارجہ کی ایک اور کانفرنس ساڑھے چار گھنٹہ آج رات ہوئی، لیکن مغرب و مشرق کے تنازعہ کو دور کرنے کے سلسلہ میں ان ملکوں کے وزرائے خارجہ کی جو کانفرنس ہونے والی ہے اس کے لئے کوئی متفقہ ایجنڈا تیار نہ ہو سکا۔

—— ٹوکیو ۱۴ مارچ۔ کوریا کی جنگ چھڑنے کے بعد اب تک جاپان میں اشیاء کی قیمتوں میں تقریباً ۵۹۶۲ فی صدی اضافہ ہوا ہے اس خبر کا انکشاف جاپان کے اقتصادی بورڈ نے کیا۔ بورڈ کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ خام مال کی قیمتوں میں ۹۶۶۵ فیصدی اور روزمرہ کی ضرورت کی اشیاء کی قیمتوں میں ۴۹۶۴ فی صدی کا اضافہ ہوا ہے۔

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ، ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر دوست محمد

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ ۔ مؤرخہ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۷۰ھ ۔ ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء | نمبر ۱۲

امریکہ کی لٹریری، کاروباری اور اعلیٰ طبقہ کی مجالس میں

اسلام اور پاکستان پر تقاریر

میاں بشیر احمد صاحب منٹو کا مکتوب سان فرانسسکو سے

مجی و مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

امریکہ میں ایسی مجلسیں کثرت سے ہیں جو اپنے اجلاس ناشتہ یا لنچ کے اوقات میں منعقد کرتی ہیں ممبروں کے لئے ان اوقات پر جمع ہو جانا آسان ہوتا ہے۔ ہفتہ میں ایک دن ناشتہ یا لنچ بجائے اپنے گھر وغیرہ پر کرنے کے وہ سب مل کر کر لیتے ہیں۔ اس طرح ان کی تفریح بھی ہو جاتی ہے، کاروبار میں بھی ہرج نہیں ہوتا اور اجتماعات میں غیر حاضری بھی کم ہوتی ہے۔ بیس منٹ کھانے کے لئے وقف کر دیئے جاتے ہیں اور ایک گھنٹہ دوسری باتوں کے لئے۔ مشہور لوگوں کو اپنے خیالات ظاہر کرنے کی بھی دعوت دی جاتی ہے اور ان کی معلومات سے پورا فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بزنس لیگ میں لیکچر

اسی قسم کی ایک مجلس سان فرانسسکو بزنس لیگ ہے اس میں صرف تاجر پیشہ لوگ ہیں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ان کے گیارہ جنوری کے لنچ میں مجھے بھی شامل ہونے کا موقعہ ملا اور پھر ان کی درخواست پر پاکستان کے کچھ حالات بیان کئے اسی سلسلہ میں بھارت کے وزیر اعظم نہرو صاحب کا بھی ذکر آ گیا۔ انہوں نے اپنی ایک کتاب Discovery of India میں لکھا ہے کہ فرانس کے مشہور مصنف والٹئر کا خیال تھا کہ ہمیں خدا کی ضرورت ہے اس لئے اگر وہ نہ بھی ہو تو ہمیں چاہیئے کہ اسے پیدا کر لیں۔ مگر نہرو صاحب خدا کی ذات کو ترقی کی راہ میں ایک بڑی روک سمجھتے ہیں اس لئے ان کا اصرار یہ ہے کہ اگر وہ ہے بھی تو ہمیں اس سے کوئی سروکار نہ رکھنا چاہیئے۔ میں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ جو اللہ کا پرستار نہیں وہ لازمی طور پر بت پرست ہے اور ایک بت نہیں بلکہ کئی بتوں کی پوجا کرتا ہے، سب سے بڑا بت اپنے نفس کا ہے۔ صرف توحید ہی اسے توڑ سکتا ہے اور کسی کے بس کی یہ بات نہیں۔ اللہ کی پرستش سے ہماری مراد یہ ہے کہ ہم اس کے اخلاق کو اپنائیں اور اس کے رنگ میں رنگین ہو جائیں، جیسے وہ غفور اور رحیم ہے ویسے ہی ہم رحم کرنے والے اور خطاؤں سے درگزر کرنے والے ہوں، جیسے وہ محبت کرنے والا ہے ایسے ہی ہماری محبت بھی ہر تعصب سے پاک ہو۔ نہرو صاحب، رحم کرنا تو درکنار انصاف کرنا بھی نہیں جانتے، اپنے اور اپنے ملک کا وقار قائم رکھنے کے لئے کشمیریوں کے حقوق کو پامال کر رہے ہیں اور آزادی سے اپنی رائے کے اظہار کا انہیں موقع نہیں دیتے۔ اس کو ہم شیطان کی پیروی کرنا کہتے ہیں کیونکہ وہی ناانصافیوں اور ظلموں پر لوگوں کو ابھارتا ہے۔

ایک لٹریری کلب میں تقریر

بزنس لیگ کے جلسہ میں Sequoia کلب کے صدر بھی موجود تھے۔ انہیں میری تقریر پسند آئی اور درخواست کی کہ میں ان کی دعوت بھی قبول کر لوں اور پندرہ فروری کی شب کو اپنے خیالات سے ان کے ممبروں کو بھی مستفیض کروں۔

یہ ایک لٹریری کلب ہے اور ساٹھ برس سے قائم ہے بزنس لیگ صرف مردوں کی ہے۔ اس میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔ ایک خصوصیت اس کلب کی یہ ہے کہ اس میں سگریٹ نوشی ممنوع ہے۔ صدر صاحب نے مجھے بتلایا تھا کہ بعض لوگ انہیں طعنہ دیتے ہیں کہ وہ نئے زمانہ میں پرانی روش اختیار رکھے ہوئے ہیں۔ مگر ان کا جواب ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ ان کی کلب بھی ساٹھ برس کی بوڑھی ہے اور اپنی راسخ عادتوں کا بدلنا اس کے لئے مشکل ہے۔

صدر صاحب کی درخواست کے مطابق میں پندرہ فروری کو ان کے کلب گھر میں پہنچ گیا اور میری تقریر بھی ہو گئی مگر موسم اس دن بیحد خراب تھا۔ شب کو گیارہ بجے مجھے فرصت ملی اور اسی وقت مکان کو روانہ ہو گیا۔ راستہ ہی میں زکام اور نزلہ کا حملہ ہوا اور پندرہ دن تک انفلوئنزا کا شکار رہا۔

ایک اعلیٰ طبقہ کی مجلس میں

یہ بھی اچھا ہوا کہ پانچ مارچ سے پہلے ہی اس سے نجات مل گئی، اس دن اوک لینڈ کے Lemington Hotel میں میری تقریر تھی۔ اپنے دوست اور کرمفرما مسٹر فرانسس ایچ برنیٹ کی معیت میں وہاں گیا دو پاکستانی طالب علم بھی مدعو تھے۔ ایک تو منصور الحسن صاحب تھے جو کیلیفورنیا کے پاکستانی طالب علموں کی ایسوسی ایشن کے صدر ہیں اور دوسری مدیحانہ لطیف صاحبہ تھیں جو یہاں معاشیات کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

لنچ اور جلسہ Kiwanis Club کے اہتمام میں تھا۔ یہ اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کی مجلس ہے۔ جج۔ وکلاء مختلف محکموں کے بڑے بڑے افسر، چوٹی کے کاروباری آدمی اور گرجاؤں کے اونچے درجے کے پادری اس کے ممبر ہیں۔ میرا استقبال ان لوگوں نے بڑے شاندار طریقہ سے کیا۔ جب میں تقریر کرنے کو اٹھا تو سب حاضرین میری عزت افزائی کے لئے کھڑے ہو گئے اور دیر تک تالیاں بجاتے رہے۔ تقریر کے خاتمے اور میری روانگی پر بھی انہوں نے یہی کیا۔ غالباً یہی ان کا دستور ہوگا، ورنہ مجھ میں تو کوئی خاص بات نہ تھی۔

حسب معمول ان تمام جلسوں میں اپنا اسلامی لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔

بیس مارچ کو انشاء اللہ ہم اپنا دفتر اپنی نئی عمارت میں منتقل کر لیں گے۔ آئندہ ہمارا پتہ حسب ذیل ہوگا۔

870 Castro Street
San Francisco U.S.A

خاکسار۔ بشیر احمد منٹو

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدی بلدہ ونگس کاھو

دیانتدار تاجر انبیاء کے ساتھ

عن ابی سعیدؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التاجر الامین الصدوق مع النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین اخرجہ الترمذی وله فی اخری عن رفاعۃ ابن رافعؓ قال ان التجار یبعثون یوم القیامۃ فجاراً الا من اتقی اللہ وبر وصدق (تلخیص الصحاح جلد اول)

ترجمہ:- حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیانتدار اور سچا تاجر قیامت کے دن انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہو گا۔ ترمذی اس کے راوی ہیں۔ اور ترمذی کی دوسری روایت میں جو رفاعہ بن رافع سے مروی ہے اس طرح مذکور ہے کہ بجز ان تاجروں کے جو اللہ سے ڈر کر کاروبار کرتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں اور لین دین میں گاہکوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں (سیلز ٹیکس سے بچنے کے لئے جعلی رجسٹر نہیں بناتے) سب تاجر قیامت کے دن بدکار لوگوں کے زمرہ میں اٹھائے جائیں گے۔

صرف دین جاننے والے تجارت کریں (حضرت عمرؓ کا حکم)

عن عمرؓ انه قال لا یبیع فی سوقنا الا من قد تفقه فی الدین اخرجه الترمذی (تلخیص جلد اول)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے (حکم خلافت) کہ ہمارے بازار میں بجز ایسے اشخاص کے جو دین میں پوری سمجھ رکھتے ہوں اور کوئی شخص تجارت نہ کرے (اغلباً یہ قانون بڑی بڑی تجارتوں کے متعلق ہے)

تجارت صرف جنس حاضر پر جائز ہے

عن حکیم بن حزامؓ قال قلت یا رسول اللہ ان الرجل لیاتینی فیرید منی البیع ولیس عندی ما یطلب افابیع منه ثم ابتاعه من السوق قال لا تبع ما لیس عندک اخرجه اصحاب السنن (تلخیص جلد اول)

ترجمہ:- حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس بعض اشخاص آتے ہیں اور مجھ سے ایسی چیز خریدنے کا ارادہ کرتے ہیں جو میرے پاس نہیں ہوتی تو کیا میں ایسی چیز کا سودہ (جنس غائب کی تجارت) کر لوں پھر بازار سے خرید کر (انہیں مناسب نفع پر دیدوں) فرمایا جنس غائب کا لین دین مت کرو۔ (اس طرح یڈل مین کو اڑا دیا ہے)

با تجارت باہمہ بیع و شرا
یک زماں غافل نگردد از خدا
ایں نشان قوت مردانہ است
کاملاں را بس ہمیں پیمانہ است
(مسیح موعودؑ)

ترجمہ:- تجارت کی گہما گہمی اور خرید و فروخت کی ہماہمی میں بھی اللہ تعالےٰ کے بندے ایک منٹ کے لئے بھی اس مالک الملک سے غافل نہیں ہوتے۔

(۲) یہ قوت مردانہ کا ایک نشان ہے۔ ہاں کاملوں کے پرکھنے کا یہی ایک معیار ہے

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ رخصتوں پر عمل

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات

میرا مذہب یہ ہے کہ انسان بہت دقتیں اپنے اوپر نہ ڈال لے۔ عرف میں جس کو سفر کہتے ہیں خواہ وہ دو تین کوس ہی ہو، اس میں قصر و سفر کے مسائل پر عمل کرے انما الاعمال بالنیات۔ بعض دفعہ ہم دو دو تین تین میل اپنے دوستوں کے ساتھ سیر کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں مگر کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ ہم سفر میں ہیں۔ لیکن جب انسان اپنی گٹھڑی اٹھا کر سفر کی نیت سے چل پڑتا ہے، تو وہ مسافر ہوتا ہے۔ شریعت کی بناء دقت پر نہیں ہے جس کو تم عرف میں سفر سمجھو وہی سفر ہے۔ اور جیسا کہ خدا کے فرائض پر عمل کیا جاتا ہے ویسا ہی اس کی رخصتوں پر عمل کرنا چاہیئے۔ فرض بھی خدا کی طرف سے ہیں اور رخصت بھی خدا کی طرف سے۔

مسیح کے لئے نمازیں جمع کی جائیں گی

دیکھو ہم بھی رخصتوں پر عمل کرتے ہیں نمازوں کو جمع کرتے ہوئے کوئی دو ماہ سے زیادہ ہو گئے ہیں بسبب بیماری کے اور تفسیر سورۃ فاتحہ کے لکھنے میں بہت مصروفیت کے ایسا ہو رہا ہے اور ان نمازوں کے جمع کرنے میں تجمع له الصلوٰۃ کی حدیث بھی پوری ہو رہی ہے۔ کہ مسیح کی خاطر نمازیں جمع کی جائیں گی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود نماز کے وقت پیش امام نہ ہو گا۔ بلکہ کوئی اور ہو گا۔ اور وہ پیش امام مسیح کی خاطر نمازیں جمع کرائے گا۔ سو اب ایسا ہی ہوتا ہے۔ جس دن ہم زیادہ بیماری کی وجہ سے بالکل نہیں آ سکتے اس دن نمازیں جمع نہیں ہوتیں اور اس حدیث کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار کے طریق سے یہ فرمایا ہے کہ اس کی خاطر ایسا ہو گا۔ چاہیئے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کی عزت و تکریم کریں اور ان سے بے پرواہ نہ ہوویں۔ ورنہ یہ ایک گناہ کبیرہ ہو گا کہ ہم آنحضرتؐ کی پیشگوئیوں کو حقیقت کی نگاہ سے نہ دیکھیں خدا تعالےٰ نے ایسے ہی اسباب پیدا کر دیئے کہ اتنے عرصہ سے نمازیں جمع ہو رہی ہیں۔ ورنہ ایک دو دن کے لئے یہ بات ہوتی تو کوئی نشان نہ ہوتا۔ ہم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ لفظ اور حرف حرف کی تعظیم کرتے ہیں۔

سورۃ فاتحہ میں رسول اللہ صلعم کے محامد

تفسیر سورۃ فاتحہ کے ذکر میں فرمایا کہ اس کتاب میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور محامد اس قدر بیان ہوتے شروع ہو گئے ہیں کہ ختم کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ اگر دن پورے نہ ہوتے تو میں چاہتا نہ تھا کہ بند کر دوں۔

بہشت میں ترقیات

فرمایا بہشت میں بھی مومنوں کے لئے ترقیات ہوتی ہیں۔ اور ترقیات انبیاء کے لئے بھی ہیں ورنہ درود شریف کیوں پڑھا جاتا ہے ہمارا یہ مذہب ہے کہ ترقیات غیر متناہی ہیں۔

صفات الٰہی

فرمایا سارے قرآن شریف کا خلاصہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اصل صفات بھی جمالی ہیں اور اصل نام خدا جمالی ہے۔ یہ تو کفار لوگ اپنی ہی کرتوتوں سے ایسے سامان بہم پہنچاتے ہیں کہ بعض وقت جلالی رنگ دکھانا پڑتا ہے۔ اس وقت چونکہ اس کی ضرورت نہیں اس واسطے ہم جمالی رنگ میں آئے ہیں۔

مکہ معظمہ کے متعلق یادگاریں

مکہ معظمہ کے متعلق یادگاروں کے قائم کرنے کا ذکر درمیان میں آیا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ کہ ہماری رائے میں ایک بڑا بھاری کالج یا شفاخانہ بننا چاہیئے۔

لمبی عمر کا استحقاق

فرمایا مسیح کو تو لوگ اتنی لمبی عمر دینے کے واسطے بے فائدہ سعی کرتے ہیں۔ ان کی تھوڑی سی عمر نے کیا نتیجہ پیدا کیا ہے جو بڑی عمر کی خواہش کی جائے۔ دنیا صلیب پرستی سے بھر گئی ہے اور جابجا شرک پھیل گیا ہے ہاں اگر اتنی عمر کا پانا کسی کے واسطے ممکن ہوتا تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مستحق تھے جنہوں نے تھوڑی سی عمر میں ایک دنیا موحدین سے بھر دی۔ اور ان کے دل میں خدا کی محبت کا سچا جوش بھر دیا۔

جن احباب نے دس یوم کی آمدنی کا وعدہ فرمایا ہے جن احباب نے عطیات کا وعدہ فرمایا ہے جن احباب نے ماہوار چندہ میں دسویں حصہ کا وعدہ فرمایا ہے وہ اپنا وعدہ پورا کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ والسلام۔
مرتضیٰ خاں۔ اسسٹنٹ سیکرٹری۔ تحصیل۔

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۷۰ھ | نمبر ۱۲

ہستی باری تعالیٰ کے متعلق

مودودی صاحب کا ایمان

جماعت اسلامی کے امیر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ہستی باری تعالیٰ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں :-

"خدا کی ہستی کے متعلق زیادہ سے زیادہ جو کچھ آدمی کے امکان میں ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ آثار کائنات پر غور کر کے ایک نتیجہ اخذ کر سکے کہ خدا ہے اور اس کے کام شہادت دیتے ہیں کہ اس کے اندر یہ اور یہ صفات ہونی چاہئیں ، یہ نتیجہ بھی "علم" کی نوعیت نہیں رکھتا بلکہ صرف ایک عقلی قیاس اور گمان غالب کی نوعیت رکھتا ہے اس قیاس اور گمان کو جو چیز پختہ کرتی ہے وہ یقین اور ایمان ہے لیکن کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے جو اسکو علم کی حد تک پہنچا سکے اب آپ خود سوچ لیجئے کہ جب خدا کی ہستی کے بارے میں بھی ہم یہ دعوے نہیں کر سکتے کہ ہم کو اس کے ہونے کا "علم" حاصل ہے تو آخر اس کی حقیقت کا تفصیلی علم کیونکر ممکن ہے ؟"

("ترجمان القرآن" جلد ۳۴ عدد ۶ ص $\frac{۳۵۴}{۳۵۵}$)

یہ اس شخص کے خیالات ہیں جو آج ایک جماعت کا امام بن کر مجددین امت کے دعاوی کو ان کے "علم کی کمی" اور "ذہن کی پستی" کا ثبوت قرار دیتا ہے اور حالت یہ ہے کہ ہستی باری تعالیٰ پر اس کا اپنا ایمان "ایک عقلی قیاس اور گمان غالب" سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا - اور نہ اس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہے جو اسکو علم کی حد تک پہنچا سکے اور وہ یہ دعوے کر سکے کہ "ہم کو اس کے ہونے کا "علم" حاصل ہے" فرمائیے جس شخص کے ایمان کا یہ حال ہو کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا علم ہی اسے حاصل نہیں اور نہ وہ دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ فی الحقیقت موجود ہے اور صرف ایک عقلی قیاس اور گمان غالب کی بنا پر یہ خیال کرتا ہے کہ ایسے ہونا چاہیئے ، وہ علم و عرفان کی کس منزل پر کھڑا ہے ، تعجب ہے مسلمانوں کی امامت کا دعوے حکومت الٰہیہ کے قیام کی دعوت ، اقامت دین اور تحریک اسلامی کا ادعا اور ایمان کا یہ حال کہ پورے علم و یقین کے ساتھ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ خدا تعالیٰ فی الحقیقت موجود ہے ، ایک عقلی قیاس اور گمان غالب ہے جس کے متعلق یہ وہم بھی ہو سکتا ہے کہ شاید غلط ہو ، پھر کس برتے پر "حکومت الٰہیہ" کی دعوت دی جا رہی ہے اور کس حوصلہ پر "اقامت دین" کے نام سے حکومت پاکستان کو مورد طعن و تشنیع بنایا جا رہا ہے ، جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ہی پورا علم اور پختہ یقین نہیں وہ اس کی حکومت کیسے چلا سکتا ہے گا وہ تو خود ایمان اور دہریت کے درمیان ایک پل صراط پر کھڑا ہے اور معلوم نہیں کہ وہ کب ادھر گرے یا ادھر ،

کاش مودودی صاحب کو حضرت مجدد وقت کے ساتھ خواہ مخواہ کا تعصب نہ ہوتا اور اس علم و عرفان کا وہ بغور مطالعہ کرتے جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق آپ کو حاصل تھا تو وہ اس عقلی قیاس اور گمان غالب کی پست منزل پر آج کھڑے نہ ہوتے ، بلکہ خدا تعالیٰ کو "علم" کے نور اور عرفان کی آنکھوں سے دیکھتے اور لوگوں کو کہتے کہ آؤ میں نے خدا تعالیٰ کو علم و یقین کی آنکھوں سے دیکھا اور نور بصیرت سے معلوم کیا ہے اس کی آواز کو سنا ہے اور انا الموجود کے الفاظ اس کے پاک منہ سے سنے ہیں اور پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ موجود ہے ۔

دیکھئے حضرت مجدد وقت نے کس زور کے ساتھ ، کس یقین و معرفت کے ساتھ اس بات کو دنیا کے آگے پیش کیا کہ آثار کائنات پر غور کر کے تم محض اسی نتیجہ تک پہنچ سکتے ہو کہ کوئی خدا ہونا چاہیئے لیکن اس بات کا ثبوت کہ وہ فی الواقعہ موجود ہے اس کے اپنے پاک کلام سے ہی مل سکتا ہے آپ کے الفاظ کو پڑھئے اور غور کیجئے کہ کیا اس شخص کا ایمان خدا تعالیٰ کی ہستی کا زندہ ثبوت نہیں تھا ، اس کا ایمان و یقین کی سرحد "عقلی قیاس اور گمان غالب" سے پرے نہیں گئی آپ فرماتے ہیں :-

" اب ہم اصل کلام کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ مجرد ملاحظہ مخلوقات سے ہرگز یقین کامل حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی کسی کو ہوا بلکہ جس قدر حاصل ہو سکتا ہے اور شاید بعضوں کو ہوا ہو وہ اسی قدر ہے کہ "ہونا چاہیئے" کا مصداق ہے اور یہ بھی وجود صانع عالم کی بابت ہے اور جزا و سزا وغیرہ میں تو اتنا بھی نہیں اور جبکہ مخلوقات پر نظر ڈالنے سے یقین کامل حاصل نہ ہو سکا تو دو باتوں میں سے ایک ماننی پڑی یا تو یہ کہ خدا نے یقین کامل تک پہنچانے کا ارادہ ہی نہیں کیا اور یا یہ کہ ضرور اس نے یقین کامل تک پہنچانے کے لئے کوئی ذریعہ رکھا ہے لیکن امر اول تو بدیہی البطلان ہے اور کسی عاقل کو اس کے باطل ہونے میں کلام نہیں اور امر دوم کے قرار دینے کی حالت میں یعنے اس صورت میں کہ جب ہم تسلیم کریں کہ خدا نے مخلوقات کی نجات کے لئے ضرور کوئی کامل ذریعہ ٹھیرایا ہے بجز اس بات کے ماننے کے اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ کامل ذریعہ ایسی کتاب الہامی ہوگی جو اپنی ذات میں بے مثل و مانند ہو اور اپنے بیان میں قانون قدرت کے ہر ایک اجمال کو کھولتی ہو کیونکہ جب کامل ذریعے کے لئے یہ شرط ہوئی کہ وہ چیز بے مثل و مانند ہو اور نیز اس میں منجانب اللہ ہونے کے بارے میں اور ہر یک امر دینی کے لئے تحریری شہادت بھی موجود ہو تو یہ تمام صفات صرف کتاب الہامی میں جو بے مثل و مانند ہو جمع ہوں گی اور کسی چیز میں جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ یہ خوبی صرف کتاب الہامی میں متحقق ہو سکتی ہے کہ اپنے بیان اور اپنی بے نظیری کی حالت کے ذریعے سے یقین کامل اور معرفت کامل کے مرتبے تک پہنچا دے"۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۱۵۲)

پھر دیکھئے خدا پر کس یقین و ایمان کا اظہار کرتے ہیں ۔ گویا خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں :-

" کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے ۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ، ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اسکو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی ۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے ۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو ، اے محرومو ! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا ۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا ۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں ۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں ۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں" (کشتی نوح)

اسی طرح اربعین نمبر ۱ میں آپ کس زور سے اسی بات کا اعلان فرماتے ہیں ۔ لکھتے ہیں :-

" میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ میں اپنے تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولت مند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھکر سونا اور چاندی ہے ۔ وہ ہیرا کیا ہے ؟ سچا خدا ۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا ۔ اور سچا ایمان اس پر لانا ۔ اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا ۔ اور سچی برکات اس سے پانا ۔ پس اس قدر دولت پا کر ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں "

یہ ہے وہ زندہ ایمان جس سے بیشمار دلوں میں ایمان کی وہ روشنی پیدا ہوئی جو حق الیقین کی بلند ترین منزل تک پہنچانے والی ہے ، کاش ہمارے زمانہ کے علم خشک رکھنے والے علماء کی کوری باطن سد راہ نہ ہوتی تو امام وقت سے وہ نور فراست انہیں ملتا جس سے خدا کو پہچاننے میں انہیں دقت نہ ہوتی اور آج دنیا ان کے منہ سے یہ نہ سنتی کہ "خدا کی ہستی کے بارے میں ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہم کو اس کے ہونے کا علم حاصل ہے" کیا ایسا فقرہ "علم کی کمی" اور "ذہن کی پستی" کا کھلا ثبوت نہیں ۔ سچ فرمایا امام وقت نے ؎

گر علم خشک و کوری باطن نہ راہ زدے
ہر عالم و فقیہہ شدے ہم چو چاکرم

چندہ برائے مرمت برلن مسجد

جملہ برادران سلسلہ کی خدمت میں گذارش ہے ۔ کہ حال ہی میں انجمن نے کچھ رسید بکیں خاص طور پر برلن مسجد کی مرمت کے چندہ کے لئے چھپوائی ہیں ۔ احباب کو چاہیئے ۔ کہ اس ضروری کام کے لئے اپنے عزیزوں ، رشتہ داروں اور دوستوں میں تحریک کریں اور دفتر سے رسید بکیں منگوالیں ۔ والسلام

مرتضیٰ خاں ۔ اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

اخبار ـــــــ و ـــــــ افکار

بائبل کی اشاعت

بائبل سوسائٹی لندن کی گذشتہ سال کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے، کہ اس سوسائٹی کی طرف سے گذشتہ سال تمام دنیا میں بائبل کے نسخے حسب ذیل تعداد میں فروخت ہوئے:۔

پوری بائبل	۱۶۷۵۰۰۰
انجیل	۲۰۱۰۰۰۰
حصص	۱۰۹۶۷۰۰۰

ملک وار فروخت حسب ذیل ہے:۔

"اٹلی میں سوسائٹی نے سوا دو لاکھ مقدس صحیفے فروخت کئے۔ زیکو سلواکیا میں ۹۰۴۲۰۔ آسٹریا میں ۱۵ ہزار۔ فرانس میں ایک لاکھ ستر ہزار۔ بلجیم میں ۹۵۱۲۔ جرمنی میں ۴۲۱۱۶۵۔ پولینڈ میں ایک لاکھ ۴۵ ہزار۔ فینلنڈ میں ۱۱ ہزار۔ کیپرس میں ۴۷۵۲۔ شمالی افریقہ کی اہم زبانوں میں ۱۹۶۳۵۔ روڈیشیا میں ۹۴۰۷۸۔ جنوبی افریقہ میں ایک لاکھ چھ ہزار۔ چین میں ۲۰ لاکھ۔ ویسٹ انڈیز میں ۸۰ ہزار۔ برازیل میں ۱۲۵۳۶۷۔ کولمبیا میں ۱۰۵۲۳۴۔ ایکویڈور میں ۹۰۰۰۔ پیرو میں ۹۷۰۳۶۔ بولیویا اور چلی میں ۱۲ ہزار۔ ارجنٹائن یوراگوئے اور پیراگوئے میں ۱۱۴۷۱۔ ملایا میں ۴۵ ہزار۔ انگلستان ۱۲ لاکھ ۱۱ ہزار۔

یہ صرف پراٹسٹنٹ مذہب کی بائبل سوسائٹیوں کا کارنامہ ہے، کیتھولک اور دیگر فرقوں کی سوسائٹیاں جو ان سے ملحق نہیں ان کے اعداد و شمار اس میں شامل نہیں،

ہمارا مسیحی معاصر "المائدہ" ان اعداد و شمار کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:۔

"غیر مسیحی ناواقفی یا تعصب سے خیال کرتے یا کہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے لوگوں کے دلوں میں ایمان کی کوئی قدر باقی نہیں رہی۔ آخر یہ یورپ اور امریکہ ہی کے مسیحی ہیں جو خدا کا کلام دنیا کے کونوں تک پہنچانے کے لئے اتنی بڑی مالی اور دماغی جانفشانی کر رہے ہیں۔ اس کے مقابل غیر مسیحی ادیان کے پیرو اپنی اپنی دینی کتابوں کی اشاعت کیلئے جو کچھ کر رہے ہیں وہ دنیا سے مخفی نہیں اور وہ ہمارے کہنے کی بات نہیں حقیقت الم نشرح ہے۔"

قطع نظر اس بات کے کہ بائبل کی یہ کثرت اشاعت یورپ و امریکہ والوں کے ایمان کا کہاں تک ثبوت ہے، اور کہ صدر ٹرومین اور امریکہ کے بڑے بڑے لکھ پتی اور یورپ کے بڑے بڑے سرمایہ دار جن کے خیراتی روپیہ سے بائبل سوسائٹیاں اپنا کام چلا رہی ہیں خود بائبل پر کتنا ایمان رکھتے اور اس کی کہاں تک اتباع کرتے ہیں' ہم قرآن پر ایمان رکھنے والوں اور اسے خدا تعالے کی طرف سے آخری اور کامل ہدایت نامہ سمجھنے اور دنیا کی نجات کا واحد ذریعہ یقین کرنے والوں سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے اس پاک کتاب کو کہاں تک دنیا میں پھیلایا، کتنے لاکھ نہیں کتنے ہزار کاپی دنیا کے کس کس ملک میں فروخت یا تقسیم کی؟ کیا اس سوال پر غور کرتے ہوئے ہماری گردنیں شرم سے جھک نہیں جاتیں؟

جماعت احمدیہ نے قرآن کریم کے تراجم اقصائے عالم میں پہنچانے میں جس ہمت و جوشش اور قربانی کا ثبوت دیا ہے اس میں شک نہیں کہ دنیائے اسلام میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے لیکن بائبل کی کثرت اشاعت کے مقابلہ میں اسے بھی کوئی نسبت نہیں، کاش تمام دنیائے اسلام اس طرف متوجہ ہوتی تو آج بائبل سوسائٹی کے بجائے کسی قرآن سوسائٹی کے کارناموں کا ذکر دنیا سنتی۔

افسوسناک مشورہ

احراری اخبار "آزاد" (۵ رفروری) پاکستان میں مسیحی منادوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ پاکستان میں مسیحی مبلغ عیسائیت پھیلانے کی غرض سے دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمان اپنے مذہب کی دھجیاں اڑتے دیکھکر خاموش ہیں۔ کاش ہمارے لیڈروں کو تحفظ دین کا خیال ہوتا کہ پاکستان میں عیسائیت اور مرزائیت کے تبلیغی ادارے کس گرمجوشی سے مصروف عمل ہیں اور مسلمانوں کو مرتد بنا رہے ہیں۔ حکومت سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ اس بارہ میں غفلت نہ کرے اور سب سے پہلے عیسائیت کی تبلیغ کو روکا جائے۔"

یہ احراری فرقہ کی ذہنیت ہے جو پاکستان کے اندر جہاں اسلامی تعلیم کے مطابق اقلیتوں کو پوری مذہبی آزادی کا یقین دلایا گیا ہے۔ ظاہر کی جا رہی ہے اور اس طرح پاکستان ہی کو نہیں اسلام کو بھی بدنام کیا جا رہا ہے وہی احرار جو پاکستان بننے سے پہلے کھلے طور پر اس کی مخالفت پر کمربستہ تھے آج اس رنگ میں اس کی تخریب کے درپے ہیں ہمیں خوشی ہوتی اگر "آزاد" مسلمانوں کو یہ مشورہ دیتا کہ وہ بھی مسیحیوں کی طرح تبلیغ یا تحفظ اسلام کا کوئی سامان کریں۔ حکومت سے یہ گذارش کرنا کہ وہ عیسائیوں کی تبلیغ کو روک دے اپنی کمزوری ایمان اور صداقت اسلام کے دلائل سے تہی دستی کا کھلا ثبوت ہے۔

علمائے مدراس کا مشغلہ

معاصر "آزاد نوجوان" سے یہ معلوم کرنا دلی رنج و صدمہ کا موجب ہے کہ وہاں کے علماء آجکل اس "عظیم الشان" مسئلہ کو سلجھانے میں مصروف ہیں کہ:۔

(۱) آنحضرت صلعم و صحابہؓ کا بول و براز مبارک مطہر ہے یا نہیں؟

(۲) سرکار دو عالم کا بول مبارک کن کن نے پیا ہے؟

یہ ایک استفتاء کے سوالات ہیں جو ایک مجلس وعظ میں اسی قسم کے بیانات پر جھگڑا ہو جانے کی وجہ سے تیار کیا گیا اور اس کا جو جواب دیا گیا وہ بھی سن لیجئے:۔

"ہاں سرکار دو عالم کا مقدس بول حضرت ام ایمن اور حضرت برکہؓ وغیرہ نے پیا ہے آپ نے اس کو ناجائز رکھا منع نہیں کیا" (مدارج النبوۃ)

انا للہ وانا الیہ راجعون، یہ ہیں آج کل کے علمائے کرام کے مشغلے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کی اور کوئی دلیل ہی نہیں ملتی اور ان کا سارا دین بول و براز میں آ کر رہ گیا ہے، اور فتویٰ یہ دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے بول کا پینا ناجائز تو رکھا لیکن منع نہیں کیا، کیا کہنے ہیں اس علم کلام کے، معلوم ہوتا ہے کہ سکھوں کے بارہ اب مدراس کے علماء پر بھی نکلنے لگے ہیں، کیا یہی وہ علماء ہیں جن کے متعلق سرکار دو عالم نے یہ خبر دی کہ وہ آسمان کی چھت کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے انہی سے فتنہ پیدا ہوگا اور انہی میں لوٹ جائیگا۔

بہرحال ہمیں خوشی ہے کہ ہمارا عزیز معاصر "آزاد نوجوان" ایسے بول و براز میں پھنسے ہوئے علماء کو راہ راست دکھانے میں پوری طرح کوشاں ہے۔

ایسٹر

اس پرچہ کی اشاعت کے چند دن بعد ہمارے مسیحی بھائیوں کا مقدس تہوار "گڈ فرائیڈے یا ایسٹر" آنے والا ہے۔ ہم اس موقع پر اپنے مسیحی دوستوں کو دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں لیکن بیجا نہ ہوگا اگر اس موقعہ پر ہم اپنے دوستوں سے یہ دریافت کریں کہ جن روایات پر اس مقدس تہوار کا دارومدار ہے وہ اس تہوار کے ساتھ وابستہ عقائد کا کہاں تک ساتھ دیتی ہیں؟

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور اناجیل اس پر شاہد ہیں کہ جناب مسیح جمعہ کے دن دو چوروں کے ساتھ صلیب پر لٹکائے گئے اور اسی دن شام سے پہلے پہلے ایسی حالت میں اتار لئے گئے کہ ان پر غشی طاری تھی اور گو وہ بظاہر مردہ معلوم ہوتے تھے، لیکن فی الحقیقت زندہ تھے، جس پر ذیل کے شواہد موجود ہیں:۔

(۱) سپاہی نے آپ کی پسلی میں نیزہ مارا تو خون اور پانی نکلا جو زندہ کی نشانی ہے۔

(۲) شاگردوں نے آپ کو حاصل کر کے ایک ایسی قبرنما کوٹھڑی میں رکھا جس کے اندر وہ آسانی سے آ جا سکتے تھے۔

(۳) یہودیوں کو یقین تھا کہ یسوع مسیح زندہ ہیں اسی لئے انہوں نے کہا کہ اس کی قبر کی حفاظت کی جائے ایسا نہ ہو کہ دوسری غلطی پہلی غلطی سے اہم ہو، وہ پہلی غلطی یہی تھی کہ مسیح کو زندگی کی حالت میں شاگردوں کے حوالہ کر دیا گیا۔

(۴) قبر کے اندر جانے والے شاگردوں کو آپ نے اپنے زخم دکھائے ان کی مرہم پٹی کی گئی اور آپ نے شاگردوں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا اور پھر کسی وقت باہر نکل کر غائب ہو گئے؟

کیا یہ واقعات اس حقیقت کا کھلا ثبوت نہیں کہ:۔

(۱) مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت ہی نہیں ہوئے اور اس لئے صلیب پر جان دے کر دنیا کے گناہوں کا کفارہ ہو جانے کا عقیدہ بالبداہت باطل ہے،

(۲) قبر سے نکل کر ان کا غائب ہو جانا اس بات کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ وہ آسمان پر چڑھ گئے نہ کسی نے آپ کو آسمان پر چڑھتے ہوئے دیکھا بلکہ وہ "بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں" کی تلاش میں کسی اور ملک میں چلے گئے اور جیسا کہ تاریخی واقعات سے ثابت ہے کشمیر میں انہوں نے ان گمشدہ بھیڑوں کو پایا اور ان میں کچھ عرصہ زندگی گذار کر وہیں فوت ہو گئے اور سری نگر کے محلہ خانیار میں دفن ہوئے جہاں ان کی قبر اب تک موجود ہے۔

کیا ہمارے مسیحی دوست ان حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے؟

ہمارے امراء اور غرباء کی قربانیاں اور بڑے بڑے کام

میری ہی زندگی کے پیغام کو دوسرے عالم سے آئے ہوئے پیغام کی طرح وقعت دو

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا چوتھا مکتوب گرامی

کوئی غریب ہے تو اعلائے کلمۃ اللہ کے کام کو سامنے رکھکر اپنے عزم کو اتنا بلند کرے کہ خدا کے عرش کو ہلا دے۔ کسی کو خدا نے مال وافر سے حصہ دیا ہے تو اسے خدا کی راہ میں اس طرح بہا دے کہ اس سے یہ دنیا سیراب ہوجائے .... کسی کو خدا نے مرتبہ دیا ہے تو اب اس بارگاہ عالی مرتبہ حاصل کرنے کے لئے تیار ہو جائے جس کا دیا ہوا مرتبہ ہمیشہ رہتا ہے۔

برادران محترم - اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایسے واقعات پے درپے رونما ہورہے ہیں جن میں اس کی نصرت کا کھلا ہاتھ نظر آرہا ہے۔ اس لئے میں اپنے احباب کو اس وقت خصوصیت سے اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ خدا کے آگے جھکنے کا وقت ہے اور خدا کے آگے جھکنا دو طرح پر ہے۔ ہم اس کام میں اور زیادہ شوق سے لگ جائیں جس میں اس کی نصرت کا ہاتھ کام کرتا ہوا نظر آتا ہے اور اس کام کے لئے اپنی قربانیاں پیش کریں تاکہ اس کی نصرت کو اور زیادہ جذب کر سکیں اور دوسرے اپنی دعاؤں میں بھی زیادہ قوت پیدا کریں۔ اور خدا کے آگے اپنے آپ کو اس طرح گرائیں کہ ہمارا اپنا نفس بالکل مٹ جائے۔ اور ہماری ساری خواہشات خدا اور اس کے رسول اور اس کے کلام اور اس کے دین کی بڑائی کے لئے ہوں۔

قلت میں نصرتِ الٰہی کا ہاتھ

میں جانتا ہوں کہ ہمارے بہت احباب کو یہ شکایت ہے کہ ہم تھوڑے ہیں۔ ہمارا حکومت میں کوئی رسوخ نہیں۔ پبلک میں کوئی عزت نہیں۔ ہمارے کاموں کی کوئی قدر نہیں۔ مگر یقین جانیئے کہ یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے خدا تعالےٰ کی نصرتوں کی بارش آپ پر ہورہی ہے۔ قرآن کریم میں ان دو موقعوں کا مقابلہ کیجئے۔ ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ۔ اللہ تعالےٰ نے بدر میں تم کو نصرت دی اور تم تھوڑے تھے۔ اور دوسری جگہ ہے ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم، اور حنین کے دن کو بھی دیکھو جب تمہیں اپنی کثرت پر فخر تھا۔

اسی لئے اللہ تعالےٰ کی نصرت آپ کے ساتھ ہے کہ آپ تھوڑے ہیں اور آپ کو کوئی پوچھتا نہیں۔ مگر آپ اپنے نفس کے لئے نہیں، خدا اور اس کے دین کے لئے کام میں لگے ہوئے ہیں گالیاں بھی کھا رہے ہیں اور کافر بھی کئے جاتے ہیں۔ آپ پر قلت کی وجہ سے قادیانی جماعت کے لوگ بھی شروع سے ہنستے چلے آئے۔ مگر الحمد للہ کہ لوگوں کی ہنسی اور استہزاء نے آپ کی ہمت کو نہیں توڑا بلکہ دن بدن آپ کی ہمت بڑھتی چلی جارہی ہے۔

شکرانہ فنڈ سے دو ہزار قرآن کی تقسیم

میں نے کسی پچھلے خط میں ذکر کیا تھا کہ ایک چھوٹے سے فنڈ کو جو شکرانہ فنڈ کے نام سے موسوم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے کیسی قبولیت عطا فرمائی کہ اس فنڈ سے تین ہزار روپے کے خرچ سے ایک ہزار قرآن کریم ترجمہ انگریزی کا لوگوں تک پہنچانے کا انتظام ہوگیا۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے یہ اور سامان کردیا کہ اسی طرح ایک ہزار مزید قرآن کریم کا انتظام ہوگیا۔ تو اس مختصر سی رقم سے دو ہزار قرآن کریم انگریزی ترجمہ مخلوق خدا تک پہنچ گیا۔ اگر وہ احباب جنہوں نے ابھی تک حصہ نہیں لیا وہ بھی اس میں شامل ہوجائیں تو امید ہے اس سے بہت بڑا مفید کام ہوجائے گا جو ایک صدقہ جاریہ کا رنگ ہوگا۔

قلت میں ارادہ الٰہی

مگر فی الحقیقت اس خط میں ایک اور بات کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں، ہماری قلت کا نظارہ تو خود ہمارے امام کو دکھایا گیا تھا۔ جب حالت کشف میں آپ کو یہ دکھایا گیا کہ دو آدمی ہیں ایک زمین پر بیٹھا ہوا ہے جسے آپ نے یہ کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر اس نے کوئی توجہ نہ کی۔ تو پھر آپ نے دوسرے شخص سے جو چھت کے قریب آسمان کی طرف ہے یہی کہا تو اس نے کہا ایک لاکھ نہیں بلکہ پانچ ہزار فوج دی جائے گی۔ اور آپ فرماتے ہیں تب میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ پانچ ہزار تو تھوڑے ہیں اور معاً حالت الہام کی طرف منتقل ہوئی اور آپ کی زبان پر یہ لفظ تھے کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ پس یہ قلت بھی ایک خدائی ارادہ کے ماتحت تھی تاکہ اس زمانہ میں بھی اللہ تعالےٰ کی نصرت کا ایک نظارہ دکھایا جائے۔ چنانچہ اس قلت کے اندر اللہ تعالےٰ نے بڑے بڑے کام کرنے والے کھڑے کر دیئے۔

موجودہ قلت میں بڑے بڑے کام کرنے والے لوگ

میں ان بزرگوں کا ذکر نہیں کرتا جو حضرت صاحب کے زمانہ سے چلے آتے ہیں بلکہ بعض ان احباب کا ذکر کروں گا جو تھوڑے عرصہ سے ہمارے ساتھ شامل ہوئے ہیں۔ کہ ان کے اندر اللہ تعالےٰ نے کس قدر جوش اپنے دین کی خدمت کا بھرا ہے کہ گویا ایک ایک آدمی ایک ایک جماعت کا کام کررہا ہے اور یہ سب لوگ غرباء کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آسام میں ہمارے دوست ڈاکٹر خادم رحمانی ہیں جنہوں نے اس قدر کام کیا ہے کہ گویا ہمارا ایک مشن وہاں قائم ہے، جس پر ہم ہزاروں روپے خرچ کر رہے ہیں حالانکہ خدا کی نصرت کو ساتھ لئے ہوئے ایک ہی آدمی یہ سب کام کر رہا ہے یہاں تک کہ کھاسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ بھی کیا ہے اور بھی بہت سے رسالوں اور کتابوں کے ترجمے کئے ہیں۔ اور خدا چاہیگا تو وہاں ایک جماعت بن جائے گی جو اس کام کو زندہ رکھے۔ عراق میں سید تصدق حسین قادری نے وہ کام کیا ہے جن کی نظیر نہیں مل سکتی۔ صرف ان کی وجہ سے اس وقت سارے عربی ممالک میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اور اس کے کارناموں کا چرچا ہے۔ مصر میں کئی کتابوں کے عربی ترجمے ہو کر پھیل چکے ہیں۔ حتیٰ کہ اب ریلیجن آف اسلام جیسی ضخیم کتاب کا ترجمہ شروع ہوگیا ہے۔ اس سب کی بنیاد رکھنے والا مالی رنگ میں غرباء میں شامل ہے مگر روحانی لحاظ سے وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی قبولیت کے نشان ہوتے ہیں انہی کی بدولت ابراہیم سچوانی صاحب جیسا انسان ہم کو مل گیا۔ جو ہزارہا روپے خدا کی راہ میں بیدریغ خرچ کر رہا ہے۔ اور کوئی تحریک نہیں ہوتی جس میں وہ سابقین میں شامل نہ ہوں۔ سیام میں ابراہیم صاحب قریشی اسی عزم کو لیکر اٹھے اور میں ان کے کام کو دیکھکر حیرت میں رہ گیا کہ تین چار آدمی کی جماعت کے ساتھ انہوں نے سیام کے ملک میں علم کا دریا بہا دیا ہے۔ اور ابھی خدا نے چاہا تو چند سال میں آپ دیکھیں گے کہ وہ خدا کے نور کو کس کس رنگ میں اور کہاں کہاں پہنچا دیں گے۔ برما میں ایک ڈاکٹر اکبر خاں صاحب اسی غرباء کے طبقہ سے تعلق رکھنے والا انسان مل گیا۔ جنہوں نے بہت سے لٹریچر کا برمی میں ترجمہ کر دیا اور اب قرآن شریف کا برمی زبان میں ترجمہ کرنے میں مصروف ہیں اور وہ بھی سب کچھ اکیلے ہونے کے باوجود خدا کی نصرت کو ساتھ لئے ہوئے کر رہے ہیں، خدا کے فضل سے استنبول میں بھی ایک ایسا آدمی مل گیا ہے اور امید ہے جلد ہی ترکی میں بھی ایک مضبوط بنیاد جماعت قائم ہو جائے گی۔ اسی غرباء کے طبقہ سے تعلق رکھنے والے مراد کیوان صاحب الجیریا والے ہیں جن سے کسی نے پوچھا کہ آپ مسلمان کب ہوئے تو کہا کہ مسلمان تو میں پیدائشی ہوں مگر اسلام کا احساس میرے اندر اس دن پیدا ہوا جس دن سے میں اس جماعت میں شامل ہوا ہوں۔ وہ زبردست ولولوں کو دل کے اندر لئے ہوئے نہ صرف شمالی افریقہ میں فرانسیسی زبان میں قرآن کے نور کو پھیلا رہے ہیں بلکہ خود فرانس میں بھی خدا نے چاہا تو عنقریب ایک مشن کی بنیاد رکھدیں گے۔

اسلام اور عیسائیت کے مقابلہ کی تاریخ میں تبدیلی

اسی طرح برٹش گائنا میں ڈچ گائنا میں، فلپائن میں، ٹرینیڈاڈ میں اللہ تعالےٰ نے وہ آدمی کھڑے کر دیئے ہیں جن کی بدولت آج عیسائیت اور اسلام کے مقابلہ کی تاریخ میں ایک تبدیلی رونما ہوگئی ہے کہ پہلے عیسائیت مسلمانوں پر اثر ڈال رہی تھی اب وہ ختم ہوا۔ اور اسلام کا اثر عیسائیوں پر ہو رہا ہے۔ کیا اب بھی خدا کی نصرت کا ہاتھ اس جماعت کے لئے کام کرتا ہوا آپ کو نظر نہیں آتا۔ کہ کس طرح ایک قلیل گروہ کا اثر ساری دنیا پر پھیل رہا ہے۔ اور کس طرح چند کام کرنے والوں کی بدولت خدا اور اس کے رسول اور اس کے قرآن کا نام دنیا میں روشن ہو رہا ہے۔

امام وقت کے تعلق سے نفخ روح

میں اس وقت انجمن کے کاموں کا ذکر نہیں کر رہا۔ صرف یہ بتا رہا ہوں کہ چند افراد نے کس طرح اس روح کی بدولت جو حضرت امام کے تعلق نے ان کے اندر نفخ کر دی ہے۔ بڑی

آبادیوں میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اگر ہم خدا کے آگے جھکیں تو وہ اور بھی اس قسم کے بہتیرے آدمی ہمیں دے سکتا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی نصرت کا ہاتھ ہے کہ وہ ایک کمزور جماعت کے غربا کے طبقہ سے تعلق رکھنے والے احباب سے اتنا بڑا کام لے رہا ہے۔

امراء میں ایک نیا دینی جذبہ

اس کے ساتھ ہی میں اب ایک اور امر کی طرف کو آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اگر ایک طرف ہمارے غرباء کا گروہ ہے جن میں سے ایک ایک جماعت کا کام کر رہا ہے تو دوسری طرف اس جماعت کے امراء میں بھی اب خدا کے فضل سے ایک نیا دینی جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔ شاید کئی احباب کو یاد ہوگا تین یا چار سال کا ذکر ہے کہ جلسہ سالانہ میں تقریر کرتے ہوئے میں نے یہ کہنے کی جرأت کر دی کہ یہ جو کارخانوں کے مالک ہماری جماعت میں ہیں۔ ان میں سے ایک ایک شخص اس حیثیت کا مالک ہے کہ وہ یورپ اور امریکہ میں ایک مشن قائم کرے اور اس طرح ہم اسلام کو دونوں میں دنیا کے کناروں تک پہنچا سکتے ہیں۔ اس وقت تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میری یہ تحریک رد کر دی گئی ہے اور جلسہ میں مایوسی کا عالم چھا گیا مگر آج میں دیکھتا ہوں کہ جماعت کے امراء کا قدم خدا کے فضل سے اس طرف اٹھ رہا ہے۔ ہمارے لائل پور کے کارخانوں والے خیراتی رنگ میں بڑے بڑے نیکی کے کام کرتے تھے۔ مگر ان نیکی کے کاموں کا رجحان اس طرف نہ تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کی آرزو تھی کہ یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کے مرکز قائم کئے جائیں، آج خدا کے فضل سے وہ خواب بھی پورا ہوتا نظر آتا ہے۔

شیخ میاں محمد صاحب اور ان کی اولاد کی قربانیاں

آج قریب دو سال سے الحاج شیخ میاں محمد صاحب نے ہالینڈ کے مشن کا خرچ اپنے ذمہ لیا ہوا تھا جس کے لئے اب انہوں نے ایک ٹرسٹ[1] قائم کر دیا ہے اور اسکو ایک مستقل صورت دے دی ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی اولاد کے اندر بھی وہی روح کام کر رہی ہے۔ آج ہمیں مالی مشکلات کا سامنا تھا، تو ان کے ایک فرزند میاں رؤف احمد صاحب نے میاں صاحب کے مشورہ سے پچیس ہزار روپیہ انجمن کو قرضہ حسنہ کے طور پر دے دیا ہے جب تک اللہ تعالےٰ ان مشکلات کے حل کا کوئی اور رستہ کھول دے۔ تو یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ کوئی ریاست یا حکومت نہیں ایک فرد واحد یورپ کے ایک مشن کا سارا بوجھ اٹھا رہا ہے اور یہی نہیں بلکہ اس مشن کے ذریعہ سے وہ اسلامی لٹریچر ڈچ زبان میں۔ قرآن کریم کا ڈچ ترجمہ۔ محمد دی پرافٹ کا ڈچ ترجمہ۔ ریلیجن آف اسلام کا ڈچ ترجمہ۔ لونگ تھاٹس کا ڈچ ترجمہ۔ نیو ورلڈ آرڈر کا ڈچ ترجمہ۔ ہالینڈ میں اور دوسرے ڈچ زبان بولنے والے ممالک میں جیسے ڈچ گائنا وغیرہ میں پھیلانے کا عزم کر چکا ہے۔ مسلمانوں میں ان سے کئی سو گنا یا ہزار گنا مالدار لوگ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں مگر کیا خدمت اسلام کا اتنا بڑا عزم رکھنے والا کوئی اور فرد واحد بھی نظر آتا ہے۔ یہ لوگ مٹی تھے جس طرح دوسرے مالدار مٹی ہیں مگر مسیح وقت نے ان کے اندر وہ روح نفخ کر دی کہ وہ ان بلندیوں پر پرواز کر رہے ہیں جن پر ابتدائی زمانہ کے مسلمان پرواز کرتے تھے۔

میاں عطاء اللہ صاحب کی پیشکش

اس کے بعد مجھے تین دن ہوئے ایک خط میں میاں عطاء اللہ صاحب کی طرف سے جو شیخ میاں مولا بخش صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے ہیں اور اب ملتان میں ان کا کاروبار ہے۔ یہ اطلاع ملی ہے کہ ایک مشن کا خرچ جو اندازاً چھ سو روپے ماہوار ہے وہ ادا کریں گے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ حسب ضرورت اس رقم میں وہ اضافہ بھی کریں گے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اس کے ساتھ ہی میں ان تمام احباب سے جو اس کام سے محبت رکھتے ہیں یہ بھی التجا کروں گا کہ میاں عطاء اللہ صاحب کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے خاص طور پر دعا کریں۔ کیونکہ وہ بیمار رہتے ہیں

دوسرے افراد خاندان سے توقعات

مگر اس خاندان سے ابھی میرا کوٹا پورا نہیں ہوا۔ اور میں توقع رکھتا ہوں کہ شیخ مولا بخش صاحب کے چھوٹے صاحبزادے میاں شریف احمد صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی بھی اس بارے میں کوئی قدم اٹھائیں گے۔ اور بڑے میاں صاحب، میاں محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کے صاحبزادوں کی دونوں شاخیں یعنی ایک طرف میاں سعید احمد صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب اور دوسری طرف میاں عزیز احمد صاحب۔ میاں نصیر احمد صاحب، میاں فاروق احمد صاحب، میاں مغیث احمد صاحب جن پر خدا تعالےٰ کے افضال کی بڑی زبردست بارش ہو رہی ہے اپنی حیثیت کے مطابق کوئی قدم اٹھائیں گے۔

دوسرے امراء جماعت توجہ کریں

یہ وہ نمونے ہیں جن سے انسان خود ہی زندہ نہیں ہوتے بلکہ ایک دنیا کو اپنے ساتھ زندہ کر

---

[1] یہ ٹرسٹ سردست تیس ہزار روپے سے شروع ہو رہا ہے جس میں تین ہزار روپیہ ماہوار کا اضافہ ہوتا رہے گا یہاں تک کہ ٹرسٹ کی کل رقم چار لاکھ روپے تک پہنچ جائے گی۔

دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی جماعت کے اندر کارخانوں کے مالک بھی ہیں۔ مالدار بھی ہیں۔ میں ان کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس دنیائے ناپائیدار پر فریفتہ نہ ہوں خدا کی راہ میں کچھ کام کر کے دکھائیں تا کہ یہ معلوم ہو کہ یہ وہ جماعت ہے جس کے اندر اس زمانہ میں ایک مامور من اللہ نے روح نفخ کی ہے۔ یہ مال سب یہیں رہ جائے گا۔ مگر وہ مال جو اعلائے کلمۃ اللہ میں لگ گیا وہ سب کا سب ایک صدقہ جاریہ کا حکم رکھتا ہے اور یہ وہ دائمی دولت ہے جس سے ایک طرف اس کا مالک آخرت میں بلند درجات حاصل کرے گا تو دوسری طرف دنیا کو دین کی دولت سے مالامال کر دے گا۔ اور کیا بعید ہے کہ یہی چند نمونے سارے عالم اسلامی میں ہی نہیں ساری دنیا میں ایک نئی روح نفخ کرنے کا ذریعہ بن جائیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے ہاں ان کو قبولیت کا وہ بلند مرتبہ مل جائے جو اس کے اولیاء کو اور صلحاء کو ملتا ہے۔

ایک تیسرا گروہ

میں نے دو قسم کے لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ غرباء مگر حقیقی علم کے مالک جنہوں نے اپنی ساری قوت کو خدا کے رستے میں لگا دیا اور وہ مالدار جنہوں نے اپنے مالوں کو خدا کے رستے میں لگا دیا۔ مگر میں یہی آثار ایک تیسرے گروہ میں بھی دیکھتا ہوں جو دنیا میں صاحب مرتبہ ہیں جن میں سے ایک خان بہادر غلام ربانی خان نے دو سال ہوئے ایک عظیم الشان قدم اٹھایا اور وہ کچھ عرصہ کے لئے ووکنگ جا بیٹھے اور جن کے عزم اور ہمت سے ووکنگ میں خدا کے فضل سے حرکت کا ایک نیا رنگ پیدا ہو گیا۔ اس قسم کے دو اور آدمی بھی ہیں (یہ دونوں سرکاری ملازمت میں بڑے بلند مرتبہ کے مالک ہیں) جنہوں نے یہ عزم کیا ہوا ہے ایک کا علم تو مجھے مدت سے تھا اور ایک کا علم دو تین دن ہوئے ہوا کہ وہ یہاں سے فارغ ہو کر کسی ایسی جگہ ڈیرہ لگائیں گے جہاں بیٹھ کر وہ خدا کے دین کی تبلیغ کر سکیں اور اپنے خرچ کا بوجھ بھی وہ انجمن پر نہیں ڈالیں گے مگر ان دونوں کے ریٹائر ہونے میں ابھی کوئی چھ سات سال کا عرصہ ہے۔ اس لئے میری روح کسی ایسے بزرگ کی تلاش میں ہے جو اسی کی طرح اس سے پیشتر اس قسم کے کام میں لگ جائے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کسی کے دل میں یہ قوت پیدا کر دے گا۔

میری نئی زندگی کا پیغام

مجھے خدا تعالےٰ نے جو زندگی عطا فرمائی یہ تو سچ ہے کہ میں مرنے کے بعد زندہ نہیں ہوا مگر یہ بھی سچ ہے کہ میں موت کے آمنے سامنے چالیس دن تک کھڑا رہا اور ایک لمبی کشمکش موت اور زندگی کی لگی رہی مگر میرے آقا نے مجھے محض اپنے فضل سے کچھ مزید کام کے لئے واپس کر دیا۔ وہ دنوں کا کام ہے یا مہینوں یا سالوں کا۔ اس کا علم اسی کو ہے۔ مگر میں اس وقت اس طرح اس کے کام میں مصروف ہوں جیسے وہ مسافر جس نے کل سفر کرنا ہے اور تھوڑا سا وقت سفر کے سامان کی تیاری کے لئے اسے ملا ہے۔ میرے دوست اور میرے خیرخواہ روکتے ہیں کہ زیادہ کام نہ کرو مگر میرے لئے وہ موت آسان ہے جو کام کی حالت میں آ جائے۔ اس لئے میں اپنے احباب سے ملتجی ہوں کہ وہ اب میرے پیغام کو وہ وقعت دیں جو دوسرے عالم سے آتے ہوئے آدمی کے پیغام کو دینی چاہیئے۔ کرنے کے کام وہ ہیں جن کا ذکر میں نے اوپر کیا۔

یہ کرنے کے کام ہیں

کوئی غریب ہے یا متمول ہے تو اعلائے کلمۃ اللہ کے کام کو سامنے رکھ کر اپنے عزم کو اتنا بلند کرے کہ خدا کے عرش کو ہلا دے۔ کسی کو خدا نے مال سے وافر حصہ دیا ہے۔ تو اسے خدا کی راہ میں اس طرح بہا دے کہ اس سے یہ دنیا سیراب ہو جائے۔ ایک ملک اور ایک قوم نہیں سارے ملک اور ساری قومیں سیراب ہو جائیں۔ کسی کو خدا نے مرتبہ دیا ہے تو اب اس بارگاہ عالی میں مرتبہ حاصل کرنے کے لئے تیار ہو جائے جس کا دیا ہوا مرتبہ ہمیشہ رہتا ہے۔ اور جہاں یہاں کی طرح مرتبہ سے الگ کر کے پنشن سے اسک شوئی نہیں کی جاتی بلکہ وہ مرتبہ روز بروز بلند ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا لقاء حاصل ہو جاتا ہے انك كادح الى ربك كدحا فملقيه۔ میرے دوستو یہ کرنے کے کام ہیں۔ وہ کرنے کے کام نہیں جن کی طرف میں کئی دوستوں کا قدم اٹھتا دیکھ رہا ہوں۔

مجھے ناکام بنانے کی کوشش نہ کریں

یہ خدا کا احسان ہے اس نے مجھے بڑی کامیابی عطا فرمائی ہے۔ آپ لوگ مجھے ناکام بنانے کی کوشش نہ کریں۔ ہر وہ شخص جو اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کے فرمودہ کے مطابق حسب حیثیت اس کام میں حصہ نہیں لیتا وہ مجھے ناکام بنانے کے لئے قدم اٹھا رہا ہے۔ خواہ وہ اس کے لئے کتنا ہی عذر رکھتا ہو۔ وہ سب میرے اس ایک عذر کے سامنے ہیچ ہیں کہ یہ کام خدا اور اس کے رسول کا ہے اس کے دین کا ہے۔ وہ اگر مدد کرے گا تو وہ میری مدد نہیں کرے گا وہ خدا کے دین کی مدد کرے گا۔ وہ اگر مدد کرنا چھوڑ دے گا تو میری مدد کرنا نہیں چھوڑے گا خدا کے

(باقی ص۸ پر ملاحظہ ہو)

"قسط ۳"

جناب مریم علیہا السلام کے متعلق

پاپاءِ روما کا نیا عقیدہ

مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۷ر دسمبر ۱۹۵۰ء

مسیحیت کی تاریخ میں جناب مسیح علیہ السلام اور آپ کی والدہ مریم پر اعتقاد اور ایمان کے ہوتے بنتے اور بگڑتے رہے ہر سو سال کے بعد پرانا عقیدہ نئی نسل کے لئے خواب نامرغوب اور خیال نامعقول ہو کر رہ جاتا تھا لوگ پرانے اعتقادات فرسودہ ایمانات کی حد بندیوں کو توڑ کر فرار کی راہ نکال لیتے تھے۔

جناب مریم ع کے متعلق کوئی تفصیلی بیان اناجیل نویسوں کے ہاتھ نہ آیا تھا اس لئے ان کے خاندان، وطن، سوانح حیات، ایمان و اعتقاد، تاریخ وفات اور جاءِ انتقال کے بارہ میں مسیحی فرقوں اور علماء میں قیاس آرائیاں ہوتی رہیں۔ جناب مریم علیہا السلام مسلمہ طور پر حضرت مسیح کی ماں ہے مگر مسیحی عقیدہ کی رُو سے یوسف آپ کا فرضی باپ ہے، متی اور لوقا نے جناب مسیح کا جو نسب نامہ درج کیا ہے وہ یوسف کے آباء و اجداد کا شجرہ ہے تعجب کی بات کہ مزعومہ باپ کا اتہ پتہ معلوم کرنے کے لئے ان بزرگوں نے اس قدر جد و جہد اور کاوش سے کام لیا مگر خداوند کی حقیقی ماں کا خاندان اور شجرۂ نسب معلوم کرنے کی ذرہ بھر کوشش نہیں کی، کوئی اسے یہودہ کے خاندان سے بتاتا ہے تو کوئی اسے لیوی کی اولاد قرار دیتا ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خانوادہ تھا بہتر تو یہ ہوتا کہ یوسف کا نسب نامہ بھی نہ دیا جاتا، خدا یا خدا کے بیٹے کا اولادِ آدم میں شجرۂ نسب تلاش کرنا ایک مضحکہ خیز حرکت ہے۔

انجیل متی اور لوقا میں مریم کا تعارف

متی انجیل نویس نے جس طرح جناب مریمؑ کا تعارف کرایا ہے وہ اس کے شروع میں یوں مذکور ہے۔

"اب یسوع مسیح کی پیدائش یوں ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھا آنے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی تب اس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اور نہ چاہا کہ اس کی تشہیر کرے ارادہ کیا کہ اسے چپکے سے چھوڑ دے"

لوقا مریم کی روشناسی یوں کراتا ہے۔

"اور چھٹے مہینے جبرائیل فرشتہ خداوند کی طرف سے جلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرت تھا بھیجا گیا ایک کنواری کے پاس جس کی یوسف نامی ایک مرد سے جو داؤد کے گھرانے سے تھا منگنی ہوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا"

ان ہر دو حوالجات سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ مریم کو ایک معمولی اور غیر معروف عورت سمجھتے تھے اگر کوئی خاندانی عزت تھی تو وہ یوسف شوہر مریم کی تھی جسے داؤد کے معزز گھرانے سے منسوب کیا گیا یہی وجہ ہے کہ متی اور لوقا دونوں اناجیل نویسوں نے بڑی کد و کاوش سے فرضی باپ کا شجرۂ نسب تو تجویز کیا مگر مریم کو اس قدر وقعت نہ دی کہ اس کے والدین اور خاندان و وطن کا حال معلوم کرتے۔

ایام طفولیت کو چھوڑ کر کتاب کو مریم کی منگنی یا یوسف کی بیوی ہونے کا ذکر ظاہر کرتا ہے کہ چھوٹی سی عمر میں ہی وہ یوسف کی بیوی کہلانے لگی تھیں لوقا میں ایام حمل کا ایک گیت خدا کی حمد میں ان کی طرف منسوب ہے مگر اس پر بھی یہ بحث ہوئی ہے کہ اصل لوقا میں یہاں کوئی نام نہ تھا اس لئے بعض نے یہ حمد مریم کی تجویز کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور بعض نے الیسبات کی جو آپ کی خالہ زاد بہن تھی مولف کا ارادہ معلوم نہ ہو سکنے کی وجہ سے بعض نے اس میں مریم کا نام داخل کر دیا۔ اپنے بیٹے یسوع کے ساتھ ان کی ماں صرف ۱۲ سال کی عمر تک معلوم ہوتی ہے نہ آپ عمر بھر کنواری رہنا اناجیل میں قطعی مذکور نہیں متی ۱: ۲۵ میں مسیح کا پہلوٹھا کہلانا ثابت کرتا ہے کہ مریم کی اور اولاد بھی تھی چنانچہ دوسری جگہ ان کے بھائیوں اور بہنوں کے نام بھی مذکور ہیں، کیتھولک تاریخ میں تین صدیوں تک ان کے کنواری رہنے کا عقیدہ ہی نہیں ملتا، مشہور مؤرخ ٹرٹولین کے خیال میں مسیح کی ولادت کے بعد مریم کی شادی مسیح کے ابن اللہ ہونے کی دلیل ہے مگر جیروم کے نزدیک نہ صرف مریم عمر بھر کنواری رہی بلکہ یوسف بھی ہمیشہ ہمیشہ کنوارا رہا مریم کے کنوارا رہنے کی صورت میں یسوع کے علاوہ ان کے بھائی اور بہنیں یوسف سے منسوب ہوتی تھیں یعنی مریم کی شادی کے وقت یوسف ایک عمر رسیدہ بال بچہ دار شخص تھا اور یہ اولاد اس کی پہلی بیوی سے تھی مگر یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے بال بچہ دار عورت ہو یا مرد وہ کنوارے کہلا سکتے ہیں۔

پاپاءِ روم نے جناب مریم ع کے جسم سمیت آسمان پر چڑھ جانے کی بنیاد دو باتوں پر رکھی ہے اول یہ کہ وہ کنواری تھی اور ہمیشہ کنواری ہی رہی دوسرے یہ کہ وہ فطرتاً معصوم تھی اب جبکہ یوسف کا کنوارا رہنا اور ہمیشہ کنوارا رہنا بھی مسیحی عقائد میں شامل رہ چکا ہے اور خوش قسمتی سے یوسف کی وفات جاءِ وفات اور قبر کا بھی کوئی نشان نہیں ملتا تو حسب عقیدہ جیروم اس ہمیشہ کنوارا رہنے والے مرد نے کیا قصور کیا تھا کہ اسے جسم سمیت آسمان پر جگہ نہ ملے۔

رہا مریم کا معصوم ہونا کیتھولک چرچ میں یہ بات نامعلوم رہی اگسٹین لکھتا ہے کہ مریم موروثی گناہ میں لت پت پیدا ہوئی۔ کفارہ مسیح پر ایمان لانے کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ انسان کو پاک کرنے کا نہیں مریم کا اس پر ایمان ثابت نہیں تو وہ بے گناہ کیسے ہوئی سائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں مریم کے متعلق ابتدائی عقیدہ یوں مرقوم ہے:۔

The virgin herself whence He (Christ) was assumed was conceived in iniquity and in sin did her mother conceive her and with original sin was she born, because she too sinned in Adam in whom all sinned

کنواری مریم نے جب مسیح کو حمل میں لیا تو وہ گنہگار تھی کیونکہ اس کی ماں نے بھی گناہ میں ہی اسے جنا تھا اور یہ گناہ تو آدم سے ورثہ میں چلا آتا ہے جس کی بنا پر سب گنہگار ہیں،

کنواری کا بیٹا اور اناجیل

لوقا ۱: ۲۷ (جس کا حوالہ پہلے دیا جا چکا ہے) سے معلوم ہوتا ہے کہ مریم پر جبرئیل کا نزول ہوا اور یہ امر مریم کی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے اول تو اس میں ایک الزام کو رفع کرنے کے لئے نزول جبرئیل بتایا گیا ہے دوم متی کا حوالہ لوقا کے خلاف ہے کیونکہ اس میں فرشتہ کا نزول یوسف شوہر مریم پر بتایا ہے گویا فضیلت بھی شوہر مریم کو حاصل ہوئی نہ کہ مریم کو۔ لوقا کے مذکورہ حوالہ کے سوائے کسی جگہ مریم کو کنواری نہیں کہا گیا اور نہ ہی مسیح نے خود کبھی اس دلیل کو پیش کیا کہ دیکھو میں کنواری کا بیٹا ہوں جو میرے خدا کا بیٹا ہونے کی دلیل ہے۔ نہ مریم نے خود اس راز کو عمر بھر افشا کیا کہ اس کا بیٹا بن باپ پیدا ہوا ہے بلکہ اس کے خلاف خدا کی حواریوں کی اور عوام کی شہادت موجود ہے کہ وہ یوسف کا بیٹا ہے۔ مسیحیت کے صدر اول کی کسی تحریر میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ جنگ عظیم کے بعد ایک کتاب "ان ریسٹ ان دلیجن" شائع ہوئی ہے اس میں لکھا ہے :۔

It is not to be found in authentic document of teaching of the earliest date ...... The story of the virgin's birth is not to be found in the Fourth Gospel (Page 951)

کنواری سے مسیح کا پیدا ہونا کسی مستند نوشتہ میں موجود نہیں . . . . . . کنواری سے پیدا ہونے کی کہانی چوتھی انجیل میں نادرد ہے (اور مرقس نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا)

کنواری کے حاملہ ہونے کا ذکر صرف متی اور لوقا میں ہے مگر ان اناجیل میں بھی مسیح کو کنواری کا بیٹا بتانے کے باوجود اس کا شجرہ نسب بھی موجود ہے کسی شخص کا شجرہ نسب ہونا ہی اس کے بن باپ ہونے کے خلاف ہے دونوں میں نہ صرف مسیح کے باپ کا نام یوسف بتایا گیا ہے، بلکہ بار بار اسے ابن آدم - ابن ابراہام، ابن داؤد کہا گیا ہے،

(متی ۱: ۱۶ - ۳۱: ۱۱ - ۲۹ - ۱۲۱ - ۲۰ - ۲۲، ۲۱ - ۲۴ وغیرہ وغیرہ)

مسیح نے ۷۰ مرتبہ چاروں اناجیل میں اپنے آپ کو ابن آدم کہا اور کہلایا ہے اور ابن اللہ سے مراد بنی اسرائیل کا بادشاہ (جیسے مسلمانوں میں ظل اللہ کہا جاتا ہے) ہے

اناجیل میں مریم یوسف کی بیوی کہلاتی ہے

مریم کے متعلق خدا کی شہادت یہ ہے کہ وہ یوسف کی بیوی ہے، چنانچہ متی ۱: ۲۰ میں لکھا ہے:۔

"دیکھو خداوند کے ایک فرشتہ نے اس پر خواب میں ظاہر ہو کے کہا اے یوسف ابن داؤد اپنی جورو مریم کو اپنے یہاں لے آنے سے مت ڈر"

یہ ظاہر ہے کہ خدا کا فرستادہ جو کچھ کہتا ہے وہ اپنے آپ سے نہیں کہتا بلکہ خدا کے پیغام کو پہنچاتا ہے۔ خدا نے خود کہدیا کہ وہ یوسف کی جورو ہے تو جورو جس کا خاوند بھی موجود ہو کنواری نہیں کہلا سکتی۔

خدا کی دوسری شہادت

حضرت موسےٰ نے حضرت یعقوبؑ کی زبان سے یہ پیشگوئی نقل کی ہے:۔

"یہوداہ سے ریاست کا عصا جدا نہ ہوگا اور نہ حاکم (حق) اس کے پاؤں کے درمیان سے جاتا رہے گا" پیدائش ۴۹: ۹

اس پیشگوئی کو بعد کے انبیاء نے بھی نقل کیا ہے کہ یہودا کی اولاد میں سے ایک بادشاہ ہوگا اس پیشگوئی کی بنا پر یوسف کو جو حضرت مسیح کا باپ ہے یہودا کی اولاد ٹھیرایا گیا ہے اسی طرح ابن داؤد ابن ابراہیم کے حق میں پیشگوئی موجود ہے جسے لوقا ۱: ۳۲ - اور ۳۳ میں مسیح کے حق میں قرار دیا گیا ہے اب اگر یوسف مریم کا فرضی خاوند اور مسیح کا برائے نام باپ ہے تو یہ پیشگوئی اس

کے حق میں پوری نہیں ہوتی گویا اللہ تعالےٰ کی شہادت مسیح کے متعلق پیشتر سے چلی آتی تھی کہ وہ یہوداہ کی اولاد سے ہوگا اور انجیل نویسوں نے مسیح کا شجرہ نسب درج کر کے یہ ثابت کیا کہ وہ موعود ابن داؤد مسیح ہے۔

خدا کی تیسری شہادت

لوقا ۱ : ۳۱ میں موجود ہے :-

" اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام یسوع رکھے گی وہ بزرگ ہوگا اور خدا کا بیٹا کہلائے گا اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اسے دیگا اور وہ یعقوب کے گھرانے کی بادشاہت کرے گا"

یہ جبرئیل کی معرفت خدا کا کلام مریم سے ہے کہ مسیح کا باپ داؤد ہے، داؤد کے خاندان سے ہونے کی وجہ سے وہ یوسف کا بیٹا اور داؤد کے تخت کا وارث ہے اگر وہ فی الحقیقت خدا کا بیٹا ہوتا تو کل کائنات کا وارث اور بادشاہ ہوتا نہ صرف داؤد کے تخت کا۔

خدا کی چوتھی شہادت

جو فی الحقیقت خدا اور یوسف دونوں کی ملی جلی شہادت ہے۔ یہ شہادت متی ۱ : ۲۴ میں ہے :-

" تب یوسف نے سوتے سے اُٹھ کر جیسا خداوند کے فرشتہ نے اسے فرمایا تھا کیا اور اپنی جورو کو اپنے ہاں لے آیا"

پانچویں شہادت مریم کی

اپنی بیٹے کے متعلق سب سے مضبوط شہادت اگر صرف ماں کی ہوسکتی ہے تو سنئے مریم خود کیا فرماتی ہیں :-

" اور اس کی ماں نے اس سے کہا کس لئے تو نے ہم سے ایسا کیا دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے" (لوقا ۲ : ۴۸)

جب ماں خود کہتی ہے کہ یوسف تیرا باپ ہے تو مریم کو کنواری کہنا اور کہتے چلے جانا غلط ہے۔

چھٹی شہادت

واقعات کی اور اناجیل نویسوں کی اپنی شہادت ہے یہ لوقا ۲ : ۴۱ و ۴۳ میں ہے :-

"اس کے ماں باپ ہر برس عید فسح میں یروشلم جاتے تھے جب وہ بارہ برس کا ہوا اور وہ عید پر یروشلم گئے اور ان دنوں کو پورا کیا جب پھر گئے تو لڑکا یسوع یروشلم میں رہ گیا پر یوسف اور اس کی ماں نے نہ جانا"

گویا مریم اور یوسف اس کے ماں باپ تھے اور وہ اپنے بیٹے کو مذہبی رسوم ادا کرنے کے لئے یروشلم لیجایا کرتے تھے۔

ساتویں شہادت یوسف کی

شہر ناصرہ سے یہودیہ میں داؤد کے شہر کو جو بیت اللحم کہلاتا ہے گیا اس لئے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا کہ اپنی بیوی مریم کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھائے۔

(لوقا ۲ : ۱ تا ۵)

گویا مریم یوسف کی بیوی تھی اس وقت حاملہ تھی اور کئی دنوں تک اپنے خاوند کے ساتھ ہم سفر رہی۔ دونوں نے مردم شماری کے سرکاری کاغذات میں اپنے آپ کو میاں بیوی لکھوایا۔

آٹھویں شہادت لوقا ۲ : ۲۱ تا ۲۴

" اور جب موسےٰ کی شریعت کے مطابق ان کے پاک ہونے کے دن پورے ہوئے تو وہ اسے یروشلم میں لائے تاکہ خدا کے آگے حاضر کریں جیسا کہ خداوند کی شریعت میں لکھا ہے کہ ہر ایک پہلوٹا خداوند کے لئے مقدس ٹھہرے گا اور خداوند کی شریعت کے اس قول کے موافق قربانی کریں کہ قمریوں کا ایک جوڑا یا کبوتر کے دو بچے لاؤ"

گویا ماں باپ دونوں مسیح کی پیدائش سے ناپاک ہو گئے تھے باپ کا ناپاک ہونا صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ وہ مسیح کا حقیقی باپ ہو ان دونوں کے پاک ہونے کے بعد بچہ کا بھی پاک ہونا بھی ضروری تھا جس کے لئے قربانی ضروری تھی اگر مریم صرف روح القدس سے حاملہ ہوگئی تو اس سے ماں باپ کا ناپاک ہونے کا خیال ہی غلط ہے یہ بھی ظاہر ہے کہ قربانی فطری یا موروثی گناہ کا کفارہ تھی جو والدین نے بچہ کی پاکیزگی کے لئے ادا کیا۔

(باقی باقی)

مکتوب حضرت امیر ایدہ اللہ بقیہ از صفحہ ۶

دین کی مدد کرنا چھوڑ دے گا۔

امیر کی اطاعت فرض ہے

مجھ میں ننانوے عیب ہوں گے مگر آپ نے تو ان ننانوے عیبوں کو ڈھانک دیا اور ان سے چشم پوشی کی۔ جب آپ نے مجھے اپنا امیر بنا لیا۔ اس لئے اب اپنے اقرار وں کے بعد میرا ساتھ نہ چھوڑو ورنہ آپ کی مثال ایسی عورت کی ہوگی جس نے کات کر پھر اپنے سوت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اِلّتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا، حدیث نبوی کو یاد کر لو۔

اَلجھاد واجب علیکم مع کل امام برًا کان اوفاجرًا

اگر آپ مجھے فاجر بھی سمجھتے ہیں تو بھی جب تک میں اس مقام پہ کھڑا ہوا ہوں اس جہاد سے جس پر آپ کو امام زمان نے لگایا ہے میرا ساتھ دینا تم پر فرض ہے۔ مجھ پر وہ حالت گذر چکی ہے کہ خدا اگر چاہتا تو میں اس مقام سے الگ ہوگیا ہوتا۔ نہیں آپ ابھی اگر چاہیں تو مجھے آج اس مقام سے الگ کر سکتے ہیں۔ آپ نے مجھے کھڑا کیا تو میں یہاں کھڑا ہوا۔ آپ مجھے الگ کرنا چاہیں تو میں اس سے الگ ہونے کو تیار ہوں۔ مگر پھر بھی آپ کو کوئی امیر تلاش کرنا ہوگا کیونکہ جب تک جماعت کے لئے کوئی امیر نہیں اس وقت تک اس کی کامیابی کا کوئی رستہ بھی نہیں کھلتا۔

بے وفائی کس کے ساتھ؟

اس وقت جتنے لوگوں نے خدا کے دین کی مدد سے ہاتھ روکا ہوا ہے وہ عملاً مجھے گرانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر وہ مجھے گرانے کی کوشش نہیں وہ خدا کے دین کے لئے جو جہاد ہو رہا ہے اس کو کمزور کرنے کی کوشش ہے۔ جس فوج کے کچھ آدمی کمانڈر کے حکم پہ آگے قدم نہ اُٹھائیں وہ اس کمانڈر کو نیچا نہیں دکھاتے اس ملک اور اس قوم کو نیچا دکھا رہے ہیں جس کے وہ سپاہی ہیں آپ لوگ خدا کے سپاہی ہیں۔ سوچ لیجیئے کہ آپ بے وفائی کس کے ساتھ کر رہے ہیں۔

فوج کے ساتھ کام میں لگ جاؤ

ایک دوسرے سے نیکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو، غفلت اور لاپرواہی اور نکتہ چینی میں سبقت لے جانے کی کوشش نہ کرو۔ یا فوج میں داخل ہوکر فوج کے ساتھ کام میں لگ جاؤ۔ یا اس فوج سے الگ ہوکر اور جو کام چاہو اختیار کرو، نام سے ساتھ رہنا اور کام میں ساتھ نہ دینا، دنیا اور دین دونوں میں آپ کو پستی کے گڑھے میں گرا دے گا۔ اس سے بچنے کی کوشش کرو۔ والسلام

خاکسار۔ محمد علی

ریلیجن آف اسلام ایک مصری عالم کی نظر میں

قاہرہ کے ایک مصری عالم نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی کتاب ریلیجن آف اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد حسب ذیل چٹھی میں اسکے بلند پایہ مضامین کی تعریف کرتے ہوئے عربی ترجمہ کی اجازت طلب کی ہے:-

القاھرۃ - سیدی الاستاذ الکبیر الاستاذ محمد علی

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ

ان من اکبر سروری ان انھی الی علمکم ان کتابکم "THE RELIGION OF ISLAM" الذی تفضلتم وصنفتموہ بالانجلیزیۃ قد وقع منی ومن صفوۃ اصدقائی موقع التقدیر والاعجاب لما حوی بین دفتیہ من آراء کانت مجھولۃ من کثیرین من اھل ھذا الدین القویم واھل الکتاب الاخری والملاحدۃ فرأیت ان اقتبس منہ الی العربیۃ نحواہ لیعم التعرف بھذہ الآراء ویبلغ کتابکم القویم الغرض النبیل الذی توخیتموہ من وضعہ راجیا بذالک ان اساھم فی طلب المثوبۃ من اللہ فی اداء ھذا العمل۔ فان تفضلتم واذنتم فی طبعہ لیستقی من منھلہ اخویکم العرب۔ الکن شاکرًا فخورًا۔

وتفضلوا یاسیدی الاستاذ الکبیر بقبول کریم تمنیاتی وخالص دعائی - والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محمد سعید احمد ۔ سکرتیر عام

سکک حدید وتلغرافات وتلیفونات الحکومۃ المصریۃ

قاہرہ - بخدمت مکرم و معظم جناب مولانا محمد علی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

نہایت خوشی کے ساتھ جناب کی خدمت میں اطلاع دی جاتی ہے کہ جناب کی تصنیف کردہ کتاب بزبان انگریزی جس کا نام "ریلیجن آف اسلام" ہے جس کو عنایت فرما کر جناب نے میری طرف روانہ فرمایا ہے موصول ہوئی جو کہ مطالعہ کرنے سے میرے اور میرے مخلص دوستوں کو ایک بلند مرتبہ حیرت انگیز تصنیف ثابت ہوئی کیونکہ کتاب ہذا میں ایسے علمی مسائل اور تحقیقات درج ہیں جن سے اس زمانہ کے اکثر اہل اسلام اور اہل کتاب اور دیگر مذاہب کے لوگ ناواقف ہیں لہذا میں نے کتاب ہذا کا عربی ترجمہ کیا ہے تاکہ عام لوگ بھی فوائد حاصل کریں اور جناب کا مقصد بھی جو اس بلند پایہ تصنیف سے ہے پورا ہو اور میں بھی اس کار خیر میں حصہ لے کر اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے ثواب کا امیدوار ہوں۔ پس کیا جناب از راہ عنایت اس عربی ترجمہ کے چھاپنے کی اجازت فرمائیں گے تاکہ جناب کے اس چشمہ فیض سے جناب کے عرب بھائی بھی فائدہ اُٹھا سکیں۔ میں جناب کا ممنون احسان ہوں گا اور یہ امر میرے لئے باعث فخر ہوگا۔ ہم سب کی طرف سے جناب کو سلام مسنون اور آداب و تسلیمات واجب قبول ہو۔

محمد سعید ۔ سیکرٹری عام

ریلوے لائن، ٹیلیگراف اور ٹیلیفونات حکومت مصری

جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی خدمات

کہتی ہے ہمیں خلق خدا غائبانہ کیا

"موج کوثر" نام ایک کتاب چند سال ہوئے تاج کمپنی نے شائع کی تھی، یہ ایک غیر از جماعت فاضل مسلمان شیخ محمد اکرام صاحب ایم اے کی تصنیف ہے اور اس میں انیسویں صدی عیسوی کے آغاز سے موجودہ زمانہ تک ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی اور علمی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس ضمن میں سید احمد صاحب بریلوی۔ فرقہ اہل حدیث۔ سرسید احمد خاں صاحب علی گڑھی۔ سید امیر علی صاحب۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی - ارباب دیوبند - ندوۃ العلماء - سید احمد صاحب یعنی مولانا ابوالکلام آزاد صاحب اور ڈاکٹر اقبال وغیرہم کے تذکرے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اس کتاب میں شیخ صاحب موصوف نے احمدی خیالات و اعتقادات سے متفق نہ ہونے کے باوجود جماعت احمدیہ لاہور کی اسلامی خدمات کا اعتراف جس فراخدلی سے کیا ہے وہ اس قحط الرجالی کے زمانہ میں قابل صد تحسین و آفرین ہے یہ بیان ہمارے محترم دوست شیخ محمد یوسف صاحب گرنتی نے ہمیں "موج کوثر" سے نقل کر کے بھیجا ہے جو ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہے . . . . شاید کوثر اور اس کے ہم نواؤں کی چندھیائی ہوئی آنکھیں مسٹر محمد اکرام ہی کے تیار کردہ سرمہ سے روشن ہو جائیں اور تبلیغی مشنوں کی کامیابی اخباری چرچا سے بڑھ کر عملی دنیا میں بھی انہیں نظر آ جائے۔

(مدیر)

لاہوری اور قادیانی جماعتوں کی تفریق

بظاہر ذاتیات کے ایک مسئلہ پر پڑی (۹)۔ لیکن اس ذاتی اختلاف کی بنا بھی ایک اہم اصولی اختلاف تھا۔ لاہوری جماعت مرزا صاحب کی معتقد ہے لیکن اس کے ساتھ حتی الوسع اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے وابستہ رکھنا چاہتی ہے۔ ان کے دکھ سکھ میں ان کا ہاتھ بٹانا چاہتی ہے۔ لاہوری احمدی غیر احمدیوں کو کافر نہیں کہتے۔ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ مرزا صاحب کی نبوت کے قائل نہیں۔ بلکہ انہیں حضرت مجدد الف ثانی رح اور دوسرے بزرگوں کی طرح ایک مجدد مانتے ہیں۔ اور احمدیہ عقاید اور عام مسلمانوں کے عقاید میں جتنا کم اختلاف ہو اسے بہتر سمجھتے ہیں۔ حقیقتاً مرزا محمود اور خواجہ کمال الدین کے درمیان ذاتی اختلاف بھی اسی مسئلے پر شروع ہوا تھا کہ خواجہ کمال الدین نے حادثہ کانپور کے متعلق عام مسلمانوں کے ساتھ اتفاق کیا تھا اور بلقان اور طرابلس کے ہنگاموں میں ان کے نقطۂ نظر کا اظہار کرنے میں پوری قوت صرف کر دی تھی۔ قادیانی بھی اگرچہ اب تبدیل حالات کے ساتھ مسلمانوں کے قومی مسائل میں دلچسپی زیادہ لینے لگے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنی علیحدہ اجتماعی ہیئت کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ اور اگرچہ غیر مسلموں کی طرح ان کا تہذیب و تمدن مسلمانوں سے مختلف نہیں لیکن مذہبی امور میں وہ ان سے علیحدہ رہتے ہیں۔ جو شخص مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتا اسے کافر سمجھتے ہیں اور عام مسلمانوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔

لاہوری جماعت احمدیہ کا نظم و نسق

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہاتھ میں ہے مولوی محمد علی ایم اے۔ ایل ایل۔ بی جنہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد مذہب کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ اس کے صدر ہیں۔ اس جماعت کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ غالباً دو ہزار (؟) سے زیادہ نہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس میں قابل اور مخلص حضرات کی افراط ہے اور اتنی مختصر تعداد میں بھی اس جماعت نے عملی کام بہت کیا ہے۔

ایک اہم کام جو یہ جماعت کر رہی ہے

قرآن مجید کی اشاعت ہے بالخصوص انگریزی دان مسلمانوں اور غیر مسلموں میں۔ مولانا محمد علی امیر جماعت کا ترجمہ و تفسیر قرآن انگریزی زبان میں پہلا ترجمہ تھا جو کسی مسلمان کے ہاتھوں سر انجام پایا۔ ترجمے کے علاوہ آپ نے کلام مجید کی مختلف سورتوں کی تقسیم و ترتیب کر کے اور ان کے مضامین کا خلاصہ دے کر مطالب قرآنی کو واضح کیا ہے۔ اور کوشش کی ہے کہ صرف الفاظ ہی پر توجہ نہ رہے بلکہ کلام مجید کے ارشادات اور خیالات بھی وضاحت سے ذہن نشین ہو جائیں آج کل کلام مجید کے متعدد انگریزی ترجمے شائع ہو رہے ہیں لیکن شرف اولیت "مولانا محمد علی کا ترجمۃ القرآن" ہے۔ آج مولانا ابوالکلام آزاد نے مطالب قرآنی کو واضح کرنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا ہے اس کا نمونہ مولوی محمد علی نے اب سے پچیس سال پہلے پیش کر دیا تھا۔ انگریزی ترجمے کے علاوہ احمدیہ جماعت

... ہی کو ہے۔ اور گذشتہ ربع صدی میں انگریزی خواں طبقے کو قرآن سے جو زیادہ دلچسپی پیدا ہوئی ہے اس کا ایک بڑا سبب مولانا محمد علی کا

اشاعت قرآن کے دوسرے مسائل سے بھی غافل نہیں۔ جرمن موجودہ یورپ کی علمی زبان ہے اس میں قرآن مجید کے ترجمے موجود ہیں۔ لیکن غیر مسلموں کے۔ اب اگر موجودہ یورپ کو اسلام سے صحیح واقفیت دلانی ہے تو ضروری ہے کہ جرمنی میں **قرآن مجید کا ایک صحیح ترجمہ** ہو۔ اور اس ترجمہ کے ساتھ ساتھ ان اعتراضات کا جواب بھی ہو جو عیسائی قرآن مجید کے بعض حوالوں پر کرتے ہیں۔ چنانچہ انجمن نے یہ کام ہاتھ میں لے رکھا ہے، اسی طرح شاید جرمن ترجمہ سے بھی زیادہ ڈچ ترجمے کی ضرورت ہے، جاوا سماٹرا میں قریباً پانچ کروڑ مسلمان ہیں۔ اور جس طرح ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کی زبان انگریزی ہے۔ اسی طرح جاوا میں یہ مرتبہ ڈچ زبان کو حاصل ہے۔ لیکن ڈچ زبان میں کلام مجید کا کوئی ترجمہ کسی مسلمان کا کیا ہوا نہیں ہے۔ اور چونکہ وہاں مسائل حاضرہ کو حل کرنے والی ایسی کوئی عملی کوشش نہیں ہوئی جیسی ہندوستان میں سرسید اور سید امیر علی وغیرہ نے کی۔ اس لئے وہاں تعلیم یافتہ طبقہ مذہب سے روز بروز بیگانہ ہو رہا ہے۔ اور عیسائی مشنریوں کو دنیا کے کسی اسلامی ملک میں اتنی کامیابی نہیں ہوئی جتنی ڈچ انڈونیشیا (جاوا سماٹرا) میں۔ احمدیہ جماعت اپنی بساط کے مطابق اس فتنہ کا مقابلہ کر رہی ہے۔ سنہ ۱۹۲۶ء سے جاوا میں احمدیہ مشن کام کر رہا ہے۔ اور عیسائی مشنریوں کے مقابلہ کے لئے جو ہتھیار ہندوستان میں برسوں کی محنت اور تجربہ کے بعد تیار ہوئے تھے وہ اب جاوا کے مسلمانوں کو مل رہے ہیں۔ ڈچ زبان میں دوسری کتب کی اشاعت کے علاوہ کلام مجید کا ترجمہ بھی چھپ گیا ہے۔ اور امید ہے کہ مذہب سے تعلیم یافتہ طبقے کی بیگانگی کا کافی سدباب ہو جائیگا۔

قرآن مجید کے تراجم کے علاوہ حدیث

اور اسلامی تاریخ کے متعلق بھی احمدیہ جماعت مختلف کتب شائع کر رہی ہے۔ حال ہی میں مولانا محمد علی نے مذہب اسلام پر ایک نہایت مبسوط اور مفصل کتاب لکھی ہے (یعنی دی ریلیجن آف اسلام - ناقل) جرمن - ڈچ - انگریزی - جاوی - اور اردو زبان میں کئی رسالے جاری ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا انجمن نے لاہور سے ایک نہایت بلند پایہ سہ ماہی رسالہ "مسلم ریوائول" کے نام سے جاری کیا تھا۔ جس میں ادبی - سیاسی - اور مذہبی مسائل پر نہایت بلند پایہ مضامین درج ہوتے تھے۔ علامہ اقبال نے اس کے لئے کئی مضامین لکھے۔ اگرچہ چند نامساعد اسباب کے باعث یہ رسالہ بند ہو گیا ہے لیکن اپنی قلیل مدت حیات کے دوران میں اس نے اسلامی صحافت کا جو بلند معیار قائم کیا تھا وہ بھی اسلام کی کچھ کم خدمت نہ تھی۔

تبلیغ

یہ صحیح ہے کہ قرآن مجید کی اشاعت اور تمام مذہبی خدمت کے علاوہ اہم ترین کام جو لاہوری جماعت احمدیہ نے انجام دیا ہے وہ ہندوستان کے باہر اشاعت اسلام ہے۔ ان کے کام کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے اس زمانہ کو پیش نظر رکھنا چاہیئے جب یہ کام شروع کیا گیا تھا۔ پھر اس عالمگیر سنسنی کا تصور کیجئے جو لارڈ ھیڈلے کے قبول اسلام سے ساری عیسائی دنیا میں پھیل گئی تھی۔

خواجہ کمال الدین کو یہ کامیابی سنہ ۱۹۱۳ء میں ہوئی۔ انیسویں صدی مسلمانوں کے سیاسی زوال کا زمانہ تھی۔ اور غیر مسلم قومیں بالخصوص عیسائی یہ سمجھ رہے تھے کہ سیاسی زوال کے ساتھ ہی مسلمانوں کے مذہب کا بھی خاتمہ ہو جائیگا۔ دنیا کے عیسائی مشنریوں نے مسلمانوں کے متعلق زور دینا شروع کیا۔ لکھنؤ۔ قاہرہ وغیرہ میں بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد کیں۔ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا کام نہایت منظم طریقے سے ہاتھ میں لے لیا۔ ڈاکٹر زویمر نے "اسلام کی بربادی" .... Disintegration of Islam کے نام سے ایک طویل کتاب تصنیف کی۔ اس میں اسلام کے سیاسی انحطاط کا حال لکھا اور اس کے روحانی مستقبل کی تاریک تصویر کھینچ کر یہ رائے ظاہر کی کہ اب یہ مذہب صرف چند سال کا مہمان ہے۔ یہ رائے صرف مشنریوں ہی کی نہ تھی بلکہ کئی انگریز مدبر مثلاً لارڈ کرومر - سر ولیم میور وغیرہ بھی اس خیال کا اظہار کر چکے تھے۔ اور عیسائی دنیا بالعموم انہی خیالوں میں مست تھی کہ یکایک لوگوں نے ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۱۳ء کے اخبارات میں لارڈ ہیڈلے کے قبول اسلام کی خبر پڑھی۔ اس خبر نے تمام عیسائی دنیا بالخصوص انگلستان اور برٹش ایمپائر کو چونکا دیا۔ اب ان لوگوں کو پتہ چلا کہ مسلمان نہ صرف اپنے ملک میں قابلیت اور جرأت کے ساتھ مشنریوں کا مقابلہ کر رہے ہیں بلکہ انہوں نے مشنریوں کے اپنے گھر میں اور خاصکر انگلستان میں جو مذہبی جوش اور وضع داری کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے - اسلامی مشن قائم کر کے اشاعت اسلام کے کام میں وہ نمایاں کامیابی حاصل کی ہے جو عیسائی مشنریوں کو اس قدر ساز و سامان، مالی و جمعیت و دیگر سہولتوں کے باوجود اسلامی ممالک میں حاصل نہ ہو سکی۔

خواجہ کمال الدین صاحب مولنا ظفر علی خاں کی سیاست تھا

لہ - مولوی ظفر علی خان خواجہ صاحب کے ساتھ انگلستان نہیں گئے۔ بعد میں اپنی خاص اغراض کے لئے وہاں گئے تھے (مدیر پ - ص)

ل - ایسے غیر احمدی کے پیچھے جو حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت بلکہ کسی بھی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے - (مدیر پ - ص)

انگلستان تشریف لے گئے تھے۔ انگریزی رسالہ جو انہوں نے "مسلم انڈیا اینڈ اسلامک ریویو" کے نام سے شائع کیا۔ اور اب "اسلامک ریویو" کے نام سے جاری ہے۔ سیاسی اور مذہبی معاملات میں اسلامی ہندوستان کی ترجمانی کرتا تھا لیکن آہستہ آہستہ خواجہ صاحب نے یہ اندازہ لگا لیا کہ تبلیغی کام بذات خود اتنا اہم ہے کہ اگر اسی کے لئے زندگی وقف کر دی جائے اور سیاسی مسائل کو تبلیغی کوشش کے ساتھ ساتھ جاری رکھ کر تبلیغ کے راستے میں رکاوٹیں نہ پیدا کی جائیں تو یہ بھی اسلام اور ہندوستانی مسلمانوں کی بڑی خدمت ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے اس کام پر زیادہ توجہ دینی شروع کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے دیکھا کہ مغرب میں مبلغ اسلام کا صرف یہی کام نہیں کہ وہ غیر مسلموں کو مسلمان کرے بلکہ مغرب میں مسلمانوں کے متعلق جو غلط فہمیاں صدیوں کے پروپاگنڈے سے راسخ ہو گئی ہیں، انہیں دُور کرنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

خواجہ کمال الدین نے ۱۹۱۳ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے لئے جو پیغام بھیجا۔ اس میں انہوں نے مسلمانوں سے کہا:-

"ممکن ہے ترکی کے موجودہ مصائب (جنگ بلقان) کا خاتمہ ہو جائے۔ لیکن دنیا میں تمہاری ہستی بطور قوم کے برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ تمہارے متعلق جو کچھ غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں۔ ان کو دُور کیا جائے۔"

چنانچہ ووکنگ مشن کا دوسرا اہم کام ان غلط فہمیوں کی تردید ہے جو اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں پھیلائی جاتی ہیں۔

احمدیہ مشن کے قیام کے لئے **مسجد کی ضرورت** تھی۔ انگلستان میں مکانات کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے خواجہ صاحب کو بہت خرچ کئے بغیر ووکنگ میں لندن سے کچھ دُور ایک مسجد موجود مل گئی۔ جو ان کے مشن کا ہیڈ کوارٹر ہوئی۔ یہ مسجد ڈاکٹر لائٹنر ..... (Leitner) نے بنوائی تھی جو اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل تھے۔ ڈاکٹر لائٹنر نے ۱۸۸۷ء میں سر ولیم میور کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے اسلام کے متعلق منصفانہ اور ہمدردانہ لیکچر دیئے تھے۔ اور مسلمانان ہند کے نظام تعلیم پر ایک نہایت فاضلانہ کتاب لکھی جب وہ ترک ملازمت کے بعد انگلستان گئے تو وہاں انہوں نے ووکنگ میں ایک انسٹی ٹیوٹ کھولا جس میں ہندوستانی طلباء کی رہائش کا انتظام کیا۔ طلباء کی مذہبی سہولت کا خیال کر کے انہوں نے ہندوؤں کے لئے ایک مندر اور مسلمانوں کے لئے ایک مسجد بنوائی۔ جب ڈاکٹر لائٹنر فوت ہو گئے اور یہ سلسلہ درہم برہم ہوا تو ان کے ورثاء نے مندر کو تو آپس میں تقسیم کر لیا لیکن مسجد پر ابھی انہوں نے قبضہ نہیں کیا تھا کہ خواجہ صاحب انگلستان جا پہنچے۔ انہوں نے اس بات پر اصرار کیا تھا کہ مسجد جو ایک دفعہ وقف ہو جائے، پھر شخصی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ اور ہمیشہ کے لئے مسجد رہتی ہے۔ مرزا سر عباس علی بیگ نے جو وہاں انڈیا کونسل کے ممبر تھے، اور سید امیر علی نے خواجہ صاحب کی بڑی مدد کی اور (غالباً عدالت سے) ان کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ چنانچہ یہی مسجد ووکنگ مشن کا مرکز ہے۔ یہاں عیدین کی نماز کے لئے سارے انگلستان سے مسلمان طلبا اور نومسلم انگریز جمع ہو جاتے ہیں، اور **اخوت اسلامی اور اسلامی روحانیت کا ایک روح افزا مظاہرہ ہو جاتا ہے** اس مسجد کا انتظام اب ایک ٹرسٹ کے ہاتھ میں ہے اور خواجہ صاحب کی وفات کے بعد ایک اور صاحب امام مسجد ہیں۔

خواجہ صاحب کی وفات سے مشن کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔ مشن کی کامیابی کی بڑی وجہ خواجہ صاحب کی وجیہہ شخصیت علمی قابلیت۔ مذہبی جوش اور اخلاقی جرأت تھی۔ تاہم مشن کا کام خواجہ صاحب کے وضع کئے ہوئے اصولوں پر چل رہا ہے۔ . . . .

. . . . اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ووکنگ مشن ایک اہم اسلامی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ لارڈ ہیڈلے مرحوم۔ سر آرچی بالڈ ہملٹن۔ سر ہیوبرٹ رینکن مسٹر ولیم بشیر پکرڈ بی۔ اے (کنٹیب) مسٹر سعید فیلکس دیلانی۔ مسٹر حبیب اللہ لوگرو وغیرہ وغیرہ جن لوگوں نے مشن کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا ہے ممتاز اور قابل قدر ہستیاں ہیں اور اسلام یہ دعوے کر سکتا ہے کہ اگر عیسائی مشنریوں نے غریب یا ان پڑھ مسلمانوں میں سے دو چار کو بپتسمہ دے لیا ہے تو اس کے مقابلے میں کئی معزز تعلیمیافتہ اور قابل عیسائیوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

لیکن مشن کے کام کا اندازہ فقط ان افراد کے اعداد و شمار سے نہیں ہو سکتا جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ مشن کا اہم کام اسلام اور مسلمانوں کے متعلق غلط فہمیاں دُور کرنا ہے۔ اس کے علاوہ انگلستان میں **ایک مذہبی اور روحانی مرکز قائم کر کے مشن نے ان سینکڑوں مسلمان طلباء کو جو حصول تعلیم کے لئے انگلستان جاتے ہیں** مسیحی اثرات سے متاثر ہونے سے بچا لیا ہے۔

مسلمان طلباء جمعہ کی نماز کے لئے یا کم از کم عید کے موقعہ پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور مذہبی جوش تازہ کر لیتے ہیں۔ اگر کسی مسلمان طالب علم کے سامنے کوئی عیسائی طالب علم یا مشنری اسلام پر اعتراض کرتا ہے تو وہ امام مسجد ووکنگ سے ان اعتراضات کے جواب منگا کر تشفی کر سکتا ہے۔ امام صاحب جا بجا طلبا میں لیکچر بھی دیتے رہتے ہیں۔ اور اور اس طرح مسلمان طالب علم اگرچہ غیر مسلموں میں گھرا ہوا ہوتا ہے لیکن وہ خالص اسلامی اور مذہبی فضا سے دُور نہیں رہتا۔ مشن کے فائدے کا اندازہ اسی وقت ہوتا ہے جب **ہم ووکنگ میں نماز عید کا نظارہ دیکھیں** جہاں قریباً سارے انگلستان کے مسلمان طلباء کھنچ کر آ جاتے ہیں اور پھر ان کا مقابلہ لائڈن یونیورسٹی کے ان جاوی مسلمانوں سے کریں جو ہزاروں کی تعداد میں بغرض تعلیم ہالینڈ جاتے ہیں۔ لیکن کوئی مذہبی مرکز نہ ہونے کی وجہ سے مذہب سے بیگانہ اور آزاد ہو جاتے ہیں۔[1]

جن انگریزوں نے ووکنگ مشن کی کوششوں سے اسلام قبول کیا ہے ان کی تعداد پہلے چند سال میں بہت نہیں بڑھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمائی جا سکتی۔ اور اس کے علاوہ یہ بھی صحیح ہے کہ جب تک اسلام کے قابل ترین اور بہترین فرزند کلرکیوں اور ملازمتوں پر مرتے رہیں گے۔ اور اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے وقف نہ کریں گے۔ کسی نمایاں کامیابی کی توقع بیکار ہے۔ لیکن سب حالات کو دیکھتے ہوئے ووکنگ مشن کا کام تسلی بخش معلوم ہوتا ہے۔ ایک فائدہ تو مذہبی ہے کہ کتنے لوگ راہ راست پر آئے اور دوسرا فائدہ اخلاقی ہے۔ یعنی ان لوگوں کے قبول اسلام نے ساری دنیا میں مسلمانوں کے حوصلے بڑھا دیئے ہیں اور ان کا کام آسان کر دیا ہے۔ افریقہ کا ایک حبشی جب لارڈ ہیڈلے کی تصویر جامۂ احرام پہنے ہوئے دیکھتا ہے۔ تو اس کے دل میں اسلام کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے اور وہ عیسائی مشنریوں سے مرعوب نہیں ہوتا۔ بلکہ مشنری سے ایسے سوالات کرنے لگتا ہے کہ جن کا جواب آسان نہیں۔ ووکنگ مشن کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ اس نے دوسرے ملکوں کے مسلمانوں سے ہندوستانی مسلمانوں کا واسطہ پیدا کر دیا ہے۔ اور وہ بھی ایسے مقصد کے لئے جس پر کوئی گورنمنٹ معترض نہیں ہو سکتی۔ ووکنگ مسجد میں عیدین کی نماز کے لئے یا دوسرے اجتماعی موقعوں پر صرف ہندوستانی مسلمان ہی یکجا نہیں ہوتے بلکہ مصر، فلسطین اور دوسرے ممالک کے مسلمان بھی آ جاتے ہیں۔

اب عیسائی مشنری بھی عام طور پر تسلیم کر رہے ہیں کہ ان کے کام میں سب سے بڑی رکاوٹ ہندوستانی مسلمان بالخصوص لاہور کے احمدی ہیں۔

(کتاب موج کوثر صفحہ ۱۰۵ تا ۱۱۳)

مصنفہ محمد اکرام صاحب ایم اے۔

خاکسار

محمد یوسف گرنیتی

[1] ہالینڈ میں بھی احمدیہ انجمن کے مبلغ ڈاکٹر مرزا ولی احمد بیگ صاحب بہت دیر تک کام کرتے رہے ہیں وہاں مشن کا باقاعدہ تبلیغی مرکز ہے۔ ایام جنگ میں کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی اور مبلغ صاحب واپس آ گئے تھے۔ اب امام ووکنگ وہاں گاہے گاہے دورہ کرتے ہیں اور ایک نومسلم کو وہاں تبلیغی کام کا انچارج کر رکھا ہے۔ اور عنقریب حسب سابق ایک مستقل مبلغ وہاں بھی بھیجا جائیگا۔ (ناقل)

پریذیڈنٹ بدھ سوسائٹی لندن

کا خط امام ووکنگ کے نام

پیارے امام

آپ کا خط اور لٹریچر ملا شکریہ۔ یہ آپ کی بڑی نوازش ہے۔ جو آپ نے پاکستانی دفتر کو بھی بعض دوسری کتب بھیجنے کے لئے لکھا ہے ..... اور مجھے امید ہے کہ وہ بھی عنقریب ہی مل جائیں گی اور میں ان کو اپنی سوسائٹی کی لائبریری کی زینت بناؤں گا۔

مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ اور آپ کے دیگر رفقاء ہمارے لٹریچر کے متعلق دلچسپی رکھتے ہیں مسلمانوں اور بدھوں میں یہ مشترک بات پائی جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو بغور مطالعہ کرتے اور ایک دوسرے کے مذہب اور فلسفہ کو جاننے کی سعی کرتے ہیں۔

میں نے قرآن کو اس وقت پڑھا جبکہ میں سکول کا طالب علم تھا اور میں اس کی سادگی اور عملی ہدایات سے بہت متاثر ہوا برخلاف اس کے عیسائیوں کی کتب میں بہت سی ناقابل عمل باتوں کی تلقین کی گئی ہے آپ کی کتب کے مطالعہ سے مجھ پر دوبارہ اسلام کی یہی خصوصیات واضح ہو گئیں۔

اگرچہ مہاتما بدھ نے اپنے زمانہ کے فیشن کے مطابق تقریباً پچیس سو سال قبل ہندوستان میں بھکشو طریقہ کی بنیاد ڈالی تاہم مجھے احساس ہے کہ بھکشو بالکل غلط راستہ پر جا رہے ہیں۔ اور میری ہمدردی مشرق بعید کے بھکشوؤں سے ہے جنہوں نے تجرد کو ترک کیا اور ان کے رہنما شادیاں کرتے اور عام لوگوں کی طرح زندگیاں بسر کرتے ہیں۔ رومن چرچ راہبانہ زندگی کو ازدواجی زندگی پر ترجیح دیتا ہے۔ اور وہ اپنے مذہبی پیروؤں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ تجرد کی زندگی بسر کریں۔ میں سمجھتا ہوں یہ سب فضول ہے چونکہ میں اس سے متفق نہیں

مکتوبات

احرار اور جماعت احمدیہ

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خاکسار نے ایک چٹھی گورنر جنرل۔ وزیر اعظم، اور گورنر پنجاب کی خدمت میں ارسال کی ہے۔ اس کی ایک نقل بغرض اشاعت آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں کسی تازہ اشاعت میں شائع کر کے ممنون فرما دیں۔ والسلام۔

خادم

عباد اللہ۔ امرتسری۔ گوجرانوالہ

نقل چٹھی بخدمت گورنر جنرل و دیگر ارکین پاکستان

گوجرانوالہ

جناب عالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں بصد احترام مگر بڑے افسوس اور دکھ کے ساتھ آپ کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ کچھ عرصہ سے احراری پاکستان میں فرقہ وارانہ منافرت کی آگ بھڑکانے میں بے حد مصروف ہیں، اس ٹولہ نے سردست جماعت احمدیہ کے خلاف طوفان بے تمیزی پیدا کیا ہوا ہے احرار کا یہ طریق نہ صرف یہ کہ ناپسندیدہ ہے بلکہ ہمارے ملک کے وقار کے بھی خلاف ہے۔ اگر اس فتنہ کا ابھی سے سدباب نہ کیا گیا تو مستقبل میں اس کے خطرناک نتائج پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں ان چند سطور کے ذریعہ پاکستان کے ہر شریف شہری کی ترجمانی کر رہا ہوں، کیونکہ کوئی بھی شریف انسان اس بات کو پسند نہیں کر سکتا کہ محض اختلاف عقائد کی بنا پر کسی جماعت کے خلاف گند اچھالا جائے۔ اور اس سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو قتل کی دھمکیاں دی جائیں اور پھر اس صورت میں جبکہ اس جماعت نے پاکستان کے قیام میں بھی بے مثال جدوجہد کی ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ نے پاکستان کے قیام اور استحکام میں دوسرے مسلمانوں سے کم حصہ نہیں ڈالا۔ احراری اسلام کے نام پر جو کچھ کر رہے ہیں۔ اس کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ پاکستان کو دنیا کی نظروں میں ذلیل کیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں فی الحال میں آپ کی خدمت میں دہلی سے شائع ہونیوالے ہفتہ وار اخبار "شیر پنجاب" کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ اخبار مذکور نے ۲۵ فروری ۱۹۵۱ء کے پرچہ میں پاکستان کے احمدیوں پر مصائب" کے عنوان سے ایک ایڈیٹوریل نوٹ لکھا ہے جس میں مرقوم ہے کہ:۔

"لاہور میں ایک اخبار "آزاد" کے نام سے نکلتا ہے۔ جو احرار پارٹی یا مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کا آرگن ہے۔ اس اخبار کے مطالعہ سے ایسا جان پڑتا ہے کہ احرار پارٹی کا اب مقصد حیات یہی رہ گیا ہے کہ کسی طرح پاکستان سے احمدیوں کو ختم کیا جائے۔ وہاں دن رات مختلف مقامات پر احمدیوں کے خلاف گالیوں۔ دشنام طرازیوں اور دھمکیوں سے پراپیگنڈا کر کے خود مقبولیت حاصل کی جا رہی ہے۔ احراریوں نے واقعی اپنی مطلب برآری کے لئے یا اپنی پارٹی کو مقبول بنانے کے لئے صحیح راہ عمل اختیار کی ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کو مذہب کے نام پر بھڑکا کر ہمیشہ سستی شہرت اور کامیابی حاصل کی جاتی ہے"

(اخبار شیر پنجاب ۲۵ فروری ۱۹۵۱ء)

اسی اخبار میں آگے چل کر پھر لکھا گیا ہے:۔

"ان حالات میں یہ سوچنا پڑتا ہے کہ احمدیوں کی پاکستان میں اس غیر محفوظ اور خطرناک پوزیشن اور مصائب کا ذمہ دار کون ہے۔ اس کا جواب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

اس کے ذمہ دار خود احمدی لیڈر ہیں۔ جنہوں نے پاکستان کے قیام کی سرگرم حمایت کی اور اپنے ساتھ ڈوبنے کے لئے سکھوں کو بھی ترغیب دینے کی جسارت کی۔ اس سلسلہ میں جون ۱۹۴۷ء میں سول ملٹری گزٹ لاہور میں قادیان کے صاحبزادہ میرزا بشیر احمد ایم اے نے ایک مضمون "تقسیم شدہ پنجاب میں سکھوں کی پوزیشن" کے عنوان سے چھپوایا۔ اس مضمون کا ترجمہ احمدیوں کے سرکاری اخبار "الفضل" میں اور بعد میں ایک پمفلٹ "خالصہ ہوشیار باش" میں بھی چھپوا کر تقسیم کیا گیا جس میں سکھوں کو یہ دوستانہ مشورہ دیا گیا کہ وہ پنجاب کو تقسیم ہونے سے روکیں۔ کیونکہ اس طرح سکھ پنتھ بھی تقسیم ہو جائے گا۔ اور وہ کہیں کے نہ رہیں گے۔ نیز سکھوں اور مسلمانوں کے مذہبی عقاید اور اصولوں میں بھی یکسانیت ہے۔ اس لئے انہیں مسلمانوں کے ساتھ مل کر پاکستان میں رہنا چاہیئے

. . . . اگر سکھ اس وقت اس مشورہ کو قبول کر کے کوئی غلط قدم اٹھا لیتے تو اب احمدی حضرات ہی سوچیں کہ اس کا انجام کتنا خطرناک نکلتا۔ اگر پاکستانی مسلمان احمدیوں کی پاکستان کے لئے قربانیوں، ان کی مسلمانوں کی سی شکل و صورت، ان کے مسلمانوں کے سے نام، ان کا مسلمانوں کی کتاب اور پیغمبرؐ پر ایمان۔ اور شریعت اسلامیہ پر ان کے عمل کے باوجود بھی انہیں مرتد۔ کافر۔ جہنمی۔ دجال مکار۔ فریبی ہی سمجھتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ اقتصادی سیاسی۔ معاشرتی اور شادی و غمی کے تعلقات بھی رکھنے کو تیار نہیں تو وہ سکھوں سے کیونکر انصاف کر سکتے ہیں"

(اخبار شیر پنجاب دہلی ۲۵ فروری ۱۹۵۱ء)

ان اقتباسات کو پیش کر کے میں آپ کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ آپ قائد اعظم مرحوم کے جانشین اور صاحب اقتدار ہیں۔ آپ غور فرما دیں کہ احرار پاکستان میں جو کچھ کر رہے ہیں کیا یہی اسلام ہے؟ کیا اسے ہی ہم خلق عظیم کہہ سکتے ہیں؟ میں تو یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ احرار کی یہ روش سراسر غیر اسلامی ہے اور قائد اعظم مرحوم کی وصیت اتحاد اور تنظیم کے بھی بالکل الٹ ہے۔ آپ نے اگر اس فتنہ کو دبانے میں محض اس وجہ سے کوتاہی کی کہ اس کا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے۔ تو میرے نزدیک یہ بہت بڑی غلطی ہوگی۔ اور مستقبل کا مورخ اسے کبھی بھی فراموش نہ کرے گا۔ اور آپ لوگ جن کے ہاتھوں میں قوم اور ملک کی باگ ڈور ہے خدا کے حضور بھی جوابدہ ہوں گے۔ کیونکہ امن پسند شہریوں کے جان و مال کی حفاظت ہر مہذب حکومت کا اولین فرض ہے۔

نوٹ:۔ یہ چٹھی گورنر جنرل۔ وزیر اعظم پاکستان۔ اور گورنر پنجاب کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری ارسال کی گئی، اور اس کی اردو انگریزی نقول بغرض اشاعت بذریعہ رجسٹری ایڈیٹر صاحب اخبار زمیندار نوائے وقت۔ مغربی پاکستان۔ احسان، امروز۔ الفضل پیغام صلح رفتار زمانہ۔ سول ملٹری گزٹ۔ پاکستان ٹائمز لاہور اور ڈان کراچی کی خدمت میں ارسال کی گئیں۔ اور اخبار تنظیم صوبہ سرحد کو بھی ایک نقل بھیجی گئی ہے۔ والسلام۔

خادم۔ عباد اللہ امرتسری۔ گوجرانوالہ

احمدیہ نوجوانان جہلم

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل اعلان اپنے جریدہ میں شائع فرما کر ممنون فرماویں۔

احمدیہ نوجوانان جہلم کی میٹنگ ۱۲ مارچ ۱۹۵۱ء کو جامعہ احمدیہ جہلم میں منعقد ہوئی مندرجہ ذیل انتخاب عمل میں لایا گیا۔

صدر:۔ حکیم عبد العزیز صاحب

نائب صدر:۔ محبوب عالم صاحب زبیریؔ

سکرٹری:۔ بابو عطاء الرحمن صاحب

جائنٹ سیکرٹری:۔ بابو احمد علی صاحب

خزانچی:۔ میاں فضل حق صاحب

مجلس میں طے پایا کہ ہر ہفتہ نماز جمعہ کے بعد ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا جلسہ ہوا کرے۔ جس میں مختلف موضوع پر تقاریر کی جاویں۔

نیز اس امر کا اہتمام کیا گیا کہ مہینہ میں ایک دفعہ چار ہفتوں کے اجلاس کی کارروائی اخبار پیغام صلح میں بھیجی جاوے تاکہ دوسری جماعتوں کے نوجوانوں میں تحریک کا باعث ہو۔

عطاء الرحمن

سیکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن۔ جہلم۔

۱۸ مارچ ۱۹۵۱ء

اظہار تشکر

احقر ان تمام احباب کا شکر گذار ہے جنہوں نے میری اہلیہ کی بیماری کے سلسلہ میں دعاؤں کے ذریعہ میری امداد فرمائی ہے نیز ان احباب کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے بذریعہ خطوط عیادت فرمائی۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزا

اللہ کے فضل سے اب میری اہلیہ تندرست ہوگئی ہے البتہ کمزوری باقی ہے۔ احباب اپنی دعاؤں کو جاری رکھیں احقر بطور شکرانہ پانچ روپیہ کی حقیر رقم انجمن کو پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

احقر۔ حافظ عبد الرشید مبلغ اسلام

نواب شاہ سندھ

شکریہ تعزیت

بیگم ملک الٰہی بخش صاحب کے انتقال پر ملال پر ملک صاحب موصوف اور مرحومہ کے بھائی صاحبان ملک ظفر اللہ خاں صاحب و روح اللہ خان صاحب ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس صدمہ میں اظہار ہمدردی کیا اور تعزیت کے خطوط ارسال کئے چونکہ فرداً فرداً ہر ایک دوست کا شکریہ ادا کرنا مشکل ہے اس لئے بذریعہ اخبار یہ فرض ادا کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے

مرتضیٰ خاں

ہمارا دورہ

از مولانا مرتضیٰ خان صاحب

مقامات دورہ

گوجرانوالہ - وزیرآباد - قلعہ دیدارسنگھ
نوکھر - چک ورکاں -

گزشتہ ہفتہ جناب محترم بابو غلام قادر صاحب اور میں نے گوجرانوالہ اور وزیرآباد کا دورہ کیا - گوجرانوالہ سے برادر محترم صادق علی شاہ صاحب بھی ازراہ عنایت وزیرآباد ہمارے ساتھ گئے - وزیرآباد کے بعد میں اور ماسٹر صاحب موصوف قلعہ دیدارسنگھ - نوکھر اور چک ورکاں گئے - اس دورہ کے تاثرات مختصر طور پر ذیل میں عرض کرتا ہوں -

سب سے پہلے جس امر کا اظہار میں ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ جہاں کہیں ہم گئے احباب بڑے تپاک سے ملے - بڑی محبت کا اظہار کیا اور اکرام ضیف کا پورا پورا حق ادا کیا - اس سے بھی بڑھ کر جو امر ہماری دلی مسرت کا باعث ہوا وہ یہ تھا کہ سب کے دل نور ایمانی سے منور تھے سب کے دلوں میں خدمت اسلام کی تڑپ اور سب حضرت مسیح موعود اور سلسلہ عالیہ کے گرویدہ پائے گئے - میں سمجھتا ہوں کہ سلسلہ کے بزرگوں میں جو اخلاص کی روح حضرت مسیح موعود پھونک گئے ہیں، وہ کبھی زائل نہیں ہوگی - احباب کے خلوص کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بار بار تقاضا کیا کہ مرکز سے ہر ماہ کوئی نہ کوئی صاحب ضرور آتے رہیں تا کہ باہمی ملاقات سے ایک دوسرے کو تقویت حاصل ہوتی ہے - اب جماعتوں کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں -

گوجرانوالہ اور وزیرآباد

دونو جماعتیں منظم اور مضبوط ہیں - گوجرانوالہ کے احباب چندہ ماہوار باقاعدہ دیتے ہیں - ڈاکٹر حسن علی صاحب اور ماسٹر صادق علی صاحب دسواں حصہ دے رہے ہیں -

وزیرآباد میں بیشتر حصہ جماعت کا سولہواں حصہ دیتا ہے - دسویں حصہ کے لئے سب سے پہلے جس نے لبیک کہی وہ ہمارے صالح نوجوان شیخ [illegible] احمد صاحب بی - اے ہیں جو ہمارے بزرگ حضرت شیخ نثار احمد صاحب قبلہ کے فرزند گرامی ہیں - آمد دس یوم ہیں دونو جماعتوں کے اکثر دوست حصہ لے رہے ہیں اور باقساط ادا کر رہے ہیں - گوجرانوالہ سے برادر جناب ماسٹر صادق علی شاہ صاحب نے ہماری آمد پر یکصد روپیہ آمد دس یوم میں مرحمت فرمایا - فجزاہ اللہ احسن الجزاء -

برادرم میاں چراغ دین صاحب کے چھوٹے بھائی میاں سراج الدین مرحوم کے انتقال سے جماعت میں ایک قابل افسوس خلا واقع ہوا ہے - لیکن مرحوم کے دونوں صاحبزادے خدا کے فضل سے اپنے باپ کے پورے جانشین ہیں - نماز جمعہ میں شریک ہوتے ہیں اور جماعت کے کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں - جمعہ ڈاکٹر حسن علی صاحب پڑھاتے ہیں - درس قرآن کا سلسلہ جاری رہا ہے مگر آجکل بند تھا - اب پھر جاری کیا جا رہا ہے بچوں کی دینی تعلیم کے لئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ ہر گھر میں والدین خود تعلیم دیں الگ انتظام کی کوئی صورت نہیں - مقامی سیکرٹری شیخ محمد حسین صاحب نے بار بار ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ جماعت گوجرانوالہ اپنے اجتماعات اور دارالمطالعہ کے لئے مکان کی سخت ضرورت محسوس کر رہی ہے - اس کے لئے مرکزی انجمن میں تحریک کی گئی ہے - غالباً اس باب میں کچھ انتظام ہو جائے گا - - - - - - -

وزیرآباد میں حضرت شیخ نیاز احمد صاحب کی تعمیر کردہ ایک عالی شان مسجد ہے - زبدۃ الحکما مولوی اللہ دتہ صاحب منشی فاضل امام و خطیب ہیں جن کے اخراجات شیخ صاحب ممدوح ہی برداشت کرتے ہیں - جمعہ میں جماعت کی خواتین بھی شریک ہوتی ہیں - احباب کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی کہ علاوہ جمعہ کے پنجوقتہ نماز بھی مسجد میں ادا ہونی چاہیئے جن میں نسبتاً قریب کے احباب شریک ہوں - حضرت شیخ صاحب نے درس قرآن شریف دینے ..... کا وعدہ فرمایا ہے - اللہ تعالے نے آپ کو فہم قرآن سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے احباب کو اس سے مستفید ہونا چاہیئے -

بچوں کی دینی تربیت کے لئے یہی تجویز کی گئی ہے کہ گھروں میں والدین تعلیم دیں مگر مولوی اللہ دتہ صاحب ہر گھر میں جا کر اس کا جائزہ لیتے رہیں اور تعلیمی ترقی کی رفتار دیکھ کر ضروری ہدایات دیتے رہیں - شیخ نثار احمد صاحب نے اسلامک ریویو کے لئے خریدار بہم پہنچانے کا وعدہ فرمایا ہے - جماعت وزیرآباد کے اکثر احباب اخبارات پیغام صلح اور لائٹ منگواتے ہیں - جماعت کے سیکرٹری شیخ عبداللہ صاحب مستعدی سے کام کرتے ہیں - آپ نے ایک لوکل فنڈ بھی کھول رکھا ہے جس سے جماعت کی مقامی ضروریات سرانجام دی جا رہی ہیں - ایک ریڈنگ روم اور مہمانخانہ کی تجویز زیر نظر ہے - مستری عبدالکریم صاحب کے ہبہ کردہ مکان کی مرمت کرا دی گئی ہے -

توسیع و ترقی جماعت کے لئے گوجرانوالہ اور وزیرآباد کے احباب سے مشاورت کی گئی - جناب ڈاکٹر نذیر احمد صاحب نے جماعت میں رشتے ناطے کرنا - افراد جماعت کی ضروریات کا جائزہ لیتے رہنا، زیر تبلیغ اصحاب کو متقل اور متواتر مساعی سے سلسلہ میں شمولیت کے لئے تیار کرنا وغیرہ قیمتی آراء دیں - احباب کی ان سب آرا کو انشاء اللہ عملی جامہ پہنانے کوشش کی جائے گی -

قلعہ دیدارسنگھ - نوکھر - چک ورکاں

قلعہ دیدارسنگھ میں ہمارے ایک مخلص دوست ماسٹر عبدالرزاق صاحب ہیں جو تقسیم سے پہلے ننکر ور میں تھے - آپ یہاں کے ہائی سکول میں سینیئر انگلش ماسٹر ہیں - ماسٹر صاحب بذریعہ لٹریچر و اخبارات تبلیغ کرتے رہتے ہیں اور اس سلسلہ کو زیادہ وسیع کرنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں آپ سولہواں حصہ چندہ دیتے ہیں، مفت لٹریچر کی تقسیم کے لئے آپ نے ایک سٹ کی قیمت ۷/۱ روپے دینے کا وعدہ فرمایا ہے جو ماہ اپریل میں ادا کر دیں گے -

نوکھر

نوکھر میں ہمارے دوست حکیم ماسٹر محمد حسین صاحب ہیں - اب آپ سکول سے ریٹائر ہو چکے ہیں - زیادہ تر طبابت پر گذارہ ہے کثیر العیال ہیں - حالات کی ناساعدت کی دعا کے مستحق ہیں آپ نے ہمارے جانے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور چک ورکاں میں ہمارے ساتھ گئے - جہاں ہمارے مخلص دوست قاضی غلام مصطفےٰ صاحب اور دوسرے احباب سلسلہ ہیں - قاضی صاحب خود وہاں موجود نہ تھے - کہیں باہر تشریف لے گئے تھے - لیکن ان کے صاحبزادہ قاضی نذیر احمد صاحب جو صالح نوجوان ہیں موجود تھے - بڑی محبت سے ملے اور ہمارے پہنچنے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا - چک ورکاں کے قیام میں برادرم جناب ماسٹر صادق علی شاہ صاحب حاضرین کو اپنے پاکیزہ خیالات سے محظوظ کرتے رہے بعض دوستوں نے سلسلہ کے متعلق جو اعتراضات کئے جاتے ہیں پیش کئے جن کا بعونہ ازالہ کیا گیا - یہ علمی مذاکرہ دیر تک جاری رہا - ایک قریب کے گاؤں پلنگ پور سے مولوی فتح محمد صاحب مولوی فاضل منشی فاضل جو ریاست پٹیالہ کے مہاجر ہیں ہماری ملاقات کے لئے تشریف لائے اور حضرت مسیح موعود کا کچھ عربی منظوم کلام سناتے رہے -

چک ورکاں میں خدا کے فضل سے درس قرآن اور دینی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے - قاضی صاحب اور دوسرے احباب تمام تحریکات میں حصہ لیتے ہیں - قاضی صاحب حکیم بھی ہیں اس طرح سے ان کو خلق خدا کی خدمت کا بڑا موقعہ ملتا ہے - چک ورکاں سے ہمیں بہت سی امیدیں وابستہ ہیں خدا پوری کرے -

گوجرانوالہ میں بابو محمد رمضان صاحب منیجر کواپریٹو بنک حافظ آباد سے بھی ملاقات ہو گئی - آپ باقاعدہ سولہواں حصہ دیتے ہیں، دوسری تحریکات میں بھی حصہ لیتے ہیں دوران گفتگو میں آپ نے فرمایا کہ شروع سے چندہ دیتا ہوں پچیس تیس روپے تنخواہ سے آغاز ہوا اور اب خدا کے فضل سے ۳۰۰ لے رہا ہوں جوں جوں تنخواہ بڑھتی رہی اسی تناسب سے چندہ بھی بڑھتا رہا ہے - اعزہ اقارب کی مدد بھی کرتا ہوں - فقط

صرف لڑکیوں میں سے مولوی اللہ دتہ صاحب کی دونوں صاحبزادیوں نے چندہ ماہوار کا وعدہ کیا -

---

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں
منیجر

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود * ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

ایڈیٹر دوست محمد

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۳۹ — یوم چہارشنبہ ـ مؤرخہ ۲۶ رجمادی الثانی ۱۳۷۰ھ ـ ۴ ـ اپریل ۱۹۵۱ء — نمبر ۱۳

کہتی ہے تجھے خلق خدا غائبانہ کیا

ووکنگ مسلم مشن کے نام اقصائے عالم سے آئے ہوئے خطوط

(۱)

لاگوس (نائجیریا) ۲۷ فروری ۱۹۵۱ء

جناب عالی!

مجھے قرآن کریم کا ایک نسخہ موصول ہوا ہے اور میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کا صحیفہ ایسا خوبصورت اور اتنی پاکیزہ شکل وصورت میں شائع ہوا ہے ایسی کتاب کو ہاتھ میں لینا ہی خوشی ومسرت کا موجب ہے اور پھر جب اس کے نور اور علمی خزانوں پر نظر پڑتی ہے تو جو محنت اس پر کی گئی ہے اس کیلئے دل شکریہ سے بھر جاتا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ محض دلی محبت کا کام ہے کہ ایسی شاندار کتاب منصۂ شہود میں آئی، قرآن کریم کا دیباچہ، مکمل عربی متن، ترجمہ اور تفسیر اپنی زبان میں دیکھکر مجھے اور بھی خوشی ہوتی ہے، اور ایک پارسا مسلمان کی طرح میں بھی یقین رکھتا ہوں کہ یہ کتاب دنیا کی مذہبی زندگی میں ایک نئے انقلاب کا موجب ہوگی۔

آپ کا وفادار

آبنلا برین

(۲)

کیپ پراونس (جنوبی افریقہ)

۱۴ر فروری ۱۹۵۱ء

جناب من! السلام علیکم

مہربانی فرماکر مشمولہ پوسٹل آرڈر سے اپنے شاندار ریویو کا سالانہ چندہ وصول کیجئے

میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اعلیٰ معیار کا رسالہ ہے، اور جونہی یہ ہمیں پہنچتا ہے ہم سب کام چھوڑ کر پہلے اس کے صفحات پر نظر ڈالتے ہیں اور اس کو شروع سے آخر تک پڑھ لینے کے بعد میں اسے اپنے ایک مسیحی دوست کو دے دیتا ہوں جس کا خیال ہمیشہ یہی رہا ہے کہ اسلام تلوار کا مذہب ہے "اسلامک ریویو" نے ایسی غلط فہمیوں کو کسی حد تک رفع کر دیا ہے ایک خصوصی سلسلہ مضمون جس کو میں بڑی دلچسپی سے پڑھتا ہوں وہ یہی جو "نوجوانوں کے لئے ایک صفحہ" کے عنوان سے شائع ہوتا ہے اور میرا خیال ہے، کہ میری طرح دوسرے نوجوان بھی اس سے بہت کچھ حاصل کرتے ہونگے

ہمارے اس ملک میں جہاں نسلی منافرت بڑے زوروں پر ہے اور اس سلسلہ میں بڑے جبر وظلم سے کام لیا جاتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کو پیش کرنا ضروری ہے، جو رنگدار عوام کے ساتھ جو یہاں کی آبادی کا ⅔ حصہ ہیں انسانی مساوات کی تعلیم دیتا ہے ہمارے ملک میں اسلامی لٹریچر ملنا مشکل ہے اس لئے میں ایک پونڈ دس شلنگ کا ایک اور پوسٹل آرڈر بھیجتا ہوں کہ حسب ذیل کتب آپ مجھے بھیج دیں (اس کے بعد کتابوں کی فہرست ہے جس کے نقل کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔ مترجم)

میں بہت ممنون ہوں گا اگر آپ کوئی مفت لٹریچر بھی مجھے بھیج سکیں تاکہ میں اپنے دوستوں میں تقسیم کرسکوں، مہربانی فرماکر کتابیں اپنی پہلی فرصت میں بھیجکر ممنون فرمائیں۔

آپ کا مخلص

محمد یوسف ایسپ

(۳)

کیڈہ (ملایا)

۳ر مارچ ۱۹۵۱ء

جناب من! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں اس موقعہ پر اپنے اس دلی تشکر وامتنان کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جو "اسلامک ریویو" نے میرے اندر پیدا کیا ہے میں نے اسلام پر کبھی ایسا روح پرور اور تازگی بخشنے والا رسالہ نہیں دیکھا جیسا کہ "اسلامک ریویو" ہے اس میں شک نہیں کہ نہ صرف اس ملک میں بلکہ تمام دنیا بھر میں اسے بہت بڑی مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ "اسلامک ریویو" کی زندگی دراز کرے تاکہ وہ دنیا کی صحیح خدمت کر سکے۔

آپ کا مخلص

زین العابدین اے رحمٰن

(۴)

از جیولی ڈائی ہومیو پیتھک اینڈ بایوکیمک سروس گران ویل (آسٹریلیا)

۱۰ فروری ۱۹۵۱ء

جناب عالی! میں ایک پیدائشی عیسائی ہوں اور آج میں صرف برائے نام ہی ہوں۔

میری خوش قسمتی ہے کہ ۱۹۲۹ء کے "اسلامک ریویو" کی چند کاپیاں مجھے مل گئیں اور اس کے ساتھ ہی خواجہ کمال الدین کی کتاب "تھریشولڈ آف ٹروتھ" کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا یہ چیزیں میرے لئے بمنزلہ الہام الٰہی ہیں، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی صداقت ہے جس کی مجھے تلاش ہے۔

کیا آپ میرے مطالعہ کے لئے کسی اور لٹریچر کی سفارش کر کے میری امداد فرمائیں گے؛ اور مجھے پتہ دیں گے کہ آسٹریلیا میں کہاں سے ایسا لٹریچر دستیاب ہو سکتا ہے؛ میں لارڈ ہیڈلے کی بھی بعض کتابیں پڑھنے کا اشتیاق رکھتا ہوں۔

آپ کا مخلص

جان ڈائی

نوٹ:۔ ہمارے شفاخانہ میں ایک بہت بڑا لیکچر روم ہے اور میں چاہتا ہوں کہ یہاں ایک مسلم سوسائٹی بنائی جائے؛ کیا اس کے لئے آپ مجھے مشورہ دیں گے؛

(۵)

از:۔ بدھسٹ سوسائٹی لندن

بخدمت خان بہادر غلام ربانی خان

جناب من:

میں اپنی کونسل کی طرف سے اس خط کے ذریعہ اس لیکچر کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ نے گزشتہ ماہ کو دیا۔

ہم نے آپ کا لیکچر بہت ہی دلچسپ پایا اور بہت سے لوگوں نے مجھے بتایا ہے کہ انہوں نے اس سے بہت لطف حاصل کیا ہے

ہم آپ کی اس مہربانی کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ آپ نے ایک شام ہمارے لئے وقف کی اور ہمارے پاس پہنچنے کی تکلیف گوارا فرمائی۔

آپ کا وفادار

اینڈ ایم واٹس

منیجنگ سکرٹری

بچوں کا صفحہ

ایفائے عہد یا وعدہ کا پورا کرنا

مولانا مرتضیٰ خان حسن صاحب

زمانہ نبوت سے پہلے کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص عبداللہ ابن ابی اسماء نے حضور صلعم سے کوئی تجارت کا معاملہ طے کیا۔ اسی اثنا میں اسے کسی دوسری جگہ کا خیال آگیا۔ اس نے آپ سے عرض کی کہ آپ یہیں انتظار کیجئے۔ میں ابھی ایک کام کرکے واپس آتا ہوں۔ اور پھر آپ سے معاملہ طے کرتا ہوں۔ یہ کہکر وہ شخص چلا گیا۔ لیکن اتفاقاً وہ اپنا وعدہ بھول گیا اور تین دن کے بعد اس کو خیال آیا۔ کہ میں محمد (صلعم) کو وعدہ دے آیا تھا کہ میں ابھی واپس آتا ہوں۔ وہ اس جگہ پر آیا جہاں پہلے ملاقات ہوئی تھی دیکھا کہ حضور بدستور اس جگہ موجود ہیں اس کو دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا میں تین دن سے آپ کی راہ دیکھ رہا ہوں۔ وہ شخص بہت نادم ہوا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے آپ کے ایفائے وعدہ کی تعریف کی۔

آپ صلعم کے دشمنوں کو بھی اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ حضور نے کبھی عہد کی خلاف ورزی نہیں کی چنانچہ قیصر روم نے ابوسفیان سے حضور صلعم سے جو سوالات کئے ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا کبھی محمد (صلعم) نے عہد کی خلاف ورزی بھی کی ہے؟ ابوسفیان نے نہایت کھلے لفظوں میں اقرار کیا کہ حضورؐ نے کبھی عہد کی خلاف ورزی نہیں کی ہمیشہ اپنے قول و اقرار کا پاس کیا ہے اور ہمیشہ ایفائے عہد کیا ہے۔

صلح حدیبیہ کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی مکہ کا باشندہ اسلام لاکر مدینہ آ جائے اور آنحضرت صلعم کے پاس پناہ ڈھونڈے تو آپ اس شخص کو فوراً مکہ والوں کے پاس واپس بھیج دیں گے۔ اس کے تھوڑے دنوں کے بعد ایک نومسلم ابو جندل مکہ والوں کی قید سے بھاگ کر مدینہ میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پناہ کا خواستگار ہوا۔ جب اس نے اپنی درد بھری کہانی سنائی اور کفار کے ظلم و ستم بیان کئے اور اپنے جسم کے زخم دکھائے تو مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور خود حضورؐ والا بھی آبدیدہ ہو گئے۔ لیکن چونکہ عہد کر چکے تھے کہ مکہ سے آنے والوں کو پناہ نہیں دیں گے اس لئے حضورؐ نے بڑی سنجیدگی سے فرمایا:-

"ابو جندل! صبر کرو۔ خدا تمہاری مشکلات دور فرمائے۔ تمہاری تکلیفوں کا ہم سب کو بہت احساس ہے۔ مگر مجبوری یہ ہے کہ ہم مکہ والوں سے عہد کر چکے ہیں کہ کسی آنے والے کو پناہ نہیں دیں گے۔ عہد کی پابندی ضروری ہے۔"

ان الفاظ کے ساتھ حضورؐ نے باچشم تر ابو جندل کو واپس مکہ میں بھیجدیا۔ ابوجندل کی تکلیفات پر حضورؐ کو رحم تو بہت آیا مگر عہد کو توڑنا حضورؐ کو کسی صورت میں منظور نہ تھا۔

کلام الامام

وہ یار لامکانی وہ دلبر نہانی ٭ دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے ٭ وہ طیّب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے ٭ جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے
آنکھ اس کی دُوربیں ہے دل یار سے قریں ہے ٭ ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیا یہی ہے
جو راز دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے ٭ دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے

مہمان نوازی اور ایثار

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے مہمان نواز تھے۔ خود بھوکے رہتے اور اپنا کھانا مہمانوں کو کھلا دیتے۔ آپ کے صحابہ کا بھی یہی طریق تھا۔

ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک مہمان آیا اس وقت حضور کے گھر میں سوائے پینے کے پانی کے کچھ نہ تھا۔ اس لئے حضور نے اپنے صحابہ سے فرمایا کون شخص میرے مہمان کو کھانا کھلائے گا؟ ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں حضورؐ کے مہمان کو کھانا کھلاؤں گا۔ وہ مہمان کو گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ مہمان کے لئے کھانا ہے؟ بیوی نے جواب دیا کہ محض بچوں کے لئے کھانا ہے۔ اس سے زیادہ تو نہیں ہے۔ اور نہ گھر میں کوئی اور چیز ہے کہ تیار کر دوں۔ تھوڑی دیر سوچ کر وہ صحابی کہنے لگے "اچھا ایک ترکیب ہے۔ تم جو کچھ تیار ہے مہمان کو دیدو اور جب کھانا اس کے سامنے رکھا جائے۔ تم روشنی بجھا دینا۔ میں یونہی منہ ہلاتا رہوں گا جس سے مہمان سمجھے گا کہ گویا میں کھانا کھا رہا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس طرح سے مہمان کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا گیا۔ اور وہ صحابی خود بھوکے رہے۔

مسلمانوں کو تعلیم دی گئی تھی کہ وہ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو مقدم رکھیں۔ چنانچہ وہ اکثر دوسروں کو کھانا کھلا دیتے تھے اور خود بھوکے رہتے۔ اپنے کپڑے دوسروں کو پہنا دیتے اور خود تکلیف سے گذارہ کر لیتے۔ دوسروں کے لئے اپنی جان پر تکلیف اُٹھا لینا اس زمانے کے مسلمانوں کے لئے ایک معمولی بات تھی۔ قرآن مجید میں ایسے ہی مسلمانوں کے لئے آتا ہے **وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ**۔ یعنی یہ لوگ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر دوسروں کو آرام اور راحت پہنچاتے ہیں اور دوسروں کی حاجت پوری کرتے ہیں۔ ایک لڑائی کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ تین مسلمان عکرمہ۔ سہیل اور حارث زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے ان کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ اور نزع کی حالت طاری تھی، تینوں کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ ایک مسلمان جلدی سے پانی کا پیالہ لایا۔ اور جلدی سے عکرمہ کے لبوں سے لگایا۔ لیکن عکرمہ نے اپنے ساتھی سہیل کی طرف اشارہ کیا پہلے ان کو پلاؤ۔ لیکن جب حارث کی طرف پیالہ لایا گیا تو انھوں نے ان دونوں کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے ان کو پلاؤ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیچارے تینوں ایک دوسرے کے لئے ایثار کرتے ہوئے خدا سے جا ملے۔

دیکھو بچو! اس مثال میں ایثار کی حد ہو گئی۔ زخمی ہو کر زمین پر گرے ہوئے ہیں۔ زخموں سے خون جاری ہے۔ شدت کی پیاس لگ رہی ہے۔ نزع کی حالت طاری ہے۔ پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہے ہیں لیکن کس قدر ایثار ہے کہ خود نہیں پیتے اور دوسرے کی ضرورت کو مقدم سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح سے ایک دوسرے کے لئے اپنے نفس کی قربانی کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہوتے ہیں مردان خدا وہ دوسروں کے لئے اپنی جان بھی دے دیتے ہیں۔

درحقیقت یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ اے خدا! تو ہم کو بھی پیارے نبی صلعم کی تعلیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمارے اندر وہ خوبیاں پیدا کر جو پہلے زمانہ کے مسلمانوں کے اندر تھیں۔ تاکہ ہم بھی دین و دنیا میں سرخرو ہوں۔

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ | نمبر ۱۳

فریضۂ زکوٰۃ اور ہمارا قومی بیت المال

اسلام کے ان اہم ترین فرائض میں سے جن کے اوپر دین کی بنا رکھی گئی ہے ایک اہم ترین فریضہ وہ ہے جس کو زکوٰۃ کے نام سے پکارا جاتا ہے اگرچہ یہ فریضہ قوم کے ایک خاص طبقہ سے تعلق رکھتا ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے مال وافر سے سرفراز فرمایا ہے، تاہم قرآن کریم میں جہاں جہاں اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ کا حکم آیا ہے، جس کی تعمیل ہر کس و ناکس پر واجب اور فرض ہے، وہیں ساتھ ہی اٰتُوا الزَّکٰوۃَ کا بھی حکم دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی بھی نماز کی طرح ہر اس شخص پر فرض ہے جس کو مال وافر سے حصہ ملا ہے، بلکہ اس کی فرضیت یہاں تک بڑھی ہوئی ہے کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کرنیوالوں کو مرتدین میں شمار کیا گیا، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت سنبھالتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایسے لوگوں کے خلاف جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا علم جہاد بلند کر دیا، اور صاف لفظوں میں فرمایا واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال واللہ لو منعونی عناقاً کانوا یؤدونھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتھم علےٰ منعھا۔ یعنی خدا کی قسم جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور خدا کی قسم اگر وہ ایک بکری کا بچہ بھی مجھ سے روکیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے ان کے نہ دینے پر جنگ کروں گا، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ نہ دینے والے کو قیامت کے دن جس سزا کا مستوجب قرار دیا ہے، اس کا تصور ہی لرزہ پیدا کر دیتا ہے آپ نے فرمایا:-

من اتاہ اللہ مالاً فلم یؤدِّ زکوٰتہ مُثِّل لہ مالہ یوم القیامۃ شجاعاً اقرع لہ زبیبتان یطوّقہ یوم القیامۃ ثم یاخذ بلھزمتیہ یعنی بشدقیہ ثم یقول انا مالک انا کنزک ثم تلا ولا یحسبن الذین یبخلون الآیۃ بما اٰتٰھم اللہ من فضلہ ھو خیراً لھم بل ھو شر لھم سیطوّقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ (بخاری)

یعنے جسے اللہ تعالےٰ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ دے تو قیامت کے دن اس کا مال اس کے لئے ایک گنجے سانپ کی شکل بنا دیا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو کالے نشان ہونگے وہ قیامت کے دن اس کے گلے کا ہار بنایا جائے گا پھر وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑ کر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں، پھر یہ آیت آپ نے پڑھی جنہیں اللہ نے اپنے فضل سے مال دیا ہے اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے لئے اچھا ہے بلکہ یہ ان کے لئے برا ہے جس میں وہ بخل کرتے ہیں وہ قیامت کے دن ان کے گلے کا ہار بنایا جائیگا۔

کس قدر زبردست تاکید ہے، نہ صرف دنیا میں نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرنے والوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا گیا، نہ صرف ایک بکری کا بچہ جو زکوٰۃ میں آتا ہو روکنا باعث جنگ قرار دیا گیا بلکہ قیامت کے دن بھی ایسے مال کو سانپ کی شکل میں گلے کا ہار بنایا جائے گا۔

ایسا زبردست حکم، خدا تعالیٰ کی بار بار تاکید، رسول اللہ صلعم کا اتنا زبردست انذار، اور حضرت ابوبکر صدیق رض کی اس کے لئے اتنی زبردست کوشش، اور آج مسلمانوں کا یہ حال ہے، کہ اول تو بہت کم لوگ ہیں جن کے دماغوں میں زکوٰۃ کا خیال بھی آتا ہو۔ اور جن کو اس کا تھوڑا بہت احساس ہے وہ ایسے حیلوں اور بہانوں سے کام لے کر جنہیں مطلب پرست علماء نے "شرعی حیلہ" کا نام دے رکھا ہے، عملاً اسے کو ٹال دیتے ہیں، یہ حیلے کئی قسم کے ہیں، جن میں سے ایک بڑا مشہور حیلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مال کسی برتن میں ڈال کر اس کے اوپر گندم ڈال دی جاتی ہے اور ملاجی سے کہا جاتا ہے زکوٰۃ لے لیں، اور جب وہ لینے لگے تو اسے چند پیسے دیکر خرید لیا جاتا اور اس طرح زکوٰۃ کا مال واپس لوٹا لیا جاتا ہے، یا یہ حیلہ کیا جاتا ہے کہ جمع شدہ مال پر سال گذرنے سے پہلے میاں اسے اپنی بیوی کے نام پر ہبہ کر دیتا ہے اور پھر اگلا سال گذرنے سے پہلے بیوی میاں کے نام ہبہ کر دیتی ہے۔

یہ حیلے اور بہانے جن ملاؤں نے چند پیسوں کے لئے امراء کو بتائے ہیں وہ تو خدائی احکام کی تضحیک کا موجب ہیں ہی، لیکن ایسے حیلوں پر عمل کرنے والے امراء بھی یہ نہ سمجھیں کہ اس طریق سے وہ خدا کی نظروں میں بری الذمہ ٹھیر جائیں گے یہ ایک صریح دھوکا ہے جو وہ خدا کو دینا چاہتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ اپنے نفسوں کو دھوکہ دے رہے ہیں، اور عملاً زکوٰۃ دینے سے منکر ہیں، ایسے لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کے اموال اگر دنیا میں نہیں تو قیامت کے دن ان کے لئے کس قدر [illegible] کا موجب ہوں گے۔

لیکن تمام لوگ ایسے نہیں، خدائی احکام کی عزت اور قدر کرنے والے لوگ بھی ہیں اور جو اپنے مالوں میں سے زکوٰۃ نکالتے اور اسے خرچ بھی کرتے ہیں، لیکن قومی بیت المال نہ ہونے کی وجہ سے عام طور پر یہ دستور ہو گیا ہے کہ زکوٰۃ کے مہینہ میں گداگر لوگ امراء کے دروازوں پر جا بیٹھتے ہیں اور اس طرح وہ رقم جو خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ مصارف اور مستحقین پر صرف ہونی چاہیئے تھی، بیجا خرچ ہو جاتی ہے۔

جماعت احمدیہ کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے ایک امتیاز بخشا ہے کہ اس کے ہاں ایک قومی بیت المال موجود ہے جس میں زکوٰۃ کا روپیہ جمع ہو کر انہی مصارف پر صرف ہوتا ہے جو خدا تعالےٰ نے مقرر کئے ہیں اور اس طرح بہت سا مال ضائع ہونے سے بچ جاتا اور قومی بہبودی کے کام آتا ہے۔

پس ہم تمام ان لوگوں سے جن کو اللہ تعالےٰ نے مال وافر سے حصہ دیا ہے، اپیل کرتے ہیں کہ وہ زکوٰۃ کی اہمیت و فرضیت کو سمجھیں، خدا اور رسول کے احکام کو نظر استخفاف سے نہ دیکھیں اور اپنے مالوں میں سے مقررہ شرح کے مطابق زکوٰۃ نکال کر اسے قومی بیت المال میں بھیجدیں کہ اسی میں ان کی، ان کی قوم کی بہبودی اور دنیا و آخرت میں ان کی فلاح کا سامان ہے۔

ایک مجاہد فی سبیل اللہ کی جانی و مالی قربانی

جناب خادم رحمانی نوری کا ایک خط

شیلانگ سے جناب ڈاکٹر خادم رحمانی نوری صاحب اپنے ایک تازہ خط بنام سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام) میں لکھتے ہیں:۔

مکرم معظم جناب مولنا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ آپ حضرات بفضلہٖ خیریت سے ہوں گے۔ آپ کا خط مورخہ ۲۷/۲/۵۱ پیش نظر ہے۔ چونکہ انجمن کے پچاس کے قریب رسالجات کھاسی زبان میں ترجمہ کر کے رکھے ہیں اور یہ کام بفضلہ تعالےٰ جاری ہے اور سردست Living Thoughts of the Prophet کتاب کے ترجمہ میں مشغول ہوں۔ اور چونکہ ہر ایک رسالہ کو صرف ایک ایک ہزار کر کے چھاپنے میں بھی تقریباً پچاس ہزار روپے کا بار انجمن پر ہوگا اس واسطے کسی کتاب کی پہلی طباعت میں ایک ہزار سے اوپر مناسب نہیں سمجھتا۔ میری زندگی کے اندر جہاں تک ہو سکے ان رسالجات کو قلمی تحریر کے رنگ سے طباعت کی شکل دلانا ضروری ہے۔ تاکہ آئندہ نسل کے لئے کام چلانے میں سہولت پیدا ہو۔ کتابوں کا لکھنا نظر ثانی یا ثالث کرنا۔ پھر چھاپتے وقت نہایت ہوشیاری سے پروف (Proof) دیکھنا یہ سب کام تنہا مجھ پر ہی ہے۔ رات کو پونے تین بجے اٹھ کر غسل کر کے کھانا کھا کے ساتھ ہی میں دو میل پیدل چل کر نماز فجر دواخانہ میں پڑھتا ہوں۔ بعدہ تحریری کام میں مشغول ہو کر رفع حاجات نماز وغیرہ کے علاوہ باقی اوقات متواتر ایک ہی چوکی پر بیٹھے ہوئے بعض روز چودہ پندرہ گھنٹے اس پچاس سالہ عمر میں بھی از فضل و کرم مولےٰ دینی خدمات انجام دے رہا ہوں حفاظت و ملزمہ بصر وغیرہ کے لئے آپ حضرات دعا فرماویں۔ پریس میں سے The only Religion with God کا کھاسی ترجمہ دالا نامی ایک کتاب تقریباً چار سو روپے کے خرچ سے ایک ہزار چھپ کر شائع ہونے والی ہے۔ اس کتاب میں Published by Dr. K. R. Nuri for the Ahmadiya Anjuman Ishaat-i-Islam Lahore اس طرز پر کچھ لکھا ہوا رہے گا۔ کیونکہ میں اپنی طرف سے جو کچھ اسلامی خدمت کروں وہ بھی انجمن ہی کا کام تصور کرتا ہوں کیونکہ اب ایک پائی بھی جو میرے پاس ہے میں اپنا تصور نہیں کر سکتا جبکہ سب کچھ اسلام کے لئے وقف ہے۔ اس واسطے مندرجہ بالا انگریزی عبارت پر آپ حضرات اگر اور کچھ تجویز فرماویں تو اس پر بھی عمل درآمد ہونے کے لئے تیار رہوں گا۔ The Prophet of Islam کا کھاسی

اخبار ــــ و ــــ افکار

کشمیر اور ہندوستان

کشمیر کے متعلق پاکستان اور ہندوستان کے تین سالہ تنازعہ کا تصفیہ کرانے کے لئے اقوام متحدہ نے آخر کار برطانیہ اور امریکہ کی اس مشترکہ ترمیم شدہ قرارداد کو منظور کر لیا ہے، جس میں یہ تجویز کی گیا ہے کہ اقوام متحدہ کے ایک نئے نمایندہ کو مقرر کرکے کشمیر بھیجا جائے اور اسے ہدایت کی جائے کہ وہ تین ماہ کے اندر اندر کشمیر کمیشن کی اگست ۱۹۴۸ء اور جنوری ۱۹۴۹ء کی قراردادوں کی بنیاد پر کشمیر سے ہندوستان اور پاکستان کی فوجیں ہٹانے کا انتظام کرے۔

حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ جہاں پاکستان کی طرف سے چودھری ظفراللہ خاں نے اس قرارداد کو منظور کر لینے کا اعلان کیا ہے ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت نہرو نے پھر وہی تین نہ مانوں کی رٹ لگائی ہے اور بھارتی پارلیمنٹ میں جو تقریر اس بارہ میں کی ہے وہ ایسے متضاد بیانوں سے بھری ہوئی ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ اتنی بڑی مملکت کا وزیر اعظم ہو کر ایسی لایعنی اور متضاد باتیں ایک ہی وقت میں کیونکر ان کے منہ سے نکلتی ہیں ایک طرف تو ان کا یہ بیان ہے کہ

"ابتدا ہی سے ہماری پالیسی یہ رہی ہے کہ کشمیر کے عوام اپنا مستقبل آپ طے کریں گے ہم اس پالیسی کے پابند رہے ہیں اور خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے کشمیر کے عوام ہی اپنا فیصلہ کریں گے چنانچہ ہم نے اس پالیسی کی بنا پر استصواب رائے منعقد کرنے کا فیصلہ کیا"

لیکن اس کے ساتھ ہی اسی منہ سے یہ بھی انہوں نے کہہ ڈالا کہ:-

"یہ ریاست قانونی و سیاسی اعتبار سے ہندوستان کا جزو لاینفک ہے"

کوئی پوچھے کہ قانونی و سیاسی اعتبار سے یہ ریاست ہندوستان کا جزو لاینفک ہے تو پھر آپ استصواب رائے کا ڈھونگ رچانے کا ڈھونگ کیوں دیتے ہیں!! ایک ہی منہ سے ایک ہی وقت ہیں: ایسی متضاد باتیں کسی فہمیدہ اور سنجیدہ دماغ کا کام نہیں۔

صرف یہی نہیں جہاں تک فوجوں کے انخلا کا تعلق سے آپ نے صاف کہہ دیا ہے کہ:-

"ہم کشمیر چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہمیں یہ بھی منظور نہیں کہ کوئی بیرونی طاقت خواہ وہ فوجی ہو یا سول کشمیر میں قدم رکھے"

فرمایئے اس کے بعد بھی پنڈت نہرو کے استصواب رائے کی حقیقت کا کوئی پہلو پردۂ اخفا میں رہ گیا ہے؟

اس صریح اعلان کے بعد اقوام متحدہ کا نمایندہ یہاں آکر کیا کرے گا؟ ظاہر ہے کہ یہ تین ماہ بھی بیکار گفت و شنید میں ضائع ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جس کے بعد اس نمایندہ کی رپورٹ ہوگی جو خدا جانے کب اقوام متحدہ کے ایجنڈا پر آئے اور پھر کیا صورت اختیار کی جائے۔

تعجب ہے شمالی کوریا کو جارح قرار دینے والی مجلس اقوام متحدہ ہندوستان کے اس کھلے ددبہ کو کیوں اسی نراز و میں تولنے کے لئے تیار نہیں۔

جناکے مذہبی اعتقادات

ہندوستانی پارلیمنٹ میں مسٹر کے ایم منشی وزیر خوراک نے ۵ مارچ کو یہ اعلان کیا کہ:-

(۱) اس سال فروری کے تیسرے ہفتہ میں مغربی پاکستان سے دو ٹڈی دلوں نے پنجاب پر حملہ کیا۔ اور انہوں نے ۱۰ ہزار ٹن سے لے کر ۱۵ ہزار ٹن تک غلہ غارت کیا۔ پاکستان نے ان ٹڈی دلوں پر قابو پانے کے سلسلہ میں ہم سے پورا اشتراک کیا تاہم انہیں قابو میں لانے میں ہمارا ۸ لاکھ روپیہ صرف ہوا۔

(۲)- اس سے زیادہ سخت حملہ ستمبر اور نومبر ۱۹۵۰ء میں دو درجن ٹڈی دلوں نے راجستھان، مدھیا بھارت، کچھ، سوراشٹر اور بمبئی کے بعض علاقوں پر کیا تھا یہ حملہ بہت خطرناک ثابت ہوا۔ اس لئے کہ یہ حملہ زرعی علاقوں پر تھا اور اس پر پورا قابو محض اس لئے حاصل نہ ہو سکا کہ جنتا کے مذہبی معتقدات ہماری راہ میں حائل ہو گئے"

دیکھا آپ نے؟ یہ ہے اس ضعیف الاعتقادی اور شرک و بت پرستی کا نتیجہ جو ہندو قوم کے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ گائے کا ذبح کرنا تو ایسے ہی جیسا پاپ ہے خواہ اس کی خوراک انسانی اناج سے بھی پوری نہ ہو سکے، بندر چونکہ ہنومان جی کا روپ اختیار کئے ہوئے ہیں اس لئے خواہ وہ کتنی بھی دھاندلی مچائیں اور باغوں کے باغ اجاڑ دیں کوئی انہیں چھیڑ نہیں سکتا۔ اور ٹڈیاں بھی تو جنتا کے معتقدات میں مقدس مانی گئی ہیں وہ اگر کھیتوں کے کھیت اجاڑ دیں تو انہیں بھی کچھ کہنا نہیں چاہیئے کیا ہرج ہے انسان بھوکے مر جائیں، ٹڈیاں اور بندر اور گائے تو سلامت رہ جائیں گے۔ شرک کے ان کھلے نتائج کو دیکھکر کون فہمیدہ انسان ہے جو اسلام کے آگے سر جھکانے کے لئے تیار نہ ہو جس نے ایک خدا کے بعد تمام دوسری مخلوق کو انسان کا خادم قرار دیا۔ اور اس قسم کے توہمات سے ایک مسلمان کے دماغ کو پاک صاف کر دیا۔

علمائے مصر کا پندنامہ

مصر کے سابق مفتی اعظم شیخ الشیوخ حسنین محمد اور دیگر علماء نے ایک پندنامہ شائع کیا ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ذیل ارشادات نقل کئے ہیں:-

(۱) من حمل علینا السلاح فلیس منا۔ جو شخص مسلمان کو مارنے کے لئے ہتھیار اٹھاتا ہے وہ ہم میں سے نہیں

(۲) اسباب المسلم فسوق و قتاله کفر مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر۔

ان ارشادات عالیہ کو نقل کرنے کے بعد ملت اسلامیہ کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ جو شخص مسلمان ہو کر اپنے بھائیوں کے خلاف نبرد آزمائی کرتا ہے وہ برادرکشی کے ظلم عظیم اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے وہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوگا اور عاقبت میں بھی آنحضرت صلعم کی شفاعت سے محروم ہوگا لہٰذا لوگوں کو چاہیئے کہ مٹ جائیں لیکن غیروں کے ہتھے چڑھکر اپنے بھائیوں کے خون نہ بہائیں اور کفر کے مرتکب نہ ہوں۔

علمائے مصر کا یہ نصیحت نامہ ہر طرح لائق عمل درآمد ہے، فی الواقعہ اگر مسلمان اپنے ذاتی مفادات کو پس پشت ڈال کر اپنے بھائیوں اور ملت اسلامیہ کے ساتھ ہر طرح سے اپنا تعلق استوار رکھیں اور اس رستہ میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں تو کوئی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔

لیکن اسکو کیا کیا جائے کہ ملکی مفاد تو ایک طرف آج ذرا ذرا اختلاف عقیدہ پر بھی ایک دوسرے سے دست و گریبان ہونے سے دریغ نہیں کیا جاتا!! و بکفر و ارتداد کے فتوؤں سے ایک دوسرے کو قتل کرنے کا سامان کیا جاتا ہے ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑھکر گالی اور کیا ہوگی کہ اس کو کافر قرار دے دیا جائے حالانکہ وہ خدا اور رسول کو مانتا اور ارکان دین بجا لاتا ہے کیا سباب المسلم فسوق کا ارشاد پاک اس پر حاوی نہیں؟

اخبار احمدیہ

ــــ لاہور میں ہفتہ وار ابدا.. درس قرآن جو مختلف احباب کے ہاں بر ہفتہ باری باری ہوتا ہے، پچھلے دو تین ہفتوں میں مسٹر عبدالرحمٰن بیگ (خلف الرشید ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم) محمد احمد صاحب (خلف الرشید حضرت امیر ایدہ اللہ) چودھری ظہور احمد صاحب اور میاں عبدالشکور صاحب کے مکانات پر ہوا ان سب حضرات نے درس کے بعد حاضرین کی تواضع شام کے کھانے سے کی۔

ــــ حضرت مولنا عزیز بخش صاحب جن کے لئے اس بڑھاپے کے عالم میں بھی مسجد کی حاضری ہی زندگی کا موجب ہے چند دن ہوئے مسجد آتے ہوئے گر گئے اور آپکے بازو کو ضرب آئی، اس سے پہلے بھی دو دفعہ حضرت مولنا ضعیفی کی وجہ سے گر کر تکلیف اٹھا چکے ہیں۔ احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ آپ کے ضعف کو قوت سے بدل دے اور آپ کے وجود سے ہمیں تا دیر مستفید ہونے کا موقعہ دے۔

اظہار تشکر

میری بیماری کے متعلق بہت سے دوستوں کے خطوط آئے ہیں اور میں فرداً فرداً ان کو جواب نہیں دے سکتا۔ الحمدللہ اب میں اچھا ہوں اور سب دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ والسلام

ملک عبدالغنی کارکن انجمن

پتہ درکار ہے

صوبیدار میجر غلام نبی موضع داؤدھر تحصیل موگا ضلع فیروزپور مشرقی پنجاب جہاں کہیں رہتے ہوں یا کسی دوست کو ان کا کوئی علم ہو تو ازراہ کرم ذیل کے پتہ پر مطلع فرمائیں:-

ثناءاللہ شاہ - دفتر لائٹ - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - لاہور

پیغام صلح کا سالانہ چندہ جن اصحاب کے نام بقایا چلا آتا ہے یا جن کا چندہ اب تک ختم ہو چکا ہے وہ مہربانی فرما کر بہت جلد سال آیندہ کا چندہ معہ بقایاجات بھیجکر ممنون فرمائیں۔ (مینیجر)

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

قومی تعمیر کے اصول

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرام کو سلطنت و حکومت بخشی تو ساتھ ہی ساتھ، تمام متعلقہ فرائض سے انہیں روشناس فرمایا۔

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور (حج)

ترجمہ:۔ وہ لوگ جن کو اگر ہم زمین میں متمکن کر دیں گے تو وہ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ دیں گے۔ نیکی کا حکم کریں گے اور بدی سے روکیں گے اور ہر کام کا انجام صرف اللہ تعالےٰ کے لئے ہے۔

یہ فرائض جلیلہ اصولاً چار اقسام پر مشتمل ہیں۔ مذہب۔ اشاعت مذہب اخلاق اور سیاست، صحابہ کرام نے ان فرائض کی انجام دہی میں جس ایثار اور قربانی کا نمونہ دکھایا اس کی مثال کسی قوم کی تاریخ میں ڈھونڈے سے نہیں ملے گی۔

فاروق اعظم

حضرت عمرؓ جب صبح سویرے اٹھتے تو ان کا پہلا کام یہ ہوتا کہ نماز تہجد کے بعد سونے والوں کو صبح کی نماز کے لئے جگاتے۔ اور آخری کام یہ تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں آتے اور سوائے ان لوگوں کے جو نماز میں مصروف ہوتے سب بیکار آدمیوں کو وہاں سے نکال دیتے (خلاصۃ الوفا)

رات کو اٹھ کر مدینہ کا پہرہ دیتے چنانچہ ایک دن آپ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی معیت میں رات کو مدینہ کا دورہ کر رہے تھے تو ایک مکان (جو ربیعہ بن امیہ کا تھا) میں روشنی نظر آئی اور شور و شغب کی آوازیں سنائی دیں نزدیک پہنچنے پر معلوم ہوا کہ مکان کا دروازہ بند ہے آپ نے (حضرت عمرؓ) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس وقت شراب پی رہے ہیں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں (عبدالرحمٰن) نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں تجسس کی ممانعت فرمائی ہے لہٰذا دونوں واپس لوٹ گئے (اسوہ صحابہ بحوالہ اصابہ)

لنگر خانہ کی دیکھ بھال

مدینہ میں ایک عام لنگر خانہ جاری تھا، فاروق اعظمؓ اس ادارہ کا بنفس نفیس جائزہ لیتے رہتے تھے اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ باہر سے ایک قاصد ایسے وقت مدینہ پہنچا جب کہ حضرت عمرؓ عصا ہاتھ میں لیکر لوگوں کے کھانے کا اہتمام کر رہے تھے۔ عشاء کے بعد مسجد میں ہر نووارد شخص سے پوچھتے کہ کھانا کھایا ہے یا نہیں اور بھوکوں کو لنگر خانہ میں لے جا کر کھانا کھلاتے۔

فوج کے ساز و سامان کا فکر

فوجوں کی روانگی کے متعلق ساز و سامان کی تیاری میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ نہاوند کے معرکہ کا زور آیا تو رات اسی اضطراب میں کروٹیں بدل بدل کر کاٹی (طبری) قادسیہ میں جب ایرانیوں سے مقابلہ ہوا تو صبح کے وقت سے لے کر دوپہر تک ہر گذرنے والے شتر سوار سے معرکہ قادسیہ کے حالات دریافت فرماتے رہے۔

رعایا کی خبر گیری یا قوم کا فکر

رعایا یا قوم کی خبر گیری کا خاص اہتمام تھا ہر علاقہ سے آنے والے اشخاص سے لوگوں کے مذہبی۔ تمدنی۔ معاشرتی۔ اقتصادی حالات دریافت فرماتے اور ان کی ضروریات کی تکمیل کے لئے گورنروں کو ہدایات بھیجتے۔ خود بھی تمام ملک کے دورہ کا ارادہ فرمایا اور اس دورہ کا پروگرام اس طرح مرتب فرمایا۔ دو مہینہ شام میں۔ دو ماہ جزیرہ میں، دو ماہ مصر میں، دو ماہ بحرین دو ماہ کوفہ اور دو ماہ بصرہ میں قیام کیا جائے تاکہ قوم کے ان افراد کی ضروریات سے بلاواسطہ علم حاصل کیا جائے جن کی آواز عمال آپ تک نہیں پہنچاتے۔ لیکن صرف شام کا دورہ ہی کر سکے۔

بیت المال کی نگرانی

صدقہ کے جانوروں کی حفاظت اور نگرانی خود فرماتے تھے چنانچہ ایک روز جبکہ لو چل رہی تھی اور زمین آتش کا انگارہ بن رہی تھی حضرت عثمانؓ نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ دو اونٹوں کو ہانکے ہوئے لے جا رہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دو صدقہ کے اونٹ بھاگ گئے تھے انہیں پکڑ کر چراگاہ میں چھوڑنے جا رہے ہیں۔

ایک روز جبکہ سخت گرمی کا دن تھا سر پر چادر لپیٹ کر صدقہ کے اونٹوں کا حلیہ حضرت علیؓ سے قلمبند کروا رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ بھی موجود تھے۔ حضرت علیؓ نے مخاطب ہو کر فرمایا" حضرت شعیب کی لڑکی نے حضرت موسیٰ کی نسبت کہا تھا

انّ خیر من استأجرت القوی الامین یعنی جس کو آپ نے نوکر رکھا ہے وہ قوی اور امین ہے لیکن وہ قوی امین یہ (عمرؓ) ہیں (اسد الغابہ)

ایک دن صدقہ کے اونٹوں کو تیل مل رہے تھے ایک شخص نے کہا یہ کام کسی غلام کے سپرد کر دیا ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھ سے بڑھکر کون غلام ہو سکتا ہے جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ مسلمانوں کا غلام ہے۔

مارکٹ کی نگرانی

بازار کی نگرانی کا کام اگرچہ حضرت عبداللہ اور حضرت سائب بن زید کے سپرد تھا مگر خود بھی دورہ فرمایا کرتے تھے (کنز العمال)

ایک دن بازار سے گزرے دیکھا کہ حاطب بن بلتعہ منقہ بیچ رہے تھے (ایسے بھاؤ پر بیچ رہے تھے جو دوسروں کے نقصان کا باعث تھا) بولے یا تو بھاؤ بڑھاؤ یا اسے اٹھا کر بازار سے لے جاؤ۔

وظائف کی تقسیم

بیت المال سے مسلمانوں کے جو وظائف مقرر تھے حضرت عمرؓ خود رجسٹر ہاتھ میں تھام کر لوگوں کے گھروں میں وظائف پہنچاتے تھے (فتوح البلدان) حضرت عثمانؓ نے بھی اس سنت کو قائم رکھا مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ وہ منبر پر تھے اور مؤذن اقامت کہہ رہا تھا لیکن وہ (عثمانؓ) اس حالت میں بھی لوگوں کے حالات اور بازار کا نرخ پوچھ رہے تھے

خلفاء کی دیانت

خلفاء کی حفاظت میں سب سے ضروری چیز بیت المال تھا جبکہ دنیوی بادشاہ اپنی ذاتی اغراض کے لئے سلطنت کا مال بیدریغ خرچ کرتے ہیں صحابہ کرام نے اس خزانہ کی اپنی جان سے بڑھ کر حفاظت کی۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرائض خلافت کی مصروفیتوں کی بناء پر بیت المال سے حقیر رقم وظیفہ کی لی۔ لیکن انتقال کے وقت تمام رقم واپس کر دی (طبری)

اسد الغابہ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنا حق بیت المال سے صرف اس قدر لیا جس قدر ایک مزدور اور مسلمانوں کے عام افراد کا حق تھا۔

ایک بار حضرت عمرؓ حج کو گئے آمد و رفت میں (۸۰) اسی درہم خرچ ہو گئے آپ کو اس قدر افسوس ہوا کہ ہاتھ پر ہاتھ مارتے تھے اور کہتے تھے:۔

"یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ ہم نے اللہ تعالےٰ کے مال میں فضول خرچی کی" (اسد الغابہ) (باقی باقی)

قابیاں را جانیاں ترسند ❊ جانیاں را زبانیاں نرہند

تا نریزد تر ہمہ پر و بال ❊ اندر اینجا پریدن است محال

(مسیح موعودؑ)

ترجمہ: جس مقام پر فنافی اللہ پہنچتے ہیں وہ دنیا داروں کی پہنچ سے بہت دور ہے۔ عاشق اپنی جان پر کھیل جاتے ہیں، قیل و قال کے بندے خائب و خاسر رہتے ہیں۔

(۲) جب تک تیرے پر و بال (ہوائے نفسانی) نہیں جھڑ جاتے۔ تو اس فضا میں (طائران قدسی کی طرح) پرواز نہیں کر سکتا۔

اہل اللہ آرام نہیں کر سکتے (بقیہ از صـ۸ـ)

فرمایا (تفسیر کا کام تو ختم ہو گیا۔ اور ہم چاہتے تھے کہ دوسرے ضروری کاموں کے شروع کرنے سے پہلے دو تین دن آرام کر لیتے۔ مگر جی نہیں چاہتا کہ خالی بیٹھے رہیں۔ مثنوی مولانا روم میں لکھا ہے۔ کہ ایک آرسی ہوتی ہے۔ کہ انسان چاہتا ہے کہ وہ آرام نہیں کر سکتے۔ کبھی خدا اُن پر کوئی محنت نازل کرتا ہے۔ اور کبھی وہ آپ کوئی ... ایسا کام چھیڑ بیٹھتے ہیں۔ جس سے اُن پر محنت نازل ہو۔ نہایت درجہ برکت کی بات یہ ہے کہ انسان خدا کے واسطے کسی کام میں لگا رہے۔ جو دن بغیر کسی کام کے گذر جائے وہ گویا غم میں گذرتا ہے۔ اس سے زیادہ دنیا میں کچھ حاصل نہیں کہ انسان خدا کے واسطے کام کرے۔ اور خدا اُس کے واسطے راستہ کھول دے۔ اور اسے مدد عطا فرمائے۔ مگر بغیر اخلاص کے تمام محنت بے فائدہ ہے۔ خالصۃً للہ کام کرنا چاہیئے۔ کوئی اور غرض درمیان میں نہ آوے ❊

۲ کہ اس کو ہر وقت کوئی ٹکیاں مارتا رہے ایسا ہی اہل اللہ کا حال ہوتا ہے

مکتوبات

صالح کی اونٹنی اور افک عائشہ

مکرمی ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۵۱ء کے پیغام صلح میں مکرمی جناب سید اسداللہ شاہ صاحب نے "صالح کی اونٹنی اور افک عائشہ پر" چند سوالات کئے ہیں۔ ان امور پر تفصیل کے ساتھ بحث تو کوئی صاحب بقول شاہ صاحب "مشاہیر علماء" میں سے کریں گے مگر میں مختصراً چند ایک باتوں کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ درج اخبار فرما کر مشکور فرمائیں:-

صالح کی اونٹنی۔ (۱) اس موضوع پر بحث بیان القرآن جلد دوم سورۃ الاعراف صفحہ ۷۵۸ اور انوار القرآن جلد دوم سورۃ القمر صفحہ ۱۵۳ پر موجود ہے۔ اغلباً شاہ صاحب موصوف کی نظر سے بھی گذری ہوگی۔ قرآن کریم کی آیات اور اس کی تفسیر کے پڑھنے سے چند ایک باتیں واضح ہو جاتی ہیں:-

(۱) اول یہ کہ اونٹنی کا نشان بطور آخری حجت کے تھا جو کہ عذاب الٰہی کا پیش خیمہ تھا۔ حضرت صالح کی قوم ان کی رسالت کی تکذیب کر چکی تھی۔ اور ان سے ان کی صداقت کے ثبوت میں خدا کے نشان یا عذاب کے وعدے کو پورا کرنے پر مصر تھی۔

(۲) اونٹنی کا نشان کیوں دیا گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ثمود کی قوم میں یہ دستور تھا کہ بڑے بڑے امراء یا سرداران قوم ایک جانور اپنے نام سے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ وہ جہاں سے چاہے کھاوے اور جہاں سے چاہے پیئے اور جہاں چاہے پڑا پھرے۔ یہ اس جانور کے مالک کی طاقت کا اظہار ہوتا تھا۔ اگر کوئی اس جانور سے تعرض کرے تو وہ اس جانور کے مالک کی طاقت کا انکار تصور ہوتا تھا۔ چنانچہ اس کا مالک اپنی طاقت کے ثبوت میں مرنے مارنے کو تیار ہو جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ معجزہ یا اپنی قدرت نمائی کے اظہار میں مخاطب قوم کے مسلمات کو بھی ملحوظ رکھا ہے تا کہ اس قوم کو اس کے سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو اور ان پر کما حقہٗ اتمام حجت ہو سکے۔ اونٹنی کا نشان بھی اسی وجہ سے تھا۔

۳۔ جہاں اونٹنی کے چرنے کا ذکر ہے وہاں الفاظ ولا تمسوھا بسوء آتے ہیں۔ اگر اونٹنی جنگل میں چرتی رہے تو اس میں کسی کا ذاتی نقصان نہیں۔ اور اگر کوئی اسکو دکھ پہنچائے تو وہ محض شرارتاً ہوگا اور اونٹنی کے مالک کو چیلنج کرنا ہوگا۔ البتہ اگر وہ کسی شخص کی کھیتی یا فصل کو چرتا ہے۔ تو مالک زمین اسکو ہنکا سکتا ہے۔ تاکہ وہ وہاں سے ہٹ کر جنگل کی طرف چلی جائے۔ مگر اس کے لئے جانور کو دکھ پہنچانا یا مارنا ضروری نہیں، جس بات سے منع کیا گیا ہے۔ اور جس کے کرنے سے جانور کے مالک کو قدرتاً غصہ آئے گا۔ جانوروں کے پانی پلانے کے متعلق قوم ثمود کی بستی میں، پانی کی کمی کی وجہ سے۔ باریاں مقرر تھیں یا یہ ہوتا تھا کہ امراء جب اپنے جانوروں کو پانی پلا لیتے تھے تو پھر غریبوں کی باری آتی تھی۔ مگر صالح کی اونٹنی جو اللہ تعالیٰ کے نشان کے طور پر تھی اور اس کی قدرت اور طاقت کے اظہار کے طور پر تھی اس کے متعلق قوم ثمود کو متنبہ کر دیا گیا کہ پانی پینے میں اس سے کوئی تعرض نہ کرے۔ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ قوم ثمود نے اس چیلنج کو شکست دینے کا قدم اٹھایا چنانچہ خدا کے عذاب نے اسے آ لیا۔ واضح رہے کہ قوم ثمود پہلے سے ہی خدا کی آیات کی تکذیب کر چکی ہے۔ اور حضرت صالح کو عذاب لانے کے متعلق کہتی ہے اور ان کے قتل کے منصوبے کرتی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہی کی رسم کے مطابق اونٹنی کے ذریعہ آخری حجت تمام کی اور ان کو پکڑ لیا۔ یہ کہنا غلط ہے کہ محض اونٹنی کے فصلیں تباہ کرنے سے روکنے اور مارنے پر خدا تعالیٰ نے ساری قوم کو تباہ کر دیا۔ ان کی رسم کے مطابق اور حضرت صالح کی تنبیہ کے بعد، پھر اس قوم کا سازش کر کے اونٹنی کو مارنا نہ صرف حضرت صالح بلکہ اس کے خدا کو چیلنج تھا کہ کر لے جو ہمارا کرنا ہے۔ پھر کیا ہوا فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوٰھا۔ ولا یخاف عقبٰھا۔

افک حضرت عائشہ

مجھے یہ پڑھ کر تعجب ہوا کہ شاہ صاحب کے خیال میں قرآن کریم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بریت کے متعلق الفاظ نہیں ہیں۔ سب سے پہلے تو جناب الٰہی نے لفظ افک استعمال کیا ہے۔ افک وہ چیز ہے جو اس حالت سے پھیر لی گئی ہو جس پر اسے ہونا چاہیئے یا حق سے باطل کی طرف پھیری ہوئی بات۔ اور جن لوگوں نے اس کی بنا ڈالی ان کو عصبۃ کہا ہے یعنی وہ ایک گروہ ہے جو ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ منافقوں کا گروہ تھا، جو اسلام کے خلاف ایک دوسرے کے مددگار تھے اور منکم اس لئے کہا کہ منافق بظاہر اسلام کا اقرار کرتے تھے پھر آیت نمبر ۱۲ (سورہ نور) میں مومن مردوں اور مومن عورتوں کو سرزنش کی ہے کہ کیوں نہ نیک ظنی سے کام لیا اور اس واقعہ کو (جو کہ صریح جھوٹ ہے) ایسا نہ سمجھا۔ اور پھر آیت نمبر ۱۳ میں جہاں چار گواہ لانے کا ذکر ہے وہاں یہ نہیں کہا کہ چار گواہوں کی عدم موجودگی میں تم اس واقعہ کو غیر ثابت شدہ یا جھوٹا سمجھو بلکہ فرمایا ہے فاولٰئک عند اللہ ھم الکٰذبون تو اللہ کے نزدیک یہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ خدا کے علم میں تو سب کچھ ہے۔ چاہے گواہ پیش ہوں یا نہ ہوں۔ دنیاوی عدالتوں کے لئے تو چار گواہوں کی غیر موجودگی۔ اس امر کو غیر ثابت شدہ قرار دے گی۔ مگر یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم و خبیر ہونے کی بنا پر ان افک لگانے والوں کو یقیناً جھوٹا کہا ہے۔ اور آیات نمبر ۱۴، ۱۵، ۱۶ میں پھر اس پر مزید سرزنش کی ہے۔

اب رہا یہ امر کہ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان آیات کو حضرت عائشہ کی بریت سمجھا تو کتاب الشہادات (صحیح بخاری) میں حضرت عائشہ سے حدیث مروی ہے جس میں ان آیات قرآنی کے نزول کے بعد حضور نے ہنستے ہوئے پہلی بات جو حضرت عائشہ رضہ کو فرمائی وہ یہ تھی۔ یا عائشۃ احمدی اللہ فقد برّاک اللہ (اے عائشہ اللہ کی تعریف کرو کہ اللہ نے تمہیں بری کر دیا) اب اس کے بعد کیا شک و شبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے۔ والسلام

خاکسار۔ ممتاز احمد فاروقی

زمانہ کے امام کو پہچانو

اخویم مکرمی ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اس نام کے مشہور رسالہ کے شروع کے الفاظ ہیں:-

ومن لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ اور جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ حدیث

اس جگہ حدیث کا حوالہ نہیں دیا ہوا کہ کس کتاب میں ہے ورنہ اس مختصر سے چھوٹی تقطیع کے ۱۶ صفحات کے رسالہ میں تمام دعاوی و دلائل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کے چودھویں صدی کے مجدد و مثیل مسیح ہونے کے بارہ میں دیئے ہوئے ہیں اور تمام اعتراضات کے جوابات بھی کافی و شافی دے کر آخری اپیل صفحہ ۱۶ پر یہ ہے۔

"پس اے خدا کے بندو! اٹھو اور مجدد وقت کے ساتھ ہو کر دین کی وہ خدمت بجا لاؤ جو ایک مسلمان کی پیدائش کا اصل مقصد ہے۔ یعنی اشاعت و حفاظت اسلام۔ اٹھو اور مجدد وقت کی تائید اور حمایت کر کے اس نور اور ایمان کو حاصل کرو، جس کو وہ دوبارہ دنیا میں لیکر آیا ہے ورنہ یاد رکھو کہ رسول اللہ صلعم کا فرمان ہے کہ من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ۔ جس شخص نے امام زمان کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا یعنی اس نور سے محروم رہا جو خدا کے مامور اور مجدد دنیا میں لے کر آتے ہیں۔"

چونکہ کسی مجدد یا محدث کا زمانہ وہ ہوتا ہے جس میں بعض وقت لوگوں کے عقائد میں ایسی باتیں داخل ہو جاتی ہیں جو شریعت حقہ کے مطابق نہیں ہوتیں بعض وقت اعمال میں ایسی سستی واقع ہو جاتی ہے کہ اس کو دور کرنے اور زندگی کی ایک نئی لہر پیدا کرنے کے لئے ایک قدسی نفس انسان کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ انسان ان اشقیا میں داخل ہو جاوے

کسی نبی یا محدث کا معیار صداقت

جن کا ذکر قرآن کریم کی آیت کما لم یؤمنوا بہ اول مرۃ میں ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار جس جس بنا پر کیا گیا قرآن کریم نے ان بیہودہ عذروں کی مفصل تردید کر دی ہے یہی حال مجددین کے وقت میں ہوتا رہا ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ۔ یہ حدیث حاشیۃ الخیالی سعد الدین تفتازانی علی العقائد النسفی مولفہ عمر النسفی کے صفحہ ۱۲۲ پر ان الفاظ میں ہے من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ۔ یعنی جو شخص فوت ہو جائے اور اس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۲ پر بحث ذیل بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ استدل المعتزلۃ المنکرون لکرامۃ الاولیاء بانہ لو جاز ظھور خوارق العادات من الاولیاء لاشتبہ بالمعجزۃ فلم یتمیز النبی من غیر النبی، اشار بقولہ الی

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

نامہ وو کنگ ـــــــــــــــ خان بہادر غلام ربانی صاحب

اسلام امن حریت مساوات اور عقل و دانش کا مذہب ہے

بیڈل ایڈلٹ سکول میں ایک لیکچر

بیڈل ایڈلٹ سکول کے مختصر حالات

برادر مکرم ایڈیٹر صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بسلسلہ سابقہ عرض ہے۔ کہ پچھلے دنوں Bedales Adult School Petersfield میں مذہب اسلام پر لیکچر دینے کے لئے پرنسپل نے بلایا۔ تفصیلات بیان کرنے سے پہلے اس سکول کے مختصر حالات لکھ دینا قارئین کے لئے ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ سکول Eton اور Harrow کی طرح ایک پبلک سکول ہے جس میں فی طالب علم کم از کم ۳۰ پونڈ ماہوار مصارف آتے ہیں۔ یہ سکول مؤخرالذکر سکولوں سے کچھ زیادہ وقعت اس لئے رکھتا ہے کہ یہاں لڑکے اور لڑکیاں یکجا تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ اور میل ہا میل کے رقبہ میں ایک پُرفضا مقام پر یہ سکول واقع ہے۔ ایک پہاڑی پر اس کا اپنا سینیٹوریم ہے۔ یہ سکیم ایک شخص مسٹر بیڈل کی تھی جس کے نام پر یہ سکول جاری ہے اور اس نے اپنی تمام جائداد اس کار خیر کے لئے وقف کر دی تھی۔ کل ۳۰۰ طلباء ہیں اور اساتذہ پچاس۔ اور نہایت ہی بلند پایہ درسگاہ ہے۔ اور اول درجہ کی لائبریری ہے۔

مذہب کی ضرورت پر لیکچر

میں اتوار کے دن گیارہ بجے سٹیشن پر پہنچا۔ منتظمین نے اسٹیشن پر استقبال کیا اور پھر ہال میں لے گئے۔ جہاں اساتذہ اور طلباء بیٹھے تھے۔ تقریر ایک گھنٹہ تک ہوئی۔ نصف گھنٹہ تک سوالات کا سلسلہ جاری رہا۔ اور پھر لنچ کی دعوت دی گئی اور تمام سکول کی سیر کرائی گئی۔ میں نے لیکچر کا رنگ بدل دیا۔ کیونکہ یہ لوگ آزاد خیال تھے۔ اس لئے میں نے پہلے مذہب کی ضرورت کو واضح کیا اور مذہب کے خلاف اعتراضات کا جواب دیا جو یہ ہیں۔ (اول) مذہب تمام جنگ و جدال کی بنیاد ہے (دوم) مذہب ذہنی غلامی پیدا کر کے توہم پرستی پیدا کرتا اور قوت عمل ضائع کر کے ذلت نوع انسانی کا موجب ہے (سوئم) مذہب نے طاقت کی امداد کر کے غرباء کو کچلا ہے۔ غیر مساویانہ سلوک روا رکھا ہے (چہارم) مذہب نے عقل و دانش کو خیرباد کہلا کر سائنس اور ترقی کے راستہ میں روک پیدا کر دی ہے۔

مذہب امن و صلح کی بنیاد ہے

نمبر اول کے متعلق میں نے تواریخ عالم کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ثابت کیا۔ کہ مذہب تمام تہذیب اور تمدن کی بنیاد ہے اور مذہبی لوگ امن اور صلح کا پیغام نوع انسان کے لئے لاتے ہیں، مخالفین تشدد کا حربہ اس کو ختم کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں اور بالآخر حق کامیاب ہوتا ہے اور تشدد ختم ہو جاتا ہے اور امن اور آشتی کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ تمام سابقہ جنگیں خود غرضی، جاہ پرستی۔ زر پرستی۔ ملک گیری کی ہوس، [illegible] کا شاخسانہ ہیں۔ غرضیکہ مذہب کے نام پر ایسا بدنام دھبہ نہیں لگایا جا سکتا۔ آخری مذہب جو تمام نوع انسان کے لئے ہے۔ وہ پیغام امن لایا۔ جیسا کہ اس کے نام اسلام کے لفظی معنی ہیں اور مسلمان کا ایک دوسرے کو سلام۔ السلام علیکم ہے۔ یعنی پیغام اور دعائے امن ہے اور اسلامی جنت میں بھی لفظ سلام سلام ہی سنائی دے گا۔ یعنی امن امن۔ اور اسلام نے اللہ تعالے کا نام "سلام اور مہیمن" بتایا ہے۔ اور اصول اسلام بھی امن پیدا کرتے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی اور راضی برضا ئے مولیٰ کی راہ دکھاتے ہیں۔

مذہب اور ذہنی غلامی

(دوئم) مجھے دیگر مذاہب کی وکالت کا حق نہیں ہے۔ لیکن اسلام کے متعلق عرض کئے دیتا ہوں کہ اس مذہب نے غلامی کی ذہنیت سے نوع انسان کو چھڑایا۔ عقل۔ دانش تدبر و فکر کو مذہبی معاملہ میں استعمال کا حکم دیا ہے اور کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ سے ہر ایک عنصر کی غلامی سے چھڑا کر اپنے دامن سے البتہ کر دیا۔ اور تمام عناصر کو اس کا خادم بنایا اور یہ خدا کا نائب اور خلیفہ قرار دیا گیا۔ ہر قسم کی غلامی پیر پرستی۔ آبلہ پرستی۔ عناصر پرستی اور کفارہ پرستی اور Sacrament سے نکال کر یہ بتا دیا کہ بندہ کا تعلق اپنے خالق سے براہ راست ہے اور وہ اس کی شہ رگ سے قریب ہے۔ اور ساتھ ہی حکم دیا۔ کہ صرف ایمان نجات کے لئے کافی نہیں بلکہ عمل صالح ضروری ہے جہاد کو مسلمان کی زندگی میں داخل کر دیا۔ اور عمل پیہم پر تمام فلاح کی بنیاد رکھ دی۔ بزدلوں کی طرح جنگل بیابان میں بھاگ کر اور غاروں میں چھپ کر کانٹوں پر لیٹنے، بھٹکنے جھوٹنے اور دیگر نفسانی آزار پر نجات کا دارومدار نہ رکھا۔ بلکہ حکم دیا۔ کہ بندہ کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی نگہداشت ضروری ہے اور زندگی کی جدوجہد کھانے پینے سونے اور دنیاوی کاروبار کو بھی عبادت قرار دے کر عبادت کا تخیل ہی بدل دیا۔ اوراق تواریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوگا کہ مذہب اسلام نے ایک بلند پایہ فعال جماعت پیدا کر کے صفحۂ ہستی سے توہم پرستی کے مٹا دینے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔

اسلام اور مساوات انسانی

(سوئم) مجھے دیگر مذاہب پر نکتہ چینی کی ضرورت نہیں۔ لیکن اسلام کے متعلق عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ مساوات نسل انسانی۔ رنگ اور نسل کے امتیازات کو دور کرنے کا عملی سرٹیفکیٹ اسی مذہب کو حاصل ہے۔ ایک خدا رب العالمین پر ایمان۔ وحدت نسل انسانی۔ انسانوں کے ایک کنبہ ہونے کا سبق ملتا ہے۔ پانچ وقت نماز میں امیر و غریب صف آرا ہوتے ہیں ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

ماہ رمضان میں امیروں کو سبق دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کی تکالیف کا احساس کریں۔ زکوٰۃ کے اصول کے تحت بغیر غذائی ٹیکس ادا کئے کوئی امیر اسلام کی برادری میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح غریبوں کی امداد۔ قرضہ حسنہ کا دینا سود کی ممانعت اور وراثت کا قانون، سب اسی غرض کو پورا کرتے اور بالآخر حج میں تو حقیقی مساوات لباس کی بھی پورے طور پر پیدا ہو جاتی ہے۔ سب امیر و غریب بن سلے کپڑے پہنے ننگے سر اور ننگے پاؤں دربار عالیہ میں داخل ہوتے ہیں۔ غرضیکہ کمیونزم صرف عیسائیت کے مستبدانہ اور غیر معقول عقاید اور اعمال کا لازمی نتیجہ ہے جس کا صحیح علاج اسلام ہے۔

اسلام اور عقل و دانش

چہارم۔ بار بار قرآن نے عقل و دانش خرد و تدبر۔ ذکر۔ فکر کی طرف توجہ دلائی، اور قانون قدرت کے مطالعہ کا حکم دیا۔ اور حضرت آدم کے قصہ کو بیان کر کے فرمایا۔ کہ اس کے علم کے ذریعہ سے تمام فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا۔ یعنی آدم اگر قوانین قدرت کا علم حاصل کرے تو تمام عناصر کا مخدوم بن جاتا ہے۔ غرضیکہ اسلام نے سائنس کی ترقی کی شاہراہ بتائی اور یورپ کی موجودہ ترقی عیسائیت کو خیرباد کہتے ہوئے سپین کے مسلمانوں کی درسگاہوں کی ہی مرہون منت ہے۔ اسلام نے علم و ہنر کے خزانے لٹا دیئے۔

والسلام
غلام ربانی

مکتوبات

(بقیہ از صـ ۶)

الجواب (ویکون ذالک) ای ظهور خوارق العادات من الاولیاء او الولی الذی هو من احاد الامة (معجزه لرسول الذی ظهرت هذه الکرامة لواحد من امته لانه یظهر بها ای قبلک الکرامة (انه ولی)

یعنی معتزلہ کا جو اولیا کی کرامتوں کے منکر ہیں استدلال یہ ہے کہ اگر کسی امر خارق عادت کا ظہور اولیاء سے ممکن ہو تو نبی اور غیر نبی میں فرق ہی نہ ہے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اولیاء سے خوارق عادات کا ظہور یا کسی ولی سے جو امت کا ایک فرد ہو اس رسول کا ہی معجزہ ہوتا ہے جس کی امت کے کسی فرد سے وہ کرامت ظاہر ہوتی ہو۔

پس کسی ولی کی ولایت کا انکار گویا نبی کا انکار ہے اور موجب سلب ایمان ہو جاتا ہے اگر وہ انکار عداوت کی حد تک پہنچ جائے جیسا کہ ایک حدیث قدسیہ میں بھی آتا ہے من عادی لی ولیا فقد اٰذنتہ للحرب

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی کا منکر ہو وہ گویا میرے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ اسی لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں احق بالامت وہ ہیں جنہوں نے میرا انکار نہیں کیا بلکہ مجھے اپنے دعوے میں صادق مان لیا ہے ؎

واللہ کہ همچو کشتی نوحم ز کردگار
بیدولت آنکہ دور بماند ز لنگرم

والسلام
عزیز بخش منتظم
احمدیہ بلڈنگس لاہور

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

قرض لیکر دوسروں کی حاجت روائی

عن عمر بن الخطابؓ ان رجلاً جآء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألہ ان یعطیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما عندی ولکن ابتع علیّ فاذا جآئنی شئی قضیتہ فقال عمرؓ یا رسول اللہ قد اعطیتہ فما کلفک اللہ ما لا تقدر علیہ فکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قول عمر فقال رجل من الانصار یا رسول اللہ انفق ولا تخف من ذی العرش اقلالاً فتبسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعرف البشر فی وجھہ لقول الانصاری ثم قال بھذا امرت۔ (شمائل ترمذی)

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہاں میرے نام پر تم (وہ چیز) خرید سکتے ہو۔ میرے پاس کچھ رقم آئی تو میں ادا کر دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک دفعہ آپ نے اسے دے دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس چیز کے لئے مکلف نہیں فرمایا جو حضورؐ کے پاس نہیں حضرت عمرؓ کی یہ بات آپؐ کو پسند نہ آئی۔ ایک انصاریؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ آپ (کھلے ہاتھوں) خرچ کریں اس بات کا خوف نہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صاحب العرش آپؐ کو محتاجی اور تنگی میں ڈالے گا (یہ سنکر) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور حضورؐ کے روئے مبارک پر انصاری کی اس بات سے خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔ پھر فرمایا کہ میں ایسی ہی باتوں کا حکم دیا گیا ہوں۔

علمی مجالس پھلدار باغ ہیں

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قالوا یا رسول اللہ وما ریاض الجنۃ قال مجالس العلم۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر (الترغیب والترھیب)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگ جنت کے باغوں میں سے گذرو تو ان کے (لذیذ) میوے کھاتے چلے جاؤ، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ جنت کے باغات کیا ہیں (کہاں ہیں) فرمایا علمی مجالس۔

مردہ دل کی زندگی انوار حکمت سے

عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لقمان قال لابنہ یا بنی علیک بمجالسۃ العلمآء واسمع کلام الحکمآء فان اللہ لیحیی القلب المیت بنور الحکمۃ کما یحیی الارض المیتۃ بوابل المطر (رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ الترغیب والترھیب)

ترجمہ:۔ ابی امامہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اے میرے فرزند علماء کی مجالس کو لازم پکڑو اور حکماء کا کلام سنو کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ دل کو حکمت کے نور سے زندگی بخشتا ہے جیسا کہ وہ مردہ زمین کو (خشک زمین کو) زور کی بارش سے روئیدگی عطا کرتا ہے۔

مصطفٰے آئینۂ روئے خدا ست ؂ منعکس ۔۔۔ اندر روئے خدا ست

گر ندیدستی خدا۔ او را ببیں ؂ من رانی قد رای الحق ز ہے یقین (مسیح موعود)

ترجمہ:۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود آئینہ خدا نما ہے۔ آپؐ کی ذات بابرکات تمام صفات ربانی سے (ظلی طور پر) متصف ہے۔

(۲) اگر تو نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا تو اس مقدس وجود کو دیکھ لے (حضور فرماتے ہیں) جس نے مجھے دیکھا یقیناً اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو دیکھ لیا۔

رکوع میں شمولیت۔ اعجاز قرآن

اہل اللہ کیلئے آرام نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات

رکوع میں شمولیت

۱۹ فروری ۱۹۰۱ء۔ اس بات کا ذکر آیا کہ جو شخص جماعت کے اندر رکوع میں آکر شامل ہو اس کی رکعت ہوتی ہے کہ نہیں۔ حضرت اقدس نے دوسرے مولویوں کی رائے دریافت کی مختلف اسلامی فرقوں کے مذاہب اس امر کے متعلق بیان کئے گئے آخر حضرت نے فیصلہ دیا۔ اور فرمایا:۔

"ہمارا مذہب تو یہی ہے کہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب آدمی امام کے پیچھے ہو یا منفرد ہر حالت میں اسکو چاہیئے کہ سورۃ فاتحہ پڑھے۔ مگر امام کو نہ چاہیئے کہ جلدی جلدی سورۃ فاتحہ پڑھے بلکہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھے تاکہ مقتدی سن بھی لے اور اپنا پڑھ بھی لے یا ہر آیت کے بعد امام اتنا ٹھہر جائے کہ مقتدی بھی اس آیت کو پڑھ لے۔ بہرحال مقتدی کو یہ موقع دینا چاہیئے کہ وہ سن بھی لے اور اپنا پڑھ بھی لے، سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے کیونکہ وہ ام الکتاب ہے۔ لیکن جو شخص باوجود اپنی کوشش کے جو وہ نماز میں ملنے کے لئے کرتا ہے آخر رکوع میں ہی آکر ملا ہے اور اس سے پہلے نہیں مل سکا۔ تو اس کی رکعت ہو گئی۔ اگرچہ سورۃ فاتحہ اس نے نہیں پڑھی۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے رکوع کو پالیا اس کی رکعت ہو گئی۔ مسائل دو طبقات کے ہوتے ہیں ایک جگہ تو حضرت رسول کریمؐ نے فرمایا اور تاکید کی۔ کہ نماز میں سورۃ فاتحہ ضرور پڑھیں۔ وہ ام الکتاب ہے اور اصل نماز وہی ہے مگر جو شخص باوجود اپنی کوشش کے اور اپنی طرف سے جلدی کرنے کے رکوع میں ہی آکر ملا ہے تو چونکہ دین کی بنا آسانی اور نرمی پر ہے اس واسطے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی رکعت ہو گئی۔ وہ سورۃ فاتحہ کا منکر نہیں ہے بلکہ دیر میں پہنچنے کے سبب رخصت پر عمل کرتا ہے میرا دل خدا نے ایسا بنایا ہے کہ ناجائز کام میں مجھے قبض ہو جاتی ہے۔ اور میرا جی نہیں چاہتا کہ میں ایسے کروں اور یہ صاف ہے کہ جب نماز میں ایک آدمی نے تین حصوں کو پورا پالیا اور ایک حصہ میں بسبب کسی مجبوری کے دیر میں مل سکا ہے تو کیا حرج ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ رخصت پر عمل کرے ہاں جو شخص عمداً سستی کرتا ہے اور جماعت میں شامل ہونے میں دیر کرتا ہے تو اس کی نماز ہی فاسد ہے۔"

اعجاز قرآن

حضرت اقدس کو الہام ہوا کفیناک المستھزئین۔

تفسیر اعجاز المسیح کے متعلق یہ ذکر تھا۔ کہ مخالفین میں سے کسی کو خدا نے یہ طاقت نہیں دی کہ اس کا مقابلہ کر سکے۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا۔

"قرآن شریف کے ایک معجزہ ہونے کے متعلق دو مذہب ہیں ایک تو یہ کہ خدا تعالیٰ نے مخالفین سے صرف ہمت کر دیا یعنی ان لوگوں کو توفیق نہ ہوئی کہ اس وقت مقابلہ میں کچھ کر کے دکھلاتے اور دوسرا مذہب جو کہ صحیح اور سچا اور پکا مذہب ہے اور ہمارا بھی وہی مذہب ہے۔ وہ یہ ہے کہ مخالف خود اس بات میں عاجز تھے کہ مقابلہ کر سکتے۔ اصل میں ان کے علم اور عقل چھینے گئے تھے۔ قرآن شریف کا معجزہ ہماری تفسیر القرآن کے معاملہ سے خوب سمجھ میں آسکتا ہے۔ ہزاروں مخالف موجود ہیں جو عالم فاضل کہلاتے ہیں کئی غیرت دلانے والے الفاظ بھی اشتہار میں لکھے گئے۔ مگر کوئی ایسا نہ کر سکا۔ کہ اس نشان کا مقابلہ کرتا"

۲۴ فروری ۱۹۰۱ء صحیح بخاری کے متعلق فرمایا:۔

"یہی ایک کتاب ہے جو دنیا کی تمام کتابوں میں سے قرآن شریف کے بہت مطابق اور سب سے افضل اور صحیح ہے۔ اس کی دوسری بہن گویا مسلم ہے۔"

ایک آیت کی تفسیر

"آیت کریمہ ربنا الذی اعطٰی کل شئی خلقہ ثم ھدٰی پر حضرت اقدس نے فرمایا: اس عطا میں زیادہ تر دو قسم کے آدمی ہیں۔ ایک بادشاہ دوسرے مامور من اللہ یعنی پہلے خدا نے ان کو مامور بنایا ثم ھدٰی۔ پھر تبلیغ کے تمام سامان ان کے لئے مہیا کر دیئے۔ جیسا کہ خدا نے ریل۔ تار۔ ڈاک۔ مطبع وغیرہ تمام اسباب ہمارے واسطے مہیا کر دیئے جو پہلے انبیاء علیہم السلام کو حاصل نہ تھے۔ ہمارے واسطے یہ ایک جزئی فضیلت ہے اور خدا کا فضل ہے۔ اور جزئی فضیلت سے کسر شان کسی نبی کی لازم نہیں آتی۔"

(باقی بر صفحہ ۵)

محاسبۂ اعمال اور عذابِ الٰہی

وحرامٌ علی قریۃٍ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون

(اور جس بستی کو ہم نے ایک بار ہلاک کر دیا اس کا دوبارہ ابھرنا محال ہے)

قرآن مجید کو خدا تعالیٰ نے "ذکر" بھی کہا ہے۔ جس کا مطلب ہے کسی بات کو یاد دلانا اس نے انسانی فطرت کو پکارنے کا ایک اسلوب تذکیر بایام اللہ بھی رکھا ہے۔ انسانوں کو عہد گذشتہ کے واقعات یاد دلانا تذکیر بایام اللہ ہے۔

قرآن خدا تعالیٰ کی طرف سے انسانوں پر آخری نعمت ہے آخری قانون اور ابدی لائحہ عمل ہے قرآن رفعت و پستی اور عروج و زوال کی داستانیں بار بار پیش کر کے آپ سے کچھ ضرور چاہتا ہے۔ کچھ مانگتا ہے، کچھ مقصد حصول رکھتا ہے، کچھ تمہاری دنیا کو بدل دینا چاہتا ہے۔ کچھ تمہاری زوال کی منزلوں کو ترقی اور عروج کی شاہراہوں سے تبدیل کر دینا چاہتا ہے۔ تمہیں تحت الثریٰ سے اٹھا کر فلک الافلاک تک پہنچا دینا چاہتا ہے۔ تمہاری صلاحیتوں کی وجہ سے تم پہ انعام و اکرام کی بارشیں برسانے کی سفارش کرتا ہے اور تمہاری بد اعمالیوں اور بے راہ رویوں پر عدالت خداوندی میں مدعی بن کر تمہاری سزا و جزا کا دعوے پیش کرتا ہے یاد رکھو اعلائے کلمۃ اللہ چاہتا ہے۔ اقبال اور سرخروئی چاہتا ہے اس کی تضحیک اسے ناکارہ اور بے کار سمجھنا اسے لاطائل اور بے نقص سمجھنا اسے بیفائدہ اور بلا مقصد سمجھنا دنیا والوں کی موت و ہلاکت کے مترادف ہے۔ دنیا والوں کے لئے خودکشی اور استہلاک ہے۔ دنیا والوں کی تباہی و بربادی ہے۔

پندرھویں صدی کے مسلمانو! خدارا غور و فکر سے کام لو۔ یہ طوفان اور آندھیاں یہ ہلاکت اور استہلاک یہ تباہیاں اور بربادیاں یہ بستیوں کی تہس نہس۔ یہ ملکوں اور براعظموں کی ویرانیاں یہ بحر و بر کا مد و جزر۔ یہ میدانوں اور پہاڑوں کے تغیرات یہ زمینوں اور دریاؤں کی تبدیلیاں یہ آسمانوں سے آتشیں بگولوں کا اترنا اور سبز جنگلات کا خاکستر ہو جانا۔ جھیلوں اور پانیوں کا خشکیوں میں تبدیل ہو جانا۔ یہ اسلام اور دیگر ممالک کے زلزلے اور ان کی تہس نہس۔ یہ خشکی کے قطعوں پہ دن چڑھے سورج کا سیاہ ہو جانا اور ظلمات کی فضاؤں کا چھا جانا۔ یہ گوشت کی بارشوں کا آنا۔ یہ خون کی بارشوں کا آسمان سے نازل ہونا۔ یہ دنیا کی تہس نہس کے لئے پہاڑوں کے اندر لاتعداد ہائیڈروجن بموں جیسی طاقت کا ظہور میں آنا۔ یہ عالم انسانیت کے اندر بے چینیوں کا پیدا ہو جانا یہ ملکوں کے اندر امن و آشتی کا عنقا ہو جانا۔ یہ سلطنتوں کے اندر باہمی رقابتوں اور دشمنیوں کا ظہور میں آجانا یہ ان کا سامان حرب کی صورت میں خودکشی اور استہلاک کے سامان پیدا کر دینا یہ مخفی بجلیوں کا ظہور میں آجانا تاریک اور بھیانک گھڑیوں سے عالم انسانیت کا دوچار ہو جانا۔ کیوں ہے دنیا والوں کے سامنے ان مہیب حالات کی ابتدا از سر نو کیوں کی ہے یہ ناامیدیوں کا بھیانک سماں کیوں ہے یہ بیم و رجا کی منزلیں کیوں ہیں یہ تغنطی کی آوازیں کیوں ہیں یہ جھوٹی کشتی کیوں ہے یہ انا ربکم الاعلیٰ کے اعلان کیا ہیں۔ یہ خدا کے ہوتے ہوئے مطلق العنانیاں کیوں ہیں۔ یہ قانون رب العلمین سے گستاخیاں کیوں ہیں۔ آج قرآن مہجور کیوں ہے آج قرآنی اعمال مفقود کیوں ہیں یہ شرابیں اور زناکاریاں کیوں ہیں۔ آئیے دیکھیں کہ قرآن اور خداوند جبار و قہار کی یہ آخری آواز کیا اعلان کرتی ہے۔

عذابِ الٰہی کیونکر اور کن صورتوں میں نازل ہوتا ہے

نام و حوالہ سورت	عذابِ الٰہی کیونکر آتا ہے	عذابِ الٰہی کن صورتوں میں نازل ہوتا ہے
۱۔ الھمزۃ	زر پرستی۔ خدا کی راہ میں اور حسب احکام خدا خدا کا دیا ہوا مال خرچ نہ کرنا۔	۱۔ دلوں کا انسانی محبت و شفقت سے یکسر خالی ہو جانا دل کی بربادی سے ایسی جلن میں مبتلا ہو جانا۔ جو دائمی روگ بن جائے گی اور زر پرست دنیا میں ذلیل و خوار ہو کر جہنم رسید ہو گا۔
۲۔ الفجر	یتیم کی پرواہ نہ کرنا مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینا۔ میراث کے مال کو سمیٹ کر کھا جانا اور مال کا عزیز رکھنا۔	۲۔ دولت کی تنگی ہو جانے سے ذلت و رسوائی کا پیدا ہو جانا۔
۳۔ البروج	خدا پر پوری طرح ایمان نہ لانے سے مومن مردوں اور عورتوں کو مصیبتوں میں ڈالنے سے اور توبہ نہ کرنے سے	۳۔ دنیا کے مصائب میں پڑ کر بری طرح ہلاک ہو جانا
۴۔ التطفیف	تجارت میں ناپ تول اور وزن میں کمی کرنے سے	۴۔ ہلاکت کا آنا
۵۔ المرسلٰت	زمین کی ماہیتوں اور اس کے خواص نیز پہاڑوں کی ماہیتوں اور ان کے چشموں کے خواص معلوم نہ کرنے سے اور ان اشیاء کے نشانات قدرت کو بیفائدہ سمجھنے سے۔	۵۔ انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔
۶۔ القلم	باغات میں مساکین کا حصہ نہ رکھنے سے اور بخل کرنے سے راہ اللہ کسی کو اس کی پیداوار نہ دینے سے اور شکر خدا اور تقدیس رب العلمین نہ کرنے سے۔	۶۔ باغات کے اجڑ جانے کی صورت میں اور ان کے خاک کے تودوں کی صورت میں بدل جانے سے۔
۷۔ ایضاً	آبرو باختہ ہونا۔ لوگوں پہ آواز سے کسنا چغلیاں لگاتے پھرنا۔ اچھے کاموں سے لوگوں کو روکنا۔ حد انسانیت سے بڑھ جانا۔ بد مزاج اور اکھڑ ہونا۔ بد اصل ہونا۔ آیات الٰہی کے سننے پہ نصیحت حاصل نہ کرنا بلکہ الٹا مال و اولاد کی اکڑ میں کہنا کہ یہ تو پرانے فرسودہ ڈھکوسلے ہیں۔	۷۔ چہروں اور جسموں کا بدصورت اور بدنما ہو جانا۔ ناک کٹ جانا۔ عزت و آبرو کا ختم ہو جانا۔
۸۔ التحریم	بیویوں کا شوہروں کو دھوکا دینا۔	۸۔ ہلاکت ابدی (دنیا میں غرقابی اور زمین میں دھنس جانے سے ہلاکت اور آخرت میں عذاب جہنم کا آنا۔
۹۔ الطلاق	نکاح اور طلاق کی اہمیت کو خاطر میں نہ لانا	۹۔ ایسی بستیوں کا عذاب میں مبتلا ہو جانا اور ایسے گمراہ انسانوں کا دنیا کے اندر خسارہ اور زوال میں مبتلا ہو جانا۔
۱۰۔ تغابن	رسولوں کے معجزات پر کٹ حجتیاں کرنا۔ اور نبی کے انسان ہونے پر اعتراض کرنا۔ نذیر کو انسانیت سے بلند معیار پر پرکھنا تعلیمات الٰہی سے انکار کرنا	۱۰۔ دنیا میں غلامی کی زندگی اور دیگر ہر طرح ذلیل ہو جانا اور آخرت میں بھی دردناک عذاب کا آنا۔
۱۱۔ واقعہ	قرآن عظیم کی قدر و منزلت نہ کرنا اور اسے قانون علم و عمل نہ سمجھنا	۱۱۔ دنیا و آخرت میں بری معیشت کا نصیب ہونا اور انجام کار جہنم تک رسائی۔
۱۲۔ ایضاً	دنیا میں آسودہ حال ہو کر اور آسودگی کے نشے میں آکر بڑے بڑے گناہوں پر اصرار کرنا۔ قیامت کو دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب کرنا اور دنیا کی بدمستی کے طفیل اپنی اور اپنے آبا و اجداد کی دوسری زندگی پہ تعجب کرنا	۱۲۔ دنیا و آخرت میں بدترین معیشت کا ملنا بڑی ہی غذائیت کا نصیب ہونا۔ دنیا میں آسمانی سیاہ دھوؤں کا استقبال کرنا اور ان سے ہلاک ہونا
۱۳۔ القمر	نذیر کو دیوانہ۔ پاگل۔ کہنا۔	۱۳۔ آسمان سے بارش اور زمین سے پانی کا پھوٹ پڑنا اور ایک سیلاب کی صورت میں عذاب کا نازل ہو جانا اور زندگیوں کا بے آس ہو جانا۔
۱۴۔ القمر	پیغمبر اور نذیر کو جھٹلانا۔	۱۴۔ آسمان سے پتھراؤ کا ہونا اور ہلاکت کا آنا
۱۵۔ ایضاً	غیر فطری گناہوں کی طرف راغب ہونا اور احکام الٰہی میں حجتیں نکالنا۔ اپنے نیک کردار بھائیوں سے برا اور بد اخلاقی کا سلوک کرنا۔	۱۵۔ دین و دنیا کی آنکھوں سے نور کا کھو بیٹھنا دنیا میں ناکام ہو کر بے عقل اور اندھا ہو جانا اور ذلیل ہو کر ہلاک ہونا۔

حوالہ سورۃ	عذاب الٰہی کیونکر آتا ہے	عذاب الٰہی کن صورتوں میں نازل ہوتا ہے
۱۹-الفتح	راہ جہاد سے بھاگنا یا جی چرانا۔	۱۶- دنیا کے اندر آگ بموں سے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب ملنا۔ اور آخرت میں بھی جہنم کی آگ کا استقبال کرنا۔
۱۱-الاحقاف	ماں باپ سے بغاوت کرنا۔	۱۷- دنیا میں برباد ہونا۔ اور آخرت میں جہنم رسید ہونا۔
۱۱-الجاثیہ	جھوٹا بدکار ہونا۔	۱۸- دنیا میں ذلّت کی مار پڑنا۔ اور آخرت میں دردناک عذاب میں پھنسنا۔
۱-الدخان	زمین و آسمان اور تمام کائنات کی پیدائش کو بے حقیقت اور بلا مصلحت سمجھنا ان اپنی سربلندی اور اپنی معقولیت کے اسباب پیدا کرنے کی کوشش نہ کرنا۔	۱۹- بُری غذائیت اور بدترین معیشت کا ملنا دنیا میں ذلالت اور آخرت میں جہنم کا دردناک عذاب ہونا آسمان سے دھوؤں کے مناظر کا پیدا ہونا اور نااہل قوم پر ان کا دردناک عذاب کی صورت میں چھا جانا۔
۲-الشوریٰ	اللہ پر بھروسہ نہ کرنا، کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کی باتوں کا مرتکب ہونا۔ غصّے میں درگذر نہ کرنا اپنے پروردگار کا حکم نہ ماننا نماز باقاعدہ قائم نہ کرنا۔ کام باہمی مشوروں سے نہ کرنا۔ اللہ کے دیئے ہوئے رزق اور دولت میں سے اس کے راستے میں خرچ نہ کرنا۔	۲۰- ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہوگا یہ بے یار و مدد ہو جائیں گے ان کے لئے نجات بھی نہیں ہوگی دنیاوی زندگی میں راندۂ درگاہ رہیں گے۔
۲-السجدہ	زکوٰۃ نہ دینا اور دنیا کی بدمستی سے آخرت کے دن سے منکر ہونا۔	۲۱- ہلاکت کا آنا۔
۲-مومن	انسانی وجود کی ماہیت کو غور سے نہ دیکھنا اس کی تخلیق پر گہرائیوں میں نگاہ ڈال کر قدرت کاملہ کی تجلیوں سے بہرہ اندوز نہ ہونا اور خدا کی نشانیوں میں بے جا جھگڑا کرنا۔ قرآن عزیز کو جھٹلانا۔	۲۲- طوقِ غلامی گلے میں پڑنا۔ آخرت میں دردناک عذاب کا پہنچنا۔
۲-الصّٰفّٰت	کورانہ تقلید اور گمراہ آباء و اجداد کے نقش قدم پر چلنا۔	۲۳- دنیا و آخرت میں ذلت آمیز معیشت غذائیت وغیرہ کا ملنا۔
۱-الاحزاب	پردہ کی مخالفت کرنا مسلمان مردوں، اور عورتوں پر ناحق تہمتیں لگا کر جھوٹ اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے اوپر لینے والے بدنیت اور منافق۔	۲۴- نیکوں کا ان پر مسلط ہو جانا۔ بدکاروں کا ملک بدر ہو جانا ہر طرف سے ان پر لعنت کی پھٹکار پڑنا۔ ان کی گرفتاریوں کا ہونا ان کو بدنی سزاؤں کا ملنا۔
۲-العنکبوت	قوم لوط جیسی بدکاریوں کا ارتکاب کرنا۔	۲۵- بستیوں کا اُلٹ جانا۔
۱-النمل	ملک کے رؤسا اور دولتمندوں کا علیحدہ علیحدہ پارٹیاں بنانا اور وقت کے نبی اور داعی حق کو ناکام اور ہلاک کرنے کی کوشش کرنا۔	۲۶- ایسے رئیسوں اور دولت مندوں کے گھروں کا رونقوں سے خالی ہو جانا۔ دنیا میں ناکام اور نامراد ذلالت کی زندگی گذار کر ہلاک ہو جانا۔
۲-ایضاً	قوم لوط جیسے اعمال و کردار کا عامل ہونا۔	۲۷- آسمانی وباؤں اور پتھراؤ سے ہلاک ہونا۔
۱-النور	پاکدامن لونڈیوں کو حرامکاری پر مجبور کرنا۔ ان سے جائز نکاح نہ کرنا۔ اور ان کو زنا پر مجبور کرنا۔	۲۸- عذاب الٰہی آئے گا۔ دنیا میں ہلاکت آئے گی۔
۱-الکہف	جھوٹی باتوں کی آڑ لیکر جھگڑنا سچائی کو متزلزل کرنا۔ آیت الٰہی کا تمسخر اڑانا۔ دلوں پر پردوں کا پڑ جانا۔ کانوں میں گرانی ہو جانا یعنی کسی بات کو حق تسلیم کرنے کی طرف نہ آنا۔	۲۹- عذاب الٰہی کو دعوت دینا۔ ... اپنے آپ ظالم کہلا کر ہلاک ہو جانا۔ لیکن ایسی ہلاکت کا مقررہ وقت پر آنا لازمی [illegible] کا بد انجام ہونا۔
۱-النحل	بستیوں کا نافرمان ہونا لوگوں کا خدا کے سوا کسی عام ہستی کو وسیلہ تقرب سمجھنا	۳۰- روز قیامت سے پہلے ان کی ہلاکت یقینی ہے۔

حوالہ سورت	عذاب الٰہی کیونکر آتا ہے	عذاب الٰہی کن صورتوں میں نازل ہوتا ہے
۳۱-النحل	اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنا	۳۱- فاقہ آئے خوف چھا جائے اور بھوک سے تنگ کے عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائیں۔
۳۲-ایضاً	اللہ کی آیتوں پر یقین نہ رکھنا	۳۲- دنیا میں ناکامی و نامرادی اور دردناک عذاب میں مبتلا ہونا۔
۳۳-ایضاً	کفر کی زندگی اختیار کرنا یعنی حق سے انکار کئے رکھنا۔	۳۳- ناکام زندگی کا ہونا۔ عقل و حواس کا تاراج ہو جانا جس راہ میں قدم اٹھائے دوسرے کا محتاج ہو۔
۳۴-ایضاً	بداعمالیوں پر	۳۴- اللہ کی گرفت۔ لیکن مہلت کے بعد ہوگی
۳۵-ایضاً	اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے بیجا اور بے حقیقت امور پر خرچ کرنا۔	۳۵- خدا کی شدید بازپُرس ہوگی۔
۳۶-النحل	خلاف قانون خدا تدبیریں سوچنا	۳۶- زمین میں دھنس جانا ایسے عذاب کا آنا جس کا وہم گمان بھی نہ ہو۔ ملکوں کی سیر کرلے بننے انجام کی ماہیت کا پا سکنا۔
۳۷-النحل	دعوت حق کے خلاف تدبیریں سوچنا۔	۳۷- بنے بنائے کھیل کا بگڑ جانا۔ ایسے عذاب کا نمودار ہونا جس کا وہم و گمان بھی نہ ہو۔
۳۸-الحجر	قوم لوط کے کردار رکھنے والوں پر عام ہونا۔	۳۸- زلزلوں کی ہولناک آواز سے بستیوں کا زیر و زبر ہو جانا۔
۳۹-ابراہیم	ظالم بننا اور داعی حق کی نصرت کا عدم یقین ہونا۔	۳۹- ایسے بدبختوں کی آنکھ کا شدت حیرت سے پھٹنا۔ حیران و سراسیمہ نظر اٹھائے ہوئے گھروں کو چھوڑ بھاگنا۔ خوف و ہراس کی وجہ سے پیچھے مڑ کر اپنے گھروں کو بھی نہ دیکھنا اور کہیں جا کر پناہ گیر بننا۔
۴۰-الرعد	بجائے نیکی کے برائی کے لئے جلدی کرنا۔	۴۰- سخت سزائے ہلاکت وارد ہو۔
۴۱-یونس	زمین آسمان کے ہر ذرّہ کا علم اور اس کی ماہیت کو کتاب مبین میں مندرج نہ سمجھنا اور ان سے فائدہ نہ اٹھانا۔	۴۱- اشیاء کائنات کے علم اور ماہیت سے ناآشنا رہنے سے دنیا میں ہمیشہ خوف اور غم کی زندگی بسر ہوگی غلامی اور بدحالی سے ہمیشہ ناکامیاں نصیب ہوں گی۔
۴۲-التوبہ	جہاد کو ذریعہ حصول مال بنانا	۴۲- کافر بن جانا۔ دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہونا۔
۴۳-ایضاً	علماء و مشائخ کا ناحق مال ہضم کرنا اللہ کی راہ سے روکنا۔ سونا چاندی ذخیرہ کرنا۔ لیکن راہ حق میں دینے سے بخل کرنا۔ یعنی زکوٰۃ تک نہ دینا اور عوام کا ان کو کارساز بنائے رکھنا	۴۳- دردناک عذاب ہوگا۔ اسی مال سے ان کو داغا جائے گا ان کو کارساز سمجھنے والوں پر اللہ کی پھٹکار کا ہونا۔
۴۴-الاعراف	قوم لوط جیسی بدکاریوں کا مرتکب ہونا	۴۴- ہلاک ہونا۔ آسمانی ... پتھراؤ سے تباہ و برباد ہو جانا۔
۴۵-الانعام	کلام حق سے اعراض کرنا۔	۴۵- جان کنی کی بے ہوشیوں اور عذابوں میں دم توڑنا۔
۴۶-ایضاً	دولتمندوں کا غریبوں اور مسکینوں پر نگاہ غلط انداز ڈالنا انہیں حقیر سمجھنا۔	۴۶- ظالموں میں شمار ہونا اور شق [illegible] خدا کی سزاؤں کا مستوجب ہونا۔
۴۷-المائدہ	قرآن کے علم میں کثرت سوالات کا پیدا کرنا اور دین میں خواہ مخواہ اُلجھنیں پیدا کرنا	۴۷- پابندیوں کا بڑھ جانا۔ اور دائرہ عمل کا تنگ ہو جانا۔
۴۸-المائدہ	دین کا تمسخر اڑانا ظاہرداری کے طور پر مسلمان بنے رہنا اور شرارتوں پر آمادہ رہنا گناہ کرنا۔ ظلم کرنا۔ مال حرام رشوتیں وغیرہ ناحق روزی کمانا۔	۴۸- شریر قوموں کا پجاری بن جانا۔ بندر اور خنزیر صفت بن جانا۔ بے غیرت بن جانا ذلیل اور بدکار بن جانا۔
۴۹-النساء	یتیموں کا مال ناانصافی سے خورد برد کرنا۔	۴۹- سینوں کے اندر خوف و ہراس کی جلن

(باقی بر صفحہ [illegible] کالم ۳)

زکوٰۃ قومی بیت المال میں جمع کرائیں

ذیل کا خط دفتر انجمن سے احباب کے نام بھیجا گیا ہے:۔

اخویم مکرم معظم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہ رجب عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اور عام طور پر مسلمان اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، یہ مہینہ شروع ہونیوالا ہے اس لئے میں آپ کو اس ضروری فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنت نبوی سے پتہ لگتا ہے کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ زکوٰۃ خود بخود جہاں چاہے دیدے بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو اور بیت المال کے ذریعہ مستحقین کو دی جائے۔ عام طور پر جو یہ دستور ہے کہ زکوٰۃ کے مہینہ میں مانگنے والے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور شہر بشہر مانگتے پھرتے ہیں اور دینے والے ان کو زکوٰۃ میں سے دیکر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہوگئی، یہ طریق صحیح نہیں، اس سے مسلمانوں میں گداگری اور بیکاری بڑھ رہی ہے زکوٰۃ بھی اس طرح ادا نہیں ہوتی۔ قرون اولیٰ میں قرآن کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے، یہی سنت نبوی ہے، یہی خلفائے راشدین کا طریق ہے، اور اسی طریق پر عمل کرنے سے مسلمان قوم کی تمام قومی و ملی ضروریات پوری ہوسکتی ہیں، اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب اور سرخرو ہوسکتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ اپنے قومی ادارہ یا بیت المال میں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں۔ انجمن تمام ان مصارف اور مدات پر اس روپیہ کو خرچ کرتی ہے جو قرآن کریم نے مقرر کئے ہوئے ہیں۔

مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت آپ پر واضح کر دوں، آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ان پانچ ارکان اسلام میں سے ہے جن پر دین کی بنا رکھی گئی ہے قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ہے اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ جس سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کے ذریعہ جو تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہوسکتا جب تک عام لوگ صدقات و خیرات اور صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کریں۔

چندہ ماہوار زکوٰۃ نہیں، بلکہ جہاد کے حکم میں ہے، اور جہاد اور زکوٰۃ دو الگ الگ رکن ہیں، اور دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ چندہ ماہوار سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوجاتی اور نہ زکوٰۃ سے چندہ یا جہاد کا رکن ادا ہوجاتا ہے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ۔ تجارتی مال، زیورات اور جائیداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب ہو حساب کر کے اور جو کچھ واجب ہوا ہے اپنے قومی بیت المال میں جمع کرا دیں گے کہ اسی میں آپ کی اور آپ کی قوم کی بہبود اور سرخروئی ہے۔

ہاں انجمن کے ۔ ۔ ۔ ۔ فیصلہ کے مطابق جو حدیث نبوی پر مبنی ہے۔ یہ آپ کو اختیار ہے کہ اپنی زکوٰۃ میں سے ایک چوتھائی یا ایک تہائی رقم اگر آپ چاہیں تو اپنے طور پر کسی مستحق کو دے دیں یا کچھ لٹریچر منگوا کر اسے خود مناسب جگہوں پر تقسیم کر دیں۔ لیکن باقی رقم کا بیت المال میں آنا ضروری ہے امید ہے آپ اس سے دریغ نہ فرمائیں گے اور ایسی تمام رقوم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھجوا کر مجھے بھی اس سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام

خاکسار۔ مرتضیٰ خان۔ اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

عذاب الٰہی کیونکر اور کن صورتوں میں نازل ہوتا ہے (بقیہ صفحہ ۱)

حوالہ سورت	عذاب الٰہی کیونکر آتا ہے	عذاب الٰہی کن صورتوں میں نازل ہوتا ہے
		کا ہمیشہ رہنا۔ بیماریوں میں مبتلا رہ کر ہمیشہ ذلیل رہنا۔
۵۰۔ عمران	سودی لین دین سے مال و دولت کا جمع کرنا۔	۵۰۔ میدان میں شکست ہو۔ رسوائی نصیب ہو۔
۵۱۔ ایضاً	دشمنان حق کو دوست بنانا۔ شخصی تعلقات کو جماعتی تعلقات پر ترجیح دینا۔	۵۱۔ فلاح و سعادت نصیب نہ ہو۔ خدا کے مواخذہ میں آجانا۔
۵۲۔ عمران	منکر حق ہونا	۵۲۔ دنیا میں مغلوب رہنا
۵۳۔ بقر پارہ ۳	سود خوری کرنا	۵۳۔ باہمی محبت اور ہمدردی سے عاری ہوجانا۔ انسانی احساسات سے قطع تعلق ہونا خدا کا قہار ہوجانا۔ رحمت خدا سے دور ہوجانا
۵۴۔ بقر پارہ ۳	دکھاوے کی نیکیاں کرنا	۵۴۔ قیامت کو کف افسوس ملنا۔ رحمت باری سے ناامید ہونا۔
۵۵۔ بقر پارہ ۲	قوم کی طرف سے لیڈر یا امام یا حاکم سلطنت کا انتخاب معیار دولت پر ہونا۔ وسعت علم اور طاقت جسم پر نہ ہونا۔	۵۵۔ استقامت کی سچی روح کا پیدا نہ ہونا۔ راہ عمل میں ثابت قدمی کا نہ ہونا۔ سردار کی سچی اطاعت کا جذبہ نہ ہونا۔ کامیابی سے آشنا نہ ہونا۔ اللہ کی برکتوں کا شامل حال نہ ہونا۔

مسلمانو! مندرجہ بالا خدا کی کتاب کے صرف ۵۵ محلکے دیکھ لئے۔ اور اندازہ لگالیا کہ خدا کن صورتوں میں غضبناک ہوجاتا ہے اور کن صورتوں میں رحیم اور ستار بن جاتا ہے جزا و سزا کے یہ قواعد کلیہ (FORMULA) اپنی زندگی میں قطعاً درست پاؤ گے گزشتہ دور پر نگاہ ڈالو۔ قوموں کی تہس نہس اور بستیوں کا انہدام اور الٹ جانا کیونکر ہوا۔ غور و تدبر کی آنکھ ابھی سے کھول لو۔ قرآنی محاکمات میں پورے تعمق سے کام لو اور اپنے اپنے اعمال کے سامنے ان حالوں کو رکھ لو اپنے اعمال کا خود ہی محاسبہ کرلو کہ تم پر کیا گذرنے والی ہے یا تمہارے اعمال بد کے طفیل تم پر امن سے پہلے کیا گذر چکی ہے۔

اسلامی لٹریچر کا بہترین نچوڑ

تصنیفات حضرت مسیح موعود مہدی معہود

سلسلہ تصنیفات احمدیہ حصہ دوم

اس میں ذیل کی کتب شامل ہیں :-

۱- سرمہ چشم آریہ :- آریوں کے اعتراضات کے مدلل جوابات۔
۲- شحنہ حق :- اس کتاب میں بھی آریوں کے اعتراضات کا رد لاجواب پیرایہ میں کیا گیا ہے۔ قیمت۔
۳- ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب :- عیسائیوں کے اہم اعتراضات در بارہ نبوت و معجزات حضرت نبی کریم صلعم کے مدلل جوابات۔ قیمت :- ۰—۰—۲

سلسلہ تصنیفات احمدیہ حصہ چہارم

اس حصہ میں ذیل کی کتب شامل ہیں :-

۱- الحق مباحثہ لدھیانہ
۲- الحق مباحثہ دہلی :- حضرت مسیح اور مولوی محمد بشیر بھوپالی کی مفصل اور قابل دید بحث۔ قیمت
۳- آسمانی فیصلہ :- ہندوستان کے سربرآوردہ علماء اور پیروں کو آسمانی فیصلہ کی دعوت دی گئی ہے۔
۴- نشان آسمانی :- اولیاء امت کی پیشگوئیاں در بارہ صداقت دعوے خود۔ قیمت ۰—۸—۲

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ہفتم

اس میں حسب ذیل کتب شامل ہیں :-

۱- ضیاء الحق :- دعویٰ مسیحیت کی صداقت پر مخالفین کو جوابات
۲- شہادت القرآن۔
۳- انوار الاسلام
۴- نور القرآن حصہ اول
۵- نور القرآن حصہ دوم
۶- ست بچن۔
۷- آریہ دھرم۔ قیمت ۰—۱۲—۲

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ہشتم۔

اس میں حسب ذیل کتب شامل ہیں :-

۱- تعلیم الاسلام یا اسلامی اصول کی فلاسفی۔
۲- انجام آتھم۔
۳- سراج منیر
۴- تحفہ قیصریہ۔
۵- حجۃ اللہ۔
۶- سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ ۰—۱۲—۲

۱- نور القرآن حصہ اول :- عربی میں عیسائیوں کے عقائد باطلہ کا رد پیش کیا گیا ہے۔ قیمت .. ۰—۸—۰
۲- نور القرآن حصہ دوم۔ قیمت ۰—۸—۰

کشتی نوح۔ عمدہ سفید کاغذ پر طبع شدہ ۔ ۔ ۔ ۰—۴—۱
ازالہ اوہام مجلد ہر دو حصہ ۔ ۔ ۔ ۵—۰—۰

اتمام حجت .. ۰—۲—۰
سر الخلافہ .. ۰—۸—۰
تحفہ بغداد .. ۰—۴—۰
الوصیت .. ۰—۲—۰
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب .. ۰—۴—۰
انوار القرآن حصہ اول و دوم .. ۱—۰—۰
انوار الاسلام .. ۰—۴—۰
استفتاء .. ۰—۲—۰
حجۃ اللہ .. ۰—۶—۰
سراج منیر .. ۰—۶—۰
توضیح مرام .. ۰—۶—۰
فتح اسلام .. ۰—۵—۰
کرامات الصادقین .. ۰—۶—۰
دو تقریریں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۰—۸—۰
ملفوظات احمدیہ حصہ دوم .. ۲—۰—۰
ملفوظات احمدیہ حصہ سوم۔ ملفوظات از نومبر ۱۹۰۱ تا اپریل ۱۹۰۲
ملفوظات احمدیہ حصہ چہارم۔ ملفوظات از ۱۵ اپریل ۱۹۰۲ تا یکم ستمبر ۱۹۰۲ء
ملفوظات احمدیہ حصہ پنجم۔ ملفوظات از یکم ستمبر ۱۹۰۲ء تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء
ملفوظات احمدیہ حصہ ششم۔ ملفوظات از ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء تا ۵ نومبر ۱۹۰۲ء
ملفوظات احمدیہ حصہ ہفتم۔ ملفوظات از ۵ نومبر ۱۹۰۲ء تا دسمبر ۱۹۰۲ء

قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے

تصنیفات حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی

امیر جماعت احمدیہ لاہور

بیان القرآن :- یعنی اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم معہ عربی متن تین جلدوں میں مجلد معمولی سولہ روپیہ چار آنہ مجلد اعلیٰ اٹھارہ روپیہ محصولڈاک تین روپے۔

جمع قرآن :- قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تاریخی واقعات اور اعتراضات کے مفصل جوابات۔ ہدیہ مجلد ۲ ؎

حمائل شریف :- بیان القرآن کے حصہ لغت کو چھوڑ تفسیری نوٹوں اور اردو حواشی کے ساتھ۔ ہدیہ ۰—۴—۳ روپے

زندہ نبی کی زندہ تعلیم :- اس کتاب میں حضور سرور کائنات محمد صلعم کی حیات طیبہ اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو قرآن، حدیث اور سنت کی روشنی میں جدید اسلوب اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے اسلوب اور جامعیت سے انگلستان کی ایک فرم کے نقاد اور کاروبار داں اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اس کتاب کو بیک وقت انگریزی فرانسیسی اور ہسپینی زبانوں میں شائع کر رہے ہیں۔ قیمت اردو چار روپے
قیمت انگریزی پانچ روپے

احادیث العمل :- منتخب احادیث مع ترجمہ و تفسیری نوٹ۔ ۱۲ر

جمع قرآن :- قرآن کریم کی جمع و ترتیب اور اعتراضات کی تردید کی گئی ہے۔ قیمت .. ۰—۲—۱

سیرت خیر البشر :- دوم ایڈیشن مفصل سوانحعمری حضرت رسول مقبول محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس میں ہر قسم کے اعتراضات کو رفع کیا گیا ہے۔ قیمت .. ۰—۴—۱

حمائل شریف مترجم :- جس میں بین السطور ترجمہ اور حاشیہ پر تفسیری نوٹ ہیں۔ ہدیہ .. ۰—۴—۳

تاریخ خلافت راشدہ :- (سوم ایڈیشن) سوانح عمری خلفاء راشدین حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علی رضؓ ۰—۴—۱

النبوۃ فی الاسلام :- رسالت، محدثیت اور مجددیت پر مفصل بحث۔ .. ۰—۸—۲

مقام حدیث :- دوم ایڈیشن۔ ضرورت حدیث۔ جمع اور تنقید حدیث پر مفصل بحث ہے۔ .. ۰—۴—۱

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم

نبوت کا ظہور اتم المعروف بہ نبی کامل .. ۲—۰—۰
تمدن اسلام .. ۱۴ر مطالعہ اسلام .. ۱۰ر
ینابیع المسیحیت .. ۴ر لمعات انوار محمدیہ .. ۱۰ر
راز حیات یا انجیل عمل ۱۲ر ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان .. ۸ر
موضوع قرآن۔ تہذیب انسانی } ۴ر
اسماء الٰہیہ } ہستی باری تعالیٰ .. ۶ر
اسوہ حسنہ .. ۸ر حیات بعد الموت .. ۸ر

محصول ڈاک علاوہ

کتب از حضرت مولانا محمد احسن صاحب مرحوم امروہی

القول المجدد .. ۳۰ر ستہ ضروریہ .. ۳ر
اعلام الناس .. ۳ر السراج الوہاج .. ۲ر
اظہار النصائح .. ۲ر

کتب از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم

مجدد اعظم - حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کی مکمل اور جامع سوانح حیات تین جلدوں میں۔ جلد اول چار روپے چھ آنے جلد دوم تین روپے بارہ آنے۔ جلد سوم چار روپے

ملنے کا پتہ :- مینجر دار الکتب اسلامیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور (پاکستان)

اسلام کا خطرہ

فرقہ پروری اور الیکشن کے جنون کا اثر سب سے زیادہ دل و دماغ پر پڑتا ہے، اس کا تازہ ثبوت ہندو مہا سبھا کے صدر ڈاکٹر کھرے کی وہ تقریر ہے جو انہوں نے حال ہی میں پٹنہ میں کی ہے، اس میں انہوں نے سرمایہ داری اور امپیریلزم کی طرح اسلام کو بھی دنیا کے لئے خطرہ بتایا ہے اور ہندوؤں کو ڈرایا ہے کہ اسلام پھر سر اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس نے تقسیم کے ذریعہ ایک اسلامی سلطنت قائم کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے اور اس کا شعار ہمیشہ جارحانہ رہا ہے اس لئے ہندوؤں کو اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ہندو مہا سبھا کا ساتھ دینا چاہیئے۔

اگر اسلام دنیا کے لئے خطرہ ہوتا اور اس کا شعار جارحانہ ہوتا تو آج ہندوستان تہذیب و تمدن کے اس درجہ پر نہ ہوتا اور نہ اسلام کے خلاف زہر چکانی کے لئے ڈاکٹر کھرے کا وجود ہوتا، ان کے اسلاف یا اسلام قبول کر چکے ہوتے یا اس کے جارحانہ شعار کا شکار ہو گئے ہوتے، ان کا وجود خود ان کے دعویٰ کی تردید کے لئے کافی ہے۔ اسلام سرنگوں کب تھا، جو اب سر اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے، وہ ہمیشہ سربلند رہا اور آئندہ بھی رہے گا۔ وہ ہندوستان کی چہار دیواری میں محدود نہیں، بلکہ ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے، ڈاکٹر کھرے کہاں کہاں اس کا مقابلہ کرتے پھریں گے یہ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اسلام نے پاکستان نہیں قائم کرایا بلکہ وہ ڈاکٹر کھرے جیسے فرقہ پرستوں کی ذہنیت کا نتیجہ ہے، ابھی دیکھئے یہ تنگ دلی و تنگ نظری اور کیا گل کھلاتی ہے اور اگر اسلام ہی نے پاکستان قائم کرایا تو کیا برائی کی جب کہ خود ڈاکٹر کھرے ہندو ازم کے نعرہ کے زور سے ہندوستان میں ہندو حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں، ڈاکٹر کھرے جیسے لوگوں کو تو اسلام کا ممنون ہونا چاہیئے، اگر اسلام ہندوستان میں نہ ہوتا تو وہ کس بنیاد پر ہندو سبھا کی عمارت کھڑی کرتے اس لئے فرقہ پرستوں کو اسلام کا یہ احسان تو کم از کم ماننا ہی چاہیئے، سب سے زیادہ قابل تعریف ہماری سیکولر حکومت ہے جس نے ڈاکٹر کھرے جیسے لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو منہ میں آئے بکتے پھریں، کیا اسی قسم کی آزادی ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی حاصل ہے؟

(معارف)

دین اور دیانت

ایک روزنامہ سے :۔

ایک مولوی صاحب حج سے تشریف لائے اور انہوں نے مجھے تبرک عنایت فرمایا

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت

جمعہ مورخہ ۶ اپریل ۱۹۵۱ء کو اچانک یہ خبر سننے میں آئی کہ گذشتہ رات حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت پھر ناساز ہو گئی، اس خبر کے سنتے ہی تمام جماعت میں غم و فکر کی ایک لہر دوڑ گئی نماز جمعہ کے بعد مولنا صدر الدین صاحب نے یہ خبر جماعت کو سنائی اور اسی وقت بیٹے درد دل سے دعا کی گئی، تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ بیماری کا حملہ زیادہ زبردست نہیں تھا اور حضور کی طبیعت رو بصحت ہے اس کے بعد پے در پے صحت کے روبہ ترقی کی اطلاعات آتی رہیں یہاں تک کہ آج سیکرٹری صاحب نے لکھا ہے کہ :۔

"حضرت کو آکسیجن دینی بند کر دی گئی ہے، طبیعت اچھی ہے کل بخار ۹۸٫۴ تھا، احباب آپ کی صحت کاملہ کے لئے دعا کرتے رہیں"

اور ساتھ ساتھ یہ قصہ بھی سنا دیا کہ تبرک کے بورے کو وہ کس طرح محصول والوں کی نظروں سے بچا کر لائے ہیں، اور اسی طرح چار چھ روپیہ بچانے میں کامیاب ہو گئے"۔

عبارت روزنامہ کے ظریفانہ کالموں سے لی گئی ہے۔ لیکن نفس روایت میں ظرافت سے کہیں زیادہ سامان عبرت موجود ہے بات بظاہر چھوٹی سی ہے۔ حالانکہ حقیقت بہت بڑی اور ہم سب کو شرمندہ کر دینے والی ہے ان "چالاکیوں" پر فخر کرنا اور انہیں گویا اپنی تدبیر کی و فرزانگی کی بڑی دلیل سمجھنا ہمارے معاشرہ میں عام ہو چکا ہے اور اچھے اچھے مذہبی اور دیندار لوگ تک ان ذلیل حرکتوں کو نہ اپنی شرافت و خودداری کے منافی سمجھتے ہیں اور نہ تقوے و دیانت کے۔ حالانکہ دینی حیثیت سے یہ الگ معصیت ہے۔ اور قوم کی قوم کو دوسروں کی نظر میں بے اعتبار بناتے اور اس کی ساکھ بگاڑنے میں الگ معین۔ (صدق جدید)

جماعت اسلامی اور سیاسیات

"جماعت اسلامی" یو۔ پی کے ایک سہ روزہ نقیب کے ایڈیٹوریل سے :۔

اگر کسی جماعت کے سیاسی ہونے کا یہ معیار ہے کہ وہ ملک کی مروجہ سیاسیات میں حصہ لیتی اور کسی سیاسی پروگرام کے لئے اپنی تنظیم کرتی اور دوسری سیاسی جماعتوں سے الیکشن لڑتی ہو تو جماعت اسلامی اس معیار پر کسی صورت میں بھی سیاسی یا نیم سیاسی جماعت نہیں، اس لئے کہ وہ موجودہ سیاست میں حصہ لینا تو کیا وہ مروجہ سیاست کی ہر شکل کو غلط اور ناجائز قرار دیتی ہے اس لئے وہ مروجہ سیاست سے کلی انقطاع اور عدم اشتراک کی پالیسی پر عمل پیرا ہے"۔

یہ کلی انقطاع اور عدم اشتراک سیکولر حکومتوں[1] کے مقابلہ میں تو یقیناً صحیح ہوگا۔ لیکن

[1] یعنی ہندوستان کی لادینی حکومت

بچوں کا صفحہ ——— از مولانا مرتضیٰ خاں صاحب

ایک عالی ظرف ماں

سب سے پہلی جنگ جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ سے پیش آئی وہ جنگ بدر کہلاتی ہے۔ دشمن کی فوج میں ایک ہزار تجربہ کار سپاہی اور کئی بہادر جرنیل اور سپہ سالار موجود تھے۔ سامان کی بھی کمی نہیں تھی۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ۳۱۳ آدمی طیار کر سکے۔ ان ۳۱۳ میں بعض لڑکے بھی تھے۔ جنہیں شوق شہادت کشاں کشاں میدان جنگ میں لے جا رہا تھا۔ حضرت نبی کریم صلعم نے روکا بھی مگر ان کے دلوں میں جہاد کا اس قدر شوق تھا کہ رکے نہیں تھے۔ انہی بہادر لڑکوں میں ایک نوعمر لڑکا حارث بن سراقہ تھا۔ جس کو اس کے رتبے اور شان کی وجہ سے حضرت حارث بن سراقہ کہنا چاہیئے۔ وہ جنگ بدر میں شریک ہوا اور خوب داد شجاعت دی دشمنوں پر بڑھ بڑھ کر وار کئے اور کتنے ہی کافروں کے سر اڑا دئے۔ اس طرح بہادری سے جنگ کرتا ہوا آخر دشمن کے ایک تیر کا نشانہ ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا خوش نصیب تھا حارث کہ خدا نے چھوٹی سی عمر میں اس کو شہادت کا تاج پہنایا۔ اور کس قدر عالی ظرف اور با حوصلہ تھی حارث کی ماں کہ جب اس نے اپنے بچے کی شہادت کی خبر سنی۔ اس نے نہ آنسو بہائے نہ روئی پیٹی اور نہ اپنے غم کا کسی اور طرح سے اظہار کیا۔ جب حضرت نبی کریم صلعم مدینہ میں واپس تشریف لائے۔ یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یارسول اللہ! میری جان حضور پر قربان ہو۔ حضور خود سمجھ سکتے ہیں کہ حارث کی بے وقت موت کا مجھے کس قدر رنج ہو سکتا ہے۔ لیکن میں نے اس پر صبر کیا۔ کسی بے صبری کا اظہار نہیں کیا۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا میرے بیٹے کی یہ قربانی قبول ہو گئی ہے؟

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں اپنی زبان فیض بیان سے فرمایا۔ "اے ام حارث! تیرا بیٹا شہادت کی موت مرا ہے۔ وہ خدا کے رستہ میں شہید ہوا ہے اور خدا نے اس کی شہادت قبول کر لی ہے اور اسکو بہشت میں اعلےٰ مقام ملا ہے۔"

جب ام حارث نے یہ الفاظ حضرت نبی کریم کی زبان سے سنے وہ خوش ہو گئی اور خوشی خوشی اپنی جگہ کو واپس چلی گئی۔ گویا کچھ واقعہ ہوا ہی نہیں تھا۔

یہ ہیں اصل مائیں جو اپنے دین اور اپنے نبی کے لئے اپنی اولاد کو قربان کر دیں۔

خدمتِ خلق کا جذبہ

حضرت ابوبکرؓ کی زندگی میں سے ایک دو مثالیں

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے بھی خدا کی مخلوق کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ آپ یتیموں کو کھانا کھلاتے۔ بیواؤں کی خبرگیری کرتے۔ مسافروں اور مہمانوں کی خدمت کرتے۔ عاجزوں اور مسکینوں سے ہمدردی کرتے۔ بیکسوں اور مظلوموں پر رحم فرماتے۔ غرضیکہ جتنے کام خدمت خلق کے ہو سکتے تھے۔ سب کرتے۔ نبی ہونے کے بعد تو یہ جذبہ آپ کے دل میں اور بھی زیادہ ہو گیا۔ آپ خود بھی دوسروں کی خدمت پر کمربستہ رہتے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی تعلیم دیتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ کے صحابہ کے دل میں بھی خدمت خلق کا بڑا شوق تھا۔ اور ہر چھوٹا بڑا دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ جو ایک بہت بڑے آدمی تھے اپنے ایک پڑوسی عورت کی بکری کا دودھ دوہ دیا کرتے تھے۔ جب آپ خلیفہ ہو گئے تو اس عورت کو خیال پیدا ہوا کہ اب ابوبکر بادشاہ ہو گیا ہے اب وہ میری بکری کب دوہنے لگا۔ اس کے علاوہ اب اس کو پہلے سے زیادہ کام کرنا ہوگا اس کو میرے کام کے لئے کب فرصت ہوگی۔ حضرت ابوبکر نے اس بڑھیا کی یہ بات سن پائی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا۔

خدا کی قسم! اگرچہ اب مجھے پہلے سے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے اور گھر کے کاموں کے لئے بہت کم فرصت ملتی ہے لیکن جو نیکی کا کام میں نے شروع کر رکھا ہے اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا جب تک زندہ ہوں۔ تمہاری بکریوں کا دودھ دوہتا رہوں گا۔ چنانچہ آپ نے آخر وقت تک ایسا ہی کیا اسی طرح ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایک بڑھیا عورت کو جو شہر کے ایک دور دراز کونے میں رہتی تھی ہر روز حلوا دیا کرتے تھے وہ شوق سے حلوا کھاتی اور آپ کو دعائیں دیتی۔ ایک دن جب اس کو حلوا نہ پہنچا تو وہ بڑھیا اپنی ہمسایہ عورتوں سے کہنے لگی کہ افسوس آج ابوبکرؓ فوت ہو گیا۔ ان عورتوں نے پوچھا ہم نے تو سنا نہیں۔ تجھ کو کس طرح معلوم ہو گیا۔ وہ کہنے لگی کہ وہ ہمیشہ میرے لئے حلوہ لایا کرتا تھا۔ آج نہیں لایا معلوم ہوتا ہے کہ فوت ہو گیا ہے ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ نہ آتا جب سے اس نے مجھے حلوا دینا شروع کیا ہے ایک دن ناغہ نہیں کیا۔ آج جو ناغہ ہوا اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ فوت ہو گیا۔

اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا ہے اس بڑھیا کی بات سچی تھی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کے دلوں میں خدا کی کس قدر محبت تھی کہ جو کام خدمت کا وہ شروع کر بیٹھتے اس میں کمی نہ آنے دیتے۔ بلکہ اس کو مستقل طور پر کرتے۔ غریبوں اور عاجزوں کی خدمت اپنے ہاتھ سے کرنے میں انہیں کوئی عار نہ تھی۔ بادشاہی سے بڑھکر اور کونسا منصب ہے لیکن یہ لوگ بادشاہ ہو کر بھی خدمت خلق کے چھوٹے چھوٹے کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ ہمارے نبی کریم صلعم بھی پڑوسی عورتوں کا سودا بازار سے خود لا دیتے۔ اور جب آپ کو کوئی غریب سے غریب آدمی کوئی کام بتاتا آپ اس کے کرنے میں ذرا نہ جھجکتے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جو دوسروں کی حاجت پوری کرے گا خدا اس کی حاجت پوری کرے گا۔ آپ نے خدا کے ساتھ شفقت کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ مسافروں کی مدد۔ مہمانوں

کی خدمت۔ بیماروں کی بیمارپرسی اور یتیموں اور بیوہ عورتوں کی پرورش کرنا انسان کا فرض ہے۔ جس کی ہمارے نبی صلعم نے بھی تاکید فرمائی ہے۔

جماعت اسلامی اور سیاسیات۔ بقیہ صفحہ اوّل

تو معلوم کیا بات ہے کہ جہاں کسی مسلم حکومت کا سوال آیا یہ انقطاع کلی اور یکسر بے تعلقی تنظیم مانعین میں کیوں تبدیل ہو جاتی ہے اور الیکشن تک میں مقابلہ کی تیاریاں کیوں شروع ہو جاتی ہیں!۔

—— تاریخ کے ایک طالب علم ابھی پوچھ رہے تھے کہ پہلی صدی ہجری کے خارجی حضرات اپنے سارے جوش جہاد وقتال، جانبازی و سرفروشی کے ثبوت آخر صرف مسلمانوں ہی کے مقابلہ میں کیوں پیش فرماتے رہتے تھے؟

(صدق جدید)

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۴ رجب سنہ ۱۳۷۰ھ | نمبر ۱۴

قرآن کی طرف واپسی

گذشتہ صدی میں جب امت محمدیہ تنزل و انحطاط کے ایسے دور میں سے گذر رہی تھی جس سے اس کا دوبارہ ابھرنا بظاہر ناممکن نظر آتا تھا، ان بہت سی باتوں میں سے جو اس کے انحطاط کا موجب ہوئیں ایک بہت بڑی بات جس کو بنیادی وجہ قرار دینا چاہیئے قرآن سے اس کی دوری اور بے توجہی تھی ایسا تو شاید ہی کوئی اسلامی گھرانا ہوگا جس میں قرآن موجود نہ ہو اور عام طور پر اس کو نہایت خوبصورت غلافوں میں لپیٹ کر اونچی جگہوں پہ رکھا نہ جاتا ہو، روزانہ تلاوت بھی ہوتی تھی لیکن اس کے مطالب و معانی کو جاننا، اس کے احکام سے واقف ہونا اور روزانہ زندگی میں اسکو اپنا ہادی و رہبر قرار دینا بالکل غیر ضروری سمجھا جاتا تھا۔ جو لوگ اسے پڑھتے تھے وہ اس کا ترجمہ اور مفہوم سمجھنے سے عاری تھے، باوجودیکہ ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر جیسے بزرگوں کی طرف سے اس کے مطالب و مفہوم کو سادہ اردو اور فارسی زبانوں میں واضح کرنے کی بھی کوشش کی گئی لیکن عام طور پہ ایک بے رغبتی اور دوری تھی جو قرآن کی طرف سے تمام عالم اسلامی پر طاری تھی اور دین میں اگر کسی چیز کو اہمیت و فضیلت حاصل تھی تو وہ فقہ اور کسی حد تک حدیث کو حاصل تھی، وہ بھی زیادہ تر علماء کے طبقہ میں۔ عوام کے لئے اتنا ہی کافی سمجھا جاتا تھا کہ نماز روزہ اور غسل و طہارت کے سطحی مسائل سے واقف ہوں یا ضرورت کے وقت علماء سے کوئی مسئلہ پوچھ لیا کریں، قرآن کا پڑھنا اور پڑھانا صرف اسی قدر تھا کہ مطلب و معانی کے بغیر صرف الفاظ یاد کرا دیئے جائیں یا زیادہ سے زیادہ عربی مدارس کے اندر تفسیر جلالین یا کسی اور بڑی عربی تفسیر کا کوئی حصہ پڑھا دیا جائے، بڑے بڑے علما عام طور پر فقہ اور منطق پر زیادہ عبور رکھتے تھے بعض کو حدیث سے بھی رغبت تھی اور ان کا خیال تھا کہ دین سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے صرف انہی چیزوں کا جان لینا کافی ہے۔

یہی حالت عام طور پر تمام دنیا کے مسلمانوں کی تھی مکہ معظمہ سے لے کر مصر کی جامع ازہر تک جہاں کہیں بھی جاؤ قرآن کا درس و تدریس عام طور پہ مدارس کے نصاب سے خارج تھا، یہاں تک کہ قرآن کا ترجمہ بھی دوسری زبانوں میں کرنا موجب کفر سمجھا جاتا تھا۔

شاید یہی وجہ تھی کہ دوسرے مذاہب نے اس وقت مسلمانوں کو اپنے لئے نہایت آسان شکار سمجھا اور قرآن ہاتھ میں لے کر انہوں نے اس پہ وہ وہ تیر چلائے کہ مسلمانوں کے کلیجے چھلنی ہو گئے اور کئی لوگ ان کے حملوں کی تاب نہ لا کر عیسائیت یا آریہ سماج کی آغوش میں جانے لگے فلسفہ اور سائنس کا حملہ الگ تھا جس نے بہت سے ان لوگوں کو جو علوم قرآنی سے واقفیت نہ رکھتے تھے مسلمان کہلاتے ہوئے دہریت و الحاد کا شکار بنا دیا۔

ان حملوں کے اثر سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے مسلمان متکلمین کی ایک جماعت اس وقت کھڑی ہوئی جنہوں نے یونانی فلسفہ و منطق کے بل بوتہ پر اور حملہ آور مذاہب کی اپنی کتابوں سے الزامی جوابات کی آڑ لے کر بچاؤ کرنے کی کوشش کی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، سر سید احمد خان علی گڑھی، مولانا رحمۃ اللہ اور سید آل حسن اسی جماعت کے لوگ تھے، انہوں نے اپنی طرف سے اسلام کو دوسروں کے حملوں سے بچانے کے لئے بہت کچھ زور مارا لیکن قرآن سے براہ راست جواب دینے کے بجائے انہیں کے ہتھیاروں سے انہیں قتل کرنے کی کوشش کی یا مغربی فلسفہ و سائنس کی عدالت میں قرآن کو ایک ملزم کی حیثیت میں کھڑا کر کے اس کی طرف سے ایسے بیانات دینے شروع کئے کہ گویا ایک ملزم اپنی صفائی پیش کر رہا ہے۔

ان حالات میں قادیان کی گمنام بستی سے ایک مرد مجاہد کھڑا ہوا اور اس نے للکار کر کہا کہ قرآن کی طرف آؤ اسی میں تمہاری نجات ہے اس نے دنیا کو متنبہ کیا کہ قرآن ہی ایک کتاب ہے جس کے علوم تمام فلسفہ و سائنس پر غالب آکر رہیں گے، اور جس قدر اعتراضات غیر مذاہب کی طرف سے اس پر کئے گئے ہیں ان سب کا معقول اور مدلل جواب خود قرآن کے اندر موجود ہے

ان دعاوی کی صداقت کے ثبوت میں اس مرد مجاہد نے ایک زبردست کتاب لکھی جس کا نام ہے البراهين الاحمدية على حقيقة كتاب الله القران والنبوة المحمدية اور اس میں خود قرآن سے اس کی صداقت کے زبردست دلائل پیش کرتے ہوئے غیر مذاہب کے حملوں کو رد کیا، اس نے کھلے لفظوں میں مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ دیکھو اگر تم اپنا بچاؤ کرنا چاہتے ہو، نہیں بلکہ اسلام کو اگر دنیا میں غالب دیکھنے کے خواہشمند ہو تو قرآن کی طرف آؤ، اس سے واقفیت پیدا کرو، اس کو تمام دوسرے علوم پہ مقدم کرو اور اس کو اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بناؤ، اس سے بھی بڑھکر اس نے قرآن کا ترجمہ اور تفسیر انگریزی زبان میں شائع کرنے اور اس کے ذریعہ سے یورپ کو مسلمان بنانے کا خیال اس وقت ظاہر کیا جب قرآن کو مسلمانوں کے انحطاط کا موجب سمجھا جاتا تھا۔

کون جانتا تھا کہ یہ اعلان اور یہ خیالات کسی وقت حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آجائیں گے۔ اس وقت عام طور پہ ان باتوں پر مذاق اُڑایا گیا، خود مسلمانوں نے اگرچہ ان خیالات سے سہارا لے کر اور حضرت مرزا صاحب کے پیش کردہ دلائل سے قوت پا کر غیر مذاہب سے بہت حد تک اپنا بچاؤ کر لیا لیکن قرآن کی طرف بہت کم لوگوں کو توجہ ہوئی، عام طور پر حدیث اور فقہ کو ہی قرآن پر مقدم سمجھا گیا اور اس بارہ میں آپ کے ساتھ مناظرے تک کرنے سے دریغ نہ کیا گیا جس سے اس وقت کے مولویوں کی ذہنیت کا پتہ لگتا ہے، کہ وہ قرآن سے کس قدر دور جا پڑے تھے۔

زمانہ کے انقلابات کو دیکھیئے یا بالفاظ صحیح اس مرد مجاہد کے روحانی تاثرات کو ملاحظہ کیجئے کہ وہی بات جو آج سے ساٹھ سال پہلے اس نے کہی تھی، آج نہ صرف مسلمانوں کے نزدیک بلکہ غیر مسلم دنیا میں بھی اسی کو صحیح سمجھا جا رہا ہے اور وہ آواز جو اس نے آج سے ساٹھ برس پہلے اُٹھائی تھی کہ قرآن کی طرف واپس آؤ کہ اسی میں تمہاری نجات ہے، اس وقت گو دنیا نے اسے نہ سنا مگر آج اس کی صدائے بازگشت ہر طرف سنی جا رہی ہے۔ آج ہر طرف سے یہ آواز آ رہی ہے کہ قرآن سے واقفیت حاصل کرنی چاہیئے، مسلمان بچوں کو قرآن پڑھانا چاہیئے، عربی مدارس میں قرآن رائج کرنا چاہیئے دوسری زبانوں میں قرآن کے ترجمے شائع کرنے چاہئیں، کل ہی پاکستان پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ ملک کے تمام سکولوں میں مسلمان طالب علموں کے لئے قرآن پاک کی تعلیم لازمی قرار دی جائے، اس کی تجویز مشرقی بنگال کے ایک رکن مسٹر اسد اللہ نے پیش کی، جنہوں نے اس پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ

"اگر ہم پاکستان میں صحیح اسلامی معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہر مسلمان کو یہ بتانا پڑے گا کہ اسلام کا مقصد کیا ہے یہ جاننے کے لئے کہ اسلام کیا ہے مسلمانوں کو قرآن پڑھنا اور اس کی تعلیمات سے آگاہ ہونا چاہیئے"

مسٹر سراج الاسلام (مشرقی بنگال) نے کہا کہ:-

"ہمارے قومی کاموں میں قرآن پاک کی تعلیم کو اولیت دی جانی چاہیئے انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی موجودہ مشکلات کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ سے بھٹک گئے ہیں اور انہیں صراط مستقیم پر لانے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ انہیں قرآن پاک کی تعلیم دی جائے"

شیخ صادق حسن (پنجاب) نے کہا کہ:-

"اگر مسلمان قرآن کی دی ہوئی تعلیم پر عمل کریں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی"

صوبہ سرحد کے ایک رکن سردار اسد اللہ جان خاں نے اس بات پر زور دیا کہ:-

"سب سے پہلے اس ایوان کے ارکان کو قرآن پڑھنا چاہیئے"

یہ تو پاکستان پارلیمنٹ کا ذکر ہے، ہندوستان میں بھی بلا لحاظ عربیہ میں تعلیم قرآن کی تحریک شروع ہے اور جا بجا تعلیم قرآنی کو رائج کرنے پر زور دیا جا رہا ہے۔ مولانا محفوظ الرحمن سابق پارلیمنٹری سیکرٹری حکومت ہند نے دعوت تعلیم قرآنی کے نام سے ترجمہ قرآن پاک کو جمہوری بنانے کا پروگرام شائع کیا ہے جس کے تمہیدی فقرات میں اس بات کو واضح کرتے ہوئے کہ پچھلے دور میں قرآن کے پڑھنے پڑھانے کا رواج مسلمانوں میں عام رہا ہے لکھتے ہیں کہ:-

"ہاں یہ صحیح ہے کہ جو روح اس کی تعلیم سے پیدا ہونی چاہیئے وہ نہیں پیدا ہو سکی

اس لئے کہ وہ قرآن پاک کے سمجھنے اور اس میں تدبر کرنے پر موقوف تھی اور ادھر مسلمانوں کے ہاں یہ بات مسلم تھی قرآن کے پڑھنے کا مطلب بلا سمجھے ہوئے پڑھنا ہے لہذا یہ قوم قرآن پاک پڑھتے ہوئے بھی اس کی برکتوں سے محروم رہی"

انہی تمہیدی فقرات میں مولانا نے اس حقیقت کو بھی واضح کیا ہے کہ :۔

"مسلمان کی زندگی کی صرف یہی راہ ہے کہ وہ قرآن سے آشنا ہو قرآن پاک کو اپنے فکر و نظر کا موضوع بنائے اور قرآن کو ایک صحیح فلسفہ زندگی کی حیثیت سے قبول کرے"

پھر لکھتے ہیں :۔

"اس (قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کے) تخیل کے عام ہونے اور اس طریقہ تعلیم کے رواج پا جانے سے مسلمانوں کی کامیاب زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو جائے گا قرآن اپنے جمہوری ہونے کی وجہ سے ایک ایک مسلمان کو اپنی طرف کھینچے گا، قرآن پاک کا فہم پڑھنے والوں میں غیرت دینی اور حرارت ایمانی پیدا کر دے گا پھر مسلمانوں کی زندگی میں ایک تازہ بہار آ جائے گی خدا سے ٹوٹے ہوئے رشتے جڑ جائیں گے، ایمان کے چراغ جو کہ ٹمٹما کر بجھنے والے ہی ہیں وہ اچھی طرح روشن ہو جائیں گے۔ اسی وجہ سے ہم مسلمانوں کو دعوت دیتے ہیں کہ پوری قوت سے اپنی توجہ اس تخیل کو پھیلانے اور اسی تعلیم کو عام کرنے میں لگا دیں"

یہ کس کی آواز ہے؟ کیا یہ اسی آواز کی صدائے بازگشت نہیں جو قادیان سے مرد مجاہد نے آج سے ایک عرصہ پہلے اٹھائی؟ کیا یہ انہی پیہم کوششوں اور لگاتار مجاہدوں کا نتیجہ نہیں جو حضرت مجدد وقت کے سالے جو خدا کی طرف سے قرآن کو دنیا میں بلند کرنے اس کے علوم کو پھیلانے اور تمام دوسرے علوم پر سے مقدم کرنے کے لئے کئے گئے ہیں؟ کیا یہ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی سرگرمیوں کا اثر نہیں جو حضرت مجدد وقت کی آرزوؤں کو پورا کرتے ہوئے آپ نے قرآن کے تراجم کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کیں؟

حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کا اور کوئی بھی کام آپ کو نظر نہ آئے تو یہی ایک کارنامہ ان کی زندگی کا ایک بہت بڑا کارنامہ ایمان کے برسرحق ہونے کا کھلا ثبوت ہے کہ انہوں نے قرآن کو دنیا میں پھر رائج کر دیا، پھر مسلمانوں کے اندر قرآن کو پڑھنے اس سے واقفیت حاصل کرنے اور اسے اپنا لائحہ عمل بنانے کی رغبت پیدا کر دی، نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھکر تمام دنیا کے اندر یہ احساس پیدا کر دیا کہ اس کی موجودہ مشکلات کا حل قرآن کے سوائے اور کسی جگہ نہیں مل سکتا۔

کیا اس قدر عظیم الشان کارنامہ کو دیکھکر بھی حضرت مجدد وقت کا انکار ہی کرنے چلے جاؤ گے؟

غلط فہمی کا ازالہ

گذشتہ پرچہ میں میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کا جو مضمون جناب سید اسد اللہ شاہ صاحب کے ایک سوال کے جواب میں شائع ہوا ہے اس سے ہمارے ایک دوست کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ جناب فاروقی صاحب نے اس انداز میں جواب دیا ہے کہ اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب واقعہ افک کے تو قائل ہیں لیکن حضرت عائشہ کی بریت کے قائل نہیں اسلئے انکی بریت ثابت کی جا رہی ہے یہ خیال قطعاً غلط ہے حضرت شاہ صاحب سرے سے واقعہ افک ہی کو غلط سمجھتے ہیں چہ جائیکہ حضرت عائشہ کی بریت کی نوبت آئے جبکہ ان کے نزدیک قرآن میں کوئی ذکر نہیں جناب فاروقی صاحب نے اپنے مضمون میں واقعہ افک کو تسلیم کرتے ہوئے حضرت عائشہ کی بریت قرآن اور حدیث سے ثابت کی ہے۔

اخبار و افکار

خودستائی

چند روز ہوئے لاہور کے باغ جناح میں پنجاب مسلم لیگ کی طرف سے مسٹر لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان کے اعزاز میں ایک دعوت دی گئی، جس کی روئداد "زمیندار" میں لکھتے ہوئے اختر علی خاں صاحب مدیر "زمیندار" نے لکھا ہے کہ :۔

"تہنیت ناموں سے قبل مولنا اختر علی خاں نے قرآن کریم کے اس رکوع کی نہایت خوش الحانی سے تلاوت کی جس میں قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کی برمحل آیت آتی ہے تلاوت کے وقت ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ گویا کلام الٰہی نازل ہو رہا ہے اور شجر و حجر سربسجود ہیں، مولانا کی قرآن خوانی نے حاضرین پر وجد کی کیفیت طاری کر دی اور سماں باندھ دیا یہ عالم تھا گویا

بلبل چہک رہا ہے ریاض رسول میں

اختر علی خان صاحب کی اس خودستائی پر معاصر "امروز" کے سندباد جہازی کے یہ الفاظ پڑھنے کے قابل ہیں :۔

"زمیندار کی پیشانی پر مولانا اختر علی خان کا نام ایڈیٹر کی حیثیت سے چھپتا ہے اس اخبار کے پرنٹر اور پبلشر بھی وہی ہیں اس لئے زمیندار جب مولانا کی شان میں کوئی مدحیہ قصیدہ شائع کرتا ہے تو وہ جہانگیر کی شان میں عرفی کا قصیدہ نہیں بلکہ عرفی کا قصیدہ فخریہ معلوم ہوتا ہے اگر کوئی شخص اپنی تقریر کو "ارشادات" کہے، اپنی زبان کو "زبان فیض ترجمان" لکھے تو لوگ اس سے مرعوب نہیں ہوں گے، بلکہ اس پر ہنسیں گے، مولانا اگر چاہتے ہیں کہ ان کی شان میں التزام کے ساتھ ہر روز قصیدہ بھی لکھا جائے اور لوگوں کو یہ قصیدہ طرازی ناگوار بھی نہ گزرے تو اس کی ترکیب یہ ہے کہ وہ اپنے بجائے کسی اور صاحب کو "زمیندار" کا ایڈیٹر مقرر کر دیں، ورنہ جب تک ان کا نام اخبار کی پیشانی پر چھپتا ہے، اس خودستائی کے جواز کی کوئی سند مہیا نہیں ہو سکتی"

"جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو"

اس ہمدردانہ نصیحت کے علاوہ حضرت سندباد جہازی نے جناب اختر علی خاں کو یہ فہمائش بھی کی کہ :۔

"خدا کے لئے خودستائی کے جوش میں قرآن مجید کی توہین پر تو نہ اتر آیئے مثلاً "زمیندار" کے اس اقتباس میں جسے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں قرآن کریم کی ایک آیت کو تخصیص کے ساتھ برمحل کہا گیا ہے اس فقرہ کو پڑھ کر شبہ ہوتا ہے کہ زمیندار کے نزدیک قرآن کریم کی کوئی آیت نعوذ باللہ بے محل بھی ہے حالانکہ ہم سب مسلمانوں کا ایمان ہے کہ فرقان حمید کی ہر آیت برمحل ہے اور اس کا کوئی نقطہ یا شوشہ بھی ایسا نہیں جس میں کسی قسم کی تبدیلی ہو سکے"

اس کے جواب میں اختر علی خاں صاحب نے ایک مضمون بڑے فخریہ اور متعلیانہ انداز میں لکھتے ہوئے سندباد جہازی کو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ :۔

"میں کملی والے آقا کا غلام ہوں اور تم شالن کے فاشیہ بردار ہو"

اس کا جواب بھی حضرت سندباد جہازی کے قلم سے سن لیجئے :۔

"مولنا اختر علی خان کو کملی والے آقا کا غلام ہونے کا دعوے ہے۔ لیکن اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہوتے تو راقم کو شالن کا فاشیہ بردار نہ کہتے جو شخص اپنے کو مسلمان کہتا ہو، اس کے معاملہ میں اس قسم کی بدگمانی کملی والے آقا کے غلاموں کا شیوہ نہیں، حضرت اسامہ بن زید رضی نے ایک شخص کے بارے میں اس قسم کی بدگمانی کی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے تھے اور فرمایا تھا ھلا شققت قلبہ کیا تو نے اس کا دل چیر کے دیکھ لیا تھا۔ دراصل صرف خدائے بزرگ و برتر ہی علیم بذات الصدور یعنی دلوں کے بھید جاننے والا ہے"

حضرت سندباد جہازی کا یہ جواب صرف اختر علی خاں ہی کے لئے نہیں، ہر کافر گو مولوی اور کفر و ارتداد کا فتوے لگانے والے اخبار نویس کے غور اور توجہ کا مستحق ہے، اس پاکستان میں آپ کے سامنے ایک ایسی جماعت بھی موجود ہے جو نہ صرف اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے بلکہ اسلام پر خود عمل پیرا ہونے کے علاوہ ۴۴

۴۴ دوسروں کو بھی اسلام کی طرف بلاتی اور کلمۃ اللہ کو دنیا میں پھیلاتی ہے لیکن آپ کے سامنے ہی علی الاعلان انہیں کافر و مرتد اور غیر مسلم کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، بلکہ اختر علی خاں نے تو انہیں دشمنان اسلام سے بھی بدتر قرار دینے سے دریغ نہیں کیا، کیا کبھی آپ کو جرأت ہوئی کہ اس جماعت کے بارہ میں بھی اسامہ بن زید کا واقعہ آپ نے انہیں بتایا ہو اور ھلا شققت قلبہ کی حدیث پڑھ کر سنائی ہو؟

سانحۂ ارتحال

حافظ عبدالرشید صاحب مبلغ سندھ کے ایک تازہ مکتوب سے یہ معلوم کر کے بیحد افسوس ہوا کہ ان کی لڑکی صفیہ بی بی بعمر ۱۹ سال جس کی شادی گذشتہ دسمبر میں ہوئی تھی ۲۵ مارچ کو داغ مفارقت دے گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمہ میں حافظ صاحب اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے احباب ۴۴

کیا خاتم النبیین کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

آج سے چودہ پندرہ برس پہلے کی بات ہے کہ راقم الحروف نے قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے اس حصہ کو جس میں اجرائے نبوت پر بحث کی گئی ہے سامنے رکھتے ہوئے ختم نبوت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی تھی، اور قرآن کریم، حدیث، بزرگان امت اور خود حضرت مسیح موعودؑ کے بیانات سے دلائل دیتے ہوئے قادیانی پاکٹ بک کے پیش کردہ دلائل دربارہ اجرائے نبوت پر سیر حاصل بحث کی تھی، یہ ایک مبسوط کتاب بن گئی جو ابتک مسودہ کی شکل میں پڑی ہے، بعض دوستوں کا جنہیں اسے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اصرار ہے کہ اسے بالاقساط اخبار میں شائع کر دیا جائے، شاید کسی کے فائدہ اور ہدایت کا موجب ہو، لہٰذا ذیل میں اسکو شروع کیا جاتا ہے۔

(مدیر۔ پیغام صلح)

ختم نبوت از روئے قرآن کریم

پہلی دلیل } حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے خاص خاص اقوام اور خاص خاص زمانوں کے لئے نبی آتے تھے۔ مگر آپؐ کی دعوت بلحاظ زمان و مکان کل عالمین کے لئے ہے۔ جیسا کہ ذیل کی آیات سے ظاہر ہے:۔

۱۔ تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیرا (الفرقان ۲۵: ۱)

وہ ذات بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔

۲۔ ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (الانبیاء ۲۱: ۱۰۷)

اور ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

۳۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس (السبا ۳۴: ۲۸)

اور ہم نے تجھے تمام ہی لوگوں کے لئے بھیجا ہے۔

۴۔ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (الاعراف ۱۵۸)

کہدے اے لوگو! میں تم سب لوگوں کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔

پس جب ایسا نبی آ گیا جس کی رسالت کا دامن [illegible] تمام دنیا اور تمام نسل انسانی کے لئے دراز ہے اور اس کی دعوت تمام زمانوں کے لئے ہے تو اس کے بعد کسی دوسرے نبی کے آنے کی حاجت نہ رہی۔

اعتراض نمبرا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے، ان کے بعد بنی اسرائیل ہی کے لئے حضرت داؤد، سلیمان اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام نبی ہو کر نہیں آتے؟ پس آنحضرت صلعم تمام دنیا کی طرف رسول ہیں آپ کے بعد جو رسول آپ کی اتباع میں آئے گا وہ بھی تمام دنیا کی طرف ہو گا۔

الجواب:۔ حضرت موسےٰ کے بعد بنی اسرائیل میں نبیوں کے آنے کی ضرورت اس لئے تھی، کہ حضرت موسےٰ جو ہدایت لے کر آئے تھے وہ ایک خاص زمانہ کے لئے تھی، بعد میں جو نبی آئے حضرت موسےٰ کی شریعت میں ترمیم و تنسیخ کرتے رہے، جیسے حضرت عیسےٰ کا قول انجیل میں ہے کہ "پہلے تمہیں کہا گیا تھا کہ دانت کے بدلے دانت، کان کے بدلے کان اور ناک کے بدلے ناک، لیکن میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تم دوسری بھی اس کی طرف پھیر دو۔۔۔۔۔۔" قرآن میں بھی ہے ومصدقا لما بین[1]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسےٰ کے بعد بنی اسرائیل میں نبیوں کی اسلئے ضرورت تھی کہ وہ حسب ضرورت نئے احکام دیتے رہیں اور پرانے احکام میں ترمیم و تنسیخ کرتے رہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی یہی ضرورت باقی ہے، اور قرآن میں ترمیم و تنسیخ کی گنجائش موجود ہے، یا کسی نئے حکم کی ضرورت دنیا میں پیش آنے والی ہے، تو بیشک نبیوں کے بھی آنے کی ضرورت ہے اور اگر قرآن کریم تمام دنیا اور تمام زمانوں کے لئے کافی ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بھی تمام دنیا اور تمام زمانوں کے لئے کافی ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

دوسری دلیل } قرآن کریم فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (النساء ۴: ۶۴)

جس کے معنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کئے ہیں کہ:۔

"ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو" (ازالہ اوہام ص ۵۶۹)

(۱) اس آیت کے رو سے کوئی امتی اور کسی دوسرے نبی کا متبع نبی نہیں ہو سکتا چونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی قیامت تک کے لئے مطاع اور امام ہیں، اس لئے آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آ سکتا اگر کوئی اور نبی آ جائے تو مطاع اور امام وہ ہو گا، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مطاع نہ رہیں گے، جو بالبداہت باطل ہے۔

تیسری دلیل } اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول (النساء: ۵۹)

یعنے اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو اولی الامر ہو اس کی اطاعت کرو پھر اگر تم میں کسی بات پر تنازع ہو تو اللہ اور رسول کی طرف سے لوٹا دو۔

اس آیت میں الرسول سے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں اور جو تنازع امت محمدیہ میں پیش آئے اس کا تصفیہ صرف اللہ تعالےٰ کی کتاب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات ہی سے ہو سکتا ہے، اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی آ سکتا تو لازمی تھا کہ اس کو بھی اللہ اور الرسول کے ساتھ مطاع کی حیثیت دی جاتی اور اس کا یہاں ذکر ہوتا یا کم از کم رسول کا لفظ عام ہوتا، لیکن یہ نہیں اور یہاں الرسول کا لفظ لا کر بتا دیا کہ اب قیامت تک صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی منصب رسالت پر ہیں اور کوئی دوسرا رسول نہیں آ سکتا جو آئے گا اس کی حیثیت صرف اولی الامر کی ہو گی، نہ کہ رسول کی،

چوتھی دلیل } نبوت کی اصل غرض جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے وہ ہدایت اور کتاب کا لانا ہے جیسا کہ فرمایا کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ (البقرۃ ۲: ۲۱۳)

یعنے سب لوگ ایک ہی جماعت ہیں پس اللہ نے نبیوں کو بھیجا خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ساتھ حق کے ساتھ کتاب اتاری تاکہ لوگوں میں ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے۔

نبوت کی یہ غرض ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے ذریعہ سے پوری ہو چکی، پہلی کتابیں جو مختلف انبیاء پر نازل ہوئیں اپنے اپنے زمانہ کی ضروریات کے مطابق احکام لاتی رہیں، اور اس لئے ان کی تعلیمات گو اپنے اپنے زمانہ کی ضروریات کے لحاظ سے مکمل ہوں، لیکن کل دنیا اور تمام زمانوں کی ضروریات کے لحاظ سے غیر مکمل تھیں، یہاں تک کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی جو آنحضرت صلعم سے پہلے سب سے آخری نبی ہیں صاف لفظوں میں فرمایا:۔

> "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے"
>
> (یوحنا ۱۶: ۱۲)

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کل زمانوں اور تمام جہانوں کے لئے مبعوث ہوئے وہ کامل و مکمل ہدایت نازل ہوئی جس کا وعدہ ہے، الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ (المائدہ: ۳)

آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی، پس جب تکمیل دین ہو چکی اور کامل و مکمل ہدایت دنیا پر نازل ہو گئی تو کسی نبی کے آنے کی ضرورت دنیا میں باقی نہ رہی، بقول حضرت مسیح موعودؑ

> "وخدا را مرکالمات ومخاطبات است با دلیائے خود دریں امت وایشاں رنگ انبیاء دادہ میشوند ایشاں در حقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است"
>
> مواہب الرحمٰن ص ۶۶

گویا قرآن کے شریعت کو کمال تک پہنچا دینے کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا

اعتراض۔ اتممت علیکم نعمتی میں نعمت سے مراد نبوت ہے اور نبوت تمام ہونے کے یہ معنے نہیں کہ وہ ختم ہو گئی کیونکہ قرآن میں تورات کے متعلق ہے تماما علی الذی احسن وتفصیلا لکل شیء (انعام ۶: ۱۵۴)

گویا تورات تمام تھی مگر اس کے بعد پھر کتاب آ گئی (یعنی قرآن) پس جس طرح تمام کتاب کے بعد کتاب آ گئی اسی طرح تمام نعمت کے بعد نعمت آ گئی۔ دوسری نعمت صرف نبوت ہی نہیں، بادشاہت، صدیقیت، شہادت، صالحیت یہ نعمتیں ہیں، تو اگر اتممت علیکم نعمتی کا مطلب

---

[1] مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم (آل عمران: ۴۹) اس آیت میں حضرت عیسیٰ نے اپنے آپ کو تورات کا مصدق قرار دینے کے باوجود اس کے بعض حرام کو حلال کر دیا۔ (ملاحظہ ہو)

یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت بند ہوگئی، تو کیا بادشاہی صدیقیت، صالحیت سب بند ہوگئیں؟

الجواب۔ یوں کیوں نہیں کہتے کہ جس طرح تمام کتب کے بعد کتاب آگئی اسی طرح کامل شریعت کے بعد شریعت آنی چاہیئے۔ نبوت آخر کس چیز کا نام ہے، اور یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ نبوت صاحب شریعت یا صاحب کتاب ہونے کا نام ہے پس اگر اتمام نعمت کے بعد نعمت کا جاری رہنا ضروری ہے تو یوں کہنا چاہیئے کہ قرآن جیسی کامل کتاب کے آنے کے بعد بھی کسی کتاب کا آنا ضروری ہے۔

رہی غیر تشریعی نبوت۔ وہ بقول حضرت مسیح موعود و دیگر بزرگان امت صرف ملہم اور محدث ہونے کا نام ہے اور وہ الہام اور تحدیث خدا کے فضل سے جاری ہے لیکن اسکو اصطلاحی نبوت نہیں کہا جاسکتا جس کے لئے کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ یہ نعمت چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے بتمام وکمال نسل انسانی کو مل چکی ہے اس لئے اس کے ہوتے ہوئے اور نعمت کی تلاش کرنا بے سود ہے۔

۲ تورات کو اگر "تمام" کہا ہے تو تمام نسل انسانی کے لئے نہیں کہا صرف ان لوگوں کے لئے کہا ہے جن پر وہ نازل ہوئی برخلاف اس کے قرآن کی نعمت تمام نسل انسانی اور کل زمانوں کے لئے تکمیل کو پہنچ چکی ہے، یوں کیوں نہیں کہہ دیتے کہ چونکہ تورات کے "تمام" ہونے کے باوجود قرآن آگیا اس لئے قرآن کے کامل کتاب ہونے کے باوجود دوسری ہدایت آنی چاہیئے۔ نبوت تو خدا کی طرف سے ہدایت ہی لانے کا نام ہے، ہدایت اگر تمام نسل انسانی کے لئے کامل و مکمل طور پر آچکی ہے تو پھر کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں۔

پانچویں دلیل

نبوت کا مقام اکتساب سے نہیں بلکہ موہبت سے حاصل ہوتا ہے چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

(۱) اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔

(الانعام: ۱۲۵)

اللہ خوب جانتا ہے کہ کس کو نبوت کے منصب پر قائم کرے

(۲) یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ (المومن ۴۰: ۱۵)

وہ روح کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے۔

اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص آپ کی پیروی اور اکتساب کے بغیر کمال کو نہیں پاسکتا اس لئے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

اس بارہ میں آئمہ امت کے اقوال بیشمار ہیں امام غزالی فرماتے ہیں: اعلم ان الرسالۃ اثرۃ علویۃ و حظوۃ ربانیۃ و عطیۃ الٰہیۃ لا یکتسب بجہد ولا ینال بکسب اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ یعنی جان لو کہ رسالت ایک علوی اثر ہے اور ایک ربانی امر اور ایک الٰہی عطیہ ہے نہ تو یہ کوشش سے حاصل کیا جاسکتا ہے اور نہ کسب سے پایا جاتا ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے، اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ

(معارج القدس بحث نبوت و رسالت)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں:۔

ان النبوۃ غیر مکتسبۃ کہ نبوت غیر

اکتساب سے ہوتی ہے۔

یہی مذہب حضرت مسیح موعود کا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

"حضرت عیسیٰ امتی ہرگز نہیں ہیں گو وہ بلکہ تمام انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے مگر وہ ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر براہ راست اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں، اور براہ راست خدا نے ان پر تجلی فرمائی تھی یہ ہرگز نہیں تھا کہ آنحضرت صلعم کی پیروی اور آنحضرت صلعم کی روحانی تعلیم سے وہ نبی بنتے تھے تا وہ امتی کہلاتے، ان کو خدا تعالیٰ نے الگ کتابیں دی تھیں اور ان کو ہدایت تھی کہ ان پر عمل کریں اور کراویں، جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۲)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک بھی تمام انبیاء بغیر اکتساب اور کسی کی پیروی کے محض موہبت الٰہی سے نبی بنتے، اور چونکہ امت میں اکتساب اور آنحضرت صلعم کی پیروی کے بغیر کمال حاصل نہیں ہوسکتا، اس لئے کوئی نبی نہیں آسکتا۔

چھٹی دلیل

نبیوں پر وحی نبوت جبرئیل لے کر آتا ہے جیسا کہ ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ۔ کہدے جو کوئی جبریل کا دشمن ہے، سو اسی نے تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتارا ہے" اور دوسری طرف فرمایا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ کہ ہم نے تیری طرف اسی طرح وحی کی جس طرح نوح اور دوسرے انبیاء کی طرف وحی کی، اس سے ثابت ہے کہ سب انبیاء کی طرف جبرئیل ہی وحی نبوت لے کر آتے رہے لیکن آنحضرت صلعم کے بعد جبرئیل کا وحی نبوت لے کر آنا بند ہے بقول حضرت مسیح موعود:

"اور حدیث خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷)

"رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے، اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو"

(ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

"اور ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبریل کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جاوے اور ایک نئی کتاب گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو محال ہوتا ہے فتدبر۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۳)

اعتراض۔ حدیث میں آنے والے مسیح پر وحی کے آنے کا ذکر ہے اور علامہ ابن حجر اور نواب صدیق حسن خاں نے بھی یہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح پر جبریل وحی لیکر آئیں گے۔

الجواب: کس مسیح پر جبرئیل وحی لے کر آئیں گے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ علامہ ابن حجر اور نواب صدیق حسن خاں مسیح ناصری کی جو ایک نبی تھے دوبارہ آمد کے قائل تھے، اگر تم بھی انہی کا دوبارہ آنا مانتے ہو تو بیشک ایسا عقیدہ رکھو لیکن اگر تمہارے نزدیک مسیح یا ابن مریم سے امامکم منکم کے سوائے اور کچھ مراد نہیں، یعنے وہ تم میں سے تمہارا امام ہے جیسا کہ واقعات نے ثابت کر دیا تو اس کو نبی ماننا اور جبریل کا نزول بہ پیرایہ وحی نبوت کیونکر صحیح ہوسکتا ہے، بالخصوص جب خود حضرت مسیح موعود اسکو "مستلزم محال" اور "ممتنع" قرار دیتے ہیں"

ساتویں دلیل

قرآن کریم نے آنحضرت صلعم کی وحی پر ایمان لانے کا جہاں حکم دیا ہے وہاں ساتھ ہی پہلی وحیوں پر بھی ایمان لانے کا حکم فرمایا:۔ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک یہاں وما انزل من بعدک نہیں کہا، کیونکہ تکمیل ہدایت کے بعد کوئی ایسی وحی نہیں آسکتی جو مومن بہ ہو یا اصول دین اور ایمانیات سے تعلق رکھتی ہو، پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسی وحی نہیں آسکتی جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہ ہو سکتا ہو، تو آپ ہی آخری نبی قرار پائے، اور دروازہ نبوت آپ پر بند ہوگیا۔

اعتراض ۱ - عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ سورہ یوسف میں ہے کما اتمہا علی ابویک من قبل کیا حضرت اسحٰق کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام پر اتمام نعمت نہیں ہوئی خود اسی آیت میں یتم نعمتہ علیک کا جملہ تمہارے معنوں کی تردید و تغلیط کر رہا ہے اسی طرح اللہ یصطفی اور یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم کی آیات آنحضرت صلعم کے بعد میں آنے والے انبیاء کا پتہ دیتی ہیں۔

الجواب۔ کما اتمہا علی ابویک من قبل میں کسی پہلی وحی پر ایمان لانے کا حکم نہیں بلکہ ایک پہلے واقعہ کو بطور مثال پیش کیا ہے کہ جس طرح تم سے پہلے حضرت اسحٰق اور یعقوب پر اتمام نعمت ہوئی تم پر بھی ہوگی مثال گذشتہ واقعات ہی سے دی جاسکتی ہے آیندہ واقعات سے نہیں دی جاسکتی، رہیں وہ آیات جن کو آنحضرت صلعم کے بعد انبیاء کے آنے کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے، ان پر دوسری جگہ" تردید دلائل امکان نبوت" کے ذیل میں مفصل روشنی ڈالی جائے گی۔

اعتراض ۲ - وما انزل من قبلک کے ساتھ وبالاخرۃ ہم یوقنون بھی تو کہا ہے، اور یہاں آخرۃ کے معنے پیچھے آنیوالی وحی کے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی آنیوالی تھی، جس پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے۔

الجواب۔ بالاخرۃ کے معنے "پیچھے آنیوالی وحی" کرنا قرآن کریم کی ... کھلی تصریحات کے خلاف ہے، جہاں جہاں قرآن کریم میں آخرت پر ایمان لانے کا ذکر ہے وہاں یوم آخرت کے سوائے اور کوئی چیز مراد نہیں۔ خود اسی آیت کی تشریح سورہ آل عمران میں ہے، جہاں فرمایا قولوا امنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ والنبیون من ربہم لا نفرق بین احد منہم و نحن لہ مسلمون ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل

جناب اقبال شیدائی بغداد میں

یورپ میں تبلیغ اسلام کی اہمیت و ضرورت کا ذکر

سید تصدق حسین صاحب قادری کی ڈائری کا ایک ورق

۱۰ر جمادی الثانی سنہ ۱۳۷۰ھ ۱۸ر مارچ ۱۹۵۱ء بروز اتوار۔

جناب چودھری علی محمد صاحب ریلوے انجنیئر کو پیغام صلح ۳-۲ دیئے۔ عصر کے وقت شیدائی صاحب کے پاس فندق سمیرامیس میں گیا۔ جاتے ہی استاذ صفاء الخلوصی (جو اسلامک ریویو میں قیمتی مضامین لکھا کرتے ہیں موصوف ایک ماہ ہوا لندن سے آئے ہیں) کو بلایا تھا شیدائی صاحب کی ملاقات استاذ صفاء سے لندن میں مولوی عبد المجید صاحب کے ہاں ہوئی تھی۔ میرا ان سے غائبانہ تعارف تھا اس اچانک ملاقات پر مجھے اور انہیں خوشی ہوئی دو روز ہوئے مولوی شیخ محمد عبد اللہ کا انہیں ووکنگ سے خط آیا تھا کہ وہ مجھے ضرور ملیں کوئی دو گھنٹے ملاقات رہی۔ وہیں فندق میں مسٹر Barney کمرشل اٹیچی حکومت ہند سے بھی ملاقات ہوئی یہ شخص قاہرہ سے مجھے جانتا ہے۔ بغداد میں اسے میسج آف پیس ستمبر میں بھیجا گیا تھا جس کی رسید اس نے نہیں دی تھی معافی مانگنے لگا اور کہنے لگا کہ آپ کے سلسلہ کی کتب میں نے پڑھی ہیں شیدائی صاحب سے معلوم ہوا کہ یہ شخص جناب ظفر اللہ صاحب کے خاص ملنے والوں میں سے ہیں۔ مغرب کے بعد شیدائی صاحب کو لیکر وزیریہ ۔ الاعظمیہ اور کاظمین گیا۔

۱۱ر جمادی الثانی ۱۹ر مارچ بروز پیر

وزیر مفوض مملکت الاردنیہ الہاشمیہ عبد المنعم الرفاعی کراچی کو عمر العظیم ایچ کے ناظر ایڈیٹر اخبار اسلامی انقلاب پورٹ لوئیس کو ضرورت مجدد۔ محمد خاں صاحب سنگاپور کو وٹ اتوان لے نیم بھجوایا۔ محترمی شیخ محمد عبد اللہ صاحب ووکنگ کا خط مرقومہ ۱۴ر مارچ ایرمیل سے اور محترمی مولانا مرتضیٰ خاں صاحب لاہور کا خط بھی ۱۴ر مارچ ایرمیل سے برائے استفسار چیک مبلغ 295/5/- روپے ملا۔ رقم ہذا کی تفصیل پچھلے ماہ محاسب صاحب کو بھیج چکا ہوں۔ یہ رقم اخویم سلطان علی صاحب کی جانب سے ملی تھی۔ مسائیہ روزنامہ السجل میں آج ایک مقالہ افتتاحیہ نکلا ہے جو شیدائی صاحب کے خلاف اور سخت خلاف ہے اس میں موصوف کو قادیانی بنایا گیا ہے اور اس میں خاکسار کا بھی ذکر ہے۔ یہ پرچہ بذریعہ ہوائی ڈاک لاہور برائے ملاحظہ بھجوا رہا ہوں۔ اس اخبار والے کو اس بات سے آگ لگ گئی ہے کہ شیدائی صاحب نے کاظمین میں جمعہ کے روز بازار کے جم غفیر کے سامنے زبردست تقریر کی اور اس تقریر کا خلاصہ بھی روزنامہ الیقظہ میں آگیا اللہ مسلمان بھائیوں کو سمجھ عطا فرمائے۔ مغرب کے بعد شیدائی صاحب کو جناب عبد الرؤف صاحب سیکرٹری نائب مفوضیہ پاکستانیہ کے پاس چھوڑ آیا۔

۱۲ر جمادی الثانی ۲۰ر مارچ بروز منگل

عزیزم محمد طفیل صاحب کو بذریعہ ہوائی ڈاک خط اور ایک ورق تبلیغی ڈائری اور السجل کا تراشہ بھجوایا۔ نیز بحری ڈاک سے بھی السجل کا ایک پرچہ اور الاتحاد دستوری کا ایک پرچہ (جس میں شیدائی صاحب کے متعلق ایک اچھا خاصہ نوٹ ہے) بھجوایا۔ شیخ یوسف بن عیسی القناعی کویت کو عمر العظیم اور آئی آئی قاضی صاحب لندن کو "دٹ احمدیہ موومنٹ سٹینڈفار" بھجوایا۔ علامہ محمد الصواف سے دوپہر کو راستہ میں ملاقات ہوئی انہیں کہا کہ السجل کے ایڈیٹر کو دیکھئے کیا ہو گیا ہے کیا یہ وقت تھا جو اس نے شیدائی صاحب کے خلاف مقالہ افتتاحیہ لکھ مارا علامہ کو بھی اس کا افسوس ہوا۔ امریکہ سے جناب فیض محمد صاحب تشریف لائے ہوائی اڈے پر برائے استقبال گیا۔ شیدائی صاحب اور عبد الرؤف صاحب بھی ساتھ تھے اور بہت سے اشخاص استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ رات کو سید ابراہیم شنشل صاحب کے گھر شیدائی صاحب کے ساتھ دعوت عشائیہ پر گیا پرلطف صحبت رہی کوئی دس بجے واپس ہوئے مختلف موضوعات پر گفتگو رہی

۱۳ر جمادی الثانی سنہ ۱۳۷۰ھ ۲۱ر مارچ بروز بدھ۔ جناب ناظم دار التبلیغ تھنتو ڈیمبع (؟) بجنور کو وفات مسیح و نزول مسیح ناصری بھجوایا۔ ڈاکٹر صفا خلوصی دکان پر آئے چودھری علی محمد صاحب کو پیغام صلح ۵-۴ برائے مطالعہ دیا۔ آج شام کو الپاکستانیہ میں حافظ شریف حسین صاحب کی جانب سے شیدائی صاحب کو دعوت چائے تھی۔ ساڑھے سات بجے کے قریب دعوت چائے میں شامل ہوئے جن میں نقیب الشرف بغداد وزیر مفوض مملکۃ العربیہ السعودیہ وزیر مفوض جمہوریۃ الانڈونیشیا سعدی لبنان، ہندوستان وغیرہم آئے ہوئے تھے، پاکستانی چارج ڈی افیئر بھی موجود تھے لیکن سہمائے ہوئے۔ وہیں علی بصری صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ آج السجل مسائیہ میں شیدائی صاحب کے متعلق خود انہوں نے ایک مقالہ سپرد قلم کیا ہے جس میں اس گفتگو کو جو شیدائی صاحب سے کل آپ کی دکان پر ہوئی تھی قلمبند کیا ہے۔ "السجل" کا ایڈیٹر اپنے اس مقالہ کی اشاعت پر نادم ہے جس میں شیدائی صاحب پر اتہامات لگائے گئے ہیں، جلسہ کے اختتام پر ڈاکٹر محمود الامین آ گئے یہ ابھی ابھی امریکہ سے آئے ہیں، پندرہ سال قبل جرمنی میں بھی رہ چکے ہیں ان کے دوران قیام امریکہ میں میں نے انہیں انگلش لٹریچر بھی ارسال کیا تھا موصوف شیدائی صاحب کے پرانے ملنے والوں میں سے ہیں السجل کے ایڈیٹر کے بھی دوست ہیں انہوں نے بھی اس سے پرسش بٹا حاگرا کیا تھا۔ السجل منگوایا تھا ڈاکٹر صاحب نے اس کا ترجمہ کر کے شیدائی صاحب کو سنایا۔ رات کا عشائیہ وزیر مفوض مملکۃ السعودیۃ العربیہ کے ہاں ہے۔ آٹھ بجے جمعیت سے آٹھ احباب کے ہمراہ وزیر مفوض صاحب کی کوٹھی پر موقع الوزیریہ گئے۔ قریباً چالیس پینتالیس اشخاص مدعو تھے۔ جن میں سابق وزراء الاعظم، وزراء سفراء علماء تشریف فرما تھے السجل کے ایڈیٹر طہٰ فیاضی بھی موجود تھے لوگوں نے ان کی خوب خبر لی شیدائی صاحب گلے ملے، خاکسار نے بھی مصافحہ کرتے ہوئے ان کے چہرہ پر نظر ڈالی نہایت ہی خجل دکھائی دے رہے تھے۔ یہ صحبت سوا دس بجے تک رہی۔ ڈاکٹر محمود الامین بھی ہمارے ساتھ تھے انہوں نے کہا "قادری صاحب آپ کے پمفلٹ مجھے امریکہ میں ملتے رہے اور ان سے میں نے بہت کام لیا۔ کئی لوگوں کو سان فرانسسکو کا پتہ بھی دیا امریکہ قبول اسلام کے لئے تیار ہے"

۱۴ر جمادی الثانی ۲۲ر مارچ جمعرات

پان اسلام سوسائٹی حمایہ مسٹر کریم غنی سنگاپور، پبلشر مسلم ڈائجسٹ ڈربن کو "دٹ احمدیہ موومنٹ سٹانڈفار" ایم کے ایم یوسف کولمبو کو فتوی ڈیتھ آف جیسز کرائیسٹ اور مرکز لاہور کو السجل ڈاک سے بھجوایا۔ شام کے چھ بجے عزیزم شیدائی صاحب نیرن ٹرانسپورٹ سے دمشق روانہ ہو گئے موصوف کو الوداع کہنے کے لئے ہز ایکسیلنسی عبد اللہ الخیال وزیر مفوض مملکۃ العربیہ السعودیہ استاذ حریز ساعی استاذ صفاء خلوصی اور ڈاکٹر محمود الامین و علامہ محمد محمود الصواف اور چند پاکستانی احباب موٹر کے اڈے پر تشریف لائے اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہو۔ مسائی روزنامہ الیقظہ میں موصوف کی روانگی اور کل کی جمعیت کی ٹی پارٹی کا ذکر ہے۔ عزیزم شیدائی صاحب کے دوران قیام بغداد میں اتنا ضرور ہوا کہ یہاں کے اہل علم حضرات کی توجہ یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کی ضرورت اور اہمیت کی طرف مبذول ہوئی اس وقت یہ بات بھی ذہن میں آ تا ایک معجزہ سے کم نہیں خصوصاً اعلیٰ طبقہ کے دماغوں میں شیدائی صاحب کی طرز تبلیغ کا انداز مجھے تو پسند آیا۔

۱۵ر جمادی الثانی سنہ ۱۳۷۰ھ ۲۳ر مارچ ۱۹۵۱ء بروز جمعہ۔

کل شام کو دکان پر عبد الرؤف صاحب سیکرٹری مفوضہ پاکستانیہ آئے۔ آج سے قبل حاجی مظہر دین صاحب صدر جمعیت الپاکستانیہ قاہرہ کیا وہاں کے ساتھی عبد الرزاق صاحب دکان پر تشریف لائے تھے یہ ہر دو صاحبان چند روز کے لئے پاکستان جا رہے ہیں۔ آج سویرے روزنامہ الشعب میں "تکریم اقبال شیدائی" کے عنوان سے جمعیۃ الپاکستانیہ کے حفلۃ چائے کی خبر چھپی ہے ایک نسخہ شیدائی صاحب کو بیروت کے پتہ پر بھجوایا۔ علامہ حسن شنقیطی ریاض اور وزیر عبد القادر موصل کو عمر العظیم بھجوایا۔ اخویم محترم جناب غلام ربانی صاحب کا ووکنگ سے ۱۷ر مارچ کا لکھا ہوا خط ملا۔ بھائی عابد علی صاحب خانقین سے دو روز کے لئے بغداد آئے آج دکان پر تشریف لائے تھے۔

۱۷ر جمادی الثانی ۲۴ر مارچ۔ روزنامہ الزمان میں شیدائی صاحب کی روانگی اور ان کے لئے اہل عراق کا شکریہ شائع ہوا ہے اس کی ایک ایک کاپی مندرجہ ذیل حضرات کو بھیجی گئیں۔ شیدائی صاحب بیروت۔ ڈاکٹر محمد خالدی والسید حبیب شعبان بیروت اور علامہ السید محمود شلتوت اور مرکز لاہور کو بھجوایا مرکز لاہور کو الیقظہ کا پرچہ بھی بھیجا ہوائی ڈاک سے ڈاکٹر مصطفی خالدی اور حبیب شعبان مکین بیروت کو متعلقہ شیدائی صاحب خطوط لکھے شیخ عمر بن حسن آل الشیخ ریاض کو عمر العظیم بھجوایا۔ مولانا شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام جامع ووکنگ کے استفسار متعلقہ صفا خلوصی صاحب کا ہوائی ڈاک سے جواب دیا۔

۱۸ر جمادی الثانی ۲۵ر مارچ۔ اتوار

وزیر عدلیہ سوریہ السید زکی الخطیب دمشق کو رسالہ الصلوٰۃ اور استاذ محمد عطیہ الابراشی

(باقی ر صفحہ ۱۰)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اعلائے کلمۃ اللہ عذاب الٰہی سے حفاظت کا موجب ہے

عن حذیفۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لتامرنّ بالمعروف و لتنھونّ عن المنکر او لیوشکنّ اللہ ان یبعث علیکم عقابًا منہ ثم تدعونہ فلا یستجب لکم اخرجہ الترمذی (تلخیص الصحاح ج ۱)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ سے روایت ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذاتِ مقدس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم ضرور لوگوں کو نیکی (اسلام) کی طرف دعوت دیا کرو اور بُرے کاموں سے منع کرتے رہو ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر (اعلائے کلمۃ اللہ سے غافل ہونے کی وجہ سے) عذاب نازل فرمائے پھر تم ہزار بھی دعا کرو گے قبول نہ ہوگی۔

رخصت سے فائدہ اٹھانا رضائے الٰہی کا موجب ہے

عن عائشۃ رضؓ قالت صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئًا ترخّص فیہ فتنزّہ عنہ قومٌ فبلغہ ذالک فخطب فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال ما بال اقوامٍ یتنزّھون عن الشیٔ اصنعہ فواللہ انی لاعلمھم باللہ اشدھم لہ خشیۃً اخرجہ الشیخان (تلخیص جلد ۱)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا کام کیا (جو امور عبادت کے متعلق) جس میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) رخصت اور آسانی تھی تو بعض لوگ اس (فعل) سے دور دور رہنے لگے (یعنی رخصتوں سے فائدہ نہ اٹھاتے تھے) پس جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے متعلق) سُنا تو حضورؐ نے خطبہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ایسے عمل سے (سنت رسول سے) دور دور رہتے ہیں جسے میں خود کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

شریعت میں منطقی موشگافیاں نہ کرو

عن عمر بن الخطاب رضؓ قال ترکتکم علی الواضحۃ لیلھا کنھارھا کونوا علیٰ دین للاعراب والغلمان فی الکتاب (تلخیص ج ۱)

ترجمہ:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا اے لوگو تم ایک واضح اور سیدھے راستے پر چھوڑ دیئے گئے ہو (وہ طریق شریعت ایسا ہے) جس کی رات بھی مثل روز روشن کے ہے (یعنی اس طریق میں کوئی ابہام اور ظلمت نہیں) تم لوگ (منطقی موشگافیاں چھوڑ کر شریعت کے معاملہ میں) دیہاتی لوگوں اور ان لڑکوں کے مسلک پر قائم رہو جو مکتبوں میں پڑھا کرتے ہیں (یعنی سمعنا و اطعنا پر عمل کرو)

---

(۱) بے زبانان از وے فصیح شدند
زشت رویان از وے صبیح شدند

(۲) میوہ از روضۂ فنا خوردند
وز خود و آرزوئے خود مُردند

(المسیح موعودؑ)

ترجمہ (۱):- طرز تکلم سے نابلد (کاشانۂ نبوت سے فیض یافتہ ہوکر) فصیح و بلیغ بن گئے بدصورت (عرب کے وحشی لوگ علم و اخلاق سے عاری) خوبصورت (آئمۃ الہدیٰ) بن گئے۔

(۲) (عاشقوں نے) باغ فنا (عشق الٰہی) کے میوہ (عشق و محبت) سے کام آمادہ ہوکر اپنے نفس اور ہوا کے نفسانی کو مٹا ڈالا۔

اشاعت مذہب کا طریق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات

سوال:- آپ کی رائے میں مذہب کے پھیلانے کا بہتر طریقہ کیا ہے؟

جواب:- میرے نزدیک اشاعت مذہب کا بہترین طریق یہی ہے کہ وہ مذہب اپنی خوبیوں اور حسن کی وجہ سے خود ہی اندر چلا جاوے۔ اور اس کے لئے بیرونی کوشش کرنی نہ پڑے۔ مثلاً بعض چیزیں ایسی ہیں کہ وہ اپنی روشنی کی وجہ سے خود بخود نظر آتی ہیں جیسے سورج۔ چاند۔ ستارے وغیرہ۔ اور ایک اور ایک وہ چیزیں ہیں جو ان روشنیوں کے بغیر نظر ہی نہیں آسکتی ہیں مثلاً چرند پرند وغیرہ کو ہم نہیں دیکھ سکتے جب تک روشنی نہ آوے۔ پس سچا مذہب اپنی روشنی اور حقانیت و صداقت کے نور سے خود بخود شناخت ہوکر روحوں میں اُتر جاتا ہے اور دلوں کو اپنی طرف کھینچتا جاتا ہے اسی لئے میں نے کہا تھا کہ تعلیم ایک بڑا نشان ہے۔ جس مذہب کے ساتھ تعلیم کا نشان نہیں ہوتا اس کے دوسرے نشان کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ آسمانی تعلیم اپنے اندر ایک روشنی اور نور رکھتی ہے وہ انسانی طریقوں سے بالاتر ہوتی ہے ایک انسان جب بکلی مرجاوے اور گندی زندگی سے نکل آوے اس وقت وہ خدا میں زندگی پاتا ہے اور سچے مذہب کا نشان محسوس کرتا ہے۔ مگر خدا کے فضل کے سوا یہ کس کا کام ہے کہ گندی زندگی سے مرکر نئی زندگی پاوے۔ یہ اس خدا کے ہاتھ سے ہوتا ہے جس نے دنیا کو زندگی بخشی ہے وہ جس انسان کو مبعوث کرتا ہے پہلے اس کو یہ زندگی عطا کرتا ہے وہ بظاہر دنیا میں ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ اس دنیا کا انسان نہیں ہوتا۔ وہ خدا تعالیٰ کی چادر کے نیچے ہوتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ اس کے مناسب حال اسکو تعلیم دیتا ہے۔ جس کو اسی مناسبت کے لوگ سیکھتے ہیں۔ اس میں گندی نفس پرستی ظلم اور شہوانی خواہشات کو برانگیختہ نہیں کیا جاتا بلکہ وہ پاک باتیں ہوتی ہیں جو انسان پر ایک موت وارد کرکے اسکو ایک نئی زندگی عطا کرتی ہیں۔ جس سے اسکو گناہ سوز فطرت ملجاتی ہے۔ وہ ہر ایک قسم کی ناپاکی اور گند سے نفرت کرتا ہے اور خدا نمائی میں زندگی بسر کرنے میں راحت اور لذت پاتا ہے پس میرے نزدیک سچا مذہب اپنی اشاعت کا آپ ہی کفیل ہے۔ اس کے لئے کسی خارجی کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس کی صداقت کے اظہار کا ذریعہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو خدا کی طرف سے اسے لے کر آتے ہیں۔ مقابلہ کے وقت ان کو غلبہ ملتا ہے جو بطور نشان کے ہوتا ہے ان کی آمد اس وقت ہوتی ہے جب دنیا حق اور نور کے لئے بھوکی پیاسی ہوتی ہے غرض عمدہ تعلیم اور کامل نمونہ جو اس تعلیم کی عمدگی کا زندہ ثبوت ہوتا ہے وہی اشاعت کا بہترین طریق ہے۔

ڈاکٹر خادم رحمانی صاحب شیلانگ کا

جذبۂ تعاون

"پیغام صلح" کی کسی گزشتہ اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد شائع ہوچکا ہے کہ جماعت کے بچے اور خواتین بھی ماہوار چندہ میں حصہ لیا کریں۔ اس ارشاد کی تعمیل میں ہمارے سلسلہ کے مخلص بزرگ ڈاکٹر خادم رحمانی صاحب نے اپنے گھر کے تمام افراد اپنے لڑکے لڑکیوں اور دیگر متوسلین کے چندہ کی فہرست دفتر میں ارسال کی ہے۔ جس کے لئے ہم ڈاکٹر صاحب ممدوح کے شکر گذار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ دوسری جماعتوں سے بھی توقع ہے کہ وہ اس تحریک میں حصہ لیکر مشکور فرمائیں گی اور خواتین اور بچوں کی فہرست معہ چندہ دفتر میں ارسال کریں گے۔

مرتضیٰ خان۔ اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

اسلام میں جمہوریت ہے یا ملوکیت؟

اس وقت جبکہ پاکستان کے آئندہ دستور کے لئے بنیادی اصولوں کی سفارشات زیر غور ہیں، ذیل کا مضمون جو حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کی نگارش قلم کا نتیجہ ہے امید ہے خاص توجہ سے پڑھا جائے گا۔

اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے حریت و مساوات نسل انسانی کا سبق دنیا کو پڑھایا۔ حد ہے کہ وہ انسان جو تمام کمالات انسانی کا جامع اور خلافت الٰہی کا بہترین وارث دنیا میں آیا یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی انا بشر مثلکم فرما دیا۔ اب اس سے بڑھکر کیا مساوات انسانی کا سبق دنیا پڑھنا چاہتی ہے؟ اسلام ہی ہے جس نے قانون کی حکومت دنیا میں قائم کی۔ اس نے اپنا نام اسلام رکھا یعنی قانون کی فرمانبرداری۔ اس نے دعویٰ کیا کہ میں مذہب فطرت ہوں اور فطرت میں قانون کی فرمانبرداری کا جُبا بادشاہ سے لیکر گدا تک سب پر یکساں ہے۔ اسی طرح وہ قوانین جو اسلام لایا یا جو انسانی معاشرت، تمدن اور سیاست کے لئے بطور اصول تھے ان کا جوا بھی بادشاہ سے لیکر گدا تک سب پر رکھا۔ اسلام ہی ہے جس نے بتایا کہ جو شخص جتنی حکومت میں زیادہ دسترس رکھتا ہے اتنا ہی وہ زیادہ ذمہ داریوں کے نیچے ہے یہاں تک کہ سید القوم خادمھم فرما کر بتلا دیا کہ قوم کی سرداری کا مطلب تو محض پبلک کی خدمت ہے۔ ان کے روپے سے عیش اڑانا مقصد نہیں۔ مسلمانوں کو جب اللہ تعالیٰ نے حکومت عطا فرمائی تو ساتھ ہی اس حکومت کے اصول بھی تعلیم فرمائے جن پر حکومت کی بنا قائم کرنی تھی۔ قرآن کریم میں فرمایا یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذالک خیر و احسن تاویلا (النساء) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور صاحب امر کی اطاعت کرو پھر اگر تم کسی بات میں آپس میں جھگڑ پڑو تو بات کو اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر اور انجام کے لحاظ سے نہایت اچھی بات ہے۔

کیا خوب بات فرمائی کہ اللہ کی اطاعت کرو یعنی قرآن کی اطاعت اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو یعنی جس طرح آنحضرت صلعم نے قرآن پر عمل کر کے دکھایا یا بزبان مبارک سے تشریح فرما دی۔ دوسرے لفظوں میں سنت اور احادیث صحیحہ کی اطاعت کرو۔ یہ تو ہو چکی شریعت یا وہ قانون فطرت جو اللہ تعالے نے بذریعہ وحی رسول کریمؐ کے ذریعہ دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ اب اس قانون پر عمل کی نگہداشت کرنے والے اور اس قانون کی خلاف ورزی پر سزا دینے والے چاہئیں ان کے لئے فرمایا تم میں سے جو اولی الامر ہو اس کی اطاعت کرو۔ یعنی تم میں سے جو شخص صاحب امر ہو۔ یعنی جسے قانون کی نگہداشت اور اس پر عمل کرانے کی ذمہ داری پر کھڑا کیا جائے اس کی فرمانبرداری بھی ضروری ہے، ورنہ قانون پر عمل نہیں ہو سکتا مگر اس کے اختیارات کو بھی قانون کی فرمانبرداری میں جکڑ دیا۔ اس کے لئے فرمایا فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر۔ پھر اگر تم کسی معاملہ میں آپس میں جھگڑ پڑو یعنی پبلک کا جھگڑا آپس میں ہو یا پبلک اور صاحب امر حاکم کا جھگڑا ہو تو معاملہ کو اللہ اور رسول یعنی قرآن اور سنت اور دوسرے لفظوں میں قانون کی طرف پھیر دو اور اس پر یہاں تک تشدد کیا کہ فرمایا، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یعنی اگر مسلمان ہو تو سوائے اس کے چارہ نہیں کہ معاملہ کو قانون کی طرف پھیرا جائے۔ گویا اسلام اور شخصیت کو ایک دوسرے کے نقیض قرار دیا پھر ذالک خیر و احسن تاویلا فرما کر بتا دیا کہ یہ تشدد بیجا نہیں بلکہ بجا ہے کیونکہ نہ صرف یہ طرز حکومت بہتر ہے بلکہ انجام کے لحاظ سے بھی یہی عمدہ ہے جس حکومت کی بنیاد قانون پر نہیں بلکہ شخصیت پر ہے اس کی عمر کم اور اس کی بقا چند روزہ ہے۔

مذکورہ بالا ارشاد قرآنی سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں:-

(۱)- اسلام میں حکومت صرف قرآن و سنت یعنی قانون کی ہے۔

(۲)- کچھ لوگ صاحب امر ہونے چاہئیں جو قانون پر عمل کی نگہداشت کے لئے مقرر ہوں۔ انہی کو دوسرے لفظوں میں حکام کہتے ہیں۔

(۳)- ایسے لوگ مسلمان پبلک میں سے منتخب ہوں جیسا کہ اولی الامر منکم سے ظاہر ہے۔ یہاں مسلمان پبلک کو خطاب کر کے کہا کہ صاحب امر لوگ "منکم" یعنی تم میں سے ہونے چاہئیں کسی خاندان کا حصہ نہیں کہ نسلاً بعد نسل اس میں سے ہوتے جائیں۔ بلکہ پبلک میں سے ہونے چاہئیں۔

(۴)- انتخاب کا طریق اسی آیت سے پہلے فرمایا کہ ان تؤدوا الامانات الی اھلھا کہ حکومت امانت ہے جو ایسے لوگوں کے سپرد ہونی چاہیئے جو اس کے اہل ہوں، یعنی اس کے لئے قابلیت رکھتے ہوں فلاں ابن فلاں کوئی چیز نہیں یا دھڑے بازی کے ووٹ نہ دیئے جائیں۔ بلکہ حکومت کو ایک امانت سمجھ کر اس کے اہل کے سپرد کرنا چاہیئے ورنہ خدا کے سامنے ہر ایک مسلمان امانت میں خیانت کرنے کا جوابدہ ہے۔

(۵)- حکومت کو امانت فرما کر ان صاحب امر لوگوں کو جن کے ذمہ حکومت کی امانت سپرد کی جائے یہ بتلا دیا کہ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ قوم نے ہمارے ذمہ امانت سپرد کی ہے۔ اس امانت کو یعنی پبلک کے حقوق کو ادا کرنا چاہیئے۔

(۶)- ان صاحب امر لوگوں یعنی حکام کی حکومت کو دو چیزوں سے جکڑ دیا۔ یعنی ایک تو فرمایا کہ "امرھم شوریٰ بینھم" ان کی حکومت "شوریٰ" سے ہو۔ یعنی شخصی رائے کوئی چیز نہیں۔ اہل الرائے لوگوں کے مشورہ سے حکومت کی کل چلائی جائے۔ یہ جمہوریت کی تعلیم ہے۔ دوسرے فرمایا فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول جب کسی معاملہ میں جھگڑا ہو تو حکام اور پبلک دونوں قانون کی طرف رجوع کریں گے۔ یعنی حاکم کا حکم ناطق نہیں انتظام کرنا اس کا کام ہے۔ مگر پبلک سے اس کا اختلاف رائے ہو جائے یا پبلک کو اس سے کچھ شکایت ہو تو وہ قانون کے سامنے اسی طرح جوابدہ ہے جس طرح کہ پبلک کا ایک ادنےٰ سے ادنےٰ آدمی۔ یہ قانون کی حکومت ہے۔

(۷)- اگزیکٹو یعنی انتظامی حکومت جوڈیشل محکمہ یعنی قانون کی عدالت سے الگ کر دیا۔ جب فرمایا فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول یعنی پبلک کو اپنے جھگڑوں میں قانون کی طرف رجوع کرنا ہے۔ حکام صرف پبلک کے انتظام کے لئے ہیں۔ انتظامی امور میں ضروری ہے کہ حکام کی اطاعت کی جائے لیکن جھگڑوں کا فیصلہ قانون کرے گا جہاں حاکم اور پبلک یکساں ہیں۔ حاکم کی حکومت قانون اور عدالت پر نہیں بلکہ پبلک کے انتظامی امور میں ہے۔ قانون کے سامنے سب کو گردن جھکانی پڑے گی۔

(۸)- ایسے لوگ جو عدالت کی کرسی پر بٹھائے جائیں۔ ان کا انتخاب بھی پبلک کے ہاتھ میں دیا۔ جب فرمایا ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل کہ بیشک اللہ حکم کرتا ہے تم کو امانتیں ان کے اہل کے سپرد کی جائیں اور جب لوگوں میں فیصلہ کیا جائے تو عدل کے ساتھ کیا جائے۔ یعنی پبلک کو خدا کا یہ حکم ہے کہ وہ اس اہم منصب کو جس میں پبلک کے حقوق کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اور جو ایک پبلک کی امانت ہے۔ ان لوگوں کو دیں جو اس کے اہل یعنی قابل ہوں اور ان لوگوں کو جنہیں یہ امانت سپرد ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جب تمہیں اس ذمہ داری کے مقام پر کھڑا کیا جائے تو تم لوگوں میں خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم (الناس) انصاف اور عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ ایسے صاف صاف احکام قرآنی کے بعد کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں رہتی۔ میں نے ان قرآنی آیات کا ترجمہ کر دیا ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا۔ صاف صاف قرآن فرما رہا ہے کہ حکومت قانون کی ہے۔ قانون کی عدالت کے لئے جج مقرر کرنے۔ قانون کے پبلک میں رائج کرنے اور اس پر عملدرآمد کی نگہداشت کے لئے حکام مقرر کرنے سب کچھ پبلک کے ہاتھ میں ہے۔ پبلک کا فرض ہے کہ وہ اپنی ان امانتوں کو اپنے میں سے ایسے لوگوں کو سپرد کرے جو اس کے اہل اور اس کے سنبھالنے کے قابل ہوں ان کی تعیناتی اور معزولی سب پبلک کے ہاتھ میں ہے جن کے ذمہ یہ حکومت سپرد ہوتی ہے وہ اپنے کاموں میں شوریٰ کے پابند ہیں اپنے طرز عمل کے قانون کے سامنے جوابدہ ہیں۔ اگزیکٹو یعنی انتظامی محکمہ جوڈیشل یعنی عدالتی محکمہ سے الگ ہے۔ انتظام کی غلطی کا فیصلہ عدالت یعنی قانون کرے گا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جمہوری حکومت اور کسے کہتے ہیں، دنیا میں اس سے بڑھکر جمہوریت ممکن نہیں۔ اسلام میں ملوکیت یا دوسرے لفظوں میں شخصی حکومت کی کوئی ہستی نہیں، کیا بانیٔ اسلام اور آپؐ کے خلفائے راشدین کا طرز عمل اسی کے مطابق نہیں تھا۔

(۹)- خود رسول کریم صلعم نے جو قانون الٰہی کے بہترین مفسر

تھے ، قانون کے سامنے گردن جھکانے کا ایسا عجیب نمونہ دکھایا کہ دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے آپ شہنشاہ ظاہری و باطنی دونوں تھے آپ کے الفاظ آپ کی امت کے لئے قانون کا حکم رکھتے تھے مگر آپ ۔ ۔ ۔ اعلان فرماتے ہیں کہ اگر مجھے کسی کا کچھ دینا ہو یا کسی کو میرے ہاتھ سے کچھ تکلیف پہنچی ہو تو وہ آج مجھ سے معاوضہ لے لے ۔ ایک شخص کو غلطی سے بلا ارادہ ایک کوڑا لگ گیا تھا ۔ وہ اس کے معاوضہ کے لئے آیا ۔ آپ نے بلا تامل پیٹھ برہنہ کر دی کہ کوڑے کی ضرب لگائے ۔ یہ دردناک منظر کیوں دکھایا گیا ۔ صرف اس واسطے کہ قانون کی اطاعت کے لئے خدا کا سب سے عظیم الشان نبی اور شہنشاہ ظاہر و باطن بھی بستر مرگ پر کوڑا کھانے کے لئے تیار رہے ۔ اس کے بعد اور کسی مثال کی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔

(۲) ۔ شوریٰ کی عزت اس قدر مسلمانوں کے ذہن نشین کرائی گئی کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں ۔ خود رسول کریم صلعم جو وحی الٰہی کے حکم کے نیچے کام کرتے تھے ۔ حکومت کا کوئی امر بغیر شوریٰ کے سر انجام نہ دیتے تھے ۔ چنانچہ جنگ احد کے موقعہ پر جو آپ نے شوریٰ کیا اس وقت آپ کی مرضی مدینہ کے اندر رہ کر مقابلہ کرنے کی تھی مگر چونکہ صحابہ کی کثرت رائے اس طرف تھی کہ مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے ۔ آپ نے کثرت رائے کی عزت کی اور اپنی رائے کو چھوڑ دیا ۔ حالانکہ آپ کو رؤیا میں بعض تکالیف کے پیش آنے کا اشارہ بھی مل چکا تھا ۔ مگر آپ باہر نکل کر لڑتے ہیں فتح ہو جاتی ہے مگر پہاڑ کی پشت پر جو دستہ محافظت کے لئے تھا اس میں سے بعض لوگوں کی غلطی سے دشمن کو پشت پر سے آ پڑنے کا موقع مل جاتا ہے ۔ اور اس اچانک حملہ سے فوج کا ایک حصہ چھٹ الگ ہو جاتا ہے اور وہ مدینہ کی طرف بھاگ جاتا ہے مگر خود رسول کریم صلعم اور آپ کے صحابہ کبار میدان میں جمع رہتے ہیں ۔ اس گھمسان کے رن میں حضور علیہ السلام کو بھی زخم آتے ہیں ۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ شہید بھی ہوتے ہیں زخمی بھی ہوتے ہیں کفار حملے پر حملے کرتے ہیں ۔ مگر آخرکار ناکام اور مایوس ہو کر میدان چھوڑ کر چلے جاتے ہیں ۔ اس قدر تکلیف اٹھانے کے بعد جب خدا کی وحی نازل ہوتی ہے تو ان لوگوں کو جو میدان سے بھاگ گئے تھے نہ صرف معافی ملتی ہے بلکہ رسول اللہ صلعم کو حکم ہوتا ہے فاعف عنهم واستغفر لهم وشاورهم فی الامر انہیں معاف کر دو ۔ ان کے لئے مغفرت طلب کرو اور حکومت کے کاموں میں ان سے مشورہ لو ۔ غور کرو جن سے مشورہ لیا تھا ۔ ان میں سے بہت سے میدان سے بھاگ نکلے اور جو کام ان کے مشورہ سے ہوا تھا اس میں سخت چشم زخم پہنچا تھا ۔ مگر باایں ہمہ شوریٰ کو نہیں چھوڑا کیونکہ اصول یہی صحیح ہے ۔ ممکن ہے کہ ایک وقت مشورہ سے ایک امر طے ہو اور اس میں حسب منشا کامیابی نہ ہو تو اس سے اصول غلط نہیں ہو سکتا ۔

(۳) خلفائے راشدین کے زمانہ میں تمام امور حکومت شوریٰ سے طے ہوتے تھے ۔ بلکہ خلیفہ کے لئے جو صدر کی حیثیت رکھتا تھا صرف ایک ووٹ یعنی رائے تھی ، حالانکہ صدر کو آجکل دو ووٹ کا حق دیا جاتا ہے ۔ شوریٰ کے علاوہ خلیفہ کے احکام پر پبلک کا ایک ایک فرد اعتراض کرنے کا حق رکھتا تھا ۔ اور بعض اوقات خلیفہ کو اپنا حکم واپس لینا پڑتا ۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضؓ نے صحابہ کرام اور دوسرے مسلمانوں کے ایک کثیر مجمع میں یہ حکم دیا کہ بڑے بڑے مہر نہ باندھا کرو اور اس کی ایک حد مقرر کی تو ایک بڑھیا نے اٹھ کر کہا کہ اے خطاب کے بیٹے خدا ہمیں دیتا ہے اور تو ہم سے روکتا ہے ۔ اور ساتھ ہی آیت پڑھی وآتیتم احداهن قنطارا فلا تاخذوا منه شيئا اگر تم نے عورتوں میں سے کسی کو سونے کا ڈھیر بھی دے دیا ہو تو اس سے واپس مت لو ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو سونے کا ڈھیر بھی مہر میں دینا جائز ہے ۔ اللہ اللہ ایک مجمع کثیر میں پبلک میں سے ایک بڑھیا اٹھ کر بادشاہ وقت کو للکار کر اس کے احکام کی غلطی بتاتی ہے اور وہ حاکم وقت وہ شہنشاہ عرب و عجم شام و روم و مصر جب قانون الٰہی کو اس بڑھیا کے حق میں دیکھتا ہے ، تو فوراً سر تسلیم خم کر دیتا ہے ۔

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری ۔ بقیہ صفحہ ۷

قاہرہ کو عمر اعظم جناب فاروقی صاحب ایڈیٹر ہندوستان دہلی اور محمد واحدی صاحب ایڈیٹر نظام المشائخ کراچی کو ضرورت مجدد ڈاک سے بھجوایا ۔ محترم غلام ربانی خان صاحب ووکنگ کے دو خطوط کا جواب دیا ۔ شیعوں کے مجتہد امام محمد الجابعی کی طرف سے عربی میں ایک رسالہ بعنوان المسائنبه والاسلام شائع ہوا ہے ۔ امام موصوف نے کاظمین شریف سے بذریعہ ڈاک ایک نسخہ ارسال فرمایا ۔ رسالہ ہذا میں مسٹر عبدالرحمن ڈسلر اور امام المخلص کی خط و کتابت درج ہے اور عزیزم محمد اقبال شیدائی صاحب کی ملاقات اور ان کی اسکیم کا بھی تذکرہ ہے ۔ مزید نسخے حاصل کرنے پر مرکز کو بھجواؤں گا ۔ مغرب کے بعد جناب ڈاکٹر محمد صدیق صاحب چارڈ ایفر پاکستانی دکان پر آئے آپ پندرہ روز کی رخصت پر کراچی گئے ہوئے تھے جمعہ کے روز واپس آئے آدھا گھنٹہ گفتگو رہی زیادہ تر شیدائی صاحب اور ان کے قیام بغداد کا تذکرہ رہا ۔ محترمی حاجی عبداللطیف صاحب بھی موجود تھے ۔

۱۸ جمادی الثانی ۲۶ مارچ بروز پیر ۔ مسٹر اقبال نصرت نیروبی کو "ہز ایکسیلنسی حضرت مرزا غلام احمد آف قادیان" بھجوایا ۔ امام محمد الکالصی کاظمین کو "وشر اشاق لے تیم" ڈاک سے بھجوایا السید علی اکبر صاحب کے ہاتھ بیگم ورانت علی فدائی المحرر صحیفہ مفوضیہ الہندیہ کو رسالہ "اسلامک لائف ڈیوٹیز اینڈ میرج" بھجوایا ۔ رسالہ المسائنبه والاسلام خرید کر ایک کاپی مندرجہ ذیل حضرات کو بھجوائی عزیزم شیدائی ۔ بیروت ۔ غلام ربانی صاحب ووکنگ مرکز لاہور ۔ صوفی طیب بھائی کتاب نسل مصطفیٰ برائے مطالعہ لے گئے ۔ ایس ۔ او ۔ لا سالاڈرز نائیجیریا سے چند پرچے اخبارات اور ایک رقعہ ملا جس میں لٹریچر کے ملنے کی وصولی اور شکریہ ادا کیا گیا ہے ۔ آج بھی ساڑھے بارہ بجے جناب محمد صدیق صاحب قائم باعمال مفوضیہ پاکستانیہ تشریف لائے ۔ آدھا گھنٹہ بیٹھے گفتگو عزیز شیدائی صاحب کے اردگرد گھوم رہی تھی معلومات کے بعد خوش مشمند نظر آتے ہیں ۔ ۱۹ جمادی الثانی ، ۲۷ مارچ بروز منگل ۔ اخویم ابراہیم آدم صاحب سجوانی بصرہ کے خط کا جواب دیا ۔ سیادۃ السید صلاح الدین یعنی دمشق کو شعمر المعظیم ، الحاج حافظ محمد عمر امام جامع سلطان فاتح استنبول ترکیہ (یہ پتہ دیار حرم میں چند ماہ سے ملا) کو رسالہ الصلوٰۃ وطرق التقدم الثلاثة اور مسٹر حمید رحمی الدین صاحب مدراس اور محمد شریف صاحب چٹاگانگ ۔ اور مسٹر ایم ۔ ایس رضا صاحب گوجرانوالہ کو "اسلامیزیشن آف یورپ اینڈ امریکہ" ڈاک سے بھجوایا ۔

استاد محمد علی سرلی دی دکان پر آئے آئیڈیل پرافٹ کے ترجمہ اور ووکنگ کے خط کے متعلق بات چیت ہوئی ۔ اور انہیں کتاب ارلی خلافت ہدیۃً دی گئی ۔

فقط والسلام

والسابقون الاوّلون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ

سیرۃ اعمش تابعی

شیخ غلام قادر صاحب حمید بلڈنگس لاہور

اسلام کی برکات نے انسان کو بلا امتیاز رنگ و بو۔ مرد و عورت۔ آزاد و غلام اس قدر نوازا کہ آسمان علم اور زہد و ورع کے ستارے بن کر چمکنے لگے جن کی روشنی سے ظلمتکدہ دنیا بقعۂ نور بن گیا۔ ان اُمی ہادی برحق اور رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقی طور پر انسانیت کا بول بالا کر دیا۔

چنانچہ اُن غلامان اسلام کی سیرت کا . . . . . . کا مختصر طور پر سلسلہ شروع کیا جاتا ہے جو دنیا میں اپنے علم و فضل اور زہد و اتقا کے امٹ اور گہرے نقوش چھوڑ گئے۔ آج کی صحبت میں حضرت اعمش طبرستانی کے مختصر سوانح زندگی پیش کئے جاتے ہیں جو ایک وقت کوفہ کے قبیلہ بنی کاہل کے غلام تھے اور پھر آزاد کر دیئے گئے۔

علم و فضل

اگرچہ اعمش کی زندگی . . (اسلامی زندگی) کا ابتدا غلامی سے ہوئی لیکن وہ اپنی فطرت میں تحصیل علم کی کامل استعداد رکھتے تھے علاوہ بریں حسن اتفاق سے ان کی یاوری کی کہ کوفہ جیسے مرکز علوم میں انہوں نے پرورش پائی اور اسی ماحول میں ان کی نشو ونما ہوئی۔ آپ اس چشمہ علم و فضل سے اس قدر سیراب ہوئے کہ آگے چل کر وہ کوفہ کی مسند علم و افتا کی زینت بن گئے علامہ ابن حجر ان کو شیخ الاسلام کے لقب سے یاد فرماتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ) عیسٰی بن یونس کا قول ہے کہ ہمیں اور ہمارے قبل والے قرن کے لوگوں کو اعمش کا مثل نظر نہیں آیا

(تاریخ خطیب)

ابن عیینہ کا بیان ہے کہ اعمش بہت بڑے قاری۔ حدیث کے بڑے حافظ اور علم فرائض سے پوری پوری واقفیت رکھتے تھے۔ (تذکرہ)

قرآن

علوم قرآنیہ میں وہ راس العلم شمار کئے جاتے تھے (تہذیب التہذیب) اور قرآن شریف کے درس کا مستقل حلقہ قائم کر رکھا تھا۔ قرأت میں عبداللہ بن مسعودؓ کی تتبع کرتے تھے ان کی قرأت اتنی مستند تھی کہ لوگ اس کے مطابق اپنے قرآن درست کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

حدیث

حدیث میں ان کی معلومات کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ ابن مدائنی ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس امت میں صرف چھ شخصوں نے علم حدیث محفوظ کیا تھا۔ مکہ میں ابن دینار۔ مدینہ میں زہری۔ کوفہ میں ابو اسحٰق سبیعی اور اعمش اور بصرہ میں قتادہ اور یحیٰی بن کثیر (تہذیب التہذیب)

اعمش کی مرویات کے متعلق مختلف اقوال ہیں ابن مدائنی ان کی تعداد تیرہ سو بتاتے ہیں اور دوسری روایات کے مطابق آپ کی مرویات کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے۔

زہری اگرچہ اہل عراق کے علم کے قائل نہ تھے لیکن جب انہوں نے اعمش کی روایات کا کچھ حصہ پڑھا تو حیرت سے ان کا رنگ بدل گیا اور فرمانے لگے واللہ علم اسے کہتے ہیں مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ کسی کے پاس علم کا اتنا بڑا ذخیرہ محفوظ ہوگا (ابن سعد)

اعمش کے خزانہ علم میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات کثرت سے محفوظ تھیں۔

(تاریخ خطیب)

مرویات کا مرتبہ

اعمش کی مرویات کا مرتبہ کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے اس قدر بلند تھا کہ آپ کی مرویات کو مصحف کہا جاتا تھا (تذکرۃ الحفاظ)

بقول جریر ان کی روایات دیباے خسروانی تھیں (خطیب) اس علم حدیث کے باوجود آپ روایات کے معاملہ میں بہت محتاط تھے۔

فقہ و فرائض

اعمش فقہ و فرائض میں بھی کامل درک رکھتے تھے فقہا انہیں اپنا سردار کہتے تھے۔ (تاریخ خطیب)

عبادت و ریاضت

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ اعمش علم نافع اور عمل صالح دونوں کے سردار تھے (تذکرۃ الحفاظ) نماز باجماعت میں اس قدر اہتمام تھا کہ ستر سال میں تکبیر اولیٰ تک قضا نہیں کی۔

(تاریخ خطیب)

ناداری کے باوجود امرا سے بے نیازی

عیسٰی بن یونس کا بیان ہے کہ اعمش کو میں نے فقر و احتیاج کے باوجود امراء و سلاطین سے بے نیاز پایا بلکہ ان کی ملاقات کو حقارت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)۔

امام شعرانی لکھتے ہیں کہ اعمش نان جویں کا محتاج تھا لیکن اس کے باوجود آپ کی مجلس میں اغنیا و سلاطین سب سے بڑے فقیر دکھائی دیتے تھے (آپ کی مجلس روضۂ فردوس تھی)

جرأت

ایک دفعہ خلیفہ ہشام نے انہیں لکھا کہ میرے لئے عثمان کے فضائل اور علی کے مثالب (برائیاں) قلمبند کر کے بھیجدیں آپ نے اس فرمان شاہی کی قاصد کے سامنے وہ درگت بنائی کہ سے بکری کو کھلا دیا اور قاصد سے کہا کہ یہ تمہاری تحریر کا جواب ہے۔ لیکن جب قاصد نے زیادہ اصرار کیا تو یہ جواب دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امابعد اگر عثمان کی ذات میں ساری دنیا کے انسانوں کی خوبیاں جمع ہوں تو بھی اس سے تمہاری ذات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور اگر علی رضہ کی ذات میں دنیا بھر کی برائیاں جمع ہوں تو اس سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تمہیں صرف اپنے نفس کی خبر رکھنی چاہیئے (شذرات الذہب)

مہمان نوازی

اس فقر و فاقہ کے باوجود بقول ابوبکر بن عیاش آپ بڑے مہمان نواز تھے جو آپ کے پاس جاتا کچھ نہ کچھ کھا کر آتا۔ (تاریخ خطیب)

(۱) قانیاں را ما نعے از یار نیست
بچہ وزن بر سرشاں بار نیست

(۲) با دو صد زنجیر ہر دم پیش یار
خار با او گل۔ گل اندر ہجر خار (مسیح موعودؑ)

۱۔ ترجمہ۔ عاشقان سرمدی کے لئے بڑے بڑے پہاڑ۔ دشت خاردار اور سمندر بے کراں روک نہیں بن سکتے وہ آستانۂ یار تک پہنچ جاتے ہیں۔ اہل و عیال کے فکر معاش سے دب کر بھی دامن یار سے وابستہ رہتے ہیں۔

۲۔ اگرچہ پابہ زنجیر ہیں مگر کوچۂ یار میں کسی نہ کسی طرح پہنچ جاتے ہیں۔ وصل یار میں انہیں کانٹے بھی پھول محسوس ہوتے ہیں مگر شب ہجراں ان کے لئے پھول بھی کانٹے بنا دیتا ہے۔

زکوٰۃ کی اپیل

صاحب نصاب بزرگوں اور سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں زکوٰۃ کی (اردو اور انگریزی اپیلیں) بھیجی گئی ہیں۔ استدعا ہے کہ صاحب نصاب بزرگ اپنی اپنی زکوٰۃ مرکز میں ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

سیکرٹری صاحبان اور سلسلہ کے مبلغین و محصلین کی خدمت میں گذارش ہے کہ ادائے زکوٰۃ کے فریضہ کی طرف سب احباب کی توجہ منعطف کرائیں اور پوری کوشش اور تندہی سے فراہمی زکوٰۃ کا کام سرانجام دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

خاکسار

مرتضٰی خان اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

پاکستان اور ہندوستان کا موازنہ

سکھوں کے مشہور اخبار پنتھ دہلی کی تصریحات

سکھوں کے مشہور ہفت روزہ اخبار "پنتھ" دہلی نے ۲۵ر فروری کی اشاعت میں پاکستان اور ہندوستان کا حسب ذیل موازنہ کیا ہے:-

پاکستان جانے کے لئے جو مشکلیں حائل ہوتی ہیں، وہ مکہ اور مدینہ کی زیارت میں بھی نہیں ہوتیں۔ پہلے تو آپ کو تقریباً ایک درجن فوٹو ہندوستان اور پاکستان کے پرمٹ کے لئے چاہئیں۔ اس کے بعد کم از کم ایک ہفتہ ہند سرکار سے سرٹیفکیٹ لینے میں لگ جاتا ہے۔ اور پھر ایک ہفتہ پاکستان پرمٹ آفس سے پرمٹ لینے میں۔ پاکستان جانا یا پاکستان سے ہندوستان آنا بالکل ایک گورکھ دھندے کو حل کرنا ہے۔ بعض دفعہ پرمٹ ملتے ہیں تو راستہ نہیں ملتا اور راستہ ملتا ہے تو پرمٹ نہیں آتا۔

میں نے پاکستان جانے کے لئے پرمٹ حاصل کرنے میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے اور آخرکار پرمٹ لینے میں کامیاب ہو گیا۔ پرمٹ آفس کے مسلمان افسر نے مجھے بتایا کہ پاکستان میں ہر شخص کو گھومنے پھرنے کی مکمل آزادی ہے۔ پاکستان میں میں نے جو کچھ دیکھا۔ اس سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جہاں تک غریب آدمی کا تعلق ہے، پاکستان اس کے لئے ایک بہشت سے کم نہیں۔

کراچی ایشیا کا ہوائی اڈہ بننے کے لئے پوری کوشش کر رہا ہے۔ ڈرگ روڈ واقعی معنوں میں ایک بین الاقوامی ہوائی بندرگاہ ہے۔ جہاں کم سے کم ۱۸ ہوائی جہاز کمپنیوں کے دفتر ہیں جن کے جہاز اس جگہ سے تمام دنیا کے کونے کونے میں سفر کرتے ہیں۔

کراچی کی ساٹھ فیصدی آبادی بمبئی اور احمد آباد کے اُجڑے ہوئے مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اور کراچی کو پاکستان کی تجارتی اور اقتصادی زندگی میں ایک ممتاز جگہ حاصل ہے۔ اس کے علاوہ یہ مرکزی حکومت کا گھر اور پاکستان کا دارالخلافہ ہے۔ کراچی کی آبادی تین لاکھ سے ۱۳ لاکھ ہو چکی ہے اور اس کے نتیجہ کے طور پر وہاں مکانوں کی سخت قلت ہے۔ یہاں زندگی بسر کرنا بہت سستا ہے غالباً دنیا میں آج یہ سب سے سستا شہر ہے۔ یہاں گیہوں چار سیر عام ملتا ہے اور چینی ۲ سیر انڈے ۸ر درجن بادام سوا روپے سیر۔ اصلی گھی چار روپے سیر عام ملتا ہے۔ دیاسلائی تو وہاں ایک آنہ کی تین ملتی ہیں جبکہ یہاں ایک آنہ میں بھی مشکل سے دستیاب ہوتی ہے۔

پنجاب کا لاہور۔ ایشیا میں تعلیم کے لحاظ سے سب سے مرکز ہے۔ پنجاب یونیورسٹی تمام ہندوستان اور پاکستان میں سب سے بڑی یونیورسٹی ہے۔ ۱۹ کالج اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ جس میں ایک لاکھ طالبعلم تعلیم پا رہے ہیں۔ لاہور مغربی پنجاب کا دارالخلافہ ہے اور یہاں کراچی سے زیادہ شاندار عمارتیں موجود ہیں۔

لاہور سائیکلوں کا شہر ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنی سائیکلیں کسی شہر میں نہیں دیکھیں۔ شہر میں تقریباً چھ لاکھ سائیکلیں ہوں گی پاکستان میں سائیکلیں ہندوستان کی بہ نسبت سستی ہیں کیونکہ پاکستان نے عقلمندی سے کام لیتے ہوئے اپنے روپے کی قیمت نہیں گھٹائی ....

ہندوستان کی روپیہ کی قیمت گھٹانے کی پالیسی، پاکستان کے لئے بہت فائدہ مند اور ہندوستان کے لئے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوئی ہے۔ اور صرف پٹسن ہی میں ہندوستان نے ۴۸ کروڑ روپے کی رقم کھوئی ہے۔ اور جن مشینوں کی قیمت ہندوستان نے دس کروڑ ادا کی، پاکستان کو وہ صرف پانچ کروڑ میں پڑیں۔

پاکستان دن بدن جنگی طور پر مضبوط بن رہا ہے............

آج جنگی سامان کے لحاظ سے پاکستان ہندوستان کی برابری کر چکا ہے۔ اگر زیادہ طاقتور نہیں بنا۔ پاکستان کی جنگی تیاریاں، وہاں کے عام آدمیوں کی زندگی کی اقتصادی حالت پر کوئی اثر نہیں ڈالتیں۔ وہاں کا عام آدمی چیزوں کی دستیابی اور کم قیمت کی وجہ سے انتہائی خوش ہے اور جب وہ یہ کہتے ہیں کہ پاکستان غریب آدمی کی جنت ہے تو مبالغہ نہیں کرتے۔

ہندوستان نے پاکستان کا روپیہ جو جائز طور پر وہاں جانا تھا روک لیا، اور پاکستانی حکومت چھ ماہ تک اپنے افسروں اور دوسرے ملازموں کو تنخواہ نہ دے سکی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے ہندوستانی افسر جنہوں نے پاکستان میں نوکری کرنے کا انتخاب کیا تھا۔ بھاگتے ہوئے پاکستان سے آئے۔ اس خیال میں پاکستان تو دیوالیہ ہو کر رہے گا۔ آج پاکستان میں رہنا، ہندوستان کے مقابلے میں ۴۰۰ گنا سستا ہے۔

پاکستان میں اس وقت کراچی کے ریزرو بینک آف انڈیا میں صرف ۵۰ لاکھ روپے تھے۔ جو حکومت کا ایک دن کا خرچ بھی نہیں چلا سکتے تھے مگر پاکستان کے افسر اس موقعہ پر پیچھے نہیں ہٹے۔ پاکستان کے بڑے بڑے لیڈروں مثلاً لیاقت علی خاں، ظفر اللہ خاں اور زاہد حسین وغیرہ نے ایک ہزار روپیہ ماہانہ تنخواہ کے طور پر لینا منظور کر لیا۔

ہم نے پاکستان کو کوئلہ دینا بند کر دیا مگر پاکستان نے کوئلہ فرانس، بلجیم، پولینڈ اور سویڈن وغیرہ سے منگوا لیا ــــ ہم نے لوہا روک لیا لیکن پاکستان نے لوہا انگلینڈ سے حاصل کر لیا۔ پھر ہماری سرکاری نے کپڑے پر پابندی لگادی۔ مگر پاکستان نے کپڑا بھی تمام دنیا سے منگوا لیا۔ اب آپ بتائیے ہماری اقتصادی ناکہ بندیوں سے پاکستان کا کیا نقصان ہوا؟ ہم نے پاکستانی کپاس خریدنا بند کر دی اور نتیجے کے طور پر امریکہ کی کپاس ایک کروڑ سے بڑھ کر ۴۰ کروڑ کی لاگت کی ہو گئی۔ اب ڈالر کی کمی ہے تو پھر اس میں کسی کا کیا قصور؟

ہندوستان نے پاکستان سے گیہوں دالیں اور چاول منگوانا بند کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیں امریکہ سے خوراک کی اشیاء دس کروڑ روپے کی بجائے ڈیڑھ سو کروڑ روپے میں منگوانی پڑیں۔

کانگرسی حکومت کی بدبختی یہ ہے کہ یہاں عقل، قابلیت اور ہوشیار آدمی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ بدھو، خوشامد کرنے والے یہاں عیش کر رہے ہیں۔ کانگرس میں ہر طرف بددیانتی ہے۔ سچائی کا دیوالہ نکل رہا ہے۔ اس وقت پاکستان و ہندوستان کا سمجھوتہ بہت ضروری ہے۔

پاکستان ہمیں آسانی سے دو کروڑ ٹن گیہوں۔ ایک کروڑ ٹن چاول اور تین کروڑ ٹن دالیں اور چنے دے سکتا ہے۔ ایک ہی ضرب سے ہماری ساری لاکھ کی کمی پوری ہو جائے گی اور ہمیں امریکہ سے اناج لانے کے لئے جہازوں کی کوئی ضرورت نہ ہو گی۔

امریکہ سے بھیک مانگنے کی کیا ضرورت ہے اور اتنی بڑھی ہوئی قیمت پر اناج خریدنا کونسی عقلمندی ہے۔ اور پھر ہندوستان ۲

۲ کو کیا یقین ہے کہ ۱۹۵۵ء میں تیسری جنگ عظیم میں بالکل ختم ہی نہ ہو جائے۔

ہندوستان اور پاکستان ایک خاوند اور بیوی کی مانند ہیں۔ یہ ایک دوسرے کی مدد کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ چاہیئے کہ پاکستان کے ساتھ ہاتھ ملا کر ہندوستان ایک بلاک بنے جو مغربی جنگ کے متلاشی ملکوں کے لئے دہشتناک ثابت ہو۔ (ہفت روزہ پنتھ دہلی۔ مجریہ ۲۵ر فروری ۱۹۵۱ء)

ریلیجن آف اسلام کا اردو ترجمہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد

ریلیجن آف اسلام کے اردو ترجمہ کے لئے اخبار پیغام صلح میں اعلان کر دیں کہ انجمن نے اس کا اردو ترجمہ کرانا منظور کیا ہے۔ اور سات سو روپیہ ساری کتاب کے ترجمہ کا معاوضہ مقرر کیا ہے۔

جو احباب یہ کام کرنا چاہیں وہ حسب ذیل چار مقامات سے قریباً تین تین چار چار صفحات کا ترجمہ کر کے بھجوا دیں یہ نمونے ۳۰ر اپریل تک پہنچ جائیں۔

۱۔ صفحہ ۱۱۔ دوسرے پیرا سے شروع کر کے ص ۱۴ آخر تک۔

۲۔ صفحہ ۳۴۸۔ دوسرے پیرا سے شروع کر کے ص ۳۵۱ آخر تک

۳۔ صفحہ ۵۷۲۔ ابتدا سے ص ۳۷۵ پہلے پیرا کے آخر تک

۴۔ صفحہ ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰۔ سیکشن ۳ سے پہلے۔

محمد علی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ ۔ ہندوستان سے ۰ - ۱۲ - ۸

پاکستان سے :۔ چھ روپے

ممالک غیر سے سالانہ چندہ :۔ ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر

دوست محمد

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۱ رجب المرجب ۱۳۷۰ھ ۔ مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۵۱ء | نمبر ۱۵

کاشکے!

مولانا مرتضیٰ خان حسن

ہر سرے از عشقِ دیں سرشار بودے کاشکے
ہر دلے از دردِ ملت زار بودے کاشکے
در نکوئی نفسِ ما ہشیار بودے کاشکے
وز بدی ہا بدکُناں بیزار بودے کاشکے
ہر مسلماں کاش بودے مردِ میدانِ جہاد
ہر مسلماں جعفرِ طیار بودے کاشکے
ہر کسے اے کاش بودے عاشقِ یارِ ازل
وز دل و جاں طالبِ دلدار بودے کاشکے
اے کہ در فسق و فجور و معصیت افتادہ
از عقوبت چشمِ تو بیدار بودے کاشکے
در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری ست
در جوانی ذوقِ استغفار بودے کاشکے
آنچہ از جور و جفا ہا بر دلِ ما بگذرد
پیشِ جاناں طاقتِ اظہار بودے کاشکے
بر سرِ دار از لبِ منصور می آمد صدا
ایں فقیہاں محرمِ اسرار بودے کاشکے
اندریں عالم منِ خستہ جگر را ہیچکس
یار بودے کاشکے غمخوار بودے کاشکے

آسٹروی مسلمانوں کے حالات

اور اشاعت اسلام کی ضرورت

وائنا سے ایک خط

اورینٹل انسٹی ٹیوٹ ۔ وائنا (آسٹریا) ۴ اپریل ۱۹۵۱ء

بخدمت سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جناب من! بعد تسلیم و اظہار احترام واضح ہو کہ آپ کا نوازش نامہ مؤرخہ ۱۰ فروری موصول ہوا اور اس کے ساتھ ایک بک پارسل بھی، جس میں کافی انگریزی کتابیں ہیں جو اس انسٹی ٹیوٹ کے ممبروں کے لئے بہت مفید ہوں گی، بندہ آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔

آپ کے سوال کے جواب میں عرض ہے کہ یہ انسٹی ٹیوٹ وائنا یونیورسٹی کا ایک حصہ ہے اور تقریباً دو صدی سے قائم ہے اس انسٹی ٹیوٹ کا کتب خانہ بہت بڑا اور مشہور ہے، اس میں عربی ترکی اور فارسی زبان میں ہاتھ سے لکھی ہوئی قریباً پانچ ہزار کتابیں موجود ہیں ان کے علاوہ ہزاروں چھپی ہوئی کتابیں ہیں جو ہر طالب علم یا عالم کو مطالعہ کے لئے دی جاتی ہیں، ہمارے اس انسٹی ٹیوٹ کے ممبر امام صاحب برلن مسجد کے ساتھ خط و کتابت کرتے رہتے ہیں اور ووکنگ یا برلن سے جو رسالے شائع ہوتے ہیں وہ سب ہمیں باقاعدہ ملتے ہیں۔

مسلمان وائنا میں عرصہ دراز سے قیام رکھتے ہیں، یہ لوگ پہلی عالمگیر جنگ سے پیشتر یوگوسلاویہ سے آئے تھے، ان کے لئے یہاں ایک یوگوسلاوی امام مقرر ہے جن کا نام ڈاکٹر اسمٰعیل بالیچ ہے مگر برلن اور انگلستان کی طرح یورپین مسلمان یہاں اب تک نہیں ہیں، عام طور پر یہاں ہمیشہ اسلام سے لوگوں کو دلچسپی رہی ہے، کیونکہ پہلی عالمگیر جنگ سے پیشتر یعنی پہلے کہ آسٹریا کے حصے بخرے ہو جانے سے پہلے اس بڑی سلطنت کے صرف ایک صوبہ میں دس لاکھ سے زیادہ مسلمان آباد تھے۔ مگر جنگ ختم ہونے کے بعد وہ صوبہ یوگوسلاویہ کا ایک حصہ ہوگیا۔ اس کے علاوہ گذشتہ صدیوں میں سلطنت ترکیہ آسٹریا کی ہمسایہ تھی اس سے مسلمانوں کے ساتھ ہر وقت کافی میل جول رہتا تھا اب بھی یونیورسٹی کے طالبعلموں میں اسلام کے لئے بہت محبت ہے اور چونکہ ملک کی آبادی میں سے کم از کم چالیس فیصدی لوگ کوئی دین نہیں رکھتے اس لئے اشاعت اسلام کا کام اگر شروع ہو تو یہ محبت اور زیادہ بڑھ جائے گی۔ . . . .

فقط آپ کا نیاز مند

ڈاکٹر باثیرث اردو لیکچرار

اورینٹل انسٹی ٹیوٹ وائنا

صَدقات وخیرات

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات اور خیرات کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ قرآن مجید میں صدقات وخیرات کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔ ابتدائی زمانہ کے مسلمان اس حکم کے بڑے پابند تھے۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ ننگوں کو کپڑا پہنانا اور محتاجوں کی مدد کرنا ان کا شیوہ تھا۔

(۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق مشہور ہے کہ شام کے وقت ہمیشہ غریب لوگ مسجد کے دروازے سے لے کر ان کے گھر تک جمع ہو جاتے۔ حضرت عبداللہؓ جب مغرب کی نماز سے فارغ ہوتے ان میں سے بعض کو اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلاتے اور خود بھی ان کے ساتھ کھاتے۔ یہ ان کا ہر روزہ کا دستور تھا۔ غریبوں کو کھانا کھلا کر ان کو بہت خوشی ہوتی تھی۔ ایک دفعہ ان کی بی بی حضرت عبداللہ کی اس فیاضی سے تنگ آ گئی۔ اور اس نے فقیروں کو وہاں اکٹھا ہونے سے روک دیا۔ جب حضرت عبداللہ شام کی نماز سے فارغ ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ آج کوئی فقیر موجود نہیں ہے ان کو بہت رنج ہوا۔ اور ادہر ادھر آدمی دوڑائے کہ فقیر کو بلا لائیں، لیکن شاید ان کی بی بی کے روک دینے کی وجہ سے کوئی فقیر نہ آیا۔ جب آپ کے سامنے بی بی نے کھانا رکھا آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرا دستور ہے کہ میں کسی نہ کسی غریب کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا کرتا ہوں۔ اس کے بغیر مجھے کھانے میں لطف نہیں آتا۔ اس لئے آج میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ یہ کہکر باہر تشریف لے گئے اور اس رات بھوکے ہی رہے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ کے پاس بیس ہزار درہم آئے۔ آپ نے سب کے سب وہیں بیٹھ کر مستحقین میں تقسیم کر دیئے اتفاق سے ایک شخص محروم رہ گیا۔ حضرت عبداللہ نے قرض لے کر اس کو بھی دے دیئے۔

(۲)

حارث بن نعمان نابینا ہو گئے تھے۔ ان کو اپنے گھر کا دروازہ سجھائی نہیں دیتا تھا اس لئے انہوں نے یہ ترکیب کی کہ ایک رسی لے کر اس کا ایک سرا تو دروازے سے باندھا اور دوسرا اپنی چارپائی کے ساتھ۔ جب کوئی سوالی آتا وہ اپنی ٹوکری میں سے کھجوریں لیتے اور رسی کو ٹٹولتے ٹٹولتے دروازے تک جا پہنچتے اور سائل کو کھجوریں دیتے۔

یہ تھی تڑپ پہلے زمانہ کے مسلمانوں کے دل میں خیرات کے لئے۔ خیرات کو وہ ایک ضروری فریضہ سمجھتے تھے اور کسی صورت میں بھی اس کو ادا کرنے سے نہیں رُکتے تھے۔

(۳)

آج کل ہم نے دیکھا ہے کہ بعض وقت سائل آتا ہے تو لوگ کہدیتے ہیں کہ بابا! اس وقت گھر میں کوئی آدمی نہیں ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایسا ہی جواب دینے پر ایک سائل نے کہا تھا کہ صاحب! دم بھر کے لئے آپ ہی ذرا آدمی بن جائیں۔

پہلے زمانہ کے مسلمان حاجتمندوں کو تلاش کر کر کے ان کی حاجت روائی کرتے تھے۔ جب تک وہ سائل کو کچھ دے نہ لیں ان کو چین نہیں پڑتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس زمانہ میں کوئی بھوکوں نہیں مرتا تھا۔ مسلمانوں کے دروازے ہر غریب اور محتاج کے لئے ہر وقت کھلے تھے۔ زکوٰۃ دینے کا سلسلہ الگ جاری تھا۔ جس سے تمام مستحق لوگوں کو کھانے پینے کے لئے مل جاتا تھا۔ صدقات اور خیرات کا سلسلہ الگ جاری تھا۔ جب یہ حالت ہو تو پھر کون شخص بھوکا رہ سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں تمام شہروں میں بڑے بڑے لنگر خانے جاری تھے جن میں تمام غریب دن رات کھانا کھاتے تھے اس میں مسلم اور غیر مسلم کی تمیز نہیں تھی۔ سبکو بادشاہی لنگرخانے سے کھانا ملتا تھا۔

(۴)

. . . . آج لوگ سوشلزم یا اشتراکیت کے بہت دلدادہ نظر آتے ہیں۔ حالانکہ اس پر خود رُوس میں عمل درآمد نہیں ہو رہا چہ جائیکہ کسی اور جگہ ہو۔ لیکن اسلام نے جو سوشلزم قائم کیا ہے اس سے کوئی شخص بھوکا نہیں رہ سکتا۔

زکوٰۃ دینی ہر دولتمند مسلمان پر فرض ہے۔ ہمارے ملک میں اگر زکوٰۃ کا نظام قائم ہو جائے تو لاکھوں کروڑوں روپیہ مستحق لوگوں کے لئے جمع ہو سکتا ہے اس طرح ملک اور قوم میں کوئی غریب نہیں رہ سکتا۔ اس کا تجربہ پہلے عرب میں ہو چکا ہے اور اب بھی جو چاہے کر کے دیکھ لے۔ زکوٰۃ کے علاوہ صدقات اور خیرات کا سلسلہ الگ ہے۔

اگر سب لوگ اس پر عامل ہوں تو پھر کبھی کوئی آدمی بھوکا نہ رہے۔

(۵)

پہلے مسلمانوں کے ایثار کی لاتعداد مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں۔ ایک دن حضرت عائشہؓ روزہ سے تھیں ایک سوالی آیا۔ اس وقت گھر میں صرف ایک ہی روٹی تھی آپ نے خادمہ سے فرمایا کہ یہ روٹی سوالی کو دیدو۔ اس نے کہا پھر آپ کیا کھائیں گے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا۔ تم میرا فکر نہ کرو۔ اور وہ روٹی سائل کو دیدو۔

جماعت بازید خیل کے بچّے اور خواتین

ہماری بازید خیل (ضلع پشاور) کی جماعت کا بیشتر حصہ غربا پر مشتمل ہے مگر ان غرباء کو اللہ تعالیٰ نے دولت ایمان سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ ہمیشہ باقاعدہ چندہ ماہوار ادا کرتے ہیں خاں صاحب مثال خاں نے حال ہی میں یکصد روپیہ کا عطیہ مرحمت فرمایا ہے، لیکن جو امر سب سے زیادہ قابل قدر ہے وہ یہ ہے کہ جماعت شیلانگ کے بعد بازید خیل کی جماعت دوسری جماعت ہے جس کے بچّوں اور خواتین نے بھی ماہوار چندہ میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان تمام کو جزائے خیر دے اور ان کا یہ اقدام دوسروں کے لئے نمونہ کا کام دے۔

ہم شکریہ کے ساتھ ان بچّوں اور خواتین کی فہرست ذیل میں درج کرتے ہیں:—

۱- والدہ فضل الٰہی صاحب سیکرٹری جماعت بازید خیل .. — ۱ر ماہوار
۲- اہلیہ عبدالحکیم صاحب — ۲ر ″
۳- اہلیہ محمد نعیم صاحب — ۲ر ″
۴- والدہ عبدالودود صاحب — ۴ر ″
۵- حمیدہ بیگم صاحبہ — ۴ر ″
۶- سعیدہ بیگم صاحبہ — ۸ر ″
۷- اہلیہ عبدالودود صاحب — ۴ر ماہوار۔
۸- ثریا بیگم صاحبہ — ۱ر ″
۹- امۃ الحی صاحبہ — ۱ر ″
۱۰- بچگان محمد اکرم صاحب — ۴ر ″
۱۱- اہلیہ فضل مجید صاحب — ۱ر ″
۱۲- ہمشیرہ فضل علی صاحب — ۳ر ″

جزاہم اللہ احسن الجزا

مرتضیٰ خاں اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ: ہندوستان سے ۔/۱۲/۸ — پاکستان سے: چھ روپے — ممالک غیر سے سالانہ چندہ: ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفرست و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۹ — یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۱ رجب المرجب ۱۳۷۰ھ ۔ مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۵۱ء — نمبر ۱۵

کاشکے!

مولانا مرتضیٰ خان حسن

ہر سرے از عشق دیں سرشار بودے کاشکے
ہر دلے از دردِ ملت زار بودے کاشکے
در نکوئی نفسِ ما ہشیار بودے کاشکے
وز بدی و بدکناں بیزار بودے کاشکے
ہر مسلماں کاش بودے مردِ میدانِ جہاد
ہر مسلماں جعفر طیار بودے کاشکے
ہر کسے اے کاش بودے عاشقِ یارِ ازل
وز دل و جاں طالبِ دلدار بودے کاشکے
اے کہ در فسق و فجور و معصیت افتادہ
از عقوبت چشمِ تو بیدار بودے کاشکے
"در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری ست"
در جوانی ذوقِ استغفار بودے کاشکے
آنچہ از جور و جفا ہا بر دلِ ما بگذرد
پیشِ جاناں طاقتِ اظہار بودے کاشکے
بر سرِ دار از لبِ منصور می آمد صدا
ایں فقیہاں محرمِ اسرار بودے کاشکے
اندریں عالم من خستہ جگر را ہیچکس
یار بودے کاشکے غمخوار بودے کاشکے

آسٹروی مسلمانوں کے حالات

اور

اشاعت اسلام کی ضرورت

وائنا سے ایک خط

اورینٹل انسٹی ٹیوٹ ۔ وائنا (آسٹریا) ۴ اپریل ۱۹۵۱ء

بخدمت سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جناب من! بعد تسلیم و اظہار احترام واضح ہو کہ آپ کا نوازش نامہ مؤرخہ ۱۰ فروری موصول ہوا اور اس کے ساتھ ایک بک پارسل بھی، جس میں کافی انگریزی کتابیں ہیں جو اس انسٹی ٹیوٹ کے ممبروں کے لئے بہت مفید ہوں گی، بندہ آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔

آپ کے سوال کے جواب میں عرض ہے کہ یہ انسٹی ٹیوٹ وائنا یونیورسٹی کا ایک حصہ ہے اور تقریباً ۲ صدی سے قائم ہے اس انسٹی ٹیوٹ کا کتب خانہ بہت بڑا اور مشہور ہے، اس میں عربی ترکی اور فارسی زبان میں ہاتھ سے لکھی ہوئی قریباً پانچ ہزار کتابیں موجود ہیں ان کے علاوہ ہزاروں چھپی ہوئی کتابیں ہیں جو ہر طالب علم یا عالم کو مطالعہ کے لئے دی جاتی ہیں، ہمارے اس انسٹی ٹیوٹ کے ممبر امام صاحب برلن مسجد کے ساتھ خط و کتابت کرتے رہتے ہیں اور ووکنگ یا برلن سے جو رسالے شائع ہوتے ہیں وہ سب ہمیں باقاعدہ ملتے ہیں۔

مسلمان وائنا میں عرصہ دراز سے قیام رکھتے ہیں، یہ لوگ پہلی عالمگیر جنگ سے پیشتر یوگوسلاویہ سے آئے تھے، ان کے لئے یہاں ایک یوگوسلاوی امام مقرر ہے جن کا نام ڈاکٹر اسمٰعیل بائیچ ہے مگر برلن اور انگلستان کی طرح یوروپین مسلمان یہاں اب تک نہیں ہیں، عام طور پر یہاں ہمیشہ اسلام سے لوگوں کو دلچسپی رہی ہے، کیونکہ پہلی عالمگیر جنگ سے پیشتر یاد رکھئے کہ آسٹریا کے حصے بخرے ہو جانے سے پہلے اس بڑی سلطنت کے صرف ایک صوبہ میں دس لاکھ سے زیادہ مسلمان آباد تھے۔ مگر جنگ ختم ہونے کے بعد وہ صوبہ یوگوسلاویہ کا ایک حصہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ گذشتہ صدیوں میں سلطنت ترکیہ آسٹریا کی ہمسایہ تھی اس سے مسلمانوں کے ساتھ ہر وقت کافی میل جول رہتا تھا اب بھی یونیورسٹی کے طالبعلموں میں اسلام کے لئے بہت محبت ہے اور چونکہ ملک کی آبادی میں سے کم از کم چالیس فیصدی لوگ کوئی دین نہیں رکھتے اس لئے اشاعت اسلام کا کام اگر شروع ہو تو یہ محبت ... زیادہ بڑھ جائے گی ...

فقط آپ کا نیازمند

ڈاکٹر بائیرٹ ۔ اردو لیکچرار
اورینٹل انسٹی ٹیوٹ وائنا

پیغام صلح

جلد ۳۹ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ۔ مورخہ ۱۱ رجب ۱۳۷۰ھ | نمبر ۱۵

مودودی صاحب کی مہدویت

سید احمد سعید صاحب کاظمی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کی طرف سے جماعت اسلامی کے امیر مولوی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب پر یہ الزام دیا گیا ہے کہ وہ اپنی مہدویت کا سکہ بٹھا رہے ہیں، اور ایسا پندار لوگوں میں پیدا کر رہے ہیں کہ انہیں مہدی مان لیا جائے۔ ان کا بیان ہے کہ جن عبارات میں انہوں نے امام مہدی کی طرف سے دعویٰ نہ ہونے کا خیال ظاہر کیا ہے ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ منصب مہدویت سے انکاری ہیں مثلاً:۔

" میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ (امام مہدی) اپنے مہدی ہونے کا اعلان کرے گا "(تجدید و احیائے دین صفحہ ۲۱)

" نبی کے سوا کسی کو منصب ہی نہیں کہ دعوے سے اپنے کام کا آغاز کرے" (؍؍)

" مہدویت دعوے کرنے کی چیز نہیں کرکے دکھانے کی چیز ہے اس قسم کے دعوے جو لوگ کرتے ہیں اور جو ان پر ایمان لاتے ہیں میرے نزدیک دونوں اپنے علم کی کمی اور ذہن کی پستی کا ثبوت دیتے ہیں" (؍؍)

ان عبارات سے مودودی صاحب کی مہدویت کا خیال کیسے پیدا ہوتا ہے، کاظمی صاحب کا ارشاد ہے کہ عبارت اول میں

" مودودی صاحب نے دعوے نہ کرنے پر وثوق کا اظہار نہیں کیا صرف اسے خلاف توقع بتایا ہے اور ظاہر ہے کہ بہت سے امور میں خلاف توقع بھی ہو جاتا ہے"۔

دوسری عبارت کے متعلق کاظمی صاحب لکھتے ہیں:۔

" اس کا یہ مطلب نہیں کہ نبی کے سوا کسی مجدد یا مہدی کو کسی وقت بھی دعوے کرنے کا منصب حاصل نہیں، بلکہ اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ کام کو دعوے سے شروع کرنا سوائے نبی کے کسی کا منصب نہیں اور کسی مجدد و مہدی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ نبی کی طرح اپنے کام کا **آغاز** دعوے سے کرے لیکن اس کے باوجود کوئی اگر غیر نبی بغیر دعوے کئے اپنا کام شروع کر دے پھر آگے چل کر اپنے مجدد و مہدی ہونے کا اعلان کرے تو اس کی نفی اس عبارت سے نہیں ہوتی ورنہ اس عبارت میں **آغاز کی قید** بالکل بے معنی اور مہمل قرار پائے گی"

تیسری عبارت کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

" اس کا صاف اور صریح مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ مہدویت وغیرہ کا دعوے کرتے ہیں اور جو لوگ ان پر ایمان لاتے ہیں حالانکہ انہوں نے صرف دعوے ہی کئے ہیں کرکے کچھ نہیں دکھایا ایسے لوگ میرے نزدیک اپنے علم کی کمی اور ذہن کی پستی کا ثبوت دیتے ہیں"۔

ان مفہومات کو بیان کرنے کے بعد کاظمی صاحب لکھتے ہیں:۔

" آج جو لوگ کسی مصلحت کے پیش نظر مودودی صاحب کے پندار مہدویت پر پردہ ڈالنے کے لئے مذکورہ بالا عبارات سے عامۃ المسلمین کو دھوکہ دے رہے ہیں میں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ وہ مودودی صاحب کی ایک عبارت ایسی پیش کر دیں جہاں انہوں نے وثوق کامل کے ساتھ امام مہدی علیہ السلام کے دعوے کی نفی کی ہو لیکن میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ مودودی صاحب نے کسی جگہ بھی مہدی علیہ السلام کے دعوی کی قطعی نفی نہیں کی اور عبارت مذکورہ بالا میں انہوں نے اپنے حریفوں (مدعیان مہدویت) پر طنز و تعریض کے باوجود بھی کسی وقت اپنے دعوے کے لئے خاص گنجائش رکھ چھوڑی ہے"

کیا یہ صحیح ہے؟ جب تک اس چیلنج کا جواب مودودی صاحب کی طرف سے شائع نہ ہو ہم سوائے اس کے کچھ نہیں کہنا چاہتے کہ ان کا دعوے مہدویت کا ہو یا نہ ہو یہ اس "طنز و تعریض" ہی کی سزا ہے جو حضرت مجدد وقت و مہدی زماں پر انہوں نے کی یہ تو ابتداء ہے ابھی دیکھے۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ہندو مسلم سوال

الہ آباد کے ماہوار رسالہ "نیا ہند" میں جو اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے "ہندو مسلم سوال کا ادھیاتمک یعنے روحانی پہلو" کے عنوان سے ایک مضمون پنڈت سندر لال نے لکھا ہے جس میں ہندو مسلمانوں کے باہمی میل جول اور اس کے تاثرات کا جائزہ تاریخی طور پر لیتے ہوئے موجودہ زمانہ کی کشمکش کو بیرونی اثرات کا نتیجہ قرار دیا ہے اور آخر میں باہمی اتحاد کے یہ ذرائع بتائے ہیں:۔

" ہمیں ان (فروعی اختلافات) سے اوپر اٹھ کر اور ان کے بھیتر (اندر) سے سب دھرموں کی بنیادی ایکتا (یکسانیت) کو دیکھنا ہوگا اتنا ہی نہیں ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ خدا کی نظروں میں دنیا کی کوئی بھاشا (زبان) دوسری بھاشا سے پوتر (پاک) نہیں ہے کوئی اوپری ریت رواج دوسرے سے زیادہ پاک نہیں ہے آدمی آدمی ہے ہمیں سب دھرموں (مذاہب) کے قائم کرنے والے مہاپرشوں (بڑے آدمیوں) کی عزت کرنی ہوگی ان سب کو اپنانا اور انہیں مانو سماج ( ) کے سچے ہت چنتک ( ) اور مارگ پردرشک ( ) ماننا ہوگا سب دھرم پستکوں (مذہبی کتابوں) کو پریم (محبت) کے ساتھ پڑھنا اور ان سے سبق حاصل کرنا ہوگا"

آخری فقرات میں بالکل انہی خیالات کی ترجمانی کی گئی ہے کہ جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آخری لیکچر پیغام صلح میں ظاہر کئے، کاش اس وقت ہندو قوم آپ کے پیغام کو غور سے سنتی اور اس پر عمل کرنا ضروری سمجھتی تو آج اسے یہ دن نہ دیکھنے پڑتے، اب بھی "نیا ہند" کے ذریعہ ہی اگر ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ ہندوؤں کا اتحاد ہو سکے اور وہ فروعی اختلافات سے اوپر اٹھ کر ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں اور مذہبی کتابوں کو عزت و احترام کی نظروں سے دیکھنے اور باہم رواداری کا برتاؤ کرنے کے لئے تیار ہوں تو یہ بھی بسا غنیمت ہے۔

کچھ رشتوں ناطوں کے متعلق

سلسلہ کے ہمدرد اور بہی خواہ ہمیشہ اس امر پر زور دیتے رہتے ہیں کہ ترقی و توسیع جماعت اور باہمی تعلقات کے استحکام کے لئے جماعت کے اندر ہی رشتے کرنا ضروری ہیں۔ اس کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اور اس کے متعلق خود حضرت مسیح موعود کا حکم بھی ہے اور اخبار میں متعدد بار حضرت امیر ایدہ اللہ اور اکابر سلسلہ کی طرف سے تحریک بھی ہو چکی ہے۔ ایک بڑی خامی جو ہمارے اندر پائی جاتی ہے وہ یہ کہ لوگ لڑکوں کا رشتہ جماعت سے باہر کر دیتے ہیں اور اس طرح سے جماعت کی لڑکیاں رہ جاتی ہیں۔ اگر ہمارے دوست اس تحریک کو سلسلہ کے لئے مفید اور ضروری سمجھتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ لڑکوں کا رشتہ جماعت کے اندر ہی کریں مرکز میں ضروری خط و کتابت کے لئے انتظام موجود ہے جو اسی خاکسار کے سپرد ہے مجھے ذاتی طور پر تجربہ ہوا ہے کہ جماعت میں لڑکیوں کے موزوں رشتے نہیں ملتے جس کی وجہ یہی ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ ہمارے دوستوں کو اس باب میں جماعتی اہمیت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔

اسی ضمن میں یہ بھی عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ بعض وقت جن احباب کو رشتہ کے سلسلہ میں تحریر کیا جاتا ہے وہ جواب دینا بھی گوارا نہیں فرماتے ایسے کام باہمی تعاون سے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے گزارش ہے کہ آپ دفتر کی خط و کتابت پر توجہ دیا کریں آپ کے خیال میں جو رشتے جماعت میں ہوں ان سے اطلاع دیتے رہا کریں۔ اور اس معاملہ میں جو امور آپ سجھا سکیں ان سے دریغ نہ فرمائیں۔

اس وقت متعدد میٹرک۔ ایف اے بی اے تک تعلیم یافتہ لڑکیوں کے لئے رشتوں کی ضرورت ہے اگر ہمارے احباب اس سلسلہ میں کچھ معاونت کر سکتے ہیں تو ضرور تکلیف گوارا فرمائیں اور خاکسار کو مطلع فرمائیں۔

ہر ایک امر صیغہ راز میں رکھا جاتا ہے۔ اور دیانت داری سے ہر معاملہ میں رائے دی جاتی ہے۔ والسلام۔ (مرتضیٰ خاں، اسسٹنٹ سیکرٹری)

مدیر پیغام صلح کچھ دنوں سے بیمار ہے احباب سے صحت کاملہ کے دعا کی درخواست ہے۔

زکوٰۃ قومی بیت المال میں جمع کرائیں

ذیل کا خط دفتر انجمن سے احباب کے نام بھیجا گیا ہے :-

اخویم مکرم معظم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہ رجب عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اور عام طور پر مسلمان اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں یہ مہینہ شروع ہو چکا ہے اس لئے میں آپکو اس ضروری فریضہ کی ادائیگی کیطرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اس موقع پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنت نبوی سے پتہ لگتا ہے کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ زکوٰۃ خود بخود جہاں چاہے دیدے بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو اور بیت المال کے ذریعہ مستحقین کو دی جائے۔ عام طور پر تو یہ دستور ہے کہ زکوٰۃ کے مہینہ میں مانگنے والے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور شہر بشہر مانگتے پھرتے ہیں اور دینے والے ان کو زکوٰۃ میں سے دیکر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی، یہ طریق صحیح نہیں، اس سے مسلمانوں میں گداگری اور بیکاری بڑھ رہی ہے زکوٰۃ بھی اس طرح ادا نہیں ہوتی، قرون اولیٰ میں قرآن کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے، یہی سنت نبوی ہے یہی خلفائے راشدین کا طریق ہے اور اسی طریق پر عمل کرنے سے مسلمان قوم کی تمام قومی ملی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب اور سرخرو ہو سکتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ اپنے قومی ادارہ یا بیت المال میں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں۔ انجمن تمام ان مصارف اور مدات پر اس روپیہ کو صرف کرتی ہے جو قرآن کریم نے مقرر کئے ہیں۔

مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت آپ پر واضح کروں آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ان پانچ ارکان اسلام میں سے ہے جن پر دین کی بنا رکھی گئی ہے قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ہے اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ جس سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کے ذریعہ جو تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتا جب تک عام لوگ صدقات و خیرات اور صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کریں۔

چندہ ماہوار زکوٰۃ نہیں، بلکہ جہاد کے حکم میں ہے، اور جہاد اور زکوٰۃ دو الگ الگ رکن ہیں، اور دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ چندہ ماہوار سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی اور نہ زکوٰۃ سے چندہ یا جہاد کا رکن ادا ہو جاتا ہے دونوں اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ۔ تجارتی مال، زیورات اور جائیداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب ہو حساب کر کے جو کچھ واجب ہو اسے اپنے قومی بیت المال میں جمع کرا دیں گے کہ اسی میں آپ کی اور آپکی قوم کی بہبودی اور سرخروئی ہے۔

ہاں انجمن کے فیصلہ کے مطابق جو حدیث نبوی پر مبنی ہے یہ آپ کو اختیار ہے کہ اپنی زکوٰۃ میں سے ایک چوتھائی یا ایک تہائی رقم اگر آپ چاہیں تو اسے اپنے طور پر کسی مستحق کو دے دیں، یا کچھ لٹریچر منگوا کر اسے خود مناسب جگہوں پر تقسیم کر دیں لیکن باقی رقم کا بیت المال میں آنا ضروری ہے۔

امید ہے

آپ اس سے دریغ نہ فرمائیں گے اور ایسی تمام رقوم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھجوا کر اور مجھے بھی اس سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام

خاکسار۔ مرتضیٰ خاں۔ اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہمارا دورہ

مولانا مرتضیٰ خاں صاحب

ضلع گوجرانوالہ کے دورے کے بعد میں اور محترم جناب بابو غلام قادر صاحب قصور۔ اور بصیرپور (ضلع منٹگمری) گئے۔ قصور میں ہمارے محترم اور مخلص دوست ڈاکٹر مرزا رفیق بیگ صاحب ہیں جو سرکاری ہسپتال کے انچارج ہیں۔ بڑی محبت سے ملے اور اپنا قیمتی وقت ہمارے لئے وقف کیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف باوجود کثیر العیال کثیر الاخراجات ہونے کے اپنی آمد کا دسواں حصہ دے رہے ہیں۔ دوسری تحریکات میں بھی ہمیشہ حصہ لیتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ تحریکات میں آپ نے مبلغ ۱۵۰/- مرحمت فرمایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ممدوح جماعت کے ان نیک انفوس میں سے ہیں جنہوں نے قبول احمدیت پر بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے تمام بچوں کو قرآن مجید پڑھایا ہے بڑے بچے بیان القرآن کا مطالعہ رکھتے ہیں۔ اخبارات پیغام صلح اور لائٹ بھی پڑھتے ہیں اس طرح سے دینی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ قصور میں بعض غیر از جماعت اصحاب رسالہ اسلامک ریویو منگواتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی سفارش پر بعض اصحاب کو مفت لٹریچر اخبار لائٹ اور پیغام صلح بھیجے جانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ توسیع و ترقی جماعت کے سلسلہ میں جن تجاویز پر غور کیا گیا ان کے لئے افسر تبلیغ کو توجہ دلائی گئی ہے۔

شرفاء قصور میں سے ایک صاحب نے جو وہاں کے بڑے ذی علم اور فہمیدہ وکیل ہیں بابو غلام قادر صاحب کی گفتگو کو بڑے غور سے سنا اور تحریک سے دلچسپی کا اظہار کیا۔

قصور کے بعد ہم بصیرپور آئے۔ یہاں ہمارے عزیز شیخ محمد سعید اللہ صاحب اسٹیشن ماسٹر ہیں جو اپنی شرافت اور اہلیت کی وجہ سے بصیرپور کے قصبہ اور ارد گرد کے علاقہ میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ شیخ صاحب کی بیگم صاحبہ اور سب بچے خدا کے فضل سے احمدیت میں رنگین ہیں اخبار پیغام صلح دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ بچے بچوں کا صفحہ پڑھنے کے لئے اخبار کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ شیخ صاحب اسلامک ریویو بھی منگواتے ہیں اور آپکے دوستوں کا خاندان طبقہ سلسلہ کے اخبارات سے مستفید ہوتا رہتا ہے شیخ صاحب نے اپنی آمد کا سولہواں حصہ دینا شروع کیا ہے۔ اور کچھ بقایا اور کچھ پیشگی رقم چندہ بھی عنایت کر دی ہے یہاں ایک ہمارے دوسرے بھائی بھی ہیں میاں سلطان علی صاحب جو سلسلہ کے واسطے دل میں جوش رکھتے ہیں۔ انہوں نے تجویز کی ہے کہ اگر انجمن بصیرپور میں جلسہ کرائے تو وہ اس کے لئے ضروری انتظامات کر سکیں گے توسیع سلسلہ کے متعلق جو مقامی ضروریات یا تجاویز تھیں انہیں نوٹ کر کے افسر تبلیغ کی خدمت میں بھیجدیا گیا ہے۔

برلن مسجد کی مرمت کے لئے رسید بکیں

جیسا کہ پیغام اخبار میں اعلان کیا جا چکا ہے۔ دفتر نے برلن مسجد کی مرمت کے لئے چندہ فراہم کرنے کیلئے رسید بکیں چھپوائی ہیں۔ ہر ایک رسید بک میں دس رسیدیں ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ جماعت کے تمام افراد اس میں حصہ لیں۔ ہر ایک شخص بآسانی ایک رسید بک صرف نہیں لا سکتا ہے یعنی دس اشخاص سے بآسانی چندہ وصول کر سکتا ہے۔ یہ کچھ مشکل نہیں لیکن انجمن کو اس سے معتدبہ امداد مل سکے گی۔ سیکرٹری صاحبان کو چاہیئے کہ اپنی اپنی جماعتوں میں اس کے لئے تحریک کریں اور جماعت کو جس قدر رسید بکوں کی ضرورت ہو دفتر سے طلب فرمائیں۔ (مرتضیٰ خاں)

احباب شیلانگ کے پتے مطلوب ہیں!

احباب شیلانگ کی طرف سے دفتر کے خطوط کا جواب وصول نہیں ہوتا رہا اب ڈاکٹر خادم رحمانی صاحب کے گرامی نامہ سے معلوم ہوا ہے کہ تقسیم ملک کے بعد سوائے ایک دو گھرانوں کے سب لوگ منتشر ہو گئے ہیں اور ان کے ایڈریس معلوم نہیں۔ اس لئے تمام ایسے احباب جماعت جو پہلے شیلانگ میں رہتے تھے اگر ان کو یہ اعلان دیکھنے کا اتفاق ہو اپنے اپنے ایڈریس سے دفتر کو مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔ (مرتضیٰ خاں اسسٹنٹ سیکرٹری)

جنابِ مریم علیہا السلام کے بارہ میں

پاپائے روما کا نیا عقیدہ

مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی

(۴)

روس کے آخری تاجدار شہنشاہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کے ایک فوجی افسر نے کسی دوسرے فوجی افسر کی ان سے شکایت کی آپ نے اس کی پوری شکایت سن کر فرمایا:-

"آپ درست کہتے ہیں میں آپ سے متفق ہوں"

اس کے رخصت ہو جانے کے بعد دوسرے فوجی افسر نے آکر پہلے افسر کے خلاف بیان دیا، شہنشاہ موصوف نے اسے بھی وہی جواب دیا:-

"آپ بجا کہتے ہیں میں آپ کی تائید کرتا ہوں"

دوسرے افسر کے چلے جانے پر بادشاہ کی ملکہ نے جو دونوں افسروں کی باتیں اور شہنشاہ کا جواب سن چکی تھی بادشاہ سے کہا یہ آپ نے کیا کہا؟ کہ دونوں افسروں کو ایک ہی جواب دیا حالانکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف کہتے تھے ملکہ یہ کہکر بڑی بے تابی سے منتظر رہی کہ بادشاہ سلامت اس تضاد کو کیونکر حل کرتے ہیں۔ بادشاہ نے کسی قدر سکوت کے بعد فرمایا:-

"آپ بھی سچ فرماتی ہیں"

یہ ہے لوگوں کی وہ قسم جنہیں اپنی زندگی میں کسی اہم معاملہ پر غور و فکر کر کے "ہاں" یا "نہیں" کہنا دشوار ترین امر نظر آتا ہے کچھ ایسے ہی بھولے شاہ ہمیں اناجیل نویسوں اور مسیحی بزرگوں میں نظر آتے ہیں سنیئے ان کی بھولی بھولی باتیں سنئے اور لطف اٹھایئے:-

۱- جنابِ مسیح کا باپ یوسف تھا اور اسی نسبت سے آپ ابن داؤد ابن ابراہیم اور ابن آدم کہلائے اور پرانی پیشگوئیوں کے مصداق ہوئے۔	۱- جنابِ مسیح بغیر باپ پیدا ہوئے تھے اس لئے کسی انسان کا نہیں بلکہ خدا کا بیٹا کہلائے۔
(۲) جنابِ مریم علیہا السلام یوسف کی بیوی تھی اور یسوع مسیح کی ماں تھی۔	(۲) جنابِ مریم کنواری تھی اور آج تک کنواری ہیں۔
(۳) حضرت مریم کا شوہر یوسف تھا یہ دونوں گھر اور باہر سفر اور حضر میں اکٹھے رہتے تھے۔ ایسا انجیل نویسوں نے لکھا ہے۔	(۳) جنابِ مسیح کی ماں مریم تھی جیسا کہ وہ اس کے دوسرے بھائیوں اور بہنوں کی ماں تھی مگر مسیح دونوں کا پہلوٹھا بیٹا تھا پر مریم ہمیشہ ہمیشہ کنواری رہیں۔
(۴) خداوند کے ایک فرشتہ نے اس (یوسف) پر ظاہر ہو کر کہا اے یوسف ابن داؤد اپنی جورو مریم کو اپنے یہاں لے آنے سے مت ڈر۔ کیونکہ جو اس کے رحم میں ہے سو روح القدس سے ہے اور وہ بیٹا جنے گی اور تو اس کا نام یسوع رکھے گا۔ متی ۱: ۲۱	۴- جبرئیل فرشتہ خدا کی طرف بھیجا گیا ایک کنواری کے پاس جس کی یوسف نامی ایک مرد سے جو داؤد کے گھرانے سے تھا منگنی ہوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا .... تب فرشتہ نے اسے کہا کہ اے مریم مت ڈر کہ تو نے خدا کے حضور فضل پایا اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام یسوع رکھے گی .... فرشتہ نے کہا روح قدس تجھ پر اترے گی اور خدا تعالے کی قدرت کا سایہ تجھ پر ہوگا اس لئے وہ قدوس بھی جو پیدا ہوگا خدا کا بیٹا ہوگا۔ لوقا ۱: ۳۱ تا ۳۵

ٹ آپ سے خدا کے سب سے مقرب فرشتہ نے حضرت مریم یا یوسف پر ظاہر ہوکر

کتنی بڑی خوشخبری تھی ان دونوں کی بزرگی اور تقدس نہ صرف اس امر سے ظاہر ہے کہ وہ خداوند کے ماں باپ تھے بلکہ خدا کے کلام اور روح نے ان پر اتر کر انہیں خبردار کیا کہ ان کے ہاں پیدا ہونے والا بیٹا خدا کا بیٹا ہے اور لوگوں کو نجات دلانے کے لئے آیا ہے اس کے خلاف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمسایہ لوگوں میں سے زیادہ نہ سہی کچھ لوگ تو اس پر ایمان لے آتے مگر خداوند کی ماں اور خداوند کا باپ گھر میں اس قدر عظیم الشان معجزہ دیکھنے کے باوجود اس پہ ایمان نہ لائے خدا کا ان پر کتنا فضل ہوا اور قدرت نے ان پر اپنا پورا سایہ ڈالا مگر وہ اپنے بیٹے کے خدا کا بیٹا ہونے کے قائل نہ ہوئے اور نہ خداوند کے بھائی اور بہنوں کو ماں باپ نے قدرت کا یہ راز عظیم بتا کر ایمان دار بنایا بلکہ خود حضرت مسیح بھی اپنوں کے سامنے کوئی نیا معجزہ نہ دکھا سکے بلکہ وہ اسے بے خود یا دیوانہ سمجھتے رہے (مرقس ۳: ۲۰)

اسی طرح مرقس ۳: ۳۱ تا ۳۵ میں لکھا ہے اور اس پر سارے انجیل نویسوں کا اتفاق ہے:-

"اس وقت اس کے بھائی اور اس کی ماں آئی اور باہر کھڑے رہ کے اسے بلا بھیجا اور جماعت اس کے آس پاس بیٹھی تھی اور انہوں نے اسے کہا کہ دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی تجھے باہر طلب کرتے ہیں"

اس پر جناب مسیح بجائے اس کے کہ اپنی عظیم المرتبت ماں کے قدموں میں حاضر ہوتے اور اس کا سعادتمندانہ استقبال کرتے اس کی عزت افزائی اور ادب و احترام کرتے آپ نے کتنا روکھا اور پھیکا جواب دیا۔

"کون ہے میری ماں یا میرے بھائی؟ اور ان پر جو اس کے آس پاس بیٹھے تھے نگاہ کر کے کہا دیکھو میری ماں اور میرے بھائی! اس لئے کہ جو کوئی خدا کی مرضی پر چلتا ہے میرا بھائی اور میری بہن اور ماں وہی ہے"۔ نیز دیکھو متی ۱۲: ۴۶ تا ۵۰ لوقا ۸: ۱۹ تا ۲۱۔

یہ جواب سنکر ممتا کی ماری ماں اور مادرانہ محبت سے مجبور ماں کے دل کی حالت کیا ہوئی ہوگی اس کا اندازہ صرف وہی ماں کر سکتی ہے کہ جس کا بیٹا کبھی اس سے جدا ہو گیا ہو اور کسی جگہ اس کی موجودگی کی خبر سن کر وہ اسے منت سماجت کر کے گھر واپس لانے یا اس سے ملنے اور نظر بھر کر دیکھ لینے کی تمنا لے کر گئی ہو اور اس نیک اور پاک تمنا کا خون اس کی جھولی میں ڈالدیا گیا ہو۔

زندگی ہمیشہ مقررہ اصولوں پر چلتی ہے جس قانون کشش نے نظام شمسی کو سنبھالا دے رکھا ہے اور جس جذب باہمی نے بیشمار سیاروں اور ستاروں کو فضا میں قائم اور معلق کیا ہے وہی قانون ہے جو نسل انسانی کے مختلف افراد کو آپس میں ملا تا ان کی ترقی اور حفظ بقا میں رواں دواں ہے۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں اور موجود ہیں کہ دوسرے افراد ان کی طرف خود بخود کھنچتے ہیں ان کے جسم سے محبت کی برقی لہریں نکلتی رہتی ہیں جس سے لوگ ان کی کشش کا شکار رہتے ہیں انہی لوگوں کو رونق محفل اور جان محفل کا خطاب دیا جاتا ہے فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك (رسول کو ل دنوں کی نرمی یہ کتنی بڑی اللہ تعالے کی رحمت ہے جو تجھے عطا کی گئی اور اگر تو سخت کلام اور سخت دل ہوتا تو تیرے اس پاس سے لوگ بھاگ جاتے"

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

اناجیل نویسوں نے جناب مسیح کو خدا کا اکلوتا بیٹا بتا کر انہیں اولاد آدم سے اس قدر بے نیاز کر دیا ہے کہ غیر تو غیر خود ان کے اپنے گھر کے لوگ۔ قریبی رشتہ دار۔ وطن و شہر کے باشندے ان سے فرار کرتے نظر آتے ہیں فی الحقیقت یہ کوئی کامیاب محبت کی زندگی نہیں بلکہ صاف دکھائی دیتا ہے کہ حسن و محبت اور قلوب انسانی کے دروازے ان پر بند کر دیئے گئے ہیں۔

(باقی دارد)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

۱ قرآن کی کتابت واشاعت کا معاوضہ

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احق ما اخذتم علیہ اجراً کتاب اللہ تعالیٰ اخرجہ البخاری فی ترجمتہ۔ تلخیص الصحاح ج ۲

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جن کاموں کی تم مزدوری لیتے ہو ان میں قرآن (تعلیم۔ نشر واشاعت۔ کتابت قرآن) کی مزدوری لینا زیادہ تر لائق ہے۔

قومی کام کے لئے بیت المال سے معاوضہ

عن عائشہ رضؓ قالت لما استخلف ابوبکر قال لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن نفقۃ اھلی وشغلت بامر المسلمین فیاکل آل ابی بکر من ھذا المال ویحترف للمسلمین فیہ اخرجہ البخاری تلخیص الصحاح ج ۲

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے فرمایا جب حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے تو فرمایا البتہ میری قوم جانتی ہے کہ میرا پیشہ میرے گھر والوں کے خرچ سے عاجز نہ کرتا تھا (یعنی میرے خرچ کے لئے کافی تھا) اور (اب) میں مسلمانوں کے کام قومی خدمت میں مشغول کیا گیا ہوں پس آل ابوبکر (اہل وعیال) اس مال (بیت المال) سے کھاویں گے اور چونکہ مسلمانوں کے (قوم کے) لئے اس میں کام کرے گا (مسلمانوں کے قومی اداروں عمال اس بات کا خیال رکھیں کہ وہ قوم کا مال فارغ بیٹھکر۔ کام چوری کرکے بغیر محنت کے تو نہیں کھاتے)

مقررہ معاوضہ کے علاوہ کچھ لینا گناہ ہے

عن بریدۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استعملناہ علی عمل ورزقناہ رزقاً فما اخذ بعد ذالک فھو غلول۔ اخرجہ ابو داؤد۔ تلخیص الصحاح ج ۲

ترجمہ:۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جسے ہم کسی کام پر عامل مقرر کریں اور اس کی روزی (تنخواہ یا الاؤنس یا آنریریم) مقرر کردیں وہ اگر اس کے علاوہ کچھ لے گا (ڈونیشن بیت المال کا حق ہے) وہ خیانت ہے۔

(عامل کے لئے روزی مقرر ہو اور عامل فرض منصبی کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے ورنہ کام چور خائن ہے)

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو ٭ کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

(مسیح موعودؑ)

کیا خاتم النبیین کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے (بقیہ صفحہ ۶)

یا عم اتم مکانک الذی انت فیہ فان اللہ عزوجل یختم بک الھجرۃ کما ختم بی النبوۃ یعنے حضرت عباس رضؓ نے آنحضرت صلعم سے ہجرت کے متعلق اجازت چاہی تو آپ نے انہیں لکھا اے چچا اپنی جگہ پر جہاں آپ ہیں ٹھیرے رہیئے کیونکہ اللہ تعالےٰ آپ پر ہجرت کو ختم کرے گا جیسے مجھ پر نبوت ختم کی گئی ہے۔ ۴۴

روحانی زندگی کس طرح مل سکتی ہے؟

ایک عیسائی کے سوال کا جواب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات

سوال:۔ ہم آپ کو زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتے۔ یہ روحانی زندگی کس طرح مل سکتی ہے؟

جواب:۔ خدا کے فضل سے

سوال:۔ ہمیں کیا کچھ کرنا چاہیئے کہ روحانی زندگی ہم کو مل جائے۔

جواب:۔ ہاں دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ہی نیک صحبت میں رہنا چاہیئے۔ سب تعصبوں کو چھوڑ کر گویا دنیا سے الگ ہو جانے۔ جیسے جہاں طاعون پڑی ہوئی ہو اور کوئی شخص وہاں سے الگ نہیں ہوتا تو وہ خطرہ کی حالت میں ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنی حالت کو بدل نہیں ڈالتا اور اپنی زمین میں تبدیلی نہیں کرتا اور الگ ہو کر نہیں سوچتا کہ کس طرح پاک زندگی پاؤں۔ اور خدا سے دعا نہیں مانگتا وہ خطرہ کی حالت میں ہے۔

دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا جس نے دعا کی تعلیم نہیں دی۔ یہ دعا ایک ایسی شئے ہے جو عبودیت اور ربوبیت میں ایک رشتہ پیدا کرتی ہے۔ اس راہ میں قدم رکھنا بھی مشکل ہے لیکن جو قدم رکھتا ہے، پھر دعا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ ان مشکلات کو آسان اور سہل کر دیتا ہے۔ دعا ایک ایسا باریک مضمون ہے کہ اس کا ادا کرنا بھی بہت مشکل ہے، جب تک خود انسان دعا اور اس کی کیفیتوں کا تجربہ کار نہ ہو وہ اسکو بیان نہیں کر سکتا۔ غرض جب انسان خدا تعالےٰ سے متواتر دعائیں مانگتا ہے تو وہ اور ہی انسان ہو جاتا ہے اس کی روحانی کدورتیں دور ہو کر اس کو ایک قسم کی راحت اور سرور ملتا ہے اور ہر قسم کے تعصب اور ریاکاری سے الگ ہو کر وہ تمام مشکلات کو جو اس کی راہ میں پیدا ہوں برداشت کر لیتا ہے خدا کے لئے ان سختیوں کو جو دوسرے برداشت نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے۔ صرف اس لئے کہ خدا تعالےٰ راضی ہو جاوے برداشت کرتا ہے۔ تب خدا تعالےٰ جو رحمٰن اور رحیم خدا ہے اور سراسر رحمت ہے اس پر نظر کرتا ہے اور اس کی ساری کلفتوں اور کدورتوں کو سرور سے بدل دیتا ہے۔

زبان سے دعوےٰ کرنا کہ میں نجات پا گیا ہوں یا خدا تعالےٰ سے قوی رشتہ پیدا کر لیا ہے آسان ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ دیکھتا ہے کہ وہ کہاں تک ان تمام باتوں سے الگ ہو گیا ہے جن سے الگ ہونا ضروری ہے یہ سچی بات ہے کہ جو ڈھونڈتا ہے پا لیتا ہے سچے دل سے قدم رکھنے والے کامیاب ہو جاتے ہیں اور منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں جب انسان کچھ دین کا اور کچھ دنیا کا ہوتا ہے آخرکار دین سے الگ ہو کر دنیا ہی کا ہو جاتا ہے

اگر انسان ربانی نظر سے مذہب کو تلاش کرے تو تفرقہ کا فیصلہ بہت جلد ہو جاوے مگر نہیں یہاں مقصود اور غرض یہ ہوتی ہے کہ میری بات رہ جائے۔ دو آدمی اگر بات کرتے ہیں تو ہر ایک ان میں سے یہی چاہتا ہے کہ دوسرے کو گرادے۔ اس وقت تو چیونٹی کی طرح تعصب اور ہٹ دھرمی اور ضد کی بلائیں لگی ہوئی ہیں۔ غرض میں آپ کو کہاں تک سمجھاؤں بات بہت باریک ہے اور دنیا اس سے بے خبر ہے اور یہ صرف خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

میرا مذہب یہ ہے کہ وہ خدا جس کو ہم دکھانا چاہتے ہیں وہ دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور دنیا اس سے غافل ہے اس نے مجھ پر اپنا جلوہ ظاہر کیا ہے جو دیکھنے کی آنکھ رکھتا ہو دیکھے۔

---

۴۴ اس حدیث کی تشریح میں زرقانی نے لکھا ہے فکان کذالک لانہ آخر من ھاجر یعنے ایسا ہی ہوا کیونکہ حضرت عباس ہجرت کرنے والوں میں آخری تھے۔
شرح مواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۲۸۰ مطبوعہ مصر

کیا خاتم النبیین کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

اس مضمون میں قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے اس حصہ کو جس میں اجرائے نبوت پر بحث کی گئی ہے سامنے رکھتے ہوئے ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ——— (بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

ایسا ہی سورہ لقمان میں ہے :۔

الم۔ تلك آيٰت الكتاب الحكيم هدًى ورحمة للمحسنين الذين يقيمون الصلٰوة ويؤتون الزكٰوة وهم بالاٰخرة هم يوقنون اولٰئك على هدًى من ربهم واولٰئك هم المفلحون۔

ان دونوں آیات میں آخری کے معنے پیچھے آنیوالی وحی کسی صورت میں نہیں ہو سکتے، بالخصوص پہلی آیت میں پہلی وحیوں کا ذکر کرنے کے باوجود آخرت کا ذکر ایسے الفاظ میں کیا ہے کہ کسی طرح یوم آخر کے سوائے اور کوئی معنے نہیں لئے جا سکتے

(۲) خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت میں آخرت کے معنے یوم آخر ہی کے لئے ہیں نہ کہ آخری وحی کے، چنانچہ میاں محمود احمد صاحب کے ایک قالی مرید میاں فخر الدین ملتانی مرحوم تفسیر القرآن موسومہ بہ خزینۃ العرفان" کے نام سے حضرت مسیح موعود کی فرمودہ تفسیر القرآن حضور ہی کی تصانیف و عبارات سے لیکر دسمبر ۱۹۲۱ء میں شائع کی اس میں ذیل کی عبارات قابل غور ہیں :۔

۱۔ والذين يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك وبالاٰخرة هم يوقنون

یعنے متقی وہ ہوتے ہیں جو پہلے نازل شدہ کتب پر اور تجھ پر جو کتاب نازل ہوئی اس پر اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں" (تحفہ سالانہ صفحہ ۲)

۲۔ والذين يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك وبالاٰخرة هم يوقنون

طالب نجات وہ ہے، جو خاتم النبیین پیغمبر آخر الزمان پر جو کچھ اتارا گیا ہے اس پر ایمان لائے اور اس پیغمبر سے پہلے جو کتابیں اور صحیفے سابقہ انبیا اور رسولوں پر نازل ہوئے ان کو بھی مانے اور طالب نجات وہ ہے جو پچھلی آنیوالی گھڑی یعنے قیامت پر یقین رکھے اور جزا و سزا مانتا ہو"

الحکم صفحہ ۹۔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۴ء

کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جس کو نبی بنایا جاتا اور جس کی وحی کو اس آیت کی رو سے مومن بہ قرار دیا جاتا ہے اس کو خود بھی پتہ نہ ہو کہ اس آیت میں اس کی وحی پر ایمان لانے کا حکم ہے؟

(۳)۔ اگر یہ صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی ایسی وحی آسکتی ہے، جو مومن بہ ہو تو ماننا پڑے گا کہ اصول دین ابھی مکمل نہیں ہوئے اور قرآن کے آنے کے بعد بھی تکمیل دین کے لئے ابھی گنجائش باقی ہے اور اگر تکمیل دین ہو چکی ہے تو پیچھے آنیوالی وحی پر ایمان ایک بے معنی بات ہے۔ اگر دین کی کوئی ایسی بات باقی نہیں رہ گئی جس پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہو تو بعد کی وحی کو مدار ایمان کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۴) کیا آنحضرت صلعم یا اسلاف امت میں سے کسی نے بعد کی وحی پر ایمان لانا ضروری قرار دیا؟ اور جو ایمان نہ لائے ہوں کیا انہیں خارج از ایمان سمجھنا چاہیئے؟ اگر کہا جائے کہ پہلے لوگ بھی مسیح کی آمد ثانی پر ایمان رکھتے تھے، تو حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ "اس پیشگوئی پر اجماع امت بھی نہیں" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۲) ایسا ہی ایمان کے بارہ میں فرماتے ہیں :۔

"مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جز یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں جس زمانہ تک یہ پیشگوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۰)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں :۔

"اگر مسیح کے اترنے سے انکار کیا جائے تو یہ امر مستوجب کفر نہیں" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۷۴)

خود حضرت مسیح موعود کے نزدیک نہ مسیح کی آمد پر اجماع امت رہا نہ مسیح کی آمد کی پیشگوئی ایمانیات کا جزو اور نہ اس کا انکار مستوجب کفر، تو ایسی حالت میں بعد کی وحی پر ایمان کے کیا معنی؟

آٹھویں دلیل

جناں قرآن کریم نے آنحضرت اور آپ کے پیروؤں کو سابق انبیاء پر ایمان لانے کا حکم دیا وہیں انبیاء سابق سے آنحضرت صلعم پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کا عہد لیا اور اس طرح سے تمام قومی انبیاء کی امتوں کو ایک دین واحد پر جمع کرنے کا سامان کر دیا جو آپ کے آخری نبی ہونے کی دلیل ہے، چنانچہ فرماتا ہے :۔

واذ اخذ الله ميثاق النبيين لما اٰتيتكم من كتٰب وحكمة ثم جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه قال ءاقررتم واخذتم على ذٰلكم اصري قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معكم من الشٰهدين۔

(آل عمران ۳ : ۸۰)

اور جب اللہ نے نبیوں کے ذریعہ سے عہد لیا اس لئے کہ ضرور تم کو میں نے کتاب و حکمت میں سے دیا ہے پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم نے ضرور ہی اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور ہی اس کی مدد کرنی ہوگی کہا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد لیتے ہو انہوں نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں کہا پس گواہ رہو اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

پس ایک طرف آنحضرت صلعم کے متعلق تمام انبیاء سے اقرار اور دوسری طرف آنحضرت صلعم کا مصداق لما معکم کا مصداق ہونا اس حقیقت کا ایک روشن ثبوت ہے کہ آپ ہی آخری نبی ہیں اور تمام نسل انسانی کو قیامت تک آپ ہی کے جھنڈے کے نیچے دین واحد پر جمع کرنا مقصود ہے، آپ کے بعد اگر کوئی اور نبی آجائے تو یہ غرض مفقود ہو جاتی ہے، آپ کی اتباع میں کوئی نبی نہیں ہو سکتا (ملاحظہ ہو دلیل نمبر ۲)

اعتراض - دوسری جگہ سورہ احزاب میں ہے واذ اخذ الله من النبيين ميثاقهم ومنك الخ۔ اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا اور تجھ سے، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ آنحضرت صلعم کے متعلق نہیں بلکہ کسی اور نبی کے متعلق ہے جو آپ کے بعد آنیوالا تھا، ورنہ آنحضرت صلعم سے عہد نہ لیا جاتا۔

الجواب :۔ گویا یوں کہنا چاہیئے کہ آنحضرت صلعم سے اپنے بعد آنے والے امتی پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا، یعنے اگر آنحضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ہوتے تو آپ کو مؤخر الذکر پر ایمان لانا ضروری تھا، ایسی حالت میں مطاع آنحضرت صلعم ہوتے یا مسیح موعود؟ یا تو یوں کہو کہ مسیح موعود آنحضرت صلعم کے امتی نہیں اور براہ راست نبی ہیں، پھر انہیں بابیوں کی طرح موعود انبیاء قرار دو یا میثاق النبیین کے مصداق ٹھہراؤ، تمہیں اختیار ہے، لیکن جب تک آنحضرت صلعم کے جوتے کے نیچے انہیں رکھا جاتا ہے، اس وقت تک اس آیت کا مصداق انہیں ٹھہرانا علم و عقل کی مخالفت کرنا ہے۔ تمام مفسرین اور جمہور امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ عہد آنحضرت صلعم کے متعلق لیا گیا، امام رازی لکھتے ہیں :۔

المراد ان الانبياء ياخذون الميثاق من اممهم بانه اذا بعث محمد فانه يجب عليهم ان يؤمنوا به وان ينصروه وهذا قول كثير من العلماء اس سے مراد یہ ہے کہ انبیاء اپنی امتوں سے عہد لیتے تھے کہ جبکہ محمد صلعم مبعوث ہوں تو ان پر واجب ہوگا کہ آپ پر ایمان لائیں، اور آپ کی نصرت کریں اور یہ بہت سے علماء کا قول ہے۔

(تفسیر کبیر زیر آیت میثاق النبیین)

حضرت علی رض فرماتے ہیں :۔

لم يبعث الله نبيا اٰدم فمن بعده الا اخذ عليه العهد في محمد صلعم یعنے آدم سے لیکر آخر تک جو بھی نبی آئے ان سے آنحضرت صلعم کے بارہ میں عہد لیا گیا، (تفسیر ابن جریر زیر آیت میثاق النبیین)

خود حضرت مسیح موعود اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں اس آیت کو نقل کر کے اور اس کا ترجمہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں :۔

" اب بتلاویں میاں عبد الحکیم خان نیم ملا خطرہ ایمان کہ اگر صرف توحید خشک سے نجات ہو سکتی ہے تو پھر خدا تعالے ایسے لوگوں سے کیوں مواخذہ کریگا جو گو آنحضرت صلعم پر ایمان نہیں لاتے مگر توحید باری کے قائل ہیں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۰)

گویا حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک بھی اس آیت کے مصداق آنحضرت صلعم ہی ہیں نہ کوئی اور، ایسی حالت میں یہ کہنا کیونکر جائز ہے کہ اس کے مصداق آنحضرت صلعم نہیں بلکہ کوئی اور بعد میں آنے والا نبی ہے؟

یہ سوال کہ سورہ احزاب کی آیت میں "منک" کا لفظ کیوں آیا اور آنحضرت صلعم سے کیوں عہد لیا گیا؟ محض ایک مغالطہ ہے، منک میں کسی بعد میں آنے والے نبی پر ایمان لانے کے عہد کا ذکر نہیں بلکہ یہ وہ عہد ہے جس کو مصدق لما معکم وما انزل من قبلک میں بیان کیا گیا ہے، یعنے ایک طرف انبیاء سابق کے ذریعہ آنحضرت صلعم پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا اور دوسری طرف آنحضرت صلعم کے ذریعہ ان تمام انبیاء کی تصدیق کرنے اور ان پر ایمان لانے کا وعدہ لیا گیا کیونکہ نسل انسانی میں وحدت و اتحاد پیدا نہ ہوسکتا تھا جب تک تمام قوموں کے انبیاء کی صداقت کو نہ مانا جاتا، یہ دوطرفہ عہد اس بات کا ایک روشن ثبوت ہے کہ آنحضرت صلعم ہی آخری نبی و رسول ہیں،

نویں دلیل { ختم نبوت کی نویں اور سب سے زبردست دلیل جو قرآن کریم سے پیش کی جا سکتی ہے آیت خاتم النبیین ہے :- ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شئی علیما۔ محمد رسول اللہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ رسول اللہ ہیں اور خاتم النبیین اور اللہ سب چیزوں کو جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں جہاں ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوت جسمانی کا انکار کیا گیا ہے وہیں دوسری طرف ولکن رسول اللہ میں آپ کی ابوت روحانی کا اقرار ہے، لیکن اگر محض اسی پر اکتفا ہوتا، تو خیال ہوسکتا تھا کہ اس سے پہلے بھی دنیا میں رسول آتے رہے جو اپنی اپنی امتوں کے روحانی باپ تھے۔ لیکن ان کی ابوت کا سلسلہ ایک مدت کے بعد منقطع ہوگیا، جب کوئی نیا رسول آیا اس سے پہلے رسول کی ابوت منقطع ہوگئی اور نئے رسول کی ابوت کا سلسلہ جاری ہوگیا، ممکن ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوت بھی ایک خاص زمانہ کے لئے ہو، اور اس کے بعد نیا رسول آ جانے سے منقطع ہو جاتے اس شبہ کے ازالہ کے لئے ساتھ ہی فرمایا وخاتم النبیین، آپ سب سے آخری نبی ہیں کوئی دوسرا نبی آپ کے بعد آنے والا نہیں اس لئے آپ کی ابوت تا قیامت منقطع نہیں ہوسکتی۔

اعتراض ۱۔ "خاتَم" (تا کی زبر کے ساتھ) کے معنے "ختم کرنے والا" نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ اسم فاعل نہیں بلکہ اسم آلہ ہے .... جس کے معنے مایختم بہ ہونگے یعنے جس سے مہر لگائی جائے پس خاتَم کا ترجمہ ختم کرنے والا نہیں ہوسکتا اسم فاعل میں عین کلمہ مکسور ہوتا ہے، جیسے قاتِل ناصِر، فاعِل وغیرہ مگر خاتَم میں عین کلمہ تاء مکسور نہیں بلکہ مفتوح ہے"

(مکمل تبلیغی پاکٹ بک صفحہ ۱۴۱)

الجواب:- یہ اعتراض سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے جس حالت میں خاتم کا لفظ النبیین کے ساتھ مضاف ہے اور قرآن کریم اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص معنی میں اسکو لیا ہے، یعنے آخر النبیین (جیسا کہ آگے چل کر ثابت کیا جائیگا) تو اسکو علیحدہ کر کے اسم آلہ بنانا یا اور کوئی تشریح کرنا جو نہ صرف جمہور کے مذہب کے خلاف ہو بلکہ لغت بھی اس کی متحمل نہ ہو، کسی صاحب علم کا کام نہیں ہوسکتا اگر خاتم النبیین میں خاتَم کو اسم آلہ قرار دیا جائے تو اس کے معنے ہوں گے نبیوں کی مہر کا آلہ یعنی آنحضرت صلعم وہ آلہ ہیں جس سے نبی مہر لگایا کرتے ہیں معاذ اللہ، کیا یہ معنے آج تک کسی نے کئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ "نبیوں کی مہر کا آلہ" ہیں یہ کہنا کہ یہ اسم فاعل نہیں اس لئے اس کے معنے "ختم کرنیوالا" نہیں ہوسکتے ایک مغالطہ ہے۔ خاتم النبیین ایک علیحدہ اصطلاحی لفظ ہے اس کو دو لفظ بنا کر علیحدہ علیحدہ معنے کرنا صحیح نہیں بلکہ دونوں کو ایک لفظ بنا کر اس کے وہ معنے کئے جائیں گے جو محاورہ عرب اور خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، عرب کا محاورہ جو اہل لغت نے نقل کیا ہے، وہ یہ ہے خاتم القوم آخرھم یعنی کسی قوم کا خاتم اس کا آخری فرد ہوتا ہے۔ انبیاء بھی ایک قوم ہے اس کا خاتم ہونا صرف ایک ہی معنے رکھتا ہے۔ یعنے ان میں سے آخری ہونا یہی معنے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں کئے ہیں، اور کہیں اپنے آپ کو "نبیوں کی مہر کا آلہ" قرار نہیں دیا بلکہ بار بار یہی فرمایا انا خاتم النبیین لا نبی بعدی (ملاحظہ ہو مضمون ختم نبوت از روئے حدیث) کیا آپ صلعم کو معلوم نہ تھا کہ خاتَم یہاں تاء کی زبر کے ساتھ ہے زیر کے ساتھ نہیں کیا آپ کو معاذ اللہ اس بات کا علم نہ تھا کہ یہاں خاتَم کا لفظ اسم فاعل نہیں بلکہ اسم آلہ ہے؟ پھر آپ نے اسم فاعل کے معنے کیوں کئے؟ پس خاتم النبیین یہاں خاتم القوم کے معنوں میں ہے، اور اس کے معنے آخری نبی کے سوائے اور کوئی نہیں ہو سکتے۔

اعتراض نمبر۲- عربی زبان میں خاتَم بفتح تاء جب کسی جمع کے صیغے کی طرف مضاف ہو مثلاً خاتم الشعرا، خاتم الفقہا خاتم الاکابر، خاتم المحدثین، خاتم المہاجرین وغیرہ ہو تو اس کے معنے ہمیشہ افضل کے ہوتے ہیں ہمارا چیلنج ہے کہ عربی زبان کا کوئی مستعمل محاورہ پیش کریں جس میں خاتم کسی جمع کے صیغے کی طرف مضاف ہوا ہو اور پھر اس کے معنے آخری کے ہوں"

جواب (۱) ابھی خاتَم کو اسم آلہ قرار دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "نبیوں کی مہر کا آلہ" بنایا جا رہا تھا، اور ابھی ایک اور قاعدہ اپنے پاس سے بنا لیا گیا کہ خاتم بفتح تاء جب کسی جمع کے صیغے کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنے ہمیشہ افضل کے ہوتے ہیں)۔۔۔ اگر یہ صحیح ہے تو پہلا اعتراض کیوں کیا گیا؟ اور خاتم کو مضاف قرار دینے اور مضاف الیہ کے ساتھ ملا کر معنے کرنے کے بجائے اسم آلہ کیوں بنا لیا گیا؟ کیا ایسی متضاد باتیں کرنا کسی صحیح الفہم انسان کا کام ہے؟

(۲) یہ بھی صحیح نہیں کہ خاتم جب کسی صیغہ جمع کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنے ہمیشہ افضل کے ہو سکتے ہیں خاتم الشعرا اور خاتم الفقہا وغیرہ الفاظ کو اس کے ثبوت میں پیش کرنا ایک مغالطہ ہے،

یہ تو ایک مجازی استعمال ہے جس کو حقیقی معنوں کے ثبوت میں پیش کرنا صحیح نہیں، حقیقی معنے آخری ہی کے ہیں جو ان محاورات میں بھی مضمر ہیں کہنے والا جب کسی کو خاتم الشعراء کہتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بس اب شعر کہنا اس پر ختم ہے، اس کے بعد کیا کسی نے شعر کہنا ہے، اس کا مفہوم گو یہی ہو کہ شعر کہنے میں اس نے کمال کر دیا ہے تاہم ختمیت کا مفہوم اس سے زائل نہیں ہوگیا کسی لفظ کے مجازی استعمال سے اس کا اصل مفہوم زائل نہیں ہوسکتا اور نہ ایسے مجازی استعمال کی بناء پر کوئی اس قسم کا قاعدہ بنایا جاسکتا ہے، جو اصل معنوں کو زائل کر دے۔ پس قادیانیوں کے پاس اس خود ساختہ قاعدہ کی کہ خاتم جب صیغہ جمع کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنے ہمیشہ افضل کے ہوتے ہیں کوئی اور سند ہو تو پیش کریں۔

۳۔ خاتم النبیین کا لفظ اگر افضل کے معنوں میں بھی لیا جائے تو بھی اس کا مفہوم یہی ہوگا کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں اور آپ پر سلسلہ نبوت منقطع ہو چکا کیونکہ جس نبی نے تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات کو اپنے اندر جمع کر لیا، تمام ہدایات ایک کامل کتاب کی صورت میں نسل انسانی کو دیدیں جو قیامت تک کے لئے کام آنے والی ہیں اس کے بعد کسی اور نبی کی انتظار فضول ہے۔ اس حقیقت کو حضرت مسیح موعودؑ نے اس شعر میں بیان فرمایا ہے ؎

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

آپ کے پاک وجود پر تمام کمالات ختم ہو گئے اس لئے لازماً ہر نبوت آپ پر ختم ہوگئی۔

۴۔ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم المہاجرین کا لفظ ایک حدیث میں آخری مہاجر کے معنوں میں ہی استعمال فرمایا ہے اپنے چچا حضرت عباس رضؓ سے فرمایا:-

اطمئن یا عم فانک خاتم المھاجرین فی الھجرۃ کما انا خاتم النبیین فی النبوۃ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۸)

یعنے اے میرے چچا مطمئن رہیئے کہ آپ ہجرت میں خاتم المہاجرین ہیں جیسے میں نبوت میں خاتم النبیین ہوں۔

اب یہاں خاتم کا لفظ المھاجرین (جمع کے صیغہ) کی طرف مضاف ہے تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ حضرت عباس رضؓ تمام مہاجرین سے جن میں حضرت ابو بکرؓ صدیق اور دیگر سابقون الاولون اور خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہے ہجرت میں افضل تھے؟ اگر نہیں تو قادیانی قاعدہ کہاں باقی رہا؟ یہ کہنا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بعد ان کی شان کا کوئی مہاجر نہ ہوگا آپ کے بعد نہ ہوگا یا کوئی پہلے ہوا؟ کیا حضرت ابو بکرؓ کی شان کا کوئی مہاجر ہوا یا ہوگا؟ ایسا ہی دیگر سابقون الاولون کی شان کا مہاجر کون ہوا یا ہوگا کہ حضرت عباس کو اس بارہ میں خصوصیت دی جا سکے؟ بات صاف ہے، ہجرت اصطلاح اسلام میں اس ترک وطن کا نام ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے مکہ سے مدینہ یا حبشہ کی طرف کی چنانچہ حدیث میں ہے لا ھجرۃ بعد الفتح، فتح مکہ کے بعد ہجرت کوئی نہیں اس ہجرت میں چونکہ حضرت عباس آخری مہاجر تھے، اس لئے آپ کو خاتم المہاجرین کہا چنانچہ مواہب الرحمٰن میں یہ حدیث ان الفاظ میں ہے استاذن العباس رضی اللہ عنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الھجرۃ فکتب الیہ

(باقی بر صفحہ ۲)

والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان
رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی تابعی

۶۸ تا ۱۳۱ھ

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

ایوب بصرہ میں عنزہ کی غلامی میں تھے۔

علم وفضل

علم وفضل میں ایوب یکتائے روزگار تھے علامہ ابن سعد ان کے متعلق لکھتے ہیں:۔
کان ثقۃ ثبتا فی الحدیث جامعًا عدلًا ورعًا کثیر العلم حجۃ
تہذیب الاسماء میں امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت۔ امامت ان کے حفظ ان کی توثیق ان کے وفور علم۔ ان کے فہم پر سب کا اتفاق ہے۔
شذرات الذہب ابن عماد حنبلی انہیں علمائے اعلام میں لکھتے ہیں۔
علاوہ ازیں دیگر اکابر علماء ان کے علم وفضل کے معترف تھے چنانچہ شعبہ انہیں سید العلماء کہتے تھے۔ ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ مجھے چھیاسی تابعین سے ملنے کا اتفاق ہوا مگر کسی ایک کو ایوب کے مثل نہ پایا۔ حضرت حسن بصری انہیں نوجوانانِ بصرہ کا سردار کہتے تھے۔

علم حدیث

ایوب بصرہ کے ممتاز ترین حفاظ حدیث میں سے تھے آپ کی مرویات کی تعداد آٹھ سو اور بعض روایات کے مطابق دو ہزار تک پہنچتی ہیں (تہذیب التہذیب)

تلامذہ

امام مالک۔ سفیان ثوری۔ ابن عیینہ۔ ابن عروبہ۔ معمر اعمش۔ قتادہ اور شعبہ وغیرہ جیسے اکابر علما اور آئمہ آپ سے مستفیض ہوئے۔

مرویات ایوب کا پایہ ارباب فن کی نظر میں

ابن سیرین ان کو مثبت کہتے تھے۔ ابو حاتم ان کی روایات کی صحت کے متعلق فرماتے تھے کہ ان کی روایات بہت بلند ہیں اور ان کے متعلق کسی استفسار کی ضرورت نہیں۔ ابن مدائن۔ نسائی اور ابن خثیمہ وغیرہ کی نظر میں ان کی روایات کا بہت بلند پایہ تھا۔ (تہذیب)

علم فقہ

فقہ میں بھی انہیں کامل دسترس تھی۔ شعبہ انہیں سید الفقہا کہتے تھے آپ فقہی مسائل بتانے میں بہت احتیاط برتتے تھے جواب دینے سے پہلے سائل کے حافظہ کا امتحان کر لیتے تھے۔ جوابات میں اپنی رائے کو دخل نہ دیتے تھے بلکہ صرف احادیث اور سنن کا حکم بتا دیتے تھے ورنہ لاعلمی کا اظہار کر دیتے تھے۔

حکام اور اہل ثروت سے گریز

اپنے گھر میں خلفاء وامرا تک کے آنے کو برا جانتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنا لڑکا بکر بہت پیارا ہے لیکن مجھے اس کا دفن کر دینا اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ خلفاء وامرا میرے پاس آئیں۔

خوش خلقی

حماد بن زید کا بیان ہے کہ میں نے ایوب سے زیادہ کسی کو لوگوں سے خندہ پیشانی اور مسکراہٹ سے ملتے نہیں دیکھا۔ بیماری اور موت کے وقت لوگوں کے پاس عیادت اور تعزیت کے لئے پہنچتے۔ یحیٰی بن حکیم ایک غلام ان کا محلہ دار تھا وہ فوت ہو گیا تو اس کی والدہ کے پاس متواتر تین دن جاتے رہے اور اس کے دروازہ پر بیٹھ جاتے تھے (ابن سعد)

رائے

رائے کو وہ باطل شئے سمجھتے تھے کسی سائل کے جواب میں ایک تمثیل بیان فرمائی کہ کسی نے گدھے سے پوچھا بھئی تم جگالی کیوں نہیں کرتے اس نے کہا باطل شئے کا چبانا مجھے پسند نہیں کرتا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

ابتلائے علم سے احتراز

ایوب اکثر کہا کرتے تھے کون انسان کثرت علم کے عجب وغرور سے بچ سکتا ہے جب ایک شخص اپنے علم وفضل کے سبب قوم میں ایک "جگہ" حاصل کر لیتا ہے اس وقت اس کے دل میں بعض چیزوں کی (عجب وغرور) آمیزش ہو جاتی ہے (ابن سعد) چنانچہ آپ ہمیشہ ایسے خیالات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے تھے بعض سائلوں سے برملا کہہ دیتے کہ کسی دوسرے صاحب علم کی طرف رجوع کرو۔ (ابن سعد)

اہل علم کی قدر ومنزلت

اہل علم کی بڑی تکریم کرتے تھے خواہ وہ کیسی ہی معمولی حالت میں کیوں نہ ہو۔ ربیع بن مسلم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایوب سختیانی کا ہمسفر تھا۔ ابطح میں ایک لحیم وشحیم شخص جس کے جسم پر موٹا لباس تھا ایوب کو ملا تو آپ اسے دیکھتے ہی دوڑ کر گلے لپٹ گئے۔ معلوم ہوا کہ ملاقات کرنے والے سالم بن عبداللہ ہیں (ابن سعد)

زہد وورع

امام مالک کا بیان ہے کہ ایوب علمائے باعمل صاحب خشوع اور اخیار میں سے تھے (تہذیب التہذیب) چالیس مرتبہ فریضہ حج ادا کیا (تذکرۃ الحفاظ)

محبت نبوی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ شیفتگی تھی حدیث نبویؐ کو سن کر زار زار روتے تھے کہ دیکھنے والے کو رحم آ جاتا تھا (تذکرہ) امام مالک کا بیان ہے کہ میں نے ان کی محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ کر ان سے حدیثیں لکھنی شروع کیں تھیں۔ (تہذیب التہذیب)

شہرت سے متنفر تھے

حماد بن زید کا بیان ہے کہ ایوب چلتے وقت مجھے دور کے راستوں سے لے جاتے میں انہیں منزل مقصود پر پہنچنے کا نزدیک راستہ بتاتا تو وہ کہتے کہ میں ان مجالس سے بچنا چاہتا ہوں۔ جب کسی شخص سے سامنا ہو جاتا تو خود سلام میں سبقت کرتے۔ جب کوئی اس کے جواب میں کچھ کلمات کا اضافہ کرتا تو سن کر فرماتے اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ یہ میری خواہش نہیں اس فقرے کو تین دفعہ دہراتے۔
آپ کے زمانہ کے عابدوں اور زاہدوں کے پیراہن کا دامن چڑھا رہتا تھا کیونکہ یہ فضیلت کا اس وقت امتیازی نشان تھا مگر بخلاف اس کے ایوب اپنا دامن لٹکتا چھوڑ دیتے تھے معترض کے استفسار پر فرمایا ابو عمرو اگلے زمانہ میں دامن لٹکا کر چلنے میں شہرت تھی اور اب سمیٹ کر چلنے میں ہے۔ (ابن سعد)

آں کساں را عطا شود ز خدا
کز کمندِ خودی شوند رہا (مسیح موعود)

ترجمہ:۔ جن لوگوں کو اللہ تعالٰے کی جناب سے علم وعرفان۔ نور ایمان اور شعلۂ محبت عطا ہوا وہ خود بینی۔ خود نمائی اور خود ستائی کی آہنی گرفت سے رہا ہو گئے۔

جلسہ نوجوانانِ جہلم

جناب مدیر پیغام صلح۔ السلام علیکم۔
ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے جلسوں کی مندرجہ ذیل روئیداد اخبار میں شائع فرما کر ممنون فرماویں۔
ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے دو جلسے ۲۳ اور ۳۰ مارچ ۱۹۵۱ء علی الترتیب زیر صدارت جناب شیخ عبدالعزیز و میر محبوب عالم صاحب زیر منعقد ہوئے۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد علی الترتیب پہلے جلسے میں "استحکام پاکستان" اور دوسرے جلسے میں "تحریکات میں نوجوانوں کا حصہ" کے عنوان سے نوجوانوں نے تقاریر کیں۔ اور بعد میں حاضرین نے جماعت کی ترقی کے لئے تجاویز سوچیں۔ متفقہ طور پر طے پایا کہ میاں فضل حق صاحب کا مضمون برائے اشاعت بھیجا جاوے۔
عطاء الرحمٰن۔ سیکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن۔ جہلم۔

اسلام میں علم کی اہمیّت اور مجدّدوں کی ضرورت

مولانا عمرالدین صاحب از بمبئی

قرآن کریم میں علم کی جس قدر اہمیت بیان کی گئی ہے اسی قدر عمل پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اور کسی مذہب کی کتاب میں علم و عمل پر اس قدر زور نہیں دیا گیا جس قدر قرآن و حدیث میں اس پر زور دیا گیا ہے۔ علم و عمل کیا شئے ہے؟ وہ بزبان سعدی علیہ الرحمت یہ ہے کہ

علمے کہ راہ حق ننماید جہالت است
جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است

ظاہر ہے کہ جب تمام انسانوں کو یہ علم سکھایا گیا کہ:۔

قل ان الصلوٰتی ونسکی و محیای ومماتی للہ رب العلمین

تو ہر وہ امر جو راہ حق سے دور لے جانے والا ہو وہ جہالت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا اور ہر وہ فعل جس سے مقصود بالذات رب العلمین کی رضاجوئی نہ ہو وہ عمر کو برباد کرنا ہی ہے اس لئے علم و عمل وہی حق ہے جو نوع انسان کو ہلاکت و بربادی سے نکال کر فلاح دنیوی و اخروی کا باعث ہو۔

تبلیغ کی اہمیت

فلاح دارین کے لئے تبلیغ حق کی بھی اشد ضرورت ہے اس کا اندازہ حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی احادیث سے لگ سکتا ہے اور میں اسجگہ الفرقان میں سے دو حدیثیں درج ذیل کرتا ہوں:۔

امام احمد بن حنبل اپنے رسالہ الصلوٰۃ واحکام تارکہا میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس کا ماحاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

پہلی حدیث

"قیامت کے دن ایک شخص اپنے پڑوسی کے خلاف بارگاہ خداوندی میں دعویٰ کرے گا کہ یہ شخص دنیا میں میرا پڑوسی تھا اور اس نے میرے ساتھ خیانت کی مدعا علیہ جواب میں عرض کرے گا کہ اے اللہ تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم میں نے نہ کبھی اس کے مال میں خیانت کی نہ اس کے اہل میں۔ مدعی عرض کرے گا کہ یہ ٹھیک ہے کہ اس نے میرے مال اور میرے اہل کے بارہ میں کوئی خیانت نہیں کی لیکن یہ مجھے کتا ہوں اور برائیوں میں مبتلا دیکھتا تھا اور مجھے سنبھالنے کی کوشش نہیں کرتا تھا...... اللہ تعالےٰ اس جرم کی سزا میں اس مدعا علیہ کے لئے دوزخ کا فیصلہ فرمائیں گے۔"

دوسری حدیث

ایک دن رسول اللہ صلعم نے خطبہ فرمایا اور اس خطبہ میں مسلمانوں کی بعض جماعتوں کی بلا نام لئے تعریف کی اور ان کے طرز عمل کو سراہا۔ اور اسی طرح بعض جماعتوں پر عتاب فرمایا اور ان کے متعلق فرمایا۔

"کچھ لوگ وہ ہیں جن کو دین اور اس کا علم اللہ تعالیٰ نے نصیب فرما دیا ہے اور دین کی سمجھ بوجھ بھی ان کو حاصل ہے۔ لیکن ان کے قرب و جوار میں کچھ ایسے لوگ رہتے ہیں جن میں دین کا علم اور اس کی سمجھ بوجھ نہیں ہے۔ تو یہ لوگ جو دین کا علم و فہم رکھتے ہیں یہ اپنے قرب و جوار کے ان لوگوں میں دین کی تعلیم پھیلانے اور دین کا فہم ان میں پیدا کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے اور اللہ کے امر و نہی سے کیوں ان کو واقف نہیں کرتے ان کو نیکیوں پر لگانے اور بدی سے بچانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے .... اسی طرح میں ان لوگوں سے کہتا ہوں جو دین میں داخل تو ہو چکے ہیں لیکن ابھی دین کو انہوں نے نہیں سیکھا وہ اپنے پڑوس کے دین سے واقفوں سے دین کیوں نہیں سیکھتے اور دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ یہ دونوں قسم کے لوگ اپنا اپنا فرض پہچانیں اور اپنی اپنی ذمہ داری ادا کریں ورنہ میں ان کو اس دنیا میں سخت سزا دلواؤں گا۔"

اس پر راوی حدیث بیان کرتا ہے کہ یہ عتاب ابوموسےٰ اشعری کے قبیلہ پر تھا جن کے قرب و جوار میں دین سے ناواقف تھے اس لئے اس قبیلہ کے لوگ وفد لے کر حاضر خدمت ہوئے اور ادب سے عرض کی کہ حضور ہم سے کیا قصور ہوا ہے تو آپ نے اپنے خطبہ کے الفاظ کو دہرایا اور فرمایا:۔

آنحضرتؐ کا مطالبہ

"ہم یہ چاہتے ہیں اور دین کا اپنے ماننے والوں سے یہ مطالبہ ہے کہ ان میں جو لوگ دین سیکھ چکے ہیں وہ ان لوگوں کو دین سکھانا اور دین کی بصیرت ان میں پیدا کرنا اپنے ذمہ لیں۔ جو بیچارے دین سے ناواقف ہیں وہ ان لوگوں سے دین حاصل کرنے کی کوشش کریں جو دین سے واقف ہو چکے ہیں اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو میں اس دنیا میں ہی اس کی سزا دلواؤں گا۔"

اس پر وفد نے پھر پوچھا کہ اگر دوسرے لوگ کوتاہی کریں اور دین سیکھنے سے بے پرواہی کریں اور جاہل رہ جائیں تو کیا ہم سے اس کا بھی مواخذہ ہوگا۔

حضورؐ نے اس پر اپنے پہلے الفاظ کو دوہرایا۔ انہوں نے تیسری مرتبہ سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یہی ہوگا۔ اس کے بعد اس وفد نے ایک سال کی مہلت میں اس فریضہ کو ادا کرنے کی اجازت طلب کی آپ نے مہلت دے دی تاکہ وہ سال بھر کے اندر علم دین اور اس کی سمجھ بوجھ اپنے اردگرد کی جاہل آبادیوں میں پھیلا دیں۔

نوٹ:۔ اس حدیث کا منشا واضح ہے آنحضرت صلعم یہ چاہتے تھے کہ علم دین اور اس کی فقہ دنیا میں پھیل جائے اور چونکہ اس عظیم الشان دعوت و تبلیغ اشاعت اسلام سے غفلت کا نتیجہ بجز عذاب کے اور ہو نہیں سکتا تھا جیسا کہ تجربہ سے بارہا ثابت ہو چکا ہے اور آج ہندوستان کے مسلمان اس نتیجہ کو بھگت رہے ہیں۔ اور اس دنیوی سزا سے اب بہت کچھ بیزار ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ عالم اسلامی میں اب ایک زندگی کی روح نظر آتی ہے جو ہر طرف کام کر رہی ہے جو لوگ مجدّد زمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جہاد بالقرآن کی قدر نہ کرتے تھے اور جہاد بالسیف پر زور دیتے تھے۔ آج وہ ٹھوکر کھا کر سیدھے ہوتے جا رہے ہیں۔ اور زبانی نہیں تو عملاً مجدّد وقت کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور یہ حق ہے کہ:۔

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجّال کہلانے کے دن
اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

یہ سب کچھ حبّا فانی فی اللہ و فانی فی الرسول کی دعاؤں اور عاجزانہ تضرعات اور کوششوں کا نتیجہ ہے وہی اس صدی اور دَور آخر زمان کا مجدّد و امام موعود ہے:۔

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار

کاش آج بھی مسلمانوں کو خدمت دین کے لئے اپنے امام موعود کی ہی معرفت حاصل ہو جائے تاکہ وہ آخرین منہم لما یلحقوا بہم کے مصداق بن کر خدمت دین کو منشاء خدا اور رسول کے مطابق کریں اور ان کو لیظہرہ علی الدین کلہ کا نظارہ بہت جلد نظر آ جائے گا۔ خدا تعالےٰ کسی کی کوشش کو ضائع نہیں کرتا جبکہ وہ کوشش فی سبیل اللہ ہو۔ اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جس نے یہ کہا تھا کہ

رسید مژدہ زغیبم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدّد ایں دین و رہنما باشد

وہ کامیاب ہو گیا۔ اور دنیا شعوری اور بے شعوری سے اسی مسلک پر کھنچی چلی جا رہی ہے جس کی طرف امام الوقت نے دنیا کو بلایا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ

"خدائے فتح نمایاں بنام ما باشد"

یہ وعدہ پورا ہوا اور ہوگا۔

والسلام علے من اتبع الہدیٰ۔

ضروری اطّلاع

ایک رسید بک نمبری ۲۱۳۰۱ تا نمبر ۲۱۳۵۰ گم ہو گئی ہے۔ جس کی رسیدات نمبر ۲۱۳۰۱ تا نمبر ۲۱۳۴۰ استعمال شدہ ہیں باقی نمبر ۲۱۳۴۱ تا نمبر ۲۱۳۵۰ قابل استعمال ہیں۔

لہذا احباب نوٹ فرمالیں۔ کہ اگر کوئی آدمی اس رسید بک پر چندہ فراہم کرے تو نہ دیں اور اس کی اطلاع دفتر میں بھجوا دیں۔

مرتضیٰ خاں
اسسٹنٹ سیکرٹری دفتر تحصیل

مکتوبات

ختم نبوّت کا مضمون

مکرم بندہ جناب مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر اخبار پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم

آج آپ کے اخبار صـ۵ـ۶ پر مضمون ختم نبوّت از رو ئے قرآن کریم پڑھکر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ فی الواقعی دلائل زبردست اور بہت معقول ہیں۔ یہ تو ضرور کتابی شکل میں ہونے چاہئیں تاکہ آنیوالی نسل کے ہاتھ میں اجرائے نبوّت والوں پر کاری ضرب کے لئے حربہ کا کام دے۔ دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کے قلم کو اور بھی زیادہ کرے۔ آمین

حضرت امیر قوم کی صحت سے مطلع کریں۔ فقط

خاکسار۔ عبدالعزیز خاں از ملتان

تبلیغ بذریعہ لٹریچر

محترم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جن برٹش ملٹری آفیسروں کے ہمراہ مجھے دوران ملازمت میں سول اور ملٹری خدمات کرنے کا موقع ملا۔ ان تمام نے بوجہ میرے احمدی ہونے کے کئی مذہبی مسائل میں مشورہ طلب کرنے کے بعد دانشمندانہ اقدام کیا۔ اس زمانے میں جھٹکہ اور حلال کی بحثیں کم و بیش پیدا ہوتی رہتی تھیں۔ اسلامی اذان کی وجہ سے غیر مذاہب کو شکایات کرنے کا موقعہ بعض شرارتی طبع لوگوں کے اکسانے سے مل جاتا تھا۔ ملٹری سروس میں لحم خنزیر کے اٹھانے سے اہل اسلام کو سخت نفرت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ موصل کے مقام پر ایک مسلمان پلاٹون کو لحم خنزیر کے نہ اٹھانے پر نظر بند کیا گیا۔ مگر دوسرے روز جب ان کی کورٹ انکوائری ہوئی تو مسلمان بھائیوں نے بطور (defence) مجھے پیش کرا دیا۔ اس انکوائری کے معزز انگریز صدر نے ایک صوبیدار میجر کے ذریعہ سے جو پٹواری برہمن تھا۔ مجھے نہایت عزت سے بلوا کر پوچھا کہ یہ لوگ (مسلمان) برٹش فوج میں ملازم ہیں۔ انہوں نے لحم خنزیر اٹھانے سے انکار کیا ہے اس لئے ان کو نظر بند کیا گیا ہے۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ سُور کا گوشت اٹھانے میں ایک مسلمان کو کیا دُکھ پہنچ سکتا ہے۔ اے او۔ ایک مولوی صاحب کا فتوے ہمارے پاس موجود ہے۔ کہ سور کا گوشت اٹھانے میں اہل اسلام کو کوئی حرج نہیں ہوسکتا۔ اس پر میں نے مخلصانہ طور پر کہا۔ کہ میں کوئی ملٹی ملاں نہیں ہوں، جو اس قسم کا غلط اور جھوٹا فتوے چند پیسوں کی وجہ سے دے سکوں میرے پاس قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ ہے۔ اگر جناب پسند کریں تو میں وہ آیات قرآنی پیش کرسکتا ہوں۔ جن کی رو سے لحم خنزیر حرام کیا گیا ہے۔ پس جس چیز کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔ اس کا دیکھنا۔ بیچنا۔ پکانا۔ اٹھانا بھی حرام ہو سکتا ہے کہ ہمارے مسلمان خانساماں لوگ ہمارے ہاں آفیسر میس کے لئے بیکن پکایا کرتے ہیں اور کوئی حرج نہیں جانتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ اگر وہ چند روپوں کی ملازمت پر اپنا ایمان بیچدیں تو یہ کوئی اچھی بات نہیں ہوسکتی میرے اس بیان پر فوراً اس مسلمان پلاٹون کو بری کر دیا گیا۔ جب میں اپنی رہائش گاہ پر واپس آیا۔ تو وہ برٹش آفیسر میرے پاس چل کر آیا اور میرا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ نے اس الجھن کا حل بتلانے میں میری مدد کی ہے، انہی نیک نہاد برٹش افسروں میں ایک جرنیل گریسی سابق کمانڈر انچیف پاکستان بھی تھے، جن کے ایک خط کا اقتباس برائے اندراج پیغام صلح ارسال ہے۔ میں نے اپنے خط مؤرخہ ۱۴ جون ۱۹۵۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اور ان کے دعوے کے متعلق جرنیل موصوف کو کھلے طور پر لکھا تھا، اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی شناخت کی توفیق عطا کرے۔ آمین

ترجمہ انگریزی چٹھی :—

من جانب جنرل سر ڈوگلس گریسی کے سی آئی ای۔ او بی ای۔ ایم سی

جنرل ہیڈ کوارٹرز۔ راولپنڈی۔ ۲۷ جون ۱۹۵۰ء

جمعدار حسن علی فسٹ کلاس سینئر سب اسسٹنٹ سرجن گوجرانوالہ ٹاؤن۔ متصل جین مندر۔ گوجرانوالہ مغربی پنجاب

ڈیر سر۔ آپ کی چٹھی مورخہ ۲۴ جون اور مرسلہ کتابوں کے پارسل کے لئے شکریہ۔ مجھے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ ملنے سے بہت مسرت حاصل ہوئی ہے اور میں یقیناً اس کا مطالعہ کروں گا۔ مجھے اس کے علاوہ مرسلہ چار کتابوں کے پڑھنے کے لئے بھی وقت مل سکے گا۔

عمدہ خیالات کے ساتھ

آپ کا مخلص ....

(دستخط) ڈوگلس گریسی جنرل

گورنر جنرل حکومت ہند کو بھی میں نے قرآن کریم انگریزی اور محمد دی پرافٹ بھیجی تھی، جس کی حسب ذیل رسید موصول ہوئی۔

من جانب ایس کرشنا مورتی

گورنمنٹ ہاؤس نیو دہلی۔ ۵ جنوری ۱۹۴۹ء

ڈیر سر۔ مجھ سے خواہش کی گئی ہے۔ کہ ہولی قرآن اور محمد دی پرافٹ کے لئے جو آپ نے ہز ایکسی لنسی گورنر جنرل حکومت ہند کی خدمت میں ارسال کی ہیں۔ ان کے ملنے پر آپ کا شکریہ ادا کروں۔

مخلص — ایس کرشنا مورتی

پرائیویٹ سیکرٹری۔ گورنر جنرل

والسلام۔ خاکسار۔ (ڈاکٹر) حسن علی۔ گوجرانوالہ

استحکام پاکستان

کس قدر احسان ہے اللہ تعالےٰ کا کہ اس نے ہم کو مملکت پاکستان سے عین اس وقت نوازا جبکہ ہم مسلمان پستی کی انتہاء کو پہنچ چکے تھے۔ ہم جس قدر بھی اس باریتعالےٰ کا شکریہ ادا کریں اتنا ہی کم ہے۔ اب ہمارا بھی یہ فرض ہے کہ ہم بھی خدا کے اس عطیہ کو برقرار رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔ چونکہ ہم مسلمان ہیں اس لئے ہمارا یہ ایمان ہونا چاہیئے کہ دنیا کی ہر مشکل کا حل صرف اسلام میں ہے۔ کیونکہ یہ ایک زندہ مذہب ہے۔ اس کی تعلیم زندہ ہے۔ اس پاک مذہب کی تعلیم پر چل کر مسلمانوں نے دنیا میں بڑا انقلاب پیدا کیا۔ قرون اولےٰ کے مسلمانوں کو ہی لیجئے۔ انہوں نے تھوڑے سے عرصہ میں دنیا میں وہ مقبولیت حاصل کی کہ اسلام دنیا کے کونے کونے میں پھیلا۔ حتیٰ کہ مخالفین اسلام بھی یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ اس قوم کا دنیا میں کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس کامیابی کا بڑا راز یہی تھا کہ انہوں نے خدا اور اس کے رسول کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑا۔ اور اپنے ہر معاملے میں خدا کو مقدم رکھا۔ اور جب تک وہ اس اصول پر کاربند رہے اس وقت تک ترقی کرتے رہے۔ مگر جب بعد میں ان کی آنے والی نسلوں نے خدا سے دوری اختیار کی۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ خدا بھی ان سے دور ہوگیا اور ان پر ہر رنگ میں زوال آیا۔ سو بھائیو آج اگر ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہم پاکستان کو مضبوط بنائیں تو پہلے ہم کو صحیح معنوں میں مسلمان بننا ہوگا۔ اور اسلامی تعلیم کو اپنانا ہوگا۔ یہ تو ایک دنیاوی بادشاہت ہے خدا اپنے بندوں کو آسمانی بادشاہت کا بھی وارث بنا دیتا ہے۔ کاش آج ہم مسلمان ہوتے اور حکومت کو خدا کی امانت سمجھتے۔ تو آج یہ مشکلات پیش نہ آتیں۔

—— اب ہم نے سوچنا ہے کہ مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلمان کیسے بنایا جائے۔ سو شکر ہے خدا کا کہ اس نے ہمیں ایک ایسی جماعت میں پیدا کیا جو کہ صحیح معنوں میں امام وقت کی جانشین ہے۔ اس جماعت نے خدا سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھے گی۔ سو ہماری جماعت کے ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ اپنا جائزہ لے کہ آیا وہ اس عہد پر کاربند ہے؟ اگر نہیں تو وہ بہت ہی خسارے میں ہے۔ کیونکہ اس نے خدا اور رسول کے ایک فرستادہ کو ٹھکرا دیا۔ میں اپنے نوجوان بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ خدا کے لئے اپنے عہدوں کو یاد کرو۔ اور بنی نوع انسان کی اصلاح کا کام جو تم نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ اس کا احساس کرو۔ اور یہ کام اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک تم خود پہلے صحیح معنوں میں مسلمان نہ ہو۔ مسلمان بننا ایک موت چاہتا ہے۔ یعنی سفلی خواہشات کی موت تب جاکر ایک نئی زندگی ملتی ہے۔ جب یہ نئی زندگی پیدا ہو جائے تو تم اس قابل بنو گے کہ دنیا کی اصلاح کرسکو یہ کیفیت پیدا کرنی زیادہ مشکل نہیں۔ صرف خدا کا خوف دلوں میں پیدا کر لو۔ گناہوں سے چھٹکارا ہو جائے گا۔ ہر ایک تحریک کی ترقی کا دارومدار نوجوانوں کی ہمت پر ہوتا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے تو اپنی استعداد کے مطابق خدمت دین کا کام خوب نبھایا خدا ان کو اس کا بڑا اجر دے گا۔ اب اس تحریک احمدیت کا بوجھ ہم نے اپنے کندھوں پر اٹھانا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کام میں سستی کی تو خدا ہمارے بجائے کوئی اور قوم لے آئے۔ اور ہم اس سے محروم ہو جائیں۔ یہ سلسلہ احمدیت خدا کا اپنا پیدا کردہ ہے جس کی بنیاد اس نے اپنے ایک مامور کے ذریعہ سے رکھی۔ خدا ضرور اس سلسلہ کو نشوونما دیگا۔ کیونکہ غلبۂ اسلام اسی میں مضمر ہے سو بہت ہی خوش قسمت ہے وہ شخص جس نے اس بات کو سمجھ لیا۔

صوبہ بہار میں خوفناک قحط

پٹنہ ۱۳-اپریل۔ بہار اسمبلی کے ارکان نے آج بتایا کہ اضلاع دربھنگہ کے سرحدی علاقے کے متعدد قحط زدہ دیہات میں لوگ درختوں کی چھال، جڑیں، گھاس پھوس اور سبکے پیس وغیرہ کھا رہے ہیں۔ گروپ لیڈر نے صوبائی اور مرکزی حکومت سے اپیل کی کہ وہ سینکڑوں لوگوں کو فاقہ اور موت سے بچانے کے لئے بر محل اور فیاضانہ امداد بہم پہنچائیں ارکان اسمبلی نے کہا اس رقبہ میں روح فرسا حالات پیدا ہو چکے ہیں جس سے اس صوبہ کی چار کروڑ کی آبادی کا چوتھائی حصہ متاثر ہو چکا ہے اور بھوک کے ہاتھوں بھوکے دیہاتی آتشزنی اور دولتمند زمینداروں کو لوٹنے کی وارداتیں کر رہے ہیں۔

صوبہ کے وزیر خوراک مسٹر نارائن سنہا نے رائٹر کو بتایا کہ اس وقت سارا صوبہ بہار بے مثل غذائی بحران کی لپیٹ میں آچکا ہے آپ نے کہا قحط سالی طغیانیوں اور دیگر آفات سماوی کے باعث ۲۵ لاکھ ٹن اجناس خوردنی ضائع ہو چکی ہیں۔ آپنے کہا بہت سے اضلاع میں صورت حال ابتر ہو رہی ہے، اور اگر مزید خوراک کی رسدیں نہ پہنچ سکیں تو مئی اور جون میں بھوک کے ہاتھوں اموات روکی نہ جاسکیں گی اس وقت مغربی بنگال، جنوبی ہندوستان کے بہت سے حصے اور مغربی و مرکزی ہندوستان کے بعض اضلاع بھی غذائی بحران سے نازک طور پر متاثر ہیں۔

مقدمہ سازش

کراچی ۱۶ر اپریل پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر لیاقت علی نے پچھلے دنوں جس غدارانہ سازش کا انکشاف کیا تھا اس سلسلے میں مقدمے کی سماعت کے لئے فیڈرل یا ہائیکورٹ کے تین ججوں کی ایک خاص عدالت کے قیام کے لئے آج مرکزی اسمبلی نے .... ایک بل منظور کر لیا۔ اس عدالت کو ہائی کورٹ کے تمام اختیارات کے علاوہ مزید خاص اختیارات حاصل ہوں گے تاکہ جلد کوئی فیصلہ کر سکے۔ اس کی تمام کارروائی خفیہ ہوگی۔ کوئی جیوری وغیرہ نہیں ہوگی۔ اور نہ ہی اس کے فیصلہ کی کوئی اپیل ہو سکے گی۔ البتہ گورنر جنرل با لقابہ کسی مجرم کی سزا میں کمی کا اختیار رکھتے ہیں۔ مرکزی حکومت ان تین ججوں میں سے کسی ایک کو عدالت کا صدر مقرر کرے گی۔ عدالت کا فیصلہ کثرت رائے سے ہوگا۔ دوران سماعت اگر کوئی ملزم وکیل نہ کر سکے۔ تو صفائی کی شہادت کے لئے یہ عدالت مرکزی حکومت کے خرچ پر اس کے لئے وکیل صفائی مقرر کرے گی۔

پنجاب ہیلتھ کانفرنس

لاہور ۱۲ر اپریل۔ آج پنجاب یونیورسٹی کے ۲۴ سینٹ ہال میں آنریبل سردار عبد الحمید دستی وزیر تعلیم وصحت نے دوسری پنجاب ہیلتھ کانفرنس کا افتتاح کیا۔ کانفرنس میں تمام ضلعوں کے ہیلتھ افسر، طبی اداروں کے اعلیٰ حکام اور متعدد ماہرین طب نے شرکت کی سردار صاحب موصوف نے اپنے صدارتی خطبہ میں بیان کیا کہ ہمارے پیش نظر فی الحقیقت ایک بہت اہم کام

ضروری اطلاع

مجلس معتمدین کا جو اجلاس ۲۱ر اپریل کو حضرت امیر ایدہ اللہ کی کوٹھی پر منعقد ہونا قرار پایا تھا اس کی تاریخ میں اب حضرت امیر نے تبدیلی فرما دی ہے۔ اب یہ اجلاس سابقہ وقت اور سابقہ مقام پر بروز اتوار مورخہ ۶ر مئی ۱۹۵۱ء کو منعقد ہوگا۔

محمد طفیل
برائے جنرل سیکرٹری

ٹرینیڈاڈ میں احمدیت

ٹرینیڈاڈ سے تجمل حسین صاحب نے اپنے تازہ خط میں مندرجہ ذیل احباب کے نام شائع کرنے کے لئے بھیجے ہیں جو احمدی خیالات رکھتے ہیں تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کا علم ہو جائے گذشتہ ایام میں ٹرینیڈاڈ میں احمدیت کے خلاف بہت زیادہ پروپیگنڈا کیا گیا لیکن اس کا کوئی زیادہ اثر نہ ہوا۔ یہ لوگ ہمارا لٹریچر منگوا کر کثرت سے اپنے علاقہ میں تقسیم کر رہے ہیں:-

مسٹر تجمل حسین — سان فرنانڈو ٹرینیڈاڈ
صمد شاہ — نیو گرانٹ برنسز ٹاؤن ٹرینیڈاڈ
سنیچر شاہ " " " "
برکت شاہ " " " "
ارمان صاحب دال " " " "
رسول محمد " " " "
علی محمد " " " "
عبد الحمید " " " "
شیخ محمد " " " "
شفیق محمد " " " "
صومہ محمد " " " "
فضل محمد " " " "
سیو خاں " " " "

(جائنٹ سیکرٹری)

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت

خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جماعت کی دعاؤں سے پھر استجابت الٰہی کا کرشمہ دکھایا اور حضرت امیر ایدہ اللہ پر بیماری کا جو دوبارہ حملہ ۸ر اپریل ۱۹۵۱ء کو ہوا وہ بفضلہ تعالیٰ چند دن میں دور ہو گیا، اب ڈاکٹروں نے اعلان کر دیا ہے کہ آپ کی حالت خطرہ سے باہر ہے تاہم آپ کو کم از کم ایک ماہ کیلئے کامل آرام کے لئے کہا گیا ہے۔ اور ہر قسم کے کام کاج سے بالکل منع کر دیا گیا ہے۔ احباب کرام صحت کاملہ کیلئے دعا کرتے ہیں۔

سانحۂ ارتحال

پروفیسر سعد اختر صاحب لیکچرار گورنمنٹ کالج ڈیرہ غازیخاں اطلاع دیتے ہیں کہ "کل بتاریخ ۹ ماہ حال ۱۲ بجے دن کے وقت میری والدہ محترمہ اس دار فانی سے رحلت فرما گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہمیں اس صدمہ میں پروفیسر صاحب اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۲۴۳

لوائے ما بپتہ ہر سعید خواہد بود بندائے فتح نمایان بنام ما باشد

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

سالانہ چندہ :- چھ روپے

ہندوستان سے سالانہ چندہ - ۱۲ - ۸ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر سے - ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۹ | لاہور - یوم چہارشنبہ مورخہ ۲ شعبان ۱۳۷۰ھ - ۹ مئی ۱۹۵۱ء | نمبر ۱۶

ہمارے نئے تبلیغی مشن

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام فرنچ مشن

سرپرست جناب میاں شیخ عطاء اللہ صاحب

قرآن مجید کے فرانسیسی ترجمہ کا آغاز

(از دفتر جائینٹ سکرٹری)

احباب جماعت کو یہ اطلاع قبل ازیں مل چکی ہے کہ جناب میاں شیخ عطاء اللہ صاحب نے ایک مشن کے اخراجات کے ادا کرنے کی منظوری عنایت فرمائی ہے۔ حضرت امیر کے ارشاد پر ان کی طرف سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام فرنچ مشن کی بنیاد رکھ دی گئی ہے سردست اس مشن کا مرکز الجیر (الجیریا) میں ہوگا جہاں سے فرانسیسی زبان میں اسلامی لٹریچر شائع ہوا کرے گا۔

جناب میاں صاحب موصوف نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن مجید کے فرانسیسی ترجمہ کا کام بھی فوراً شروع کیا جائے۔ اور ہر پارہ مکمل ہونے پر شائع ہوتا رہے۔ جس کے اخراجات بھی میاں صاحب ہی برداشت کریں گے۔

اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی کا فرانسیسی ترجمہ مکمل ہوکر چھپ چکا ہے ......

سیرت خیر البشر کا ترجمہ بھی نصف کے قریب تیار ہے۔ اسی طرح پرافٹ آف اسلام - کال آف اسلام کے تراجم بھی تیار ہیں۔ الجیریا پہنچتے ہی مراد کیوان صاحب ان کی اشاعت کے کام میں مشغول ہو جائیں گے۔ مراد صاحب مئی کے ابتدائی ہفتہ میں کراچی سے الجیریا بذریعہ ہوائی جہاز فرانس جا رہے ہیں۔

احباب جماعت اس مشن کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں ؛

ہز ایکسی لنسی عبد الوہاب عزام بے سفیر مصر

حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں

جمعہ مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۵۱ء کو بوقت دس بجے صبح ہز ایکسی لنسی عبدالوہاب عزام بے سفیر مصر متعینہ پاکستان حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی ملاقات اور عیادت کے لئے تشریف لائے۔ دس پندرہ منٹ تک تشریف فرما رہے اور دوران گفتگو میں یہ بھی ذکر کیا کہ ریلیجن آف اسلام کے عربی ترجمہ کا جو مصر میں انتظام ہو رہا ہے اس کے اخراجات مصر کے ایک متقدر پاشا برداشت کر رہے ہیں۔ ان کی خدمت میں قرآن شریف انگریزی ترجمہ اور ریلیجن آف اسلام اور مینول آف حدیث پیش کی گئیں" (عبدالوہاب - ۵۱-۴-۲۸)

ایک مشن کے اخراجات سیٹھ سچوانی کیطرف سے

فادی صاحب کا خط حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام

بغداد - ۱۵ اپریل ۱۹۵۱ء

میرے محترم آقا سیدنا امیر سلمہ الرحمٰن - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار پیغام صلح اور احباب سلسلہ کے مکاتیب کے ذریعہ ہمیشہ آنجناب کی خیریت معلوم ہوکر خوشی حاصل ہوتی ہے۔ خداوند کریم آپ کی کمزوری اور ضعف کو دور فرمائے اور شفائے کامل بخشے اور اپنے دین متین کی مزید خدمت لے آمین۔

آپ کی تحریک مصر استنبول اور ہانگ کانگ میں تبلیغی اداروں کا قیام پچھلے دنوں اخبار پیغام صلح میں شائع ہوئی تھی اس سلسلہ میں آج مجھے بصرہ سے اخویم ابراہیم آدم سچوانی صاحب کا ایک خط مرقومہ ۴ اپریل ملا ہے جس میں موصوف لکھتے ہیں کہ :-

"پیغام صلح مورخہ ۲۸-۲-۱۹۵۱ کے ذریعہ حضرت مولانا نے ہانگ کانگ استنبول اور مصر میں فوری تبلیغی ادارے کھولنے کی ضرورت پر زور دیا ہے مضمون آپ کی نظر سے بھی گذرا ہوگا۔ بندہ اس کار خیر میں حصہ لینے کا شرف حاصل کرتا ہے ۲۴ ماہانہ روپیہ تین سو یا اسٹرلنگ پاؤنڈ تینس ۲۳ کسی بھی ایک مشن کے ابتدائی خرچ کے لئے دو برس تک دینے کا خاکسار وعدہ ہے آگے جو اللہ کو منظور ہے۔ مرکز کو مطلع کر دیں حکم آنے پر بھر پائی کا انتظام کر دوں گا۔"

میرے محبوب آقا یہ آپ کی دل سے نکلی ہوئی آواز کا اثر ہے جو سعید روحوں کے (مبلغوں) میں پیوست ہوکر نیک کی صدا بلند کرتی ہے اللہ تعالےٰ حضور موصوف کی روزی میں مزید برکت عطا کرے اور اس سے مزید خدمت لے۔ خاکسار تصدق حسین۔

مولانا مرتضیٰ خان صاحب

قناعت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت بڑے فاتح تھے۔ آپ نے روم کی سلطنت بھی فتح کی اور فارس کی سلطنت بھی۔ آپ کے وقت میں بیشمار مال غنیمت مدینہ میں آیا۔ یہ مال غنیمت خلیفہ کے گھر میں نہیں رہتا تھا بلکہ تمام مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ خلیفہ کی اپنی حالت تو یہ تھی کہ کپڑوں پر پیوند لگے ہوتے تھے جو تھوڑا بہت وظیفہ "بیت المال" سے ملتا تھا اس پر اپنا اور بال بچّے کا گذارہ تھا۔ بعض وقت لوگ ان سے کہتے کہ حضور آپ کا گذارہ مشکل سے ہوتا ہے آپ کچھ زیادہ وظیفہ لے لیا کریں لیکن آپ نا منظور کر دیتے اور فرماتے کہ یہاں وہ لے جسے اگلے جہان میں توقع نہ ہو۔ لیکن آپ دوسروں کو خوب دیتے۔

ایک دفعہ مدینہ میں بہت سا مال آیا۔ سب کو تقسیم کیا گیا۔ اس مال میں حضرت علی رضہ کا حصّہ بھی نکلتا تھا۔ حضرت عمر رضہ نے ان کو بھی طلب فرمایا اور مال پیش کر کے کہا "لیجئے علی! یہ آپ کا حصّہ ہے"

حضرت علی رضہ نے جواب دیا "امیرالمومنین! خدا کے فضل سے آج کل میرے گذارہ کے لئے میرے پاس کافی ہے۔ اس لئے میں شکریہ کے ساتھ یہ مال لینے سے انکار کرتا ہوں" حضرت عمر رضہ نے فرمایا:۔
"علی! یہ آپ کا حصہ ہے۔ یہ آپ کا حق ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ آپ نہ لیں"

حضرت علی رضہ نے پھر یہی جواب دیا کہ امیرالمومنین! میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرا حصّہ ہے اور یہ میرا حق ہے۔ لیکن میں نے عرض کیا ہے کہ اس سال خدا کے فضل سے میرے گذارے کے لئے میرے پاس کافی ہے اس لئے میں لینا پسند نہیں کرتا۔ ہمارے دوسرے مسلمان بھائی ایسے ضرور ہوں گے کہ جنہیں اس مال کی زیادہ ضرورت ہوگی آپ مہربانی کر کے ان کو دے دیں۔

اس پر حضرت عمر رضہ مجبور ہو گئے۔ اور چونکہ سب کو حصّہ تقسیم کر چکے تھے کوئی مستحق باقی نہ رہا تھا اس لئے وہ تمام مال بیت المال میں بھیجدیا۔

دیکھا آپ نے؟ ہمارے بزرگ کس قدر قناعت پسند اور سیر چشم تھے۔ انہیں مال دنیا کی ذرا محبت نہ تھی۔ وہ اپنی ضروریات سے زیادہ مال لینا نہیں چاہتے تھے۔ ہم لوگوں کا کیا حال ہے؟ جس قدر ہمارے پاس آ جائے ہماری حرص پوری نہیں ہوتی۔ نہ ہم میں قناعت ہے نہ سیر چشمی۔ نہ غنا ہے ہم حرص کے بندے اور مال کے پجاری ہیں۔ مال جس قدر زیادہ ہو اسی قدر ہماری حرص بڑھتی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضہ کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ عبدالعزیز بن مروان نے ان کو لکھا کہ آپ اپنی ضروریات کی ایک پوری فہرست بنا کر میرے پاس بھیجدیں۔ میں خزانہ سے اسی قدر رقم آپ کو ارسال کر دوں گا اس کے جواب میں حضرت عبداللہ بن عمر نے لکھا:۔

"میں نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی"
یعنے اوپر کا ہاتھ بہتر ہے نیچے کے ہاتھ سے"

اصحاب رسول اللہ کس قدر اپنے نبیؐ کے ارشادات کے پابند تھے۔ روپیہ پیسہ ایسی چیز ہے کہ اس پر سب کی رال ٹپک پڑتی ہے بادشاہ وقت خود دینا چاہتا ہے۔ مگر یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیتے ہیں کہ ہمارے نبی نے فرمایا ہے کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے لینے کے بجائے دینا اچھا ہے۔ اسی طرح ایک اور صحابی کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ وہ امیر معاویہ رضہ سے ملنے گئے اور جب وہ صحابی ان سے رخصت ہونے لگے تو امیر معاویہ نے ان سے کہا کہ میں آپ کی مستقل خدمت کرنا چاہتا ہوں یعنے آپ کا مستقل وظیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا خدا نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ وظیفہ کی ضرورت نہیں۔ یہ کہکر وہاں سے چلے آئے۔ اس قسم کے لوگ آج کل کہاں ملتے ہیں۔ یہ پہلے زمانہ کے لوگ تھے جن کو خدا نے ایسے دل عطا فرمائے تھے اور یہ سب حضرت نبی کریمؐ کی تعلیم کی پیروی کی برکت تھی اور آپ کی صحبت کے نتائج تھے۔ کیا پاک وجود تھا ہمارے پیغمبر کا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دربار اموی میں ایک دس سالہ لڑکا

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو جب خلافت ملی تو لوگ دُور دور سے مبارکباد دینے کے لئے دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ دربار اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ قائم ہوا۔ امیرالمومنین تخت خلافت پر متمکن تھے امرا صف در صف اپنے اپنے مرتبوں کے مطابق مرصع کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مختلف قبیلوں کے بڑے بڑے لوگ اور سردار مبارکباد کہنے کے لئے یکے بعد دیگرے دربار میں حاضر ہو رہے تھے کہ ایک نو عمر لڑکا جو فاطمی خاندان سے تعلق رکھتا تھا مبارکباد عرض کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ خلیفہ نے کہا:۔ اے لڑکے! کسی اپنے سے بڑی عمر والے آدمی کو گفتگو کے لئے پیش کرو۔

لڑکے نے جواب دیا:۔ اے امیرالمومنین! جب بندے کو اس کا خدا یاد کرنے والا دل اور بولنے والی زبان عطا کر دے تو وہ گفتگو کا مستحق ہے۔ اور اے امیرالمومنین اگر فضیلت عمر کے لحاظ سے ہوتی تو اس وقت امت میں جو آپ سے بڑی عمر والے ہیں تخت پر بیٹھے ہوتے۔

امیرالمومنین لڑکے کی معقول گفتگو سے مرعوب ہو گئے اور انہوں نے کہا:۔ اے لڑکے تو کیا کہنا چاہتا ہے؟

لڑکے نے جواب دیا:۔ حضور والا! ہم مبارکباد عرض کرنے آئے ہیں۔ خدا نے آپ جیسا قابل خلیفہ مقرر کر کے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔
امیرالمومنین نے آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا:۔ اے لڑکے مجھے کچھ نصیحت کر!

لڑکے نے جرأت کے ساتھ جواب دیا بہت سے بادشاہ ایسے گذرے ہیں جو خدا کے حکم پر مغرور ہو گئے اور نہ سمجھے کہ خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی۔ خوشامدی مصاحبوں نے ان کو رعایا کے حالات سے غافل کر کے نفس پرستی میں پھنسا دیا۔ بے شک ایسے لوگ جلتی ہوئی آگ کا ایندھن ہیں اے امیرالمومنین! ہماری دعا ہے کہ آپ ایسے لوگوں میں شامل نہ ہوں اور آپ کا حشر نیک لوگوں کے ساتھ ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز لڑکے کی فصاحت، حکمت اور جرأت سے بہت متاثر ہوئے۔ آپ نے اس کی عمر اور حسب و نسب پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ خاندان نبوّت کا ایک گل نو دمیدہ ہے اور اس کی عمر ابھی صرف دس سال کی ہے۔

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ - مورخہ ۱۹ مئی - ۲ شعبان ۱۳۷۰ھ | نمبر

بزرگانِ اُمّت اور ختمِ نبوّت

ایک مدّت سے قادیانی حضرات اس بات پر زور دیتے چلے آ رہے ہیں کہ خاتم النبیّین کے معنے بزرگانِ اُمّت کے نزدیک وہ نہیں ہیں جو عام طور پر سمجھے جاتے ہیں، بلکہ ختمِ نبوّت کے بعد بھی اجرائے نبوّت کے وہ قائل ہیں، اس کے جواب میں کئی مرتبہ یہ بتایا جا چکا ہے کہ بزرگانِ امت کے جن الفاظ سے قادیانی حضرات یہ نتیجہ نکالتے ہیں، ان کے سیاق و سباق کو اگر پڑھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ختمِ نبوّت کے اسی مفہوم کے حامی ہیں جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے یعنی سرِ باب نبوّت آخری کامل نبی ہونا، اور جس چیز کو وہ جاری سمجھتے ہیں وہ نبوت کا وہ مفہوم ہے جسے ولایت کہنا چاہیئے اور خود انہوں نے اس کا نام ولایت رکھا ہے۔

۱۲ اپریل کے "الفضل" میں اخبار "آزاد" کا جواب دیتے ہوئے پھر بزرگانِ امت کے اقوال پیش کئے گئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ تفصیل کے ساتھ ان پر روشنی ڈالی جائے۔

حضرت محی الدین ابن عربی

الفضل نے فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳ کی کسی عبارت کا یہ ترجمہ کر دیا ہے:-

" وہ نبوّت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پر ختم ہوئی۔ وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرنے والی کوئی شریعت نہیں آ سکتی اور نہ اس میں کوئی حکم بڑھا سکتی ہے۔ اور یہی معنے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی۔ اور لا رسول بعدی ولا نبی بعدی یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر ہو۔ ہاں ایسی صورت میں نبی آ سکتا ہے کہ وہ میری شریعت کے ماتحت آئے "

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضرت شیخ اکبر کے نزدیک مشرع نبوّت کے علاوہ بھی نبوّت کی کوئی قسم باقی ہے، یا شریعت کے علاوہ بھی کوئی اور ایسی نبوت ہو سکتی ہے جو ولایت سے بڑھکر ہو اس کا جواب حضرت شیخ اکبر کے حسب ذیل فقرات میں ملاحظہ کیجئے:-

" وهذا كله موجود في رجال الله من الاولياء والذى اختص به النبي من هذا دون الولى الوحى بالتشريع

یعنے یہ سب کچھ ان اللہ کے بندوں میں موجود ہے جو اولیاء میں سے ہیں اور وہ چیز جس سے ولی کے ماسوا نبی کو خاص کیا گیا ہے وہ وحی شریعت ہے

(فتوحات مکیہ صـ ۳۷۶ مطبوعہ مصر)

پھر فرماتے ہیں:-

فاخبر صلى الله عليه وسلم ان الرؤيا جزء من اجزاء النبوة فقد بقى للناس من النبوة هذا وغيره ومع هذا لا يطلق اسم النبوة ولا النبى الا على المشرع خاصة فحجر هذا الاسم لخصوص وصف معين فى النبوة وما حجر النبوة التى ليس فيها هذا الوصف الخاص وان حجر الاسم

یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ رؤیا اجزائے نبوّت میں سے ایک جزو ہے پس وہ لوگوں کے لئے نبوّت میں سے باقی رہ گیا ہے اور اس کے ساتھ نبوّت کا نام اور نبی کے نام اطلاق نہیں پاتا سوائے خاص تشریعی نبی کے پس یہ نام اس وصف کی خصوصیت کی وجہ سے جو نبوّت کے لئے معین ہے چھوڑ دیا گیا ہے اور وہ نبوّت جس میں یہ وصف نہیں ترک نہیں ہوئی اگرچہ نام ترک کر دیا گیا ہے۔

(فتوحات مکیہ صـ ۳۷۶ مطبوعہ مصر)

سُن لیا آپ نے! نبوت میں سے صرف رویائے صالحہ باقی ہیں مگر اس کے پانے والے کو نبی نہیں کہہ سکتے نبی صرف وہی ہو سکتا ہے جو صاحب شریعت ہو، وحی تشریعی کے علاوہ جو کچھ ملتا ہے اس کے پانے والے کو اولیاء کے نام سے پکارا جاتا ہے،

اور سُن لیجئے:-

فالولاية نبوة عامة والنبوة التى بها التشريع نبوة خاصة۔

پس ولایت نبوّت عامہ ہے اور وہ نبوّت جس کے ساتھ شریعت ہوتی ہے نبوت خاصہ ہے، (فتوحات مکیہ صـ ۲۴ مطبوعہ مصر)

کیا اس سے بڑھکر حضرت شیخ اکبر کے اس قول کی توضیح ہو سکتی ہے، جو الفضل نے نقل کیا ہے؟ اور کیا اس صراحت کے بعد بھی یہ کہنا صحیح ہو گا کہ حضرت شیخ اکبر تشریعی نبوّت کے علاوہ کسی اور ایسی نبوت کے قائل ہیں جو ولایت سے بڑھکر مقام انبیاء پر کھڑا کرنے والی ہو؟

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

"الفضل" نے حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول نقل کیا ہے جو حسب ذیل ہے:-

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ میرے بعد نبی نہیں، اور نہ رسول۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شریعت لانے والا نبی نہیں"

(الیواقیت الجواہر جلد ۲ صـ ۴۲)

" جو نبوّت اور رسالت شریعت والی ہوتی ہے پس وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے آپ کے بعد شریعت والا نبی نہیں آ سکتا۔ ہاں اللہ تعالے نے اپنے بندوں پر مہربانی کر کے عام نبوّت جس میں شریعت نہ ہو باقی رہنے دی"

(فصوص الحکم فص حکمۃ قدریہ فی حکمۃ عزیزیہ)

تعجب ہے یہ الفاظ نقل کرتے ہوئے یہ کیوں نہیں بتایا جاتا کہ شریعت والی نبوّت کے علاوہ جو عام نبوّت بغیر شریعت کے باقی بتائی گئی ہے اس سے مراد ولایت ہی ہے یا کچھ اور؟ اگر امام شعرانی کے مندرجہ بالا قول کے ساتھ ذیل کے الفاظ بھی نقل کر دیئے جاتے تو یہ بات واضح ہو جاتی، آپ فرماتے ہیں اور کس قدر صفائی کے ساتھ اس بات کو واضح کرتے ہیں۔

وهذا باب اغلق بعد موت محمد صلى الله عليه وسلم فلا يفتح لاحد الى يوم القيامة ولكن بقى للاولياء وحى الالهام الذى لا تشريع فيه۔

یعنے یہ دروازہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد بند کر دیا گیا اور قیامت کے دن تک کسی کے لئے نہیں کھولا جائے گا لیکن اولیاء کے لئے وحی الہام باقی ہے جس میں شریعت نہیں۔

(الیواقیت والجواہر صـ ۳۵ مطبوعہ مصر)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:-

نبوة التشريع قد انقطعت بموت رسول الله صلى الله عليه وسلم فيصير ملك الالهام يفهم ذالك الولى شريعة محمد صلى الله عليه وسلم ويطلعه على اسرارها۔ یعنی شریعت والی نبوّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے ساتھ منقطع ہو گئی، پس الہام کا فرشتہ اس ولی کو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فہم دیتا ہے اور اس کے اسرار پر مطلع کرتا ہے،"

(الیواقیت الجواہر صـ ۱۸ مصری)

اب فرمایئے کہ امام شعرانی کا یہ بیان کہ صرف شریعت والا نبی آنحضرت صلعم کے بعد نہیں آ سکتا اجرائے نبوت پر دال ہے یا انقطاع نبوّت پر، آیا نبوت عامہ سے ان کی مراد ولایت سے بڑھ کر کسی اور قسم کی نبوّت ہے؟ ہرگز نہیں، الفضل نے فصوص الحکم سے جو عبارت نقل کی ہے، اس میں بھی نبوت عامہ کے باقی ہونے کا ذکر ہے اور اس کی تشریح شیخ اکبر کے ان الفاظ میں نقل کی جا چکی ہے کہ فالولاية نبوة عامة ولایت ہی نبوّت عامہ ہے اور علامہ عبد الغنی النابلسی نے شرح فصوص الحکم میں فابقی فابقى نبوة عامة کی یہ تشریح کی ہے وهى مقام الولاية اور وہ مقام ولایت ہے (شرح فصوص الحکم جلد ۲ صـ ۱۱۴ مطبوعہ مصر)

شیخ اکبر اور امام شعرانی رحمہما اللہ تعالے کے علاوہ ملا علی قاری، مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے اقوال بھی نقل کئے گئے ہیں، اگرچہ ان میں بھی وہی مفہوم پایا جاتا ہے جو اوّل الذکر ہر دو بزرگوں کے اقوال میں ہے۔ تاہم آئندہ اشاعت میں ان پر بھی وضاحت کے ساتھ نظر ڈالی جائے گی، انشاء اللہ تعالیٰ

اخبار و افکار

انجمن قرآن پاک

یہ خبر نہایت مسرت و ابتہاج سے سُنی جائیگی، کہ ہز ایکسی لنسی ملک فیروز خان نون گورنر مشرقی بنگال نے پرائیوٹ حیثیت سے مشرقی پاکستان میں "انجمن قرآن پاک" کی بنیاد رکھی ہے جس کے ذمہ وسیع پیمانہ پر قرآن شریف کا ترجمہ مفت تقسیم کرنا ہوگا۔ نیشنل بنک آف ڈھاکہ میں "انجمن قرآن پاک مشرقی پاکستان" کے نام سے حساب کھولا گیا ہے اس سلسلہ میں عوام سے عطیات کی اپیل کی گئی ہے۔ مسٹر ایس ایم جمیل اکونٹنٹ جنرل مشرقی بنگال انجمن کے اعزازی سیکرٹری اور مسٹر ایم محمود منیجر نیشنل بنک آف پاکستان ڈھاکہ اعزازی خزانچی کی حیثیت سے کام کریں گے۔

ملک فیروز خاں نون کا یہ اقدام ہر طرح قابل تحسین اور لائق تقلید ہے، اگر ہمارے ملک کے سربرآوردہ لوگ قرآن پاک کی خدمت اور اس کی نشر و اشاعت کو اپنے ذمہ لے لیں تو اس سے بڑھ کر نیک کام اور کیا ہو سکتا ہے، یقیناً یہی ایک چیز ہے جو مسلمانوں کی سربلندی کا موجب ہو سکتی ہے اور ہوگی۔

رُوحانی طاقت کے بل بوتہ پر

۲۱ اپریل کو انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے میجر جنرل محمد اعظم خان نے جو تقریر کی وہ ہر مسلمان کے سننے کے قابل ہے انہوں نے فرمایا:-

"ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمان روحانی طاقت کے بغیر صرف مادی طاقت کے بل بوتہ پر دنیوی طاقتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے"

انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ:-

"قیام پاکستان کے بعد گذشتہ ساڑھے تین سال کے عرصہ میں پاکستان نے جن مصائب کا پامردی سے مقابلہ کیا اس کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی لیکن ہم ان دقتوں اور دشواریوں پر صرف مسلمان کی حیثیت سے قابو پا سکے"

میجر جنرل اعظم نے کہا کہ:-

"آج دنیا خوف و ہراس لالچ اور ہوس کے مرض میں مبتلا ہے اس بیماری کا علاج صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ دنیا اسلام اور قرآن کریم کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہو"

خدا کا شکر ہے کہ ہمارے بڑے بڑے لوگوں کو یہ سمجھ آنے لگ گئی ہے کہ صرف روحانی طاقت کے بل بوتے پر اور مسلمان ہو کر ہی وہ دنیا میں کامیاب ہو سکتے ہیں، پاکستانی فوج کے افسروں میں ان خیالات کا پیدا ہونا اور بھی قابل ستائش ہے، ورنہ عام طور پر فوجوں کے اندر جس قسم کی ذہنیت پائی جاتی ہے وہ بہیمیت سے بڑھ کر نہیں، یہی وہ خیالات ہیں جن کی طرف حضرت مجدد وقت نے آج سے بہت مدت پہلے توجہ دلائی، خدا کا شکر ہے کہ پاکستان بننے کے بعد مسلمانوں کو اب سمجھ آنے لگی ہے کہ مسلمان ہو کر ہی وہ کامیاب اور فائز المرام ہو سکتے ہیں، شاید یہی تعبیر ہے اس الہام الٰہی کی کہ ؎

بعد دورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

عورت کا حصّہ

کچھ دن ہوئے حکومت پنجاب نے صوبہ میں شریعت ایکٹ نافذ کیا تھا جس کے رو سے عورتوں کو شریعت کے مطابق جائداد میں سے حصہ دیا جانا قانوناً ضروری ٹھہرایا گیا تھا، اب حیرت اور افسوس کے ساتھ یہ سننے میں آیا ہے کہ شریعت ایکٹ کے نفاذ کے بعد ان لوگوں نے جو مسلمان ہونے کے باوجود شریعت کے جوا سے اپنی گردنیں آزاد رکھنا چاہتے ہیں موروثی جائداد کی وارث عورتوں سے جبراً دستبرداری حاصل کرنی شروع کر دی اور ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ وہ ان عورتوں کو مال افسروں کے سامنے پیش کر کے لکھا لیتے ہیں کہ وہ اپنے حصہ سے دستبردار ہوتی ہیں اور اس طرح وہ عورتیں اپنی رضا کے بغیر جائداد کے حصوں سے محروم رہ جاتی ہیں۔

اس کے سدباب کے لئے حکومت پنجاب نے ایک حکم نافذ کیا ہے جس کی رو سے موروثی جائداد کے حصہ سے اس وقت تک کسی عورت کی دستبرداری قانونی تصور نہ ہوگی جب تک کوئی دیوانی عدالت اس کی تصدیق نہ کرے یا اس کی رجسٹریشن نہ ہو جائے،

حکومت پنجاب کا یہ حکم ہر طرح قابل تحسین ہے، اگرچہ ہمیں شبہ ہے کہ ایسے فاسد لوگ جو شریعت سے گردنیں پھیرنے میں دریغ نہیں کرتے اور اس عذاب الٰہی سے نہیں ڈرتے جس سے حدود اللہ کے توڑنے والوں کو ڈرایا گیا ہے وہ اس حکم سے بھی اپنے منشاء کے مطابق فائدہ اٹھانے کی کوئی نہ کوئی صورت نکال لیں گے، اس لئے شرعی احکام کو پورا کرنے کی واحد صورت یہی ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو عورت کی دستبرداری کو تسلیم نہ کیا جائے اور از روئے شریعت اس کا جائز حصّہ اسے بہرحال دلایا جائے ÷

انسانیت کی خدمت

محترمہ فاطمہ جناح نے ۲۰ اپریل کو لاہور میں گرل گائیڈ کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے اس تحریک کی خوبیوں کو واضح کیا اور فرمایا کہ:-

"دوسروں کی خدمت، بھلائی اور زندہ دلی اس تحریک کی اصل روح ہے یہ کم سنی ہی سے فرض شناسی خدمت و اطاعت، وسعت نظر، رواداری اور نظم و ضبط کی تربیت دیتی ہے جو نہ صرف خانگی زندگی میں مفید اور کارآمد ہے، بلکہ قوم کے لئے بھی باعث تقویت ہے"

آپ نے اس بات پر زور دیا کہ:-

"ایسی تحریک کو عام کرنا بہت ضروری ہے جس سے کردار کی تشکیل ہوتی ہے بلکہ کم سنی ہی سے اس کی تربیت کی جائے تاکہ رفتہ رفتہ وہ لڑکیوں کی عادت ثانیہ بن جائے اور لڑکیاں قوم کے سماجی اور تعمیری امور میں اپنی خدمات میں پیش کرنے کے قابل ہو سکیں"

آپ نے گرل گائیڈز کو نصیحت کی کہ

"صرف انسانیت کی خدمت کو اپنا لائحہ عمل بنائیں"

اس میں شک نہیں کہ گرل گائیڈ کی تحریک لڑکیوں کے لئے ایک کارآمد تحریک ہے لیکن اس قسم کی تحریکات اگر عورت کی خانگی زندگی کو بہتر بنانے اور گھر کے ساتھ اس کا لگاؤ پیدا کرنے کا موجب ہو سکیں تو بہت ہی مفید ہو سکتی ہیں اور اگر "قوم کے سماجی اور تعمیری امور میں خدمات پیش کرنے" سے یہ مراد ہو کہ وہ گھر سے باہر نکل کر مردوں کی طرح سماجی اور تعمیری امور میں حصہ لیں، اور "انسانیت کی خدمت" سے اگر یہ مقصد ہو کہ وہ گھر کے علاوہ بیرونی دنیا میں مصروف جد و جہد ہو تو یہ نہ صرف اسلام کے نزدیک صحیح راہ عمل نہیں بلکہ عورت کی عزت و حرمت کے بھی منافی ہے، عورت کی طرف سے انسانیت کی خدمت یہی ہے، اور وہ قوم کے سماجی اور تعمیری امور میں اسی طرح حصہ لے سکتی ہے کہ اچھے فرزند پیدا کرے، صحیح اسلامی اصولوں کے مطابق ان کی تربیت کرے اور انہیں قوم کے سماجی اور تعمیری امور میں حصہ لینے اور انسانیت کی صحیح خدمت کرنے کے قابل بنائے یہی کام قدرت نے عورت کو ودیعت کیا ہے اور اسی میں اس کی حقیقی عزت ہے،

کامیابی اور درخواست دُعا

چک ۸۱ جنوبی سے چوہدری احمد خاں صاحب نے دو روپے اپنے بھتیجے محمد اکرم صاحب کے آٹھویں جماعت میں پاس ہونے کی خوشی میں ارسال کئے ہیں۔

مبارکباد عرض ہے۔ نیز مبلغ تین روپے مزید چوہدری صاحب نے اشاعت اسلام کے لئے بھیجے ہیں اور جماعت کے دوستوں سے درخواست کی ہے کہ وہ ان کے دوسرے بھتیجے کے لئے جس نے ایف اے کا امتحان دیا ہے کامیابی کی دعا فرمائیں۔

ایک اور درخواستِ دُعا

ہمارے محترم بھائی مرزا حسین بیگ صاحب برادر اصغر مرزا معصوم بیگ صاحب چند سخت مصائب و آلام میں گرفتار ہیں۔ وہ احباب سلسلہ بالخصوص حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعا کے لئے مستدعی ہیں۔

خاکسار غلام نبی - چمبہ

انقلاب روحانی شب بیداری سے وابستہ ہے

کچھ نہ کچھ وقت تہجد کیلئے ضرور نکالو اور اسلام کا نور دُنیا میں پھیلنے کی دُعائیں کرو

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک تازہ چٹھی

۵ اپریل ۵۱ء

برادران محترم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ -

میں اس خط کو اس قرآنی دعا سے شروع کرتا ہوں جو حضرت موسیٰ کو سکھائی گئی :-

رب اشرح لی صدری	میرے رب میرا سینہ کھول دے
و یسر لی امری	اور میرا کام میرے لئے آسان کر
و احلل عقدۃ من لسانی	اور میری زبان کی گرہ کھول دے
یفقھوا قولی	تاکہ میری بات کو سمجھ لیں۔

انسان کو اپنی بات کی سچائی کا کتنا ہی یقین ہو - بعض وقت اسے دلائل نہیں ملتے - جن سے دوسرے کو وہ بات سمجھا سکے اور دلائل بھی اس کے ذہن میں ہوں تو وہ الفاظ نہیں ملتے جن سے وہ دوسرے کے دل پر بھی اثر ڈال سکیں - پھر ان کے پہنچانے میں قسم قسم کی مشکلات ہوتی ہیں - میں جو کچھ اس خط میں لکھنا چاہتا تھا دو صفحے لکھ کر اسے پھاڑ دیا - کہ میری رام کہانی کو کون سُنتا ہے - اخبار "پیغام صلح" میں مضمون نکلتا ہے کوئی دوسرا تو اس کو کیا پڑھے گا اپنے بھی بہتیرے ایسے ہوں گے جن کو یا فرصت نہیں ملتی کہ وہ ان باتوں کو پڑھیں یا پڑھتے ہیں تو ان کے دلوں پر ایک آنی اثر ہوتا ہے - بات تو اچھی کہی ہے .... مگر ہم سے یہ کام نہیں ہو سکتا -

کئی قسم کے خیالات

میرے پچھلے خط پر کئی قسم کے خیالات دلوں میں پیدا ہوتے ہوں گے - جماعت کے اندر ابھی وہ لوگ بھی ہیں کہ جس طرح عام مسلمانوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اعلائے کلمۃ اللہ بھی کوئی کام ہے - جس کے لئے انسان اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالے ان کو بھی یہ بات سمجھ نہیں آتی - پھر یہ خیالات بھی پیدا ہوتے ہوں گے کہ ہر شخص اپنا ڈھنڈورا پیٹتا ہے کس کی سنیں اور کس کی نہ سنیں - اور پھر یہ خیال بھی بعض دلوں میں پیدا ہوا ہوگا کہ اگر اس وسیع زمین پر آٹھ دس جگہ چند سر پھرے کھڑے ہو گئے تو دنیا تو فتح نہیں ہو گئی اور بہت ہیں جن کے دلوں میں یہ آرزو تو ضرور ہے کہ اسلام کا دنیا پر غلبہ ہو - قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کا نور دنیا میں پھیلے - خدا کے سامنے اس کی مخلوق کے سر جھکیں، باطل کی قوت ٹوٹ جائے - اور حق و صداقت دنیا میں پھیل جائے مگر یہ سب کام اس طرح ہو جائیں کہ ہمیں کوئی تکلیف نہ ہو، خدا کے رستے میں کوئی مصیبت اٹھانی نہ پڑے - اپنا مال خرچ نہ کرنا پڑے - اپنا وقت ان کاموں پر دینا نہ پڑے -

حق کا بیج

یہ سب وہ لوگ ہیں جن کی نظر حقیقت تک نہیں پہنچتی - ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ دیکھتے نہیں - ان کے کان ہیں مگر وہ سُنتے نہیں - ان کے دل ہیں مگر وہ بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے - افسوس! ہماری آنکھوں کے سامنے ایک عمارت کی بنیاد رکھی جا رہی ہے جس سے اسلام اور قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت دنیا میں ظاہر ہو رہی ہے مگر ہم ہاتھ ہلانا پسند نہیں کرتے - کہ ہم بھی اس عمارت میں چار اینٹیں لگا دیں - ایک بیج ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے بویا گیا اور جس کی سُوئی اب زمین سے باہر نکلی ہوئی نظر آتی ہے، مگر ہمارے دلوں میں یہ خوشی کی لہر نہیں اُٹھتی کہ تھوڑی سی کوشش سے حق اور صداقت کی کھیتی کل کو لہلہاتی نظر آئے گی - تھوڑی سی آبیاری سے یہ سُوئی کل کو ایک عظیم الشان درخت بن جائے گی -

کزرع اخرج شطـٔه فازره ترجمہ: کھیتی کی طرح جو اپنی سُوئی کو نکالتی ہے

فاستغلظ فاستوی علی سوقه	پھر اسے مضبوط کرتی ہے سو وہ موٹی ہوتی ہے پھر اپنے تالوں پر کھڑی ہو جاتی ہے
یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار -	کھیتی کرنے والوں کو خوش کرتی ہے تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو غضب میں لائے -

ہمارے امام نے آج سے ساٹھ سال پیشتر اس نظارہ کو دیکھ لیا کہ خدا کی زمین تیار ہے اس میں بیج بونے کی ضرورت ہے - آج ہم اس بیج کو نہ صرف بویا ہوا دیکھتے ہیں بلکہ جگہ جگہ اس کو مضبوط ہوتا ہوا دیکھتے ہیں - مگر اس کی آبیاری کی طرف ہماری توجہ نہیں - خدا کی رحمت کا پانی اس زمین پر برس چکا ہے اور یہ مردہ زمین زندہ ہو رہی ہے - یہی چند زندگی کے آثار تھے جن کی طرف میں نے اپنے پہلے خط میں توجہ دلائی تھی - اگر ہم اس کھیتی کی کھاد بن جائیں جو ہمارے امام نے بوئی تو کل کو ہم بھی سرسبز باغ ہوں گے ورنہ بہرحال کل کو ہم مٹی کے ڈھیر ہی ہوں گے -

اللہ تعالیٰ سے تعلق کی دولت

امرا اپنے مال اور دولت کو اللہ تعالیٰ کے کھیت کی آبیاری کے لئے خرچ کر کے اس کھیت کی کھاد بن سکتے ہیں - مگر غربا کے پاس بھی ایک دولت ہے اور وہ سب سے بڑی دولت ہے جو کسی انسان کو حاصل ہو سکتی ہے، ہاں اس میں امرا اور غربا دونوں شریک ہیں یہ ہے اللہ تعالیٰ سے تعلق کی دولت جو بادشاہ اور غلام دونوں حاصل کر سکتے ہیں - صاحب علم اور علم سے محروم دونوں حاصل کر سکتے ہیں - دنیا میں وہ بہت سی چیزیں ہیں جو مالدار کو حاصل ہیں غریب کو نہیں، بادشاہ کو حاصل ہیں غلام کو نہیں، لیکن ایک دولت ایسی ہے کہ جو اس کو لینا چاہے وہ لے سکتا ہے اور یہ دولت اللہ تعالیٰ سے تعلق کی دولت ہے - یہ دولت کس طرح ملتی ہے - اس کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ تمام تعلقات انسانی سے، مال و دولت سے، فرزند و زن سے، دشمن اور دوست سے، الگ ہو کر ہم کچھ وقت اپنے خدا کے ساتھ گذاریں -

باجماعت نماز کی اہمیت

نماز باجماعت بیشک بہت بڑی چیز ہے - کیونکہ اس کی غرض صرف خدا کی حمد و ثنا نہیں بلکہ انسانوں کے اندر مساوات پیدا کرنا بھی ہے - انسانوں کو بھائی بھائی بنانا بھی ہے اس لئے ہمارے نبی کریم صلعم نے نماز باجماعت کی سخت تاکید فرمائی - اور میں اپنے تمام دوستوں کو نصیحت کروں گا کہ سوائے جائز عذر کے وہ اپنی مسجدوں میں جائیں اور نماز باجماعت ادا کریں اور ایک دوسرے سے تعلقات کو بڑھائیں -

پچھلی رات کی نماز

لیکن خود اللہ تعالیٰ نے ایک اور نماز کی تعریف اس سے بھی بڑھ کر کی ہے اور وہ ہے نماز تہجد یا پچھلی رات کی نماز :-

اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق الیل وقرآن الفجر - یعنی آفتاب کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک اور فجر کی نماز کو قائم کر - یہاں تمام نمازوں میں نماز باجماعت کی طرف اشارہ ہے اور اس کے بعد فرمایا ہے ومن الیل فتھجد به نافلة لك عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا - رات کے کچھ حصہ میں اس کے ساتھ جاگتا رہ یہ تیرے لئے نفل کے طور پر ہے امید ہے کہ تیرا رب تجھے بڑی تعریف کے مقام پر کھڑا کرے، اگر اس مقام پر پہنچنا چاہتے ہو کہ تمہاری بھی دنیا میں حمد ہو تو پچھلی رات اُٹھ کر انتہا درجہ کی تنہائی میں اپنے خدا کو پکارو -

مقام محمود

اصلی مقام محمود تو وہی ہے جو ہمارے نبی کریم صلعم کو ملا - اور جو دن بدن بلند ہوتا جا رہا ہے - مگر آپ کے نقش قدم پر چلنے والے پچھلی رات خدا کے آگے گرنے والے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر آہ و زاری کرنے والے اپنے نفس کو بھلا کر خدا کے نام کو دنیا میں بلند کرنے والے بھی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مقام محمود حاصل کر لیتے ہیں - کیا اس بلند مقام کو حاصل کرنے کے لئے آپ کے دل کے اندر بھی کوئی تڑپ پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ یا کیا آپ ان باتوں کو قصے کہانیاں سمجھتے ہیں؟

کچھ نہ کچھ وقت تہجد کے لئے ضرور نکالو

کیا آپ کو علم ہے کہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام دو تہائی رات، آدھی رات ایک تہائی رات، بستر کو چھوڑ کر خدا کے سامنے کھڑے رہتے تھے ان ربك یعلم انك تقوم ادنی من ثلثی الیل و نصفه و ثلثه، تیرا رب جانتا ہے

تو وہ بہائی رات بھی خدا کے سامنے کھڑا ہو کر گذار دیتا ہے۔ نصف بھی گذار دیتا ہے ایک تہائی بھی گذار دیتا ہے۔ وطائفۃ من الذین معک اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جو لوگ تیرے ساتھ ہیں وہ بھی یہی کرتے ہیں۔ علم ان سیکون منکم مرضیٰ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوتے ہیں وہ اس قدر لمبا قیام نہیں کر سکتے، و اٰخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ، کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو اپنے کاروبار کے سلسلہ میں کچھ مشغولیت ہوتی ہے ملازمت کا سلسلہ ہو یا تجارت کا ہو یا کوئی اور رنگ حصول معاش کا ہو۔ واٰخرون یقاتلون فی سبیل اللہ، کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ یہ سب عذر صحیح ہیں مگر پھر بھی اگر یہ چاہتے ہو کہ تم دنیا کی رہنمائی کرو۔ تو کچھ نہ کچھ وقت تہجد کے لئے ضرور نکالو۔ فاقرءوا ما تیسر منہ جتنا بھی میسر آسکے کچھ نہ کچھ وقت رات کی تنہائی میں خدا کے حضور کھڑا ہونے کے لئے ضرور نکالو۔ خدا کی راہ میں جنگ کرتے ہوئے بھی کچھ وقت ضرور نکالو۔ تاکہ قلب کی صفائی ہو سکے اس وقت میں جب کوئی چیز تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان حائل نہیں جب تم اپنی پوری قوت کے ساتھ خدا کی طرف پرواز کرنے کی آرزو کو لئے ہوئے اس کے دروازے پر آتے ہو اور جب وہ اپنی رحمت کے ساتھ تمہارے دلوں کی زمین پر نزول فرماتا ہے تو اس کے لئے جتنا بھی وقت نکال سکتے ہو نکالو۔ دنیا کے سارے کام بغیر شب بیداری کے ہو سکتے ہیں۔ مگر لوگ ان کے لئے اپنے اوپر نیند کو حرام کر لیتے ہیں۔ مگر دنیا میں انقلاب روحانی بغیر شب بیداری کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور لوگ چاہتے ہیں کہ یہ مصیبت نہ اٹھانی پڑے اور اس کے بغیر ہم دنیا کے رہنما بن جائیں۔

عزم کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں

میں بہت سوچتا ہوں کہ کوئی ایسا ذریعہ .... ہوتا جس سے آپ خدا کو بھی پا لیتے اور دنیا میں ایک انقلاب بھی پیدا کر دیتے۔ اور آپ کو تکلیف بھی کوئی نہ ہوتی۔ مگر مجھے وہ رستہ نظر نہیں آتا۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ اس کے لئے کوشش کریں تو اس کو حاصل کرنا بھی مشکل کام نہیں۔ دل میں عزم ہو تو کونسی چیز ہے جسے انسان حاصل نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر آپ کا ارادہ ہی مضبوط نہ ہو تو آپ کو کچھ بھی نہیں مل سکتا۔ اور اگر باوجود کوشش کے آپ کامیاب نہ ہو سکیں۔ گو یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے۔

ایک ہی تڑپ دل سے اٹھے

تو بہرحال کچھ وقت روزانہ ضرور ایسا نکالیں، دن ہو یا رات، جب خدا کے سامنے گر کر اپنے آپ کو بالکل بھول جائیں۔ اور صرف ایک ہی تڑپ آپ کے دل سے اٹھے کہ اے خدا تیرا نام دنیا میں کس طرح بلند ہو۔ تیری مخلوق کو تیرے در پر کس طرح جھکایا جائے تیرا پیغام ساری دنیا میں کس طرح پہنچایا جائے۔ تیرے پیغمبر اور تیرے قرآن کے نور سے دنیا کو کس طرح روشن کیا جائے۔

رب العالمین کی ربوبیت کی دعا

ہمارے نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے، ان المصلی یناجی ربہ، تو اپنی نماز کو اور اپنی دعاؤں کو مناجات کا رنگ دو۔ اس تنہائی کے وقت میں بارگاہ الٰہی میں یوں عرض پرداز ہو کہ اے خدا تو نے خود ہی فرمایا ہے کہ تو رب العالمین ہے اور ساری قوموں اور سارے ملکوں کی تو جس طرح جسمانی ربوبیت فرماتا ہے اسی طرح ان کی روحانی ربوبیت بھی تو فرماتا رہا ہے اور فرماتا رہے گا۔ تو نے خود ہی یہ دعا سکھائی کہ الحمد للہ رب العالمین، مگر تیری مخلوق کا کثیر حصہ ابھی تک گمراہی میں پڑا ہوا ہے اے خدا تو اس زمین پر اپنی روحانی ربوبیت کے دروازے کھول دے۔ اپنے فضلوں اور رحمتوں کے وہ دروازے کھول دے جن سے یہ نسل انسانی باطل معبودوں کو چھوڑ کر تیرے در پر آ گرے۔ تو وہ روحانی بارش اس زمین پر برسا جس سے یہ مردہ زمین زندہ ہو جائے۔

قرآن کے دنیا میں پھیلنے کی دعا

ہاں اے خدا تو نے خود ہی بار بار یہ فرمایا ہے کہ تو نے اپنی آخری کتاب قرآن کو ساری قوموں کے لئے اتارا ہے۔ تنزیل الکتاب لا ریب فیہ من رب العلمین۔ اس کتاب کو اتارنے والا کسی ایک قوم کا رب نہیں ساری قوموں کا رب ہے مگر تیری کتاب سے ابھی تک دنیا کا کثیر حصہ بے خبر ہے۔ تو وہ رستے کھول دے کہ تیرے قرآن کو ہم تجھ پر اور تیری کتاب پر ایمان لانے والے ساری قوموں تک پہنچا دیں۔ تو نے ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ تیرا قرآن ذکر للعالمین ہے اور ساری قوموں کے شرف اور بزرگی کا موجب ہوگا اے خدا تو ہمارے لئے وہ رستے بھی کھول دے کہ ہم تیرے اس قرآن کو ساری قوموں کے لئے شرف اور بلندی کا موجب بنا سکیں۔

رحمۃ للعالمین کے دنیا کے لئے رحمت بننے کی دعا

اے خدا تو نے خود ہی اپنے رسول کو خطاب کر کے فرمایا وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ ہم نے تجھے ساری قوموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ مگر دنیا کی کثیر قومیں ابھی تک تیرے رسول کے نام سے بھی بے خبر ہیں تو وہ دن جلد لا کہ تیرے رسول کا وجود ساری قوموں کے لئے رحمت بن جائے۔ ایشیا کے رہنے والوں کے لئے بھی رحمت بن جائے۔ یورپ و امریکہ کے رہنے والوں کے لئے بھی رحمت بن جائے افریقہ کے رہنے والوں کے لئے بھی رحمت بن جائے، جزائر کے رہنے والوں کے لئے بھی رحمت بن جائے۔ مسلمانوں کے لئے بھی رحمت بن جائے۔ عیسائیوں کے لئے بھی رحمت بن جائے۔ بدھ اور کنفیوشس کے پیروؤں کے لئے بھی رحمت بن جائے منکروں کو بھی تیری ہستی اس انسان کامل کے اندر نظر آجائے اور تیرے ماننے والوں کو بھی نظر آجائے۔

اسلام کے نور سے دنیا کے منور ہونے کی دعا

اے آقا یہ خواہش ہم کمزور انسانوں کے دل میں پیدا نہ ہو سکتی تھی کہ تیرا کامل دین اسلام سب دینوں پر غالب آجائے۔ اور تیری کامل کتاب قرآن کے نور سے اور تیرے کامل اور آخری نبی محمد صلعم کے نور سے ساری دنیا روشن ہو جائے۔ مگر اے طاقتور خدا جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کی سب طاقتیں ہیں اور جس کے حکم سے زمین اور آسمان قائم ہیں۔ یہ تیرا وعدہ ہے جو تو نے اپنی پاک کتاب میں بار بار دوہرایا ہے کہ تو اپنے دین کو سب دینوں پر غالب کر دے گا۔ تیرا وعدہ ہے کہ حق کی زبردست قوت کے سامنے باطل پاش پاش ہو جائیگا۔ تیرا وعدہ ہے کہ سب ظلمتیں اور تاریکیاں دور ہو کر تیرے نور سے زمین روشن ہو جائے گی۔ تیرا وعدہ ہے کہ سب باطل معبود گر جائیں گے صرف تو ہی اس نسل انسانی کا واحد خدا ہوگا۔ اور یہ نسل انسانی تیرے سامنے جھک جائے گی۔ اس لئے اے خدا تو اپنی زبردست طاقت سے ہی وہ انقلاب پیدا کر دے کہ باطل مٹ جائے اور حق دنیا میں غالب آجائے اے خدا تو اپنے وعدہ کو پورا فرما اور اپنے دین کو غالب کر دے۔ اللھم انجز وعدک وانصر عبدک و اھزم الاحزاب۔ اے خدا ہم کمزور انسانوں کی یہ حالت ہے کہ اپنے گھر کے رہنے والوں کی اصلاح نہیں کر سکتے اور تیری زمین تو بہت وسیع ہے جہاں ہمارا پہنچنا بھی ناممکن ہے اے خدا ہم اس قدر بے بس ہیں کہ اپنے بچوں کی اصلاح بھی نہیں کر سکتے۔ ان قوموں کی اصلاح کس طرح کر سکتے ہیں، جو ایک دوسرے کو جانتی بھی نہیں۔ مگر تیرے سامنے یہ زمین ایک ذرہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

نامکمل مضمون اور میری صحت

۲۷ اپریل ۱۹۵۱ء۔

(نوٹ) میں یہاں تک مضمون لکھ چکا تھا کہ بخار کی حالت سی محسوس ہوئی اور کمزوری کی وجہ سے میں بستر پر آکر لیٹ گیا۔ چونکہ ان دنوں میں مجھے معمولی طور پر شام کے وقت بخار بھی ہو جایا کرتا ہے اور یہ معمول کوئی سترہ سال کے عرصہ سے چل رہا ہے۔ اس لئے میں نے اسے اسی قسم کا بخار کا حملہ سمجھا مگر فی الحقیقت پھیپھڑے پر اثر ہو چکا تھا جس کا پتہ بعد میں لگا۔ میں حسب معمول غسلخانہ میں گیا اور وہاں میری حالت بدل گئی۔ ڈاکٹر کو بلانا پڑا اور معلوم ہوا پھیپھڑے کے علاوہ دل پر بھی کچھ اثر ہو چکا تھا۔ اسی دن سے آج تک بستر پر لیٹا ہوا ہوں۔ گو بخار نہیں۔

عراق سے خوشخبری

اسی اثنا میں بلکہ اس بیماری کے ابتدائی ایام میں ہی جہاں سے میں منتظر تھا وہاں سے نہیں بلکہ دور عراق سے ایک خوشخبری پہنچی جس کے پہنچانے والے سید تصدق حسین قادری تھے کہ ابراہیم سیحانی صاحب نے ترکی یا مصر میں مشن کے لئے تین سو روپے ماہوار دو سال کے لئے دینے کا وعدہ کیا ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ مگر ابھی کام بہت ہیں اور خدا کے فضل سے مال و دولت والے بھی بہت ہیں جو بعض وقت دنیوی نمود و نمائش کے لئے ہزاروں روپے پانی کی طرح بہا دیتے ہیں۔

ایک دعا کا اضافہ

سو میری اپنے احباب سے یہ التجا ہے کہ اس نامکمل مضمون میں جو اوپر لکھا گیا یہ ایک دعا کا بھی اضافہ کر لیں: کہ اے خدا تو اس جماعت کے مالداروں کے سینوں کو بھی کھول دے کہ وہ تیری راہ میں اسی طرح بے دریغ روپیہ صرف کریں جس طرح اپنی دنیوی ضروریات پر صرف کرتے ہیں۔

انسانیّت کا معراج

آسمانی بادشاہت انسان کے قدموں میں

۲۷ رجب کا دن عام طور پر مسلمانوں میں واقعہ معراج کی طرف منسوب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رجب کی ستائیسویں رات کو ذات پاک نبوی صلعم نے اس عالم سفلی سے اُٹھکر عالم بالا کی طرف پرواز کیا اور ساتوں آسمانوں کے وہ تمام مناظر اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائے جن کی کیفیت کو معلوم کرنے اور سمجھنے سے انسانی دماغ آج تک قاصر ہے۔

معراج جسمانی تھا یا روحانی؟ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسم عنصری کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے یا کشفی نظر سے آپ نے وہ سب کچھ ملاحظہ فرمایا جس کا ذکر احادیث معراج میں ہے، عالم اسلامی میں آج تک اس پر شدید مناقشہ اور مجادلہ رہا ہے حالانکہ قرآن کریم کی آیات کھلے طور پر اس بات پر شاہد ہیں کہ معراج کا واقعہ جسمانیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس کمال روحانی کا ایک کھلا ہوا مظاہرہ ہے، جو انسانیت کی ترقی کا آخری زینہ ہے۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے خود صفائی کے ساتھ اسے رؤیا کے لفظ سے تعبیر کیا ہے وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرما کر کہ معراج کی رات بہشت کی سیر کرتے ہوئے بلال کی جوتیوں کی آوازیں اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔ اس بات پر ایک کھلی شہادت دی ہے کہ آپ اسی سرزمین پر ایک طرف اپنی کشفی نظروں سے بہشت کو دیکھ رہے تھے تو دوسری طرف جسمانی کانوں کے ساتھ بلال کی جوتیوں کی آواز بھی سن رہے تھے۔ اس سے بڑھکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شہادت ہے جنہوں نے فرمایا ہے کہ اس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر سے الگ نہیں ہوئے۔ پھر یہ بھی غور طلب ہے کہ قرآن کریم بہشت میں جانے والوں کے متعلق صاف طور پر فرماتا ہے کہ وما ھم منھا بمخرجین پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ذات پاک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے بہشتوں کے اندر لے جائے اور پھر اپنے صریح وعدہ کے خلاف آپ کو وہاں سے باہر نکال دے۔ علاوہ ازیں اگر جسمانی طور پر آنحضرت کا آسمانوں کی طرف پرواز کرنا تسلیم کیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی معاذ اللہ ایک جسم قرار دینا پڑے گا جو کسی خاص آسمان پر پردوں کے اندر تشریف فرما ہے حالانکہ اسلامی اعتقادات کے بالکل خلاف ہے۔ معراج کی کیفیت کو تو وہ واقعہ ظاہر کرتا ہے جو اس کے دوسرے ہی دن کفار سے گفتگو کرتے ہوئے پیش آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت المقدس تشریف لے جانے کا ذکر کیا تو کفار نے آپ سے بیت المقدس کے نشانات دریافت کئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلعم بیت المقدس کبھی تشریف نہیں لے گئے۔ اس لئے اگر صحیح نشانات نہ بتا سکے تو واقعہ معراج کے متعلق جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے وہ تو غلط ہو جائے گا۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ اس وقت بیت المقدس کے نشانات مجھے بھول چکے تھے ناگاہ بیت المقدس کی عمارت میری آنکھوں کے سامنے آ گئی اور میں نے تمام نشانات وہاں سے دیکھ کر بتا دیئے۔

ایک اور بہت بڑی بات جو واقعہ معراج سے تعلق رکھتی ہے یہ ہے کہ خود اس سورت میں جہاں واقعہ معراج کا ذکر ہے کفار کے اس مطالبہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک آنحضرت صلعم آسمان پر نہ چڑھ جائیں اور وہاں سے ایک کتاب نہ لائیں جس کو وہ پڑھ سکیں۔ اس کا جواب اللہ تعالے نے یہ دیا ہے کہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا کہہ دے میرا رب عیوب سے پاک ہے میں تو بشر اور رسول ہوں اس کے سوائے کچھ نہیں اس میں صاف طور پر بتا دیا ہے کہ آسمانوں پر جانا ایک بشر کے لئے ناممکنات میں سے ہے اگر معراج کی رات آنحضرت صلعم آسمانوں پر تشریف لے گئے ہوں تو یہ جواب جو کفار کو دیا گیا ہے صحیح نہیں ٹھیرتا۔

معراج کی اصل کیفیت اور کنہ کیا ہے؟ نسل انسانی کے لئے اس میں کیا سبق ہے؟ وہ کشفی نظر جو مقربین الٰہی کو اللہ تعالے کی طرف سے عطا ہوتی ہے جس سے وہ بیداری کی حالت میں غیب کی چیزوں کو دیکھتے اور قدرت کے خفیہ اور پوشیدہ رازوں پر اطلاع پاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اس قدر تیز نظری اور دوربینی رکھتی تھی کہ ساتوں آسمانوں کے پردے اس کے سامنے سے اٹھ گئے اور اس دنیا میں بیٹھے ہوئے عالم بالا کے تمام نظارے آپ کی آنکھوں کے سامنے آ گئے گویا یوں کہنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک وجود میں انسانیت کو وہ معراج عطا ہوا جو اس کا اصل منتہائے مقصود ہے۔

انسان کو اللہ تعالے نے اپنی تمام مخلوقات کا حاکم قرار دیا ہے وجعلکم خلائف فی الارض اور اس کے متعلق صاف طور پر فرمایا ہے کہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب تمہارا تابع فرمان بنا دیا ہے اس حکومت اور بادشاہت کو جس طریق سے انسان نے حاصل کرنے کی کوشش کی ہے عام طور پر علوم و سائنس کے ذریعہ سے بعض مادی طاقتوں پر انسان نے غلبہ حاصل کیا ہے لیکن بعض ایسے بھی لوگ ہیں جنہوں نے محض روحانیت کے ذریعہ سے نہ صرف مادی طاقتوں پر غلبہ پایا بلکہ عالم علوی کو بھی ایک حد تک اپنے مطیع فرمان بنا لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اس کمال درجہ پر پہنچی ہوئی تھی، وہ زبردست جذب اور کشش آپ کی ذات میں پائی جاتی تھی کہ جو ساتوں آسمانوں اور ان کی تمام طاقتوں اور قوتوں کو کھینچ کر آپ کے پاس لے آئی اور ان سب نے اپنی اطاعت فرمانبرداری کا اقرار اپنی اس حاضری کے ذریعہ سے کیا۔

یہی معراج نبوی ہے اور یہی دراصل انسانیت کا حقیقی معراج ہے۔ کوئی صاحب علم کوئی سائنسدان کوئی منجم اور عالم ہیئت افلاک اپنے علم اور سائنس کے ذریعہ سے اس معراج کو آج تک نہیں پا سکا جو ذات پاک نبوی نے اپنے زہد و تقوے اور خلق عظیم کے ذریعہ سے حاصل کیا۔ انسانیت کا کوئی خلق کوئی استعداد نہیں جو آپ کی ذات اقدس میں بدرجہ کمال ظہور پذیر نہ ہوئی۔ طاعت لامر اللہ اور شفقت علے خلق اللہ کے تمام پہلو پورے طور پر آپ کی ذات اقدس میں نمودار ہوئے اور خلافت الٰہیہ کی تمام صفات جو انسان کے اندر پیدا ہو سکتی ہیں آپ کے پاک وجود میں جلوہ گر ہوئیں اس لئے ارضی و سماوی ہر دو بادشاہتوں کا آپ کو مستحق سمجھا گیا کہ یہی نسل انسانی کا حقیقی معراج ہے۔

پس اے انسانو! تمہیں مبارک ہو کہ آج کے دن آسمانی بادشاہت کا حقیقی جلوہ تمہیں دکھایا گیا اور تمہاری نسل کو وہ درجہ کمال عطا ہوا جو اس کی پیدائش کی حقیقی علت غائی ہے۔ اے مسلمانو! تمہیں دوہری مبارک ہو کہ وہ آسمانی بادشاہت جس کے لئے انبیائے سابقین اور ان کی امتیں آرزوئیں کرتی ہوئی گذر گئیں تمہارے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر رکھی گئی۔ کس قدر بدقسمتی کی بات ہے کہ ہم نے اس بادشاہت کو خود اپنے عمل سے کھو دیا۔ آج پھر ہم اسے حاصل کر سکتے ہیں بشرطیکہ اس تعلیم پر ہم گامزن ہوں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی، توحید الٰہی پر سچے دل سے ایمان لا کر صرف اللہ تعالے ہی کی عبادت اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کو نصب العین بنائیں اور دوسری کسی ہستی کے آگے اس رنگ میں جھکنے کے لئے تیار نہ ہوں کہ جس سے اس کو اندادا من دون اللہ ماننے کا شبہ پیدا ہوتا ہو، تمام انسانوں کو اپنی طرح انسان سمجھتے ہوئے ان سے مساوات کا برتاؤ کریں اور کوئی نسلی و لونی و وطنی اختلاف اس میں حائل نہ ہو، تمام مسلمانوں کو اپنا بھائی یقین کریں اور کسی فرقی اختلاف کی بناء پر کسی مسلمان کو جب تک وہ کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ اگر ان چیزوں کو ہم اپنا لائحہ عمل بنا لیں تو یقیناً اس معراج کو پا لیں گے جو نبی کریم صلعم دنیا کے لئے لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الصلوٰۃ معراج المومن نماز مومن کا معراج ہے وہ نماز جس کے متعلق آپ کا ارشاد ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ تو اللہ تعالے کی ایسی عبادت کرے جیسے اسے دیکھ رہا ہے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو کانہ یراک گویا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ کیفیت اگر ہماری نمازوں میں پیدا ہو جائے۔ تو وہ تمام اخلاق ہمارے اندر پیدا ہو سکتے ہیں جو انسانیت کا حقیقی معراج ہیں اور اس آسمانی بادشاہت کو ہم پھر حاصل کر سکتے ہیں جس کا جلوہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں دکھایا گیا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

مومن ہر حال میں خیر محسوس کرتا ہے

عن صہیب بن سنان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عجبا لامر المؤمن ان امرہ کلہ لہ خیر ولیس ذالک لاحد الا للمومن ان اصابتہ سراء شکر وان اصابتہ ضراء صبر فکان خیرا لہ اخرجہ مسلم۔ تلخیص الصحاح جلد ا۔

ترجمہ:۔ صہیب بن سنان سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کے تمام کام (حالات) اس کے لئے سازگار ہیں اور یہ بات مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے راحت کے سامان میسر آجائیں تو اللہ تبارک وتعالےٰ کا شکر کرتا ہے اور اگر اسے رنج کا سامنا کرنا پڑے تو صبر کرتا ہے ہر حالت میں (جس میں اللہ تعالےٰ اسے رکھے) خیر محسوس کرتا ہے۔

توحید پر ایمان سے گناہ مٹ جاتے ہیں

عن ابی ذر جندب بن جنادۃ الغفاری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی جبریل علیہ السلام فبشرنی انہ من مات من امتک لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ قلت وان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق قلت وان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق ثم قال فی الرابعۃ علی رغم انف ابی ذر۔ اخرجہ الشیخان والترمذی۔ تلخیص الصحاح ایضاً۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوذر غفاری رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے یہ بشارت دی کہ آپ کی امت میں سے کوئی ایسا شخص مر جائے جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ (اس کی ذات وصفات اس کے حسن و احسان) میں کسی دوسرے کو شریک نہیں سمجھتا تھا وہ جنت میں داخل ہوگا ابوذر کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ اگرچہ وہ شخص کبھی زنا اور چوری کا مرتکب ہوا ہو فرمایا ہاں اگرچہ کبھی (اپنی گذشتہ عمر میں) زنا اور چوری کا مرتکب ہوا ہو ابوذر نے پھر عرض کیا کہ اگرچہ وہ شخص کبھی زنا اور چوری کا مرتکب ہوا ہو فرمایا ہاں اگرچہ اس نے کسی وقت (ایام گذشتہ میں) زنا اور چوری کا ارتکاب کیا ہو (الحسنات یذھبن السیئات ناقل) چوتھی دفعہ یہی جواب دینے کے بعد فرمایا علیٰ رغم انف ابی ذر یعنی اگر ابوذر ناک گھستی کرے تب بھی اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق

عن ابی ھریرۃ قال قلت یا رسول اللہ من اسعد الناس بشفاعتک یوم القیامۃ قال لقد ظننت ان لا یسألنی عن ھذا احد اول منک لما رأیت من حرصک علی الحدیث اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامۃ من قال لا الہ الا اللہ خالصا من قلبہ اخرجہ البخاری۔ تلخیص ایضاً

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ قیامت کے دن حضور کی شفاعت کون زیادہ تر مستحق ہوگا۔ حضور نے فرمایا کہ تمہاری حدیث کی طرف رغبت دیکھ کر میں نے خیال کیا تھا کہ تم سے پہلے اس مسئلہ پر مجھ سے کوئی سوال نہیں کرے گا (فرمایا) قیامت کے دن میری شفاعت کا زیادہ تر مستحق وہ شخص ہوگا جو خلوص دل سے توحید باریتعالیٰ کا قائل ہوگا (یقیناً خالص مومن باعمل بھی ہوگا)

باقی بر صفحہ ۹

خدا پر ایمان کیسا ہونا چاہیئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات

دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو خدا کو مانتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو نہیں مانتے اور دہریہ کہلاتے ہیں۔ جو مانتے ہیں ان میں بھی دہریت کی ایک رگ ہے۔ کیونکہ اگر وہ خدا کو کامل یقین کے ساتھ مانتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس قدر فسق وفجور اور بے حیائی میں ترقی ہو رہی ہے۔ ایک انسان کو مثلاً سنکھیا یا سٹرکنیا دیا جائے جبکہ اس کو اس بات کا علم ہے کہ یہ زہر قاتل ہے۔ تو وہ اسکو کبھی نہیں کھائے گا۔ خواہ اس کے ساتھ تم اسے کس قدر بھی لالچ روپیہ کا دو۔ اس لئے کہ اس کو اس بات کا یقین ہے کہ میں نے اسکو کھایا اور ہلاک ہوا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ خدا تعالےٰ گناہ سے ناراض ہوتا ہے اور پھر بھی اس زہر کے پیالے کو پی لیتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں، زنا کرتے ہیں دکھ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ بارہ بارہ آنہ یا ایک روپیہ کے زیور پر معصوم بچوں کو مار ڈالتے ہیں۔ اس قدر بے باکی اور شرارت وشوخی کا پیدا ہونا سچے علم اور پورے یقین کے بعد تو ممکن نہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان کو ہرگز یہ معلوم نہیں کہ یہ بدی کا زہر ہلاک کرنے میں سنکھیا یا سٹرکنیا کے زہر سے بھی بڑھ کر ہے۔ اگر ان کا ایمان اس بات پر ہوتا کہ خدا ہے اور وہ بدی سے ناراض ہوتا ہے۔ اور اس کی پاداش میں سخت سزا ملتی ہے۔ تو گناہ سے بیزاری ظاہر کرتے اور بدیوں سے ہٹ جاتے۔

لیکن چونکہ گناہ کی زندگی عام ہوتی جاتی ہے اور بدی اور فسق وفجور سے نفرت کی بجائے محبت بڑھتی جاتی ہے۔ اس لئے میں یہی کہوں گا اور یہی سچ ہے کہ آج کل دہریہ ملت پھیلا ہوا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک گروہ زبان سے کہتا ہے کہ خدا ہے مگر مانتا نہیں۔ اور دوسرا گروہ صاف انکار کرتا ہے۔ حقیقت میں دونوں ملے ہوئے ہیں۔

اس لئے میں خدا تعالےٰ پر ایسا ایمان پیدا کرانا چاہتا ہوں کہ جو خدا تعالےٰ پر ایمان لائے وہ گناہ کی زہر سے بچ جائے اور اس کی فطرت اور سرشت میں ایک تبدیلی ہو جائے اس پر موت وارد ہو کر ایک نئی زندگی اس کو ملے گناہ سے لذت پانے کی بجائے اس کے دل میں نفرت پیدا ہو۔ جس کی یہ صورت ہو جائے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے خدا کو پہچان لیا ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ اس زمانہ میں یہی حالت ہو رہی ہے کہ خدا کی معرفت نہیں رہی۔ کوئی مذہب ایسا نہیں رہا جو انسان کو اس منزل پر پہنچائے۔ اور یہ فطرت اس میں پیدا کر دے ہم کسی خاص مذہب پر کوئی افسوس نہیں کر سکتے بلا عام ہو رہی ہے۔ اور یہ وبا خطرناک طور پر پھیلی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں خدا پر ایمان لانے سے انسان فرشتہ بن جاتا ہے بلکہ ملائکہ کا مسجود ہوتا ہے نورانی ہوتا ہے۔ غرض جب اس قسم کا زمانہ دنیا پر آتا ہے کہ خدا کی معرفت باقی نہیں رہتی۔ اور تیرہ کاری اور ہر قسم کی بدکاریاں کثرت سے پھیل جاتی ہیں۔ خدا کا خوف اٹھ جاتا ہے اور خدا کے حقوق بندوں کو دیئے جاتے ہیں۔ تو خدا تعالےٰ اسی حالت میں ایک انسان کو اپنی معرفت کا نور دیکر مامور فرماتا ہے۔ اس پر لعن طعن ہوتا ہے اور ہر طرح سے اس کو ستایا جاتا اور دکھ دیا جاتا ہے۔ لیکن آخر وہ خدا کا مامور کامیاب ہوجاتا اور دنیا میں سچائی کا نور پھیلا دیتا ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں خدا نے مجھے مامور کیا اور اپنی معرفت کا نور بخشا۔ کوئی گالی نہیں جو ہم کو نہیں دی گئی۔ کوئی صورت ایذا رسانی کی نہیں جو ہمارے لئے نہیں نکالی گئی۔ مگر ہم ان ساری بدزبانیوں کو سنتے ہیں۔ اور ان ساری تکلیفوں کے برداشت کرنے کو ہر وقت آمادہ ہیں۔ خدا تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ بناوٹ سے نہیں بلکہ ہمارا فرض ہے کہ نہیں کیونکہ جس مسند پر ہمیں بٹھایا گیا ہے اس پر بیٹھنے والوں کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے۔

غرض اس سلسلہ کو قائم ہوئے پچیس[1] سے زیادہ سال گذر گئے یہ ایک بڑا حصہ زندگی کا ہے اس عرصہ میں ایک بچہ پیدا ہو کر بھی صاحب اولاد ہو سکتا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے عین وقت پر ہماری دستگیری کی اور مخلوق پر رحم فرمایا۔ چونکہ خود ہم نے ایک غیر معمولی ہمت اور استقلال ہم کو دیا ہے جو اپنے ماموروں کو ہمیشہ دیا کرتا ہے اس لئے اس قوم کی اور مخالفت کی وجہ سے ہم نہیں تھکتے اور یہ ساری مخالفتیں بھی اس وقت کی جاتی ہیں ایک دن آتا ہے کہ ان کا نام ونشان مٹ جاوے گا۔ اور ہم امیدوار ہیں کہ وہ زمانہ آنیوالا ہے ؂

[1] اب ساٹھ سال کی مدت گذر گئی (ایڈیٹر)

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

اس مضمون میں قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے اس حصہ کو جس میں اجرائے نبوت پر بحث کی گئی ہے سامنے رکھتے ہوئے ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ———— (بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

۵۔ خاتم الانبیاء خاتم المساجد کے معنے خود نبی کریم صلعم نے بھی دوسری حدیث میں آخر الانبیاء اور آخر المساجد ہی کئے ہیں:—

عن ابی ھریرۃ قال قال صلعم صلوٰۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلوٰۃ فیما سواہ من المساجد الا المسجد الحرام فانی اٰخر الانبیاء وان مسجدی اٰخر المساجد (رواہ مسلم والنسائی)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلعم نے میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد کی نماز سے ہزار درجہ افضل ہے سوائے مسجد حرام کے کیونکہ میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے۔

پس قادیانی قاعدہ یہاں بھی غلط ثابت ہوا اور نہ صرف خاتم مساجد الانبیاء میں خاتم صیغہ جمع کی طرف مضاف ہونے کے باوجود افضل کے معنے نہ دے سکا، اور اس کے معنے انبیاء کی مساجد میں سے آخری ہی کے کرنے پڑے بلکہ خود خاتم الانبیاء کے معنے بھی آنحضرت صلعم نے آخر الانبیاء کے کر دیئے اب اس کے بعد کسی کو کیا حق ہے کہ اپنے پاس سے نئے معنے وضع کرے؟

(۶) خاتم النبیین کے معنے حضرت نبی کریم صلعم نے متعدد احادیث میں لانبی بعدی کئے ہیں ملاحظہ ہو بحث ختم نبوت از روئے حدیث۔

(۷) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو زبان عربی کے بہت بڑے ماہر تھے اپنی کتاب خطبہ الہامیہ میں تحریر فرماتے ہیں:—

یعنے حضرت عیسےٰ حضرت موسیٰ کے خاتم الخلفاء تھے خدا نے قرآن شریف میں یہ ذکر کیا کہ اس نے پہلی امتوں کے ہلاک کر دینے کے بعد موسےٰ کو پیدا کیا اور اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی اور اس کی قوم کو خلافت بخشی اور ان میں سلسلہ ہدایت کا قائم کیا اور اس سلسلہ کا خاتم الخلفاء حضرت عیسےٰ کو بنایا پس حضرت عیسےٰ اس عمارت کی آخری اینٹ تھے"

کون کہہ سکتا ہے کہ یہاں خاتم الخلفاء کا لفظ حضرت مسیح موعودؑ نے افضل الخلفاء کے معنوں میں استعمال کیا ہے، بالخصوص جبکہ اس کے ساتھ ہی آخری اینٹ کہکر بتا بھی دیا ہے کہ اس کے معنے آخری خلیفہ کے ہیں؟

(۸) تریاق القلوب میں حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں:—

" میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا"

کیا کوئی قادیانی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ یہاں خاتم الاولاد کے معنے "آخری اولاد" کے نہیں بلکہ "افضل الاولاد" کے ہیں؟ اگر نہیں، اور ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا منشاء اس فقرہ میں یہی ظاہر کرنا ہے کہ میں اپنے والدین کا آخری بچہ تھا تو حیرانی ہے، کہ اس قادیانی منطق کو کیا کہا جائے کہ جہاں خاتم صیغہ جمع کی طرف مضاف ہو وہاں ہمیشہ افضل کے معنے ہوتے ہیں۔

(۹) خود لفظ خاتم النبیین کے معنے بھی حضرت مسیح موعودؑ سے سن لیجئے جو آپ نے اپنی وحی سے بیان کئے ہیں فرماتے ہیں:—

" واوحی الیّ ان الدین ھو الاسلام وان الرسول ھو المصطفےٰ السیّد الامام رسول امی امین حکماً ان ربنا احد یستحق العبادۃ وحدہ وکذالک رسولنا المطاع واحد لانبی بعدہ ولا شریک معہ وانہ خاتم النبیین (منن الرحمان صفحہ ۲۰)

یعنے اور میری طرف وحی کی گئی ہے کہ دین اسلام ہی ہے اور کہ رسول محمد مصطفےٰ صلعم ہیں جو اماموں کے سردار اور امی رسول، امین اور حکم ہیں اور کہ ہمارا رب ایک ہے جو اکیلا ہی عبادت کا مستحق ہے اور اسی طرح ہمارے رسول ایک ہی مطاع ہیں اس کے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ کوئی اس کا شریک ہے اور کہ وہ خاتم النبیین ہے"

کیا حضرت مسیح موعودؑ کی یہ وحی خاتم النبیین کے معنوں پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی نہیں؟

اس کے علاوہ متعدد مقامات پر آپ نے خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کے کئے ہیں چنانچہ فرمایا:—

" اور سب سے آخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۱)

" اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلعم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵)

" والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم .... وان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین"

اور نبوت ہمارے نبی صلعم پر منقطع ہوگئی.... .... اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

(حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۶۴)

" قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا ہو یا پرانا"

(ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

" خدائے کریم و رحیم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثناء خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیت مذکور فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں"

(ترجمہ از حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰)

ان صاف اور واضح بیانات کے ہوتے ہوئے جن میں کھلے طور پر خاتم النبیین کے معنے حضرت مسیح موعود نے آخری نبی کے کئے ہیں، اور آنحضرت صلعم پر نبوت کو منقطع قرار دیا ہے ایک نیا قاعدہ اپنے پاس سے بنا کر نبوت کو جاری کرنا امام وقت ورنہ خود آنحضرت صلعم سے کھلا انحراف ہے،

(۱۰) خاتم الکتب اور خاتم الشرائع کے الفاظ قرآن کریم کے متعلق حضرت مسیح موعود اور دیگر علماء نے بکثرت استعمال کئے ہیں کیا ان کا یہ مطلب ہے کہ قرآن کریم کے بعد بھی کوئی کتاب یا شریعت آنے والی ہے، جس پر قرآن کو فضیلت حاصل ہے؟ کیا ان کے معنی آخری کتاب اور آخری شریعت کے نہیں؟

ان تمام مثالوں سے ظاہر ہے کہ خاتم صیغہ جمع کی طرف مضاف ہو کر ہمیشہ آخری کے معنی دیتا ہے خاتم القوم آخرھم کا محاورہ لغت سے دکھایا جا چکا ہے خاتم المھاجرین کے معنے حدیث سے آخری مہاجر ثابت کئے جا چکے خاتم مساجد الانبیاء کے معنے "اٰخر المساجد" خود آنحضرت صلعم سے ثابت ہو چکے، خاتم الخلفاء اور خاتم الاولاد کے محاورات حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے "آخری اینٹ" اور "آخری اولاد" کے معنوں میں دکھائے جا چکے خود لفظ خاتم النبیین کے معنے حدیث سے لانبی بعدی اور آخر الانبیاء اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے آخری نبی اور سلسلہ نبوت کو منقطع کرنے والا کے ثابت ہو چکے ہیں، ان تمام مستعمل محاورات کے ہوتے ہوئے اور کونسے محاورہ کی ضرورت ہے جس کے لئے تمام علماء کو چیلنج دیا جا رہا ہے؟ اور خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان کھلی شہادتوں کے ہوتے ہوئے خاتم الشعراء اور خاتم الفقہاء وغیرہ کے مجازی استعمال کو اصل معنوں کی تردید میں کیونکر پیش کیا جا سکتا ہے؟

اعتراض نمبر ۳۔ کسی لغات کی کتاب لسان العرب تاج العروس وغیرہ کا حوالہ دے دینا کافی نہیں جب تک اہل زبان میں اس محاورہ کا استعمال نہ دکھایا جائے، لغت کی کتابیں لکھنے والے آخر انسان ہوتے ہیں اور ان کی کتابوں میں ان کے عقائد کا دخل ہو جانا یقینی ہوتا ہے مثلاً المنجد اور المفرائد الدریہ دونوں عربی کی لغات ہیں جن کے مؤلف عیسائی ہیں اور انہوں نے "ثالوث" کا ترجمہ "تثلیث مقدس" The Holy Trinity کیا ہے۔ اب مقدس کسی لفظ کا ترجمہ نہیں، بلکہ مؤلف کا اپنا اعتقاد ہے، جیسے

[illegible] والا اگر اس عقیدہ کا حامی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت بند ہے تو وہ طبعاً خاتم النبیین کا ترجمہ "نبیوں کا ختم کرنے والا" ہی کرے گا۔

الجواب - بہت بڑا حملہ ہے جو اہل لغت پر کیا گیا ہے اگر خاتم النبیین کا ترجمہ نبیوں کا ختم کرنے والا ہو سکتا ہی نہیں تو لاکھ دفعہ کسی کا اعتقاد ہو کہ آنحضرت صلعم پر نبوت ختم ہو گئی، وہ اس لفظ کے معنے اپنے اعتقاد کی وجہ سے بگاڑ نہیں سکتا کیا اجرائے نبوت کے معنے کوئی شخص انقطاع نبوت کر سکتا ہے؟ اگر نہیں اور خاتم النبیین کے معنے اگر انقطاع نبوت نہیں بلکہ اجرائے نبوت ہیں تو کوئی صحیح الدماغ لغت نویس کیونکر اس سے انقطاع نبوت مراد لے سکتا ہے؟ اس کے ثبوت میں المنجد اور الفرائد الدریہ کی جو مثالیں پیش کی گئی ہیں وہ صحیح نہیں، ان دونوں کو اٹھا کر دیکھ لیجئے، "تالوث" کا اصل ترجمہ Trinity ہی کیا ہے - (The Holy) کے الفاظ بین القوسین لکھے ہیں، جس سے ظاہر ہے کہ اس کو انہوں نے ترجمہ میں شامل نہیں کیا، اور اگر شامل بھی کیا ہو، تو بھی اصل ترجمہ Trinity تو موجود ہی ہے خاتم النبیین کے ترجمہ کی طرح یہ تو نہیں کہ تالوث کا ترجمہ تربیع یا تخمیس تھا اور لغت نویسوں نے اپنے اعتقاد سے متاثر ہو کر اس کا ترجمہ تثلیث کر دیا۔ پھر یہ بھی غور طلب ہے کہ اہل لغت نے اگر اپنے اعتقاد سے متاثر ہو کر خاتم النبیین کا ترجمہ "نبیوں کا ختم کرنیوالا" کیا تو وہ اعتقاد کہاں سے آیا؟ بقول قادیانی صاحبان اسلام میں تو نبوت ختم ہے ہی نہیں اور نہ خاتم النبیین کا ترجمہ "نبیوں کا ختم کرنیوالا" ہو سکتا ہے تو لغت والوں کا یہ اعتقاد کہاں سے بن گیا کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے، اور اور کس بنا پر انہوں نے خاتم النبیین کا ترجمہ "نبیوں کا ختم کرنے والا" کر دیا؟ کیا یہ اعتقاد بھی انہوں نے اپنے پاس سے بنا لیا؟ ظاہر ہے کہ وہ صرف انہی کا اعتقاد نہ تھا، بلکہ جمہور اہل اسلام کا اعتقاد تھا، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتقاد تھا آپ نے خاتم النبیین کا ترجمہ لا نبی بعدی کیا اور آپ سے اہل لغت نے نبیوں کو ختم کرنے والا کے معنے لئے، اس کو اعتقاد کا ترجمہ کہو یا لفظ خاتم النبیین کا حقیقی ترجمہ دونوں باتیں اس بات کا کھلا ثبوت ہیں، کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا -

رہا اہل زبان میں اس محاورہ کا استعمال - سوال یہ ہے کہ کیا اہل لغت زبان دان نہ تھے کیا انہیں اہل زبان کے محاورات کا علم نہ تھا؟ اور آج قادیانی نوٹ بک نویس ان سے بڑھ کر اہل زبان واقع ہوئے ہیں؟ جو خود تو اجرائے نبوت کا ایک غلط عقیدہ بنا کر اس کے ماتحت خاتم النبیین کے معنے وضع کرتے ہیں اور الزام اہل لغت پر دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اعتقاد سے متاثر ہو کر خاتم النبیین کے معنے "نبیوں کا ختم کرنے والا" کئے؟ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اہل زبان نہ تھے جنہوں نے خاتم المہاجرین کا محاورہ آخری مہاجر کے معنوں میں استعمال کیا؟ حضرت مسیح موعود کو بھی اہل زبان کے محاورات کا علم نہ تھا کہ انہوں نے خاتم الخلفاء خاتم الاولاد کے محاورات "آخری خلیفہ" اور "آخری اولاد" کے معنوں میں استعمال کئے اور لفظ خاتم النبیین کا ترجمہ بار بار اور جگہ جگہ یہی کیا کہ سلسلہ نبوت کا انقطاع آنحضرت صلعم پر ہو گیا؟ اگر خود مہبط وحی کو بھی خاتم النبیین کا ترجمہ نہ آتا تھا اور حضرت مسیح موعود کو بھی عمر بھر منصب نبوت پر فائز ہونے کے باوجود یہ علم نہ تھا کہ لفظ خاتم النبیین سے انقطاع نبوت نہیں بلکہ اجرائے نبوت ثابت ہوتی ہے، تو پھر قادیانیوں کو ان سے بڑھ کر اہل زبان اور اہل علم ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ اور کس بناء پر اس شخص کو نبی مانا جا سکتا ہے، جو خاتم النبیین کے حقیقی معنوں ہی سے ناواقف تھا اور اس کے معنے اجرائے نبوت کے بجائے انقطاع نبوت کرتا تھا؟

خاتم الاولیاء و خاتم الخلفاء

سوال:- حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو خاتم الاولیاء اور خاتم الخلفاء لکھا ہے تو کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ولی اور کوئی خلیفہ نہ ہوگا؟

الجواب:- یہ ویسا ہی مجازی اور بروزی استعمال ہے جیسے کسی کو خاتم الشعراء، خاتم الفقہاء وغیرہ کہہ دیا جائے مثلاً تریاق القلوب میں حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں:-

"جس قدر اکابر اور عارف مجھ سے پہلے گزرے ہیں وہ تمام آخری آدم کو ولایت عامہ کا خاتم سمجھتے ہیں اور حقیقت آدمیہ کی بروزات کا تمام دائرہ اسی پر ختم کرتے ہیں اور اپنے کشوف صحیحہ کی رو سے اسی کا نام آخری آدم رکھتے ہیں اور اسی کا نام مہدی معہود اور مسیح موعود رکھتے ہیں" (تریاق القلوب ص۱۵۱)

اس میں صفائی کے ساتھ بتا دیا ہے کہ آپ کا خاتم الاولیاء یا خاتم الخلفاء ہونا محض اس وجہ سے ہے کہ حقیقت آدمیہ کی بروزات کا تمام دائرہ آپ پر ختم ہوتا ہے، بالفاظ دیگر آپ آنحضرت صلعم کے کامل بروز اور کمالات ولایت کے حامل ہیں، پھر نزول المسیح میں لکھا ہے:-

"اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعوےٰ کرنے والا ہوتا، تو خدا تعالےٰ میرا نام محمدؐ اور احمدؐ اور مصطفےٰ اور مجتبےٰ نہ رکھتا اور نہ خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء کا مجھ کو خطاب دیا جاتا بلکہ میں کسی علیحدہ نام سے آتا"

(نزول المسیح ص۳ حاشیہ)

"محمدی مسیح کا نام ابن مریم رکھا گیا پھر اسی خاتم الخلفاء کا نام باعتبار ظہور بین صفات محمدیہ کے محمدؐ اور احمدؐ رکھا گیا" (نزول المسیح ص۵)

ان تمام عبارات سے ظاہر ہے کہ خاتم الاولیاء یا خاتم الخلفاء آپ صرف آنحضرت صلعم کے بروز اور حضرت مسیح کے مثیل ہونے کی وجہ سے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے بعد کوئی اور ولی یا خلیفہ نہیں ہو سکتا نہ اس مجازی خطاب سے ختمیت کے وہ معنے زائل ہو جاتے ہیں جو خاتم الانبیاء میں مضمر ہیں،

خطبہ الہامیہ میں آپ نے جو یہ لفظ لکھے ہیں:-

"میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا"

(خطبہ الہامیہ ص۳۵)

ان الفاظ میں آپ نے یہ بھی بتا دیا کہ خاتم الاولیاء کے الفاظ آپ نے محض ان معنوں میں استعمال کئے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ولی نہیں مگر جو آپ میں سے اور آپ کے عہد پر ہو، گویا آپ نے اس لفظ کو ایک خاص محدود معنے میں استعمال کیا ہے اولیاء کو ختم کرنے کے معنے اس جگہ مقصود نہیں، ہر لفظ کا مفہوم اپنے موقعہ و محل کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے، جب حضرت مسیح موعودؑ نے بتا دیا کہ خاتم الاولیاء کا خطاب کیا معنے رکھتا ہے، اور یہ بھی بتا دیا کہ خاتم الانبیاء کے معنے آخری نبی کے ہیں تو دونوں الفاظ سے ایک مفہوم لینا ...... اور ایک دوسرے کے لئے بطور مثال پیش کرنا صحیح نہیں،

اعتراض نمبر ۴:- مجمع بحار الانوار میں جو لغت کی کتاب ہے، لفظ خاتم کے نیچے حضرت عائشہ رضی کا یہ قول لکھا ہے قولوا انه خاتم الانبياء ولا تقولوا لا نبي بعده (تکملہ ص۸۵ درمنثور جلد ۵ ص۲۰۴) کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا اس کے آگے لکھا ہے هذا ناظر الى نزول عيسى وهذا ايضا لا ينافي حديث لا نبي بعدي لانه اراد لا نبي ينسخ شرعه (تکملہ ص۸۵) کہ یہ قول حضرت عائشہ صدیقہ رض نزول مسیح کا موید (محافظ) ہے اور لا نبی بعدی والی حدیث کا بھی مخالف نہیں کیونکہ خاتم النبیین والی آیت اور لا نبی بعدی کا مطلب تو یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرے"

الجواب:- ایضی . . . .

خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین کئے جا رہے تھے اور اس سے نبوت کا اجرا ثابت کیا جا رہا تھا اور بڑے زور سے یہ دعوےٰ کیا گیا تھا کہ "خاتم کے جمع کے صیغے کی طرف مضاف ہونے کی صورت میں عربی زبان میں بجز "افضل" اور "صاحب کمال" کے کوئی معنے نہیں آتے" اور ابھی اس بات پر بھی آ گئے کہ "خاتم النبیین والی آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرے" فرمائیے اب "ایسا نبی نہیں" کس لفظ کا ترجمہ بن گیا، خاتم النبیین کا ترجمہ تو یہ ہے ہی نہیں وہ تو لغت نویسوں نے اپنے اعتقاد کے اثر سے کر دیا تھا اب آپ کس کے اعتقاد کے اثر سے، اور زبان عرب کے کون سے مستعمل محاورہ کے ماتحت یہ ترجمہ فرما رہے ہیں؟

بہرحال اتنا تو آپ نے تسلیم کر لیا کہ خاتم النبیین والی آیت نبیوں کے نہ آنے پر دال ہے رہ گئی یہ بات کہ اس میں صرف شرعی نبیوں کے نہ آنے کا ذکر ہے سو یہ تو ان لوگوں کا اعتقاد ہے جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں اور انہی کو دوبارہ دنیا میں لانا چاہتے ہیں، انہوں نے غیر صاحب شریعت نبیوں کا آنا اس آیت سے مستثنیٰ قرار دیا جیسا کہ هذا ناظر الى نزول عیسےٰ کے منقولہ بالا فقرہ سے ظاہر ہے، لیکن اس کے بالمقابل حضرت مسیح موعود کا اعتقاد یہ ہے ان الرب الرحيم المتفضل سمى نبينا صلى الله عليه وسلم خاتم الانبياء بغير استثناء یعنی خدائے رحیم و کریم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے" (حمامة البشریٰ)

(باقی بر ص۱۴)

مسٹر مراد کیوان کی روانگی

کسی دوسری جگہ ایک نئے تبلیغی مشن کے قیام کا اعلان کیا گیا ہے جو ہمارے الجیرین بھائی مسٹر مراد کیوان کے زیر قیادت فرانس میں کھولا گیا ہے، مسٹر مراد جو گذشتہ دسمبر ۱۹۵۰ء میں موتمر عالم اسلامی میں شرکت کے لئے کراچی تشریف لائے تھے، اور اس کے بعد دو ماہ لاہور احمدیہ بلڈنگس میں قیام پذیر رہے اپنے تبلیغی کام کی سرانجام دہی کے لئے جو فی الحال قرآن کریم اور بعض دیگر کتب کے فرانسیسی ترجمہ پر مشتمل ہے ۲۹ر اپریل کی صبح کو پاکستان میل سے کراچی تشریف لے گئے جہاں سے بہت جلد بذریعہ ہوائی جہاز الجیریا تشریف لے جائیں گے۔

ریلوے اسٹیشن پر آپ کو الوداع کہنے کے لئے جماعت کے کئی بزرگ اور احباب موجود تھے، جن میں حضرت مولانا صدرالدین صاحب مولانا عزیز بخش صاحب، مولانا آفتاب الدین احمد صاحب، شیخ عبدالرحمٰن مصری، چوہدری ظہور احمد وغیرہم کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں دوستوں نے رخصت ہوتے وقت آپ کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے

الوداعی دعوت چائے

روانگی سے ایک دن پہلے شیخ محمد طفیل صاحب جائنٹ سیکرٹری انجمن کی طرف سے انہیں الوداعی پارٹی دی گئی جس میں مولانا صدرالدین صاحب، ڈاکٹر غلام محمد صاحب، مولانا یعقوب خان صاحب ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ، میجر بیٹرس بے اسسٹنٹ ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ اور کئی دیگر احباب جماعت شامل تھے چائے نوشی کے بعد شیخ محمد طفیل صاحب نے انگریزی میں ایک مختصر تقریر میں معزز مہمان کی قابلیت، ان کے جذبۂ تبلیغ اور مفوضہ تبلیغی فرائض کا ذکر کیا اور بتایا کہ یہ ہماری جماعت کے ایک متمول بزرگ شیخ میاں عطاءاللہ صاحب مرزا ونر ملتان کے جوش اسلامی اور ایثار کا نتیجہ ہے کہ ہم مسٹر مراد کیوان کو فرانسیسی زبان میں تراجم کا کام سپرد کر رہے ہیں جو ایک نئے مشن کے آغاز کا موجب ہے۔ آپ نے بتایا کہ میاں عطاءاللہ صاحب کا خیال تھا کہ قرآن کریم کے فرانسیسی ترجمہ کا ایک ایک پارہ مکمل ہونے پر ساتھ ساتھ چھپتا جائے لیکن انجمن کی سب کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ ایک ایک پارہ کے بجائے ایک ایک سورت کا ترجمہ شائع ہو۔

شیخ محمد طفیل صاحب کے بعد مسٹر مراد کیوان نے ایک مختصر تقریر میں اپنے جذبات کا اظہار کیا اور انجمن کے عظیم الشان کارناموں کا مقابلہ اس کی مرکزی زندگی سے کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا کہ انجمن کو اپنا مرکز بھی اپنے کاموں کی طرح عظیم الشان بنانا چاہیئے، آپ نے ان فرائض کو جو آپ کے ذمہ لگائے گئے ہیں، دلی جوش سے سرانجام دینے کا عزم ظاہر کیا اور اس کے لئے دعا کی درخواست کی۔

برلن مسجد کی مرمت کے چندہ کیلئے نئی رسید بکیں!

حال ہی میں دفتر نے برلن مسجد کی مرمت کے لئے چندہ جمع کرنے کے لئے نئی رسید بکیں چھپوائی ہیں ہر ایک رسید بک میں دس دس رسیدیں ہیں۔ دس رسیدوں کا چندہ وصول کرنا ایک شخص کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ جماعت کا ہر فرد اگر ایک ایک رسید بک پر کچھ نہ کچھ چندہ جمع کرے تو اس سے ایک معتدبہ رقم حاصل ہو سکتی ہے۔ کیا ہمارے احباب اس بارہ میں تھوڑی سی زحمت گوارا فرمائیں گے؟

انگریزی اپیلیں

حضرت امیر ایدہ اللہ کے دستخط کے ساتھ ایک مطبوعہ انگریزی اپیل جماعت کے انگریزی خواں طبقہ کی خدمت میں بھیجی گئی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جماعت کے اصحاب میں تقسیم کریں۔ اس میں انجمن کی خدمات کا بھی مختصراً ذکر ہے اور امداد کے لئے بھی تحریک کی گئی ہے۔ میری گذارش ہے کہ یہ اپیلیں گھروں کے اندر بیکار نہ پڑی رہیں۔ براہِ مہربانی آپ ان کو احتیاط سے تقسیم کریں اور کم از کم برلن مسجد یا تراجم قرآن مجید کے لئے امداد حاصل کرنے کی کوشش فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(مرتضیٰ خان اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل)

انگلستان میں ایک طالب العلم کی تبلیغی سرگرمیاں

امام مسجد ووکنگ کے نام ایک خط

رائل ایر فورس ۔ ہالٹن ۔ ۶ر اپریل ۱۹۵۱ء

محترم ڈاکٹر صاحب! السلام علیکم۔ میری بدقسمتی ہے کہ میں اس دن آپ سے ملاقات کی عزت حاصل نہ کر سکا جب آپ ہالٹن تشریف لائے، میں ایسٹر کی تعطیلات منانے کے لئے برکن ہیڈ چلا گیا تھا، وہاں Janette کے پاس گیا، اور اس سے مل کر اسلام کے متعلق سب کچھ اسے بتایا اس کے بعد ڈاکٹر کراسبی Dr. Crosby نے ہمیں دعوت دی اور میں نے اسلام میں تقدیر کا مسئلہ انہیں تفصیل کے ساتھ سمجھایا وہ اس وقت مطمئن ہو گئے تھے اور زیادہ بحث میرے ساتھ نہیں کی۔ اگلے دن مجھے اور Janette کو ایک لیڈی ڈاکٹر گریس براؤن نے چائے پر مدعو کیا۔ اس وقت اس کے ہاں کچھ اور لوگ بھی موجود تھے وہاں بھی میں نے تفصیل کے ساتھ بتایا کہ اسلام کے کیا معنے ہیں اور کس طرح زمین پر امن قائم ہوگا۔ اس سے اگلے دن ہم مسز سمتھ کے مکان پر چائے پر مدعو تھے۔ مسز سمتھ ایسٹ اینڈ ویسٹ فرینڈشپ کونسل کی سکرٹری ہیں، وہاں بھی کچھ فرانسیسی لوگوں سے مجھے متعارف کرایا گیا، اور میں نے وہاں عیسائیت اور اسلام کے مابین بنیادی اختلافات بیان کئے۔

آخری دعوت ایک برطانوی سکوڈرن لیڈر (Coates) کے مکان پر تھی جو رائل ایر فورس سے تعلق رکھتا ہے اور اس نے لاہور کی ایک پاکستانی لڑکی سے شادی کی ہوئی ہے ہم نے وہاں مسئلہ کشمیر پر بحث کی اور اس بات کو واضح کیا کہ پاکستان کیوں اس کے لئے جدوجہد کر رہا ہے،

کچھ اسلامی کتب بھی ان لوگوں میں تقسیم کی گئیں جو اسلام سے دلچسپی رکھتے ہیں، اس لئے میری تعطیلات نہایت دلچسپ رہیں اور میں اچھی طرح ان سے لطف اندوز ہوا۔

آجکل میں مسیحیت کے متعلق ایک دلچسپ کتاب پڑھ رہا ہوں جس کا نام ہے The Great Physician ڈاکٹر کیمپبل مارگن نے یہ کتاب لکھی ہے۔

میں ہالٹن میں کسی وقت آپ سے ملنے کا متمنی ہوں تا کہ اپنی سرگرمیوں کی تفصیلات بتا سکوں مجھے یقین ہے کہ آپ ان سرگرمیوں کا حال سننا پسند کریں گے اور فخر کریں گے کہ آپ کا ایک ادنیٰ شاگرد مذہبی معاملات میں انگلستان کے بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگوں سے باتیں کرتا اور انہیں اسلام کی طرف بلاتا ہے، یہ یقینی اور سچی بات ہے کہ یہ تمام سرگرمیاں اس شاندار تعلیم کا نتیجہ ہیں جو آپ نے ہمیں دی، اور آپ کی معزز شخصیت کے اثرات ہیں آپ نے میرے دل میں اسلام کی خدمت کے لئے ایک آگ لگا دی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے کہ میں اس ارادہ کو لیکر آگے قدم بڑھا سکوں مہربانی فرما کر میرے لئے دعا فرمائیے،

آپ کا وفادار۔ دلشاد

جماعت منڈی بوریوالا (ضلع ملتان) کے بچے اور خواتین

میاں محمد الدین صاحب ٹھیکیدار منڈی بوریوالا نے اپنے تمام عزیزوں اور بچوں اور خواتین کی فہرست چندہ تجویز کر کے ارسال کی ہے جس کے لئے ہم میاں صاحب کے شکر گزار ہیں یہ تیسری مثال ہے کہ جماعت کی خواتین اور بچے چندہ ماہوار میں شرکت کرتے ہیں۔ ہم شکریہ کے ساتھ یہ فہرست ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

نام	چندہ	نام	چندہ
۱- محمد صدیق صاحب	۲-۰-۰ ماہوار	(۶) ریاض احمد	۰-۴-۰ ماہوار
۲- اہلیہ محمد صدیق	۰-۴-۰ ” ”	(۷) اعجاز احمد	۰-۴-۰ ” ”
۳- دختران محمد صدیق	۰-۱۲-۰ ” ”	(۸) نثار احمد	۰-۴-۰ ” ”
۴- محمد زکریا صاحب	۲-۰-۰ ” ”	(۹) شاہزادہ	۰-۴-۰ ” ”
۵- اہلیہ محمد زکریا	۰-۴-۰ ” ”	(۱۰) زوجہ محمد دین	۲-۰-۰ ” ”

جزاہم اللہ احسن الجزا۔

(مرتضیٰ خان)

واقعات و اخبار

ترک اور اسلام

عربی میں اذان پر جوش و مسرت کے نظارے

یہ سمجھنا کہ ترکوں نے اسلام کو خیرباد کہہ دیا ہے سخت دھوکا اور غلطی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے جیسا کہ غالبؔ نے کہا ہے۔

درد ہے جاں کے عوض ہر رگ و پے میں ساری
چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درماں ہوگا

اسلام درد بن کر ترکوں کے گوشت پوست میں اس درجہ سرایت کر گیا ہے کہ اگر ترک اسکو چھوڑنا بھی چاہیں تو نہیں چھوڑ سکتے۔ گویا ترکوں کے لئے اسلام کی نفی خود اپنے وجود اور ہستی کی نفی ہے . . . . . . اس کا اندازہ ان اطلاعات سے ہو سکتا ہے جو آجکل عام اخبارات میں ترکی کے متعلق شائع ہو رہی ہیں۔

اس سلسلہ میں مکہ مکرمہ کے رسالہ الحج نے گذشتہ ماہ ربیع الاول میں بیروت کے رسالہ الجمہور سے ایک مقالہ کا اقتباس نقل کیا ہے، ہم ذیل میں اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں جو امید ہے مسلمانوں کیلئے خاص طور پر مسرت کا باعث ہوگا۔

مصطفےٰ کمال اتاترک نے خلافت اسلامیہ کو ختم کیا۔ دین کو حکومت سے جدا کیا۔ عربی میں گفتگو کرنا اور اذان دینا ممنوع کر دیا۔ ترکوں نے ان سب چیزوں کو محض کمال اتاترک کے ساتھ عقیدت و محبت کی وجہ سے قبول تو کر لیا۔ مگر ایک ناراضگی اور بددلی کے ساتھ۔ چنانچہ کمال اتاترک کی وفات کے بعد سے ہی ترکوں میں دینی تحریک شروع ہو گئی جس کا مقصد ان اسلامی شعائر و رسوم کا احیا تھا۔ جنہیں قانوناً ممنوع کر دیا گیا تھا ترکی میں مختلف پارٹیاں تھیں وہ اور خصوصاً انا طولیہ کے باشندے سب اس ایک مقصد پر متفق ہو گئے اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس عظیم الشان تحریک دینی کے قائد اور لیڈر وہی سید جلال بایار تھے جو آج ترکی جمہوریہ کے صدر ہیں۔ سید جلال بایار باقاعدہ عالم دین اور فقیہہ ہیں، ایک عرصہ تک عمامہ باندھتے رہے ہیں اور ساتھ ہی بہت بڑے دولتمند بھی ہیں۔ کمال اتاترک نے جب علم انقلاب بلند کیا تو سید جلال بایار ان کے سرگرم حامی اور سفید عمامہ ...ران کے اول درجہ کے مددگاروں میں سے تھے۔

سید جلال بایار کے برسر اقتدار آتے ہی جیسا کہ توقع تھی سب سے بڑا انقلاب تو یہ ہوا کہ ترکی پارلیمان نے اعلان کیا کہ جس قوم کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اس بناء پر ترکوں کو چاہیئے کہ اپنی عام زندگی میں احکام دین کی پابندی کریں اور آجکل دنیا میں جو لامذہبیت پیدا ہو رہی ہے اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیں۔ پارلیمان کے مذکورہ بالا اعلان کے بعد حکومت کا دوسرا قدم یہ تھا کہ اس نے استاد احمد احمدی کو ایسکی امور دینیہ کا مدار المہام مقرر کیا۔ اور ان کو اس بات کی پوری آزادی دی کہ دینی شعائر اور قوم کے احیاء کے لئے وہ جو مناسب سمجھیں کریں چنانچہ احمد احمدی نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ پارلیمان سے حسب ذیل امور کا مطالبہ کیا:۔

(۱) مسجدوں میں اذان عربی زبان میں دی جائے
(۲) مدارس میں دینی تعلیم کو جبری قرار دیا جائے
(۳) ریڈیو پروگرام میں قرآن مجید کی تلاوت اور وعظ و ارشاد کو مستقل طور پر شامل کیا جائے۔
(۴) جتنے اسلامی اوقاف ہیں ان کا انتظام حکومت سے چھین کر ایک مذہبی اور اسلامی جماعت کے سپرد کیا جائے۔
(۵) جگہ جگہ دینی مدارس قائم کئے جائیں۔ جہاں سے علما پیدا ہوں۔ علاوہ بریں متعدد انجمنیں بنائی گئی ہیں۔ جو مختلف مقامات پر جامع مسجدیں تعمیر کریں گی۔ اگرچہ کثرت مساجد کے اعتبار سے عالم اسلامی کا کوئی ملک یا شہر ترکی کا اور خاص طور پر استنبول کا حریف نہیں ہو سکتا۔ تاہم ترکوں کو شوق ہے کہ بڑی اور شاندار جامع مسجدیں تعمیر کی جائیں۔

استاذ احمد احمدی کا پہلا مطالبہ یعنی یہ کہ اذان عربی زبان میں دی جائے جب پارلیمنٹ میں منظور ہوا تو تمام ترکی میں انتہائی مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ رمضان کے ماہ مبارک کی پہلی تاریخ عربی میں اذان کے افتتاح کے لئے مقرر کی گئی تھی اذان کا وقت جب آیا تو ترک مرد و عورت، جوان و پیر سب اپنے اپنے محلہ کی مساجد کے اردگرد یا مکانوں کی چھتوں پر جوق در جوق جمع ہو گئے اور فرط اشتیاق و بے قراری کا یہ عالم تھا کہ جونہی مؤذن نے تقریباً ایک چوتھائی صدی کے وقفہ کے بعد پہلی مرتبہ ترکی کی سرزمین پر بآواز بلند اللہ اکبر کہا تو یہ کلمات ابھی مؤذن کے منہ سے پورے طور پر ادا بھی نہیں ہوئے تھے کہ ترک جوش مسرت سے بے قابو ہو کر چیخنے لگے۔ بہت سے غش کھا کر گر پڑے کتنے ہی تھے کہ ان پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی۔ جو اپنے ہوش و حواس میں تھے وہ ایک دوسرے سے بغلگیر ہو رہے تھے، باہم مبارکباد دے رہے تھے اور بارگاہ ایزدی میں رخساروں پر بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ دونوں ہاتھ اٹھا اٹھا کر شکریہ بجالا رہے تھے کہ خدا نے ان کی زندگی میں ہی وہ دن دکھا دیا کہ ترکی میں پھر اذان عربی زبان میں ہو رہی ہے۔

اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگرچہ ترکی میں پردہ نہیں ہے لیکن ابھی پچھلے دنوں ایک مقالہ نگار نے اپنا ذاتی تجربہ اور مشاہدہ بیان کیا تھا کہ بے پردگی کے باوجود یورپ کی عریانی اور بے حجابی کا تمام ترکی میں کہیں نام و نشان نہیں ہے قانوناً کسی مرد کی مجال نہیں کہ بازار، تفریح گاہ یا کسی جلسہ گاہ میں کہیں بھی کسی غیر عورت تو کجا اپنی بہن یا بیوی یا ماں کے ساتھ بھی چل پھر سکے۔ (برہان)

غیر شعوری تصدیق

مارس ہنڈس کوئی خوش عقیدہ مسلمان نہیں، حال کا مشہور یوروپین سیاح ہے، اس کے قلم سے سفرنامہ ایران، عراق، مصر و فلسطین تلاش مستقبل میں (INSEARCHOFA FUTURE) ہیں:۔

"بغداد جاتے ہوئے ہوائی جہاز میں میرے ساتھ ایک عراقی ماہر تعلیم بھی تھا۔ اس نے کہا کہ یورپ کا نشاۃ الثانیہ مسلمان عربوں نے شروع کیا، افلاطون، ارسطو اور اقلیدس ہم نے یورپ کو دیئے۔ ہمیں نے ان کو ریاضی، طب، ہیئت اور دوسرے علم مکمل کر کے دیئے اور یورپ کو ایک متمدن براعظم بنا دیا۔ یہ عراقی وہی کہہ رہا تھا جس کا یورپ کے تاریخ نویسوں نے اعتراف کیا ہے . . . . . عراقیوں کے ایسے خوابوں کی صحیح اور حسب مراد تعبیر نکلنے کی مخالفت نہ تو علم الحسا...

کرتا ہے اور نہ تاریخی دلائل سے ہوتی ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہوگی کہ عرب دنیا عہد نبوی کی طرح ایک بار پھر حرکت میں آئے اور اسی طرح مستحکم بھی ہو جائے۔ عرب قوم نے جن اعلیٰ صلاحیتوں اور قوتوں کا ثبوت اس زمانہ میں دیا وہ صلاحیتیں اور قوتیں عرب دماغ میں آج بھی ہونی چاہئیں۔ آج عرب دنیا سوئی ہوئی ہے اسے کسی محمدؐ کی ضرورت ہے جو اسے نیا الہام دے کر حرکت میں لائے۔

تعلیم اور جرائم

یو۔پی کے ایک روزنامہ کی پورے صفحہ کی لمبی سرخی:۔

"صوبہ یو۔پی کے تعلیم یافتہ نوجوان روز بروز بڑھتی ہوئی تعداد میں جرائم کی دنیا میں داخل ہو رہے ہیں"

اور اس کے نیچے دوسری سرخی:۔

"رائے بریلی، پرتاب گڈھ، کانپور، الٰہ آباد اور بنارس سے ہوشربا اطلاعات"

اور نیچے ایک نیم سرکاری بڑی لمبی روئداد جرائم جس کا ابتدائی حصہ حسب ذیل ہے۔

لکھنؤ ۲۰ مارچ۔ یو۔پی۔ کے محکمۂ خفیہ پولیس نے ۱۹۵۰ء میں جن مقدموں کی تفتیش کی ہے ان سے اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ نوجوان تعلیمیافتہ طبقہ روز بروز جرائم کی دنیا کی طرف زیادہ گرتا چلا جا رہا ہے۔ خفیہ پولیس نے فریب اور جعل کے بہت سے مقدمے برآمد کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان نئے مجرموں نے ان کے نقشہ تیار کرنے میں کس کس ذہانت اور فطانت کا ثبوت دیا۔"

لیکن یہ کیا؟ تعلیم کا اور جرم افزائی! "تعلیم" تو اب تک یہی سنتے چلے آتے تھے کہ ہر مرض کی دوا ہے! یہ کیا کہ محکمہ پولیس الٹا اس کو ام الامراض، ام الجرائم بتاتی ہے! یہ محکمہ تفتیش جرائم یہ کیسی رجعت پسندوں اور دقیانوسیوں کی بولی بولنے لگا! ــــ اور رہے ہمارے روز نئے کھلنے والے سینما گھر اور فلم کمپنیاں۔ کیا ان کا کوئی دخل ان جرم افزائیوں میں نہیں؟ اور کیا یہ سینما بینی خود بھی ایک لازمی جز ہماری تعلیم کا نہیں؟

زکوٰۃ کی اپیل

صاحب نصاب بزرگوں اور سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں زکوٰۃ کی (اردو اور انگریزی اپیلیں) بھیجی گئی ہیں۔ استدعا ہے کہ صاحب نصاب بزرگ اپنی اپنی زکوٰۃ مرکز میں ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

سیکرٹری صاحبان اور سلسلہ کے مبلغین محصلین کی خدمت میں گذارش ہے کہ ادائے زکوٰۃ کے فریضہ کی طرف سب احباب کی توجہ منعطف کرائیں اور پوری کوشش اور تندہی سے فراہمی زکوٰۃ کا کام سرانجام دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

مرتضیٰ خاں اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

تعمیر قومی کے اصول

بسلسلہ اشاعت ۱۱ اپریل ۱۹۵۱ء

شرکت فی الامور

خلفاء راشدین اکثر اپنی ذمہ داریوں میں دوسرے اہل الرائے صحابہ کو شریک کار بنایا کرتے تھے تاکہ امور خلافت کی انجام دہی میں وہ بھی ذمہ دار بن جائیں، چنانچہ جب تعلق خراج کے معاملہ میں حضرت عمرؓ نے اکابر صحابہ کو مشورہ کے لئے بلایا تو یہ الفاظ فرمائے:-

"میں نے آپ صاحبان کو صرف اس لئے تکلیف دی ہے کہ آپ بھی میری امانت میں شریک ہوں"

مساوات

جبکہ دنیوی ریاستیں سیادت و حکومت کے ذریعہ دنیا کو اپنا غلام بنا لیتی ہیں اور اپنی قوم کو ہی شرف اور بزرگی کا حق دیتی ہیں اسلام نے صرف تقویٰ کو انسان کا اصلی شرف قرار دیا اور تمام دنیا کے پست نظریے کے خلاف یہ صدا بلند کی:-

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم

یعنی تم میں سب سے شریف وہ انسان ہے، جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ حضرت فاروق اعظم کا قول ہے:-

کرم المومن تقواہ ودینہ وحسبہ ومروتہ وخلقہ۔

(موطا امام مالک)

یعنی مومن کا اصلی مایہ شرف اس کا تقویٰ ہے اس کا دین ہے۔ اور اس کا حسب ہے اس کی مروت ہے اور اس کا خلق ہے۔

حضرت ابو موسیٰؓ اشعری گورنر عراق نے حضرت عبداللہ و حضرت عبیداللہ بن عمرؓ کے ساتھ (جو ایک مہم میں شامل تھے) امتیازی سلوک کیا یعنی صدقہ کا مال دے کر کہا کہ اس سے سامان تجارت خرید کر لے جاؤ اصل رقم بیت المال میں جمع کر دینا اور منافع خود رکھ لینا" لیکن جب دونوں صاحبزادگان مال اور نفع لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا کیا ابو موسیٰ نے ایسا معاملہ کل فوج کے ساتھ کیا ہے؟ بولے "نہیں" فاروق اعظم نے فرمایا "میرے لڑکے سمجھ کر اس نے تمہارے ساتھ یہ رعایت کی ہے" اصل اور نفع دونوں داخل خزانہ کر دو۔

(موطا امام مالک)

حضرت عمرؓ کے ایک آزاد کردہ غلام نے جو عراق جا رہا تھا دوسرے غلاموں کے کہنے پر آپ سے درخواست کی کہ مجھے ایک خط دے دیں تاکہ تمام لوگ ہمارے ساتھ عزت سے پیش آئیں ڈانٹ کر فرمایا۔ "تم لوگوں پر ظلم کرنا چاہتے ہو تم تمام مسلمانوں کے برابر ہو"

(المختصر من المختصر)

حضرت امیر معاویہ پہلی دفعہ شام سے حج کے لئے تشریف لاتے تو ایک شخص نے کہا "السلام علیک ایھا الامیر ورحمۃ اللہ" تو تمام شامی بگڑ گئے اور کہا یہ منافق کون ہے جو صرف امیر المومنین کو سلام کرتا ہے

(ادب المفرد)

صحابہ کی سادگی اور خاکساری

دور خلافت میں اگرچہ زمین نے صحابہ کے سامنے زر و جواہرات کے خزانے اگل کر رکھ دیئے لیکن اس چیز نے اس قدوسی جماعت پر کوئی مخالف اثر نہ کیا۔ انہوں نے اپنی روایتی سادگی اور خاکساری کو مضبوطی سے قائم رکھا یہی وجہ تھی کہ عرب کے غیور فطرت لوگوں نے ان کی تابعداری میں ذلت اور نفرت محسوس نہ کی۔

صدیق اکبر خلافت سے پہلے محلہ والوں کی بکریاں دوہ دیا کرتے تھے۔ جب خلافت کا بار اٹھایا تو محلہ کی ایک لڑکی نے کہا "اب وہ ہماری بکریاں نہیں دوہیں گے" شدہ شدہ یہ بات جب آپ تک پہنچی تو فرمایا اللہ تعالےٰ کی قسم ضرور دوہوں گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ خلافت میرے قدیمی اخلاق پر اثر انداز نہیں ہوگی"۔

دنیا سے بے رغبتی

ایک روز آپ نے (صدیق اکبرؓ) نے پانی طلب کیا تو لوگ شہد کا شربت بنا کر لائے پیالہ کو منہ سے لگا کر ہٹا دیا اور رو پڑے لوگوں کے استفسار پہ فرمایا کہ "میں ایک دن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا میں نے دیکھا کہ آپ کسی چیز کو دھکیل رہے ہیں حالانکہ کوئی دوسرا شخص وہاں نہ تھا میرے سوال پہ حضورؐ نے فرمایا دنیا میرے سامنے مجسم ہو کر آئی ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جا چنانچہ وہ ہٹ گئی مگر پھر دوبارہ آئی اور کہا کہ آپ مجھ سے بچ کر نکل جائیں تو نکل جائیں لیکن آپ کے آنے والے مجھ سے نہیں بچ سکتے مجھے یہی واقعہ یاد آ گیا اور خوف پیدا ہوا کہ وہ (دنیا) کہیں مجھ سے نہ چمٹ جائے"

(اسد الغابہ)

فاروق اعظم کی خدمت میں ایک روز عتبہ بن غزوان گورنر بصرہ حاضر ہوئے دیکھا آپ (حضرت عمرؓ) زیتون کے تیل کے ساتھ روٹی کھا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں بھی شریک طعام کر لیا چونکہ وہ (عتبہ) پرتکلف کھانوں کے خوگر ہو چکے تھے یہ لقمہ ہائے خشک ان کے گلے سے نیچے نہ اترے بولے اے امیر المومنین کیا آپ کو میدے سے رغبت ہے فرمایا "کیا میدا کل مسلمانوں کو دستیاب ہو سکتا ہے"؟ عتبہ نے کہا "نہیں" بولے کیا تم چاہتے ہو کہ میں دنیا میں ہی کھانے پینے کا مزا لے لوں"

فاروق اعظم کے لباس کی سادگی تو زبان زد خلائق ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ان کے (عمرؓ کے) دونوں شانوں کے درمیان کپڑے پر تہ بتہ تین پیوند لگے ہوئے ہیں۔ ایسے لباس کو اپنے جاہ و جلال کے موقعہ پر بھی تبدیل نہیں کیا (یہ یاد رہے کہ باوجود اس کے آپ کا لباس صاف ستھرا رہتا تھا)

خوف نفس

ایک روز حضرت عمرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ مجھ پر ایسا زمانہ گذرا ہے جب میں اپنی خالہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور وہ اس کے عوض مجھے مٹھی بھر کھجور دے دیا کرتی تھیں۔ آج میرا یہ زمانہ ہے" پھر منبر سے اتر آئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے سن کر کہا "اس طرح تو آپ نے اپنی تنقیص فرمائی ہے بولے "تنہائی میں میرے نفس نے کہا کہ تم امیر المومنین ہو تم سے افضل کون ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اسے اپنی حقیقت حال سے آگاہ کر دوں"

اپنے کام خود کرو

آپ (عمرؓ) اپنی ضروریات خود پوری کر لیا کرتے تھے۔ ایک دن زید بن ثابتؓ کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا یا امیر المومنین مجھے بلوا بھیجتے تو میں خود حاضر ہو جاتا" فرمایا "ضرورت تو مجھے تھی" (ادب المفرد)

حضرت عثمانؓ باوجود صاحب ثروت ہونے کے نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے، زمانہ خلافت میں یہاں تک سادگی اختیار کر لی تھی کہ مسجد میں سر تلے چادر رکھ کر لیٹ جاتے تھے۔ اٹھتے تو بدن پر کنکریوں کے نشان نظر آتے تھے

(الریاض النضرہ)

حضرت علیؓ اپنا سودا سلف خود بازار سے خرید کر لایا کرتے تھے ایک دن بازار سے کھجوریں خرید کر اٹھائیں اور چل پڑے ایک شخص نے کہا یا امیر المومنین میں اٹھا کر پہنچا دوں بولے "بچوں کا باپ ہی اس کا زیادہ مستحق ہے"

ایثار

صحابہ کرام ہمیشہ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دیتے تھے، چنانچہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے ان کے حق میں فرمایا ہے:-

یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ (الحشر)

یعنی وہ اس سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آتا ہے۔ اور اپنے سینوں میں اس کی کوئی حاجت نہیں پاتے جو انہیں دیا جاتا ہے (یعنی اپنی حاجتیں کم کر کے دوسروں کی حاجتوں کے لئے نقد یا جنس بچا لیتے ہیں) اور اپنے آپ پر (ضرورتمندوں کو) ترجیح دیتے ہیں گو انہیں (اپنی حاجات کم کر کے) تنگی سے ہی گذران کرنی پڑے۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم فرمائیں۔ چنانچہ ایک نفیس سی چادر رہ گئی کسی نے کہا یہ چادر اپنی اہلیہ ام کلثوم کو دے دیجئے بولے ام سلیط اس کی زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ غزوہ احد میں مشک بھر بھر کر زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں"

(بخاری کتاب الجہاد)

ایک روز مہاجرین میں حلے تقسیم فرمائے تھے۔ ایک نہایت عمدہ حلہ نکلا تو لوگوں نے کہا یہ عبداللہ بن عمرؓ کو دے دیجئے۔ فرمایا

(باقی بر صفحہ ۱۹)

مکتوبات

اچھوت اور اسلام

محترم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

اخبارات کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ آنریبل ڈاکٹر امبیدکار وزیر قانون وصحت۔ بھارت (انڈیا) نے اپنی ایک حالیہ تقریر کے دوران میں ایک مقام پر اس حقیقت کو نہایت افسوس اور حسرت کے ساتھ واقعات کی روشنی میں لا کر اپنی نمایندگی اچھوت اقوام ہند کا حق ادا کیا ہے کہ ان اچھوت اقوام پر بھارت جیسے آزادی کے مدعی ملک میں جو شرمناک مظالم ڈھائے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی بہو بیٹیوں پر ہاتھ ڈالنے اور اغوا کرنے میں ہندوؤں اور سکھوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور اس سے بھی بڑھکر ان کس مپرس لوگوں کی شکایات کو بھارت کے اخبارات نے بھی درج کرنے سے اپنی مشہور تنگدلی اور تعصب کا ثبوت دیا ہے۔

ان افسوسناک واقعات اور ڈاکٹر امبیدکار کی شکایات کو پڑھکر میں نے ایک چٹھی ان کی خدمت میں لکھی ہے جس میں ان پر واضح کیا ہے کہ غریب اچھوتوں کی سلامتی جان و ایمان صرف قبول اسلام سے وابستہ ہے میں نے انہیں بتایا ہے کہ ہر چند مہاتما گاندھی اور ڈاکٹر ٹیگور نے ان ہریجنوں کی اخلاقی۔ مذہبی۔ اقتصادی اور سماجی حالت سدھارنے کے لئے بڑی بڑی کوششیں کی تھیں مگر ہندو تعصب کے سامنے وہ سب رائیگاں گئیں۔ عیسائیت بھی اچھوت اقوام کے معاملہ میں فیل ثابت ہوئی ہے۔ کیونکہ امریکہ کا ایک حبشی مذہب عیسویت قبول کرنے کے بعد بھی ایک گورے رنگ کے عیسائی کے ساتھ برابر بیٹھنے کی سعادت حاصل کرنے سے بے نصیب رہ جاتا ہے۔ مگر جونہی ایک اچھوت یا ایک چوہڑا بھنگی بطیب خاطر اسلام جیسے پاکیزہ مذہب میں شمولیت حاصل کرتا ہے۔ وہ شیخ صاحب کے نام سے پکارا جاتا ہے اور ان تمام حقوق کو حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے، جو قرآن شریعت کی پیروی اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی سنت پر عمل کرنے سے ایک مسلمان کو حاصل ہو سکتے ہیں۔

اسلام اپنے پیروؤں کے ذریعہ سے یورپ اور امریکہ میں پھیل رہا ہے۔ سلسلہ احمدیہ کے مقدس بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام تھے۔ جن کو الہام میں اس زمانہ کا کرشن اوتار کہا گیا تھا۔ ان کو یہ بھی الہام ہوا تھا "غلام احمد کی جے"۔ اور بتایا گیا کہ آیندہ ایک زمانہ آنے والا ہے۔ جبکہ ہندو قوم اسلام کی طرف بڑے زور سے رجوع کرے گی۔ اور جیسے وہ آج کل مہاراج رامچندر کی جے کرشن مہاراج کی جے۔ رادھے شام جی کی جے پکارتی ہے، انشاء اللہ کثرت سے معزز ہندو اسلام میں داخل ہو کر "غلام احمد کی جے" پکاریں گے۔

اس بارہ میں میں نے اپنا ایک اشتہار بھی ڈاکٹر امبیدکار کو بھیجا ہے اور ایک کاپی ٹیچنگز آف اسلام بذریعہ رجسٹری ارسال کی ہے۔ اور انہیں بتایا ہے کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام مسلمانوں کے لئے مہدی اور ہندوؤں کے لئے کرشن اور عیسائیوں کے لئے مسیح تھے۔ اور ان سے استدعا کی ہے کہ اپنی پہلی فرصت میں مرسلہ لٹریچر کا مطالعہ کریں۔

مخلص۔ ڈاکٹر حسن علی
از گوجرانوالہ

مخالفت کو دور کرنیکا حقیقی ذریعہ

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آج کل سلسلہ احمدیہ اور حضرت مسیح موعود کی جو مخالفت ہو رہی ہے اس کا زیادہ تر سبب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریرات اور ملفوظات لوگوں تک نہیں پہنچائے گئے، عام طور پر انہی سنی سنائی باتوں کی بناء پر جو مکفر مولویوں نے از راہ تعصب اور قادیانی جماعت نے از راہ غلو عقیدت حضرت صاحب کی طرف منسوب کیں آپ کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ اگر ہماری انجمن کوئی ایسا انتظام کر سکے کہ حضرت مسیح موعود کی کتب یا ان کے ضروری اقتباسات ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر انہیں عام لوگوں کے ہاتھوں میں مفت پہنچا سکے تو یہ بہت ہی مفید ہوگا امید ہے اس کی طرف خاص توجہ کی جائے گی۔ والسلام۔

خاکسار
یکے از خادمان مسیح موعود

کیا خاتم النبیین کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے

(بقیہ از صفحہ ۱۰)

پس غور کر لو کہ آپ کا قدم کن لوگوں کے نقش قدم پر ہے اور کس طرح آپ قائلین حیات مسیح کی تائید اور مسیح موعود کی تردید کرتے چلے جا رہے ہیں۔

(۲) حضرت عائشہ رضو کا قول اس کی تشریح "تردید دلائل امکان نبوت از اقوال بزرگان دین" کے باب میں آئے گی۔

اعتراض نمبر ۵۔ خاتم کے معنے انگوٹھی کے ہوتے ہیں اور انسان انگوٹھی زینت کے لئے پہنتا ہے پس خاتم النبیین کے معنے نبیوں کی زینت ہوتے۔

الجواب:۔ یوں تو ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنے ہوتے ہیں، اور خاتم النبیین کا لفظ بھی جامع المعنی ہونے کی وجہ سے کئی مضامین اپنے اندر رکھتا ہے۔ لیکن ان ضمنی معنوں اور مضامین اور نکات کی وجہ سے اس کے اصل معنے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لا نبی بعدی کے الفاظ میں مروی ہیں، کیونکر رد ہو گئے، کون کہتا ہے کہ خاتم النبیین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل النبیین کے ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا یا آپ کو نبیوں کی زینت قرار دینا صحیح نہیں لیکن کیا ان تمام تشریحات سے آپ کا آخری نبی ہونا غلط ثابت ہو جاتا ہے، کیا محض اس وجہ سے کہ خاتم النبیین کے معنے نبیوں کی انگوٹھی یا نبیوں کی زینت ہونے کے بھی ہیں، انا خاتم النبیین لا نبی بعدی کا ارشاد نبوی معاذ اللہ رد کر دینے کے قابل ہے، کیا خاتم النبیین کا لفظ محض ایک ہی معنی تک محدود ہے اور چونکہ بعض تفاسیر میں اس کے معنے نبیوں کی زینت کے بھی لکھے ہیں اس لئے مسیح موعود کا ارشاد کہ ان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین ناقابل قبول ہے؟ کیا انہی تفاسیر میں جہاں نبیوں کی انگوٹھی یا نبیوں کی زینت کے معنے لکھے ہوئے ہیں وہیں "نبیوں کو ختم کرنے والا" کے معنے لکھے ہوئے نہیں؟ کچھ تو خدا کا خوف کرنا چاہیئے اور محض اپنے اعتقاد کی صحت کو ثابت کرنے کے لئے ان اصلی اور حقیقی معنوں کو رد نہ کرنا چاہیئے جو نہ صرف جمہور امت بلکہ خود آنحضرت صلعم سے بھی مروی ہیں اور حضرت مسیح موعود نے بھی انہی معنوں کی تائید کی ہے اور تمام مفسرین نے بھی آنحضرت صلعم کو افضل النبیین اور نبیوں کی زینت قرار دینے کے باوجود خاتم النبیین کے ان معنوں سے انکار نہیں کیا کہ آپ آخری نبی ہیں،

اعتراض نمبر ۶:۔ حضرت مسیح موعود نے خاتم الانبیاء کے معنے کئے ہیں کہ آپ کی مہر سے یعنی آپ کی اتباع سے نبی بنا کریں گے جیسا کہ حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے:۔

"اور وہ خاتم الانبیاء ہے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آیندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی امت کے لئے قیامت تک مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے"
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

الجواب:۔ اس میں یہ کہاں فرمایا ہے، کہ آنحضرت صلعم کی مہر سے نبی بنا کریں گے اس میں تو آپ کے اس فیض روحانی کا ذکر ہے جو آپ کے کامل پیروؤں کو حاصل ہوتا ہے، وہ نبوت جو اس فیض سے ایک امتی کو حاصل ہو سکتی ہے کیا ہے؟ اسی صفحہ پر چند سطریں آگے چل کر لکھا ہے کہ:۔

"مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے مگر ظلی نبوت جس کے معنے ہیں محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی"۔

اور پھر حاشیہ میں لکھا ہے:۔

"رہے انبیاء سو ہم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے حضرت موسے سے کچھ نہیں پایا بلکہ وہ براہ راست نبی کئے گئے مگر امت محمدیہ میں ہزارہا لوگ محض پیروی کی وجہ سے ولی کئے گئے"
(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۲۸)

پس معلوم ہوا، کہ آنحضرت کے فیض اور آپ کی مہر یا پیروی سے جو نبوت ملتی ہے وہ ولایت سے بڑھکر نہیں، اور یہ آپ کے آخری نبی ہونے کی کھلی دلیل ہے گویا آنحضرت صلعم کو حضرت مسیح موعود نے صاحب خاتم بھی انہی معنوں میں کہا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں جیسا کہ اسی حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۴۱ پر فرمایا:۔

"اور سب سے آخر حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے"۔ (باقی دارد)

سندھ پر عربوں کا حملہ اور اسلامی حسنِ سلوک کے چند درخشاں مناظر

ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی

(۱)

پچھلے دنوں اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہوئی تھی کہ پاکستان کے محکمۂ آثار قدیمہ نے کراچی سے کچھ فاصلے پر بھنبھور کے مقام پر دیبل کے قدیم شہر کے کچھ کھنڈر دریافت کئے ہیں۔ اور عنقریب اس جگہ کھدائی کا کام شروع ہوگا۔ دیبل وہی بندرگاہ ہے جہاں محمد بن قاسم نے ہندوستان کی سرزمین پر وارد ہو کر پہلی مرتبہ اسلام کا جھنڈا لہرایا تھا۔ اس اطلاع کے چند روز بعد یہ خبر بھی اخبارات میں شائع ہوئی۔ کہ عراق میں حجاج بن یوسف کے زمانے کے بعض آثار معلوم ہوئے ہیں جن سے محمد بن قاسم کے حملۂ سندھ کے واقعہ پر کچھ روشنی پڑنے کی توقع ہے۔ ان دونوں خبروں کا تعلق چونکہ تاریخ اسلام کے ایک نہایت اہم واقعہ کے ساتھ ہے۔ اس لئے ارادہ ہے کہ آج کی صحبت میں اس واقعہ کے بعض پہلوؤں کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جائے۔

راجہ سراندیپ کا قبولِ اسلام

ابتدائے اسلام ہی میں جزیرہ سراندیپ (لکدیپ، مالدیپ) اور مالابار میں بہت سے عرب آباد ہو گئے تھے۔ یہ لوگ تجارتی اغراض سے یہاں آئے تھے۔ پھر انہوں نے تبلیغ اسلام کا کام بھی شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ جنوبی ہند کے ان علاقوں میں مسلمانوں کی اچھی خاصی جمعیت پیدا ہو گئی۔ سراندیپ کے راجہ نے بھی دین اسلام اختیار کر لیا تھا اور اس کا سلوک مسلمانوں سے نہایت ہی شریفانہ اور ہمدردانہ تھا۔ اس زمانے میں دمشق میں اموی خلیفہ عبدالملک کی حکومت تھی اور اسی کے ماتحت عراق میں اس کا والی حجاج بن یوسف ثقفی حکمران تھا۔

خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں جہازوں کا بیڑہ

سراندیپ کے راجہ نے حکومت اسلامیہ سے تعلقات نیازمندی استوار کرنے کے لئے آٹھ جہازوں کا بیڑہ تیار کر کے حجاج بن یوسف کے پاس روانہ کیا۔ ان جہازوں میں سراندیپ کے نہایت قیمتی تحفے تھے۔ اس کے علاوہ سراندیپ کے مسلمان باشندوں میں سے بعض حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ان جہازوں میں سوار تھے۔ بعض عرب جو سراندیپ میں فوت ہو گئے تھے۔ ان کے اہل و عیال بھی جو وطن جانا چاہتے تھے۔ ان جہازوں میں سوار ہو گئے تھے۔ جب یہ جہاز عمان میں داخل ہونے لگے تو ہوا سخت مخالف ہو گئی۔

سپہ سالارِ سندھ کی لوٹ مار

چنانچہ جہازوں کا یہ بیڑا بے قابو ہو کر سندھ کی بندرگاہ دیبل پر پہنچ گیا۔ جہاں راجہ داہر کے سپہ سالار نے اپنی فوج کی مدد سے ان جہازوں کو لوٹ لیا۔ مسافروں کو جن میں مرد عورتیں اور بچے شامل تھے، گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔ اور جہازوں کو اپنے بیڑے میں شامل کر لیا گیا۔

ان بدبخت مسافروں میں سے دو ایک کسی طرح بچ کر حجاج کے پاس پہنچ گئے۔ اور انہوں نے اس حادثے کی المناک روئداد اس کے گوش گزار کی۔

یا حجاج اغثنی

جب وہ ساری کیفیت بیان کرتے ہوئے اس واقعہ پر پہنچے کہ ایک عرب بیوہ عورت کو جس وقت سندھی سپاہیوں نے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا۔ تو اس عورت نے انتہائی بے بسی کے عالم میں چیخ کر کہا "یا حجاج اغثنی" (اے حجاج مجھے بچاؤ) تو حجاج شدت غم سے بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا۔ تو وہ رو رو کر کہتا تھا کہ ہائے اس مظلوم عورت نے مجھے مدد کے لئے پکارا۔ اور تف ہے مجھ پر کہ میں کچھ نہ کر سکا۔"

حجاج کا خط راجہ داہر کو

حجاج نے پہلے یہی مناسب خیال کیا کہ راجہ داہر کو خط لکھ کر تصفیہ کر لیا جائے۔ چنانچہ اس نے راجہ کو لکھا کہ:۔ "تمہارے سرداروں نے بے گناہ مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ اور جہازوں پر قبضہ کر کے تمام قیمتی تحائف لوٹ لئے ہیں۔ بہتر ہے کہ سارا سامان اور جہاز واپس کر دو بے گناہ قیدیوں کو رہا کر دو اور اپنے آدمیوں کو جن سے یہ افعال سرزد ہوئے ہیں سزا دو۔"

راجہ داہر کا جواب

راجہ داہر نے خط کی چنداں پرواہ کی اور جواب میں کہلا بھیجا کہ جہاز لوٹنے والوں پر اس کا کوئی اختیار نہیں۔ اگر حجاج میں طاقت ہے تو خود ہی اپنے قیدیوں کو رہا کرا لے اور اپنا سامان لے جائے ——

راجہ کا یہ جواب قطعاً نامعقول تھا۔ اس لئے کہ جہازوں کو لوٹنے والے خود اسی کے آدمی تھے۔ حجاج کے جو قاصد خط لے کر گئے تھے انہوں نے اپنی آنکھوں سے راجہ داہر کے دارالسلطنت الور میں عرب عورتوں اور مردوں کو جیل خانے میں مقید دیکھا تھا۔

بحری ڈاکو

موجودہ زمانے کے بعض ہندو مؤرخوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جہازوں کو لوٹنے والے داہر کے آدمی نہیں تھے بلکہ یہ بحری ڈاکوؤں کا کام تھا۔ حالانکہ وہ یہ حقیقت فراموش کر جاتے ہیں کہ بحر ہند میں پرتگیزوں کے نمودار ہونے سے پہلے کسی نے بحری ڈاکوؤں کا نام تک نہیں سنا تھا۔ سمندروں میں باقاعدہ ڈاکہ زنی پرتگیزوں نے ہی پہلی مرتبہ شروع کی تھی۔ پہلی صدی ہجری میں دنیا کے کسی حصہ میں بحری ڈاکوؤں کا وجود نہیں تھا۔ اس زمانے میں یہ ممکن تھا کہ ڈاکہ ڈالنے والے لوگ جن کا تعلق کسی سلطنت سے نہ ہو اتنا زبردست بحری بیڑہ لے کر سمندروں میں گھومتے رہیں کہ آٹھ آٹھ جہازوں کو موقع پا کر لوٹ لیں اور سینکڑوں مسافروں کو قید کر لیں۔ تاریخی شواہد اس بات کے حق میں ہیں کہ یہ کارروائی راجہ کے آدمیوں کی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ داہر مدت سے سلطنت اسلامیہ کے باغیوں کو اپنے ہاں پناہ دے رہا تھا۔ واقعہ کربلا سے ۸۵ھ تک خلافت اسلامیہ کے مختلف حصوں میں شورش اور بغاوت ہوتی رہی اور اکثر باغی بھاگ کر راجہ داہر کی مملکت میں پناہ لیتے رہے۔

اسلامی فوج کا حملہ اور شکست

جب راجہ داہر کا مذکورہ بالا جواب حجاج کے پاس پہنچا تو اس نے محسوس کر لیا کہ مصالحت کی اب کوئی گنجائش باقی نہیں چنانچہ اس نے ایک سردار عبداللہ اسلمی کو مختصر سی فوج دے کر روانہ کیا۔ کہ سب سے پہلے دیبل پر قبضہ کر لیا جائے۔ عبداللہ اسلمی ابھی دیبل تک پہنچ بھی نہیں سکا تھا کہ داہر کا بیٹا جس کا نام غالباً کیشپ تھا پیش قدمی کرتا ہوا بلوچستان میں آ گیا۔ اور وہیں اس کا مقابلہ عبداللہ اسلمی سے ہوا۔ عربوں کو شکست ہوئی اور عبداللہ اسلمی اس جنگ میں شہید ہوا۔ اس شکست کے بعد حجاج کو راجہ داہر کی صحیح طاقت اور قوت کا اندازہ نہ ہو سکا اور اس نے ایک اور سردار بدیل بجلی کو چار ہزار فوج دے کر داہر کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ اور ساتھ ہی مکران کے عامل محمد ہارون کو لکھا کہ وہ بدیل بجلی کی ہر ممکن مدد کرے۔ بدیل ابھی دیبل تک پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ داہر کا بیٹا کیشپ ایک بڑی فوج لے کر جس میں بے شمار جنگی ہاتھی بھی تھے۔ مقابلہ کے لئے راستہ میں آ کھڑا ہوا۔ اس جنگ میں عربوں کو دوبارہ شکست ہوئی اور ان کا سپہ سالار بدیل داد شجاعت دیتا ہوا شہید ہوا۔

خاص تیاری

جب اس حادثے کی اطلاع حجاج کو ملی تو اس کی آنکھیں کھلیں اور اس نے محسوس کیا کہ اس کے حریف راجہ داہر نے کس قدر زبردست تیاریاں کر رکھی ہیں۔ چنانچہ اب کی اس نے خلیفہ ولید بن عبدالملک کی خدمت میں ایک خصوصی درخواست بھیجی۔ کہ راجہ داہر کا فتنہ دفع کرنے کے لئے سندھ کا فتح کرنا بیحد ضروری ہے اور اس امر کے لئے اس نے خلیفہ سے اجازت حاصل کی کہ خاص تیاری کے بعد مہم پر لشکر روانہ کیا جائے۔ خلیفہ کو ابتداء میں یہ درخواست منظور کرنے میں تامل تھا۔ لیکن جب حجاج نے مہم کی تمام تر ذمہ داری خود اٹھانے پر رضامندی ظاہر کی تو خلیفہ نے بھی اجازت دے دی۔

محمد بن قاسم کا تقرر

اب سوال یہ تھا کہ اس مہم کی سرداری اور سپہ سالاری کس کے سپرد کی جائے۔ حجاج نے اس کے لئے اپنے داماد محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابی عقیل ثقفی کو منتخب کیا۔ محمد بن قاسم کی عمر اس وقت صرف سترہ سال تھی اور وہ فارس کا صوبیدار تھا۔ جہاں اس نے حکمرانی اور ملک داری کا نہایت اچھا ثبوت دیا تھا حجاج نے اسے اپنے پاس بلا کر ضروری ہدایات دیں اور چھ ہزار کا لشکر اس کے حوالے کیا امویوں کو چونکہ ابتدا سے اہل عراق کی بہ نسبت اہل شام پر زیادہ اعتماد تھا۔ اس لئے حجاج کو یقین تھا کہ یہ لوگ آخر وقت تک اپنے سردار کے وفادار و جاں نثار رہیں گے۔ اس کے علاوہ چھ ہزار عراقی فوج بھی جو تمام کی تمام شتر سوار تھی محمد بن قاسم کو دی گئی۔ باربرداری کے لئے تین ہزار اونٹ الگ دیئے گئے ان اونٹوں پر سپاہیوں کا ہر قسم کا سامان لدا ہوا تھا۔ ضروریات معیشت کی چھوٹی چھوٹی چیز بھی حجاج نے مہیا کر دی تھی۔ اور محمد بن قاسم کو تاکید کی تھی کہ روزانہ اپنے لشکر کے حالات لکھ کر بھیجتے رہنا اور مرکز سے جو احکام صادر ہوں ان کی پوری تعمیل کرنا۔

پہلی فتح

محمد بن قاسم اپنی فوج سمیت جب مکران پہنچا تو وہاں کے حاکم محمد بن ہارون نے اس کا استقبال کیا۔ اور اپنی تین ہزار فوج کے

کے ساتھ اس کے ہمراہ ہولیا۔ اس طرح مکران سے روانہ ہوتے وقت محمد بن قاسم کی فوج کی کل تعداد پندرہ ہزار تک پہنچ چکی تھی راجہ داہر کے آدمیوں کے ساتھ اس لشکر کا پہلا مقابلہ ایک مقام ارمابیل پر ہوا۔ جہاں محمد بن قاسم کو فتح ہوئی یہیں حاکم مکران محمد بن ہارون کا انتقال ہو گیا جب محمد بن قاسم فارس سے مکران کی جانب روانہ ہوا تھا تو چند روز بعد حجاج نے بصرہ سے جہازوں میں رسد کے سامان کے علاوہ منجنیقیں بھی بھیجیں جب محمد بن قاسم دیبل میں وارد ہوا تو بیڑا بھی وہاں پہنچ گیا جس سے آیندہ فتوحات میں لشکر اسلام کو بہت امداد ملی۔

مندر کے جھنڈا پر نشانہ اور فتح

محمد بن قاسم نے دیبل پہنچتے ہی شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اور آٹھ دن تک مسلسل جنگ ہوتی رہی۔ راجہ داہر کے بیٹے کیشپ نے جس کا پہلے بھی ذکر آ چکا ہے۔ بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ دیبل شہر کے عین درمیان ایک بہت بڑا مندر تھا جس کے اوپر ایک اونچا گنبد بنا ہوا تھا اس گنبد کی چوٹی پر ایک جھنڈا نصب تھا۔ جو دور سے نظر آتا تھا۔ شہر والوں کا عقیدہ تھا۔ کہ جب تک جھنڈا لہراتا رہے گا۔ شہر کو کوئی دشمن نقصان نہیں پہنچا سکتا محمد بن قاسم کو جب اس روایت کا علم ہوا۔ تو اس نے اپنی فوج کے سب سے ماہر افسر کو جس کا نام جعونہ تھا بلا کر حکم دیا کہ منجنیق سے اس جھنڈے کو گرا دو۔ چنانچہ جعونہ نے اس ہنرمندی سے منجنیق میں پتھر رکھ کر پھینکا کہ پہلے ہی وار سے جھنڈا گر کر ٹوٹ گیا۔ اس واقعہ سے شہر والوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ راجہ داہر کا بیٹا کیشپ راتوں رات شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ لیکن اس کی فوج بدستور شہر کے اندر رہ کر مدافعت کرتی رہی۔ آخر عربوں نے کئی روز کی کوشش سے شہر کو فتح کر لیا

شہریوں کے ساتھ سلوک

دشمن کے جو لوگ جدال و قتال پر آمادہ تھے وہ گرفتار کر لئے گئے، اور شہر کے عام باشندوں کو معافی دے دی گئی۔ دیبل کے جیل خانے کا محافظ ایک برہمن تھا۔ اس نے مسلمان قیدیوں کے ساتھ چونکہ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ اور ان قیدیوں نے بھی اسکی تعریف کی تھی اسلئے محمد بن قاسم نے اس کو دیبل کا حاکم مقرر کر دیا۔ مال غنیمت جس قدر حاصل ہوا اس کا پانچواں حصہ حجاج کے پاس بھیجدیا گیا اور باقی فوج میں تقسیم ہو گیا۔

راجہ داہر کا خط اور اس کا جواب

دیبل کی فتح کے بعد راجہ داہر نے محمد بن قاسم کو ایک خط لکھا جس میں اپنی شوکت سطوت، اور طاقت و جبروت کا بڑے شاندار لفظوں میں نقشہ کھینچا۔ اور محمد بن قاسم کو ڈرایا کہ اگر اس نے دیبل سے آگے بڑھنے کی جرأت کی تو اس کے لشکر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔ محمد بن قاسم نے اس تہدید آمیز خط کا جو جواب دیا۔ وہ پڑھنے کے قابل ہے اس نے لکھا۔

"ہم نے آپ پر آپ کی اس بد اعمالی کے باعث چڑھائی کی ہے۔ کہ آپ نے سراندیپ کے جہازوں کا مال جو خلیفۃ المسلمین کے لئے جاتا تھا۔ لوٹ لیا۔ اور بے گناہ مسلمانوں کو پکڑ کر قید کیا۔ عورتوں بچوں کو غلام و لونڈی بنایا۔ ہمارے خلیفہ کے فرمان کا ادب ساری دنیا کرتی ہے مگر آپ نے اس کا کچھ بھی پاس نہ کیا مجھ کو خلیفۃ المسلمین نے حکم دیا ہے۔ کہ آپ کو اس گستاخی اور بد اعمالی کی سزا دوں۔ آپ نے جو اپنی شوکت و قوت کی نسبت لکھا ہے اس سے اطلاع حاصل ہوئی مگر ہم ظاہری اسباب پر نہیں بلکہ خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں۔۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

اہل نیرون کی اطاعت

جب دیبل کی حفاظت اور اس کے نظم و نسق کا خاطر خواہ بندوبست ہو گیا، تو محمد بن قاسم نیرون کی جانب روانہ ہوا۔ نیرون کے باشندوں نے پہلے ہی سے ایلچی بھیجکر سپہ سالار اسلام کو اپنی فرمانبرداری اور عقیدت کیشی کا یقین دلا دیا تھا اور امان طلب کر لی تھی۔ چنانچہ نیرون کے چیدہ اور ذی اثر لوگوں نے کئی منزل آگے آ کر محمد بن قاسم کا استقبال کیا۔ اور اس کی خدمت میں بیش قیمت تحائف پیش کئے۔

بہروج کی فتح

محمد بن قاسم انہی کے ہمراہ نیرون میں داخل ہوا اور شہر میں چند روزہ قیام کے بعد بہروج روانہ ہو گیا جہاں راجہ داہر کا بھتیجا موجود تھا۔ اس نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور سات روز تک مقابلہ ہوتا رہا آخر ایک رات وہ چپکے سے شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور عرب لشکر فاتحانہ اندر داخل ہوا یہیں جاٹوں کے ایک لشکر نے رات کی تاریکی میں عرب فوج پر چھاپہ مارا لیکن انہیں ناکامی ہوئی اور بہت سے جاٹ گرفتار کر لئے گئے جو مسلمانوں کے حسن سلوک اور پند و نصائح سے متاثر ہو کر دین اسلام میں داخل ہو گئے۔

سیوستان پر قبضہ

بہروج کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے سیوستان کا رخ کیا۔ جہاں راجہ داہر کا دوسرا بھتیجا بجے رائے حکمران تھا۔ اس نے مقابلے کی تیاری شروع کر دی۔ سیوستان کے باشندوں نے جن میں اکثر بدھ مذہب کے پابند تھے۔ بجے رائے کو جنگ سے باز رہنے اور صلح صفائی سے معاملات طے کرنے کی ترغیب دی لیکن وہ اپنی ضد پر قائم تھا۔ آخر کئی روز میدان کارزار گرم رہا۔ جب بجے رائے نے دیکھا کہ مسلمانوں کا پلڑا بھاری ہے اور وہ بہر صورت فتح یاب ہوں گے تو وہ رات کی تاریکی میں چھپ کر بھاگ گیا اور عربوں کا اس شہر پر بھی قبضہ ہو گیا۔

حجاج کی ہدایات

یہاں یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان فتوحات کے دوران میں محمد بن قاسم چھوٹی سی چھوٹی اور معمولی سے معمولی بات کی بھی حجاج کو اطلاع دیتا اور اس سے آیندہ طریق کار کے متعلق ہدایات حاصل کرتا تھا۔ چنانچہ جب دیبل فتح ہوا تو حجاج نے محمد بن قاسم کو لکھا۔

" جب ملک پر تم قابض ہو جاؤ تو قلعوں کی استواری اور فوج کی ضروریات کے بعد جس قدر مال و دولت بچے وہ رعایا کی بہتری اور رفاہ عام کے کاموں پر خرچ کرو۔ یاد رکھو کاشتکاروں، کاریگروں، سوداگروں اور پیشہ وروں کی خوشحالی اور فارغ البالی سے ملک آباد و سرسبز ہوتا ہے۔ رعایا کے ساتھ ہمیشہ نرمی اور محبت کا سلوک کرو تاکہ وہ تمہاری طرف محبت کے ساتھ راغب ہوں"

فتح دیبل کے بعد جب محمد بن قاسم نیرون میں مقیم تھا تو اس کو حجاج نے لکھا۔ کہ:-

" اہل نیرون کے ساتھ بہت نرمی اور دل دہی کا سلوک کرو۔ ان کی بہتری کی کوشش کرو لڑنے والوں میں سے جو تم سے امان طلب کرے اس کو ضرور امان دو۔ کسی مقام کے بڑے بڑے آدمی تمہاری ملاقات کو آئیں تو ان کو قیمتی خلعت اور انعام و اکرام سے سرفراز کرو۔ عقل و دانائی کو اپنا رہبر بناؤ۔ جو وعدہ کسی سے کرو اس کو ضرور پورا کرو۔ تمہارے قول و فعل پر سندھ والوں کو کامل اعتماد اور اطمینان ہو۔"

جب سیوستان فتح ہوا تو محمد بن قاسم کے نام خط آیا کہ:-

" جو کوئی تم سے جاگیر اور ریاست طلب کرے اس کو نا امید نہ کرو۔ التجاؤں کو قبول کرو۔ عفو و درگذر سے رعایا کو مطمئن کرو۔ یاد رکھو سلطنت کے چار ارکان ہیں۔ اوّل مدارات و درگزر و محبت۔ دوم سخاوت و انعام، سوم دشمنوں کی مزاج شناسی اور ان کی مخالفت میں عقل کو ہاتھ سے نہ دینا۔ چہارم قوت و شہامت تم راجاؤں سے جو پیمان کرو اس پر قائم رہو۔ جب وہ مال گذاری دینے کا اقرار کر لیں تو ہر طرح ان کی مدد کرو جب کسی کو سفیر بنا کر بھیجو، تو اس کی عقل و امانت کو جانچ لو۔ اور جو شخص توحید الٰہی کا اقرار اور تمہاری اطاعت کرے اس کے تمام مال و اسباب اور ننگ ناموس کو برقرار رکھو۔ لیکن جو اسلام قبول نہ کرے اس کو صرف اس قدر مجبور کرو کہ تمہارا مطیع ہو جائے۔ جو شخص بغاوت و سرکشی اختیار کرے اس سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ شریف اور رذیل میں امتیاز کرو۔ ایسا بھی نہ ہو کہ تمہاری صلح جوئی کو دشمن تمہاری کمزوری محسوس کریں۔"

مدھیہ کی طرف روانگی

فتح سیوستان کے بعد اسلامی لشکر ایک اور شہر کی طرف بڑھا جس کا نام بدھیہ یا مدھیہ تھا۔ اس شہر کے حاکم کا نام کاکا تھا۔ جو بڑا بہادر اور مدبر تھا۔ کاکا کے پاس جاٹوں کی ایک زبردست فوج تھی۔ لیکن سردار کھلے میدان میں مسلمانوں سے لڑنے پر آمادہ نہ تھا۔ اس نے مسلمانوں کی بہادری اور سرفروشی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اس لئے اس نے کھلے بندوں معرکہ آرا ہونے کی بجائے مسلمان فوج پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ لیکن رات کی تاریکی میں کاکا اور اس کے سپاہی راستہ بھول گئے اور صبح اسلامی لشکر میں پہنچ گئے۔ محمد بن قاسم ان کے ساتھ بڑی عزت سے پیش آیا۔ کاکا نے فرمانبرداری اور اطاعت گذاری کا عہد کیا اور آیندہ محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر رہنے کا وعدہ کیا۔ محمد بن قاسم نے اس کو خلعت عطا کر کے اپنے برابر بٹھایا۔ اس کے بعد کاکا ایک مشیر اور صلاح کار کی حیثیت سے ہمیشہ محمد بن قاسم کے پاس رہا۔ اس کی کوشش سے جاٹوں کی قوم کے بہت سے آدمی اسلامی فوج میں بھرتی ہوئے۔ کاکا کے بعد سندھ کے اور بھی چھوٹے چھوٹے سرداروں نے محمد بن قاسم کی ماتحتی قبول کی۔

رفتارِ عالم

پاکستان

—— کراچی ۱۸/اپریل - آج یہاں جناح ٹیکس کمیٹی کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ پاکستان بھر میں مکانات کی تعمیر کے لئے ایک مالی کارپوریشن قائم کی جائے ٹیکس کمیٹی نے مہاجر طلباء کی امداد کے لئے چھ لاکھ روپیہ سے زائد کی رقم منظور کی ہے۔

—— کراچی ۱۸/اپریل - مشرقی بنگال کے وزیر اعلیٰ مسٹر نورالامین نے آج ایک بیان میں کہا ہے کہ مشرقی بنگال میں تنسیخ زمینداری کا کام صوبائی حکومت بہت جلد اپنے ہاتھ میں لینے والی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ بڑے بڑے زمینداروں کی جاگیریں ایک سال کے اندر اندر ان سے لیکر ان کاشتکاروں کو دے دی جائیں گی جن کے پاس زمین بالکل نہیں یا ان کی مالی حالت کمزور ہے۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ صوبہ میں تنسیخ زمینداری کے تمام منصوبہ پر عمل تین سال کے اندر اندر ہو جانے کی توقع ہے انہوں نے بتایا کہ بڑے بڑے زمینداروں کی جاگیروں پر قبضہ کرنے کے بعد حکومت چھوٹی جاگیروں اور زمینداریوں پر بھی قبضہ کرکے انہیں کاشتکاروں میں تقسیم کر دے گی۔

—— کراچی ۱۹/اپریل - حج بکنگ آفس کراچی نے رمضان شریف سے پہلے اور بعد میں حج کے لئے جانیوالے زائرین کیلئے اعلان کیا ہے کہ صوبائی کوٹے کے مطابق جو لوگ پہلے آئیں گے ان کو ترجیح دی جائے گی۔ اور جو زائرین پہلی دفعہ یہ سعادت حاصل کرنے جا رہے ہوں گے۔ ان کو دوسروں پر ترجیح دی جائے گی۔ لیکن یہ شرط رمضان شریف سے پہلے جانیوالوں پر نہیں ہوگی۔ کرائے کے سلسلہ میں اعلان کیا گیا ہے کہ عرشہ کا کرایہ رمضان شریف سے پہلے جانے والوں کے لئے ۴۸۵۰ روپے اور بعد میں جانے والوں کے لئے ۱۹۰۰ ہوگا۔ دوسرے درجے کا کرایہ رمضان شریف سے پہلے کا ۳۳۰۰ اور بعد میں جانیوالوں کے لئے ۲۶۰۰ روپے ہوگا۔ اسی طرح درجہ اوّل کا کرایہ رمضان شریف سے پہلے جانے والوں کے لئے ۴۸۵۰ - اور بعد میں جانے والوں کے لئے ۳۲۵۰ ہوگا۔ یاد رہے ہوائی جہاز کے ذریعے سفر کرنے والوں کے لئے کوئی تعداد معین نہیں ہے۔

—— ۲۱/اپریل ۱۹۵۰ء کو یوم اقبال کی تقریب بڑی شان و شوکت کے ساتھ منائی گئی، لاہور میں اس سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ گول باغ میں منعقد ہوا جس کی صدارت خاتون پاکستان محترمہ فاطمہ جناح نے فرمائی، محترمہ ۲۰/اپریل کی شام کو پاکستان میل سے لاہور پہنچیں، اسٹیشن پر ان کا نہایت شاندار استقبال کیا گیا۔ دوسرے دن صبح کو ڈاکٹر اقبال کے مزار پر فاتحہ خوانی ہوئی اور مختلف جماعتوں کی طرف سے پھولوں کی چادریں چڑھائی گئیں شام کو جو جلسہ گول باغ میں منعقد ہوا اس میں گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر اور تمام جماعتوں کے قائدین موجود تھے۔ محترمہ فاطمہ جناح نے اپنی صدارتی تقریر میں اقبال مرحوم کی بلند پایہ شخصیت اور ان کے افکار کی بلندی کا اعتراف کرتے ہوئے حاضرین کو نصیحت کی کہ وہ اپنے کیریکٹر کو بلند کریں اور اقبال اور قائد اعظم مرحوم کے نقش قدم پر چل کر پاکستان کی عظمت کو بڑھائیں۔

ہندوستان

—— نئی دہلی ۱۸/اپریل - معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹروں نے پنڈت نہرو کو مشورہ دیا ہے۔ کہ وہ اب کچھ دنوں آرام کریں گے۔ کیونکہ زیادہ کام کی وجہ سے ان کی صحت پر بُرا اثر پڑا ہے۔ لیکن پنڈت نہرو کے دوستوں کا کہنا ہے کہ وہ ہرگز آرام نہیں کریں گے۔ خصوصاً ان حالات میں جبکہ ملک میں اناج کا زبردست توڑا ہے۔

—— لیک سکیس - ۱۸/اپریل معلوم ہوا ہے کہ اتحادی قوموں کے سیکرٹریٹ کی ایک کمیٹی بنائی گئی ہے جو ہندوستان کے لئے رضاکارانہ طور پر غلہ خریدنے کی مہم شروع کرے گی۔ یہ منصوبہ اتحادی قوموں کے سیکرٹری جنرل مسٹر ٹریگوے لی نے منظور کیا تھا۔

—— پٹنہ ۱۸/اپریل ایک دیہاتی نے فاقہ کشی سے مجبور ہو کر کل یہاں گورنمنٹ ہاؤس کے سامنے ایک سے لٹک، پھانسی لینے کی کوشش کی لیکن ایک پولیس والے نے بروقت موقعہ پر پہنچکر اس کی آرزو پوری نہ ہونے دی۔ یہ دیہاتی گنگا پار چالیس میل دور ایک گاؤں سے آیا تھا جہاں اس کی بیوی اور دو بچے فاقے کھینچ رہے ہیں۔

اس دیہاتی نے پولیس کو بتایا کہ اس نے اپنے ضلع کے ڈپٹی کمشنر کو درخواست دی تھی کہ اسے یا تو کوئی ملازمت دی جائے یا خوراک دی جائے تاکہ وہ اپنے بال بچوں کا پیٹ بھر سکے لیکن کوئی شنوائی نہ ہونے کی وجہ سے اس نے بہار کے گورنر مسٹر اینے کو درخواست دی جو بڑے مہاپُرش ہیں جو روزانہ صبح صندل اور بھاگ سے اپنی پیشانی پر تلک لگاتے ہیں لیکن وہاں سے بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ تو اس نے خودکشی کی ٹھان لی۔ اب وہ خودکشی کے الزام میں پولیس کی حراست میں ہے اور روز حلوا پوری اُڑا رہا ہے۔

—— رانا گھاٹ - (بذریعہ ڈاک) کل دور دراز کے دیہات سے تین ہزار کے قریب اشخاص بھوک مارچ کرتے ہوئے مقامی سب ڈویژنل آفیسر کی عدالت میں گھس آئے مظاہرین نے باغ اور کھڑکیوں اور دروازوں کو نقصان پہنچایا۔ افسر مذکور کو دو گھنٹے تک اپنے کمرے میں بند رہنا پڑا۔ اور مظاہرین عارضی ریلیف حاصل کئے بغیر احاطہ عدالت سے باہر نہ نکلے مظاہرین میں سے بعض راستے میں بیہوش ہو گئے تھے۔ اس علاقہ میں چاول کا بھاؤ تیس روپے من تک جا پہنچا ہے۔

—— پٹنہ - بہار کی حکومت نے قحط زدہ لوگوں کی امداد کے لئے پانچ کروڑ روپے منظور کئے ہیں تاکہ ان کے مصائب میں جہاں تک ممکن ہو کمی ہو سکے اور ان لوگوں کو کھانا اور کام مہیا کرنے کی کوشش کی جائے۔

بہار کے شہروں اور دیہات میں سستے غلے کی تین ہزار دکانیں کھولی جائیں گی۔ ان دوکانوں سے ایک کروڑ افراد اناج خرید سکیں گے۔

بلادِ غیر

—— تہران ۱۸/اپریل - اینگلو ایرانین آئل کمپنی کے افسر نے ایک اعلان میں کہا کہ عابدان کے تیل کے کارخانوں کے مزدوروں کو دھمکیاں اور رعب دے کر کام پر آنے سے روکا جا رہا ہے - ایران کی وزارت امور خارجہ کے ایک ترجمان کے کل رات کے بیان کا جواب دیتے ہوئے کہ عابدان کی ہڑتال کا باعث کمپنی کی اپنی غلطی ہے، کیونکہ اس نے مزدوروں کے احساسات اور دلی کیفیات اور وقت کے اہم مطالبات کو مدنظر نہیں رکھا۔ کمپنی نے کہا کہ اس نے مزدوروں کو تکلیفوں سے بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی ہے۔

—— لندن ۱۸/اپریل - مردوں اور عورتوں کی زندگی کی مدت کی اوسط بڑھتی جا رہی ہے رجسٹرار جنرل کی جو رپورٹ بابت ۱۹۵۰ء شائع ہوئی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ عورتیں ۶۳، ۷۰ سال زندہ رہنے کی امید کر سکتی ہیں اگرچہ عورتیں زیادہ دن زندہ رہتی ہیں لیکن بحیثیت مجموعی مردوں کی صحت عورتوں سے بہتر رہتی ہے۔ لیکن آزمائش کے بعد پایا گیا ہے کہ جتنی عورتوں سے اس سلسلہ میں ملاقات کی گئی ان میں ۷۱ء۶ فیصدی کسی نہ کسی مرض کا شکار ہیں - مردوں میں یہ تناسب ۶۱ء۶ فیصدی تھا۔

—— روس ۱۸/اپریل - روس سمندر میں اپنی کمزوری کو پورا کرنے کے لئے سرنگوں کی جنگ پر توجہ دے رہا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ وہ ایٹمی سرنگ تیار کرنے کی کوشش کر رہا ہے روس کا سرنگ استعمال کرنے کا طریقہ گزشتہ جنگ کے زمانہ کی جرمن سرنگوں پر مبنی ہے اور معلوم ہوا ہے کہ جرمن سائنسدانوں کی مدد سے سوویٹ کاریگروں نے اس سرنگ کی مزید اصلاح کی ہے جسے جنگ کے زمانہ میں جرمن ہوائی جہازوں، اور آبدوز کشتیوں سے سمندر میں بچھایا کرتے تھے۔ یہاں کے بحری ماہرین کا خیال ہے کہ اگر جنگ چھڑ گئی تو روس سے سب سے بڑا خطرہ سرنگوں ہی کی شکل میں ہوگا - سمندر میں دوسرا بڑا خطرہ روس کے آبدوز کشتیوں کے بڑے بیڑے سے ہوگا۔

—— سان فرانسسکو - ۱۸/اپریل - جنرل میک آرتھر مشرق وسطیٰ کے اپنے عہدے سے سبکدوش ہو کر کل رات امریکہ پہنچے وہ چودہ سال کی غیر حاضری کے بعد امریکہ واپس آئے ہیں۔ اڈے پر تقریباً پانچ ہزار کا مجمع تھا جس نے ان کا اس شان سے استقبال کیا جس شان سے قومی ہیرو کا استقبال کرتے ہیں۔

ہجوم میں جا بجا ایسے نشانات نظر آ رہے تھے جن پر لکھا ہوا تھا "میک آرتھر صدر بنیں گے"۔ جب جنرل میک آرتھر اڈے سے سان فرانسسکو کو چلے تو پندرہ میل تک ان کے پیچھے کاریں نظر آ رہی تھیں۔

—— ملایا کے جنگلوں، کانوں اور کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو اب بھی ہوائی جہاز کے ذریعہ ان کی روزانہ مزدوری پہنچائی جا رہی ہے - چنانچہ بتایا گیا ہے کہ ۱۹۴۸ء سے اب تک تقریباً چند کروڑ ڈالر تقسیم کئے جا چکے ہیں اس طریقہ سے تمام مزدور خوش ہیں کیونکہ انہیں مزدوری لینے کے لئے دور دراز مقامات پر جانے کی مصیبت سے نجات مل گئی ہے۔

اسلامی لٹریچر کا بہترین نچوڑ

تصنیفات حضرت مسیح موعود مہدی معہود

سلسلہ تصنیفات احمدیہ حصہ دوم

اس میں ذیل کی کتب شامل ہیں :-

۱- سرمہ چشم آریہ - آریوں کے کھلے اعتراضات کے مدلل جوابات

۲- شحنۂ حق - اس کتاب میں بھی آریوں کے اعتراضات کا مدلل جواب پیرایہ میں کیا گیا ہے۔

۳- ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب - عیسائیوں کے اہم اعتراضات دربارہ نبوت و معجزات حضرت نبی کریم صلعم کے مدلل جوابات - قیمت ۔۔ ۲ــــ۰ــــ

سلسلہ تصنیفات احمدیہ حصہ چہارم

اس حصہ میں ذیل کی کتب موجود ہیں :-

۱- الحق مباحثہ دہلی - حضرت مسیح موعود اور مولوی محمد بشیر بھوپالی کی مفصل اور قابل دید بحث -

۲- الحق مباحثہ لدھیانہ -

۳- آسمانی فیصلہ - ہندوستان کے سربرآوردہ علماء اور پیروں کو آسمانی فیصلہ کی طرف دعوت دی گئی ہے -

۴- نشان آسمانی - اولیاء امت کی پیشگوئیاں دربارہ صداقت دعوٰی خود - قیمت ۔۔ ۲ــ۸ــ۰

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ہفتم

اس میں حسب ذیل کتب شامل ہیں :-

۱- ضیاء الحق - دعوٰی مسیحیت کی صداقت پر مخالفین کو جوابات

۲- شہادت القرآن -

۳- انوار الاسلام

۴- نور القرآن حصہ اول

۵- نور القرآن حصہ دوم

۶- ست بچن

۷- آریہ دھرم - قیمت ۔۔ ۲ــ۱۲ــ۰

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ہشتم -

اس میں حسب ذیل کتب شامل ہیں :-

۱- تعلیم الاسلام یا اسلامی اصول کی فلاسفی

۲- انجام آتھم

۳- سراج منیر

۴- تحفہ قیصریہ

۵- حجۃ اللہ

۶- سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ۔۔ ۲ــ۱۲ــ۰

۱- نور القرآن حصہ اول :- عربی میں عیسائیوں کے عقائد باطلہ کا رد پیش کیا گیا ہے - قیمت ۔۔ ۰ــ۸ــ۰

نور القرآن حصہ دوم - قیمت ۔۔ ۰ــ۸ــ۰

کشتی نوح - عمدہ سفید کاغذ پر طبع شدہ - ۱ــ۴ــ۰

ازالہ اوہام مجلد ہر دو حصہ ۔۔ ۵ــــ۰

اتمام حجت ۔۔ ۰ــ۲ــ۰

سر الخلافہ ۔۔ ۰ــ۸ــ۰

تحفہ بغداد ۔۔ ۰ــ۴ــ۰

ملفوظات حصہ اول ۔۔ ۱ــ۸ــ۰

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ۰ــ۴ــ۰

انوار القرآن حصہ اول و دوم ۔۔ ۱ــ۰ــ۰

انوار الاسلام ۔۔ ۰ــ۴ــ۰

حجۃ اللہ ۔۔ ۰ــ۱ــ۰

سراج منیر ۔۔ ۰ــ۶ــ۰

توضیح مرام ۔۔ ۰ــ۶ــ۰

فتح اسلام ۔۔ ۰ــ۵ــ۰

کرامات الصادقین ۔۔ ۰ــ۱ــ۰

دو تقریریں (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) ۰ــ۸ــ۰

ملفوظات احمدیہ حصہ دوم ۔۔ ۲ــــ

ملفوظات احمدیہ حصہ سوم - ملفوظات از نومبر ۱۹۰۱ء تا اپریل ۱۹۰۲ء

ملفوظات احمدیہ حصہ چہارم - ملفوظات از ۵ اپریل ۱۹۰۲ء تا یکم ستمبر ۱۹۰۲ء

ملفوظات احمدیہ حصہ پنجم - ملفوظات از یکم ستمبر ۱۹۰۲ء تا ۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء

ملفوظات احمدیہ حصہ ششم - ملفوظات از ۱۵ ر اکتوبر ۱۹۰۲ء تا ۵ ر نومبر ۱۹۰۲ء

ملفوظات احمدیہ حصہ ہفتم - ملفوظات از ۵ نومبر ۱۹۰۲ء تا دسمبر ۱۹۰۲ء

قیمت فی حصہ ایک روپیہ آٹھ آنے

تصنیفات حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم - اے ایل ایل بی

امیر جماعت احمدیہ لاہور

بیان القرآن :- یعنی اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم معہ عربی متن تین جلدوں میں مجلد معمولی سولہ روپیہ چار آنہ - مجلد اعلٰے اٹھارہ روپیہ محصولڈاک تین روپے -

جمع قرآن - قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تاریخی واقعات اور اعتراضات کے مفصل جوابات - ہدیہ مجلد ۲ر

حمائل شریف :- بیان القرآن کے حصہ لغت کو چھوڑ کر تفسیری نوٹوں اور اردو حواشی کے ساتھ - ہدیہ ۔۔ ۴ - ۳ روپے

زندہ نبی کی زندہ تعلیم :- اس کتاب میں حضور سرور کائنات محمد صلعم کی حیات طیبہ اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو قرآن حدیث اور سنت کی روشنی میں جدید اسلوب اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا گیا ہے - اس کتاب کے اسلوب اور جامعیت سے انگلستان کی ایک بزم کے نقاد اور کارپردازان اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اس کتاب کو بیک وقت انگریزی، فرانسیسی اور ہسپانی زبانوں میں شائع کر رہے ہیں - قیمت اردو چار روپے

قیمت انگریزی پانچ شلنگ -

احادیث العمل منتخب احادیث معہ ترجمہ و تفسیری نوٹ - قیمت ۱۰ر

جمع قرآن - قرآن کریم کی جمع و ترتیب اور اعتراضات کی تردید کی گئی ہے - قیمت ۔۔ ۱ــ۲ــ۰

سیرت خیر البشر :- (دوم ایڈیشن) مفصل سوانحعمری حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم - جس میں ہر قسم کے اعتراضات کو رفع کیا گیا ہے - قیمت ۔۔ ۱ــ۴ــ۰

حمائل شریف مترجم :- جس میں بین السطور ترجمہ اور حاشیہ پر تفسیری نوٹ ہیں - ہدیہ ۔۔ ۳ــ۴ــ۰

تاریخ خلافت راشدہ - (سوم ایڈیشن) سوانحعمری خلفاء راشدین حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ - قیمت ۔۔ ۱ــ۴ــ۰

النبوۃ فی الاسلام :- رسالت، محدثیت اور مجددیت پر مفصل بحث ۔۔ ۲ــ۸ــ

مقام حدیث :- دوم ایڈیشن - ضرورت حدیث - جمع اور تنقید حدیث پر مفصل بحث ہے - قیمت ۔۔ ۱ــ۴ــ

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم

نبوت کا ظہور اتم المعروف بہ نبی کامل ۔۔ ۲ــ۰ــ

تمدن اسلام ۔۔ ۱۴ر | مطالعۂ اسلام ۔۔ ۱۰ر

ینابیع المسیحیت ۔۔ ۴ر | لمعات انوار محمدیہ ۔۔ ۱۰ر

راز حیات یا انجیل عمل ۔۔ ۱۲ر | ام الالسنہ معروف بہ زندہ کامل زبان ۔۔ ۸ر

موضوع قرآن، تہذیب انسانی، اسماء الٰہیہ ۔۔ ۴ر | ہستی باری تعالٰے ۔۔ ۶ر | حیات بعد الموت ۸ر

اسوۂ حسنہ ۔۔ ۸ر (محصولڈاک علاوہ)

کتب از حضرت مولانا محمد احسن صاحب مرحوم امروہی

القول المجدد ۔۔ ۲ر | سنۃ ضروری ۔۔ ۳ر

اعلام الناس ۔۔ ۳ر | السراج الوہاج ۔۔ ۱۲ر

اظہار النصائح ۔۔ ۲ر

کتب از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم

مجدد اعظم :- حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کی مکمل اور جامع سوانح حیات تین جلدوں میں -

جلد اول چار روپے چھ آنے جلد دوم تین روپے بارہ آنے جلد سوم چار روپے - رعایتی قیمت ہر سہ جلد ۱۲/۶ محصولڈاک ۲/۴

ملنے کا پتہ : منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور - (پاکستان)

اخبار احمدیہ

ایک پُرمسرت تقریب

جماعت احمدیہ کا ہر فرد حضرت شیخ نور احمد صاحب (مرحوم و مغفور) پلیڈر ایبٹ آباد کے نام نامی سے واقف ہے۔ آپ جماعت احمدیہ کے مخلص ترین اصحاب میں سے تھے۔ جنہوں نے اسلام اور جماعت احمدیہ کی ترقی کے لئے ہر رنگ میں خدمت کی ہے آجکل آپ کا جملہ خاندان کراچی میں مقیم ہے۔ اور آپ کے ہر دو صاحبزادگان شیخ محمد اقبال و شیخ آفتاب احمد صاحبان کو اللہ تعالے نے اپنے فضل وکرم سے دین اور دنیا دونو سے حصہ عطا فرمایا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

گذشتہ اتوار بعد نماز مغرب عزیزہ ثریا جبین صاحبہ بنت الرشید شیخ نور احمد صاحب کی تقریب عروسی عزیزم شیخ بشیر احمد صاحب خلف الرشید جناب شیخ عبداللہ صاحب سے بعوض پانچہزار مہر قرار پائی۔ اس پُرمسرت تقریب میں بہت سے مسلمان عہدیداروں کے علاوہ انگریز آفیسرز اور یوروپین خواتین نے بھی شرکت فرمائی۔

نکاح کا عالمانہ خطبہ ہماری جماعت کے خطیب حضرت میاں نصیر احمد صاحب فاروقی نے دیا۔ جس کو حاضرین مجلس نے بہت ہی پسند کیا اور ہر طرف سے آپ کی قرآن دانی کی تعریف میں آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

جناب شیخ عبداللہ صاحب نے اس تقریب سعید کے موقعہ پر مبلغ پچاس روپے اشاعت اسلام کے لئے عطا فرمائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے مبارک اور بابرکت ثابت کرے۔ آمین ثم آمین۔

شیخ عبدالحق
سیکرٹری تبلیغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کراچی

... کے عہد پر

...گے کہ ہمارے مخلص
... گانٹنا کے دارالخلافہ
... بنا دیا گیا ہے۔ اس
... گانٹنا کے احمدی
...
...ت کے باوجود ...
...ی تبلیغ کیلئے کافی وقت

چک نمبر ۸۱ جنوبی میں جلسہ

شیخ محمد طفیل صاحب اور عبدالرحیم صاحب جگو کی تقاریر

۱۶ر اپریل ۱۹۵۱ء کو شیخ محمد طفیل صاحب اور عبدالرحیم جگو صاحب (ڈچ گانٹنا) ربوہ اور سرگودہ سے ہوتے ہوئے چک ۸۱ میں تشریف لائے۔ میں اس وقت چک میں موجود نہیں تھا۔ بلکہ گوجرانوالہ جانے کے لئے سرگودھا اسٹیشن پر گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا کہ کسی نے مجھے اطلاع دی کہ شیخ صاحب اور ان کے ہمراہ ایک صاحب چک ۸۱ جانے والی موٹر بس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ گاڑی چلنے میں صرف پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ میں نے جلدی سے اتر کر اپنا ٹکٹ واپس کیا اور تانگہ لیکر چک کی طرف روانہ ہوگیا۔

شام کے قریب چک میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہاں شیخ صاحب کے علاوہ قادیانی جماعت کے تین مبلغ بھی موجود ہیں۔ ان لوگوں نے جلسہ کا انتظام بھی کر رکھا ہے۔

جلسہ کے دوران میں قادیانی جماعت کے مبلغین نے حضرت صاحب کی نبوت پر تقریریں کیں اور یہ بھی کہا کہ اگر کوئی صاحب اس پر اعتراض کرنا چاہیں تو انہیں وقت دیا جائے گا۔ دوسرے دن صبح انہوں نے گفتگو کے لئے کچھ وقت نکالا۔ شیخ محمد طفیل صاحب ان کے دو مبلغ حضرات سے باری باری گفتگو کرتے رہے۔ چونکہ انہیں ربوہ جلدی پہنچنا تھا اس لئے درمیان میں اس سلسلہ کو ختم کرنا پڑا۔

رات کو نماز عشاء کے بعد ہماری طرف سے جلسہ شروع ہوا بازار کے چوک میں چارپائیاں اور کرسیاں بچھا کر لاؤڈ سپیکر لگا دیا گیا تاکہ تقاریر کی آواز گاؤں کے تمام گھروں تک پہنچ سکے۔

شیخ محمد طفیل صاحب نے آدھ گھنٹہ پنجابی اور آدھ گھنٹہ اردو میں سوانح حیات اور دعاوی پر تقریر کی۔ عبدالرحیم صاحب جگو نے ۴۵ منٹ جماعت احمدیہ گانٹنا کے حالات سنائے جسے سن کر سب لوگ بہت محظوظ ہوئے اس کے بعد خاکسار نے مسیح موعود کی پیشگوئی اور ختم نبوت پر ایک گھنٹہ تقریر کی۔ اور سوا گیارہ بجے رات دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

عبدالرحیم صاحب جگو سے مل کر چک کے لوگ بہت خوش ہوئے اور تقریر کے علاوہ اور بھی معلومات اس سے حاصل کرتے رہے۔

آخر میں مجھے چوہدری احمد دین صاحب اور ان کے فرزند محمد عالم صاحب اور دیگر دوستوں کا شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے ہمارے مہمانوں کی ہر طرح سے خاطر و تواضع کی اور جلسہ کے انتظامات میں حصہ لیا۔ والسلام

خاکسار۔ شبیر محمد نوشاہی
مبلغ چک ۸۱ جنوبی سرگودھا

تقریب شادی

۲۳ر اپریل ۱۹۵۱ء کو بروز پیر مولنا محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ کے صاحبزادہ میجر محمد اسلم خاں صاحب کا نکاح طاہرہ بیگم بنت خان گلزار محمد خاں صاحب پبلک پراسیکیوٹر بلوچستان کے ساتھ دس ہزار روپیہ حق مہر پر مولنا صدرالدین صاحب نے پڑھایا۔

دوسرے دن ۲۴ر اپریل کو بوقت سات بجے شام مولنا یعقوب خاں صاحب کی طرف سے احباب کو دعوت ولیمہ دی گئی۔

اعلان نکاح

مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمکم الرحمٰن
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آج مورخہ ۲۷ر اپریل ۱۹۵۱ء کو بعد نماز جمعہ چوہدری عبدالرحمٰن صاحب خلف الرشید چوہدری غلام حضور صاحب مرحوم مغفور کا عقد نکاح ہمراہ ثریا حمید صاحبہ بنت ڈاکٹر چوہدری عبدالحمید صاحب اے ڈی پی ایچ صوبہ سرحد پشاور بعوض مبلغ -/۵۰۰۰ روپیہ حق مہر ہوا۔ چوہدری عبدالرحمٰن صاحب نے اس خوشی میں مبلغ -/-/۵۰ روپے انجمن کے لئے عطا فرمائے جو بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت ہیں۔

خطبہ نکاح پڑھنے کا فریضہ میں نے ادا کیا۔ اطلاعاً عرض ہے۔ والسلام

احقر۔ شیخ اللہ بخش ایڈووکیٹ۔ چھاؤنی پشاور

تعمیر قومی کے اصول

(بقیہ از صفحہ ۱۳)

یہ مہاجر نہیں اس نے اپنے باپ کے ساتھ ہجرت کی تھی یہ حلہ مہاجر ابن سعید بن عتاب یا سلیط بن سلیط کو دے دو۔۸

امہات المومنین کی خدمت میں میوہ جات یا دیگر عمدہ اشیاء بھیجنے کے لئے نو پیالے بنوا رکھے تھے تقسیم کے وقت سب سے آخری پیالہ حضرت حفصہ رض (اپنی لڑکی) کے پاس بھجواتے تھے تاکہ اگر کمی رہ جائے تو ان کے حصہ میں آئے۔

عبداللہ بن عمرؓ کا وظیفہ حضرت عمرؓ نے اسامہ بن زید سے کم مقرر فرمایا تو عبداللہ رض نے کہا وہ مجھ سے کسی چیز میں سبقت نہیں رکھتے، بولے" اسامہ رض کے باپ تمہارے باپ سے اور وہ تم سے زیادہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے (فتوح البلدان) (باقی باقی)

(بقیہ صفحہ کالم) کلام الامام

دل اگر خوں نیست از ہجرت چہ چیز است آں دلے
ورنثارِ تو نگردد جاں کجا آید بکار

(مسیح موعود)

ترجمہ۔ اے سید الابرار فخر موجودات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دل جو حضور کی محبت میں گداز نہیں اور حضور کی ذات مقدس و مطہر پر غلامانہ نکتہ چینیاں سن کر خون ہو کر نہیں بہہ جاتا اور ...

بقیہ اخبار احمدیہ

سانحہ ارتحال شیخ عبدالستار صاحب احمدی سیکرٹری جماعت ہبلی (کرناٹک) اطلاع دیتے ہیں کہ ۱۷؍اپریل ۱۹۵۱ء کو شام کے ساتے بجے جناب عبدالقادر محمد صاحب دادر والے عرف جمعدار صاحب اس جہان فانی سے انتقال فرما گئے آپ کی عمر ۹۲ سال تھی آپ علاقہ کرناٹک میں پچیس سال سے سب سے پرانے احمدی تھے، جناب بشیر احمد مفتی ان سے درس لیا کرتے تھے۔ آپ آخری دم تک مفتی صاحب اور مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کو یاد کرتے رہے وفات سے آٹھ دن پیشتر مجھے کہا کہ بشیر احمد صاحب اور عبدالحق صاحب کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا، اب پیغام صلح کے ذریعہ ان کو یہ سلام پہنچاتا ہوں۔ ۱۸؍اپریل کو بوقت ۱۱ بجے انہیں دفن کیا گیا۔ ان کے فرزند عبدالغفار صاحب نے مبلغ پانچ روپیہ قرآن کریم بزبان کنڑی کے لئے عطا کئے۔

ہمیں عبدالقادر محمد صاحب کی وفات [illegible] کا دلی افسوس ہے اور اس صدمہ [illegible] ان کے فرزند اور دیگر لواحقین کے [illegible] ہیں دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو اعلےٰ علیین میں جگہ دے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔

درخواست دعا

شیخ عبدالستار صاحب اپنے اسی خط میں لکھتے ہیں کہ میرا نو دس سال بچہ تین ماہ سے بیمار ہے ہر روز ۱۰۲ سے ۱۰۴ تک بخار رہتا ہے علاج کراتے کراتے تھک گیا ہوں، صرف دعا پر امید کئے بیٹھا ہوں براہ مہربانی احباب اس کی صحت کے لئے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

درخواست دعا

ہمارے ایک عزیز دوست جو سلسلہ کے مخلص ممبر ہیں تکلیف میں مبتلا ہیں۔ احباب ان کے لئے دعا فرمائیں کہ خداوند کریم ان کی مشکلات کو دور فرمائے۔ میں اہل دل اصحاب کی خدمت میں اس کے لئے خاص طور پر ملتجی ہوں۔

مرتضیٰ خاں

شکریہ

حافظ عبدالرشید صاحب مبلغ انجمن معہ زکوٰۃ ۴۶۵/- روپے کی رقم حال ہی دفتر میں ارسال فرمائی ہے جو آپ نے اپنے علاقہ سے فراہم کی ہے۔ حافظ صاحب کی اس کوشش کا دفتر شکریہ ادا کرتا ہے اور امید ہے کہ ہمارے سلسلہ کے دوسرے بہی خواہ فراہمی زکوٰۃ کے سلسلہ میں پوری پوری کوشش فرمائیں گے۔

(دفتر تحصیل)

اعلان نکاح

شیخ محمد یوسف صاحب گرنٹھی ملتان سے لکھتے ہیں:-

مورخہ ۱۵؍اپریل ۱۹۵۱ء کو چھ کسی میں مسمات شریفاں کی دختر ثریا کا نکاح مسٹر عبدالحق صاحب پسر ہو یدار عبدالقادر ساکن وہاڑی سے ہوا۔ حق مہر مبلغ ایک ہزار روپیہ مقرر ہوا صوبیدار صاحب نے اس خوشی میں مبلغ دس روپے اور شریفاں نے مبلغ پانچ روپے انجمن کو تراجم قرآن کے لئے دیئے۔

چوری

یہ خبر جماعت کے تمام حلقہ میں نہایت رنج واندوہ سے سنی جائے گی کہ ہمارے محترم دوست مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے ہاں گذشتہ رات (۷؍مئی کی شب کو) چوری ہو گئی۔ مولانا معہ عیال مکان کے صحن میں سوئے ہوئے تھے، چور خدا جانے کس طرح اندرونی کمروں میں گھسا اور کیش بکس اور دوسری جگہوں سے جس قدر نقدی مل سکی سمیٹ کر چلتا بنا، رات ایک بجے کے بعد بارش کی وجہ سے جب اندرونی کمروں میں جانا پڑا تو وہاں تمام سامان بکھرا پڑا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون،

ہمیں اس صدمہ میں مولانا کے ساتھ دلی ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ ان کے نقصان کا خود کفیل ہو۔

اپریشن محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب کی صاحبزادی عزیزہ ذکیہ بیگم کا پتہ کا اپریشن میو ہسپتال لاہور میں ہوا احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت بحمداللہ پہلے سے بہتر ہے، گذشتہ ماہ آپ کو پھر بیماری کے ایک شدید حملہ کا شکار ہونا پڑا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ احباب کرام کی دعائیں پھر کام آئیں اور آپ چند دن تکلیف اٹھانے کے بعد خطرہ سے نکل گئے اب کمزوری چل رہی ہے اور ساتھ ہی ساتھ آپ قرآن کریم انگریزی کے پروف بھی دیکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے اور اپنے دین کی خدمت کے لئے آپ کو صحت کامل عطا کرے، احباب کرام دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں۔

اخبار کی اشاعت میں جبری التوا

"پیغام صلح" کا یہ پرچہ تین ہفتہ کے جبری التوا کے بعد شائع ہو رہا ہے' ۱۸؍اپریل کا پرچہ شائع ہونے کے چند دن بعد یہ معلوم ہوا کہ عالمگیر الیکٹرک پریس جہاں اخبار چھپتا تھا، بعض خانگی تنازعات کی وجہ سے بند کر دیا گیا ہے اور اب اخبار کا وہاں چھپنا مشکل ہے اسی وقت دوسرے پریس میں چھپوانے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے ایک درخواست ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی خدمت میں بھیجی گئی۔ جس کی منظوری میں خلاف معمول قریباً تین ہفتے صرف ہو گئے اس جبری التوا کی اطلاع مقامی روزناموں میں بھیجی گئی تھی لیکن صرف اخبار "جہاد" میں شائع ہوئی بہرحال خدا کا شکر ہے کہ آج ہم پھر قارئین کرام کی خدمت میں یہ چند صفحات پیش کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

آئندہ پرچہ

اس کے بعد آئندہ پرچہ ۲۳؍مئی ۱۹۵۱ء کو شائع ہو گا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یوم وصال (۲۶؍مئی) کی تقریب کی وجہ سے مسیح موعود نمبر کے نام سے موسوم ہو گا اور امید ہے کہ معمول سے تین گنا زیادہ صفحات پر مشتمل ہو گا، قارئین کرام منتظر رہیں۔

مضامین نگار حضرات کی خدمت میں

جو اصحاب "مسیح موعود نمبر" کے لئے کوئی مضمون وغیرہ بھیجنا چاہیں وہ زیادہ سے زیادہ ۱۶؍مئی تک ارسال فرما دیں، مضمون "پیغام صلح" کے دو صفحات سے زیادہ نہ ہو اور صاف و خوشخط لکھا ہوا ہونا چاہیئے۔

خاکسار۔ دوست محمد
ایڈیٹر پیغام صلح

[illegible] ۱۹۵۱ء [illegible]

جلد ۳۹
لاہور یوم چہار شنبہ ۱۶ شعبان ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۵۱ء
نمبر ۱۷-۱۸

حضرت مسیح موعود چند خدام کی معیت میں

کرسیوں پر (دائیں سے بائیں) ۱ - میاں عبدالعزیز ۲ - ڈاکٹر اسماعیل گوڑگانوی ۳ - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام - ۴ - ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ - ۵ - مرزا نیاز بیگ (والد ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ) -

فرش پر (دائیں سے بائیں) - ۱ - (؟) ۲ - منشی رحمت علی جالندھری ۳ - منشی روڈے خانصاحب تحصیلدار کپورتھلہ - ۴ - منشی کرم علی صاحب کاتب - ۵ - میاں فضل احمد صاحب -

استادہ (دائیں سے بائیں) - ۱ - (؟) ۲ - شیخ یعقوب علی عرفانی - ۳ - منشی ظفر احمد صاحب - ۴ - (؟) ۵ - ڈاکٹر فیض علی - ۶ - (؟)

ہمارے عقائد

ایک خدا - ایک رسول - ایک کتاب

۱- ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں

۲- ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور بالفاظ بانی سلسلہ:-

"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا۔" (نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

"جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" (مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم صفحہ ۲۳۳)

"میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد مصطفےٰ صلعم پر ختم ہو گئی۔ (")

"ہم نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

۳- ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴- ہم بالفاظ بانی سلسلہ ایمان لاتے ہیں کہ "ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت اور جہنم حق ہے۔" (ایام الصلح صفحہ ۸۶)

۵- ہم کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو اسلام کے ان ارکان میں سے مانتے ہیں جن پر دین کی بنا رکھی گئی ہے۔

۶- ہم تمام انبیا اور تمام کتابوں پر جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ایمان لاتے ہیں۔

۷- ہم تمام صحابہ کرام، تمام ائمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے۔ اور کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

۸- ہم بالفاظ بانی سلسلہ ایمان لاتے ہیں کہ "جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنا ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔"

۹- ہم حسب ارشاد بانی سلسلہ[1] خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہیں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحہ کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا۔ اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض سمجھتے ہیں۔

---

[1] ایام الصلح صفحہ ۸۶، ۸۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرضِ حال

"پیغام صلح" کا مسیح موعودؑ نمبر قریباً ہر سال نکلتا ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ اس میں حضرت مسیح موعود کی صداقت کے تمام پہلوؤں پر پوری پوری روشنی ڈالی جائے۔ خدا کے فضل سے ہماری جماعت میں ایسے کئی اہل قلم موجود ہیں جو اس بارہ میں اچھے سے اچھے مضامین لکھنے کی قابلیت و اہلیت رکھتے ہیں۔ ایسے تمام دوستوں کو ہر سال تکلیف دی جاتی ہے، امسال بھی دی گئی۔ چند دوستوں نے ہماری استدعا کو فوراً شرف قبولیت بخشا جس کے لئے ہم ان کے تہ دل سے ممنون ہیں لیکن بعض اصحاب کی بیش قیمت مصروفیات نے ہماری بیہم استدعاؤں کو باریاب نہ ہونے دیا جس کا افسوس کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔

تاہم پیش نظر نمبر کو جہاں تک ممکن ہے اچھا اور بہتر بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے، اس سلسلہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا میں خاص طور پر ممنون ہوں کہ آپ نے کمزوری طبع کے باوجود اس عاجز کی گذارش کو شرف قبولیت بخشا اور ایک بیش قیمت مضمون اس نمبر کے لئے خاص طور پہ رقم فرمایا جو سب سے پہلی جمعیۃ الفلاح" کے عنوان سے دوسری جگہ درج ہے۔

دوسرے اہل قلم حضرات میں سے شیخ محمد اصعت صاحب، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب شیخ غلام قادر صاحب، مولانا مرتضیٰ خاں صاحب، جناب غلام ربانی صاحب اور جناب ابو المظفر صاحب بھی دلی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنے اپنے انداز میں حضرت مسیح موعود کی صداقت کے کسی نہ کسی پہلو کو اجاگر کیا اور جماعت کی آیندہ ترقی و استحکام کے متعلق اہم تجاویز پیش کی ہیں۔

اسی پرچہ میں ادارت کی طرف سے تین ضروری مضامین پیش کئے جا رہے ہیں:۔

۱۔ حدیث مجدد کی علمی تحقیقات

۲۔ مجدد کی شناخت، اس کا دعوےٰ اور اس کے ماننے کی ضرورت

۳۔ چودھویں صدی کا مجدد اور اس کی خدمات اسلامی

یہ تینوں مضامین اور ان کے ساتھ بعثت مجددین پر مولانا ابو الکلام آزاد کے خیالات امید ہے مسائل سلسلہ کے متعلق موجودہ مباحث میں ایک حد تک مفید ثابت ہوں گے، اور اس کے ساتھ جماعت کے ایک سالہ کام پر جو نظر ڈالی گئی ہے وہ اس جماعت کی زندگی اور فعالیت کا ایک روشن ثبوت پیش کرے گا۔ ادارت کی طرف سے ختم نبوت پر ایک مضمون پہلے سے چل رہا ہے، جس میں نہ صرف قادیانی جماعت کے دلائل اجرائے نبوت کی تردید ہے، بلکہ ان لوگوں کا بھی جواب ہے جو ہماری جماعت کو ختم نبوت کا منکر سمجھتے ہیں، امید ہے مضمون کا وہ حصہ جو اس پرچہ میں آیا ہے بہت سی غلط فہمیوں کو دُور کرنے کا موجب ہوگا۔

آخر میں ہم اپنے مکرم و محترم بزرگ خان بہادر غلام ربانی خاں کا بھی دلی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے گو ہماری درخواست پر نہیں مگر ان مکتوبات کے سلسلہ میں جو وہ انگلستان سے "پیغام صلح" کے لئے بھیجتے رہتے ہیں ایک ایسا مکتوب لکھا ہے جو موجودہ نمبر کے موزوں حال ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے اور ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کو موجب خیر و برکت بنائے۔

ان چند گذارشات کے ساتھ یہ ہدیہ محقر قارئین کرام کی خدمت میں اس استدعا کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ اس کے مرتب کے لئے خاص طور پر دعا فرمائی جائے۔ والسلام

خاکسار۔ دوست محمد۔ ایڈیٹر پیغام صلح

تقریب نکاح

۱۲ مئی ۱۹۵۱ء کو جناب محمد احمد خاں صاحب ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج منٹگمری کا نکاح مس امتہ الحی ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لائل پور سے مولانا صدر الدین صاحب نے پڑھایا۔ مس امتہ الحی جب چار سال کی تھیں تو ان کے والد نے انہیں اپنے بزرگ نواب خاں صاحب انسپکٹر پولیس پنشنر کے سپرد کر دیا تھا اور موصوفہ نے انہی کے زیر اہتمام تعلیم پائی اس تقریب سعید پر ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ نے مبلغ پچاس روپیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو عطا فرمائے۔

زندہ اور فعّال جماعت کے کام

کسی تحریک یا جماعت کی زندگی کا پتہ اس کے کاموں سے لگتا ہے جماعت احمدیہ لاہور اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایک زندہ اور فعّال جماعت ہے، جو نہ صرف اپنے مشنوں کے ذریعے یورپ اور امریکہ کو اسلام کا امن بخش پیغام پہنچا رہی ہے، بلکہ بہترین اسلامی لٹریچر کے ذریعہ اس نور ایمان کو چار دانگ عالم میں پھیلا رہی ہے جو حضرت مسیح موعود دنیا میں لے کر آئے۔

دنیا کی پانچ ہزار لائبریریوں میں اسلامی لٹریچر پہنچانے کا کام جو اس جماعت نے اپنے ذمہ لیا ہے اس قدر اہم اور اتنا بڑا کام ہے کہ یہ جماعت اس پر بجا طور پر فخر کر سکتی ہے یہ پانچ ہزار لائبریریاں دنیا کے ان ممالک میں واقع ہیں جہاں ابھی تک اسلام کی صحیح تعلیم سے لوگ ناواقف ہیں، ان سے جب اس بارہ میں خط و کتابت کی گئی تو معلوم ہوا کہ بہت سی لائبریریوں میں دشمنان اسلام کی لکھی ہوئی چند کتب موجود ہیں، انہوں نے ہمارے ہدیہ کو بڑی خوشی سے قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور لکھا کہ ابھی تک ان کے پاس اسلام پر کسی مسلمان کی تصنیف کردہ کتب موجود نہیں اور کئی ایک نے یہ اعتراف کیا کہ مختلف قوموں کو ایک دوسرے کے عقائد و خیالات سے واقفیت بہم پہنچانے کے سلسلہ میں انجمن کا یہ اقدام بہت مفید ثابت ہوگا دنیا کو اس کی سخت ضرورت ہے اور اسکو لبیک کہنا ہمارا فرض اولین ہے۔

یہ اسلامی لٹریچر حسب ذیل آٹھ کتب پر مشتمل ہے:۔ (۱) انگریزی ترجمۃ القرآن مع ... (۲) ریلیجن آف اسلام (۳) اے مینوئل آف حدیث (۴) لونگ تھاٹس آف پرافٹ محمدؐ (۵) لائف آف دی پرافٹ محمد صلعم (۶) ارلی کیلی فیٹ (۷) نیو ورلڈ آرڈر (۸) ٹیچنگز آف اسلام۔ یہ تمام کتابیں اسلام قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کی صحیح عظمت کو ظاہر کرتیں اور آپ کی شاندار تصویر پیش کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ دنیا کی پانچ ہزار لائبریریوں میں ان کا پہنچ جانا تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ جس کی یادگار رہتی دنیا تک رہے گی اور ان کتب کے ذریعہ سے اسلام کا نور اس بھٹکتی ہوئی دنیا کو جو اندھیرے میں ٹامک ٹوئیے مار رہی ہے منور کر کے رہیگا۔

اس وقت تک اس سلسلہ میں دو ہزار لائبریریوں سے خط و کتابت ہو چکی ہے۔ اور بہت سی لائبریریوں کو سٹ روانہ بھی کئے جا چکے ہیں اور یہ کام انشاء اللہ بہت جلد تکمیل کو پہنچ جائے گا اس کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کی بہت سی کتب کی جو نور ایمان سے بھری ہوئی ہیں اور جو فی الحقیقت اس زندہ اور فعال جماعت کو پیدا کرنے کا موجب ہوئیں، طباعت و اشاعت کا کام بھی انجمن وسیع پیمانہ پر کرنے کا ارادہ کر چکی ہے اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی حسب ذیل کتب طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں:۔ کشتی نوح۔ اسلامی اصول کی فلاسفی۔ ازالہ اوہام، ان کے علاوہ ذیل کی کتب زیر طبع ہیں (۱) حقیقۃ الوحی (۲) وقتین (۳) حمامۃ البشریٰ۔ اور بھی کتابیں عنقریب پریس میں جانے والی ہیں۔ حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ کی سوانح ... مرقاۃ الیقین بھی امسال دوبارہ طبع ہوئی۔ اور مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کی میثاق النبیین حصہ دوم بھی چھپوائی گئی ہے زیر طبع کتابوں میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی سیرت خیر البشر بھی ہے جو دوبارہ طبع ہو رہی ہے۔

یہ اس زندہ اور فعال جماعت کے کام ہیں جو اس وقت مسلمانوں میں کافر کے نام سے مشہور ہے اور رات دن اس کی بیخ کنی کی تدبیریں سوچی جا رہی ہیں، کاش ہمارے مخالفین کو خادمان اسلام کی بیخ کنی کے علاوہ بھی کوئی اور کام ہوتا۔

بقیہ مقالہ افتتاحیہ

پر جماعت احمدیہ کے مضمون نگاروں اور نوجوانوں سے ایک استفسار کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

کیا انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کا محاسبہ کیا ہے؟ کیا انہوں نے بدلے ہوئے حالات کا جائزہ لیا ہے؟ کیا ان کے ذہنوں میں موجودہ مسائل کا شعور ہے؟ کیا انہوں نے جدید اسلامی نظام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے کوئی تیاری کی ہے؟ اگر نہیں، تو پھر مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ انہوں نے اپنے مقام اور فرائض منصبی کو سمجھنے میں کوتاہی کا ثبوت دیا ہے۔ اگر ہم سے ایسی فروگذاشت ہوتی ہے تو پھر ہم حضرت مسیح موعودؑ کے پیرو کہلانے کے مستحق نہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ اشاعت اسلام کے کام کو ایک نئی قوت اور ایک نئی زندگی کے ساتھ آگے بڑھائیں جسے حضرت مسیح موعود نے خدائی منشاء کے مطابق شروع کیا اور جماعت احمدیہ لاہور اور حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور نے قریباً چالیس سال تک نہایت استقلال کیساتھ

حریم قدس میں لاریب تم شمعِ صداقت ہو

از جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب

مسیح وقت بیشک لائق وصف و ثنا تم ہو
حریم قدس میں لاریب تم شمعِ صداقت ہو
سراپا نور کا پتلا تمہاری ذات اقدس ہے
تمہیں اللہ نے دی تاجداری کشورِ دیں کی
شمائل میں تمہارے حسنِ احمد جلوہ فرما ہے
تمہاری شان کی رفعت کوئی نادان کیا جانے
تمہاری ذات والا گوہرِ یکتائے عالم ہے
عطا تم کو کئے خالق نے ہیں دو منصب عالی
ہوا شاداب آپ سے تمہارے گلشنِ ملت
محمدؐ گلشنِ خوبی تم اس کے اک گلِ رنگیں
تمہارے آپ سے غالب ہوا اسلام دنیا میں
خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا تم کو
ہوئی کافور آپ سے تمہارے کفر کی ظلمت
عدوانِ محمدؐ کیلئے تم برقِ خاطف ہو
وہی تم ہو جسے دیکھا رسول اللہؐ نے کعبہ میں
نوشتوں میں بصد عظمت بشارت آئی ہی جسکی
تمہارا عشق میں روزِ ازل سی لے کے آیا ہوں

حبیب کبریا تم ہو بروزِ مصطفیٰ تم ہو
شبستانِ جہاں میں مشعلِ علم و ہدیٰ تم ہو
مجسّم رحمتِ حق پیکرِ فضلِ خدا تم ہو
بحکمِ خالقِ اکبر شہِ مُلکِ ہدیٰ تم ہو
شبیہ مصطفیٰ ہو مظہرِ خیر الوریٰ تم ہو
زمیں پر حجّۃ اللہ مہبطِ وحیِ خدا تم ہو
نگینِ خاتمِ دینِ محمد مصطفیٰ تم ہو
مسیح ابن مریم مہدئ فرخ لقا تم ہو
ریاضِ دینِ احمدؐ کی بہارِ جانفزا تم ہو
محمدؐ بحرِ حکمت اسکے دُرِّ بے بہا تم ہو
کیا کسرِ صلیبیہ جس نے وہ مردِ خدا تم ہو
ولایت تم پہ نازاں افتخارِ اولیاء تم ہو
شبِ تاریک و تیرہ میں مہِ صدق و صفا تم ہو
محبانِ محمدؐ کیلئے ابرِ سخا تم ہو
وہی خوشرنگ گندم گوں مسیحِ باصفا تم ہو
خدا شاہد وہی مردِ مبشر میرزا تم ہو
مجھے محبوب تر از جان و دل بعد از خدا تم ہو

مسیحا میرا دامن گوہرِ مقصود سے بھر دے
گدائے بے نوا میں ہوں شہِ جود و عطا تم ہو

پیغام صلح

جلد — یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۶ شعبان ۱۳۷۰ھ — نمبر

حضرت امام وقت اور عصر حاضر کے مسائل

(شیخ محمد آصف)

تحریکِ احمدیت

تحریک احمدیت موجودہ زمانہ میں اسلام کی احیائی صورت کا دوسرا نام ہے جب ہم تحریک احمدیت کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے ہماری مراد صرف اسلام ہوتی ہے۔ جس میں موجودہ دَور کے تمام انسانی مسائل کا حل موجود ہے۔ خواہ وہ مسائل اخلاقی ہوں، روحانی ہوں، معاشی ہوں یا سیاسی ہوں۔ اس نقطۂ نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو یہ تحریک کوئی مقامی یا وقتی تحریک نہیں بلکہ آفاق گیر اور زماں گیر تحریک ہے۔

زمانہ کا تغیّر

جن حالات میں یہ تحریک پیدا ہوئی وہ حالات اب بدل چکے ہیں۔ موجودہ مذہبی، سیاسی اور معاشی تغیرات کا موازنہ اگر نصف صدی قبل کے مسائل اور حالات سے کیا جائے تو کسی حد تک اندازہ ہو سکے گا کہ زمانہ کی انقلابی کروٹوں نے دنیا کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ زمانہ کے اس تغیر اور پیہم حرکت کو محسوس کرتے ہوئے ہم نے اپنے علم کلام کے رخ کو نہیں بدلا اور اس کے انداز میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی اور تحریک احمدیت کے زندہ پائندہ اور حرکی پہلوؤں کو نمایاں نہیں کیا۔ یہ تحریک احمدیت کی طرف سے ہم پر وہ قرضہ ہے جس کے بوجھ سے ہمارے کندھے خم ہیں۔ اس بوجھ نے احمدی نوجوانوں کے ذہنوں میں بعض جامد اور ابد نقطے پیدا کر دیئے ہیں جن کو توڑنا ہمارا اولین فرض ہے۔

مودودیت

ہماری اس غفلت نے مودودیت یعنی جماعت اسلامی کو جنم دیا ہے۔ لیکن مودودیت موجودہ مسائل کی حریف نہیں ہو سکتی کیونکہ مودودیت منفی تحریک ہے جو محض ردّ عمل سے پیدا ہوئی ہے۔ مودودیت سرسید کی نیچریت اور عقلیت کا تسلسل ہے اس کی بنیاد تعلق باللہ اور روحانیت پر نہیں جو اسلام کی نمایاں خصوصیت بلکہ روح رواں ہے۔ مودودیت کی انتہا سوائے دہریت اور لادینیت کے اور کچھ نہیں جو بالآخر ایک سیاسی خلفشار اور ذہنی تشکیک پیدا کر کے ختم ہو جائیگی اس کے برعکس احمدیت ایک مثبت تحریک ہے جس کی بنیاد اسلام کی مثبت روحانی قدروں پر ہے۔ یہ قدریں ہر دَور کے مسائل اور تقاضوں کے مطابق اُبھرتی رہیں گی لیکن ہم میں سے بعض دوستوں نے احمدیت کی شوکتِ مزاج کا صحیح اندازہ نہیں کیا کیونکہ انہیں ابھی تک منطقی مغالطوں اور زندگی سے ہٹے ہوئے دینیاتی مسائل کے گورکھ دھندے سے فرصت نہیں ملی۔ وہ اسے علم سمجھے بیٹھے ہیں حالانکہ اصل علم النفس اور آفاق پر غور کرتا ہے اور انسان کی اجتماعی زندگی کو قرآنی تعلیمات کے مطابق ترتیب دیتا ہے۔

حضرت بانئے سلسلہ کا نمونہ

چنانچہ حضرت بانئ سلسلہ نے ایک جماعتی زندگی بسر کر کے اسلام کے اجتماعی اخلاق کا ٹھیٹھ نمونہ پیش کیا ہے اور حضرت امام ؑ نے جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض غایت جو بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے:-

"یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ برکت کلمۂ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آ سکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگایا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ نشینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں۔ غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوششیں اس بات کے لئے کریں کہ ان سے عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی و ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت بہتا ہوا نظر آئے"

تحریک احمدیت کا مزاج

حضرت بانئ سلسلہ کی تحریر کا یہ اقتباس تحریک احمدیت کا مرکزی نقطہ ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس تحریک کا مزاج دینیاتی نہیں بلکہ اجتماعی، روحانی اخلاقی اور ثقافتی ہے وہ لوگ یقیناً غلط فہمی میں مبتلا ہیں جو تحریک احمدیت کو چند دینیاتی مسائل میں محدود کرنا چاہتے ہیں۔

داخلی اُلجھنیں

یہ بات درست ہے ۱۹۱۴ء میں تحریک احمدیت کے اندر بعض داخلی قسم کی خطرناک اُلجھنیں پیدا ہوئیں جن سے اسلام کے بنیادی اور تمہیدی عقائد معرضِ خطر میں تھے۔ ان اُلجھنوں کو سلجھانا نہایت ضروری فرض تھا۔ لیکن صرف اس عذر سے ہم اس فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتے جس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہمیں انتخاب کیا گیا ہے ہمارا سب سے بڑا فرض اقوام عالم کی اخلاقی، روحانی، مذہبی، معاشی اور معاشرتی اُلجھنوں کو دور کرنا ہے یعنی دنیا میں اسلامی نظام اور معاشرہ قائم کرنا ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات

جماعت احمدیہ لاہور نے حتی المقدور تحریک احمدیت کے اس مزاج کو آشکار کیا ہے۔ قادیانی جماعت نے جماعت احمدیہ لاہور کے اجتماعی اعصاب کو مضمحل کرنے کی انتہائی کوشش کی لیکن اس پیکار اور کشمکش کے باوجود ایک معجزہ ہے کہ جماعت لاہور نے گذشتہ پینتیس ۳۵ سال کے عرصہ میں جو لٹریچر پیش کیا ہے وہ اشاعت اسلام کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمات ایسی عظیم الشان ہیں کہ مؤرخ ان کا ذکر جلی حروف میں کرے گا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت ممدوح کو توفیق عطا فرمائی کہ یورپ کی سائنٹیفک مادیت کے مقابلہ میں اسلام کی سائنٹیفک روحانیت کو پیش کریں علمی اور روحانی اعتبار سے آپ نے حضرت امام وقت سے یہ ورثہ پایا ہے۔ حضرت امام وقت کے عظیم احیائی مزاج کے فیضان نے حضرت امیر کے قلب و دماغ میں یہ روح پھونکی کہ وہ مسلسل نصف صدی تک نہایت تندہی، اور استقلال کے ساتھ اس کام کو سرانجام دے سکیں اور حضرت امام نے جماعت احمدیہ کی اجتماعی تربیت کچھ اس انداز پر فرمائی کہ وہ حضرت مولینا کی خدمات کے لئے ایثار و خلوص کا عملی اظہار کرے اور ایسا ماحول پیدا کرے اور ایسے ذرائع مہیا کرے جن سے یہ کام ہو سکے۔ یہ سارا کام درحقیقت جماعت احمدیہ لاہور کے بے پناہ جذبہ کا نتیجہ ہے لیکن ابھی یہ کام ختم نہیں ہوا بلکہ ہمیں اپنی علمی اور تخلیقی حرکت کو تیز تر کرنے کی ضرورت ہے۔

اشاعت اسلام کا کام محدود نہیں

حضرت امام وقت نے اشاعت اسلام کے کام کو مقید اور محدود نہیں کیا بلکہ آپ نے جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کا ذکر فرماتے ہوئے نہایت واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ ہر ایک زمانہ جدید انتظام کو چاہتا ہے تاکہ زمانہ کی ضروریات کے مطابق اشاعت اسلام کے سلسلہ میں غور و فکر کیا جائے اخوت علم اور معرفت کو ترقی دی جائے۔ یعنی ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرے جو چھوٹے پیمانہ پر اسلامی معاشرہ کی صحیح تصویر ہو جس کے ارکان نوع انسانی کی بھلائی کے لئے اپنے قلوب میں سچا جوش رکھتے ہوں، جو غریبوں کی پناہ اور یتیموں، مسکینوں کا سہارا بن جائیں اور اپنی ذہنی اور اخلاقی قوت سے ایک ایسا اسلامی نظام دنیا کے سامنے پیش کریں جس سے دنیا سے فتنہ و فساد دُور ہو اور نوع انسانی امن کا سانس لے سکے۔ ظاہر ہے کہ وہ اسلامی نظام ایسا ہونا چاہیئے جو موجودہ دنیا کی مادی اور نسلی تہذیب کے عناصر ترکیبی میں بنیادی انقلاب پیدا کر دے جو رنگ و نسل کے پیکروں۔ قومی اور لادینی ریاستوں کے بتوں کو پاش پاش کر دے اور اسلام دنیا میں غالب آئے۔ یہ وہ عظیم الشان کام ہے جو امام عصر حاضر نے اپنے بعد جماعت احمدیہ کے سپرد کیا۔ ہمیں اس کو تو جہ

(باقی برصفحہ کالم ۲)

مبشرات مامور ربانی

ایک دوست نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند الہامات و مبشرات لکھکر بھیجے ہیں جن سے اس مامور ربانی کی شان و عظمت اور اسلام کی آیندہ کامیابیوں کا پتہ چلتا ہے امید ہے یہ مبشرات قارئین کرام کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوں گے۔

قریباً ۱۸۸۲ء میں اللہ تعالےٰ نے مجھے اس وحی سے مشرف فرمایا کہ ولقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون اور اس میں اس عالم الغیب خدا نے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ کوئی مخالف کبھی تیرے سوانح پر کوئی داغ نہیں لگا سکے گا۔ (چنانچہ) کوئی شخص دور یا نزدیک رہنے والا ہمارے گذشتہ سوانح پر کسی قسم کا داغ ثابت نہیں کر سکتا بلکہ گذشتہ زندگی کی پاکیزگی کی گواہی خود مخالفین سے ہی دلائی ہے (جیسا کہ مولوی محمد حسین جو تکفیر کی بنیاد کا بانی ہے پیشگوئی کا مصدق ہے) (نزول المسیح صفحہ ۲۱۲)

(۲)

ھو شعنا نعسا۔ اے خدا میں دعا کرتا ہوں کہ مجھے نجات بخش اور مشکلات سے رہائی فرما۔ ہم نے نجات دے دی۔ یہ ایک پیشگوئی ہے جو دعا کی صورت میں کی گئی اور پھر دعا کا قبول ہونا ظاہر کیا گیا اور اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جو موجودہ مشکلات ہیں یعنی تنہائی۔ بیکسی ناداری کسی آیندہ زمانے میں دُور کر دی جائے گی چنانچہ ۲۵ برس کے بعد یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور اس زمانے میں مشکلات کا نام و نشان نہ رہا (اولاً براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶ پھر براہین حصہ پنجم صفحہ ۸)

(۳)

آئی لو یو۔ آئی شل گیو یو اے لارج پارٹی آف اسلام۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں میں تمہیں ایک بڑا گروہ اسلام کا دوں گا (براہین صفحہ ۵۵۶ و حصہ پنجم صفحہ ۸۰)

(ب) ثلۃ من الاولین وثلۃ من الاخرین (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶) یعنی اس سلسلہ میں داخل ہونیوالے دو فریق ہوں گے ایک پرانے مسلمان جن کا نام اولین رکھا گیا جواب تک ۳ لاکھ کے قریب اس سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ دوسرے نئے مسلمان جو دوسری قوموں میں سے اسلام میں داخل ہوں گے یعنی ہندوؤں سکھوں اور یورپ و امریکہ کے عیسائیوں میں سے اور وہ بھی ایک گروہ اس سلسلہ میں داخل ہو چکا ہے اور ہوتے جاتے ہیں۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸۲ سنہ ۱۹۰۶ء)

(۴)

مجھے اللہ جل شانہٗ نے یہ خوشخبری دی ہے کہ وہ بعض امراء اور ملوک کو بھی ہمارے گروہ میں داخل کرے گا اور مجھے اس نے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

برکات الدعا صفحہ ۳۱ سنہ ۱۸۹۳ء

(۵)

اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دیگا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے۔

(۴ فروری سنہ ۱۸۹۷ء)

(ب) میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے یہ بھی صاف لفظوں میں فرمایا گیا ہے کہ پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہوگا۔

(اشتہار ۱۱ مارچ سنہ ۱۸۹۷ء)

میں امید کرتا ہوں کچھ تھوڑے زمانے کے بعد عذاب الٰہی ان (ہندوؤں) کو ایک خاص ہاتھ سے دھکہ دے کر سچی اور کامل توحید کے دارالامان میں داخل کرے گی۔ . . . . . خدا کی پاک وحی سے مجھے یہ بشارت ملی ہے۔

(لیکچر لاہور)

(ج) یصلون علیک ابدال الشام شام کے بزرگ تجھ پر درود بھیجتے ہیں (۲۷ دسمبر سنہ ۱۸۹۹ء) یعنی وہاں مخلص احمدی پیدا ہوں گے۔

(۶)

دیکھتا ہوں کہ زار روس کا سونٹا میرے ہاتھ میں ہے اور ایسا عجیب سیاہ رنگ کا ہے . . . . . . اور یہ حصہ اس کا لمبے کا ہے اس سونٹے میں ایک یا دو نالی بندوق کی بھی ہے لیکن اس ترکیب سے بنی ہوئی ہیں کہ سونٹے میں مخفی ہیں اور جب چاہو تو ان سے کام بھی لے سکتے ہیں۔

(ب) بوعلی سینا کے وقت ایک بادشاہ بنام خوارزم شاہ تھا اس کی تیر کمان میرے ہاتھ میں ہے اور میں نے اس تیر سے ایک شیر کو ہلاک کر دیا ہے۔

(البدر پرچہ ۶ فروری سنہ ۱۹۰۳ء)

(۷)

خدا تعالےٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلے کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقے کو غالب کرے گا۔ . . . .

ہر ایک قوم اس چشمے سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ (تجلیات الٰہیہ سنہ ۱۸۸۶ء)

(۸)

چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشاں کی پنج بار

یعنے زلزلہ کا نشان پانچ مرتبہ ظاہر ہوگا۔

"خدا نکلنے کو ہے" یعنے خدا ان پنج زلزلوں کے لانے سے اپنا چہرہ ظاہر کر دے گا اپنے وجود کو دکھلا دیگا۔ (البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۰۹)

نوٹ:۔ دوسری جگہ حضرت مسیح موعودؑ نے زلزلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے "ممکن ہے یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلا دے جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے"

اس وضاحت کی بنا پر بعض لوگوں نے اس پنج بار کے نشان کو ان عالمگیر جنگوں پر عاید کیا ہی جن میں سے دو کی عظیم الشان تباہیاں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں اور شاید خدا کے ہونے نکلنے اور دنیا کی ہدایت کیلئے ان سے بھی بڑھکر تین تباہی خیز جنگوں کا آنا مقدر ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

تعالی اللہ کیا شان مسیحا آشکارا کی

ایک احمدی کے جذبات

کیلیانوالی سڑک سے وہ کمرہ دیکھ کر جس میں حضرت مسیح موعودؑ کا وصال ہوا

یہی بلڈنگ ہی وہ جس میں میرا چاند اترا تھا

یہیں۔ ہاں ہاں یہیں ضَو ریز میں نے اسکو دیکھا تھا

پیام صلح دے کر امن عالم کی بشارت دی

سجھائیں ایسی تجویزیں کہ جڑ کاٹی شرارت کی

حقیقی صورتِ اسلام لوگوں کو دکھائی تھی

فروغِ احمدیت کی خبر سچی سنائی تھی

حقائق اور معارف کا یہیں دریا بہایا تھا

کہ سیراب کرم جس سے ہوا اپنا پرایا تھا

مٹایا اختلافِ باہمی حق سے حکم ہو کر

جمایا نقشِ وحدت خوب سلطان القلم ہو کر

حُلل میں انبیا کے اک جری اللہ آیا تھا

مجددِ الفِ آخر رتبہ حق سے پایا تھا

تعالی اللہ کیا شان مسیحا آشکارا کی

بیک ضربت کلیسا کی عمارت پارا پارا کی

سب سے پہلی جمعیۃ الفلاح

وہ جماعت جو سب سے پہلے مایوسی کے عالم میں امید کا پیغام لے کر نکلی

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام المجاہدین کی خدمت میں نذرِ عقیدت

مولوی تمیز الدین خاں صاحب سپیکر پاکستان اسمبلی نے انہی ایام میں ایک نہایت مبارک قدم اٹھایا ہے۔ اور وہ ہے جمعیۃ الفلاح کا قیام جس کی غرض ہے اسلام کا پیغام تمام دنیا میں پہنچانا۔ اور مسلمان ملکوں کو بھی اور غیر مسلم ممالک کو بھی قرآن کے نور سے روشن کرنا۔ واقعی جس جمعیت یا جماعت کے سامنے یہ کام ہو وہ جمعیۃ الفلاح کہلانے کی مستحق ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

ترجمہ:۔ اور یہ لازم ہے کہ تم مسلمانوں میں سے ایک گروہ ایسا ہو جو الخیر یعنی قرآن کی طرف لوگوں کو دعوت دیں اور خود بھی ایک دوسرے کو نیکی کی باتوں کا حکم دیں اور بری باتوں سے روکیں۔ یہ لوگ فلاح پانے والے ہیں اور کامیاب ہوں گے۔

تبلیغ اسلام اور مسلمان

کام تو یہ ایسا اچھا تھا مگر مسلمان اس سے اس قدر دور پڑ گئے تھے کہ جب مولانا محمد علی صاحب ایم اے کنٹب قصوری نے کوئی شاید بیس سال کا عرصہ ہو گیا ہو گا پونا میں مجھ کو لیا ہیں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا تو ان کی پہلی سالانہ رپورٹ بڑی مایوس کن تھی جس میں انہوں نے لکھا کہ مسلمانوں نے اس کام کی مخالفت کی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ لوگ درپردہ احمدی ہیں اور یوں وہ نیک کام رُک گیا۔ مجھے امید ہے کہ آج خدا کے فضل سے حالات بدل چکے ہیں اور بہت سے درد دل رکھنے والے مسلمانوں کو اس بات کا افسوس ہے کہ انہوں نے غفلت سے بہت وقت ضائع کر دیا۔ اور جو پہلا کام ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا اور جسے اللہ تعالےٰ نے بہترین کام قرار دیا تھا:۔

ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ یعنی دعوت الی الاسلام سے بہتر کام کونسا ہے؟ اسے ترک کر دیا۔

حضرت مجدد وقت اور تبلیغ اسلام

یہی وہ بات تھی جس کی طرف اس صدی کے مجدد اور اس امت کے مسیح حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے توجہ دلائی تھی اور جس کے لئے ۱۸۸۸ء عیسوی میں چودھویں صدی ہجری کی ابتدا میں ایک جماعت کے رنگ میں بنیاد رکھی تھی۔ اور اس کام کے لئے لوگوں سے بیعت لینا شروع کیا مگر صرف اس ایک بات پر کہ آپ نے یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں اور جس مسیح کی اس امت میں آنے کی پیشگوئی ہے وہ اس صدی کا مجدد ہے اور اس کو مثیل مسیح ہونے کی وجہ سے مسیح کا خطاب دیا گیا۔ ایک طوفان مخالفت اٹھا۔ جس میں عوام الناس تو ایک طرف بڑے بڑے تعلیم یافتہ بہہ گئے۔ انہی باتوں کا ازالہ آپ نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں کیا جس میں اس بات کو بھی کھول بیان کیا کہ یورپ اور امریکہ جو اس وقت تہذیب کے مرکز بنے ہوئے ہیں مخلوق خدا کو تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں اور وہاں بھی اسلام کا پیغام پہنچانا ضروری ہے۔ اور قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ کرنا اور ان ممالک کی دوسری زبانوں میں تعلیم اسلام کا پیغام پہنچانا ضروری ہے مگر یہ وہ کام ہے جو صرف وہ جماعت کر سکے گی جو اس مجدد کی آواز پر لبیک کہتی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اس کام کیلئے کھڑا کیا ہے وہ نور اور درد دیکر بھیجا ہے۔ جس کے بغیر دنیا کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

غلبۂ اسلام کی خوشخبری

اور ساتھ ہی یہ بھی خوشخبری دی کہ یہ لوگ یعنی یورپ اور امریکہ کے رہنے والے آپس میں لڑیں گے جلد ہی اگر اپنے آپ کو تباہ کر لیں گے۔ اور بالآخر اسلام کے لئے دنیا کے رستے کھل جائیں گے اور ان ممالک میں اسلام پھیل جائے گا۔ اور آخر کار جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے: لیظھرہ علی الدین کلہ، ساری دنیا میں اسلام غالب آ جائے گا۔

سب سے پہلی جمعیۃ الفلاح

میں نے اس مضمون کا عنوان رکھا ہے۔ "سب سے پہلی جمعیۃ الفلاح" یہ اس لحاظ سے نہیں کہ اس جماعت کا نام جو حضرت مسیح موعود نے بنائی کسی نے جمعیۃ الفلاح رکھا تھا بلکہ اس لحاظ سے کہ یہ پہلی جماعت ہے جو اس زمانہ میں جب مسلمانوں پر چاروں طرف ایک مایوسی کا عالم چھایا ہوا تھا امید کے اس عظیم الشان پیغام کو لے کر نکلی کہ اسلام کے پیغام کو دنیا میں پہنچانا اور اقوام عالم کے سینوں کو قرآن کریم کے نور سے روشن کرنا ہمارا اصل کام ہے اور واقعات نے آج معناً اسے جمعیۃ الفلاح یعنی ایک کامیاب جماعت ثابت کر دیا۔ باوجودیکہ علماء نے اسلام نے اور ان کے پیچھے لگ کر عوام الناس نے اس کی مخالفت کی اور تعلیم یافتہ طبقہ سے بھی بہت کم لوگ نکلے جو اس اثر سے پاک رہے۔ مگر ایک چھوٹی سی جماعت نے (میں اس وقت صرف احمدیہ جماعت لاہور کا ذکر کر رہا ہوں) جس کی تعداد کسی شمار میں بھی نہ تھی آج خدا کے فضل سے وہ کامیابی حاصل کی ہے جس کی نظیر اس زمانہ میں بلکہ صدیوں پہلے بھی مشکل سے ملے گی۔

اس کام کی مشکلات

اس کام کی مشکلات کا علم ہمارے مسلمان بھائیوں کو اس وقت ہوگا جب وہ اس کام میں عملی رنگ میں ہاتھ ڈالیں گے۔ اسلام کا پیغام پہنچانے والے کس طرح پیدا ہوں گے۔ ان کے اندر وہ روحانی قوت کس طرح پیدا ہو گی۔ جو ان میں اس کام کے لئے وہ تڑپ پیدا کر دے کہ وہ اسلام کا پیغام لے کر دنیا کے کناروں تک پہنچ جائیں۔ اور ان کے اندر مالی قربانیوں کی روح پیدا کر دے۔ اور ان کے اندر مجاہدانہ رنگ پیدا کر دے۔

ایک مبارک قدم

میں جمعیۃ الفلاح کو مسلمان قوم کے اندر ایک مبارک قدم سمجھتا ہوں اور میں اپنے دوستوں کو بھی مبارکباد دیتا ہوں کہ جو لوگ آیندہ اس راہ پر گامزن ہوں گے اس کا ثواب انہیں بھی ملے گا۔ من سنّ سُنّۃً حسنۃً فلہ اجرھا من عمل بھا، اور میں دعا بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نہ صرف جمعیۃ الفلاح کو کامیاب کرے بلکہ اس قسم کی جماعتیں ہر مسلمان قوم کے اندر پیدا کرے۔ تاکہ اسلام کا پیغام سالوں کی بجائے دنوں میں ساری دنیا میں پہنچ جائے۔

تبلیغ اسلام خدا رسیدہ بزرگوں سے

مگر میں ایک بات کی طرف مسلمان بھائیوں کو بھی اور اپنے غفلت شعار احمدی دوستوں کو بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اسلام کا پیغام دنیا میں اگر پہلے بھی پہنچا ہے تو ان خدا رسیدہ بزرگوں کی بدولت پہنچا ہے، جو آج اس ملک کے کونے کونے میں سوئے ہوئے ہیں۔ اور آیندہ بھی پہنچے گا، تو مسلمانوں کے مال و دولت کی وجہ سے نہیں کیونکہ یہ چیز ان کے پاس نہیں۔ نہ اقتدار و حکومت کی وجہ سے پہنچے گا نہ ان کے علم و فضیلت کی وجہ سے پہنچے گا کیونکہ عالم و فاضل اب بھی بہت سے ان میں موجود ہیں۔ اور اس سے پیشتر بھی تھے بلکہ یہ کام اس روحانی طاقت کا ہے جو خدا تعالےٰ سے تعلق پیدا کرنے سے ملتی ہے۔

جماعت احمدیہ کی کامیابی امام وقت کی رُوحانی طاقت کا اثر ہے

یہی وہ چیز تھی جو امام وقت نے اپنی جماعت کے اندر پیدا کی اور اسی کی بدولت وہ جسمانی اور مالی قربانیاں کرنے کے قابل ہوئے۔ اور اسی کی بدولت ان کو وہ نصرت الٰہی بھی ملی جس نے آج ایک چھوٹی سی جماعت کو اس قابل بنا دیا کہ جس نے صدیوں سے تاریکی کے اندر پڑے ہوئے ممالک کے اندر جہاں چاروں طرف اسلام سے نفرت کی جاتی تھی وہ پروانے بھی پیدا کر دیئے جو مخالفت کی آگ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسلام کو قبول کرنے اور اپنے دلوں کی تسکین کا موجب اسے پاتے ہیں اور علی الاعلان اپنی قوم کو اس طرف بلاتے ہیں اور زبان حال سے ہی نہیں قال سے بھی پکارتے ہیں۔ انّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْۤ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ

امام المجاہدین کی خدمت میں نذر عقیدت

میں حضرت مسیح موعود کی وفات کی اس سالانہ تقریب پر یہ نذر عقیدت اسلام کے اس امام المجاہدین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ جن باتوں کو آج سے ساٹھ سال پیشتر اسکی روحانی آنکھوں نے دیکھا آج ہم انہیں اپنی جسمانی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔

مسیح موعودؑ کی آرزوؤں کا پورا ہونا

ہم نے نہ صرف یہ نظارہ دیکھا کہ اسلام کی گرتی ہوئی بلکہ گری ہوئی جسمانی طاقت میں از سر نو زندگی پیدا ہو گئی اور

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد"

کو پورا ہوتا ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا نظارہ بھی دیکھا۔ نہ صرف عیسائیت کا حملہ اسلام پر رُک گیا بلکہ اسلام کا حملہ عیسائیت پر شروع ہو گیا۔ وہ تمام آرزوئیں جو آپ کے دل میں تھیں ان کو ایک ایک کر کے پورا ہوتا دیکھا۔ قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ ہو کر دنیا میں پھیل گیا۔ بلکہ اور بھی بہت سی زبانوں میں یہ ترجمہ ہو کر یورپ اور امریکہ کے ممالک میں پھیل گیا۔ اس آرزو کو بھی پورا ہوتے دیکھا کہ یہ لٹریچر اب تمام ممالک میں پھیل رہا ہے۔ اور عنقریب دنیا کی پانچ ہزار لائبریریوں میں پہنچ جائیگا۔ اس آرزو کو بھی پورا ہوتے دیکھا کہ خود مسلمانوں نے قرآن کو سب چیزوں پر مقدم کرنے کے لئے قدم اُٹھایا۔ اور قرآن کریم نے ان کے سینوں کو روشن کرنا شروع کر دیا۔ اس آرزو کو بھی پورا ہوتے دیکھا کہ مسلمان حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا انتظار کرنے کی بجائے خود تبلیغ اسلام کی طرف قدم اُٹھانے لگے۔

لا نبقی لک من المخزیات ذکرا کا نظارہ

مسیح موعود ماننے میں اب صرف ایک ہی قدم باقی رہ گیا ہے۔ اور وہ روک بھی حضرت مسیح موعود کے پیروؤں کے بڑے حصہ نے پیدا کر رکھی ہے یعنی آپ کی طرف دعوے نبوت کو منسوب کرنا جسے آپ خود اپنے اوپر افترا قرار دے چکے ہیں مگر الحمد للہ کہ ہم اس الزام سے بھی آپ کے دامن کا پاک ہونا اب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں یعنی جماعت قادیان کے پیشروؤں نے بھی۔ پہلے مسلمانوں کی تکفیر سے قدم پیچھے ہٹایا اور اب دعویٰ نبوت کے متعلق بھی قدم پیچھے ہٹا رہے ہیں۔ لفظ خاندان نبوت کا علانیہ ترک کرنا۔ کوئی چھوٹا سا قدم نہیں اور اس کے بعد اب بجائے نبوت کے آپ کی مجددیت کو ہی زیادہ تر پیش کیا جاتا ہے۔ لا نبقی لک من المخزیات ذکرا کا نظارہ بھی ہم نے اپنی زندگیوں میں دیکھ لیا۔

فالحمد للہ حمدا کثیرا

خاکسار

محمد علی ۱۸/۵/۵۱

علاوہ اشاعت اسلام کے انجمن ہر سال یتامیٰ فنڈ۔ بیوگان اور مساکین پر ایک کثیر رقم خرچ کرتی ہے۔ آپ کے اموال صحیح مصرف پر صرف ہوتے ہیں۔

مرتضیٰ خان

اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

اسلامی لٹریچر کا ترجمہ چینی زبان میں

از دفتر جائنٹ سیکرٹری

یہ خبر باعث مسرت ہے کہ ہمارے دوست محمد معصوم چانگ نے حال ہی میں سیرت خیر البشر کا ترجمہ چینی زبان میں مکمل کر لیا ہے۔ اس ترجمہ کی تین اقساط کلکتہ کے چینی اخبار "چائنیز جرنل آف انڈیا" میں شائع ہو چکی ہیں۔ کتاب کی اشاعت سے پہلے اس کے اکثر ابواب کو چینی اخبارات میں چھپوانے کا خیال ہے۔ اس کے بعد نظر ثانی کر کے علیحدہ صورت میں شائع کیا جائے گا۔ چینی زبان میں سیرت کی یہ پہلی مستند کتاب ہوگی۔

اس سے پیشتر جمع القرآن۔ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی۔ نماز۔ پرافٹ آف اسلام کا ترجمہ بھی چینی زبان میں شائع ہو چکا ہے جن کی محدود تعداد دفتر جائنٹ سیکرٹری میں بھی موجود ہے۔ لیکن چینی زبان میں اسلامی لٹریچر کی ضرورت کے مد نظر اس سلسلہ کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔

معصوم صاحب نے رسالہ الاحمدیہ اور علماء مصر کے فتوے کا بھی ترجمہ کر لیا ہے۔ اب ان کا خیال اسلامی اصول کی فلاسفی کے ترجمہ کا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ پہلے بھی ہو چکا ہے لیکن وہ اغلاط سے پُر ہے اور بعض مقامات پر سخت گمراہ کن۔ اس ترجمہ کی تکمیل کے بعد حضرت مسیح موعود کی بعض عربی کتب بھی چینی زبان میں ترجمہ کرائی جائیں گی۔

بزرگان سلسلہ کی دعاؤں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

پی نانگ یانگ برما میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی شاخ کا قیام

ہمارے احباب ڈاکٹر ابن لے خاں صاحب کے نام نامی سے خوب واقف ہیں ڈاکٹر صاحب کی اسلامی خدمات کا ذکر اکثر ہمارے اخبارات میں آتا رہتا ہے۔ آج کل آپ قرآن مجید کے برمی ترجمہ کے کام میں مصروف ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ تعمیر جماعت سے بھی غافل نہیں اس سے پہلے بھی آپ ہی کی مساعی سے بعض قابل ہستیاں جماعت میں شریک ہو چکی ہیں اور اب آپ نے اپنے ایک تازہ خط میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"پی نانگ یانگ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی شاخ قائم ہو گئی ہے۔ ممبروں کا چندہ خزانچی کے پاس جمع رہے گا اور جب منی آرڈر کا پرمٹ ملے گا امور روانہ کر دیا جائے گا۔"

اللہ تعالےٰ ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر دے اور جماعت میں نئے داخل ہونے والوں کو استقامت عطا فرمائے اور خدمت دین کی توفیق بخشے کہ اصل مقصد قیام جماعت کا یہی ہے۔

کیا آپ نے

حسب تحریک حضرت امیر ایدہ اللہ دس یوم کی آمد ادا کر دی ہے؟ اگر نہیں کی تو اب یکمشت یا باقساط ادا کر دیں۔ قومی تعمیر آپ کی قربانیوں کی محتاج ہے۔

کیا آپ نے

اپنی آمد کا دسواں حصہ ہر ماہ دینے کا اہتمام کیا ہے؟ آپ کے تھوڑے سے اضافہ سے انجمن کو بہت بڑی تقویت پہنچ سکتی ہے؟

کیا آپ نے

زکوٰۃ کی رقم اپنے قومی بیت المال میں بھیجدی ہے؟ اگر نہیں بھیجی تو اب بھیجدیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت و کردار

ہماری معاشرتی و تمدنی زندگی کیلئے مفید ہدایات

ذیل میں حضرت مسیح موعود کی سیرت طیبہ اور آپ کے اخلاق و کردار کے چند پاکیزہ نمونے پیش کئے جاتے ہیں، جو ہماری معاشرتی و تمدنی زندگی کے لئے بہترین ہدایات کا کام دے سکتے ہیں۔

عورتوں سے حُسنِ معاشرت

عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کے بارے میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا:۔ فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے اور اس کا شکریہ یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔

ایک دفعہ ایک دوست کی شکایت ہوئی۔ کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے تو آپ نے فرمایا ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہیئے۔

اسی طرح ایک اور دوست کی بدمزاجی کی شکایت ہوئی تو آپ نے بہت دیر تک معاشرت نسواں پر گفتگو فرمائی اور اخیر پر فرمایا:۔

میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دل آزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع اور خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔

مسودات کی گمشدگی

ایک دفعہ بچپن میں میاں محمود احمد صاحب نے کھیلتے کھیلتے کچھ مسودات جلا دیئے۔ اس پر آپ نے فرمایا خوب ہوا۔ اس میں اللہ تعالےٰ کی کوئی مصلحت ہو گی۔ اور اب خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے"

اسی طرح ایک دفعہ مولوی نورالدین صاحب سے ایک مضمون حضرت مسیح موعودؑ کا گم ہو گیا جس کی تلاش میں انہیں بڑی تشویش ہوئی۔ جب آپ کو خبر ملی۔ تو آپ نے آکر مولوی صاحب سے بڑا عذر کیا کہ کاغذ کے گم ہو جانے سے انہیں اتنی تشویش ہوئی۔ پھر فرمایا۔ مجھے افسوس ہے کہ اسکی جستجو میں اس قدر دوڑا دوڑی اور تگاپو کیوں کی گئی۔ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالےٰ اس سے بہتر ہمیں عطا فرمائے گا"

تکلیف میں بچوں سے نرمی

ایک دفعہ آپ کو سخت سر درد تھا پاس بچوں اور عورتوں کا شور و غل بپا تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کی کہ جناب کو اس شور سے تکلیف تو نہیں ہوتی۔ حضور نے فرمایا:۔ ہاں اگر چپ ہو جائیں تو آرام ملتا ہے" مولوی صاحب نے عرض کی کہ پھر جناب کیوں حکم نہیں فرماتے آپ نے فرمایا:۔ "آپ ان کو نرمی سے کہہ دیں۔ میں تو کہہ نہیں سکتا۔"

چور سے سلوک

ایک خادمہ نے گھر سے چاول چرائے اور پکڑی گئی گھر کے سب لوگوں نے اسے ملامت شروع کر دی۔ اتفاقاً حضرت صاحب کا بھی اس طرف سے گذر ہوا۔ واقعہ سنائے جانے پر آپ نے فرمایا:۔" محتاج ہے۔ کچھ تھوڑے اسے دے دو اور فضیحت نہ کرو۔ اور خدا تعالےٰ کی ستاری کا شیوہ اختیار کرو"

نیکی اور ثواب کا کام

دیہاتی عورتیں ایک دن بچوں کے لئے دوائی وغیرہ لینے آئیں آپ ان کو دیکھنے اور دوائی دینے میں عرصہ تک مصروف رہے۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کی کہ حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے۔ اور اس طرح آپ کا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:۔

" یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پرواہ نہ ہونا چاہیئے۔

بچوں کی تربیت

ایک دفعہ ایک دوست نے اپنے بچے کو مارا۔ آپ اس سے بہت متاثر ہوئے اور انہیں بلا کر بڑی دردانگیز تقریر فرمائی اور فرمایا:۔

" میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے۔ گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے کہ ایک جوش والا آدمی جب اس بات پر سزا دیتا ہے تو اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور جرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خوددار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو سے نہ دینے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو۔ تو اسے البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقت مناسب پر کسی حد تک بچہ کو سزا دے یا چشم نمائی کرے مگر مغلوب الغضب اور سبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔ جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوز دل سے دعا کرنے کو حزب مقرر کر لیں۔ اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔

مسیح موعود کی دعائیں

میں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں۔

اول۔ اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خدا مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت و جلال ظاہر ہو۔ اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔ پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ عین اولاد عطا ہو اور اللہ تعالےٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔ پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خادم بنیں پھر اپنے مخلص دوستوں کے نام بنام اور پھر ان سب کے لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔

بچوں کو مارنا شرک ہے

حرام ہے مشیخت کی گدی پر بیٹھنا اور پیر بننا اس شخص کو جو ایک منٹ بھی اپنے متوسلین سے غافل رہے۔ ہدایت اور تربیت حقیقی خدا تعالےٰ کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گذار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اسکو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کراتے ہیں بس اس سے زیادہ نہیں۔ اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالےٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہوگا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔

سادہ زندگی کی ہدایت

مہمانوں کی ضرورت کے لئے مکان بنوانے کی حاجت ہوئی تو آپ کی تاکید تھی کہ اینٹوں اور پتھروں پر روپیہ خرچ کرنا عبث ہے۔ اتنا ہی کام کرو جس سے چند روزہ زندگی بسر ہو جائے نجار۔ تیر بندیاں اور تختے رندہ سے صاف کر رہا تھا۔ آپ نے اسے روک دیا اور فرمایا یہ محض تکلف ہے اور ناحق کی دیر لگانا ہے۔ مختصر کام کرو۔ اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ ہمیں کسی مکان سے انس نہیں۔ ہم اپنے مکانوں کو اپنے اور اپنے دوستوں میں مشترک جانتے ہیں۔ اور بڑی آرزو ہے۔ کہ ایسا امکان ہو کہ چاروں طرف ہمارے احباب کے گھر ہوں اور درمیان میرا گھر ہو۔ اور ہر ایک گھر میں میری ایک کھڑکی ہو۔ کہ ہر ایک سے ہر ایک وقت واسطہ و رابطہ رہے"

وقت کو دینی کاموں میں لگاؤ

تکلفات میں وقت ضائع کرنا آپ کو ناپسند تھا۔ اس کے متعلق آپ نے فرمایا:۔ میرا تو یہ حال ہے۔ کہ پاخانہ پیشاب پر بھی مجھے افسوس آتا ہے کہ اتنا وقت ضائع جاتا ہے۔ یہ بھی کسی دینی کام میں لگ جائے۔ کوئی مشغولی اور تصرف جو دینی کاموں میں حارج ہو اور وقت کا کوئی حصہ لے۔ مجھے سخت ناگوار ہے جب کوئی دینی ضروری کام آپڑے تو میں اپنے اوپر کھانا پینا اور سونا حرام کر لیتا ہوں۔ جب تک وہ کام نہ ہو جائے۔ ہم دین کے لئے ہیں اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں۔ بس دین کی راہ میں ہمیں کوئی روک نہ ہونی چاہیئے۔

حضرت مجدّدِ وقت نے تبلیغ کا کام قلم سے کر دکھایا!

میرا سفر سپین اور سپینی زبان میں ترجمہ قرآن کی بنیاد

خان بہادر غلام ربّانی خان کا مکتوب گرامی ووکنگ سے

ووکنگ - ۹ رمئی ۱۹۵۱ء

مکرم بندہ ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم - موسم بہار اور ایسٹر کی رخصتوں سے استفادہ کرتے ہوئے میں نے بھی رخت سفر باندھا - ایک چھوٹا سا بکس لیا جس میں پارچات پوشیدنی تھے اور ایک گٹھڑی باندھی جس میں اسلامک ریویو کی پرانی کاپیاں - اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی اور دیگر رسائل برائے تبلیغ تھے - اور ۱۷ رمارچ کو بذریعہ گاڑی وکٹوریہ اسٹیشن سے روانہ ہوا - اس گاڑی کا نام Golden Arrow ہے جو تیز رفتار ہونے کے علاوہ اچھی خاصی سجی سجائی ہوئی تھی ۱½ گھنٹہ کے بعد رود بار انگلستان کو طے کرنے کے لئے Dover سے چھوٹے جہاز میں سوار ہو کر . . . . کیلے پہنچا -

فرانس کا سفر

وہاں پھر دوسری گاڑی فرانس کے لئے کھڑی پائی اس میں سوار ہوا اور وہ فرانس کے خوبصورت سرسبز اور شاداب مناظر سے گذرتی ہوئی شام کو پیرس پہنچ گئی - وہاں اپنے پرانے دوست مسٹر علی کو اسٹیشن پر نہ پا کر کچھ حیران سا ہو گیا - کمر ہمت باندھ کر سامان اٹھائے ہوئے باہر پہنچا تو ایک نوجوان فرانسیسی بڑی سرگرمی سے خدمت کے لئے کھڑا پایا - اس دن سٹرائک کی وجہ سے بس اور انڈر گراؤنڈ گاڑیاں بند تھیں - پس سامان لئے ہوئے ہم دونوں ہوٹل کے متلاشی ہوئے -

مذہبی گفتگو

ایک ہوٹل میں جگہ ملی وہاں خوش قسمتی سے مراکی مسلمانوں اور ایرانی مسلمانوں سے ملاقات ہو گئی - ان سے عربی میں علیک سلیک کرتے ہوئے اچھے خاصے مراسم پیدا کر لئے اسلامک ریویو اور کچھ لٹریچر بھی ان کو دیا اسی ہوٹل میں ناروے اور سویڈن کے مسافر بھی تھے جو انگریزی زبان بول سکتے تھے - ان سے مذہبی گفتگو ہوئی اور لٹریچر بھی دیا گیا -

فرانس کا قلی

فرانسیسی نوجوان کچھ تکلیف دہ ثابت ہوا - ۵ منٹ کے سفر کی رفاقت کے لئے چھ روپیہ معاوضہ طلب کرنے لگا - میں نے اپنے وطن کا کچھ رویہ اختیار کرتے ہوئے صرف ایک روپیہ دینے کا اقرار کیا اس طرح بالآخر تین روپے پر فیصلہ ہوا - فرانسیسی لوگوں کا یہ حال ہے - لاہور اور دہلی اسٹیشن کے قلیوں کی طرح بڑے تکلیف دہ ہیں - ان لوگوں سے پہلے فیصلہ کر لینے کا . . . . سبق حاصل ہوا -

اخوّت اسلامی کا اثر

دوسرے دن بذریعہ رات کی گاڑی سپین کی طرف روانگی تھی - شام کو معلوم ہوا کہ بوجہ سٹرائک کوئی ٹیکسی نہیں - کچھ تشویش پیدا ہوئی - کہ اتنے میں مراکی مسلمان بازار کی طرف گیا اور تھوڑی ہی دیر میں ایک گاڑی لے آیا - غرضکہ اخوت اسلامی کا پہلا فائدہ مجھے اس طرح حاصل ہوا -

سپین کے سفر میں

رات کی گاڑی میں سونے کے لئے علیحدہ کمرے ہیں - اتفاق حسنہ سے میرے کمرہ میں فرانسیسی طلباء و طالبات کالج اور ان کے پروفیسر تھے - جو انگریزی جانتے تھے - رات دو گھنٹہ اسلام پر گفتگو ہوتی - جو بڑی توجہ سے انہوں نے سنی اور سوالات بھی کئے - لٹریچر بھی شکریہ سے وصول کیا اور پتے آپس میں تبادل کئے گئے -

ایک فیصلہ کن جنگ کا میدان

صبح جب آنکھ کھلی تو گاڑی بعد دیگرے Tours اور Poitiers کے میدان اور طولون کے علاقے سے رواں گذر رہا - اوّل الذکر میدان میں ہزاروں شہداء کے خون خدا کی راہ میں گر چکے ہیں یہاں پر عبدالرحمان اوّل اور چارلس مارٹل کے درمیان ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی تھی جس میں شہداء نے بڑی جاں نثاری دکھائی - لیکن ایک غدار جرنل کی وجہ سے لشکر اسلامی کو واپس طولون کی طرف جانا پڑا تاہم چارلس مارٹل کو تعاقب کی جرأت نہ ہوئی - یہ جنگ فرانس کے عین وسط میں ہوئی تھی - اور مورخین اس جنگ کو دنیا کی عظیم جنگوں کا مرتبہ دیتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ اگر مسلمان اس جنگ میں کامیاب ہو جاتے تو یورپ کا نقشہ بدل جاتا اور اسلامی پرچم تمام یورپ پر لہراتا ہوا نظر آتا -

حضرت مجدد وقت کا تعشق

میں حسرت کے ساتھ اس علاقہ کو دیکھتا ہوا گذر گیا لیکن آخر دل میں ایک ہمت افزا خیال پیدا ہوا - وہ یہ تھا کہ اسلام کے خلاف جو یہ غلط اعتراض ہے کہ بذریعہ تلوار پھیلا - اس کی تردید کے لئے انیسویں بیسویں صدی میں دنیاوی طاقت عیسائیوں کے ہاتھ میں چلی جانے کے بعد - مردے از غیب آمد - اور اس نے نعرہ حق بلند کیا - کہ کسر صلیب اس کے ذریعہ مقدر ہے - اور اس کا بڑا بلند دعویٰ ہے "خدائے فتح نمایاں بنام ما باشد" - اس نے تلوار کا کام قلم سے دکھایا - اور یہ مقدر تھا - کہ مسلمانوں کے دنیاوی انحطاط کے باوجود اس کے ایک مخلص مرید خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کے ہاتھ سے بلند ہوا اور پیرس کی مذاہب عالم کی کانفرنس میں گیا "اسلام میں کوئی فرقہ نہیں" کے موضوع پر ان کا لیکچر ہوا - جو اس حد تک مقبول ہوا کہ اسلام کا روشن چہرہ اور اس کی درخشندہ تعلیم مغربی دنیا میں اس خوبصورتی سے بے نقاب ہو کر ہزاروں کے لئے مشعل راہ ہوئی

اسلامی سپین کا پانچواں صوبہ

کوہ پیرنیز Pyranese سامنے سر بفلک برف سے لدا ہوا نظر آیا - فرانس کا یہ تمام علاقہ سلطنت اسلامیہ سپین کا پانچواں صوبہ تھا

سپین کی گاڑی میں

آخر صبح دس بجے کے قریب سرحد فرانس اور سپین پر ریل کھڑی ہوئی وہاں سے دوسری گاڑی بدلنی پڑی جو پلیٹ فارم Bholin پر کھڑی تھی - سپین کی گاڑی کا درجہ اول بہت ہی آرام دہ ہے اور کرایہ انگلستان کی تھرڈ کلاس کے برابر ہے - سپین کے ملک کا پہلا نظارہ کچھ ایسا نظر آیا - کہ جہلم اور راولپنڈی کے علاقہ سے گذر رہا ہے - خشک پہاڑیاں اور چھوٹی چھوٹی پانی کی نالیاں - دیہات خراب اور خستہ - زمیندار بھی چنداں مرفع الحال اور خوش پوش نظر نہ آتا تھا - اس موقعہ پر نپولین بوناپارٹ کے ریمارک یاد آئے جب اس نے سپین کو فتح کیا اس نے کہا کہ Pyranese کو عبور کرنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ اس کے جنوب میں افریقہ کا ملک ہے - یورپ ختم ہو گیا - بہرحال سپین کا شمالی حصہ پہاڑی اور غربت زدہ ہے - البتہ تمام پہاڑیوں پر عربوں کی برکت سے زیتون کے پودے قطار در قطار کھڑے نظر آتے ہیں - جوں جوں ریل کا سفر جنوب کی طرف ہوتا چلا گیا سرسبز اور زرخیز میدان نظر آتے گئے -

ایک سپینی دوست سے ملاقات

شام کے قریب میں بارسیلونا پہنچا - یہاں ایک سپین کے رہنے والے دوست نے پلیٹ فارم پر مجھے علیک سلیک کہی کیونکہ وہ مجھے پاکستانی ٹوپی سے پہچان گیا وہ میرا دل پر انتظار کر رہا تھا - اس کا نام Mr. Teniscio ہے - اور یہ انگریزی زبان بھی جانتا ہے - اس جگہ چند فیکٹریوں کا منیجر اور علم دوست ہے اسلامک ریویو کے لئے مضامین بھی ترجمہ کرتا ہے اور تعلیم اسلامی سے واقف ہے اس نے میرے لئے ہوٹل وغیرہ کا انتظام کیا ہوا تھا - اپنے گھر بھی لے گیا میں نے اس سے تبلیغ کا کام لینے کا ارادہ کیا اور اس سے دریافت کیا کہ آیا Spanish زبان میں قرآن مجید کا کوئی ترجمہ موجود ہے - اس نے ایک نسخہ کے متعلق ذکر کیا - جو تقریباً معدوم ہے - میں نے اسکو کہا کیا آپ حضرت مولانا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمہ کا سپینی زبان میں ہمارے لئے کر سکتے ہیں اس نے خوشی سے ایسا کرنے کا وعدہ دیا لیکن صاف طور پر کہا کہ وہ اس کام کا معاوضہ نہیں لے گا - البتہ دیگر مشاغل کی وجہ سے کام میں کچھ وقت صرف ہوگا - میں نے اصرار کیا کہ آنریریم ہماری انجمن پیش کرے گی جس پر اس وقت وہ خاموش ہو گیا - لیکن کل اس کا خط آیا ہے کہ وہ کسی حق الخدمت کے لینے کے لئے تیار نہیں ہے محض ﷲ کام کرے گا - واضح رہے کہ صرف ملک سپین ہی میں نہیں بلکہ تمام جنوبی امریکہ میں ماسوائے برازیل کے سپینی زبان بولی جاتی ہے - خداوند تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ اسلام کی بنیاد وہاں میں نے رکھ دی ہے - یہ شہر سپین کا سب سے بڑا شہر اور بندرگاہ ہے اور کولمبس کا پینارہ بھی اسی شہر میں ہے (باقی)

ضرورت ہے کہ ہم میں ایسے باخدا انسان پیدا ہوں جو زندہ لٹریچر کا کام دیں

یوم وصال کا ایک عملی سبق

جناب ابو المظفر صاحب

دنیا میں ہر ایک قوم اور جماعت اپنے اپنے رہنماؤں کی برسی بڑے اہتمام سے مناتی چلی آتی ہے ہماری جماعت بھی امام الزمان مسیح موعود کے یوم وصال کو ہر سال مناتی ہے اس دن پبلک جلسے ہوتے ہیں جہاں حضرت اقدس کی سیرت پاک۔ حضور کی خدمات دینیہ۔ اور آپ کی تعلیم پیش کی جاتی ہے۔ یہ سلسلہ کئی سال سے جاری ہے اس موقعہ پر ہمارا قومی اخبار پیغام صلح بھی حضرت اقدس کی لائف کے مختلف پہلو اجاگر کرتا ہے اور بزرگان قوم کے آنکھوں دیکھے حالات اور روح پرور مشاہدات جو انہیں حضرت امام الزمانؑ کی صحبت میں حاصل ہوئے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ آج بھی اسی سلسلے میں پیغام صلح کا خاص نمبر قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو عصر حاضر کا مقدس امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود چھتیس سال کے جہاد پیہم کے بعد ہمارے موجودہ مرکز احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہم سے جدا ہو کر حقیقی مولیٰ سے جا ملے۔ حضرت امام ہمامؑ کی رحلت ایسے وقت میں ہوئی جب پائے محمدیاں ایک بلند مقام پر مضبوطی سے جم چکے تھے اور صف اعدا اتمام حجت سے پامال ہو چکی تھیں۔ نہ صرف یہ کہ علمی رنگ میں حضرت اقدسؑ نے بے مثال علم کلام پیدا کیا بلکہ عملی رنگ میں آپ کی جماعت "ٹھیٹھ اسلامی سیرت اور تمدن کا زندہ نمونہ تھی"۔ آپ کی صحبت اور تعلیم نے ایسے لوگوں کو جو مادیت کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے ساوات علیٰ میں پرواز کے قابل بنا کر خدا نما انسان بنا دیا۔ مگر آج ہماری حالت اتنی بدل چکی ہے کہ ہمارے لئے باعث فکر ہے۔ آیئے آج جب ہم یوم وصال منا رہے ہیں تو ایک لمحہ کے لئے اپنی موجودہ افتادگی پر غور کریں کہ ہماری حالت کیوں بدل گئی؟ اور کیسے ہم حضرت اقدس کی جماعت بن سکتے ہیں۔ اور آپ کے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے ہمیں کیا کچھ کرنا چاہیئے۔ ہماری جماعت جو ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ تھی کیا آج بھی خدا اور اس کے دین کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کرنے والے پیدا کر رہی ہے؟ اگر ایسا نہیں تو ہم کس منہ سے اپنے پیارے امامؑ کو جا کر بتائیں گے کہ سیدنا و امامنا ہم نے آپ کے بعد بھی آپ کے مشن کو کامیابی سے چلایا اور آپ کے ساتھ جو عہد و شرائط بیعت کے رنگ میں کئے تھے تا دم مرگ ہم ان کو نبھاتے رہے" ہم نے ایک دن مرنا ہے اور خدا کے حضور جانا ہے ایسا نہ ہو کہ ہماری سیہ راہ روی اور حضرت اقدس کے فرمودہ مسلک سے انحراف کے باعث حضرت اقدس بھی حضرت مسیح ناصریؑ کی طرح بارگاہ حق میں جوابدہ ہوں "کہ اے باری تعالےٰ جب تک میں ان میں رہا میں نے انہیں تیری اطاعت اور تجھ سے تعلق پیدا کرنے کی تعلیم دی اور وہ اس پر کاربند بھی تھے مگر جب تو نے مجھے اپنے پاس بلا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔"

یہ حقیقت ہے کہ ہماری جماعت نے اسلامی تعلیم پر بہترین لٹریچر پیدا کیا اور اس کی اشاعت کے لئے بڑی بڑی قربانیاں بھی کیں مگر اسلام پر لٹریچر پیدا کرنا کافی نہیں ضرورت اس چیز کی ہے کہ ہم میں ایسے خدا نما انسان پیدا ہوں جو زندہ لٹریچر کا کام دیں آج کل کی مصروف دنیا کے پاس کتابیں پڑھنے کے لئے زیادہ وقت نہیں۔ وہ آپ کے روزمرہ کے اخلاق سے جلدی اور زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ حضرت اقدس اسی لئے لوگوں کو بار بار قادیان آنے کی دعوت دیتے تھے۔ اور ان کی صحبت میں بیٹھ کر جن لوگوں نے حق شناسی کی توفیق پائی ان کی تعداد دلائل سن کر قبول کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہے۔ حکیم الامت مولانا نور الدینؓ۔ سید محمد احسن صاحبؒ مولوی عبدالکریم صاحبؒ۔ خواجہ کمال الدین مرحوم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم اور شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم جنہوں نے اپنی زندگیاں اور مال امام الزمان کی آواز پر وقف کر دیئے، اور آج کل ہمارے امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جن کی تحریروں نے عمدہ تالیفات اسلام کی نا شیدیں پیدا کی ہیں۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب امام مسجد برلن و ووکنگ جن کی تبلیغی مساعی بلاد غیر میں مسلم ہیں حضرت اقدس کی کتابوں اور صحبت سے ہی خدمت اسلام پر آمادہ ہو گئے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی زندگی میں... آپ کی کتابوں کو تین دفعہ پڑھنا والے اور صحبت میں نہ بیٹھنے والوں کو ڈانٹ پلا دی تھی۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہم بھی حضرت اقدس کی کتابوں کو پڑھیں اور ہماری جماعت اس چشمہ معارف کو نہ صرف پاکستان اور ہند وستان بلکہ اسلامی ممالک اور بلاد غیر میں کثرت سے پھیلائے یہ روزمرہ کی بات ہے کہ استعمال کی ہر دوا کے ساتھ ایک پرچہ مختلف زبانوں میں طبع شدہ اس دوائی کے ساتھ بند ہوتا ہے جس میں دوا کی ترکیب استعمال، دوا کی ترتیب اجزا اور پرہیز درج ہوتی ہے کہ قرآن پاک اور اسلام کی اشاعت کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے امام ہمامؑ کی تعلیمات جنہوں نے ہمیں اشاعت اسلام کی توفیق دی وسیع پیمانہ پر شائع کریں تاکہ ہم خود بھی اس نور سے فائدہ اٹھائیں اور ایسے دوسرے لوگ بھی پیدا ہوں جو ہمارے مرحوم اکابرین کے خلاء کو پر کر سکیں تو محض اشاعت اسلام پر اکتفا کرنا اور حضرت اقدس کی کتابوں کی اشاعت سے لاپرواہی کرنا حضرت صاحب کو پسند نہیں جیسا کہ آپ ندوۃ العلماء اور انجمن حمایت اسلام کے متعلق کشتی نوح میں فرماتے ہیں:۔

" خدا کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ مگر ابھی وہ بیابان میں دور ہے ہیں اس کے آسمانی علوم کا ایک دریا چل رہا ہے لیکن ان لوگوں کو کچھ بھی خبر نہیں۔ اس کے نشان ظاہر ہو رہے ہیں لیکن یہ لوگ بالکل غافل ہیں اور نہ صرف غافل بلکہ خدا کے سلسلہ سے دشمنی رکھتے ہیں پس یہی حمایت اسلام اور ترویج اسلام اور تعلیم اسلام ہے جو ان کے ہاتھوں سے ہو رہی ہے"

گویا کہ تی زمانہ ان آسمانی علوم کی ترویج ہے جو حضرت اقدس نے آب زلال محمدیؐ سے حاصل کر کے دنیا میں پیش کئے۔ سو ہمارے لئے ضروری ہے کہ روحانی علوم کے دریا سے لوگوں کو روشناس کرائیں تا وہ اس دریا کے واسطہ سے اس کے منبع تک پہنچ سکیں۔ شاید اسی اہمیت کے پیش نظر حضور نے تائید حق اور اشاعت اسلام کی پہلی شاخ اس دریا کو قرار دیا ہے ایک شاخ تالیف اور تصنیف کا سلسلہ ہے جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا ہے اور وہ معارف و دقائق سکھلائے گئے جو انسان کی طاقت سے نہیں بلکہ صرف خدا تعالےٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں اور انسانی تکلیف سے نہیں بلکہ روح القدس کی تعلیم سے مشکلات حل کر دیئے گئے"

حضور کی تالیفات اور تصنیفات کی اشاعت کا دوسرا فائدہ ہماری اخلاقی حالت کی اصلاح بھی ہوتی ہے آپ کی جماعت میں کون لوگ شامل ہیں تو یہ حضور کی زبان مبارک سے سنئے:۔

" سو اے تمام لوگو جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہ ہو گی وہ عمل بھی ضائع نہ ہو گا۔"

آج اگر ہم سچے دل سے عہد کر لیں کہ ہم تقویٰ کی راہوں پر قدم ماریں گے اور حضور کے روحانی علوم کے دریا سے اپنی ذات۔ اپنے

اسلامی لٹریچر کا بہترین نچوڑ

تصنیفات حضرت مسیح موعود مہدی معہود

سلسلہ تصنیفات احمدیہ حصہ دوم

اس میں ذیل کی کتب شامل ہیں :-

۱- سرمہ چشم آریہ - آریوں کے کھلے اعتراضات کے مدلل جوابات
۲- سخنہ حق - اس کتاب میں بھی آریوں کے اعتراضات کا رد دلا جواب پیرایہ میں کیا گیا ہے۔
۳- ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب - عیسائیوں کے اہم اعتراضات درباره نبوت و معجزات حضرت نبی کریم صلعم کے مدلل جوابات
قیمت دو روپے -

سلسلہ تصنیفات احمدیہ حصہ چہارم

اس حصہ میں ذیل کی کتب موجود ہیں :-

۱- الحق مباحثہ دھلی - حضرت مسیح موعود اور مولوی محمد بشیر بھوپالی کی مفصل اور قابل دید بحث -
۲- الحق مباحثہ لدھیانہ
۳- آسمانی فیصلہ - ہندوستان کے سربرآوردہ علماء اور پیرزادوں کو آسمانی فیصلہ کی طرف دعوت دی گئی ہے -
۴- نشان آسمانی - اولیاء امت کی پیشگوئیاں درباره صداقت دعوے خود - قیمت ... ۰—۸—۲

سلسلہ تصنیفات احمدیہ حصہ ہفتم -

۱- ضیاء الحق - دعوے مسیحیت کی صداقت پر مخالفین کو جوابات
۲- شہادت القرآن -
۳- انوار الاسلام
۴- نور القرآن حصہ اول
۵- نور القرآن حصہ دوم
۶- ست بچن -
۷- آریہ دھرم - قیمت ... ۰—۱۲—۲

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ہشتم

اس میں حسب ذیل کتب شامل ہیں :-

۱- تعلیم الاسلام یا اسلامی اصول کی فلاسفی
۲- انجام آتھم
۳- سراج منیر
۴- تحفہ قیصریہ
۵- حجۃ اللہ
۶- سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب قیمت ۰—۱۲—۲

۱- نور القرآن حصہ اول - عربی میں عیسائیوں کے عقائد باطلہ کا رد پیش کیا گیا ہے - قیمت ... ۰—۸—۰
نور القرآن حصہ دوم - قیمت ... ۰—۸—۰
کشتی نوح - عمدہ سفید کاغذ پر طبع شدہ ... ۰—۲—۱
ازالہ اوہام مجلد ہر دو حصہ قیمت - ۰—۰—۵
اتمام حجت ... ۰—۲—۰

سر الخلافہ ... ۰—۸—۰
تحفہ بغداد ... ۰—۴—۰
ملفوظات حصہ اول ... ۱—۸—۰
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ... ۰—۴—۰
انوار القرآن حصہ اول و دوم ... ۱—۰—۰
حجۃ اللہ ... ۰—۶—۰
سراج منیر ... ۰—۶—۰
توضیح مرام ... ۰—۶—۰
فتح اسلام ... ۰—۵—۰
کرامات الصادقین ... ۰—۶—۰
دو تقریریں (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) ... ۰—۸—۰
ملفوظات احمدیہ حصہ دوم ... ۲—۰—۰
ملفوظات احمدیہ حصہ سوم - ملفوظات از نومبر ۱۹۰۱ء تا اپریل ۱۹۰۲ء
ملفوظات احمدیہ حصہ چہارم - ملفوظات از ۵ اپریل ۱۹۰۲ء تا یکم ستمبر ۱۹۰۲ء
ملفوظات احمدیہ حصہ پنجم - ملفوظات از یکم ستمبر ۱۹۰۲ء تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء
ملفوظات احمدیہ حصہ ششم - ملفوظات از ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء تا ۵ نومبر ۱۹۰۲ء
ملفوظات احمدیہ حصہ ہفتم - ملفوظات از ۵ نومبر ۱۹۰۲ء تا دسمبر ۱۹۰۲ء

قیمت فی حصہ - ایک روپیہ آٹھ آنے

تصنیفات حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی

امیر جماعت احمدیہ لاہور

بیان القرآن :- یعنی اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم معہ عربی متن تین جلدوں میں، مجلد معمولی سولہ روپیہ چار آنہ - مجلد اعلیٰ اٹھارہ روپیہ - محصول ڈاک تین روپے -

جمع قرآن - قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تاریخی واقعات اور اعتراضات کے مفصل جوابات، ہدیہ مجلد عہ

حمائل شریف - بیان القرآن کے حصہ متن کو چھوڑ کر تفسیری نوٹوں اور اردو حواشی کے ساتھ - ہدیہ ... ۳—۴—۰

زندہ نبی کی زندہ تعلیم - اس کتاب میں حضور سرور کائنات محمد صلعم کی حیات طیبہ اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو قرآن حدیث اور سنت کی روشنی میں جدید اسلوب اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا گیا ہے - اس کتاب کے اسلوب کے اور جامعیت سے انگلستان کی ایک فرم کے نمائندہ اور کاروبار داران اتنے متاثر ہوئے کہ وہ اس کتاب کو بیک وقت انگریزی، فرانسیسی اور ہسپانوی زبانوں میں شائع کر رہے ہیں - قیمت اردو چار روپے -

قیمت انگریزی - پانچ روپے

احادیث العمل منتخب احادیث معہ ترجمہ و تفسیری نوٹ -
قیمت ... ۱۰—۰—۰

جمع قرآن - قرآن کریم جمع و ترتیب اور اعتراضات کی تردید کی گئی ہے - قیمت ... ۱—۲—۰

سیرت خیر البشر (دوم ایڈیشن) مفصل سوانحعمری حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم - جس میں ہر قسم کے اعتراضات کو رفع کیا گیا ہے - قیمت ... ۱—۴—۰

حمائل شریف مترجم - جس میں بین السطور ترجمہ اور حاشیہ پر تفسیری نوٹ ہیں - ہدیہ ... ۳—۴—۰

تاریخ خلافت راشدہ - (سوم ایڈیشن) سوانحعمری خلفاء راشدین حضرت ابوبکر رض حضرت عمر رض حضرت علی رض قیمت ۰—۴—۱

النبوۃ فی الاسلام - رسالت، محدثیت اور مجددیت پر مفصل بحث ... ۲—۸—۰

مقام حدیث - دوم ایڈیشن - ضرورت حدیث - جمع اور تنقید حدیث پر مفصل بحث ہے - قیمت ... ۱—۴—۰

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم

نبوت کا ظہور اتم المعروف بہ نبی کامل ... ۲—۰—۰
مذاہب اسلام ... ۴/۱ | لمعات انوار محمدیہ ... /۱
ینابیع المسیحیت ... /۴ | ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان ... /۸
واردات یا انجیل عمل ... /۸
مطالعہ اسلام ... /۱۰ | ہستی باری تعالےٰ ... /۶
موضوع قرآن تہذیب انسانی ... | حیات بعد الموت ... /۸
اسماء الٰہیہ ... | اسوۂ حسنہ ... /۸

محصول ڈاک علاوہ

کتب از حضرت مولانا محمد احسن صاحب مرحوم امروہی

القول المجدد ... ۳/ | ستہ ضروریہ ... ۳/
اعلام الناس ... ۳/ | السراج الوہاج ... ۲/
اظہار النصائح ... ۲/

کتب از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم

مجدد اعظم :- حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کی مکمل اور جامع سوانح حیات تین جلدوں میں -
جلد اول چار روپے چھ آنے جلد دوم تین روپے بارہ آنے جلد سوم چار روپے - رعایتی قیمت یکجلد ۱۳/ محصول ڈاک ۲/۱/-

ملنے کا پتہ : منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور (پاکستان)

پر حکمرانی کرتے رہے تو لتنفقن کنوز هما فی سبیل اللہ کی پیشگوئی کس طرح پوری ہوئی؟ کس طرح مسلمان کسرےٰ و قیصر کی ہلاکت کے بعد ان کے خزانوں پر متصرف ہو سکتے تھے، جبکہ اور کسرے اور قیصر نسلاً بعد نسلٍ حکمرانی کرتے رہے؟

اس لئے جہاں تک حدیث کے الفاظ اور اس کے آخری فقرہ کا تعلق ہے، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ کسرےٰ و قیصر یعنے ایران اور روم کے بادشاہ جو کسرےٰ اور قیصر کے القاب سے ملقب تھے مسلمانوں کے ہاتھ ہلاک ہو جائیں گے اور پھر ان کی حکومت نہ رہے گی اور مسلمان ان کی مملکتوں پر قابض اور متصرف ہو جائیں گے اور ان کے خزانوں کو فی سبیل اللہ خرچ کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب مسلمانوں نے ایران اور روم کی سلطنتوں کو فتح کر لیا تو اسی وقت سے کسرےٰ و قیصر کہلانے والے بادشاہوں کا وہاں سے خاتمہ ہو گیا اور مسلمانوں کی سلطنت وہاں قائم ہو گئی جو آج تک چلی آتی ہے، اس کو توڑ مروڑ کر فلا کسریٰ بعدہ اور فلا قیصر بعدہ کے یہ معنے کرنا کہ ان شاہان کے کسرےٰ و قیصر ان کے بعد نہ ہوں گے صریحاً غلط اور الفاظ حدیث اور واقعات کے قطعاً خلاف ہے۔

نوٹ:۔ عام طور پر قادیانی اذا ھلک کسریٰ الخ کی پیشگوئی کا مصداق خسرو پرویز اور ہرقل کو قرار دیتے ہیں، اور اس کی تائید میں اس واقعہ کو پیش کرتے ہیں جو دوسری احادیث میں مذکور ہے کہ جب خسرو پرویز نے رسول اللہ صلعم کے نامۂ مبارک کو چاک کر کے اپنے دو قاصد آپ کی گرفتاری کے لئے بھیجے تو آپ نے انہیں بتایا کہ تمہارے بادشاہ کو اس کے بیٹے شیرویہ نے آج رات قتل کر دیا اور اس کی سلطنت پر قابض ہو گیا ہے۔ قادیانیوں کا خیال ہے کہ اذا ھلک کسریٰ کی پیشگوئی اسی واقعہ سے تعلق رکھتی ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے خسرو پرویز کی ہلاکت کی خبر اس پیشگوئی سے علیحدہ ہے اذا ھلک کسرےٰ میں کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں لیا نہ محدثین نے یہاں کسرےٰ سے خسرو پرویز مراد لیا ہے اور نہ ہی کہیں اذا ھلک قیصر کا مصداق ہرقل کو قرار دیا ہے، اس میں صرف کسرےٰ اور قیصر کہلانے والے بادشاہوں کی حکومت کے خاتمہ اور مسلمانوں کے ان کے خزانوں پر متصرف ہونے کی پیشگوئی ہے جو من وعن پوری ہوئی اور اس کے بعد کوئی قیصر و کسرےٰ آج تک نہیں ہوا نہ آیندہ ہوگا

اعتراض نمبر ۲:۔ یہ "لا" موصوف کی نفی کا ہوتا ہے جیسا کہ مشہور مقولہ ہے لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کیا حضرت علیؓ کے بعد کوئی جوان نہیں ہوا؟ اور ذوالفقار کے بعد کوئی تلوار نہیں بنی پس اس میں حضرت علی جیسے جوان کی اور ذوالفقار جیسی تلوار کی نفی ہے، مطلق نفی نہیں جیسی کہ لا نفی جنس میں مطلق نفی ہوتی ہے پس لا نبی بعدی میں "لا" نفی جنس کا نہیں بلکہ صفت موصوف کی نفی کے لئے آیا ہے۔

الجواب:۔ اگر ایسی ہی مثالوں سے استدلال کرنا ہے اور ہر جگہ "لا" سے موصوف کی نفی ہی لینی ہے تو ذرا لا الٰہ الا اللہ کے معنے بھی کر دیجئے، کیا یہاں بھی یہی معنے ہوں گے کہ اللہ جیسا کوئی معبود نہیں؟ آیا یہاں بھی "لا" کو نفی جنس کے لئے نہیں بلکہ صفت موصوف کی نفی ہی سمجھا جائے گا؟ اگر لا فتی الا علی میں "لا" نفی جنس کے لئے نہیں تو لا الٰہ الا اللہ میں تو ہے، پھر کیوں اسی کے مطابق لا نبی بعدی میں بھی "لا" کو نفی جنس کے لئے نہ سمجھا جائے اور کیوں لا فتی الا علی جیسے متشابہ کلام کے مطابق ایسے معنے کئے جائیں، جو تمام امت میں سے کسی نے نہیں کئے حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود نے بھی یہی لکھا ہے کہ حدیث لا نبی بعدی میں نفی عام ہے (ایام الصلح صفحہ ۱۴۶) کیا حضرت مسیح موعود کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ یہاں "لا" نفی موصوف کے لئے ہے، اس لئے نفی عام یا نفی جنس اسے قرار نہیں دیا جا سکتا؟

اعتراض نمبر ۳:۔ قرآن مجید میں "بعد" مغائرت اور مخالفت کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے دیکھو حدیث بعد اللہ وآیاتہ یومنون کہ اللہ اور اس کی آیات کے بعد کونسی بات پر وہ ایمان لائیں گے؟ بعد اللہ کا یہی مطلب ہوگا کہ اللہ کے خلاف، اللہ کو چھوڑ کر، پس یہی معنے ہیں لا نبی بعدی کے یعنی مجھ کو چھوڑ کر یا میرے خلاف رہ کر کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

الجواب:۔ یہ عجیب بات ہے کہ بعد کے معنے مغائرت کے بھی ہو سکتے ہیں، مخالفت کے بھی ہو سکتے ہیں اور اور بھی جو معنے لئے جا سکیں جن سے اجرائے نبوت کی تائید ہو سکتی ہو وہ صحیح ہیں اور جو بھی متشابہ کلام ان معنوں کی حمایت میں مل سکے اس سے استدلال کرنا جائز ہے، لیکن اگر نہیں لئے جا سکتے تو وہ معنے ہرگز نہیں لئے جا سکتے جن سے آنحضرت صلعم کے بعد انقطاع نبوت ثابت ہو سکے۔ خواہ انکی تائید میں قرآن کریم کی صریح آیات آنحضرت صلعم کے کھلے ارشادات، جمہور مسلمانوں کا اجماع اور حضرت مسیح موعود کے بے شمار کلمات کیوں نہ ہوں۔ چونکہ ایک عقیدہ بنا لیا ہے، اس کی تائید کے لئے جہاں بھی بعد کا لفظ عام معنوں کے علاوہ کسی اور معنے میں آ جائے یا جو بھی فقرہ ایسا مل جائے جس میں "لا" نفی مطلق کیلئے نہیں بلکہ نفی کمال یا کسی اور معنے میں استعمال ہوا ہو اسی سے فائدہ اٹھا لیا جاتا اور تائید میں اسے پیش کر دیا جاتا ہے حالانکہ یہ ضروری نہیں کہ ایک جگہ اگر ایک لفظ کسی ایک معنے میں استعمال ہو تو دوسری جگہ بھی اس کے وہی معنے کئے جائیں گے اگر اس طرح ہر جگہ بعدی کے معنے مغائرت یا مخالفت ہی کئے کرنے ہیں جو لغت میں کہیں مذکور نہیں تو یاتی من بعدی اسمہ احمد کے کیا معنے ہوں گے؟ کیا اس کے یہ معنے کرنے صحیح ہوں گے کہ میری مخالفت میں ایک شخص آئیگا جس کا نام احمد ہوگا؟ غور کر کے دیکھ لیجئے کہ جمہور امت سے کن معنوں کی تائید ثابت ہوتی ہے؟ آیا انہوں نے بعدی کے معنے میری مخالفت یا مغائرت کے لئے ہیں، یا میری وفات کے بعد؟ اگر اولی الذکر معنوں کی تائید جمہور امت یا حضرت مسیح موعود کے کسی کلام سے ہو سکتی ہے تو بسم اللہ بعد اللہ وآیاتہ یومنون ہی کی مثال کو پیش نظر رکھئے اور اسی کے مطابق معنے کیجئے ورنہ "بعدی" کے معنے میری وفات کے بعد ہی کرنے پڑیں گے جیسا کہ یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مضمر ہیں۔

اعتراض نمبر ۵:۔ حدیث میں ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ فاولتھما کذابین یخرجان بعدی احدھما العنسی والآخر مسیلمۃ (بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی تمیم) یعنے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خواب میں میں نے سونے کے کنگن دو دیکھے اور ان کو پھونک مار کر اڑایا تو اس کی تعبیر میں نے یہ کی کہ اس سے مراد دو کذاب ہیں جو میرے بعد نکلیں گے پہلا اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ ہے اس حدیث میں آنحضرت صلعم نے یخرجان بعدی فرمایا ہے کہ وہ دونوں کذاب میرے بعد نکلیں گے یہاں "بعد" سے مراد غیر حاضری یا وفات نہیں بلکہ مخالفت ہے کیونکہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی دونوں آنحضرت صلعم ہی کی زندگی میں مدعی نبوت ہو کر آنحضرت صلعم کے بالمقابل کھڑے ہو گئے تھے چنانچہ اسی بخاری میں آنحضرت صلعم کی دوسری حدیث درج ہے فاولتھما الکذابین الذین انا بینھما صاحب صنعاء والیمامۃ (بخاری کتاب الرؤیا باب النفخ فی المنام) پس میں نے اس سے مراد دو کذاب لئے جن کے میں اس وقت درمیان ہوں یعنی اسود عنسی اور مسلمۃ الیمامی، پس انا بینھما صاف طور پر بتاتا ہے کہ دوسری روایت میں "یخرجان بعدی" میں "بعدی" سے مراد میرے مد مقابل اور مخالف ہو کر کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

الجواب:۔ دیکھئے کہاں کہاں سے "بعد" کے معنے تلاش کئے جا رہے ہیں کس طرح سے "یخرجان بعدی" کے بالمقابل دوسری حدیث انا بینھما لا کر "مخالف یا مد مقابل" کے معنے کر دیئے انا بینھما کے معنے "مخالف یا مد مقابل" کس لغت میں لکھے ہیں افسوس ہے کہ اپنے عقیدہ کی تائید کے لئے ایسے معنے بنائے جاتے ہیں جن کی تائید نہ لغت سے ہو سکتی ہے اور نہ محاورہ کلام ہی ان کا موید ہے۔ غور کر کے دیکھ لیجئے یہ دو الگ الگ حدیثیں ہیں پہلی حدیث میں جو فرمایا "یخرجان بعدی" تو وہ فاولتھما کی تفسیر ہے یعنے رسول اللہ صلعم نے جب خواب دیکھا تو اس کی یہ تعبیر فرمائی کہ میری وفات کے بعد دو کذاب پیدا ہوں گے یہ آپ کا اپنا خیال تھا جو مسیلمہ اور اسود عنسی کے دعوے نبوت کرنے سے پہلے آپ کے ذہن میں آیا، لیکن ان کے دعوے کے بعد آپ نے اس خواب کا پھر ذکر کیا تو وہاں یخرجان بعدی کہنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ان کی تعبیر سامنے تھی اور آپ کا یہ خیال کہ وہ آپ کے بعد پیدا ہوں گے غلط ثابت ہو چکا تھا اس لئے فرمایا فاولتھما الکذابین انا بینھما یعنی ان سے دو کذاب مراد لئے اور وہ کذاب وہی ہیں جن کے مابین میں اس وقت ہوں، یہ یخرجان بعدی کا ترجمہ نہیں، وہ اس خواب کے پورا ہونے سے پہلے کا خیال تھا جسکو واقعات نے غلط ثابت کر دیا تعجب ہے ان لوگوں پر جو ایسی کھلی بات کے ہوتے ہوئے یخرجان بعدی کا ترجمہ انا بینھما سے کر کے "بعد" کے معنے مخالف یا مد مقابل کر رہے ہیں۔

کیا خاتم النبیین کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

اس مضمون میں قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے اس حصہ کو جس میں اجرائے نبوت پر بحث کی گئی ہے سامنے رکھتے ہوئے ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ——— (بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

ختم نبوت از روئے حدیث

پہلی حدیث

عن سعد لما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ تبوک خلف علیا فقال لہ اتخلفنی قال لہ اما ترضی ان تکون منی بمنزلہ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی۔

(بخاری کتاب المناقب)

یعنے جب رسول اللہ صلعم غزوہ تبوک کے لئے نکلے تو حضرت علی کو اپنے پیچھے چھوڑا، حضرت علیؓ نے عرض کی کیا آپ مجھے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تو راضی نہیں کہ مجھ سے تیری ایسی ہی نسبت ہو، جیسے ہارون کی موسٰے کے ساتھ تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث کو بخاری، مسلم، ترمذی، احمد، ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن النجار نے انہی الفاظ میں روایت کیا ہے

احمد اور ترمذی میں یہی حدیث ایک اور طریق سے مروی ہے:۔

عن جابر بن عبد اللہ قال لما اراد رسول اللہ صلعم ان یخلف علیا قال لہ علی ما یقول الناس فی اذا خلفتنی قال فقال اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا یکون بعدی نبی۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)

یعنے جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے ارادہ کیا کہ اپنے پیچھے علی کو چھوڑ جائیں تو حضرت علی نے آپ سے عرض کیا کہ جب آپ مجھے پیچھے چھوڑ جائیں گے تو لوگ کیا کہیں گے تو آپ نے فرمایا کیا تو راضی نہیں کہ میرے ساتھ تیری ایسی ہی نسبت ہو جیسی ہارون کی موسٰے کے ساتھ تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

ایک اور طریق سے یہی روایت طبرانی نے الاوسط میں نقل کی ہے، اور وہاں خود حضرت علی سے مروی ہے لکھا ہے:۔

عن علی ان النبی صلعم قال خلفتک ان تکون خلیفتی قلت اتخلف عنک یا رسول اللہ قال الا ترضٰی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی۔

یعنے علیؓ سے روایت ہے، کہ نبی صلعم نے فرمایا میں تجھے پیچھے چھوڑ جاتا ہوں کہ تو میرا خلیفہ ہو، میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کی خلافت کروں فرمایا کیا تو راضی نہیں کہ مجھ سے تو ایسا ہی ہو جیسے ہارون موسٰے سے تھا سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں،

ایسا ہی اور بھی مختلف طریقوں سے الفاظ اور راویوں کے اختلاف کے ساتھ یہی حدیث مختلف کتب حدیث میں آئی ہے اور ہر ایک کے آخر میں الا انہ لا نبی بعدی ضرور آیا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے آپ کو آخری نبی یقین کرتے تھے اور اپنے بعد کسی اور نبی کے آنے کے قائل نہ تھے۔

اعتراض نمبر ا:۔ طبقات کبیر میں الا انہ لا نبی بعدی کے بجائے غیر انک لست نبیاً آیا ہے اس لئے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب عام نہیں بلکہ خاص حضرت علی کو تھا۔

الجواب:۔ طبقات کبیر کا کتب حدیث میں کیا مرتبہ ہے، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ کے سامنے اس کی کیا حقیقت ہے؟ کہ ان کی ایک روایت کے سامنے جس کے راویوں کی صحت کا بھی پتہ نہیں، ان تمام معتبر ترین کتاب حدیث کی روایات کو رد کر دیا جائے۔ دراصل ان کے تمام لفظی اختلافات میں ایک فقرہ مشترک طور پر پایا جاتا ہے الا انہ لا نبی بعدی جس سے صاف ظاہر ہے کہ طبقات کبیر کی روایت میں لست نبیاً رسول اللہ صلعم کے اصل الفاظ نہیں بلکہ راوی کے اپنے الفاظ ہیں۔ اصل الفاظ کے بدل جانے کی وجہ سے راوی نے یہ خیال کر لیا کہ دراصل تو اس وقت حضرت علی ہی سامنے تھے ان کی ہی نبوت کی نفی مقصود تھی اس لئے لست نبیاً کے الفاظ اس نے کہدیئے ورنہ حقیقت میں رسول اللہ صلعم کے الفاظ لا نبی بعدی ہی ہیں جن میں نفی عام مقصود ہے،

اعتراض نمبر ۲:۔ بخاری میں ایک اور حدیث ہے اذا ھلک کسرٰی فلا کسرٰی بعدہ و اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ۔ (بخاری کتاب الایمان والنذور باب کیف کانت یمین النبی جلد ۴ صفحہ ۱۰۹ مصری)

آنحضرت صلعم نے فرمایا جب یہ کسرٰی مرے گا تو اس کے بعد کوئی کسرٰی نہ ہوگا اور جب یہ قیصر مرے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا، اپنے متعلق لا نبی بعدی اور قیصر کے متعلق لا قیصر بعدہ فرمایا کیا قیصر کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوا اور کیا کسرٰے شاہ ایران کے بعد اور کوئی کسرٰی نہیں ہوا اور نسلاً بعد نسل ہوتے رہے ہیں تو پھر اس حدیث لا قیصر بعدہ اور لا کسرٰے بعدہ کے معنے یہ ہیں کہ ان قیصر و کسرٰے کے بعد اس شان کے قیصر و کسرے نہ ہوں گے۔ فتح الباری میں ہے معناہ فلا قیصر بعدہ یملک مثل یملک ھو کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ قیصر مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی ایسا قیصر نہ ہوگا جو اس طرح حکومت کرے جس طرح یہ کرتا ہے پس لا نبی بعدی کا مطلب بھی یوں ہوگا کہ آپ جیسا نبی آپ کے بعد نہیں ہوگا"

(قادیانی تبلیغی پاکٹ بک مصنفہ عبد الرحمن خادم)

الجواب:۔ اول تو حدیث کے معنے ہی غلط کئے گئے ہیں اذا ھلک کسرٰے و اذا ھلک قیصر کا ترجمہ کیا گیا ہے، جب یہ قیصر مرے گا اور جب یہ کسرٰے مریگا، حالانکہ اصل حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کے معنے "یہ" کے ہوں۔ یقیناً یہ بہت بڑی مغالطہ اندازی ہے جو ایک مذہبی جماعت کے شایان نہیں، اپنے عقیدہ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے الفاظ کے معنے بگاڑ کر غلط کر دینا کسی دیانتداری کا تقاضا نہیں حقیقت یہ ہے کہ کسرٰے اور قیصر فارس اور روم کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد ۶ صفحہ ۴۰۷ پر لکھا ہے:۔

کسرٰی بکسر الکاف و یجوز الفتح وھو لقب لکل من ولی مملکۃ الفرس و قیصر لقب لکل من ولی مملکۃ الروم یعنے کسرٰی کاف کی زیر کے ساتھ اور زبر کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے اور یہ ہر اس شخص کا لقب تھا جو فارس کی مملکت کا والی ہوتا تھا، اور قیصر ہر اس شخص کا لقب تھا جو مملکت روم کا والی ہوتا تھا۔

پس اذا ھلک کسرٰے اور اذا ھلک قیصر میں ایران اور روم کے کسی خاص بادشاہ کی ہلاکت کی پیشگوئی نہیں بلکہ کسرٰے و قیصر کہلانے والے بادشاہوں کی حکومت کے خاتمہ کی پیشگوئی ہے اور صاف فرمایا ہے کہ اس کے بعد کسرٰے و قیصر کی حکومت کبھی نہ ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

مسلمانوں نے روم و ایران کو فتح کیا تو کسرٰے و قیصر کی حکومت کا وہاں سے خاتمہ ہو گیا اور اس کے بعد کبھی ان کی حکومت وہاں نہیں ہوئی، یہ کہنا کہ فلاں خاص خاص کسرٰے و قیصر کی ہلاکت کے بعد بھی وہاں نسلاً بعد نسل کسرٰے و قیصر ہوتے رہے، اس لئے فلا کسرٰے بعدہ اور فلا قیصر بعدہ کا مطلب یہ ہے کہ اس شان کے کسرٰے و قیصر اس کے بعد نہ ہوں گے، حدیث کے منشاء کے قطعی خلاف ہے حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں:۔

والذی نفس محمد بیدہ لتنفقن کنوزھما فی سبیل اللہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلعم) کی جان ہے، تم ان کے خزانوں کو اللہ کے رستہ میں خرچ کروگے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث کا اصل منشاء کسرٰے و قیصر کی ہلاکت کے بعد ان کی مملکتوں اور خزانوں پر مسلمانوں کے متصرف ہونے کی پیشگوئی کرنا ہے اگر یہ صحیح ہے کہ اذا ھلک کسرٰے اور اذا ھلک قیصر میں کوئی خاص کسرٰے اور قیصر مراد تھے اور ان کی ہلاکت کے بعد اور کسرٰے اور قیصر نسلاً بعد نسل ایران اور روم

بچوں کا صفحہ ـــــ از ـــــ مولانا مرتضیٰ خان صاحب

حضرت مسیح موعود کا سلوک بچوں سے

حضرت مسیح موعود بچوں پر بڑے مہربان تھے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہمارے حضرت مسیح موعود بھی بچوں پر بڑی مہربانی اور شفقت فرمایا کرتے تھے۔ بچے اکثر بیجا سوال کرتے ہیں ضد اور شرارت بھی کرتے ہیں اور نقصان بھی کرتے ہیں۔ ہمارے حضرت ان کی سب باتوں پہ صبر کرتے اور حوصلہ سے کام لیتے ہوئے۔ ان کو بڑی محبت سے راہ راست پہ لانے کی کوشش کرتے۔

آپ بچوں کو مارنے کے مخالف تھے

آپ بچوں کو مارنے کے سخت مخالف تھے جب کبھی آپ کسی کے متعلق سنتے کہ اس نے بچے کو مارا ہے آپ سخت ناراض ہوتے ایک دفعہ ایک شخص نے بچے کو بہت بری طرح مارا جب آپ کو معلوم ہو آپ نے اس شخص کو بلایا اور فرمایا "میرے نزدیک بچوں کو مارنا شرک میں داخل ہے۔ گویا مارنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس طرح سے وہ بیٹے بچے کو ہدایت کے رستہ پہ لے آئے گا۔" آپ نے بڑے پُر درد الفاظ میں نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ زور رنج جاری شفقت کہ یہ جانے والا شخص اس قابل نہیں کہ اسے بچوں کی تربیت کے لئے مقرر کیا جائے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش کہ دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے درد دل سے دعا کرنے کو ایک ضروری علاج سمجھ لیں۔

سکول میں ہدایت

آپ نے اسکولوں میں ہدایت بھیج دی تھی کہ جس استاد کو مارنے کی عادت ہو اور وہ اپنے اس فعل سے باز نہ آئے اس کو ہرگز اسکول میں نہ رکھا جائے۔

تکلیف دہ باتوں پہ صبر

بچوں کے ساتھ آپ اس قدر نیک سلوک کرتے تھے کہ ان کی تکلیف دہ باتوں پہ بھی صبر فرماتے۔ جاڑے کا موسم تھا میاں محمود احمد اس وقت بچے تھے آپ کی واسکٹ کی جیب میں انہوں نے اینٹ ڈال دی آپ جب لیٹتے تو وہ اینٹ چبھتی۔ مولوی عبدالکریم صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میری موجودگی میں حامد علی سے فرمانے لگے کہ حامد علی چند روز سے ہماری پسلی میں درد ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز چبھتی ہے۔ وہ حیران ہوا اور آپ کے جسم مبارک پر ہاتھ پھیرنے لگا اور آخر اس کا ہاتھ اینٹ سے جا لگا۔ جھٹ جیب سے نکال لی اور عرض کیا کہ یہ اینٹ تھی جو چبھتی تھی۔ مسکرا کر فرمایا او ہو چند روز ہوئے محمود نے جیب میں ڈالی تھی اور کہا تھا اسے نکالنا نہیں میں اس سے کھیلوں گا۔"

بچوں کے معاملے میں حضرت کا حلم اور صبر

بچوں کے ساتھ صبر اور حلم کا ایک نظارہ مولوی عبدالکریم صاحب پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

حضرت کا حوصلہ اور حلم یہ ہے کہ میں نے سینکڑوں مرتبہ دیکھا ہے کہ آپ اوپر دالان میں تنہا بیٹھے لکھ رہے ہیں یا فکر کر رہے ہیں اور آپ کی قدیمی عادت ہے کہ دروازہ بند کر کے بیٹھا کرتے ہیں۔ ایک لڑکے نے زور سے دستک دی اور منہ سے بھی کہا ابا ابا کھول دو ابا دروازہ کھولیں آپ وہیں آ بیٹھے ہیں اور دروازہ کھولا ہے۔ کم عقل بچہ اندر گھسا ہے اور ادھر ادھر جھانک کر الٹے پاؤں نکل گیا ہے۔ حضرت نے پھر معمولاً دروازہ بند کر لیا ہے وہی منٹ گذرے ہوں گے جو پھر موجود اور زور زور سے دھکے دے رہے ہیں۔ اور چلا رہے ہیں ابا ابا کھول۔ آپ بڑے اطمینان سے اٹھتے ہیں اور دروازہ کھول دیا ہے بچہ اب کی دفعہ بھی اندر نہیں گھسا۔ ذرا سر تو اندر کر کے اور کچھ منہ میں بڑبڑا کے پھر الٹا بھاگ جاتا ہے۔ حضرت بڑے مشفق بشاش بڑے استقلال سے دروازہ بند کر کے اپنے نازک اور ضروری کام پر بیٹھ جاتے ہیں ابھی پانچ ہی منٹ گذرے ہیں تو پھر موجود پھر وہی گرا گرمی اور شور و شوری کہ ابا کھول اور آپ اٹھ کر اسی وقار اور سکون سے دروازہ کھول دیتے ہیں اور منہ سے ایک حرف تک نہیں نکالتے کہ تو کیوں آتا اور کیا چاہتا ہے اور آخر تیرا مطلب کیا ہے کہ بار بار ستاتا اور کام میں حرج ڈالتا ہے۔ میں نے ایک دفعہ گنا کوئی بیس دفعہ ایسا کیا اور ان ساری دفعات میں ایک دفعہ بھی حضرت کے منہ سے زجر اور توبیخ کا کلمہ نہیں نکلا۔

ایک واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میاں محمود احمد صاحب چار برس کے بچے تھے۔ حضرت معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے میاں صاحب دیا سلائی لے کر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول تھا۔ پہلے کچھ عرصہ آپس میں کھیلتے رہے پھر جو کچھ دل میں آیا تو ان مسودات کو آگ لگا دی اور خود لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت لکھنے میں مصروف ہیں سر اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسودے راکھ کا ڈھیر ہو گئے............

حضرت کو سیاق عبارت ملانے کے لئے کسی گزشتہ کاغذ کے دیکھنے کی ضرورت ہوئی اس سے پوچھتے ہیں اس سے دریافت کرتے ہیں آخر ایک بچہ بول اٹھا کہ میاں نے کاغذ جلا دیئے عورتیں بچے اور لوگ حیران کہ اب کیا ہوگا مگر حضرت مسکرا کر فرماتے ہیں خوب ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مصلحت ہوگی اب خدا چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون سمجھائے۔

بچوں کی کہانیاں سُننا

بارہا میں نے دیکھا ہے کہ اپنے اور دوسرے بچے آپ کی چارپائی پر بیٹھے ہیں اور آپ کو مضطر کر کے پائنتی پہ بٹھا دیا ہے اور اپنے بچپنے کی بولی میں مینڈک اور کوّے اور چڑیا کی کہانیاں سنا رہے ہیں۔ اور گھنٹوں سنائے جا رہے ہیں اور حضرت ہیں .... کہ بڑے مزے سے سنے جا رہے ہیں گویا کوئی مثنوی ملائے روم سنا رہا ہے۔ حضرت بچوں کو مارنے اور ڈانٹنے کے سخت مخالف ہیں۔ بچے کیسے ہی منہ بسوریں شوخی کریں۔ سوال میں تنگ کریں اور بیجا سوال کریں اور ایک موہوم اور غیر موجود شے کے لئے حد سے زیادہ اصرار کریں آپ نہ تو کبھی مارتے ہیں نہ جھڑکتے ہیں اور نہ کوئی خفگی کا نشان ظاہر کرتے ہیں۔"

بیماری میں بچوں کی خبر گیری

پھر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب فرماتے ہیں :-

آپ بچوں کی خبر گیری اور پرورش اس طرح کرتے ہیں کہ ایک سرسری دیکھنے

والا گمان کریگا کہ آپ سے زیادہ اولاد کی محبت کسی کو نہیں ہوگی - اور بیماری میں اس قدر توجہ کرتے ہیں اور تیمارداری اور علاج میں اس قدر محو ہوتے ہیں کہ گویا اور کوئی فکر ہی نہیں، ایک باریک بین دیکھ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے لئے ہے - - - - - - - - اور اس ضعیف مخلوق کی رعایت اور پرورش مد نظر ہے آپ کی پہلوٹھی بیٹی عصمت لدھیانہ میں ہیضہ سے بیمار ہوئی آپ اس کے علاج میں یوں دوا درمل کرتے کہ گویا اس کے زندگی محال ہے . . . . مگر جب وہ مرگئی تو آپ یوں الگ ہو گئے کہ گویا کوئی چیز تھی ہی نہیں - اور جب سے کبھی ذکر تک نہیں کیا کہ کوئی لڑکی تک تھی یہ مصالحت اور مسالمت خدا کی قضا و قدر سے بجز مجتابیں اللہ لوگوں کے ممکن نہیں۔"

آپکی راستبازی اور بچوں کی تربیت کا اعلیٰ نمونہ

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کتاب مجدد اعظم میں تحریر فرماتے ہیں :-

یہاں میں ہر ایک باپ کے لئے ایک نہایت سبق آموز واقعہ حضرت اقدس کا بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں صاحبزادہ مبارک احمد کئی روز سے بخار سے بیمار تھے سبھی بچے پیارے ہوتے ہیں - مگر مبارک احمد تو بہت ہی پیارا تھا اور بیماری میں ماں باپ کی شفقت بیمار بچہ سے اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے - مبارک احمد ضد کر رہا تھا کہ میں نے ملائی کی برف کھانی ہے اور وہ بیماری میں دینی نہ تھی ملائی کی برف کی جگہ اسے سادہ برف دیتے تھے اور اسے بہلانے کے لئے کہتے تھے کہ یہ ملائی کی برف ہے مگر وہ مانتا نہ تھا - آخر حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی گئی کہ آپ مبارک احمد کو برف دیکر کہدیں کہ یہ ملائی کی برف ہے اسے آپ کی بات پر بہت اعتبار ہوا کرتا ہے مان جائے گا حضرت صاحب مبارک احمد کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا مبارک احمد یہ لو برف! تم اس وقت اسے ہی ملائی کی برف سمجھ لو - اس نے کہا نہیں میں نے ملائی کی برف ہی کھانی ہے آپ نے فرمایا تم اس کو اس وقت ملائی کی برف سمجھ لو - غرضکہ بچہ ضد کرتا رہا مگر آپ نے ایک دفعہ بھی پسند نہ کیا کہ بچہ کو دھوکا دیا جاوے - بیمار بچہ کو ضد کرتے وقت غلط بیانی کر کے بہلا لینے میں بڑے بڑے محتاط لوگ احتیاط نہیں کرتے مگر آپ کی کمال درجہ کی راستبازی نے ایسے نازک موقع پر بھی جائز نہ سمجھا کہ آپ بچے کے سامنے غلط بیانی کریں یہ تربیت اطفال کا آپ نے بہترین نمونہ پیش کیا - بچے کے سامنے جھوٹ بولنا جھوٹے وعدے کرنا یا ایسے دھوکا دینا درحقیقت بچے کے اخلاق کو تباہ کرنا ہے اس طرح وہ سمجھنے لگتا ہے کہ اپنا مطلب نکالنے کے لئے جھوٹ بولنا یا دھوکا دینا کچھ بڑی بات نہیں - اور یہ اسکے اخلاق کے لئے سم قاتل ہے - اگر کوئی دوسرا شخص ہوتا تو وہ شفقت کے جوش میں اپنے بیٹے کو بہلانے کے لئے کہہ دیتا کہ بیٹا یہی ملائی کی برف ہے مگر آپ نے بیٹے کی شفقت پر خدا کی رضا کو مقدم کیا اور آپ کی راستی پسند طبیعت نے اتنی غلط بیانی کو بھی گوارا نہ کیا جو ایک بچے کو بہلانے کے لئے عام طور پر ماں باپ کر لیا کرتے ہیں -

سنگاپور میں ایک انگریز نومسلم کا سفاکانہ قتل

مسلمانان سنگاپور نے مرحوم کا جنازہ نہایت عزت و احترام سے ادا کیا

مرحوم کی وصیت میں ووکنگ مشن کو پانچ سو پونڈ کا عطیہ

انگلستان کے ایک جوان مسٹر ایڈورڈ الکاک Edward I Alcock Ma سالی گذشتہ سنہ ۱۹۵۰ء کے شروع میں دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے - ان کا اسلامی نام محمد ابراہیم ہے - ان کے دو خطوط ارسال کرتا ہوں - ترجمہ کرکے شائع کر دیں[1] - یہ نوجوان سنہ ۱۹۵۱ء میں انگلستان آیا - اور ووکنگ میں ہمیں ملنے کے لئے پہنچا - میں نے ڈاکٹر ایس ایم عبداللہ سے تعارف کرایا اور ان سے ایک گھنٹہ ووکنگ مشن کے کام کے متعلق گفتگو ہوتی رہی - کھانے کے لئے مدعو کیا گیا - لیکن اس دن شیخ محمد اقبال صاحب سیکرٹری مسلم سوسائٹی گرینٹ بریٹن کے ہاں اس کا لنچ تھا - پس وہ لندن تشریف لے گئے - ملاقات پر شیخ صاحب نے کہا - کہ مسٹر ابراہیم الکاک مسلم سوسائٹی کی لائف ممبر . . . . بن گیا ہے - اور یکمشت چندہ پچیس پونڈ اس نے عطا کر دیا ہے - چند دنوں بعد وہ سنگاپور چلے گئے - وہاں وہ ربڑ سٹیٹ (Rubber Estate) پر ملازم تھے - لندن کے اخبارات سے اطلاع ملی ہے کہ ڈاکوؤں نے تین Rubber Planters قتل کر دیئے جن میں ایک انگریز مسلمان تھا - اس نوجوان نے پہلے سے ہی وصیت کر رکھی تھی کہ اگر اسکو حادثہ پیش آئے تو اس کی میت برائے تجہیز و تکفین مسلمانوں کے حوالہ کی جائے - چنانچہ سنگاپور کے مسلمانوں نے بڑی عزت سے اس کا جنازہ ادا کیا اور اس کو سپرد خاک کیا - ہمیں بڑا صدمہ ہوا - نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی - مسلم سوسائٹی نے تعزیت کا ریزولیوشن پاس کیا - اور ووکنگ مشن کی طرف سے بھی ہمدردی کا پیغام مرحوم کی ماں کے نام بھجوایا - اس کو کھانے پر بھی مدعو کیا گیا - ۲ مئی کو آنے کا وعدہ تھا لیکن وہ یکدم سخت بیمار ہو گئیں - اللہ تعالیٰ اسکو صحت عطا کرے - ماہ مئی کے پہلے ہفتہ میں امام ووکنگ مشن کے نام ۵۰۰ پونڈ کا چیک آیا یہ رقم مسٹر محمد ابراہیم الکاک مرحوم کی وصیت کے مطابق امداد ووکنگ مسلم مشن کے لئے اس کی ہمشیرہ نے بھجوائی ہے کیا ہی نیک بخت نوجوان تھا جس نے شریعت اسلامی کے مطابق مرنے سے پہلے وصیت کر گیا - جس میں تبلیغ اسلام کے لئے ایک اچھی خاصی رقم درج تھی - اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت فردوس عطا کرے کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ انگریز نو مسلمین جذبہ اسلام نہیں رکھتے - کیا اس نوجوان کی مثال ایسی نہیں ہے جو ہم میں سے ہر ایک کے لئے قابل تقلید ہو - اسلام کی محبت سے یہ نوجوان سرشار تھا - اور جہاں کہیں وہ سفر پر جاتا تھا - مسلمان بھائیوں کے پتے ہم سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا - چنانچہ جب وہ آسٹریلیا گیا تو ہم سے مسلمانوں کے پتے حاصل کئے اور ان کو ملا - اس قسم کے نوجوان زندہ رہنے کے قابل ہیں اور اس کا نام خدا کے ہاں ہمیشہ زندہ رہے گا - سفاک قاتل نے ایک نیک مسلمان کا قتل کر کے اسلامی برادری کو نقصان پہنچایا انا للہ وانا الیہ راجعون -

آپ کا
غلام ربانی

[1] آئندہ اشاعت میں درج ہیں

محترم ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب

اسلامی نشأۃ ثانیہ کا خدائی علمبردار

مذہب کا ثبوت حقائق زندگی سے

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ؛ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

وما قدروا اللہ حق قدرہ اذ قالوا ما انزل اللہ علی بشر من شئی

حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کی زندگی کے دو نمایاں دور نظر آتے ہیں، دعوئے مسیحیت سے قبل آپ کا شغل دین اسلام کو دلائل و براہین کے ذریعہ تمام ادیان پر فائق و غالب کر دکھلانا ہے اور دعوے سے بعد کا زمانہ جبکہ آپ اسلام کی افضلیت کو ثابت کرنے کے علاوہ اپنے دعاوی کو سچا ثابت کرنے اور اپنے ہم قوم لوگوں سے مباحثوں و مناظروں میں مشغول نظر آتے ہیں چنانچہ آپ کی پہلی قسم کی جدوجہد کے نتیجہ میں آپ کی بے مثل کتاب براہین احمدیہ کو پیش کیا جا سکتا ہے جس میں آپ نے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی صداقت کو نہایت قوی دلائل سے ثابت کر کے ان براہین کے رد کرنے والے کو دس ہزار روپیہ کا چیلنج بھی دیا گیا۔ آپ کی دوسرے زمانہ کی جدوجہد یہ تھی کہ آپ وہی مسیح و مہدی ہیں جن کے آنے کی خبر احادیث صحیحہ میں موجود ہے اور جن کے آنے کا انتظار یہ امت بڑی شد و مد سے کرتی چلی آئی ہے۔ ان دعاوی کے اثبات میں خدائی نشانات کے دکھلانے والوں پر اتمام حجت۔ اس دوسری قسم کی جدوجہد کے نتیجہ میں آپ نے ایک جماعت کی بنیادیں استوار کیں۔ بہت سے بزعم خود روشن خیال و تعلیم یافتہ طبقہ کو حضرت مرزا صاحب کی پہلی قسم کی جدوجہد سے تو پورا اتفاق ہے بلکہ یہ گروہ آپ کی ان مساعی کو بنظر استحسان دیکھتا ہے یہاں تک بھی مداح ہے کہ کہتے ہیں کہ براہین و دلائل کی ایسی زبردست تلوار آج تک شاید ہی کسی نے چلائی ہو جس سے مخالفوں کی صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا ہو اور دشمن اسلام کو بھاگ جانے کے سوا چارہ نہ رہا ہو۔ مگر ان لوگوں کے نزدیک حضرت مرزا صاحب کی زندگی کے دوسرے دور کے مشاغل جبکہ آپ اپنے دعاوی کو تحدی کے ساتھ پیش کرتے، انہیں اپنی قوم سے منوانے پر اصرار اور انکار کرنے والوں سے مباہلے و مناظرے کے چیلنج وغیرہ دیتے نظر آتے ہیں، نہ صرف قابل اعتنا نہیں بلکہ ایسے افعال ہیں کہ جن کے باعث ایک فرقہ کی بنیادیں پڑ گئیں اور جن سے اسلام کی ترقی کو نقصان پہنچا۔ کاش اگر حضرت مرزا صاحب ابتداء زندگی میں دین اسلام کی حمایت و تائید میں جس طرح زبردست علمی دلائل و براہین کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے مرتے دم تک اسی مسلک و طریق کار پر عمر بھر گامزن رہتے اور باہمی نزاع و تفرقہ کے امور کو چھیڑنے والے نہ ہوتے تو یہ بات اشاعت اسلام کے لئے کس قدر مفید و عمدہ ہوتی یہ خیال کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی ابتداء زندگی میں تو ایک عالمگیر و مشترکہ امر دین کی خاطر کوشاں رہے مگر بعد میں دعووں و مباحثوں کی الجھنوں میں پڑ کر ذاتی اقتدار و فرقہ تنگ نظری کا شکار ہو گئے بہت ہی عام و وسیع غلط فہمی کا رنگ اختیار کر چکا ہے جب تک اس کے مؤثر ازالہ کی طرف جماعت احمدیہ لاہور توجہ نہ کرے گی تب تک حضرت بانی سلسلہ کی صحیح پوزیشن کی وضاحت نہیں ہو سکتی۔ اس غلط فہمی کا اصل باعث یہ امر ہے کہ دنیا میں اصول حقہ کی قبولیت کے لئے جو سنۃ اللہ مقرر ہے اور جن فطرتی تقاضوں کو پورا کرنے کی ضرورت ہے اس سے قطعاً و کلیتہً لاعلمی ہے معترضین نے یہ سمجھ لیا ہے کہ صداقت کے اصولوں کو محض علمی طریق دلائل و براہین سے پیش کر کے اسکی اشاعت کر دینا ہی ان کے تسلیم کرا لینے اور ان پر عمل پیرا ہو جانے کے لئے کافی ہے، گویا ایسے اصحاب کے نزدیک کسی خوبصورت تخیل کا پیدا کر دینا اور اس کی تائید میں انسانی علم و عقل کو اپیل کرنا اس امر کا ضامن ہے کہ وہ ضرور مقبول ہو جائے اور اس پر زندگیوں میں عمل بھی پیدا ہو جائے۔

علم و عقل بنیادی تحریک کا موجب نہیں

علم وہ شئے ہے جس سے انسانیت کو دوسری مخلوق پر تفوق حاصل ہے، علم کی راہبری انسان کو کفر و ضلال سے بچاتی اور صحیح راستہ کی تمیز عطا کرتی ہے، علم کی ہدایت و روشنی کے بغیر انسان جہالت کے اندھیرے میں بھٹکتا پھرتا یا جذبات کے طوفانوں میں سرگرداں رہتا ہے لیکن باوجود اس تسلیم کے یہ امر صحیح نہیں کہ انسانی زندگی میں تحریک کا اصل موجب عقل و علم ہے بلکہ حقیقت نفس الامری یہی ہے کہ زندگی میں حرکت جذبات سے پیدا ہوتی ہے اور جذبات ماحول سے اثر پذیری حاصل کرتے ہیں۔ انفرادی رنگ میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ علم و عقل نہ صرف زندگی میں تحرک کا باعث نہیں بلکہ بیشتر دفعہ جذبات کا اثر عقل کی ہدایت پر غالب آئے رہتا ہے۔ ہم ہر روز کتنے افعال کے مرتکب ہوتے ہیں جو نہ صرف عقل کی تحریک کی بناء پر نہیں کئے جاتے بلکہ عین عقل کے برخلاف اور تدبر کے منافی واقع ہوتے ہیں، صرف اسی لئے کہ یا تو ہمارے اندرونی جذبات ان کے محرک ہیں اور یا اس لئے کہ ہمارا ماحول ہمیں ویسا کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ اجتماعی رنگ میں تاریخ گواہ ہے کہ کوئی تحریک محض علم و عقل کی اپیل پر آج تک پروان نہیں چڑھ سکی جب تک کہ جذبات صادقہ کی اپیل اور اعلےٰ درجہ کا قابل تقلید نمونہ رہنمائی کرنے کے لئے سامنے موجود نہ ہو یا ایک اس قسم کی سوسائٹی میں ہم بود و باش نہ رکھتے ہوں جس کا ماحول ان نظریات کا مؤید ہو جو ہمارا نصب العین ہیں۔

دینی سلسلوں میں سنۃ اللہ

خود مذہبی سلسلوں کی مثال کو لے لیجئے، خدا تعالیٰ نے محض اصول دین کے نازل کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ جن قلوب پر اپنا کلام نازل فرمایا وہ اصحاب ان اصول کے عملی زندگی میں سچے شارح تھے، ایسا ہی یہ سلسلہ انبیاء و مصلحین کا قوموں میں جاری رہا۔ نیز یہ کہ خود خاتم الانبیاء کے بعد بھی جبکہ ہدایت نامہ ہمارے پاس مکمل محفوظ ہے مصلحین و مجددین کی ضرورت سے نسل انسانی بے نیاز نہیں ہو سکی کیا اس امر کے ماننے میں کچھ بھی کلام ہے کہ یہ صرف آنحضرت صلعم کی زبردست قوت قدسی ہی تھی جس نے صحابہ کرام کو مزکی و مطہر بنایا۔ وگرنہ کلام اللہ تو بعد میں آنے والی نسلوں کے پاس بھی اسی طرح موجود ہے جیسے ابتداء اسلام کی پہلی نسل میں تھا اور آج بھی ہم اسی قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو پھر مسلمان قوم کی آج کی حالت اور ابتدائی حالت میں یہ زمین و آسمان کا فرق اگر آنحضرت صلعم کے وجود مبارک اور آنحضور کی نورانی شخصیت کے اثر کے باعث نہیں تو اور کونسی اس کی وجہ بتلائی جا سکتی ہے؟ یہ ایک ایسا صاف و غیر مبہم معاملہ ہے کہ جس پر مزید لکھنا مبحث کو خواہ مخواہ طول دینا ہے بلکہ ہم تو دنیاوی معاملات علوم سائنس میں بھی یہی اصول کارفرما دیکھتے ہیں کہ جب مقصود کسی شعبۂ علم و فن کی ترقی ہو تو محض اعلےٰ درجہ کی کتب وہ ذوق و کمال پیدا کرنے سے ہمیشہ قاصر رہی ہیں جو اس صورت میں ہونا ممکن ہے جب اس شعبۂ علم میں ایسے باکمال اصحاب موجود ہوں جن کا نمونہ اور وجود کی تحریص و ترغیب کا موجب ہو۔

اصول حقہ کا زندگیوں میں توارد و توافق

اصول کیسے ہی اعلےٰ درجہ کے صحیح و راست ہوں یا خود زندگی کے لئے مفید ہوں لیکن ان کی ترویج و ترقی کے لئے اور انہیں منوانے اور عامۃ الناس میں مقبول بنانے کے لئے ایسی شخصیتوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے جن کی زندگیاں ان اصولوں کی آئینہ دار ہوں، انسان [illegible] دوسرے انسان سے جو تاثیر حاصل کرتا ہے اس کا حصول کسی اور طرح ممکن ہی نہیں، دوسری زندگیوں میں اصول حقہ اجاگر کرنے کے لئے ایسی شخصیتوں کی ضرورت ہے جن کے وجود اور عملی کردار میں وہ اصول گھر کر چکے ہوں، بس یہی وہ وجہ ہے کہ نائبین رسول صلعم کی بعثت کی حاجت ہر زمانہ میں لاحق رہی ہے اور یہی اس امر کا باعث ہے کہ گو سلسلہ انبیاء بوجہ ختم ہدایت و رسالت کے بند ہو گیا مگر سلسلہ مامورین و مجددین اس امت میں جاری ہے یہ خیال کر لینا کہ مصلحین کا کام صرف علمی غلطیوں کو آشکارا کرنا ہوا کرتا ہے بڑی بھاری غلطی ہے بلکہ یہ وہ اصحاب ہوتے

حدیث مجدد کے متعلق ایک علمی تحقیقات

منکرین حدیث مجدد کے غور اور توجہ کے قابل

حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے مجددیت کو جھٹلانے کے لئے بعض لوگ اس بات پر اتر آئے ہیں کہ حدیث مجددی کو ضعیف اور موضوع قرار دیں، ایسے لوگوں کی ہدایت کے لئے ذیل کی تحقیقات امید ہے مفید ثابت ہوگی۔

حدیث مجدد

حدثنا سلیمان بن داؤد ابن وهب اخبرنی سعید بن ابی ایوب عن شراحیل بن یزید المعافری عن ابی علقمة عن ابی هریرة فیما اعلم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها

(ابوداؤد جلد اول کتاب الملاحم باب ما یذکر فی قرن المائة مطبوعہ مطبع مجتبائی صفحہ ۲۴۱ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۳۸)

ہم سے سلیمان بن داؤد نے بیان کیا کہ ابن وہب نے بتایا کہ مجھے سعید بن ابی ایوب نے خبر دی کہ شراحیل بن یزید المعافری نے ابی علقمہ سے اور انہوں نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایسا شخص (یا اشخاص) مبعوث کرے گا جو اس کے دین کو اس کے لئے تازہ کر دیا کرے۔

صحت حدیث پر علماء اور آئمہ کا اتفاق

اس حدیث کی صحت نہ صرف راویوں کی ثقاہت کے اعتبار سے بلکہ ہر پہلو سے ثابت ہے ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل:۔

(۱) عون المعبود شرح ابوداؤد میں پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

قال الحافظ ابن حجر وهذا یشعر بان الحدیث کان مشهوراً فی ذالك العصر ففیه تقویة للسند المذکور مع انه قوی لثقة رجاله (عون المعبود جلد ۴ زیر حدیث مجدد صفحہ ۱۷۹) یعنے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث اس زمانہ میں مشہور تھی پس اس میں مذکورہ بالا سند کی تقویت پائی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث راویوں کی ثقاہت کی وجہ سے قوی ہے

(۲) وقال السیوطی فی مرقاة الصعود اتفق الحفاظ علی تصحیحه منهم الحاکم فی المستدرك والبیهقی فی المدخل وممن نص علی صحته من المتاخرین الحافظ ابن حجر (ایضاً صفحہ ۱۸۲)

اور امام سیوطی نے مرقاۃ الصعود میں لکھا ہے کہ حفاظ حدیث نے اس حدیث کی صحت پر اتفاق کیا ہے ان میں سے حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے مدخل میں اس کی صحت کی شہادت دی ہے، اور متاخرین میں سے اس کی صحت کو بطریق نص بیان کرنے والے حافظ ابن حجر ہیں۔

(۳) وقال العلقمی فی شرح الجامع قال شیخنا اتفق الحفاظ علی انه حدیث صحیح وممن نص علی صحته من المتاخرین ابو الفضل العراقی وابن حجر ومن المتقدمین الحاکم فی المستدرك والبیهقی فی المدخل۔

(ایضاً صفحہ ۱۸۲)

یعنے علقمی نے شرح جامع میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ نے فرمایا حفاظ حدیث نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور متاخرین میں سے اس کی صحت کو بطریق نص بیان کرنے والے ابو الفضل العراقی اور ابن حجر اور متقدمین میں سے حاکم نے مستدرک میں اس کی صحت بیان کی ہے، اور بیہقی نے مدخل میں اس کی شہادت دی ہے۔

(۴) قال المناوی فی فتح القدیر اخرجه ابوداؤد فی الملاحم والحاکم فی الفتن وصححه والبیهقی فی کتاب المعرفة کلهم عن ابی هریرة۔

(ایضاً صفحہ ۱۸۲)

یعنے مناوی نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو ابوداؤد نے کتاب ملاحم میں بیان کیا ہے اور حاکم نے کتاب الفتن میں اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور بیہقی نے کتاب المعرفت میں اسکو نقل کیا ہے، ہر ایک نے ابوہریرہ سے اسکو روایت کیا ہے۔

(۵) قال الزین العراقی وغیره سنده صحیح

(ایضاً صفحہ ۱۸۲)

زین العراقی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔

(۶) رواه ابوداؤد والحاکم فی المستدرك والبیهقی فی المعرفة عن ابی هریرة رضی الله عنه باسناد صحیح (حجج الکرامہ مصنفہ نواب صدیق حسن خاں صفحہ ۱۳۳)

یعنے ابوداؤد نے اسکو روایت کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے کتاب المعرفت میں اسکو ابوہریرہ سے صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(۷) وقد اتفق الحفاظ علی تصحیح هذا الحدیث (حجج الکرامہ صفحہ ۱۳۳) حفاظ حدیث نے اس حدیث کے سچے ہونے پر اتفاق کیا ہے۔

(۸) وقال جماعة من العلماء رضی الله عنهم منهم الشیخ الامام الحافظ ابن عساکر فی الحدیث الوارد عن النبی صلی الله علیه وسلم فی ان الله تعالی یبعث لهذه الامة من یجدد لها دینها علی راس کل مائة سنة (تعریف الاحیاء بفضائل الاحیاء شیخ علامہ عبدالقادر بن الشیخ بن عبداللہ العیدروسی باعلوی برحاشیہ احیاء العلوم صفحہ ۳۲) - یعنے علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے جن میں سے ایک شیخ امام حافظ ابن عساکر ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر اس امت کے لئے کسی ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو دین کی تجدید کرے گا۔

(۹) وخبر داد از انکہ بر راس ہر مائة مجدد پیدا خواہد شد ہم چناں واقع شد (ازالۃ الخفا صفحہ ۷۷ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد پیدا ہوگا اور ایسا ہی واقعہ ہوا۔

(۱۰) وقد رویتا مرة هذا الحدیث الصحیح وهو قوله صلعم ان الله یبعث علی راس کله مائة سنة من یجدد لهذه الامة امر دینها فبلغنی عن بعض من لاعلم عنده انه استنکر ذالك۔

(مصباح الزجاجة حاشیہ ابن ماجہ از امام سیوطی مطبوعہ مطبع نظامی دہلی صفحہ ۳۰۶)

یعنے یہ حدیث صحیح کئی مرتبہ بیان ہوئی ہے اور وہ آنحضرت صلعم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایسے اشخاص کو مبعوث کرے گا جو اس امت کے لئے اس کے دین کو تازہ کرے بعض بے علم لوگوں کی یہ بات مجھے پہنچی ہے کہ وہ اس حدیث کا انکار کرتے ہیں۔

نوٹ:۔ آج کل جو لوگ اس حدیث کا انکار کر رہے ہیں اور اسکو ضعیف قرار دینے کے درپے ہیں وہ امام سیوطی کے اس قول پر غور کریں اور بتائیں کہ حدیث کی صحت اور راویوں کی ثقاہت پر اس قدر بین اور اہم ترین شہادتوں اور آئمہ اور حفاظ حدیث کے ایسے زبردست اتفاق کے ہوتے ہوئے ان کا انکار ان کی بے علمی کا کھلا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے؟

صدی کے سر سے کیا مراد ہے؟

محدثین کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ راس مائة (صدی کا سر) سے آیا اس کی ابتداء مراد ہے یا انتہا۔ عموماً لوگوں نے صدی کا آخری سرا مراد لیا ہے اور اس کے ساتھ یہ شرط ٹھہرائی ہے کہ دوسری صدی بھی اس کی زندگی میں شروع ہو جائے ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل:۔

(۱) ثم اعلم ان ابن الاثیر والطیبی وغیرهما زعموا ان المجدد هو الذی انقضت المائة وهو حی مشهور مشار الیه فجعلوا حیاة المجدد وبقاءه بعد انقضاء المائة شرطاً له فعلی هذا من کان علی راس المائة ای آخرها ووجد فیه جمیع اوصاف المجدد الا انه لم یبق بعد انقضاء المائة بل توفی علی راس المائة الموجودة قبل المائة الاتیة بخمسة ایام مثلاً لایکون مجدداً (عون المعبود صفحہ ۱۷۹)

یعنے پھر جان لے کہ ابن اثیر اور طیبی وغیرہ نے یہ زعم کیا ہے کہ مجدد وہ ہے جو صدی گذر جانے اور وہ زندہ مشہور اور مشار الیہ ہو، پس انہوں نے سو سال گذرنے کے بعد مجدد کی زندگی اور اس کے بقاء کو شرط ٹھیرایا ہے، پس اس کے مطابق جو شخص صدی کے سر پر یعنے اس کے آخر میں ہو اور اس میں مجدد کے تمام اوصاف پائے جائیں سوائے اس کے کہ سو سال گذرنے کے بعد وہ باقی نہ رہے، بلکہ موجودہ صدی کے سر پر آنیوالی

صدی سے مثلاً پانچ دن پہلے فوت ہو جائے وہ مجدد نہیں ہو سکتا۔

(۲) والدلیل الواضح علی ان المراد براس المائة ھو اٰخرھا لا اولھا ان الزھری و احمد بن حنبل وغیرھما من الائمة المتقدمین والمتاخرین اتفقوا علی ان من المجددین علی راس المائة الاولیٰ عمر بن عبد العزیز رح وعلی راس المائة الثانیه الامام الشافعی وقد توفی عمر بن عبد العزیز سنة احدی ومائة وله اربعون سنة ومدة خلافته سنتان ونصف وتوفی الشافعی سنة اربع ومائتین وله اربع وخمسون سنة

(عون المعبود ص ۱۷۸)

یعنے اس امر پر کہ راس مائة سے مراد صدی کا آخر ہے نہ کہ اوّل یہ دلیل واضح ہے کہ آئمہ متقدمین و متاخرین میں سے زہری و احمد بن حنبل وغیرہ نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ پہلی صدی کے مجددین میں سے عمر بن عبد العزیز ہیں اور دوسری کے امام شافعی عمر بن عبد العزیز سنہ ۱۰۱ھ میں چالیس سال کی عمر میں فوت ہوئے اور انہوں نے ۲½ سال خلافت کی اور امام شافعی سنہ ۲۰۴ھ میں ۵۴ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

نوٹ:۔ اس حالہ میں امام زہری اور امام احمد بن حنبل وغیرہ نے اگرچہ صدی کے اول کی نفی کی ہے، تاہم جو دو مثالیں پیش کی ہیں، ان میں پہلے حوالہ کے مطابق ہر دو مجددین کی زندگی صدی کے شروع ہونے کے بعد بھی ثابت ہے، اس لئے راس مائة میں ایک صدی کا آخر اور دوسری کا شروع دونوں شامل ہیں۔

(۳) نواب صدیق حسن خاں صاحب نے راس مائة کی قید کو اتفاقی قرار دیا ہے اور لکھا ہے:۔

مراد براس کل مائة طول زمان یک مائة است کہ دریں عرض مدت از وجود مجدد ناگزیر است خواه در اوّل مائة یا در وسط یا در آخر (حج الکرامہ ص ۱۴۲)

یعنے راس کل مائة سے ہر صدی کے زمانہ کی طوالت مراد ہے کہ اس وقت میں مجدد کا موجود ہونا ضروری ہے، خواہ اول صدی میں ہو یا وسط میں یا آخر میں۔

لیکن محققین نے اسکو صحیح قرار نہیں دیا جیسا کہ عون المعبود میں نواب ممدوح کے اسی قول کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

بل الظاهر ان القید احترازی و لذالك لم یعد کثیر من الاکابر الذین کانوا فی وسط المائة من المجددین وان کانوا افضل من المجدد الذی کان علی راس المائة ففی مرقاة الصعود قد یکون فی اثناء المائة من هو افضل من المجدد علی راسها۔

(عون المعبود ص ۱۸۰-۱۷۹)

یعنے "بلکہ ظاہر ہے کہ راس مائة کی قید احترازی ہے اور اسی لئے ان کثیر التعداد اکابر کو جو صدی کے وسط میں ہوئے مجددین میں شمار نہیں کیا گیا اگرچہ وہ اس مجدد سے افضل تھے جو صدی کے سر پر ہوا مرقاة الصعود میں ہے کہ اثنائے صدی میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اس مجدد سے افضل ہوتے ہیں جو صدی کے سر پر ہوتا ہے۔

مجدد کا کام

مجدد کس کام کے لئے آتے ہیں، حدیث کے الفاظ صاف بیں یجدد لھا دینھا، مجدد کا کام یہ ہے کہ امت کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے، تجدید دین کس طرح ہوتی ہے؟ علمائے دین نے اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) یمیز السنة من البدعة ویکثر العلم وینصر اھله ویکسر اھل البدعة ویذلھم قالوا ولا یکون الا عالما بالعلوم الدینیة الظاهرة والباطنة، قال المناوی فی فتح القدیر شرح الجامع الصغیر۔

(عون المعبود شرح ابو داؤد جلد ۴ ص ۱۷۸)

یعنے امام مناوی نے فتح القدیر شرح الجامع الصغیر میں یہ لکھا ہے کہ تجدید دین سے یہ مراد ہے کہ سنت کو بدعت سے ممیز کریگا اور علم کو بڑھائے گا اور اہل علم کی امداد کرے گا اور اہل بدعت کو توڑے گا اور انہیں ذلیل کرے گا کہتے ہیں کہ یہ سوائے اس کے نہیں ہو سکتا کہ وہ ظاہری و باطنی علوم دینیہ کا علم رکھتا ہو۔

(۲) وقال القاری فی المرقاة ای یبین السنة من البدعة ویکثر العلم ویعز اھله ویقمع البدعة ویکسر اھلھا فظھر ان المجدد لا یکون الا من کان عالما بالعلوم الدینیة ومع ذالك من کان عزمه وھمته آناء اللیل والنھار احیاء السنن ونشرھا ونصر صاحبھا واماتة البدع ومحدثات الامور ومحوھا وکسر اھلھا باللسان او تصنیف الکتب او التدریس او غیر ذالك ومن لا یکون کذالك لا یکون مجددا البتة وان کان عالما بالعلوم مشھورا بین الناس مرجعا لھم

ایضاً ص ۱۸۰

یعنے ملا علی قاری نے مرقاة میں لکھا ہے کہ تجدید دین سے مراد یہ ہے کہ سنت کو بدعت سے ممیز کرکے بیان کرے گا، اور علم کو بڑھائے گا اور اہل علم کو عزت دے گا اور بدعت کا قلع قمع کرے گا اور اہل بدعت کو توڑے گا پس ظاہر ہے کہ مجدد کوئی نہیں ہو سکتا سوائے اس کے جو علوم دینیہ کا عالم ہو اور ان کی اشاعت کرے اور صاحب علم دین کی حمایت و نصرت کرے اور بدعت اور نئی باتوں کا قلع قمع کرے اور انہیں محو کردے اور اہل بدعت کو زبان یا تصنیف کتب یا درس و تدریس یا اور طریقوں سے توڑے اور جو ایسا نہ ہو وہ قطعاً مجدد نہیں ہو سکتا اگرچہ ان تمام علوم کا عالم ہو جو لوگوں میں مشہور ہیں

(۳) قال فی مجالس الابرار والمراد من تجدید الدین للامة احیاء ما اندرس من العمل بالکتاب والسنة والامر بمقتضاھما

(ایضاً ص ۱۸۰)

یعنے مجالس الابرار میں ہے کہ امت کے لئے تجدید دین سے مراد کتاب اور سنت پر عمل کو زندہ کرنا اور اس کی ضرورت کے مطابق حکم دینا ہے

مجدد کی ضرورت

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جو کام مجدد کے ذمہ لگائے گئے ہیں ہر عالم دین ان کو کرتا ہے اس لئے ہر عالم مجدد ہے، کسی خاص شخص کے مبعوث ہونے کی ضرورت نہیں، اس کا جواب نواب صدیق حسن خاں نے حجج الکرامہ فی آثار القیامہ میں یہ الفاظ دیا ہے:۔

(۱) "وشک نیست کہ نزد گذشتن یک صد سال رنگ عالم و اہل عالم دگرگوں میشود و اختلاف عظیم در کارخانہ ملک و ملت رومید پد و مردم از رسم شریعت و بحت سنت غافل و باموری جدیده مائل مے گردند و مراسم دین قویم نزد ایشاں کالعدم لیکن شیئاً منسیاً می گردد میشود پس ضرور باشد کہ حق تعالیٰ کسے را فرستد کہ ایشاں را یاد دہی طریقۂ شریعۂ نبویہ و شیوۂ مرضیۂ سلفیہ کند و بر شرور فتن و محدثات زمن بیاگاہاند و ایں کس بر لسان شرع مجدد نام دارد و مرضی و محبوب خدا است"

(حج الکرامہ ص ۱۳۴)

یعنے اس میں شک نہیں کہ جب ایک سو سال گذرنے کے قریب ہوتا ہے تو دنیا اور اہل دنیا کا رنگ دگرگوں ہو جاتا ہے، اور ملک و ملت کے کارخانہ میں اختلاف عظیم رونما ہو جاتا ہے اور لوگ سادہ شریعت اور خالص سنت سے غافل ہو جاتے ہیں اور نئی نئی باتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور ان کے نزدیک دین کے کام ایسے ہوتے ہیں کہ گویا وہ کوئی ذکر کے قابل باتیں نہیں ہیں پس ضروری ٹھیرا کہ اللہ تعالے کسی کو بھیجے کہ وہ ان لوگوں کو نبی صلعم کے پاکیزہ طریق اور سلف صالحین کے پسندیدہ امور سے مطلع کرے اور فتنوں کے شر اور زمانہ کی نئی باتوں کو دور کرے اس کا نام شریعت کی زبان میں مجدد رکھا گیا ہے اور وہ خدا تعالے کا پسندیدہ اور محبوب ہوتا ہے۔

(۲) عن بریدہ قال قال رسول اللہ صلعم ان للہ ریحا یبعثھا علی راس مائة سنة تقبض روح کل مومن از ینجا معلوم شدہ کہ بر سر ہر صد سال تغیر در ایمان اہل زمان واقع میشود و برائے رفع ایں تغیر مجدد دین بر سر صد سال مے آید کار خود کردہ میرد و باز چوں در صد سال دیگر تغیر رو میدہد مجدد دیگر میرسد وھلم جرا الی اخر الدھر (حجج الکرامہ ص ۱۳۸)

یعنے بریدہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی ایک ہوا ہے جس کو وہ صدی کے سر پر مبعوث کرتا ہے اور وہ ہر مومن کی روح کو قبض کر لے جاتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سو سال کے سر پر اہل زمانہ کے ایمان میں تغیر واقع ہو جاتا ہے اور اس تغیر کو دور کرنے کے لئے ہر صدی کے سر پر مجدد آتا ہے اور اپنا کام کرکے رخصت ہو جاتا ہے۔ پھر جب دوسری صدی آتی ہے تو اور قسم کا تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی اصلاح کے لئے دوسرا مجدد پہنچ جاتا ہے اور ایسا ہی زمانہ کے آخر تک ہوتا رہے گا۔

(۳) و موید اوست روایت ابن باکویہ شیرازی در کتاب اخبار العارفین بسند خود از ذوالنون مصری کہ یکون فی ھذہ الامة فی کل مائة سنة فترة تموت الحکماء والعلماء ثم یبعث اللہ علی عدد الانبیاء حکماء فیدعون الی اللہ وھم بمثابة الانبیاء لاھل الزمان (ایضاً)

یعنے اس کی موید ابن باکویہ شیرازی کی روایت ہے جو اس نے ذوالنون مصری سے اپنی سند کے ساتھ بیان کی ہے کہ اس امت میں ہر صدی میں ایک فترت ہوگی جب حکماء اور علماء مر جائیں گے پھر اللہ تعالے حکما کو انبیاء کی تعداد پر پیدا کرے گا پس وہ لوگوں کو اللہ کی طرف پھیریں گے اور وہ اپنے زمانہ والوں کے لئے انبیاء کے مقام پر ہوں گے۔

انہوں نے خود دعوے نہیں کئے اور محض لوگوں نے ان کو مجدد کہدیا، اول تو یہ حدیث کے الفاظ کے قطعاً خلاف ہے جس میں مجدد کا مبعوث من اللہ ہونا بتایا گیا ہے جس شخص کو اللہ تعالے ایک مقام پر کھڑا کرے اس کے لئے کیوں جائز نہیں کہ وہ خود اپنے منہ سے اس مقام پر کھڑا ہونے کا اعلان کرے اگر بعض مجددین کے ایسے دعاوی نہیں ملتے تو یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ ان کا مبعوث من اللہ ہونا یا دعوے مجددیت کرنا جائز نہیں بالخصوص جبکہ ہمارے سامنے کئی مجددین امت کے دعوے ان کی اپنی کتابوں میں لکھے ہوئے موجود ہیں مثلاً:۔

(۱) حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچویں صدی کے آخر میں مجدد ہونے کا دعوے کیا چنانچہ آپ اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں لکھتے ہیں:۔

فشاورت فی ذالک جماعۃ من ارباب القلوب والمشاهدات فاتفقوا علی الاشارۃ ترک العزلۃ والخروج من الزاویۃ وانضاف الی ذالک منامات من الصالحین کثیرۃ متواترۃ تشهد بان هذه الحرکۃ بدء الخیر و رشد قدرها اللہ سبحانہ باحیاء دینہ علی راس کل مائۃ فاستحکم الرجاء وغلب حسن الظن بسبب هذه الاستشهادات لیسر اللہ تعالی الحرکۃ الی نیشاپور القیام بهذا المهم فی ذیقعدۃ سنۃ تسع وتسعین واربعمائۃ وکان الخروج من بغداد فی ذیقعدۃ سنۃ ثمان وثمانین واربعمائۃ۔ یعنی میں نے اس گوشہ نشینی کو چھوڑنے کے بارہ میں چند اہل دل اور ارباب مشاہدہ سے مشورہ کیا انہوں نے بھی ترک عزلت اور زاویہ سے خروج کا مشورہ دیا اور اس امر کی طرف صالحین کی کثیر خوابوں نے بھی دلالت کی کہ یہ حرکت موجب خیر و برکت ہوگی اور اس کا منبع ہدایت سے جو اللہ تعالے نے اس صدی کے سر پر مقدر کیا ہوا ہے اور اللہ تعالے کا وعدہ بھی ہے کہ ہر صدی کے شروع پر اپنے دین کو زندہ کرے گا ان وجوہات سے میرا عزم ترک خلوت پر مستحکم ہوگیا اور ان شہادتوں پر مجھے حسن ظن حاصل ہوگیا پس خدا تعالے نے مجھے ماہ ذی قعدہ ۴۹۹ھ میں نیشاپور کی طرف روانہ ہونا نصیب ہوا اور بغداد سے نکلنے کی بھی یہی تاریخ تھی یعنی ماہ ذیقعدہ ۴۹۹ھ (المنقذ من الضلال صفحہ ۹۶-۹۵)

(۲) امام المتکلمین شیخ ابن تیمیہ نے جنگ کسرواں کی فتح پر بادشاہ وقت کو لکھے جو آپ کے دعوے مجددیت پر دال ہیں:۔

"حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ اللہ تعالے نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندہ کو فتح عطا فرمائی۔ اسلامی افواج کامیاب اور احزاب ناکام ہوئے بادشاہ اور مومنین پر اللہ کا یہ وہ احسان ہے جس کی مثال قرون ماضیہ میں نہیں ملتی۔ اسلام کو نئی زندگی ملی اور مخبر صادق کی یہ بشارت کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آیا کرتا ہے لفظ بلفظ سچی ثابت ہوئی (کتاب ابن تیمیہ مؤلفہ غلام جیلانی صاحب برق)

(۳) امام جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ تحفۃ المہتدین باخبار المجددین میں بالفاظ ذیل دعوے مجددیت کیا ہے:۔

وهذه تاسعۃ المئین قد اتت ولا یخلف الهادی وعد

وقد رجوت انني المجدد
فيها ففضل اللہ ليس يجحد

ترجمہ:۔ یہ نویں صدی آگئی اور ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ خلاف نہیں ہوا اور امید ہے کہ میں مجدد ہوں پس اللہ کے فضل سے جھگڑا نہیں ہوسکتا۔

(۴) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد بارہویں صدی اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں لکھتے ہیں:۔

کنت قد البسنی اللہ سبحانہ خلعۃ المجددیۃ حین انتهت بی دورۃ الحکمۃ ثم لما البست خلعۃ الحقانیۃ وسلب منی کل علم نظری وفکری بقیت متحیرا کیف یاتی بی المجددیۃ ثم اوضح ربی جل جلالہ طریقا خاصا اجمع بها بین الحقانیۃ والمجددیۃ بلا نظری وفکری وانی الی الان لم امتح بتفصیل المجددیۃ ومنحت اجمالها وعلمت علم الجمع بین المختلفات وعلمت ان الرای فی الشریعۃ تحریف وفی القضاء مکرمۃ (تفہیمات الٰہیہ)

یعنی جب حکمت کا دورہ انتہا تک پہنچ چکا تو اللہ تعالے نے خلعت مجددیت سے سرفراز فرمایا اور جب حقانیت کا خلعت مجھے پہنایا گیا اور ہر نظری وفکری علم مجھ سے زائل کر دیئے گئے تو میں متحیر رہ گیا کہ کیونکر مجددیت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکوں گا، پھر مجھے میرے رب جل جلالہ نے ایک خاص طریق پر واقف کیا جس سے حقانیت اور مجددیت باہم پیوست ہوگئی اور نہ نظری علم کی ضرورت رہی مجددیت کا اجمال مجھ پر کھول دیا اور مسائل مختلفہ کو تطبیق دینے کا مجھے علم دیا گیا اور مجھے بتایا گیا کہ شریعت میں رائے زنی کرنا تحریف ہے، اور تصفیہ مقدمات میں رائے دینا کرامت اور بزرگی ہے۔

(۵) گیارہویں صدی کے مجدد حضرت شیخ احمد سرہندی نے جو مجدد الف ثانی کے نام سے مشہور ہیں، بدین الفاظ دعوے مجددیت فرمایا ہے:۔

"ایں علوم مقتبس از مشکوٰۃ انوار نبوت اند علے اربابها الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کہ بعد از تجدید الف ثانی بہ تبعیت و وراثت تازہ گشتہ اند و بطراوت ظہور یافتہ صاحب ایں علوم ومعارف مجدد ایں الف است کما لا یخفی علی الناظرین فی علومہ ومعارفہ التی تتعلق بالذات والصفات والافعال وتتلبس بالاحوال والمواجید والتجلیات والظهورات فیعلمون ان هؤلاء المعارف لب ذالک القشر واللہ سبحانہ الهادی (مکتوبات امام ربانی جلد ۲ مکتوب چہارم)

یعنی یہ علوم انوار نبوت (اس کے بانیوں پر درود اور سلام ہو) کے چراغ سے اخذ کئے گئے ہیں جو دوسرے ہزار کی تجدید کے لئے انبیاء کی کامل پیروی اور ان کی وراثت سے تازہ ہو گئے ہیں اور ان میں طراوت آگئی ہے، ان علوم ومعارف کا صاحب اس ہزار سال کا مجدد ہے جیسا کہ ان ناظرین پر مخفی نہیں جنہوں نے اس کے ان علوم و معارف پر نظر کی ہے جو اس کی ذات اور صفات اور افعال سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے حالات، اور مواجید اور تجلیات اور ظہورات کو دیکھا ہے پس وہ جانتے ہیں کہ یہ اس چھلکا کا مغز ہیں اور اللہ سبحانہ ہدایت دینے والا ہے۔ ان عظیم الشان مجددین کے دعاوی ہیں، جن کے ہوتے ہوئے یہ خیال کہ مجدد کو خود دعوے نہیں کرنا چاہیئے بالبداہت غلط ہے۔

مجدد کا ماننا ضروری ہے

ایک اور پہلو سے بھی یہ خیال غلط ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مجدد کو ماننا اس کے ساتھ ہو کر دین کی خدمت کرنا اور ان انوار وبرکات سے حصہ لینا جو وہ خدا تعالے کی طرف سے لے کر آتا ہے ایک ضروری اور لابدی امر ہے ورنہ حدیث نبوی ہے من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاهلیۃ، جس شخص نے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا، اس جاہلیت کی موت سے کفر مراد نہیں بلکہ ان علوم ومعارف اور عرفان الٰہی سے جاہل رہنا مراد ہے، جو مجدد وقت لیکر آتا ہے، یہ جہالت ممکن ہے عام نظروں میں کوئی اتنی وقعت نہ رکھتی ہو، لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالے نے عقل وفہم عطا کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ عرفان الٰہی اور علوم دین اور اعلائے کلمۃ اللہ سے محرومی خدا تعالے سے دور لے جانے اور خائب وخاسر کرنے والی چیز ہے، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہما اللہ علیہما نے دعوٰی مجددیت کے ساتھ اس بات کو بھی واضح کیا ہے کہ

(۱) فهمنی ربی جل جلالہ انا جعلناک امام هذه الطریقۃ واوصلناک ذروۃ سنامها وسددنا طرق الوصول الی حقیقۃ القرب کلها الیوم غیر طریقۃ واحدۃ وهو محبتک والانقیاد لک فالسماء لیس علی من عاداک بسماء ولیست الارض علیہ بارض فاهل المغرب واهل المشرق کلهم رعیتک وانت سلطانهم علموا او لم یعلموا فان علموا فازوا وان جهلوا فابوا (تفہیمات الٰہیہ)

یعنے مجھے میرے رب جل جلالہ نے سمجھایا ہے کہ ہم نے تجھے اس طریقہ کا امام مقرر کیا اور اسکو اعلیٰ بلندی پر پہنچایا ہے اور حقیقت قرب تک پہنچنے کے باقی تمام طریقوں کو ہم نے آج بند کر دیا ہے سوائے ایک طریقہ کے اور وہ تیری محبت اور تیری فرمانبرداری ہے پس آسمانی برکات اس شخص کے ساتھ نہیں ہوں گی جو تجھ سے عداوت رکھے اور نہ زمینی برکات اس کو ملیں گی، پس اہل مغرب اور اہل مشرق سب کے سب تیری رعیت ہیں اور تو ان کا بادشاہ ہے خواہ وہ جانیں یا نہ جانیں اگر پہچان لیں، تو کامیاب ہوں گے اور اگر جاہل رہیں تو خائب وخاسر ہوں گے۔

(۲) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"مجدد آنست کہ ہر چند دراں مدت از فیوض بامتاں برسد بتوسط او برسد اگرچہ اقطاب واوتاد آں وقت بوند و بدلا و نجبا باشند۔

(مکتوبات امام ربانی جلد ۲ مکتوب چہارم)

باقی از صفحہ ۲۲

مجدد کی شناخت اس کا دعویٰ اور اسکے ماننے کی ضرورت

(۴) ہر صدی کے فتن اور ان مجددین کا ذکر کرتے ہوئے جو ان کی اصلاح کیلئے آئے تیرھویں صدی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

" در اوائل مائۃ ثالث عشر غلبہ فرنج بر اکثر مدن و اطراف مملکت ہندوستان و تمامہ بربادی اسلام و مسلمانان شدہ علماء مقبوض شدند و جہل بشیوع تام گرفت تا آنکہ در صد کس بلکہ ہزار نفس یک عالم مجتہد ہم نتوان یافت یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید و نوبت تا باینجا رسید کہ امروز کسے دعوے اجتہاد کند یا ادعاء تجدید دین نماید از ہر سو بحجرہ ہدف طعن و تشنیع مرمی شود و مدعیان مشیخت و فضیلت بتکفیر و تجہیل و تبدیع شے میخیزند و او را بر عصر و بلد و زندگی بسر بردن دشوار افتد و معقوت یگانہ و بیگانہ شود و مطرود ہر دو و ہر دانشمند گردد (حج الکرامہ ص ۱۳۹)

یعنی تیرھویں صدی کے شروع میں ہندوستان کے اکثر شہروں اور اطراف پر انگریزوں کا غلبہ ہو گیا اور اسلام اور مسلمانوں کی خانہ بربادی ہو گئی اور علماء مقبوض ہو گئے اور جہالت پوری طرح پھیل گئی یہاں تک کہ سو بلکہ ہزار آدمیوں میں بھی ایک عالم مجتہد نہ ملنا تھا اللہ تعالےٰ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہی حکم دیتا ہے جو ارادہ کرتا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ اگر آج کوئی شخص اجتہاد کا دعوےٰ کرتا یا تجدید دین کا ادعا کرتا ہے تو ہر طرف سے طعن و تشنیع کے پتھر اس پر پھینکے جاتے ہیں اور مشیخت اور فضیلت کے مدعی اسکو کافر، جاہل اور بدعتی قرار دینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس کے لئے زندگی بسر کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنوں اور بیگانوں کی نفرت کا شکار بن جاتا ہے اور ہر عقلمند اسے مطرود و مردود قرار دیتا ہے۔

ان تمام بیانات سے واضح ہے کہ اگرچہ علماء کا کام بالعموم یہی ہے کہ وہ احیائے دین میں کوشاں رہیں، لیکن ہر صدی کے سر پر حالات اس قدر بدل جاتے ہیں اور ایسا عظیم الشان فتنہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جس کا دفعیہ علمائے وقت کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ بلکہ خود علماء کی حالت بھی ایسی بگڑ جاتی ہے کہ دین کی خدمت کرنا تو کجا ان خادمان دین کو جو تجدید کے مقام پر کھڑے ہوتے ہیں کافر، جاہل اور بدعتی قرار دینے سے نہیں جھجکتے، تیرھویں صدی کے علماء کا جو نقشہ نواب ممدوح نے کھینچا ہے قریباً ہر صدی کے سر پر یہی حال ہوتا ہے، جو کسی نہ کسی مجدد کا داعی ہوتا ہے اور جو بھی مجدد آئے ان کے ساتھ علماء نے یہی سلوک کیا۔ پس یہ کتنا غلط ہے کہ علمائے وقت تجدید دین کا کام کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں۔ حدیث میں صدی کے سر کی قید، محدثین کا اس حدیث کو کتاب الفتن یا کتاب الملاحم میں بیان کرنا، ہر صدی کے سر پر علماء کی ناگفتہ بہ حالت اور اس زمانہ کے اولیا اور مجتہدین کے ساتھ برا سلوک اس بات کا کھلم کھلا ثبوت ہے کہ تجدید دین ان عام علماء کے ذریعہ نہیں ہو سکتی جن کا حصر صرف ظاہری علوم اور قال اور اقوال پر ہوتا ہے اور صرف لوگوں کو دین کی چند رسمی باتیں بتانے یا فتوے دینے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ یا چند ظاہر ارکان دین کو بجا لاتے ہیں، ورنہ جہاں تک اخلاق اور معاملات کا تعلق ہے اور جہاں تک تقرب الی اللہ بلکہ تعلق باللہ کا واسطہ ہے ان کی حالت بہت ہی ناگفتہ بہ اور ناقابل بیان ہوتی ہے ....

حدیث مجدد کی علمی تحقیقات کرتے ہوئے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حدیث کی صحت ہر پہلو سے ثابت ہے، اس کے اسناد ثقہ ہیں اور حفاظ حدیث کا اس کی صحت پر اتفاق ہے اسی ضمن میں مجدد کی صفات اور اس کا کام بھی بتایا جا چکا ہے اور یہ امر بھی واضح کیا جا چکا ہے کہ علمائے دین کی کثرت کے باوجود تجدید دین کا کام اسی کے سپرد کیا جاتا ہے جس کو اللہ تعالےٰ مامور کرے اور دوسرے علماء کو اسی کے آگے زانوئے ادب طے کرنا پڑتا ہے۔

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ

(۱) مجدد کی شناخت کیونکر کی جائے؟

(۲) اس کا دعوےٰ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۳) اس کا ماننا اور اس کے ساتھ ہو کر کام کرنا کیوں ضروری ہے اور نہ ماننے سے کیا خرابیاں لازم آتی ہیں۔

جہاں تک مجدد کی شناخت کا تعلق ہے آج بعض لوگوں کا یہ خیال ہو گیا ہے یا کسی خاص مصلحت سے یہ خیال بنا لیا گیا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ محدثین نے یہ لکھا ہے کہ وقال الطیبی فی مرقاۃ الصعود نقلاً عن ابن الاثیر وانما المراد بالمذکور من انقضت المائۃ وھو حی معلوم مشھور مشار الیہ۔ یعنے امام سیوطی نے مرقاۃ الصعود میں ابن اثیر کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مجدد سے وہ شخص مراد ہے، جو صدی گذر جائے اور وہ زندہ اور معلوم اور مشہور ہو لوگ علم دین کے بارہ میں اس کی طرف اشارہ کریں، اور یہ بیشک صحیح ہے کہ مجدد اپنے علمی کمالات اور دوسری خوبیوں کی وجہ سے عام طور پر مشہور و معلوم ہوتا ہے، تاہم اس وجہ سے کہ لوگوں کی مرغوب بدعتوں کا وہ قلع قمع کرتا ہے عام طور پر جذبات مخالفت اس کے خلاف بھڑک اٹھتے ہیں اور علماء اور ان کے پیروؤں کی طرف سے اسے ہر طرح تکالیف پہنچائی جاتی ہیں جیسا کہ تمام انبیاء و رسل کے ساتھ ہوتا رہا ہے، یا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون

ان حالات میں مجدد کی شناخت کیا ہے؟ خود حدیث کے ان الفاظ پر غور کیجئے:۔

(۱) ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ۔ اللہ اسے مبعوث کرتا ہے۔

(۲) علیٰ راس کل مائۃ سنۃ۔ ہر صدی کے سر پر مبعوث کرتا ہے،

(۳) من یجدد لھا دینھا۔ وہ دین کو تازہ کرتا ہے۔

یہ تینوں باتیں اس کی شناخت کے لئے کافی ہیں:۔

(۱) وہ اپنے آپ کو مبعوث من اللہ ظاہر کرے

(۲) صدی کے سر پر دعوےٰ کرے۔

(۳) نرا دعوےٰ ہی کرنے والا نہ ہو، بلکہ دین کو غلطیوں سے اور آلائشوں سے پاک کر کے اسے از سر نو تازہ کرے، اور زمانہ کے پیش آنے والے فتنوں کا پوری ہمت سے مقابلہ کر کے ان کا دفعیہ کرے، چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے مجدد کی یہی صفات ان چند اشعار میں بیان کی ہیں:۔

واشرط فی ذالک ان تمضی المائۃ
وھو علیٰ حیاتہ بین الفئۃ

اور اس میں یہ شرط ہے کہ صدی گذر جائے اور وہ لوگوں میں زندہ موجود ہو۔

یشار بالعلم الی مقامہ
وینصر السنۃ فی کلامہ

علم کی وجہ سے اپنے مقام کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اپنے کلام سے سنت کی امداد کرتا ہے

وان یکون جامعاً لکل فن
وان یعم علمہ اھل الزمن

ہر فن کا جامع ہو اور اپنے علم کو اہل زمانہ پر عام کر دے۔

(عون المعبود ص ۱۸۱)

یہ صفات جس کے اندر موجود ہوں اور اس کے ساتھ ہی اس کا اپنا عملی نمونہ، اس کی راستبازی، اس کا تقوےٰ، اس کا تقرب الی اللہ اور مستجاب الدعوات ہونا ایک ثابت شدہ حقیقت ہو اور اس کی سابقہ زندگی برائیوں سے پاک ہو، کیونکہ جو شخص خدا کی طرف سے کھڑے ہونے کا دعوےٰ کرے اور مخلوق خدا کی ہدایت کا کام اس کے سپرد کیا جائے، اس کا اپنا راستباز اور مقرب الی اللہ ہونا اور اس کی سابقہ زندگی کا بدیوں، اور آلائشوں سے پاک ہونا سب سے زیادہ ضروری ہے جس شخص کے اندر یہ تمام صفات ہوں وہی مجدد ہے، خواہ زمانہ اس کی کتنی بھی مخالفت کرے اور علماء اسکو کافر و زندیق اور مرتد ہی کیوں نہ ٹھیرائیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ علماء کا یہ رویہ بھی اس کی شناخت کا ایک ذریعہ ہے،

مجددین امت کے دعوے

گذشتہ تیرہ سو سال میں جس قدر مجدد ہو گذرے ہیں،

[۲] اور ضروری ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی خاص انسان مبعوث ہو جو اپنے انفاس قدسیہ اور تقرب الی اللہ سے اپنے پاکیزہ نمونہ اور صحیح علم کے ذریعہ سے ان عظیم الشان فتن کی اصلاح کرے جو اس کے زمانہ میں پیدا ہو چکے ہوں، اور ایسے لوگ ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہے جن کی تفصیل آگے آئے گی۔ یہی بات مولنا ابو الکلام آزاد نے اپنی مشہور کتاب "تذکرہ" میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہے، اور بتایا ہے کہ اگرچہ کسی مجدد کے زمانہ میں دوسرے بڑے بڑے علمائے دین موجود ہوں، تاہم تجدید دین کا کام اسی ایک مرد حق کے سپرد کیا جاتا ہے اور دوسرے علماء خواہ علوم ظاہری کے لحاظ سے کتنا بھی بلند مرتبہ رکھتے ہوں اس کے مرتبہ و مقام کو نہیں پہنچ سکتے اور ضروری ہوتا ہے کہ وہ اسی کے آگے زانوئے ادب تہ کریں۔ مولنا کی اصل عبارات اسی اشاعت میں دوسری جگہ بشرح و بسط درج کی گئی ہیں۔

چودھویں صدی کا مجدّد اور اسکی اسلامی خدمات

خلعت مجدّدیت کی تمنّائیں

مجددین امت کے دعاوی کے ذیل میں یہ بتایا جاچکا ہے کہ حدیث مجدد کے مطابق گذشتہ تیرہ صدیوں میں مجددین آتے رہے اور آنحضرت صلعم کا یہ وعدہ ہر صدی میں پورا ہوتا رہا۔ اسی امر کا ذکر نواب صدیق حسن خانصاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ میں بڑی صراحت کے ساتھ کیا ہے اور گذشتہ تیرہ صدیوں کے مجددین کے نام بھی لکھے ہیں جس کے بعد وہ لکھتے ہیں:۔

"در سر مائتہ چہاردہم کہ دہ سال کامل آنرا باقی ست اگر ظہور مہدی علیہ السلام و نزول عیسیٰ صورت گرفت پس مجدد و مجتہد باشند ورنہ ہر کہ از زمرۂ علماء ہند و خراں دین سنت، در اکثر ابواب شرع شریعت کردہ و تالیفات او در حیات وے باقطار ارض رسیدہ واز رد و قبول معاصرین در ترویج سنن صحیحہ بتصنیف کتب و رسائل در تفسیر و حدیث پاک نداشتہ است وے مجددین است"۔

(حجج الکرامہ صفحہ ۱۳۹)

یعنے چودھویں صدی کے سر پر کہ اس میں پورے دس سال باقی ہیں اگر مہدی علیہ السلام ظہور فرمائیں اور عیسےٰ علیہ السلام نازل ہوں تو وہی مجدد و مجتہد ہوں گے ورنہ علمائے ہند میں سے اور ان کے علاوہ جو شخص شریعت کے اکثر معاملات میں سنت کی تدوین کرے اور اس کی تالیفات اس کی زندگی میں زمین کے کناروں تک پہنچ جائیں اور سنت صحیحہ کو رائج کرنے اور تفسیر و حدیث کے متعلق کتب و رسائل تصنیف کرنے میں اپنے معاصرین کے رد و قبول کا اسے ڈر نہ ہو وہی مجدد دین ہوگا۔

آگے چل کر نواب ممدوح بحث مجدد کو ان الفاظ میں ختم کرتے ہیں:۔

"دریں زمان کہ سال تو دیگر دوازدہ صد ہجری ست و مائتہ ثالث عشر در گذاشتن است اگر بعض فقراء امت و غرباء ملت را بایں وجاہت بنوازند گنجائش دارد زیرا کہ تدوین سنت در ابواب دین از عقائد و احکام اصول فقہ و تفسیر و خبراں چنانکہ دریں مولفات بر وجہ تنقید و تنقیح صورت گرفتہ پیش ازیں از احدے از علماء ہند معلوم نیست واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ولکن المعاصرۃ اصل المنافرۃ"۔

یعنے اس وقت کہ سن بارہ سو نوّے ہجری ہے، اور تیری صدی گذرنے والی ہے اگر امت کے بعض فقراء اور غرباء کو مقام مجددیت پر کھڑا ہونے کی عزت بخشی جائے تو اس کی گنجائش ہے کیونکہ ان معاملات دینی میں جو عقائد و احکام اصول فقہ اور تفسیر وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں سنت کی تدوین جیسی ان مولفات میں ہوئی ہے، اور تنقید و تنقیح کی جو صورت اسے دی ہوا ور اللہ جسے چاہے اپنی رحمت اور فضل سے ممتاز کرے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے لیکن معاصرت ہی منافرت کی جڑ ہے۔

یہ وہ حوالے جات چودھویں صدی کے لئے مجدد کی انتظار کو ثابت کرتے ہیں وہیں اس تڑپ کو بھی ظاہر کر رہے ہیں جو نواب ممدوح کے دل میں اس صدی کا مجدد بننے کے لئے پائی جاتی تھی، اس لئے انہوں نے ظہور مہدی اور نزول عیسےٰ کا ذکر کرنے کے باوجود یہ بھی امید ظاہر کی کہ اگر وہ نہ آئیں تو جس شخص کی تصنیفات تدوین سنت کے باب میں اقطار ارض تک پہنچ گئی ہوں وہی مجدد ہوگا، اور آخری عبارت میں توصاف بتا دیا ہے کہ ان تصنیفات سے مراد ان کی اپنی تالیفات ہیں جن کے متعلق ان کا گمان تھا کہ علمائے ہند میں سے کسی نے ایسی تالیفات نہیں کیں، انہیں تالیفات کو سب سے بڑی خدمت دین کہتے ہوئے مجددیت کی عزت حاصل کرنے کی تمنا انہوں نے کی اس میں شک نہیں کہ جو کام انہوں نے کیا وہ فی الحقیقت بڑا ہی قابل عزت اور لائق احترام تھا، بہت سی کتب دینی احادیث اور فقہ وغیرہ کے متعلق انہوں نے تالیف کیں، اور علم دین پھیلانے میں نمایاں حصہ لیا لیکن زمانہ کے حالات اور پیش آمدہ ضروریات اس سے بہت بڑھکر کسی اور چیز کے طالب تھے، یورپ کا فلسفہ دہریت و مادہ پرستی کی رَو، سائنس کے نت نئے کارنامے اور ایجادات، مذاہب عالم کی دراز دستیاں اور اسلام پر حملے، خود مسلمانوں کی دنیا پرستی اور دین سے لاپرواہی، علماء کا باہمی جدال و تکفیر، عیسائیت کا غلبہ اور دجال کا ظہور ایسی چیزیں تھیں کہ محض احادیث و فقہ کی تدوین ان کا کافی علاج نہ تھا محض ایسی تالیفات کا اقطار عالم میں پہنچ جانا موجودہ صدی میں تجدید دین کے مترادف نہ تھا اس لئے کسی اور ایسی ہستی کی ضرورت تھی، جو ان تمام فتن میں سے اسلام کو صحیح سلامت نکال کر لے جاتا اور اس کی صداقت کا علم چہار اطراف عالم میں بلند کر دیتا۔

مجدّدیت کی خلعت کس کو پہنائی گئی؟

چنانچہ ایسا ہی ہوا نواب صاحب کے اظہار تمنا کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد سنہ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ء میں ایک مردِ جری (حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ) پنجاب کی گمنام بستی قادیان ضلع گورداسپور سے اُٹھا اور خدا تعالےٰ سے حکم پاکر ایک ایسی کتاب تصنیف کی جس میں اسلام کا سچا اور کامل مذہب ہونا دلائل عقلیہ و نقلیہ اور ان خوارق و کرامات کے ذریعے سے ثابت کر دکھایا جو نہ صرف آنحضرت صلعم سے تاریخی طور ثابت ہیں بلکہ آپ کی پیروی کی برکت سے خود مؤلف کو بھی ان سے حصہ ملا تھا اس کتاب میں (جس کا نام ہے براہین احمدیہ علی حقیقت کتاب اللہ الفرقان والنبوۃ المحمدیہ) نہ صرف غیر مذاہب کے حملوں اور اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے اسلام کے محاسن کو آشکارا کیا گیا، بلکہ موجودہ زمانہ کے فلسفہ اور دہریت کا بھی دلائل و براہین کے ساتھ رد کیا گیا، اور اسی ذیل میں اپنے کشوف و الہامات کا بھی ذکر کیا ہے یہ کتاب جس وقت شائع ہوئی بقول کسے مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید اس کی خوشبو اس طرح چاروں طرف پھیلی کہ زمانہ پکار اُٹھا کہ وقت کا مجدد یہ ہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اس وقت کے جید علماء میں سے اور اہلحدیث کے لیڈر تھے۔ اور حضرت مرزا صاحب کے بچپن کے دوست ہم سبق اور وطنی ہمسایہ تھے اور اسی لحاظ سے ان کے تمام حالات سے پورے طور پر واقفیت رکھتے تھے، اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں اس کتاب پر نہایت مفصل ریویو کیا جس میں کھلے طور پر یہ اقرار کیا کہ

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے، جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی، اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم از کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہمو سماج کا اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بیڑہ بھی اُٹھایا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعوےٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ و مشاہدہ کر لے، اور اس تجربہ اور مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو"

(اشاعۃ السنۃ جلد ۷ جون تا نومبر ۱۸۸۴ء صفحہ ۱۶۹)

یہ اقرار اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ تجدید دین کا جو کام وقت کے مناسب حال تھا اس کا اہل اگر کوئی ہوسکتا تھا تو وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے سوائے اور کوئی نہ تھا، نہ کسی نے ایسا عظیم الشان کام کرکے دکھایا نہ دعوئے مجددیت ہی کی کسی کو جرأت ہوئی۔

حضرت مرزا صاحب کا دعوئے مجددیت اور آپکی شہرت

دوران تصنیف کتاب ہی میں آپ نے اللہ تعالےٰ سے حکم پاکر اعلان شائع کیا کہ:۔

"مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدت مشابہت و مناسبت ہے اور اسکو خواص انبیاء و رسل کے نمونہ پر محض بہ برکت متابعت حضرت خیر البشر و افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ان بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضیلت دی گئی ہے جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں اور ان کے قدم پر چلنا موجب نجات و سعادت و برکت اور اس کے برخلاف چلنا موجب بعد و حرمان ہے" (تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۵)

اس اعلان اور کتاب براہین احمدیہ کا شائع ہونا تھا کہ لوگوں کی انگلیاں آپ کی طرف اُٹھنے لگیں اور وہ جو امام سیوطی نے فرمایا تھا یشار بالعلم الی مقامہ آپ کے علمی کمالات کی وجہ سے آپ کے مقام کی طرف اشارے ہونے لگے، اور ایسی شہرت دوام آپ کو نصیب ہوئی جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گی۔

اپنے اس دعوے اور اس کی مقبولیت کا ذکر آپ

نے خود بدیں الفاظ کیا ہے:-

" اور پھر جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالےٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا الرحمٰن علّم القرآن لتنذر قوماً ما انذر آباؤھم ولتستبین سبیل المجرمین - قل انی امرت وانا اول المؤمنین یعنے خدا نے تجھے قرآن سکھایا اور اس کے صحیح معنے تیرے پر کھول دیئے یہ اس لئے ہوا کہ تا تو ان لوگوں کو بد انجام سے ڈراوے کہ جو بباعث پشت در پشت کی غفلت اور نہ متنبہ کئے جانے کے غلطیوں میں پڑ گئے اور تا ان مجرموں کی راہ کھل جائے کہ جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے، ان کو کہدے کہ میں مامور من اللہ اور اول المؤمنین ہوں، اور یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے جس کو ان ہی دنوں جب کو آج اٹھارہ سال کا عرصہ ہوا ہے میں نے تالیف کر کے شائع کی تھی، اس کتاب کے الہامات پر نظر غور ڈالنے سے ہر ایک کو معلوم ہو جائیگا کہ خدا نے کیوں اور کس غرض سے مجھے اس خدمت پر مامور کیا اور کیا حالت موجودہ زمانہ کی اور صدی کا سر اس بات کو چاہتا تھا یا نہیں کہ کوئی شخص ایسے غربت اسلام کے زمانہ میں اور کثرت بدعات اور سخت بارش بیرونی حملوں کے دنوں میں خدا تعالےٰ کی طرف سے تائید اور تجدید دین کے لئے آوے - اور اس جگہ یہ بات بھی ذکر کرنے کے لائق ہے کہ براہین احمدیہ کے زمانہ تک اس ملک کے اکثر علماء میرے دعویٰ مجدد ہونے کی تصدیق کرتے تھے، اور کم سے کم یہ کہ نہایت حسن ظن سے میرے الہامات پر بڑے بڑے متعصبوں کو بھی کوئی جرح نہ تھی، اور اکثر ان میں سے بڑی خوشی کے ساتھ کہتے تھے، کہ خدا نے اسلام کے لئے چودھویں صدی کو مبارک کیا کہ اپنی طرف سے ایک مجدد بھیجا اور بعض نے ان میں سے نہایت اخلاص سے براہین احمدیہ کا ریویو بھی لکھا اور اس میں اس قدر میری تعریف کی، کہ جس قدر ایک انسان کی کامل درجہ کے راستباز اور پاک باطن اور خدا رسیدہ اور ہمدرد اسلام کی تعریف کر سکتا ہے حالانکہ اس مولوی صاحب کو یہ بھی معلوم تھا کہ براہین احمدیہ میں وہ الہام بھی ہیں جن میں خدا تعالےٰ نے میرا نام عیسےٰ اور مسیح موعود رکھا ہے غرض اس وقت تک کہ تصریح کے ساتھ میری طرف سے دعوے مسیح موعود ہونے کا نہیں ہوا تھا اور صرف مجدد چودھویں صدی ہونا عام لوگوں میں مشہور تھا کوئی بڑی مخالفت علماء کی طرف سے نہیں ہوئی بلکہ اکثر ان میں مصدق اور مطیع رہے"

(کتاب البریہ صفحہ ۱۶۸ تا ۱۷۱)

دعوے مسیحیت و مجددیت

اگر آپ کوئی دنیادار انسان ہوتے، شہرت و مال، عزت و وجاہت کی خواہش آپ کو ہوتی، تو وہ آپ کو حاصل ہو چکی تھی کیا بلحاظ علم و فضل، کیا بلحاظ زہد و تقوےٰ اور خدا رسیدہ ہونے کے اور کیا مخالفین اسلام کے مقابلہ کے لحاظ سے آپ عزت و شہرت کے بلند مینار پر پہنچ چکے تھے، ایک دنیادار انسان ایسے وقت میں چاہتا ہے کہ کوئی ایسی بات اس کے منہ سے نہ نکلے کوئی ایسی حرکت اس سے سرزد نہ ہو جو اس عزت و شہرت کو برباد کرنے والی ہو - اور وہی لوگ جو اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہوں دشمن بن جائیں لیکن یہ کوئی دنیادار انسان نہ تھا کہ اسے عزت و وجاہت اور شہرت و ہر دلعزیزی کی خواہش ہوتی، وہ خدا کا بندہ تھا اور صرف خدا ہی کی رضا اور خوشنودی اسے مطلوب تھی اس لئے جب خدا تعالےٰ کی طرف سے آپ کو مسیحیت کے منصب پر کھڑا کیا گیا جیسا کہ آثار میں آیا ہے کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح اور مہدی ہوگا، (نجم الثاقب؟ حج الکرامہ صفحہ ۱۳۹) تو آپ نے کھلے لفظوں میں اس کا اعلان کر دیا اور اس بات کا ذرہ خیال نہ کیا کہ عام عقیدہ کیا ہے اور لوگ اس کو کن نظروں سے دیکھیں گے، براہین احمدیہ میں ہی آپ کے وہ الہامات موجود تھے جن میں آپ کو عیسیٰ اور مسیح موعود قرار دیا گیا ہے، اور اعلان مجددیت میں بھی یہ لکھا ہے کہ:-

" میرے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں"۔ (تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۱۵)

تاہم جب تک خدا کی طرف سے بالصراحت الہام نہ ہوا کہ:-

"مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۱)

اس وقت تک آپ مسیح ابن مریم کو زندہ آسمان پر ہی سمجھتے رہے اور اس مشابہت کو چنداں اہمیت نہ دی لیکن جب یہ الہام آپ کو ہوا تو پھر کسی کی بھی مخالفت کی پروا نہ کرتے ہوئے آپ نے کھلے طور پر اس کا اعلان کر دیا اور تمام دنیا کی مخالفت سہیڑ لی -

دعوے مسیحیت کے علاوہ آپ نے مہدی اور ہندوؤں کے لئے کرشن اوتار ہونے کا بھی دعوےٰ کیا ہے اور یہ دونوں دعاوی اس مخالفت کو اور زیادہ بھڑکانے کا موجب ہوئے لیکن جس طرح حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

من نے گویم انا الحق یار میگوید بگو
چوں نگویم چوں مرا دلدار میگوید بگو
آنچہ نتواں گفت اندر صومعہ با زاہداں
بے تحاشا بر سر بازار میگوید بگو

اسی طرح سے مجدد وقت بھی اس بڑھتی ہوئی مخالفت کو دیکھ کر پکار اٹھا ہے

حکم ست ز آسمان بزمین مے رسانمش
گر بشنوم نگویمش آن را کجا برم

آپ کے یہ دعاوی اور بعض ضمنی مباحث (وفات مسیح خروج دجال و یاجوج ماجوج علامات زمانہ وغیرہ) اور مخالفین کی معاندانہ جدوجہد اور ایذا رسانیاں اور آپ کے علمی کارنامے اور خدمات اسلامی کتاب "تحریک احمدیت" میں ملاحظہ کیجئے-

---

اسلامی نشأۃ ثانیہ کا خدائی علمبردار

(بقیہ از صفحہ ۱۶)

سینکڑوں و ہزاروں مشن دنیا میں قائم ہو گئے ہوتے، غرضیکہ حضرت اقدس کی ذات اور سلسلہ احمدیہ سے تعلق کا ثمرہ اگر کچھ نکلتا ہے تو یہی کہ خدا تعالےٰ پر ایمان میں ازدیاد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ شیفتگی اور اسلام کی اشاعت کا جوش و ولولہ پیدا ہو گیا ہوتا۔ پھر اگر یہ بات ہوئی ہوتی تو اس میں کس دین کو فائدہ پہنچتا؟ اور اگر قوم نے اس طرف توجہ نہیں دی تو اس بے توجہی کا نقصان کسے ہوا؟ لیکن اصل سوال جماعت احمدیہ کے سامنے یہ ہے کہ اگر مسلمان قوم نے از خود اس طرف توجہ نہیں دی تو ہم نے انہیں اس طرف متوجہ کرنے کی کونسی کوشش و جدوجہد کی؟ جماعت احمدیہ پر کیا یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ خدا پر ایمان آنحضرت صلعم کی ذات سے محبت، قرآن پر یقین اور اسلام پر عمل کے بارہ میں جو ذریعہ آج خدا تعالےٰ نے عطا کیا ہے ہم اس واسطہ کو قوم کے روبرو پیش کریں تا اصل مقصد کے حصول کی راہیں کھل جائیں۔ اگر آج تک اس طرف ہم نے کما حقہ توجہ نہیں دی تو اب بھی وقت نہ کھوئیں اور ہمہ تن اس چیز کی قدر و منزلت کو پہچان کر اسے قوم کے سامنے رکھیں جسے خدا نے دین کی نشأۃ ثانیہ کے لئے محوری نقطہ بنا کر بھیجا ہے

مجدد کی شناخت اس کا دعویٰ اور اس کے ماننے کی ضرورت

(بقیہ از صفحہ ۲۰)

یعنے مجدد وہ ہے کہ اس کے زمانہ میں جو فیوض اقوام کو پہنچتے ہیں اس کے توسط سے پہنچتے ہیں اگرچہ اس وقت کے قطب اور اوتاد اور ابدال اور نجبا بھی ہوں،

ان دو حوالجات سے ظاہر ہے کہ مجدد وقت کا ماننا کس قدر ضروری اور لابدی امر ہے جس کے بغیر نہ کوئی روحانیت حاصل ہو سکتی ہے اور نہ قرب الٰہی کا کوئی رستہ مل سکتا ہے، بلکہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ اس کی اطاعت ہی سے کامیابی حاصل ہوتی ہے اور اس کے بغیر انسان خائب و خاسر رہتا ہے،

اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی کا فرانسیسی ترجمہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے چھوٹے سے رسالہ "اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی (اسلام مذہب انسانیت) کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں جناب مراد کیوان نے کیا ہے، جس کو وہ لاہور ہی میں چھپوا کر تبلیغ اسلام کی غرض سے اپنے ساتھ لے گئے ہیں امید ہے یہ رسالہ فرانسیسی بولنے والے ممالک میں بہت کارآمد ثابت ہوگا

س کے پاس اس بریت کے لئے کوئی حجت نہ ہوگی۔
(کنزالعمال جلد ۳ صفحہ ۲۰۰)

(۲) عن الحرث بن المغیرۃ قال قلت لابی عبد اللہ قال رسول اللہ من مات لایعرف امامہ مات میتۃ جاھلیۃ۔ کلینی صفحہ ۱۰ کتاب اہل تشیع۔

ترجمہ:۔ حرث بن مغیرہ سے روایت ہے کہ میں نے ابی عبداللہ سے کہا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام (مجدد وقت) کے پہچاننے کے بغیر مرگیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

دعوے تجدید

گذشتہ تیرہ صدیوں کے مجددین میں سے بطور مثال یہاں مجددوں کا دعوے پیش کیا جاتا ہے۔ یعنی امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد صدی دوازدہم۔

(۱) مجدد الف ثانی جلد ۲ مکتوبات چہارم میں لکھتے ہیں اور معلوم رہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد ہوتا ہے لیکن صدی کا مجدد اور چیز ہے اور الف کا اور یعنی جس طرح سو اور ہزار میں فرق ہے اسی طرح ان کے مجددوں میں فرق ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مجدد وہ شخص ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جس قدر فیض امتوں کو پہنچتا ہے اور صرف اسی مجدد کے توسط اور وسیلہ سے پہنچتا ہے خواہ اس زمانہ کے قطب اور اوتاد اور ابدال اور نجبا بھی موجود ہوں"

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تفہیمات الٰہیہ میں لکھتے ہیں:۔

جب دورہ حکمت کا انتہا تک پہنچ چکا تو اللہ تعالیٰ نے خلعت مجددیت سے سرفراز فرمایا"

حضرت مرزا غلام احمد کا دعوے مجددیت

آپ نے سب سے پہلے براہین احمدیہ میں مجدد ہونے کا دعوے کیا اور اس کا اعلان خاص طور پر ۱۸۸۵ء میں ایک اشتہار کے ذریعہ کیا جو ہزار کی تعداد میں اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں چھپا اور مشتہر کیا گیا جس میں سے چند سطور ہدیہ ناظرین ہیں:۔

"اور مصنف (براہین احمدیہ) کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت و مشابہت ہے"

دعوے مسیحیت

۱۸۹۰ء میں آپ کو بذریعہ الہام زبردست انکشاف ہوا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں اور آنے والا موعود ابن مریم جس کے متعلق احادیث حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں بتفصیل ذکر آیا ہے آپ ہی ہیں۔ الہام کے الفاظ یہ ہیں "مسیح ابن مریم فوت ہوگیا وجعلناک المسیح ابن مریم"
آپ نے اس دعوے کا اعلان بڑے زوردار الفاظ میں فرمایا۔

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد

منم مسیح بہانگ بلند میگویم
منم خلیفہ شاہے کہ بر سما باشد

مہدی موعود کے متعلق آپ کا نظریہ

ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں کہ حضرت محمد اسمٰعیل صاحب بخاری اور حضرت امام مسلم صاحب صحیح مسلم .... نے اپنی صحیح اور کامل تحقیقات کی رُو سے اُن حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھا جو مسیح کے آنے کے ساتھ مہدی کا آنا لازم غیر منفک ٹھہرا رہی ہیں .... اور یہ صرف امامین موصوفین کا ہی مذہب نہیں بلکہ ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اپنی صحیح میں یہ روایت کی ہے کہ لا مھدی الا عیسیٰ یعنی بجز عیسے کے اس وقت کوئی مہدی نہ ہوگا"

مسیح موعود کے دعویٰ کی حقیقت

آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۰ پر لکھتے ہیں:۔

"اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعوے ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعوے سے کچھ بڑا نہیں .... جس شخص کو مکالمہ الٰہیہ کی فضیلت حاصل ہوتی اور کسی خدمت دین کے لئے مامور من اللہ ہوگیا تو اللہ جلشانہ وقت کے مناسب حال کوئی نام اس کا رکھ سکتا ہے...... اس زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کا دفع کرنا اور ان کے فلسفہ کو جو مخالف قرآن ہے دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور ان پر اسلام کی حجت پوری کرنا ہے کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام کے لئے جو بغیر تائید الٰہی دُور نہیں ہوسکتی عیسائیوں کے فلسفیانہ حملے اور نکتہ چینیاں ہیں جن کے دُور کرنے کے لئے ضرور تھا کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی آوے"

مسیح موعود آسمان سے نازل نہیں ہوگا

حدیث بخاری { کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم واماماکم منکم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا جس حالت میں کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہوگا۔

حدیث مسلم { کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامکم یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تمہاری حالت کیا ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور وہ تمہارا امام ہوگا۔

نزول کا لفظ یہاں بعثت کے معنوں میں آیا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آیا ہے۔ قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً یتلوا علیکم ایات اللہ (الطلاق) یعنی بیشک اللہ تعالےٰ نے نازل کیا تمہاری طرف نصیحت کرنے والا رسول جو تم پر اللہ تعالےٰ کی آیات پڑھتا ہے۔

آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند
لطف کردی کہ ازیں خاک نمایاں کردی (در ثمین)

ابن مریم اور مسیح موعود کے حلیے

حلیہ عیسیٰ بن مریم { عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت عیسیٰ و موسیٰ و ابراھیم فاما عیسیٰ احمر جعد عریض الصدر واما موسیٰ فادم جسیم سبط کانہ من رجال الزط۔ بخاری کتاب الانبیاء۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے عیسیٰ، موسےٰ اور ابراہیم کو دیکھا پس عیسےٰ تو سرخ رنگ پیچدار بالوں والے ہیں گویا قبیلہ زط میں سے ہیں۔

حلیہ مسیح موعود یا مسیح محمدی { ارانی اللیلۃ عند الکعبۃ فی المنام فاذا رجل آدم کاحسن ما یریٰ من ادم الرجال تضرب لمتہ بین منکبیہ رجل الشعر یقطر راسہ ماء واضعاً یدیہ علی منکبی رجلین وھو یطوف بالبیت فقلت من ھذا فقالوا ھذا المسیح بن مریم الخ عن عبد اللہ

(بخاری کتاب الانبیاء)

ترجمہ:۔ عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات میں نے خواب میں اپنے تئیں کعبہ کے پاس دیکھا تو مجھے ایک شخص نظر آیا گندم گوں گندمی رنگ والوں میں سے جو بہت اچھا نظر آتے اس کے بال کندھوں تک اس کے دونوں کندھوں کے درمیان میں سیدھے بال ہیں اس کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے اپنے دونوں ہاتھ دو شخصوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے ہیں، اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے میں نے پوچھا یہ کون ہیں لوگوں نے کہا یہ مسیح ابن مریم ہیں۔

بخاری کی تین احادیث میں عیسیٰ بن مریم کا ذکر حضرت موسےٰ اور حضرت ابراہیم کے ذکر کے ساتھ آیا ہے اور تینوں جگہ حضرت عیسیٰ کا حلیہ دیا ہے احمر رنگ یعنی سرخ رنگ اور یہاں انہیں گھونگریالے بال والا بھی کہا ہے۔ مسیح موعود کا ذکر احادیث میں دجال کے ساتھ آیا ہے اور دونوں جگہ ابن مریم (مسیح موعود) کو گندم گوں رنگ اور سیدھے بالوں والا قرار دیا ہے یہ دو الگ الگ حلیے صاف بتاتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم اسرائیلی نبی اور ہیں اور مسیح جس کا اس امت کو وعدہ دیا گیا وہ اور ہے۔

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

مسیح موعود کی آمد کے تمام ماثورہ نشانات پورے ہو چکے۔

{ حضرت مسیح موعود براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۷ پر لکھتے ہیں:۔

اصل بات یہ ہے کہ نبی برحق کی حقانیت کے لئے ایمان لانیوالوں کی کثرت شرط نہیں ہے ہاں دلائل قاطعہ سے اتمام حجت شرط ہے پس اس جگہ منہاج نبوت کی رُو سے اتمام حجت ہو چکا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق دو مرتبہ ملک میں کسوف وخسوف ہوگیا جو مسیح موعود کے ظہور کی نشانی تھی۔ اسی طرح ایک نئی سواری جس کی طرف قرآن شریف اور حدیثوں میں اشارہ تھا وہ بھی ظہور میں آگئی یعنی سوار ئیے ریل جو اونٹوں کے قائم مقام ہوگئی، جیسا کہ قرآن شریف میں ہے واذا العشار عطلت یعنی وہ آخری زمانہ جب اونٹنیاں بیکار کی جائیں گی اور جیسا کہ حدیث مسلم میں مسیح موعود کے ظہور کے علامات میں سے ہے ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا یعنی تب اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی اور ان پر کوئی سوار نہ ہوگا۔

مجدّدِ عصرِ حاضر کی صداقت کے بیّن نشانات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

پیشتر اس کے کہ میں حضرت مسیح موعود کے متعلق کچھ لکھوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مجددین و محدثین کی بعثت قرآن شریف احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و اقوال آئمہ سے ثابت کی جائے۔

بعثت مجددین و محدثین از روئے قرآن (۱) انآ ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً

یعنی ہم نے تمہاری طرف اسی طرح کا رسول بھیجا ہے جس طرح فرعون کی طرف ہم نے ایک رسول بھیجا تھا۔ بنی اسرائیل میں سلسلہ رسالت حضرت موسےٰ کے بعد جاری ہوا اور موسےٰ کے تیرہ سو بعد حضرت عیسےٰ علیہ السلام چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوئے تھے اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ مجددین و محدثین شروع ہوا اور تیرہ سو برس بعد یعنی چودھویں صدی کے سر پر مثیل عیسےٰ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی بعثت واقع ہوئی۔

(۲) وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم۔ سورہ نور

اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل اچھے کئے تو ہم ان کو زمین میں خلیفہ بنائیں گے اسی طرح جس طرح اس سے پہلے خلیفے بنائے گئے اور ان کے دین کو جو پسند کیا گیا ہے مضبوط کر دوں گا۔

یعنی اللہ تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے ساتھ حتمی وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اس روضۂ اسلام کے لئے جس کی کاشت اور آبیاری حضور پُرنور کے دست مبارک سے ہوئی بوقت ضرورت ایسے باغبان بھیج دیا کرے گا جو خشک اور بے بار و برگ ٹہنیوں کو کاٹ کر باہر پھینکدیا کریں گے اور بادِ ارنگر پژمردہ اور مرجھائے ہوئے پودوں کو اپنے انفاس طیبہ اور چشمۂ علم معرفت کے پانی سے ازسرنو تازہ کر دیا کریں گے۔

بعثت مجددین و محدثین از روئے احادیث (۱) ابو داؤد سنن ومستدرک وحاکم وبیہقی میں حضرت ابوہریرۃ سے مروی ہے:-

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔

ترجمہ:- اللہ تبارک و تعالےٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایک ایسا شخص مبعوث فرمایا کرے گا جو دین کو تازہ کر دیا کرے گا۔

کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۳۸ اور ابوداؤد مطبوعہ مطبع مجتبائی صفحہ ۲۴۱۔

اس حدیث پر آئمہ کی رائے (۱) امام جلال الدین سیوطیؒ اپنے رسالہ تنبیہہ میں لکھتے ہیں اتفق الحفاظ علےٰ صحتہ یعنی عام حافظانِ احادیث نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا ہے۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا صفحہ ۷۴ پر لکھتے ہیں:-

"و خبر داد ازانکہ بہر راس ہر مائۃ مجدد پیدا خواہد شد و ہمچناں واقع شد" یعنی اس امر کی خبر دی کہ ہر صدی کے سر پر مجدد پیدا ہوا کرے گا اور ایسا ہی وقوع میں آیا۔

اور تفہیمات الٰہیہ قلمی صفحہ ۵۳ زیر آیۃ قد بعث لکم طالوت ملکاً فرماتے ہیں:-

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔

(۳) حجج الکرامۃ فی آثار القیامہ کے صفحہ ۱۳۳ پر نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں:-

وقد اتفق الحفاظ علےٰ تصحیح ھذا الحدیث

یعنی حفاظ نے اس حدیث کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔

محدثین کے متعلق مسلم، ترمذی، نسائی اور ابو امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں:-

(۱) قد کان یکون فی الامم قبلکم محدثون فان یکن فی امتی منھم احد فعمر بن الخطاب منھم۔

ترجمہ:- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں اور یقیناً میری امت میں بھی ہوں گے جن میں سے ایک عمر بن خطاب ہیں۔

کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴۷

(۲) خواجہ محمد پارسا فصل الخطاب صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں:-

قال ابن وھب تفسیر محدثون ملھمون اخرجہ البخاری والمسلم رحمھما اللہ

یعنی ابن وہب محدثوں کے معنے ملہمون کرتے ہیں۔

(۳) عینی شرح صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۱۴۲ میں لکھا ہے:-

المراد بالمحدث یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء یعنی محدثوں سے مراد ہے کہ اللہ تعالےٰ ان سے کلام کرتا ہے مگر وہ نبی نہیں ہوتے۔

(۴) فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۹ پر امام ابن حجر عسقلانی امام قرطبی کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں:-

وقال القرطبی المسلم الصادق الصالح ھو الذی یناسب حالہ حال الانبیاء فاکرم بنوع مما اکرم بہ الانبیاء وھو الاطلاع علی الغیب۔

یعنی قرطبی فرماتے ہیں کہ راستباز اور صالح مسلم ہوتا ہے جس کے حال کی مناسبت انبیاء کے حال سے ہے اور ایک نوع میں اسی طرح ممتاز ہو جس طرح انبیاء ممتاز ہوتے ہیں اور وہ چیز غیب پر مطلع ہونا ہے۔

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تفہیمات الٰہیہ صفحہ ۱۳۹ پر لکھتے ہیں:-

"محدث کا وہ مرتبہ ہے کہ جب محدث ظہور پاتا ہے تو یقیناً اس کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ اجتہادی شریعتوں کا پابند نہیں ہوتا۔ جس طرح سورج کے ہوتے چراغ کی ضرورت نہیں رہتی ایسا ہی محدثوں کا حال ہے کہ وہ مجتہدین کے اجتہادات کا پابند نہیں ہو سکتا کیونکہ جب وہ آتا ہے تو اس کے ساتھ وحی اور رسولوں کے علوم ہوتے ہیں ان سب پر اللہ تعالےٰ کی رحمتیں نازل ہوں۔ (یہ عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔ ناقل)

(۶) فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۲۳۲ پر لکھا ہے فلما انقطع الوحی بموتہ وقع الالھام لمن اختصہ اللہ بہ

پھر اسی صفحہ پر طبرانی کا قول منقول ہے:-

وللطبرانی من حدیث حذیفۃ بن اسید مرفوعاً ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات۔

ترجمہ:- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے وحی نبوت منقطع ہو گئی مگر ان لوگوں کو جنہیں اللہ تعالےٰ نے مخصوص فرمایا تھا الہام ہونے لگے۔ طبرانی حذیفہ بن اسید سے مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت تشریعی ختم ہو گئی اور مبشرات باقی رہے۔

معرفت امامِ عصر اشد ضروری ہے

امام زمانہ یعنی مجدد کی معیت اور بیعت نہایت ضروری ہے اور اس سے کنارہ کشی کرنے پر احادیث نبویہ میں جن پر تمام فرقہائے اسلامی کا اتفاق ہے وعید شدید آیا ہے۔

(۱) من مات بغیر امام مات میتۃ الجاھلیۃ رواہ احمد والطبرانی عن معاویۃ

کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۲

ترجمہ:- حضرت معاویہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بغیر امام (کو قبول کئے) مر گیا وہ جہالت کی موت مرا۔

(۲) من مات بغیر امام مات میتۃ الجاھلیۃ ومن نزع یداً من طاعتہ جاء یوم القیامۃ لا حجۃ لہ رواہ ابو داؤد الطیالسی فی مسندہ وابو نعیم فی حلیۃ عن ابن عمر۔

ترجمہ:- حضرت عمرؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بغیر امام (کی معرفت) کے مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا اور جس شخص نے اطاعت امام سے ہاتھ اٹھا رکھا تو قیامت میں ایسی حالت میں آئے گا کہ

ہزار ششم کے آخر پر وہ مسیح موعود پیدا ہوگا سو اسی وقت میں میری پیدائش ہوئی ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف نے اس طرف اشارہ کیا تھا کہ وہ مسیح موعود حضرت عیسے علیہ السلام کی طرح چودھویں صدی میں ظاہر ہوگا سو میرا ظہور چودھویں صدی میں ہوا ۔۔۔۔۔۔ اور اس آخری زمانہ کی نسبت خدا تعالےٰ نے یہ خبریں بھی دی تھیں کہ کتابیں اور رسالے بہت سے دنیا میں شائع ہو جائیں گے اور قوموں کی باہمی ملاقات کی راہیں کھل جائیں گی ۔ اور دریاؤں میں کثرت نہریں نکلیں گی اور بہت سی نئی کانیں پیدا ہو جائیں گی اور لوگوں میں مذہبی امور میں بہت سے تنازعات پیدا ہو جائیں گے اور ایک قوم دوسری قوم پر حملہ کرے گی۔ اور اسی اثنا میں آسمان سے ایک صور پھونکی جائے گی یعنی خدا تعالےٰ مسیح موعود کو بھیجکر اشاعت دین کے لئے ایک تجلّی فرمائے گا۔ تب دین اسلام کی طرف ہر ملک میں سعید الفطرت لوگوں کو ایک رغبت پیدا ہو جائے گی اور جس حد تک خدا تعالےٰ کا ارادہ ہے تمام زمین کے سعید لوگوں کو اسلام پر جمع کرے گا (چنانچہ آج جماعت احمدیہ کی طرف سے کئی مشن مختلف ممالک میں کام کر رہے ہیں اور سعید روحیں اسلام کی طرف کھچی چلی آ رہی ہیں) نبوّت کے متعلق حاشیہ صفحہ ۱۸۸ پر لکھتے ہیں ۔:

"کوئی شخص اس جگہ نبی ہونے کے لفظ سے دھوکہ نہ کھائے میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ وہ نبوّت نہیں ہے جو ایک مستقل نبوّت کہلاتی ہے کوئی مستقل نبی اُمّتی نہیں کہلا سکتا مگر میں اُمّتی ہوں پس یہ صرف خدا تعالےٰ کی طرف سے اعزازی نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوتا حضرت عیسٰے سے تکمیل مشابہت ہو۔"

حضرت مسیح موعودؑ کے امتیازی کام

قرآن شریف سے عشق پر فرماتے ہیں:۔

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

حضور کے عشق قرآن کے متعلق ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم کا قول ہے :۔

"یہ خصوصیت حضرت مرزا صاحب کی ایسی ہے جو تمام تاریخ اسلام میں الگ نمایاں نظر آتی ہے اور اس امت مرحوم کے کسی اور فرد میں نظر نہیں آتی"
(مجدّد اعظم حصہ دوم صفحہ ۱۳۸۲)

قرآن کریم کی صداقت پر عظیم الشان دلائل قائم کئے، اور اس کے اسرار و معارف اس قدر کھول کر رکھدیئے کہ گذشتہ زمانوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ براہین احمدیہ۔ آئینہ کمالات اسلام کرامات الصادقین، اعجاز المسیح۔ تحفہ گولڑوی اور حمامة البشریٰ وغیرہ ان اسرار و معارف کے خزانے ہیں ۔

(۲) قرآن کریم کے متعلق وہ دعوے پیش کیا جو آج تک کسی فرد امت نے پیش نہیں کیا تھا یعنی یہ روشن کتاب جہاں کسی بات کا دعوے کرتی ہے اس کی دلیل بھی خود دیتی ہے اسے کسی وکیل کی ضرورت نہیں اور یہ ایسی خوبی ہے جو کسی الہامی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔

(۳) قرآن کریم کے مسائل کو سائنس کے اس حصہ سے عین مطابق ثابت کر کے دکھا دیا جو علم مشہودہ و محسوسہ کی طرح پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا تھا ۔

دیگر مسائل اسلام کا حل جو از سرِ بستہ چلے آتے تھے

(۱) دجّال کے مسئلہ پر روشنی ڈالی اور یاجوج ماجوج کی نشان دہی کی ۔ (حمامة البشریٰ)

(۲) جہاد کے مسئلہ کی حقیقت بیان کی جو عظیم الشان مسئلہ مسلمانوں کی بے سمجھی سے اسلام کے نورانی چہرہ پر ایک بدنما داغ بن گیا تھا (رسالہ جہاد اردو و انگریزی)

(۳) نزول کی کیفیت واضح کر دی۔ (آئینہ کمالات اسلام)

(۴) نزول ملائکہ کے مسئلہ کو بدلائل تو یہ کھول کر رکھ دیا (توضیح مرام و ازالہ اوہام)

(۵) مہدی کے جھگڑے کو بدلائل تو یہ ہمیشہ کے لئے اُٹھا دیا ۔ (ازالہ اوہام اور کشف الغطاء وغیرہ)

(۶) مسئلہ معراج کی کیفیت بھی منکشف کر دی (ازالہ اوہام)

(۷) احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پرکھنے کے لئے عجیب معیار قائم کیا یعنی جو حدیث قرآن کریم کے مفہوم کے مخالف ہو وہ سچی نہیں ہو سکتی ۔ جو احادیث تعامل میں آگئیں یا جن احادیث میں بیان کردہ پیشگوئیاں وقوع پذیر ہو گئیں ان سے بڑھکر کوئی حدیث معتبر نہیں ۔ (شہادت القرآن و ازالہ اوہام)

(۸) احیائے موتیٰ کی کیفیت خوب کھول کر بیان کر دی اور مسلمانوں کو اس غلط خیال سے کہ حقیقی موتیٰ زندہ ہو جایا کرتے ہیں نکال دیا (ازالہ اوہام وغیرہ)

(۹) وحی کی کیفیت بیان کر دی اور بتا دیا کہ مورد وحی کیسے سلیم القلب انسان ہوتے ہیں (براہین احمدیہ اور آئینہ کمالات اسلام)

(۱۰) سچی خوابوں کی پہچان کا طریق واضح کر دیا کہ کونسی خواب رحمانی ہوتی ہے اور کونسی شیطانی ۔
(تحفہ گولڑویہ وغیرہ)

(۱۱) دعا کی فلاسفی جس سے مسلمان محض ناآشنا تھے خوب کھول کھول کر بیان کر دی اور ثابت کر دیا کہ نظام دنیا میں دعا کا بہت بڑا انقلاب انگیز تصرف ہے ۔
(برکات الدعا)

(۱۲) توکل کے غلط معنے کو جس میں مسلم قوم مبتلا تھی یکسر اُٹھا دیا اور توکل کی اصل حقیقت پر خوب روشنی ڈالی۔

موعودم و بحلیہ ماثور آمدم
حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم
رنگم چو گندم است و بمو فرق بیّن است
زاں ساں کہ آمد است در اخبار سرورم
ایں مقدمم نہ جائے شکوک است و التباس
سید جدا کند ز مسیحائے احمرم

ترجمہ:۔ (۱) میں ہی مسیح موعود ہوں میرا حلیہ آثار میں مذکور ہے حیف ان لوگوں پر جو مجھے نہیں پہچانتے ۔۔۔

ابن مریم کا خطاب

(مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی)

مسلمانوں میں مریمؑ کی فضیلت اور عظمت اسی امر سے ظاہر ہے کہ ایک سورۃ ان کی والدہ (امراۃ عمران) کے نام پر موجود ہے جس میں اس نیک و پاک اور عابدہ عورت کا تذکرہ بالیک آئیڈیل ماں کا نمونہ اور اسوہ حسنہ مسلمان عورتوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے مذکور ہے اسی اسوہ حسنہ کو مدنظر رکھ کر مسلمانوں میں بیشمار عورتوں کا نام مریم رکھا جاتا ہے اور ایک سورت خود مریم کے نام سے قرآن مجید میں درج ہے جس میں اس عورت کی فضیلت اور خصوصیت کا ذکر ہے ۔

اس سے بڑھکر قرآن مجید میں کامل درجہ کے مومن کو مریم صفت مومن قرار دیا گیا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ ہوتا ہے مگر وہ نبی نہیں کہلا سکتے جیسا کہ مریمؑ سے اللہ تعالےٰ نے باتیں کیں مگر وہ نبیہ نہ تھیں گویا امت مسلمہ کا درجہ کمال جناب مریمؑ کے مرتبہ کمال کی شکل ہے دیکھو سورہ تحریم کی آخری آیت جس کا استنباط یہ ہے

۱۔ مریم۔ امت مسلمہ کا درجہ تکمیل

۲۔ بنت عمران ۔ کلچر اور تہذیب کا ماحصل کے لفظی معنی پکے ہوئے اناج کا پولا ہیں جو کھیت پر محنت مشقت کا نتیجہ ہوتا ہے ۔

۳۔ محصنہ ۔ تمام عیوب اور بدیوں سے محفوظ اور پاک ۔

۴۔ فنفخنا فیہ ۔ اس میں اللہ تعالےٰ کی طرف نفخ روح ہوتا ہے یعنی اس سے مکالمہ الہٰیہ ہوتا ہے ۔

۵۔ مصدق کلمات ۔ اللہ تعالیٰ کی کتب مقدسہ کا مصدق اور انبیاء سابقہ کے وعدوں کا موعود ہوتا ہے ۔

آیت زیر بحث میں گو مریم کا نام آیا ہے مگر اس کی طرف ضمیر مذکر (ہ) پھیر کر بتا دیا ہے کہ اس سے مراد امت مسلمہ کا کامل مرد ہے ۔ اور اس بنا پر آنے والے مسیح کو ابن مریم کا خطاب دیا گیا ہے ۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

جانِ جاں با جانِ جز آسیب کرد
عقل از دو ڈر سے بستہ در جیب کرد

---

(۱) عیسٰی بنی اسرائیلی میں اور مجھ میں یہ فرق ہے کہ میرا رنگ مطابق احادیث حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گندمی ہے ۔

(۲) میرے مسیح موعود ہو کر آنے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے سرخ رنگ والے مسیح سے میرا حلیہ الگ بنایا ہے ۔ والسلام

حضرت مسیح موعودؑ کا جذبِ رُوحانی

ایک مخالف عالمِ دین کو مصافحہ کرتے ہی اپنا مطیع و عاشقِ زار بنا لیا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں کئی ایسے واقعات دیکھنے میں آئے جن سے آپ کی زبردست مقناطیسی قوت اور جذبِ روحانی کا ثبوت ملتا ہے، کئی ایسے لوگ آپ کی خدمت میں جو دشمنی و عناد کے جذبات سے اندھے ہو کر آپ کو مورد گزند و ایذا بنانا چاہتے تھے، لیکن آپ کی صحبت میں بیٹھتے ہی ایسے رام ہوئے کہ آپ کے غلام ہو کر رہ گئے، کئی لوگ طرح طرح کے اعتراضات اور شکوک و شبہات دل میں لیکر پہنچے اور آپ کی ایک ہی تقریر نے ان کے دلوں کو صاف کر دیا، کئی لوگ اپنی فاسقانہ اور فاجرانہ زندگیوں سے آپ کے ہاتھ پر تائب ہوئے کہ "چوروں قطب بنایا" کا عملی مشاہدہ دنیا نے کیا، آپ کی اسی مقناطیسی قوت اور جذبِ روحانی کا ایک مشاہدہ لدھیانہ میں ہوا جب ایک مخالف عالم دین آپ کی تردید میں وعظ کرتے کرتے محض مصافحہ سے ہی آپ کے مطیع منقاد اور عاشقِ زار بن گئے،، اس واقعہ کو حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف مجدد اعظم جلد دوئم میں بالفاظ ذیل قلمبند کیا ہے:-

لدھیانہ میں مخالفتوں کے ہجوم میں اتفاق سے مولانا غلام نبی صاحب جو خوشاب کے رہنے والے تھے لدھیانہ تشریف لائے یہ صاحب بہت بڑے عالم اور صرف و نحو میں بہت عبور رکھتے تھے۔ انہوں نے لدھیانہ پہنچتے ہی حضرت اقدس کی مخالفت میں جابجا شہر میں وعظ کرنا شروع کر دیا۔ ان کے علم (وفضل) کی شہر میں دھوم مچ گئی۔ اور لوگوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ہر ہر محلہ ان کی تقریریں کرانی شروع کر دیں۔ انہوں نے بھی حضرت اقدس کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور آیتوں پر آیتیں اور حدیثوں پر حدیثیں پڑھ پڑھ کر ان سے بزعم خود حیات مسیح پر استدلال کرتے رہے۔ ایک روز اسی محلہ میں کہ جس محلہ میں حضرت اقدس تشریف فرما تھے مولوی صاحب کا وعظ تھا۔ ہزاروں آدمی جمع تھے اور اس وعظ میں جتنا علم تھا سب ختم کر دیا اور لوگوں نے تحسین و آفرین کے نعروں سے سارا محلہ پڑا گونج رہا تھا۔ اور مرحبا اور صلِ علیٰ کے شور سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ اس وعظ میں لدھیانہ کے تمام مولوی موجود تھے اور ان کے حسن بیان اور علم کی بار بار داد دیتے تھے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین اور مولوی شاہ دین اور مولوی عبدالعزیز اور مولوی محمد اور مولوی عبداللہ اور دو چار اور مولوی جو میر دنجات سے مولوی غلام نبی صاحب کی شہرت اور علمی لیاقت اور خداداد قابلیت کا شہرہ سن کر آئے ہوئے تھے حاضر تھے۔ کیونکہ یہ خاص وعظ تھا۔ پیر سراج الحق نعمانی صاحب کا بیان ہے کہ یہ سب نعرے اور شور مرحبا ہمارے کانوں تک پہنچ رہا تھا۔ اور . . . . مردانہ مکان میں ہم چار پانچ آدمی چپکے بیٹھے سن رہے تھے۔ دل اندر سے کڑھتا تھا۔ مگر کچھ بس نہ چلتا تھا۔ حضرت اقدس زنانہ میں تھے اور کتاب ازالہ اوہام کا مسودہ تیار کر رہے تھے۔ مولوی غلام نبی صاحب وعظ کہکر اور پوری مخالفت کا زور لگا کر چلے اور ساتھ ساتھ تمام مولوی صاحبان اور ایک جم غفیر لوگوں کا تھا۔ اور ادھر حضرت صاحب زنانہ مکان سے مردانہ مکان میں جانے کے لئے باہر نکلے تو مولوی غلام نبی صاحب سے مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ خود حضرت صاحب نے السلام علیکم کہکر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور مولوی صاحب نے وعلیکم السلام کہکر مصافحہ کیا۔ خدا جانے اس مصافحہ میں کیا مقناطیسی قوت تھی اور کیسی برقی طاقت اور کیا روحانی کشش تھی کہ آپ سے ہاتھ ملاتے ہی مولوی صاحب ایسے از خود رفتہ ہوئے کہ بغیر کسی چون و چرا کے سیدھے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے حضرت اقدس کے ساتھ مردانہ مکان میں چلے آئے اور حضرت اقدس کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے۔ اور باہر مولوی لوگ اور بہا حاضرین وعظ حیرت میں کھڑے رہ گئے۔ اور آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ کسی نے یہ کہا کہ مولوی صاحب نے بڑی حماقت کی جو مرزا صاحب کے ساتھ چلے گئے۔ کسی نے کہا کہ مرزا جادوگر ہے خبر نہیں کیا جادو کر دیا۔ کسی نے کہا کہ مرزا کا بڑا رعب ہے۔ مولوی صاحب رعب میں آ گئے۔ کسی نے کہا مرزا بڑے پیسے والا ہے اور مولوی لوگ لالچی ہوتے ہیں مرزا نے کچھ لالچ دے دیا ہوگا۔ کسی نے کہا مرزا نے جو اتنا بڑا دعویٰ کیا ہے مرزا خالی نہیں ہے۔ کیا یہ دعویٰ کسی ایسے ویسے کا ہے۔ اس پر مولوی لوگ بہت بگڑے۔ ایک زبان ہو کر کہنے لگے کہ مولوی صاحب مرزا کی خبر لینے گئے ہیں۔ دیکھنا تو سہی مرزا کی کیا گت بنتی ہے۔ مولوی صاحب مرزا سے علم میں کم نہیں ہیں۔ طامع نہیں ہیں۔ صاحب روزگار ہیں۔ بڑے علم و فضل والے ہیں۔ دیکھنا مرزا کو نیچا دکھا کے آئیں گے۔ غرضیکہ یہاں باہر تو جتنے منہ اتنی باتیں تھیں۔ اور اندر یہ عالم تھا کہ مولوی غلام نبی صاحب حضرت اقدس کے سامنے چپ چاپ بیٹھے ہوئے تھے۔ پوچھا تو یہ پوچھا کہ حضرت آپ نے وفات مسیح کا مسئلہ کہاں سے لیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ "قرآن شریف سے، حدیث شریف سے اور علماء اور ربانیین کے اقوال سے"۔ مولوی صاحب بولے کوئی آیت قرآن مجید میں وفات مسیح کے بارہ میں ہو تو بتلائیے۔ حضرت صاحب نے قرآن شریف دو جگہ سے کھول کر اور کاغذ کا نشان رکھکر مولوی صاحب کے ہاتھ میں دیا۔ ایک مقام تو سورۃ آل عمران یعنی تیسرے پارے کے تیسرے پاؤ میں سے تھا جہاں یہ آیت تھی یا عیسیٰ انی متوفیک . . . . . اور دوسری جگہ سورۃ مائدہ کا آخری رکوع تھا جہاں فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم تھا۔ مولوی صاحب دونوں مقاموں کی دونوں آیتیں دیکھ کر حیران ہو گئے۔ لیکن مطالبہ کہ یتوفی احدھم بھی تو قرآن شریف میں ہے اس کے کیا معنے ہونگے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ان آیتوں میں جو ہم نے پیش کی ہیں توفی باب تفعل سے ہے جس کے معنی جب خدا فاعل ہو اور ذی روح مفعول ہو تو سوائے قبض روح کے اور کچھ ہوتے ہی نہیں۔ اور جو آیت آپ نے پیش کی ہے وہاں باب تفعیل سے ہے یعنی اس کا مصدر توفیہ ہے جس کے معنی ہیں پورا پورا دینا۔ پس دونوں جگہ باب الگ الگ ہیں۔ آپ تو بڑے صرفی نحوی ہیں اس پر غور فرمائیں۔ مولوی صاحب تو سوچ میں غرق ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اور کہا کہ معاف فرمایئے میری غلطی تھی جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہی صحیح ہے۔ قرآن مجید آپ کے ساتھ"۔ حضرت اقدس نے فرمایا "جب قرآن مجید ہمارے ساتھ ہے تو آپ کس کے ساتھ ہیں"۔ مولوی صاحب اتنے متاثر ہوئے کہ رو پڑے اور عرض کیا کہ یہ گنہگار پھر حضور کے ساتھ ہے"۔ اس کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ الغرض اندر تو مولوی صاحب پر یہ حالت طاری تھی اور باہر ہزاروں لوگ جو کھڑے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ آج مرزا قابو آیا۔ آج مولانا اس کو توبہ کرا کے چھوڑیں گے۔ جب بہت دیر ہو گئی تو لوگوں نے فریاد شروع کی اور لگے آوازیں دینے کہ مولانا باہر تشریف لایئے۔ پہلے تو مولوی صاحب نے کچھ جواب نہ دیا۔ جب بہت شور مچا تو مولوی صاحب نے کہلا بھیجا کہ تم جاؤ میں نے حق دیکھ لیا اور حق پا لیا۔ تم بھی اگر چاہو تو آ جاؤ۔ اور میرے ساتھ تائب ہو کر خدا کے سامنے سرخرو ہو جاؤ اور اس امام کو مان لو۔ میں اس امام صادق سے کس طرح الگ ہو سکتا ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موعود ہے، جس کو آنحضرت صلعم نے سلام بھیجا۔ چنانچہ وہ حدیث شریف یہ ہے کہ من ادرک منکم عیسی ابن مریم فلیقرء منی السلام۔ پھر مولوی صاحب حضرت اقدس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس حدیث کو پڑھکر عرض کیا کہ میں اس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو سلام علیک کہتا ہوں۔ حضرت اقدس نے اس وقت ایک عجیب لہجہ اور عجیب آواز سے وعلیکم السلام کہا کہ دل سننے کی تاب نہ لاتے اور مولوی مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ اس وقت حضرت اقدس کے چہرہ مبارک کا نقشہ ہی کچھ اور تھا اور حاضرین مجلس پر ایک وجد کا عالم تھا۔ پھر مولوی صاحب نے بیرون در جو لوگ کھڑے تھے ان کو پیغام بھیجا کہ مسیح ابن مریم موسوی مر گئے اور آنے والا آ گیا۔ تم یا تو چلے جاؤ اور یا اندر آ جاؤ اور میری طرح تم بھی ان کے قدموں میں گرو۔ جب یہ پیغام باہر پہنچا تو کیا مولوی اور کیا عام لوگ سب نے کافر کافر کا شور مچایا۔ اور گالیوں کی بوچھاڑ پڑنے لگی اور سب لوگ برا بھلا کہتے ہوئے منتشر ہو گئے کہ مرزا جادوگر ہے ان کی چڑھ بن گئی۔ مولوی صاحبان شرم کے مارے گردن نیچی کئے ہوئے کہتے چلے گئے کہ غلام نبی جاہل تھا اسے سمجھ ہی کیا تھی۔ کبھی ہم سے مرزا کو واسطہ پڑے تو آٹے دال کا بھاؤ یاد آ جائے گا۔ اس کے بعد مولویوں نے پہلے تو مولوی غلام نبی صاحب کو پھسلانا چاہا اور کہلا بھیجا کہ ہماری دو باتیں تو سن جاؤ مگر مولوی صاحب نے توجہ نہ کی۔ جب یوں کام نہ چلا تو مباحثہ کی دعوت دے دی۔ مولوی غلام نبی صاحب نے فوراً منظور کر لی۔ مگر باتیں ہی باتیں تھیں مباحثہ کے لئے سامنے کوئی نہ آیا۔ تب مولوی غلام نبی صاحب نے ایک اشتہار مباحثہ کے لئے دے دیا کہ جسے علم کا دعوے ہو وہ مجھ سے مباحثہ کر لے مگر کوئی مولوی باہر نہ نکلا۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے اشتہار دیا کہ جو شخص حضرت عیسیٰ کی حیات کی تائید میں قرآن شریف کی آیت صریح اور حدیث صحیح پیش کرے گا تو فی آیت اور فی حدیث دس روپے انعام دیئے جائیں گے۔ اور روپے پہلے بنک میں جمع کرا دیئے جائیں گے۔ اس اشتہار کو پڑھ کر بھی کسی نے دم نہ

مارا۔ مولوی غلام نبی صاحب تو بس حضرت اقدسؑ ہی کے ہو رہے۔ ایک عشقیہ رنگ پیدا ہو گیا اور ان کا ایسا مجسمہ بن گیا کہ کوئی مولوی یا شخص آتا تو اس سے بات کرنے اور مباحثہ کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے اور حضرت کا ہی چہرہ دیکھتے رہتے اور خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے اور حضور کا کلام سننے کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔ حضرت صاحب اندر زنانخانہ میں تشریف لے جاتے تو مولوی صاحب بیقرار ہو جاتے اور روتے اور بار بار استغفار کرتے کہ اتنے روز تو میری طرف سے مخالفت ہوئی اور میری زبان سے گستاخانہ کلمات نکلے اس کا میں خدا کے سامنے کیا جواب دوں گا۔ حضرت صاحب باہر تشریف لاتے تو مولوی صاحب کو چین پڑتا۔ مولوی صاحب کہیں ملازم تھے وہاں سے خط آیا کہ جلد آؤ ورنہ نام کٹ جائے گا۔ مولوی صاحب نے ملازمت کی کچھ پرواہ نہ کی اور کہا کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی بیعت کی ہے مجھے ملازمت کی کوئی پرواہ نہیں۔ میں حضرت امامؑ کی صحبت کو غنیمت سمجھتا ہوں۔ حضرت اقدس کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ نوکری ملازمت کو چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے۔ ہاں خود بخود ہی اللہ تعالیٰ اپنی کسی خاص مصلحت سے علیحدہ کرے تو بات دوسری ہے۔ اس وقت ضرور ملازمت پر چلا جانا چاہیئے۔ پھر رخصت لے کر آجانا۔ یا اللہ تعالیٰ کوئی اور راہ نکال دے گا۔ حضرت صاحب کے ارشاد پر مولوی صاحب طوعاً و کرہاً چلنے پر راضی ہو گئے تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ "مولوی صاحب کا دل جانے کو نہیں چاہتا دیکھو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے یہ معنی ہیں"۔ خیر مولوی صاحب چل دئیے لیکن کچھ دیر کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ مولوی صاحب مسکراتے ہوئے خوش خوش بغل میں گٹھڑی دبائے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ سب حیران ہو گئے اور حضرت اقدس بھی ہنسنے لگے۔ مولوی صاحب نے عرض کی کہ میں اسٹیشن پر پہنچا تو ریل نکل چکی تھی تو لوگوں نے کہا کہ اسٹیشن پر ٹھہر جاؤ دوسرے وقت چلے جانا۔ میں نے کہا جتنی دیر یہاں وقت گزاروں گا میں کیوں نہ حضرت اقدس کی خدمت میں گزاروں۔ حضرت نے فرمایا کہ جزاک اللہ بہت اچھا خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ اس میں کچھ حکمت الٰہی ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ڈاک آئی اس میں مولوی صاحب کے نام کا خط تھا کہ اول تو ملازمت پر حاضر ہو جاؤ اور اگر کسی وجہ سے نہ آسکو تو رخصت کیلئے درخواست بھیجدو۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ دیکھو ریل کے نہ ملنے میں یہ حکمت تھی۔ اب رخصت کی درخواست بھیجدو۔ مولوی صاحب نے درخواست بھیجدی اور رخصت منظور ہو کر آگئی۔ اس طرح مولوی صاحب کو بہت روز حضرت کی خدمت میں رہ کر فیض صحبت حاصل کرنے کا موقعہ مل گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا وصال کس طرح ہوا؟

حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم و مغفور کا بیان

حضرت مسیح موعودؑ اپنی زندگی کے آخری ایام میں لاہور تشریف لائے ہوئے تھے آپ کا قیام حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب مرحوم و مغفور کے مکان واقعہ احمدیہ بلڈنگس میں تھا۔ ان آخری ایام میں آپ "پیغام صلح" کے نام سے ایک لیکچر لکھ رہے تھے جس میں ہندوؤں کو صلح و اتحاد کی دعوت دی گئی تھی۔ اسی دوران میں آپ کو مرض اسہال کا جو آپ کی ایک پرانی مرض تھی ایسا دورہ پڑا کہ آپ اس جسم عنصری کو چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی اس بیماری اور وصال کی مفصل کیفیت حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے اپنے ایک خط میں لکھی ہے جو اخبار "بدر" قادیان مورخہ ۲ جون ۱۹۰۸ء سے ذیل نقل کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جیسا کہ آپ سب صاحبان کو معلوم ہے کہ حضرت امامنا و مولانا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسہال کی بیماری بہت دیر سے تھی اور جب آپ کوئی دماغی کام زور سے کرتے تھے حضور کو یہ بیماری بسبب کھانا نہ ہضم ہونے کے ہو جایا کرتی تھی۔ اور چونکہ دل سخت کمزور تھا۔ نبض ساقط ہو جایا کرتی تھی اور عموماً مشک وغیرہ کے استعمال سے واپس آجاتی تھی۔ اس دفعہ لاہور کے قیام میں بھی حضور کو دو تین دفعہ پہلے یہ حالت ہوئی لیکن ۲۵ تاریخ مئی شام کو جب کہ آپ سارا دن "پیغام صلح" کا مضمون لکھنے کے بعد سیر کو تشریف لے گئے تو واپسی پر حضور کو پھر اس بیماری کا دورہ شروع ہوا اور چونکہ پہلے مقوی معدہ استعمال فرماتے تھے مجھے حکم بھیجا تو میں نے بھیجدی مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور قریباً گیارہ بجے ایک دست آنے پر طبیعت از حد کمزور ہو گئی اور مجھے اور حضرت خلیفہ مولوی نور الدین صاحب کو طلب فرمایا۔ مقوی ادویہ دی گئیں اور اس خیال سے کہ دماغی کام کی وجہ سے یہ مرض شروع ہوا نیند آنے سے آرام ہو جائے گا ہم واپس اپنی جگہ پر چلے گئے۔ مگر تقریباً دو اور تین بجے کے درمیان ایک اور بڑا دست آگیا جس سے کہ نبض بالکل بند ہو گئی اور مجھے اور حضرت مولانا خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کو بلوایا اور برادرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی گھر سے طلب کیا گیا۔ اور جب وہ تشریف لائے تو مرزا صاحب کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ مجھے سخت دورہ اسہال کا ہو گیا ہے آپ کوئی دوائی تجویز کریں۔ پھر ساتھ ہی فرمایا کہ حقیقت میں تو دوا آسمان پر ہے۔ آپ دوا بھی کریں اور دعا بھی۔ علاج شروع کیا گیا۔ چونکہ حالت نازک ہو گئی تھی اس لئے ہم پاس ہی ٹھہرے رہے اور علاج باقاعدہ ہوتا رہا۔ مگر پھر نبض واپس نہ آئی یہاں تک کہ بعد اس کے حافظ فضل احمد صاحب نے سورہ یٰسین سنائی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل صبح ۱۰½ بجے کے بعد حضرت اقدس کی روح اپنے محبوب حقیقی سے جا ملی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس عرصہ میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف یہی کہتے رہے اے میرے پیارے اے میرے پیارے اے میرے پیارے اللہ۔ اے میرے پیارے اللہ۔ یہی الفاظ بڑے محبت بھرے لہجے میں آپ کہتے رہے اور جب صبح کی نماز کی اذان کان میں پڑی تو پوچھا کہ کیا صبح کا وقت ہو گیا؟ پھر باوجود سخت ناطاقتی اور کمزوری کے آپ نے نماز کی نیت باندھ لی اور نماز ادا کی یہاں تک کہ آپ اس پیارے کو جا ملے جس کے لئے آپ رات دن کوشاں تھے۔ حضرت ام المومنین نے اس وقت وہ نمونہ دکھایا کہ اس سے انسان حضرت اقدس کی قوت قدسی کا اندازہ اچھی طرح سے کر سکتا ہے۔ ہم سب چھ سات گھنٹے حضرت کی خدمت میں رہے۔ ام المومنین برقعہ پہنے خدمت والا میں رہیں اور کبھی سجدہ میں گر جاتیں اور بار بار یہی کہتی تھیں کہ اے حی و قیوم خدا۔ اے میرے پیارے خدا۔ اے قادر مطلق خدا اے مردوں کے زندہ کرنے والے خدا تو ہماری مدد کر۔ اے واحد لاشریک خدا۔ اے خدا میرے گناہوں کو بخش میں گنہگار ہوں۔ اے میرے مولا میری زندگی بھی ان کو دیدے۔ میری زندگی کس کام کی ہے یہ تو دین کی خدمت کرتا ہے میری زندگی بھی اس کو دے بار بار یہی الفاظ آپ کی پاک زبان پر تھے۔ کسی قسم کی جزع فزع آپ نے نہیں فرمائی اور اخیر میں جبکہ انجام بہت قریب تھا آپ میرے پیارے خدا یہ تو ہمیں چھوڑتے ہیں تو ہمیں نہ چھوڑیو اور کئی بار یہ کہا اور جب اخیر میں سورہ یٰسین پڑھی گئی اور دم نکل گیا تو اندر مستورات نے رونا شروع کیا۔ مگر آپ بالکل خاموش ہو گئیں اور ان عورتوں کو بڑے زور سے جھڑک دیا اور کہا میرے تو خاوند تھے جب میں نہیں روتی تو تم کون رونے والی ہو۔ ایسا صبر و استقلال کا نمونہ ایک ایسی پاک عورت سے جو کہ ایسے ناز و نعمت میں پلی ہو اور جس کا ایسا بادشاہ اور ناز اٹھانے والا خاوند انتقال کر جائے ایک اعجاز ہے۔

اسی طرح صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنا پورا صبر اور استقلال کا نمونہ دکھایا اور ہر طرف سے سوائے حی و قیوم کے الفاظ کے اور کوئی آواز نہ آتی تھی۔ یہ سارا نقشہ حضرت اقدس کی قوت قدسی کا اندازہ کرنے کے لئے ایک انصاف پسند آدمی کے لئے کافی ہے۔ اس سے میرے اور دیگر حاضرین کے ایمان کو ازحد تقویت پہنچی۔ اخیر میں یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کے روح کے درجات کو زیادہ کرے اور خاص رحمتوں کے نزول کی جگہ عطا فرمائے۔ فقط

خاکسار

سید محمد حسین اسسٹنٹ سرجن

بشارت

غیروں سے کہا تم نے غیروں سے سنا تم نے
کچھ ہم سے کہا ہوتا کچھ ہم سے سنا ہوتا

غلام ربانی صاحب بی اے۔ آنرز

جب سے دیارِ ہند میں احمدیت کی دعوت بلند ہوئی ہے نادان لوگوں نے عوام کو اس سے بیگانہ رکھنے کی سرتوڑ کوشش کی ہے۔ کچھ نیتیوں نے ہند کے طول و عرض کا چکر کاٹا اور فتویٰ کفر تیار کیا۔ کچھ پنڈت اور وِدوان بڑھے اور انہوں نے اپنے اس موعود کو ماننے سے انکار کیا کیونکہ وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہے اور انہی کی پیروی کو لازمی قرار دیتا ہے۔ کلیسا کے اسقف اور راہب مل کر یہ منصوبہ بُنتے رہے کہ مسیح پر اقدامِ قتل کا جرم ثابت ہو اور اس دعوت کو ہمیں بند کر دیا جائے۔ حکومت انگریزی کے پاس مسلمان مُلّا، ہندو پنڈت اور مسیحی پادری انہی عرضداشتوں کو لے کر پہنچے کہ یہ شخص جو اپنے آپ کو خدا کا مرسل اور موعود ادیان قرار دیتا ہے دراصل باغی ہے۔ یہ مہدی سوڈانی کے نقشِ قدم پہ وقت کا منتظر ہے۔ اور ایک دن سلطنت برطانیہ کو تباہ کر دے گا اس کا استیصال ضروری ہے۔

احمدیت اکناف عالم میں

لیکن خدا تعالےٰ کا حکم ہمیشہ بلند رہتا ہے جب اس نے ایک مرتبہ کہہ دیا کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی تو پھر کسے پَر مارنے کی مجال ہے۔ احمدی دعوت اب بھی اکنافِ عالم میں اس امر کا اعلان کر رہی ہے کہ

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا
اب اس کے بعد اوروں کا ہے انتظار کیا
توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

[شعر میں تصرف تسلسل مفہوم کے لئے کیا گیا ہے "میرے بعد" کی بجائے "اس کے بعد" کو اسی ضرورت پر محمول سمجھا جائے]

مخالفت کا نیا دور

اب ہمارے وطن پاکستان میں مخالفت کا ایک نیا دور شروع ہے۔ قریہ قریہ کانفرنسیں کی جا رہی ہیں۔ لیکن ڈھنگ بدلا ہوا ہے۔ پہلے مخالف آسمانی صحیفوں کو ڈھونڈتے پھرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ شخص مرزا غلام احمد جو اپنے آپ کو خدا کا بھیجا ہوا مسیح، مہدی اور موعود ادیان کُل کہتا ہے بے دین ہے۔ آسمانی صحیفوں کا مخالف ہے اس لئے اس کے ساتھ پورا پورا مقاطعہ کرو اور اس کے متبعین کو مجالس سے خارج کرو ان سے موانست کا رشتہ ناطہ توڑ دو اب یہی لوگ ریاست کے بُت کے سامنے سربسجود ہو کر گڑگڑا رہے ہیں کہ ہم پر رحم کرو اس بڑھتی ہوئی رَو کو اپنے آہنی پنجوں سے روک دو۔ اس کی زبان پر احتساب بٹھا دو نہیں تو یہ لوگ ہمارے عوام کو اپنی طرف کھینچ لیں گے۔

عذابِ الٰہی کی وجہ

کاش کہ انہیں سمجھ ہوتی کہ بستیاں کیوں ہلاک ہوتی ہیں آج آسمان کیوں شعلہ فگن ہے۔ زمین کس لئے تھرا رہی ہے حیرت ہے کہ آسمانی صحائف کا اقرار کرتے ہوئے یہ کیوں ان سے منحرف ہو گئے۔ کیا انہیں علم نہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے پاک نوشتوں میں وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا بھی لکھا ہے۔ کیا یہ بھول گئے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ اگر یہ درست ہے تو پھر وہ کون ہے جس کی مخالفت یہ کرتے ہیں۔

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
لرزا آیا اس زمیں پر اس کے چِلّانے کے دن
کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

بچاؤ کی فکر

ایک دور تھا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو طاقتور سمجھتے تھے۔ اب یہ دور ہے کہ انہیں اپنے بچاؤ کی فکر ہے اور یہ امر خداوندی کو اپنے ناتواں ہاتھوں سے روکنا چاہتے ہیں۔ کاش انہیں فکر فردا ہوتی۔ انہیں پتہ ہوتا کہ ان کا مستقبل تاریک ہے یہ اس تاریکی کو اور گھناؤنا کیوں بناتے ہیں۔ یہ خود ایک طرف اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ خدا تعالیٰ قوموں اور بستیوں کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک اپنی طرف سے ایک ڈرانے والا نہ بھیجے۔ پھر یہ بھی انہوں نے مان لیا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک بہت بڑا موعود مسیح اور مہدی آنے والا ہے جس کا ساتھ دینا ہر مسلمان پر لازم ہے اور اسی کی جماعت کو قرآن پاک نے وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ میں یاد کیا ہے۔ پھر نسلاً بعد نسلٍ اس آنے والے موعود کا ذکر انہوں نے اپنی مجالس میں زندہ رکھا اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کے منتظر رہے کہ جب وہ موعود ظاہر ہو تو حضور کا سلام اسے پہنچائیں۔ اپنے خلف کو یہ بھی کہتے رہے کہ آنے والا بعض نبیوں سے بھی افضل ہوگا اور جو اسے نہ مانے گا خدا تعالےٰ کے حضور سزا کا مستحق ٹھہرے گا لیکن جب وہ موعود آ گیا اور جس طرح بجلی مشرق میں کوند کر مغرب تک دکھائی دیتی ہے اس کے نام کی منادی دور و نزدیک پھیل گئی تو انہی لوگوں نے کہنا شروع کیا یہ شخص کچھ بندا چاہتا ہے، جبھی تو یہ اپنے "قبول و استرداد" پر اتنا زور دیتا ہے۔ یہ کافر اور بے دین ہے اسی لئے تو ہم اس کا ساتھ نہیں دیتے۔ اس کے کفر

عُلما کی غلط روی

پاکستان میں بسنے والی مسلم قوم کے وہ علماء جو تحصیل علمِ دین میں ایک عمر گذار چکے ہیں کیا انہوں نے اس بات کا کبھی خیال کیا ہے کہ مسلمان قوم کو مسیح سے برگشتہ کرنے کا گناہ ان کی گردن پر ہے۔ کیا ان کے سامنے احمدی دعوت کوئی انوکھی اور نئی ہے اور وہ اصطلاحیں جو مسیح موعود نے استعمال کیں ان کا مفہوم ان کی سمجھ سے بالا ہے۔ کیا وہ مسیح موعود اور مہدی کے مقام سے شناسا نہیں۔ پھر وہ کیوں لوگوں کو ورغلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احمدیوں نے مسلمانوں سے ربط و ضبط کاٹ دیا ہے۔ یہ غلط روی "مسندِ رسول" پر بیٹھنے والوں کو زیب نہیں دیتی۔ کیا انہیں یاد نہیں کہ آنے والے مسیح کو حضرت نبی کریم صلعم نے نبی اللہ کہہ کر پکارا ہے۔ جو ایک فصیح استعارہ ہے جس سے مسیح موعود کی عظمت اور اقتدار کا پتہ چلتا ہے ورنہ خاتم النبیین کے بعد نبی کیسا۔

نئے دور کی تعمیر اور علماء

اے شریعت کے محافظو بتاؤ آج تمہارے پاس انسانوں کی ہمدردی اور محبت کا وہ کونسا نظام ہے جسے تم حتمی اور یقینی طور پر لوگوں کے سامنے پیش کر سکتے ہو۔ کونسا مسلک ہے جس کی کامیابی کا تمہیں یقین ہے۔ اگر کہو کہ قرآن پاک تو بیشک قرآن پاک آج بھی دنیا میں انقلاب پیدا کر سکتا اور اس دورِ امن کو لا سکتا ہے جو ہر قسم کی مشکلات سے دنیا کو نکال دے لیکن تمہارے پاس تو صرف خشک الفاظ ہیں ان کے مفہوم و مطالب سے تم اسی طرح تہی دامن ہو جیسے ایک قرآن کو نہ ماننے والا دوسری طرف تم یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے مسکراتے ہوئے چہروں کو دیکھو جو اسرائیل، کرسچین سٹیلمنٹ اور ہندو مہاسبھا کی شکلوں میں تمہارے اس دعوے کو اسی قوت سے جھٹلا رہے ہیں۔ اے کتاب پرستو ماضی کے واقعات دہرا کر تم ایک افسانوی ادب تو پیدا کر سکتے ہو لیکن وہ ایمان جو ایک نئے دور کو تعمیر کرے تمہارے الفاظ کی شعبدہ بازی سے ایک نظام نہ تعمیر ہو سکتا ہے تو پھر مادہ پرستوں کا نظام کیوں لائقِ تعزیر ہے، پھر اہلِ کتاب، ہنود اور غیر مسلم قوموں کی شرائع آج کیوں منسوخ ہیں اور اگر ان میں سے کوئی آج یہ کہے کہ وہ اپنی کتاب کی بنیادوں پر ایک مستقبل پیدا کرنا چاہتا ہے تو تم اس پر کیوں ہنستے ہو؟

حضرت نبی کریم صلعم کی قوتِ قدسی

اگر کہو کہ اسلام نے گذشتہ صدیوں میں ایک عظیم الشان تہذیب پیدا کی تھی جس پر تاریخ گواہ ہے تو کیا تم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کے منکر ہو یا ان کے رسول اللہ ہونے پر تمہارا ایمان نہیں، یا تم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسا فلسفی مانتے ہو جس کی ذہنی تخلیقات نے ایک تہذیب کو جنم دیا۔ یا پھر خدا تعالےٰ جو زمین و آسمان کا مالک ہے اس کا ایک فرستادہ۔ پہلی حالت تو کسی صورت بھی قابلِ قبول نہیں کیونکہ اگر وہ محض ایک فلسفی تھے تو ہزاروں فلسفی پیدا ہوئے، پھر آج اسلام کے قبول یا استرداد کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ اور اگر خدا تعالےٰ کے فرستادہ تھے جیسا کہ تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ حضور رسول اللہ تھے تو جو تہذیب انہوں نے

تعمیر کی اس میں خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت ہی کو دخل تھا۔ اس تہذیب کا محور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی فیض رساں شخصیت تھی۔ کیا آج مسلمانوں میں کوئی ایسی شخصیت ہے؟ . . . .

اثاث البیت کو دیکھو

تم دنیا کو کچھ دینے چلے ہو پہلے اپنے اثاث البیت کو تو دیکھ لو اور پھر للہ بتاؤ کہ آج تمہارے پاس کیا رہ گیا ہے۔ ایک گرتے ہوئے کنارے پر تمہارے محلوں کی بنیادیں اٹھ رہی ہیں اور جس دن یہ کنارہ گر گیا اسی دن تمہارے تخیل کے یہ رفیع الشان راج محل بھی دھڑام سے زمین پر آ رہیں گے۔ یہودیو اور عیسائیوں کی طرح مردہ روایات کے پجاری نہ بنو۔ وہ مردہ دین جو محض ماضی کی یادداشتوں پر مشتمل ہو زندگی بخش نہیں ہو سکتا۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اتنی معمولی سی بات بھی نہیں سمجھتے، کیا تم بھول گئے ہو کہ پہلے زمانوں میں انبیاء کیوں آتے تھے؟ کیا تم بھی یہودیوں کی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا اسلئے انکار کرتے ہو کہ تم اس میں اپنے گھڑے ہوئے نظریات پر تو نہیں پاتے۔

کیا تم نے اپنے ہی مسلمات فراموش کر دیے کہ ہر دور میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حجت پوری کرنے کے لئے حضورؐ کا ایک نائب مبعوث ہوا کرے گا۔ کیا تمہیں ؎

"آں نبی وقت باشد اے مرید"

کے الفاظ یاد نہیں رہے۔ سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً خاتم الانبیاء ہیں اور حضورؐ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آ سکتا۔ لیکن حضورؐ کی حجت آنے والے تمام زمانوں پر پوری کرنے کے لئے ہر دور میں حضور کی کامل اطاعت میں وہ اشخاص مبعوث کئے جائیں گے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کامل طور پر فنا ہو چکے ہوں اور ان کا اپنا وجود درمیان میں نہ رہے کیونکہ اگر ان کا وجود درمیان میں ہو تو وہ خود مختار ہیں مرشح نہیں۔

ظلِ نبی

وہ اشخاص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نبوت پیش کرتے ہیں اور انہی کی حجت اکناف عالم پر تمام ہو رہی ہوتی۔ فنائیت کے اس مقام پر انہیں اگر ظل نبی کہدیں تو بیجا نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو محض نبی کریم کا سایہ ہی ہوتے ہیں۔ اصل دعوت تو نبی کریم صلعم کی ہے۔ اور وہ اگر خدا تعالیٰ سے تائیدی وحی پائیں تو وہ شریعت کی نقیض نہیں کیونکہ وہ تو شریعت کی ہی تائید کے لئے نازل ہوتی ہے۔ یہی وہ شخصیت ہوتے ہیں جو فیض رسانی کا کام دیتی ہے۔ جن کے ذریعے خدا تعالیٰ کا وہ نور جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا منعکس ہو کر گمراہوں کو راہ ہدایت دکھاتا ہے۔ یہی وہ ہیں جن کا انکار منکر کو سزا کا مستحق قرار دیتا ہے، اور تم جانتے ہو کہ گذشتہ تیرہ سو سال میں ایسے اشخاص پیدا ہوتے رہے ہیں جو نبی تو نہ تھے لیکن انبیاء کے رنگ میں رنگین ہوتے تھے۔ اور محدث مجدد کہلاتے تھے۔ پھر آج تمہیں ایسا محدث ماننے میں کیا عذر ہے۔

التباسِ حق

افسوس کہ تم یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی ان جان بنتے ہو اور عوام الناس کو غلط باتیں کہہ کر بہکاتے ہو۔ اے علمائے ملت تم ظل اور بروز کی اصطلاحوں کو تنسیخ کہکر آج لوگوں کو تو اپنے پیچھے لگا لو لیکن کل جب خدا تعالیٰ تم سے اس تلبسوا الحق بالباطل پر جواب طلبی کرے گا تو کیسے چھٹکارا پاؤ گے۔ اے مسلمان فلسفیو تم اپنے فلسفہ و شعر کے زنگارنگ سے لوگوں کو مسحور کرتے ہو تو کرو لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ لوگوں کو عذاب دینا رہا ہے۔ تم مسلمان ہوتے ہوئے ان آیات مبارکہ سے بے بہرہ نہیں ہو سکتے جو سورہ قمر، لیٰسین، منافقون، ہود، حجر، مومنون اور عنکبوت میں وارد ہوئی ہیں جہاں خدا تعالیٰ نے تذکیر بایام اللہ سے ظالموں کو اپنے عذاب سے ڈرایا ہے پھر تم نے "خاسد خدا" کی پھبتیاں بنا کر جس کے پاس بیماریوں اور زلزلوں کے ذخیرے ہیں خود اس خدا کا منہ کیوں چڑایا۔ جیسے تم مسلمان ہوتے ہوئے اپنا سا ایمان رہے ہو۔ کیا تمہیں مجوسی انکار کا علم نہیں حالانکہ تم فلسفہ کے طالب علم ہو۔ پھر تم نے یہ کتمان حق کس قلندرانہ حالت وجد میں ترتیب دیا۔

وحدت ملی خطرہ میں

اے قوم کے دینی راہنماؤں تمہیں اپنی وحدت ملی اپنے ہی موعود اور محسن سے خطرے میں نظر آتی ہے۔ تم نے خود کس دن اس وحدت ملی کا احترام کیا تھا۔ تمہاری "کافر سازی" نے ترمات کے جسم میں وہ گہرے زخم لگائے جنہیں اسلام بھول نہیں سکتا۔ تم کس طرح اس کے خلاف بول سکتے ہو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود ہو کر آیا ہے جو حکم عدل ہے اور جسے تم نے ہی واجب الاطاعت ٹھہرایا ہے . . . . کیونکہ تم ہی تو اسکی بشارتوں کو ہر آنے والی پود کی طرف منتقل کرتے رہے ہو۔ تمہارے ہی آبا و اجداد اس کے لئے برسوں مجسم انتظار بنے رہے تم ہی نے تو کہا تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق پر ہوگا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمرنگ ہوگا۔ اس کی پیروی فرض ہوگی۔ پھر آج اپنے کہے ہوئے الفاظ سے کیوں پھرتے ہو۔ تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ یہ وہ موعود نہیں لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کے قبول و استرداد پر اس قدر شدت کیوں ہے

مسیح کا ساتھ دو

اب نئے اصول تو نہ گھڑو کہ حکم کا فیصلہ تمہاری عقلوں کے مطابق ہو کیونکہ جو فیصلہ تمہارے خیالات کے مطابق دے وہ تو تمہارے ماتحت ہو وہ حکم عدل تو نہ ہوا حالانکہ تم مان چکے ہو کہ وہ حکم عدل ہوگا۔ اپنے ایمان اور اسلام کی خیر لو خدا کے نوشتے پورے ہو کر رہتے ہیں۔ اپنے مستقبل کو اور تاریک نہ بناؤ اور مغرب سے ابھرتے ہوئے سورج کا انتظار کرو۔ آج مسیح کا ساتھ دو تا کل تمہارے لئے ایک سہانی صبح فتح و کامرانی کی نوید لائے اور تم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی جماعت میں گنے جاؤ۔ بہتوں نے یہ دن دیکھنے کی خواہش کی لیکن نہ دیکھ سکے اور بہتوں نے چاہا کہ یہ باتیں سنیں لیکن بے نصیب رہے۔ مبارک ہو تم کہ تمہارے زمانہ میں وہ موعود آیا جس کی راہ دیکھتے دیکھتے لاکھوں لذراتی مسلمان اور ہندو، عدم ہستی سے گذر گئے۔

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

حضرت مسیح موعودؑ کو

ابنِ مریم کا خطاب

(بقیہ از صفحہ نمبر ۲۵)

ہم چو مریم جان ازاں آسیب جیب
حاملہ شد از مسیح دلفریب

کل کا جز کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ کا انسان کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور اس تعلق سے جس طرح عورت مرد سے نطفہ لیتی ہے اسی طرح عقل انسانی اس سے ایک موتی حاصل کرتی ہے پھر انسان کی جان مریم کی طرح اس تعلق سے حاملہ ہوتی ہے اور اس حمل سے مسیح پیدا ہوتا ہے۔

حضرت معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دمبدم روح القدس اندر معینی مے دمد
من نمیگویم مگر من عیسیٔ ثانی شدم

روح القدس دم بدم مجھ پہ نزول کرتا ہے میں کہتا تو نہیں مگر میں مثیل عیسےٰ ہو گیا ہوں۔

پروفیسر میکنزی نے انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی میں لکھا ہے:۔

کامل انسانوں کے بغیر سوسائٹی معراج کمال پر نہیں پہنچ سکتی اس غرض کے لئے محض عرفان از حقیقت آگاہی کافی نہیں بلکہ ہیجان اور تحریک کی قوت بھی ضروری ہے . . . . ہمیں آج اسکن، کارلائل یا ٹالسٹائی جیسے لوگوں کی ضرورت ہے غالباً ہمیں ایک مسیح کی ضرورت ہے . . . . . . یہ قول زیادہ صحیح ہے کہ عہد حاضر کے پیغمبر کو محض بیاباں کی صدا نہیں بننا چاہیے کیونکہ عہد حاضرہ کے بیابان آباد شہروں کے گلی کوچے ہیں جہاں ترقی کی پیہم جد و جہد کا بازار گرم ہے۔ اس عہد کے پیغمبر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسی ہنگامہ زار میں وعظ تبلیغ کرے۔ ہمیں محض راہبانہ ریاضت اور نفس کشی کی ضرورت نہیں بلکہ ایک ایسے مسیح کی ضرورت ہے جو زندگی کی تمام کشمکش اور قوموں کے باہمی جھگڑوں میں قول فیصل کا حکم رکھتا ہو اس کا منصب عیسیٰ اور کام ڈاکٹر اقبال کے اس شعر کا مصداق ہو

باز در عالم بیار ایام صلح
جنگ جویاں را بدہ پیغام صلح

اور یہ وہی شخص ہو سکتا ہے:۔

(۱) جو نام کے لحاظ سے مسیح ابن مریم یعنی امت مسلمہ کا درجۂ کمال

(۲) کلچر اور تہذیب انسانی کا ماحصل اور نچوڑ (دیمنت عمران)

(۳) مکالمۂ الٰہیہ سے فیض یاب (فنفخنا فیہ من روحنا)

(۴) تمام قوموں اور مذاہب کی کتب مقدسہ کا مصدق اور خدا کے کلمات اور پیشگوئیوں کا مصداق ہو۔

مولانا ابوالکلام آزاد بعثتِ مجددین پر

مجدد اپنے وقت کا عازم و فاتح ہوتا ہے

مولانا ابوالکلام آزاد اس زمانہ کے ایک مسلّمہ عالم متبحر ہیں، آپ نے اپنی مشہور تصنیف "تذکرہ" میں مجدد کی عظمت و شان اور ان کے کمالات عزیمت و دعوت پر ایک نہایت شاندار مضمون لکھا ہے جس کے ضروری اقتباسات "مجدد اعظم" سے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:۔

مرکزِ محبت و کعبہ انجذاب

"نظام شمسی کی طرح نظام انسانی کے بھی مرکز و محور ہیں مگر تم کو ان کا حال نہیں معلوم۔ تم کو اجسام سماویہ کا مرکز معلوم کرنے میں جب ہزاروں برس لگ گئے تو تحقیق علوم عالم انسانیت کے نظام و مراکز کے لئے کتنا زمانہ درکار ہوگا؟ تاہم یہ معلوم ہے کہ ہر عہد و دور میں خدا کے چند بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا وجود ستاروں کے مرکز شمسی کی طرح تمام انسانوں کا مرکز محبت اور کعبہ انجذاب ہوتا ہے، اور جس طرح نظام شمسی کا ہر متحرک ستارہ صرف اسی لئے ہے کہ کعبۂ شمس کا طواف کرے، اسی طرح انسانوں کے گروہ اور آبادیوں کے ہجوم بھی صرف اسی لئے ہوتے ہیں کہ اس مرکز انسانیت اور کعبہ ہدایت کا طواف کریں۔ زمین والوں ہی پر موقوف نہیں آسمانوں میں بھی صرف انہی کے ناموں کی پکار ہوتی ہے۔" (تذکرہ صفحہ ۵۵-۵۶)

پھر مجدد کی شان کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

مجدد و محدث کی شان

"ازاں جملہ سب سے اعلیٰ و اشمل طبقہ ان اخص الخواص نفوس مزکی کا ہے جن کو قائد توفیق الٰہی و سائق فیضان ربانی عزائم امور کے لئے چن لیتا ہے کہ وان ذالک لمن عزم الامور اور جن کا نور علم و عمل مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ اور جن کا قدم طریق منہاج نبوت پر واقع ہوتا ہے۔ انہی افراد خاصہ کو حدیث بخاری میں محدث (یا مفہّم) کے لفظ سے تعبیر فرمایا اور یہی وہ مصداق حدیث مجدد کے ہیں جو مختلف طرق سے مروی اور اس لئے بحالت تعدد متون اس کی صحت میں کلام نہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کا وجود دین الٰہی کے نظام حق و ہدایت کا مقوم و منتظم ہے اور انبیائے کرام کی اصلی وراثت انہی میں منتقل ہوتی ہے۔ البتہ یہ مقام از قبیل ارفع و اعلیٰ ہے اور ہر عہد و دور میں صرف چند نفوس عالیہ ہی ایسے ہوتے ہیں جن کا قدم ہمت امتحان گاہ مصائب و مہالک سے آگے بڑھکر وہاں تک پہنچتا ہے اور اپنے عہد کے سب سے بڑے عمل حق کو انجام دیتا ہے۔ اس کے لئے نہ تو مجرد علم تدریس کتب کفایت کرتی ہے نہ رسوم و ہیئات زہد و انقطاع نہ مدارس و معابد دینی کے مشغلہ و ہنگامہ فضیلت کو اس میں دخل ہے اور نہ صومعہ و خانقاہ کے گوشۂ انزوا کو۔

علماء و اصحاب مشیخت عہد مجددین

ان کے عہد میں علماء و اصحاب مشیخت کی کمی نہیں ہوتی اور کچھ یہ بات بھی نہیں کہ مدرسے اجڑ جاتے ہوں اور خانقاہیں منہدم ہو جاتی ہوں۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کثرت و شہرت کے لحاظ سے اس کا زمانہ علماء و مشائخ امت کا سب سے بڑا مجمع و ماویٰ ہوتا ہے اور آبادیوں کی آبادیاں اصحاب علم و پیشوائی سے بھری نظر آتی ہیں۔ تاہم مقام عزیمت و دعوت و قیام ہدایت کی ان میں سے کسی کو بھی توفیق نہیں ملتی۔ کوئی دامن رخصت میں پناہ لیتا ہے، کوئی گوشۂ انزوا و انقطاع میں صرف اپنی حفاظت و عافیت ڈھونڈتا ہے، کوئی راہ میں فتنہ و فساد کا شور سن کر صرف اسی کو کافی سمجھ لیتا ہے کہ اپنا دروازہ بند کرلے۔ کسی پر ضعف ایمان کا درجۂ تنزل و اسفل اس طرح طاری ہو جاتا ہے کہ زبان کو یکسر گنگ اور وسعت عمل کو یک قلم شل پاتا ہے۔ اور کسی کو نفس خادع اور خاطر فاسد ضلالت حیل و نفاق میں مبتلا کرکے سرگرم دنیا پرستی و دین فروشی کر دیتا ہے۔ غرضکہ سب کے سب یا تاچار مقام رخصت پر ہوتے ہیں یا درماندۂ ضعف و بیچارگی۔ اور یا مدہوش غفلت و ہوا پرستی۔ ان میں سے ایک حصۂ غالب تو علماء سوء اور دعاۃ فتن و منکرات کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے علماً و عملاً۔ اور جو جماعت علماء حق کی باقی بھی رہی وہ بھی ضعف کدۂ رخصت سے قدم باہر نہیں نکالتی۔ اور حق پرستی کی بڑی سے بڑی بات اور تقویٰ و طہارت نفس کی بڑی سے بڑی فضیلت یہ سمجھی جاتی ہے کہ اپنے قدم کو لغزش نہ ہو اور جبکہ ایک دنیا امواج ظلمت و فساد میں ڈوب رہی ہے تو ہم اتنا کرلیں کہ ہمارے قدم جمے باقی رہ جائیں گویا ایمان کا سب سے اعلیٰ و اکمل درجہ عامۂ ناس اور ضعفاء عمل کے لئے تقاضۂ دینی نفاذ ہمت اور ہداۃ و مرشدین امت کے لئے بلندی و عروج کا سب سے اونچا مقام ہو جاتا ہے۔ اور سب سے بڑا متقی انسان وہ سمجھا جاتا ہے جس کے قدم زہاد یا للغلبہ کی پائیں بساط سے پیچھے نہ ہٹیں۔ لیکن کوئی نہیں ہوتا جس کا عزم ایمانی تو عفت و سکون کی جگہ طالب اقدام و سبقت ہو۔ جو اپنے نفس کی نجات کی ہمہ جہت امت بلکہ نوع و معرض کی نجات کا عشق رکھتا ہو جس کا حوصلۂ کار اور عزم راہ صرف اتنے ہی پر قانع نہ ہو جائے کہ خود نہیں ڈوبا کیونکہ یہ ضعف و بیچارگی کا سب سے آخری درجہ ہے۔ عزیمت و کرامت اس میں کیا ہوئی؟ بلکہ جو دوسروں کو ڈوبتا دیکھ کر اس کے لئے ماتم اور ہر قدم کی ٹھوکر اس کے لئے موت ہو۔ جبکہ دنیا اس کو بڑی دانائی سمجھ رہی ہو کہ خود کنارے پہ بچ جائیں۔ تو وہ بتلا دے کہ خود بچنا نہیں بلکہ ڈوبتے ہوؤں کو بچانے کے لئے سمندر میں کود پڑنا دانائی ہے اور جبکہ لوگ اپنے دروازے کو بند کر رہے ہوں تاکہ ان کے فتنہ و فساد سے محفوظ ہو جائیں تو وہ اپنا دروازہ کھول دے کہ دکھا دے کہ بند کرکے چھپ بیٹھنے میں فضیلت نہیں ہے۔ بلکہ کھول کر باہر نکلنے میں۔ اور اگر باہر امن نہیں ہے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ دروازہ کھولنے کا اصلی وقت یہی ہے نہ کہ بند کرنے کا۔ مقام عزیمت و رخصت کا یہی وہ فرق ہے جو ایک صاحبدل نے خانقاہ کے گوشۂ عزلت سے نکل شیخ شیراز کو بتلایا تھا ؎

گفت آں گلیم خویش بدر مے برد ز موج
ویں سعی می کند کہ برآرد غریق را

مجدد وقت کا عزیمت دعوت کے لئے انشراح

تو اس وقت ایسا ہوتا ہے کہ سنت الٰہی اپنی عادت جاریہ کے مطابق قیام حق و دفع باطل کے لئے سرگرم انبعاث و ظہور ہوتی ہے۔ اور توفیق الٰہی اپنے کسی اصلح و اشمل بندے کے قلب کا عزیمت دعوت کے لئے انشراح کر دیتی ہے اور اس کے قدم کو طریق منہاج نبوت پر ثابت و مستقیم فرما دیتی ہے۔ وہ اپنے عہد کے تمام اصحاب علم و فضیلت اور ارباب صوامع و مدارس کو تنگنائے رخصت و ضعف پر پیچھے چھوڑ کر منزلوں آگے نکل جاتا ہے فضاء علو و رفعت اس کو اپنی طرف کھینچتی اور سماء کمال و کرامت اپنی ساری بلندیوں کے ساتھ اس کے استقبال کے لئے دوڑتا ہے گویا آسمان اس کے لئے اتر آتا ہے اور زمین اسکو خود بخود اچھالنے لگتی ہے۔ اس کی ہمت رفعت طلب اور اس کا حوصلہ متصاعد و متعارج کسی بلندی پر بھی نہیں رکتا۔ اور اونچی سے اونچی بلندی کو بھی حضیض تسفل و تنزل سمجھتا ہے۔ مقام عزیمت دعوت کی جس بلندی تک بڑے بڑے کار فرمایان عہد کی نظریں بھی نہیں اٹھ سکتی تھیں اور ضعفۂ زمان و بیچارگان رخصت کے وہم و گمان کو بھی اس تک بار نہ تھا۔ اس کا شہباز ہمت اور سیمرغ عزم اس کی چوٹیوں پر پہنچ جاکر دم نہیں لیتا اور پیوستہ سرگرم بال افشانی و ہمارہ صفیر زنان بلند پروازی رہتا ہے"

(تذکرہ صفحہ ۹۳-۹۴-۹۵-۹۶)

خزائن فیضان و برکات کی کنجی مجدد کے ہاتھ میں

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

پس اپنے عہد کا مجدد و محی الملت وہ شخص یا چند نفوس خاصہ ہوتے ہیں جو مجرد دعوت نہیں بلکہ عزائم امور دعوت کی راہ میں اٹھاتے ہیں اور قیام حق کا صور اس زور سے پھونکتے ہیں کہ یکایک فضاء ملت جنبش میں آجاتی ہے اور تمام اموات غفلت اپنی اپنی قبروں کے اندر چونک اٹھتے اور اٹھ کر دوڑنے لگتے ہیں گویا نفخ صور ہوا۔ من الاجداث کانهم جراد منتشر مهطعين الى الداع اور ذالک یوم الخروج کا عالم طاری ہو جاتا ہے یہی وہ مقام مخصوص ہے

جو ہر عہد میں صرف ایک یا چند افراد عالیہ ہی کے حصہ میں آتا ہے، ورنہ کاروبار دعوت سے معاملات رکھنے والے بہت سے موجود ہوں مگر اس عہد کے فتح باب اور سلطانی دامر دعوت کی فضیلت ان کو نصیب نہیں ہوتی سب ناچار ہوتے ہیں کہ اس فاتح عہد اور حازم وقت ہی کے حلقہ اتباع و تربیت میں داخل ہوں، بہت ممکن ہے کہ ان میں بعض افراد کسی خاص شاخ علم و عمل میں درجہ بلند رکھتے ہوں مگر اس معاملہ کے لئے وہ کچھ سودمند نہیں ہوتا اور فاتح دور کے آگے ان کو اطفال مکاتب کی طرح زانوئے ادب و استفادہ تہ کرنا ہی پڑتا ہے اس عہد کے خزائن فیضان و برکات کی کنجی اسی کے قبضہ میں دے دی جاتی ہے۔ پس طالبین فیضان اس کے حلقہ ارادت سے الگ رہ کر کچھ نہیں پا سکتے۔ اگر کسی نے بطریق استراق سمع کوئی کلمہ حقیقت حاصل بھی کر لیا تو اول تو وہ مثمر برکات نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا بھی ہے تو چونکہ عہد کی سلطانی فاتح و حازم دعوت ہی کو پہنچتی ہے اس لئے وہ بھی بالواسطہ اسی کے فیضان و بخشش میں سے شمار کیا جاتا ہے و قد احسن من قال

گر لغتۂ زعشق شنیدے حرف آشنا

آنہم حکایتیست کہ از من شنیدہ ؟

(تذکرہ صفحہ ۱۰۸ و ۱۰۹)

مجدد کا قدم منہاج نبوت پر

جناب مولانا ابوالکلام آزاد صاحب نے اس امر پر بھی بحث فرمائی ہے کہ مجدد کا قدم ضرور ہے کہ منہاج نبوت پر ہو۔ پس اس کے لئے کسی نہ کسی نبی سے مشابہت و مماثلت کا ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ علماء کی موجودگی میں مجدد کی کیا ضرورت ہے تحریر فرماتے ہیں:-

"پس جب انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کے ظہور کے زمانوں میں بھی داعیان حق و آمرین بالمعروف و سارعون فی الخیرات سے قوم و ملک بالکل خالی نہیں ہو جاتا اور کچھ بقایا ارباب حق کا موجود رہتا ہے تو ظاہر ہے کہ ان کے اتباع و ذریات اور ورثاء و نقباء کے لئے تو اصحاب عزیمت دعوت و مجددین امت انہی سے عبارت ہیں ایسا ہونا کیوں ضروری ہو؟ اس اصل الاصول کو کسی حال میں بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ دعوت قیام حق اور اصلاح و تربیت امم کا اصل سرچشمہ و مرکز مقام نبوت ہے اور ہر عہد و دور میں اس کا جس قدر بھی ظہور ہوتا ہے وہ سب اسی مقام سے ملحق و متصل اور سب کی روشنی اسی شمس نظام و قوم عالم سے مکتسب اور مستنیر۔ اور تمام انہار فیضان و سعادت کے لئے یہی سلسبیل نبوت مخرج و منبع کا حکم رکھتی ہے عینا یشرب بہا عباد اللہ یفجرونہا تفجیرا۔ اور کوئی قائم حق و داعی اصلاح و کاشف حقائق نورِ نصرت نہیں پا سکتا جب تک اس کا قدم منہاج نبوت پر واقع نہ ہوا ہو اور اس کے تمام اعمال متأسی باسوۂ حسنۂ نبوت و متبع بہ سنت و حکمت رسالت نہ ہوں اور اس راہ تاسی و تشبہ بالانبیاء میں جس داعی حق کا قدم جس حد تک پہنچتا ہے اسی حد مقام کے مطابق کم و بیش ثمرات و برکات ظاہرہ و باطنہ حاصل ہو سکتے ہیں اور جس طرح وہاں اختلاف مدارج و مراتب بلحاظ حالات و مقتضیات وقت اور فضلنا بعضھم علی بعض کا معاملہ واقعہ ہوا۔ اسی طرح متبعین و ورثاء انبیاء میں بھی فضلنا بعضھم علی بعض اور اختلاف مراتب و ثمرات مقاصد و حالات و برکات ظہور میں آیا یہی حقیقت شیخ اکبر کی اصطلاح میں نصوص اور بعض اصحاب اشارات کی اصطلاح میں نسبت کے لقب سے ظاہر کی گئی ہے کہ کسی واصل باللہ کا قدم تأسی و اتباع حسب استعداد و داعیات وقت کسی ایک نبی کی منہاج پر واقع ہوتا ہے اور کسی کا کسی دوسرے نبی کی منہاج پر۔ اور اسکو بوجہ غلبۂ مابہ الاختصاص اس نبی سے ایک خاص طرح کی نسبت حاصل ہو جاتی ہے۔ ؏

وللناس فی ما یعشقون مذاہب

اور پھر یہ بھی ہے کہ کسی کا قدم جامعیت نص محمدی کا تعاقب کرتا اور مقام جامعیت کبری اور ؏ "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" کے اکتساب فیضان سے ایک کیفیت بوقلموں اور جلوۂ حسن صد رنگ و گوناگوں پیدا کرتا ہے۔ ساری نزاع مصطلحات و الفاظ کی ہے حقیقت بحکم ؏ "عباراتنا شتی و حسنک واحد" ایک ہے اور کوئی نہیں کہ پردہ بر انداز ظواہر و الفاظ و رسوم ہو۔ اور نزاع صورت پرستان معنی ناآشنا کو ختم کر دے

برافگن پردہ تا معلوم گردد

کہ یاراں دیگرے را می پرستند

جب دعوت و اصلاح امت کا سرچشمہ و اصل مقام نبوت ٹھیرا اور تمام عوازم امور دعوت اسی سے ماخوذ اور اسی کے اسوہ سے متأسی۔ تو ضرور ہے کہ عالم تجدید و احیاء شریعت کے بھی تمام کاروبار اسی اسلوب و نہج پر واقع ہوں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اصول و اساسات سے لیکر جزئیات و فرعیات اعمال تک ٹھیک ٹھیک اسی مقام کے حالات و منازل سے متشبہ و متعلق بلکہ ان کا منقل و انعکس ظہور میں آئیں۔"

(تذکرہ صفحہ ۱۰۲-۱۰۳)

وقت کے فاتح مجدد

وقت کے فاتح مجدد کی عظمت و شان کا ذکر کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد صاحب لکھتے ہیں:۔

"بڑوں بڑوں کا عذر یہ ہوتا ہے کہ وقت ساتھ نہیں دیتا اور سرو سامان و اسباب کار فراہم نہیں۔ لیکن وقت کا عازم و فاتح اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وقت ساتھ نہیں دیتا تو میں اسکو ساتھ لوں گا۔ اگر سرو سامان نہیں تو اپنے ہاتھوں سے تیار کر لوں گا اگر زمین موافق نہیں تو آسمان کو اترنا چاہیئے۔ اگر آدمی نہیں ملتے تو فرشتوں کو اترنا چاہیئے۔ اگر انسانوں کی زبانیں گونگی ہوگئی ہیں تو پتھروں کو چیخنا چاہیئے اگر ساتھ چلنے والے نہیں تو کیا مضائقہ؟ درختوں کو دوڑنا چاہیئے۔ اگر دشمن بے شمار ہیں تو آسمان کی بجلیوں کی بھی کوئی گنتی نہیں اگر رکاوٹیں اور مشکلیں بہت ہیں تو پہاڑوں اور طوفانوں کو کیا ہو گیا کہ راہ صاف نہیں کر سکتے وہ زمانہ کا مخلوق نہیں ہوتا کہ زمانہ اس سے اپنی چاکری کرائے۔ ...... وہ دنیا پر اس لئے نظر نہیں ڈالتا کہ کیا کیا ہے جس سے دامن بھر لوں وہ یہ دیکھنے کے لئے آتا ہے کہ کیا کیا نہیں ہے جس کو پورا کر دوں۔ اس کا مایۂ ضمیر بخشش و نوال ہے طلب و سوال نہیں۔ ...... ستاروں سے تمام فضاء سماوی بھری پڑی ہے۔ لیکن مدار ستارے ہمیشہ طلوع نہیں ہوتے یہی حال اصحاب عزائم کا بھی ہے وہ کائنات ہستی کا ایک بالکل الگ گوشہ ہے اورا ور وہاں کے احکام و قوانین کو دنیا کے اعمال عادیہ پر قیاس کرنا غلطی ہے ان کی قوتیں الٰہی۔ ان کے وسائل غیر مختتم۔ انکی ترقیاں لازوال۔ اور ان کے تمام طریقے غیر مختتم ہوتے ہیں اللہ کی حکمت و ربوبیت ان کو تمام خلق اللہ میں سے چن لیتی اور بحکم "واللہ یختص برحمتہ من یشاء" اپنی رحمتوں اور ربوبیتوں کے عجائب و خوارق ان کے لئے مخصوص کر دیتی ہے۔ پھر ان کے معاملات میں نہ تو کسی دوسرے کا سا معاملہ ہوتا ہے نہ کسی مدعی کی وہاں تک رسائی۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۴۸-۲۴۹)

مجدد اعظم کی ضرورت

مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کی قلم سے آپ نے مجددین کی شان اور عظمت خصوصیات اور فضیلت سب سن لی۔ اور یہ بھی سن لیا کہ ایسا شخص منہاج نبوت پر قائم ہوتا ہے اور کسی نبی سے نسبت یعنی مشابہت و مماثلت رکھتا ہے اب قبل اس کے کہ میں یہ ذکر کروں کہ ٹھیک اسی قاعدہ کے مطابق اس زمانہ کے مجدد نے یہ دعوے کیا کہ مجھے مسیح ابن مریم سے نسبت یعنی مماثلت و مشابہت ہے میں یہاں مولانا ابوالکلام صاحب کی قلم سے ہی یہ بھی دکھا دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ وہ اس زمانہ میں جس میں حضرت مرزا صاحب مبعوث ہوئے کسی مجدد و مصلح امت کی تلاش ازبس ضروری سمجھتے ہیں۔ گذشتہ زمانوں کا جس میں مختلف مجددین و مصلحین امت مبعوث ہوتے ذکر کر کے صاف طور پر اعلان کرتے ہیں کہ یہ موجودہ زمانہ ان تمام زمانوں سے اپنے فتنوں اور تاریکیوں اور ضلالتوں میں بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے اور پکار پکار کر کسی مجدد و مصلح کی ضرورت کو بیان کر رہا ہے۔

"مقام عزیمت و دعوت" اور "احیاء و تجدید امت" کی نسبت جو کچھ بلا قصد زبان قلم پر آ گیا تو اگرچہ اس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہ تھا لیکن زیادہ تر یہ خیال باعث ہوا کہ شاید ان حالات و وقائع کا مطالعہ اصحاب اصلاح و استعداد کے لئے کچھ سود مند علم و عمل ہو۔ ...... کسی کے قلب بصیرت و دیدۂ اعتبار کو ان مجددین ملت اور مصلحین حق کے اتباع و تشبہ کی توفیق ملے شاید کوئی مرد کار اور صاحب عزم وقت کی پکار پر لبیک کہے اور زمانہ کی طلب و جستجو کا سراغ ملے۔ آج اگر کام ہے تو یہی کام ہے اور ڈھونڈھنا ہے تو صرف اسی کی ....

(تذکرہ صفحہ ۲۵)

کاش کوئی مولانا موصوف کے ارشاد کے مطابق مجدد وقت کو تلاش کرے اور پالے۔ مولانا کے نزدیک کام ہے تو یہی ہے اور تلاش ہونی چاہیئے تو اسی کی ہونا چاہیئے۔ قاعدہ ہے کہ جس قدر کوئی وقت نازک ہوتا ہے اور ضلالت و تاریکی

زیادہ ہوتی ہے اسی قدر عظیم الشان صاحب علم و حکمت و فضیلت مجدد اور مصلح آتا ہے۔ وقت کی نزاکت اور قحط الرجال کی حالت خود مولانا کے قلم سے سنو فرماتے ہیں:۔

"یہ حکایتیں دیجی گزشتہ مجددوں کے زمانہ کی تاریکیوں کی۔ ناقل) اُن مجددوں کی تھیں جو موجودہ زمانہ کے مقابلہ میں گویا عہد اقبال تھے۔ موجودہ وقت اور اس کی تاریکیوں کو دیکھو اور پھر ہر طرف روشنی اور روشنی دکھلانے والوں کی نایابی پر ماتم کرو۔ خدمتگذاروں کی پکار اور ہر طرف مزدوری کی ڈھونڈ ہے۔ یعنی خدمت دین کے لیئے۔ ناقل) مگر مزدور کہیں نہیں ملتے آج ایک مٹی کے ٹوکرے اور گرتی ہوئی دیوار پر ایک اینٹ رکھ دینے کے معاوضہ میں اشرفیوں اور ہیروں کی قیمت مل رہی ہے، کیونکہ کام کرنے والے جتنے کم ہوں گے اتنی ہی کام کی مزدوری بھی بڑھ جائے گی۔ خزانہ سعادت کے لٹنے کے لئے کھل چکا اور شرف و مراتب کا دروازہ ہر رہرو کے لئے باز۔ کون ہے جو اس کے خزانوں کو لوٹتا اور اس دولت و کامرانی سے مالا مال ہوتا ہے جس کے لئے نہیں معلوم اچھے وقتوں میں کیسے کیسے ارباب طلب بیقراریوں کے آنسو بہا چکے ہیں اور آرزوؤں سے بھری ہوئی دعائیں مانگ چکے ہیں۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۵۰-۲۵۱)

زمانہ مسیح موعود کے فتن

اتنا ہی نہیں اس کتاب میں مولانا ابوالکلام آزاد صاحب صاف لفظوں میں اقرار کر رہے ہیں کہ تمام وہ فتن اور ضلالتیں جو حدیثوں میں آخری زمانہ کے متعلق بیان ہوئی تھیں ہمارے زمانہ میں پیدا ہو چکی ہیں۔ اور یہ وہی زمانہ ہے جس میں ایک عظیم الشان مصلح کی آمد کی پیشگوئیاں حدیثوں میں مذکور ہیں علاوہ ازیں مولانا موصوف واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ کسی موعود مصلح کی بعثت قیامت سے فقط چند سال پہلے ماننا ایک نہایت غلط اور قابل مضحکہ خیال ہے ان کے ارشادوں میں سے کچھ تھوڑا سا یہاں نقل کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

"ان ساری باتوں میں سے ایک ایک بات پوری ہو چکی "بدأ الاسلام غریبًا وسیعود کما بدأ" کا دور غربت کب کا شروع ہو چکا اور وہ سب کچھ ہو چکا جس کا حال اس حدیث کی شرح میں پڑھ چکے ہو۔ اب انتظار کرنے والوں کے لئے بجز انتظار غفلت کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ یہودیوں کی مغضوبیت نصاریٰ کی ضلالت۔ مشرکین کی بت پرستی اور مضلین کی کثرت و جاجلہ فتن و دعاۃ بدعت کا احاطہ۔ اقتدا بغیر سنت اهتدا بغیر هدی الانبیاء و تفرق و تمذہب مثل یہود۔ اور غلو و افراط مثل نصاریٰ۔ فتنہ شبہات یونان۔ اور فتنہ شہوات عجم۔ فتنہ تماثیل عبدۃ الاصنام، اور فتنہ قبور عاکفین کنائس۔ ان میں سے کوئی نحوست اور بلا کی ایسی قلیں ہے جو مسلمانوں پر نہ چھا چکی ہو۔ اور کوئی گمراہی نہیں جو اپنے کامل سے کامل اور شدید سے شدید درجہ تک اس امت میں بھی نہ پھیل چکی ہو۔ اہل کتاب نے گمراہی کے جتنے قدم اٹھائے تھے گن گن کر مسلمانوں نے وہ سب اٹھائے حتیٰ کہ "لو دخلوا جحر ضب لدخلتموہ" کا وقت بھی گذر چکا اور آج ہم اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔ وہ وقت بھی کب کا آ چکا کہ "یلحق قبائل من امتی بالمشرکین" اور "حتیٰ تعبد من امتی الاوثان" اور "حتی تعبد اللات والعزیٰ"۔ ہماری جانیں اور ہماری روحیں اس صادق مصدوق پر قربان کہ واقعی اور سچ مچ مسلمان مشرکوں سے ملحق ہو گئے اور دین توحید کا دعوے کرنے والوں نے بت پرستی کی ساری ادائیں اور چالیں اختیار کر لیں۔ اور جس لات اور عزیٰ کی پوجا سے دنیا کو نجات دلائی گئی تھی اس کی پوجا پھر سے شروع ہو گئی۔ "عدتم من حیث بدأتم"۔ ہم اپنی آنکھوں سے ان فتنوں کو کہ "کقطع اللیل المظلم" تھے دیکھ رہے ہیں۔ فی الحقیقت ایسا ہی ہو رہا ہے کہ رات کو ایک انسان ایمان لے کر سوتا ہے اور صبح نہیں ہوتی کہ ایمان کھو چکتا ہے "یبیع دینہ بعرض من الدنیا" اپنے دین کو بیچ دیتا ہے دنیا کی پونجی کے لئے۔ ناقل) حضرت حذیفہ نے ان فتنوں کا حال کہا تھا کہ "کالحصیر عودًا عودًا" مسلمانوں کے دلوں کے لئے فتنوں کی ایسی بھرمار ہو گی جیسے چٹائی بنتے وقت تیلے پے درپے آتے ہیں۔ سو ان فتنوں کی بارش بھی ہر طرف ہو چکی اور ہو رہی ہے۔ وہ وقت بھی گذر چکا جب مومنوں کو کہنا تھا "ھذہ مھلکتی"۔ اب تو وہ فتنہ درپیش ہے جس کے سامنے تمام فتنے مات ہو گئے "فیقول المؤمن ھذہ ھذہ" کا عالم ہو رہا ہے وہ بھی تو کب کا ہو چکا کہ "تتداعی علیکم کما تتداعی الاکلۃ الی قصعتھا" دنیا کی ساری قومیں اکٹھی ہو کر تم پر چڑھ دوڑیں گی۔ اور تم کو ہلاک کرنے کے لئے باہم ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جیسے بھوکے کھانے کے قاب پر ایک دوسرے کو دعوت دیں، تو کیا یہ پکار اب تک بلند نہیں ہوئی اور کیا ایک قوم نے دوسری قوم کو بلانے کے لئے ٹھیک ٹھیک اسی طرح نہیں چیخا جس طرح بھوکے گدھ لاش دیکھ کر شور مچایا کرتے ہیں؟ ہماری ہزار جانیں اور لاکھ روحیں اُس زبان حق پر قربان جس نے فرمایا تھا "بل انتم یومئذ کثیر" تم اس وقت تعداد میں کم نہ ہو گے۔ لیکن "لیقذفن فی قلوبکم الوھن" تمہارے دلوں میں وھن پیدا ہو جائے گا اس لئے کوڑے کرکٹ کی طرح بہہ جاؤ گے پھر وھن کے معنے بتائے "حب الدنیا وکراھیۃ الموت"۔ ..... پھر کس قدر عقل سے کورے اور بصیرت سے محروم ہیں وہ بندگان غفلت جو ان روایتوں کو پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ یہ کسی ایسے آنے والے زمانہ کی نسبت ہیں جو قیامت سے چند برس پہلے دنیا پر آئے گا۔ اور ابھی اس کی آمد کا ہم کو صدیوں انتظار کرنا چاہیئے۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶)

اس کے بعد مولانا موصوف علمائے زمانہ کو ملامت کرتے ہیں کہ تم آنحضرت صلعم کی ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا کب تک انتظار کرتے چلے جاؤ گے حالانکہ وہ سب پوری ہو چکیں اور تمہارے سامنے وہ سارا نقشہ موجود ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھینچ کر دکھایا تھا۔ اس ملامت کرنے کے بعد دو چار فقروں میں کلمۂ حق کس خوبصورتی سے ان کے قلم سے نکلا ہے فرماتے ہیں:۔

"سبحان اللہ اس صادق و مصدوق کا ارشاد کس طرح حرف بحرف پورا ہو رہا ہے یہ تربص جہل یہ انتظار غفلت بھی تو عین اس پیشین گوئی کا ظہور ہے کہ "لتتبعن سنن من کان قبلکم" اور "یاتی علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل" میری امت بھی وہ سب کچھ کرے گی جو یہودیوں نے کیا۔ یہی تو پوری پوری یہودیت ہے کہ پیشنگوئیوں پہ پیشنگوئیاں ظاہر اور پوری ہوتی جاتی تھیں مگر یہودیوں کا انتظار ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔ کہتے تھے کہ ابھی وہ وقت کہاں آیا؟ حتیٰ کہ آج تک مسیح کے ظہور اور اسرائیل کی آخری بادشاہت کا انتظار کر رہے ہیں! "فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فسقون"!

(تذکرہ صفحہ ۲۶۸)

مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کو خدا خوش رکھے کیا سچی بات کہی ہے کہ یہودیوں نے بھی یہی غلطی کی تھی کہ پیشگوئیوں پہ پیشگوئیاں پوری ہوتی دیکھتے تھے اور یہی کہتے چلے جاتے تھے کہ اب تک پوری نہیں ہوئیں "فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فسقون" کے ماتحت لمبا زمانہ گذرنے پر ان میں فسق فجور پیدا ہو چکا تھا جو کسی مصلح کی آمد کی خبر دے رہا تھا۔ چنانچہ وہ مصلح حضرت عیسٰے کے وجود میں ان کے پاس آیا مگر وہ ظاہری بادشاہت کے شیدائی مسیح کی روحانی بادشاہی پر راضی نہ ہوئے اور اس کا انکار کر گئے۔ اور مزہ یہ ہے کہ انکار کی سزا میں طرح طرح کی ذلت و نکبت کا شکار ہو گئے لیکن ابھی تک انتظار کئے چلے جا رہے ہیں اور مسیح کے ظہور کے منتظر چلے آتے ہیں۔ یہی حالت آج مسلمانوں کی ہے کہ مسلمان علماء آنحضرت صلعم کی پیشنگوئیوں پر پیشنگوئیاں پوری ہوتی دیکھ رہے ہیں لیکن ابھی انتظار کئے چلے جا رہے ہیں۔ ان کی اصلاح کے لئے بھی وہ موعود کا مسیح آیا لیکن یہ ظاہری تخت و سلطنت کے شیدائی اس کی روحانی بادشاہت سے انکار کر گئے۔

احمدیہ جماعت کے متعلق اہل یورپ کی رائے

۱۔ مسلمانوں کی واحد اور سب سے بڑی تبلیغی جماعت

"مسلمانوں میں فرقہ جھگڑوں کی جو روح عام طور پر سرایت کر گئی ہے اس میں ایک دلچسپ استثنا احمدی ہیں۔ وہ صرف مذہبی اشاعت پر سارا زور صرف کرتے ہیں اور سیاسیات سے الگ رہتے ہیں۔" (مسلم ورلڈ جلد ۲ صفحہ ۷۰)

"اسلام میں صرف ایک ہی فرقہ ہونے کے لحاظ سے جس نے اسلام کو انگلستان میں پھیلانے کی کوشش کی ہے یہ خاص طور پر دلچسپ ہے۔" (اسلام ایٹ دی کراس روڈز صفحہ ۹۹)

"اس وقت احمدی جماعت دنیا میں سب سے زیادہ اشاعت اسلام کرنے والی ہے۔" (انڈین اسلام صفحہ ۲۱۷)

۲۔ احمدیت عیسائیت کے مقابلہ پر کھڑی ہے

"اس کے پیرو تحریر اور تقریر کے ذریعہ سے عیسائی عقائد سے ذرا بھی مرعوب نہیں ہوتے۔" (ہدر اسلام صفحہ ۱۸۸)

"اپنی سخت جارحانہ کارروائی میں وہ عیسائیت سے وہی سلوک کرتے ہیں جو اکثر [illegible] عیسائیت نے اسلام سے کیا ہے۔" (مسلم ورلڈ جلد ۱۱ صفحہ ۷۱)

"یہاں (احمدیت میں) ہم عیسائیت کے خلاف نئے سے نیا اور نہایت جارحانہ [illegible] پیگنڈا پاتے ہیں جو کبھی دنیا میں ہوا ہو اور یہاں سے ایک عالمگیر نظام بیرونی مشنوں کا قائم کیا گیا ہے۔" (انڈین اسلام صفحہ ۲۰۰)

۳۔ اسلام کی معقولیت اور پیغمبر خدا صلعم کی پاکیزگی ثابت کرنیوالی جماعت

"ان احمدیوں کی توجہ زیادہ تر اس بات کی اشاعت میں مرکوز ہے کہ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جو عقل اور فطرت کے مطابق ہے۔" (مسلم ورلڈ جلد ۱۱ صفحہ ۷۰)

"احمدیت اس بات کا فیصلہ کر چکی ہے کہ پیغمبر کے کیرکٹر کو ہر ایک الزام سے پاک ثابت کرے۔" (انفلوئنس آف اسلام صفحہ ۱۰۹۔۱۱۰)

۴۔ احمدیت کی کامیابی اور نیا علم کلام

"اس تحریک کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ اس نے موجودہ حالات کے مطابق ایک نیا علم کلام بھی پیدا کر لیا ہے۔" (ہدر اسلام صفحہ ۳۲۵)

"اسے (احمدیت کو) یقین ہے کہ یہ مغربی اقوام کو اپیل کر سکتی ہے، ایسی اپیل جو اس وقت بھی ایک حد تک کامیاب ہو چکی ہے۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ یہ کامیابی کوئی بڑی نہیں تو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ خود ہندوستان میں بھی جہاں اب مسلمان قوم اس کثرت سے ہے کہ دوسرے کسی ملک میں نہیں اشاعت اسلام کی ابتدا نہایت آہستہ ہوئی تھی۔" (اسلام ایٹ دی کراس روڈز صفحہ ۱۰۰)

۵۔ احمدیہ جماعت لاہور

"لاہور کی جماعت جو زیادہ کام کرنیوالی ہے اس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ دیکھنا چاہئے کہ مغربی دنیا میں اسلام پیش کرنے میں کہاں تک کامیابی ہو سکتی ہے۔" (انفلوئنس آف اسلام صفحہ ۱۰۹)

"لاہور کی جماعت جو اصل قوم سے الگ ہو گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بانی سلسلہ کو محض مجدد تسلیم کرتے ہیں نہ کہ نبی، وہ اسلامی رائے عامہ کو زیادہ پسند ہیں.... ان کا اثر اس سے بہت زیادہ وسیع ہے جو ان کی تعداد سے قیاس ہو سکتا ہے۔ ان کے دفاع اور حفاظت اسلام کو بہت سے تعلیم یافتہ مسلمان قبول کرتے ہیں۔" (مسلم ورلڈ ص۱۲)

۶۔ انگریزی ترجمہ قرآن کے خصائص

"ترجمہ قرآن انگریزی..... ایک نئی روشنی کے آدمی کی تصنیف ہے...... اس احمدیہ ترجمہ کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ مقامات جن پر اعتراض ہوتا ہے انہیں صاف کیا جائے...... دوم۔ مترجم نے یہ ثابت کرنے کیلئے بڑا زور لگایا ہے کہ اسلام ایک بہت بلند مذہب ہے۔ تیسرے۔ وہ مسیح کے مذہب کو ناقص ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔" (انفلوئنس آف اسلام صفحہ ۱۰۹)

ہمارا کام

اعلائے کلمۃ اللہ — جہاد بالقرآن

۱۔ تین یورپین زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کر کے اس کی قریبًا پچاس ہزار کاپی دنیا میں شائع کی۔ انگریزی ترجمہ کی قریبًا دس ہزار کاپی مفت تقسیم کی ہے۔ اسے دنیا کی بہت سی لائبریریوں میں پہنچا کر لاکھوں انسانوں تک دین اسلام کا پیغام پہنچایا ہے۔ جرمن ترجمہ کی دو ہزار کاپی مفت شائع ہو رہی ہے۔ اور ڈچ ترجمہ بھی جہاں ضرورت تھی مفت پہنچایا ہے۔ اُردو ترجمہ اور تفسیر ہزار کی تعداد میں شائع کی۔

۲۔ سیرت نبوی جس میں یورپ کے تمام اعتراضات کو صاف کیا گیا ہے سترہ مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے جن میں سے چھ یورپ کی زبانیں ہیں۔ قریبًا پندرہ ہزار کاپی اب تک مفت شائع کر کے دنیا کی بہت سی لائبریریوں میں پہنچائی گئی ہے۔

۳۔ اسلامی تعلیم پر کتابیں اور رسالے قریبًا تیس زبانوں میں ترجمہ ہو چکے ہیں۔ اور مختلف زبانوں میں پچاس ہزار سے زیادہ تعداد میں مفت تقسیم کئے ہیں۔

۴۔ دو مشن یورپ میں کھولے گئے۔ ایک برلن دار الخلافہ جرمنی میں اور دوسرا ہالینڈ میں۔ اس کے علاوہ آسٹریا ٹرینیڈاڈ، فجی اور امریکہ میں بھی تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لئے انجمن کے مشن کام کرتے رہے ہیں۔ اور ہسپانیہ میں ایک مشن کھولنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

۵۔ آج تک ان مشنوں کے ذریعہ سے ایک اور ڈیڑھ ہزار کے درمیان یورپین داخل اسلام ہو چکے ہیں جن میں بڑے بڑے لارڈ اور مشہور اہل قلم ہیں۔ اور لاکھوں انسانوں کا نقطہ خیال اسلام کے متعلق تبدیل ہو چکا ہے۔

۶۔ برلن (دار الخلافہ جرمنی) میں ایک عظیم الشان مسجد بنوائی ہے۔

۷۔ ہندوستان کے مختلف مقامات پر اسلامی مشن قائم کئے گئے جن کے ذریعہ چار اور پانچ ہزار کے درمیان غیر مسلم داخل اسلام ہو چکے ہیں۔

۸۔ دو ہائی سکول قائم کئے گئے ہیں۔ ایک خاص لاہور میں اور دوسرا بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں۔ دونو کے ساتھ بورڈنگ ہاؤس بھی ہیں۔

۹۔ ایک درسگاہ مبلغین تیار کرنے کے لئے قائم ہے۔

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ ۔ مؤرخہ ۲۳ شعبان سنہ ۱۳۷۰ھ ۔ ۳۰ مئی سنہ ۱۹۵۱ء | نمبر ۱۹

مسٹر ابراہیم الکاک کے دو خطوط

گذشتہ اشاعت میں ایک انگریز نومسلم مسٹر ابراہیم ایڈورڈ الکاک کے متعلق اطلاع دی جاچکی ہے کہ سنگاپور کی ایک ربڑ اسٹیٹ میں کچھ ڈاکوؤں نے انہیں شہید کردیا۔ مرحوم کی اسلام کے ساتھ جو مخلصانہ وابستگی اور لگاؤ تھا وہ ان کی اس وصیت سے ظاہر ہے جس کے رُو سے پانچ سو پونڈ کا عطیہ ووکنگ مسلم مشن کو ملا ہے۔ ذیل کے دو خطوط مرحوم نے قبول اسلام کے موقعہ پر امام صاحب مسجد ووکنگ کو لکھے جو ان کے دلی جذبات کا آئینہ ہیں۔

(۱)

پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۰۴۵
کوالالمپور ۔ سیلنگور ۔ ملایا
۱۲۔ مارچ سنہ ۱۹۵۰ء

محترم امام

پچھلے خط کے بعد سے میں نے اپنے پروگرام میں تبدیلی کرلی ہے اور اب میں مئی کے مہینہ میں انگلستان نہیں آسکوں گا۔ مئی کی پانچ تاریخ کو میں یہاں سے آسٹریلیا کے لئے رخصت ہوجاؤں گا جہاں میرا کئی مہینے ٹھہرنے کا ارادہ ہے۔

مجھے گھر براہ راست نہ آنے کا سب سے بڑا افسوس اس لئے ہے کہ میں اپنے بھائیوں اور آپ کو دیر بعد مل سکوں گا۔ میں نہایت اشتیاق سے اس گھڑی کا انتظار کررہا تھا جب آپ کی ملاقات میسر آسکے ۔ یہ انتظار اتنا ہی شدید تھا جتنا کہ آپ کا مجھے مسلمان بنانے کا ارادہ ۔ میں اس ملک کو بھی انتہائی تاسف سے چھوڑ رہا ہوں کیونکہ یہاں میرے کئی مسلمان دوست ہیں۔

بہرکیف، محترم امام! میں آپ کا بیحد شکر گذار ہوں گا اگر آپ مجھے کسی آسٹریلین مسلمان کا پتہ دے سکیں ۔ مجھے امید ہے آپ میرے لئے اتنی تکلیف ضرور اٹھائیں گے مجھے علم نہیں آیا آسٹریلیا میں کوئی امام ہے یا نہیں ۔ اگر آپ کو کوئی خاص کام آسٹریلیا میں سرانجام دینا ہو تو اس میں اپنی عزت افزائی محسوس کروں گا۔ کہ آپ وہ کام میرے توسط کروائیں۔ از راہ کرم ایڈیٹر اسلامک ریویو کو میرے پتہ کی تبدیلی سے مطلع فرمائیں۔

معرفت:۔ ڈسٹرکٹ بینک لمیٹڈ
۸۷۔ آکسفورڈ روڈ۔ مانچسٹر۔۱۔
لنکاسٹر

انہوں نے کمال مہربانی سے میری خط وکتابت مجھے بھجوانے کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ اس وقت تک، کہ آسٹریلیا میں میرا کوئی مستقل ٹھکانا ہوجائے ۔ پتہ کی یہ تبدیلی ۲۵۔ اپریل سے جاری سمجھی جائے۔

مجھے امید ہے کہ آپ کو میرا وہ مکتوب مل گیا ہوگا جس میں میں نے اپنے قبول اسلام کی مختصر روئداد، اپنا فوٹو، اور سوالات کے جوابات بھیجے تھے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے وہ ہوائی ڈاک سے بھیجے تھے شاید ڈاک والوں نے اسے بحری ڈاک سے بھیجا ہو تو وہ بھی آپ کو جلد مل جائے گا۔

میں روزانہ قرآن پاک کا مطالعہ کرتا ہوں اور خدا تعالے سے نماز میں دعا مانگتا ہوں جس میں مجھے بے حد سکون روح میسر آیا ہے۔ یقین مانئے اسلام قبول کرنے کے بعد میں اپنے آپ کو بیحد مسرور اور مطمئن انسان محسوس کرتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ میرے اعمال خدا تعالے کے حضور میں قبول کئے جائیں گے۔ میں بے حد شکر گذار ہوں کہ مجھے صراط مستقیم مل گیا۔

بے حد احترام اور عقیدت کے ساتھ جو مجھے آپ سے اور آپ کے ووکنگ مشن سے ہے۔

آپ کا مسلمان بھائی
ایڈورڈ الکاک محمد ابراہیم

(۲)

۱۴۔ اپریل سنہ ۱۹۵۰ء

امام محترم!

مجھے امید تھی کہ اب تک آپ نے میرا ۱۷ جنوری کا خط وصول کرلیا ہوگا جس میں میں نے آپ کے سوالنامے کا جواب بھی دیا تھا اور اپنا فوٹو مع مختصر روئداد قبول اسلام بھی بھیجا تھا۔ میرا خیال ہے اب ہمیں یہی سمجھنا چاہیئے کہ وہ خط راہ میں کہیں کھو گیا ــــ اسے میں نے ہوائی ڈاک سے بھیجا تھا اور میرا خیال تھا کہ اگر آپ کو ہوائی ڈاک سے نہ ملا ہو تو بحری ڈاک سے ضرور مل جائے گا ــــ اسی دوران میں میں نے اپنی ہمشیرہ کو بھی ایک خط انگلستان لکھا تھا جو انہیں بھی نہیں ملا۔

بہرکیف مندرجہ بالا صورت حال کے پیش نظر میں آپ کے سوالنامے کا ایک اور جواب عرض کرتا ہوں۔ اور ساتھ ہی اپنی روداد قبول اسلام اور فوٹو بھی بھجواتا ہوں جو یقیناً آپ کے لئے موجب دلچسپی ہوں گے۔ مجھے اس بات میں ہرگز کوئی عذر نہیں کہ آپ "اسلامک ریویو" میں جو مجھے باقاعدہ پہنچ رہا ہے میرے متعلق کچھ لکھیں جس سے اسلام اور میرے مسلمان بھائیوں کو کچھ تقویت پہنچ سکے۔

میں ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا اور اسی مسلک سے میں منسلک رہا۔ بچپن میں تعلیم میں نے انگلش پبلک سکول میں حاصل کی اور پھر یونیورسٹی میں داخل ہوا۔ سکول کی تعلیم میں روزانہ دو مرتبہ گرجا کی حاضری ضروری تھی جہاں دین کا تمام تر تصور ہمارے لئے ایک روزمرہ کے عادہ سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا اس طرح گرجا ہمارے لئے ایک عام سی چیز تھی اور اسی کا ردعمل تھا کہ چھٹیوں کے ایام میں کوئی بھی گرجا نہ جاتا تھا ما سوا ان کے جنہیں اپنے والدین کو خوش کرنا ہوتا یا جو سمجھتے تھے کہ ایسا کرنا بہتر ہے۔

سکول میں ہر ہفتہ ہمیں بائبل یا مذہبی تاریخ کے متعلق ایک کلاس میں جو ایک گھنٹہ تک جاری رہتی تھی ضروری حاضری دینا ہوتی تھی ــــ یہ لیکچر خود لیکچرار کے دلی یقین سے خالی ہوتے تھے۔ اسکول کے زمانہ میں بچوں کے خیالات جن میں اثر پذیری کی قوت زیادہ ہوتی ہے) اور ان کی قوتیں زیادہ تر امتحانی مضامین کھیلوں اور تفریحی مشاغل میں منہمک ہوتی ہیں اور مذہب ان کی زندگی میں بالکل معمولی سا کام کرتا ہے اور اگر کوئی مذہب کی طرف زیادہ رجحان دکھائے تو اس کے ہمجولی اسے نکو بنا لیتے ہیں ۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں بچوں نے تعلیم اور لازمی گرجا کی حاضری

بچوں کا صفحہ ——— مولانا مرتضیٰ خان صاحب

تواضع اور خاکساری

عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو ایک بار دیکھا کہ وہ پانی کا مشکیزہ اپنے کندھے پر رکھے ہوئے ایک بڑھیا کے مکان کی طرف بڑی تیزی سے جا رہے ہیں۔ میں نے آواز دی کہ امیرالمومنین میری گذارش سُن لیجئے آپ نے جواب دیا ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔ جب آپ اس بڑھیا کے مکان میں سے نکلے میں نے عرض کیا امیرالمومنین! آپ مسلمانوں کے امیر اور حاکم ہیں یہ آپ کی شان کے خلاف ہے کہ آپ مشکیزہ کندھے پر ڈال کر لوگوں کا پانی بھرتے پھریں۔ آپ نے جواب دیا:۔ عروہ! تجھے اصل بات کا علم نہیں۔ میرے ہاں قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے سفیر آئے ہوئے تھے۔ جو اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کر رہے تھے۔ ساتھ ہی انہوں نے میری بہت تعریف کی کہ آپ بڑے منصف اور عادل ہیں۔ میں نے یہ سوچا کہ ایسا نہ ہو کہ میرے نفس میں کوئی تکبّر یا فخر پیدا ہو جائے۔ اس لئے میں نے مشکیزہ کندھے پر ڈالا۔ پانی سے بھرا اور اس غریب بڑھیا کے ہاں اُنڈیل آیا ہوں۔ یہ بچاری بڑی مسکین عورت ہے۔ اس کا کام کاج کرنے والا کوئی نہیں۔ اگر میں ان غریبوں کا خیال نہ رکھوں تو اور کون رکھے گا۔

حضرت عمرؓ کے متعلق تو یہ مشہور ہے کہ وہ بہت سخت طبیعت کے بزرگ تھے۔ اگر آپ سخت طبیعت کے تھے تو اس کے ساتھ آپ کی طبیعت میں انکسار اور تواضع بھی بہت تھی۔ غلاموں کی طرح دوسروں کی خدمت کے لئے کمر بستہ رہتے تھے۔ اور سخت سے سخت بات برداشت کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے صحابہؓ کے درمیان کچھ کپڑے تقسیم کئے ان میں سے ایک قیمتی جوڑا حضرت معاذؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت معاذؓ نے اسے فروخت کر کے کچھ غلام خریدے اور انہیں آزاد کرایا۔ سبحان اللہ! ہمارے صحابہؓ کو نیکی کے کاموں کا کس قدر شوق تھا۔ آپ نے وہ جوڑا خود استعمال نہ کیا بلکہ اس کو ایک نیکی کے کام میں لگا دیا۔ حضرت عمرؓ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرا جوڑا ان کے پاس بھجوایا۔ حضرت معاذؓ کو یہ بات نا پسند آئی اور انہوں نے حضرت عمر سے خفگی کا اظہار فرمایا کہ چونکہ آپ نے پہلا جوڑا فروخت کر دیا تھا اس لئے میں نے دوسرا جوڑا بھجوا دیا۔ حضرت معاذ نے فرمایا جب آپ میرا حصہ دے چکے تھے تو آپ پر کیا ذمہ واری تھی اس کے بعد انہوں نے بڑے سخت لہجے میں فرمایا کہ میں نے قسم کھا لی ہے کہ میں اس کو آپ کے سر پہ پٹک دوں حضرت عمرؓ نے نہایت انکسار سے فرمایا کہ "میرا سر حاضر ہے"

ایک بار حضرت ابوذرؓ نے حضرت بلال کو سیاہ فام کہدیا حضرت بلال تو کچھ نہ بولے۔ لیکن بعد میں حضرت ابوذرؓ کو ندامت ہوئی اور انہوں نے اپنے کو حضرت بلال کے سامنے ڈال دیا۔ اور قسم کھائی کہ جب تک بلالؓ میرے چہرہ پر اپنا پاؤں نہ رکھ دیں گے میں اپنا چہرہ نہیں اٹھاؤں گا۔

اخبارِ احمدیہ

——— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ ۱۱ مئی کو پاکستان میل سے کراچی تشریف لے جا رہے ہیں، آپ کی صحت بحمداللہ پہلے سے بہتر ہے، کمزوری باقی ہے احباب کرام کی مخلصانہ دعاؤں کی ضرورت ہے۔

——— سیکرٹری صاحب جماعت راولپنڈی اطلاع دیتے ہیں کہ ۲۰ اپریل کو نماز جمعہ کے بعد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کے ایک غیر معمولی اجلاس میں عہدیداران کا حسب ذیل سالانہ انتخاب متفقہ طور پر عمل میں آیا:۔

صدر۔ چوہدری غلام باری صاحب
نائب صدر:۔ ملک فضل کریم صاحب ٹھیکیدار
جنرل سیکرٹری:۔ خواجہ محمد عبداللہ صاحب
جائنٹ سیکرٹری:۔ ملک محمد ظفر اللہ خانصاحب
سیکرٹری تبلیغ (۱) جناب میاں بشارت احمد صاحب بقا
(۲) شیخ عبدالعزیز صاحب
محاسب و امین:۔ منشی شکر الدین صاحب

——— جھنگ سے مولوی محمد حسین صاحب لکھتے ہیں کہ میاں ریاض احمد صاحب نواسہ جناب میاں غلام رسول صاحب مرحوم و مغفور نے گیارھویں جماعت میں کامیاب ہونے پر ایک روپیہ انجمن کو عطیہ دیا ان کے لئے دعا فرمائی جائے۔

——— موضع شادیاں ضلع مظفرآباد (آزاد کشمیر) سے ماسٹر عبدالالٰہی لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ ہو نمونیہ سے بیمار رہا اب آرام ہے، کمزوری کے دور ہونے اور صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائی جاوے۔

جلسہ یوم وصال

۲۶ مئی ۱۹۵۱ء کو مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں بعد از نماز مغرب حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال کی تقریب پر ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مقامی جماعت احمدیہ کی کافی تعداد جمع تھی، بعض دوسرے اصحاب بھی تشریف فرما تھے، جلسہ کی صدارت حضرت مولانا صدر الدین نے کی اور اپنی صدارتی تقریر میں حضرت مسیح موعود کی بلندئ شان اور خداداد علم و فضل پر مفصل روشنی ڈالی۔ آپ کے بعد میرزا مسعود بیگ صاحب، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، مولانا آفتاب الدین احمد صاحب، شیخ غلام قادر صاحب اور ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے تقاریر کیں، یہ تمام تقاریر آئندہ اشاعتوں میں درج ہوں گی۔ جلسہ رات کے دس بجے ختم ہوا۔

ایک دس سالہ بچہ کا دینی جوش

کراچی میں ہمارے ایک دوست اصغر علی صاحب ہیں۔ ان کے ایک دس سالہ بچہ نسیم جاوید نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی تحریک پر نہ صرف اپنی طرف سے آٹھ آنہ ماہوار چندہ دینا شروع کیا ہے بلکہ اپنی بہنوں سے بھی چندہ مقرر کرایا ہے جن کے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) نفیسیت سرور — ۰ — ۱ ماہوار — عمر ۱۶ سال
(۲) شمیم اختر — ۰ — ۱۲ — ماہوار — عمر ۱۴ سال
(۳) فرخت افزا — ۰ — ۴ — ماہوار — عمر ۸ سال
(۴) نعیم بیگم — ۰ — ۴ — ماہوار — عمر ۹ سال
(۵) نسیم جاوید اصغر — ۰ — ۸ — ماہوار — عمر ۱۰ سال

اس کے علاوہ نسیم جاوید کے نام اخبار "پیغام صلح" بھی جاری ہے اور اب انہوں نے اپنے بہنوئی کے نام

پیغام صلح

جلد ۳۹ | بروز چہارشنبہ مورخہ ۳ شعبان ۱۳۷۰ھ | نمبر ۹

احراری فتنہ

پنجابی غنڈوں کا وہ گروہ جو جماعت احرار کے نام سے موسوم ہے ایک عرصہ سے جماعت احمدیہ کے خلاف فتنہ پردازی اور ہر قسم کے غنڈا پن سے کام لے رہا ہے، یوں تو اس جماعت کی تمام زندگی ایسی ہی کرتوتوں سے بھری پڑی ہے، جن میں مسلمانوں کی ہر نیک تحریک کا قلع قمع کرنے کی انہوں نے کوشش کی، پاکستان بننے سے پہلے ہندوؤں اور کانگرس کے ہم آواز ہو کر انہوں نے مسلمانوں کی سخت ترین مخالفت کی، یہاں تک کہ قائد اعظم علیہ الرحمۃ کو کھلی کھلی گالیاں دیں، مسلم لیگ کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور یہاں تک پیشگوئیاں کیں کہ پاکستان بننا ایک امر محال ہے مسجد شہید گنج کی تحریک میں حصہ لینے والوں کو بری طرح کوسا اور اس تحریک کی ناکامی کا سہرا حاصل کیا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ کئی مرتبہ جماعت احمدیہ کے تابوت میں آخری میخیں لگائیں لیکن وہ تابوت ایسا سخت تھا کہ نہ وہ میخیں باقی رہیں اور نہ اس جماعت کی زندگی پر ذرہ بھر اثر پڑا بلکہ دن بدن ترقی ہی ہوتی چلی گئی۔

اب پاکستان بننے کے بعد بظاہر سیاسیات سے علیحدگی کا اعلان کر کے غنڈوں کے اس گروہ نے ایک دوسرے رنگ میں پاکستان کو تباہ و برباد کرنے پر کمر باندھی ہوئی ہے اور مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کے لئے رات دن جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام و پیشوا کے خلاف گند اچھالنا اور عوام الناس کو مشتعل کر کے فتنہ و فساد برپا کرنا اپنا شیوہ بنا لیا ہے۔ اس غرض سے جگہ جگہ جلسے اور کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں، جن میں لوگوں کے اندر ایک اشتعال پیدا کر کے قتل و مقاتلہ تک نوبت پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جاتی، ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا اکاڑہ میں ایک قادیانی احمدی کو اسی طریق سے قتل کرایا گیا۔ راولپنڈی میں ایک بوڑھے قادیانی کو گولی کا نشانہ بنایا گیا، اور ابھی چند دن ہوئے ایک غریب قادیانی دوکاندار کے خلاف لوگوں کو مشتعل کر کے اس کی دوکان اٹھا دی گئی اور اب تازہ خبر ہے کہ جڑانوالہ میں ایک قادیانی مسجد کو نذر آتش کر دیا گیا اور اس کا سامان لوٹ لیا گیا۔

یہ واقعات کھلے بندوں اور دن دہاڑے ہوتے ہیں اور حیرت ہے کہ حکومت ان کے انسداد کا کوئی بندوبست نہیں کرتی اور ان لوگوں کو جو عام غنڈوں سے زیادہ خطرناک ہیں، ایسی کھلی چھٹی دے رکھی ہے کہ وہ جو جی چاہے کریں، کوئی ان سے باز پرس نہیں کوئی انہیں ٹوکنے والا نہیں کیا یہ حالات ملک کے لئے باعث عزت ہیں؟ کیا یہ حرکات ایک فتنہ عظیم کو دعوت نہیں دیتیں؟ مانا کہ جماعت احمدیہ ایک قلیل گروہ ہے لیکن آخر پاکستانی مسلمانوں ہی کا ایک حصہ ہے اور ایسا حصہ ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی قوت و عظمت کو بڑھانے کا موجب ہے، اس کی حفاظت حکومت پاکستان کا اولین فرض ہے، اس میں شک نہیں کہ قادیانی جماعت نے اجرائے نبوت اور تکفیر مسلمین کے عقیدہ سے تمام جماعت احمدیہ اور اپنے مقدس پیشوا کو بدنام کر دیا ہے لیکن یہ ایسے مذہبی عقائد ہیں جنہیں سیاسیات سے کچھ بھی تعلق نہیں ان پر مذہبی رنگ میں مذہب پیرایہ میں جرح و تنقید ہو سکتی ہے اور ہم سینتیس سال سے ان دونوں عقائد کی غلطی کو معقول دلائل سے واضح کرتے چلے آ رہے ہیں، اور اس حقیقت کو بھی واضح کر چکے ہیں کہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ان عقائد کے ساتھ مطلقاً کوئی تعلق نہیں تھا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ اب قادیانی جماعت بھی ان عقائد سے دستبردار ہوتی جا رہی ہے مسئلہ تکفیر اب ان کے عقائد میں وہ شدت نہیں رکھتا، جو پہلے تھی، مسئلہ نبوت میں بھی جو بقول خلیفہ قادیان ایک "مصلحت وقت" کا تقاضا تھا اب قدم پیچھے ہٹایا جا رہا ہے، یہاں تک کہ خاندان مسیح موعود کو "خاندان نبوت" لکھنے سے انہوں نے سختی کے ساتھ منع کر دیا ہے ان باتوں کو آڑ بنا کر تمام جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس پیشوا کو دشمن اسلام اور ایک سیاسی گروہ قرار دینا پرلے درجے کی کذب بیانی ہے جس کی بناء پر خواہ مخواہ لوگوں کو مشتعل کیا جاتا ہے اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی جاتی ہے، اگر نیک نیتی ہوتی تو اس بات کو دیکھتے کہ جو جماعت رات دن اسلام کی عزت و عظمت کو دنیا میں قائم کرنے میں منہمک ہے، قرآن کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں لوگوں تک پہنچاتی ہے، اسلام کے نور کو پھیلاتی اور محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت کو قائم کرتی ہے کفرستانوں میں مسجدیں بناتی ہے جہاں سے اشہد ان محمد رسول اللہ کی آواز پانچ وقت بلند ہوتی ہے وہ دشمن اسلام کس طرح ہو سکتا ہے اور اس کی سرگرمیاں کیونکر تخریب اسلام کے ذیل میں شمار کی جا سکتی ہیں، لیکن احراری غنڈوں کو ان حقائق سے کیا غرض۔ انہیں فتنہ و فساد کی آگ مشتعل کر کے اپنی جیبوں کو گرم کرنا مطلوب ہے، خواہ حق لٹے یا نہ لٹے، حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ اس طرف توجہ کرے اور اس بڑھتی ہوئی آگ کو فرو کرنے کا انتظام کرے، ورنہ یہ فتنہ پاکستان کے لئے کسی طرح بھی مفید ثابت نہ ہوگا، کیا ہمارے ارباب اختیار اس پر غور کریں گے؟

مسٹر ابراہیم الکاک کے دو خطوط

(بقیہ از صفحہ اوّل)

بہت عرصہ تک اپنی گرفت میں نہ رکھ سکتی تھی سکول اور یونیورسٹی کی تعلیم ختم ہونے کے بعد میں نے شاہی بحریہ (رائل نیوی) میں ملازمت تلاش کر لی۔ یہ جنگ کا زمانہ تھا ۱۹۴۲ء۔ ۱۹۴۶ء میں کام کی نوعیت کچھ ایسی تھی کہ انتہائی خطرناک مواقع پر بھی، گو یہ کچھ عجیب سا لگتا ہے، مجھے سوچنے کی فرصت ملتی تھی ایک آبدوز جہاز ران ہونے کی حیثیت میں مجھے اپنے خالق کے قرب کا شدید احساس ہوتا تھا۔ کئی طویل دن ہمیں گھات میں بیٹھے بیٹھے گذر جاتے تھے اور پھر ایکا ایکی چند ثانیات ایسے بھی ہوتے تھے کہ سر کھجلانے کی بھی فرصت نہ ہوتی تھی۔ اور ہماری زندگی تک خدا تعالے کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ میں ان خطرات سے بالکل محفوظ نکل آیا۔ لیکن مذہب کے بارے میں ایک الجھن میں پھنس گیا۔ میں اپنے عیسائی معتقدات کو سچائی اور حق سے ہم آہنگ کرنے میں قاصر تھا جس نے مجھے ان بھیانک لمحات میں بچایا تھا۔ میں اب بھی ایک مضبوط عیسائی تھا۔ لیکن یہ زیادہ تر میرے آبا و اجداد اور اسکول کی ٹریننگ کا اثر تھا علی وجہ البصیرت ایمان کا باعث نہ تھا۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ یہ محض اتفاق تھا کہ میں ایک عیسائی تھا۔ مجھے ہرگز تسلی نہ ہوتی تھی اور میں اس تلاش میں تھا کہ صراط مستقیم ڈھونڈ لوں ——— وہ راستہ جو خدا تعالے کی طرف لے جاتا ہے۔

عجیب اتفاق ہے کہ جنگ کے بعد مجھے ملایا میں نوکری مل گئی۔ جہاں بسنے والوں میں مسلمان آبادیاں بھی تھیں۔ کوئی ہاتھ مجھے ایمان کی راہ پر کھینچ رہا تھا۔ میں جلد ہی یہاں آباد ہو گیا۔ میں نے وہاں کے بسنے والوں کا چلن دیکھنا شروع کیا ——— اور میں نہ صرف ان کی سادگی اور پاکیزگی سے متاثر ہوا بلکہ ان کی باہمی محبت اور اخوت نے بھی مجھ پر ایک انمٹ اثر چھوڑا۔ جتنا میں انہیں دیکھتا گیا میں ان کے راضی برضائے الٰہی ہونے سے بے حد متاثر ہوا۔ انہوں نے مجھ اجنبی سے جو برتاؤ کیا وہ بھی عجیب و غریب تھا۔ پیار میں نے کوئی نسلی تفاوت نہ پائے انہوں نے اپنے مذہب سے ایک امن و سکون حاصل کیا تھا جسے مادی دشواریاں کوئی ٹھیس پہنچاتی تھیں ——— تمام راہیں خدا تعالے کی طرف ہی لے جاتی ہیں ——— یہ وہ امر تھا جس نے مجھے اسلام پر سوچنے کے لئے مجبور کر دیا اور میں نے محسوس کیا کہ میں سالہا سال سے جس کی تلاش میں تھا ایک مضبوط ہاتھ مجھے وہاں کھینچ لایا ہے۔

اور زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لئے میں نے اسلام پر مزید معلوماتی ادب کا مطالعہ کیا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، قرآن مجید ——— پکتھال کا ترجمہ پڑھا اور میں نے اب اسے پڑھنا روزمرہ کا طریق بنا لیا ہے اور انشاء اللہ اسے قائم رکھوں گا۔ میری اس جستجو میں ایک ملائی حاجی میرے لئے بڑا معاون ہوا ہے اور مشکل مسائل میں اس نے میری بڑی اعانت کی ہے۔ آخر کار میں نے وہ سچی روشنی اور رفعت حاصل کر لی اور وہ روحانی تسکین و اطمینان پا لیا جو صرف ایک ہی اللہ کی رضا کے آگے جھک جانے سے مل سکتا ہے۔ اس لئے میں نے اسلام قبول کرنے اور خدا تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے ایک اچھا مسلمان بننے کا فیصلہ کر لیا۔

اے محترم امام! میں آپ سے رابطہ قائم کرتے ہوئے بیحد خوشی محسوس کرتا ہوں اور اس کے ہمراہ اپنے قبول اسلام کا اعلان نامہ بھیجتا ہوں میری یہ مخلصانہ امید اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کے رحم و فضل سے میں حضرت نبی کریم صلعم کے بتلائے راستے پر کامزن ہو کر اس کے احکام کی پوری متابعت کی توفیق [illegible] گا۔ [illegible]

اخبار و افکار

حضرت امیر ایدہ اللہ کا عزمِ کراچی

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ واطال اللہ ۲۱ مئی ۱۹۵۱ء کی صبح کو پاکستان میل کے ذریعہ کراچی تشریف لے جا رہے ہیں۔ موسم گرما آپ وہیں گذاریں گے۔ حضرت کی طبیعت اب بفضل خدا اچھی ہے۔ بیماری کے مسلسل حملوں کی وجہ سے کمزوری کافی ہے۔ احباب حضرت کی درازیٔ عمر و صحت کاملہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔ کراچی کا پتہ حسب ذیل ہے:-

بہ دین - برنٹن روڈ - کراچی

والسلام

خاکسار:- احمد یار۔ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - لاہور

احرار کا یومِ تشکر

۲۵-۲۶ مئی کو لاہور میں احراری غنڈوں نے یوم تشکر منایا۔ کس بات کا تشکر؟ اس امر کا کہ کوئی "مرزائی" پنجاب اسمبلی کی رکنیت حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ کوئی ان بھلے لوگوں سے پوچھے کہ یہ کونسی ایسی بات ہے جس پر اس قدر عظیم الشان، اتنے تزک و احتشام کے ساتھ تم نے یوم تشکر منایا، جلوس نکالے، بہت بڑا جلسہ منعقد کیا۔ کیا کسی "مرزائی" کا پنجاب اسمبلی میں جانا اتنا ہی بڑا خطرناک معاملہ تھا؟ اور وہ کتنے مرزائی تھے جو پنجاب اسمبلی کے امیدوار تھے؟ صرف دو، جو عقائد کے لحاظ سے گو قادیانی جماعت سے تعلق رکھتے تھے، مگر قادیانی جماعت نے انہیں کھڑا نہیں کیا، بلکہ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر وہ کھڑے ہوئے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر وہ ناکام ہوئے تو یہ کس کی ناکامی ہے؟ کیا مرزائیوں کی؟ نہیں بلکہ مسلم لیگ کی ناکامی ہے، جس کے ٹکٹ پر وہ کھڑے ہوئے تھے۔ اس لئے احرار کا تشکر تو مسلم لیگ کی ناکامی پر ہوا۔ ہاں اگر احرار کا یہ خیال ہو کہ وہ قادیانی پنجاب اسمبلی کے پورے دو سو ممبروں پر بھاری تھے، تو شاید ان کے تشکر کو حق بجانب سمجھا جا سکے۔ لیکن یہ غور طلب امر ہے کہ گذشتہ انتخابات میں احرار نے بظاہر مسلم لیگ کی حمایت کا دم بھرتے ہوئے کئی مسلم لیگی امیدواروں کی (جو مرزائی نہیں تھے) کھلی مخالفت کی۔ کیا یوم تشکر انہی سرگرمیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے تو نہیں منایا گیا؟ "مرزائیت" کی مخالفت کی آڑ میں اپنی بدکرتوتوں کو چھپانا آسان تو ہے لیکن حق بین اور گہری نظر رکھنے والے لوگ خوب جانتے ہیں کہ یہ ڈھونگ کس لئے رچایا گیا ہے۔ وہ لوگ جو قائد اعظم کو گالیاں دیتے ہوئے تھکتے نہ تھے، اور ہندوؤں کے ہم آواز ہو کر تحریک پاکستان کو درہم برہم کرنے کے درپے رہے، اگر وہ آج بھی مرزائیت کی مخالفت کے پردہ میں اپنی پاکستان دشمن حرکات کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں، تو اس میں کون سے تعجب کی بات ہے۔

ایک پُرفریب مغالطہ

جمعیۃ الفلاح کے نام سے مولوی تمیز الدین خان صدر پاکستان اسمبلی نے جس تبلیغی انجمن کی شاخ لاہور میں قائم کی، اس کا ذکر کرتے ہوئے معاصر "کوثر" رقمطراز ہے:-

"اگر اسلام ویسا ہی دین ہوتا، جیسا مسیحیت ہے، یا اس کا تصور وہی ہوتا جو مرزائیت کا ہے، تو بلاشبہ ایک انجمن اشاعت اسلام کی بڑی ضرورت تھی کیونکہ مذہب کو ریاست سے کوئی غرض نہیں اور ریاست کو مذہب سے۔ لیکن اگر اسلام انسانی زندگی کے دستور کا نام ہے۔ تو وہ مبلغ اسلام جو تبلیغی کتابوں کے بستے سر پر اٹھائے ہوئے یورپ و امریکہ میں جائے گا۔ جا کر لوگوں سے کیا کہیگا اگر وہ یہ کہے گا کہ اسلام دین حق ہے تو وہ اس سے یہ پوچھیں گے کہ اگر یہ دین حق ہے تو پاکستان کی ملت نے پاکستان کی ریاست نے، پاکستان کی حکومت نے اس کو کیوں اختیار نہیں کیا۔ اگر وہ کہے گا کہ اس کے اختیار کرنے میں بڑی مشکلات ہیں تو اس سے یہ نہ کہا جائے گا کہ اگر تم اس کو اختیار نہیں کر سکتے تو ہم کس طرح اختیار کریں گے؟"

کس قدر پُرفریب مغالطہ ہے۔ جب تک حکومت پاکستان تبلیغ کی زمام ہاتھ میں نہ لے اور ایک اسلامی ریاست کی حیثیت سے مبلغین کو یورپ و امریکہ نہ بھیجے اس وقت تک کوئی پرائیویٹ ادارہ اس خدمت کو سرانجام نہیں دے سکتا اور نہ یورپ و امریکہ کے لوگ اس دین کو مان سکتے ہیں جو پاکستان کی حکومت کی طرف سے نہیں بلکہ کسی پرائیویٹ ادارہ کی طرف سے پیش کیا جائے۔

اس بارہ میں ہم صرف اس قدر عرض کریں گے کہ یورپ اور امریکہ کی طرف سے جس جواب کا اندیشہ ہمارے معاصر نے ظاہر کیا ہے، کاش اس کی تائید میں کوئی ایک بھی وہ پیش کر سکتا۔ برخلاف اس کے تبلیغ اسلام کے اس تصور نے جو "مرزائیت" نے اختیار کیا ہے کھلے واقعات سے اپنا صحیح اور حق بجانب ہونا ثابت کر دیا ہے۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ جن مبلغین اسلام پر آپ "تبلیغی کتابوں کے بستے سر پر اٹھائے ہوئے" کا مذاق اڑاتے ہیں، یورپ و امریکہ کے ہزاروں فضلاء ان کی باتوں کو سن کر نہایت عزت و عقیدت کے ساتھ آمنا و صدقنا کہہ اٹھتے اور اسلام کی آغوش میں چلے آتے ہیں، اور ایک بھی ایسا شخص آپ پیش نہیں کر سکتے جس نے ان مبلغین کو اسلامی ریاست کے ساتھ متعلق نہ ہونے کا طعنہ دیا ہو۔ پھر واقعات کے خلاف ایک غلط مفروضہ پیش کر دینا کیا یہ پُرفریب مغالطہ انگیزی نہیں جس سے تبلیغ اسلام کے مقدس فریضہ کو محض اس لئے ٹھکرا دینا مقصود ہے کہ وہ "کوثر" کے ہم خیال لوگوں کی طرف سے سرانجام نہیں دیا جا رہا۔ ابھی اگلے دن "کوثر" کے امیر جماعت مودودی صاحب نے ایک جرمن نومسلم کے خطوط شائع کرتے ہوئے اس بات پر حسرت کا اظہار کیا تھا کہ ان کی کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ نہیں کیا گیا ورنہ تبلیغ اسلام کے لئے انہیں یورپ بھیجا جاتا۔ کیا تبلیغی کتابوں کے یہ بستے" جو مولانا مودودی کی طرف سے پیش ہوں گے یورپ و امریکہ کی طرف سے اسی جواب کے مستحق نہیں ہونگے جس کا اندیشہ "کوثر" نے ظاہر کیا ہے۔

زنا کی سزا

ایک امریکن حبشی کی اس سزا پر جو زنا بالجبر کی پاداش میں اسے دی گئی، کہ بجلی کی کرسی پر بٹھا کر اسے مار دیا گیا معاصر "کوثر" رائے زنی کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"جہاں تک زنا کے جرم کی سزا کا تعلق ہے ہمارے نزدیک مجرم کو جو سزا دی گئی ہے۔ وہ بالکل سخت نہیں ہے۔ اسلام میں تو ایسے مجرم کی — چاہے اس نے زنا بالجبر کیا ہو یا بالرضا — انتہائی سزا پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا ہے"

ہم اپنے معزز معاصر سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کی کونسی آیت میں ایک زانی کے لئے پتھر مارنے کی سزا تجویز کی گئی ہے؟ کیا سورہ نور کی آیت الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ کے ہوتے ہوئے پتھر مارنے کی رسم جاہلیت ختم نہیں ہوگئی؟ امید ہے معاصر "کوثر" اس پر غور کر کے جواب دیگا۔

پاپائے روم کا نیا عقیدہ

(بقیہ از صـ)

نیک باپ دادوں کی نیکیوں کا وارث ان کی اولاد کو بناتا ہے) گویا مریمؑ نہ صرف خود ایک نیک اور فضیلت یافتہ عورت تھی بلکہ اس کی ماں اور اس کا خاندان انوار نبوت کا وارث تھا اسی کے بارہ میں فرمایا

"اذ قالت امرات عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا فتقبل منی انک انت السمیع العلیم"

جب قوم عمران کی ایک عورت نے یہ دعا کی کہ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے اسے میں نے دنیا کے کاموں سے آزاد کر کے تیری نذر کو دیا پس تو مجھ سے یہ نذر قبول فرما تو قبول کرنے والا جاننے والا ہے"

مریمؑ نہ صرف برگزیدہ خاندان سے تھی بلکہ اس کی ماں کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کا جذبہ موجزن تھا کہ اس نے سچے دل سے خدا کے حضور بچہ کی پیدائش سے پیشتر ہی ہیکل کی خدمت اور خدا کی عبادت کے لئے اسے نذر کر دیا تھا۔ اس کے لئے خلوص دل سے یہ دعا مانگی۔ "وانی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطان الرجیم" اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں (ہر قسم کی بدیوں سے اسے بچائے رکھنا) مریم کی ماں کی اس دعا کے

جناب مریم علیہا السلام کے بارہ میں

پاپائے روم کا نیا عقیدہ

دنیائے مسیحیت پر اسلام کا احسان

مولانا سعید الحق صاحب ودیارتھی

جس کے پرتو سے منور رہی تیری شب تار
پھر بھی ہو سکتا ہے روشن وہ چراغ خاموش

ایک روز کا واقعہ ہے کہ مشہور مصنف ایمرسن اور ان کا بیٹا اپنی گائے کے بچھڑے کو کھیت سے باڑے میں لانا چاہتے تھے۔ باپ نے بچھڑے کو پیچھے سے دھکیلنا شروع کیا بیٹے نے رسہ پکڑ کر آگے کھینچنے کے لئے زور لگایا مگر بچھڑے نے پورے زور کے ساتھ ان کی مزاحمت کی اپنی ٹانگیں پیچھے کی طرف اکڑا کر آگے بڑھنے سے انکار کر دیا دو طرف سے یہ رسہ کشی دیر تک جاری رہی یہاں تک کہ باپ بیٹا دونوں پسینہ پسینہ ہو کر ہانپنے لگے جس قدر وہ آگے کی طرف زور لگاتے تھے بچھڑا اسی قدر پیچھے دبانا تھا باپ بیٹے اور بچھڑے کی یہ زور آزمائی دیکھ کر ان کی ایک خادمہ بہت ہنسی وہ یہ جانتی تھی کہ ایمرسن بہت بڑا عالم اور مصنف ہے اور وہ خود ایک جاہل اور گنوار عورت ہے مگر بچھڑے کی نفسیات سے باپ بیٹا دونوں ناواقف ہیں اس لئے باپ پیچھے سے زور لگاتا اور بیٹا آگے کو کھینچتا ہے مگر بچھڑے کو باڑے میں نہیں لا سکتے۔ خادمہ گو جاہل اور گنوار عورت سہی مگر بچھڑے کی نفسیات سے ضرور واقف تھی وہ ہنستی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی اس نے بچھڑے کو باپ بیٹا دونوں کی زبردستی سے آزاد کیا اپنی مادرانہ محبت کی انگلی بچھڑے کے منہ میں دی بچھڑا اس کا ہاتھ چاٹنے لگا اور خوشی خوشی باڑہ میں چلا آیا۔

کچھ اسی قسم کی زبردستی بنی اسرائیل کو اپنے باڑے میں داخل کرنے کے لئے باپ بیٹا دونوں نے اختیار کی باپ نے آسمان پر سے اپنا بیٹا زمین پر بھیجا زمین آسمان کا سارا اختیار اسے دیا باپ نے اوپر سے اور بیٹے نے نیچے سے اپنا سارا زور لگایا کہتے ہیں اس نے پانی کی شراب بنا دی چند روٹیوں سے صدہا بھوکوں کا پیٹ بھر دیا ایک بڑی بھیڑ اور جم غفیر کو طرح طرح کی لاعلاج بیماریوں سے شفا دی۔ دریا پر چلا اس نے قبروں میں پڑے، صدیوں کے مردے زندہ کر دیئے اس نے ہوا کو ڈانٹا اور وہ تھم گئی مگر ماہر نفسیات دیکھتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل بھیڑوں کو اپنے باڑہ میں داخل نہ کر سکے غیر تو غیر تھے ہی ان کا گلہ ہی کیا؟ خود ان کے اپنے گھر کے لوگ، قریبی رشتہ دار، ہم وطن۔ شہر کے ساتھ کھیلے ہوئے ۔ ان سے دور بھاگتے نظر آتے ہیں حالانکہ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے خدا کے بیٹے کی غیر معمولی پیدائش اس کے اقتداری معجزات کا بالکل قریب سے مطالعہ کیا ہوگا ان لوگوں کا منکر رہنا خدا کے بیٹے کی کامیاب محبت کی زندگی کی دلیل نہیں ماہر نفسیات دیکھتا ہے کہ دولہا اپنی برات سے الگ ہو گیا اس نے خدا کا اکلوتا بیٹا ہو کر قلوب انسانی کے دروازے اپنے اوپر بند کر لئے غیروں نے تو دور رہنا ہی تھا اس کا پیارا باپ اس کی عابدہ زاہدہ اور نیک ماں اس کے اپنے ماں جائے بھائی سب کے سب اس سے دور کھنچے رہے یہ امر بذات خود محل نظر ہے کہ جن شاگردوں کی خاطر اس نے اپنے ماں باپ گھر بار عزیز و اقارب کو چھوڑا انہوں نے بھی بالآخر اس کے ساتھ وفا نہ کی اور وقت پڑنے پر اسے دشمنوں کے ہاتھوں میں دے کر خود بھاگ اٹھے، گڈریئے نے بھیڑوں کی خاطر جان دیدی پر بھیڑوں نے اس کی آواز نہ پہچانی آخر ایسا کیوں ہوا جو نہ ہونا چاہیئے تھا بات دراصل یہ ہے کہ جناب مسیح کے ساتھ ان کی زندگی میں ہی ظلم و ستم نہیں ہوا ان کی رحلت کے بعد بھی ان کی زندگی کو تختۂ مشق بنایا گیا متضاد واقعات اور دور از قیاس باتیں ان کی طرف منسوب کی گئیں ۔ ان سب باتوں کی تفصیل میں جانا مشکل ہے صرف ایک امر یعنی جناب مسیح کا اپنی والدہ سے سلوک اس وقت زیر بحث ہے ان کے باپ کے بارہ میں اختلاف ہو تو ہو مگر اس میں کسی کو شبہ نہیں کہ ۔ ۔ ۔ ۔ جناب مسیح مریم علیہا السلام کے بیٹے تھے مریم نہایت نیک برگزیدہ اور خدا کے کلام سے فیضیاب عورت تھی۔ بیٹا اس ماں کی دعا نیک و لادت کا ثمرہ تھا۔ ان دونوں کا نسل انسانی کے لئے ایک آئیڈیل ماں اور بیٹا اور دوسروں کے لئے اسوۂ حسنہ یا نمونہ ہونا ضروری ہے لیکن ہم دیکھتے یہ ہیں کہ جناب مسیح کو اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ملنے اور ان سے گفتگو کرنے کا چند مرتبہ سے زیادہ موقعہ نہیں ملا ہر مرتبہ ان کا اپنی ماں سے خطاب جیسا کہ اناجیل میں مذکور ہے ان کی شان کے شایان نظر نہیں آتا دیکھئے ایک شادی کی تقریب پر بہت سے مہمان جمع ہیں آپ کی والدہ میزبان ہیں اپنے بیٹے کی پاس خاطر اس نے بیٹے کے شاگردوں کو بھی دعوت میں بلا رکھا ہے مہمانوں کی کثرت سے اور کھانے پینے کی قلت کی وجہ سے لوگوں میں رسوائی کا خطرہ ہے ایسی مجبوری کی حالت میں ماں اپنے بیٹے سے کچھ امداد چاہتی ہے جس کے جواب میں ہمدردی کی بجائے یسوع نے اس سے کہا ”اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام؟“[1] (یوحنا ۴:۲) کیا ایک نیک ماں اپنے رشید اور نیک بیٹے سے ایسے نازک موقعہ پر ایسے جواب کی توقع کر سکتی ہے؟

۲۔ بوڑھی اور ضعیف ماں کا پہلوٹھا بیٹا۔ ناکردہ گناہ اور معصوم بیٹا خدا کا برگزیدہ پیغمبر صلیب دیا جا رہا ہے ماں اس انتہائی درد و غم کی حالت اپنی آنکھوں دیکھ رہی ہے اس وقت ماں کے دل کی کیفیت کیا ہوگی؟ اس شدت غم و اندوہ میں آپ اپنی ماں سے خطاب کرتے ہیں پاس کھڑے ہوئے دیکھ کر اپنی ماں کو کہا۔

”اے عورت! دیکھ یہ تیرا بیٹا۔ پھر اس نے اس شاگرد کو کہا دیکھ یہ تیری ماں“۔

(یوحنا ۱۹:۲۶ و ۲۷)

بدقسمتی سے یونانی انجیل میں جو لفظ ”اے عورت“ کے لئے مروی ہے وہ گنیٔ (   ) ہے جو ”اے عورت“ سے زیادہ سخت مفہوم رکھتا ہے بعض مفسرین اناجیل نے اس آیت بالا پر نہایت نامناسب تبصرہ کیا ہے یعنی یہ کہ خدا کا بیٹا اپنے جسمانی رشتہ کی زیادہ پروا نہ کرتا تھا اور مریم کے لئے یہ ہرگز مناسب نہ تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو کوئی حکم دیتی“ اگر سچ ہے کہ مسیح کا اپنی ماں سے تعلق صرف ایک جسمانی رشتہ تھا اور یہ امر واقعہ کے طور پر انجیل میں مذکور ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام نے اپنی والدہ کی عزت نہیں کی اور ان کا بیٹا ہونے کا حق ادا نہیں کیا اور نہ ماں اور بھائیوں نے اس کے دعاوی کو تسلیم کیا اور نہ وہ اس پر ایمان لائے تو مریم کی ساری عزت اور عظمت جو آج پاپائے روم انہیں دینا چاہتے ہیں عیسائی دنیا کے لئے قابل قبول نہیں نہ وہ معصوم و بیگناہ ٹھہرتی ہیں اور نہ ان کا رفع آسمان پر ہوا اور نہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ اور قابل پرستش ہیں۔

قرآن مجید کا مسیحی دنیا پر احسان عظیم

باوجود اس کے کہ بنی اسرائیلی قوم کو بنی اسمٰعیل کے ساتھ ہمیشہ کد اور دشمنی رہی اور اس میں اس قدر ظلم و ستم کو روا رکھا کہ کتب مقدس میں بھی ان کے خلاف تحریف کا خطرناک اقدام کیا مسیحی پادریوں نے اہل عرب اسلام قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہزاروں کتب شائع کیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مریم، آپ کے خاندان آپ کے بیٹے مسیح بلکہ آپ کے حواریوں اور شاگردوں تک کی عزت و عظمت برقرار رکھنے کے لئے قرآن مجید میں حق و انصاف سے کام لیا اور ان کی اس قدر تعریف کی کہ جس قدر تعریف کے وہ فی الواقع مستحق تھے اور ان تمام الزامات سے ان کو بری ٹھہرایا جو ان کے نابکار دشمنوں اور نادان دوستوں نے ان پر عائد کئے تھے، قرآن مجید میں سورہ آل عمران اور سورہ مریم ان ہی کی شان میں نازل ہوئیں جن کا کسی قدر خلاصہ ذیل میں درج ہے۔

مریمؑ کے متعلق قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا:۔

یامریم ان اللّٰہ اصطفاک و طھرک و اصطفاک علی نساء العالمین۔ اے مریم اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور تجھے پاک بنایا ہے اور اقوام عالم کی عورتوں میں سے تجھے چن لیا۔

پھر فرمایا:۔

ان اللّٰہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض واللّٰہ سمیع علیم۔ یقیناً اللہ نے آدم اور نوح آل ابراہیم اور عمران کی اولاد کو قوموں پر برگزیدہ بنایا یہ سب ایک دوسرے کی نسل سے تھے (یعنی ایک دوسرے کی خوبیوں اور نیکیوں کے وارث تھے) اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے وہ اکثر نیک

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

[1] اس تحقیر آمیز محاورہ کے لئے دیکھو سموئیل دوم ۱۶:۱۰ اور ۱۹:۲۲

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

جناب شیخ غلام قادر صاحب حبیبا بلڈنگس لاہور

اقوال و کردار میں اختلاف رکھنے والے علماء سے بیزاری

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی بعثہ اللہ فی امۃ قبلی الا کان لہ من امتہ حواریون واصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انہا تخلف من بعدھم خلوف یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یؤمرون فمن جاھدھم بیدہ فھو مومن ومن جاھدھم بلسانہ فھو مومن ومن جاھدھم بقلبہ فھو مومن لیس وراء ذالک من الایمان حبۃ خردل۔ اخرجہ مسلم۔ (تلخیص الصحاح جلد ۱)

ترجمہ:۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنے انبیاء کو ان کی امت میں مجھ سے قبل اللہ تعالےٰ نے مبعوث فرمایا ہے ان سب کے معین و مددگار اور مصاحبین تھے جو ان کی سنت کی متابعت اور ان کے حکم کی اقتداء کرتے تھے۔ پھر ان کے پیچھے ایسے ناخلف (علماء) پیدا ہوتے جن کے کردار ان کے اقوال کے مطابق نہ تھے اور ایسے افعال کر گذرتے تھے جن کے کرنے کا ان کے پاس کوئی (الٰہی) حکم نہ تھا۔ اگر ایسے لوگ اس امت میں ہوں، تو جو شخص (یا اشخاص) انہیں ہاتھ سے روکے وہ مومن ہے جو شخص زبان سے روکے وہ مومن ہے اور جو شخص ایسے لوگوں سے دلی بیزاری ظاہر کرے وہ بھی مومن تو ہے لیکن اس کے سوا ایمان کا رائی برابر حصہ نہیں ہے۔

ناموں کا اثر اخلاق پر

عن ابی الدرداءؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم تدعون یوم القیامۃ باسمائکم واسماء آبائکم فاحسنوا اسماءکم۔ اخرجہ ابوداؤد۔ تلخیص الصحاح جلد ۱

ترجمہ:۔ حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ قیامت کے دن اپنے اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے پس اچھے نام رکھا کرو (اچھے ناموں کا اخلاق پر اچھا اثر پڑتا ہے)

برا نام بدل دینا چاہیئے

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر اسم عاصیۃ وسماھا جمیلۃ۔ اخرجہ مسلم وابوداؤد والترمذی۔

(تلخیص الصحاح جلد ۱)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصیہ کے نام کو جمیلہ کے نام سے بدل دیا۔

دعا اور اس کے اصول

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ ارشادات

حضرت مسیح موعودؑ صبح کی سیر کو تشریف لے گئے سیٹھ احمد الدین صاحب بھی ہمراہ تھے راستہ میں مولوی برہان الدین صاحب جہلمی نے عرض کی کہ سیٹھ احمد الدین صاحب کا ایک لڑکا ہوا تھا جو فوت ہو چکا ہے حضور اس کے لئے دعا فرماویں۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا ہاں میں دعا کروں گا۔ مگر ساری باتیں ایمان پر منحصر ہیں۔ ایمان جس قدر قوی ہو۔ اسی قدر خدا تعالیٰ کے فضلوں سے حصہ ملتا ہے۔ خدا تعالےٰ کے پاس کیا نہیں۔ اگر ایمان قوی نہ ہو تو انسان خدا تعالیٰ سے بدظن ہو جاتا ہے اور پھر تعویذ گنڈے کرنے کرانے میں لگ جاتا ہے اور غیر اللہ کی طرف جھک جاتا ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ مومن بنے دعا کے لئے بھی اصول ہیں۔ میں نے بہت دفعہ بیان کیا ہے کہ خدا تعالےٰ کبھی اپنی منواتا ہے اور کبھی مومن کی مانتا ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ ہم علیم و خبیر نہیں ہیں اور نہ اپنی حاجات کے نتائج سے آگاہ ہیں۔ اس لئے بعض ہم ایسی چیزوں کے لئے دعا مانگ لیتے ہیں جن کا نتیجہ ہمارے لئے مضر ہوتا ہے۔ پس ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ دعا کو تو قبول کر لیتا ہے لیکن اس کے نتیجہ میں وہ چیز عطا کر دیتا ہے جو دعا مانگنے والے کے لئے مفید ہوتی ہے۔ مثلاً جیسے ایک زمیندار کسی بادشاہ سے ایک اعلےٰ درجہ کا گھوڑا مانگے اور بادشاہ اس کی ضرورت کو سمجھ کر اسے ایک عمدہ بیل عطا کر دے۔ تو بیل ایک زمیندار کے لئے مفید اور کارآمد ہوتا ہے۔ اور وہی اس کی ضرورت کے مناسب حال ہے۔ یا مثلاً ماں بھی اپنے بچے کی ہر خواہش کو پورا نہیں کرتی اور اگر وہ سانپ یا آگ یا اور کسی مضر چیز کو لینا چاہے تو اسے ہرگز نہ دے گی بلکہ اس کے بدلے مٹھائی یا کھلونا اس کے ہاتھ میں دے دیگی۔ اسی طرح خدا تعالےٰ سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے بلکہ تقوےٰ اور ایمان میں ترقی کرنی چاہیئے۔

(بقیہ از صفحہ ۸)

دوسرا یہ نہ کبھی آئے ہیں، بلکہ انہوں نے تو نبی فرشتے کا زمانہ مسیح ناصری کے بعد آنحضرت صلعم تک کا زمانہ ہی قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے

(۳) رہا یہ کہ اس کے بعد انہ نازل کے الفاظ آتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے قرآن کریم میں حضرت مریم کا ذکر کرتے ہوئے فنفخنا فیہ من روحنا فرمایا ہے لیکن مونث کے بجائے مذکر ضمیر استعمال کر لی گئی ہے اور تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ ضمیر حضرت مریم کی بجائے مومنوں کی طرف پھرتی ہے جن کی اس آیت میں مثال دی گئی ہے۔ ایسی ہی ایک مشہور مثال اخذت الدرھم و نصفہ یعنے میں نے ایک درہم لیا اور اس کا نصف اب اس جگہ اسی درہم کا نصف مراد نہیں بلکہ اس کے مثل کا نصف مراد ہے، اس لئے جب یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں (دیکھو بحث وفات مسیح) تو انہ نازل میں انہ کی ضمیر اس کے مثل کی طرف پھر جائیگی۔

پس اس حدیث سیکون بعدی خلفاء میں کوئی ایسی بات نہیں جو ختم نبوت کے منافی ہو بلکہ خلفاء کے آنے کی خبر دے کر اور لا نبی بعدی کہکر صاف بتادیا کہ نبوت کا دروازہ قطعاً بند ہو چکا ہے اور صرف مجدد یا خلفا ہی امت میں تاقیامت آتے رہیں گے۔

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

اس مضمون میں قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے اس حصہ کو جس میں اجرائے نبوت پر بحث کی گئی ہے سامنے رکھتے ہوئے ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ——— (بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

ختم نبوت ازروئے حدیث

دوسری حدیث

لوکان بعدی نبی لکان عمر (ترمذی مشکوٰۃ باب مناقب عمر) یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہونا ہوتا تو عمر ہوتا، اس حدیث میں آنحضرت صلعم نے بالصراحت بتا دیا، کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

اعتراض ۱- ترمذی اور مشکوٰۃ دونوں میں یہ حدیث موجود ہے مگر دونوں میں اس کے آگے ہی لکھا ہوا ہے "ھذا حدیث غریب" کہ یہ حدیث غریب ہے اور حدیث غریب جس کا ایک ہی راوی ہوتا ہے وہ قابل سند نہیں ہوتی۔

اعتراض ۲- اس حدیث کی دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا لو لم ابعث لبعثت یا عمر یعنے اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو اے عمر تو مبعوث ہوجاتا (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۳۹ و برحاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی باب مناقب عمر یہ حدیث صحیح ہے (تعقبات سیوطی صفحہ ۶۷) (ب) لو لم ابعث فیکم لبعث عمر فیکم (کنوز الحقائق صفحہ ۱۰۳) یعنے اگر میں تم میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر تم میں مبعوث ہوجاتا چونکہ آنحضرت صلعم نبی ہوکر مبعوث ہوگئے اس لئے حضرت عمر نبی نہ ہوئے۔

الجواب ۱- یہ کس نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی تھے لیکن ان احادیث سے اس قدر ضرور پایا جاتا ہے کہ ان میں نبی ہونے کی استعداد ضرور تھی، جیسا کہ محدثین کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے:-

"محدث کے نفس میں کمالات نبوت جمع ہوتے ہیں اور سوائے فرق ظاہر اور باطن اور قوت اور فعل کے اور کوئی فرق نہیں"

(ترجمہ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۲)

گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں استعداد نبوت موجود تھی لیکن منصب نبوت پر فائز نہ تھے، کیوں فائز نہ تھے؟ اگر محض یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوگئے۔ تو آپ کے بعد ہی منصب نبوت پر انہیں کھڑا کر دیا جاتا، آخر جب استعداد نبوت ان میں موجود تھی، تمام شرائط نبوت ان میں پائی جاتی تھیں، تو نبی کیوں نہ ہوئے، سوائے اس کے کوئی وجہ نہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی، یہی بات اس حدیث میں بیان کی گئی ہے، لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب۔

۲- یہ امر کہ ترمذی اور مشکوٰۃ میں اس حدیث کے ساتھ ہی لکھا ہوا ہے کہ ھذا حدیث غریب، حدیث کو غلط ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں کیونکہ ایک طرف دوسری احادیث اس کی تائید میں موجود ہیں اور دوسری طرف حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ جانتے ہو کہ صحابہ میں کس قدر بڑا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات ان کی رائے کے مطابق قرآن شریف نازل ہوجایا کرتا تھا اور ان کے حق میں یہ حدیث ہے کہ شیطان عمر کے سایہ سے بھاگتا ہے دوسری یہ حدیث ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا"

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۶)

اب فرمائیے، خدا کے مامور اور حکم عدل نے جب اس حدیث کو قبول کر لیا تو آپ کون ہیں کہ محض اس وجہ سے اسے رد کر دیں کہ اس کا راوی صرف ایک ہے حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں:-

"میں احادیث بلا توسط حضرت نبی کریمؐ کے منہ سے سنتا ہوں"

فرمائیے اس سے بڑھ کر اس حدیث کی صحت کا اور کیا ثبوت آپ چاہتے ہیں؟

۳- راوی کا ایک ہونا بھی حدیث کو غلط نہیں ٹھہراتا جبکہ دوسرے شواہد اس کی تائید میں موجود ہیں، مثلاً یہ حدیث کہ لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یکن فی امتی احد فانہ عمر

(بخاری ومسلم کتاب المناقب باب مناقب عمر)

تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے، اگر اس امت میں بھی کوئی ہوگا تو وہ عمر ہے، پھر فرمایا لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی منہم احد فعمر۔

(بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمر)

تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہوتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں، پس اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہے تو وہ عمر ہے، ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں، ویؤیدہ ما ورد فی الفصل الثانی لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو دوسری فصل میں آئی ہے کہ لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتے (مرقات جلد ۵ صفحہ ۵۳۲)

یہ اسی مشکوٰۃ کے شارح کا بیان ہے جس نے لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب کو ھذا حدیث غریب لکھا ہے۔ یہی نقاد حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھے ہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے:-

والحدیث المشار الیہ اخرجہ احمد والترمذی وحسنہ وابن حبان والحاکم من حدیث عقبۃ بن عامر واخرجہ الطبرانی فی الاوسط من حدیث ابی سعید یعنی اس حدیث کو امام احمد ترمذی نے بیان کیا ہے اور اس کو حسن قرار دیا ہے اور ابن حبان اور حاکم نے عقبہ بن عامر کی حدیث سے اس کو نقل کیا ہے، اور طبرانی نے الاوسط میں ابی سعید سے اس کو لیا ہے

(فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ۳۲ مطبوعہ مصر)

۴- ایسا ہی صحیح ترمذی میں اس حدیث کے آگے یہ لفظ لکھے ہیں، ھذا حدیث حسن غریب یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اب کہاں ھذا حدیث حسن غریب اور کہاں ھذا حدیث غریب" غرض الذکر الفاظ مشکوٰۃ کے سوائے اور کسی نے نہیں لکھے اور مشکوٰۃ کے شارح ملا علی قاری نے اس حدیث کو لقد کان فیمن قبلکم والی حدیث کا مؤید قرار دے کر اس کی صحت کو تسلیم کر لیا۔

۵- حدیث "غریب" یا "حسن غریب" اصطلاح محدثین میں کس کو کہتے ہیں، قادیانی پاکٹ بک نویس کا یہ خیال صحیح نہیں کہ

"حدیث غریب جس کا ایک ہی راوی ہوتا ہے وہ قابل سند نہیں ہوتی صرف ایک گواہ کے کہنے سے کہ آنحضرت صلعم نے ایسا ہی فرمایا تھا؟"

اصطلاح محدثین میں حدیث غریب اس کو کہتے ہیں جس کے سلسلہ اسناد میں کسی مقام پر راوی ایک ہو، اس کے یہ معنے نہیں کہ ہر حدیث غریب ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔ اگر راوی ثقہ ہوں تو وہ قابل اعتبار ہے، اسی لئے غریب حدیث کی یہی تین قسمیں کی گئی ہیں غریب صحیح، غریب حسن، اور غریب ضعیف، ان میں سے غریب صحیح اور غریب حسن مقبول احکام میں سے ہیں۔ ترمذی نے لوکان بعدی نبی لکان عمر کو "غریب حسن" کہکر اس کے مقبول ہونے کا اعلان کر دیا ہے، اس لئے اسے رد نہیں کیا جاسکتا۔

یہ کہنا کہ صرف ایک گواہ کے کہدینے سے کہ آنحضرت صلعم نے ایسا فرمایا تھا یہ بات ثابت نہیں ہوسکتی کہ فی الواقعہ آنحضرت صلعم نے ایسا ہی فرمایا تھا" صحیح نہیں۔ صحیح بخاری میں بہت سی ایسی احادیث موجود ہیں جو "غریب" ہیں حالانکہ امام بخاری اور جمہور محدثین کے نزدیک وہ صحیح ہیں، ایسی ہی "غریب" احادیث میں سے وہ مشہور حدیث بھی ہے، جو صحیح بخاری کی سب سے پہلی حدیث ہے یعنے انما الاعمال بالنیات، اس حدیث کو باوجود غریب ہونے کے کسی نے بھی رد نہیں کیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دحیہ کلبی کو تبلیغی خطوط دے کر سلاطین کے پاس اکیلے ہی بھیجا کرتے تھے پھر کیا ان سلاطین نے انہیں اس وجہ سے ناقابل اعتبار قرار دیا تھا کہ وہ اکیلے ہیں، کیا دنیا کے ہزارہا کام ایک اکیلے انسان کی شہادت سے سرانجام نہیں پاجاتے؟

محدثین نے "غریب" اور "حسن" وغیرہ اصطلاحات صرف سلسلہ اسناد کی وضاحت کرنے کے لئے وضع کی ہیں اور محض کسی حدیث کا "غریب" یا کسی راوی کا ایک ہونا ناقابل اعتبار ہونے کا موجب قرار نہیں دیا۔

تیسری حدیث - کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء الخ یعنی بنی اسرائیل میں انبیاء ان کی اصلاح کے متکفل ہوتے تھے جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا تھا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلفاء ہوں گے الخ

(بخاری کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل)

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفائی کے ساتھ بتا دیا ہے کہ بنی اسرائیل میں تو اصلاح کے لئے ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آیا کرتا تھا، لیکن میرے بعد نبی نہیں بلکہ خلفاء ہوں گے اس سے بڑھکر انقطاع نبوت کی شہادت اور کیا ہوگی۔ لیکن قادیانی پاکٹ بک نویس نے اس حدیث کو بھی الٹے معنے پہنانے کی کوشش کی ہے، اول تو حدیث نقل کرتے ہوئے وانہ لا نبی بعدی کو چھوڑ ہی دیا ہے، تاکہ پڑھنے والا یہ معلوم ہی نہ کر سکے کہ اس میں بھی آنحضرت صلعم نے اپنے بعد نبوت کی نفی کی ہے، پھر لکھا ہے:۔

"اعتراض نمبر۱۔ سیکون فی امتی خلفاء کے الفاظ جو اس حدیث میں آتے ہیں، صاف بتا رہے ہیں کہ اس میں آنحضرت صلعم نے اپنے بعد قریب کا زمانہ مراد لیا ہے جیسا کہ لفظ "س" سے ظاہر ہے جو مستقبل قریب کے لئے ہے یعنے میرے معاً بعد خلفا ہوں گے۔"

الجواب:۔ اگر سیکون کا "س" مستقبل قریب میں خلفاء کا ہونا ظاہر کرتا ہے تو ساری حدیث میں کوئی ایسا بھی تو لفظ نہیں جس سے مستقبل بعید میں خلفاء کے بجائے نبیوں کے آنے کا ذکر ہو، بلکہ اس سے پہلے ہی وانہ لا نبی بعدی بھی تو فرمایا ہے جس کا قادیانی پاکٹ بک نویس نے ذکر تک نہیں کیا، جب کھلے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اس میں مستقبل قریب یا مستقبل بعید کی کوئی قید نہیں تو یہ کہنا کہ مستقبل قریب میں تو خلفا ہوں گے اور مستقبل بعید میں نبی، ارشاد نبوی کے خلاف ہے، "س" بیشک مستقبل قریب کے لئے آتا ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سلسلہ خلافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاً بعد شروع ہو جائیگا لیکن اس کا یہ مطلب کہاں ہے، کہ یہ سلسلہ معاً بعد ہی ختم بھی ہو جائیگا اور پھر نبی آیا کریں گے؟

"اعتراض نمبر۲۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں قاعدہ یہ تھا کہ ان میں ہر نبی بادشاہ بھی ہوتا تھا، جب کوئی نبی مرتا تو اس کا جانشین بھی بادشاہ نبی ہوتا تھا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امت میں بادشاہت اور نبوت جمع نہیں ہوگی، چنانچہ دیکھ لو ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ و علیؓ بادشاہ (خلیفے) ہوئے مگر نبی نہ تھے اور جو نبی ہوا یعنے مسیح موعودؑ) وہ بادشاہ نہ ہوا۔"

الجواب:۔ یہ ایک اور غلط بیانی ہے کہ بنی اسرائیل کا ہر بادشاہ نبی بھی ہوتا تھا، کیا حضرت یحیٰؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت عیسیٰؑ بادشاہ تھے؟ خود قرآن کریم نے بنی اسرائیل کے بعض لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے الم تر الی الملاء من بنی اسرائیل من بعد موسے اذ قالوا لنبی لھم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ کیا تو نے دیکھا موسے کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کو جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے کہ ہم خدا کے رستہ میں لڑائی کریں۔ اگر بنی اسرائیل کا ہر نبی بادشاہ ہوتا تو پھر نبی سے بادشاہ مقرر کرنے کی درخواست چہ معنے دارد؟

اس لئے تسوسھم الانبیاء کے یہ معنے کرنا کہ بنی اسرائیل کا ہر نبی بادشاہ ہوتا تھا جو سیاست کرتا تھا، صریحاً غلط اور واقعات کے قطعاً خلاف ہے، فتح الباری شرح صحیح بخاری میں تسوسھم الانبیاء کے معنے کئے ہیں ای انھم کانوا اذا اظھر فیھم فساد بعث اللہ لھم نبیا یقیم لھم امرھم ویزیل ما غیروا من احکام التوراۃ یعنے جب ان میں فساد ظاہر ہوتا ... تو اللہ تعالے ایک نبی کو مبعوث کرتا جو ان کے معاملہ کی اصلاح کرتے اور اس کا ازالہ کرتے جو احکام توریت میں وہ تغیر و تبدیل کرتے تھے۔

(فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۱۱)

پس جس طرح یہ غلط ہے، کہ بنی اسرائیل میں ہر نبی بادشاہ ہوتا تھا اسی طرح یہ بھی غلط ہے، کہ حدیث میں یہ بتانا مقصود ہے کہ امت محمدیہ میں جو بادشاہ ہوں گے وہ نبی نہ ہوں گے اور جو نبی ہوں گے وہ بادشاہ نہ ہوں گے نبیوں کی صاف لفظوں میں وانہ لا نبی بعدی کہکر نفی ہی کر دی، صرف خلفا کے آنے کا ذکر کیا ہے، اور اس سے صرف بادشاہ ہی مراد نہیں بلکہ روحانی خلفاء بھی مراد ہیں، جن کو ابوداؤد کی حدیث میں مجدد کے نام سے پکارا گیا ہے۔

"اعتراض نمبر۳۔ اس حدیث سے یہ نکالنا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا قطعاً غلط ہے، کیونکہ آنحضرت صلعم نے آنے والے مسیح موعود کو مسلم کی حدیث میں نبی اللہ کرکے پکارا ہے۔"

الجواب:۔ کس قدر دلیری ہے کہ حدیث تو کہتی ہے وانہ لا نبی بعدی اور معترض صاحب فرماتے ہیں کہ "اس حدیث سے یہ نکالنا کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی نہ ہوگا قطعاً غلط ہے" اس سے بڑھکر افسوسناک مغالطہ ہی اور کیا ہوگی؟

رہا مسلم کی حدیث میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کرکے پکارنا اس کا مطلب وہی ہے جو مسیح موعود نے خود بیان کیا کہ:۔

"آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کے رو سے ہے جو صوفیہ کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا؟"

(انجام آتھم صفحہ ۲۸ حاشیہ)

"اعتراض نمبر۴۔ یہ حدیث صرف آنحضرت صلعم اور مسیح موعود کے درمیانی زمانہ کے لئے ہے، کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لیس بینی وبینہ نبی وانہ نازل (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۳) کہ اس نازل ہونے والے اور میرے درمیان کوئی نبی نہ ہوگا بخاری میں بھی لیس بینی وبینہ نبی کے الفاظ آتے ہیں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۵۸ مصری کتاب بدء الخلق)[1]"

الجواب:۔ لیس بینی وبینہ نبی وانہ نازل کا ترجمہ کرتے ہوئے جو مغالطہ دینے کی کوشش کی گئی ہے، وہ بہت ہی افسوسناک ہے، ایک ادنےٰ عربی دان بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کا یہ ترجمہ صحیح نہیں کہ "اس نازل ہونے والے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں" بلکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ نازل ہونے والا ہے" آخری الفاظ معلوم ہوتا ہے، کہ کسی راوی کا اپنا قول ہے کیونکہ بخاری میں جہاں لیس بینی وبینہ نبی آیا ہے، وہاں انہ نازل نہیں۔

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم)

نمبر۲۔ مسیح موعود کا درجہ خواہ کتنا بھی بلند کیوں نہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا رشتہ اخوت کا نہیں بلکہ فرزندیت کا ہے، لیکن اسی لیس بینی وبینہ نبی والی حدیث کے شروع میں فرمایا ہے الانبیاء اخوۃ العلات امھاتھم شتی ودینھم واحد وانی اولی الناس بعیسی ابن مریم لم یکن بینی وبینہ نبی یعنے انبیا علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک اور میں عیسےٰ ابن مریم سے سب سے زیادہ قریب ہوں میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا جس حالت میں انبیا کو آنحضرت صلعم نے علاتی بھائی قرار دیا ہے، مسیح موعود کو کیونکر اس مقام پر کھڑا کیا جا سکتا اور فرزندیت کے بجائے اخوت کا درجہ کیسے دیا جا سکتا ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ لیس بینی وبینہ نبی اسی مسیح اسرائیلی کے متعلق فرمایا جا رہا ہے اولی الناس اور الانبیاء اخوۃ لعلات کا مصداق ہے نہ کہ مسیح موعود کے متعلق، چنانچہ فتح الباری میں اس کی تشریح کرتے ہوئے صاف لکھا ہے ھذا اوردہ کالشاھد لقولہ انہ اقرب الناس الیہ ووقع فی روایۃ عبدالرحمن بن آدم وانا اولی الناس بعیسیٰ لانہ لم یکن بینی وبینہ نبی واستدل بہ علےٰ انہ لم یبعث اللہ بعد عیسیٰ احدا الا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم یعنے یہ الفاظ (لیس بینی وبینہ نبی) آنحضرت صلعم کے اس قول کی دلیل کے طور پر آئے ہیں کہ آپ حضرت مسیح سے سب لوگوں سے زیادہ قریب ہیں اور عبدالرحمن بن آدم کی روایت میں ہے کہ میں عیسےٰ سے سب لوگوں سے زیادہ قریب ہوں کیونکہ میرے اور اس کے مابین کوئی نبی نہیں ہوا، اور اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے کسی کو مبعوث نہیں کیا۔

پس لیس بینی وبینہ نبی کو آنے والے مسیح کے متعلق قرار دینا ایک کھلا مغالطہ ہے، نہ تو حدیث کا سیاق ان معنوں کا متحمل ہے اور نہ شارحین حدیث نے

(باقی برصفحہ ۷ کالم ۳)

[1] کتاب بدء الخلق کا حوالہ غلط ہے، کتاب الانبیاء میں یہ حدیث ہے، (باقی برصفحہ ۷ کالم ۲ کے نیچے)

والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

(بسلسلۂ غلامانِ اسلام)

ربیعہ بن فروخ الملقب بہ رائی تابعی

ربیعہ کے والد فروخ قبیلہ بنی تمیم بن مرہ کے غلام تھے۔

علم و فضل

ربیعہ اپنے کمال علم کی وجہ سے آئمہ تابعین میں سے تھے علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ربیعہ اپنے فضل و کمال اور قوت اجتہاد کی وجہ سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ علماء محدثین میں بالاتفاق ثقہ سمجھے جاتے تھے (تہذیب الاسماء) حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ ربیعہ امام تھے حافظ تھے فقیہہ تھے مجتہد تھے اور رائے میں انہیں خاص بصیرت حاصل تھی یہی وجہ تھی کہ آپ ربیعہ رائی کہلاتے تھے۔ تاریخ بغداد میں خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ وہ فقیہہ تھے اور فقہ و حدیث کے حافظ تھے۔

آپ کی تعلیم و تربیت

ربیعہ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام جس کاوش سے آپ کی والدہ ماجدہ نے کیا وہ تاریخ کے باب نسواں کا ایک سنہری ورق ہے اور ہماری اس زمانہ کی خواتین کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے۔ تاریخ اقوام کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ تعمیر قومی میں ان قابل قدر ماؤں کا زبردست حصہ ہے جن کی گود نے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک کامل درسگاہ کا کام کیا جہاں سے یہ بچے تعلیم پا کر علوم و فنون کے امام بن گئے چنانچہ ربیعہ کی والدہ نے جو نہایت عاقلہ اور عاقبت اندیش خاتون تھی اپنے خاوند کی لمبی غیر حاضری میں کامل توجہ سے بچہ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ ربیعہ ابھی شکم مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد فروخ کو ایک مہم پر جانا پڑا اور کچھ ایسے اتفاقات پیش آ گئے کہ وہ کامل ستائیس برس تک اپنے وطن کو واپس نہ لوٹ سکے۔ شوہر کی عدم موجودگی میں اس نے اپنے خاوند کا کل اندوختہ جو کہ تیس ہزار اشرفی تھی ربیعہ کی تعلیم پر خرچ کر دیا چونکہ ربیعہ بڑے ذہین اور فطین اور تحصیل علم کے مشتاق تھے لہٰذا انہوں نے بہت جلد اپنی تعلیم مکمل کر لی اور آغاز شباب ہی میں آپ نے جملہ مذہبی علوم میں کامل دسترس حاصل کر لی چھبیس ستائیس سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی ان کے علم و فضل کا چرچا دور دور تک پھیل گیا اور ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی۔

ایک عجیب واقعہ

ستائیس سال کے بعد جب فروخ وطن لوٹے اور گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو ربیعہ دروازہ پر ایک اجنبی شخص کو دیکھ کر بہت برہم ہوئے فروخ گھر میں داخل ہونا چاہتا تھا اور ربیعہ شدت سے مزاحمت کر رہا تھا اتنے میں شور و غل سن کر حضرت انس آ نکلے اور فروخ کو فرمانے لگے بڑے میاں آپ کسی اور جگہ ٹھہر جائیں اور جھگڑے کو طول نہ دیں فروخ نے اپنا تعارف کرایا کہ میں بنی فلاں کا غلام ہوں میرا نام فروخ ہے اور یہ میرا گھر ہے یہ آواز سن کر والدہ ربیعہ باہر نکلیں اور پہچان کر ربیعہ کو کہا بیٹا یہ تو تمہارے باپ اور میرے شوہر ہیں۔ پردہ اٹھنے کے بعد باپ بیٹا گلے مل کر فرط محبت سے خوب روئے۔ اس واقعہ کے بعد فروخ گھر میں داخل ہوئے اور اپنی بیوی سے اپنے اندوختہ کے متعلق دریافت فرمایا اور کہا میرے پاس چار ہزار دینار اور بھی ہیں بیوی کل روپیہ ربیعہ کی تعلیم پر خرچ کر چکی تھی۔ جواب دیا ابھی ایسی جلدی کیا ہے روپیہ محفوظ کر لیا گیا جس نے حفاظت آپ کو بتا دوں گی

اس وقت ربیعہ طالبان علم کے مرجع بن چکے تھے مسجد نبوی میں ان کا حلقۂ درس قائم تھا جس میں مدینہ کے بڑے بڑے ارباب علم عمائد اور اشراف شرکت فرماتے ربیعہ معمول کے مطابق مسجد چلے گئے۔ ان کی والدہ نے اپنے شوہر سے کہا آج آپ مسجد نبوی میں جا کر نماز پڑھیں۔ فروخ مسجد میں گئے تو دیکھا کہ ایک شخص کے گرد لوگوں کا ہجوم حلقہ باندھے بیٹھا ہے جس میں امام مالک۔ حسن بن زید۔ ابن ابو علی لہبی۔ اور مساحقی وغیرہ مدینہ کے اکابر اور شرفاء شریک ہیں۔ فروخ مجلس کی عظمت شان دیکھ کر اس قدر مرعوب ہوئے کہ ربیعہ کو پہچان نہ سکے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں جن کے حلقہ میں بڑے بڑے اکابر زانوئے تلمذ تہ کئے بیٹھے ہیں جواب ملا کہ یہ صاحب ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن ہیں۔ فروخ جواب سن کر دو مسرت میں دل کہنے لگے اللہ تبارک و تعالیٰ تیرا ہزار بار شکر ہے کہ تو نے اس عاجز کے نور نظر کو یہ رتبہ عطا فرمایا۔ گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا میں نے تمہارے لڑکے کو ایسے رتبہ پر دیکھا ہے کہ اس سے قبل کسی صاحب علم فقیہہ کو نہ دیکھا تھا شوہر کی زبان سے یہ کلمات سن کر اس خاتون نیک اختر نے کہا اب بتاؤ کیا چاہتے ہو بیٹے کی یہ عظمت و شان یا تیس ہزار اشرفیاں فروخ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کی قسم میں لڑکے کی عظمت و شان اور فضل و کمال پر سب کچھ قربان کرنے کو ترجیح دیتا ہوں بیوی نے کہا تو پھر آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے آپ کی کل دولت اس کی تعلیم پر صرف کر دی اور یہ وہ سودا ہے جس میں نقصان کا مطلق اندیشہ نہیں فروخ نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم یہ دولت ٹھکانے لگی (تاریخ خطیب)

علم حدیث

ربیعہ زیادہ تر اپنے فقہی کمال کی وجہ سے مشہور ہیں لیکن آپ حدیث کے بھی ممتاز حفاظ میں سے تھے۔ ان کے حفظ حدیث پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے علامہ ابن سعد انہیں ثقہ اور کثیر الحدیث (تہذیب التہذیب بحوالہ ابن سعد) خطیب بغدادی حافظ فقہ و حدیث (تاریخ بغداد) اور حافظ ذہبی امام اور حافظ حدیث لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ)

ایک مرتبہ عبدالعزیز بن ابی سلمہ عراق گئے عراقیوں نے ان سے کہا کیا آپ نے ربیعہ رائی کی حدیثیں سنی ہیں؟ انہوں نے کہا تم لوگ انہیں "ربیعہ رائی" کہتے ہو واللہ میں نے ان سے زیادہ کسی کو سنت پر حاوی نہیں دیکھا

(تاریخ بغداد)

حدیث میں ان کی فضیلت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یحییٰ بن سعید جو ان کے تلمیذ رشید تھے ان کی زندگی ہی میں صاحب درس محدث بن گئے تھے اور آپ کی غیر حاضری میں حدیث کا درس دیتے تھے۔

(تاریخ بغداد)

ربیعہ نے صحابہ میں سے انس بن مالک اور سائب بن یزید اور اکابر تابعین سے استفادہ کیا اور بڑے بڑے اکابر محدثین ان کے تلامذہ میں سے تھے۔

(تہذیب التہذیب)

فقہ

فقہ میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا اس میں آپ امامت و اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے اور اپنے تمام معاصرین پر فائق تھے آپ کے فقہی کمالات میں آپ کی فطری استعداد کو بہت بڑا دخل تھا۔ یحییٰ بن سعید کہتے تھے کہ میں نے ان سے زیادہ صحیح عقل والا نہیں دیکھا۔

(تاریخ بغداد)

حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ ربیعہ امام، حافظ فقیہہ اور مجتہد تھے رائے میں انہیں اتنی بصیرت حاصل تھی کہ "رائی" ان کا لقب ہو گیا تھا۔

اپنے فقہی کمال کی وجہ سے ربیعہ مدینۃ العلم مدینہ کی مسند افتا کی زینت بنے کان صاحب الفتویٰ فی المدینہ

(تاریخ خطیب)

سفاح عباسی نے انہیں بلا کر عہدہ قضا پر ممتاز کیا (تاریخ خطیب)

امام مالکؒ ان کے تلامذہ خاص میں سے تھے۔ ربیعہ کی وفات کے بعد اکثر حسرت بھرے دل سے کہا کرتے تھے "ربیعہ کے بعد فقہ کا مزا جاتا رہا" (تاریخ بغداد)

امام ابو حنیفہؒ جو فقہ کے امام اعظم ہیں ربیعہ کی خدمت میں استفادہ کے لئے اکثر آیا کرتے تھے اور ان کے اقوال اور آراء کو سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔

(تاریخ بغداد)

فتوے میں کامل احتیاط

مسائل میں بغیر سند کے جواب دینا سخت ناپسند فرماتے عبدالعزیز بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ربیعہ کے مرض الموت میں ان سے پوچھا کہ جن مسائل میں کوئی سند نہ ملے کیا ان میں ہم اپنی رائے اور قیاس سے فتوے دے دیا کریں؟ یہ سن کر ربیعہ سہارا لے کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا "عبدالعزیز تم پر افسوس ہے کسی مسئلہ میں بغیر علم یعنی بغیر سند کے جواب دینے سے یہ بہتر ہے کہ تم جاہل مر جاؤ اس جملہ کو تین دفعہ دہرایا۔

(تہذیب التہذیب)

ربیعہ کے معاصرین کا اعتراف

عبداللہ بن عمر کہتے تھے کہ ربیعہ ہماری مشکلات کے عقدہ کشا ہمارے عالم اور ہم سب میں افضل تھے۔

(تاریخ خطیب)

ربیعہ کے شیوخ بھی آپ کی فضیلت اور وسعت علم کے قائل تھے۔ چنانچہ قاسم بن محمد جو ان کے شیوخ میں تھے جب

(باقی بر صفحہ … کالم ۳)

میرا دورہ

شیخ غلام قادر صاحب

بندہ ۲۴ر اپریل کو روانہ ہو کر اسی دن اوکاڑہ پہنچا اور بشیر احمد صاحب کے ہاں منڈی میں بالاخانہ پر قیام کیا۔ میں ہفتے روز اوکاڑہ میں رہا وہیں مقیم رہا، اسی روز ماسٹر مولا بخش صاحب کا بھی نیاز حاصل ہوا آپ بڑے نیک دل اور مخلص ممبر ہیں اگلے روز صبح چک پہنچا، وہاں چوہدری فضل احمد صاحب کے پاس ٹھہرا۔ آپ یہاں انجمن کی طرف سے سٹیٹ منیجر ہیں اور بڑی محنت اور جانفشانی سے اپنا فرض منصبی ادا کر رہے ہیں۔

یہاں مزارعین کی تعداد معہ عورتوں اور بچوں کے چار صد کے قریب ہے مگر ان کی اور ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا کماحقہ کوئی انتظام نہیں اسکول کی حالت بھی کوئی اچھی نہیں یہاں ایک اور ٹریننڈ ماسٹر کی اشد ضرورت ہے جو دین کی بھی پوری واقفیت رکھتا ہو، تعلیم بالغان کے لئے بھی انتظام نہایت ضروری ہے تاکہ بڑی عمر کے لوگ بھی کم از کم دینی تعلیم سے مستفید ہوں۔

اوکاڑہ کے تمام اصحاب کی رائے ہے کہ اس چک کو مستقل تعلیمی درسگاہ بنایا جائے اور یہاں ایک قابل۔ مخلص اور محنتی مبلغ تعینات کر دیا جائے جو نہ صرف اس چک میں ہی کام کرے، بلکہ دور دور تک مختلف چکوں میں دورہ کر کے سلسلہ کے اغراض و مقاصد اور تعلیم و عقائد سے لوگوں کو آگاہ کرے اور سلسلہ کے متعلق بدظنیوں کو رفع دفع کرے۔

تیسرے روز۔ بندہ چک ۵۶ میں گیا اور مولنٰا احمد علی صاحب سے ملاقات ہوئی آپ جہاں مستعدی سے اپنے زمیندارہ کام میں مصروف ہیں وہاں سلسلہ کے لئے بھی کام کرتے رہتے ہیں۔ ان کی معیت میں پیر صاحب کرم دالا گجر کے نام پر ریلوے نے چھوٹا سا سٹیشن بنا دیا ہے۔ نیاز حاصل ہوا۔ پیر صاحب اور آپ کے مریدوں نے عزت و احترام سے پیش آئے جس کے لئے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

چوتھے روز چک ۲ میں جمعہ پڑھا۔ یہاں حافظ محمد بخش صاحب نے جو کہ ایک درد دل رکھنے والے اور صاحب حال بزرگ ہیں ایک چھوٹی سی مسجد اپنے احاطہ میں بنا رکھی ہے جس کے اندر عورتیں اور بچے بھی پردہ کے پیچھے نماز جمعہ میں شرکت کرتے ہیں۔

احباب کی خواہش پر بندہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ چک نمبر ۲ کے تمام افراد، شہر سے ماسٹر مولا بخش صاحب بی اے سائنس ماسٹر اور چک ۵۶ سے مولنا احمد علی صاحب نماز جمعہ میں شریک ہوئے۔

نماز کے بعد چندہ کی باقاعدہ ادائیگی، سالانہ آمدن پر ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے قرار پائی۔ اس میں مفصلہ ذیل اصحاب نے حصہ لیا :-

(۱) حافظ محمد بخش صاحب ½ مربع سالانہ آمد ۱۰۰۰/-/- = ۱۰۰۰/۱۶ = ۶۲—۸—۰

(۲) چوہدری نظام الدین صاحب ۲ مربع سالانہ آمد ۶۰۰۰/-/- = ۶۰۰۰/۱۶ = ۳۷۵—۰—۰

(۳) میاں شریف احمد صاحب ¾ 〃 〃 〃 ۱۵۰۰/-/- = ۱۵۰۰/۱۶ = ۹۳—۱۲—۰

(۴) میاں اکبر دین صاحب چودہ کلے 〃 〃 ۱۲۵۰/-/- = ۱۲۵۰/۱۶ = ۷۸—۲—۰

(۵) میاں شاہ محمد صاحب چودہ کلے 〃 〃 ۱۲۵۰/-/- = ۱۲۵۰/۱۶ = ۷۸—۲—۰

(۶) چوہدری شبیر احمد صاحب پٹرول پمپ 〃 〃 ۱۲۰۰/-/- = ۱۲۰۰/۱۶ = ۷۵—۰—۰

(۷) چوہدری بشیر احمد صاحب آڑھتی 〃 〃 ۱۲۰۰/-/- = ۱۲۰۰/۱۶ = ۷۵—۰—۰

(۸) چوہدری مشتاق احمد صاحب آڑھتی 〃 〃 ۱۲۰۰/-/- = ۱۲۰۰/۱۶ = ۷۵—۰—۰

(۹) مولوی احمد علی صاحب اسی شرح پر ایک آنہ فی روپیہ

(۱۰) ماسٹر مولا بخش صاحب بی اے۔ ایضاً

تمام احباب نے متفق اللسان ہو کر اس بات پر زور دیا کہ چک ۲ کو احمدیت کیلئے مرکزی اور مضبوط حیثیت دی جائے یہاں مستقل اور محنتی مبلغ تعینات کیا جائے اور مرکز سے بھی کوئی نہ کوئی بزرگ وقتاً فوقتاً اس کے کام کے جائزہ لیتے رہیں۔

میں اوکاڑہ اور چکوں کے ایک ایک صاحب کا نہایت شکر گذار ہوں جنہوں نے میرے کام میں میرے ساتھ پورا پورا تعاون کیا اور نہایت عزت و احترام سے پیش آئے۔ پانچویں روز منٹگمری پہنچا مگر سوائے چوہدری فضل الٰہی صاحب اور کسی سے یعنی محمد احمد خاں صاحب پروفیسر اور مرزا اسلام اللہ خاں صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی —

والسلام

سیرت و تاریخ

(بقیہ از صفحہ ۹)

کسی مسئلہ کا حل نہ بتا سکتے تو سائل کو ربیعہ کے پاس بھیجدیتے تھے۔

(تاریخ خطیب)

عبادت

ربیعہ بڑے عبادت گذار تھے دن اور رات کا اکثر حصہ وہ عبادت میں گذارا کرتے تھے لیکن علمی مجالس کی شرکت سے ان کا یہ رنگ قائم نہ رہ سکا۔

(تاریخ خطیب)

بے نیازی

آپ زر و مال کی جانب سے بے نیاز تھے ایک مرتبہ سفاح عباسی کے پاس کسی سلسلہ قضا گئے سفاح نے بطور نذر کچھ رقم پیش کی مگر آپ نے اسے قبول نہ کیا۔

فیاضی

ربیعہ بڑے فیاض اور سیر چشم واقع ہوئے تھے۔ ابن زید کا بیان ہے کہ مدینہ میں ربیعہ سے بڑھکر کوئی اپنے دوستوں۔ ان کے لڑکوں اور عام سائلین کے لئے اپنے مال میں فیاض نہ تھا۔ (تاریخ خطیب)

درازیٔ سخن کا لطیفہ

ربیعہ بہت لسان تھے ایک روز آپ کی مجلس میں ایک اعرابی آنکلا وہ ان کی گفتگو خاموشی سے سنتا رہا ربیعہ سمجھے کہ یہ شخص ان کی طرز کلام سے بہت متاثر ہو رہا ہے سوال کر دیا کہ تم لوگوں (اعرابیوں) کے نزدیک بلاغت کی کیا تعریف ہے اعرابی نے جواباً کہا ادائے معنی کے ساتھ الفاظ میں اختصار" ربیعہ نے پھر پوچھا اور عجز بیان کسے کہتے ہیں اس نے جواب دیا جس میں تم مبتلا ہو یہ پُر لطف جواب سن کر ربیعہ خاموش ہو گئے (ابن خلکان)

وفات

آپ نے ۱۳۶ھ میں مدینۃ الرسول میں انتقال فرمایا۔

این ہمہ عاشقان آں یکتا

نور یابند از کلام خدا

(مسیح موعود)

(ترجمہ) یہ تمام عاشقان سرمدی اپنے معشوق (اللہ تعالیٰ) کے کلمات ضیابار (قرآن حمید) سے نور حاصل کرتے ہیں (اور اس نور علم و معرفت سے ظلمتکدۂ دنیا کو یکسر منور کر دیتے ہیں)

ایک شادی کی تقریب

اشاعت سابقہ میں "تقریب نکاح" کے عنوان سے پروفیسر محمد احمد صاحب ایم اے اور پروفیسر امۃ الحی صاحبہ ایم اے کے نکاح کا اعلان ہوا تھا، اس خبر کی مزید وضاحت کے لئے ذیل کا نوٹ سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے ارسال فرمایا ہے:-

۲۰ر مئی ۱۹۵۱ء کو جناب محمد احمد خاں صاحب ایم اے۔ پروفیسر گورنمنٹ کالج منٹگمری کا نکاح مس امۃ الحی صاحبہ ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لائل پور کے ساتھ بعوض پانچہزار حق مہر پڑھا گیا خطبہ نکاح حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے پڑھا جس میں آپ نے قرآن حکیم اور حدیث شریف کی روشنی میں اسلام عورت کے مقام اور میاں بیوی کے حقوق کی وضاحت فرمائی۔ نیز اس امر پر زور دیا کہ حق مہر مقرر کرنے مطلب یہ ہونا چاہیئے کہ وہ ادا کیا جائے تاکہ عورت بھی صاحب اختیار ہو اور اس کا درجہ بلند ہو، اس تقریب سعید کی خوشی میں جناب محمد احمد خاں صاحب کی طرف سے مبلغ پچاس روپے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو عطا کئے گئے۔ اللہ تعالےٰ اس تعلق کو فریقین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے اور دونوں میاں بیوی کو اللہ و رسول کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

مس امۃ الحی صاحبہ ڈاکٹر اعظم علی خاں صاحب کی صاحبزادی اور ڈاکٹر حسن علی خاں صاحب کی بھتیجی ہیں مگر جب وہ چار سال کی تھیں ڈاکٹر اعظم علی خاں صاحب نے اپنے محترم بھائی نواب خاں صاحب انسپکٹر پولیس پنشنر کی درخواست پر ان کی لے پالک بیٹی بنا دیا تھا۔ صاحب موصوف حضرت اقدس کے پرانے خدام میں سے ہیں آپ نے جس خوبی اور حسن اخلاق سے اس فرض کو نبھایا وہ ہر مسلمان کے لئے قابل تقلید ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہم حضرت خانصاحب موصوف اور ان کے فرزند ارجمند جناب خان بشارت احمد خاں صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو طرفین کے لئے مبارک کرے

سندھ پر عربوں کا حملہ

اور

اسلامی حُسنِ سلوک کے چند درخشاں مناظر

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۹ مئی ۱۹۵۱ء)

(۲)

قلعہ سیسم پر قبضہ

اب محمد بن قاسم دریائے سندھ کے مغربی کنارے کا تمام ملک فتح کرتا ہوا دور تک جانب شمال چلا گیا۔ راجہ داہر کے بھتیجے ببجے رائے نے سیوستان سے بھاگ کر قلعہ سیسم میں پناہ لی تھی۔ اور وہاں وہ جنگ کی زبردست تیاریاں کر چکا تھا۔ محمد بن قاسم نے ان تیاریوں کا حال سُنا۔ تو مزید وقت ضائع کئے بغیر سیسم پر حملہ کر دیا۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی جس میں ببجے رائے مارا گیا اور قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

فیصلہ کُن جنگ کی تیاریاں

سیسم سے فارغ ہو کر محمد بن قاسم پھر نیرون واپس آیا۔ اسے چونکہ اب راجہ داہر سے فیصلہ کن جنگ درپیش تھی۔ اس لئے وہ چاہتا تھا۔ کہ نیرون میں کچھ مدت ٹھہر کر تیاری مکمل کر لی جائے۔ چنانچہ یہاں اس نے اطمینان سے ایک مہینہ کے لگ بھگ بسر کیا۔ نیرون میں ایک مسجد بنوائی اور جاٹوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے حاضر ہو کر بخوشی اسلام قبول کیا محمد بن قاسم نے جب حجاج کو حالات و واقعات سے باخبر کیا تو وہاں سے حکم آیا۔ کہ اب بے تکلف دریا کو عبور کر کے راجہ سے فیصلہ کن جنگ لڑو محمد بن قاسم نے لشکر کے ہمراہ دریا کے کنارے کنارے چلنا شروع کیا۔ راستے میں دو سندھی سرداران سے مقابلہ ہوا۔ لیکن اسلامی لشکر کو فتح ہوئی۔ ان سندھی سرداروں میں ایک جس کا نام موکا بسایا تھا۔ تین سو سرداروں کو لیکر محمد بن قاسم کے پاس آیا۔ محمد بن قاسم نے اس کی بے حد خاطر مدارات کی اور جس علاقہ ملک پر وہ پہلے حاکم تھا۔ اسی کی سند حکومت لکھ دی۔

راجہ داہر کے پاس اسلامی سفارت

محمد بن قاسم نے ضروری خیال کیا۔ کہ اتمام حجت کے لئے راجہ داہر کے پاس ایک سفارت بھیجے۔ چنانچہ اس نے ایک شامی عرب اور سندھ کے ایک نومسلم سردار کو جس کا نام مولانا اسلامی رکھا گیا تھا۔ داہر کے پاس بھیجا۔ داہر نے شامی افسر سے تو کچھ نہ کہا لیکن مولانا اسلامی سے پوچھا کہ تم نے قدیم دستور کے مطابق جھک کر سلام کیوں نہیں کیا۔ مولانا نے جواب دیا۔ کہ میں اب مسلمان ہو چکا ہوں اور ہم مسلمان غیر اللہ کے سامنے جھکنا گناہ سمجھتے ہیں۔ اس پر داہر سخت برافروختہ ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اگر تم سفیر بن کر نہ آئے ہوتے تو میں تم کو ابھی قتل کروا دیتا۔ مولانا اسلامی نے بھی جچا تُلا جواب دیا۔ پھر سفیروں نے محمد بن قاسم کا یہ پیغام سُنایا۔ کہ اگر جنگ ناگزیر ہے اور بغیر جنگ کے معاملات یکسو نہیں ہو سکتے تو بہتر ہے کہ یا آپ اپنا لشکر لے کر دریا کے اس پار آ جائیے۔ یا ہم کو مہلت دیجئے کہ ہم دریا عبور کر کے آپ سے دو دو ہاتھ کر لیں۔

داہر کا جواب

داہر نے اپنے دربار کے دو وزیروں سے مشورہ کیا۔ ایک نے جواب دیا کہ عربوں کو اس طرف آنے دیجئے۔ ان کی پشت پر دریا ہوگا اور سامنے ہمارا لشکر نہ وہ پیچھے مڑ کر بھاگ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے اس طرح پورا لشکر تباہ ہو جائے گا۔ دوسرے وزیر نے اس کے برعکس رائے دی۔ انہوں نے کہا کہ عربوں کی بہادری کی دھاک تمام سندھ پر بیٹھ چکی ہے۔ لوگ ان سے سخت خائف ہیں۔ اگر ہم نے انہیں دریا کے اس پار آنے کی اجازت دیدی تو ملک میں چاروں طرف بددلی پھیل جائے گی۔ یہ لوگ موت سے نہیں ڈرتے اور نہ میدان سے بھاگنا جانتے ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ دریا کے تمام گھاٹ بند کر دیئے جائیں اور ان کو ادھر نہ آنے دیا جائے راجہ داہر نے محمد بن قاسم کے سفیروں کو جواب دیا کہ ہم کو کچھ معلوم نہیں اپنے سردار سے کہہ دو کہ جس ڈھنگ سے وہ جنگ کرنا چاہتا ہے بخوشی کرے۔

داہر کی جنگی تیاریاں

جونہی یہ سفارت واپس گئی۔ داہر نے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ اپنی فوج کے ایک سردار کو دریا کے پار بھیجدیا۔ کہ جو قلعے دریا کے متصل واقع ہیں۔ ان پر قابض ہو کر عربوں کو دریا عبور کرنے سے روکے رکھے۔ چنانچہ اس شخص نے دریا کے اس پار جا کر مسلمانوں سے چھوٹی چھوٹی جھڑپیں شروع کر دیں۔ ادھر داہر نے اپنے بیٹے کیشب کو دریا کے اس پار کھڑا کر دیا۔ تاکہ وہ تمام گھاٹوں کو بند کر دے اور عرب فوج کو اس طرف آنے کا موقع نہ دے ایک اور سردار کو فوج دے کر سیوستان کی جانب روانہ کیا کہ محمد بن قاسم کی غیر حاضری میں سیوستان پر حملہ کر کے اس کو مسلمانوں سے چھین لیا جائے۔ داہر چاہتا تھا کہ محمد بن قاسم کو دریا کے اس پار مصروفِ جنگ رکھا جائے تاکہ وہ ادھر بڑھنے کی مہلت نہ پا سکے۔ محمد بن قاسم نے اپنی ہوشیاری اور باتدبیری سے دشمن کے اس منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔ اس نے فوراً مصعب بن عبدالرحمٰن کو تین ہزار فوج دیکر سیوستان روانہ کیا۔ اور خود دریا کے اس پار آنے والی سندھی فوج سے جنگ شروع کر دی۔ مصعب بن عبدالرحمٰن نے راجہ داہر کے افسر کو شکست دے کر بھگا دیا۔ لیکن سندھی فوج نے بھاگتے ہوئے تمام کشتیاں جلا دیں تاکہ وہ مسلمانوں کے کام نہ آ سکیں۔

کشتیوں کا پُل

اب محمد بن قاسم نے مصمم ارادہ کیا کہ دریا عبور کر کے راجہ داہر سے جنگ کی جائے لیکن دریا کو پار کرنا سخت مشکل تھا۔ ایک دقت تو یہ تھی کہ کشتیاں نہیں تھیں۔ دوسری دقت یہ تھی کہ دریا کے دوسرے کنارے پر داہر کی فوج کھڑی تھی جو کشتیوں کو کنارے پر پہنچنے سے پہلے غرق کر سکتی تھی۔ آخر بڑی کوشش سے کشتیوں کی ایک معقول تعداد مہیا کی۔ ان کشتیوں کا پُل جس چابکدستی سے بنایا گیا وہ بھی محمد بن قاسم کی عقلمندی کی دلیل ہے۔ دریا کے اس کنارے کے متصل جہاں اسلامی لشکر مقیم تھا پانی میں کشتیوں کو ایک دوسری سے باندھ کر قطار بنائی گئی۔ کشتیوں کی یہ قطار اس قدر طویل تھی جس قدر اس مقام پر دریا کی چوڑائی تھی۔ یہاں دریا کا پاٹ بہت کم اور پانی کی روانی بہت تیز تھی۔ ان کشتیوں میں تیر انداز سپاہی بٹھا دیئے گئے تھے۔ کشتیوں کی قطار کا نیچے کا سرا یعنی پانی کے بہاؤ کی جانب کا سرا کنارے سے مضبوط باندھ دیا گیا۔ اوپر کا سرا چھوڑ دیا گیا۔ کشتی والوں نے کشتیوں کو دریا کی دھار کی جانب متحرک کیا۔ اور اوپر کا سرا کنارے سے کسی قدر جُدا ہوا۔ پھر پانی کے بہاؤ نے خودبخود کشتیوں کی اس قطار کو دریا کی چوڑائی میں شرقاً غرباً سیدھا کر دیا۔ اور ایک سرا مرکز کی طرح اپنی جگہ قائم رہا۔ کیونکہ وہ بندھا ہوا تھا۔ جونہی دوسرا سرا دریا کے مشرقی ساحل تک پہنچا اگلی کشتی کے سپاہیوں نے کنارے پر اُتر کر رسوں اور میخوں کے ذریعہ اس کو ساحل سے باندھ دیا اس طرح یکایک کشتیوں کا ایک پُل بن گیا۔ اس پل پر سے تمام فوج دوسرے کنارے پر اترنا شروع ہوئی۔

داہر کے بیٹے کو شکست

اس کنارے پر کیشب کی جو فوج حفاظت کے لئے کھڑی تھی اس کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی چنانچہ محمد بن قاسم کے آدمیوں کے ساتھ اس فوج کا مقابلہ ہوا لیکن کیشب جلد شکست کھا کر بھاگ گیا کیشب نے دوبارہ تیاری کر کے ایک زبردست فوج کے ساتھ محمد بن قاسم پر حملہ کیا۔ اور پھر شکست کھائی اب وہ بھاگ کر سیدھا اپنے باپ کے پاس گیا اور اسے پوری کیفیت سے آگاہ کیا۔

راجہ داہر کے مقابلہ میں

راجہ داہر نے اپنے بیٹے کی شکست کا حال سُن کر غنیم سے انتقام لینے کا پختہ عزم کیا پہلے اپنے وزیر کو مقدمۃ الجیش بنا کر محمد بن قاسم کے مقابلے کے لئے بھیجا لیکن اسے بھی شکست ہوئی اور اسلامی لشکر بڑھتا ہوا جے وار تک پہنچ گیا جہاں راجہ داہر پہلے سے خیمہ زن تھا۔ اب دونوں فوجیں ایک دوسری کے سامنے آ گئی تھیں اور درمیان میں صرف ایک جھیل تھی۔ محمد بن قاسم کی فوج کی مجموعی تعداد پندرہ ہزار تھی اور داہر کے پاس تیس ہزار زرہ پوش سپاہی دس ہزار نیزہ بردار اور ساٹھ جنگی ہاتھی تھے۔ عربوں نے ہوش تہور میں بڑی عجلت سے جھیل کو عبور کیا اور دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ محمد بن قاسم نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے کہہ دیا کہ اگر میں مارا جاؤں تو میری جگہ محرز بن ثابت سپہ سالار ہوگا اور اگر وہ بھی مارا جائے تو اس کی جگہ سعید کو اپنا سردار بنایا جائے۔

داہر کی موت

صبح کے وقت ہنگامۂ پیکار گرم ہوا۔ اور شام تک جاری رہا۔ اس روز محرز اور سعید دونوں محمد بن قاسم کے سامنے شہید ہو گئے رات کو لڑائی ملتوی ہو گئی اور دوسری صبح پھر پوری شدت سے جاری ہوئی شام کو پھر ملتوی ہوئی اور تیسری صبح کو پھر میدان کارزار گرم ہوا شام کے لگ بھگ سندھیوں کا لشکر بھاگا لیکن راجہ داہر ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ میدان کارزار داد شجاعت دینے میں مصروف رہا۔ اس نے فرار کی عار گوارا نہ کی آخر پنجشنبہ دہم رمضان ۹۳ھ کو مغرب کے وقت راجہ داہر ایک عرب سپاہی کی تلوار کے وار سے مارا گیا۔

"الجماعت"

مولانا عمرالدین صاحب شملوی

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
تواریخ گذشتہ میں نے الجماعت کے مضمون پر آدھاگھنٹہ کے قریب ایک علمی مجلس مذاکرہ میں تقریر کی۔ بغیر اس کے کہ میں احمدیت کا نام لیتا یا حضرت مسیح موعود کو بطور امام الوقت زبان سے کہتا۔ میں نے اپنی تقریر میں احمدیت کے نکتہ نگاہ کو جماعت کے متعلق ظاہر کر دیا۔ کسی کو کوئی شکایت نہ تھی بلکہ اکثریت سنی و شیعہ سامعین کی ایسی تھی جو خوش تھی۔ مگر احمدیت کے ساتھ بلا وجہ بغض و نفرت رکھنے والے جل رہے تھے لیکن ان سے جواب میں کچھ بن نہ آیا۔ میں نے اس مجلس میں حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ایک حوالہ امامت کے متعلق پیش کیا تاکہ ان کم فہم لوگوں کا منہ بند ہو جو یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کامل اور محمد رسول اللہ نبی کامل اسلام کامل دین کامل، پھر کسی امام کی ضرورت کیا ہے۔ میں نے تقریر میں ایسے لوگوں کو مخاطب کئے بغیر کہا کہ یہ مانا کہ دین ہر طرح کامل ہے دین کی کسی کمی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں کسی نبی یا رسول کی اب ضرورت نہیں لیکن خود مسلمان تو ننگ اسلام ہو چکے ہیں اور وہ اسلام سے کوسوں دور ہیں اس لئے ان ناقص مسلمانوں کو سچے مسلمان بنانے کے لئے امام کامل کی ضرورت ہے۔ جو بیمار نہیں اسے ڈاکٹر کی ضرورت نہیں مگر جو بیمار ہیں انہیں تو ڈاکٹر روحانی کی پہلے ضرورت ہے۔ اور اسلام کا کمال تو یہ ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کی ہر کمزوری کے لئے اپنے اندر صحیح علاج رکھتا ہے۔ سو ناقص الایمان مسلمانوں کو مسلمان بنانے کے لئے اور اچھے کامل اور نیک مسلمانوں کو اور ترقی دینے کے لئے وہ ناقصاں را پیر کامل و کاملاں را راہنما ہے۔ اس لئے اس میں آئمہ ہدیٰ کا ہر ضرورت کے وقت پیدا ہوتا رہنا رہی ہے اور یہی اسلام کی زندگی کا ثبوت ہے۔ زندہ خدا اور زندہ نبی اور ان کا نائب زندہ امام کا اسلام میں ہونا ہی اسلام کی فضیلت ہے۔

نبی حکمی

مولانا اسمٰعیل صاحب شہید رح کا جو حوالہ میں نے پیش کیا اس کو وہ الفاظ "خلیفہ راشد نبی حکمی است" سے شروع فرماتے ہیں۔ مگر ایک نیچری طبع خشک صاحب علم نے اس کا انکار کرنے کے لئے کہا کہ امام سے مراد صاحب حکومت امرا یا سلاطین ہیں کہ وہ آئمہ جن کا ذکر مولوی عمرالدین صاحب نے کیا ہے۔ اب آپ خیال فرمائیں کہ ایسے لوگوں سے ہدایت کی کیا توقع کی جائے۔ مولانا تو فرمائیں کہ خلیفہ راشد جو حکما نبی ہے ان کی اطاعت فرض ہے بغیر اس کے نجات ناممکن ہے مگر یہ علم خشک کے صاحب روحانیات سے بالکل خالی لوگ فرمائیں کہ یہاں امام سے مراد صاحب حکومت سلاطین ہیں۔ لاحول ولا قوۃ۔ شاید یہ لوگ انبیاء کو صاحب حکومت نہیں مانتے حالانکہ خدا فرماتا ہے:۔
"اٰتینٰھم الکتاب والحکم والنبوۃ"۔
الحکم وہ روحانی سلطنت ہے جو ان تمام لوگوں پر ہوتی ہے جو کسی رسول یا مامور کے مخاطب ہوتے ہیں۔
اگر امام کے معنے وہ کر لئے جائیں جو احمدیت کی ضد کی وجہ سے مخالفین لیتے ہیں تو پھر بھی امام کا ماننا تو فرض ثابت ہو گیا۔ اور اس کے بغیر کوئی جماعت نہیں ہو سکتی۔ حق یہ ہے کہ ماموران الٰہی یقیناً روحانی طور پر بادشاہ ہوتے ہیں اس لئے شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ جب مجھ کو خلافت کا لباس پہنایا گیا تو ساتھ ہی حکم ہوا:۔
"فاھل المشرق والمغرب کلھم رعیتک وانت سلطانھم علموا اولم یعلموا فان علموا فازوا وان جھلوا خابوا"
(تفہیمات صفحہ ۱۱۹)
یہ سلطنت روحانی بمقابلہ ارضی سلطنت کے بہت بڑی اور ابدی حکومت ہے اس لئے ان سلاطین روحانی کی اطاعت سے روگردانی جہنم کا راستہ اختیار کرنے کے برابر ہے۔

نبی حکمی کے معنے

شاید یہاں کوئی شخص بغلیں بجانے لگے کہ نبی حکمی تو مان لیا۔ اس لئے میں ایسے سادہ لوح بھائی کے لئے اس کی تفسیر خود مولانا اسمٰعیل کے کلام سے ہی پیش کئے دیتا ہوں سنئے:۔
(ا) "خلیفہ راشد نبی حکمی است ہر چند فی الحقیقت بپایہ رسالت رسیدہ فاما منصب خلافت چندے از احکام انبیاء اللہ بروجاری گردانیدہ"
(ب) "خلیفہ راشد سایہ رب العالمین است و ہمسایہ انبیاء مرسلین کہ سرمایہ ترقی دین است و ہمسایہ ملائکہ مقربین است سعادت اہل ایمان ہمین است کہ درخدمت او مشغول باشند۔ و در طاعت او مبذول از ادعا مساوات باو دست بردارند او را بجائے رسول شمارند"
(منصب امامت صفحہ ۸۱)
یعنی خلیفہ راشد کا حکما نبی ہونا یہ معنے رکھتا ہے کہ اگرچہ وہ نبی نہیں مگر ان کے مثل ہے اور جس طرح نبی کی اطاعت فرض ہے اسی طرح خلیفہ راشد کو بجائے نبی سمجھ کر اس کی اطاعت کی جانی چاہیئے۔

قادیانی نبوت

کاش ہمارے قادیانی بھائی اب بھی اپنی پاکٹ بک کو درست کر لیں اور جس طرح جناب میاں صاحب نے اعلان کر دیا ہے کہ آئندہ مرزا صاحب کے خاندان کو خاندان نبوت اس لئے نہ کہا جائے کہ ان کی نبوت اصلی نہیں ہے بلکہ ظلی ہے اصل نبوت محمد صلعم کی ہے۔ قادیانی اس اعلان کے بعد نبی کی گردان کرنا چھوڑ دیں اور احمدیہ پاکٹ بک میں سے دلائل اثبات نبوت کو نکال ڈالیں وہ غلط ہیں اور ایسے غلط ہیں کہ کسی اہل علم کے سامنے پیش کرنے کے لائق نہیں ہیں مثلاً۔

ما انا علیہ واصحابی

دوران تقریر میں یہ بتانے کے لئے کہ اسلام کے ۷۲ فرقے خود بخود ایک طرف ہیں اور وہ سب مل کر ایک جماعت کو (جماعت احمدیہ کو) رد کرتے ہیں اور ناجی فرقہ کا یہ بھی ایک نشان ہے۔ یعنی "الواحدۃ" اور ما انا علیہ واصحابی کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں جم غفیر ایک بھیڑ ہے اور جماعت صرف ایک فرقہ ہے اب وہ کونسا فرقہ ہے جس کا لیڈر رسول مقبول صلعم کا قائم مقام ہونے کا مدعی ہے اور اپنی جماعت کو جماعت صحابہ قرار دیتا ہے۔ اس صداقت کا معترف شاعر مشرق علامہ اقبال بالفاظ ذیل ہے۔
"ہندوستان میں مسلمانوں کی عمرانی رفتار کو نگاہ غور سے دیکھنے سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے جو قوم کے اخلاقی تجربہ کے مختلف خطوط کا نکتہ اتصال ہے پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں"
(پرچہ نئی زندگی مجریہ ۱۵ مئی ۱۹۵۱ء صفحہ ۱۷۔ یہ پرچہ جماعت اسلامی کا ہے)
اس حوالہ میں علامہ تمام تجارب اخلاقی کا
Point of Communication
یہ حقیقت اسلامی کا اظہار فرماتے ہیں کہ
"اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ فرقہ قادیانی ہے"
اس ایک زبردست شہادت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں مخالفین سے سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا کھلا اعتراف نہیں۔
علامہ اقبال اس کے معترف تھے کہ جماعت احمدیہ اسلامی سیرت اور سپرٹ کا ایک نمونہ ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ مولانا ابوالکلام آزاد صاحب ابتدا میں اس کی صداقت کے قائل تھے۔ بعد میں انہیں خود اپنی خلافت کا فکر پڑا مگر خدا کا شکر ہے کہ حق کو ملتبس ہونے سے بچانے کے لئے خدا نے مولانا کو دعویٰ کرنے کا موقعہ نہ دیا۔ اور ان کی بنائی ہوئی سکیم فیل ہو گئی۔

جماعت اسلامی کا اعتراف

تقریر کا حوالہ جو میں نے علامہ اقبال کی طرف منسوب کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا ایک مضمون شائع شدہ ہے جس میں وہ اس صداقت کو علی گڑھ میں بیان کر چکے ہیں۔ جماعت اسلامی کے صاحب مضمون نے بلا حوالہ علامہ اقبال کے یہ الفاظ اپنی طرف سے ۱۹۵۱ء میں پیش کر کے ثابت کر دیا کہ وہ بھی معترف ہیں کہ اسلامی سیرت احمدیت کی سیرت ہے۔ والسلام

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا مصطفےٰ ما را امام و پیشوا ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را بروشد اختتام آں کتاب حق کہ قرآن نام او بادۂ عرفانِ ما از جام اوست یک قدم دوری ازاں روشن کتاب نزد ما کفر است خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ تمام صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے۔۔۔ ۱۲۔۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

دوست محمد

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ یکم رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ ۶ جون ۱۹۵۱ء | نمبر ۲۰

یورپ کا وہ ملک جہاں مسلمانوں نے سینکڑوں سال حکومت کی!

سپین کی شاندار اسلامی یادگاروں کا عینی مشاہدہ

خان بہادر غلام ربانی خان صاحب کا مکتوب گرامی ووکنگ سے

میڈرڈ کو روانگی

مکرم بندہ ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم۔ اس سے پہلے سفر سپین کے کچھ حالات لکھ چکا ہوں۔ مزید قابل ذکر حالات درج ذیل ہیں:-

بارسیلونا سے بذریعہ ریل صبح سویرے میڈرڈ کو روانہ ہوا۔ اس ملک میں ڈاک گاڑی ہمارے ملک کی پسنجر گاڑی کے مترادف ہے۔ جو ہر سٹیشن پر ٹھہرتی اور ڈاک لیتی جاتی ہے۔ یہ گاڑی لمبے سفر کے لئے موزوں نہیں ہوتی۔ لمبے سفر کے لئے ایکسپریس گاڑی ہوتی ہے۔ جو ہفتہ میں تین یوم چلتی ہے اور ٹکٹ کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ایکسپریس گاڑی صبح آٹھ بجے روانہ ہو کر شام کے دس بجے میڈرڈ پہنچی۔ گاڑی کا گذر مختلف صوبہ جات سے ہوا۔ زیادہ حصہ شمالی پہاڑی علاقہ تھا۔ پہاڑوں پر زیتون کے درخت سرسبز اور شاداب نظر آتے تھے۔ وادیوں میں انگورستان تھے۔ یہاں تک کہ ZARAGOSA پہنچنے پر کھلے میدان نظر آئے جن میں نہروں کے پانی سے باغات ہی باغات نظر آتے تھے۔ یہ قصبہ اسلامی سلطنت کے زمانہ میں شمالی صوبہ کا پایہ تخت رہا۔ اور اب بھی وہی رونق رکھتا ہے۔

ایسٹر کا جلوس

شام کے دس بجے میڈرڈ پہنچا۔ یہاں ایک نوجوان سپین کا مسلمان منتظر تھا اس نے مجھے پاکستانی ٹوپی سے پہچان لیا اور میرا سوٹ کیس اٹھایا۔ پلیٹ فارم سے باہر پاکستانی نوجوان مسٹر ظفر بھی منتظر تھا جس کے ساتھ خط و کتابت تھی۔ مسٹر ظفر کے سر پر سفید پگڑی طرہ دار تھی۔ چنانچہ ان کے ہمراہ ہوٹل ...... کا راستہ لیا۔ بڑے بازار میں راستہ بند اور تمام مرد و زن دو رویہ قطار در قطار کھڑے پائے۔ معلوم ہوا کہ یہ ایسٹر فرائڈے Good Friday ہے۔ اور جلوس آنے والا ہے۔ جس کا بے تابی سے انتظار تھا۔ مسٹر ظفر نے پولیس کو میرے حالات پر توجہ کر کے ہوٹل جانے کی اجازت طلب کی۔ افسر اعلیٰ نے اجازت دی۔ مسٹر ظفر اور میں جب اس دو رویہ ہجوم کے درمیان بازار سے گذر رہے تھے اپنی ہیئت کذائی سے اچھے خاصے سوانگ نظر آ رہے تھے۔ مشکل سے ہوٹل پہنچے۔ اتفاق حسنہ سے اسی وقت جلوس آنا شروع ہوا۔ اچھا خاصا ہولیوں کا تماشا تھا اور کچھ محرم کے تعزیہ کی بھی مشابہت رکھتا تھا۔ لیکن تمام منظر بالکل منظم اور خاموش۔ سب سے پہلے ایک گاڑی پر عیسےٰ کا مجسمہ صلیب پر کھنچا ہوا لے جایا گیا۔ اس کے پیچھے لاٹ پادری اور اس کے حواری ہاتھوں میں صلیب اور موم بتیاں جلائے ہوئے خراماں خراماں۔ ان کے پیچھے فوجی بینڈ۔ اور فوجی سوار اور کچھ پیادہ۔ پھر سیاہ پوش گنہگار پابہ زنجیر اور برہنہ پا آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ ان لوگوں نے گناہوں کے کفارہ کے لئے یہ منت مانی ہوئی تھی۔ اسی طرح بی بی مریم کا مجسمہ گاڑی پر اٹھایا ہوا اور ویسے ہی جلوس رضاکاراں باوردی۔ اور گنہگار سیاہ پوش پابزنجیر و برہنہ پا۔ غرضیکہ مختلف مجسموں کی قطار تھی جو مختلف گرجوں اور سوسائٹیوں کی طرف سے اظہار عقیدت تھا۔ گھنٹہ تک یہ عالم ...... رہا۔ اتفاق سے سپین میں یہ ہفتہ مقدس تھا۔ مجھے رومن کیتھلک کے صحیح مسلک کے مطالعہ کا خوب موقعہ ملا۔

میڈرڈ کی صورت حال

میڈرڈ سپین کا دارالخلافہ ہے۔ اور مرکز ملک میں واقعہ ہے۔ ۲۴۳۰ فٹ سطح سمندر سے بلند ہے۔ دس لاکھ نفوس کی آبادی ہے اور رقبہ تقریباً ۶۸ مربع کیلومیٹر ہے صحت مند اور صاف ستھرا شہر ہے اس شہر کا نام عربی زبان میں مجیرت یا مجیر تم ہے اور اسلامی پرچم ۱۰۸۳ء تک تین سو سال اس شہر پر لہرایا ہے۔ شاہ فلپ ثانی سپین نے ۱۵۶۰ء میں اس کو دارالخلافہ بنایا قابل تذکرہ National Palace شاہی محل ہے جو القصر The Prado Museum شاہان اسلام کی عمارت کا مستعار ہے۔ ایک لاثانی علم و ہنر کے شاہکار و تصاویر کا عجائب گھر ہے۔ علاوہ دیگر عجائب گھروں کے ایک عالی شان باغ ہے جس کا نام Retiro ہے۔ اس کے علاوہ یونیورسٹی ٹاؤن جو علیحدہ بنایا ہوا ہے قابل دید ہے۔ عمارات باغات اور تفریح گاہ دلپسند ہیں۔

طلیطلہ میں

ایک دن طلیطلہ Toledo گیا جو تقریباً ایک صد میل سفر آتے جانے کا بن جاتا ہے! سفر نہایت ہی خوش منظر وادیوں سے تھا۔ یہ شہر سپین کی تمام تواریخ کا مرقع ہے۔ اور سپین کے شاندار زمانہ میں دارالخلافہ رہا ہے۔ یہ شہر ایک پہاڑی پر واقعہ ہے

(باقی برصفحہ ۱۲)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

از شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

قوم کو مایوس کرنے والا قاتل قوم ہے

اذا سمعت الرجل یقول ہلک الناس فہو اہلکہم۔ عن ابو ہریرۃ لمالک۔ لاحمد فی مسند ہ للبخاری فی الادب۔ لابی داؤد۔ جامع الصغیر۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو کسی شخص کو یہ کہتے سُنے کہ قوم مرگئی (تو سمجھ لو کہ در اصل) اُسی نے (مایوسی پھیلا کر) قوم کو تباہ کر دیا۔

مومن کا امتیازی نشان

اذا سرتک حسنتک وساءتک سیئتک فانت مؤمن عن ابی امامۃ لاحمد فی مسندہ لابن حبان فی صحیحہ للطبرانی فی الکبیر۔ للحاکم۔ للبیہقی فی شعب الایمان۔ جامع الصغیر۔

ابی امامہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تیرے نیک اور نفع بخش کردار تیری خوشی اور راحت کا باعث ہوں اور بُرے کاموں میں تو رنج و غم محسوس کرے تو تُو (یقیناً) مومن ہے۔

غیر مسلموں کو تکلیف نہ دو

من اذی ذمیا فانا خصمہ ومن کنت خصمہ خصمتہ یوم القیامۃ عن ابن مسعود۔ للخطیب۔ جامع الصغیر۔

ابن مسعود رضہ سے روایت ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے (یا کسی اسلامی سلطنت نے) غیر مسلموں کو اذیت دی ان کے حقوق پامال کئے تو میں ایسے شخص یا حکومت کا دشمن ہوں اور مجھے جو اپنا دشمن بنائے تو میں قیامت کے دن اسے سزا دلاؤں گا۔

تنگدستوں کی مدد استجابت دعا کا موجب ہے

من اراد ان تستجاب دعوتہ وان تکشف کربتہ فلیفرج عن معسر۔ عن ابن عمر۔ لاحمد فی مسندہ۔

ابن عمر رضہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اسکی دعا قبول ہو اور وہ رنج و غم سے رہائی پائے تو اسے چاہیئے کہ کسی تنگدست کی مدد کرے۔

کامل یقین سے کی ہوئی دُعا

ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ واعلموا ان اللہ لا یستجیب دعاءً من قلب لاہ۔ عن ابی ہریرۃ۔ للترمذی وللحاکم جامع الصغیر۔

ترجمہ:۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے یقین کامل کے ساتھ دعا مانگو کہ ضرور (کسی نہ کسی رنگ میں) قبول ہوگی (دعا کرنے سے رعایت اسباب بھی ضروری ہے ایک کسان زمین میں مناسب محنت کے بعد بغیر بیج بونے کے اس سے فصل حاصل کرنے کی کیا امید رکھ سکتا ہے) تمہیں اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ غافل دل سے نکلی ہوئی دعا قبول نہیں فرماتا (غافل دل وہ کاہل اور سست انسان ہے جو بغیر محنت اور مشقت کے مزدوری کی امید رکھتا ہے)

تانہ سوزی ز سوز و غم نہ رہی ٭ تانہ میری ز موت ہم نہ رہی (مسیح موعود)

ترجمہ:۔ اگر چاہتا ہے کہ دنیا کی مشقتوں کی ہولی آگ تمہارے لئے گلزار بن جائے تو سوز عشق (محبت الٰہی) پیدا کر۔ حیات ابدی اس گندہ زندگی پر موت وارد کرنے سے حاصل ہوتی ہے ٭

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تورات کی پیشگوئیاں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

صبح کی سیر میں حضرت مسیح موعودؑ نے انگریزی رسالہ کا ذکر فرمایا۔ اور اسی سلسلہ میں فرمایا۔ کہ میں یقین کرتا ہوں کہ میرا جس قدر بھی وقت صرف ہوتا ہے وہ سب عبادت ہی میں شمار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اگر کوئی شخص دو چار رکعت نماز پڑھتا ہے تو اس میں بھی کچھ دیر کے لئے اس کا دل حاضر ہوتا ہے اور کچھ دیر کے لئے غیر حاضر۔ لیکن جس کام میں مَیں مصروف ہوں اس کا اصل مقصد خدا تعالےٰ کی عظمت اور جلال کو قائم کرنا ہے۔ اور اس سارے وقت میں حضور قلب میسر رہتا ہے۔ اور کوئی دن نہیں جاتا کہ میں ہر روز شام تک دو چار لطیف باتیں حاصل نہ کر لوں۔ گذشتہ رات بہت دیر ہو چکی تھی۔ کہ خدا تعالےٰ نے مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی طرف جو تورات میں مذکور ہے توجہ دلائی جس کی طرف آج تک کسی شخص نے توجہ نہیں کی تھی۔ میں نے اسی وقت تورات کو نکال کر دیکھا۔ اس میں ان لوگوں کو جو علوم الٰہیہ اور اس کے استعارات سے دلچسپی رکھتے ہیں ضرور حظ آئے گا۔ لیکن جو لوگ حقائق و معارف سے کچھ حصہ نہیں رکھتے وہ اس پر استہزا کریں گے، اور وہ پیشگوئی اس طرح پر ہے (تورات کتاب پیدائش باب ۲۱۔ آیت ۱۹ تا ۲۱) میں لکھا ہے کہ جب حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیمؑ عرب میں صرف ایک پانی کی مشک دیکر اکیلے چھوڑ آئے تو جب وہ پانی ختم ہو گیا اور حضرت اسمٰعیلؑ شدت پیاس سے تڑپنے لگے۔ یہاں تک کہ قریب المرگ ہو گئے تو حضرت ہاجرہؑ ان کی اس حالت کو نہ دیکھ سکیں۔ اور کچھ فاصلہ پر جا بیٹھیں۔ وہاں تورات میں لکھا ہے کہ تیر کے پٹے پر اس وقت ہاجرہ چلائی اور خدا کے فرشتے نے اس کو پکارا اور کہا اے ہاجرہ مت ڈر۔ اُٹھ لڑکے کو اُٹھا۔ الغرض حضرت ہاجرہ کو ایک کنواں نظر آیا جس سے آپ نے پانی کی مشک بھر لی اس میں غور طلب بات یہ ہے کہ فرشتہ نے حضرت ہاجرہ کو جو کنواں دکھایا تھا اس میں ایک پیشگوئی تھی۔ اس پر میرے دل میں فوراً قرآن شریف کی یہ آیت گذری (کنتم علےٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذالک یبین اللہ لکم آیاتہ لعلکم تہتدون) (حضرت ابراہیم کا پانی جب ختم ہو چکا تو حضرت اسمٰعیلؑ قریب المرگ ہو گئے اس وقت خدا تعالےٰ نے ایک اور کنوئیں کا پانی دے کر ان کو بچا لیا۔ اہل عرب بھی اولاد اسمٰعیل ہونے کے سبب سے گویا اسمٰعیل ہی تھے۔ جب گذشتہ ہدایت اور شریعت کا ان میں خاتمہ ہو گیا اور وہ قریب المرگ ہو گئے تو اللہ تعالےٰ نے ان پر ایک نئی شریعت و ہدایت نازل فرمائی جس کا آیت مندرجہ بالا میں اشارہ پایا جاتا ہے اس پیشگوئی کی طرف پہلے کسی نے توجہ نہیں کی۔

پھر جو تورات میں پیشگوئی ہے کہ خدا سینا سے آیا اور سعیر سے طلوع کیا اور فاران پر چمکا۔ اس کے بارہ میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا۔ کہ یہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے۔ قرآن شریف میں جو یہ آیت ہے کہ ھذا البلد الامین یہ اسی پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فاران پر حضرت اسماعیل کی اولاد آباد نہیں ہوئی تو یہ اس کی غلطی ہے۔ اس لئے کہ یہ امر خود تورات سے ثابت ہے۔ (پیدائش باب ۲۱۔ آیت ۲۱) (الحکم جلد ۵ نمبر ۱۲)

رمضان میں تراویح

احمدیہ مسجد میں حسب معمول امسال بھی رمضان میں نماز تراویح قاری حافظ محمد دوست صاحب پڑھائیں گے احباب لاہور شریک فرماویں۔ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب نے حسب سابق امسال بھی پنکھوں اور برف کا انتظام فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔

خواجہ صاحب موصوف کی صحت پچھلے سال کچھ خراب ہو گئی تھی احباب ان کے لئے دعا

پیغام صلح
جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ یکم رمضان المبارک سنہ ۱۳۷۰ھ | نمبر ۲۰

اتحاد المسلمین کی شعاع

جماعت احرار کے فتنہ انگیز اجلاس "یوم تشکر" کے بعد لاہور میں یکم۔ ۲ جون کو آل پاکستان انجمن اتحاد المسلمین کی طرف سے "اتحاد کانفرنس" کے نام سے ایک عام جلسہ موری دروازہ کے باہر منعقد ہوا۔ اس انجمن کے صدر مولوی اختر علی خاں مدیر "زمیندار" نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں بین جملہ فرقہ ہائے اسلام کے درمیان اتحاد کی اپیل کرتے ہوئے اس امر پہ زور دیا کہ پاکستان کا تحفظ اور اس کا استحکام اسی صورت میں ممکن ہے کہ مسلمان متحد ہو جائیں۔ تمام اختلافات کو ختم کر دیں اور پاکستان کے سبز ہلالی پرچم کے نیچے کھڑے ہو کر اپنے خداوند عزوجل سے اس امر کا عہد کریں کہ پاکستان کو ہر چیز پر مقدم سمجھیں گے اور اس کے تحفظ کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کریں گے"۔———— مولوی اختر علی خاں کی یہ اپیل اگر دلی اخلاص کا جذبہ اپنے اندر رکھتی ہو اور مسلمانوں کے اتحاد میں اس خادم اسلام قوم کی شمولیت ان کے زیر نظر ہو جسے وہ "زمیندار" کے صفحات پر "غیر مسلم" اور "دشمنان اسلام" کے نام سے پکارنے میں دریغ نہیں کرتے تو ہر طرح لائق تحسین ہے اور ہم انہیں مبارکباد دیتے ہیں کہ احراری فتنہ انگیزیوں کے اندر اس نعرۂ حق کو بلند کر کے انہوں نے بڑی جرأت اور دلیری سے کام لیا ہے۔

اسی کانفرنس میں سید شبیر احمد صاحب رضوی ایڈوکیٹ کراچی نے ایک نہایت پر جوش اور ولولہ انگیز تقریر کی جس میں سیاسیات ملیہ کے ان ادوار پر روشنی ڈالتے ہوئے جن میں سے گذرنے کے بعد پاکستان حاصل ہوا ان جماعتوں اور گروہوں کا بھی ذکر کیا جو اسلام کے نام پر مسلمانوں کی جدوجہد آزادی میں روڑے اٹکاتے رہے اور اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ حصول پاکستان کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔ ان جماعتوں میں سے آپ نے جمعیۃ العلمائے ہند، مجلس احرار، خاکسار تحریک اور آزاد مسلم کانفرنس کا بالخصوص ذکر کیا اور ایک ایک کا نام لے کر حاضرین سے پوچھا کہ کیا ان جماعتوں نے پاکستان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور نہیں لگایا؟ اور اس کے جواب میں حاضرین بلند آواز سے تصدیق کرتے رہے کہ ضرور ایسا ہی ہوا، آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ قائد اعظم کو کھڑا نہ کرتا تو یہ سارے دشمن ملت گروہ متحد ہو کر پاکستان کے تصور کو ذبح کر کے ہی دم لیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ قائد اعظم پر اپنی رحمتیں نازل کرے کہ انہوں نے انکو ناکام بنایا اور مسلم لیگ سے دور ہی رکھا۔

آپ نے فرمایا کہ اب ہمیں پاکستان کی حفاظت کیلئے پہلے سے بھی زیادہ متحد ہونے اور ان اصولوں پر چلنے کی ضرورت ہے جن پر قائد اعظم نے ہمیں گامزن کر کے پاکستان کا حصول ممکن بنایا تھا، اس کے ساتھ ہی آپ نے جملہ فرقہ ہائے اسلام اور مختلف گروہوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ "اے میرے سنی بھائیو! اے میرے شیعہ بھائیو! اے میرے قادیانی بھائیو! اے میرے اہل حدیث بھائیو! اے میرے سندھی بھائیو! اے میرے پنجابی بھائیو! اے میرے سرحدی بھائیو! اے میرے بنگالی بھائیو! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا بعض غیر اسلامی ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کی بے بسی اور حالت زار کو دیکھتے ہوئے تم فخر سے اپنا سر اونچا کر سکتے ہو؟ کیا وقت اس بات کا تقاضا نہیں کر رہا کہ تم تفرقہ چھوڑ دو انتشار پسندی سے کنارہ کش ہو جاؤ اور باہم متحد ہو کر پاکستان کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جاؤ تاکہ باقی دنیائے اسلام کا استخلاص بھی قریب سے قریب تر آ جائے"۔

سید شبیر احمد صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ آج کل کی سیاسی دنیا میں اسلام کی تعریف یہ ہے کہ اس میں شیعیت بھی ہو، سنیت بھی ہو، حنبلیت بھی ہو، مالکیت بھی ہو اور قادیانیت وغیرہ بھی ہو، گویا اسلام ایک کوزہ ہے جس میں اسلام کا سارا کا سارا دریا بند ہو اگر سنی اکثریت یہ چاہتی ہے کہ وہ شیعہ فرقہ کو پامال کر دیں تو زمانہ کے حالات بتا رہے ہیں کہ وہ خود پامال ہو جائیں گے اگر شیعہ چاہتے ہیں کہ وہ سنی فرقہ کو پامال کر دیں تو وہ خود پامال ہو جائیں گے اگر کوئی گروہ یہ چاہے کہ وہ اپنی

حضرت امیر ایدہ اللہ کراچی میں

کراچی ۲ر جون (بذریعہ ڈاک)

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بخیر و عافیت کل نو بجے کراچی پہنچ گئے۔ خدا کے فضل سے رستہ میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی، حضور کی طبیعت پہلے سے بہتر ہے۔ آیندہ خط و کتابت کا پتہ حسب ذیل ہے:۔

"پیروین"۔ برنس روڈ۔ ڈاک خانہ فریئر ہال
کراچی

اکثریت کے بل بوتے پر قادیانیت کو ختم کرے تو وہ خود مٹ جائیگا اگر ہم بحیثیت مسلمان کے زندہ رہنا چاہتے ہیں اور ہر جگہ کے مظلوم مسلمانوں کو ظلم سے نجات دلانا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں سیاسی طور پر باہم متحد ہو کر ایسا رنگ اختیار کرنا چاہیئے کہ جس سے ہر فرقہ کو اطمینان ہو سکے کہ اس کے حقوق محفوظ رہیں گے وہ اپنے معتقدات پر آزادی سے عمل کر سکے گا اور قومی و ملی کاموں میں وہ سب کے ساتھ برابر کا شریک رہے گا اگر ہم اس طریق پر عمل کریں گے تو کامیاب رہیں گے کامیابی کا یہی ایک گر ہے۔

آخر میں آپ نے قوم کو متنبہ کیا کہ یہ فرقہ وارانہ چپقلش وہی لوگ پیدا کر رہے ہیں جنہوں نے پاکستان کے نظریہ کی مخالفت کی اور جو اب اسے برباد کرنے کے منصوبے باندھ رہے ہیں ان کو منہ نہ لگاؤ اور ان سے کہدو کہ ہمارا مقصد بہت بلند ہے، سید شبیر احمد صاحب رضوی کی یہ تقریر آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اس دور فتنہ و شر میں یہ نعرۂ حق فی الواقعہ بہت ہی قابل قدر ہے۔ اگرچہ ہمیں افسوس ہے کہ دوسرے دن احراری غنڈوں نے جلسہ کے پنڈال میں ہنگامہ آرائی کر کے اسے قائم نہ رہنے دیا لیکن اتحاد المسلمین کی یہ شعاع اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ اتحاد و اتفاق کا سورج انشاء اللہ عنقریب چڑھ کر رہے گا جس کے سامنے احراری فتنہ پردازیاں ملیامیٹ ہو کر رہ جائیں گی۔

اس ضمن میں اس قدر بتا دینا بے موقعہ نہ ہو گا کہ اتحاد و اتفاق کی بنیاد جس سیاسی نظریہ پر رکھی جا رہی ہے وہ اس قدر مضبوط نہیں جس قدر مضبوط وہ نظریہ ہے جو امام وقت حضرت مسیح موعود نے ہمیں بتایا کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور اسے کافر قرار دینا تو اپنے لئے کفر مول لینا ہے۔ اگر اس نظریہ کو عام طور پر لوگوں کے ذہن نشین کیا جائے کہ کسی بھی کلمہ گو کو کافر کہنا یا کافر سمجھنا خدا اور رسول کے نزدیک پرلے درجہ کا گناہ اور بہت بڑی معصیت ہے تو مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی یہ بنیاد ایک مضبوط چٹان ثابت ہو گی۔

اوقات سحری و افطار

آخری وقت سحری				وقت افطار			
ماہ رمضان	جون	منٹ	گھنٹہ	ماہ رمضان	جون	منٹ	گھنٹہ
۱	۶	۵۰	۳	۱	۶	۳۴	۷
۲	۷	۵۰	۳	۲	۷	۳۵	۷
۳	۸	۵۰	۳	۳	۸	۳۵	۷
۴	۹	۵۰	۳	۴	۹	۳۶	۷
۵	۱۰	۴۹	۳	۵	۱۰	۳۶	۷
۶	۱۱	۴۹	۳	۶	۱۱	۳۶	۷
۷	۱۲	۴۹	۳	۷	۱۲	۳۷	۷
۸	۱۳	۴۹	۳	۸	۱۳	۳۷	۷
۹	۱۴	۴۹	۳	۹	۱۴	۳۷	۷
۱۰	۱۵	۴۹	۳	۱۰	۱۵	۳۸	۷

باقی پھر

اخبار و افکار

ملکہ نازلی کا عطیہ

کچھ دن ہوئے میاں بشیر احمد صاحب منٹو مبلغ امریکہ نے یہ خوشخبری سنائی تھی کہ سان فرانسسکو میں ایک بہت بڑا اور شاندار مکان مشن کے لئے خرید لیا گیا ہے جس میں مشن کے دفتر کے علاوہ ایک مسجد اور لائبریری بھی بنائی جائے گی، اس کے ساتھ ہی یہ سننا موجب مسرت ہے کہ مصر کی ملکہ نازلی نے اس مکان کی خرید کے سلسلہ میں پانچ ہزار ڈالر مرحمت فرمائے ہیں اور ان کا وعدہ ہے کہ جس وقت مسجد اور لائبریری کی تعمیر شروع ہوگی وہ مزید امداد دیں گی۔ ہم ملکہ ممدوحہ کا اس نیک کام میں حصہ لینے پر دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالے انہیں بیش از بیش خدمات دینیہ کی توفیق مرحمت فرمائے، یقیناً یہی ایک راہ ہے جس پر چل کر انسان دنیا و آخرت میں فلاح حاصل کر سکتا ہے اگر ہمارے امرا اس چیز کو سمجھ لیں اور اپنی دولت کا ایک حصہ دینی کاموں بالخصوص تبلیغ اسلام پر صرف کرنا اپنا شعار بنا لیں تو مسلمانوں کا موجودہ ادبار بہت جلد دور ہو سکتا ہے۔

میاں بشیر احمد صاحب نے ملکہ نازلی کے اس عطیہ کا اعلان کرتے ہوئے صاحب حیثیت مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ بھی اس کار خیر میں شریک ہو کر رضائے الٰہی کو حاصل کریں۔ آج دنیا اسلام کی پیاسی ہے بالخصوص امریکہ جیسی مادہ پرست سرزمین میں جو اس وقت جنگ و جدل کی تباہیوں میں مصروف ہو کر تمام دنیا کے لئے پریشانی اور بدامنی کا موجب ہو رہی ہے، اسلام کی روحانی بارش کی بہت ضرورت ہے جس کے لئے مالی قربانیاں درکار ہیں کاش ہمارے اہل ثروت اصحاب اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس راہ میں قدم آگے بڑھائیں

آج کی مسلم قوم

"کوثر" (یکم جون) درس حدیث سے :-

" آج کے لوگ آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے سامنے شہادت باطل کی دی گئی تھی، حق کی نہیں دی گئی تھی، خدا کی عدالت میں یہ لوگ مدعی ہوں گے اور آج کی مسلم قوم مدعا علیہ، ان کا یہ دعوے مبنی بر حقانیت ہوگا کہ دعوت حق پہنچائی ہی نہیں گئی ہاں البتہ وہ لوگ جو اس دور میں بھی اپنے دائرہ کے اندر شہادت حق ادا کر رہے ہیں اور اپنے قول و عمل سے اسلام کی صحیح دعوت پیش کر رہے ہیں، وہ بری الذمہ ہو سکتے ہیں باقی قوم کے خلاف خلق خدا دعوے کرنے کا جائز حق رکھتی ہے اور خدا کے ہاں اس امر سے متعلق اس قوم سے پرسش ہوگی"

اس میں شک نہیں کہ آج مسلمانوں کی عملی حالت اس حد تک کمزور ہو چکی ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہوتے ہیں، اور اس لحاظ سے غیر مسلم دنیا کو دعوت حق نہ پہنچنے کا الزام یقیناً ان پر عائد ہوگا، لیکن جیسا کہ الفاظ بالا میں بتایا گیا ہے وہ لوگ بھی اس زمانہ میں موجود ہیں جو "اپنے دائرہ کے اندر شہادت حق ادا کر رہے ہیں اور اپنے قول و عمل سے اسلام کی صحیح دعوت پیش کر رہے ہیں" یہ کون لوگ ہیں؟ آنکھیں کھول کر دیکھئے اور "شہادت حق" ادا کیجئے کہ کیا یہ وہی لوگ نہیں جنہیں آپ بھی دوسروں کے ساتھ مل کر کافر ٹھیراتے ہوئے ذرا نہیں جھجکتے۔

اساتذہ اور محکمہ تعلیم

پنجاب کے ڈسٹرکٹ بورڈ سکولوں کے اساتذہ نے چند دن ہوئے ایک پریس کانفرنس میں اپنے مصائب اور بدحالی کا رونا روتے ہوئے اس افسوسناک حقیقت کی طرف توجہ دلائی کہ ڈسٹرکٹ بورڈوں کے ارباب بست و کشاد کو بار بار توجہ دلانے کے باوجود ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی، اب زیادہ زور سے توجہ دلانے کے لئے علامتی ہڑتال کی گئی، دیکھیں اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

اپنے مصائب کی تفصیل میں انہوں نے جن امور کی طرف توجہ دلائی وہ بہت ہی افسوسناک اور علم جیسی بیش قیمت دولت کی ناقدری پر دال ہیں انہوں نے بتایا کہ کئی اساتذہ بیروں اور گھریلو ملازموں سے بھی کم تنخواہ لے رہے ہیں یعنی ۲۵ روپیہ ماہوار۔ (۲) ڈسٹرکٹ بورڈوں کے ارکان جو عموماً جاہل ہوتے ہیں ان سے بہت نازیبا سلوک کرتے اور نجی کام بھی لیتے ہیں۔ (۳) تنخواہیں قلیل ہونے کے باوجود ماہ بماہ بلکہ سال سال بھر نہیں ملتیں (۴) نہ کوئی گریڈ ہے نہ مشاہرہ کا معیار نہ ترقی، اکثر اساتذہ پچیس تیس سال کام کرنے کے بعد اسی تنخواہ پر ریٹائر ہوتے ہیں جس پر پہلے دن ملازم ہوئے تھے (۵) اگرچہ ڈسٹرکٹ بورڈ سکولوں کو حکومت سے گرانٹ ملتی ہے تاہم اکثر سکولوں کی عمارات نہیں اور طلباء گرمی و سردی کی شدت کو سقف آسمانی کے نیچے بیٹھ کر صبر و شکر سے برداشت کرتے اور بارش کے موقعہ مجبوراً گھروں کو سدھارتے ہیں، کئی سکول سائنس اور ڈرائنگ کے سامان بلکہ تختہ سیاہ اور چاک تک سے بھی محروم ہیں۔

اگر یہ واقعات صحیح ہیں اور ابھی تک ان کی تردید میں کوئی آواز نہیں اٹھائی گئی، تو ان پر جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ علم جیسی دولت جسے اسلام نے نعمت عظمٰے قرار دیا ہے جس کا مرتبہ عبادت و زہد سے بھی بلند ٹھیرایا ہو اسے مسلمانوں کے اندر اس قدر ذلت کے مقام پر رکھا جائے اس سے بڑھ کر اور کیا دکھ ہو سکتا ہے، ان اساتذہ کا مطالبہ ہے کہ حکومت ڈسٹرکٹ بورڈ سکولوں کو اپنی تحویل میں لے لے یا کم از کم ان کی تنخواہوں کا معیار سرکاری سکولوں کے برابر اور ان کے ساتھ انسانیت کے برتاؤ کی ذمہ داری لے، یہ بالکل بجا مطالبہ ہے جس کی طرف محکمہ تعلیم کو بہت جلد توجہ کرنی چاہیئے اور ان غریب اساتذہ کے بارہ میں ان لوگوں کی ذہنیت کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہیئے جو علم اور تعلیم و تدریس کو ایسی بے قدری کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

خواتین کی معاشرتی فلاح

کل پاکستان زنانہ ایسوسی ایشن کی جنرل سیکرٹری (بیگم جی اے خان) نے چند دن ہوئے یہ اعلان کیا تھا کہ :-

" یہ ایسوسی ایشن پختہ عزم رکھتی ہے کہ پاکستان کی عورتوں کو تہذیبی اعتبار سے دوسرے ملکوں کی عورتوں کی سطح پر لاکھڑا کرے چنانچہ عنقریب اپنے نمایندوں کو دوسرے ملکوں میں اس غرض سے بھیج رہی ہے کہ وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ آئیں کہ وہاں کی ویسی تنظیمیں کس طرح کام کرتی ہیں"

افسوس ہے آج مسلمانوں کی نظریں اپنے ماضی کے درخشندہ اوراق کو دیکھنے کے بجائے مغرب کی ان چکا چوند کرنے والی تنظیموں کی طرف زیادہ اٹھتی ہیں جو ظاہرا ٹیپ ٹاپ کے سوا اخلاقی اعتبار سے بہت گھٹیا ثابت ہوئی ہیں۔ ایک وقت تھا مغرب اپنی اصلاح کے لئے مسلمانوں کی تہذیب کو اپنانا ضروری سمجھتا تھا، آج مسلمان اسی تہذیب کو خیر باد کہکر ان نئی نئی تنظیموں کے پیچھے پھر رہے ہیں، جن سے خود مغرب بھی اکتا چکا ہے، کاش ہماری مغرب زدہ بیگمات اس سے سبق حاصل کریں۔

رمضان المبارک

رمضان کا مبارک مہینہ آج شروع ہو رہا ہے، ان شدت کی گرمیوں میں روزوں کا مجاہدہ یقیناً بہت بڑا مجاہدہ ہے جو بہت بڑے افضال الٰہی کا موجب ہو سکتا ہے، بشرطیکہ محض رسمی طور پر ادا نہ کیا جائے بلکہ پورے اخلاص کے ساتھ محض رضائے الٰہی کے لئے روزہ رکھا جائے اور اس سے وہ سبق حاصل کیا جائے جو اس کی اصل غرض ہے یعنے تقوے اور خشیت الٰہی، حدیث قدسی ہے الصوم لی وانا اجزی بہ یعنے اللہ تعالے فرماتا ہے روزہ میرے لئے ہے، اور میں ہی اس کی جزا ہوں، کتنی عظیم الشان بات ہے چند گھنٹوں کی بھوک اور پیاس برداشت کرنے سے اللہ تعالے ملتا ہے اس سے بڑھکر نعمت اور کیا ہو سکتی ہے رمضان کے مہینہ میں برکات الٰہی کا نزول اور دعاؤں کی قبولیت ایک مسلمہ امر ہے اگر ہم اپنے اس مجاہدہ کو ان برکات کے جذب کا موجب بنا سکیں، اور روزہ کے ساتھ شب بیداری کی مشقت کو بھی ایک حد تک برداشت کر سکیں اور اپنی ذاتی تمناؤں کے ساتھ اسلام کی سربلندی کے لئے درد دل سے دعائیں کریں تو اللہ تعالیٰ کی نصرت کاملہ یقیناً ہمارا ساتھ دے گا اور نہ صرف اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا میں روشن ہوگا جو ہماری قومی بہبودی اور دنیا و آخرت کی فلاح کا موجب ہے، بلکہ ہماری ذاتی اور انفرادی مشکلات کو بھی اللہ تعالے حل کر دیگا اور ایسے سامان

حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے چند بین نشانات

حضرت مولٰنا صدرالدین صاحب کا لیکچر جو یوم وصال کے موقعہ پر آپ نے دیا

(مرتبہ یحییٰ بٹ صاحب)

دعوےٰ مسیحیت اور طوفان مخالفت

اس زمانہ کے امام نے جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے ماتحت یہ دعوےٰ کیا کہ میں مجدد اور مسیح موعود ہوں تو ان کے خلاف مخالفت کا ایک طوفان اُٹھا۔ یہ طوفان اس پنجاب میں بڑی شد ومد کے ساتھ اُٹھا۔ ایک طرف عیسائی بڑی شدت کے ساتھ مخالفت کے درپے ہوئے اور پادریوں نے بڑا زور لگایا کہ اس شخص کو مٹا دیا جائے تو دوسری طرف آریوں نے بھی بڑی قوت کے ساتھ اس شخص کا مقابلہ کیا۔ علماء دین نے بھی اس کی مخالفت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ اور بڑا شور ڈالا۔ کہ یہ شخص بے دین ہے۔ کافر ہے۔ ملحد ہے۔ دجال ہے۔ غور کیجئے اس شخص نے دعوےٰ کر کے آخر کیا لیا۔ ساری دنیا کی مخالفت خرید لی۔ اپنے اور بیگانے سب مخالف بن گئے۔

دعوے سے پہلے

دعوے سے بیشتر آپ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مسلمان ہوں یا آریہ سکھ ہوں یا عیسائی سب کے سب یقین کرتے تھے کہ یہ شخص صاحب حال اور اولیائے کرام میں سے ہے۔ وہ خوب جانتے تھے اور انہوں نے خود بارہا اس کا تجربہ کیا تھا کہ خدا تعالیٰ آسمان پر اس کی دعائیں سنتا ہے۔ اور تو اور علماء دین میں سے سب سے بڑا عالم مولوی محمد حسین بٹالوی بھی حضرت میرزا صاحب کے تقوےٰ اور ان کے علم و فضل کا معترف تھا چنانچہ حضرت میرزا صاحب کی تصنیف براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے اس نے لکھا۔ کہ یہ شخص اسلام کا زبردست حامی ہے۔ اور اس کے سینہ میں۔ اپنے دل میں ایک بے پناہ جذبہ رکھتا ہے۔ اور یہاں تک لکھ دیا کہ اس کی تحریر میں وہ قوت ہے اور یہ اتنے زبردست دلائل حقہ پر مشتمل ہے کہ اس کی نظیر پہلی ۱۳ صدیوں میں نہیں ملتی۔

فتوےٰ تکفیر

حضرت میرزا صاحب کے دعوےٰ مسیحیت کے بعد یہ شخص بھی مخالف ہو گیا۔ اور اس نے مخالفت میں انتہا کر دی۔ تمام مخالفین کا سردار بن گیا۔ حضرت میرزا صاحب پر فتوےٰ کفر لگانے میں یہ پیش پیش تھا اور جگہ بجگہ پھر کر فتوےٰ تکفیر پر تمام علماء کی مہریں لگوائیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ شخص (حضرت میرزا صاحب) معاذ اللہ بے ایمان ہے۔ بے دین ہے۔ کافر ہے۔ اور تمام مسلمان اس کے پاس نہ جائیں۔

آپ کی صحبت ایمان کو بڑھاتی تھی

لیکن اس شدید مخالفت کے باوجود بھی جو شخص بھی آپ کے پاس چلا گیا۔ اس کو یقین ہو گیا کہ حضرت میرزا صاحب کے پاس بیٹھنے سے خدا تعالےٰ پر ایمان پیدا ہوتا ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق بڑھتا ہے اور قرآن کریم کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ ایک خدا پرست انسان کے پرکھنے کے لئے یہ ایک زبردست نشان ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے سے ایمان بڑھتا ہو۔ اور یہ بڑا ہی مشکل امر ہے۔ بہت سے انسان ایسے ہیں کہ بڑی ضخیم کتابیں لکھ لیں گے اور اپنی سحر بیانی سے لوگوں کو مسحور بھی کر لیں گے۔ لیکن ان کے پاس بیٹھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی تقوےٰ کے مالک نہیں۔ بجائے محبت کے ان سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن یہاں کیا بات ہے۔ بڑے بڑے عالم آپ کے پاس حاضر ہوتے تھے اور بڑے بڑے نقاد آپ کی صحبت میں بیٹھے اور وہ جتنا قریب ہوتے اتنا ہی زیادہ انہیں اس شخص کے امام ہونے کا یقین ہوتا چلا گیا۔

حضرت مولانا نورالدین

حضرت مولٰنا نورالدین علیہ الرحمۃ بہت بڑے عالم تھے۔ ان کے علم کی یہ شان تھی کہ ان کے ہاں اپنی ایک لاکھ روپے کی لائبریری تھی اور کوئی بھی ایسی کتاب نہ تھی جسے انہوں نے خود نہ پڑھا ہو۔ اور اس پر نوٹ نہ لکھے ہوں۔ ان کا حافظہ بھی بلا کا تھا۔ اس علمی کمال کے ساتھ ہی وہ بہت بڑے تقوےٰ کے مالک تھے۔ مکہ معظمہ میں بہت عرصہ رہے۔ ایکدفعہ مدینہ میں ظہر کی نماز میں آتے اتفاقاً دیر ہو گئی تھی نماز ہو چکی تھی بہت گھبرائے رنگ زرد ہو گیا .... اور اپنے آپ سے کہا اے نورالدین تو وقت پر نماز کے لئے نہیں پہنچ سکا یہ کتنے بڑے گناہ کی بات ہے اسی وقت دیوار پر یہ آیت لکھی ہوئی نظر پڑی یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمت اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً اسے پڑھکر تسلی ہوئی۔ اتنا بڑا صاحب کمال شخص بھی جب حضرت میرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو ان پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور اعتراف کرتا ہے کہ میں نے میرزا صاحب کی صحبت میں رہ کر اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کی ہے۔

مولٰنا عبدالکریم سیالکوٹی

دوسرے مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی تھے۔ وہ بھی حضرت میرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولٰنا عبدالکریم صاحب قرآن دانی میں یکتا تھے۔ بڑے ذہین، اور بہت بڑے نقاد تھے۔ ان کو حضرت میرزا صاحب نے اپنے گھر میں جگہ دی۔ یہ شخص کسی سے ڈرتا نہیں۔ اس کی زبان پر بغیر خوف خطر حق جاری ہو جاتا ہے۔ اور یہ شخص بڑے رعب کا مالک تھا۔ حضرت میرزا صاحب کے گھر میں کچھ اونچی آواز سے بات ہوتی تھی۔ تو بڑے رعب سے ڈانٹ دیتے تھے۔ ایسے شخص کو اپنے گھر میں جگہ دینا بڑا مشکل امر ہے۔ وہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ خدا کے فضل سے ہم نے میرزا صاحب کی صحبت میں رہ کر بہت کچھ سیکھا ہے اس شخص کی صحبت میں رہ کر ہم میں قوت عمل پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔

مولانا سید احسن صاحب امروہی

پھر مولٰنا سید محمد احسن صاحب امروہی بہت بڑے جید عالم تھے علم حدیث میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا، وہ بھی آپ کے پاس آئے اور آپ کے غلام ہو کر رہ گئے۔ ایسے ہی کئی بڑے بڑے عالم حضرت میرزا صاحب کی صحبت میں آئے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے رنگ میں میرزا صاحب کو آزمایا اور پرکھا۔ یاد رکھئے اتنے بڑے عالموں اور آزاد طبع لوگوں کی نگاہ میں کسی شخص کا آنا اور پورا اُترنا کوئی معمولی بات نہیں۔ جو لوگ بھی آپ کے گرد جمع ہوئے ہر ایک نے انہیں متقی اور باخدا انسان پایا اور ان کے اثر سے متاثر ہوئے۔

صاحبزادہ عبداللطیف

ایک شخص کابل سے چل کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھتے ہی اس نے بیعت کر لی۔ اس نے کہا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں جو نقشہ مسیح موعود کا کھینچا ہے میں نے بعینہٖ ویسا ہی نقشہ پایا ہے وہ شخص بہت بڑا عالم تھا۔ اس کا چہرہ بادشاہوں کی طرح تھا۔ اس کا نام تھا صاحبزادہ عبداللطیف جب یہ واپس کابل جانے لگے تو حضرت میرزا صاحب نے فرمایا آپ کا واپس جانا خطرہ سے خالی نہیں آپ مارے جائیں گے۔ جواب دیا میں چاہتا ہوں کہ اس حق کیلئے جسے میں نے پہچان لیا ہے۔ کابل کی اس سنگلاخ زمین میں جہاں سیاہی اور کاغذ سے اشاعت ہونا مشکل ہے اپنے خون سے اس کی اشاعت کروں۔ کیا شان ہے اور حق کے لئے کتنی بڑی قربانی، جو اس نے فی الواقعہ کابل کی سرزمین میں دی۔

زندگیوں میں انقلاب پیدا کرنا آسان نہیں

غرض جس رنگ کا آدمی بھی آپ کی صحبت میں بیٹھا۔ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس انقلاب اور تبدیلی کا پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ یہ بڑا ہی مشکل امر ہے۔ مجدد ہی اس انقلاب کو پیدا کر سکتا ہے۔ ایک جھوٹے فریبی اور مکار کی کیا مجال تھی اتنے بڑے علماء میں یہ انقلاب پیدا کر سکے۔

ایک نہیں سینکڑوں آدمیوں نے دیکھا کہ آپ کی صحبت میں بیٹھنے میں ان میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔ ان میں قوت عمل پیدا ہو گئی۔ انہیں عبادات اور نمازوں میں ایک لذت آنے لگی انہوں نے خود تجربہ کیا کہ آسمان پر خدا تعالےٰ نے ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا ان میں سے آج بھی وہ لوگ موجود ہیں جن کی دعائیں اللہ تعالےٰ سنتا اور قبول فرماتا ہے

چوروں قطب بنا دیا

یہاں لاہور میں شاہ عالمی میں ایک شخص رہتا تھا۔ جوشکرہ کے نام سے مشہور تھا۔ بڑا مضبوط اور تنومند تھا۔ ایسا قوی کہ مکہ سے آدمی کو مار ڈالے۔ وہ شراب پیتا تھا اور اس کی بی بی بھی اسی طرز کی تھی ایک دفعہ مجھے اس کے مکان پر ٹھیرنے کا اتفاق ہوا میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی بی بی دونوں تہجد خواں ہیں۔ میاں بیوی میں یہ تبدیلی کیسے پیدا ہو گئی اس نے خود مجھے سنایا۔ کہ میری بیوی بیمار ہو گئی۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ اس کا علاج اپریشن

ہے - اور ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ اگر اپریشن ہوا تو بی بی مر جائے گی۔ بڑی فکر ہوئی۔ بی بی نے کہا قادیان میں ایک مرد خدا ہے اسکو دعا کے لئے لکھو۔ مجھے اس بی بی سے بڑی محبت تھی میں نے قادیان حضرت مرزا صاحب کو خط لکھا۔ حضرت کی طرف سے جواب آیا کہ اپریشن کرالیا جائے۔ مجھے خدا نے بتایا ہے کہ اپریشن سے اس کی موت نہیں ہو گی۔ اس کے بعد اپریشن کرایا گیا۔ بیوی تندرست ہو گئی۔ اسی ایک امر نے شنکرہ اور اس کی بیوی پر وہ اثر کیا کہ وہ دونوں اپنی گندی حالت کو چھوڑ کر باخدا ہو گئے۔ حضرت میرزا صاحب نے ان کو چوروں سے قطب بنا دیا اسی طرح حضرت میرزا صاحب نے سینکڑوں انسانوں کی حالتوں کو بدل دیا - اور ان میں ایک تبدیلی اور انقلاب پیدا کر دیا -

ایک زندہ نشان

حضرت میرزا صاحب کا مقصد ایک قوم بنانا تھا - جس میں اتحاد ہو اور اس میں انما المومنون اخوۃ کا رنگ نظر آتا ہو - وہ قوم جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے مکہ اور مدینہ میں پیدا ہوئی جس میں اتحاد شدت کا تھا اور اخوت کمال درجہ پہ پہنچی ہوئی تھی۔ اس کا پرتو ہم نے حضرت میرزا صاحب کے ہاں قادیان میں دیکھا - آپ نے ایک قوم پیدا کی اور اس کے اندر اتحاد اور تقوے پیدا کیا۔ اور اپنے ارد گرد ایک ایسی صالح فضا پیدا کی کہ جو بھی اس فضا میں داخل ہوا اثر لئے بغیر نہ رہا۔ قوم کے اندر ایک قوت ہوتی ہے جب تک قوم میں تقوے اور اتحاد نہ ہو۔ بدی کو دنیا سے نہیں مٹایا جا سکتا۔ اور نہ ہی نیکی کو قائم کیا جا سکتا ہے۔ ایسی قوم کا قادیان میں پیدا ہونا امام زمان کی صداقت پر ایک زندہ نشان ہے۔

کسوف خسوف کا نشان

حضرت میرزا صاحب کے زمانہ کے لئے ایک خوشخبری تھی اور یہ خوشخبری مخبر صادق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دی تھی - کہ جب مسیح آئے گا - تو اسکی صداقت کی نشانی یہ ہو گی کہ آسمان پر ماہ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگے گا - جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ یہ نشان بھی حضرت میرزا صاحب کے دعوے کے بعد ظاہر ہوا۔ مسلمانوں کو اس دن عید منانی چاہیئے تھی کہ سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ تیرہ سو سال پیشتر کی پیشگوئی ہمارے زمانہ میں پوری ہوئی مسلمانوں کو خوشی سے اچھلنا چاہیئے تھا۔ لیکن افسوس حضرت میرزا صاحب کی مخالفت کے جوش کی وجہ سے انہوں نے اس نشان سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔ حضرت میرزا صاحب کی صداقت کے ثبوت میں آسمان پر جو یہ دو گواہ گزرے ان کو نہ تو مدعی کسی چالاکی یا حکمت کی وجہ سے ظاہر کر سکتا تھا اور نہ ہی دشمنوں میں سے اسے کوئی باطل ٹھہرا سکتا ہے۔ یہ نشان اگر ایک طرف سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ثبوت ہے تو دوسری طرف آپ کے موعود مسیح کی صداقت کا بھی کھلا ثبوت پیش کرتا ہے۔

لیکھرام کی موت

یہ تو آسمان پر دو گواہ گزرے۔ زمین نے بھی حضرت میرزا صاحب کی صداقت کی گواہی دی، یہاں لاہور میں شاہ عالمی دروازہ کے اندر ایک نشان ظاہر ہوا۔ وہ لیکھرام کی موت کا نشان تھا - یہ شخص آریہ تھا اور حضرت نبی کریم صلعم کو گالیاں دیتا تھا۔ حضرت میرزا صاحب نے خدائے علیم خبیر سے اطلاع پا کر پیشگوئی کی اور اسے لکھا کہ تم اس کے سزا میں ایسے طریق پر مارے جاؤ گے کہ تمہارے قاتل کا پتہ نہیں چلے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ بدبخت اسی وقت مقررہ پر ایک غیبی ہاتھ سے قتل کیا گیا۔

جلسہ اعظم مذاہب کا نشان

آپ کی صداقت میں ایک اور نشان ظاہر ہوا جس میں آسمان اور زمین دونوں کی گواہی جمع ہے - وہ ہے جلسہ مذاہب عالم میں آپ کے مضمون کا سب مضمونوں پر بالا رہنا۔ یہ مضمون اگر ایک طرف قرآنی معارف و حقائق پر مشتمل تھا تو دوسری طرف اس مضمون کے فائق ہونے کا پہلے ہی سے بذریعہ الہام اعلان کر دیا گیا۔ حضرت میرزا صاحب کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے ان حقائق و معارف پر اطلاع دی جس کے مقابلہ کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ مکہ ہو یا مدینہ یا کوئی اور ملک کسی ملک کا عالم بھی ان کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔

آپ کی عربی تصنیفات

پھر آپ کی عربی تصنیفات بھی بہت بڑا نشان ہیں جن میں ایسی فصیح و بلیغ عربی لکھی ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا عالم اس کے مقابلہ میں نہیں لکھ سکتا۔ میں نے جرمنی میں کئی بار عرب کے بڑے بڑے علماء کو حضرت میرزا صاحب کی عربی تصانیف دکھائیں۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ ان کتابوں میں ہمیں نور نظر آتا ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کا اعتراض

یہاں پنجاب میں بعض علماء نے چھیڑ خوانی کے طور پر یہ کہدیا کہ میرزا صاحب کو عربی نہیں آتی اور حضرت میرزا صاحب کے الہام انتجب لامری پر یہ اعتراض کرتے ہوئے کہ تعجب کا صلہ مِن آتا ہے لام نہیں آتا یہ شور ڈالا کہ یہ شخص دعوے الہام میں جھوٹا ہے اگر یہ الہام خدا کی طرف سے ہوتا تو اس کا صلہ مِن ہوتا۔ اس شخص کو تو عربی نہیں آتی اس لئے یہ غلط ملط فقرات توڑ موڑ کر خدا کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ یہ اعتراض مولوی محمد حسین بٹالوی نے کیا۔ اور بڑا شور مچایا۔

حضرت مرزا صاحب کا بلند علمی مقام

حضرت میرزا صاحب کو جب اس کا علم ہوا - تو آپ نے حدیث شریف اور عرب کے دو بڑے دیوانوں حماسہ اور متنبی میں سے اس کی مثالیں نکال کر پیش کر دیں جس سے علماء حیران رہ گئے۔ کہ اس شخص کا کتنا بڑا علم ہے۔ اور ان کے ساتھ ہی مخالف علماء کی جو بڑے علم کا دعوے کرتے تھے ان کی پردہ دری ہو گئی آپ نے حماسہ کا یہ شعر پیش کیا

عجبت لمولود و لیس لہ اب ؛ و من ذی ولد لیس لہ ابوان

ایسا ہی ایک حدیث ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سے کچھ سوالات کئے، اسلام کیا ہے، ایمان کیا ہے؟ اس کا جو جواب حضرت نبی کریم صلعم دیتے تھے، وہ کہتا جاتا تھا ہاں ٹھیک ہے، صحابہ کہتے ہیں عجبنا لہ یسألہ و یصدقہ ہم تعجب کرتے تھے کہ وہ خود ہی سوال کرتا ہے اور پھر تصدیق بھی کرتا چلا جاتا ہے، یہاں عجبنا کا صلہ لام آیا ہے۔

اس اعتراض پر حضرت مرزا صاحب کے جواب سے لوگوں پر واضح ہو گیا کہ معترض کو نہ تو حدیث پر پورا عبور حاصل ہے اور نہ ہی کلام عرب پر اور اس کے ساتھ حضرت میرزا صاحب کا علمی مقام بھی دنیا پر روشن ہو گیا۔

مولوی ابراہیم سیالکوٹی کا اعتراض

سیالکوٹ میں ایک مولوی ابراہیم صاحب تھے - انہوں نے بھی حضرت کے الہام محاط علیہ پر شور ڈالا - کہ اس کا صلہ "بِ" آتا ہے - علیٰ نہیں آتا۔ چنانچہ اس ضمن میں انہوں نے قرآن کریم کی آیت واللہ محیط بالکافرین پیش کی۔

معترض کی غلطی

صلوں کا استعمال بہت مشکل ہے۔ اس میں عموماً لوگ غلطیاں کھا جاتے ہیں، انگریزی میں ایک لفظ ہے ریفرینس (Reference) یہ دو طرح پر استعمال ہوتا ہے (To give reference) یا (To make a reference) ان دونوں فقرات میں اس کا مفہوم بالکل الگ ہے۔ پہلے کے معنی ہیں کسی کو سرٹیفکیٹ دینا اور دوسرے کے معنے ہیں حوالہ دینا۔

زبان عربی میں بھی صلوں کا بڑا علم ہے۔ یہاں محاط کے صلہ پر جو اعتراض کیا گیا ہے وہ بھی صلہ کے استعمال کی عدم واقفیت کی وجہ سے ہے محاط محیط کا صلہ جب بِ ہو جیسا قرآن کریم میں ہے۔ تو اس کے معنی ہیں سزا دینا۔ لیکن جب اس کا صلہ علیٰ ہو تو اس کے معنی محافظت کرنے کے ہوتے ہیں۔ غرضیکہ جس کسی نے بھی آپ پر کسی قسم کا اعتراض کیا وہ خود ذلیل ہو گیا۔

دنیا کو متاثر کرنے والی بات

سب سے بڑا کام جو حضرت میرزا صاحب نے کیا اور جو آپ کی صداقت کا ایک بین نشان ہے وہ آپ کی نیکی، راستبازی اور آپ کے پاس بیٹھنے والوں پر اس کا نمایاں اثر ہے۔ اگر آج آپ لوگ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کو دنیا پر واضح کرنا چاہتے ہیں۔ تو اپنے لین دین، کاروبار، اٹھنے بیٹھنے میں ایک تبدیلی اور امتیاز پیدا کریں لوگوں کو تمہارے معاملات میں ایک زندہ خدا کی جھلک نظر آتی دکھائی دے - یہی وہ چیز تھی جس کو حضرت میرزا صاحب نے اپنے پاس بیٹھنے والوں میں پیدا کیا اور یہی وہ چیز ہے جس سے سخت سے سخت دشمن بھی متاثر ہو جاتا ہے۔

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

اس مضمون میں قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے اس حصہ کو جس میں اجرائے نبوت پر بحث کی گئی ہے سامنے رکھتے ہوئے ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ——— (بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

ختم نبوت از روئے حدیث

چوتھی حدیث

عن ابی ہریرۃ قال ان رسول اللہ صلعم قال لاتقوم الساعۃ حتی تقتتل فئتان عظیمتان تکون بینھما مقتلۃ عظیمۃ دعواھما واحدۃ وحتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ۔ (بخاری کتاب المناقب)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک دو عظیم الشان گروہ باہم جنگ نہ کریں ان کے مابین بڑی عظیم الشان جنگ ہوگی ان کا دعوےٰ ایک ہی ہوگا اور جب تک تیس کے قریب دجال کذاب پیدا نہ ہوں جن میں سے ہر ایک اپنے آپ کو رسول اللہ کہے گا۔

اس حدیث میں جس جنگ عظیم کا ذکر ہے اس سے محدثین نے تو حضرت علیؓ اور معاویہؓ کی جنگ مراد لی ہے لیکن اس زمانہ کی جنگ عظیم پر اس کا اطلاق زیادہ انسب ہے اور یہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ہے مگر اس حدیث کو نقل کرنے سے ہماری غرض صرف اس کے آخری ٹکڑہ کی طرف توجہ دلانا ہے۔ جس میں تیس کے قریب دجالوں کذابوں کے آنے کی خبر ہے اور ان کی علامت یہ بتائی ہے کہ کلھم یزعم انہ رسول اللہ ہر ایک اپنے آپ کو رسول اللہ گمان کرے گا،

یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے اور بعض دوسری کتب صحاح میں یہی مضمون مختلف الفاظ میں بیان ہونے کے علاوہ آخر میں یہ بھی فرمایا کہ وانا خاتم النبیین لانبی بعدی جیسا کہ حسب ذیل حدیث میں ہے:-

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون قال قال رسول اللہ کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی (ابوداؤد و ترمذی مشکوٰۃ کتاب الفتن)

اس سے بڑھکر ختم نبوت کی اور کیا دلیل ہوگی، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد دعوےٰ نبوت کرنے والوں کو نہ صرف دجال اور کذاب کہا بلکہ اس کے ساتھ ہی اپنے آپ کو خاتم النبیین کہکر اس کی تفسیر بھی لانبی بعدی سے فرما دی لیکن قادیانی پاکٹ بک نویس اس پر بھی اعتراض کرنے سے باز نہیں رہا چنانچہ لکھا ہے:-

اعتراض نمبر ۱- تیس کی تعیین بتاتی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی سچے نبی بھی آنے والے تھے، ورنہ آنحضرت صلعم فرماتے کہ جو بھی آئیں گے جھوٹے ہی آئیں گے

الجواب:- تیس کے عدد میں تعیین نہیں، بلکہ عدد کامل کے طور پر تیس کہہ دیا، جیسے ہم اپنی زبان میں کہدیں کہ بیسیوں جھوٹے نبی آئے ایک اور حدیث میں ستر (۷۰) کذابوں کے آنے کا ذکر ہے جس کے متعلق حجج الکرامہ میں لکھا ہے "محمول باشد بر مبالغہ نہ بر تحدید" (حجج الکرامہ صفحہ ۲۲۳) یعنے ستر کے عدد میں تعیین اور تحدید نہیں بلکہ مبالغہ مراد ہے یعنے بہت سے آئیں گے یہی بات تیس کے عدد میں ملحوظ رکھنی چاہیئے،

(۲) اگر تعیین مراد ہوتی تو اس کے بعد انا خاتم النبیین لانبی بعدی کہنے کی ضرورت نہ تھی اس جملہ نے کسی سچے نبی کے آنے کا امکان ہی نہیں رکھا۔

اعتراض نمبر ۲- اکمال الاکمال میں جو آج سے چار سو سال پہلے کی تصنیف ہے لکھا ہے کہ یہ تیس کی تعداد پوری ہو چکی ہے۔

الجواب:- کیا تیس کی تعداد پوری ہو جانے سے انا خاتم النبیین لانبی بعدی کی روک اٹھ گئی؟ یا تو کھلے طور پر کہیئے کہ انا خاتم النبیین لانبی بعدی کی روک اسی وقت تک تھی جب تک تیس دعویداران نبوت کی تعداد پوری نہیں ہوئی تھی اور تعداد پوری ہو جانے کے بعد نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین رہے اور نہ لانبی بعدی کی روک باقی رہ گئی اور اگر اب بھی آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اور قیامت تک رہیں گے اور لانبی بعدی کی روک کبھی اٹھ نہیں سکتی کیونکہ یہی خاتم النبیین کے معنے آنحضرت صلعم سے مروی ہیں تو پھر تیس چھوڑ سو اور ہزار دعویداران نبوت بھی پیدا ہو جائیں ان کو کذاب اور دجال ہی سمجھا جائے گا کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں تیس کا عدد تعیین اور تحدید کے لئے استعمال نہیں کیا گیا بلکہ عدد کامل کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

اعتراض نمبر ۳- یہ حدیث ضعیف ہے ملاحظہ ہو:-

"در حدیث ابن عمر ست سی کذاب و در روایت از عبداللہ بن عمرو نزد طبرانی است بر پا نمی شود ساعت تا آنکہ بیروں آیند ہفتاد کذاب و نحو عند ابی یعلی من حدیث انس حافظ ابن حجر گفتہ کہ سند این ہر دو ضعیف است"

(حجج الکرامہ صفحہ ۲۲۳)

کہ یہ جو ابن عمر کی روایت میں ہے کہ تیس دجالی ہوں گے اور عبداللہ ابن عمر کی دوسری روایت میں جو طبرانی میں ہے یہ مذکور ہے کہ قیامت سے قبل ستر یا اس کے قریب کذاب کھڑے ہو جائیں گے حافظ ابن حجر نے (فتح الباری) میں لکھا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کی سند ضعیف ہے۔

الجواب:- اس اعتراض میں قادیانی پاکٹ بک نویس نے حجج الکرامہ کی جو فارسی عبارت نقل کی ہے اس میں پہلے فقرہ کے بعد ایک لمبی عبارت ہے جس کو بلا کسی نشان کے حذف کر دیا گیا ہے اور اس کے بعد کی عبارت کو پہلے فقرہ کے ساتھ ملا کر ایسا بنا دیا گیا ہے کہ گویا یہ مسلسل عبارت ہے، حالانکہ حجج الکرامہ میں اصل عبارت یوں ہے:-

"و در حدیث ابن عمر ست سی کذاب یا زیادہ گفتم چیست نشان ایشاں گفت بیارند شمارا سنتے کہ نیستید شما بر آں و متغیر گردانند سنت شمارا پس چو ببینید شما ایشانرا بپرہیزید از آنہا و در روایتے از عبداللہ بن عمر بر پا نمے شود ساعت تا آنکہ بیروں آیند ہفتاد کذاب و نحو عند ابی یعلی من حدیث انس حافظ ابن حجر گفتہ سند این ہر دو حدیث ضعیف است"

اس عبارت کو قادیانی پاکٹ بک نویس کی نقل کردہ عبارت سے ملایئے آپ کو صاف نظر آجائے گا کہ خط کشیدہ فقرات کو ...... حذف کر کے اور پہلے فقرہ اور آخری جملوں کو ملا کر نہ صرف تحریف لفظی کا ارتکاب کیا گیا ہے بلکہ ترجمہ میں اس کا مفہوم بھی کچھ کا کچھ بنا دیا ہے، حجج الکرامہ کی عبارت میں دو حدیثوں کا نہیں بلکہ تین حدیثوں کا ذکر ہے ایک تیس کذابوں والی جو ابن عمر سے مروی ہے، دوسری عبداللہ ابن عمر کی روایت جس میں ستر کذابوں کے آنے کا ذکر ہے اور آخر میں ہے حافظ ابن حجر گفتہ کہ سند این ہر دو ضعیف است، یعنے حافظ ابن حجر نے آخری دونوں روایتوں کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن قادیانی پاکٹ بک نویس نے ترجمہ میں صرف ابن عمر کی تیس دجال والی حدیث اور عبداللہ بن عمر کی ستر کذابوں والی روایت کا ہی ذکر کیا ہے اور تیسری روایت کو ہضم کر کے آخری جملہ لکھ دیا کہ "حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کی سند ضعیف ہے" کس قدر افسوسناک تحریف ہے نہ تو حجج الکرامہ کی عبارت کا یہ مفہوم ہے اور نہ ہی حافظ ابن حجر نے تیس کذابوں والی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ فتح الباری کو اٹھا کر دیکھئے وہاں حافظ ابن حجر نے صرف ستر کذابوں والی دو روایتوں کی اسناد کو ہی ضعیف کہا ہے۔ چنانچہ یہ لفظ لکھے ہیں:-

وفی روایۃ عبداللہ بن عمرو عند الطبرانی لاتقوم الساعۃ حتی یخرج سبعون کذابا وسندھا ضعیف وعند ابی یعلی من حدیث انس نحوہ وسندہ ضعیف ایضًا (فتح الباری) یعنے عبداللہ بن عمر کی روایت میں جو طبرانی میں ہے مذکور ہے، کہ قیامت نہ آئے گی جب تک ستر کذاب پیدا نہ ہوں اور اس کی سند ضعیف ہے اور ابی یعلی میں انس سے بھی اسی قسم کی روایت ہے اور اس کی

سند بھی ضعیف ہے، اس سے ظاہر ہے کہ تیس کذابوں والی حدیث کی سند کو کسی نے ضعیف قرار نہیں دیا صرف ستر کذابوں والی دو روایتوں کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن قادیانی پاکٹ بک نویس نے حجج الکرامہ کی عبارت میں تحریف کرکے اور اس کا غلط مفہوم بتا کر اپنی حق دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔

(۲) سند کے ضعیف ہونے کے بارہ میں خود قادیانی پاکٹ بک نویس کا فیصلہ ہے کہ:۔

"کسی کے محض یہ کہدینے سے کہ فلاں راوی ضعیف ہے درحقیقت وہ راوی ناقابل اعتبار نہیں ہو جاتا جب تک اس کی تضعیف کی کوئی معقول وجہ نہ ہو" (مکمل تبلیغی پاکٹ بک صـ۴۲۳)

پس محض حافظ ابن حجر کے کہدینے سے ستر کذابوں والی روایات بھی ضعیف نہیں ہوسکتیں جب تک ان کی تضعیف کی کوئی معقول وجہ پیش نہ کی جائیں اور تیس کذابوں والی روایت کا تو اس میں ذکر ہی نہیں اس لئے اس کی تضعیف کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اعتراض نمبر ۴۔ پس اخراج کرد احمد از حذیفہ بسند جید کہ باشند در امت من کذابان دجالان بست و ہفت نفر (حجج الکرامہ صـ۲۳۲) کہ صحیح روایت وہ ہے جو امام احمد نے حذیفہ سے بطریق صحیح نقل کی ہے کہ میری امت میں ۲۷ دجال ہوں گے، اور اس کے متعلق لکھا ہے و بالجملہ آنچہ آنحضرت صلعم اخبار بوجود دجالین کذابین دریں امت فرمودہ واقع شد و عدد بست و ہفت تمام شد (حجج الکرامہ صـ۲۳۹) کہ آنحضرت صلعم نے جو اس امت میں تیس دجالوں کی آمد کی خبر دی تھی وہ پوری ہو کر ستائیس کی تعداد مکمل ہو چکی ہے۔

الجواب:۔ اس میں بھی مغالطہ دیا گیا ہے، حجج الکرامہ اُٹھا کر دیکھئے اس میں "بست و ہفت نفر" والی روایت کو تیس کذابوں والی روایت کی صحت کے ثبوت میں پیش کیا گیا ہے پوری عبارت حسب ذیل ہے:۔

"پس اخراج کرد احمد از حذیفہ بسند جید کہ باشند در امت من کذابان دجالان بست و ہفت نفر از آنہا چار زن باشند و من خاتم النبیین ام نیست نبی بعد از من گفت و ایں دلالت دارد برآنکہ روایت ثلاثین بجزم طریق جبر کسر ست و موید اوست روایت بخاری کہ عنقریب گذشتہ بلفظ قریب بثلاثین"

یعنے امام احمد نے حذیفہ سے قوی سند سے روایت کی ہے کہ میری امت میں ۲۷ کذاب دجال ہوں گے، ان میں سے چار عورتیں ہوں گی، اور میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں کہا کہ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تیس کذابوں والی روایت جبر کسر کے طریق پر ہے اور بخاری کی یہ حدیث اس کی موید ہے جو عنقریب بیان ہو چکی، اور جس میں قریب بثلاثین (تیس کے قریب) کے الفاظ ہیں۔

کون کہہ سکتا ہے کہ اس عبارت میں صاحب حجج الکرامہ نے تیس کذابوں والی روایت کو جھٹلایا اور صرف ۲۷ والی روایت کو صحیح قرار دیا اس میں تو دونوں کو صحیح اور ایک دوسری کی موید ٹھہرایا تعجب ہے قادیانی معترض لاتقربوا الصلوٰۃ پر عمل پیرا ہو کر خواہ مخواہ مغالطہ پر مغالطہ دینے کی کوشش کرتا ہے جو کسی حق پرست کا کام نہیں۔

(۲) حجج الکرامہ کا یہ بیان کہ ۲۷ کی تعداد پوری ہو چکی ہے قادیانی عقائد کو کسی طرح مفید نہیں اس لئے کہ اول تو حدیث میں ۲۷ یا ۳۰ کے اعداد میں تحدید مراد نہیں (محمول باشد بر مبالغہ نہ بر تحدید حجج الکرامہ صـ۲۳۳) اور دوسری ۲۷ والی حدیث کے آخر میں بھی صاف لکھا ہے جیسا کہ اوپر نقل ہو چکا کہ "من خاتم النبیین ام نیست نبی بعد" (میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اگر ۲۷ کذابوں کے آنے کے بعد کوئی سچا نبی آنا ہوتا تو یہ نہ فرمایا جاتا بلکہ ارشاد ہوتا کہ تیس کذابوں کے بعد سچے نبی آیا کریں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ کذاب مدعیان نبوت کے آنے کا تو متعدد احادیث میں بار بار ذکر ہے، کسی سچے نبی کے آنے کا کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ لانبی بعدی فرما کر کسی سچے نبی کے آنے کا امکان ہی نہیں رہنے دیا پھر حیرت ہے کہ قادیانی حضرات کس طرح محض قیاسات پر اپنے عقیدہ کی بنا رکھتے اور خاتم النبیین کے بعد نبیوں کے آنے کے امکان پر زور دیتے ہیں۔

پانچویں حدیث

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتاً فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویتعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

ترجمہ:۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے گھر بنایا اس کو خوب مزین اور آراستہ کیا سوائے کونے کی ایک اینٹ کے، پس لوگ اس کے گرد پھرتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیوں یہ اینٹ نہیں رکھی گئی فرمایا میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں اس حدیث میں جو بخاری مسلم اور دیگر مختلف کتب احادیث میں کئی مختلف طریقوں سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت صفائی سے اپنے آپ کو قصر نبوت کی آخری اینٹ قرار دیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آسکتا جس محل میں ایک ہی اینٹ کی جگہ تھی اور وہ رکھدی گئی اب اس میں ایک اور نئی اینٹ کہ رکھا جائے اور تو کوئی گنجائش اس میں اینٹ لگانے کی نہیں لیکن تاویلات کا دروازہ کھلا ہے اور قادیانی پاکٹ بک نویس نے اس حدیث کو بھی غلط معنے دینے سے دریغ نہیں کیا سب سے پہلے تو اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ:۔

اعتراض نمبر ۱:۔ تم اس حدیث کا جو مطلب لیتے ہو اس میں آنحضرت صلعم کی ہتک ہے تمہاری تشریح کے مطابق ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی اور آنحضرت صلعم نے آکر ایک اینٹ کی جگہ پُر کر دی گویا اگر آنحضرت صلعم تشریف نہ لاتے تو نبوت کے محل میں صرف ایک ہی اینٹ کی تھوڑی سی جگہ خالی رہ جاتی تھی جیسے ایک بہت بڑے محل میں ایک موری یا سوراخ ہوا لیکن آنحضرت صلعم کے متعلق تو خدا نے فرمایا لولاک لما خلقت الافلاک کہ آپ نہ آتے ہوتے تو میں تمام جہان کو پیدا نہ کرتا۔

الجواب:۔ "ایک اینٹ کی جگہ تو خود آنحضرت صلعم نے ہی فرمایا ہے ہاں اس کے ساتھ ہی من زاویۃ بھی کہا ہے یعنے وہ کونے کی اینٹ کی جگہ ہے جس کا ذکر پہلے انبیاء کی پیشگوئیوں میں بھی پایا جاتا ہے جیسا کہ بائبل میں اور حضرت مسیح علیہ السلام کی انگورستان والی تمثیل میں صاف ذکر ہے کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کا پتھر ہو گیا (لوقا باب ۲۰: ۱۷) اس سے ظاہر ہے کہ یہ ایک اینٹ کی جگہ کسی بڑے محل میں کوئی معمولی موری یا سوراخ" نہیں بلکہ یہ کونے کی اینٹ کی جگہ ہے جس کے بغیر تمام محل بیکار اور بدنما رہ جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ لوگ اس محل کے گرد گھومتے اور تعجب کرتے ہیں کہ یہ اینٹ کیوں نہ لگائی گئی کیا کبھی کسی محل کی معمولی موری یا سوراخ" پر بھی لوگ متعجب ہوئے؟ تعجب ہمیشہ اسی خالی جگہ پر کیا جاتا ہے جس سے مکان کے حسن و جمال میں فرق آتا ہو، اس کی پائیداری کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہو اور اس بارہ میں کونے کی اینٹ کا سب سے زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ پس فی الحقیقت یہ قصر نبوت کی ایک اینٹ ہی ہے جس کے متعلق فرمایا لولاک لما خلقت الافلاک اگر یہ ایک اینٹ نہ رکھی جاتی تو فی الواقعہ قصر نبوت ہی نہ بنتا وہ بنا ہی اس لئے کہ یہ آخری اینٹ رکھکر اس کو مکمل کر دیا جائے، ورنہ یقیناً یہ تعجب خیز امر ہوتا کہ یہ آخری اینٹ کیوں نہ رکھی گئی اور یہ محل نامکمل کیوں رہ گیا۔ اگر اس ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ جاتی اور آنحضرت صلعم اسے اپنی تشریف آوری سے پُر نہ کرتے تو یقیناً یہ تمام محل کو بیکار اور ضائع کرنے اور تمام افلاک کو عبث ٹھہرانے کا موجب ہوتی،

اعتراض نمبر ۲ اس حدیث میں نبوت کے محل کا نہیں بلکہ شریعت کے محل کا ذکر ہے اور یہ بتایا ہے کہ آنحضرت صلعم نے آکر پہلی شریعتوں کو بھی قرآن میں شامل کر لیا اور جو کمی باقی تھی اسکو بھی پورا کرکے شریعت کے محل کو مکمل کر دیا۔

الجواب:۔ شریعت کا اس حدیث میں کہاں ذکر ہے، صاف طور پر آنحضرت صلعم نے اپنی اور پہلے انبیاء کی مثال بیان کی ہے، اور شریعت کا نام تک نہیں لیا، اپنے پاس سے شریعت کی بیچ لگا دینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔

(۲) اگر شریعت کے محل کی تکمیل مراد ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صاحب شریعت نبیوں کا محل الگ ہے جو ابھی مکمل نہیں ہوا حالانکہ یہ بالبداہت باطل ہے اگر قصر نبوت میں ایک ہی اینٹ کی جگہ تھی اور وہ رکھ دی گئی تو جگہ تو پُر ہو گئی جیسے تشریعی نبوت کی اینٹ کی جگہ اب نہیں ویسے ہی غیر تشریعی نبوت کی اینٹ کی بھی جگہ اب نہیں رہ گئی، اور قرآن کریم نے تو صاحب شریعت اور غیر صاحب شریعت انبیاء کی کوئی تقسیم نہیں کی بلکہ جیسا کہ دوسری جگہ پر ثابت کیا جا چکا ہے نبی وہی ہوتا ہے جو صاحب شریعت ہو غیر صاحب شریعت نبی صرف محدثین اور مجددین ہی کو صوفیا کی اصطلاح میں کہا گیا ہے۔ اس لئے شریعت کی اگر تکمیل ہو چکی ہے تو بھی نبیوں کے آنے کی ضرورت نہ رہی

(۳) حدیث کے آخری الفاظ ہیں فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ وہ وقع فی

(باقی بر صفحہ ۹)

بچوں کا صفحہ ـــــــــ مولانا مرتضیٰ خاں صاحب

اسلامی مساوات کا ایک نظارہ

پیارے بچو! ہمارے مذہب اسلام کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے تمام انسانوں کو برابر کا مرتبہ دیا۔ اسکو اسلامی مساوات کہتے ہیں۔ اور اس اسلامی مساوات کا نظارہ تم نماز کے وقت مسجدوں میں بھی دیکھ سکتے ہو۔ امیر غریب سب ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ نماز میں شاہ و گدا کی کوئی تمیز نہیں۔ کیونکہ مسلمان خواہ کسی ملک یا کسی قوم یا کسی ذات کے ہوں بھائی بھائی ہیں۔ ذات پات کی تمیز ہندو قوم میں پائی جاتی ہے۔ برہمن۔ کشتری۔ ویش اور شودر۔ شودروں کو سب سے کمینی ذات سمجھا جاتا ہے۔ ان کا کام یہ ہے کہ بڑی ذات والوں کی خدمت کریں۔ ان کو اجازت نہیں کہ بڑی ذات والوں کے مندروں میں جا سکیں۔ یا انکے کنوؤں سے پانی بھر سکیں۔ بلکہ بعض جگہ تو شودروں کے چلنے کے لئے سڑکیں بھی الگ ہوتی ہیں ان کو اس قدر ذلیل سمجھا جاتا ہے کہ ان کا سایہ پڑنے سے بھی بڑی ذات کے ہندو بھرشٹ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اسلام کے نزدیک سب مسلمان برابر ہیں۔

پہلے زمانہ میں غلاموں کے ساتھ بڑا سلوک ہوتا تھا۔ اور ان کو بڑا ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اسلام نے ان کو برابر کا مرتبہ دیا۔ اور غلام اور آقا میں کوئی تمیز نہ رکھی۔ ہمارے نبی صلعم نے فرمایا جو خود کھاؤ وہ غلام کو کھلاؤ اور جو خود پہنو غلام کو پہناؤ۔ ان کو ذلیل نہ سمجھو بلکہ اپنا بھائی سمجھو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑی شان کے خلیفہ اور بادشاہ تھے۔ کیونکہ انہوں نے قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان سلطنتوں کو فتح کیا بڑے بڑے بادشاہ ان کے سامنے سر جھکاتے تھے۔ عیسائیوں کا متبرک شہر یروشلم انہیں کے زمانہ میں فتح ہوا۔ یہاں کے عیسائیوں نے کہا کہ خلیفہ وقت خود تشریف لائیں اور ہم سے شرائط طے کریں۔ اسلامی فوج کے سپہ سالار نے عیسائیوں کا یہ پیغام حضرت عمرؓ کو پہنچایا۔ باہمی مشورے سے یہی طے پایا کہ امیر المومنین یروشلم تشریف لے جائیں۔ چنانچہ آپ نے یروشلم کا سفر شروع کیا۔ لیکن اس عظیم الشان فاتح کی سواری کا حال بھی سن لو۔ کوئی اور فاتح ہوتا تو خدا جانے کس جاہ و جلال سے روانہ ہوتا۔ اور کس قدر سپاہ و لشکر ہاتھی گھوڑوں اور طبل و علم کے ساتھ سواری نکلتی۔ لیکن یہاں کیا تھا۔ محض ایک اونٹ اور ایک غلام۔ کچھ کھجوریں اور ایک مشکیزہ پانی کا۔ سادگی کا یہ عالم اور رعب و داب کی یہ کیفیت کہ بڑے بڑے بادشاہ عمر کا نام سن کر کانپ جاتے تھے۔ اس سے بھی زیادہ عجیب بات تھی کہ نصف راستہ آپ خود اونٹ پر سوار ہوتے اور نصف راستہ غلام کو سوار کرتے۔ یہ ہے مساوات اسلامی۔ جس کا سبق انہوں نے مسلمانوں کو دیا۔ حضرت محمد رسول اللہ نے یہ کمال کر دکھایا کہ غلام کو آقا کے برابر کھڑا کر دیا سچ ہے تمام انسان آدم کی اولاد ہیں پھر ان میں فرق کیوں رکھا جائے ایک طبقہ کو اونچا اور دوسرے کو نیچا کیوں سمجھا جائے۔ حالانکہ سب کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ پھر ایک جیسے انسانوں میں اونچ نیچ کیسی؟ خدا نے قرآن مجید میں ایک اصول مقرر کر دیا کہ بڑا وہی ہے جو نیکو کار ہے۔ بڑائی خاندان یا قومیت سے نہیں بلکہ شرافت اور نیکی سے ہے۔ تم نے سنا کہ نصف رستہ تو حضرت عمرؓ خود اونٹ پر سوار ہوتے اور نصف رستہ جب غلام سوار ہوتا تو آپ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے جاتے تھے۔

جب یروشلم میں داخلے کا وقت آیا تو اس وقت غلام کی باری تھی۔ اس نے عرض کی یا امیر المومنین! اب آپ سوار ہو جائیے۔ آپ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ اب تمہاری باری ہے۔ یہ منظر بڑا ہی حیرت انگیز تھا کہ غلام تو اونٹ پر سوار ہے اور وہ عظیم الشان بادشاہ جو فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہو رہا ہے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے ہے۔ لوگ اس منظر کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔

کیا کوئی امیر کوئی حاکم، کوئی بادشاہ مساوات کی ایسی مثال پیش کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ یہ شرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفوں کو حاصل ہے جنہوں نے اپنے نبی کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کیا۔ اللّٰھم صل علٰی محمد وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین۔

(کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟ بقیہ از صـ ۸)

اخرج حدیث جابر عند الاسماعیلی من طریق عفان عن سلیم بن حبان فانا موضع اللبنۃ جئت فختمت الانبیاء یعنے جابر کی حدیث کے آخر میں اسماعیلی کے نزدیک عفان کے طریق روایت میں جو سلیم بن حبان سے مروی ہے یہ لفظ ہیں کہ میں اینٹ کی جگہ پُر کرنے کے لئے آیا ہوں پس انبیاء ختم ہو گئے۔ اس میں بھی کسی شریعت یا غیر شریعت کا ذکر نہیں فختمت الانبیاء میں صاحب شریعت کی تخصیص کہاں ہے،

(۴) حضرت مسیح موعود سرمہ چشم آریہ میں لکھتے ہیں۔

"وہ انسان کامل جو آفتاب روحانی ہے جس سے نقطۂ ارتفاع پیدا ہوا ہے اور جو دیوار نبوت کی آخری اینٹ ہے وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔ سرمہ چشم آریہ صـ ۱۴۷/۱۴۸ حاشیہ

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قصر نبوت کی آخری اینٹ سمجھتے تھے اور اس بارہ میں کوئی شریعت یا غیر شریعت کی تخصیص آپ کے مدنظر نہ تھی۔

اعتراض نمبر ۳۔ اس حدیث میں الانبیاء من قبلی کا فقرہ بتاتا ہے کہ اس میں آنحضرت صلعم نے صرف پہلے انبیاء کا ذکر کیا ہے بعد میں آنے والے انبیاء کا ذکر مقصود نہیں۔

الجواب:۔ الانبیاء من قبلی۔ اس لئے کہا کہ سابق انبیاء ہی کے ذریعہ قصر نبوت تکمیل کی حد تک پہنچا، بعد میں اگر کوئی نبی آنے والا ہوتا تو اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی نہ ہوتی، بلکہ زیادہ اینٹوں کی جگہ ہوتی، ایک ہی اینٹ کی جگہ ہونا اور اس کا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پُر ہونا بتاتا ہے کہ بعد میں کوئی نبی نہیں آسکتا، اور یہی خاتم النبیین کے معنے ہیں۔

(۲) جو لوگ حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد کے منتظر ہیں انہیں بھی من قبلی کے لفظ پر غور کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیئے کیا ان کے آنے پر قصر نبوت کی وہ اینٹ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے لگائی گئی تھی، اپنی جگہ سے اکھاڑ کر آپ کے بعد لگائی جائے گی؟ لیکن آپ کے بعد تو کوئی جگہ نہیں سوائے اس کے کہ آپ کو حضرت عیسیٰ کی جگہ رکھا جائے اور حضرت عیسیٰ کو آپ کے مقام پر، اس صورت میں ظاہر ہے کہ خاتم النبیین حضرت عیسیٰ ہونگے نہ کہ آنحضرت صلعم۔ (نوٹ) محمدیہ پاکٹ بک میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آپ کے بعد عہدہ نہیں ملا بلکہ آپ سے پہلے مل چکا ہے اور وہ اس وقت سے آخر عمر تک برابر اس صفت سے متصف ہیں پھر معلوم نہیں آپ کے خاتم النبیین ہونے اور نزول مسیح علیہ السلام کے عقیدہ میں کیا تعارض ہے،

الجواب:۔ تعارض تو ظاہر ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود آنحضرت صلعم کے بعد آئیں گے اور آخر عمر تک نبی ہی رہیں گے، تو آخری نبی وہ ہوئے نہ کہ آنحضرت صلعم نبوت پہلے ملی، یا پیچھے اس کا کوئی سوال نہیں، سوال دنیا میں آکر کام کرنے کا ہے، آنحضرت صلعم اپنا کام کر کے گذر گئے، ایک اور نبی جو آپ سے پہلے نبی بنایا گیا تھا آپ کے بعد پھر دنیا میں آتا اور اصلاح کا کام کرتا ہے تو نتیجہ

الجماعت

اس عنوان سے گذشتہ اشاعت میں مولنا عمرالدین صاحب کا ایک مضمون شائع ہو چکا ہے۔ مولنا نے اسی عنوان سے ایک مضمون ہلال میں لکھا ہے جس کے تراشے انہوں نے پیغام صلح کے لئے بھیجے ہیں۔

بمبئی میں کچھ اہل علم لوگوں کی وجہ سے ہر اتوار کسی نہ کسی اسلامی مسئلہ پر بحث ہوتی ہے اتوار ۲۷ مئی ۱۹۵۱ء کو زیر بحث مضمون "الجماعت" تھا جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو جب تک وہ ایک نظام اسلامی میں منسلک ہو کر واعتصموا بحبل اللہ جمیعا پر عمل نہ کریں وہ دنیا میں جو احزاب شیطانی بے منظم طور پر اسلام کے خلاف زور لگا رہے ہیں۔ انکو شکست نہیں دے سکتے۔

مسلمانوں کی اس پراگندگی کو دیکھ کر جو اب تک چلی جا رہی ہے حالی نے جناب سرور عالم محمد صلعم کی جناب میں یوں فریاد کی تھی:۔

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے
وہ دین کہ ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
آج اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

اسی طرح تمام دردمندان قوم نے اہل اسلام کی مصیبت کو دیکھ کر اپنی اپنی طرز میں نظم و نثر میں مضامین لکھے جن کو پڑھ کر ایک سچے مسلمان کے اندر درد دل سے دعا کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ امت کے سب سے بڑے غمخوار مظہر محمدی نے تو اس حالت کا نقشہ جو کھینچا ہے وہ سب سے پر درد ہے آپ فرماتے ہیں:۔

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین
آسماں را می سزد گر سنگ بارد بر زمیں

اس حالت کو دیکھتے۔ ع

خون دین بینم رواں چوں کشتگان کربلا

کے مصرع میں ادا کر دیا اور آپ کی قلم سے ایسی حالت کے متعلق یہ نکلا کہ ؂

کربلا ئیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

یعنی لوگ تو امام حسین کا غم کرتے ہیں اور یہاں یہ حال ہے ہر آن ایک کربلا سامنے ہے۔ جس کی وجہ سے سو حسینؓ کا غم میرے اندر ہے۔ یہ شاعرانہ کلام نہ تھا بلکہ قلب مطہر سے پھوٹنے والا چشمہ کے چند قطرے ہیں مگر نا اہل ملال طبع لوگوں نے اسے امام حسین علیہ السلام کی ہتک قرار دیکر شور مچایا جو بالکل بیجا تھا۔ اس لئے وہ آخر مٹتا چلا جا رہا ہے اور مٹ جائے گا آخر یہ سوچنے کی بات تھی کہ جس پاک دین کی خاطر یا اس کے ایک صحیح اصول کی حفاظت کے لئے امام حسین علیہ السلام نے کربلا کے میدان میں ایک بہت بڑی عظیم الشان قربانی دی اور یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کی آج ہزاروں دجال ہر طرف سے لشکر یزید سے بڑھکر حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں کے ممالک یکے بعد دیگرے ان سے چھین لئے اور ان میں سے لاکھوں لاکھ بندگان خدا کو جو اسلام کے نام لیوا تھے تباہ و برباد کر دیا۔ اور اس قدر تباہی اہل اسلام پر آئی کہ خدا کی پناہ ایسی حالت میں جس نے جماعت اسلام کو سنبھالنے کے لئے جناب الہی میں شب و روز گریہ و زاری سے دعائیں کیں، اور حتی المقدور اسلام کی حفاظت میں ہر ممکن طریق سے کوشش کی اور اللہ سے یوں مدد طلب کی۔

اے خداوند بنام مصطفےٰ
کس شدی در ہر مقام ناصرے
دست من گیر از رہ لطف و کرم
در ہمہ باش یار و یاورے

خدا کی رحمت جوش میں آئی اور اسی غمخوار امت کو اللہ تعالے نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے مجدد اعظم بنا کر کھڑا کیا اور اس نے ایک جماعت عطا کی اور بقول مولنا ابو الکلام آزاد۔

مولانا ابو الکلام کی شہادت

حدیث نبوی میں جو ہے کہ لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لا یضرھم من خالفھم یہ اس زمانے میں حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت ہے۔

یہ الفاظ مولنا نے ۱۹۱۱ء میں جبکہ یہ خاکسار دہلی دربار کے موقعہ پر خواجہ حسن نظامی صاحب سے ملنے گیا تھا علی الاعلان کہے تھے۔ اور میں نے ان الفاظ کو باوجود حسن نظامی صاحب کے منع کرنے کے شائع کر دیا تھا اور کئی دفعہ ان الفاظ کو دہرایا ہے مگر مولنا آزاد صاحب کو آج تک تو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ اس بیان کی تکذیب کریں (یہ مولانا پر سراسر اتہام ہے۔ تفصیل کل نکلیگی۔ علی بہادر خان)

خون کے آنسو

الہ آباد سے ایک ہمدرد قوم مسلمان جو دنیاوی وجاہت کے لحاظ سے بھی بہت اچھی پوزیشن رکھتے ہیں غم ملت میں خون کے آنسو بہانے والے ہیں اور ان کی یہ پیشگوئی ہے کہ اگر مسلمانوں نے باہمی تکفیر اور مخالفت کو نہ چھوڑا تو اس عیسوی صدی کے آخر تک مسلمان ہندوستان کے تختہ سے مٹا دیئے جائیں گے۔ جس طرح یہ سپین اور پرتگال اور فرانس میں سے نکال دیئے گئے ان کو عیسائیوں نے سمندر میں ڈبو کر ختم کر دیا۔ اور بہت سے لوگوں نے ایمان ضائع کر کے بپتسمہ لیکر جان بچائی۔

الجماعت

میں بتانا تو یہ چاہتا تھا کہ "خون کے آنسو" کتاب میں تسلیم کر لیا گیا ہے کہ مسلمان کروڑوں ہیں مگر وہ سب کے سب ایک بھیڑ ہیں کیونکہ ان میں کوئی تنظیم نہیں، صرف اور صرف احمدی جماعت ہے جو الجماعت کے حکم میں ہے کیونکہ ان کی تنظیم موجود ہے۔ یہ وہی شہادت ہے جو علامہ اقبال نے بھی ادا کی تھی۔

آغاخانی وغیرہ

میں اس کا انکار نہیں کر سکتا کہ آغاخانی اور بوہروں میں اپنی جماعت تنظیم ضرور ہے مگر وہ تبلیغ و اشاعت اسلام میں بہت پیچھے ہیں۔ بلکہ ان کا تو یہ حال ہے کہ قرآن کے ساتھ ایک الگ قانون بھی رکھتے ہیں۔

میری ایک تقریر الجماعت پر

گذشتہ اتوار مجلس مذاکرہ میں میری درخواست پر مجھے بھی اس موضوع "الجماعت" پر بولنے کے لئے کچھ موقع دیا گیا۔ میری تقریر صرف آدھ گھنٹہ تک ہوئی اور درمیان میں سوالات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ مگر بہرحال میں نے کہا کہ اسلام جس راہ سے پہلے غالب آیا اسی راہ سے اب غالب ہوگا۔ اور رسول مقبول صلعم نے اس افتراق امت کے وقت صرف ایک جماعت کو جنتی قرار دیا ہے۔ اور اس کی تعریف یہ کی ہے کہ

ما انا علیہ و اصحابی

اب اس پر غور کریں کہ زبان مقدس نبوی سے نکلے ہوئے الفاظ کیا کہہ رہے ہیں!۔

ان الفاظ میں "ما انا علیہ" سے مراد رسول مقبول صلعم کا مقام رسالت ہے۔ پس وہ جماعت جس کا رہنما مقام رسالت میں رسول اللہ صلعم کا نائب ہو اور جس کے ساتھ اصحاب رسول صلعم کے قائم مقام صلحاء امت ہوں وہی جماعت ہے جو کامیاب ہونے والی ہے۔ اب یوں تو جس کا جی چاہے وہ کہدے کہ میں نائب رسول ہوں مگر اس نیابت کو عملاً دنیا میں جس نے ثابت کر دیا اور جس کو مدعی نبوت و رسالت قرار دے کر کافر قرار دیا گیا۔ وہی دراصل اس مقام کا صاحب ہے اور الانسان الکامل میں ایسے نائب کو بروز محمد کہا گیا ہے اور آیت قرآنی آخرین منھم شہادت دیتی ہے کہ ایک بروز محمدی بجمیع کمالات محمدی سلمان فارسی کی نسل سے آخری زمانہ میں جبکہ ایمان ثریا پر چلا گیا ہوگا جیسا کہ آج سے ایک صدی پہلے کا حال تھا۔ ظاہر ہوگا اور لیظھرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی اسی بروز محمدی اور اس کی جماعت صحابہ کے لئے ہے۔

الاستخلاف

میں نے آیت استخلاف سے خلافت محمدیہ کو ہی مسلمانوں کے دکھوں کا علاج ثابت کیا۔ اور کہا کہ ما انا علیہ کی طرح اب واصحابی کے معنوں پر غور کرو۔ آنحضرت کی وفات پر سب سے پہلا کام قیام خلافت محمدیہ کا تھا جسے بالاتفاق رائے تمام صحابہ نے قبول کیا۔ اہل بیت تو تجہیز و تکفین میں لگے رہے اور جلیل القدر اصحاب ابوبکر صدیق لگے اور جلیل القدر اصحابہ ابوبکر صدیق اور عمرؓ تنظیم اسلام میں فی الفور لگ گئے اور اس طرح خلافت علی منہاج نبوت قائم ہوئی اس لئے اب بھی وہی صورت اختیار کرنی ہوگی ورنہ ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔ ما انا علیہ و اصحابی کے پاک الفاظ میں آنحضرت صلعم نے اپنے قائم مقام اور اس کی جماعت کی خبر دی ہے یوں کہنے کو ہر شخص یہ کہتا ہے کہ میں ہوں مگر جب تک اس کا ثبوت پیش نہ کیا جائے دعوے بلا دلیل ہے۔

خلافت بلا دلیل

ہم مسلمانوں میں دو جماعتیں تو صرف اس وجہ سے ہوگئیں کہ ایک گروہ اہل بیت کے لئے خلافت کا متمنی تھا اور دوسرا تقاضائے وقت کے مطابق پہلے ابوبکر صدیق رضی ہی کو خلیفہ بنایا جائے۔ پھر عمر رضی پھر عثمان رضی کو اور پھر حضرت علی رضی کو۔

اب یہاں دونوں جماعتوں کے لوگ موجود ہیں اس لئے میں اس پرانے جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے ایک راستہ بتاتا ہوں۔

اہل سنت والجماعت تو ابوبکر صدیق سے لیکر حضرت علی تک چاروں خلفاء کے قائل ہیں اور اہل تشیع پہلی تین خلافتوں کے منکر ہیں اس لئے اس جھگڑے کا فیصلہ حضرت علی کے ایک خط سے ہو جاتا ہے حضرت امیر معاویہ رض جو اول ملوک الاسلام ہونے کے مدعی تھے۔ انہوں نے خلافت علی کو اس بنا پر تسلیم نہ کیا کہ مشورے میں ان کو نہیں بلایا گیا۔ اس پر حضرت علی امیر المومنین رض نے اسے خط لکھا کہ :-

انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابوبکر وعمر وعثمان علی ما بایعوهم علیه ولم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد انما الشوریٰ للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان ذالک رضا فان خرج من امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الی ما خرج منه فان ابیٰ قاتلوه علی اتباعه غیر سبیل المومنین

(النہج البلاغۃ صـ۱۸۹)

ترجمہ :- بیشک مجھ سے اسی قوم نے بیعت کی ہے جس نے ابوبکر و عمر و عثمان سے کی تھی اور اسی امر پر بیعت کی ہے جس پر اشخاص مذکورہ کی بیعت وقوع میں آئی تھی اور کسی شخص حاضر کو اختیار نہیں کہ وہ اپنے لئے علیحدہ راہ اختیار کرے اور شخص غائب اس امر کا مجاز ہے کہ وہ اس کی تردید کرے۔ حقیقتاً شورے مہاجرین انصار کے لئے ہی زیبا ہے جس شخص پر انہوں نے اجماع کر لیا اور اسے امامت کے ساتھ نامزد کیا تو ان کا یہ اجماع خوشنودی پروردگار عالم ہے۔ اور اگر کوئی خارج ہونے ان کے حکم سے طعنہ زنی اور خلافت بدبختی کر کے نکل گیا تو اسے اس اجماع کی طرف لوٹا دو جس سے وہ خارج ہوا ہے اگر اس نے انکار کیا تو اس سے مقابلہ کرو کیونکہ وہ سبیل المومنین کے خلاف اتباع کر رہا ہے"

(برنگ فصاحت جلد صـ۳۷۵)

اس خط کو پڑھنے کے بعد چاروں خلفاء کی خلافت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے اور یہ بحث کہ خلافت بلافصل کس کی ہے کچھ غیر ضروری ہے اور اگر آپ لوگ سمجھ سے کام لیں تو اس کا فیصلہ بھی آسان ہے اور وہ یہ کہ اہل بیت میں سے پہلا خلیفہ بلا فصل بلاشبہ حضرت علی ہیں اور اصحابہ میں سے سب سے پہلا خلیفہ بلافصل حضرت صدیق اکبر ہیں، سنی بھی سچے اور شیعہ بھی سچے۔ لیکن اگر اوپر کی تحریر کو تقیہ پر مبنی قرار دے کر کوئی رد کرنا چاہے یا اسے ایک مسلمات خصم میں سے کہہ کر بچنا چاہے تو پھر وہ یاد رکھے کہ جبریل علیہ السلام نے حضرت علی کو چوتھا خلیفہ ہی قرار دیا ہے، بعض شیعہ روایات میں سے مستقل روایت موجود ہے کہ حضرت علی رض کے پاس جبریل آئے آ کر کہا "السلام علیک یا رابع الخلفاء" اے چوتھے خلیفہ تجھ پر سلام" اب فرمائیے کہ یہ بھی اثری قول ہے یا جبریل بھی تقیہ کرتے ہیں۔

نعوذ باللہ من ذالک۔ یہ مقولہ ینابیع المودت کے حوالہ سے اخبار اثنا عشری مجریہ ۲۲ جنوری ۱۹۰۷ء میں چھپا تھا اور سید علی بانشری لاہوری نے بھی اپنے رسالہ برہان البیان میں درج کیا ہے۔

اخلاق ناصری صـ۲۴۵ میں لکھا ہے کہ حضرت امیر علی رض عنہ میں ظرافت کی عادت تھی اس قدر بڑھی ہوئی یہ عادت تھی کہ لوگ اس پر آپ کو متہم کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت سلمان فارسی رض نے حضرت علی کو مزاح کے طور پر کہا کہ :-

اخرك الی الرابعة

خدا نے تجھے خلافت میں چوتھے نمبر پر ڈال دیا۔

بہرحال حضرت علی ایک اعتبار سے چوتھے خلیفہ ہیں اور ایک اعتبار سے خلیفہ اول ہیں اور اس صورت میں نہ کسی سنی کو نقصان ہے نہ کسی شیعہ کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور دو قوموں میں صلح کے لئے ایک پکلنہ کی طرح ہے۔

نزول جبریل

اب کوئی صاحب اگر اس السلام علیک یا رابع الخلفاء کا اس لئے انکار کریں کہ جبریل تو اب آ ہی نہیں سکتا۔ بعد وفات رسول مقبول صلعم جبریل کا نزول بند ہے تو ایسے صاحب کو بتایا جائے کہ وہ ذرا کتب دینی کا اور مطالعہ کریں جبریل کا آنا برنگ وحی نبوت بند ہے نہ کہ وحی ولایت کے ساتھ بھی اس کا نزول بند کر دیا جائے اگر ایسا ہوتا تو امت محمدیہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے محروم ہو جاتی کیونکہ ملکہ وحی و الہام کا افسر اعلیٰ جبریل ہی ہے اس نے سے اور نے ولی پر بھی وہی برنگ وحی ولایت لاتا ہے۔ اور نبوت میں سے مبشرات کو جو آنحضرت صلعم نے باقی بتایا ہے تو اس حصہ نبوت کے لئے نزول جبریل ضروری ہے۔ وہاں مصلحۃً

از پئے روپوش عامہ در بیاں
وحی دل گویند ایں را صوفیاں

ورنہ یہ تو خدا کا کلام ہے جو خدا کے نیک بندوں پر نازل ہوتا ہے اور یہی زندگی اسلام کا ایک یقینی ثبوت ہے۔ اسلام میں بے شمار محدث (بفتح دال) گذرے ہیں جو خدا سے وحی پانے کے مدعی ہیں لفظ وحی سے صرف نبوت کی وحی مراد لینا کم علمی یا کم غور کا نتیجہ ہے، موسےٰ کی ماں اور عیسےٰ کے حواریوں کو وحی ہو خیر الامت کو خدا اس سے محروم کر دے، ذالك اذا قسمت

میں نے بارہ دلائل بیان کرنے کے لئے نوٹ کر لئے تھے مگر پہلی ہی دلیل پر آدھ گھنٹہ ختم ہو گیا اور میں نے پانچ منٹ زائد لے کر اس بحث کو ختم کرنے کے لئے حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی کا مندرجہ ذیل فیصلہ کن حوالہ پیش کیا۔

خلیفہ راشد کی اطاعت لازمی

ازاں جملہ توقع نجات اخروی است بر طاعت او یعنی چنانکہ اگر کسے بہواو درجہ معرفت الٰہیہ و تہذیب نفس جدو جہد تمام سعی ما لا کلام بجا آورد و تا وقتیکہ ایمان بالرسل ندارد ہرگز نجات اخروی بدست نخواہد آورد و خلاص از غضب جبار و درکات نار نخواہد یافت ہم چنیں ہر چند عبادت شرعیہ و طاعات دینیہ بجا آورد و جہد وجہد تمام در امتثال احکام الاسلام بروئے کار آرد تا وقتیکہ در امام وقت گردن ننہد اقرار با مامت نکند ہرگز عبادات مذکورہ در آخرت کار آمدنی نیست و از داد و گیر رب قدیر خلاصی یافتن من لم یعرف امام زمانه فقد مات میتة جاهلیه۔

(منصب امامت صـ۸۱)

یعنی جس طرح بغیر ایمان بالرسالت کسی کی نجات نہیں ہو سکتی اسی طرح بغیر امام الوقت کی اطاعت قبول کرنے کے کوئی شخص نجات اخروی نہیں پا سکتا خواہ وہ لاکھوں سجدے کرے ایک بھی قبول نہ ہوگا۔

یاد رہے کہ وہ لوگ جن کو امام الوقت کا پتہ ہی نہیں وہ اس دعوے سے ایسے ہی باہر ہیں جیسے وہ لوگ جو خدا کے کسی رسول سے بے خبر ہوں۔ کیونکہ سزا یا جزا کا تعلق اتمام حجت کے بعد ہے وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا اس پر شاہد ہے۔

فاسقون

قرآن مجید نے خلفاء راشدین کے منکروں کو فاسق قرار دیا ہے اور فقرہ ومن کفر بعد ذالك کے یہ معنے بھی ہیں کہ خلافت کا انکار کرنے والا یا خلیفۂ وقت کو ہی کافر کہنے والا کبھی مومن نہیں ہو سکتا بلکہ اولٰئك هم الفاسقون اور فاسق کا لفظ جاہلیت کی موت کی بجائے استعمال ہوا ہے پس اگر کسی ایسے صاحب کو جو مولانا اسمٰعیل کے فتوے کو یہ کہکر رد کرنا چاہتے ہوں کہ مولانا کوئی اللہ اور رسول تو نہیں ہیں ہمارا دین کامل ہے ہمیں کسی امام کی ضرورت نہیں وہ قرآن کا فتوے الفاسقون کو سوچ لے۔

خدا کا مقرر کردہ خلیفہ

میں نے اس حوالہ کو پڑھکر کہا کہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کو ماننے بغیر کوئی صورت نجات نہیں ہے اور یہ دعوےٰ کہ ہمارا دین کامل ہے درست ہے مگر تم تو ناقص ہو محتاج اصلاح ہو اس لئے اللہ اگر تمہارے لئے کسی کو منصب امامت پر کھڑا کرے تو اسے قبول کرنا چاہیئے تا کہ جاہلیت کی موت سے بچو۔ تمام دنیا کے مسلمان انسانوں کے مقرر کردہ خلفاء کے ہاتھ پر فرقہ فرقہ جمع ہیں مگر خدا تعالےٰ کا مقرر کردہ خلیفہ جو نہایت ... بیں کل روئے زمین کی طرف مامور ہو اس کو قبول کرنا فرض ہے اور ایسے ہی خلیفہ پر اجماع امت ہو سکتا ہے اور یقیناً خدا تعالےٰ نے اپنے وعدہ کو بھلایا نہیں۔

سواد اعظم

بلاشبہ انتظامی امور میں ہم اپنے دائرہ عمل میں سواد اعظم کی رائے کے ماتحت ہوں گے اگرچہ وہ رائے ہمارے نزدیک غلط ہی کیوں نہ ہو مگر جب ایک مامور کی بیعت کا سوال ہوگا تو سواد اعظم کوئی حقیقت نہیں رہتی بلکہ اگر اس امور کے ساتھ چند افراد بھی ہو جائیں تو وہ جماعت کا حکم رکھتے ہیں اور وہی حزب اللہ ہیں جو غالب آئیں گے

احادیث نبویہ اور آثار صحابہ میں سواد اعظم، جماعت کی تعریف یہ ہے کہ جو لوگ حق پر ہوں وہ اگرچہ کم سے کم ہوں تو بھی وہی جماعت ہے ان کے ساتھ ہی ہو جانے کا حکم ہے کیونکہ یہ سوال حق و باطل کے مقابلہ کا ہے اس میں کوئی معمولی تنظیمی امر کا فیصلہ نہیں اس لئے اگر اکیلے ابراھیم ایک امت کا حکم رکھتے ہیں

تو ایک مامور اکیلا بھی الجماعت ہے اور اس کے ساتھ ہونا ہی لازمی ہے۔ میں یہاں اس کے متعلق ایک دو حوالے درج کر دیتا ہوں۔

(۱) "المراد بالسواد الاعظم هم من كان من اهل السنة والجماعة ولو واحدا"

(۲) اهل السنة والجماعة الصحابة ومن وافقهم من بعدهم وان عملوا الميزان الشعرانی ایضاً

(۳) عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں:۔

قال ان جمهور الناس الذين فارق الجماعة ما وافق وان كنت واحدك

حیاۃ الانسان ص ۳۲۲

ایسے حوالے تو بیسیوں ہیں مگر سوچئے کہ یہ تین حوالے ہی کافی ہیں جو مذہب سلف اور اہل سنت والجماعت سے مذکور ہیں۔ عربی بالکل آسان ہے اس لئے میں نے ترجمہ نہیں دیا مقصد صرف یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو اہل حق ہیں خواہ وہ تھوڑے ہی ہوں حتیٰ کہ ایک بھی ہو تو اس پر الجماعت کا لفظ صادق آئے گا۔ بھیڑ کو الجماعت نہیں کہتے۔ اور پانچوں وقت یہ سبق مسجدوں میں کل روئے زمین پر دہرایا جاتا ہے کہ جو لوگ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اسے جماعت الصلوٰۃ کہتے ہیں، اکیلے اکیلے چاہے لاکھوں لوگ نماز پڑھیں وہ جماعت نہیں کہلا سکتے۔ نماز کے اس عملی سبق سے ہر مسلمان کو سبق لینا چاہیئے اور امام الوقت کے ہاتھ پر ضرور بیعت کرنی چاہیئے ورنہ ولی سے مقابلہ خدا سے مقابلہ ہوگا اور خدا تعالیٰ کے حضور تمہارے اعمال مقبول نہ ہوں گے۔

امام خدا کی رسی ہے تم سب اس کو چمٹ جاؤ تا کہ واعتصموا بحبل الله جميعا پر عمل کرنے والے قرار پاؤ اور کامیابی تمہارے قدموں کو چومے والسلام علی من اتبع الهدیٰ

(باقی انشاء اللہ تعالیٰ اگلے اتوار)

عمرالدین احمدی۔ بمبئی نمبر ۱۳

۱۳ / ۵ / ۵۱

معذرت:۔ مکرم حافظ صاحب مجھے آپ کے علم کا اقرار ہے اور اس کی وجہ سے میرے دل میں آپ کی عزت ہے مگر اصول اسلام کی خاطر مجھے آپ کی غلطی کو ذرا کھول کر بیان کرنا پڑا ہے امید ہے آپ مجھے معذور سمجھ کر معاف فرمائیں گے۔ والسلام

عمرالدین۔ احمدی۔

جماعت احمدیہ بدوملہی سے وصول شدہ رقوم

زکوٰۃ فنڈ

نام	رقم
۱۔ چوہدری علی محمد صاحب	۱۵۔۰۔۰
۲۔ جمعدار حیات محمد سیکرٹری جماعت	۷۰۔۰۔۰
۳۔ شیخ اللہ بخش صاحب	۱۰۰۔۰۔۰
۴۔ اللہ رکھا انصاری صاحب	۱۲۔۰۔۰
۵۔ اللہ دتہ ماشکی صاحب	۵۔۰۔۰
۶۔ ماسٹر محمد علی صاحب	۳۰۔۰۔۰
۷۔ چراغ دین صابر صاحب	۱۷۔۸۔۰
۸۔ محمد شریف ی صاحب	۱۰۔۰۔۰
۹۔ چوہدری سردار خاں صاحب	۵۔۰۔۰
۱۰۔ مولوی محمد رمضان صاحب	۱۰۔۰۔۰
۱۱۔ غلام رسول صاحب	۵۔۰۔۰
جماعت کوٹلی	
۱۲۔ چوہدری امام دین صاحب از کوٹلی	۱۲۔۸۔۰
۱۳۔ چوہدری عمر دین صاحب از کوٹلی	۲۰۔۰۔۰
کل میزان	۳۱۳۔۰۔۰

جمعدار حیات محمد
سیکرٹری جماعت احمدیہ بدوملہی

مسلم ہائی سکول بدوملہی کا شاندار نتیجہ

مکرم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل نوٹ اپنی قریبی اشاعت میں درج فرما کر شکر گذار فرماویں۔

مسلم ہائی سکول بدوملہی سے امسال ۴۵ طلباء میٹرک کے امتحان میں شریک ہوئے جن میں سے ۳۴ طالب علم پاس ہوئے اور کل نتیجہ ۷۶٪ فی صدی رہا۔ چھ طلباء فرسٹ ڈویژن میں۔ ۲۲ سیکنڈ ڈویژن اور باقی چھ تھرڈ ڈویژن میں پاس ہوئے۔ یہ خدا کا خاص فضل ہے کہ گذشتہ سال کے سیلاب اور خطرناک ملیریا کے سبب جو نامساعد حالات پیدا ہو گئے تھے ان کے باوجود ایسا عمدہ نتیجہ رہا۔ یونیورسٹی کا مجموعی نتیجہ ۵۶٪ ہے گرد و نواح کے تمام سکولوں اور ضلع کے بھی تقریباً سب سکولوں سے بہت اچھا رہا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

محمد رضی الدین
ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی

یورپ کا وہ ملک جہاں مسلمانوں نے سینکڑوں سال حکومت کی

بقیہ از صفحہ اول

اور دریائے ٹیگس اس کے اردگرد کنڈل لگائے ہوئے بہتا ہے جب ۷۱۱ء میں جنرل طارق سپین میں داخل ہوا۔ تو اس وقت یہاں شاہ راڈرک حکمران تھا جس نے گاتھک بادشاہ "وٹیزا" سے تخت چھینا تھا۔

ایک جادو گھر کی کہانی

اسی شہر کی پہاڑی پر ایک جادو گھر تھا جو Hercules ہرقل کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ اور جس کے متعلق مشہور روایت یہ ہے کہ ٹولیڈو کا ہر ایک بادشاہ بوقت تخت نشینی ایک تالا اس کے دروازہ پر لگا دیتا تھا اور کنجی وہاں چھوڑ آتا تھا۔ وہاں ۲۶ دربان تھے۔ یہ دربان Roderick کی تخت نشینی پر اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسم قفل لگانے کی طرف متوجہ کیا۔ بادشاہ معہ رفقاء ان کے ہمراہ ہو لیا اور بجائے قفل لگانے کے قفل کشائی شروع کر دی تا کہ طلسم کے شعبدے ملاحظہ کرے جب اندر داخل ہوا تو ایک مجسمہ ایک بھاری گرز سے زمین کوبی کر رہا تھا۔ اس سے گذر کر ایک کتاب کھولنے پر عمامہ پوش سواروں کا لشکر دیکھا۔ جو سپین کے بادشاہ کا تعاقب کر رہے ہیں جس کی شکل راڈرک کی سی تھی۔ حتیٰ کہ اس بادشاہ کا سفید گھوڑا بغیر سوار کے واپس نظر آیا۔ اس طرح پر سلطنت ختم ہوئی۔

مسلمانوں کے قبضہ میں

اس دل خراش منظر سے خائف ہو کر بادشاہ واپس آیا۔ حتیٰ کہ طارق عمامہ پوش سواروں کے ساتھ سپین میں داخل ہوا۔ اور بادشاہ ٹولیڈو سے باہر جنرل طارق سے دس گنا زیادہ لشکر لیکر اس کے مقابلہ پر صف آرا ہوا۔ بالآخر شکست فاش کھا کر بھاگا اور اس طرح غائب ہوا کہ سفید گھوڑا بغیر سوار ٹولیڈو واپس آیا اور جنرل طارق کا دارالخلافہ پر قبضہ ہوا۔

اسلامی یادگاریں

اس شہر میں ابھی تک عربوں کے خوبصورت صحن دار گل و گلزار سے آراستہ مکانات موجود ہیں اور اس کے تنگ گلیوں والے بازار جن میں پتھر نصب ہیں عربی زمانہ کی یادگار ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلا شہر ہے جس کی گلیوں میں پتھر نصب کئے گئے تھے۔ دریائے ٹیگس کا شاندار پل اور فصیل شہر پناہ اور عالی شان دروازے اسلامی تہذیب کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔ اس علاقہ میں زعفران پیدا ہوتا ہے جو اپنی خوشبو اور رنگت میں اول نمبر پر ہے۔ یہ بھی عربوں کی برکات میں سے ہے۔ جس جس قسم کی زمین پائی اس قسم کے پودے اور اناج لگائے گئے۔ اس طرح زراعتی ترقی اوج پر پہنچائی گئی۔

شاہان سپین کا گرمائی مقام

دوسرے دن ہم Escorial گئے۔ جو تقریباً ساٹھ میل کے فاصلہ پر سپین کے شاہان سلف کا ایک گرمائی مقام ہے اس پہاڑی مقام پر ایک عظیم الشان محل ہے جو Hapsburg شاہان سپین نے بنایا تھا۔ اس کے اندر قابل ذکر ایک لائبریری ہے۔ جس میں بیس ہزار عربی زبان کے قلمی نسخے ہیں اور شیشے کے کیس میں کلام مجید کا نہایت ہی عمدہ نقش والا قلمی نسخہ ہے جس کی زیارت ہر ایک زائر کو نصیب ہوتی ہے اور گائڈ نہایت ہی عمدہ عربی لہجہ میں عزت کے ساتھ کلام پاک کا نام لیتا ہے۔ اس کے علاوہ شاہان سپین کے مقبرہ کا گنبد ہے۔ جس میں تمام شاہان اور ان کی بیگمات کی نعشیں پتھر کے صندوقوں کے اندر محفوظ ہیں اس گنبد کے چاردیواری کے ساتھ اس طرح رکھی ہیں جس طرح کہ کسی لائبریری کے طاقوں میں کتابیں۔ عیسائی ہی اس طرح وہ بکس آویزاں ہیں۔ زمین میں دفن نہیں کئے جاتے۔ (باقی آئندہ)

لوائے ما بہ ہر سعید خواہد بود بہ تدائے فتح نمایاں بنام ما باشند

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

سالانہ چندہ پاکستان سے - چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان سے - ۱۲-۸ روپے

ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔

۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہ ہے نہ آئندہ ہو گی۔

۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجدد ونکا ماننا ضروری ہے

۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۷ رمضان المبارک ۱۳۷۰ئہ - ۱۳ جون ۱۹۵۱ئہ | نمبر ۲۱

گلستانِ اندلس اور اس کی شاندار اسلامی یادگاریں

قرطبہ کی عالی شان مسجد میں نماز اور دعا

خان بہادر غلام ربانی خان صاحب کا مکتوبِ گرامی ووکنگ سے

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

میڈرڈ سے میں اندلس کی طرف روانہ ہوا۔ یہ صوبہ جنوب اور مشرق میں پھیلا ہوا ہے اور سپین کا سب سے زرخیز خطۂ زمین ہے۔ جو سات صد سال مسلمانوں کے زیر حکومت رہا۔ جب یہ علاقہ ریل کی کھڑکیوں سے نظر آنے لگا تو اس کی بے نظیر سرسبزی اور شادابی کو حیرت کی نگاہوں سے دیکھنے پر بے اختیار زبان سے علامہ اقبال کا یہ شعر جاری ہو گیا ؎

اے گلستان اندلس ہیں یاد تجھ کو وہ دن ٭ تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا

زبان اس سرزمین اس کی شادابی اور زرخیزی کے بیان سے قاصر ہے۔ صبح سے چلتے ہوئے شام کے قریب قرطبہ (Cordova) پہنچے۔ آسٹریلیا کے دو دوست ریل میں ساتھی ہو گئے۔ انہوں نے ہمراہیت پر زور دیا۔ ہوٹلوں میں جگہ نہ ملنے پر Pansion گئے۔ وہاں بھی جگہ نہ ملی۔ بالآخر ایک Pansion کے منیجر نے ایک گھر میں رات کے لئے جگہ بنا دی۔ اس وعدہ پر کہ دوسرے دن جگہ اس کے ہاں خالی ہو جائے گی۔

اندلسی گھر ——— اسلامی زمانہ کی یاد

اچھا ہوا کہ گھر کا نمونہ دیکھنا نصیب ہوا جس سے اسلامی زمانہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ ہر ایک مکان صاف اور ستھرا۔ چار دیواری سے محدود دروازہ پر دربان اور صحن میں کھجور کا درخت اور گل و گلزار۔ دو تین چھت چاروں طرف کرے اور درمیان میں صحن۔ یہ مکانات تقریباً صدیوں کی یاد کو تازہ کرتے ہیں اور اسلامی طرز رہائش کا نمونہ ہیں۔

حضرت عیسےٰؑ کا مجسمہ

میرے ساتھی ایک کمرے میں اور میں دوسرے کمرے میں تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بستر پر حضرت عیسےٰ کا مجسمہ صلیب پر لٹکایا ہوا پڑا ہے۔ میں نے مالک مکان کو اس کے اٹھا لے جانے کی طرف متوجہ کیا۔ جس پر وہ حیران ہوا۔ کچھ ٹوٹی پھوٹی سپین کی زبان میں اسکو اسلامی عقائد سے واقف کیا۔

مسیحی بزرگوں کی ہڈیوں کی پوجا

طلبت کو جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو اتفاقاً ایک بڑی مجلد کتاب طاق سے گری۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس طاق میں انسانی ہڈیوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ کچھ گھبرایا۔ یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے کہیں قبرستان میں آج سونا پڑا ہے۔ خیال دوڑا تو نتیجہ پر پہنچا کہ غالباً یہ کسی طبی طالب علم کا کمرہ ہو گا جس پر نیند آئی۔ سویرے مالک مکان سے دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ بزرگوں کی ہڈیاں ہیں جن کی پوجا کی جاتی ہے۔

قرطبہ کی شاندار مسجد

غرضیکہ بغیر ناشتہ کئے ہوئے سامان اٹھایا۔ اور دوستوں کو کہا ھنِ افراقٌ بینی و بینکم۔ سیدھا پھر ہوٹلوں کے دروازہ پر پہنچا۔ خوش قسمتی سے جگہ مل گئی۔ سامان چھوڑ کر مسجد کو دیکھنے کے لئے گیا۔ یہ مسجد دنیا کے عجائبات میں سے تھی۔ جس کی بنیاد عبد الرحمٰن اوّل خلیفہ سپین نے رکھی اور اس کی اولاد حاکم اوّل عبد الرحمٰن ثانی الحاکم ثانی اور وزیر منصور نے اس میں قیمتی اضافے کئے۔ بالآخر جب قرطبہ عیسائیوں کے ہاتھ آیا۔ تو انہوں نے عین مسجد کے درمیان گرجا بنا دیا۔ اس مسجد کے اندر بارہ صد سے زیادہ شاندار بلند ستون ہیں۔ اور خوبصورت چھت ایسی نظر آتی ہے کہ گویا معلق ہے۔ چھت کے نقش و نگار اسی شان کے ساتھ صدیوں سے موجود ہیں اور مسجد کے تین شاندار محراب، صنعت کا شاہکار ہیں۔ زائرین کا جمگھٹ ان ہی کے نظارہ کے لئے آتا رہتا ہے اور [illegible] گائڈ بجلی کی روشنی میں یک رنگ اور رنگینی پر رطب اللسان ہوتا ہے ایک دنیا حیرت میں کھڑی خاموشی سے اس منظر کو دیکھتی اور اسلامی صنعت کی داد دیتی ہے۔

مسجد میں نماز اور دعا

میں نے دو رکعت نفل محراب کے اندر بڑی رقت سے ادا کئے اور سجدہ میں دعا کی یا الٰہی جس طرح تو نے یہ ملک مسلمانوں کو عطا کیا تھا اور ان کی ناشکری سے چھین لیا۔ اب پھر اسلام کو یہ ملک عطا کر اور ان لوگوں کے دلوں کو اسلام کے نور سے منور کر دے۔ مجھ خود غرض سے کام لیتے ہوئے عرض کی۔ کہ اس کام میں اس خاکسار کا کثیر حصہ ہو۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائے۔

(باقی بر صفحہ ۱۲)

رمضان اور اس کی برکات کے ذکر میں!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

انی قریب

میرے بندو میں تم سے بہت قریب ہوں

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان

کوئی مجھے پکارے میں دعا کو قبول کرتا ہوں

اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

رمضان آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت تھی

جس پر ہمارے ہادیؐ اور آپ کے صحابہؓ اور سچے پیروؤں کی زندگیاں گواہ ہیں۔

اور آج یہ ایک قصہ ہے

اسلئے کہ ہمارے دلوں میں خدا کیلئے تڑپ پیدا نہیں ہوتی ہمارے جسم خدا کے آگے گرتے ہیں مگر دل نہیں گرتے اور دعا دل میں تڑپ پیدا ہونے کا نام ہے۔

آیئے اس رمضان میں ہم

لوگوں کے ظلموں پر نہیں

اپنے ظلم پر

آنسو بہائیں کہ اے خدا ہم نے تیری قدر نہیں کی تیرے کلام کی قدر نہیں کی ہم نے تیرے پیغام کو چھپا کر رکھا ہوا ہے

ہم نہیں چاہتے کہ ہماری زندگیاں تیرے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کیلئے وقف ہوں نہیں چاہتے کہ ہمارے مال تیرے پیغام کو دنیا میں پہنچانے میں صرف ہوں کام وہ کرتے ہیں جن پر تیری طرف سے لعنت کا کھلا وعید ہے۔

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ

جس پر وعید یہ ہے

ولئک یلعنھم اللہ و یلعنھم اللاعنون

ولئک علیھم لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین

اور آس یہ لگائے بیٹھے ہیں

تیری رحمت کے دروازے ہم پر کھل جائیں۔

منہ سے کہتے ہیں کہ تو ہم سے قریب ہے

مگر دل تجھ سے اتنی دور ہیں کہ اس سے دور تر کوئی چیز نہیں

ہمارے ماتھے

تیری دلیز پر

ہوتے ہیں جہاں جنت ملنی چاہیئے

اور دل

جمع مالاً وعددہ یحسب ان مالہ اخلدہ

کا ورد کر رہے ہوتے ہیں

زبان پر یہ ہوتا ہے

ہم تیرے غلام ہیں (انا عبدک) اور جو ہمارا مال ہے وہ ہمارا مال نہیں وہ تیرا مال ہے۔

اور دل کی یہ حالت ہوتی ہے

کہ تیرے نام کو دنیا میں بلند کرنے کیلئے چند کوڑیاں خرچ کرنی پڑیں تو وہ ہمیں **پہاڑ** نظر آتا ہے اور ہم جھوٹے بہانے بنا کر ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ ہمارا مال ہم سے جدا نہ ہو۔

اے خدا تو اس چھوٹی زندگی سے ہمیں باہر نکال

ہم زمین پر رات کی خاموشی میں ماتھا رکھتے ہیں تو وہاں سے ہمیں یہ آواز آتی ہے:۔

کہ مرا خراب کردی تو بہ سجدۂ ریائی

تو نے اپنے ریاکاری کے سجدوں سے مجھے ناپاک کر دیا

اے خدا تو ہمیں اپنی جناب میں سجدہ کرنے کی توفیق دے۔

ہمیں اپنا غلام بنالے

کہ ہمیں تیرا نام دنیا میں بلند کرنے کے سوائے کوئی فکر نہ ہو

اور تو ہمارا رب بن جا

کہ تیری توجہ امت محمدیہ کو دنیا میں سربلند کرنے کی طرف ہو جائے۔

خاکسار **محمد علی**

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۹ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ | نمبر

مسیح کی آمد ثانی اور ختم نبوت

جماعت اسلامی کے سہ روزہ اخبار "کوثر" مورخہ ۵ رجون ۱۹۵۱ء میں "ختم نبوت، بزرگان دین کے اقوال، قادیانیت اور اسلام" کے عنوان سے ایک مضمون سپرد قلم ہوا ہے، جس میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ الفضل ۲۰ اپریل میں شیخ محی الدین ابن عربی، ملا علی قاری، نواب صدیق حسن خان اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے جو اقوال درباره ختم نبوت نقل کئے گئے ہیں کہاں تک صحیح ہیں، اس امر پر زور دیا ہے کہ

" اصل قصہ یہ ہے کہ چونکہ امت محمدیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور نزول ثانی کی معتقد ہے اور ان بزرگوں کا بھی اعتقاد یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک بقید حیات ہیں اور آخر زمانہ میں بجسد عنصری نزول فرمائیں گے، لہذا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس نبی کے امکان کے جواز کو تسلیم کیا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی نئے نبی نہیں کہ ان کا منصب نبوت پر از سر نو فائز ہونا سمجھا جائے کیونکہ جو بات ختم کر دی گئی ہے وہ ... کسی نئے نبی کا ظہور ہے نہ کہ کسی پرانے نبی کا نزول"۔

افسوس ہے کہ "کوثر" نے الفضل کے پیشکردہ اقوال کی توجیہہ کرتے ہوئے اتنی تکلیف گوارا نہ کی کہ ان کی بزرگوں کی اصل کتابوں میں سے ان اقوال کو دیکھ لیتا اور ان کے سیاق و سباق کو مطالعہ کرتا کم از کم "پیغام صلح" ہی دیکھ لیتا۔ جہاں انہی ... پیشکردہ اقوال کی توجیہہ ان کے سیاق وسباق کے الفاظ سے کی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ان بزرگوں نے امت محمدیہ میں جس نبوت کے اجرا کا ذکر کیا ہے وہ ولایت و محدثیت سے بڑھکر کوئی اور چیز نہیں، تو وہاں کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے کا کوئی ذکر ہے اور نہ ختم نبوت کی کوئی ایسی تشریح ہے جیسی کہ "کوثر" نے کی ہے،

اس لئے "کوثر" کا یہ فرمانا کہ :-

" اب یہ قادیانی دجال یہ حرکت کرتے ہیں کہ ان اقوال کی اصل ملم کو تو چھپا دیتے ہیں اور صرف اقوال کو پیش کرکے ناواقف لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں"

جہاں "الفضل" اور قادیانی جماعت کے متعلق صحیح ہوسکتا ہے (اگرچہ دجال کے لفظ کا استعمال ہم جائز نہیں سمجھتے) وہیں "کوثر" اور جماعت اسلامی کے متعلق بھی بالکل صحیح ہے، فی الحقیقت اگر غور کرکے دیکھا جائے تو جہاں تک ختم نبوت یا امت محمدیہ میں امکان نبوت کا تعلق ہے اس بارہ میں جماعت قادیانی اور جماعت اسلامی اور احراری وغیرہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں، اول الذکر اگر نئے نبی کے آنے کے قائل ہیں تو مؤخر الذکر پرانے نبی کے آنے کے قائل ہیں، یہ کہنا کہ :-

" جو بات ختم کر دی گئی ہے وہ کسی نئے نبی کا ظہور ہے نہ کہ کسی پرانے نبی کا نزول"

نہ قرآن کریم سے ثابت ہے اور نہ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تشریحات سے اس کی تائید ہوتی ہے، جو بیشمار احادیث میں آپ نے خاتم النبیین کی کی ہے، یہ احادیث "پیغام صلح" کے گزشتہ چند شیوع میں نقل کی جاچکی ہیں، کچھ احادیث آج کے پرچہ میں بھی ہیں جن میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کی تشریح میں **لا نبی بعدی** فرما کر اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا اس کھلی تشریح کے باوجود ختم نبوت کے بعد کسی پرانے "نزول" کو جائز قرار دینا ویسا ہی غلط اور خلاف حق ہے جیسا کہ نئے نبی کا ظہور جائز قرار دینا، کیا یہ **افتؤمنون ببعض وتکفرون ببعض** کا مصداق نہیں؟

اس میں شک نہیں کہ پہلے بزرگوں میں سے بھی بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے قائل رہے ہیں، لیکن اس عقیدہ کو ختم نبوت کے متعارض سمجھتے ہوئے انہوں نے اسکی مختلف توجیہات کی ہیں اور صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام جب آئیں گے تو نبوت سے معزول ہو کر آئیں گے، اگرچہ یہ خیال بھی غلطی سے پاک نہیں تاہم اس سے ظاہر ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک "کسی پرانے نبی کا نزول" بھی ختم نبوت کے منافی تھا اور انہیں مجبوراً حضرت عیسے علیہ السلام کو منصب نبوت سے معزول کرنا پڑا۔

فی الحقیقت حضرت مرزا صاحب ہی ایک ایسے شخص ہیں، جنہوں نے ختم نبوت کو اس کے اعلیٰ اور حقیقی معنوں میں قائم کیا اور صاف طور پر لکھا کہ :-

" مسیح کیونکر آسکتا وہ رسول تھا اور خاتم النبیین کی دیوار روئیں اسکو آنے سے روکتی ہے"

(ازالہ اوہام ص۷۶۱)

"علاوہ ان باتوں کے مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کو یہ آیت بھی روکتی ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور ایسا ہی یہ حدیث بھی **لا نبی بعدی** یہ کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت دوسرا نبی آجائے اور وحی نبوت شروع ہو جائے" (ایام الصلح ص۴۷)

" قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے اور نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے، نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث **لا نبی بعدی** میں کیا نفی عام ہے پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کرکے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے کہ وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی" (ایام الصلح)

یہ ہے وہ ختم نبوت جس کو حضرت مرزا صاحب نے قائم کیا ہے، اور جو قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے عین مطابق ہے، اس کا اعتراف خود "کوثر" کو بھی ہے، چنانچہ زیر نظر مضمون ہی میں اس نے لکھا ہے کہ :-

" ختم نبوت کا عقیدہ ایک ایسا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا اختلاف راہ نہیں پا سکتا، اس بات پر پوری امت متفق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم کر دی گئی ہے خود مرزا غلام احمد قادیانی جرأت نہیں کر سکے کہ وہ اس حقیقت کا انکار کریں چنانچہ انکی بیشمار تحریریں اس مضمون کی موجود ہیں کہ نبوت و رسالت ختم ہو چکی، اب رسالت بند ہو چکی بلکہ وہ وفات مسیح کے اثبات میں یہ دلیل لاتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ انبیاء ختم ہو چکا تو حضرت مسیح کس طرح دوبارہ دنیا میں آسکتے ہیں"

یہ بالکل صحیح ہے، اور اس کھلے عقیدہ اور ان بے شمار تحریروں کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ "لاہوری اور قادیانی حضرات مرزا صاحب کے اصل عقیدہ کے متعلق آج تک اس لئے فیصلہ نہیں کر سکے کہ مرزا صاحب کی اس پٹاری میں ہر قسم کا مال موجود ہے" ایک کھلا مغالطہ ہے حضرت مرزا صاحب نے تو کبھی اس عقیدہ سے اختلاف کا اظہار نہیں کیا نہ ان کی ایک بھی ایسی تحریر دکھائی جاسکتی ہے، جس میں انہوں نے اجرائے نبوت کا کسی نہ کسی رنگ میں بھی ذکر کیا ہو، یہاں تک کہ اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں بھی صفائی کے ساتھ لکھ دیا کہ **والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم**۔ نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکی، ہاں بے شک انہوں ... (باقی ... کالم ...)

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کراچی سے اپنے خط مؤرخہ ۲ رجون ۱۹۵۱ء میں رقمطراز ہیں :-

"بہت سے خطوط ایسے آرہے ہیں کہ احباب کو پیغام صلح سے میری صحت کے متعلق اطلاع نہیں ملتی، ویسے کوئی خاص بات اطلاع دینے والی بھی نہیں، کمزوری چل رہی ہے مگر اب میں کوٹھی کے لان میں ٹہل بھی لیتا ہوں، ویسے ڈاکٹر پراچہ صاحب نے جو میرے پچھلے سال کے معالج ہیں کارڈیوگرام بھی لیا ہے اور یہ رائے ظاہر کی ہے کہ دل کی حالت بالکل ٹھیک ہو چکی ہے فالحمد للہ

والسلام - خاکسار محمد علی

اخبار و افکار

ملحد سے مُسلم

مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی اپنے اخبار "صدق جدید" یکم جون ۱۹۵۱ء میں بعنوان "سچی باتیں" رقمطراز ہیں:-

"۱۹۱۲ء کا ذکر ہے میں لکھنؤ کیننگ کالج میں بی اے کا طالب علم تھا، اور عقائد کے اعتبار سے مسلم سے کہیں زیادہ ملحد یا اس وقت کی اصطلاح میں لا ادری (ایگناسٹک) تھا۔ معلوم ہوا کہ شہر کے نئے زنانہ مسلم گرلز کالج میں نئی پرنسپل ایک انگریز خاتون مس پوپ ہو کر آئی ہیں جو مسلم ہیں اور نیا اسلامی نام آمنہ رکھتی ہیں۔ خبر بالکل انوکھی معلوم ہوئی اور بڑا اشتیاق ان سے ملنے کا ہوا۔ دل تو ترک اسلام کی خبروں کا منتظر رہا کرتا تھا۔ اور اسلام سے مغربیت کی جانب منتقل ہونے کے بہانے ڈھونڈھتا رہتا تھا۔ چہ جائیکہ کوئی پڑھی لکھی برق دم خاتون ادھر سے ادھر آئے! ــــ بہرحال ملاقات کے لئے گیا۔ اور معلوم ہوا کہ موصوفہ پر اثر سب سے زیادہ رائٹ آنریبل سید امیر علی کی کتابوں کا پڑا۔ اور باضابطہ اسلام غالباً خواجہ کمال الدین مرحوم کے نئے نئے اسلامک مشن (ووکنگ) میں جا کر قبول کیا۔ واپسی میں ان کی گفتگو سے اچھا خاصا متاثر آیا۔ اور ذہن میں یہ خلش ہر کرابر پیدا ہو گئی۔ کہ اسلام (نعوذ باللہ) ایسی فرسودہ چیز تو نہیں کہ ہر روشن خیال اسے چھوڑ ہی دے بلکہ ایسی کشش رکھتا ہے کہ کچھ لوگ تو ادھر سے بھی اس کی طرف کھنچ کر آ رہے ہیں!

"چند سال بعد ایک عزیز کے پاس مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا تازہ انگریزی ترجمۃ القرآن دیکھا۔ اور اس نے خاص طور پر اثر کیا۔ انگریزی کی وقعت و عظمت ہی دل پر کچھ ایسی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہی باتیں اپنے ہاں کے مولویوں کی زبانی سن کر حقیر ہی معلوم ہوتی تھیں، لیکن انہیں کو جب انگریزی زبان میں پڑھا تو وہ حقائق و معارف نظر آنے لگے ــــ

امیر جماعت لاہوری کے دوسرے عقائد اور خیالات جتنے بھی مسلک اہل حق سے ہٹے ہوں۔ وہ سب اپنی جگہ پر لیکن اسلام کے بنیادی عقائد کی تبلیغ کے لئے ہرگز ضروری نہیں کہ مبلغ خود سو فیصدی صحیح العقائد ہو۔ اور جسٹس امیر علی مرحوم کے عقائد کی حالت تو اور بھی گئی گزری تھی، وہ تو شاید وحی الٰہی کے بھی پوری طرح قائل نہ تھے۔ لیکن بہرحال موثر ان کی بھی تبلیغ ثابت ہوئی اور لوگوں کو کفر کی ظلمتوں سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لے آنے میں معین ہوئی ــــ اور اس منزل پر پہنچ کر بڑی قدر اس حدیث کی ہوتی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کبھی کبھی

ان اللہ یوید	اللہ تعالےٰ اپنے اس دین کی تائید
ھذا الدین	نصرت فاسقوں کے ذریعہ سے
بالرجل الفاجر	بھی کرتا رہتا ہے۔

غلطیاں اصول میں ہوں یا فروع میں۔ بہرحال غلطیاں ہیں۔ اور ہر طرح انہیں نظر انداز کر دینا صحیح نہیں۔ اسی طرح بلکہ اس سے بڑھکر غلطی یہ ہے کہ فروع کو اٹھا کر اصول کے مرتبہ پر رکھ دیا جائے۔"

مولانا عبدالماجد صاحب کے اس اعتراف حق کا کہ حضرت مولنا محمد علی صاحب ایدہ اللہ کا انگریزی ترجمہ قرآن انہیں ملحد سے مسلم بنانے کا موجب ہوا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم اس قدر عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ رجل فاجر سے تائید دین والی حدیث تو بیشک صحیح ہے، لیکن یہ بھی کیا عجیب بات ہے کہ اس زمانہ میں جو بھی دین کی تائید ہو رہی ہے اور جہاں کہیں ہو رہی ہے وہ آپ کے مزعومہ "رجال فاجر" ہی کے ذریعہ ہو رہی ہے کوئی ایک بھی "رجل صالح" نہ اٹھا جس کے ذریعہ دین کو کچھ بھی مدد مل سکتی اور مولانا عبدالماجد کی طرح کوئی ایک ہی ملحد مسلمان بن جاتا، کیا دین حق اب فاجروں ہی کے لئے رہ گیا ہے کہ اس کی صداقت و عظمت کے اظہار کے لئے وہی ہر قسم کی قربانیاں کرتے اور جدوجہد سے کام لیتے ہیں اور ان کے فجور اور غلطیوں کے باوجود ایک دو نہیں سینکڑوں اور ہزاروں کفار و ملحدین ان کے ذریعہ مسلمان بنتے چلے جا رہے ہیں اگر "رجل فاجر" اور غلط عقائد رکھنے والے لوگ ایسے ہی موید من اللہ ہوتے ہیں تو ان "رجال صالح" سے ہزار درجہ بہتر ہیں جن کے صحیح عقائد کوئی اثر پیدا نہ کر سکے اور نہ ان کی صلاحیت کسی ملحد کو مسلم بنانے کے کام آ سکی ان اللہ یوید ھذا الدین بالرجل الفاجر کا مطلب تو یہ ہے کہ کبھی کبھی کسی فاجر کے ذریعہ بھی دین کی تائید ہو جاتی ہے جیسے کوئی غیر مسلم اسلام کی تائید میں کوئی مضمون لکھدے نہ یہ کہ تائید دین فاجروں ہی کے حصہ میں آ جائے اور نام نہاد صالحین کو کوئی توفیق ہی میسر نہ آئے۔

سید احمد صاحب بریلوی اور احرار

احراری اخبار "آزاد" ۹ جون صفحہ ۲ سے:-

"سید احمد رحمۃ اللہ علیہ اور مولنا محمد اسمٰعیل شہید مجاہدین کا گروہ لے کر سکھ حکومت کے خلاف جہاد کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ پہلے سندھ گئے وہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔ اور اس دور میں انہوں نے پند و نصائح وعظ اور درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا۔ سندھ کے ہزاروں لوگ اس سے متاثر ہوئے انہوں نے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور مجاہدانہ زندگی گزارنے کا عہد کیا ان عہد کرنے والوں میں سروں کے آباء و اجداد اور ان کے راہنما تھے یہ ایک لمبی کہانی ہے جو اس مضمون کی متحمل نہیں ہو سکتی، اگر مجھے مہلت ملی اور تحریک مجاہدین کی مفصل تاریخ لکھنے کا موقعہ ملا تو اس پر پوری روشنی ڈالی جائے گی۔ سندھ سے مجاہدین کا یہ گروہ غزنی اور قندھار سے ہوتا ہوا پاکستان میں آیا اور اس طرف سے سکھ حکومت کے ساتھ جنگوں کا سلسلہ شروع کیا۔ ہر میدان ہر حملہ اور ہر لڑائی میں سکھوں کو شکستیں ہوئیں۔ حتیٰ کہ سکھ شمال مغربی سرحدی صوبہ کو خالی کر کے اٹک پار آ گئے اب سید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے صوبہ سرحد میں حکومت الٰہیہ قائم کر کے لاہور پر فیصلہ کن حملہ کی تیاریاں شروع کیں۔

"ادھر خود غرض امراء نے امن، عدل و انصاف اور مساوات کو برداشت نہ کیا۔ وہ اندر ہی اندر سازشوں میں مصروف ہو کر عوام کو اپنے نجات دہندہ کے خلاف مشتعل کرنے لگے۔ عوام شیطان امراء کے فریب میں آ کر اپنی جنت ڈھانے لگے۔ سرحدی شہروں کی سازش مکمل ہو گئی۔ اور ایک ہی رات میں تمام سرکردہ جو درس قرآن دینے اور زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر تھے قتل کئے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ صحابہ کرام کے بعد قائم ہونے والا حکومت الٰہیہ کا یہ نظام پریشان ہو کر رہ گیا۔"

(آزاد ۹ جون ۱۹۵۱ء)

اس تمام بیان سے ظاہر ہے کہ آج جو سلوک مجدد زمانہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے متبعین کے ساتھ احرار کی طرف سے ہو رہا ہے وہی سلوک اس سے پہلے حضرت سید احمد صاحب اور مولانا اسمٰعیل شہید کے ساتھ اس زمانہ کے احرار نے کیا اور اگر اور پیچھے چلے جائیں تو ایک بھی ایسا خدا رسیدہ بزرگ نہ ملے گا جس کو ان ظالم لوگوں نے جو آج احرار کے نام سے موسوم ہیں طرح طرح کے دکھ اور اذیتیں نہیں پہنچائیں، یہی بات حضرت مجدد وقت کی صداقت پر ایک کھلی دلیل ہے کاش کوئی سمجھنے والا دل کی آنکھوں سے دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرے۔

(بقیہ مقالہ از صفحہ ۳)

اپنے متعلق نبی کا لفظ استعمال کیا ہے، جس کے مفہوم میں قادیانی اور لاہوری جماعت میں اختلاف ہے، لاہوری جماعت اسکو مجاز اور استعارہ سمجھتی ہے اور قادیانی اسکو حقیقی نبوت قرار دیتے ہیں اور یہ ایسا ہی اختلاف ہے، جیسا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق پایا جاتا ہے، کہ ان کے کلام میں ابن اللہ کا لفظ آ جانے سے ایک فریق نے انہیں اصلی اور حقیقی معنوں میں ابن اللہ مان لیا اور دوسرا فریق اسکو مجاز اور استعارہ سمجھتا ہے۔ اسکو مداری کی پٹاری میں ہر قسم کا مال قرار دینا اپنی کوتاہ فہمی اور ذہن کی پستی کا ثبوت دینا ہے۔"

اسی مضمون میں "کوثر" نے اس امر پر بھی بحث کی ہے کہ ختم نبوت کے بعد صحابہ کرام کے علاوہ کسی اور شخص کو امام ہدایت تسلیم کرنا ضروریات دین میں شامل نہیں" یہ مسئلہ بجائے خود ایک علیحدہ بحث کو چاہتا ہے اس لئے ہم اسی پر آئندہ اشاعت میں غور کریں گے۔

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

اس مضمون میں قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے اس حصہ کو جس میں اجرائے نبوت پر بحث کی گئی ہے سامنے رکھتے ہوئے ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ——— (بسلسلہ ——— اشاعت گذشتہ)

ختم نبوت از روئے حدیث

چھٹی حدیث

عن جبیر بن مطعم قال سمعت النبی صلعم ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی متفق علیہ

(مشکوٰۃ باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ فصل اول)

ترجمہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے تھے میرے بہت سے نام ہیں میں محمد ہوں میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں جس سے اللہ تعالے کفر کو محو کرتا ہے میں حاشر ہوں میرے قدموں پر لوگ جمع ہوں گے۔ اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث میں جو بخاری، مسلم، ترمذی اور بعض اور کتب حدیث میں موجود ہے، اور بلحاظ سند ہر طرح ثقہ اور قابل اعتبار قرار دی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفائی کے ساتھ اپنے آپ کو نہ صرف عاقب قرار دیا ہے جس کے معنے کئے گئے ہیں الذی لیس بعدہ نبی یعنے عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں بلکہ انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی میں بھی آپ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے، کہ تا قیامت آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا چنانچہ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ویحتمل ان یکون المراد بالقدم الزمان ای وقت قیامی علی قدمی بظہور علامات الحشر اشارۃ الی انہ لیس بعدہ نبی ولا شریعۃ یعنے اس فقرہ (یحشر الناس علی قدمی) میں قدم سے زمانہ مراد ہے یعنے جب میں علامات حشر کے ظاہر ہونے پر اپنے قدموں پر کھڑا ہوں گا اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے، کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی شریعت، (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۰۲ مصری) لیکن اس میں تو اشارہ ہی تھا اگلے فقرہ (وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی) میں صراحت کر دی اور صفائی کے ساتھ کھول کر بیان کر دیا کہ میں عاقب ہوں جس کے معنے یہ ہیں کہ تیرے بعد کوئی نبی نہیں - قادیانی نوٹ بک نویس کو اس پر یہ اعتراض ہے کہ :-

اعتراض نمبر ۱ - شمائل ترمذی شریعت مجتبائی میں جہاں حدیث ہے وہاں والعاقب الذی لیس بعدہ نبی کے الفاظ کے اوپر بین السطور لکھا ہے ھذا قول الزہری کہ یہ آنحضرت صلعم کا قول نہیں بلکہ علامہ زہری کا اپنا قول ہے۔

الجواب :- اس کا جواب حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں دیا ہے فرماتے ہیں واما قولہ الذی لیس بعدہ نبی فظاہرہ الادراج ایضاً لکن وقع فی روایۃ سفیان بن عیینۃ عند الترمذی وغیرہ بلفظ الذی لیس بعدی نبی یعنی آپ کا قول الذی لیس بعدہ نبی بظاہر راوی کی طرف سے داخل کیا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن ترمذی کے نزدیک سفیان بن عیینہ کی روایت میں یہ لفظ ہیں الذی لیس بعدی نبی یعنے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں وہ عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اس سے ظاہر ہے کہ جس طرح سے آنحضرت صلعم نے اپنے دیگر اسماء ماحی اور حاشر کے معنے خود کئے ہیں عاقب کے معنے بھی آپ نے خود ہی الذی لیس بعدی نبی کئے، امام زہری نے اس کو اپنے لفظوں میں الذی لیس بعدہ نبی کر دیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معنے نہ کئے ہی نہیں۔

اعتراض نمبر ۲ - عاقب عربی لفظ ہے اور صحابہ بھی عرب تھے پھر آنحضرت صلعم کو عاقب کا ترجمہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

الجواب :- یہ کوئی ضروری نہیں کہ تمام عرب اپنی زبان کے ہر لفظ کے صحیح مفہوم سے پورے طور پر واقف ہوں، ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنے ہوتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاقب کا ترجمہ اس لئے کیا کہ اس کے معنوں کی تخصیص ہو جائے اور صرف اس لفظ کے نہیں آپ نے ماحی اور حاشر کے بھی معنے کئے ہیں، اور دوسرے مواقع پر کئی اور عربی الفاظ کے معنے بھی آپ سے مروی ہیں قرآن کریم کی تفسیر بھی اور احادیث کی کتابوں میں آپ سے مروی ہے حالانکہ قرآن بھی عربی زبان میں ہے اور جن پر نازل ہوا وہ بھی عرب ہی تھے۔

(۲) اگر عربوں کو عربی الفاظ کا ترجمہ سمجھانے کی ضرورت نہیں اور وہ ٹھیک طور پر ہر لفظ کا مطلب و مفہوم سمجھ سکتے ہیں تو عاقب کا جو ترجمہ زہری نے کیا ہے الذی لیس بعدہ نبی وہ اسی فہم کا نتیجہ ہے جو عاقب کے معنے عربوں نے سمجھے پھر آپ کے معنے صحیح ہو سکتے ہیں یا اہل زبان کے؟

اعتراض نمبر ۳ - ملا علی قاری نے ——— الذی لیس بعدہ نبی کسی صحابی یا بعد میں آنے والے نے بطور تشریح بڑھا دیا ہے، اور ابن اعرابی نے کہا ہے کہ عاقب وہ ہوتا ہے جو کسی اچھی بات میں اپنے سے پہلے کا قائم مقام ہو۔

الجواب :- امر اول کا جواب اوپر دیا جا چکا ہے اور اگر یہ صحیح بھی ہو کہ کسی صحابی یا بعد کے کسی شخص نے یہ تشریح کی ہے تو بھی بقول معترض چونکہ عرب عربی کلام کے معنے صحیح طور پر سمجھتے ہیں اسی لئے تو یہی قابل قبول ہے اور اس سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا رہا ابن اعرابی کا بیان۔ اس سے لیس بعدہ نبی کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اس معنے کی وجہ بیان کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ عاقب وہ ہوتا ہے، جو نیکی میں پہلوں کا قائم مقام ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت میں تمام سابق انبیاء کے قائم مقام ہیں اس لئے آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آسکتا تعجب ہے کہ ایسی صاف اور سیدھی باتوں کو طرح طرح کی رنگ آمیزیوں سے کچھ کا کچھ بنایا جا رہا ہے حدیث میں صاف طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پانچ نام بیان کئے ہیں، پہلے دو ناموں محمد اور احمد کی تفسیر نہیں کی، ماحی کے معنے بھی بتائے کہ یمحو اللہ بی الکفر میرے ذریعہ اللہ تعالے کفر کو زائل کرے گا، حاشر کے معنے بھی بتائے کہ یحشر الناس علی قدمی لوگ میری اتباع میں جمع ہوں گے، قدم کے معنے اثر کے گئے ہیں، رسول اللہ صلعم کے اثر پر جمع ہونا گویا آپ کی اتباع میں جمع ہونا ہے مطلب یہ ہے کہ تمام اقوام کے لوگ میرے دین پر جمع ہوں گے اس سے ختم نبوت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے، ان دو ناموں کی تشریح کے بعد تیسرے نام عاقب کی تفسیر بھی جیسا کہ فتح الباری سے ثابت کیا جا چکا ہے آپ ہی سے مروی ہے کہ الذی لیس بعدی نبی۔ جس طرح پہلی دونوں تشریحیں متکلم کے صیغے میں ہیں یہ بھی متکلم ہی کے صیغے میں ہونی چاہیئے تھی اور بصیغہ غائب کے صیغہ میں کسی صحابی نے روایت بالمعنی کے طور پر بیان کر دیا تو اس سے متکلم کے صیغہ میں اس کا خود رسول اللہ صلعم سے مروی نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد صحابہ میں بھی یہی عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور اجرائے نبوت کا عقیدہ قادیان کی موجودہ خلافت سے پہلے سننے میں نہیں آیا) اور یہی اس کے بطلان کی دلیل ہے،

ساتویں حدیث

عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یبعث نبیاً الا حذر امتہ الدجال وانا اخر الانبیاء وانتم اخر الامم (الی قولہ) فانہ یبدأ فیقول انا نبی ولا نبی بعدی

(ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ صفحہ ۳۰۷ مطبوعہ مطبع نظامی دہلی)

ترجمہ :- ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا اور میں آخری نبی ہوں اور تم

بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث میں تین باتیں قابل غور ہیں:۔

(۱) ہر نبی اپنی امت کو دجال سے ڈراتا رہا۔

(۲) میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو (یعنی میرے بعد نہ کوئی نبی آئیگا اور نہ کوئی امت ہوگی جس کو ڈرایا جائے)

(۳) دجال نبی ہونے کا دعوےٰ کرے گا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس سے بڑھکر انقطاع نبوت کی صراحت اور کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن قادیانی پاکٹ بک نویس نے بمصداق ہرچہ گیرد علتی علت شود اس پر لکھا ہے کہ:۔

اعتراض نمبر ۱:۔ حدیث کے الفاظ ہی بتا رہے ہیں کہ اس میں صرف ان انبیاء کا ختم ہونا مذکور ہے جو آ کر نئی امت بناتے ہیں (اور وہ جو نئی شریعت لیکر آئیں) اور آنحضرت صلعم کی اقتدا، اور متابعت سے باہر ہو کر دعوےٰ نبوت کریں۔

الجواب:۔ شریعت اور غیر شریعت کا تو اس میں کوئی ذکر نہیں البتہ انتم اخر الامم ضرور فرمایا ہے، اور اگر یہ صحیح ہے کہ امت محمدیہ ہی آخری امت ہے اور کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو اپنی امت بناتے تو یہی باعث انقطاع نبوت پر دال ہے، کیونکہ کوئی نبی بغیر امت کے نہیں ہو سکتا جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"جو شخص نبوت کا دعوےٰ کرے گا اس دعوے میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام سنائے جو اس پر خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بناوے جو اس کو نبی سمجھے اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہے"

(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۴۴)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک نبی کے لئے اپنی امت بنانا اور کتاب اللہ لانا دونوں ضروری چیزیں ہیں اور انہی دونوں چیزوں کے آنحضرت صلعم پر ختم ہو جانے کی وجہ سے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ یا تو قادیانی صاحبان کھلے طور پر اپنے آپ کو امت محمدیہ نہیں بلکہ مسیح موعودؑ کی امت قرار دیں اور یہ اعلان کریں کہ امت محمدیہ آخر الامم نہیں ہے اور آپ کے الہامات کو کتاب اللہ یقین کریں، تو یہ ایک ایسی پوزیشن ہوگی جس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہو سکتا اور اگر یہ نہیں تو امت محمدیہ کو آخر الامم اور قرآن کو آخری کتاب یقین کر کے نبوت کے منصب پر محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کسی کو نہیں بٹھایا جا سکتا، جیسا کہ آپ نے انی اخر الانبیاء کے الفاظ میں فرمایا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۲:۔ صحیح مسلم میں ہے فانی اخر الانبیاء وان مسجدی اخر المساجد یعنے میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔

(مسلم باب فضل الصلوٰۃ فی المسجد المدینۃ ومکۃ)

کیا آنحضرت صلعم کی مسجد کے بعد اور کوئی مسجد نہیں بنی؟ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اب میری مسجد کے بعد کوئی ایسی مسجد نہیں بن سکتی جو اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے نہ بنائی گئی ہو جو میری مسجد کا مقصد ہے یا جس میں وہ نماز نہ پڑھی جائے جو میری مسجد میں پڑھی جاتی ہے یا جس کا قبلہ اور ہو پس یہی آخر الانبیاء کا مطلب ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو نئی شریعت لائے یا میری شریعت کے خلاف ہو یا میری اتباع سے باہر ہو کر دعوےٰ کرے" (ملخصاً از ص ۴۵۱)

الجواب:۔ مسجدی اخر المساجد کے جو معنے کئے گئے ہیں وہ خود غلط ہیں کیا جتنے گرجے اور مندر اور گوردوارے اور صومعے آنحضرت صلعم کے بعد تعمیر ہوئے یا ہو رہے ہیں وہ سب اسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں جو آنحضرت صلعم کی مسجد کا مقصد ہے؟ کیا ان سب کا قبلہ وہی ہے جو آنحضرت صلعم کی مسجد کا قبلہ ہے؟ اگر نہیں تو مسجدی اخر المساجد کے جو معنے معترض نے کئے ہیں وہ کیونکر صحیح ہو سکتے ہیں۔ دوسری روایت میں جو پہلے نقل ہو چکی ہے مسجدی خاتم المساجد الانبیاء فرمایا ہے، جس کا مطلب صاف ہے کہ انبیاء نے جو عبادت گاہیں بنائیں ان میں میری مسجد آخری ہے، گویا خود یہ مثال بھی ختم نبوت ہی کی مؤید ہے، جس میں صاف طور پر آنحضرت صلعم نے بتایا ہے کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کی مساجد میں سے آخری مسجد ہے نہ میرے بعد کوئی اور نبی آئیگا اور نہ وہ کوئی اور مسجد بنائے گا۔ اگر کوئی نبی آپ کے بعد آسکتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ وہ امت بھی اپنی بنا سکتا ہے، اور مسجد بھی جس کو موجودہ مساجد کی طرح آنحضرت صلعم کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا بلکہ اس نبی کی مسجد قرار دیا جائے گا۔

اعتراض نمبر ۱۳:۔ ... میں لفظ "آخر" کی مثالیں بعض عربی اور اردو شعرا کے کلام سے اس بات کے ثبوت میں نقل کی ہیں کہ اس کے معنے ختم کرنے والا کے نہیں بلکہ عدیم المثال بے نظیر صاحب کمال وغیرہ کے ہیں جیسے امام ابن تیمیہ کو امام سیوطی نے آخر المجتہدین لکھا ہے اور اقبال نے داغ کی موت پر لکھا ہے

"آخری شاعر جہان آباد کا خاموش ہے"

الجواب:۔ یہ تعجب ہے کہ نہ لا کے معنے انقطاع اور نفی کے ہو سکتے ہیں اور نہ آخر کے معنے بند کرنے کے ہیں، پھر وہ کونسا عربی لفظ ہے جس سے قطعی بند کرنے کا مفہوم نکل سکے، کیا کوئی عقلمند دنیا میں ہے جو لفظ آخر کی ان مثالوں سے یہ مان لے کہ اس لفظ کے معنے ختم یا انتہا کرنے کے ہو ہی نہیں سکتے۔ ہر لفظ کا ایک مجازی استعمال ہوتا ہے، اس سے اس کے حقیقی معنوں کی نفی نہیں ہو جاتی، ورنہ کل کو کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ صلوٰۃ کا لفظ چونکہ دعا کے معنوں میں قرآن نے استعمال کیا ہے ان صلوٰتک سکن لھم اس لئے اقیموا الصلوٰۃ کے معنے محض دعا کرنے کے ہیں اور وہ نماز جو مسلمانوں میں رائج ہے بالکل صحیح نہیں ظاہر ہے کہ ایسی باتیں وہی منہ سے نکال سکتا ہے جو فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ کا مصداق ہو۔

آٹھویں حدیث

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلعم یسمی لنا نفسہ اسماء فقال انا محمد واحمد والمقفی۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب اسماء النبی صلعم)

یعنی ابو موسےٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم اپنے کئی نام ہمیں بتلاتے تھے، آپ نے فرمایا میں محمد اور احمد اور مقفی ہوں۔

اس حدیث میں مقفی کے معنے محدثین نے پیچھے آنے والا یا آخر النبیین کے کئے ہیں لیکن قادیانی پاکٹ بک نویس کا بیان ہے کہ:

اعتراض:۔ علامہ ابن الاخیاری فرماتے ہیں:۔

ومعناہ المتبع للنبیین (اکمال الاکمال شرح مسلم جلد ۶ ص ۱۴۳) کہ مقفی کے معنے ہیں وہ جس کی انبیاء اتباع کریں گویا یہ نام بذات خود اس بات کا مقتضی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد انبیاء آویں جو آپ کی پیروی اور اتباع کریں۔ اس کو انقطاع نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کرنا نادانی ہے۔

الجواب:۔ (۱) جو شخص کسی دوسرے نبی کا متبع ہو وہ تو نبی ہی نہیں ہو سکتا۔ مجازاً اس کو رنگ نبوت پانے کی وجہ سے نبی کہا جا سکتا ہے اس لئے اگر المتبع للنبیین کے معنے یہی ہیں کہ کوئی نبی آپ کے تابع ہوں تو وہ وہی رنگ نبوت پانے والے مجازی نبی یا اولیاء اللہ ہو سکتے ہیں، جو امت میں ہوتے رہے ہیں اصل نبوت کا دروازہ بند ہے۔

(۲) مقفی کے صرف وہی معنے نہیں جو صاحب اکمال الاکمال نے کئے ہیں بلکہ تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ مقفی کے معنے سب سے پیچھے آنے والے کے ہیں چنانچہ زاد المعاد میں لکھا ہے:۔

فالمقفی الذی قفی من قبلہ من الرسل فکان خاتمھم واخرھم (زاد المعاد برحاشیہ شرح مواہب اللدنیہ ص ۷۷ مطبوعہ مصر) یعنی مقفی وہ ہے جس سے پہلے رسول گذر چکے ہوں پس وہ رسولوں کا خاتم ہوا اور ان کے آخر میں آئے۔

حیرانی ہے کہ قادیانی پاکٹ بک نویس کو یہ معنے جو تمام شرح حدیث میں اس حدیث کے نیچے لکھے ہیں کیوں نظر نہ آئے؟ کیا اس لئے کہ ان سے امکان اجرائے نبوت کی تردید ہوتی ہے۔

نویں حدیث

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل ادم بالھند واستوحش فنزل جبریل فنادی بالاذان اللہ اکبر اللہ اکبر مرتین اشھد ان لا الہ الا اللہ مرتین اشھد ان محمدا رسول اللہ مرتین قال ادم من محمد قال اخر ولدک من الانبیاء (رواہ ابن عساکر)

ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدم علیہ السلام ہند میں آئے اور متوحش ہوئے پھر جبرئیل نازل ہوئے اور اس نے اذان دی اللہ اکبر اللہ اکبر دو مرتبہ اشہد ان لا الہ الا اللہ دو مرتبہ، اشہد ان محمد رسول اللہ دو مرتبہ، آدم نے کہا محمد کون ہے، جبرئیل نے کہا انبیاء میں سے آپ کا آخری فرزند اب فرمایئے اس سے زیادہ صراحت اور کیا ہوگی۔ یہ جبرائیل علیہ السلام کی شہادت ہے جو رسول اللہ صلعم نے بیان کی کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کو انبیاء میں آدم کا آخری بیٹا قرار دیا کیا یہاں بھی آخر کے معنے افضل یا اول بتانے کی کوشش کی جائے گی؟

(باقی بر صفحہ ۱۱)

حضرت مسیح موعود کی صداقت کے بیّن نشانات

جلسہ یوم وصال پر احباب کی تقاریر

گذشتہ اشاعت میں حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی وہ تقریر درج ہو چکی ہے جو جلسہ یوم وصال مسیح موعود میں آپ نے کی۔ آپ کی اس تقریر کے بعد جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے حضرت مسیح موعود کے وقت کا ایک واقعہ بیان کیا آپ نے امریکہ کے انیگزنڈر رسل ویب کا قصہ سناتے ہوئے کہ ان کو حضرت مسیح موعود کے اشتہار براہین احمدیہ کو پڑھکر اسلام کی طرف رغبت پیدا ہوئی اور حضرت مسیح موعود کے ساتھ خط و کتابت کرنے سے وہ آخر کار مسلمان ہو گئے جس کے بعد کلکتہ کے ایک نیک دل تاجر حاجی عبداللہ نے ان کو تبلیغ اسلام کے لئے تیار کر لیا اور ان کو ساتھ لے کر چندہ کرنے کے لئے انہیں ہندوستان میں بلایا اور جب یہاں آکر انہوں نے حضرت مسیح موعود سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تو انہیں یہ کہکر روک دیا گیا کہ ان کی مخالفت عام ہے اور ان سے ملنے سے تبلیغ اسلام کی سکیم فیل ہو جائے گی لیکن چندہ کافی نہ ہوا اور حاجی عبداللہ نے اپنے سندھ کے پیر سید اشہاءالدین عرف پیر صاحب جھنڈے والے کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے درخواست کی کہ امریکہ میں تبلیغ اسلام کے متعلق استخارہ کریں، پیر صاحب نے استخارہ کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ یورپ اور امریکہ میں اسلام کا پھیلنا میرزا غلام احمد امام الزمان کے روحانی تصرف سے مقدر ہے۔ اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب کی مخالفت زوروں پر تھی۔ اس لئے حاجی عبداللہ نے پیر صاحب کو دوبارہ استخارہ کے لئے عرض کیا۔ پیر صاحب نے پھر توجہ کی تو کشف میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ نے فرمایا میرزا غلام احمد اس زمانہ میں میرا نائب ہے جو وہ کہتا ہے کرو۔ اس پر پیر صاحب نے کہا کہ اب تو مجھے خود مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے لیکن حاجی عبداللہ نے کہا آپ کے جانے کی ضرورت نہیں میں خود جاؤں گا چنانچہ حاجی عبداللہ اور پیر صاحب کے ایک نائب قادیان جا کر آپ سے ملے اس کے بعد حاجی عبداللہ کی تبلیغی سکیم تو رہ گئی اور ویب صاحب نے دوبارہ حضرت مسیح موعود سے خط و کتابت شروع کی، اور آپ کی ہدایات کے مطابق کام کرتے رہے۔

اسی ضمن میں مقرر نے اس زمانہ کے مشہور اسلامی مبلغ مولوی حسن علی کا قصہ سنایا کہ کس طرح وہ اپنی تمام شہرت اور ہردلعزیزی پر لات مار کر حضرت مسیح موعود کے خدام میں شامل ہو گئے۔

اس تقریر کے بعد جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کیمیکل اگزیمنر لاہور نے حضرت مرزا صاحب کے بعض نشانات کو آپ کی صداقت میں پیش کیا اور ان کی مختصر سی تشریح بھی کی ڈاکٹر صاحب موصوف نے فرمایا کہ یہ جگہ جہاں ہم اکٹھے ہوئے ہیں یہ بھی حضرت صاحب کی صداقت پر ایک نشان ہے آپ کا الہام تھا کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ مکہ اور مدینہ کے الفاظ سے بعض معترضین خواہ مخواہ بھڑکتے ہیں حالانکہ یہاں ان کا استعمال بطور استعارہ ہے۔ جس طرح مکہ وہ جگہ ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت ہے اور جہاں اسلام کی تبلیغ کو روکا گیا۔ اور مدینہ وہ جگہ ہے جہاں نہ صرف آپ فوت ہوئے بلکہ وہاں سے اسلام کا نور دنیا کے کناروں تک پھیلا۔ اسی مناسبت سے حضرت میرزا صاحب کی جائے پیدائش اور آپ کے اس مرکز کو جہاں سے دوبارہ اسلام کی شعاعیں تمام دنیا میں پھیلنی مقدر تھیں۔ مکہ اور مدینہ کہدیا گیا۔ اب واقعات نے ثابت کر دیا کہ لاہور فی الواقع مدینۃ المسیح ہے۔ کیونکہ آپ کی وفات یہاں اس مکان میں (حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم کے مکان کی طرف اشارہ کیا) ہوئی۔ پھر آپ مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ جس قدر قرآن کریم کی اشاعت اور دیگر اسلامی لٹریچر کی اشاعت اس مرکز سے ہوئی اتنی کسی اور جگہ سے ہرگز نہیں ہوئی۔

اسی ضمن میں آپ نے چند اور الہامات کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے الوصیت سے چند ایک اقتباسات حاضرین کو پڑھکر سنائے۔ جس سے حاضرین بہت متاثر ہوئے۔

ڈاکٹر صاحب کے بعد مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ روحانی معلم بن کر آتے ہیں، ان کی شان ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ دنیاوی لیڈر تو اپنے وقت پر پہچانے جاتے ہیں۔ لیکن روحانی لوگ اپنی زندگی میں پہچانے نہیں جاتے۔ یہ اس لئے کہ ان کی بعثت کے وقت دنیا گری ہوئی ہوتی ہے اور وہ اس بلندی کو جس بلندی سے وہ روحانی لوگ کلام کرتے ہیں۔ سمجھنے سے بالکل قاصر ہوتے ہیں۔ آخر بعد میں پے در پے ناکامیوں اور مصائب سے قوم کو ان لوگوں کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے آپ نے بتایا کہ اس وقت ہمارے سامنے دنیا میں دو ہستیاں ہیں جن کے پیرو کثرت سے دنیا میں موجود ہیں ایک تو حضرت عیسٰی ہیں اور دوسرے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دیکھ لیجئے ان کا اپنے زمانہ میں کیا حال رہا۔ حضرت عیسٰی کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ بالآخر یہودیوں نے انہیں صلیب پر لٹکا دیا۔ اس بے سروسامانی کی حالت میں کھلے طور پر کوئی بھی اپنے آپ کو ان کا پیرو ظاہر نہیں کرتا تھا۔ لیکن ایک زمانہ آیا کہ بڑی بڑی متمدن قومیں حضرت عیسٰی کے دین میں شامل ہو گئیں اور انہیں خدا ماننے لگیں۔

اس کے ساتھ ہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات کو دیکھیں۔ آج اس مہذب زمانہ میں بھی بڑی بڑی مہذب قومیں آپ کو گالیوں سے یاد کرتی ہیں۔ غور فرمائیں اتنی بڑی شان کے رسول کی بھی اتنی دیر کے بعد قبولیت مقدر ہے۔

اسی طرح حضرت میرزا صاحب بھی جب مسیح موعود ہو کر آئے تو ان کی بھی مخالفت بڑے زوروں سے ہوئی اور آج تک جاری ہے لیکن اس شدید مخالفت کے باوجود بھی ایک گروہ نے آپ کو پہچان لیا۔ یہ لوگ جو اوائل میں ماموریں کو پہچان لیتے ہیں، ان کی روحانی نظر تیز ہوتی ہے۔ شروع شروع میں حضرت میرزا صاحب کو پہچاننے والوں کی کثرت کوئی بڑے پڑھے لکھے افراد پر مشتمل نہ تھی بلکہ اکثر لوگ غریب اور ان پڑھ تھے۔ لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان لوگوں کی نظریں بلند تھیں۔ ہم لوگ بہت ہی مبارک اور خوش قسمت ہیں جنہوں نے مامور کو اپنے وقت پر پہچانا۔ آج حالات گو بظاہر مایوس کن ہیں لیکن ایک زمانہ آنے والا ہے کہ حضرت میرزا صاحب کی بھی پہلے ماموریں کی طرح قبولیت ہو گی اور ضرور ہو گی۔

ماموریں کے کلام میں ایک شان ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت میرزا صاحب فرماتے ہیں :-

آسماں بارد نشاں الوقت مے گوید زمیں

اس میں آپ نے اپنی صداقت کی دلیل پیش کی ہے۔ اس کے دو حصے ہیں اول یہ کہ اللہ تعالےٰ میری صداقت کے ثبوت میں آسمان سے نشانات ظاہر کر رہا ہے اور دوم یہ کہ زمین کا بھی تقاضا ہے کہ کوئی معلم روحانی پیدا ہو۔

جب یہ فقرہ کہا گیا کہ الوقت مے گوید زمیں اس وقت زمین پر امن قائم تھا۔ یہ مغربی تہذیب اپنے پورے زوروں پر اور اپنے پورے کمال پر تھی۔ کسی شخص کے وہم میں بھی یہ بات نہ آتی تھی کہ یہ تہذیب بھی کبھی ختم ہو گی۔ لیکن آہستہ آہستہ ایسے واقعات رونما ہوئے جنہوں نے اس تہذیب کو تباہی کی طرف دھکیل دیا۔

آج جو یہ کیمونزم پھیل رہا ہے یہ کیوں ہے ان کا سلوگن یہ ہے کہ لوگوں میں انسانی ہمدردی کا مادہ نہیں رہا۔ یہ تشخیص بالکل صحیح ہے۔ واقعی اس تہذیب میں سوشل ہمدردی کا نام و نشان نہیں۔ لیکن اس کا علاج انہوں نے یوں پیش کیا کہ جبر کے ساتھ سوسائٹی میں اس ہمدردی کو پیدا کیا جائے۔ یہی اس فلسفہ کی تحریک ہے۔ کہ انسانی جذبات جو موجودہ تہذیب میں کام نہیں کرتے ان کو جبراً دوسرے کا ہمدرد بنایا جائے۔ لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا جبر کے ذریعہ سے نسل انسانی میں باہمی ہمدردی پیدا کی جا سکتی ہے؟ اس کا جواب ان لوگوں نے جو ایک مدت ان میں رہے اور بڑے پرجوش ممبر رہے خود ہی ایک تجربہ کے بعد ایک کتاب میں دیا ہے جس کا نام ہے۔

The God That Failed

ان کا کہنا ہے کہ جو بات ہمارے ذہن میں تھی کہ ہم ایک نظام اور جبر کے ذریعہ سے سوسائٹی میں باہمی ہمدردی پیدا کر سکیں گے یہ غلط ثابت ہوا۔ اور ہمارا تجربہ بالکل ناکام رہا۔ عین اس زمانہ میں جبکہ مغربی تہذیب اپنے پورے جوبن پر تھی۔ قادیان سے ایک آواز اٹھی ہے کہ اس تہذیب میں ایک فساد برپا ہونے والا ہے۔ خدائے واحد کی طرف توجہ کرو تا تم ہلاکت سے بچ سکو۔ واقعات کو دیکھ لو۔ اس دور میں صرف حضرت میرزا صاحب ہی کا وجود ہے جس نے بڑے زوردار الفاظ میں خدائے واحد کی طرف دعوت دی۔ فرمایا کہ یہ ایک خزانہ ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو خزانہ پانے کے لئے کوشش کرتے اور اسے حاصل کر لیتے ہیں۔ دیکھئے سب سے بڑی بات اور دست

(باقی بر صفحہ ۱۰)

والسابقون الاوّلون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی اللّٰہ عنهم ورضوا عنه

(بسلسلہ غلامانِ اسلام)

زید بن اسلم تابعی

جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

زید رحمہ حضرت فاروق اعظم رضہ جیسی، بلند پایہ ہستی کے غلام تھے جس کی پاک صحبت سے ادنیٰ لوگ بھی مستفید ہو کر پیکر علم و عمل بن گئے۔ زید نہ صرف حضرت عمر رضہ کے چشمہ علم سے سیراب ہوئے بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر کے فیض صحبت سے بھی مستفیض ہو کر دولت علم سے مالا مال ہو گئے حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کان من اهل الفقه والعلم اور لکھتے ہیں کان عالمًا بتفسیر القرآن۔ ابن سعد کے حوالہ سے امام حجر فرماتے ہیں کان ثقة کثیر الحدیث۔

زید نے اکثر صحابہ اور حضرت عائشہ صدیقہ سے سماع حدیث کیا (تہذیب التہذیب و تہذیب الاسماء) ان کے تلامذہ میں اسامہ - مالک بن انس - ابن جریج - ایوب سختیانی - عبیداللہ بن عمر اور دیگر اکابر تابعی تھے۔ تہذیب التہذیب

فقہ } فقہ میں انہیں خاص درک حاصل تھا - حافظ ذہبی - امام نووی - حافظ ابن حجر تمام ان کو باتفاق فقیہ مدینہ لکھتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ)

حلقہ درس } زید کا حلقہ درس مسجد نبوی میں تھا اعرج جو اس حلقہ کے ایک رکن تھے بیان فرماتے ہیں کہ ان کے حلقۂ درس میں چالیس بڑے بڑے فقہا شریک ہوتے تھے یہ لوگ باہم اتنے ہمدرد تھے کہ ہر شخص کا مال دوسرے کی ضرورت کے لئے وقف تھا (کاش یہ ہمدردی ہم میں بھی ہو - ناقل) اس حلقہ میں ایسی حدیثوں پر بحث مباحثہ میں وقت ضائع نہیں کیا جاتا تھا جن میں کوئی افادی پہلو نہ ہو۔ (تہذیب الاسماء)

زید کے حلقہ درس کی اہمیت } زید کے حلقۂ درس نے ایسی اہمیت اختیار کر لی تھی کہ امام زین العابدین اپنا خاندانی حلقہ چھوڑ کر ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے تھے ایک روز نافع بن جبیر نے امام زین العابدین پر اعتراض کیا کہ آپ اپنے خاندانی حلقہ کو چھوڑ کر ابن خطاب کے غلام کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے ہیں جواباً فرمایا آدمی اس مجلس میں شریک ہوتا ہے جس میں اس کے دین کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

پُرہیبت اور باوقار شخصیت } زید اپنے جلالیت علمی کی بدولت باوجود غلام ہونے کے ایک پُرہیبت اور باوقار شخصیت کے مالک تھے مالک بن عجلان بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر اور کسی کا اتنا رعب نہ تھا جتنا کہ زید بن اسلم کا تھا۔ لوگ آپ کی ہیبت سے اس قدر متاثر تھے کہ انہیں سوال کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

اس ہیبت کے باوجود انہیں لوگوں میں بڑی محبوبیت اور مقبولیت حاصل تھی آپ کے صاحبزادہ عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کبھی کبھی مجھے اپنے جلیس کے پاس بھیجتے تو وہ میرے سر کو بوسہ دیکر کہتے اللہ تبارک و تعالیٰ کی قسم تمہارے والد مجھے میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ ان دونوں میں سے کسی کو اٹھانا چاہے اور ہمیں انتخاب کا اختیار دے تو ہم زید کی زندگی اور سلامتی کے مقابلہ میں اپنی اولاد اور اپنے اہل و عیال کا اٹھ جانا پسند کریں گے۔ (تہذیب التہذیب)

ابو حازم دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے زید کی موت کا دن نہ دکھانا آج ان کے سوا میری ذات اور میرے دن کے لئے کوئی پسندیدہ اور نفع بخش باقی نہیں ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

مکارم اخلاق } زید جہاں علمی کمالات رکھتے تھے وہاں اخلاق فاضلہ کے بھی مالک تھے۔ امام نووی لکھتے ہیں وہ صالح تابعی تھے (ان) کو ایک نظر دیکھ لینے سے عبادت کی قوت پیدا ہوتی تھی ابو حازم کہتے ہیں اے اللہ تبارک و تعالیٰ تو خوب جانتا ہے کہ میں زید کو اس لئے دیکھتا ہوں کہ انہیں دیکھنے سے تیری عبادت کی طاقت حاصل ہوتی ہے جب ان کی نظر کا یہ اثر ہے تو ان سے ملاقات اور گفتگو کا کیا اثر ہوگا۔ (تہذیب الاسماء)

وفات

زید رحمہ نے ۱۳۶ھ میں انتقال کیا۔

(۱) ہر کہ پوشیدہ با تو در سازد
رحمت آشکار بنوازد

(۲) ہر کہ گیرد درت بصدق و حضور
از در و بام او ببارد نور (مسیح موعودؑ)

(۱) ہر وہ شخص جو پوشیدہ طور سے تیرے ساتھ تعلق لگاتا ہے۔ تیری رحمت اسے آشکار کر دیتی ہے اور مقام رشد و ہدایت پر کھڑا کر دیتی ہے۔
(۲) ہاں ہر وہ شخص جو حضورئ قلب اور صدق و صفا سے تیرے آستانہ پر گرا ہوتا ہے اس کے در و دیوار سے نور کا دریا بہتا نظر آتا ہے اس کی مجلس علم و حکمت کا سرچشمہ بن جاتی ہے۔

سیرت خیر البشر

پر محترمہ قیصری بیگم صاحبہ (نواسی مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی مرحوم) کی رائے

میں نے جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی امیر جماعت احمدیہ کی کتاب "سیرت خیر البشر" کا مطالعہ کیا۔ ایک اچھی کتاب کی جو خوبیاں ہوتی ہیں وہ اس میں موجود ہیں باوجود اختصار کے کل حالات بخوبی مفصل درج ہیں۔ زبان پاکیزہ۔ عبارت سلیس۔ مضامین دلکش۔ حاشیہ پر کارآمد نوٹ دیئے گئے ہیں۔

بلاشبہ یہ کتاب ہر مرد و عورت اور ہر عمر والے کے لئے یکساں مفید اور مشعل راہ ہے بہتر ہو کہ گھروں میں بیگمات اور مدارس میں طالب علم اس کے مضامین کو اپنے اپنے دماغ کے گوشوں میں محفوظ رکھیں۔ اور اپنے حقیقی رہنما حضرت محمد صلعم کے نقش قدم پر گامزن ہو کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب میں مقبول ٹھہریں۔ فقط

ناچیز - قیصری بیگم
بانی و مہتمم مدرسہ تدریس القرآن لفظی ترجمان نسوان

سابق فوجیوں کیلئے تعلیمی وظائف

پنجاب پوسٹ وار ری کنسٹرکشن فنڈ سے مبلغ دو لاکھ روپے سالانہ کی رقم برائے تعلیمی وظائف مہیا کی گئی ہے۔ یہ وظائف گذشتہ جنگ کے پنجابی سپاہیوں - ان کی اولاد اور لواحقین کے لئے ہیں - فوجی افسران کی اولاد اور لواحقین اس اسکیم سے مستفید نہیں ہو سکتے - مبلغ آٹھ روپے سے لے کر یک صد روپیہ ماہوار تک کے وظائف جن کی مجموعی تعداد تقریباً چھ سو ہے۔ مڈل اور ہائی جماعتوں کے علاوہ کالجوں کے قریباً قریباً ہر شعبہ تعلیم کے لئے کھلے کئے جاتے ہیں - ان میں سے پچیس فی صدی لڑکیوں کے لئے مخصوص ہیں -

درخواستوں کے فارم اور وظائف کے متعلق مفصل اطلاع امیدوار اپنے اپنے ضلع کے ڈسٹرکٹ - سیلرز - سولجرز اینڈ ایرمین بورڈ کے دفتر سے حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

قرب الٰہی کا مقام اور کثرت دُعا

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرب ما یکون العبد من ربہ و ھو ساجد فاکثروا الدعآء ۔ اخرجہ مسلم و ابوداؤد والنسائی ۔

ترجمہ :۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ سجدہ کے مقام پر اپنے پروردگار سے نزدیک تر ہوتا ہے پس (سجدہ کی حالت میں) کثرت سے دعا کیا کرو ۔ نوافل اور سنتوں کے سجدوں میں اپنی زبان میں دعا کرنی جائز ہے ۔

مخلصانہ اُٹھے ہوئے ہاتھ

عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم حیٌّ کریمٌ یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفراً ای خالیاً اخرجہ ابوداود والترمذی (تلخیص الصحاح)

ترجمہ :۔ حضرت سلمان سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا پروردگار بہت شرم والا اور بخشنے والا ہے اسے اس بات سے حیا آتی ہے کہ جب اس کا بندہ دونوں ہاتھ اُٹھا کر اس کے حضور (مخلصانہ طور پر اور نہایت عاجزی سے) دعا کرے تو وہ ان اُٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے ۔

آداب دعا

عن فضالۃ بن عبید اللہ قال سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً یدعو فی صلوتہ ولم یصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال عجل ھذا ثم دعاہ فقال اذا صلی احدکم فلیبدء بتحمید اللہ تعالیٰ والثناء علیہ ثم لیصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم الیدع بعد بما شآء ۔ اخرجہ اصحاب السنن (تلخیص الصحاح)

ترجمہ :۔ فضالہ ابن عبید اللہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دُعا مانگتے ہوئے سُنا کہ اس نے (دعا کرنے سے پہلے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود نہیں پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے جلدی کی ۔ پھر حضور نے اس شخص کو بلا کر فہمائش کی کہ جب تم میں سے کوئی شخص دُعا مانگے (تو دُعا مانگنے سے پہلے) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر اس کے بعد اپنی حاجات اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور پیش کرے ۔

قبولیت دعا درود شریف سے وابستہ ہے

عن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الدعاء موقوف بین السمآء والارض لا یصعد حتی یصلی علیّ فلا تجعلونی کغمر الراکب صلوا علیّ اول الدعاء و اوسطہ و اخرہ اخرجہ الترمذی (تلخیص الصحاح)

ترجمہ :۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا (مانگی ہوئی) آسمان و زمین کے درمیان اس وقت تک رکی رہتی اور اوپر نہیں چڑھتی جب تک مجھ پر درود نہ بھیجا جائے ۔ پس تم مجھے سوار کا پیالہ نہ بناؤ (جو لاپرواہی سے اسے کہیں لٹکا دیتا ہے) دعا کرنے سے پہلے ۔ وسط دعا میں اور دعا کے اختتام پر مجھ پر درود بھیجا کرو (دوستوں کو ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے)

(باقی ۔ کالم ۳ ۔ دنگ کے نیچے)

جنّت و دوزخ کی حقیقت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات طیبہ

حضرت مسیح موعودؑ صبح کی سیر کو تشریف لے گئے تو راستہ میں بہشت و دوزخ کے بارہ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا :۔

ایمان بڑی دولت ہے ۔ اور ایمان کی تعریف یہ ہے کہ اس حالت میں مان لیا جائے جبکہ علم ابھی کمال کے درجہ تک نہ پہنچا ہو ۔ اور ابھی شکوک و شبہات سے ایک جنگ جاری ہو ۔ ایسی حالت میں جو شخص تصدیق قلبی اور تصدیق لسانی سے کام لیتا ہے ۔ وہ مومن ہوتا ہے اور حضرت احدیت میں اس کا نام راستباز اور صادق رکھا جاتا ہے اور اس کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے موہبت کے طور پر معرفت تامہ کے مراتب کھولے جاتے ہیں اور اصل بہشت اسی ایمان سے شروع ہوتا ہے ۔ چنانچہ قرآن شریف میں جہاں بہشت کا ذکر فرمایا ہے ۔ وہاں پہلے ایمان کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے بعد اعمال صالحہ کا اور ایمان و اعمال ہر دو کی جزا جنّٰتٍ تجری من تحتھا الانھار فرمائی ہے یعنے ایمان کی جزا جنت اور جنت کو ہمیشہ سرسبز رکھنے کے لئے چونکہ نہروں کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اس لئے جنت کی نہروں کو اعمال صالحہ کا نتیجہ فرمایا ہے ۔ اور فی الحقیقت اس زندگی کے اعمال صالحہ آیندہ زندگی میں انہار جاریہ کے رنگ میں متمثل ہو جائیں گے اس دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جوں جوں انسان اعمال صالحہ میں ترقی کرتا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتا اور سرکشی اور حدود اللہ سے اعتدا کرنے کو چھوڑتا جاتا ہے ۔ اسی قدر اس کا ایمان ترقی کرتا ہے ۔ اور ہر نئے عمل صالح پر اس کے ایمان میں ایک زیادتی اور دل میں ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے ، اور خدا تعالیٰ کی معرفت میں اسے ایک لذت آنے لگتی ہے ۔ اور یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ اس کے دل میں ایک ایسی کیفیت محبت اور عشق الٰہی کی اللہ تعالیٰ کی موہبت اور فیض سے پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کا سارا وجود [illegible] اس محبت اور سرور سے جو اس کا نتیجہ ہوتا ہے پیالہ کی طرح لبالب بھر جاتا ہے اور انوار الٰہی اس کے دل کو بکلی احاطہ کر لیتے ہیں ۔ اور ہر قسم کی ظلمت ۔ تنگی اور قبض دور کر دیتے ہیں ۔ ایسی حالت میں تمام مصائب اور مشکلات بھی جو مومن کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آتے ہیں ایک لحظہ کے لئے بھی اس کے دل کو پراگندہ اور منقبض نہیں کر سکتے ۔ بلکہ وہ بجائے خود محسوس اللذت ہوتے ہیں اور یہ ایمان کا آخری درجہ ہوتا ہے ۔
ایمان کے انواع اولیہ سات ہیں اور اس کے بعد آخری درجہ موہبت الٰہی سے

(باقی بر صفحہ ۱۲)

(۱) یاربّ صل علیٰ نبیک دائماً
فی ھذہ الدنیا و بعث ثانی
(۲) یا سیدی قد جئت بابک لاھفاً
والقوم بالاکفار قد اذانی
(۳) انظر الیّ برحمۃٍ و تحنن
یا سیدی انا احقر الغلمان
(۴) یا حبّ انک قد دخلت محبۃً
فی مھجتی و مدارکی وجنانی

(مسیح موعودؑ)

(۱) اے میرے رب اپنے اس نبی پر ہمیشہ درود بھیج ۔ اس دنیا میں بھی اور دوسری جنت میں بھی ۔
(۲) میرے آقا میں سخت غمزدہ ہو کر تیرے دروازہ پر آیا ہوں ۔ اور قوم نے مجھے کافر کہکر سخت تکلیف دی ہے ۔
(۳) مجھ پر رحم اور محبت کی نظر کر ۔ اے میرے آقا میں تیرا ایک ناچیز غلام ہوں ۔
(۴) اے میرے پیارے تیری محبت میری جان ۔ میرے سر اور دماغ میں رچ گئی ہے ۔

روزنامہ جدید نظام کا احتجاج

کچھ عرصہ سے حکومت پاکستان کو پاکستان کی دیرینہ دشمن اور مخالف جماعت مجلس احرار کے ارکان سے یہ یقین دلانے کی ناکام کوشش کر رکھی ہے کہ مجلس احرار کی سیاسی پالیسی بالکل ناکام ہو چکی ہے اس لئے وہ لوگ جو کل تک یہ اعلان کیا کرتے تھے کہ ہندوستان میں کوئی ایک بھی ایسا مسلمان موجود نہیں ہے جو پاکستان کا قیام تو درکنار پاکستان کی صرف "پے" ہی بنا کر دکھا دے۔ لیکن آج جبکہ خدا کے فضل و کرم سے پاکستان کا قیام ہی عمل میں نہیں آیا بلکہ دنیا کی بہترین طاقتور حکومتوں میں سے ایک اعلیٰ پایہ کی حکومت کے طور پر شمار ہونے لگا ہے۔ تو دشمنان پاکستان کی تحریک پر پاکستان کی بعض ایسی جماعتوں نے جو ہمیشہ مشرکین اور کفار کے شیخ سے تحریک پاکستان اور قیام پاکستان اور بانی پاکستان کے خلاف ذلیل قسم کے خیالات کا اظہار کرتے رہے اور بانی پاکستان حضرت قائد اعظم مرحوم و مغفور کو تمام جلسوں میں نعوذ باللہ کافر اعظم کے خطاب سے نوازتے رہے آج وہی لوگ حکومت پاکستان کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں منافرت پھیلا کر آپس میں سر پھٹول کرانا اپنا شیوہ بنا چکے ہیں۔ جیسا کہ ضلع لائلپور کی ایک مسجد کو آگ لگا کر تماشہ دکھایا گیا۔

گاہ خواہ کسی کی ہو ہر لحاظ سے قابل احترا[م ... مر]زائیوں سے ہمیں بھی مذہبی اور [...]ے لحاظ سے زیادہ اختلافات ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ہم ان کی عبادتگاہوں کو آگ لگا دیں۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق کوئی مسلمان اس وقت تک مکمل طور پر مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ حضور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ کو خدا کا آخری نبی اور سچا نبی نہ مانیں کچھ عرصہ ہوا امپروومنٹ ٹرسٹ کانپور سڑکوں کی فراخی کی سکیم کے پیش نظر کانپور کی ایک مسجد کا پیشاب خانہ گرا دیا۔ تو طول و عرض ہند میں مسلمانوں نے پر زور احتجاج کیا۔ اور آتنا زبردست پروٹسٹ کیا کہ اس عظیم سانحہ کا ذکر کئے بغیر برعظیم ہند کی تاریخ مکمل نہیں کی جا سکتی۔

پھر ابھی کل کی بات ہے کہ لنڈے بازار میں صدہا مسلمان ظفر الملت حضرت مولانا ظفر علی خاں کی زیر قیادت مسجد شہید گنج کے تحفظ کے لئے زخموں سے چور خاک و خون میں لت پت ہو کر تڑپ رہے تھے۔ اور اس حالت میں ان کی لاتعداد گولیوں سے زخمی جسموں پر گھوڑ سوار دستے سرپٹ دوڑائے گئے تھے۔ لیکن مسجد کے عاشق مسلمان کا پائے ثبات ڈگمگا نہ سکا ہزاروں مسلمان زخمی ہوئے اور بے شمار جام شہادت نوش کر کے مسجد کی عزت کے تحفظ پر اپنے نفسوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح قربان کر گئے۔ ان حقائق کے پیش نظر کیا کسی کو یقین آسکتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے مسجد کو آگ لگا کر راکھ کر دیا ہو؟ نہیں ہرگز نہیں مسلمانوں سے اس قسم کی توقع کا وہم و گمان بھی نہیں مسلمانوں سے اس قسم کی توقع کا وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ ہمارے احراری بھائی جو مسجد شہید گنج کے تحفظ کے لئے جانیں دینے والے کو حرام موت مرنے والے کہتے تھے کسی مسجد کو آگ لگا کر راکھ کر دیں۔ تو یہ دور از قیاس امر نہیں۔ خانہ خدا (مسجد) کو جلا کر راکھ کر دینے کے بعد احراری بھائیوں کا منا د خصوصی اخبار "آزاد" مسجد کو مرزائیوں کا گرجا کہہ کر اس خفت کو مٹانا چاہتا ہے۔ جو دنیا کی نظروں میں رہتی دنیا تک ہمیشہ ان کے شامل حال رہے گی لیکن اختلاف عقائد کی بنا پر دوسرے فرقہ والے کی مسجد کو گرجا کہہ کر جلا دینے کا جو دروازہ کھولا گیا ہے یہ قطع نظر آسمانی حکومت کی غداری کے کہ جس نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں گرجا مندر اور مسجد وغیرہ ہر قسم کے عبادت گھروں کی یکساں تعظیم کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ ملک کے خرمن امن کو جلانے کا باعث ہوگا۔

ذرا سوچئے کہ مرزائیوں کی مسجد کیوں جلائی گئی؟ اس لئے کہ علماء نے انہیں کافر کہا ہے۔ لیکن کیا علماء نے دیوبندی عقائد والوں کو کافر نہیں کہا۔ کیا ہمارے احراری بھائی جو عموماً دیوبندی خیال کے ہیں بریلوی علماء نے احناف و اہل سنت والجماعت کے فتاوے کفر بھول گئے اور کیا انہیں معلوم نہیں کہ مذہبی طور پر ملت اسلامیہ کا کوئی گروہ اور فرقہ ایسا نہیں ہے جس پر کفر کا فتویٰ نہ لگایا گیا ہو۔ یہاں تک کہ مفتیان عرب شریف بھی اس ثواب میں برابر کے شریک ہیں۔

شمس العلماء مولانا حالی رح۔ حیات جاوید میں سر سید مرحوم پر اس قسم کے فتوے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مکہ معظمہ کے اربعہ مذاہب کے مفتیوں کے فتاویٰ کا خلاصہ لکھتے ہیں کہ:-

"یہ شخص (سر سید مرحوم) ضال اور مضل ہے بلکہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے۔ اس کا فتنہ یہود و نصاریٰ کے فتنہ سے بھی بڑھ کر ہے۔ خدا اس کو سمجھے۔ ضرب اور حبس سے اس کی تادیب کرنی چاہیئے۔"

ہم آخر میں حکومت اور عوام دونوں کو اس طرف پوری پوری توجہ دلاتے ہوئے اپیل کریں گے کہ اس شر کو جلد ختم کرنے کے لئے کوئی مؤثر اقدام کریں۔ ورنہ پاکستان کے لئے یہ چنگاری کہیں آگ ثابت نہ ہو جس کا بجھانا بے حد محال و مشکل ہوگا۔

روزنامہ "جدید نظام" لاہور
۲۸ رمئی ۱۹۵۱ء

آخری وقت سحری				وقت افطار			
ماہ رمضان	ماہ جون	منٹ	گھنٹہ	ماہ رمضان	ماہ جون	منٹ	گھنٹے
۱۱	۱۶	۴۹	۳	۱۱	۱۶	۳۸	۷
۱۲	۱۷	۴۹	۳	۱۲	۱۷	۳۸	۷
۱۳	۱۸	۴۹	۳	۱۳	۱۸	۳۹	۷
۱۴	۱۹	۴۹	۳	۱۴	۱۹	۳۹	۷
۱۵	۲۰	۴۹	۳	۱۵	۲۰	۳۹	۷
۱۶	۲۱	۴۹	۳	۱۶	۲۱	۳۹	۷
۱۷	۲۲	۴۹	۳	۱۷	۲۲	۴۰	۷

جلسہ یوم وصال پر تقاریر

(بقیہ از صفحہ)

کا اعلان کرنا ہے کہ خدا ہے اور زندہ ہے۔ صرف یہی ایک بات حضرت میرزا صاحب کی صداقت کے لئے کافی ہے۔ آپ نے صرف زندہ خدا کی اطلاع ہی نہیں دی بلکہ ہزاروں لوگوں میں اس زندہ خدا پر زندہ ایمان پیدا کر دیا۔ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کے چمکدار اور بارش کی طرح برستے ہوئے نشانوں کے ذریعہ زندہ خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا آج بھی حضرت میرزا صاحب کے کلام کو پڑھنے سے خدا تعالیٰ پر ایک نیا ایمان پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر کسی میں خدا پر ایمان ہی نہ ہو تو وہ تبلیغ کیا کرے گا اس لئے ہماری جماعت کے ہر فرد کو چاہیئے کہ وہ اس ایمان کو پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اکثر لوگوں کے دلوں سے خدا کا خیال اٹھ گیا ہے اور وہ دیگر مشاغل میں منہمک ہو گئے ہیں۔ یہی وہ وقت ہے جس میں ایسے شخص کی ضرورت تھی کہ وہ لوگوں کا خدا پر ایمان پیدا کر دے۔

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے بعد جناب شیخ غلام قادر صاحب نے ایک مقالہ پڑھا جس میں انہوں نے حضرت میرزا صاحب کے دعوے اور ان کے آنے کی غرض کو اپنے الفاظ میں بیان فرمایا اور آپ کی کتب میں سے چند ایک اقتباسات پڑھ کر سنائے جن میں خدا اور اس کے رسول اور تبلیغ اسلام کا ایک جذبہ اور عشق بھرا ہوا تھا۔

آخر میں جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے فرمایا کہ ہم یہاں اس لئے جمع نہیں ہوئے کہ ہم حضرت میرزا صاحب کی تعریف کریں۔ وہ ہماری تعریف کے محتاج نہیں۔ یہ لوگ جو خلق کی اصلاح کے لئے آتے ہیں وہ اپنا کام کر کے چلے جاتے ہیں۔ آج

درخواست دعا

ہمارے نوجوان اور مخلص دوست ممتاز احمد صاحب مرزا چند دنوں سے پیٹ کی بیماری یعنی درد گردہ اور دوسرے عوارض میں مبتلا ہیں۔ احباب سے التماس ہے کہ ممتاز صاحب کے لئے درد دل سے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ ممتاز صاحب ہر ایک تحریک میں حصہ لینے والے درد دل رکھنے والے نوجوان ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی صحت اور دین میں ترقی دے۔

احقر۔ عبدالرشید۔ مد

بچوں کا صفحہ

مولانا مرتضیٰ خان صاحب

حضرت عمرؓ کی دیانت

پیارے بچو! تم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام نامی تو سُنا ہوگا۔ آپ ہمارے نبی کریم صلعم کے ایک بہت بڑے صحابی اور آپ کے دوسرے خلیفہ تھے۔ آپ کے زمانہ میں اسلام کو بہت طاقت حاصل ہوئی۔ اور اسلام کی سلطنت دُور دور پھیل گئی۔ آپ بہت بڑے فاتح تھے۔ اور بڑے بڑے بادشاہ آپ کے نام سے کانپتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں زر و مال کی کوئی کمی نہ رہی قیصر و کسریٰ کے خزانے خالی ہو کر سب مدینہ میں آ گئے۔ مدینہ میں بیت المال قائم تھا جس کو خزانہ شاہی کہنا چاہیئے اس میں زرومال کے علاوہ سب قسم کی چیزیں جمع رہتی تھیں اور ضرورت کے وقت رعیت کے کام آتی تھیں۔

حضرت عمرؓ اپنے وقت کے بادشاہ تھے۔ لیکن ان کا اپنا یہ حال تھا کہ مسلمانوں کی اجازت سے بیت المال سے تھوڑا سا گذارہ لے لیتے تھے جس سے مشکل سے گذران ہوتی تھی— دو وقت پیٹ بھر کر کھانا بھی نصیب نہ ہوتا تھا۔ کپڑوں پر بیسیوں پیوند لگے ہوتے تھے۔ مگر اللہ رے! جلال کیا مجال کہ کوئی آپ کے سامنے دم مار سکے۔

ایک دفعہ آپ بیمار ہو گئے۔ طبیب نے دوائی کے لئے شہد تجویز کیا۔ ان کے گھر میں شہد کہاں؟ ادھر ادھر تلاش کی اور کوشش کی کہ قیمتاً مل جائے مگر نہ ملا۔ بیت المال میں شہد موجود تھا۔ لیکن حضور نے پسند نہ فرمایا کہ خود بخود شہد لے لیں اور اپنے استعمال میں لے آئیں، دوائی کے لئے شہد ضروری بھی بہت تھا۔ آپ بیمار اور کمزور تھے تاہم لڑکھڑاتے ہوئے مسجد نبوی میں تشریف لائے جہاں عام مسلمان جمع تھے ان سے اپنی بیماری کا ذکر کیا اور کہا کہ طبیب نے شہد تجویز کیا ہے اور یہ کہیں ملتا نہیں۔ البتہ بیت المال میں شہد موجود ہے اگر آپ اجازت دیں تو اس قدر شہد لے لیا جائے۔ حاضرین نے کہا کہ آپ بدل و جان جس قدر شہد کی ضرورت ہے لے سکتے ہیں۔ تب آپ نے تھوڑا سا شہد لے لیا۔ اور استعمال کیا۔ تاریخ میں دیانت کی ایسی مثالیں کہیں نہیں مل سکتیں۔

ہمارے نبی کریمؐ کے خلفاء نہایت دیانتدار تھے۔ خزانہ شاہی یا بیت المال کو اپنا حق نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کو رعایا کا حق سمجھتے تھے اور رعایا ہی پر اس کو خرچ کرتے تھے۔ ورنہ شاہ بادشاہوں کی حالت تم جانتے ہو۔ کس طرح رعیت کے مال کو اپنے عیش و عشرت پر لٹاتے ہیں۔ اور اپنی خواہشوں پر لاکھوں روپیہ خرچ کر ڈالتے ہیں۔

حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کے باقی تمام واقعات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رعیت کے مال کو آپ کتنی حفاظت سے رکھتے تھے۔

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

(بقیہ از صفحہ نمبر ۶)

دسویں حدیث

عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم .... یا اباذر اول الانبیاء آدم و آخرھم محمد و اول نبی من بنی اسرائیل موسیٰ و آخرھم عیسےٰ (رواہ الترمذی و ابن عساکر)

ابی ذرؓ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے .... اے ابی ذر سب سے پہلے نبی آدم تھے اور سب سے آخری محمد اور بنی اسرائیل میں پہلے نبی موسےٰ تھے اور آخری عیسےٰ،

اس حدیث میں آخرھم محمد کے مقابلہ میں آخرھم (من بنی اسرائیل) عیسیٰ فرمایا ہے۔ کیا عیسےٰ علیہ السلام کو بھی اس وجہ سے نبی کہا گیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سب سے بڑے نبی تھے جن کی پیروی سے لوگ نبی بنا کرتے تھے؟ اگر نہیں اور یہاں آخرھم عیسےٰ کے معنے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ حضرت عیسیٰ کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی نبی نہیں ہوا تو یہی معنے آخرھم محمد کے ہیں یعنے محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی بنی آدم میں نہیں آ سکتا۔

گیارھویں حدیث

عن انس قال قال رسول اللہ صلعم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی بعدی (رواہ احمد والترمذی و مستدرک للحاکم) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلعم نے بیشک رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی۔ پس کوئی رسول میرے بعد نہیں اور نہ کوئی نبی میرے بعد ہے۔ اس حدیث میں لا نبی بعدی یا آخر الانبیاء کے بجائے ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فرمایا ہے، معلوم نہیں قادیانی لغت میں انقطاع کے معنے بھی جوڑنے یا جاری کرنے کے لکھے ہیں یا عام لغت کے مطابق قطع کرنے کے؟ اور سلسلہ رسالت و نبوت منقطع ہو جانے کے بعد پھر جاری ہو جانا چہ معنی دارد؟

بارھویں حدیث

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلعم ان ربکم واحد و ان اباکم واحد و دینکم واحد و نبیکم واحد (رواہ ابن النجار)

ابی سعیدؓ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلعم نے بیشک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے اور تمہارا دین ایک ہے اور تمہارا نبی ایک ہے جو لوگ ایک نبی کے ہوتے ہوئے دوسرا نبی بنا رہے ہیں وہ اس حدیث پر غور کریں، ایک خدا ایک باپ ایک دین کے ساتھ ایک نبی کا ارشاد کہاں تک ان کے عقیدہ کے مطابق ہے؟ اگر محمد رسول اللہ صلعم کے بعد دوسرا نبی آ سکتا ہے تو نبیکم واحد کا ارشاد غلط ہے اور پھر نہ دین ایک رہتا ہے اور نہ خدا اور باپ کا ایک ہونا اس سے تطابق رکھ سکتا ہے۔

تیرھویں حدیث

عن الحسن مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا رسول من ادرک حیا و من یولد بعدی (رواہ ابن سعد)

حسن سے مرسل طور پر مروی ہے، کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں رسول ہوں جو مجھے زندہ پائے اور جو میرے بعد پیدا ہو۔

اب فرمائیے یہاں بعدی کے معنے کیا ہوں گے، آیا یہاں بعدی زمانہ متصل کے لئے ہے یا منفصل کے لئے یا تمام زمانوں کے لئے جو آنحضرت صلعم کے بعد آئیں گے؟ اگر آنحضرت صلعم قیامت تک کے لئے رسول ہیں، تو من یولد بعدی میں بھی قیامت تک کے پیدا ہونے والے شامل ہیں اور اس حدیث کے مطابق صرف آنحضرت صلعم ہی ان سب کے لئے رسول ہو سکتے ہیں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ (باقی پر صفحہ ۱۲)

مکتوبات

پیغامِ صلح کا خاص نمبر

عزیز مکرم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج قریباً ڈیڑھ ماہ کے بعد پیغام صلح کا خاص نمبر آیا باوجودیکہ میں قیمت ادا کر چکا ہوں ۱۸ اپریل کے بعد سے پرچہ بند رہ کر آج آیا ہے۔

خاص نمبر کی اشاعت پر میری مبارکباد اور شکریہ قبول ہو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم آپ کی سیرت اور کارناموں کی اشاعت ہی ہر احمدی کا فرد اور جماعت اور پریس کا فرض ہے آپ ہر سال بالالتزام یہ نمبر نکالتے ہیں الحکم اپنی زندگی میں اس فرض کو ادا کرتا رہا ہے اور اب اس کی اشاعت جو کراچی سے ہو رہی ہے اس کا بھی خاص نمبر شائع ہو رہا ہے، مشکل یہ ہے کہ میں یہاں ہوں بہر حال مجھے بہت خوشی ہوئی کہ پرچہ خاص شائع ہوا۔

تصویر میں بعض احباب کے نام آپ کو معلوم نہیں ہیں، لکھ دیتا ہوں :-

فرش پر دائیں سے بائیں (۱) پہلا نام محمد سلیمان صاحب مدرس کا ہے یہ ضلع لودھانہ کے رہنے والے تھے اور میرے کلاس فیلو بھی تھے اور چودھری رستم علی صاحب سے ان کے مخلصانہ تعلقات اخوت و محبت تھے۔

(۲) کھڑے دائیں سے بائیں تک چوہدری مولابخش صاحب بھٹی رضی اللہ عنہ جو جماعت سیالکوٹ کے ایک فعال رکن تھے ڈاکٹر شاہ نواز صاحب کے والد محترم۔ ڈاکٹر فیض علی صاحب کے بعد تو کوئی تصویر نہیں البتہ ان سے پہلے ایک صاحب ہیں اور ان کا نام آپ نے نہیں لکھا۔ یہ بزرگ سید امیر شاہ مجھے یہی نام یاد آتا ہے شاہ امیر یا امیر شاہ یہ گرداور قانونگو تھے اور میرا خیال ہے کہ وہ زندہ ہیں یا تقسیم سے پہلے زندہ تھے ان کا خط میرے پاس آیا تھا۔ یہ سیالکوٹی تھے اور مجھے خیال گذرتا ہے کہ وہ پنشن پا چکے ہیں۔

خاکسار
عرفانی کبیر

ایک غلطی اصلاح

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بحوالہ عکس حضرت مسیح موعود مطبوعہ صفحہ اول پیغام صلح مؤرخہ ۲۳ مئی ۱۹۵۱ء احباب حضرت مسیح کے اسماء جو عکس کے نیچے درج ہیں ان میں سے ایک غلطی کی اصلاح کے لئے آپ کی خدمت میں گذارش ہے استادہ دائیں سے تیسرے منشی ظفر احمد صاحب نہیں ہیں بلکہ حکیم شمس الدین صاحب مرحوم ہیں جو سیالکوٹ کے رہنے والے تھے اور میرے دادا تھے۔ مہربانی فرما کر اس کی تصحیح فرما دیں نیز آئندہ کے لئے بھی نوٹ کرا دیں مشکور ہونگا۔

احقر۔ آفتاب عالم
اکنامکس ڈیپارٹمنٹ۔ پنجاب یونیورسٹی
لاہور۔

بقیہ ملفوظات از صفحہ ۹

عطا ہوتا ہے اسی لئے بہشت کے بھی سات دروازے ہیں اور آٹھواں دروازہ فضل الٰہی سے کھولا جاتا ہے غرض یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دوسرے جہان میں جو بہشت اور دوزخ ہوگی وہ کوئی نئی دوزخ و بہشت نہ ہوگی۔ بلکہ وہ انسان کے اس زندگانی کے ایمان و عمل کا ایک ظل ہوگی۔ وہ کوئی ایسی چیز نہیں جو انسان کو باہر سے آ کر ملے گی بلکہ وہ خود انسان کے اندر ہی سے نکلتی ہے اور یہی بہشت و دوزخ کی سچی فلاسفی ہے۔ مومن کے لئے ہر حال میں اسی دنیا میں بہشت موجود ہے اور اس عالم کا بہشت موجود دوسرے عالم میں اس کے لئے بہشت موعود کا حکم رکھتا ہے۔ پس یہ کیسی سچی اور صاف بات ہے کہ ہر ایک مومن کا بہشت اس کا ایمان اور اعمال صالحہ ہیں جن کی لذت اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔ اور اسی دنیا کا ایمان و اعمال صالحہ دوسرے رنگ میں باغ اور انہار دکھائی دیتے ہیں۔ یہ میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ مومن کو اپنے ایمان و اعمال صالحہ کے باغات و انہار اسی دنیا میں نظر آ جاتی ہیں جو دوسرے عالم میں اسے کھلے طور پر محسوس ہوں گی۔

اسی طرح پر جہنم بھی انسان کی بے ایمانی اور بداعمالی کا نتیجہ ہوتا ہے جس طرح جنت میں انگور انار وغیرہ پاک میوہ جات کی مثال دی ہے اسی طرح جہنم میں زقوم کے درخت کا وجود فرمایا ہے اور جس طرح جنت میں سلسبیل، زنجبیلی اور کافوری نہریں ہوں گی اسی طرح جہنم میں گرم پانی اور پیپ کی نہریں بتائی ہیں۔ اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ایمان انسان کی منکسر المزاجی اور خود رائی چھوڑ دینے سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح بے ایمانی تکبر اور انانیت سے پیدا ہوتی ہے اس لئے اس کے نتیجہ میں زقوم کا درخت دوزخ میں ہوا اور وہ بداعمالیاں اور شوخیاں جو اس تکبر اور انانیت سے

(بقیہ از صفحہ اوّل)

بے موقعہ گرجا

کہا جاتا ہے۔ کہ جب شاہ سپین چارلس پنجم گرجا دیکھنے آیا تو اس کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے کہ اے ظالمو تم۔ نے یہ گرجا گھر کہیں اور بنا سکتے تھے۔ لیکن تم نے کیا غضب کیا کہ اس شاہکار صنعت کو ضائع کیا جو انسانی ہاتھ اب دوبارہ نہیں بنا سکتے اسی طرح ایک بڑے ماہر صنعت تحریر کرتے ہیں کہ یہ گرجا گھر کسی اور جگہ ہوتا۔ تو اپنی شان کی وجہ سے بے نظیر ہوتا۔ لیکن اس مسجد کی محراب کے سامنے ایسا ماند ہے جیسا چراغ سورج کی روشنی میں۔ اھ

منارہ پر اذان

اس کے باہر ایک بڑا بھاری منارۂ اذان ہے۔ اس پر گرجا گھر کا گھنٹہ لٹکتا ہے۔ میں اس کے اوپر چڑھا اور بلند آواز سے ظہر کی اذان دی اے خدا تو توحید کے نعرے پھر اس سرزمین میں بلند کر دے۔

قرطبہ کی شان

یہ شہر مدت تک دارالسلطنت خلفائے اسلام رہا۔ دس میل تک دریا کے کنارے پھیلا ہوا تھا اس میں سات صد سے زیادہ مساجد اور تقریباً ۹ صد حمام تھے۔ اور بہت سی درسگاہیں تھیں جہاں میں تمام یورپ کے لوگ آ کر علم حاصل کرتے تھے۔ ہزارہا عالیشان عمارات اور خوبصورت باغات تھے۔

مدینۃ الزہرہ

اس کے کچھ فاصلہ پر ایک دوسرا شہر جس کا نام مدینۃ الزہرہ تھا۔ جو غیر آباد ہو چکا ہے۔ یہ خلیفہ نے اپنی بیوی زہرہ کے نام پر بسایا تھا اور نہایت ہی عالیشان تھا۔

مسیحی جہالت

کہا جاتا ہے کہ عیسائی بادشاہ نے جب قرطبہ کو فتح کیا تو پہلا کام یہ کیا کہ تمام حمام مسمار کرا دیئے کہ صفائی "مور کفار" کی یادگار رہے۔ اس کو پہلے ختم کر دو۔ کیونکہ عیسائی لوگوں کے نزدیک اس زمانہ میں جسم کو صاف کرنا بڑا بھاری گناہ تھا۔ چنانچہ ایک ساٹھ سالہ راہبہ کا قول ہے کہ اس نے پانی کو تمام عمر میں اپنے جسم کو چھوتے نہیں دیا ماسوا اس کے کہ کبھی کبھی عبادت کرتے وقت انگلیاں پانی میں ڈبو دیتی تھی۔ (باقی آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۱۱) چودھویں حدیث

عن ابی قبیلۃ قال قال رسول اللہ صلعم لا نبی بعدی ولا امۃ بعدکم فاعبدوا ربکم واقیموا خمسکم وصوموا شہرکم واطیعوا ولاۃ امرکم ادخلوا جنۃ ربکم (رواہ الطبرانی)

ابی قبیلہ سے روایت ہے، کہا فرمایا رسول اللہ صلعم نے میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ تمہارے بعد کوئی امت ہے پس اپنے رب کی عبادت کرو، اور پانچ نمازیں قائم کرو، اور اپنے مہینہ کے روزے رکھو اور اپنے والی کے حکم کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ اس حدیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد نبی اگر آ سکتا ہے تو اسی صورت میں کہ ان نمازوں اور روزوں وغیرہ کے بجائے بدل کر کسی اور دین کی ضرورت ہو۔

نتیجہ

یہ چودہ حدیثیں ختم نبوت پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالتی ہیں جس صراحت اور وضاحت کے ساتھ آنحضرت صلعم نے ان احادیث میں بار بار اپنے بعد نبی آنے کا اعلان کیا ہے اپنے آپ کو آخر الانبیاء اور قصر نبوت کی آخری اینٹ قرار دیا ہے اور امت کے لئے صرف ایک ہی نبی کا ہونا ضروری ٹھہرایا ہے وہ ایک حق پرست انسان کے لئے اس بات پر کافی شہادت ہے کہ نبوت کا دروازہ آنحضرت صلعم پر بند ہو گیا اور آپ کے بعد کسی نبی کا آنا امت کی تباہی اور دین کی بربادی کا موجب ہے۔

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود دپنہ ندائے صبح نمایان نام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفراست و خسران و تباب

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار
آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے ۱۰ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۱۲-۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۱-۲۳ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۴ رمضان المبارک سنہ ۱۳۷۰ھ ۲۰ جون سنہ ۱۹۵۱ء | نمبر ۲۲

لائبریریوں میں اسلامی لٹریچر کی تقسیم اور اس کے پاکیزہ اثرات

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تحریک کے مطابق آٹھ کتابوں کے جو سیٹ مختلف غیر ملکی لائبریریوں کو بھیجے جا رہے ہیں ان کے پاکیزہ تاثرات ذیل کے خطوط ہیں ۔۔۔۔۔۔ امید ہے دلچسپی سے پڑھے جائیں گے

(مدیر)

(۱)

از کوالالمپور - ۱۸ر جنوری سنہ ۱۹۵۱ء -

بخدمت بیگم مولنا محمد علی صاحب - لاہور -

محترمہ! نہایت مسرت اور شکر گذاری کے ساتھ مجھے اپنی کمیٹی کی طرف سے یہ ہدایت کی گئی ہے کہ میں کتابوں کے اس نہایت قیمتی تحفہ کے لئے جو آپ نے کمیٹی کو بھیجا ہے ۔۔ آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کروں۔ یہ کتابیں ان علوم مذہبی کی ترقی ہیں جن سے ہر مسلمان اپنے آخری نصب العین یعنے نجات کو پا سکتا ہے بہت بڑی امداد کا موجب ہوں گی، یہ تو ہماری طاقت سے باہر ہے کہ اس عطیہ کیلئے آپ کی مہربانی کا کوئی معاوضہ دے سکیں، لیکن ہم نہایت اخلاص کے ساتھ جناب الٰہی میں یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے افضال واکرام کی بارش آپ پر نازل فرمائے۔

میں ہوں محترمہ! عبداللہ یاسین
آنریری سیکرٹری مسلم ویلفیئر کمیٹی سیلنگور

(۲)

از فلیالوجیکل سمیٹری - ڈی آر چرچ
شالن بوشس (جنوبی افریقہ) ۱۷ر فروری سنہ ۱۹۵۱ء

بخدمت جائنٹ سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جناب من! محولہ بالا ادارہ کی جانب سے میں ان کتابوں کے عطیہ کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کا ذکر ملحقہ فارموں میں کیا گیا ہے جن پر میں نے آپ کے حسب خواہش اپنے دستخط ثبت کر دیئے ہیں ہمارے دینی طالب علم ان کتابوں سے بہترین فوائد حاصل کریں گے کیونکہ تلاش حق کے سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ ہم تمام اقوام عالم کی تعلیمات کا مطالعہ کریں۔ میں محترم معنی صاحب کو ایک علیحدہ رسیدی خط انگلستان بھیج رہا ہوں،

میں ہوں آپ کا وفادار
(دستخط) رجسٹرار

(۳)

از جنرل ہاسپٹل - الورسٹار - کیڈہ

بخدمت حضرت امیر مولنا محمد علی صاحب پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جناب عالی! میں ایک یوریشین پرتگالی ہوں، جس کی تربیت مسیحی مذہب کے لوگوں میں ہوئی تئیس برس کی عمر تک تو میں اعتقاداً مسیحی ہی تھا؛ اگرچہ میرا یہ اعتقاد صرف اپنے والدین کی اطاعت تک ہی محدود تھا اور میرا دلی ایمان اس پر نہ تھا،

جب میں نرسنگ کے کام پر متعین ہوا تو بہت سے مسلمان دوستوں اور مریضوں سے میرا تعلق ہوگیا جن کے ذریعہ اسلام کی روشنی میرے دل پر پڑی، اس نئی صداقت میں مجھے اس قدر دلچسپی پیدا ہوئی کہ میں نے جلدی اس مذہب کو اختیار کر لیا، جس کو دو سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ لیکن اس صداقت کے متعلق مزید علمی روشنی حاصل کرنے کی خواہش رکھنے کے باوجود میں اس سے محروم رہا کیونکہ اسلام کے متعلق کوئی انگریزی کتاب مجھے نہ مل سکی،

اب جبکہ آپ کی آٹھ اسلامی کتابیں کیڈہ میڈیکل ریکریئیشن کلب لائبریری (KEDAH MEDICAL RECREATION CLUB LIBRARY) کو پہنچی ہیں جہاں سے فوراً مجھے مطالعہ کرنے کا موقعہ مل سکتا ہے تو آپ خود ہی اندازہ کیجئے کہ مجھے اس سے کس قدر مسرت وشادمانی حاصل ہوئی۔ میں نے ابھی بڑی دلچسپی کے ساتھ ان کو پڑھنا شروع کیا ہے، اور اس بنا پر کہ میں سب سے پہلے مستفید ہونیوالوں میں سے ایک ہوں ازراہ کرم میرا دلی شکریہ قبول کیجئے۔

آپ کا وفادار
ایل - سی - عبداللہ

(۴)

از مسلم سوسائٹی آف ویسٹرن آسٹریلیا ان کارپوریٹڈ
پرتھ ۱۲ر اپریل سنہ ۱۹۵۱ء

بخدمت جائنٹ سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور

جناب عالی-
مسلم سوسائٹی آف ویسٹرن آسٹریلیا ان کارپوریٹڈ کی مجلس منتظمہ منعقدہ ۱۰ر اپریل سنہ ۱۹۵۱ء میں حسب ذیل ریزولیوشن باتفاق رائے پاس ہوا-

تحریک ہوئی کہ میاں محمد شریف صاحب کالونی فلور ملز لائل پور (مغربی پاکستان) کے حق میں ان کی اس فیاضانہ کرم فرمائی کی وجہ سے شکریہ کا ایک نوٹ پاس کیا جائے جو انہوں نے مسلم سوسائٹی آف ویسٹرن آسٹریلیا کے ریڈنگ روم کے لئے سات قیمتی کتابیں پیش کرنے میں دکھائی ہے اور اس کی اطلاع میاں صاحب کی خدمت میں بھی بھیجی جائے۔ جزاک اللہ

اس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس چھوٹے سے اعتراف کی اطلاع

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدی بلڈنگس لاہور

تعمیر مساجد

عن عثمان رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بنی مسجداً یبتغی به وجه اللہ تعالیٰ بنی اللہ بیتاً فی الجنة۔ اخرجه الشیخان والترمذی۔ تلخیص الصحاح۔

ترجمہ:۔ حضرت عثمان رض سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مسجد تعمیر کرے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے لئے بہشت میں گھر بناتا ہے (ہماری جماعت کے صاحب مقدرت و ذی ثروت اصحاب اس معاملہ پر خاص توجہ فرمائیں بڑے بڑے شہروں میں مثلاً سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ راولپنڈی وغیرہ میں ہماری مسجدیں نہیں جہاں تمام دوست پانچ نمازوں میں سے کم از کم دو تین نمازوں میں جمع ہو کر جماعت کی تنظیم اور توسیع کے لئے سوچیں۔

قیام حق اور فتنہ مسیح الدجال

عن عمران ابن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین علی من ناواهم حتی یقاتل آخرهم المسیح الدجال اخرجه ابو داود۔ المناوة المعاداة

ترجمہ:۔ عمران بن حصین سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک گروہ قیام و اشاعت حق یعنی اسلام کے لئے ہمیشہ مخالفین کے ساتھ مصروف جہاد رہے گا اور دشمنان اسلام پر بتیغ یا بحجت ہمیشہ غالب رہے گا۔ حتیٰ کہ ان کا آخری گروہ (مسیح موعود اور آپ کی جماعت) مسیح الدجال سے جہاد کر کے اسے بحجت پامال کرے گا (جیسا کہ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق فرمایا ہے ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجه دونکم۔ مشکوٰۃ کتاب الفتن باب العلامات۔ یعنی اگر دجال نکلے اور اس وقت میں تم میں موجود ہوں تو میں تمہارے سامنے اسے بحجت پامال کروں گا اسی باب میں دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دجال و یاجوج ماجوج کے متعلق فرمایا ہے لا یدان لاحد بقتالهم۔ یعنی ان لوگوں کے پاس وہ سر و سامان اور نئے نئے آلات حرب ہوں گے کہ کسی کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت نہ ہوگی۔ پس اے طائفہ مسیح موعودؑ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام از مسیح موعود نے بہت بڑی مہم تمہارے سپرد کی ہے اٹھو اور دنیا کو دکھا دو کہ تم ہی وہ آخری گروہ ہو جن کا جھنڈا ہر سعید الفطرت کا پناہ گاہ ہے اور تم ہی فتح نصیب فوج اسلام ہو۔

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ؎ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پس اس فوج کا جو سپاہی تکالیف جہاد برداشت نہیں کر سکتا اور سوائے بڑے بوڑھوں کے میدان وغا میں سرگرم نہیں نکل سکتا اسے چاہیئے کہ گھر میں بند ہو کر بیٹھ جائے اور اپنی کمزوری سے فعال فوج کو منتشر اور بد دل نہ کرے۔

(۱) وقد اقتفاك اولوا النهیٰ وبصدقهم
ودعوا تذکر معهد الاوطان

(۲) قد هاضهم ظلم الاناس وضیمهم
فتثبتوا بعنایة المنان (مسیح موعودؑ)

اے نبی کریم صلعم دانشمندوں نے تیری پیروی کی اور اپنے صدق کی وجہ سے مالوف وطنوں کی کی یاد بھی ترک کر دی (۲) لوگوں کے ظلم و ستم نے انہیں چور چور کر دیا۔ مگر وہ خدا کے محسن کی مہربانی سے ثابت قدم رہے ؎

جنت و دوزخ کی حقیقت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات طیبہ

یہ کیسی صاف بات ہے کہ جس طرح بہشتی زندگی اسی دنیا سے شروع ہوتی ہے۔ اسی طرح پر دوزخی زندگی بھی یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ دوزخ کے بارہ میں فرمایا ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ یعنی دوزخ وہ آگ ہے جس کا منبع خدا تعالیٰ کا غضب ہے۔ اور وہ گناہ سے پیدا ہوتی ہے اور پہلے دل پر غالب ہوتی ہے۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوگیا کہ اس آگ کی جڑ وہ ہموم و غموم اور حسرتیں ہیں جو انسان کو اس دنیا میں گھیرے رہتی ہیں۔ کیونکہ تمام روحانی عذاب پہلے دل سے ہی شروع ہوتے ہیں جس طرح تمام روحانی سرور کا منبع بھی دل ہے اور دل ہی سے شروع بھی ہونی چاہئیں۔ کیونکہ وہی ایمان یا بے ایمانی کا منبع ہے۔ اسی طرح ایمان یا بے ایمانی کا نشو و نما بھی پہلے دل ہی سے نکلتا ہے اور پھر تمام بدن اور اعضاء پر اس کا عمل ہو جاتا ہے اور آخر سارے جسم پر محیط ہو جاتا ہے۔ پس خوب یاد رکھو کہ انسان اپنا بہشت یا دوزخ اسی دنیا سے ساتھ لے جاتا ہے۔ اور یہ بات بھی فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ بہشت اور دوزخ اس جسمانی دنیا کی طرح نہیں ہیں بلکہ ان ہر دو کا مبداء اور منبع روحانی امور ہیں، ہاں یہ سچ ہے کہ عالم معاد میں یہ روحانی امور جسمانی شکل پر متشکل ہو کر نظر آئیں گے۔ اس ضروری امر میں ساری قوموں نے دھوکا کھایا ہے۔ اول اس حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کئی لوگ تو خدا کے منکر ہی ہو گئے اور کئی تناسخ کے قائل ہو گئے۔ الغرض کسی نے اس کی حقیقت کو کچھ سمجھا اور کسی نے کچھ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں کوئی موقعہ دیا تو ہمارا ارادہ ہے کہ اس مضمون پر ذرا بسط سے بحث کریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور توفیق پر موقوف ہے۔ ورنہ ہم تو ایک لفظ بھی نہیں بول سکتے (الحکم جلد ۵ ۱۳۲)

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ | نمبر ۲۲

آئمہ ہدیٰ اور اسلام

جماعت اسلامی کے اخبار "کوثر" کے مضمون "ختم نبوت"، بزرگان دین کے اقوال قادیانیت اور اسلام" کے ایک حصہ کا جواب گذشتہ شیوع میں دیا جاچکا ہے، اسی مضمون میں "ختم نبوت کی اصل حقیقت" کے عنوان سے یہ لکھا ہے:-

"ختم نبوت کا اصل مسئلہ صرف اتنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت اور وحی کو ختم کر دیا۔ بلکہ یہ اسلام کا ایک لازمی تقاضا ہے جب دین کامل ہو چکا، نعمتیں تمام ہو چکیں اور انسانی زندگی کو جس دین اور ضابطہ ہدایت کی ضرورت تھی وہ نازل ہو چکا۔ تو اب اس میں کسی قسم کا اضافہ تسلیم کرنا، اس دین کی بنیادی حقیقت سے بے خبری کا ثبوت دینا ہے۔ حق یہ ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ دعوے کیا کہ ہم پر ایمان لاؤ۔ ورنہ تم نجات نہیں پا سکو گے۔ ان کو اسلام کی بنیادی تعلیمات کی ہوا بھی نہیں لگی۔ چنانچہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد کسی شخص کو امام ہدایت تسلیم کرنا ضروریات دین میں شامل نہیں اور صحابہ کرام کے آئمہ ہدیٰ ہونے کی دلیل بھی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ستاروں کی مانند قرار دیا اور فرمایا کہ وہ تمہیں جدھر لے جائیں تم ہدایت پر ہو گے (اوکما قال) ان کے بعد جو علمائے حق دنیا میں تشریف لائے۔ ان میں سے کوئی شخص فی نفسہ حجت نہیں۔ اور ہر صاحب فہم کو اختیار ہے کہ کتاب و سنت کے معیار کے مطابق ان کو جانچے اور پرکھے اور ان کے اجتہادات پر عمل کرے ــــ چنانچہ بجز مدعیان کاذب کے کوئی عالم دین ایسا نہیں ملے گا جس نے امت کو اپنی ذات کی طرف بلایا ہو۔ جوش بیان اور زور کلام میں کسی شخص نے کوئی بات بلند آہنگی کے ساتھ کہدی ہو تو اس میں مضائقہ نہیں۔ عالم سکر میں جس طرح بعض صوفیاء سبحانی ما اعظم شانی کہہ گئے ہیں۔ اسی طرح بعض علماء اور آئمہ نے بھی کبھی کبھی کوئی زوردار فقرہ اپنے بارے میں لکھ دیا ہے۔ مگر کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے مسلمانوں کو اپنی ذات کی طرف دعوت دی ہو۔ اور پھر ان سے لپٹ گیا ہو۔ کہ مجھے مانو۔ ورنہ تمہارا ایمان و اسلام ہی معتبر نہیں۔"

اس تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے:-

(۱) نبوت ختم ہو چکی، دین کامل ہو چکا، جس دین اور ضابطۂ ہدایت کی ضرورت تھی وہ نازل ہو چکا۔

(۲) اب اس دین میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہو سکتا

(۳) جن لوگوں نے رسول اللہ صلعم کے بعد یہ دعوے کیا کہ ہم پر ایمان لاؤ ورنہ نجات نہیں پا سکو گے ان کو اسلام کی ہوا بھی نہیں لگی۔

(۴) صحابہ کرام کے بعد کسی کو امام ہدایت تسلیم کرنا ضروریات دین میں سے نہیں۔

(۵) صحابہ کے بعد جو علمائے حق آئے ان میں سے کوئی فی نفسہ حجت نہیں، ان کو کتاب و سنت کے مطابق جانچنا اور پرکھنا ضروری ہے۔

(۶) مدعیان کاذب کے علاوہ کوئی عالم دین نہیں ملے گا جس نے امت کو اپنی ذات کی طرف بلایا ہو۔

(۷) جوش بیان یا زور کلام سے کوئی بات کہدینے یا بعض صوفیا کے سبحانی ما اعظم شانی کہنے کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اپنی ذات کی طرف دعوت دی ہو اور پھر لپٹ گیا ہو کہ مجھے مانو نے بغیر تمہارا ایمان و اسلام ہی معتبر نہیں"

ان سات فقرات کو بغور پڑھیئے، پھر پڑھئے، آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ دوسروں کو اسلام کی بنیادی تعلیمات کی ہوا نہ لگنے کا طعنہ دینے والے خود کس قدر اسلام سے بے بہرہ ہیں'

نبوت بیشک ختم ہو چکی اور یہ بالکل صحیح ہے کہ اب دین میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہو سکتا مگر کیا کسی شخص کا یہ کہنا کہ میں تجدید دین کے لئے کھڑا کیا گیا ہوں، میرے ساتھ ہو کر خدمت دین بجا لاؤ، یہ دین میں اضافہ سمجھا جائے گا؟ ایسے شخص کو جھوٹا اور کاذب قرار دینا اس پر کفر کے فتوے صادر کرنا موجب نجات سمجھا جائے گا؟ ایک مجدد پر ایمان لانے کا اگر یہ مطلب سمجھا جائے کہ اس کی دعوت بھی ان ایمانیات میں سے ہے جن کو تسلیم کئے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا تو یہ بیشک دین میں اضافہ ہے، لیکن جو شخص یہ کہے کہ

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"

اور پھر کھول کر یہاں تک واضح کر دے کہ

"اپنے دعوے کا انکار کرنے والوں کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا"

(تریاق القلوب صـ۱۳۰)

اس کا لوگوں کو خدمت دین کے لئے بلانا اور انکار و تکذیب کرنے والوں کو جادہ صدق و صواب سے دور قرار دینا دین میں اضافہ کے مترادف کیسے ہو سکتا ہے، کیا اگر کوئی شخص کہے کہ جھوٹ نہ بولو، چوری نہ کرو، نیک بن جاؤ، ورنہ تمہاری نجات نہ ہوگی تو یہ دین میں اضافہ سمجھا جائے گا؟ کیا مودودی صاحب کی دعوت اقامت دین کو نہ ماننے والے طرح طرح کے فتوؤں کے مورد نہیں؟ اور "کوثر" کے صفحات ایسے لوگوں پر طعن و تشنیع سے لبریز نہیں ہوتے؟ آخر ایک شخص راہ ہدایت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے، اس سے دور بھاگنے والوں اور برا بھلا کہنے والوں کو آپ کیا کہیں گے؟ اس میں ایمانیات کا کوئی سوال نہیں، ایک راستباز کی معیت کا سوال ہے، قرآن کا حکم ہے کہ کونوا مع الصادقین اس میں کونسی ایسی بات ہے جس کو "دین میں اضافہ" سمجھا جائے گا؟ اور اگر یہ اضافہ ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا استثنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد کسی شخص کو امام ہدیٰ تسلیم کرنا ضروریات دین میں شامل نہیں"

ضروریات دین سے اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ جن چیزوں سے دین مکمل ہوتا ہے، ان میں یہ بھی شامل ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ایمان لایا جائے، تو یہ دین میں ایک کھلا اضافہ ہے قرآن میں نہ حدیث میں صحابہ کرام رضہ پر ایمان کا کوئی ذکر نہیں، وہ آئمہ ہدیٰ بے شک ہیں، جن کی اقتدا راہ ہدایت پر لے جاتی ہے، لیکن ضروریات دین میں سے یہ نہیں کہ ان پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہ رہ سکے، اسے جادۂ صدق و ثواب سے دور کہہ لیجئے، لیکن جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے تمام کتابوں اور رسولوں کو مانتا ہے، تقدیر، حشر و نشر اور بعث بعد الموت پر یقین رکھتا ہے، اس وقت تک یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی صحابی کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے وہ "ضروریات دین" کا قائل نہیں رہا اور یہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے مخصوص نہیں، سب ہی آئمہ دین یا مجدد دین کا معاملہ ایسا ہی ہے کہ ان کا ماننا ضروریات دین میں سے نہیں، ہاں ان کی معیت اور اقتدا ضروری ہے، اور جو شخص اپنے وقت کے امام یا مجدد کا ساتھ نہیں دیتا وہ جادۂ صدق و ثواب سے دور اور ایک حد تک مواخذہ کے نیچے ہے،

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت

کراچی سے میاں نصیر احمد صاحب فاروقی اپنے ایک خط میں اطلاع دیتے ہیں کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ترقی کر رہی ہے اور آپ کی طبیعت پہلے کی نسبت بہتر ہے۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ہاں یہ بالکل صحیح ہے کہ

" جو علمائے حق دنیا میں تشریف لائے ان میں سے کوئی شخص فی نفسہٖ حجت نہیں اور ہر صاحب فہم کو اختیار ہے کہ کتاب و سنت کے معیار کے مطابق ان کو جانچے اور پرکھے اور ان کے اجتہادات پر عمل کرے"

یہی ہم حضرت مرزا صاحب کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ کے کتاب و سنت کے معیار کے مطابق ان کو جانچئے، پرکھئے اور پھر ان کے اجتہادات پر عمل کیجئے، ان کا ساتھ دیجئے، کہ خدمت دین کا صحیح رستہ وہی ہے جو امام وقت نے بتایا ہے۔

آپ فرماتے ہیں :۔

" بجز مدعیان کاذب کے کوئی عالم دین ایسا نہیں ملیگا جس نے امت کو اپنی ذات کی طرف بلایا ہو"۔

معلوم نہیں آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کو مدعیان کاذب میں سے سمجھتے ہیں یا کیا؟ بہرحال انہوں نے اپنی ذات کی طرف امت کو جن الفاظ میں بلایا ہے وہ آپ کی توجہ کے قابل ہیں :۔

" فهمني ربي جل جلاله انا جعلناك امام هذه الطريقة واوصلناك ذروة سنامها وسددنا طرق الوصول الى حقيقة القرب كلها اليوم غير طريقة واحدة وهو محبتك والانقياد لك فالسماء ليس تظلّ من عاداك بسماء وليست الارض عليه بارض فاهل المغرب واهل المشرق كلهم رعيتك وانت سلطانهم علموا ولم يعلموا فان علموا فازوا وان جهلوا خابوا۔

میرے رب نے مجھے مطلع فرمایا ہے۔ کہ ہم نے تجھے اس طریقہ کا امام مقرر کیا ہے۔ اور اس کی اعلیٰ بلندی تک پہنچایا ہے۔ اور حقیقت قرب تک پہنچنے کے اور طریقے مسدود کر دیئے ہیں سوائے ایک طریقہ کے وہ تیری محبت اور فرمانبرداری ہے۔ پس جو شخص تجھ سے عداوت کرے نہ آسمانی برکات اس پر نازل ہوں گی اور نہ وہ ارضی برکات کا مورد ہوگا۔ اہل مغرب اور اہل مشرق سب کے سب تیری رعیت ہیں۔ اور تو ان کا بادشاہ ہے خواہ وہ جانیں یا نہ جانیں۔ اگر وہ جان لیں تو کامیاب ہوں گے اور اگر بے خبر رہیں تو خائب و خاسر ہوں گے،،

(تفہیمات الٰہیہ)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے ان الفاظ کو آپ "جوش بیان" کہیئے یا "زور کلام" لیکن بہرحال یہ ماننا پڑے گا کہ انہوں نے اپنی ذات کی طرف بلایا ہے اپنے طریقہ کے سوائے حقیقت قرب کے حصول کے تمام طریقوں کو مسدود قرار دیا ہے، اور اپنی محبت اور فرمانبرداری کو قرب الٰہی کا ذریعہ اور انکار و عداوت کو آسمانی و زمینی برکات سے محرومی کا موجب ٹھیرایا ہے۔

ایسا ہی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے صفائی کے ساتھ بتایا ہے کہ :۔

" مجدد آنست کہ ہرچہ درآں مدت از فیوض بامتاں برسد بتوسط او برسد اگرچہ انطاب و اوتاد آں وقت[۴]

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بہت بہتر ہے۔ فالحمدللہ

—— مسجد احمدیہ بلڈنگس میں نماز تراویح باقاعدہ پڑھی جارہی ہے۔ قاری حافظ بوستان خاں صاحب قرآن کریم سناتے ہیں، نماز فجر کے بعد مولنا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری قرآن کریم کا درس دیتے ہیں اور پھر حضرت مسیح موعود کی کتاب پڑھکر سنائی جاتی ہے،

—— بیرونی ممالک سے علم دین حاصل کرنے کے لئے جو طالب علم آئے ہوئے ہیں لاہور کی شدت گرما ناقابل برداشت ہونے کے سبب انہیں مانسہرہ بھیجدیا گیا ہے، ان کے اساتذہ مولنا عبدالحق صاحب ودیارتھی اور مولوی محمد حسن صاحب بھی ان کے ساتھ ہیں۔

—— وزیر آباد سے شیخ محمد عبداللہ صاحب ولد شیخ جان محمد صاحب مرحوم اطلاع دیتے ہیں کہ :۔

" میرے بڑے بھائی صاحب شیخ عبدالرحمان صاحب ناظر انکم ٹیکس آفیسر لائلپور مورخہ $\frac{5}{1}$ ۲ کو لائلپور سے تبدیل ہو کر کراچی تشریف لے گئے ہیں حال ہی میں حکومت پاکستان نے سارے پاکستان سے چار آفیسر کراچی کے لئے منتخب کئے ہیں مغربی پاکستان سے آپ کو چنا گیا ہے۔

احباب سے درخواست ہے کہ دعا فرمادیں کہ بھائی صاحب موصوف کی یہ تبدیلی مزید ترقیات کا موجب ہو۔

شیخ عبدالستار صاحب سیکرٹری جماعت بمبئی لکھتے ہیں کہ :۔

" جناب حضرت منڈاسگر صاحب (احمدی) نے اپنے لڑکے محمد اقبال کی ایک تقریب خوشی کے سلسلہ میں انجمن کو مبلغ پانچروپے (-/5/-) قرآن کریم کے کنڑی ترجمہ کے فنڈ میں مرحمت فرمائے ہیں اور اپنے لڑکے کی درازیٔ عمر اور علمی ترقی کے لئے تمام احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں تمام احباب دعا کریں"۔

—— مدراس سے محمد کریم اللہ صاحب ایڈیٹر آزاد نوجوان اطلاع دیتے ہیں کہ :۔

"میری چھوٹی ہمشیرہ اعظم النساء بیگم نے امتحان S.S.L.C پاس کرلیا ہے اور اس خوشی میں پانچروپیہ انجمن کے اشاعت اسلام فنڈ میں عطا فرماتے ہیں، جزاہ اللہ

---

۴ "بدند و بدلا و نجبا باشند" (مکتوبات امام ربانی جلد ۲ مکتوب چہارم)

فرمائیے ان دونوں بزرگوں کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے کیا امید نہیں کہ آپ انہیں مدعیان کاذب میں سے سمجھتے ہوں، پھر کیا ان کے یہ الفاظ محض "جوش بیان" یا "زور کلام" ہی ہے یا کسی حقیقت پر مبنی ہیں؟ اگر حقیقت پر مبنی ہیں تو ان الفاظ کی روشنی میں اپنے اس فقرہ کو پھر پڑھ لیجئے۔

"جوش بیان یا زور کلام سے کوئی بات کہدیتے یا محض صوفیاء کے سبحانی ما اعظم شانی کہنے کے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں جس نے اپنی ذات کی طرف دعوت دی ہو اور پھر لپٹ گیا ہو کہ مجھے ماننے بغیر تمہارا ایمان اور اسلام ہی معتبر نہیں"

امید ہے کوئی ایسا شخص نہیں میں سے کم از کم ان دو بزرگوں کو تو آپ مستثنیٰ کر دیں گے اور پھر یہ بھی بتادیں گے کہ کیا شاہ ولی اللہ اور مجدد الف ثانی کا ایسا کہنا جائز ہے لیکن مرزا غلام احمد اگر وہی بات کہدے تو وہ ناجائز اور لائق کشتنی ہے؟

یوم وصال بقیہ از صفحہ ۸

اور خداداد علم و فضل اور رمضان المبارک میں کسوف و خسوف کے نشان پر مفصل روشنی ڈالی جو مہدی کے لئے آنحضرت صلعم کی پیش گوئی میں بیان کیا گیا ہے اور بہت سے دوسرے نشانات صداقت بیان کئے۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت امام الزمان نے ایک پاک جماعت بنائی اور اس جماعت کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک احمد نام سے منسوب کرکے جماعت احمدیہ رکھا۔

آپ نے بتایا کہ آج ساری دنیا میں اشاعت اسلام کا کام احمدیہ جماعت ہی کررہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تصویر اسی جماعت نے دنیا کو دکھائی ہے۔ قرآن کریم کے ہر زبان میں تراجم ہو رہے ہیں، اس لئے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اس کام کرنے والی جماعت میں شامل ہو کر دین کو مدد دیں۔

حضرت مولانا نے ساڑھے بارہ بجے تقریر ختم کی جس کے بعد جلسہ برخاست ہوگیا۔

خاکسار۔ شیخ عبدالستار احمدی

(تعمیر قومی کے اصول بقیہ صفحہ ۹)

زلا فسادا والعاقبة للمتقين (القصص) اور فرماتے ہیں آیت صاحب مقدرت کیلئے اس میں نازل ہوئی ہے (الریاض النظرہ) (باقی باقی)

(۱) ذلت از بہر او ز عزت بہ ٭ قلت از بہر او ز کثرت بہ
(۲) مردن از بہر او حیات مدام ٭ صد لذائذ غذائے آں آلام
(۳) ایکہ در کوئے دلستاں گذری ٭ باوفا باش ورزجاں گذری (مسیح موعود)

(۱) اے نادان اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ذلت برداشت کرنی اس عزت سے ہزار درجہ بہتر ہے جو اس کا دامن چھوڑ کر حاصل کی جائے۔ اہل اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے تنگی برداشت کرنی دنیا کی آسودگی سے بہتر۔۔۔

(۲) اس کی راہ میں موت قبول کرنا حیات ابدی پانے کے مترادف ہے، اس یار کے پانے کیلئے مصائب مشکلات برداشت کرنا دنیا کی ہزاروں

کیا خاتم النبیین کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

اس مضمون میں قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے اس حصہ کو جس میں اجرائے نبوت پر بحث کی گئی ہے سامنے رکھتے ہوئے ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ـــــــ بسلسلہ اشاعت گذشتہ

تردید دلائل امکان نبوّت

امکان نبوت کے ثبوت میں قرآن کی پیش کردہ آیات پر نظر

قرآن کریم کی ان کھلی، واضح اور محکم آیات اور ان تمام واضح احادیث کے ہوتے ہوئے جو اس سے پہلے نقل ہو چکی ہیں، قادیانی پاکٹ بک نویس نے بعض آیات اور احادیث پیش کی ہیں جن سے اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اُمت (محمدیہ) میں اجرائے نبوت کا امکان باقی ہے۔ ذیل میں ہم ان آیات قرآنی پر غور کرتے ہیں جو اس سلسلہ میں پیش کی گئی ہیں:-

پہلی آیت } اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً ومن الناس (حج آخری رکوع) اللہ تعالیٰ چنتا ہے اور چنے گا فرشتوں میں سے رسل اور انسانوں میں سے بھی، اس آیت میں مضارع کا صیغہ ہے جو حال اور مستقبل دونوں زمانوں کے لئے آتا ہے پس "یصطفی" کے معنے ہوئے "چنتا ہے اور چنے گا" اس آیت میں یصطفی سے مراد صرف حال نہیں لیا جا سکتا کیونکہ (الف) آیت کی ترکیب اس طرح ہے اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً واللہ یصطفی من الناس رسلاً اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے بھی رسل چنتا ہے اور انسانوں میں سے بھی "رسل" چنتا ہے لفظ "رسل" جمع ہے اس سے مراد آنحضرتؐ (واحد) نہیں ہو سکتے پس ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلعم کے بعد رسالت کا سلسلہ جاری ہے اور یصطفی مستقبل کے لئے ہے (مکمل تبلیغی پاکٹ بک ص ۴۴۴)

ایسے استدلالات پر غور کرتے ہوئے سب سے پہلی دیکھنے والی بات یہ ہے کہ جس حالت میں قرآن کریم کی دوسری محکم آیات اور واضح احادیث سے (جو اس سے قبل پیش کی جا چکی ہیں) یہ ثابت ہے کہ نبوت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے، اور آپؐ کے بعد کسی کا منصب نبوت پر فائز ہونا ختم نبوت کے منافی ہے تو پھر اس قسم کی آیات سے جو متشابہات کا رنگ رکھتی ہیں، ایسا استدلال کرنا جو محکم آیات کے خلاف ہو کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم نے ہمیں ایک اصول بتایا ہے:-

هو الذی انزل علیک الکتاب منه آیٰت محکمٰت هن امّ الکتاب واخر متشٰبهٰت فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله وما یعلم تاویله الا الله والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا به کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب (آل عمران: ۱)

وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اسی میں سے محکم آیتیں ہیں جو کتاب کی اصل ہیں اور کچھ متشابہ ہیں پھر جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو اس میں سے متشابہ ہے اختلاف چاہتے ہوئے اور یہ چاہتے ہوئے کہ اس کی (من مانی) تاویل کریں اور اس کی تاویل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے اور ان کے جو علم میں پختہ ہیں، وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور عقل والوں کے سوائے کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا۔

کس قدر صاف اور پختہ اصول ہیں، محکم آیات کو چھوڑ کر جو لوگ متشابہ آیات کے پیچھے لگ جاتے ہیں وہ فتنہ پیدا کرنا چاہتے ہیں اور من مانی تاویلیں کرتے ہیں، حالانکہ راسخ فی العلم لوگ محکم اور متشابہ تمام آیات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہوئے متشابہ آیات کو محکمات کے تابع کر کے ان کی روشنی میں معنے کرتے ہیں اور کوئی اختلاف دونو میں پیدا نہیں ہونے دیتے۔

آئیے اسی اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً ومن الناس کے معنے کیجئے، محکم آیات جو اس سے پہلے لکھی جا چکی ہیں نہایت وضاحت اور صفائی کے ساتھ بتا چکی ہیں کہ نبوت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی اور اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات جو اس سے قبل نقل کئے جا چکے ہیں صفائی کے ساتھ بتا رہے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، ان محکم آیات واحادیث کے ہوتے ہوئے اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً ومن الناس کے معنے کیا ہوں گے؟

ا۔ رسلاً کا لفظ جہاں ناس کے لئے ہے وہاں ملائکہ کے لئے بھی ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کا کھلا ارشاد ہے کہ:-

"اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے" (ازالہ اوہام ص ۵۷۷)

پس جس قسم کی رسالت فرشتوں میں ختم ہو چکی، اسی قسم کی انسانوں میں بھی ختم ہو گئی، اور جس قسم کی رسالت فرشتوں میں باقی ہے:-

"ہاں وحی ولایت اور مکالمات الٰہیہ کا دروازہ بند نہیں ہے"

اسی قسم کی رسالت انسانوں میں بھی باقی ہے، اور یصطفی کا لفظ مستقبل کے معنوں میں لیتے ہوئے اُمت محمدیہ میں ویسے ہی رسولوں کا آنا ماننا پڑے گا جو وحی ولایت اور مکالمات الٰہیہ حاصل کرنیوالے

(ب) رسل کا لفظ عام ہے اس میں نبی، مجدد و محدث سب شامل ہیں بقول حضرت مسیح موعودؑ:-

"قرآن شریف میں ہے فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول یعنے کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے دوسرے کو یہ مرتبہ عطا نہیں ہوتا، رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدث اور مجدد ہوں"

سُن لیا آپ نے؟ اب اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً ومن الناس کے معنے صاف ہو گئے، کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ اور انسانوں میں سے رسول چنتا رہتا ہے جن میں نبی، رسول، مجدد، محدث سب شامل ہیں، آئندہ بھی وہ رسول منتخب کرتا رہے گا لیکن نبوت چونکہ ختم ہو چکی ہے اور جبرائیل کا بہ پیرایہ وحی نبوت آنا بند ہو گیا ہے اس لئے جو رسول آئندہ بھیجے جائیں گے وہ مجدد و محدث ہوں گے۔

دوسری آیت } ما کان الله لیذر المؤمنین علی ما انتم علیه حتی یمیز الخبیث من الطیب وما کان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسله من یشاء فاٰمنوا بالله ورسله وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم (آل عمران رکوع ۱۸) ....

خدا تعالیٰ مومنوں کو اس حالت پر نہیں چھوڑے گا جس پر کہ اے مومنو! تم اس وقت ہو یہاں تک کہ پاک اور ناپاک میں تمیز کر دے گا خدا تعالیٰ ہر ایک مومن کو غیب پر اطلاع نہیں دے گا (فلاں پاک ہے یا فلاں ناپاک) بلکہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے گا بھیجے گا (اور ان کے ذریعہ پاک اور ناپاک میں تمیز ہو گی) پس اے مسلمانو! اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو تم کو بڑا اجر ملے گا۔

"سورہ آل عمران مدنی سورت ہے اور آنحضرت صلعم کی نبوت سے کم از کم تیرہ سال بعد نازل ہوئی جبکہ پاک اور ناپاک میں ابوبکرؓ و ابوجہل میں اور عمرؓ اور ابولہب، عثمانؓ، علیؓ اور عتبہ و شیبہ میں کافی تمیز ہو چکی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ مومنوں میں پھر ایک تمیز کرے گا مگر اس طور سے نہیں کہ ہر مومن کو الہاماً بتا دے کہ فلاں مومن اور فلاں منافق ہے بلکہ فرمایا کہ رسول بھیج کر ہم پھر ایک دفعہ یہ تمیز کر دیں گے، آنحضرت صلعم کی آمد سے ایک دفعہ یہ تمیز ہو گئی اس آیت میں آنحضرت صلعم کے بعد ایک اور تمیز کرے گا پس سلسلہ نبوّت ثابت ہے"

(قادیانی پاکٹ بک ص ۱۲۵)

یہ عجیب استدلال ہے، کہ چونکہ مکہ میں تمیز ہو چکی تھی اور سورت آل عمران جس میں یہ آیت ہے مدینہ میں نازل ہوئی

اس لئے اس آیت میں آنحضرت صلعم کے بعد ایک اور تمیز کرنے کا ذکر ہے جس کے لئے سلسلہ نبوت جاری کرنا اور نبی کا آنا ضروری ہے۔

آیت کو پھر پڑھو اور غور سے پڑھکر دیکھو اس میں آنحضرت صلعم کے بعد قطعاً "ایک اور تمیز" اور اس کے لئے کسی نبی کے آنے کا کوئی ذکر نہیں، سورت آل عمران بے شک مدنی ہے اور اس سے پیشتر مکہ میں بیشک خبیث اور طیب میں تمیز ہو چکی تھی۔ بلکہ وہاں آنحضرت صلعم کو غیب سے کوئی علم حاصل ہوئے بغیر ہی ابو جہل و ابولہب اور عتبہ و شیبہ وغیرہ مومنین سے الگ اور خود بخود کھلے طور پر ممیز تھے، اگر اس آیت میں مومن و منافق کے امتیاز کے لئے رسول کو غائب کا علم دیئے جانے کا ذکر ہے (حالانکہ آیت کا منشاء یہ نہیں) تو اس سے وہی امتیاز مراد ہے جو مدینہ میں رسول اللہ صلعم نے غیب سے علم حاصل کرکے ان منافقین کا کیا جو یہودیوں میں سے مسلمانوں میں آ کر ملے ہوئے تھے۔ اس سے سلسلہ نبوت کا جاری ہونا کہاں ثابت ہے، ایک قاعدہ اس آیت میں بتایا ہے کہ غیب پر ہر ایک کو اطلاع نہیں دی جاتی بلکہ غیب کی اطلاع کے لئے کسی رسول کو منتخب کیا جاتا ہے، کسی مفسر کسی محدث، کسی امام، کسی مجدد حتیٰ کہ خود حضرت مسیح موعود نے بھی جن کو اس آیت کی رُو سے نبی بنانا مقصود ہے قطعاً یہ نہیں سمجھا اور نہ اس بات کا ذکر تک کیا کہ اس آیت میں آنحضرت صلعم کے بعد کسی اور نبی کے آنے یا سلسلہ نبوت کے جاری ہونے کا ذکر ہے،

تیسری آیت

ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا

یعنے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے پس وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے شہیدوں میں سے اور صالحوں میں سے اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں۔

(آل عمران : ۶۹)

قادیانی پاکٹ بک نویس نے اس آیت کے معنے کرتے ہوئے یہ تحریف کی ہے کہ مع الذین کا ترجمہ کیا ہے "ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے" اور اس کی یہ دلیل دی ہے:-

"مع کے معنے یہاں "ساتھ" کے نہیں بلکہ مِن کے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر مع کا لفظ مِن کے معنوں میں استعمال ہوا ہے مثلاً اولٰئک مع المومنین، توفنا مع الابرار، لم یکن مع الساجدین وغیرہ۔

الجواب:- پہلی بات کا جواب تو معترض نے خود ہی آگے چل کر دے دیا ہے، کہ

"مع کے معنے معیت (ساتھ) کے بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ ان اللہ مع المتقین کی آیت میں"

پس ضروری نہیں کہ چونکہ کسی اور موقع پر مع بمعنے مِن استعمال ہوا ہے، اس لئے مع الذین انعم اللہ علیہم میں بھی مِن ہی کے معنے کئے جائیں، بالخصوص جبکہ ان معنوں سے یہ بہت بڑی قباحت لازم آتی ہے کہ نبوت کو ایک اکتسابی امر اور اطاعت کا نتیجہ قرار دینا پڑتا ہے اور ختم نبوت باطل ثابت ہوتی ہے اس صورت میں اسے انعام نہیں بلکہ اجر کہنا چاہیئے، اور ضروری ہے، کہ یہ اجر صرف مردوں کے لئے مخصوص نہ ہو بلکہ عورتوں کو بھی ملے کہ وہ بھی من یطع اللہ والرسول میں داخل ہیں اور قرآن کریم نے اعمال صالحہ پر نتائج مترتب کرنے میں عورت اور مرد کا کوئی امتیاز روا نہیں رکھا (ملاحظہ ہو سورہ احزاب آیت ۳۵) اگر کہا جائے کہ پہلے بھی کوئی عورت نبیہ نہیں بنی تو اس کا یہ جواب ہے کہ پہلے تو نبوت اللہ تعالےٰ کی طرف سے موہبت تھی جو براہ راست ملا کرتی تھی لیکن اب قادیانی اصول کے مطابق نبوت خدا اور رسول کی کامل اطاعت سے ملتی ہے، پس اگر عورت خدا اور رسول کی کامل مطیع ہو سکتی ہے تو نبیہ بھی ہو سکتی ہے اور اگر نبیہ نہیں بن سکتی تو کامل اطاعت سے نبی بننے کا اصول ہی غلط ہے، اس کے علاوہ اگر نبوت اکتسابی امر ہے اور اللہ اور رسول کی کامل اطاعت سے ملتی ہے تو سب سے پہلے وہ لوگ اس کے حقدار تھے جو اپنے پاکیزہ اعمال اور کامل اطاعت کی وجہ سے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے سرٹیفکیٹ کے مستحق سمجھے گئے، سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کو نبی بنا چاہیئے تھا جن کو ثانی اثنین (التوبہ : ۴۰) کا خطاب ملا۔ حضرت عمرؓ کو منصب نبوت پر فائز ہونا چاہیئے تھا جن کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا لو کان بعدی نبی لکان عمر، ان لوگوں اور تمام ان کاملین امت اور اولیاء اللہ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے کامل اطاعت نہیں کی اپنے زیغ قلب کا ثبوت دینا ہے۔ اگر ان لوگوں نے کامل اطاعت نہیں کی جن کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ

"میرے لئے یہ کافی فخر ہے کہ میں ان لوگوں کا مداح اور خاک پا ہوں"

(سیرت مسیح موعود از مولانا عبدالکریم مرحوم)

تو دنیا میں کوئی بھی کامل مطیع نہیں ہو سکتا اور نہ یہ امت خیرامت ہو سکتی ہے، بلکہ اسلام پر بھی اعتراض آتا ہے کہ اس کے اصول و قوانین کی اطاعت کوئی شخص کما حقہ نہیں کر سکتا کس قدر حیرانی اور تعجب کا مقام ہے کہ وہ انعام جو اھدنا الصراط المستقیم کی دعا سے ملتا ہے، تیرہ سو سال تک تمام صحابہ، تمام کاملین امت کی پُر درد دعاؤں کے باوجود انہیں نہ ملا اور نبوت کے مقام پر وہ فائز نہ ہوئے لیکن تیرہ سو سال کے بعد ایک اکیلے شخص کو یہ مرتبہ مل گیا۔ اسے بھی سترہ سال اپنی نبوت کی سمجھ نہ آئی اور اس کے ماننے والوں میں بھی یہ امر مشتبہ ہو گیا۔ گویا ساری امت میں ایک ہی شخص کامل اطاعت کرنے والا پیدا ہوا۔ کیا یہ امت کے لئے باعث فخر ہے؟

کہا جاتا ہے کہ تیرہ سو سال میں اس کی ضرورت نہ تھی اب ضرورت پیش آئی اس کے یہ معنے ہیں کہ یا تو اللہ تعالےٰ نے جبراً سب افراد امت کو کامل اطاعت کے لئے روکے رکھا کہ کہیں نبی نہ بن جائیں اور یا ان کی کامل اطاعت پر بھی نبوت کا انعام انہیں نہ دیا دونوں صورتوں میں اللہ تعالےٰ پر نا انصافی کا الزام آتا ہے جو صحیح نہیں۔

پھر یہ سوال ہے کہ اگر بالفرض کوئی وقت ایسا آ جائے کہ سب کے سب آدمی کامل اطاعت کے درجہ پر پہنچ جائیں تو کیا یہ لازمی ہوگا کہ سب کے سب نبی بن جائیں اور کوئی بھی امتی نہ رہے؟ ورنہ ان کی حق تلفی ہوگی، اور اگر کوئی وقت ایسا آ جائے کہ تمام لوگ بدعمل ہو جائیں یا کم از کم کامل اطاعت کے درجہ تک نہ پہنچیں اور نبی کی ضرورت ہو تو کیا کسی کو جبراً کامل مطیع بنا کر نبی بنا دیا جائے گا؟ اس کے علاوہ یہ بھی غور طلب ہے کہ جو چیز کامل اطاعت کا نتیجہ ہے اس پر انعام کا لفظ نہیں بولا جا سکتا بلکہ اس کو اجر کہا جائیگا قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اعمال صالحہ کے نتائج کو اجر قرار دیا گیا ہے، انعام نہیں کہا، من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیوٰۃ طیبۃ ولنجزینھم۔

غرض جس پہلو سے بھی دیکھا جائے یہ اصول ایسا غیر معقول اور خلاف علم و عقل ہے کہ کسی طرح قابل قبول نہیں، مع کے معنے جب تک "ساتھ" کے نہ کئے جائیں اور نبوت کو موہبت قرار نہ دیا جائے بات ٹھیک نہیں بنتی، انہی معنوں کی تائید آیت کے آخری الفاظ حسن اولٰئک رفیقاً سے ہوتی ہے۔ اگر یہ معنے ہوں کہ نبیوں میں سے ہو جائیں گے تو رفاقت کس کی ہوتی؟ اور کونسے اچھے رفیق ہوئے؟

حدیث سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس آیت میں محض نبیوں کی رفاقت اور معیت کی خوشخبری دی گئی ہے نہ کہ نبی بن جانے کی، چنانچہ امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں اس بارہ میں متعدد روایات نقل کی ہیں جن میں سے ایک حسب ذیل ہے:-

روی جمع من المفسرین ان ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلعم کان شدید الحب لرسول صلی اللہ علیہ وسلم قلیل الصبر عنہ فاتاہ یوماً وقد تغیر وجھہ ونحل جسمہ وعرف الحزن فی وجھہ فسالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حالہ فقال یارسول اللہ مابی وجع غیر انی اذا لم ارک اشتقت الیک واستوحشت وحشۃ شدیدۃ حتی القاک فذکرت الاخرۃ فخفت ان لا اراک ھناک لانی ان دخلت الجنۃ فانت تکون فی درجات النبیین وانا فی درجۃ العبید فلا اراک وان انا لم ادخل الجنۃ فحینئذ لا اراک ابدا فنزلت ھذہ الآیۃ

ترجمہ۔ مفسرین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ثوبان کو آپؐ کے ساتھ شدید محبت تھی اور آپؐ سے مفارقت پر صبر نہ کر سکتے تھے، ایک دن وہ آئے، تو ان کا چہرہ متغیر تھا، اور ان کا جسم نحیف، رسول اللہ صلعم نے ان کے چہرہ پر حزن دیکھ کر ان کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلعم مجھے کیا ہو گیا جب میں نے آپ کو نہیں دیکھا تو میری حالت متغیر ہو گئی، اور شدید وحشت مجھ پر طاری ہو گئی یہاں تک کہ میں آپ سے ملا، پھر میں نے آخرت کو یاد کیا اور میں ڈر گیا کہ اگر میں جنت میں داخل ہوا تو آپ تو نبیوں کے درجہ میں ہوں گے، اور میں معمولی بندوں کے درجہ میں، پس میں آپؐ

کو نہ دیکھ سکوں گا اور اگر میں جنت میں داخل ہوا تو کبھی بھی آپ کو نہ دیکھ سکوں گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

(تفسیر کبیر جلد سوم ص۳۰۳ مطبوعہ مصر)

اسی قسم کی اور بھی بعض روایات ہیں جن سے ثابت ہے کہ متقدمین اس آیت کے یہی معنے سمجھتے تھے کہ اللہ اور رسول صلعم کی کامل اطاعت کرنے والوں کو نبیوں کی معیت حاصل ہو گی، نبی بن جانا کسی نے اس آیت سے مراد نہیں لیا، علامہ ابی السعود تفسیر کبیر کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:-

ولیس المراد بالمعیۃ الاتحاد فی الدرجۃ ولا مطلق الاشتراک فی دخول الجنۃ بل کونھم فیھا بحیث یتمکن کل واحد منھم من رویۃ الاخر وزیارتہ متی ارادوا ان بعد ما بینھما من المسافۃ یعنی معیت سے درجہ میں اتحاد مراد نہیں اور دخول جنت کے بارہ میں مطلق اشتراک مراد ہے، بلکہ ان کی حالت اس کے اندر ایسی ہو گی کہ سب ایک دوسرے کو جب چاہیں دیکھتے ہوں گے اگرچہ ان کے مابین مسافت کے لحاظ سے دوری ہو۔

پس اس آیت کے یہ معنے کرنا کہ اللہ اور رسول کی کامل اطاعت سے انسان نبی بن جاتا ہے اور ان معنوں کے بنانے کے لئے مع کا ترجمہ مِن کرنا قرآن کریم، حدیث اور عقل و نقل کے قطعاً خلاف ہے، صاف اور سیدھے معنے یہ ہیں کہ جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں، وہ نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ ہوں گے۔

اعتراض ۲:- اگر مع کے معنے ساتھ ہی کے کئے جائیں تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے نبیوں کے ساتھ ہوں گے مگر نبی نہ ہوں گے، صدیقوں کے ساتھ ہوں گے، مگر خود صدیق نہ ہوں گے، شہیدوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود شہید نہ ہوں گے، صالحین کے ساتھ ہوں گے مگر خود صالح نہ ہوں گے"

الجواب:- یہ ایک مغالطہ ہے۔ اس آیت میں صرف نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی معیت کا ذکر ہے، نبی، صدیق، شہید اور صالح بننے یا نہ بننے کا کوئی ذکر نہیں، احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے لیکن جو معنی قادیانی حضرات کرتے ہیں ان کا ذکر اس آیت کے نزول کے سلسلہ میں کسی ضعیف سے ضعیف حدیث میں بھی نہیں - یہ معلوم کرنے کے لئے کہ نبی، صدیق، شہید وغیرہ بن بھی سکتے ہیں یا نہیں، قرآن کریم کے دوسرے مقامات کو دیکھنا چاہیئے۔

جہاں تک نبیوں کے بننے کا سوال ہے اس کے متعلق پہلے آیات قرآنی سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ نبوت ایک موہبت تھی جو بوقت ضرورت اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملتی تھی اور آنحضرت صلعم کے بعد وہ ضرورت ختم ہو گئی اس لئے اب نبی کوئی نہیں آ سکتا، ان نبیوں کی کامل اطاعت سے رنگ نبوت حاصل ہو سکتا ہے جس کو محدثیت یا لغوی مجازی نبوت کہا جا سکتا ہے، جو صرف مکالمہ الٰہیہ کی حد تک محدود ہے (اس کی تفصیل آگے چل کر محدثیت کی بحث میں ملاحظہ ہو)

دوسری جگہ فرمایا:-

"لھم البشرٰی فی الحیٰوۃ الدنیا- ان کے لئے اس دنیا کی زندگی میں بشارتیں ہیں" (یونس:۶۴)

حدیث میں ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نبوت میں سے مبشرات کے سوائے کچھ باقی نہیں رہا، یہی وہ انعام ہے جس کا من یطع اللہ والرسول کی آیت میں ذکر ہے، اور یہی وہ نبوت ہے جو کاملین امت کو ملتی رہی اور حضرت مسیح موعود کو بھی ملی، اس کے سبب نبوت نہیں کہا جا سکتا نہ اس کے پانے والوں کو حقیقی معنوں میں نبی قرار دیا جا سکتا ہے، بلکہ یہ محض رنگ نبوت ہے اور اس سے بڑھکر نہیں جیسے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"وخدارا مکالمات است و مخاطبات با اولیائے خود درین امت و ایشان را رنگ انبیا داده میشود و ایشان درحقیقت انبیا نیستند زیرا که قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیده است"۔ (مواہب الرحمن ص۶۶)

یعنی اللہ تعالےٰ کے اس امت میں اپنے اولیا کے ساتھ مکالمات و مخاطبات ہوتے ہیں اور ان کو رنگ انبیاء دیا جاتا ہے، اور وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے، کیونکہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچایا ہے۔

پس یہ کہنا صحیح ہے کہ اللہ اور رسول کی کامل اطاعت کرنے والے نبیوں کی صرف معیت حاصل کر سکتے ہیں، خود نبی نہیں بن سکتے،

رہ گیا یہ امر کہ صدیق اور شہید بھی بن سکتے ہیں یا نہیں، اس کے متعلق قرآن کریم دوسری جگہ فرماتا ہے:-

والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم۔ (الحدید ۵۷: ۱۹) جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے۔

اس آیت میں صفائی کے ساتھ بتا دیا کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے[1] صدیق اور شہید بن سکتے ہیں، یہاں نبیوں کے بننے کا کوئی ذکر نہیں۔ اگر اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے نبی بھی بن سکتے تو اس آیت میں ان کا بھی ذکر ہوتا، ہاں اس میں صالحین کا بھی ذکر نہیں کیا، کیونکہ وہ ادنےٰ ترین مرتبہ ہے اور اللہ اور رسول کی اطاعت انسان کو صالح تو بنا دیتی ہے لیکن جس مقام اطاعت کا اس آیت میں ذکر ہے وہ صالحیت کے مقام سے بلند تر ہے اور قرآن کریم کا منشاء ہے کہ انسان محض صالحیت کے مقام پر قناعت نہ کرے بلکہ اس سے بڑھکر صدیقیت اور شہادت کے مرتبہ پر پہنچنے کی کوشش کرے۔

قادیانی دوست یک زبیں نے اس آیت کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں پہلے انبیاء کی اتباع کا ذکر ہے، حالانکہ اس آیت کے سیاق و سباق میں کہیں بھی پہلے انبیاء یا ان کی امتوں کا ذکر نہیں، سورۃ الحدید کو کھول کر اس آیت سے پہلی اور پچھلی آیت کو پڑھ لیا جائے، کہیں اشارۃً بھی پہلے انبیاء کی اطاعت کا ذکر نہیں اگر رسلہ بصیغہ جمع کو اس کے ثبوت میں پیش کیا جائے تو اس کا یہ جواب ہے کہ قرآن کریم نے ایک مسلمان کے لئے رسول کریم صلعم کے ساتھ تمام سابق انبیاء پر بھی ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے اور آپ کی اتباع کو سب انبیاء کی اتباع کے مرادف ٹھہرایا ہے کیونکہ قرآن کریم میں ان سب کی تعلیمات کو جمع کر دیا گیا ہے،

سوال۔ اگر ایک کامل مومن صدیق اور شہید کے مرتبہ پر بھی پہنچ سکتا ہے، تو وہ کون لوگ ہیں جن کو صدیقوں، شہیدوں اور نبیوں کی معیت میں قرار دیا گیا ہے؟

الجواب:- یہ وہ لوگ ہیں جو کمال اطاعت میں نقص رہ جانے کی وجہ سے صدیقوں اور شہیدوں کے مرتبہ پر نہیں پہنچے لیکن حتی الوسع انہوں نے نیک اعمال بجا لانے اور اللہ اور رسول کی اطاعت کی کوشش کی ہے۔ اس لئے آیت کے آخر میں فرمایا ذالک الفضل من اللہ یعنی یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے کہ صرف اطاعت پر ہی اتنا بڑا اجر عطا فرمایا کہ نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کی معیت حاصل ہو گئی۔ حدیث سے بھی ان معنوں کی تائید حاصل ہوتی ہے۔

(۱) ترمذی میں ہے التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء امین تاجر صادق امین، نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

(۲) انس رض سے روایت ہے انی لاحب رسول اللہ صلعم واحب ابا بکر وعمر رضی اللہ عنہما وارجوا ان اللہ یبعثنی معھم وان لم اعمل کعملھم (ابن کثیر) یعنی میں رسول اللہ صلعم سے محبت کرتا ہوں اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مجھے ان کے ساتھ مبعوث کرے گا اگرچہ میں نے ان جیسے عمل نہیں کئے۔

(۳) ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بعض اعلےٰ منازل کا ذکر کیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو انبیاء کی منازل ہیں جن پر ان کے سوا کوئی نہیں پہنچ سکتا، تو آپ نے فرمایا والذی نفسی بیدہ رجال اٰمنوا باللہ وصدقوا المرسلین۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی وہ بھی ان کو حاصل کریں گے" (ابن کثیر)

ان تینوں حدیثوں سے صاف ثابت ہے کہ انبیاء اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے علاوہ بعض اور بھی لوگ ہیں، جو ان کے کمالات کو نہیں پہنچے لیکن اللہ تعالےٰ انہیں اپنے فضل سے ان کی معیت اور رفاقت عطا کرے گا۔ یہی اس آیت کے معنے ہیں، یا زیادہ سے زیادہ یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ اللہ اور رسول کی کامل اطاعت کرنے والے صالح، شہید اور صدیق ہوتے ہیں، اور ان کو نبوت نہیں عطا کئے جاتے ہیں۔

[1] ایمان سے محض زبانی اقرار مراد نہیں بلکہ یہ قرآن کریم کا محاورہ ہے جس سے کامل اطاعت مراد ہوتی ہے،

ضروری اطلاع

میں ۱۱ ماہ حال سے ایک ماہ کی رخصت پر جا رہا ہوں۔ دفتر کے خطوط اسسٹنٹ سکرٹری کے پتہ پر اور ذاتی خطوط لاہور مسلم ٹاؤن رشید سٹریٹ کے پتہ پر آتے جائیں۔ احباب مطلع رہیں۔
مرتضیٰ خان۔ اسسٹنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مکتوبات

ایک تصحیح اور ایک مکالمہ

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔
پچھلے پیغام صلح میں جو میرا مضمون "الجماعت" شائع ہوا ہے اس میں جو میں نے علامہ اقبال کے مضمون کو اسلامی جماعت کے پرچہ سے نقل کرنے کا لکھا ہے وہ میری غلطی ہے کیونکہ جس اخبار سے میں نے وہ اقتباس لیا ہے وہ ۱۵ رمئی سنہ ۱۹۵۰ء کا ماہواری رسالہ "نئی روشنی" ہے اور جماعت اسلامی کا پرچہ "روشنی" نام سے شائع ہوتا ہے۔

ممکن ہے کوئی مودودی صاحب کا خیرخواہ اتنی سی بات کو لے کر بتنگڑ بنا دے اس لئے اگر مناسب خیال فرما دیں تو اس میری غلطی کی اصلاح کر دیں۔

آپ کا مضمون قادیانی پاکٹ بک کے جواب میں ختم نبوت کے متعلق بہت عمدہ ہے اس مضمون کو آپ ضرور ٹریکٹ بنا کر شائع کریں۔

میں سکندرآباد دکن میں سیف اللہ دین صاحب کے ہاں ملاقات کے لئے گیا تو وہاں میاں صاحب کے اعلان "خاندان نبوت" کے متعلق میں نے کہا:۔

احمدی۔ اب تو قادیانی جماعت کو اپنی پاکٹ بک کو درست کر لینا چاہیئے کیونکہ جناب میاں صاحب نے نبوت مسیح موعود کے اصلی نبوت ہونے سے انکار کر دیا ہے اور ظلی نبوت کی وجہ سے ان کا خاندان "خاندان نبوت" کہلانے کا مستحق نہیں یہ بھی صاف اقرار ہے۔

قادیانی۔ اس اعلان سے نبوت کو کیا نقصان پہنچتا ہے۔

احمدی۔ نبوت کی میاں صاحب کی بنائی ہوئی ساری عمارت دھڑام سے نیچے آ چکی ہے۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ اصل نبوت تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اس لئے بھی کا خاندان ہی خاندان نبوت کہلا سکتا ہے مسیح موعود کی نبوت تو ظلی نبوت ہے اس لئے ان کے خاندان کو خاندان نبوت نہیں کہہ سکتے لہذا آئندہ خاندان مسیح موعود لکھا جایا کرے۔ سو الحمدللہ کہ جہاں سے فتنہ اٹھا تھا وہاں سے ہی اسے فرو کر دیا گیا ہے۔

قادیانی۔ آپ کی تحریریں موجود ہیں آپ مسیح موعود کو نبی مانتے رہے اور ختم نبوت پر ایک مضمون آخری نبی بھی آپ نے لکھا اور آپ اجرائے نبوت کے قائل بھی رہے اب آپ کو کیا ہو گیا۔ ہم تو آپ کی تحریروں سے اس مضمون کو سمجھتے رہے۔ لیکن اب آپ ان کی کیا تاویل کریں گے۔

احمدی۔ میرا رسالہ ختم "نبوت کی حقیقت" جو میاں صاحب کی خلافت کے زمانہ میں شائع ہوا ہے موجود ہے اس کے سرورق پر لکھا ہے۔

نبی ان کے پیچھے نہ آیا نہ آئے
یہ ہے مغز اسرار ختم نبوت

اس کے اندر بھی یہی لکھا ہے کہ مسیح موعود ظلی بروزی امتی نبی ہے اور یہ نبوت اصلی نہیں مجازی ہے اور اس کا پانے والا محدث کہلاتا ہے۔

آخری نبی رسالہ میں بھی یہی ہے آپ دیکھ لیں یہی وجہ ہے کہ میں جب قادیانی جماعت میں تھا تو حضرت مولانا محمد علی نے میری اس کتاب کے اقتباسات پیش کر کے جماعت پر اتمام حجت کیا کہ مولوی عمرالدین کو کیا ہو گیا ہے جبکہ وہ خود ۱۹۱۷ء میں اپنی کتاب ختم نبوت کی حقیقت میں لکھ چکا کہ مسیح موعود کو نبی بمعنی محدث کہا گیا ہے۔

میں تو خود بیعت سے پہلے میاں صاحب کو لکھ چکا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کا منکر محض انکار دعوے مسیح موعود کی وجہ سے کافر نہیں ہو سکتا۔ پس میرا مذہب تو ظاہر ہے۔

شملے میں حکم کی موجودگی میں بڑا زبردست مناظرہ ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب امتی ظلی بروزی مجازی نبی ہیں ان کا منکر کافر نہیں۔

الحمدللہ کہ جناب میاں صاحب نے بھی ہماری طرح صحیح اور اصلی مذہب کو مان لیا۔ اب بھی اگر کوئی قادیانی غلط عقیدہ کو نہ چھوڑے تو سمجھو اب اسے بھورا (کمبل) نہیں چھوڑتا۔ ورنہ جناب میاں صاحب کا عطاء اللہ بخاری کے مقدمہ میں عدالت کے سامنے اقرار کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہو اور قرآن مجید کو آخری واجب العمل کتاب مانتا ہو وہ مسلمان ہے وہ مرزا صاحب کے انکار کی وجہ سے کافر نہیں ہو سکتا اور اب یہ اقرار کہ مرزا صاحب چونکہ اصلی نبی نہیں بلکہ ظلی نبی ہیں اس لئے ان کا خاندان خاندان نبوت نہیں کہلا سکتا۔ یہ کافی ثبوت ہے کہ وہ نبوت مسیح موعود کو صرف مجازی نبوت مانتے ہیں اور جب مجازی کا لفظ کسی کے ساتھ لگ جائے تو وہ لازماً اس جنس کا فرد نہیں ہوتا جس کا نام بطور مجاز دیا جائے۔ مثلاً مجازی خدا ہرگز خدا نہیں۔ مجازی شیر شیر نہیں۔ مجازی دن در اصل دن نہیں نہ مجازی رات رات ہو سکتی ہے بلکہ کثرت تاریکی کے باعث دن کو مجازاً رات اور کثرت روشنی کے باعث رات کو مجازاً دن کہہ دیتے ہیں۔ سخت چیز کو مجازاً پتھر کہہ دیتے ہیں زیادہ گرم چیز کو مجازاً آگ کہہ دیتے ہیں۔ پس مجازی نبی ہرگز نبی نہیں بلکہ وہ غیر نبی ہے اور مرزا صاحب کا امتی ہونا ہی ان کے نبی نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ امتی نبی کے معنے یہ ہوئے غیر نبی۔ نبی۔ اب آپ خود دیکھ لیں غیر نبی نبی کیا ہوا۔

قادیانی۔ اگر مرزا صاحب نبی نہیں تو وہ کیوں فرماتے ہیں کہ بجز میرے تیرہ سو برس میں کسی اور کو یہ نام نہیں دیا گیا۔

احمدی۔ یہ بھی سچ ہے پیشگوئی میں آنحضرت صلعم نے صرف اور صرف مسیح موعود کو ہی مجازاً نبی اللہ کہا ہے۔

قرآن مجید میں مریم میں نفخ روح کا ذکر ہے اور اس مریم سے عیسے کی پیدائش کا ذکر سورہ تحریم میں ہے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اس پیشگوئی کا میں اکیلا ہی مصداق ہوں تیرہ سو برس میں اور کوئی اس کا مصداق نہیں ہے۔ لیکن خود ہی یہ بھی وہ لکھتے ہیں:۔

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہ ذقن
واں مسیح ناصری شد از دم او بیشمار

اب ایک طرف بے شمار مسیح ناصری پیدا ہونا مسلم ہے دوسری طرف صرف اور صرف مسیح موعود کا مثیل مسیح ناصری مصداق پیشگوئی ہونا بھی مسلم ہے دونوں باتیں درست ہیں اسی طرح حضرت اقدس نے خود ہی فرمایا ہے کہ اس امت میں لاکھوں ایسے کاملین امت گذرے ہیں، حق تھا کہ ان کو نبی اللہ کہا جاتا مگر محض پاس شان خاتم النبیین کی وجہ سے اور تا کہ آنے والے مسیح موعود کو جو نبی اللہ کہا گیا ہے وہ پیشگوئی مشتبہ نہ ہو جائے کسی کو نبی اللہ کا خطاب ظاہراً نہیں دیا گیا اگرچہ ان میں انوار وبرکات نبوت موجزن تھے اور حق تھا کہ ان کو نبی کہا جائے۔

قادیانی۔ یہ کہاں لکھا ہے۔

احمدی۔ یہ تقریر مسیح موعود الحکم ۱۷ر اپریل سنہ ۱۹۰۳ء سے اخبار الفضل نے شائع کی ہوئی ہے۔

قادیانی۔ امتی نبی تو آپ مانتے ہی ہیں

احمدی۔ ہاں مگر امتی ہونا اور نبی ہونا دو متضاد حقیقتیں ہیں۔ اسی پر میرا اور مولوی اللہ دتا صاحب کا مناظرہ ہوا اور مولوی صاحب اس سوال کا کوئی جواب نہ دے سکے اور نہ دے سکیں گے۔ والسلام

عمرالدین۔ احمدی

جلسہ یوم وصال

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۲۶ رمئی سنہ ۱۹۵۱ء کو علاقہ کرناٹک میں گدگ اور ہبلی کے اراکین انجمن احمدیہ کے زیر اہتمام بعد نماز عشا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یوم وصال کی تقریب پر ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا عمرالدین صاحب احمدی بمبئی سے تشریف فرما تھے جلسہ باہر میدان میں منانے کا پروگرام تھا، لیکن بارش آ جانے کی وجہ سے مسلم کلب ہبلی میں منعقد ہوا جس قدر لوگوں کی شمولیت کی امید تھی بارش کی وجہ سے گو اتنے نہیں آئے تاہم خدا کے فضل وکرم سے جلسہ کامیاب رہا۔ جلسہ کی صدارت صدر انجمن حکیم عبدالرحمن صاحب نے کی۔ ساڑھے نو بجے تلاوت قرآن اور حضرت مسیح موعود کی نظم سے جلسہ شروع ہوا جس کے بعد مولوی بڈھن صاحب بیدور مبلغ کرناٹک نے اپنی کنڑی زبان میں قرآن، حدیث، گیتا اور ہندو کتب گیتا منترا ایام ورت سے ثابت کر دیا کہ کیشوا وتار اور عیسیٰ ابن مریم مجدد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ یہی مسیح ہیں اور مہدی بھی۔

آپ کے بعد مولانا عمرالدین صاحب نے سوا دس بجے تقریر شروع کی آپ نے فرمایا کہ میں شافعی مذہب سے تعلق رکھتا تھا ۱۸۹۹ء تا سنہ ۱۹۰۰ء کے درمیان میری عمر کوئی ۲۲ سال کی تھی یہ سن کر کہ ایک شخص نے قادیان سے مسیح اور مہدی ہونے کا دعوے کیا ہے میں ڈائنامیٹ لے کر حضرت کو مارنے کے لئے قادیان پہنچا اس وقت امام الزمان اپنے احباب سے مخاطب ہو کر وعظ فرما رہے تھے کہ جو کوئی مجھے مارنے آتا ہے وہ خود مر جاتا ہے قادیان جاتے ہوئے راستے میں جالندھر میں ٹھیرنا پڑا وہاں چند احمدیوں کی تبادلہ خیالات ہونے پر میں کچھ کچھ مر چکا تھا۔ قادیان حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچنے کے بعد بالکل ہی مر گیا اور بیعت کر کے واپس ہوا آپ نے حضرت امام زمان کے ساتھ اپنے تعلقات قرب کا ذکر کیا اور آپ کی تبدیلی حالات

(باقی بر صفحہ)

تعمیر قومی کے اصول

بسلسلہ اشاعت ۱۱ اپریل ۱۹۵۱ء و ۹ مئی ۱۹۵۱ء

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللّٰہ عاقبۃ الامور

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

حق پسندی و حق گوئی

دور صحابہ میں خلفاء حق پسندی کو اس قدر احترام کی نظر سے دیکھتے تھے کہ جائز نکتہ چینی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے اس طرح قوم میں جائز آزادی کا مادہ پیدا ہو گیا تھا جو استحکام خلافت کا قوی ترین سبب تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ جب حضرت فاروق اعظمؓ نے خزائن کعبہ کو تقسیم کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت شیبہ رضؓ نے اس کی مخالفت کی اور حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کو آپ سے زیادہ احتیاج تھی۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، یہ سن کر حضرت عمرؓ نے تقسیم سے فوراً ہاتھ کھینچ لیا۔
(ابوداؤد کتاب المناسک)

ایک بار حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ بی بی کو شوہر کی دیت میں وراثت نہیں ملتی۔ حضرت ضحاک بن سفیان نے کہا "اشیم الضبابی کی بی بی کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریری فرمان کے ذریعہ سے جو میرے نام تھا اس کے شوہر کی دیت دلوائی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فوراً اپنی رائے بدل دی۔ ابوداؤد کتاب الفرائض۔

دربار معاویہ رضؓ

حضرت معاویہ کے دربار میں ایک دفعہ حضرت ابو مریم رضؓ ازدی حاضر ہوئے تو معاویہ رضؓ کو ان کا آنا ناگوار معلوم ہوا اور کہا ہمیں تمہارے آنے سے کچھ خوشی نہیں ہوئی حضرت ابو مریم ازدی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ! جس شخص کو مسلمانوں کا والی بنائے اور وہ (والی) قوم کی حاجتوں سے آنکھ بند کر کے پردہ میں بیٹھ جائے تو اللہ تعالےٰ بھی قیامت کے دن اس کی حاجتوں کے سامنے پردہ ڈال دے گا۔ اس بات نے حضرت معاویہ پر اثر یہ کیا کہ آپ نے لوگوں کی حاجت براری کے لئے ایک مستقل افسر مقرر کر دیا (اس کے ماتحت عملہ بھی تو ہوگا۔ ناقل) ابوداؤد کتاب الخراج)

صحابہ کرام کا رحم و شفقت

صحابہ کرام نے رحم و شفقت کا وہ عملی نمونہ دکھایا کہ قوم سے بیگانگی جاتی رہی ہر فرد قوم محسوس کرتا تھا کہ میری پشت پر ایک پشتیبان قوم کھڑی ہے جو میری اور میرے اہل و عیال کی خبرگیری کے لئے کافی ہے۔

چھوٹے چھوٹے بچے حضرت ابوبکر رضؓ کو دیکھ کر آپ کی طرف دوڑ پڑتے اور کہتے "بابا" آپ محبت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے (الریاض النظرۃ) لڑکیاں بکریوں کے دودھ دوہنے کو کہتیں آپ ان کے لئے دودھ دوہ دیتے۔ مدینہ کے ایک گوشہ میں ایک بڑھیا رہتی تھی آپ رات کو جا کر اس کی ضروریات پوری کر آتے (اسد الغابہ)

جاڑوں کے موسم میں چادریں خرید کر مدینہ کی بیواؤں میں تقسیم فرماتے (کنز العمال)

حضرت عمر رضؓ اپنی شدت و جلالت کے سبب بہت مشہور تھے مگر جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو فرمایا:۔

"اب جبکہ میں خود خلیفہ بن گیا ہوں تو یقین کرو کہ وہ سختی دگنی ہو گئی ہے مگر صرف ان لوگوں کے لئے جو مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ رہے نیک اور دیندار لوگ تو میں ان کے لئے اس سے زیادہ نرم خو ہوں جس قدر وہ باہم نرم خو ہیں (الریاض النظرۃ)

حدیث رجال اور کتب تاریخ و سیر اس بات پر گواہ ہیں کہ حضرت عمر رضؓ دیندار لوگوں کے ساتھ بہت ہی حلیمانہ سلوک روا رکھتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضؓ اپنے عہد خلافت میں حضرت سعید بن یربوع کے پاس چونکہ اندھے ہو گئے تھے ان کی عیادت کے لئے آئے اور انہیں فرمایا کہ مسجد نبوی میں پہنچکر ہر جمعہ ادا کرنا۔ بولے مجھے کون لے جائے گا، واپس گھر پہنچکر ان کے پاس ایک غلام بھیجدیا۔
(اسد الغابہ)

ایک بار حضرت احنفؓ بن قیس اہل بصرہ کے ساتھ حضرت عمر رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم ایک بنجر زمین میں آباد ہیں اس کے مشرقی جانب کھاری سمندر ہے اور مغربی جانب چٹیل میدان نہ ہمارے پاس کھیت ہیں نہ مویشی دو کوس سے ضعیف لوگ پانی لاتے ہیں۔ عورتیں پانی کے لئے جاتی ہیں تو بچوں کو بکری کی طرح باندھ دیتی ہیں کہ کہیں انہیں دشمن اور درندے نہ اٹھا لے جائیں تو کیا آپ ہماری ضرورت پوری نہ کریں گے۔ حضرت عمر رضؓ نے فوراً بصرہ کے بچوں کے وظیفے مقرر کر دیئے اور حضرت ابوموسےٰ اشعری گورنر بصرہ کو لکھ بھیجا کہ ان لوگوں کے لئے ایک نہر کھدوا دیں (فتوح البلدان)

کبھی کبھی ان عورتوں کے گھر خود تشریف لے جاتے جن کے شوہر سفر پر ہوتے تاکہ ان کی ضروریات بہم پہنچائی جائیں۔ مجاہدین کے خطوط آتے تو خود ان کی بیویوں کے پاس لیکر جاتے اور کہتے کہ اگر کوئی پڑھنے والا گھر میں نہیں تو عورتیں دروازوں کے قریب آجائیں تاکہ انہیں خطوط پڑھ کر سنا دیئے جائیں بعض عورتوں کے خطوط بھی لکھ دیتے۔

سفر میں حضرت عمرؓ کا دستور تھا کہ اپنے اونٹ پر ستو، کھجور، مشک اور پیالے ساتھ رکھتے اور اہل حاجت کی مدد فرماتے۔

جب لوگ ایک منزل سے کوچ کرتے تو آپ اس متروکہ منزل کی دیکھ بھال فرماتے تاکہ کوئی گری پڑی چیز سنبھال لی جائے۔ اگر کوئی شخص لنگڑا لولا ہوتا یا کسی کا اونٹ بیمار ہوتا تو اس کے لئے کرایہ کا اونٹ کر دیتے۔ لوگ دوسری منزل پر اترتے تو گم شدہ چیزوں کی تلاش کے لئے آپ کے پاس آتے۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضؓ بازار سے گذر رہے تھے کہ ایک نوجوان عورت راستہ روک کر کھڑی ہو گئی اور عرض کیا "یا امیر المومنین میرا خاوند مر گیا ہے اور خورد سال بچے چھوڑ گیا ہے جو نہ کام کرنے کے لائق ہیں۔ نہ ہمارے پاس مویشی ہیں کھیتی مجھے خوف ہے کہ انہیں درندے نہ کھا جائیں میں خفاف بن ایماء الغفاری کی لڑکی ہوں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے۔" حضرت عمر رضؓ فوراً احتراماً ٹھہر گئے واپس جا کر ایک اونٹ غلہ اور کپڑے سے لدا ہوا اس کے پاس لائے اور ہاتھ میں اونٹ کی مہار دے کر کہا اسکو ہانک لے جاؤ۔ ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین آپ نے اسے بہت دے دیا۔ بولے اسکے بھائی اس کے باپ اور بھائی دونوں نے میرے سامنے مدتوں ایک قلعہ کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا تھا۔ (بخاری کتاب المغازی)

ایک بار سفر حج کو جا رہے تھے راستے میں ایک بڈھا قافلہ روک کر کھڑا ہو گیا اور سوال کیا کہ کیا تم میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ جواب ملنے پر کہ حضورؐ انتقال فرما چکے ہیں بہت رویا۔ پھر فرمایا کہ حضورؐ کے بعد خلیفہ کون ہوا؟ حضرت عمر رضؓ نے جواباً حضرت ابوبکر رضؓ کا نام بتایا۔ بولا کیا وہ تم میں ہیں؟ جب اسے ان کی وفات کی خبر دی گئی تو پھر بہت روئے۔ پھر پوچھا کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہوئے؟ بولے عمر بن الخطاب؟ اس نے پوچھا کیا وہ تم میں ہیں؟ جواب دیا کہ تم سے وہی گفتگو کر رہے ہیں" تو بڈھے نے کہا میری فریاد رسی کی جائے افسوس مجھے کوئی فریاد رس نہیں ملتا۔ حضرت عمر رضؓ نے پوچھا تم کون ہو؟ تمہاری فریاد سن لی گئی۔ بولے میرا نام ابوعقیل ہے اور میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر اسلام لایا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اپنا جھوٹا ستو پلایا تھا اور میں اب تک بھوک اور پیاس میں اس کی سیری و سیرابی محسوس کرتا ہوں۔ پھر میں نے بکری کا ایک گلہ پالا جس پر میرا گذارہ رہا۔ لیکن اس سال بدبختی نے سوائے ایک بکری دودھ دینے والی کے کچھ نہ چھوڑا مگر آج اوسے بھی بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ اب آپ میری دستگیری فرمایئے حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم سے چشمہ پر ملو۔

منزل پر پہنچکر مال و اسباب سے لدی ہوئی اونٹنی کی مہار پکڑ کر اس بڈھے کی انتظار میں کچھ عرصہ کھڑے رہنے کے بعد اونٹنی صاحب حوض کے حوالہ کی اور اسے مزید ہدایات دے کر وہاں سے رخصت ہوئے جب حج سے واپس لوٹے تو صاحب حوض سے اس بڈھے ابوعقیل کے متعلق دریافت فرمایا وہ بولا کہ غریب بڈھا مبتلائے بخار آیا تھا اور تین روز کے بعد انتقال کر گیا چنانچہ یہ اس کی قبر ہے حضرت عمر رضؓ نے اس کی قبر پر نماز جنازہ ادا کی اور رو پڑے پھر اس کے اہل و عیال کو لے کر مدینہ آئے اور تادم مرگ انکی معاش کے متکفل رہے۔ (اسد الغابہ)

حضرت علی کرم اللہ وجہ بازار میں بھولے بھٹکوں کو خود راستہ دکھاتے۔ حمالوں کے سر پر بوجھ اٹھوا دیتے کسی کے جوتے کا تسمہ گر جاتا تو اسے اٹھا کر دے دیتے اور یہ آیت پڑھتے۔ تلک الدار الاٰخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علواً فی الارض
(باقی صفحہ کالم ۱)

سندھ پر عربوں کا حملہ
اور
اسلامی حُسنِ سلوک کے چند درخشاں مناظر

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۳۰ مئی سنہ ۱۹۵۱ء

ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی

حجاج کا خط

جب راجہ داہر کے مارے جانے کا حال محمد بن قاسم نے حجاج کو لکھا۔ تو وہاں سے جواب آیا کہ:-

تمہارا انتظام و انصرام اور ہر کام شرع کے مطابق ہونا چاہئے۔ مگر ہر خاص و عام کو امان دینے، اور دوست و دشمن میں تمیز نہ کرنے سے ایسا نہ ہو کہ کام بگڑ جائے جو لوگ معزز اور ذی وقعت ہوں ان کو ضرور امان دو۔ لیکن شریروں اور بدمعاشوں کو اچھی طرح دیکھ بھال کر آزاد کیا کرو۔ اپنے عہد و پیمان کا ہمیشہ پاس رکھو۔ اور امن پسند رعایا کی حفاظت کرو۔

(تاریخ معصومی)

محمد بن قاسم کا اعلان

داہر کے قتل ہو جانے کے بعد محمد بن قاسم نے اعلان کر دیا۔ کہ جو شخص چاہے اسلام قبول کرے اور جو چاہے اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔ حکومت کی طرف سے کسی قسم کا تعرض نہیں ہوگا۔ جو شخص مسلمان ہو جائے گا اس کو زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی اور جو اپنے آبائی مذہب کا پابند رہے گا۔ اسے بھی سرکاری خزانے میں ایک ٹیکس داخل کرنا ہوگا جسے جزیہ کہا جاتا ہے۔

داہر کے قتل کے بعد

راجہ داہر کا وزیر جس کا نام سی ساگر تھا۔ راجہ کا بیٹا کیشپ اور رانی (جو داہر کی حقیقی بہن بھی تھی) اور راجہ کے باقی اعزہ اور سلطنت کے دوسرے امرا داہر کے قتل کے بعد ایک قلعہ روہڑی میں جمع ہو گئے۔ کیشپ کہتا تھا کہ اب میدان میں نکل کر دشمن سے لڑنا اور مرنا چاہیئے وزیر سی ساگر کی رائے تھی کہ ابھی کچھ نہیں بگڑا سارا ملک ہمارے زیر نگیں ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ برہمن آباد کے قلعہ میں جا کر جنگ کی تیاری کی جائے۔ برہمن آباد میں پورا خزانہ پڑا ہے اور ہر قسم کے آرام و آسائش کے سامان بھی وہاں موجود ہیں۔ اس لئے ہماری تحریک کا آئندہ مرکز برہمن آباد ہونا چاہیئے۔ رانی نے برہمن آباد جانے سے انکار کر دیا۔ اور وہیں اپنی لونڈیوں اور سہیلیوں سمیت ستی ہو گئی۔ وزیر سی ساگر اور کیشپ اپنا لشکر لے کر برہمن آباد چلے گئے۔ محمد بن قاسم چند روز کے اندر روہڑی کا قلعہ فتح کر لیا۔ اور چھ ہزار آدمی جو ستی ہو جانے والی رانی کے ہمراہ وہاں رہ گئے تھے محمد بن قاسم کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر مغلوب ہو گئے۔ محمد بن قاسم نے روہڑی پر قابض ہو کر جب سنا کہ برہمن آباد میں شورش اور جنگ کی زبردست تیاریاں ہو رہی ہیں تو اس نے سندھ کے ان تمام شہروں میں جو ابھی تک فتح نہیں ہوئے تھے۔ اعلان بھجوا دیا کہ جو شخص اطاعت قبول کر لے گا اس کی تمام خطائیں معاف کر دی جائیں گی۔ اور آئندہ کسی قسم کی باز پرس نہیں ہوگی۔

وزیر سی ساگر کی معافی

یہ عجیب بات ہے کہ عربوں کی وہ عورتیں اور بچے جو بندرگاہ دیبل پر جہاز درا کا بیڑا لوٹنے کے بعد سندھیوں نے گرفتار کئے تھے سی ساگر کے قبضے میں تھے۔ اور سی ساگر جب داہر کے قتل کے بعد برہمن آباد کے قلعہ میں آیا۔ تو ان عورتوں اور بچوں کو بھی اپنے ہمراہ لے آیا تھا۔ سی ساگر نے محمد بن قاسم کی پیہم فتوحات کے بعد محسوس کر لیا تھا کہ اب عربوں کے مقابلہ میں فتح حاصل کرنا قریب ناممکن ہے۔ چنانچہ جب اسے محمد بن قاسم کے اعلان عفو کا حال معلوم ہوا تو اس نے اپنے بعض قابل اعتماد رفیقوں کے ہاتھ محمد بن قاسم کو پیغام بھجوایا۔ کہ اگر آپ میری جان بخشی کا وعدہ اور گذشتہ خطاؤں سے درگذر فرمائیں تو میں حاضر ہوتے اور ان قیدی عورتوں اور بچوں کو خدمت والا میں پیش کرنے پر آمادہ ہوں۔ محمد بن قاسم کو جب پتہ چلا کہ وہ عرب عورتیں اور بچے جنوں نے "یا حجاج اغثنی" کہکر حجاج کی دہائی دی تھی۔ ابھی تک زندہ ہیں تو اس کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ اور اس نے سی ساگر کو معافی نامہ لکھ کر بھیجدیا اور تمام خطائیں معاف کر دیں۔

وزیر اور مسلمان قیدیوں کی حاضری

روہڑی کے بعد عرب لشکر نے دیلیلہ فتح کیا۔ پھر برہمن آباد کا رُخ کیا جب یہ لشکر برہمن آباد کے قریب پہنچا۔ تو سی ساگر چپکے سے قلعہ سے نکلا۔ اور مسلمان قیدیوں کو ہمراہ لے کر محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سپہ سالار اسلام نے سی ساگر کے استقبال کے لئے اپنے امراء کو روانہ کیا۔ اور جب وہ سامنے آیا۔ تو محمد بن قاسم اس کے ساتھ بے حد عزت و احترام سے پیش آیا۔ اس کے دل سے تمام وسوسے اور اندیشے نکال دیئے اور اسے اپنے برابر بٹھایا۔ جب سیغہ راز میں تمام امور کے متعلق گفتگو ہو چکی اور محمد بن قاسم سی ساگر کی عقلمندی اور صداقت کا قائل ہو گیا۔ تو اس نے اس کو اپنی مفتوحہ مملکت کا وزیر مقرر کر دیا گیا۔ سی ساگر نے محمد بن قاسم کو یقین دلایا۔ کہ سندھ کے لوگ عربوں کے انصاف اور حسن سلوک کے گرویدہ ہو گئے ہیں اور سندھ کے پرانے حکمران اب اس ملک کو مسلمانوں سے نہیں بچا سکیں گے۔

برہمن آباد کا محاصرہ

راجہ داہر کے بیٹے کیشپ کو جب معلوم ہوا کہ سی ساگر بھاگ گیا ہے تو اس نے چالیس ہزار کا لشکر برہمن آباد کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا۔ اور خود قلعہ سے نکل گیا۔ تاکہ دوسرے مقامات سے فوجیں بھرتی کر کے لائے اور مسلمانوں کو وہاں سے نکال دے۔ محمد بن قاسم نے برہمن آباد کے باشندوں کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ جنگ و جدال ترک کر کے اطاعت قبول کر لو۔ لیکن اہل شہر مقابلے کی تیاری کر چکے تھے۔ راجہ داہر کی دوسری رانی جس کا نام لاڈی تھا۔ قلعہ میں مقیم تھی۔ اور وہ فوج کو جنگ پر برابر اُبھاتی رہتی تھی۔ عرب لشکر نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ معمول یہ تھا کہ ہر روز اہل شہر ڈھول بجاتے ہوئے قلعہ سے نکلتے اور شام تک معرکہ کارزار گرم رہتا۔ شام کو یہ لوگ واپس چلے جاتے اور لشکر اسلام کے سپاہی اپنی پناہ گاہ میں آجاتے تھے۔ یہ سلسلہ چھ ماہ تک جاری رہا۔ برہمن آباد کا قلعہ نہایت مضبوط اور مستحکم تھا۔ اکثر لوگ اسے ناقابل تسخیر سمجھتے تھے۔ جب کیشپ دوسرے شہروں سے فوجیں بھرتی کر کے لے آیا۔ تو اس نے مسلمانوں کے لشکر پر پے در پے چھاپے مارنا شروع کئے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی رسد بالکل بند ہو گئی۔ اب برہمن آباد تو محصور تھا اور مسلمانوں کا لشکر محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ لیکن اس کے باوجود مسلمان خوراک اور رسد سے محروم ہو گئے۔

کیشپ کا فرار

محمد بن قاسم نے اپنی فوج کے چار سرداروں کو الگ کر کے ایک علیحدہ لشکر مرتب کیا ان سرداروں کے نام یہ تھے۔ بنانہ بن حنظلہ حکوبی۔ عطیہ ثعلبی۔ صارم بن ابی صارم ہمدانی۔ عبدالملک مدنی۔ ان سرداروں میں ہر ایک کے ہمراہ جتنی فوج تھی وہ سب اس نئے لشکر میں شامل کر دی گئی تھی، پیدل فوج کی بجائے ان کو سواروں کے رسالے کی صورت میں ترتیب دیا گیا تھا۔ اس رسالے کا افسر اعلیٰ اس ہندو سردار موکا بن بسایا کو بنایا گیا جو شروع ہی سے محمد بن قاسم کے ساتھ وابستہ ہو گیا تھا۔ جب یہ رسالہ اچھی طرح مرتب ہو گیا تو اسے کیشپ کے تعاقب کیا۔ کہ وہ راجپوتانہ کے کسی دور افتادہ مقام پر جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ اور وہاں سے شمالی پنجاب کی جانب بھاگ گیا۔

اہل شہر کی اطاعت

کیشپ کے فرار کے بعد اسلامی لشکر کے لئے رسد کی فراہمی آسان ہو گئی تھی لیکن اس قدر طویل محاصرہ سے برہمن آباد کے باشندے بھی سخت تنگ آ گئے تھے ضروریات زندگی کی بے حد قلت ہو گئی تھی۔ اور شہر میں وبا پھوٹ پڑی تھی۔ چنانچہ محصور شدہ لوگوں نے محمد بن قاسم کے پاس درخواست بھیجی۔ کہ اگر آپ ہماری جان و مال کی حفاظت کا ذمہ لیں تو ہم شہر کے دروازے کھولنے کو تیار ہیں۔ اسلامی لشکر کے سالار نے جواب میں کہلا بھیجا کہ جو شخص مسلح ہوگا اسے ضرور گرفتار کر لیا جائے گا۔ شہر والے یہ حوصلہ افزا جواب پا کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے ایک رات موقعہ پا کر شہر کے دروازے کھول دیئے مسلمان سپاہی بے دریغ فصیل پر چڑھ گئے۔ جہاں سے انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ شہر کی اندرونی سپاہ نے جب یہ دیکھا تو دوسرا دروازہ کھول کر بھاگنا شروع کیا۔ محمد بن قاسم نے اعلان کیا۔ کہ جو شخص اپنی جان بچا کر بھاگتا ہے اسے بھاگ جانے دو۔ اور جو ہتھیار اٹھا کر مقابلہ کرتا ہے اسے گرفتار کر لو یا قتل کر دو ....

رانی لادی سے نکاح

راجہ داہر کی دوسری رانی جس کا نام لادی تھا برہمن آباد کے قلعے میں موجود تھی۔ اس نے چند فوجی سرداروں کے ساتھ مقابلہ کیا۔ لیکن انجام کار گرفتار ہو گئی۔ جب وہ محمد بن قاسم کے سامنے آئی تو اس نے مسلمان ہو کر محمد بن قاسم کے نکاح میں آنا منظور کیا۔ چنانچہ سپہ سالار اسلام نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔

برہمنوں کی حاضری اور معافی

برہمن آباد کی تسخیر کے بعد برہمنوں کی ایک جماعت محمد بن قاسم کے سامنے پیش ہوئی۔ ان لوگوں نے سر کے بال منڈائے ہوئے تھے اور داڑھی مونچھیں بھی صاف کروا رکھی تھیں۔ اور سر سے پاؤں تک زرد کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ محمد بن قاسم نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیا چاہتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم برہمن ہیں ہم نے راجہ داہر کے ماتم میں زرد رنگ کا لباس پہنا ہے اور سر اور داڑھی کے بال صاف کرائے ہیں۔ ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں۔ کہ اب آپ ہمارے حاکم ہیں اور آپ ہی ہمارے معاملات طے کریں گے۔ محمد بن قاسم نے جواب دیا کہ عفو عام کا اعلان ہو گیا ہے تم لوگوں سے کوئی باز پرس نہیں ہو گی۔

جزیہ اور زکوٰت

اس کے بعد محمد بن قاسم نے فیصلہ کیا۔ کہ سرمایہ دار اور متمول لوگوں چودہ تولہ خوشحال آدمیوں سے سات تولہ اور عوام سے چار تولہ چاندی سالانہ لبطور جزیہ وصول کی جائے اور جو شخص مسلمان ہو جائے گا اس سے بھی سالانہ ٹیکس بصورت زکوٰۃ لیا جائے گا۔

دارالسلطنت سندھ میں داخلہ

یہاں سے محمد بن قاسم لوہانہ کی طرف روانہ ہوا جو بہت جلد فتح ہو گیا۔ وہاں سے وہ ایک مقام سنہ پہنچا جہاں لوگ ننگے سر اور ننگے پاؤں اس کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب عفو ہوئے، سنہ سے چل کر وہ راجہ داہر کے دارالسلطنت الور میں وارد ہوا۔ الور میں داہر کا چھوٹا بھائی فوفی لبطور نائب السلطنت حکمران تھا۔ فوفی نے جنگ کی پختہ تیاری کر رکھی تھی۔ لیکن اہل شہر کے حوصلے بہت پست ہو چکے تھے۔ انہوں نے سن رکھا تھا کہ جو لوگ معافی کے طلبگار ہوتے ہیں انہیں محمد بن قاسم کھلے دل سے معافی دے کر ہر قسم کی مراعات عطا کر دیتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے خفیہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے سپہ سالار کے پاس طلب عفو کے لئے چند آدمی بھیج دیئے جائیں۔ فوفی کو بھی ان خفیہ باتوں کا حال معلوم ہو گیا۔ وہ اس قدر بے ہمت اور بے حوصلہ ہوا کہ چپکے سے راتوں رات شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ شہر والوں نے محمد بن قاسم کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ اطاعت و فرمانبرداری کے لئے تیار ہیں۔ محمد بن قاسم نے انہیں عفو و درگذر کا یقین دلایا اور جان و مال کی امان بخشی۔ اس کے بعد دروازہ کھل گیا اور محمد بن قاسم مملکت سندھ کے دارالسلطنت میں داخل ہوا۔

الور کا بُت خانہ

الور میں ایک بہت عظیم الشان بت خانہ تھا جس میں ایک قوی ہیکل بت نصب تھا۔ لوگ ہر وقت اس بت کے سامنے سربسجود ہو کر گریہ و زاری میں مصروف رہتے۔ محمد بن قاسم نے جب وہاں سے گذرتے ہوئے یہ نظارہ دیکھا تو تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا جگہ ہے اور لوگ سجدے میں کیوں پڑے ہوئے ہیں جب اسے اصل حقیقت بتائی گئی تو اس نے بت خانے کے اندر جانے کی خواہش ظاہر کی مندر کا پجاری بڑی خوشی سے اس کو اندر لے گیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ ایک پتھر کی مورت گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے دونوں ہاتھوں میں سونے کے بڑے بڑے کنگن جن میں جواہر و یاقوت لگے ہوئے تھے پڑے ہوئے ہیں۔ محمد بن قاسم نے اس کے ہاتھ سے ایک کنگن اتار لیا۔ اور پھر مندر کے پجاری سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ کیا یہ بت تمہارا خدا ہے؟ پجاری نے جواب دیا۔ ہاں۔ محمد بن قاسم نے کہا "میں نے تمہارے معبود کے ہاتھ سے کنگن اتار لیا ہے۔ اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اور نہ اسے یہ معلوم ہوا کہ اس کا ایک ہاتھ خالی ہو گیا ہے۔ یہ عجب قسم کا خدا ہے! پجاری نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور شرم سے گردن جھکا لی۔ محمد بن قاسم نے ہنس کر وہ کنگن پھر اس بت کے ہاتھ میں ڈال دیا۔

الور کا انتظام

محمد بن قاسم نے شہر میں عام معافی کا اعلان کر دیا تھا۔ اور شہر کے باشندوں پر کوئی جبر نہیں کیا گیا۔ اس نے آلور کے انتظام کے لئے دو آدمی مقرر کئے۔ ایک رواح بن اسد جو حاکم اعلیٰ تھا اور دوسرا موسیٰ بن یعقوب جو امور شرعی کے نفاذ کے لئے قاضی تھا۔ شہر کے بہت سے باشندے محمد بن قاسم کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور باقی اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے . . . .

. . . .

قلعہ بابیہ اور راجہ داہر کا بھائی

یہاں سے فارغ ہو کر محمد بن قاسم قلعہ بابیہ کی طرف روانہ ہوا جو دریائے بیاس کے جنوبی کنارے پر تھا اس قلعہ میں راجہ داہر کا بھائی کاکسا پناہ گزین تھا جس جنگ میں راجہ داہر قتل ہوا تھا کاکسا بھی اس میں شریک تھا۔ لیکن راجہ کے مقتول ہو جانے کے بعد بھاگ کر بابیہ میں چھپ گیا تھا۔ یہ شخص بڑا عالم ذہین اور عقلمند تھا محمد بن قاسم نے اس کی تعریف سن رکھی تھی۔ جب عرب لشکر قلعہ کے نزدیک آیا تو کاکسا خود ہی سپہ سالار اسلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے اس کی بے حد عزت افزائی کی اور اسے اپنا نائب مقرر کر کے فوجوں کا سالار اعلیٰ بنا دیا۔ اور پھر اس پر اتنا اعتماد کیا کہ اپنی مہر بھی اس کے حوالے کر دی اور دربار میں اپنے برابر اس کو کرسی دی۔

فتح ملتان

ملتان جو آج کل پنجاب کے مغربی حصے کا ایک نہایت اہم شہر ہے۔ اس زمانے میں سندھ میں شامل تھا۔ چنانچہ الور اور بابیہ کی فتح سے فارغ ہو کر محمد بن قاسم نے ملتان کا رخ کیا۔ ملتان پہنچنے سے پہلے اسے دو جگہ دشمن کا مقابلہ کرنا پڑا ایک دریائے بیاس کے پار قلعہ اسکلندہ اور دوسرے دریائے راوی کے جنوب میں قلعہ سکہ میں۔ اسکلندہ کے قرب و جوار میں سات روز تک لڑائی ہوتی رہی اور آخر ساتویں روز حاکم شہر بھاگ کر ملتان چلا گیا اور قلعہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ سکہ کی فتح میں پورے سترہ روز لگ گئے اور انجام کار یہ مقام بھی مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔ دونوں شہروں میں رعایا کو عفو عام کے ذریعہ سے معافی دے دی گئی تھی اب محمد بن قاسم نے دریائے راوی کو عبور کر کے ملتان کا محاصرہ کیا۔ یہاں کا حاکم گورسیہ تھا جو کاکسا کا حقیقی اور راجہ داہر کا چچازاد بھائی تھا۔ دو مہینے تک وہ محاصرہ جاری رہا جب مدافعت کا کوئی امکان باقی نہ رہا۔ تو گورسیہ بھاگ کر کہیں روپوش ہو گیا۔ ایک خیال یہ ہے کہ وہ کشمیر کے راجہ کے پاس چلا گیا تھا۔ مسلمان فاتحانہ ملتان میں داخل ہوئے لیکن اہل شہر کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ عام معافی کے ذریعے سے لوگوں کا جان و مال محفوظ کر دیا گیا تھا۔

مال غنیمت سے محرومی

ان فتوحات کے دوران میں محمد بن قاسم کو کہیں سے بھی کوئی قابل ذکر خزانہ ہاتھ نہیں آیا تھا۔ ہر جگہ فوج کو اس بات کی تاکید تھی کہ لوٹ کھسوٹ بالکل نہ ہونے پائے۔ برہمن آباد، الور اور ملتان جیسے بڑے بڑے مرکزی شہروں میں بھی رعایا پر کسی نے ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ مندروں میں سونے چاندی کے ڈھیر اور ہیرے جواہرات کے انبار موجود تھے لیکن یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ محمد بن قاسم نے کسی مندر کے مال و دولت پر قبضہ کیا ہو۔ البتہ سرکاری خزانوں پر فاتح عربوں کا حق ضرور تھا۔ لیکن ہر مقام پر یہی ہوا کہ مسلمان فوج کے داخل ہونے سے پہلے حاکم شہر تمام خزانوں کو لے کر بھاگ گیا اور مسلمانوں کو خالی صندوق ملے۔ اب تک سندھ کی مہم پر حجاج بیشمار روپیہ خرچ کر چکا تھا۔ لیکن یہ سراسر خسارے کی مہم ثابت ہوئی تھی۔ کیونکہ وصول ایک پیسہ نہیں ہوا تھا۔

ایک خزانہ کی دست یابی

ملتان کی فتح کے بعد ایک بڑا دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ جس سے محمد بن قاسم کا مالی نقصان بھی پورا ہو گیا۔ ملتان کے ایک برہمن نے محمد بن قاسم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ میں آپ کو ایک خزانے کا پتہ بتاتا ہوں جو اب تک لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہے میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ پرانے زمانے میں ایک راجہ جسوین تھا جو ہر وقت زہد و ریاضت میں مصروف رہتا تھا۔ اس نے اپنا خزانہ ملتان کی مشرقی سمت ایک تالاب میں دفن کر دیا تھا۔ اور بعد میں وہاں ایک باغ بھی لگوا دیا تھا۔ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خزانہ ابھی تک وہیں مدفون ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی رہبری کو حاضر ہوں اور آپ اس خزانے پر قبضہ کر لیں محمد بن قاسم نے پہلے یہ داستان سن کر تعجب کیا اور پھر رضامندی کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ وہ اس برہمن کی معیت میں وہاں پہنچا۔ جب کھدائی شروع ہوئی تو ایک سونے کا بت نکلا جس کا وزن دو سو تیس من تھا۔ پھر چالیس دیگیں برآمد ہوئیں جن میں مجموعی طور پر تیرہ ہزار دو سو من سونا موجود تھا۔ محمد بن قاسم نے یہ سارا خزانہ دیبل کی بندرگاہ بھیجدیا۔ جہاں سے جہازوں میں لد کر پہلے بصرہ اور وہاں سے دارالخلافہ دمشق پہنچ گیا۔ (باقی وارد)

بقیہ از صفحہ اوّل

بقیہ از صفحہ اوّل

میاں صاحب موصوف کی خدمت میں بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ میں آپ کا شکرگذار ہوں کہ آپ ہی وہ درمیانی واسطہ ہیں جس کے ذریعہ سے یہ خطبہ یہاں موصول ہوا۔

بہترین تمناؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص

بچوں کا صفحہ ——— مولانا مرتضیٰ خان صاحب

سچی حکمرانی

حضرت عمرؓ کے رحم و کرم اور رعیت پروری کا ایک سچا واقعہ

حضرت عمرؓ کا یہ دستور تھا کہ وہ رات کے وقت شہر کی گشت لگاتے تھے اور اپنی رعیت کا حال معلوم کرتے۔ ایک دفعہ گشت لگاتے ہوئے وہ ایک غریب بڑھیا کے مکان کے پاس سے گذرے۔ اندر سے بچوں کے رونے کی آواز آئی۔ آپ فوراً ٹھہر گئے۔ اور بڑھیا سے پوچھا کہ بچے کیوں رو رہے ہیں ان کو کیا تکلیف ہے؟ اللہ اللہ! کس قدر ہمدردی آپ کے دل میں تھی۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ یہ بچے بھوک کے مارے رو رہے ہیں۔ میں ایک بڑھیا اور بیوہ ہوں۔ کچھ تھوڑا بہت محنت مزدوری سے کما کر اپنا اور بال بچوں کا پیٹ پالتی ہوں بعض وقت فاقے بھی گئے ہیں۔ آج بھی گھر میں کچھ نہیں اور بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں۔ چولھے پر ہنڈیا میں پانی چڑھا رکھا ہے اور اس کو چمچے سے ہلاتی جاتی ہوں۔ تا کہ یہ بچے یہ سمجھیں کہ کچھ پک رہا ہے۔ اور ان کو یہ تسلی رہے کہ ابھی کھانا تیار ہوتا ہے۔ پس ان کی تسلی کے لئے یہ خالی ہنڈیا چڑھا رکھی ہے۔ آخر رو رو کر سو جائیں گے۔ یہ کہکر بڑھیا کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ ادھر بڑھیا رو رہی تھی ادھر خلیفہ وقت زار و قطار رونے لگے۔ اسی حالت میں آپ بیت المال کی طرف بھاگے بھاگے آئے۔ آٹے کی بوری اور دوسری چیزیں اپنے پیٹھ پر اٹھائیں اور جلد جلد بڑھیا کے مکان کی طرف لپکے۔ آپ کا غلام آپ کے ہمراہ تھا۔ اس نے عرض کی امیرالمومنین! آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں سامان میں اٹھا لیتا ہوں آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ قیامت کے دن تو میرا بوجھ اٹھائے گا؟ آپ کھانے پینے کا سارا سامان لے کر بڑھیا کے مکان پر پہنچے۔ بڑھیا کے ساتھ مل کر خود کھانا تیار کیا۔ آگ جلاتے ہوئے چولھے کی راکھ آپ کی ریش مبارک اور منہ پر پڑتی تھی مگر آپ نے کچھ پروا نہ کی کھانا طیار ہوا۔ بچوں کو کھلایا اور انہیں پیار اور محبت سے تھپک تھپک کر سُلایا۔ کوئی شفیق باپ بھی ایسی محبت بچوں سے نہیں کرتا ہوگا جو آپ نے کی۔ اس میں کیا شک ہے کہ خلیفۂ وقت اپنی رعیت پر ماں باپ کے برابر مہربان تھے۔ اگر رعیت کے ایک فرد کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو وہ بے چین ہو جاتے تھے۔

اسی طرح ایک رات مدینہ کے گرد و نواح میں گشت لگاتے ہوئے ایک الگ تھلگ مکان کے پاس سے آپ کا گذر ہوا اور کسی ننھے کے رونے کی آواز کان میں پڑی آپ سے نہ رہا گیا۔ دریافت فرمایا کہ بچہ کیوں رو رہا ہے؟ بچے کی ماں کو معلوم نہ تھا کہ دریافت کرنے والے خود حضرت عمر خلیفہ وقت ہیں اس نے جواب دیا کہ خلیفۂ وقت کا حکم ہے کہ جب تک بچہ دودھ نہ چھوڑے اس وقت تک بیت المال سے وظیفہ نہیں مل سکتا۔ میں اس کا دودھ چھڑا رہی ہوں اگرچہ ابھی دودھ چھڑانے کی مدت پوری نہیں ہوئی لیکن جب تک دودھ نہیں چھڑایا جائیگا وظیفہ نہیں ملے گا۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ الفاظ سنے تو آپ کو بہت رنج ہوا اور مسجد میں جا کر سربسجود ہو کر خدا کے حضور روئے کہ معلوم نہیں میرے اس حکم سے کتنے بچوں کی جانیں ضائع ہوئی ہونگی۔ اس سے دوسرے دن ہی آپ نے حکم جاری کر دیا کہ وظیفہ کے لئے دودھ چھڑانے کی کوئی شرط نہیں۔ ہر ایک بچے کو خواہ وہ دودھ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو وظیفہ ملے گا۔

دیکھا آپ نے؟ حضرت عمرؓ کے دل میں رعیت کے بچوں کا کس قدر خیال تھا۔ پھر کس قدر آپ کے دل میں خدا کا خوف تھا۔ جب آپ کو علم ہوا کہ آپ کے حکم کی وجہ سے مائیں بچوں کو قبل از وقت ہی دودھ چھوڑنے پر مجبور کرتی ہیں آپ خدا کے حضور روئے اور اپنی غلطی کی معافی مانگی۔

اسی طرح گشت کرتے ہوئے ایک مرتبہ ایک مکان کے پاس سے گذرے تو آپ کے کان میں یہ آواز آئی "خدا بُرا کرے عمر کا مجھے کبھی پوچھا تک نہیں کہ مرتی ہے یا زندہ" جب آپ کے کانوں نے یہ لفظ سُنے آپ فوراً اس کے پاس گئے اور فرمایا اے مادر مہربان! آپ کو کیا تکلیف ہے؟ بڑھیا نے کہا میں اس عمرؓ کو کوس رہی ہوں جب سے خلیفہ ہوا ہے مجھے ایک پائی بھی نہیں دی۔ میں غریب عورت کہاں سے کھاؤں؟ آپ نے فرمایا "مادر مہربان آپ الگ تھلگ کونے میں پڑی ہیں۔ خلیفہ کو آپ کا کیا علم ہو سکتا ہے" بڑھیا نے جواب دیا کہ اگر ہم لوگوں کا اس کو علم نہیں ہو سکتا تو وہ خلیفہ کاہے کا بنا بیٹھا ہے"۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بے شک آپ کا کہنا بالکل بجا ہے۔ اسی وقت اس کی ضروریات پوری کیں اور اس سے معافی مانگی کہ اب اس قدر غفلت آپ کے بارے میں نہیں کی جائے گی۔ کسی نے پاس سے کہدیا کہ یہی خلیفہ وقت ہیں۔ بڑھیا یہ سن کر حیران ہو گئی اور معافی مانگنے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ قصور تو میرا ہے کہ میں نے آپ کی خبر نہیں لی۔ آپ کیوں معافی مانگتی ہیں؟

لوائے ما بنہ ہر سعید خواہد بود بندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفرست و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے ۔ چھ روپے
ہندوستان سے ۔ ۰-۱۲-۸ روپے

ایڈیٹر
دوست محمد

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۔ ۲۳ شلنگ

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۲ رمضان سنہ ۱۳۷۰ھ - ۲۷ جون سنہ ۱۹۵۱ء | نمبر ۲۳

امریکہ میں ہماری تبلیغی سرگرمیاں

مختلف اداروں میں اسلام پر تقاریر ایک تعلیمیافتہ خاتون کا قبول اسلام

میاں بشیر احمد صاحب منٹو مبلغ امریکہ کا مکتوب سان فرانسسکو سے

مجبی و مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" - لاہور - پاکستان -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' - الحمد للہ کہ سان فرانسسکو مشن کیلئے مکان خریدنے کے بعد سب سے بڑی ضرورت جو اس کو آراستہ کرنے کی تھی وہ بھی پوری ہوگئی، سب سے زیادہ خوشی ہمیں اس بات کی ہے کہ تمام خرچ ہمارے اپنے ممبروں ہی نے ادا کیا اور اس کا بار انجمن پر نہیں ڈالا گیا۔ سولہ سو ڈالر سے زیادہ ہمارا خرچ ہوا ہے ۔ محترمہ عارفہ صاحبہ کے ہم خصوصیت سے ممنون ہیں جنہوں نے نصف کے قریب رقم ہمیں اس غرض کیلئے عنایت فرمائی -

تیئس مارچ کو طلعت اور زینت بنو بیگم اعزاز رسول آف لکھنؤ کی صاحبزادیاں ہیں اور جن کے ماموں نوابزادہ رشید علی خاں صدر سٹی مسلم لیگ لاہور ہیں۔ ہمارے ہاں آئیں طلعت اپنی تعلیم ختم کرکے واپس وطن چلی گئی ہیں اور زینت ابھی تک ورجینیا کے ایک کالج میں مصروف تعلیم ہیں انہیں اپنے کام سے آگاہ کیا اور اپنا نیا مکان بھی دکھایا جو انہوں نے بے حد پسند کیا -

کیلیفورنیا یونیورسٹی کے گریجوایٹس میں لیکچر

بارہ اپریل کو کیلیفورنیا یونیورسٹی کے گریجوایٹس کی ایک کلب میں میری ایک تقریر ہوئی، اختتام پر حاضرین میں سے ایک شخص نے تقدیر کے مسئلہ کی وضاحت چاہی۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا ایک واقعہ انہیں سنایا کہ ایک دفعہ انہوں نے ایک کتاب لکھی اور اس کا مسودہ اپنے ایک دوست کے حوالہ کیا کہ وہ اسے پڑھنے کے بعد مطبع میں چھاپنے کے لئے دیدیں اتفاقاً وہ ان سے گم ہوگیا جس کی تلاش میں انہیں بے حد پریشانی ہوئی حضرت صاحب کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو غالباً یہی منظور تھا۔ اور اب ہمیں اسکی رحمت سے توقع ہے کہ وہ ہمیں اس سے بہتر مضمون لکھنے کی ہمت اور سمجھ عطا فرمائے گا میں نے کہا کہ اس قسم کی تقدیر پر ہمارا ایمان ہے ، ہمارا فرض یہ ہے کہ اپنی طاقت اور فہم کے مطابق کسی نیک کام کرنے پر کمر ہمت باندھ لیں اور اگر یہ ہماری منشاء کے مطابق نہ ہو تو گھبرائیں نہیں بلکہ نقصان کو اپنی ہمت کے لئے ایک تازیانہ سمجھیں اور اسکا اظہار پہلے سے زیادہ کریں مسلم اللہ تعالےٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتا ہمیشہ اسی پر بھروسہ رکھتا ہے اور غیر معمولی پریشان کن حالات میں بھی خودکشی کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا بلکہ اس کا خیال بھی اسے نہیں آتا۔

یونیٹیرین چرچ میں تقریر

سلطان محمود علی مدنی نے جو سان فرانسسکو سٹیٹس کالج کے ایک ایرانی طالب علم ہیں، میری ایک تقریر کا قریب کے ایک شہر Vallejo میں انتظام کیا ۔ یہ تقریر یونیٹیرین چرچ کی دعوت پر ۔ وہاں کے والی ڈبلیو سی اے ہال میں ۱۳ مئی کو ہوئی ۔ اختتام تقریر پر حسب معمول حاضرین نے مختلف سوالات کئے اور دیر تک دوستانہ گفتگو ہوتی رہی -

تعلیمیافتہ دولتمند خاتون کا قبول اسلام

۲۰ مئی کو ہمارے ہفتہ واری جلسہ کے موقعہ پر Mrs. Hannah Conveau نے جو ایک تعلیمیافتہ اور دولتمند خاتون ہیں۔ قبولیت اسلام کا اعلان کیا۔ حاضرین نے ان کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالےٰ انہیں دین میں استقامت عطا فرمائے اور ان کا وجود ہمارے لئے مفید ثابت ہو، مسز کونیو تقریباً ایک برس سے ہمارے ہفتہ واری جلسوں میں شریک ہوتی رہتی تھیں، اور اس کے علاوہ بھی کبھی مجھ سے ملنے اور اسلامی معلومات حاصل کرنے تشریف لاتی رہتی تھیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے ہمیں آٹھ ریڈیو Rayon کے پردے عنایت کئے۔

پاکستان سٹال کی دیکھ بھال

۲۳ مئی کو پیلس ہوٹل میں ایک صنعتی نمائش قائم ہوئی جس میں پاکستان نے بھی حصہ لیا۔ پاکستان قونصل جنرل نے ہمیں درخواست کی کہ سٹال کی دیکھ بھال میں ہم بھی ان کی مدد کریں چنانچہ ۲۵ مئی کو عارفہ صاحبہ اس کی نگرانی کرتی رہیں اور جیبس کو میں اور ایک نومسلم دوست مسٹر سلیکن وہاں چند گھنٹے ٹھہرے رہے۔ ہم نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور اپنا لٹریچر لوگوں میں تقسیم کیا اور زبانی بھی سٹال میں آنے والوں کے ساتھ جہاں تک ممکن تھا اسلامی معاملات پر گفتگو کرتے رہے۔ لوگوں نے کافی دلچسپی کا اظہار کیا۔

مسلمان لڑکوں کی شادیاں

میری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ مسلمان لڑکوں کی شادیاں مسلمان لڑکیوں سے ہوں اور تمام دوستوں کو میں یہی ہدایت کرتا رہا ہوں۔ حال ہی میں ایک نومسلم دوست مسٹر ہیڈن نے جن کا اسلامی نام منصور ہے ایک کرسچین لڑکی سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی میں نے انہیں کہا کہ وہ اسے اسلام قبول کرنے پر آمادہ کریں۔ چار پانچ مہینے وہ کوشش کرتے رہے مگر انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ چھ جون کو انہوں نے مجھے فون پر بتلایا کہ وہ لڑکی ابھی تک اسلام قبول کرنے پر راضی نہیں ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اسی دن اس کا نکاح ہو جائے۔ میں نے ان دونوں کو اپنے مکان پر آنے کی دعوت (باقی بر صفحہ ۱۲)

سندھ پر عربوں کا حملہ اور اسلامی حسنِ سلوک کے چند درخشاں مناظر

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۰ر جون سنہ ۱۹۵۱ء

ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی

محمد بن قاسم کی فوج

ملتان کے نظم و نسق کے لئے محمد بن قاسم نے داؤد بن نصر بن ولید عمانی کو حاکم شہر مقرر کیا۔ اور شہر کے وسط میں ایک مسجد تعمیر کرائی یہ عجیب بات ہے کہ محمد بن قاسم جب عراق سے چل کر سرزمین ہند پر وارد ہوا تھا۔ تو اس کے ہمراہ کل بارہ ہزار فوج تھی۔ حجاج نے پھر اسکو قطعاً کوئی کمک نہیں بھیجی تھی۔ یہی بارہ ہزار کا لشکر آغاز کار میں محمد بن قاسم کا دست بازو تھا۔ لیکن تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ ملتان کی فتح کے وقت محمد بن قاسم کے پاس پچاس ہزار فوج تھی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ پچاس ہزار سپاہی اس کو کہاں سے مہیا ہوئے۔ اس عراقی و شامی لشکر میں جو ابتداء میں اس کے ساتھ آیا تھا یقیناً معتدبہ کمی واقع ہو گئی ہو گی۔ کیونکہ مسلسل جنگوں میں وہ لوگ شہید ہوتے رہے تھے، سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ عوام بڑی سرعت سے دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ اور محمد بن قاسم ان نو مسلموں پر پورا اعتماد کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ افواج اسلامیہ کے سردار کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر سندھی نو مسلم دھڑا دھڑ عربوں کی فوج میں بھرتی رہے تھے۔ اور انہی نو مسلموں کے پچاس ہزار کے لشکر نے ملتان فتح کیا تھا۔

اسلام کی اخلاقی و روحانی فتوحات

یہ جو ہمارے دشمنوں کی طرف سے بار بار کہا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے کس قدر حقیقت سے دور بات ہے۔ اگر محمد بن قاسم نے تبلیغ اسلام کے لئے جبر و تشدد استعمال کیا ہوتا تو کب یہ ممکن تھا کہ اتنے قلیل عرصہ میں سندھ کے قدیم باشندے حلقہ بگوش اسلام بن کر پرچم اسلام کی حرمت کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ وہ عقیدہ جو جبر سے دوسرے پر ٹھونسا جاتا ہے عارضی طور پر اسکو خاموش تو کرا سکتا ہے لیکن اس کی روح کو مسخر نہیں کر سکتا۔ محمد بن قاسم نے اہل سندھ کی روح کو فتح کر لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے جھنڈے تلے شامی و عراقی نوجوانوں کے ساتھ سندھ کے لوگ بھی اپنی جان بے دریغ نثار کر رہے تھے۔ محمد بن قاسم نے مولانا اسلامی کا کا ہو کا سی ساگر کا کسا دغیرہ سندھ سرداروں پر ایسا ہی بھروسہ کیا جیسا کہ وہ مسلمان سرداروں پر کرتا تھا۔ ذمہ داری کے عہدے دیتے وقت اس نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا تھا۔ اگر معترضوں کی بات مان لی جائے کہ مسلمانوں نے سندھ میں داخل ہو کر یہاں کے لوگوں کو زبردستی مسلمان بنایا تھا تو پھر ایک غور و فکر کرنے والے انسان کا فرض ہے کہ وہ سوچے کہ آخر محمد بن قاسم کے پاس کونسا طلسم تھا جس نے ان زبردستی بنائے ہوئے مسلمانوں مٹھی بھر عربوں کا اس قدر والہ و شیدا بنا دیا تھا کہ وہ ان کی خاطر اپنے ہم مذہب و ہم قوم لوگوں کو قتل کرنے پر تیار ہو گئے تھے۔ اس قسم کے اندیشوں سے قطع نظر کر کے صاف دیکھا جائے تو یہ بات عیاں ہے کہ مسلمانوں کے عدل و انصاف ان کی شفقت و الفت۔ ان کی خلقت نوازی رعایا پروری نے اہل سندھ کو دل سے اسلام کی صداقت کا قائل کر دیا تھا۔ اور وہ بتعداد کثیر حلقہ بگوش اسلام ہو رہے تھے۔

کشمیر اور قنوج کی سرحدات

ملتان کی فتح کے بعد جب سارا ملک سندھ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا تو اس کی شمالی سرحد سلطنت کشمیر اور مشرقی سرحد مالوہ و قنوج سے مل گئی تھی۔ محمد بن قاسم کا فرض تھا کہ مزید الجھنوں سے محفوظ رہنے کے لئے کشمیر اور قنوج کی سلطنتوں سے باہمی افہام و تفہیم کر کے اپنی مملکت کی سرحدوں کی تعین کرتا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ سب سے پہلے اس نے کشمیر کی جانب توجہ کی۔ کیونکہ راجہ داہر کے خاندان کے کئی شہزادے اپنے زوال کے بعد کشمیر میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ اور یہاں وہ کشمیر کے راجہ سے مل کر سندھ واپس لینے کی تجویزیں سوچ رہے تھے محمد بن قاسم جب کشمیر کی جانب روانہ ہوا تو اس نے ابو حکیم شیبانی کو قنوج کی طرف بھیجا۔ کشمیر کے حکمران نے جس کا نام راجہ تج تھا کشمیر اور سندھ کی سرحد پہ صنوبر کے درخت لگا دیئے تھے اور یہی درخت اب دونوں ملکوں کے درمیان حد فاصل بن گئے تھے۔ جب محمد بن قاسم ان درختوں کے پاس پہنچا تو اسے اطلاع ملی کہ قنوج کے راجہ نے اس کے فرستادہ سفیر کے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے۔ اور وہ جنگ پر آمادہ نظر آتا ہے۔ محمد بن قاسم نے آگے بڑھنے کی بجائے پلٹ کر قنوج کی جانب رخ کیا۔ اور قنوج کے راجہ کو اتمام حجت کے لئے ایک خط بھی لکھا۔

محمد بن قاسم کی معزولی اور واپسی

ابھی یہ گفت و شنید اور خط و کتابت جاری تھی کہ بارگاہ خلافت سے محمد بن قاسم کی معزولی کے احکام صادر ہو گئے اور وہ یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کی حکومت دیکر عراق و شام کی جانب روانہ ہو گیا۔

مذہبی آزادی کا اعلان

برہمن آباد کی فتح کے بعد جب محمد بن قاسم نے اس علاقے کا نہایت معقول بندوبست کیا تو بہت سے مندروں کے پجاری اس کے پاس فریاد لے کر آئے کہ مسلمان حملہ آوروں کے خوف سے ہندوؤں نے مندروں میں آنا چھوڑ دیا ہے۔ اور جنگ کی وجہ سے مندروں کی عمارتوں کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ اس لئے ہماری آمدنی میں بہت کمی ہو گئی ہے۔ آپ ہمارے مندروں کی مرمت کرا دیجئے۔ اور ہندوؤں کو اطمینان دلایئے کہ وہ بغیر روک ٹوک کے مندروں میں مورتی پوجا کے لئے جایا کریں۔ محمد بن قاسم نے جواب دیا کہ آپ کے مندروں کا انتظام شہر الور سے متعلق ہے اور الور ابھی ہم نے فتح نہیں کیا۔ اس لئے میں کیسے دخل دے سکتا ہوں پجاریوں نے کہا آپ نے کاشتکاروں، تاجروں اور صناعوں کے حال پر بڑی مہربانی کی ہے ہم لوگ مندروں کے مہتمم ہیں اور ہماری روزی کا انحصار اسی پر ہے کہ مندروں میں لوگ پوجا پاٹ کے لئے آتے رہیں۔ اس لئے ہماری تکالیف کو رفع کرنا بھی آپ کا فرض ہے۔ محمد بن قاسم نے اس عجیب و غریب درخواست پر خود فیصلہ کرنے کی بجائے اسے حجاج کے پاس بھیج دیا۔ حجاج نے جواب دیا۔ کہ :-

"تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ برہمن آباد کے ہندو اپنے مندروں کی عمارتیں درست کرنا چاہتے ہیں چونکہ انہوں نے اطاعت قبول کر لی ہے اس لئے ان کو اپنے معبود کی عبادت میں آزادی حاصل ہونی چاہیئے اور کسی قسم کا جبر کسی پر مناسب نہیں"

اس خط کے پہنچنے پر محمد بن قاسم نے برہمن آباد کے تمام صائب الرائے لوگوں کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ راجہ داہر کے وقت برہمنوں اور مندروں کے پجاریوں کے حقوق و مراسم کیا تھے۔ اور انہیں حکومت کی طرف سے کیا مراعات حاصل تھیں۔ جب اس امر کی تحقیق و تفتیش ہو چکی۔ تو اس نے اعلان کر دیا کہ ہر شخص کو مذہب کے بارے میں مکمل آزادی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے باپ دادا کے مذہب و مراسم کی پابندی کرنا چاہتا ہے تو بخوشی کرے۔ اس سے قطعاً تعرض نہیں کیا جائے گا۔ برہمنوں کو دان، پن، دکشنا، بھینٹ جس طرح لوگ پہلے دیتے تھے بدستور اب بھی دیں۔ اور اپنے مندروں میں آزادی کے ساتھ پوجا پاٹ کے لئے جایا کریں۔

مندروں کی مرمت کا انتظام

اس عام اعلان کے علاوہ محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ سرکاری مال گذاری میں سے تین روپیہ فی صد برہمنوں کے لئے علیحدہ خزانے میں جمع کرایا جائے گا۔ اس روپے کو برہمن جب چاہیں اپنے مندروں کی مرمت کے لئے حاصل کر کے خرچ کر سکتے ہیں اس نے برہمنوں کے بڑے پنڈت کو برہمنوں کا خطاب دے کر اپنا مشیر مقرر کیا تاکہ وہ وقتاً فوقتاً امور مذہبی کے متعلق اسے مشورہ دیتا رہے۔ محمد بن قاسم نے ہندوؤں کو یقین دلایا۔ کہ مسلمانوں نے عراق و شام میں عیسائیوں یہودیوں اور آتش پرستوں کے عبادت خانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ یہاں بھی ہندوؤں کے مندر بالکل محفوظ رہیں گے۔

حجاج کی طرف سے اختیارات

جب یہ ساری روئداد حجاج کے پاس پہنچی تو اس نے محمد بن قاسم کو لکھا۔ کہ

میں تمہارے ملکی انتظام سے بہت خوش ہوں۔ تم ایسے کام کرو کہ تمہارا نام روشن ہو جائے اور تمہارے دشمن عاجز و پریشان ہو۔ تمہارا ہر ایک کام میں مجھ سے صلاح پوچھنا تمہارے احتیاط آمیز طرز عمل کی دلیل ہے۔ مگر فاصلہ اس قدر زیادہ ہے کہ خط پہنچنے میں دیر ہوتی ہے اور اس سے کاموں میں تعطل پیدا ہو جاتا ہے

(باقی در صفحہ)

پیغام صلح
جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۱ رمضان ۱۳۷۰ھ | نمبر [illegible]

مجددین امت اور احمدیت

گذشتہ اشاعت میں معاصر "کوثر" کے جواب میں ہم اس حقیقت کو واضح کر چکے ہیں کہ مجددین پر ایمان لانا ان "ضروریات اسلام" میں سے نہیں، جن کو مانے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا بلکہ ایمان کی زیادتی اور ترقی اور اصلاح اعمال کے لئے ایک مجدد یا امام وقت کا ماننا ضروری ہے اور نہ ماننا موجب معصیت، اس میں شک نہیں کہ تمام وہ صداقتیں جو نسل انسانی کی ہدایت کے لئے ضروری ہیں اسلام کے اندر جمع کر دی گئی ہیں اور اسی وجہ سے نبوت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے، لیکن ان صداقتوں کو زندہ اور تازہ کرنا اور ایسے وقت میں جب مرور زمانہ کی وجہ سے لوگ ان کو بھول جائیں یا راہ ہدایت سے ہٹ کر فسق و ضلالت کی زندگی بسر کرنے لگیں، دوبارہ انہیں راہ ہدایت کی طرف لانا اور بھولی ہوئی صداقتوں کو یاد دلانا یہ ان مجددین امت کا کام ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہر صدی کے سر پر مبعوث ہوتے رہے، ان کو ماننا اگرچہ ایمانیات یا "ضروریات اسلام" میں سے نہیں تاہم اصلاح اعمال اور بھولی ہوئی راہ ہدایت پر گامزن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی صداقت کو تسلیم کیا جائے اور ان کے ساتھ ہو کر دین کی خدمت بجا لائی جائے، ورنہ جن برکات سماوی اور تائیدات ارضی سے مجدد اور اس کی جماعت متمتع ہوتی ہے ان سے وہ شخص محروم ہو جاتا ہے جو مجدد کا ساتھ نہیں دیتا۔ اسی حقیقت کو شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے جو گذشتہ اشاعت میں نقل کئے جا چکے ہیں،

"کوثر" کو اس پر یہ اعتراض ہے کہ:

"آج جن حضرات کو مجددین کی فہرست میں گنا جاتا ہے ان میں سے کسی بزرگ نے مسلمانوں کو اپنی طرف نہیں بلایا بلکہ آخری دور کے ایک دو بزرگوں کے علاوہ تو کسی شخص نے اپنی زندگی میں یہ گمان بھی نہیں کیا کہ وہ مجدد ہیں۔ ان کو مجدد بعد کے لوگوں نے قرار دیا۔ اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ ان میں سے مجدد کون تھا اور کون نہیں تھا اور کوئی ضروری نہیں کہ ان میں سے ہم کسی کو مجدد مانیں یا نہ مانیں۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے اس امر واقعہ کی طرف اشارہ کرنا کافی ہوگا کہ جن بزرگوں کو آج مجددین کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے ان میں سے متعدد ایسے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو سرے سے مجدد تو درکنار برسر ہدایت بھی تسلیم نہیں کرتے شیخ محی الدین ابن عربی کو صوفیا شیخ اکمل قرار دیتے ہیں اور بعض ان کو اپنے عہد کا مجدد۔ مگر امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ جو متفق علیہ مجدد ہیں ان کو دجال سے کم خطاب دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی کہ فہرست مجددین میں شامل ہیں۔ امام ابن تیمیہ کوئی اچھی رائے نہیں رکھتے۔ امام رازی بھی مجدد سمجھے جاتے ہیں مگر ان کی تفسیر کبیر کے متعلق یہ فقرہ عام طور پر مشہور ہے۔ "کل شئی فیہ الا التفسیر"

آخری دور کے جن ایک دو بزرگوں کے دعاوی کا ذکر "کوثر" نے منقولہ بالا عبارت کے ابتدائی فقرات میں کیا ہے، وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہما اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ الحمد للہ کہ آخر کار "کوثر" کو کم از کم ان دو بزرگوں کے متعلق تو یہ تسلیم کرنا ہی پڑا کہ انہوں نے مجددیت کے دعوے کئے ہیں سوال یہ ہے کہ ان ایک دو بزرگوں کے دعاوی کو "کوثر" کیا سمجھتا ہے کیا وہ برسر حق تھے یا نہیں؟ اور ان کے دعاوی بھی علم کی کمی اور "ذہن کی پستی" کا نتیجہ تو نہیں، اور اپنے نہ ماننے والوں کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم نے جو الفاظ لکھے ہیں، وہ بھی آپ گذشتہ اشاعت میں پڑھ چکے ہیں، ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ اگر یہ صحیح ہے کہ کوئی ضروری نہیں کہ ہم کسی کو مجدد مانیں یا نہ مانیں" تو فالسماء لیس علی من عاداک بسماء ولیست الارض علیہ بارض فاھل المغرب والمشرق کلھم اعدائک وانت سلطانھم علموا او لم یعلموا فان علموا فازوا وان جھلوا خابوا کے کیا معنے ہیں؟

رہا یہ کہ امام ابن تیمیہ، شیخ محی الدین ابن عربی کو "دجال" سے کم کا خطاب دینے کے لئے تیار نہیں" اور امام غزالی کے متعلق بھی کوئی اچھی رائے نہیں رکھتے۔ اس سے کیا نقص لازم آتا ہے؟ جہاں تک شیخ محی الدین ابن عربی کا تعلق ہے ان کا تو اپنا مجدد ہونے کا دعوےٰ ہے اور نہ کسی اور نے ان کو مجددین میں سے قرار دیا ہے۔ امام غزالی کے ساتھ امام ابن تیمیہ نے اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ظاہر کیا ہو، اور اس بنا پر کوئی اچھی رائے ظاہر نہ کی ہو، تو اس سے ان کی مجددیت پر کوئی حرف نہیں آتا، ضروری نہیں کہ ایک مجدد کی سب ہی باتوں سے تمام لوگ متفق ہوں، صرف ان امور میں جن کی اصلاح کے لئے وہ مبعوث ہوتا ہے، خدمت دین کے اس کام میں جو وہ اپنے پیروؤں سے لینا چاہتا ہے اس کے ساتھ اتفاق ضروری ہے وہ اپنے زمانہ کے لوگوں کا امام ہوتا ہے، امام ابن تیمیہ، امام غزالی سے دو صدی بعد مبعوث ہوئے ان کا دو صدی پہلے کے مجدد کے ساتھ اختلاف ظاہر کرنا کوئی ایسی بات نہیں جو ان دونوں میں سے کسی ایک کی مجددیت پر حرف لا سکے، رہے امام رازی، اول تو انہیں مجددین میں شمار نہیں کیا گیا اور اگر ہوں بھی تو کسی کا ان کی تفسیر کبیر کے متعلق کل شئی فیہ الا التفسیر کا فقرہ لکھ دینا کوئی حجت شرعی نہیں، کہ اس سے ان پر حرف آ سکے۔

غرض جہاں تک مجددین امت کا سوال ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ:

(۱) گذشتہ تیرہ سو سال میں ہر صدی کے سر پر مجدد آتے رہے اور انہوں نے خود اپنے مجدد ہونے کے دعوے کئے۔ ان میں سے حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہما اللہ کے دعاوی کو تو خود "کوثر" نے بھی تسلیم کیا ہے، ان کے علاوہ امام غزالی، امام ابن تیمیہ، امام سیوطی کے دعاوی ہم اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں۔

(۲) مجدد کا ماننا اگرچہ ان ایمانیات میں سے نہیں جن کے انکار سے کفر لازم آتا ہے، تاہم اس کا ماننا ضروری ہے اور اس کا ساتھ نہ دینا موجب معصیت و خسران ہے، یہ وہ حقیقت ہے، جس کو ایک عام سمجھ کا انسان بھی تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کو نہایت صفائی کے ساتھ واضح کر دیا ہے "کوثر" کا اس کو ختم نبوت کے منافی قرار دینا اپنی کم علمی اور کوتاہ فہمی کا ثبوت دینا ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت

چند روز ہوئے کراچی میں نہایت گرم لُو چلنے کے باعث حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی تھی اب بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے، اور کمزوری دن بدن رفع ہو رہی ہے احباب کرام دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں۔

اخبار احمدیہ

— مولانا صدر الدین صاحب کی طبیعت اس ہفتہ بخار کی وجہ سے ناساز رہی۔ اب بفضلہ تعالیٰ آرام ہے۔

— خواجہ نذیر احمد صاحب جو پچھلے دنوں عارضہ قلب کی وجہ سے بہت بیمار رہے اب خدا کے فضل سے اچھے ہیں، گو ابھی زیادہ چلنا پھرنا ممنوع ہے، احباب سے دعائے صحت کاملہ کی درخواست ہے،

— لودھراں ضلع ملتان سے چودھری امان اللہ خاں ولد چودھری علم الدین ٹھیکیدار لکھتے ہیں:-

"میری ہمشیرہ نثار بیگم فوت ہو گئی ہے احباب کرام سے التجا ہے کہ ان کا جنازہ غائبانہ پڑھا جائے۔ اور دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بہشت نصیب کرے۔ میں لودھراں ہائی سکول میں پڑھتا ہوں۔ میرے نام اخبار لائٹ آتی ہے۔ اور [illegible]

(باقی بر صفحہ [illegible] کالم [illegible])

اخبار و افکار

شدھی کا سلسلہ

جبل پور ۲۵ جون - قریبی قصبے مانڈلے میں ایک چالیس سالہ مسلمان عبدالستار خان نے ہندو دھرم اختیار کر لیا اس کا ہندووانہ نام ستیہ دیو رکھا گیا ہے' شدھی کی رسم بہت بڑے پیمانہ پر ادا کی گئی اور اس میں بہت سے لوگوں نے شرکت کی یہ شخص معہ اپنی بیوی اور بچوں کے ہندو ہوا ہے"

ایک مسلمان کے ارتداد کی یہ خبر ہندوستان کے اس علاقہ سے آتی ہے جہاں مسلمان نہایت ہی قلیل تعداد میں ہیں۔ عام طور پر ہندوستان میں مسلمانوں پر جو گذر رہی ہے، اسکو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ واقعہ ارتداد کوئی تعجب انگیز نہیں نہ ہی یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ یہ ایک ہی اس قسم کا واقعہ ہوا ہے، چونکہ شدھی کی یہ رسم "بہت بڑے پیمانہ پر ادا کی گئی" اس لئے اس خبر کا پریس میں آنا ضروری سمجھا گیا، ورنہ خدا جانے ایسے کتنے واقعات تقسیم کے بعد آج تک ہوئے جن کا ذکر تک اخبارات میں نہیں آیا۔

کیا جمعیۃ العلماء ہند اس کا تدارک کرنے کی کوئی سعی عمل میں لائے گی؟ اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے گی کہ عبدالستار خاں کے ہندو دھرم اختیار کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

یسوع مسیح کا مقدمہ

معاصر "صدق" رقمطراز ہے:-

"رائٹر نے خبر بھیجی ہے کہ ہالینڈ سے ایک گمنام درخواست یروشلم کی عدالت عالیہ میں موصول ہوئی ہے جس میں استدعا ہے کہ یسوع مسیح کے مقدمہ اور اس کی سزا پر نظر ثانی کی جائے مستغیث نے لکھا ہے کہ جس عدالت نے یسوع مسیح کے مقدمہ کی سماعت کی وہ قانوناً اس کی مجاز نہ تھی، اور پیلاطیس نے گورنر کی حیثیت سے اس حکم سزا کی تصدیق کر کے اپنے اختیار سے تجاوز کیا، جو بالکل ناجائز تھا، اس لئے یروشلم کی اسرائیلی ہائی کورٹ کو چاہیئے کہ اب دو ہزار سال بعد یسوع کے مقدمہ پر نظر ثانی کر کے منصفانہ فیصلہ کرے"

معلوم نہیں درخواست دہندہ کا اس سے کیا مقصد ہے، یسوع مسیح کے متعلق آج عیسائی دنیا بھی وہی خیالات رکھتی ہے جو یہودیوں کی طرف سے بطور الزام اس کی طرف منسوب کئے جاتے تھے، بلکہ عیسائی دنیا تو اس سزا کو بھی جائز سمجھتی ہے، جو اسکو پیلاطیس کی عدالت سے دی گئی وہ نہ صرف یہودیوں کی طرح اسکو ابن اللہ ہونے کے مدعی سمجھتے ہیں، بلکہ صلیب پر اس کا مارا جانا اپنے گناہوں کا کفارہ یقین کر کے اس سزا کو حق بجانب اور باعث رحمت سمجھتے ہیں، ایسی حالت میں وہ کونسا انصاف ہے جس کو ہالینڈ کا عیسائی مستغیث اسرائیلی عدالت سے حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ قرآن کی طرف رجوع کرے جس نے مسیح کا یہ بیان نقل کر کے کہ میں نے اپنی امت اور اپنی ماں کی خدائی کا کبھی دعویٰ نہیں کیا اور جب تک ان میں رہا یہی کہتا رہا ان اعبدوا اللہ ربی و ربکم (اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے) مسیحیت و یہودیت کا سارا تار و پود بکھیر دیا اور اصل بنائے مقدمہ اکھیڑ کر رکھ دی۔

مسئلہ جہاد

ایران کی انقلابی جماعت فدائیان اسلام کی دہشت پسندانہ پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر "کوثر" لکھتا ہے:-

"اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اسلامی انقلاب رونما کرنے کے لئے خونریزی سے کام لیا جائے اس کا موقعہ اگر آتا ہے تو اس وقت جب کہ دعوت کے تمام مراحل طے ہو چکیں اور اہل حق اور اہل باطل منظم ہو کر آمنے سامنے ہو جائیں اور باطل حق کو بزور شمشیر ختم کرنے کا تہیہ کر لے جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا"

اس کے ساتھ ہی حضرت مرزا صاحب کا بیان بھی پڑھ لیجئے جن پر الزام دیا جاتا ہے کہ انہوں نے جہاد کو منسوخ کر دیا آپ فرماتے ہیں:-

"نادانوں نے جہاد کا نام سن لیا ہے اور پھر اس بہانہ سے اپنے نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہا ہے محض دیوانگی کے طور پر مرتکب خونریزی کے ہوتے ہیں ہم لکھ چکے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جو اسلام نے خدائی حکم سے تلوار اٹھائی وہ اس وقت اٹھائی گئی کہ جب بہت سے مسلمان کافروں کی تلواروں سے قبروں میں پہنچ گئے، آخر خدا کی غیرت نے چاہا کہ جو لوگ تلواروں سے ہلاک کرتے ہیں وہ تلواروں سے ہی مارے جائیں گے، خدا بڑا رحیم اور کریم اور حلیم ہے اور بڑا برداشت کرنے والا ہے لیکن آخر کار راستبازوں کے لئے غیرت بھی رکھتا ہے، مجھے تعجب ہے کہ جبکہ اس زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں کو مذہب کے لئے قتل نہیں کرتا تو وہ کس حکم سے ناکردہ گناہ لوگوں کو قتل کرتے ہیں کیوں ان کے مولوی ان بے جا حرکتوں سے جن سے اسلام بدنام ہوتا ہے ان کو منع نہیں کرتے"

(رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد)

ان دونوں بیانات کو ایک دوسرے کے سامنے رکھ کر دیکھ لیجئے کیا معانی اور مفہوم کے لحاظ سے کوئی فرق ان میں پایا جاتا ہے؟ "کوثر" کا بیان ہے کہ:-

"اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اسلامی انقلاب رونما کرنے کے لئے خونریزی سے کام لیا جائے اس کا موقعہ اگر آتا ہے تو اس وقت جبکہ ...... باطل حق کو بزور شمشیر ختم کرنے کا تہیہ کر لے جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا"

یہی حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ محض دیوانگی کے طور پر خونریزی کے مرتکب ہونا جائز نہیں، اسلام نے تلوار اس وقت اٹھائی ہے جب مسلمانوں کو تلوار سے مٹانے کا تہیہ کر لیا گیا بلکہ کتنی ایک کو قبروں میں پہنچا دیا گیا، اس زمانہ میں جب مسلمانوں کو مذہب کے لئے قتل نہیں کیا جاتا دوسروں کو قتل کرنا اسلام کو بدنام کرنا ہے۔

ان دونوں بیانات میں کیا فرق ہے، اور "کوثر" کی طرف سے جماعت احمدیہ اور حضرت مرزا صاحب پر منسوخی جہاد کا طعن کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

تکفیر کی طرف

معاصر "صدق" سے یا تبصرہ:-

"جماعت اسلامی (مودودی) ہند کے ایک رکن کا خط جماعت کی طرف سے مدرسہ دیوبند کے ایک ممتاز استاد کے نام:-

"خصوصی طور پر شہادت رب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ جماعت کے ارکان میں سے کوئی ایک رکن بھی بے عمل مسلمانوں کو کافر نہیں سمجھتا، اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جماعت کی کتابوں نے ایسا ہولناک اور دعوت کے لئے تباہ کن تصور قائم کرنے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔" (الانصاف - الہ آباد)

اور یہ تردید اس جماعت کی طرف سے پہلی بار شائع نہیں ہوئی ہے کئی بار پہلے بھی نکل چکی ہے۔ لیکن آخر بار بار ضرورت اس تردید کی کیوں پڑتی ہے؟ اور اچھے اچھے پڑھے لکھوں کو کیوں خواہ مخواہ اس باب میں "غلط فہمی" ہی ہوتی رہتی ہے؟ ——— کبھی جماعت کے سنجیدہ ارکان نے ٹھنڈے ذہن کے ساتھ اس پر بھی غور کیا ہے؟

یہ صحیح ہے کہ جماعت نے بار بار اسی الزام تکفیر مسلمین سے اپنی تبری کی ہے۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ انہیں کے اکابر کی تحریریں پڑھ کر ہر غیر جانبدار کے اوپر یہ اثر پڑتا ہے کہ عام "نسلی مسلمانوں" (یعنی بے عمل یا بد عمل مسلمانوں) اور غیر مسلموں میں کوئی فرق ہی نہیں۔ اور جماعت کے نقطہ نظر سے دونوں ایک ہی سطح پر ہیں۔ یہ تعلیم اکابر جماعت کے بین السطور میں تو خیر نمایاں ہی ہے۔ کہیں کہیں صراحت کے ساتھ بھی مل جاتی ہے، جیسا کہ اس جماعت کے "لٹریچر" کے ہر پڑھنے والے پر واضح ہے ———

نہ کھینچو گر تم اپنے کو کشاکش درمیاں کیوں ہو

بقیہ اخبار احمدیہ

بھائی ہوں۔ میرے والد صاحب باہر کا دورہ باری سلسلے میں گئے ہوئے ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ میں ہی اطلاع بھیج دوں"

ہمیں اس صدمہ میں چوہدری امان اللہ خاں اور ان کے خاندان چوہدری ظفر دین اور تمام دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو

سیولیہ اور غرناطہ میں مسلمانوں کی شاندار یادگاریں

سپین کا غدار عبداللہ اور اس کا عبرتناک انجام

خانبہادر غلام ربانی خاں کا مکتوب گرامی ووکنگ سے

اُندلس کی دلہن

مکرم بندہ اڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم۔
سفر سپین کے سلسلہ میں مزید حالات عرض کئے دیتا ہوں۔ مشہور مورخ لین پول اپنی تصنیف Moors in Spain میں قرطبہ کے متعلق سابق مورخین کے حوالہ سے یوں رقمطراز ہیں۔ یہ شہر اندلس کی دلہن ہے۔ اس کی خوبصورتی دلوں کو مسخر کرنے والی اور نگاہوں کو چکاچوند کرنے والی تھی۔ اس کی شان کا تاج ایک طویل سلسلہ سلاطین تھا اور اس کے گلے کی مالا شعرا کی شیریں بیانی سے بنی موتی تھی۔ اس کا لباس علوم کے جھنڈوں سے جو علماء، فضلاء پر مشتمل تھے دہر نے اپنے ہاتھوں سے سیا تھا اور اس لباس کا دامن فنون صنعت تھے۔

تمام یورپ جہالت کی تاریکی میں

مورخ مذکور فرماتے ہیں۔ جب قرطبہ کے حالات زیر مطالعہ آتے ہیں تو دسویں صدی عیسوی میں اس کی بلند شان و شوکت ایسی نمایاں نظر آتی ہے۔ جس کے مقابلہ میں ہمارے سیکسن آباد جھونپڑوں میں رہتے اور غلیظ گھاس پر چلتے تھے ہماری زبان اجڈ تھی اور لکھنا پڑھنا صرف چند راہبوں تک محدود تھا۔ ہم اس وقت عربوں کی تہذیب اور تمدن کی رفعت کو پورے طور پر سمجھ سکیں گے۔ جب کہ یہ نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہو۔ کہ اس وقت تمام یورپ جہالت کی تاریکی میں سراپا غرق تھا۔

مساجد — باغات اور حمام

یہ شہر دس میل تک پھیلا ہوا تھا۔ دریائے روداالکبیر (Guadalquivir) کے کنارے پر سنگ مرمر کی مساجد اور باغات بہار دکھاتے تھے تمام دنیا سے مختلف قسم کے پودے منگوا کر سپین کی سرزمین میں لگائے گئے تھے۔ یہاں تک کہ کھجور اور انار بھی دمشق سے منگوا کر نصب کئے گئے اور اب تو کھجور کے درخت سپین کے کونہ کونہ میں لہراتے نظر آتے ہیں۔

شہر میں پچاس ہزار رؤسا کے مکانات تھے اور ایک لاکھ عوام کے۔ سات صد مسجدیں تھیں اور نو صد حمام عوام کے لئے تھے۔ لین پول صاحب تحریر کرتے ہیں حمام مسلمانوں کی حکومت کا ہر ایک شہر کے لئے خاصہ تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک صفائی کا مرتبہ نہ صرف خدائی کے نزدیک ہے بلکہ وضو اور طہارت ہر عبادت کا لازمہ ہیں۔

مسیحی غلاظت پسندی

درمیانی زمانہ کے عیسائی نہانے اور دھونے کو مسلمان کافروں کی رسم سمجھتے تھے اس کو ممنوع قرار دیتے تھے یہاں تک کہ راہب اور راہبہ اپنی غلاظت کا فخریہ تذکرہ کرتے تھے۔ چنانچہ ایک راہبہ نے فخریہ تحریر کیا ہے کہ ساٹھ سال کی عمر تک اس نے جسم کا کوئی حصہ پانی کو چھونے نہیں دیا۔ ماسوائے انگلیوں کے پوروں کے جبکہ وہ نماز پڑھنے جاتی تھی پانی میں ڈبو لیتی تھی۔ جب عیسائی تقدس کا خاصہ غلاظت تھا تو اس وقت مسلمان نہایت ہی احتیاط صفائی کے پابند تھے۔ اور وہ خدا کے حضور کھڑے ہونے کی جرأت نہ کرتے جب تک ان کے بدن پاک نہ ہوں چنانچہ جب فلپ ثانی کے ہاتھ سپین آیا۔ تو اس نے تمام حمام گرا دینے کا حکم دیا۔ کیونکہ یہ "مسلمان کفار کی نشانی تھے۔"

سیولیہ کا خوبصورت شہر

قرطبہ سے بذریعہ ریل سولیہ پہنچا۔ صرف دو گھنٹہ کا سفر تھا۔ لیکن سرسبز و شاداب وادیوں اور میدانوں میں سے گذر ہوا۔ یہ شہر بھی دارالسلطنت رہا۔ یہ اپنی شان اور خوبصورتی میں نظیر نہیں رکھتا ایسٹر کے مقدس ہفتہ میں تمام بدعات اور رسوم دھوم دھام سے منائی جاتی ہیں اور یہ شہر اس میلہ کے لئے سارے سپین کا مرکز ہے۔ میں Holy Week (مقدس ہفتہ) کے بعد پہنچا۔ الحمراء اور باغ قابل دید ہیں۔ ہزار سال کے بعد بھی رنگ اور رنگ آمیزیاں خوب جھلک دکھا رہی ہیں باغات لاثانی ہیں۔

مسجد سے گرجا

مسجد سے گرجا بنا لیا گیا ہے۔ اور مسجد کا مینارہ اذان۔ گرجا گھر بنا ہوا ہے یہ مینارہ فن تعمیر کا شاہکار ہے۔ تقریباً ایک صد میٹر اونچا ہے لیکن ایک زینہ نہیں کچھ ۳۴ چکر ایسے بنائے گئے ہیں کہ آدمی چلتے چلتے چوٹی پر پہنچ جاتا ہے۔ میرے [illegible] گائڈ کے پاس چاک تھا اس نے کہا کہ اپنا نام لکھ دو۔ میں نے کلمہ طیبہ اور تکبیر مختلف مقامات پر موٹے حروف میں لکھ دیئے۔ اور عصر کی نماز مسجد کے اس حصہ میں پڑھی جہاں پر گرجا نہ تھا۔

پھولوں کا میلہ

تعجب کا مقام ہے کہ یہ شہر سمندر سے کوسوں دور ہے اور پھر بھی بندرگاہ ہے کیونکہ دریا کے اندر بڑے بڑے جہاز آ سکتے ہیں۔ اس شہر میں ۱۸۔ اپریل سے ایک ہفتہ تک پھولوں کا میلہ ہوتا ہے۔ جس کے لئے لوگ تمام سپین سے جوق در جوق آتے ہیں۔ میں ۱۸۔ اپریل سے پہلے ہی غرناطہ چلا گیا۔

الحمرا کی سیر

غرناطہ کے لئے صبح کی تیز گاڑی میں سوار ہو کر پانچ بجے کے قریب غرناطہ (Granada) پہنچا۔ اندلس کا خوبصورت علاقہ طے کیا۔ ہوٹل میں جگہ لینے کے بعد الحمرا دیکھنے کے لئے پہاڑی پر چڑھا۔ قرطبہ کے زوال پر الحمراء کو عروج حاصل ہوا۔ اور علم و ہنر کا مرکز بنا گیا۔ اس کا سرخ محل اب بھی عجائبات دنیا میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ دیکھا سے مشہور زرخیز میدان کے کنارے۔ ور برفانی پہاڑ سیئرا نویدا جبال القمر Mountain of the Moon کے دامن میں واقع ہے۔ یہ شہر تیرھویں صدی عیسوی میں شروع ہوا اور چودھویں صدی میں ختم ہوا۔ اس محل کا دروازہ عدالت ہے۔ جہاں سے خود بادشاہ وقت اپنی رعایا کے درمیان انصاف اور عدل گستری کے لئے مقررہ وقت پر موجود ہوتا ہے۔ محلات اور قلعہ اور باغ جنت العریف دیکھ کر عقل حیرت میں آ جاتی ہے۔ جب چارلس پنجم نے اس جگہ کو حاصل کیا تو اس نے کہا کہ نہایت ہی بدقسمت وہ انسان ہے جس کے ہاتھوں سے یہ جگہ چلی گئی۔

الحمرا سے مسلمان بادشاہ کا اخراج

جب بوعبدل آخری بادشاہ نے الحمرا چارلس پنجم کے حوالہ کیا۔ اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ نکلتے وقت در و دیوار پر نظر ڈالتے ہوئے رونے لگا تو اس کی ماں نے کہا کہ مردانہ وار مقابلہ تو نہ کیا اور اب عورتوں کی طرح روتا ہے یہاں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ بوعبدل شروع سے بدقسمت کہلاتا تھا اور یہ بھی غدار عبداللہ نامی لوگوں کی فہرست میں نمبر اول پر ہے۔

بادشاہ بوعبدل یا عبداللہ کی غداری

بدقسمتی سے عبداللہ نامی بدکنندگان کچھ ایسے واقعہ ہوئے ہیں کہ ان کے ہاتھوں اسلامی عمارت کو بہت نقصان پہنچا ہے یہ بوعبدل یعنی عبداللہ سپین سے اسلامی سلطنت کے خاتمہ کا ذمہ وار ہے۔ جب مسلمان باقی مقامات پر شکست کھا چکے تو ملگہ (Malaga) اور الحمراء میں جمع ہو گئے۔ اور ایسے مضبوط تھے، کہ عیسائی بھی جرأت نہ کر سکتے تھے، کہ ان مقامات سے مسلمانوں کو نکال سکتے۔ اور پھر ان مراکز سے اسلامی ترقی کے سامان پیدا ہو جاتے جیسا کہ سپین کی سابقہ تواریخ سے واضح ہے لیکن اس بدقسمت انسان نے غداری سے کام لے کر چارلس کا ساتھ دیا اور اپنے چچا کو ملگہ کی حمایت سے

بذریعہ جنگ روک دیا۔ پس ملگا بالآخر لمبے محاصرہ کے بعد فتح ہوا۔ تو یہ خوش ہوا لیکن اسکو معلوم نہ تھا کہ اس کی غداری کا نتیجہ اس کی تباہی کا پیش خیمہ ہوگا۔ یہ بدقسمت انسان خوشی خوشی چارلس کے دربار میں گیا۔ کہ مبارکباد عرض کرے۔ اس نے کہا کہ اب آپ مہربانی کر کے الحمرا اسے نکلو۔ کیونکہ تمہارا وعدہ تھا کہ اگر ملگا فتح ہو گیا تو الحمراء تم ہمارے حوالہ بلا مقابلہ کر دو گے۔ اب تو غدار عبداللہ کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔

سپین کی اسلامی سلطنت کا خاتمہ

واپس ہوا تو اپنے امرا سے مشورہ کیا اس کی ماں اور دلیر مسلمان وزیر نے مقابلہ کے لئے جرأت دلائی۔ لیکن اس بدنصیب انسان نے بادل ناخواستہ مقابلہ کیا۔ لمبا محاصرہ رہا۔ خوب جرأت سے غازیان اسلام نے کام لیا۔ اور دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے۔ لیکن پھر غدار عبداللہ دھوکے میں آگیا اور چارلس ففتھ کے وعدہ عطائگی سلطنت پر اعتبار کرتے ہوئے۔ قلعہ کے دروازے کھول دیئے۔ اور نکل کر روتے روتے جا رہا تھا۔ لیکن کچھ آس رکھتا تھا۔ کہ دوسری جگہ حکومت قائم ہو جائے گی۔ لیکن چارلس ففتھ نے اسکو ٹکا سا جواب دے دیا۔ اور پھر وہ شمالی افریقہ میں ایک نادار فقیر کی حالت میں اس جہان سے گذر گیا۔ اور کیفر کردار کو پہنچا۔ لیکن ہزاروں لاکھوں مسلمان عیسائی بادشاہوں کی تلوار تعصب اور غضب کی نذر ہوئے اور باقی ماندہ غلامی کی زندگی بسر کرتے ہوئے ختم ہو گئے۔

ایک مسلمان طالب علم سے ملاقات

میں نے محل کے اندر دربار کے محراب میں نماز عصر ادا کی۔ محل کے دیکھنے کے بعد باہر آنے پر میرے گائیڈ (رہنما) نے ایک مسلمان کا ذکر کیا۔ کہ میں نے نماز ادا کی اس پر وہ نوجوان میرے قریب آیا۔ اور علیک سلیک کی اور تعارف کرایا۔ کہ وہ غرناطہ یونیورسٹی میں علم طب حاصل کر رہا ہے اور ہسپینی مراکو کا رہنے والا ہے۔ وہ میرے ساتھ رہا۔ اور مجھے اپنے بورڈنگ ہوس لے گیا۔ جو سلطان مراکو نے ان طلباء کے لئے مہیا کیا ہوا ہے۔ وہاں پہنچکر گیارہ یونیورسٹی طلبا سے مل کر خوشی ہوئی۔ انہوں نے شام کا کھانا کھلانے پر اصرار کیا۔ اور دوسرے دن دوپہر کی دعوت کا انتظام کیا۔

اسلام کے متعلق گفتگو

اس دعوت میں یونیورسٹی کے پروفیسر بھی مدعو تھے۔ احمد متفر مجید عربی۔ فرانسیسی اور ہسپینی زبان جانتا اور پروفیسروں کا انگریزی جاننا میرے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ ان لوگوں کے ساتھ اسلام پر دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور سلسلہ کے متعلق بھی گفتگو ہوئی۔ خداوندکریم کے فضل سے ان لوگوں پہ بڑا اثر ہوا۔ پھر عربی ادارہ کے ملاحظہ کے لئے پروفیسر لے گئے۔

اسلامی لٹریچر کی فراہمی

ان کی استدعا پر میں نے مترجم قرآن مجید اور دیگر تصانیف مولانا محمد علی صاحب کا ایک سیٹ بھجوانے کا وعدہ کیا۔ اسلامک ریویو اور کچھ لٹریچر یہاں سے بھجوایا گیا ہے جو بڑے شکریہ کے ساتھ قبول کیا گیا ہے۔ میڈرڈ یونیورسٹی اور لزبن یونیورسٹی کو بھی اسلامک ریویو بھجوائے گئے جو انہوں نے شکریہ سے قبول کئے ہیں۔

پریس رپورٹروں سے انٹرویو

مراکو کے طلباء نے ایک گروپ فوٹو بھی کھچوایا۔ اور میرے ہوٹل پہنچے پر اخباری نمایندگان آئے جن کو میں نے اسلام اور پاکستان کے متعلق کچھ معلومات بہم پہنچائے اور اپنے انٹرویو میں یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ حکومت سپین بھی حکومت فرانس کی تقلید کرتے ہوئے ایک مسجد میڈرڈ میں تعمیر کرے۔ کیونکہ سپین کے . . . . . شہری مراکو کے مسلمان ہی ہیں اور یہ کہ مذہبی رواداری اور آزادی ہونی چاہیئے وغیرہ وغیرہ۔

میرا انٹرویو . . . . مع گروپ فوٹو اخبارات میں شائع ہوا بفضل ایزدی یہاں پر احباب کا ایک حلقہ پیدا کر لیا ہے۔

ولنشیا میں

غرناطہ سے صبح روانہ ہو کر شام Valencia پہنچا مسلمانوں کی برکت سے تمام علاقہ سنگتروں مالٹوں اور انگوروں کا باغ ہے۔ چنانچہ Valencia کے سرخ مالٹے شیرینی اور نفاست میں عدیم المثال ہیں۔ آب چاہ بر سر چاہ کی مثل کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے بھی سرخ مالٹوں کی ایک ٹوکری چوس ڈالی Valencia کے اندر نہروں کا سلسلہ ایسا شاندار ہے۔ کہ تمام علاقہ زرخیز اور زرریز ہے۔ یہاں ابھی تک وہ عدالت گاہ موجود ہے، جہاں کھڑے ہو کر آبپاشی کے تنازعات کا تصفیہ کیا جاتا تھا۔ یہاں پر بڑے پرانے گرجا سال ۱۹۳۶ء کے ملکی فساد میں جلائے گئے تھے۔ صرف کمیونزم ہی رومن کیتھلک مذہبی سختی کا ازالہ کر سکتا ہے۔ ورنہ یہ لوگ

(باقی صفحہ ۸ کالم ۳)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

آفت زدہ کی مدد قوم کے ذمہ ہے

عن ابی سعید قال اصیب رجل علی عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی ثمار ابتاعها فکثر دینه فافلس فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم تصدقوا علیه فتصدق الناس علیه فلم یبلغ ذالك وفاء دینه فقال صلی اللّٰہ علیه وسلم للغرمائه خذوا ما وجدتم له لیس لکم الا ذالك اخرجه الخمسة الا البخاری - تلخیص الصحاح -

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص نے چند درخت میوہ دار خرید کئے پھر اس کے میوہ پر آفت آگئی جس کی وجہ سے اس پر بہت سا قرض ہو گیا اور وہ بے چارہ مفلس ہو گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس شخص کی مدد صدقہ (خاص چندہ) سے کرو تب لوگوں نے اس کی مدد کے لئے چندہ جمع کیا لیکن چندہ کی مقدار اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے ناکافی تھی تو حضور نے اس کے قرضخواہوں سے فرمایا کہ جو اس کے پاس سے تمہیں ملے وہ لے لو اس سے زیادہ تمہیں اور کچھ نہیں مل سکتا (قومیں اس طرح بنتی ہیں جس قوم میں اپنے افراد کی مصیبتوں اور مشکلات کا احساس نہ ہو وہ یقیناً مردہ قوم ہے۔ ناقل)

مصیبت سے تنگ آکر موت کی تمنا نہ کرو

عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لا یتمنین احدکم الموت من ضر اصابه فان کان لا بد فاعلا فلیقل اللّٰھم احینی ما کانت الحیوٰۃ خیرا لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی اخرجه الخمسة - تلخیص الصحاح

ترجمہ:- حضرت انس سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے جو اس کو پہنچی ہو ہرگز موت کی آرزو نہ کرے اگر کسی وجہ سے ایسا کرنا ہی چاہتا ہے تو اسے ایسی دعا کرنی چاہیئے کہ اے اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میری زندگی میرے لئے مفید ہے (زندگی بے ہودہ اور برے کاموں میں بسر نہیں کرنی چاہیئے ہر فرد قوم اپنی زندگی کو اپنے لئے اور قوم کے لئے مفید بنانے کی کوشش کرے)

نیکی کرنے والے کی ثنا اور شکر کرو

عن اسامة بن زید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من صنع الیه معروف فقال لفاعله جزاك اللّٰہ خیرا فقد ابلغ فی الثناء اخرجه الترمذی تلخیص الصحاح

ترجمہ:- حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے ساتھ کوئی احسان کیا جائے اور وہ شخص اپنے محسن کو یہ دعا دے کہ جزاک اللہ خیراً تو گویا اس شخص نے اس کی (محسن کی) تعریف کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔

سید شاہ آنکہ نامش مصطفےٰ است ❊ رہبر ہر زمرۂ صدق وصفا است

مے درخشد روئے حق در روئے او ❊ بوئے حق آید ز بام وکوئے او (مسیح موعود)

ترجمہ:- وہ سردار شاہ مقام جس کا نام نامی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ہر طائفہ اہل صدق وصفا کیلئے رہبر کامل ہے۔ (۲) اس کے رخ انور سے حق تعالیٰ کا روئے مبارک چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کے کوچہ وبازار اور اس کی در و دیوار سے حق تعالیٰ کی خوشبو سے مشکبار ا فضائے عالم کے گوشہ گوشہ

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

اس مضمون میں قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے اس حصہ کو جس میں اجرائے نبوت پر بحث کی گئی ہے سامنے رکھتے ہوئے ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ــــــــ بسلسلہ اشاعت گذشتہ

تردید دلائل امکان نبوت

امکان نبوت کے ثبوت میں قرآن کی پیش کردہ آیات پر نظر

چوتھی آیت } یٰبنی ادم اِمّا یاتینّکم رسل منکم یقصّون علیکم اٰیاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (اعراف: ۳۵)

"اے بنی آدم (انسانو) البتہ ضرور آئیں گے تمہارے پاس رسول تم میں سے بیان کریں گے تمہارے سامنے میری آیتیں، پس جو لوگ پرہیزگاری اختیار کریں گے اور اپنی اصلاح کریں گے ان کو کوئی ڈر اور غم نہ ہوگا"

(قادیانی تبلیغی پاکٹ بک صفحہ ۲۱۱)

اس ترجمہ کے ثبوت میں حافظ عبدالرحمٰن صاحب امرتسری کی کتاب الصرف سے نون تاکید کی بحث کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں لکھا گیا ہے کہ یہ نون مضارع کے آخر میں آتا ہے۔ اور اس کے آنے سے مضارع کے پہلے لام مفتوح کا آنا ضروری ہے یہ نون معنے تاکید مع خصوصیت زمانہ مستقبل کے دیتا ہے جیسے لَیَفْعَلَنَّ (وہ البتہ ضرور کرے گا) اور حاشیہ میں لکھا ہے، اکثر تو لام مفتوح آتا ہے مگر کبھی اِمّا بھی آجاتا ہے جیسے اِمّا یَبْلُغَنَّ اِمّا تُرَیِنَّ پس اِمّا یاتینّکم کے معنے ہوئے "البتہ ضرور آئیں گے"

الجواب:۔ افسوس ہے کہ اپنے اعتقاد کے ثبوت میں تنکے کا سہارا مل جائے تو اس سے دریغ نہیں کیا جاتا خواہ اس سے قرآن اور اسلام کا کچھ رہے یا نہ رہے، اما یاتینکم کے معنے "البتہ ضرور آئیں گے تمہارے پاس" حسب ذیل وجوہ سے غلط ہیں:۔

۱- حافظ عبدالرحمٰن صاحب کی کتاب الصرف کوئی مستند چیز نہیں، اس کے منقولہ بالا حاشیہ میں جو دو مثالیں دی گئی ہیں وہ خود ان معنوں کے خلاف ہیں جو ان سے پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اما یبلغنّ اور اما ترینّ قرآن کریم کی دو آیات کے ٹکڑے ہیں:۔

(۱) اما یبلغنّ عندک الکبر احدھما او کلاھما (بنی اسرائیل: ۲۳)

(۲) اما ترینّ من البشر احدا (مریم ۱۹: ۲۶)

قادیانی اختراع کے مطابق ان آیات کا ترجمہ یہ ہوگا۔

(۱) البتہ ضرور پہنچ جائیگا (تیرے ماں باپ میں سے) کوئی ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کی عمر کو۔

(۲) البتہ ضرور تو دیکھے گی کوئی بشر۔

ظاہر ہے کہ دونو ترجمے صحیح نہیں، نہ تو یہ ضروری ہے کہ ہر شخص کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک اس کے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں اور نہ ہی حضرت مریم کے لئے یہ لازمی تھا کہ وہ کسی بشر کو ضرور دیکھتیں یہ دونو شرطیہ جملے ہیں۔ اور دونوں کا صحیح ترجمہ جو تمام مفسرین اور اہل زبان کے نزدیک مسلم ہے یہ ہے کہ

(۱) اگر پہنچ جائیں تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونو بڑھاپے کو

(۲) اگر تو دیکھے کسی بشر کو۔

۲- اگر علم صرف ہی کی شہادت لینی ہو تو مغنی اللبیب جیسی اعلےٰ پایہ کی مستند کتاب کو دیکھئے جس کی جلد اول کے صفحہ ۲۸ پر صاف لکھا ہے:۔ لیس من اقسام اِمّا التی فی قولہ تعالیٰ فاما ترین من البشر احدا ھذہ ان الشرطیۃ وما الزائدۃ

یعنی اِمّا کی مذکورہ اقسام میں سے وہ نہیں ہے، جو اللہ تعالےٰ کے اس قول میں ہے فاما ترین من البشر احدا بلکہ اس میں اِن شرطیہ ہے اور ما زائدہ ہے۔

۳- یہی بات امام فخرالدین رازی نے آیت زیر بحث اما یاتینکم الخ کے متعلق لکھی ہے، کہ ھی ان الشرطیۃ ضمت الیھا ما مؤکدۃ لمعنی الشرط ولذالک لزمت فعلھا النون الثقیلۃ

یعنی اِمّا میں ان شرطیہ ہے، جس کے ساتھ شرط کے معنوں کے ...... لئے ما تاکید ہی لگا دیا گیا ہے، اور اسی لئے نون ثقیلہ کو ساتھ لازم کر دیا گیا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۲۹۹ مطبوعہ مصر)

۴- اسی تفسیر کے حاشیہ میں علامہ ابی السعود نے بعینہٖ یہی الفاظ لکھنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ وفیہ تنبیہ علیٰ ان ارسال الرسل امر جائز لا واجب یعنے اس میں یہ تنبیہ ہے کہ رسولوں کا بھیجنا جائز ہے نہ کہ واجب۔

پس "البتہ ضرور آئیں گے" کے معنوں کی تائید نہ قرآن کریم کی دوسری آیات سے ہوتی ہے نہ علم صرف کی مستند کتب سے اور نہ اعلیٰ پایہ کی تفاسیر سے، سب کے نزدیک اما یاتینکم ایک شرطیہ جملہ ہے، جس میں شرط کے معنوں کی تاکید پائی جاتی ہے۔ قادیانی پاکٹ بک نویس نے "البتہ ضرور آئیں گے" کے معنے کرکے اپنے علم کی پردہ دری کی ہے آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے:۔

"اے بنی آدم اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں سے جو میری آیات تم پر پڑھتے ہوں تو جو کوئی تقویٰ کرے اور اصلاح کرے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ پچھتائیں گے"

کہاں اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسولوں کا آنا ضروری ٹھیرایا گیا ہے؟

اعتراض:۔ یہ آیت آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی اور اس میں تمام انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے، یہاں یہ نہیں لکھا ہوا کہ ہم نے گذشتہ زمانہ میں ایسا کہا تھا بلکہ آئندہ رسولوں کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔

الجواب:۔ اس آیت سے پہلے آدم کا قصہ مذکور ہے اور وہی آدم کی پیدائش ملائکہ کو سجدے کا حکم، ابلیس کا استکبار اور آدم اور اس کی زوج کو پھسلانا اور ان کے ہبوط کا ذکر ہے جو اس سے قبل پہلے پارہ میں بیان کیا گیا تھا جس طرح سے پہلے پارہ میں اس تمام ذکر کے بعد یہ فرمایا تھا۔ فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون، اسی طرح سے یہاں آدم کا سارا قصہ بیان کرنے کے بعد اسی بات کو ان الفاظ میں دہرایا ہے اما یاتینکم رسل منکم الخ کیونکہ ہدایت کا آنا یا رسول کا آنا ایک ہی معنے رکھتا ہے، ہدایت بغیر رسول کے نہیں ہوتی اور رسول بغیر ہدایت کے نہیں آتا، جیسا کہ قبل ازیں ثابت کیا جاچکا ہے، یہاں بھی ساتھ ہی فرمایا یقصون علیکم ایاتی۔ ہماری آیتیں تم پر پڑھیں "آیات" سے مراد وہی ہدایت ہے جس کا ذکر فاما یاتینکم منی ھدی میں ہے پس اگر اس آیت کی رو سے آنحضرت صلعم کے بعد رسولوں کا آنا ضروری ہے تو ہدایت کا آنا بھی ضروری قرار دینا پڑے گا اور اگر ہدایت کا آنا بوجہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم ممنوع ہے تو رسولوں کا آنا بھی آیت خاتم النبیین اور بہت سی دیگر آیات کے رو سے (جن کا قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے) بند ہے، اگر کہو کہ غیر صاحب شریعت رسول آسکتا ہے، تو اس کا اس آیت میں کوئی ذکر نہیں اور نہ جیسا کہ قبل ازیں ثابت کیا جاچکا ہے غیر صاحب شریعت رسول علیٰ وجہ الحقیقت رسول ہوسکتا ہے یا لاہوریوں کی طرح یہ کہو کہ صاحب شریعت رسول آسکتے ہیں ورنہ بتاؤ کہ کہاں اس آیت میں غیر صاحب شریعت رسولوں کے (جو قادیانی اصطلاح کے مطابق محدث اور مجدد سے بڑھکر اور اصلی اور حقیقی نبوت کے منصب پر فائز ہوتے ہیں) آنے کا ذکر ہے۔

اعتراض:۔ اس آیت سے پہلے کئی مرتبہ یا بنی آدم آیا ہے اور اس میں سب جگہ آنحضرت صلعم اور آپ کے بعد کے زمانہ کے لوگ مخاطب ہیں جیسا کہ یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد، اے انسانو! ہر مسجد (یا نماز) میں اپنی زینت قائم رکھو"۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:۔ فانہ خطاب لاھل ذالک الزمان ولکل من بعدھم (تفسیر اتقان جلد ۲ صفحہ ۳۲ مصری) کہ یہ خطاب اس زمانہ اور اگلے زمانہ کے تمام لوگوں کو ہے"

(مکمل تبلیغی پاکٹ بک صفحہ ۱۲)

الجواب نمبر ۱:۔ قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے کہ ایک مضمون کے دوران میں اگر کوئی ضمنی بات آجائے تو اس کے بھی تمام ضروری پہلوؤں پر روشنی ڈال کر پھر اصل مضمون کو شروع کرتا ہے۔ آدم کے شجر ممنوعہ کو چکھنے کا یہ نتیجہ بتایا تھا،

بدت لهما سوا تهما اس کے ساتھ ہی لباس کا ذکر کیا اور بنی آدم کو مخاطب کرتے ہوئے متنبہ کیا کہ تمہاری جسمانی برہنگی کو ڈھانکنے کے لئے تو ظاہری لباس ہے جو زینت کا بھی موجب ہے، اور روحانی برہنگی کا علاج لباس تقوےٰ ہے۔ اس لئے اس ظاہری لباس کے ساتھ تمہیں لباس تقویٰ بھی اختیار کرنا چاہیئے تاکہ شیطان تمہیں کبھی ننگا نہ کر دے اسی ضمن میں فحشا سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے ہر نماز کے وقت اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ دعائیں کرنے کا حکم دیا، اور چونکہ نماز یا مسجد کا ذکر آیا تھا اس لئے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ نماز کے وقت (یا عند کل مسجد) اپنی زینت کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد پھر بنی آدم کو مخاطب کر کے اس قانون کو حکایتاً بیان کیا جو آدم کو سنایا تھا کہ اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایاتی فمن اتقی و اصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون جیسے اس سے قبل آدم کو پہلے پارہ میں فرمایا تھا کہ فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدی فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اور یہ قانون آدم اور اس کی زوج کی اس دعا کے جواب میں ہے کہ ربنا ظلمنا انفسنا فان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین بعینہ اسی طرح جیسے اس سے قبل پارہ اول میں فاما یاتینکم منی ھدی سے پہلے فرمایا تھا فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم یہ کلمات وہی دعا تھی جو ربنا ظلمنا انفسنا الخ میں بیان کی گئی ہے، اس دعا کو قبول کرتے ہوئے ایک جگہ فاما یاتینکم منی ھدی کی خوشخبری سنائی اور دوسری جگہ اما یاتینکم رسل منکم الخ کی بات دونوں میں ایک ہی ہے اور یہ کہنا کہ اول الذکر خوشخبری صرف آدم کو دی گئی تھی اور موخر الذکر رسول اللہ صلعم اور آپ کے بعد بنی آدم کو ایک ایسا خیال ہے جس کی تائید قرآن کریم کے ظاہر الفاظ اور دونو آیات کے سیاق و سباق سے نہیں ہوتی۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اما یاتینکم منی ھدی الخ میں بھی صرف آدم نہیں بلکہ بنی آدم مخاطب ہیں، کیونکہ اس سے پہلے دو دفعہ ہبوط کا ذکر کیا ہے، ایک ہبوط تو آدم اور اس کی زوج کا ہے جہاں فرمایا قلنا اھبطوا بعضکم لبعض عدو الخ اس کے بعد آدم کو کلمات سکھانے اور اس پر رجوع برحمت ہونے کا ذکر ہے اور پھر اس کے بعد ایک اور ہبوط کا ذکر قلنا اھبطوا منھا جمیعا میں جمیعاً کا لفظ بتاتا ہے کہ اس میں تمام بنی آدم شامل ہیں، انہی کے اس ہبوط کا علاج فاما یاتینکم منی ھدی میں بتایا گیا ہے اس آیت میں بھی بنی آدم ہی کو خطاب ہے جیسے اما یاتینکم رسل منکم الخ میں، اور دونو میں ایک ہی بات کا ذکر ہے جو ابتدائے آفرینش میں بنی آدم سے کہی گئی تھی۔ اسی کو یہاں حکایتاً بیان کیا گیا ہے۔

(۲) اگر بطریق تنزل یہ مان لیا جائے کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپ کے بعد کے بنی آدم مراد ہیں جیسا کہ تفسیر اتقان کے حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ "یا بنی آدم" کا خطاب جہاں قرآن میں آئے وہاں اس زمانہ اور بعد کے زمانہ کے لوگ مراد ہوتے ہیں، تو اس صورت میں رسل کے لفظ کو یہاں عام لغوی معنوں میں لینا چاہیئے، جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے:۔

"رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۲)

"مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا اور ایسا ہی محدثین کا نام بھی مرسل رکھا، اسی اشارہ کی غرض سے قرآن شریف میں وقفینا من بعدہ بالرسل آیا ہے اور یہ نہیں آیا کہ وقفینا من بعدہ بالانبیاء پس یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث ہوں چونکہ ہمارے سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی نہیں آسکتا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں"

(شہادت القرآن صفحہ ۲۷ دوسرا ایڈیشن)

"حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ محدث بھی نبیوں اور رسولوں کی طرح خدا کے مرسلوں میں داخل ہے بخاری میں ما ارسلنا من رسول ولا نبی ولا محدث کی قرأت خود سے پڑھو"

(ایام الصلح صفحہ ۷۵)

"قرآن شریف میں ہے فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول یعنے کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے دوسرے کو یہ مرتبہ عطا نہیں ہوتا، رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہوں خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدث یا مجدد ہوں"

(حاشیہ ایام الصلح صفحہ ۱۷۱)

یہی بات امام راغب نے لفظ رسل کے ماتحت لکھی ہے کہ:۔
یایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا قیل عنی بہ الرسول وصفوۃ اصحابہ فسماھم رسلا لضمھم الیہ یعنے آیہ کریمہ یایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس سے رسول صلعم مراد ہیں اور آپ کے اصحاب ان کا نام بھی آپ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے رسول رکھا گیا ہے۔

پس اگر آیت اما یاتینکم رسل منکم الخ کو رسول اللہ صلعم کے بعد کے زمانہ کے لئے ہی لینا ہے تو رسل کو مجددین اور محدثین کے معنوں میں لینا پڑے گا، اس سے بڑھ کر اجرائے نبوت کے معنے نہیں لئے جا سکتے کیونکہ ختم نبوت ان معنوں کے منافی ہے۔

(بقیہ از صفحہ ۶)

بہت متعصب ہیں اور کسی قسم کی مذہبی آزادی کے روادار نہیں ہیں۔ یہ جگہ بھی مسلمان بادشاہوں کی دارالسلطنت رہی ہے اور مسلمانوں کے عہد میں بڑی ترقی یافتہ تھی۔

ایک پہاڑی علاقہ

یہاں سے واپس میڈرڈ آیا۔ رات رہ کر دوسرے دن براستہ Salaman - Sem ... ہے کہ لمانوں نے اس پہاڑی علاقہ کو بیکار سمجھ کر ... پہاڑی علاقہ سے گذرا جہاں سے عیسائی حملہ آور ہوئے ... ترک کر دیا تھا اور عیسائی دشمنوں نے اسی پناہ گاہ میں پرورش پا کر بالآخر سلطنت اسلام کا خاتمہ کر دیا ... نے حملہ کر کے گلستان اندلس کو برباد کیا۔ مورخین کا قول

والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ

بسلسلہ غلامانِ اسلام

سعید بن جبیر

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

سعید بن جبیر بنی دالبہ بن حارث اسدی کے غلام تھے۔

علم وفضل

سعید نے اگرچہ غلامی میں آنکھیں کھولیں لیکن آگے چل کر اپنی ذہانت۔ روشنی طبع، اور قوت فکر کی طفیل اقلیم علم کے تاجدار بن گئے۔ حافظ ذہبی انہیں علمائے اعلام میں لکھتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ) امام نووی لکھتے ہیں کہ سعید تابعین کے آئمہ کبار میں سے تھے۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ عبادت اور زہد وورع غرض جملہ کمالات میں آپ کبار آئمہ اور سرگروہ تابعین میں سے تھے۔

تعلیم وتربیت

اگرچہ سعید نے اس زمانہ میں ہوش سنبھالا جب اکثر اکابر صحابہ اس دار فانی سے رخصت ہو چکے تھے تاہم باقیات صالحات میں عبداللہ بن عمرؓ ابن عباسؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ۔ ابو سعید خدریؓ ابو ہریرہؓ۔ عائشہ صدیقہؓ۔ اور انس بن مالک رضؓ وغیرہ موجود تھے۔ چنانچہ سعید بن جبیر نے ان بزرگوں سے پورے طور سے استفادہ کیا (تہذیب التہذیب) بالخصوص عبداللہ بن عباس کے علم وفضل سے آپ نے بہت کچھ حاصل کیا (تہذیب التہذیب)

قرآن حکیم

حبر الامۃ عبداللہ بن عباس کا حلقۂ درس اتنا وسیع اور جامع تھا کہ اس میں تفسیر القرآن حدیث۔ فقہ۔ فرائض۔ ادب وانشاء اور شعر وشاعری جملہ علوم وفنون کا دریا بہتا نظر آتا تھا سعید بن جبیر اس چشمۂ علم وحکمت سے خوب سیر ہوئے۔

ابن عباس کی مجلس میں اکثر سائلین مختلف مسائل پر سوال کیا کرتے تھے جن کا مفصل اور مدلل جواب دیا جاتا تھا سعید ان تمام جوابات کو اپنی بیاض میں لکھ لیا کرتے تھے۔ اگر بیاض پُر ہو جاتی تھی تو باقی مضمون اپنے کپڑوں اور ہتھیلیوں پر لکھ لیا کرتے تھے (ہماری قوم کے نوجوانوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ ناقل) (ابن سعد)

ابن عباس کے بعد سعید نے ابن عمر سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کیا۔ اس زمانہ میں بھی جبکہ سعید کوفہ کے مفتی تھے عبداللہ بن عمر سے استفادہ کرتے رہے۔ اگر علمائے کوفہ میں کسی مسئلہ کے متعلق اختلاف ہو جاتا تو سعید بن جبیر اسے لکھ لیتے تھے اور عبداللہ بن عمر سے اس کا صحیح حل دریافت فرما لیتے تھے (ابن سعد) مذکورہ بالا تمام بزرگوں کی صحبت اور فیض سے سعید۔ قرآن۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ اور فرائض وغیرہ جملہ مذہبی علوم کے دریا بن گئے تھے۔ (تہذیب الاسماء)

قرآن

قرأت ترجیع کے ساتھ کرتے تھے۔ تمام مشہور قرأتوں کے عالم تھے۔ رمضان کے مہینہ میں ایک شب عبداللہ بن مسعود کی قرأت کے مطابق قرآن سناتے تھے تو دوسری شب زید بن ثابت کی قرأت کے مطابق پڑھتے تھے (ابن خلکان)

تفسیر

آیات قرآنی کی تفسیر وتاویل پر پوری نظر تھی۔ اعمش روایت کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر ان ارضی واسعۃ کی تفسیر میں بیان کرتے تھے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی زمین میں گناہ کیا جائے تو اس سے نکل جاؤ (ابن سعد)

حدیث

حدیث کے اکابر حفاظ میں سے تھے آپ نے ان تمام صحابہ کرام سے سماع حدیث کیا تھا۔ جن کا ذکر پہلے آ چکا ہے ابن عباس بالخصوص ان پر نظر شفقت رکھتے تھے ان سے اتفاقاً حدیثیں سنا کرتے تھے ان کی (ابن عباس کی) اس توجہ نے سعید کو حفاظ حدیث کا امام اور سرگروہ بنا دیا تھا۔ ان کی مرویات کا بڑا حصہ حضرت ابن عباس کی احادیث پر مشتمل ہے۔

فقہ

جماعت فقہا میں بھی انہیں امتیازی درجہ حاصل تھا کوفہ کے صاحب افتا تابعین میں ہو گئے تھے۔ مکہ میں جب آتے تو یہاں بھی سلسلہ افتا جاری رہتا تھا (ابن سعد) حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کو ان کے فتووں پر کامل اعتماد تھا (تہذیب الاسماء) مسائل طلاق کے خصوصیت کے ساتھ بڑے عالم تھے کان اعلم التابعین بالطلاق سعید بن جبیر رحمہ اللہ (شذرات الذہب)

فرائض

ریاضی کے بڑے ماہر تھے لہذا (مسائل وراثت) میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اکابر صحابہ فرائض کے سائلین کو ان کے پاس بھیج دیا کرتے تھے امام زین العابدین کا بیان ہے کہ جب کبھی سعید مدینہ سے گذرتے تھے تو ہم لوگ ان سے فرائض اور ان تمام باتوں کو پوچھتے تھے جن سے اللہ تعالےٰ ہمیں فائدہ پہنچاتا تھا۔ (ابن سعد)

الغرض سعید بن جبیر مجمع العلوم تھے خصیف کا بیان ہے کہ مسائل طلاق کے سب سے بڑے عالم سعید بن مسیب تھے حج کے عطاء تھے۔ حلال وحرام کے طاؤس تھے اور تفسیر کے مجاہد تھے۔ اور ان سب کی جامع سعید کی ذات تھی۔ میمون بن مہران کا بیان ہے کہ سعید ایسے وقت دنیا سے رخصت ہوئے کہ روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہ تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ رہا ہو۔ (ابن سعد)

سعید نے اشاعت علم کے بارے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا لوگوں کو کہا کرتے تھے "مجھے تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے حدیث بیان کرنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اسے قبر میں ساتھ لے جاؤں (ابن سعد) ہاں ناقدرشناس لوگوں کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ جب تک اصفہان میں رہے حلقۂ درس حدیث قائم نہیں کیا۔ کوفہ آئے تو درس جاری کر دیا سوال کرنے پر جواب دیا کہ اپنی متاع وہاں پیش کرو جہاں اس کے قدرشناس ہوں (ابن خلکان)

سوز قلب اور نماز میں خشوع

سعید پر خشیت الٰہی کا غلبہ اتنا طاری رہتا تھا کہ آنکھیں ہر وقت اشکبار رہتی تھیں پردۂ شب کی تاریکی میں جو ان کی عبادت کا خاص وقت تھا زار زار روتے تھے (مختصر صفوۃ الصفوۃ) پُرموعظت آیات کو بار بار دہراتے تھے۔ سعید بن عبید کا بیان ہے کہ میں نے سعید بن جبیر کو امامت کی حالت میں اس آیت اذا الاغلال فی اعناقھم والسلاسل یسحبون فی الحمیم (مومن-۸) "جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں اور وہ کھولتا ہوا پانی پینے کے لئے گھسیٹے جاتے ہوں گے" کو بار بار دہراتے سنا ہے۔

قسم بن ایوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے انہیں یہ آیت:- واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ (بقرہ ۳۸) بیس مرتبہ سے زیادہ دہراتے سنا ہے (تذکرۃ الحفاظ)

ذکر وفکر

صبح صادق سے لے کر نماز فجر تک ذکر وفکر میں مشغول رہتے۔

تحقیر نفس

فرماتے تھے کہ میں ایک شخص کو گناہ میں مبتلا دیکھتا ہوں لیکن خود اپنا نفس اپنی نگاہ میں اتنا حقیر ہے کہ دوسرے کو ٹوکتے ہوئے شرم آتی ہے۔ (مختصر صفوۃ الصفوۃ)

غیبت سے نفرت

مسلم البطین کا بیان ہے کہ سعید بن جبیر اپنے سامنے ایک شخص کو دوسرے شخص کی غیبت سے منع فرماتے تھے (ابن سعد)

اطاعت احکام الٰہی

آپ کے نزدیک اللہ تعالےٰ کے احکام کی اطاعت سب سے اہم عبادت تھی۔

علمائے سو کا خطرہ

ہلال بن خباب نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا لوگوں کی ہلاکت کہاں سے ہوگی۔ فرمایا ان کے علماء کے ہاتھوں (ابن سعد)

حجاج کی مخالفت

حجاج اگرچہ سعید کی بہت عزت افزائی کرتا تھا تاہم وہ اس کے مظالم کو نہ بھولتا

سمجھتے تھے چنانچہ جب ابن اشعث نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو سعید ان کے ساتھ اس بغاوت میں شریک ہو گئے اور یہ بغاوت ان کی تباہی کا باعث ہوئی۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ابن اشعث کو حجاج نے چالیس ہزار فوج دے کر حاکم رتبیل کی سزادہی کے لئے بھیجا جو کہ باغی ہو گیا تھا اور اس نے اسلامی لشکر کو شکست فاش دے کر پیچھے دھکیل دیا تھا۔ اس فوج کی تنخواہ تقسیم کرنے کی خدمت سعید بن جبیر کے سپرد تھی۔ ابن اشعث کسی بات پہ حجاج سے بگڑ گئے اور عراقی سپاہی (چالیس ہزار عراقی تھے) جو کہ حجاج کے مظالم کے تختۂ مشق رہ چکے تھے ان کو ساتھ لے کر بغاوت کر دی، بغاوت نے اس قدر وسعت اختیار کی کہ رفتہ رفتہ حجاج کی مخالفت نے خود خلیفہ عبدالملک کی مخالفت کی شکل اختیار کر لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن اشعث شکست کھا کر سیستان بھاگ گیا اور سعید بن جبیر گرفتار ہو گئے۔

افسوس ابن اشعث اور سعید بن جبیر نے حضرت حسن بصری کی نصیحت سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔ حضرت حسن بصری نے ان لوگوں کو مفصلہ ذیل زرین نصائح فرمائی تھیں:۔

"میرے نزدیک حجاج سے نہ لڑنا چاہیئے اس لئے کہ اگر وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بصورت عذاب تم پر مسلط ہے تو تم اپنے تلوار سے دُور نہیں کر سکتے اور اگر یہ آزمائش ہے تو اس پر صبر کرنا چاہیئے تا آنکہ اللہ تعالےٰ خود اس کا فیصلہ کرے، اللہ تبارک تعالےٰ بڑا فیصلہ کرنے والا ہے"

الغرض حجاج نے جب سعید کو دیکھا تو آنکھوں میں خون اُتر آیا اور دونوں میں حسب ذیل مکالمہ ہوا:۔

حجاج:۔ میں تمہاری دنیا کو دہکتی ہوئی آگ بنا دوں گا۔

سعید:۔ اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ یہ بات تمہارے اختیار میں ہے تو میں تمہیں معبود بنا لیتا۔

حجاج:۔ خلفاء کے بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔

سعید:۔ میں ان کا وکیل نہیں ہوں۔

حجاج:۔ خلیفہ عبدالملک کے بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔

سعید:۔ تم ایسے شخص کے متعلق کیا پوچھتے ہو جن کے گناہوں میں سے ایک گناہ تمہارا وجود ہے۔

حجاج:۔ خدا کی قسم میں تمہیں قتل کئے بغیر اس جگہ سے نہ ہٹوں گا۔ بتاؤ تم کس طرح قتل کیا جانا پسند کرتے ہو۔

سعید:۔ اللہ تعالےٰ کی قسم تم دنیا میں جس طرح قتل کرو گے خدا تمہیں آخرت میں اسی طرح قتل کریگا۔

حجاج:۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں معاف کر دوں؟

سعید:۔ اگر تم معاف کر دو گے تو یہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہوگا۔

حجاج:۔ تو میں تمہیں قتل کرا دوں گا۔

سعید:۔ اللہ تعالےٰ نے میرا ایک وقت مقرر کر دیا ہے اس وقت تک پہنچنا ضروری ہے اس کے بعد اگر میرا وقت آ گیا ہے تو پھر وہ ایک فیصل شدہ امر ہے اس سے مفر نہیں اور اگر عافیت مقدر ہے تو وہ بھی اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔

اس گفتگو کے بعد اس بحر العلوم اور شیر دل غلام کو حجاج نے قتل کا حکم سنا دیا الغرض نہایت صبر و استقلال کے ساتھ ہنستے ہوئے مقتل کی طرف روانہ ہوئے حجاج نے پوچھا کہ یہ تمہارے ہنسنے کا کیا موقعہ ہے فرمایا میں اللہ تعالےٰ کے مقابلہ میں تمہاری دلیریوں اور تمہارے مقابلہ میں اس کے حلم پر ہنس رہا ہوں۔

پھر کہا کہ مجھے اتنی مہلت چاہیئے کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں حجاج نے کہا اگر مشرق کی طرف رخ کرو تو اجازت مل سکتی ہے، فرمایا کچھ ہرج نہیں **اینما تولوا فثم وجہ اللہ**۔

نماز کے بعد حجاج نے حکم دیا سعید کو سر کے بل جھکا دو یہ سن کر آپ نے خود سر کو خم کر دیا اور یہ آیت پڑھی **منہا خلقنٰکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخریٰ** اور کلمہ شہادت پڑھکر دعا کی۔ اے اللہ میرے قتل کے بعد پھر اسے (حجاج کو) کسی کے قتل پر قادر نہ کرنا۔ یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ حجاج اس واقعہ کے چند مدت بعد دماغی امراض اور توہم میں مبتلا ہو کر اس دار فانی سے رخصت ہو گیا۔

شہادت

جلاد شمشیر برہنہ لے کر کھڑا تھا حجاج کے حکم سے دفعتہً تلوار چمکی اور ایک عاشق صادق اور کشتۂ حق کا سر زمین پر تڑپنے لگا زمین پر گرنے کے بعد زبان سے آخری کلمہ **لا الٰہ الا اللہ** نکلا۔ یہ واقعہ شعبان ۹۴ھ میں پیش آیا اس وقت آپ کی عمر ۵۷ یا ۵۹ سال کی تھی۔ (باقی اگلا کالم کے نیچے)

سندھ پر عربوں کا حملہ

(بقیہ از صفحہ نمبر ۲)

لہذا اب تم بغیر میرے مشورہ کے رعیت نوازی اور معدلت گستری کے طریقوں پر آزادی کے ساتھ عمل کرو۔"

(تاریخ معصومی)

مفتوحین سے سلوک

اس کے بعد محمد بن قاسم نے ایک مقام فتح کیا تو وہاں کے تمام لوگوں کو امان دے دی۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو آخر وقت تک مسلمانوں سے جنگ کرتے رہے۔ اور غنیم کی فوج میں شامل تھے۔ جب اس نے حجاج کو اس کیفیت سے مطلع کیا تو وہاں سے جواب آیا۔

"جو لوگ اہل حرب یعنی جنگجو ہیں۔ ان کو ہرگز امان نہ دو۔ جو مطیع ہوں۔ ان کو امان دو۔ کاریگروں، صناعوں، اور تاجروں پہ کوئی محصول عائد نہ کرو جو شخص زراعت میں زیادہ توجہ اور محنت کرے اس کی کوششوں کی سرپرستی کرو۔ اور سرکاری خزانے سے اس کی مدد کرو۔ اور اس کو تقاوی دو۔ جو لوگ مسلمان ہو جائیں ان سے زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ وصول کرو، اور جو لوگ اپنے مذہب پر قائم رہیں ان سے وہی مال گذاری وصول کرو جو وہ اپنے پہلے حکمرانوں کو دیا کرتے تھے۔

(تاریخ معصومی)

کاریگروں اور صناعوں کی امداد

برہمن آباد۔ الور۔ اور ملتان ایسے شہروں کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے دیکھا کہ جنگ اور انقلاب سلطنت کی وجہ سے تجارت پیشہ لوگوں۔ کاریگروں اور صناعوں کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ تو اس نے حکم دیا کہ ان لوگوں میں سے ہر ایک کو بارہ درم وزن چاندی دی جائے۔ تاکہ اپنے اپنے کام کو جاری رکھ سکیں۔ اور اگر تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ کسی شخص کا نقصان زیادہ ہوا ہے۔ تو اس کو حکومت کی طرف سے زیادہ مدد دی جائے گی۔

محکمہ مال پر برہمنوں کا تصرف

برہمنوں نے بھی محمد بن قاسم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ راجہ داہر کے زمانے میں ہم لوگ سلطنت کے امور میں مشیر و دخیل تھے اس لئے ہماری خدمات بھی برقرار رکھی جائیں۔ چنانچہ محمد بن قاسم نے محکمہ مال کے تمام بڑے بڑے عہدوں پر برہمنوں کو فائز کر دیا۔ مال گذاری کا وصول کرنا۔ اس کا حساب رکھنا۔ اور خزانے کی جانچ پڑتال کرنا سب کام برہمنوں کے سپرد تھا۔ چنانچہ محمد بن قاسم کے زمانے سے لے کر آئندہ جب تک سندھ پر عربوں کا تسلط رہا، مالی محکمہ بیشتر برہمنوں ہی کے ہاتھ میں رہا۔ محمد بن قاسم نے برہمنوں کو تاکید کر دی تھی کہ کاشتکاروں سے محصول یا بٹائی وصول کرنے میں ہرگز سختی نہ کی جائے جس کاشتکار کے یہاں پیداوار کم ہو اس کو سرکاری لگان معاف کر دیا جائے۔

نومسلموں کے ساتھ سلوک

محمد بن قاسم نے مسجدوں کے لئے اوقاف مقرر کئے۔ اور مسندوں کو بڑی بڑی جاگیریں عطا کیں مسلمان جو عراق و شام سے اس کے ہمراہ آئے تھے ان کو مال غنیمت کا حصہ ملتا تھا۔ اس مال کا پانچواں حصہ حکومت کے مرکزی خزانے کا حق تھا اور پانچواں حصہ رفاہ عام کے کاموں میں صرف کیا جاتا تھا۔ نومسلموں کو ان کی زمینوں پر بدستور قابض رکھا گیا تھا۔ ان نومسلموں میں سے جو لوگ فوج میں بھرتی ہو کر کام کرتے تھے۔ ان کو اس خدمت کے بدلے اور زمینیں دی جاتی تھیں۔ غیر مسلم جو مسلمانوں کی فوج میں بھرتی ہو کر کام کرتے تھے ان کو نقد تنخواہ دی جاتی تھی اس کے علاوہ ان کا سرکاری لگان بھی معاف کر دیا جاتا تھا۔

---

(۱) یک نظر کن بفطرت انساں ؛ کہ نداد جوہرے یکساں
(۲) مختلف فتاد ہر بشرے ؛ کس بخیر فزود کس بشرے (مسیح موعودؑ)

(۱) فطرت انسانی کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر انسان فطری جوہر میں دوسرے سے الگ ہے۔ (۲) ہر شخص استعداد و قابلیت، عادات و خصائل میں دوسرے سے مختلف نظر آتا ہے کوئی تو نیکیوں میں بڑھا ہوا ہے اور کوئی شرارت میں ید طولےٰ رکھتا ہے۔

مکتوبات

شہدائے بالاکوٹ اور جماعت احمدیہ

اخبار زمیندار ۹ مئی ۱۹۵۱ء اور روزنامہ آزاد میں یہ خبر بڑے غم اور غصہ کے لہجہ میں احراری علماء نے شائع کی ہے۔ کہ مزارات حضرت سید احمد بریلوی اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما پر کیوں احمدیوں نے کتبہ جات نصب کئے۔ اور احمدیوں کو مزارات بنوانے کی اجازت کیوں دی گئی۔ اور یہ ہیں کون کہ ایسے کام کریں۔ اس جرم کے تدارک کے لئے انہوں نے حکومت سرحد کو توجہ بھی دلائی ہے اسی خبر میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ حضرت شاہ اسمٰعیل صاحب کی قبر کا کتبہ مقامی مسلمانوں نے اکھاڑ کر دریا کنار میں پھینک دیا ہے یہ بالکل غلط اور سراپا جھوٹ ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب کے مزار سے دریا کے کنارکافی فاصلہ پر موجود ہے۔ کسی کو کتبہ وہاں سے اکھاڑ کر دریا تک کی مسافت طے کرنے کی مشقت اٹھانے کی کیا ضرورت تھی کہ کتبہ دریا میں پھینک دیا جاتا۔ دراصل یہ کتبہ سنگ مرمر وہاں ابھی پختہ ہوا ہی نہ تھا اور قبر کے سرہانے کھڑا تھا۔ چونکہ گاؤں بالاکوٹ سے یہ مزارات کر واقعہ ہے۔ اس لئے لڑکوں نے توڑ دیا۔ جو وہاں دو ٹکڑے پڑا رہا۔ اگر ایسی حرکت ہوتی۔ تو حضرت بریلی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا کتبہ سب سے پہلے پھینک دیا جاتا۔ کیونکہ وہ دریا کے بالکل ساتھ واقعہ ہے مگر حضرت بریلوی صاحب کے مزار والا کتبہ پختہ نصب شدہ ہے۔

جن حضرات نے سفر بالاکوٹ میں کتبہ جات کو دیکھ کر اظہار غم اور غصہ کیا ہے انہوں نے اس امر کو کیوں پردۂ اخفا میں رکھا ہے۔ یا اپنی تحقیقات کو ادھورا چھوڑ دیا ہے کہ جب ہر دو مزار نامعلوم طور پر شکستہ پڑے تھے تو سال ۱۹۰۲ء میں خاں محمد نجب خاں احمدی آف زیدہ ضلع پشاور جو تحصیل دار مانسہرہ ہو کر آئے تھے بالاکوٹ کے عمر رسیدہ بزرگوں سے ان مزارات کی شناخت کرا کر انہیں پختہ طور پر تیار کرایا۔ اور ایک ایک کتبہ سادہ پتھروں پر شہدا کے اسماگرامی مرمت قبر سال ۱۹۰۲ء اور محمد نجب خاں زیدہ کندہ کرا دیا جو اب بھی موجود ہیں۔ حضرت بریلوی صاحب کا اب تک سنگ مرمر کا کتبہ جس پر آپ کی شخصیت اور شہادت دلآویز درد انگیز نظم میں کندہ ہے روضہ پر نصب ہے۔ کسی اہل دیہہ نے سابق وہم سالہ کتبہ جات کو دریا میں نہیں پھینکا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ محمد نجب خاں مخلص ترین احمدی تھے۔

احراری علماء کے سلف نے اس وقت بھی ان بزرگوں کے خلاف کفر کے فتوے جیا کر کے شائع کئے تھے شاید اب ان کی یاد تازہ رہنے سے احراریوں کو اپنے کئے پر ندامت ہو۔ مگر ایسی ہستیاں کبھی مٹ نہیں سکتیں۔ ان کے کارنامے ان کو دنیا سے روشناس کراتے رہتے ہیں۔

افسوس ہے کہ احراری حضرات کو خود تو ایسے کاموں کی توفیق نہیں ملتی۔ مگر احمدیوں کے کارناموں سے وہ جلتے ہیں اور اُلٹا رنگ دے کر نشر کرتے ہیں۔

شہدا بالاکوٹ کی اگر صحیح عزت ان کے دلوں میں ہوتی تو جو کام احمدیوں نے وہاں کیا ہے وہ خود کیوں نہ کرتے۔ مگر یہ فطرتی طور پر راستی کے خلاف جانے پر مجبور ہیں۔ اس لئے کہ اُن کے واسطے ابتداء سے ایسا کرنا مقدر ہو چکا تھا۔ وہ کیسے؟ اس لئے کہ "احراری" کے اعداد بحساب ابجد ۲۱۰ بنتے ہیں (الف ۱ ح ۸ ر ۲۰۰ الف ۱ ر ۲۰۰ ی ۱۰)

محمد خاں۔ اپیل نویس مانسہرہ

طوفان نوح کے متعلق ایک اعتراض اور اس کا جواب

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ تبلیغ اسلام کے ذرایع بے حد بے شمار بلکہ لاتعداد ہوتے ہیں اور ہر مسلمان مبلغ اپنی ذہنیت اور جرأت کے تحت تبلیغی عمارت کے لئے داغ بیل ڈالتا ہے کوئی تاجرانہ انداز سے یہ خدمت ادا کرتا ہے تو کوئی متمول اپنی دولت اور مالداری سے تبلیغی ذمہ داری پوری کر لیتا ہے۔ گو ان ہر دو طریقوں سے تبلیغ ہو جاتی ہے مگر سب سے احسن اور مدلل طریقہ یہ ہے کہ اس ذمہ داری کو علمی اور عملی طور پر پورا کیا جائے۔

بندہ کے جس قدر دوست و احباب شہر مدراس اور دیگر مقامات میں ہیں ان سب کو اچھی طرح معلوم ہو کہ بندہ احمدی خیالات کا پابند اور دلدادہ ہے۔ دوست جب مل بیٹھتے ہیں تو خوب بنتی ہے اور جب کبھی ہم ملتے ہیں تو خوب تبادلہ خیالات ہوا کرتا ہے اور جب برہان قاطع اور دلیل واضح کی دوستوں کی زبان پر قفل سکوت لگا دیا جاتا ہے تو وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ واہ صاحب آپ نے بات تو اچھی بنائی وغیرہ وغیرہ

چند دن ہوئے کہ میں نے اپنے ایک لائق دوست کو چند دینی رسالے دیئے جن میں ایک کتاب دہریوں کے عقائد کے متعلق بھی تھی۔ میرے لائق دوست گو احمدی نہیں مگر علم دوست اور تحقیق کے شیدائی ضرور ہیں۔۔۔ ایک مقامی سینما کے منیجر ہونے کی وجہ سے متعدد مسلمانوں، عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں سے آپ کے دوستانہ تعلقات ہیں۔ آپ نے اس دہریت نواز رسالہ کو بار بار پڑھا اور حالت یہ ہوئی کہ دیگر دوستوں کو آپ دہریت سنانے لگے۔ دہریت کے آڑ میں ٹیڑھے سوالات بندہ کے ماسوا اور چار نوجوانوں کے لئے دلچسپی کا باعث بن گئے۔

مذکورہ بالا دہریت نواز رسالہ میں طوفان نوح کی تکذیب اور انجیلی بیان کی خوب ہی تضحیک کی گئی ہے اور طوفان نوح کے واقعہ کو ایک فرضی اور من گھڑت افسانہ ثابت کرنے میں خوب ہاتھ پاؤں مارے گئے ہیں۔ دہریہ نے اعتراض کیا ہے کہ حضرت نوح کا ہر جانور وغیرہ کی ایک جوڑی لے جانا غیر ممکن امر ہے کیونکہ ان ہزاروں چرندوں پرندوں کے ماسوا درندوں کے سمانے کے لئے نوح کی کشتی میں جگہ ہی نہ ہوگی اور وہ کیڑے مکوڑے جو دنیا کے دور دراز مقاموں میں ہیں ان سب کا کشتی نوح تک آنا محالات سے ہے پرندوں اور جانوروں کیڑوں مکوڑوں کی تعداد اور فطرت وغیرہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔

ماہرین علم حیوانات نے یہ بات تحقیق کر لی ہے کہ کائنات عالم میں ایسے کیڑے مکوڑے بھی موجود ہیں جو ایک ماہ کی مدت میں بمشکل ایک یا ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کر سکتے ہیں۔ کائنات کے چرندوں، پرندوں کیڑوں مکوڑوں کے ہزارہا قسم ہیں۔ اگر ان میں سے ایک ایک جوڑی لی جائے تو صرف جوڑیوں کی تعداد کئی لاکھ ہو جائے گی جن کے لئے کسی طرح بھی کشتی میں جگہ ممکن نہیں۔ ان کی دستیابی کے لئے حضرت نوح کو سارے عالم کی گشت لگانا ضروری ہے جو نوح سے ممکن نہیں اگر یہ کہا جائے کہ چرندے پرندے اور کیڑے مکوڑے وغیرہ حضرت نوح کے پاس خود چلے آئے تو بھی کوئی سمجھدار شخص تسلیم نہیں کر سکتا کیونکہ چند کیڑے عمر بھر چل کر بھی نوح کے پاس دور دراز مقامات سے آ نہیں سکتے۔ اور ایک چھوٹی سی کشتی میں کیسے ہزاروں، لاکھوں بلکہ کروڑوں ذی روح سما سکتے ہیں۔ ان کی غذائیات اور رفع حاجات کا کیا انتظام تھا؟ کیا عالمگیر سیلاب آیا؟ وغیرہ وغیرہ۔

ایک مسلمان نوجوان نے جب یہ کہا کہ طوفان نوح کا تذکرہ قرآن پاک میں بھی موجود ہے تو یہ سن کر مسلمان صاحبوں میں پریشانی پھیل گئی۔ کسی نے کچھ کہا تو دوسرے نے اور ہی خیال آرائی کی۔ مختلف خیالات ظاہر کئے گئے مگر کوئی فیصلہ کی دلیل پیش نہ ہو سکی۔ ہر شخص اپنی اپنی ڈفلی بجاتے اور اپنا اپنا راگ الاپنے لگا۔ یہ بھی طے پایا کہ دہریوں کے اعتراضات ٹھیک نہیں۔

بندہ نے اس دھما چوکڑی کا سدباب کرتے ہوئے یہ عرض کیا کہ ان جملہ سوالات کے جواب مولانا مولوی محمد علی کی انگریزی تفسیر قرآن سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حسب وعدہ دوسرے روز مولانا کی تفسیر انگریزی پیش کی گئی جو درج ذیل ہے۔

حضرت امیر نے انگریزی ترجمہ قرآن کے صفحہ ۱۶۱م پر نوٹ نمبر ۱۱۸۰ لکھتے ہوئے صرف ایک ہی جملہ میں عالمگیر سیلاب والی کہانی کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

نوح علیہ السلام صرف اپنے لوگ اور قبیلے کی طرف بھیجے گئے تھے اور قانون کے مطابق چاہیئے تھا کہ سزا صرف ان لوگوں کو ملتی جنہوں نے نہ صرف سچائی کو ٹھکرایا بلکہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تباہ کر دینا چاہا۔ وادی سے پانی کا نکلنا یہ بتاتا ہے کہ صرف زمین کا ایک حصہ تھا جو سیلاب کا شکار بن گیا اور پوری زمین نہیں۔ آگے چل کر حضرت امیر جوڑیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں جوڑی لے جانے کے یہ معنی نہیں کہ سارے حیوان جو پیدا کئے گئے۔۔۔۔۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ (نوح علیہ السلام) زمین پر جس قدر چیزیں موجود ہیں ان تمام کو دستیاب کرنے میں ناکامیاب ثابت ہوتے۔ بلکہ صاف ہے کہ انہی چیزوں میں سے جوڑیاں لے لی جائیں جن کی ضرورت ہے انجیل میں جو نقشہ کھینچا ہے وہ کوئی صاحب سمجھدار عقل سلیم رکھنے

(باقی پر صفحہ ۱۲)

بچوں کا صفحہ ــــــ مولانا مرتضیٰ خان صاحب

حضرت عمرؓ کی شان قلندری

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسا کہ تم کو معلوم ہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خلیفہ تھے۔ یہ بہت بڑے انسان تھے۔ ان کے زمانہ میں اسلام کو بڑی طاقت حاصل ہوئی۔ اسلامی سلطنت دور دور تک پھیل گئی۔ مال و زر کی کچھ کمی نہ رہی۔ لیکن خلیفہ کا اپنا یہ حال تھا کہ تھوڑا سا وظیفہ بیت المال سے لیتے اسی پر گذارہ کرتے۔ پہننے کے لئے کپڑے تک مشکل سے ملتے تھے۔

ایک دفعہ کچھ لوگ ملاقات کے لئے آئے۔ حضرت عمرؓ گھر کے اندر ہی تھے۔ باہر آنے میں دیر لگی۔ لوگ منتظر کھڑے تھے۔ کافی انتظار کے بعد آپ باہر تشریف لائے۔ معافی مانگی اور دیر سے آنے کی وجہ بیان کی۔ فرمایا میں نے کپڑے دھوئے تھے جو ابھی خشک نہیں ہوئے تھے۔ انتظار میں تھا کہ خشک ہوں تو پہن کر باہر آؤں۔ میرے پاس کوئی دوسرا جوڑا بھی نہ تھا کہ وہی پہن لیتا۔

حضرت عمرؓ اتنے بڑے بادشاہ تھے کہ اگر چاہتے تو کپڑوں کے بیسیوں شاندار جوڑے بنوا لیتے لیکن اللہ رے شان فقر۔ بیت المال سے اپنے لئے کچھ زیادہ لینا پسند نہ تھا۔ جو کچھ آتا وہ غرباء میں تقسیم کر دیتے۔ دن رات سلطنت کا کام کرتے رہتے۔ رات کو لوگ آرام سے سوتے ہیں۔ مگر یہ رات کو بھی غریبوں کی فریاد کو پہنچنے کے لئے شہر اور ارد گرد علاقہ کی گشت لگاتے۔ رعیت کا اصل حال معلوم کرتے اور ان کی بہتری کے لئے جو کچھ ان سے ہو سکتا کرتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بعض بزرگ صحابہ نے مشورہ کیا کہ خلیفہ کی ...... خدمت میں عرض کیا جائے کہ وہ ذرا عمدہ لباس پہنا کریں دوسری سلطنتوں کے سفیر ان کی ملاقات کو آتے ہیں وہ کیا کہتے ہوں گے کہ مسلمانوں کے خلیفہ کا یہ حال ہے کہ تن پر کپڑا بھی اچھا نہیں۔ لیکن کسی کو یہ بات کہنے کی جرات نہ ہوتی تھی آخر انہوں نے یہ سوچا کہ حضرت حفصہ حضرت عمر کی بیٹی بھی ہیں اور حضرت رسول کریم کی بیوی بھی۔ ان کی بات وہ مان لیں گے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت حفصہ سے عرض کیا کہ ام المومنین آپ اپنے والد بزرگوار سے کہیں کہ قوم آپ کو بیت المال سے زیادہ وظیفہ دینے کے لئے تیار ہے آپ ذرا نفیس لباس پہنا کریں۔ تا کہ سفرا کی نظروں میں عزت رہے۔ ان کے کپڑوں پہ پیوند لگے ہوتے ہیں اس طرح سے خلیفہ اسلام کی شان میں فرق آتا ہے۔ حضرت حفصہ نے کہا کہ میں ان سے کہہ تو دوں گی مگر امید نہیں کہ وہ مانیں۔ چنانچہ انہوں نے موقعہ پا کر اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا کہ والد محترم آپ جانتے ہیں میں آپ کی بیٹی ہوں۔ آپ نے فرمایا "ہاں" حضرت حفصہ نے کہا "کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔ امید ہے کہ آپ قبول فرمائیں گے"۔

آپ نے جواب دیا "اگر قابل قبول ہوئی تو ضرور مان لونگا" حضرت حفصہ نے کہا بزرگ صحابہ کی یہ رائے ہے کہ آپ بیت المال سے زیادہ وظیفہ لے لیا کریں اور اپنا لباس ایسا تیار کرائیں جو خلیفہ کی شان کے شایاں ہو۔ اس قدر کہنا تھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ غصہ میں آ کر فرمانے لگے "یہ کن لوگوں کی رائے ہے"۔ مجھے ہرگز منظور نہیں عزت ایمان سے ہے لباس سے نہیں ہے۔ تم لوگ مجھے کہتے ہو کہ میں وظیفہ زیادہ لوں اور اعلےٰ کپڑے پہنوں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح رہا کرتے تھے۔ کیا ان کے لباس پہ پیوند نہیں ہوتے تھے۔ میں کون ہوں۔ کیا میں ان سے بہتر ہوں۔ میں نے حضور کو دیکھا ہے کہ میں ان کے کمرہ میں گیا وہ ایک کھجور کی چٹائی پہ لیٹے تھے۔ چٹائی کے نشان ان کے جسم پہ پڑے تھے۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ کے ہاں تو اس قدر زیب و زینت اور حضور دو جہان کے بادشاہ اور آپ کا یہ عالم؟

حضور نے فرمایا اے عمر! تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ میری مثال ایک مسافر کی سی ہے جو سفر کر رہا ہو۔ اور رستہ میں تھوڑی دیر آرام لے کر آگے چل دیتا ہے۔ پس یاد رکھو میں اپنے نبی کے نقش قدم سے اوپر نہیں ہو سکتا جس طرح اس عظیم الشان انسان نے فقر کی زندگی بسر کی مجھے بھی وہی زندگی پسند ہے۔ اس لئے میں تمہاری تجویز پسند نہیں کر سکتا۔

امریکہ میں ہماری تبلیغی سرگرمیاں (بقیہ صفحہ ۱)

دی۔ میں نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی کہ وہ میری زبان میں ایسی تاثیر دے کہ وہ میری ہدایت سے اسلام قبول کرے۔ چنانچہ تین بجے وہ ہمارے ہاں پہنچے اور میں نے تبلیغ کا حق ادا کیا۔ مجھے اس سے بے حد خوشی ہوئی کہ آدھ گھنٹے کی تبلیغ کے بعد ہی لڑکی نے قبول اسلام کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی اور مجھے ایک مسلمان کا نکاح ایک کرسچین سے نہیں کرنا پڑا)۔ لڑکی کا نام Doreotha L. Ismail ہے۔

ایک ایرانی ڈاکٹر کا لیکچر

دس جون کو ہماری مجلس کے زیر اہتمام ڈاکٹر فرخ حکمت کا لیکچر ہوا، غیر معمولی رونق تھی، ڈاکٹر حکمت علی اصغر حکمت آف ایران کی بہن ہیں۔ علی اصغر حکمت طہران یونیورسٹی کے صدر ہیں ۔

مکتوبات (بقیہ از صفحہ ۱۱)

والا شخص تسلیم نہیں کر سکتا"

خدا جانے حضرت امیر کی تفسیر میں وہ ایسا کونسا جادو بھرا اثر تھا کہ اس کو دیکھتے ہی تمام معترضین خاموش ہو کر رہ گئے۔ اس کو کہتے ہیں قرآن کا زندہ معجزہ اور اس کو کہتے ہیں سچے مسلمان کی صحیح تبلیغ۔ قریب تھا کہ یہ لوگ دہریہ ہو جاتے مگر حضرت مولانا کی تفسیر نے دہریت کے دلائل کو توڑ کر رکھ دیا اور اس قدر معقول بات بتائی کہ دہریہ ہو جانے والے منچلے نوجوانوں کو ماننے بغیر چارہ نہ رہا۔ کمال اس کو کہتے ہیں۔ مولانا کی تفسیر نے دہریت میں پھنس کر روحانی طور پر مردہ ہو جانے والوں کو زندہ کر دیا اور مسلم نوجوانوں کو بھی اپنا بنا لیا۔

آپ نے نہ صرف بائیبل اور مادی دلائل کو توڑ دیا بلکہ احمدیہ حسن بیان سے کمال تبلیغ کو بھی خوب نمایاں کر دیا۔ خدا اس مرد مومن کو عمر نوح عطا کرے۔ آمین

محمد کریم اللہ
ایڈیٹر آزاد نوجوان۔ مدراس

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۴۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ ہندوستان سے ۱۲-۸ (بانی آنے روپے)
سالانہ چندہ پاکستان سے :- چھ روپے
ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۲۴ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۸ رمضان المبارک مطابق ۴ جولائی ۱۹۵۱ء | نمبر ۲۴

عید الفطر کے مسائل

۱۔ عید الفطر کے دن صبح سویرے اٹھ کر غسل کرنا اور صاف کپڑے پہننا خوشبو لگانا۔ عیدگاہ کو جانے سے قبل ناشتہ کرنا سنت ہے۔

۲۔ عیدگاہ کو جاتے ہوئے تکبیر و تہلیل یا ذکر الٰہی کرتے جانا افضل ہے

۳۔ عید کی نماز سے قبل صدقہ فطر ادا کر دینا چاہیئے خواہ غلہ کی شکل میں ہو خواہ نقدی کی صورت میں۔ جو صدقہ عید کے بعد ادا کیا جائے گا وہ معمولی صدقہ میں شمار ہوگا اسے صدقہ عید الفطر نہیں کہا جا سکتا۔ حدیث شریف میں ہے صدقہ عید الفطر روزوں کے ایام میں بعض کمزوریوں کے سرزد ہو جانے کی تلافی کے لئے ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ غرباء و مساکین کو اناج مل جاتا ہے جس سے وہ بھی اپنی عید منا سکتے ہیں۔ گویا ساری قوم کو عید میں شمولیت کا موقعہ مل جاتا ہے۔ مساکین محروم نہیں رہتے۔ صدقہ عید الفطر ہر ایک فرد پر واجب ہے خواہ وہ عید کی صبح ہی کو پیدا ہوا ہو۔ عورتوں اور بچوں کا اور نوکر اور غلام کا صدقہ ان کے شوہروں اور والدین اور آقاؤں کے ذمہ ہے جو ان کے رزق کے کفیل ہیں صدقہ فی کس تقریباً ۲ سیر گیہوں یا اس کے برابر قیمت نقد ہے۔ لاہور کی جماعت نے فی کس آٹھ آنہ مقرر کیا ہے۔

۴۔ عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے اس میں اذان و تکبیر اقامت کوئی نہیں پہلی رکعت میں سورت فاتحہ سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں ہیں تکبیروں کے درمیان ہاتھ بھی چھوڑ دینے چاہئیں قرأت جہری ہوتی ہے۔

۵۔ نماز کے بعد خطبہ مسنون ہے۔ چونکہ یہاں کی زبان اردو ہے اس لئے قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اردو میں مسائل و مہمات ضروریہ پر تقریر کرنی چاہیئے۔ کاغذ کا ایک رول لے کر مولوی لوگ جو پرانا لکھا ہوا خطبہ پڑھ دیتے ہیں نہایت لایعنی چیز ہے اس لئے لوگ سنتے سناتے خاک نہیں آپس میں معانقہ کرنے اور سینے سے سینہ رگڑنے اور عید مبارک کہنے میں مشغول ہو جاتے ہیں بعض خطیب کے سامنے غلہ پھینکتے رہتے ہیں بعض اس کے سر پر پگڑیاں باندھتے رہتے ہیں۔ یہ سب بدعت اور خطبہ کے آداب کے خلاف ہے خطبہ کو غور سے سننا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اگر خطیب کو کچھ دینا ہے تو خطبہ سے قبل دے دو یا خطبہ کے بعد۔ صدقہ عید الفطر ہمیشہ نماز سے قبل دے دینا چاہیئے۔

۶۔ عید کے خطبہ کے درمیان خطیب کو بیٹھنا نہیں چاہیئے۔ جیسا کہ جمعہ کے خطبہ کے درمیان میں بیٹھا کرتے ہیں۔

۷۔ خطبہ ختم ہونے کے بعد جماعت کی شکل میں چلنا افضل ہے کہ اسلام کی شوکت کا اظہار اسی میں ہے اس لئے جس راستے سے آئے اس راستہ کی بجائے کسی دوسرے راستے سے جانا مستحسن ہے

۸۔ عید میں آپس میں ملنا جلنا اور ایک دوسرے کو ہدایا یا تحائف یا طعام میں شریک کرنا تمدن کے لئے نہایت مستحسن چیز ہے عیدگاہ سے آ کر گھر میں گھس کر دن کاٹ دینا یہ قومی مردگی کی علامت ہے

۹۔ چونکہ آج کل اسلام سے بڑھکر کوئی غریب نہیں اس لئے حضرت مسیح موعود کے زمانہ سے احمدی جماعت کے افراد صدقہ عید الفطر کا کل یا اکثر حصہ انجمن کے بیت المال میں بھیجدیتے ہیں۔ اس لئے احباب کو اس پر عمل کرنا چاہیئے نماز عید سے قبل محاسب کو صدقہ ادا کر دیں۔

۱۰۔ صدقہ عید الفطر کے علاوہ حضرت صاحب کے حکم سے ایک روپیہ عید فنڈ بھی مقرر ہے۔ آخر عید کے دن بچوں اور عزیزوں کو عیدی اور تحائف دیتے ہیں۔ اسی طرح اس خوشی کے دن میں اسلام کا بھی کچھ حق ہے۔ لہٰذا احباب خاص توجہ اس فنڈ کی طرف مبذول فرمائیں اور عید فنڈ کے روپے جمع کر کے انجمن کے بیت المال میں بھیجدیں یہ حضرت صاحب کا حکم ہے اور ایک مالی جہاد ہے اسے استخفاف کی نظر سے نہ دیکھیں۔

۱۱۔ احمدی جماعت کی تنظیم و توسیع کے لئے اپنی مساجد کا ہونا بہت ضروری ہے اس لئے عید کے موقعہ پر کچھ نہ کچھ مساجد فنڈ میں بھی دینا چاہیئے۔

کارپردازانِ پیغامِ صلح کی طرف سے
قارئین پیغامِ صلح کو
عید مبارک ہو

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت

کراچی سے آمدہ خطوط سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت بفضلہ تعالےٰ دن بدن رو بترقی ہے، آپ کچھ کچھ چل پھر بھی لیتے ہیں اور سلسلہ کے کاموں میں بھی عملی حصہ لے رہے ہیں۔
احباب کرام آپکی صحت کاملہ کیلئے دعا فرماتے رہیں۔

بچوں کا صفحہ ——— مولانا مرتضیٰ خان صاحب

مسلمان کا وعدہ

ہرمزان ایک ایرانی حکمران تھا۔ یہ اسلامی افواج کے ساتھ بہت مدت تک لڑتا بھڑتا رہا۔ اور کئی دفعہ شکست کھائی۔ آخر جنگ سے تنگ آ کر اس نے قلعہ مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور ساتھ ہی التجا کی مجھے مدینہ میں امیرالمومنین کی خدمت میں لے چلو۔ میرے متعلق جو وہ فیصلہ دیں گے وہ مجھے منظور ہوگا۔ اسلامی لشکر کے سپہ سالار نے اس کی یہ درخواست منظور کر لی اور وہ بڑی سج دھج سے مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔ اپنے ایڈی کانگ وغیرہ اپنے ساتھ لئے۔ بڑا زرق برق لباس زیب تن کیا سر پہ کلغی لگائی۔ گلے میں سونے چاندی کے ہار پہنے۔ شاید اس کا مقصد حضرت امیرالمومنین پر رعب ڈالنا تھا۔ مدینہ میں پہنچتے ہی پوچھا امیرالمومنین کدھر ہیں لوگوں نے مسجد کی طرف اشارہ کیا۔ دیکھا کہ ایک شخص زمین پر لیٹا ہے۔ ہرمزان کو خیال گذرا کہ یہ شخص امیرالمومنین کیونکر ہو سکتا ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ امیرالمومنین تو ایک سونے کے تخت پر بیٹھا ہوگا۔ اس کے ارد گرد درباری ہوں گے۔ اس نے پھر پوچھا کہ امیرالمومنین خلیفۂ وقت مسلمانوں کے بادشاہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا یہی امیرالمومنین خلیفۂ وقت مسلمانوں کے بادشاہ ہیں جو لیٹے ہوئے ہیں۔ اس نے پھر تعجب سے کہا کہ امرا وزراء کہاں ہیں؟ نقیب اور چوبدار کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا یہاں درباری وغیرہ کوئی نہیں۔ نہ کوئی نقیب اور چوبدار آخر ہرمزان مسجد میں ٹھہر گیا اور انتظار کرنے لگا کہ جب امیرالمومنین بیدار ہوں تو ان سے ملاقات کرے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمر بیدار ہوئے۔ اور بیدار ہوتے ہی ان کی نظر ہرمزان پر پڑی۔ فرمانے لگے یہ حور کی شکل بنا کر یہاں کون بیٹھا ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ یہ ایرانی شاہزادہ ہرمزان ہے۔ اس نے اپنا قلعہ اس شرط پر مسلمانوں کے حوالے کر دیا ہے کہ اسے امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ دیا جائے اس لئے ہم اسکو یہاں آپ کی خدمت میں لائے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اسے کہدو ۔۔۔۔۔ کہ پہلے انسانوں کی سی شکل بنائے پھر آئے۔ چنانچہ اس سے کہا گیا کہ یہ کلغی اور یہ ہار وغیرہ اتار پھینکو یہاں ان چیزوں کی قدر نہیں سوائے تعمیل حکم کے چارہ نہ تھا۔ اس لئے ہرمزان نے فوراً کلغی اور ہار وغیرہ اتار دیئے اور حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں ادب کے ساتھ حاضر ہوا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے مسلمان افواج سے بارہا بڑے خطرناک دھوکے کئے تھے۔ مثلاً جب شکست ہوئی تو صلح کر لی اور دوبارہ سنبھل کر بے خبری کی حالت میں مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ جس سے کئی بے گناہ مسلمان مارے گئے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے تمام اعمال و افعال کی جانچ پڑتال کر کے اس کے قتل کا فیصلہ کیا۔ مگر یہ شخص بڑا چالاک تھا۔ اس نے کہا کہ مرنے سے پہلے پانی کا ایک پیالہ چاہتا ہوں۔ پانی لایا گیا۔ لیکن ہرمزان کہنے لگا مجھے یہ خطرہ ہے کہ جب میں پانی پینے لگوں گا تم مجھے قتل کر ڈالو گے۔ پہلے وعدہ کرو کہ جب تک میں پانی نہ پی لوں تم مجھے قتل نہیں کرو گے۔ چنانچہ وعدہ کیا گیا کہ جب تک وہ پانی نہ پی لے اس کو قتل نہیں کیا جائیگا

احمدی بچوں کی دعا

مولانا مرتضیٰ خاں صاحب

نہ بھٹکوں میں کبھی راہ ہدیٰ سے ؛ یہی ہے التجا میری خدا سے
خدا کے عشق کی دل میں تڑپ ہو ؛ محبت ہو محمد مصطفےٰ سے
نبی پاک احمد مجتبیٰ کی ؛ اطاعت میں کروں صدق و صفا سے
کلام اللہ کا پروانہ بنوں میں ؛ لگاؤں لو میں اس شمع ہدیٰ سے
خدا کے دین کی خدمت کروں میں ؛ قلم سے مال و دولت سے دعا سے
ملے دنیا و دین میں سربلندی ؛ خدا کے فضل اور جود و عطا سے
نہ آئے مجھ پہ کلفت کا زمانہ ؛ رہوں محفوظ ہر رنج و بلا سے
مقدر سے نہ کچھ مجھ کو گلہ ہو ؛ رہوں راضی میں خالق کی رضا سے
خدا کا آستاں ہو اور مرا سر ؛ نہ ہو مجھ کو تعلق ماسویٰ سے
بزرگوں کا ادب پیش نظر ہو ؛ جھکی گردن رہی شرم و حیا سے
مجھے چھوٹوں پہ شفقت کی ہو عادت ؛ کروں میں در گذر انکی خطا سے
کٹے اس طرح میری زندگانی ؛ خدا راضی ہو مجھ سے میں خدا سے
رضائے حق مجھے مدنظر ہو ؛ اگر ناراض دنیا ہو بلا سے

رہے پیوند میرا تا دم مرگ
مسیح وقت حضرت میرزا سے

یہ سُن کر اس نے پانی کا پیالہ فوراً زمین پر گرا دیا۔ اور بولا۔ اب تم مجھے کبھی قتل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اب میں یہ پانی کبھی نہیں پی سکوں گا۔ تم نے وعدہ دیا ہوا ہے کہ جب تک میں یہ پانی نہ پی لوں تم مجھے قتل نہیں کرو گے۔ یہ سن کر لوگ حیران رہ گئے۔ سب طرف سے نفرین کی صدا بلند ہوئی اور لوگوں نے کہا اے مکار! تو نے فریب سے کام لیا ہے۔ تو نے محض دھوکے سے اپنی جان بچانے کی راہ نکالی ہے۔ بس تجھے ضرور قتل کر دینا چاہیئے۔ لیکن فیاض اور عادل عمرؓ نے فرمایا ہرگز نہیں ہم جو وعدہ کر چکے ہیں اس کا ایفا ضروری ہے۔ اب ہم اس کا بال بھی بیکا کرنے کے مجاز نہیں۔

مسلمان کا وعدہ کچے تاگے کی طرح نہیں کہ ٹوٹ جائے

آخر ہرمزان کی جان بخشی کی گئی اور وہ خلیفہ وقت کی فیاضی اور عالی ظرفی سے اس قدر متاثر ہوا کہ بغیر تامل کے پکار اُٹھا۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ ـ مورخہ ۲۸ رمضان المبارک | نمبر ۲۴

مفتریات

جماعت اسلامی کے ناقوس (اخبار کوثر ۵ جون) نے "ختم نبوت بزرگان دین کے اقوال، قادیانیت اور اسلام" کے عنوان سے جو مضمون لکھا ہے، اس کے بعض حصص پر گذشتہ اشاعتوں میں تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ اسی مضمون کے آخر میں مفتریات کا ایک پلندہ پیش کیا گیا ہے، جو نام نہاد جماعت اسلامی تو ایک طرف جماعت کفار کی طرف سے بھی شاید ہی کبھی کسی مخالف کے متعلق تیار کیا گیا ہو،

"کوثر" کی "حق گوئی"، "حق پرستی" اور جماعت اسلامی کی "شان اسلامیت" کو اگر دیکھنا ہو تو ذیل کے فقرات کو ایک نظر ملاحظہ کیجئے :-

"اللہ نے جو دین حق ہم پر نازل فرمایا ہے اس کے بارے میں ہمارا رویہ کیسا ہونا چاہیئے کیا اس پر بھی ایمان لائے بغیر نجات و فلاح ممکن ہے اور اس پر ایمان لانے کی نوعیت کیا ہے اور خدا و رسول ہم سے کس بات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ اس معاملے میں قادیانی نبوت و تجدید کا سارا کاروبار تلپٹ ہے۔ اسلام کیا ہے۔ اس کے تقاضے کیا ہیں۔ وہ کیا چاہتا ہے اس کی ہوا بھی اس کو نہیں لگی۔ اس کا سارا زور اس پر ہے کہ مرزا غلام احمد کو مانو۔ مجدد مانو۔ مسیح مانو۔ مہدی مانو۔ نبی مانو۔ ظلی و بروزی نبی مانو۔ تشریعی یا غیر تشریعی نبی مانو۔ بہر حال اس کو مانو۔ اور اس کو ماننے کے بعد جو چاہو کرتے رہو تم نجات پا جاؤ گے۔ قالوا کونوا هوداً او نصاریٰ تهتدوا اس کے بعد تم برطانیہ کی فتح و نصرت کے لئے دعائیں کر سکتے ہو۔ ملکہ وکٹوریہ اور اس کی اولاد کی وفاداری و اطاعت کا حلف اٹھا سکتے ہو کفر و باطل کی خدمت کے لئے بڑھ بڑھ کر قدم مار سکتے ہو۔ برطانیہ تمہاری تلوار ہے۔ جس کو لے کر تم ترکوں اور عربوں کی گردنیں کاٹ سکتے ہو، ان مسلمانوں کی جاسوسی کر سکتے ہو جو انگریزی حکومت کا تختہ الٹنا چاہیں۔ تمہارے لئے حرام ہے کہ تم اسلام کے لئے تلوار اٹھاؤ۔ مگر تم پر فرض ہے کہ تم برطانیہ کے لئے جنگ کرو۔ اور اس کا جھنڈا بغداد و دمشق پر جا گاڑو۔ تم غیر الٰہی قوانین کے نفاذ میں آلۂ کار بن سکتے ہو جو کہ تمہیں بننا چاہیئے تم نظام کفر و باطل کی ریڑھ کی ہڈی بن سکتے ہو۔ یہانتک اگر کچھ خدا کے بندے خدا کی زمین کے کسی خطے پر اللہ کا کلمہ بلند کریں۔ اس کا دین نافذ کریں اور کتاب و سنت کو آئین سازی و قانون سازی کا معیار قرار دلوائیں تو تمہارا فرض ہے کہ ان کی مخالفت کرو ان پر جھوٹی تہمتیں تراشو ——— الغرض اب معیار حق کتاب اللہ و سنت اللہ نہیں۔ مدار نجات و فلاح خدا کا دین نہیں جیسا کہ وہ قرآن و حدیث میں مذکور ہے اور مومن ہونے کے لئے یہ شرط کافی نہیں کہ کوئی شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ان کی اتباع کرے بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کم از کم مجدد اور زیادہ سے زیادہ نبی ماننا ضروری ہے۔ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے کوئی سند نہیں اتاری ان هي الا اسماء سميتموها انتم و اباءكم ما انزل الله بها من سلطان۔"

کیا کوئی صاحب انصاف اور حق پرست انسان جس نے سلسلہ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی کی تحریرات کو دیکھا اور اس جماعت کی عملی زندگی کو ملاحظہ کیا ہو، "کوثر" کے ان فقرات کو پڑھکر یہ کہہ سکتا ہے کہ ان کے اندر حق و حقیقت کا ایک شمہ بھی موجود ہے؟ وہ شخص جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں گذرا ہو، اور جو کھلے لفظوں میں اس بات کا اعلان کر چکا ہو کہ

"میرے آنے کی غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح اور تقوےٰ کے راستہ پر چلے اور صدق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تاکہ اس جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پائے اور خدا کا منشاء پورا ہو"

اس کے متعلق یہ کہنا کہ اسکو صرف مجدد یا نبی مان لینا ہی کافی سمجھا جاتا ہے، اور عمل کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی جاتی بلکہ اس سے بڑھکر ہر قسم کی بدعملی اور اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کو روا رکھا جاتا ہے، کتنی بڑی غلط بیانی اور بہتان طرازی ہے، میرزا تو وہ شخص ہے جو دین کی ایک چھوٹی سے چھوٹی بات کی بھی خلاف ورزی کو گوارا نہیں کرتا اور اپنی جماعت کو متنبہ کرتا ہے کہ

"جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعمل سے یعنی شراب سے قمار بازی سے، بدنظری سے، خیانت سے، رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں نہیں لگا رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپروا ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنےٰ ادنےٰ خیر سے محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے، جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے" (کشتی نوح)

کیا کوثر نے حضرت مرزا صاحب کے ان فقرات کو کبھی پڑھا ہے؟ کیا اسے معلوم ہے کہ آپ کی جماعت نے آپ کی ان نصائح پر عمل پیرا ہونے اور ہر رنگ میں دین کی متابعت کرنے اور اپنے آپ کو ایک سچا مسلمان ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، جس کا اعتراف بڑے بڑے مخالفین کو بھی کرنا پڑا؟ باوجود اس کے یہ کہنا کہ حضرت میرزا صاحب کو صرف مجدد و نبی یا مہدی و مسیح مان لینا ہی نجات کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے، کتنی بڑی افترا پردازی ہے جو کسی حق پرست انسان کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔

پھر انگریز کی حمایت میں مسلمانوں کے گلے کاٹنے اور مسلمانوں کے خلاف جاسوسیاں کرنے کا الزام بھی کس قدر خلاف حق ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ گذشتہ جنگوں میں جماعت احمدیہ کے لوگوں نے اس قدر حصہ لیا ہو جس قدر دوسرے مسلمانوں نے ترکی اور فلسطین میں مسلمانوں پر گولیاں چلانے کی سعادت حاصل کی، کیا جماعت اسلامی کی جاسوسیاں جو اس نے کانگریس اور ہندوؤں سے مل کر مسلمانوں کے خلاف کیں اور اس طرح پاکستان کے رستہ میں خطرناک روڑے اٹکائے کچھ کم ہیں کہ وہ جماعت احمدیہ کے منہ آنے لگی ہے؟ کیا جہاد کشمیر کے خلاف فتوے دینے والی جماعت اسلامی جماعت احمدیہ پر طعن کر سکتی ہے کہ اس کے نزدیک اسلام کے لئے تلوار اٹھانا ناجائز ہے جبکہ جماعت احمدیہ کے بیسیوں افراد اس جنگ آزادی میں حصہ لیتے رہے، اور نہ صرف اسی جنگ آزادی میں بلکہ مسلمانوں کی روحانی آزادی، اسلام اور مسلمانوں کے روحانی غلبہ کے لئے بھی رات دن سرگرم ہیں کیا جماعت اسلامی کا کام یہی رہ گیا ہے، کہ وہ ان فدائیان اسلام کے خلاف جھوٹی تہمتیں تراشتی ہے اور ان مسلمانوں کے خلاف جو اس کے حلقہ ارادت میں نہیں تکفیر کا علم بلند کرے۔ اگر "خدا کی زمین کے کسی خطے پر اللہ کا کلمہ بلند کرنا اور اس کے دین کو نافذ کرنا اور کتاب و سنت کو آئین سازی و قانون سازی کا معیار قرار دلوانا" اسی کا نام ہے تو وائے گر پسِ امروز بود فردائے،

کاش "کوثر" ان فتووں ہی سے عبرت حاصل کرتا جو آج جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے خلاف دیئے جا رہے ہیں اور ان فتوے دینے والوں میں مولنا حسین احمد مدنی بھی شامل ہیں جن کے خلاف مودودی صاحب کو بھی یہ شکایت ہے کہ

"مولانا اور ان کے گروہ کے دوسرے حضرات جن کی تحریریں حال میں جماعت اسلامی کے خلاف شائع ہوئی ہیں اس بات کو بالکل بھول گئے ہیں کہ کسی شخص یا گروہ کے عقیدہ و مسلک کے متعلق کوئی رائے قائم یا ظاہر کرنا دیانتۃً اس وقت تک صحیح نہیں ہے جب تک کہ انصاف کے ساتھ اس کی تمام یا اکثر تحریروں کو خود نہ پڑھ لیا جائے۔ کسی خدا ترس آدمی کا یہ کام نہیں ہو سکتا کہ وہ محض سنی سنائی باتوں پر دوسروں کو ضال اور مضل قرار دے بیٹھے یا چند نیازمندوں کی پیش کی ہوئی نشان زدہ عبارتوں پر رائے قائم کر لے اور اسے شائع کر دے یا پہلے کسی کی خبر لینے کا عزم کر لیا جائے اور پھر اس کی کتابیں اس غرض سے کھنگالی جائیں کہ کہاں اسکو مطعون کرنے اور اس پر الزام تراشنے کی کوئی گنجائش ملتی ہے، یا ایک شخص کی بعض عبارتوں سے ایسے معانی اور نتائج نکالے جائیں جن کی تردید خود اسی شخص کی بہت سی دوسری عبارتیں کر رہی ہوں۔ اس قسم کی حرکتیں وہ لوگ تو کر سکتے ہیں جن کے پیش نظر صرف دنیا اور اس کی زندگی ہے۔ مگر جنہیں خدا اور آخرت کا بھی کچھ خیال ہو ان سے ایسی حرکات بالکل خلاف توقع ہیں۔" (ترجمان القرآن جون سنہ ۱۹۵۱ء)

ہماری عید

رمضان شریف کا مبارک مہینہ جو آج سے ایک ماہ قبل اپنے تمام افضال واکرام ایک طرف تو کمزور دلوں کے لئے اپنی ظاہری شدت اور تکالیف کی وجہ سے سخت اضمحلال کا موجب ہو رہا تھا اور دوسری طرف ان قدسی صفت انسانوں کے لئے جو رضائے الٰہی کی تلاش میں ہمیشہ ایسے نادر مواقع کو ازبس غنیمت سمجھتے اور ان کے حصول کے لئے سخت سے سخت ریاضتوں اور مجاہدات میں اپنے آپ کو بلا دریغ ڈال دیتے ہیں۔ خاص فرحت و انبساط کے سامان پیدا کر رہا تھا اب ہم سے رخصت ہو رہا ہے اور اپنی رخصت کے ساتھ بعض ان ایام نو بہار کا مژدہ ہمیں سنا رہا ہے جو ظاہری و معنوی برکات و انبساط کے لحاظ سے رمضان شریف سے کچھ کم حیثیت و مرتبہ نہیں رکھتے، رمضان شریف ایک تیاری ہے اس عظیم الشان مہم کی جو اس کے بعد ہمیں سر کرنی ہے۔ یہ ایک ابتدائی مرحلہ ہے اس پر عظمت کام کا جو اس مبارک مہینہ میں مسلمانوں کے سپرد کیا گیا ، اور جس کی تکمیل کی ابتدا ان مبارک ایام سے ہوتی جو اس کے بعد وارد ہونے والے ہیں، ہاں یہ پاک اور بابرکت دن جو رمضان المبارک کے نام سے موسوم ہیں ایک تحریک ہیں ان خدمات مہمہ کی جو اس کے بعد ہمیں درپیش ہیں اور جن کے لئے اس سے بہت زیادہ ہمت۔ بہت زیادہ صبر بہت زیادہ استقلال اور بہت زیادہ ایثار درکار ہے جو رمضان شریف میں ہم نے دکھایا۔ یا ہمیں دکھانا چاہیئے تھا مگر مسلمانوں نے تو شاید رمضان کے جانے کا صرف اسی قدر نتیجہ سمجھ رکھا ہے کہ اب کھانے پینے کی پھر وہی آزادی حاصل ہو گئی۔ جو اس سے پہلے تھی۔ انہوں نے ان پاک ایام کا مآل اور عید کی اصل غرض وغایت صرف اسی حد تک محدود سمجھ رکھی ہے کہ اچھے اچھے لباس پہن لئے۔ زیادہ لذیذ کھانے کھا لئے اور جا کر دو رکعت نماز وہ بھی رسمی اور میلہ کے طور پر پڑھ آئے۔ لیکن آہ کاش وہ قرآن کریم کو پڑھتے اور شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کی آیت پر ان کی نظر ہوتی تو وہ دیکھتے کہ رسول اللہ صلعم کو رمضان کے بعد کیا کیا کچھ مہمات عظیمہ سرانجام دینی پڑیں اور دعوت حق کی ابتدا آپؐ نے انہی ایام مبارک سے شروع کی جن کی ابتدا ہمارے لئے عید بن کر آتی ہے۔ اگر ان سب باتوں پر ہماری نظر ہوتی اور کسی مذہبی تہوار کو رسمی طور پر ادا کرنے کے بجائے اس کی اصلی غرض اور علت غائی پر ہم غور کرتے ان سے وہ مفید اور بہترین اسباق حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی جو رسول کریم صلعم کے پیش نظر رہا کرتے تھے تو آج ہم اس قدر پستی اور ذلت کا منہ نہ دیکھتے۔

ہماری عید کیا ہے؟

افسوس کہ آج اس سوال کا جواب دینا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کہ موجودہ مسلمانوں کو حقیقی اور سچا مسلمان کہنا۔ اسلام نے ہمارے لئے کوئی بات ایسی نہیں رکھی جو اپنے اندر کوئی ایسے اسباق اور حکیمانہ جوہر نہ رکھتی ہو۔ کہ جو ہمیں اوج کمال پر پہنچا دینے والے ہیں ذرا ان ابتدائی ایام کی طرف دیکھو جب قرآن کریم کا نزول دنیا میں ہوا اور پھر رمضان شریف کی اصل علت غائی اور اس کے بعد حقاً اور وعید کے فلسفہ پر غور کرو دنیا کے ہر نبی کی زندگی میں یہ ایک مخصوص اور مشترک بات ہمیں دکھائی دیتی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کوئی صحیفہ یا ہدایات ملنے والی ہوتی ہیں تو اس سے پہلے انہیں گوشہ نشینی اور روزوں وغیرہ کے ذریعہ سے دنیا سے ایک قسم کا انقطاع کرنا پڑتا ہے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم کے کھلے اور صریح الفاظ بتا رہے ہیں واذ وٰعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ ان چالیس راتوں میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کو اپنی قوم سے جدا ہو کر پہاڑ پر جا کر گوشہ نشینی اختیار کرنی پڑی جس کے بعد انہیں تورات دی گئی۔ پھر متی باب ۴ - آیت ۲ میں صاف طور پر مسیح کے چالیس دن اور چالیس رات فاقہ کرنے کا ذکر ہے جس کے بعد آگے چل کر پہاڑی کی تعلیم آتی ہے۔ حضرت رسول کریم اسی قانون الٰہی کے ماتحت نزول قرآن سے بیشتر مدتوں غار حرا میں گوشہ نشین رہے۔ اور نہ معلوم اس گوشہ نشینی کی حالت میں کس قدر روئے دھوئے جس کے بعد وہ وقت آیا کہ جس کے متعلق شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کے مبارک موقع کو یاد دلایا گیا ہے۔ اس قدر تصریح کے بعد اب شاید یہ سمجھ لینا آسان ہوگا کہ روزوں کا حکم ہمیں کیوں دیا گیا اور کیوں اس کے بعد عید رکھی گئی۔ اس سے ان مہمات عظیمہ کا بھی پتہ لگ جائے گا جو روزوں کے بعد ہمیں سر کرنی ہیں اور رسول کریم صلعم نے انہیں سرانجام دیا۔ روزے تو درحقیقت اس مہم کی تیاری کا سامان ہیں جو ان کے بعد پیش آنے والی ہے۔

وہ مہم کیا ہے؟

وہ ہے تبلیغ و اشاعت اسلام۔ کیونکہ قرآن کریم کا نزول جب رمضان کے مہینہ میں ہوا، اور یہ مسلم بات ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہوا تو اب اس کی تبلیغ و تلقین ہی وہ سب سے بڑا کام ہے جو اس مبارک مہینہ کے بعد شروع ہونا چاہیئے اور تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ رسول اللہ صلعم نے دعوت و تبلیغ اسلام سب سے پہلے جن ایام میں شروع کی وہ شوال ہی کا مہینہ ہے۔ روزے پہلے ہی سے صبر و استقامت اور ان مصائب کے برداشت کرنے کی عادت ڈالنے کے لئے ہیں جو اسلام کے پاک پیغام کی تبلیغ میں وارد ہو سکتی ہیں چنانچہ روزوں کے حکم سے پہلے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا۔ ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من اموال والانفس والثمرات و بشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

رمضان شریف کے بعد ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھنا بھی اسی انقطاع الی اللہ کا ایک نظارہ ہے جو انبیاء کو اللہ تعالےٰ سے خاص احکام حاصل کرنے کے لئے اختیار کرنا پڑتا ہے اور جس کے اختیار کرنے پر قرآن کریم کا نزول دنیا میں ہوا۔ اب جب ہم بھی رمضان شریف میں اسی بات کے تتبع میں کم وبیش انقطاع الی اللہ کرتے اور رحمت و افضال الٰہیہ کے اس طرح جذب کرنے میں کوشاں ہوتے ہیں تو دوسرا مرحلہ جو انبیاء نے اختیار کیا اور بالخصوص آنحضرت صلعم رمضان شریف میں قرآن کریم کا نزول شروع ہونے کے بعد جس بات پر کاربند ہوئے یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر، اس کو بھی تو سرانجام دینا ہمارا فرض ہے۔ عید تو اس رحمت الٰہی کی وجہ سے جو قرآن کریم جیسی کامل کتاب کی شکل میں دنیا پر برسی یا مختلف افضال و اکرام کی شکل میں اس کے پاک متبعین پر نازل ہوا کرتی ہے۔ بطور خوشی کے منائی جاتی ہے۔ لیکن نرا اس کے نزول پر خوشیاں منا لینا اور دنیا جہان کو اس نعمت عظمیٰ سے محروم رکھنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

اٹھو! اور اس ربانی چشمہ کے پانی سے دنیا کو سیراب کرو۔ ہاں تم ان مشکلات اور تکالیف کے برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جو تمہیں اس راہ میں پیش آئینگی اور جن کی وجہ سے رمضان شریف کے روزے ہم پر فرض کئے گئے تھے۔ دیکھو اس وقت دنیا کے ہر گوشہ سے "العطش العطش" کی صدا بلند ہو رہی ہے۔ پس کس قدر قابل نفرت ہے وہ انسان جس کے پاس ایسا شیریں پانی ہو (جیسا کہ مسلمانوں کے پاس اسلام کی شکل میں موجود ہے) اور پھر وہ اس صدا کی طرف ذرا بھی متوجہ نہ ہوں بحالیکہ اس ایک ایک قطرہ کے لئے جو وہ پیاسی دنیا کے منہ میں بہائے اس کے لئے دنیا و آخرت میں بہت ہی بڑا اجر ہے۔ کیا یہ ایام جن کی ابتدا عید سے ہوتی ہے وہ ایام نو بہار نہیں کہ جو اگر ہم ان سے حقیقی سبق حاصل کریں تو) اولٰئک ھم المفلحون کا مژدہ ہمیں سنا رہے ہیں۔ پھر حیف ہے ہم پر اگر ہم ان مبارک ایام کی قدر نہ کریں اور رسول کریم صلعم کے اسوۂ حسنہ پر قدم مار کر تبلیغ دین میں کوشاں نہ ہوں۔ اس وقت آپ کے سامنے خدمت دین کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام قائم ہے جس کو کافی مدد دینے سے یہ کام بڑی آسانی سے سرانجام پا سکتا ہے یورپ میں ووکنگ مشن، جرمن مشن، امریکن مشن، کی کامیابیاں کوئی چھپی ہوئی بات نہیں جو بزبان حال اس عظمت و رفعت کا پتہ دے رہی ہیں جو تبلیغ اسلام سے مسلمانوں کو میسر آ سکتی ہے۔ پس ان ظاہر! ور کھلے نتائج کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی عملی طور پر کاربند ہوتا رمضان شریف جیسے بابرکت مہینہ کے عید فرحت افزا اور ان ایام نو بہار کی جو کہ دعوت اسلام کے اولین دن تھے علانیہ بے قدری کرنا ہے، جس سے ہمدردان اسلام کو عملی طور پر بچنا چاہیئے۔

عید کے موقعہ پر

جہاں آپ خوشی و مسرت کے بیسیوں سامان کرتے ہیں، خدا کے دین کے لئے بھی کچھ نہ کچھ ضرور خرچ کریں اور اس قومی تہوار کو دنیا و دین دونوں کی بہتری کا ذریعہ بنائیں۔

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

اس مضمون میں قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے اس حصہ کو جس میں اجرائے نبوت پر بحث کی گئی ہے .... سامنے رکھتے ہوئے ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ——— بسلسلہ اشاعت گذشتہ

تردید دلائل امکان نبوت

امکانِ نبوت کے ثبوت میں قرآن کی پیش کردہ آیات پر نظر

پانچویں آیت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم

"کہ اے اللہ ہم کو سیدھا رستہ دکھا ان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے اپنی نعمت نازل کی گویا ہم کو بھی وہ نعمتیں عطا فرما جو پہلے لوگوں کو تو نے عطا فرمائیں وہ نعمتیں کیا تھیں قرآن فرماتا ہے یا قوم اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکا (مائدہ رکوع ۴) .... پس خود ہی نبوت کو نعمت قرار دیا ہے اور دعا کا سکھانا بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی قبولیت کا فیصلہ فرما چکا ہے لہذا امت میں نبوت ثابت ہوئی (مکمل تبلیغی پاکٹ بک ص ۴۱۲)

الجواب:- ان معنوں پر ذیل کے اعتراضات وارد ہوتے ہیں:-

(۱) آنحضرت صلعم کو یہ دعا اس وقت سکھائی گئی جب آپ نبی بن چکے تھے، باوجود اس کے آپ تمام عمر یہ دعا مانگتے رہے کس لئے؟ نبوت کی نعمت تو حاصل ہو چکی تھی، معلوم ہوا اس دعا میں نبوت طلب نہیں کی گئی۔

(۲) تمام صحابہ جن میں السابقون الاولون من المہاجرین والانصار شامل ہیں، جن کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ بھی عطا ہوا۔ اھدنا الصراط المستقیم الخ کی دعا رات دن مانگتے رہے لیکن انہیں نبوت کی نعمت نہ ملی، کیا ان کی دعائیں معاذ اللہ قبول نہ ہوئیں خدا کے راضی ہو جانے کے باوجود انعام نبوت نہ ملنا بتاتا ہے کہ نبوت اس دعا میں طلب نہیں کی گئی،

(۳) تمام تابعین، تبع تابعین، آئمہ کرام، اولیائے عظام، محدثین مجددین جو تیرہ سو سال میں کروڑہا کی تعداد میں امت محمدیہ کے اندر ہوئے ہیں یہی دعا نمازوں میں اور نمازوں سے باہر مانگتے رہے لیکن انعام نبوت انہیں حاصل نہیں ہوا۔ اگر اولیا اور مجدد اور مقربین بارگاہ الٰہی ہو کر ان کی یہ دعا اس رنگ میں قبول نہیں ہوئی تو معلوم ہوا کہ نبوت کی نعمت اس دعا میں طلب نہیں کی گئی، ورنہ ماننا پڑیگا کہ تیرہ سو سال تک امت محمدیہ میں سے کسی کو بھی صراط مستقیم نصیب نہیں ہوا معاذ اللہ

(۴) عورتوں کو بھی اھدنا الصراط المستقیم ہی کی دعا سکھائی گئی ہے اور وہ رات دن یہی دعا کرتی ہیں لیکن کسی عورت کے نبیہ ہو سکنے کا کوئی قادیانی بھی قائل نہیں پس معلوم ہوا کہ اس دعا میں نبوت طلب نہیں کی گئی،

(۵) خود حضرت مسیح موعودؑ بھی جن کو نبی بنانے کے لئے یہ دلائل تراشے جا رہے ہیں آخر دم تک یہی دعا کرتے رہے، اگر ان کو نبوت کی نعمت مل چکی تھی، تو پھر اس دعا کو جاری رکھنے کے معنے؟

(۶) نبوت بے شک نعمت ہے لیکن وہ کسبی چیز نہیں کہ دعاؤں اور کامل اتباع سے حاصل ہو سکے، تو ہی جعل فیکم انبیاء میں تمام قوم کو نبی بنانے کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے ما کنت ترجوا ان یلقی الیک الکتاب الا رحمۃ من ربک (القصص ۲۸/۸۶) اے نبی۔ تجھے امید نہ تھی کہ تیری طرف کتاب نازل ہوگی مگر تیرے رب کی رحمت سے ایسا ہوا، معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم بھی اپنی محنت اور کوشش یا دعاؤں سے نبوت حاصل کرنے کی امید نہ رکھتے تھے ایسا ہی فرمایا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (الانعام: ۱۲۵) اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کس کو رسول بنانا چاہیئے۔

پس نبوت کسبی نہیں بلکہ وہبی چیز ہے جو دعاؤں یا التجاؤں سے نہیں ملا کرتی، بلکہ جس کو خدا تعالےٰ پسند کرے اسی کو نبی بناتا ہے اور چونکہ رسول اللہ صلعم پر نبوت کی غرض پوری ہو گئی اس لئے امت محمدیہ میں اجرائے نبوت کا عقیدہ باطل ہے۔

(۷) نبوت اگر نعمت ہے تو کتاب اور شریعت بھی نعمت ہے ملاحظہ ہو الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی، پس اگر اھدنا الصراط المستقیم میں حصول نعمت کی دعا ہے تو اس سے کتاب اور شریعت کیوں مراد نہ لی جائے؟ اگر کہو کہ وہ تمام ہو چکی، تو نبوت بھی تمام ہو چکی جس طرح قرآن کے بعد شریعت کی نعمت نہیں آ سکتی، اسی طرح محمد رسول اللہ صلعم کے بعد نبوت کی نعمت بھی جاری نہیں رہ سکتی۔

سوال:- اگر اس آیت میں حصول نبوت کی دعا نہیں سکھائی گئی تو صراط الذین انعمت علیہم کے مصداق کون ہیں؟ اور اس آیت کے صحیح معنے کیا ہیں؟

الجواب:- (۱) اس میں شک نہیں انعمت علیہم میں انبیاء داخل ہیں، لیکن صدیق، شہید اور صالح بھی جو پہلی امتوں میں گذرے انعمت علیہم میں ہی شامل ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین (آل عمران: ۶۹) مندرجہ بالا امور کے پیش نظر حصول نبوت کی دعا تو اسے قرار نہیں دیا جا سکتا، البتہ صدیقیت، شہادت اور صالحیت کے حصول کی دعا کہا جائے تو حرج نہیں اور کمالات نبوت، رنگ نبوت بھی ایک مومن صراط مستقیم پر چل کر حاصل کر سکتا ہے جو ایک محدث کی شان ہے ——

(۲) ضروری نہیں کہ جس کے رستہ پر انسان چلے، لازماً وہی بن جائے ہاں اس کا متبع اور ہم رنگ ضرور ہو جاتا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ (الانعام ۱۵۴/۱۹) یہ ہے میرا سیدھا راستہ اسی کی اتباع کرو خدا کے رستہ کی اتباع خدا نہیں بنا سکتی البتہ فنا فی اللہ کے مرتبہ پر ضرور پہنچا دیتی ہے جہاں نبیوں کی طرح شرف مکالمہ و مخاطبہ کی نعمت انسان کو حاصل ہوتی ہے ایسا ہی فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تمہارے لئے رسول اللہ صلعم میں نیک نمونہ ہے، پس رسول اللہ صلعم کے نمونہ کی اتباع محمد رسول اللہ نہیں بنا دیتی ہاں فنا فی الرسول کے مقام پر پہنچا دیتی ہے، یہی وہ نعمت ہے جس کے حصول کی دعا اھدنا ..... الصراط المستقیم میں سکھائی گئی ہے۔

....

.............، جیسا کہ حضرت مسیح موعود کے حسب ذیل ارشادات سے ظاہر ہے:-

"پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے متعلق فرمایا گیا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس اور جن کے لئے یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم ان کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہیں تھی کہ امت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی اور سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے بلکہ یہ بھی نقص تھا کہ آنحضرت صلعم کی قوت فیضان پر داغ لگتا تھا، اور آپ کی قوت قدسیہ ناقص ٹھیرتی تھی، اور ساتھ اس کے وہ دعا جس کا پانچ وقت نماز میں پڑھنا تعلیم کیا گیا اس کا سکھلانا بھی عبث ٹھیرتا تھا مگر اس کی دوسری طرف یہ خرابی بھی تھی کہ اگر یہ کمال کسی فرد امت کو براہ راست بغیر پیروی نور نبوت محمدیہ کے مل سکتا تو ختم نبوت کے معنے باطل ہوتے تھے۔ پس ان دو خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خدا تعالےٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنے اتم اور اکمل درجہ پر ان پر پائے گئے ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا بلکہ ان کی محویت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہو گیا دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا" (الوصیت ص ۱۰)

صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک اھدنا الصراط المستقیم میں نبی بننے کی دعا نہیں سکھائی گئی بلکہ یہ آنحضرت صلعم کی کامل اتباع کی دعا ہے جس سے انسان فنا فی الرسول کے مقام پر پہنچ کر نبیوں کی طرح شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرتا ہے، اسکو اجرائے نبوت کے ثبوت میں پیش کرنا اپنی کم فہمی کا ثبوت دینا اور حضرت مسیح موعودؑ کی کھلی مخالفت کرنا ہے، آپ کی کھلی ہدایت ہے کہ

"جب تم نماز میں یا خارج نماز کے یہ دُعا پڑھو کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم تو دل میں یہی ملحوظ رکھو کہ میں صحابہ اور مسیح موعود کی جماعت کی راہ طلب کرتا ہوں"

(تحفہ گولڑویہ ص۲۳)

کیا اب بھی اس آیت کو اجرائے نبوت کے ثبوت میں پیش کرنا جائز ہو سکتا ہے؟

چھٹی آیت { یایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً

(المومنون رکوع ۴)

رسولو پاک کھانے کھاؤ اور نیک کام کرو، یہ جملہ اسمیہ ہے جو حال اور مستقبل پر دلالت کرتا ہے، اور لفظ رسل بصیغہ جمع کم از کم ایک سے زیادہ رسولوں کو چاہتا ہے آنحضرت صلعم تو اکیلے رسول تھے آپ کے زمانہ میں بھی کوئی اور رسول نہ تھا، لہٰذا ماننا پڑیگا کہ آنحضرت صلعم کے بعد رسول آئیں گے ورنہ کیا خدا تعالےٰ دقیانوسی رسولوں کو حکم دے رہا ہے کہ اٹھو اور نیک کھانے کھاؤ اور نیک کام کرو (قادیانی پاکٹ بک ص۴۱۳)

الجواب (۱) آیت کا سیاق و سباق بتا رہا ہے، کہ یہ آیت بطور حکایت کے ہے، کہ سابق رسولوں کو ہم نے ایسا حکم دیا تھا اس سے قبل دو رکوع میں سابق رسولوں کا ذکر ہے، اور نوح اور ایک اور رسول کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے ثم ارسلنا رسلنا تترا پھر ہم نے اپنے رسول پے درپے بھیجے، پھر حضرت موسےٰ کا ذکر کیا اور پھر فرمایا وجعلنا ابن مریم وامہ اٰیۃ واٰوینھما الیٰ ربوۃ ذات قرار ومعین ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو آیت بنایا اور ان دونوں کو ایک بلند جگہ پر پناہ دی جو ہموار اور چشموں والی ہے۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا یایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً انی بما تعملون علیم اور اس کے بعد ساتھ ہی فرمایا وان ھٰذہٖ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون اور کہ یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، ظاہر ہے کہ یہ بھی انہی رسولوں کی جماعت کا ذکر ہے جن کا اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے پس درمیانی آیت یایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً میں بھی انہی سابق رسولوں کو خطاب ہے، جو بطور حکایت نقل کیا ہے، یعنے ہم نے ان رسولوں سے ایسا کہا اس میں قلنا کا لفظ محذوف ہے،

(۲) حدیث سے بھی ثابت ہے کہ اس آیت میں سابق رسولوں ہی کو خطاب ہے، عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ طیب لا یقبل الا طیباً وان اللہ امر المومنین بما امر بہ المرسلین فقال یایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً وقال اللہ تعالیٰ یایھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبٰت ما رزقنٰکم (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال)

ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اللہ تعالےٰ پاک ہے، وہ نہیں قبول کرتا مگر پاک چیز کو اور کہ اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو انہی باتوں کا حکم دیا جن کا حکم رسولوں کو دیا ہے، فرمایا یایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا یایھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبٰت ما رزقنٰکم اے لوگو جو ایمان لائے ہو کھاؤ پاک چیزوں میں سے جو ہم نے دی ہیں۔

ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس آیت کو کسی آنیوالے رسول پر منطبق نہیں کیا بلکہ امر بہ المرسلین میں تمام رسولوں کو جو پہلے گذر چکے ہیں اس حکم کا مخاطب ٹھیرایا ہے،

(۳) امام راغب نے اس آیت کو خود نبی کریم اور آپ کے صحابہ پر منطبق کیا ہے:۔

یایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً قیل عنی بہ الرسل وصفوۃ اصحابہ فسماھم رسلاً بضمھم الیہ یعنے آیت یایھا الرسل کلوا الخ کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس سے رسول اللہ صلعم اور آپ کے برگزیدہ صحابہ مراد ہیں۔ ان کے کامل تعلق اور رسول اللہ کے ساتھ ضم ہونے کی وجہ سے انہیں رسل کہا گیا۔

پس کسی طرح بھی اس آیت سے اجرائے نبوت ثابت نہیں،

ساتویں آیت { وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہٖ

(احزاب رکوع ۷) تمہارے لئے یہ مناسب نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذا دو اور نہ یہ مناسب ہے کہ تم رسول کی وفات کے بعد اس کی بیویوں سے شادی کرو۔

اعتراض:۔ رسول اللہ صلعم کی ازواج تو فوت ہو چکی ہیں، اور اب اگر کوئی رسول نہیں آسکتا جس کے بعد اس کی ازواج سے نکاح ناجائز ہو تو اس آیت کو قرآن میں رکھنے کا کیا فائدہ؟ چونکہ قرآن کا ایک ایک لفظ قیامت تک واجب العمل ہے اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد بھی نبوت کا سلسلہ جاری ہے، اور قیامت تک انبیا کی ازواج مطہرات ان کی وفات کے بعد بیوگی کی حالت میں رہیں گی، نوٹ:۔ اس میں "الرسول" اور "النبی" کا لفظ نہیں کہ آنحضرت صلعم مراد ہوں بلکہ رسول اللہ کا لفظ ہے جو نکرہ ہے اور اس میں ہر رسول داخل ہے۔

(قادیانی پاکٹ بک صفحہ ۴۱۳ – ۴۱۴)

الجواب (۱) رسول اللہ صلعم کی ازواج مطہرات تو پہلی صدی ہجری میں ہی فوت ہو گئیں اور قادیانی عقیدہ کے مطابق تیرہ سو سال تک کوئی نبی نہ آیا پھر تیرہ سو سال تک اس آیت کو قرآن میں رکھنے کا کیا فائدہ تھا؟ کیا ان تمام صدیوں میں قرآن کی یہ آیت واجب العمل نہ تھی؟ اگر ایسی ہی آیات سے نبوت کا اجرا ثابت کرنا ہے تو پہلے یہ بھی مانو کہ امت محمدیہ پر کوئی وقت ایسا نہیں آیا جب اس میں کوئی نبی نہ آیا ہو، اور اس کے بعد اس کی ازواج بیوہ نہ رہ گئی ہوں، ورنہ اس آیت پر کیسے عمل ہوا ہوگا؟ فما ھو جوابکم فھو جوابنا

(۲) پوری آیت جس کا یہ ایک ٹکڑا ہے حسب ذیل ہے:۔

یایھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الیٰ طعام غیر نٰظرین انٰہ ولٰکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستأنسین لحدیث ان ذٰلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق واذا سألتموھن متاعاً فسئلوھن من وراء حجاب ذٰلکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن۔ وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہٖ ابداً ان ذٰلکم کان عند اللہ عظیماً۔

ترجمہ:۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے۔ (مگر) اس کے پکنے کا انتظار کرنے والے نہ ہوں بلکہ جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو پھر جب تم کھانا کھا لو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں نہ لگ جاؤ یہ بات نبی کو تکلیف دیتی ہے مگر وہ تم سے حیا کرتا ہے اور اللہ حق بات سے شرم نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے ان سے مانگو یہ تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے اور تمہیں مناسب نہیں کہ اللہ کے رسول کو ایذا دو اور نہ یہ کہ اس کی بیویوں سے اس کے بعد کبھی نکاح کرو یہ بات اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے"

اس ساری آیت میں چھ باتوں کا ذکر ہے:۔

(۱)۔ نبی کے مکان میں بغیر کھانے کی اجازت کے داخل نہ ہو۔
(۲)۔ جب کھانا کھا لو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں نہ لگ جاؤ۔
(۳)۔ نبی تم سے حیا کرتا ہے لیکن خدا حق بات سے نہیں شرماتا۔
(۴)۔ جب کوئی چیز نبی کی بیویوں سے مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو۔
(۵)۔ رسول اللہ کو ایذا نہ دو
(۶)۔ رسول اللہ کی بیویوں سے ان کے بعد کبھی نکاح نہ کرو۔

اول الذکر چار باتوں کے ذکر میں دو دفعہ "النبی" کا لفظ آیا ہے جو قادیانی پاکٹ بک نویس کے اعتراف کے مطابق محمد رسول اللہ ہی کے لئے خاص ہے گویا کم از کم پہلی چار باتیں قادیانیوں کے نزدیک بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیویوں اور آپ پر ایمان لانے والوں ہی کے لئے ہیں اور کسی کے متعلق نہیں ہو سکتیں پس اس پر بھی وہی سوال ہے جو آیت کے اگلے ٹکڑے کے متعلق کیا گیا ہے کہ

"محمد رسول اللہ صلعم بھی فوت ہو گئے اور آپ کی بیویاں اور وہ ایمان لانے والے بھی جن کو لا تدخلوا بیوت النبی الخ کا حکم ہوا تھا پھر یہ آیت اب کن کے لئے ہے کیوں اسکو قرآن میں رکھا جائے؟ اور اگر نکال دیا جائے تو کیا نقص پیدا ہوگا؟ ایسا ہی جو احکام محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کی ازواج کے لئے خاص ہیں، مثلاً ترجی من تشاء منھن وتؤوی الیک من تشاء (الاحزاب ۵۱) اور یایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیٰوۃ الدنیا وزینتھا الخ (الاحزاب ۲۸) ان کے رکھنے کا کیا فائدہ؟

جو جواب قادیانی پاکٹ بک نویس کے پاس اس سوال کا ہے وہی ہماری طرف سے آیت کے اگلے ٹکڑے کے متعلق سمجھ لیا جائے،

(۳)۔ یہ بھی غلط ہے کہ صرف "النبی" اور "الرسول" کے الفاظ ہی محمد رسول اللہ صلعم کے لئے خاص ہیں اور رسول اللہ کے لفظ میں ہر رسول داخل ہو سکتا ہے، اسی سورہ احزاب میں ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ الخ (آیت ۲۱) کیا یہاں بھی "رسول اللہ" کا لفظ نکرہ ہے اور اس میں ہر رسول داخل ہے؟ اگر نہیں اور یہاں رسول اللہ سے محمد رسول اللہ صلعم کے سوائے اور کوئی دوسرا رسول مراد نہیں تو لا تؤذوا رسول اللہ میں بھی محمد رسول اللہ صلعم ہی کا ذکر ہے ان کے سوائے کسی اور رسول کا ذکر نہیں اور نہ ان کے بعد کوئی "رسول اللہ"

(باقی بر صفحہ ۱۱)

تعمیرِ قومی کے اُصول

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۰ر جون ۱۹۵۱ئہ

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

صحابہؓ کا حلم وعفو

حلم وعفو اخلاق فاضلہ کا ایسا اہم شعبہ ہے جس پر سیادت وحکمرانی کا محل استوار رہتا ہے اور حوادث زمانہ اسے ہلا نہیں سکتے صحابہ کرام کی اسی صفت سے عرب کی مشتعل طبیعتیں سبلے قابو ہوئیں عرب اگرچہ جاہل تھے مگر اس صفت ہمہ گیری سے خوب واقف تھے چنانچہ ایک جاہلی شاعر کہتا ہے :-

اذا شئت یومًا ان تسود عشیرۃ
فبالحلم سُد لا بالتسرع والشتم

ترجمہ :- اگر تم کسی قبیلہ کے سردار بننا چاہتے ہو تو حلم وبردباری کے ساتھ سرداری کرو نہ غصہ اور گالی کے ساتھ۔

چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے خالد بن ولید کی معزولی کا اعلان کیا تو ایک شخص نے برسرعام آپکو (حضرت عمرؓ) کو مخاطب کرکے کہا "عمر تم نے انصاف نہیں کیا اور ایک ایسے عامل کو معزول کیا جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا اور ایسی تلوار کو نیام میں کر دیا جس کو آنحضرت صلعم نے (باطل اور مفسدہ پردازوں کے برخلاف) کھینچا تھا ہاں ایک ایسے جھنڈے کو پست کر دیا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا تم نے قطع رحم کیا اور اپنے چچازاد بھائی پر حسد کیا" یہ سن کر جانتے ہو حضرت عمرؓ نے کیا کہا (یہ تقریر صاف صاف بغاوت عام کی دعوت تھی) آپ نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے اس نوجوان کو کہا کہ "تمہیں کمسنی اور قرابت مندی کی بنا پر اپنے چچازاد بھائی کی حمایت میں غصہ آگیا"۔ (اسد الغابہ)

ایک روز مسجد سے واپس لوٹ رہے تھے کہ حضرت عمرؓ کو ایک صحابیہؓ روک کر کھڑی ہوگئی اور آپ کو مخاطب کرکے بولی :- "اے عمر میں نے تمہارا وہ زمانہ دیکھا ہے جب تمہیں لوگ عکاظ میں عمیر کہتے تھے۔ پھر چند دنوں کے بعد ہمارے دیکھتے دیکھتے عمرؓ ہوئے اور اب تو تم امیر المومنین ہو پس رعیت کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے ڈر کر معاملہ کرو اور یقین رکھو جو شخص عذاب الٰہی سے ڈرے گا اس پر بعید قریب ہو جائے گا اور جو موت سے ڈرے گا اسکو ثواب کے فوت ہو جانے کا خوف لگا رہے گا" ایک شخص سن کر بولا "بی بی تم نے امیر المومنین کو بہت کچھ کہہ ڈالا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا "چپ رہو کیا تم نہیں جانتے کہ یہ خولہ بنت حکیم اور عبادہ بن صامت کی بی بی ہیں اللہ تعالےٰ نے سات آسمان کے اوپر سے ان کی بات سن لی تھی پھر عمر کو تو اور سننا چاہیئے" (اصابہ تذکرہ خولہ قرآن مجید کی یہ آیت قد سمع اللہ قول التی تجادلک۔ انہیں کے بارہ میں نازل ہوئی تھی)

حقوق العباد میں مساوات

امیر اپنی قوم میں ہردلعزیز بن نہیں سکتا جب تک قوم کے حقوق میں ہمواری اور مساوات پیدا نہ کرے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اسی اصل کو مدنظر رکھ کر خراج وزکوٰۃ کا مال سب پر برابر تقسیم کر دیتے تھے بعض لوگوں نے یہ دیکھکر کہا "آپ نے تمام لوگوں کو برابر کر دیا حتیٰ کہ غلام وآزاد میں بھی امتیاز نہیں کیا حالانکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے فضائل ایسے نمایاں ہیں کہ وہ امتیازی سلوک کے حقدار ہیں" لیکن آپ نے صاف صاف فرمایا کہ "فضائل کا ثواب اللہ تعالےٰ دے گا یہ معاش کا معاملہ ہے اس میں مساوات ہی بہتر ہے (کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف۔ کمیونزم کے دلدادہ غور کریں)

حضرت عمرؓ نے اگرچہ خاص مصلحت کی بنا پر فضائل کے لحاظ سے وظائف کے مختلف مدارج قائم کئے تاہم ان کے دل میں بھی یہ ناہمواری ہمیشہ کھٹکتی رہی چنانچہ اپنی خلافت کے آخری دور میں خود یہ الفاظ فرمائے :- "میں نے بعض لوگوں کو بعض پر ترجیح دی تھی اس کا مقصد صرف تالیف قلوب تھا لیکن اگر اس سال زندہ رہا تو سب کے حقوق برابر کر دوں گا اور سرخ کو سیاہ پر، عربی کو عجمی پر کوئی ترجیح نہ دوں گا اور وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ نے اختیار کیا" (یہ ہر پیچھے آنے والے خلیفہ کے لئے انتباہ تھا)

رعایا کے حقوق کا قیام اور اعلان

حضرت عمرؓ نے خاص اس موضوع پر خطبہ دیا جس میں مفصل طور پر خلیفہ اور رعایا کے حقوق واختیارات بتائے۔ فرماتے ہیں :-

"صاحبو! کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ معصیت الٰہی میں اس کی اطاعت کی جائے صرف تین طریقے ہیں جن کے اختیار کرنے سے یہ مال نال صالح ہوسکتا ہے (۱) حق کے ساتھ وصول کیا جائے (۲) حق میں صرف کیا جائے اور (۳) ناجائز طریقے سے اسکو خرچ نہ کیا جائے۔ میری اور تمہارے مال کی مثال یتیم کے ولی کی مثال ہے۔ اگر میں متمول ہوں گا تو اس کے لینے سے احتراز کروں گا اور اگر محتاج ہوں گا تو بھلائی کے ساتھ اس کو بقدر ضرورت اپنے اوپر صرف کروں گا۔ میں کسی کو یہ موقعہ نہیں دوں گا کہ وہ کسی پر ظلم کرے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو میں اس کے چہرہ کو اپنے پاؤں سے مسل دوں گا کہ راہ حق پر آجائے۔

"مجھ پر تمہارے چند حقوق ہیں جن کو میں اس لئے بیان کرتا ہوں کہ تم مجھ سے اس کا مطالبہ کرسکو میرا فرض ہے کہ میں خراج اور خمس کا مال جائز طریقہ سے وصول کروں۔ میرا فرض ہے کہ جب وہ مال میرے ہاتھ میں آجائے تو اس کے مصارف صحیحہ میں صرف کروں میرا فرض ہے کہ تمہارے وظائف کو بڑھاؤں اور سرحد کی حفاظت کروں اور میرا فرض ہے کہ تمہیں خطرہ میں نہ ڈالوں"

چونکہ ان احکام کا نفاذ عمال کے ذریعہ سے ہی ہونا تھا انہیں اکٹھا کیا اور اس طرح مخاطب فرمایا :- "اچھی طرح سن لو میں نے تمہیں ظالم اور جابر بنا کر نہیں بھیجا ہے۔ میں نے تمہیں آئمہ ہدیٰ بنا کر بھیجا ہے کہ لوگ تمہارے ذریعہ سے سیدھی راہ پائیں، پس فیاضی کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق ادا کرو۔ نہ ان کو مارو کہ وہ ذلیل ہو جائیں نہ ان کی مدح وستائش کرو کہ وہ تم سے بے باک ہو جائیں اور گستاخی پر اتر آئیں۔ نہ ان کے سامنے اپنے دروازے بند رکھو کہ قوی ضعیف کو نگل جائے۔ اپنے آپ کو ان پر ترجیح دے کر ان پر ظلم نہ کرو۔ ان کے ساتھ جہالت سے نہ پیش آؤ ان کے ذریعہ سے کفار کے ساتھ جہاد کرو لیکن اس معاملہ میں ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ اگر وہ تھک جائیں تو رک جاؤ۔ لوگو تم گواہ رہو کہ میں نے امراء کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔ ان پر مال غنیمت انصاف سے تقسیم کریں ان کے مقدمات منصفانہ طور پر فیصلے کریں اور اگر کوئی مشکل پیش آجائے تو اسے میرے سامنے پیش کریں۔ (کتاب الخراج)

(باقی ———— باقی)

کلام الامام :-

(۱) کسحوا بیوت نفوسھم وتبادروا
لتمتع الایقان والایمان
(۲) جاءوک منھوبین کالعریان
فسترتھم بملاحف الایمان
(مسیح موعودؑ)

ترجمہ (۱) انہوں نے (صحابہ کرام نے) اپنے نفسوں کے گھروں کو خوب صاف کیا اور یقین اور ایمان کی دولت کو لینے آگے بڑھے۔

(۲) وہ تیرے حضور (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) لٹے ہوئے اور ننگے آئے جس پر آپ نے ایمان کی چادریں ان کو پہنائیں :

اخبارِ احمدیہ

—— مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں نماز تراویح میں قرآن کریم کا ختم انتیس رمضان المبارک کو ہوگا

—— یہ خبر نہایت خوشی سے سنی جائے گی کہ محترم جناب مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی سب سے چھوٹی صاحبزادی امۃ الحی نے امسال بی اے کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا ہے (مبارکباد) اس خوشی میں مصری صاحب نے مبلغ پانچ روپیہ انجمن کو برائے اشاعت اسلام مرحمت فرماتے ہیں۔ جزاہ اللہ خیرا۔

—— لکھنؤ سے غلام احمد صاحب چھاک طالبعلم انجینیرنگ کالج اطلاع دیتے ہیں کہ انہوں نے امسال انجینیرنگ میں فرسٹ ایر کا امتحان دیا ہے احباب کرام سے دعائے کامیابی کی استدعا ہے۔

—— مغربی بنگال (ضلع ہوڑہ) سے ہمارے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اہل اللہ ہر وقت فانی فی اللہ نہیں رہتے

عن ابی ھریرۃ رض قال قلنا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالنا اذکنا عندک رقت قلوبنا وزاھدنا فی الدنیا وکانت الاخرۃ کانھا رای عین واذا خرجنا من عندک وآنسنا فی اھلینا وشممنا اولادنا انکرنا انفسنا فقال علیہ السلام لو تکونون علی حالکم عندی لزارتکم الملئکۃ علیہم السلام فی بیوتکم ولصافحتکم فی طرقکم ولو لم تذنبوا لذھب اللہ تعالیٰ بکم ولجاء بخلق جدید یذنبون ویستغفرون فیغفر لھم۔ الترمذی (تلخیص الصحاح کتاب المواعظ)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ ہمیں کیا ہو جاتا ہے؟ کہ جب تک حضور کی خدمت میں رہتے ہیں ہمارے دل گداز رہتے ہیں اور دنیا سے بالکل بے رغبت ہو جاتے ہیں اور آخرت گویا آنکھوں کے سامنے دکھائی دیتی ہے لیکن جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور گھروالوں کی طرف رغبت کرتے ہیں اور اپنی اولاد سے ملتے ہیں تو ہماری حالت پلٹ جاتی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر تم اسی حال پر رہتے جو کہ تمہارا حال میری صحبت میں ہوتا ہے تو فرشتے اللہ کا سلام ہو ان پر تمہارے گھروں میں جاکر تمہاری ملاقات کرتے اور راستوں میں تم سے ہاتھ ملاتے دیعنی تم پھر انسان نہیں بلکہ فرشتے ہو جاتے) اگر تم سعی فی الارض کر کے ٹھوکریں نہ کھاتے تو پھر اللہ تعالےٰ تمہیں اٹھا لیتا اور دوسری خلقت کرتا جو صحیح طور پر انسانیت کے لوازمات سے متصف ہونے اور دنیا کی تگ و دو میں کبھی جادۂ صواب پر چلتے اور کبھی ٹھوکر کھا کر اللہ تعالےٰ کی پناہ ڈھونڈتے اور اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں پھر اپنے دامن عاطفت میں لے لیتا۔

سعدی علیہ الرحمۃ نے اس مضمون پر حضرت یعقوب کی زبانی اس طرح لکھا ہے:۔

(۱) یکے پرسید زاں گم کردہ فرزند ÷ کہ اے روشن گہر پیر خردمند
(۲) زمصرش بوئے پیراہن شمیدی ÷ چرا درچاہ کنعانش ندیدی
(۳) بگفت احوال ما برقِ جہان است ÷ دمے پیدا و دیگر دم نہاں است
(۴) گہے برطارم اعلےٰ نشینیم ÷ گہے برپشتِ پائے خود نہ بینیم
(۵) اگر درویش برحالے بماندے ÷ سردست از دو عالم برفشاندے

ترجمہ:۔ (۱) کسی نے اس کھوئے ہوئے لڑکے والے سے پوچھا کہ اے روشن گہر عقلمند بزرگ (۲) مصر سے اس کی قمیص کی بو تو نے پالی۔ اسے کنعان کے کنوئیں میں کیوں نہ دیکھ لیا (۳) اس نے کہا ہمارا حال کوندنے والی بجلی کی طرح ہے۔ ایک لحظہ چمکتی ہے اور دوسرے لحظہ پوشیدہ ہو جاتی ہے (۴) کبھی ہم بالاخانہ پر بیٹھکر نظارہ عالم کرتے ہیں۔ کبھی ہمیں اپنے پاؤں کے پاس پڑی ہوئی چیز نظر نہیں آتی (۵) اگر صاحب حال درویش ایک ہی حال پر رہتا۔ تو دونوں جہان سے بے پرواہ ہو جاتا۔

بیجا خوشامد کر کے شیطان کے وکیل نہ بنو

عن مطرف بن عبد اللہ عن ابیہ قال انطلقت فی وفد بنی عامر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا انت سیدنا فقال السید اللہ قلنا افضلنا فضلا واعظمنا طولا فقال قولوا قولکم او بعض قولکم ولا یستجرینکم الشیطان۔ ابوداؤد

ارشادات مسیح موعود

۱۶۰۱ء

تفسیر قرآن میں دخل

اس بات کا ذکر آیا کہ آج کل لوگ بغیر سچے علم اور واقفیت کے تفسیریں لکھنے بیٹھ جاتے ہیں اس پر فرمایا:۔ تفسیر قرآن میں دخل دینا بہت نازک امر ہے مبارک اور سچا دخل اس کا ہے جو خدا کے روح القدس سے مدد لے کر دخل دے ورنہ علوم مروجہ کی شیخی پر لکھنا دنیاداروں کی چالاکیاں ہیں۔

بیعت میں صدق و اخلاص

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ اگر آپ کو ہر طرح سے بزرگ مانا جائے اور آپ کے ساتھ صدق اور اخلاص ہو مگر آپ کی بیعت میں انسان شامل نہ ہووے تو اس میں کیا حرج ہے۔ فرمایا۔ بیعت کے معنے ہیں اپنے تئیں بیچ دینا۔ اور یہ ایک کیفیت ہے جس کو قلب محسوس کرتا ہے جبکہ انسان اپنے صدق اور اخلاص میں ترقی کرتا کرتا اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اس میں یہ کیفیت پیدا ہو جاوے تو وہ بیعت کے لئے خود بخود مجبور ہو جاتا ہے۔ اور جب تک یہ کیفیت پیدا نہ ہو جاوے تو انسان سمجھ لے کہ ابھی اس کے صدق و اخلاص میں کمی ہے۔

نماز میں اپنی زبان میں دُعا

سوال ہوا کہ آیا نماز میں اپنی زبان میں دعائیں مانگنا جائز ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا:۔ کہ سب زبانیں خدا نے بنائی ہیں۔ چاہیئے کہ اپنی زبان میں جس کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے نماز کے اندر دعائیں مانگے۔ کیونکہ اس کا اثر دل پر پڑتا ہے۔ تاکہ عاجزی اور خشوع پیدا ہو کلام الٰہی کو ضرور عربی میں پڑھو اور اس کے معنی یاد رکھو اور دعا بے شک اپنی زبان میں مانگو جو لوگ نماز کو جلدی جلدی پڑھتے ہیں اور پیچھے لمبی دعائیں کرتے ہیں۔ وہ حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ دعا کا وقت نماز ہے۔ نماز میں بہت دعائیں مانگو۔

حاکم ظالم ہو تو ....

۱۸ مئی ۱۹۰۱ء۔ فرمایا۔ اگر حاکم ظالم ہو تو اس کو بُرا نہ کہتے پھرو۔ بلکہ اپنی حالت میں اصلاح کرو۔ خدا اس کو بدل دے گا یا اسی کو نیک کر دے گا۔ جو تکلیف آتی ہے وہ اپنی ہی بدعملیوں کے سبب آتی ہے۔ ورنہ مومن کے ساتھ خدا کا سایہ ہوتا ہے۔ مومن کے لئے خدا تعالےٰ آپ سامان مہیا کر دیتا ہے۔ میری نصیحت یہی ہے کہ ہر طرح سے تم نیکی کا نمونہ بنو۔ خدا کے حقوق بھی تلف نہ کرو۔ اور بندوں کے حقوق بھی تلف نہ کرو۔

تلخیص الصحاح باب المدح

ترجمہ:۔ مطرف بن عبداللہ اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ کہ بنی عامر کے وفد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے کہا آپ ہمارے سردار ہیں حضورؐ نے فرمایا سردار اللہ تبارک و تعالےٰ ہے۔ ہم نے کہا آپ فضل (بزرگی) میں ہم سے افضل ہیں اور حضور کی طبیعت میں بخشش بھی ہم سے زیادہ ہے فرمایا خیر ایسا کہہ لو اور اسی کی مانند مگر شیطان کے وکیل نہ بنو۔

کلام الامام

(۱) ھو خیر کل مقرب متقدم ÷ والفضل بالخیرات لا بزمان
(۲) ونبینا حی فانی شاھد ÷ وقد اقتطفت قطائف اللقیان
(۳) انی لقد احییت من احیائہ ÷ واھا لاعجاز فما احیانی

(مسیح موعود)

ترجمہ:۔ (۱) آپ ہر آگے بڑھنے والے مقرب سے افضل ہیں۔ اور فضیلت کا مدار خوبیوں پر ہے نہ کہ زمانہ پر۔ (۲) اور ہمارے نبیؐ زندہ ہیں اور میں گواہ ہوں۔ اور میں آپ کی ملاقات کے ثمرات سے بہرہ مند ہوا ہوں (۳) میں آپ کے زندہ کرنے سے زندہ کیا گیا ہوں۔ سبحان اللہ کیا ہی اعجاز ہے اور میں بھی خوب زندہ ہوا ہوں۔

سندھ پر عربوں کا حملہ
اور
اسلامی حسنِ سلوک کے چند درخشاں مناظر

بسلسلہ اشاعت مورخہ جون سنہ ۱۹۵۱ء

(ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی)

محمد بن قاسم کی معزولی کی داستان

محمد بن قاسم کی معزولی کے متعلق ہندو اور انگریز مورخوں نے ایسی فرضی داستان مشہور کر رکھی ہے کہ آج حقیقت آنکھوں سے بالکل اوجھل ہو گئی ہے۔ جدھر دیکھئے یہی کہا جاتا ہے۔ کہ راجہ داہر کی دو بیٹیاں تھیں جنہیں راجہ داہر کے قتل کے بعد محمد بن قاسم نے مال غنیمت کے ساتھ خلیفہ کی خدمت میں دمشق بھیجا تھا۔ جب خلیفہ نے ان لڑکیوں کو حرم میں داخل کرنے کا حکم دیا۔ تو انہوں نے دست بستہ عرض کیا۔ کہ وہ حرم شاہی کے قابل نہیں رہیں۔ کیونکہ محمد بن قاسم نے ان کو دمشق بھیجنے سے پہلے ان کی بے حرمتی کر دی تھی۔ یہ سُن کر خلیفہ کی آنکھوں سے شعلے برسنے لگے اور اس نے غیظ و غضب کی حالت میں حکم دیا کہ محمد بن قاسم کو معزول کر کے اور گائے کی کھال میں بند کر کے دارالخلافہ کی جانب روانہ کر دیا جائے۔ محمد بن قاسم نے قطعاً مزاحمت نہ کی اور بغیر چون و چرا کے اس حکم کی تعمیل میں سر جھکا دیا۔ چنانچہ جب وہ گائے کی کھال میں بند ہو کر دمشق پہنچا تو راستے ہی میں اس کی جان نکل گئی تھی کھال کے ٹانکے توڑ کر جب اس کی لاش نکالی گئی تو راجہ داہر کی دونوں بیٹیوں نے اطمینان کا سانس لیا اور خوش ہو کر کہا کہ انہوں نے محض اپنے مقتول باپ کا بدلہ لینے کے لئے محمد بن قاسم پر بہتان باندھا تھا۔ ورنہ ان کی عصمت و عفت اب تک بالکل محفوظ تھی۔ خلیفہ نے جب یہ سُنا تو اس کے انتقام کی آگ اور زیادہ بھڑک اُٹھی اور اس نے دونوں لڑکیوں کو بے دردی سے قتل کرا دیا۔

یہ داستان اسکولوں اور کالجوں کی درسی کتابوں میں درج ہے جو کم و بیش ایک سو سال سے ہمارے بچوں اور نونہالوں کو پڑھائی جا رہی ہے۔ آج ہر پڑھا لکھا آدمی اس داستان پر یقین رکھتا۔ اور اسی کو سچ خیال کرتا ہے آئیے اب حقیقت پر سے پردہ اٹھا کر اصلی واقعہ بیان کیا جائے۔ . . . .

. . . .

دو ولی عہد نامزد کرنے کا طریق

بنی اُمیہ کے زوال کے جملہ اسباب میں ایک بڑا سبب ولیعہد نامزد کرنے کا طریقہ بھی تھا۔ ہر خلیفہ اپنی زندگی میں ایک کی بجائے دو کو یکے بعد دیگرے ولی عہد مقرر کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ پہلا شخص جب خلیفہ ہو جاتا تو اس فکر میں پڑ جاتا تھا کہ دوسرے کو معزول کر کے اس کے بجائے اپنے بیٹے یا کسی عزیز خاص کو ولی عہد مقرر کرے۔ اس کی وجہ سے خود خاندان بنی اُمیہ میں باہم عداوت اور رنجش پیدا ہوتی گئی۔

سب سے پہلے مروان اول نے دو ولیعہد مقرر کئے۔ عبدالملک پھر عبدالعزیز۔ جب عبدالملک تخت خلافت پر آیا۔ تو اس نے چاہا کہ عبدالعزیز کو ولیعہدی سے نکال کر اس کے بجائے اپنے بیٹے ولید کو مقرر کرے وہ اس منصوبے کو پورا کرنے کی تدبیر ہی میں تھا کہ اس درمیان میں عبدالعزیز انتقال کر گیا۔

دو ولی عہدوں کے تقرر کی خرابی دیکھ کر عبدالملک نے عبرت حاصل نہ کی اور خود بھی ولید اور اس کے بعد سلیمان کو ولیعہد بنا گیا۔ ولید نے خلیفہ ہو جانے کے بعد سلیمان کی بجائے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کی خواہش کی۔ لیکن اس کی موت نے عجلت کی اور سلیمان خلیفہ ہو گیا۔ اس نے بھی عبرت حاصل نہ کی اور اپنے بعد عمر بن عبدالعزیز اور یزید بن عبدالملک دو شخصوں کو ولیعہد کر گیا۔

عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو وہ نہ صرف یزید بلکہ خود بنی اُمیہ کے ہاتھ سے خلافت کو نکال دینا چاہتے تھے اور کچھ عجب نہیں کہ بعض مورخوں کا یہ بیان صحیح ہو کہ اسی خوف سے عجلت کر کے بنی امیہ نے ان کو کھانے میں زہر دے دیا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔

یزید نے اسی غلطی کا اعادہ کیا یعنی اپنے بعد ہشام اور پھر اپنے بیٹے ولید کے لئے وصیت کی۔ ہشام نے ولید کی بجائے اپنے بیٹے کو مقرر کرنا چاہا۔ اس سے دونوں میں کشیدگی ہو گئی چنانچہ ولید کے مزاج میں غصہ پیدا ہو گیا۔ اور جب وہ خلیفہ ہوا تو اس کے بُرے نتائج نکلے۔

اس طرز عمل کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد کامیاب خلیفہ ان تمام امرائے دولت و ارکان سلطنت کو قتل کروا دیتا تھا۔ جنہوں نے اس کے پیشرو خلیفہ سے مل کر اس کو ولیعہدی سے معزول کرنے کی کوشش کی تھی۔ ولید بن عبد الملک حجاج کا بہت بڑا مربی اور سرپرست تھا۔ ولید ہی کے زیر سایہ حجاج مطلق العنانی کے ساتھ کے ساتھ عراق پر حکمرانی کرتا رہا تھا۔ جب ولید نے سلیمان کو ولیعہدی سے ہٹانے کی کوشش شروع کی تو اس کام میں اس کا سب سے بڑا معین و مددگار حجاج ہی تھا۔ اور حجاج کی وجہ سے اس کے گروہ کے تمام سرداروں میں محمد بن قاسم بھی شامل تھا۔ ولید کے حامی تھے۔ ادھر مغرب میں موسیٰ بن نصیر جس نے سپین فتح کر کے یورپ میں اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا تھا۔ ولید کا طرفدار تھا۔ مشرق کا مشہور قتیبہ بن مسلم بھی جو چین کی طرف فتوحات حاصل کرنے میں مصروف تھا ولید کا حامی تھا ولید ان تمام اعیان سلطنت کی امداد و اعانت کے بھروسے پر سلیمان کو ولیعہدی سے معزول کرنے اور اپنے بیٹے کو یہ منصب عطا کرنے کی سعی و کوشش میں منہمک تھا کہ اسے دفعتہً پیغام اجل آ گیا۔ اور سلیمان خلیفہ بن گیا۔

محمد بن قاسم سے انتقام

تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد سلیمان نے پہلا کام یہ کیا کہ ولید کے منظور نظر سرداروں کو برطرف کر کے بعض کو قید و بند میں ڈال دیا اور بعض کو قتل کرا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ سردار ولید کے ایماء پر اس کو ولی عہد کے منصب سے معزول کرنے کے خواہاں تھے۔ اب اس نے ان میں سے ایک ایک آدمی سے انتقام لیا۔ اتفاق سے سلیمان کے خلیفہ بننے سے چند مہینے پہلے حجاج کا انتقال ہو گیا تھا البتہ محمد بن قاسم سندھ میں مملکت اسلامی کی حدود کو وسیع کرنے میں مصروف تھا۔ سلیمان نے سپہ سالار چین قتیبہ بن مسلم کو قتل کرایا۔ فاتح یورپ موسیٰ بن نصیر کو معزول کر کے اس سے ناقابل برداشت جرمانہ وصول کیا اور اس کے بیٹے عبدالعزیز والی قرطبہ کا سر کٹوا کر وہاں سے دمشق منگوایا اور اس کے باپ کے سامنے طشت میں رکھ کر پیش کیا۔ حجاج کے تمام سرداروں کو برخاست کیا گیا۔ صالح بن عبدالرحمٰن جو حجاج اور اس کے خاندان کا جانی دشمن تھا۔ عراق کا صوبیدار مقرر ہوا۔ محمد بن قاسم بھی خلیفہ کے حکم سے معزول ہو کر واپس عراق آیا۔ جہاں صالح بن عبدالرحمٰن نے اسے واسط کے جیل خانے میں قید کر کے قتل کرا دیا واقعات کے اس سلسلے میں کہیں راجہ داہر کی دو بیٹیوں کا ذکر نہیں آتا۔ تعجب ہے کہ افترا پردازوں اور بہتان تراشوں کے زرخیز دماغ نے یہ داستان کب اور کیونکر گھڑی۔

محمد بن قاسم کی مقبولیت

محمد بن قاسم ہندوستان میں ساڑھے تین سال رہا اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی عمر صرف سترہ برس تھی۔ تو ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی کہ اس چھوٹی سی عمر اور اتنی قلیل مہلت میں اس نے کیونکر سارے سندھ کو فتح کیا۔ اور پھر ملک کا اتنا اچھا انتظام کیا۔ محمد بن قاسم کی محبوبیت اور مقبولیت کا اندازہ کرنے کے لئے یہ واقعہ کافی ہے کہ جب وہ سندھ سے رخصت ہوا تو یہاں کے باشندے زار و قطار روتے تھے۔ اور شہر کیرج کے ہندوؤں نے اپنے ہاں اس کا بُت بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی تھی۔

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے حکم دے دیا تھا کہ وہ عراقی اور شامی جو محمد بن قاسم کے ہمراہ سندھ گئے تھے۔ واپس عراق یا شام نہیں آ سکتے اور اگر ان میں سے کسی نے واپس وطن آنے کی کوشش کی تو اسے بلا تامل قتل کر دیا جائے گا۔ خلیفہ جانتا تھا کہ محمد بن قاسم اپنی فوج میں بے حد مقبول تھا اس لئے اسے اندیشہ تھا کہ مبادا یہ فوجی واپس آ کر کوئی شورش بپا کریں۔ چنانچہ ان شامی اور عراقی عربوں نے مستقل طور پر سندھ ہی میں سکونت اختیار کر لی۔

نظام حکومت میں ابتری

چونکہ محمد بن قاسم کو بہت جلدی اور بے سروسامانی کے عالم میں دمشق جانا پڑا تھا۔ اس لئے وہ اپنی بیوی اور ایک چھوٹے بچے کو جس کی عمر صرف دو سال تھی سندھ ہی میں چھوڑ گیا تھا ——— محمد بن قاسم کے جانے کے بعد عارضی طور پر یزید بن ابی کبشہ سندھ کا صوبیدار مقرر ہوا تھا لیکن ایک مہینے کے اندر ہی اس کا انتقال ہو گیا۔ اس خبر کے دارالخلافہ تک پہنچنے اور وہاں سے نئے عامل کے تقرر میں کافی دیر ہوئی۔ ادھر شامی عراقی سپاہیوں کے بے حوصلہ بد دل ہو جانے اور امور سلطنت سے کنارہ کش اختیار کر لینے سے نظام حکومت میں ابتری کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ اس لئے سندھ میں نئی نئی بغاوتیں پھوٹ پڑیں۔ سب سے پہلے راجہ داہر کے بیٹے گیشب نے سر اُٹھایا۔ وہ ایک لشکر جمع کر کے برہمن آباد پر حملہ آور ہوا اور شہر پر قابض ہو گیا۔

..یزید بن لبشہ کی وفات کے بعد عامر بن عبداللہ سندھ کا صوبیدار مقرر ہوا اس نے یہاں پہنچ کر ابتری و بدانتظامی کو رفع کرنے اور نظام حکومت کو بحال کرنے کی کوشش کی لیکن کیشپ بدستور برہمن آباد پر قابض متصرف رہا۔ عامر برہمن آباد پر حملہ کی تیاریاں کر رہا تھا کہ یکایک اس کا انتقال ہو گیا۔ عامر کے بعد حبیب بن مہلب سندھ کی صوبیداری پر فائز ہوا۔ لیکن اسے یہاں پہنچے ابھی مشکل ہفتہ بھر ہوا تھا کہ اسکو واپس دمشق جانا پڑ گیا۔ محمد بن قاسم کو یہاں سے رخصت ہوئے دو برس کی مدت گذر چکی تھی اور اس مدت میں صوبیداروں کے بار بار آنے اور جلد واپس چلے جانے کی وجہ سے سندھ کا نظام حکومت بالکل ابتر ہو گیا تھا۔ کیشپ کی دیکھا دیکھی اور ہندو راجے بھی خود مختار ہو گئے۔

عمر بن عبدالعزیز کا پیغام

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ کسی نومسلم نے اسلام ترک نہیں کیا۔ اور ملک کے اس اندرونی خلفشار کے باوجود نومسلم اپنے دین پر قائم رہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کا اخلاقی اثر ان میں بخوبی سرایت کر گیا تھا۔ اس دوران میں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کی جگہ حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ مقرر ہوئے۔ حضرت نے بار خلافت سنبھالتے ہی عمر بن مسلم باہلی کو سندھ کا عامل مقرر کیا۔ اور اس کے ہاتھ ان ہندو راجاؤں کو جو باغی ہو کر خود مختار ہو گئے تھے اس مضمون کے خطوط روانہ کئے کہ:-

"تم کو چاہیئے کہ اسلام قبول کرو۔ اور بت پرستی کی تاریکی سے نکل آؤ۔ اگر تم دین اسلام قبول کر لو گے تو ہم تم کو تمہاری ریاستوں پر بدستور حکمران رہنے دیں گے اور تمہاری خطاؤں سے بھی درگذر کریں گے، اور تمہارے ساتھ برابری اور مساوات کا سلوک کر کے تم کو اپنا بھائی سمجھیں گے"

سندھیوں کا قبول اسلام

ان خطوط کا نہایت خوشگوار اثر ہوا سب سے پہلے راجہ داہر کا بیٹا کیشپ جو برہمن آباد پر قابض تھا مسلمان ہوا اس کے بعد ان تمام راجاؤں نے جو اس کے رشتہ دار تھے، مذہب اسلام قبول کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی پاک زندگی اور ان کی تحریک کا اثر تمام سندھ پر پڑا۔ اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس مبارک عہد میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں سندھی بطیب خاطر اور رضا و رغبت حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ سندھ ایک حصہ ایسا تھا جو براہ راست خلیفہ کے مقرر کردہ صوبیدار کی تحویل میں تھا اور وہی اس کا حکمران تھا دوسرا حصہ وہ تھا جہاں نومسلم راجاؤں کی حکومت تھی۔ یہ راجے خلیفۂ دمشق کی بالادستی و سیادت کو قبول کرتے اور اسی کے فرمان کے ماتحت اپنے اپنے علاقہ میں حکومت کرتے تھے۔ ان نومسلم راجاؤں میں سے سب سے ذی اثر داہر کا بیٹا کیشپ تھا جو برہمن آباد پر حکمران تھا۔

جنید کا طریق حکومت

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ یزید نے جنید بن عبدالرحمٰن کو سندھ کا صوبیدار مقرر کیا۔ یہ شخص بڑا بہادر اور اولوالعزم تھا لیکن ساتھ ہی سخت جابر اور سنگ دل بھی تھا۔ چونکہ گذشتہ کئی سال کی افراتفری سے سندھ میں بہت سے فتنے پیدا ہو گئے تھے۔ اس لئے نئے صوبیدار نے اپنے رویے اور طرز حکومت میں سختی برتنا شروع کی تاکہ ملک کے ہر حصے میں اقتدار قائم رہے اور ماتحت راجاؤں کو سر اٹھانے کی دوبارہ ہمت نہ ہو۔ سندھ کے جنوب کی جانب اب تک کسی نے توجہ نہیں کی تھی۔ جنید نے ادھر بھی اپنے لشکر کی باگ موڑ دی۔ اس کے علاوہ اس نے گجرات کے حکمران کو بھی اطاعت قبول کرنے اور خراج ادا کرنے پر مجبور کیا۔ ادھر اجین کے راجہ کو بھی اس نے اپنا باجگذار بنا لیا۔ جنید بڑا زبردست منتظم اور جابر حکمران تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کا یہ طرز عمل سندھ کے لئے کہاں تک موزوں اور کس حد تک قابل اعتراض تھا۔ تاہم اس کی بڑھتی ہوئی فتوحات نے ان نومسلم راجاؤں میں تردد کی ایک لہر پیدا کر دی جو اپنی اپنی ریاستوں میں برسر حکومت تھے اور اپنے آپ کو براہ راست حکومت دمشق کا عقیدت کیش تصور کرتے تھے۔

کیشپ کا خاتمہ

حکومت سندھ اور برہمن آباد کے درمیان دریائے سندھ بہتا ہے۔ جنید نے دریا کو عبور کرنا چاہا۔ ادھر کیشپ کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ شاید جنید اس کی ریاست کو بھی اپنے ساتھ ملحق کرنا چاہتا ہے۔ اس غلط فہمی کی بنا پر دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا اپنا مدعا و مقصود نہ سمجھ سکا۔ کیشپ نے مزاحمت کی کہ جنید دریا عبور نہ کرنے پائے۔ جنید نے دریا عبور کرنے پر اصرار کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کے لشکر آمنے سامنے صف آرا ہو گئے۔ اور جنگ شروع ہو گئی۔ پہلے کشتیوں کے ذریعے سے دریا میں اور پھر دست بدست خشکی پر لڑائی ہوتی رہی۔ جس میں کیشپ مارا گیا کیشپ کے بعد اس کے بھائی نے مقابلہ کیا۔ لیکن وہ بھی قتل ہو گیا۔

نومسلم سندھیوں کی بغاوت

اس دوران میں خلیفہ یزید بن عبدالملک فوت ہوا۔ اور اس کی جگہ ہشام بن عبدالملک تخت خلافت پر بیٹھا۔ ہشام نے سندھ کے واقعات سے متاثر ہو کر جنید کو معزول کر کے اس کی جگہ تمیم بن زیاد کو عامل مقرر کیا۔ یہ بہت رحمدل اور نرم مزاج شخص تھا۔ لیکن اس کو ابھی سندھ میں وارد ہوئے زیادہ مدت نہیں گذری تھی۔ کہ پیغام اجل آ گیا۔ اس کی ناگہانی وفات کے باعث دمشق سے کوئی نیا صوبیدار جلد نہ آسکا۔ ادھر کیشپ اور اس کے بھائی مارے جانے سے سندھ کے نومسلم سخت غمگین اور پریشان ہوئے تھے چنانچہ تمیم بن زیاد کی موت سے فائدہ اٹھا کر سندھیوں نے بغاوت کر دی اس بغاوت میں نومسلم اور برہمن دونوں شریک تھے بلکہ بعض بڑے بڑے نومسلم مرتد ہو گئے تھے۔ باغیوں نے ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کو پیغام بھیجا۔ کہ سندھ کی حالت بہت خراب ہے جلد آ کر قبضہ کر لو۔

یہ بغاوت جاری تھی کہ سندھ کا نیا صوبیدار حکم بن عوانہ کلبی آیا۔ حکم نے آکر دیکھا کہ تمام سندھ میں شورش کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے اور نومسلموں میں ارتداد کا فتنہ بھی سر اٹھا رہا ہے۔

عربوں کی حفاظت

سب سے زیادہ خطرہ ان قلیل التعداد عراقی و شامی عربوں کو تھا جو ابتداء میں محمد بن قاسم کے ساتھ یہاں آئے تھے اور واپس وطن نہ جاسکنے کے باعث سندھ ہی میں آباد ہو کر کاشتکاری کے پیشے میں مشغول ہو گئے تھے۔ یہ لوگ تھوڑی تھوڑی تعداد میں مختلف شہروں اور قصبوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ صوبیدار حکم نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ ان عربوں کو مختلف و متفرق مقامات سے نکال کر ایک جگہ جمع کر دیا۔ تاکہ ان کی جمعیت پراگندہ و منتشر نہ ہونے پائے اور وہ اکٹھے رہ کر اپنی جان و آبرو کو محفوظ رکھ سکیں۔ اس جدید بستی کا نام جس میں یہ عرب آباد کئے گئے تھے محفوظ رکھا گیا اور حکم نے آئندہ محفوظ ہی کو سندھ کا دارالحکومت قرار دیا۔

محمد بن قاسم کا بیٹا

محمد بن قاسم کا بیٹا جس کا نام محمد بن عمر تھا اور جس کی عمر باپ سے جدا ہوتے وقت دو سال تھی اب اٹھارہ انیس برس کا نوجوان تھا۔ حکم نے اس نوجوان کو سندھ کی اسلامی فوجوں کا سپہ سالار بنا دیا۔ اسے یقین تھا کہ یہ لڑکا بھی اپنے نامور باپ کی طرح شہرت و عزت حاصل کرے گا عمر بن محمد نے جا بجا باغیوں اور شورش پسندوں کی سرکوبی کی اور ایک نہایت قلیل مدت میں سندھ کے اندر امن وامان قائم کر دیا۔ اس کے بعد عمر بن محمد نے دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر محفوظ کے بالمقابل ایک دوسرا شہر آباد کیا جس کا نام منصورہ رکھا۔

خلافت عباسی کی حکمرانی

دس برس کی حکومت کے بعد حکم بن عوانہ کلبی کا انتقال ہو گیا اور عمر بن محمد بن قاسم کو خلیفہ نے سندھ کا مستقل صوبیدار مقرر کر دیا۔ عمر نے محفوظ کی بجائے منصورہ کو اپنا دارالسلطنت بنایا جس کے باعث محفوظ کی تمام رونق منصورہ میں منتقل ہو گئی۔ چھ برس کے بعد عمر بن محمد بھی فوت ہو گیا اور اس کی جگہ منصور بن جمہور سندھ کا صوبیدار بن کر آیا۔ منصور کو اس منصب پر فائز ہوئے چھ سال گزرے تھے کہ بنی امیہ کی حکومت کا تختہ الٹ گیا۔ اور ان کی جگہ عباسی خلافت قائم ہو گئی۔ چونکہ عباسی بنی امیہ کے سخت دشمن تھے اس لئے منصور بن جمہور نے جو اموی خلیفہ کا مقرر کیا ہوا صوبیدار تھا عباسی خلیفہ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور سندھ میں اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ سندھ میں جس قدر عرب آباد تھے ان کی بیشتر تعداد شام کے باشندوں کی تھی۔ اور اہل شام بنی امیہ کے طرفدار تھے اس لئے سندھ کے تمام شامی منصور کے حامی و مددگار ثابت ہوئے۔ ابومسلم خراسانی عباسیوں کا ایک نہایت معتمد اور کارآمد شخص تھا جس کی کوششوں سے بنوعباس کو تخت خلافت حاصل ہوا۔ یہ ایران و عراق کا والی تھا۔ اس نے منصور بن جمہور کو سندھ کی صوبیداری سے معزول کر کے اس کی جگہ ایک شخص عبدالرحمٰن کو نامزد کیا۔ عبدالرحمٰن جس وقت سندھ میں داخل ہوا تو منصور بن جمہور نے باقاعدہ مقابلہ کیا۔ اور عبدالرحمٰن شکست کھا کر مارا گیا۔ اس حادثے کے بعد ابومسلم نے ایک شخص موسیٰ بن کعب کو لشکر جرار دے کر روانہ کیا۔ منصور نے اس مرتبہ پھر آگے بڑھ کر میدان کارزار گرم کیا لیکن وہ اور اس کا بھائی منظور دونوں مارے گئے اور سندھ خلافت عباسی کا ایک صوبہ بن گیا۔

علویوں کی بغاوت

موسیٰ بن کعب نے منصب حکومت پر فائز ہو کر سندھ کا بہت اچھا انتظام کیا۔ منصورہ کو بدستور دارالحکومت بنائے رکھا اور اس کی آبادی میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔ سات سال کی حکمرانی کے بعد موسیٰ کا انتقال ہوا۔ لیکن اس سے پہلے عباسی خلیفہ عبداللہ سفاح بھی فوت ہو چکا تھا۔ نیا خلیفہ منصور عباسی تخت نشین ہوا تو اس نے موسیٰ بن کعب کے بیٹے عیینہ بن موسیٰ کو سندھ کا صوبیدار مقرر کیا۔ لیکن عیینہ بہت جلد اپنی

مکتوبات

ختم نبوّت کی بحث

علی پور - ۵۱-۶-۲۴

مخترمی مولانا دوست محمدؐ صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ - بعد نیاز وسلام کے عرض ہے کہ آپ کے قیمتی مضامین "کیا خاتم النبیینؐ کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟" کے عنوان سے شائع شدہ اس قابل ہیں کہ ٹریکٹ کی صورت میں بکثرت شائع فرمائے جاویں - خداوند کریم آپ کو اس کا بہت بہت اجر دے - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - -

۲- آپ سے التماس ہے - کہ آپ اس طرح سلسلہ مضامین کو جاری رکھیں جو قادیانی حضرات کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کی اصلاح کریں اور عنداللہ ماجور ہوں - آپ کی توجہ ہفتہ وار قادیانی پرچہ الحکم کی طرف جو جدید طور پر شائع ہوا ہے مبذول کرکے - - - - - عرض کرتا ہوں - کہ خالد عرفانی صاحب ایڈیٹر کی طرف سے جو مضمون "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آخری باتیں" شائع ہوا ہے باقی حصہ تو واقعی قابل قدر ہے مگر جو حضرت مسیح موعود کا آخری مکتوب مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی شائع ہوا ہے جس سے یہ غلط فہمی پھیلائی گئی ہے کہ حضرت مسیح موعود نے دعوے نبوت کے انکار کی بجز کی تردید کی ہے - - - - - - - -

- - - - مہربانی فرماکر آپ پیغام صلح کی قریب کی اشاعت میں جو بدھ وار یا منگلوار پرچہ شائع ہو - آپ اس پر تنقیدی مضمون شائع فرمائیں تاکہ قارئین کو جو غلط فہمی کا احتمال نظر آتا ہے دُور ہو جائے -

نیازمند محمد اقبال خاں چغتائی علی پور

پیغام صلح اخبار عام کا جو خط "الحکم" میں نقل کیا گیا ہے اس میں صرف اس بات کی تردید ہے کہ حضرت مسیح موعود نے نبوت سے قطعی انکار کیا ہے، حالانکہ لغوی معنوں میں آپ نبی کا لفظ ہمیشہ اپنے متعلق استعمال کرتے رہے ہیں اصطلاحی معنوں میں آپ نے نبوت سے ہمیشہ انکار کیا ہے اور لغوی معنوں میں ہمیشہ اقرار کیا ہے، اخبار عام نے چونکہ قطعی انکار کا اعلان کیا تھا، اس لئے آپ نے اس کی تردید فرمائی اس بارہ میں مفصل بحث آپ النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۲۲۲ تا ۲۲۶ میں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت نبی کریم صلعم کے میلاد اور وصال کی تاریخیں

جناب اخی المکرم والمحترم -

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ -

میں آپ حضرات کی توجہ ایک مزدوری ریسرچ کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں - کہ آیا حضرت رسول کریمؐ کا یوم ولادت اور یوم وصال مندرجہ ذیل تاریخوں کے مطابق ہے یا نہیں:

(۱) یوم ولادت - سوموار - نو (۹) ربیع الاول - بیسوں (۲۰) اپریل ۵۷۱ء

(۲) یوم وصال - سوموار - پہلی ربیع الاوّل

ثبوت دربارہ یوم ولادت

مؤرخین میں سے طبری - ابن خلدون - ابن ہشام - کامل وغیرہم بارہ (۱۲) ربیع الاوّل تاریخ بتلاتے ہیں - لیکن ابوالفدا اسی مہینے کی دسویں تاریخ لکھتے ہیں - حالانکہ تمام مورخین اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ماہ ربیع الاوّل میں بروز سوموار حضرت محمدؐ کی ولادت ہوئی تھی موجودہ زمانے کے مسلمان مورخین نے نہایت احتیاط سے حساب کرکے ثابت کیا ہے کہ بارہویں یا دسویں تاریخ کو سوموار تھی ہی نہیں - (ملاحظہ ہو تاریخ دول العرب والاسلام - محمد طلعت بک حرب) بغیر ۹ر تاریخ ربیع الاوّل کے سوموار واقع نہیں ہوسکتی مصر کے مشہور نجومی عالم محمود پاشا فاروقی نے ایک متفرق کتاب لکھ کر اس بات کو ثابت کیا ہے - ان کے دلائل میں سے مختصر طور پر چند دلائل مندرجہ ذیل ہے:-

(۱) بخاری مسلم وغیرہم کتب احادیث میں مذکور ہے کہ حضورؐ کے فرزند ابراہیم کی وفات کے دن کسوف واقع ہوا تھا -

(۲) ہجری آٹھویں سال ماہ ذی الحج ابراہیم کی پیدائش ہوئی تھی - سترہ یا اٹھارہ مہینے کی عمر میں ہجری دسویں سال میں ان کی وفات ہوئی (اصابہ وبخاری)

(۳) حساب کرکے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ مذکورہ بالا کسوف ۶۳۲ء ۷ر جنوری کو . . . . . . آٹھ بجکر دس منٹ پر ہوا تھا -

(۴) اس تاریخ کو لے کر حساب کرنے سے معلوم ہوگا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے سال میں ۱۲ اپریل کو ماہ ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ شروع ہوئی تھی -

(۵) البتہ روز پیدائش کی تاریخ معین کرنے میں اختلاف ہے لیکن ربیع الاوّل مہینہ کی ۸ سے ۱۲ تک میں یہ اختلاف منحصر ہے اور روز سوموار میں کسی کو اختلاف نہیں (مسلم)

(۶) ۸ر سے ۱۲ر ربیع الاول کے درمیان میں ۹ر تاریخ کے سوائے سوموار نہیں آتا -

لہذا یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ۹ر ربیع الاول ۲۰ر اپریل کو سوموار کے دن حضورؐ کی پیدائش ہوئی -

ثبوت دربارہ یوم وصال

اب رہا ثبوت دربارہ یوم وصال:-

(۱) بروز سوموار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی اس بارہ میں سب متفق ہیں - احادیث صحیحہ میں اس کا کافی ثبوت ہے - (بخاری - وفات - مسلم - صلوٰۃ)

(۲) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز جمعہ عرفات میں قیام فرمانے کا بہت سی احادیث صحیحہ سے ثبوت مل رہا ہے

(۳) عرفات میں قیام مہینہ کی ۹ر تاریخ میں ہونا یقینی ہے - اور ۹ر تاریخ بروز جمعہ ہونے سے پہلی تاریخ بروز جمعرات ہونا بھی یقینی ہے - اس ترتیب سے سوموار کو ۱۲ر ربیع الاول کسی طرح بھی ہو ہی نہیں سکتا - اس لئے یہ یقینی امر ہے کہ ۱۲ر تاریخ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہیں ہوا -

حافظ ابن حجر عسقلانی بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں کہ راوی - - - اور کاتبوں کی غلطی کا سبب یہ تھا کہ شروع میں یہ لکھا گیا ثانی شہر ربیع الاول - اس جملہ میں لفظ شہر تغیر پاکر لفظ عشر ہو گیا اور یونہی اندھا دھند یہ غلطی چلتی گئی -

(فتح الباری ۹۱-۸)

لیکن دوسری تاریخ کو بھی اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم انتقال متعین کرنا چاہیں تو یکے بعد دیگرے تین مہینے انتیس دن کے ماننے پڑیں گے ورنہ دوسری تاریخ کو سوموار کسی طرح نہیں ہوسکتا - یکے بعد دیگرے تین مہینے انتیس دن کے کبھی نہیں ہوتے اس واسطے دوسری کی بجائے بعض محدثین نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم انتقال کی حقیقی تاریخ یکم ربیع الاوّل قرار دی ہے -

مشہور سوانح نویس امام موسےٰ ابن عقبیٰ اور امام لیث مصری نے پہلی تاریخ کی روایت بیان کی ہے اور امام سوہیری نے اسی روایت کو زیادہ مناسب قرار دیا ہے -

(سیرت ۲-۱۰۷۱ - ابن کثیر ۱۸۴-۲)

اب پہلی اور دوسری تاریخ کی روایات کے بارے میں جستجو کرنے سے یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ:-

(ا) پہلی تاریخ کی روایات کے مقابلہ میں دوسری تاریخ کی مؤید روایات نہایت ہی ضعیف اور ناقابل قبول ہیں -

(ب) مغرب سے تھوڑا پہلے حضور کا انتقال ہوا تھا اور یہ خبر عام طور پر شائع ہوتے ہوتے آفتاب غروب ہو گیا اور غروب آفتاب کے ساتھ ہی دوسری تاریخ شروع ہو گئی - اس واسطے بعض راوی دوسری تاریخ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی خبر دیتے ہیں -

اس تشریح سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پہلی ربیع الاول بروز سوموار حضرت نبی کریم صلعم نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی -

تحقیقات کی ایک بنیاد رکھنے کے لئے چند سطور اس احقر نے درج کر دی ہیں - امید ہے کہ ہماری جماعت کے اہل قلم حضرات اس طرف توجہ فرماکر اس تحقیقات کو مکمل فرمائیں گے -

احقر الجماعت

خادم رحمانی نوری - از شیلانگ

بقیہ اخبار احمدیہ

گوجرانوالہ سے ڈاکٹر حسن علی صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ عزیزم فضل احمد خاں صاحب ڈبل ایم اے (علیگ) آفیسر انچارج آرکیولوجی (محکمہ آثار قدیمہ مشرقی پاکستان) کو اب پبلک سروس کمیشن پاکستان نے انگلستان میں عرصہ ۲ سال کے لئے اعلیٰ ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے سکالرشپ کے لئے منتخب کیا ہے تاکہ وہ محکمہ آثار قدیمہ پاکستان کے عہدہ ڈائرکٹر کے لئے ترقی حاصل کرنے والے ہوں - نیز ناصر احمد خاں نے اپنا امتحان (میڈیکل گروپ) ہائیکلیئر ڈویژن میں پاس کر لیا ہے -

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟ بقیہ صفحہ ۶

حقیقی معنوں میں آسکتا ہے،

(۴) اس آیت اور دوسری ایسی ہی آیات کا قرآن میں رہنا اس لئے ضروری ہے، کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اعمال پر روشنی پڑتی ہے اور آپ کی حقیقی عظمت اور آداب کا پتہ لگتا ہے، اسکو نکال دینے سے وہی حرج ہوگا جو شعائر اللہ کو مٹانے اور کتاب اللہ میں تحریف کرنے سے ہوسکتا ہے۔

آٹھویں آیت } ولقد جاءکم یوسف من قبل بالبینات فما زلتم فی شک مما جاءکم بہ حتی اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا کذالک یضل اللہ من ھو مسرف مرتاب ن الذین یجادلون فی آیات اللہ بغیر سلطان اتٰھم (مومن رکوع ۴) اس سے قبل تمہارے پاس حضرت یوسف کھلے نشان لے کر آئے مگر تم ان میں شک کرتے رہے یہاں تک کہ جب وہ فوت ہوگئے تو تم کہنے لگ گئے کہ اب خدا تعالیٰ ان کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجے گا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ گمراہ قرار دیتا ہے ان لوگوں کو جو حد سے بڑھ جاتے ہیں اور (خدا کی آیات میں) شک کرتے ہیں۔ وہ لوگ شک میں ہیں بغیر اس کے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو کوئی دلیل عطا ہوئی ہو، خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف کی امت کا جو یہ عقیدہ بیان کیا ہے تو اس سے ہمیں کیا فائدہ؟ نیز "یضل" اور "یجادلون" مضارع کے صیغے ہیں جو مستقبل پر حاوی ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک یعنے اے نبی صلعم آپ کے متعلق بھی وہی کہا جائے گا جو آپ سے پہلے رسولوں کے متعلق کہا گیا۔۔۔۔ ضرور تھا کہ آنحضرت صلعم کے متعلق بھی کہا جاتا کہ آپ کے بعد خدا تعالیٰ کوئی نبی نہیں بھیجے گا"

(قادیانی پاکٹ بک صفحہ ۲۱۵)

الجواب:- (۱) تحریف معنوی کی اس سے بڑھ کر کھٹیہ مثال اور کیا ہوگی کہ جن لوگوں کے متعلق قرآن نے فرمایا فما زلتم فی شک مما جاءکم بہ وہ ہمیشہ حضرت یوسف کی رسالت کے متعلق شک کرتے رہے۔ جب آپ فوت ہوگئے تو انہوں نے کہا چلو چھٹی ہوئی اب اس کے بعد کوئی کھڑا نہ ہوگا جو کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، جن لوگوں کو قرآن نے یجادلون فی آیات اللہ کے مصداق قرار دیا قادیانی صاحب انہیں "حضرت یوسف کی امت" قرار دیتے ہیں۔ سخن فہمی حضور والا معلوم شد، کوئی ایسا لفظ اس ساری آیت میں نہیں جس سے اشارۃً ہی یہ ثابت ہو کہ حضرت یوسف کی امت کا اس میں ذکر ہے پھر مخالفین کے عقیدہ کو جو سلسلہ رسالت کی تغلیط کرنے والا ہے، امت محمدیہ کے عقیدہ ختم نبوت کے ہم معنے کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے؟

(۲) حضرت یوسف ایک قومی نبی تھے، ان کے بعد رسول کا آنا ضروری تھا جب تک شریعت تکمیل کو نہ پہنچ جاتی اور وہ نبی مبعوث نہ ہوتا جو للعالمین نذیرا کا مصداق تھا، اس لئے لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا کا خیال غلط تھا لیکن جب وہ رسول آگیا جس نے دعوےٰ کیا کہ بعثت الی کل اسود و احمر یعنی تمام سیاہ و سفید لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں جس نے قرآن کے ذریعہ حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا تو اس کے بعد کسی نبی کی ضرورت باقی نہ رہی،

(۳) حضرت یوسف کے متعلق تو لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا کہنے والے ان کے مخالف تھے یا بقول قادیانی ان کی امت، لیکن آنحضرت صلعم کو خود اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین قرار دیا، اور آپ نے خود اس کے معنے لا نبی بعدی کئے، اور اس پاک انسان نے بھی جس کو قادیانی نبی بنانے کے لئے یہ تمام دلائل وضع کرتے ہیں یہی فرمایا کہ:-

"تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے" (الوصیت صفحہ ۱۰)

پس ان لوگوں کے عقیدہ کو جو فما زلتم فی شک مما جاءکم بہ کے مصداق تھے امت محمدیہ کے عقیدہ کا ہم معنے قرار دینا قرآن کریم، حضرت نبی کریم صلعم اور مسیح موعود کو جھٹلانا ہے۔

(۴) ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک بے شک صحیح ہے، آنحضرت صلعم کے سامنے بھی ایسے لوگ موجود تھے جو فما زلتم فی شک مما جاءکم بہ کے مصداق تھے اور یہی سمجھتے تھے کہ سلسلہ رسالت کوئی چیز ہی نہیں۔ آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں، ضروری نہیں کہ وہی لفظ کہے جائیں جو مخالفین یوسف کہتے تھے لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا کہنے والوں کی غرض سلسلہ رسالت کی نفی کرنا اور اس کو غلط قرار دینا تھا۔ اور ایسا سمجھنے والے آج بھی ہیں، انہی میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو مجدد وقت کی تکذیب کے لئے امت محمدیہ میں مجازی رسالت اور مجددیت سے بھی انکاری ہوچکے ہیں۔

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۶ شوال ۱۳۷۰ھ - ۱۱ جولائی ۱۹۵۱ء | نمبر ۲۵

ہندوستان اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر "نور"

کسی ایشوری دیال ایم اے۔ چیئرمین شعبہ تاریخ و سیاست آگرہ کالج نے ایک کتاب لکھی ہے اس کتاب کے صفحہ ۱۴۹ و ۱۵۰ پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ قابل اعتراض اور دل آزار عبارت لکھی گئی ہے۔

"(حضرت) محمدؐ کے خاندانہ طور و طریق اتنے اونچے نہ تھے جتنے کہ مہابیر بدھ شنکر کے تھے اور عیسیٰ مسیح کے تھے۔ اور نہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شانتی اور آہنسا پر یقین رکھتے تھے۔ بڑھاپے کی عمر میں انہوں نے کتنی شادیاں کیں۔ مؤرخ ایچ۔ جی ویلز لکھتے ہیں کہ (حضرت) محمد میں (اس جگہ الفاظ بہت سخت ہیں اس لئے نقل نہیں کئے گئے۔ مدیر) . . . . . . تو بھی وہ اپنے مذہبی خیالات میں ایماندار تھے انہوں نے اپنے خیالوں اور نصیحتوں کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کیا جو کہ قرآن کے نام سے مشہور ہے۔ قرآن مسلمانوں کی بائبل ہے۔ (حضرت) محمدؐ نے کہا کہ قرآن انہیں خدا کے ذریعہ سے ملا ہے۔ لیکن ادبی نقطہ نظر اور مطالعہ کی حیثیت سے وہ اس قابل نہیں ہے کہ اسکو خدا کی بنائی ہوئی کتاب سمجھا جائے"

اس پر مدیر پربھات کی رائے - سردار سادھو سنگھ ہمدرد چیف ایڈیٹر روزنامہ پربھات امرتسر اس پر یہ لکھتے ہیں کہ:-

"قدرتی بات ہے کہ اس تحریر کے خلاف مسلم اقلیت آواز اٹھائے۔ جب وہ آواز بلند کرے گی تو اسے فرقہ پرست کہا جائے گا۔ وطن کی غدار جماعت قرار دیا جائے گا اور پاکستان کی حامی قرار دیا جائے گا۔ اور امید کی جائیگی کہ وہ یہ تحریر اپنے پیغمبر کے خلاف برداشت کرے اور منہ سے اُف تک بھی کرے۔ کیونکہ ایسا کرنا قوم پرستی جمہوریت اور وطن کے مفاد کے خلاف ہے۔ یو۔ پی کی کانگرس حکومت سے سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا یہی سیکولرازم ہے جس کا ڈھنڈورہ پیٹتی وہ تھکتی نہیں۔"

اس میں ہمارا بھی قصور ہے

جن دنوں میں ہندو کیمپ کے قریب لم کورٹ سٹریٹ میں رہتا تھا تو ایک ہندو جنٹلمین جو گریجایٹ ہونے کے علاوہ بہت بڑی پوزیشن کے مالک تھے میرے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ مسلمان ہمارے ہمسایہ ہیں۔ اور میں آج تک ان کے مذہبی لٹریچر سے واقف نہیں ہو سکا حالانکہ بحیثیت پڑوسی ہونے کے ہمیں ایک دوسرے کے مذہبی لٹریچر سے واقف ہونا نہایت ضروری تھا تاکہ ہم ایک دوسرے کو بہتر سمجھ سکیں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نے قرآن مجید کا ہندی ترجمہ کیا ہے اور حضرت محمدؐ صاحب کی سیرت بھی ہندی میں لکھی ہے۔ لہٰذا ازراہ کرم مجھے کوئی کتاب دیجئے۔ جس سے میں اسلام اور بانی اسلام کی سیرت سے واقف ہو سکوں۔ اس پر میں نے اس ہندو جنٹلمین کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہندی سیرت بنام "پوتر جیون" (سیرت طیبہ) پڑھنے کے لئے دی ایک ماہ کے بعد وہ کتاب لیکر واپس آئے اور انہوں نے از خود مجھے انگریزی میں ایک خط لکھکر دیا۔ جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

اس خط کا اردو ترجمہ

"عرصہ سے میری خواہش تھی کہ میں اسلام سے کچھ واقفیت حاصل کروں۔ کیونکہ مسلمان ہمارے ہمسایہ ہیں، کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔ ہمسایہ کے مذہب اور طریق سے دوسرے ہمسایہ کا آگاہ ہونا ضروری ہے تاکہ ہم ایک دوسرے کو بہتر سمجھ سکیں۔ خدا خوش رکھے سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کو جن کی مہربانی سے میری یہ دیرینہ خواہش بر آئی۔ اور انہوں نے ازراہ کرم مجھے "پوتر جیون" نامی ہندی کتاب پڑھنے کے لئے دی۔ جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت طیبہ ہے۔ میں نے اس کے ایک ایک لفظ کو غور سے پڑھا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ فاضل مصنف نے دریا کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ اس کے پڑھنے سے نہ صرف یہی کہ واجب الاحترام بانیٔ اسلام کی مقدس زندگی سے ہی کما حقہ آگاہی ہو سکتی ہے بلکہ اسلام سے بھی پوری پوری واقفیت ہو جاتی ہے۔ اس قابل قدر کتاب کے پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کس قدر بلند تھی۔ آپ کا خدا پر کتنا اٹل یقین تھا۔ اور آپ صداقت کے کتنے زبردست علمبردار تھے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اپنے اندر بہترین سیکھشا درس رکھتا ہے۔ آپ کی زندگی از سر تا پا نصیحت ہی نصیحت اور پڑھنے والے کو نہایت موثر طریق سے کیرکٹر کی بلندی کی طرف لے جاتی ہے اور اس کتاب کے پڑھنے سے یہ بخوبی آشکارا ہو جاتا ہے کہ اسلام اور بانیٔ اسلام کا آدرش کتنا بلند تھا۔ اور یہ مذہب اور اس کا واجب الاحترام بانی امن کا کس قدر حامی تھا۔ میں ہر ایک ہندو سے یہ سفارش کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو ضرور پڑھے تاکہ اسلام اور بانی اسلام کی بلند و بالا تعلیم سے آگاہی ہو سکے اور یہی ایک طریق ہے جسے اختیار کرکے ہم ایک دوسرے کو بہتر رنگ میں سمجھ سکتے ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے قبل میری رائے اسلام اور بانیٔ اسلام کے متعلق کوئی اچھی نہ تھی لیکن اس قابل قدر تصنیف نے نہ صرف یہی کہ میرے سب شکوک دور کر دیئے بلکہ اب میں مسلمانوں سے دوستی پیدا کرنا اور ان کے قرب کو موجب فخر سمجھتا ہوں۔ اور جو شخص بھی اس کتاب کو پڑھے گا وہ یقیناً نیک اثر قبول کئے بغیر نہ رہے گا۔ کیونکہ سچائی آخر سچائی ہے جو اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں سردار محمد یوسف صاحب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے ذریعہ میں اس قابل قدر صداقت سے مستفیض ہوا ہوں"۔

نوٹ:- مصلحت کی وجہ سے خط لکھنے والے صاحب کا پتہ اور نام درج کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ اور یہ خط محترم مولانا محمد یعقوب خاں صاحب چیف ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ اور مکرم سہیل صاحب سابق چیف ایڈیٹر روزنامہ "احسان" ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

سکھوں اور ہندوؤں میں میرا تبلیغی کام

میں نے سکھوں اور ہندوؤں کو اسلامی نور سے منور کرنے کے لئے قرآن مجید کے ہندی و گورمکھی تراجم شائع کئے۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی گورمکھی و ہندی سیرت (باقی برصفحہ ۵)

اسلامی لٹریچر کا بہترین نچوڑ

نام کتاب	روپے	آنے	پائی
احادیث العمل	۱	۰	۰
زندہ نبی کی زندہ تعلیم	۴	۰	۰
پنجسورہ انگریزی	۳	۰	۰
میثاق النبیین حصہ اول	۱	۴	۰
میثاق النبیین حصہ دوم مجلد	۴	۰	۰
النبوۃ فی الاسلام	۲	۸	۰
محمد ان ورلڈ سکریچر انگریزی	۴	۸	۰
انوار القرآن حصہ اول	۳	۸	۰
خلافت راشدہ بے جلد	۱	۴	۰
خلافت راشدہ مجلد	۲	۴	۰
سیرت خیر البشر	۱	۴	۰
مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین	۲	۴	۰
مفتاح القرآن	۱۰	۰	۰
ازالہ اوہام ہر دو حصص مجلد اعلیٰ	۵	۰	۰
کشتی نوح	۱	۴	۰
انجام آتھم	۱	۴	۰
البشریٰ حصہ اول جلد دوم	۱	۰	۰
مکاشفات	۰	۸	۰
علم الحروف	۳	۰	۰
فصل الخطاب	۱	۸	۰
مسیح موعود	۱	۴	۰
احمدیت کیا ہے	۰	۶	۰
اسلامی تاریخی افسانے	۰	۸	۰
اسلام کیا ہے	۰	۶	۰
ملفوظات حضرت مسیح موعود حصہ اول	۱	۸	۰

نام کتاب	روپے	آنے	پائی
ملفوظات حضرت مسیح موعود حصہ دوم	۲	۰	۰
ملفوظات حضرت مسیح موعود حصہ سوم تا ہشتم فی جلد	۱	۸	۰
رباعیات حامد	۰	۰	۶
سراج الوہاج	۰	۲	۰
احمدیہ مومنٹ ایبٹ کے خان درانی	۰	۱۰	۰
اسماء الٰہیہ	۰	۴	۰
نصاب منظوم	۰	۱	۰
تحفہ سلطان	۰	۰	۶
اردو زباندانی	۰	۲	۰
المنطق	۰	۴	۶
الضحیٰ	۰	۱	۰
اظہار النصائح	۰	۲	۰
اعجاز القرآن	۰	۲	۰
ادعیہ	۰	۲	۰
سنت ضروری	۰	۱	۰
ویدوں کا بہشت	۰	۸	۰
ثمر الہدیٰ	۱	۰	۰
یجروید کا اردو ترجمہ	۱	۴	۰
القول المجید	۰	۳	۰
تبلیغ الحق	۰	۴	۰
کشف الظنون	۰	۱	۳
تاریخ گرنتھ صاحب	۰	۳	۰
رسالہ حج	۰	۴	۰
رسالہ نجات	۰	۰	۶
مسئلہ بہشت	۰	۲	۰

نام کتاب	روپے	آنے	پائی
فیوچر آف اسلام	۰	۸	۰
بھگوت گیتا	۱	۰	۰
حمائل شریف حنائی	۲	۰	۰
حمائل شریف سفید	۳	۴	۰
مباحثہ راولپنڈی	۰	۱۲	۰
عقائد احمدیہ و نبوت محمدیہ	۱	۸	۰
المہدی نمبر ۲ نمبر ۳	۰	۲	۰
المہدی نمبر ۴ نمبر ۵ ۲ر نمبر ۶ نمبر ۷ ۳ر			
حبیبہ ۳ر قول المبین ۲ر غلامی ۲ر			
جامع الدعوات	۰	۳	۶
اعلام الناس	۰	۴	۰
مجدد اعظم جلد اول	۴	۶	۰
مجدد اعظم جلد دوم	۳	۱۲	۰
مجدد اعظم جلد سوم	۴	۰	۰
آئینہ احمدیت حصہ اول	۰	۸	۰
آئینہ احمدیت حصہ دوم	۰	۲	۰
کامران	۰	۱۲	۰
تحفۃ المتقین	۰	۲	۰
غذا و صحت	۰	۲	۰
اسلامی عقائد	۰	۱۰	۰
تحفہ قیصریہ (قادیان)	۰	۴	۰
آئینہ حق نما اول	۳	۱۰	۶
آئینہ حق نما دوم	۱	۰	۰
تطہیر الاولیاء امت	۱	۰	۰
اسلامک میرج اینڈ ڈائی وورس	۰	۸	۰

المشتہر: دار الکتب اسلامیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور (پاکستان)

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

اس مضمون میں قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے اس حصہ کو جس میں اجرائے نبوت پر بحث کی گئی ہے سامنے رکھتے ہوئے ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ——— بسلسلہ اشاعت گذشتہ ———

تردید دلائل امکان نبوت

امکان نبوت کے ثبوت میں قرآن کی پیش کردہ آیات پر نظر

نویں آیت { وانھم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احداً۔
(الجن رکوع ۱)

گویا آنحضرت صلعم جب تشریف لائے تو آپ سے قبل بھی پہلے نبیوں کی امتیں یہی عقیدہ رکھتی تھیں کہ نبوت کے دروازے ہمارے نبی پر بند ہو چکے ہیں...... اجماع الیہود علی ان لا نبی بعد موسیٰ (مسلم النبوت ص۱۱)

الجواب (۱) اگر پہلی امتیں ایسا عقیدہ رکھتی تھیں، تو وہ خدا کا فرمان نہ تھا، نہ ان کے رسولوں نے انہیں ایسا عقیدہ رکھنے کی تلقین کی پھر ان کا غلط عقیدہ ختم نبوت کے خدائی فرمان اور لانبی بعدی کے ارشاد نبوی کے بالمقابل کیا وقعت رکھتا ہے یہود کا اجماع ہو نصاریٰ کا جو چیز ان کے لئے صحیح نہ تھی، اس کو امت محمدیہ کے لئے بھی غلط ٹھیرانا جبکہ خدا و رسول صلعم اور مسیح موعود بھی اس کے حامی ہیں اپنی کم فہمی کا ثبوت دینا ہے۔

(۲) ان لن یبعث اللہ احدا کے معنے یہ بھی کئے گئے ہیں کہ (انہوں نے گمان کیا) کہ اللہ تعالےٰ مردوں میں سے کسی کو نہیں اٹھائیگا یہ معنے زیادہ قرین صواب ہیں، کیونکہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں بعث بعد الموت پر سے عام طور پر ایمان اٹھ چکا تھا۔

دسویں آیت { ولقد ضل قبلھم اکثر الاولین ولقد ارسلنا فیھم منذرین (الصفٰت رکوع ۲)

کہ پہلی امتوں میں سے اکثریت گمراہ ہو گئی تو ہم نے ان کی طرف نبی بھیجے گویا جب کسی امت کا اکثر حصہ ہدایت کو چھوڑ دے تو خدا تعالےٰ کے انبیاء ان کی طرف مبعوث ہوتے ہیں"

اس کے ضمن میں بعض دوسری آیات بھی پیش کی ہیں مثلاً۔

(۲) فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ (بقرہ رکوع ۲۶)

اس کا ترجمہ کیا ہے:۔

"ہم نے انبیاء رسل اور کتابیں بھیجیں تاکہ وہ (نبی) ان اختلافات کا فیصلہ کریں جو ان لوگوں میں پڑ گئے تھے ثابت ہوا کہ اختلاف اور تفرقہ کا وجود ضرورت نبوت کو ثابت کرتا ہے

(۳) وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین (الجمعہ رکوع ۱) گویا جب گمراہی پھیل جاتے خدا تعالےٰ نبی بھیجتا ہے۔

(۴) ظھر الفساد فی البر والبحر (الروم رکوع ۵)

یعنی عوام اور علماء یا غیر اہل کتاب اور اہل کتاب کی حالت خراب ہوگئی تو نبی بھیجا گیا......... اب سوال یہ ہے کیا آنحضرت صلعم کے بعد ضلالت ۔ گمراہی ۔ امت محمدیہ کے اکثر حصہ کا آنحضرت صلعم کی تعلیم کو چھوڑ دینا علماء اور عوام کا بگڑنا واقعہ ہوا یا نہیں؟ (قادیانی پاکٹ بک ص۴۱۵/۴۱۶)

الجواب ۔ بیشک ضلالت وگمراہی اور تفرقوں کے وقت رسول اور نبی بھیجے جاتے رہے لیکن اس ضلالت وگمراہی کے علاج کے لئے وہ کوئی نئے احکام بھی خدا کی طرف سے لاتے تھے، جو کتاب اللہ کا حکم رکھتے تھے ۔ کیونکہ وہ ضلالت و گمراہی کسی سابقہ کتاب الٰہی میں یحرفون الکلم عن مواضعہ کی صورت پیدا کرنے کا موجب تھی، آنحضرت صلعم سے پہلے جو تفرقے پیدا ہوتے تھے وہ محض کتاب الٰہی کے فہم سے تعلق نہ رکھتے تھے بلکہ اس کی اصلیت میں بھی فرق آ جاتا تھا، بلکہ بسا اوقات کتاب الٰہی کا نام ونشان ہی مٹ جاتا تھا اور زمانہ کی ضروریات اور ضلالت وگمراہی کی نئی نئی صورتیں کسی نئی کتاب اللہ کی ضروریات پیدا کر دیتی تھیں جیسا کہ خود اس آیت سے ثابت ہے جو اجرائے نبوت کے ثبوت میں پیش کی گئی ہے "فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ اس کا یہ ترجمہ کہ "ہم نے انبیاء رسل اور کتابیں بھیجیں" بالکل غلط ہے صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اللہ نے نبیوں کو مبعوث کیا جو مبشر اور منذر ہیں اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی گئی تاکہ لوگوں کے مابین ان باتوں میں فیصلہ کریں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم سے پہلے ضلالت و اختلافات کے وقت جو انبیاء آتے تھے وہ صاحب کتاب ہوتے تھے اور اپنی کتاب کے ذریعہ ہی وہ اختلافات کو مٹاتے تھے، کیونکہ ان سے پہلی کتابیں اس قابل نہ رہتی تھیں کہ ان کے ذریعہ سے ہدایت دی جا سکے ۔ خدا کا شکر ہے کہ ایسی کوئی ضلالت وگمراہی آنحضرت صلعم کے بعد پیدا نہیں ہوئی اور نہ کبھی ہو سکتی ہے، قرآن بفضلہ تعالےٰ اپنی کامل ومکمل تعلیم کے ساتھ موجود ہے اور ہر زمانہ کی ضروریات کے لئے تاقیامت مکتفی رہیگا، اس لئے اب کسی نبی کی ضرورت نہیں۔

(۳) موجودہ ضلالت وگمراہی اور تفرقے صرف فروعی اعتقادات اور عملی کمزوریوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے خواہ ان کی شکل کیسی ہی بھیانک اور ہولناک کیوں نہ ہو ان کا علاج وہی ہے جو تیرہ سو برس میں ایسی ضلالتوں کا ہوتا رہا، پہلے بھی ان ضلالتوں کی اصلاح کے لئے مجددین آتے رہے اس زمانہ میں بھی مجدد ہی کا آنا ضروری تھا اور وہی آیا، اس کو نبی بنانا خود اپنے آپ کو ضلالت وگمراہی کی طرف لے جانا ہے، کیونکہ اسی کا ارشاد ہے:۔

"نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے اسی طرح وہ جو قبیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے"

(مکتوب مسیح موعود مندرجہ الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

(۴) اسی ضمن میں بعض احادیث بھی پیش کی ہیں جن میں آخری زمانہ میں امت محمدیہ کی حد درجہ ضلالت اور ۷۳ فرقوں میں منقسم ہونے اور اسلام کا نام ہی نام باقی رہ جانے کا ذکر ہے، اور اس کو نبوت کی ضرورت پر دلیل قرار دیا ہے، اس کا جواب اوپر گذر چکا قرآن نے نبی کا آنا اسی وقت ضروری قرار دیا ہے جب کتاب اللہ کی ضرورت ہو، ورنہ ضلالت کی اصلاح کا کام مجددین ومحدثین کا کام ہے، کتاب اللہ کی چونکہ ضرورت نہیں اس لئے نبی کا آنا بھی ضروری نہیں۔

گیارھویں آیت { وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذبوھا عذاباً شدیداً وکان ذالک فی الکتاب مسطوراً۔
(بنی اسرائیل رکوع ۶)

کہ قیامت سے پہلے پہلے ہم ہر ایک بستی کو عذاب شدید میں مبتلا کریں گے اور یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے، دوسری جگہ فرمایا:۔

وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا (بنی اسرائیل رکوع ۲) کہ جب تک ہم نبی نہ بھیج لیں اس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتے ۔ پھر فرمایا وما کان ربک مھلک القریٰ حتیٰ یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم اٰیٰتنا (القصص رکوع ۲)

کہ خدا تعالےٰ بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان میں کسی رسول کو مبعوث نہ فرمائے تاکہ (عذاب سے پہلے) وہ ان کو خدا تعالےٰ کی آیات پڑھ کر سنا دے (اور ان پر اتمام حجت ہو جائے) ان آیات کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ خدا تعالیٰ انبیاء بھیجتا رہے گا کیونکہ عذاب سے قبل نبی آتا ہے اور عذاب آتے گا لہذا نبی بھی آئیگا" (قادیانی پاکٹ بک ص۴۱۸)

الجواب (۱) اگر یہ ضروری ہے کہ جب عذاب آئے اس سے پہلے کوئی نیا رسول مبعوث ہو تو گذشتہ تیرہ سو برس میں جو عذاب آتے رہے ان سے پہلے کیوں رسول مبعوث نہ ہوئے بغداد کی تباہی جو ہلاکو خان کی وجہ سے ہوئی اسپین میں اسلامی سلطنت کی تباہی اور مسلمانوں کا قتل عام ہو [illegible]

ہاتھوں ہوا، ہندوستان میں مسلمانوں کا قتل و غارت جو آئے دن ہوتا رہا، پھر قحط، زلازل، وبائیں جو مختلف جگہوں پر پھیلتی رہیں، کیوں ان سے پہلے کوئی بھی رسول نہ آیا؟ آخر کیا وجہ ہے کہ تیرہ سو برس تک وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا کا عمل اس طرح نہ ہوا جیسے بیان کیا جاتا ہے اور آج عذاب کے آنے سے پہلے رسول کا مبعوث ہونا ضروری ٹھہر گیا؟

(۲) یہ بھی مقرر کرنا پڑے گا کہ کسی رسول کے کتنے عرصہ بعد تک عذابوں کا آنا اس رسول کی بعثت کا نتیجہ قرار دیا جائے گا؟ تاکہ اگر اس میعاد کے بعد عذاب آئے تو اسے کسی نئے رسول کی بعثت کا نتیجہ قرار دیا جا سکے؟

ان وجوہ سے ظاہر ہے کہ اس آیت کے یہ معنے صحیح نہیں کہ ہر عذاب کے آنے سے پہلے کسی رسول کا آنا ضروری ہے، اگر تیرہ سو برس میں شدید عذابوں کے باوجود کسی نئے رسول کی ضرورت نہ تھی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بعثت اور قرآن کی موجودگی اتنے لمبے عرصہ کے لئے کافی اتمام حجت تھی، تو آج بھی جو عذاب آئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم ہی کی اتمام حجت کا اسے نتیجہ سمجھا جائے گا، جس رسول کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے، اور جس کی کتاب ہر زمانہ اور ہر ملک کے لئے کافی ہے، اس کے بعد عذاب کے آنے سے پہلے کسی نئے رسول کی تلاش تحصیل حاصل ہے، ہاں اس میں شک نہیں کہ ہر زمانہ میں کوئی ظل رسول ضرور آتا ہے، جو دنیا کو فسق و فجور سے نکالنے کی کوشش کرتا اور نیکی اور تقوے کی طرف بلاتا ہے۔ اس کی آواز پر کان نہ دھرنے کی وجہ سے عذاب آئے تو اس سے اس کی رسالت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ رسالت اسی کی ثابت ہوگی جس کا وہ ظل ہے اور جس کی کتاب کی طرف وہ بلاتا ہے۔ اسے اس کی صداقت کا ثبوت بیشک کہا جائے گا لیکن رسالت کا نہیں ایسے لوگ نہ آج بلکہ گذشتہ تیرہ سو سال میں ہر زمانہ میں ہر ملک کے اندر ہوتے رہے، اور کبھی انہوں نے کسی عذاب کو اپنی رسالت کی دلیل قرار نہیں دیا، نہ ہی حضرت مسیح موعود نے اس آیت کی بناء پر اپنی رسالت اور نبوت منوائی۔

اعتراض:- حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح لکھتے ہیں:-

"خداتعالے نے فرمایا وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا یعنے ہم کسی قوم پر عذاب نہیں بھیجتے، جب تک عذاب سے پہلے رسول نہ بھیج دیں پھر جس حالت میں چھوٹے چھوٹے عذابوں کے وقت میں رسول آتے ہیں جیسا کہ زمانہ کے گذشتہ واقعات سے ثابت ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس عظیم الشان عذاب کے وقت میں جو آخری زمانہ کا عذاب ہے اور تمام عالم پر محیط ہونے والا ہے جس کی نسبت تمام نبیوں نے پیشگوئی کی تھی خدا کی طرف سے رسول ظاہر نہ ہو تو اس سے تو صریح تکذیب کلام اللہ کی لازم آتی ہے پس وہی رسول مسیح موعود ہے"

(حقیقۃ الوحی ص۴۷ تتمہ)

اس عبارت میں حضرت مسیح موعود نے آیت ما کنا ..... معذبین حتیٰ نبعث رسولا کے رو سے اس زمانہ میں رسول کا آنا ضروری قرار دیا ہے، اور خود اپنے آپ کو رسول کہا ہے تو پھر یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ سلسلہ رسالت اب منقطع ہے۔

الجواب:- اوپر ہم بتا چکے ہیں کہ ہر زمانہ میں کوئی ظل رسول آتا ہے، حضرت مسیح موعود بھی رسول اللہ صلعم کے ظل تھے اس عبارت میں بھی آپ کا منشا اپنے آپ کو اصل معنوں میں رسول قرار دینا نہیں، کیونکہ اسی حقیقۃ الوحی میں دو ورق آگے چل کر صفحہ ۶۸ پر صفائی کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ

"اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعوے کیا ہے کس قدر جہالت، کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔ اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعوے کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں پس یہ نزاع لفظی ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں ولکل ان یصطلح"

(تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸)

پس ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا سے حضرت مسیح موعود نے رسول کے لفظ سے عام لغوی معنے (فرستادہ الٰہی) مراد لئے ہیں جیسا کہ سراج منیر میں فرماتے ہیں:-

"اے نادانو! بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اس کو عربی میں مرسل یا رسول کہیں گے یا اور کچھ کہیں گے"

(سراج منیر ص۲)

پس اس سے دعوی نبوت مراد نہیں، نبی کا لفظ جہاں آپ نے استعمال کیا ہے، صرف کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے معنوں میں کیا ہے اور اس کو اسی حقیقۃ الوحی میں مجازی نبوت قرار دیا ہے، وسمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ

(الاستفتا ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۶۴)

پس آیہ کریمہ ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا سے کوئی امکان اجرائے نبوت ثابت نہیں۔

بارھویں آیت {
الیوم اکملت لکم دینکم الخ۔ کہ آج کے دن ہم نے تمہارا دین کامل کر دیا ہے .... اب قرآن مجید مکمل شریعت ہے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ خدا کے ساتھ ہمارا تعلق بھی "کامل" پیدا کراتی ہے اور سب سے "کامل تعلق" جو ایک انسان کا خدا کے ساتھ ہو سکتا ہے وہ نبوت ہے، اگر کہو کہ قرآن مجید ایک انسان کو نبوت کے مقام تک نہیں پہنچا سکتا تو دوسرے لفظوں میں ماننا پڑے گا کہ قرآن مجید کامل نہیں بلکہ ناقص شریعت ہے۔ (قادیانی پاکٹ بک صفحہ ۲۱۸ - ۲۱۹)

الجواب:- لیجئے وہ آیت جو ختم نبوت کا ایک کھلا ثبوت ہے اسی کو اجرائے نبوت کے ثبوت میں پیش کیا جا رہا ہے کیا اس سے بڑھ کر بیباکی کی کوئی مثال مل سکتی ہے؟

(۱) خدا سے "کامل تعلق" کی ایک ہی کہی گذشتہ تیرہ سو سال تک تو یہ مکمل شریعت بقول قادیانی حضرات خدا سے کسی کا کامل تعلق پیدا نہیں کر سکی، کیا اس وقت مکمل شریعت نہ تھی؟ آج تیرہ سو سال بعد بھی اگر "کامل" تعلق ہوا تو ایک ہی شخص کا، جس کو نصف صدی بھی گذر گئی پھر کوئی "کامل تعلق" والا پیدا نہ ہوا۔ اگر مکمل شریعت کا کام یہی ہونا چاہیئے کہ انسان کو مقام نبوت پر پہنچائے تو یہ اچھی مکمل شریعت ہے کہ ساڑھے تیرہ سو سال میں ایک ہی شخص بقول قادیانی حضرات اس مقام تک پہنچا اور تمام امت اس مکمل شریعت کی پیروی کے باوجود اس "کامل تعلق" سے محروم رہی۔

(۲) یہ مغالطہ ہے کہ خدا سے "کامل تعلق" مقام نبوت تک پہنچاتا ہے۔ نبوت جیسا کہ اس سے پیشتر ثابت کیا جا چکا ہے کسی چیز نہیں کہ کسی شریعت کی کامل اتباع اور اس کی وجہ سے خدا سے "کامل تعلق" سے مل جاتی ہے، نبوت ایک منصب ہے، جو شریعت کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالے کی طرف سے اپنے برگزیدہ بندوں کو ملتا رہا ہے چونکہ قرآن کریم نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے (الیوم اکملت لکم دینکم) اس لئے اب نبی نہیں آ سکتے۔ خود مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"وخدارا مکالمات و مخاطبات است، بادیا نے خود دریں امت وایشاں را رنگ انبیاء دادہ میشوند ایشاں درحقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است"

پس کامل شریعت خدا سے کامل تعلق پیدا کرنے کے باوجود نبی بننے سے روکتی ہے، ہاں رنگ انبیاء اس سے مل جاتا ہے گویا شریعت کا کمال ہی نبیوں کے آنے سے مانع ہے۔ نبی بنانے کے لئے شریعت کو ناقص قرار دینا پڑے گا۔

تیرھویں آیت {
اذا اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔

(آل عمران رکوع ۹)

جب اللہ تعالے نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب تم کو کتاب حکمت دے کر بھیجا جائے اور پھر تمہارے پاس ہمارا رسول آئے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی امداد کرنا، اب سوال یہ ہے کہ کیا آنحضرت صلعم سے بھی یہ عہد لیا گیا یا نہیں؟ قرآن میں ہے واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسی ابن مریم (احزاب رکوع ۱) کہ ہم نے جب نبیوں سے عہد لیا تو آپ سے بھی حضرت موسےٰ وعیسیٰ و نوح اور ابراھیم علیہ السلام سے بھی وہ عہد لیا، اگر آپ کے بعد نبوت بند تھی تو آنحضرت صلعم سے یہ عہد نہیں لینا چاہیئے تھا مگر آپ سے بھی اس عہد کا لینا امکان نبوت کی دلیل ہے" (قادیانی پاکٹ بک ص۱۹)

(۲) رسول کا لفظ پہلی آیت میں نکرہ واقع ہوا ہے، اس لئے آنحضرت صلعم اس کے مصداق نہیں ہو سکتے اور یہ عہد جو دوسرے نبیوں سے بھی اور آپ سے بھی لیا گیا کسی اور رسول کے لئے معلوم ہوتا ہے جو آپ کے بعد آنے والا تھا۔

الجواب (۱) یہ کہنا کہ ان آیات میں کسی ایسے نبی پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا عہد تمام نبیوں اور آنحضرت صلعم سے لینے کا ذکر ہے، جو آپ کے بعد آنے والا تھا اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، بعد میں جس نبی کے آنے

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۱)

والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ

بسلسلہ غلامانِ اسلام

سلمہ بن دینار

شیخ غلام قادر صاحب احمدی بدن نگر لاہور

سلمہ بن دینار عجمی نژاد تھے اور ابن سعد بن ابی سفیان مخزومی کے غلام۔ اسلام کے فیض مساوات سے آپ علماء و زہاد مدینہ کے زمرہ میں شامل ہو گئے تھے۔

حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں:۔

"الواعظ الزاھد عالم المدینۃ و شیخھا"

امام نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کہ:۔ "ان کی توثیق وجلالت اور مدح وثناء پر سب کا اتفاق ہے"

علمِ حدیث

حدیث کے بہت بڑے حافظ تھے علامہ ابن سعد بحوالہ تہذیب التہذیب لکھتے ہیں:۔

"کان ثقۃ کثیر الحدیث" علم حدیث آپ نے صحابہ میں سے سہل بن سعد الساعدی۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے حاصل کیا علاوہ ازیں عبداللہ بن زبیرؓ۔ ابی قتادہؓ۔ نعمان بن عیاش وغیرہ سے روایتیں کی ہیں آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے علماء شامل تھے۔

علمِ حدیث

علم فقہ میں بھی انہیں پورا درک حاصل تھا۔ حافظ ذہبی اور امام نووی انہیں فقہا میں شمار کرتے ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ فقیہ النفس تھے۔ ان کے مناقب بہت ہیں وہ فقیہہ اور بلند مرتبہ تھے ان کے تفقہ نے انہیں قاضی مدینۃ الرسول کے عہدہ جلیلہ پر فائز کر دیا تھا۔ (تہذیب التہذیب)

مقامِ ہدایت

آپ مدینہ میں وعظ و نصیحت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔

زہد و عبادت

ابن حبان کا بیان ہے کہ آپ مدینہ کے عابد و زاہد بزرگوں میں تھے (تہذیب التہذیب)

حافظ ذہبی۔ امام نووی اور ابن حجر وغیرہ ان کے نام کیساتھ زاہد کا لقب لکھتے ہیں۔ محمد بن اسحٰق بن خزیمہ کا بیان ہے کہ ان کے زمانہ میں کوئی ان کا مثل نہ تھا (تہذیب الاسماء)

امراء اور سلاطین سے بے نیازی

آپ ہمیشہ امراء و سلاطین سے بے نیاز رہے اور کبھی ان کی آستانہ بوسی کی ذلت گوارا نہ کی چنانچہ ایک دفعہ سلیمان بن عبدالملک نے امام زہری کی وساطت سے انہیں بلا بھیجا آپ نے زہری سے کہا اگر سلیمان کو مجھ سے کوئی ضرورت ہے تو اسے خود میرے ہاں آنا چاہیئے رہا میں تو میری اس سے کوئی ضرورت نہیں (تہذیب التہذیب)

علم و حکمت

علوم مذہبی اور کمالات اخلاقی کے ساتھ ساتھ انہیں عقل و فرزانگی کا بھی وافر حصہ عطا ہوا تھا عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بیان ہے کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ ابو حازم (آپ کی کنیت تھی) کے منہ سے زیادہ اس کے منہ سے حکمت قریب ہو (تذکرۃ الحفاظ) ابن خزیمہ کا بیان ہے کہ حکم و مواعظ میں انکے زمانہ میں کوئی ان کا مثل نہ تھا (شذرات الذہب)

حکیمانہ مقولے

آپ کے بعض حکیمانہ مقولوں سے آپ کی حکمت کا اندازہ ہو سکتا ہے فرماتے تھے

"وہ تمام اعمال جن کی وجہ سے موت کا آنا گراں گزرتا ہے ان کو چھوڑ دو۔ پھر جس وقت بھی موت آجائے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

جو بندہ اپنے اور اپنے رب کے درمیانی فرائض و تعلقات کو درست رکھتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے اور دوسرے بندوں کے درمیان تعلقات کو درست رکھتا ہے اور جو بندہ اپنے اور اللہ تعالےٰ کے درمیانی فرائض میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوسرے بندوں کے درمیانی فرائض میں کوتاہی پیدا کر دیتا ہے۔ ایک شخص سے تعلقات خوشگوار رکھنا بہت سے لوگوں کے ساتھ تعلقات خوشگوار رکھنے سے زیادہ آسان ہے یعنی اگر محض اللہ تعالےٰ سے تعلقات خوشگوار ہوں تو ساری دنیا سے خوشگوار ہو جائیں گے۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہشام نے آپ سے پوچھا کہ میں حکومت کی ذمہ داریوں کے مواخذہ سے کس طرح بچ سکتا ہوں۔ فرمایا بہت آسان ہے۔ ہر چیز کو جائز طریقہ سے لو اور جائز مصرف میں اس کو صرف کرو۔ ہشام نے کہا یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو ہوائے نفس سے بچنے کی اللہ تعالےٰ کی جانب سے تائید حاصل ہو۔ (تذکرۃ الحفاظ)

وفات

۱۴۰ھ میں آپ نے وفات پائی ؛

کلام الامام

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا ؛ ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا
جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا ؛ اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

مسیح موعودؑ

ہندوستان اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ از صفحہ اول

بھی۔ اس لٹریچر نے ہندوؤں اور سکھوں پر کتنا شاندار اثر کیا وہ کچھ تو آپ اس مذکورۃ الصدر ہندو صاحب کے خط میں ملاحظہ فرما چکے ہیں . . . . مگر اس کار خیر میں مسلمانوں نے میری کہاں تک مدد کی۔ اس کی ادنیٰ سی جھلک کہلانے والے بعض مسلم افسران بحالیات کے اس کردار میں ملاحظہ فرما دیں گے ہو کہ انہوں نے مجھے ۱۱ر دسمبر کو جب کہ غضب کی سردی پڑ رہی تھی جس نے اپنا چالیس سالہ ریکارڈ توڑ رکھا تھا۔ زنانہ اور مردانہ پولیس کے ذریعہ میرے گھر کا سامان باہر پھینکوا دیا اور مجھے معہ میرے بال بچے کے بزور گھر سے نکلوا دیا۔ اس گھر سے جو میرے نام باقاعدہ تین سال سے الاٹ تھا۔ اور پھر بغیر متبادل مکان دیئے۔

میں تو نومسلم ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ اسلامی تعلیم کو خاطر خواہ نہ سمجھتا ہوں۔ مگر میں محترم سید فدا حسین صاحب کمشنر بحالیات سے نہایت ادب سے یہ دریافت کرنے کی جرأت کرتا ہوں کیا اسلام کی یہی تعلیم ہے کہ مجاہدوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جائے۔

مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اس "حسن سلوک" کو دیکھ کر پاکستان یا ہندوستان میں کوئی ہندو، کوئی سکھ کوئی عیسائی وغیرہ کم از کم پچاس سال تک مسلمان ہونے کا حوصلہ نہیں کرے گا۔ اس کا سہرہ جن لوگوں کے سر پر ہے ؟ کیا وہ اپنے اس "شاہکار" پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے ؛

نمازِ عید کے اجتماع پر امریکی سیاح کے تاثرات

لاہور ۷ر جولائی۔ "بادشاہی مسجد لاہور میں ہم نے اسلامی جمہوریت کا جو ناقابل فراموش نظارہ دیکھا ہے، اس نے ہمارے اس یقین کو اور مستحکم کر دیا ہے کہ مسلمانان عالم ایک شاندار مستقبل کے مالک ہیں اور اور اسلام حتی نوع انسان کی ترقی کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ پیش کرے گا"

یہ وہ تاثرات ہیں جن کا اظہار ایک امریکی نوواردسیاح نے بادشاہی مسجد میں نماز عید الفطر کے منظر کے مشاہدہ کے بعد کیا۔ اس امریکی سیاح نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:۔ "دنیا کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کی سیرت کے مشاہدہ سے اگر عالم اسلام کے مستقبل کی پیشگوئی کی جا سکتی ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام دنیا کیلئے ایک ایسا قابل تقلید نمونہ پیش کرے گا جسے تمام بنی نوع انسان خراج عقیدت پیش کرے گی" ؛

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات پر کامل ایمان

عن سفیان بن عبد اللہ الثقفی رض قال قلت یارسول اللہ قل لی فی الاسلام قولاً لا اسال عنہ احداً بعدک قال قل امنت باللہ ثم استقم۔ (مسلم)

ترجمہ:۔ سفیان بن عبداللہ ثقفی رض روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اسلام کی بابت مجھے ایسی باتیں بتلا دیجئے کہ اس کے متعلق پھر آپ کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے حضور نے فرمایا کہو میں اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کی تمام صفات پر ایمان لایا (جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے) اور پھر اس پر قائم رہو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے شرف مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہو جاؤ اور اطمینان قلب حاصل کرلو)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

عن انس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین اخرجہ الشیخان والنسائی وفی اخری للنسائی احب الیہ من مالہ واھلہ (تلخیص الصحاح)

ترجمہ:۔ حضرت انس رض سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ میں اس کو باپ اور بیٹے اور تمام لوگوں سے محبوب تر نہ ہوں۔ نسائی نے ایک روایت میں یہ بات بیان کی ہے کہ میں اس کے نزدیک مال اور اہل وعیال سے محبوب تر نہ ہوں۔

در رہ منزل لیلےٰ کہ خطرہاست بجاں
شرط اول قدم آن است کہ مجنوں باشی

نفس امارہ کی باریک درباریک ملونی

وعن عبد اللہ ابن مسعود وسالہ رجل ما الصراط المستقیم قال ترکنا محمد فی ادناہ وطرفہ فی الجنۃ وعن یمینہ جواد وعن یسارہ جواد - - - - - ثم رجال یدعون من مر بھم فمن اخذ فی تلک الجواد انتھت بہ الی النار ومن اخذ الی الصراط انتھی بہ الی الجنۃ ثم قرا ابن مسعود ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل الآیۃ اخرجہ رزین (تلخیص الصحاح ج ۱)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ ان سے کسی شخص نے سوال کیا کہ صراط مستقیم کیا چیز ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قریب تر چھوڑ دیا ہے جس کا دوسرا کنارہ جنت کی طرف ہے اور اس کے (صراط مستقیم کے) دائیں اور بائیں جانب راستے ہیں اور وہاں کچھ لوگ ہیں جو اس پر (صراط مستقیم پر) گذرنے والے کو بلاتے ہیں (یہ لوگ اہل وعیال اور قرابت والے ہیں جو اپنے نیک آدمیوں کو جادہ مستقیم سے طرح طرح کی فریب دہ باتوں سے ہٹانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں) پس جس شخص نے ان باتوں کو قبول کرلیا (اس نے اپنی عاقبت خراب کرلی اور) اس کی وجہ سے دوزخ میں پہنچ جائے گا اور جس نے صراط مستقیم کو پکڑا وہ جنت میں پہنچ جائے گا پھر حضرت ابن مسعود رض نے یہ آیت پڑھی "یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو۔

کلام الامام

عاشق زر نشود دولت وجاہ — سرد گردد محبت آں شاہ
بر زباں ناشود مقام خدا — اندروں پُر شود زحرص و ہوا

ارشادات مسیح موعودؑ

پاک دل بنو اور نفسانی کینوں سے الگ ہو

(۱) اے میری جماعت خدا تعالےٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لئے ہو اور بدقسمت ہے وہ جس کا تمام ہم وغم دنیا کے لئے ہے ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے وہ عبث طور پر میری جماعت میں اپنی تئیں داخل کرتا ہے کیونکہ وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔

اے سعادتمند لوگو! تم زور کے ساتھ اس تعلیم پر عمل کرو جو تمہاری نجات کے لئے مجھے دی گئی ہے تم خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک سمجھو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب ہی پر بھروسہ کرتا ہے وہ مشرک ہے قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں سو پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ پلیدی تکبر کی ہے اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔

سو تم دل سے مسکین بن جاؤ عام طور سے بنی نوع انسان کی ہمدردی کرو۔

(الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۳ء)

ہم کو کن بہادروں کی ضرورت ہے

(۲) ۱۸۹۷ء کے سالانہ جلسہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

ہماری جماعت میں شہ زور اور پہلوانوں جیسی طاقت رکھنے والوں کی ضرورت نہیں بلکہ ایسی قوت رکھنے والے مطلوب ہیں جو تبدیل اخلاق کے لئے کوشش کرنے والے ہوں۔ اصلی بہادر اور شہ زور وہ نہیں جو پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دے بلکہ اصلی بہادر وہ ہے جو تبدیل اخلاق پر طاقت پائے۔ پس تم لوگ اپنی ساری ہمت اور طاقت تبدیل اخلاق پر صرف کرو کیونکہ یہی فی الحقیقت قوت اور دلیری کا کام ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہر شخص جو اپنے اخلاق سیئہ اور عادات ذمیمہ کو ترک کرکے خصائل حسنہ وافعال حمیدہ کو اختیار کرتا ہے وہی اس کے لئے کرامت ہے مثلاً اگر ایک شخص اپنی سخت مزاجی اور تند طبیعت اور غصہ کی بدعادات کو چھوڑ کر سخاوت اور حسد کی بجائے ہمدردی کرتا ہے تو بیشک یہ ایک کرامت ہے اس طرح خود ستائی اور خود پسندی کو چھوڑ کر انکساری اور فروتنی اختیار کرنا بڑی کرامت ہے پس تم میں سے کون ہے جو نہیں چاہتا کہ کراماتی آدمی بن جائے میں جانتا ہوں کہ ہر شخص یہی چاہتا ہے تو بس یہ ایک دائمی اور زندہ کرامت ہے کہ انسان اپنی اخلاقی حالت کو درست کرے اور یہ ایسی کرامت ہے کہ جس کا اثر کبھی زائل نہیں ہوتا۔ بلکہ دور تک اس کا نفع پہنچتا ہے۔ مومن کو چاہیئے کہ خلق اور خالق کے نزدیک اہل کرامت ہو۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

؎ فرستد خلق صاحب نور — تا شود تیرگی ز نورش دور (مسیح موعود)

ترجمہ:۔ دولت وجاہ کے دلدادہ (صراط مستقیم سے منکر) اس شہنشاہ دوجہاں یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت سے دور ہو جاتے ہیں تو اس محبوب حقیقی کی محبت ان کے دلوں میں ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

(۲) بیشک ان کی زبانیں تو ذکر الٰہی میں بظاہر مشغول نظر آتی ہیں مگر ان کے اندرونے حرص وہوا کی آگ میں بھسم ہو جاتے ہیں۔

(۳) جبھی اس وقت اللہ تبارک وتعالےٰ ایک صاحب نور شخص دنیا میں مبعوث فرماتا ہے تاکہ اس کے نور سے (اس کی آواز پر لبیک کہنے والوں کے دلوں پر) شب دیجور روز روشن بن جائے (پس اے طائفہ مسیح موعود اپنا تعلق امام الزمان کے ساتھ استوار رکھو اور آپ کے کلمات طیبات کو جو ہزارہا صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں مدنظر رکھو اور اس نور کو دنیا میں پھیلاؤ)

بچوں کا صفحہ ـــــــ مولانا مرتضیٰ خان صاحب

عمرؓ عادل کا انصاف

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ عبداللہ نے ایک کمزور سا گھوڑا خریدا اور اس کو مسلمانوں کی چراگاہ میں چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ چند مہینوں میں وہ چگ کر خوب موٹا تازہ ہو گیا۔ عبداللہ اس کو بیچنے کے لئے منڈی میں لے گئے۔ چالیس روپے کی خرید تھی سو روپیہ کو فروخت ہو گیا۔ حضرت عمر کو حضرت عمر کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا "امیرالمومنین کے بیٹے! تجارت کا یہ اچھا ڈھنگ سیکھا ہے۔ چالیس روپے میں ایک مریل گھوڑا لے کر مسلمانوں کی چراگاہ میں چھوڑ دیا اور جب وہ خوب موٹا ہو گیا تو سو روپے میں بیچ ڈالا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ موٹا تو وہ مسلمانوں کی چراگاہ میں ہو اور نفع تم لو۔ آپ نے چالیس روپے گھوڑے کی اصل قیمت تو عبداللہ کو دے دی اور باقی ساٹھ روپے بیت المال میں جمع کرا دیئے۔

ایسے تھے عادل حضرت عمرؓ وہ انصاف میں اپنے اور بیگانے میں کچھ فرق نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے ایک دوسرے بیٹے سے کوئی خطا سرزد ہوئی آپ نے اس کو بھی بجز سزا کے نہ چھوڑا اسی وجہ سے آپ عمر عادل کے معزز لقب سے ملقب ہوئے۔

حضرت عمر کا احساس فرض

بچو! تم جانتے ہو عرب کیسا گرم ملک ہے۔ پاکستان میں اتنی سخت گرمی نہیں پڑتی۔ پھر بھی دوپہر کے وقت دھوپ میں باہر نکلنا کس قدر تکلیف کا موجب ہوتا ہے۔ سب لوگ گرمی سے بچنے کے لئے گھروں کے اندر یا درختوں کے سایہ تلے بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔ لیکن عرب کی دوپہر کی گرمی سے تو خدا کی پناہ! انسان کا بدن جھلس دیتی ہے ہر شخص اپنے گھر میں یا خیمے کے اندر دبک کر بیٹھ جاتا ہے۔

ایک دفعہ غضب کی گرمی پڑ رہی تھی کہ کسی شخص نے دیکھا کہ امیرالمومنین حضرت عمرؓ پسینے سے لت پت ادھر ادھر بھاگے پھرتے ہیں گویا کسی چیز کی تلاش میں ہیں۔ وہ شخص آگے بڑھا اور عرض کی۔ یا امیرالمومنین اس شدت کی گرمی میں آپ کس کی تلاش میں بھاگے پھرتے ہیں "آپ نے جواب دیا بیت المال کا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے اس کی تلاش کر رہا ہوں۔" اس شخص نے کہا "امیرالمومنین! آپ کیوں تکلیف فرما رہے ہیں۔ کسی غلام کو کیوں حکم نہیں دے دیتے کہ وہ اونٹ تلاش کر لائے۔" یہ سن کر آپ نے ذرا خفگی کے لہجہ میں جواب دیا "اے مرد مسلم! کیا میں اسلام کا غلام نہیں ہوں؟ میں بیت المال کا محافظ ہوں اور یہ میرا فرض ہے کہ میں بیت المال کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کی خود حفاظت کروں۔ جو کام خود میرے کرنے کا ہے اس کے لئے میں دوسروں کو کیوں کہوں؟ ہر ایک شخص کو اپنا اپنا بوجھ خود اٹھانا ہے"

حضرت عمرؓ نے جو کچھ فرمایا وہ سنہری حرفوں میں لکھنے کے قابل ہے۔ اور دنیا کے ہر ایک حاکم اور قائد کو چاہیئے کہ اس کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کو گذشتہ ہفتہ دو دن اختلاج قلب کی تکلیف رہی، اب آرام ہے احباب کرام صحت کاملہ کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

اسلام میں غلام اور آزاد برابر ہیں

ایک وقعہ کا ذکر ہے کہ اسلامی فوجیں ایران کے ایک شہر جندیسور کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں۔ یہ محاصرہ بہت لمبا ہو گیا اور شہر مسخر ہونے میں نہیں آتا تھا۔ لیکن ایک صبح مسلمان یہ دیکھکر حیران و ششدر رہ گئے کہ شہر کے دروازے کھلے پڑے ہیں۔ نہ دیواروں پر کوئی سپاہی ہے نہ افسر۔ ہر طرف امن و امان نظر آتا ہے۔ مسلمان شہر کے اندر داخل ہو گئے دیکھا کہ سب لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ گویا کہ جنگ قطعی طور پر بند ہو چکی ہے۔ وہ حیران تھے کہ معاملہ کیا ہے۔ دشمن نے شہر کے دروازے خود بخود کیوں کھول دیئے اور امن کا اعلان کس طرح کر دیا اور ہم لوگوں کو اندر جانے کی کس طرح اجازت دے دی۔ اسلامی سپاہ کے قائد نے شہر کے ذمہ دار لوگوں سے پوچھا کہ تم نے دروازے کس طرح کھول دیئے۔ انہوں نے نہایت سادگی سے جواب دیا کہ ہم نے آپ کی شرائط منظور کر لیں بس معاملہ ختم ہوا۔ اسلامی فوج کے کمانڈر ان چیف ابو موسٰے اور بھی حیران ہوئے اور کہنے لگے ہم نے تو کوئی شرائط پیش نہیں کیں۔ نہ لکھکر نہ زبانی۔ یہ کس طرح کہتے ہیں کہ انہوں نے ہماری شرائط مان لی ہیں۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس آپ کی تحریر موجود ہے اور ہم تم کو دکھا سکتے ہیں۔ اس میں تم لوگوں نے صاف صاف لکھا ہے کہ اگر دروازے کھول دیئے جائیں گے تو ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ہم نے یہ قبول کر لیا اور دروازے کھول دیئے۔ ابو موسٰے حیران ہوئے کہ ہم میں سے یہ کس نے لکھ دیا انہوں نے اپنے ماتحتوں سے دریافت کیا کہ کیا تم میں سے کس نے ایسا لکھا تھا لیکن سب نے انکار کیا۔ آخر مخالف فریق نے اصل تحریر پیش کر دی معلوم ہوا کہ اسلامی فوج میں سے ایک غلام نے ایسا لکھ دیا ہے۔ اس تحریر میں یہ الفاظ تھے کہ اگر شہر کے لوگ بغیر کسی شرط کے اطاعت قبول کر لیں اور جزیہ دینے پر رضامند ہوں تو انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ اب یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا غلام کا وعدہ اور خاص کر ایسی حالت میں کہ اس نے ذمہ دار آفیسروں سے اجازت بھی نہیں لی ایفا کے قابل ہے یا نہیں اور کیا اس کی پابندی کرنا چاہیئے یا نہیں۔ اس پر بڑی لمبی چوڑی بحث ہوتی رہی۔ اور آخرکار یہ معاملہ خلیفہ وقت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

چند دنوں کے بعد خلیفۂ وقت کی طرف سے حکم صادر ہوا کہ ایک غلام کا عہد بھی ٹھیک ویسا ہی متبرک اور قابل احترام ہے جیسا کہ ایک آزاد کا۔ اس میں کوئی فرق نہیں اس لئے جندیسور کے باشندوں سے جو عہد کیا گیا ہے اس کا ایفا ضروری ہے۔ اور ان شرائط کی پابندی لازمی ہے۔

جندیسور کے لوگوں پر اس معاملہ سے اس قدر اثر ہوا کہ ان میں سے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ اسلامی اخلاق کی فتح تھی۔ دنیا میں فتح صرف تیر اور تلوار سے ہی نہیں ہوتی بلکہ اخلاق سے بھی ہوتی ہے۔ اخلاق کی فتح تیر و تفنگ کی فتح سے زیادہ موثر اور زیادہ پائیدار ہوتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم کے مبارک زمانہ میں بھی سینکڑوں ہزاروں انسان حضور کے اخلاق فاضلہ کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے تھے

سو بار ترا دیکھ کے لطف اور ترحم ؎ ہر باغی و سرکش کا سر آخر کو جھکا ہے

(بقیہ از صفحہ)

کا امکان بتایا جاتا ہے وہ آنحضرت صلعم کا امتی ہے اور یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم اپنے ایک امتی پر ایمان لاتے کسی طرح جائز اور صحیح نہیں ہو سکتا۔ امتی کا نبی مطاع پر ایمان لانا فرض ہے نہ کہ نبی مطاع کا امتی پر، لیکن حیرت ہے کہ قادیانی منطق میں آنحضرت صلعم سے مطاع ہونے کے باوجود ایک امتی رسول پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا گویا یوں کہنا چاہیئے کہ اگر آنحضرت صلعم مسیح موعود کے زمانہ میں ہوتے تو انہیں حکم تھا کہ مسیح موعود پر ایمان لائیں اور ان کی نصرت کریں فرمایئے ایسی حالت میں مطاع آنحضرت ہوتے یا مسیح موعود؟

(۲) جب آنحضرت صلعم کا مسیح موعود پر ایمان لانا ضروری قرار پایا تو مسیح موعود امتی نہ رہے اور نہ (جیسا قادیانیوں کا عقیدہ ہے) آنحضرت صلعم کی اتباع سے نبی ہے، بلکہ انہیں براہ راست نبی قرار دینا پڑے گا

(۳) ایسی حالت میں "وعدہ کا نبی" جس کو کتب مقدسہ میں "وہ نبی" کے نام سے یاد کیا گیا ہے، مسیح موعود ہوتے نہ کہ آنحضرت صلعم اور وہ پیشگوئیاں جو کتب مقدسہ میں آنحضرت صلعم کے متعلق پائی جاتی ہیں، جن میں بعض جگہ آپ کا اسم مبارک "محمد" یا "احمد" بھی مذکور ہے، اس میثاق النبیین سے خارج قرار دی جائیں گی اور ان کے بجائے کتب مقدسہ سے مسیح موعود کے متعلق ایسی پیشگوئیاں دکھانی پڑیں گی جو میثاق النبیین کی مصداق ہوں۔

(۴) اگر ان تمام نتائج کو قادیانی قبول کرنے کے لئے تیار ہیں تو بسم اللہ، بیشک مسیح موعود کو میثاق النبیین کا مصداق ٹھیرائیں یا جو جی چاہے بنائیں، لیکن یہ یاد رکھیں کہ خود حضرت مسیح موعود کا یہ مذہب نہیں، آپ نے اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے:۔

" اور یاد کر کہ جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں گا اور تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے گا تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی اور کہا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس عہد پر استوار ہو گئے انہوں نے کہا کہ ہم نے اقرار کر لیا تب خدا نے فرمایا کہ اب اپنے اقرار کے گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ اس بات کا گواہ ہوں، اب ظاہر ہے کہ انبیاء تو اپنے اپنے وقت پر فوت ہو گئے تھے یہ حکم ہر نبی کی امت کے لئے ہے کہ جب وہ رسول ظاہر ہو تو اس پر ایمان لاؤ ورنہ مواخذہ ہوگا"

اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

" اب بتلا دیں میاں عبدالحکیم خاں نیم ملا خطرہ ایمان! کہ اگر صرف توحید خشک سے نجات ہو سکتی ہے تو پھر خدا تعالےٰ ایسے لوگوں سے کیوں مواخذہ کرے گا جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے مگر توحید باری کے قائل ہیں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۰)

اس سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک آیت میثاق النبیین میں جس رسول کے متعلق تمام نبیوں سے عہد لینے کا ذکر ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں آپ کے بعد کسی نبی کا آنا اس سے ثابت نہیں۔

رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیوں لیا گیا جیسے "منک" کے لفظ سے ثابت ہے۔ اس کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ آپ سے کسی آئندہ نبی پر ایمان لانے کا عہد نہیں لیا گیا بلکہ نبیوں سے میثاق لیتے وقت آپ کی جو صفت بیان کی گئی تھی کہ مصدق لما معکم جو تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق کرے گا، اس کو اس عہد کی صورت میں پورا کیا کہ آپ سے پہلے انبیاء کی تصدیق کرانے اور ان کے صحائف پر ایمان لانے کا اقرار لیا گیا۔ جیسا کہ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل آمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ سے ثابت ہے۔

مکتوبات

عازمین حج کے لئے

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور

السلام علیکم۔ براہ مہربانی مفصلہ ذیل چند سطور اپنے اخبار گوہر بار میں اپنے قارئین کی آگاہی کے لئے درج فرما کر مشکور کریں۔

"جن لوگوں کو بحری جہازوں میں حج پر جانے کیلئے پرمٹ نہیں مل سکے انکو مایوس نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ ہوائی جہازوں میں جانے کا بندوبست ہو گیا ہے۔ کرایہ آمد و رفت مبلغ ۲۸۰/- روپیہ ہے جو لوگ بصرہ تک بحری جہاز میں سفر کرنا چاہیں۔ انکو بصرہ سے جدہ تک ہوائی جہاز مل سکتا ہے اس صورت میں تقریباً چار صد روپیہ کی کرایہ میں کمی بھی ہو جاویگی پنجاب کے مختلف مقامات پر زائرین کی سہولیت کے لئے انتظام کئے گئے ہیں۔ ملتان میں منیجر عزیز ہوٹل کے دفتر سے بھی حج کے مطلوبہ فارم مثلاً چیچک و ہیضہ کے ٹیکوں کے سرٹیفکیٹ فارم، شناختی کارڈ پاسپورٹ فارم وغیرہ و دیگر ہدایات متعلق سفر حج مل سکتے ہیں۔

ہمارا اندازہ ہے کہ اگر کراچی سے بصرہ تک بحری سفر اور بصرہ سے جدہ تک ہوائی سفر اختیار کیا جائے تو پنجاب کے کسی شہر سے کل خرچہ آمد و رفت بمعہ کرایہ موٹر لاری جدہ تا عرفات واپسی اور جدہ تا مدینہ شریف واپسی تقریباً مبلغ ۱۳۰۰ روپیہ ہوگا اور اگر کراچی سے براہ جدہ ہوائی سفر کیا جاوے تو کل خرچ علاوہ خوراک ۱۷۰۰/- ہوگا۔

۴۔ ہر زائر اپنے ہمراہ مبلغ ۱۶۰۰ روپے کے حج نوٹ لے جا سکتا ہے۔ جو مختلف بینکوں سے پاکستانی نوٹ کے برابر کی قیمت پر مل جاتے ہیں۔ نقد

خاکسار

حاجی عبدالرشید خاں

عزیز ہوٹل ملتان چھاؤنی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۲۷ — فون نمبر ۳۷۴۳۷

لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بود٭ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب — جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پاکستان سے سالانہ چندہ۔ چھ روپے — ہندوستان سے ۔۔۔ ۱۲ — ۸ روپے — ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۔ ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں اور سب مجدد دونکا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۳ شوال ۱۳۷۰ھ - ۱۸ جولائی ۱۹۵۱ء | نمبر ۲۶

ووکنگ (انگلستان) میں عید الفطر

مختلف رنگ و نسل کے ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کا اجتماع اور اخوتِ اسلامی کا روح پرور نظارہ

۹ جولائی ۱۹۵۱ء جمعہ کا دن شاہجہان مسجد ووکنگ کی تاریخ میں بہت بڑی مسرت و ابتہاج کا دن تھا، جبکہ برطانیہ عظمیٰ کی تمام اطراف سے قریباً پندرہ سو اشخاص عید الفطر کی نماز پڑھنے کے لئے اس جگہ جمع ہوئے، مسجد کے باہر ایک کھلے میدان میں جو سبز گھاس سے لہلہا رہا تھا ایک شاندار شامیانہ نصب کیا گیا جس پر تمام اسلامی ممالک کے جھنڈے آویزاں تھے ہلال اور ستارہ کا نشان اپنی چمک دمک سے دنیائے اسلام کی (جس پر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا) نئی زندگی کا پیغام سنا رہا تھا،

تلاوت قرآن

مسٹر حازم سیدک نے جو یوگوسلاویہ کے رہنے والے اور ووکنگ مسلم مشن کے سٹاف ممبر ہیں قرآن کریم کی چند آیات نہایت خوش الحانی سے پڑھیں،

نماز اور خطبہ

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے امامت نماز کے فرائض ادا کرنے کے بعد رمضان اور عید الفطر پر ایک فاضلانہ خطبہ دیا، جو نہایت توجہ سے سنا گیا اور بہت ہی پسند کیا گیا۔

حاضرین کی تواضع

خان بہادر غلام ربانی خاں اور مولوی عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو نے اہلیان مسجد کی طرف سے مہمانوں کی خاطر تواضع پلاؤ اور قورمہ سے کی۔

عالمگیر اخوتِ اسلامی کی رُوح

اس مجمع کے اندر جو پچیس مختلف اقوام کے افراد پر مشتمل تھا اور جس میں نسل ذات رنگ عقیدہ یا عہدہ و منصب کا کوئی امتیاز نہ پایا جاتا تھا عالمگیر اسلامی اخوت کی زندہ روح کام کر رہی تھی جس کا اظہار عید مبارک کی پُرخلوص آوازوں اور پُرمسرت دوستانہ گفتگوؤں سے ہو رہا تھا،

اسلام کا معجزہ

ایک غیر مسلم تماشائی کے لئے اس کی زندگی کا ایک بہت بڑا تجربہ تھا، کہ کس طرح اسلام نے تمام نسل انسانی کی پیدائشی اور جغرافیائی حدود کو مٹا کر عملاً اسے ایک کنبہ کی شکل دیدی ہے۔

پاکستانی ایئر فورس کے زیر تربیت اصحاب

پاکستان رائل ایئر فورس کے زیر تربیت اصحاب برج ہالٹن اور کرینویل کے کیمپوں میں مقیم ہیں اور انہوں نے اپنے پُرمشقت فرائض کی سرانجام دہی کے ساتھ ساتھ رمضان کے روزے بھی پورے طور پر رکھے اس مجمع میں سب کی نظریں بھی ہوئی تھیں، اور انہوں نے ٹریفک کو کنٹرول کرنے اور مہمانوں کو کھانا تقسیم کرنے میں جو بے غرضانہ اور رضاکارانہ خدمات سرانجام دیں اور قومی گیت گا کر حاضرین کو خوش کیا وہ تحسین و آفرین کا موجب ہوا،

اعلیٰ طبقہ کے مہمان

مہمانوں کے اس طبقہ میں سے جو اعلیٰ طبقہ سے تعلق رکھتا ہے، حسب ذیل حضرات اسلامی برادری میں آزادانہ طور پر سب کے ساتھ ملتے جلتے اور مبارکباد دیتے ہوئے دیکھے گئے :-

ہز ایکسیلنسی ابراہیم رحمت اللہ ہائی کمشنر پاکستان۔
بیگم رحمت اللہ
ہز لارڈشپ مسٹر جسٹس منیر چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ
میجر و مسز گالی الکن رکن سفارت خانہ ترکیہ
مسٹر وائی تاجی فاروقی رکن سلطنت ہاشمیہ یردن
لفٹنٹ کرنل خالد السعدون۔ لفٹنٹ کرنل احمد میری۔ کونسلرز سفارت خانہ عراق
بریگیڈیر جنرل ایم خسروانی کرنل BAYENDVR مسٹر احمد ظہیر۔ اراکین سفارت ایران
سفارت انڈونیشیا کے نمائندگان
نواب صاحب ریاست میرپور (پاکستان)
سید میراں شاہ ریونیو منسٹر حکومت سندھ (پاکستان)
شیخ میاں محمد صاحب مل اور زالکیور بانی ہالینڈ مسلم مشن

نماز جمعہ

اسی دن جمعہ تھا نماز جمعہ خان بہادر غلام ربانی خاں نے شاہجہان مسجد ووکنگ میں پڑھائی اور BACK to QURAN (قرآن کی طرف واپس آؤ) On with the Quran (قرآن کے ساتھ ساتھ چلو) کے موضوع پر فاضلانہ خطبہ دیا اور اس بات پر زور دیا کہ اسلام کی یہ سب سے بڑی خوبی ہے کہ اس میں کوئی فرقہ نہیں اور تمام گروہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر متفق ہیں جن میں توحید الٰہی اور ختم نبوت کے اصول بہت بڑی اہمیت رکھتے ہیں اور ووکنگ مسلم مشن ہمیشہ نہایت بلند آہنگی سے یہ اعلان کرتا رہا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو انبیاء علیہم السلام

نسیم القرآن ـــ قرآن کی عقلی و علمی تحقیقات

ایک زیرِ طباعت رسالہ کے مضامین

مستری یعقوب علی صاحب ہماری جماعت کے ان بزرگوں میں سے ہیں جن کو علم دین سے اللہ تعالےٰ نے حصہ وافر دیا ہے اور اسلام اور مسلمانوں کا خاص درد عطا فرمایا ہے۔ حال ہی میں انہوں نے "نسیم القرآن" کے نام سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے جو زیر طباعت ہے، یہ رسالہ کئی ابواب پر منقسم ہے ان میں سے چند ایک کے عنوانات اور ایک باب کا مضمون آپ نے نقل کر کے بھیجا ہے جو ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام ہے :۔

ابواب کے عنوانات

موجودہ تعلیم اور اس کے اثرات ۔ اخلاقی گراوٹ ۔ ضرورت مذہب ۔ مسلمان کا عمل ۔ قرآن مسلمان کو کیا بنانا چاہتا ہے ۔ انسانی طبیعت پر علم ، احسان اور طاقت کا اثر ۔ قرآن شریف خدا کی طرح بے مثل ہے ۔ قرآن و اسلام کافروں کی مخالفت کے باوجود پھیلتا ہے ۔ سچے مہاجر کے خدا کا وعدہ نصرت ۔ خدا مخلوق کا خالق ہے ۔ ہر چیز اس کی تسبیح کرتی ہے ۔ آبپاشی میں انجنیئرنگ کا نظارہ ۔ احسن الخالقین ۔ انسانی خدمت سورج چاند ملائکہ جانور درخت کر رہے ہیں ۔ رسول خدا کے سپرد کام ۔ مسلمان کی تجارت خدا کے ساتھ ۔ رسول خدا صلعم نے کس برائی سے چھڑایا اور کیا بھلائی بخشی ۔ ابتداء عالم سے اس وقت تک نبی کریم جیسا مزکی پیدا نہیں ہوا ۔ کفار سے حفاظت ۔ طارق کا ایمان ۔ میدان جنگ یقین سے فتح ہوتا ہے ۔ سامان جنگ سے محمود غزنوی ۔ محمد بن قاسم ۔ احمد شاہ کے کفار کو سبق ۔ احکام خداوندی سے غفلت کے بد نتائج ۔ قرآن کی تعلیم پر مسلمان کا عمل ہے یا کفار کا ۔ قرآن شریف کی دنیاوی تعلیم سے کس قوم نے فائدہ اٹھایا ۔ غافل قوم کا انجام بد اور مسلمان ۔ قیامت کے دن ہاتھ پاؤں شہادت دیں گے یہ دلائل ۔ اعمال کی تصویر بنتی ہے پر دلائل ۔ سائنس جس قدر ترقی کرے گی علم قرآن اسی قدر روشن ہوگا ۔ سبعاً تو سبعوۃ حق مسئلہ کی تفسیر ۔ خدا کے حضور دل کان آنکھ سب جوابدہ ہیں کا مطلب ۔ نبی کی نافرمانی قوم کی ذلت کا موجب بنتی ہے ۔ زمین پر حکومت کرنے کا کون حقدار ہے ۔ انگریز کی اسلام دشمنی ۔ انگریز کی احسان فراموشی ۔ انگریز کو بد عہدی کی سزا ملے گی ۔ مسلمان پر مصیبتیں کیوں آئیں ۔ قرآن شریف کے بعض حکم ماننا اور بعض چھوڑنا ۔ کولمبس اور محمد شاہ رنگیلا ۔ قرآن شریف میں سورتوں کے نام مکھی ۔ چیونٹی رکھنے کی حکمت ۔ مکھی اور مچھر سے استقلال سیکھو ۔ انتظام خانہ داری ۔ حکومت کا سبق شہد کی مکھی سے سیکھو ۔ حفاظت خود اختیاری کا سبق پیغمبروں سے حاصل کرو ۔ وغیرہ ۔

ایک عنوان کا مضمون

تیسرا باب ـ موجودہ زمانہ کے مسلمان کی تعلیم قرآن سے غفلت اور اس کے نتائج ۔

قرآن شریف فرماتا ہے :۔

لا تکونوا کالتی نقضت غزلہا من بعد قوۃ انکاثا ۔

مطلب :۔ اے مسلمانو اس عورت کی طرح نہ بن جانا جس نے اپنا کاتا ہوا سوت بے سمجھی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ۔

پھر فرماتا ہے :۔

اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب

مطلب :۔ تم مسلمانو ۔ لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور خود غفلت کرتے ہو ۔ حالانکہ تم قرآن شریف جیسی حکمت بھری کتاب پڑھتے ہو جو ہر وقت عمل کا وعظ کرتی ہے ۔ اب اے مسلمان بھائیو آپ ہی غور فرما دیں ۔ کہ کیا خداوند علیم و خبیر کے ان نصیحت بھرے الفاظ سے آپ نے کچھ فائدہ اٹھایا ۔ نہیں ۔ بلکہ اس کے حکم کی نافرمانی کی اور اپنی حفاظت کا کچھ سامان نہ کیا خداوند تعالےٰ نے قرآن شریف میں مسلمان کو توجہ دلائی تھی انزلنا الحدید فیہ بأس شدید ومنافع للناس ۔

مطلب :۔ ہم نے آسمان سے لوہا اتارا اس میں طاقت بھی ہے ۔ جس کے ساتھ تم دشمن سے اپنی حفاظت کر سکو ۔ اور منافع بخش تجارت کا سامان بھی بن سکتا ہے ۔

اے مسلمان بھائیو آپ ہی خدا لگتی سچی بات کہو کہ آپ نے اس لوہے سے بندوقیں ۔ ٹینک ۔ قلعہ شکن توپیں ۔ ہوائی جہاز تیار کئے ؟ جس سے دشمن اسلام اور تمہارے دشمن کا کلیجہ دھڑکتا رہتا ۔ نہیں بنائے ۔ کیا آپ نے آب دوز کشتیاں تیار کیں ۔ کیا تجارتی جہاز بنائے ۔ کہ سمندر کی تہ سے موتی اور مونگا نکالتے ۔ یا تجارتی سامان ایک ملک سے اٹھا کر دوسرے ملک میں لے جا کر فائدہ اٹھاتے بلکہ اے مسلمان بھائیو سچ تو یہ ہے ۔ کہ آپ حج بیت اللہ کے لئے بھی دشمن کے محتاج ہو ۔ آپ غافل رہے ۔ جن کے قرآن میں فائدہ اٹھانے کا حکم تھا ۔ اور فائدہ منکر قرآن (عیسائی) نے اٹھایا اس لئے مسلمانو آپ کو اس غفلت اور نافرمانی کی یہ سزا ملی ۔ کہ باپ دادا کی محنت کی کمائی ہوئی سلطنتوں ہندوستان ۔ ٹرکی ۔ سپین ۔ افریقہ کے بہت سے حصے ہاتھ سے نکل گئے ۔ افسوس مسجد کے ملاں صاحب نے جب کبھی وعظ کیا ۔ تجعلونہ قراطیس تبدونہا وتخفونہا کثیرا ۔ مطلب کتاب الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور بہت حصہ کو چھپا یا شادی اور مرنے کے وعظ کے سوا اگر کچھ فرمایا ۔ تو شبقدر کے دن حلوے کی تائید کی ۔ اور ختم پر زور دیا کہ تمہارے باپ دادا کے ارواح بہشتوں میں داخل ہو جائیں گے ۔ یا کبھی ایسا الٹا سیدھا وظیفہ یا تعویذ لکھنے پڑھنے کا مشورہ دیا ۔ جس کا ثبوت نہ حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی میں اور نہ خلفائے راشدین کے عمل میں مل سکتا ہے ارشاد ربی تو یہ تھا ۔ اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شیء وان عسیٰ ان یکون قد اقترب اجلہم ۔ اعراف ع ۲۳

مطلب :۔ کیوں یہ لوگ آسمان اور زمین کی بناوٹ اور دیگر اشیاء پر غور نہیں کرتے اور کیا عجب ہے کہ اس غافل قوم کی اجل قریب ہو غفلت کا نتیجہ مسلمان نے بحیثیت قوم کیسا بھگتا ۔ وہ شان وہ عزت جو قرون اولیٰ کے مسلمان کی تھی سب مٹ گئی اور سنو غور سے پڑھو ۔ افلم یسیروا فی الارض فتکون لہم قلوب یعقلون بہا واذان یسمعون بہا ۔ الحج

مطلب :۔ یہ لوگ دنیا میں پھر کر مناظر ارضی کو کیوں نہیں دیکھتے تاکہ اسکو دیکھ کر غور کرنے کے بعد ان کے دل سمجھدار ہو جائیں اور کان سننے کی نعمت سے بہرہ ور ہوں ۔ یہ توجہ مسلمان انسان کو خدا نے زمینی خزائن سے فائدہ اٹھانے کے لئے دلائی تھی اب آسمان سے فائدہ اٹھانے کے لئے جو حکم تھا ۔ اسکو بھی غور اور بہت غور سے پڑھو ۔ کہ کس طرح بجلی وغیرہ سے فائدہ اٹھانا تھا انا زینا السماء الدنیا بزینۃ ن الکواکب ۔ ہم نے حسین ستاروں سے آسمان کو سجا رکھا ہے ۔

لقد جعلنا فی السماء بروجا وزینّٰہا للنّٰظرین ۔ ہم نے آسمان کے حصے بنا کر اسکو اہل نظر کے لئے سجا رکھا ہے ۔

وانظروا ماذا فی السموات والارض ۔

اچھی طرح غور سے دیکھو آسمان اور زمین میں تمہارے لئے نفع مند کیا چیز ہے ۔

خلاصۂ احکام

آیت اوّل میں ایسی غافل قوم کی جو زمین اور آسمان کی بناوٹ پر غور نہیں کرتی ہلاکت قریب بتلائی ہے ۔

آیت دوم ۔ میں اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے ۔ کہ اگر زمین اور آسمان کی بناوٹ پر غور کر کے مفید اشیاء کی تلاش کرو گے تو تجربہ کے بعد عقلمند ہو جاؤ گے اور تمہاری نظر اشیاء دیکھنے پہچاننے کے قابل ہو جائے گی ۔

آیت سوم میں ستاروں ، سورج وغیرہ کی بناوٹ پر اور ان کے اعمال پر توجہ کرنے کا حکم ہے کہ دیکھو وہ زمین پر کیا اثر ڈال رہے ہیں اور تم اس سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہو ۔

چوتھی آیت شریف میں آسمان کے حصوں کا ذکر کر کے فرمایا اس بات پر غور کرو کہ حصے کیوں بنائے اور تم کو اس حصہ بندی سے کیا فائدہ ہے ۔

(باقی برصفحہ ۲)

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۴ر شوال ۱۳۷۰ھ | نمبر ۲۶

احمدی قوم کیلئے لائحہ عمل

حضرت مسیح موعود کا ایک ارشاد ہے:۔

"اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی۔ آپس میں اخوت اور محبت پیدا کرو اور درندگی۔ ۔ ۔ ۔ اور اختلافات کو چھوڑ دو ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے پس ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے۔ اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں تم یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں لگاؤ گے اور اس کے دین کی حمایت میں مشغول ہو جاؤ گے تو خدا تمام رکاوٹوں کو دور کر دے گا۔ اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کسان عمدہ پودوں کی خاطر کھیت میں سے ناکارہ چیزوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے اور اپنے کھیت کو خوشنما درختوں اور بار آور پودوں سے آراستہ کرتا اور ان کی حفاظت کرتا اور ہر ایک ضرر اور نقصان سے ان کو بچاتا ہے مگر وہ درخت اور پودے جو پھل نہ لائیں اور گلنے اور خشک ہونے لگ جائیں ان کی مالک پرواہ نہیں کرتا کہ کوئی مویشی ان کو آ کر کھا جائے یا کوئی لکڑہارا ان کو کاٹ کر تنور میں پھینک دے سو ایسا ہی تم یاد رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دے گی پر اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری کا ایک سچا عہد نہ باندھو تو پھر اللہ تعالیٰ کو کسی کی پرواہ نہیں ہزاروں بھیڑیں اور بکریاں روز ذبح ہوتی ہیں پر ان پر کوئی رحم نہیں کرتا اور اگر ایک آدمی مارا جائے تو اتنی بازپرس ہوتی ہے سو اگر تم اپنے آپ کو درندوں کے مانند بیکار اور لاپرواہ بناؤ گے تو تمہارا بھی ایسا ہی حال ہو گا۔ چاہیئے کہ تم خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ تا کہ کسی وباء کو یا آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ کیونکہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر زمین پر نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔"

(الحکم ۲۰ و ۲۷ر مئی ۱۸۹۸ء)

یہ وہ الفاظ ہیں جو مامور الٰہی، مسیح موعود، مہدی معہود، مجدد وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائے ہیں، جس راہ کی طرف ہمیں ان الفاظ میں بلایا گیا ہے، غور کر کے دیکھا جائے تو فی الحقیقت وہی ایک فلاح و بہبود کی راہ ہے جو دنیا و آخرت میں ہمیں کامیاب اور سرخرو بنا سکتی ہے، یہ وہ لائحہ عمل ہے جس کو جماعت احمدیہ نے اپنے ابتدائی ایام میں اپنا نصب العین بنایا اور دنیا اس جماعت کے تقوے اور دیانت و امانت سے ایسی مرعوب ہوئی کہ شدید سے شدید دشمن بھی اس جماعت کے افراد کو عزت و وقار کی نظروں سے دیکھتا اور اس کی خوبیوں کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

یہی حضرت مسیح موعودؑ کی مجددیت کا ایک زندہ ثبوت تھا، لیکن کیا آج بھی ہم ایسا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں؟ کیا آج بھی ہم اپنے اخلاق و کردار سے دنیا کو یہ بتا سکتے ہیں کہ کہ مرزا صاحب نے جو جماعت پیدا کی، وہ ان کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت ہے؟ کیا آج بھی ہم اپنے تقوے، دیانت و امانت اور تعلق باللہ سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب فی الواقعہ مجدد تھے، اور ان کی مجددیت ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ ایسی پاکباز جماعت دنیا میں موجود ہے، اس میں شک نہیں کہ دین کی اشاعت کے لئے ہم نے بہت سی قربانیاں کیں، اور اسلام کی شوکت و عظمت کو بلند کرنے کے لئے قیمتی اسلامی لٹریچر بھی دنیا میں شائع کیا جس سے اچھے نتائج پیدا ہوئے جو ہر طرح لائق تحسین ہیں، فی الحقیقت یہ بھی حضرت مجدد وقت کی صداقت ہی کا ثبوت ہے کہ وہ کام جس کی توفیق دنیا کی کسی اسلامی جماعت، کسی بڑی سے بڑی مسلمان سلطنت کو نہیں ملی، اس کو چھوٹی سی جماعت کر رہی ہے، لیکن یہ ایک پہلو ہے اور اس پہلو میں بھی سوائے اس کے کہ دوسروں کو اسلام کا کلمہ پڑھانے اور اس کی صداقت کا قائل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جہاں تک اخلاقی و عملی اصلاح کا کام ہے، اس کی طرف بہت کم توجہ ہے، حالانکہ یہی ایک چیز تھی، جو حضرت مجدد وقت کی بعثت کا حقیقی مدعا ہے آپ نے خود بحث و مناظرات یا دلائل سے دوسروں کو قائل کرنا اور عملی اصلاح سے تغافل اختیار کرنا اپنی بعثت کے منافی قرار دیا ہے اور صاف فرمایا ہے کہ:۔

"میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایسی جماعت تیار ہو جاوے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح اور تقوے کے راستہ پر چلے اور صدق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا کہ اس جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پائے اور خدا کا منشاء پورا ہو پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوئی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے اپنے دشمن پر غلبہ پا لیا اور اس کو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو ایسی فتح کوئی فتح نہیں کیونکہ اگر ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہیں ہوئی تو ہمارا سارا کام رائیگاں گیا"

یہی وہ چیز ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے اس ارشاد میں بھی توجہ دلائی ہے، جو ہم شروع میں نقل کر آئے ہیں اس ارشاد کو پڑھیئے اور پھر پڑھیئے، اور بار بار اس کا مطالعہ کیجئے اور اس بات پر غور کیجئے کہ ہماری زندگیاں کہاں تک اس کے مطابق ہیں، کہاں تک ہم صالح بندوں کی طرح آپس میں اخوت و محبت پیدا کرتے اور درندگی اور اختلافات کو چھوڑ کر ہزل اور تمسخر سے کنارہ کش ہوتے ہیں کہاں تک ہم ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آتے اور اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیتے ہیں، کیا ہم نے دوسروں پر نکتہ چینی کرنے سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی اور خدا سے سچی صلح کر لی ہے؟ دیکھئے خدا کا مامور کہتا ہے کہ جس طرح کسان عمدہ پودوں کے لئے ناکارہ چیزوں کو اکھاڑ پھینکتا ہے جس طرح ہزاروں بھیڑیں اور بکریاں ہر روز ذبح ہوتی ہیں اور کوئی پرواہ نہیں کرتا اسی طرح:۔

"اگر تم اپنے آپ کو درندوں کے مانند بیکار اور لاپرواہ بناؤ گے تو تمہارا بھی ایسا ہی حال ہو گا چاہیئے کہ خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ تا کہ کسی وبا کو یا آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے کیونکہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر زمین پر نہیں ہو سکتی، ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔"

کاش ان الفاظ کو ہر احمدی اپنا آویزہ گوش بنا لے اور ان کو اپنا لائحہ عمل۔۔۔۔ بنا کر وہ نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرے جو مامور وقت کی بعثت کی اصل غرض ہے کہ اسی سے ہم دنیا و آخرت میں کامیاب اور سرخرو ہو سکتے ہیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت

کراچی سے میاں نصیر احمد فاروقی اپنے خط مورخہ ۱۰ر جولائی میں اطلاع دیتے ہیں:۔

"یہ سچ ہے کہ یہاں آ کر حضرت امیر ایدہ اللہ کو کچھ افاقہ ہوا ہے، مگر اب کوئی ۲۰-۲۰ روز سے بے خوابی، درد شکم اور تنفس کی تیزی کی شکایت ہوتی رہتی ہے گئی رات بھی حضور بے آرام رہے اور تنفس کی تیزی کی شکایت رہی۔ آج صبح ڈاکٹر نے ٹیکہ لگایا تو تکلیف میں کمی ہوئی ہے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور اس مقدس ہستی کو صحت اور عمر نوح عطا فرمائے"

افکار و اخبار

ہندوستانی افواج کا اجتماع

۱۴ر جولائی کو وزیراعظم پاکستان کا یہ بیان کہ ہندوستان کی نوے فیصدی افواج جموں و کشمیر اور پاکستانی سرحدوں کے مقابلہ میں آکھڑی ہوئی ہیں، تمام پاکستان میں نہایت تشویش لیکن حیرت انگیز اعتماد و سکون کے ساتھ سُنا گیا اور ایک باوقار اور خوددار قوم کی طرح ہر پاکستانی جماعت اور تمام شہریوں نے اپنے وطن عزیز کی حفاظت کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کی کھلے دل سے آمادگی ظاہر کی، یہاں تک کہ وہ سیاسی جماعتیں بھی جن کو موجودہ حکومت سے اصولی اختلاف ہے، وزیراعظم مسٹر لیاقت علی خاں کے زیر کمان دفاع ملک میں حصہ لینے کا اعلان کر چکی ہیں جناح عوامی لیگ، اسلام لیگ، جماعت اسلامی سب ہی نے بیک زبان ہندوستان کے اس اقدام کو نا پسندیدگی کی نظروں سے دیکھتے ہوئے حکومت سے پوری وفاداری کا اظہار کیا ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور بھی اس سلسلہ میں کسی سے پیچھے نہیں اور اپنے وطن عزیز کی حفاظت کے لئے حکومت کے ساتھ پوری وفاداری اور تعاون کا اظہار کرتی ہے، دعا ہے اللہ تعالےٰ دشمن کے تمام ارادوں کو ناکام و نامراد کرے اور پاکستان کی خداداد مملکت کو ہر طرح سے محفوظ و مصئون رکھے۔

پنڈت نہرو نے اس سلسلہ میں حکومت پاکستان کے جواب میں یہ اعلان کیا ہے کہ یہ فوجی اجتماعات محض سرحدوں کو محفوظ کرنے کیلئے کئے گئے ہیں، یہ عذر لنگ اس قابل نہیں کہ حکومت پاکستان کسی طرح اسکو درخور اعتنا سمجھے اور ضروری ہے کہ پاکستان کی سرحدوں پر بھی ایسے ہی فوجی اجتماعات کئے جائیں، اور ہر وقت پوری ہوشیاری اور چوکسی سے کام لیا جائے کہ یہ قرآن کا صریح حکم اور وقت کا عین تقاضا ہے۔

(نسیم القرآن - بقیہ صہ ۲)

پانچویں آیت - میں بھی آسمان اور زمین پر توجہ کرکے خدا کی صنعت سے فائدہ تلاش کرنے کا حکم ہے۔

ان آیات مبارکہ میں بار بار حکم ہے۔ کہ ہماری آسمانی اور زمینی صنعت سے فائدہ اُٹھاؤ۔ اور خوب فائدہ اُٹھاؤ یہ اس لئے کہ فرمایا تھا خلق لکم ما فی الارض جمیعا اگر یہ بات سچ ہے اور ضرور سچ ہے کہ سب مخلوق خدا آسمان ہو یا زمین سورج ہو یا چاند سب انسان کی خدمت کے لئے ہے۔ کیونکہ خدا کے بعد انسان خلیفہ ہے اور خلیفہ ہی حق رکھتا ہے۔ کہ مالک کے بعد سب اشیاء سے فائدہ اُٹھائے۔ تو پھر اے مسلمان بھائیو اور خصوصًا نوجوانو۔ سچ کہو اور انصاف سے کہو کہ سورج۔ چاند بجلی ہوا پانی روشنی آگ سمندر کو کس قوم نے اپنے ماتحت کر رکھا ہے آپ نے جن کا قرآن ہے یا اس قوم نے جن کا قرآن سے کچھ تعلق نہیں۔ موسم کے متعلق ہونے والے واقعات قبل از وقت بتا کر اپنی حفاظت کا سامان وہ منکر قرآن کرتے ہیں یا آپ۔ بنجر زمین کو جس میں سوائے خار مغیلاں کچھ پیدائش نہ تھی۔ کس قوم کے نوجوانوں نے ہمت کرکے دریا کا کلیجہ چیر کر نہریں نکالیں اور سرسبز کرکے باغ بہار اُگائے اور کروڑوں من غلہ پیدا کیا۔ آبشاروں سے بجلی پیدا کرکے شب دیجور کو روز روشن کی طرح کس نے چمکایا۔ دریا جن سے پار اُترتے وقت ایک دوسرے سے ملاقات کا یقین بھی نہ ہوتا تھا ملاقات آخری ملاقات سمجھی جاتی تھی ان پر پل باندھ کر پانچ سال کے بچوں بلکہ اندھے انسانوں کے لئے آرام سے گذرنے کا سامان کس قوم نے کیا۔ باہمت لوگوں نے کیا۔

بجلی کا ذکر قرآن شریف میں بہت وضاحت سے آیا ہے اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ریڈیو۔ وائرلیس ٹیلی ویژن کی ایجاد کا سہرا کس قوم کے نوجوانوں کے سر پر ہے سچ کہو۔ وانظر وماذا فی السموات والارض پر عمل منکر قرآن نے کیا یا آپ نے، آپ نے قرآن شریف سے منہ موڑا اور ذلت نصیب ہوئی اور سنو۔ اللہ میاں فرماتا ہے:-

ان اللّٰہ لا یستحی ان یضرب مثلا ما بعوضۃ فما فوقھا

مطلب:- اللہ تعالےٰ ایک ننھے سے کیڑے کو پیدا کرکے اسکو مثال (مخلوق) کے طور پر پیش کرنے سے نہیں جھجکتا۔ (کیونکہ تمام دنیا متفق ہو کر بھی ایسا نہیں بنا سکتی) لیکن مسلمان بھائیو آپ نے اسکو حقیر سمجھا اور اس کی صنعت سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ آؤ آپ کو سمجھائیں۔ بیری کے درخت پر ایک ننھا سا کیڑا سرخی مائل کچھ مواد جمع کر دیتا ہے جس کو ہم لاکھ کہتے ہیں۔ اس ننھے کیڑے نے خدا کی بخشی ہوئی سائنس سے اس کو بنایا اس میں سرخ رنگ بہت عمدہ نکلتا ہے۔ مگر خداوند کی ہر ایک اشیاء کو ما خلقت ھذا باطلا سمجھنے والی قوم نے غور شروع کیا اور اس لاکھ سے ایک پلیٹ تیار کی پھر ایک مشین تیار کی اور قرآن کریم کی صداقت (تکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم) کہ قیامت کے دن تمہارے ہاتھ اور پاؤں ہمارے روبرو تمہارے اعمال کی شہادت دیں گے کا سامان آپ نے کیا یا غیر اقوام کے لوگوں نے۔ اس میں قرآن شریف کی صداقت کا سامان اس طرح ہے کہ اندھیرے کمرے میں ایک آدمی کچھ پڑھتا ہے یا گاتا ہے۔ بند کمرے میں اس کے پڑھنے یا گانے کے وقت اس لاکھ کی بنی ہوئی پلیٹ پر مشین کے ذریعہ خطوط ڈالے جاتے ہیں اور آواز محفوظ کر لی جاتی ہے۔ پلیٹ تیار ہونے کے بعد جب اس پلیٹ کو اندھیرا ہو یا اُجالا۔ بارش ہو یا روز روشن اس مشین پر رکھکر چلایا جائے۔ تو برسوں بعد بھی یہ وہی پڑھ سناتی ہے۔ جو بند کوٹھڑی میں کیا گیا تھا یا بالفاظ دیگر اس انسان کے اعمال کو دھراتی ہے۔ جو اس نے اندھیری کوٹھڑی میں کئے تھے۔ اب

اخبار احمدیہ

جماعت احمدیہ کراچی کی نماز عید الفطر

کراچی دارالسلطنت پاکستان میں عید الفطر کی تقریب سعید بروز جمعۃ المبارک منائی گئی۔ کیونکہ جماعت لاہور خدا کے فضل و کرم سے کراچی میں دن بدن ترقی کر رہی ہے۔ اور جماعت کا جو مکان بطور مسجد استعمال ہو رہا ہے۔ اس میں جملہ احباب نماز عید کو ادا نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے امسال بھی نماز عید کا فریضہ جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کے وسیع بنگلہ میں ادا ہوا۔ تقریبًا دوصد احباب نے نماز عید میں شرکت فرمائی۔ علاوہ ازیں مستورات کی بھی کافی تعداد نماز میں موجود تھی جن کے لئے علیحدہ باپردہ انتظام موجود تھا۔

نماز عید کے بعد خطبہ بھی ہماری جماعت کے مخلص ترین بزرگ اور خطیب جماعت جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی نے دیا۔ جس کو حاضرین مجلس نے بہت پسند کیا۔ علاوہ ازیں حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بھی جماعت کو خدمت و حفاظت و اشاعت اسلام کے متعلق پند و نصائح فرمائیں۔ حضرت کا ایک ایک لفظ درد اسلام کا مرقع تھا۔ جملہ حاضرین مجلس کی دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس بزرگ و نافع وجود کو مدت مدید تک زندہ و سلامت باکرامت رکھے۔ تا اشاعت اسلام کی تحریک کو مزید تقویت حاصل کر سکے۔ آمین ثم آمین۔

اس سال ہماری جماعت کے پریزیڈنٹ جناب چوہدری امجد خاں صاحب کی تحریک پر اتوار کی شام کو جناب میاں صاحب کی کوٹھی پر "عید ڈنر" کا اہتمام ہوا جماعت کے سب بزرگوں نے اس میں حصہ لیا۔

ہماری جماعت کے مخلصین میں سے مثلاً شیخ عبدالرؤف صاحب خلف الرشید حضرت شیخ میاں محمد صاحب اور جناب شیخ عطاء اللہ صاحب ملتانی نے مبلغ سوسو روپیہ عطا فرمایا۔

جزاہم اللہ تعالےٰ احسن الجزاء

شیخ عبدالحق

سیکرٹری تبلیغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کراچی

مدیر "پیغام صلح" رخصت پر

مدیر "پیغام صلح" اس شیوع کے بعد ایک ماہ کی رخصت پر جا رہا ہے۔ اس کی غیر حاضری میں محترم غلام ربانی صاحب ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ادارت کے فرائض سرانجام دیں گے، اس دوران میں ختم نبوت کا مضمون بدستور شائع ہوتا رہے گا بعض دوستوں نے اس مضمون کو بصورت ٹریکٹ شائع کرنے کی فرمائش کی ہے جو اختتام مضمون کے بعد انشاء اللہ پوری کی جائے گی، احباب کرام سے دعا کی التماس ہے۔

ذرا اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بھی ذرا غور سے دیکھو۔ اس پر بھی تم کو ٹیڑھے سینکڑوں خط ہیں۔ تو کیا اگر خدا قیامت کے

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

اس مضمون میں قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے اس حصہ کو جس میں اجرائے نبوت پر بحث کی گئی ہے سامنے رکھتے ہوئے ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

تردید دلائل امکان نبوت

امکان نبوت کے ثبوت میں پیش کردہ احادیث پر ایک نظر

جس طرح قرآن کریم کی صریح اور محکم آیات دربارہ ختم نبوت کو چھوڑ کر ایسی متشابہ آیات پر امکان نبوت کی بنیاد رکھی گئی ہے جن کے معنے اگر محکم آیات کے ماتحت اور سیاق و سباق کو پیش نظر رکھ کر کئے جائیں، تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کا کوئی امکان ان سے ثابت نہیں ہوتا اسی طرح ان بیسیوں محکم و متواتر اور ثقہ احادیث کے مقابلہ میں جن میں خود رسول اللہ صلعم نے انقطاع نبوت کا اعلان بڑے زبردست الفاظ میں کیا ہے، چند ضعیف، مطرود و مردود اور غیر معتبر احادیث کو پیش کیا جاتا ہے اور ان سے نیا نیا اجرائے نبوت کا امکان ثابت کیا جاتا ہے، حالانکہ ان سے کوئی امکان نبوت ثابت نہیں ہوتا، ایسی احادیث حسب ذیل ہیں:-

پہلی حدیث حدثنا عبد القدوس ابن محمد حدثنا داؤد ابن شبیب الباھلی حدثنا ابراھیم بن عثمان حدثنا الحکم بن عتیبہ عن مقسم عن ابن عباس قال لما مات ابراھیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ان لہ مرضعا فی الجنۃ ولو عاش لکان صدیقا نبیا (ابن ماجہ جلد ۱ کتاب الجنائز باب ما جاء فی الصلوٰۃ علی ابن رسول اللہ و ذکر وفاتہ ص ۲۳۷ مصری)

حضرت ابن عباس رضی سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلعم کا بیٹا ابراھیم فوت ہوا تو آنحضرت صلعم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا جنت میں اس کے لئے ایک انا ہے اور فرمایا کہ اگر یہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا۔

یہ آیت خاتم النبیین کے نزول سے چار سال بعد کی ہے اگر آنحضرت صلعم خاتم النبیین کا یہ مطلب سمجھتے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئیگا تو آپ کو فرمانا چاہیئے تھا لو عاش ابراھیم لما کان نبیا لانی خاتم النبیین کہ اگر ابراھیم زندہ رہتا تب بھی نبی نہ ہوتا کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں۔

(قادیانی پاکٹ بک صفحہ ۔۔۔)

الجواب:- رسول اللہ صلعم تو بار بار فرما چکے ہیں انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ خاتم النبیین کے معنے یہی سمجھتے تھے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، لیکن قادیانی صاحب پھر بھی یہی کہتے چلے جاتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلعم خاتم النبیین کا یہ مطلب سمجھتے ......" مطلب سمجھنا اور فرمانا اور کس طرح ہو سکتا ہے لا نبی بعدی کے ہوتے ہوئے لو عاش ابراھیم لکان نبیا کو پیش کرنا بقول امام نووی بہت بڑی جسارت ہے۔

(۲) اس حدیث پر محدثین نے بڑی جرح کی ہے اور نہ صرف سند کے لحاظ سے بلکہ مضمون کے اعتبار سے بھی اس کو پایہ اعتبار سے ساقط ٹھہرایا ہے، چنانچہ ملا علی قاری موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں قال النووی فی تھذیبہ ھذا الحدیث باطل وجسارۃ علی الکلام بالمغیبات ومجازفۃ وھجوم علی عظیم وقال ابن عبد البر فی تمھیدہ لا ادری ما ھذا فقد ولد نوح علیہ السلام غیر نبی ولو لم یلد النبی الا نبیا لکان کل احد نبیا لانھم من ولد نوح علیہ السلام

یعنی امام نووی نے کتاب تہذیب میں لکھا ہے، کہ یہ حدیث باطل ہے، اور غیب کی باتوں پر بہت بڑی جسارت ہے اور اٹکل پچو بات ہے اور ابن عبد البر نے اپنی تمہید میں لکھا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے، نوح علیہ السلام کے ہاں غیر نبی پیدا ہوا اور اگر نبی کے ہاں جو پیدا ہوتا ہے تو چاہیئے تھا کہ نوح علیہ السلام کے ہاں جتنے بیٹے ہوتے سب نبی ہوتے کیونکہ وہ نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ (موضوعات کبیر ص ۵۸)

(۳) ابن ماجہ مطبوعہ مطبع نظامی دہلی میں اس حدیث پر یہ حاشیہ لکھا ہے۔

قال الشیخ الدھلوی ھذہ جرأۃ عظیمۃ قلت ان کان معنی ھذا القول ان ھذا الحدیث لم یصح رفعہ من حیث انہ روی ابن ماجۃ بسند فیہ ابو شیبۃ ابراھیم بن عثمان العبسی قاضی واسط وھو متروک الحدیث کما قال ابن حجر یعنی شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ جرأت عظیم ہے، میں کہتا ہوں کہ اگر اس قول کا یہ مطلب ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں تو یہ اسلئے ہے کہ ابن ماجہ نے اسکو ابو شیبہ ابراھیم بن عثمان العبسی قاضی واسط سے روایت کیا ہے اور وہ بقول ابن حجر متروک الحدیث ہے۔ ایسا ہی ملا علی قاری لکھتے ہیں ان فی سندہ ابا شیبۃ ابراھیم بن عثمان الواسطی وھو ضعیف یعنی اس کے اسناد میں ابو شیبہ ابراھیم بن عثمان الواسطی ہیں اور وہ باعتبار روایت ضعیف ہیں۔

نوٹ:- قادیانی پاکٹ بک نویس نے اس راوی کی ثقاہت کو ثابت کرنے کے لئے اسماء الرجال کی کتابوں سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ قال یزید ابن ھارون ما قضی علی الناس رجل اعدل فی قضاء قال ابن عدی لہ احادیث صالحۃ وھو خیر من ابی حیۃ (تہذیب جلد ۱ ص ۱۴۵) یعنی یزید بن ہارون نے کہا ہے کہ اس زمانہ میں اس سے زیادہ عدل اور انصاف کے ساتھ کسی نے فیصلے نہیں کئے، ابن عدی نے کہا ہے اس کے متعلق اچھی باتیں ہیں اور وہ ابی حیہ سے بہتر ہے، قادیانی پاکٹ بک نویس نے لہ احادیث صالحۃ کا ترجمہ کیا ہے اس کی حدیثیں سچی ہوتی ہیں، حالانکہ یہاں حدیثوں کا کوئی ذکر نہیں اور نہ اصطلاحات حدیث میں حدیث صالحہ بھی کوئی حدیث کی قسم ہے اس کے سیدھے معنے ہیں اس کے متعلق اچھی باتیں مشہور ہیں اس سے باعتبار روایت اس کے ضعیف اور متروک الحدیث ہونے کی نفی نہیں ہوتی اور نہ ملا علی قاری اور حافظ ابن حجر جیسے اعلیٰ پایہ کے محدثین کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی رائے قابل وقعت ہے، ابن حیہ سے بہتر ہونا بھی ضروری نہیں کہ راوی ہونے کے لحاظ سے ہو، بلکہ کسی اور اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے، رہا یہ کہ ملا علی قاری نے "ضعیف" کہنے کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ لہ طرق ثلثۃ یقوی بعضھا ببعض (یہ روایت تین طریقوں سے مروی ہے ایک طریق دوسرے کو قوت دیتا ہے) اس سے روایت کے صحیح ہونے پر استدلال کیا جا سکتا ہے نہ کہ راوی کی ثقاہت پر، اور آگے چل کر باقی دو طریقوں کے ذکر میں معلوم ہو جائیگا کہ روایت کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے بھی اس سے انقطاع نبوت ہی ثابت ہوتا ہے امکان نبوت ثابت نہیں ہوتا۔

(۴) جن لوگوں نے اس حدیث کو صحیح سمجھا ہے، انہوں نے بھی اسکو امکان نبوت کی مؤید نہیں ٹھہرایا بلکہ انقطاع نبوت کی مؤید قرار دیا ہے مثلاً:-

ا- ملا علی قاری آیت خاتم النبیین نقل کر کے لکھتے ہیں اذ عاش وبلغ اربعین وصار نبیا لزم ان لا یکون نبینا خاتم النبیین اگر ابراھیم زندہ رہتے اور چالیس سال کی عمر کو پہنچتے اور نبی ہو جاتے تو لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں ہیں

(موضوعات کبیر ص ۵۸)

تو بقول قادیانی پاکٹ بک نویس لکھتا ہے کہ "ملا علی قاری" نے آیت خاتم النبیین کی اس لئے تاویل کی ہے کہ وہ اس حدیث کے معارض ہو جاتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:- فلا ینافی قولہ خاتم النبیین اذ المعنی انہ لا یاتی نبی بعدہ ینسخ ملتہ ولم یکن من امتہ (موضوعات کبیر ص ۵۹) کہ یہ حدیث خاتم النبیین کے مخالف نہیں ہے کیونکہ اس کے معنے یہ ہیں آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو"

الجواب:- افسوس ہے کہ قرآن کی آیت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ملا علی قاری جیسے اعلیٰ پایہ کے انسان نے ایک ظنی حدیث کے لئے اس کی تاویل کی ہے کہ یہ معنے عند اللہ قرآن کی آیت کی تاویل حدیث اور وہ بھی ایسی مشکوک حدیث کے لئے کرنا کہاں جائز ہے، لیکن جو فقرہ نقل کیا گیا ہے اس میں تو آیت خاتم النبیین کی کوئی تاویل نہیں

بلکہ حدیث (لو عاش ابراھیم لکان نبیا) کی تاویل کی ہے کہ اگر ابراہیم زندہ بھی رہتے تو ایسے نبی ہوتے مگر نہ آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرتے اور نہ آپ کی امت سے باہر ہوتے اور اگر غور کیا جائے تو حضرت شیخ موصوف نے ایسے نبی کو جو امتی بھی ہو محدث ہی قرار دیا ہے اس سے بڑھکر اس کا کوئی منصب نہیں۔ (ملاحظہ ہو ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۳۳)

ب۔ ابن ماجہ میں اسی حدیث سے پہلے ایک دوسرے طریق سے ایک صحابی نے اس کو بیان کیا ہے اور اسی کو بخاری نے بھی نقل کیا ہے ملاحظہ ہو (بخاری کتاب الادب باب من سمی باسماء الانبیاء)۔

حدثنا ابن نمیر قال حدثنا محمد بن بشر قال حدثنا اسمٰعیل قلت لابن ابی اوفی رایت ابراھیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مات صغیراً ولو قضی ان یکون بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی عاش ابنہ ولکن لا نبی بعدہٗ

ترجمہ:۔ ابن نمیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن بشر سے سنا کہا مجھ سے اسمٰعیل نے بیان کیا کہ میں نے ابن ابی اوفی سے کہا آپ نے آنحضرت صلعم کے بیٹے ابراہیم کو دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا کہ چھوٹی عمر میں فوت ہو گیا اور اگر یہ مقدر ہوتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہوں تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

ابن ماجہ کے حاشیہ میں اس پر لکھا ہے:۔ لا یخفی ان الطریق الموقوف الذی اخرجہ البخاری فی باب من تسمی باسماء الانبیاء صحیح لاشک فی صحۃ وقد اخرج المؤلف ایضاً بھذا الطریق ۔۔۔۔۔ ولا یخفی ان الحدیث الموقوف الذی لا یدرک من قبل الرای لہ حکم المرفوع کما بین فی اصول الحدیث وھذا الحدیث کذالک لانہ لا یعلم ان ولد النبی لا یلزم ان یکون نبیا لزم ان یکون ھذا القول ای لو قضی الخ من جھۃ سماعہ عن النبی صلعم لان الرای یخالفہ والکلام فی الحدیث من حیث معناہ مشکل لان النبی صلعم خاتم النبیین۔ یعنی مخفی نہ رہے کہ وہ طریق موقوف جس سے بخاری نے اس کو بیان کیا ہے وہ صحیح ہے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں اور مولف (یعنی ابن ماجہ) نے بھی اس طریق کو نقل کیا ہے اور مخفی نہ رہے کہ حدیث موقوف جس سے پہلے آنحضرت صلعم کی کوئی رائے نہ پائی جائے وہ مرفوع کے حکم میں ہے جیسا کہ اصول حدیث میں بیان کیا گیا ہے اور یہ حدیث (لو قضی ان یکون بعد محمد نبی عاش ابنہ ولکن لا نبی بعدہ) ایسی ہی ہے کیونکہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ لازمی نہیں کہ نبی کا بیٹا نبی ہو تو ضروری ہے کہ یہ قول کہ اگر تقدیر میں ایسا ہوتا کہ محمد صلعم کے بعد نبی ہو تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں

ایسا ہے کہ گویا نبی کریم صلعم سے سنا گیا ہے، کیونکہ آپ کی اس بات کے ۔۔۔ ہے کہ آپ کے بعد نبی ہو، اور حدیث میں جو کلام ہے وہ معنے کے لحاظ سے مشکل ہے، کیونکہ نبی کریم صلعم خاتم النبیین ہیں،

ج۔ تیسرا طریق جس سے یہ حدیث بیان ہوئی ہے حضرت انس سے مروی ہے اور اس کے یہ لفظ ہیں عن النبی قال کان ابراھیم یعنی ابن النبی صلعم قد کان ملاء مھدہ ولو بقی لکان نبیا ولکن لم یکن لیبقی لان نبیکم اخر الانبیاء (شرح مواہب اللدنیہ از علامہ زرقانی جلد ۳ صفحہ ۲۱۵/۲۱۶ مطبوعہ مصر) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم کا بیٹا ابراہیم فوت ہو گیا اور اگر زندہ رہتا تو نبی ہوتا لیکن وہ زندہ نہ رہ سکتا تھا کیونکہ تمہارا نبی آخر الانبیاء ہے،

اس حدیث میں بھی امکان نبوت کی نہیں بلکہ ختم نبوت ہی کی تائید کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ابراہیم کے زندہ نہ رہنے اور نبی نہ بن سکنے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

قادیانی پاکٹ بک نویس نے اس حدیث کو مواہب اللدنیہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۰ سے بدیں الفاظ نقل کیا ہے وقد روی من حدیث انس بن مالک انہ قال لو بقی یعنی ابراھیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکان نبیا ولکن لم یبق لان نبیکم اخر الانبیاء اور اس پر لکھا ہے کہ آخری الفاظ ولکن لم یکن یبقی لان نبیکم اخر الانبیاء ناقل کی رائے ہے حالانکہ اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ ابتدائی الفاظ تو حضرت انسؓ کے ہوں اور آخری ناقل کے۔ الفاظ سے ظاہر ہے کہ ساری حدیث ایک ہی شخص کا قول ہے اگر ولکن لم یبق لان نبیکم اخر الانبیاء ناقل کی رائے ہوتی تو قاعدہ کے مطابق وہ قلت یا اقول لکھکر اس کی تصریح کر دیتا لیکن ایسا نہیں کیا گیا اور ولکن کا لفظ پہلے فقرہ کے ساتھ ایسا ملا ہوا ہے کہ اسے الگ کر کے دوسرے شخص کے الفاظ نہیں قرار نہیں دیا جا سکتا نہ کسی شارح نے ایسی توجیہہ کی ہے نہ ایسی توجیہہ کا کوئی اور خارجی ثبوت موجود ہے اگر "یعنی ابراہیم ابن النبی صلعم" کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے تو اصل روایت جو اوپر نقل کی گئی ہے اس میں ایسے کوئی الفاظ نہیں اس لئے لکن لم یبق لان نبیکم اخر الانبیاء بھی حدیث کا ٹکڑا ہے ناقل کی رائے نہیں یہ وہ تین طریق ہیں جن سے یہ حدیث بیان ہوئی ہے، اور ظاہر ہے کہ ان میں سے آخری دو ✻ روایتوں میں ابراہیم کے زندہ نہ رہنے کی وجہ بھی قرار دی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ آخری نبی ہیں،

د۔ حافظ ابن حجر اور امام قسطلانی لکھتے ہیں اور یہی تمام محدثین کی رائے ہے کہ:۔

ان القضیۃ الشرطیۃ لا تستلزم الوقوع

یعنی قضیہ کے لئے وقوع پذیر ہونا لازمی نہیں اور اس کی مثال میں زرقانی نے لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا کی آیہ کریمہ کو پیش کیا ہے،

(شرح مواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۲۱۵)

یعنے جس طرح سے اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اگر اللہ کے سوائے کوئی دوسرا بھی معبود ہوتا تو (زمین و آسمان) بگڑ جاتے ہیں، اور اس شرطی جملہ سے زمین و آسمان کے بگڑنے کا امکان لازم نہیں آتا، اسی طرح لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً کے شرطی جملہ سے امکان نبوت لازمی نہیں۔

ابن ماجہ کے حاشیہ میں شیخ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی نے اسی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:۔ التعلیق بالمحال یستلزم المحال فلا ینافی ذالک ان النبی صلعم ختم بہ النبوت وامثالہ فی کتاب اللہ تعالیٰ کثیرۃ کقولہ تعالیٰ ولئن اتبعت اھواءھم بعد ما جاءک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا نصیر وقولہ تعالیٰ ولولا ان ثبتنٰک لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلاً اذا لاذقنٰک ضعف الحیاۃ وضعف الممات ثم لا تجد لک علینا نصیرا والغرض ان الشرطیۃ المحالیۃ لا تستلزم الوقوع ولو کان کذالک لزم کذب المتکلم تعالیٰ عن ذالک علوا کبیرا وقد بحث الشیخ عبد الحق المحدث الدھلوی فی ھذہ المسئلۃ فی مدارجہ تحت حدیث لو بقی ابراھیم لکان نبیا یعنے تعلیق بالمحال سے محال لازم آتا ہے پس یہ اس بات کے منافی نہیں کہ نبی کریم صلعم پر نبوت ختم ہو گئی اور اس کی مثالیں کتاب اللہ میں بہت ہیں جیسے اللہ تعالےٰ کا یہ قول ہے ولئن اتبعت اھواءھم الخ اور جیسے اللہ تعالےٰ کا یہ قول ولولا ان ثبتنٰک الخ اور الغرض شرط محال کا وقوع لازمی نہیں، اور اگر ایسا ہو تو متکلم کا کذب لازم آتا ہے، اللہ تعالےٰ اس سے بلند اور بہت بڑا ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوت میں اس مسئلہ پر حدیث لو بقی ابراھیم لکان نبیا کے تحت میں بحث کی ہے،

(ابن ماجہ مطبوعہ مطبع نظامی دہلی صفحہ ۱۱ حاشیہ)

اعتراض:۔ یہ کہنا کہ "لو" محال کے لئے آتا ہے صریحاً دھوکہ ہے کیونکہ "لو" جس جملہ میں آئے اس کی شرط تو محال

(باقی برصفحہ ۱۲)

✻ یہ دونوں روایتیں دو جلیل القدر صحابہ حضرت انس اور ابن ابی اوفی کے الفاظ میں ہیں اور اس لئے اصطلاح حدیث میں ان کو موقوف کا درجہ دیا گیا ہے اور ابن عباس کی روایت کو مرفوع کہا گیا ہے لیکن زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ میں تینوں روایتوں کے متعلق لکھا ہے (عن) ابن عباس مرفوعاً و (انس) وابن ابی اوفی موقوفاً لفظاً وحکمہ الرفع لانہ لا یقال رایا یعنے ابن عباس کی روایت (لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً) مرفوع ہے[1] اور انس اور ابن ابی اوفی کی لفظاً موقوف، اور رفع کے حکم میں ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی رائے سے نہیں کہا۔ پس مضمون کے لحاظ سے تینوں حدیثیں ایک ہی درجہ اور حکم رکھتی ہیں اور اگرچہ ایک دوسرے کی مؤید ہیں تاہم انقطاع نبوت کے سوائے اور کسی چیز کی حامی نہیں

[1] مرفوع وہ حدیث ہے، جس کی اسناد حضرت نبی کریم صلعم تک پہنچتی ہوں اور موقوف وہ حدیث ہے جس کی اسناد کسی صحابی تک پہنچتی ہوں اور اس نے نبی کریم صلعم کو دیکھا ہو اور اسلام پر فوت ہوا ہو۔

دعوتِ نبویؐ کے اصول و مقاصد

کتاب اللہ اور واقعاتِ سیرت کی روشنی میں

از مولانا حبیب زمان صاحب صدیقی

علمائے حدیث اور سیرت نگار حضرات کی دماغی اور علمی کاوشیں ملت اسلامیہ بلکہ پوری انسانی دنیا کے لئے مایۂ صد افتخار ہیں کہ انہوں نے انتہائی سعی و محنت سے کائنات انسانی کے رہنمائے کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی جامعیت اور استیعاب کے ساتھ فراہم کئے اور ترتیب دیئے ہیں، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی کوئی بات آپ کی کوئی جسمانی حرکت و سکون، فرحت و انبساط اور غم و غصہ کی کوئی ادا، بزم و رزم کی کوئی حرکت ایسی نہیں جو ضبط تحریر میں نہ آچکی ہو، حقیقت یہ ہے کہ ختم رسالت کی کوئی دلیل موجود نہ ہو تو صرف یہی ایک دلیل کافی ہے کہ اگر آپؐ کے بعد کسی دوسرے نبی کی بعثت کی ضرورت باقی ہوتی تو پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرح آپ کے حالات زندگی بھی نسیاً منسیاً ہو چکے ہوتے اور اس طرح آپ کی ہر ہر بات اور ہر ہر حرکت ضبط تحریر میں نہ آئی ہوتی، لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ انبیائے سابقین میں سے کسی کے تفصیلی حالات زندگی آج تک محفوظ شکل میں موجود نہیں، حالانکہ ان میں سے ایسے بھی ہیں جن کے ماننے والے آج بھی کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی پر سینکڑوں مستند کتابیں ہر زبان میں موجود ہیں، تو اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کی نبوت و پیشوائی تاقیامت جاری رہنے والی ہے، اسی لئے خود قدرت کی طرف سے آپ کے حالات زندگی کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا، ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ابن حاتم الرازی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

لم یکن فی امۃ من الامم منذ خلق اللہ تعالیٰ آدم امۃ یحفظون آثار نبیہم غیر ھذہ الامۃ۔

جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ہے، امت مسلمہ کے سوا کوئی ایسی امت نہیں گذری جس نے اپنے نبی کے آثار کو محفوظ رکھا ہو۔

تاہم بعض دوسری حیثیتوں سے سیرت نگاری کے کام کو علمی حیثیت سے جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً احیاء و اقامت دین کی دعوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر زمانہ کے مخصوص مزاج کے لحاظ سے پیغمبرانہ اصول دعوت کی تفسیر کی جائے اور ماحول کی جدید تبدیلیوں پر اس کا انطباق کیا جائے اور جدید مسلکی مسائل کو زمانہ رسالت کی سیاست کاری اور معاشی خاکہ بندی کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں حل کیا جائے، اور عہد رسالت کے اصولِ دعوت اور اصول عمران و تمدن کی ترتیب و تدوین موجودہ دور کے مخصوص اجتماعی مزاج کی رعایت کے ساتھ کی جائے، اور اسلام کے عالمگیر اور ابدی اصول و تصورات کی تعبیر اس ڈھنگ سے کی جائے کہ اس زمانہ کا ذہن و دماغ اسکو آسانی سے قبول کر سکے۔

دعوت نبویؐ کی اصل عظیم علم و عمل کی ہم آہنگی

پیغمبرانہ دعوت کا مزاج عام سیاسی، معاشی اور اصلاحی تحریکات سے بالکل مختلف ہے، اس قسم کی تمام تحریکیں محدود اور وقتی مقاصد کے لئے اٹھتی ہیں اور ان کے حصول کے بعد ان کا کام ختم ہو جاتا ہے،

اس کے مقابلہ میں پیغمبرانہ دعوت مستقل اور ابدی مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے ہوتی ہے اور وقتی مسائل سے وہ صرف ناگزیر حد تک تعرض کرتی ہے، اور زندگی کی آلی اور مقصود بالعرض قدروں کو محض وسیلہ و ذریعہ کی حد تک مستحق توجہ سمجھتی ہے، اور اپنے عمل اور جدوجہد میں وہ زندگی کی حقیقی اور مقصود بالذات قدروں ہی کو سامنے رکھتی ہے اسی لئے انبیاء و رسل سب سے پہلے لوگوں کو زندگی کے حقیقی مقصد سے روشناس کرتے ہیں اور پھر اسی کے مطابق سیرت سازی کا کام شروع کرتے ہیں اور ذہن و فکر کی تعمیر کا کام اس وقت مسلسل جاری رہتا ہے۔ جب تک کہ مقصد حیات کی عقیدت و محبت دلوں کی گہرائیوں میں نہ اتر جائے، اس طریقہ سے تربیت یافتہ اور پختہ کار انسانوں کا ایک گروہ تیار ہو جاتا ہے جس کا عزم و یقین کفر و باطل کے آہنی قلعوں کو پاش پاش کر دیتا ہے اور جس کی نگاہ بڑے بڑے پر غرور سروں کو اپنے آگے جھکا دیتی ہے اور جس کی صدائے عشق ملوک و سلاطین کے سر بفلک ایوانوں میں زلزلہ پیدا کر دیتی ہے۔

با سلاطین در فتد مرد فقیر
از شکوہ بوریا لرزد سریر
قلب او را قوت از جذب سلوک
پیش سلطان نعرۂ او لا ملوک

لیکن اس مقدس گروہ کی منزل مقصود دوٹی کے چند ٹکڑے اور منصب و اقتدار کی مسند نہیں، بلکہ اس کی منزل ہر منزل سے آگے اور اس کا مقام ہر مقام سے اونچا ہے، اس لئے اس کی سعی و کوشش مسلسل اور غیر منقطع ہوتی ہے، اگرچہ جس منزل تک پہنچنے میں دوسرے لوگوں کو کئی کئی صدیاں لگ جاتی ہیں، ان کو اہل ایمان کا یہ سر و سامان قافلہ چند دنوں میں پیچھے چھوڑ جاتا ہے، مگر اس کا جذبۂ عشق اسکو کسی منزل پر ٹھہرنے کی اجازت نہیں دیتا کہ

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

حاصل یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تبلیغ، درس و تعلیم اور تربیت تینوں کام ساتھ ساتھ تکمیل پاتے ہیں، محض تبلیغ اس مقصد کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ ایک مشفق اور جفاکش استاذ کی حیثیت سے درس و تعلیم اور تربیت بھی اس کے فرائض میں سے ہے، اس لئے پیغمبر کا وصف خاص یہ ہے کہ وہ ان سہگانہ فرائض نبوت کو ایک ساتھ انجام دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے کار نبوت کے ان تینوں مراحل کو متعدد مقامات میں بیان کیا ہے، وعظ و تبلیغ کا تعلق بالعموم ان لوگوں سے ہے جنہوں نے اب تک دعوت قبول نہ کی ہو، اور تعلیم و تربیت ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے سابقہ عقائد کو چھوڑ کر نبی کی جماعت میں شامل ہو گئے ہوں، وعظ و تبلیغ کی حسب ذیل آیات ہیں،

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالۃ واللہ یعصمک من الناس

(مائدہ ۱۰)

اے رسول! آپ ان اصول و احکام کی تبلیغ کریں جو آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف اتارے گئے ہیں، اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ لوگوں کی (شر انگیزیوں) سے محفوظ رکھے گا۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن،

(نحل)

آپ دعوت دیں اللہ کے دین کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ، اور ان کے ساتھ بحث کریں اس طریقہ سے جو بہت اچھا ہو۔

فاعرض عنھم وعظھم وقل لھم فی انفسھم قولا بلیغا۔ (نساء)

پس اے نبی! آپ ان (کی شر انگیزیوں) سے اعراض کریں اور ان سے ایسی بات کہیں، جو دلوں میں اتر جانے والی ہو،

الذین یبلغون رسالات اللہ و یخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ

(احزاب-۵)

وہ جو اللہ تعالیٰ کے پیغاموں کی تبلیغ کرتے ہیں اللہ سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی دوسرے سے نہیں ڈرتے۔

تزکیہ نفوس اور تعلیم و تربیت پیغمبرانہ دعوت کے اہم عناصر ہیں اس لئے قرآن حکیم نے اسکو بار بار ذکر کیا ہے

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ (الجمعہ)

وہ ذات جس نے عربوں کی امی قوم میں رسول بھیجا، جو انہی میں سے ہے، وہ ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھتا ہے ان کے دلوں کو (عقائد شرک) سے پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے

ان آیات میں تعلیم کتاب سے نظری تعلیم اور تعلیم حکمت سے عملی تعلیم و تربیت مراد ہے۔ حکمت کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی یعنی سنت کے ہیں، چنانچہ امام شافعی نے کتاب الرسالہ میں لکھا ہے۔

سمعت من ھو ارضی من اھل العلم

بالقرآن الحکمة سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم

بڑے نے اس شخص کو جو علوم قرآنی کے ماہرین میں سب سے زیادہ مقبول ہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حکمت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ نوع انسانی کے لئے نظام تعلیم و تربیت کا ایک مکمل عملی نمونہ ہے،

لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یرجوا الله والیوم الاخر وذکر الله کثیرا۔

(الاحزاب)

بلاشبہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونۂ عمل ہے، یہ اس کے لئے ہے جو اللہ اور یوم آخرت کی آرزو رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہو،

درآصل درسگاہ نبوت ایک چلتی پھرتی اور متحرک درسگاہ ہے، جس کا نظام تعلیم کلامی علوم کی طرح محض نظری استدلال پر مبنی ہے اور نہ مدرسہ و خانقاہ کی حدود کا پابند ہے بلکہ سفر و حضر خلوت و جلوت، بزم و رزم اور زندگی کے میدان اور ہر شعبہ میں اس کا کام برابر جاری رہتا ہے۔ شہسواری کی تعلیم گھر کی چار دیواری یا صحن مسجد میں نہیں دی جاتی بلکہ گھوڑے کی پیٹھ پر اس فن کی مشق کرائی جاتی ہے۔ پیراکی کے اصول خشکی میں نہیں بلکہ طوفانی لہروں کی کشاکش میں ڈال کر سکھائے جاتے ہیں، کتاب کے جامد نقوش انسانی قلوب میں وہ تڑپ کس طرح پیدا کر سکتے ہیں جو مرد حق آگاہ کی نگاہ انقلاب انگیز سے پیدا ہوتی ہے ؎

این کا کلیمے نیست داماں کلیمے گیر
صد بندہ ساحل مست یک بندہ دریا مست

اس لئے سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ زندگی کے ہر شعبہ میں کرنا چاہئے۔ آپ جب گھر میں تشریف فرما ہوتے تو اطاعت و عبادت کے فضائل امور خانہ داری اور عام معاشرتی مسائل کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا جب مسجد میں تشریف لاتے تو مسلمانوں کی اجتماع میں طہارت عبادت، حلال و حرام، حقوق و فرائض اخلاق و معاشرت اور سیاست و معیشت کے نکات و معارف بیان فرماتے اور جب مجاہدین کا لشکر جرار جہاد کے لئے کوچ کرتا تو اثنائے سفر اور عین میدان جنگ میں بھی خدا پرستی اخلاص، مقصد طہارت، پاکیزگی اور احترام آدمیت کا سبق دیتے، غرض ہر لمحہ تعلیم و ارشاد کا سلسلہ جاری رہتا۔

غزوہ احد میں چند لوگوں کی لغزش سے مسلمانوں کو بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ کفار کی ناگہانی یلغار سے اسلامی جمعیت درہم برہم ہو گئی اور ستر مسلمان شہید ہو گئے، یہ بڑا نازک اور پریشانی کا وقت تھا ہر طرف زخمیوں کی دردناک صدائیں کانوں میں پڑ رہی تھیں، دشمنوں کا جذبۂ عداوت شہدا کی لاشوں تک سے انتقام لے رہا تھا مسلمانوں پر بد حواسی طاری تھی لیکن ایسے نازک وقت میں بھی خدا کے سچے پیغمبر کے ثبات و استقلال میں فرق نہ آیا اور آپ صرف خدا پرستی، توحید اور غیرت دینی کا سبق دیتے رہے۔ چنانچہ مخالف کیمپ سے جب ابوسفیان نے للکار کر کہا کیا قوم میں محمد موجود نہیں؟ تو آپ نے صحابہؓ سے فرمایا "جواب نہ دو" ابوسفیان نے دوبارہ آواز دی کیا قوم میں ابن ابی قحافہ (ابوبکر) ہیں؟ آپ نے پھر فرمایا خاموش رہو، تیسری مرتبہ ابوسفیان نے عمر بن الخطابؓ کا نام لیا آپ نے اس دفعہ بھی فرمایا کوئی جواب نہ دو" اس خاموشی پر ابوسفیان نے بلند آواز سے کہا یہ لوگ مارے گئے اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے، جب تک محض غیرت نفس کا سوال تھا اس وقت تک آپ نے جواب دینے سے منع فرمایا۔ لیکن جب ابوسفیان نے اعل ھبل ھبل کی جے کا نعرہ بلند کیا تو آپ نے بھی فرمایا تم بھی کہو اللہ اعلیٰ واجل، اللہ بلند اور برتر ہے اور جب ابوسفیان نے مشرکانہ نعرہ لگایا لنا العزی ولا عزی لکم (ہمارے لئے عزیٰ (بت کا نام ہے) اور تمہارے لئے نہیں ہے تو آپ نے پھر صحابہ رضؓ سے فرمایا تم جواب دو اللہ مولانا ولا مولا لکم اللہ ہمارا مالک ہے اور تمہارا کوئی مالک نہیں ہے۔

اس واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی کہ ان کی جدوجہد انتقام ذاتی اور غیرت نفس کے جذبہ کی تسکین کے لئے نہیں بلکہ محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ اللہ کے دین کی عظمت شخصیتوں کی موت و حیات سے وابستہ نہیں ہے، خواہ ہم لوگ رہیں یا نہ رہیں مسلمان کی خواہش یہ ہونی چاہیئے کہ اللہ کا دین ہمیشہ غالب و سرفراز رہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ سفر جہاد میں اگر مسلمانوں سے کوئی لغزش ہوتی تو آپ فوراً تنبیہ فرماتے، سفر خیبر میں جب اسلامی لشکر خیبر کے قریب پہنچا تو کچھ لوگوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، اس پر آپ نے نرمت لہجہ میں فرمایا،

اربعوا علی انفسکم انکم لا تدعون اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعا قریبا وھو معکم (بخاری)

ضبط نفس سے کام لو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ تم سمیع و قریب کو پکار رہے ہو جو ہر لمحہ تمہارے ساتھ ہے۔

اثنائے سفر میں بھی تزکیہ قلوب کا کام برابر جاری رہتا تھا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ خیبر کی راہ میں میں زیر لب کچھ پڑھتا جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا پڑھ رہے ہو میں نے عرض کیا لاحول ولا قوة الا بالله فرمایا کیا میں تم کو ایک ایسا کلمہ بتا دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے؟ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ فرمایا لاحول ولا قوة الا بالله

غزوہ بنی المصطلق (جو ابن اسحٰق ابن جریر اور ابن ہشام کی روایت کے مطابق ۶ھ میں اور موسیٰ بن عقبہ اور حاکم کی روایت کے مطابق ۵ھ میں واقع ہوا) میں یہ افسوسناک واقعہ پیش آیا کہ ایک انصاری اور ایک مہاجر میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ مہاجر نے انصاری کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ اس پر انصاری نے یا للانصار (انصار کی دہائی) کا نعرہ لگایا اس کے مقابلہ میں مہاجر نے یا للمہاجرین کا نعرہ بلند کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں جب یہ نامانوس آواز پہنچی تو آپ نے فرمایا "یہ جاہلیت کا نعرہ کیسا ہے، اسکو چھوڑ دو کہ یہ بہت ناپاک نعرہ ہے"

غرض حضر کی طرح سفر میں بھی جس قدر دینی، اجتماعی اور ملی مسائل پیش آتے۔ تو آپ نور نبوت سے ان کو حل فرماتے اور کسی حال میں بھی دعوت و ارشاد کا سلسلہ بند نہ ہوتا۔ بلکہ کتب احادیث و سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے قرآنی احکام و فرائض اثنائے سفر ہی میں نازل ہوئے۔

شجاعت و بہادری اور سخاوت و فیاضی عربوں کا مایہ فخر تھی۔ لیکن وہ ان اوصاف کو بلند اخلاقی اصول و مقاصد اور انسانیت کی فلاح و سعادت کے لئے نہیں بلکہ قتل و غارت انتقام، توہین آدمیت اور اس قسم کے دوسرے پست مقاصد کے لئے استعمال کرتے تھے، یہاں تک کہ قتل و سفاکی، لوٹ مار، انسانوں کو آگ میں جلانا، عورتوں کی بے آبروئی کرنا، بچوں اور بڈھوں کو قتل کرنا اس قسم کے بہیمانہ افعال ان کے قومی کردار بن گئے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیشتر غزوات میں اسلامی فوجوں کی خود قیادت فرماتے تھے اس لئے قدم قدم پر اسلامی قوانین صلح و جنگ کی تعلیم دیتے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی غزوہ میں مسلمانوں کو بھوک نے تنگ کیا، وہ کہیں سے بکریاں لوٹ لائے اور ذبح کر کے ان کا گوشت پکانا شروع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے دیگچیاں الٹوا دیں اور فرمایا،

ان النھبة لیست باحل من المیتة (اخرجہ ابوداؤد)

لوٹ مار کا مال مردار سے زیادہ حلال نہیں ہے۔

فتح مکہ کے موقعہ پر آپ نے فرمایا۔

لا یجھزن علی جریح ولا یتبعن مدبر ولا یقتلن اسیر ومن اغلق بابه فھو امن

زخمی پر حملہ نہ کیا جائے، بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، قیدی کو قتل نہ کیا جائے [illegible] دروازہ بند کر لے اسکو امن دیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی دستور تھا کہ جب آپ کسی جنگ کے لئے مدینہ سے لشکر روانہ کرتے تو رخصت کرتے وقت اہل لشکر کو یہ ہدایت فرماتے تھے۔

اغزوا باسم الله فی سبیل الله تقاتلون من کفر بالله لا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدا ولا امرأة۔

(موطا امام مالک)

تم اللہ کی راہ میں اللہ کے نام سے جہاد کرو۔ اللہ کا انکار کرنے والوں سے لڑو۔ مال غنیمت میں چوری نہ کرو، بدعہدی نہ کرو، مثلہ نہ کرو اور بچے اور عورت کو قتل نہ کرو

باقی دارد

خطوکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
منیجر

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدی بلڈنگس لاہور

صفائی قلب اور صدق مقال

عن عبد اللہ بن عمرو قال قیل الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس افضل قال کل مخموم القلب صدوق اللسان قالوا صدوق اللسان نعرفہ فما مخموم القلب قال ھو التقی النقی لا اثم علیہ ولا بغی ولا غل ولا حسد رواہ ابن ماجۃ والبیھقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ)

ترجمہ:- عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا آدمی بہتر ہے؟ حضور علیہ التحیۃ والسلام نے فرمایا ہر وہ شخص جو مخموم القلب ہے اور سچ بولنے والا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا صادق القول کو تو ہم جانتے ہیں مخموم القلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ پاک دل اور پرہیزگار انسان ہے جس پر کسی قسم کا الزام نہیں نہ وہ ظالم ہے اور نہ ہی سرکش، اس کا دل بغض و کینہ اور حسد سے پاک ہے۔

ظالم پر قابو پاکر اسے معاف کرنے والا

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال موسی ابن عمران علیہ السلام یا رب من اعز عبادک عندک قال من اذا قدر غفر (مشکوٰۃ باب الکبر)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسے بن عمران علیہ السلام نے اللہ تبارک و تعالے سے پوچھا کہ اے اللہ تیرے نزدیک تیرے بندوں میں سے کون معزز ترین شخص ہے۔ اللہ تعالے نے فرمایا وہ شخص جسے ہر طرح کی طاقت حاصل ہے (کہ اپنے مفتوح دشمن سے بدلہ لے) پھر وہ اسے معاف کر دے۔

بدیوں کو نیکیوں سے دور کرو

عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ ادفع بالتی ھی احسن قال الصبر عند الغضب والعفو عند الاساءۃ فاذا فعلوا عصمھم اللہ و خضع لھم عدوھم کانہ ولی حمیم قریب رواہ البخاری تعلیقاً۔ (مشکوٰۃ باب الکبر)

ترجمہ:- ابن عباس سے ادفع بالتی ھی احسن کی تفسیر میں مروی ہے انہوں نے فرمایا غضب کے وقت صبر اختیار کرنا اور برائی کے نزدیک معاف کرنا (اگر کسی نے ظلم و زیادتی کی ہو تو قابو پانے پر اسے معاف کر دینا) پس جو لوگ ان باتوں پر عمل کریں گے اللہ تبارک و تعالے انہیں آفات نفس اور خلق سے محفوظ رکھے گا۔ اور ان کے دشمنوں کو ان کے آگے جھکا دے گا (وہ بوجہ ان کے اعلیٰ اخلاق کے ان سے محبت کریں گے) گویا وہ ان کے قرابت دار دوست ہیں۔

امراء قوم سادہ زندگیاں اختیار کریں

عن عمرۃ قالت قیل لعائشۃ ماذا کان یعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہ قالت کان بشراً من البشر یفلی ثوبہ و یحلب شاتہ و یخدم نفسہ (شمائل ترمذی)

ترجمہ:- عمرہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا آپ بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایک بشر تھے۔ (بشری حوائج کے تقاضے پورے کرتے تھے) اپنے کپڑوں کی جوؤوں تک کو دیکھ لیتے تھے۔ اپنی بکری خود ہی دوہ لیتے، اور خود ہی اپنے کام کر لیا کرتے تھے۔

"رہو۔ کیونکہ خدا اپنی توحید کے لئے تم سے زیادہ غیرتمند ہے اور دعا میں لگے رہو، ایسا نہ ہو کہ آزمائش میں پڑ جاؤ۔"

ارشادات مسیح موعود

استقامت فوق الکرامت ہے

یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے مگر استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرض خطرہ میں پائیں اور کوئی تسلی دینے والی بات نہ ہو یہاں تک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے اس وقت نامردی نہ دکھائیں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں ذلت پر خوش ہو جائیں۔ موت پر راضی ہو جائیں اور ثابت قدمی کے لئے کسی دوست کا انتظار نہ کریں کہ وہ سہارا دے نہ اس وقت خدا کی بشارتوں کے طالب ہوں کہ وقت نازک ہے اور باوجود سراسر بیکس اور کمزور ہونے کے اور کسی تسلی نہ پانے کے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور ہرچہ بادا باد کہکر گردن کو آگے رکھ دیں اور قضا و قدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہرگز بیقراری اور جزع فزع نہ دکھلائیں جب تک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے۔

یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آ رہی ہے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی از حضرت مسیح موعودؑ)

خدا تعالیٰ نے میرے لئے بڑے نشان ظاہر فرمائے ہیں

"میں ایک مرد ہوں کہ خدا میرے ساتھ گفتگو کرتا ہے اور اپنے خاص خزانہ سے مجھے تعلیم دیتا ہے اور اپنے ادب سے میری تادیب فرماتا ہے وہ اپنی وحی مجھ پر بھیجتا ہے میں اس وحی کی پیروی کرتا ہوں۔ ایسی صورت میں مجھے کونسی ایسی ضرورت ہے کہ میں اس کی راہ کو ترک کر کے دوسری متفرق راہ اختیار کر دوں۔ جو کچھ آج تک میں نے کہا ہے اسی کے امر سے کہا ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں ملایا اور نہ اپنے خدا پر میں نے کوئی افترا باندھا ہے مفتری کا انجام ہلاکت ہے۔ پس اس کاروبار پر تعجب کرنے کا کونسا مقام ہے۔ اس قادر مطلق خدا کے کاروبار پر تعجب نہ کرو کیونکہ اس نے تو زمین و آسمان کو پیدا کیا وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور کسی کو مجال نہیں کہ اس سے پوچھے کہ یہ کیا کیا۔ میرے پاس خدا تعالیٰ کی بہت سی شہادتیں ہیں۔ اس نے میرے لئے بڑے بڑے نشان دکھلائے ہیں اور اس کی وحی کردہ غیبی خبروں میں جو اس نے مجھے دیں ایسے ایسے راز ہیں کہ انسان کی عقل کی ان تک رسائی نہیں ہے" (الحکم جولائی سنہ ١٩٠٣ء)

دعا

اے رب العالمین! تیرے احسانوں کا میں شکر نہیں کر سکتا تو نہایت رحیم و کریم ہے اور تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں میرے گناہ بخش تا میں ہلاک نہ ہو جاؤں، میرے دل میں اپنی خاص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے میں تیرے وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو رحم فرما اور دنیا و آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے آمین ثم آمین۔

(الحکم جلد ٢ نمبر ٥٢ مورخہ ٢٠ فروری ١٨٩٨ء)

اسلام کا غلبہ کیسے ہوگا

میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان ۔۔۔۔۔۔ خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔ دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں۔ اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں زمین پر صلح پھیلا دیں کہ اس سے ان کا دین پھیلے گا اور اس سے تعجب مت کریں کہ ایسا کیونکر ہوگا کیونکہ جیسا کہ خدا نے بغیر توسط معمولی اسباب کے جسمانی ضرورتوں کے لئے حال کی ایجادوں میں زمین کے عناصر اور زمین کی تمام چیزوں سے کام لیا ہے اور ریل گاڑیوں کو گھوڑوں سے بھی زیادہ دوڑا کر دکھلایا ہے ایسا ہی اب وہ روحانی ضرورتوں کے لئے بغیر توسط انسانی ہاتھوں کے آسمان کے فرشتوں سے کام لیگا۔۔۔ تم میرے دیکھے ہو

سندھ پر عربوں کا حملہ اور اسلامی حسن سلوک کے چند درخشاں مناظر

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۴ جولائی ۱۹۵۱ء

ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی

علویوں کی بغاوت

عمر بن حفص دراصل علویوں یعنی سادات کی جانب زیادہ مائل تھا۔ جس طرح اموی دور میں بنو عباس خلافت کے سب سے بڑے حریف اور دعویدار سمجھے جاتے تھے۔ اسی طرح عباسیوں کے عہد میں علویوں نے خلافت کے حصول کی جدوجہد شروع کر دی تھی۔ عباسی حکومت کو قائم ہوئے بمشکل بارہ سال کا عرصہ گذرا کہ علویوں نے اس شدت سے علم بغاوت بلند کیا کہ خلافت عباسیہ کے لئے حقیقتاً موت و زیست کا سوال پیدا ہو گیا تھا۔ علویوں کی بغاوتوں کا یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا۔

علویوں کی ناکامی

علویوں کا ایک نامور سردار محمد بن عبداللہ تھا جو تاریخ میں محمد المہدی کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے اپنے بیٹے عبداللہ اشتر کو تبلیغ و تشہیر کے لئے سندھ بھیجدیا تاکہ وہاں عباسیوں کے خلاف لوگوں کو برانگیختہ کر کے اپنا ہم خیال بنایا جا سکے۔ عبداللہ اشتر جب سندھ پہنچا۔ تو وہاں کے صوبیدار عمر بن حفص نے فوراً اس کی دعوت پر لبیک کہی اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت عباسیہ سے تمام تعلقات منقطع کر لئے۔ خلیفہ منصور عباسی کو جب ان واقعات کا علم ہوا تو اس نے عمر بن حفص کو معزول کر کے اور اس کی جگہ ہشام بن عمرو تغلبی کو سند حکومت دے کر سندھ روانہ کیا۔ عمر بن حفص اور عبداللہ اشتر دونوں قتل ہوئے۔ دس برس کے بعد ہشام بن عمرو تغلبی بھی معزول ہوا اور اس کی جگہ خلیل بن خلیل سندھ کا حاکم بن کر آیا۔ لیکن سال بھر کے اندر اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور اس کی جگہ روح بن حاتم صوبیدار مقرر ہوا۔ ان دنوں میں خلیفہ منصور عباسی اور خلیفہ مہدی عباسی یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے تھے۔ اور اب ہادی عباسی تخت خلافت پر متمکن تھا۔

ہندو راجاؤں سے تعلقات

ہارون الرشید کے وقت جب خلافت عباسی معراج کمال پہ پہنچ چکی تھی، سندھ میں بھی چاروں طرف امن و امان اور فارغ البالی کا دور دورہ تھا۔ یہاں کے صوبیدار کو سارے ہندوستان میں قدر و منزلت اور عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ دور دور کے ہندو راجے اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے خواہاں رہتے تھے۔ قنوج کے راجہ نے بغیر کسی خارجی تحریک کے صوبیدار سندھ کی معرفت خلافت بغداد سے نیازمندانہ مراسم استوار کئے۔ پنجاب اور گجرات کے ہندو راجہ صوبیدار سندھ کے پاس باقاعدہ خراج بھیجتے تھے۔ قنوج کا راجہ اس وقت برعظیم ہند میں سب سے بڑا حکمران تصور کیا جاتا تھا۔ اس لئے اسکو بارگاہ خلافت سے ملک الہند کا خطاب عطا ہوا تھا۔ قنوج میں مسلمانوں کی آمد و رفت پہ قطعاً کوئی بھی پابندی نہیں تھی۔ بلکہ راجہ کی خواہش تھی کہ مسلمان اہل علم قنوج میں آکر آباد ہوں تاکہ بغداد کے ساتھ اس کا رابطہ زیادہ مستحکم ہو جائے۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید بیمار ہوا تو اس نے داؤد بن یزید حاکم سندھ کی معرفت قنوج کے راجہ کو خط لکھا کہ ہماری طبیعت ناساز ہے۔ اس لئے تم اپنے طبیب خاص مانک چند کو ہمارے پاس بھیجدو۔ ہارون الرشید بیماری کے عالم میں سفر پہ روانہ ہو گیا۔ اور ہندی طبیب مانک چند بھی اس کے ہمراہ تھا۔ طوس پہنچکر ہارون کا انتقال ہو گیا۔ لیکن مرنے سے پہلے اس نے حکم دیدیا تھا کہ مانک چند کو واپس قنوج بھیج دیا جائے۔ چنانچہ خلیفہ کی موت کے بعد ہندی طبیب اپنے وطن کو لوٹ گیا تھا۔

نئی شورش

داؤد بن یزید سندھ کے لائق ترین صوبیداروں میں شمار ہوتا تھا۔ مامون الرشید کے عہد میں اس کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کے بیٹے بشر بن داؤد کا تقرر ہو گیا۔ بشر کے بعد موسےٰ بن یحییٰ حاکم سندھ مقرر ہوا۔ مامون الرشید کے علاوہ خلیفہ معتصم کے زمانے میں بھی موسےٰ سندھ کا حکمران تھا۔ موسےٰ کے بعد عمران بن موسےٰ اور عمران کے بعد عنبس بن اسحاق اور اس کے بعد محمد بن فضل سندھ کا صوبیدار بنا۔ فضل نے جہازوں کا ایک بیڑا تیار کر کے جزائر اور مالابار کے ساحل پر حملہ کیا۔ لیکن اس کی غیر حاضری میں خود سندھ کے اندر شورش پیدا ہو گئی۔ اس لئے اسے جلد واپس آنا پڑا۔

سندھ کی خود مختاری

خلیفہ معتصم کے بعد مملکت اسلامی میں جا بجا بغاوتیں رونما ہونے لگیں۔ اور نظام حکومت میں خلل واقع ہو گیا۔ خاص دار الخلافہ بغداد میں عربوں اور ترکوں کے درمیان خونریز ہنگامے شروع ہو گئے تھے۔ اس بدنظمی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مرکزی حکومت کمزور ہو گئی اور دور دراز کے صوبے خود مختار بن گئے۔ ان صوبوں میں سندھ بھی شامل تھا۔ سندھ کی خود مختاری کی نوعیت یہ تھی کہ اس ملک کے مختلف حصوں پہ کہیں مسلمان اور کہیں ہندو صوبیدار سندھ کی ماتحتی میں حاکم تھے ان تمام حاکموں نے زر خراج ادا کرنا بند کر دیا تھا۔ اور ہر ایک نے یہ کوشش کی کہ دربار خلافت سے براہ راست کچھ نہ کچھ تعلق قائم رہے۔ اور سندھ کے صوبیدار کی ماتحتی سے آزادی حاصل ہو۔ چنانچہ سندھ میں کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں۔ ان ریاستوں میں سب سے مضبوط اور طاقتور ریاستیں دو تھیں۔ ریاست ملتان۔ اور ریاست منصورہ۔ ان دونوں کی حدود مقام الور پہ جو راجہ داہر کا قدیم دار السلطنت تھا۔ ملتی تھیں شہر الور ریاست منصورہ میں تھا اور الور سے شمال کی جانب ریاست ملتان کی حد شروع ہو جاتی تھی۔ ملتان اور منصورہ کی مشرقی جانب چھوٹی چھوٹی ہندو ریاستیں تھیں۔ اور مغرب کی طرف چھوٹی چھوٹی مسلمان حکومتیں تھیں۔ ملتان اور منصورہ کے ان ہندو مسلم ریاستوں سے بہت خوشگوار تعلقات تھے۔

ملتان اور منصورہ کے حالات

مشہور عرب مؤرخ مسعودی نے اپنی کتاب میں ملتان اور منصورہ کے بڑے دلچسپ حالات بیان کئے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ملتان کی ریاست میں ایک لاکھ کے قریب گاؤں آباد تھے۔ اور وہاں ہندوؤں کا ایک بہت بڑا بت خانہ بھی تھا۔ جس کی زیارت اور پرستش کے لئے دور دور سے لوگ آتے اور موتی۔ سونا۔ چاندی۔ زیتون کا تیل اور خوشبودار چیزیں چڑھاتے تھے۔ ملک سرسبز اور غلہ ارزاں تھا مگر منصورہ کی سرسبزی کو نہیں پہنچتا تھا۔ حاکم ملتان شہر سے باہر قلعہ میں رہتا اور جمعہ کے روز ہاتھی پہ سوار ہو کر شہر کے اندر جامع مسجد میں نماز کے لئے آتا تھا۔ یہاں کوئی خاص سکہ نہیں تھا۔ تمام ملک کے درہم و دینار آسانی سے چل جاتے تھے۔ سندھی لوگ عراق کے باشندوں کا سا لباس پہنتے تھے اور عراقی لوگ سندھیوں کے کپڑے پہنتے تھے۔

ریاست منصورہ سمندر کے ساحل سے شہر الور تک وسیع تھی۔ اس کا رقبہ ریاست ملتان سے بڑا تھا۔ اس میں تین لاکھ گاؤں آباد تھے۔ زراعت نہایت اعلےٰ تھی۔ باغات کی کثرت تھی اور تمام ملک سرسبزی کے اعتبار سے قابل رشک حالت میں تھا۔ یہاں کا امیر ہبار بن اسود قریشی النسل تھا۔ اس ریاست کو بلوچستان کی طرف سے ہمیشہ خطرہ لاحق رہتا تھا۔ وہاں کچھ لوٹ مار کرنے والے قبائل آئے دن حملے کرتے رہتے تھے اس لئے منصورہ کی فوج ہمہ اوقات مقابلے کے لئے تیار رہتی تھی۔ فوج میں پیدل اور رسالہ کے علاوہ زرہ پوش جنگی ہاتھی بھی کافی تعداد میں تھے منصورہ اور ملتان کی ریاستوں میں عربی اور سندھی دونوں زبانیں بولی جاتی تھیں۔

مسلمانوں کی یہ دونوں ریاستیں اس قدر مضبوط اور طاقتور تھیں۔ کہ کسی ہندو ریاست کو ان پہ حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ ملتان کی ریاست منصورہ سے کسی قدر کمزور تھی لیکن ملتان کے مندر کی اہمیت نے اس کمی کو پورا کر دیا تھا۔ منصورہ اور ملتان کے علاوہ مسلمانوں کی بعض چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی موجود تھیں۔ مثلاً توران۔ کیکانان۔ قصدار۔ توران کے حاکم کا نام ابوالقاسم تھا، جو بصرہ کا رہنے والا تھا۔ کیکانان کے حکمران کا نام معتین بن احمد تھا جو اپنی ریاست میں خلفائے عباسیہ کے نام کا خطبہ پڑھواتا تھا ٭

مذہب کی سخت جانی

انقرہ۔ کل مسلمانوں کے ایک انتہا پسند مذہبی گروہ نے اتاترک کی غیر اخلاقی حکومت کے خلاف ایک زبردست مظاہرہ کیا۔ پولیس نے مجمع میں سے کئی ایک کو گرفتار کیا۔ اور ایک سرغنہ کو تفتیش کے لئے پکڑ لے گئی ہے۔ محکمہ مواصلات کے ایک عہدہ دار نے ترا صلاح پسند لیڈر کمال اتاترک کے دو مجسموں کو توڑ ڈالا۔ مورتی سازی مردہ باد کے نعرے لگائے۔ انقرہ بھر میں پمفلٹ اور ہینڈ بل تقسیم کئے گئے ہیں جن میں عوام کو ابھارا گیا ہے۔ مجسموں کو برباد۔ تھیٹر اور سینما گھروں کو بند کرائیں۔ اور غیر اخلاقی حکومت کو تباہ کر کے رکھیں۔ مسلمانوں کی یہ شدت پسند جماعت اس سے پہلے بھی ایسے مظاہرے کر چکی ہے۔ تو یہ

بچوں کا صفحہ ——— مولانا مرتضیٰ خان صاحب

ایک مسلمان کی اخلاقی جرأت

صحابہ کرام مسجد نبویؐ میں جمع تھے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعض ضروری امور پر تقریر فرما رہے تھے۔ محض اپنی قوم کی اخلاقی جرأت اور ان کی اسلامی حمیت کی جانچ کے لئے دوران تقریر میں آپ یوں گویا ہوئے:۔

"برادران اسلام! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر میں احکام اسلام کی پابندی میں غفلت کروں۔ اگر میں راہ راست کو چھوڑ کر ٹیڑھی راہ پر چلنے لگوں اور دین کی بجائے دنیا میرا مقصد ہو جائے تو تم مجھ سے کیا سلوک روا رکھو؟"

یہ الفاظ سنتے ہی ایک دلیر مسلمان مجمع میں سے اُٹھ کھڑا ہوا اور نیام سے تلوار کھینچکر پُر جوش لہجہ میں بولا:۔

"اگر تم ایسا کرو گے تو اس تلوار سے تمہارا سر اُڑا دیا جائیگا"

حضرت عمرؓ دل میں خوش ہوئے کہ قوم میں ایسے باحمیت لوگ موجود ہیں کہ اگر ان کا خلیفہ گمراہ ہو جائے تو وہ اسکو تلوار سے سدھا کر دیں گے۔ لیکن اس شخص کے اخلاص کا مزید امتحان ہونے کے لئے آپ نے نہایت سختی سے اس کو کہا:۔

"تم جانتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے اور کس سے کہہ رہے ہو؟"

وہ شخص پہلے سے بھی زیادہ جوش سے بولا:۔

"ہاں میں جانتا ہوں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور کس سے کہہ رہا ہوں"۔

اس پر حضرت امیر المومنین نے نہایت خندہ پیشانی سے فرمایا:۔

"خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مسلمانوں میں ایسے اصحاب موجود ہیں جو اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے بنوک شمشیر سیدھا کر دیں گے یہی وہ بات ہے جو میں چاہتا ہوں"

پیارے بچو! حضرت عمرؓ کے اخلاص کو دیکھو اور اس کی اخلاقی جرأت دیکھو۔ اگر حاکم ایسے مخلص ہوں اور محکوم ایسے جری تو دنیا بہشت کا نمونہ بن جائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے بھی اپنی پہلی تقریر میں فرمایا تھا کہ "فَاِنْ زُغْتُ فَقَوِّمُوْنِی" یعنے اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو تکلے کی طرح تم میرے بل نکال دینا۔

ہمارے خلفائے راشدین نے مسلمانوں کو پوری پوری آزادی دے رکھی تھی کہ وہ ان کے عیوب اُن کے منہ پر بیان کر دیں۔ وہ ان باتوں سے ناراض نہیں ہوتے تھے بلکہ خوش ہوتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے لئے باہر سے کچھ چادریں آئیں۔ ایک چادر حضرت عمرؓ کے حصہ میں آئی ایک ان کے بیٹے عبداللہ کے حصے میں آئی۔ حضرت عمرؓ کا قد لمبا تھا محض ایک چادر میں ان کی قمیص نہیں بن سکتی۔ عبداللہ ان کے بیٹے نے اپنے حصہ کی چادر بھی ان کو دیدی۔ اس طرح سے ان کی پوری قمیص بن گئی۔ جمعہ کے دن جب آپ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنے لگے تو ایک شخص کھڑا ہو کر بولا "لَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ" یعنی نہ ہم تمہاری بات سننا چاہتے ہیں اور نہ تمہاری فرمانبرداری کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ یہ سنتے ہی نیچے بیٹھ گئے اور اس شخص سے کہا "بھئی! کہو کیا بات ہے؟" اس نے کہا کہ "سب مسلمانوں کو ایک ایک چادر حصہ آئی تھی۔ پس تم کو بھی ایک چادر لینی چاہیئے تھی۔ تمہاری قمیص سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم نے دو چادریں لی ہیں۔ تم لمبے قد کے آدمی ہو ایک چادر میں تمہاری قمیص نہیں بن سکتی۔" حضرت عمر نے یہ اعتراض سنکر ذرا بُرا نہ منایا بلکہ خوش ہو کر اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کیا کہ تم اس کا جواب دو۔ عبداللہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ امیر المومنین نے بھی ایک ہی چادر لی تھی مگر ایک چادر میں ان کی قمیص نہیں بن سکتی تھی۔ میں نے اپنی چادر بھی ان کو دیدی اور اس طرح سے ان کی قمیص بن گئی۔ وہ شخص یہ جواب سُن کر کہنے لگا کہ "بس اب میرا اطمینان ہو گیا۔ اب ہم آپ کی بات سنیں گے بھی۔ اور آپ کی فرمانبرداری بھی کریں گے۔" کیا ایسی آزادی کی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں آپ کو مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

ایماندار لڑکی کی عزت افزائی

بچو! تم یہ پڑھ چکے ہو کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ رات کے وقت رعیت کا حال معلوم کرنے کے لئے گشت لگایا کرتے تھے۔ ایک رات آپ اپنے غلام اسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک کوچہ میں سے گزرے آپ کو وہاں ماں بیٹی کی مندرجہ ذیل گفتگو سننے کا اتفاق ہوا

ماں:۔ بیٹی تجھ سے کہتی ہوں کہ دودھ میں ذرا سا پانی ڈال دے پیسے زیادہ آئیں گے۔

بیٹی:۔ اماں جان! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ خلیفہ نے بڑی سختی سے حکم دے رکھا ہے کہ کوئی دودھ بیچنے والا دودھ میں پانی نہ ملائے۔ آپ جانتی ہیں کہ خلیفہ کس قدر سخت گیر ہے۔ اگر اس کو معلوم ہو گیا تو وہ ہم کو ایسی سخت سزا دیگا کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا۔ مجھ میں تو اس قدر جرأت نہیں کہ میں خلیفہ کے حکم کے خلاف کروں۔ اور میں آپ کو بھی یہی کہتی ہوں کہ خلیفہ کے حکم کی نافرمانی مت کیجئے"

ماں:۔ بیٹی! اس وقت خلیفہ کہاں دیکھ رہا ہے۔ کسی کو کیا پتہ کہ ہم نے پانی ملایا ہے۔ تم یونہی خلیفہ سے ڈر رہی ہو وہ یہاں کہاں بیٹھا ہے کہ ہمیں پکڑ لے گا"

بیٹی:۔ اماں جان! اگر خلیفہ نہیں دیکھ رہا تو خدا تو دیکھ رہا ہے خدا کی نظر سے تو ہم نہیں بچ سکتے۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے مذہب نے بد دیانتی سے ہمیں منع کیا ہے۔ پھر ہم ایسا کام کیوں کریں۔ اور بد دیانت بن کر اپنے خدا کو کیوں ناراض کریں"

حضرت عمرؓ لڑکی کی یہ گفتگو سن کر بے حد خوش ہوئے آپ کے دل میں اس کی عزت پیدا ہو گئی۔ اور اس کی باتوں سے اس قدر خوشی ہوئی کہ کچھ عرصہ بعد اس کی شادی اپنے صاحبزادے سے کر دی۔ لڑکی کی نیکی اس کے ...... کام آ گئی۔ وہ ایک عظیم الشان خلیفہ کے صاحبزادہ سے بیاہی گئی اسکو اس دنیا میں اپنی نیکی کا ثمرہ مل گیا اور عقبےٰ کا اجر الگ رہا۔

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

(بقیہ از صفحہ ۷)

ہوتی ہے اور جزا ممکن ہوتی ہے جیسا کہ لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا اگر خدا کے سوا اور بھی خدا ہوتا تو دونوں (زمین و آسمان) خراب ہو جاتے۔ اب خدا کے سوا اور خدا کا ہونا تو ممکن نہیں مگر زمین میں فساد کا ہونا ممکن ہے اسی طرح لو عاش ابراھیم الخ والی حدیث میں ابراہیم کا زندہ رہنا محال ہے مگر اس کا نبی بننا ممکن"

الجواب: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ نے تو اپنی توحید کی یہ دلیل پیش کی کہ یہ نظام کائنات ایک ہی حالت پر چل رہا ہے، اس میں بگاڑ پیدا نہیں ہوتا، اس سے ثابت ہے کہ یہ ایک ہی قادر مطلق ہستی کے قبضہ قدرت میں ہے اگر کوئی اور بھی خدا ہوتا تو یہ نظام اس طرح قائم نہ رہتا۔ کیونکہ ایک خدا اس کو ایک طرح چلانا چاہتا اور دوسرا دوسری طرح، اس کا نتیجہ ہوتا کہ زمین و آسمان بگڑ جاتے، اس توحید الٰہی کی دلیل کو یوں توڑا جاتا ہے کہ زمین پر فساد تو ممکن ہے، حالانکہ یہ معمولی فسادات جو زمین کے اندر ہوتے رہتے ہیں انکا ذکر نہیں بلکہ زمین و آسمان کے بگڑنے سے نظام کائنات کا بگڑ نا مراد ہے، اور اگر یہ صحیح ہے، کہ "لفسدتا" (زمین و آسمان کا بگڑنا) ممکن ہے تو ایک سے زیادہ خدا کا ہونا بھی ممکن ہے، جزا کے وقوع کے ساتھ شرط کا وقوع لازمی ہے اور اگر یہ نہیں تو اس کے کیا معنے ہوں گے، قل لو کان معہ الھۃ کما یقولون اذاً لا بتغوا الیٰ ذی العرش سبیلا کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ دوسرے معبود کا ہونا تو محال ہے اور عرش کے مالک (یعنے اللہ تعالےٰ) کی طرف کفار کا رستہ تلاش کر لینا ممکن ہے؟ کیا قل لو کان فی الارض ملٰئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا کا مطلب یہ لیا جائے کہ ملائکہ کا زمین پر مطمئن پھرنا تو محال ہے لیکن فرشتہ کا رسول بن کر آسمان سے نازل ہونا ممکن ہے؟ پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا لو کان بعدی نبی لکان عمر؟ قادیانی اصول کے مطابق تو اس کا بھی یہی مطلب ہوگا کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی کا آنا ناممکن ہے لیکن حضرت عمر کا نبی ہونا ممکن کیا کوئی اور قادیانی بھی اسکو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے، اگر نہیں تو یہ اصول کیونکر صحیح ہوا کہ لو "جس جملہ میں آجائے اس کی شرط تو محال ہوتی ہے مگر جزا ممکن ہوتی ہے" کاش ایسا لکھتے ہوئے کچھ تدبر سے کام لیا جاتا۔

؎ اگر ابراہیم کا نبی ہونا ممکن تھا تو حضرت عمر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تک زندہ رہے ان کے متعلق کیوں فرمایا لو کان بعدی نبیا لکان عمر۔ اگر ابراہیم زندہ رہ کر نبی بن سکتا تھا تو لو کان بعدی نبی توضیح ... ہے کیونکہ نبیوں کا بعد میں آنا تو قادیانی عقیدہ کے مطابق ... میاں محمود احمد صاحب نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے کہ

"اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوراً ہی آپ کی جماعت کو سنبھالنے کے لئے کسی نبی کی ضرورت ہوتی جس طرح حضرت موسےٰ کے بعد تھی تو حضرت عمرؓ ہی آپ کے بعد نبوت کے مقام پر ترقی پاتے لیکن چونکہ آپ ایک ایسی جماعت تیار کر کے رخصت ہونے والے تھے، جو اپنی نیکی اور تقوے میں حضرت موسےٰ کی جماعت سے کئی درجہ زیادہ تھی، اور مکمل تھی اس لئے آپ کے بعد فوراً کسی نبی کی بعثت کی ضرورت نہ تھی"

اب سوال یہ ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو وہ آنحضرت صلعم کے فوراً بعد نبی ہوتے یا مسیح موعود کے آنے کے بعد نبی بنتے؟ اگر فوراً بعد انہوں نے نبی بننا تھا تو حضرت عمر کے رستہ میں ایسی بات کیوں روک بن گئی؟ اور اگر حضرت عمر فوراً بعد نبی ہو سکتے تھے تو حضرت ابراہیم کیسے ہو جاتے؟ بینوا و توجروا

غرض جس پہلو سے بھی دیکھا جائے اس حدیث سے امکان سو اجرائے نبوت قطعاً ثابت نہیں۔

؎ بعض لوگ اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جب نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا تو اس آیت کے رو سے دو خدا ثابت ہو جائیں گے؟ یہ صحیح نہیں، نظام کائنات جو قیامت کے دن بگڑیگا وہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مرضی اور منشا سے کسی اور نظام کے قیام کے لئے تو ڑیگا جس کی وہ پہلے سے خبر دے چکا ہے، دو خدا اس سے تب ثابت ہوتے اگر اللہ تعالےٰ کی مرضی اور منشاء کو اس میں دخل نہ ہوتا اور اس کے ارادہ کے بغیر کسی دوسرے خدا کے دخل در معقولات سے بگڑ جاتا۔

افسوسناک خبر

ووکنگ مسلم مشن کی تازہ رپورٹ سے یہ معلوم کر کے موجب افسوس ہے کہ پاکستانی بحریہ کے زیر تربیت طلباء میں سے ایک نوجوان قمرالدین احمد کی موٹر سائیکل کا ایک بس سے تصادم ہو جانے کی وجہ سے ان کا انتقال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کے جنازہ کا انتظام پاکستان ہاؤس کی طرف سے کیا گیا اور پاکستان ہاؤس کے کچھ ممبر جنازہ میں شامل ہوئے، خان بہادر غلام ربانی خان نے مرحوم کا جنازہ پڑھایا اور انہیں بروک وڈ کے اسلامی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

ہمیں مرحوم کے لواحقین سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
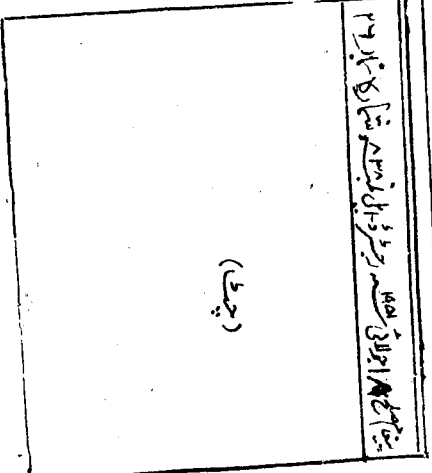
ہفت روزہ
پیغامِ صلح لاہور

جماعتِ احمدیہ لاہور کا ترجمان

شمارہ ۱۷ - ۲۵ جولائی ۱۹۵۱ء

خدا تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے!

اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے وہ تمام انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت دیتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن شریف نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اسکی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کا مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔

حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ السلام

بچوں کا صفحہ

مولانا مرتضیٰ خان صاحب

حضرت عمرؓ اور رعیت کی خبرگیری

ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کو گشت لگاتے ہوئے اور اپنی رعایا کا حال معلوم کرتے ہوئے بہت دور نکل گئے۔ یہاں تک کہ ایک بدو کے خیمہ تک جا پہنچے۔ دیکھا کہ بدو خیمہ کے باہر بیٹھا ہوا ہے حضرت عمرؓ السلام علیکم کہکر بدو سے باتیں کرنے لگے۔ اور کئی قسم کے حالات دریافت کرتے رہے۔ اتنے میں خیمہ کے اندر سے عورت کے رونے کی آواز آپ کے کانوں میں پڑی۔ آپ نے تعجب سے پوچھا "خیر تو ہے یہ رونے کی آواز کیسی ہے؟"

بدو نے کہا اصل میں میری بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ درد سے روتی ہے اور گھر میں کوئی دوسری عورت ہے نہیں جو اس کی خبر گیری کرے۔ آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے "کچھ فکر نہ کرو میں ابھی انتظام کر دیتا ہوں"۔ آپ بھاگے بھاگے گھر تشریف لائے اپنی بیوی ام کلثوم کو اپنے ساتھ لیا اور بدو کے خیمہ میں پہنچ گئے ام کلثوم اندر چلی گئیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے دایہ کے سب فرائض سر انجام دیئے۔ حضرت عمرؓ اور بدو باہر بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ تھوڑی دیر کے بعد ام کلثوم نے آواز دی "امیرالمومنین! مبارک ہو خدا نے آپ کے دوست کو چاند سا بیٹا عطا فرمایا ہے"۔ اس بدو نے جب امیرالمومنین کا نام سُنا تو وہ حیران رہ گیا اور معذرت کرنے لگا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا "تم میرے بھائی ہو۔ میں نے جو کچھ کیا ہے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ کل تم میرے پاس آنا میں اس بچے کا وظیفہ مقرر کر دوں گا۔ یہ کہکر آپ اور آپ کی بیوی السلام علیکم کہتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوئے۔ بدو اور اس کی بیوی اس کے اتنے شکر گذار ہوئے کہ ہمیشہ حضرت عمرؓ کو دعائیں دیتے تھے اور کہا کرتے تھے خلیفہ ہو تو ایسا ہو۔

یاد رکھو اسلام نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ بادشاہت یا ملکوت کا مقصد اپنے نفس کی پوجا نہیں بلکہ خلق خدا کی خدمت ہے اس راز کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفوں نے سمجھا۔ اور اس پر ایسا عمل کر کے دکھایا کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی کیا خوب فرمایا ہے علامہ اقبال مرحوم نے ؎

سروری در دین ما خدمتگری است

یعنے ہمارے دین میں سرداری کا مقصد مخلوق خدا کی خدمت ہے۔

انصاف کا تقاضا

بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا ایک بیٹا تھا عبدالرحمٰن اس سے کوئی جرم سرزد ہو گیا۔ وہ ان دنوں مصر میں تھا۔ مصر کے گورنر حضرت عمرو بن عاص کو اطلاع ملی کہ عبدالرحمٰن سے اس قسم کا جرم سرزد ہوا ہے۔ انھوں نے باقاعدہ تحقیقات کی۔ عبدالرحمٰن واقعی مجرم ثابت ہوا۔ آپ نے ان کو واجبی سزا دی۔ حضرت عمرؓ کو اپنی سلطنت کے تمام حالات کا علم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ یہ واقعہ بھی ان کے کانوں تک پہنچا۔ اور بیان کرنے والے نے یہ بھی کہا کہ عبدالرحمٰن کا جرم زیادہ تھا۔ لیکن مصر کے گورنر نے سزا کم دی ہے۔ اس خیال سے کہ خلیفہ وقت کا فرزند ہے۔ یہ سُننا تھا کہ حضرت عمرؓ کو طیش آ گیا اور اسی وقت عمرو بن عاص کو ڈانٹ کر خط لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ میرے بیٹے عبدالرحمٰن نے جرم کیا ہے اور آپ نے اس کی رعایت کی ہے اور جس سزا کا وہ حقدار تھا وہ نہیں دی۔ یہ سراسر انصاف کے خلاف ہے۔ اگر خود گورنر ہی ایسی بے انصافی کرنے لگے کہ یہ فلاں شخص کا رشتہ دار ہے اس لئے اس کو کم سزا دی جائے تو اس سے بڑی خرابیاں پیدا ہوں گی اور ہم خدا اور اس کے رسول کے مجرم ٹھہریں گے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ آپ نے عبدالرحمٰن کے معاملہ میں رعایت کی ہے تو بتائیے کیوں نہ آپ کو گورنری سے موقوف کر دیا جائے۔ اس پر حضرت عمرو بن عاص نے جواب میں لکھا کہ عبدالرحمٰن کو اس کے جرم کے مطابق سزا واجبی دی گئی ہے۔ اس سے کوئی رعایت نہیں برتی گئی۔ آپ نے تمام حالات قلمبند کر کے اور جرم کی نوعیت اور سزا کی مقدار کا ذکر کر کے خلیفہ وقت کو اصل واقعات سے آگاہ کر دیا۔ جس سے حضرت عمرؓ کو اطمینان ہو گیا۔

ہمارے نبی کریم صلعم کے خلفاء انصاف کے بڑے پابند تھے۔ انصاف کرنے میں وہ اپنے بیگانے کا لحاظ نہیں رکھتے تھے۔

خود ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ اگر فاطمہ بنت محمد (صلعم) بھی چوری کرے گی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

مسلمان خلفاء اور بادشاہ . . . . . . جو اس قدر عادل اور منصف تھے یہ در اصل حضرت نبی کریم صلعم کی تعلیم اور نمونے کا اثر تھا۔

امیرالمومنین حضرت عمر عدالت کے کمرہ میں

ایک دفعہ ایک شخص نے زید بن ثابت کی عدالت میں حضرت عمرؓ کے خلاف دعویٰ دائر کیا۔ قاضی نے مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو بلوا بھیجا۔ جب حضرت عمرؓ عدالت کے کمرہ میں تشریف لائے تو زید بن ثابت نے اپنی جگہ آپ کے لئے چھوڑ دی اس پر حضرت عمرؓ نے برہم ہو کر فرمایا۔

"قاضی صاحب! یہ آپ کی پہلی بے انصافی ہے کہ آپ میرے لئے اپنی جگہ چھوڑ رہے ہیں۔ میں ایک مدعا علیہ کی حیثیت میں حاضر ہوا ہوں نہ کہ امیرالمومنین کی حیثیت سے۔"

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ۔ مورخہ ۲۰ شوال ۱۳۷۰ھ | نمبر ۲۷

"دنیا میں میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں جیسے والدۂ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقاید کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔

انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ، شرک ظلم اور ہر ایک بدعملی و ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول"

مولانا مودودی اور جماعت احمدیہ

مولانا مودودی جماعت اسلامی کے امیر ہیں۔ اس نسبت سے ہی ظاہر ہے کہ انہیں "اپنے اسلام" کا کس قدر یقین ہوگا۔ پھر جو منصب انہیں حاصل ہے اسکے تقاضوں اور ذمہ داریوں سے انکا واقف ہونا بھی ضروری ہے۔ یہی مولانا مودودی اپنے ماہنامہ ترجمان القرآن جلد ۳۶ عدد ۳ میں ایک سائل کا جواب دیتے ہیں۔ سوال اور جواب، دونوں درج ہیں:۔

سوال:۔ "ترجمان القرآن" (جنوری، فروری) کے صفحہ ۲۳۶ پر آپ نے لکھا ہے کہ "میرا اب تک کا تجربہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی جھوٹ کو فروغ نہیں دیتا۔ میرا ہمیشہ سے یہ قاعدہ رہا ہے کہ..... جن لوگوں کو میں صداقت و دیانت سے بے پروا اور خوف خدا سے خالی پاتا ہوں، ان کی باتوں کا کبھی جواب نہیں دیتا..... خدا ہی ان سے بدلہ لے سکتا ہے..... اور ان کا پردہ انشاء اللہ دنیا ہی میں فاش ہوگا"

میں عرض کردوں کہ میں نے جماعت احمدیہ کے لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے اور ان کے کام سے دلچسپی ہے۔ میرے مندرجہ ذیل استفسارات اسی ضمن میں ہیں:۔

۱۔ یہ صرف آپ ہی کا تجربہ نہیں۔ بلکہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ "اللہ تعالیٰ کاذبوں سے محبت نہیں کرتا" اور "اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے جھوٹوں پر" اور پھر اس قسم کے جھوٹوں پر کہ "ولو تقول علینا بعض الاقاویل ـــــــ" ان کی سزا تو فوری گرفت اور وصال جہنم ہے (لاخذنا منه باليمين ثم لقطعنا منه الوتين۔ حاقہ۔) اس صورت میں اگر مرزا صاحب جھوٹے تھے تو کیا وجہ ہے کہ (ا) ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ان پر کیوں گرفت نہیں کی؟ (ب) ان کی جماعت بڑھ رہی ہے اور مرزا صاحب کے مشن کو جو مسلمانوں کے نزدیک گمراہ کن ہے، تقویت پہنچ رہی ہے، اور اب تو اس جماعت کی جڑیں بیرونی ممالک میں مضبوط ہوگئی ہیں۔ (ج) مرزا صاحب کے پیغام کو ساٹھ سال ہوگئے ہیں۔ ہم کب تک خدائی فیصلے کا انتظار کریں! فی الحال تو وہ ترقی کر رہے ہیں (د) جو جماعتیں یا افراد اس گروہ کی مخالفت کر رہے ہیں وہ کیوں اسے ترک نہیں کر دیتے اور معاملہ خدا پر نہیں چھوڑ دیتے؟

۲۔ صفحہ ۲۴۲ پر آپ کی جماعت کے ایک جرمنی نژاد ہمدرد نے برلن میں جماعت احمدیہ کے ساتھ تبلیغ اسلام میں تعاون کا ذکر کیا ہے۔ اگر آپ بھی ان کی تبلیغ اسلام کو صحیح سمجھتے ہیں، تو پاکستان میں ان کے ساتھ تعاون کیوں نہیں کرتے؟

جواب:۔ آپ جس سرسری نظر سے ایک مدعی نبوت کے معاملے کو دیکھ رہے ہیں یہ طریقہ ایسے اہم معاملے پر رائے قائم کرنے کے لئے موزوں نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ لکھا تھا وہ تو سراسر ایک جھوٹے الزام کے بارے میں تھا جو بعض خودغرض لوگوں نے میرے اوپر لگایا تھا۔ اس بات کو آپ چسپاں کر رہے ہیں ایک ایسے شخص کے معاملے پر جس نے خود نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ آپ کو سمجھنا چاہیئے کہ ایک مدعی نبوت کے معاملے میں لامحالہ دو صورتوں میں سے ایک صورت پیش آتی ہے اگر وہ سچا ہے تو اس کو نہ ماننے والا کافر، اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اسکو ماننے والا کافر۔ ایک ایسے نازک معاملے کا فیصلہ آپ صرف اتنی سی بات پر کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے "ابھی ان پر کوئی گرفت نہیں کی، اور ان کی جماعت بڑھ رہی ہے" اور یہ کہ "ہم کب تک خدائی فیصلہ کا انتظار کریں"۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھی نبوت کا دعوےٰ کر بیٹھے اور اس کی جماعت ترقی کرتی نظر آئے اور آپ کی تجویز کردہ مدت انتظار کے اندر اس پر گرفت نہ ہو تو بس یہ باتیں ان کو نبی مان لینے کے لئے کافی ہیں؟ کیا آپ کے ذہن میں نبوت کو جانچنے کے یہی معیار ہیں؟

آیت ولو تقول علینا بعض الاقاویل سے جو استدلال آپ نے کیا ہے وہ بنیادی طور پر غلط ہے۔ اس آیت میں جو بات کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ محمد صلعم جو حقیقت میں اللہ کے نبی ہیں اگر خدا کی وحی کے بغیر کوئی بات خود تصنیف کر کے خدا کے نام سے پیش کریں تو ان کی رگِ گلو کاٹ دی جائے گی۔ اس سے یہ معنی نکالنا صحیح نہیں کہ جو شخص حقیقت میں نبی نہ ہو اور غلط طور پر اپنے آپ کو نبی کی حیثیت سے پیش کرے اس کی رگ گلو بھی کاٹی جائے گی۔ اور نہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے سچے اور جھوٹے نبی کی پہچان کے لئے یہ بات بطور ایک معیار کے پیش کی ہے کہ جس مدعی نبوت کی رگ گلو نہ کاٹی جائے وہ سچا نبی اور جس کی رگ کاٹ دی جائے وہ جھوٹا مدعی۔ قرآن کی آیتوں میں تاویل کی یہ کھینچ تان جو نظر آ رہی ہے کہ آپ کی اپنی اُپج کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ مرزا صاحب کی جماعت سے ہی آپ نے سیکھی ہے بجائے خود اس بات کی علامت ہے کہ یہ جماعت خوفِ خدا سے کس قدر خالی ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص نبوت کا دعوےٰ کرے اس کی بات کو ان معیاروں پر نہیں جانچا جائیگا جو آپ نے پیش کئے ہیں بلکہ اسے پورے اطمینان کے ساتھ اس بنیاد پر رد کر دیا جائے گا کہ قرآن و احادیث صحیحہ اس معاملے میں قطعی ناطق ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد اب کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ میں ان دلائل سے بھی واقف ہوں جو مرزا صاحب اور ان کے متبعین نے باب نبوت کے کھلا ہونے پر قائم کئے ہیں۔ مگر میں آپ سے صاف عرض کرتا ہوں کہ ان دلائل سے اگر کوئی متاثر ہو سکتا ہے تو وہ صرف ایک بے علم یا کم علم آدمی ہی ہو سکتا ہے، ایک صاحب علم آدمی کو تو ان کے دلائل دیکھ کر صرف ان کے جہل ہی کا یقین حاصل ہوتا ہے"۔

ان دونوں بیانات کو پڑھئے اور پھر مودودی صاحب کے طرز فکر پر غور فرمایئے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ مودودی صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے صحیح مسلک سے بے خبر ہیں۔ کیونکہ جو اپنے آپ کو صحیح اسلام کا نمائندہ سمجھتے ہیں تو وہ دوسرے فرقہ ہائے اسلام اور جماعت احمدیہ کے اعتقادات سے بخوبی واقف ہوں گے، پھر جب انہوں نے سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ کہا کہ "آپ جس سرسری نظر سے ایک مدعی نبوت کے معاملہ کو دیکھ رہے ہیں یہ طریقہ ایسے اہم معاملہ پر رائے قائم کرنے کے لئے موزوں نہیں" وہ حضرت اقدس پر بہت بڑا جھوٹ بول رہے تھے۔ کیونکہ حضرت اقدس نے کبھی بھی دعوےٰ نبوت نہیں کیا۔ کیا مودودی صاحب کی نظروں سے یہ تحریر نہیں گذری کہ "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا"۔ کیا انہیں یہ یاد نہیں کہ جس شخصیت کو وہ مدعی نبوت کہہ رہے ہیں اس نے لکھا ہے کہ "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"۔ پھر مودودی صاحب کو جو سچ بات کہنے کے مدعی ہیں یہ کیونکر جرأت ہوئی کہ ایک عظیم شخصیت کے صریح اعلانات کے باوجود اس کی طرف وہ بات منسوب کی جو غلط اور بہتان ہے۔ کیا اقامت دین کی یہی وہ شاہراہیں ہیں جن پر ان کا کارواں بڑھ رہا ہے کیا انہوں نے قرآن شریف میں یہ نہیں پڑھا کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں حق و انصاف سے بھٹکائے نہیں۔ پھر ان کی صداقت اور دیانت کو کیا ہوا کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام آتے ہی انہیں زبان و قلم پر کوئی اختیار نہ رہا اور وہ انہی مسائل و رسائل کے ذیل میں بے تاب ہو کر یہ لکھ گئے:۔

"اگرچہ مرزا صاحب میرے نزدیک دوسرے اور تیسرے معیار کے لحاظ سے بھی مقام نبوت سے اس قدر فروتر ہیں کہ باب نبوت کھلا بھی ہوتا تو کم از کم کوئی معقول آدمی تو ان پر نبوت کا گمان نہیں کر سکتا تھا"

تکبر اور گھمنڈ کا یہ مظاہرہ احساس کمتری اور شکستگی کی قطعی دلیل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اب انسانی دنیا کی ایک مسلمہ مذہبی شخصیت ہیں جن کے گرداگرد مشرق و مغرب میں بیشتر حلقے بن چکے ہیں اور یہ حلقے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی منادی کرتے ہیں۔ مولانا مودودی کو خواجہ کمال الدین کا نام بھول گیا جن کی کتاب "ینابیع المسیحیت" سے انہوں نے استفادہ کیا اور خواجہ مرحوم مسیح موعودؑ کے قریبی رفقاء میں سے تھے۔ بہرکیف اس جھوٹ، بہتان اور نفرت کا جواب تو مودودی صاحب خدا تعالیٰ کو ہی دیں گے۔ ہم "بے علم" لوگوں کے لئے جن کا مسیح موعود کے دلائل سے متاثر ہو جانا" ایک صاحب علم آدمی کو تو صرف ان کے جہل کا ہی یقین" دلاتا ہے اتنا تو حق ہے کہ جب "ایک صاحب علم" انہیں ملے تو ان سے اپنی "بے علمی" اور جہالت دور کرانے کے لئے اکتساب کریں۔ اسی حق کے تحت ہمارا مودودی صاحب سے ایک سوال ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ مسیح موعودؑ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوےٰ نبوت کیا اور وہ کاذب تھے۔ آیت لو تقول علینا صداقت یا کذب کا معیار نہیں۔ ہم سلسلہ عالیہ احمدیہ لاہور کے رکن حضرت اقدس کو نبی نہیں مانتے۔ لیکن آپ انہیں مدعی نبوت قرار دیتے (باقی بر صفحہ کالم

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

اس مضمون میں قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے اس حصہ کو جس میں اجرائے نبوت پر بحث کی گئی ہے سامنے رکھتے ہوئے ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

تردید دلائل امکان نبوت

امکان نبوت کے ثبوت میں پیش کردہ احادیث پر ایک نظر

دوسری تیسری اور چوتھی احادیث جو قادیانی پاکٹ بک نویس نے پیش کی ہیں ان میں اسی پہلی حدیث کو مختلف طریقوں سے اور مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جس پر اوپر مفصل بحث ہو چکی ہے۔

پانچویں حدیث { فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ (مسلم جلد ۲ صـ ۳۷۷ مصری باب صفت الدجال) آنیوالے مسیح کو نبی اللہ قرار دیا ہے پہلا مسیح فوت ہو چکا اور اس کا حلیہ آنے والے مسیح کے حلیہ سے مختلف ہے لہٰذا یہ آنے والا بخاری کی حدیث اما مکم منکم (بخاری باب نزول عیسیٰ ابن مریم) اسی امت میں سے نبی ہونا تھا۔

الجواب:- اس کا جواب حضرت مسیح موعود ہی سے سن لیجئے، جن کو نبی بنانے کے لئے یہ سارا زور صرف کیا جا رہا ہے، آپ لکھتے ہیں:-

"اور مسلم میں اس بارہ میں حدیث بھی ہے کہ مسیح نبی اللہ ہونے کی حالت میں آئے گا اب اگر مثالی طور پر مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی امتی شخص مراد ہو جو محدثیت کا مرتبہ رکھتا ہو، تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی"

(ازالہ اوہام صـ ۵۸۶)

(۲) حدیث میں فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ کے ساتھ بعض اور بھی باتیں ہیں جو سب کی سب تاویل طلب ہیں مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کا دمشق کے مشرقی منارہ پر اترنا دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہونا جہاں تک اس کا سانس پہنچے کفار کا مر جانا یاجوج ماجوج کا خروج مسیح کا دجال کو باب لد پر قتل کرنا وغیرہ اگر یہ سب باتیں قادیانیوں کے نزدیک استعارہ اور مجاز ہیں اور تاویل طلب ہیں تو لفظ نبی اللہ کیوں مجاز نہیں اور کیوں اس کی وہ تاویل نہیں ہو سکتی جو حضرت مسیح موعود نے کی ہے کہ:-

"آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کے رو سے ہے جو صوفیہ کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا۔"

(انجام آتھم صـ ۲۸ حاشیہ)

اور آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مکاشفات کو جو اس حدیث میں بیان ہوئے ہیں استعارہ قرار دیتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی ہے:-

"سو اے میرے بھائیو میں محض نصیحتاً للہ پوری ہمدردی کے جوش سے جو مجھے آپ اور اپنے پیارے دین اسلام سے ہے آپ لوگوں کو سمجھاتا ہوں کہ آپ لوگ غلطی کر رہے ہیں اور سخت غلطی کر رہے ہیں کہ محض تحکم کی وجہ سے مکاشفات نبویہ کو صرف ظاہری الفاظ پر محدود خیال کر بیٹھے ہیں یقیناً سمجھو کہ ان باتوں کو حقیقت پر حمل کرنا گویا اپنی ایمانی عمارت کی اینٹیں اکھیڑنا ہے، میں متعجب ہوں کہ اگر آپ استعارات کو قبول نہیں کر سکتے تو کیوں ان امور پر تراز فہم کی تفسیر کو حوالہ بخدا نہیں کرتے اس میں آپ کا یا آپ کے دینی جوش کا کیا حرج ہے کس نے آپ پر زور ڈالا ہے یا کب اور کس وقت آپ کو رسول کریمؐ کی طرف سے ایسی تاکید کی گئی ہے کہ ضرور ایسے الفاظ کو حقیقت پر ہی حمل کرو"

سن لیا آپ نے: فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ الخ میں جس طرح عیسیٰ ایک مجازی نام آنے والے مسیح کو دیا گیا ہے جس طرح حدیث کے اور الفاظ حسب ارشاد حضرت مسیح موعود حقیقت پر محمول نہیں اور مجاز اور استعارہ کے طور پر استعمال ہوئے ہیں اسی طرح نبی اللہ کا لفظ بھی استعارہ ہی کے طور پر استعمال ہوا ہے، اسکو حقیقت پر محمول کرنا بالقول حضرت مسیح موعود "اپنی ایمانی عمارت کی اینٹیں اکھیڑنا ہے"۔

چھٹی حدیث { ابوبکر افضل ھذہ الامۃ الا ان یکون نبیٌ (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق صـ ۴) کہ ابوبکرؓ اس امت میں سب سے افضل ہے سوائے اس کے جو امت میں سے کوئی نبی ہو، یعنی اگر نبی ہو تو اس سے افضل نہیں امکان نبوت فی امت ثابت ہے، نیز دیکھو جامع الصغیر للسیوطی مصری حاشیہ صـ ۲

الجواب:- (۱) اس حدیث کے متعلق جامع الصغیر مصری حاشیہ صـ ۲ کا جو حوالہ دیا ہے، اس حوالہ میں کنوز الحقائق ہی لکھی ہوئی ہے، جس کا جامع الصغیر للسیوطی سے کوئی تعلق نہیں، کنوز الحقائق امام مناوی کی تصنیف ہے اور انہوں نے اس حدیث کو الدیلمی کی مسند الفردوس سے لیا ہے جس کو کتب حدیث میں کوئی اعلیٰ پایہ حاصل نہیں بلکہ ادنیٰ درجہ کی کتب حدیث میں بھی مسند الفردوس اور کنوز الحقائق دونوں بہت ہی کم مشہور ہیں۔ اس لئے ان اعلیٰ پایہ کی احادیث کے مقابلہ میں جن کا انقطاع نبوت کے ثبوت میں اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے اس حدیث کی چنداں وقعت حاصل نہیں، اور نہ اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ قرار دیا جا سکتا ہے، زیادہ سے زیادہ کسی راوی کے الفاظ ہو سکتے ہیں، جس نے اپنے اس اعتقاد کی وجہ سے کہ عیسیٰ نبی اللہ دوبارہ اس امت میں آنے والے ہیں "خیر الناس" کے الفاظ کا (جو اگلی حدیث میں نقل کئے گئے ہیں) ترجمہ اپنے الفاظ میں "افضل ھذہ الامۃ" کر دیا، جو کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ بقول مسیح موعود:-

"کیا نہیں جانتے کہ خدا رحیم و کریم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثنا کے خاتم النبیین قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلعم نے بطور تفسیر آیہ مذکور فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں"

(ترجمہ حمامۃ البشریٰ)

ساتویں حدیث { ابوبکر خیر الناس الا ان یکون نبی (طبرانی ابن عدی فی الکامل بحوالہ جامع الصغیر للسیوطی صـ ۸) کہ ابوبکر سب انسانوں سے بہتر ہیں ہاں اگر کوئی نبی (انسانوں میں سے) ہو تو اس سے بہتر نہیں اگر انسانوں میں سے کوئی نبی ہونا ہی نہیں تھا تو آنحضرت صلعم کو استثناء فرمانے کی کیا ضرورت تھی الا ان یکون نبی کے الفاظ صاف طور پر بتاتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی کی آمد کا امکان ہو (مکمل پاکٹ بک صـ ۴۲۶)

اس حدیث سے بھی اجرائے نبوت کا کوئی امکان نہیں پایا جاتا، انسانوں میں سے تو بہت سے نبی پہلے ہو چکے ہیں، اسلئے الا ان یکون نبی میں وہی سابق انبیاء مراد ہیں یعنی حضرت ابوبکرؓ کو تمام انسانوں پر فضیلت حاصل ہے سوائے ان انبیاء کے جو انسانوں میں سے گذر چکے ہیں، یکون بیشک مضارع واقع ہوا ہے لیکن ماضی کے لئے مضارع کا استعمال کثرت سے پایا جاتا ہے اور یہاں تو اسکو حال کے معنوں میں بھی لیا جا سکتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ موجود تھے، آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سب لوگوں سے بہتر ہیں سوائے اس کے کہ نبی ہو، یعنی میں چونکہ نبی ہوں مجھ سے بہتر نہیں یہی سمجھتے تمام صحابہ، نہ تھے جیسا کہ بخاری کی اس روایت سے پایا جاتا ہے:- ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ولا ینکر ذالک علینا، یعنی ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم کے بعد سب لوگوں سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان اور آپ اس سے انکار نہیں کرتے تھے پس الا ان یکون نبی کا یہی مطلب ہے کہ نبی صلعم کے بعد سب لوگوں سے افضل ہیں نہ یہ کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہونیوالا ہے جو قطعی الدلالت آیات اور احادیث کے رو سے غلط ہے۔

آٹھویں حدیث { تکون النبوۃ فیکم ماشاء اللہ...... ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ

(باقی برصـ ۱۱ کالم ۱)

مکتوبِ مسیح

ذیل میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خط درج کیا جاتا ہے جو حضرت اقدس نے نواب محمد علی خان صاحب کو لکھا تھا۔ حضرت نے اس خط کے ابتدا میں نواب محمد علی خان صاحب کو بھی ہدایت کی تھی کہ اس خط کو کم سے کم تین مرتبہ غور سے پڑھیں یہ خط اگرچہ بظاہر آپ کے نام ہے لیکن اس کی بہت سی عبارتیں دوسروں کے اوہام دور کرنے کے لئے ہیں گو بظاہر آپ ہی مخاطب ہیں" آج ہمارے مخالف سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں۔ ذیل کا خط ان میں سے بیشتر غلطیوں کو دور کر دیتا ہے۔

مدیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

محبی عزیزی اخویم نواب محمد علی خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک ہفتہ سے بلکہ عشرہ سے زیادہ گذر گیا کہ آں محب کا محبت نامہ پہنچا تھا چونکہ اس میں امور مستفسرہ بہت تھے اور مجھے بباعث تالیف کتاب آئینہ کمالات اسلام بغایت درجہ کی عدم فرصت تھی کیونکہ ہر روز مضمون تیار کر کے دیا جاتا ہے اس لئے میں جواب لکھنے سے معذور رہا اور آپ کی طرف سے تقاضا بھی نہیں تھا آج مجھے خیال آیا کہ چونکہ آپ ایک خاص محب ہیں اور آپ کا استفسار سراسر نیک ارادہ اور نیک نیت پر مبنی ہے۔ اس لئے بعض امور سے آپ کو آگاہ کرتا ہوں اور آپ کے لئے جو بہتر ہے اس سے اطلاع دینا امر ضروری ہے۔ لہذا چند سطور آپ کی آگاہی کے لئے ذیل میں لکھتا ہوں۔

یہ سچ ہے کہ جب سے اس عاجز نے **مسیح موعود** ہونے کا دعویٰ بامر اللہ تعالیٰ کیا ہے تب سے وہ لوگ جو اپنے اندر قوت فیصلہ نہیں رکھتے عجیب تذبذب اور کشمکش میں پڑ گئے ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ قیل وقال سے فیصلہ نہیں ہو سکتا مباہلہ کے لئے اب طیار ہونا چاہیئے اور آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ کوئی نشان بھی دکھانا چاہیئے۔

(۱) مباہلہ کی نسبت آپ کے خط سے چند روز پہلے مجھے خود بخود اللہ جل شانہ نے اجازت دے دی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے آپ کے ارادہ کا توارد ہے کہ آپ کی طبیعت میں یہ جنبش پیدا ہوئی۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اب اجازت دینے میں حکمت یہ ہے کہ اول حال میں صرف اس لئے مباہلہ ناجائز تھا کہ ابھی مخالفین کو خوب سمجھایا نہیں گیا تھا اور وہ اصل حقیقت سے سراسر ناواقف تھے اور تکفیر پر بھی ان کا وہ جوش نہ تھا جو بعد اس کے ہوا لیکن اب تالیف آئینہ کمالات اسلام کے بعد تفہیم اپنے کمال کو پہنچ گئی اور اب اس کتاب کے دیکھنے سے ایک ادنیٰ استعداد کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مخالف لوگ اپنی رائے میں سراسر خطا پر ہیں اس لئے مجھے حکم ہوا ہے کہ میں مباہلہ کی درخواست کو کتاب آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ شائع کروں۔ سو وہ درخواست انشاء اللہ القدیر حصہ کے ساتھ ہی شائع ہوگی۔ اول دنوں میں میرا یہ بھی خیال تھا کہ مسلمانوں سے کیونکر مباہلہ کیا جائے کیونکہ مباہلہ کہتے ہیں ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا اور مسلمان پر لعنت بھیجنا جائز نہیں مگر اب چونکہ وہ لوگ اصرار سے مجھے کافر ٹھہراتے ہیں اور حکم شرع یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر ٹھہراوے اگر وہ شخص درحقیقت کافر نہ ہو تو وہ کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے جو کافر ٹھہراتا ہے۔ اسی بنا پر مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ جو لوگ تجھ کو کافر ٹھہراتے ہیں اور اعتقاد اور اصرار رکھتے ہیں اور فتویٰ کفر کے پیشوا ہیں ان سے مباہلہ کی درخواست کر۔

(۲) نشان کے بارے میں جو آپ نے لکھا ہے یہ بھی درست ہے۔ درحقیقت انسان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اول وہ جو زیرک اور ذکی ہیں اور اپنے اندر قوت فیصلہ رکھتے ہیں اور متخاصمین کی قیل وقال میں سے جو تقریر حق کی شوکت اور برکت اور روشنی اپنے اندر رکھتی ہے اس تقریر کو پہچان لیتے ہیں اور باطل جو تکلف اور بناوٹ کی بدبو رکھتا ہے وہ بھی ان کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہتا ایسے لوگ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شناخت کے لئے اس بات کے محتاج نہیں ہو سکتے کہ ان کے سامنے سوٹی کا سانپ بنایا جائے اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شناخت کے لئے حاجتمند ہو سکتے ہیں کہ ان کے ہاتھ سے مفلوجوں اور مجذوموں کو اچھے ہوتے دیکھ لیں اور نہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

کے وقت میں ایسے اعلیٰ درجہ کے لوگوں نے کبھی معجزہ طلب کیا کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کوئی معجزہ دیکھ کر ایمان لائے تھے بلکہ وہ زکی تھے اور نور قلب رکھتے تھے انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ دیکھ کر ہی پہچان لیا تھا کہ یہ جھوٹوں کا منہ نہیں ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے نزدیک صدیق اور راستباز ٹھہرے انہوں نے حق کو دیکھا اور ان کے دل بول اٹھے کہ یہ منجانب اللہ ہے۔

دوسرے قسم کے وہ انسان ہیں جو معجزہ اور کرامت طلب کرتے ہیں ان کے حالات خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں تعریف کے ساتھ بیان نہیں کئے اور اپنا غضب ظاہر کیا ہے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے واقسموا باللہ جہد ایمانہم لئن جاءتہم آیۃ لیؤمنن بہا قل انما الآیات عند اللہ وما یشعرکم انہا اذا جاءت لا یؤمنون۔ یعنے یہ لوگ سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر کوئی نشان دیکھیں تو ضرور ایمان لے آئیں گے ان کو کہدے کہ نشان تو خدا تعالیٰ کے پاس ہیں اور تمہیں خبر نہیں کہ جب نشان بھی دیکھیں گے تو کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ پھر فرماتا ہے یوم یاتی بعض آیات ربک لا ینفع نفسا ایمانہا لم تکن آمنت من قبل یعنے جب بعض نشان ظاہر ہوں گے تو اس دن ایمان لانا بے سود ہوگا اور جو شخص صرف نشان کے دیکھنے کے بعد ایمان لایا ہے اس کو وہ ایمان نفع نہیں دے گا۔ پھر فرماتا ہے ویقولون متی ہذا الوعد ان کنتم صادقین قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ما شاء اللہ لکل امۃ اجل الخ یعنے کہتے ہیں کہ وہ نشان کب ظاہر ہوں گے اور یہ وعدہ کب پورا ہوگا سو ان کو کہہ دے کہ مجھے ان باتوں میں دخل نہیں۔ میں اپنے نفس کے لئے ضرر کا مالک ہوں نہ نفع کا مگر جو خدا چاہے ہر ایک گروہ کے لئے ایک وقت مقرر ہے جو ٹل نہیں سکتا اور پھر اپنے رسول کو فرماتا ہے وان کان کبر علیک اعراضہم فان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض او سلما فی السماء فتاتیہم بآیۃ ولو شاء اللہ لجمعہم علی الہدی فلا تکونن من الجاہلین۔ یعنے اگر تیرے پر اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں کا اعراض بہت بھاری ہے سو اگر تجھے طاقت ہے تو زمین میں سرنگ کھود کر یا آسمان پر زینہ لگا کر چلا جا اور ان کے لئے کوئی نشان لے آ۔ اور اگر خدا چاہتا تو ان سب کو جو نشان مانگتے ہیں ہدایت دے دیتا پس تو جاہلوں میں سے مت ہو۔ اب ان تمام آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کافر نشان مانگا کرتے تھے بلکہ قسمیں بھی کھاتے تھے کہ ہم ایمان لائیں گے مگر اللہ جل شانہ کی نظر میں وہ مورد غضب تھے اور ان کے سوالات بیہودہ تھے بلکہ اللہ جل شانہ صاف صاف فرماتا ہے کہ جو شخص نشان دیکھنے کے بعد ایمان لاوے اس کا ایمان مقبول نہیں جیسا کہ ابھی آیت لا ینفع نفسا ایمانہا تحریر ہو چکی ہے اور اسی کے قریب قریب ایک دوسری آیت ہے اور وہ یہ ہے ولقد جاءتہم رسلہم بالبینات فما کانوا لیؤمنوا بما کذبوا من قبل کذلک یطبع اللہ علی قلوب الکافرین یعنے پہلی امتوں میں جب ان کے نبیوں نے نشان دکھلائے تو ان نشانوں کو دیکھ کر بھی لوگ ایمان نہ لائے کیونکہ وہ نشان دیکھنے سے پہلے تکذیب کر چکے تھے۔ اسی طرح خدا ان لوگوں کے دلوں پر مہریں لگا دیتا ہے جو اس قسم کے کافر ہیں جو نشان سے پہلے ایمان نہیں لاتے۔

یہ تمام آیتیں اور ایسا ہی اور بہت سی آیتیں قرآن کریم کی جن کا اس وقت لکھنا موجب طوالت ہے بالاتفاق بیان فرما رہی ہیں کہ نشان کو طلب کرنے والے مورد غضب الٰہی ہوتے ہیں اور جو شخص نشان دیکھنے سے ایمان لاوے اس کا ایمان منظور نہیں۔ اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں، اول یہ کہ نشان طلب کرنے والے کیوں مورد غضب الٰہی ہیں جو شخص اپنے اطمینان کے لئے یہ آزمائش کرنا چاہتا ہے کہ یہ شخص منجانب اللہ ہے یا نہیں بظاہر وہ نشان طلب کرنے کا حق رکھتا ہے تا دھوکہ نہ کھاوے اور مردود الٰہی کو مقبول الٰہی خیال نہ کر لیوے۔

اس وہم کا جواب یہ ہے کہ تمام ثواب ایمان پر مترتب ہوتا ہے اور ایمان اسی بات کا نام ہے کہ جو بات پردۂ غیب میں ہو اس کو قرائن مرجحہ کے لحاظ سے قبول کیا جائے یعنے اس قدر دیکھ لیا جائے کہ مثلاً صدق کے وجوہ کذب کے وجوہ پر غالب ہیں اور قرائن موجودہ ایک شخص کے صادق ہونے پر بہ نسبت اس کے کاذب ہونے کے بکثرت پائے جاتے ہیں۔

یہ تو ایمان کی حد ہے لیکن اگر اس حد سے بڑھ کر کوئی شخص نشان طلب کرتا ہے تو وہ عند اللہ فاسق ہے اور اسی کے بارے میں اللہ جل شانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ نشان دیکھنے کے بعد اس کو ایمان نفع نہیں دے گا۔ یہ بات سوچنے سے جلد سمجھ میں آ سکتی ہے کہ انسان ایمان

لاتے سے کیوں خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ جن چیزوں کو ہم ایمانی طور پر قبول کر لیتے ہیں وہ بکلی الوجوہ ہم پر مکشوف نہیں ہوتیں، مثلاً انسان خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے مگر اس کو دیکھا نہیں، فرشتوں پر بھی ایمان لاتا ہے لیکن وہ بھی نہیں دیکھے بہشت اور دوزخ پر ایمان لاتا ہے اور وہ نظر سے غائب ہیں محض حسن ظن سے مان لیتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے نزدیک صادق ٹھہر جاتا ہے اور یہ صدق اس کے لئے موجب نجات ہو جاتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ بہشت اور دوزخ اور ملایک ایک مخلوق خدا تعالیٰ کی ہے ان پر ایمان لانا نجات سے کیا تعلق رکھتا ہے جو چیز واقعی طور پر موجود ہے اور بدیہی طور پر اس کا موجود ہونا ظاہر ہے اگر ہم اسکو موجود مان لیں تو کس اجر کے ہم مستحق ٹھہر سکتے ہیں۔ مثلاً اگر ہم یہ کہیں کہ ہم آفتاب کے وجود پر ایمان لائے اور زمین پر ایمان لائے کہ موجود ہے اور چاند کے موجود ہونے پر بھی ایمان لائے اور اس بات پر ایمان لائے کہ دنیا میں گدھے بھی ہیں اور گھوڑے بھی اور خچر بھی اور بیل بھی اور طرح طرح کے پرند بھی تو کیا اس ایمان سے کسی ثواب کی توقع ہو سکتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ جب ہم مثلاً ملایک کے وجود پر ایمان لاتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے نزدیک مومن ٹھہرتے ہیں اور مستحق ثواب بنتے ہیں اور جب ہم ان تمام حیوانات پر ایمان لاتے ہیں جو زمین پر ہماری نظر کے سامنے موجود ہیں تو ایک ذرہ بھی ثواب نہیں ملتا حالانکہ ملایک اور دوسری سب چیزیں برابر خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ پس اس کی یہی وجہ ہے کہ ملایک پردۂ غیب میں ہیں اور دوسری چیزیں یقینی طور پر ہمیں معلوم ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن ایمان لانا منظور نہیں ہوگا یعنے اگر اس وقت کوئی شخص خدا تعالیٰ کی تجلیات دیکھ کر اور اس کے ملایک اور بہشت اور دوزخ کا مشاہدہ کر کے یہ کہے کہ اب میں ایمان لایا تو منظور نہ ہوگا کیوں منظور نہ ہوگا؟ اسی وجہ سے کہ اس وقت کوئی پردۂ غیب درمیان نہ ہوگا تا اس سے ماننے والے کا صدق ثابت ہو۔

اب پھر ذرا غور کر کے اس بات کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ایمان کس بات کو کہتے ہیں اور ایمان لانے پر کیوں ثواب ملتا ہے امید ہے کہ آپ بفضلہ تعالیٰ تھوڑا سا فکر کر کے اس بات کو جلد سمجھ جائیں گے کہ ایمان لانا اس طرز قبول سے مراد ہے کہ جب بعض گوشے یعنے بعض پہلو کسی حقیقت کے جس پر ایمان لایا جاتا ہے مخفی ہوں اور نظر دقیق سے سوچ کر اور قرائن مرجحہ کو دیکھ کر اس حقیقت کو قبل اس کے کہ وہ بکلی کھل جاوے قبول کر لیا جاوے۔ یہ ایمان ہے جس پر ثواب ملتا ہے اور اگرچہ رسولوں اور نبیوں اور اولیاء کرام علیہم السلام سے بلاشبہ نشان ظاہر ہوتے ہیں مگر سعید آدمی جو خدا تعالیٰ کے پیارے ہیں ان نشانوں سے پہلے اپنی فراست صحیحہ کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں۔ اور جو لوگ نشانوں کے بعد قبول کرتے ہیں وہ لوگ خدا تعالیٰ کی نظر میں ذلیل اور بیقدر ہیں بلکہ قرآن کریم باواز بلند بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ نشان دیکھنے کے بغیر حق کو قبول نہیں کر سکتے وہ نشان کے بعد بھی قبول نہیں کرتے کیونکہ نشان کے ظاہر ہونے سے پہلے وہ بالجہر منکر ہوتے ہیں اور علانیہ کہتے پھرتے ہیں کہ یہ شخص کذاب اور جھوٹا ہے کیونکہ اس نے کوئی نشان نہیں دکھلایا اور ان کی ضلالت کا زیادہ یہ موجب ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی بباعث آزمائش اپنے بندوں کے نشان دکھلانے میں عمداً تاخیر اور توقف ڈالتا ہے۔ اور وہ لوگ تکذیب اور انکار میں بڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ انکار میں ترقی کرتے کرتے اپنی رائوں کو پختہ کر لیتے ہیں اور وہ بلوے سے کہنے لگتے ہیں کہ درحقیقت یہ شخص کذاب ہے مفتری ہے مکار ہے دروغگو ہے جھوٹا ہے اور منجانب اللہ نہیں ہے۔ پس جب وہ شدت سے اپنی رائے کو قائم کر چکتے ہیں اور تقریروں کے ذریعہ سے اور تحریروں کے ذریعہ سے اور مجلسوں میں بیٹھ کر اور منبروں پر چڑھ کر اپنی مستقل رائے دنیا میں پھیلا دیتے ہیں کہ درحقیقت یہ شخص کذاب ہے تب اس وقت عنایت الٰہی توجہ فرماتی ہے کہ اپنے عاجز بندے کی عزت اور صداقت ظاہر کرنے کے لئے کوئی اپنا نشان ظاہر کرے سو اس وقت کوئی غیبی نشان ظاہر ہوتا ہے جس سے صرف وہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو پہلے مان چکے تھے اور انصار حق میں داخل ہو گئے تھے یا وہ جنہوں نے اپنی زبانوں اور اپنی قلموں کو مخالفانہ اظہار سے بچا لیا تھا لیکن وہ بدنصیب گروہ جو مخالفانہ رائوں کو ظاہر کر چکے تھے وہ نشان دیکھنے کے بعد بھی اس کو قبول نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو اپنی رائیں علیٰ رؤس الاشہاد شائع کر چکے ہیں۔ اشتہار دے چکے ہیں مہریں لگا چکے ہیں کہ یہ شخص درحقیقت کذاب ہے اس لئے اب اپنی مشہور کردہ رائے سے مخالف اقرار کرنا ان کے لئے مرنے سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے ان کی ناک کٹتی ہے اور ہزاروں لوگوں پر ان کی حماقت ثابت ہوتی ہے کہ پہلے تو بڑے زور شور سے یہ دعوے کرتے تھے کہ یہ شخص ضرور کاذب ہے ضرور کاذب ہے اور قسمیں کھاتے اور اپنی عقل اور علمیت جتلاتے تھے اور اب اسی کی تائید کرتے ہیں۔

اور میں پہلے اس سے بیان کر چکا ہوں کہ ایمان لانے پر ثواب اسی وجہ سے ملتا ہے کہ ایمان لانے والے چند قرآئن صدق کے لحاظ سے ایسی باتوں کو قبول کر لیتا ہے کہ وہ ہنوز مخفی ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہ نے مومنوں کی تعریف قرآن کریم میں فرمائی ہے کہ یومنون بالغیب یعنے ایسی بات کو مان لیتے ہیں کہ وہ ہنوز پردۂ غیب ہی جیسا کہ صحابہ کرام نے ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیا اور کسی نے نشان نہ مانگا اور کوئی ثبوت طلب نہ کیا۔ گو بعد اس کے اپنے وقت پر بارش کی طرح نشان برسے اور معجزات ظاہر ہوئے لیکن صحابہ کرام ایمان میں معجزات کے محتاج نہیں ہوئے اور اگر وہ معجزات کے دیکھنے پر ایمان موقوف رکھتے تو ایک ذرہ بزرگی ان کی ثابت نہ ہوتی اور عوام میں سے شمار کئے جاتے اور خدا تعالیٰ کے مقبول اور پیارے بندوں میں داخل نہ ہو سکتے کیونکہ جن جن لوگوں نے نشان مانگا خدا تعالیٰ نے ان پر عتاب ظاہر کیا اور درحقیقت ان کا انجام اچھا نہ ہوا اور اکثر وہ بے ایمانی کی حالت میں ہی مرے۔ غرض خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نشان مانگنا کسی قوم کے لئے مبارک نہیں ہوا اور جس نے نشان مانگا وہی تباہ ہوا انجیل میں بھی حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ اس وقت کے حرامکار جو مجھ سے نشان مانگتے ہیں ان کو کوئی نشان دیا نہیں جائے گا۔

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ بالطبع ہر یک شخص کے دل میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ بغیر کسی نشان کے حق اور باطل میں انسان کیونکر فرق کر سکتا ہے اور اگر بغیر نشان دیکھنے کے کسی کو منجانب اللہ قبول کیا جائے تو ممکن ہے کہ اس قبول کرنے میں دھوکا ہو۔

(باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود کا پیغام

ہمارے نام

اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی آپس میں اخوت اور محبت پیدا کرو اور درندگی اور اختلافات کو چھوڑ دو ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ پس ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کر لو۔ اور اس کی اطاعت میں واپس آ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں۔

تم یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں لگاؤ گے اور اس کے دین کی حمایت میں مشغول ہو جاؤ گے تو خدا تمام رکاوٹوں کو دور کر دے گا۔ اور تم کامیاب ہو جاؤ گے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کسان عمدہ پودوں کی خاطر کھیت میں سے ناکارہ چیزوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے اور اپنے کھیت کو خوشنما درختوں اور بارآور پودوں سے آراستہ کرتا اور ان کی حفاظت کرتا اور ہر ایک ضرر اور نقصان سے ان کو بچاتا ہے مگر وہ درخت اور پودے جو پھل نہ لائیں اور گلنے اور خشک ہونے لگ جائیں ان کی مالک پرواہ نہیں کرتا کہ کوئی مویشی ان کو آکر کھا جائے۔ یا کوئی لکڑہارا ان کو کاٹ کر تنور میں پھینک دے سو ایسا ہی تم یاد رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دے گی پر اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری کا ایک سچا عہد نہ باندھو تو پھر اللہ تعالیٰ کو کسی کی پرواہ نہیں، ہزاروں بھیڑیں اور بکریاں روز ذبح ہوتی ہیں پر ان پر کوئی رحم نہیں کرتا اور اگر آدمی مارا جائے تو اتنی باز پرس ہوتی ہے، سو اگر تم اپنے آپ کو درندوں کے مانند بیکار اور لاپرواہ بناؤ گے تو تمہارا بھی ایسا ہی حال ہوگا۔ چاہیئے کہ تم خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ تاکہ کسی وبا کو یا آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ کیونکہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر زمین پر نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔"

(الحکم ۲۸ رمئی ۱۸۹۸ء)

درخواست دعا

مولوی عبدالصمد صاحب بی اے۔ مبلغ اسلام مشرقی پاکستان لکھتے ہیں کہ انہیں آنکھ میں تکلیف لاحق ہے جس کے لئے ڈاکٹروں نے اپریشن تجویز کیا ہے۔ دو ایک روز میں اپریشن ہوگا احباب دعا فرمائیں کہ اپریشن کامیاب رہے۔

دعوتِ نبوی کے اصول و مقاصد

کتاب اللہ اور واقعاتِ سیرت کی روشنی میں

از مولانا حیدر زمان صاحب صدیقی

سلسلہ اشاعت گذشتہ

پیغمبرانہ دعوت میں تعلیم و تربیت اور علم و عمل کا اتحاد ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی واقعت کار شخص کو (خواہ وہ مارکسزم پر ایمان رکھتا ہو، یا کسی دوسرے جدید نظریہ زندگی کا علمبردار ہو) انکار نہیں ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں دورِ نبوت اور عہدِ خلافتِ راشدہ کی جنگی مہموں کا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح قدیم وحشیانہ جنگی طریقوں کی اصلاح کی اور جدید قانون صلح و جنگ کو کس طرح عملاً نافذ فرمایا، اور صحابہ کے جوشِ عمل کا یہ حال تھا کہ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کوئی حکم جاری ہوتا اور ادھر اس پر عمل شروع ہو جاتا، اس کے مقابلہ میں اس زمانہ کی دوسری اقوام کی حالت یہ تھی کہ ان کے یہاں کسی شائستہ جنگی قانون کا وجود ہی نہ تھا جس کی وہ پابندی کرتے، اس لئے وہ ہر قسم کی اخلاقی پابندیوں سے آزاد تھیں، اور خواہشِ نفس اور لاقانونی ہی ان کا وجود تھا۔

یہ تو انسانوں کے دورِ جہالت کا حال تھا، دورِ حاضر کی مہذب اور شائستہ قوموں میں اگرچہ دو تین صدی سے قوانین بین الممالک کی ترتیب کا کام ہو رہا ہے اور اس مقصد کے لئے بین الملکی کانفرنسیں ہوتی رہی ہیں کہ جنگ کی ہلاکت کو ممکن حد تک کم کیا جا سکے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلے جنگ سی سالہ کے اختتام پر ۱۶۴۸ء میں ہالینڈ کے مقنن گریٹوس کی ان اصلاحی سفارشات کو قبول کیا گیا کہ جنگ میں بچوں، عورتوں اور بوڑھوں، مذہبی رہنماؤں، کاشتکاروں، تاجروں اور اسیرانِ جنگ کو قتل نہ کیا جائے۔ اس کے بعد دولِ مغرب نے جنیوا کانفرنس، برسلز کانفرنس، ہیگ کانفرنس، اور واشنگٹن کانفرنس میں زہریلی گیسوں اور خود بخود پھٹنے والے زہریلے بموں کے استعمال کی ممانعت، تحدید اسلحہ اور بعض دوسری تجویزیں منظور کیں لیکن ان کوششوں کے باوجود پہلی جنگِ عظیم میں ایک کروڑ جانوں کا نقصان ہوا اور دوسری جنگِ عظیم میں تین چار کروڑ انسان مارے گئے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ واضعین قانون کی یہ تمام کوششیں محض ریاکاری اور منافقت پر مبنی ہیں اور نہ ان کے دلوں میں تحفظِ انسانیت کا جذبہ نہ پہلے تھا اور نہ اب ہے، اور جب قیامِ امن اور تحفظِ انسانیت کی کوشش کرنیوالے خود ہی بہیمیت و درندگی کا مظاہرہ کرنے والے ہوں تو انسانیت کے مرض کا علاج کیسے ممکن ہے؟

دردِ ما است طبیب است علاج ہمہ دردے
وردے کہ طبیبے دہد آں را چہ علاجے

ان افسوسناک ناکامیوں کو دیکھ کر بعض مغربی مفکرین اس درجہ مایوس ہو گئے کہ انہوں نے ان کوششوں کی افادیت ہی کا انکار کر دیا ہے، چنانچہ پروفیسر ہیوپولڈ نے صاف صاف کہدیا کہ قانون اور جنگ باہم نقیض ہیں اور میدانِ جنگ میں قانونی پابندیوں کی رعایت کسی صورت سے ممکن نہیں ہے۔

ان حقائق کے پیشِ نظر نسلِ انسانی کو رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم الشان کارنامہ پر فخر کرنا چاہیئے کہ آپ نے صرف آٹھ نو سال کی مدنی زندگی میں عربوں جیسی اُجڈ اور وحشی قوم کے وحشیانہ جنگی طریقوں کی اصلاح کر کے ایک جدید بین الملکی دستور اور احترامِ انسانیت پر مبنی قانونِ جنگ کو عملاً نافذ کر دیا اور جو لوگ درندوں کی طرح ایک دوسرے کو چیر پھاڑ کھاتے تھے ان کے دلوں میں ہمہ گیر اخوتِ انسانی کا جذبہ پیدا کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وہ عظیم الشان کارنامہ ہے، جس کا اعتراف دشمنوں کو بھی کرنا پڑا۔ پروفیسر واکر لکھتے ہیں:[1]

"یہ عجیب بات ہے کہ جرمنوں اور تاتاریوں (ایسی وحشی اقوام) کے برعکس، عرب۔ کہ جو جب یک وقت اپنے صحرائی جزائرِ عظم سے نکل کر دوسرے ممالک پر حملہ آور ہوئے تو ان کی فتوحات کو عام تصور کی وحشیانہ فتوحات میں ہرگز شامل نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ان لوگوں میں سے پہلے ہی دن سے ان کے مفتوحوں سے بڑھکر تہذیب اور پاکیزہ اخلاق نظر آتے تھے۔"

پیغمبرِ خدا صلعم کا حقیقی کارنامہ

سطورِ بالا میں جو کچھ لکھا گیا ہے، اسکو ہم وبیش تاریخِ اسلام کا ہر واقفکار جانتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی کارنامہ اس سے بہت بلند ہے، اور اسکو وہ مردِ مومن ہی سمجھ سکتا ہے جو ذوقِ عشق و مستی سے آشنا ہو، وہ کارنامہ یہ ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تزکیہ نفوس، اور تعلیم و تربیت نے عربوں کو وہ نگاہِ حق شناس اور دلِ خود آگاہ عطا کیا کہ کائناتِ ہستی کے نقش و نگار اور عالمِ رنگ و بو کی گوناگوں فلمینوں میں ان کو جلوہ حق کے سوا کوئی چیز نظر نہ آتی تھی اور ان کے ذوقِ یقین و ایمان کا یہ عالم تھا کہ ان کی نگاہ ماورا سے محسوسات کو پیکرِ مشہود کی صورت میں دیکھتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت حارث سے دریافت کیا حارث تمہارا کیا حال ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ! خدا پر صدقِ دل سے ایمان رکھتا ہوں، فرمایا ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ کہا دنیا سے میرا دل اچاٹ ہو گیا ہے، رات کو جاگتا اور دن کو بھوکا رہتا ہے، گویا عرشِ الٰہی مجھے سامنے نظر آ رہا ہے، اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ایمان کی حقیقت کو پا لیا اب اس پر قائم رہو۔[2]

حضرت حنظلہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم سے جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے تو ہمارے آنکھوں کے سامنے جنت و دوزخ کا سماں بندھ جاتا تھا۔[3]

نگاہِ نبوت نے ان کے دلوں میں عشق کا ایسا ولولہ پیدا کر دیا تھا کہ وہ ہر لمحہ ذکر و فکر میں رہتے اور ان کی راتیں یادِ الٰہی میں کٹتی تھیں، چنانچہ قرآنِ حکیم میں ان الفاظ میں ان کی تعریف کی ہے:۔

تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع
یدعون ربھم خوفا وطمعا
ومما رزقنٰھم ینفقون

ان کے پہلو بسترِ استراحت سے الگ رہتے ہیں وہ خوف و رجا سے خدا کو پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ دعوت و تبلیغ یہ بھی تھا کہ آپ قرآنی آیات ایسے موثر لہجہ میں تلاوت فرماتے تھے کہ پتھر دل موم ہو جاتے تھے۔ بہت سے لوگوں کے دلوں میں آپ کی تلاوت کے اثر سے اسلام اتر گیا چنانچہ حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ارقم بن ابی الارقم، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت ابو عبیدہ بن الحارث اور کئی دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم آپ کی زبان مبارک سے قرآن سن کر مسلمان ہوئے۔

تلاوتِ قرآن کے وقت حضرات صحابہ پر عجیب رقت کا عالم طاری ہو جاتا تھا، قرآن حکیم نے ان الفاظ میں اس کا نقشہ کھینچا ہے:۔

تقشعر منہ جلود الذین
یخشون ربھم ثم تلین جلودھم
وقلوبھم الیٰ ذکر اللہ۔

اللہ کے کلام سے ان لوگوں کے جسم کانپ اُٹھتے ہیں، جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں پھر ان کے جسم اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف پھر جاتے ہیں۔

انسانی شرف و سعادت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ جہالت اور قلب و نظر کی تیرگی ہے۔ جہالت کا پردہ اُٹھ جانے کے بعد دوسرے تمام پردے آپ ہی سرکنے لگتے ہیں۔ اس لئے پیغمبرانہ دعوت سب سے پہلے قلب و نظر ہی سے تعرض کرتی ہے اور پیغمبرانہ تعلیم و ارشاد کے اثر سے جیسے ہی جہالت کی گرفت ڈھیلی ہوتی ہے، زندگی کی مستور حقیقتیں اجاگر ہو کر آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہو جاتی ہیں۔

واقف نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

اسلئے حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیثیت محض مبلغ اور واعظ کی نہیں ہے بلکہ ان کو معلم اور مربی دنیا بنا کر بھیجا جاتا ہے اور وہ منصبِ رسالت پر فائز ہوتے ہی فکر و ذہن کی تطہیر اور پھر سیرت کی تعمیر کا کام شروع کر دیتے ہیں، چنانچہ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ایک مرتبہ آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں دو گروہ الگ الگ بیٹھے تھے، ایک گروہ ذکر و عبادت میں مشغول تھا۔

[1] دی ہسٹری آف دی لاز آف نیشنز

[2] اسد الغابہ تذکرہ حارث بن مالک [3] سنن ترمذی

(بقیہ صفحہ)

اور دوسرا مزاولت علم میں مصروف تھا، آپ نے فرمایا اول الذکر گروہ بلاشبہ نیک کام کر رہا ہے، وہ خدا سے کچھ مانگ رہا ہے خدا کی مرضی ہے کہ وہ ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشے یا مسترد کر دے لیکن دوسرا گروہ تعلیم و تعلم کا کام کر رہا ہے (جو آئندہ نسلوں تک اپنا اثر چھوڑنے والا ہے) مجھے بھی چونکہ معلم بنا کر بھیجا گیا ہے اس لئے میں اسی گروہ میں بیٹھنا پسند کرتا ہوں۔

اس بنا پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے جہل و تشکک کی تاریکیوں میں گھری ہوئی نسل آدم کو یقین و ایمان کی ضیا باریوں سے منور کیا اور اسکو ضلالت و غوایت کی راہ سے ہٹا کر سعادت ابدی اور شرف انسانیت کی شاہراہ پر لگایا۔

دعوت نبوی کا اقتضائے طبعی مصالحت و امن پسندی

پیغمبر کی سیرت عفت و پارسائی، عفو و حلم، صبر و ضبط، مروت، احسان، محبت و ہمدردی اور دوسرے فضائل اخلاق کا ایسا پاکیزہ اور حسین مرقع ہوتی ہے کہ عام انسان تو کیا بڑے بڑے اہل علم و تقویٰ اور پاکیزہ سیرت لوگ بھی اس کے حسن و زیبائش کی تاب نہیں لا سکتے اور عقل انسانی یہ دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے کہ ایک شخص انسان ہوتے ہوئے بھی اتنے صبر و تحمل، اتنے حوصلہ و ضبط اور اتنی فراخدلی اور وسعت قلبی سے متصف ہو سکتا ہے کہ برائی کرنے والوں سے نیک سلوک کرے، راہ میں کانٹے بچھانے والوں کی عیادت کرے، پتھروں سے زخمی کرنے والوں کے حق میں دعا کرے، اور شدید کینہ پرور اور انتقام پیشہ دشمنوں پر قابو پانے کے بعد ان کو معاف کر دے، وہ اتنا پاکباز اور عفت مآب ہو کہ اس کی کتاب زندگی کا کوئی صفحہ خواہش نفس کے دھبوں سے داغدار نہ ہوا اس کی بے غرضی کا یہ حال ہو کہ سونے چاندی کے ڈھیر اس کے قدموں پر نثار کئے جا رہے ہوں اور وہ نگاہ غلط انداز سے بھی کبھی ان کی طرف نہ دیکھے اس کو اپنے نصب العین سے اتنی محبت ہو کہ اپنی زندگی کا سارا عیش و آرام اس کے لئے قربان کر دے، اس کے دل میں انسانیت کا اتنا درد ہو کہ کسی پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھ کر تڑپ اٹھے اور اپنی ذات کے لئے ایک مرتبہ بھی کسی سے انتقام نہ لیا ہو؟ یقیناً عقل ایسے شخص کے متعلق یہی فیصلہ کرے گی کہ یہ شخص مقام انسانیت سے بہت بلند ہے، ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان میں خواہش انتقام ہوائے نفس اور دوسرے لوازم بشریت نہ ہوں۔

قرآن حکیم بار بار گذشتہ ایام و وقائع کا ذکر کرتا ہے، اور اشرار و مفسدین کی معصیت کوشیوں اور شر انگیزیوں کے مقابلہ میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعوت اصلاح و تعمیر کے حالات، اور ان کی مقدس سیرتیں ایسے موثر انداز میں بیان کرتا ہے کہ ایک نیک سرشت انسان کے دل میں ان مقدس نفوس کے لئے عقیدت و محبت کے جذبات کا طوفان امڈ آتا ہے اور اس کی زبان بے ساختہ ان کی تعریف و توصیف میں زمزمہ سنج ہو جاتی ہے اس موقع پر اس کی چند مثالیں کافی ہوں گی۔

جب انبیاء علیہم السلام دیکھتے ہیں کہ ان کی دعوت کی مخاطب قومیں کفر و معصیت پر مصر ہیں اور بار بار سمجھانے کے باوجود ضلالت و گمراہی میں اور زیادہ سخت بلکہ انسانیت کے ان سچے خیر خواہوں کی ایذا رسانی اور قتل تک کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں، تو اس حالت میں بھی ان کے دل جذبۂ انتقام سے بالکل پاک رہ کر قوم کی فلاح و سعادت کے لئے بے چین ہوتے ہیں اور ان کی نسل [illegible] فلاح میں اپنے رسائی کی بے غرضی کا ان الفاظ میں اعلان کرتے ہیں:

لا اسئلکم علیہ مالا ان اجری الا علی اللہ (ھود - ۳)

میں دعوت و تبلیغ کے عوض تم سے مال و دولت نہیں مانگتا میرا اجر صرف اللہ کے ذمہ ہے۔

قل ما سألتکم من اجر فھو لکم ان اجری الا علی اللہ (سبا - ۶)

اے نبی ان سے آپ کہدیں کہ میں نے اگر تم سے کوئی اجرت طلب کی ہے تو وہ تم اپنے پاس ہی رکھو میرا اجر خدا کے ذمہ ہے

غور کیجئے کہ یہ الفاظ کتنے درد و خلوص میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سعی تبلیغ کے سلسلہ میں قرآن میں جو آیات نازل ہوئی ہیں ان سے اس کام کے ساتھ آپ کے شدت تعلقات اور آپ کے دل میں انسانی فلاح و سعادت کی تڑپ کا اندازہ ہو جاتا ہے ارشاد ہے۔

لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مومنین (الشعرا)

شاید آپ اپنے نفس کو اس لئے ہلاک کریں گے کہ وہ لوگ ایمان نہیں لاتے؟

حضرات انبیاء علیہم السلام کی پاکیزگی سیرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے جب حضرت موسیٰ کو ایک مدت کے لئے اجیر مقرر کیا تو اس وقت انہوں نے جو الفاظ کہے وہ انسانیت کی حقیقی خیر خواہی کے آئینہ دار ہیں۔

ما ارید ان اشق علیک ستجدنی ان شاء اللہ من الصالحین (القصص)

میں یہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی سختی کروں انشاءاللہ تو مجھے صالحین میں سے پائے گا۔

ان حقائق سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی سیرت خلوص و دیانت اور انسانی محبت و ہمدردی سے معمور اور ایذا و قتل و سفاکی سے بالکل پاک ہوتی ہے۔ اس لئے پیغمبروں کی نسبت یہ خیال بالکل غلط ہے کہ ان کی دعوت قتل و سفاکی اور خون آشامی کو ضروری قرار دیتی ہے بلکہ درحقیقت پیغمبرانہ دعوت کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ پُر امن طریقہ سے خدا کی زمین کو ظلم و معصیت سے پاک کیا جائے لیکن جب شر پسند قوتیں مقابلہ پر اتر آتی ہیں تو اس وقت قوت کا استعمال ناگزیر ہو جاتا ہے کیونکہ

کار حق گاہ بہ شمشیر و سناں نیز کنند

پیغمبرانہ دعوت کی ایک اصل یہ ہے کہ مصالحت کے تمام ضروری وسائل و ذرائع استعمال کرنے سے پہلے قوت و طاقت کا ہرگز استعمال نہ کیا جائے اور امکانی حد تک مخالفین کو حسن سلوک اور مروت و احسان کی قوت سے مسخر کیا جائے، فریضۂ دعوت کی تکمیل میں جنگ ہرگز شامل نہیں ہے اس کا حقیقی مقصد انسانیت کی فلاح و نجات ہے لیکن اگر اس مقصد کی تکمیل میں شرارت پسند عناصر حائل ہوں اور وہ جنگ سے مجبور کریں تو عقل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی شر انگیزیوں کو قوت کے ذریعہ سے کچل دیا جائے مگر اس کی اجازت بہت سی شرائط کے ساتھ ہے۔

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیر (الحج)

ان لوگوں کو جنگ کی اجازت دی گئی ہے جن سے جنگ کی جاتی ہے یہ اجازت اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (البقرہ - ۲۴)

تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک اللہ تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

لیکن یہی لوگ اگر جنگ سے دستبردار ہو کر صلح کی پیشکش کریں یا کم از کم ایسا رویہ اختیار کریں جس سے یقین ہو جائے کہ وہ آئندہ جنگ کی خواہش نہیں رکھتے تو اس حالت میں قرآن حکیم کا صریح حکم ہے کہ ان لوگوں کے خلاف ہرگز جنگ نہ کی جائے۔

الا الذین یصلون الی قوم بینکم وبینھم میثاق او جاءوکم حصرت صدورھم ان یقاتلوکم او یقاتلوا قومھم (النساء)

ان لوگوں سے نہ لڑیں جو ایسی قوم سے جا ملیں جس سے تمہارا معاہدہ ہے، یا وہ اس حال میں تمہارے پاس آئیں کہ تمہارے ساتھ اور تمہاری قوم کے ساتھ جنگ کرنے سے دل برداشتہ ہوں۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لھا (الانفال)

اگر اہل کفر صلح کے لئے جھکیں تو آپ ان سے صلح کریں۔

اس ضمن میں سیرت نبوی کے بہت سے واقعات شہادت میں پیش کئے جا سکتے ہیں مثلاً ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ کو مستقر دین بنایا گیا تو یہاں کے یہود سے تو معاہدہ ہوا تھا اس میں یہود کو شہری حقوق عطا کئے گئے تھے لیکن ۲ھ فتح بدر کے بعد یہودیوں نے جب محسوس کیا کہ اسلام ایک ناقابل شکست طاقت بنا جاتا ہے تو ان کے سینوں میں حسد و عداوت کی آگ بھڑک اٹھی، قبائل یہود میں بنی قینقاع سب سے زیادہ جنگجو اور دلیر تھے، اس لئے پہلے انہوں نے معاہدہ کو توڑا اور مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کیا ابن سعد میں ہے،

فلما کانت وقعۃ بدر اظھروا البغی والحسد ونبذوا العھد

غزوہ بدر کے وقت یہودیوں نے سرکشی و حسد کا اظہار کیا اور عہد کو توڑ ڈالا۔

اس موقع پر اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو ان کا ایک فرد بھی زندہ نہ رہنے پاتا مگر رحمۃ للعالمین نے عبداللہ بن ابی کی درخواست پر توریت کے حکم کے مطابق ان کو صرف جلاوطنی کی سزا دی اور وہ اپنے مال و متاع کو لے کر اذرعات (شام) چلے گئے، اس کے بعد ۴ھ میں بنو نضیر نے

(باقی [illegible])

(ایک احمدی کے قلم سے)

"جماعت اسلامی اور ہم"

"دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"

(الہام مسیح موعودؑ)

آپ کو بخوبی معلوم ہو گا کہ ہر جماعت چند اصولوں کے گرد اگرد اکٹھی کی جاتی ہے ان اصولوں سے ہی اُس جماعت کا طریق کار مترتب ہوتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ بیج تو کچھ بویا جائے اور جب اُس سے پودا پیدا ہو وہ کسی اور نوع سے تعلق رکھے۔ پھر اس بیج کے ساتھ اس زمین کو بھی بہت تعلق ہے جس میں اُسے بویا گیا ہے۔ اسی طرح اس فضا ماحول اور اس آب و ہوا کا تعلق بھی ہے ان تمام عناصر کا بحیثیت مجموعی پودے کی نشوونما پر اثر ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کسی تحریک کا مطالعہ کرنا مقصود ہو تو اس کے ماحول اور اس کی خلقی تحریکات کو کاٹ کر اس کی تنقیح کرنا سراسر عبث ہو گا۔

احمدیت کا مطالعہ کرنے میں ہمارے احباب عموماً یہی غلطی کرتے ہیں کہ وہ تحریک کو کلیتہً زمین سے کاٹ دیتے ہیں اور اسے ایسا خیال کرتے ہیں جیسے وہ زمین کے باسیوں سے نہیں بلکہ آسمان کے باشندوں سے تعلق رکھتی ہے اور اسکو ماحول کے تغیرات اور قوانین قدرت کے اثرات سے کوئی بھی رشتہ نہیں۔

پھر اس سے بڑھکر جو فاش غلطی کی جاتی ہے وہ اپنے نظریات کو مسلم مان کر اور تحریک کو اس کے مطابق پرکھنے کی کوشش کیجاتی ہے حالانکہ بالکل ممکن ہے کہ آپ کے اپنے نظریات سراسر غلط اور نہایت ہی غیر محکم ہوں۔ اس لئے تحریکات کی افتاد کو پرکھنے کا یہ طریق قطعی غلط ہے کہ چند مفروضے خود ہی قائم کر لئے اور پھر ان پر اس تمام مسئلہ کو پرکھا اور جب اپنے غلط اور کج سانچوں میں اسے جچتا ہوا نہ پایا تو کہہ دیا کہ یہ ہی غلط ہے اور یہ نہ دیکھا کہ کہیں اپنے ہی سانچوں میں تو کوئی نقص نہیں۔

احمدیت کا مطالعہ کرنیوالوں نے خود ہی چند نظریات تراشے ہیں اور پھر انہی کی رنگین عینک سے احمدیت کو دیکھا ہے پھر جب اُن نظریات کی رنگت میں انہیں احمدیت کا صحیح خاکہ نظر نہیں آیا تو کہنا شروع کر دیا کہ احمدیت ہی مشکوک ہے۔ تحریک احمدیت کے مطالعہ سے پہلے ہمیں واجب ہے کہ اس بیج، زمین، ماحول اور آب و ہوا کا مطالعہ کریں جس میں یہ پودا نشوونما پا رہا ہے۔ اور جب ان کی تنقیح ہم پر یہ ظاہر کر دے کہ ہمارے اعداد و شمار اس اشاریہ کی رو سے درست مترتب ہو گئے ہیں تب اس پر کوئی حکم لگائیں۔

تحریک احمدیت کی اصولی بنیاد مندرجہ ذیل حدود پر ہے جنہیں ہم آئندہ صفحات پر بیان کریں گے۔

(۱) سلسلۂ مجددین جن میں مجدد ایک مرسل ربانی ہوتا ہے۔

(۲) مسیح موعودؑ جس کو مندرجہ ذیل مشکلات کا سامنا ہے۔

(الف) دجال اور یاجوج ماجوج کا

(ب) اصلاح ملت اسلامیہ کا

اب ان دو اصولوں پر تحریک احمدیت کا طریق کار مترتب ہو گا مجددین کی بحث کو چھوڑتے ہوئے کیونکہ اس پر کافی سے زیادہ بحث ہمارے ادب میں موجود ہے ہم شق دوم کو لیں گے۔ کیونکہ اس حصہ کو حقوق العباد سے خاص تعلق ہے اور یہی وہ پہلو ہے جسے تحریک احمدیت کے مزاج کی حرکت و سکون میں بڑا دخل ہے احمدیت کی زمین خود ساختہ نہیں بلکہ اس کا تمام اثاثہ اسلام کی سرزمین ہے جس میں اس بیج کو بویا گیا ہے۔ اس لئے اسلامی زمین کا مطالعہ احمدیت سے قبل نہایت ضروری ہے۔ جیسا ہم نے بیان کیا ہے۔ احمدیت کی شق دوم میں مسیح موعود اور اس کی متعلقہ پیشگوئیاں ہیں۔ اور یہ پیشگوئیاں بھی کوئی احمدیت کی خود کاشت کردہ نہیں بلکہ آج سے تیرہ سو سال قبل سیدنا نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ ہیں اور جنہیں مسلمان گذشتہ تیرہ سو سال تک بار بار برسر منبر دہراتے رہے ہیں اور علماء و محدثین کا معتدبہ حصہ خواہ وہ اہل سنت والجماعت یا اہل تشیع سے تعلق رکھتا ہو خاص طور پر ہر نسل سے دوسری نسل کی طرف منتقل کرتا رہا ہے۔ ان پیشگوئیوں میں دو امور کی طرف سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر توجہ دلائی ہے اولاً ایک ایسے فتنۂ عظیم کے پیدا ہونے کی جس کی نظیر آج تک نسل انسانی کی تاریخ میں نہیں ملتی ثانیاً ایک ایسے مصلح کے پیدا ہونے کی جس کی اطاعت اسلام کے قیام اور اقامت دین کی کشمکش میں بحیثیت جماعت نہایت ضروری ہے۔ پہلا امر یعنی وہ فتنۂ عظیم ہے جو دجال کے نام سے اصطلاح شریعت میں پکارا جاتا ہے اپنے ہمراہ چند مخصوص خصائص بھی رکھتا ہے۔ وہ خصوصیتیں جنہیں اس دجال موعود سے تعلق ہے محض سطحی اور ظاہری نہیں بلکہ ان کے اثرات نہایت سریع التاثیر اور دور رس ہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ وہ اخلاقیات سے متعلق ہو یا عمرانیات سے۔ سیاسیات سے پیوست ہو یا معاشیات کوئی سا بھی کیوں نہ ہو تمام پر اس فتنہ کا اثر ہو گا۔ پھر اسی دجال موعود کے ہمراہ ایک مصلح کا ذکر بھی آتا ہے جس کی قوت اور شوکت دجال کے مقابل ظاہری نگاہ میں کچھ بھی نہیں۔ بلکہ وہ تو بمعہ اپنے ان متبعین کے جو اقامت دین کی جدوجہد میں شریک ہیں ان فتنوں سے پناہ چاہے گا۔ اس مضمون پر قرآن حکیم نے یاجوج ماجوج کے ضمن میں اور احادیث نے نزول مسیح ابن مریم کے باب میں نہایت شرح و بسط سے بحث فرمائی ہے۔ ہم یہاں ان میں سے چند ایک حصص کا تذکرہ کریں گے تاکہ مضمون میں التباس و شک باقی نہ رہے۔ جیسا کہ ہم نے کہا کہ اس فتنۂ عظیمہ کا تذکرہ مابین خلق آدم الی قیام الساعة امر اکبر من الدجال (مشکوٰۃ صـ۴۷۲) اور یا ایها الناس انه لم تکن فتنة علی وجه الارض منذ ذرأ الله ذرية آدم اعظم من فتنة الدجال (کنزالعمال جلد ۷ صـ۲۰۲۸) میں کیا گیا ہے یعنی ابتدا آفرینش سے آخر تک کوئی امر فتنہ دجال سے بڑھ کر کوئی فتنہ روئے زمین پر نہیں ہوا۔ اس نوعیت کے اور الفاظ بھی احادیث میں آئے ہیں۔ دجال کے اس استیلا کو درست تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کیونکہ یہ احادیث نہایت محکم اور امت کے محدثین کی متفقہ فیصلہ صحت کی حامل ہیں۔ اور اس نوعیت کے فتنہ کا انکار مولانا مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی نے بھی نہیں کیا ہے چنانچہ اپنے اخبار ترجمان القرآن جلد ۲۶ عدد ۳ میں ایک معترض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"باقی رہا یہ امر کہ ایک بڑا فتنہ پرداز (الدجال) ظاہر ہونے والا ہے تو اس کے متعلق احادیث میں جو خبر دی گئی ہے میں اس کا قائل ہوں اور ہمیشہ اپنی نماز میں وہ دعائے ماثورہ پڑھا کرتا ہوں جس میں منجملہ دوسرے تصورات کے ایک یہ بھی ہے کہ اعوذ بك من فتنة المسيح الدجال"

ایک ایسے فتنۂ عظیم کے مہلک اثرات کا بھی تفصیلاً احادیث میں ذکر ہے ان میں سے چند پہلو ہم اس وقت پیش کرتے ہیں معاشی پہلو سے اُس کی قوت اور اقتدار کا نقشہ ومعه جبال من خبز والناس فی جهد الا من اتبعه (کنزالعمال جلد ۷ صـ۲۶۴) اور ويمر بالخربة فيقول لها اخرجی کنوزك فتتبعه کنوزها کیعاسيب النحل (مشکوٰۃ صـ۴۷۳) میں کھینچا گیا ہے یعنی اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ ہوں گے اور لوگ تکلیف میں ہوں گے سوا ان کے جو اس کی پیروی کریں اور کہ وہ ویرانے پر گذرے گا اور اسے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دے تو اس کے خزانے اس کے پیچھے اس طرح چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنی بڑی مکھی کے پیچھے چلتی ہیں۔ اسی مضمون کی اور احادیث بھی ہیں۔ زمین کے مادی وسائل اور معاشی ذرائع پر اس خاص فتنہ کے حامل کو نہایت سخت اور مضبوط اور مضبوط دسترس ہو گی۔ ان تمام وسائل سے جن امور کی طرف دعوت دی جائے گی وہ سرتاسر کفر اور طغیان ہوں گے، اور چونکہ تمام وسائل اکتساب و معیشت اور تمام کنوز ارضی اس کی ملکیت ہوں گے اور اس کے احکامات کی اطاعت کریں گے اس لئے زمین کے باسیوں پر اسے اختیار کلی بھی حاصل ہوں گے چنانچہ اس کا ذکر بھی احادیث میں ہے۔ فياتی علی القوم فیدعوهم فیؤمنون به فيامر السماء فتمطر والارض فتنبت ثم یاتی القوم فیدعوهم فیردون علیه قوله فینصرف عنهم فیصبحون ممحلین لیس بایدیهم شیئ من اموالهم (مشکوٰۃ صـ۴۷۳)

یہ قوت اور اقتدار تو اسے زمینی اور مادی وسائل پر حاصل ہے کہ اپنے نظام کے

تابع اور ہمنوا قوموں پر رزق کے دروازے کھولتا ہے اور اپنے منکرین کو فاقوں مارتا ہے۔ اس کا منظر اگر دیکھنا مقصود ہو تو موجودہ معاشی صورت حال پر نظر ڈال لیجئے۔ ایک وہ علاقے ہیں جو فاقوں مر رہے ہیں اور ایک وہ قومیں ہیں جنہیں یہ خدشات لاحق ہیں کہ سامان خورد و نوش بڑھ گیا ہے اور اس سے قیمتوں میں کمی واقع ہونے کا سخت اندیشہ لاحق ہو گیا ہے لیکن خود غرضی اس امر کی مقتضی ہے کہ قیمتیں مسخر جنگی منہاج سے گرنے نہ پائیں لہٰذا سامان خورد و نوش کی زیادتی منڈیوں سے خارج کر کے گوداموں میں بھر دی جائے۔ (ملاحظہ ہو سر جان بوڈ کی تقریر کوپن ہیگن ۴ ستمبر مندرجہ اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ ۵ ستمبر ۱۹۴۶ء) دوسرا پہلو اخلاقیات کا ہے۔ اس میں انتہائی پراگندگی کا نظارہ جس کمال سے کھینچا گیا ہے اس کا شاہد ہر حدیث کا طالب علم ہوگا۔ اسی طرح دوسرے شعبہ جات زندگی پر بھی اس کا اثر نہایت نمایاں اور راسخ ہوگا۔ چنانچہ ان اثرات کو مجموعی طور پر اکٹھا کر دیا گیا ہے جہاں حدیث میں آتا ہے کہ ان یجی معہ بمثل الجنۃ والنار فالتی یقول انھا الجنۃ ھی النار (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص۴۷۳) اور وان معہ ماء و نارا فاما الذی یراہ الناس ماء فنار تحرق واما الذی یراہ الناس نارا فماء بارد عذب (متفق علیہ مشکوٰۃ ص۴۷۳) یعنی وہ آئے گا اور اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ کی مثل کچھ ہوگا تو جسے وہ کہے گا کہ یہ بہشت ہے وہ آگ ہوگی اور اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی تو جسے لوگ پانی سمجھیں گے وہ آگ ہوگی جو جلا دے گی اور جسے لوگ آگ سمجھیں گے وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگا قلنا یا رسول اللّٰہ وما اسراعہ فی الارض قال کالغیث استدبرتہ الریح (مشکوٰۃ ص۴۷۳) تطوی لہ الارض منہلا یتناول السحاب بیمینہ ویسبق الشمس الی مغیبھا یخوض البحار الی کعبیہ امامہ جبل دخان (کنز العمال جلد ۷ ص۲۹۹۸)

یہ وہ کیفیت ہے جو حاوی ہے ایک ایسے عظیم الشان فتنہ کی کھینچی ہے۔ پھر ایک طرف جب اس عظیم فتنہ کے تمام نشان دکھاتے ہیں دوسری سمت اُمت کی بدحالی اور کس مپرسی بھی بتلائی ہے۔ چنانچہ صاف صاف کہا ہے لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر و ذراعا بذراع قالوا الیہود والنصاری یا رسول اللّٰہ قال فمن (متفق علیہ) وہ اتباع کریں گے تم سے پہلے گذری ہوئی اُمتوں کی

پوچھا یہود و نصاریٰ کی یا رسول اللّٰہ کہا اور کس کی۔ پھر فرمایا لیکونن من امتی اقوام یستحلون الخز والحریر والخمر والمعازف .... و یمسخ آخرین قردۃ وخنازیر (مشکوٰۃ ص۴۵۶) میری اُمت میں ایسے لوگ ہوں گے جو خز اور ریشم اور شراب اور لہو و سرود کے آلات کو جائز ٹھہرا لیں گے، اور کچھ لوگ سؤروں اور بندروں کی صورت میں مسخ ہو جائیں گے۔

یہ وہ صورت حال ہے جو سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی زمانہ میں پیدا ہو جائے گی۔ پھر جب یہ صورت حال پیدا ہو جائے گی تب ایک مصلح پیدا ہوگا جس کے ذمہ یقتل الخنزیر ویکسر الصلیب کا کام ہے۔ اور اس مصلح کے نزول پر اتنا اصرار پایا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھا کر کہتے ہیں والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیھا (بخاری کتاب الانبیاء ص۴۹۰) یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قریب ہے کہ ابن مریم تم میں نازل ہو حکم و عدل ہو کر پس وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور لڑائی کو موقوف کرے گا۔ اور مال بہت ہو جائیگا یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہ کریگا یہاں تک ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔

اب مندرجہ بالا دو عنوانیں ایک فتنہ عظیم کے برپا ہونے کا دوسرے ایک مصلح کے پیدا ہونے کی ان کا تعین مطلوب ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس پر تحریک احمدیت کا معاملہ زیر بحث آتا ہے۔ احمدیت کے نزدیک یہ یہ صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ دجال وہ تہذیب ہے جو مغربی اور لادینی اساس پر اُٹھائی گئی ہے۔ اس سے ماورا کوئی محیر العقول ہستی نہیں وہ مصلح جسے ابن مریم کہکر پکارا گیا ہے وہ موجودہ زمانہ کا امام اور مرسل ربانی ہی ہو سکتا ہے اور وہ حضرت مرزا غلام احمد ہیں۔ کیونکہ فتنۂ عظیم کے وجود میں آتے ہی اس مصلح کا پیدا ہونا بھی ضروری ہے۔ فتنۂ عظیم کے بارہ میں تو ہم ذیل میں ابوالکلام آزاد کی ایک عزیز نقل کرتے ہیں:۔

"ان ساری باتوں میں سے ایک ایک بات پوری ہو چکی بدا الاسلام غریبا و سیعود کما بدا کا دور غربت کب کا شروع ہو چکا اور وہ سب کچھ ہو چکا اور وہ سب کچھ ہو چکا جس کا حال تم حدیث کی شرح میں پڑھ چکے ہو۔ اب انتظار کرنے والوں کے لئے بجز انتظار غفلت کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ یہود و نصاریٰ کی مغضوبیت نصاریٰ کی ضلالت، مشرکین کی بت پرستی آئمہ مضلین کی کثرت، دجالہ فتن و دعات بدعت کا احاطہ۔ اقتداء بغیر سنت اھتداء بغیر ھدی الانبیاء۔ تفرق و تحزب مثل یہود اور غلو و اطراء مثل نصاریٰ، فتنہ شبہات یونان اور فتنہ شہوات عجم اور فتنہ تماثیل عبدۃ الاصنام اور فتنہ قبور عاکفین کنائس ان میں سے کوئی نحوست اور بلا کی ایسی نہیں ہے جو مسلمانوں پر نہ چھا چکی ہو۔ اور کوئی گمراہی نہیں جو اپنے کامل سے کامل اور شدید سے شدید درجہ تک اس اُمت میں بھی نہ پھیل چکی ہو۔ اہل کتاب نے گمراہی کے جتنے قدم اُٹھائے تھے گن گن کر مسلمانوں نے وہ سب اُٹھائے حتی کہ لو دخلوا جحر ضب لدخلتموہ کا وقت بھی گذر چکا اور آج ہم اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہے ہیں وہ وقت کب کا آچکا کہ یلحق قبائل من امتی بالمشرکین اور حتی تعبد من امتی الاوثان اور حتی تعبد اللات والعزی ہماری جانیں اور روحیں اس صادق مصدوق پر قربان کہ واقعی اور سچ مچ مسلمان مشرکوں سے ملحق ہو گئے اور دین کی توحید کا دعوے کرنیوالوں نے بت پرستی کی ساری ادائیں اور چالیں اختیار کر لیں اور جس لات اور عزیٰ کی پوجا سے دنیا کو نجات دلائی گئی تھی اس کی پوجا پھر سے شروع ہو گئی۔ عاد تم من حیث بداء تم۔ ہم اپنی آنکھوں سے ان فتنوں کو کہ کقطع اللیل المظلم تھے دیکھ رہے ہیں۔ فی الحقیقت ایسا ہی ہو رہا ہے۔ کہ رات کو ایک انسان ایمان لے کر سوتا ہے اور صبح نہیں ہوتی اور ایمان کھو چکتا ہے "یبیع دینہ بعرض الدنیا" حضرت حذیفہ نے ان فتنوں کا حال کہا تھا کہ "کالحصیر عودا عودا" مسلمانوں کے دلوں کے لئے فتنوں کو ایسی بھرمار ہو گی جیسے چٹائی بنتے وقت ریشے پے در پے آتے ہیں۔ سو ان فتنوں کی بارش بھی ہر طرف ہو چکی اور ہو رہی ہے۔ وہ وقت بھی گزر چکا جب پہلے فتنوں کو کہنا تھا "ھذہ مھلکتی" اب تو وہ فتنہ در پیش ہے جس کے سامنے تمام فتنے مات ہو گئے فیقول المومن ھذہ ھذہ کا عالم ہو رہا ہے وہ بھی تو کب کا ہو چکا کہ تتداعی علیکم کما تتداعی الاکلۃ الی قصعتھا" دنیا کی ساری قومیں اکٹھی ہو کر تم پر چڑھ دوڑیں گی۔ اور تم کو ہلاک کرنے کے لئے باہم ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جیسے بھوکے کھانے کی قاب پر ایک دوسرے کو دعوت دیں۔ تو کیا یہ پکار اب تک بلند نہیں ہوئی اور کیا ایک قوم نے دوسری قوم کو بلانے کے لئے ٹھیک اسی طرح نہیں چیخا جس طرح بھوکے گدھ لاش دیکھکر شور مچایا کرتے ہیں۔ ہماری ہزار جانیں اور لاکھوں روحیں اس زبانِ حق پر قربان جس نے فرمایا تھا بل انتم یومئذ کثیر۔ تم اس وقت تعداد میں کم نہ ہو گے۔ لیکن لیقذفن فی قلوبکم الوھن تمہارے دلوں میں وھن پیدا ہو جائے گا اس لئے کوڑے کرکٹ کی طرح بہ جاؤ گے۔ پھر وھن کے معنے بتلائے "حب الدنیا وکراھیۃ الموت"۔......

پھر کس قدر عقل سے کورے اور بصیرت سے محروم ہیں وہ بندگان غفلت جو ان روایتوں کو پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ یہ کسی ایسے آنے والے زمانہ کی نسبت ہیں جو قیامت سے بیس برس پہلے دنیا پر آئے گا اور ابھی اس کی آمد کا ہم کو صدیوں انتظار کرنا چاہیئے"

(تذکرہ ص۲۶۴ و ص۲۶۵ و ص۲۶۶)

اس تحریر میں جس قدر علامات اور واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ تمامتر اس زمانہ جاہلیہ سے متعلق ہیں جو دجال موعود اور مسیح موعود کا زمانہ ہے۔ اس ضمن میں ہمیں دیکھنا ہے کہ آیا وہ دجال موعود کوئی محیر العقول ہستی ہے۔ احمدیت کے نزدیک جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہیں یہ مادی تہذیب اور اس کے علمبردار ہیں کوئی منفرد اور مافوق الفطرت ہستی نہیں۔ اس پر مولانا مودودی صاحب نے اپنے رسالہ ترجمان جلد ۲۸ عدد ۳ میں مسائل و رسائل کے عنوان کے تحت روشنی ڈالی ہے۔

(باقی آئندہ)

(بقیہ ص)

ما شاء اللہ ...... ثم تکون ملکاً عاضاً فتکون ما شاء اللہ ...... ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ (رواہ احمد والبیہقی مشکوٰۃ کتاب الفتن ص۴۶۱ مطبع اصح المطابع نیز محمدیہ پاکٹ بک ص۴۱۷)

ترجمہ:- تم میں نبوت رہے گی جب تک اللہ تعالے چاہیگا پھر اس کے بعد منہاج نبوت پر خلافت ہوگی اور وہ رہے گی جب تک کہ اللہ تعالے چاہے گا پھر اس کے بعد بادشاہت شروع ہوگی اور وہ بھی رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر اس کے بعد خلافت ہوگی منہاج نبوت پر

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں دوبارہ منہاج نبوت پر خلافت ہوگی جس طرح ابتداء اسلام میں منہاج نبوت پر خلافت قائم ہوئی تھی، ظاہر ہے کہ منہج نبوت پر خلافت نبی کریم کی وفات کے بعد ملی ہوتی تھی تو لازم آیا کہ آخری زمانہ میں بھی نبی ہو جس کی وفات پر دوبارہ خلافت شروع ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا، مندرجہ بالاحدیث مندرجہ مشکوٰۃ میں بین السطور لکھا ہے الظاہر المراد بہ زمن عیسٰی والمہدی کہ ظاہر ہے کہ منہاج نبوت پر دوبارہ خلافت قائم ہونے کا زمانہ مسیح موعود اور مہدی کا زمانہ ہوگا۔

(مکمل تبلیغی پاکٹ بک ص۴۸۴)

الجواب:- حدیث کے الفاظ کو پھر غور سے پڑھئے اس میں آخری زمانہ میں صرف خلافت علی منہاج نبوت کے قیام ہی کی پیشگوئی کی گئی ہے اگر اس سے پہلے نبی کا آنا ضروری ہوتا، تو ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ سے پہلے تکون النبوۃ فیکم ما شاء اللہ کے الفاظ پھر دوبارہ آتے، جیسے پہلے خلافت علی منہاج النبوۃ سے پہلے یہی الفاظ آئے ہیں، ان الفاظ کا دوبارہ نہ آنا بتاتا ہے کہ آخری زمانہ کی خلافت علی منہاج النبوت تو اسی نبوت کے منہاج پر ہے جس نبوت کے منہاج پر پہلی خلافت تھی، کیونکہ اسی نبوت کا زمانہ اب بھی چلتا ہے اور قیامت تک چلتا رہے گا۔

(۲) آخری خلافت علی منہاج النبوت سے وہ خلافت نہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے بعد لوگوں نے بنالی ہے بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ ہی خلافت علی منہاج النبوت کے منصب پر فائز ہیں، جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ہے۔

"کیا معترض نے غور نہیں کی جو آخری زمانہ کی نسبت بعض خلیفوں کے ظہور کی خبریں دی گئی ہیں کہ حارث آئے گا، مہدی آئیگا۔ آسمانی خلیفہ آئیگا یہ خبریں حدیثوں میں ہیں یا کسی اور کتاب میں احادیث سے یہ ثابت ہے کہ زمانے تین ہیں اول خلافت راشدہ کا زمانہ پھر فیج اعوج جس میں ملک عضوض ہوں گے اور بعد اس کے آخری زمانہ جو زمانہ نبوت کی نہج پر ہوگا"۔

(شہادت القرآن ص۳۴)

"اس جگہ مع حفاظت ظاہری حفاظت فوائد و تاثیرات قرآنی مراد ہے اور وہ موافق سنت اللہ تبھی ہو سکتی ہے کہ جب وقتاً فوقتاً نائب رسول آویں جن میں ظلی طور پر رسالت کی تمام نعمتیں موجود ہوں اور جن کو جمیع تمام برکات دی گئی ہوں جو نبیوں کو دی جاتی ہیں جیسا کہ ان آیات میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض الخ۔ ...... سو خدا تعالے فرماتا ہے کہ میں نبی کریم کے خلیفے وقتاً فوقتاً بھیجتا رہوں گا اور خلیفہ کے لفظ کو اس اشارہ کے لئے اختیار کیا گیا کہ وہ نبی کے جانشین ہوں گے اور اس کی برکتوں سے حصہ پائیں گے"

(شہادت القرآن صفحہ ۳۵)

کیا ان تمام عبارات سے یہ کھلے طور پر واضح نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو خلافت علی منہج نبوت کے منصب پر فائز قرار دیا ہے نہ کہ اپنے بعد کے جانشینوں کو اپنی جانشینی کے لئے تو آپ نے انجمن بنا دی اور صاف طور پر لکھ دیا کہ یہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔ پس خلافت علی منہاج النبوت جس کا آخری زمانہ میں وعدہ دیا گیا ہے، وہ حضرت مسیح موعود کو ہی ملی جو حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کی منہاج پر قائم ہوئی جس کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے۔

(مقالہ بقیہ از صفحہ ۳)

ہیں اس لئے کافر سمجھتے ہیں۔ آپ پر فرض ہے کہ قرآن اور حدیث میں ...... نبی کے صدق اور کذب کا جو معیار قائم کیا گیا ہے وہ پیش کریں۔ وہ ایسا کونسا پیمانہ ہے جس سے حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ناپا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ آیت ولو تقول علینا صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معیار ہے جو سچے نبی تھے لیکن اگر اس پر کوئی نصرانی یا یہودی یا ہندو یہ کہے کہ یہ معیار خداوندی نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تشکیل کیا ہے (اور نصرانی یہودی ہندو نبی کریم صلعم کو سچا نبی نہیں مانتے) تو خود یہ معیار بھی ساقط الاعتبار ہو جائے گا۔ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ معیار صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے تو بھی معاملہ ختم نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علماء اسلام و دیگر مذاہب کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر کے کہا کہ میں ملہم من اللہ ہوں اگر میں کاذب ہوں تو خدا تعالیٰ میری رگ گلو کاٹ دے مسیح موعودؑ کے مقابل لیکھرام پشاوری غلام دستگیر قصوری اور عبداللہ آتھم مباہلہ میں مارے گئے لیکن خدا تعالے نے اس انسان کے اپنے ہی پیش کردہ معیار کے مطابق اسے جھوٹا ثابت نہ ہونے دیا آخر کیوں؟ ایک آدمی بار بار اپنے صدق دعویٰ پر ایک بات بطور ثبوت پیش کرتا ہے۔ لوگوں کا اس ثبوت پر گمراہ ہو جانے کا نہ صرف اندیشہ ہے بلکہ مودودی صاحب کے نزدیک لوگ گمراہ ہو گئے لیکن خدا تعالے اس ثبوت کو توڑتا نہیں اسی انسان کو اپنے ہاتھوں سے ذلیل نہیں کرتا۔ آخر کس لئے؟ ہمیں جماعت اسلامی کے امیر صاحب سے امید ہے کہ وہ ہماری معروضات کا ضرور جواب دیں گے۔

دعوت نبوی کے اصول و مقاصد

(بقیہ از صفحہ ۸)

نقض عہد کیا۔ انہوں نے کئی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازشیں اور قریش کے بھڑکانے سے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ایسے لوگوں کی سزا بین المللکی قانون کے مطابق قتل سے کمتر کسی صورت میں نہیں ہو سکتی تھی مگر سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جان و مال سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا اور فقط جلاوطنی کی سزا پر اکتفا کیا۔

عہد رسالت کے واقعات میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جن میں غلبہ و اقتدار کے بعد غیر مسلم قبائل سے ان کی جان و مال کے تحفظ کا معاہدہ کیا گیا۔ چنانچہ تبوک کے سفر میں ایلہ، جربا اور اذرح کے قبائلی سرداروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا، دومۃ الجندل کا اکیدر نامی سردار جو اس سے پہلے قیصر کے زیر اثر تھا مدینہ میں آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرب کے مختلف حصوں سے بہت سے وفود آئے ان میں سے بعضوں نے اسلام قبول کر لیا۔ لیکن بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے کہا ہم اسلام تو قبول نہیں کر سکتے لیکن مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کا اقدام بھی نہیں کریں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی شرط پر ان سے معاہدہ طے کیا،

مذکورہ بالا واقعات سے اگر صرف نظر بھی کر لیا جائے تو تنہا فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن (قریش) کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فراخدلانہ بلکہ ہمدردانہ سلوک اس حقیقت کبریٰ کی بیّن دلیل ہے کہ پیغمبرانہ دعوت احترام آدمیت اور ہمہ گیر اصول انسانیت پر مبنی ہے، جس میں انتقام اور جنگ و قتال کی خواہش کو قطعی کوئی دخل نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں بعض ارشادات نبوی کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔ غزوۂ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علیؓ کو علم عطا کیا تو اس موقعہ پر حضرت علی نے کہا میں ان لوگوں سے یہاں تک لڑوں گا کہ وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم نرمی سے ان کو اسلام کی دعوت دو، اور ان کو ان امور سے آگاہ کرو جو ان پر واجب ہیں، خدا کی قسم اگر ایک آدمی بھی تمہاری کوشش سے راہ راست پر آجائے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوگا۔[1]

جب معرکۂ قتال گرم ہوتا ہے اس وقت کسے اس کا خیال رہتا ہے کہ دشمن کے چہرہ پر اس لئے ضرب نہ لگائی جائے کہ وہ تمام اعضائے انسانی سے شریف تر عضو اور قدرت کی صنعت کا حسین ترین مظہر ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس بات کی ہدایت کی ہے۔

اذا قاتل احدکم فلیجتنب الوجہ

جب تم سے کوئی دشمن سے لڑ رہا ہو تو اس کے چہرہ پر وار کرنے سے اجتناب کرو۔

---

[1] بخاری

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ہفت روزہ پیغام صلح لاہور فون نمبر ۳۷۴۳

مَنشُورِ اِسلَامی

سنہ ۱۰ھ میں جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری مرتبہ حج کیا تو حضورؐ نے ہزاروں مسلمانوں کو خطاب کیا۔ یہ کلام حضورؐ کا ایک طرح کی وصیت ہے کیونکہ اسی موقعہ پر الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا کا آخری اعلان نازل ہوا۔ ذیل میں یہ خطاب درج کیا جاتا ہے۔

"سب تعریف خدا کے لئے ہے۔ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد اور مغفرت چاہتے ہیں۔ اس کے سامنے توبہ کرتے ہیں اور اسکے دامن میں اپنی نفس کی یورشوں اور اعمال کی کج رویوں سے پناہ مانگتے ہیں جس کو خدا ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اے خدا کے بندو! میں تمہیں خدا سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں۔ اور اپنے کلام کا آغاز بھلائی سے کرتا ہے۔ اما بعد ——— **لوگو سنو! میں تمہیں وضاحت کے ساتھ بتاتا ہوں کیونکہ شاید میں اس سال کے بعد اسجگہ تم سے نہ مل سکونگا** ——— لوگو! تمہارا خون اور تمہارا مال تمہارے لئے قیامت کے دن تک واجب الاحترام ہے اسی طرح جیسے کہ یہ دن، مہینہ، اور یہ شہر قابل احترام ہے **بتاؤ کیا میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا؟ اے خدا گواہ رہنا** اور جس کے پاس امانت رکھی ہوئی ہو وہ اس کے مالک کو ادا کر دے۔ جاہلیت کا سودی کاروبار آج سے ممنوع قرار دیا گیا اور سب سے پہلے میں اپنے چچا **عباس بن عبدالمطلب** کی سودی رقمیں معاف کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں **عامر بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب** کا خون معاف کرتا ہوں اور جاہلیت کے تمام مفاخر آج بند کئے جاتے ہیں صرف کعبہ کی نگرانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کے عہدے باقی رہیں..... لوگو! شیطان اس بات سے تو مایوس ہو چکا کہ اس سرزمین میں اس کی پوجا کی جائے لیکن وہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اپنی تعمیل کرائے گا۔ **آگاہ رہو کہ میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا اے خدا گواہ رہنا۔ لوگو! عورتوں کے تم پر حقوق ہیں** اور تمہارے ان پر حقوق۔ تمہارا حق ان پر یہی کہ وہ تمہارے بستر پر کسی دوسرے کو نہ سلائیں اور تمہاری اجازت بغیر ایسے لوگوں کو گھر میں نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرو اور فحش کام نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو خدا نے تمہیں اجازت دی ہے کہ ان سے الگ ہو جاؤ اور ان کی ہمنشینی ترک کر دو اور مناسب حد تک ان کی سرزنش کرو۔ اور اگر وہ ایسا کرنے سے رک جائیں اور تمہاری باتیں مان لیں تو ان کا تم پر حق ہے کہ اپنا کھانا اور پہننا تم سے لیں۔ یاد رکھو تمہارے پاس عورتیں عاجز ہوتی ہیں اور خود کچھ نہیں کرسکتیں (حالانکہ) تم ان کو خدا کی امانت کے طور پر لیتے ہو اور اسی کے نام سے زوجیت کا عہد باندھتے ہو۔ پس ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور ان کے لئے بھلائی سوچا کرو۔ **آگاہ رہو کہ میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا اور اے خدا تو گواہ رہنا۔** لوگو! سب مومن بھائی بھائی ہیں کسی مومن کے لئے اپنے بھائی کا مال اس کی مرضی کے بغیر لینا جائز نہیں **آگاہ رہو کیا میں نے تمہیں تبلیغ کر دی۔ میرے اللہ تو گواہ رہنا۔**

میرے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کے قتل کے درپے نہ ہو جانا۔ کیونکہ میں تمہارے پاس ایک ایسی چیز چھوڑتا ہوں جس پر عمل کرنے سے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ چیز کتاب اللہ ہے **کیا میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا۔ اے خدا گواہ رہنا۔**

اے لوگو! تمہارا ایک پروردگار ہے اور تمہارا باپ ایک ہے تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ خدا کے نزدیک معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ کہو! کیا میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا؟ (اور حاضرین نے کہا) بیشک آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ (اس پر حضورؐ نے فرمایا) اے خدا گواہ رہنا۔ اور اے لوگو جو یہاں حاضر ہو میرے اس پیغام کو ان تک پہنچا دینا جو حاضر نہیں ؛

(جمہرۃ الخطب ص۵۷)

قائم مقام ایڈیٹر - غلام ربانی - ایل ایل بی - جے - ڈی + مقام اشاعت: احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور + پرنٹر پبلشر: بشیر محمد اختر + مطبع: تعلیمی پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ لاہور + زر سالانہ: چھ روپے

جلد ۳۹	یکم اگست ۱۹۵۱ء	شمارہ ۲۸

(حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں)

"اُس حسین کو ایک دفعہ ملنا ہمیشہ کی زندگی سے بہتر ہے مجھے اس کے حُسن کا علم ہے اس لئے اوروں نے تو صرف دل دیا ہے میں اپنی جان بھی قربان کرتا ہوں۔ اس کی صورت کی یاد ہر وقت بے خود کرتی ہے اور اس کی محبت کی شراب ہر آن مجھے مست رکھتی ہے۔ اگر میرے پَر ہوتے تو مَیں اُڑ کر اس کی گلی میں پہنچتا۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

(حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

بعض سوالات کا جواب

از محمد یحییٰ بٹ صاحب

ایک صاحب مولوی عبید اللہ نامی فاضل دیوبند ساکن "چیٹ بٹہ" چند امور کے متعلق تشریح چاہتے ہیں۔ اور ان کا مطالبہ ہے کہ ان کا ہر ایک سوال معہ جواب اخبار پیغام صلح میں شائع کرا دیا جائے سو ہم ان کے سوالات کو معہ جواب کے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

شروع میں انہوں نے ہماری چند تعلیمی خصوصیات لکھی ہیں۔ جن پر بعد میں بعض سوالات کئے ہیں۔ سو سوالات کے جوابات لکھنے سے پیشتر ان کی وضاحت کر دینا ضروری ہے۔ مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ لاہور کے تعلیمی اصول یہ ہیں:-

(۱) آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

یہ وہ امور ہیں جو "پیغام صلح" کے ہر پرچہ کی پیشانی پر بائیں جانب لکھے جاتے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ سائل نے یہ امور وہیں سے نقل کر کے لکھے ہیں۔

پیغام صلح پر مندرجہ بالا تینوں امور تعلیمی اصول کے ماتحت نہیں بلکہ جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات کے ماتحت درج ہیں۔ وہاں لفظ اصول نہیں بلکہ "خصوصیات" ہے۔

ان خصوصیات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ تعلیم امت محمدیہ کے لئے کس قدر باعث رحمت ہے۔ اور عامۃ المسلمین کو غلطیوں سے بچانے کا یہ کس قدر مبارک ذریعہ ہے۔ امر اول ہی کو لیں۔ کہ **آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا** "خاتم النبیین" کی یہ کس قدر جامع تفسیر ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نیا ہو یا پرانا ہرگز نہیں آسکتا یعنی یہ کہ اب آپ صلعم ہی کا وہ وجود مبارک ہے جس سے نسل انسانی تا قیامت نور اور ہدایت حاصل کرتی رہے گی۔ لیکن اس کے برعکس یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی پرانا ہو یا نیا آسکتا ہے۔ اس امر کا اقرار کرنا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کسی زمانہ میں خلق اللہ کی اصلاح کرنے کے لئے آپ کسی اور نبی کے محتاج ہوں گے۔ ایسا خیال اس نبی کامل میں نقص کو ماننا۔

بدقسمتی سے مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ حضرت عیسیٰ جو بنی اسرائیل کی طرف نبی ہو کر مبعوث ہوئے تھے۔ وہ ابھی تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور آخری زمانہ میں امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے اور پیدا شدہ فساد کو دور کرنے کے لئے نازل ہوں گے لیکن انہوں نے خیال نہ کیا کہ حضرت نبی کریم صلعم تو خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی کس طرح آسکتا ہے۔ اس عقیدہ سے تو ہم خاتم النبیین کی مہر کو اپنے ہاتھوں توڑنے والے ہوں گے اور اس عقیدہ سے نبی کامل میں نقص ماننا پڑے گا۔

اگر کہا جائے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنے منصب نبوت سے معزول کر کے بھیجے جائیں گے تو اس سے ایک فساد لازم آتا ہے۔ کہ ایک معزز نبی کی بے ذلت کیوں۔ آخر کس فعل کی پاداش میں انہیں اپنے اصل منصب سے ہٹایا جائے گا۔

پس دیکھ لیں کہ اس تعلیمی خصوصیت کو چھوڑنے سے دین میں کس قدر فساد لازم آتا ہے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔

امت محمدیہ میں باہمی اتحاد کو قائم کرنے کا یہ واحد ذریعہ ہے۔ کہ ہم ہر کلمہ گو کو اپنا مسلمان بھائی سمجھیں اور کسی مسلمان کو کبھی اس کی کمزوری یا سستی کی بنا پر خارج از اسلام قرار نہ دیں۔ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسا شخص اپنی سستی کا خمیازہ ضرور بھگتے گا۔ اور وہ کسی روحانی کمال کو حاصل نہیں کر سکے گا۔ لیکن باوجود اس کے یہ ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ ۹۹ (ننانوے) وجوہ کفر کے بھی اگر کسی میں پائے جائیں تب بھی ہم اسے اس بنا پر کہ وہ کلمہ گو ہے۔ اسلام سے خارج نہ سمجھیں بلکہ ہر حالت میں اسے اپنا مسلمان بھائی خیال کریں۔ آج بدقسمتی سے علماء نے اس حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے یا جان بوجھ کر محض ذاتی منفعت کے پیش نظر اس اصل کو چھوڑ دیا اور تکفیر بازی کا بازار گرم کر کے مسلمانوں کے اتحاد کو پاش پاش کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باہمی جھگڑوں اور فسادوں کے سبب دشمن پر سے ہمارا رعب اٹھ گیا۔ حضرت امام زمان نے ان جھگڑوں کو ختم کرنے اور ملت میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے ہمیں اس خصوصیت کی طرف دعوت دی اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس خصوصیت کو اپنانے سے آج از سر نو تمام اسلامی ممالک میں کس قدر اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی غور فرمائیں قرآن کریم میں ناسخ منسوخ کے مسئلہ کو ماننا گویا اس پر سے امان کو اٹھانا ہے اس مسئلہ کے پیش نظر اگر ہر کوئی شخص اپنی خواہش کے ماتحت بعض احکام قرآنی کو بعض احکام سے منسوخ قرار دیدے تو کس قدر فساد لازم آئے گا۔

دوسرے یہ کہ اس مسئلہ کے پیش نظر قرآن کریم اپنے دعوے کے مطابق خدا کا کلام بھی قرار نہیں پا سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً

یعنی اگر یہ قرآن اللہ کے سوائے کسی اور ہستی کی طرف سے نازل کیا گیا ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا۔

سو قرآن کریم میں اختلاف کا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ قرآن خدا کی طرف سے نہیں اس خصوصیت کا انکار کرنا بھی گویا اسلام سے ہاتھ دھونا ہے۔

اس کے بعد میں سوالات کو لیتا ہوں

پہلا اور دوسرا سوال:- آپ کے تعلیمی اصول (اصول نہیں خصوصیت ناقل) کے خلاف عقیدہ رکھنے والا آپ کے خیال میں کون ہے۔ خارج از اسلام ہے یا نہیں۔ اگر شق ثانی ہے خارج از اسلام نہیں تو آپ ان امور مذکورہ کو تعلیمی اصول ٹھہرانا اور ان پر زور دینے کا کیا مطلب ہے۔

الجواب:- ہماری تعلیمی خصوصیات کے خلاف عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہے، خارج از اسلام نہیں۔ ہاں غلطی خوردہ ضرور ہے۔ اور جیسا کہ اوپر ان خصوصیات کی تشریح میں بتایا جا چکا ہے۔ ایسا شخص جو ان خصوصیات کو نہیں مانتا وہ خاتم النبیین کی مہر کو اپنے ہاتھوں توڑنے والا ہوگا۔ اور سیدنا حضرت نبی کریم صلعم کی ذات کامل میں نقص کو قرار دینے والا ہوگا۔ اور یہ کہ امت محمدیہ کے اتحاد کو پاش پاش کرنے والا ہوگا اور قرآن کریم کو اس کے دعوے کے مطابق خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں بلکہ غیر اللہ کی طرف سے ثابت کرنے والا ہوگا۔

ان امور پر ہمارا زور دینا صرف اس لئے ہے کہ تا مسلمان حضرت نبی کریم صلعم کو حقیقی معنوں میں خاتم النبیین سمجھیں اور یقین کریں کہ ہر روحانی کمال اسی نبی کامل کی محبت میں فنا ہونے اور اسی کی کامل اطاعت کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے سوائے کسی اور نبی کی اتباع سے نہیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا یہی کہ آپ کے ساتھ ایک حقیقی اور سچا عشق پیدا ہو جائیگا۔ اور رسمی محبت دور ہو کر دلوں میں بصیرت افروز محبت پیدا ہو جائے گی۔ اور دوسرے یہ کہ تا امت محمدیہ باہم متحد ہو جائے۔ اور وہ ید اللہ علی الجماعت کی مصداق بن جائے۔ اور تیسرے یہ کہ مسلمان قرآن کریم کے ہر حکم کو قابل عمل سمجھیں اور کسی حکم کو منسوخ قرار دیکر اس سے اعراض نہ کریں تا وہ بھی آج ان تمام برکات کے مورد بن سکیں جن کے مورد صحابہ کبار ہوئے۔

تیسرا سوال۔ مجدد کی تعریف کیا ہے؟

الجواب:- مجدد کی تعریف تو خود حضرت نبی کریم صلعم نے فرما دی ہے اور وہی کامل تعریف ہے۔ فرمایا **ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔**

یعنی مجدد کی تعریف یہ ہے کہ:-

اول:- اللہ تعالےٰ اپنی جناب سے ایسے شخص کو اس مقام پر کھڑا کرتا ہے۔

دوم:- ہر سو سال کے بعد ایسا شخص مبعوث ہوتا ہے

سوم:- اس کی بعثت کا مقصد امت محمدیہ کی اصلاح کرنا اور مرور زمانہ کے باعث خیالات فاسدہ کا جو غبار اسلام کے حقیقی چہرہ پر پڑ جاتا ہے اسے خدا سے قوت پاکر دور کرنا۔

چوتھا سوال:- حدیث مجدد میں مراد معنی خاص ہے یا عام۔ اگر خاص ہے تو خصوصیت کے قرائن یا شواہد کون ہیں۔

الجواب:- اس حدیث میں مراد عام نہیں بلکہ خاص ہے۔ اس لئے کہ یہاں دو شرطیں لگائی گئی ہیں۔

اول۔ یہ کہ اللہ تعالےٰ خود ایسے شخص کو اس منصب پر کھڑا کیا کرے گا۔

دوم۔ یہ کہ ہر سو سال کے بعد ایسا ظہور میں آئے گا۔ اگر مراد عام ہو۔ کہ جس نے قرآن کریم کی کوئی تفسیر لکھ لی یا اسلام پر کچھ لٹریچر پیدا کر دیا۔ اسے ہی مجدد وقت قرار دے دیا جائے تو پھر بعثت مجددین کے ساتھ ان ہر دو شرائط کا لگانا بے معنی ہو جاتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ قرآن کریم کی تفسیر کرنا اور اسلام پر لٹریچر پیدا کرنا۔ ایک عمدہ خدمت ہے۔ لیکن

(باقی بر صفحہ ۴ کالم ۲)

پیغامِ صلح

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ - مورخہ ۲۷ر شوال سنہ ۱۳۷۰ھ | نمبر ۲۸

"دُنیا میں میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں جیسے والدۂ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔
انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ، شرک، ظلم اور ہر ایک بد عملی و ناانصافی اور بد اخلاقی سے بیزاری میرا اصول"

(اربعین)

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج
آسماں اے غافلو پھر آگ برسانے کو ہے

پچھلے کچھ دنوں سے بھارت اور پاکستان کے تعلقات ایک ایسے نازک مرحلے پر آ گئے ہیں کہ ہر آن جنگ کے آتشیں شعلوں کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ خاں لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان نے ۱۵ر جولائی کو جو یہ انکشاف کیا کہ بھارت نے اپنی ۹۰ فیصدی فوج سرحد پاکستان پر لا کھڑی کی ہے، اس کی تردید بھارت کی طرف سے نہیں ہوئی۔ نتیجۃً پاکستان کی فوجیں بھی سرحد پر بھیجی گئیں اور اب دونوں احکامات کی منتظر ہیں۔ یہ صورتِ حال انتہائی تکلیف دہ ہے۔ فوجوں کا اس طرح آمنے سامنے پڑا رہنا خالی از خطرہ نہیں۔ بھارت کے وزیر اعظم نے کہا ہے کہ پاکستان سے انہیں جنگ کا اندیشہ تھا اس لئے انہوں نے یہ کارروائی کی۔ حالانکہ یہ واقعات کے خلاف ہے۔
خدا نہ کرے بھارت کے عوام اور پاکستانی لوگوں کو جنگ کا روزِ بد کبھی دیکھنا نصیب ہو۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد سے بار بار اس ملک کے باشندوں پر مصائب اور دکھوں کے خوفناک پہاڑ ٹوٹے ہیں۔ گھروں اور جائدادوں سے بے نصیب ہو کر یہ بدقسمت دربدر ہوئے۔ جس خوفناک طریق پر خون کی ہولی کھیلی گئی اس کا ہوا ابھی تک کئی انسانی ذہنوں سے محو نہیں ہوا۔ وہ فسادات تو ایک محدود نوعیت کے تھے، اب جو تباہی جنگ کی شکل میں نازل ہو گی اس کی ہمہ گیری نام ہی سے ظاہر ہے۔ اس بدقسمت برصغیر کے باسیوں پر یہ بلاؤں کا نزول انسانیت پسندوں کے لئے یقیناً سوہانِ روح ہے۔ اور امن دوستوں کو اس کے محرکات سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں صاف کہدیا ہے کہ وہ برے افعال کے باعث گرفت کرتا ہے اور پھر یہ بھی کہا ہے کہ اگر کسی بستی کے باسی تضرع کریں تو وہ سزائیں دیتا ہی نہیں۔ اسرائیل کی تاریخ گواہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے جنگوں کو بھی قوموں کے لئے عذاب بنایا ہے۔ آج یہ عذاب پورے انسانی سماج پر اتر رہا ہے۔ مشرق اور مغرب میں ہر جگہ انسانوں کے خون سے ارزاں کوئی شئے نہیں۔ ایسی حالت میں ہم پاکستان کے باشندوں کے لئے سخت آزمائش کا وقت آ گیا ہے۔ ہم نے یہ خطۂ زمین اسلام کے نام پر لیا ہے اس لئے اسلام کا تقاضا ہے کہ ہم جہاں اپنی نفسانی یورشوں کے خلاف اللہ تعالےٰ کی پناہ چاہیں وہاں انسانوں کے درمیان عدل و انصاف کے قیام کی پوری کوشش کریں۔
زمین پر امن خدا تعالےٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور ہمیں خدا تعالےٰ سے اس نعمت کے دائمی قیام کی ہر وقت دعا مانگنی چاہیئے۔ ...... لیکن اگر خدا نخواستہ صورت حرب پیدا بھی ہو جائے تو انسانیت کو گرنے اور دم توڑنے سے بچانا بھی ہمارا فرض ہے۔ خدا تعالیٰ اسلام پرستوں سے صرف یہ بات چاہتا ہے کہ وہ اپنے دعوے میں عملی طور پر سچے ہوں۔ ہماری اخلاقی برتری ہی طاقت کا اصلی سرچشمہ ہے۔ اگر دشمن کی طرف سے کبھی جارحانہ حملہ ہو بھی تو اس زور کو توڑنا جہاں سامانِ حرب سے ممکن ہے اس سے کہیں بڑھ کر خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ ہمارے سامنے بدر اور اُحد کے دونوں معرکے ہیں۔ ایک دفعہ ہم قلت میں تھے لیکن ہمارا معاملہ خدا تعالےٰ سے صاف تھا اس نے ہمیں کامیاب کیا۔ دوسری مرتبہ ہم کثرت سے ہیں تھے دنیاوی لذت نے ہمیں کھینچ لیا اس نے ہمیں ناکام کر دیا۔ آج ہم تعداد میں قلیل ہیں اگر ہم اخلاقی طور پر بھی پست ہوئے تو خدا تعالےٰ کبھی وعدہ خلافوں کو معاف نہیں کرتا۔ اور اگر ہم نے خالص انسانیت کو بچایا، حق و انصاف کا ساتھ دیا تو خدا ہمارے ساتھ ہو گا اور دشمن کے منصوبے کو توڑ دے گا۔ ہم اگر غافل ہوں گے تو وہ ہمارے لئے جاگے گا اور ان کے لئے گھات لگائے گا۔ ...... لیکن غم ہے تو یہی کہ قوم اس طرف سے بے انتہا غافل ہے۔ اس نازک سمے بھی اس کے پہلو آرام و استراحت سے الگ نہیں ہوئے۔ اور وہ شہادتِ حق ادا کرنے کے لئے نہیں اٹھی۔ حالانکہ ان حالات میں ہمیں خدا تعالےٰ سے اپنا معاملہ صاف کر لینا چاہیئے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے بستیاں ہلاک ہو گئیں، حیدر آباد، جوناگڈھ، مناودر، اور مانگرول سے مسلمانوں کی بالادستی ختم ہو گئی۔ اور پھر کشمیر جو خالص مسلم اکثریت کا علاقہ تھا ابھی تک پاسِ استبداد میں کراہ رہا ہے۔ لیکن ہم نے ابھی تک خداوند سے وہ پیوند قائم نہیں کیا جیسا کہ اس کا حق تھا۔ اب بھی قبل اس کے کہ کوئی مشکل ہمیں تاریک اندھیروں میں کھینچ لے جائے ہم خداوند کو بلند آواز سے پکاریں، روئیں اور گڑگڑائیں کیونکہ وہی کمزوروں کی پشت پناہ اور بے آسروں کا آسرا ہے۔ ہمارے شبِ تاریک کے آنسو جہاں ہمارے داغِ عصیاں دھو دیں گے وہاں دشمن کی فوج کے لئے سیلاب بن جائیں گے۔ اے ہماری قوم ان باتوں کو کمزور اور بیکار نہ جان کیونکہ تیرا خمیر انہی باتوں سے گوندھا گیا ہے۔ تجھے خداوند نے لوگوں کی ہدایت کے لئے چنا ہے پھر تو اس خداوند سے تعلق کاٹ کر کہاں سے قوت حاصل کرے گی۔ خداوند کے حضور جھک جا اور مل کر دعا پڑھ اور کہہ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ، واعف عنا، واغفرلنا وارحمنا انت مولنا فانصرنا علی القوم الکافرین۔

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت نسبتاً اچھی ہے۔ لیکن ابھی تک نفخ شکم کی شکایت ہو جاتی ہے جس سے تنفس میں تیزی آ جاتی ہے۔ احباب حضور کی صحت کاملہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

—— جناب شیخ رحمت اللہ صاحب ساکن ملتان کو اللہ تعالیٰ نے دختر نیک اختر عطا فرمائی ہے اس خوشی پر شیخ صاحب نے پانچ روپے تراجم قرآن فنڈ میں عطیہ دیا ہے۔

—— میاں غلام شبیر صاحب اے۔ ڈی۔ سی سیالکوٹ کی صاحبزادی جس کی عمر تقریباً چار سال تھی بقضائے الٰہی فوت ہو گئی ہے ہمیں اس صدمۂ جانکاہ میں میاں صاحب موصوف اور ان کی بیگم صاحبہ سے کامل ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

—— اتوار ۲۲ر جولائی کو مسلم ہائی سکول نمبر ۲ میں "یوم والدین" منایا گیا۔ جماعت کے بزرگ بھی شریک ہوئے۔ مرزا مسعود بیگ صاحب اور مولانا صدر الدین صاحب نے خطاب فرمایا۔ دونوں بزرگوں کے خیالات کی تلخیص آئندہ اشاعت میں ہدیۂ قارئین کی جائے گی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب ایم اے بلڈنگس لاہور

جماعت اور اس کے فیصلہ جات کو مقدم کرو

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعۃ شبراً فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ اخرجہ ابو داؤد تلخیص الصحاح -

"ابو ذرؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جماعت (یعنی جماعت کے فیصلوں اور احکام) سے ایک بالشت الگ ہوا گویا کہ اسلام کی رسی اس کے گلے سے نکل گئی -

وعن سمرۃ بن جندب قال اما بعد فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمی خیلنا خیل اللہ تعالیٰ وکان یامرنا بالجماعۃ اذا فزعنا والصبر والسکینۃ اذا قاتلنا - اخرجہ ابوداؤد تلخیص ج ۲

سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا اما بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری (جماعت مسلمین) کا "اللہ تعالیٰ کی جماعت" نام رکھا اور جب ہم میں کسی بات کے متعلق گھبراہٹ پیدا ہوتی تو سب کو اکٹھا ہو کر (اس معاملہ کو سلجھانے کے لئے صحیح نتیجہ پر پہنچنے) کا حکم دیتے تھے (یہ حکم ملت اسلامیہ کے لئے ہر ایسے معاملہ کو ہر زمانہ میں صحیح طور پر نپٹانے کے لئے ہے) اور جب (دشمن کے مقابلہ پر) جنگ شروع کر دیتے تو صبر و تحمل کی تلقین فرماتے۔

ایسی بات پر عمل نہ کریں جس کے لئے آپ کے پاس شرعی دلیل نہ ہو۔

وعن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد اخرجہ الشیخان و ابوداؤد وفی روایۃ من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو رد - تلخیص ج ۱

عائشہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمارے دین میں ایسی بات ایجاد کرے جو دین میں داخل نہ تھی تو وہ باطل ہے۔ اور دوسری روایت میں یوں مذکور ہے کہ جو شخص ایسی بات پر عمل کرے جس کی نسبت کوئی شرعی دلیل قائم نہیں ہے تو ایسا عمل باطل ہے -

راہ پدرا نیک اندیشیدہ ؛ اے دراک اللہ چہ بد فہمیدہ ؛ (مسیح موعود)

ترجمہ:- افسوس تو نے راہ راستہ نیک خیال کیا - اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے تو نے کیسا برا اجتہاد کیا؟

بعض سوالات کے جوابات (بقیہ صفحہ ...)

ہر ایسا شخص مجدد نہیں کہلا سکتا کیونکہ مجدد اپنے زمانہ میں نبی کامل حضرت خاتم النبیین صلعم کا نائب ہوتا ہے وہ آپ صلعم کے کمالات کا وارث ہوتا ہے اور آپ کی روحانی قوت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

پانچواں سوال - بصورت خاص ہونے حق کے سابقہ صدیوں کے مجددوں کا تعین ضروری ہے سو وہ کون کون ہیں ؟

الجواب :- گذشتہ صدیوں کے مجددین کے نام درج ذیل ہیں۔

پہلی صدی ہجری ... میں ... حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

دوسری " " ... حضرت امام شافعی و حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ

تیسری صدی ہجری " ... حضرت ابو شرح و حضرت ابو الحسن اشعری " " "

چوتھی " " ... حضرت ابو عبیدہ نیشاپوری و قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ -

پانچویں صدی ہجری " ... حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

چھٹی صدی ہجری " ... حضرت سید عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

ساتویں صدی ہجری " ... حضرت معین الدین چشتی و امام تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

آٹھویں صدی ہجری " ... حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی - رحمۃ اللہ علیہ

نویں صدی ہجری " ... حضرت سید محمد جونپوری - رحمۃ اللہ علیہ

دسویں صدی ہجری " ... حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

گیارھویں صدی ہجری " ... حضرت امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

بارھویں صدی ہجری " ... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

تیرھویں صدی ہجری " ... حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ -

(حجج الکرامہ)

چھٹا سوال - اصول اور عقائد میں کیا فرق ہے -

الجواب :- اصل - اصل کسی امر کا وہ ہے جس پر کہ اس کی بنیاد ہو - مثلاً اسلام کے بنیادی امور کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ - واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان - اور عقیدہ کا یہ ہے کہ کسی امر کو صحیح جانتے ہوئے اسے تسلیم کرنا -

اس لحاظ سے اصول اور عقائد میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے - یعنی یہ کہ اصول خاص ہے اور عقائد عام ہے - دین کا ہر اصول عقیدہ میں تو داخل ہو سکتا ہے لیکن ہر عقیدہ دین کے لئے بطور اصل نہیں ہو سکتا - مثلاً بعض مسلمانوں کا یہی عقیدہ کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ موجود ہیں - اور آخری زمانہ میں بجسد عنصری امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے نازل ہوں گے اس کا انکار کسی کو خارج از اسلام نہیں کر سکتا -

چھٹا سوال - مجددوں کا اصول میں اختلاف جائز ہے یا نہ -

الجواب :- اصول دین میں مجددین کا اختلاف جائز نہیں - مجدد چھوڑ کسی کا بھی اختلاف جائز نہیں - اور نہ ہی کبھی کسی زمانہ میں مسلمانوں کا باہم ان میں اختلاف ہوا -

اصول دین کو چھوڑ کر جہاں تک مسائل یا پیشگوئیوں کے طرز و توع میں اجتہاد کا تعلق ہے مجددین کا بھی باہم اختلاف ہو سکتا ہے - لیکن اصول دین کے علاوہ ان تمام امور میں جن کو خدا تعالےٰ نے بذریعہ الہام مجددین پر کھول دیا ہو ان میں بھی ان کا متفق ہونا لازمی ہے -

ایک احمدی کے قلم سے

جماعت اسلامی اور ہم

"دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا۔ خدا اسے قبول کرے گا اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔"

(الہام مسیح موعودؑ)

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

ابن صیاد اور تمیم داری کی روایات سے استفادہ کر کے اس استدلال کی بھی گنجائش پیدا کر دی ہے کہ وہ کوئی محیر العقول ہستی نہیں جیسے فتنۂ دجال محض ایک فتنہ ہے جو ایک ہستی سے نہیں بلکہ ایک تہذیب کج سے ظہور پذیر ہوگا تو سوچنا ہے کہ وہ فتنہ کب اور کیسے رونما ہوگا۔ مولانا مودودی صاحب نے اس کی کوئی تعین نہیں کی۔ وہ لکھتے ہیں:-

"دجال کے متعلق جتنی احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضور کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معاملہ میں جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ ایک بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے اس کی یہ اور یہ صفات ہونگی اور وہ ان ان خصوصیات کا حامل ہوگا لیکن یہ آپ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہوگا۔ کہاں ظاہر ہوگا اور یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے"

دجال کی نوعیت تو یہ ٹھہری۔ رہا تعین دجال میں ہمارا اختلاف ہوا۔ تو جیسا کہ ہم نے ابوالکلام آزاد کی تحریر سے علامات کے ظہور کی شہادت پیش کی ہے اسی طرح ہم مولانا مودودی کی چند ایک تحریرات نیچے نقل کریں گے:-

"چند سال پہلے تک یہ وبا صرف ہمارے مردوں میں پھیلی ہوئی تھی اور ہماری عورتیں اس سے محفوظ تھیں۔ کم از کم اسلامی تہذیب کی حد تک ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حرم وہ آخری جائے پناہ ہے جہاں اسلام اپنے تمدن اور اپنی تہذیب کی حفاظت کرتا ہے۔ عورت کو جن مصلحتوں کی بنا پر اسلام نے حجاب شرعی میں رکھا ہے ان میں سے ایک بڑی مصلحت یہ بھی ہے کہ کم از کم وہ سینہ تو نور ایمان سے منور رہے جس سے ایک مسلمان بچہ دودھ پیتا ہے۔

. . . .

پس حرم در اصل اسلامی تہذیب کا سب سے زیادہ مستحکم قلعہ ہے جس کو اس لئے تعمیر کیا گیا تھا کہ یہ تہذیب اگر کبھی شکست کھا کر پسپا بھی ہو تو یہاں پناہ لے سکے۔ مگر افسوس کہ اب یہ قلعہ بھی ٹوٹ رہا ہے۔ فرنگیت کی وبا اب گھروں کے اندر بھی پہنچ رہی ہے۔"

(تنقیحات ص ۱۵۳)

اس مندرجہ بالا اقتباس کو پڑھیئے اور پھر فتنۂ دجال کے ضمن میں مندرجہ حدیث کو دیکھئے کہ۔ فیکون آخر من یخرج الیہ النساء حتی ان الرجل لیرجع الی امہ وابنتہ واختہ وعمتہ فیوثقها رباطا مخافة ان تخرج الیہ (کنز العمال جلد ۷ – ۲۱۱۲) یعنی سب سے پیچھے جو اس کی طرف نکلیں گی عورتیں ہوں گی یہاں تک کہ ایک شخص اپنی ماں اور اپنی بیٹی اور اپنی بہن اور اپنی پھوپھی کی طرف آئے گا پھر اسے مضبوط باندھ دے گا اس ڈر سے کہ اس کی طرف نہ نکل جائے۔ اب یہ آخری قلعہ جو آج تک دجال کی دستبرد سے محفوظ تھا اور اسلامی تہذیب کی پناہ گاہ تھا دجال کی سنت اور جارحانہ یورش کے سامنے شکستہ ہوتا جا رہا ہے۔ اور یقین پیدا ہو چلا ہے کہ اگر صورت حال یہی رہی اور ہمارے قائدین کرام نے اپنی پارینہ روایت کو اسی طرح جاری رکھا کہ عورتوں کے اس مستحکم قلعہ کی تخریب کو بھی تہذیب و تمدن کے خیر و برکت کے حصول کی نیک فال قرار دیا تو پھر اسلامیت آنیوالی معصوم پود کے لبوں تک بھی پہنچ سکے گی۔ پھر مولانا مودودی نہ صرف اسی ایک فتنہ کو گنواتے ہیں بلکہ ان کے نوائد پر بھی اچھی طرح آگاہ ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:-

"اب ذرا اس قوم کی حالت پر نظر ڈالیئے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے۔ نفاق اور بدعقیدگی کی کونسی قسم ایسی ہے جس کا انسان تصور کر سکتا ہو اور وہ مسلمانوں میں موجود نہ ہو۔ اسلامی جماعت کے نظام میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اسلام کی بنیادی تعلیمات تک سے ناواقف ہیں اور اب تک جاہلیت کے عقاید پر جمے ہوئے ہیں وہ بھی ہیں جو اسلام کے اساسی اصولوں میں شک رکھتے ہیں اور شکوک کی علانیہ تبلیغ کرتے ہیں۔ وہ بھی ہیں جو علی الاعلان انکار کرتے ہیں وہ بھی ہیں جو اسلامی عقائد اور شعائر کا کھلم کھلا مذاق اڑاتے ہیں، وہ بھی ہیں جو علانیہ مذہب اور ملیت سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ بھی ہیں جو خدا و رسول کے قانون پر جاہلیت کے رسوم یا کفار کے قوانین کو مقدم رکھتے ہیں . . . .

راسخ الایمان اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کی ایک نہایت ہی قلیل جماعت کو چھوڑ کر اس قوم کی بہت بڑی اکثریت اسی قسم کے منافق اور فاسد العقیدہ لوگوں پر مشتمل ہے۔

یہ تو تھا ایمان کا حال۔ اب سمع و طاعت کا حال دیکھئے آپ مسلمانوں کی کسی بستی میں چلے جایئے آپ کو عجیب نقشہ نظر آئے گا . . . .

وہ کونسی چیز ہے جس کو خدا تعالےٰ اور رسول نے منع کیا ہو اور مسلمان اس کو اپنے لئے مباح نہ کر لیتے ہوں وہ کونسی حد ہے جو خدا اور رسول نے مقرر کی ہو اور مسلمان اس سے تجاوز نہ کرتے ہوں وہ کونسا ضابطہ ہے جو خدا اور رسول نے قائم کیا ہو اور مسلمان اسکو نہ توڑتے ہوں۔ اگر مردم شماری کے لحاظ سے دیکھا جائے تو مسلمان کروڑوں ہیں مگر ان کروڑوں میں دیکھئے کہ کتنے فی صدی نہیں کتنے فی ہزار بلکہ کتنے فی لاکھ خدا اور رسول کے احکام کو ماننے والے اور اسلامی ضوابط کی پابندی کرنے والے ہیں۔

. . . .

آج مسلمان تمام دنیا میں محکوم و مغلوب ہیں۔ جہاں ان کی اپنی حکومت موجود ہے وہاں بھی وہ غیروں کے اخلاقی ذہنی اور مادی تسلط سے آزاد نہیں ہیں۔ جہالت مفلسی اور خستہ حالی میں وہ ضرب المثل ہیں۔ اخلاقی پستی نے ان کو حد درجہ ذلیل کر دیا ہے۔ امانت صداقت اور وفائے عہد کی صفات جن کے لئے وہ کبھی دنیا میں ممتاز تھے اب ان سے دوسروں کی طرف منتقل ہو چکی ہیں اور ان کی جگہ خیانت جھوٹ۔ دغا اور بدمعاملگی نے لے لی ہے۔ تقوےٰ پرہیزگاری اور پاکیزگیٔ اخلاق سے وہ عاری ہوتے جاتے ہیں۔ کسی قسم کا نظم ان میں باقی نہیں رہا . . . . باوجودیکہ تعلیم ان میں بڑھ رہی ہے گریجویٹ۔ پوسٹ گریجویٹ اور یورپ کے تعلیم یافتہ حضرات کا اضافہ ہو رہا ہے۔ بنگلوں میں رہنے والے۔ موٹروں پر چڑھنے والے۔ سوٹ پہننے والے۔ بڑے بڑے ناموں سے یاد کئے جانے والے بڑی سرکاروں میں سرفرازیاں پانے والے ان میں روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں لیکن جن اعلیٰ اخلاقی اوصاف سے وہ پہلے متصف تھے اب ان سے عاری ہیں"۔

(تنقیحات۔ ایمان و اطاعت ص ۱۲۳)

اب ان مندرجہ بالا واقعات کو بغور مطالعہ فرمایئے اور پھر صدق دل سے گواہی دیجئے کہ کیا یہ تمام حالات وہ نہیں ہیں جو دجال کے فتنہ کا نتیجہ ہیں۔ جب یہ تمام حالتیں وہی ہیں تو پھر اس پُرفتن دَور کو جو دجالی دَور کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے آج کیوں نہ مانا جائے اور یہ کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ مخبر صادق کی یہ تمام بیان کردہ صورتیں آج پیدا ہو گئی ہیں لہٰذا یہی وہ دَور ہے جس میں دجال کا حزب مخالف یعنی مسیح موعود بھی موجود ہونا چاہیئے۔

اب ہم شق ثانی کو لیتے ہیں۔ اور وہ مسیح موعود کا ظہور ہے۔ یہاں ہم پھر مسلمات کی طرف رجوع کریں گے مولانا مودودی ایسے مصلح اعظم کے وجود سے منکر نہیں جس طرح جدید ترین مفکر اقبال یا ان کے ہمنوا ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں:-

مجدد کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے مگر عقل چاہتی ہے فطرت مطالبہ کرتی ہے اور دنیا کے حالات کی رفتار متقاضی ہے ایسا لیڈر ہو جو اس دور میں پیدا ہو یا زمانہ کی ہزار گردشوں کے بعد پیدا ہو اسی لیڈر کا نام الامام المہدی ہے جس کے بارے میں صاف پیش گوئیاں نبی علیہ السلام کے کلام میں موجود ہیں۔ آج کل لوگ نادانی

کی وجہ سے اس تمام کوشش کرتا کہ کیوں چڑھاتے ہیں ان کو شکایت ہے کہ کسی آنے والے مردِ کامل کے انتظار نے جاہل مسلمانوں کے قوائے عمل کو سرد کر دیا ہے اس لئے آپکی رائے یہ ہے کہ جس حقیقت کا غلط مفہوم لے کر جاہل لوگ بے عمل ہو جائیں وہ سرے سے حقیقت ہی نہ ہونی چاہیئے نیز وہ کہتے ہیں کہ تمام مذہبی قوموں میں کسی مرد کے از غیب کی آمد کا عقیدہ پایا جاتا ہے لہذا یہ ایک وہم ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اگر خاتم المرسلین صلعم کی طرح پچھلے انبیاء نے بھی اپنی قوموں کو خوشخبری دی کہ نوع انسانی کی دنیوی زندگی ختم ہونے سے پہلے ایک دفعہ اسلام ساری دنیا کا دین بنے گا اور انسان کے بنائے ہوئے سارے ازموں کی ناکامی کے بعد آخر کار تباہیوں کا مارا ہوا انسان اسی ازم کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوگا جسے خدا نے بنایا ہے اور یہ نعمت انسان کو ایک ایسے عظیم الشان لیڈر کی بدولت نصیب ہوگی جو انبیاء کے طریقہ پر کام کر کے اسلام کو اس کی صحیح صورت میں پوری طرح نافذ کر دے گا آخر اس میں وہم کی کونسی بات ہے؟

اگر یہ توقع صحیح ہے کہ ایک وقت میں اسلام تمام دنیا کے افکار تمدن اور سیاسیات پر چھا جانے والا ہے تو ایسے عظیم الشان لیڈر کی پیدائش بھی یقینی ہے جس کی ہمہ گیر پُر نور قیادت میں انقلاب رونما ہوگا۔ جن لوگوں کو ایسے لیڈر کے ظہور کا خیال سن کر حیرت ہوتی ہے مجھے ان کی عقل پر حیرت ہوتی ہے۔"

(تجدید و احیائے دین ۲۴ ۲۵)

یہاں آکر دوبارہ اختلاف پیدا ہوتا ہے ہم ایک ایسے مردِ کامل کے ظہور پذیر ہو جانے کے قائل ہیں جسے مولانا مودودی کسی آنے والے دور کی طرف منتقل کر دینا چاہتے ہیں۔

یہ وہ دو اصول ہیں جن پر احمدیت استوار ہے اور انہی دو اصولوں کے امتزاج سے اس کا طریق کار مرتسم ہے۔ جہاں وہ ایک طرف موجودہ دور کو دجالیت کا دور کہتی ہے تو دوسری سمت وہ اس دور میں مسیح کے نزول کو مان کر اسے مسیحیت کا دور بھی گنتی ہے اب ہر ایک طالبعلم احمدیت کو انہیں ملحوظ رکھکر احمدیت کے دستور پر کھنا حکم لگانا ہوگا۔ ہم لئے آئندہ سطور میں واضح کریں گے کہ احمدیت کے نزدیک موجودہ دجالی دور میں انقلاب رونما کرنے کا طریق کونسا ہے جس سے زمین کا اقتدار عبادی الصّٰلحون کے تحت آ جائے۔

دجال کی قوت اور اقتدار کا تذکرہ احادیث مندرجہ بالا میں آپ نے دیکھ لیا۔ اب اسی اقتدار اور قوت کے مقابل جو طریق قرآن اور حدیث کی روشنی میں واضح ہو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اسے قبول کرے۔ کیونکہ دعوت کی اساس کسی نئے تجدید یا نئی دین کی طرف نہیں بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ ہے۔ چنانچہ اس باب میں احکامات کو یکجا درج کرتا ہوں۔

اوّلاً۔ کیف بکم اذا ابتلیتم بعبد قد سخرت له انهار الارض وثمارها۔ (کنز العمال جلد ۷ نمبر ۲۰۹۰)

یعنی تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم ایسے انسان سے آزمائے جاؤ گے کہ جس کے لئے زمین کی نہریں اور اس کے پھل مسخر کر دیئے گئے ہیں۔

ثانیاً۔ وان من فتنة ان معه جنة ونارا فناره جنة وجنته نارا فمن ابتلی بناره فلیستغث بالله ولیقرأ فواتح الکهف فتکون بردا وسلاما۔

(کنز العمال جلد ۷ نمبر ۲۰۲۸)

یعنی اور اس کے فتنوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے ساتھ جنت اور آگ ہوں گے تو اس کی آگ جنت ہے اور جنت آگ تو جو شخص اس کی آگ میں ڈالا جائے وہ اللہ کی مدد مانگے اور سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے تو اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہوگی۔

ثالثاً۔ ان معه جنة ونارا فناره جنة وجنته نارا فمن ابتلی بناره فلیغمض عینه ولیستغث بالله یکون علیه بردا وسلاما۔

(کنز العمال جلد ۷ نمبر ۲۰۷۹)

یعنی اس کے ساتھ جنت اور نار ہوگی اس کی نار جنت اور اس کی جنت نار ہوگی جو کوئی اس کی آگ سے آزمایا جائے چاہیئے کہ اپنی آنکھ بند کرلے اور اللہ کی مدد مانگے وہ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہوگی۔

رابعاً۔ یصحبن الدجال اقوام یقولون انا لنصحبه وانا لنعلم انه الکافر ولکنا نصحبه ناکل من طعامه ونرعی من الشجر۔

(کنز العمال جلد ۷ نمبر ۲۰۹۲)

یعنی دجال کے ساتھ جو کچھ لوگ ہوں گے کہیں گے ہم اس کے ساتھ ملتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ وہ کافر ہے لیکن اس کے ساتھ ملتے ہیں اور اس کے کھانے سے کھاتے ہیں اور درختوں سے مویشی چراتے ہیں۔

خامساً۔ من سمع بالدجال فلینأ عنه فوالله ان الرجل لیاتیه وهو یحسب انه مومن فیتبعه مما یبعث به من الشبهات۔

(کنز العمال جلد ۷ نمبر ۲۰۵۷) یعنی جو شخص دجال کے متعلق سنے تو وہ اس سے الگ رہے۔ خدا کی قسم ایک شخص اس کے پاس آئے گا اور وہ گمان کرتا ہوگا کہ وہ مومن ہے پھر وہ اس کا پیرو ہو جائے گا ان شبہات کی وجہ سے جو وہ اس کے دل میں ڈالے گا۔

سادساً۔ ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجه وان یخرج ولست فیکم فامرء حجیج نفسه

(کنز العمال جلد ۷ نمبر ۲۰۷۶)

یعنی اگر وہ نکلے اور میں تمہارے درمیان ہوں تو میں اسے بحث کر کے مغلوب کر لوں گا اور اگر وہ نکلے اور میں تمہارے درمیان نہ ہوں تو ہر شخص اپنی ذات سے اس سے بحث کرے۔

مندرجہ بالا احکامات سے دو امور بالبداہت ظاہر ہیں:۔

اوّلاً۔ دجال سے اشتراک نہ کرو۔

. . . .

. . . .

ثانیاً۔ اس کے علم کو شکست دو اور دعا کرو کہ اللہ میاں تمہیں اس کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔

یہیں احادیث میں سورہ کہف کی آیات کا ذکر بھی آتا ہے جن میں دو انذار کا تذکرہ ہے پہلے عمومی تنذیر کا اور پھر خصوصی تنذیر کا عمومی میں لینذر باسا شدیدا من لدنه اور خصوصی میں وینذر الذین قالوا اتخذ الله ولدا آیات آتی ہیں۔ پھر اسی دجال کے لئے ان آیات کا پڑھنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ مغربی تہذیب سے پیدا کردہ فتن کے خلاف انذار کیا جائے۔ اسی لئے احمدیت کے نزدیک فساد کے خلاف جہاد کا حکم ہے جب ہم دجال کو دیکھ چکے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فرستادہ نبی کریم صلعم کے موعود مسیح کی اطاعت بھی بحکم نبوی تسلیم کر چکے ہیں تو پھر اس دجال کے خلاف ہمیں وہ تمام حربے استعمال کرنے کا حق ہے جس کے استعمال کا حق خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دیتا ہے اب چاہیئے ان کا استعمال کسی کو ناگوار گذرے یا طبیعتیں اس سے انقباض محسوس کریں ہم جسے حق سمجھتے ہیں اس کے اقرار سے کیسے رُک سکتے ہیں۔

ہماری دعوت دجال کے خلاف جہاد کی دعوت ہے اور وہ جہاد وہی ہے جسے ہم اوپر چھٹی حدیث میں بیان کر آئے ہیں۔ لیکن یہ جہاد فرداً فرداً اوّل ممکن ہے دوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی ہے ہم اسی لئے مجبور ہیں کہ دجال کے خلاف علم جہاد بلند کرتے ہوئے اس بات پر بھی زور دیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے تحت ایک طائفہ واحدہ بن کر مسیح موعود کی زیر قیادت جہاد کریں۔ وہ لوگ جو ہمیں فرقہ بندی یا امت سازی کے نام دیتے ہیں وہ ہمیں نہیں بلکہ اسلام کے طریق جماعت سازی یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی توہین کرتے ہیں۔ علی الاعلان تو وہ اسلام اور محمد رسول اللہ کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس کے لئے مترادف الفاظ تلاش کر لیتے ہیں۔ اب اگر اس جہاد کو جماعت بنا کر نہیں لڑیں گے تو کوئی دوسرا طریق ہمیں بتلایئے جس سے جہاد کو تم کیا جائے۔ پھر اس ستم کو ملاحظہ فرمایئے کہ خود ایک الزام تراشا جاتا ہے اور وہ ہم پر چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ ہم کسی کو یہودی نہیں کہتے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کہہ دیا کہ امت حقیقت اسلام سے عاری ہو جائے گی اور بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلے گی اور یہودیوں سے کامل مشابہت پیدا کرے گی تو پھر اس میں ہمیں کیوں ملزم گردانا جاتا ہے۔ احمدیت نے یہ کبھی نہیں کہا کہ مسلمان اس لئے یہود بن گئے کہ انہوں نے مسیح محمدی کا انکار کیا لیکن اس کے مقابل دوسری دعوتوں میں سے اکثر نے محض اپنی دعوت کے استراد کی وجہ سے مسلمانوں کو یہود کہہ دیا یہاں ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک تحریر پیش کرتے ہیں کہ کیا یہی وہ مفہوم نہیں جسے علماء اسلام اور خصوصاً ابوالکلام آزاد اور مولانا مودودی بیان کر چکے ہیں؛۔

"جیسے حضرت موسٰے کی شریعت

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۲)

سوویٹ باشندوں کی شخصی ملکیت

از۔ ایس۔ ایم۔ داگنسکی۔ ایس۔ روزنبلت

(ذیل میں ہم ایک مضمون اشتراکیت کے حامیوں کے اپنے قلم سے صادر شدہ شائع کر رہے ہیں ہم ہرگز اس طرز فکر کے حامی نہیں جس سے دوسرے کے نظریات کو مسخ کر کے اپنے مطالب پہنا دیئے جائیں اور پھر اُن پر تنقید کر کے انہیں گردن زدنی قرار دیا جائے۔ اسلامی طرز فکر کا یہ کمال ہے کہ وہ دشمنوں سے بھی عدل و انصاف کا حق چھینتا نہیں بلکہ خالص انسانیت کے تقاضوں پر اشتراکی دعوت کو جانچنا چاہیئے اور جہاں جہاں وہ انسانوں کو غلامی، بے بسی اور مقید ضمیر بخشتی ہے وہاں سختی سے اس کی مخالفت کرنی چاہیئے لیکن ہماری اس مخالفت میں خدا خوفی اور عدل و انصاف پوری شدت سے قائم رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ ہمارا مقصد انسانوں کو ایک خدا کے سائے تلے ایک عالمگیر برادری میں اکٹھا کرنا ہے جہاں انسانی محبت اور ہمدردی اُن کے تعلقات کی بنیاد ہو۔ اسی لئے تمام ایسے نظریات جو انسانوں کے لئے سود مند ہونے کے مدعی ہیں ہم سے اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم انہیں انسانی اساس پر ہی جانچیں اور ان کے بُرے یا بھلے پہلو عیاں کر دیں ——— ادارہ)

اشتراکیت کے دشمن اکثر سوویٹ یونین کے متعلق یہ بے پر کی اڑایا کرتے ہیں۔ مثلاً یہی کہ اشتراکیت تمام شخصی ملکیت کو بحیثیت مجموعی ختم کر دیتی ہے اب جبکہ زندگی کی ٹھوس حقیقتیں ثابت کر چکی ہے کہ شخصی اور پبلک مفادات کو ہم آہنگ کرنے کا اصول درست ہے اور سوویت یونین میں اسی وجہ سے مزدور اور پنچایتی کاشتکار خوش حال ہو گئے ہیں تو وہ اس کے بالکل برعکس دعوے کرتے ہیں یعنی یہ کہ سوویت یونین میں نہ صرف شخصی ملکیت برقرار ہے بلکہ وہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو لکھ پتی ہیں۔

یہ درست ہے کہ سوویت یونین میں ذرائع و وسائل پیداوار کی شخصی ملکیت اور انسان کا انسان کے ہاتھوں استحصال کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

لیکن شخصی ملکیت یعنی وہ املاک جو شخصی محنت سے حاصل کی گئی ہیں اور جو شخصی ضروریات پوری کرتی ہیں باقی ہیں بلکہ سوویت یونین کا دستور ان کی حفاظت بھی کرتا ہے۔

سوویت یونین کے دستور کی دفعہ ۱۰ میں درج ہے۔

"کام کر کے حاصل شدہ آمدنی اور پس انداز کی ہوئی رقوم پر رہائشی مکانات اور گھریلو ضروریات کی چیزوں پر، گھریلو معیشت اور ضرورت کی اشیاء پر، شخصی استعمال اور آسائش کے سامان پر سوویت باشندوں کے شخصی ملکیت کے حقوق اور اس کے علاوہ شہریوں کے شخصی ملکیت کے وارث بننے کے حق کی بذریعہ قانون حفاظت کی جاتی ہے"[1]

سوویٹ یونین میں شخصی ملکیت سرمایہ دار ممالک کی ذاتی ملکیت سے بالکل مختلف قسم کی ہے وہاں ذاتی ملکیت سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد ہے۔ سوویٹ یونین میں اشتراکی ملکیت اشتراکی نظام کی بنیاد ہے۔ سوویٹ ریاست میں اشتراکی املاک کی دو قسمیں ہیں۔ سرکاری املاک اور کوآپریٹو پنچایتی فارم کی املاک پنچایتی فارموں یا انجمنان امداد باہمی کی ملکیت ہوتی ہیں۔

سوویت یونین کے باشندوں کی شخصی املاک کا اشتراکی املاک سے دائمی تعلق ہے۔ اشتراکی نظام معیشت جتنا مضبوط ہوگا سوویت ریاست کی دولت اتنی ہی زیادہ ہوگی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ محنت کش عوام اتنے ہی زیادہ خوش حال ہوں گے۔

سوویت باشندوں کی شخصی جائداد ان کی ایماندارانہ محنت کا ثمرہ ہوتی ہے۔ ہر وہ شخص جو ایمانداری کے ساتھ کام کرنا چاہتا ہے سوویت یونین میں اسے اپنی قابلیتوں اور خداداد استعداد کو بروئے عمل لانے کے تمام امکانات مہیا ہوتے ہیں۔

ریاست ان لوگوں کی ہمت افزائی کرتی ہے جو بچت کی تجاویز پیش کرتے ہیں۔ ایجادیں کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی بھی ہمت افزائی کی جاتی ہے جو صنعت، زراعت، سائنس، انجنیئرنگ، ادب اور فنون کے کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں۔ اگر ان کے کارہائے نمایاں کی بین الملکی اہمیت ہوتی ہے تو ایسے لوگوں کو اسٹالن پرائز دیئے جاتے ہیں اور انہیں ۵۰ ہزار، ایک لاکھ اور یہاں تک کہ دو لاکھ روبل بھی انعام میں ملتے ہیں[3]

سوویٹ یونین میں مزدوری باعث افتخار ہے اور اسی کے ساتھ مزدوری کی اجرت بہت زیادہ ہے کیونکہ وہاں لوگ لوٹ کھسوٹ کرنے والے نہیں ہیں جو کسی دوسرے کی محنت سے منافع کماتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ سوویٹ یونین کے ہر باشندے کی خوش حالی کا انحصار کام کی جانب اس کے اپنے رویّہ پر ہے۔ کوئی جتنا زیادہ کام کرتا ہے اتنی ہی زیادہ اسے اجرت ملتی ہے[2]

سوویٹ یونین میں اشتراکی معیشت کی ترقی اور کامیابیوں کے ساتھ ہی ساتھ باشندوں کی خوشحالی میں اضافہ ہوتا ہے ان کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے۔

۱۹۴۹ء میں ایک مختصر سی مدت کے دوران میں جارجیہ کی سوویت جمہوریہ کے مزدوروں، پنچایتی کاشتکاروں اور دفتر کے ملازمین نے ایک ہزار سے زائد موٹریں خریدیں

بہتیرے مزدور اور پنچایتی کاشتکار اپنے ذاتی کتب خانوں کے لئے کتابیں بہت بڑی تعداد میں خریدتے ہیں۔ سائبیریا میں یاقوت خود مختار جمہوریہ میں جہاں پہلے کوئی کتابوں کا نام تک نہیں جانتا تھا کتابوں کی درجنوں نئی دوکانیں کھل گئی ہیں۔ صرف اسی جمہوریہ کے تین اضلاع میں سال رواں کے دوران میں ۱۵ لاکھ روبل کی کتابیں فروخت ہوئیں۔

سوویت یونین میں بیسیوں لاکھ محنت کش عوام کے پاس اپنے ذاتی مکانات اور موسم گرما کے ریسٹ ہاؤس بنگلے ہیں۔ قانون اجازت دیتا ہے کہ سوویٹ یونین کے باشندے اپنی شخصی ضروریات کے لئے پانچ کمروں تک کا ذاتی مکان تعمیر کریں یا خریدیں۔ طویل مدت کے قرضے دیکر اور عمارتی سامان مہیا کر کے سوویٹ حکومت باشندوں کو اپنے ذاتی مکان تعمیر کرنے میں امداد بہم پہنچاتی ہے۔ خاص طور پر ان علاقوں کے باشندوں کو سرکاری امداد دی جا رہی ہے جنہیں فاشی حملہ آوروں نے تباہ کر ڈالا تھا۔

کچھ سرمایہ دار ممالک میں بھی آپ کو ایسے مزدور یا کسان ملیں گے جن کے پاس "ذاتی" فرنیچر، "ذاتی" موٹر ہوگی لیکن یہ سب کچھ انہوں نے انتہائی پابندی کی شرائط پر قسط وار قیمت ادا کرنے کے معاہدہ پر حاصل کیا ہوا ہوگا۔ قسط وار ادائیگی کئی برسوں تک کرتی رہنی ہوگی لیکن سرمایہ دارانہ نظام کے ماتحت مزدور کی نوکری جاتی رہتی ہے۔ پاکستان کو خشک سالی اور فصل خراب ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ جس لمحہ بھی وہ اگلی قسط ادا نہیں کر پاتے اصلی مالک یعنی سرمایہ دار نمودار ہوتا ہے۔ اپنے قرضدار کو وہ مکان سے نکال باہر

---

[1] سوویٹ دستور میں شخصی استعمال اور آسائش کے سامانوں کی وراثت تسلیم کی گئی ہے۔ کیا یہ وراثت کے لئے ایک استعمالی سرمایہ نہیں یہ درست ہے کہ سرمایہ دارانہ سماج میں سرمائے کو آزادانہ طور پر مختلف تجارتوں میں لگایا جا سکتا ہے جو اشتراکی سماج میں ممکن نہیں لیکن استعمالی اشیاء کا وافر طور پر ایک شخص کی طرف وراثتاً منتقل ہونا اس کی اپنی محنت کا ثمرہ نہیں بلکہ ایک دوسرے کی محنت کا نتیجہ ہے جس پر زندگی اُس کے لئے زیادہ سہل ہو جاتی ہے کیا یہی وجہ فساد سرمایہ دار معاشرہ میں موجود نہیں۔

[2] "کوئی جتنا زیادہ کام کرتا ہے اتنی ہی زیادہ اسے اُجرت ملتی ہے" ——— یہ جملہ دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس قدر کام بڑھتا جاتا ہے مزدوری بڑھتی جاتی ہے یا یہ کہ مزدور جتنا زیادہ کام کرے اتنی ہی مزدوری پاتا ہے۔ ہر حالت میں مزدوری اور مزدور آگے پیچھے بھاگتے ہیں۔ مزدور کو زیادہ وقت لگانے سے ہی مزدوری زیادہ ملتی ہے۔ کیونکہ زر کا پیمانہ یہاں وقت کے پیمانہ میں ہی ڈھلتا ہے۔ کیا یہ ایک طرف سے حق آسائش دے کر دوسری طرف سے چھینا نہیں گیا۔

[3] سوویٹ سماج میں GOSBANK مرکزی بینک ہے جس سے صنعت اور زراعت کو مالی امداد مہیا کی جاتی ہے یہ بینک عوام کی بچتوں کا نگران بھی ہے اور بچتوں کے عوض ایک معینہ شرح پر سود ادا کرتا ہے۔ وہ لوگ جو انعامات کے مستحق سمجھے جاتے ہیں اپنے اس معاوضہ میں سے جو اُن کے استعمال سے یقیناً وافر ہوتا ہے اس بینک میں روپیہ جمع کرا دیتے ہیں کیونکہ روپیہ لگانے کی اور شاخیں بجز امداد باہمی اور پنچایتی فارموں کے کم و بیش موجود نہیں۔ بینک اس روپیہ پر سود ادا کرتا ہے۔ کیا یہ ادائیگی افزائش زر نہیں اور کیا اس سے ایک ایسے آسودہ حال لوگوں کی جماعت پیدا ہونے کے امکانات عیاں نہیں جو دوسروں سے ...

کھڑا کرتا ہے۔ فرنیچر اور موٹر اپنے قبضہ میں کر کے چلتا بنتا ہے۔

سوویٹ یونین میں اس قسم کی کوئی حرکت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ایک سوویٹ باشندے کو عدالت سے منظوری لئے بغیر کوئی اسے مکان سے باہر نہیں نکال سکتا اور عدالت کے فیصلہ کی بنیاد سب سے مقدم محنت کش عوام کے مفادات پر ہوتی ہے[۴] ۔

سوویٹ دستور نہ صرف شخصی ملکیت کے حق کی ضمانت کرتا ہے بلکہ شخصی ملکیت کا وارث بننے کے حق کی بھی۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ مکان، فرنیچر، موٹر کار، سامان خانہ داری اور پس انداز کی ہوئی رقوم قانونی ورثاء کو یعنی بیوی بچوں، بھائیوں، بہنوں وغیرہ کو مل سکتی ہیں[۵] ۔

---

[۴] جہاں تک سرمایہ دارانہ معاشرہ میں بالاقساط قرضہ پر حاصل شدہ اشیاء اور عدالتی چارہ جوئی کا تعلق ہے صورت حال کچھ کچھ صاحب مضمون کے خیالات سے ہم آہنگ ہے۔ لیکن اشتراکی سماج کے متعلق جو انہوں نے لکھا ہے طویل المیعاد قرضے کی ادائیگی میں ڈھیل دی جاتی ہے اور سوویٹ باشندوں کو عدالت سے منظوری حاصل کئے بغیر مکان سے بے دخل نہیں کیا جاتا یہ بہت مبہم صورت حال ہے شاید عدالتیں محنت کش عوام کا ساتھ ہی دیتی ہوں تاہم عدالتوں کی تاسیس کے متعلق جو لینن کے کلمات ملتے ہیں وہ کچھ یوں ہیں:۔

" لینن اور استالین ہمیں تعلیم دیتے ہیں کہ سوویٹ ریاست اور سوویٹ عوام کو عدالتوں کی ضرورت ہے اوّلاً اس لئے کہ سوویٹ حکومت کے دشمنوں کا قلع قمع کیا جائے اور ثانیاً اس لئے کہ نئے سوویٹ سماج کے قیام کے لئے ایسا جائے تاکہ اشتراکی ڈسپلن اور محنت کش عوام کے درمیان مضبوطی سے قائم کیا جا سکے۔

کامریڈ استالین چاہتے ہیں کہ سوویٹ انقلابی قانون کو توڑنے والوں کو جلد سزا مل جانی چاہیئے وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو اور زندگی کے کسی شعبہ سے ہی کیوں نہ متعلق ہو۔

(سوویٹ کا سماجی اور ریاستی نظام صفحہ ۱۴۳)

جن عدالتوں کا منصب العین عدل نہیں بلکہ مخالف آراء کو کچلنا ہے اُن سے عوام دوستی کا یقین کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر سرمایہ دارانہ معاشرہ میں بے دخلی تو مالک اور کرایہ دار یا مقروض کے مابین ہوتی ہے اشتراکی سماج میں یہ بے دخلی حکومت اور کرایہ دار کے باہمی تعلق سے پیدا ہوتی ہے وہاں عدالتیں عوام اور حکومت کے درمیان کیونکر انتیاز ×

۱۹۴۷ء میں کرنسی کی اصلاح، اشیائے خوردنی اور مصنوعات کی قیمتوں میں کمی اور اُجرتوں میں اضافہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۴۸ء میں فیکٹری اور دفتر کے مزدوروں کی اصل اجرتیں ۱۹۴۷ء کی بہ نسبت دوگنی سے زیادہ ہو گئیں۔

صرف ۱۹۴۸ء ہی میں سوویٹ یونین کی پوری آبادی نے کرنسی کی اصلاح کے ساتھ ہی ساتھ قیمتوں میں کمی سے مجموعی طور پر ۸۶ ارب روبل کی بچت کی۔ یکم مارچ ۱۹۴۹ء کو قیمتوں میں جو دوبارہ کمی کا اعلان ہوا تھا اس سے ۱۹۴۹ء کے اختتام تک عوام کو مجموعی طور پر ۷۱ ارب روبل کی بچت ہو گی جس کے معنی یہ ہوئے کہ سوویٹ یونین میں محنت کش عوام کی قوت خرید میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور نتیجہ کے طور پر وہ سال بہ سال زیادہ خوشحال ہوتے جاتے ہیں۔

پنچایتی کاشتکاروں کی روز افزوں خوشحالی کا اندازہ مندرجہ ذیل مثال سے لگایا جا سکتا ہے:۔

۱۹۴۸ء میں ازبکستان کے سمرقند علاقہ میں واقعہ کاگانووچ پنچایتی فارم کی آمدنی ۷۵ لاکھ روبل تھی۔ پنچایتی فارم کے ہر گھرانے کو اوسطاً ۱۵ ہزار روبل نقد ملے اس کے علاوہ ایک ٹن اناج ۵۰۰ کلوگرام سے زیادہ ترکاریاں، ۲ ہزار کلوگرام انگور اور دیگر اشیاء ملیں۔ سوویٹ یونین میں ایسے پنچایتی فارموں کی بہت بڑی تعداد ہے اور سال در سال ان کی آمدنی میں اضافہ ہو رہا ہے۔

ملک کی دولت کے اضافہ کے ساتھ ساتھ ہر فرد کی خوشحالی میں مسلسل ترقی تاریخ میں پہلی بار سوویٹ یونین میں ہی ایک مسلمہ حقیقت بنائی جا سکی۔

سوویٹ یونین میں شخصی املاک کے مالکوں کے مفادات کو نقصان پہنچانے کے لئے

× کرتی ہیں اور محنت کش عوام کے علاوہ فریق ثانی کو کیا مقام دیتی ہیں۔ اور وہ کن مفادات کو محنت کش عوام کے مفاد اور کن مفادات کو حکومت کے مفاد سمجھتی ہے جبکہ بے دخل کرنے والی طاقت خود سرکار ہے اور عدلیہ کا دستگیر یہ مقصد کہ "عوام کو عدالتوں کی ضرورت اس لئے ہے کہ سوویٹ حکومت کے دشمنوں کا قلع قمع کیا جائے"

[۵] کیا یہ پس انداز کی ہوئی رقوم سرمایہ نہیں جو وراثت میں ایک کام کرنے والے سے دوسرے کی طرف بغیر کام کئے منتقل ہو جاتی ہیں۔

استعمال نہیں کی جا سکتی۔ بغیر مزدوری کئے آمدنی حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنائی جا سکتی کسی اور شخص کی محنت سے استفادہ حاصل کرنے کے لئے استعمال نہیں کی جا سکتی۔ اس کا مقصد محض باشندوں کی شخصی ضروریات پوری کرنا ہے۔ سوویٹ یونین میں محنت کش عوام کے لئے شخصی املاک زندگی کا آرام و آسائش مہیا کرتی ہیں۔

سرمایہ دار ممالک میں حالات بالکل مختلف ہیں۔ وہاں فیکٹریوں اور ملوں، معدنی کانوں اور بینکوں کے مالکان کے منافعے بڑھتے ہیں اور مزدوروں کا معیار زندگی مسلسل گرتا رہتا ہے پچھلے دو برسوں کے دوران میں برطانیہ کے مزدوروں نے پیداوار بڑھائی، کارخانہ داروں کے منافعے ۲۴ فیصدی زیادہ ہو گئے لیکن مزدوروں کی مالی حالت خراب ہو گئی۔ ان کی اصلی اجرتیں کم ہو گئیں۔ سرکاری اعداد و شمار کے بموجب ۱۹۴۹ء کے شروع میں برطانوی مزدوروں کی اصلی اجرتیں جنگ سے پہلے کے معیار کی بہ نسبت ۲۸ فیصدی کم تھیں۔

سوویٹ حکومت باشندوں کی مالی حالت بہتر کرنے اور ان کی تمام تہذیبی اور دیگر ضروریات پوری کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتی رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ حکومت عوام کی محنتوں کے ثمر کی حفاظت میں یہ دیکھتے ہیں کہ ان کی گاڑھی کمائی پر مفت خوروں کا قابض نہ ہو جائیں جو دوسروں کی محنت پر گذر اوقات کرنے میں پوری دلچسپی لیتے ہیں۔

سوویٹ قوانین باشندوں کی شخصی املاک کی ہر طرح حفاظت کرتے ہیں اور جو اس پر دست درازی کرنے کی کوشش کریں انہیں سخت ترین سزا کا مستوجب قرار دیتے ہیں۔

صرف اشتراکی حکومت ہی محنت کش عوام کی شخصی املاک کی حقیقی معنوں میں حفاظت کی ضمانت کر سکتی ہے اور تمام محنت کش عوام کی خوشحالی میں اضافہ کے ساتھ شخصی املاک کے اضافہ میں ممد ثابت ہو سکتی ہے۔

جماعت اسلامی اور ہم

بقیہ صفحہ ۶

کے آخری زمانہ میں ایک نبی جس کا نام عیسٰی تھا ایسے وقت میں آیا کہ جب یہودیوں کی اخلاقی حالت بکلی بگڑ گئی تھی اور حقیقی تقوےٰ اور دیانت اور قومی ہمدردی اور اتفاق اور سچی خدا ترسی سے وہ بکلی دُور جا پڑے تھے اور ان کے علم اور فکر صرف ظاہری لفاظی اور الفاظ پرستی تک محدود ہو گیا تھا۔ اور نیز اپنی دنیوی حالت میں کمزور اور ذلیل ہو گئے تھے ایسا ہی اس نبی کے ہمرنگ اور اس زمانہ کے مشابہ ایک محدث اس امت میں بھی ایسے وقت میں پیدا ہونا ضروری ہے کہ جب یہ امت اسی طور پر بگڑ جائیگی جیسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے وقت میں یہودی بگڑ گئے تھے . . . . . .

سو وہ یہی زمانہ ہے . . . .

حضرت موسیٰ کی امت چودھویں صدی پر آ کر ایسی بگڑی تھی کہ تقوےٰ اور دیانت بالکل جاتی رہی تھی اور علماء یہود ناحق کے اختلافات اور نفسانی جھگڑوں میں مصروف تھے اور ان میں بہت کچھ فسق و فجور پھیل گیا تھا اور ان کی دنیوی حالت میں بھی ابتری پیدا ہو گئی تھی۔ ایسا ہی اس زمانہ میں اس امت کا حال ہے اور جو واقعات آنکھوں کے سامنے ہیں وہ صاف شہادت دے رہے ہیں کہ درحقیقت اس امت کے علماء . . اس زمانہ کے یہودیوں کے مشابہ ہو گئے ہیں کہ دیانت اور تقویٰ اور روحانیت اور حقیقت شناسی ان میں باقی نہیں رہی بلکہ دنیوی ادبار بھی ویسا شامل حال ہو گیا ہے کہ جیسا اس زمانہ میں تھا اور جیسا کہ اس وقت یہودی ریاستوں کو رومی ملوک نے تباہ کر دیا تھا اور ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ کا مصداق ہو گئے تھے . . . . ویسا ہی یہ قوم مسلمان بھی اکثر اور اغلب طور پر ادبار کی حالت میں گری ہوئی نظر آتی ہے"

(شہادت القرآن صفحہ ۸)

کیا اس مفہوم کی تحریرات مولانا مودودی کے ہاں نہیں ملتیں؟

(باقی دارد)

مسلمانوں میں جاہلیت کے اثرات

عہدِ بغداد کے تاریک گوشے

وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا

(اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ اچھے صنعتکار ہیں)

اسلام کے عالمگیر پیغام حریت کو ملائیت اور الحاد نے جو زک پہنچائی ہے اس کا جواب ممکن نہیں۔ جب خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں یونانی افکار سے مسلمان متعارف ہوئے تو انہوں نے ان افکار کو بلند تر سمجھ لیا اور اسلامی افکار کو توڑ مروڑ کر اپنے ڈھب پر لانے کی کوشش کی۔ یہ کیفیت آج مغرب زدہ مسلمانوں کی ہے یہی عباسی دور میں ہو گئی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے تمام بود و باش اسی طرز پر بدل لی۔ ان کی عملی زندگی میں جاہلیت کے تمام تفاخر داخل ہو گئے، شعر، رقص، شراب اور بدکاری ان کے لئے مقام حسن و فخر ہو گئے۔ اس گھناؤنی زندگی کا انجام بغداد کی اس ہولناک تباہی پر منتج ہوا جب اکثر اولیائے کرام کی تضرع و زاری کے باوجود خداوند تعالیٰ نے یہ کہکر عذاب نازل کر دیا کہ "یا ایہا الکفار اقتلوا الفجار" چنگیز خاں کی ذریت نے راگ و رنگ کی یہ محفلیں اجاڑ دیں ——— آج بدقسمتی سے ہمارے اس ملک میں ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جو خلفائے عباسیہ کو مشعل راہ بنا کر راگ اور رنگ کی محفلوں کو جائز اور عین اسلامی قرار دلانا چاہتا ہے۔ ایسے خدا تعالیٰ نے باندھے ہوئے عہد کو توڑنے کے لئے شیخ اعوجہ میں اس سے بہتر مثال نہیں مل سکی اور وہ اسے بھی اپنی مجالس میں "اسلام کا عہد زریں" بنا کر پیش کرتا ہے۔ ذیل کا مضمون ان تاریک گوشوں کی نقاب کشائی ہے جن میں عورت کنیز بن کر فروخت ہوتی تھی اور لوگ اسے بھیڑ بکری بنا کر خرید تے تھے چونکہ ہمارے ملک میں محافل عیش کی قیادت بھی بدقسمتی سے خواتین ہی کے ہاتھ میں ہے اس لئے بھی ان واقعات سے عبرت پکڑنی لازم ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں خلفائے عباسیہ والے ہولناک عذاب سے محفوظ رکھے۔ (ادارہ)

ایک انسان کا دوسرے انسان کو غلام بنا کر رکھنا تاریخ اسلامی کی نہایت قدیم یادگار ہے اور اس کی ابتداء کا سراغ اس وقت چلتا ہے جب دو افراد انسانی میں سے ایک نے اپنے کو قوی اور دوسرے نے ضعیف محسوس کرنا شروع کیا غلامی نام ہے صرف قوت کے اعتراف کا اور قوت کا محبوب ترین مشغلہ یہی ہے کہ وہ مغلوب و کمزور پر حکومت کرے۔ اس کو ستائے اور خدمت و چاکری کی صورت میں برابر اس سے اپنی قوت کا اعتراف کراتا رہے۔

اس لئے دنیا میں غلامی کی ابتداء اسی وقت سے ہوئی جب اول اول انسان میں قبائلی زندگی کا آغاز ہوا اور سرداران قبیلہ نے جنگ و مقابلہ کے بعد فتح و نصرت کا خراج انسانی خدمت کو قرار دے لیا پھر چونکہ تمدن کی ترقی کے ساتھ حرب و جنگ بھی ترقی کرتی رہی اس لئے دنیا میں اسی نسبت سے غلامی کا رواج بھی وسیع ہوتا گیا۔ اول اول اسیران جنگ کو غلام نہیں بناتے تھے بلکہ قتل کر ڈالتے تھے البتہ عورتیں محفوظ رکھی جاتی تھیں۔ اور ان سے ہر طرح کی خدمت لی جاتی تھی۔ بعد کو یہ رواج اس قدر وسیع ہوا۔ کہ زمانہ امن و صلح میں بھی لوگ غلام بنائے جانے لگے اور دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں تھا جہاں یہ رسم قائم نہ ہوئی چنانچہ قدیم مصریوں، اہل شعودیہ، ہندوؤں چینیوں، یہودیوں، یونانیوں، رومیوں وغیرہ تمام اقوام مشرق و مغرب نے مستقل بازار بردہ فروشی کے قائم کر لئے۔ جہاں دوسری اجناس کی طرح انسان کی خرید و فروخت بھی ہوتی تھی۔

اہل عرب جاہلیت میں اسیران جنگ کو بھی غلام بناتے تھے۔ اور ان کو حبشیوں وغیرہ کی قوموں سے خریدتے تھے چنانچہ غلاموں کے تاجر حبش وغیرہ کی طرف سے لونڈی غلاموں کی ایک جماعت ہر موسم میں عرب لے جاتے تھے۔ اور وہاں کے بازاروں میں فروخت کرتے تھے۔

قریش اس باب میں زیادہ مشہور تھے اور غلاموں کی تجارت وہ اسی طرح کرتے تھے۔ جیسے دوسری چیزوں کی۔ چنانچہ اس قبیلہ کا سردار عبداللہ بن جدعان عہد جاہلیت میں نہایت مشہور تاجر غلاموں کے مانے جاتے تھے (المسعودی صفحہ ۲۸۲ جلد نمبرا)

وہاں غلام بطور ہدیہ کے بھی دیئے جاتے تھے۔ اور دوسری ملکیت کی طرح وراثت میں بھی منتقل ہوتے تھے جب کوئی شخص غلام خریدتا تھا تو اس کی گردن میں جانور کی طرح رسی ڈال کر گھر کو لے جاتا تھا۔

(المعارف ابن قتیبہ ص ۱۱۲)

قمار بازی کے سلسلہ میں بھی بعض لوگ غلام بنائے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک بار ابولہب اور عاصی بن ہشام نے بھی آپس میں جوا کھیلا اور یہ شرط قرار پائی کہ جو ہارے گا وہ دوسرے کا غلام ہو جائے گا۔ چنانچہ ابولہب جیتا اور اس نے عاصی بن ہشام کو غلام بنا کر اونٹ چرانے کی خدمت اس سے لی۔

(الاغانی ص ۱۰۰ ج ۱)

جب اسلام کا آغاز ہوا تو بردہ فروشی کا عرب میں انتہائی مروج تھا۔ اور دنیا کی تمام دوسری قوموں کی طرح یہ بھی پوری طرح اس لعنت میں مبتلا تھے۔ ظاہر ہے کہ کسی قوم کا رسم و رواج جو صدیوں سے چلا آرہا ہو۔ وفعتہً نہیں مٹایا جا سکتا۔ بلکہ آہستہ آہستہ اس میں اصلاح ہوتی ہے اس لئے اسلام فوراً اسکو بند تو نہ کر سکتا تھا لیکن اس نے بعض اصول و قوانین ایسے پیش کئے جن پر عمل کرنے سے اس مذموم رواج کا کم ہو جانا اور غلاموں کی حالت میں اصلاح کا رونما ہونا لازم تھا۔ چنانچہ بردہ فروشی کے دائرہ کو تنگ کرنے کے لئے اسلام نے صرف انہیں لوگوں کو غلام بنانے کی اجازت دی جو اسیران جنگ کی حیثیت سے ہاتھ آئیں اور جو نہ مسلمان ہوں اور نہ جزیہ ادا کریں۔ ہر چند یہ صورت بردہ فروشی کی وسعت کو کم کرنے والی تھی۔ لیکن پھر بھی مسلمانوں کی فتوحات کے ساتھ اسکو وسیع ہونا تھا اور ہوئی چنانچہ بعض جگہوں میں ایک ایک سپاہی کو سو سو غلام اور سو سو کنیزیں تقسیم ہوئیں، اور امراء و سرداران کو ہزار ہزار ۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ اور واقدارک کے بعد ذمی ہدیہ کے عوض غلام ہی کو پیش کرتے تھے۔

اسلام نے ایک طرف غلامی کا دائرہ تنگ کرنے کے لئے کوشش کی تو دوسری طرف ان کی تعلیم و تہذیب کی ہدایت کر کے سوسائٹی میں ان کے مرتبہ کو بلند کرنا چاہا۔ چنانچہ رسول اللہ کا ارشاد ہے:۔

" من کانت لها جاریة
فعلمها واحسن الیها
وتزوجها وکان له
اجران
اجر بالزواج والتعلیم
واجر بالعتق "

یعنی اگر کوئی شخص اپنی کنیز کو تعلیم دیگا اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا۔ اور شادی کرے گا تو اس کے لئے دو اجر ہیں۔ ایک اجر نکاح و تعلیم کے عوض میں دوسرا آزاد کرنے کے صلہ میں۔

چنانچہ اسی تعلیم کا اثر تھا کہ غلاموں کو بلاد اسلامیہ میں وہی حقوق حاصل تھے جن سے آزاد لوگ متمتع ہوتے تھے۔ اور معاملات میں اتنی رعایت ملحوظ تھی۔ کہ ایک غلام کو بہ نسبت آزاد کے نصف سزا ملتی تھی۔

لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنے اور ان کو آزاد کر دینے کی ہدایت کر دینا اسلام کی بڑی زبردست حکمت تھی اور عربوں کے معاملات واختلاط طبیعت کو دیکھتے ہوئے اس سے بہتر طریقہ اس رسم قبیح کے انسداد کا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ تاریخ اسلام میں کثرت سے ایسے واقعات ملیں گے کہ لونڈیوں سے نکاح کرنے کے بعد ان کی اولاد نے سوسائٹی میں کتنا عظیم مرتبہ حاصل کیا۔ اور لوگوں نے کس قدر کثرت کے ساتھ غلاموں کو آزاد کیا جہاں تک اسلام کی تعلیم کا تعلق ہے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے اس رسم کے دور کرنے کی پوری کوشش نہیں کی۔ البتہ مسلمانوں نے اس ہدایت کی غایت کو نظر انداز کر دیا۔ اور بردہ فروشی کا سلسلہ امارت و سیاست کی اور بہت سی ناجائز خواہشات کی طرح بدستور قائم رہا۔ تاہم اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ باوجود اس قسم کے قیام کے اس کی نوعیت بہت کچھ بدل گئی۔ اور کنیز جو عہد اسلام سے قبل ایک جنس ناکارہ سمجھی جاتی تھی۔ اس کی ذہنی، رومانی و معاشرتی حالت میں بہت ترقی ہوئی۔

گزشتہ بیان سے معلوم ہوا ہوگا، کہ عربوں میں بعد آغاز اسلام کنیزوں کی کثرت کا سبب فتوحات کی وسعت تھی کہ باوجود ہزاروں کی تعداد میں آزاد کر دینے کے پھر ایک کثیر تعداد ان کے پاس رہتی تھی۔ جب امارت و حکومت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے تمدن و معاشرت، عمران و تہذیب، جاہ و حشمت، شوکت و جلال میں ترقی ہوئی تو امراء خدام کے حضور میں کنیزوں کے پیش کئے جانے کا دستور قائم ہوا۔ گویا کہ وہ بھی زر و جواہر کی طرح ایک چیز ہدیہ کے قابل سمجھی جاتی تھی۔ اگر معلوم ہوتا کہ کسی امیر کو صناعت کی طرف توجہ ہے تو اس کے سامنے صناع کنیز پیش کی جاتی تھی۔ اور اگر جمال و غنا کی طرف خلیفہ مائل ہوتا تھا تو انہی خصوصیات کی حامل کنیز ڈھونڈی جاتی۔

رفتہ رفتہ یہ دستور بہت وسیع ہوتا گیا ہو گیا اور عہد بنی عباس میں تو اس کے جا بجا پہلو کھل کر رہ گئے کنیزوں کے ساتھ جب خلفاء عقد نکاح کر لیتے تھے تو انہیں آزاد

ہو جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ متوکل کے پاس ۴۰۰۰ کنیزیں تھیں۔

(المسعودی ص ۲۷۹ ج ۲)

اور ہارون الرشید کے پاس ۲۰۰۰ جن میں سے ۳۰۰، ارباب نشاط میں شامل تھیں۔ اور گانے بجانے میں ماہر تھیں۔

(الاغانی ص ۸۸ ج ۲)

محض زینت و آرائش اور نمائش حسن و جمال کے لئے بھی کنیزوں کو رکھا جاتا تھا چنانچہ زبیدہ اور ام جعفر برمکی کے پاس ہزاروں کنیزیں اس لئے تھیں۔ کہ ان کی آن کی شان و شوکت کا اظہار ہو۔

جب فتوحات کا سلسلہ محدود ہو گیا۔ اور لڑائیاں بند ہو گئیں تو کنیزوں کی فراہمی بھی کم ہونے لگی۔ لیکن لوگ ان کے رکھنے کے عادی ہو چکے تھے۔ اس لئے ایک جماعت بردہ فروشوں کی پیدا ہو گئی جو بلاد ترک صقالیہ ہمدان آرمینیا روم اور افریقہ وغیرہ سے نوجوان لڑکیاں کسی نہ کسی طرح لاتے تھے اور یہاں فروخت کرتے تھے۔

اس تجارت کے لئے یہاں بڑے بڑے بازار قائم تھے جہاں کنیزوں کی خرید فروخت نہایت کثرت سے ہوتی تھی۔ بغداد کا بازار اس باب میں خاص اہمیت رکھتا تھا یہ بہت کھلے ہوئے میدان میں تھا اور اس کا نام "سوق الرقیق" یا "سوق النخاسین" تھا اس میں متعدد مکان، دکانیں اور احاطے تھے۔ جہاں مختلف ملکوں کی کنیزیں، عمر، رنگ زبان ولباس اور تہذیب وعلم کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ رکھی جاتی تھیں۔ یوں تو گویا سرکیشیا روم۔ جارجیا۔ صقلیہ۔ ایران۔ آرمینیا اور حبش وغیرہ تمام اطراف ملک کی کنیزیں آتی تھیں لیکن سب سے قیمتی وہ کنیزیں ہوتی تھیں جو مدینہ۔ طائف۔ بصرہ۔ کوفہ۔ بغداد مصر سے حاصل کی جاتی تھیں کیونکہ یہ نہایت شیریں کلام اور حاضر جواب ہوتی تھیں۔

اس بازار کا ایک حصہ ان کنیزوں کے لئے وقف ہوتا تھا جو بالکل تازہ وارد ہوتی تھیں اور غیر تربیت یافتہ حالت میں فروخت کر دی جاتی تھیں۔ یہ بالکل عریاں حالت میں لائی جاتی تھیں۔ اس حال میں انکے بال کھلے ہوئے ہوتے تھے اور زینت و آرائش کا کہیں نام نہ ہوتا تھا۔ اس سے یہ مقصود تھا۔ کہ ان کا طبعی حسن جو صنعت و آرائش سے علیحدہ ہے ہر شخص کو معلوم ہو سکے۔ بڑے بڑے تاجر ان کی شکل و صورت، رعنائی و دلکشی کا اندازہ کر کے مختلف داموں میں خرید لیتے تھے اور پھر ان کے فطری ذوق کے لحاظ سے ان کو بہت گراں قیمت پر فروخت کرتے تھے چنانچہ اس دور کی بہت مشہور ماہر موسیقی صاحب علم و فضل اور سیاستدان عورتیں ان ہی کنیزوں سے تعلق رکھتی تھیں۔

اول اول جب یہ بازار میں آتی تھیں تو ان کی دہشت و خشونت کا وہی عالم ہوتا تھا جو ایک نوگرفتار ہرنی کے اضطراب کا۔ لیکن جب تعلیم و تربیت کے بعد مکلف لباس سے آراستہ اور فن دلربائی کی گھاتوں سے واقف ہو کر ہاتھ میں رباب۔ زبان پر نغمہ شیریں نگاہوں میں دلربانہ افسون اور جسم میں حرکات رقصیہ کا لوچ لئے ہوئے نکلتیں تو طبقہ امراء میں تہلکہ مچ جاتا۔ اور وہی کنیز جو چند درہموں میں خریدی گئی تھی لاکھوں میں فروخت ہوتی۔

اگر بردہ فروشی کی کراہت سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ اہل عرب کنیزوں کے ساتھ جو سلوک کرتے تھے وہ ان کے قوائے ذہنیہ کو تباہ کرنے والا نہ تھا۔ اس سلسلہ میں جس قدر وحشی و ناتراشیدہ عورتیں زیور علم و فضل سے آراستہ کی گئیں ان کا شمار مشکل ہے اور ان ہی کنیزوں میں جیسی جیسی صاحب علم و فضل عورتیں ہوئیں اور جن کے بطن سے جیسے جیسے خلفاء عظام اور علمائے کرام پیدا ہوئے۔ ان کے حالات سے تاریخ عرب کے صفحات مالا مال ہیں۔

ان بازاروں میں کنیزیں علی العموم نیلام کی صورت سے فروخت کی جاتیں تھیں یعنی جب کنیزوں کے خریدار خواہ وہ امراء ہوں یا تجار جمع ہو جاتے۔ اور بازار مختلف ممالک کی کنیزوں سے بھر جاتا۔ تو کنیزیں فروخت کرنے والے کھڑے ہو جاتے اور نہایت بلند آواز سے اپنی کنیزوں کی تعریف ان الفاظ میں کرتے:۔

"یا تجار، یا ارباب الاموال
ما کل من درجورة مستطیلة
موزة ولا کل حمراء لحمة،
ولا کل بیضاء شحمة، ولا
کل صهبا خمرة ولا سمراء
تمرة یا تجار هذه الدرة
الیتیمة اللتی لا تفی الاموال
لها بقیمته بکم تضحون باب
الثمن؟"

اے تاجرو۔ اے دولتمندو۔ نہ ہر گول چیز اخروٹ ہوتی ہے، نہ ہر مستطیل چیز کیلا۔ ہر وہ چیز جو سرخ ہے وہ گوشت نہیں کہلاتی اور نہ ہر سپید چیز چربی۔ اسی طرح نہ ہر صہبا شراب اور نہ ہر زرد چیز جوہر۔ اے تاجرو یہ ایک بے بہا موتی ہے کہ زر خطیر بھی اس کی قیمت نہیں ہو سکتا۔ پھر بتاؤ کہ تم کیا قیمت لگاتے ہو۔

اس آواز پر لوگ چاروں طرف سے گھیر لیتے اور بولی شروع ہو جاتی۔ کوئی چار ہزار دینار کہتا تو کوئی پانچ ہزار کسی طرف سے چھ ہزار کی آواز آتی اور کہیں سے آٹھ ہزار۔ الغرض آخر میں سب سے زیادہ قیمت لگانے والا وہ دُرِّ بے بہا پا جاتا اور اپنے گھر لے جاتا۔

یہ بھی قاعدہ تھا۔ کہ قدیم اہل رومہ کی طرح غلاموں اور کنیزوں کو کسی بلند جگہ پر کھڑا کر دیتے اور لوگ آ آ کر انہیں دیکھتے اور ہاتھوں سے چھوتے تھے تاکہ غلاموں اور کنیزوں کے عیوب کو بالکل عریاں حالت میں دیکھ سکیں۔

اہل عرب نے مختلف ممالک کی کنیزوں کی علیحدہ علیحدہ خصوصیات متعین کر کے اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر نجابت کی جستجو ہے تو فارس کی لونڈیاں لی جائیں۔ اگر خدمت مقصود ہے تو روم کی کنیزیں تلاش کی جائیں اسی طرح کھانے پکانے کے لئے حبش کی کنیزیں تلاش کی جائیں اور بچوں کی تربیت و رضاعت کے لئے آرمینیا کی لونڈیاں مخصوص سمجھی جاتی تھیں حسن ظاہری کے لحاظ سے چہرہ ترکی کا جسم روم کا آنکھیں حجاز کی اور کمر یمن کی پسند کرتے تھے۔

حال ہی کی بات ہے کہ بردہ فروشی کے انسداد سے قبل آستانہ، دمشق، قاہرہ وغیرہ کے بازاروں میں سرکیشیا کی کنیزیں عام طور پر بالکل عریاں حالت میں فروخت کی جاتی تھیں۔ بعد کو جب ایک بین الاقوامی قانون اس تجارت کے خلاف ہر جگہ نافذ ہو گیا تو لوگوں نے خفیہ طور پر اپنے گھروں میں اس تجارت کو جاری رکھا۔

قدیم زمانہ میں بھی کوئی قوم بردہ فروشوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتی تھی۔ لیکن اسلام نے جس قدر اس پیشہ کی حقارت کی ہے شاید کسی نے نہیں کی۔ رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ:۔

"التجارة فی الرقیق همحقة"
(یعنی بردہ فروشی قوم کو تباہ کر دینے والی ہے)

کتاب الولید میں بردہ فروش اور شیطان کو ایک مرتبہ میں رکھا ہے۔ اس لئے علمائے اسلامیہ کے ساتھ ساتھ ان تاجران کے رہنے کی سخت ممانعت تھی۔ تاکہ وہ دشمن کے بچوں کو پکڑ کر غلام نہ بنائیں اور ان کی عورتوں کو اہل لشکر کے سامنے پیش نہ کر سکیں۔ جیسا کہ روم کا دستور تھا۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں بغداد اس تجارت کا بہت بڑا مرکز تھا اور جمیل ترین کنیزیں یہیں کے بازار میں آتی تھیں۔ اور نہایت گراں قیمت میں فروخت ہوتی تھیں، ان کنیزوں کی تعلیم و تربیت کا بڑا اہتمام کیا جاتا تھا۔ تاجر اور خصوصیت کے ساتھ اس عہد کے مشہور مغنی۔ کسی کنیز کو اس کا ذہن تیار دیکھ کر خرید لیتے پھر اسکو قرآن حفظ کراتے ادب و نحو کی تعلیم دیتے، منزلی تہذیب سکھاتے اشعار یاد کراتے موسیقی کا ماہر بناتے اور پھر بازار میں لاکر سو کے ہزار وصول کرتے۔ خوبصورت کنیزوں کو موسیقی کی تعلیم دینے کا بہت رواج تھا کیونکہ وہ کنیزیں جن میں ان دونوں کا اجتماع ہوتا بیش بہا چیز سمجھی جاتی تھیں علی الخصوص مولدات (یعنی مکہ و طائف وغیرہ کی کنیزیں) کی ان کی گرانی کی تو کوئی انتہا ہی نہ تھی۔

ایک مرتبہ ہارون الرشید نے ایک کنیز کی قیمت ایک لاکھ دینار ادا کی (ابن خلکان ص ۱۰۹ ج ۱) اس طرح سلیمان بن عبدالملک کے بھائی کے بھائی نے اپنی مشہور کنیز زلفاء کی قیمت ستر ہزار دینار ادا کی (الطبری ص ۱۳۲ ج ۲) جعفر برمکی نے ایک کنیز ۴۰ ہزار دینار میں خریدی (العقد الفرید ص ۳۰۳ جلد ۳)

ہارون الرشید نے عنان خلافت ہاتھ میں لینے کے بعد سب سے پہلے یہ حکم نافذ کیا کہ فلاں کنیز ایک لاکھ دینار میں خرید کر لی جائے اس کے وزیر یحییٰ بن خالد نے عذر کیا۔ رشید اس پر برہم ہوا۔ تو یحییٰ نے بیت المال کی تمام چیزوں کو فروخت کر کے ۱۵ لاکھ درہم کی صورت میں اس کرہ کے اندر رکھوا دیا۔ جہاں سے خلیفہ گذرا کرتا تھا۔ اس ترکیب سے خلیفہ کو معلوم ہوا کہ اس نے کنیز کے خرید کرنے میں کتنا بے جا صرف کیا تھا۔

ایک بار امین نے جعفر بن ہادی کو حکم دیا کہ ایک کنیز جس کا نام بذل تھا خرید لیا جائے جعفر نے انکار کیا تو امین نے برہم ہو کر دوسرا حکم دیا کہ سونے کے برابر اس کو وزن کر کے قیمت ادا کی جائے۔ چنانچہ اس کی تعمیل ہوئی اور ۲ کروڑ درہم ادا کئے گئے۔

عہد بنی اُمیہ و بنی عباس میں کنیزوں کا مرتبہ اس قدر بلند ہو گیا تھا۔ اور اتنا زبردست اثر ان کا خلفاء پر قائم تھا کہ حکومت و سلطنت گویا انہی کے ہاتھ میں تھی چنانچہ یزید بن عبدالملک کا عشق حبابہ کے ساتھ، رشید کا ذات الخال کے ساتھ جیسی تاریخی شہرت رکھتا ہے سب پر ظاہر ہے۔ رشید کی ماں خیزران خود کنیز تھی۔ اسی طرح خلیفہ مقتدر کی ماں سیدة الترکیہ لونڈی تھی لیکن جو اثر ان کا سیاسیات وقت پر تھا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ باقی بر صفحہ کالم ۳ کے نیچے

ہندوستان میں علم حدیث کے علمبردار

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

(۱) شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی

آپ سے سلسلہ سہروردیہ کا ہندوستان میں آغاز ہوتا ہے عام تذکروں میں لکھا ہے کہ شیخ بہاء الدین کے دادا کمال الدین علی شاہ قریشی مکہ معظمہ سے خوارزم گئے تھے اور وہاں سے ملتان آکر آباد ہوئے۔ شیخ عین الدین بیجاپوری نے اپنے تذکرہ اولیاء میں لکھا ہے کہ شیخ بہاؤ الدین جہبار (صحیح ہبیار) بن اسود بن مطلب بن اسد قریشی کی اولاد سے تھے (تاریخ فرشتہ جلد دوم) قلعہ کوٹ کرور (متصل ملتان) میں ۵۷۸ھ میں پیدا ہوئے، ۱۲ برس کے ہوئے تو تحصیل علم کے لئے خراسان و بخارا کا سفر کیا۔ پندرہ برس کے سن میں علوم ظاہری کی تکمیل کی اور حلقہ درس قائم کیا۔ پھر جذبہ شوق نے انہیں حرمین کی طرف کھینچا اور عراق ہوتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے ارکان حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ کا رخ کیا وہاں شیخ کمال الدین محمد محدث یمنی سے حدیث کا درس لیا اور ۱۵ سال تک مدینہ منورہ میں درس حدیث کا شغل رکھا۔

یہاں سے بیت المقدس ہوکر بغداد پہنچے اس وقت بغداد میں مدرسہ نظامیہ پوری رونق میں تھا اور شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اس مدرسہ کے پرنسپل تھے۔ شیخ بہاؤ الدین نے ان سے بیعت کی اور ان کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے۔ علام ظاہری اور باطنی سے آراستہ ہوکر ہندوستان لوٹے اور ملتان میں سکونت اختیار کی یہ وہ وقت تھا جب سلطان قطب الدین ایبک کی حکومت تھی سلطان قطب الدین نے ملتان اور اوچ ناصر الدین قباچہ کو اور دہلی کا تخت شمس الدین التمش کے سپرد کیا تھا۔

قطب الدین کی وفات کے بعد ناصر الدین قباچہ نے شریعت کی ترویج اور احکام دین کے اجرا میں نہایت سستی اور بے پرواہی برتی۔ شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا نے سلطان شمس الدین التمش سے ان کی شکایت کی۔ جب ناصر الدین قباچہ نے ان سے بازپرس کی تو آپ نے فرمایا میں نے جو کچھ کیا اللہ تعالےٰ کے حکم سے کیا، اب تم سے جو کچھ ہو سکتا ہے کر گزرو" یہ کلمۂ حق سنکر ناصر الدین کانپ اٹھا۔ شیخ موصوف نے ۶۶۶ھ میں انتقال کیا۔

(۲) مولانا برہان الدین محمود دہلوی

آپ امام صغانی کے شاگرد اور امام مر سے بھی ہدایہ کا درس لیا۔ امام صاحب سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد حکومت میں ہندوستان آگئے تھے اور مشارق الانوار کا درس دینا شروع کیا ۶۸۷ھ میں وفات پائی اور دہلی میں حوض شمسی کے پورب میں دفن ہوئے . . . مولانا کمال الدین زاہد دہلوی آپ کے شاگرد خاص تھے۔

(۳) مولانا کمال الدین زاہد دہلوی

آپ علم حدیث میں یگانۂ روزگار تھے آپ کا حلقۂ درس دہلی میں قائم تھا۔ بہت بڑے متقی اور پرہیزگار تھے سلطان غیاث الدین بلبن نے خواہش ظاہر کی کہ انہیں اپنا امام مقرر کرے مگر انہوں نے اس پیش کش کو قبول نہ فرمایا۔ حضرت نظام الدین سلطان الاولیا نے علم حدیث انہیں سے حاصل کیا تھا۔

(۴) حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء

آپ اپنے عہد کے مشہور فاضل و ادیب اور محدث تھے۔ مقامات حریری آپ کو زبانی یاد تھی۔ مولانا کمال الدین زاہد دہلوی سے مشارق الانوار کا درس حاصل کیا اور اسے زبانی یاد کیا۔ آپ کے حالات میں سب سے قدیم تذکرہ سیر الاولیاء ہے جو حضرت امیر خسرو دہلوی کی تصنیف ہے امیر خسرو دہلوی نے اس اصل سند کو پوری عربی عبارت میں نقل کیا ہے جو حضرت نظام الدین کو مولانا کمال الدین نے دی تھی۔

حضرت سلطان الاولیا کامل متبع سنت تھے ان کی مجلس سماع میں جیسا کہ سیر الاولیاء میں و فوائد الفوائد میں درج ہے۔ مزامیر اور تالیاں نہیں بجائی جاتی تھیں صرف غزلیں گائی جاتی تھیں چونکہ فقہائے احناف گانے کو مکروہ سمجھتے تھے لہذا اس مسئلہ میں فقہ شافعی کے معتقد تھے۔ علمائے وقت نے اسی بنا پر آپ کے خلاف شورش بپا کی حتیٰ کہ دربار شاہی میں مجلس مناظرہ قائم ہو گئی جس میں حضرت نظام الدین نے [illegible] غنا کے جواز میں حدیثیں پیش کیں۔ علماء احناف نے اعتراض کیا تم مقلد ہو تمہیں حدیثوں سے کیا مطلب؟ ہاں اگر فقہ حنفی سے کوئی روایت ہو تو پیش کرو۔ آپ بڑے افسوس کے ساتھ فرماتے تھے:-

"وہ ملک کیونکر آباد رہے گا جس میں لوگوں کی رائے کو حدیث نبوی پر ترجیح دی جاتی ہو۔"

حضرت سلطان الاولیاء کے ملفوظات میں مثلاً فوائد الفوائد مصنفہ حسن دہلوی اور افضل الفوائد مصنفہ امیر خسرو دہلوی میں بکثرت احادیث آپ کی زبان سے مذکور ہیں اور ان کے رموز و نکات آپ بیان فرماتے ہیں آپ کے خلفا میں بھی اس فن کے کاملین گذرے ہیں۔

(۵) نصیر الدین محمود چراغ دہلوی

آپ نے فقہ و اصول مولانا عبدالکریم شروانی اور افتخار الدین گیلانی سے پڑھا۔ علم حدیث کی نسبت معلوم نہیں ہو سکا کہ کہاں سے حاصل کیا۔ مگر ان کے ملفوظات میں حدیثیں بکثرت ملتی ہیں، آپ حضرت سلطان الاولیاء کے خلیفہ تھے مگر غنا کے خلاف تھے۔ ایک دن ان کے چند رفقاء نے محفل غنا منعقد کی آپ اٹھ کر چلے گئے لوگوں نے بیٹھنے پر اصرار کیا تو فرمایا "یہ خلاف سنت ہے" لوگوں نے کہا کہ اپنے پیر کے مسلک سے تم ہٹ گئے فرمایا "پیر کا عمل حجت نہیں ہو سکتا کتاب و سنت سے کوئی دلیل لاؤ۔ بعض اصحاب غرض نے یہ جواب سلطان الاولیاء تک پہنچایا آپ نے یہ سن کر فرمایا "راست میگوید"

(اخبار الاخیار)

(باقی دارد)

مسلمانوں میں جاہلیت کے اثرات

بقیہ صفحہ ۱

الغرض عہد عباسیہ میں کنیزوں کے اثر و نفوذ اور دولت و اقتدار کا یہ عالم تھا کہ ان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ خلفاء کی لونڈیاں تھیں درست نہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ خود خلفا ان کے غلام تھے۔

اسلام کے واضح احکامات کے علی الرغم مسلمانوں کی یہ کیفیت انتہائی دلیرانہ تھی۔ اس میں کلام نہیں کہ اسلام کے ان احکامات کو جو لونڈی اور غلام کے ساتھ حسن سلوک سے متعلق ہیں عہد عباسیہ اور امویہ کے مسلمان ملحوظ نظر رکھتے رہے لیکن انہوں نے جب بردہ فروشی کو ایک مکمل تجارت بنا لیا وہ یقیناً اسلام کے خلاف تھے۔ بر سر عام عورتوں کا یہ نیلام، عیش کا یہ جنون کم تھا۔ سولہ کنیزوں کے جھرمٹ بھی کافی نہ ہوں، اموال کی یہ نیا بہی کہ شاہ کی خواہش پر ایک کنیز لاکھوں اور کروڑوں دیناروں میں خریدی جائے یہ طفیل بہت عرصہ تک کھیلا گیا۔ لیکن کب تک ایسا ممکن تھا شرف نسوانیت کی یہ آبرو ریزی اسی قوم کے ہاتھوں ہو رہی تھی جو محصنات کے تصور کو لیکر اٹھی تھی۔ عیاشی کی یہ زندگی اپنی بھرپور رنگینیوں میں آگے بڑھی چلی جا رہی تھی کہ دور شمال مشرق سے عذاب کا ایک بادل اُبھرا اور دیکھتے ہی دیکھتے سرزمین بغداد عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے خون سے لال ہو گئی —— یہ ہلاکو خاں تھا۔

(ماخوذ)

کون ہے جو اپنے والد کے خلاف گالیاں سُنے اور خاموش رہے —— حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف دن رات کئی زبانیں بے احتیاط چلتی ہیں —— کیا آپ انہیں خاموشی سے سُنتے ہیں؟ آپ کی خاموشی مہلک ہے کیونکہ آپ کی یہ خاموشی کئی لوگوں کو غلط فہمی میں ڈال دیتی ہے اپنے عقد بیعت کو نبھایئے

آپ کے خطوط

کراچی

۱۸ جولائی ۱۹۵۱ء کو ایک ڈاکٹر صاحب اور خاکسار کے درمیان قرآن کریم کی آیت افائن مات او قتل پر تبادلہ خیالات ہوا۔ ان کا کہنا تھا کہ خدا تعالے نے انبیاء کے قتل کا امکان تسلیم کیا ہے حتیٰ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا ہے افائن مات او قتل انقلبتم علےٰ اعقابکم الخ اگر نبی کا قتل ہو جانا ممکن نہ تھا تو اَو قُتِلَ کو کیوں بطور شرط بیان کیا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ شرط چونکہ کبھی ممکن ہوتی ہے اور کبھی ناممکن اس لئے شرطیہ جملوں سے شرط کا وقوع یا اس کا امکان ثابت کرنا جائز ہی نہیں جیسے فرمایا :-

(۱) ان کان للرحمٰن ولدا

(۲) لئن اشرکت لیحبطن عملک

(۳) ان اھلکنی اللہ ومن معی وتس علےٰ ھذا۔ ان تمام شرطیہ جملوں میں شرط کا وقوع ناممکن ہے اس لئے ان سے مقدم یعنی (۱) خدا کا بیٹا ہونا (۲) آنحضرت صلعم کا مشرک ہو سکنا (۳) آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کا تباہ کر دیا جانا کا ممکن ثابت کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ اسی طرح افائن مات او قتل سے جو شرطیہ جملہ ہے امکان قتل کا ثبوت دینا غلطی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ عجیب بات ہے۔ اگر خدا یہ کہے کہ اگر ہمارا نبی مرجائے یا مارا جائے تو بھی تم اُلٹے پاؤں نہ پھرو مگر پھر بھی آپ کے نزدیک قتل استدلال صحیح نہیں۔ میں نے کہا اگر خدا تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مر جاتے یا مارے جاتے تو بھی ان کے سچا رسول ہونے سے منہ نہ پھیرو تو بلا شبہ یہ ثابت ہو جاتا کہ کسی رسول کے قتل ہو جانے سے اس کی صداقت پر داغ نہیں آتا کیونکہ شرط اور جزا کا تلازم ضروری ہے۔ مگر قرآن کریم تو انقلبتم علےٰ اعقابکم سے مراد یا تو میدان جنگ سے منہ پھیرنا لے رہا ہے یا اس سچی تعلیم توحید سے منہ پھیر کر شرک وظلم میں واپس جانا۔ اس لئے افائن مات او قتل سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ اگر رسول قتل ہو جائے تو بھی اس کی سچائی سے منہ نہ پھیرو۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ جس قرآن میں اس رسول کی عصمت عن القتل کا صریح وعدہ بالفاظ واللہ یعصمک من الناس موجود ہے اس کی روشنی میں جب رسول مارا جائے اور وعدہ سچا نہ نکلے تو یہ مطالبہ کرنا کہ تم اسے سچا رسول مانو زبردستی اور خلاف عقل ہے۔ یاد رکھیں ہر صداقت اپنی ذات میں ایک مسلمہ صداقت ہے اس کے صداقت ثابت کرنے کے لئے کسی دوسرے کی موت وحیات کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً یہ سچ ہے کہ قرآن خدا کی کتاب ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ اگر قرآن مجید میں اختلافات کثیر ہو تو وہ خدا کی کتاب نہیں اس سے یہ ممکن تو ثابت نہ ہوگا کہ قرآن میں اختلاف کثیر ہے بلکہ اس سے یہ ثابت ہوگا کہ اگر کسی کتاب میں بھی اختلاف کثیر ہو تو وہ خدا کی کتاب نہ ہوگی۔ اسی طرح خدا ایک ہے۔ یہ ایک صداقت ہے۔ اب اگر کوئی دہریہ کہے کہ خدا کے سارے رسول جھوٹے اس لئے میں خدا کو ایک نہیں مان سکتا تو ایسے آدمی کو اگر یہ کہا جائے کہ ہر صداقت اپنی سچائی کے لئے کسی کے جھوٹے یا سچے ہونے پر موقوف نہیں اس لئے ہم کہہ دیں گے کہ کوئی خواہ سچا ہو یا جھوٹا۔ خدا کی توحید ایک صداقت ہے۔ اسی طرح قرآن مجید نے یہاں شرک کی طرف پھرنے والوں کو ملزم قرار دینے کے لئے فرمایا ہے کہ خواہ نبی مرجائے یا مارا جائے تم حق سے منہ کیوں پھیرتے ہو۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی کے مرنے یا مارے جانے پر خدا کی توحید کا مدار نہیں ہے۔ اس پر انہوں نے کہا یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اس کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ رسول بھی اگر سچا ہے تو اس کی سچائی کو اس کی موت وقتل پر منحصر کرنا غلطی ہے۔ میں نے کہا یہ اس وقت جب یہ بھی ایک صداقت اور مسلمہ صداقت ہو کہ سچا مدعی رسالت کبھی قتل نہیں ہو سکتا تو ہو آپ کو ماننا پڑے گا کہ جو مدعی نبوت ورسالت قتل ہو جائے وہ سچا رسول نہیں انہوں نے فرمایا کہ چونکہ بعض سچے رسول بھی قتل ہوئے اس لئے میں اس امر کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ جو مدعی رسالت قتل ہو جائے وہ جھوٹا ہوتا ہے۔ میں نے ہوایا عرض کیا کہ اگر واقعی کوئی سچا نبی قتل ہوا ہے تو آپ حق پر ہیں آپ ایک ہی سچے نبی کا قتل ثابت کر دیں لیکن یہ یاد رہے کہ "قتل کرنے" اور "قتل ہونے" میں فرق ہے۔ اس پر وہ جھٹ بول پڑے کہ ذکریا اور یحییٰ دونوں قتل ہوئے تھے۔ میں نے کہا یہ جھوٹ ہے نہ قرآن اور نہ حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ قرآن تو نام بنام تمام انبیاء کا قتل سے بچنے کا ذکر کرتا ہے اور اصولی طور پر کہتا ہے کہ فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا۔ یعنی خدا رسولوں کی حفاظت کے لئے ان کے آگے پیچھے ملائکہ کا پہرہ لگا دیتا ہے تاکہ وہ تبلیغ رسالت کا کام کر سکیں۔ قرآن نے یحییٰ کے متعلق صاف کہا ہے سلام علیہ یوم ولد ویوم یموت۔ یہی سلام حضرت عیسیٰ پر بھی بوقت موت مذکور ہے۔

اس پر بات ختم ہو گئی۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

عمر الدین احمدی

از بمبئی

نامۂ بغداد

(سید تصدق حسین قادری صاحب نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا ایک جائزہ بشکل ڈائری ارسال کیا ہے جو درج ذیل ہے)۔

۵ شوال ۱۳۷۰ھ ۹ جولائی بروز پیر

مجلۃ الرسالہ حضرت سیدنا امیرایدہ اللہ کراچی کی خدمت میں بذریعہ ہوائی ڈاک اور بحری ڈاک لاہور وہ کنگ اور بصرہ بھی ایک ایک نسخہ بحری ڈاک سے بھجوایا وہ کنگ سے بارہ نسخے اسلامک ریویو مجریہ جولائی لئے فداعلی صاحب اور استاذ جعفر خلیلی مالک جریدۃ الہاتف کو دیا۔ استاذ علی محمد سرطاوی بھی اسلامک ریویو لے گئے؟ اخویم ابراہیم آدم صاحب سجوانی سے خط ملا کہ وہ عنقریب اپنی موعودہ رقم برائے مشن کے روانگی کا انتظام کریں گے۔ آج شیدائی صاحب معالی فاضل الجمالی رئیس مجلس النواب اور فخامہ توفیق السویدی نائب رئیس الوزراء سے ملے ان ہر دو حضرات نے شیدائی صاحب کے خیالات سے اتفاق کیا۔ رات شیدائی صاحب کو لیکر سیٹھ فداعلی کی دعوت چائے میں گیا ساڑھے نو بجے واپس گھر آیا۔ ۶ شوال ۱۰ جولائی بروز منگل عزیزم امان اللہ صاحب کو اسلامک ریویو کا تازہ پرچہ آیا۔ اخویم سید عبد الصمد صاحب برق جانبہ کو الرسالہ کا پرچہ بھیجا۔ اخویم عبد العمید صاحب عید پر بغداد تشریف لائے تھے فرماتے تھے کہ اب جبکہ مصر کے مشہور اور کثیر الاشاعت مجلہ میں تحریک احمدیت بزرگان سلسلہ اور بانی سلسلہ پر مضامین کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے تو کیوں اسلامک ریویو میں تحریک احمدیت اور بانی سلسلہ پر مضامین نہ شائع ہوں جبکہ اکثر وبیشتر اخراجات جماعت کی طرف سے ہو رہے ہیں اسلامک ریویو میں اقبال، محمد عبدہ، جمال الدین افغانی وغیرہم پر مضامین تو شائع ہوں بزرگان سلسلہ پر کیوں نہیں۔ یہ بات مجھے بھی پسند آئی۔ برائے توجہ مرکز یہ چند سطور تحریر ہیں۔

حکیم عبد الحبیب صاحب لکھنؤ کو ضرورت مجدد بھجوایا۔ بحری ڈاک سے مرکز سے صرف لائٹ مشنلے ملا۔ سیلون سے اقبال نمبر آیا الجمعیۃ اور امروز کے پرچے بھی ملے میاں محمد اسلم صاحب کا بیروت سے خط مرقومہ ۵ جولائی ملا۔ کل چودھری علی محمد صاحب سے اور آج محمد اکبر صاحب حبانیہ سے ایک ایک پونڈ برائے خریداری اسلامک ریویو ملا۔ مؤخر الذکر کو تازہ پرچہ اسلامک ریویو کا دیا۔ عبد اللہ آفندی کو الرسالہ کے ہر دو پرچے جن میں حضرت امیر ایدہ اللہ پر مضمون آیا ہے دیا۔ السید صالح الشالچی کو اسماعیل افغانی کے ہاتھ لائٹ کا تازہ پرچہ بھجوایا۔ رات معفوضیہ الپاکستانیہ گیا ڈاکٹر محمد صدیق صاحب قائم باعمال کی جانب سے عشائیہ کی دعوت تھی تقریباً دو صد اشخاص مدعو تھے تمام ڈپلومیٹک وزراء نواب اعیان ادباء اساتذہ آئے ہوئے تھے۔ شیدائی صاحب بھی مدعو تھے ساڑھے دس بجے تک صحبت رہی میاں اسلم چشتی مندوب زمیندار (جو بغرض حج پاکستان سے نکلے ہوئے ہیں) اتفاقیہ ملاقات ہو گئی۔ "مرزائیوں" کا ذکر آگیا عزیزم محمد طفیل سے واقف ہیں کل دکان پر آنے کا وعدہ کر گئے ہیں۔ وزیر مفوض السعودی عربیہ معالی عبد اللہ الخیال نے اسلامک ریویو کے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا انہیں سویرے شیدائی صاحب کے ہاتھ بھجواؤں گا۔ ۷ شوال ۱۱ جولائی بروز بدھ جناب شیدائی صاحب کے ہاتھ اسلامک ریویو مجریہ مئی وجولائی دو پرچے معالی عبد اللہ خیال وزیر مفوض سعودی عربیہ کو بھجوائے۔ الرسالہ کا ایک نسخہ ڈاکٹر خلوصی کو دیا شیدائی صاحب کے متعلق انگریزی اخبار عراق ٹائمز اور روزنامہ الزمان میں تذکرہ آیا خوب لکھا ہے ۔

قائم مقام ایڈیٹر۔ غلام ربانی ایل ایل بی۔ بی۔ ڈی • مقام اشاعت۔ احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور • پرنٹر پبلشر ڈاکٹر بشیر محمد اختر • مطبع تعلیمی پریس میر کلر روڈ لاہور • زر سالانہ چھ روپے ہندوستان ... ممالک غیر ۲۲۵ شلنگ

شمارہ ۲۹	۸ - اگست ۱۹۵۱ء	جلد ۳۹

(حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں)

"اور اس کا چلن اپنے نکھار میں یکتا ہے وہ تمام جہان کے دانشوروں سے فائق ہے کیا تو اس پر تعجب کرتا ہے۔

وہ تو تمام روئے زمین کا چرانے والا اور اس نے اپنے دوستوں کو شیریں دودھ پلایا۔ وہ کوئی معمولی چوپانوں کی طرح نہیں جو بکریاں چراتے اور انہیں دوہتے ہیں۔......... اگر کوئی پانی اپنے مزہ میں شہد کی طرح بھی ہوتا تو بخدا مصطفٰے کا سمندر اس سے بھی زیادہ شیریں ثابت ہوتا"

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

نسیم القرآن

قرآن کی علمی و اخلاقی تعلیمات

مستری یعقوب علی صاحب

انسانی طبیعت پر علم۔ احسان اور طاقت کا اثر

یہ بات انسانی فطرت میں داخل ہے کہ اس پر شخصیت کا بہت اثر ہوتا ہے۔ مثلاً اس کی طبیعت پر ایک مزدور کی بات کا وہ اثر نہیں ہوتا۔ جو شہر کے رئیس کی بات کا ہوتا ہے رئیس شہر کی بات سے زیادہ اثر بادشاہ کی بات کا ہوتا ہے۔ بیمار انسان کی طبیعت پر عام انسان کی بات کی نسبت حکیم کی بات کا اثر زیادہ ہوتا ہے پھر احسان کا اثر جیسے ایک آدمی جب احسان کرتا ہے۔ تو دل خواہ مخواہ اس سے محبت کرتا ہے اور اس آدمی سے محبت نہیں کرتا جس نے کبھی کچھ احسان نہ کیا ہو پھر علم و ہنر کا اثر ہوتا ہے۔ مثلاً جب ہم ایک بہت ہی عجیب مشین کو جو کتابیں اچھی چھاپتی ہو۔ یا بہت عمدہ کپڑا سی لیتی ہو یا ریڈیو کی صورت میں اچھا نشر کرتی ہو۔ تو ہمارے دل میں ان مشینوں کے بنانے والے کی عزت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح طاقت اور علم کا بھی اثر ہوتا ہے۔ علم۔ ہنر۔ طاقت۔ احسان تخلیق وغیرہ سب باتیں انسانوں میں ناقص طور پر پائی جاتی ہیں۔ لیکن تخلیق۔ علم۔ طاقت احسان۔ پرورش یہ سب باتیں خداوند کریم کی ذات بابرکات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں آپ تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں گے اس لئے ہم کو خداوند کریم کی صفات پر غور کر کے اس کے احسانات کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ اس کی لاانتہا حکمتوں میں مثال کے طور پر یہ اس جگہ ایک بیان کی جاتی ہے۔

حکمت کاملہ بر رنگ سائنس

غور فرماؤ سرکنڈا اور گنا ایک ہی زمین میں قریب قریب کھڑے ہیں ایک میٹھے رس سے بھرپور جس سے دل کو تقویت ملتی ہے۔ دوسرا خشک کیا مجال کہ اس کے بندھے ہوئے اندازۂ قدرت کے خلاف کبھی سرکنڈا بھی رس دار بن جائے اسی طرح سنگترہ، نارنگی۔ آم۔ انگور سیب ناشپاتی۔ بادام۔ انار ہزاروں قسم کے پھلدار اور غیر پھلدار درخت اس کی حکمت کاملہ کی طرف راہنمائی کر رہے ہیں۔ بعض میں گٹھلی جیسے آم، جامن۔ بعض میں حلوے کی طرح تیار چیز جیسے آڑو۔ بعض میں ہزاروں بوتلوں میں رس بند کیا ہوا جیسے سنگترہ وغیرہ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ زمین خدا کی مخلوق ہے اذنت لربها وحقت۔ خدا جو حکم کرتا ہے وہ سنتی ہے اور اس بات کی حق دار ہے کہ حکم سنے۔ حکم کے مطابق کسی کو میٹھا۔ کسی کو ترش۔ کسی کو کچھ نہیں دیتی۔ انسان بھی غور کریں وہ حکم کس قدر مانتے ہیں۔

قرآن کریم کی تعلیم بھی بے مثل ہے

خداوند کریم کی وراء الورا ہستی جس طرح اپنی تمام صفات حسن و احسان میں بے مثل ہے اسی طرح اس حکیم و علیم و خبیر خدا کی بھیجی ہوئی راہ ہدایت قرآن شریف بھی بے مثل ہے اس راہ ہدایت (الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی) کے لانے والے حضرت محمد رسول اللہ بھی بے مثل انسان ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں

پیغمبروں میں صرف ان کی ہی ذات بابرکات کو (انک لعلی خلق عظیم) کا خطاب ملا۔ اسی ذات ستودہ صفات کو علیم خدا نے اسوۂ حسنہ فرما کر بطور نمونہ پیش کیا۔ اپنے ضابطہ ہدایت (قرآن) میں اسی ذات عالی صفات کے لئے تمام مخلوق کو فرمایا ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنو صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اس خالق کون و مکاں نے فرمایا۔ جس کی صفت اللہ نور السموات والارض ہے یعنی اللہ ہی زمین و آسمان کا نور ہے جتنے کائنات کی رونق اللہ کی ذات سے وابستہ ہے لفظ نور قرآن شریف میں انتیس دفعہ آیا ہے۔ اوپر کی آیت مبارک کے سوا باقی مقامات میں کہیں چاند، کہیں سورج کو نور فرمایا ہے۔

وحی کی غرض

بہت جگہ وحی مبارک کو جو نبیوں کی طرف بھیجی گئی اور خصوصاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجی ہوئی وحی مبارک کو نور سے تشبیہ دی ہے (اشرقت الارض بنور ربها) وحی (راہ ہدایت) بھیجنے کی غرض انسان کو جہالت، گمراہی شرک غیر اللہ کی عبادت سے ہٹا کر خالق حقیقی کے احسان جتلا کر اس کے آستانہ پر جھکانا ہی ملاحظہ ہوں چند آیات:۔

لیخرجکم من الظلمت الی النور

(احزاب۔ ۴۳) تاکہ تم کو شرک کے اندھیروں سے نکال کر نور ہدایت کی طرف لانے۔

الحدید ۹۔ ینزل علی عبدہ ایت بینت لیخرجکم من الظلمت الی النور۔ وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے بندے محمد پر پرحکمت باتیں نازل کیں تاکہ تم کو شرک کی گمراہی سے نکال کر خدا کے نور توحید کی طرف راہنمائی کرے۔

قرآن و اسلام کافر کی مخالفت کے باوجود پھیلتا ہے

یریدون لیطفئو نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

ترجمہ۔ کفار چاہتے ہیں کہ اپنے جھوٹے پراپیگنڈا سے خدا کے نور تعلیم قرآن اور اسلام کو مٹا دیں۔ مگر خدا اپنے نور تعلیم قرآن کو دنیا میں پھیلائے گا۔ آج بھی تارا سنگھ پٹیل، جواہر لال نہرو، بلدیو سنگھ۔ کھتہ جماعت ہا کانگرس بلکہ ہر ہندو اور سکھ اپنی عورتوں کو بھی ساتھ ملا کر کوشش کر رہے ہیں کہ ہندوستان سے اسلام کا نام مٹا دیں۔ اسی لئے مسجدوں کو گرانا شروع کر دیا ہے۔ مسلمان کا مٹانا اور مسجد کا گرانا اصل میں قرآن کی تعلیم مٹانا ہے لیکن خداوند صاحب قدرت اور جلال کا وعدہ ہے:۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

ترجمہ:۔ ہم نے قرآن کو اتارا ہے اور ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ اس لئے قرآن پھیلتا رہے گا دشمن زور لگا لے۔

مہاجر سے خدا کا وعدہ کہ وہ منصور اپنے وطن کو واپس جائے گا

آج مغربی بنگال اور مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کو نکال کر ہندو اور سکھ خوش ہو رہے ہیں اور مسلمان بھی جہالت اور بے خبری کے سبب مایوس ہو رہا ہے لیکن خداوند علیم کا ایک وعدہ اس وقت ہوا جبکہ مسلمان اپنے رسول پاک کے ہمراہ نہایت بے بسی کے عالم میں مکہ شریف سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت کر رہے تھے وعدہ کیا ہے

لرادک الی معاد

ہم تجھے بشارت دیتے ہیں کہ ہم تجھے اس جگہ واپس لائیں گے جس جگہ سے تو نکالا گیا ہے یہ وعدہ بھی قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے کی کھلی دلیل ہے۔ غور کرو وعدہ کس بے بسی کے عالم میں ہوا ایسی بے بسی کے عالم میں آئندہ ہونے والے واقعہ کی سوائے خداوند علیم کے کون خبر دے سکتا تھا کہ تم ضرور کامیاب ہو کر اپنے وطن واپس آؤ گے۔ وعدہ کس شان سے پورا ہوا رسول کریم صلعم تھوڑے ہی عرصے بعد بیس ہزار قدوسی ساتھیوں کو ہمراہ لئے ہوئے مکہ میں فاتحانہ شان سے اپنے جاہ و جلال کے ساتھ داخل ہوئے۔ ہم بھی مظلوم ہیں انشاءاللہ اسی شان کے ساتھ اپنی املاک کو واپس لیں گے اور جن مقامات سے نکالے گئے ہیں وہاں واپس جائیں گے ہاں ایک شرط بھی ہے وعدہ مومن کے ساتھ ہے۔ جب ہم خدا اور خدا کے رسول کے تابعدار ہو جائیں گے تو یقیناً۔ دہلی۔ کلکتہ۔ بمبئی۔ مدراس فاتحانہ انداز میں واپس لیں گے انشاءاللہ۔

قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبینا۔

ترجمہ:۔ بے شک تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس اسلام کی سچائی کے کھلے دلائل آ گئے اور اتارا ہم نے اپنا نور (وحی قرآن) صاف صاف۔

اوپر کی آیات سے آپ کو اچھی طرح علم ہو گیا کہ اللہ ہی اصل ہے۔ وہ خود نور ہے اسی کے نور سے نور حاصل ہوتا ہے۔ اپنے نور کو نسل انسانی کی ہدایت کے لئے پیغمبروں کے ذریعے نازل فرماتا ہے۔ خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت پوری نسل انسانی کی ضروریات کے مطابق مکمل ہدایت نازل فرمائی۔ اب چند آیات قرآن شریف لکھ کر اس بات کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ نظر آنے والی اشیاء مثلاً انسان۔ حیوان۔ زمین۔ آسمان وغیرہ اور نہ نظر آنے والی اشیاء (مثلاً ملائکہ۔ جن۔ شیطان۔ وغیرہ سب کا پیدا کرنے والا ایک ہی واحد طاقت ور علم و حکمت کا مالک بغیر کسی معاون کے اور بغیر کسی مادہ یا روح کی موجودگی کے ہر چیز کی ابتداء کرنے والا ہے۔

(باقی دارد)

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۴ ، ذیقعد سنہ ۱۳۷۰ھ | نمبر ۲۹

دنیا میں میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔ میں
بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں جیسے
والدۂ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ
اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل
عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا
خون ہوتا ہے۔

انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے
اور جھوٹ، شرک، ظلم اور ہر ایک
بدعملی و ناانصافی اور بد اخلاقی سے
بیزاری میرا اصول۔ (اربعین)

اسلام کو مسخ کرنیکی کوشش

یُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَيَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ

ہم نے جماعت اسلامی کے عقائد و نظریات کے بارے میں لکھنے سے عموماً آج تک احتراز کیا یہاں تک کہ اس کے اکثر ایڈیٹروں اور سخنوروں کے قلم ہم پر زبان طعن دراز کرتے رہے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف جس طریق پر گفتگو کی وہ انتہائی دل آزار تھی لیکن ہم نے یہی بہتر جانا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو الزامات لگائے گئے ہیں انہیں دور کر دیں اور جماعت اسلامی کے اپنے مسلمات عقائد پر بحث نہ کی۔ اب ہم نے محسوس کیا کہ جماعت اسلامی رفتہ رفتہ اسلام کا ایک ایسا خاکہ تعمیر کر رہی ہے جسے فیج اعوج کے مسخ شدہ اسلام کا ایک جدید ماڈل کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ اور اگر ہم نے اسلام پر اس داخلی یورش کا جائزہ نہ لیا تو خطرہ ہے کہ اسلامی دعوت کو سخت گزند پہنچے۔ اس پر خاموش رہنا ہمارے لئے ناممکن ہے کیونکہ ہماری زندگی اور موت اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ جو ہمارے اس محبوب کی صورت کو بگاڑے اور لوگوں کے سامنے اس طرح پیش کرے جیسا کہ وہ نہیں اور عوام الناس کو اس سے بھڑکا دے ہم اس کے متعلق کیسے خاموش رہ سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ منسلک ہو کر یہ عظیم ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کو مسخ کرنے والی ہر کوشش کو کاٹ دیں اور اس حسین و جمیل دین کی دعوت کو عام کر دیں۔ اور اسی فریضہ کی ادائیگی نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم جماعت اسلامی کے عقائد و قائدین کو مسخ اسلام کی اس روش پر متنبہ کریں جس پر وہ زیادہ دلیری سے بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے ان کا ایک تازہ کتابچہ بعنوان "مرتد کی سزا اسلامی قانون میں" ہے۔ اس کے مضامین ترجمان القرآن کی مختلف اشاعتوں میں چھپ چکے ہیں مودودی صاحب نے اسے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلا باب "مسئلہ قتل مرتد شرعی حیثیت میں" کے عنوان سے بحث کا آغاز کرتا ہے۔ دوسرے باب میں "دارالاسلام میں تبلیغ کفر کا مسئلہ" جانچا گیا ہے۔ تیسرے باب میں "قتل مرتد پر عقلی بحث" کی گئی ہے اور چوتھے باب میں "تبلیغ کفر کے باب میں اسلامی رویہ کی معقولیت" پیش کی گئی ہے۔

مودودی صاحب نے شروع میں ہی سلسلے ایک ایسا مسئلہ قرار دیا ہے جس پر انیسویں صدی عیسوی سے پہلے عالم اسلام میں کبھی دو رائیں نہیں ہوئیں اور وہ ایک سا نتیجہ یہی کیا ہے یہی کہ جب کوئی آدمی اسلام کو ترک کر کے کفر کی طرف چلا جائے تو اسے سنگسار کر دیا جائے۔ یہ متفقہ رائے اس اسلام کے متعلق ہے جس نے آزادیٔ افکار کا پرچم سب سے بلند اٹھایا۔ جس نے لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی کا عام اعلان کیا۔ اسی اسلام کے متعلق بقول مودودی صاحب تمام مفکرین کا انیسویں صدی تک متفقہ فیصلہ تھا کہ جو اسلام کو ناپسندیدہ پائے اور اپنے نزدیک اس کے دلائل سے متاثر نہ ہو اور ارتداد کرے اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دو۔ آزادی کا یہ خوب مظاہرہ ہے۔ کمیونسٹ اور فاشسٹ سرکار اگر ایسا کرے تو مودودی صاحب کے اخبار اسے "آہنی پردہ" کے معززانہ القابات سے یاد کریں گے۔ ان کے ایسے ہی جور و تشدد کے کئی واقعات گنوا کر عوام کو اس سے متنفر کروائیں گے "سرخ سویرے" کو خون آلود سویرا کہیں گے۔ لیکن جب خود ایک ایسی ہی کمیونسٹانی یا فسطائی ریاست کا تصور گھڑیں گے تو اس کے لئے عقل کے کتنے ہی سہارے بنا کر لائیں گے اسے عین فطرت انسانی قرار دیں گے اور انسانوں کے لئے خیر و برکت۔ بات تو سیدھی ہے لیکن مودودی صاحب کے رفقاء شاید تسلیم نہ کریں کہ مودودی صاحب مغربی، فسطائی اور اشتراکی نظریوں سے بعید متاثر ہیں اور ان کا یہ ردعمل سراسر مادی ہے۔ ریاست کا ایک عظیم الشان بت انہوں نے تعمیر کیا ہے۔ اور اس کے رحم و کرم پر انسانوں کی تقدیر اٹھا رکھی ہے۔ جس سے وہ خوش ہے اسے انعام و اکرام دیتا ہے اور جس سے وہ ناراض ہے اسے سنگسار کرتا ہے۔ یہی وہ کہ بہیمیت تھا جس کے قدموں کے تلے یونان، بابل، اور مصر کی تہذیبیں دم توڑ گئیں۔ آج یہی بت ہے جس کے سامنے فسطائی قوتوں نے کروڑوں انسانوں کی قربانی پیش کی اور اشتراکی ایسا کر رہے ہیں۔

(باقی آئندہ)

جنگ کی صورت میں

بھارت اور پاکستان کے تعلقات دن بدن زیادہ نازک صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ اور اس بات کا خطرہ بڑھ گیا ہے کہ اس برصغیر کو تلوار کے سپرد کر دیا جائے گا۔ ایسی صورت میں پاکستان کی احمدی جماعتوں پر بھی ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

جیسا کہ سب کو معلوم ہے موجودہ جنگ کا حلقۂ اثر فوجوں سے گذر کر عام شہری آبادیوں تک پھیلا ہوا ہے۔ اس لئے اس کی تباہ کاریاں بھی اتنی ہی شدید ہوتی ہیں۔ جنگ آزما طاقتوں کی کوشش ہوتی ہے کہ عام شہریوں کو ہراساں کیا جائے، اور اس طرح جہاں فوجی نقل و حرکت میں رکاوٹ پیدا ہو وہاں دہشت زدہ عوام الناس کا کثیر اتلاف جان ہو۔

احمدی جماعتوں کو اس صورت حال کا پورا جائزہ لینا چاہیئے ایک نازک وقت آگیا ہے اس لئے انسانیت کی پاسبانی اور ہمدردی کا تقاضا ہے کہ اپنے ہمسایوں، عزیزوں، دوستوں کے جان و مال کی حفاظت محض رضائے الٰہی کے لئے کی جائے۔ تمام احمدی جماعتیں اپنے نوجوانوں کو فوجی بھرتی کے لئے پیش کریں، انہیں رائفل کلبوں اور حکومت کی دفاعی اسکیموں میں زیادہ سے زیادہ شریک ہونے کی ترغیب دیں۔ شہری دفاع میں بھی احمدی نوجوانوں کا ایک معتدبہ حصہ شریک ہونا ضروری ہے۔ تمام احمدی عوام میں خالص اسلامی حوصلہ پیدا کرنے کی عام تبلیغ کریں۔ اور لوگوں میں خدا تعالےٰ سے اپنا عہد مضبوط باندھنے اور اپنی عملی سیئیں درست کرنے کا پرچار کریں۔ یہاں پر فرض ہے۔ اگر وہ اس وقت انسانوں کی مدد کے لئے محض للہ نہ اٹھیں گے تو خدا تعالےٰ ان سے اس فرو گذاشت اور کسل مندی پر ضرور جواب طلب کرے گا اپنے [illegible]

دفتر جائنٹ سیکرٹری کے نئے پمفلٹ

ذیل کے پمفلٹ مفت تقسیم کے لئے ہیں جن میں سے کچھ چھپ چکے ہیں باقی پریس میں ہیں جماعت کے سیکرٹری صاحبان کو مناسب تعداد میں ارسال کئے جا رہے ہیں جن دوستوں کو ضرورت ہو وہ براہ راست دو آنے کے ٹکٹ برائے محصول ڈاک بھیجکر منگوا لیں۔

۱۔ پرافٹ یا مجدد ۔۔۔ انگریزی
۲۔ مسیح موعود اور تجدید ۔۔۔ ″
۳۔ جزا نظام انقلاف قادیان لائف اینڈ مشن ۔۔۔ ″
۴۔ ایک غلطی کا ازالہ ترجمہ انگریزی مع تمہید و تشریح ۔۔۔ ″
۵۔ اقتباسات ۔۔۔ انگریزی
۶۔ اسلام اور کمیونزم ۔۔۔ ″
۷۔ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی ۔۔۔ فرانسیسی
۸۔ GODS اسلام کے متعلق سوال و جواب ۔۔۔ ڈچ
۹۔ کافر ۔۔۔ حقیقت، فتویٰ و ترجمہ حضرت صاحب کی کتب سے ۔۔۔ اردو

شیخ محمد طفیل جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ایک احمدی کے قلم سے

جماعتِ اسلامی اور ہم

بسلسلہ اشاعتِ گذشتہ

مرزا غلام احمد علیہ السلام کے ہاں تو استرداد دعوت یہودیت پر منتج نہیں کی لیکن مولانا مودودی تو ایسی دعوت کے اعلان پر فرماتے ہیں:۔

"اس موقع پر ایک بات نہایت صفائی کے ساتھ کہہ دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس قسم کی ایک دعوت کا جیسی ہماری یہ دعوت ہے کسی مسلمان قوم کے اندر اُٹھنا اسکو ایک بڑی سخت آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ .... اب اس قوم کے لئے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ یا تو اس کا ساتھ دے اور اس خدمت کو سر انجام دینے کے لئے اُٹھ کھڑی ہو جو اُمتِ مسلمہ کی پیدائش کی ایک غرض ہے یا نہیں تو اسے رد کر کے وہ پوزیشن اختیار کرے جو اس سے پہلے یہودی قوم اختیار کر چکی ہے ...... لیکن اگر مسلمان حق سے منہ موڑیں اور اپنے مقصدِ وجود کی طرف صریح دعوت کوسن کر اُلٹے پاؤں پھر جائیں تو یہ وہ جرم ہے جس پر خدا نے کسی نبی کی اُمت کو معاف نہیں کیا ہے"

(رودادِ جلسہ سالانہ جماعت اسلامی تقریر مولانا مودودی)

عجیب بات ہے کہ ایک طرف مرزا غلام احمد صاحب کو محض اس لئے ملعون کیا جا رہا ہے کہ وہ ایک ایسی دعوت سے فرقہ بندی اور اُمتِ سرا... کا فتنہ پیدا کرتے ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ کہا جاتا ہے کہ اپنے سمعت کے دعوے کی بناء پر اُمتِ محمدیہ کو یہود و نصارٰی دیتے ہیں دوسری طرف خود اسی مقام سے دعوت دی جا رہی ہے اور اسی طریق پر اُمت کو پکارا جا رہا ہے وہی اصطلاحات اور وہی طرزِ فکر پیش کیا جا رہا ہے لیکن محض اس لئے کہ وہ حُبِ علی نہیں بُغضِ معاویہ کا مترادف ہو ایک کو تو قبول کیا جاتا ہے اور دوسرے کو مسترد کر دیا جاتا ہے اگر مرزا غلام احمد کے محض یہ الفاظ قابلِ گرفت ہیں:۔

"ہر وہ شخص جسے میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا مسلمان نہیں"

(حقیقۃ الوحی)

تو آخر ان الفاظ کا کیا مطلب ہے جو اسی مفہوم کو ادا کرتے ہیں:۔

"میرے یہ الفاظ شاید آج کل کے قومیت کے شور و غوغا میں بہت ہی شاق گذریں گے لیکن میں پوری پائداری سے یہی سمجھتا ہوں کہ اگر ہمارے پاس کوئی ذریعہ ہو جس سے ہم ان غیر مومن مسلمانوں کا نامسلمان ہونا خود ان کو اور دنیا کو بتلا سکیں تو یہ دین کی بہت بڑی خدمت ہوگی"

(تقریر مولانا مودودی)

ہم آپ پر یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ احمدیت کوئی جزئی نوعیت کی تحریک نہیں ہم کسی شعبائی نوعیت کے حامل نہیں۔ آپ سوال فرمائیں گے کہ اس کی ہمارے پاس آخر کونسی دلیل ہے اور ہم نے اسے کہاں اور کس تحریر میں موجود میں پایا ہے۔ اس باب میں ہم مرزا غلام احمد صاحب کی متعدد تحریرات پیش کر سکتے ہیں چنانچہ چند ایک تسلئِ طبائع کی خاطر درج ذیل ہیں:۔

"سب سے بڑا گناہ جو اس وقت مسلمانوں کے درمیان پھیلا ہوا ہے وہ دنیا کی محبت ہے .... غرض اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو کہ ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں جن سے خدا تعالیٰ ناراض ہے اور جو اسلامی رنگ سے بالکل مخالف ہیں اس واسطے اللہ تعالیٰ اب ان لوگوں کو مسلمان نہیں جانتے جب تک وہ غلط عقائد کو چھوڑ کر راہِ راست پر نہ آ جاویں اور اس مطلب کے واسطے خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے۔ کہ میں ان سب غلطیوں کو دور کر کے اصلی اسلام پھر دنیا میں قائم کر دوں، یہ فرق ہے ہمارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان ان کی وہ حالت نہیں رہی جو اسلامی حالت تھی یہ مثل ایک خراب اور نکمے باغ کے ہو گئے۔ ان کے دل ناپاک ہیں اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایک نئی قوم پیدا کرے جو صدق اور راستی کو اختیار کر کے سچے اسلام کا نمونہ ہو"

(تقریر مرزا غلام احمد علیہ السلام ۲۶/دسمبر ۱۹۰۶ء)

ایک ایسی جمعیت کی تعمیر اور اس کے ذریعہ دنیا بھر میں ایک صالح انقلاب پیدا کرنا احمدیت کا طریق ہے۔ عجیب تر یہ ہے کہ تعلیم دین اور احیائے شریعت کو جزئی تحریک کیونکر قرار دیا گیا ہے۔ ہم مذہب کو شعبۂ حیات نہیں بلکہ حیاتِ کلی مانتے ہیں جس کے دائرہ میں تمام مسائلِ حیات آجاتے ہیں۔ خدا کا تعلق اور زندگی کا واحد مقصد یعنی خلقت له الدین ہی وہ محکم اساس ہے جس پر کہ کوئی انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ اس پر ہمارا پچیس سالہ طریق گواہ ہے اور خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اپنا نمونہ گواہ ہے کہ ہم موجودہ باطل سیاسیات کو وہ لعنت عظیم سمجھتے ہیں جسے اسلام ...... سے کوئی علاقہ نہیں۔ اور یہی بات ہے کہ ہم اس سے علیحدہ رہتے ہیں۔ اس سے یہ استدلال قطعاً غلط ہے کہ ہم عیسائیوں کی طرح مذہب کو صرف ایک مابعد الطبعی نوعیت میں مانتے ہیں۔ ہمیں محکم یقین ہے کہ اسلام کا اقتدار اسی سے پیدا ہوگا۔ چنانچہ ہم مرزا غلام احمد علیہ السلام کی ہی تحریر پیش کرتے ہیں:۔

"اور یقیناً سمجھو کہ دین اسلام عالمِ روحانی کے لئے مرکز ہے کیونکہ جسمانی ملک روحانی ملک کے تابع ہیں اور خدا تعالیٰ نے جسمانی ملک کی سلامتی اور بزرگی روحانی ملک میں رکھی ہے ...... اور جس وقت خدا تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ کسی قوم کو بلندی بخشے تو ان کو دین میں عالی ہمت اور صاحبِ غیرت کر دیتا ہے"

(نور الحق ۲ صفحہ ۵۱)

پھر ہم صرف عبادات یا چند فقہی مسائل کو احمدیت نہیں جانتے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ کیونکر اسے محض شعبائی یا جزئی تحریک کہہ دیا گیا ہے یا اسے جزئی قرار دیکر وہ انبیاء کی تحریک کو بھی جزئی اور شعبائی سمجھتے ہیں وگرنہ انہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ ہم ایمان باللہ اور عہد خداوندی پر بہت زور دیتے ہیں اور اسے مقدم تر کرتے ہیں۔ لیکن یہ مقدم تر کرنا صرف ایک جزو زندگی نہیں بلکہ حیاتِ کلی پر اثر انداز ہوتا ہے زندگی کے ہر شعبہ کو تغیر پذیر ہونا ہوگا۔ مرزا غلام احمد علیہ السلام نے کشتی نوح میں اسے تفصیلاً بیان کیا ہے اور اس تمام بیان کو مجتمع کر کے کہا ہے:۔

"پس تم بہت جلد ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ اور اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دے گی اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر یا ریا۔ یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو جو قابل قبول ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکا دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آجائے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا"

پھر اپنی ابتدائی تصنیف ازالہ اوہام میں ہی جب حضرت مرزا صاحب نے دعوت الی اللہ دینا شروع کی متبعین کو جو اس صراطِ پر گامزن رہنے کا عزم رکھتے تھے صاف متنبہ کر دیا تھا:۔

"یاد رکھو قرآن کریم میں پانسو کے قریب حکم ہیں اور اس نے تمہارے ہر ایک عضو اور ہر ایک قوت اور ہر ایک وضع اور ہر ایک حالت اور ہر ایک عمر اور ہر ایک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد و اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تمہاری کی ہے .... جو شخص ان سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا .... دنیا کی خوشحالی کی شرطوں سے خدا تعالیٰ کی عبادت مت کرو .... بلکہ تم اس لئے اس کی پرستش کرو کہ پرستش ایک حق خالق کا تم پر ہے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۸۵۳)

جن احباب نے احمدیت کو ایک جزئی یا شعبائی تحریک جانا ہے جسے محض مابعد الطبعی مسائل سے ہی رشتہ ہے وہ انبیاء کی تاریخ ان کے طرزِ فکر اور ان کے طریقِ کار سے شناسا نہیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ جماعت احمدیہ موجودہ تہذیب کو فاسد جانتی ہے اور یقین رکھتی ہے کہ اسے تباہ ہونا ہے اور اسلام کو غالب ہونا ہے کیا یہ درست نہیں کہ جماعت احمدیہ ایک ہمہ گیر اور بین الاقوامی نکتۂ نظر کی حامل ہے اور وقتی اور مقامی مصلحتوں سے کنارہ کش ہے جبھی تو مرزا صاحب نے کسی سیاسی۔ تعلیمی۔ وطنی یا قومی تحریک سے اشتراک نہیں کیا اور یہی شکوہ مسلمانوں کو مرزا صاحب سے ہے۔ ہم ان تحریکات کو محض سطحی اور جزوی سمجھتے ہیں

کبھی مرزا صاحب نے ندوۃ العلماء، حمایت اسلام، کانگریس اور علیگڑھ موومنٹ کی دعوت اشتراک کو تسلیم نہیں کیا۔ اس پر کشتی نوح صفحہ ۷ کی عبارت شاہد ہے کہ احمدیت انقلاب کے ان تمام طریقوں سے جدا نکتۂ نظر کی حامل ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"افسوس دنیا نے خدا کی اس نئی تجلی سے دشمنی کی ان ہاتھوں میں بجز فضول کے اور کچھ نہیں۔ دل ٹیڑھے اور ہمتیں تھکی ہوئی ہیں آنکھوں پر پردے ہیں۔ .... مسلمانوں کا حال دیکھو وہ کس قدر اس سے دور جا پڑے ...... مثلاً ندوۃ العلماء نے اسلام کے لئے جو کچھ دعوے کیا ہے اور یا انجمن حمایت اسلام لاہور جو اسلام کے نام پر مسلمانوں کا مال لیتی ہے کیا یہ لوگ خیر خواہ اسلام ہیں۔ کیا یہ لوگ صراط مستقیم کی حمایت کرتے ہیں؟ کیا ان کو یاد ہے کہ اسلام کن مصیبتوں کے نیچے کچلا گیا اور دوبارہ تازہ کرنے کے لئے خدا کی عادت کیا ہے؟

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان کے اسلامی حمایت کے دعوے کسی قدر قابل قبول ہو سکتے۔ لیکن اب یہ لوگ خدا کے الزام کے نیچے ہیں کہ حمایت کا دعوے کر کے جب آسمان سے ستارہ نکلا تو سب سے پہلے منکر ہو گئے اب وہ اس خدا کو کیا جواب دیں گے جس نے عین وقت پر مجھے بھیجا"۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام اور انبیاء کی تحریک کی اٹھان خدا کے تصور پر ہے اور جو نیا دستور انقلاب دنیا میں اسلامی حدود پر مترتب ہوگا اسے بھی اسی طرح سے قائم کیا جائے گا۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف مرزا غلام احمد علیہ السلام نے اشارہ کیا ہے۔ بیج اس سے پودا۔ پودے سے قد آور اور توانا درخت درخت سے شاخیں۔ شاخوں میں پھول اور پتے۔ اور پھر پھل یہ وہ اسلامی تحریک ہے جو اس طریق پر پیدا ہوتی ہے کوئی اگر یہ خیال کرے کہ ایک پھل لگ جائے یا شاخیں نکل آئیں اور بیج مفقود ہو تو یہ ایک طمع خام اور حماقت ہوگی مرزا غلام احمد کو ہم محض اس لئے پیش کرتے ہیں کہ دعوت کا داعی وہی ہے ورنہ وہ کوئی نیا دین اور نئی شریعت نہیں۔ اس سے انکار دراصل دعوت اسلامی سے انکار ہے۔ اور دعوت اسلامی سے انکار خدا اور رسول کے دین کی اقامت سے انحراف اور انکار ہے۔ اگر وہ دین اللہ کی اقامت سے انکار کرے، اپنا جدا قبلہ بنائے ایک نیا کلمہ ایجاد کرے تو ہم وہ پہلے افراد ہوں گے جو اس کا انکار کریں گے۔ پھر جب ایک ایسی دعوت موجود ہے اور السابقون الاولون کی طرح جہاد اسلامی میں سرگرم ہے تو پھر ایک نئی دعوت اور ایک الگ مرکز قائم کرنا کیوں اور کس لئے ہے۔ یہ وہ دعوت ہے جس کی طرف اور کوئی داعی نہیں، سید مناظر احسن گیلانی نے ایک مرتبہ فرمایا تھا:۔

"بڑے سے بڑا نصب العین کسی کے سامنے اگر ہے تو صرف اسی قدر کہ مسلمانوں کی کھوئی ہوئی بادشاہت انہیں پھر واپس دلا دی جائے حالانکہ مسلمانوں کو بادشاہ بنانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ بادشاہوں یا بادشاہت رکھنے والی قوموں کو مسلمان بنا لینے کی کوشش بھی اگر جاری رکھی جاتی یا اب بھی اگر جاری کر دی جائے تو بہ نسبت اول الذکر کے ثانی الذکر کوشش میں خدا مسلمانوں کو شاید زیادہ کامیابی عطا کر سکتا ہے"

(اخبار صدق دریا آباد۔ ۲۶ جولائی ۱۹۴۶ء)

لیکن یہ کام کوئی معمولی نوعیت کا نہیں بلکہ اذیتوں اور مصیبتوں سے پر ہے جس کا احساس سید مناظر احسن صاحب کو بھی ہے چنانچہ لکھتے ہیں

"ایک صرف ایک شعبہ یعنی جنہوں نے اب تک رسول اور اپنے رسول کی کتاب کو نہیں پہچانا ہے ان کو ان کے رسول تک پہنچا دینا اور رسول کی اس کتاب کو ان کے حوالہ کر دینے کا جو فرض مسلمانوں پر دوسرے فرائض کے ساتھ عائد کیا گیا ہے اور اس فرض میں اتنی شدت برتی گئی ہے کہ فرض کے ادا کرنے میں مال و آل۔ گھر، در، حتیٰ کہ جان عزیز سے بھی ہاتھ دھونا پڑے دوسروں کو خدا تک پہنچانے کی جدوجہد میں خود خدا تک پہنچنے کی صورت اگر پیش آ جائے تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اس پر بھی آمادہ ہو جائیں۔

کام کا صرف یہی ایک شعبہ ایسا باقی رہ گیا ہے جس پر کام تو کجا جس کے سوچنے کی ہمت اس وقت مسلمانوں کو نہیں ہو رہی ہے جو اقدام و ہجوم کی تمام صورتوں سے مایوس ہو کر صرف دفاعی کوششوں پر اپنی عزیمتوں اور ارادوں کو مرتکز کئے ہوئے ہیں"۔ ایضاً

مودودی صاحب کے اجتہادات کو چھوڑ کر کیوں کہ وہ کوئی حجت نہیں تحریک کی افادیت سے ہمیں بحث ہے۔ جب ہم اس صراط کے راہی ہیں اس پر بھی ہمیں نہ صرف مسلمانوں کا اشتراک حاصل نہیں بلکہ "فرقۂ ضالہ" کے معزز لقب اور تخریبی تحریک کے مزین خطاب سے ہمیں یاد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ توانائی جو یکجا ہو کر کام کر سکتی ہے وہ جدا رہ کر نہیں کر سکتی ہم کیا ہیں اسے آپ مندرجہ ذیل تحریر سے سمجھ جائیں گے اور یہی ہمارے وجود کی علت غائی ہے:۔

"میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقویٰ کے راستہ پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پائے اور خدا کا منشاء پورا ہو"۔

پھر ہم نے تو اس جہاد میں کچھ میدان بھی جیت لیا ہے اور مسلمانوں کی ان سرحدات کو جو صدہا سال سے جامد اور متعین ہو گئی تھیں وسیع کر دیا اور ایک بین الاقوامی دعوت دینا شروع کی۔ یہ دعوت جیسی رسمی مسلمانوں کے لئے ہے ویسی ہی غیر مسلموں کے لئے ہے آپ نے بحثوں کا حوالہ دیا۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہمارے بعض پہلوؤں کے غلط انداز سے آپ نے یہ نظریہ قائم کیا۔ اگر ہمارے تمام اوقات انہی بحثوں پر صرف ہوتے تو ہم مغرب کے کفرستانوں میں توانائی کا وہ ذخیرہ خرچ نہ کر سکتے جس کے خود ہمارے معترضین بھی قائل ہو گئے۔ مولانا مودودی اپنے اجتہادات کو اقامت دین کی تحریک میں رفقائے تحریک کے لئے حجت قرار نہیں دیتے ورنہ ہم ان پر بھی بحث کرتے کہ بعض نظریات میں ہمیں ان سے اختلاف ہے لیکن جب وہ اقامت دین کی تحریک میں فروعی اختلافات کو قائم رکھ کر بھی اتحاد عمل کو مقدم کرتے ہیں پھر ہم سے اتحاد کیوں بجا نہیں۔ یہ درست ہے کہ اتحاد عمل میں ہم اتحاد عقائد کو بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بعض پہلوؤں سے ہم کمزور ہوں لیکن افراد کی کمزوری سے ...... اقامت دین کی تحریک کا ساتھ نہ دینا خود خدا کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو توڑنا ہے۔ خدا ہمیں اور آپ کو اس عہد پر قائم رکھے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب:۔

نوٹ:۔ یہ مضمون ایک دوست کے خط کے جواب میں عرصہ ہوا لکھا گیا تھا

دو خط

(۱)

مورخہ ۱۴ جون ۱۹۵۱ء

برادر عزیز جناب محمد طفیل صاحب سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مرقومہ ۱۳ مئی ملا حالات معلوم ہوئے دو خط عزیزی ابراہیم آدم صاحب سیجوانی بصرہ کے ملاحظہ کے لئے بصرہ بھجوا دیا۔ لائٹ کا تراشہ متعلقہ تاریخ حیات حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ بھی ملا استاذ علی محمد سرطاوی کو دیا۔ انہوں نے اس کا عربی ترجمہ کر کے مجلہ "الرسالہ" قاہرہ کو بھجوایا ہے، استاذ سرطاوی کہتے ہیں کہ محمد طفیل صاحب سے حضرت مرزا صاحب کی سوانح حیات پر ایک مضمون لکھوا کر منگوا دیجئے ترجمہ کر کے الرسالہ میں بھجوانا چاہتے ہیں۔ کیا ایسا ہو سکے گا۔ پیغام صلح سے معلوم ہوا کہ اسلام اور دی ریلیجن آف ہیومینٹی کا فرنچ ترجمہ لاہور میں کیا گیا اور مراد کوال صاحب نے کئے چند نسخے یہاں بھجوائیں، فرنچ جاننے والوں کیلئے مفید ہوں گے نیز جرمنی یا کسی اور یورپین زبان میں پمفلٹ یا کتب ہوں وہ بھی بھجوائیں۔

امید ہے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کراچی میں بخیر و عافیت ہونگے ہم سبھوں سے السلام علیکم اور انگلش لٹریچر برابر بھیجتے رہیں چھ اوراق کی ڈائری اور ایک خط کی نقل ملفوف ہذا ہے۔

(سید تصدق حسین قادری۔ بغداد)

(۲)

مکرمی ایڈیٹر صاحب

حکیم الامۃ نور الدین کا ایک فتوٰے احباب کی اطلاع کے لئے آپ کے اخبار کے ذریعہ احمدی بھائیوں تک بھجوانا چاہتا ہوں برائے اشاعت ارسال ہے:۔

سوال:۔ نماز جمعہ میں فرض سے پہلے چار رکعت سنت ہے یا کم و بیش۔

جواب حکیم الامۃ:۔ جمعہ سے پہلے جس قدر اللہ تعالےٰ توفیق دیوے سنتیں پڑھو کوئی حدبندی نہیں۔ دو ہوں، چار ہوں، چھ ہوں یا اس سے بھی زیادہ۔

(فتاوے احمدیہ صفحہ ۱۹۲)

والسلام

عزیز بخش احمدی

آپ نے پوچھا ہے؟

(محمد یحییٰ بٹ صاحب)

ہمارے ایک دوست نے حدیث مجدد پر بعض سوالات لکھکر بھیجے ہیں۔ ان کے سوالات مع جواب ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

پہلا سوال } حدیث مجدد ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ میں جو من کا لفظ آیا ہے۔ وہ ایک سے زائد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے پس اس سے پتہ لگا کہ علماء کی جماعت بھی جو دین کی تجدید کا کام کرے وہ بھی مجدد ہو سکتی ہے؟

الجواب :- حدیث مجدد میں جو من کا لفظ آیا ہے۔ وہ بے شک واحد اور جمع ہر دو مفہوم کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ لیکن بصورت جمع جو نتیجہ آپ نے نکالا ہے وہ صحیح نہیں اس کی وجوہ یہ ہیں:-

اوّل:- مجدد آتا ہی اسی وقت ہے جب خود علماء کی حالت بگڑ جاتی ہے۔ قرآن کریم کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ آخر وہ بھی علماء ہی کہلاتے ہیں جن کی مثال کمثل الحمار یحمل اسفارا بیان کی گئی ہے۔ اس آخری زمانہ کے علماء کی بابت تو خصوصیت سے حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا تھا اشرٌ من تحت ادیم السماء یعنی یہ کہ آسمان کی دھوڑی کے نیچے بدترین مخلوق علماء ہوں گے۔ (الا ماشاء اللہ) پھر فرمایا کہ فتنہ سے ڈر کر لوگ بھاگے ہوئے علماء کے پاس آئیں گے تو وہ انہیں قردۃ و خنازیر پائیں گے۔ پس ان حالات میں جبکہ علماء کی یہ حالت ہوگئی ہو تو کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ علماء کی جماعت مفاسد زمانہ کو دُور کر سکے گی۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ جب تک علماء ربانی دنیا میں موجود رہتے ہیں جن کا نقشہ قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء تو اس وقت کسی مجدد کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن جب ان مصلحین امت کی اپنی حالت ہی حضرت نبی کریم صلعم کے اس ارشاد کی مصداق ہو جائے کہ قرآن کریم تو پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق کے نیچے نہیں اُترے گا، تو پھر اصلاح کے لئے کیا طریق ہوگا۔ وہ طریق یہی ہے کہ ان حالات میں اللہ تعالیٰ خود کسی مصلح اور مجدد کو امت میں پیدا کر دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا۔

دوم اس حقیقت کو بھی ذہن نشین کر لینا چاہئیے کہ ایسے پُر آشوب زمانہ میں جو بعض نیک لوگ موجود ہوتے ہیں۔ ان کی نیکی بھی ایسے وقت میں صرف اپنی ذات تک ہی محدود ہوتی ہے وہ ایک وسیع پیمانہ میں دوسروں پر اثر انداز نہیں ہوتی اور نیز یہ کہ ہر صاحب علم و عمل اس اہل بھی نہیں ہوتا کہ وہ اپنے زمانہ کے فسادات کی اصلاح کر سکے۔ بلکہ وہ تو کسی کامل شخص کا محتاج ہوتا ہے۔

اس حقیقت کو مولٰنا ابو الکلام آزاد نے بھی اپنی کتاب "تذکرہ" میں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"یہ وہ حقیقت ہے جو کتنی دیر سے تمہارے ذہن نشین کرا رہا ہوں یعنی اس وادی کا سروکار ہر صاحب علم و عمل نہیں ہو سکتا مردان راہ را ننا سے دیگر است" صفحہ ۲۴۷

پھر لکھتے ہیں:-

دعوت کا مقام دوسرا مقام ہے۔ اوّ عزیمت دعوت کا دوسرا۔ ضرور نہیں کہ ہر راہ رو کی یہاں تک رسائی ہو۔ عہد ظہورہ دعوت میں ہزار دل اصحاب علم و کمال [illegible] ہیں۔ مگر دروازہ کھولنے والا صرف مجدد احصر ہی ہوتا ہے اور اس کے ظہور کے لئے ضروری نہیں کہ عامہ اصحاب علم و حق بکلی معدوم ہو گئے ہوں"۔ صفحہ ۲۴۰

اس کے آگے یوں رقمطراز ہیں:-

یہ چند متفرق مثالیں تو دُور کی ہیں خود ہندوستان ہی کی تاریخ دیکھ لو ہمیشہ ایسا ہی معاملہ نظر آئے گا شہنشاہ اکبر کے عہد اختتام اور عہد جہانگیری کے اوائل میں کیا ہندوستان علماء اور مشائخ حق سے بالکل خالی ہو گیا تھا۔ کیسے کیسے اکابر موجود تھے۔ لیکن مفاسد وقت کی اصلاح و تجدید کا معاملہ کسی سے بھی بن نہ آیا۔ صرف حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود گرامی ہی تن تنہا اس کاروبار کا کفیل ہوا۔

سوم:- حدیث مجدد میں جو من کا لفظ آیا ہے۔ بصورت جمع اس کا مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ چونکہ دنیا کے اکثر ممالک میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ ایک ہی صدی میں مختلف ممالک میں کئی مجددین مبعوث ہوتے ہوں، یا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی ملک میں ایک ہی زمانہ میں ایک سے زائد مجددین مبعوث ہوں ایسا ہونا حالات کے ماتحت ہوتا ہے۔ اس کی مثال حضرت نبی کریم صلعم کی بعثت سے پیشتر یوں ملتی ہے کہ اگر ہر قوم میں علیحدہ علیحدہ نبی مبعوث ہوئے، تو یوں بھی ہوا کہ بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے ایک ہی وقت میں ایک سے زائد انبیاء بھی آئے۔

چہارم حدیث کے دیگر الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ بصورت جمع علماء کی جماعت مراد لینا کسی صورت میں بھی صحیح نہیں۔ اس حدیث میں دو شرطیں لگائی گئی ہیں پہلی ان اللہ یبعث کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اپنی جناب سے مبعوث کیا کریگا۔ یہاں بعثت کا لفظ اسی طرح ہی استعمال کیا گیا ہے جس طرح قرآن کریم میں انبیاء کی بعثت کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ فرمایا فبعث اللہ النبیین دوسری شرط یہ لگائی کہ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ یعنی ہر سو سال کے بعد ایسا شخص آیا کرے گا۔ اگر علماء کی جماعت مراد لی جائے تو پھر یہ دونوں شرطیں عبث ثابت ہوں گی۔

پنجم:- موجودہ زمانہ کے واقعات ہی کو لیں۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوے سے پیشتر تمام ہندوستان چھوڑ تمام اسلامی ممالک میں علماء کی تعداد کچھ کم تھی۔ تو پھر کیوں ان کی موجودگی میں اسلام اور مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ آخر کیا وجہ تھی کہ مسلمان اسلام کو چھوڑ کر ارتداد اختیار کر رہے تھے لیکن اس کے برعکس جب اللہ تعالیٰ نے اس بشارت نبوی کے تحت حضرت مرزا صاحب کو اصلاح امت کے لئے مبعوث فرمایا ہے تو رنگ بدل جاتا ہے۔ دشمن پر اپنی کمزوری اور شکست واضح ہو جاتی ہے۔ اور اسلام جو مغلوبیت کی حالت میں تھا وہ غالب آنا شروع ہو جاتا ہے اور دشمن فرار کی راہ اختیار کرتا ہے۔

دوسرا سوال } آپ کے اس سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ مجدد کے لئے دعوے کی ضرورت نہیں؟

الجواب:- حدیث میں یبعث کا لفظ موجود ہے۔ جو اس امر کا متقاضی ہے کہ دعوے ہو۔ جیسا کہ میں پہلے سوال کے جواب میں ثابت کر آیا ہوں کہ مجددین کی بعثت انبیاء کی بعثت کی طرح ہوگی۔ تو پھر ایسا خیال کرنا کہ مجددین کے لئے دعوے کرنا ضروری نہیں کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے؟ آپ نے اپنے سوال میں یہ بھی لکھا ہے کہ "کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ امام شافعی نے دعوے کیا؟"

حدیث مجدد سے جب یہ امر ثابت ہے کہ ہر مجدد کے لئے دعوے کرنا لازمی ہے۔ تو پھر اس کی صحت کے لئے فرداً فرداً دعاوی کو ڈھونڈھنا یہ کوئی ضروری نہیں۔ عدم علم سے عدم شئی لازم نہیں آتا۔ انبیاء ہی کی بعثت کو لے لیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ان من قریۃ الا خلا فیھا نذیر یعنی یہ کہ ہر بستی میں ہم نے ایک نذیر بھیجا۔

اب کوئی کہے کہ ہم اس دعوے کو نہیں مانتے جب تک تمام انبیاء کے نام نہ گنواؤ۔ تو ایسا مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ جن مجددین کے دعاوی ہم تک نہیں پہنچے ان کا لٹریچر ضائع ہو گیا ہو یا انہوں نے محض زبانی ہی قوم میں اپنے دعوے کا ذکر کیا ہو اپنے دعوے کو تحریر میں لانا کوئی ضروری نہیں اور ان کا ان کو مجدد تسلیم کرنا ہی اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ انہوں نے دعوے ضرور کیا ہوگا۔

دوسرے یہ کہ بعض کے دعاوی کا علم نہ ہونے کی وجہ سے یہ کس طرح لازم آگیا کہ مجددین کے لئے دعوے کرنا لازمی نہیں۔ حالانکہ بعثت کا لفظ تقاضا کرتا ہے کہ دعوے ہو اور تاریخ میں سابقہ مجددین کے ایک گروہ کے دعاوی موجود بھی ہیں۔

خصوصاً اس صدی پر جب کہ ایک شخص علی الاعلان یہ دعوے کر رہا ہے۔ کہ خدا نے مجھے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے اور وہ مسیح اور مہدی جن کے آنے کی بشارت حضرت نبی کریم صلعم نے امت کو دی تھی وہ میں ہوں۔ اور وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا بھی ہو، تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک سچا مجدد خلق اللہ کو گمراہ ہوتے دیکھ کر بالکل خاموش بیٹھا رہے۔ جھوٹا تو ببانگ دہل اپنے دعوے کو پیش کرے اور وہ جو خدا کی طرف سے مبعوث کیا گیا ہے اور اپنے دعوے میں

سچا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی جرأت ہی نہ کرے۔ العجب! اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ مجدد کے لئے دعویٰ لازمی نہیں تو پھر بھی یہ حالات تقاضا کرتے تھے کہ جھوٹے کے مقابلہ پر سچا ضرور دعوے کرے۔ واقعات شاہد ہیں کہ آج تک تمام اسلامی دنیا میں صرف ایک ہی شخص نظر آتا ہے جس نے امام زمان مسیح موعود مہدی معہود ہونے کا دعوے کیا ہے اور باوجود چیلنج پر چیلنج کے کسی کو اس کے مقابلہ میں دم مارنے کی جرأت بھی نہیں ہوئی۔

تیسرا سوال آپ کے تیسرے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا مجدد کے دعوے کو ماننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے؟

الجواب: - اگر یہی حق ہو کہ مجدد کے دعوے کو ماننا ضروری نہیں۔ اور اس کا ماننے والا اور نہ ماننے والا دونوں یکساں ہیں۔ تو کیا اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ اس کی بعثت کی خوشخبری دینا اور پھر ہر سو سال کے بعد اللہ تعالےٰ کا کسی نہ کسی کو اس منصب پر کھڑا کرنا ایک عبث فعل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مجدد تا ہی اس وقت ہے جبکہ امت کو اس کی اشد ضرورت ہوتی ہے اس کے زمانہ میں حقیقی اور بصیرت افروز ایمان دلوں سے نکل چکا ہوتا ہے۔ خدا اور اس کے رسول کا نام زبانوں پر تو ہوتا ہے . . . لیکن قلوب سچی معرفت سے بالکل خالی ہوگئے ہوتے ہیں الا ماشاء اللہ اور یہ ایمان انہیں کوئی نفع نہیں پہنچا رہا ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول پہ ایمان رکھنے کا دعوے کرنے کے باوجود ان کی عملی زندگیوں میں کوئی صلاحیت نظر نہیں آتی - جھوٹ بولنا - غیروں کا مال کھا جانا غرضکہ خدا کے احکام کی نافرمانی کرنا ان کے نزدیک کوئی مقام خوف نہیں ہوتا۔ پس جب ایمان کی یہ حالت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ پھر مجددین کو مبعوث فرماتا ہے تا وہ اپنے زندہ نشانوں کے ذریعہ سے زندہ خدا پر ایک زندہ ایمان پیدا کر دیں۔ وہ دین میں کمی بیشی کرنے کے لئے نہیں آتے بلکہ وہ اس کھوئی ہوئی بصیرت کو دوبارہ دلوں میں پیدا کرنے کے لئے آتے ہیں۔ یہی وہ بصیرت ہے جو گناہ سوز ہے۔ یہی وہ بصیرت ہے جس کے پیدا ہو جانے کے بعد ایک زمینی آدمی آسمانی بن جاتا ہے۔ مجدد اپنے زمانہ میں نبی کامل حضرت نبی کریم صلعم کا نائب ہوتا ہے اور وہ اپنے نبی کے کمالات کا وارث ہوتا ہے نیز وہ اپنے زمانہ میں حضرت نبی کریم صلعم کے برکات و فیوض امت تک پہنچانے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رح فرماتے ہیں:

"مجدد آنست کہ ہرچہ دراں مدت از فیوض بامتاں برسد بتوسط او برسد۔ اگرچہ اقطاب و اوتاد دراں وقت بودند و بدلا و نجبا باشند۔"

یعنی مجدد وہ ہے کہ اس زمانہ میں جس قدر فیوض امتوں کو پہنچتا ہے وہ اسی مجدد کے توسط سے پہنچتا ہے خواہ اس زمانہ میں قطب اوتاد اور ابدال و نجبا موجود ہوں"

نواب صدیق حسن خاں صاحب اپنی کتاب حجج الکرامہ کے صفحہ ۱۳۴ پر حدیث مجدد پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"و اللہ تعالےٰ بر دست او دلہائے مردہ را زندہ میکند"

یعنی یہ کہ اللہ تعالےٰ اس مجدد کے ہاتھ پر مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے

دوسرے حدیث مجدد سے جیسے معلوم ہوتا ہے مجدد تو اس لئے آتا ہے کہ تا وہ مرور زمانہ کے باعث دین اسلام میں جو بدعات راہ پاگئی ہیں ان کو دور کرے اور حضرت نبی کریم صلعم کی سنت جس کے نشان فاسد خیالات کے غبار سے مٹ چکے ہیں از سر نو زندہ کرے تا لوگ بدعات کو چھوڑ کر صراط مستقیم پر قائم ہو جائیں۔ اب جو شخص مجدد وقت کو نہیں مانتا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ آس کی بتائی ہوئی راہ پر (جو حقیقی اسلام ہے) کبھی بھی گامزن نہیں ہوگا بلکہ اس کے برعکس وہ رائج شدہ طریق پر ہی جو غیر اسلامی اور بدعت ہے اس پر قائم رہے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بسبب اسی غلط راہ پر گامزن ہونے کے وہ شخص خدا کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکے گا، بلکہ گمراہی کی طرف ہی دن بدن بڑھتا چلا جائیگا حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ صراط مستقیم صرف ایک ہی ہے۔ جو اسے چھوڑتا ہے وہ گمراہی کو اختیار کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے۔ فما ذا بعد الحق الا الضلال اسی لئے حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیہ گمراہی اور ہلاکت معرفت ہی جاہلیت کی موت ہے

اب اس روشنی میں ہر کوئی دیکھ سکتا ہے کہ مجدد وقت کو ماننا کس قدر ضروری ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کے نہ ماننے سے کوئی شخص کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا ہے لیکن جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ اس سے ہٹ کر کوئی شخص روحانی افضال و برکات کو قطعاً حاصل نہیں کر سکتا۔ اب محض مسلمان کہلا لینا تو کوئی خوبی کی بات نہیں۔ اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ ہم ایمانیات میں بصیرت پر قائم ہو جائیں جس پر حضرت نبی کریم صلعم نے صحابہ کو پہنچایا علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی اور یہ بصیرت پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ مجدد وقت کا ساتھ نہ دیا جائے عالم روحانی میں یہ ایک قانون ہے اس سے جھگڑنا خدا سے جھگڑنا ہے

میرے اس زمانہ کے امام کے لئے تو خصوصاً حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا تھا کہ جب تم میں مسیح نازل ہو تو خواہ تمہیں برف کے تودوں پر سے گھٹنوں کے بل چل کر بھی اس کے پاس جانا پڑے تو اس کے پاس جاؤ اور اسکو میرا سلام کہو۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ جب مسیح آئے تو اس کے ساتھ ہو جانا اور اس کے ساتھ مل کر دین کی نصرت کرنا۔ حضرت نبی کریم صلعم کے ان صریح احکامات کے پیش نظر اگر کوئی شخص امام وقت حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود کو نہیں مانتا تو وہ خود ہی سوچ لے کہ وہ کس کے احکام کی نافرمانی کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام زمان نے فرمایا کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ دراصل اس کے احکام کو نہیں مانتا جس نے میرے آنے کی بشارت دی۔

چوتھا سوال آپ نے فرمایا ہے کہ رسالت بعثت مجددین کے صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے کہ "مجدد وہ ہے جو صدی گذر جائے تو وہ زندہ معلوم و مشہور ہو" تو اس لحاظ سے میرزا صاحب تیرھویں صدی کے مجدد ہو سکتے ہیں نہ کہ چودھویں کے۔

الجواب: - رسالہ بعثت مجددین کے اسی صفحہ پر مولوی [illegible] البتہ رسالہ ضرورت مجدد میں یہ عبارت ہے "ابن الاثیر اور طیبی وغیرہما کہتے ہیں کہ مجدد وہ ہے جو صدی گذر جائے تو وہ زندہ معلوم و مشہور ہو۔ اور لوگ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوں یعنی اُسے مجدد جانتے ہوں" یہاں جس صدی میں مجدد کے زندہ معلوم اور مشہور ہونے کا ذکر ہے یہ وہ صدی ہے جس کے سر پر وہ مبعوث کیا گیا ہو۔ اس پہلی صدی مراد نہیں۔ حضرت میرزا صاحب نے چودھویں صدی کے سر پر دعوے کیا اور وہ اپنے اس دعوے میں ہندوستان چھوڑ یورپ و امریکہ تک مشہور و معلوم تھے۔ تیرھویں صدی کے مجدد تو بالاتفاق حضرت سید احمد صاحب بریلوی ہیں حالانکہ وہ اس صدی کے آخر تک زندہ نہ رہے۔

خط کے آخر پر سائل نے لکھا ہے کہ کسی مجدد کو اپنے دعوے کا اسی کی طرح یقین نہیں ہوتا یہ بھی ایک غلط فہمی ہے۔ اگر مجدد کو خود ہی یقین نہ ہو تو پھر وہ اپنے ماننے والوں میں یہ یقین کس طرح پیدا کر سکتا ہے۔

مجددین کی بعثت انبیاء کی بعثت کی طرح ہوتی ہے - جس طرح انبیاء کو یقین دیا جاتا ہے اسی طرح مجددین بھی یقینی وحی کے ساتھ کھڑے کئے جاتے ہیں یہ یقین کامل ہی ہوتا ہے کہ جو مامور کو ہر قسم کے مصائب کو برداشت کرنے پر ثابت قدم رکھتا ہے دوسرے یہ کہ اگر اسے یقین نہ ہو کہ خدا تعالےٰ ہی نے اسے اس مقام پر کھڑا کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا اسے شک ہوگا کہ شاید وحی جس نے اسے اس منصب پر کھڑا کیا ہے رحمانی ہے یا شیطانی ہے تو اگر رحمانی ہو تو وہ اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے اور بصورت دیگر اگر شیطانی ہو اور ظاہر کر دے تو ہر دو صورتوں میں اس کے لئے ہلاکت کا اقرار کرنا ہے۔ سو یہ سخت غلطی ہے کہ ہم یہ خیال کریں کہ مجدد کو اپنے دعوے کا یقین نہیں دیا جاتا ✦

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی طبیعت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ پچھلے دنوں کراچی میں گرمی زیادہ پڑنے کے باعث کچھ خراب ہو گئی تھی اور کچھ نفخ کی شکایت بھی ہو گئی تھی لیکن اب ٹھیک ہے۔

—— مکرم ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب سول سرجن اٹک کیمبل پور جو جماعت کے سرگرم رکن ہیں۔ ۱۰ اگست کو حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں خدا تعالےٰ ان کا حج قبول فرمائے۔

—— گل زمان کارکن جماعت احمدیہ لاہور گذشتہ کئی ماہ سے بیمار تھے اب انہیں آرام ہے۔ لیکن ابھی کمزوری باقی ہے۔ احباب جماعت ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا کریں۔

—— جماعت کے اور بھی کئی دوست بیمار اور کچھ مالی مشکلات میں مبتلا ہیں، احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفا بخشے اور مالی مشکلات کو دور فرمائے - آمین

مکتوب مسیح

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

اس کا جواب وہی ہے جو میں لکھ چکا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے ایمان کا ثواب اکبر اسی امر سے مشروط کر رکھا ہے کہ نشان دیکھنے سے پہلے ایمان ہو اور حق اور باطل میں فرق کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ چند قرائن جو وجہ تصدیق ہو سکیں اپنے ہاتھ میں ہوں اور تصدیق کا پلہ تکذیب کے پلہ سے بھاری ہو۔ مثلاً حضرت صدیق اکبر ابوبکر رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو انہوں نے کوئی معجزہ طلب نہیں کیا اور جب پوچھا گیا کہ کیوں ایمان لائے تو بیان کیا میرے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امین ہونا ثابت ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ انہوں نے کبھی کسی انسان کی نسبت بھی جھوٹ کو استعمال نہیں کیا چہ جائیکہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھیں۔ ایسا ہی اپنے اپنے مذاق پر ہر ایک صحابی ایک ایک اخلاقی یا تعلیمی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھکر اور اپنی نظر دقیق سے اسکو وجہ صداقت ٹھہرا کر ایمان لائے تھے اور ان میں سے کسی نے بھی نشان نہیں مانگا تھا اور کاذب اور صادق میں فرق کرنے کے لئے ان کی نگاہوں میں یہ کافی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقوےٰ کے اعلیٰ مراتب پر ہیں اپنے منصب کے اظہار میں بڑی شجاعت اور استقامت رکھتے ہیں اور جس تعلیم کو لائے ہیں وہ دوسری سب تعلیموں سے صاف تر اور پاک تر اور سراسر نور ہے۔ اور تمام اخلاق حمیدہ میں بے نظیر ہیں اور للٰہی جوش ان میں اعلیٰ درجہ کے پائے جاتے ہیں اور صداقت ان کے چہرہ پر برس رہی ہے پس انہی باتوں کو دیکھکر انہوں نے قبول کر لیا کہ وہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اس جگہ یہ نہ سمجھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات ظاہر نہیں ہوئے بلکہ تمام انبیاء سے زیادہ ظاہر ہوئے لیکن عادت اللہ اسی طرح پر ہے کہ اوائل میں کھلے کھلے معجزات اور نشان مخفی رہتے ہیں تا صادقوں کا صدق اور کاذبوں کا کذب پرکھا جائے یہ زمانہ ابتلا کا ہوتا ہے اور اس میں کوئی کھلا کھلا نشان ظاہر نہیں ہوتا پھر جب ایک گروہ صافی دلوں کا اپنی نظر دقیق سے ایمان لے آتا ہے اور عوام کالانعام باقی رہ جاتے ہیں تو ان پر حجت پوری کرنے کے لئے یا ان پر عذاب نازل کرنے کے لئے نشان ظاہر ہوتے ہیں مگر ان نشانوں سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو پہلے ایمان لا چکے تھے اور بعد میں ایمان لانے والے بہت کم ہوتے ہیں کیونکہ ہر روزہ تکذیب سے ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں اور اپنی مشہور کردہ راؤں کو وہ بدل نہیں سکتے آخر اسی کفر اور انکار میں واصل جہنم ہوتے ہیں۔

مجھے دلی خواہش ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے کہ درحقیقت ایمان کے مفہوم کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ پوشیدہ چیزوں کو مان لیا جائے اور جب ایک چیز کی حقیقت ہر طرح سے کھل جائے یا ایک وافر حصہ اس کا کھل جائے تو پھر اس کا مان لینا ایمان میں داخل نہیں مثلاً اب جو دن کا وقت ہے اگر میں یہ کہوں کہ میں اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ اب دن ہے رات نہیں تو میرے اس ماننے میں کیا خوبی ہوگی اور اس ماننے میں مجھے دوسروں پر کیا زیادت ہے۔ سعید آدمی کی پہلی نشانی یہی ہے کہ اس بابرکت کو سمجھ لے کہ ایمان کس چیز کو کہا جاتا ہے کیونکہ جس قدر ابتدائے دنیا سے لوگ انبیاء کی مخالفت کرتے آئے ہیں ان کی عقلوں پر یہی پردہ پڑا ہوا تھا کہ وہ ایمان کی حقیقت کو نہیں سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ جب تک دوسرے امور مشہودہ محسوسہ کی طرح انبیاء کی نبوت اور ان کی تعلیم کھل نہ جائے تب تک قبول کرنا مناسب نہیں اور وہ بیوقوف یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ کھلی ہوئی چیز کو ماننا ایمان میں کیونکر داخل ہوگا وہ تو ہندسہ اور حساب کی طرح ایک علم ہوا نہ کہ ایمان پس یہی حجاب تھا کہ جس کی وجہ سے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ اوائل میں ایمان لانے سے محروم رہے اور پھر جب اپنی تکذیب میں پختہ ہو گئے اور مخالفانہ راؤں پر اصرار کر چکے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے کھلے کھلے نشان ظاہر ہوئے تب انہوں نے کہا کہ اب قبول کرنے سے مرنا بہتر ہے غرض نظر دقیق سے صادق کے صدق کو شناخت کرنا سعیدوں کا کام ہے اور نشان طلب کرنا نہایت منحوس طریق اور اشقیا کا شیوہ ہے جس کی وجہ سے کروڑہا منکر ہیزم جہنم ہو چکے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی سنت کو نہیں بدلتا جیسا کہ اس نے فرما دیا ہے انہی کے ایمان کو ایمان سمجھتا ہے جو زیادہ ضد نہیں کرتے اور قرائن مرجحہ کو دیکھ کر اور علامات صدق پاکر صادق کو قبول کر لیتے ہیں اور صادق کا کلام صادق کی راستبازی صادق کی استقامت اور خود صادق کا منہ ان کے نزدیک اس کے صدق

پر گواہ ہوتا ہے۔ مبارک وہ جن کو مردم شناسی کی عقل دی جاتی ہے۔

ماسوا اس کے جو شخص جو نبی متبوع علیہ السلام کا متبع ہے اور اس کے فرمودہ پر اور کتاب اللہ پر ایمان لاتا ہے اس کی آزمائش انبیاء کی آزمائش کی طرح کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے کیونکہ انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لاویں لیکن اس جگہ تو ایسے انقلاب کا دعوےٰ نہیں ہے وہی اسلام ہے جو پہلے تھا وہی نمازیں ہیں جو پہلے تھیں وہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو پہلے تھا اور وہی کتاب کریم ہے جو پہلے تھی اصل دین میں سے کوئی ایسی بات چھوڑنا نہیں پڑی جس سے اس قدر حیرانی ہو۔ **مسیح موعود** کا دعوےٰ اس حالت میں گراں اور قابل احتیاط ہوتا کہ جبکہ اس دعوےٰ کے ساتھ نعوذباللہ کچھ دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی اور ہماری عملی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی اب جبکہ ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں صرف مابہ النزاع حیات مسیح اور وفات مسیح ہے اور مسیح موعود کا دعوےٰ اس مسئلہ کی درحقیقت ایک فرع ہے اور اس دعوےٰ سے مراد کوئی عملی انقلاب نہیں اور نہ اسلامی اعتقادات پر اس کا کچھ مخالفانہ اثر ہے تو کیا اس دعوےٰ کے تسلیم کرنے کے لئے کسی بڑے معجزہ یا کرامت کی حاجت ہے جس کا مانگنا رسالت کے دعوےٰ میں عوام کا قدیم شیوہ ہے ایک مسلمان جسے تائید اسلام کے لئے خدا تعالیٰ نے بھیجا جس کے مقاصد یہ ہیں کہ تا دین اسلام کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کرے اور آج کل فلسفی وغیرہ الزاموں سے اسلام کا پاک ہونا ثابت کر دیوے اور مسلمانوں کو اللہ اور رسول کی محبت کی طرف رجوع دلاوے کیا اس کا قبول کرنا ایک منصف مزاج اور خدا ترس آدمی پر کوئی مشکل امر ہے؟

مسیح موعود کا دعوےٰ اگر اپنے ساتھ ایسے لوازم رکھتا ہے جن سے شریعت کے احکام اور عقائد پر کچھ مخالفانہ اثر پہنچتا تو بے شک ایک ہولناک بات تھی لیکن دیکھنا چاہیئے کہ میں نے اس دعوےٰ کے ساتھ کس اسلامی حقیقت کو منقلب کر دیا ہے کون سے احکام اسلام میں سے ایک ذرہ بھی کم یا زیادہ کر دیا ہے، ہاں ایک پیشگوئی کے وہ معنے کئے گئے ہیں جو خدا تعالیٰ نے اپنے وقت پر مجھ پر کھولے ہیں اور قرآن کریم ان معنوں کی صحت کے لئے گواہ ہے اور احادیث صحیحہ بھی ان کی شہادت دیتے ہیں، پھر نہ معلوم اس قدر کیوں شور و غوغا ہے۔

ہاں طالب حق ایک سوال بھی اس جگہ کر سکتا ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعود کا دعوےٰ تسلیم کرنے کے لئے کونسے قرائن موجود ہیں کیونکہ کسی مدعی کی صداقت ماننے کے لئے قرائن تو چاہیئے خصوصاً آج کل کے زمانہ میں تو مکر اور فریب اور بددیانتی سے بھرا ہوا ہے اور دعاوی باطلہ کا بازار گرم ہے۔

اس سوال کے جواب میں مجھے یہ کہنا کافی ہے کہ مندرجہ ذیل امور طالب حق کے لئے بطور علامات اور قرائن کے ہیں۔

(۱) اوّل وہ پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو تواتر معنوی تک پہنچ گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر صدی کے سر پر وہ ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو دین کو پھر تازہ کر دے گا اور اس کی کمزوریوں کو دُور کرکے پھر اپنی اصلی طاقت اور قوت پر اسکو لے آوے گا اس پیشگوئی کی رُو سے ضرور تھا کہ کوئی شخص اس چودھویں صدی پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا اور موجودہ خرابیوں کی اصلاح کے لئے پیش قدمی دکھلاتا سو یہ عاجز عین وقت پر مامور ہوا اس سے پہلے صدہا اولیاء نے اپنے الہام سے گواہی دی تھی کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود ہوگا اور احادیث صحیحہ نبویہ پکار پکار کر کہتی ہیں کہ تیرھویں صدی کے بعد ظہور مسیح ہے پس کیا اس عاجز کا یہ دعوےٰ اس وقت عین اپنے محل اور اپنے وقت پر نہیں ہے کیا یہ ممکن ہے کہ فرمودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا جاوے میں نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ چودھویں صدی کے سر پر مسیح موعود پیدا نہیں ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی پیشگوئیاں خطا جاتی ہیں اور صدہا بزرگوار صاحب الہام جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔

(۲) اس بات کو بھی سوچنا چاہیئے کہ جب علماء سے یہ سوال کیا جائے کہ چودھویں صدی کا مجدد ہونے کیلئے بجز اس احقر کے اور کس نے دعویٰ کیا ہے اور کس نے منجانب اللہ آنے کی خبر دی ہے اور ملہم ہونے اور مامور ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو اس کے جواب میں وہ بالکل خاموش ہیں اور کسی شخص کو پیش نہیں کر سکتے جس نے ایسا دعوےٰ کیا ہو اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعوےٰ سے کچھ بڑا نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جس کو یہ رتبہ حاصل ہو کہ وہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہو اس کا نام منجانب اللہ خواہ مثیل مسیح اور خواہ مثیل موسےٰ ہو یہ تمام نام اس کے حق میں جائز ہیں مثیل ہونے میں کوئی اصلی فضیلت نہیں اصلی اور حقیقی فضیلت ملہم من اللہ اور کلیم اللہ ہونے میں ہے پھر جس شخص کو مکالمہ الٰہیہ کی فضیلت حاصل ہو گئی اور کسی خدمت دین کے لئے مامور من اللہ ہو گیا تو اللہ جل شانہٗ وقت کے مناسب حال اس کا کوئی نام رکھ سکتا ہے۔ یہ نام رکھنا تو کوئی بڑی بات نہیں اسلام میں

موسےٰ۔ عیسیٰ، داؤد، سلیمان، یعقوب وغیرہ بہت سے نام نبیوں کے نام پر لوگ رکھ لیتے ہیں اس تفاؤل کی نیت سے کہ ان کے اخلاق انہیں حاصل ہو جائیں۔ پھر اگر خدا تعالےٰ کسی کو اپنے مکالمہ کا شرف دے کر کسی موجودہ مصلحت کے موافق اس کا کوئی نام بھی رکھ دے تو اس میں کیا استبعاد ہے؟

اور اس زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کو دفع کرنا اور ان کے فلسفہ کو جو مخالف قرآن دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور ان پر اسلام کی حجت پوری کرنا ہے کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام کے لئے جو بغیر تائید الٰہی دور نہیں ہو سکتی عیسائیوں کے فلسفیانہ حملے اور مذہبی نکتہ چینیاں ہیں جن کے دور کرنے کے لئے ضرور تھا کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی آوے اور جیسا کہ میرے پر کشفاً کھولا گیا ہے، حضرت مسیح کی روح ان افتراؤں کی وجہ سے جو ان پر اس زمانہ میں کئے گئے اپنے مثالی نزول کے لئے شدت جوش میں تھی، اور خدا تعالےٰ سے درخواست کرتے تھے کہ اس وقت مثالی طور پر اس کا نزول ہو سو خدا تعالےٰ نے اس کے جوش کے موافق اس کی مثال کو دنیا میں بھیجا تا وہ وعدہ پورا ہو جو پہلے سے کیا گیا تھا۔ یہ ایک سر اسرار الٰہیہ میں سے ہے کہ جب کسی رسول یا نبی کی شریعت اس کے فوت ہونے کے بعد بگڑ جاتی ہے اور اس کی اصل تعلیموں اور ہدایتوں کو بدلا کر بے ہودہ اور بیجا باتیں اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اور ناحق کا جھوٹ افترا کر کے یہ دعوےٰ کیا جاتا ہے کہ وہ تمام کفر اور بدکاری کی باتیں اس نبی نے ہی سکھلائی تھیں تو اس نبی کے دل میں ان فسادوں اور تہمتوں کے دور کرنے کے لئے ایک اشد توجہ اور اعلیٰ درجہ کا جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ تب اس نبی کی روحانیت تقاضا کرتی ہے کہ کوئی قائم مقام اس کا زمین پر پیدا ہو۔

اب غور سے اس معرفت کے دقیقہ کو سنو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دو مرتبہ یہ موقع پیش آیا کہ ان کی روحانیت نے قائم مقام طلب کیا اوّل جب کہ ان کے فوت ہونے پر چھ سو برس گذر گیا اور یہودیوں نے اس بات پر حد سے زیادہ اصرار کیا کہ وہ نعوذ باللہ مکار اور کاذب تھا اور اس کا ناجائز طور پر تولد تھا۔ اور اسی لئے وہ مصلوب ہوا اور عیسائیوں نے اس بات پر غلو کیا کہ وہ خدا تھا اور خدا کا بیٹا تھا اور دنیا کو نجات دینے کے لئے اس نے صلیب پر جان دی پس جبکہ مسیح علیہ السلام کی بابرکت شان میں نابکار یہودیوں نے نہایت خلاف تہذیب جرح کی اور بموجب توریت کے اس آیت کے جو کتاب استثنا میں ہے کہ جو شخص صلیب میں کھینچا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے نعوذ باللہ حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنتی قرار دیا اور مفتری اور کاذب اور ناپاک پیدائش والا ٹھہرایا اور عیسائیوں نے ان کی مدح میں اطراء کر کے ان کو خدا ہی بنا دیا اور ان پر یہ تہمت لگائی کہ یہ تعلیم انہی کی ہے تب بہ اعلام الٰہی مسیح کی روحانیت جوش میں آئی، اور اس نے ان تمام الزاموں سے اپنی بریت چاہی اور خدا تعالےٰ سے اپنا قائم مقام چاہا تب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے جن کی بعثت کی اغراض کثیرہ میں سے ایک یہ بھی غرض تھی کہ ان تمام بیجا الزاموں سے مسیح کا دامن پاک ثابت کریں اور اس کے حق میں صداقت کی گواہی دیں یہی وجہ ہے کہ خود مسیح نے یوحنا کی انجیل کے ۱۶ باب میں کہا ہے کہ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا (یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم پاس نہ آئے گا پھر اگر میں جاؤں تو اسے تم پاس بھیجدوں گا اور وہ آ کر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھہرائے گا گناہ سے اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے راستی سے اس لئے کہ میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے کہ جب وہ روح حق آئے گی تو تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دے گی وہ روح حق میری بزرگی کرے گی اس لئے کہ وہ میری چیزوں سے پائیگی ۱۴-۔ وہ تسلی دینے والا جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب چیزیں سکھائیگا وتمام ۔ میں تمہیں سچ بتاتا ہوں کہ مجھ کو نہ دیکھو گے اس وقت تک کہ تم کہو گے مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام پر (یعنے مسیح علیہ السلام کے نام پر) آتا ہے۔ ان آیات میں مسیح کا یہ فقرہ کہ میں اسے تم پاس بھیجدوں گا اس بات پر صاف دلالت کرتا ہے کہ مسیح کی روحانیت اس کے آنے کے لئے تقاضا کرے گی اور یہ فقرہ کہ باپ اسکو میرے نام سے بھیجے گا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ آنے والا مسیح کی تمام روحانیت کو پائے گا اور اپنے کمالات کی ایک شاخ کے رو سے وہ مسیح ہوگا جیسا کہ ایک شاخ کی رو سے وہ موسےٰ ہے، بات یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں کیونکہ وہ وجود پاک جامع کمالات متفرقہ ہے پس وہ موسےٰ بھی ہے اور عیسیٰ بھی اور آدم بھی اور ابراہیم بھی اور یوسف بھی اور یعقوب بھی۔ اسی کی طرف اللہ جلشانہ اشارہ فرماتا ہے۔ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ یعنے اے رسول تو ان تمام ہدایات متفرقہ کو اپنے وجود میں جمع کر لے جو ہر یک نبی خاص طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا پس اس سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کی شانیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں شامل تھیں اور درحقیقت محمد کا نام صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ محمد کے یہ معنے ہیں کہ بغایت تعریف کیا گیا اور غایت درجہ کی تعریف تبھی متصور ہو سکتی ہے کہ جب انبیاء کے تمام کمالات متفرقہ اور صفات خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوں چنانچہ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں جن کا اس وقت لکھنا موجب طوالت ہے اسی پر دلالت کرتی بلکہ بصراحت بتلاتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک باعتبار اپنی صفات اور کمالات کے مجموعہ انبیاء تھی اور ہر یک نبی نے اپنے وجود کے ساتھ مناسبت پا کر یہی خیال کیا کہ میرے نام پر وہ آنے والا ہے اور قرآن کریم ایک جگہ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ ابراہیم سے مناسبت رکھنے والا یہ نبی ہے اور بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری مسیح سے بشدت مناسبت ہے اور اس کے وجود سے میرا وجود ملا ہوا ہے پس اس حدیث میں حضرت مسیح کے اس فقرہ کی تصدیق ہے کہ وہ نبی میرے نام پر آئے گا سو ایسا ہی ہوا کہ ہمارا مسیح صلی اللہ علیہ وسلم جب آیا تو اس نے مسیح ناصری کے ناتمام کاموں کو پورا کیا اور اس کی صداقت کے لئے گواہی دی اور ان تہمتوں سے اس کو بری قرار دیا جو یہود اور نصارےٰ نے اس پر لگائی تھیں اور مسیح کی روح کو خوشی پہنچائی یہ مسیح ناصری کی روحانیت کا پہلا جوش تھا جو ہمارے سید ہمارے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے اپنی مراد کو پہنچا۔

پھر دوسری مرتبہ مسیح کی روحانیت اس وقت جوش میں آئی کہ جب نصارےٰ میں دجالیت کی صفت اتم اور اکمل طور پر آ گئی اور جیسا کہ لکھا ہے کہ دجال نبوت کا دعوےٰ بھی کرے گا اور خدائی کا بھی ایسا ہی انہوں نے کیا۔ نبوت کا دعوےٰ اس طرح پر کیا کہ کلام الٰہی میں اپنی طرف سے وہ دخل دیئے جو قواعد مرتب کئے اور وہ تنسیخ ترمیم کی جو ایک نبی کا کام تھا جس حکم کو چاہا قائم کر دیا اور اپنی طرف سے عقائد نامے اور عبادت کے طریقے گھڑ لئے اور ایسی آزادی سے مداخلت بیجا کی کہ گویا ان باتوں کے لئے وحی الٰہی ان پر نازل ہو گئی سو الٰہی کتابوں میں اس قدر بیجا دخل دوسرے رنگ میں نبوت کا دعوےٰ ہے اور خدائی کا دعوےٰ اس طرح پر کہ ان کے فلسفہ دانوں نے یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح تمام کام خدا کے ہمارے قبضہ میں آ جائیں جیسا کہ ان کے خیالات اس ارادہ پر شاہد ہیں کہ وہ دن رات ان فکروں میں پڑے ہوئے ہیں کہ کسی طرح ہم ہی مینہ برسائیں اور نطفہ کو کسی آلہ میں ڈال کر اور رحم میں پہنچا کر بچے بھی پیدا کر لیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ خدا کی تقدیر کچھ چیز نہیں بلکہ ناکامی ہماری بوجہ غلطی تدبیر تقدیر ہو جاتی ہے اور جو کچھ دنیا میں خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ پہلے زمانہ کے لوگوں کو ہر چیز کے طبعی اسباب معلوم نہ تھے اور اپنے تھک جانے کی حد انتہا کا نام خدا اور خدا کی تقدیر رکھا تھا اب علل طبعیہ کا سلسلہ جب ٹھیک لوگوں کو معلوم ہو جائے گا تو یہ خام خیالات خود بخود دور ہو جائیں گے پس دیکھنا چاہیئے کہ یورپ اور امریکہ کے فلاسفروں کے یہ اقوال خدائی کا دعوےٰ ہے یا کچھ اور ہے اسی وجہ سے ان فکروں میں پڑے ہوئے ہیں کہ کسی طرح مردے بھی زندہ ہو جائیں اور امریکہ میں ایک گروہ عیسائی فلاسفروں کا انہی باتوں کا تجربہ کر رہا ہے اور مینہ برسانے کا کارخانہ تو شروع ہو گیا اور ان کا منشا ہے کہ بجائے اس کے کہ لوگ مینہ کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کریں یا استسقاء کی نماز پڑھیں گورنمنٹ میں ایک عرضی دے دیں کہ فلاں کھیت میں مینہ برسایا جائے اور یورپ میں یہ کوشش ہو رہی ہے کہ نطفہ رحم میں ٹھہرانے کے لئے کوئی کل پیدا ہو اور نیز یہ کہ [illegible] چاہیں لڑکا پیدا کر لیں اور جب چاہیں لڑکی اور ایک مردہ نطفہ لے کر اور کسی پچکاری میں رکھ کر کسی عورت کے رحم میں چڑھا دیں اور اس تدبیر سے اسکو حمل کر دیں اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ خدائی پر قبضہ کرنے کی فکر ہے یا کچھ اور ہے اور یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ دجال اول نبوت کا دعوےٰ کرے گا پھر خدائی کا اگر اس کے یہ معنے لئے جائیں کہ چند روز نبوت کا دعوےٰ کر کے پھر خدائیت کا دعوےٰ کرے گا تو یہ معنے صریح باطل ہیں کیونکہ جو شخص نبوت کا دعوےٰ کرے گا اس دعوےٰ میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام سنا دے جو اس پر خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بنا دے اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ کا درجہ دے۔

(باقی دارد)

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ میں "یوم والدین" کی تقریب

گذشتہ اتوار مورخہ ۲۲ر جولائی ۱۹۵۱ء مسلم ہائی سکول نمبر ۲ میں "یوم والدین" کی تقریب منائی گئی۔ اس میں سکول کے تمام طلباء کے والدین کو دعوت نامے بھیجے گئے۔ اس اجتماع کا انتظام سکول کے ہال میں کیا گیا تھا۔ جسے سلسلہ کے بزرگوں اور دیگر اکابرین کی تصاویر سے سجایا گیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قائد اعظم اور آپکی ہمشیرہ کی تصاویر بھی وہاں آویزاں تھیں۔ حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ ان میں گورنمنٹ کے ہائی سکولوں کے ہیڈ ماسٹر بھی موجود تھے۔

جلسہ کی کارروائی حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی زیر صدارت شروع ہوئی قرآن کریم کی تلاوت کے بعد مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول نمبر ۲ نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور بعد میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے بارے میں بعض اصولی امور کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ عام طور پر والدین جب بچوں کو سکول میں داخل کرا دیتے ہیں تو وہ اپنے بچوں کی دیکھ بھال اور ان کے عادات کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اب ان بچوں کی تربیت ان کے اساتذہ کے ہی ذمہ ہے۔ مرزا صاحب نے فرمایا یہ صحیح ہے کہ اساتذہ ان کے بچوں کی اپنے بچوں کی طرح تربیت کرتے ہیں لیکن ان کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے بعد والدین بچوں کی تربیت کرنے سے آزاد ہو گئے ہیں۔ ان بچوں کی تربیت کرنے میں اساتذہ اور والدین دونوں کا اشتراک ہے۔ جب تک دونوں باہم مل کر بچوں کی تربیت کرنے کی طرف متوجہ نہ ہوں گے کامیابی مشکل ہے۔ انہوں نے کہا بچے ۲۴ گھنٹوں میں سے زیادہ سے زیادہ چھ گھنٹے سکول میں اساتذہ کے زیر نگرانی رہتے ہیں، اور باقی ۱۸ گھنٹے ان سے الگ رہتے ہیں۔ سو بچوں کی تربیت کرنے میں یہ لازمی ہے کہ والدین اساتذہ سے معاونت کریں۔

مرزا صاحب موصوف نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:-

والدین کو چاہیئے کہ وہ گاہے بگاہے سکول میں آتے رہیں۔ اور اساتذہ سے اپنے بچوں کے متعلق پوچھیں۔ اور اگر بچہ کی پڑھائی میں کوئی نمایاں ترقی نہ دیکھیں تو استاد سے اس کی وجہ دریافت کریں تاکہ باہم مل کر بچہ کی کمزوری کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے ہمیں خوشی ہوگی اگر والدین مہینہ میں ایک دو بار آکر ہمارے کام کی پڑتال کریں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر والدین کو بچوں کی کسی کمزوری کی اطلاع دی جاتی ہے تو بچے اسے اپنے خلاف پاکر والدین تک اُسے پہنچنے ہی نہیں دیتے۔ اس لئے والدین کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ اساتذہ سے خود ملتے رہیں تا بچوں کی کمزوریوں کی اصلاح ساتھ ساتھ ہوتی رہے۔ والدین عموماً یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں کہ ہم ان امور کی طرف توجہ دے سکیں ہم تو ان کے لئے روزی کمانے میں مصروف رہتے ہیں ایسا خیال صحیح نہیں۔ والدین کے لئے اگر کوئی دولت ہے تو وہ ان کے بچے ہیں سونا چاندی کے ڈھیر جمع کرنا یہ کوئی دولت نہیں۔ غور کریں اگر کوئی شخص اپنے پیچھے بڑی دولت چھوڑ جاتا ہے اور اس کے بچوں کی تربیت اچھی طور پر نہ ہوئی ہو۔ تو کیا ہوگا بچے اس دولت کو ضائع کر دیں گے سو والدین کو چاہیئے کہ اس اہم حقیقت سے بھی غافل نہ ہوں اور فرمایا آج بچوں کو دینی تعلیم سے بہت ناواقفیت ہے۔ چاہیئے کہ والدین گھروں میں ایک مذہبی فضا پیدا کریں اور کم از کم بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کی طرف ضرور توجہ دیں۔ یہاں سکول میں جو دینی تعلیم دی جاتی ہے وہ اسی صورت میں فائدہ مند ہو سکتی ہے جب گھروں میں اس کا چرچا ہو۔ بدقسمتی سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہر بچہ کی زبان پر کوئی نہ کوئی فلمی گانا ضرور ہوتا ہے یہ بچوں کے اخلاق پر بہت برا اثر ڈالتے ہیں۔ لیکن والدین کی تھوڑی سی توجہ سے اگر کوئی قرآن کریم کی آیت یاد کرا دی جائے تو یہ کس قدر خوشی

کا باعث ہو۔

آخر میں مرزا صاحب موصوف نے فرمایا کہ اسلام نے بچوں کی تربیت پر بڑا ہی زور دیا ہے اور اس کے لئے بعض اصولی باتیں بھی ہمیں بتائی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ والدین کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں میں خود اعتمادی پیدا کریں وہ یہ کہ جب بچہ ذرا ہوش سنبھالے تو چھوٹے چھوٹے تمام کاموں کا کرنا اسی پر چھوڑ دینا چاہیئے اکثر دیکھا جاتا ہے کہ فرط محبت کے باعث کافی عمر تک والدین بچوں کو خود نہلاتے اور اسے کپڑے بھی خود ہی پہناتے ہیں ایسا کرنا اچھا نہیں یہاں ہائی سکول میں دیکھا جاتا ہے کہ بعض والدین بچوں کی فیس خود دیکر آتے ہیں۔ اس سے بچوں میں خود اعتمادی پیدا نہیں ہو سکتی۔ امریکہ میں تو دیکھا گیا ہے جب بچہ نے ذرا ہوش سنبھالی چھوٹے چھوٹے کام اس کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں وہ اپنا منہ خود دھوتا ہے اپنا تولیہ خود سنبھالتا ہے اور کھانا خود کھاتا ہے۔

دوسری اصولی بات یہ ہے کہ والدین کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کی عزت کریں حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے اکرموا اولادکم اپنے بچوں کی عزت و تکریم کرو۔ بچوں کو گالی دینا اور انہیں برے برے ناموں سے بلانا اور انسے ایسا برتاؤ کرنا جس میں عزت و تکریم نہ پائی جاتی ہو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ حضرت نبی کریم صلعم کی تکریم کا تو یہ رنگ ہے کہ جب کبھی فاطمۃ الزہرا گھر آتیں حضورؐ ان کے استقبال کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے۔

اس کے بعد تیسری اصولی بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ والدین کو اپنے بچوں پر جبر نہیں کرنا چاہیئے۔ آپ ہر کام اُن سے مشورہ لے کر کریں۔ دیکھئے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کا جو واقعہ قرآن مجید میں لکھا ہے اس سے ہمیں یہ سکھایا گیا ہے دیکھئے کس خوبی اور نرمی کے ساتھ بیٹے کو مخاطب کیا ہے۔ یا بنی اے میرے پیارے بیٹے پھر جو امر اس سے متعلق ہے اس کے بارے میں اس سے رائے لیتے ہیں۔ رائے کا لینا گویا بچہ کو خرید لینا ہے۔

اس کے بعد صاحب صدر حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

پیشتر اس کے کہ میں تربیت اولاد کے متعلق کچھ عرض کروں آپ لوگوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کے بچے مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے جیسے قابل اور لائق ہیڈ ماسٹر کے سپرد ہیں یہ کس قدر خوشی کی بات ہے کہ ہیڈ ماسٹر صاحب موصوف قرآن و حدیث جانتے اور علم دین سے خوب واقف ہیں۔ بچوں کو ایسے قابل اور دیندار ہیڈ ماسٹر کا مل جانا ان کے والدین کے لئے واقعی خوشی کا باعث ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد حضرت مولنا صدرالدین صاحب نے فرمایا کہ اسلام نے والدین کی خدمت اور اطاعت پر بڑا زور دیا ہے۔ قرآن کریم میں والدین کی اطاعت کو خدا کی عبادت کے ساتھ بیان فرمایا ہے یہ اس لئے کہ اسلام کی نگاہ میں والدین کی خدمت و اطاعت کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ جن بچوں میں اطاعت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے ان کی زندگی سنور جاتی ہے ورنہ اس جذبہ کا پیدا نہ ہونا گویا مستقبل کا تباہ ہونا ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے والدین کی تعظیم و تکریم کرنے پر اس قدر زور دیا ہے کہ فرمایا ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔ پھر فرمایا بدبخت ہے وہ جس نے والدین میں سے کسی ایک کو بڑھاپا پایا اور جنت کو نہ خریدا گویا والدین کی خدمت کرنا جنت کا پاسپورٹ حاصل کرنا ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی والدہ تو آپ کی چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گئیں تھیں۔ لیکن گاؤں کی ایک بدو عورت حلیمہ سعدیہ جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا آپ انہیں اماں کہتے اور ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے ایک بار سعد قبیلہ کی عورتیں قیدی ہو کر آئیں۔ تو حلیمہ قوم کی سفارش لے کر آپؐ کے پاس آتی ہیں اور حضورؐ اس وقت لشکر میں مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے۔ دیکھتے ہی پکار اُٹھے..... میری اماں آگئیں۔ لشکر کے سامنے ہی اس بدو عورت کی تعظیم کرتے ہیں اور چادر بچھا کر انہیں اس پر بٹھاتے ہیں۔ حلیمہ نے اپنی قوم کے قیدیوں کی سفارش کی کہ انہیں چھوڑ دیا جائے۔ حضورؐ نے فرمایا اب تو قیدی تقسیم کر دیئے گئے ہیں۔ ہاں میں اپنا اور اپنے عزیزوں کا حصہ تو واپس کرتا ہوں اور باقیوں کے لئے لشکر سے سفارش کر دوں گا کہ وہ بھی چھوڑ دیں۔ قوم کی بھی کیا قدر دانی ہے کوئی حکم نافذ نہیں کیا فرمایا سفارش کر دوں گا اگر وہ اپنا حصہ واپس کر دیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے اور عزیزوں کے حصہ تو واپس کرتے ہوئے قوم سے سفارش کی۔ قوم نے بھی لبیک کہی اور تمام قیدی واپس کر دیئے گئے۔ یہ ہے وہ تعلیم جس پر حضرت نبی کریم صلعم ہم کو عامل بنانا چاہتے ہیں۔ آج ہم کس

کونسی بات درست ہے؟

قرآن شریف اور سیرت رسول

۱- اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا وان الله علی نصرهم لقدیر ۞ الذین اخرجوا من دیارهم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا الله ط (۲۲: ۳۹-۴۰)

ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے وہ جو اپنے گھروں سے بغیر حق اور بلا وجہ نکالے گئے سوائے اس کے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

۲- وقاتلوا فی سبیل الله الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ط ان الله لا یحب المعتدین ۞ واقتلوهم حیث ثقفتموهم واخرجوهم من حیث اخرجوکم والفتنة اشد من القتل ط ولا تقاتلوهم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیه فان قاتلوکم فاقتلوهم ط کذلک جزاء الکفرین ۞ فان انتهوا فان الله غفور رحیم - وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین لله فان انتهوا فلا عدوان الا علی الظلمین ۞ (۲: ۱۹۰ - ۱۹۱)

اور اللہ کی راہ میں انہیں لوگوں سے جنگ کرو جنہوں نے تم سے جنگ کی اور حد سے نہ بڑھو کیونکہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔ اور انہیں قتل کرو جہاں پاؤ اور ان جگہوں سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکال دیا ہے یقیناً فتنہ قتل سے سنگین ہے اور انہیں مسجد حرام کے قریب میں قتل نہ کرو جب تک کہ وہ تمہیں اس میں قتل نہ کریں اور اگر وہ تم سے وہاں جنگ کریں تو تم بھی کرو یہی کافروں کی سزا ہے اور اگر وہ رک جائیں تو اللہ غفور الرحیم ہے اور ان سے جنگ کرو حتیٰ کہ فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو اور اگر وہ رک جائیں تو بجز ظالموں کے کسی اور کے لئے سزا نہیں۔

وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین لله کے متعلق مولانا مودودی لکھتے ہیں

"چوتھی آیت میں دین اسلام کے پیروؤں کو حکم دیا گیا ہے کہ دنیا سے لڑو اور اس وقت تک دم نہ لو جب تک فتنہ یعنی ان نظامات کا وجود دنیا سے مٹ نہ جائے جن کی بنیاد خدا سے بغاوت پر قائم ہے اور پورا نظام اطاعت اور بندگی اللہ کے لئے خاص نہ ہو جائے"

(قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص۹۵)

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر طالبعلم جانتا ہے کہ کفار مکہ نے حضورؐ کو بادشاہت پیش کی اور مطالبہ کیا کہ وہ کفار کے بتوں کی برائی نہ کریں لیکن حضورؐ نے اس پیشکش کو

مولانا مودودی

اسلام کی نگاہ میں یہ بات ہرگز کافی نہیں ہے کہ تم نے خدا کو خدا اور اس کے قانون کو برحق مان لیا۔ نہیں۔ اسکو ماننے کے ساتھ ہی آپ سے آپ یہ فرض بھی تم پر عائد ہو جاتا ہے کہ جہاں بھی تم ہو جس سرزمین پر بھی تمہاری سکونت ہو وہاں خلق خدا کی اصلاح کے لئے اٹھو، حکومت کے غلط اصول کو صحیح اصول سے بدلنے کی کوشش کرو ...... جب اسلام اس طرح پر اپنے آدمیوں کو تیار کر لیتا ہے تب وہ ان سے کہتا ہے کہ ہاں اب تم روئے زمین پر خدا کے سب سے زیادہ صالح بندے ہو لہذا آگے بڑھو لڑ کر خدا کے باغیوں کو حکومت سے بے دخل کر دو اور حکمرانی کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لو ......

یہ نکتہ بھی جب آپ کے ذہن نشین ہو گیا تو بغیر کسی لمبی چوڑی بحث کے آپ کا دماغ خود اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ دین خواہ کوئی سا بھی ہو لامحالہ اپنی حکومت چاہتا ہے۔ دین جمہوری ہو یا بادشاہی، دین اشتراکی ہو یا دین الٰہی یا کوئی اور دین ہو بہرحال ہر دین کو اپنے قیام کے لئے خود اپنی حکومت کی ضرورت ہوتی ہے۔ حکومت کے بغیر دین بالکل ایسا ہے جیسے ایک عمارت کا نقشہ آپ کے دماغ میں ہو مگر عمارت زمین پر موجود نہ ہو .... یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس پر جب آپ غور کریں گے تو یہ بات بآسانی آپ کی سمجھ میں آ جائے گی کہ جنگ کی یہ تقسیم جارحانہ اور مدافعانہ کی اصطلاحوں میں کی گئی ہے اس کا اطلاق سرے سے اسلامی جہاد پر ہوتا ہی نہیں .... جب ایک بین الاقوامی پارٹی ایک جہانی نظریہ و مسلک کو لے کر اٹھے اور تمام قوموں کو انسانی حیثیت سے اس مسلک کی طرف بلائے اور ہر قوم کے آدمیوں کو مساویانہ حیثیت سے اپنی پارٹی میں شریک کرے اور محض مسلک مخالف کی حکومت کو مٹا کر اپنے مسلک کی حکومت قائم کرنے کی جدوجہد کرے تو ایسی حالت میں اصطلاحی حملہ آور اور مدافعت کا قطعاً سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر اصطلاح سے قطع نظر کر لی جائے تب بھی اسلامی جہاد پر جارحانہ اور مدافعانہ تقسیم منطبق نہیں ہوتی اسلامی جہاد بیک وقت جارحانہ بھی ہے اور مدافعانہ بھی۔ جارحانہ اس لئے کہ وہ اپنے مسلک پر عامل ہونے کے لیے حکومت کی طاقت استعمال کرنے پر مجبور ہے ....

....

علاوہ بریں قومی اور ملکی تقسیمات کے باوجود انسانی تعلقات و روابط کچھ ایسی عالمگیری اپنے اندر رکھتے ہیں کہ کوئی ایک مملکت بھی اپنے اصول و مسلک کے مطابق پوری طرح عمل نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ ہمسایہ ممالک میں بھی وہی اصول و مسلک رائج نہ ہو

مغربی مستشرقین

"محمڈن ازم کی بنیاد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ۵۷۰ عیسوی میں رکھی۔ وہ (نقل کفر کفر نباشد) نعوذ باللہ EPILEPTIC تھے اور انہوں نے ایک امیر بیوہ سے شادی کی ان کا دین بیشتر تلوار کی نوک پر پھیلا ——— یہی ایک بات اس دین کے بطلان کے لئے کافی ہے۔ محمڈیوں کا بہشت قرآن کے نکتہ نظر سے، ایک اچھا سجا ہوا حرم ہے محمڈن ازم کو دس ملین آدمی مانتے ہیں"

FREEMIND P:3, VOL III No:12.

WHOLE No: 36 - 1951

اور پھر وہ زمانہ بھی آ گیا کہ اسلام کو بجبر غیر مسلموں سے منوایا جانے لگا (میئور)

"اس بات سے قطع نظر کے پچھلے چند سالوں میں اسلام کے دفاع میں معذرت خواہوں نے جو کچھ ان الزامات کے متعلق لکھا ہے کہ اسلام نے عورت کے مقام کو تذلیل کی حد تک نیچے گرا دیا، غلامی کو ٹھونسا، جنگ کو عام کیا، اور سماجی ترقی کی راہ روک دی، مسلمان یہ خوب جانتے ہیں کہ یہ الزام تاریخی طور پر ثابت شدہ حقیقت ہیں"

(مسلم ورلڈ ٹوڈے ص۵۲ از جان آر ووٹ)

"حضرت محمد نے فائدانہ طور و طریق اتنے اونچے نہ تھے .... اور نہ وہ شانتی اور اہنسا پر یقین رکھتے تھے"

(دنشو اتہاس کی روپ ریکھا۔ ایشوری دیال ص۱۴۹)

"اور جب محمدؐ فوت ہو گئے تو ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے، اور پہاڑوں کو ہلا دینے والے ایمان کے ساتھ انہوں نے سادگی اور ذہانت سے تمام روئے زمین کو تین چار ہزار عربوں کی چھوٹی سی فوج کے ہمراہ اللہ کے لیے فتح کرنے کی مہم کا آغاز کیا جو انہیں سطور پر چلائی گئی تھی جو خطوط ۶۲۸ عیسوی میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ سے دنیا کے شاہوں کو لکھے تھے" (ایچ۔ جی۔ ویلز)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
ہفت روزہ پیغام صلح لاہور
فون نمبر ۳۷۳۷

قرآن شریف اور سیرت رسولؐ

ٹھکرا دیا - اور دعوت اسلام جاری رکھی - جنگ بدر مدینہ کے قریب و جوار میں اور مکہ سے بہت دور لڑی گئی اور نبی کریم صلعم نے خدا تعالے کے حضور گڑگڑا کر دعا کی اللھم ان اھلکت ھٰذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابدا - یعنی اے اللہ اگر تو نے اس گروہ کو برباد کر دیا تو زمین پر تیری پرستش پھر کبھی نہ ہو گی -

صلحنامہ حدیبیہ میں بیعت رضوان کے عزم آہنی کے پس منظر کے باوجود آپ نے ایک ایسی صلح کی جس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ رسول برحق نہیں فرمایا یقیناً ہوں پھر کہا تو ہم پر ایسی ذلت کیوں ڈالی جاتی ہے فرمایا خدا کے حکم کے مطابق کرتا ہوں - اور وہ "ذلت" کیا تھی سہیل سفیر کفار نے معاہدہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنے دیا محمد رسول اللہ کے لفظ کٹوا کر محمد بن عبد اللہ لکھوایا - معزورین مکہ کی واپسی تسلیم کروائی خود مدینہ سے معزور لوگوں کو دینے سے انکار کر دیا - خدا تعالیٰ نے اس صلحنامہ کو فتحاً مبینا کہا - یہ واقعہ ۶ھ کا ہے اور نبی کریم مدینہ کی ریاست کے حاکم تھے -

یہ ایک امر واقعہ ہے اور اس کا سب مؤرخین کو اعتراف ہے کہ حضرت عمرؓ نہ چاہتے تھے کہ مسلمان اپنا قدم حدودِ عرب سے آگے بڑھائیں سب مؤرخین لکھتے ہیں کہ عراق عرب کے فتح ہو جانے کے بعد حضرت عمرؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "ہمارے اور فارس کے درمیان آتشیں پہاڑ حائل ہوتا تو اچھا ہوتا" اور میور نے اپنی تاریخ خلافت میں لکھا ہے کہ جب زیادؓ نے حضرت عمرؓ سے اجازت چاہی کہ حدودِ عراق سے نکل کر خراساں میں ایرانی افواج کا تعاقب کرے تو حضرت عمرؓ نے روک دیا اور فرمایا "کہ میں چاہتا ہوں کہ عراق عرب اور اس کے پرے جو ممالک ہیں ان کے درمیان پہاڑوں کی روک ہوتا کہ نہ ایرانی ہم تک پہنچ سکیں اور نہ ہم ان تک پہنچیں" اس پر میور لکھتا ہے کہ ۲۱ھ تک ایک عالمگیر تبلیغ کا خیال پختہ نہ ہوا تھا اور اسلام کو ایک عام مذہبی لڑائی کے ذریعہ بجبر لوگوں سے منوانے کا خیال قلب مسلم میں پیدا نہ ہوا تھا" حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ ۱۶ھ کے ہیں -

جب ایران فتح ہو گیا اور یزدگرد کی ساری حکومت کا خاتمہ ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے ایک پُر اثر تقریر فرمائی جو تاریخ میں محفوظ ہے اور آپ نے فرمایا کہ آج مجوسیوں کی سلطنت برباد ہو گئی اور اب وہ اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے

مولانا مودودی

جائے - لہذا مسلم پارٹی کے لئے اصلاح عمومی اور تحفظ خودی دونوں کی خاطر یہ ناگزیر ہے کہ کسی ایک خطہ میں اسلامی نظام حکومت قائم کرنے پر اکتفا نہ کرے بلکہ جہاں تک اس کی قوتیں ساتھ دیں اس نظام کو تمام اطراف میں وسیع کرنے کی کوشش کرے - وہ ایک طرف اپنے افکار و نظریات دنیا میں پھیلائے گی ..... دوسری طرف اگر اس میں طاقت ہو گی تو وہ لڑ کر غیر اسلامی حکومتوں کو مٹا دے گی اور ان کی جگہ اسلامی حکومت قائم کرے گی ....

پھر آپ ذرا غور کریں تو یہ بات بھی آسانی کے ساتھ آپ کی سمجھ میں آ جائے گی کہ یہ حکومت جب کچھ مدت کام کرکے لوگوں کی نگاہوں میں جادو کا اثر کرے گی .... اس وقت لوگوں کے لئے اس سیدھی بات کا سمجھنا اور مان لینا کچھ بھی مشکل نہ ہو گا کہ حقیقت میں اللہ ہی ان کا خدا ہے .... آج جس بات کا لوگوں کے دماغوں میں اتارنا سخت مشکل نظر آتا ہے اس وقت وہ بات خود بخود دماغوں میں اترنے لگے گی ....

....

یہی پالیسی تھی جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے عمل کیا - عرب جہاں مسلم پارٹی پیدا ہوئی تھی سب سے پہلے اسی کو اسلامی حکومت کے زیرنگیں لایا گیا - اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف کے ممالک کو اپنے اصول و مسلک کی طرف دعوت دی مگر اس کا انتظار نہ کیا کہ یہ دعوت قبول کی جاتی ہے یا نہیں بلکہ قوت حاصل کرتے ہی رومی سلطنت سے تصادم شروع کر دیا - آنحضرت صلعم کے بعد حضرت ابوبکرؓ پارٹی لیڈر ہوئے تو انہوں نے روم اور ایران دونوں کی غیر اسلامی حکومت پر حملہ کیا اور حضرت عمرؓ نے اس حملہ کو کامیابی کے آخری مراحل تک پہنچا دیا -

(حقیقت جہاد - مطبوعہ تاج کمپنی)

("یوم والدین" بقیہ از صفحہ)

میں سے مسلمان کہلاتے ہیں جبکہ ہم آپ کے طریق پر نہیں چلتے - فاطمۃ الزہرا گھر آتی ہیں تو مرحبا کہکر اس کا استقبال کرتے اور اس کو اپنی جگہ پر بٹھاتے -

ایک بار مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے تھے کہ صفیہؓ آگئیں ان کی تعظیم کے لئے اٹھے اور کچھ دیر گفتگو کے بعد جب وہ جانے لگیں تو چھوڑنے کے لئے مسجد کے دروازہ تک آئے - یہ ہے وہ طریق کار جس سے قومیں بلند ہو سکتی ہیں گھر جاتے ہیں تو مسواک کرتے ہیں کہ میرے منہ سے بی بی کو بو نہ آئے - کیا آج ہماری یہ حالت ہے - بی بی سے سخت کلامی اور دشنام دہی تو کجا اس بات کا اہتمام ہے کہ کہیں بو سے اسے تکلیف نہ ہو - حضرت نے قوم کو معزز اور سربلند کرنے کے لئے یہ اصول بیان فرماتے ہیں - آپ نے فرمایا علیکم بالصدق راستی کو اختیار کرو - سچ بولنا ہر مسلمان قوم کا شعار ہونا چاہیئے - پھر فرمایا و ایاکم والکذب اور جھوٹ کے قریب نہ جانا - پھر فرمایا حلال طیب روٹی کمانے سے خدا دعا کو قبول کرتا ہے - سو سچ بولنا، کسی صورت میں بھی جھوٹ نہ بولنا اور حلال طیب روٹی کا کھانا اسی میں نجات ہے -

آخر میں مولانا صاحب موصوف نے ایک زرین اصول کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ قرآن کریم میں ہے لیس للانسان الا ما سعی یعنی جس قدر محنت کرو گے اتنا ہی پھل پاؤ گے - یہ ہمارا ماٹو ہونا چاہیئے محنت محنت محنت - لائق استاد وہی ہے جو بچوں میں محنت کی عادت ڈالتا ہے - اس کے بعد دعا ہوئی، جلسہ ختم ہوا - حاضرین پر ان تقاریر کا بڑا اچھا اثر ہوا -

ضروری تصحیح پیغام صلح یکم اگست ۱۹۵۱ء کے شمارہ میں اداریہ میں جنگ حنین کی جگہ جنگ احد کا اندراج ہو گیا ہے احباب اسے درست فرما لیں -

(ادارہ)

ناظم و قائد ایڈیٹر - غلام ربانی - بی اے - ایل ایل بی - مقام اشاعت احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ - لاہور + پرنٹر پبلشر بشیر محمد اختر + مطبع تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور + زر سالانہ چھ روپیے + ہندوستان سے ۸-۱۲-۶ روپے + ممالک غیر ۳۳ شلنگ

ہفت روزہ پیغامِ صلح لاہور

جلد ۳۹ | ۱۵ اگست ۱۹۵۱ء | شمارہ ۳۰

(حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں)

تو نے مامور ہو کر بدعتوں کو جلا ڈالا۔ اور راہوں کو سیدھا کیا۔ کیونکہ تو لوگوں کو خواہشات نفس سے چھڑانے آیا۔

پس آفرین ایسے نجات دہندہ پر جس نے مذلت سے دنیا کو بچا لیا۔

تیرے قدم خدا کے حضور کھڑے کھڑے متورم ہو جاتے تھے یقیناً تیرے جیسا عابد ہم نے کہیں بھی نہ دیکھا تو نے ہی بڑی طاقت سے لوگوں کو دین قویم کی طرف بُلایا"

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام)

دشمن سے نیک سلوک

حضرت علیؓ نے اپنے قاتل کے متعلق کیا حکم دیا؟

کونسا بچہ ہے جس نے حضرت علی کا نام نہ سنا ہو۔ آپ، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی بھی تھے اور داماد بھی۔ آپ نبی کریم صلعم کے چوتھے خلیفہ بھی تھے۔

آپ کو خدا نے بڑی خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔ آپ ابھی بچے ہی تھے کہ حضرت نبی کریم صلعم پر ایمان لائے۔ بچپن ہی سے ان میں بہادری کی علامتیں پائی جاتی تھیں۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوےٰ کیا اور اپنے قریبیوں کو وعظ فرمایا اور ان سے کہا کہ خدا نے اصلاح کا کام میرے سپرد کیا ہے۔ کیا تم میں کوئی ہے جو اس کام میں میری مدد کرے۔ اور کسی رشتہ دار نے تو کچھ جواب نہ دیا بلکہ بڑا ہی مذاق اڑایا مگر ایک چھوٹی عمر کا لڑکا تھا جس نے آگے بڑھ کر کہا "یا رسول اللہ! میں آپ کی مدد کروں گا۔ میں آپ کی خدمت کروں گا۔" یہ چھوٹی عمر کا لڑکا کون تھا یہ حضرت علی تھے آپ کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ لڑکوں میں سے سب سے پہلے آنحضرت صلعم پر ایمان لائے اور آپ نے کبھی کسی بُت کے سامنے سجدہ نہیں کیا۔ اس لئے آپ کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کے الفاظ لکھے اور پڑھے جاتے ہیں یعنے خدا نے آپ کے چہرہ کو بزرگ بنایا ہے۔ جب آپ بڑے ہوئے تو آپ نے اسلام کی خدمت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ آپ بڑی بڑی جنگوں میں شریک ہوئے اور بڑی بہادری سے لڑے۔ آپ کی تلوار کا نام ذوالفقار تھا یعنے ایسی تلوار جو دشمن کا سر لئے بغیر رُکتی نہیں۔ آپ بڑے بہادر اور جری انسان تھے۔ یوں تو آپ نے تمام جنگوں میں بہادری کے جوہر دکھائے مگر سب سے بڑا کارنامہ آپ کا قلعہ خیبر کو فتح کرنے کا ہے۔ جب بڑے بڑے بہادر اس قلعہ کو فتح نہ کر سکے تو ہمارے نبی نے حضرت علی کو اس کام کے لئے چُنا۔ اس وقت آپ کی آنکھوں میں تکلیف تھی مگر حضرت نبی کریم صلعم نے اپنا لعاب دہن لگایا اور آنکھیں بالکل ٹھیک ہو گئیں۔ آپ کے مقابل پر یہود کا بہت بڑا جرنیل مرحب نکلا جو یہود کی تمام قوم میں مانا ہوا شہ زور تھا۔ کہتے ہیں کہ اس میں سو پہلوانوں کی قوت تھی اس کو اپنی بہادری پر بڑا فخر تھا۔ وہ شیر کی طرح غراتا ہوا حضرت علیؓ کے مقابلے پر نکلا مگر شیرِ خدا نے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ چاروں طرف سے اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے۔ خیبر کا قلعہ فتح ہو گیا اور اس فتح کا سہرا حضرت علی کے سر رہا۔

حضرت علیؓ ایک بہادر جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے عالم اور فاضل بھی تھے۔ ہمارے نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ۔ آپ رحم دل بھی بہت تھے۔ یہاں تک کہ دشمنوں سے بھی رحم کا سلوک کرتے تھے اور اپنی ذات کے لئے بدلہ نہ لیتے تھے۔ ہاں دین اسلام کے لئے آپ نے لڑائیاں لڑیں اور کافروں کے بھی سر اُڑائے۔

حضرت علیؓ کی خلافت کا زمانہ پُر امن نہ تھا۔ امیر معاویہ گورنر شام سے آپ کی جنگ ہوئی۔ اس طرح سے مسلمانوں کے اندر دو فریق ہو گئے۔ ایک امیر معاویہ کا حامی تھا اور دوسرا حضرت علیؓ کا۔ بعض لوگ دونوں فریق کے خلاف تھے۔ انہی میں سے خارجی لوگ تھے جو حضرت علی کے بڑے دشمن تھے۔ انہی خارجیوں میں سے ایک شخص ابن ملجم نامی تھا۔ اُس نے ایک دن جبکہ حضرت علیؓ نماز پڑھا رہے تھے خنجر سے حملہ کیا۔ آپ کے سر پر سخت زخم آئے اور لہو لہان ہو گئے۔ زخم اس قدر سخت تھے کہ آپ کے جانبر ہونے کی امید نہ تھی آپ بستر مرگ پر پڑے تھے کہ ابن ملجم کو گرفتار کر کے آپ کے سامنے لایا گیا۔ آپ کو حق پہنچتا تھا کہ ایسے جانی دشمن کی تکا بوٹی اڑا دینے کا حکم دیتے۔ لیکن آپ نے اس کو دیکھکر کہا کہ اسکو کھانا کھلاؤ۔ اس کو شربت پلاؤ۔ اس کو سونے کے لئے نرم بستر دو۔ اگر میں زندہ رہا تو اسکو معاف کر دوں گا۔ اور اگر مر گیا تو اس کو کچھ نہ کہنا۔ کیونکہ قیامت کے دن خدا کے حضور میرا اور اس کا فیصلہ ہو جائے گا۔"

دیکھا آپ نے یہ تھی ہمارے بزرگوں کی کیفیت۔ آپ جانی دشمنوں سے بھی نیک سلوک کرتے تھے۔ ان کے دل میں بدلہ لینے کی خواہش نہیں ہوتی تھی۔ یہی حال ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ آپ بھی ساری عمر سخت سے سخت دشمن کو معاف فرماتے رہے۔ اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایک غُلام کا ایثار

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے کا ذکر ہے کہ کوفہ میں ایک مسلمان کی ملکیت کا ایک باغ تھا جس کی حفاظت اور دیکھ بھال کے لئے ایک غلام مقرر تھا جو باغ ہی میں رہتا تھا۔ ایک دن ایک رئیس آدمی ابن احمد نامی تفریح کی غرض سے باغ کے اندر گیا۔ دیکھا کہ غلام کھانا کھا رہا ہے۔ لیکن جو بات اس کی دلچسپی کا موجب ہوئی وہ یہ تھی کہ غلام کے سامنے ایک کتا بھی بیٹھا تھا غلام ایک روٹی کا ایک لقمہ تو اپنے منہ میں ڈالتا اور دوسرا لقمہ کتے کے منہ میں ڈالتا۔ جب غلام کھانا چکا تو ابن احمد اس کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ کیا یہ تمہارا پالتو کتا ہے غلام نے جواب دیا "نہیں حضور۔ یہ پالتو نہیں ہے۔ کہیں باہر کا ہے۔ وہ اتفاقاً ادھر آ نکلا ہے بیچارہ اس قدر بھوکا تھا کہ اس کی جان نکل رہی تھی۔ جب میں نے اس کو بھوک سے اس قدر بے تاب دیکھا تو میں نے سوچا کہ یہ بڑی بے انصافی ہوگی اگر میں خود پیٹ بھر کے کھاؤں اور اسکو کچھ نہ دوں۔ یہ بیچارہ بے زبان بھوکوں مر جائے گا۔ ابن احمد نے کہا شاباش! تم نے بہت اچھا کیا کہ ایک بیچارے بے زبان کو کھانا کھلایا! لیکن میں جو پوچھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جتنا لقمہ تم اپنے منہ میں ڈالتے تھے اسی قدر اس کے منہ میں ڈالتے تھے اس کی کیا وجہ تھی؟ غلام نے جواب دیا کہ حضرت! میں نے شروع ہی سے عہد کیا تھا کہ آدھی روٹی میں خود کھاؤں گا اور آدھی اسکو دوں گا۔ اس لئے جس قدر لقمہ میں خود لیتا اسی قدر اسکو دیتا تا کہ جو میں نے عہد کیا ہے اس کے خلاف نہ ہو"

ابن احمد غلام کی یہ بات سُن کر بے انتہا خوش ہوا۔ وہ باغ کے مالک کے پاس گیا اور باغ اور غلام دونوں کو قیمتاً خرید لیا۔ پھر باغ میں آیا اور کہنے لگا کہ میں تمہارے انصاف اور غریب بے زبان جانور پر رحم کھانے سے بہت خوش ہوا

(باقی بر صفحہ ۔۔ کالم ۔۔)

پیغامِ صلح
جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ ۱۱ر شوال ۱۳۷۰ھ | نمبر ۳۰

دنیا میں کوئی دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھکر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔

انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ شرک، ظلم اور ہر ایک بدعملی و ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔ (اربعین)

اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش

(۲)

مودودی صاحب اور ان کی جماعت بار بار یہ کہتے ہیں کہ ان کا مسلک قرآن شریف اور سنت رسولؐ کی واضح بنیادوں پر استوار کیا گیا ہے اور اگر انہیں قرآن شریف یا سنت رسول اللہؐ سے اُن کے بیان کردہ مسلک کے خلاف بتا دیا جائے تو وہ اس سے رجوع کرلیں گے۔ لیکن کیا اس تحدی پر کبھی انہوں نے عمل کیا بھی ہے؟ آخر وہ قرآن پاک سے جن اعتقادات کا استنباط کرتے ہیں اُن کی صحت کے متعلق کوئی وحی الٰہی تو ان پر اتری نہیں اس لئے جو مسلک بھی انہوں نے اختیار کیا ہے اپنی عقل کی روشنی میں اختیار کیا ہے اب اگر اُن کے سامنے اس کے مخالف قرآن پاک سے ہی تشریحات پیش کی جائیں اور وہ انہیں جھٹلادیں اور اپنے حسب حال جو تشریح کرنی چاہیں کر لیں تو کون ہے جو اُن کے قلم کو روک لے اور کہے آپ قرآن اور سنت کے خلاف چل رہے ہیں کیونکہ ان کے لئے اصل منہاج تو ان کی وہ داخلی تفہیم ہے جس سے اُن کے تمام مسلک کی تعمیر کی ہے ورنہ وہ خود اپنے اسی کتابچہ "مرتد کی سزا اسلامی قانون میں" میں ہی تسلیم کر چکے ہیں کہ:

> "ثبوت حکم (یعنی اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے — ناقل) کے لئے ان چیزوں کو ناکافی سمجھ کر جو لوگ اس کا حوالہ قرآن سے مانگتے ہیں اُن سے ہمارا سوال یہ ہے کہ تمہاری رائے میں کیا اسلام کا پورا قانونِ تعزیرات وہی ہے جو قرآن میں بیان ہوا ہے"
>
> (مرتد کی سزا ص۳۱)

جس کا مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ قرآن میں اس جرم ارتداد کی تعزیر قتل ہرگز نہیں (ہم ابھی احادیث نبوی اور خلفائے راشدین کے طریق کار کو زیر بحث نہیں لاتے) مودودی صاحب اسی پیراگراف میں پھر لکھتے ہیں:

> "اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو گویا تم یہ کہتے ہو کہ قرآن میں جن افعال کو جرم قرار دے کر سزا تجویز کر دی گئی ہے ان کے ماسوا کوئی فعل اسلامی حکومت میں جرم مستلزم سزا نہ ہوگا .... اور اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور تم خود بھی تسلیم کرتے ہو کہ قرآن کے بیان کردہ جرائم اور سزاؤں کے علاوہ اسلامی نظام حکومت میں دوسرے جرائم بھی ہو سکتے ہیں اور ان کے لئے تفصیلی قانونِ تعزیرات کی ضرورت ہے......"
>
> (ایضاً ص۳۱)

حالانکہ بات یہ نہیں کہ قرآن حکیم میں بیان کردہ جرائم اور تعزیرات کے علاوہ شریعت میں کسی اور جرم اور اس کی تعزیر کو متعین کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ بات صرف اس قدر ہے کہ کیا قرآن کریم نے ارتداد کا ذکر کرتے ہوئے اسے ایسا جرم تسلیم کیا ہے جس کی تعزیر کو وہ ریاست کے ذریعہ نافذ کروانا ہو۔ مودودی صاحب کو خوب علم ہے کہ قرآن پاک نے ارتداد کا تذکرہ کیا ہے لیکن کہیں بھی اُسے جرم نہیں کہا، کہیں بھی اس کی تعزیر بیان نہیں کی۔ اگر قرآن پاک نے ارتداد کا سرے سے تذکرہ ہی نہ کیا ہوتا تو پھر مودودی صاحب کا یہ استدلال کوئی معنی بھی رکھتا کہ

> "قرآن کے بیان کردہ جرائم اور سزاؤں کے علاوہ اسلامی نظام حکومت میں دوسرے جرائم بھی ہو سکتے ہیں"

اب اگر ارتداد قابلِ تعزیر جرم ہے تو یہ "قرآن کے بیان کردہ جرائم اور سزاؤں کے علاوہ" کی فہرست میں تو آ نہیں سکتا کیونکہ اس کا تذکرہ ایک دو جگہ نہیں بلکہ کئی ایک مقامات پر قرآن پاک نے کیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ قرآن پاک جو تعزیرات کے بیان کرنے میں کسی ابہام کو گوارا نہیں کرتا اسے بھی کھول کر بیان کرے۔

مودودی صاحب کو جب اس بات کا پورا پورا احساس ہے کہ قرآن پاک اس ذیل میں خاموش ہے اور اسی لئے وہ "قرآن کے بیان کردہ جرائم اور سزاؤں کے علاوہ" دیگر جرائم اور سزاؤں کی فہرست مرتب کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان میں مرتد کو حکم قتل سنایا جا سکے پھر انہیں قرآن پاک پر کوئی ایسی جسارت تو نہیں کرنی چاہیئے تھی جو ان کے ہی بیان کردہ اصول کے خلاف ہو، ارتداد کی سزا قتل ثابت کرنے کے لئے انہوں نے قتال مشرکین کے باب سے جس آیت کو بطور ثبوت پیش کیا ہے۔ مودودی صاحب کے اپنے نزدیک بھی وہ کوئی مضبوط ثبوت نہیں۔ کیونکہ نص صریح کے مقابل کسی "بالفرض" کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ کیا مودودی صاحب سے پہلے کسی نے بھی اس آیت سے قتل مرتد پر استدلال کیا ہے۔ شبیر احمد عثمانی جنہوں نے اس بحث میں بڑا نام پیدا کیا اور جو دیوبند کے شیخ الحدیث بھی تھے ان کی توجہ اس آیت کی طرف نہ جا سکی اور آج ایکا ایکی پتہ چلا کہ قرآن پاک میں ایک ایسی آیت بھی ہے جس میں ارتداد کی سزا قتل درج ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ مودودی صاحب کی توجہ ادھر کیوں گئی۔ ہم تو صرف یہ بتا رہے ہیں کہ مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ:

> "ہمارا ہمیشہ سے یہ اعلان ہے اور آج بھی ہم اس پر قائم ہیں کہ ہماری جس بات کو خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے خلاف ثابت کر دیا جائے ہم بلاتامل اس سے رجوع کرلیں گے"
>
> (کوثر ۲۱ رجون ۱۹۵۱ء)

اس میں کس قدر وزن ہے۔ جب وہ اپنی ہی ایک مزعومہ داخلی تفہیم کے خلاف نہیں جا سکے تو دوسروں کی بات کو وہ کب مانیں گے۔ اگر وہ اتنی قرآن پاک کی آیات کے مقابل اپنے سپر ڈال دینے کا عزم رکھتے ہیں تو پھر ایک ایسی آیت کا جو صریحاً ایک اور بحث سے متعلق تھی اس دیدہ دلیری سے ارتداد پر چپکانا انہیں ہرگز زیب نہ دیتا تھا۔ جب کہ ان کا مجرم ضمیر "بالفرض" کی آڑ سے "قرآن کے بیان کردہ جرائم اور سزاؤں کے علاوہ" جرائم اور سزاؤں کا سہارا ابھی ڈھونڈنے کی جستجو میں تھا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ ان سے پہلے کسی نے بھی اس آیت سے قتلِ مرتد پر استدلال نہیں کیا اور نہ یہاں ایسی کوئی بحث ہے پھر انہوں نے جب اسے اس بحث میں لا الجھایا تو وہ کس حد تک اپنے اس دعوے میں سچے تھے۔

(باقی آئندہ)

مکتوب مسیح

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

اب سمجھنا چاہیئے کہ ایسا دعوےٰ کرنے والا اسی امت کے روبرو خدائی کا دعوےٰ کیونکر کر سکتا ہے کیونکہ وہ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ تو بڑا مفتری ہے پہلے تو تو خدا تعالےٰ کا اقرار کرتا تھا اور خدا تعالےٰ کا کلام ہم کو سناتا تھا اور اب اس سے انکار ہے۔ اور اب آپ خدا بنتا ہے۔ پھر جب اول دفعہ تیرے ہی اقرار سے تیرا جھوٹ ثابت ہوگیا تو دوسرا دعوےٰ کیونکر سچا سمجھا جائے جس نے پہلے خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کر لیا اور اپنے تئیں بندۂ خدا قرار دے دیا اور بہت سا الہام اپنا لوگوں میں شائع کر دیا کہ یہ خدا تعالےٰ کا کلام ہے وہ کیونکر ان تمام اقرارات سے انحراف کرکے خدا ٹھہر سکتا ہے اور ایسے کذاب کو کون قبول کر سکتا ہے سو یہ معنے جو ہمارے علماء لیتے ہیں بالکل فاسد ہیں صحیح معنے یہی ہیں کہ نبوت کے دعوےٰ سے مراد دخل در امور نبوت اور خدائی کے دعوےٰ سے مراد دخل در امور خدائی، جیسا کہ آجکل عیسائیوں سے یہ حرکات ظہور میں آرہی ہیں۔ ایک فرقہ ان میں سے انجیل کو ایسا توڑ مروڑ رہا ہے کہ گویا کچھ نہیں ہے اور اس پر آیتیں نازل ہو رہی ہیں۔ اور ایک فرقہ خدائی کے کاموں میں اس قدر دخل دے رہا ہے کہ گویا وہ خدائی کو اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہے۔

غرض یہ دجالیت عیسائیوں کی اس زمانہ میں کمال درجہ تک پہنچ گئی ہے اور اس کے قائم کرنے کے لئے پانی کی طرح انہوں نے اپنے مالوں کو بہا دیا ہے اور کروڑہا مخلوقات پر بد اثر ڈالا ہے تقریر سے تحریر سے مال سے عورتوں سے گانے سے بجانے سے تماشے دکھلانے سے ڈاکٹر کہلانے سے غرض ہر ایک پہلو سے ہر ایک طریق سے ہر ایک پیرایہ سے ہر ایک ملک پر انہوں نے اثر ڈالا ہے۔ چنانچہ چھ کروڑ تک ایسی کتاب تالیف ہو چکی ہے جس میں یہ غرض ہے کہ دنیا میں ناپاک طریق عیسیٰ پرستی کا پھیل جائے اس زمانہ میں دوسری مرتبہ حضرت مسیح کی روحانیت کو جوش آیا اور انہوں نے دوبارہ مثالی طور پر دنیا میں اپنا نزول چاہا اور جب ان میں مثالی نزول کے لئے اشد درجہ کی توجہ اور خواہش پیدا ہوئی تو خدا تعالےٰ نے اس خواہش کے موافق دجال موجودہ کے نابود کرنے کے لئے ایسا شخص بھیج دیا جو ان کی روحانیت کا نمونہ تھا وہ نمونہ مسیح علیہ السلام کا روپ بن کر مسیح موعود کہلایا کیونکہ حقیقت عیسویہ کا اس میں حلول تھا یعنی حقیقت عیسویہ اس سے متحد ہوگئے تھے اور مسیح کی روحانیت کے تقاضا سے وہ پیدا ہوا تھا پس حقیقت عیسویہ اس میں ایسی منعکس ہوگئی جیسا کہ آئینہ میں اشکال اور چونکہ وہ نمونہ حضرت مسیح کی روحانیت کے تقاضا سے ظہور پذیر ہوا تھا اس لئے وہ عیسیٰ کے نام سے موسوم کیا گیا کیونکہ حضرت عیسیٰ کی روحانیت نے قادر مطلق عز اسمہ سے بوجہ اپنے جوش کے اپنی ایک شبیہ چاہی اور چاہا کہ حقیقت عیسویہ اس شبیہ میں رکھی جائے تا اس شبیہ کا نزول ہو۔ پس ایسا ہی ہوگیا۔ اس تقریر میں اس وہم کا بھی جواب ہے کہ نزول کے لئے مسیح کو کیوں مخصوص کیا گیا یہ کیوں نہ کہا گیا کہ موسےٰ نازل ہوگا یا ابراہیم نازل ہوگا یا داؤد نازل ہوگا کیونکہ اس جگہ صاف طور پر کھل گیا کہ موجودہ فتنوں کے لحاظ سے مسیح کا نازل ہونا ہی ضروری تھا کیونکہ مسیح کی ہی قوم بگڑی تھی اور مسیح کی قوم میں ہی دجالیت پھیلی تھی اس لئے مسیح کی روحانیت کو ہی جوش آنا لائق تھا۔ یہ وہ دقیق معرفت ہے کہ جو کشف کے ذریعہ سے اس عاجز پر کھلی ہے اور یہ بھی کھلا کہ یوں مقدر ہے کہ ایک زمانہ کے گذرنے کے بعد کہ خیر اور اصلاح اور غلبۂ توحید کا زمانہ ہوگا پھر دنیا میں فساد اور شرک اور ظلم عود کرے گا اور بعض بعض کو کیڑوں کی طرح کھائیں گے اور جاہلیت غلبہ کرے گی اور دوبارہ مسیح کی پرستش شروع ہو جائے گی اور مخلوق کو خدا بنانے کی جہالت بڑے زور سے پھیلے گی اور یہ سب فساد عیسائی مذہب سے اس آخری زمانہ کے آخری حصہ میں دنیا میں پھیلیں گے تب پھر مسیح کی روحانیت سخت جوش میں آکر جلالی طور پر اپنا نزول چاہے گی تب ایک قہری شبیہ میں اس کا نزول ہو کر اس زمانہ کا خاتمہ ہو جائے گا تب آخر ہوگا اور دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ مسیح کی امت کی نالائق کرتوتوں کی وجہ سے مسیح کی روحانیت کے لئے یہی مقدر تھا کہ تین مرتبہ دنیا میں نازل ہو۔

اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت بھی اسلام کے اندرونی مفاسد کے غلبہ کے وقت ہمیشہ ظہور فرماتی رہتی ہے اور حقیقت محمدیہ کا حلول ہمیشہ کسی کامل متبع میں ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے اور جو احادیث میں آیا ہے کہ مہدی پیدا ہوگا اور اس کا نام میرا ہی نام ہوگا اور اس کا خلق میرا ہی خلق ہوگا اگر یہ حدیثیں صحیح ہیں تو یہ اسی نزول روحانیت کی طرف اشارہ ہے لیکن وہ نزول کسی خاص فرد میں محدود نہیں صدہا ایسے لوگ گذرے ہیں کہ جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی اور عنداللہ ظلی طور پر ان کا نام محمد یا احمد تھا لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ ان فسادوں سے بفضلہ تعالےٰ محفوظ رہی ہے جو حضرت عیسیٰ کی امت کو پیش آئی اور آج تک ہزارہا صلحا اور اتقیاء اس امت میں موجود ہیں جو تجنبہ دنیا کی طرف پشت دے کر بیٹھے ہوئے ہیں پنج وقت توحید کی اذان کی مساجد میں ایسی گونج پڑتی ہے کہ آسمان تک محمدی توحید کی شعاعیں پہنچتی ہیں پھر کونسا موقع تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کو ایسا جوش آتا جیسا کہ حضرت مسیح کی روح میں عیسائیوں کے دل آزار غلوں اور تفرقی کاموں اور مشرکانہ تعلیموں اور قومیت میں بیجا دخلوں اور خدا تعالےٰ کی ہمسری کرنے نے پیدا کر دیا۔ اس زمانہ میں یہ جوش حضرت موسیٰ کی روح کو بھی اپنی امت کے لئے نہیں آسکتا تھا کیونکہ وہ تو نابود ہوگئی اور اب صفحہ دنیا میں ذریت ان کی بجز چند لاکھ کے باقی نہیں اور وہ بھی ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کے مصداق اور اپنی دنیاداری کے خیالات میں غرق اور نظروں سے گرے ہوئے ہیں لیکن عیسائی قوم اس زمانہ میں چالیس کروڑ سے کچھ زیادہ ہے اور بڑے زور سے اپنے دجالی خیالات کو پھیلا رہی ہے اور صدہا پیرایوں میں اپنے شیطانی منصوبوں کو دلوں میں جاگزیں کرا رہی ہے بعض واعظوں کے رنگ میں پھرتے ہیں بعض گویّے بن کر گیت گاتے ہیں۔ بعض شاعر بن کر تثلیث کے متعلق غزلیں سناتے ہیں۔ بعض جوگی بن کر اپنے خیالات کو شائع کرتے ہیں۔ بعض نے یہ خدمت لی ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں میں اپنے محرف انجیل کا ترجمہ کرکے اور ایسا ہی دوسری کتابیں اسلام کے مقابل پر ایک زبان میں لکھ کر تقسیم کرتے پھرتے ہیں بعض تھیٹر کے پیرایہ میں اسلام کی بری تصویر لوگوں کے دلوں میں جماتے ہیں اور سالانہ ان میں کروڑہا روپیہ ان کا خرچ ہوتا ہے اور بعض ایک فوج بنا کر اور مکتی فوج اس کا نام رکھ کر ملک بہ ملک پھرتے ہیں اور ایسا ہی اور اور کارروائیوں نے بھی جوان کے مرد بھی کرتے ہیں اور ان کی عورتیں بھی کروڑہا بندگان خدا کو نقصان پہنچایا ہے اور بات انتہا تک پہنچ گئی ہے، اس لئے ضرور تھا کہ اس زمانہ میں حضرت مسیح کی روحانیت جوش میں آتی اور اپنی شبیہ کے نزول کے لئے جو اس کی حقیقت سے متحد ہو تقاضا کرتی سو اس عاجز کے صدق کی شناخت کے لئے یہ ایک بڑی علامت ہے مگر ان کے لئے جو سمجھتے ہیں۔ اسلام کے صوفی جو قبروں سے فیض طلب کرنے کے عادی ہیں اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ ایک فوت شدہ نبی یا ولی کی روحانیت کبھی ایک زندہ مرد خدا سے متحد ہو جاتی ہے جس کو کہتے ہیں فلاں ولی موسیٰ کے نقش قدم پر ہے اور فلاں ابراہیم کے قدم پر یا محمدی المشرب اور ابراہیمی المشرب نام رکھتے ہیں وہ ضرور اس دقیقۂ معرفت کی طرف توجہ کریں۔

(۳) تیسری علامت اس عاجز کے صدق کی یہ ہے کہ بعض اہل اللہ نے اس عاجز سے بہت سے سال پہلے اس عاجز کے آنے کی خبر دی ہے یہاں تک کہ نام اور سکونت اور عمر کا حال بتصریح بتلایا ہے جیسا کہ نشان آسمانی میں لکھ چکا ہوں۔

(۴) چوتھی علامت اس عاجز کے صدق کی یہ ہے کہ اس عاجز نے ۱۲ ہزار کے قریب خط اور اشتہار الہامی برکات کے مقابلہ کے لئے مذاہب غیر کی طرف روانہ کئے ہیں بالخصوص پادریوں میں سے شاید ایک بھی نامی پادری یورپ اور امریکہ اور ہندوستان میں باقی نہیں رہا ہوگا جس کی طرف خط رجسٹری کرکے نہ بھیجا ہو مگر سب پر حق کا رعب چھا گیا اب جو ہماری قوم کے ملاّ مولوی لوگ اس دعوت میں نکتہ چینی کرتے ہیں درحقیقت یہ ان کی دروغگوئی اور نجاست خواری ہے۔ مجھے یہ قطعی طور پر بشارت دی گئی ہے کہ اگر کوئی مخالف دین میرے سامنے مقابلہ کے لئے آئے گا تو میں اس پر غالب ہونگا اور وہ ذلیل ہوگا پھر یہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں اور میری نسبت شک رکھتے ہیں کیوں اس زمانہ کے کسی پادری سے میرا مقابلہ نہیں کراتے کسی پادری یا پنڈت کو کہدیں کہ یہ شخص درحقیقت مفتری ہے اس کے ساتھ مقابلہ کرنے میں کچھ نقصان نہیں ہم ذمہ دار ہیں پھر خدا تعالیٰ خود فیصلہ کر دے گا میں اس بات پر راضی ہوں کہ جس قدر دنیا کی جائداد یعنی اراضی وغیرہ بطور وراثت میرے قبضہ میں آئی ہے بحالت دروغگو نکلنے کے وہ سب اس پادری یا پنڈت کو دے دوں گا۔ اگر وہ دروغگو نکلا تو بجز اس کے اسلام لانے کے میں اس سے کچھ نہیں مانگتا یہ بات میں نے اپنے جی میں ٹھہرائی ہے اور تہ دل سے بیان کی ہے اور اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس مقابلہ کے لئے تیار ہوں اور اشتہار دینے کے لئے مستعد بلکہ میں نے تو بارہ ہزار اشتہار شائع کر دیا ہے

بلکہ میں بلاتا بلاتا تھک گیا کوئی پنڈت پادری نیک نیتی سے سامنے نہیں آیا میری سچائی کے لئے اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ میں اس مقابلہ کے لئے ہر وقت حاضر ہوں اور اگر کوئی مقابلہ پر کچھ نشان دکھلانے کا دعوے نہ کرے تو ایسا پنڈت یا پادری صرف اخبار کے ذریعہ سے یہ شائع کردے کہ میں صرف یکطرفہ کوئی امر خارق عادت دیکھنے کو تیار ہوں اور اگر امر خارق عادت ظاہر ہوجائے اور میں اس کا مقابلہ نہ کرسکوں تو فی الفور اسلام قبول کروں گا تو یہ تجویز بھی مجھے منظور ہے۔ کوئی مسلمانوں سے ہمت کرے اور جس شخص کو کافر بیدین کہتے ہیں اور دجال نام رکھتے ہیں بمقابل کسی پادری کے اس کا امتحان کرلیں اور آپ صرف تماشا دیکھیں۔

(۵) پانچویں علامت اس عاجز کے صدق کی یہ ہے کہ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ میں ان مسلمانوں پر بھی اپنے کشفی اور الہامی علوم میں غالب ہوں۔ ان کے ملہموں کو چاہیئے کہ میرے مقابل پر آویں پھر اگر تائید الٰہی میں اور فیض سماوی میں اور آسمانی نشانوں میں مجھ پر غالب ہو جائیں تو جس کارد سے چاہیں مجھ کو ذبح کریں مجھے منظور ہے اور اگر مقابلہ کی طاقت نہ ہو تو کفر کے فتوے دینے والے جو الہاماً میرے مخاطب ہیں یعنے جن کو مخاطب ہونے کے لئے الہام الٰہی مجھ کو ہوگیا ہے پہلے لکھ دیں اور شائع کرادیں کہ اگر کوئی خوارق عادت امر دیکھیں تو بلا چون وچرا دعوے کو منظور کرلیں میں اس کام کے لئے بھی حاضر ہوں اور میرا خداوند کریم میرے ساتھ ہے لیکن مجھے یہ حکم ہے کہ میں ایسا مقابلہ صرف آئمۃ الکفر سے کروں انہیں سے مباہلہ کروں اور انہیں سے اگر وہ چاہیں یہ مقابلہ کروں مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ ہرگز مقابلہ نہیں کریں گے کیونکہ حقانیت کے ان کے دلوں پر رعب ہیں اور وہ اپنے ظلم اور زیادتی کو خوب جانتے ہیں وہ ہرگز مباہلہ بھی نہیں کریں گے مگر میری طرف سے عنقریب کتاب دافع الوساوس میں ان کے نام اشتہار جاری ہو جائیں گے۔

رہے عاد الناس کہ جو امام اور فضلاء علم کے نہیں ہیں اور نہ ان کا فتوے ہے ان کے لئے مجھے یہ حکم ہے کہ اگر وہ خوارق دیکھنا چاہتے ہیں تو صحبت میں رہیں خدائے تعالیٰ غنی ہے بے نیاز ہے جب تک کسی میں تذلل اور انکسار نہیں دیکھتا اس کی طرف توجہ نہیں فرماتا۔ لیکن وہ اس عاجز کو ضائع نہیں کرے گا اور اپنی حجت دنیا پر پوری کر دے گا اور کچھ زیادہ دیر نہیں ہوگی کہ وہ اپنے نشان دکھاوے گا لیکن مبارک وہ جو نشانوں سے پہلے قبول کر گئے وہ خدا تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں اور وہ صادق ہیں جن میں دغا نہیں نشانوں کے مانگنے والے حسرت سے اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے کہ ہم کو رضائے الٰہی اور اس کی خوشنودی حاصل نہ ہوئی جو ان بزرگ لوگوں کو ہوئی جنہوں نے قرائن سے قبول کیا اور کوئی نشان نہیں مانگا۔

سو یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اس سلسلہ کو بے ثبوت نہیں چھوڑے گا وہ خود فرماتا ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا جن لوگوں نے انکار کیا اور جو انکار کے لئے مستعد ہیں ان کے لئے ذلت اور خواری مقدر ہے انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر یہ انسان کا افتراء ہوتا تو کب کا ضائع ہو جاتا کیونکہ خدا تعالیٰ مفتری کا ایسا دشمن ہے کہ دنیا میں ایسا کسی کا دشمن نہیں وہ بیوقوف یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ یہ استقامت

اور جرأت کسی کذاب میں ہوسکتی ہے وہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ جو شخص ایک غیبی پناہ سے بول رہا ہے وہی اس بات سے مخصوص ہے کہ اس کے کلام میں شوکت اور ہیبت ہو اور یہ اسی کا جگرا اور دل ہوتا ہے کہ ایک فرد تمام جہان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ یقیناً منتظر رہو کہ وہ دن آتے ہیں بلکہ نزدیک ہیں کہ دشمن روسیاہ ہوگا اور دوست نہایت ہی بشاش ہونگے کون ہے دوست؟ وہ جس نے نشان دیکھنے سے پہلے مجھے قبول کیا اور جس نے اپنی جان اور مال اور عزت کو ایسا فدا کردیا ہے کہ گویا اس نے ہزارہا نشان دیکھ لئے ہیں سو یہی جماعت ہے اور میرے ہیں جنہوں نے مجھے اکیلا پایا اور میری مدد کی اور مجھے غمگین دیکھا اور میرے غمخوار ہوئے اور ناشناسا ہوکر پھر آشناؤں کا سا ادب بجا لائے۔ خدا تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو۔ اگر نشانوں کے دیکھنے کے بعد کوئی کھلی صداقت کو مان لے گا تو مجھے کیا اور اس کو اجر کیا اور حضرت عزت میں اس کی عزت کیا مجھے درحقیقت انہوں نے ہی قبول کیا ہے جنہوں نے دقیق نظر سے مجھ کو دیکھا اور فراست سے میری باتوں کو وزن کیا اور میرے حالات کو جانچا اور میری کلام کو سنا اور اس میں غور کی تب اسی قدر قرائن سے خدا تعالیٰ نے ان کے سینوں کو کھول دیا اور میرے ساتھ ہو گئے۔ میرے ساتھ وہی ہے جو میری مرضی کے لئے اپنی مرضی کو چھوڑتا ہے اور اپنے نفس کے ترک اور اخذ کے لئے مجھے حکم بناتا ہے اور میری راہ پر چلتا ہے اور اطاعت میں فانی ہے اور انانیت کی جلد سے باہر آگیا ہے مجھے آہ کھینچکر یہ کہنا پڑتا ہے کہ کھلے نشانوں کے طالب وہ تحسین کے لائق خطاب اور عزت کے لائق مرتبے میرے خداوند کی جناب میں نہیں پاسکتے جو ان راستبازوں کو ملیں گے جنہوں نے چھپے ہوئے بھید کو پہچان لیا اور جو اللہ جلشانہ کی چادر کی تحت میں ایک چھپا ہوا بندہ تھا اسکی خوشبو ان کو آگئی انسان کا اس میں کیا کمال ہے کہ مثلاً ایک شہزادہ کو اپنی فوج اور جاہ وجلال میں دیکھ کر پھر اسکو سلام کرے باکمال وہ آدمی ہے جو گداؤں کے پیرایہ میں اسکو پاوے اور شناخت کرلیوے مگر میرے اختیار میں نہیں کہ یہ زیرکی کسی کو دوں۔ ایک ہی ہے جو دیتا ہے وہ جس کو عزیز رکھتا ہے ایمانی فراست اسکو عطا کرتا ہے انہی باتوں سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں اور یہی باتیں ان کے لئے جن کے دلوں میں کجی ہے زیادہ تر کجی کا موجب ہوجاتے ہیں۔ اب میں جانتا ہوں کہ نشانوں کے بارے میں میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ بات صحیح اور راست ہے کہ اب تک تین ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ وہ امور میرے لئے خدا تعالیٰ سے صادر ہوئے ہیں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہیں اور آئندہ ان کا دروازہ بند نہیں ان نشانوں کے لئے ادنیٰ اوقیٰ میعادوں کا ذکر کرنا یہ ادب سے دور ہے خدا تعالیٰ غنی بے نیاز ہے۔ جب مکہ کے کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے تھے کہ نشان کب ظاہر ہوں گے تو خدا تعالیٰ نے کبھی یہ جواب نہ دیا تھا کہ فلاں تاریخ نشان ظاہر ہوں گے کیونکہ یہ سوال ہی بے ادبی سے پر تھا اور گستاخی سے بھرا ہوا تھا انسان اس نابکار اور بے بنیاد دنیا کے لئے سالہا سال انتظاروں میں وقت خرچ کردیتا ہے ایک امتحان دینے میں کئی برسوں سے تیاری کرتا ہے وہ عمارتیں شروع کرا دیتا ہے جو برسوں میں ختم ہوں وہ پودے باغ میں لگاتا ہے جن کا پھل کھانے کے لئے ایک دور زمانہ تک انتظار کرنا ضروری ہے پھر خدا تعالیٰ کی

راہ میں کیوں جلدی کرتا ہے اس کا باعث بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ دین کو ایک کھیل سمجھ رکھا ہے انسان خدا تعالیٰ سے نشان طلب کرتا ہے اور اپنے دل میں مقرر نہیں کرتا کہ نشان دیکھنے کے بعد اس کی راہ میں کونسی جانفشانی کروں گا اور کس قدر دنیا کو چھوڑ دوں گا اور کہاں تک خدا تعالیٰ کے مامور بندہ کے پیچھے ہو چلوں گا بلکہ غافل انسان ایک تماشا کی طرح نشان کو سمجھتا ہے حواریوں نے حضرت مسیح سے نشان مانگا تھا کہ ہمارے لئے مائدہ اترے تا بعض شبہات ہمارے جو آپ کی نسبت ہیں دور ہوجائیں۔ پس اللہ جلشانہ قرآن کریم میں حکایتاً حضرت عیسیٰ کو فرماتا ہے کہ ان کو کہدے کہ میں اس نشان کو ظاہر کروں گا لیکن پھر اگر کوئی شخص مجھ کو ایسا نہیں مانے گا کہ جو حق ماننے کا ہے تو میں اس پر وہ عذاب نازل کروں گا جو آج تک کسی پر نہیں کیا ہوگا تب حواری اس بات کو سن کر نشان مانگنے سے تائب ہو گئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس قوم پر ہم نے عذاب نازل کیا ہے نشان دکھلانے کے بعد کیا ہے اور قرآن کریم میں کئی جگہ فرماتا ہے کہ نشان نازل ہونا عذاب نازل ہونے کی تمہید ہے وجہ یہ کہ جو شخص نشان مانگتا ہے اس پر فرض ہوجاتا ہے کہ نشان دیکھنے کے بعد یک لخت حب دنیا سے دستبردار ہوجائے اور فقیرانہ دلق پہن لے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت دیکھ کر اس کا حق ادا کرے لیکن چونکہ غافل انسان اس درجہ کی فرمانبرداری کر نہیں سکتا اس لئے شرطی طور پر نشان دیکھنا اس کے حق میں وبال ہو جاتا ہے کیونکہ نشان کے بعد خدا تعالیٰ کی حجت اس پر پوری ہوجاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اگر پھر بھی کامل اطاعت کے بجا لانے میں کچھ کسر رکھے تو غضب الٰہی اس پر مستعل ہوتا ہے اور اسکو نابود کر دیتا ہے

تیسرا سوال آپ کا استخارہ کے لئے ہے جو درحقیقت استجارہ ہے پس آپ پر واضح ہو کہ جو مشکلات آپ نے تحریر فرمائی ہیں درحقیقت استخارہ میں ایسی مشکلات نہیں ہیں میری مراد میری تحریر میں صرف اس قدر ہے کہ استخارہ ایسی حالت میں ہو کہ جب جذبات محبت اور جذبات عداوت کسی تحریک کی وجہ سے جوش میں نہ ہوں مثلاً ایک شخص کسی شخص سے عداوت رکھتا ہے اور غصہ اور عداوت کے اشتعال میں سو گیا ہے تب وہ شخص جو اسکا دشمن ہے اسکو خواب میں کتے یا سور کی شکل میں نظر آیا ہے یا کسی اور درندہ کی شکل میں دکھائی دیا ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ شاید درحقیقت یہ شخص عنداللہ کتا یا سور ہی ہے لیکن یہ خیال اس کا غلط ہے کیونکہ جوش عداوت میں جب دشمن خواب میں نظر آوے تو اکثر درندوں کی شکل میں یا سانپ کی شکل میں نظر آتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ درحقیقت وہ بدآدمی ہے کہ جو ایسی شکل میں ظاہر ہوا ایک غلطی ہے بلکہ چونکہ دیکھنے والے کی طبیعت اور خیال میں وہ درندوں کی طرح تھا اس لئے خواب میں درندہ ہوکر اسکو دکھائی دیا سو میرا مطلب یہ ہے کہ خواب دیکھنے والا جذبات نفس سے خالی ہو اور ایک آرام یافتہ اور سراسر رو بحق دل سے محض اظہار حق کی غرض سے استخارہ کرے میں یہ عہد نہیں کر سکتا کہ ہر یک شخص کو ہر یک حالت نیک یا بد میں ضرور خواب آجائے گی لیکن آپ کی نسبت میں کہتا ہوں کہ آپ چالیس روز تک رو بحق ہوکر بشرائط مندرجہ نشان آسمانی استخارہ کریں تو میں آپ کے لئے دعا کروں گا کیا خوب ہو کہ یہ استخارہ میرے روبرو ہو تا میری توجہ زیادہ ہو آپ پر کچھ بھی مشکل نہیں لوگ معمولی اور نفلی

"مَیں تیری تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

مغرب کے ان دور دراز گوشوں میں جنہیں دیار یورپ و امریکہ کہتے ہیں عیسائی قوموں کے درمیان پادریوں اور متعصب کلیسا نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف کئی ایک غلط فہمیاں پیدا کیں آج ان مسیحی قوموں کے درمیان ان کے اپنے موعود اور خداوند کے مثیل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفقاء یہ پیغام لے کر گئے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہی موجودہ دنیا کے لئے نجات دہندہ ہے۔ گو یہ دعوت ابھی ان دیار میں نئی نئی ہے لیکن بعض امریکی حلقوں نے جو ردعمل دکھایا ہے اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اگر کام کو زیادہ مضبوط اور وسیع کیا جائے تو حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو ماننے والوں کا ایک دائرہ یہاں بھی پیدا کیا جاسکتا ہے مسیحی قومیں ایک عرصہ تک اپنے محسن محمد صلعم سے بچھڑی رہی ہیں اور انہیں اس محبوب کے بارے میں انتہائی ڈراؤنی کہانیاں سنائی جاتی رہیں تا مسیحی کلیسا کا تخت سلامت رہے۔ لیکن اب خدا تعالےٰ نے اس موعود کو بھیجدیا تاکہ وہ تمام غلط فہمیاں دُور کردی جائیں اور بچھڑی ہوئی قوموں کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے آستانہ پر اکٹھا کیا جاسکے۔ مبارک ہیں وہ جو محمد صلعم کے دین کی منادی مغرب میں کریں تاکہ بھولے ہوئے لوگ راہ پر آجائیں اور ستم زدہ آرام پائیں۔ (ادارہ)

جریدہ فری مائنڈ کا ایک مضمون:-

یہ جریدہ انسٹی ٹیوٹ آف ہیومن فیلوشپ کا سرکاری ترجمان ہے اس کے شمارہ ۲ جلد ۳ میں ایک مضمون دنیا کے مذاہب کے عنوان سے چھپا تھا۔ اسلام کے متعلق مضمون نگار نے بہت بُری رائے ظاہر کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ (EPILEPTIC) کہا تھا۔ اس پر مولٰنا آفتاب الدین احمد صاحب نے ایک خط جریدہ مذکور کے مدیر کے نام لکھا جو اسی جریدہ کے شمارہ ۲ جلد ۴ میں بمعہ جواب چھاپا گیا ہے۔ قارئین کرام کے لئے اُسے درج ذیل کیا جاتا ہے:-

اسلام کی آواز

مدیر محترم فری مائنڈ

آپ کے مؤقر جریدہ جلد ۳ شمارہ ۱۲ میں ایک مضمون بعنوان "دنیا کے عظیم مذاہب" چھپا ہے۔ ہمیں صرف اسلام پر کئے گئے اعتراضات سے غرض ہے۔ مضمون نگار لکھتا ہے:-

"محمڈن ازم کی بنیاد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رکھی تھی جو ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے وہ ہمارے قیاس میں EPILEPTIC تھے اور انہوں نے ایک دولتمند بیوہ سے شادی کی تھی ان کا دین تلوار کی نوک سے پھیلایا گیا تھا۔ ......

محمڈیوں کا بہشت ایک ترقی یافتہ حرم ہے۔ محمڈن ازم کے کوئی ۲۰۰ ملیون ماننے والے ہیں"۔

حضرت نبی کریم صلعم کو آج ۴۰ کروڑ انسان مانتے ہیں ...... اس دین نے ساتویں صدی عیسوی میں انسانی تہذیب کو ایسے وقت بچایا جب کہ وہ تباہی کے قریب تھی۔ تاریخ کا کوئی بھی طالبعلم آپ کو بتائے گا کہ تمدن کے وہ آثار جو یونان روم، مصر، ہندوستان اور دوسرے قدیم ملکوں میں ختم ہو رہے تھے انہیں اسلام میں ایک محافظ مل گیا .... مضمون نگار کو یہ تو علم ہونا چاہیئے تھا کہ اسلام کا مطلب امن اور سلامتی ہے اور تمام دنیا میں یہ پہلا مسلک ہے جس نے مکمل مذہبی آزادی کا پرچم اُٹھایا۔

حضرت نبی کریم صلعم کو دوسرے انبیاء کی طرح کچھ جنگیں بھی لڑنا پڑیں لیکن یہ مذہبی آزادی کے دفاع کے لئے تھیں ......

تیرہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں ایک بھی واقعہ ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا کہ کسی قوم کو تلوار کے زور سے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہو، جیسے شارلیمان نے عیسائیت اینگلو سیکسن قوموں سے قبول کروائی۔ مصر میں عیسائی اقلیت کا مسلمانوں کے ابتدائی عروج کے زمانے سے آج تک موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام مفتوحہ ممالک میں بسنے والی قوموں کے دین کے بارے میں کتنا روادار ہے۔

جہاں تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے EPILEPTIC ہونے کا سوال ہے آپ پر اتنا واضح کردینا چاہتا ہوں کہ کسی قوم مذہب اور تمدن کے پیدا کرنے کو تو چھوڑیئے EPILEPTIC تو دبستان خیال کی بنیاد بھی نہیں رکھ سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مغربی دوستوں نے باوجود ایک الہاماتی مذہب سے منسلک ہونے کے سلسلۂ وحی کو صریحاً فراموش کردیا ورنہ وہ خود سمجھ جاتے کہ وحی شدہ علوم کے بارے میں ہبوط وحی پر روحانی کیفیات بھی وارد ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ نبی اللہ پر بھی یہ کیفیات وارد ہوئی تھیں انہیں "مراقی دورے" EPILEPTIC FITS کہنا اس تجربہ سے اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔

اسلامی بہشت کے بارے میں قرآن صرف اتنے ہی حرم کا مرتکب ہے کہ وہ بہشت کی نعماء کا پاکباز اور مطہر عورتوں کو بھی شریک قرار دیتا ہے اب اگر عیسائیت عورتوں کو ایسا درجہ نہیں دیتی تو ہمیں اس پر بے حد افسوس ہے۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے جنس بہشت میں داخل ہونے کی راہ میں کوئی روک نہیں ہم ایمان رکھتے ہیں کہ عورت بھی اتنی ہی پاک اور مقدس ہے جتنا کہ مرد اور وہ خدا تعالےٰ کے حضور ویسی شادمانیاں شادمانیاں کھڑے ہو سکتے ہیں۔

اب اگر ہمارا یہ نظریہ کسی مغربی مفکر کی سمجھ میں نہیں آتا تو اس میں ہمارے دین کا یا ہمارا تو کوئی قصور نہیں۔ آخر میں ہم آپ کے مضمون نگار سے یہ گذارش کریں گے کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات کسی مسلمان کی لکھی ہوئی مطالعہ کریں ہم خاص طور پر انہیں مولانا محمد علی کی دو کتب "محمد دی پرافٹ" اور "لونگ تھاٹس آف محمد" برائے مطالعہ تجویز کرتے ہیں۔

اے مدیر محترم آپ سے ہم گذارش کرتے ہیں کہ ان نازک لمحوں میں جب امن کی بیحد ضرورت ہے آپ نسل انسانی کے درمیان افتراق کو نہ اُبھاریں۔

آپ کے جواب کا منتظر۔

مخلص - آفتاب الدین احمد

اسلام کو ہمارا جواب

محترم احمد

آپ کا نوشتہ ۱۹-اپریل ہمیں ملا ہمیں اس سے بے حد خوشی ہوئی۔ انسٹی ٹیوٹ آف ہیومن فیلوشپ INSTITUTE OF HUMAN FELLOW SHIP کا یہ بنیادی نظریہ ہے کہ وہ کرّہ زمین پر بسنے والوں کے درمیان ان باتوں کو تلاش کرے جن سے وہ آپس میں ملیں اور جہاں تک ممکن ہوسکے ان تمام جذبات کو محو کیا جائے جو تشتّت اور افتراق پھیلانے کا موجب ہو سکتے ہیں اور نسل انسانی کو مختلف مسالک اور فرقوں میں منقسم کرتے ہیں۔ اسے زیادہ مضبوط طریق پر چلانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ نسل انسانی کی متفرق جماعتوں کو یہ حق دیا جائے کہ وہ اپنی پوزیشن بیان کریں تاکہ تمام بنی نوع انسان انہیں دیکھ کر خود انصاف کرسکے۔

آپ نے بڑی جرأت سے اپنے دین کے حق میں لکھا ہے۔ آپ نے عیسائیت سے شکوہ کیا ہے، ہم اسے تسلیم کرلیتے ہیں ہمیں اپنے مغربی مفکرین کو بتا دینا چاہیئے کہ ہر بات کے دو پہلو ہو سکتے ہیں۔

لیکن دینی مسالک اور فرقوں کا یہ ایک وطیرہ ہے کہ وہ کسی بات کی دوسری توجیہہ کے سرے سے ہی منکر ہوتے ہیں۔ جو (مزعومہ) خداؤں نے بات کہدی ہے وہ ہی تمام دینیاتی تحریکات میں آخری بات سمجھی جاتی ہے۔

آئی ایچ ایف کا مسلک تو یہ ہے کہ کوئی وحی شدہ سچائی سرے سے ہے ہی نہیں تمام سچائیاں تلاش کی گئی ہیں اور ابھی ہمیں مزید سچائیاں تلاش کرنی ہیں۔

اسلام اور عیسائیت جو وحی الٰہی کے مدعی ہیں اور اسی کو اپنا منبع قرار دیتے ہیں موجودہ سائنسی دور میں مفکرین کے لئے ایک ہی مقام رکھتی ہیں۔ یہ دونوں نظام ایک لحاظ سے درست بھی ہیں اور غلط بھی درست اس لئے کہ انہوں نے ماضی میں انسانی ترقی کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کیا ہے، اور غلط اس لئے کہ انہوں نے اب ترقی کی راہ روک دی ہے۔

انسانی سماج کے ارتقا سے آج انسانیت ایک نئے دور کی دہلیز پر کھڑی ہے انسانیت کا ایک نیا زمانہ ہمارے سامنے ہے۔ یہ سائنس کا زمانہ ہے اور سائنس و دینیات باہم مل نہیں سکتے۔

ہمیں دینیات سے تعلق نہیں چاہے وہ عیسوی ہو یا اسلامی اس لئے ہمیں انسانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان برے جذبات پیدا کرنے والا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ "امن ایک اہم ضرورت ہے" لیکن اسے دینیات کے سائے میں ڈھونڈھنے کی بجائے (جو بہت بری طرح فیل ہوچکی ہے) ہم اسے سائنس اور عقل کی شاہراؤں پر تلاش کرتے ہیں ......

...... یہ ہمیں فخر ہے کہ ہم نے ہیومنالوجی یعنی انسانیت کی فلاسفی کی تبلیغ گذشتہ سات برس میں کئی انسانوں کو کی ہے

آپ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے ہم سے رابطہ قائم کیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ آپ ہمارے ساتھ اس مطالعہ میں شریک ہونگے اور ہماری اس کوشش میں ساتھ دیں گے جو ہم زمین پر پھیلے ہوئے انسانوں کو ایک ایسے مرکز پر لانے کے لئے کر رہے ہیں جس سے خیر سگالی اور امن کے جذبات لوگوں کے درمیان پھیلیں۔

ہم تمام قومیت اور نسل سے قطع نظر انسان ہیں جو اس حسین اور منفرد دھرتی کے باشندے ہیں۔ ہمارے ایک جیسے عزائم ہیں ایک ہی ہماری استعدادیں ہیں جن سے ہم ایک سماجی نظام بنیں گے اور وہ عالمی سرشل نظام ہے ہمیں سوچ اور عمل کے تمام زاویے عالمی نکتہ نظر سے بنانے چاہئیں۔

اس امید پر کہ آپ ہماری جد وجہد میں ساتھ دیں گے تاکہ تعصب، خوف اور شکوک کو انسانوں میں سے ختم کیا جائے اور ہم سب مل کر کام کریں ہم اپنا جریدہ فری مائنڈ FREE MAIND آپکو باقاعدہ بھیجا کریں گے۔ ہم بخوشی آپ کی تنظیم کا انگریزی لٹریچر قبول کریں گے۔ ہمیں امید ہے آپ باقاعدہ ہم سے اپنا ربط قائم رکھیں گے۔ اگر آپ کے پاس ایسے خیالات ہیں جن سے نوع انسانی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے تو ہم انہیں اسی تندہی سے پھیلائیں گے جیسا کہ آپ خود پھیلانا پسند کرتے ہیں۔ ہم یقیناً آپ کی مدد کریں گے اگر آپ ہمیں ایسا کام سونپیں گے۔

آپ کا مخلص

سی۔جی۔ پیٹرسن (ایڈیٹر)

نوٹ:۔ اس خط کا تفصیلی جواب انگریزی لٹریچر کے ہمراہ مدیر موصوف کو ارسال کر دیا گیا جس میں مدیر کے ان خیالات کی تسلی کی گئی تھی جو اس نے دینیاتی تحریک کے متعلق بیان کئے تھے اور بتایا گیا تھا کہ اسلام بھی عالمگیر برادری اور مذاہب عالم کی الہیاتی پیدائش کا قائل ہے اس طرح تمام نوع انسانی کو ایک مرکز پر بلاتا ہے۔

——(۲)——

نیویارک کا ایک اخبار

نیویارک سے ایک ماہوار جریدہ جنسی مسائل پر چھپتا ہے اس میں عرصہ چار پانچ ماہ کا ہوا ایک مضمون حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی قانون تعدد ازدواج پر چھپا جس میں کئی باتیں خلاف واقعہ بیان کی گئی تھیں۔ سید تصدق حسین صاحب قادری نے اس کے نام حضرت امیر ایدہ اللہ کے دو پمفلٹ MARRIAGE AND DIVORCE IN ISLAM اور PROPHET OF ISLAM بھجوایا۔ اس مجلہ کے جولائی نمبر ۱۹۵۱ء میں انہی دو کتب پر مشتمل ایک مضمون مجلہ میں چھپا ہے جس سے اکثر غلط فہمیاں انشاء اللہ دور ہو جائیں گی۔ مجلہ کا نام SEXOLOGY ہے اور مضمون کا عنوان "سیکس لائف ان اسلام" ہے۔

——(۳)——

امریکا میں دعوت اسلام

ذیل میں امریکہ کے مبلغ بشیر احمد صاحب منٹو کا مراسلہ درج کیا جاتا ہے۔

محبی و مشفقی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

عید الفطر کا دن اس بار ہمارے لئے خاص طور پر غیر معمولی مسرت کا دن تھا اس لئے کہ اللہ تعالے نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں اس قابل کر دیا کہ سان فرانسسکو میں ہم بھی اس کے منانے کا مناسب انتظام کر سکیں سیکرامنٹو SACRAMENTO میں مسجد موجود تھی اور سال میں دو بار عیدین کے موقعہ پر مسلمانوں کا اجتماع بھی ہو جاتا تھا مگر فاصلہ کی دوری کی وجہ سے ہر ایک کا وہاں جانا آسان نہ تھا اور اس طرح بہت سے مسلمان نماز کی ادائیگی سے محروم رہ جاتے تھے۔ اب یہ مشکل بھی دور ہو گئی ہے۔ پروردگار کا ہم اس کے لئے جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے کہ اس نے ایسے اسباب مہیا کر دیئے کہ اس کے دین کی تبلیغ کے لئے ہم شہر کے مرکز میں ایک نہایت اعلیٰ جگہ خرید سکے۔ دوسری وجہ ہماری خوشی کی یہ ہوئی کہ ہمارے بعض رفقاء جنہیں ہم سے جدا ہوئے ایک لمبا عرصہ ہوا تھا وہ بھی اس موقع پر جمع ہو گئے راغب مراکشی، یوگوسلادیہ، فلسطین اور قبرص میں کئی مہینے گذارنے کے بعد عید سے تین دن پہلے سان فرانسسکو پہنچ گئے۔ مریم برشمین کے نام سے غالباً آپ واقف ہیں ۱۹۴۸ء میں انہوں نے اسلام قبول کیا ۱۹۴۹ء میں وہ ہماری سوسائٹی کی سیکرٹری منتخب ہوئیں، اگست ۱۹۵۰ء کے پہلے ہفتہ میں بذریعہ ہوائی جہاز وہ ہندوستان پہنچیں اور اسی مہینہ کے بیسویں دن ان کی شادی ہمارے دوست محمد علی مرزا سے بمبئی میں ہو گئی، عید کے موقعہ پر وہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ موجود تھیں۔

نماز کے بعد حاضرین نے ایک دوسرے کو عید مبارک کہی اور ہم سب نے رب العالمین کی حمد کی اور اس کا شکر بجا لائے کہ اس نے اپنی رحمت سے ہمیں مسلمان بنایا اور مشرق اور مغرب کی تمیز کو نہ صرف ہمارے قلوب سے مٹا دیا بلکہ اخوت کے رشتہ میں ہمیں منسلک کر دیا۔

آٹھ جولائی اتوار کی شب کو ہمارا عید ڈنر تھا، اس کے لئے ہم نے بڑی تیاری کی ہوئی تھی۔ کریم الدین

نے ہماری سوسائٹی کا سائن بورڈ تیار کر کے ہمارے مکان کی مشرقی جانب جہاں پر آنے جانے والے کی نگاہ پڑتی تھی نصب کر دیا تھا، اکبر اور عزیز نے کھانے کے کمرہ کو سجایا تھا اور بجلی کے قمقمے جگہ جگہ لٹکا دیئے تھے رات کو جب وہ روشن کئے گئے، تو تمام محلہ جگمگا اٹھا۔ کھانا پکانے کا انتظام کے سپرد تھا البتہ مسز میکنٹیٹ اور مسز پیٹرک ان کی مدد کے لئے موجود تھیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے اپنے فرائض بے حد خندہ پیشانی اور احسن طریقے سے سرانجام دیئے۔

ہمارے اس ڈنر میں بہت سے غیر مسلم اصحاب بھی شریک تھے، ہر ایک نے اپنے اپنے طور پر جہاں ہمارے لذیذ کھانوں کی تعریف کی وہاں اس بات کا بھی اظہار کیا کہ اس محفل کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں وہ آدمی بھی جس کے آنے کا یہ پہلا موقع ہے اپنے تئیں اجنبی محسوس نہیں کرتا بلکہ یوں سمجھتا ہے کہ ہم سب ایک ہی خاندان کے مختلف افراد یہاں اکٹھے ہو گئے ہیں۔ کاش اس قسم کی محفلیں عام ہو جائیں۔

عید کی نماز کے بعد ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ تمام جمع شدہ روپیہ اپنی لائبریری کے لئے کتابیں خریدنے پر صرف کیا جائے۔ چنانچہ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کو دو کنگ کے پتہ پر تی الحال انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کی چار جلدوں کے تھامس گگ اینڈ سن کی وساطت سے اسی ڈالر کے قریب رقم ارسال کر دی گئی۔ انشاء اللہ اپنی لائبریری کی عمارت کی تعمیر سے پہلے ہم اسلامی کتابوں کا معتد بہ ذخیرہ جمع کر لیں گے۔

محترمہ عارفہ صاحبہ نے تھیوسافیکل سوسائٹی کی دعوت پر چودہ جولائی ہفتہ کے دن بیٹوسنز بلڈنگ میں اسلام میں عورت کے فرائض اور حقوق پر تقریر کی افسوس میں انکی تقریر سننے سے محروم رہا کیونکہ بچوں کی نگرانی کے لئے مجھے گھر پر ٹھیرنا پڑا مگر شریک جلسہ ہونیوالوں کی زبانی معلوم ہوا کہ ان کی تقریر ہر پہلو سے بے حد عمدہ تھی اور بہت سی غلط فہمیوں کے دور ہونے کا موجب ہوئی۔

سترہ جولائی کو ATHERTON سے چند لوگ تحقیق حق کی خاطر ہمارے ہاں تشریف لائے۔ تین گھنٹے متواتر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ میری باتوں میں ان سب نے بیحد دلچسپی لی اور بہت کچھ تعریف کی اور آئندہ کسی اور نزدیک کی تاریخ پر آنے کا وعدہ کیا، دلوں کا حال اللہ تعالے بہتر جانتا ہے مگر بظاہر سب بے حد متاثر معلوم ہوتے تھے اور زبانی بھی اس کا برملا اظہار کیا۔

کل بائیس جولائی کو ہمارے ہفتہ واری جلسہ میں محمد باقر کمالی آف ایران

IRAN AND OIL PROBLEM

پر تقریر کریں گے۔

خاکسار

بشیر احمد منٹو

بچوں کا صفحہ

بقیہ از صفحہ ۲

ہوں۔ اور مجھے تمہاری یہ بات بہت پسند آئی ہے اس لئے میں نے تمہیں بھی خرید لیا ہے اور باغ بھی خرید لیا ہے۔ میں تم کو آزاد کرتا ہوں اور یہ باغ تمہارے گذارے کے لئے تم کو بطور عطیہ دیتا ہوں۔ غلام نے نہایت ادب سے شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ "میں آپ کے اس عطیہ کو بصد شکریہ قبول کرتا ہوں۔ لیکن میں اس مہربانی کے عوض جو آپ نے مجھ پر مجھے آزاد کر کے کی ہے یہ باغ آپ ہی کی

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کی صحت خدا کے فضل و کرم سے پہلے کی نسبت بہتر ہے احباب یاد رکھیں۔

— حضرت میاں محمد صاحب اور خانبہادر غلام ربانی خاں صاحب انگلستان سے کراچی ۱۸ اگست کو تشریف لے آئے ہیں، کچھ روز کراچی میں قیام فرما کر دونوں اصحاب لاہور تشریف لائیں گے۔

— ماسٹر صادق علی صاحب پٹیالوی بوجہ درد اندام و بخار و نزلہ بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے احباب دردِ دل سے

مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے مسلمات

۱۔ جماعت اسلامی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ وہ دنیاوی اقتدار چھیننے کے لئے سعی کرتے ہیں اور یہی ان کی تحریکات کا مقصد ہوتا ہے:۔

"پس دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے مشن کا منتہائے مقصود یہ رہا ہے کہ حکومت الٰہیہ قائم کر کے اس پورے نظام زندگی کو نافذ کریں جو وہ خدا کی طرف سے لاتے تھے۔۔۔۔ اسی وجہ سے تمام انبیاء نے سیاسی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی"

(تجدید و احیائے دین ص ۲۲)

۲۔ جماعت اسلامی یہ مانتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی ہمسایہ طاقتوں یعنی روم اور ایران کے خلاف جارحانہ کارروائی کی اور ان کی طرف سے اسلام کے قبول یا استرداد کا انتظار نہ کیا:۔

"اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف کے ممالک کو اپنے اصول مسلک کی طرف دعوت دی مگر اس کا انتظار نہ کیا کہ یہ دعوت قبول کی جاتی ہے یا نہیں بلکہ قوت حاصل کرتے ہی رومی سلطنت سے تصادم شروع کر دیا"

(حقیقت جہاد ص ۷)

۳۔ جماعت اسلامی کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قرآن پاک کی بعض آیات منسوخ ہو چکی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ بندوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ قرآن پاک میں ناسخ و منسوخ مانا جائے:۔

"ہم قرآن میں نسخ کے قائل ہیں اور جو لوگ اس کے منکر ہیں ان کو ہدایت کا منکر سمجھتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ اس چیز سے ان کا فرار محض قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ یہ لوگ نہ محل نسخ سے واقف ہیں اور نہ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ نسخ خدا کی ضروریات میں سے نہیں بلکہ بندوں کی ضروریات میں سے ہے"

(ترجمان القرآن جلد ۲۶ عدد ۱،۲)

۴۔ جماعت اسلامی کو یہ بھی مسلم ہے کہ تکفیر اسلامی نظام کا ایک لازمی حصہ ہے تاکہ امت کی تطہیر ہوتی رہے:۔

"تکفیر تو ایک سخت ترین مذہبی سزا ہے جو ایک صالح اور با اختیار جماعت اپنے اندر کے ان افراد کو دیتی ہے جو اس کی دعوت اور اس کے نظام کے اصول و مقاصد سے علانیہ اور دیدہ و دانستہ بغاوت کرتے ہیں"

(حقیقت شرک ص ۱۰۴)

۵۔ جماعت اسلامی مرتدین کو واجب القتل سمجھتی ہے:۔

"یہ بات اسلامی قانون کے کسی واقف کار آدمی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام میں اس شخص کی سزا قتل ہے جو مسلمان ہو کر پھر کفر کی طرف پلٹ جائے"

(مرتد کی سزا اسلامی قانون میں ص ۷)

۶۔ جماعت اسلامی اس بات کی بھی قائل ہے کہ جبراً اسلام پھیلانا درست ہے اور مسلمان جماعتوں کا یہی مقصد ہے کہ وہ مخالف نظریات کو لڑ کر مٹا دیں:۔

"چوتھی آیت (وقاتلوھم حتیٰ لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ ـــ ناقل) میں دین اسلام کے پیروؤں کو حکم دیا گیا ہے کہ دنیا سے لڑو اور اس وقت تک دم نہ لو جب تک فتنہ یعنی ان نظامات کا وجود دنیا سے مٹ نہ جائے جن کی بنیاد خدا سے بغاوت پر قائم ہے"

(قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص ۹۵)

۷۔ جماعت اسلامی کے نزدیک غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں شہریت کے کلی حقوق نہیں مل سکتے:۔

"۔۔۔۔۔۔ غیر مسلم بھی اگر ذمی رعایا بننا چاہیں تو ذمیت کی شرائط پوری کر کے وہ اس زمرے میں شامل ہو سکتے ہیں اور ان کو بھی تحفظ کے ساتھ نیم شہریت کے حقوق مل سکتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ اسلامی مملکت میں مکمل شہریت کے حقوق صرف ان لوگوں کے لئے خاص ہیں جو مسلم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہوں"

(حاشیہ مرتد کی سزا اسلامی قانون میں ص ۶۲)

۸۔ اور جماعت اسلامی کے نزدیک خود مسلمانوں کے اندر "مسلمہ اسلامی فرقے" اور "غیر مسلمہ اسلامی فرقے" ـــ بالفاظ دیگر وہ فرقے جنہیں علماء اسلامی فرقے تسلیم نہ کریں اور اپنے اس حق تکفیر کے تحت جو شق نمبر ۴ کے تحت انہیں حاصل ہے کافر ـــ کی تقسیم بھی موجود ہے۔ چنانچہ کراچی میں منعقدہ علماء کی کانفرنس جس میں مودودی صاحب بھی شریک تھے نے جو آئین اسلامی بنایا اس میں ایک شق یہ بھی تھی:۔

"مسلمہ اسلامی فرقوں کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ انہیں اپنے پیراؤں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا حق حاصل ہوگا وہ حدود قانون کے اندر اپنے خیالات کی آزادی کے ساتھ اشاعت کر سکیں گے"

(کوثر ملا ۵ رفروری ۱۹۵۱ء)

۹۔ جماعت اسلامی مانتی ہے کہ اس کے سوا آج تمام اسلامی دعوتیں غلط راستے کی طرف جا رہی ہیں ـــ ایسا غلط راستہ جو حضرت عیسٰے علیہ السلام کے مقابل پر یہود نے اختیار کیا تھا۔ یاد رہے کہ حضرت عیسٰے نبی اللہ تھے اور منکر نبی کی جو سزا ہو سکتی ہے وہ یہود کی سزا تھی:۔

"اس قسم کی ایک دعوت کا جیسی ہماری یہ دعوت ہے کسی مسلمان قوم کے اندر اٹھنا اسکو ایک بہت بڑی سخت آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اب اس قوم کے لئے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ یا تو اس کا ساتھ دے اور اس خدمت کو سرانجام دینے کے لئے اٹھ کھڑی ہو جو امت مسلمہ کی پیدائش کی ایک ہی غرض ہے یا نہیں تو اسے رد کر کے وہی پوزیشن اختیار کرلے جو اس سے پہلے یہودی قوم اختیار کر چکی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن اگر مسلمان حق سے منہ موڑیں اور اپنے مقصد وجود کی طرف صریح دعوت کوسن کر الٹے پاؤں پھر جائیں تو یہ وہ جرم ہے جس پر خدا نے کسی نبی کی امت کو معاف نہیں کیا"

(روداد سالانہ جماعت اسلامی۔ تقریر مولانا مودودی)

امیر جماعت اسلامی پاکستان سے ایک مطالبہ

مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی پاکستان نے اپنے ماہنامہ ترجمان القرآن جلد ۳۶ عدد ۳ میں لکھا ہے کہ آیت ولو تقول علینا بعض الاقاویل سے جو استدلال آپ نے کیا ہے وہ بنیادی طور پر غلط ہے۔ اس آیت میں جو بات کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ محمد صلعم جو حقیقت میں اللہ کے نبی ہیں اگر خدا کی وحی کے بغیر کوئی بات خود تصنیف کر کے خدا کے نام سے پیش کریں تو ان کی رگ گلو کاٹ دی جائے گی۔ اس سے یہ معنی نکالنا صحیح نہیں ہے کہ جو شخص حقیقت میں نبی نہ ہو اور غلط طور پر اپنے آپ کو نبی کی حیثیت سے پیش کرے اس کی رگ گلو بھی کاٹی جائے گی اور نہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے سچے اور جھوٹے نبی کی پہچان کے لئے یہ بات بطور ایک معیار کے پیش کی ہے کہ جس مدعی نبوت کی رگ گلو نہ کاٹی جائے وہ سچا نبی ہے اور جس کی رگ کاٹ دی جائے وہ جھوٹا مدعی"

ہم مودودی صاحب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر آیت ولو تقول علینا بعض الاقاویل معیار صداقت نبوت و رسالت نہیں تو وہ قرآن شریف اور حدیث سے ایک ایسا ہمہ گیر معیار صداقت پیش کریں جس سے ایک جھوٹے اور سچے مرسل ربانی کے درمیان امتیاز ہو سکے۔ اور کل انبیاء کی رسالت کو پرکھا جا سکے۔ ولاتکتموا الشھادۃ وانتم تعلمون۔

آپ کے خطوط

مکرمی ایڈیٹر صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل اعتراض کا جواب جلد سے جلد اخبار میں شائع کرا دیں:۔

بہائی:۔ آیت واللہ یعصمک من الناس کی رو سے آنحضرت صلعم کا قتل ہو جانے سے بچنا لازمی ہے یا نہیں۔

احمدی۔ یقیناً یہ وعدہ الٰہی سچا ہے اور اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو قتل سے بچایا۔

بہائی:۔ مگر بخاری میں تو یہ مذکور ہے کہ بوقت وفات رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو زہر خیبر میں یہودیہ عورت نے دی تھی اس کا اثر آپ تمام بقیہ زندگی محسوس کرتے رہے حتیٰ کہ اپنی مرض الموت میں فرمایا کہ اس زہر سے میری آنتیں کٹی جا رہی ہیں اور اسی حال میں وہ مر گئے۔ کیا یہ قتل نہیں۔

احمدی۔ اگر یہ امر واقع ہو تو یہ قتل ہے۔

بہائی۔ کیا اس میں بھی آپ کو شک ہے۔

احمدی۔ دنیا میں کوئی زہر ایسی اب تک بھی نہیں ہے جو اس طرح قتل کر سکے۔ زہر دیئے جانے کے ۴۔ ۵ سال بعد وفات کا ہونا ہی اس بات کی کافی دلیل ہے کہ زہر سے قتل کا قصہ صحیح نہیں اور اس قصہ کو صحیح ماننے کے یہ معنے ہیں کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وعدہ عصمت عن القتل صحیح نہ تھا۔ حالانکہ وہ خدا کی کتاب قرآن میں درج ہے زہر کا قصہ احادیث میں ہے جس میں اتنا تو درست ہے کہ آپ کو فتح خیبر کے بعد زہر دیا گیا۔ مگر آنحضرت صلعم نے ایک لقمہ اٹھا کر اپنا ہاتھ اس کے کھانے سے روک لیا۔ اور حضور اس زہر کے اثر سے بچ گئے۔

بہائی۔ مولوی محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند تو اپنی کتاب حکومت آئینیہ میں ابوبکر صدیق کو امثل محمدؐ ثابت کرتے ہوئے صاف لکھتے ہیں کہ رسول اللہ آخر اس زہر سے شہید ہوئے اور ابوبکر بھی زہر سے ہی شہید ہوئے۔

احمدی۔ مجھے مولانا محمد طیب صاحب کا دلی احترام ہے اور وہ ایک نیک سیرت بہت بڑے عالم ہیں مگر یہاں یقیناً وہ غلطی کر گئے ہیں نہ محمد صلعم کو یہودیوں کی زہر نے قتل کیا اور نہ آپ کے یار غار صدیق اکبر کو جو کہ محزن ان اللہ معنا میں قتل سے محفوظ کئے گئے تھے۔ یہود کی زہر نے قتل کیا۔ نبی اور صدیق کا مقام شہادت کے مقام سے بلند اور بہت بلند ہے ان کی قتل ہو کر شہادت کے حصول کی ضرورت ہی نہیں۔

بہائی۔ قرآن میں جو وعدہ واللہ یعصمک من الناس ہے یہ صرف تکمیل تبلیغ تک ہے۔ جب تبلیغ کی تکمیل ہو گئی اب زہر سے قتل ہو جانا قرآن کے خلاف نہیں۔

احمدی۔ یہ بلا دلیل دعوےٰ کہ واللہ یعصمک من الناس صرف تکمیل تبلیغ رسالت تک ہے۔ بالکل غلط ہے۔ یوں تو پھر ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ میری حفاظت کا بھی وعدہ ہے اور اگر مارا جائے تو کہہ دیا جائے کہ بس وہ وعدہ مارا جانے سے پہلے تک تھا۔

زہر کے اثر کا تو قصہ ہی غلط ہے آج سائنس کا زمانہ ہے جو یہ ثابت کرتا ہے کہ نہ کوئی ایسی زہر ہے نہ اس طرح قتل ممکن ہے۔

بہائی۔ کیا SLOW POISON کا یہ اصول نہیں کہ وہ آہستہ آہستہ کھانیوالے کو تباہ کرتی ہے۔

احمدی۔ آپ تو ڈاکٹر ہیں بتائیں ایسی کونسی SLOW POISON ہے جو آج ایک دفعہ کھالی جائے تو وہ چار پانچ سال میں قتل کر دے۔

سلو پائزن تو یہ ہے کہ کوئی زہریلی شئے ہر روز کھائی جائے تو آہستہ آہستہ زہر اپنا اثر کرتی رہے اور پھر وہ اس قدر جسم میں جمع ہو جائے کہ یکدم ہلاک کر دے۔

ڈاکٹر:۔ مجھے تو ایسی زہر کوئی معلوم نہیں کہ جس کے کھانے سے فوراً انسان ہلاک ہو سکتا ہو وہ اگر کسی کو دے دی جائے تو پھر وہ سالوں میں جا کر اثر کرے۔

احمدی۔ یقیناً ایسی کوئی زہر ہو ہی نہیں سکتی ہے۔ انسانی طبیعت جب ایک مرض کی مدافعت شروع کر دیتی ہے تو پھر اگر سخت حملہ کے وقت طبیعت نے اپنی قوت مدافعت سے بحکم خدا قتل سے بچا لیا تو اب روز بروز زہر کا اثر کم ہو کر چند دنوں میں طبیعت بالکل صاف ہو جائے گی۔ ادھر انسانی جسم کے ذرات بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور سات سال میں بالکل نیا جسم ہو جاتا ہے۔ اب زہر جو پہلے کھاتا تھا اس کا اب کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔

بہائی۔ مگر آپ کی یہ دلیل کہ وعدہ الٰہی حفاظت عن القتل کی وجہ سے زہر سے ہلاکت کا قصہ غلط ہے۔ صحیح نہیں۔ افان مات او قتل میں امکان قتل موجود ہے۔

احمدی۔ آپ کو جب یہ بھی مسلم ہے کہ قبل تکمیل تبلیغ قتل ممکن نہیں تو چونکہ نزول آیت افان مات او قتل کے وقت ابھی تکمیل تبلیغ رسالت نہ ہوئی تھی اس لئے اس وقت موت و قتل دونوں میں سے کسی ایک کا بھی وقوع ناممکن تھا۔

میں نے بار بار آپ کو بتایا ہے کہ شرطیہ جملوں سے امکان شرط ثابت کرنا خلاف قواعد کلام ہے کیونکہ شرط کبھی ممکن کبھی ناممکن ہوتی ہے۔ اس لئے اہل علم کا یہ مسلمہ ہے کہ شرطیہ جملوں سے وقوع شرط کا امکان ثابت کرنا جائز نہیں۔ مثلاً خدا فرماتا ہے" لو انزلنا ھذا القرآن علیٰ جبل" اگر ہم قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے۔ تو اب یہ کہنا کہ معلوم ہوا کہ وحی الٰہی پہاڑوں پر بھی نازل ہو سکتی ہے اور ایک پہاڑ بھی رسول ہو سکتا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ بلکہ اس مقدم کا تو وقوع ممکن ہی نہیں نہ پہاڑ رسول ہو سکتا ہے نہ اس پر قرآن کی وحی نازل ہو سکتی ہے۔ ممکن شرط کی مثال کی ضرورت نہیں سب جانتے ہیں۔ مگر یہ بہتوں کو علم نہیں کہ شرطیہ جملوں سے کسی شرط کا [illegible] ثابت کرنا جائز نہیں۔ شرط کا ممکن یا غیر ممکن ہونا اور ذرائع سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک شرط جو ممکن ہے وہی بعض شرائط کے ماتحت ناممکن ہو سکتی ہے۔ مثلاً انسان کا قتل یوں تو ممکن ہے لیکن جب کسی انسان کو محفوظ عن القتل کرنے کے سامان ہو جائیں تو اس وقت اس کا قتل ناممکن ہو جائے گا۔

بہائی۔ یہ قاعدہ آپ نے گھڑ لیا ہے ورنہ یہ غلط ہے قرآن کے الفاظ افان مات او قتل سے ہی یہ قاعدہ غلط ہو جاتا ہے۔

احمدی۔ مولانا محمد طیب صاحب جو مسلمہ عالم فاضل اور حافظ و قاری ہیں۔ میں نے ان سے ایک دفعہ پوچھا تھا کہ مولانا شرطیہ جملوں سے وقوع شرط کا ممکن ہونا ثابت کرنا درست ہے یا نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے ورنہ ان کان للرحمٰن ولد سے خدا کا ولد ممکن ثابت ہوگا اور لئن اشرکت سے آنحضرت صلعم کا مشرک ہو سکنا ممکن ہو جائیگا دیوبند کا تحریری فتوےٰ بھی یہی ہے آپ اب اگر صرف باب کے قتل ہو جانے کی وجہ سے اسکو شہید ثابت کرنے کی خاطر نہ مانیں تو دوسری بات ہے۔

والسلام
عمرالدین احمدی از بمبئی

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
براہ کرم حسب ذیل سطور اخبار میں شائع فرما دیں۔

اظہارِ تشکر

میری اہلیہ عرصہ سے بعارضہ رسولی بیمار تھی اور محترم و مکرم خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاؤ رسپی ٹوریم بڑی شفقت سے علاج کرتے رہے ان کے مشورے پر میں مریضہ کو بغرض اپریشن ۳ اگست کو لاہور لایا اور ۴ اگست کو جانکی دیوی جمعیت سنگھ زنانہ ہسپتال میں داخل کروا دیا۔ تب سے میری درخواست پر احباب جماعت ہر نماز میں مریضہ کی شفایابی کے لئے دردِ دل سے دعا کرتے رہے۔ ۹ اگست کی صبح کو اپریشن ہوا جو بفضل تعالےٰ نہایت کامیاب رہا۔ اس فضل ربی پر بطور شکرانہ -/۱۵ روپے انجمن کی خدمت میں بمد ترجمہ قرآن پیش کرتا ہوں۔ اور احباب جماعت بالخصوص بزرگان دین حضرت مولانا صدرالدین صاحب اور حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کا تہ دل سے ممنون ہوں۔ کہ وہ میرے حق میں پرخلوص دعائیں کرتے رہے اور دن میں کئی کئی بار مریضہ کا حال دریافت کرتے رہے

میں جملہ احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی پرخلوص دعاؤں کو جاری رکھیں تاکہ مریضہ بکلی صحت یاب ہو جائے۔ آمین۔

خاکسار
سید عبدالحی ولد میر مدثر شاہ صاحب گیلانی پشاوری مرحوم۔

(باقی بر صفحہ ۔۔۔ کالم ۔۔۔)

جہاد

اسلام کا خود حفاظتی طریق کار

از م۔ احمد ایم۔ اے (علیگ)

جن نازک حالات سے مسلمانوں کی سب سے بڑی جمہوری مملکت گذر رہی ہے ان کے پیش نظر میں قوم کی توجہ روح جہاد کی طرف مبذول کرنے کے لئے چند سطور ضبط تحریر میں لانے کے لئے مجبور ہوا ہوں کیونکہ آنے والے بھیانک دور سے پہلے ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن سے اچھی طرح واقف ہو جائیں اور جس مقصد کے لئے ہمارا وجود خداوند رب العزت نے قائم کیا ہے اس کے مطابق ان تاریک لمحوں میں چلنے کے لئے خداوند کے نور سے مشعلیں جلائیں تاکہ وہ ہمیں تباہ و برباد ہونے سے بچا لے۔ لازم ہے کہ ہم جہاد کے صحیح معنوں، اس کے لوازم اور شرائط۔ اس کے پروگرام سے قوم کو آگاہ کریں

جہاد لڑنے یا جنگ کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ مسلمان جماعت کے افراد اور اجتماع کے اندر ایسی کیفیت اور طرز زندگی کا نام ہے جو دشمن کے تمام ظاہری اور باطنی حملوں کو نہ صرف ناکام کر دے بلکہ ان حملوں کے نتیجہ میں دشمن کو عملی طور پر مغلوب ہونا پڑے ان حملوں میں جہاں ظاہری یورشیں مراد ہیں وہاں نفس انسانی کے حملے بھی ہیں امام راغب نے بھی جہاد کے یہی معنے کئے ہیں اس لئے اگر ایسی کیفیت اور طرز زندگی پیدا نہ ہوئی تو مادی قوت کا مقابلہ پھر یا تو برابر کی مادی قوت سے ہی ہوگا یا پھر مقابل کی مادی قوت سے جتنی زیادہ قوت ممکن ہو سکے گی اتنی زیادہ اچھی ہوگی۔ اور فتح ممکن۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ ملت کیا بلحاظ مادی ذرائع اور کیا بلحاظ تعداد دشمن کے مقابلہ میں برابر کا درجہ نہیں رکھتی اس لئے ضروری ہے کہ ملت کے پاس ایسی چیز ہو جو اس کمی کو احسن طور پر پورا کرے کیونکہ محض جوش کوئی چیز نہیں اور نہ محض اتحاد کوئی چیز ہے۔ ساری ملی تاریخ ایسے کئی المناک حادثوں سے بھری پڑی ہے جب ہمارے ظاہری جوش اور مادی اتحاد کے پیچھے جو خلا تھا اس سے پہلوتہی اختیار کر کے ملت نے کتنی مصیبتیں برداشت کیں۔

مہدی سوڈانی کے واقعہ کو ابھی اتنی مدت نہیں ہوئی کہ ہم اسے بھول جائیں ہمیں ان واقعات سے سبق سیکھنا ضروری ہے

اصلی چیز جو آج ہمارے درمیان نہیں ہے وہ اسلام کی وہ سعی و کوشش ہے جو اپنے معاملہ کو صرف خدا تعالےٰ کے سپرد کر دے۔ وہ جہد اور کیفیت اور طرز زندگی جو جٰھدوا باَنفسکم واموالکم سے پیدا ہوتی ہے اور وطن و قوم کے بتوں سے اُوپر اُٹھ کر خالصتہً لوجہ اللہ انسانوں کی بھلائی اور بہبودی کے لئے صلح و جنگ کرتی ہے۔

اصلی چیز یہی روح ہے۔ مختصراً عوام کی تفہیم کے لئے اس کی کچھ تشریح درج ذیل ہے

(۱) سب سے پہلے قائدین میں ایک سادہ اور جفاکش زندگی کا رنگ موجود ہونا چاہیئے اور جس قدر اخراجات نفاست اور آرام پر لگتے ہیں وہ سب دفاعی اور تنظیمی معاملات پر خرچ ہوں۔ اور پھر ایسی زندگی کسی جبر کے تحت نہ ہو بلکہ برضا ہو اور ایسی عادت ڈالی جائے کہ طبیعت جبر محسوس نہ کرے۔ اسی لئے خدا تعالےٰ نے انسانوں پر اپنا مسلک بجبر نہیں ٹھونسا۔ لا اکراہ فی الدین اس کا بہترین ترجمان ہے کیونکہ انسان جب تک خود کسی امر کی طرف رغبت نہ رکھتا ہو وہ اس میں دیانتداری سے کوشش بھی نہیں کرتا۔

دوسری بات جو پیدا ہونی لازمی ہے وہ یہ کہ جنگ اقتدار کو ہر ایک شعبہ سے ختم کر دیا جائے۔ اسلامی تعلیمات کی بنیادی اساس یہی ہے کہ وہ انسانوں میں بلا معاوضہ اور مادی فوائد کے انسانی خدمت کا جذبہ پیدا کرے۔ جہاد فی سبیل اللہ سے مراد ہی یہ ہے کہ ذاتی یا قومی وجاہت کا سوال ہی نہیں یہ تمام تر ایک بلند مقصد کے لئے ہو رہا ہے جس کے تلے ذاتی اقتدار کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی۔

تیسری بات انتھک کوشش ہے تمام قوم محنت کرتی جائے اور کام کا کوئی حصہ قومی دولت کی فراہمی میں گزند نہ پہنچائے تنظیم اور کام اس شق کے ضروری لوازمات ہیں۔

چوتھی بات صبر، تحمل اور راضی بقضا ہونا ہے۔ اس راہ پہ کئی نقصانات اور غم و اندوہ کی آندھیاں آئیں گی۔ خدا تعالیٰ اس طریق سے صدق و صبر کی آزمائش کرے گا اتنی کڑی آزمائش کہ مومن کہہ اُٹھیں "متیٰ نصر اللہ" اللہ کی نصرت کب آئے گی جب تک صبر و تحمل پیدا نہ ہوگا یہ منزل سر نہ ہوگی۔

پانچویں بات خدا تعالےٰ سے اپنے کئے گئے وعدہ کا نبھانا ہے آغاز اسلام میں راتوں کو رو رو کر مسلمان دعائیں کرتے تھے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اے خدا تعالےٰ ہمیں معاف فرما اور کافروں پر فتح دے۔ آج کا مسلمان صرف فتح چاہتا ہے، راتوں کی مشقت نہیں جب تک ہم اپنا معاملہ خدا تعالےٰ سے صاف نہیں کریں گے ہمیں فتح ہرگز نہیں ملے گی۔

چھٹی بات مسلمانوں کا باہمی اتحاد ہے۔ اگر ہم آپس میں ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہیں تو انتشار پھیلے گا۔ ہمارے درمیان اختلاف تو ہو سکتا ہے لیکن اختلاف سے ہم دشمنی بڑھائیں تو ہمارا خدا حافظ ہے۔ بڑی جہات کے لئے ہمیں بہرحال یکجا ہونا چاہیئے اور مذہبی رہنماؤں کے خلاف کچھ نہیں کہنا چاہیئے۔

ساتویں بات قومی رازوں کی حفاظت ہے۔ ہمیں نہایت خاموشی سے تیاری کرنی چاہیئے اور دشمن کو اپنی تیاری سے خبردار نہیں کرنا چاہیئے۔

آٹھویں بات یہ ہے کہ جنگ ہو جانے کی صورت میں دشمن کے علاقوں میں خدا تعالیٰ کے احکامات کی پوری پوری نگہبانی کرنی لازمی ہے کیونکہ دشمن نادان ہے۔ وہ ہمارے خلاف اس لئے ہے کہ اس کی آنکھیں اپنے رسول اور خدا کو پہچانتی نہیں۔ ہمیں اس پر خدا تعالےٰ کی حجت پوری کرنی چاہیئے اور اس کے بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور زخمیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیئے۔ اس کے [illegible]

آپ کے خطوط (بقیہ از صفحہ ۹)

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گذارش یہ ہے کہ قادیانی دجل و تلبیس کی آپ پیغام صلح کی ہر اشاعت میں مسلسل جو دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر رہے ہیں یقیناً اس کے لئے اسلام عموماً اور احمدیت خصوصاً آپ کی شکر گذار ہوگی۔ مضمون میں اختصار کی کوئی کوشش قطعاً نہ ہونا چاہیئے، بلکہ قادیانی فریب کے ہر ہر گوشہ پر مکمل تبصرہ ہونا ضروری ہے۔ نیز میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صدر انجمن احمدیہ سے پرزور استدعا کروں گا کہ اس مضمون کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا انتظام کیا جائے اس سے لاریب کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پاک بہت زیادہ خوش ہوگی اور مجھے تو یقین ہے کہ اس روح پاک کی توجہ اور تائید آپ کو حاصل ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ احمدیت کو جتنا نقصان قادیانیت نے پہنچایا اتنا کسی دوسرے فرقہ نے نہیں پہنچایا۔ اس وقت تک احمدیت کی جس قدر بھی مخالفت دنیا میں ہوتی ہے اس کی وجہ بڑی حد تک قادیانی جماعت کی غلو اور اس پر اس کا ضد و اصرار ہے ورنہ مسیح موعود علیہ السلام کے مجددانہ کارناموں کے تو اقبال تک مداح تھے اور دعویٰ مجددیت کو تسلیم کرنے کے واسطے تمام عالم اسلام تیار ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن کاش کہ قادیانی جماعت راہ راست پر آجائے اور حضرت امیر مدظلہ العالی اور ان کے متوسلین نے ان کی کم نگاہ آنکھوں کے لئے جو جو شمعیں روشن کی ہیں وہ ان کی رہبری اور راہ روی کا باعث ہو سکے۔ آمین۔

(۲) جناب کی وساطت سے اور "پیغام صلح" ذریعہ سے جماعت احمدیہ سے ایک اور استدعا بھی ضرور کروں گا وہ یہ کہ ہماری جماعت کے بعض افراد قادیانی جماعت کے اخبارات و دیگر لٹریچر کو اتنی ہی دلچسپی سے پڑھتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی جماعت کی کسی چیز کو پڑھا کرتے ہیں میری رائے میں یہ ان کی سخت غلطی ہے۔ کیونکہ جس طرح دوسری جماعتیں حقیقی اسلام یعنی احمدیت سے دور جا پڑی ہیں اس طرح جماعت قادیانی اپنی حد سے زیادہ غلو کی وجہ سے صحیح راستہ سے دور بھٹک چکی ہے۔ ہماری جماعت کے پاس مذہبی بنیاد پر بفضلہ تعالےٰ اتنا لٹریچر موجود ہے کہ ہمیں دینی تحقیق کے واسطے اپنے دائرہ سے باہر جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

جن افراد کو اللہ تعالےٰ نے علم اور رائے صائب کی دولت سے نوازا ہے وہ بہرحال مختار ہیں لیکن جماعت احمدیہ کے عوام سے میں یہی درخواست کروں گا کہ وسوسہ اور شکوک سے بچنے کے واسطے جماعت قادیانی کے ہر قسم کے لٹریچر سے بھی احتراز لازمی اور ضروری ہے کیونکہ اس جماعت کے اکابرین بھی ہوا و ہوس اور بدعات کا شکار ہو چکے ہیں اللہ تعالےٰ ہر مسلمان کو اس چیز سے محفوظ رکھے۔ آمین

اوپر کی سطور میں جس مضمون کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے غالباً آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ میرا مقصد وہ سلسلہ مضامین ہے جو کہ قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے جواب میں آپکی جانب سے کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد

کو معاہدہ کرانے نہیں چاہیئے [illegible] امتیازی خصوصیت ہے جس سے [illegible] پھر دم ہوتا ہے اب اگر ہم بھی یہی کریں ان کی عورتوں سے وہی سلوک کریں جس قسم کا سلوک کافر کرتے کیا ہے تو ہم میں ان میں کیا فرق رہ گیا خدا تعالےٰ نے صاف طور پر [illegible] سے منع فرمایا ہے ورنہ جو فتوحات اس تشدد سے حاصل

ہوائی حملوں سے بچنے کیلئے دفاعی تدابیر

دفاع کی اہمیت

یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ ابتدائی ایام میں جنگیں بہت سادہ قسم کی ہوتی تھیں لیکن رفتہ رفتہ انسانی ذہن جوں جوں ترقی کرتا گیا اسی کے تقیدر علوم و فنون کی ترقی ذرائع حمل و نقل اور رسل و رسائل کی وسعت ضروریات زندگی او بین الاقوامی تعلقات کی ہمہ گیری کی بنا و پر انسانی ذہن رسا نے حیرت انگیز کرشمے دکھائے ہیں اور اپنی علمی معلومات اور تہذیب و تمدن کے درخشاں آثار و مظاہر اور ترقی یافتہ معلومات و فنون جنگ میں استعمال کیا ہے تہذیب حاضرہ کے عقلی کرشموں میں سے ہوائی طیاروں کے استعمال نے جنگ کی ہولناکیوں اور تباہ کاریوں کو پہلے کی نسبت بہت زیادہ ترقی پر پہنچا دیا ہے اور ان کے استعمال سے جنگوں کی نوعیت کا رُخ بالکل بدل دیا گیا ہے۔ اس لئے ملکی دفاع کے طور طریقے بھی بہت ترقی یافتہ صورتوں کا تقاضا کرتے ہیں۔ موجودہ دَور میں بمبار اور لڑاکا طیارے وہ تباہ کن آلات حرب ہیں جن کی شعلہ آشامیوں سے صرف یہی نہیں کہ کسی ملک یا قوم کی فوجی تنظیم، چھاؤنیاں ذرائع رسل و رسائل وغیرہ ہی کو تباہ کیا جاتا ہے، بلکہ اس علاقے کے عام شہری باشندوں کو بھی تباہ کاری کی زد میں لیا جاتا ہے۔ شہری اور صنعتی علاقوں پر زیادہ سے زیادہ بمباری کرکے بہت زیادہ نقصان اور خوف و ہراس پیدا کر دیا جائے اور جنگ کے دوران میں سامان حرب کی ساخت اور جنگی سامان کے گوداموں کو تباہ و برباد کر کے دشمن کی طاقت کو آسانی سے کچل دیا جا سکے۔

موجودہ بین الاقوامی حالات کے پیش نظر ہم نہیں کہہ سکتے کہ کس وقت کیا معاملہ پیش آجائے باوجود اس کے کہ ایسے بین الاقوامی ادارے وجود میں آچکے ہیں جو جنگی امکانات کو کم کرنے کی کوشش میں ہیں لیکن فطرت کے عام اصولوں کی بنا پر جنگ ایک ناگزیر عمل حیات ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ کب ناگزیر حالات پیدا ہو جائیں جن کے خلاف دفاع کی ضرورت پیش ہو جائے گزشتہ عالمگیر جنگوں کے تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آئندہ کسی جنگ کی صورت میں زیادہ تر حصہ ہوائی حملوں کا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ہوائی حملوں کی تباہ کاریوں سے بچنے کے لئے دفاعی تنظیم کی صورت میں شہری آبادی کی حفاظت کے اصولوں کی پوری پوری واقفیت اور ضروری تربیت کس قدر لازمی چیز ہے۔

ہوائی حملہ

جنگی طیارے:۔ دفاعی تنظیم کو سمجھنے سے پہلے یہ نہایت ضروری ہے کہ ہوائی حملہ کے ذریعے سے تباہ کن آلات وغیرہ کے متعلق کچھ معلومات ذہن میں ہوں تاکہ ان سے بچاؤ کی تدابیر پر عمل کیا جا سکے۔ چنانچہ جنگی طیاروں کی دو بڑی قسمیں ہوتی ہیں ایک بمبار طیارہ BOMBER AIR CRAFT جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کافی فاصلہ تک بموں کو لے جاکر فوجی گوداموں اور عام شہری آبادیوں کو برباد کیا جائے دوسری قسم لڑاکے طیاروں FIGHTER AIR CRAFT کی ہے جن کا مقصد دشمن کے طیاروں سے لڑنا نیز بمبار طیاروں کی حفاظت کرنا ہوتا ہے۔ یہ عموماً دشمن کے ہوائی جہازوں کو مار بھگانے کے لئے استعمال میں لائے جاتے ہیں۔

طیاروں کے آلات جنگ:۔ لڑاکا طیاروں میں جو آلات استعمال کئے جاتے ہیں ان میں ہلکی مشین گنیں اور ہلکی توپیں کثرت تعداد سے شامل ہیں اور بمبار طیاروں کے ذریعے سے مختلف قسم کے تباہ کن بم گرائے جاتے ہیں جو عموماً تین بڑی قسموں پر مشتمل ہوتے ہیں اوّل آتشی بم۔ INCEIVDIARY BOMBS دوم۔ دھماکے سے پھٹنے والے بم۔ HIGH EXPLOSIVE BOMBS سوم گیس بم۔ GAS BOMBS

ان کے علاوہ چھوٹی مشین گنیں اور ہلکی توپیں بھی استعمال کی جاتی ہیں۔ ہم تینوں قسم کے بموں کی نسبت کسی قدر ضروری معلومات پیش کریں گے۔

آتشی بمباری کا مقصد

آتشی بموں۔ INCENDIARY BOMBS کو مندرجہ ذیل مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے:۔

(۱) جگہ جگہ زیادہ سے زیادہ مقامات پر بم پھینک کر آگ لگادی جائے جس کو بجھانا آسان نہ ہو۔

(۲) عوام میں خوف و ہراس پیدا کر کے عوام کے حوصلوں کو پست کر دیا جائے تاکہ جنگی سامان کی پیداوار میں رکاوٹ ہو جائے

(۳) رات کے وقت دشمن کے اہم مقامات پر بلیک آؤٹ کے اثرات کو زائل کر کے اہم مقامات کے محل وقوع کو معلوم کر کے انہیں تباہ کیا جائے۔

آتشی بموں کی قسمیں

(۱) گذشتہ تجربات کی بنا پر جنگوں میں جو آتشی بم INCENDIARY BOMBS استعمال میں لائے گئے وہ مندرجہ ذیل قسموں پر مشتمل ہیں:۔

(۱) کلو میگنیشیم (الیکٹران) آتشی بم ELECTRON KILOMAGNESIUM INCENDIARY BOMBS میگنیشیم ایلومینیم دھاتوں کا بم ہوتا ہے۔ جب یہ بم گرتا ہے تو سطح کے ساتھ ٹکراتے ہی اس کے آتشگیر مادے کو آگ لگ جاتی ہے اور گرتے کے ساتھ ہی معمولی چھت کو پھاڑ کر کمرہ میں گھس آتا ہے اگر اس پر فوراً قابو نہ پا لیا جائے تو دس منٹ تک متواتر جلتا رہتا ہے۔ یہ بم بغیر آواز کے گرتا ہے اور ایک ہوائی جہاز اس قسم کے ۲۰۰۰ بم آسانی سے اُٹھا سکتا ہے۔ اس لئے یہ بم بہت کارآمد ہوتا ہے۔

(۲) کلو میگنیشیم دھماکے سے پھٹنے والا آتشی بم۔ اس کی بناوٹ بھی اول الذکر کی ہی طرح ہے۔ لیکن اس کے اندر دھماکہ سے پھٹنے والا مادہ کی ایک نلکی لگی ہوتی ہے بم گرتے نصف منٹ سے دو منٹ تک پھٹتا ہے اور اس کے خول کے جلتے ہوئے ٹکڑے تیس تیس فٹ کے فاصلہ تک اُڑ کر پھیل جاتے ہیں اور بہت زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ بم گر کے دو منٹ تک اس کے قریب جانا خطرناک ہے اور اس عرصہ کے بعد جب یہ پھٹ جائے تو اس کو بجھایا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر بم کے گرتے ہی منٹ سے پہلے پہلے اس پر دوسرے طریقوں سے قابو پا لیا جائے تو اس کا خطرہ کم ہو جاتا ہے

(۳) تیسری قسم کا "جاپانی فاسفورس بم" ہے اس کا خول ایک دھات کی پتلی چادر کا بنا ہوتا ہے اور فوراً پھٹنے والا فیتہ لگا ہوتا ہے جو دھماکہ سے بم کو پھاڑتا ہے اس کے خول کے اندر اسفنجی ربڑ کے بےشمار ٹکڑے بھرے ہوتے ہیں۔ جن میں آتشگیر مادہ فاسفورس جذب کیا ہوتا ہے۔ بم کسی سطح کے ساتھ چھونے ہی پھٹتا ہے اور فاسفورس جذب شدہ ٹکڑے جنہیں PELLETS کہتے ہیں دور دور تک ۵۰ سے ۶۰ گز کے فاصلہ میں پھیل جاتے ہیں اور انہیں فوراً آگ لگ جاتی ہے ان کی آگ کے شعلے ۹ سے ۱۰ انچ تک اونچے ہوتے ہیں۔ یہ بم پکی ہوئی فصلوں، پٹرول اور تیل کے ذخیروں، اور جنگلات کو تباہ و برباد کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں کیونکہ اس کے ٹکڑوں کے پھیلنے سے کافی رقبہ میں ایکدم آگ بھڑک اُٹھتی ہے

آتشی بموں کے ممکن نتائج

(۱) آتشی بموں کے استعمال سے اس قدر زیادہ مقامات پر بے تحاشا آگ لگ جاتی ہے جس کو بجھانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔ عوام میں بےچینی۔ خوف و ہراس اور پریشانی پھیل جاتی ہے جس سے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔

(۲) آگ لگنے سے مکان اور دوسری عمارات بھڑک اُٹھتی ہیں اور ان کے گرنے سے جانی نقصان بھی ہوتا ہے اور عام طور پر گذرگاہیں رُک جاتی ہیں۔ بجلی کے تار ٹیلیفون وغیرہ ٹوٹ پھوٹ کر برقی حادثات کا موجب ہوتے ہیں اور بجلی کے مین MAINE خراب ہو جاتے ہیں۔

(۳) پانی کے نل بھی ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں اور پانی کے سیلاب سے کیچڑ ہو کر مزید نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ کثرت کے ساتھ پانی ضائع ہو جاتا ہے۔ پانی کے تالاب میں پانی کا دباؤ کم ہو جاتا ہے، اور فائر بریگیڈ والوں کو خاطرخواہ پانی نہیں مل سکتا جس سے آگ کو بجھایا جا سکے۔

(۴) ایسی صورت حالات جنگ کے زمانہ میں تو اور بھی خطرناک ہوتی ہے۔ کیونکہ اسلحہ سازی کے کارخانوں میں کارندے تسلی سے کام بھی نہیں کر سکتے اور جنگی تیاری کو کافی نقصان پہنچتا ہے اور اس کے نتیجہ کے طور پر لڑاکا توجوں اور عوام میں بہت زیادہ بد دلی پھیل جاتی ہے۔

آگ پر قابو پانے کی ہدایات

بموں کے ذریعہ سے بھڑکتی ہوئی آگ پر قابو پانا سب سے مقدم ہے۔ اس کے بعد بموں پر قابو پانے کی ہدایات درج کی جائیں گی آگ پر قابو پانے کے لئے مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل پیرا ہوں۔

(۱) سب سے پہلے عمارت میں آتشی بموں یا فاسفورس کے ٹکڑوں (PELLETS) کو تلاش کریں۔ کسی مکان میں جلتے ہوئے بموں کی موجودگی زیادہ خطرناک ہے

بہ نسبت ان بموں یا فاسفورس کے ٹکڑوں کے جو باہر گلی کوچوں میں پڑے ہوئے ہوں۔

(۲) کسی جلتے ہوئے مکان میں اس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک آپ کے پاس اپنے بچاؤ اور آگ کا مقابلہ کرنے کا سامان موجود نہ ہو۔ لیکن اگر کسی کی جان ہی بچانا مقصود ہے تو دیر نہ کریں۔

(۳) جب کسی مکان کا جائزہ اور تلاشی لینے لگیں تو سب سے پہلے اوپر والی منزل سے شروع کر کے نیچے والی منزلوں کی طرف آئیں۔

(۴) جب آپ مکان کی تلاشی لے رہے ہوں تو دیواروں کے ساتھ ساتھ رہیں تاکہ اگر کمرہ کی چھت گرنے والی ہو گئی ہے تو وہ آپ پر نہ گرے۔ سیڑھی سے نیچے اترتے وقت بھی یہی احتیاط ملحوظ رکھیں۔

(۵) سب سے پہلے اس جلتے ہوئے مکان کی کھڑکیوں اور دروازوں کو بند کریں تاکہ ہوا کی آمد و رفت سے آگ زیادہ نہ بھڑک اٹھے اور زیادہ نقصان نہ ہو۔

(۶) مقدم توجہ کو بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھانے پر صرف کریں اور بعد میں بم کو بجھائیں۔

(۷) اگر ممکن ہو تو کمرے میں داخل ہوتے ہی بجلی کے مین سوچ کو بند کر دیں بجلی کی ٹوٹی ہوئی تاروں پر پانی ہرگز نہ ڈالیں تاکہ بجلی سے صدمہ واقعہ نہ ہو۔

(۸) آگ کو بجھانے کے لئے بالٹیوں میں جو پانی لے جایا جائے۔ اس میں لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈال لئے جائیں تاکہ پانی اچھل کر ضائع نہ ہو۔

(۹) اگر آگ پر قابو پانا آپ کے بس کی بات نہیں تو حوصلہ نہ ہاریں خود کوشش کئے جائیں اور فائر بریگیڈ کی امداد طلب کریں۔

(۱۰) پوری دیکھ بھال کے ذریعے سے تصدیق اور یقین کر لیں کہ آگ واقعی بجھ چکی ہے۔

اب ہم آتشی بموں کو قابو کرنے کے طریقوں اور ان سے بچاؤ کے اصولوں کو بیان کریں گے۔ کلو میگنیشیم آتشی بم جو بغیر آواز کے گرتا ہے اور سطح کے ساتھ ٹکراتے ہی بھڑک اٹھتا ہے اور دس منٹ تک جلتا رہتا ہے اس پر قابو پانے کے لئے طریقہ یہ ہے جونہی بم گرے اس پر فوراً ہی ریت کی نصف یا پوری بھری ہوئی (جو پہلے سے ہی احتیاطاً موجود ہو اپنے چہرے کو آتشی شعلوں سے بچاتے ہوئے فوراً) بم پر ڈال دی جائے تاکہ اس کے شعلے

نقصان نہ دیں اور ... [illegible]

کم ختم ہو جائے۔ اگر یہ بم پھٹنے والا آتشی ہے تو اس صورت میں بھی اس کے ٹکڑے زیادہ زور سے پھیلنے سے رک جائیں گے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ عمل نہایت پھرتی اور کامل احتیاط سے بم کے گرتے ہی نصف منٹ کے اندر کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر آتشی بم کے شعلے بھڑک رہے ہوں تو اس صورت میں اس پر قابو پانے کے لئے سٹرپ پمپ کے ذریعہ پانی کی پھوہار ڈال کر ختم کیا جاتا ہے اس پھوہار ڈالنے سے بم تین چار منٹ میں جل کر جلد ختم ہو جائیگا یہ احتیاط رکھیں کہ ایسے جلتے ہوئے بم پر پانی کی دھار کبھی استعمال نہ کریں کیونکہ پانی کی دھار کے استعمال سے بم پھٹ کر بکھرے گا اور زیادہ نقصان کا باعث ہوگا (نوٹ سٹرپ پمپ کا بیان اور اس کے استعمال کا بیان علیحدہ معلوم کریں)

جاپانی فاسفورس بم پر قابو پانے کے لئے اگر گیلی مٹی یا ریت دستیاب ہو تو فوراً اس پر ڈال دی جائے جلتے ہوئے فاسفورس کے ٹکڑوں کو کسی لوہے کے دست پناہ کے ذریعہ سے اٹھا کر پانی کی بھری ہوئی بالٹی وغیرہ میں ڈال دیں۔ سب ٹکڑوں کو تلاش کر کے یہی عمل کریں اور جب سب جمع کر لئے جائیں تو بعد میں انہیں کسی محفوظ جگہ لے جا کر زمین پر رکھ دیں خشک ہوتے ہی وہ جلنا شروع ہوں گے اور جل کر ختم ہو جائیں گے اگر فاسفورس کے ٹکڑوں کے لگنے کی وجہ سے بدن کا کوئی حصہ جل جائے تو اس صورت میں کپڑا پانی میں بھگو کر اوپر رکھیں اور اسے تر رکھیں۔ فاسفورس جلد کے اندر بھی جذب ہو جاتی ہے اسے سوئی یا بلیڈ سے چھیل کر نکال دیا جائے اور اس زخم کو نیلا تھوتھا کے دو فیصدی لوشن سے دھو دیں فاسفورس سے جلنے کا اثر زائل ہو جائے گا۔

آزادی

شیروں کو آزادی ہے آزادی کے پابند رہیں!
جس کو چاہیں چیریں پھاڑیں کھائیں پئیں آنند رہیں
سانپوں کو آزادی ہے ہر بستے گھر میں بسنے کی
انکے سر میں زہر بھی ہے اور عادت بھی ہے ڈسنے کی
شاہیں کو آزادی ہے آزادی سے پرواز کرے
ننھی منھی چڑیوں پر جب چاہے مشق ناز کرے
پانی میں آزادی ہے گھڑیالوں اور نہنگوں کو
جیسے چاہیں پالیں پوسیں اپنی تند امنگوں کو
انساں نے بھی شوخی سیکھی وحشت کے ان رنگوں سے
شیروں سانپوں شاہینوں گھڑیالوں اور نہنگوں سے
انساں بھی کچھ شیر ہیں باقی بھیڑوں کی آبادی ہے
بھیڑیں سب پابند ہیں لیکن شیروں کو آزادی ہے
شیر ہیں دعویدار کہ ہم سے امن ہے اس آبادی کا
بھیڑیں جبتک شیر نہ بن لیں نام نہ لیں آزادی کا
جائیں کہاں ہر سمت کھلے ہیں منہ سرمایہ داروں کے
اُن کے منہ میں دانت نہیں پھل ہیں خونی تلواروں کے
کھا جانے کا کون سا گر ہے جو ان سب کو یاد نہیں
جبتک انکو آزادی ہے کوئی بھی آزاد نہیں

حفیظ جالندھری (ماخوذ)

ماہوار چندوں کے متعلق ضروری گذارش

ہمارے احباب کو معلوم ہے کہ ہمارا مالی سال اکتوبر میں ختم ہو جاتا ہے۔ اب اس کے اختتام میں صرف دو اڑھائی ماہ کا عرصہ رہ گیا ہے۔ اس لئے احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ جس قدر بقایاجات سال رواں کے آپ کے ذمہ ہیں براہ کرم وہ یکمشت یا ان دو اڑھائی ماہ کے اندر اندر ادا فرماویں۔

دفتر سے جملہ احباب کے نام جن کے چندے وصول نہیں ہوئے یا دو ماہی کے خطوط لکھے گئے ہیں تاہم بعض احباب توجہ نہیں فرماتے اس لئے اب بذریعہ اخبار جملہ احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ براہ مہربانی سال رواں کے جملہ بقایاجات اسی سال کے اندر اندر ادا فرما کر اپنے قومی اور دینی ادارہ کو نقصان سے بچائیں جس کے لئے اللہ تعالےٰ ان کو اجر دے گا۔ والسلام

مرتضیٰ خان۔ اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

مطبوعہ تعلیمی پرلیس بیرون سرکلر روڈ
قائم مقام ایڈیٹر:۔ غلام باری ایل ایل بی بی ٹی

هفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور

جلد ۳۹ | ۲۲ اگست ۱۹۵۱ء | شمارہ ۳۱

(حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں)

میری جان اور دل محمدؐ کے جمال پر فدا ہوں اور میری خاک اُس کے اور اُس کے ساتھیوں کے کوچہ پر نثار کیونکہ میں نے دل کی آنکھوں سے دیکھا اور ہوش کے کانوں سے سُنا کہ ہر ایک مقام میں محمدؐ کے جمال کی ہی گونج ہے۔

یہ چشمہ رواں جو میں آج لوگوں کو پلا رہا ہوں محمدؐ کے ہی کمالات کے سمندر کا ایک قطرہ ہے اور یہ میری روشنی محمد کی ہی محبت کی روشنی سے مستنیر ہے اور یہ پانی جو آج میرے پاس ہے محمدؐ کے ہی مصفا سرچشموں سے حاصل کیا گیا ہے۔

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

نسیم القرآن

قرآن کی علمی و اخلاقی تعلیمات

مسٹر یعقوب علی صاحب

موجودہ مخلوق کا پیدا کرنیوالا صرف ایک خدا ہے

دنیا میں تین بڑی قومیں آباد ہیں ہندو عیسائی مسلمان۔ عیسائی اس بات کا تو قائل ہے کہ خدا خالق ہے مگر ساتھ ہی یہ کمزوری بھی خدا کی طرف منسوب کرتا ہے کہ وہ انسان کے گناہ بخش سکتا تھا کیونکہ بخشش عدل کے خلاف ہے اس لئے اس نے گناہ معاف کرنے کے لئے یہ تجویز سوچی کہ اپنے بیٹے کو لوگوں کے گناہ کے بدلے پھانسی دے دی۔ اس طرح مخلوق کے کئے ہوئے گناہ بخش دیئے لیکن جب اس فعل کو نظر غور سے دیکھا جائے تو خدا عدل، رحم اور انصاف۔ سب کو کھو بیٹھا عدل اس سے کھویا گیا۔ کہ مجرم کے بدلے معصوم کو سزا دینا عدل کے خلاف ہے۔ انصاف کا تقاضا تھا کہ مجرم کو سزا دے مگر ایسا نہیں کیا۔ رحم کو اس طرح کھویا کہ اپنے (فرضی) بیٹے کو پھانسی دے دیا۔ ذرا رحم نہ کیا۔ ہاں البتہ جبر کیا وہ اس طرح کہ اپنے فرضی بیٹے سے رضامندی حاصل نہ کی ایسے خدا سے تو اس کے بندے حضرت ابراہیم ہی اچھے تھے۔ کیونکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا چاہا تو حضرت اسمٰعیل سے رضامندی حاصل کر لی ہندو کہتا ہے خدا پیدا تو کرنیوالا ہے مگر روح مادہ لوہ [illegible] پانی کا خالق نہیں نہ ہی اس طرح اس کی پیدا کردہ مخلوق ہے روح۔ مادہ اور پرمیشر ایک وقت سے ہی اس میں موجود تھے اس طرح تو خدا کو ایک اچھے دانشمند کاریگر یا سائنسدان کی حیثیت ہی دیتا۔ اس عقیدہ پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان تینوں اشیاء کو وجود دیا۔ خدا وہ ہے) یا انجینئر کی حیثیت دیتے ہیں یعنی اگر انجینئر کے پاس لوہا موجود ہو تو وہ اس لوہے سے اپنی عقلمندی سے اس طرح استعمال کرے کہ اس سے دریا پر پل باندھے یا ٹینک بنائے اگر لوہا نہ ہو تو وہ دیکھتا رہ جائے یا جیسے ایک معمار کے پاس اگر سیمنٹ چونہ۔ اینٹ۔ رنگ وروغن ہو تو وہ ایک خوبصورت مکان بنا سکتا ہے۔ اور اگر اینٹ وغیرہ عمارتی سامان نہ ہو تو مکان بنانے میں عاجز اور بیکار محض ہے۔ اسی طرح اگر روح مادہ قبل سے موجود نہ ہوتے تو ہندو کا خدا بھی نہ انسان بنا سکتا نہ حیوان نہ یہ باغ ہوتے نہ پھل نہ گھاس ہوتی نہ دودھ نصیب ہوتا۔

مسلمان کا نظریہ خدا کے متعلق

لیکن ان دونوں قوموں کے سوا مسلمان ہی ایک قوم ہے جو خالق حقیقی کو اللہ کا نام دے کر پورے صفات کے ساتھ مانتی ہے مسلمان قوم کا عقیدہ قرآن شریف کی روشنی میں یہ ہے کہ تمام کائنات کا ابتداءً پیدا کرنیوالا وہی ایک احد خالق ہے وہ روح مادہ اور سب کا خالق ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ گناہ بخشنے کے لئے فرضی بیٹے کو پھانسی دینے کے لئے مجبور ہے بلکہ مالک ہے جس طرح چاہے حکم کرے۔ تعلیم قرآن پر غور کیجئے هو الله الخالق البارئ المصور له الاسماء الحسنى يسبح له ما في السموات والارض وهو العزيز الحكيم۔ (الحشر-۲۴)

ترجمہ:- وہی ایک واحد ذات ہے جس نے ہر ایک چیز گھوڑا ہاتھی۔ انسان۔ بندر۔ جانور۔ کیڑے۔ مکوڑے۔ پانی۔ ہوا۔ نظر آنے والے، نظر نہ آنے والے سب کی ابتداءً پیدائش کی۔ اس کی بے انتہا صفات ہیں اور سب اچھی ہیں۔ ہر چیز اس کی تسبیح کر رہی ہے اور زبان حال سے شہادت دے رہی ہے کہ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ قل يبدؤا الخلق (یونس ۵) اے نبی اعلان کردو کہ وہی ایک خدا ہے جو ہر چیز کی ابتدا کرتا ہے۔

تسبیح پر دلائل

الله يبدؤا الخلق ثم يعيده (یونس ۳۵)

ترجمہ: اللہ ہی ہر چیز کا ابتداءً پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوہراتا ہے۔ جیسے آم سے گٹھلی اور گٹھلی سے آم کا درخت مرغی سے انڈا اور انڈے سے مرغی وغیرہ ہر چیز اپنی پیدائش کے بعد عملی رنگ میں اس کی تسبیح کر رہی ہے کہ میرا کوئی خالق ہے اور میں اس کی مخلوق ہوں اس کا کھاتی ہے اور حمد کرتی ہے

خالق كل شئ وهو الواحد القهار (الرعد ۱۶)

ترجمہ:- ہر ایک جاندار اور بے جان کا پیدا کرنے والا وہی ایک اکیلا خدا ہے اور سب پر غالب ہے۔

هل من خالق غير الله يرزقكم من السماء والارض لا اله الا هو (فاطر ۳)

ترجمہ:- بتلاؤ اللہ کے سوا اور کون پیدا کرنے والا ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔

فاطر السموات والارض (فاطر ۱)

ترجمہ:- زمین اور آسمان کو ابتداءً پیدا کرنے والا۔

اني خالق بشرا من صلصال من حماء مسنون (الحجر ۲۸)

ترجمہ:- میں نے ہی انسان کو کیچڑ سے پیدا کیا جو سوکھی مٹی کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

ذالكم الله ربكم خالق كل شئ لا اله الا هو (المومن ۶۲)

ترجمہ:- یہ ہے تمہارا رب جو تمام کائنات کا مالک ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور پرورش کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہیں۔

الله خالق كل شئ وهو على كل شئ وكيل (الزمر ۶۲)

ترجمہ:- وہی ایک واحد لاشریک پیدا کرنے والا اور وہی ہر ایک چیز کا کارساز ہے۔

يصوركم في الارحام كيف يشاء (آل عمران ۶)

ترجمہ:- تمہاری ماؤں کے رحموں کے اندر جس طرح کی صورت چاہے بناتا ہے۔ کبھی مرد۔ کبھی عورت کبھی نہ مرد نہ عورت بلکہ مخنث۔ کبھی ضائع کر دیتا ہے۔ کبھی ہیبت ناک صورت۔

قرآن شریف کی مذکورہ بالا چند آیات سے بدلائل آپ کو اس بات کا یقین ہو گیا ہوگا۔ کہ وہی ایک اکیلا خدا تمام مخلوقات کو پیدا کر کے پرورش کر رہا ہے اور پھر انسان سے انسان حیوان سے حیوان نباتات سے نباتات کو دوہرا رہا ہے۔ ابتدائی طریق پیدائش کا اسی ایک لاشریک کو علم ہے کہ اس حکیم خدا نے کس طرح اور کیا چیز پہلے پیدا کی مثلاً انڈا یا مرغی۔ بیج یا درخت وغیرہ اور ابتدائی انسان کی پرورش۔

وہ ہر چیز کی پرورش کر رہا ہے

پیدا کرنے کے بعد پیدا کرنے والے کا فرض تھا کہ وہ اپنی مخلوق کی پرورش اور حفاظت بھی کرتا۔ ذرا غور سے دیکھئے کہ اس خالق نے کس قدر وسیع سامان ربوبیت کا کیا ہوا ہے اس کی میزبانی حیران کر دیتی ہے۔ کروڑوں اربوں مخلوق زمین کے اوپر۔ زمین کے اندر۔ خلاء آسمان میں۔ سمندروں میں مچھلیاں، چارپائے، پرندے، کیڑے مکوڑے ہاتھی شیر وغیرہ ہزاروں قسم کے ذی روح اشیاء لیکن ہر ایک چیز اپنے وقت پر اپنی خوراک خوب سیر ہو کر کھاتی ہے۔ سچ ہے: وما من دابة في الارض الا على الله رزقها (انعام ۲۹)

ترجمہ:- کوئی ایسی جاندار چیز روئے زمین پر نہیں جس کا رزق خدا کے ذمہ نہیں۔

هو الرزاق ذو القوة المتين

اللہ ہی رزق دینے والا صاحب قوت مضبوط ہے۔

اس کی حکمت کاملہ کی طرف ذرا نظر اٹھا کر دیکھو۔ ایک خطہ زمین پر قریب قریب ہزاروں مختلف قسم کے درخت کھڑے ہیں۔ کوئی مزہ میں ترش۔ کوئی میٹھا کوئی کڑوا۔ کوئی نہ میٹھا نہ کڑوا۔ بلکہ کسیلا۔ کوئی ترش میٹھا ملا جلا رس چوس رہا ہے پھر چھلکے درخت اور پھل کے مزہ اور اس کی سختی نرمی پر غور کرو۔ مثلاً سنگترہ کو نظر غور سے دیکھو باہر چھلکا کا رنگ اور مزہ میں اختلاف اندر سفید جھلی بالکل بے مزہ اس کے اندر ہزار در ہزار تیل مزید ار میٹھے کھٹے مرکب رس سے بھری ہوئی۔ اس میں آپ پڑے کینڈل۔ وہ اس لئے کہ اگر ایک ٹوٹے تو ٹوٹے لیکن تمام رس نہ بہہ جائے ان کھرموس کی بوتلوں پر غور کرتے جاؤ اور اس کی حکمت کاملہ کے سامنے سر بسجود ہوتے جاؤ۔ اور غور کرو کہ آبپاشی کیسی خوبصورتی سے ہو رہی ہے اونچی سے اونچی جگہ پر ہر ایک پتہ کو پانی مل رہا ہے لیکن اس میں بھی حکمت کاملہ کا حیرت انگیز نظارہ ہے ایک زمین سے ایک ہی نالی کے ذریعہ خوراک آ رہی ہے لیکن درخت کے لئے پانی اس کی بناوٹ کے لئے جس سے اس کی لکڑی بن رہی ہے علیحدہ مصالحہ، اس کے پھل کے لئے کھٹا میٹھا رس اس کی خوبصورت جلد کے لئے رنگ اس کے پتوں کے لئے سبز رنگ کا مادہ آ رہا ہے۔ (باقی پھر)

پیغام صلح
جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ ۱۸ ذیقعد ۱۳۷ھ | نمبر ۳۱

دنیا میں میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔
میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا
ہوں جیسے والدۂ مہربان اپنے بچوں
سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف
ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن
سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔
انسان کی ہمدردی میرا فرض
ہے اور جھوٹ شرک ظلم اور ہر
ایک بدعملی و ناانصافی اور بد اخلاقی
سے بیزاری میرا اصول۔ (اربعین)

اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش

(۴)

اب اس آیت کو ہی لیں جو مودودی صاحب نے قتل مرتد کے جواز میں پیش کی ہے تو آپ تعجب کریں گے کہ مودودی صاحب یا تو اتنے بھولے بھالے ہیں کہ محل آیات ہی نہیں سمجھتے یا دوسروں کو قرآن پاک سے بالکل بے بہرہ سمجھنے لگے ہیں۔ مودودی صاحب نے سورہ توبہ کی یہ آیت پیش کی ہے:۔

فان تابوا و اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین ونفصل الاٰیات لقوم یعلمون۔ وان نکثوا ایمانہم من بعد عہدہم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انہم لا ایمان لہم لعلہم ینتہون (التوبہ)

مودودی صاحب نے اس آیت کے ترجمہ میں وان نکثوا ایمانہم من بعد عہدہم کا ترجمہ "لیکن اگر وہ عہد (یعنی قبول اسلام کا عہد) کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں" کیا ہے۔ اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو بات دل میں ہو اسی کے مطابق آیات کے معنی لے لئے جائیں۔ ہمیں مودودی صاحب کی نیت کے بارے میں شک نہیں کرنا چاہیئے لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ وہ "من بعد عہدہم" کو اچھی طرح جانتے تھے کہ یہاں عہد سے مراد قبول اسلام کا عہد ہرگز نہیں بلکہ وہی عہد ہے جس کا ذکر قرآن پاک نے اس سے دو آیات قبل ہی کیا ہے کیف یکون للمشرکین عہد عند اللہ وعند رسولہ ...... کیف وان یظہروا علیکم لا یرقبوا فیکم الا ولا ذمۃ۔ یعنی ان مشرکوں سے اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک عہد کیونکر ہو سکتا ہے، کس طرح ہو سکتا ہے حالانکہ اگر وہ تم پر غالب آئیں تو نہ تمہارے بارے میں قرابت کا لحاظ کریں اور نہ اقرار کا۔

مودودی صاحب کو یہ بھی بخوبی علم تھا اور ہے کہ سورہ توبہ کی ابتدا ہی ایک ایسے معاہدہ کے تذکرہ سے ہوتی ہے جو قبول اسلام کا عہد ہرگز نہیں براءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاہدتم من المشرکین۔ یعنی یہ علاحدگی کا اعلان ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مشرکوں میں سے ان لوگوں کی طرف ... جن کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا تھا۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ یہاں کسی معاہدہ کا ذکر ہے اور خدا تعالےٰ نے اس جگہ صرف ان مشرکوں کو اس ہدایت میں سمیٹا ہے جو اس معاہدہ کے ایک فریق تھے، اور پھر انکی عہد شکنیوں کا تذکرہ کیا ہے اور انہیں یہاں تک جارح اور حد سے بڑھنے والا قرار دیا ہے کہ غلبہ پاکر وہ نہ قرابت کا خیال کرتے ہیں نہ عہد کا۔ وہ عہد کونسا ہے۔ مودودی صاحب اسے عمومی حیثیت دے کر ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"یہاں عہد شکنی سے مراد کسی بھی سیاسی معاہدات کی خلاف ورزی نہیں لی جا سکتی بلکہ سیاق عبارت صریح طور پر اس کے معنی اقرار اسلام سے پھر جانا متعین کر دیتا ہے"

اب ہم کیسے مودودی صاحب کو یہ ذہن نشین کرائیں کہ یہاں عہد سے عہد اسلام ہرگز مراد نہ۔ سیاق عبارت تو سورہ توبہ کی پہلی آیت براءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاہدتم من المشرکین سے چلتی ہے اور مودودی صاحب بیٹھے فان تابوا الخ کو۔ اور پھر یہ بھی خیال نہیں کہ آخر جن سے توبہ کرنا منسوب کیا گیا کا جرم تھا کیا؟۔ وہ کیسی عہد شکنی کے مرتکب ہوتے رہے تھے؟ کیا مودودی صاحب کے نزدیک اس سے پہلے بھی انہوں نے کبھی قبول اسلام کا عہد کرکے توڑا تھا کہ جواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہا گیا کہ ان کے منہ کی باتوں کا اعتبار نہ کرو۔ اب تو ان کی قسمیں بھی قابل قبول نہیں رہیں۔

مودودی صاحب کو یہ بھی علم ہے کہ انہیں آیات سے پہلے یہ بھی درج ہے:۔

"الا الذین عاہدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لکم فاستقیموا لہم ان اللہ یحب المتقین۔

ترجمہ:۔ مگر وہ لوگ جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس عہد کیا سو جب تک وہ اس عہد پر قائم رہیں تم بھی قائم رہو کیونکہ اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔

اب فرمایئے یہ کونسا عہد ہے۔ کیا مودودی صاحب اسکو بھی عہد اسلام قرار دیتے ہیں کیا مسجد حرام کے پاس سے بھی کوئی عہد اسلام ہوتا ہے؟ یاد رہے کہ چار ماہ کی مہلت مشرکوں میں سے صرف ان لوگوں کو تھی جنہوں نے عہد شکنی کی تھی۔ اور جو عہد شکن نہیں تھے ان کے ساتھ عہد نبھانے کے لئے مسلمانوں کو پابند کیا گیا ہے یہ عہد جس کی پابندی اور خلاف ورزی کا چرچا اس تواتر سے قرآن پاک میں کر رہا ہے کیا قبول اسلام کا عہد ہے یا سیاسی۔ مشرک اور مسلمان کے درمیان تو صرف ایک ہی ہے اور وہ سیاسی کہلاتا ہے آج مودودی صاحب ہمیں سمجھاتے ہیں کہ مشرک رہتے ہوئے بھی اسلام کا عہد ہو سکتا ہے ہماری نظر میں تو یہ عجیب ہے۔

اصل بات فان تابوا الخ میں صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالےٰ نے سورہ توبہ کے ذریعہ ان مشرکوں سے معاہدہ منسوخ کر دیا جنہوں نے عہد شکنی کی تھی اور پھر کہا کہ یہ بار بار عہد شکنی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی قسموں کا بھی اعتبار نہیں۔ خطرہ تھا کہ اس زور سے جب کہ ان مشرکوں سے کسی جدید عہد کے باندھنے سے منع فرمایا گیا ہے اگر مشرکوں میں سے کوئی مسلمانوں کے ساتھ مسلمان ہونا چاہے تو کہیں مسلمان اس کے اس فعل کو بھی ایک عادی عہد شکن کا فعل قبول کرتے انکار نہ کریں اسلئے مسلمانوں کو کہا گیا کہ ان کی توبہ قبول کر لیں اور انہیں اسلام لانے دیں۔ آیت کا دوسری آیت وان نکثوا الخ سے تسلسل کا تعلق نہیں بلکہ وان نکثوا کا تعلق کیف یکون للمشرکین عہد عند اللہ .... واولئک ہم المعتدون سے ہے کیونکہ اسی کے متعلق وان نکثوا الخ سے ملحقہ آیہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانہم وہموا باخراج الرسول وہم بدءوکم اول مرۃ اتخشونہم فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مومنین ط کیا تم ان سے مقابلہ نہیں کرو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول صلعم کو وطن سے نکالنے کی کوششیں کیں اور جنگ میں پہل کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو اور اللہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے ڈرا جائے اگر تم مومن ہو۔

اب ان تمام باتوں کو دیکھئے اور سوچئے کہ مودودی صاحب نے کس دیدہ دلیری سے خدا تعالےٰ کی آیات سے کھیلنے کی کوشش کی ہے۔ اسی آیت کو جسے مودودی صاحب نے اس باب میں پیش کیا ہے شبیر احمد عثمانی صاحب نے جہاد بالکفار کے ضمن میں پیش کیا (الشہاب ص۵۲) حالانکہ وہ بھی ارتداد پر ہی بحث فرما رہے تھے۔ کیا مودودی صاحب اعلان کے مطابق اپنے اس استدلال پر نظر ثانی فرمائیں گے اور قرآن پاک کی اس آیت سے جو دلیل انہوں نے پکڑی ہے اس سے رجوع کریں گے ہمیں امید نہیں ہے

مسیحِ موعودؑ کی وصیّت

مناسب ہے کہ ہر ایک صاحب ہماری جماعت میں سے جن کو یہ تحریر ملے وہ اپنے دوستوں میں اسکو مشتہر کریں اور جہاں تک ممکن ہو اسکی اشاعت کریں اور اپنی آئندہ نسل کیلئے اسکو محفوظ رکھیں اور مخالفوں کو بھی مہذب طریق پر اس سے اطلاع دیں اور ہر ایک بد گوئی پر صبر کریں اور دعا میں لگے رہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین امابعد چونکہ خدائے عزوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے۔ اور اس بارے میں اس کی وحی اس قدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے دوستوں اور ان تمام لوگوں کے لئے جو میرے کلام سے فائدہ اٹھانا چاہیں چند نصائح لکھوں۔ سو پہلے میں اس مقدس وحی سے اطلاع دیتا ہوں جس نے میری موت کی خبر دے کر میرے لئے یہ تحریک پیدا کی ہے وہ یہ ہے جو عربی زبان میں ہوئی ہے

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قرب اجلک

المقدر ولا نبقی لک من المخزیات ذکراً۔ قل میعاد ربک ولا نبقی لک من المخزیات شیئاً واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک تموت وانا راضٍ منک۔ الخ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس جگہ خدا تعالےٰ کا یہ فرمانا کہ ہم تیری نسبت ایسے ذکر باقی نہیں چھوڑیں گے جو تیری رسوائی اور ہتک عزت کا موجب ہوں اس فقرہ کے دو معنے ہیں (۱) اول یہ کہ ایسے اعتراضات کو جو رسوا کرنے کی نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ہم دور کر دیں گے اور ان اعتراضات کا نام و نشان نہ رہیگا۔ (۲) دوسرے یہ کہ ایسے شکایت کرنے والوں کو جو اپنی شرارتوں کو نہیں چھوڑتے اور بد ذکر سے باز نہیں آتے دنیا سے اٹھالیں گے اور صفحہ ہستی سے معدوم کر دیں گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔

موت کے بارہ میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ہر ایک طرف دنیا میں موت اپنا دامن پھیلائے گی اور زلزلے آئیں گے اور شدت سے آئیں گے اور قیامت کا نمونہ ہوں گے اور زمین کو تہ و بالا کر دیں گے اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائیگی پھر وہ جو توبہ کریں گے اور گناہوں سے دستکش ہو جائیں گے خدا ان پر رحم کریگا جیسا کہ ہر ایک نبی نے اس زمانہ کی خبر دی تھی ضرور ہے کہ وہ سب کچھ واقع ہو۔ لیکن وہ جو اپنے دلوں کو درست کریں گے اور ان راہوں کو اختیار کریں گے جو خدا کو پسند ہیں ان کو کچھ خوف نہیں اور نہ کچھ غم۔ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ تو میری طرف سے نذیر ہے میں نے تجھے بھیجا تا مجرم نیکوکاروں سے الگ کئے جائیں اور فرمایا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا سے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا میں تجھے اس قدر برکت دونگا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہتا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی۔ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں سے ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سو اے عزیزو۔ جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرکے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالےٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہ ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جیسا کہ براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دونگا سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھلائیگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھادے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں اور ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے سے ہوگا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا اور چاہیئے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لئے نمونہ بناوے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پاکر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔ اور چاہیئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کیونکہ بجز روح القدس حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو جائے اس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کیلئے۔ پس اگر تم دنیا کی ایک ذرہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کریگا۔ بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہلاک کرکے خدا خوش ہوگا۔ لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہوگے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولیگا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا۔ مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائیگا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اسکو جہنم تک پہنچائے گی اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو آخر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئیگی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اے سننے والو سنو کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم اسی کے ہو جاؤ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو نہ آسمان میں نہ زمین میں ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ پہلے بولتا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہا ہے اور اپنی قدرتیں ان کو دکھلاتا ہے اسی سے وہ شناخت کیا جاتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ واحد ہے اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں اور افعال میں اور قدرتوں میں اور اس تک پہنچنے کے تمام دروازے بند ہیں مگر ایک دروازہ جو فرقان مجید نے کھولا ہے اور تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اسکے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے آغاز ہے اسکے لئے ایک انجام بھی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بالآخر یہ یاد رہے کہ بلاؤں کے دن نزدیک آگئے ہیں اور ایک سخت زلزلہ جو زمین کو تہ و بالا کر دیگا قریب ہے پس وہ جو معائنہ عذاب سے پہلے اپنا تارک الدنیا ہونا ثابت کر دیں گے۔ ۔ ۔

*یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری وصیت کا یہ اختصار چھاپا گیا ہے پوری وصیت نہیں۔ حضور کی پوری وصیت ایک پمفلٹ کی شکل میں چھپی ہوئی ہے۔

آپ کے خطوط

مکرمی ایڈیٹر صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مودودی صاحب کا ترجمان القرآن بابت جولائی ۱۹۵۱ء دیکھئے اس میں مودودی صاحب نے آیت قطع الوتین اور قتل انبیاء کو ایسی طرح بیان کیا ہے کہ آیت قطع الوتین کوئی دلیل ہی نہیں رہتی۔ اس کا جواب بھی میں پڑھ چکا ہوں مگر مہربانی کرکے اس پر آپ تو دیا شیخ عبدالرحمٰن صاحب سے مفصل و مدلل بحث لکھ لکھا کر مودودی کا منہ توڑ دیں۔ یہ شخص خود کو کچھ سمجھتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق تکبر سے لکھتا ہے۔ اس کو ضرور ذلیل کردینا چاہیئے۔

میرا ارادہ خود اس مضمون پر ایک چھوٹا سا رسالہ لکھ دینے کا ہے اور میں انشاء اللہ لکھوں گا۔ مگر آپ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیں اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کو مجبور کریں کہ وہ علمی اصولی جواب لکھ کر مودودی کے علم کا پردہ چاک کردیں۔ والسلام

عمرا دین احمدی ۹-۸-۵۱

مکرمی مخدومی دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت مزاج شریف۔ پیغام صلح مورخہ یکم اگست ۱۹۵۱ء باصرہ افروز ہوا ہے

دراینا صحیفتی تمر یفوق سناھا القمرا
ویزیدك وجهه حسنا اذازدته نظرا

خصوصاً ہندوستان میں علم حدیث کے علمبردار والا مضمون تو گویا ع۔

خموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

کا مصداق ہے مگر اس میں ایک سہو ہوا ہے معلوم نہیں کہ کتابت کی غلطی سے یا کیا بات ہے۔ یعنے حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء کا تذکرہ سیر الاولیاء تو بیشک سب سے قدیم تذکرہ ہے مگر یہ حضرت امیر خسرو رحؒ کی تصنیف نہیں بلکہ یہ سید محمد بن مبارک العلوی الکرمانی کی تصنیف ہے جو خورد سالی میں حضرت سلطان الاولیاءؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے تھے اور جن کے والد اور چچا وغیرہ حضرت موصوف کے مریدین خاص تھے۔ اردو ترجمہ سیر الاولیاء اور نزہۃ الخواطر حکیم عبدالحی لکھنوی (عربی) سے بھی ظاہر ہوتا ہے نیز اخبار الاخیار شاہ عبدالحق سے بھی

سید ذکی (دیولور)

بخدمت محترم ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مزاج شریف۔

ایک پرانا احمدی اور خریدار پیغام صلح ہوں۔ عرض ہے کہ اکثر دیہاتوں میں سچائی اسلام کی بیان کرتا رہتا ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قریب دس آدمیوں تک تیار ہیں کہ اب جلسہ میں شریک ہوں گے اور امید ہے کہ اور بھی کوشش کرنے پر اسلام کی اصلیت سے آگاہ ہوکر ہمارا ساتھ دیں گے۔ گذارش ہے کہ اگر آپ مثل سابق پیغام صلح کے صفحہ آخر پر چیدہ چیدہ خبریں درج فرمایا کریں تو خاکسار معہ دوستوں کے نہایت مشکور ہوگا۔ یہاں خبروں کا کوئی سلسلہ نہیں ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے آپ کا مضمون صفحہ ۳ (آنکھ کے پانی سے بارد ....) میرے دوستوں نے اور دوسرے گاؤں کے لوگوں نے بار بار پڑھا اور سنا اور سب کی التجا ہے کہ آخری صفحہ پر خبریں دے کر مشکور فرمادیں۔ اور دیگر جو صفحہ ۱۲ پر بعض سوالات کے جوابات ہیں اور مجددین کی فہرست سے خاکسار کو اس چیز کی ازحد ضرورت تھی اکثر ملاں لوگ سوال کیا کرتے ہیں کہ چودھویں صدی کے تو حضرت صاحب مجدد ہیں مگر سابقہ صدیوں کے مجدد کون کون تھے جن سے خاکسار ناواقف تھا اب یہ کمی بھی پوری ہوگئی ہے اس قسم کی چیزوں کی ازحد ضرورت رہتی ہے اگر مناسب خیال مبارک ہو تو اس قسم کے رسالے ٹریکٹ جو اکثر چھپا کرتے ہیں روانہ فرماکر مشکور فرماویں۔ ہر ایک احمدی پیغام صلح جیسے پرچہ کو سرسبز دیکھنا چاہتا ہے تاکہ اس کے ساتھ دھوکا یا جھوٹ کا استیصال کیا جائے۔ خاکسار کی طرف سے حضرت مولنا صدرالدین صاحب کی خدمت میں السلام علیکم۔

نور خاں
موضع پراٹ (راولاکوٹ)

بخدمت ایڈیٹر صاحب پیغام صلح
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قادیانی پاکٹ بک کے جواب میں جو سلسلہ "تردید دلائل امکان نبوت" آپ نے جاری کیا ہوا ہے نہایت ہی مفید ہے اسے کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ اس علمی مذاق والوں کو بڑا فائدہ ہوگا یہ نہایت ہی مفید سلسلہ ہے نیز گورمانی سے بدل ہوکر بمدرسہ کینجھر تبدیل ہوچکا ہوں۔ مہربانی کرکے میرے نام کا اخبار ذیل کے پتہ پر روانہ کیا جائے۔

پتہ:- محمد سعید چغتائی بی اے بی ٹی
ہیڈ ماسٹر مڈل سکول کینجھر
Kinjhar
ضلع مظفر گڑھ

والسلام۔ محمد سعید چغتائی

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن جہلم (شاخ لاہور) کا ہنگامی اجلاس آج مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۵۱ء بوقت آٹھ بجے دن مسجد احمدیہ میں زیر صدارت جناب شیخ اقبال احمد صاحب منعقد ہوا۔

(۱) قرار پایا کہ حکومت ہند کی بے ضابطگیوں اور جیرہ دستیوں کو جو امن عامہ کے خلاف ہیں (جو وہ حکومت پاکستان کے خلاف استعمال کر رہا ہے) یہ اجلاس سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

(۲) یہ اجلاس گورنمنٹ پاکستان اور مقامی حکام کو یقین دلاتا ہے کہ ایسوسی ایشن ہذا کی تمام ہمدردیاں حکومت کے ساتھ ہیں۔

قرار پایا کہ ریزولیوشن کی نقلیں مندرجہ ذیل حکام کو روانہ کردی جاویں:-

(۱) عزت مآب نواب زادہ لیاقت علی خان وزیر اعلےٰ حکومت پاکستان کراچی۔
(۲) ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر جہلم
(۳) سٹی مجسٹریٹ صاحب جہلم
(۴) سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ جہلم
(۵) مرکز جماعت احمدیہ۔ لاہور

اقبال احمد شیخ
قائم مقام صدر ینگ مین ایسوسی ایشن احمدیہ جہلم

اخبارِ احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

— شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی دختر عزیزہ امۃ الرشید بیگم ایم۔ اے (عربی) کے امتحان میں فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئی ہیں۔ اور یونیورسٹی میں دوم رہی ہیں مصری صاحب نے اس خوشی میں انجمن کو اشاعت اسلام کی مد میں صرف ۱۱ روپے دیئے ہیں۔

— نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ خواجہ محمد عبداللہ صاحب راولپنڈی کی والدہ محترمہ ۹ اگست بروز جمعرات عالم جاودانی کو انتقال فرماگئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمیں خواجہ صاحب سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے اور دعا ہے کہ خدا تعالےٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ احباب مرحومہ کا جنازہ غائبانہ پڑھیں۔

— مدیر پیغام صلح مولنا دوست محمد صاحب ایک ماہ کی رخصت گذار کر کل واپس تشریف لے آئے ہیں۔ آیندہ شمارہ سے اخبار مولنا موصوف کی ادارت میں مرتب ہونا شروع ہوجائے گا۔

— ہمارے معزز مبلغ عبدالعزیز شوری صاحب مدیر "روشنی" سرینگر نے امسال کشمیر یونیورسٹی سے ادیب فاضل کا امتحان خصوصی امتیاز سے پاس کیا ہے۔ ان کے علاوہ دو اور احمدی بھائی جناب ماسٹر غلام محی الدین صاحب بی اے بی ٹی اور جناب عبدالصمد صاحب صابر بھی امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ہم اس کامیابی

غلام ربانی ـــــ ایل ایل ـ بی

اسلام میں زنا کی سزا

ایک صاحب نے سیالکوٹ سے ہمیں خط لکھا ہے جس میں انہوں نے قانون کی ایک اہم شق کے بارے میں ہم سے استصواب کیا ہے چونکہ اس مسئلہ میں اکثر حلقوں میں ایک عام غلط فہمی پائی جاتی ہے اور بعض علماء کے غیر محتاط نظریات نے جن پر فیج اعوج کا بہت اثر ہے اسے مزید تقویت پہنچائی ہے اس لئے ہم نے ضروری سمجھا کہ اس مسئلہ کا مختصراً جائزہ لیں صاحب موصوف کا خط درج ذیل ہے :۔

"حدیث کا منکر (خاص کر بخاری کی حدیث) مسلمان ہے یا کافر،

بخاری پارہ ۲۸ باب الاعتراف بالزنیٰ حدیث نمبر ۱ میں درج ہے" فقام رجل فقال .... فقضیت بیننا بکتاب اللہ الخ" اس میں آپ نے زانی کی سزا رجم فرمائی ہے اگر یہ قرآن میں نہیں تو جناب کیسے قسم کھا کر کہا تھا کہ میں قرآن کے ساتھ فیصلہ دوں گا اس سے مطلع ہوتا ہے کہ حضرت عمر کی حدیث صحیح ہے جس میں آیت منسوخ التلاوت کا ذکر ہے مگر حکم اور عمل اس پر ہے اور قیامت تک رہیگا وہ آیت یہ ہے الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھا البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم ٥ دوسرا باب ہے رجم الحبلیٰ من الزنیٰ ۔ اس میں حدیث بھی پڑھ لو۔ اخبار میں جواب شائع کریں ۔ قادیانیوں کے برخلاف تو آپ نے اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۵۱ء صفحہ ۷ پر خوب حدیثیں لکھی ہیں مگر رجم کی بابت حدیثیں بخاری میں جو ہیں ان کو آپ غالباً نہیں جانتے ۔ وہی بات تو نہیں کہ میٹھا میٹھا ہڑپ اور کڑوا کڑوا تھو۔

فقط .... "

سب سے پہلے ہم مکتوب نگار سے یہ عرض کریں گے کہ ہم نے .... اسلام کو اس لئے قبول نہیں کیا کہ یہ کوئی قومی یا قبائلی دین ہے اس لئے ہمیں اس کے ساتھ چپکے رہنا چاہیئے نہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ کفار کی طرح وجدنا آباءنا لھا عابدین کہہ کر آنکھیں بند کر لیں اور تمام مخالفوں سے ایک حمیتِ الجاہلیہ کے تحت جنگ کا آغاز کریں۔ ہم نے "کڑوے میٹھے" معیار ایک دفعہ خوب جانچ لئے ہیں اور ایک ایسے منادی کی دعوت پر لبیک کہی ہے جس نے ہمارے دل و دماغ کو نور قرآن سے منور اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں مگن کر دیا، اس کے بعد ہم کسی سے کوئی اجر نہیں چاہتے اور نہ کسی کی مخالفت سے خائف ہیں ۔ اسی عزیمت کے ساتھ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام لے کر مشرق و مغرب میں پہنچے ہیں کہ کوئی دین دین محمد سا نہ پایا ہم نے"۔ ہم اس پر کوئی اندھا دھند قائم نہیں بلکہ اب بھی یہ کہتے ہیں کہ

کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

اسلئے ہمارے معزز مکتوب نگار کو "میٹھے اور کڑوے" کے پھیر میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ باتیں کسی متین اور سنجیدہ سمجھ کے راستے میں بڑی روک بن جاتی ہیں ۔ انہیں اس بارے میں خدا خوفی کو مدنظر رکھکر تمام بات جانچنی چاہیئے۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ جماعت قادیان کے مسلک کے متعلق جو احادیث پیش کی گئی ہیں انہیں سمجھنے سے پہلے ایک بات کا صاف ہو جانا ضروری ہے اور وہ یہ کہ ہمارے نزدیک قرآن پاک اور حدیث شریف کا باہمی تعلق کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جسے شریعت میں قطعی حجت کا درجہ حاصل ہے اور جو ہر قسم کے شکوک شبہات سے پاک ہے وہ صرف قرآن حکیم ہے کیونکہ وہ ظن نہیں یقین ہے ۔ خدا تعالےٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے ورنہ مسلمان فرقوں کو مسلم ہے کہ قرآن حکیم جیسا نبی کریم صلعم پر اترا ویسا ہی آج ہمارے سامنے ہے اس کا کوئی شوشہ بھی محرف مبدل نہیں ہوا اور نبی کریم صلعم مکلف تھے کہ خدا تعالےٰ کی اس وحی کو جو قرآن کی آیاتِ مبارکہ کہلاتی ہے فوراً قوم تک پہنچا دیں۔ حدیث شریعت ہمارے مقدس راہنما حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبہ کا مجموعہ ہے جو مختلف لوگوں کی زبانی اکٹھا ہوا اور ہم تک پہنچا ۔ صاف ظاہر ہے کہ خدا کے کلام کا مرتبہ احادیث سے یقیناً بلند ہوگا اور اس حالت میں جبکہ ہمارے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راویوں کا وسیلہ ہے ہم احادیث کو قطعیت کا وہ درجہ نہیں دے سکتے جو خدا تعالےٰ کے پاک کلام کو حاصل ہے اس لئے اختلافی مسائل میں سب سے پہلے جس چیز کی طرف رجوع کرنا ہوگا وہ قرآن حکیم ہے ۔ کیونکہ اس کا حکم قطعی اور آخری ہوگا ۔ جب قرآن پاک میں ایک حکم موجود ہو تو اس کے بعد کسی اور چیز کی طرف اس حیثیت سے دھیان دینا کہ اس حکم کی صحت کا فتوےٰ طلب کیا جائے ہمارے نزدیک ایک غلط طریق کار ہے ۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے کہ اس حکم کی تشریح ہمیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں ملے تو وہ ایک Corroborative EVIDENCE یعنی امدادی شہادت ہوگی اس لئے وہ یقیناً قابل عزت اور واجب الاطاعت ہے ۔ کیونکہ وہ قرآن حکیم کے حکم کی ہی تشریح ہے اس کی تنقیص نہیں لیکن اگر احادیث میں کوئی ایسی بات ہو جو قرآن حکیم کے صریح حکم کے خلاف ہے تو ہم قرآن حکیم کو ہی مقدم کریں گے اور اسی کا فیصلہ مانیں گے کیونکہ احادیث کا درجہ ہمارے لئے ثانوی ہے ۔ ہم ثانوی حیثیت کو اولیں کیسے قرار دیدیں اور جس کو ماننے کے لئے ہمیں خدا تعالےٰ نے مکلف کیا ہے اسے کیسے چھوڑیں ہاں چونکہ ہم مانتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل اور قول بھی خلاف قرآن نہ تھا اس لئے ہم احادیث کی عزت کرتے ہیں اور ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ ایسی احادیث کی کوئی ایسی تاویل و تشریح کر دی جائے جو قرآن حکیم کے مطابق ہو اور اس کے ذیل میں آسکے اور جہاں ایسا ممکن نہیں وہاں ہم سب کو ماننا چاہیئے کہ وہ احادیث نبی کریم صلعم کی نہیں ۔ اس لئے قابل قبول نہیں ۔ وہاں مقدم یقیناً قرآن پاک ہی ہوگا ۔

اب ہم مکتوب نگار کے فیصلہ طلب امور کو لیتے ہیں ۔ ہم نے جو تشریح ابھی کی ہے اس کی روشنی میں پتہ چل جاتا ہے کہ احادیث کا منکر کافر نہیں ہو سکتا قرآن پاک میں ہم سے کہیں بھی حدیث پر ایمان لانے کے لئے نہیں کہا گیا ۔ اس سے یہ شرائط ایمان میں اضافہ ایک بہت بڑی جسارت ہے رہا جماعت احمدیہ قادیان کے مقابل احادیث سے استدلال تو ظاہر ہے کہ قرآن پاک میں نص صریح ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین موجود ہے ۔ تمام احادیث اس نص صریح کی حمایت میں ہیں ۔ اگر یہ آیت موجود نہ ہوتی یا قرآن پاک میں کہیں بھی نبوت کے بند کر دینے کا تذکرہ نہ ہوتا اور ہم نے احادیث سے یہ استدلال کیا ہوتا تو پھر آپ کا ہمیں اس پر متنبہ کرنا درست تھا ۔

اب ہم رجم زانی کی بحث کو لیتے ۔ آپ مانتے ہیں کہ قرآن پاک میں یہ حکم کہیں نہیں کہ زانی کو سنگسار کر دیا جائے ۔ بلکہ اس کے برعکس وہاں یہ آیات ہیں :۔

سورۃ انزلنھا وفرضنھا وانزلنا فیھا ایٰت بیّنٰت لعلکم تذکّرون ۔ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین ٥ الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذالک علی المؤمنین

(سورہ نور آیات ۱ تا ۳)

یعنی یہ ایک سورت ہے جو ہم نے اتاری ہے اور اس کی تعمیل فرض قرار دی ہے اور جس میں ہم نے کھلی اور صاف آیات درج کی ہیں تاکہ تم ان پر غور و عمل کرسکو۔

زانیہ اور زانی دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑوں کی سزا دو اور ان کے بارے میں کوئی رحم تمہیں اللہ کے دین کی اطاعت سے نہ روکے اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیئے کہ یہ عقوبت مومنوں کی ایک جماعت کے سامنے دی جائے ۔

زانی مرد کی شادی زانیہ یا مشرکہ کے سوا اور زانیہ عورت کا نکاح زانی مرد یا مشرک کے سوا کہیں نہ ہو ۔ اسے مومنوں کے لئے حرام کر دیا گیا ہے ۔

یہ آیات مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں اور غالباً یہ ۵ھ کا زمانہ تھا ۔

یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ ان میں کہیں بھی بیاہتا یا ان بیاہتا کا تذکرہ نہیں ۔ زانی ایک لفظ عام ہے جس میں دونوں حیثیتیں آجاتی ہیں ۔ قرآن حکیم نے اس آیت کے علاوہ

کہیں بھی زنا کی سزا کا ذکر نہیں کیا البتہ ایک جگہ لونڈی کی سزا آزاد عورت سے نصف بیان کی ہے اور وہاں یہ ضرور کہا ہے کہ :-

فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنت من العذاب

(النساء - ۲۵)

یعنی اگر شادی کرنے کے بعد وہ فحاشی (زنا) کریں تو ان کے لئے آزاد عورت سے نصف سزا ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ تنصیف ہمیشہ کسی عدد کی ہوتی ہے اگر زانی کی سزا سنگسار کرنا ہوتا تو پھر بیاہتا لونڈی کی سزا نصف سنگسار تو انتہائی بے معنی بات ہے کیونکہ سو کا نصف پچاس تو ہو سکتا ہے موت کا نصف کچھ بھی نہیں۔ یہاں اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ سورہ نور کی آیات میں اَن بیاہتا زانیوں کی سزا درج ہے۔ اگر یہ استدلال صحیح ہے تو قرآن شریف کو خود اس کی تشریح کرنی چاہیئے تھی۔ اور کسی دیگر مقام پر بیاہتا زانیوں کی سزا بیان کرنا اس کا فرض تھا۔ پھر یہ الفاظ کسی ایسی تقسیم کو گوارا ہی نہیں کرتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اس سورۃ کا آغاز ہی ایسی آیات سے کر رہا ہے جن میں وہ گھریلو زندگی کو خوشگوار رکھنے کے لئے زیادہ قوت سے امر نازل فرماتا ہے گو تمام قرآن پاک کے احکامات کا ماننا فرض ہے لیکن یہاں خدا تعالےٰ نے زندگی کے اس پہلو پر زور دینے کے لئے سورۃ انزلنھا وفرضنھا وانزلنا فیھا ایت بینت لعلکم تذکرون کے الفاظ استعمال کئے ہیں اس لئے وہ کسی ابہام کو یہاں گوارا کر ہی نہیں سکتا تھا۔ پھر زانی کو سزائے مائۃ جلدۃ کے بعد مسلمان سوسائٹی سے بالکل کاٹ دیا گیا ہے اور لازم ٹھہرایا ہے کہ ایک ایسی حرکت بد کے بعد جو سماج کو اپنی بنیادوں سے ہلا دیتی ہے اور گھریلو زندگی حزن وغم اور انتقام (NEUROSIS AND REVENGE) کے جوالامکھی میں پھلنے لگتی ہے اس کا تعلق کسی پاکدامن مومن عورت، یا زانیہ کا رشتہ کسی پاکباز مومن مرد سے قائم نہ رکھا جائے۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں قبل از نکاح زنا کے متعلق اشارہ موجود ہے۔ ہم پھر عرض کریں گے کہ قرآن پاک کی آیات کو اپنے معنی پہنانا درست نہیں یہاں بھی قرآن حکیم نے کنوارے مردوں اور عورتوں کے ناجائز تعلقات پر حصر نہیں کیا بلکہ عمومی انداز اختیار کیا ہے۔ اس آیت کا تو یہ مطلب ہے کہ جب کوئی زانی (بیاہتا ہو یا اَن بیاہتا) یا زانیہ (بیاہی ہوئی ہو یا کنواری) اس فعل ناجائز کا ارتکاب کرے تو اس کے ازدواجی تعلقات مسلمان سوسائٹی سے کاٹ دو۔ چنانچہ حضرت علی رضؓ کے عہد خلافت میں ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر ارتکاب زنا کیا اور اس پر حد قائم ہوئی تو حضرت علی رضؓ نے حکماً اس کی بیوی کو الگ کر دیا اور فرمایا لا تتزوج الا مجلودۃ مثلک یعنی تو اپنے ہی جیسی کسی زانیہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ اب اگر شادہ شدوں پر حد سنگسار تھی، تو نکاح ثانی کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکتا تھا۔ کم از کم اس روایت سے یہ تو ظاہر ہے کہ جو معانی ہم نے اوپر قرآن حکیم کی آیت کے کئے ہیں اس پر حضرت علی رضؓ نے عمل بھی کیا ہے۔

اب، ظاہر ہے کہ اس جگہ زنا کی سزا رجم درج نہیں یہ قرآن کا کھلا کھلا فیصلہ ہے اور کسی کو مجالِ انکار نہ ہونی چاہیئے اب ہم مکتوب نگار کے بیان کردہ ثبوت کو لیتے ہیں۔

ہمارے فاضل دوست نے بخاری شریف پارہ ۲۸ باب الاعتراف بالزنیٰ حدیث ۱ کا حوالہ دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس میں واقعہ کرنے والوں نے حضرت نبی کریم صلعم سے قرآن شریف پر فیصلہ چاہا تھا۔ اور نبی کریم صلعم نے جواباً کہا کہ میں خدا کی قسم قرآن سے فیصلہ دوں گا۔ اس بارہ میں عرض ہے کہ سورہ نور کی آیات نے عہد نبوی کے دو حصے کر دیئے ہیں۔ سورہ نور کی آیات آنے سے پہلے اگر حضور نے رجم فرمایا ہے تو اس سے کہاں ثابت ہوا کہ اب بھی زنا کی سزا رجم ہی ہے۔ پیش کردہ حدیث میں اس امر کی کوئی وضاحت نہیں کہ حضورؐ کے یہ الفاظ سورہ نور آ جانے کے بعد کے ہیں۔ اسی ضمن میں ہم ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو صحیح بخاری میں ہی درج ہے :-

عن الشیبانی سألت عبد اللہ بن ابی اوفی ھل رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم قلت قبل سورۃ النور ام بعد قال لا ادری - (بخاری کتاب المحاربین من اھل الکفر والردۃ) یعنی شیبانی سے روایت ہے کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی سے پوچھا کیا حضرت نبی کریم صلعم نے کبھی سنگسار کی سزا زانی کو دی تھی اس نے کہا کہ ہاں میں نے کہا کہ سورہ نور سے قبل یا بعد کہا مجھے یاد نہیں۔

خیال گذر سکتا ہے کہ زنا کی سزا رجم نبی کریم صلعم دیتے تھے جبھی تو یہ حدیث موجود ہے۔ تو گذارش ہے کہ اس میں حضور نے کتاب اللہ کہا ہے قرآن شریف نہیں کہا اسلامی فقہ سے مَس رکھنے والوں کو اس بات کا علم ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک کہ کوئی جدید حکم نہ پاتے تھے اکثر فیصلے گذشتہ صحائف مقدسہ کے مطابق ہی کرتے تھے پھر جب کوئی ترمیمی یا تنسیخی حکم آ جاتا تھا تو اسے ہی قطعی سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کا قبلہ اول یروشلم ہی تھا جو کہ یہود اور نصاریٰ کا قبلہ تھا۔ حالانکہ قرآن پاک میں صرف تبدیلیٔ قبلہ کا ذکر ہے یروشلم کو اولین مرتبہ قبلہ بنانے کا حکم نہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پرانے قبلہ کو اس وقت تک قائم رکھا جب تک کہ خدا تعالےٰ کی وحی نے آکر انہیں اسے بدل دینے کے لئے نہیں کہا۔ اسی طرح حضرتؐ سورہ نور کی آیات آنے سے پہلے توریت کے احکامات کے تحت اگر رجم فرماتے رہے ہوں تو اس سے کہاں ثابت ہوا کہ سورہ نور کی آیات کے بعد بھی رجم کی سزا باقاعدہ قائم ہے۔ اس لئے حضور کا یہ فرمانا کہ میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا ہرگز غلط نہیں۔ قرآن شریف کے الفاظ ہمارے مکتوب نگار نے اپنی طرف سے ترجمہ کر دیئے ہیں ورنہ موجودہ قرآن شریف میں ایسی کوئی آیت نہیں جس کی روشنی میں ایسا فیصلہ ہو سکتا ہو جس کا تذکرہ آپ کر رہے ہیں۔

بعض لوگوں نے اس الجھن کو یوں حل کیا ہے کہ قرآن پاک میں ایک ایسا حکم تھا جو اب منسوخ التلاوت ہو گیا ہے یعنی اس کی تحریر بند ہے لیکن حکم اس کا چلتا ہے۔ ہمارے فاضل دوست نے بھی اسی کی طرف ہمیں توجہ دلائی ہے۔ یہ ایک دعوے بلا دلیل ہے۔ کیونکہ کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ قرآن پاک میں فلاں عبارت تھی اور اس میں ایسا ایسا حکم موجود تھا لیکن اب وہ عبارت موجود نہیں پھر قرآن پاک کا محفوظ و مامون ہونا کہاں رہا۔ آپ ایک حدیث اس ثبوت میں پیش کر رہے ہیں۔ لیکن ہم قرآن کی نص صریح۔ آپ ہی بتائیں کہ کیا حدیث کی کوئی ایسی گواہی جو قرآن پاک کو غیر محفوظ ثابت کر دے آپ کو قبول ہو گی؟ جب رجم کا کوئی ثبوت قرآن پاک میں نہ پایا تو یہ کس درجہ زیادتی ہے کہ اپنے پاس سے ہی یہ کہنا شروع کر دیا کہ ایسا حکم تھا جو اب منسوخ التلاوت ہو گیا ہے۔ یہ عجیب منسوخ التلاوت ہے جو قرآن پاک کے صریح حکم مائۃ جلدۃ کے الفاظ ہوتے ہوئے بھی اس کو منسوخ (OVER RULE) کر گیا۔ اور خود قرآن پاک میں صوری جگہ بھی نہ پا سکا۔ آخر اس میں وہ کیا سقم تھا کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صحفِ مبارک میں شریک نہ کیا اور نہ کسی بعد کے قائل رجمؓ کو یہ ہمت ہوئی کہ اسے کتاب میں شریک کرے۔ اگر یہ کہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نعوذ باللہ سہو ہو گیا تو اس کی زد بہت دور تک جا پڑے گی۔

ہمارے مکتوب نگار نے ہمیں رجم الحبلی من الزنیٰ کی حدیث کا حوالہ بھی دیا ہے جس سے انہوں نے استدلال کیا ہے کہ قرآن پاک میں آیت رجم تھی۔ اس میں حضرت عمر رضؓ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا فکان فیما انزل علیہ آیۃ الرجم فقرأناھا ووعیناھا ورجم رسول اللہ صلعم ورجمنا بعدہ فاخشی ان یطول بالناس زمان ان یقول قائل لا نجد آیۃ الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ قد انزلھا اللہ یعنی خداوند تعالےٰ نے جو کچھ اپنے رسول پر اتارا اس میں آیت رجم بھی تھی سو ہم نے اسے پڑھا اور اسے یاد کیا اور رسول خدا نے رجم کیا اور پھر ہم نے ان کے بعد کیا سو میں ڈرتا ہوں کہ لوگوں پر طویل مدت گذر جائے تو کوئی کہنے والا یہ کہے کہ ہم آیتِ رجم کتاب اللہ میں نہیں پاتے پس ایک فریضہ کے ترک کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں جو اللہ تعالےٰ نے اتارا ہے۔

اسی قسم کی ایک روایت حضرت امام احمد نے بھی نقل فرمائی ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے کتاب اللہ میں وہ بات بڑھا دی جو اس میں نہیں ہے تو میں اسے لکھ دیتا جس طرح اس کا نزول ہوا۔

اب آپ ہی جانچئے ان باتوں میں کس قدر وزن ہے کیا یہ تمام تحدی اس لئے ہے کہ یہ ثابت ہو جائے کہ قرآن پاک میں اب ایک آیت نہیں جو پہلے تھی؟ کونسی راہ درست ہے یہ ماننا کہ قرآن پاک محفوظ ہے اور قرآن پاک میں کم از کم رجم کا حکم نہیں یا یہ ماننا کہ قرآن پاک میں کم از کم رجم کی ایک آیت درج نہیں کی گئی جو در اصل خدا تعالےٰ کا حکم تھا اور وہ جزو قرآن تھی لیکن اب اس کی کتابت اور تلاوت منسوخ ہو گئی لیکن وقت کے ان پردوں کے پیچھے سے جہاں اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا اس کا حکم جاری ہے۔ ان باتوں سے رجم تو کیا ثابت ہوگا تحریف قرآن کی سند پیدا ہو جائے گی اور جس دن یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن بھی دخل انسان سے پاک نہیں، اس دن اسلام کا خدا ہی حافظ ہے۔ آپ ان باتوں پر ٹھنڈے دل سے دھیان دیں۔

مکتوبِ مسیح

بہ سلسلہ اشاعت گذشتہ

سچی خواب اپنی سچائی کے آثار کو آپ ظاہر کر دیتی ہے وہ دل پر ایک نورانی اثر ڈالتی ہے اور میخ آہنی کی طرح اندر کھب جاتی ہے اور دل اسکو قبول کر لیتا ہے اور اس کی نورانیت اور ہیبت بال بال پر طاری ہو جاتی ہے میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ میرے روبرو میری ہدایت اور تعلیم کے موافق اس کام میں مشغول ہوں تو میں آپ کے لئے بہت کوشش کروں گا کیونکہ میرا خیال آپ کی نسبت بہت نیک ہے اور خدا تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ آپ کو ضائع نہ کرے اور رشد اور سعادت میں ترقی دے اب میں نے آپ کا وقت بہت لیا ختم کرتا ہوں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

آپ کا مکرر خط پڑھکر ایک بات کچھ زیادہ تفصیل کی محتاج معلوم ہوئی اور وہ یہ ہے کہ استخارہ کے لئے ایسی دعا کی جائے کہ ہریک شخص کا استخارہ شیطان کے دخل سے محفوظ ہو، عزیز من یہ بات خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کے برخلاف ہے کہ وہ شیاطین کو ان کے مواضع مناسبہ سے معطل کر دیوے اللہ جلشانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنیٰ القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ واللہ علیم حکیم۔ یعنے ہم نے کوئی ایسا رسول اور نبی نہیں بھیجا کہ اس کی یہ حالت نہ ہو کہ جب وہ کوئی تمنا کرے یعنے اپنے نفس سے کوئی بات چاہے تو شیطان اس کی خواہش میں کچھ نہ ملا دے، یعنے جب کوئی رسول یا کوئی نبی اپنے نفس کے جوش سے کسی بات کو چاہتا ہے تو شیطان اس میں بھی دخل دیتا ہے تب وحی متلو جو شوکت اور ہیبت اور روشنی تام رکھتی ہے اس دخل کو اٹھا دیتی ہے اور منشاء الٰہی کو مصفا کر کے دکھا دیتی ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں اور جو کچھ خواطر اس کے نفس میں پیدا ہوتی ہیں درحقیقت وہ تمام وحی ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن کریم اس پر شاہد ہے وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ لیکن قرآن کریم کی وحی دوسری وحی سے جو صرف معانی منجانب اللہ ہوتی ہیں تمیز کلی رکھتی ہیں اور نبی کے اپنے تمام اقوال وحی غیر متلو میں داخل ہوتے ہیں کیونکہ روح القدس کی برکت اور چمک ہمیشہ نبی کے شامل حال رہتی ہے اور ہر یک بات اس کی برکت سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور وہ برکت روح القدس سے اس کلام میں رکھی جاتی ہے لہذا ہر یک بات نبی کی جو نبی کی توجہ تام سے اس کے خیال کی پوری مصروفیت سے اس کے منہ سے نکلتی ہے وہ بلاشبہ وحی ہوتی ہے تمام احادیث اسی درجہ کی وحی ہیں جن کو غیر متلو وحی کہتے ہیں اب اللہ جلشانہ آیت موصوفہ میں فرماتا ہے کہ اس ادنیٰ درجہ کی وحی میں جو حدیث کہلاتی ہے بعض صورتوں میں شیطان کا دخل بھی ہو جاتا ہے اور وہ اس وقت کہ جب نبی کا نفس ایک بات کے لئے تمنا کرتا ہے تو اس کا اجتہاد غلطی کر جاتا ہے اور نبی کی اجتہادی غلطی بھی درحقیقت وحی کی غلطی ہے کیونکہ نبی تو کسی حالت میں وحی سے خالی نہیں ہوتا وہ اپنے نفس سے کھویا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ایک آلہ کی طرح ہوتا ہے پس چونکہ ہر ایک بات جو اس کے منہ سے نکلتی ہے وحی ہے اس لئے جب اس کے اجتہاد میں غلطی ہو گئی تو وحی کی غلطی کہلائے گی نہ اجتہاد کی غلطی اب خدا تعالیٰ اسی کا جواب قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کبھی نبی کی اس قسم کی وحی جس کو دوسرے لفظوں میں اجتہاد بھی کہتے ہیں مس شیطان سے محفوظ نہیں ہوتی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب نبی کوئی تمنا کرتا ہے کہ یوں ہو جائے تب ایسا ہی خیال اس کے دل میں گذرتا ہے جس پر نبی مستقل رائے قائم کرنے کے لئے ارادہ کر لیتا ہے تب فی الفور وحی اکبر جو کلام الٰہی اور وحی متلو اور مہیمن ہے نبی کو اس غلطی پر متنبہ کر دیتی ہے اور وحی متلو شیطان کی دخل سے بکلی منزہ ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک سخت ہیبت اور شوکت اور روشنی اپنے اندر رکھتی ہے اور قول ثقیل اور شدید النزول بھی ہے اور اس کی تیز شعاعیں شیطان کو جلاتی ہیں اس لئے شیطان اس کے نام سے دور بھاگتا ہے اور نزدیک نہیں آسکتا اور نیز ملائک کی کامل محافظت اس کے اردگرد ہوتی ہے لیکن وحی غیر متلو جس میں نبی کا اجتہاد بھی داخل ہے یہ قوت نہیں رکھتی اس لئے تمنا کے وقت جو کبھی شاذ و نادر اجتہاد کے سلسلہ میں پیدا ہو جاتی ہے شیطان نبی یا رسول کے اجتہاد میں دخل دیتا ہے پھر وحی اس دخل کو اٹھا دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء کے بعض اجتہادات میں غلطی بھی ہو گئی ہے جو بعد میں رفع کی گئی۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس حالت میں خدا تعالیٰ کا یہ قانون قدرت ہے کہ نبی بلکہ رسول کی ایک قسم کی وحی میں بھی جو وحی غیر متلو ہے شیطان کا دخل بموجب قرآن کریم کی تصریح کے ہو سکتا ہے تو پھر کسی دوسرے شخص کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ اس قانون قدرت کی تبدیلی کی درخواست کرے اور ماسوا اس کے صفائی اور راستی خواب کی اپنی پاک باطنی اور سچائی اور طہارت پر موقوف ہے یہی قدیم قانون قدرت ہے جو اس کے رسول کریم کی معرفت ہم تک پہنچا ہے کہ سچی خوابوں کے لئے ضرور ہے کہ بیداری کی حالت میں انسان ہمیشہ سچا اور خدا تعالیٰ کے لئے راستباز ہو اور کچھ شک نہیں کہ جو شخص اس قانون پر چلے گا اور اپنے دل کو راست گوئی اور راست روی اور راست منشی کا پورا پورا پابند کر لے گا تو اس کی خوابیں سچی ہوں گی اللہ جلشانہ فرماتا ہے قد افلح من زکٰھا یعنے جو شخص باطل خیالات اور باطل اعمال اور باطل عقائد سے اپنے نفس کو پاک کر لیوے وہ شیطان کے بند سے رہائی پا جائیگا اور آخرت میں عقوبات اخروی سے رستگار ہوگا اور شیطان اس پر غالب نہیں آسکے گا ایسا ہی ایک دوسری جگہ فرماتا ہے ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنے اے شیطان میرے بندے جو ہیں جنہوں نے میری مرضی کی راہوں پر قدم مارا ہے ان پر تیرا تسلط نہیں ہو سکتا سو جب تک انسان تمام کجیوں اور نالائق خیالات اور بیہودہ طریقوں کو چھوڑ کر صرف آستانہ الٰہی پر گرا ہوا نہ ہو جائے تب تک وہ شیطان کی کسی عادت سے مناسبت رکھتا ہے اور شیطان مناسبت کی وجہ سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس پر دوڑتا ہے۔

اور جبکہ یہ حالت ہے تو میں الٰہی قانون قدرت کے مخالف کونسی تدبیر کر سکتا ہوں کہ کسی سے شیطان اس کے خواب میں دور رہے جو شخص ان راہوں پر چلے گا جو رحمانی راہیں ہیں خود شیطان اس سے دور رہے گا۔

اب اگر یہ سوال ہو کہ جب شیطان کے دخل سے بکلی امن نہیں تو ہم کیونکر اپنی خوابوں پر بھروسہ کر لیں کہ وہ رحمانی ہیں کیا ممکن نہیں کہ ایک خواب کو ہم رحمانی سمجھیں اور دراصل وہ شیطانی ہو اور یا شیطانی خیال کریں اور دراصل وہ رحمانی ہو تو اس وہم کا جواب یہ ہے کہ رحمانی خواب اپنی شوکت اور برکت اور عظمت اور نورانیت سے خود معلوم ہو جاتی ہے جو چیز پاک چشمہ سے نکلی ہے وہ پاکیزگی اور خوشبو اپنے اندر رکھتی ہے اور جو چیز ناپاک اور گندے پانی سے نکلی ہے اس کا گند اور بدبو فی الفور آ جاتی ہے سچی خوابیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں وہ ایک پاک پیغام کی طرح ہوتے ہیں جن کے ساتھ پریشان خیالات کا کوئی مجموعہ نہیں ہوتا اور اپنے اندر ایک اثر ڈالنے والی قوت رکھتے ہیں اور دل ان کی طرف کھنچے جاتے ہیں اور روح گواہی دیتی ہے کہ یہ منجانب اللہ ہے کیونکہ اس کی عظمت اور شوکت ایک فولادی میخ کی طرح دل کے اندر دھس جاتی ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص سچی خواب دیکھتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کے کسی مخلص کو بطور گواہ ٹھہرا کے وہی خواب یا اس کے کوئی ہم شکل دکھلا دیتا ہے تب اس خواب کو دوسرے کی خواب سے قوت مل جاتی ہے سو بہتر ہے کہ آپ کسی اپنے دوست کو رفیق خواب کر لیں جو صلاحیت اور تقویٰ رکھتا ہو اور اسکو کہہ دیں کہ جب کوئی خواب دیکھے لکھ کر دکھلا دے اور آپ بھی لکھ کر دکھلا دیں تب امید ہے کہ اگر سچی خواب آئے گی تو اس کے کئی اجزا آپ کی خواب میں اور اس رفیق کی خواب میں مشترک ہوں گے اور ایسا اشتراک ہوگا کہ آپ تعجب کریں گے افسوس کہ اگر میرے روبرو آپ ایسا ارادہ کر سکتے تو میں غالب امید رکھتا تھا کہ کچھ عجوبہ قدرت ظاہر ہوتا میری حالت ایک عجیب حالت ہے بعض دن ایسے گذرتے ہیں کہ الہامات الٰہی بارش کی طرح برستے ہیں اور بعض پیشگوئیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک منٹ کے اندر ہی پوری ہو جاتی ہیں اور بعض مدت دراز کے بعد پوری ہوتی ہیں صحبت میں رہنے والا محروم نہیں رہ سکتا کچھ نہ کچھ تائید الٰہی دیکھ لیتا ہے جو اس کی باریک بین نظر کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اب میں متواتر دیکھتا ہوں کہ کوئی امر ہونے والا ہے میں قطعاً نہیں کہہ سکتا کہ وہ جلد یا دیر سے ہوگا مگر آسمان پر کچھ تیاری ہو رہی ہے تا خدا تعالیٰ بدظنوں کو ملزم اور رسوا کرے کوئی دن یا رات کم گذرتی ہے جو مجھ کو اطمینان نہیں دیا جاتا یہی خط لکھتے لکھتے یہ الہام ہوا یجیئ الحق ویکشف الصدق ویخسر الخاسرون یاتی قمر الانبیاء

وامّا بنعمۃ ربّک فحدّث۔ ان ربک فعّال لما یرید یعنے حق ظاہر ہوگا اور صدق کھل جائے گا اور جنہوں نے بدظنیوں سے زیاں ... اٹھایا وہ ذلت اور رسوائی کا زیاں بھی اٹھائیں گے۔ نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام ظاہر ہو جائے گا۔ تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے مگر میں نہیں جانتا کہ یہ کب ہوگا اور جو شخص جلدی کرتا ہے خدا تعالیٰ کو اس کی ایک ذرہ بھی پرواہ نہیں وہ غنی ہے دوسرے کا محتاج نہیں اپنے کاموں کو حکمت اور مصلحت سے کرتا ہے اور ہر ایک شخص کی آزمائش کرکے پیچھے سے اپنی تائید دکھلاتا ہے اگر پہلے سے نشان ظاہر ہوتے تو صحابہ کبار اور اہل بیت کے ایمان اور دوسرے لوگوں کے ایمانوں میں فرق کیا ہوتا خدا تعالیٰ اپنے عزیزوں اور پیاروں کی عزت ظاہر کرنے کے لئے نشان دکھلانے میں کچھ توقف ڈال دیتا ہے تا لوگوں پر ظاہر ہو کہ خدا تعالیٰ کے خاص بندے نشانوں کے محتاج نہیں ہوتے اور تا ان کی فراست اور دوربینی سب پر ظاہر ہو جائے اور ان کے مرتبہ شناسی میں کسی کو کلام نہ ہو حضرت مسیح علیہ السلام سے بہتر آدمی اوائل میں اس بدخیال سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے کہ آپ نے ان کو کوئی نشان نہیں دکھلایا ان میں سے بارہ قائم رہے اور بارہ میں سے پھر ایک مرتد ہو گیا اور جو قائم رہے انہوں نے آخر میں بہت سے نشان دیکھے اور عنداللہ صادق شمار ہوئے۔

مگر میں آپ کو کہتا ہوں کہ اگر آپ چالیس روز تک میری صحبت میں آ جائیں تو مجھے یقین ہے کہ میرے قرب و جوار کا اثر آپ پر پڑے گا۔ اور اگرچہ میں عہد کے طور پر نہیں کہہ سکتا مگر میرا دل شہادت دیتا ہے کہ کچھ ظاہر ہوگا جو آپ کو کھینچ کر یقین کی طرف لے جائے گا اور میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ کچھ ہونے والا ہے مگر ابھی خدا تعالیٰ اپنی سنت قدیمہ سے دو گروہ بنانا چاہتا ہے۔ ایک وہ گروہ جو نیک ظنی کی برکت سے میری طرف آتے جاتے ہیں دوسرے وہ گروہ جو بدظنی کی شامت سے مجھ سے دور پڑتے جاتے ہیں۔

اور میں نے آپ کے اس بیان کو افسوس کے ساتھ پڑھا جو آپ فرماتے ہیں کہ مجرد قیل و قال سے فیصلہ نہیں ہوسکتا میں آپ کو از راہ نور دو مہربانی و ترحم اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اکثر فیصلے دنیا میں قیل و قال سے ہوتے ہیں یہاں تک کہ صرف باتوں کے ثبوت یا عدم ثبوت کے لحاظ سے ایک شخص کو عدالت نہایت اطمینان کے ساتھ پھانسی دے سکتی ہے اور ایک شخص کو تہمت خون سے بری کرسکتی ہے واقعات کے ثبوت یا عدم ثبوت پر تمام مقدمات فیصلہ پاتے ہیں کسی فریق سے یہ سوال نہیں ہوتا کہ کوئی آسمانی نشان دکھلاوے تب ڈگری ہوگی یا فقط اس صورت میں مقدمہ ڈسمس ہوگا کہ جب مدعا علیہ سے کوئی کرامت ظہور میں آوے۔ بلکہ اگر کوئی مدعی بجائے واقعات کے ثابت کرنے کے ایک سوٹی کا سانپ بنا کر دکھلاوے یا ایک کاغذ کا کبوتر بنا کر عدالت میں اڑا دیوے تو کوئی حاکم ان وجوہات کے رو سے اسکو ڈگری نہیں دے سکتا جب تک باقاعدہ صحت دعوے ثابت نہ ہو اور واقعات پرکھے نہ جائیں پس جس حالت میں واقعات کا پرکھنا ضروری ہے اور میرا یہ بیان ہے کہ میرے تمام دعاوی قرآن کریم اور احادیث نبویہ اور اولیاء گذشتہ کی پیشگوئیوں سے ثابت ہیں اور جو کچھ میری مخالف تاویلات سے اصل مسیح کو دوبارہ دنیا میں نازل کرنا چاہتے ہیں نہ صرف عدم ثبوت کا داغ ان پر ہے بلکہ یہ خیال محال بہ بداہت قرآن کریم کی نصوص بینہ سے مخالف پڑا ہوا ہے اور اس کے ہر ایک پہلو میں اس قدر مفاسد ہیں اور اس قدر خرابیاں ہیں کہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص ان سب کو اپنی نظر کے سامنے رکھکر پھر اسکو بدیہی البطلان نہ کہہ سکے تو پھر ان حقائق اور معارف اور دلائل اور براہین کو کیونکر فضول قیل و قال کہہ سکتے ہیں قرآن کریم بھی تو بظاہر قیل و قال ہی ہے، جو عظیم الشان معجزہ اور تمام معجزات سے بڑھکر ہے معقولی ثبوت تو اول درجہ پر ضروری ہوتے ہیں بغیر اس کے نشان ہیچ ہیں۔ یاد رہے کہ جن ثبوتوں پر مدعا علیہ کو عدالتوں میں سزائے موت دی جاتی ہے وہ ثبوت ان ثبوتوں سے کچھ بڑھکر نہیں ہیں جو قرآن اور حدیث اور اقوال اکابر اور اولیاء کرام سے میرے پاس موجود ہیں مگر غور سے دیکھنا اور مجھ سے سننا شرط ہے۔

میں نے ان ثبوتوں کو صفائی کے ساتھ کتاب آئینہ کمالات اسلام میں لکھا ہے اور کھول کر دکھلا دیا ہے کہ جو لوگ اس انتظار میں اپنی عمر اور وقت کھوتے ہیں کہ حضرت مسیح پھر اپنے خاکی قالب کے ساتھ دنیا میں آئیں گے وہ کس قدر منشاء کلام الٰہی سے دور پڑے ہیں اور کیسے چاروں طرف کے فسادوں اور خرابیوں نے ان کو گھیر لیا ہے میں نے اس کتاب میں ثابت کر دیا ہے کہ مسیح موعود کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور دجال کا بھی لیکن جس طرز سے قرآن کریم میں یہ بیان فرمایا ہے وہ یہی صحیح اور درست ہوگا کہ جب مسیح موعود سے مراد کوئی مثیل مسیح لیا جائے جو اسی امت میں پیدا ہو اور نیز دجال سے مراد ایک گروہ لیا جائے اور دجال خود گروہ کو کہتے ہیں بلاشبہ ہمارے مخالفوں نے بڑی ذلت پہنچانے والی غلطی اپنے لئے اختیار کی ہے گویا قرآن اور حدیث کو یک طرف چھوڑ دیا ہے وہ اپنی نہایت درجہ کی بلاہت سے اپنی غلطی پر متنبہ نہیں ہوتے اور اپنے موٹے اور سطحی خیالات پر مغرور ہیں۔ مگر ان کو شرمندہ کرنے والا وقت نزدیک آتا جاتا ہے

میں نہیں جانتا کہ میرے اس خط کا آپ کے دل پر کیا اثر پڑے گا مگر میں نے ایک واقعی نقشہ آپ کے سامنے کھینچ کر رکھ دیا ہے ملاقات نہایت ضروری ہے میں چاہتا*

احمدی بھائیوں کے نام خان بہادر غلام ربّانی خان صاحب کا پیغام

کل ۲۱ راگست کو خانبہادر صاحب کے اعزاز میں مرکزی مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ایک عصرانہ دیا گیا۔ خانبہادر صاحب حال ہی میں ووکنگ میں تبلیغ اسلام کے فرائض سرانجام دیکر تشریف لائے ہیں۔ لاہور کی جماعت کے تقریباً تمام اراکین نے شرکت کی۔ خانبہادر صاحب نے حاضرین کو خطاب فرمایا۔ اس کی تلخیص درج ذیل ہے:

میرے بزرگو اور بھائیو۔ میں الفاظ نہیں رکھتا کہ جن سے میں اس خوشی کو ظاہر کروں جو دو سال بعد مجھے آپ سے ملنے میں ہوتی ہے آپ کی محبت اور درد دل سے نکلی ہوئی دعائیں ہمیشہ میرے ساتھ رہیں۔ میں دل سے آپ کا عقیدتمند ہوں، آپ ذرہ نوازی فرماتے ہیں میں آپ اس محبت اور شفقت کا کیسے شکریہ ادا کروں۔

میں کس قدر اس خدا کی تسبیح کروں جس نے انتہائی کلفت اور ناکامی کے دور میں مسلمانوں سے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کا وعدہ کیا۔ اس علیٰ کلہ کا منظر کسی نے دیکھنا ہو تو آج دیکھ سکتا ہے کہ کس طرح اسلام ہر ایک پر غالب آ گیا۔ یہودی، ہندو، بدھ اسٹ، نصاریٰ ان تمام کے دینوں پر آج اسلام غالب ہے ان کی تمام زبانیں ختم ہو گئیں لیکن دنیا کے کونے کونے میں کلام پاک پہنچ گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں برطانوی سلطنت پر سورج غروب نہیں ہوتا لیکن وہ بھی ڈوب گیا۔ جس پر سورج نہیں ڈوبتا وہ اسلام کی شاہی ہے۔ یہ اذان کا اعلان ہر ملک سے اور ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں میں احساس کمتری پیدا ہو گیا تھا اور وہ کہتا تھا کہ سلطنت تو گیا لے گی اب یہ دین بھی چھوڑنا پڑے گا انہوں نے عیسائیت کی تبلیغ اپنے گھروں میں بند کرا دی مبادا عیسائی ہو جائیں۔ آج سے ساٹھ برس پہلے ایک شخص نے ایک قریہ میں سے دنیا کو چیلنج دیا کہ سورج مغرب سے نکلے گا۔ وہ صرف باتیں ہی نہیں کرتا تھا بلکہ ایک کام بھی کر دکھایا اور وہ براہین اس نے لکھیں کہ اس کا ذرہ ذرہ مخالفین کے لئے دعوت مبارزت ہے اور مضبوط دلائل سے اس نے اسلام کو غالب کیا۔ اور ایک لق و دق صحرا میں سے اس نے آواز دی اور جس بستی میں کوئی آدمی نہ جاتا تھا دیوانہ وار لوگ اس روحانی شمع کے گرد اکٹھے ہوتے مولانا محمد علی، خواجہ کمال الدین، اور مولوی صدر الدین جا پہنچے۔ ابتداء میں ہی انہوں نے خواب دیکھا کہ لندن میں کھڑا میں سفید پرندے پکڑ رہا ہوں۔ جب اس نے وہ دیکھا تب کچھ بھی نہ تھا اور نہ کوئی نشان تھی آج اس کے بعد ایک کام چلا، ووکنگ میں ایک مسجد تھی جو ایک عیسائی نے بنوائی اور آج ہمارے پاس قائم چلی آ رہی ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ اس مسجد کے اندر ایک کتبہ لگا ہوا ہے جس پر نصر من اللہ و فتح قریب لکھا ہے جس کے حروف ابجد وہی ہیں جو حضرت مجدد وقت کی بعثت کی تاریخ ہے۔ اسی مسجد سے خدا کا دین بلند ہوا۔ انگلستان میں اور بھی کئی عبادتگاہیں ہیں لیکن THE MOSQUE کے نام سے صرف یہی مسجد مشہور ہے۔ خواجہ کمال الدین، مولوی صدر الدین، مولوی آفتاب الدین، مولوی عبد المجید اور ڈاکٹر محمد عبد اللہ گئے اور پھر میں گیا۔ میں تو ایک ناچیز آدمی ہوں، میں نے تو ایک عہد کیا تھا اس کو نبھانے کی کوشش کی یہی دعا کرتا تھا کہ خدا مجھ سے خدمت لے چاہے مسجد میں جاروب کشی ہی کرنی پڑے۔

یقین جانئے میں نے وہاں اسلام کی عظمت دیکھی اور آپ کی ہمت کہ آج آپ تھوڑے ہیں لیکن آپ کے کام عظیم تر ہیں، معمولی غریب سے ہزاروں کے مالک تک صرف آپ ہی ہیں جو اس کام میں قربانی کرتے ہیں۔

میں ایمانا کہتا ہوں دنیا کا کوئی آدمی یا گروہ ایسا نہیں جو اس بوجھ کو اٹھا سکے جو آج خدا و رسول نے تمہارے کندھوں پر ڈالا ہے۔ اب یہ ہمارا اور آپ کا کام ہے کہ ایک رہیں۔ جماعتی زندگی کو انتشار سے بچائیں اور مل کر خدا کے دین کی تبلیغ کو جاری رکھیں۔

بچّوں کا صفحہ ـــــــــ مولانا مرتضیٰ خان صاحب

شاہزادوں کی عید

بچو! تم عید کے دن کس قدر خوش ہوتے ہو۔ ماں باپ اور رشتہ داروں سے عیدی لیتے ہو۔ نئی نئی چیزیں خریدتے ہو۔ اچھی سے اچھی چیز کھاتے ہو۔ اچھے سے اچھا لباس پہنتے ہو۔ آؤ تمہیں ایک بادشاہ کے بچوں کی عید کا حال بھی سُنائیں۔ یہ کوئی معمولی بادشاہ نہ تھا۔ یہ عمر بن عبدالعزیز تھا جس کی سلطنت دیوار چین سے لے کر بحر اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی۔ جس کے خزانے زر و مال سے پُر تھے۔ لیکن اس کو ان خزانوں سے کیا غرض۔ وہ بیت المال سے صرف گذارہ لیتا تھا جس سے بمشکل اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا تھا۔

عید کا مبارک دن قریب تھا سب مسلمانوں کے بچے خوش خوش نظر آ رہے تھے۔ اور عید کی تیاریاں کر رہے تھے۔ لیکن ایک گھر ایسا بھی تھا جس میں نہ بچوں کے لئے کپڑے سِل سکے نہ کوئی تیاری نظر آئی۔ یہ عمر بن عبدالعزیز بادشاہِ وقت کا گھر تھا۔ بچے ماں کے پاس آئے اور عرض کی:۔

"امّی جان! سب لوگ اپنے اپنے کپڑے بنوا رہے ہیں۔ کیا آپ نے ہمارے لئے نئے کپڑے نہیں بنوائے۔ کب بنواؤ گی؟ عید تو سر پر آگئی"

ماں:۔ بچو! "میں تمہارے ابا جان سے کہونگی۔ دیکھو وہ اگر مان گئے تو تمہیں بھی نئے کپڑے بنوا دونگی"

بچے:۔ تو امّی جان آپ کب ابا جان سے کہیں گی؟ آج ہی کہہ دیجئے نا۔

ماں:۔ "ہاں۔ اگر آج موقعہ ملا تو آج ہی کہدوں گی"

بچے:۔ "لیکن ابا جان سے تاکید سے کہنا تا کہ وہ مان جائیں۔ دیکھو تو جس قدر کپڑے ہمارے بدن پر ہیں پھٹ گئے ہیں۔ عید کے دن تو ہمیں نئے کپڑے بنوا دیں"

ماں:۔ "ہاں بچو! میں خود جانتی ہوں کہ تمہارے کپڑے پرانے اور پھٹے ہوئے ہیں۔ مجھے خود خیال ہے۔ میں آج تمہارے ابا جان سے کہوں گی کہ جس طرح بھی ہو سکتا ہے بچوں کو کپڑے بنوا دیجئے مجھے امید ہے کہ وہ مان جائیں گے۔ اور کچھ نہ کچھ انتظام بھی کر دیں گے۔"

بچے:۔ لیکن کیا امّی جان! آپ کے پاس اس قدر بھی دام نہیں کہ آپ خود ہمارے لے کپڑے خرید سکیں؟

ماں:۔ میرے پیارے بچو! میرے پاس دام کہاں؟ تمہارے ابا جان بیت المال سے تھوڑا سا وظیفہ لیتے ہیں جو مہینہ پورا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ گھر میں ایک پائی بھی نہیں بچتی۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے نانا جان نے مجھے بیاہ کے وقت ہیروں سے جڑے ہوئے زیورات دیئے تھے۔ لیکن جب تمہارے ابا جان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ سب کے سب زیورات۔ بیت المال میں دے دو کیونکہ یہ سب بیت المال سے خریدے گئے تھے۔ اگر تم ایسا نہیں کروگی تو میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ میں نے ان کے حکم کے مطابق سب زیورات بیت المال میں دے دیئے۔ مجھے اس کا کچھ گلہ نہیں۔ مگر میں تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میرے پاس مال نہیں ورنہ میں تمہیں خود کپڑے بنوا دیتی۔

بچے:۔ اچھا امی جان! آپ ابا جان سے ہی کہیں کہ وہ کپڑے بنوا دیں۔ سب نے بنوائے ہیں اگر ہمارے کپڑے اچھے نہ ہوئے تو ہمیں سخت شرم آئے گی۔

شام کی نماز کے بعد امیرالمومنین گھر میں تشریف لائے۔ بیگم نے موقعہ پاکر عرض کیا:۔

"امیرالمومنین! میں ایک نہایت ضروری امر کے متعلق آپ سے عرض کرنا چاہتی ہوں اور وہ یہ کہ عید کا متبرک تہوار قریب آ گیا ہے تمام لوگ نئے نئے کپڑے سلوا رہے ہیں۔ لیکن ایک ہمارے بچے ہیں کہ جن کے پاس کپڑے نہیں۔ وہی پھٹے پرانے کپڑے ہیں جنہیں مرمت کرکے بھی تھک گئی ہوں۔ اور اب تو انکی مرمت بھی نہیں ہو سکتی۔ آپ براہ مہربانی انہیں اس عید کے موقعہ پر تو نئے کپڑے بنوا دیں ورنہ بچے کیا خیال کریں گے۔ دوسروں کے نئے کپڑے دیکھ کر ان کو سخت شرم آئے گی اور اپنی ذلت محسوس کریں گے۔ آخر ہم جو ماں باپ ہیں اگر ان کی ضروریات کا ہم خیال نہیں رکھیں گے تو اور کون رکھے گا؟"

امیرالمومنین:۔ بیگم تم سچ کہتی ہو۔ لیکن افسوس میرے پاس نئے کپڑے خریدنے کے لئے دام نہیں ہیں۔ کیا کیا جائے۔ ان بچوں کی ضرورت کو تو میں بھی محسوس کرتا ہوں۔ لیکن روپیہ کہاں سے آئے۔

بیگم:۔ کیا آپ بیت المال سے قرض نہیں لے سکتے؟

امیرالمومنین:۔ "ہاں یہ کوشش کر دیکھتا ہوں یہ تو کوئی ناجائز نہیں"

عمر بن عبدالعزیز اسی وقت بیت المال کے نگران کو ایک چٹھی لکھتے ہیں جس میں آپ درخواست کرتے ہیں کہ "بعض ناگزیر ضروریات کے پیش آنے کی وجہ سے مجھے روپیہ کی ضرورت ہے میرے اگلے ماہ کا وظیفہ مجھے پیشگی بھیجدیجئے۔ اور میرے حساب میں رقم قرضہ کا اندراج کر دیجئے"

یہ بادشاہی فرمان بیت المال کے نگران کو پہنچتا ہے۔ اس کے جواب میں وہ یوں لکھتا ہے:۔

"میں امیرالمومنین کے حکم کو بسر و چشم ماننے کو طیار ہوں لیکن میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا امیرالمومنین کو یقین ہے کہ وہ آیندہ ماہ تک زندہ رہیں گے؟ اگر یقین نہیں ہے اور حقیقتاً نہیں ہے تو امیرالمومنین اپنے سر پر کیوں یہ بوجھ اُٹھاتے ہیں"

یہ جواب پڑھ کر امیرالمومنین دم بخود رہ جاتے ہیں اور زبان مبارک سے فرماتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے۔ بیگم کو تسلی دیتے ہیں بچوں کو الگ سمجھاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم دنیا کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ ہمارا منصب اس سے بہت بلند ہے ہمیں عقبیٰ میں خدا ایسے ایسے اعلےٰ لباس دے گا کہ لوگ حیران رہ جائیں گے۔ صبر کرو اور جو کچھ ہے اس پر قناعت کرو۔

ماہوار چندوں کے متعلق ضروری گذارش

ہمارے احباب کو معلوم ہے کہ ہمارا مالی سال اکتوبر میں ختم ہو جاتا ہے اب اسکے اختتام میں صرف دو اڑھائی ماہ کا عرصہ رہ گیا ہے۔ اسلئے احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ جس قدر بقایا جات سال رواں کے آپکے ذمہ ہیں براہ کرم وہ یکمشت یا ان دو اڑھائی ماہ کے اندر اندر ادا فرما دیں۔

دفتر سے جملہ احباب کے نام جن کے چندے وصول نہیں ہوتے یاد دہانی کے خطوط لکھے گئے ہیں تاہم بعض احباب توجہ نہیں فرماتے۔ اسلئے اب بذریعہ اخبار جملہ احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ براہ مہربانی سال رواں کے جملہ بقایا جات اسی سال کے اندر اندر ادا فرما کر اپنے قومی اور دینی ادارہ کو نقصان سے بچائیں جس کے لئے اللہ تعالےٰ ان کو اجر دے گا۔ والسلام

مرتضیٰ خاں۔ اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

ہوائی حملوں سے بچنے کیلئے دفاعی تدابیر

(۲)

آتشی بموں سے بچاؤ کے اصول اور طریقے

آتشی بموں سے بچاؤ کے اصول مندرجہ ذیل ہیں:-

بموں کو ڈھانپنے کا عمل۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے آتشی بموں پر قابو پانے کیلئے بم گرنے کے نصف منٹ کے عرصہ کے اندر اندر بم کے قریب جاکر ریت کی نصف یا پون ¾ بھری ہوئی بوری احتیاط کے ساتھ نہایت پھرتی سے رکھی جائے تو اس کے نقصان کا اثر کم ہو جاتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آگ کو بجھانے والی گیس کے بھرے ہوئے ایک آلہ سے جسے (FIREEXTINGUISHER) کہتے ہیں بم سے محتاط ہو کر اس آلہ کی گیس چھوڑیں۔ اس سے بم کے شعلوں کی آگ کا اثر زائل ہو جائے گا۔ اور نقصان نہیں ہوگا بم آہستہ آہستہ جل کر ختم ہو جائے گا۔

دوسرا اصول:- آتش زدہ ماحول کو ٹھنڈا کرنا اور آگ کی لپیٹ کو بجھانا۔

پہلا عمل:- بم کے گرداگرد ماحول کو پانی کی دھار سے ٹھنڈا کیا جائے تاکہ آگ کے شعلے آگے نہ بڑھنے پائیں۔ نیز اردگرد کی تپش کم ہو کر زیادہ آسانی سے مستقل مزاجی کے ساتھ بم پر قابو پایا جا سکے

دوسرا عمل:- بم سے قریباً پندرہ فٹ کے فاصلے پر رہتے ہوئے سٹرپ پمپ کے ذریعہ سے پہلے اردگرد لگی ہوئی آگ کو پانی کی دھار سے بجھائیں اور پھر پھوار کے ذریعے سے جلتے ہوئے بم پر پانی ڈالیں۔ بم تین چار منٹ کے عرصہ میں جل کر ختم ہو جائے گا۔

تیسرا عمل:- آگ کو پیٹ پیٹ کر بجھانا STRIKING OR BEATING

اس عمل کے لئے پہلے سے ہی دو قسم کے اوزاروں کو استعمال کے لئے تیار رکھا جاتا ہے ایک پیٹنے کا اوزار PEATER جو اس طرح سے بنایا جاتا ہے کہ ایک لمبا سا بانس لے کر اس کے ایک سرے پر دھات کا ایک گول پترا (توے کی طرح کا) فٹ کیا ہوتا ہے۔ بانس کی طرف سے اوزار کو پکڑ کر زور زور سے آگ پر چوڑی سطح پر مارا جاتا ہے تاکہ آگ دب جائے اگر یہ دستیاب نہ ہو تو معمولی بیلچہ بھی کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔

دوسرا اوزار STRIKER ہے جو ایک بانس کے سرے پر معمولی چوڑی سی لوہے کی مضبوط استری اس طرح فٹ ہوتی ہے کہ ایک خمدار ہک (HOOK) سی بن جائے۔ جیسے مثلاً مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ اس سے آتش زدہ سامان کو کوٹ پیٹ کر جلتے ہوئے حصوں کو دور کر کے باقی حصہ کو پانی وغیرہ ڈال کر بجھایا جاتا ہے۔ یہ عمل ایسی جگہ زیادہ مفید ہے مثلاً اگر پھوس کے چھپر یا کپڑے کے خیمہ وغیرہ میں آگ لگی ہو۔ نیز دوسرے ہر موقع پر بھی حسب ضرورت استعمال ہو سکتا ہے۔

تیسرا اصول:- حفاظت خود اختیاری ظاہر ہے کہ جو شخص آگ بجھانے کے لئے جا رہا ہو وہ خود بھی کسی قدر محفوظ ہو تاکہ آگ کے اثرات پر تسلی اور حوصلہ کے ساتھ قابو پا سکے باقی تمام احتیاطوں کے علاوہ جو کسی قدر آگ پر قابو پانے کے ضمن میں بیان کر دی گئی ہیں ایسے شخص کو اپنے چہرے اور آنکھوں وغیرہ بچاؤ کے لئے ضروری احتیاط کرنی چاہیئے۔ اس کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں:-

(۱) ڈھال کا استعمال:- لکڑی کے چوڑے چپٹے گول ٹکڑے کی ایک سطح کو ٹین وغیرہ سے ڈھانپ دیا جاتا ہے اور دوسری خالی سطح پر لکڑی کا ایک دستہ لگا کر بطور ڈھال استعمال کیا جاتا ہے جس سے چہرہ، آنکھیں سینہ وغیرہ آگ سے محفوظ رہے۔

(۲) اگر ایسی بنی ہوئی ڈھال میسر نہ ہو تو ½ پلائی وڈ کا ایک موزوں ٹکڑا وغیرہ استعمال کیا جا سکتا ہے یا کوئی موٹا سا گتہ بھی استعمال ہو سکتا ہے۔

(۳) اگر ان میں سے آسانی کے ساتھ کوئی چیز میسر نہ ہو تو ایک کمبل کی چار تہیں کر کے بطور ڈھال کے استعمال کر لیا جا سکتا ہے یا کوئی دوسری چیز مثلاً دری یا تکیہ وغیرہ جس کی بیرونی سطح کو پانی سے خوب تر کر لیا گیا ہو۔

(۴) اپنی قوت مشاہدہ سے کام لیتے ہوئے کسی ایسی گری پڑی چیز مثلاً کھڑکی کے کواڑ کا ٹوٹا ہوا حصہ بطور ڈھال کے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

چوتھا اصول:- عمارتی مصالحہ کی حفاظت۔ چھت کو آتشی بموں کے اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس پر کوئی آتشگیر چیزیں مثلاً گھاس پھوس، لکڑی، میلے چیتھڑے وغیرہ نہ رکھے جائیں جن کو آسانی سے آگ لگ جائے۔ نیز چھت کی تعمیر میں مندرجہ ذیل تعمیری مسالہ استعمال کیا جاتا ہے۔

(۱) ¼" انچ موٹی لوہے کی چادر

(۲) ۵" انچ موٹی لوہے کی جالدار سیمنٹ کا لینٹر

(۳) ۶-۹ انچ موٹی عام سیمنٹ کنکریٹ کی تہ

(۴) ۸-۹ انچ موٹی پختہ اینٹ کا فرش جو سیمنٹ سے جڑا ہوا ہو۔

(۵) ۱۸-۱ انچ بجری یا روڑی

عام ہدایات

(۱) اگر کسی شخص کے کپڑوں میں آگ لگ گئی ہو اور وہ افراتفری سے بھاگ رہا ہو تو آپ اسے فوراً لیٹ جانے کی ہدایت کریں اور کوئی کمبل یا لحاف، دری وغیرہ فوراً اس کے جسم پر ڈال کر اسکو ڈھانپ دیں۔ اگر کوئی چیز پاس موجود نہ ہو تو ایک جان بچانے کی خاطر آپ اپنا کوٹ اتار کر اس میں آتش زدہ شخص کو لپیٹ لیں اور اس شخص کو فرش زمین پر لوٹائیں۔ آگ بجھ جائے گی۔

(۲) اگر کسی شخص کے اپنے کپڑوں میں آگ لگ جائے تو اسے چاہیئے کہ فوراً زمین پر لیٹ کر اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ کر لوٹنا شروع کرے اس طرح آگ بجھ جائے گی اور چہرہ اور آنکھیں وغیرہ جھلسنے سے بچ جائیں گی۔

(۳) آگ لگنے سے اگر کوئی شخص مکان کے اندر قابو آ چکا ہو تو دھوئیں کے اثر سے بیہوش ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو مکان سے باہر نکالنے کے لئے جب آپ مکان کے اندر جانے کا قصد کریں تو مکان کے اندر دروازے کے راستہ سے پیٹ کے بل اور بازوؤں کے بل رینگتے ہوئے اندر داخل ہو کر دیوار کے ساتھ اسی طرح رینگتے ہوئے جائیں۔ اس طرح رینگ کر جانے کا فائدہ یہ ہے کہ دھواں فرش سے اوپر رہتا ہے اور فرش کے قریب چہرہ رکھنے سے دھواں اثر نہیں کرے گا۔ بیہوش آدمی کے قریب اس طرح رینگتے ہوئے پہنچنے پر کسی رومال وغیرہ سے اس کی دونوں کلائیوں کو آپس میں باندھ دیں اس طرح بازوؤں کا ایک حلقہ بن جائے گا۔ اس حلقہ میں اپنے سر کو گذار کر اس کی کلائیوں کو اپنی گردن کے اوپر تھامیں اور اپنے گھٹنوں اور ہاتھوں کے تلووں کے بل چلتے ہوئے آدمی کو گھسیٹ کر باہر لے آئیں اور اسے ہوش میں لانے کا بندوبست کریں دھوئیں سے بھرے ہوئے کمرے کے اندر جاتے ہوئے یہ ضرور خیال رکھیں کہ کمرہ میں رینگتے ہوئے چلیں اور ہمیشہ دیواروں کے ساتھ ساتھ رہیں تاکہ اگر آگ لگنے سے مکان کی چھت کا کوئی حصہ جل کر گر نیوالا ہو چکا ہوتی ہو تو آپ کسی قدر محفوظ رہیں نیز کمرہ میں آنے اور جانیکا راستہ متعین رہ سکے یونہی دھوئیں میں بھٹکتے نہ پھریں اور بعد خود پریشان نہ ہو جائیں۔

گھریلو آگ بجھانے والی جماعتیں

گذشتہ تجربات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ آگ کے ذریعہ سے اس قدر زیادہ نقصان ہو سکتا ہے جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آتا۔ گذشتہ جنگ عظیم میں جس قدر نقصان آتشی بموں سے ہوا ہے اتنا دوسرے بموں کے استعمال سے نہیں ہوا۔ اس کے بچاؤ کے لئے گھریلو آگ بجھانے والی جماعتوں کی تنظیم عمل میں لائی گئی ہے

تنظیم:- اس جماعت میں لوگ رضاکارانہ شامل ہوتے ہیں تاکہ اپنی اور اپنے ہمسایوں کی جان و مال کو آگ کے نقصانات سے بچائیں ہر ۲۵۰ افراد کی آبادی میں ایک گھریلو آگ بجھانے والی جماعت کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے جس کی تربیت اور ضروری سامان اے آر پی کنٹرولر کے ذمہ ہوتا ہے۔ ایک جماعت پانچ افراد پر مشتمل ہوتی ہے جن میں سے دو آدمی آگ کی دیکھ بھال کا کام کرتے ہیں انہیں FIRE ROOF WATCHERS کہا جاتا ہے یہ بمباری کے موقعہ پر آبادی میں کسی اونچی عمارت پر چڑھ کر یہ معلوم کرتے رہتے ہیں کہ کس مقام پر آگ لگی ہے اور آگ پر فوراً ہی باقی تین آدمیوں کو خطرہ سے آگاہ کر دیتے ہیں اور یہ تین آدمی آگ بجھانے کا کام سرانجام دیتے ہیں اور انہیں میں سے ایک جماعت کا لیڈر ہوتا ہے۔ یہ تینوں آدمی سٹرپ پمپ کے ذریعہ آگ پر اور بموں پر قابو پاتے ہیں۔

آگ بجھانے کا سامان:- ان کے پاس مندرجہ ذیل سامان موجود رہتا ہے

(۱) سٹرپ پمپ ایک عدد

(۲) پانی کی بھری ہوئی بالٹیاں دو عدد

(۳) کلہاڑی ایک عدد

(۴) ٹارچ ایک عدد (۵) سیٹی ایک عدد

یہ تمام سامان عموماً پارٹی لیڈر کے مکان پر رکھا ہوتا ہے۔ جہاں سے آسانی کے ساتھ مل سکے اس مکان کے باہر نمایاں طور پر موٹے حروف میں سول ڈیفنس سٹرپ پمپ کے الفاظ لکھے ہوتے ہیں تاکہ ہر کسی کو پتہ ہو کہ پمپ کہاں سے مل سکتا ہے۔

فرائض:- پارٹی لیڈر تمام عمل کا ذمہ دار ہوتا ہے دوسرے آدمی کا کام سٹرپ پمپ کو سنبھالنا اور اسے چلانا ہوتا ہے۔ تیسرا آدمی پانی کی بالٹیوں کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

آگ کی اطلاع ملنے پر پارٹی لیڈر اپنے ساتھیوں

حضرت کرشن علیہ السلام

۲۴ راگست ہندوستان کے برصغیر پہ صدیوں سے منایا جاتا ہے اور پتہ نہیں کب تک منایا جاتا رہے گا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ نہ منانے والے اس عظیم دن کے صحیح مقصد کو جاننے کی سعی کرتے ہیں اور نہ دیکھنے والے اسکو سمجھ پاتے ہیں۔ آریہ ہندومت میں کرشن ایک اوتار ہیں۔ وہ اوتار جن کے عظیم کاموں کے سبب ہند آریائی تہذیب ظلم کے گھاٹ اترنے سے بچ گئی۔ لیکن اسی ہندومت کے پجاریوں نے تہذیب و تمدن کے اس محسن کا وہ نقشہ کھینچا ہے جو اخلاق اور ادب سے یکسر عاری ہے۔

۲۴ راگست کا دن اس برصغیر پر جنم اشٹمی کے نام سے مشہور ہے کہا جاتا ہے کہ اس روز مہاراجہ کنس کی قید میں دو بے گناہ اسیروں کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا یہ بے گناہ لوگ کنس کے اس واہمہ کا شکار تھے کہ جو بچہ ان کے ہاں جنم لے گا وہی اس کے تخت کو تباہ کر دے گا۔ کنس نے اس خوف سے انہیں قید کر دیا تھا اور ان کے بچے مروا دیئے تھے لیکن جس شب اس بچے نے جنم لیا وہ رات انتہائی تاریک تھی۔ آندھی نے شہر کو گھیر رکھا تھا اور بجلی کی چمک انسانوں کو بستروں میں سہم جانے پر مجبور کر رہی تھی۔ ماتا نے اس اندھیری رات میں صبح کا بھیانک منظر دیکھا تو اپنے خاوند کے سامنے سراپا التجا بن گئی بچے کے باپ نے بندی خانہ کے آہنی دروازہ کو ہاتھ لگایا تو وہ خود بخود کھل گیا پہریداروں کی آنکھیں نیند سے بوجھل تھیں انہیں اس کا احساس بھی نہ ہوا اور باپ جمنا دریا کی کف آلود اور سرکش موجوں کو پار کر گیا ———

یہی بچہ بڑا ہو کر ہندوستان میں خدا تعالےٰ کا فرستادہ ہوا۔

حضرت کرشن علیہ السلام کے متعلق ہمیں ہندوؤں میں بڑی عجیب و غریب روایات اور کہانیاں بکھری ہوئی ملتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک طبقہ نے جو جنسی حوائج کی شدت سے مغلوب تھا اور جس کے ہاتھ میں فن اور علم کی مشعل صرف ظلمتکدہ تک اچھی طرح پہنچ جانے کے لئے فروزاں تھی اپنی جنسی آوارگی کو عین منشائے الٰہی ثابت کرنے کے لئے اس پاک اور برگزیدہ نبی کے متعلق ایسی باتیں مشہور کیں [illegible] کے برگزیدوں کا ایسا دلچسپ سوانگ صرف ہندوستان میں ہی نہیں بھرا گیا بلکہ بنی اسرائیل کی تاریخ اور ان کا دینیاتی لٹریچر اس پر شاہد ہے کہ مذہبی راہنماؤں نے کس طرح انبیاء کو بدچلن (نعوذ باللہ من ذالک) اور جنسی آوارہ بنا کر پیش کیا ہے۔ یہاں تک کہ عیسائیوں میں یہ عقیدہ اپنے عروج کو جا پہنچا کہ دنیا میں بجز خداوند یسوع مسیح کے کوئی انسان بھی مس شیطان سے پاک نہیں رہا۔

دراصل تہذیب و تمدن اپنے ہمراہ بے راہ روی کے بڑے اندیشے لاتے ہیں۔ اور ہر تہذیب جب اپنے اوّلین مقصد کو حاصل کر لیتی ہے تو اس سے چند ہی قدم آگے اس کا عروج اپنا جمالیاتی اظہار تلاش کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اور جیسے ہر اچھی چیز کو بگاڑ کر برا بھی بنایا جا سکتا ہے جمالیات کو بگاڑ کر برا بھی بنایا جا سکتا ہے جمالیات کو بگاڑ کر جنسیات سے ہم آہنگ کر دیا جاتا ہے۔ دنیا بھر کی تہذیبوں میں یہ امر مشترک ہے کہ وہ جس دور میں اپنا عروج یقین کرتی رہیں جنسی آوارگی اسی دور میں بے حد بڑھ گئی اور پھر اس کے بعد ان تہذیبوں کو کسی نے نہیں دیکھا۔ کیا معلوم کہ تہذیب کا آفتاب جنسی دلدلوں میں ہی غروب ہوتا ہو۔

یہ جنسی آوارگی کے دور اگر جنسی بدچلنیوں تک ہی محدود رہیں تو کیا کم ستم ہے لیکن یہی نہیں ہوتا بلکہ اس دور کے پنڈت اور ودوان تمام [illegible] اس کے برے پہلوؤں کی اچھائیاں کرنا شروع کر دیتے ہیں اور گذشتہ روایات کو بھی اسی طرح توڑ مروڑ دیتے ہیں گذرے ہوئے مظلوم انبیاء اس قطع برید کے خلاف کوئی گواہی نہیں دے سکتے کیونکہ وہ تو اس وقت موجود ہی نہیں ہوتے۔

یہی حالت ہندوستان کے عظیم الشان نبی کے ساتھ روا رکھی گئی جس کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کان فی الھند نبیا اسود اللون اسمہ کاھنا

بدقسمتی سے کہ مسلمان قوم جو اس ہندوستان کے برصغیر میں سینکڑوں برسوں سے آباد چلی آتی ہے اور جس کی کثیر تعداد اسی برصغیر کے قدیمی باشندوں پر مشتمل ہے اس نے بھی کبھی یہ نہ سوچا کہ اس ملک میں ایک نبی اللہ کے متعلق غلط باتیں مشہور ہیں انہیں دور کر دیں کیونکہ نبی ایسی باتوں سے پاک ہوتا ہے۔

سو جس طرح خدا تعالےٰ قدیم سے انبیاء کے لئے غیرت رکھتا ہے اور ان کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کر دیتا ہے اسی طرح وہ آج بھی غیرت والا ہے اس ملک میں جو لوگ حضرت کرشن علیہ السلام کو مانتے ہیں انہوں نے جو چلن پیش کیا وہ انتہائی کریہہ تھا اور ایک پوری قوم نے تقریباً اس برگزیدہ کی نبوت سے ہی انکار کیا تو خدا تعالےٰ نے ہزار ہا سال بعد اس ملک کو عزت بخشی اور فخر الانبیاء حضرت نبی کریم صلعم کے نور سے اس دیش کو روشن کیا۔ جس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ نے تمام انبیاء کی سعادت اور معصومیت کی شہادت دی ہندوستان کے اس نبی کی معصومیت کی بھی حضورؐ نے شہادت دی اور وہ اس طرح کہ حضورؐ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے ایک فارسی الاصل ہندباسی کو خدا تعالےٰ نے اپنی وحی سے نوازا اور کہا کہ ہندوستان کے رہنے والوں کو کہدو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سچا ہے اور کہو کہ حضرت کرشن علیہ السلام خدا تعالےٰ کے نبی تھے اور ان تمام خطاؤں سے مبرا تھے جو تم ان کی طرف منسوب کرتے ہو۔ اور میں تمہارا وہ موعود ہوں جو کلجگ میں آنے والا تھا۔

آج ہندوستان میں قوموں کے درمیان ایک کھچاؤ ہے۔ لیکن کیا ہندومت کے ماننے والے ۲۴ راگست کو جنم اشٹمی مناتے ہوئے یہ سوچنے کی کوشش کریں گے کہ ۲۴ راگست کو آنے والا جس بھگوان سے پیغام لے کر آیا تھا آج وہ بھگوان کیوں خاموش ہے۔ اور اگر خاموش نہیں تو اس نے وہ الٰہی وحی کا راستہ کس پر کھولا ہے۔ اسی ہندوستان میں آج سے پچاس سال قبل ایک مہارشی نے جب انہیں پکارا تھا کہ وہ کرشن کا مثیل ہے تو انہوں نے اسے کیا اسی لئے ماننے سے انکار کر دیا تھا کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق اور امتی ہے۔ اے ہندوستان کے باسیو حضرت کرشن علیہ السلام کی جنم اشٹمی پر اتنا تو سوچ جاؤ کہ حق و انصاف کی بابت فرض ہے۔ کرشن آ گئے امن و سلامتی کی دعوت آ گئی۔ ہندوستان کی دھرتی پر بکھری ہوئی تمام قوموں کو ایک جگہ اسی راہ سے آنا ہوگا۔

ہوائی حملوں سے بچنے کیلئے دفاعی تدابیر

(بقیہ از صفحہ ۱۰)

کو ہر اولے کر آگ کا مقابلہ کرتا ہے پہلے آگ کا سرسری جائزہ لے کر فوراً اپنے کام میں مشغول ہو جاتا ہے اس کے لئے پارٹی کے دونوں آدمی ایک پمپ چلانے والا۔ دوسرا پانی مہیا کرنے والا دونوں اس کے حکم کے مطابق تعاون کرتے ہیں۔ یہ پارٹی پیشتر سے اپنے کام میں ماہر ہوتی ہے۔

آگ اور بموں پر قابو پا لینے کے بعد پارٹی لیڈر اچھی طرح اطمینان کر لیتا ہے کہ واقعی آگ بجھ چکی ہے۔ اس یقین کے بعد وہ اپنے سامان کو سمیٹتے اور اپنی جگہ پر واپس لوٹ آتے ہیں۔

اگر آگ سٹرپ پمپ کے ذریعہ قابو میں آنے والی نہ ہو تو وہ فائر بریگیڈ کی مدد بلواتے ہیں۔ اس دوران میں کام میں مشغول رہتے ہیں اور حتی المقدور آگ کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں تا آنکہ فائر بریگیڈ آ جائے۔ آگ لگتے ہی ہر پارٹی بغیر کسی حکم کا انتظار کئے فوراً اپنے کام میں مصروف ہو جاتی ہے۔

باقی ——— باقی

ہفتہ وار پیغام صلح - ۲۲ اگست ۱۹۵۱ء - رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۸ شمارہ نمبر ۳۱

چٹ

[illegible] ایڈیٹر غلام ربانی ایل ایل بی بی ڈی [illegible] مقام اشاعت احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور پرنٹر پبلشر شیر محمد اختر مطبع تعلیمی پرنٹنگ پریس [illegible] سرکلر روڈ لاہور [illegible] زرسالانہ [illegible] پاکستانی [illegible] ہندوستانی [illegible] ممالک غیر [illegible] زرسالانہ [illegible] شلنگ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے :- چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان سے :- ۱۲ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر سے :- ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عتاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۵ ذیقعدہ سنہ ۱۳۷۰ھ - ۲۹ اگست سنہ ۱۹۵۱ء | نمبر ۳۲

دو محترم بزرگوں کی خدماتِ اسلام انگلستان میں

خانبہادر غلام ربانی صاحب اور جناب میاں محمد صاحب ملزاونر

ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب کا مکتوب گرامی

شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان)

مکرم محترم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آج ابھی دو نہایت ہی مہربان دوست اور بزرگ ہستیوں کو رخصت کر کے گھر واپس آیا ہوں اور اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکان ویرانہ ہے اور جگہ سونی ہے۔ میری مراد جناب خانبہادر غلام ربانی خاں صاحب جو دو سال کے بعد عازم پاکستان ہوتے ہیں۔ اور مکرم محترم جناب الحاج شیخ میاں محمد صاحب اور انکے رفقاء سے ہے جو دو ماہ سے زائد عرصہ یہاں بسر کرنے کے بعد پاکستان واپس تشریف لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان ہر دو بزرگوں کا حامی و ناصر ہو اور بخیر و عافیت پہنچائے آمین۔ میرا دل اس وقت جدائی کے جذبات سے پُر ہے لہذا اس وقت تفصیلات کے ساتھ ان کے کام۔ ان کے اخلاص۔ [illegible] بے لوث محبت۔ ہر دلعزیزی۔ تبسم [illegible] خدمت اسلام کے متعلق کچھ عرض نہیں [illegible] اول الذکر بزرگ نے بڑی بھاری قربانی کر کے دو [illegible] سے وطنی میں صرف کئے۔ اور باوجود امیر ہونے کے میرے ہاں نہایت سادگی اور غربت میں گزارہ کرتے رہے ان کا حسن اخلاق۔ بچوں۔ نوجوانوں بزرگوں کے ساتھ حسن سلوک ایسی چیزیں ہیں جو مدت العمر تک یاد رہیں گی اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ اور وہ جس خاص کام کو مد نظر رکھ کر واپس تشریف لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں ان کا ممد و معاون ہو اور ان کو اس اہم اور مشکل فرض کی کما حقہ ادائیگی میں اعلیٰ کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔ ہم سب ان کی جدائی کو بڑا محسوس کر رہے ہیں۔ ان کے تشریف لے جانے سے جو خلا یہاں کے کام میں پیدا ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ ہی اسکو پر کرنے کے سامان پیدا کر دے۔

دوسرے بزرگ الحاج شیخ میاں محمد صاحب گو صرف تقریباً دو ماہ یہاں مقیم رہے ہیں لیکن اس قلیل عرصہ میں ان کے حسن اخلاق اور حسن سلوک اور تقوےٰ اور نیکی نے سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ مجھے تقریباً دو ہفتہ ان کے ہمراہ سفر کرنیکا اتفاق ہوا جبکہ وہ اور میں ہالینڈ اور جرمنی میں ہاں کے مشنوں کی دیکھ بھال کے لیے گئے۔ اس سفر میں بالخصوص مجھے ان کے ایثار۔ ان کی نیکی اور قلبی کیفیت کا گہرا علم ہوا۔ باوجود امارت اور وجاہت کے ان کا اس قدر رستی۔ اور غریب طبع اور ہمدرد ہونا بے نظیر اور بے مثل ہے یوں تو مسلمانوں میں بیشمار بڑے بڑے مالدار اور تجار موجود ہیں لیکن اس دولت اور امارت کو خدا کی امانت تصور کرنا اور اسکو بے دریغ خدا کی راہ میں صرف کرنا بڑی قابل قدر و قابل رشک چیز ہے۔ میاں صاحب موصوف نے جو مالی قربانیاں کی ہیں ان کے تفصیلی ذکر کا یہ موقع نہیں۔ ہالینڈ کے پورے مشن کے جملہ اخراجات کا برداشت کرنا کوئی معمولی قربانی نہیں۔ صاحب موصوف نے میرے سفر ہالینڈ و جرمنی کے تمام اخراجات خود برداشت فرمائے جس کے لئے میں انجمن کی طرف سے بھی ان کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں ورنہ یہ اخراجات انجمن کو برداشت کرنے پڑتے۔ پھر یہاں ووکنگ مسجد کے لئے انہوں نے تقریباً ۱۰۰/- روپے کی رقم مرحمت فرمائی۔ یہاں مسجد میں HEATERS کا کوئی انتظام نہ تھا اور میرے صرف اس طرف اشارہ کرنے پر انہوں نے فوراً فرمایا کہ میں ہیٹر لگوا لوں اور جو خرچ ہوگا وہ ادا کریں گے۔ پھر اپنے دوران قیام میں مسلم سوسائٹی جس کے وہ خود لائف ممبر ہیں کو AT HOME دیا۔ غرضیکہ اس عرصہ دو ماہ میں تقریباً دو ہزار روپے (علاوہ مستقل اخراجات جن کے وہ کفیل ہیں) صرف کئے۔ پھر بیرونی ملکوں کے لئے تکلیف گوارا فرما کر اس میں حصہ لیتے رہے۔ لوگوں سے ملنا ملانا ان سے گفتگو کرنا۔ پیغام حق اور تبلیغ

> ## اللہ تعالیٰ کے نور کا سب سے بڑا نقش
>
> خدا تعالیٰ کے نور کا سب سے بڑا نقش یہی ہے کہ آپ جیسا کوئی فرد کبھی دنیا میں نہیں ہوا ہر ایک ملک سچائی سے خالی تھا اور اسی رات کی طرح تھا جو بالکل تاریک ہو، خدا تعالیٰ نے اسکو بھیجا اور سچائی کو پھیلایا اس (راستی مجسم) کی آمد سے (مردہ) زمین میں جان آگئی آپ قدسی امر کمال کے باغ کا ایک پودا ہیں آپکی تمام اولاد سُرخ پھولوں کی طرح ہے۔
>
> (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

"تاتوانی باجماعت یار باش"

مولانا مرتضیٰ خان حسن صاحب بی-اے

"تا توانی باجماعت یار باش" ؞ غم گسار و مونس و غم خوار باش
تا توانی با نکوکاراں نشیں ؞ تا توانی از بداں بیزار باش
دُور باش از فتنہ و شرّ و فساد ؞ وز شریرانِ جہاں ہشیار باش
در دو عالم گر بخواہی سروری ؞ خاکِ پائے احمدِ مختار باش
عمرِ تو بگذشت و در خوابی ہنوز ؞ این چنیں غفلت چرا بیدار باش
از تکبر سینہ می بالید تہی ؞ ہاں مشو خود بیں ولے خوددار باش
توبہ از افعالِ بدکن اے غوی ؞ با تضرع محوِ استغفار باش
عاجزاں را ملجا و ماویٰ بشو ؞ بیکساں را ہمچو خدمتگار باش
از رموزِ معنوی آگاہ شو ؞ نکتہ سنج و محرمِ اسرار باش
تو مرا دادی متاعِ دردِ دل
شاد باش اے عشق برخوردار باش

آہ ڈاکٹر نظام ا... صاحب

کسی دوسری جگہ اخبار احمدیہ کی ذیل میں ڈاکٹرز
مرحوم ہماری جماعت کی نہایت محترم ہستیوں میں۔
اور عملی حصہ لیتے رہے، نہایت خوش اخلاق و بنجا...
تھا اور اسی میں آخر عمر تک منہمک رہے، عمر اسّی سال سے
چالاک اور چلنے پھرنے کے عادی تھے، اسی سال شروع موسم گرما
مولانا عزیز بخش صاحب کو ترقی صحت کے لئے اپنے ساتھ گلگ
تو وہاں جاکر صحت سے ہاتھ دھو بیٹھے اور عالم جاودانی ک
دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور ا
صبر جمیل عطا فرمائے اور انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

...ب کی وفات کی خبر درج کی گئی ہے ڈاکٹر صاحب
...بستہ سلسلہ کے کاموں میں نہایت گہری دلچسپی
...ے تھے حق گوئی اور حق کوشی آپ کا مشغلہ
لیکن اس پیرانہ سالی میں بھی نہایت چست
...ں لاہور آئے ہوئے تھے، اور حضرت
...ن لے جانا چاہتے تھے۔ خدا کی شان
...بگئے انا للہ وانا الیہ راجعون
...رزندوں اور دیگر لواحقین کو

بچوں کا صفحہ — مولانا مرتضیٰ خان صاحب

تجارت میں دیانت

بچو! تم نے امام ابو حنیفہؒ کا نام سُنا ہوگا۔ یہ فقہ کے بہت بڑے امام گذرے ہیں۔ یوں بھی بہت عالم و فاضل تھے۔ اور قرآن اور حدیث پر ان کی بڑی نظر تھی۔ نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے ان کو امام اعظم بھی کہتے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث سے بڑے بڑے مشکل مسئلوں کے حل کرنے میں ان کو پوری مہارت حاصل تھی۔ جو لوگ ان کے بتائے ہوئے مسئلوں پر چلتے ہیں ان کو حنفی کہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں زیادہ تر حنفی لوگ ہی پائے جاتے ہیں۔ ہاں دوسرے ملکوں میں مالکی۔ حنبلی اور شافعی لوگ بھی بہت ہیں جو اپنے اپنے اماموں کے بتائے ہوئے مسئلوں پر چلتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ تجارت میں لوگ عام طور پر دھوکے اور فریب سے کام لیتے ہیں بعض لوگ کم تولتے ہیں۔ کپڑا ناپنا ہو تو اس میں دھوکہ کرتے ہیں۔ خراب اور ناقص چیز دے کر پوری قیمت وصول کر لیتے ہیں۔ یہ بڑی ہی بد دیانتی اور بے ایمانی کی باتیں ہیں۔ خدا اور خدا کے رسول نے اس سے سخت منع فرمایا ہے۔ اور ایسے لوگ قیامت کے دن سخت سزا پائیں گے۔ ہمارے نبی نے فرمایا ہے کہ راستباز تاجر قیامت کے روز نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

امام ابو حنیفہ بھی تجارت کرتے تھے۔ لیکن کیا مجال کہ ذرہ بھر بے جا فائدہ حاصل کریں اگر کسی کپڑے میں ذرا بھی نقص ہوتا تو گاہک کو فوراً صاف صاف بتا دیتے اور واجبی قیمت لیتے تھے۔

ایک دفعہ دلّال کو آپ نے ایک ریشم کا تھان دیا۔ اور ساتھ ہی اسے بتا دیا کہ اس تھان میں یہ نقص ہے۔ گاہک کو اچھی طرح سے سمجھا دینا کہ اس میں یہ خرابی ہے اور قیمت میں کمی کر دینا۔ دلال تھان لے گیا۔ کئی دن یہ تھان اس کے گھر پڑا رہا۔ اور جو کچھ امام صاحب نے بتایا تھا وہ بھول گیا۔ اس نے تھان کو بیچ کر قیمت وصول کر لی۔

جب وہ قیمت لے کر امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے سب سے پہلے یہی پوچھا کہ کیا تم نے گاہک کو بتا دیا تھا کہ اس تھان میں یہ نقص ہے۔ اس نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ یہ تو میں بالکل بھول گیا ہوں۔ اس پر امام صاحب کو بہت رنج ہوا۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور اس گاہک کو تلاش کرو۔ دلال بہتیرا ادھر ادھر پھرا مگر گاہک کا پتہ نہ چلا۔ آخر واپس آ کر امام صاحب سے کہنے لگا کہ گاہک تو نہیں ملتا۔ اب کیا کیا جائے۔ امام صاحب بہت رنجیدہ خاطر ہوئے۔ جس قدر قیمت وصول ہوئی تھی وہ سب کی سب بیت المال میں بھیجدی اور فرمایا کہ اب یہ اندازہ نہیں ہو سکتا کہ کس قدر قیمت مجھے وصول کرنی چاہئے تھی اور کس قدر گاہک کو واپس کرنی تھی۔

راستباز اور دیانتدار لوگوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے۔ وہ ناجائز روپے کو حرام سمجھتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ جب تم کوئی لین دین کرو تو گاہک کو چیز کے نقص سے آگاہ کر دو۔ لیکن افسوس کہ مسلمان اب نکمی چیزیں دھوکے سے بیچ کر پوری کی پوری قیمت وصول کرتے ہیں۔ گھی میں ملاوٹ کی جاتی ہے اور اسکو خالص ظاہر کرکے پورے دام وصول کرتے ہیں۔ صرف گھی ہی نہیں عام طور پر ہر چیز میں جہانتک ممکن ہو دغا اور ملاوٹ کرتے اور انہیں خالص بتاتے ہیں۔ ایسی تجارت آج نہیں تو کل ضرور تباہی کا باعث ہوگی۔ ایمانداری

پیغام صلح
جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۲۵ ذیقعد ۱۳۷۰ھ | نمبر ۳۲

عالمگیر مذہب انسانیت

دنیا میں امن و اتحاد کا واحد ذریعہ

ہندوستانی کلچر سوسائٹی الہ آباد کی طرف سے ایک ماہوار رسالہ "نیا ہند" کے نام سے اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے جس کے عملہ ادارت میں ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی اور عموماً ایسے مضامین اس میں شائع ہوتے ہیں جن میں مذاہب اور قوموں کے مابین اتحاد و اتفاق کی تعلیم دی جاتی ہے،

۱۰ اگست ۱۹۵۱ء کے رسالہ میں ایک مضمون "دھرم مذہب کی ضرورت" کے عنوان سے عملہ ادارت کے ایک رکن ڈاکٹر بھگوان داس نے لکھا ہے جس میں قرآن انجیل، وید اور پارسی مذہب کی متشابہ باتوں کو نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ سب مذاہب کی تعلیم ایک ہی ہے اور ان سب میں سے مشترک باتوں کو نکال کر ایک عالمگیر مذہب انسانیت بنایا جائے تو اس پر تمام دنیا کا اتحاد قائم ہو سکتا ہے چنانچہ لکھا ہے:-

"ہم آج تک سنتے چلے آتے ہیں کہ ہر بچے کو تین آر بچے پڑھنا۔ لکھنا اور حساب سکھانا ضروری ہے ان تین میں ایک چوتھا آر یونیورسل ریلیجن یعنی ایک عالمگیر مذہب انسانیت، مانو دھرم کا بھی ہمیں جوڑ لینا چاہیئے، پر پہلے اس مانو دھرم کو کھوج نکالنا اور سمجھنا ہوگا یہ مانو دھرم وہ اصول ہیں جو سب دھرم مذھبوں کے اندر ایک برابر پائے جاتے ہیں دنیا کے تعلیم دینے والوں اور سائنس والوں کا فرض ہے کہ وہ اس کام میں مدد دیں الگ الگ متوں اور تفرقوں کے اندر سے ایکتا کے جواہر بین نکالیں اس کے لیئے دنیا کے سب بڑے بڑے مذہبوں کی کھوج ضروری ہے پھر ان ایکتا کے قیمتی جواہرات کو جمع کر کے کتابوں اور پاٹھوں کی صورت میں دنیا کے سب لڑکوں اور لڑکیوں کو سکھا دیں دنیا کو ایک کرنے کے جتنے طریقے بتائے جا رہے ہیں ان میں سب سے مفید، سب سے ضروری اور سب سے ٹکاؤ طریقہ یہی ہے"

نہایت معقول تجویز ہے اور اس میں شک نہیں کہ مذاہب عالم کے اندر ایسے مشترک اصول پائے جاتے ہیں جن پر بنی نوع انسان کا اتحاد قائم ہو سکتا ہے، مثلاً ایک خدا کا تصور، نبیوں اور رشیوں کا خدا کی طرف سے نیکی کی تعلیم یا ہدایت لیکر آنا، زندگی بعد الموت پر ایمان، یہ وہ چیزیں ہیں جو ہر مذہب کے اندر پائی جاتی ہیں، اگرچہ ان کی تفصیلات میں بہت سا اختلاف بھی پایا جاتا ہے مثلاً ہندو مذہب میں ایک خدا کے تصور کے لئے مورتی پوجا پر زور دیا گیا پارسی مذہب میں خیر و شر کے دو الگ الگ خدا مانتے ہوئے ایک خدا کو ماننا ضروری ٹھہرایا گیا ۔ عیسائیت میں الوہیت کے تین مظاہر باپ بیٹا اور روح القدس پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا، اور پھر ان تینوں کو ایک بھی کہا جاتا ہے، گویا توحید کا پہلو سب جگہ موجود ہے، اور اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام نے تمام مذاہب کو یہ دعوت دی ہے تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ، آئیے ایک ایسی بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوائے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوائے اپنا رب بنا لے،

ایسا ہی انبیاء، کتابوں اور زندگی بعد الموت کے بارہ میں بھی جملہ مذاہب کا عقیدہ ایک ہے، اگرچہ تفصیلات میں اختلاف پایا جاتا ہے اسلام نے ان تمام اختلافات کو پس پشت پھینکتے ہوئے یہ ضروری قرار دیا، کہ تمام انبیاء پر ایمان لایا جائے، تمام کتابوں کو اپنی اصلیت میں خدا کی طرف سے سمجھا جائے اور زندگی بعد الموت یا یوم آخرت پر یقین رکھا جائے۔

یہی وہ اصول ہیں جن پر دنیا کا اتحاد قائم ہو سکتا ہے اور اسلام نے یہ اصول اپنی اصلی شکل میں دنیا کے سامنے رکھ دیئے ہیں، دنیا کے سائنسدانوں کا مذاہب کی کھوج نکالنا اور ایکتا کے قیمتی جواہرات کو جمع کرنا ایک تحصیل حاصل ہے، یہ تمام جواہرات قرآن کریم کے اندر جمع کر دیئے گئے ہیں، جو سب سے آخری کتاب ہے اور دنیا کے تمام عقلمند اور سائنسدان یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ عالمگیر مذہب انسانیت اگر کوئی ہو سکتا ہے تو اسلام ہی ہے جس نے ایک خدا کی تعلیم دے کر نسل انسانی کو ایک ایسی وحدت و اخوت کے پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیا جہاں رنگ و نسل اور وطن و قومیت کے تمام اختلافات کوئی حیثیت نہیں رکھتے، اور تو اور خود "نیا ہند" کے عملہ ادارت کے ایک قابل رکن پنڈت سندر لال ایک سابقہ پرچہ میں اسی امر کی طرف توجہ دلا چکے ہیں، ان کے یہ الفاظ قابل غور ہیں:-

"اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ دنیا آج کل کے سب الگ الگ مذہبوں کی دیواروں سے باہر نکل کر ایک مذہب انسانیت، ایک مانو دھرم ایک ریلیجن آف ہیومینٹی ایک "پریم دھرم" یا مذہب عشق کی طرف بڑھ رہی ہے دنیا کے بڑے بڑے مذھبوں میں اسلام سب سے حال کا مذہب ہے اس میں ایک عالمگیر مذہب کا ڈھانچہ اور روح دونو موجود ہیں اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس آنے والے مذہب انسانیت کو شکل دینے میں اسلام کسی دوسرے مذہب سے کم حصہ نہیں لے گا"

غور کیجئے جس مذہب کے اندر عالمگیر مذہب کا ڈھانچہ اور روح دونوں موجود ہیں، اس کے ہوتے ہوئے کسی اور مذہب انسانیت کو شکل دینے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے، اور سوائے اس کے کہ دنیا اسلام کے نام کے ساتھ بغض و تعصب کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ نہ ہو، اور کونسی وجہ ہے کہ اسکو عالمگیر مذہب انسانیت قرار نہ دیا جائے، آج دنیا کو امن اور اتحاد کی ضرورت ہے اور یہ امن اور اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا جب تک اس عالمگیر مذہب کو قبول نہ کیا جائے جو اپنے ماننے والوں میں انسانیت اخوت و اتحاد کا وہ جذبہ پیدا کر چکا ہے جس نے انہیں امن و سلامتی کی بلند ترین منزل پر پہنچا دیا۔ اُس وقت جبکہ عرب جیسے ملک میں جنگوں اور لڑائیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری تھا اور تمام ملک ہر قسم کی بدیوں اور فواحش میں اس طرح غرق ہو چکا تھا کہ ان کی اصلاح ایک ناممکن امر سمجھا جاتا تھا، یہاں تک کہ یہودیت و نصرانیت کی تمام کوششیں اور قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں بھی اس بارہ میں ناکام ہو کر رہ گئیں، اسلام امن و اتحاد کا پیغام لیکر آیا اور اس نے عملاً وہ امن و اتحاد پیدا کر دیا ملک کی اخلاقی اور تمدنی حالت میں وہ انقلاب پیدا کر دکھایا جس سے آج دنیا کے بڑے بڑے عقلمند انگشت بدنداں ہیں، اسی کا ذکر قرآن کریم نے اس آیت میں فرمایا ہے:-

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا، کذالک یبین اللہ لکم ایاتہ لعلکم تہتدون،

اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم دشمن تھے، تمہارے دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دی پس تم اسکی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے تمہیں اس سے بچایا اسی طرح اللہ اپنی آیتیں بیان کرتا ہے کہ تم ہدایت پاؤ۔

آج پھر دنیا آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑی ہے اور قریب ہے کہ اس میں گر کر بھسم ہو جائے، اسکو اگر بچایا جا سکتا ہے تو اسی عالمگیر مذہب انسانیت، اسی مذہب اخوت و اتحاد کے ذریعہ سے جو اسلام کے نام سے دنیا میں موجود ہے، یہی ایک طریقہ ہے جس سے دنیا ایک ہو سکتی ہے اور یہی وہ ذریعہ ہے جس سے دنیا بدیوں اور بدکرداریوں کے اتھاہ گڑھے سے نکل کر اخلاق و روحانیت کے بلند مقام پر کھڑی ہو سکتی ہے۔

سانحۂ ارتحال

چک ۶۸۷ ٹ ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ میری بھتیجی بشیراں بی بی دختر چوہدری نبی بخش صاحب ایک ہفتہ ہوا قضائے الٰہی فوت ہو گئی، اناللہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت نصیب کرے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

اخبار و افکار

اسلامی ضابطۂ اخلاق

بھارتی لیڈروں کی طرف سے مشرقی بنگال کے ہندوؤں پر ظلم وستم اوران کی عورتوں کے اغوا کی جو کہانیاں مشہور کی جارہی ہیں ملک فیروز خاں نون گورنر مشرقی بنگال نے اپنی ایک تقریر میں اس کی تردید کرتے ہوئے بتایا کہ مسلمانوں کے نزدیک ہندو عورتوں کی بھی وہی عزت ہے جو ان کی اپنی ماؤں اور بہنوں کی عزت ہے اور وہ ہرگز کسی ہندو عورت کو بری نظروں سے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے اس لئے اغوا کی تمام داستانیں بالکل بے بنیاد اور غلط بیانی پر مبنی ہیں، ملک صاحب کا یہ بیان فی الحقیقت اسلامی ضابطۂ اخلاق کی صحیح ترجمانی ہے - اور ہر وہ شخص جس نے تاریخ اسلام کو بغض و تعصب کی عینک اتار کر مطالعہ کیا ہے اس امر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مسلمانوں نے جنگ ہو یا امن ہر موقع پر عورت کو بلحاظ مذہب و ملت ہر قسم کی رسوائی سے بچایا ہے، اور دشمنوں کی عورتوں کی پوری حفاظت کی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر جب دشمنوں کی طرف سے اسلامی افواج کو عورتوں کا لالچ دیا گیا اور خوبصورت عورتوں کی قطاروں میں سے انہیں گذارا گیا تو اس وقت بھی فوجی سپاہیوں نے فاتح ہونے کے باوجود نظر تک اٹھا کر نہیں دیکھا۔

فریب دہ پراپیگنڈا

آج اس گئے گذرے زمانہ میں بھی مسلمان اس قدر گرا ہوا اور ذلیل نہیں کہ اپنی ماتحت قوم کی عورتوں کو جو اس کی ماؤں بیٹیوں اور بہنوں کا مرتبہ رکھتی ہیں اغوا کرلے یا انہیں بری نظر سے دیکھے یہ محض سیاسی پراپیگنڈا ہے جو بھارت کی طرف سے اپنے ذلیل گناہوں کو چھپانے کے لئے کیا جارہا ہے، کیا یہ تعجب انگیز امر نہیں کہ ایک طرف ہزارہا مسلمانوں کو کھوکھراپار کے رستے پاکستان کی طرف دھکیلا جارہا ہے اور دوسری طرف مغربی بنگال سے بہت سے ہندو ترک وطن کرکے مشرقی بنگال آرہے ہیں جس سے ثابت ہے کہ بھارتی مملکت میں نہ مسلمانوں کے لئے آرام ہے اور نہ ہندوؤں کو ہی اطمینان کی زندگی میسر ہے، انہیں اگر آرام ملتا ہے تو پاکستان میں ہی ملتا ہے باوجود اس کے اغوا اور مظالم کی داستانیں مشہور کرنا دنیا کو فریب دینا نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ ہم ہی نہیں کہتے مشرقی بنگال کے ہندو لیڈروں کے اعلانات اس پر شاہد ہیں، حال ہی میں نواکھالی کے دو بڑے ہندو لیڈروں ہرن چندر راگھوش چودھری ایم۔ ایل۔ اے اور آشوتوش چودھری ممبر ضلعی اقلیتی بورڈ نے اپنے مشترکہ بیان میں لکھا ہے کہ ہندو وہاں نہایت امن اور اطمینان سے زندگی بسر کررہے ہیں اور اس وقت نواکھالی سے کوئی ہندو ترک وطن کرکے باہر نہیں جارہا، انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ ضلع نواکھالی سے ہندو عورتوں کے اغوا کے متعلق بھارت کی طرف سے جو داستانیں مشہور کی جارہی ہیں وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہیں۔

ایسا ہی ایک اور ہندو لیڈر بابو راجندر اکمار رائے نے لکھا ہے:۔

"میں نہایت زور سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ مشرقی بنگال میں اقلیتی فرقہ کی جانیں، مال جائداد، مذہب اور تمدن بالکل محفوظ ہے، ہندو پریس پاکستان کی اقلیتوں کے متعلق جو کچھ لکھ رہا ہے وہ محض مگرمچھ کے آنسو ہیں جو ان بے انصافیوں کے چھپانے کے لئے بہائے جارہے ہیں جو بھارت میں اقلیتوں کے ساتھ کی جارہی ہیں"

کیا یہ الفاظ اس مکر و فریب کے جال کو آشکارا نہیں کرتے جو بھارت کے حکام اور پریس کی طرف سے بچھایا جارہا ہے؟

جہاد کا مسئلہ

احراری غنڈوں کے لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری نے حال ہی میں موچی دروازہ میں تقریر کرتے ہوئے پھر اسی غلط بیانی کا اعادہ کیا ہے، جس کا جواب بارہا مرتبہ دیا جاچکا ہے اس نے کہا کہ مرزا صاحب نے جہاد منسوخ کردیا اس لئے جماعت احمدیہ آنے والی جنگ میں پاکستان کا ساتھ نہیں دے گی، (انا للہ وانا الیہ راجعون)، کس قدر خلاف بیانی اور دور از حقیقت بات ہے، کب حضرت مرزا صاحب نے جہاد کو منسوخ کیا جہاد بالسیف بھی جس کی اجازت قرآن نے مخصوص حالات میں دی ہے نہ کبھی منسوخ ہوسکتا ہے نہ حضرت مرزا صاحب نے منسوخ کیا ہاں آپ نے جس جہاد کو حرام قرار دیا وہ مولویوں کا وہ عقیدہ جہاد ہے جس کے رُو سے خواہ مخواہ کفار کو مارنا اور زبردستی کلمہ پڑھانا ضروری سمجھا گیا، حالانکہ اسلام نے دین کے بارہ میں کسی جبر کو جائز نہیں رکھا لا اکراہ فی الدین اور جہاد بالسیف کی جو اجازت دی اس میں صاف طور پر فرمایا فاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین، خدا کے رستہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرو اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، پس جہاد بالسیف کے لئے دشمن کی طرف سے حملہ کا ہونا شرط ہے، اور یہ شرط انگریزوں کے زمانہ میں مفقود تھی، اسی لئے حضرت مرزا صاحب نے فرمایا دجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمن و ھذہ البلاد جہاد کی شرائط اس زمانہ اور ملک میں موجود نہیں، اور یہ صرف حضرت مرزا صاحب نے ہی نہیں کہا، بڑے بڑے علماء نے اس زمانہ میں یہی فتوے دیئے، اور تمام مسلمانوں یہاں تک کہ انگریزوں کے دشمنوں نے بھی عملاً جہاد سے انکار ہی کیا۔

آج اگر پاکستان کو دشمن کی طرف سے حملہ درپیش ہے اور مسلمان کی جان اور دین و ایمان خطرہ میں ہے تو کون ایماندار ہے جو اس خطرہ کو دور کرنے اور اسلام اور پاکستان کی حفاظت کے لئے حکومت کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ ہو، جماعت احمدیہ کی دونوں شاخوں نے اس بارہ میں حکومت پاکستان کا پورے طور پر ساتھ دینے کا اعلان کیا ہے اور کسی بخاری یا احراری کی غلط بیانی حکومت کو فریب نہیں دے سکتی۔

مسلمانانِ بھارت کا محضرنامہ

بھارت کے چودہ مقتدر مسلمانوں نے ایک محضرنامہ یو۔ این۔ او کے نمایندہ ڈاکٹر گراہم کو دیا ہے جس میں مسلم لیگ کے دو قومی نظریہ اور پاکستان کے دعوئے کشمیر کی مخالفت اس بناء پر کی گئی ہے کہ اس سے ہندوستان کے چار کروڑ مسلمان مصائب آلام کا شکار ہوجائیں گے، یہ ایک اور چال ہے جو بھارت نے کشمیر کے جھگڑے سے جان بچانے کے لئے چلی ہے، اس کا خیال ہے کہ چودہ مسلمانوں کا یہ محضرنامہ پاکستان کے مسلمانوں کو تڑپا دے گا اور وہ اپنے چار کروڑ بھائیوں کے لئے کشمیر بھارت کے حوالے کردیں گے شاید ایسا بھی ہوسکتا اگر اس ذریعہ سے ان چار کروڑ فرزندان اسلام کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ کشمیر دے کر بھی نہ صرف کشمیری مسلمانوں کے لئے ایک ابدی غلامی اور جبرو استبداد مول لے لیا جائیگا بلکہ ہمارے وہ چار کروڑ مسلمان بھائی بھی جن کی نمایندگی ان چودہ بھارتی مسلمانوں نے کی ہے کوئی سکھ کا سانس نہ لے سکیں گے، کیا بھارت میں مسلمانوں کو ہندو تمدن اختیار کرنے یا پاکستان چلے جانے کی جو تلقین ہو رہی ہے، جگہ جگہ ذرا ذرا سی بات پر جو فرقہ دارانہ فسادات ہو رہے ہیں، اور لکھو کھہا مسلمانوں کو کھوکھراپار کے رستے پاکستان بھیجا جارہا ہے وہ کشمیر کے تنازعہ کا نتیجہ ہے؟ نہیں ہرگز نہیں یقین کیجئے کہ یہ سب کچھ ہندو ذہنیت کا اثر ہے جو کشمیر دے کر بھی زائل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ہمارے چودہ معزز بھائیوں کے دلوں میں اگر اپنے ہم وطن چار کروڑ غریب مسلمانوں کا کوئی درد ہے تو انہیں چاہیئے کہ ہمت سے کام لیں اور بھارتی حکومت کو بتادیں کہ وہ جو کچھ کررہی ہے وہ عدل و انصاف اور انسانیت کے اصولوں کے خلاف ہے اور مسلمان کسی طرح بھی اسے برداشت نہیں کرسکتے اس کے لئے اگر انہیں مالی و جانی قربانیاں بھی دینی پڑیں تو مضائقہ نہیں، یقیناً ان کی یہی قربانیاں رنگ لائیں گی اور مسلمان ایک دفعہ پھر اسی ہندوستان میں اپنا سر بلند کرسکیں گے۔

(کشمیر کا مسئلہ بقیہ از صلہ)

سماچار ۲۶ر جولائی کے پرچہ میں شائع ہوا ہے:۔

"ماسٹر تارا سنگھ نے اعلان کیا ہے کہ سکھ دل سے ہند سرکار کے معاون اور مددگار ہوں گے اگر ہند سرکار سے پاکستان نے کوئی چھیڑ خانی کی سکھ اپنے گوردوارے اور جائدادیں پہلے ہی پاکستان سے واپس لینا چاہتا ہے"۔

(اخبار خالصہ سماچار امرتسر ۲۶ر جولائی ۱۹۵۱ء)

ماسٹر صاحب کو گوردوارے تو بار بار یاد آتے ہیں مگر وہ ہزاروں ہزار مساجد بھول جاتی ہیں۔ جو مشرقی پنجاب میں انہوں نے ویران کروادی ہیں۔ جناب من ہم پاکستانی خود کسی سے لڑنا نہیں چاہتے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ بھارت کو لاکھوں کشمیری مسلمانوں کو فوجی طاقت سے غلام بنانے کی اجازت دی جاسکتی ہے

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

اس مضمون میں قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے اس حصہ کو جس میں اجرائے نبوت پر بحث کی گئی ہے سامنے رکھتے ہوئے ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ——— بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۵۱ء

تردید دلائل امکان نبوت

امکان نبوت کے ثبوت میں بزرگان دین کے پیش کردہ اقوال پر ایک نظر

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے اقوال

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کے قائل ہیں قادیانیوں کی طرف سے شیخ ممدوح کے بعض فقرات پیش کئے جاتے ہیں، جن میں انہوں نے فرمایا ہے کہ صرف تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے، نہ کہ مقام نبوت، آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرنیوالی کوئی شریعت نہیں آسکتی نہ کوئی حکم بڑھا سکتی ہے، آنحضرت صلعم کے قول "لا رسول بعدی ولا نبی" کے یہی معنی ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو میری شریعت کی مخالفت کرے بلکہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت نبی آسکتا ہے، نبوت کلی طور پر نہیں اُٹھ گئی، صرف تشریعی نبوت بند ہے، لا نبی بعدی کے یہی معنی ہیں جس طرح فرمایا اذا ھلک قیصرہ فلا قیصرہ بعدہ واذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ عیسٰی علیہ السلام نازل ہوں گے اور وہ رسول ہوں گے لیکن شریعت کے ساتھ نہیں، ہماری شریعت سے فیصلے کریں گے، معلوم ہوا انقطاع رسالت کا ذکر جو "لا رسول بعدی ولا نبی" میں ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ کوئی شریعت والا رسول نہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

شیخ اکبر کے یہ فقرات جو آئے دن پیش کئے جاتے رہیں اور قادیانی تبلیغی پاکٹ بک میں بھی نقل کئے گئے ہیں سیاق وسباق عبارت سے اسی طرح کٹے ہوئے ہیں جس طرح مخالفین مسیح موعود آپ کی تحریرات میں کتر بیونت کرکے مطالب کو بگاڑتے ہیں، ان عبارات کا مطلب یہ ہے کہ شیخ اکبر کے نزدیک غیر تشریعی نبوت محدثیت اور ولایت سے اوپر نبوت ہی کی کوئی قسم ہے؟ آیا ان کے نزدیک شریعت کا لانا نبوت سے کوئی زائد چیز ہے جس کے زائل ہوجانے سے نبوت کا اجرا بند نہیں ہوسکتا جیسا کہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے؟ محولہ بالا عبارات کے علاوہ ان کے حسب ذیل فقرات کو بھی نقل کردیا جاتا تو اس سے یہ تمام باتیں اور شیخ اکبر کا مذہب پوری طرح واضح ہوجاتا:-

قالت عائشۃ اول ما بدی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا فکان لا یری رؤیا الا خرجت مثل فلق الصبح وھی التی ابقی اللہ علی المسلمین وھی من اجزاء النبوۃ فما ارتفعت النبوۃ بالکلیۃ ولھذا قلنا انما ارتفعت نبوۃ التشریع فھذا معنی لا نبی بعدہ ولکن اللہ من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ فقد قالت بہ النبوۃ بلا شک فعلمنا ان قولہ لا نبی بعدہ ای لا مشرع خاصۃ لا انہ لا یکون بعدہ نبی فھذا مثل قولہ اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ ولم یکن کسریٰ وقیصر الا ملک الروم والفرس وما زال الملک من الروم ولکن ارتفع ھذا الاسم مع وجود الملک فیھم وتسمی ملکھم باسم آخر بعد ھلاک قیصر فلا قیصر بعدہ ولم یکن کسریٰ کذالک اسم النبی زال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (فتوحات مکیہ جلد ۲ باب الثالث والسبعون ۷۳ - سوال الرابع والعشرون ص۵۸ مطبوعہ مصر)

یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی وہ رؤیا تھی پس آپ کوئی رؤیا نہ دیکھتے تھے مگر وہ صبح کی روشنی کی طرح سچی ہوتی تھی اور یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر باقی رکھا ہے اور وہ نبوت کے اجزاء میں سے ہے پس نبوت کلی طور پر نہیں اُٹھائی گئی اور اسی لئے ہم نے کہا کہ صرف تشریعی نبوت اُٹھائی گئی ہے اور لا نبی بعدہ کے یہی معنی ہیں اور اسی طرح فرمایا جس نے قرآن کو حفظ کیا نبوت اس کے دونوں پہلوؤں میں داخل کردی گئی، پس بلا شک اس کے ساتھ نبوت قائم ہوگئی، پس ہم نے جان لیا کہ آپ کے قول لا نبی بعدہٗ کا یہ مطلب ہے کہ کوئی خاص مشرع نبی نہیں آئے گا، یہ نہیں کہ نبی نہیں ہوگا یہ ایسا ہی ہے جیسے آنحضرت صلعم نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور کسریٰ اور قیصر روم اور فارس کے بادشاہ تھے اور روم اور فارس میں سے بادشاہ زائل نہیں ہوئے مگر قیصر اور کسریٰ کا نام اُٹھ گیا معہ ان بادشاہوں کے وجود کے جو اس نام سے ان میں تھے اور ان کے بادشاہوں کو کوئی اور نام دیدیا گیا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد **نبی کا نام زائل ہوگیا۔**

اس سے ظاہر ہے کہ شیخ اکبر کے نزدیک تشریعی نبوت کے اُٹھ جانے کے بعد جو نبوت رسول اللہ صلعم کے بعد جاری ہے وہ صرف رویائے صالحہ والی جزئی نبوت ہے ایسے جزئی نبیوں کا آنا بند نہیں ہوا۔ لیکن نبی چونکہ صرف مشرع ہی کو کہتے ہیں اور تشریعی نبوت اُٹھ چکی ہے اس لئے نبی کا نام اب زائل ہوگیا ہے اور جزئی نبوت پانے والوں پر یہ نام اطلاق نہیں پا سکتا۔ اور سن لیجئے، رویاء کی کیفیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

وھذا کلہ موجود فی رجال اللہ من الاولیاء والذی اختص بہ النبی من ھذا دون الولی الوحی بالتشریع فلا یشرع الا النبی ولا یشرع الا رسول خاصۃ (فتوحات مکیہ الباب الثامن والثمانون ومائتہ ص۲۷۶ مطبوعہ مصر)

یعنی یہ سب کچھ ان اللہ کے بندوں میں موجود ہے جو اولیاء میں سے ہیں اور وہ چیز جس سے ولی کے ماسوا نبی کو خاص کیا گیا ہے وہ وحی شریعت ہے پس کوئی شارع نہیں مگر نبی اور کوئی شارع نہیں ہوسکتا مگر خاص رسول"

ان فقرات میں کھول کر بتا دیا کہ نبی اور ولی میں صرف شریعت ہی کا امتیاز رکھا گیا ہے، اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ شیخ اکبر نے جو یہ فرمایا ہے کہ لا نبی بعدی سے صرف تشریعی نبوت کا انقطاع مراد ہے اور نبوت کلی طور پر نہیں اٹھائی گئی، تو اس کا یہی مطلب ہے کہ صرف اولیاء اللہ والی نبوت باقی ہے یعنی مکالمہ ومخاطبہ یا محدثیت، یہی ان کے نزدیک غیر تشریعی نبوت ہے، اس سے بڑھکر اور کوئی چیز نہیں۔

پھر فرماتے ہیں:-

فاخبر صلی اللہ علیہ وسلم ان الرؤیا من اجزاء النبوۃ فقد بقی للناس من النبوۃ لا یطلق اسم النبوۃ ولا النبی الا علی المشرع خاصۃ فحجر ھذا الاسم لخصوص وصف معین فی النبوۃ وما حجر النبوۃ التی لیس فیھا ھذا الوصف الخاص وانہ کان حجر الاسم۔ (فتوحات مکیہ الباب الثامن والثمانون ومائتہ ص۳۷۶ مطبوعہ مصر)

یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ رویا اجزائے نبوت میں کا ایک جزو ہے پس وہ لوگوں کے لئے نبوت میں سے باقی رہ گیا ہے، اور اس کے ساتھ نبوت کا نام اور نبی کا نام اطلاق نہیں پاتا سوائے خاص تشریعی نبی کے پس یہ نام اسی وصف کی خصوصیت کی وجہ سے جو نبوت کے لئے معین ہے، چھوڑ دیا گیا ہے اور وہ نبوت جس میں یہ خاص وصف نہیں ترک نہیں ہوئی اگرچہ نام ترک کردیا گیا ہے"

کس قدر صراحت سے بتا دیا کہ نبوت کا ایک جزو تو باقی ہے جو رویائے صالحہ ہے، لیکن اسکو نبوت یا اس کے پانے والے کو نبی نہیں کہہ سکتے نبی کا نام صرف صاحب شریعت ہی کے لئے مخصوص ہے۔

اس سے بھی زیادہ صراحت مطلوب ہو تو اس فقرہ کو پڑھئے:-

فالولایۃ نبوۃ عامۃ والنبوۃ التی بھا التشریع نبوۃ خاصۃ" (فتوحات مکیہ الباب الثالث والسبعون ص۲۴ مطبوعہ مصر)

یعنے ولایت نبوت عامہ ہے اور وہ نبوت جس کے ساتھ شریعت ہوتی ہے وہ نبوت خاصہ ہے، اس سے ظاہر

ہے کہ جس نبوت کے جاری ہونے کا شیخ اکبر نے ذکر کیا ہے اور جسے غیر تشریعی نبوت قرار دیا ہے وہ یہی نبوت عامہ ہے جو ولایت کا دوسرا نام ہے۔

دوسری جگہ اولیاء اور انبیاء کے امتیازات کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے:-

فهم ورثة الانبياء لاشتراكهم فى الخبر وانفراد الانبياء بالتشريع قال تعالىٰ يلقى الروح من امره على من يشاء من عباده فجاء بمن وهى نكرة لينذر يوم التلاق فجاء بما ليس بشرع ولا حكم بل بالانذار فقد يكون الولى بشيراً ونذيراً ولكن لا يكون مشرعاً۔

(فتوحات مكيه جلد ۲ باب الثامن والثمانون و مائة ص۲۷۰ مطبوعه مصر)

"پس وہ نبیوں کے وارث ہیں کیونکہ خبر میں (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام اور الہام پانے والے) ان کے شریک ہیں اور انبیا تشریع میں منفرد ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنا کلام اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے ڈالتا ہے یہاں مَن کو استعمال کیا ہے جو نکرہ ہے "تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے" پس وہ ایسی چیز لاتا ہے جو شرع نہیں اور نہ حکم ہے کیونکہ ولی بشیر ہوتا ہے اور نذیر ہوتا ہے لیکن مشرع نہیں ہوتا"

ان تمام عبارات کے ہوتے ہوئے چند دم بریدہ فقرات کو نقل کرکے یہ دعوے کرنا کہ حضرت محی الدین ابن عربی بھی اجرائے نبوت کے قائل ہیں کس قدر غلط بیانی سے کام لینا ہے حضرت عیسیٰ کے متعلق بھی جو انہوں نے کہا ہے کہ وہ نازل ہوں گے اور وہ رسول ہوں گے اس میں قادیانیوں کی کوئی تائید نہیں کیونکہ موخر الذکر اس حضرت عیسےٰ کی دوبارہ آمد کے قائل ہی نہیں جس کو انہوں نے رسول لکھا ہے لیکن اس بارہ میں الیواقیت والجواھر کی عبارت بھی پڑھ لینے کے قابل ہے:-

" وعبارة الشيخ فى الباب الثالث والتسعين من الفتوحات اعلم انه ليس فى امة محمد صلى الله عليه وسلم من هو افضل من ابى بكر غير عيسىٰ عليه السلام وذالك انه اذا نزل بين يدى الساعة لا يحكم الا بشرع محمد صلى الله عليه وسلم فيكون له يوم القيامة حشران حشر فى زمرة الرسل ملواء الرسالة وحشر فى زمرة الاولياء ملواء الولاية"

(اليواقيت والجواهر جزو ۲ ص۴۳)

یعنے شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ کے باب ۹۳ میں لکھا ہے کہ جان لے کہ وہ شخص امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے نہیں جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ماسوا ابو بکر سے افضل ہو اور حضرت عیسےٰ جب قیامت سے پہلے نازل ہونگے شرع محمدی سے حکم کریں گے پس قیامت کے دن ان کے دو حشر ہوں گے، ایک حشر رسولوں کے زمرہ میں لواء رسالت کے ساتھ اور ایک حشر اولیاء کے زمرہ میں لواء ولایت کے ساتھ۔

ایسا ہی فتوحات مکیہ میں خود شیخ اکبر لکھتے ہیں:—

" فاما ختم الولاية على الاطلاق فهو عيسىٰ عليه السلام فهو الولى بالنبوة المطلقة فى زمان هذه الامة"

(فتوحات مكيه جزو دوم باب الثالث والسبعون سوال ص۱۳)

"یعنے خاتم الولایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں پس وہ ولی ہے نبوت مطلقہ کے ساتھ اس امت کے زمانہ میں"

اس سے ثابت ہے، کہ حضرت عیسےٰ کی دوبارہ آمد کو بھی شیخ اکبر نے ولایت ہی کے رنگ میں مانا ہے اور صرف نبوت عامہ یا نبوت مطلقہ کی وجہ سے (جو ولایت کا دوسرا نام ہے) انہیں رسول کہا ہے اور یہ قطعاً غلط ہے کہ غیر تشریعی نبوت ان کے نزدیک ولایت سے اوپر کوئی مقام ہے، جو قادیانی اعتقاد کے مطابق نفس نبوت کے لحاظ سے سابق انبیاء کی نبوت سے کم نہیں، تشریعی نبوت ہی ان کے نزدیک نبوت خاصہ ہے جو ختم ہو چکی اور جو نبوت جاری ہے وہ صرف ولایت ہے، جس کو نبوت عامہ یا غیر تشریعی نبوت قرار دیا ہے۔

قادیانی پاکٹ بک نویس نے شیخ اکبر کی کتاب فصوص الحکم کی یہ عبارت نقل کی ہے:-

"واما النبوة التشريع والرسالة فمنقطعة فى محمد صلى الله عليه وسلم فلا نبى بعده مشرعاً...... الا ان الله لطف بعباده وابقى لهم النبوة العامة التى لا تشريع فيها (فصوص الحكم فص حكمة قدرية) جو نبوت رسالت شریعت والی ہوتی ہے پس وہ تو آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی ہے پس آپ کے بعد شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا ہاں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر مہربانی کرکے ان میں عام نبوت جس میں شریعت نہ ہو باقی رہنے دی یہ عام نبوت کیا ہے اوپر فتوحات مکیہ سے شیخ اکبر ہی کے الفاظ نقل ہو چکے ہیں فالولاية نبوة عامة "یعنی ولایت ہی نبوت عامہ ہے" اور علامہ عبدالغنی النابلسی نے شرح فصوص الحکم میں فابقى لهم النبوة العامة کی یہ تشریح کی ہے وهى مقام الولاية (شرح فصوص الحکم از علامہ عبدالغنی النابلسی جلد ۱ ص۲۱۱ مطبوعہ مصر)

یعنے یہ نبوت عامہ جو باقی رہ گئی ہے یہ مقام ولایت ہے پس شیخ اکبر پر یہ افترا ہے کہ وہ امکان اجرائے نبوت کے قائل ہیں۔

۲۔ امام شعرانی کا مذہب

امام شعرانی کو بھی قادیانی پاکٹ بک نویس نے امکان اجرائے نبوت کا قائل بنایا ہے اور ان کا یہ فقرہ نقل کیا ہے:-

"وقوله صلعم لا نبى بعدى ولا رسول المراد به لا مشرع بعدى"

(اليواقيت والجواهر جلد ۲ ص۴۲)

"کہ آنحضرت صلعم کا قول کہ میرے بعد نبی نہیں اور نہ رسول اس سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شریعت والا نبی نہیں"

جس جگہ سے یہ فقرہ نقل کیا گیا ہے وہیں پہلے فقرات میں یہ بھی لکھا ہوا موجود ہے:-

ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم العلم فى صورة اللبن ولما كان يؤول به رؤياه وهذا اما ابقاه الله تعالىٰ على الامة من اجزاء النبوة فان مطلق النبوة لم يرتفع وانما ارتفع نبوة التشريع فقط يؤيد ه حديث من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوة فى جنبيه فقد قامت بهذه النبوة بلا شك"

یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو عالم رؤیا میں دودھ کی صورت میں پایا اور اسی لئے اس کے ساتھ آپ کے رؤیا کی تاویل کی جاتی ہے، اور یہی (رؤیا ہی) جو اللہ تعالےٰ نے امت پر اجزائے نبوت میں سے باقی رکھا ہے، پس مطلق نبوت نہیں اٹھائی گئی اور صرف شریعت والی نبوت اٹھائی گئی ہے جیسے کہ اس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے جس نے قرآن کو محفوظ کیا نبوت اس کے دونوں پہلوؤں میں داخل کر دی گئی۔

پھر اسی الیواقیت والجواہر میں یہ بھی لکھا ہے کہ:-

وهذا باب اغلق بعد موت محمد صلى الله عليه وسلم فلا يفتح لاحد الى يوم القيامة ولكن بقى للاولياء وحى الالهام الذى لا تشريع فيه۔

(اليواقيت والجواهر المبحث الخامس والثلاثون ص۳۷ مطبوعه ازهريه مصر)

یعنے یہ دروازہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد بند کر دیا گیا اور قیامت کے دن تک کسی کے لئے نہیں کھولا جائے گا لیکن اولیاء کے لئے وحی الہام باقی ہے جس میں شریعت نہیں۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:-

نبوة التشريع قد انقطعت بموت رسول الله صلى الله عليه وسلم فيصير ملك الالهام يفهم ذالك الولى شريعة محمد صلى الله عليه وسلم ويطلعه على اسرارها۔

(اليواقيت والجواهر المبحث الثانى والاربعون ص۔۔۔)

یعنے شریعت والی نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے ساتھ منقطع ہو گئی پس الہام کا فرشتہ اس ولی کو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فہم دیتا ہے اور اس کے اسرار پر مطلع کرتا ہے۔

ایک اور جگہ شیخ اکبر کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

لما اغلق الله تعالےٰ باب الرسالة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ذالك من رشد ما تجرعت الاولياء مرارته لانقطاع الوصلة بينهم وبين من يكون واسطتهم الى الله تعالىٰ فرحمهم الحق بان ابقى عليهم اسم الولى الذى هو من جملة اسمائه تعالىٰ جبر المصيبتهم۔

(المبحث السادس والاربعون من اليواقيت والجواهر جلد ۲ ص۸۳)

ان تمام عبارات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ امام شعرانی اجرائے نبوت کے قائل تھے، دن دہاڑے دوسروں کی آنکھوں میں خاک جھونکنا ہے، شیخ اکبر کی طرح امام شعرانی بھی تشریعی نبوت کو ہی اصل نبوت سمجھتے ہیں جو بند ہو چکی اور مبشرات یا نبوت عامہ یا غیر تشریعی نبوت جو ان اور تمام آئمہ کے نزدیک جاری ہے وہ مقام ولایت ہی کے مختلف نام ہیں۔ اس سے بڑھکر

ان کا کوئی درجہ نہیں،

۳۔ ملا علی قاری کا مذہب

ملا علی قاری کا یہ فقرہ نقل کیا گیا ہے:۔

قلت مع ھذا لو عاش ابراھیم و صار نبیا وکذا لو صار عمر نبیا لکان من اتباعہ صلی اللہ علیہ وسلم .... فلا یناقض قولہ خاتم النبیین اذ المعنی انہ لا یاتی نبی ینسخ ملتہ و لم یکن من امتہ

(موضوعات کبیر صفحہ ۵۸-۵۹)

میں کہتا ہوں کہ اس کے ساتھ آنحضرت صلعم کا فرمانا کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہو جاتا اور اسی طرح اگر عمر نبی ہو جاتا تو وہ آنحضرت صلعم کے متبعین میں سے ہوتے .... پس یہ اقوال خاتم النبیین کے مخالف نہیں ہیں کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت سے نہ ہو،

الجواب (۱) اس فقرہ سے پہلے ملا علی قاری نے یہ بھی لفظ لکھے ہیں:۔ ولو عاش وبلغ اربعین وصار نبیا لزم ان لا یکون نبینا خاتم النبیین۔ اگر ابراہیم زندہ رہتے اور چالیس سال کی عمر کو پہنچتے اور نبی ہو جاتے تو لازم آتا کہ ہمارے نبی صلعم خاتم النبیین نہیں، کیا یہ فقرہ ان کے مذہب کو واضح نہیں کرتا؟ اور اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خاتم النبیین کے بعد کسی نبی کا آنا جائز نہیں سمجھتے

(۲) لا یاتی نبی ینسخ ملتہ و لم یکن من امتہ کا کیا مطلب ہے؟ اس کے لئے حضرت مسیح موعود کے اس فقرہ کو پڑھ لیجئے:۔

"سو یہ بات کہ اسکو (آنیوالے مسیح کو) امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے، کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے"

پس ایسا نبی جو آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرنے والا نہ ہو اور آپ کی امت میں سے ہو محدثیت ہی کے مقام پر ہے اس سے بڑھ کر نہیں، اور یہی ملا علی قاری کے اس فقرہ کا مطلب ہے۔

۴۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کا مذہب

مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دیوبند کی کتاب تحذیر الناس سے امکان اجرائے نبوت کے ثبوت میں یہ فقرہ نقل کیا گیا کہ:۔

"کہ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر ہو سکتا ہے" (تحذیر الناس صہ ۳)

خود میاں محمود احمد صاحب نے بھی اسی کتاب سے یہ فقرہ نقل کیا ہے:۔

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا"

الجواب:۔ آخری فقرہ مولانا محمد قاسم نے "فرض" کے طور پر لکھا ہے، یعنے ان کے نزدیک بھی ایسا امکان نہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی آئے ان کا مقصد صرف یہ بتانا ہے، کہ آیت خاتم النبیین میں کمالات نبوی کا ذکر ہے جس سے تاخر زمانی خود بخود لازم آتا ہے، محض تاخر زمانی کا اظہار مقصود نہیں، اور نہ اس میں کوئی کمال کی بات ہے چنانچہ ذیل کے فقرات جن کو میاں صاحب اور ان کے پیرو اکثر چھوڑ جاتے ہیں اس پر واضح روشنی ڈالتے ہیں:۔

"اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقع تھے بلکہ بناء خاتمیت اور بات ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے" صہ ۳

"تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے" صہ ۱۰

ان فقرات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ مولنا محمد قاسم نانوتوی ختم نبوت تاخر زمانی کے لحاظ سے نہیں مانتے کس قدر غلط بیانی سے کام لینا ہے۔ امکان اجرائے نبوت تو ایک طرف وہ تو آنحضرت صلعم کے بعد مدعیان نبوت کو بدیں الفاظ جھوٹا ٹھیراتے ہیں:۔

"باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے"

(تحذیر الناس صہ ۳)

کیا اب بھی مولنا محمد قاسم کو اجرائے نبوت کا قائل قرار دینا جائز ہے؟

۵۔ حضرت عائشہؓ کا مذہب

حضرت عائشہ صدیقہ رض کا یہ فقرہ امکان اجرائے نبوت کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے:۔

"قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ"

(در منثور جلد ۵ صہ ۲۰۴ وتکملہ مجمع البحار صہ ۸۵)

کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔

الجواب (۱) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لا نبی بعدی کے مقابلہ میں حضرت عائشہ کا یہ قول پیش کرنا اور اس سے یہ معنے لینا کہ آپ اجرائے نبوت کی قائل تھیں، نہ صرف حضرت عائشہ بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہتک ہے، اگر ان الفاظ کے یہی معنے ہوں کہ لا نبی بعدہ کہنا غلط ہے، تو ہم اسے حضرت عائشہ رض کا قول نہیں بلکہ کسی راوی کی غلطی قرار دیں گے بالخصوص جبکہ اس کی کوئی سند بھی موجود نہیں،

(۲) اسکو صحیح سمجھتے ہوئے ایک توجیہ اس کی یہ ہو سکتی ہے کہ چونکہ "خاتم النبیین" ایک جامع لفظ ہے، جس میں شان ختمیت کے تمام پہلو آجاتے ہیں اور لا نبی بعدہ لا میں جامعیت پائی نہیں جاتی، اس لئے آپ نے کسی لا نبی بعدہ کہنے والے سے فرمایا کہ صرف "خاتم النبیین" کہدینا کافی ہے اس میں لا نبی بعدہ کا مفہوم بھی آجاتا ہے (یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لا نبی بعدی کے جو معنے میاں صاحب کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے فوراً بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور کچھ زمانہ گذرنے کے بعد نبی ہوا کریں گے یا یہ کہ آنحضرت صلعم کا زمانہ چونکہ قیامت تک ہے اس لئے لا نبی بعدی کے معنے ہیں کہ قیامت کے بعد نبی نہ ہوگا ایسے خیالات کو روکنے کے لئے انہوں نے یہ فقرہ کہا ہو کہ لا نبی بعدہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں، صرف خاتم النبیین کہا کرو۔ پس اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رض اجرائے نبوت کی قائل تھیں؟ کیا یہ کھلی غلط بیانی نہیں؟

(۳) حضرت عائشہ رض سے ایک صحیح حدیث مروی ہے:۔

عن عائشۃ عن النبی صلعم انہ قال لا یبقی بعدہ من النبوۃ الا المبشرات

(مسند احمد)

یعنے حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت میں سے مبشرات کے سوائے کچھ باقی نہیں رہا۔

اب اس صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے لا تقولوا لا نبی بعدہ کے بے سند قول سے یہ استدلال کرنا کہ حضرت عائشہ رض اجرائے نبوت کی قائل تھیں۔ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

(۴) اسی قسم کا ایک قول حضرت مغیرہ بن شعبہ صحابی رسول اللہ صلعم کا ہے:۔

"عن الشعبی قال قال رجل عند المغیرۃ بن شعبۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ فقال المغیرۃ حسبک اذا قلت خاتم الانبیاء۔"

یعنے شعبی سے روایت ہے کہا کہ ایک آدمی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے کہا کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ" حضرت مغیرہ نے کہا کافی ہے، تیرے لئے خاتم الانبیاء کہنا،

حضرت مغیرہ کے اس قول میں حسبک کے الفاظ صاف ثابت کر رہے ہیں کہ خاتم الانبیاء کو وہ ایک جامع المعنیٰ لفظ سمجھتے ہیں، جس میں لا نبی بعدہ ساتھ ملانے کی ضرورت نہیں۔ یہی حضرت عائشہ کا مطلب تھا بشرطیکہ وہ انہی کا قول ہو، لا نبی بعدہ کو انہوں نے بھی غلط قرار نہیں دیا بلکہ زائد قرار دیا ہے جس کا مفہوم خاتم النبیین کے لفظ میں شامل ہے پس امکان اجرائے نبوت اس سے کسی طرح ثابت نہیں۔

۶۔ سید عبد الکریم جیلانی کا مذہب

عارف ربانی سید عبد الکریم جیلانی ابن ابراہیم جیلانی فرماتے ہیں:۔

فانقطع حکم نبوۃ التشریع بعدہ وکان محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین۔

(الانسان الکامل باب ۳۶ ترجمہ اردو خزینۃ التصوف)

کہ تشریعی نبوت کا حکم آنحضرت صلعم کے بعد ختم ہو گیا پس

اس وجہ سے آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہوئے۔

الجواب:۔ معلوم نہیں حضرت عبدالکریم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ قادیانی پاکٹ بک نویس نے کیوں نقل کئے ہیں۔ کیا اس میں کہیں کہا ہے، کہ غیر صاحب شریعت نبی بھی کوئی اصلی اور حقیقی نبی ہو سکتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ شیخ اکبر اور دیگر بزرگوں کے اقوال سے ثابت کیا جا چکا ہے، ان تمام بزرگوں کے نزدیک تشریعی نبوت ہی اصلی اور حقیقی نبوت ہے غیر تشریعی نبوت کو انہوں نے نبوت عامہ یا ولایت کہا ہے، اس لئے اس قول سے کہ نبوت تشریعی منقطع ہو گئی، یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ امکان اجرائے نبوت کے قائل تھے بلکہ انقطاع نبوت ہی ثابت ہے۔

۷۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

حضرت سید ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

وختم به النبیون ای لا یوجد من یامره الله سبحانه بالتشریع علی الناس۔ (تفہیمات الٰہیہ تفہیم ۵۳)

کہ آنحضرت صلعم پر نبی ختم ہو گئے یعنی آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہو سکتا جس کو خدا تعالےٰ شریعت دے کر لوگوں کی طرف مامور کرے"

الجواب:۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ غیر صاحب شریعت مامورین منصب نبوت پر فائز ہوں گے؟ پھر تیرہ سو سال میں جو غیر صاحب شریعت مامورین ہوئے ان کو نبی کیوں نہیں کہتے؟

نبوت تشریعی کے اختتام کے معنے یہی ہیں کہ نبی اب نہیں آ سکتے، غیر صاحب شریعت ولی اور محدث ہوتے ہیں نہ کہ نبی۔

۸۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا مذہب

مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فرماتے ہیں:۔

"علماء اہل سنت بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا اور نبوت آپ کی تمام مکلفین کو شامل ہے اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہوگا وہ متبع شریعت محمدیہ ہوگا پس بر تقدیر بعثت محمدیہ عام ہے"

(دافع الوسواس فی اثر ابن عباس ص۳)

کیونکہ بعد آنحضرت صلعم کے یا زمانے میں آنحضرت کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے" (ایضاً ص۱۲)

الجواب:۔ جس حالت میں قرآن کریم، احادیث نبویہ جلیل القدر آئمہ سلف اور خود حضرت مسیح موعود کے اقوال سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ نبوت تشریعی کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اب کوئی نبی نہیں آ سکتا پھر مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے اقوال ان سب کے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں،

اصل بات یہ ہے کہ یہ سب لوگ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کے قائل تھے، اس لئے انہیں یہ مشکل پیش آئی کہ ختم نبوت کے ساتھ ان کی بعثت کو کس طرح اس کا حل انہوں نے یوں کیا، کہ مجرد نبی کا آنا جو جدید شریعت لائے محال نہیں، لیکن یہ مجرد نبی جس نبوت کے حامل ہیں اسکو انہی لوگوں نے نبوت عامہ کا نام دیا اور صاف لکھا کہ الولایۃ نبوۃ عامۃ ولایت ہی نبوت عامہ ہے (فتوحات مکیہ ص۲۴) بلکہ حضرت عیسےٰ کی بعثت ثانیہ کو بھی نبی ہونے کے باوجود اولیاء کے زمرہ ہی میں قرار دیا جیسا کہ شیخ اکبر کے اقوال میں نقل کیا جا چکا ہے پس اسکو اجرائے نبوت قرار دینا صحیح نہیں، نبوت کا نام مجاز کے طور پر اس پر بولا جا سکتا ہے، حقیقت کے طور پر نہیں ؎

آپ کے خطوط

شکارپور میں یوم آزادی

محترمی ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کو پاکستان کی پانچویں یوم آزادی کے متعلق لکھ رہا ہوں راہ مہربانی یہ سطور پیغام صلح میں شائع فرما دیویں۔ میں نے یہاں کے نوجوانوں کو اکٹھا کر کے ان کی ایک کور بنائی۔ نام "پاک ڈیفنس کور" رکھا ہے۔ مقامی رئیسوں کو سرپرست بنایا ہے۔ نوجوان دلچسپی سے ہر شام میرے غریب خانہ پر اکٹھے ہوتے ہیں۔ پریڈ کرتے ہیں اور دفاع کے متعلق ٹریننگ لے رہے ہیں یوم آزادی کو ہم نے بڑی دھوم دھام سے ۱۴ اگست کے دن منایا۔ تمام صدر کے عوام اور رؤسا جمع ہوئے صدر جلسہ آغا میر محمد خاں صاحب رئیس اعظم صدر بازار شکارپور تھے۔ پہلے انہوں نے کور کی سلامی لی۔ اور بعد میں جلسہ شروع ہوا۔ ایک قادیانی جماعت کے دوست سے میں نے کلام مجید کی تلاوت کروائی۔ بعد میں آدھ گھنٹہ اصحاب فیل کا قصہ بیان کیا اور بتایا کہ آج بھی اللہ تعالےٰ ابابیلوں کے ذریعہ دین کی حفاظت کر سکتا ہے۔ اگر ہم وہ وعدے جو خدا اور خدا کے رسول نے ہم سے کئے ہوئے ہیں اپنے اوپر پورے ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں عبدالمطلب کے بیٹوں کی طرح مکہ کی حفاظت کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ ورنہ خداوند تعالےٰ اپنے دین کی حفاظت تو کر لے گا۔ مگر ہم یہودیوں کی طرح راندۂ درگاہ ہو جائیں گے۔ ہم سب کو مل کر اپنے مذہب اور ملک کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو جانا چاہیئے۔

اس کے بعد حضرت پیر غلام مجدد سرہندی صاحب مشہور روحانی پیشوا شکارپوری کے صاحبزادہ پیر مولوی نثار احمد صاحب نے تقریر شروع کی جو زائد از ایک گھنٹہ جاری رہی۔ پیر صاحب میرے بڑے دوست ہیں۔ باپ بیٹے بڑے دیندار اور وسیع القلب ہیں۔ قادیانی جماعت کے عقائد کی وجہ سے احمدیت کے سخت خلاف تھے۔ تبادلہ خیالات ہوتا رہتا ہے۔ ہماری جماعت کو برا نہیں کہتے جماعت کے کام اور حضرت صاحب کے متعلق گفتگو ہو تو بڑی تہذیب اور شائستگی سے گفتگو کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ تمام مسلمان قوم کو ایسا وسیع قلب عطا کرے۔ پیر صاحب نے جہاد پر تقریر کی، حالات حاضرہ کا جائزہ لیا۔ ایک خاص بات جو میں تقریر میں سے لکھنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپ نے لا نبی بعدی والی حدیث پڑھ کر فرمایا کہ ختم نبوت کے بعد اجرائے نبوت کا عقیدہ بہاء اللہ کا عقیدہ ہے جو ایران کا رہنے والا تھا۔

غرضکہ جلسہ خوب کامیاب رہا۔ یہاں پر چند احباب مثلاً قاضی محمد عثمان صاحب گورنمنٹ پنشنر، مستری قادر بخش ٹھیکیدار اور جناب علی خاں صاحب جاگیردار یہ ایسے اصحاب ہیں جو قوم اور مذہب کی تڑپ رکھتے ہیں۔ کور بنانے میں اور جلسہ وغیرہ کے انتظام میں میرے شریک کار رہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

ڈاکٹر عنایت اللہ احمد از شکارپور

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت بفضلہ تعالیٰ رو بترقی ہے صرف تنفس کا دورہ بعض وقت ہو جاتا ہے احباب کرام دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عطا فرمائے۔

—— مسٹر دراکیوان جو پچھلے دنوں الجیریا سے آئے ہوئے تھے بخیریت اپنے وطن مالوف میں پہنچ گئے ہیں اور قرآن مجید کے فرانسیسی ترجمہ کے کام میں لگ گئے ہیں۔

—— لنڈی کوتل (پشاور) سے ہمارے محترم دوست ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب حج کے لئے روانہ ہو گئے ہیں، ۱۸ اگست کو ہوائی اسٹیشن پر جماعت لاہور کے بہت سے دوست انہیں الوداع کہنے کے لئے موجود تھے، جن میں مولانا صدرالدین صاحب مرزا مسعود بیگ صاحب، مولانا مرتضیٰ خاں صاحب کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، ڈاکٹر صاحب ممدوح کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوں گے۔

—— ہمارے عزیز دوست محمد یحییٰ بٹ صاحب مولوی فاضل کے امتحان میں پاس ہو گئے ہیں (مبارکباد) اس خوشی میں انہوں نے مبلغ عـــہ (دس) روپیہ انجمن کو عطا کئے ہیں۔

سانحۂ ارتحال ہماری جماعت کے نہایت محترم اور مخلص بزرگ ڈاکٹر نظام الدین صاحب ۱۶ اگست کو گلگت میں فوت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ڈاکٹر صاحب ممدوح کچھ عرصہ سے وہاں اپنے بیٹے ڈاکٹر معراج الدین صاحب سول سرجن کے پاس گئے ہوئے تھے۔ ان کی وفات کی خبر موصول ہوتے پر جماعت لاہور نے نماز جمعہ کے بعد جنازہ غائبانہ پڑھا، مانسہرہ میں بھی جنازہ غائبانہ پڑھا گیا، دیگر تمام جماعتوں سے بھی التماس ہے کہ جنازہ غائبانہ پڑھکر مرحوم کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

(۲) موضع چھ کسی ضلع ملتان سے مراد علی صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ علی بخش صاحب کا لڑکا مسمی نیاز علی محکمہ زراعت ضلع میانوالی میں ملازم تھا وہاں کسی شکاری کی گولی کا شکار ہو کر فوت ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لڑکا بڑا نیک اور پختہ احمدی تھا دعا ہے اللہ تعالےٰ اسے اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور اس کے والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے

عباد اللہ صاحب گیانی

کشمیر کا مسئلہ

ہندو اور سکھ اہل الرائے اصحاب کی نظر میں

مشرقی پنجاب کے مشہور و معروف گورمکھی رسالہ پریت لڑی نے حال ہی میں مسئلہ کشمیر سے متعلق ایک مضمون شائع کیا ہے۔ جس میں بعض تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔ خاکسار نے اس سلسلہ میں ایک چٹھی جناب سردار گوربخش سنگھ صاحب بی ایس سی ایڈیٹر رسالہ پریت لڑی کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری گورمکھی میں ارسال کی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ناظرین پیغام صلح کی دلچسپی کیلئے ارسال ہے:-

خاکسار - عباد اللہ گیانی

جناب من - تسلیم!

رسالہ پریت لڑی (گورمکھی) جولائی ۱۹۵۱ء میں آپ کا ایک مضمون بعنوان "سنبھلو ابھے بھی ویلا ہے" (یعنی ہوشیار ہو جاؤ ابھی موقعہ ہے) میں نے بہت غور سے پڑھا۔ آپ نے جس جذبہ کے ماتحت یہ مضمون سپرد قلم کیا ہے۔ وہ قابل تعریف ہے۔ آپ نے اس میں بھارتی اور پاکستانی پبلک کو بھی مخاطب کیا ہے، اس لئے میں آپ کی خدمت میں دو چار باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ لڑائی کسی وقت بھی کسی قوم یا ملک کے تعمیری پروگرام کا حصہ نہیں بن سکتی اور موجودہ زمانہ میں تو کوئی عقلمند اس کی خواہش نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آج کل کی لڑائی تو خالص تباہی اور بربادی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ آپ نے اپنے اس مضمون میں بڑے درد کے ساتھ لکھا ہے کہ:-

"ہم دونوں ممالک کی حکومتوں اور دونوں ممالک کے لوگوں کو یاد دلانا چاہتے ہیں۔ کہ تقسیم کے غلط فیصلہ نے ۱۹۴۷ء میں خون کی ندیاں بہا دی تھیں۔ اور آج ان کے غلط اقدام خون کے سمندر بھر دیں گے ہمارے تمام شہروں پر موت برسے گی۔ اور سڑکوں پر خلقت بلبلائے گی۔

اگر پنڈت نہرو۔ نواب لیاقت میں لوگوں کا ذرہ بھی درد ہے۔ تو وہ انگریزوں کے اشاروں پر عہد کرنے کی بجائے لوگوں کے اشاروں پر عہد کریں اور سب سے پہلے 'لڑائی بند' کے عہد پر باہم ہاتھ ملالیں۔"

پھر کشمیر کا سوال ہرگز ایسا مشکل نہیں رہے گا .... یہ کشمیریوں کا اپنا سوال ہے۔ جلد یا بدیر اس کا حل مل ہی جائیگا!"

(ترجمہ از پریت لڑی جولائی ۱۹۵۱ء)

جناب عالی اگر دیانتداری سے کشمیر کے مسئلہ پر غور کیا جائے تو اس کا حل تلاش کرنا کوئی مشکل نہیں۔ یہ درست ہے کہ یہ کشمیریوں کا اپنا حق ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ شیخ عبداللہ اور اس کی چار یاری کو بھارتی سپاہیوں کی سنگینوں کے سایہ میں اسمبلی بنا کر اس کے حل کرنے کا حق حاصل ہے۔

ملک کی تقسیم کے بارہ میں آپ اور دوسرے بھارتی خواہ کچھ کہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ دو قوموں کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے ہوئی ہے۔ اور یہ حقیقت تسلیم کر لی گئی تھی کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔ کانگرس کا فرضی اور نام نہاد نیشنلزم اس سچائی پر پردہ نہیں ڈال سکتا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں پیدائش سے لے کر موت تک اختلاف ہے اور مسلمانوں کا ہندوؤں سے کسی بھی عقیدہ اور اصول میں اتحاد نہیں حالی ہی میں لدھیانہ کے سیشن جج نے اپنے ایک فیصلہ میں لکھا ہے کہ:-

"مسلم اور غیر مسلم میں فرق کو سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ مسلمان ایک مختلف نسل سے ہیں۔ اور تقریباً تمام اہم معاملات میں غیر مسلموں سے مختلف ہیں۔ یہی اختلاف ملک کی تقسیم اور دو مینیوں کے پیدا کرنے کا کارن بنا"

(پربھات ۲۹ جولائی ۱۹۵۱ء)

آپ نے خود بھی ایک مرتبہ لکھا تھا:-

"صرف مذہب کی بناء پر مسلمان ایک علیحدہ قوم کے حقوق حاصل نہیں کر سکتے۔ مگر ہندوؤں کے عالمگیر سوشل بائیکاٹ کی بناء پر یہ حق خود مختاری کے حقدار ضرور ہو جاتے ہیں ایسے لاثانی بائیکاٹ کی ضلالت کے روبرو کسی منصف کا حوصلہ نہیں پڑ سکتا کہ وہ ہندو مسلم تقدیروں کو ایک لڑی میں منسلک دیکھنے کا خیال کر سکے۔

"میں اگر مسلمان ہوتا تو سب کچھ بھلا دینے کے لئے تیار کیا جا سکتا مگر جس طرح کا بائیکاٹ ہندوؤں نے صدیوں سے مسلمانوں کا کیا ہوا ہے اسے بھولتا اور نہ معاف کرتا!

(ترجمہ از پریت لڑی نومبر ۱۹۴۷ء)

پس آپ نے خود بھی تسلیم کیا ہے کہ ہندوؤں کی طرف سے کئے گئے مسلمانوں کے ضلالت بھرے بائیکاٹ کی موجودگی میں کسی بھی منصف مزاج کا یہ حوصلہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ہندو اور مسلمانوں کی قسمت ایک لڑی میں منسلک دیکھنے کا خیال کر سکے۔ یہی وہ سبب تھا جس نے ملک کی تقسیم کروائی۔ آپ کو بھی انجامکار یہ کہنا پڑا کہ:-

"جو لوگ سچائی ظاہر ہونے پر اس کے قبول کرنے سے انکار نہیں کرتے وہ تسلیم کریں گے کہ پاکستان کا موجد ...... راشٹریہ سنگھ کا بانی ہے"

(ترجمہ از پریت لڑی مئی ۱۹۴۸ء)

ہندو مہاسبھا نے مسلم لیگ مضبوط کی راشٹریہ سنگھ نے نیشنل گارڈ بنائے اور ہندو راشٹر نے پاکستان بنایا۔

(ترجمہ از پریت لڑی ستمبر ۱۹۴۸ء)

تقسیم کے وقت خواہ کئی وجوہات کی بناء پر ہم مسلمانوں سے بہت بے انصافیاں کی گئیں مگر اس تقسیم کا بنیادی اصول یہی تھا کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ بھارت سے الگ کر کے مسلمانوں کے سپرد کر دیئے جائیں اسی اصول کی بناء پر کشمیر ایک خالص اسلامی علاقہ ہونے کی وجہ سے پاکستان کا ضروری حصہ تھا۔ بیسویں صدی بلکہ "کورو ڈن" کا محض اس لئے اس پر قبضہ جمانا کہ وہاں کا راجہ ایک ہندو ڈوگرا تھا۔ اور شیخ عبداللہ جیسے دو چار نیشنلزم کے حامی ہندو لیڈروں کی کٹھ پتلی بنے بیٹھے ہیں۔ کسی طرح بھی جائز قرار نہیں دیا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ آج تمام دنیا کی رائے عامہ کشمیر کے مسئلہ میں پاکستان کے موقف کی تائید میں ہے جس کا اعتراف بھارت کے اخبارات کو بھی ہے جیسا کہ لکھا ہے:-

"یہ ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ کشمیر کے معاملہ میں ہم دنیا کی رائے اپنے حق میں نہیں کر سکتے"

(پربھات ۵ فروری ۱۹۵۱ء)

"کشمیر کے معاملہ میں دنیا کے تمام ممالک بھارت کی پوزیشن کو کمزور خیال کرتے ہیں۔ اور یہ ہے بھی درست" (ترجمہ از نویاں قیمتاں مارچ ۱۹۵۰ء)

ہم پاکستانی شروع سے ہی یہ کہتے چلے آرہے ہیں کہ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ بھارت کی راجدھانی دہلی میں کرسیوں پر بیٹھ کر ہندو سیاستدان نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی ہری سنگھ یا شیخ عبداللہ کے دو چار ساتھیوں کو ہی اس کا حق دیا جا سکتا ہے۔ صرف کشمیر کے رہنے والے ہی آزادانہ استصواب رائے سے اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ مگر بھارتی لیڈر اس طرف آنے کا نام نہیں لیتے۔ اس کا سبب واضح ہے کہ ان کو یقین ہے کہ آزادانہ استصواب رائے کا فیصلہ کبھی بھارت کے حق میں نہیں ہو سکتا چنانچہ دہلی سے شائع ہونے والے رسالہ نویاں قیمتاں نے پچھلے دنوں لکھا تھا کہ:-

"ہند میں بڑی خوش فہمی سے کام لیا جا رہا ہے کہ کشمیر کی وادی اور جموں صوبہ کے ایک حصہ کی آبادی جس کی تعداد ۱۹ لاکھ کے قریب ہے شیخ عبداللہ کی پارٹی کے ساتھ ہے۔ اور بقیہ کشمیر اور جموں کی آبادی جو پاکستان کے ساتھ ہے ۱۲۰ لاکھ ہے مندرجہ بالا اندازہ درست تسلیم کرتے ہوئے ہمارے نزدیک سات لاکھ کا فرق کوئی بڑا فرق نہیں۔

اوّل تو پاکستان کے حق میں پختہ ووٹ ہیں۔ جن کے بدلنے کی کوئی صورت نہیں اور شیخ عبداللہ کے ساتھیوں سے متعلق یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا....... اس وقت ہمارے ملک کی بنیادی چیز مذہب

ہے ...... ایسی حالت میں رائے شماری
کے نتیجہ کو اپنے حق میں سمجھ لینا بڑی غلطی
ہوگی۔ (ترجمہ از نویاں قیمتاں فروری ۱۹۴۹ء)

بھارت کا کشمیر کے مسئلہ کو استصواب رائے کے ذریعہ حل کرنے سے گریز کرنے کا اصل سبب یہی ہے۔ بھارتی لیڈر یہ جانتے ہیں کہ کشمیر کے لوگ شیخ عبداللہ کے جھوٹے اور مصنوعی نیشنلزم پر مطمئن نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ صرف ایک ڈھونگ ہے۔ جو ہندو لیڈروں نے کشمیر کو ہضم کرنے کے لئے منوسمرتی کے "راج پرکرن" کی بناء پر وضع کیا ہے۔ ایک کانگرسی سکھ پرنسپل نرنجن سنگھ رُستم فرماتے ہیں:

" شیخ عبداللہ اور ان کے ساتھی مسلمان ہند میں
اور کشمیر میں پنچایتی راج قائم کرنے کے پکے
حامی ہیں۔ اصولاً پنڈت نہرو اور شیخ عبداللہ
کی پوزیشن بالکل درست ہے۔ ......
مگر یہ بات اصولاً ہی درست ہے اصلیت
میں نہیں ہے" (ترجمہ از نویاں قیمتاں مارچ ۱۹۵۰ء)

اس کا سبب پرنسپل صاحب موصوف نے یوں بیان کیا ہے۔

ہمارے ملک کا ارتقاء کسی اور طریق پر ہوا ہے
یہاں قومیت کا جذبہ نہیں ہے۔ بلکہ دھرم کا
جذبہ یعنی اس کی بگڑی ہوئی شکل فرقہ پرستی پڑھا
ہے۔ ہندوستان کے ہندوؤں کو خواہ وہ زبان
سے کچھ کہیں پاکستان کے ہندو ہندوستان
کے مسلمانوں سے زیادہ عزیز ہیں ......
سچ پوچھئے تو ہندوؤں کی بہت بڑی اکثریت
کو مسلمانوں کو خواہ وہ ہندوستان کے ہوں یا
پاکستان کے نقصان پہنچنے سے راحت
محسوس ہوتی ہے"

(ترجمہ از نویاں قیمتاں مارچ ۱۹۵۰ء)

الغرض یہ یقینی بات ہے کہ آزادانہ رائے شماری کبھی بھی بھارت کے حق میں نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بھارتی لیڈر اس مسئلہ کو کشمیر کے اردگرد اور پاکستانی سرحدوں پر فوجیں بھیج کر حل کرنے کے خواہاں ہیں۔ اگر کشمیریوں کو آزادی سے ووٹ دینے کا موقع دیا جائے تو ان کا فیصلہ ہرگز ہرگز پاکستان کے خلاف نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ بھارت سے شمولیت پر مطمئن نہیں ہیں۔ ایک سکھ ودوان پروفیسر رام سنگھ تحریر فرماتے ہیں۔

کشمیر کے لوگوں کو شیخ عبداللہ پر اعتماد ہے۔ مگر
جب شیخ صاحب انہیں ہندوستان کے ساتھ
شمولیت کا مشورہ دیتے ہیں۔ تو ان کے قلوب
میں کئی قسم کے شکوک وشبہات پیدا ہوتے
ہیں۔ اگر بھارت میں کبھی مہاسبھائی ذہنیت
کے لوگوں کا غلبہ ہو گیا۔ تو مسلمانوں کا جان
مال محفوظ نہ رہے گا .... شیخ
عبداللہ کو جب کشمیر کی حکومت سونپی گئی تھی
تو ریاستی فوجوں کی کمان مہاراجہ صاحب کے
پاس ہی رہی تھی۔ اس قسم کے اقدام کشمیر کے
مسلمانوں کے شکوک میں اضافہ کرتے ہیں۔

(ترجمہ از نویاں قیمتاں اگست ۱۹۵۱ء)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مقبوضہ کشمیر کے لوگ دل سے بھارت کے ساتھ شمولیت کے خواہاں نہیں ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ویدک دھرمیوں کی اس نام نہاد غیر مذہبی حکومت میں کسی بھی غیر ویدک دھرمی کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ چنانچہ منوشاستر کا فتویٰ موجود ہے۔

"جو شخص وید اور عابد لوگوں کی تصنیف شدہ
کتابوں کو جو وید کے مطابق ہوں تحقیر کرتا ہے
اس وید کی مذمت کرنے والے منکر کو
...... ملک سے نکال دیا جائے"

(منوسمرتی ادھیائے ۲ شلوک ۱۱) (ستیارتھ پرکاش سملاس ۲)

اس فتوے کے پیش نظر بھارت کے ہندو یہ سمجھتے رہے ہیں کہ مسلمانوں کو ملک سے نکالے بغیر یا ختم کئے بغیر بھارت کی ترقی نہیں ہو سکتی۔

سردار گوپال سنگھ نے ۱۹۳۲ء میں لکھا تھا کہ:

" ہندو یونیورسٹی کے کئی گریجویٹ میرے دوست
ہیں۔ ان کا پختہ یقین ہے کہ ہمارے ملک کی
ترقی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک
مسلمان یہاں ہیں۔ اس لئے یا تو مسلمانوں کو
ہندو بنا لیا جائے اور یا پھر کسی طرح انہیں
جلا وطن کر دیا جائے"

(ترجمہ از پھلواڑی جولائی ۱۹۳۲ء)

پچھلے دنوں پروفیسر رام سنگھ نے کشمیر سے متعلق رائے زنی کرتے ہوئے بیان کیا تھا کہ۔

"کشمیر کے ہندوستان میں شامل ہونے سے بھی
شیخ عبداللہ کو پورا موقع میسر نہیں آ سکتا۔ فرقہ وارانہ
مسائل ہمیشہ ان کی سر دردی کا باعث بنے رہیں
گے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا
کہ کشمیر کے مسلمانوں میں ایک حصہ ضرور ہندوستان
کی سرداری قبول کرنے کے خلاف ہے اور وہ
شیخ عبداللہ کی حکومت کے خلاف بد اعتمادی
پیدا کرتا رہے گا۔ .... اگر مستقبل
قریب میں یہاں ہندو مہاسبھائی ذہنیت کا غلبہ
ہو گیا۔ جس کے امکان اب بہت بڑھ گئے
ہیں۔ تو شیخ عبداللہ کو بھارت کی مرکزی حکومت
کا تعاون اتنا ہی مشکل ہو جائے گا جتنا کہ اب
پاکستان کا تعاون حاصل کرنا مشکل ہے۔ اس
حالت میں ناممکن نہیں کہ ہندو نواز راج پربند
کو ریاست کی مسلم اکثریت پر ٹھونس کر اقتصادی
اور سماجک ادھیکاری لوگوں کی تائید کی جائے"

(ترجمہ از نویاں قیمتاں ستمبر ۱۹۵۰ء)

پروفیسر رام سنگھ کا بیان اس حقیقت کو آشکارا کر رہا ہے کہ کشمیر کا ہندوستان میں شامل ہونا کشمیریوں کے مستقبل کو خطرہ میں ڈالنے کا موجب ہوگا۔ یہی بات ہم پاکستانی بھی کہتے چلے آ رہے ہیں۔

آج بھارت کے غیر مذہبی راج پربندھ میں اقلیتوں کے ساتھ خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا جا رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس کی موجودگی بھارت کا نام نہاد قومیت کے نام پر کشمیر کے لاکھوں مسلمانوں کو اپنا غلام بنا لینا ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے آپ نے خود بھی ایک مرتبہ لکھا تھا کہ:

"ہمارا کشمیر پر ہرگز حق نہیں بنتا اگر ہم ہند میں
مسلمانوں کو مکمل طور پر امان نہیں دیتے"

(ترجمہ از پریت لڑی جون ۱۹۴۸ء)

کیا آپ دیانتداری سے کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو مکمل طور پر امان حاصل ہے اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو اس صورت بقول آپ کے ہی کشمیر پر بھارت کا کیا حق ہے آپ نے اپنے اس مضمون میں "جہاد" سے متعلق بھی اشارہ کیا ہے۔ اور اس سے پاکستان کے ہندوؤں کا خوفزدہ ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ "جہاد" اسلام کا ایک سنہری اصول ہے اور اس کے معنے ہیں کہ کسی نیک اور اعلیٰ مقصد کے لئے جدوجہد کرنا۔ خواہ وہ جدوجہد امن صلح سے کی جائے خواہ میدان جنگ میں۔ آج ہمارے پیارے ملک پاکستان کے اردگرد بھارتی فوج جمع ہے۔ اور آپ ہمیں امن کے درس دے رہے ہیں۔ کیا ہمیں غافل رکھ کر مارنے کی خواہش ہے؟

بھارتی اخبارات اور رسالے آج ہی نہیں بلکہ جب سے پاکستان وجود میں آیا ہے اس کے خلاف پراپیگنڈا کرتے چلے آ رہے ہیں۔ میں نمونہ کے طور پر ایک دو حوالہ جات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ ماسٹر تارا سنگھ کے رسالہ سنت سپاہی کے دسمبر ۱۹۴۹ء کے پرچہ میں ایک نظم شائع ہوئی جس میں مرقوم ہے کہ:۔

ساڈوں مسئلہ کشمیر دا نظر آوندا اے جیہنے ہم کشمیر وچ بھولنے نے
گلگت لیہ لداخ دیاں چوٹیاں تے ؛ بدل ساڈے جہازاں دے گھولنے نے
کچے لوہے ایتھاں کچیاں پلیاں دے ؛ پھیر کے جہلم دریا وچ روڑھنے تے
میرے مولا بلا لو دیئے سچے ؛ کہن والے مدینے نوں ٹورنے نے

جدوں پاکستانی درندیاں نوں
ملیا ایہو جیا کرڑا جواب ساڈا
اودوں سمجھ لو دتی فیصلہ لے
ایہیں ایہدے تے ایہہ پنجاب ساڈا

(سنت سپاہی۔ دسمبر ۱۹۴۹ء)

اس میں تمام پاکستانیوں کو درندے کہا گیا ہے۔ اور پاکستان سے نکال دینے کی دھمکی دی گئی ہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کسی پاکستانی اخبار یا رسالہ نے بھی تمام بھارتیوں کو درندے اور بھارت سے نکال دینے کی دھمکیاں دی ہیں۔

اس کے علاوہ ماسٹر تارا سنگھ کی بیر خالصہ دل کی سکیم پر بھی غور فرما دیں پھر آپ پر واضح ہو جائے گا کہ کشت و خون کی تیاریاں کون کر رہا ہے۔ مزید سن لیں۔ پٹیالہ کے اخبار اکالی جودھا میں شائع ہوا ہے:۔

چیلنج کھلا ہے پنتھ پروانیاں دا
کھلا چیلنج ہے پاکستانیاں نوں
کر دتاں بھیڑیاں نوں چھیتی چھڈ دیو
چھڈ دیو اوئے بدگمانیاں نوں
کھرا کھوج نہیں چھڈنا اساں ایہدا
جو بن ٹکرے ہیسی دراتیاں نوں
جو مغلاں دے سفر دچھانے ہیسن
تویں لینا ہے پاکستانیاں نوں

(اکالی جودھا ۱۲ر اکتوبر ۱۹۵۰ء)

اس قسم کے اور بھی حوالہ جات میرے پاس ہیں۔ ان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے متعلق بھارتی لوگوں کے کیا کیا ارادے ہیں۔ ماسٹر تارا سنگھ سے متعلق اخبار خالصہ

(باقی برصفحہ کالم ۲)

حضرت مسیح موعود کے دعاوی پر

چند سوالات اور ان کے جوابات

محمد یحییٰ بٹ صاحب

ہمارے ایک دوست نے چند ایک سوالات لکھ کر بھیجے ہیں ان کا جواب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

پہلا سوال ہر وہ جو حضرت نبی کریم صلعم کو آخری نبی نہیں مانتا بلکہ آپکے بعد کسی اور نبی کے آنے کا قائل ہے ہے اسے کافر قرار دیا جائے؟

الجواب:- وہ لوگ جو آنحضرت صلعم کے بعد کسی اور نبی کے آنے کے قائل ہیں۔ وہ حضرت نبی کریم صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہوئے اس کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور قال اللہ وقال الرسول پر اپنی بنا قرار دیتے ہیں سو ان کا ان حالات میں ایسا عقیدہ رکھنا ان کی ایک اجتہادی غلطی ہے۔ اور ایک مجتہد کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **المجتهد قد يخطئ ويصيب** - پس ایک مجتہد کبھی غلطی کرتا اور کبھی صحیح نتیجہ نکال لیتا ہے۔ سو اس روشنی میں ہم ایسے لوگوں کو غلطی خوردہ کہہ سکتے ہیں۔ کافر قرار نہیں دے سکتے۔ ہاں اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ اسے اپنی غلطی کا نتیجہ ضرور بھگتنا پڑے گا۔

دوسرا سوال حضرت مرزا صاحب مجددیت کے دعویدار تھے بلکہ ان کے کئی اور بھی دعوے تھے۔ مثلاً نبی۔ مسیح موعود۔ مہدی آخر زمان اوتار وغیرہ۔

الجواب:- اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الرحمۃ نے چودھویں صدی ہجری کے سر پر حدیث مجدد کے تحت مجدد ہونے کا دعوے کیا۔ اور اپنے دعوے کی طرف مسلمانوں کو دعوت دیتے ہوئے کئی بار اسی حدیث کی طرف توجہ بھی دلائی۔ فرمایا ؎

فراموشت شد اے قوم احادیث نبی اللہ
کہ نزد ہر صدی یک مصلح امت شود پیدا

جہاں تک نبوت کے دعوے کا تعلق ہے یہ بالکل غلط ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبی ہونے کا دعوے کیا ہے۔ بلکہ جب کبھی بھی لوگوں نے اس دعوے کو آپ کی طرف منسوب کیا تو آپ نے پُر زور الفاظ کے ساتھ اس کی تردید کی اور اسے افتراء قرار دیا۔ چنانچہ ایک بار جب کسی نے آپ پر اعتراض کیا کہ آپنے اپنی کتاب فتح اسلام میں نبی ہونے کا دعوے کیا ہے تو اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:-

"نبوت کا دعوے نہیں بلکہ محدثیت کا دعوے ہے جو خدا تعالے کے حکم سے کیا گیا ہے" (محدثیت اور محدثیت ایک ہی چیز ہے)

ایک اور مقام پر فرمایا:-

"قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ نیا ہو یا پرانا" (یہاں پرانے کی قید اس لئے لگائی کہ عام مسلمان حضرت عیسیٰؑ کو کہ حضرت نبی کریم صلعم سے پیشتر بنی اسرائیل کی طرف نبی مبعوث ہوئے تھے ان کے آنے کے قائل ہیں)

نہ صرف دعوے نبوت سے انکار ہی کیا ہے۔ بلکہ فرمایا:-

"سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی"

اب جو شخص ایسے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں نبوت کے دعوے کا انکار کر رہا ہو۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے نبوت کا دعوے کیا ہے کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔

ہاں اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے لئے ظلی نبی اور بروزی نبی۔ اور امتی نبی کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ لیکن ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ انہوں نے نبوت کا دعوے کیا ہے صحیح نہیں۔ کیونکہ مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ واضح ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کھلے الفاظ میں نبوت کے دعوے سے انکار کیا ہے رہا ان الفاظ کا مفہوم تو حضرت مرزا صاحب خود ہی ان الفاظ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"ولایت ظل نبوت است"

یعنی ظلی نبی نام ہے ولایت کا

معلوم ہوا کہ "ولایت" اور "ظلی نبی" ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب ان دونوں الفاظ کی حقیقت ایک ہی ہے جیسا کہ اوپر کے حوالہ سے ظاہر ہے تو پھر لفظ ولایت کو چھوڑ کر "ظلی نبی" کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے، تو اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ الفاظ یونہی استعمال نہیں کئے گئے۔ ان الفاظ سے بتانا یہ مقصود ہے کہ مقام ولایت کا حصول یعنی خدا کے ساتھ تعلق کا پیدا ہو جانا ہرگز ممکن نہیں جب تک کوئی شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا وارث نہ ہو۔ آج عام لوگوں میں یہ ایک غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی۔ کہ ہر شخص اپنے اپنے مذہب میں قائم رہ کر خدا کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے ان کے نزدیک ایک عیسائی اور یہودی اور ہندو وغرضیکہ ہر مذہب کا پیرو اپنے اپنے نبی اور اوتار کو مان کر خدا سے تعلق پیدا کر سکتا ہے۔ انہیں اسلام کو ماننے اور حضرت نبی کریم صلعم کی متابعت میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ وہ خیال ہے جو اسلام کے اپنے ہی دعوے کے بالکل مخالف ہے۔ قرآن کریم میں تو اللہ تعالے نے صریح طور پر فرمایا:-

ان الدين عند الله الاسلام

کہ آج سے بعد اگر کوئی دین خدا کے ہاں مقبول ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔

پھر فرمایا:-

من يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه

یعنی اگر کوئی اس دین کامل کو چھوڑ کر کسی اور دین کی پیروی کرنے گا۔ اس کی سعی کو قبول نہیں کیا جائے گا یعنی اس پر کوئی اجر مترتب نہیں کیا جائے گا۔

ایک اور مقام پر فرمایا:-

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله - یعنی حضرت نبی کریم صلعم کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ دنیا میں اعلان کردیں کہ اگر کوئی اس بات کا خواہشمند ہے کہ وہ خدا کا محبوب بن جائے تو وہ میری یعنی حضرت نبی کریم صلعم کی پیروی کرے۔

اب ان واضح اعلانات کے ہوتے ہوئے اگر کوئی اس خیال پر قائم ہو جائے کہ اسلام کو چھوڑ کر اور حضرت نبی کریم صلعم کی اطاعت سے علیحدہ رہ کر دوسرے مذاہب کی پیروی سے بھی کوئی شخص خدا سے تعلق پیدا کر سکتا ہے۔ تو وہ اسلام کو جھٹلاتا ہے۔ سو حضرت میرزا صاحب نے لفظ ولایت کو چھوڑ کر جو ظلی نبی کا لفظ استعمال کیا تو اس سے اس حقیقت پر زور دینا تھا کہ آج مقام ولایت اگر کسی کو مل سکتا ہے تو اس کا یہی ایک واحد ذریعہ ہے کہ نبی کامل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کی جائے اور جب تک کسی دل میں اس نبی کامل کا عکس نہیں پڑتا اس وقت تک خدا کے افضال اور برکات اس دل پر نازل نہیں ہو سکتے اور یہ خیال کہ حضرت کی پیروی سے باہر رہ کر کوئی شخص خدا سے تعلق پیدا کر سکتا ہے یہ غلط خیال ہے اس کی صداقت کے لئے آپ نے تمام دیگر مذاہب کے پیروؤں کو چیلنج پر چیلنج بھی دیا لیکن کوئی بھی اس صداقت کو غلط ثابت نہ کر سکا دیگر مذاہب کے مقابلہ پر ایسا دعوے بجائے خود کسی مذہب کا پیرو بھی غلط ثابت نہ کر سکا مسلمانوں کے لئے ایک خوشی کا باعث ہونا چاہیے تھا لیکن نامعلوم وہ اس حقیقت سے کیوں بے خبر ہیں بس لفظ ولایت کو چھوڑ کر اس کی بجائے ظلی نبی کے الفاظ اس لئے استعمال کئے تا ولایت کے حصول کے ذریعہ کو بھی ایک ہی لفظ میں بیان کر دیا جائے۔ ورنہ جیسے میں پہلے بتا آیا ہوں حقیقت دونوں کی ایک ہی ہے۔

اسی طرح بروزی نبی کا مفہوم ہے کہ مقام ولایت مل نہیں سکتا جب تک حضرت نبی کریم صلعم کے کمالات کسی میں ظاہر نہ ہوں کیونکہ "بروز" کے معنی ہیں ظاہر ہونا۔ رہا "امتی نبی"۔ اس سے بھی بتلانا یہ مقصود ہے کہ خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لئے حضرت نبی کریم صلعم کی کامل تابعداری کی ضرورت ہے۔ کیونکہ امتی کے لفظ کو یہ لازم پڑا ہوا ہے

...صلعم کی کامل تابعداری کی جائے۔

ان تمام الفاظ سے ایک ہی حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ خدا سے تعلق پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ دین اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم کی کامل طور پر تابعداری نہ کرے۔ اب آپ دیکھ سکتے ہیں کہ بروزی نبی ہو ظلی نبی وغیرہ کے الفاظ دعویٰ نبوت پر دلالت نہیں کرتے بلکہ ولایت اور مجددیت کے حصول کے ذریعہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اور ان سے قرآن کریم کے اس اعلان کی صداقت کو ظاہر کرنا ہے کہ **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔**

چنانچہ حضرت میرزا صاحب نے اس مضمون کو ایک اور مقام پر فرمایا:۔

"اے وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے وہ تمام انسانی روحو جو مشرق و مغرب میں آباد ہو میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت دیتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے۔ اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن شریف نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جن کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کا مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں"۔

رہا مسیح اور مہدی کا دعوےٰ تو یہ دعوے بھی مجددیت کے دعوے سے کوئی بڑا نہیں اور نہ ہی اس کے منافی ہے جیسا کہ حضرت مرزا صاحب خود فرماتے ہیں:۔

"مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعوے سے بڑا نہیں"

ان ہر دو الفاظ کے استعمال کی حقیقت یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں چونکہ عیسائی قوم ہی دراصل وہ قوم تھی جو فلسفہ جدیدہ کے ساتھ اسلام پر حملہ آور ہو رہی تھی۔ اور طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کر کے مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کر رہی تھی اور دنیا میں دہریت پھیلا رہی تھی، اس لئے موجودہ زمانہ کے مجدد کی بعثت کا سب سے بڑا اہم مقصد یہی ہونا چاہیئے تھا کہ وہ اس دشمن اسلام کا ہر میدان میں مقابلہ کرتا اور دلائل و براہین ساطع کی تلوار سے اسے ہلاک کرتا۔ سو یہ حقیقت ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے عقلی و نقلی اور روحانی غرضیکہ ہر میدان میں ان مخالفین اسلام کو شکست دی، نہ صرف یہ، بلکہ اسلام کی برتری کو بھی ان پر واضح کر دیا۔ سو اس عظیم الشان کام کے لحاظ سے کہ آپ نے مسیحی قوم کا مقابلہ کیا اور اسلام کے نور کو دنیا میں روشن کر دیا آپ کو "مسیح" کے نام سے پکارا گیا ہے حضرت میرزا صاحب نے خود بھی اس حقیقت کو ایک شعر میں یوں بیان فرمایا ہے

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

اس کے علاوہ مجدد زمان کا ایک اور کام بھی تھا وہ یہ کہ مسلمانوں کے دلوں میں بصیرت بھرا ایمان پیدا کر دے اور انہیں حقیقی اسلام پر کاربند کرے اور ان پر ہدایت کی راہیں واضح کرے۔ اور قرآن کریم کا عشق اور اسی کی محبت ان کے دلوں میں پیدا کرے۔ اور تبلیغ اسلام کا ایک جذبہ ان میں پیدا کرے۔ سو اس کام کے لحاظ سے مجدد زمان کا نام مہدی رکھا گیا۔

پس یہ "مسیح اور مہدی" کے دو نام دو مختلف عظیم الشان کاموں کی نوعیت کے لحاظ سے ہیں۔ ویسے حیثیت امام وقت حضرت میرزا صاحب کی مجددیت کی ہے۔

تیسرا سوال

اس سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ جبکہ ہمارے تمام عقائد دیگر مسلمانوں کے مطابق ہیں تو پھر علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کھڑا کرنا اس کا کیا مقصد ہے؟

الجواب:۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جہاں تک دین کے اصولوں کا تعلق ہے ہمارا اپنے مسلمان بھائیوں سے کوئی بھی اختلاف نہیں۔ لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ جب حدیث مجدد صحیح ہے۔ اور حضرت نبی کریم صلعم کا یہ فرمان برحق ہے کہ ہر سو سال کے بعد مجدد آیا کرے گا۔ اور پھر آپ کا امام مہدی کے لئے خصوصیت سے یہ حکم ہے کہ جب مسیح تم میں آئے تو اس کا ساتھ دینا اور اس کے ساتھ مل کر دین کی نصرت کرنا۔ تو کیا ایک سچے مسلمان کے لئے لازمی ہے یا نہیں کہ وہ اس ارشاد نبوی پر لبیک کہتے ہوئے مجدد وقت کا ساتھ دے۔

دوسرے قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔

یعنی تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جس کا نصب العین اشاعت قرآن اور تبلیغ اسلام ہو کیونکہ سب سے بڑی خیر قرآن مجید۔ اور دین اسلام ہی ہے۔ یہاں تو اللہ تعالےٰ نے صریحاً حکم دیا ہے کہ مسلمانوں میں تبلیغ و اشاعت دین کے لئے ایک جماعت ہونی چاہیئے۔

اب غور فرمایئے کہ امام زمان نے جو اس الٰہی ارشاد اور حضرت نبی کریم صلعم کی بشارت کے تحت دین کی نصرت کے لئے ایک جماعت بنائی ہے تو اسے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد قرار دینا کہاں تک صحیح ہے۔ اس کا فیصلہ تو ہمی خدا اور اس کے رسول کے فرمودہ کی روشنی میں کر لیں۔

سائل کے اس سوال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مجدد وقت کو ماننا کوئی ضروری نہیں۔

اگر یہ صحیح ہے تو پھر غور فرمائیں کہ حضرت نبی کریم صلعم نے مجددین کے آنے کی بشارت امت کو کیوں دی؟ دوسرے کیوں خدا تعالےٰ ہر سو سال کے بعد حدیث نبوی کے مطابق ایک شخص کو مبعوث کر دیتا ہے؟ اگر ان کا ماننا کچھ فائدہ مند نہیں تو کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس بشارت کا دینا اور خدا کا مبعوث کرنا ایک عبث فعل ہے ایک مومن تو ایسا کبھی بھی خیال نہیں کر سکتا۔

حقیقت یہ ہے مجدد حضرت نبی کریم صلعم کا نائب ہوتا ہے اور اس زمانہ میں نبی کے فیوض کو امت تک پہنچانے کا وہی واحد ذریعہ ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی نے بیان فرمایا ہے کہ:۔

"مجدد آنست کہ ہر چیز در آں مدت از فیوض باامتاں برسد بتوسط او برسد"

یعنی اس زمانہ میں جس قدر فیوض امتوں کو پہنچتا ہے وہ اسی مجدد کے توسط سے پہنچتا ہے۔

سو فیوض کو حاصل کرنے کے لئے کیا ضروری نہیں کہ اس کے ساتھ تعلق جوڑا جائے۔

تیسرے یہ کہ جب حضرت نبی کریم صلعم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب مسیح تم میں ظاہر ہو تو اس کا ساتھ دینا اور اس سے مل کر دین کی نصرت کرنا۔ تو کیا حضور کے ارشاد کو نہ ماننا ایک مومن کے شایان شان ہے۔

اس سوال کے آخر میں سائل نے یہ بھی لکھا ہے کہ اب ہمیں کسی نئے مجدد کا منتظر رہنا چاہیئے۔

کسی نئے مجدد کے بعثت کے زمانہ کے قریب آنے سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ مجدد وقت کو نہ مانا جائے۔

دوسرے یہ بھی واضح ہے کہ حضرت میرزا صاحب صرف اس صدی کے مجدد نہیں بلکہ اس آخری ہزار کے بھی ہی مجدد ہیں۔ یعنی جو کوئی مجدد بھی آپ کے بعد مبعوث ہو گا وہ خود بھی حضرت میرزا صاحب کو آپ کے دعوئے مسیح موعود اور مہدی مسعود میں سچا جانتا ہو گا اور لوگوں کو بھی اس کے ماننے کے لئے دعوت دے گا۔

تیسرے۔ جاننے غور ہے کہ جو شخص مجدد وقت کو نہیں مانتا اس کے پاس کیا دلیل ہے کہ وہ آنے والے مجدد کو پہچان لے گا۔ جبکہ آنے والا مجدد بھی حضرت میرزا صاحب کے دعوے کی صداقت کی طرف لوگوں کو بلائے گا۔

چوتھے نئے مجدد کی انتظار میں مجدد وقت کو نہ ماننا اور حضرت نبی کریم صلعم کے صریح حکم کی نافرمانی پر ڈٹے رہنا کہاں تک ایک سچے مسلمان کے لائق ہے۔

چوتھا سوال

آخری سوال یہ ہے کہ ہماری جماعت کے بعض لوگ میرزا بشیر الدین محمود صاحب کی زیارت کے لئے ربوہ جاتے ہیں۔

اس کے متعلق گذارش ہے کہ یہ بات کہ ہماری جماعت کے لوگ ان کی زیارت کے لئے جاتے ہیں یہ درست نہیں بلکہ ہماری جماعت ان سے بالکل علیحدہ ہے ہم انہیں حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح مسلک سے منحرف سمجھتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کی ہیں جن کو حضرت امام زمان خود افتراء فرماتے ہیں۔ ان حالات میں ان کے دیدار کو ہماری جماعت کس طرح "قابل ثواب" اور "عظیم ثواب" سمجھ سکتی ہے۔

پیغام صلح ... ۲۹ اگست ۱۹۵۱ء ...

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم — بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — ٹیلیفون نمبر ۳۷۴۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب اور آئمہ قابلِ احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

سالانہ چندہ پاکستان کے - چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے - ۱۲-۸ روپے
ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۱۰-۲۳ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۳۹ — یوم چہارشنبہ مورخہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ - مطابق ۵ ستمبر ۱۹۵۱ء — نمبر ۳۴

امام مسجد ووکنگ نے سفیرانِ انڈونیشیا سے حلفِ وفاداری لیا

پاکستان کے اہم مذہبی امور میں امام ووکنگ سے استصواب

پاکستان کے طلبائے ایئر فورس کی مذہبی تعلیم کا انتظام

ووکنگ ۱۵ اگست ۱۹۵۱ء - امام مسجد ووکنگ کو دن بدن تمام عالم میں بالعموم اور انگلستان میں بالخصوص بڑی وقعت اور اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے - ہائی کمشنر فار پاکستان متعینہ انگلستان کے پاس جب کبھی بھی کوئی ایسا مسئلہ جس کا تعلق مذہب سے ہوتا ہے پیش آتا ہے تو وہ ہمیشہ استصواب رائے کے لئے امام صاحب مسجد ووکنگ کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔ اسلام کے متعلق کوئی بات ہو اس میں ہمیشہ امام صاحب کی رائے اور امداد طلب کی جاتی ہے۔ حکومت پاکستان کے ایئر فورس کے طلباء کی مذہبی تعلیم کا تمام کام مسجد ووکنگ کے سپرد ہے۔ لیکن اب آہستہ آہستہ دیگر اسلامی حکومتیں بھی ایسے تمام امور میں اپنی رہنمائی مسجد ووکنگ سے حاصل کرتی ہیں۔

حال ہی میں سفیر انڈونیشیا متعینہ لنڈن نے ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ سے درخواست کی کہ انہوں نے جو نئے اعلیٰ افسر اپنے سفارت خانہ میں ملازم رکھے ہیں ان سے اسلامی طریقہ پر حلف وفاداری لیں۔ چنانچہ ۲۷ جولائی ۱۹۵۱ء کو بروز جمعۃ المبارک امام صاحب انڈونیشیا سفارت خانہ میں تشریف لے گئے جہاں انہوں نے سفیر صاحب کی موجودگی میں حلف وفاداری لیا۔ اور اس حلف نامہ پر افسران متعلقہ کے دستخط لئے۔ اور بعد ازاں امام صاحب اور سفیر صاحب نے ان پر اپنے اپنے دستخط بھی ثبت فرمائے۔

سفیر صاحب نے امام صاحب کا دلی شکریہ ادا کیا اور چائے نوشی کے بعد ان کو بڑے احترام سے اپنی کار میں رخصت کیا۔

یہ غالباً پہلا واقعہ ہے جس میں امام صاحب مسجد ووکنگ نے حلف وفاداری لیا۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

خاکسار
نامہ نگار

وہ تعریف کرنیوالوں کے خیالات کی رسائی سے بالاتر ہے
حضرت خاتم النبیین صلعم کی جناب میں عقیدت کے پھول

(از حضرت مسیح موعود)

اسکو کیا حاجت ہے کہ کوئی اس کی تعریف کرے اس کی تعریف کرنا خود تعریف کرنیوالے کے لئے باعث فخر ہے وہ قدس اور جلال کے باغ میں رہتا ہے اور تعریف کرنے والوں کے خیالات کی رسائی سے بالاتر ہے اے خدا ہمارا سلام اسکو پہنچا اور اس کے بھائیوں کو بھی یعنی ہر ایک پیغمبر کو۔ ان میں سے سب سے پہلا آدم ہے اور سب سے آخر احمد ہے، کیا ہی خوش قسمت ہے وہ شخص جسے اس آخر میں آنیوالے کو دیکھنا نصیب ہوا تمام انبیاء روشن گوہر والے ہیں لیکن ان میں سب سے زیادہ روشن احمد ہے۔

اعلانِ تعطیل

آیندہ منگل، بدھ، اور جمعرات کو قائد اعظم کی برسی اور حج اور عید کی وجہ سے دفاتر اور مطابع بند ہوں گے اس لئے آیندہ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۱ء کے بجائے ۱۹ ستمبر ۱۹۵۱ء کو پرچہ شائع ہوگا۔

(ایڈیٹر)

زبلی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام شیخ محمد اختر پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدی بلڈنگس لاہور

زبان کی آفات سے بچو

(۱) عن الخدری قال اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء کلہا تستکفی اللسان تقول اتق اللہ تعالیٰ فینا فانما نحن بک ان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا۔ اخرجہ الترمذی تلخیص الصحاح جلد ششم

ترجمہ:- خدری رض سے روایت ہے کہ ...... حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی صبح کو اٹھتا ہے تو سب اعضاء زبان سے (نہایت) عاجزی سے التجا کرتے ہیں کہ ہمارے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کر (منہ سے بات نکالنا) کیونکہ ہم تیرے ساتھ وابستہ ہیں اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اگر تو ٹیڑھی ہوگئی (گفتگو میں بے احتیاطی سے کام لیا) تو ہم بھی ٹیڑھے ہوجائیں گے۔

(۲) وعن سفیان بن عبد اللہ قال قلت یا رسول اللہ حدثنی بامر اعتصم بہ قال قل ربی اللہ تعالیٰ ثم استقم قلت یا رسول اللہ ما اخوف ما تخاف علیّ فاخذ بلسانہ ثم قال ھذا۔
اخرجہ الترمذی ایضاً

ترجمہ:- سفیان بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ مجھ کو ایسی بات بتلائیے کہ میں اسکو تھامے رکھوں اور اس پر عمل کروں فرمایا کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر قائم رہ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسی چیز زیادہ خطرناک ہے جس کا آپ کو میرے متعلق ڈر ہے تو حضورؐ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا اسکو نگاہ رکھ (اس کی حفاظت کر)

(۳) وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیقل خیراً او یصمت اخرجہ الترمذی ولہ فی اخری عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صمت نجا۔

ترجمہ:- ابوہریرہ رض سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ (ہمیشہ) نیک بات منہ سے نکالے یا چپ رہے اور اس کی دوسری روایت ابن عمر سے ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو خاموش رہا نجات پاگیا (کیونکہ اس نے اپنے قیل و قال میں رضاء الٰہی کو مدنظر رکھا)

فانی اند و آلۂ ربانی اند
نور حق در جامۂ انسانی اند
اختران آسمان زیب و فر
رفتہ از چشم خلائق دور تر
(مسیح موعودؑ)

ترجمہ:- یہ فانی فی اللہ لوگ اپنے رب کے ہاتھ میں ایک آلہ کی مانند ہیں اس کے بلائے سے بولتے ہیں اور اس کے ہلائے سے چلتے ہیں۔
دراصل وہ انسانی جامہ میں سرتاپا نور حق ہیں۔
(۲) وہ آسمان وحدت کے ستارے ہیں۔
اور لوگوں کی کوتہ چشمی سے دور

گالیاں دینے والے مقابلہ سے عاجز آگئے
جماعت کو صبر اور برداشت کا نمونہ دکھانا چاہیئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ارشادات طیبہ

اب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اسلام کا نور دنیا پر ظاہر ہو۔ اور دنیا کو معلوم ہو جائے کہ سچا اور کامل مذہب جو انسان کی نجات کا متکفل ہے وہ صرف اسلام ہی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد لیکن ان ناعاقبت اندیش نادان دوستوں نے خدا تعالیٰ کے اس سلسلہ کی کوئی قدر نہ کی۔ بلکہ اس کوشش میں لگے ہیں کہ یہ نور نہ چمکے یہ لوگ اسے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن وہ خوب یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ وعدہ کرچکا ہے واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ یہ لوگ مجھے گالیاں دیتے ہیں لیکن مجھے ان کی گالیوں کی پرواہ نہیں اور نہ ان پر افسوس ہے کیونکہ وہ اس مقابلہ سے عاجز آ گئے ہیں۔ اور اپنی عاجزی اور فرومائیگی کو بجز اس نہیں چھپا سکتے کہ مجھے گالیاں دیں۔ کفر کے فتوے لگائیں جھوٹے مقدمات بنائیں اور قسم قسم کے افترا اور بہتان باندھیں وہ اپنی ساری طاقتوں کو کام میں لاکر میرا مقابلہ کرلیں اور دیکھ لیں کہ آخری فیصلہ کس کے حق میں ہوتا ہے۔ میں ان کی گالیوں کی اگر پرواہ کروں تو وہ اصل کام جو خدا تعالےٰ نے میرے سپرد کیا ہے رہ جاتا ہے اس لئے جہاں میں ان کی گالیوں کی پرواہ نہیں کرتا میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان کے لئے بھی مناسب ہے کہ ان کی گالیاں سن کر برداشت کریں۔ اور ہرگز ہرگز گالی کا جواب گالی سے نہ دیں۔ کیونکہ اس طرح پر برکت جاتی رہتی ہے انہیں چاہیئے کہ صبر اور برداشت کا نمونہ ظاہر کریں اور اپنے اخلاق دکھائیں یقیناً یاد رکھو کہ عقل اور جوش کے درمیان خطرناک دشمنی ہے۔ جب جوش اور غصہ آجاتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن جو شخص صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اسے ایک نور دیا جاتا ہے۔ جس سے اس کی عقل اور فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہوجاتی ہے اور پھر نور سے نور پیدا ہوتا ہے۔ غصہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل و دماغ تاریک ہوتے ہیں اس لئے تاریکی سے پھر تاریکی پیدا ہوتی ہے۔

پیغام صلح
جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ | ۵ ستمبر ۱۹۵۱ء

عید اور قربانی

عیدالاضحیٰ جو آج سے ایک ہفتہ بعد آنے والی ہے، ہر سال ایک پیغام لے کر آتی ہے، جس کی طرف عموماً بہت کم لوگوں کی توجہ ہوتی ہے، بظاہر طور پر تو سب لوگ اس پیغام کو اپنے اعمال و افعال سے دوہراتے ہوئے نظر آتے ہیں، لیکن اس کے مفہوم کو بہت کم لوگ سمجھتے ہیں، اور اسی وجہ سے عید یا قربانی کا حقیقی مقصد نظروں سے اوجھل رہ جاتا ہے۔

غور کر کے دیکھا جائے تو عید کا پیغام چند ایسی باتوں پر مشتمل ہے، جن پر اگر پورے طور پر عمل کیا جائے تو ہماری قومی زندگی تقوےٰ اللہ کی زندگی بن سکتی اور پائیدار بنیادوں پر استوار کی جا سکتی ہے، وہ باتیں کیا ہیں:-

۱- اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنا۔
۲- اس کی بڑائی اور عظمت کو محسوس کرنا
۳- آپس میں تعلقات محبت بڑھانا
۴- دین و ملت کے لئے قربانی کا جذبہ دلوں میں پیدا کرنا۔
۵- غریبوں کی خبر گیری کرنا۔

غور کر لیجئے یہی چند باتیں ہیں، جو عید کے پیغام میں ہمیں بتائی گئی ہیں، ہم سب ان پر عمل کرتے ہیں لیکن یہ سمجھتے نہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں، عید کے دن ہم اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں جھکتے ہیں، اور اس طرح ایک خدا کے آگے اجتماعی طور پر اپنی کمزوریوں کو پیش کر کے اس سے امداد کے طالب ہوتے ہیں، بادشاہ و گدا، ادنےٰ و اعلےٰ سب ایک صف میں کھڑے ہو کر عملاً یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم سب ایک ہیں، تمام انسان مساوی اور یکساں ہیں، قومیت اور رنگ و نسل کے امتیازات سب فرضی ہیں جن کی خدا کی جناب میں کوئی حقیقت نہیں، کیا ہم عید کی نماز کی صفوں میں کھڑے ہوتے ہوئے اس احساس کو اپنے دلوں میں پیدا کرتے ہیں؟

ہم بار بار اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد کے نعرے لگاتے اور زبان قال سے صرف ایک خدا کی عظمت و بڑائی کا اعتراف کرتے ہیں، لیکن غور کیجئے کہ اس کے باوجود کس قدر معبودان باطل کتنے ارباباً من دون اللہ ہمارے دماغوں کے اندر گھسے ہوئے ہیں جن کی ہم رات دن پرستش کرتے اور عملاً ان کی عظمت و بڑائی کے گن گاتے ہیں، وہ بڑے بڑے لوگ جن کی عظمت ہمیں کلمہ حق کہنے سے روکتی ہے وہ پیر اور لیڈر جن کی ناواجب حرکات اور ناپاک افعال سے نفرت کرنا ہمارے لئے دوبھر ہے اور ان کے ناجائز احکام کی تعمیل ہم اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں کیا معبودان باطل اور ارباباً من دون اللہ نہیں؟ کیا ہماری ہوا و ہوس جس کی متابعت میں ہم احکام خداوندی کو ٹھکرانے سے دریغ نہیں کرتے الٰہاً من دون اللہ نہیں؟ کیا اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ کہتے ہوئے کبھی ہم نے اپنی اس عملی حالت پر غور کیا اور اس کے مطابق اپنی زندگیاں بنانے کی کوشش کی؟

عید کے دن نماز عید کے بعد ہم ایک دوسرے کے ساتھ بغلگیر ہوتے، عید مبارک کا پیغام دیتے، تحفے تحائف بھیجتے ہیں، کیا اس میں یہ سبق ہمیں نہیں دیا گیا کہ ہمیں باہمی تعلقات محبت کو ہمیشہ بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے، اور کبھی کوئی موقعہ ایسا نہ آنے دینا چاہیئے کہ ایک دوسرے کے ساتھ رنجش اور بغض پیدا ہو، اسلام نے ہمیں ایک ایسی اخوت کے مقام پر کھڑا کیا ہے جو دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتی، ہمیں اپنے عمل سے اس اخوت کو مضبوط کرنا چاہیئے اور اپنے عملی نمونہ سے دنیا کو بتانا چاہیئے کہ اگر امن اور سلامتی مطلوب ہے تو وہ صرف اسلام کے اندر ہے۔

پھر قربانی کا وہ عظیم الشان سبق ہے، جو عید کے موقعہ پر ہمیں دیا گیا ہے اور ہزارہا سال پہلے کی ایک قربانی کو تصویری زبان میں یاد دلا کر بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں قربانی کا وہ جذبہ سب سے زیادہ قابل قدر ہے جو ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام نے دکھایا، آپ لاکھ بکرے ذبح کریں جب تک وہ جذبہ دل کے اندر پیدا نہیں ہوتا جب تک خدا اور رسول کے حکم کے ماتحت اپنا سب کچھ قربان کرنے کا خیال دل و دماغ پر حاوی نہیں ہو جاتا، جب تک ہماری قربانیوں سے تقوےٰ اللہ پیدا نہیں ہوتا، اس وقت تک یہ سب بے سود ہے، افسوس ہے کہ قربانی کی اس حقیقت پر زور دینے کے بجائے آج بعض لکھے پڑھے لوگ سرے سے قربانی ہی کو ناجائز قرار دے رہے ہیں، ان کے نزدیک قرآن میں اس قربانی کا کوئی حکم نہیں جو عید کے موقعہ پر ہر شہر اور ہر قریہ میں دی جاتی ہے نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے، سوائے حج کی ان قربانیوں کے جو مکہ معظمہ میں دی جاتی ہیں، حالانکہ قرآن میں صریح طور پر حج کے علاوہ قربانی کا حکم موجود ہے، سورہ حج کے چوتھے رکوع میں حج کی قربانیوں کا ذکر ہے اور پانچویں رکوع میں عام قربانیوں کا، جس پر حضرت نبی کریم صلعم کا کھلا عمل شاہد ہے کہ آپ نے عید اضحےٰ کے متعلق فرمایا۔

ان اول ما نبدأ من یومنا
هذا ان نصلی ثم نرجع فننحر
فمن فعل فقد اصاب سنتنا

پہلا کام جو ہم اپنے اس دن (عید اضحےٰ) سے شروع کرتے ہیں یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، پھر گھروں کو واپس جاتے ہیں اور قربانی دیتے ہیں جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کو پورا کیا۔

کیا اس کھلے ارشاد بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح عمل کے بعد بھی یہ کہنا واجب ہے کہ آپ نے حج کے علاوہ عید کے موقعہ پر قربانی نہیں دی؟ اگر ایسا ہوتا تو امت محمدیہ میں ساڑھے تیرہ سو سال تک قربانی کا یہ رواج کیسے چلا آتا؟

اس لئے قربانی تو ایک ضروری چیز ہے جو ہر صاحب توفیق مسلمان پر واجب ہے اس کو ناواجب قرار دینا قرآن کے حکم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے کھلا انحراف ہے، کاش یہ لوگ اس کے بجائے قربانی کی حقیقت اور اس کا اصل مقصد لوگوں کو سمجھاتے اور انہیں بتاتے کہ یہ قربانی تمہیں یہ سبق دیتی ہے کہ جس وقت ضرورت پیش آئے دین و ملت کے لئے خدا و رسول کے احکام کے ماتحت تمہیں بھی اپنے اموال و جائداد اپنے عزیز و اقربا اور خود اپنی جان کی قربانی دینی ہو گی، لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن یناله التقوىٰ منکم، اللہ کو ان قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون، اسے تو وہ تقوےٰ پہنچتا ہے جو اس کے احکام کی تعمیل کا موجب ہو۔

اور آخری سبق جو اس عید پر ہمیں ملتا ہے، وہ غربا کی خبر گیری ان کی امداد و اعانت کا سبق ہے، عید کی قربانی ہمیں سکھاتی ہے کہ کچھ تمہارے غریب بھائی بھی ہیں جو تمہاری امداد کے محتاج ہیں، ہمیں اپنے مالوں کا کچھ حصہ ان کے لئے قربان کر کے ان کی امداد و دستگیری کرنی چاہیئے اور اس طرح اپنی اخوت و برادری کا پورا ثبوت دینا چاہیئے۔

یہ ہے عید کا پیغام، کیا آپ اس پیغام پر صحیح معنوں میں عمل کرنے کے لئے تیار ہیں؟

ماہوار چندوں کے متعلق ضروری گذارش

ہمارے احباب کو معلوم ہے کہ ہمارا مالی سال اکتوبر میں ختم ہو جاتا ہے اب اس کے اختتام میں صرف دو ماہ کا عرصہ رہ گیا ہے اس لئے احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ جس قدر بقایا جات سال رواں کے آپ کے ذمہ ہیں براہ کرم وہ یکمشت یا ان دو ماہ کے اندر اندر ادا فرما دیں۔

دفتر سے جملہ احباب کے نام جن کے چندے وصول نہیں ہوئے یاد دہانی کے خطوط لکھے گئے ہیں تاہم بعض احباب توجہ نہیں فرماتے اس لئے اب بذریعہ اخبار جملہ احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ براہ مہربانی سال رواں کے جملہ بقایا جات اسی سال کے اندر اندر ادا فرما کر اپنے قومی اور دینی ادارہ کو نقصان سے بچائیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ ان کو اجر دے گا۔ والسلام

مرتضیٰ خان۔ اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

اخبار و افکار

جہاد کے معنے

مسٹر مشتاق احمد گورمانی وزیر امور کشمیر نے کراچی میں جمعیۃ العلمائے پاکستان کی کشمیر کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا :-

"جہاد کے معنے دراصل باطل کے خلاف جنگ کے ہیں اور یہ تو مسلمانوں کا عقیدہ ہے جسے وہ چھوڑ نہیں سکتے۔"

یہ بالکل صحیح ہے لیکن باطل کے خلاف جنگ کئی طرح ہو سکتی ہے اگر وہ تلوار سے حملہ آور ہو تو تلوار کی جنگ ہو گی، اور اگر بغیر تلوار کے باطل خیالات پھیلنے لگیں تو دلائل و براہین سے انہیں روکنا اور غلط ثابت کرنا بھی جہاد میں داخل ہے۔ بلکہ قرآن کریم کو دنیا میں پھیلانا اس کی عظمت و صداقت کو دنیا میں واضح کرنا بھی جہاد ہی بلکہ اس کو جہاد کبیر قرار دیا گیا ہے، ارشاد الٰہی ہے وجاھدھم بہ جھاداً کبیراً اس قرآن کے ساتھ ان کیساتھ (یعنے مخالفین سے) جہاد کبیر کرو، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگ سے واپس لوٹتے ہوئے فرمایا رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر، چھوٹے جہاد سے (جو جہاد بالسیف ہے) ہم بڑے جہاد (یعنے اشاعت اسلام) کی طرف لوٹتے ہیں مگر مسلمانوں نے عام طور پر صرف جہاد بالسیف ہی کو جہاد سمجھ رکھا ہے اور جب جہاد کا نام آتا ہے، جہاد بالسیف ہی اس سے مراد لی جاتی ہے، حالانکہ حقیقی اور سب سے بڑا جہاد جیسا اوپر ثابت ہوا، جہاد بالقرآن ہی ہے، کاش مسلمان اس جہاد میں لگ جاتے تو آج اس قدر مشکلات ان کے رستہ میں پیدا نہ ہوتیں۔

"کہاں سے کہاں پہنچ گئے"

نیا ہند الٰہ آباد (بابت اگست ۱۹۵۱ء) آل انڈیا کانگرس کے آئندہ منشور کے اعلان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"اعلان پر آل انڈیا کانگرس کمیٹی میں جو بحث ہوئی اس میں کسی ممبر نے پوچھا کہ اس اعلان میں شراب بندی کا ذکر کیوں نہیں ہے، پنڈت جواہر لال جی نے جواب دیا کہ شراب بندی سے ہماری ساری آرتھک دیوستھا بالکل اُلٹ پلٹ ہو جائے گی" یہ بھی کہا گیا ہے کہ دیش میں بہت سے قبیلے ایسے ہیں جن کے ریت رواج بنا شراب کے پورے نہیں ہوتے، شراب بندی ان کے ساتھ ظلم ہو گا اور بغاوت تک کا ڈر ہے۔

"اگر یہی سمجھ راجہ رام موہن رائے اور لارڈ ولیم بینٹنگ کو ستی کا رواج قانوناً بند کرنے کے وقت آجاتی تو معلوم نہیں ہندو استریوں کی دشا آج کیا ہوتی، ان وچاروں اور آدرشوں کو رکھتے ہوئے کانگرس اور کانگریسی سرکاروں کو مہاتما گاندھی کے نام اور ان کے اصولوں کی دہائی دینے کا کوئی حق نہیں رہ جاتا ہمیں دکھ ہے کہ ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔"

یہ تو صرف ایک پہلو ہے اور کئی امور میں بھی بھارت کی کانگریسی حکومت ہندوؤں کے مذہبی معتقدات سے ڈر کر کچھ نہیں کر سکتی، ابھی اگلے دن بھارت کے وزیر خوراک نے پارلیمنٹ میں یہ شکایت کی تھی کہ بندروں اور نیل گایوں کو غذائی اشیاء اور کھیتوں وغیرہ کے برباد کرنے سے روکنا ان کے بس کا روگ نہیں کیونکہ جنتا کے معتقدات ان کے رستہ میں روک ہیں اب شراب نوشی بھی انہی مذہبی معتقدات میں شامل کر لی گئی ہے یا للعجب۔

تعصب کی انتہا

لکھنؤ کے مشہور روزنامہ نیشنل ہیرلڈ میں ایک مسلمان لڑکی مختار بیگم صدیقی کا ایک خط شائع ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ:-

"میں کستوربا بالکا ودیالیہ لکھنؤ سے پریاگ مہلا ودیا پیٹھ کے ایک امتحان میں بیٹھی تھی، یہ امتحان کیندر مہلا ودیالیہ کالج میں رکھا گیا تھا، ہمارا کھانا پکانے کا امتحان ۳ مئی کو ہوا، اس دن میں نے قریباً دس روپیہ خرچ کر کے کھانا پکایا، اس کھانے کے ملاحظہ کے لئے میں بیٹھی انتظار کرتی رہی کیونکہ میرا نام ساتویں نمبر پر تھا لیکن امتحان لینے والے نے مجھے بیس پچیس لڑکیوں کے بعد بلایا، میں نے یہ اپنا تیار کیا ہوا کھانا صاف ستھرے برتنوں میں ڈال رکھا تھا، لیکن مجھے یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوا کہ ممتحن نے میری بنائی ہوئی چیزوں کو چکھا تک نہیں اسے میز کے نیچے اپنے پاؤں کے پاس رکھوا دیا اور پھر مہتر کو بلا کر اسے دے دیا، یہ اس لئے کیا گیا کہ میں مسلمان ہوں۔"

"جب میں دوسری ہندو لڑکیوں کے ساتھ کھانا پکا رہی تھی اس وقت ایک آدمی نے میرا نام پوچھا اور اس کے بعد مجھے امتحان دینے والی ہندو لڑکیوں سے دور جا کر کھانا پکانے کے لئے کہا گیا، اس بے عزتی کی وجہ سے مجھے بہت ہی دکھ ہوا ہے۔"

اس چٹھی پر نیشنل ہیرلڈ نے جو نوٹ لکھا ہے اس میں یہ سوال کیا گیا ہے کہ جب ممتحن نے کھانا چکھا تک نہیں تو اس نے قابلیت کا اندازہ کیسے کیا اور کس طرح اسے نمبر دیئے، اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ:-

"یہ ایک نوجوان لڑکی کی زبردست بے عزتی ہوئی ہے اور شاید یہ اپنے رنگ کا اکیلا قصہ نہیں ہوگا، ہندوؤں کے اسی طریق عمل کی وجہ سے الگ الگ مذاہب اور اقوام کے لئے الگ مدارس کا مطالبہ کیا جاتا ہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ قوم کے الگ الگ گروہ اور پھر ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں یہی وہ بیج تھا جس نے دو قومی نظریہ پیدا کیا اور پھر ہندوستان کے ٹکڑے ہو گئے۔"

یہ فی الواقع صحیح ہے، ہندوؤں کا یہی مذہبی تعصب ہے جس نے مسلمانوں کو پاکستان بنانے پر مجبور کیا، اور حیرت ہے کہ سیکولر راج کا ڈھونگ رکھنے کے باوجود بھارتی ہندوؤں کے مذہبی تعصب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ دن بدن اس میں ترقی ہوتی جا رہی ہے۔

عورت کے حقوق

بیگم عارفہ رضوی کی طرف سے ایک نہایت درد انگیز مضمون روزنامہ "امروز" میں شائع ہوا ہے جس میں عورتوں کے ساتھ مردوں کے ناروا سلوک کا ذکر کرتے ہوئے اس امر واقعہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ:-

"آج ننانوے فی صدی گھر مرد یعنے گھر کے سردار کے بُرے افعال کی وجہ سے دوزخ کی آگ اور لڑائی کا اکھاڑہ بنے ہوئے ہیں آج ضرورت ہے کہ مرد اپنی ذمہ داری محسوس کریں اور اپنے گھر کو تباہی اور بربادی سے بچائیں، عورت کو صحیح معنوں میں اپنی ساتھی اپنی رفیق حیات سمجھ کر اس کے ساتھ مساوی سلوک کریں اس کے جذبات احساسات کا خیال رکھیں تاکہ آنے والی نسلیں تباہی اور بربادی سے بچ جائیں"

وہ لکھتی ہیں کہ:-

"اس وقت اس کی ذمہ داری ان بیگمات پر عائد ہوتی ہے جن کا اثر و رسوخ قانون ساز اسمبلی تک ہے انہیں چاہیئے کہ عورتوں کی اس گرتی ہوئی حالت اور برباد زندگی پر توجہ دیں اور حکومت کو مجبور کریں کہ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے قانون نافذ کرے"

تجویز معقول ہے، لیکن ہم سمجھتے ہیں جب تک مردوں کو ایسی تربیت نہ دی جائے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں اور عورت کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنے کی اہلیت ان کے اندر پیدا ہو جائے اس وقت تک قانون شاید اتنا موثر ثابت نہ ہوگا، یہ کام اخباروں اور ادبی و علمی رسالوں کا ہے، مذہبی و قومی لیڈروں اور رہنماؤں کا ہے کہ وہ مضامین اور لیکچروں اور مواعظ کے ذریعہ نوجوانوں کی ذہنیتوں کو صحیح راہ پر لانے کی کوشش کریں، والدین اپنے بچوں کی تربیت ایسے رنگ میں کریں کہ ان کے دلوں میں عورت کی عزت اور اس کے احساسات کو سمجھنے اور اپنی ذمہ داری کو محسوس کرنے کی قابلیت پیدا ہو، یہ صحیح اسلامی تعلیم کے بغیر نہیں ہو سکتا جو افسوس ہے کہ آج ہمارے گھروں میں ناپید ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت بفضلہ تعالیٰ رو بترقی ہے بعض وقت تنفس کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ احباب کرام حضرت ممدوح کی صحت کاملہ کے لئے درد دل سے دعا فرماتے رہیں

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

اس مضمون میں قادیانی تبلیغی پاکٹ بک کے اس حصہ کو جس میں اجرائے نبوت پر بحث کی گئی سامنے رکھتے ہوئے ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ــــــــ بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۵۱ء

حضرت مسیح موعودؑ کا عقیدہ دربارہ ختم نبوت

قرآن کریم، احادیث اور بزرگان امت کے اقوال سے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ ان سب میں بالاتفاق یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ خاتم النبیین صلعم کے بعد سلسلہ نبوت بند ہے اور اجرائے نبوت کا عقیدہ سراسر باطل ہے، اب آئیے حضرت مسیح موعودؑ کا عقیدہ اس بارہ میں معلوم کریں کہ آیا آپ نے آنحضرت صلعم کے بعد اجرائے نبوت کو تسلیم کیا ہے یا کھلے طور پر اس کی تردید کی ہے، اس کے لئے ذیل کے حوالجات ملاحظہ ہوں:-

"اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵)

"والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم

اور نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکی (ضمیمہ حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۶۴)

وان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین۔

اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے"

(ضمیمہ حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۶۴)

"ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد جبرئیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ آمد و رفت شروع ہو جائے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۳)

"لیکن خدا تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس امت کے لئے اور ایسی ہتک اور کسر شان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء کے لئے ہرگز روا نہیں رکھے گا کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کے ساتھ جبرئیل کا آنا ایک ضروری امر ہے اسلام کا تختہ ہی الٹ دیوے حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۶)

"قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا ہو یا پرانا ہو، کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو"

(ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

"کیونکہ یہ بات اللہ عزوجل کے اس قول کے مخالف ہے:

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی ایک شخص کے باپ تو نہیں مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں کیا نہیں جانتے کہ خدائے کریم و رحیم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیت مذکور فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں"

(ترجمہ از حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰)

"اور طالبین حق کے سامنے یہ بات واضح ہے کہ اگر ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کا جواز قبول کریں تو گویا ہم نے وحی نبوت کا دروازہ کھول دیا حالانکہ وہ بند ہو چکا تھا اور یہ امر ظاہر ہے جیسا کہ مسلمانوں سے یہ بات مخفی نہیں اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس طرح کوئی نبی آ سکتا ہے جبکہ ان کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا"

(ترجمہ از حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۴)

"اور تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے ایسی کوئی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے آغاز ہے اس کے لئے انجام بھی ہے"

(الوصیت صفحہ ۱۰)

یہ چند حوالے بطور مشتے نمونہ از خروارے نقل کئے گئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی جنہیں نبی بنانے کے لئے خاتم النبیین کے بعد اجرائے نبوت کا امکان بتایا جاتا ہے ہرگز اجرائے نبوت کے قائل نہیں آپ کے نزدیک بھی نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو چکی اور کوئی نبی آپ کے بعد نہیں آ سکتا۔

سوال ۱:- اگر یہ صحیح ہے تو حضرت مسیح موعود نے اپنے لئے نبی کا لفظ کیوں بار بار استعمال کیا؟

(۲) کیا یہ صحیح نہیں کہ حضرت مسیح موعود ابتداء میں خاتم النبیین کے یہی معنے سمجھتے تھے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، اور اس بناء پر اپنے نبی ہونے سے انکاری تھے، لیکن بعد میں آپ نے اپنا عقیدہ بدل لیا، اور ختم نبوت کے بعد نبیوں کے آنے کا امکان تسلیم کرتے ہوئے اپنے آپ کو منصب نبوت پر فائز قرار دیا۔

الجواب:- ان دونوں سوالات پر آگے چل کر مفصل بحث کی جائے گی، فی الحال اتنا یاد رکھنا چاہیئے کہ

(۱) حضرت مسیح موعود نے اپنے لئے نبی کا لفظ صرف بطور مجاز اور استعارہ استعمال کیا ہے حقیقت کے طور پر نہیں جیسے فرمایا سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقت میرا نام اللہ کی طرف سے مجاز کے طور پر نبی رکھا گیا ہے حقیقت کے طور پر نہیں، اور اسے اپنے لئے محض ایک عزت کا خطاب قرار دیا ہے اس سے بڑھ کر نہیں۔

(۲) حوالجات بالا میں ابتدائی زمانہ کے حوالے بھی ہیں اور آخری زمانہ کے بھی یعنے ازالہ اوہام سے لے کر حقیقۃ الوحی تک کے حوالے دیئے گئے ہیں اور ان سب میں آپ نے خاتم النبیین کے بعد انقطاع نبوت اور سد باب نبوت ہی پر زور دیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا عقیدہ شروع سے آخر تک ایک ہی رہا اور اس میں تبدیلی کبھی واقعہ نہیں ہوئی۔

بہرحال ان سوالات اور ان کے ضمنی پہلوؤں پر مفصل روشنی آگے چل کر ڈالی جائے گی، یہاں صرف یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ بھی ختم نبوت ہی کے قائل ہیں نہ کہ امکان نبوت کے اور یہ اوپر کے حوالجات سے ثابت ہے۔

میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ

قرآن کریم، احادیث، بزرگان امت اور خود حضرت مسیح موعود کے اقوال سے یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امکان اجرائے نبوت کسی طرح ثابت نہیں، اب جناب میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ بھی دیکھ لیجئے جو وہ سنہ ۱۹۱۱ء سے پہلے رکھتے تھے۔

رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء میں آیت خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:-

"پھر چوتھی آیت جس میں آنحضرتؐ کے بعد کی میعاد بیان کی گئی ہے کہ کب تک آپ کا مذہب قائم رہے گا یہ ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیء علیما (سورہ احزاب رکوع ۵) یعنی نہیں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور رسول بھی کیسے خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے اور کوئی ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔"

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آئے گا کہ جس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جائے اور وہ آپ کی تعلیم کو منسوخ کر دے اور نئی شریعت

جاری رہے گا جس قدر اولیاء اللہ ہوں گے اور متقی اور پرہیزگار ہوں گے سب کو آپ کی غلامی میں ہی ملے گا جو کچھ ملے گا اس طرح خدا تعالےٰ نے بتا دیا کہ آپ کی نبوت نہ صرف اس زمانہ کے لئے ہے بلکہ آئندہ بھی کوئی نبی اور نہیں آئیگا بلکہ اب ہمیشہ کے لئے آپ کی ہی تعلیم جاری رہے گی اور یہی لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوگی جو اس سے باہر نکلے گا وہ درگاہ الٰہی میں نہیں پہنچ سکے گا۔"

(تشحیذ الاذہان ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء مضمون نجات)

خط کشیدہ الفاظ پھر پڑھیئے اور غور سے پڑھیئے کیا ان سے یہ ثابت نہیں کہ سنہ ۱۹۱۰ء میں میاں صاحب کا عقیدہ یہی تھا کہ

(۱)۔ آنحضرت صلعم کے بعد نبیوں کا آنا اور آپ کی تعلیم اور شریعت کا منسوخ ہونا ہے۔

(۲)۔ نبی نہیں آ سکتے بلکہ اولیاء اللہ ہو سکتے ہیں۔

کیا ان الفاظ کے ہوتے ہوئے امکان اجرائے نبوت کا عقیدہ کسی طرح صحیح ہو سکتا ہے۔

اسی مضمون میں آگے چل کر میاں صاحب لکھتے ہیں:-

"مگر ایک اور نکتہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کان اللہ بکل شئی علیما .... اصل بات یہ ہے کہ یہاں آپ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق ایک پیشگوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے پہلے دنیا میں سینکڑوں نبی گذر چکے ہیں جن کو ہم جانتے ہیں اور جنہوں نے بڑی بڑی کامیابیاں دیکھیں ... بلکہ کوئی صدی نہیں معلوم ہوتی کہ جس میں ایک نہ ایک جگہ مدعی نبوت نظر نہ آتا ہو .... مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کے بعد تیرہ سو سال گذر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعوےٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔ آخر آپ سے پہلے بھی تو لوگ نبوت کا دعوےٰ کرتے تھے، اور ان میں سے بہت سے .... کامیاب ہوئے (جن کو ہم تو سچا ہی سمجھتے ہیں) مگر آپ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا۔ اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی پیشگوئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں، اب ہم اسلام کے مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ اس سے بڑھکر کیا اور نشان ہو سکتا ہے کہ آپ کے دعوے کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو کامیاب نہیں ہوا پس اس طرف اشارہ تھا کہ کان اللہ بکل شئی علیما یعنے ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعوےٰ نہ کرے گا کہ ہم اسکو ہلاک نہ کر دیں چنانچہ یہ ایک تاریخی پیشگوئی ہے کہ اس کا رد کسی سے ممکن نہیں اگر ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو مگر اس طرح نہیں کہ کسی نے دعوےٰ کیا ہو اور لاکھ دو لاکھ آدمی اس کے پیرو ہو گئے ہوں، بلکہ ایسا کہ جیسے آنحضرت یا اس سے پہلے نبیوں کی طرح کامیابی حاصل کی ہو مگر کوئی نہیں جو اس کی نظیر پیش کر سکے۔"

(تشحیذ الاذہان ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء مضمون نجات)

ان عبارات کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ میاں صاحب سنہ ۱۹۱۰ء تک یعنی حضرت مسیح موعود کی وفات کے دو سال بعد تک بھی عدم اجرائے نبوت کے قائل تھے؟ کیا قادیانی پاکٹ بک نویس نے کبھی ان سے سوال کیا کہ جب مسیح موعود کے دو سال بعد تک بھی وہ آنحضرت صلعم کے بعد نبیوں کا آنا ناممکن سمجھتے تھے تو اجرائے نبوت کا عقیدہ کہاں سے پیدا ہو گیا۔

(۳)۔ صرف سنہ ۱۹۱۰ء تک ہی نہیں اس سے بھی ایک سال بعد ۱۴ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء کے اخبار الحکم میں میاں صاحب کا ایک مضمون زیر عنوان "خاتم النبیین" شائع ہوا جس میں انہوں نے یہ لفظ لکھے کہ:-

"اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا"

اب فرمایئے "ہر قسم کی نبوتوں" میں وہ غیر تشریعی نبوت بھی ہے یا نہیں؟ جس کو آج میاں صاحب اور ان کے مرید اصلی اور حقیقی نبوت قرار دیتے ہیں؟ اور کیا میاں صاحب کا یہ فرمان امکان اجرائے نبوت کی کھلی تردید نہیں؟

مسائل عید اضحی

۱۔ عید اضحی کو قربانی کرنا سنت ہے۔ خدا کی راہ میں جس قدر اعلیٰ درجہ کی قربانی ہو وہ افضل ہے، نکمی یا ناقص قربانی قابل قدر نہیں ہوا کرتی، اس لئے بکرا یا بھیڑ، دنبہ وغیرہ عمدہ اور تندرست ہونا چاہیئے۔ کوئی عیب نہ ہو یعنی لولا، لنگڑا۔ کانا یا سینگ جڑ سے کٹا ہوا نہ ہونا چاہیئے خصی ہونے کا کوئی حرج نہیں۔ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ بکرے کی عمر دو سال کی ہونی چاہیئے یا اس سے زیادہ دو دانت جس کے دو دانت سامنے کے بڑے ہوتے ہیں موزوں ہوا کرتا ہے بھیڑ یا دنبہ چھ ماہ کا بھی فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

۲۔ قربانی کا وقت ۱۰ تاریخ ذی الحجہ یعنی عید کے دن نماز عید و خطبہ کے بعد سے ۱۲ ذی الحجہ عصر کے وقت تک ہے ایک کنبہ کی طرف سے ایک بکرا یا بھیڑ کافی ہے۔

۳۔ قربانی کرتے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہیئے بعض قصاب پیر کا نام لیا کرتے ہیں جس سے بچنے کے لئے پہلے سے اہتمام کر لینا چاہیئے۔

۴۔ قربانی کا خون اور گوشت خدا کو نہیں پہنچتا بلکہ دل کا تقویٰ خدا تک پہنچتا ہے۔ پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ دراصل وہ خدا کے حکم کے آگے اپنی حیوانیت کو ذبح کر رہا ہے۔ یعنی اپنے تمام جذبات حیوانیت کو خدا کی رضا کے آگے قربان کرنے کا اقرار کر رہا ہے۔ جب تک یہ تقوےٰ مدنظر نہ ہو قربانی کے مقبول ہونے کی صورت نظر نہیں آتی۔

۵۔ عید کے دن نہانا صاف کپڑے پہننا خوشبو لگانا۔ نماز عید پڑھنا خطبہ سننا مسنون ہے۔ عید الفطر میں نماز سے پہلے کھانا سنت ہے لیکن عید اضحےٰ میں نماز عید کے بعد کھانا سنت ہے۔

۶۔ عید کی نماز دو رکعتیں ہیں۔ پہلی رکعت میں سات تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہی جاتی ہیں یاد رہے دونوں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ سے قبل یہ تکبیریں کہنی چاہئیں۔ قرأت جہری ہوتی ہے اور نماز کے بعد خطبہ ہوتا ہے جس کے درمیان میں لوگ ملنا جلنا اور بغلگیر ہونا شروع کر دیتے ہیں یہ جائز نہیں۔

۷۔ نماز عید کے لئے ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے آنا مسنون ہے۔ نماز کے بعد جماعت کی شکل میں راستوں سے گذرنا اسلام کی شوکت کا موجب ہے۔

۸۔ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے ایک حصہ خود کھائے اور اس کے اہل و عیال کھائیں دوسرا حصہ دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرے۔ تیسرا حصہ مساکین اور بتامےٰ کو دے۔

۹۔ عید کے دن باہم ملنا جلنا۔ کھانا پینا، خوشی منانا منشائے اسلام ہے۔ نماز پڑھ کر گھروں میں گھس کر بیٹھ رہنا یا سو کر دن کاٹ دینا اور اس گوشہ نشینی کا نام دینداری رکھنا غلطی ہے۔

۱۰۔ ۹ تاریخ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کر کے ۱۲ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیریں کہنے کا حکم ہے اور وہ یہ ہیں:-

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

ان کلمات کو تین مرتبہ کہنے کا حکم ہے۔

سانحہ ارتحال ہمارے محترم دوست حکیم غلام مرتضیٰ چک درکاں کی اہلیہ محترمہ گذشتہ ۲ اگست کو کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہو گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمیں اس صدمہ میں حکیم صاحب موصوف، اور ان کے فرزند منظور احمد صاحب کلرک دفتر انجمن اور دیگر اعزا و اقارب سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے گذشتہ جمعہ ہو میں مرحومہ کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔

بیرونی جماعتوں سے بھی جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

اسلام میں زنا کی سزا

غلام ربانی صاحب ایل ایل بی

(۲)

پھر اس بات پر بھی سوچیں کہ ایسی کونسی وہ دقت تھی کہ خدا تعالے نے اسے صحیفہ طاہرہ میں شامل نہ کیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان ادھر نہ گیا، حضرت ابوبکرؓ نے جب قرآن شریف کو محفوظ کیا تب کسی نے کیوں نہ یہ بتایا۔ آخر کوئی معقول وجہ اس بات کی بھی تو ہونی چاہیئے۔ یہ تو کوئی دلیل نہیں کہ لوگ کہیں گے "عمرؓ نے کتاب اللہ میں وہ بات بڑھا دی جو اس میں نہیں ہے"!

اگر یہ کتاب اللہ کا حصہ تھی ایک واجب العمل حکم تھا جس کا تارک فریضہ کا تارک سمجھا جاتا ہے تو انہیں جرأت سے یہ بات منوانی چاہیئے تھی ——— کہیں یہ تو نہیں کہ کسی بعد میں آنے والے نے حضرت عمرؓ کے نام سے یہ روایت تیار کر لی ہو تا کہ .... اثبات رجم ہو سکے۔

اسے ستم ظریفی زمانہ کہئے یا کچھ اور کہ مسلمان جنہوں نے خدا تعالیٰ کے اس برگزیدہ سے کلام پاک حاصل کیا جو سب سے زیادہ بردبار، حلیم الطبع، باحیا اور رحیم تھا انہی مسلمانوں کے موجودہ جانشین بے حد سخت گیر اور سنگدل واقع ہوئے ہیں۔ ان کے ہاں انسان کے بدلنے کا صرف ایک ہی طریق ہے اور وہ سخت سزا دینا ہے۔

ہمارے لوگ ایک غلط بات کو شریعت سمجھتے ہیں جو ان کے نزدیک آرے سے زیادہ تیز اور چھونے سے زیادہ تاثیر رکھنے والی ہے عام طور پر شریعت کو شدت کا مترادف سمجھا جاتا ہے اور ذہن میں سزا کا جو سخت سے سخت تصور قائم ہو سکتا ہے اسے خدا تعالے کا منشا سمجھ کر قابل عمل گردانا جاتا ہے۔ یہی غلط فہمی انہیں زنا کی سزا کے بارے میں لاحق ہو گئی ہے۔ جن احادیث کو ثبوت رجم میں پیش کیا جاتا ہے ان پر کبھی دلچسپی سے غور نہیں کیا جاتا۔ بس الفاظ کے گورکھ دھندے میں ایسے الجھ کر رہ جاتے ہیں کہ ان کی حقیقی روح عنقا ہو جاتی ہے۔

ہم اس سے پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ سورہ نور کی آیات جلد آنے سے پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم توریت کے احکامات سے فیصلہ فرماتے تھے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر ملال تھا گو وہ اطاعت احکامات فرماتے تھے۔ لیکن حضورؐ ایسے آدمی کو جو اس حد سے بچنا چاہتا ہو۔ بچنے کی راہ دینا بہتر سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضور کے سامنے دو مقدمات اس نوعیت کے پیش ہوئے جو تفصیلاً احادیث میں درج ہیں۔ پہلا مقدمہ ماعز بن مالک کا ہے جو ابوداؤد، بخاری اور مسلم میں مفصل بیان ہوا ہے۔ ہم اسے ذیل میں درج کرتے ہیں:-

عن ابن عباس قال لما اتی ماعز بن مالك النبی صلعم فقال له لعلك قبلت او غمزت او نظرت قال لا یارسول الله قال انکتها لا یکنی قال نعم فعند ذالك امر برجمه

(بخاری)

عن ابن عباس ان النبی صلعم قال لماعز بن مالك احق ما بلغنی عنك قال وما بلغك عنی قال بلغنی انك قد وقعت بجاریة آل فلان قال نعم فشهد اربع شهادات فامر به فرجم۔

(مسلم)

عن یزید بن نعیم عن ابیه ان ماعزاً اتی النبی صلعم فاقر عنده اربع مرات فامر برجمه وقال لهزال لو سترته بثوبك كان خیر لك قال ابن المنكدر ان هزالا امر ماعزا ان یاتی النبی صلعم فیخبره۔

(ابوداؤد)

عن یزید بن نعیم بن هزال عن ابیه قال کان ماعز بن مالك یتیما فی حجرابی فاصاب جاریة من الحی فقال له ابی ائت رسول الله صلعم فاخبره بما صنعت لعله یستغفرلك وانما یرید بذلك رجاء ان یکون له مخرجا فاتاه فقال یارسول الله انی زنیت فاقم علی کتاب الله فاعرض عنه فعاد فقال یارسول الله انی زنیت فاقم علی کتاب الله فاعرض عنه فعاد فقال یارسول الله انی زنیت فاقم علی کتاب الله حتی قالها اربع مرات فقال رسول الله صلعم انك قد قلتها اربع مرات فبمن قال بفلانة قال هل ضاجعتها قال نعم قال هل باشرتها قال نعم قال هل جامعتها قال نعم فامر به ان یرجم فاخرج به الی الحرة فلما رجم فوجد مس الحجارة فجزع فخرج یشتد فلقیه عبدالله بن انیس وقد عجز اصحابه فنزع له بوظیف بعیر فرماه به فقتله ثم اتی النبی صلعم فذکر ذالك له فقال هلا ترکتموه لعله ان یتوب فیتوب الله علیه۔

(ابوداؤد)

ماعز بن مالک کا یہ مقدمہ ہمارے سامنے ہے جس میں چند باتیں غور طلب ہیں:-

(۱) بخاری شریف میں ابن عباسؓ کی جو روایت درج ہے اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کہتے ہیں کہ شاید تو نے تقبیل کیا ہوگا یا محض چھوا ہوگا یا صرف دیکھا ہوگا لیکن اس نے صاف صاف زنا کا اقرار کیا۔

(۲) مسلم میں ابن عباسؓ کی درج شدہ دوسری روایت کہتی ہے کہ نبی کریم صلعم نے ماعز سے دریافت کیا تھا کہ مجھے ایسی اطلاع پہنچی ہے کہ تم نے ایک لونڈی سے یہ فعل کیا ہے۔ ماعز نے تسلیم کیا اور چار گواہیاں دیں۔

(۳) یزید بن نعیم کی روایت جو ابوداؤد نے نقل کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ماعز نے چار مرتبہ خود اقرار کیا تھا۔ یزید بن نعیم ہزال کے فرزند تھے۔ اور نبی کریم صلعم نے ہزال سے یہ کہا تھا کہ اگر تو ماعز کے اس فعل پر پردہ ڈالتا تو اچھا تھا۔ کیونکہ ہزال نے ہی ماعز کو کہا تھا کہ نبی صلعم کے پاس جا کر اس امر کا بیان دے کہ میں نے ایسا کیا ہے۔

(۴) ابوداؤد میں ہی یزید بن نعیم بن ہزال سے اس مقدمہ کی ایک تفصیل نقل کی گئی ہے کہ ماعز ایک یتیم تھا جو ہزال کی نگہبانی میں تھا ماعز نے قبیلہ کی ایک لونڈی سے یہ فعل کیا تو ہزال نے اسے کہا کہ وہ نبی کریم صلعم کے پاس جائے اور اس واقعہ کی خبر دے جو اس نے کیا ہے۔ شاید وہ اسے معاف کر دیں یا کوئی راہ نکال دیں۔ ماعز نے آکر نبی کریم صلعم سے اپنے زنا کا اقرار کیا۔ اور کہا کہ مجھ پر کتاب اللہ کے مطابق حد قائم کیجئے۔ نبی کریم صلعم نے اس سے اعراض کیا۔ وہ پھر آیا اور یہی کہا کہ مجھ پر حد قائم کیجئے۔

یہی بات اس نے چار مرتبہ کی تو نبی کریم صلعم نے پوچھا تم نے یہ فعل کس سے کیا۔ ماعز نے نام بتایا۔ نبی صلعم نے بعض اور تفصیلات پوچھیں اور پھر حکم دیا۔

اب ان تمام روایات میں سزا رجم درج کی گئی ہے، لیکن کچھ ایسی باتیں بھی اس میں پتہ چلتی ہیں جو صرف نبی صلعم سے متعلق ہیں۔

(ا)- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ماعز کے بیان سے اعراض کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک اور طویل روایت میں جو مسلم میں ہی درج ہے اسے کہتے ہیں:-

فقال ویحك ارجع فاستغفر الله وتب الیه یعنی کہا تجھ پر افسوس ہو۔ واپس چلا جا اور اللہ سے معافی مانگ اور توبہ کر

(ب)- اس کے پیہم اقرار کے باوجود تفصیلات پوچھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ تم نے تقبیل کی ہو، یا چھوا ہو یا دیکھا ہو۔

(ج)- جب ماعز کو رجم کے لئے لے جایا گیا اور اس نے موت کے سرد ہاتھوں کو محسوس کیا تو وہ بھاگ نکلا۔ رجم کرنے والوں نے اسے پکڑا اور رجم کیا۔ یہ اطلاع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی گئی تو حضور نے فرمایا فقال هلا ترکتموہ لعله ان یتوب فیتوب الله علیه۔ یعنی کیا تم نے اسے کیوں نہ چھوڑ دیا۔ شاید کہ وہ توبہ کر لیتا اور اللہ اسے بخش دیتا۔

(د)- ہزال کو حضورؐ نے فرمایا کہ تم اگر اس بات کو چھپاتے تو بہتر ہوتا۔

ان باتوں کو ذہن میں رکھئے اور پھر دوسرے مقدمہ کو پڑھئے جو ایک غامدیہ عورت کا ہے۔

عن ابی هریرة قال جاء ماعز الاسلمی الی رسول الله صلعم فقال انه قد زنی فاعرض عنه ثم جاء من شقه الآخر فقال انه قد زنی فاعرض عنه ثم جاء من شقه الآخر فقال یا رسول الله انه قد زنی فامر به فی الرابعة فاخرج الی الحرة

فرجم بالحجارة فلما وجد مس الحجارة فر يشتد حتى مر برجل معه لحي جمل فضربه به و ضربه الناس حتى مات فذكروا ذالك لرسول الله صلعم انه فر حين وجد مس الحجارة ومس الموت فقال رسول الله صلعم هلا تركتموه رواه الترمذی و ابن ماجة وفي رواية هلا تركتموه لعله ان يتوب فيتوب الله عليه

——— ترمذی، ابن ماجہ

عن ابی هريرة قال جاء الاسلمی الی نبی الله صلعم فشهد علی نفسه انه اصاب امرأة حراما اربع مرات كل ذلك يعرض عنه فاقبل فی الخامسة فقال انكتها قال نعم قال حتی غاب ذالك منك فی ذالك منها قال نعم قال كما يغيب المرود فی المكحلة والرشاء فی البير قال نعم قال هل تدری ما الزنا قال نعم اتيت منها حراما ما ياتی الرجل من اهله حلالا قال فما تريد بهذا القول قال اريد ان تطهرنی فامر به فرجم فسمع نبی الله صلعم رجلين من اصحابه يقول احدهما لصاحبه انظر الی هذا الذی ستر الله عليه فلم تدعه نفسه حتی رجم رجم الكلب فسكت عنهما ثم سار ساعة حتی مر بجيفة حمار شائل برجله فقال اين فلان وفلان فقالا نحن ذان يا رسول الله فقال انزلا فكلا من جيفة هذا الحمار فقالا يا نبی الله من ياكل من هذا قال فما نلتما من عرض اخيكما آنفا اشد من اكل منه والذی نفسی بيده انه الآن لفی انهار الجنة ينغمس فيها۔

(ابو داؤد)

اس مقدمہ میں بھی جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ ماعز بن مالک کے مقدمہ سے ملتے جلتے ہیں۔ یہاں پھر ماعز الاسلمی کے اقرار زنا کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اعراض کرتے ہیں اور اس کے چار پانچ مرتبہ بیان کرنے کے باوجود اس سے بہت تفصیلی باتیں معلوم کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اسے راہِ مفر دینا چاہتے ہیں اور جب وہ موت اور پتھروں کی شدت محسوس کر کے بھاگ جاتا ہے اور رجم کرنے والے پھر بھی اسے پکڑ کر رجم کرتے ہیں تو حضور اطلاع ملنے پر فرماتے ہیں۔

فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم هلا تركتموه رواه الترمذی وابن ماجة وفی رواية هلا تركتموه لعله ان يتوب فيتوب الله عليه۔

اب دونوں ملزموں کے بیان شدہ واقعات کو سامنے رکھا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ حضور اس سزا کو پسند نہ فرماتے تھے اور اگر کوئی اس سے بچ سکتا تو حضور کی کم از کم یہ خواہش تھی کہ وہ بچ جائے شاید وہ اس فعل سے تائب ہو کر رجوع الی اللہ کرے۔ اب اگر اس سزا پر حضور کا واقعی انشراح صدر ہوتا تو هلا تركتموه لعله يتوب فيتوب الله عليه کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا کیونکہ یہ سزا تو شرع کے مطابق دی جا رہی تھی اور اس پر ملزم کا "اعتراف گناہ" اطلاع اور چار گواہیاں سب کچھ موجود تھا۔

آخری درج شدہ حدیث سے گو ایک خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ لوگوں میں سے جب بعض نے ماعز الاسلمی کے رجم ہو جانے کے بعد ماعز کے متعلق ایسی بات کی جس سے اس کی بے عزتی ہوتی تھی حضور نے اسے برا منایا اور اسے مردہ گدھے کا گوشت کھانا کہا لیکن اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضور در اصل ایسے احساس کو برا سمجھتے تھے جو گنہگاروں کے متعلق عام انسانوں میں پایا جاتا ہے کہ وہ در اصل گناہ کی بجائے گنہگاروں سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ یہاں حضور نے اس احساس کی فرمائی ہے جو ان لوگوں میں پیدا ہو گیا تھا۔

اب ان دو مقدموں کی روشنی میں یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رجم کی سزا دی اس کی نسبت حضور نے توبہ کو بہتر سمجھا۔ اب اگر رجم قرآن پاک کی شریعت کا حکم ہوتا تو حضور اس میں کچھ بھی کراہت پسند نہ فرماتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورہ نور کی آیات جلد کے ذریعہ خدا تعالےٰ نے حضور کی امت سے اس سختی کو دور کر دیا اور لوگوں کے سدھار اور سلجھاؤ کی راہ آسان کر دی اور حکم دیا کہ ایسے مجرموں کو بہ سرِ عام اور عوام کے سامنے ایک سو کوڑے کی سزا دی جائے اور ان کا ازدواجی تعلق مسلمان سماج سے کاٹ دیا جائے تاکہ وہ بھی نفسیاتی حزن و غم کا وہ مزہ چکھیں جو ایسا مذموم فعل کر کے انہوں نے پورے سماج میں پیدا کرنا چاہا تھا۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوتا کہ ایسے مجرموں کے سدھار کی امید ہو سکتی ہے اور یقین ممکن ہے کہ وہ اپنی نئی زندگی میں خدا تعالیٰ کے زیادہ فرمانبردار بن کر معاشرہ کی کوئی احسن خدمت کر سکیں۔ اور دوسرا یہ کہ انہیں ایک نفسیاتی حزن و غم کی تلخی ایسے کریہہ فعل کے تلخیہ سے روشناس کرا دیتی ہے اور وہ اچھی طرح سمجھ جاتے ہیں کہ انہوں نے جسے آبحیات سمجھا تھا وہ در اصل زہر آب تھا۔

اگر سورہ نور کے بعد حضور نے کہیں رجم کا حکم صادر بھی فرما دیا تو وہ یقیناً یہودیوں کے مقدمات میں ہوگا کیونکہ یہودیوں کے تمام فیصلے توریت کے مطابق کئے جاتے تھے چنانچہ مفسرین ایک ایسے مقدمہ کا حوالہ سورہ مائدہ میں بھی بتاتے ہیں جہاں وہ فیصلہ نئی شریعت سے کرانا چاہتے تھے۔ اور قرآن پاک کا کہنا ہے کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ وہ اس شریعت کو تو مانتے نہیں، رسول اللہ صلعم کو نبی نہیں مانتے اور فیصلہ اس شریعت سے چاہتے ہیں چھوٹ کی یہ راہ ان کے لئے کبھی نہ کھولی جائے گی۔ انہیں بہرحال توریت کا پابند ہونا پڑیگا۔ چنانچہ مجرموں کو رجم کیا گیا۔ اسی طرح ایک اور یہودی مقدمہ کا تذکرہ احادیث میں ہے جہاں یہودیوں نے رجم کے صریح حکم کو چھپانے کی کوشش کی۔ ہم وہ روایت یہاں نقل کرتے ہیں۔

عن عبد الله بن عمر ان اليهود جاؤا الی رسول الله صلعم فذكروا له ان رجلا منهم وامرأة زنيا فقال لهم رسول الله صلعم ما تجدون فی التورات فی شان الرجم قالوا نفضحهم ويجلدون قال عبد الله بن سلام كذبتم ان فيها الرجم فاتوا بالتورات فنشروها فوضع احدهم يده علی اية الرجم فقرا ما قبلها وما بعدها فقال عبد الله بن سلام ارفع يدك فرفع فاذا فيها اية الرجم فقالوا صدق يا محمد فيها اية الرجم فامر بهما النبی صلعم فرجما وفی رواية قال ارفع يدك فرفع فاذا اية الرجم تلوح فقال يا محمد ان فيها اية الرجم ولكنا نتكاتمه بيننا فامر بهما فرجما۔ (متفق علیہ)

اسلام میں رجم کے بارے میں جو دھبا لگ گیا ہے در اصل وہ انہی واقعات کے باعث ہے۔ آیات نور سے پہلے مسلمان بھی توریت کے حکم کے مطابق عمل کرتے تھے اور آیات نور کے بعد ایسا معاملہ یہودیوں سے تو برقرار رہا لیکن مسلمانوں سے ٹل گیا۔ بعد میں آنے والوں نے صرف رجم کے واقعات کو دیکھا لیکن اس بات پر کوئی دھیان نہ دیا کہ وہ تعزیرات یہود پر جاری کی جا رہی تھیں یا مسلمانوں پر۔ ایک دفعہ مغالطہ پڑ جانے کے بعد اس پر عام عمل ہوتا رہا یہاں تک کہ یہ غلطی بہت پھیل گئی۔ و گرنہ مسلمانوں میں کئی لوگ ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے اس تعزیر کو زمانہ قبل از اسلام کا مانا ہے لیکن شرع اسلامیہ میں تسلیم نہیں کیا۔ خود وہ حدیث جو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کی جاتی ہے اس بات کا اعلان کر رہی ہے کہ لوگ کہتے تھے کہ قرآن میں رجم نہیں جلد ہے۔ خوارج تمام تر رجم کے قائل نہ تھے۔ فقہا کا ایک طبقہ بھی اس کے خلاف ہے۔ اور اسے قرآنی شریعت کا حکم نہیں مانتا۔

اب ایک الجھن باقی رہ جاتی ہے کہ کیا آج تک اس شق میں خلاف اسلام عمل ہوتا رہا۔ ہم یہ تو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ حضورؐ اور خلفائے راشدین نے قرآن پاک میں ایک صریح تعزیر کے موجود ہوتے ہوئے اس کے خلاف عمل کیا۔

حضورؐ نے ایک مدت تک توریت کے حکم کو نفاذ بخشا اور جب قرآن کا حکم آ گیا تو اس کے مطابق عمل کیا۔ حضورؐ کے صحابہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ جو باتیں صحابہ رسول صلعم کے متعلق ایسی مشہور کی گئی ہیں وہ من گھڑت ہیں۔ حضورؐ کے بعد آج تک جو کچھ کیا گیا ایک غلط فہمی کے باعث تھا۔ خود وہ ثبوت ہی محل اعتراض ہے۔ اور ہمارے دوست اسی کو ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔

ولادت اور عطیہ

ہمارے ایک بھائی منشی کمال الدین صاحب ملازم دی کاٹن اینڈ آئل اینڈ پروڈکٹس آدم حجانہ ضلع رحیم یار خاں کو اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ اس خوشی میں انہوں نے انجمن کو اشاعت اسلام کے لئے مبلغ پانچ روپیہ عطا کئے ہیں۔

فجزاہ اللہ

خدمتِ حدیث میں خواتین کا حصّہ

از جناب مولوی حافظ مجیب اللہ ندوی رفیق دار المصنّفین

علم حدیث کی خدمت کے لحاظ سے آٹھویں اور نویں صدی کو بڑی اہمیت حاصل ہے، روایت حدیث کے علاوہ "فن رجال" جو علم حدیث کی بنیاد ہے۔ اس کا منتشر ذخیرہ انہی صدیوں میں مدوّن ہوا، حدیث کی متعدد کتابیں اور اس کی شرحیں لکھی گئیں، تذکرہ وتراجم کی متعدد اہم کتابیں انہی صدیوں میں تصنیف ہوئیں۔ امام ذہبیؒ، حافظ ابن حجرؒ، امام سخاویؒ۔ امام سیوطیؒ۔ ابن جوزیؒ۔ ابن رجبؒ ابن حجر مکیؒ۔ زین الدین العراقیؒ۔ ابو بکر ہیثمیؒ، سرآمد روزگار علماء و فضلاء انہی صدیوں میں پیدا ہوئے۔ خواتین نے بھی ان دو صدیوں میں اس فن کی خدمت میں جتنا حصہ لیا اس کی مثال عہد تابعین کے بعد نہیں ملتی، ان خواتین کی تعداد کئی سو تک پہنچی ہے، زینب بنت کی۔ زینب بنت شکر، زینب بنت سلیمان، ست الوزراء، ست الفقہاء، عائشہ بنت الہادی۔ ام ہانی، جویریہ وغیرہ انہی صدیوں کی شذرات الذہب ہیں، صرف حافظ ابن حجر نے سو سے زیادہ محدثات کا ذکر کیا ہے، حافظ سخاوی نے الضوء اللامع میں ۱۰۷۵ خواتین کا ذکر کیا ہے، جن میں نصف سے زیادہ علم حدیث سے ذوق رکھنے والی خواتین ہیں، اور جن بزرگوں کا ذکر ہوا ہے، ان میں سے ہر ایک کے شیوخ وتلامذہ میں مردوں کے ساتھ بے شمار عورتوں کے نام بھی ملتے ہیں، ابن فہد نے ۱۳۰ محدثات سے اکتساب حدیث کیا تھا[1]، اسی طرح حافظ ابن حجر، امام سخاوی، زین الدین العراقی وغیرہ کے شیوخ وتلامذہ میں سینکڑوں عورتیں ہیں، ان میں سے بعض کا تذکرہ آگے آئیگا۔

ان تمام خواتین کا تذکرہ دشوار ہے۔ اس لئے صرف مشاہیر محدثات کی خدمت حدیث کی تفصیل بیان کی جاتی ہے آٹھویں صدی کی مشہور محدثات یہ ہیں۔

ست الوزراء

اس صدی کی سب سے مشہور خاتون ہیں، انہوں نے علم حدیث میں اپنے والد قاضی شمس الدین اور اس صدی کے بیشتر مشاہیر سے استفادہ کیا اور اس میں مہارت بہم پہنچائی۔ اور ان کے درس حدیث کا اس قدر چرچا ہوا تھا کہ لوگ ابو العباس بن شحنہ ابن الفخر اور الحجار وغیرہ کے ساتھ ساتھ ان سے استفادہ حدیث کے لئے آتے تھے۔ ان سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس صدی کے پچاس سے زائد مشاہیر علماء نے ان سے روایت کی ہے، حافظ ابن حجر کے شیوخ میں متعدد اصحاب ہیں جنھوں نے ان سے استفادہ کیا ہے، ان سے حدیث کی اجازت لینے کو لوگ فخر سمجھتے تھے، صحیح بخاری اور مسند الشافعی کا درس وہ خاص طور سے دیتی تھیں، انہوں نے دمشق اور مصر میں متعدد بار ان کتابوں کا درس دیا تھا۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ سماع کے ذریعہ مسند کی یہ آخری راویہ تھیں۔ امام سخاوی نے ایک جگہ ضمناً لکھا ہے کہ ست الوزراء ابو عبداللہ الزبیدی سے اپنے زمانہ میں آخری راویہ تھیں[2]، علم وفضل کے ساتھ نہایت صالحہ بھی تھیں، دو بار حج کیا تھا ۶۲۴ھ میں غالباً دمشق میں پیدا ہوئی تھیں اور ۷۱۶ھ میں وفات پائی[3]۔

اسی نام کی ایک اور خاتون بھی ہیں، ان کو بھی فن حدیث سے تدرے لگاؤ تھا، مگر ان کا اصلی رجحان علم وفن سے زیادہ زہد وتقویٰ کی طرف تھا اور وہ اسی حیثیت سے زیادہ مشہور رہیں[4]۔

زینب بنت کمال

اس صدی کی دوسری مشہور محدثہ ہیں، بغداد، قاہرہ، اسکندریہ، حران اور شام کے مشہور محدثین سے انہوں نے اکتساب فیض کیا۔ جن میں احمد بن عبدالدائم، محمد بن عیسے ابن سلامہ، ابو علی البکری، زکی المنذری وغیرہ شامل ہیں امام ذہبی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ایک اونٹ کے بوجھ کے احادیث کی روایت واجازت میں منفرد تھیں، ان کے درس کا اس قدر شہرہ تھا کہ طلبہ کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ درر کامنہ میں ہے،

تزاحم علیها الطلبة وقرؤا علیها الکتب الکبار (جلد ۲ ص ۱۱۷)	ان پر طلبہ ٹوٹتے تھے، اور ان سے وہ بڑی اہم کتابیں پڑھتے تھے۔

بسا اوقات دن کے بیشتر حصہ میں لوگ ان سے روایت و سماع کرتے رہتے تھے اور وہ نہایت صبر وتحمل سے انکی تشنگی علم بجھاتی رہتی تھیں۔

درر کامنہ میں ہے کہ ان کی موت سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر حدیث سے لوگ محروم ہو گئے، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ سبط السلفی اور ان کے معاصرین سے یہ آخری راویہ تھیں[5]۔

وہ ۶۴۶ھ میں پیدا ہوئیں تھیں، بچپن ہی سے آشوب چشم کی شکایت تھی ۷۴۰ھ میں وفات پائی یعنی ۹۴ برس کی عمر میں زندگی بھر ناکتخدا رہیں، اخلاق وعادات اور زہد وتقوے میں اپنے زمانہ کی رابعہ بصریہ تھیں، امام ذہبی کا بیان ہے۔

کانت دینة خیرة …… وکانت لطیفة الاخلاق طویلة الروح وکانت قانعة متعففة کریمة النفس طیبة الاخلاق[6]	نہایت دیندار نیک کردار، خوش اخلاق اور زندہ دل، قانع، عفیف، پاک نفس، اور پاکیزہ اخلاق تھیں۔

ان کی ایک چچازاد بہن اسماء تھیں انہوں نے بھی حدیث کی روایت اور سماع میں حصہ لیا ہے[7]۔

اسماء بنت صصری

یہ قاضی نجم الدین ابن صصری کی بہن تھیں، انہوں نے اپنے نانا مکی بن علان سے بغیة المستفید کے بعض حصے اور اسحاق بن راہویہ کی احادیث کا سماع کیا تھا[2]۔ برزالی کا خیال ہے، کہ محدثین کو ان کی مرویات ان کے علاوہ کسی اور کے ذریعہ نہیں پہنچیں حافظ ابن حجر برزالی کے اس خیال پر استدراک کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شیخ برہان الدین اور ابو بکر بن العز الفرضی وغیرہ نے بھی ہم کو ان کی روایتیں سماع کرائی ہیں، وہ تقریباً پچاس برس تک حدیث کا درس دیتی رہیں، اور موت سے چار روز پہلے تک یہ سلسلہ جاری رہا، ابن عماد لکھتے ہیں:۔

کانت مسندة	یہ محدثہ تھیں

علم وفضل کے ساتھ زہد وتقویٰ کے زیور سے بھی آراستہ تھیں، درر کامنہ میں ہے کہ وہ صالحہ تھیں اور قرآن کی تلاوت سے انہیں خاص شغف تھا۔

(ج ۱ ص ۳۶۱)

شذرات الذہب میں ہے،

ذات اصدقات وفضل حجت مرارا	صاحبہ فضل تھیں اور کثرت سے صدقہ کرتی تھیں، کئی بار حج کیا تھا۔

۶۳۸ھ میں پیدا ہوئی تھیں اور ۹۵ برس کی عمر میں ۷۳۳ھ میں وفات پائی۔

ابو المحاسن حسینی نے ذیل طبقات الحفاظ میں ان کا ذکرہ کیا ہے[3]۔

اسماء بنت یعقوب

ان کا شمار بھی اس صدی کے محدثات میں ہے ان کے والد شرف الدین یعقوب ممتاز محدثین میں سے، اسماء نے انہیں سے حدیث پڑھی تھی، انہوں نے عز الفرضی سے بھی روایت وسماع کیا ہے۔

ان کے علاوہ اس نام کی کئی اور خاتون ہیں، جنہوں نے خدمت حدیث میں کچھ نہ کچھ حصہ لیا ہے، مثلاً اسماء بنت الحافظ صلاح الدین متوفات ۷۹۵ھ اسماء بنت احمد متوفات ۷۸۰ھ اسماء بنت الخلیل العلائی متوفات ۷۹۹ھ وغیرہ۔

امة العزیز

یہ حافظ ابو الحسین علی کی صاحبزادی تھیں عام طور پر یہ "الشیخة" کے لقب سے معروف تھیں، شیخ شمس الدین، ابن علان، اور نصر اللہ بن حواری وغیرہ سے ان کو سماع حاصل ہے، اس نام کی دو ایک اور محدثات بھی ہیں۔

امة الرحمٰن اور امة السلام

یہ دونوں خاتون بھی ساتویں صدی کی محدثات میں ہیں۔ امة الرحمٰن نے مشہور محدث شیخ حجار سے بخاری شریف پڑھی تھی اور خود اس کی روایت بھی کرتی تھیں، شیخ ابو حامد نے ان سے سماع کیا تھا، انھوں نے اپنے معجم الشیوخ میں امة الرحمٰن کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ ۷۴۰ھ ہجری کے بعد انتقال کیا۔

---

[1] درر کامنہ جلد ۲ ص ۱۲۸ و شذرات الذہب جلد ۶ ص ۴۲

---

[1] درر کامنہ جلد ص ۱۲۸ و شذرات الذہب جلد ۶ ص ۴۲
[2] الضوء اللامع جلد ۱۰ ص ۸۱ [3] درر کامنہ جلد ۲ ص ۲۸ [4] ایضاً
[5] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۱۷ [6] ایضاً

---

[1] درر کامنہ ج ۱ ص ۳۶۷
[2] اسحاق بن راہویہ نے احادیث کا ایک مجموعہ چھوڑا تھا، جو اس وقت ناپید ہے اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ آٹھویں صدی تک پڑھایا جاتا تھا [3] ص ۱۱۲ درر کامنہ جلد ۱ ص ۳۶۲

بچوں کا صفحہ

مولانا مرتضیٰ خان صاحب

سلطان محمود غزنوی اور ایک بڑھیا کی فریاد

وہ مسلمان بادشاہ جو مذہب اسلام کی روح کو سمجھتے اور اسلام کے حکموں پر چلتے تھے وہ اپنی رعیت کے چھوٹے سے چھوٹے فرد کی بھی فریاد سنتے تھے۔ سلطان محمود غزنوی اپنے زمانہ میں بہت بڑا فاتح ہو گذرا ہے۔

تم جانتے ہو کہ اس زمانہ میں آمد و رفت کے ذریعے بہت محدود تھے۔ نہ ریل نہ لاری نہ ہوائی جہاز۔ لوگ گھوڑوں اور اونٹوں پر سفر کرتے تھے۔ اگر کسی جگہ فوج بھیجنی پڑتی ہو تو اس کو بھی کئی کئی دن لگ جاتے۔ ایسے حالات میں دور دور پھیلے ہوئے ممالک کا انتظام کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔

چنانچہ ایک دفعہ ایک دور دراز صوبے میں ایک قافلہ کو چوروں نے لوٹ لیا۔ اس قافلے میں ایک بڑھیا کا بیٹا بھی مارا گیا۔ جس سے اس بڑھیا بہت سخت صدمہ ہوا۔ کیونکہ یہ اس کا اکلوتا بیٹا تھا۔ یہی اس کے بڑھاپے کا سہارا تھا۔ بیچاری پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس نے سوائے اس کے چارہ نہ دیکھا کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا دکھڑا روئے اور بیٹے کے قاتلوں سے بدلہ لے۔ چنانچہ وہ گرتی پڑتی بادشاہ کے دروازے تک پہنچی۔ پہرہ دار نے سلطان کی خدمت میں عرض کی کہ کوئی فریادی بڑھیا حضور کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتی ہے۔ سلطان نے کہا کہ "اسکو فوراً آنے دو"۔ اور جب بڑھیا کو آتے دیکھا تو خود آگے بڑھا اور کہا۔ "آیئے مادر محترمہ! کیونکر آنا ہوا" بڑھیا کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ اور زار زار رونے لگی سلطان نے پھر نہایت مہربانی سے پوچھا کہ اے مادر مکرمہ! فرمایئے تو سہی کیا تکلیف ہے؟ آپ رو کیوں رہی ہیں۔ میں آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں آپ کچھ بولیں تو سہی"

بڑھیا:- اے بیٹا! میں ..... کیا ..... کہوں۔ آپ کے آگے اپنا دکھڑا رونے آئی ہوں"۔

سلطان:- "بتایئے بتایئے! جلد بتایئے۔ کیا بات ہے؟"

بڑھیا:- مجھ سیاہ بخت کا ...... ایک ہی ...... بیٹا تھا ...... میرے بڑھاپے کا سہارا۔ ہائے میں کیا کہوں وہ ...... مارا گیا۔ اور سلطان کی سلطنت میں مارا گیا۔

سلطان:- "اُف! آپ کا بیٹا۔ آپ کا اکلوتا بیٹا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ سخت افسوس ہے۔ کیونکر مارا گیا؟ کہاں مارا گیا؟ کس نے مارا؟"

بڑھیا:- تمہاری سلطنت میں مارا گیا۔ تمہاری رعیت کے لوگوں نے مارا۔ کیا تم کو اتنی بھی خبر نہیں کہ فلاں جگہ جو قافلہ لٹا ہے اس میں مجھ بدبخت ...... کا بیٹا بھی تھا۔ ظالموں نے اس کو مار ڈالا میری ضعیفی کا سہارا ...... ہائے اللہ! میں کیا کروں۔ تم اچھے بادشاہ ہو کہ تمہاری حکومت میں ایسے ایسے ظلم ہو رہے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔

سلطان:- مادر مہربان! مجھے سخت افسوس اور رنج ہے۔ کہ آپ کا اکلوتا بیٹا مارا گیا۔ آپ کا بیٹا نہیں میرا بیٹا مارا گیا ہے۔ رعیت کا فرد میرا بیٹا ہے۔ میں بھی آپ کے اس صدمہ میں شریک ہوں باقی رہا یہ امر کہ میری حکومت میں ایسے ایسے ظلم ہو رہے ہیں۔ وہ علاقہ جہاں یہ واقعہ ہوا ہے۔ میرے پایہ تخت سے بہت دور ہے۔ اس لئے اس کا انتظام ہونا مشکل ہے۔

بڑھیا:- اے سلطان! سُن اگر تم سے انتظام نہیں ہو سکتا تو اس قدر سلطنت تم نے فتح کیوں کی؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ ایک روز تجھے خدا کے سامنے جواب دینا ہے۔ سُن رکھ! اگر تیری سلطنت میں ایک اندھا بھی کسی گڑھے میں گر جائے گا تو اس کا بھی حساب خدا تجھ سے لے گا۔ کیا تو اس احکم الحاکمین سے نہیں ڈرتا۔ جس نے تجھے بادشاہ بنایا ہے۔ اور لوگوں کے جان و مال تیری حفاظت میں دیئے ہیں۔"

بڑھیا کی یہ لاگ بات سُن کر سلطان کے دل پر بڑی چوٹ لگی۔ وہ کانپ گیا۔

بڑھیا سے نہایت منت سماجت سے معافی مانگی اور اسکو تسلی دی بڑی شفقت اور عزت سے پاس بٹھایا اور بہت سا زر و مال جو اس بڑھیا کی ساری عمر کے لئے کافی ہو اس کی نذر کیا۔ اور مجرموں کی سرکوبی کے لئے فوری احکام جاری کئے۔

احمدیت برٹش گائنا میں!

از دفتر جائنٹ سیکرٹری

ذیل میں ان دو مکتوبات کا خلاصہ دیا جاتا ہے جو حال ہی میں دفتر جائنٹ سکرٹری کو موصول ہوئے۔ یہ خطوط مسٹر بی گجراج جارج ٹاؤن کے لکھے ہوئے ہیں۔

مکرمی ایس ایم طفیل صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

میرے ممبر بننے پر مبارکباد کا شکریہ۔ آپ یہ سُن کر خوش ہوں گے کہ مجھے لیجسلیٹو اسمبلی کا ممبر بھی چن لیا گیا ہے گو میرے نئے عہدوں کے باعث میرا کام اور ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں، لیکن اس کے باوجود میں جماعت کی سرگرمیوں سے غافل نہیں۔ میں نے برٹش گائنا کی احمدی جماعتوں کو دس حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان کے جو نمائندے ہیں وہ مجھے اپنی رپورٹیں باقاعدہ بھیجتے رہتے ہیں۔

آپ نے Mahdiism کے Propaganda نام سے جو مضمون لکھا اس کا یہاں بہت مفید اثر ہوا۔ میری طرف سے مبارکباد قبول فرمایئے میں نے اپنے خرچ پر اسے ایک ہزار کی تعداد میں تقسیم کے لئے شائع کیا ہے جس کے دو نسخے بذریعہ بحری ڈاک آپکو ارسال ہیں مخالف کیمپ کی طرف سے اس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

آپ نے ڈاکٹر ...... کے برٹش گائنا میں آکر پریکٹس کرنے کے متعلق بھی لکھا ہے۔ ان کا آنا ہمارے لئے بہت ہی تقویت کا باعث ہوگا۔ انہیں کہئیے کہ مجھے براہ راست لکھیں انہیں ہر ممکن سہولت پہنچانے کی کوشش کرونگا۔

کچھ سوالات آپ کی خدمت میں بغرض جواب بھیج رہا ہوں:-

۱- کیا مسجد کیلئے لاٹری کے ذریعہ چندہ کرنا جائز ہے؟

۲- کیا نکاح خوانی کی رسم مسجد میں ہوسکتی ہے؟ اس غرض کیلئے مسجد میں کرسیاں بچھائی جاسکتی ہیں؟

۳- کیا عورتیں جنازہ میں شریک ہوسکتی ہیں کیا ان میں سے کسی کا نماز جنازہ پڑھانا درست ہے؟

۴- یہاں جو شخص حضرت مرزا صاحب کو مسیح و مہدی نہ مانے اسے جماعت کا ممبر بنایا جاسکتا ہے؟

حضرت امیر کی صحت کے متعلق جو آپنے لکھا تھا اسے میں نے تمام دوستوں تک پہنچا دیا ہے اور دعا کے لئے درخواست بھی کی ہے۔ چند دن ہوئے کہ ڈاکٹر فرید اور ابراهیم صاحب بھی جارج ٹاؤن تشریف لائے تھے ان سے جماعت کی تنظیم و توسیع کے متعلق کافی دیر گفتگو ہوتی رہی۔ والسلام

مخلص - گجراج

سوالات کے جوابات

مندرجہ بالا خط میں جو سوالات کئے گئے ہیں ان کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

(۱) لاٹری ایک قسم کا جوا ہے جو اسلام میں بالکل ناجائز ہے چہ جائیکہ اس کے ذریعہ مسجد کے لئے چندہ کیا جائے۔

(۲) نکاح خوانی کی رسم مسجد میں ادا ہوسکتی ہے اس کے لئے کرسیاں بھی بچھ سکتی ہیں بشرطیکہ مسجد کی بےحرمتی کی کوئی صورت نہ ہو۔ ☆

☆ (۳) عورتوں کو جنازہ میں شرکت کی ضرورت نہیں نہ کوئی عورت نماز جنازہ پڑھا سکتی ہے (۴) جو شخص حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود نہیں مانتا وہ جماعت کا ممبر نہیں ہوسکتا، ہاں چندہ دے کر معاون بن سکتا ہے۔

کشمیری عوام کو حق خود اختیاری دلانے کیلئے حلف کی تجدید

جمعیت العلمائے پاکستان کی کشمیر کانفرنس کی کارروائی

کراچی ۲۸ اگست۔ کراچی کے ۷۵ ہزار سے زائد مسلمانوں اور حکومت کے وزرائے داخلہ اور وزیر برائے امور کشمیر نے کشمیر کے مسلمانوں کو حق خود اختیاری دلانے کے لئے اپنے حلف کی تجدید کی۔

جمعیت العلمائے پاکستان کی کانفرنس کے تیسرے اور آخری اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جمعیت العلما پاکستان کا یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر ممکن کوشش سے کشمیری مسلمانوں کو ان کا حق خود اختیاری دلائے۔

جمعیت العلمائے پاکستان کشمیر کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے پاکستان کے وزیر برائے امور کشمیر مسٹر مشتاق احمد گرمانی نے اعلان کیا کہ کشمیر قائد اعظم کا ترکہ ہے اور پاکستان کے عوام اس وقت چین سے نہ بیٹھیں گے جب تک وہ اپنے کشمیری بھائیوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق نہیں دلا دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر کے عوام کو موجودہ صورت حال سے مایوس نہ ہونا چاہیئے انہوں نے انہیں یقین دلایا کہ پاکستان تہیہ کئے ہوئے ہے کہ اپنے موقف کو کامیاب بنایا جائے۔

مسٹر گرمانی نے کہا کہ اسلام میں یہ تصور ہی نہیں پایا جاتا کہ ایک فرقہ یا ایک مذہب کے لوگ دوسرے فرقہ اور کسی دوسرے مذہب کے لوگوں پر حکومت کریں اس لئے یہ الزام کہ پاکستان کشمیر پر حکومت کرنا چاہتا ہے بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ پاکستان پر مذہبی حکومت کا الزام لگانے والے یہ نہیں سمجھتے کہ اسلام کے نظریات کیا ہیں اسلام دنیا میں امن کا علمبردار ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ پاکستان میں مذہبی حکومت ہے لیکن ہر ہفتے فرقہ وار فساد ہندوستان میں ہوتے ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کی یادداشت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس کے پیش نظر کشمیر کے مسلمانوں سے متعلق ہماری ذمہ داریاں اور بڑھ جاتی ہیں کیونکہ درخواست پر دستخط کرنے والوں کی، لاچاری اور مجبوری کی گواہ ہے۔

مسٹر گرمانی نے پنڈت نہرو کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے پاکستانیوں کے خلاف بلکہ جہاد کے خلاف لڑنے کے لئے پاکستانی سرحدوں پر اپنی فوجیں جمع کی ہیں، انہوں نے کہا ہم امن پسند ہیں لیکن اگر پنڈت نہرو خیالی خوف کے شکار رہیں تو ہم کیا کریں۔ جہاد کے معنی دراصل باطل کے خلاف جنگ کے ہیں اور یہ تو مسلمانوں کا عقیدہ ہے جسے وہ چھوڑ نہیں سکتے۔

کشمیر کی مجلس آئین ساز کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس کے ڈھونگ کو تو ہندوستان نے بھی تسلیم کیا ہے کیونکہ سکیورٹی کونسل کو ہندوستان نے یقین دلایا ہے ہندوستان کے لئے ضروری نہیں کہ وہ مجلس آئین ساز کے فیصلے کو تسلیم کرے انہوں نے کہا کہ اب اس ڈھونگ سے دنیا کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔

مسٹر گرمانی نے کہا کہ پاکستان نے ایک فیصلہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ریاست کے لوگوں کو اپنے مستقبل کا آپ فیصلہ کرنے کا موقع ملنا چاہیئے۔

قربانی کے متعلق سوالات

از قلعہ دیدار سنگھ۔ مکرم جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرے ایک دوست مندرجہ ذیل باتوں کی دریافت کے لئے زور دیتے ہیں آپ مہربانی فرماکر اپنے اخبار کی اگلی اشاعت میں مندرجہ ذیل امور پر جو قربانی کے متعلق ہیں۔ قرآن پاک اور حدیث صحیح کی روشنی میں وضاحت فرماکر مشکور فرمائیں۔

۱۔ کیا قربانی عید کے روز فرض ہے یا سنت یا واجب وغیرہ۔

۲۔ علماء فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم نے فرمایا کہ جو شخص قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

۳۔ کیا بے نماز انسان کی قربانی قبول ہے۔

۴۔ کس شخص کو مالی لحاظ سے قربانی ادا کرنی چاہیئے۔

۵۔ جو لوگ قربانی کے جانوروں کو دوسروں کے کھیتوں میں بلا اجازت چراتے ہیں ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔

.... قلعہ دیدار سنگھ

جوابات

۱۔ عید الضحیٰ کی قربانی سنت ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اول ما نبدأ من یومنا هذا ان نصلی ثم نرجع فننحر فمن فعل فقد اصاب سنتنا پہلا کام جو ہم آج کے دن شروع کرتے ہیں یہ ہے کہ نماز پڑھیں پھر لوٹ جائیں اور قربانی کریں تو جس نے اس طرح کیا وہ ہماری سنت پر چلا۔ (بخاری کتاب العیدین)

(۲) ایسی کوئی حدیث نہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ جو شخص قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

(۳) قربانی کا مقصد تقویٰ اللہ کو پیدا کرنا ہے، لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن یناله التقویٰ منکم خدا کو قربانی کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون، بلکہ اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے نماز بھی تقویٰ اللہ ہی کی ایک شاخ ہے، جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ تقویٰ اللہ ہی نہیں رکھتا تو اس کی قربانی کا فائدہ؟ ہاں قربانی اگر اس میں تقویٰ اللہ پیدا کر دے اور وہ نمازی بن جائے تو اس سے بڑھ کر قبولیت اور کیا ہے (۴) قربانی کے جانور ہوں یا غیر قربانی کے دوسرے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
فون نمبر ۳۷۴۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن
سالانہ چندہ پاکستان سے ۔/۱۰ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۔/۱۲ روپے
ایڈیٹر
دوست محمد
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۔ ۲۳ شلنگ

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں
سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۶ ذوالحجہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۵۱ء | نمبر ۳۴

خلیفہ صاحب قادیان (حال ربوہ) کی خدمت میں دردمندانہ اپیل

ہمارے داخلی مسائل اور معاملات سے نہ اُلجھئے اپنے گھر کی فکر کیجئے

قریباً ڈیڑھ ماہ ہوا مدیر الفضل مجھے سرراہے ملے۔ دوران گفتگو میں انہوں نے فرمایا کہ موجودہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ الفضل اور پیغام صلح اختلافی مسائل میں زیادہ نہ اُلجھیں میں نے ان کے ساتھ اتفاق کیا کہ ہاں یہ درست ہے۔ واقعی ایسا ہونا چاہیئے۔ لیکن الفضل مورخہ ۵ و ۶ ستمبر ۱۹۵۱ء کی اشاعتوں میں "مولوی محمد علی صاحب کا ٹرسٹ" کے عنوان سے ایک مضمون دیکھ کر جو خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کا لکھا ہوا ہے مجھے سخت تعجب اور افسوس ہوا۔ اس مضمون کا تعلق فریقین کے اختلافی مسائل سے بھی نہیں بلکہ جماعت احمدیہ لاہور کے داخلی اور دستوری مسئلہ سے ہے۔ جس کے متعلق جماعت احمدیہ لاہور کے کسی آرگن میں کوئی بیان شائع نہیں ہوا۔ ایسے داخلی مسئلہ کے متعلق قلم اُٹھانا اور اس مضمون کو الفضل میں شائع کرنا فساد کا دروازہ کھولنا نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا معاصر الفضل ایک ایسے جھگڑے کی ابتدا کرنا چاہتا ہے جس کو وہ شروع تو کرسکتا ہے لیکن اسے ختم کرنا اس کے بس کی بات نہ ہوگی۔ اس پر روشن ہونا چاہیئے کہ یہ وہ پھانسی کا حلقہ ہے کہ جتنا وہ اس سے گلو خلاصی کی کوشش کرے گا اتنا ہی اس کی گرفت مضبوط ہوتی چلی جائے گی۔ اگر ہم نے جماعت قادیان کے داخلی مسائل کے متعلق قلم اُٹھایا تو قادیانی جماعتیں پشاور سے لے کر ڈھاکہ تک اور رنگون سے لیکر راس کماری تک بلبلا اُٹھیں گی اور جناب خلیفہ صاحب کو باوجود درد نقرس کے منبر اور پلیٹ فارم پر آکر اپنی پوزیشن صاف کرنی پڑے گی۔ کیا الفضل کی یہ خواہش ہے کہ ہم بھی جناب خلیفہ صاحب کے ہم زلف ڈاکٹر لطیف صاحب کے بیانات شائع کردیں۔ پچھلے دنوں ربوہ میں بعض اعلیٰ ملازمین کے ساتھ جو سلوک ہوا ہے اسے واشگاف کریں۔ تحریک جدید کے اندرونی اور سربستہ مسائل کو روشنی میں لائیں جماعت قادیان کی حریت، آزادی اور اخلاقی جرأت کو جس کلیسائی انداز سے کچلا گیا ہے اسے دنیا پر ظاہر کریں۔ آپ پر واضح ہونا چاہیئے کہ قادیانیت کے داخلی مسائل قادیانیت کی لاش کے ساتھ چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں۔ ہم نے اگر اس عفونت زدہ لاش پر سے پردہ اُٹھایا تو ساری دنیا تعفن اور بدبو اور غلاظت سے بھر جائیگی۔ ہم نے یہ بھی سُنا ہے کہ یہ مضامین خلیفہ صاحب کی ہدایت کے مطابق شائع ہوتے ہیں اگر یہ درست ہے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب اپنی انتظامی قابلیت، خطابت اور ڈپلومیسی کے باوجود تعصب، مزاجی اور چڑچڑے پن کا شکار ہو چکے ہیں عمر کے آخری حصہ میں انہوں نے تدبر اور توازن کو بالکل کھو دیا ہے۔ ورنہ وہ ہرگز مدیر الفضل کو پرانے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کی ہدایت نہ فرماتے۔ ہم ان کی خدمت میں اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنی ہدایات پر نظر ثانی کریں۔ باقی رہا میاں محمد صادق صاحب کا معاملہ مدیر الفضل کی نسبت انہیں ہم بہتر سمجھتے ہیں۔ ان کا معاملہ مذہبی اور اخلاقی نہیں بلکہ نفسیاتی نوعیت کا ہے۔ کچھ عرصہ قبل جناب خلیفہ صاحب کے متعلق انہوں نے جو مضامین لکھے تھے ان میں سے بعض تو کانگریس کے بعد پیغام صلح میں شائع ہوئے اور بعض ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں کیا معاصر الفضل ان نوادرات کو دوبارہ صفحہ قرطاس پر دیکھنے کا متمنی ہے؟ ہمارا ہمدردانہ اور مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ اس گنج گرانمایہ کو آثار قدیمہ کے طاق کی زینت ہی رہنے دیا جائے تو بہتر ہے۔ خان بہادر صاحب کے ذہنی قواء کی نسبت جسمانی قواء مضبوط ہیں ہمیں ان سے ایک اور قلابازی کی توقع ہے۔ اس لئے ان کے متضاد بیانات کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیئے یہ دانشمندی اور عاقبت اندیشی کے خلاف ہے آگے سمجھ اپنی اپنی۔

اب رہا ٹرسٹ کا معاملہ اس کے متعلق بھی سُن لیجئے۔ ہمارے ہاں مباہلہ والوں کے مکان کو آگ نہیں لگائی گئی، محمد امین خاں اور فخرالدین ملتانی کو قتل نہیں کیا گیا، کسی کو دن کی روشنی میں دارالضعفاء میں زدوکوب نہیں کیا گیا، کوئی بائیکاٹ نہیں کیا گیا۔ ہمارا جو بھی اختلاف ہے وہ بالکل جزوی اور دستوری ہے اور جماعت احمدیہ لاہور کی عظمت اور زندگی کی دلیل ہے۔ جس کی عظمت کا اندازہ کوئی حریت پسند اور اسلامی روایات کی روح کو سمجھنے والا ہی کرسکتا ہے کوئی اوہام پرست، پیر پرست اور غلامانہ ذہنیت رکھنے والا شخص نہیں کرسکتا۔ جو بیرقان کا مریض ہو اور اسے اس معاملہ کو انحطاط کی علامت سمجھتا ہے یہ اس کی آنکھوں کا قصور ہے اسے اپنی آنکھوں کا علاج کرانا چاہیئے۔ ہمیں معاف کیجئے اگر ہم کہیں کہ کوئی سکہ بند قادیانی حضرت اس معاملہ کی جمہوری اور اسلامی خصوصیت کا اندازہ نہیں کرسکتے۔ معاصر الفضل کے معلومات میں اضافہ کے لئے لکھا جاتا ہے کہ ہمارے ہاں ہر قومی معاملہ کا آخری فیصلہ انجمن کرتی ہے جو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے لیکن قادیانی دوستوں کے لئے اب یہ ایک اجنبی نظریہ ہے۔ مذکورہ ٹرسٹ کے متعلق آخری فیصلہ بھی انجمن ہی کریگی۔ اس دستوری اختلافات کے باوجود جماعت احمدیہ لاہور کا ہر ایک فرد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا احترام کرتا ہے اور ان کی خدمات کا معترف ہے۔ جماعت کے جن مقتدر اور ذمہ دار احباب نے حضرت ممدوح سے بیجا وجوہات اور دستوری اختلافات کیا ہے اُن میں سے کسی فرد نے بھی میاں محمد صادق صاحب سے اصرار او تقاضا نہیں کیا کہ وہ جماعت احمدیہ لاہور کے داخلی معاملات پر خامہ فرسائی کی زحمت گوارا کریں انہوں نے ٹرسٹ کا سہارا لیکر اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے مایوس اور ویران دل کو امید کی کرنیں اور شگفتگی عطا فرمائے اور وہ ہر سیدھی چیز کو ٹیڑھی نظر سے دیکھنا ترک کردیں ـــــ جناب خلیفہ صاحب اور معاصر الفضل کو ہماری جماعت کی فکر نہیں کرنی چاہیئے بلکہ اس سیاہ لاشے کا جائزہ لینا چاہیئے جو ان کی اپنی جماعت کے تحت الشعور میں کھول رہا ہے۔ لیکن اسکا اندازہ آپ سے محروم لوگ نہیں کر سکتے جنہیں تفہیم سے قبل باوجود اپنے خوابوں اور مکاشفوں کے اتنا علم نہ ہوسکا کہ انکا حشر کیا ہوگا اور قادیان کی ساری مرکزی جماعت کے بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو بلکتا ہوا چھوڑ کر انتہائی بزدلی کے ساتھ وہاں سے بھاگ نکلے سـ اگر جاری اس وارننگ کے باوجود معاصر الفضل نے ہمارے گھریلو معاملات میں دخل دینے کی کوشش کی تو نتائج کی ذمہ داری اس پر ہوگی۔ خدا تعالیٰ معاصر الفضل کو دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھنے کی بجائے اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اتنی عقل بھی دے کہ وہ شیش محل میں بیٹھ کر دوسروں کو پتھر نہ مارے ۔ آمین ۔

شیخ محمد آصف افسر اشاعت احمدیہ بلڈنگس ۔ لاہور

بچوں کا صفحہ ——— مولانا مرتضیٰ خان صاحب

عدل اسلامی کی دو شاندار مثالیں

سلطان محمد قسطنطنیہ کا فاتح ہونے کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ اس نے ۱۴۵۲ء میں دشمن کی بڑی بھاری فوج کو شکست دے کر قسطنطنیہ کو فتح کیا۔ اس لئے تاریخ میں سلطان محمد فاتح کے لقب سے مشہور ہے۔

سلطان نے اس مشہور و معروف شہر قسطنطنیہ کی عمارات اور عجائبات دیکھنے کے لئے خاص طور پر اہتمام کیا۔ جب جلوس شاہی ایک خاص مقام پر پہنچا تو سلطان کو ایک جگہ مسجد کے لئے بہت پسند آئی۔ اسی وقت وہاں تعمیر مسجد کا حکم دے دیا۔ مصاحبوں نے عرض کی فلاں یونانی معمار فن عمارت میں پوری پوری مہارت رکھتا ہے اس کو طلب کرنا چاہیئے چنانچہ اس کو فوراً بلایا گیا۔ سلطان نے اسکو مسجد کا نقشہ بتایا اور ساتھ ہی خاص طور پر ہدایت کر دی کہ مسجد کے مینار کسی صورت میں اس گرجا سے نیچے نہ ہوں جو قریب ہی واقع تھا۔ اس عظیم الشان مسجد کی تعمیر کے لئے سلطان نے منہ مانگی رقم معمار کے حوالے کی اور وہ نہایت سرگرمی سے کام میں مصروف ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد عمارت طیار ہو گئی اور سلطان کو اس کی اطلاع دی گئی۔ سلطان امراء وزراء کے ہمراہ اس نئے تعمیر شدہ خانۂ خدا کو دیکھنے کے لئے آیا۔ وہ مسجد کے ڈیزائن اور معمار کی کاریگری کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس نے کام کی بہت تعریف کی۔ لیکن جب اس کی نظر میناروں پر پڑی کہ وہ گرجا کے میناروں سے نیچے ہیں۔ فوراً اس کے دل میں خیال آیا کہ معمار نے عیسائی ہونے کی وجہ سے محض تعصب سے مسجد کے مینار گرجا کے میناروں سے نیچے رکھے ہیں جو اس کے حکم کے صریح خلاف تھا۔ بس پھر کیا تھا طیش آ گیا اور اسی طیش کی حالت میں حکم دیا کہ معمار نے چونکہ محض اسلام دشمنی سے کام لے کر مسجد کے مینار چھوٹے رکھے ہیں اس لئے اس کے ہاتھ قلم کر دیئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہو گیا۔

معمار نے قاضی کی عدالت میں نالش کر دی۔ قاضی نے سلطان اور معمار دونوں کو اپنی عدالت میں طلب کیا اور سلطان کو بحیثیت ایک ملزم کے معمار کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہونا پڑا۔ قاضی نے دونوں کے بیانات کی سماعت کی۔ اس پر سلطان کا جرم ثابت ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ جب تک معمار زندہ رہے سلطان شاہی خزانہ سے نہیں بلکہ اپنی جیب سے معمار کو ایک گرانقدر رقم ادا کرتا رہے۔ یہ ایک بہت بڑا جرمانہ تھا جو سلطان کو ادا کرنا پڑا۔ معمار اس فیصلہ سے مطمئن ہو گیا اور قسطنطنیہ کے باشندے اسلامی انصاف کا نمونہ دیکھ کر عش عش کر اٹھے کیونکہ ان کی تاریخ میں ایسے انصاف کی یہ پہلی مثال تھی۔

اسی طرح سلطان مراد کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک معمار کو مسجد کی تعمیر کے لئے حکم دیا۔ معمار نے مسجد تیار کی لیکن سلطان کو پسند نہ آئی۔ سلطان نے طیش میں آ کر اس کے ہاتھ کٹوا دیئے۔ اس نے قاضی کی عدالت میں دعوےٰ دائر کر دیا۔

قاضی نے سلطان کے خلاف فرد جرم لگا دی۔ سلطان نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور قصاص کے طور پر اپنے دونوں ہاتھ کاٹے جانے کے لئے پیش کر دیئے۔ معمار کو رحم آ گیا اور اس نے سلطان مراد کو معاف کر دیا۔ اور سلطان نے اسکو گراں قدر رقم عطا کی۔

علامہ اقبال مرحوم نے اس واقعہ کو منظوم کیا ہے۔ ہماری یہ کتاب اگرچہ بچوں کے لئے ہے لیکن یہاں یہ نظم بہت سجتی ہے استاد بچوں کو معنی سمجھا دیں گے اس لئے ہم ... علامہ مرحوم کی مذکورہ نظم ذیل میں درج کر دیتے ہیں :-

بود معمارے در اقلیم خجند ٭ در فن تعمیر نام او بلند

ساخت آں صنعت گرے فرہاد زاد ٭ مسجدے از حکم سلطان مراد

خوش نیامد شاہ را تعمیر او ٭ خشمگیں گردید از تقصیر او

آتش سوزندہ از چشمش چکید ٭ دست آں بیچارہ از خنجر برید

جوئے خوں از ساعد معمار رفت ٭ پیش قاضی ناتوان و زار رفت

آں ہنرمندے کہ دستش سنگ سفت ٭ داستان جور سلطان باز گفت

گفت اے پیغام حق گفتار تو ٭ حفظ آئین محمد کار تو

سفتہ گوش سطوت شاہاں نیم ٭ قطع کن از روئے قرآں دعویم

قاضی عادل بدنداں خستہ لب ٭ کرد شہ را در حضور خود طلب

رنگ شہ از ہیبت قرآں پرید ٭ پیش قاضی چوں خطاکاراں رسید

از خجالت دیدہ بر پا دوختہ ٭ عارض او لالہ ہا اندوختہ

یک طرف فریادی دعوی گرے ٭ یک طرف شاہنشہ گردوں فرے

گفت شہ از کردہ خجلت بردہ ام ٭ اعتراف از جرم خود آوردہ ام

گفت قاضی فی القصاص آمد حیات ٭ زندگی گیرد بایں قانون ثبات

عبد مسلم کمتر از احرار نیست ٭ خون شہ رنگیں تر از معمار نیست

چوں مراد ایں آیۂ محکم شنید ٭ دست خویش از آستیں بیروں کشید

مدعی را تاب خاموشی نماند ٭ آیۂ بالعدل والاحسان بخواند

گفت از بہر خدا بخشیدمش ٭ از برائے مصطفیٰ بخشیدمش

یافت مورے بر سلیمانے ظفر ٭ سطوت آئین پیغمبر نگر

پیش قرآں بندہ و مولیٰ یکیست

بوریا و مسند دیبا یکیست

پیغام صلح
جلد ۳۹ — دوم چہارشنبہ مورخہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ — نمبر ۳۷

مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور ختم نبوت

"کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟" یہ سلسلہ مضامین گزشتہ اشاعت میں ختم ہو گیا، جس میں یہ ثابت ہو گیا کہ نبوت ایک منصب تھا جس پر اللہ تعالیٰ بوقت ضرورت اپنے کسی برگزیدہ بندہ کو فائز کیا کرتا اور جب ضرورت ہدایت شے کو بھیجا کرتا تھا، اور چونکہ حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ایک کامل ہدایت قرآن کی شکل میں دنیا کو مل گئی، اس لئے اب منصب نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی اور نہ آپ کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ختم نبوت کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ کلام کرنا بھی بند کر دیا؟ اور آیا وہ مبشرات و منذرات بھی بند ہو گئے جو ہدایات و شریعت سے تعلق نہیں رکھتے، لیکن انسان کی قوت ایمانی کو ترقی دینے کا موجب اور اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایک زندہ نشان کا کام دیتے ہیں۔

فی الحقیقت ختم نبوت کے غلط مفہوم نے جہاں آج ایک جماعت کو اس عقیدہ پر کھڑا کر دیا ہے، کہ نبوت کے اختتام سے صرف براہ راست نبوت کا اختتام ہے، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے نبی بن سکتے ہیں، وہیں مسلمانوں کا ایک کثیر حصہ مرور زمانہ کی وجہ سے اس عقیدہ پر جم گیا کہ ختم نبوت کے ساتھ ہی مکالمہ الٰہیہ کا سلسلہ بھی بند ہو گیا ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام نبیوں کے سوائے کسی دوسرے پر نازل نہیں ہو سکتا، اور جو شخص ایسا دعوےٰ کرے وہ گویا نبوت کا مدعی ہے، یہ دونوں خیالات جو افراط و تفریط کا رنگ رکھتے ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث اور آئمہ سلف کی کھلی تصریحات کے قطعاً خلاف ہیں جس طرح یہ غلط ہے کہ نبوت کا دروازہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کھلا ہے اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکالمہ و مخاطبہ کا دروازہ بھی بند ہو گیا، اگر ایسا مانا جائے تو اس سے حسب ذیل خرابیاں پیدا ہوتی ہیں:-

(۱)- اللہ تعالیٰ کی صفت کلیم کے یہ منافی ہے کہ وہ ہزارہا سال تک اپنے بندوں سے کلام ہی نہ کرے اور قیامت تک معاذ اللہ گونگوں کی طرح بیٹھا رہے،

(۲)- اس کی صفت رحیمیت کے منافی ہے کہ اس کے کروڑ ہا بندے رات دن نہایت عاجزی اور الحاح کے ساتھ اس کی جناب میں گڑگڑاتے اور اس سے دعائیں کرتے رہیں، اور وہ جواب تک نہ دے اور اتنا بھی نہ کہے کہ ہاں میں تمہاری دعاؤں کو سنتا ہوں۔

(۳)- جو خدا الحاح و زاری کے باوجود بولتا تک نہیں اس کے متعلق شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید وہ ہے بھی یا نہیں، اور اس طرح خدا کی ہستی پر وہ یقین دلوں میں پیدا نہیں ہوتا جو حق الیقین کا درجہ رکھتا ہے۔

(۴)- وہ تمام بزرگان امت جنہوں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہامات پانے کا دعوےٰ کیا ہے اور ان کی نیکی، تقوےٰ اور خدا رسیدگی کی ایک دنیا قائل ہے نعوذ باللہ مفتری علی اللہ قرار پاتے ہیں

(۵)- خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ آپ کی قوت قدسی جو تمام دوسرے نبیوں سے بہت بڑھی ہوئی تھی، اپنے پیروؤں کے اندر اتنی بھی روحانیت پیدا نہ کر سکی کہ وہ خدا تعالیٰ کے کلام اور اس کے الہام سے مشرف ہو سکتے جو ان کے دلوں کی مضبوطی کا موجب ہوتا۔ جیسے اس کے پاک نبیوں اور رسولوں کے دلوں کی مضبوطی کا موجب ہوتا تھا۔

مکالمہ الٰہیہ کا اجرا از روئے قرآن

لیکن جیسا کہ اوپر کہا گیا یہ تمام باتیں قرآن کریم، احادیث اور بزرگان امت کی تصریحات کے قطعاً خلاف ہیں، ملاحظہ ہوں دلائل ذیل:-

(۱)- واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (البقرہ رکوع ۲۳)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا کا جب وہ پکارے جواب دیتا ہوں۔

اس آیت میں اجیب کا لفظ دعا کے جواب پر شاہد ہے اگرچہ اس کے معنے قبول کرنے کے بھی لکھے ہیں لیکن لفظی معنے جواب دینے کے ہی ہیں اور یہی موزوں ہیں، جیسا کہ بعض احادیث سے بھی ثابت ہے کہ جب بندہ یا اللہ کہکر پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ یا عبدی کہکر جواب دیتا ہے، آگے یہ ہر ایک کی اپنی اپنی روحانی استعداد پر منحصر ہے کہ خدا کے جواب کو سنے یا نہ سنے، جن لوگوں کی روحانی قوت سماعت بہت تیز ہے وہ اس جواب کو سن بھی لیتے ہیں، اور اللہ تعالےٰ سے اپنی دعاؤں کے جواب سن کر ان کی قبولیت یا عدم قبولیت کی اطلاع بھی دوسروں کو دے دیتے ہیں، ایسے بیشمار واقعات امت محمدیہ کے پاک لوگوں کی زندگیوں کے اندر پائے جاتے ہیں جن میں ان کی دعاؤں کے پیش از وقت بتائے ہوئے نتائج ٹھیک ثابت ہوئے اور اس طرح ہستی باری تعالےٰ اور مکالمہ الٰہیہ کی صداقت پر ایک دلیل محکم بن گئے۔

(۲) الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون۔ الذین امنوا وکانوا یتقون۔ لھم البشرٰی فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاخرۃ لاتبدیل لکلمات اللہ ذالک ھو الفوز العظیم۔
(یونس۔ ۶۲: ۶۴)

سن لو کہ اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے، جو ایمان لائے اور تقوےٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بشارتیں ہیں، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔

اس آیہ کریمہ میں صفائی کے ساتھ بتا دیا ہے، کہ اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بشارتیں نازل ہوں گی تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر میں اس آیت کی تفسیر میں متعدد حدیثیں نقل کی گئی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد رویائے صالحہ ہے، جس کو نبوت کا چھیالیسواں جزو قرار دیا ہے۔ (یہ حدیثیں آگے چل کر نقل ہوں گی)۔

(۳) والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوھا وانابوا الی اللہ لھم البشرٰی فبشر عباد (الزمر ۳۹: ۱۷)

اور وہ لوگ جو طاغوت سے بچتے ہیں کہ اس کی عبادت کریں اور اللہ کی طرف جھکتے ہیں ان کے لئے بشارتیں ہیں سو میرے بندوں کو خوشخبری دے دو۔

(۴) رفیع الدرجات ذو العرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق (المومن: ۱۵)

درجوں کا بلند کرنے والا صاحب عرش ہے وہ کلام کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے تاکہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اس آیت کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

ھٰؤلاء فھم ورثۃ الانبیاء لاشتراکھم فی الخبر وانفراد الانبیاء بالتشریع قال تعالیٰ یلقی الروح علی من یشاء من عبادہ فجاء بمن وھی منکرۃ لینذر یوم التلاق فجاء بما لیس بشرع ولاحکم بل بانذار فقد یکون الولی بشیراً ونذیراً۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ باب الثامن والثمانون مائۃ ص ۳۷۷ مطبوعہ مصر)

یعنی یہ لوگ انبیاء کے وارث ہیں کیونکہ خبر دینے میں ان کے شریک ہیں اور انبیاء تشریع میں منفرد ہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنا کلام اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جن پر چاہے ڈالتا ہے یہاں مَن کو استعمال کیا ہے جو نکرہ ہے، تاکہ ملاقات کے دن سے ڈرائے پس وہ ایسی چیز لاتا ہے جو شرع نہیں اور نہ حکم ہے بلکہ انذار کے ساتھ آتا ہے پس ولی بشیر ہوتا ہے اور نذیر ہوتا ہے۔

(۵) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیٰؤکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون۔

یعنے جو لوگ یہ کہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے، اس پر قائم ہو جاتے ہیں اور پوری استقامت دکھاتے ہیں ان پر فرشتے نازل ہوتے (اور ان سے کہتے) ہیں کہ مت ڈرو اور نہ غمگین ہو اور تمہیں جنت کی بشارت جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہم دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں اور تمہارے لئے اس (جنتی زندگی) میں وہ سب کچھ ہے جس کی تمہیں خواہش ہو اور سب کچھ تمہارے لئے ہے جو تم طلب کرو۔

مکالمہ الٰہیہ یا جزئی نبوت از روئے حدیث

(۱) ثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی قال فشق ذالک علی الناس فقال لکن المبشرات فقالوا یا رسول اللہ وما المبشرات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

فقال رؤیا المسلم وھی جزء من اجزاء النبوۃ ھذا حدیث حسن صحیح من حدیث انس بن مالک (فتوحات مکیہ جلد ۲ باب الثامن والثمانون ومائۃ ص۳۷۶ مطبوعہ مصر)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا بیشک رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی پس میرے بعد کوئی رسول نہیں اور نہ نبی لوگوں پہ یہ بات گراں گذری آپ نے فرمایا ان مبشرات باقی ہیں، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ مبشرات کیا چیز ہیں فرمایا مسلمان کا رؤیاء اور وہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے، یہ حدیث انس بن مالک سے مروی ہے اور حسن صحیح ہے، یہ روایت صحیح ترمذی، مسند امام احمد اور حاکم کی مستدرک میں موجود ہے۔

(۲) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا یا رسول اللہ وما المبشرات قال الرویاء الصالحۃ (بخاری ومسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نبوت میں سے مبشرات کے سوائے کچھ باقی نہیں رہ گیا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ مبشرات کیا چیز ہیں؟ فرمایا رویائے صالحہ۔

(۳) عن حذیفۃ بن اسید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذھبت النبوۃ فلا نبوۃ بعدی الا المبشرات قیل وما المبشرات قال الرؤیاء الصالحۃ یراھا الرجل او تری لہ (رواہ الطبرانی وایضاً)

حذیفہ بن اسید سے روایت ہے، کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت چلی گئی پس میرے بعد مبشرات کے سوائے کوئی نبوت نہیں، کہا گیا مبشرات کیا چیز ہیں؟ فرمایا رویائے صالحہ

ل رویا مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ یا وحی کی ایک قسم ہے جسکو قرآن کریم نے من وراء الحجاب کہا ہے، یعنی پردہ کے پیچھے سے کلام کرنا یا کوئی چیز دکھانا اس میں کشف خواب اور غیر نبی کا الہام سب شامل ہے حدیث میں ہے اوّل ما بدئ بہ رسول اللہ صلعم من الوحی الرویاء الصالحۃ (بخاری کتاب بدء الوحی)

فتح الباری میں اسی حدیث کی تشریح میں لکھا ہے:- وقال ابن التین معنی الحدیث ان الوحی ینقطع بموتی ولا یبقی ما یعلم منہ ما سیکون الا الرؤیا ویرد علیہ الالہام فان فیہ اخبارا بما سیکون وھو للانبیاء بالنسبۃ للوحی کالرؤیا ویقع لغیر الانبیاء کما فی الحدیث الماضی فی مناقب عمر قد کان فیمن مضی من الامم محدثون وفسر المحدث بفتح الدال بالملھم بالفتح ایضاً وقد اخبر کثیر من الاولیاء عن امور مغیبۃ فکانت کما اخبروا

یعنی حدیث کے معنے یہ ہیں کہ وحی (یعنے وحی نبوت) میری موت سے منقطع ہو جائے گی اور آیندہ ہونے والے امور کی سوائے رویاء کے کوئی صورت نہ ہوگی اور اسی میں الہام بھی شامل ہے کیونکہ اس میں اس چیز کی خبر ہوتی ہے جو ہونیوالی ہو اور وہ یعنے الہام انبیاء کے لئے وحی کی نسبت سے رویاء کی طرح ہی ہے اور وہ غیر انبیاء کو ہوتا ہے جیسا کہ گذری ہوئی حدیث میں ہے جو حضرت عمر کے مناقب میں ہے ۴۴

جو آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے،

(۴) عن ابی الطفیل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبوۃ بعدی الا المبشرات الرؤیاء الصالحۃ۔

(رواہ احمد وابی سعید منصور وابن مردویہ)

ابی طفیل سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلعم نے میرے بعد کوئی نبوت نہیں سوائے مبشرات کے جو رویائے صالحہ ہے۔

(۵) عن ام کرز قال قال رسول اللہ صلعم ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات۔

رواہ ابن ماجہ

ام کرز سے روایت ہے، کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت چلی گئی اور مبشرات باقی رہ گئے۔

(۶) عن عائشۃ ان النبی صلعم قال، لا یبقی بعدی من النبوۃ شئی الا المبشرات قالوا یا رسول اللہ وما المبشرات قال الرؤیاء الصالحۃ یراھا الرجل او تری لہ۔

(رواہ احمد والخطیب)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں سوائے مبشرات کے، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا رویائے صالحہ جو انسان دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

نوٹ:- ان تمام احادیث سے ثابت ہے، کہ انقطاع نبوت کے بعد مبشرات یا رویائے صالحہ باقی ہیں جن کو دوسری احادیث میں نبوت کا چھیالیسواں جزو قرار دیا گیا ہے، عن النبی صلعم قال الرؤیا المومن جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ نبی کریم صلعم سے روایت ہے فرمایا مومن کا رویاء نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے۔ دوسری حدیث میں الرؤیا المومن کی جگہ الرؤیاء الصالحۃ کا لفظ ہے، اس لئے اسے جزئی نبوت کہا جا سکتا ہے اگرچہ ایسا جزو ہے جس کے ساتھ جب تک دوسرے اجزا شامل نہ ہوں یعنے شریعت اس وقت تک اصل نبوت نہیں کہہ سکتے جیسے آکسیجن پانی کا ایک جزو ہے لیکن اسے پانی نہیں کہہ سکتے جب تک اس کے ساتھ ہائیڈروجن شامل نہ ہو، ہاں اسے نبوت کاملہ یا مجازی نبوت کہا جا سکتا ہے، جس کی تشریح آگے چل کر ہوگی۔

(۷) لقد کان فی امم من قبلکم رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد فعمر۔

تم سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے تھے، بغیر اس کے کہ نبی ہوں پس اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہے۔

اجرائے مکالمہ الٰہیہ کے متعلق اقوال بزرگان دین

(۱) شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:- واما الالقاء بغیر التشریع فلیس بمحجور۔۔۔۔۔۔

---

۴۴ کہ گذری ہوئی امتوں میں محدث ہوتے تھے اور محدث کی تفسیر ملہم سے کی ہے اور بہت سے اولیاء نے غیب سے خبریں دیں اور جس طرح انہوں نے خبریں دیں اسی طرح وقوع میں آیا:

ولکن الالقاء تنزل القران علی قلوب الاولیاء ما انقطع مع کونہ محفوظا لھم ولکن لھم ذوق الانزال وھذا لبعضھم

(فتوحات مکیہ جلد ۲ باب التاسع والخمسون ومائۃ ص۲۵۸ مطبوعہ مصر)

(۲) رویائے صالحہ کی کیفیت اور تفصیلات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:- وھذا کلہ موجود فی رجال اللہ من الاولیاء یہ سب کچھ اللہ کے بندوں اولیاء میں موجود ہے۔ (فتوحات مکیہ باب الثامن والثمانون و مائۃ ص۳۷۶ مصری)

(۳) فھم ورثۃ الانبیاء لاشتراکھم فی الخبر۔ یعنے وہ انبیاء کے وارث ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے خبر پانے میں ان سے اشتراک رکھتے ہیں۔ (ایضاً)

(۴) فالولایۃ نبوۃ عامۃ ولایت نبوت عامہ ہے۔ (فتوحات مکیہ باب الثالث والسبعون ص۲۴ مطبوعہ مصر)

(۵) امام شعرانی شیخ اکبر کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:- ادرک رسول اللہ صلعم العلم فی صورۃ اللبن ولذا کان یؤول بہ رؤیاہ وھذا ھو ابقاہ اللہ تعالیٰ علی الامۃ من اجزاء النبوۃ (الیواقیت والجواھر جلد ۲ المبحث الثالث والثلاثون) یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو دودھ کی صورت میں پایا اور اسی طرح اپنے رؤیا کی تاویل فرمایا کرتے تھے اور یہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اجزائے نبوت میں سے امت کے لئے باقی رکھا ہے۔

(۶) وانما غایۃ لطف اللہ تعالیٰ بالاولیاء انہ ابقی علیھم وحی المبشرات فی المنام لیستانسوا برائحۃ الوحی (الیواقیت والجواھر جلد ۲ المبحث الثانی والاربعون ص۴۲) اور اللہ تعالیٰ نے اولیاء پر صد درجہ مہربانی یہ فرمائی ہے کہ ان پر نیند کے اندر وحی مبشرات کو باقی رکھا ہے تاکہ وہ وحی کی خوشبو سے مانوس رہیں۔

(۷) انما لنا وحی الالھام ہمارے لئے وحی الہام ہے (الیواقیت والجواھر المبحث السادس والاربعون ص۸۴)

(۸) اس سوال کے جواب میں کہ کیا الہام کو خبر الٰہی کہہ سکتے ہیں؟ لکھتے ہیں:- نعم وھو کذالک اذ ھو اخبار من اللہ تعالیٰ للعبد علی ید ملک مغیب عن الملھم

(۹) وانما للاولیاء وحی المبشرات وھو الرؤیا الصالحۃ یراھا الرجل او تری لہ وھی حق (ایضاً ص۸۵) اولیاء کے لئے وحی مبشرات اور وہ رویائے صالحہ ہے جو آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے اور یہ حق ہے،

(۱۰) حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں فلما انقطع الوحی بموتہ صلی اللہ علیہ وسلم دتم الالھام من اختصہ اللہ بہ الخ

ل وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود پر قرآن کریم کی آیات کے نزول پر معترض ہیں شیخ اکبر کے ان الفاظ کو غور سے پڑھیں:

صحابہ کرام کا ولولۂ جہاد و قربانی

اخوت، اتحاد، فرمانبرداری اور بلند اخلاقی کا ایک منظر

از حضرت مولانا صدر الدین صاحب

لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ ...... التواب الرحیم -
(التوبہ - ۱۴ - ع)

حضرت نبی کریم صلعم کے مصائب

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم نے وہ مصیبتیں دیکھیں کہ جن کی مثال تاریخ کے اوراق میں ڈھونڈنا مشکل ہے۔ اگر حضرت نبی کریم صلعم چاہتے تو ہر مشکل مقام پر قوم کو ایک وظیفہ سکھلا دیتے جس سے کہ مشکل حل ہو جاتی، اور اگر چاہتے تو لڑائی کی شدت کے وقت ہر سپاہی کے گلے میں ایک ایک تعویذ باندھ دیتے کہ موت ان کے قریب نہ پھٹکتی لیکن حضور صلعم نے قوم سازی کے لئے اور ہی طریقے اختیار کئے۔ حضور صلعم خود مصیبتوں میں صحابہ کے سامنے پیش پیش گئے تھا کا محبوب ہو کر اور روزانہ خدا کی طرف سے وحی پا کر مصیبتوں کے اندر خوب پلے گئے۔ آپ کی قوم نے بھی مصیبتیں دیکھیں۔ اس سے ان میں سیرت پیدا ہو گئی۔ صبر دکھانا دعائیں کرنا ان کا معمول ہو گیا۔ یہ بہت بڑی خوبی تھی جو اس قوم کے اندر پیدا ہو گئی۔

مصیبتوں میں افضال الٰہی کی بارش

آیت بالا میں ایک خطرناک مصیبت کا ذکر ہے کہا ہے لقد تاب اللہ علی النبی اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے کرموں کی بارش کی والمھاجرین اللہ تعالیٰ نے مہاجرین پر بھی اپنے فضلوں کی بارش کی والانصار انصار پر بھی اپنے کرموں اور فضلوں کی بارش کی۔ الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ یہ مہاجرین اپنے وطن اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ کر مدینہ آنے والے والانصار اور وہ جنہوں نے ان مہاجرین کے لئے ہر قسم کی قربانی کی اور انہیں آرام پہنچایا چونکہ اس ساری کی ساری قوم نے بڑے بڑے مشکل مقامات پر آنحضرت صلعم کی اطاعت کی ہے اس لئے یہ تمام قوم رحم کی مستحق ہے۔ اگر محبوب خدا حضرت نبی کریم صلعم اس امر کے مستحق ہیں کہ ان پر خدا کے افضال نازل ہوں تو آپ کی یہ قوم بھی مستحق ہے کہ خدا کے فضلوں اور کرموں کی بارش اس پر ہو۔

قوم کے بغیر کامیابی نہیں

حضرت نبی کریم صلعم قوم کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے آپ نے ایک قوم بنائی۔ قوم کے بغیر دنیا میں خدا کی توحید کو قائم کرنا بڑا مشکل ہے۔ بلکہ میں کہوں گا ناممکن ہے حضرت نبی کریم صلعم نے بدر کی لڑائی میں رو رو کر دعا کی اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابدا یعنی اے اللہ اگر تو نے آج اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر کبھی بھی تیری توحید دنیا میں قائم نہیں ہو گی۔ نیکی کو پھیلانے اور بدی کو روکنے کے لئے قوم کا ہونا اشد ضروری ہے۔ اس ضرورت کو انبیاء نے بھی محسوس کیا۔ اس لئے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلعم اور آپ کی تمام قوم پر خدا کے افضال کی بارش ہوئی قوم پر اس لئے کہ بڑی سے بڑی مشکل کے وقت بھی انہوں نے حضرت نبی کریم صلعم کی اطاعت کی۔

قیصر روم کی لشکر کشی

یہ مصیبت غلطی جس کا ذکر اس رکوع میں ہے وہ کیا تھی قیصر روم کو کچھ نصاریٰ نے لکھا کہ عرب کے اندر ایک شخص سلطنت قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس کی حقیقت کچھ نہیں ... خواہ مخواہ بنیں۔ لشکر نہیں کچھ زور نہیں۔ وہ مدعی نبوت ہے۔ اسے ختم کرنا چاہیئے۔ موقع بھی بڑا اچھا ہے۔ اس کی قوم میں قحط ہے۔ مویشی تباہ ہو رہے ہیں۔ انہیں مٹانے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی اچھا موقع ہاتھ نہیں لگے گا نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اگر سچا ہوتا تو قوم کے لئے ضرور برکت کا موجب ہوتا کیا ہے کہ قوم اس کے دعوے سے مصیبتوں میں مبتلا ہو گئی ہے۔ آؤ اور اسے کچل ڈالو ہرقل نے یہ موقع غنیمت سمجھا خود فوج میں شریک ہو گیا اور حملہ کا ارادہ کیا۔

حضرت نبی کریم صلعم کا مشورہ

حضرت نبی کریم صلعم کو اس تیاری کا علم ہوا تو آپ نے تمام قوم کو جمع کیا۔ اور وعظ فرمایا کہ قیصر روم ہمارے خلاف فوجوں کو آراستہ کر رہا ہے۔ وہ ہماری قوم کو مٹانا چاہتا ہے۔ ہمارے دین کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ اگر ہم نے دشمن کو یہ موقع دیا کہ وہ مدینہ تک بڑھتا چلا آیا۔ تو ڈر ہے کہ شمالی عرب کے قبائل جو ابھی ابھی اسلام میں داخل ہوئے ہیں ان کے پاؤں کہیں ڈگمگا نہ جائیں۔ دشمن کی کثرت اور سامان حرب اور زرق برق لباس کا اثر ضرور ہوتا ہے، تو آپ نے فرمایا دل چاہتا ہے کہ ہم سرحد پر جا کر دشمن کا مقابلہ کریں۔

ساعۃ العسرۃ

غور کیجئے ملک میں قحط ہے۔ شدت کی گرمی ہے ۱۴ منزلیں دور تبوک کے مقام پر جانا ہے راستے میں کوئی سہولت میسر نہیں۔ کھانے کے لئے کوئی سامان نہیں۔ اور دشمن جس سے مقابلہ ہے منظم ہے۔ قوی ہے۔ ملک میں اس کی طاقت کی ایک دھاک بیٹھ چکی ہے۔ چند سال پیشتر اس نے فارس کی حکومت کو شکست دی ہے اور اس کے اموال سے اپنے خزانوں کو بھر لیا ہے۔ غرضکہ دشمن جاہ و حشمت مال و متاع اور جرار لشکر کا مالک ہے۔ اس کی سلطنت وسیع ہے۔ اس کے خزانے وسیع ہیں، اس کے لشکر آراستہ و پیراستہ ہیں۔ غور کیجئے اس دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے نہتے صحابہ کے لئے کس قدر مشکل تھا۔ تو حضور نے فرمایا ہم سرحد پر پہنچ کر دشمن کا مقابلہ کریں گے یہ گھڑی بڑی عسرت کی گھڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے عسرت ہی کی گھڑی قرار دیتا ہے فرمایا فی ساعۃ العسرۃ۔ لیکن ان تمام حالات کے باوجود لکھا ہے ۳۰ ہزار جانباز صحابہ حضرت نبی کریم صلعم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔

تیس ہزار صحابہ کی جانفروشی

اللہ اکبر کیا شان نظر آتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ان عظم الجزاء مع عظم البلاء مصیبت جتنی بڑی ہو گی اتنا ہی اس مصیبت میں ثابت قدم رہنے والوں کے لئے اجر بھی زیادہ ہو گا۔ کسی قوم پر جب مصیبت آتی ہے۔ تو اس سے اس کے اندرونی جوہر کھل جاتے ہیں۔ صحابہ میں ایک جوش پیدا ہو گیا۔

حضرت عثمان کا ایثار

حضرت عثمان اٹھے اور اپنی طرف سے ہزار ہا دینار کی تھیلی حضور کی خدمت میں پیش کی۔ حضور صلعم نے تھیلی کو پکڑتے ہوئے فرمایا اے اللہ میں عثمان پر خوش ہو گیا ہوں تو بھی اس سے راضی ہو۔ حضرت عثمان نہ پھر اٹھے اور کہا میں ایک ہزار اونٹ مع ساز و سامان پیش کرتا ہوں۔ خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان کو قربان کرنا اس کا خدا کے نزدیک بہت بڑا اجر ہے۔ محض نفل پڑھ لینا کوئی بڑی خوبی کی بات نہیں ضرورت کے وقت اپنے اموال کو قربان کر دینا۔ جان کو پیش کرنا انسان کو بہت بڑے اجر کا مستحق بنا دیتا ہے اسی لئے فرمایا فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ کیا یہ لوگ محض حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد کو آباد کرنا کوئی بڑی خوبی کی بات سمجھتے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ جو خدا کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں وہ ان لوگوں سے اجر میں کہیں زیادہ ہیں

دیگر صحابہ کی قربانیاں

حضرت عثمان رضی اللہ کے علاوہ حضرت زبیرؓ طلحہؓ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم ان لوگوں نے بھی اپنی اپنی طاقت کے مطابق اپنے اموال پیش کئے۔ حضرت عمرؓ نے نصف اثاثہ پیش کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ اٹھے تو انہوں نے دس ہزار دینار پیش کر دیئے۔ حضور صلعم نے پوچھا ... اے ابوبکر گھر بھی کچھ چھوڑ آئے ہو تو انہوں نے جواباً عرض کیا خدا اور اس کے رسول کا نام گھر چھوڑ آیا ہوں اس کے علاوہ سب کچھ لے آیا ہوں۔ لکھا ہے غریب کے پاس کچھ نہ تھا لیکن اس جہاد میں حصہ لینے کے لئے ایک تڑپ اور جوش تھا۔ تمام رات ایک کھیت میں کام

کیا اور اس مزدوری کے بدلے جو کچھ کھجوریں ملیں وہ سب کی سب لاکر حضور کی خدمت میں حاضر کر دیں۔ کیا عشق ہے، کیا ولولہ ہے، بڑا مال جمع ہو گیا

ولولہ جہاد سے دشمن کی سراسیمگی

صحابہ کو علم ہے کہ چودہ منزل دور جانا ہے۔ وہ بھی ایک لشکر جرار کے مقابل پر لیکن اطاعت رسول اور جہاد کا کیا ولولہ ہے کہ ۳۰ ہزار جانباز صحابہ کا لشکر قیصر روم کا مقابلہ کرنے کے لئے جمع ہو گیا۔

حضرت کعب غیر حاضری

جب سرحد پہ پہنچے تو دیکھا کہ کوئی لشکر نہ تھا کوئی فوج نہ تھی۔ دشمن اس جانباز لشکر کی خبر سن کر تتر بتر ہو گیا۔ وہاں سرحد پر جب ڈیرا لگایا تو بعض صحابہ نظر نہ آئے تو فرمایا کعبؓ کا کیا حال ہے نظر نہیں آتے۔ حضرت کعبؓ بڑے بہادر جوانمرد تھے۔ ان کے بہت بڑے کارنامے تھے۔ اپنے ساتھی کا کیا پاس ہے، معاذ رضی قریب ہی بیٹھے تھے کسی نے کعبؓ کے خلاف زبان کھولی کہ حضورؐ امیر آدمی ہے اسے اپنی عادت پر گھمنڈ ہے اس نے کیا آنا تھا۔ معاذ رضی اس پر خفا ہوئے اور کہا میں نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ حضرت نبی کریمؐ اس پر خوش ہوئے۔ اور بعد میں اس کا ذکر تک نہیں چھیڑا کہ خدا جانے کیا معاملہ ہو گیا۔

پیچھے رہنے والوں کے عذرات

جب واپس مدینہ تشریف لائے۔ تو بعض لوگ جو پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قسمیں کھا کر عذر پیش کرنے لگے جس پر آپ نے انہیں معاف کر دیا۔

حضرت کعب کا بیان

کعب رضی کہتے ہیں جب میں حاضر ہوا تو میں نے سلام عرض کی اور دیکھا کہ حضورؐ کے چہرہ مبارک پر خفگی کا تبسم ہے۔ تو عرض کی میرا کوئی عذر نہیں۔ بات یہ ہوئی کہ جب لشکر روانہ ہوا تو میں نے خیال کیا کہ فلاں کام کر لوں کل جا کر لشکر میں مل جاؤں گا۔ جب دوسرا دن آیا تو بھی اسی طرح خیال کیا کہ کل جا کر مل جاؤں گا۔ اس طرح بہت دن گذر گئے اور مجھ میں سستی پیدا ہو گئی۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں اگر میں کسی دنیا دار کے سامنے ہوتا تو میں اس کی خفگی سے نکل جاتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے گویائی کی بڑی طاقت دی ہے اور میں فصاحت بیانی سے اسے خوش کر لیتا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں نے کوئی جھوٹا عذر بیان کر کے حضرت نبی کریم صلعم کو خوش کر لیا۔ تو خدا مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔ اور اگر میں سچ کہدوں تو حضور صلعم ناراض ہو جائیں گے اور مجھے امید ہے کہ خدا مجھے معاف کر دے گا حضرت نبی کریم صلعم نے کس قدر بلندی اپنے ساتھیوں میں پیدا کی۔ کہ حق بات کہنے سے جو سب خدا کی ناراضی مول لیتے ہیں لیکن خدا کو ناراض نہیں کرتے۔ کعبؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ جس دن آپ لشکر لیکر نکلے میں خوب تندرست تھا روپیہ کی کمی نہ تھی سب کچھ موجود تھا۔ لیکن سستی ہو گئی۔

تین صحابہ کا مقاطعہ

اس پر حضورؐ نے فرمایا کعبؓ نے سچ بات کہدی ہے چونکہ یہ خدا کی نافرمانی ہے۔ اس لئے جب تک کہ خدا تعالیٰ اس کا کوئی فیصلہ نہ دے میں کچھ فیصلہ نہیں دے سکتا۔ اور آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ فیصلہ تک تمام لوگ کعب اور ان کے دو ساتھیوں بلال اور مرارہ سے بالکل کلام نہ کریں۔ کعب کہتے ہیں اس پر حضورؐ نے ہم سے کنارہ کشی کر لی۔ صحابہ نے ہم سے بولنا بند کر دیا پھر کیا تھا دنیا ہم پر تنگ ہو گئی۔ زمین بدل گئی۔ کعب کہتے ہیں میں مضبوط آدمی تھا باقی دونوں تو گھر میں بیٹھے رہے میں باہر چلتا پھرتا تھا مسجد میں آتا تو سلام کہتا لیکن کوئی بھی جواب نہ دیتا تھا۔ ایک دن بازار میں گھوم رہا تھا خیال آیا اپنے چچیرے بھائی کے پاس باغ میں جاتا ہوں۔ یہ باغ مدینہ سے باہر تھا۔ وہاں پہنچا۔ سلام کیا۔ تو اس نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اطاعت کا کیا جذبہ ہے کہ دو بھائی ملتے ہیں لیکن رسول خدا کے حکم کے خلاف بات تک نہیں کرتے حالانکہ انہیں کوئی اور دیکھنے والا نہ تھا آخر کعب کہتے ہیں میں نے اپنے چچیرے بھائی کو کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں تو اس نے جواب میں کہا خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

ایک اور ابتلاء

کعب رضی کہتے ہیں اس جواب نے مجھے خوب رولایا۔ اور مایوس ہو کر باہر نکلا تو ایک شخص ملا اور اس نے غسان کے بادشاہ کا میرے نام ایک خط دیا۔ اس میں لکھا تھا کہ ہم نے سنا ہے محمد (صلعم) نے تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے۔ ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہیں عزت دیں گے۔ کعبؓ کہتے ہیں میں نے خدا کو یاد کیا کہ اللہ یہ ایک دوسرا امتحان ہے اب تو کافر بھی میرے کفر کو اختیار کرنے کی طمع کرنے لگے۔ کعب نے وہ خط پھاڑا اور تنور میں پھینک دیا اور قاصد کو کہا کہ یہی اس خط کا جواب ہے

خدا کی طرف سے بریت

غرضکہ زمین تنگ ہو گئی اور دنیا چھوٹی نظر آنے لگی۔ پچاس راتیں اسی تنگی میں گذر گئیں۔ آخر خدا کی طرف سے بریت نازل ہوئی ثم تاب علیھم ...... وعلی الثلثۃ الذین خلفوا۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلعم پر کرم کیا۔ مہاجرین اور انصار پر بھی کرم کیا اور ان تین شخصوں پر بھی جو لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے، ان پر اپنے فضل و کرم کی بارش کی ہے۔ کعب کہتے ہیں جب یہ بریت نازل ہوئی تو میں اپنی چھت پر بیٹھا تھا۔ ایک شخص نے پہاڑی پر چڑھ کر کہا اے کعب بشارت ہو تیری توبہ قبول ہو گئی اور تیری بریت نازل ہو گئی ہے حضرت ابوبکرؓ گھوڑے پر سوار ہو کر کعب کے گھر گئے اور بریت کی بشارت دی۔

صحابہ رضی کی خوشی

کیا شان نظر آتی ہے کہاں یہ رنگ کہ حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد کے تحت کوئی کلام نہیں کرتا اور کہاں یہ بریت نازل ہوئی تو تمام خوش ہیں اور ان تینوں کو خوشخبری دینے کے لئے بھاگے جاتے ہیں۔ یہ تینوں خوشی کے مارے حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

قومی کلچر کا رنگ

حضرت کوئی ذاتی انتقام نہیں لینا چاہتے تھے۔ ورنہ قوم ذلیل ہو جاتی۔ بلکہ آپ نے فرمایا کعب سچ کہتا ہے۔ یہ میرا معاملہ نہیں کہ میں اس کا فیصلہ دوں یہ خدا کا معاملہ ہے خدا خود فیصلہ کرے گا، ان کی بریت پر حضرت کا چہرہ مبارک آفتاب کی طرح چمک رہا تھا۔ اور خوش ہیں کہ دوستوں کی توبہ قبول ہو گئی۔ ذاتی رنجش کا شائبہ تک بھی نظر نہیں آتا۔ اس واقعہ سے قوم کے کلچر کا ہمیں پتہ چلتا ہے، بلند اخلاقی، اخوت اور فرمانبرداری کا نظارہ نظر آتا ہے۔

جناب عبدالرحیم صاحب جگو کا سفر حج!

گذشتہ اشاعت میں یہ خبر درج ہونے سے رہ گئی کہ ہمارے محترم دوست عبدالرحیم جگو صاحب جو ٹرینیڈاڈ (جنوبی امریکا) سے دینی تعلیم اور تبلیغی تربیت حاصل کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں چند دن ہوئے حج کے لئے تشریف لے گئے ان کی مشایعت کے لئے لاہور اسٹیشن پر احباب کا ایک کثیر مجمع موجود تھا۔ لاہور سے آپ بذریعہ ریل کراچی پہنچے جہاں سے ہوائی جہاز میں جدہ تشریف لے گئے۔ جدہ پہنچکر انہوں نے ذیل کا خط ارسال کیا ہے۔ امید ہے آپ حج سے بفضلہ تعالیٰ فارغ ہو چکے ہوں گے اور جلد واپس آکر اپنے سفر حج کے مفصل حالات لکھیں گے:۔

"حضرت مولانا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

گذارش ہے کہ آپ کا خادم آج صبح جدہ پہنچ گیا، خدا کا ہزار ہزار شکر ہے! ہوائی جہاز کمپنی والے تو میرے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے یہی نہیں کہ مجھے بک کرنے کی تاریخ نہیں دیتے تھے بلکہ میرا پاسپورٹ بھی جو ایک مہینہ سے کراچی بھیجا ہوا تھا۔ اس پر بھی کوئی کارروائی نہیں کی تھی۔ تمام کام میں نے خود آکر کیا۔ اور وہ بھی تمام نہ ہو سکا۔ آخر وقت کی قلت کی وجہ سے پولیس انسپکٹر نے مجھے جانے کی اجازت دے دی وہ بھی حج کے لئے ورنہ جانا بھی مشکل ہو جاتا۔ بہرحال واپسی پر تمام حال خدمت میں عرض کروں گا انشاءاللہ تعالیٰ۔

یہاں پاکستان سے کچھ فرق ہے۔ بازار وغیرہ قریباً ایک ہی طریقے کے ہیں۔ اس وقت ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں مختلف ملکوں سے حاجی لوگ تشریف لاتے ہیں دنیائے اسلام کی یہاں کچھ اور ہی شان ہے۔ امید ہے آج شام مکہ شریف روانہ ہو جاؤں گا۔ گذارش ہے کہ میرا سلام [illegible]

بہائیت کا رد اور احمدیت کی صداقت

مولانا عمرالدین صاحب از بمبئی

میرے ایک بہائی دوست نے مجھ سے پوچھا کہ :-

سوال :- اگر مودودی صاحب کی جماعت غالب آ جائے تو کیا پھر بھی مرزا صاحب کا دعویٰ مجددیت اسلام سچا ہوگا[1]

جواب احمدی :- مودودی صاحب کا مشن خدا کی حکومت کا قیام ہے جو ہر مسلمان کی دلی تمنا ہے۔ خدا مودودی صاحب کے ذریعہ اگر اس مشن کو کامیاب کر دے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ حضرت مسیح موعود نے اس وقت جبکہ مسلمان قطعی مایوس ہو چکے تھے مسلمانوں کی سلطنتیں یکے بعد دیگرے یاجوج ماجوج نے تباہ کر دیں اور مسلمان ان کے قلعوں میں محصور ہو گئے تھے اور زبانی اور عملی رنگ میں بھی کہتے تھے کہ اب کشتی اسلام غرق ہونے کو ہے مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب۔ اس وقت جو اسلام کے احیاء کے لئے ایک بے نظیر کام کیا کہ عیسائی مذہب کی جڑ پر ایک ایسی کاری ضرب لگائی کہ دجال نمک کی طرح خود بخود گھلنے لگا۔ اور اس فانی فی اللہ انسان نے باوجود اکیلے ہونے کے یا کچھ تھوڑی سی جماعت ساتھ ہونے کے اللہ کو مدد کے لئے پکارا اور یوں دعا کی کہ

رب نزل فی کل ساحتھم وفرق
شملتھم اے اللہ ان کے ہر میدان میں
نازل ہو اور ان کی تمام طاقتوں کو توڑ دے۔

یہ دعا قبول ہوئی اور جیسا کہ قرآن مجید سے بھی ثابت ہے کہ یاجوج اور ماجوج بعضھم یومئذ یموج فی بعض (آخری زمانہ میں بعض ان کے بعض پر حملہ آور ہوں گے) اور احادیث نبوی میں بھی ہے کہ عیسائی اقوام جو مذہباً دجال اور سیاسی رنگ میں یاجوج و ماجوج ہیں ان کے مقابلہ کی کسی کو طاقت نہ ہوگی۔ مگر وہ دوسری قوموں پر غلبہ کے بعد آپس میں جنگ کر کے تباہ ہوں گی اور بالآخر وہ اسلام کی روشنی سے حصہ پائیں گی اور اسلام کل دنیا پر غالب آ جائے گا۔ وہ رب جس نے پہلے اسلام کو مشرق سے مغرب تک چمکایا۔ اب وہ اسلام کے آفتاب کو مغرب سے نکالے گا۔ اور اس کے آثار نمایاں ہیں ہر طرف مسلمان آزادی کے لئے کوشاں ہیں اور ہر ملک میں عموماً اب اسلام کی طرف مسلمانوں کو توجہ ہو چکی ہے اور وہ جو کہا تھا کہ

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

یہ بات بالکل سچی نکلی ہر طرف سے مسلمانوں میں یہ جوش پیدا ہو گیا کہ اب سب کے سب اکٹھے ہو کر اسلام کے غلبہ کے لئے کوشش کریں۔

یہ سب کیا ہے یہ اس تاریکی کے زمانہ میں نزول ملائکہ کی وجہ سے انتشار روحانیت ہے اور وہ وقت آنے والا ہے کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے۔

یہ روحانیت کس کی ہے۔ یقیناً یہ اس زمانہ کے مجدد مہدی و مسیح موعود کی ہی روحانیت ہے جس نے اس وقت جبکہ علامات مذکورہ کا نام و نشان نہ تھا اس وقت کہا کہ مسلمانو! مایوس نہ ہو خدا نے دین کی مصیبت کو دیکھ لیا ہے اور مجھے تمام دشمنان اسلام کے مقابلہ کے لئے بینات اور حکمت سے خدا نے مامور فرمایا ہے اور کوئی آدم زاد آج میرا مقابلہ نہیں کر سکتا نہ نشانات ربانی میں نہ علم قرآن میں اور نہ علم عربی زبان میں۔ اور عملاً اس کام کو تمام دنیا کو چیلنج کے بعد کر کے دکھایا۔ اب اگر یہ اس کی روحانیت کا انتشار نہیں تو پھر دکھاؤ وہ کون ہے جو آپ سے قبل یا آپ کے ساتھ احیاء اسلام کے لئے کھڑا ہوا۔ باب و بہاء کو تو اسلام کے احیاء کا دعوےٰ ہی نہیں وہ تو اسکو مردہ کہکر نیا دین پیش کرنے والے تھے مگر خدا تعالےٰ نے ان کو بھی اس مجدد اعظم مسیح موعود کے ہاتھوں ختم نبوت کی برکت سے اسلام میں الہام و کلام الٰہی کے تا قیامت جاری رہنے کا ثبوت دیکر دلیل سے ہلاک کر دیا۔ آج ایک سو آٹھ برس ہو چکے نہ باب کی کتاب "البیان" دنیا کے سامنے پیش کی جا سکی نہ بہاء اللہ کی کتاب شریعت کو بہاء اللہ یا اس کے جانشین عبدالبہاء نے چھاپا بلکہ اسے چھپایا تو ایسے لوگوں نے جو بقول بہائی صاحبان عملاً نکر یا ناقصین ہیں۔ اور اس چھپی ہوئی اقدس کو عبدالبہاء صاحب نے یہ کہکر ناقابل حجت قرار دے دیا کہ وہ کتاب ناقضین کی ہے اس لئے وہ بہائیوں پر حجت نہیں (دیکھو جواب نامہ لاہیہ) امریکہ کی ایک بہائی محفل روحانی یا جمعیت لاہیہ نے عبدالبہاء سے اقدس چھاپنے کی اجازت مانگی تو جواب یہ دیا کہ اگر ہم چھاپ دیں تو یہ کتاب در دست اراذل پہنچ جائے گی[2]۔ اس لئے اجازت نہیں کہ اسے چھاپا جائے۔ غرض یہ انتشار روحانیت دراصل روح اعظم حضرت محمد صلعم کا ہے اور اس کا واسطہ بروز محمد صلعم ہی ہیں۔

بعض کم فہم بہائیوں نے آج سے چند سال قبل مسیح موعود کے دعوےٰ کو ہی باب و بہاء کی انتشار روحانیت کا اثر قرار دیا۔ مگر یہ نہ سوچا کہ یہ عجیب انتشار روحانیت ہے کہ اس کے اثر و نفوذ سے پیدا ہونے والا لکھتا ہے کہ باب و بہاء ہرگز سچے نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو دامن محمدی سے علیحدہ ہو کر خود کو کچھ سمجھتا ہے یا دعوئے نبوت و رسالت کرتا ہے وہ دجال و کذاب ہے۔

اب غور کرو مودودی صاحب تو اب جبکہ پاکستان کی اسلامی حکومت خدا تعالےٰ کے محض فضل سے قائم ہو گئی وہ سلطنت پر زور ڈال رہے ہیں کہ اسلامی حکومت میں اسلامی شریعت رائج ہونی چاہیئے۔ اور یہ بالکل صحیح مطالبہ ہے۔ اور پبلک ان کے ساتھ ہے۔ اب اگر یہ کام ہو جائے تو یہ ایک احمدی کا مقصد عظیم ہے۔ اگر وہ سلطنت بوجہ اشتراک کی قرار توں کے براہ راست احمدیوں کی بات نہ مانیں بالواسطہ وہ بات مودودی صاحب جو - - - کے ذریعہ سے مان لیں تو اس سے مودودی صاحب کو حضرت مرزا صاحب کے مقابل فاتح نہیں کہہ سکتے۔ وہ بیچارہ تو مجددیت کے دعوے کو پست ذہنیت قرار دیکر یہ بتا چکا کہ اس کی روح میں وہ طاقت ہرگز نہیں جو ایک مامور من اللہ میں ہوتی ہے۔ ان پر تو انگور کھٹے کی مثال صادق آتی ہے۔

لو فرضنا اگر مودودی صاحب کو کوئی خواہ مخواہ مجددیت کا مقام عنایت کر دے جیسے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کو "جامع المجددین" کا خطاب عطا کر دیا ہے حالانکہ وہ تمام عمر حضرت مرزا صاحب کے مقابل نہ مباحثہ نہ مباہلہ کے لئے کبھی نکلے بلکہ کچھ احمدی بچے ان کے مدرسہ دینیہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو جامع المجددین نے ان کو اسکول سے اس لئے نکلوا دیا کہ دوسروں میں وہی روح اثر نہ کر جائے۔ ہم نے اس وقت ان کو مخاطب کر کے کہا کہ لاؤ تم اپنے جن طالب علموں کو چاہتے ہو ہمارے مدرسہ احمدیہ میں بھیجدو۔ ہم ان کو تعلیم سب کے برابر باقاعدہ دیں گے ان کا خرچ بھی اٹھائیں گے۔ آپ ان پر اپنا نگران بھی مقرر کر دیں پھر دیکھیں کس کا اثر ہوتا ہے۔ تو جواب میں بجز خاموشی کچھ نہ تھا۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی شملہ میں

ایک دفعہ غالباً ۱۹۱۵ء کی بات ہے۔ مولانا صاحب دیوبند کے لئے چندہ کی خاطر شملے آئے۔ جامع مسجد میں لیکچر ہوتے ان کے ہمراہ عثمانی صاحب دربھنگی اور دیگر اصحاب بھی تھے۔ مولانا دربھنگی صاحب نے تو موت عیسیٰ پر گواہی یوں دی کہ حدیث لو کان موسیٰ و عیسےٰ حیین کو پیش کر بیٹھے اور توجہ دلانے پر فرمایا کہ اس کے معنے ہیں کہ موسےٰ و عیسیٰ اگر اس زمین پر زندہ ہوتے۔ جب میں نے کہا کہ پھر تو موسےٰ و عیسےٰ دونوں کا ایک ہی حال ہے۔ جس طرح موسے زندہ نہیں عیسیٰ بھی زندہ نہیں تب حدیث کو کردو کہنا شروع کر دیا۔

مولانا جامع المجددین [illegible] کہا کہ [illegible] ہم ایک آم کے درخت کو کسی آم کا پیوند [illegible] تو [illegible] جس کو پیوند لگایا گیا ہے وہ ویسا [illegible] ہے جیسا کہ وہ درخت جس کا پیوند اسکو لگایا گیا [illegible] آنحضرت صلعم [illegible] جو لوگ سچی بیعت کر [illegible] از نبوت [illegible] دیتے ہیں۔

میں نے پوچھا مولانا پھر حضرت مرزا غلام احمد صاحب سے کیا تصور کیا ہے جبکہ وہ یہ کہتے ہیں

دل زارم بہ پہلویم بجوئید ٭ کہ ستیمش بدامان محمد

اب اس پیوند روحانی کا اثر کیا ہوا فرماتے ہیں کہ

بیکار دیں نہ ترسم از جہانی ٭ کہ دارم رنگ ایمان محمد

---

[1] اس سوال کو سنتے ہی ایک صاحب جو جماعت احمدیہ میں تو داخل نہیں مگر بہت منصف مزاج اور حق گو ہیں بول اٹھے۔ مرزا صاحب کے دعویٰ کو کیا نقصان ہو سکتا جب کہ یہ احتمال ہو کہ احمدیت کی روحانی بارش سے ہی مودودی جماعت کا وجود ہوا ہو ٭

[2] یہ نرا بہانہ ہے در اصل وہ کتاب ہی بے معنی ہے اسے قرآن کے سامنے لانا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔

کرامت گرچہ بے نام و نشان است ۔ بیا بنگر ز غلمان محمد
الا اے دشمن نادان و بے راہ ۔ بترس از تیغ بران محمد

یا اگر قتل کے مقام پر یہ کہیں کہ

"منم محمد واحمد کہ مجتبےٰ باشد"

مجھے آگے بولنے سے روک دیا اور کہا کہ اس بحث کے لئے آپ ہمارے فلاں مولوی صاحب سے علیحدہ گفتگو کر لیں۔ لیکن جب میں نے ان کو پیچھے پکڑا تو وہ بحث سے کانوں پر ہاتھ رکھنے لگے ۔ یہ مولانا وہی مولوی صاحب ہیں جنہوں نے بعد میں دہلی سے اخبار نکالا اور کسی مسلمان نے ظلماً ان کو ان کے دفتر میں قتل کر ڈالا تھا۔

دراصل مولانا اشرف علی صاحب ایک بہت اچھے خطیب اور عالم آدمی تھے ۔ مگر وہ دقیانوسی خیالات کی وجہ سے ہم پر تکفیر کا فتویٰ لگانے والوں میں سے تھے جو ان کے ایمان کو مشتبہ کر دینے والی بات ہے کیونکہ مومن کو کافر کہنا بہت بڑا گناہ ہے اور مولوی کے قتل سے بڑھکر ہی ہے ۔

قصہ مختصر یہ کہ اب اسلام کی فتح و نصرت کے لئے ہر طرف نیک طبع لوگوں پر فرشتوں کا نزول ہو رہا ہے اور آثار مطلع الفجر نظر آ رہے ہیں ۔

مودودی صاحب کی ہمت سے جس قدر خدمت اسلام ہو ہم خوش ہیں اگرچہ ان کے ساتھی ہم پر افترا پردازی کرنے میں دریغ نہیں کرتے ۔ مگر ہم مودودی صاحب کو برا نہیں کہہ سکتے ۔ وہ اگر خدمت اسلام کریں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو ان کا وجود بھی بہائیت کی موت کا پیغام ہے ۔

بہائی ۔ مولوی صاحب یہ آپ مانیں یا نہ مانیں اگر مودودی صاحب کامیاب ہو گئے تو پھر ان کی کامیابی احمدیوں اور بہائیوں کی شکست ہے ۔

احمدی :- یہاں تک تو ٹھیک ہے کہ بہائیوں کا بیت ہے مگر احمدیوں کا کام مودودی صاحب سے بہت پہلے کا ہی اور بہت وسیع پیمانہ پر ہے ۔ اور کسر صلیب، جو آخری دور کا عظیم الشان کارنامہ ہے جس سے دجال ہلاک ہو جاتا ہے وہ اب ہو چکا اور مودودی صاحب تو ابھی آسمان کی طرف آنکھیں لگائے اس مسیح ناصری کے منتظر ہیں جس کے آنے سے ختم نبوت بھی باطل ہو جاتی اور اسلام کی جو تائید و نصرت روح محمدی سے ہونی تھی وہ ایک مستقل خدا کے رسول یا نبی سے ہو سکے وہ قائل ہیں جس کے صاف یہ معنی ہیں کہ آخری زمانہ میں جب کہ ضلالت حد سے بڑھی تو اس کو دفع کرنے کے لئے اسلام کو بیرونی مدد کی ضرورت پڑی پھر جب مسلمانوں کو بھی مسلمان بنانیکی ضرورت پڑی تو بجائے اس کے کہ ہم یہ مانتے کہ

تا نہ آید نور احمد چارہ گر
کس ز تاریکی نہ گردد باذر

جب تک نور نبوت محمدی کارسازی نہ فرمائے کوئی ظلمت سے نکل سکتا ہی نہیں ۔ مودودی صاحب یہ مانتے ہیں کہ نور احمد کی بجائے روح عیسیٰ مسلمانوں کا ڈوبتا ہوا بیڑا پار کرے گی لیکن ہمارے نزدیک یہ ایک قسم کی ضلالت ہے جو آج حقیقت آشکار ہونے پر کی جا رہی ہے اور لوگ الٹا ہمیں کافر کہتے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ اے تکفیر کرنے والو تم تو اپنے منہ سے ابن عیسیٰ کا کلمہ پڑھ رہے ہو اور ہم کہتے ہیں کہ :-

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

حضرت مسیح موعود کی قلم سے یورپ کی دہریت اور دجالیت کی ہر شاخ ضلالت کو مٹانے والا لٹریچر پیدا ہو چکا۔ اور بہت سی زبانوں میں خصوصاً انگریزی میں وہ یورپ و امریکہ میں پھیل گیا ۔ نوبہت سے سعید لوگوں نے اس کی قدر کی مگر ایسے اشرار جیسے احرار بھلا کب منہ سے اس کی صداقت کا اقرار کرنے والے تھے تب انہیں میں سے (نخالعہ علماء دیں سے) بقول مفتی دیوبند مودودیت کا فتنہ پیدا ہوا اگر ہم کہتے ہیں کہ

خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد

علماء مخالفین تو مودودی صاحب کو اسی زمرہ میں ایک فتنہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ ان کے نزدیک احمدیت کا فتنہ ہے مگر ہم ان کے ایسے فتاویٰ کو بالکل غلط اور خلاف واقعہ تہمتوں کا پلندہ سمجھ کر ان پر توجہ نہیں کرتے بلکہ دیانت داری سے کہتے ہیں کہ گو ہم بعض امور میں ان کے مقابل یہ طرز مولانا مودودی صاحب نے اختیار کی ہے وہ بہت عمدہ ہے اس لئے ہم ان کی کوشش کی قدر کرتے ہیں۔ وہ خواہ ہمیں کچھ ہی کہیں بہرحال ان کو خدام دین میں سے ایک شخص جانتے ہیں ۔ اور ہم ان پر وہ فتوے نہیں لگاتے جو دیوبند وغیرہ سے نکلا ہے ۔ ہم مولانا مودودی کے کاموں کی (ان کے باطل عقائد سے الگ کر کے) قدر کرتے ہیں ۔ اور ان کے کارناموں کو بھی اپنی تائید میں ہی سمجھتے ہیں ہمارا جنگ دشمنان اسلام سے ہے وہ بھی ان سے لڑتے ہیں اس لئے ہم اس رنگ میں ان کو اپنے معاونوں میں ہی شمار کرتے ہیں ۔ لہٰذا ان کی کامیابی ہماری کامیابی ہے اور مودودی صاحب کی وجہ سے جس قدر اسلام کا غلبہ ہو وہ بھی بہائیت کی موت ہے مگر بہائی صاحب بلا وجہ اسے احمدیت کی بھی شکست قرار دیتے ہیں ۔

احمدیت کے خاص مسائل ہیں تو ہم مودودی صاحب اور ان کے تمام رفقاء کار کو ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ آؤ میدان مقابلہ میں نکلو اور قدرت حق کا تماشا دیکھو ۔ ہم صرف یہ نہیں چاہتے کہ وہ مفید کام جو مودودی صاحب کر رہے ہیں اسکو نقصان پہنچے ورنہ وہ حیات و وفات مسیح اور مسیح کی رفعت الی اللہ اور اس کے نزول کے مسائل ہیں احمدیوں کے سامنے بالکل عاجز و درماندہ ہیں ۔ اور وہ وقت آ جائیگا کہ وہ اور ان کے معتقدان عقائد میں بھی ہمارے ساتھ اتفاق کرنے پر مجبور ہو جائیں گے ۔

احمدی مسلمان ہیں

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

اس کی شہادت اخبار صدق میں مولانا عبدالماجد صاحب کا یہ صاف اور صحیح بیان ہے کہ **احمدی مسلمان ہیں**

اس شہادت پر پاکستان میں کوئی پود احراری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ معترض ہے اور انہوں نے حال میں ہی ایک ریزولیوشن مولانا عبدالماجد کے اس سچے قول کی مذمت میں پاس کیا ہے مگر مولانا عبدالباری صاحب ان کو کیا جواب دیتے ہیں دیکھو بائید ۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ اپنے بیان کو سچا ثابت کرنے کے لئے دلائل سے کام لیں گے ، اور یا جواب جاہلاں دینے کی بجائے وہ خاموش رہیں گے ۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت بفضلہ تعالیٰ پہلے سے بہتر ہے امید ہے آپ شروع اکتوبر میں لاہور تشریف لے آئیں گے ۔

—— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت و ابتہاج سے سنی جائے گی کہ محترم ڈاکٹر حسن علی صاحب (گوجرانوالہ) کے بھتیجے بشارت احمد خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہو کر لاہور میں متعین ہوئے ہیں موصوف اپنی دیانتداری اور حسن کارکردگی کی وجہ سے تمام حکام کی نظروں میں خاص عزت و احترام سے دیکھے جاتے ہیں اور یہی وہ چیز ہے جو ان کی اس غیر معمولی ترقی کا موجب ہوئی ہے ۔ ہم انہیں تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں اللہ تعالےٰ انہیں بیش از بیش دینی و دنیوی حسنات سے متمتع فرمائے ۔

—— مظفر آباد (آزاد کشمیر) سے دفعدار غلام محمد صاحب لکھتے ہیں، میں تمام بھائیوں میری طرف سے تمام احباب سے التجا کریں کہ میرے کنبہ کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ مجھے ان سے ملائے اور وہ بخیر و عافیت ہوں، مجھے اپنی جماعت کے معزز اصحاب سے ملنے کا شوق ہے اللہ تعالےٰ مجھے اس کی توفیق دے ۔

—— جھنگ مگھیانہ سے مولوی محمد حسین صاحب لکھتے ہیں کہ ۱۲ ستمبر کو مسجد میاں غلام رسول صاحب مرحوم میں نماز عید پڑھائی گئی ۔ میاں غلام شبیر صاحب ۔ ایم ۔ ڈی ۔ سی سیالکوٹ بھی تشریف لائے ہوئے تھے ۔ پچھلے سالوں کی نسبت نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی ۔ میاں غلام رسول صاحب مرحوم کے دیگر رشتہ دار بھی جو آپ کی زندگی میں نماز عید میں شامل ہوتے اور عید فنڈ دیا کرتے تھے ، بدستور شامل ہوئے عید اور قربانی کی فلاسفی پر خطبہ دیا گیا جو دلچسپی سے سنا گیا ۔

ایک افسوسناک سانحہ

مردان سے ہمارے محترم دوست جمعدار عبدالجلیل صاحب کا حسب ذیل خط جو انہوں نے حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کی خدمت میں ارسال کیا ہے تمام حلقوں میں نہایت افسوس کے ساتھ پڑھا جائے گا ۔

محترمی جناب مولانا صاحب قبلہ سلمہ الرحمان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔ امید ہے آپ بخیریت ہوں گے ۔ آپ یہ سن کر رنجیدہ ہوں گے کہ یکم اگست کو دن کے تقریباً دو بجے میرا بڑا لڑکا عبدالسعید گھر میں بندوق سے ہلاک ہو گیا ۔ اس کی عمر ۱۹/۲۰ سال تھی ۔ مرحوم مغفور حیا چشم ۔ کم گو اور نیک تھا ۔ بندوق سہواً بھری رہ گئی تھی ۔ اس نے چارپائی پر بیٹھ کر بندوق نال سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا ۔ ٹریگر بان میں پھنس کر بندوق چلی اور سینے میں لگ کر اسی وقت داعی اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

(۲) مورخہ ۴/۵ ماہ حال کے درمیانی رات کو ۱ بجکر بہنٹ پر مکان میں نقب لگ رہی تھی اینٹوں کے توڑنے کی آواز آ رہی تھی بندہ کوٹھے پر چڑھا اور چوروں پر تین فائر ۴۵۵ ۔ ریوالور کے کئے چور تو بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تین آدمی زخمی معلوم ہوتے ہیں کھیتوں میں کافی خون پڑا تھا ۔ ایک معمولی زخمی پکڑا گیا ہے انشاء اللہ اور بھی

نسیم القرآن

قرآن کی علمی و اخلاقی تعلیمات

از مستری یعقوب علی صاحب

احسن الخالقین

اس خالق کی صنعت پر غور کرو ایک طرف ہاتھی دوسری طرف مچھر بلکہ اس سے بھی چھوٹی مخلوق جو اس نظر سے نہیں دیکھی جاسکتی، بلکہ خوردبین سے نظر آتی ہے۔ لیکن سب مشینیں معہ خوراک رکھنے کے تھیلے۔ چولہے جہاں کھانا پکتا ہے۔ بدرو جہاں فالتو چیز نکل جاتے موجود ہے۔ کیوں نہ ہو اس خالق اکبر کی شان میں آیا ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ ترجمہ (بس برکتوں والی وہی ایک اللہ مالک صفات کی ذات ہے جو پیدا کرتا ہے اور بہت ہی عمدہ پیدا کرنے والا) یہ نظارہ دیکھ کر سعید روح پکار اٹھتی ہے سبحان اللہ انت ربی۔ علی کل شئی قدیر۔

خدائے بزرگ و برتر کے جلال اور قوت کے ماتحت ہر ایک چیز جکڑی ہوئی ہے۔ کیا مجال ہے کہ سورج۔ چاند ہوا۔ انسان۔ سمندر۔ بادل۔ فرشتہ۔ ذرا بھی اس کے حکم سے باہر جاسکیں۔ چاند۔ سورج۔ ستارے اپنی رفتار مقررہ سے ایک سکنڈ آگے پیچھے نہیں چل سکتے۔ لاکھوں اربوں سالوں سے چل رہے ہیں نہ گھستے نہ ٹوٹتے نہ مرمت کی ضرورت پڑی وہی مالک جانتا ہے کہ کب تک ان سے کام لے گا۔ سچ بات یہی ہے خلق کل شئی فقدرہ تقدیرا۔ ترجمہ (ہر چیز کو پیدا کر کے اس کا اندازہ باندھ رکھا ہے)

غرض پیدائش

یہ نظام عالم کیا محض کھیل ہے۔ انسان۔ حیوان۔ درخت چرند۔ پرند۔ اپنی اپنی ضروریات کے مطابق پیدا کئے گئے ہیں۔ انسان کی غرض پیدائش کی نسبت خدا فرماتا ہے ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ (ذاریات ۵۷) انسان اور جن کی پیدائش اس لئے ہے کہ وہ فرمانبرداری کریں تدبر کرنے والے سمجھدار لوگوں نے غور و فکر کے بعد یہ پکارا سبحانک ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ خدا تو پاک ہے تو نے یہ سلسلہ عبث پیدا نہیں کیا۔ دوسری جگہ حیوانوں کی غرض خدمت انسان بتلائی گئی ہے۔ چڑیاں کئی قسم کے کیڑے فنا کر کے فصل کی حفاظت کرتی ہیں۔ لیکن انسان کو اپنی لاعلمی کے سبب اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ اے خالق ارض و سما حقیقی غرض پیدائش تیری ذات حکیم و علیم ہی جانتی ہے جب تیری صفت حکیم ہے۔ تو تیرا کوئی کام بھی حکمت کے بغیر نہیں۔ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم (البقر) تو پاک ہے ہم کو کچھ علم نہیں۔ مگر جس قدر تو نے سکھایا تو حکمتوں والا صاحب علم ہے۔

انسان کو باقی مخلوق پر فضیلت

اب آپ کو آپ کے مقام کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ انسان کا باقی مخلوق میں کیا مقام تھا لیکن انسان اپنی کم فہمی کے سبب کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ پیدائش تقسیم کے لحاظ سے حیوانات۔ نباتات۔ جمادات پر منقسم ہے۔ نوع کے لحاظ سے انسان حیوانات میں شمار ہوتا ہے۔ مگر خداوند کریم نے اپنی رحمت سے اسکو باقی مخلوق پر فضیلت بخشی جیسا فرمایا۔ انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ترجمہ: ہم نے انسان کو بہت عمدہ بنایا ہے ذرا غور سے دیکھا جائے۔ تو باقی تمام مخلوق انسان کے لئے ہی بنائی۔ جیسے فرمایا الذی جعل لکم الانعام لترکبوا منھا و منھا تاکلون ولکم فیھا منافع ولتبلغوا علیھا حاجۃ (مومن) ترجمہ:۔ اسی نے تمہارے لئے چارپائے بنائے ان میں سے بعض پر تم سواری کرتے ہو اور بعض کو بطور خوراک استعمال کرتے ہو اس بات کے سوا ان میں تمہارے لئے نفع مند چیزیں (دودھ۔ چمڑا۔ اون۔ سینگ) بھی ہیں اور تم ان کے ذریعہ اپنے بوجھ بھی منزل مقصود پر پہنچا دیتے ہو۔ اور سنو فرمایا:۔

انزل من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم (بقر ۲۲)

ترجمہ:۔ آسمان سے پانی اتارا اور اس پانی سے زمین کو سیراب کر کے پھل پیدا کئے اور وہ پھل سب انسان کو دیئے۔

اس جگہ رزقا لکم بہت قابل غور ہے۔ یہ نعمت صرف انسان کو عطا فرمائی۔ اچھی طرح غور کرو۔ آم۔ ناشپاتی۔ خربوزہ۔ انار۔ سنگترہ۔ کھجور۔ آڑو۔ غرضکہ ہزاروں قسم کے پھل صرف انسان ہی کھاتا ہے۔ کبھی حیوان کے دسترخوان پر بھی پھل چنے گئے ؟

دوسری جگہ جہاں پانی سے نباتات پیدا کرنے کا ذکر ہے۔ وہاں صاف فرمایا ہے متاعا لکم ولانعامکم (نازعات ۲۴) ذخیرہ تمہارے لئے اور تمہارے چارپایوں کے لئے۔

اوپر کے ارشادات ربانی سے آپ کو اپنے مقام کا علم ہوگیا کہ خدا نے تمہارے لئے تمام قسم کے عمدہ پھل حیوان اور جانور تمہارے ہی استعمال کے لئے پیدا کئے ہیں۔ ذرا اور غور کریں تو آپ کو علم ہو جائے کہ مذکورہ بالا اشیاء کے علاوہ چاند۔ سورج۔ ہوا۔ سب آپ کے لئے مختلف خدمات بجا لا رہی ہیں۔ مثلاً سورج اپنی گرمی سے سمندر سے پانی کھینچ رہا ہے جو سرد طبقہ میں پہنچکر بادل بن جاتے ہیں تو ہوائیں ایک جگہ سے دوسری جگہ ضرورت کے مقام پر دھکیل کر لے جاتی ہیں۔ بادل برسے تو زمین تندہی سے اپنے کام پر لگ گئی۔ بیج جو زمین کے پاس بطور امانت محفوظ تھے۔ ان کو سورج نے گرمی اور پانی نے زندگی دے کر نکالا۔

(وجعلنا من الماء کل شئی حیّ) طرح طرح کی روئیدگی کہیں گھاس۔ کہیں گندم۔ چاول۔ کیلا۔ سنگترہ۔ آم۔ کھجور۔ خربوزہ وغیرہ پیدا ہو کر نشوونما شروع ہوئی۔ بجلیاں تمام غیر ضروری حشرات کو فنا کر دیتی ہیں۔ ضروری کیڑے زمین کے اندر کام میں لگ جاتے ہیں اور بیجوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ پھر سورج اپنی گرمی اور چاند اپنی ٹھنڈک سے نشوونما میں امداد کرتے ہیں۔ دن کے وقت چڑیاں ہزارہا قسم کے کیڑے مار کر کھیتی کی حفاظت کرتی ہیں۔ تو رات کو شبنم اپنے نونہالوں کے منہ دھلا جاتی ہے۔ سورج نے جو سختی کی تھی اس کی تلافی کر جاتی ہے اس کشمکش میں پھل پک کر انسان کی میزبانی کے قابل ہو جاتے ہیں۔

انسان اس ارشاد ربی پر غور کرے۔ اے انسان پھل صرف تیرے لئے ہیں۔ اور سوچے کہ اس نعمت عظمیٰ میں میرے مقابل حیوانات۔ چرند۔ پرند کا کیا حصہ ہے تو خدا کے شکریہ سے دل بھر جائے۔ مگر انسان ظلوما جہولا ہے ناشکر گذار ہے۔ انسان کی خدمت کے لئے۔ چاند۔ سورج۔ ہوا۔ پانی۔ زمین آسمان فرشتے سب لگا دیئے گئے تھے۔ یہی مطلب تھا۔ اس آیت شریفہ کا اذ قال ربک للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا۔ جب تیرے رب نے فرمایا سب سے بلند پیدائش ملائکہ کو کہ ہمارے آدم کی خدمت میں لگ جاؤ۔ پس سب کام میں لگ گئے۔

لیکن انسان کی پستی کی بھی حد ہے کہ وہ تمام اشیاء جو اس کی خدمت کے لئے بنائی گئی تھیں۔ ان کی ہستی کو اپنے سے بڑا مان کر ان کے سامنے جھکنے لگا۔ اور کبھی دریا۔ کبھی پہاڑ۔ کبھی جانوروں کو نجات کا ذریعہ ٹھیرایا اور اس محسن پرورش کنندہ کے احسانات کو جن کا اوپر ذکر ہوا۔ بھول گیا اور سراسر بھول گیا۔

انسان کے لئے انعام خصوصی

مذکورہ بالا فضیلتوں کے علاوہ ایک اور فضیلت اور انعام انسان کیلئے مخصوص ہے اور وہ رضامندی کا انعام ہے جس کو دوسرے الفاظ میں جنت کہا جاتا ہے اسے انسان کے لئے مخصوص فرمایا۔ لیکن اس ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ انعام کے حصول کے لئے کچھ محنت مقرر فرمائی۔ دنیاوی انعامات کی طرح بلا محنت نہ بخشا۔ بلکہ کچھ مجاہدات کچھ امتحانات تجویز فرمائے۔ عام انسان تو ایک طرف خداوند کی مقبول اور معزز ہستیاں پیغمبر بھی اس محنت اور امتحان میں شریک ہوتی ہیں۔ بلکہ عوام الناس سے زیادہ۔ حضرت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر چالیس رات علیحدگی کا حکم دیا۔ سرور کائنات کو فرمایا قم اللیل۔ اے کملی اوڑھ کر سونے والے رات کو عبادت کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ آدھی رات کھڑے ہو جایئے۔ یا کچھ کم و بیش کر لو۔ رات کے تھکے ماندے بشر کو صبح آرام کے لئے وقت ملنا چاہیئے۔ مگر حکم ہوتا ہے بلغ ما انزل الیک جو کچھ تمہاری طرف حکم دیا گیا ہے۔ لوگوں کو پہنچاؤ۔ دیکھا دو چند محنت خود احکام پر عمل

خود اور دوسروں کو کام میں لگاؤ۔ پھر فرمایا:۔ ومن اللیل فتہجد به نافلة لک۔ نماز تہجد بطور اضافہ ادا کرو۔ اس محنت کا بدلہ آپ کو کیا ملے گا۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ مطلب۔ بہت جلد تجھ کو تیرا خدا مقام محمود پر کھڑا کریگا یعنے عزت بخشے گا۔

غور کرو اور خوب غور کرو دنیا جہان کے لوگو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے جس مقام تک پہنچایا دوسرا کوئی نبی یا اوتار اس مقام تک نہیں پہنچا۔ ساٹھ کروڑ مسلمان صبح شام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہے ہیں۔ یعنے ان کی ترقی درجات کے لئے دعا کر رہے ہیں۔ جو مسلمان غافل ہیں وہ انھیں اور اس کام میں لگ جائیں۔ جو خدا خود کر رہا ہے۔ اور کاموں کا تو ہم کو علم نہیں۔ کہ خدا کیا کر رہا ہے۔ مگر ایک کام خدا نے خود بتلا دیا ہے: ان اللہ وملٰئکته یصلون علی النبی یا ایها الذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما۔

ترجمہ:۔ خدا اور اس کے فرشتے محمد پر درود بھیجتے ہیں اے ایماندار مسلمانو تم بھی اس کام میں شریک ہو جاؤ اور نبی پر درود (رحمت کی دعا) بھیجو۔

درود شریف وہی مسلمان پڑھتا ہے جو نماز پڑھتا ہے کتنے مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور کتنے ہیں جو نماز نہیں پڑھتے اور اس حکم کی نافرمانی کر رہے ہیں۔

مسلمان بھائیو غفلت کو چھوڑو اور نماز باقاعدہ ادا کرو تا نجات پاؤ۔ اس بات کا آپ کو علم ہو گیا۔ کہ اس انعام خاص یعنے خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کچھ محنت اور مجاہدات ہیں۔ اور ان مجاہدات میں پیغمبر اور رسول بھی شریک ہیں۔ لیکن اس محنت اور توجہ سے مسلم قوم بھی بحیثیت قوم دوسری تمام قوموں سے بڑھ گئی۔ صدیاں گذرتی گئیں قومیں اپنی محنت کا پھل (لها ما کسبت جو جس نے کام کیا اس کا پھل کھا لیا) پا گئیں لیکن تکمیل تک نہ پہنچ سکیں۔

حضرت موسےٰ و حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھی اپنی اپنی قوم کو راستہ میں ہی چھوڑ گئے۔ حضرت موسےٰ کی قوم تو نافرمانی کے سبب اپنے نبی کی موجودگی میں ہی خدا کی ناراضگی کے نیچے آگئی۔ اور چالیس سال سلطنت کے وعدہ سے پیچھے کر دی گئی، اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی قوم بھی کم فہمی کے سبب پیغمبر کو خوش نہ کر سکی ان ینزل علینا مائدة من السماء دنیا کے کھانے تک ہی رہ گئی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ بات کہنے پر مجبور ہوئے۔ تم میری باتوں کو سن نہیں سکتے وہ روح الحق (ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد) آئے گا اور حق کی باتیں سنائے گا۔ گنہگاروں کو سزا دے گا اور اس کی قوم باغ میں پھل لائے گی باغ کا مالک خوش ہوگا اور انعام دے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق (فداہ ابی و امی) حضرت محمد رسول اللہ تشریف لائے جاء الحق وزهق الباطل کے مصداق آئے۔

وہ روح الحق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک اور بات فرمائی تھی۔ اس کا آنا خدا کا آنا ہو گا۔ یہ آنے والے کی عظمت کا اظہار ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تعریف سوائے خدا کے کون کر سکتا ہے کیونکہ حقیقت اشیاء وہی بیان کر سکتا ہے جو اشیاء کی تمام صفات سے کماحقہ واقف ہو۔ چونکہ خدا ہر چیز کا خالق ہے اس لئے خالق ہونے کی حیثیت سے وہ ہر چیز کے جوہروں کو خوب جانتا ہے۔ خدا نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اس لئے خدا ہی انسانوں کی صحیح حقیقت کو جانتا ہے اور وہی سچی تعریف بھی انسان کی کر سکتا ہے اب سنئے خدا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا فرماتا ہے۔

انک لعلٰی خلق عظیم۔ تحقیق اخلاق و صفات کے لحاظ سے تو اعلیٰ مقام پر ہے۔

پھر فرمایا:۔

اسوة حسنة تو بہت عمدہ نمونہ ہے۔

جس کو خدا عمدہ نمونہ فرمائے اس سے دوسری مخلوق کا کیا مقابلہ۔ اس پر بھی غور کرو۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کو کس قدر پیارا ہے:۔

ان اللہ وملٰئکته یصلون علی النبی یا ایها الذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما۔

ترجمہ:۔ بے شک یقینی طور پر خدا تعالےٰ خود اور اس کے تمام فرشتے محمد پر درود بھیجتے ہیں اے لوگو جو خدا پر ایمان لاتے ہو محمد پر درود پڑھا کرو۔

آخر میں ایک بات فرما کر فیصلہ کر دیا۔ کہ محمدؐ ہمارا رسول ہمارے دربار میں اس قدر ذی عزت ہے کہ اس کی تابعداری کے بغیر اب ہم تک کوئی آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ یعنے ہدایت کی راہ اسی کی تابعداری سے ملے گی۔ پھر اس بات کو اپنے رسول کی زبانی کہلوا کر بالکل ہی صاف کر دیا۔ طالبو غور کرو قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

ترجمہ:۔ اعلان کر دو اے رسول لوگو اگر چاہتے ہو کہ خدا تم سے محبت کرے اور اپنا مقرب بنائے تو تابعداری کرو۔

آپ پر واضح ہو گیا۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا کس قدر بلند رتبہ خدا کے حضور ہے۔ رسول اللہ کی عظمت سے قرآن شریف بھرا ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا کام کیا گیا فرمایا:۔

بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة۔

ترجمہ:۔ عرب کے ان پڑھوں میں اپنا رسول کھڑا کیا ان کو ہمارے احکام سنا کر پاک کرتا ہے علم اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔

کام تو ہر رسول کے سپرد یہی ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو خدا کے احکام سنا کر جہالت سے ہٹا کر نور ہدایت کی طرف لائے۔ لیکن خدا تعالےٰ کے تمام رسولوں میں حضرت محمد رسول اللہ صلعم اپنے کام میں جس قدر کامیاب نظر آتے ہیں۔ ان جیسا اور کوئی دوسرا رسول کامیاب نظر نہیں آتا۔

حضرت نبی کریم صلعم نے شب و روز کی محنت شاقہ سے اپنی قوم کو اس قدر پاک کیا کہ تمام عیب چھڑا دئے ایسا تابعدار بنایا کہ قوم نے تمام پہلے نبیوں کی امتوں سے ممتاز ہو کر خیر امة کا خطاب اور رضی اللہ عنهم ورضوا عنه کا سارٹیفکیٹ حاصل کر لیا۔ اللہ کریم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے اس قدر خوش ہوئے۔

فرمایا۔ اے رسول اپنی امت کو میرا پیغام سنا دو فاینما تولوا فثم وجه اللہ۔ ترجمہ:۔ تم جس طرف منہ کرو گے خدا قدیر کو اپنی امداد کے لئے اسی جگہ موجود پاؤ گے۔

اب مسلمان کا کام اور خدا کی امداد پر غور کرو۔ اور سوچو کہ ہم کس مقام پر ہیں۔ فرمایا:۔

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر

ترجمہ:۔ چاہیئے کہ مسلمانوں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی (قرآن کریم) کی طرف بلائے اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے آل عمران ۱۰۴:۔

پھر فرمایا:۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔ آل عمران۔

ترجمہ:۔ تم سب سے اچھی امت (گروہ) ہو لوگوں کی بھلائی کے لئے بنائی گئی ہو اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔ اللہ پر ایمان لا کر اس کا حکم مانتے ہو۔

پھر فرمایا:۔ والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر ویقیمون الصلوٰة ویؤتون الزکوٰة ویطیعون اللہ ورسوله اولٰئک سیرحمهم اللہ

(التوبه ۷۱)

ترجمہ:۔ ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں وہ اچھے کام کرنے کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں نمازیں پڑھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی تابعداری کرتے ہیں اللہ بہت جلد ان پر رحم کرے گا۔ یعنے مظفر اور منصور کریگا۔

اوپر کی آیت مبارکہ میں خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کے کام کا بھی ذکر کیا ہے۔ مسلمانوں کی صفات کا بھی ذکر ہے مسلمانوں پر رحم اور فضل کا وعدہ بھی ہے اب غور کرو۔ کہ مسلمان نے کسی تندہی سے کام کیا انکی جوانمردی اور ہمت پہ غور کرو۔ عرب سے نکل کر ایشیا۔ افریقہ۔ شام۔ مصر۔ ایران چین۔ ہندوستان۔ افغانستان اور مغرب میں سپین تک اسلام کا پیغام پہنچایا۔ دوسری طرف خدا تعالےٰ کے وعدہ کو بھی دیکھو جس طرف مسلمان نے پیغام حق سنانے کے لئے رخ کیا۔ خدا تعالےٰ اسی طرف امداد کے لئے موجود بڑے بڑے شہنشاہ متکبر سلطنت کی وسعت پر گھمنڈ کرنے والے ان بادیہ نشین غریب بے ہتھیار مجاہدوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب تصویر کھینچی ہے

غریباں چوں بہ مسجد صف کشیدند
گریبان شہنشاہاں دریدند

آج کل کا مسلمان جو اپنی نزہبی کاروں کا رونا روتا ہے ان مجاہدوں کے حالات پر غور کرے۔ تین صد تیرہ آدمیوں میں سے صرف دو کے پاس تلواریں تھیں۔

(باقی دارد)

خدمتِ حدیث میں خواتین کا حصہ

از جناب مولوی حافظ مجیب اللہ ندوی رفیق دار المصنفین

(۲)

اس علم و فضل کے ساتھ نہایت صالحہ اور پاکیزہ اخلاق تھیں ۷۷۲ھ میں وفات پائی، ان معنوی یادگاروں کے علاوہ ایک عالم صاحبزادہ شمس الدین کو بھی یادگار چھوڑا[۱]

ست الفقہا اور ست القضاۃ

یہ دونوں خاتون امیر دمشق علاء الدین کی بہن تھیں، ان بھائی اور بہنوں کو حدیث کا خاص ذوق تھا، مشہور محدثہ شامیہ بنت البکری سے انہوں نے سماع حدیث کیا تھا، یہ خانوادہ قلعہ شیزر میں رہتا تھا[۲] یہاں ان دونوں بہنوں نے محمد بن الجوہری کی امالی کے تیسرے، پہلے چھٹے، ساتویں اور گیارہویں حصے کا سماع کیا تھا۔ اسی قلعہ میں ان کا درس حدیث بھی ہوتا تھا ست الفقہا زین الدین العراقی کے شیوخ میں ہیں ۷۶۵ھ میں وفات پائی[۳]

ست البنین

انہوں نے ابن شحنہ[۴] سے بخاری پڑھی تھی امام ذہبی نے ان کو روایت حدیث کی اجازت دی تھی، ابو حامد بن ظہیرہ ان سے سماع کے ذریعہ روایت کرتے ہیں[۵]

ست الخطباء

قاہرہ کے قاضی تقی الدین کی صاحبزادی تھیں، علی بن صواف اور علی بن عیسیٰ وغیرہ سے سماع حاصل تھا مصر اور دمشق دونوں جگہ ان کا فیض تحدیث جاری تھا[۶] ان کی ایک بہن سارہ کا تذکرہ آچکا ہے، ۷۷۳ھ میں وفات پائی۔

ان کے علاوہ اس نام کی متعدد اور خواتین مثلاً ست الاہل۔ ست الشام، ست العجم ست العال وغیرہ ہیں، جنہوں نے حدیث کی روایت و سماع میں حصہ لیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے درر کامنہ میں ان تمام کا تذکرہ کیا ہے (ج ۲ ص ۱۲۷ تا ۱۳۰)

سبیتہ بنت محمد

ان کے والد شمس الدین عمر بڑے پایہ کے

---

[۱] یہ قلعہ صرف قلعہ نہیں تھا، بلکہ ایک چھوٹی سی ریاست کا مرکز تھا، اسامہ بن منقذ اور بیت سے علماء اور امراء اس سے وابستہ رہے ہیں۔
[۲] یہ امالی حدیث سے متعلق تھی [۳] ایضاً [۴] ایضاً
[۵] ایضاً [۶] ایضاً [۷] ایضاً ص ۱۲۹

عالم تھے انہوں نے انہی سے سماع حدیث کیا تھا حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان سے ایک جماعت نے سماع کیا ہے، مثلاً ابو حامد ابن ظہیرہ نے جو ہمارے اقران ہیں، ان کے ایک صاحبزادہ بدر الدین تھے، جن کا شمار محدثین میں ہوتا ہے[۱]

سفری بنت یعقوب

سفری کے خاندان میں علم و فضل کئی پشت سے وراثتہً چلا آرہا تھا، ان کے پردادا عبد اللہ یمن و عسقلان کے قاضی رہ چکے تھے۔ ان کے دادا اسماعیل کا شمار محدثین میں تھا، سفری نے اپنے دادا اور اپنے بھائی اسحاق سے حدیث کا سماع کیا تھا، ۶۶۰ھ میں پیدا ہوئیں اور ۷۴۵ھ میں وفات پائی[۲]

شہدۃ بنت کمال الدین

یہ حافظ وقت شیخ ابن العدیم کی پوتی تھیں انہوں نے متعدد محدثین سے سماع کیا تھا، شیخ عمر بن بدر الموصلی سے صحیح بخاری روایت میں انہیں تفرد حاصل تھا امام ذہبی نے ان سے سماع کیا تھا، ابن عماد ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

کانت تکتب و تحفظ و تنزھن و تعبد[۳]

لکھنا جانتی تھیں، بہت سی چیزوں کی حافظ تھیں، نہایت عابدانہ اور زاہدانہ زندگی گذارتی تھیں۔ ۷۲۹ھ میں وفات پائی[۵]

صفیہ بنت احمد

مشہور محدث شیخ کرمانی سے انہوں نے اربعین السباعیہ اور مشہور حافظ حدیث احمد بن عبد الدائم سے صحیح مسلم پڑھی تھی، اس کے علاوہ حدیث کی دوسری کتابوں کا سماع بھی کیا تھا، خود بھی صحیح مسلم اور بعض دوسری کتب حدیث کی تحدیث کرتی تھیں ۷۴۱ھ میں انتقال کیا[۶] تھا۔

---

[۱] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۳۰ [۲] ایضاً ص ۱۳۸
[۳] اس زمانہ میں پڑھنے کا رواج تو بہت تھا مگر لکھنا بہت کم لوگ جانتے تھے، اس لئے اس صنعت کا تذکرہ ارباب رجال خصوصیت سے کرتے ہیں۔
[۴] ایضاً جلد ۲ ص ۲۰۔ [۵] درر کامنہ جلد ۲ ص ۱۳۵
[۶] درر کامنہ ۲ ص ۳۷

ضیفہ

محدث شمس الدین کی صاحبزادی تھیں حدیث کا ذوق تھا، متعدد اصحاب حدیث سے سماع کیا تھا۔ لیکن ان کا خاص شغل پند و موعظت تھا اور اسی حیثیت سے وہ مشہور ہیں، عورتوں کے سامنے عموماً ان کا وعظ ہی ہوتا تھا[۱]

عائشہ بنت ابراہیم

یہ امام مزی کی اہلیہ تھیں، حافظ ابن کثیر ان کے داماد تھے ان کو بھی حدیث سے کسی قدر لگاؤ تھا۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ انہوں نے حدیث کی روایت کی ہے لیکن ان کا اصلی ذوق اور شغف قرآن سے تھا، قرآن کی حافظہ تھیں، عورتوں کو ترتیل کے ساتھ اس کا درس دیتی تھیں، حافظ ابن کثیر نے بڑے اچھے الفاظ میں اس کا تذکرہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

کانت عدیمۃ النظیر فی نساء زمانھا لکثرۃ عبادتھا وتلاوتھا وقرأتھا القرآن بفصاحۃ وبلاغۃ واداء صحیح یعجز کثیر من الرجال[۲]

اپنے زمانہ کی عورتوں میں اپنی کثرت عبادت، تلاوت، اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ قرآن کی تدریس میں وہ عدیم النظیر تھی، قرآن اس قدر صحت مخارج کے ساتھ پڑھتی تھیں کہ بہت سے مرد بھی اس طرح نہیں پڑھ سکتے تھے۔

عائشہ بنت محمد

انہوں نے متعدد محدثین مثلاً ابن العراقی شیخ بلاتی، محمد بن عبد الہادی وغیرہ سے سماع کیا تھا، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

حدثت بالکثیر وتفردت باجزاء[۳]

بہت کثرت سے روایت کرتی ہیں اور بہت سے اجزائے حدیث کی روایت میں یہ منفرد تھیں۔

---

[۱] درر کامنہ ۲۱۳ [۲] البدایہ والنہایہ ج ۱۴ ص ۱۸۹
[۳] درر کامنہ جلد ۲ ص ۲۳۸

امام ذہبی نے ان کو خیرہ اور ثقہ لکھا ہے۔ ان کا ذریعہ معاش سلائی تھا[۱] ۷۳۸ھ میں وفات پائی۔

عائشہ بنت اسمٰعیل

زینب بنت اسمٰعیل جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے یہ انہی کی بہن تھیں یہ بھی حدیث کی روایت میں معروف تھیں، حافظ زین الدین العراقی کے شیوخ میں ہیں[۱]

حافظ ابن حجر نے عائشہ نام کی تقریباً پندرہ خواتین کا تذکرہ کیا ہے، جن میں بیشتر ایسی ہیں جنہوں نے حدیث کی روایت و سماع میں حصہ لیا ہے۔

فاطمہ بنت ابراہیم

ان کے والد اور دادا کا شمار علماء میں تھا، ابتداء میں انہی سے استفادہ کیا تھا، ان کے علاوہ ابو مسہر کے مجموعہ حدیث کو ابراہیم بن خلیل اور ابن الفرات کی احادیث کو خود انہی سے پڑھا تھا، اس کے علاوہ علی بن الدائم سے انتخاب طبرانی، اربعین آجری جزء ایوب، جزء ابن عرفہ وغیرہ کا سماع کیا تھا۔ ان کو متعدد محدثین سے سماع و روایت میں تفرد حاصل تھا ۷۴۸ھ میں وفات پائی[۲]

فاطمہ بنت ابراہیم

انہوں نے صحیح بخاری حافظ ابن الزبیدی سے پڑھی تھی اور خود بھی اس کی تحدیث کرتی تھیں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ

حدثت فیہا من زمان ابن الدائم

یہ بہت دنوں سے یعنی حافظ ابن الدائم کے زمانہ سے منصب تحدیث پر فائز تھیں۔

امام سبکی جیسے علامۂ روزگار نے ان سے اکتساب فیض کیا تھا ان کے ایک صاحبزادہ ابراہیم کا شمار علماء میں تھا۔ ان کے علاوہ ایک اور فاطمہ بنت ابراہیم ہیں جو امام ذہبی اور ابن رافع کے شیوخ میں ہیں، ان اماموں نے اپنے معجم الشیوخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے[۳] زینب بنت مکی جن کا تذکرہ ساتویں صدی کی محدثات میں ہو چکا ہے ان سے فاطمہ کو سماع حاصل تھا۔

فاطمہ بنت سلیمان

انہوں نے آٹھویں صدی کے بیشتر مشاہیر سے روایت کی ہے۔ امام برزالی

---

[۱] درر کامنہ جلد ۲ ص ۲۳۶
[۲] ایضاً جلد ۳ ص ۲۲۰
[۳] ایضاً ص ۲۲۱ [۴] زینب ان محدثات میں ہیں جن سے روایت اور سماع کرنا قابل فخر تھا۔

خدمتِ حدیث میں خواتین کا حصہ

از جناب مولوی حافظ مجیب اللہ ندوی رفیق دار المصنفین

(۲)

اس علم و فضل کے ساتھ نہایت صالحہ اور پاکیزہ اخلاق تھیں سنہ ۷۴۶ھ میں وفات پائی، ان معنوی یادگاروں کے علاوہ ایک عالم صاحبزادہ شمس الدین کو بھی یادگار چھوڑا۔[۱]

ست الفقہاء اور ست القضاۃ

یہ دونوں خاتون امیر دمشق علاء الدین کی بہن تھیں، ان بھائی اور بہنوں کو حدیث کا خاص ذوق تھا، مشہور محدثہ شامیہ بنت البکری سے انہوں نے سماع حدیث کیا تھا، یہ خانوادہ قلعہ شیزر میں رہتا تھا،[۱] یہاں پہ ان دونوں بہنوں نے محمد بن الجوہری کی امالی کے تیسرے، چھٹے، ساتویں اور گیارہویں حصے کا سماع کیا تھا۔ اسی قلعہ میں ان کا درس حدیث بھی ہوتا تھا، ست الفقہاء زین الدین العراقی کے شیوخ میں ہیں سنہ ۷۶۵ھ میں وفات پائی۔[۲]

ست البنین

انہوں نے ابن شحنہ[۳] سے بخاری پڑھی تھی امام ذہبی نے ان کو روایت حدیث کی اجازت دی تھی، ابو حامد بن ظہیرہ ان سے سماع کے ذریعہ روایت کرتے ہیں،[۴]

ست الخطباء

قاہرہ کے قاضی تقی الدین کی صاحبزادی تھیں، علی بن صواف اور علی بن عیسیٰ وغیرہ سے سماع حاصل تھا، مصر اور دمشق دونوں جگہ ان کا فیضِ تحدیث جاری تھا،[۵] ان کی ایک بہن سارہ کا تذکرہ آچکا ہے، سنہ ۷۷۳ھ میں وفات پائی۔

ان کے علاوہ اس نام کی متعدد اور خواتین مثلاً ست الاہل، ست الشام، ست العجم، ست العال وغیرہ ہیں، جنہوں نے حدیث کی روایت و سماع میں حصہ لیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے درر کامنہ میں ان تمام کا تذکرہ کیا ہے (ج ۲ ص ۱۲۷ تا ۱۳۰)

سبیتہ بنت محمد

ان کے والد شمس الدین عمر بڑے پایہ کے عالم تھے انہوں نے انہی سے سماع حدیث کیا تھا حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان سے ایک جماعت نے سماع کیا ہے، مثلاً ابو حامد ابن ظہیرہ نے جو ہمارے اقران ہیں، ان کے ایک صاحبزادہ بدر الدین تھے، جن کا شمار محدثین میں ہوتا ہے۔[۱]

سفری بنت یعقوب

سفری کے خاندان میں علم و فضل کئی پشت سے وراثتاً چلا آرہا تھا، ان کے پردادا اسعد[۲] یمن اور عسقلان کے قاضی رہ چکے تھے۔ ان کے دادا اسماعیل کا شمار محدثین میں تھا، سفری نے اپنے دادا اور اپنے بھائی اسحاق سے حدیث کا سماع کیا تھا، سنہ ۶۶۰ھ میں پیدا ہوئیں اور سنہ ۷۴۵ھ میں وفات پائی۔[۳]

شہدہ بنت کمال الدین

یہ حافظ وقت شیخ ابن العدیم کی پوتی تھیں، انہوں نے متعدد محدثین سے سماع کیا تھا، شیخ عمر بن بدر الموصلی سے سماع کرنے [illegible] میں انہیں تفرد حاصل تھا امام ذہبی نے ان سے سماع کیا تھا، ابن عماد ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

كانت تكتب وتحفظ وتتزهد وتتعبد۔[۴]

لکھنا جانتی تھیں، بہت سی چیزوں کی حافظ تھیں، نہایت عابدانہ اور زاہدانہ زندگی گذارتی تھیں۔ سنہ ۷۰۹ھ میں وفات پائی۔[۵]

صفیہ بنت احمد

مشہور محدث شیخ کرمانی سے انہوں نے اربعین السباعیہ اور مشہور حافظ حدیث احمد بن عبد الدائم سے صحیح مسلم پڑھی تھی، اس کے علاوہ حدیث کی دوسری کتابوں کا سماع بھی کیا تھا، خود بھی صحیح مسلم اور بعض دوسری کتب حدیث کی تحدیث کرتی تھیں سنہ ۷۴۱ھ میں انتقال کیا۔[۶] تھا۔

ضیفہ

محدث شمس الدین کی صاحبزادی تھیں حدیث کا ذوق تھا، متعدد اصحاب حدیث سے سماع کیا تھا۔ لیکن ان کا خاص شغل پند و موعظت تھا اور اسی حیثیت سے وہ مشہور رہیں، عورتوں کے سامنے عموماً ان کا وعظ ہوتا تھا۔[۱]

عائشہ بنت ابراہیم

یہ امام مزی کی اہلیہ تھیں، حافظ ابن کثیر ان کے داماد تھے ان کو بھی حدیث سے کسی قدر لگاؤ تھا۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ انہوں نے حدیث کی روایت کی ہے لیکن ان کا اصلی ذوق اور شغف قرآن سے تھا، قرآن کی حافظہ تھیں، عورتوں کو ترتیل کے ساتھ اس کا درس دیتی تھیں، حافظ ابن کثیر نے بڑے اچھے الفاظ میں اس کا تذکرہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

كانت عديمة النظير في نساء زمانها لكثرة عبادتها وتلاوتها واقرائها القرآن بفصاحة وبلاغة واداء صحيح يعجز كثير من الرجال[۲]

اپنے زمانہ کی عورتوں میں اپنی کثرت عبادت، تلاوت، اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ قرآن کی تدریس میں وہ عدیم النظیر تھی، قرآن اس قدر صحت مخارج کے ساتھ پڑھتی تھیں کہ بہت سے مرد بھی اس طرح نہیں پڑھ سکتے تھے۔

عائشہ بنت محمد

انہوں نے متعدد محدثین مثلاً ابن العراقی، شیخ یلدانی، محمد بن عبد الہادی وغیرہ سے سماع کیا تھا، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:۔

حدثت بالكثير وتفردت باجزاء[۳]

بہت کثرت سے روایت کرتی ہیں اور بہت سے اجزائے حدیث کی روایت میں یہ منفرد تھیں۔

امام ذہبی نے ان کو خیرہ اور قانتہ لکھا ہے۔ ان کا ذریعہ معاش سلائی تھا، سنہ ۷۳۶ھ میں وفات پائی۔

عائشہ بنت اسمٰعیل

زینب بنت اسمٰعیل جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے یہ انہی کی بہن تھیں یہ بھی حدیث کی روایت میں معروف تھیں۔ حافظ زین الدین العراقی کے شیوخ میں ہیں۔[۱]

حافظ ابن حجر نے عائشہ نام کی تقریباً پندرہ خواتین کا تذکرہ کیا ہے، جن میں بیشتر ایسی ہیں جنہوں نے حدیث کی روایت و سماع میں حصہ لیا ہے۔

فاطمہ بنت ابراہیم

ان کے والد اور دادا کا شمار علماء میں تھا، ابتداء میں انہی سے استفادہ کیا تھا، اس کے علاوہ ابو مسہر کے مجموعۂ حدیث کو ابراہیم بن خلیل اور ابن الفرات کی احادیث کو خود انہی سے پڑھا تھا، اس کے علاوہ علی بن الدائم سے انتخاب طبرانی، اربعین آجری، جزء ایوب، جزء ابن عرفہ وغیرہ کا سماع کیا تھا۔ ان کو متعدد محدثین سے سماع و روایت میں تفرد حاصل تھا سنہ ۷۴۴ھ میں وفات پائی۔[۲]

فاطمہ بنت ابراہیم

انہوں نے صحیح بخاری حافظ ابن الزبیدی سے پڑھی تھی اور خود بھی اس کی تحدیث کرتی تھیں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ

حدثت في بها من زمان ابن الدائم

یہ بہت دنوں سے یعنی حافظ ابن الدائم کے زمانہ سے منصب تحدیث پر فائز تھیں۔

امام سبکی جیسے علامۂ روزگار نے ان سے اکتساب فیض کیا تھا ان کے ایک صاحبزادہ ابراہیم کا شمار علماء میں تھا ان کے علاوہ ایک اور فاطمہ بنت ابراہیم ہیں جو امام ذہبی اور ابن رافع کے شیوخ میں ہیں، ان اماموں نے اپنے معجم الشیوخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔[۳] زینب بنت مکی جن کا تذکرہ ساتویں صدی کی محدثات میں ہو چکا ہے ان سے فاطمہ کو سماع حاصل تھا۔

فاطمہ بنت سلیمان

انہوں نے آٹھویں صدی کے بیشتر مشاہیر سے روایت کی ہے۔ امام برزالی

---

[۱] یہ قلعہ صرف قلعہ نہیں تھا، بلکہ ایک چھوٹی سی ریاست کا مرکز تھا، اسامہ بن منقذ اور بہت سے علماء اور امراء اس سے وابستہ رہے ہیں۔
[۲] یہ امالی حدیث سے متعلق تھی [۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] ایضاً [۶] ایضاً [۷] ایضاً ص ۱۲۹

[۱] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۳۰ [۲] ایضاً ص ۱۳۸
[۳] اس زمانہ میں پڑھنے کا رواج تو بہت تھا مگر لکھنا بہت کم لوگ جانتے تھے، اس لئے اس صنعت کا تذکرہ ارباب رجال خصوصیت سے کرتے ہیں۔
[۴] ایضاً جلد ۲ ص ۱ [۵] درر کامنہ جلد ۲ ص ۱۳۵
[۶] درر کامنہ ۲ ص ۳۷

[۱] درر کامنہ ۲۱۳ [۲] البدایہ والنہایہ ج ۱۴ ص ۱۸۹
[۳] درر کامنہ جلد ۲ ص ۲۳۸

[۱] درر کامنہ جلد ۲ ص ۲۳۶
[۲] ایضاً جلد ۳ ص ۲۲۰
[۳] ایضاً ص ۲۲۱ [۴] زینب ان محدثات میں ہیں جن سے روایت اور سماع کرنا قابل فخر تھا۔

نے لکھا ہے کہ فاطمہ نے ان سے متعدد کبار محدثین کی مرویات کی روایت کی ہے اجازۃً جن شیوخ سے انہوں نے روایت کی ہے ان کی تعداد سو سے متجاوز ہے۔ عزبن جماعہ ان کے تلامذہ میں ہیں، ابن عماد نے لکھا ہے کہ انہوں نے کثرت سے روایت کی ہے، شادی نہیں کی تھی ۸۰۳ھ میں دار فانی کو چھوڑا

فاطمہ بنت عبد الرحمٰن

آٹھویں صدی کے ایک علمی خانوادہ میں پیدا ہوئیں، ان کے نانا تقی الواسطی کا شمار علماء محدثین میں تھا، ان کی والدہ ست الفقہاء جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے، محدثات میں تھیں انہی کے آغوش فیض میں ان کی تربیت ہوئی اور اسی علمی ماحول میں وہ پروان چڑھیں پہلے اپنے نانا اور اپنی والدہ سے تحصیل کی، اس کے بعد احمد بن عبد الدائم سے انتخاب طبرانی جزء ایوب اور ابراہیم ابن خلیل اور دوسرے شیوخ سے حدیث کے متعدد اجزا کا سماع کیا۔[۲]

فاطمہ بنت احمد

انہوں نے صحیح بخاری محدثہ وقت ست الوزراء سے پڑھی تھی ۷۶۶ھ میں وفات پائی تھی۔ فاطمہ بنت ابی بکر، یہ امام ذہبی اور امام برزالی کے شیوخ میں ہیں ۷۲۶ھ میں وفات پائی۔ فاطمہ بنت ابن الدائم مشہور محدث احمد بن عبد الدائم کی پوتی تھیں، حدیث کے متعدد اجزاء اپنے دادا سے پڑھے تھے امام برزالی کے شیوخ میں ہیں[۳]

فاطمہ بنت عبد اللہ

حافظ ابن الدائم سے صحیح مسلم اور جزء ابن عرفہ کا سماع کیا تھا دوسرے شیوخ حدیث سے بھی سماع حاصل تھا حافظ عزبن جماعہ اور امام برزالی کے شیوخ میں ہیں ۷۳۲ھ میں وفات پائی[۴]

فاطمہ بنت علی

امام سبکی کی بہن تھیں ان کے والد خود محدث تھے انہیں سے سنن نسائی پڑھی تھی عزبن جماعہ سے روایت کرتے ہیں[۵]

ان کے علاوہ ایک اور فاطمہ بنت علی ہیں، انہوں نے صحیح بخاری حافظ وقت شیخ حجار اور محدثہ وزیرہ سے پڑھی تھی، ان سے ابو حامد بن ظہیرہ نے سماع کیا تھا، اور حافظ ابن حجر کے شیخ تقی الدین نے روایت

---

[۱] درر کامنہ ج ۳ ص ۲۲۲
[۲] ایضاً ص ۳۲۳
[۳] ایضاً
[۴] ایضاً ص ۲۲۵
[۵] ایضاً درر کامنہ جلد ۳ ص ۲۲۲

حدیث کی اجازت لی تھی[۱]

فاطمہ بنت عیاش

بظاہر علم حدیث کی روایت و سماع کے سلسلہ میں ان کی کوئی خدمت نہیں معلوم ہوئی مگر علم و فن اور خاص طور سے علم فقہ سے انہیں خاص ذوق تھا۔ اسی لئے ان کو اس فہرست میں لے لیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ فقہ بہت اچھی جانتی تھیں امام ابن تیمیہ ان کی ذکاوت اور علمی شغف کے بڑے مداح تھے ان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"كانت تدرى الفقه جيداً وكانت نفقهت عند المقادسته وقل من انجب من النساء مثلها."

درر جلد ۳ ص ۲۲۶

فقہ بہت اچھی جانتی تھیں، اور فقہ کی تحصیل انہوں نے علمائے بیت المقدس سے کی تھی بہت کم عورتیں ان کی طرح ممتاز ہوتی ہیں۔

ابن عماد نے ان کے علم و فضل، زہد و تقوے اور امر بالمعروف کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کے بعض فقرے یہ ہیں:۔

العالمة الفقيهة سيدة زمانها انتفع بها خلق من النساء كانت وافرة العقل والعلم ذات اخلاص و خشية وامر بالمعروف وانصلح بها نساء دمشق ثم نساء مصر وكان لها قبول زائد[۲]

عالمہ فقیہہ اپنے زمانہ میں سیدۃ النساء تھیں، ان سے بے شمار عورتوں نے اکتساب فیض کیا، نہایت فاضل اور صاحب علم تھیں، اسی کے ساتھ اخلاص خشیت الٰہی اور امر بالمعروف کے زیور سے بھی آراستہ تھیں، ان کے ذریعہ دمشق اور مصر کی عورتوں میں صلاح و تقوے پیدا ہو گیا تھا ان کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل تھی،

فاطمہ بنت علم الدین

یہ امام برزالی کی صاحبزادی ہیں۔ قرآن کی حافظہ تھیں، ابن عماد نے لکھا ہے کہ محدثین کی ایک جماعت سے انہوں نے سماع حدیث کیا تھا، بخاری شریف کا انہوں نے صرف سماع

---

[۱] درر کامنہ جلد ۳ ص ۲۲۲
[۲] شذرات الذہب جلد ۶ ص ۳۴

ہی نہیں کیا تھا، بلکہ ان کے پاس خود ان کا لکھا ہوا اس کا نسخہ بھی موجود تھا، حدیث کے متعدد اور اجزاء اور مجد الدین ابن تیمیہ کی کتاب الاحکام بھی ان کے پاس خود انہی کی لکھی ہوئی موجود تھی[۱]

ان کے علاوہ اس نام کی کئی اور خاتون ہیں، جو اسی زمرہ میں داخل ہیں مگر قصداً ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

موفقیہ بنت احمد

یہ بہت سے اجزائے حدیث کے سماع میں منفرد تھیں، ابن سید الناس، امام سبکی عزبن جماعہ، ابن الفخر وغیرہ بہت سے ممتاز محدثین ان کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہیں[۲]

مریم بنت شہاب الدین

ان کو حسینی نے مسندہ مصر لکھا ہے: یہ قاضی القضاۃ شمس الدین کی پوتی تھیں۔

نارنج بنت عبد اللہ

ابن الدائم سے صحیح مسلم اور منتقی کے بعض حصوں کا سماع کیا تھا عزبن جماعہ اور ابن رافع کے شیوخ میں ہیں۔

نخوہ بنت زین الدین

حافظ ابو نعیم نے مستخرج بخاری کئی جلدوں میں لکھی ہے، اس کے متعدد اجزاء کا سماع نخوہ نے یوسف بن خلیل سے کیا تھا، ان اجزاء کی روایت میں وہ منفرد تھیں امام ذہبی کے شیوخ میں ہیں انھوں نے لکھا ہے کہ میرے خیال میں ان کے علاوہ کسی دوسری عورت نے یوسف بن خلیل سے سماع نہیں کیا ہے ۷۱۹ھ میں وفات پائی[۳]

نفیسہ بنت ابراہیم

ابن الدائم عبد الوہاب بن الناسح اسمٰعیل بن عسقلانی وغیرہ ان کے شیوخ میں ہیں، اور امام برزالی، امام ذہبی، الامام ابن رافع وغیرہ نے ان سے سماع کیا تھا اور اپنے معجم الشیوخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ انہوں نے بہت کثرت سے روایت کی ہے، حسینی نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے ۷۹۴ھ میں وفات پائی۔[۴]

ھدیہ بنت علی

انہوں نے ابن الزبیدی، ابن اللتی اور ہمدانی وغیرہ سے سماع کیا تھا، علم و فضل کے ساتھ صاحب زہد و تقوے بھی تھیں[۵]

اس صدی کے آخر میں ایک خاتون وزیرہ گذری ہیں ان سے بڑے بڑے

---

[۱] شذرات الذہب جلد ص ۹۷
[۲] درر کامنہ ج ۴ ص ۳۸۴
[۳] ایضاً جلد ۴ ص ۳۸۶ [۴] ایضاً جلد ۱ ص ۳۹۷ ذیل ۱۲۳ [۵] شذرات الذہب جلد ۶ ص ۱۲۱

محدثین نے حدیث کا سماع کیا ہے خصوصیت سے صحیح بخاری اور مسند الشافعی کی تحدیث میں وہ ممتاز تھیں، ابن عماد اور حافظ ابن حجر نے متعدد جگہ ان کا ذکر کیا ہے[۱]

طوالت کے خیال سے اس صدی کا تذکرہ ہم انہی پر ختم کرتے ہیں ورنہ اس صدی کی محدثات کی فہرست کافی طویل ہے۔

---

[۱] ایضاً ص ۳۱۴ - درر کامنہ ج ۳ ص ۲۲۳

ماہوار چندوں کے متعلق

ہمارے احباب کو معلوم ہے کہ ہمارا مالی سال اکتوبر میں ختم ہو جاتا ہے اور اب اس کے اختتام میں صرف سوا مہینہ کا عرصہ رہ گیا ہے اس لئے احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ جس قدر بقایا جات سال رواں کے آپ کے ذمہ ہیں براہ کرم وہ یکمشت ان دنوں کے اندر اندر ادا فرما دیں۔

دفتر سے جملہ احباب کے نام جن کے چندے وصول نہیں ہوئے یاد دہانی کے خطوط لکھے گئے ہیں تاہم بعض احباب توجہ نہیں فرماتے اس لئے اب بذریعہ اخبار جملہ احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ براہ مہربانی سال رواں کے جملہ بقایا جات اسی سال کے اندر اندر ادا فرما کر اپنے قومی اور دینی ادارہ کو نقصان سے بچائیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ ان کو اجر دے گا۔ والسلام

مرتضیٰ خاں
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

اظہارِ تشکر

میری والدہ صاحبہ محترمہ کی وفات پر بہت سے احباب کی طرف سے تعزیت کے خطوط آئے۔ ان سب احباب کا بذریعہ اخبار ہذا بہت بہت شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین

محمد عبد اللہ

خط و کتابت کرتے وقت

چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

(منیجر)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

عن ابی ھریرۃ رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل سلامی من الناس علیہ صدقۃ کل یوم تطلع فیہ الشمس قال تعدل بین الاثنین صدقۃ وتعین الرجل فی دابۃ فتحملہ علیہا او ترفع لہ علیہا متاعہ صدقۃ قال والکلمۃ الطیبۃ صدقۃ وبکل خطوۃ تمشیہا الی الصلوۃ صدقۃ وتمیط الاذی عن الطریق صدقۃ - اخرجہ الشیخان - تلخیص الصحاح

ترجمہ:- ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک ایسے دن میں جس میں آفتاب طلوع ہوتا ہے انسان کے ہر عضو کے معاوضہ میں صدقہ واجب ہوتا ہے پھر فرمایا کہ دو شخصوں کے درمیان صلح کرا دینا بھی صدقہ ہے - اور کسی شخص کی اعانت کرکے اسکو سواری پر سوار کرا دینا یا سواری پر اس کا سامان لدوا دینا بھی صدقہ ہے اور اچھی بات کا کہنا بھی صدقہ ہے اور نماز کی طرف چلنے میں جو قدم اٹھتا ہے وہ ہر قدم صدقہ ہے اور راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے -

کسی اچھے کام کو حقیر مت سمجھو

عن ابی ذر رضہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحقرن من المعروف شیئًا ولو ان تلقی اخاک بوجہ طلق

اخرجہ مسلم

ترجمہ:- ابوذر رضہ سے روایت ہے کہ مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی (بھی) اچھے کام کو حقیر مت سمجھو اگرچہ اپنے بھائی (مسلمان) سے بکشادہ پیشانی ملنے کا کام ہو۔ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

اگر حنظل خوری از دست خوشخو
بہ از شیرینی از دستِ ترش رُو

مخلصانہ نیکی کا اجر

عن حکیم بن حزام قال قلت یا رسول اللہ ارایت امورًا کنت اتحنث بہا فی الجاھلیۃ من صلوۃ وعتاقۃ وصدقۃ ھل لی فیہا اجر قال اسلمت علی ما سلف لک من خیرا -

اخرجہ الشیخان - تلخیص

ترجمہ:- حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان امور کے متعلق خبر دیجئے جن کو میں زمانہ جاہلیت میں بامید ثواب مثل عبادت کرنے، غلام آزاد کرنے اور صدقہ دینے کے کیا کرتا تھا کہ اس کا بھی مجھے کچھ ثواب ہوگا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم اپنی گذشتہ تمام نیکیوں کے ساتھ مسلمان ہوئے ہو -

کلام الامام:- (۱) تا نہ شد مشعلے زغیب پدید ؛ از شب تار جہل کس نرہید
(۲) تا نہ گردد نگوں سرت بہ نیاز ؛ پردہ از نفس تو نگردد باز

(مسیح موعود)

(۱) جب تک پردہ غیب سے مشعل راہ پیدا نہ ہو - کوئی شخص جہالت کی ظلمت سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتا -

(۲) جب تک تو (آستانہ یار پر) سر نیاز خم نہیں کرتا - تیرے نفس سے (ہوا و حرص کے) پردے نہیں اٹھ سکتے ؛

خدا کا شکر کرو کہ اسی نے تمہیں شناخت کی آنکھ دی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات طیبہ

میں پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کرکے کہتا ہوں کہ اسلام کی جو حالت اس وقت ہو رہی ہے - اور یہ مختلف فرقہ بندیاں جو آئے دن ہوتی رہتی ہیں اور مخالف اس پر دلیر ہو رہے ہیں اور نہایت بیباکی سے اس پر حملے کرتے اور اعتراضات کی بوچھاڑ برساتے ہیں یہ سب اسی دابۃ الارض کا فساد ہے - انہوں نے ہی اپنے غلط خیالات سے عیسائیوں کو مدد دی ہے - لیکن اب خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے عین وقت پر دستگیری فرمائی ہے اور اس سلسلہ کو قائم کیا - اس لئے تمہیں مناسب ہے کہ اس فضل کو جو تمہیں دیا گیا ہے ضائع نہ کرو اور ادب کی نگاہ سے دیکھو اور اس مدد اور نصرت کی جو تمہیں دی گئی ہے قدر کرو - یقیناً یاد رکھو کہ خدا کی مدد کے بغیر اور اس کے بلائے بغیر کوئی شخص راستی سے اور پوری قوت سے ایک امر کو بیان نہیں کر سکتا اور بغیر اس کے خاص فضل کے دلائل ملتے ہی نہیں - اور نہ طرز بیان عطا ہوتا ہے - اور پھر یہ بھی خدا کا خاص فضل ہوتا ہے کہ اس طرز بیان اور مدلل گفتگو سے نیکی کی قوت رکھنے والے شخص کو جو خدا کی قوت اور طاقت پاکر روح القدس سے بھر کر بولتا ہے شناخت کر لیا جاتا ہے - پس تم پر بھی یہ خدا تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ اس نے تمہیں یہ قوت عطا کی اور شناخت کی آنکھ دی - اگر وہ یہ فضل نہ کرتا تو جیسے دوسرے لوگ غفلت کے پردوں میں پڑے گالیاں دیتے ہیں تم بھی ان میں ہی ہوتے - جس چیز نے تمہیں اس گمراہی سے باہر نکال دیا ہے وہ محض خدا کا فضل ہے - جیسے میاں عبدالحق صاحب (نومسلم) کو ہی دیکھو - کہ اگر خدا کا فضل ان کی دستگیری نہ کرتا تو کیونکر اس عیش کی جگہ سے نکل سکتے تھے خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان کے پاس کئی ناصح بھی جمع ہو گئے - اور انہوں نے قادیان آنے سے انہیں منع بھی کیا بلکہ ایک نے گالی بھی دی حالانکہ گالی دینا ان کے مذہب میں منع ہے اور عام طور پر تہذیب اور شائستگی کے بھی خلاف ہے لیکن ان تمام باتوں پر خدا کا فضل غالب آیا اور انہیں یہاں کھینچ لایا - اور یہ انہیں بدی کے اسباب میسر ہی نہ آئے ورنہ اگر یہ ہوی کر لیتے تو پھر ابتلا پیش آجاتا - لیکن خدا نے ہر طرح سے انہیں بچا لیا - خدا کا فضل مستحدثہ نہیں ہوتا جس پر وہ کرم کرتا ہے اسے ہر طرح سے بچا لیتا ہے - یہ خیال مت کرو - کہ ہم مسلمان ہیں - اسلام بڑی نعمت ہے - اس کی قدر کرو اور شکر کرو - اس کے اندر فلاسفی ہے جو زبان سے کہدینے سے حاصل نہیں ہوتی ؛

ہوائی حملوں سے بچنے کیلئے دفاعی تدابیر

(۳)

سٹرپ پمپ

گھریلو آگ بجھانے والی جماعت کے پاس جو کارآمد اوزار ہے وہ سٹرپ پمپ STIRRUP PUMP ہے اس پمپ کی مختصر ساخت یہ ہے کہ دھات کی ایک نالی میں پمپ کے کارآمد اعضا ہوتے ہیں۔ اس کی پسٹن راڈ PISTON POD کے سرے پر ایک دستہ HANDLE بنا ہوتا ہے نالی کے ساتھ ایک مددگار سلاخ SUPPORTING BAR بمعہ پائیدان FOOT REST لگی ہوتی ہے۔ پمپ کی نالی کے نیچے سرے پر جالی لگی ہوتی ہے جس میں سے پانی چھن کر نالی میں آتا ہے اس نالی کے ساتھ ایک ربڑ کی نالی RUBBER HOSE لگی ہوتی ہے جو ۲۰ فٹ سے ۳۰ فٹ تک لمبی ہوتی ہے۔ ربڑ کی نالی کے ایک سرے ایک نلکی NOZZLE لگی ہوتی ہے جس میں ایک پتری SLIDE کے ذریعہ سے دوکام دینے والی نوزل ہوتی ہے اس سے حسب منشا پانی کی دھار یا پھوار استعمال کی جاتی ہے۔ پانی کی دھار اس پمپ کے ذریعے ۳۰ فٹ فاصلہ تک اور پھوار ۱۲ فٹ سے لے کر ۱۵ فٹ فاصلہ تک جا سکتی ہے جب دھار استعمال کی جاتی ہے تو پمپ کو ایک منٹ میں ۷۰ دفعہ کی رفتار سے چلایا جاتا ہے اور اس طرح فی منٹ ۳/۴ گیلن پانی صرف ہوتا ہے اور اگر پھوار استعمال کی جائے تو پمپ کو ایک منٹ میں ۳۵ دفعہ کی رفتار سے چلایا جا سکتا ہے اور اس طرح فی منٹ ۳/۴ گیلن پانی خرچ ہوتا ہے۔ سٹرپ پمپ STIRRUP PUMP کے فوائد حسب ذیل ہیں:۔

(۱) یہ بہت ہلکا پمپ ہوتا ہے جسے ایک آدمی آسانی کے ساتھ ایک ہاتھ میں اٹھا سکتا ہے۔

(۲) اس پمپ میں دوکام دینے والی نلکی NOZZLE کی وجہ سے آگ پر بذریعہ دھار اور بم پر بذریعہ پھوار اچھی طرح قابو پایا جا سکتا ہے۔

(۳) اس کی ربڑ کی نالی ۳۰ فٹ لمبی ہوتی ہے جس کی مدد سے چھت پر لگی ہوئی آگ کو بھی اندر سے بجھایا جا سکتا ہے۔

(۴) ربڑ کی نالی کی لمبائی کی وجہ سے پمپ پر کام کرنے والے دو آدمی آگ اور بم سے محفوظ فاصلہ پر ہوتے ہیں۔

(۵) اس پمپ کے ذریعہ سے پانی نہایت کفایت شعاری کے ساتھ خرچ ہوتا ہے اور ضائع نہیں ہونے پاتا۔

(۶) نہ صرف بموں کی آگ بلکہ ہر قسم کی بھڑکی ہوئی آگ (سوائے تیل کی جلنے کی وجہ سے) کو اس کے ساتھ ابتدائی دور میں قابو پایا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ بیان ہو چکا یہ جماعت اپنے کام میں مشاق ہوتی ہے اور بغیر کسی حکم کا انتظار کئے اپنے کام پر مشغول ہو جاتی ہے۔ جونہی کسی جگہ آگ لگنے کی نشان دہی کی جائے اس کے لئے مخصوص طریقہ پر آگ بجھانے کی کامیابی کا راز اس امر میں ہے کہ ہمارے پاس محلہ میں آگ بجھانے کی تربیت حاصل کئے ہوئے افراد کافی تعداد میں موجود ہوں۔ اس لئے محلہ کے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس کی تربیت حاصل کرنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ کامیابی کے لئے یہ بھی لازمی ہے کہ مندرجہ ذیل امور میں عوام کا تعاون بھی زیادہ سے زیادہ حاصل ہو۔

عوام کا تعاون

(۱) عوام اپنے گھروں میں پانی کا ذخیرہ موجود رکھیں تاکہ ضرورت کے وقت کام میں لایا جا سکے۔

(۲) اپنے مکانوں کی چھتوں کے اوپر سے آگ لگ جانے والی چیزوں مثلاً گھاس پھوس لکڑی، اُپلے وغیرہ جمع نہ رکھیں۔

(۳) ہر گھر میں کم از کم دو عدد ریت کی نصف بھری ہوئی بوریاں ہر وقت موجود رہنی چاہئیں۔

(۴) لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں گھریلو آگ بجھانے والی جماعتوں کے ممبر بن جائیں۔

(۵) گھر کے ہر فرد بچہ۔ بوڑھا۔ جوان۔ عورت مرد کو سٹرپ پمپ کا استعمال جاننا چاہیئے۔ نیز آتشی بموں پہ قابو پانے کے طریقوں سے واقفیت ہو

(۶) ہر شخص کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ضرورت کے وقت سٹرپ پمپ کہاں سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(۷) عمارت میں لکڑی کے حصوں مثلاً دروازوں اور کھڑکیوں کے پٹ پر ایک لوشن کی دو تین تہیں لگا دیں جو اس طرح بنایا جاتا ہے کہ ایک پونڈ بجھا ہوا چونا نصف سیر پانی میں بھگو کر اس میں ۱۳ اونس نمک ملایا جائے اس لوشن کے دو تین کوٹ کر دینے سے آگ کے اثر سے بچت ہو جاتی ہے۔

دھماکہ سے پھٹنے والے بم

دھماکہ سے پھٹنے والے بم HIGH EXPLOSN BOMBS متعدد اقسام کے ہوتے ہیں جن کے اندر دھماکہ سے پھٹنے والا فلیتہ اور بارود بھرا ہوتا ہے بم کا خول لوہے کا بنا ہوتا ہے جو پھٹ کر بے شمار چھوٹے بڑے ٹکڑوں کی صورت میں دور دور تک پھیل جاتا ہے اور بہت زیادہ نقصان کرتا ہے۔ یہ بم ہلکے درمیانی اور بھاری کئی مختلف وزنوں کے ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک تباہ کاری کے لئے بہت موثر ہوتا ہے۔

دھماکے سے پھٹنے والے بم مندرجہ ذیل مقاصد کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں:۔

(۱) جنگی ضرورت اور اہمیت کی بڑی بڑی جگہوں مثلاً اسلحہ ساز فیکٹریوں۔ اسلحہ کے گوداموں ہوائی اڈوں۔ ریلوے سٹیشنوں، دریائی پلوں، سڑکوں، ہسپتالوں، ڈاکخانوں تار۔ ریڈیو۔ وائرلیس واٹر ورکس وغیرہ وغیرہ کو تباہ و برباد کرنے کے لئے۔

(۲) عمارتی نقصان کے ساتھ ہی ساتھ فوجی دستوں کو تباہ و برباد اور زخمی کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

(۳) یہ بم چونکہ وزنی ہوتے ہیں، گرتے ہی سطح زمین میں یا چھت کو پھاڑ کر اندر گھس جاتے ہیں اور اندر ہی اندر پھٹ کر بہت سا گڑھا بنا کر پھٹنے کی خاصیت سے سڑکوں کو تباہ کرنے کے لئے تاکہ ذرائع آمد و رفت میں رکاوٹ پیدا کر دی جائے۔

(۴) جنگی اہمیت کی مخصوص جگہوں کے علاوہ عام بمباری کے ذریعہ عمارتوں کو نقصان اور قرب و جوار کے لوگوں کو زخمی کرنے کے لئے۔ بموں کے علاوہ ہوائی جہاز کی توپوں سے بھی گولہ باری کی جاتی ہے، جو کافی نقصان پہنچاتی ہے۔

دھماکہ دار بموں کی قسمیں

دھماکہ سے پھٹنے والے بموں کی پانچ موٹی موٹی قسمیں ہیں:۔

(۱) آرمر پیرسنگ بم ARMOUR PIERSING BOMBS: یہ ۱۰۰۰ پونڈ وزن سے ۴۰۰۰ پونڈ تک وزنی بم ہوتا ہے اس کا خول فولاد کا بنا ہوتا ہے۔ ایسا بم بہت مضبوط اور اہم مقامات کو تباہ کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً ہوائی جہاز کے اڈے ریلوے اسٹیشن۔ بندرگاہ بڑے بڑے پل۔ اسلحہ ساز فیکٹریاں۔ قلعہ اسلحہ کے گودام وغیرہ وغیرہ۔ اس بم میں دیر سے پھٹنے والا فلیتہ لگا ہوتا ہے۔ گرتے ہی یہ بم عمارت میں چھت پھاڑ کر فرش میں دور تک گھس جاتا ہے۔ اور گھسنے کے تھوڑی دیر بعد بہت زور سے پھٹتا ہے اور عمارت کو پیوند خاک کر کے رکھ دیتا ہے۔

(۲) سیمی آرمر پیرسنگ بمب ... SEMI ARMOUR PIERCING BOMB یہ بم بھی قریب قریب انہی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہ وزن میں ۵۰۰ پونڈ سے ۱۰۰۰ پونڈ تک ہوتا ہے اور اس کا خول قدرے پتلا ہوتا ہے۔

(۳) اینٹی پرسانل بم ——— ANTI PERSONAL BOMB یہ بم عوام کو اور کسی حد تک عمارات کو تباہ کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا خول کسی قدر بھاری فولاد کا بنا ہوتا ہے۔ گشت کرتے ہوئے فوجی دستوں کو بھی اس کے استعمال سے گھائل کیا جاتا ہے۔

(۴) جنرل پرپز بم GENRAL PUR POSE BOMB یہ بم کسی خاص نشانہ پر استعمال کرنے کے لئے نہیں بلکہ عام بمباری کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا وزن ۱۰۰ پونڈ سے ۴۰۰۰ پونڈ تک ہوتا ہے۔ عام طور پر ۵۰۰ پونڈ وزنی ہوتا ہے۔ اس میں فوراً پھٹنے والا فلیتہ ہوتا ہے۔ جب یہ سطح کے ساتھ ٹکراتا ہے تو پھٹ کر اس کے خول کے بے شمار ٹکڑے دور دور تک پھیل جاتے ہیں۔ اور بہت کافی نقصان دیتے ہیں معمولی عمارتوں کو گرانے اور عام جانی نقصان کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

(۵) پیراشوٹ لینڈ مائین PARA CHUTE LAND MINE یہ ۵۰۰ پونڈ سے ۱۵۰۰ پونڈ تک وزنی بم ہوتا ہے جو چھتری کے ذریعہ سے خاص نشانہ پر گرایا جاتا ہے۔ اس کا خول پتلا ہوتا ہے۔ جس میں دھماکہ سے پھٹنے والا بارود کافی مقدار میں ہوتا ہے۔ اس کے اندر فوراً پھٹنے والا فلیتہ یا مقناطیسی فلیتہ ہوتا ہے ..... جب اس میں مقناطیسی فلیتہ استعمال کیا گیا ہو تو جونہی کوئی لوہے کی چیز اس کے پاس سے گزرے اس

اُردو کی اہمیت ضرورت اور اُسکا مستقبل

از قلم سردار جگت سنگھ صاحب ایڈیٹر رسالہ رہنمائے تعلیم دہلی

یہ سردار صاحب موصوف کی وہ تقریر ہے جو آپ نے اُردو کانفرنس پٹنہ میں ۱۴ مئی کو ہزاروں کی حاضری میں کی اور جسے حاضرین نے بہت دلچسپی سے سُنا، اس میں کوئی کلام نہیں کہ بھارت گورنمنٹ اردو کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہوئی ہے، اور ایک طرح سے اس نے اپنی طرف سے بھارت سے اس کو دیس نکالا بھی دے دیا ہے مگر زبان جمہوریت کے منہ میں زبردستی نہیں ٹھونسی جا سکتی بلکہ زبان اپنی لطافت کشش اور جاذبیت کی وجہ سے خود اپنے لئے جگہ پیدا کرتی ہے اور یہ سب اوصاف اُردو زبان میں موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ نہ صرف مسلمان بلکہ منصف مزاج سکھ اور ہندو بھی اُردو کے ایسے ہی ہمدرد ہیں اور اس کی ترقی کے خواہاں ہیں جیسے کہ مسلمان اور ان غیر مسلم منصف مزاجوں میں مکرم سردار جگت سنگھ صاحب چیف ایڈیٹر رسالہ "رہنمائے تعلیم" کی بھی ذات گرامی ہے جن کی یہ تقریر درج ذیل ہے۔ (ایڈیٹر)

اس روشن اور نمایاں حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بھارت میں جو مختلف بولیاں رائج اور جاری ہیں ان میں اُردو کو ایک مستقل درجہ حاصل ہے وہ بھارت نواسیوں کی بین الاقوامی اور مشترکہ زبان ہے، نہ صرف آج سے بلکہ صدیوں سے۔ یہ کہنا کہ وہ صرف مسلمانوں کی زبان ہے اور ہندوؤں اور سکھوں کو کوئی لگاؤ اور واسطہ نہیں، تاریخ اور واقعات سے صاف انکار کرنا ہے۔

جن صاحبان نے اُردو زبان کی تاریخ پر غور کیا ہے اور اُردو لٹریچر کا گہری نظر سے مطالعہ فرمایا ہے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے عروج کے زمانہ میں اور اس عہد میں جبکہ ان کی سلطنت سارے بھارت پر چھا رہی تھی، سب جگہ عام رواج فارسی زبان کا تھا یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کے کائستھ نامی ایک طبقہ نے بڑے شوق اور محنت سے فارسی زبان کو سیکھا، اور وہ اسے اپنے گھروں میں استعمال کرنے لگے۔ انہوں نے درباروں میں رسائی حاصل کی، بڑے بڑے منصب حاصل کئے گویا مسلمانوں سے ان کی زبان سیکھی اور انہیں اپنی زبان سکھائی، ظاہر ہے کہ اردو زبان کے جنم داتا ہندو تھے، شاہان شاہان اسلام کے زمانہ میں فارسی کا رواج تھا۔ اُردو بیشک موجود تھی اور موجود رہی۔ مگر اسکو کوئی خاص حیثیت اور خاص شان حاصل نہ تھی اور فارسی کے سامنے جو سرکاری زبان تھی، اس کا چراغ نہ جل سکا، بیشک اردو میں شعر کہے جاتے تھے، اور کتابیں لکھی جاتی تھیں، خال خال ترجمے بھی ہوتے تھے، مگر اردو کی وہ کثرت اور بہتات ہرگز نہ تھی، جو آج ہم اپنے زمانہ میں دیکھ رہے ہیں۔ دراصل اُردو کی اصل

ترقی اور عروج کا زمانہ اس وقت سے شروع ہوا جب بھارت میں مسلمانوں کی سلطنت کو زوال آیا اور ایک ایک کر کے ان کی چھوٹی بڑی ساری سلطنتیں اور حکومتیں انگریزوں کے قبضہ اور اختیار میں چلی گئیں۔

فارسی اس وقت حکومت کے چلے جانے کی وجہ سے اپنا اقتدار کھو چکی تھی اور انگریزی کو اپنے ابتدائی دَور کی وجہ سے وہ اقتدار حاصل نہ ہوا تھا کہ وہ پورے ملک کی زبان بن سکتی اس وقت ضرورت تھی ایک زبان کی جس کو بھارت نواسی استعمال کریں، ہندو مسلمان دونوں یہاں کی قومیں تھیں نہ مسلمانوں نے یہاں آ کر پھر باہر جانا چاہا، نہ ہندوؤں نے ان کو غیر سمجھا، بلکہ بڑے پریم اور محبت سے دونوں قومیں بھارت میں رہتی تھیں، اور اسی کو اپنا وطن سمجھتی تھیں۔ جب فارسی کے بعد ملک کے لئے زبان کا سوال پیدا ہوا۔ تو ہندو مسلمان دونوں نے اُردو کو اس کے لئے منتخب کیا کیونکہ اس وقت کسی اور زبان میں اتنی صلاحیت نہ تھی کہ وہ ملک کی مشترکہ زبان بن سکتی، حکومت کی طاقت اُردو کے ساتھ قطعاً نہ تھی جو یہ کہا جانے کہ زبردستی یا لالچ یا رعب کی وجہ سے ہندوؤں نے مجبوراً اُردو کو اپنایا، صاف اور کھلی ہوئی بات ہے کہ محض اپنے شوق اور اپنے چاؤ سے بغیر کسی دباؤ کے ہندوؤں نے اردو کو بڑھانے، وسعت دینے پھیلانے اور اشاعت کرنے میں اتنی زبردست کوشش اور سعی کی جس کی نظیر لسانیات کی تاریخ میں ہمیں نظر نہیں آتی۔ اردو زبان کی جو بھی تاریخ آپ اُٹھا کر دیکھ لیں، بلا مبالغہ اوّل سے آخر تک ہندو مصنفین، ہندو مؤلفین، ہندو ادیبوں

ہندو انشاء پردازوں اور ہندو شاعروں سے بھری ہوئی پائیں گے، سینکڑوں نہیں ہزاروں معرکۃ الآرا کتابیں ہندوؤں نے اردو میں ایسی لکھیں کہ مسلمان ویسی نہیں لکھ سکے، مختلف اصناف سخن میں اُردو کی جیسی بیش بہا خدمات ہندو ادیبوں نے کیں مسلمان وہاں نہیں پہنچ سکے، ذرا مجھے بتایئے کہ آج مسلمانوں میں بڑے بڑے فسانہ نگار موجود ہیں مگر منشی پریم چند سے کون بڑھ سکا؟ مسلمان انشاء پردازوں نے بڑے بڑے دلچسپ ناول لکھے ہیں لیکن رتن ناتھ سرشار کے فسانۂ آزاد کا کون مقابلہ کر سکا، اردو کی خدمت و اشاعت کے لئے مسلمانوں نے بہت سے ماہوار رسالے جاری کئے مگر منشی دیا نارائن کے رسالہ "زمانہ" سے زیادہ کون بازی لے جا سکا، اسلامی لٹریچر کی ترویج کے لئے مسلمانوں نے بڑے بڑے مطبع قائم کئے، مگر مطبع نولکشور سے زیادہ کون مشہور ہوا؟ مسلمانوں نے بڑے بڑے اخبار نکالے مگر اخبار "عام" اور اردو اخبار سے زیادہ کسے دیرپا قبولیت حاصل ہوئی جب لاہور سے ہندوؤں کے روزانہ اخبارات نکلتے تھے تو مسلمانوں کے اخبارات کے مقابلہ میں کس کی تعداد اشاعت زیادہ نہ ہوتی تھی؟

یہ چند حقیقتیں ہیں جنہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ سوائے اس کے کہ انصاف کو دھکے دیکر باہر نکال دیا جائے اور دھکیلتے دھکیلتے بھارت ساگر میں ڈبو دیا جائے۔ مجھے بتایئے اور انصافاً بتلایئے کہ اس ابتدائی زمانہ میں جبکہ جبکہ مسلمانوں سے زیادہ اور بہت زیادہ ہندوؤں نے اُردو زبان کو ترقی دی تو کیا انہوں نے اسے یہ سمجھ کر اپنے ہاتھوں میں لیا کہ اگرچہ یہ مسلمانوں کی زبان ہے مگر لاؤ ان پر احسان رکھ کر ہم اس کی اشاعت اور ترقی میں ان کی مدد کریں نہیں ہرگز نہیں اور نہ کبھی ایسا ہوا ہے حقیقتاً واقعہ یہ ہے کہ ہندوؤں نے ہرگز یہ نہ سمجھا کہ یہ خالص مسلمانوں کی زبان ہے بلکہ حق الیقین کے ساتھ انہوں نے یہی سمجھا کہ یہ ہم دونوں کی مشترک زبان ہے اور ہم دونوں کا فرض ہے کہ اسے ترقی دیں۔ اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے انہوں نے اُردو کی ترقی و ترویج میں وہ وہ کام کئے جو مسلمانوں سے نہ ہو سکے جس وقت اُردو شاعروں کا ایک مبسوط مکمل اور مفصل تذکرہ لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی، تو وہ لالہ سری رام صاحب نے خم خانہ جاوید نام سے لکھا، کوئی مسلمان نہ لکھ سکا، جب اردو لٹریچر کی تفصیلی تاریخ مرتب کرنے کا وقت آیا تو اسے رائے بہادر رام بابو سکسینہ نے انجام دیا۔ کوئی مسلمان آگے نہ آیا۔ یہ

حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ جس قدر ضخیم جس قدر ٹھوس اور جس قدر خاص عظیم الشان نمبر اُردو زبان میں رسالہ "رہنمائے تعلیم" نے پیش کئے اتنے طول و عرض ہند میں مسلمانوں کا کوئی رسالہ پیش نہیں کر سکا۔ حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ رسالہ کا مالک مسلمان نہیں، بلکہ ایک سکھ ہے، پھر یہ بھی دیکھئے کہ غیر مسلم ہونے کے باوجود رسالہ "رہنمائے تعلیم" جس قدر طویل طویل عرصہ یعنی نصف صدی سے برابر اور مسلسل اردو کی خدمت کر رہا ہے کیا اس کے مقابلہ میں شمالی یا جنوبی ہند یا مشرقی اور مغربی پاکستان کا کوئی پرچہ مسلمانوں کا پیش کیا جا سکتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ ایک بھی نہیں! آپ یہ معلوم کر کے خوش ہونگے کہ بابائے اُردو مولوی عبدالحق صاحب نے "رہنمائے تعلیم" کا جوبلی نمبر جو ۵۰۰ صفحہ کا ضخیم اور ۳۰۰ کے قریب تصاویر اور رنگا رنگ کی طباعت سے مزین تھا، جب دیکھا، تو وہ حیران رہ گئے، اس وقت انہوں نے اپنے سہ ماہی رسالہ اردو میں تبصرہ کرتے ہوئے یہ لکھا تھا، کہ شمالی ہندوستان میں ایک غیر مسلم اُردو زبان کی وہ ان تھک کوشش اور خدمت کر رہا ہے کہ مسلمان رسالہ اس کا لگا نہیں کھا سکتا۔ ان کا اشارہ آپ کے سامنے کھڑے مجھ جگت سنگھ کی طرف تھا۔ اگر خود ستائی نہ سمجھی جائے تو میں "انسانیت نمبر" کے متعلق چند ممتاز اور معزز ترین ہستیوں نے جو رائیں دی ہیں، وہ پیش کر دوں تا کہ میرے دل کی صدائے بازگشت کا اندازہ ہو سکے۔

قومی زبان کراچی

ماسٹر صاحب بڑی خوبیوں کے انسان ہیں مرنجاں مرنج وضع اور پرانی تہذیب کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ ان کی نگاہ میں اپنے بیگانے سب ایک ہیں، آپ خاص نمبروں کے شائع کرنے میں خاص شہرت اور امتیاز حاصل کر چکے ہیں اس انسانیت کش فضا میں ماسٹر جی کا "انسانیت نمبر" نکالنے کی جسارت کرنا قابل قدر اور لائق توجہ کام ہے۔

ہماری زبان علی گڑھ

سردار صاحب تجربہ کار اور وسیع الخیال انسان ہیں، فرقہ پرستی کے خلاف ایک نمبر شائع کرنا بڑی جرأت اور صداقت کی بات ہے زبان کے مسئلہ پر بھی ماسٹر جگت سنگھ صاحب وہی نقطہ نظر رکھتے ہیں جو کسی انسانیت پرست اور انصاف پسند انسان کا ہو سکتا ہے یہ نمبر ادبی لٹریچر میں ایک نمایاں مقام . . . . رکھتا ہے۔

روزنامہ الجمعیۃ دہلی

ماسٹر صاحب کی کوشش قابل مبارکباد ہے کہ وہ اس اندھیرے اور تاریک ماحول میں انسانی اخوت اور محبت کی مشعل لے کر ان بھولے بھٹکے انسانوں کو اب بھی صراط مستقیم دکھلا رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس وقت نہ ہمیں سیاسی لیڈروں کی ضرورت ہے نہ سائنسدانوں کی نہ فلسفیوں کی اور نہ اقتصادی ماہرین کی اگر ہمیں ضرورت ہے تو ماسٹر جگت سنگھ جیسے انسانیت کے علمبرداروں کی جو ہمیں زندگی کی قدروں کو پھر سے آشنا کرا رہے ہیں اور پھر سے محبت و اخوت کا سبق پڑھا رہے ہیں۔

بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب

آپ جس محبت اور شفقت سے مجھ کو یاد فرماتے ہیں یہ بادی آپ کی نیک نفسی اور شرافت کی بین دلیل ہے ایسے زمانے میں جبکہ نفسانیت اور عناد کے جذبات نے ہر طرف تاریکی پھیلا دی ہے آپ کی بے تعصبی اور آپ کا حسن اخلاق مقابلتہً اور زیادہ روشن و نورافگن نظر آتا ہے اللہ تعالے آپ کو جزائے خیر دے۔

زبان اردو کی جو خدمت و حمایت آپ فرما رہے ہیں اس سے بھی نہ صرف آپ کی نیکی بلکہ علم اور ملک پر احسان خیال کرتا ہوں بیغرض نیکی کی توفیق اور خدا کا انعام ہے بس اس حقیقت کی موجودگی میں یہ بات کس طرح صحیح ثابت ہو سکتی ہے کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان ہے اور اس لئے اسے ترک کر دینا چاہیئے اور اسے دیس نکالا ملنا چاہیئے۔

پرماتما کے لئے کچھ تو غور فرمائیں جس زبان کو ہندو مؤلفین ہندو سکھ مصنفین ہندو انشاء پردازوں اور ادیبوں نے اپنے خون سے سینچا ہو اور جس کی آبیاری میں اپنا پسینہ بہایا ہو اور جس کو ترقی دینے میں بے انتہا محنت اور جانفشانی کی ہو اسکو ایک غلط خیال کے ماتحت ہم چھوڑ کر بیٹھ جائیں تو یہ ان ہندو سکھ ادیبوں سے کس قدر ناانصافی ہوگی اور ہم ان پر کتنا ظلم کرنے والے ہوں گے جو ادیب اپنی یہ نشانی اور یادگار چھوڑ گئے ہیں ہمیں چاہیئے کہ ہم اسے چھاتی سے لگائیں اور اس سے پوری پوری محبت کریں نہ یہ کہ ہم نفرت کے ساتھ اسے اٹھا کر پھینک دیں اور ان پجاریوں کی ساری محنت پر پانی پھیر دیں اس سے زیادہ اپنائے اور ظلم کیا ہوگا؟

ہم یہ نہیں کہتے کہ ہندی کو پروان نہ چڑھایا جائے، بیشک اس کی سرپرستی کی جائے۔ بیشک اسے ترقی دی جائے مگر سوال یہ ہے کہ ہندی کا گھر بنانے میں اردو کا جھونپڑا کیوں نذر آتش کیا جائے اور ایک زبان کو زندہ کرنے میں دوسری کا گلا کیوں گھونٹا جائے اس موقعہ پر مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا کسی شاعر نے خواہ مذاق ہی کیا ہو مگر عاشقان ہندی کی دلچسپی کے لئے اس کے یہ دو شعر ان کی خورسندی کا موجب ضرور ہونگے سنئے ؎

بھائیو! تم کبھی ہندی کے مخالف نہ ہو
بعد مرنے کے کھلیگا کہ یہ بھی کام کی بات
بسکہ تھا نامۂ اعمال مرا ہندی میں
کوئی پڑھ ہی نہ سکا مل گئی فوراً نجات

یاد رکھو! جبر اور سختی سے کوئی زبان تباہ اور برباد نہیں ہوا کرتی اور نہ ہی آج تک کسی مہذب ملک اور حکومت نے ایسا کیا ہے اگر ہم نے ایسا کیا تو اس سے سوائے نقصان کے کوئی فائدہ ہمیں نہیں پہنچے گا اور آئندہ زمانہ کا مورخ ہماری کوششوں کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھے گا، اور ہمارے کاروبار میں ہماری بول چال میں ہماری معاشرت میں ہمارے لٹریچر میں اور ہمارے نجی اور قومی معاملات میں اس زیادتی کے ساتھ داخل ہو چکی ہے کہ بظاہر اب اس کا نکلنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے اگر ہم اردو ایسی میٹھی ہردلعزیز اور ہمہ گیر زبان کو نکالنے اور خارج کرنے کی کوشش کریں گے تو سینکڑوں برس کی اپنی تہذیب، تمدن اور شائستگی کا ستیاناس کر کے رکھ دیں گے اور ہمارے بزرگوں نے جو محل بڑی محنت بڑے شوق اور بڑی لیاقت سے تعمیر کیا تھا اسکو ڈھانے والے بنیں گے اس صورت میں یہ کوشش تخریبی ہوگی تعمیری نہیں، سوچو تو سہی کہ اردو کے مٹانے میں ہمارے ہاتھ کیا آئیگا سوائے اس کے کہ ہمارے ادیبوں نے جو اعلیٰ پایہ کی کتابیں بڑی محنت سے لکھی ہیں وہ ہمارے لئے بالکل اجنبی ہو کر رہ جائیں اور ہمارے لئے بجائے فائدہ پہنچانے کے بالکل بے کار ہو جائیں۔ اردو کو باقی رکھنے میں ہمارا ذرا سا بھی نقصان نہیں مگر اس کے مٹانے میں نقصان ہی نقصان ہے، پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ امر ہمارے اختیار میں بھی نہیں اردو ہماری معاشرت میں کچھ اس طرح رچ گئی ہے کہ ہمارے نکالے اب وہ ہرگز نہیں نکل سکتی پھر جو مسلمان بھارت میں آباد ہیں اور جنہوں نے اسکو اپنا وطن تسلیم کر لیا ہے ان کے ساتھ معاملہ کرنے میں ضروری ہے کہ ہم اردو کا استعمال کریں ورنہ ہمیں کاروبار کی مشکلات لازمی طور سے پیش آئیں گی، یہ خیال کہ بھارتی مسلمان ایک وقت میں کلیتاً ہندی اختیار کر لیں گے اور اردو کو چھوڑ دیں گے اور اسے اصلا بھول جائیں گے بالکل غلط خیال ہے، کیا ہزاروں سال گذرنے کے بعد بھی ہندو سنسکرت زبان کو بھولے ہیں؟ جو مسلمان اردو کو بھول جائیں گے مسلمان تو اردو کو کیا بھولیں گے، میں کہتا ہوں کہ وہ کروڑوں ہندو جن کی مادری زبان اردو ہے۔ وہ بھی کبھی اردو کو نہیں بھولیں گے۔ خواہ وہ ہندی کی کتنی ہی حمایت کریں، خوب یاد رکھو اپنی زبان اور اپنے وطن کی محبت کبھی انسان کے دل سے نہیں نکل سکتی خواہ اس پر ہزاروں سال گذر جائیں یہ مسلمان اپنی زبان کو کبھی بھول لیں گے اور نہ وہ ہندو جن کی مادری زبان اردو ہے اور اس کی مخالفت میں جو بھی کوششیں کی جائیں گے وہ یقیناً ناکامیاب ہونگی، کیونکہ وہ کوششیں فطرت کے خلاف ہوں گی،

حقیقت یہ ہے کہ اردو میں خود بڑھنے اور ترقی کرنے کی حیرت انگیز صلاحیت ہے مخالف حالات میں بھی وہ برابر ترقی کرتی رہی اس بات کے پیش نظر اس کا مستقبل شاندار نظر آتا ہے اور اسے ہرگز زوال نہیں ہوگا گھبرانے اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔

جگت سنگھ

مانسہرہ میں خانبہادر غلام ربانی خاں کا استقبال

حال ہی میں خان بہادر غلام ربانی خاں ایڈووکیٹ ورئیس مانسہرہ یورپ سے دو سال کی کامیاب تبلیغی خدمات اور پاکستان انڈونیشیا کے بعض اہم کاموں کی سرانجام دہی کے بعد مراجعت فرمائے مانسہرہ ہوئے آپ کے استقبال کے لئے شہر میں منادی کی گئی اور ارد گرد کے علاقہ کو اطلاع دی گئی ٹھیک چار بجے خان بہادر صاحب موصوف موٹر کاروں کے ایک قافلہ میں ایبٹ آباد سے وارد مانسہرہ ہوئے۔ استقبال کرنے والوں کا ایک جم غفیر شہر سے ایک میل دور کسٹم پوسٹ پر موجود تھا جن میں سول نجج فوجی افسر۔ رؤساء۔ علماء۔ عمائدین شہر اور ہر دو جماعتہائے احمدیہ قادیان ولاہور کے احباب موجود تھے۔

خان بہادر صاحب کی آمد پر پبلک نے "اسلام زندہ باد، مجاہد اسلام خان بہادر غلام ربانی خان زندہ باد" کے فلک شگاف نعروں سے آپ کا استقبال کیا اور جملہ حاضرین نے فرداً فرداً خانبہادر صاحب موصوف سے مصافحہ و معانقہ فرمایا۔ اس کے بعد مجمع کے ایک حصہ کا فوٹو لیا گیا اور بصورت جلوس وہاں سے خانبہادر موصوف کے دولتکدہ پر پہنچے راستہ میں احباب سے خان بہادر صاحب موصوف اپنے گھر پہنچنے تک ملاقات کرتے رہے اور مانسہرہ کی فضا اسلام زندہ باد اور خان بہادر غلام ربانی خاں زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔

گھر پہنچنے پر آپ نے مجمع کے سامنے ایک پرمغز تقریر فرمائی اور خدا تعالے نے اپنے فضل و کرم سے جو بے نظیر کامیابی آپ کو دی ہے اس کا ذکر اس میں بیان کیا اور لوگوں کو خدمت اسلام کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ نومسلمین کے حالات اور دیگر خدمات پاکستان جو آپ نے کی ہیں ان کا مفصل ذکر کیا جسے سن کر سب لوگ از حد مسرور ہوئے اور ۹ بجے کے قریب تقریب ختم ہوئی

خاکسار

عبدالاحد۔ مولوی فاضل

مانسہرہ

ہفتہ وار پیغام صلح مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۵۱ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۴

چیف

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پینہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں
سب مجدد ونکا ماننا ضروری ہی
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے :۔ چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے :۔

ایڈیٹر
دوست محمد

ممالک غیر سے سالانہ چندہ :۔ ۱۳ شلنگ

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ ۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۵۱ء | نمبر ۳۵

مسجد شاہجہان ووکنگ میں عید الاضحیٰ کی تقریب

ہماری خاص نامہ نگار سے

۱۳ ستمبر کو عید کا دن تھا لیکن صبح کے وقت مطلع کے ابر آلود ہونے اور لگاتار بارش کی وجہ سے طبیعتوں پر گرانی تھی مگر تھوڑی ہی دیر میں یکایک بادل غائب ہو گئے، اور سورج اپنی پوری تابانی کے ساتھ چمکنے لگا گویا کہ ان چھبیس مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والے قریباً ایک ہزار مسلمانوں کو خوش آمدید کہہ رہا تھا جو مختلف شعبہ ہائے زندگی اور مختلف اجتماعی گروہوں سے تعلق رکھتے ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔ جو عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنے اور اس کے بعد منعقد ہونے والی تقریبات میں حصہ لینے کے لئے مسجد شاہ جہان ووکنگ میں آرہے تھے، مسجد کے سامنے کے سبزہ زار پر ایک نہایت شاندار شامیانہ کھڑا کر دیا گیا جس کو تمام اسلامی ممالک کے جھنڈوں کے ساتھ نہایت عمدگی سے سجایا گیا۔

آغاز تقریب میں مسٹر نعیم سیبڑک (ایک یوگو سلافی مسلمان) نے جو ووکنگ مسلم مشن کے رشتہ میں سے ہیں، قرآن کریم کی چند آیات نہایت خوش الحانی کے ساتھ پڑھیں۔ کیا ہی دلچسپ تھا وہ نظارہ جب تمام مسلمانوں نے مل کر تکبیریں کہنی شروع کیں، اور ووکنگ کی فضا اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ اسی طرح سے ایک ہی جذبہ و خیال کو اپنے دلوں میں لئے ہوئے انہوں نے اس ورثہ قربانی کی عزت و احترام کا اظہار کیا جس کو مکہ معظمہ میں اسی لمحہ ان کے لاکھوں مسلمان بھائی ادا کر رہے تھے پھر باجماعت نماز شروع ہوئی، جو ایک انگریز مسلمان الحاج داؤد کو ون ایم اے نے پڑھائی، انہوں نے ہی نماز کے بعد خطبہ دیا دوران خطبہ میں انہوں نے اسلامی تاریخ پر ایک گہری نظر ڈالتے ہوئے گذشتہ چودہ صدیوں میں مسلمان اقوام کے عروج و زوال کے اسباب بیان کئے اور اس بات پر زور دیا کہ

" صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو موجودہ زمانہ کے تنزل و انحطاط میں گھری ہوئی دنیا کے جو اپنی بے انصافیوں اور غیر مساوی سلوک کی وجہ سے پارہ پارہ ہو چکی اور معاندانہ متحارب کیمپوں میں تقسیم ہو چکی ہے چیلنج کا صحیح جواب ہے۔"

آپ نے تمام ان مسلمانوں سے جو وہاں جمع تھے یہ اپیل کی کہ دنیا میں اپنا صحیح مقام حاصل کرنے کے لئے باہم متحد و متفق ہو جائیں، اور اپنے مفوضہ فرائض کی ادائیگی میں پورے طور پر کوشاں ہوں۔

خطبہ کے بعد تمام مسلمان جو دور دور کے ممالک سے آئے ہوئے تھے اور جنہوں نے اپنی اپنی روایات کے مطابق نہایت عمدہ اور خوبصورت لباس پہن رکھے تھے ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے اور عید مبارک کہی، فی الحقیقت یہ ایک نہایت ہی دل خوش کن منظر تھا کہ مختلف اقوام اور مختلف ممالک کے مسلمان ایک دوسرے سے بغیر کسی رسمی تعارف کے نہایت سنجیدگی اور دلی محبت کے ساتھ ملتے، ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے اور باہم مل کر خوشیاں مناتے تھے جیسے کہ تمام دنیا کے مسلمان آج کے دن خوشی مناتے ہیں۔

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ امام شاہ جہان مسجد ووکنگ نے تمام حاضرین کی تواضع نہایت ہی لذیذ کھانوں سے کی جو سب نے نہایت خوشی ہو کر کھائے، کھانا کھلانے کا کام پاکستانی رائل ایرفورس کے زیر تربیت اصحاب نے جو ہالٹن کیمپ سے آئے ہوئے تھے اور بحری تربیت حاصل کرنے والوں نے سارجنٹ دلشاد آر پی اے ایف کے زیر ہدایت نہایت عمدگی سے سرانجام دیا۔

ان ممتاز لوگوں میں سے جو اس تقریب میں شامل ہوئے حسب ذیل اصحاب کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں :۔

مسٹر ڈیوڈ گیمنز، ممبر برٹش پارلیمنٹ۔ مسٹر عبدالعزیز پوسٹ ماسٹر جنرل سائپرس اور ان کا خاندان۔ لفٹننٹ کرنل اے۔ ایف۔ بی پینس ہیوٹ (Dennis Hewett ولٹشائر کے ایک انگریز مسلمان)

مسٹر ایس۔ ایم برک کونسلر دفتر ہائی کمشنر پاکستان اور ان کا کنبہ ؎

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت

۲۱ ستمبر کو بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے حسب ذیل اطلاع موصول ہوئی :۔

" حضرت امیر ایدہ اللہ کو تنفس کی تکلیف کچھ زیادہ ہو رہی ہے ہر روز ایک انجکشن تو ہوتا ہی ہے پہلے اس سے آرام رہتا تھا مگر اب باوجود انجکشن کے تکلیف ہو جاتی ہے اس لئے زائد ٹیکے لگوانے پڑتے ہیں چنانچہ ابھی ڈاکٹر انجکشن لگا کر گیا ہے اخبار میں دعا کے لئے لکھا جاتے "

تمام احباب سے استدعا ہے کہ حضرت ممدوح کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

ہوائی حملوں سے بچنے کیلئے دفاعی تدابیر (٤)

دھماکہ سے پھٹنے والے بموں کے اثرات

(١) جب بم گر کر فلیتہ اپنا کام کرتا ہے۔ تو بارود آگ لگ کر بم بہت زور اور دھماکہ سے پھٹتا ہے۔ بعض دفعہ دھماکہ اس قدر شدید ہوتا ہے کہ کانوں کے پردے پھٹ جاتے ہیں اور نزدیک کی عمارات میں تباہ کن دراڑیں پیدا ہو جاتی ہیں بعض عمارات محض دھماکہ کے اثر سے ہی گر جاتی ہیں۔ بم گرنے سے ٥٠ فٹ کے فاصلہ کے اندر اندر دھماکہ ایسا زبردست ہوتا ہے کہ کوئی عمارت بچ نہیں سکتی۔

(٢) بم پھٹنے پر اس کے خول کے بیشمار ٹکڑے (SPLINTERS) افق کے متوازی اڑ کر پھیلتے ہیں اور بہت جانی نقصان پہنچاتے ہیں۔

(٣) بم کے دھماکہ سے زمین میں ایک زلزلہ سا آ جاتا ہے۔ جس کے اثر سے پانی کے بڑے بڑے پائپ وغیرہ پھٹ کر سیلاب آ جاتا ہے اور پانی کا دباؤ کمزور ہو جاتا ہے

(٤) سطح زمین پھٹنے سے بہت بڑا گڑھا پیدا ہو جاتا ہے جو (CRATER) کہلاتا ہے اس سے سڑک ٹوٹ پھوٹ کر راستہ رُک جاتا ہے۔ عام آمد و رفت اور فوجی نقل و حرکت رک جاتی ہے۔ اگر زمین کے اندر دھنس جانے کے بعد بم پھٹے تو بھی یہی اثر ہوتا ہے۔

(٥) پھٹنے بم کا اثر۔ اگر بم گر کر نہ پھٹے تو بھی بہت خطرناک ہوتا ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کب پھٹ جائے ہو سکتا ہے کہ اس کا اندرونی فلیتہ خراب ہو گیا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں دیر سے پھٹنے والا فلیتہ لگا ہوا ہو۔ جو مقررہ وقت کے بعد پھٹے اس لئے ایسے علاقہ کو فوراً خالی کر دینا چاہیئے اگر کسی کارخانہ وغیرہ میں ایسا بم گرے جو گرتے ہی نہ پھٹے تو اس کارخانہ کو بند کر دینا چاہیئے تاکہ جانی نقصان نہ ہونے پائے۔

دھماکہ سے پھٹنے والے بم کا ارد گرد ٥٠ فٹ کا رقبہ بربادی کا خطہ کہلاتا ہے۔ (ZONE OF DESTRUCTION) اگر کسی نشانہ پر ٥٠ فٹ کے رقبہ کے اندر اندر بم گرے تو اسکو DIRECT HIT کہتے ہیں۔ یہ معیار قریباً ٥٠٠ پونڈ وزنی بم کے متعلق ہے۔ بڑے حجم کے بم کی صورت میں تباہی کا خطہ بھی زیادہ وسیع ہوتا ہے۔

دھماکے سے پھٹنے والے بموں سے حفاظت کے طریقے

بم کے ٹکرانے، دھماکہ اور بم کا خول پھٹ کر ٹکڑے اڑنے کے اثرات سے جانی نقصان کے علاوہ عمارات کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ بم کی بلاواسطہ ٹکر DIRECT HIT سے بم گرنے کے مقام ٥٠ فٹ تک۔ بچاؤ کا کوئی امکان ہی نہیں۔ تاہم حفاظت کے کچھ اصول مقرر کئے گئے ہیں جن کو مدنظر رکھتے ہوئے ٥٠ فٹ سے دور کی عمارات بم کے اثرات سے بہت حد تک محفوظ رہ سکتی ہیں۔ یہ اصول ٥٠٠ پونڈ کے دھماکے سے پھٹنے والے بم کے لئے وضع کئے گئے ہیں

اصول اوّل

جانی بچاؤ - PROTECTION OF PERSONS اس ضمن میں دو امور پیش نظر ہوتے ہیں:۔

ا - انفرادی بچاؤ - اس کا طریق کار مندرجہ ذیل ہے:۔

(١) باہر مت رہو - پناہ یا آڑ لے لی جائے۔

(٢) اگر کوئی پناہ گاہ یا خندق کھودی ہوئی ہے۔ تو اس میں چلے جاؤ۔ اگر نہیں تو مکان کے کسی کمرہ میں پناہ لو باہر مت رہو۔

(٣) اگر سوئے اتفاق سے ہوائی حملہ کے دوران میں آپ باہر ہوں اور گھر تک جلدی نہ پہنچ سکتے ہوں تو اوندھے منہ زمین پر لیٹ کر اپنے کان انگلیوں سے بند کر کے اپنے دانتوں میں کوئی چیز مثلاً پنسل کارک رومال پگڑی قمیص کا دامن دوپٹہ کا پلو وغیرہ تھام لو اور سینہ کو سطح زمین سے کسی قدر اٹھا کر رکھو۔

(٤) اگر کسی دیوار کی پناہ لینا مقصود ہو تو دیوار کا سہارا مت لو۔ بلکہ دیوار کی اونچائی سے نصف فاصلہ پر دیوار سے چت کر لیٹ جاؤ تاکہ اگر دیوار گر جائے تو اس کے نیچے نہ دب جاؤ۔ بہتر ہے کہ کھلے میدان میں کسی گڑھے وغیرہ کو منتخب کر لیا جائے۔

(٥) اگر آپ مکان کے اندر ہوں تو دروازوں اور کھڑکیوں کے مقابل پناہ مت لو۔ اور دروازے اور کھڑکیوں کو کھلا رکھو تاکہ دھماکہ کا اثر ان میں سے بآسانی گذر جائے۔

(٦) بلا اشد ضرورت مکان سے باہر مت نکلو جب تک کہ حملہ ٹلنے کا الاؤنس نہ ہو۔

(٧) اپنی جائے پناہ کے متعلق سیکٹر وارڈن کو پیشتر سے مطلع رکھو کہ فلاں مکان یا کمرہ میں آپ وقت ضرورت پناہ لیں گے۔

(٨) اطمینان کے ساتھ پناہ لیں شور و غل نہ مچائیں۔

(ب) اجتماعی حفاظت COLLECTIVE PROTECTION کا طریق مندرجہ ذیل ہے:۔

(١) حفاظتی کمرہ اور پناہ گاہ REFUGE ROOM & SHELTERS ہر گھر میں ایک حفاظتی کمرہ ضرور ہونا چاہیئے۔ اس کی خصوصیات آگے بیان ہوں گی۔

(٢) عوامی پناہ گاہیں - PUBLIC SHELTERS - راستہ میں (اگر اچانک ہوائی حملہ کا الارم ہو جائے) تو ٢٥ فیصدی عوام کے لئے حکومت کی طرف سے اہم کاروباری مقامات کے قریب پناہ گاہیں تعمیر کی ہوتی ہیں تاکہ عوام فوراً ان میں پناہ لے لیں۔

(٣) صنعتی اداروں اور فیکٹریوں کی پناہ گاہیں۔ از روئے قانون تمام صنعتی اداروں اور فیکٹریوں کو اپنے کاریگروں کے بچاؤ کے لئے پناہ گاہیں تعمیر کروانے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔

اصول دوم

عمارتی بچاؤ - STRUCTURAL PROTECTION - یہ اہم سرکاری عمارات، فیکٹریوں اور گوداموں وغیرہ کی حفاظت کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ مثلاً ٹیلیفون ایکسچینج۔ ہسپتال۔ سول ڈیفنس کی عمارت حفاظتی چوکیاں۔ زخمیوں کی چوکیاں۔ پولیس کی چوکیاں۔ فائر سٹیشن۔ پوسٹ اور ٹیلیگراف آفس وغیرہ وغیرہ اہم مقامات - وہ مکانات جو عام طور پر رہائش کے لئے تعمیر کئے جاتے ہیں ان کی دیواریں اور چھتیں اس قابل نہیں ہوتیں کہ بم کے دھماکہ سے محفوظ رہ سکیں اور ان کے مکینوں کو نقصان نہ پہنچ سکے۔ اس لئے ان مکانوں کے باہر کی طرف دیواروں کے ساتھ معیار کے مطابق حفاظتی دیواریں بنائی جائیں۔ خصوصاً اپنے حفاظتی کمرہ کے باہر ایسی دیواریں ضرور بنوائی جائیں۔ تاکہ وہ کمرہ ٥٠ فٹ کے فاصلہ پر پھٹنے والے بم کے اثر سے محفوظ رہ سکے۔

ان عمارات کے بچاؤ کے دو طریقے ہیں:

اوّل :۔ معیار کے مطابق حفاظتی دیواریں

دوم :۔ معیار کے مطابق چھتوں کی مضبوطی۔

حفاظتی دیواریں اور چھتوں کی مضبوطی کا معیار درج ذیل ہے:۔

(١) پختہ اینٹ ١٣½ موٹی دیوار سیمنٹ کے ساتھ بنی ہوئی۔

(٢) لوہے کی چادر ½ ١ موٹی۔

(٣) لوہے کی جالدار سیمنٹ بجری کے دیوار ١٢ انچ موٹی۔

(٤) خام سیمنٹ بجری کی دیوار ١٥ انچ موٹی ہو۔

(٥) ریت کی بوریوں کی دیوار ٣٠ انچ موٹی ہو۔

(٦) دھوپ میں خشک کی ہوئی کچی اینٹوں کی دیوار ٣٠ انچ موٹی۔

(٧) مٹی کی دیوار (دھسکا) ٣٨ انچ موٹی ہو۔

(٨) روڑی یا بجری ٢٤ انچ موٹی۔

چھتوں کی مضبوطی کے لئے یہ معیار ہے:۔

(١) لوہے کا جالدار سیمنٹ کا فرش ٥ انچ موٹا۔

(٢) لوہے کی چادر ½ انچ موٹی۔

(٣) روڑی یا مٹی کی تہ ١٨ انچ موٹی۔

حفاظتی پناہ گاہیں

SHELTERS

ہوائی حملہ کے دوران میں دھماکہ سے پھٹنے والے بموں کے اثرات سے بچنے کے لئے کوئی عمارت کمرہ یا خندق وغیرہ بنائی جائے تو وہ پناہ گاہ کہلاتی ہے۔

اجتماعی حفاظت کے سلسلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ جان کی حفاظت کے لئے پناہ گاہیں تعمیر کی جاتی ہیں۔ جن کے استعمال سے دھماکہ دار بموں سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ ان کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:۔

(١) سطح زمین پر بنائی ہوئی زمین پر بنائی ہوئی پناہ گاہ SURFACE SHELTER یہ محرابی شکل کا کمرہ ہوتا جس کی چھت اور دیواریں معیار کے مطابق بنائی جاتی ہیں۔

(٢) نصف دھنسی ہوئی پناہ گاہیں SEMI SUNK SHELTER جس کی چھت کو اوپر سے CAMOUFLAGE کر دیا جاتا ہے تاکہ ہوائی جہاز سے دیکھنے میں پناہ گاہ معلوم نہ ہو۔

(٣) لوہے کی نالی دار چادروں کو ملا کر گول کر کے زمین میں گڑھا کھود کر گاڑ دیا جاتا ہے۔ اور اوپر سے چادروں کو مٹی سے ڈھانپ دیا جاتا ہے یہ اینڈرسن شیلٹر ANDERSON SHELTER کہلاتا ہے۔

(٤) خندق TRENCH کھدی ہوئی جو اوپر سے ڈھانپ لی جائے خندق بند کہلاتی ہے۔ (باقی بر صفحہ ١١)

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ | نمبر ۳۵

"الفضل" اور ہم

ہمارے عزیز دوست شیخ محمد اصغر صاحب نے گذشتہ اشاعت میں خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کے ایک مضمون مندرجہ "الفضل" کا جواب دیتے ہوئے مدیر "الفضل" کی اس خواہش کا ذکر کیا ہے جس کا اظہار انہوں نے قریباً ۱½ ماہ ہوا شیخ صاحب ممدوح کے سامنے کیا کہ

"موجودہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ الفضل اور پیغام صلح اختلافی مسائل میں نہ اُلجھیں"

ہم اس خواہش کا دل سے خیر مقدم کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ "اختلافی مسائل" سے اگر وہ بنیادی مسائل مراد ہوں جو مسئلہ ختم نبوت سے تعلق رکھتے ہیں تو اس پر علمی رنگ میں غور و فکر کرنا کوئی ایسی بڑی بات نہیں کہ حالات موجودہ اس کے متقاضی نہ ہوں، چنانچہ اس طریق پر خود "الفضل" بھی آئے دن ایسے مقالات شائع کرتا رہتا ہے جن میں کسی نہ کسی رنگ میں حضرت نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کا امکان ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا کہ "عقیدہ ختم نبوت اور مولانا جلال الدین رومیؒ" کے عنوان سے ایک مقالہ ۱۱ ستمبر کے "الفضل" میں شائع ہوا ہے جس میں مولانا رومی کے مختلف اشعار سے امت محمدیہ میں اجرائے نبوت کا عقیدہ ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اب اگر "پیغام صلح" اپنے نقطۂ نگاہ سے ان اشعار پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرے اور مولانا رومؒ کی ذات گرامی کو اس الزام سے بری الذمہ ثابت کرے کہ وہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں اجرائے نبوت کے قائل تھے یا اور اسی قسم کی مغالطہ آفرینیوں کو دُور کرنے کی کوشش کرے تو اس کو موجودہ حالات کے تقاضا کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔

ہاں اصولی اور علمی مباحث کو چھوڑ کر ایک دوسرے پر طعن زنی کرنا، ایک دوسرے کی ذات پر نکتہ چینی ... یا کسی جماعت کے داخلی معاملات کو جو پبلک سے تعلق نہ رکھتے ہوں زیر بحث لانا موجودہ حالات کا تقاضا تو ایک طرف شرع و قانون بھی اسکو کسی طرح جائز نہیں ٹھہراتے۔ اور ہم افسوس کے ساتھ یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ "الفضل" نے خان بہادر میاں محمد صادق کا مضمون شائع کر کے نہ صرف ایک ناواجب اور ناجائز امر کا ارتکاب کیا ہے بلکہ اپنی مندرجہ بالا خواہش کو خود ہی بری طرح پاؤں تلے روندا ہے۔ خان بہادر میاں محمد صادق نے جن امور کا اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے ان کی صحت یا عدم صحت کا اعتراف کئے بغیر ہم یہ کہیں گے کہ انہوں نے یہ مضمون لکھ کر اور مدیر "الفضل" نے اسکو شائع کر کے ایک ایسا رستہ اختیار کیا ہے جس پر چلنا خود مدیر "الفضل" اور ساری جماعت قادیان کے لئے کسی طرح مفید ثابت نہ ہوگا ہم نے اس رستہ کو عمداً آج تک اختیار نہیں کیا، حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ قادیانی جماعت کے اندر کس قدر خلفشار پیدا ہو چکا ہے، خلیفہ اور جماعت کے کئی افراد کے مابین کس قدر ناخوشگوار واقعات تلخی کی صورت اختیار کئے ہوئے ہیں، کس قدر واقفین زندگی بے انصافیوں اور جبر و تشدد سے تنگ آکر اپنی زندگیوں کا رُخ بدلنے پر مجبور ہوئے ہیں جس کی پاداش میں انہیں مقاطعہ کی سزائیں دی جا رہی ہیں، "تحریک جدید" کے حسابات کی گڑبڑ اور زمینوں وغیرہ کی فروخت میں بلیک مارکیٹنگ کا حال بھی ہم سے پوشیدہ نہیں لیکن ہم نے ان چیزوں کو جو ایک جماعت کے اندرونی معاملات سے تعلق رکھتی ہیں، کبھی برسر عام لانا مناسب نہ سمجھا باوجودیکہ جماعت قادیان کے کئی افراد کی طرف سے اس بات کا تقاضا بھی ہوا بلکہ انہوں نے ایسے مضامین بھی لکھ کر بھیجے جن میں کئی قسم کی بدعنوانیوں کا رونا رویا گیا تھا لیکن موجودہ حالات کے تقاضا نے ... ہمیں ان کی اشاعت سے ہمیشہ باز رکھا، اور ہم میاں محمد صادق کی طرح کسی فرضی تو کجا اصلی رکن کے کہنے سے بھی مجبور نہ ہوئے کہ ان کو شائع کیا جائے۔ اس کے خلاف ان احراری حملوں کے مقابلہ میں جن کی زد براہ راست قادیانی جماعت اور بالواسطہ طور پر سلسلہ احمدیہ اور حضرت مسیح موعودؑ پر پڑتی تھی، ہم نے سپر کا کام کیا، اوکاڑہ، راولپنڈی، ملتان اور ڈال پور میں جہاں کہیں احراریوں نے قادیانیوں کے خلاف فتنہ انگیزی کی ہم نے ان کے خلاف آواز اُٹھائی، جہاں کہیں کسی قادیانی پر حملہ ہوا یا کسی قادیانی مسجد کو جلایا گیا ہم نے اس کو خلاف اسلام اور خلاف انسانیت فعل قرار دیتے ہوئے حکومت کو توجہ دلائی کہ ایسی فتنہ انگیزیوں کو روکا جائے۔ یہی حالات کا تقاضا تھا اور ہے، افسوس ہے کہ "الفضل" نے اس تقاضا کو نظر انداز کرتے ہوئے ہمیں خواہ مخواہ ایک ایسے محاذ پر لا کھڑا کیا ہے جو دونوں جماعتوں کے لئے باعث تضحیک و رسوائی ثابت ہوگا۔ اب بھی اگر مدیر "الفضل" کو "حالات کے تقاضا" کا کچھ بھی پاس ہے تو اسے اس بحث کو طول دینے سے اجتناب کرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ ہمیں مجبوراً ان پوست کندہ حالات سے پردہ اُٹھانا پڑے جو قادیانی حلقوں میں باعث خلفشار ثابت ہو رہے ہیں ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز
ورنہ در محفلِ رنداں خبرے نیست کہ نیست

ایک غلطی کا ازالہ

محترم شیخ محمد طفیل صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا ہے اور اس کے ساتھ توضیحی نوٹ بھی لکھے ہیں جن پر معاصر "الفضل" میں حافظ قدرت اللہ صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ:-

"مناسب تو یہ تھا کہ ایسے رسالہ کو جو بجائے خود وضاحت تھی بغیر کسی حاشیہ آرائی کے شائع کر دیا جاتا مگر نہیں اس اقدام کا انہیں حوصلہ نہ پڑا۔"

"ایک غلطی کا ازالہ" بیشک ایک واضح تحریر تھی، لیکن قادیانی نقطہ نگاہ نے ایسے ابہام کا جال اس کے گرد بچھا دیا ہے، اور اس کا ایسا مفہوم پیدا کر دیا ہے جس کا ازالہ جب تک نہ کیا جائے اس کا صحیح مطلب سمجھ آنا مشکل ہے، کم از کم ان لوگوں کے لئے جو قادیانی نقطہ نگاہ سے متاثر ہیں اس واضح تحریر کی بھی وضاحت ضروری ہے، کیا قرآن کریم کی کئی آیات کھلی اور واضح ہونے کے باوجود لوگوں کی غلط حاشیہ آرائی کی وجہ سے تفسیر و توضیح کی محتاج نہیں ہو گئیں؟ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمٰن وما کفر سلیمٰن ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر کتنی صاف اور واضح آیت تھی لیکن لوگوں نے کیا کیا روایتیں اور کہانیاں بنا کر سلیمان جیسے نبی کو بھی سحر کا موجد و ترکیب قرار دیدیا کیا ان قصوں کی تردید کے بغیر اس آیت کا صحیح مطلب واضح ہو سکتا ہے اور تو اور یٰعیسٰی انی متوفیک اور فلما توفیتنی جیسے واضح الفاظ کو ایک غلط عقیدہ نے کس قدر مبہم بنا دیا کیا ان کی تشریح و توضیح پر کئی کئی صفحات خرچ نہیں کرنے پڑے؟ "ایک غلطی کا ازالہ" تو پھر ایک انسان ہی کی تصنیف ہے جو خواہ کتنی بھی واضح کیوں نہ ہو قادیانی نقطہ نگاہ کی وجہ سے مبہم ہو کر رہ گئی اس ابہام کو دُور کرنا ضروری تھا سو کیا گیا، اصل اشتہار کا ترجمہ تو الگ ہی دکھایا گیا ہے، توضیحی نوٹ جو محض قادیانی مفہوم کے ازالہ کے لئے لکھے گئے اس سے بالکل الگ صفحات میں درج ہیں، اس میں کونسی ایسی بات ہے جو حضرت مسیح موعود کی محنت کو ضائع کرنے والی ہے۔ محنت کو تو ان لوگوں نے ضائع کیا جنہوں نے اس صریح ہدایت کے باوجود کہ آپ کے دعوے کو سمجھنے کے لئے ایک غلطی کا ازالہ سے پہلے کی کتابوں کو دیکھنا چاہیئے۔ انہی کتابوں کو منسوخ اور "ایک غلطی کے ازالہ" کو ناسخ قرار دیدیا کیا اس خیال کا ازالہ کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے اس فقرہ کی طرف توجہ دلانی ضروری نہ تھی جس میں آپ کے دعوے اور دلائل سے کم واقفیت کو آپ کی کتابیں نہ پڑھنے کا نتیجہ قرار دیا گیا، ایسی ہی اور بھی کئی باتیں ہیں جن کو قادیانی مفہوم سے الگ کر کے صاف کرنا ضروری تھا، جو نہایت احسن طریق پر کیا گیا۔ حافظ قدرت اللہ صاحب کے نزدیک اگر یہ "دلیرانہ اقدام" نہیں تو کیا "دلیرانہ اقدام" اس چیز کا نام ہے کہ مکفر مولویوں نے جو آپ پر دعوئے نبوت کا الزام دیا اسکو بقول قادیانی جماعت صحیح سمجھا جائے؟ اور اس طرح اس فتوے کفر کو جائز قرار دیا جائے جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے خود بھی مدعی نبوت پر عائد کیا ہے؟ اگر "دلیرانہ اقدام" اسی بات کا نام ہے تو یہ قادیانی حضرات ہی کو مبارک ہو۔

سانحۂ ارتحال یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں رنج و افسوس کیساتھ سُنی جائیگی کہ ہمارے مکرم دوست ... صاحب شہزادہ بوٹ ہاؤس وزیر آباد کی والدہ ماجدہ ۱۸ ستمبر کو بعد نماز جمعہ بقضائے الٰہی فوت ہو گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ بہت پارسا اور پابند صوم و صلوٰۃ تھیں [illegible] موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی تھی، دعا ہے اللہ تعالیٰ اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور جملہ لواحقین پسماندگان کو صبر ...

اخبار و افکار

ایک قابلِ اعتراض تصویر

معاصر اسلامک ریویو نے اپنے اگست ۱۹۵۱ء کے پرچہ میں ٹیونس کے ہز ہائی نس بے الامین کی ایک تصویر شائع کی ہے جس کی وضاحت ذیل کے الفاظ میں کی گئی ہے :-

"ہز ہائی نس بے الامین اپنی قوم میں جس عزت و محبت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں وہ ہماری اس تصویر سے واضح ہے، جس میں جناب بے نیو دستور پارٹی کی خواتین ممبروں میں سے ایک کو بوسہ دے رہے ہیں"

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس تصویر کی اشاعت سے اسلامک ریویو کی غرض کیا ہے۔ ایک تبلیغی پرچہ جو محض اشاعت اسلام کے لئے وقف ہو اور جس پر قوم کا ہزاروں روپیہ محض اسی جذبہ کے ماتحت خرچ ہو رہا ہو کہ اسلام کی صحیح تصویر اس کے ذریعہ سے مغربی ممالک میں پھیلائی جائے، اس میں ایسی قابل اعتراض تصویر کی اشاعت کن نظروں سے دیکھی جائے گی؟ کیا اس سے ناواقف دلوں میں یہ گمان پیدا نہ ہوگا کہ اسلام بھی مغربی ممالک کی طرح ایک گری ہوئی تہذیب کا حامل ہے اور اس قسم کی ناشائستہ باتیں اسلامی نقطہ نظر سے چنداں معیوب نہیں؟

ہز ہائی نس بے الامین مسلمان سہی لیکن یورپین تہذیب کا جو اثر انہوں نے لیا ہے اسلام اس کو کسی طرح روا نہیں رکھتا مغرب میں اس قسم کی حرکات اگرچہ چنداں معیوب نہیں سمجھی جاتیں لیکن اسلامی نقطہ نظر سے یہ سراسر ناجائز ہے، اور ایک تبلیغی پرچہ کے لئے کسی طرح شایاں نہیں کہ ایسی ناشائستہ تصاویر شائع کر کے اسلام کا غلط نقشہ دلوں میں بٹھائے گذشتہ سال بھی تاجکستان کی ایک رقاصہ کے ناچ اور اس کے آوارہ مزاج تماشائیوں کی تصویر اسلامک ریویو نے شائع کی اور اس پر ایسا نوٹ بھی لکھا جس میں ایسی چیزوں کو اسلام کا ایک شاندار پہلو قرار دیا گیا تھا جو نظروں سے اوجھل ہو چکا ہے اور اس پر قرآن کریم کی آیت من حرم زینة الله التی اخرج لعبادہ بھی عائد کر دی، ہم نے اسی وقت اسکو ٹوکا اور ایسی قابل اعتراض تصاویر شائع کرنے اور ان پر ایسے نوٹ لکھنے سے منع کیا تھا۔

معلوم نہیں ہماری گذارشں ایڈیٹر صاحب "اسلامک ریویو" کی نظروں سے گذری یا نہیں، ہم پھر ان کی خدمت میں یہ عرض کریں گے، کہ مضامین کی تدوین اور تصاویر کے انتخاب میں وہ اس بات کو ضرور ملحوظ رکھا کریں کہ ان کے ذریعہ اسلام کا کیا اثر دلوں میں پیدا ہوگا اور اسلامی تہذیب کی برتری اس سے کہاں .... تک ثابت ہوگی۔

مودودی صاحب کا طریقِ فکر

اس عنوان سے معاصر "الجمعیۃ" (دہلی) نے مولوی محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند کا ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں مودودی صاحب کے اس دعوے پر کہ

"دورِ حاضر کے پیچیدہ مسائل اسلامی نقطہ نظر سے سلجھانے کی جو خدمت جماعت اسلامی نے انجام دی ہے وہ کوئی اور جماعت پیش نہیں کر سکتی"

تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

"باعثِ فخر و مباہات اگر ایسی تصانیف ہیں جن میں اسلام کی سیاست اور اسلامی نظریات کے بموجب حکومت کے قائم کرنے اور اسکو چلانے کی صورتیں بیان کی گئی ہوں تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کتابوں کا وہ بیشمار ذخیرہ جو سلف اور خلف کی تصانیف کی شکل میں ہمارے سامنے ہے اس کو ہم کس طرح نظر انداز کر دیں اور کس طرح اس ذخیرہ کو خیالی طور پر فرض کر لیں کہ دریا برد ہو گیا یا وجود ہی میں نہیں آیا"

اس ضمن میں مقالہ نگار نے حضرت شاہ ولی اللہ، مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید اور موجودہ صدی کے بعض مصنفین کی ایسی کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں اسلامی حکومت یا حکومت الٰہیہ کا دستور مرتب کیا گیا ہے اور آخر میں جمعیۃ العلماء کے طریق فکر کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ :-

"یہ گستاخی تو ان علما کے نزدیک انتہاء درجہ نفرت انگیز گستاخی ہے کہ اپنے علم کی شان و شوکت ثابت کرنے کے لئے سلف صالحین کی فرو گذاشتوں کو طمطراق کے ساتھ پیش کیا جائے اور اپنی دلاخیدونی کے زعم کے لئے عوام کے دماغوں کو تختۂ مشق بنایا جائے"

یہ ہے وہ خیال جو مودودی صاحب اور ان کی تصنیفات اور طریق فکر کے متعلق علما کے طبقہ میں پایا جاتا ہے، اور علماء کے بعض حلقوں سے فتوے بازی بھی ہو رہی ہے، جو غلط ہو یا صحیح مگر ان لوگوں کے لئے قابل عبرت ہے جو ایسے فتووں کی بنا پر دوسروں کو مرتد اور واجب القتل قرار دیتے ہیں۔

دلآزاری کا سلسلہ

ہندوستان میں مسلمانوں کی دلآزاری کا جو سلسلہ جاری ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے معاصر "ہماری آواز" کا پور رقمطراز ہے :-

"دفتر ہذا میں ایک ہندی کتاب موصول ہوئی ہے جس کا نام "جے ہندو ریڈر" ہے اور جس کا مصنف و خود مصور ناتھ پانڈے ہے۔ اس کے سبق "فتحپور سیکری" میں ایک شعر صفحہ ۴۸ پر یہ درج ہے :-

میرے مندر میں مری رہتا، تیری مسجد میں شیطان
مندر میں جوت شنکھ صوتی، مسجد میں بے جان اذان

معلوم نہیں کہ اس صوبہ کی ٹیکسٹ بک کمیٹی کا ایسی دلآزار کتابوں کو اسکولوں میں پڑھانے سے کیا مقصد ہے اور ایسا شیطانی لٹریچر جس سے ایک مذہب کے عقائد پر صریح حملہ کیا گیا ہو اس کے نزدیک طالبعلم میں کونسا پاکیزہ اخلاق پیدا کرے گا؟ بتایا گیا ہے کہ یہ نالائق اور شیطانی کتاب آٹھویں درجے کے کورس میں داخل ہے۔ اور مسلم علیم کالج میں بھی پڑھائی جا رہی ہے۔ ایسی ناہنجار اور شیطانی کتابوں کا بچوں کے درس کے لئے تجویز ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ یا تو ٹیکسٹ بک کمیٹی کے ارکان آنکھوں پر پٹی باندھ کر منظوری دے دیتے ہیں اور یا پھر اس کے بعض ارکان کی اس قسم کے شیطانی مزاج مصنفین کے ساتھ سازباز ہے۔"

غور کیجئے یہ اس حکومت کے کارنامے ہیں جس کا دعویٰ ہے کہ اس کا کوئی مذہب نہیں اور اس کے سب مذاہب و ملل کے لوگ اس کی نظروں میں برابر ہیں، یہ ایک ہی مثال نہیں اس قسم کی کئی مثالیں آئے دن سننے میں آتی ہیں، اور تو اور ہندوستان کی وزارت تعلیم کی باگ مولینا ابوالکلام آزاد کے ہاتھ میں ہے، کیا انہیں صوبائی حکومتوں کے اس طریق عمل میں دخل اندازی کا کوئی حق نہیں؟ یا وہ اس نام نہاد لامذہب حکومت میں محض مٹی کے مادھو کی حیثیت رکھتے ہیں؟

مفلوج کر دینے والی زندگی

معاصر "مدینہ" بجنور سے بلا تبصرہ :-

"آئے دن عبادتگاہوں کی بے حرمتی اور مذہبی ارکان پر پابندی کی بدولت مسلمانوں کے حوصلے اور بھی پست ہو گئے۔ بابری مسجد (اجودھیا) کا قضیہ ابھی چل ہی رہا تھا کہ بابا راگھو داس نے کاشی اور متھرا کی مسجدوں کا مسئلہ اٹھا دیا اور چونکہ اجودھیا کے معاملے میں مسلمان حکومت کے انصاف سے مایوس ہو گئے ہیں۔ اس لئے عالم یاس میں اس بات کے منتظر ہیں کہ دیکھئے کاشی اور متھرا میں خانۂ خدا پر کیا گذرتی ہے۔ مسلمانوں کی مایوسیاں اور بڑھ جاتی ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ دستور میں تسلیم کئے گئے جمہوری اصول سیکولر طریقے اور پرسنل لا کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ جواہر لال نہرو کی وزارت عظمیٰ اور جمہوریت کے دعاوی کوئی وزن نہیں رکھتے۔ وہ سوچتے ہیں کہ جب ہندوستان کی جمہوریت کا یہ عالم ہے تو اگر شومئی قسمت سے کسی دن ہندو مہا سبھا کے ہاتھ میں زمام اختیار آگئی تو اس وقت ان کا حشر کیا ہوگا۔ مسلمانوں کا یہی خوف شک اور تذبذب ہے جو انہیں مفلوج کئے ہوئے ہے۔"

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (منیجر)

علماء سوء وضلال کے نقش قدم پر

مودودی صاحب کا چہرہ انکے اپنے آئینہ میں

ذیل کا خط جو ہمارے ایک دوست "ابن عرب" احمدی نے جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی خدمت میں لکھا اور اس کا جو جواب موصول ہوا اس قابل ہے کہ قارئین کرام بالخصوص جماعت اسلامی کے اراکین خاص توجہ اور عبرت کی نگاہوں سے اسے دیکھیں اور اس بات پر غور کریں کہ وہی مولانا مودودی جو اپنے خلاف علماء کے فتوؤں کو پڑھکر بلبلا اٹھے اور ان کی منسوب کردہ باتوں کو خلاف حق قرار دے رہے ہیں جب جماعت احمدیہ کا معاملہ آتا ہے، تو انہی "علماء سوء وضلال" کے نقش قدم پر چل کر ویسی ہی خلاف حق باتیں تصنیف کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ جناب "ابن عرب" نے نہایت پاکیزہ انداز میں اس امر کی طرف انہیں توجہ دلائی ہے اور ان کا اپنا چہرہ انہی کے آئینہ میں دکھانے کی کوشش کی ہے، افسوس ہے کہ مودودی صاحب نے دوسرے علماء میں جس "تقوے اور جلالت قدر" کے فقدان کا رونا رویا، خود اسی سے اجتناب کرتے ہوئے جناب "ابن عرب" کی دردمندانہ گذارش کو یہ کہکر رد کر دیا کہ "میں آپ سے کسی بحث میں الجھنا پسند نہیں کرتا" کیوں نہ ہو ماشاء اللہ جماعت اسلامی کے امیر جو ہوئے سے ستوں چشم بد دور ہیں آپ دین کے یہ نمونہ ہیں خلق رسول امین کے

اگر اسلامی جماعت کی بنیاد انہی اخلاق پر رکھی گئی ہے تو اس پر سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہا جائے بہرحال جناب "ابن عرب" کا خط اور مودودی صاحب کا جواب ذیل میں درج ہے:-

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم معظم جناب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب

السلام علیکم

حرف اول:- راقم سطور ہذا جماعت احمدیہ کا ایک فرد ہے

اما بعد۔ راقم نے بشوق علم اور بہ امعان نظر آپ کی اکثر تالیفات کو پڑھا ہے۔ ایک عرصہ سے ایک بات آپ کے سامنے رکھنے کی ضرورت محسوس کرتا تھا۔ لیکن یہ خیال کرکے کہ "یاً نیہاً" اپنے مداحوں کے حلقہ میں اضافہ دیکھتے ہوئے یہ کیسے ممکن ہوگا کہ آپ ایک "قادیانی" کی بات کو قابل اعتنا سمجھیں اس لئے وہ بات عرض کرنے سے رکا رہا۔ ترجمان القرآن کا تازہ پرچہ جو کہ تین نمبروں پر مشتمل ہے پڑھ کر قدرے امید کی شعاع پیدا ہوگئی ہے کہ شاید اب آپ اتنی بے اعتنائی نہ برتیں جتنی کہ پہلے برتی جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے دیر سے سینے میں دبا ہوا مدعا عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

جیسے کہ ترجمان القرآن کی مذکورہ اشاعت سے ظاہر ہے آپ نے اس میں ان فتاویٰ کے متعلق اظہار خیال کیا ہے جو کہ علماء نے ان دنوں آپ کے خلاف دیئے ہیں۔ باوجودیکہ طرز کلام میں آپ نے علماء ربانی کا انداز اختیار کیا ہے پھر بھی ان فتاویٰ سے جو اذیت آپ کے قلب کو پہنچی ہے اسے آپ کا علماء ربانی کا اسلوب بیان چھپا نہیں سکا۔ اذیت پھوٹ پھوٹ کر باہر نکل آئی ہے اور نالہ دل اور آہ و فغاں صاف صاف سنائی دے رہے ہیں۔ حکماء نے سچ کہا ہے جب تک انسان خود تکلیف میں مبتلا نہ ہو دوسرے کی تکلیف کا حقیقی احساس پیدا نہیں ہوسکتا۔ ان فتاویٰ سے آپ کے دل نے بھی اس تکلیف کو محسوس کیا ہے جو کہ ایک مسلمان کو اس کے اسلام پر شک کرنے یا اسے کوئی کفریہ نام دینے سے پہنچتی ہے۔

تنقیحات صفحہ ۲۲۳ پر آپ نے تحریر فرمایا ہے:-

"لیکن سب سے زیادہ خطرے میں ہمارے وہ عوام ہیں جو کہ کروڑوں کی تعداد میں ۱۷ لاکھ مربع میل وسیع رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس صرف اسلام کا نام باقی ہے جس سے ان کو غیر معمولی محبت ہے نہ علمی حیثیت سے یہ غریب اس چیز سے واقف ہیں جس پر اس طرح جان دے رہے ہیں۔ اور نہ عملی حیثیت سے کوئی ایسا نظام زندگی موجود ہے جو انہیں غیر اسلامی اثرات سے محفوظ رکھے۔ ان کی جہالت سے فائدہ اٹھا کر گمراہ کرنے والا ان کے عقائد کو اور ان کی زندگی کو اسلام کی صراط مستقیم سے ہٹا سکتا ہے۔ بس انہیں اطمینان دلا دینا کافی ہے کہ ضلالت جو ان کے سامنے پیش کی جارہی ہے یہی عین ہدایت ہے۔ کم از کم اسلام کے خلاف نہیں۔ اس کے بعد آپ جس راستے پر چاہیں انہیں بھٹکا لے جاسکتے ہیں خواہ قادیانیت کا راستہ ہو یا اشتراکیت کا یا فسطائیت کا"

اس عبارت میں عامۃ الناس مسلمانوں کے لئے تین خطرات کا ذکر کیا ہے۔

(۱) غیر اسلامی اثرات کا خطرہ

(۲) اسلام کی صراط مستقیم سے ہٹانے کا خطرہ

(۳) ہدایت کے نام پر ضلالت پیش کرنے کا خطرہ

اس سلسلے میں جن راستوں سے یہ خطرات آرہے ہیں ان کی نشاندہی کرتے ہوئے آپ نے دو کا ذکر بھی کیا ہے:-

(۱) قادیانیت

(۲) اشتراکیت

(فسطائیت کو میں اشتراکیت کے اندر ہی شامل کر رہا ہوں کہ ان ہر دو میں کوئی روحانی فرق نہیں)

بالفاظ دیگر آپ نے قرار دیا ہے:-

(۱) قادیانیت اور اشتراکیت مسلمانوں کے لئے یکساں قسم کے خطرے ہیں۔

(۲) قادیانیت بھی اشتراکیت کی طرح غیر اسلامی اثرات ڈالنے والی چیز ہے۔

(۳) قادیانیت بھی اپنے متبعین کو اسلامی صراط مستقیم سے ہٹانے والی چیز ہے۔

(۴) قادیانیت بھی اشتراکیت کی طرح یکساں قسم کی ضلالت ہے۔

فی الجملہ قادیانیت بھی اشتراکیت کی طرح ایک غیر اسلامی تحریک ہے۔

اپنے خلاف فتاوے صادر کرنے والے علماء کا جن جن الفاظ میں ذکر آپ نے کیا ہے وہ سب ترجمان القرآن میں مندرج ہیں۔ ان کو نقل کرنا نہ صرف تحصیل حاصل ہے بلکہ طوالت تحریر کا بھی باعث ہے۔ فی لفظ واحد آپ نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے تقویٰ سے کام نہیں لیا (یہ خیال نہ فرمائیے گا کہ خلاصۃً یہ لفظ میں آپ کے منہ میں ڈال رہا ہوں نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ ایک لفظ میں خلاصۃً ایسا کہنا غلط بھی نہیں ہے لیکن ماسوا اس کے آپ نے صفحہ ۱۸ پر لفظ تقوے خود بھی استعمال کیا ہے "آپ کی شان تقوے اور جلالت قدر کے لحاظ سے یہ طریقہ کچھ موزوں نہیں")۔ مکرم مولانا۔ تنقیحات کی زیر بحث عبارت سے جو مفہوم تجزیہ کرکے عرض کیا گیا ہے اگر وہ صحیح ہے تو پھر معاف رکھئے گا کہ مجھے بھی یہ کہنا پڑے گا کہ قادیانیوں کے حق میں اشتراکیت سے مماثلت کا فتوےٰ صادر کرنے میں آپ نے بھی تقویٰ کا لحاظ نہیں رکھا۔ جو علماء آپ کے خلاف حصہ لے رہے ہیں ان کے متعلق آپ کے لٹریچر میں (کوثر وغیرہ) "علماء سوء وضلال" کا لفظ استعمال ہو رہا ہے۔ ایسے مفتیان کو معذور بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ لیکن آپ جو کہ عصر حاضر کی اصلح کہلانے والی جماعت کے بانی اور امیر ہیں "انہی علماء سوء وضلال" کے نقش قدم پر چلنے کی وجہ سے کیسے معذور سمجھے جائیں۔

اب میں تفصیلاً "قادیانیت" کے ایمانی اور عملی کوائف پیش کرکے آپ سے دریافت کروں گا کہ قادیانیت کو جو آپ نے اشتراکیت کی ہم مثل مضل تحریک قرار دیا ہے تو اپنے اس بیان کی حقانیت پر کتاب وسنت کی رو سے آپ کے پاس کیا دلائل ہیں؟ مولانا! کون نہیں جانتا کہ اشتراکی تحریک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تو درکنار ذات باری کی منکر بلکہ ایمان باللہ سے عداوت وتمسخر کرنے والی اور اسے دنیا سے مٹانے کا قصد وجہد رکھنے والی تحریک ہے، برخلاف اس کے کون نہیں جانتا کہ احمدیت جسے آپ نے لاتنابزوا بالالقاب کے ارشاد خداوندی سے بے نیاز ہوکر "قادیانیت" کا لقب دیا ہے اسلام کی ان تمام باتوں پر ایمان رکھتی ہے جن پر بعثت اسلام سے لے کر اس وقت تک تمام امت بشمول مولانا مودودی صاحب ایمان لانا ضروری سمجھتی چلی آرہی ہے۔ ایسے ہی احمدیت علی قدر توفیق وطاقت ان تمام احکام اسلام پر عمل بھی کرتی ہے جن پر بشمول مولانا مودودی صاحب تمام امت محمدیہ نے عمل کرنا ضروری قرار دیا ہوا ہے۔ بلکہ احمدیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایسے حکم پر بھی عمل کر رہی ہے جس پر عمل کرنے سے مولانا مودودی صاحب نے بھی انکار کر رکھا ہے اور وہ حکم ہے مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کی معیت اختیار

کرتا اور متابعت کرتا۔ پس احمدیت اور اشتراکیت کے درمیان اتنے بڑے کھلے کھلے فرق کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ احمدیت بھی دہریت کا پیغام دینے والی اشتراکی تحریک کی ہم مثل ہے تو ایسے شخص کے متعلق کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اسے تقویٰ کا بھی کوئی پاس ہے؟

مولانا! جماعت احمدیہ کی اسلامی زندگی اگر آپ کے پیمانہ کے لحاظ سے مشتبہات کی صورت بھی رکھتی تو بھی اسے اشتراکی تحریک کے ہم مثل قرار دینے میں آپ اس وعید کے نیچے آتے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے من وقع فی الشبہات کے متعلق فرمایا ہے۔ لیکن یہاں تو صورت ہی بیّنات کی ہے۔ الحلال بیّن والحرام بیّن۔ احمدیت بین طور پر خالصۃً اسلامی جماعت ہے ما انا علیہ و اصحابی کے اسوہ پر چلنے والی جماعت ہے۔ اسے آپ لینن اور مارکس جیسے عدوانِ خدا کی پیروی کرنے والوں سے مشابہت دے رہے ہیں تو آپ خود ہی غور فرما لیجئے گا کہ آپ کس فتوے کے نیچے آتے ہیں۔

یہی نہیں کہ اس فتوے کے صدور میں خوف خدا کا آپ نے خیال نہیں رکھا۔ بلکہ اپنی علمی پردہ دری ہونے کا بھی خیال نہیں کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ مشتبہات کا اکثر کو علم نہیں ہوتا کا یعلمھن کثیر من الناس لیکن آپ کی تفقہ کا یہ عالم ہے کہ آپ بیّنات کے جاننے سے بھی کورے نکلے۔ حالانکہ آپ کو مشتبہات کی تمیز میں بھی واہستا ہونا چاہئے تھا۔

مشتبہات کی بناء پر بھول کے دو واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ ایک حضرت خالد رضؓ کا اور دوسرا حضرت اسامہ رضؓ کا۔ اور دونوں موقعوں پر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی شدید رنج سے جو کیفیت ہوئی وہ آپ پر روشن ہے اور اپنی اپنی بھول کے موقعہ پر جو کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں کو فرمایا وہ بھی آپ کو معلوم ہے۔ ظاہر ہے کہ وہاں تو بھول کے قوی وجوہات موجود تھے۔ اور ایسی بھول سے بچنے کے لئے کوئی نظیر بھی موجود نہ تھی۔ یہ تو نو رنبوت ہی تھا جس نے صبانا صبانا کو اسلمنا سے تعبیر فرمایا۔ بھلا حضرت خالد یا کوئی اور اس لفظ کو اسلمنا پر کیسے محمول کر سکتا تھا۔ نیز یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی پاس تقیہ اور ظن خیر تھا کہ مغلوب ہو کر تلوار کی نوک کے نیچے آ جانے پر کلمہ پڑھنے والے کو بھی مسلمان سمجھا۔ لیکن ان ہر دو نظیروں کے سامنے ہوتے کے باوجود جس فرد نہیں بلکہ جماعت کو آپ نے اشتراکیت کی مماثلت کے فتوے سے قتل کیا ہے ان کے اسلام پر شک کرنے کی تو کوئی وجہ بھی موجود نہیں۔ آپ علم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ رضؓ کو کہا تھا۔ اے اسامہ قیامت کے روز جب اس مقتول شخص کا کلمہ تمہارے خلاف گواہی دے گا تو تم کیا جواب دو گے۔ حضرت اسامہ رضؓ کے ہاتھ سے جو قتل ہوا اسے تو کلمہ کے بعد عمل کا موقع ہی نہیں ملا تھا اس لئے اس کا کلمہ ہی گواہی دے گا۔ لیکن احمدی جماعت کا نہ صرف کلمہ ہی بلکہ عمر بھر اسلام پر عمل بھی جب قیامت کے دن آپ کے خلاف گواہی دے گا تو فرمائیے آپ کیا جواب دیں گے؟

تعجب ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتے کہ اگر اجنبیوں میں سے بھی گذر ہو اور کوئی تمہیں السلام علیکم کہے تو اس کے اس کے اسلام پر شک مت کرو۔ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا۔ اور آپ جماعت احمدیہ جیسی جانی پہچانی ہوئی مسلمان جماعت پر اشتراکیت کی مماثلت کا فتوے دیتے ہیں۔ وانتم تتلون الکتاب پھر آپ کو یہ ارشاد نبوی بھی یاد ہو کہ من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی له ذمة الله وذمة رسوله اور آپ اس فرمان نبوی سے بالکل بے نیاز ہو کر احمدیوں کو کفار سے مشابہت دیتے ہیں۔ آپ خوب نگاہ دوڑا لیجئے گا احمدیوں میں آپ کوئی بھی تو غیر اسلامی اور کفر یہ بات نہ پا سکیں گے۔ فارجع البصر هل ترى من فطور۔ ثم ارجع البصر كرتين ينقلب اليك البصر خاسئا وهو حسير۔

اپنے آپ کو معیاری درجہ کے ایمان و اسلام کا مالک سمجھنا یہ بھی آپ کی محض خوش فہمی ہے فلا تزکوا انفسکم هو اعلم بمن اتقى۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے مخالفین نے سنین ماضی میں بھی آپ کو بانیٔ جماعت احمدیہ کے نقش قدم پر چلنے والا قرار دیا۔ اور اب تو گذشتہ الیکشن کے موقع پر جمعیتہ العلماء پاکستان نے آپ کے متعلق کہا کہ آپ مجدد کامل اور مسیح مہدی کا دعوے کرنے والے ہیں۔ اخبار آفاق میں جو کچھ آپ کے ایک مخالف نے لکھا اور کوثر و تسنیم نے سائنٹیفک گالیوں کے عنوان سے اسے نقل کیا ان میں آپ کی ہر بات کو گن گن کر قادیانیت کا مثنیٰ قرار دیا ہے۔ اور اخبار "ہمارا وطن" (۱۸ فروری) نے یہاں تک لکھا کہ "وہ دن دور نہیں کہ جبکہ مرزا غلام احمد اور مولانا مودودی کے نظریوں میں ظاہرا فرق حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا۔" اور یہ بھی زائد کہا کہ چونکہ مولانا مودودی سید ہیں اسلئے امام مہدی کا بھی دعوے کریں گے اور اب دیوبندی علماء کے فتووں میں تو "مرزائیوں" کو آپ کے "سلف" قرار دیا گیا ہے۔ یقیناً آپ کے مخالفین کے ایسا کہنے سے آپ کو رنج پہنچتا ہے۔ لیکن یقین مانئے گا۔ ان کے ایسا کہنے سے آپ سے بڑھ کر رنج ہمیں پہنچتا ہے۔ بہرحال چونکہ وہ ایسا کہتے ہیں اس لئے اس سے مفر نہیں کہ ان کے ایسا کہنے سے اب شکل یوں بن جاتی ہے کہ آپ کے نزدیک "قادیانی" اشتراکیوں کے مثیل۔ اور آپ کے مخالفین کے نزدیک آپ "مرزائیوں" کے خلف۔ تو اب آپ خود ہی صغریٰ کبریٰ لگا کر دیکھ لیجئے گا کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ یہی کہ آپ بھی اشتراکیوں کے مثیل ہوئے "قادیانیت" "ضلالت" ہوئی تو تحریک جماعت اسلامی بھی ضلالت قرار پائی فللہ در من قال کما تدین تدان۔

از مکافات عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جو از جو

اگرچہ آپ کے مخالفین کے فتاویٰ کی رو سے جو شکل بنتی ہے وہ آپ کو بھی اشتراکی ضلالت کا حامل ٹھہراتی ہے لیکن میں آپ کو ایسا کہنے یا سمجھنے کے لئے تیار نہیں انی اخاف الله رب العالمین۔ آپ بیشک ہمیں اشتراکیوں کا ہم مثل قرار دیں۔ میں تو آپ کو مسلمان ہی کہوں گا۔ باقی رہیں آپ کی خامیاں۔ سو خامیوں سے مبرا ہونے کا کون دعویٰ کر سکتا ہے۔

صحیح بات خواہ مخالف بھی کہے اس پر صاد کرنے سے گریز نہیں چاہیئے۔ آپ نے جو اپنے مخالفین کو کہا ہے کہ میں مجددیت یا مہدویت کا دعویٰ ہرگز نہیں کروں گا۔ میں بھی آپ کا ہم نوا ہو کر آپ کے مخالفین سے کہوں گا کہ یقیناً آپ ایسا کوئی دعوے نہیں کریں گے۔ بھلا کوئی ہوشمند جسے قرآنی سچائیوں پر ایمان ہو قطع وتین کے ڈر سے ایسا دعوے کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا دعوے کرنا انہی اور صرف انہی وجودوں پر موقوف ہے جنہیں خود باری تعالیٰ مشیت خاص سے ایسے دعاوی کے لئے مامور کرتا ہے۔

رہی یہ بات کہ آپ کے درخت کے ڈال پات دیکھ کر آپ کے مخالفین نے شجر احمدیت سے اسے مشابہ سمجھ لیا ہے تو یہ سراسر ان کی بھول ہے۔ آپ سے ہم سخنی کے توسط سے میں انہیں کہوں گا کہ درخت ڈال پات سے نہیں بلکہ پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اور مولانا مودودی صاحب کے پیڑ کے اثمار کو بلحاظ کیفیت و کمیت بانیٔ جماعت احمدیہ کے درخت کے اثمار سے کوئی بھی تو نسبت نہیں۔ اسلام کی اتباع سے کسی سالک کی سعی جن ثمرات سے مثمر ہوتی ہے وہ ان گنت ہیں۔ اس لئے ان سب کا بالمقابل دکھانا کسی مکتوب تو کیا کتاب کی بھی وسعت سے باہر ہے اس لئے برعایت اختصار صرف ایک ثمر کا فرق دکھا دینے پر ہی کفایت کی جاتی ہے۔ اور وہ ثمر ہے معرفت الٰہیہ۔ ہستی باری تعالےٰ کے متعلق مولانا مودودی صاحب کی انتہائے معرفت صرف اس قدر ہے کہ وہ فرماتے ہیں:-

"خدا کی ہستی کے متعلق زیادہ سے زیادہ جو کچھ آدمی کے امکان میں ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ آثار کائنات پر غور کر کے ایک نتیجہ اخذ کر سکے کہ خدا ہے۔ اور اس کے کام شہادت دیتے ہیں کہ اس کے اندر یہ اور یہ صفات ... ہونی چاہئیں۔ یہ نتیجہ بھی علم کی نوعیت نہیں رکھتا بلکہ صرف ایک عقلی قیاس اور ظن غالب کی نوعیت رکھتا ہے، اس قیاس اور گمان کو جو چیز پختہ کرتی ہے وہ یقین اور ایمان ہے۔ لیکن کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے جو اس کو علم کی حد تک پہنچا سکے اب آپ سوچ لیجئے کہ جب خدا کی ہستی کے بارے میں بھی ہم دعوے نہیں کر سکتے کہ ہم کو اس کے ہونے کا علم ہے تو آخر

---

¹ ہم پر ہدایت کے نام ضلالت پیش کرنے کا اور اسلامی صراط مستقیم سے ہٹانے کا فتوے دینے والے صاحب کے اپنے ایمان و اسلام کا یہ عالم ہے کہ ان کے اپنے کبار علماء یہ فرماتے ہیں: "مودودی فتنہ کو مٹا دو"۔ "مودودی فتنہ کو مٹا دو"۔ "مودودیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو"۔ "خطرے کی گھنٹی" وغیرہ وغیرہ۔ دیوبند کے رئیس الاساتذہ مولانا حسین احمد صاحب

² مدنی نے اپنے ایک خط میں انیس ضلالتیں گن کر ان کی طرف منسوب کی ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ مودودی صاحب ایک نیا دین بنا رہے ہیں اور تفسیر بالرائے کرتے ہیں۔ سو تفصیل مفصل ملاحظہ ہو۔ رسالہ "زندگی" رام پور (مرکز جماعت اسلامی ہند) راقم خط

اس کی حقیقت کا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تفصیلی علم کیونکر ممکن ہے"

(ترجمان القرآن جلد ۳۴ - نمبر ۶ ص $\frac{354}{355}$)

برخلاف اس کے بطفیل اتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بانیٔ جماعت احمدیہ معرفت الٰہیہ میں نہ صرف اس درجہ پر پہنچے جو انبیاء مرسلین کو حاصل ہوتا ہے بلکہ وہ ان کی طرح خدا تعالیٰ کے مشن پر بھی مامور ہوئے۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفان نہ کمترم ز کسے

(حضرت خاتم النبیین کے بعد جو چیز بند اور منقطع ہوئی ہے وہ صرف نبوت اور منصب نبوت ہے۔ قرب اور معرفت الٰہیہ کا دروازہ نہ بند ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے) ان کی طفیل خدا بینی کے مقام کو حاصل کرنے والوں میں سے ایک نے اپنے ساتھیوں کی بھی ترجمانی کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے

نشاں بے نشاں بے گر بجوئی
بیا کن مجلسے با آں نگارے

پس ایک طرف تو یہ بات کہ آپ یہ کہیں کہ ہم کو خدا کے ہونے کا علم نہیں۔ اور دوسری طرف بانیٔ جماعت احمدیہ یہ کہیں کہ نہ صرف یہ کہ مجھے باری تعالیٰ کی رویت ہی بلکہ اس کے مکالمہ مخاطبہ کا بھی شرف حاصل ہے۔ اس صورت میں حیرانی ہے کہ آپ کے مخالفین کس طرح آپ کو بانیٔ جماعت سے نسبت دے دی ہے هل يستوي الاعمى والبصير ام تستوي الظلمت والنور۔

آپ کے مخالفین کے ازالہ اشتباہ پر چند کلمات کہنے کے بعد میں پھر اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتا ہوں اور عرض کرتا ہوں۔ کہ ایک جماعت صرف آپ ہی کے سامنے نہیں بلکہ تمام مسلم اور غیر مسلم دنیا کی نظروں میں پنج بنا اسلام پر عامل - علی اسوہ صحابہ رضوان اللہ علیہم جہاد دین میں مصروف ہے۔ جان مال جہاد اسلام کے لئے وقف کئے ہوئے۔ لاکھوں روپئے سالانہ کا بجٹ اشاعت اسلام پر خرچ کرے۔ سینکڑوں سر فروش عزیز و اقارب سے جدا ہو کر مشعل اسلام لے کر اطراف عالم میں پہنچے ہوئے دنیا کے جس نس گوشے میں پہنچکر قلیہ رانی کی وہاں کثرت اسلام اخرج شطاہ کا منظر دکھا رہی ہو۔ ایسی جماعت کو آپ نے کس طرح مخالف اسلام گروہ کے ہم شکل قرار دیدیا۔ اگر ان نمونے کے مسلمانوں کا ذکر داتا آپ کا اسلام ہے تو یہ اسلام آپ کو مبارک ہو۔ اور اگر خود اسلام پر قائم ہوتے ہوئے غیر مسلموں کو داخل اسلام کرنا کفر اور ضلالت ہے تو ہمیں اس کفر پر فخر ہے۔ لكم دينكم ولي دين

آپ کو شکایت ہے اور بجا شکایت ہے، کہ مسلمانوں نے دین اسلام پر جاہلی دین کو ترجیح دے رکھی ہے۔ اگر آپ ہمارے اصطرلاب میں آکر نظارۂ عالم کریں۔ تو ایک منظر مسلسل آپ کی نظر کے سامنے گھوم کر آئے گا (PANORAMMA) جس سے آپ کو پتہ لگے گا کہ کس طرح جاہلی ... پیدا ہونے والے تعلیم اسلام کے لئے دست کشا ہیں اور کس طرح یہ "قادیانی" دوڑ دوڑ کر کوثر اسلام سے جام بھر بھر کر پیاسی روحوں کے لبوں پر لگا رہے ہیں۔ کلمۂ آخر سے پہلے ایک اور بات کا اضافہ بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ احمدیوں کی دو فوق جماعتیں اپنے آپ کو احمدی کہتی ہیں۔ اور آپ کے یوم پیدائش سے بھی قبل ہماری جماعت کا نام احمدی ہی چلا آرہا ہے۔ لیکن آپ ہمیں کمال غرور سے "قادیانی" یا "مرزائی" کر کے پکارتے ہیں، آپ کے مخالف مفتیوں میں سے جن دو نے "مرزائیوں" کو آپ کے سلسلہ کہا ہے ان کے اس انداز بیان پر منغص اور متاسف ہو کر آپ نے فرمایا۔

"افسوس کہ ان دونوں صاحبوں کو شریف آدمیوں کی سی زبان لکھنے کی بھی توفیق میسر نہیں آئی"

(ص ۱۸)

آپ کے ہمیں "قادیانی" یا "مرزائی" کہنے کے جواب میں آپ کا یہ فقرہ نہیں دوہرانا چاہتا۔ گو اذا اصابهم البغي هم ينتصرون ۔ ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئك ما عليهم من سبيل کے ماتحت میرے لئے ایسا کرنا جائز بھی ہے۔ لیکن میں فمن عفا کی متبادل تعلیم پر عامل ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور اجر کا طلبگار ہونے کو ترجیح دیتا ہوں۔ ہاں واصلح کی ہدایت کے ماتحت ارشاد نبوی یاد دلا دیتا ہوں لا يومن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه۔

حرف آخر۔ بیشک اس تحریر کے ذریعہ آپ کی ایک کتاب وسنت کے خلاف جسارت کو ظاہر کر کے میں آپ کو ایک امتحان میں ڈال رہا ہوں۔ لیکن اس امتحان میں پورا اترنا اسی تعلیم کا ایک حصہ ہے جسے آپ پوری کی پوری ہر مسلمان کی زندگی میں دیکھنے کے محرک ہیں۔ اور وہ حصہ یہ ہے کہ تحقیق سے غلطی ہو جائے تو اس پر اڑا نہیں رہتا۔ لم يصروا على ما فعلوا۔ علاوہ ازیں ایک اور بات بھی ایسا کرنے کے لئے آپ کی متعلق کرتی ہے کہ آپ نے اپنی ایک تقریر دعوت اسلام میں علماء و مشائخ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

"جس وقت مجھ پر اور میرے رفقاء پر منکشف ہو جائے گا۔ کہ ہم کہیں بال برابر بھی قرآن وسنت سے ہٹے ہیں تو انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ ہم حق کی طرف رجوع کرنے میں ایک لمحہ کے لئے بھی تامل کرنے والے نہیں"

اس مفہوم کا اعلان آپ کی دوسری تحریروں میں بھی پایا جاتا ہے اور اب حال ہی میں ترجمان القرآن اور کوثر میں پھر دہرایا ہے اس لئے میں یہ تحریر با ین امید پیش کر رہا ہوں کہ نہ صرف ارشاد خداوندی کے ماتحت بلکہ اپنے قول کے پاس خاطر سے بھی آپ اپنی اس غلطی سے رجوع فرمائیں گے جو کہ کتاب وسنت کی روشنی میں آپ پر واضح کر دی گئی ہے۔ کیونکہ یہاں بال برابر ہٹنے کا فاصلہ نہیں۔ بلکہ قرآن وسنت کو کلیتہً پس پشت پھینک دیا ہے، کہ ایک مسلمان کو دہریت کی علمبردار جماعت کے ساتھ ملا دیا۔ لا يجرمنكم شنان قوم على ان لا تعدلوا۔ اعدلوا هو اقرب للتقوى۔

والسلام

مولانا مودودی صاحب کا جواب

جماعت اسلامی
اچھرہ - مورخہ ۲۶ اگست ... محترمی و مکرمی، وعلیکم السلام
آپ کا کارڈ ملا - اس سے پہلے آپ کا مفصل مضمون مل چکا تھا۔ آپ کا پتہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ اب آپ کو اطلاع کرتا ہوں۔ کہ میں آپ سے کسی بحث میں الجھنا پسند نہیں کرتا"

خاکسار
ابوالاعلیٰ

نئی قسم کی آزادی

آجکل کمیونسٹ میٹھی میٹھی باتیں بنا کر مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کچھ دن ہوئے سوویٹ خبر رساں ایجنسی تاس نے ایک انٹرویو شائع کی تھی جو اس کے اپنے نامہ نگار اور ایک مشہور روسی مسلمان شیخ الاسلام اخوند آغا علی زیدے کے درمیان ہوئی تھی۔ شیخ صاحب نے اس انٹرویو میں حکومت روس کا پرخلوص شکریہ ادا کیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ "حکومت روس مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ان کے کلچر کی ترقی کے متعلق بہت فکر مند ہے۔ اس نے مسلمانوں کو مکمل مذہبی آزادی دے رکھی ہے مسلمان کسی دوسرے کا تسلط یا غلبہ تسلیم نہیں کرتے ہم اس بات کے متمنی ہیں کہ تمام قومیں سامراجیت کے شکنجے سے نجات حاصل کر کے ترقی کریں"

سوویٹ روس کے ایک ممتاز مسلمان کے یہ تاثرات کچھ عجیب سے معلوم ہوتے ہیں۔ ایسا نظر آتا ہے کہ ان کی بنیاد ایسی خواہشات ہیں جو ابھی تک پوری نہ ہو سکیں۔ حقائق سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ حقائق کی کہانی تو بالکل مختلف ہے۔ مذہب کے بارے میں کمیونسٹوں اور کمیونزم کا نظریہ متعدد بار بتایا جا چکا ہے اس نظریہ کا نچوڑ جیسا کہ کمیونسٹ پارٹی کے شعبہ پراپیگنڈا و جدوجہد کے رکن ایف اوش چک نے ۲۶ نومبر ۱۹۴۹ء کو بتایا تھا یہ ہے۔

"مذہب، چاہے اس کی شکل کوئی بھی لازمی طور پر کمیونزم کا دشمن ہے۔ ہم اپنی زندگی اور اپنے سماج میں کسی قسم کے مذہبی اثرات کو برداشت نہیں کر سکتے" — سوویٹ یونین میں اسلامی قانون بالکل ختم کر دیا گیا ہے۔ اس بات کا اعلان روسی رسالہ سوویٹ اسٹیٹ اینڈ لا میں بتایا گیا تھا۔ اسی رسالہ میں بتایا گیا تھا کہ جب اسٹالین کے احکام کو عملی جامہ پہنایا گیا تو اسلامی قانون کی افادیت کے عقیدے یا اپنے آپ ختم ہو گئے یا انہیں ختم کر دیا گیا۔ مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ "وہ انسانی لوٹ کھسوٹ کو جائز قرار دیتا ہے۔ لینن نے کہا تھا کہ خدا کا کلام رجعت پسندی کی تائید ہے۔ خدا اور قرآن کے خلاف یہ باتیں ۱۸ نومبر ۱۹۴۹ء کو ماسکو ریڈیو سے نشر کی گئی تھیں۔ سوویٹ یونین میں بہت سی مسجدوں کو بند کر دیا گیا یا مسمار کر دیا گیا ہے۔ کیا اس چیز کو کمیونسٹ مذہبی آزادی کہتے ہیں؟ ۱۹۰۷ء میں وہاں سات ہزار مسجدیں تھیں ۱۹۴۸ء میں "سوویٹ جنگی خبریں" نام کے روسی رسالے میں بتایا گیا کہ ۱۳۱۲ مسجدیں رہ گئی ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ تقریباً چھ ہزار مسجدیں ختم کر دی گئی ہیں۔

اسلامی کلچر کی ترقی کا ثبوت روسی جمہوریہ کے قانون ۳۵ میں ملتا ہے اس قانون کے تحت بتایا گیا ہے کہ "اسٹیٹ میونسل یا پرائیویٹ اداروں میں کسی قسم کی مذہبی تعلیم نہیں دی جا سکتی" مختصر یہ کہ ماسکو نے مشرق وسطیٰ میں جو نیا پراپیگنڈا شروع کیا ہے اس کا مقصد مسلمانوں کو فریب دینا ہے اور ان کو کمیونزم کی آغوش میں

خدمتِ حدیث میں خواتین کا حصّہ

جناب مولوی مجیب اللہ صاحب ندوی رفیق دار المصنفین

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

آٹھویں صدی کی محدثات کے بعد نویں صدی کی محدثات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اس صدی کی خواتین کے تذکرہ میں زیادہ تر شذرات الذہب اور الضوء اللامع سے مدد لی گئی ہے۔ الضوء اللامع میں ایک ہزار سے زائد خواتین کا تذکرہ ہے جن میں نصف سے زائد خدمت حدیث میں حصہ لینے والی خواتین تھیں، ظاہر ہے کہ فرداً فرداً ہر ایک کے تذکرہ کی گنجائش نہیں ہے، اس لئے ان میں سے مشاہیر کا ایک مختصر خاکہ یہاں پیش کیا جاتا ہے، آسانی کے لئے ناموں میں حروف تہجی کی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔

امۃ بنت الصدر

یہ قاضی احمد کی صاحبزادی تھیں، متعدد علماء سے حدیث پڑھی تھی خصوصیت سے بخاری شیخ ابو الفرج سے پڑھی تھی۔ امام سخاوی نے ان سے حدیث کی اجازت لی تھی، نہایت پاکیزہ اخلاق تھیں، سنہ ۸۶۰ھ میں وفات پائی۔ اس نام کی اور متعدد خواتین ہیں جو اسی فہرست میں داخل کی جا سکتی ہیں۔

اسماء

نام کی متعدد محدثات ہیں جن میں اسماء بنت عبد اللہ کے متعلق امام سخاوی نے لکھا ہے کہ ان کو ۲۶ شیوخ سے حدیث کی اجازت حاصل تھی اور ان میں سے بعض ابن فہد اور امام سخاوی کے شیوخ میں سے ہیں۔

الف بنت علم الدین

یہ ایک علم پرور امیر خاندان کی چشم و چراغ تھیں ان کے دادا نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا، یہ اسی مدرسہ میں رہتی تھیں، یہ خود تو زیادہ پڑھی لکھی نہ تھیں، مگر علماء و محدثین کی ایک جماعت ہمیشہ ان کے پاس رہتی تھی جو

یقرؤن عندہا الحدیث والتفسیر

ان کے پاس حدیث و تفسیر کی قرأت کرتے رہتے تھے۔

اس نام کی ایک خاتون الف بنت عبد اللہ تھیں، جن کے متعلق امام سخاوی نے لکھا ہے کہ

سمع منہا الفضلاء

ان سے فضلائے وقت نے سماع کیا علم و فضل کے ساتھ نہایت عبادت گذار اور نیک کردار تھیں سنہ ۸۶۹ھ میں وفات پائی۔

ام الخیر امۃ الخالق

شیخ جمال حنبلی اور شرف بن کریک وغیرہ سے استفادۂ حدیث کیا تھا۔ مشہور محدث ابو العباس انبار سے اپنے زمانہ میں یہ آخری راویہ تھیں، امام سخاوی نے ان سے اجازت حدیث . . . . لی تھی۔

انس بنت عبد الکریم

یہ محمد بن انس نائب السلطنت کی نواسی تھیں۔ ان کی والدہ سارہ اور ان کی ایک بہن آمنہ شمار عالمات میں سے تھا، یہ محدث وقت حافظ ابن حجر کی اہلیہ تھیں اور زیادہ تر انہی سے حدیث پڑھی تھی، انہی کے واسطہ سے شیخ عراقی اور شرف بن کویک کی مرویات اور صحیح بخاری اور دوسری کتب حدیث کا سماع کیا تھا خود درس حدیث دیتی تھیں ان کے درس کے بارے میں امام سخاوی لکھتے ہیں:۔

حدثت بحضور شیخنا وبعدہ وقرء علیہا الفضلاء

حافظ ابن حجر کی موجودگی میں اور ان کی وفات کے بعد بھی حدیث روایت کرتی تھیں۔ ان سے بڑے بڑے علماء نے حدیث پڑھی تھی۔

حافظ ابن حجر کی موجودگی میں حدیث کا درس دینا ان کی عظمت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ امام سخاوی نے ان سے استفادہ کیا تھا، وہ اپنے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔

"میں نے بہت سی چیزیں ان سے حاصل کیں"

علم و فضل کے ساتھ صاحب زہد و تقویٰ بھی تھیں الضوء اللامع میں ہے:۔

كانت رئيسة دينية كريمة راغبة في الخير مجابة الدعاء يقال انها رأت ليلة القدر

(جلد ۱۲ ص۱۱)

بہت امیر دیندار فیاض، کار خیر میں حاتم، اور مستجاب الدعوات تھیں، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے لیلۃ القدر دیکھی تھی۔

بائی خاتون بنت ابو الحسن

ابو بکر المزی وغیرہ شیوخ حدیث سے سماع کیا تھا متعدد محدثین اور محدثات سے انہیں حدیث کی اجازت حاصل تھی، خود بھی درس حدیث دیتی تھیں علم حدیث کے طلباء اور اس فن سے ذوق رکھنے والوں سے انہیں خاص انس تھا، اپنے درس میں حدیث کا احترام اور سماع کرنے والوں کی سہولت کا بڑا لحاظ رکھتی تھیں، طلبہ کے سوالات اور سماع حدیث سے بالکل نہیں گھبراتی تھیں، ان کا حلقۂ درس مصر و شام تک پھیلا ہوا تھا۔ امام سخاوی نے لکھا ہے:۔

حدثت بالشام ومصر . . . . و كانت خيرة من بيت علم و رياسة ومحبة في الحديث

(ص)

شام و مصر دونوں جگہ درس حدیث دیتی تھیں اسی کے ساتھ نہایت نیک کردار صاحب ریاست اور صاحب علم خانوادہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ علم حدیث سے انہیں خاص محبت تھی۔

امام سخاوی ان کے تلامذہ میں سے ہیں سنہ ۸۶۴ھ میں وفات پائی۔

بیرم بنت احمد

ان کے والد احمد بن محمد کا شمار نویں صدی کے فقہاء میں تھا، بیرم چونکہ انہی کی تربیت یافتہ تھیں، اس لئے ان پر بھی فقہی رنگ غالب تھا، ابتدائی تعلیم گھر میں پائی، شمس الدین صائغ اور ان کی صاحبزادی فاطمہ سے قرأت سبعہ کی مشق کی تھی، اپنے والد کے ساتھ بیت المقدس گئیں تو وہاں کے شیوخ سے سماع حدیث کیا، حافظہ نہایت قوی تھا اسلئے ان کو مختلف فنون کی کتابیں ازبر تھیں، مثلاً کتاب العمدہ، رسالہ شاطبیہ، قصیدہ بردہ، عقیدہ الغزالی اور امام نووی کی اربعین وغیرہ، امام سخاوی نے لکھا ہے کہ امام نووی کی حدیث کی مشہور کتاب ریاض الصالحین اور طہارۃ القلوب الکبرٰی ان کے مطالعہ میں رہتی تھیں، تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

ام بکر ستر محمد بن منجا

شام میں منجا نامی ایک خانوادہ تھا، جس نے علم و فضل کے لحاظ سے بڑی ترقی کی، اور یہ دولت اس کے پاس کئی صدی تک باقی رہی۔ ام بکر اسی خانوادہ کی ایک فرد تھیں۔ ان کو امام مزی اور امام برزالی جیسے شہرۂ آفاق محدثین کی صحبت حاصل تھی، مشہور محدثہ زینب بنت کمال اور شہاب الجزادی و اقش الشبلی سے سماع حدیث کیا تھا۔ خود بھی تحدیث کرتی تھیں، بہت سے ممتاز محدثین نے ان سے استفادہ کیا تھا۔ حافظ ابن حجر نے ان سے حدیث کی اجازت لی تھی، انہوں نے اپنی معجم میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ امام سخاوی لکھتے ہیں:۔

سمع منہا الفضلاء اجازت لشیخنا (ص۱۶)

ان سے بہت سے علماء نے سماع کیا تھا ہمارے شیخ ابن حجر کو بھی انہوں نے اجازت دی تھی۔ سنہ ۸۰۳ھ میں وفات پائی۔

ام عبد اللہ بنت ناصر الدین

یہ ست التجار کے لقب سے مشہور تھی، غالباً اس لقب کی یہ وجہ ہے کہ ان کے والد بڑے دولتمند اور ممتاز تاجر تھے۔ عز بن جماعہ سے ان کو اجازت حدیث تھی انہوں نے شیخ کی مرویات کی ترتیب و تبویب بھی کی تھی، بڑے بڑے فضلاء ان کے تلامذہ میں ہیں، حافظ ابن حجر نے بھی ان سے استفادہ کیا تھا۔ سنہ ۸۴۸ھ میں وفات پائی۔

جویریہ

یہ حافظ ابو الفضل العراقی کی صاحبزادی تھیں، اپنے والد ابو بکر میثمی اور ابن حاتم اور دیگر محدثین سے حدیث پڑھی تھیں، انہوں نے خود تحدیث شروع کی، تو اس وقت کے بیشتر علماء نے ان سے سماع کیا، امام سخاوی جو ان کے شاگردوں میں ہیں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

كانت محبة في الحديث سمع منها الائمة (ص۱۸)

فن حدیث سے انہیں خاص شغف تھا ان سے خاص شغف تھا ان سے بہت سے آئمہ وقت

نے سماع کیا تھا۔
۸۶۳ھ میں وفات پائی، ان کے جنازہ میں بیشمار آدمی تھے جس سے ان کی مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔

حسن السعدیہ

اس صدی کی مشہور محدثہ ہیں، بڑے بڑے فضلاء ان سے روایت کرتے تھے۔ ابن فہدان ان کے تلامذہ میں ہیں، ۸۴۲ھ میں وفات پائی۔

حسلہ بنت حسن

امام برزالی اور امام مزی سے ان کو سماع حاصل تھا ان سے ترمذی کے بعض حصے خاص طور سے انہوں نے پڑھے تھے حافظ ابن حجر نے اپنی معجم الشیوخ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

حلیمہ

نام کی متعدد محدثات ہیں، جنہوں نے سماع اور تحدیث روایت میں حصہ لیا، الضوء اللامع میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔

حیفہ

ان کے ایک بھائی محمد تھے، جن کا شمار محدثین میں تھا۔ ان ہی کے ساتھ انہوں نے ابو نعیم کی مستخرج علی مسلم کا سماع کیا تھا،

خدیجہ بنت ابراہیم

آٹھویں صدی کے مشہور محدث قاسم بن المظفر سے ان کو سماع حاصل تھا۔ یہ نویں صدی میں ان سے آخری راویہ تھیں۔ متعدد ممتاز محدثین سے ان کو حدیث کی اجازت حاصل تھی۔

حافظ ابن حجر ان سے کثرت سے روایت کرتے تھے درس حدیث میں وہ مشہور تھیں، ان سے بہت سے ائمہ حدیث نے سماع کیا تھا۔[1]

۹۰ برس کی عمر میں ۸۰۳ھ میں وفات پائی۔

خدیجہ بنت الموفق

اس صدی کی مشہور محدثہ عائشہ بنت الہادی سے مسند عمر شیخ ہروی کی ذم الکلام اور علی بن عاصم کے اجزائے حدیث کا سماع کیا تھا۔ امام سخاوی نے لکھا ہے کہ یوسف بن حسن جو اس صدی کے علماء ہیں۔ انہوں نے خدیجہ کے لئے اربعین کی تخریج کی تھی (ص ۲۸)

خدیجہ بنت علی

اپنے والد کی معیت میں شیخ غربن کو یک سے موطا امام مالک پڑھی تھی، خود بھی متعدد بار موطا کی تحدیث کی تھی، امام سخاوی نے موطا انہی سے پڑھی تھی۔ مطالعہ کا خاص ذوق تھا، اور یہ ذوق آخری عمر تک باقی رہا، عورتوں کے مخصوص مسائل سے ان کو پوری واقفیت تھی، اسی کے ساتھ نہایت زاہدہ اور پاکیزہ اخلاق تھیں (ص ۲۹)

خدیجہ بنت عمر

ابن صدیق اس صدی کے محدث تھے۔ ان ہی سے صحیح بخاری کا بیشتر حصہ اور ثلاثیات دارمی کا سماع کیا۔ جو کچھ پڑھا تھا اس کی تحدیث بھی کرتی تھیں۔ کبار علماء نے ان سے روایت کی ہے ۸۶۰ھ کے قریب ان کی وفات ہوئی۔

اس نام کی متعدد اور محدثات ہیں۔ مثلاً خدیجہ بنت فرج الزیلعیہ، خدیجہ بنت النور، متوفاہ ۸۳۸ھ خدیجہ بنت ابو عبداللہ متوفاہ ۸۴۴ھ وغیرہ

رقیہ بنت الشرف محمد

ان کا خانوادہ علم حدیث میں ممتاز تھا۔ ان کے دادا والد، اور چچا کا شمار محدثین میں تھا الضوء اللامع میں ہے:

من بیت حدیث بل عمہا ابو الفرج مسند القاہرۃ

حدیث کا ذوق رکھنے والے خانوادہ سے تھیں ان کے چچا ابو الفرج تو قاہرہ کے ممتاز اور مسلم محدثین میں تھے،

خود ان کے شوہر کو فن حدیث میں درک تھا اس ماحول میں رقیہ کی تعلیم و تربیت ہوئی، فن حدیث اپنے خاندان کے علاوہ دوسرے ممتاز شیوخ حدیث سے حاصل تھا، یحییٰ بن یوسف البصری جیسے محدثین سے ان کو سماع حاصل تھا، امام سخاوی ان کے شاگردوں میں ہیں ان کے بعض اقران رقیہ سے کثرت سے روایت کرتے ہیں۔

رقیہ بنت یحییٰ

امام مزی، امام ذہبی، امام برزالی، اور زینب بنت کمال جیسے سرآمد روزگار محدثین سے ان کو اجازت حاصل تھی، حافظ ابن حجر نے اپنی معجم الشیوخ میں ان کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا ہے:

انہا روت الکثیر ولم القہا

انہوں نے کثرت سے روایت کی ہے مگر میں ان سے ملاقات نہیں کر سکا۔

امام سخاوی لکھتے ہیں

حدثت سمع منہا الائمہ......
حدثنا عنہا جماعۃ کثیرون وفی الاحیاء ببلاد الحجاز الآن من سمع منہا (ص ۳۶)

حدیث بیان کرتی تھیں۔ ان سے ائمہ حدیث نے روایت کی ہے، ہم سے متعدد اشخاص نے روایت کی ہے، حجاز کے مختلف شہروں میں ان سے سماع رکھنے والے موجود ہیں۔

زلیخا بنت ابراہیم

ان کے والد ابراہیم کا شمار علماء میں تھا، ان کی والدہ اور ان کی ایک بہن بھی علمی حیثیت سے ممتاز تھیں، حافظ زین الدین عراقی اور ابو بکر ہیثمی سے انہوں نے صحیح بخاری اور ابو داؤد پڑھی تھی، ان اماموں کے علاوہ صحیح بخاری دوبارہ حافظ علی التنوخی سے پڑھی خود بھی تحدیث روایت کرتی تھیں ۸۶۷ھ میں وفات پائی۔

زینب بنت ابراہیم

یہ زلیخا کی بہن تھیں، صحیح بخاری اور ابو داؤد کا سماع انہیں بھی حاصل تھا، بعض خصوصیات میں یہ اپنی بہن سے ممتاز تھیں، امام سخاوی لکھتے ہیں:

کانت کاتبۃ ونظرت فی کتب العلم وکثرت من العبادۃ وسمع منہا الطلبۃ (ص ۳۹)

لکھنا جانتی تھیں علم و فن کی کتابیں مطالعہ کرتی تھیں ان سے بہت سے طلباء نے سماع کیا تھا۔
خود امام سخاوی بھی ان کے تلامذہ میں ہیں ۸۸۸ھ میں وفات پائی۔

زینب بنت احمد

یہ مکہ میں پیدا ہوئیں اور وہیں سنن ابن ماجہ اور مسند ابو یعلی کے بعض حصوں کا سماع کیا۔ زین الدین العراقی اور ابو بکر ہیثمی جیسے محدثین سے انہیں اجازت حاصل تھی۔ اپنے مسموعات کے علاوہ دوسرے محدثین کی مرویات کی بھی انہوں نے متعدد بار تحدیث کی تھی، ۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی

زینب بنت عبد الرحیم

یہ شیخ زین الدین العراقی کی صاحبزادی تھیں۔ اپنے والد اور ابو بکر ہیثمی سے سماع حدیث کیا تھا، حدیث کی کتابوں میں خصوصیت سے مسند احمد بن حنبل کی روایت و تحدیث میں یہ ممتاز تھیں، امام سخاوی ان کے تلامذہ میں ہیں، ان کی روایت حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

حدثت بالکثیر سمع منہا الفضلاء

کثرت سے روایت کی ہے، ان سے ممتاز محدثین نے سماع کیا تھا،

زینب بنت عبد اللہ

ان کے والد عبد اللہ اور ان کے بھائی ابراہیم کا شمار محدثین میں تھا۔ اس خانوادہ کے دوسرے افراد کو بھی حدیث سے شغف تھا، زینب نے اہل خاندان کے علاوہ دوسرے محدثین سے بھی حدیث کا سماع کیا تھا۔ امام سخاوی نے بھی ان سے اکتساب فیض کیا تھا، ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

من بیت حدیث وروایۃ حدثت سمع منہا الفضلاء (ص ۴۲)

روایت و حدیث سے شغف رکھنے والے خاندان سے تھیں، خود بھی روایت کرتی تھیں، ان سے بہت سے فضلاء نے سماع کیا تھا۔

زینب بنت علی

ان کے والد علی بن محمد ممتاز حافظ قرآن و حدیث تھے زینب کو انہوں نے شروع میں حافظ قرآن کرایا۔ اس کے بعد کتاب العمدۃ الحاوی مختصر ابی شجاع، پھر اس کے بعد بخاری اور مسلم پڑھائی۔ تحصیل کے بعد زینب نے خود درس دینا شروع کیا، ان کی مجلس درس صلاح الدین بن جیعان کے گھر میں منعقد ہوتی تھی۔ (ص ۴۵)

زینت بنت الکمال

یہ اس خانوادہ کی نور نظر تھیں جس میں علم و فن اور خصوصیت سے علم حدیث کا خاص چرچا تھا۔ ان کی والدہ اور ان کی بہن فاطمہ کا شمار محدثات میں تھا۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ انہوں نے حدیث کا اکتساب کس سے کیا تھا۔ امام سخاوی نے لکھا ہے کہ قرآن کی قاریہ تھی، مطالعہ کا خاص ذوق تھا اور خصوصیت سے سیرت نبوی کے مطالعہ کا۔

سارہ بنت عمر

ابن البخاری کے اصحاب سے انہیں سماع حاصل تھا، امام سخاوی نے لکھا ہے کہ انہوں نے کثرت سے روایت کی ہے ان سے ممتاز ائمہ حدیث نے سماع کیا تھا، اس تذکرہ کے یہ لکھتے ہیں۔

تنزل اہل مصر لموتہا فی الروایۃ درجۃ۔

اہل مصر ان کی موت کے بعد روایت میں ایک درجہ نیچے آ گئے۔

---

[1] الضوء اللامع جلد ۱۲۔ ص ۲۵۔

. . . سے ان کی . . . کا اندازہ ہوتا ہے :-

زینب، سارہ، ست العرب، صالحہ

امام کی متعدد محدثات ہیں جو اس فہرست میں داخل کی جا سکتی ہیں۔ مگر قصداً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

عائشہ بنت الصارم

فخر بن البخاری کے اصحاب سے ان کو سماع حاصل تھا ان کے علاوہ دمشق، قاہرہ اور بعلبک کے شیوخ حدیث سے انہوں نے اکتساب فیض کیا تھا بعلبک کے مشہور محدث ابن امیلہ سے ابو داؤد اور ترمذی پڑھی تھی، ان کتابوں کے علاوہ دوسرے شیوخ حدیث کی مرویات اور تخریجات کا سماع بھی کیا تھا،

ان کی مرویات کثرت سے ہیں اور ان سے متعدد آئمہ حدیث نے سماع کیا تھا۔ امام سخاوی لکھتے ہیں :-

حدثت بالکثیر سمع منها الائمة

(الضوء اللامع جلد ۱۲ ص ۷۳)

کثرت سے روایتیں کی ہیں ان سے آئمہ حدیث نے سماع کیا ہے،

حافظ ابن حجر اور خود امام سخاوی ان کے تلامذہ میں ہیں، سنہ ۷۴۱ھ کے قریب دمشق میں پیدا ہوئیں اور سنہ ۸۴۲ھ میں بیمارستان نودی میں وفات پائی۔

عائشہ بنت علی

اس صدی کی ممتاز خواتین میں ہیں۔ ان کے گھرانے میں متعدد اشخاص علم حدیث سے شغف رکھتے تھے، ان کے نانا ابو الحرم اور ان کے والد ابو الحسن علی کا شمار محدثین میں تھا، ان کے صاحبزادے احمد کا شمار علماء میں ہوتا تھا۔

انہوں نے سب سے پہلے نانا سے متعدد اجزا کا سماع کیا تھا، ان کے بعد عز بن جماعہ اور موفق الحنبلی سے مسند الشافعی پڑھی، ان کے علاوہ متعدد مصری اور شامی علماء حدیث سے اجازت حاصل کی، خود بھی تحدیث کرتی تھیں، ان سے متعدد آئمہ حدیث نے سماع کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اپنی معجم میں ان کا تذکرہ کیا ہے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ آخر عمر میں ان سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی، امام سخاوی ان کے بارے میں لکھتے ہیں :-

من بیت علم و روایه ذاکرة من الاحادیث۔

اہل علم اور اصحاب حدیث خانوادہ سے ان کا تعلق تھا۔ انہیں احادیث زبانی یاد تھیں۔

علم حدیث کے ساتھ سیرت نبوی اور فقہ سے بھی شغف تھا، شعرا کے بہت سے کلام زبانی یاد تھے، اسی کے ساتھ فہم و ذکا اور قوت حافظ کی دولت سے بھی بہرہ ور تھیں۔ غرض علم و فضل کے لحاظ سے نویں صدی کی ممتاز خواتین میں سے تھیں۔

قل ان تری العیون فی النساء مثلها

(ضوء جلد ۱۲ ص ۸۱)

خواتین میں ان کی جیسی خاتون کم ہی دیکھی گئی۔

سنہ ۸۴۰ھ میں وفات پائی، قاضی برہان الدین سے ان کی شادی ہوئی تھی، ابن عماد نے لکھا ہے کہ اپنے نانا سے روایت کرنے والوں میں یہ آخری روایہ تھیں۔

شذرات الذہب

جلد ۷ ص ۲۳۲

عائشہ بنت الہادی

یہ بھی نویں صدی کی ممتاز اور مشہور خاتون تھیں، امام سخاوی نے انہیں "مسندۃ الدنیا" کے لقب سے یاد کیا ہے انہوں نے آٹھویں صدی کے سب سے ممتاز محدث شیخ حجاز سے صحیح بخاری اور شیخ عبد اللہ بن حسن سے صحیح مسلم پڑھی تھی ان کے علاوہ دوسرے متعدد محدثین سے انہوں نے سماع کیا تھا اور اجازت حاصل کی تھی، الضوء اللامع میں ہے :-

انفردت اجل شیوخها بالسماع والاجازة فی سائر الآفاق

بڑے بڑے شیوخ سے سماع اور اجازت میں یہ تمام ممالک اسلامیہ میں ممتاز تھیں۔

تحصیل کے بعد جب مسند تحدیث و روایت پر متمکن ہوئیں، تو تشنگان حدیث ہر طرف سے جوق در جوق آ کر اس چشمۂ فیض سے اپنی پیاس بجھانے لگے، الضوء اللامع میں ہے:-

روت الکثیر و اخذ عنها الائمة سیما الرحالة فاکثروا وکانت سهلة فی الاسماع

کثرت سے روایت کرتی تھیں، اُن سے آئمہ حدیث نے استفادہ کیا تھا خصوصیت سے باہر سے آنے والے طلبہ ان سے بہت مستفید ہوئے اسماع حدیث میں بڑی تسہیل سے کام لیتی تھیں۔

حافظ سخاوی نے لکھا ہے کہ اس وقت بھی اجازۃً ان کے روایت کرنے والے کثرت سے موجود ہیں اور سماعاً روایت کرنے والوں میں بھی متعدد افراد موجود ہیں۔

تحدیث روایت کے سلسلہ میں وہ متعدد چیزوں میں منفرد تھیں، مثلاً سند عالی کے ساتھ بذریعہ سماع وہ اپنے زمانہ میں بخاری کی آخری راویہ تھیں، نیز شیخ حجاز سے روایت کرنے والوں میں ان کے زمانہ میں ان کے علاوہ کوئی موجود نہیں تھا۔

حافظ ابن حجر کے شیوخ میں ہیں، سنہ ۸۱۶ھ میں وفات پائی۔

فاطمہ

نام کی بھی متعدد خواتین ہیں، جنہوں نے خدمت حدیث میں حصہ لیا، خصوصیت سے فاطمہ بنت محمد کے متعلق امام سخاوی نے لکھا ہے کہ :-

تفردت بالروایة عنهم فی الدنیا وحدثت بالکثیر سمع منها الائمة

(ضوء اللامع)

مذکورہ بالا شیوخ سے روایت میں یہ منفرد تھیں کثرت سے روایت کرتی ہیں ان سے آئمہ فن نے سماع کیا ہے۔

مریم بنت احمد

یہ ایک علمی خانوادہ کی فرد تھیں، ان کو حدیث سے خاص شغف تھا، وانی اور دبوسی اور سلقی جیسے محدثین سے ان کو سماع حاصل تھا، صحیح مسلم اور دمشق، مصر اور حجاز کے علمائے حدیث کی مرویات کا خصوصیت سے انہوں نے سماع کیا تھا، جو ان کو مستحضر تھیں، حافظ ابن حجر ان کے تلامذہ میں ہیں، حافظ سخاوی نے ان سے استفادہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ :-

"میں نے ان سے ایک معجم کی تخریج کی ہے اور ان کی بہت سی مسموعات کو خود ان سے سماع کیا ہے"

پھر لکھتے ہیں :-

نعمه الشیخة کانت دیانة وصیانة ومحبة فی العلم۔

نہایت متدین، پاکباز اور علم سے محبت رکھنے والی خاتون تھیں۔

ام ہانی مریم بنت نور الدین

یہ نویں صدی کی سب سے زیادہ مشہور اور ممتاز خاتون تھیں، ان کے گھر میں علم و فن، شعر و ادب کا چرچا مدتوں سے چلا آ رہا تھا، ان کے والد، دادا، اور نانا، اور کئی لڑکوں کا شمار علماء و محدثین میں تھا، لیکن ان کی علمی غور و پرداخت سب سے زیادہ ان کے نانا قاضی فخر الدین نے کی، یہ مصر کی رہنے والی تھیں۔

انہوں نے سب سے پہلے قرآن حفظ کیا۔ اس کے بعد فقہ و ادب میں دستگاہ بہم پہنچائی، اس کے بعد ان کے نانا ان کو مکہ مکرمہ لے گئے جہاں شیوخ حدیث کی خدمت میں حدیث کا سماع کرایا، مصر و حجاز کے بیشتر ممتاز محدثین سے انہوں نے استفادہ کیا تھا، تقریباً صحاح کی تمام کتابیں انہوں نے سماع کی تھیں، صحیح بخاری خاص طور سے شیخ تشاوری سے پڑھی تھی اور حدیث کی تکمیل کے بعد خود مسند تحدیث پر فائز ہوئیں، حافظ سخاوی ان کے شاگرد ہیں، خود لکھتے ہیں :

فحدثت قدیماً سمع منها الفضلاء وقرأت علیها جمیع ما وقفت علیه من مرویها۔

بہت دنوں سے تحدیث کرتی تھیں، ان سے بہت فضلاء نے سماع کیا تھا، میں جس قدر ان کی مرویات سے واقف ہو سکا، ان کو اُن سے پڑھا

پھر ان کی دینداری، اخلاق، اور محبت حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں :-

وهی امرأة صالحة فاضلة کثیرة البکاء عند ذکر الله ورسوله محبته فی الحدیث واهله مواظبته علی الصوم والتهجد . . . . حجت ثلاث عشرة مرة

یہ ایک صالحہ اور فاضلہ خاتون تھیں اللہ اور رسول کے تذکرہ کے وقت ان پر گریہ طاری ہو جاتا تھا، اور محدثین سے انہیں محبت تھی، روزے اور تہجد پر مواظبت کرتی تھیں، انہوں نے تیرہ حج کئے تھے،

سنہ ۷۷۸ھ میں پیدا ہوئیں، اور ۹۳ برس کی عمر میں سنہ ۸۷۱ھ میں وفات پائی، خوش قسمتی سے وفات مکہ میں ہوئی، اور امام شافعی کے مقبرے کے قریب سپرد خاک کی گئیں [1]

انہی پر نویں صدی ہجری کی محدثات کا تذکرہ ختم کیا جاتا ہے۔

---

[1] الضوء اللامع ص ۱۵۷ جلد ۱۲

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (منیجر)

ہوائی حملوں سے بچنے کیلئے دفاعی تدابیر

(بقیہ از صفحہ ۲)

پناہ گاہیں بناتے وقت چند امور کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

(۱) پناہ گاہ کسی ایسی جگہ نہ بنائی جائے جو دشمن کے نزدیک کوئی اہم مقام ہو۔

(۲) کسی ایسی جگہ کے پاس نہ ہو جہاں لوہے کا سامان بکثرت پڑا ہو۔

(۳) گیس کے ذخیروں اور پانی کے نالاب وغیرہ کے پاس نہ بنائی جائے۔ تاکہ طوفان کا اندیشہ نہ ہو۔

(۴) آگ قبول کرنے والی چیزوں کے پاس نہ بنائی جائے۔

(۵) سخت پتھریلی زمین میں بنائی جائے۔

(۶) ہر پناہ گاہ ۵۰ آدمیوں سے زیادہ کے لئے نہ ہونی چاہیئے۔

(۷) پناہ گاہیں پاس پاس نہ بنانی چاہئیں ممکن ہو تو درمیان میں ۱۰۰ فٹ کا فاصلہ رکھا جائے۔

(۸) اس کی اندرونی اونچائی ۱/۲ ۷ فٹ ہونی چاہیئے۔ جس قدر پناہ گاہ چھوٹی ہو گی اتنی ہی مضبوط ہوگی۔

(۹) پناہ گاہوں میں زیادہ سے زیادہ دو دروازے ہوں۔ ایک داخل ہونے کے لئے اور دوسرا باہر نکلنے کے لئے۔

(۱۰) پناہ گاہ میں کھڑکیاں بہت کم ہوں پانی روشنی کا بھی ضروری بندوبست ہونا چاہیئے۔

(۱۱) اس کی چھت اور دیواریں معیار کے مطابق ہوں۔

(۱۲) پناہ گاہ کے گرد خندق کھود دی جائے تاکہ دھماکہ کا اثر زائل ہو۔

حفاظتی کمرہ { REFUGE ROOM

ہوائی حملہ کے دوران میں عوام و خواص کی اکثر تعداد ایسی ہوتی ہے۔ جو اپنے مکانوں کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے اور یوں بھی حملہ کے دوران میں مکانوں کے اندر رہنا زیادہ کامیاب مدافعت ہے۔ اس لئے مکان میں ایک کمرہ بطور حفاظتی کمرہ REFUGE ROOM کے انتخاب کر لیا جاتا ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہونی چاہئیں۔

(۱) بہتر ہے کہ وہ کمرہ تہ خانہ کی صورت میں ہو۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو مکان کی پہلی منزل میں ایک کمرہ چن لیا جائے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دوسری منزل میں ایک کمرہ چن لیا جائے۔ اس کے دروازے نرم زمین کی طرف کھلتے ہوں۔

(۲) ایسا کمرہ سڑک یا گلی سے دور ہونا چاہیئے۔ اس میں دروازے اور کھڑکیاں کم ہوں۔ اگر پہلے سے دروازے اور کھڑکیاں زیادہ تعداد میں ہیں تو ان کو اینٹوں سے چن دیا جائے اور صرف دو دروازے رہنے دیئے جائیں جو ایک دوسرے کے مقابل ہوں۔

(۳) اس کی چھت اور دیواریں معیار کے مطابق ہوں۔ ورنہ حفاظتی دیواریں بنا کر انہیں مضبوط کر لیا جائے۔

(۴) چھت کے اوپر [illegible] نہ ہو اور نہ ہی کوئی آگ قبول کرنے والی [illegible] مثلاً گھاس پھوس وغیرہ ہو۔

(۵) ہمیشہ چھوٹا کمرہ زیادہ موزوں ہے مگر اتنا چھوٹا بھی نہ ہو کہ گھر کے افراد اس میں نہ آسکیں۔

(۶) کھڑکیوں میں سے شیشے نکال کر اس پر لکڑی لگا دیں۔ یا ان کے سامنے الماری وغیرہ رکھکر ڈھانپ دیں یا اندر کی طرف میخیں گاڑ کر ایک کمبل کے چار کونے باندھ کر شیشوں کو ڈھانپ دیں تاکہ اگر دھماکے سے شیشے ٹوٹیں، تو کمبل ان کے ٹکڑوں کو روک لے۔

(۷) اگر چھت کافی مضبوط نہ ہو تو اندر سے ایک دو ستون کھڑے کر کے چھت کو اور زیادہ مضبوط بنا لیا جائے اگر چھت کے اوپر کوئی کمرہ نہ ہو تو اس پر چھ انچ موٹی بجری کی تہ بچھا دیں۔

(۸) اپنے حفاظتی کمرہ کا نقشہ علاقہ کے وارڈوں کو دیدیں۔ اس کا یہ فائدہ ہو گا کہ اگر خدانخواستہ حملہ سے آپ کے مکان کو نقصان پہنچے تو بجائے اس کے کہ تمام ملبہ کی چھان بین کی جائے وارڈن کو علم ہوگا کہ آپ نے کہاں پناہ لی ہے وہ فوراً آپ کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح آپ کو بھی پریشانی سے نجات مل جائے گی۔

ہوائی حملہ سے بچاؤ کے لئے اگرچہ حکومت کی طرف سے بھی پناہ گاہیں بنائی جائیں گی۔ لیکن ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے گھر میں حفاظتی کمرہ کا انتظام ضرور کر لے تاکہ حملہ کے وقت اس میں بآسانی پناہ لے سکے۔

حفاظتی کمرہ میں مندرجہ ذیل ضروری سامان موجود ہونا چاہیئے۔

فرسٹ ایڈ بکس۔ سٹرپ پمپ۔ پانی کی دو بالٹیاں، ریت کی نصف بھری ہوئی دو بوریاں پینے کا پانی کم از کم تین دن کی خشک خوراک۔ روشنی کا انتظام۔ ہریکین لمپ۔ موم بتی دیا سلائی کانوں کو بند کر لینے کے لئے موم میں لپٹی ہوئی روئی۔ بیلچہ۔ کلہاڑی۔ تیل سے جلنے والا چولہا (STOVE) ایک مضبوط رسی ایک میز۔ ایک کمبل۔ تفریحی سامان۔ نیز بیت الخلا وغیرہ کا بندوبست بھی ہونا چاہیئے۔ بستر، صابن تولیہ، سوئی۔ دھاگہ، قینچی۔ فنائل، نالج بمعہ فالتو سیل۔

خندق TRENCH

دھماکہ سے پھٹنے والے بموں کے اثرات سے بچنے کے لئے خندقیں بہترین ثابت ہوئی ہیں۔ کیونکہ ان میں نہ کسی چھت کے گرنے کا خوف ہوتا ہے اور نہ ہی بم کے ٹکڑوں سے زخمی ہونے کا خدشہ نہ آگ لگنے کا خطرہ سوائے اس کے کہ کوئی آتشی بم سیدھا خندق کے اندر گر پڑے۔

(۱) جس جگہ مکانات اس قابل نہ ہوں کہ حملہ کے دوران میں آپ ان میں پناہ لے سکیں وہاں حکومت کی طرف سے خندقیں کھدوائی جاتی ہیں۔ تاکہ ہوائی حملہ کے دوران میں بآسانی لوگ ان میں پناہ لے سکیں۔

(۲) خندق بناتے وقت یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ خندق کم از کم اتنے فاصلہ پر ہو جو پاس کی عمارت کی بلندی سے نصف ہو تاکہ اگر مکان گرے تو خندق پر ملبہ وغیرہ نہ گرے۔

(۳) خندقیں ایک دوسرے کے نزدیک نہ ہوں۔ کم از کم ۵۰ فٹ کے فاصلہ پر ہوں تاکہ اگر خدانخواستہ کوئی دھماکہ والا بم ایک خندق میں آگرے تو دوسرے لوگ اس کی زد سے محفوظ فاصلہ پر ہوں۔

(۴) خندق ایک سیدھی کھائی کی صورت میں نہ ہو بلکہ اس کے چار بازو انگریزی کے حرف W کی صورت میں اس طرح پر ہوں کہ ہر ایک بازو کے درمیان ۸۰ سے ۱۰۰ درجہ کا زاویہ ہو۔

(۵) ایک خندق زیادہ سے زیادہ ۵۰ آدمیوں کے لئے بنائی جائے۔ ہر آدمی کے لئے دو مربع فٹ جگہ درکار ہے۔

(۶) خندق کی گہرائی ۱/۲ ۴ فٹ ہونی چاہیئے اور چوڑائی نیچے سے ۲ فٹ اور اوپر سے ۱/۲ ۲ فٹ۔

(۷) خندق کے دونوں سروں پر باہر آنے جانے کا راستہ ہونا چاہیئے خواہ ڈھلوان کی شکل میں خواہ سیڑھیوں کی شکل میں ہو۔ دونوں راستوں پر اندر یا باہر جانے کے متعلق لکھا ہوا ہو تاکہ خندق میں داخل ہونے اور نکلنے کے لئے آسانی ہو۔

(۸) خندق کے ایک کونہ رفع حاجت کے لئے پردہ کا انتظام ہونا چاہیئے۔

خندق کا استعمال

(۱) خندق کے اندر پاؤں کے بل بیٹھنا چاہیئے اور خندق کی دیواروں کا سہارا ہرگز نہ لیا جائے۔

(۲) خندق میں بیٹھ کر کانوں کو بند کر کے منہ میں دانتوں کے نیچے کوئی لکڑی۔ پنسل یا دوہرا کیا ہوا رومال رکھ لیں تاکہ دھماکہ سے کانوں کے پردے نہ پھٹیں اور دھماکہ کے اثر سے دانت نہ بجیں۔

(۳) خندق میں بیٹھ کر دھیان نیچے کی طرف رکھنا چاہیئے اور سر اوپر اٹھا کر نہ دیکھنا چاہیئے تاکہ بموں کے ٹکڑوں سے سر منہ۔ آنکھ چہرہ وغیرہ محفوظ رہے۔

(۴) رات کے وقت خندق میں دیاسلائی سے سگرٹ ہرگز نہ سلگایا جائے کیونکہ ایسے موقعہ پر روشنی کی ایک ہی شعاع آپ کی جان کو خطرہ میں ڈال سکتی ہے۔

جنگی گیسیں WARGASES

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔ کہ ہوائی حملہ کا تیسرا کارگر ہتھیار یہ ہے کہ گیس بذریعہ بم پھینکی جاتی ہے۔ جب یہ بم پھٹتے ہیں۔ تو ان میں سے زہریلی گیس نکل کر اردگرد کی ہوا کو زہر آلود کر دیتی ہے۔ نیز ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے بطریق پھوار بھی گیس چھوڑی جاتی ہے۔ جنگی گیسیں تین صورتوں میں ہوتی ہیں۔ یعنی ٹھوس مایا اور بخارات۔

ان سب گیسوں کی عام خاصیت یہ ہے کہ وہ ہوا سے کسی قدر بھاری ہوتی ہیں اس لئے سطح زمین کے قریب ان کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ لہذا ان سے بچت کی صورت فوری طور پر یہ ہے کہ سطح زمین سے کافی اونچے مقام پر چلے جائیں۔ مثلاً مکان کی بالائی منزل یا چھت وغیرہ۔

سب گیسوں کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ اول۔ زیادہ دیر تک رہنے والے۔ اور دیر تک نہ رہنے والی۔ اور دونوں قسمیں ناک۔ ہوا کی نالی پھیپھڑے اور آنکھوں میں خراش پیدا کرنے والی ہوتی ہیں۔ اول الذکر قسم میں تین بڑی بڑی گیسیں ہوتی ہیں۔ پھیپھڑوں میں خراش پیدا کرنے والی آنکھوں میں پانی لانے والی اور جسم پر آبلہ انداز۔

ثانی الذکر میں پھیپھڑے ناک اور آنکھوں میں خراش پیدا کرنے والی گیسیں ہوتی ہیں۔ آبلہ انداز گیسوں میں مسٹرڈ گیس MUSTARD GAS بڑی مہلک قسم ہے اس کی بو لہسن کی سی

کشمیر کے تنازعہ کا منصفانہ حل

از عباد اللہ گیانی صاحب

جب سے کشمیر کا تنازعہ شروع ہوا ہے پاکستان کا یہی موقف رہا ہے کہ کشمیر کے ہندوستان یا پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کرنے کا حق اس جمہوریت کے زمانہ میں صرف اور صرف کشمیری عوام کو ہی حاصل ہو سکتا ہے اس لئے انہیں اس بات کا موقعہ ملنا چاہیئے کہ وہ امن اور آزادی سے بغیر کسی بیرونی دباؤ کے اپنے مستقبل سے متعلق غور کر سکیں۔ مہاراجہ کشمیر یا شیخ عبداللہ کی جابرانہ لاکھوں کشمیریوں کی قسمت کو اپنے ہاتھ میں لے لینے کی مجاز نہیں ہو سکتی اور ہندوستانی سپاہیوں کی سنگینوں کے سایہ میں کشمیر کے مظلوم لوگ اپنے مستقبل سے متعلق آزادی سے کچھ سوچ سکتے ہیں اور نہ اپنے دل کی آواز کے مطابق ووٹ دے سکتے ہیں۔ اس لئے کشمیر کی آزادانہ رائے شماری کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہندوستانی فوجیں کشمیر کو خالی کر دیں۔ کشمیر کے تنازعہ کا یہی ایک منصفانہ اور صحیح حل ہے۔

حال ہی میں مشرقی پنجاب کے مشہور و معروف گورمکھی رسالہ پریت لڑی کے ایڈیٹر جناب سردار گوربخش سنگھ صاحب بی ایس سی۔ نے خاکسار کی ایک چٹھی کے جواب میں (جو میں نے ان کی خدمت میں کشمیر کے تنازعہ سے متعلق ہندوستانی اخبارات اور رسائل کے حوالہ جات پر مشتمل بذریعہ رجسٹری گورمکھی میں ارسال کی تھی اور جس کا اردو ترجمہ بعض پاکستانی اخبارات میں بھی شائع ہوا تھا) ایک مضمون سپرد قلم کیا ہے جس میں انہوں نے علاوہ اور کئی باتوں کے کشمیر کے تنازعہ کا منصفانہ حل مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے:۔

"کشمیر کا منصفانہ حل اس کی سرحد پر یا اندر ادھر ادھر فوجیں جمع کرنے میں نہیں بلکہ یہ ہے کہ دونوں (ملکوں کی) فوجیں دستبردار ہو کر اپنے اپنے گھر واپس آ جائیں اور کشمیریوں کو امن میں اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ سوالوں کا سوال ہے دونوں فوجوں کا کشمیر سے وداع ہوتا۔

فوجوں کے رعب سے فیصلہ کروانے والی حکومتوں کی نیت ٹھیک نہیں ہو سکتی" (ترجمہ از پریت لڑی گورمکھی ماہ اگست و ستمبر ۱۹۵۱ء)

آگے چل کر پھر سردار صاحب موصوف نے بیان کیا ہے!۔

"یہ دونوں حکومتیں کہتی ہیں کہ کشمیری سوال کا فیصلہ کشمیر کی آزادانہ رائے شماری سے ہوگا۔ پھر کشمیر میں فوجوں کا کیا مطلب ہے؟ دونوں (ملکوں کی) فوجیں باہر آ جائیں اور کشمیریوں کو امن میں سانس لینے کا موقعہ دیا جائے۔ انہیں کس کے ساتھ شامل ہونے میں آرام ہے وہ خود فیصلہ کر لیں گے۔ ہم انہیں مشورہ دے سکتے ہیں ہم اپنی خوبیاں ان کے سامنے رکھ سکتے ہیں"

ترجمہ از پریت لڑی۔ ماہ اگست و ستمبر ۱۹۵۱ء

سردار گوربخش سنگھ صاحب نے کشمیر کے تنازعہ کا جو منصفانہ حل پیش کیا ہے وہ پاکستان کے موقف کے خلاف نہیں۔ کاش کہ ہندوستانی لیڈر اس منصفانہ حل کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔

پاکستان کے لیڈر اور عوام شروع سے ہی کہتے چلے آ رہے ہیں کہ کشمیر کے لوگوں کو آزادانہ ووٹ دینے کا موقعہ ملنا چاہیئے پھر اگر کشمیر کے عوام کا فیصلہ پاکستان کے خلاف بھی ہے تو ہمیں کوئی شکوہ نہ ہوگا۔ اس کے لئے کشمیر کی زمین سے ہندوستانی فوجوں کا انخلا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ ہندوستانی سپاہیوں کی موجودگی میں کشمیر کے عوام کو آزادانہ طور پر اپنی رائے دینے کا موقعہ میسر نہیں آ سکتا ہندوستانی فوجوں کے انخلاء کے بعد پاکستانی فوجوں کی واپسی ایک یقینی بات ہے کیونکہ اس وقت تک پاکستان نے جو کچھ کیا ہے وہ محض جوابی کارروائی کے رنگ میں کیا ہے اور دنیا کی رائے عامہ اس ضمن میں پاکستان کی تائید میں ہے اگر ہندوستان کی حکومت کشمیر کے ہندو راجہ کو بہانہ بنا کر اپنی فوجیں کشمیر میں داخل نہ کرتی تو پاکستان کو کسی قسم کی فوجی کارروائی کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

اب ہندوستانی لیڈروں نے شیخ عبداللہ کے ذریعہ کشمیر میں دستور ساز اسمبلی کا جو ڈھونگ رچایا ہے وہ بھی دنیا کے سامنے ہے۔ اس اسمبلی کے انتخاب سے متعلق یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ سب کے سب ممبر بلا مقابلہ کامیاب ہوئے ہیں حالانکہ وہ محض شیخ عبداللہ کے نامزد کردہ ممبر ہیں۔ کشمیر کی عام سیاسی جماعتوں نے اس اسمبلی کے انتخاب میں کوئی حصہ نہیں لیا بلکہ اس سے بائیکاٹ کیا ہے۔ پچھلے دنوں ماسٹر تارا سنگھ کے رسالہ "سنت سپاہی" میں اس اسمبلی کے ممبروں کو ڈمی ممبروں کا خطاب دیا گیا ہے۔

(ملاحظہ ہو رسالہ سنت سپاہی ستمبر ۱۹۵۱ء)

نیز حال ہی میں جالندھر سے شائع ہونے والے ہفتہ وار گورمکھی اخبار "آتش" میں کہ کشمیر کے سکھوں کی نمائندہ جماعت نے بھی اس اسمبلی کا بائیکاٹ کیا ہے اور اس کے خلاف جدوجہد کرنے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

"کتنے افسوس کی بات ہے کہ کشمیر کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے والے تباہ حال سکھوں کی ہر من پیاری جتھہ بندی کو آئین ساز اسمبلی کے انتخابات میں بطور جماعت کے حصہ نہ لینے کا فیصلہ کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔

ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ کشمیر کے سکھوں نے اپنی جدوجہد کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے ہمیں یقین کامل ہے کہ وہ ضرور کامیاب ہوں گے"

(ترجمہ از اخبار آتش جالندھر ۱۸ ستمبر ۱۹۵۱ء)

اس مندرجہ بالا حوالہ سے کشمیر کی دستور ساز اسمبلی کے ممبروں کے بلا مقابلہ کامیاب ہونے کی حقیقت عیاں ہوتی ہے۔ ہندوستان کے ہندو حکمران اس اسمبلی کے ذریعہ کشمیر کے تنازعہ کو حل کرانے کے خواہاں ہیں جس کے ممبروں کو خود ہندوستانی بھی "ڈمی ممبر" تسلیم کر رہے ہیں اور خود کشمیر کے لوگ بھی جس کا علی الاعلان بائیکاٹ کر رہے ہیں

پس یہ ایک حقیقت ہے کہ کشمیر کے تنازعہ کا صحیح اور درست حل آزادانہ رائے شماری ہے جس سے پہلے کشمیر سے ہندوستانی فوجوں کا انخلا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر کشمیر کے عوام امن سے اپنے مستقبل سے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتے۔ مگر ہندوستانی لیڈر اس طرف نہیں آتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر کشمیری عوام سے ہندوستانی سپاہیوں کی سنگینوں کا سایہ اٹھا دیا گیا اور انہیں آزادانہ رائے شماری کا موقعہ دے دیا گیا تو ان کا فیصلہ کسی صورت میں بھی ہندوستان کے حق میں نہ ہوگا۔ شیخ عبداللہ کا فرضی اور مصنوعی نیشنلزم انہیں پاکستان کے خلاف ووٹ دینے پر تیار نہ کر سکے گا۔ کیونکہ کشمیر کے لوگ دل سے پاکستان کے ساتھ ہیں اور پاکستانی لوگوں سے ان کے صدیوں سے مذہبی، تمدنی، معاشرتی تجارتی جغرافیائی اور تاریخی تعلقات چلے آ رہے ہیں۔ اس کے برعکس ہندوستان کے ہندو حکمران اور شیخ عبداللہ کشمیر سے ہندوستانی فوجوں کے انخلا کی شرط قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ہندوستان کو کشمیر سے کیا دلچسپی ہے؟

سردار گوربخش سنگھ صاحب نے بھی اس حقیقت کا مندرجہ ذیل الفاظ میں اعتراف کیا ہے:۔

"ہندوستان کی حکومت کو نہ تو کشمیری ہندوؤں کا کوئی درد ہے اور نہ کشمیری مسلمانوں سے ہی کوئی خاص لگاؤ ہے ہندوستانی حکومت اپنے وقار میں اضافہ۔ اپنے فسادی عنصر کو مطمئن کرنے اور ہمسایہ ملک پاکستان سے مضبوط جگہ میں پاؤں جمانا چاہتی ہے"

ترجمہ از رسالہ پریت لڑی گورمکھی اگست و ستمبر ۱۹۵۱ء

سردار گوربخش سنگھ صاحب کی مندرجہ بالا تحریر اصل میں اعتراف حقیقت ہے حکومت ہند کو کشمیر سے اگر کوئی دلچسپی ہے تو اس لئے کہ اس طرح وہ پاکستان کو کمزور کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو ہر پاکستانی کو مجبور کر رہی ہے کہ کشمیر کو جلد سے جلد ہندوستان کے پنجہ سے آزاد کرائے۔

ہفتہ وار پیغام صلح۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸۔ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۵۱ء شمارہ نمبر ۳۵

لوائے ماہمہ ہر سعید خواہد بود پنداۓ فتح نمایاں بنام ما باشند

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے :- چھ روپے
ہندوستان سے ۔۔۔ ۱۲ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے :- ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ یکم محرم الحرام ۱۳۷۱ھ - ۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء | نمبر ۳۶

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی جدوجہد

پاکستان پر لیکچر شامی پریس ڈیلیگیشن اور نائیجیریا کے ایڈمنسٹریٹرز مسجد ووکنگ میں

ہمارے نئے انگریز مسلمان بھائی

زائرین مسجد ووکنگ

گرمیوں کے مہینے بالخصوص اگست اور ستمبر انگلستان میں تعطیلات کے مہینے سمجھے جاتے ہیں اور ان دنوں میں مسجد ووکنگ کی زیارت کے لئے جوق در جوق لوگ آتے رہتے ہیں ایسے بہت سے لوگوں اور مہمانوں میں سے جو ان مہینوں میں اس سال آئے ذیل کے اصحاب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں :-

مسٹر صابری کوونز ڈسٹرکٹ پوسٹ ماسٹر غسول سائپرس
مسٹر محسن علی رپورٹرز کے پاکستانی نمایندہ متعینہ لندن
مسٹر نسیم احمد "ڈان" کے لندنی نامہ نگار
مسٹر محمد آزاد - جو لندن کے دفتر نوآبادیات کے فلسطینی سیکشن میں متعین ہیں۔
مسٹر محمد منیر نور - دفتر نوآبادیات کے عرب ریجن آفیسر
مسٹر عبداللہ خطاب جو مصر سے آئے ہوئے ہیں۔
مسٹر ایس اے رحیم پراونشل ٹاؤن پلنیر لاہور (پاکستان)
مسٹر شہریار احمد طالب علم لورپول یونیورسٹی
مسٹر الفتاح شیلبی جو مصر سے آئے ہوئے ہیں۔
مسٹر محمد ہاشم جو حیدر آباد دکن کے رہنے والے ہیں اور امریکہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں
رائٹ آنریبل Imaj Krnjevic سابق نائب وزیر اعظم یوگوسلاویہ اور کروشین کسان تحریک کے جنرل سیکرٹری۔
مسٹر اماں مرحوم امام مسجد برلین جو ایک ہفتہ تک ٹھہرے رہے
ڈاکٹر اسحاق کامل جو لنڈن کے آر۔ اے۔ ایف کیمپ میں مذہبی ٹیچر ہیں پندرہ دن قیام پذیر رہے۔

پاکستان پر لیکچر

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ سے انٹرنیشنل فرینڈشپ لیگ برائیٹن (انگلستان) کے ممبروں کی طرف سے "پاکستان اور موجودہ دنیا میں اس کے مقام" کے موضوع پر لیکچر کی درخواست کی گئی۔ اس لیکچر کا انتظام مسٹر مقبول احمد طالبعلم چارٹرڈ اکونٹنسی برطانیہ کے تعاون سے ہوا۔ یہ جلسہ ۲۴ اگست کو بروز جمعہ منعقد ہوا اور مسٹر ایڈ تھرای بسل نے جلسہ کی صدارت کی۔ لیکچر ہال سامعین سے بالکل پُر تھا، یہاں تک کہ بعض لوگوں کو دوران لیکچر میں کھڑے رہنا پڑا۔ امام صاحب نے قریباً پون گھنٹہ تقریر کی جس میں شروع سے ان حالات کا ذکر کرتے ہوئے جو پاکستان کی پیدائش کا موجب ہوئے، موجودہ حالت تک تمام واقعات پر روشنی ڈالی گئی اور گذشتہ چار سال میں اس نے جو ترقی اور کامیابیاں حاصل کی ہیں ان کو بالتفصیل بیان کیا گیا۔ لیکچر کے بعد پاکستان کی اقتصادی مضبوطی، کشمیر کے تکلیف دہ معاملہ اور موجودہ پریشان کن صورت حال پر جو پاکستانی سرحدوں پر بھارتی افواج کے اجتماع سے پیدا ہو چکی ہے بہت سے دلچسپ اور تحقیقی سوالات کئے گئے جن کے موزوں اور تسلی بخش جواب امام صاحب نے دیئے، یہ بحث مباحثہ قریباً نصف گھنٹہ جاری رہا جس کے بعد انٹرنیشنل فرینڈشپ لیگ کی شاخ برائیٹن کے پریذیڈنٹ ایلڈرمین ڈبلیو۔ جے کک نے لیکچرار کی تعریف کرتے ہوئے پاکستان کی ترقی اور مرفع الحالی کے لئے اپنی دلی خواہش کا اظہار کیا۔

شامی پریس ڈیلیگیشن چائے پر

۱۳ اگست ۱۹۵۱ء کو بروز پیر شامی پریس ڈیلیگیشن کے ممبر جو دولت متحدہ کا دورہ کر رہے ہیں، شاہجہان مسجد ووکنگ میں تشریف لائے اور چائے سے ان کی تواضع کی گئی۔ نماز کے بعد امام صاحب نے مسجد کی تعمیر اور اس کے بعد کی تاریخ اور ووکنگ مسلم مشن کے کاموں اور کامیابیوں پر ایک مختصر لیکچر دیا اس ڈیلیگیشن میں سیریا کے بڑے بڑے اخبارات کے مالکان و ایڈیٹران شامل تھے۔

نائیجیریا کے ایڈمنسٹریٹرز کی آمد

شمالی نائیجیریا کے ایڈمنسٹریٹرز کی دو پارٹیاں جو برطانوی قونصل کی دعوت پر دولت متحدہ کو دیکھنے کے لئے آئی ہوئی تھیں، ان کے ممبران ۳ اگست اور ۱۰ اگست کو دو جمعوں میں شاہجہان مسجد میں آئے اور نماز جمعہ میں شریک ہوئے یہ ایڈمنسٹریٹرز مختلف محکموں، میڈیکل تعلیم، ٹاؤن اور پولیس وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ سب کے سب مسجد کی زیارت سے بہت محظوظ ہوئے۔

ہمارے نئے مسلمان بھائی

حسب ذیل اصحاب جو اسلام کی عالمگیر برادری میں شامل ہوئے ہیں ہم تہ دل سے ان کا خیر مقدم کرتے اور مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اس نئے مذہب میں (باقی صفحہ ۹ کالم ۳)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

مساوات کا عدیم النظیر سبق

عن اسمٰعیل بن ابی خالد عن ابیہ عن ابی ھریرۃ یخبر ذالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کفی احدکم خادمہ طعامہ حرہ ودخانہ فلیاخذ بیدہ فلیقعدہ معہ فان ابی فلیاخذ لقمۃ فلیطعمہ ایاھا ھذا حدیث حسن صحیح (ترمذی ابواب الاطعمہ۔)

ترجمہ:۔ ابو ہریرہ سے بتوسط اسمٰعیل بن ابی خالد اور ان کے باپ کے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا خادم گرمی اور دھوآں برداشت کر کے کھانا تیار کر کے لائے تو چاہیئے کہ اپنے خادم کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ (کھانے کے لئے) بٹھالے اگر (وہ حفظ مراتب کو ملحوظ رکھتے ہوئے) انکار کرے تو چاہیئے لقمہ پکڑ کر اور اسے کھلاوے (یعنی اس کے دل میں سے احساس کمتری دُور کرے)

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا رحم وکرم

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ عزوجل اذا اراد عبدی ان یعمل سیئۃ فلا تکتبوھا علیہ۔ حتی یعملھا فان عملھا فاکتبوھا بمثلھا وان ترکھا من اجلی فاکتبوھا لہ حسنۃ واذا اراد ان یعمل حسنۃ فلم یعملھا فاکتبوھا لہ حسنۃ فان عملھا فاکتبوھا لہ بعشر امثالھا الی سبع مائۃ ضعف (بخاری کتاب التوحید)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ (اللہ تعالیٰ انسان کا ذکر محبت بھرے الفاظ سے کرتا ہے) کسی برائی کرنے کا ارادہ کرے تو (اے فرشتو) تم اسے مت لکھو جب تک کہ وہ اپنے ارادہ کو عمل میں ظاہر نہ کرے۔ اور اگر وہ اپنے ارادہ کی تکمیل کرلے تو (صرف) ایک برائی (اس کے ذمہ) لکھ لو اور اگر میرے خوف سے اسکو ترک کر دے (ارادہ اور عمل بد ارادہ) تو اس کو بھی ایک نیکی لکھ لو۔ اور جب وہ کوئی نیکی کرنے کا ارادہ کرے مگر اسے کر نہیں تو اس کو بھی ایک نیکی لکھ لو اور اگر اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنا دے تو اس کے عوض دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک (نیکیاں) لکھ لو۔

نوٹ:۔ خدائے اسلام اور پیغمبر اسلام مخلوقات کے لئے عموماً اور بنی نوع انسان کے لئے خصوصاً رحم وکرم کے بحر بیکراں ہیں اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔ ورحمتی وسعت کل شیئ (اعراف) میری رحمت نے ہر چیز کو ڈھانپا ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ ربنا وسعت کل شیئ رحمۃ وعلما (المؤمن)

سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

الا من رحم ربک ولذالک خلقھم سوائے ان کے جن پر تیرے رب نے رحم کیا اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے تاکہ ان پر رحم کرے اسی طرح ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے للرحمۃ خلقھم ولم یخلقھم للعذاب یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنی رحمت کے لئے پیدا کیا ہے عذاب کے لئے پیدا نہیں کیا اس سے دوزخ کے عذاب کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے یعنی وہ دائمی عذاب نہیں ہوگا بلکہ ایک وقت آئے گا کہ دوزخی اپنی اپنی سزا بھگت کر اپنے رب کی رحمت سے حصہ لیں گے۔ بنا بریں دوزخ کو ماں کہا گیا ہے امّہ ھاویۃ یعنی جس طرح ماں کے رحم میں انسان کی تکمیل ہوتی ہے اسی طرح دوزخ میں دوزخیوں کی روحوں کی تکمیل کی جائے گی اور ظلمات ثلاثہ میں سے گذر کر آخر ایک دن نئی روحانی پیدائش حاصل کرلیں گے۔

حافظ وستاری از جود وکرم
یکساں را یاری از لطف اتم
آں خردمندے کہ او دیوانہ است
شمع بزم احمت آنکہ او پروانہ است (مسیح موعودؑ)

"اپنے جود وکرم سے تو ہی مخلوق کا حافظ اور ستار العیوب ہے بے یار ومددگار تیرے لطف وکرم سے مدد پاتے ہیں (۲) عقلمند وہی ہے جو تیری محبت میں دیوانہ ہے۔ اور تیرے کا پروانہ ہو زینت محفل ہے یعنی دنیا کی راہنمائی کرتا ہے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات

تبادلہ خیالات میں کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے

(ایک محقق عیسائی منشی عبدالحق صاحب نے جو بعد میں مسلمان ہو گئے) دوران گفتگو میں حضرت مسیح موعودؑ سے یہ سوال کیا کہ)

"یہ جو کہا جاتا ہے کہ انجیل میں تحریف ہو گئی ہے اگر کوئی دریافت کرے کہ پھر اصل کہاں ہے تو اس کا کیا جواب ہے"؟

اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:۔

آپ کا یہ سوال ایک نیا سوال ہے۔ جو پہلے سوالات سے بالکل الگ ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تداخل نہ ہو۔ اس سوال کا جواب میں بیان کردوں گا۔ لیکن پہلے یہی مناسب ہے کہ آپ اپنے سابقہ سوالات کے جوابات پر کافی غور کر کے جو کچھ ان کے متعلق پوچھنا ہو وہ پوچھ لیں۔ جب وہ طے ہو لیں گے تو میں آپ کے اس سوال کا جواب دوں گا۔ مگر میں تداخل کو پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ مناسب اور درست معلوم نہیں ہوتا۔ جیسے تداخل اگر کھانے میں کیا جائے۔ یعنی بہت سے کھانے یکبارگی ایک کے اوپر دوسرا کھاتے جائیں۔ تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ سوء ہضم ہو کر ہیضہ یا کسی اور بیماری میں مبتلا ہو جائے گا۔

کلام میں تداخل

اسی طرح کلام میں تداخل منع ہے۔ تداخل کلام سے کوئی بات محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اور انسان اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا بلکہ وقت ضائع ہوتا ہے۔ میری یہ عین مراد ہے کہ آپ کے جملہ سوالات ایک ترتیب کے ساتھ ہوں۔ اور ہر ایک سوال کی ایک مدّ رکھی جائے۔ اور پھر ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ حل کیا جائے۔ اس وقت میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں خلط مبحث کر کے وقت ضائع کروں اور آپ کو فائدہ سے محروم رکھوں۔ بلکہ میں چاہتا ہوں کہ وہ طریقہ اختیار کیا جائے جس سے آپ کو میں پورا پورا فائدہ پہنچا سکوں جو میری طاقت اور امکان میں ہے اور میری دانست میں اس کے لئے یہی طریق مناسب ہے جو اختیار کیا گیا ہے۔ میں آپ کے اس موجودہ سوال کا جواب دیتے وقت آپ کو بتاؤں گا۔ کہ تحریف کے خیالات مسلمانوں میں شروع سے پیدا نہیں ہوئے بلکہ انجیل کے ماننے والوں ہی کی طرف سے ان خیالات کی ابتدا ہوئی ہے۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے اس کو میں دوسرے وقت پر رکھتا ہوں۔ جب آپ سابقہ سوالات کے جوابات پر غور کرلیں گے۔

مذہبی قماربازی

جو لوگ صرف بحث مباحثہ کے لئے گفتگو کیا کرتے ہیں۔ اور تلاش حق ان کا مقصد نہیں ہوتا۔ وہ ایک جلسہ میں سب کچھ طے کرلینا چاہتے ہیں۔ میں ایسے مباحثوں کا نام (باقی برکالم

پیغام صلح
جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ۔ مؤرخہ یکم محرم الحرام ۱۳۷۱ھ | نمبر ۴۲

دُنیائے سائنس کی ایک خبر

معاصر "صدق" نے "دنیائے سائنس کی دو تازہ اور تہلکہ انگیز خبریں" نقل کی ہیں، جن میں سے پہلی خبر یہ ہے:۔

"لندن میں "بین سیارہ جاتی" سفر کا انتظام کرنے والی سوسائٹی کا جلسہ ہوا بارہ ملکوں کے ۵۰ نامی گرامی ماہر سائنس اس میں شریک ہوئے۔ طے یہ پایا کہ زمین سے راکٹ سے چلے ہوئے ہوائی جہاز روانہ ہو سکتے ہیں یہ فضائی موٹریں ۵۰ ٹن کے وزن کی ہوں گی۔ زمین سے تین سو میل بلند ہو کر یہ موٹریں فضا میں معلق رہ جائیں گی۔ پھر وہاں سے دوسری منزل کی اڑان کے لئے انتظام ہوگا۔ زمین سے چاند تک کا فاصلہ غالباً تین منزلوں میں طے کر لیا جائے، غرض یہ کہ انسان کی اڑان فضائے آسمانی میں اب "ناممکن" اور "خلافِ عقل" اور "خلاف نیچر" نہ رہی۔ انسان ہی کی نہیں بلکہ اس کی ۵۰، ۵۰ ٹن وزنی موٹر کی بھی! موٹر کے ٹھہرنے اور دم لینے کی منزلیں تک متعین ہو گئیں۔"

اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے مدیر "صدق" لکھتے ہیں:۔

"نہ ہوئے آج سرسید مرحوم اور سید امیر علی اور مولوی چراغ علی، معراج جسمانی اور وجود براق پر اپنے سارے عقلی اعتراضات و نکتہ چینیوں احتمال آفرینیوں کو پرزہ پرزہ ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔"

"اللہ میاں نے بیسویں صدی کے بندوں کے ضعف ایمان و ضعف عقل دونوں پر ترس کھا کر کیسی آسان اور قریب الفہم نظیریں بہم پہنچا دیں نہ صرف معراج جسمانی کی، بلکہ براق کے بھی سفر منزل در منزل کی۔"

سرسید مرحوم وغیرہم کے عقلی اعتراضات اور نکتہ چینیوں کے "پرزہ پرزہ" ہونے کی تو پروا نہیں ہمیں فکر اس بات کی ہے کہ مولانا عبدالماجد صاحب مدیر "صدق" کی "پختہ ایمانی" قرآن کریم کے ان کھلے ارشادات پر زد مارنے کا موجب نہ ہو، جن میں اس الٰہی فیصلہ کا اعلان کیا گیا ہے کہ

فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون

اے بنی آدم تمہاری زندگی بھی اسی زمین سے وابستہ ہے، اور موت بھی اور اسی زمین سے تم پھر نکالے جاؤ گے۔

پھر فرمایا:۔

الم نجعل الارض کفاتا احیاءً و امواتا

کیا ہم نے اس زمین کو سمیٹ لینے والی نہیں بنایا زندوں کیلئے بھی اور مُردوں کے لئے بھی۔

یہ قرآن کریم کے ارشادات ہیں، یہ فیصلہ الٰہی ہے کہ انسان کی زندگی اور موت اسی زمین کے ساتھ وابستہ ہے، اس کے مقابلہ میں "دنیائے سائنس" کی مندرجہ بالا خبر تعجب ہے کہ مدیر "صدق" کی "پختہ ایمانی" کو متزلزل کرنے کا موجب ہو رہی ہے۔ اسی دنیائے سائنس نے آج سے کچھ عرصہ پہلے کشش ثقل کی دریافت سے یہ ثابت کیا تھا کہ کوئی زمینی چیز اس کے دامن سے نکل کر نہیں جا سکتی اور دوسری طرف ایسے واقعات بھی ہمارے سامنے ہیں کہ اسی "دنیائے سائنس" کے کئی افراد ٹولی در ٹولی ہمالیہ کی چوٹیوں پر پہنچنے کی بارہا کوشش کرتے رہے لیکن آج تک بھی ابھی ہم ان سے سرنہ ہوئی، چہ جائیکہ زمین سے اُڑ کر چاند تک پہنچنے کی انہیں توفیق نصیب ہو۔ معراج جسمانی اور براق کی بحث کو چھوڑئیے، کہ اس میں سرسید وغیرہم کے عقلی اعتراضات کو "پرزہ پرزہ" کر کے بھی حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت معاویہؓ اور امام حسنؒ جیسی بزرگ ہستیاں اور حضرت شاہ ولی اللہ جیسے ذی شان محدث سے آپ عہدہ برآ نہیں ہو سکتے جنہوں نے معراج کو روحانی اور عالم رویا کا ایک بے نظیر مکاشفہ قرار دیا ہے نہ حدیث معراج کے ان الفاظ کی کوئی ایسی تعبیر ہو سکتی ہے جو آپ کے خیال کی مؤید ہو کہ فیما یری قلبہ وتنام عینہ ولا ینام قلبہ یعنے اس حالت میں معراج ہوا کہ آپ کا قلب دیکھتا تھا اور آپ کی آنکھ سوتی تھی۔ مگر آپ کا دل نہیں سوتا تھا، اور حدیث کے آخری لفظ یہ ہیں واستیقظ وھو فی المسجد الحرام پھر آپ جاگ اُٹھے اور آپ مسجد حرام میں تھے، فرمائیے ان الفاظ کو آپ کہاں لے جائیں گے، عقلی اعتراضات کو بیشک پُرزہ پُرزہ کیجئے لیکن قرآن کے ارشاد اور حدیث نبوی کی صراحت اور بزرگان امت کے بیانات کو آپ کیا کریں گے؟

دنیائے سائنس کی "تہلکہ انگیز" خبر اگر صحیح بھی ثابت ہو تو بھی معراج کی بحث کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس کا جسمانی ہونا عقلاً نہیں بلکہ قرآن کریم اور حدیث کے رُو سے محال نظر آتا ہے اور "دنیائے سائنس" کی دریافت کو ہم زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کے سفر کی منزل جتنی بھی دُور ہو زمین کے احاطہ کے اندر ہی ہوگی، اور فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون کا ارشاد الٰہی کسی طرح غلط ثابت نہ ہوگا۔

ہولی قرآن ٹرسٹ

ذیل کا سرکلر سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے احباب جماعت کو بھیجا گیا ہے:۔

"آج الحاج حضرت میاں محمد صاحب نے اطلاع دی ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے "ہولی قرآن ٹرسٹ" توڑ دیا ہے۔ اور چودہ ہزار روپیہ جو خزانہ انجمن سے ٹرسٹ مذکور کے نام پر منتقل کیا گیا تھا، وہ بھی حضور واپس بھجوا رہے ہیں۔ احباب جماعت کو اس کی اطلاع دے دی جائے۔ لہٰذا اطلاعاً تحریر ہے۔"

احمد یار۔ جنرل سیکرٹری ۲۴/۹/۵۱

بعد کی خبر ہے کہ چودہ ہزار روپیہ کا چیک حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے وصول ہو کر خزانہ انجمن میں جمع ہو گیا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت

محترم چوہدری ظہور احمد صاحب آج (۲ اکتوبر کو) کراچی سے تشریف لائے ہیں ان کی زبانی یہ معلوم کر کے نہایت خوشی ہوئی کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی عام صحت خدا کے فضل سے روبہ ترقی ہے آپ ہر روز کوٹھی کے دالان میں کچھ ٹہل بھی لیتے ہیں اور لکھنے پڑھنے کا کام بھی کچھ نہ کچھ کرتے ہیں، دل کی کیفیت بھی بفضلہ تعالےٰ اچھی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی تنفس کی تکلیف ابھی چل رہی ہے جس کیلئے ڈاکٹروں نے چودہ ٹیکوں کا ایک کورس شروع کر رکھا ہے جو نصف سے زیادہ ختم ہو چکا ہے اس کورس کے پورا ہونے پر آپ کے سفر لاہور کے متعلق ڈاکٹر صاحبان مناسب مشورہ دے سکیں گے۔

اس وقت ڈاکٹر پراچہ اور ڈاکٹر خان جو کراچی کے ممتاز ترین ڈاکٹروں میں سے ہیں۔ نہایت ہمدردی اور محنت و تندہی سے آپ کا علاج کر رہے ہیں اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے اور حضرت امیر ایدہ اللہ کو صحت کامل عطا فرمائے احباب کرام سے درخواست ہے کہ حضرت ممدوح کے لئے درد دل سے دعا فرماتے رہیں۔

اخبار و افکار

اسلام کے دامن کا پھیلاؤ

روزنامہ آفاق (۲۵ ستمبر ۱۹۵۱ء) میں بیگم سلمہ تصدق حسین کا ایک مضمون "یورپ اور امریکہ میں چند دن" شائع ہوا ہے جس میں نیویارک میں ۱۹۴۷ء کی نماز عید اضحےٰ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"ففتھ ایونیو کے ایوان ہال میں نماز کا انتظام تھا یہ دیکھ کر میرے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ ہال کے طول میں ایک طرف ایک لمبی قطار میں عورتیں نماز میں شریک ہونے کے لئے بیٹھی تھیں، مردوں کی تعداد ۳۰۰ کے قریب تھی اور مستورات ۱۰۰ کے قریب تھیں۔ کوئی عورت مصر اور سوڈان سے آئی تھی اور کوئی شکاگو، نیویارک، واشنگٹن اور کیلیفورنیا کی تھی، اسلام کے دامن کا پھیلاؤ بہت وسیع ہے، ان ملکوں میں (کینیڈا، پنسلوانیا، شکاگو، نیویارک، واشنگٹن، کیلیفورنیا) جہاں آپ تصور میں بھی مسلمان کا وجود آنکھوں کے سامنے نہیں لا سکتے ان مقامات کے مسلمان بھی نیویارک میں اس نماز میں شریک تھے۔"

فی الواقعہ اسلام کی عظمت اور اس کے دامن کی وسعت کا اندازہ یا تو سب سے بڑھکر مکہ معظمہ میں ہوسکتا ہے جہاں حج کے ایام میں دنیا جہان کے مسلمان جمع ہوتے ہیں اور یا یورپ اور امریکہ کی نماز عیدین کو دیکھ کر انسان یہ سمجھ سکتا ہے کہ کس طرح سے اسلام کا قدم دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم کے اندر پہنچا ہوا ہے اور کس طرح اس نے مختلف رنگ و نسل اور مختلف ممالک کے مسلمانوں کو ایک جماعت اور ایک برادری کی شکل دے دی ہے، جس کی نظیر کسی مذہب، کسی سوسائٹی اور کسی بڑے سے بڑے ادارہ میں نہیں ملتی، ایک خدا اور ایک انسانیت کا سبق صرف اسلام ہی نے دنیا کو پڑھایا ہے جس کا عملی ثبوت ہر ملک میں موجود ہے اور یہی ایک مذہب ہے جس کے ذریعہ دنیا ایک ہوکر ہر قسم کی اور جنگ و جدال سے نجات حاصل کرسکتی ہے۔

ترجمہ قرآن پڑھ کر

نیویارک کی اسی نماز عید اضحےٰ کے ذکر میں بیگم سلمہ تصدق حسین نے لکھا ہے :-

"مجھے دیکھ کر بہت سی خواتین نے میرے گرد گھیرا ڈال لیا ہر ایک یہی چاہتی تھی کہ میں انہیں پاکستان کے حالات بتاؤں کہ اس ملک کی بنیاد کن اصولوں پر قائم ہوئی اور کن حالات کے ماتحت آپ لوگوں نے تنا عظیم انقلاب پیدا کیا .... ایک خاتون جس نے مولانا محمد علی صاحب کا ترجمہ قرآن انگریزی میں پڑھکر اسلام قبول کیا تھا وہ میرے پاس آئیں اور مولانا صاحب کا ذکر کرنے لگیں اور کہنے لگیں کہ میں اور میری بیٹی دونوں نے اسلام قبول کیا ہے اور ہم دونو پاکستان کے متعلق حالات سننے کے لئے بیتاب ہیں اور ہم آپ کے پاس آکر دو دن گذارنا چاہتی ہیں۔"

یہ ہیں حضرت امیر ایدہ اللہ کے انگریزی ترجمہ کی برکات، جس کا ثواب حضرت امیر ایدہ اللہ کو تو ملے ہی گا لیکن ساری احمدی قوم اس ثواب میں شریک ہے جس کی ہمت اور ایثار و قربانی سے انگریزی ترجمہ قرآن کی طباعت و اشاعت ہوئی اور وہ ان ممالک میں پھیلا جہاں اسلام اور قرآن کے نام سے لوگ متنفر تھے، آج اس قرآن کو پڑھکر نیویارک کی یہ ایک ہی ماں بیٹی نہیں، یورپ اور امریکہ کی خدا جانے کتنی خواتین اور کس قدر مرد اسلام کے والہ و شیدا بن چکے اور کتنے ہیں جو اس کے حلقہ بگوش ہو چکے ہیں۔ یہ ہے وہ مجددیت و مسیحیت جو مرزا غلام احمد کے نفوس قدسیہ نے دکھائی کیا اس کے نام سے مخاصمت و معاندت رکھنے والے اس کے کام کی عظمت کا اندازہ ان واقعات سے نہیں لگا سکتے۔

موجودہ قانون کی اساس

ملک اسلم حیات ایڈووکیٹ روزنامہ آفاق میں لکھتے ہیں :-

"موجودہ قانون کی اساس اس پر ہے کہ ہر شخص ارتکاب جرم کے متعلق سوچتا رہتا ہے چنانچہ اس پر نگرانی رکھنا حکومت کے کارپردازان کا فرض اولین ہے۔ قانون کے بنیادی مفروضہ نے لا انتہا برائیوں کو جنم دیا، یہ مفروضہ بالکل غلط ہے انسان کی تخلیق اس غرض سے نہیں ہوئی تھی روز تخلیق اس میں اعلےٰ صلاحیتیں ودیعت کی گئیں، اب قانون اس زاویہ نگاہ سے مرتب نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اس کی ترتیب اس نظریہ سے ہونی چاہیئے کہ ہر انسان اچھے کام کا ارادہ لئے ہوئے ہے اسے اپنے معاملات میں آزادانہ غور کرنے کا پورا پورا حق ہے اگر ایسا ہو جائے اور قانون کی اساس بدل جائے تو یقیناً ہمارے معاشرہ کی حالت بہت کچھ سدھر سکتی ہے۔"

یہ حرف بحرف صحیح ہے، اسلام اسی نظریہ کا حامی ہے، کہ انسان نیک فطرت پر پیدا کیا گیا ہے اور اس کے اندر اعلیٰ صلاحیتیں ودیعت کی گئی ہیں، لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم، قرآن کریم کا کھلا ارشاد ہے، اور حدیث میں ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ ہر بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوا ہے، اگر اسی نظریہ کو اساس قرار دے کر قانون وضع کیا جائے تو یقیناً بہت سی برائیاں ہمارے معاشرہ کی دور ہو سکتی ہیں، ہر شخص کے ارتکاب جرم کا نظریہ مسیحیت سے لیا گیا ہے، اسلامی مملکت کو اس سے الگ ہو کر اسلامی نظریہ پر اپنے قانون کی بنیاد رکھنی چاہیئے۔

امتناع شراب کا قانون

معاصر "نوائے پاکستان" سے حرف بحرف اتفاق کرتے ہوئے :-

"امتناع شراب کے بارے میں اپنی حکومت کی پالیسی ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ کراچی میں حلال، لاہور میں حرام۔ بلکہ پاکستان میل میں ہی ملتان تک حرام مگر بہاولپور کے سٹیشن پر حلال۔ بلکہ لاہور میں ہی مال روڈ پر حلال اور دلی محمد روڈ پر حرام۔ بلکہ ایک ہی سڑک نکلسن روڈ پر گاندھی کی دوکان میں حلال مگر اکبر کی دوکان میں حرام۔

آخر یہ کیا بوالعجبی ہے؟ امیر پیئے تو فیشن سمجھا جائے غریب پیئے تو شرابی کہلائے۔ پرمٹ ہو تو پوری بوتل چڑھا جائے کوئی تعرض نہیں۔ پرمٹ نہ ہو تو خواہ دوا کے لئے ہی ایک گھونٹ قبضہ سے نکل آئے چالان ہو جائے گا۔ کلب میں وسکی جائز۔ مگر تکیہ میں دیسی کا پینا گناہ، کیا کلب کا اسلام تکیے کے اسلام سے مختلف ہے؟

بندہ پرور۔ اسلام کا احترام مقصود ہے تو کراچی اور لاہور۔ مال اور میکلوڈ۔ کلب اور تکیہ ہر جگہ شراب کی ممانعت کیجئے اور یہ ممانعت سب کے لئے ہو۔ اسلام سے مذاق نہ کیجئے کہ بیرون خانہ محتسب اور درون خانہ رند بلانوش۔

عذر پیش کیا جاتا ہے کہ غیر ملکیوں کی خاطر قانون میں نرمی کی گنجائش رکھنی ہی پڑتی ہے۔ بمبئی میں بھی امتناع شراب کا حکم نافذ ہے۔ اور بمبئی سے زیادہ غیر ملکی انگریز، امریکن، فرانسیسی اور سفیر، امیر تاجر سرمایہ دار ہندوستان اور پاکستان کے کس شہر میں ہوں گے؟ مگر وہاں قانون میں کوئی لچک نہیں اگر مل کا مزدور نہیں پی سکتا تو فوج کا جرنیل اور امریکہ کا قونصل جنرل اور برطانیہ کا ملک التجار بھی نہیں پی سکتے، یہاں تک کہ کرسمس کی شب بھی کوئی رعایت روا نہ رکھی گئی اور پرستاران دخت رز نے ایک خاص جہاز چارٹر کیا اور گوا جا کر کرسمس منائی۔

شکریہ تعزیت

حکیم غلام مصطفےٰ صاحب چک ورکاں (جن کی اہلیہ کی وفات کی خبر لکھتے ہوئے غلطی سے ان کا نام غلام مرتضیٰ لکھا گیا) لکھتے ہیں :-

"چند دوستوں نے میری اہلیہ مرحومہ کی وفات کے متعلق ازرہ ہمدردی تعزیت کے خطوط ارسال کئے ہیں یعنی بھائی صاحب ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ۔ بھائی صاحب ضیاء اللہ شہزادہ بوٹ ہاؤس بھائی صاحب سید حسن شاہ پٹواری کھیالی۔ بھائی صاحب مولانا مرتضیٰ خان صاحب جلیل الرحمن صاحب۔ بھائی صاحب ملک عبدالغنی۔ شیخ محمد طفیل صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری انجمن۔ احمد یار صاحب جنرل سیکرٹری۔ مکرمی مولانا صدر الدین صاحب۔ مولانا آفتاب الدین صاحب۔ محمد اعظم صاحب علوی مولوی دوست محمد صاحب مرزا مسعود بیگ صاحب۔ ان سب دوستوں

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

(بسلسلۂ اشاعت مورخہ ۵ ستمبر سنہ ۱۹۵۱ء)

امت محمدیہ میں نبوت کے بجائے محدثیت

اسی مکالمہ مخاطبہ کو جو اولیاء اللہ کے ساتھ ہوتا ہے اور جس کو مبشرات یا جزئی نبوت کا نام دیا گیا ہے اصطلاح اسلام میں محدثیت کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر (بخاری باب مناقب حضرت عمر)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پہلے جو امتیں تھیں ان میں محدث ہوا کرتے تھے پس اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔

یہی حدیث بخاری میں ان الفاظ میں آئی ہے:-

عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد منھم فعمر۔

(بخاری باب مناقب حضرت عمر)

ترجمہ:- ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ تھے جن سے مکالمہ ہوتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں سو اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہو تو وہ عمر ہے۔

محدث سے کثرت مکالمہ

دونوں حدیثوں کو ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی لوگ جن سے مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے، ان کو محدث کے نام سے پکارا ہے۔ اور یہ کوئی معمولی خواب بین لوگ نہیں بلکہ یکلمون کا لفظ بتا رہا ہے، کہ ان سے اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ ہو جاتا ہے، کہ وہ ان سے کلام کرتا رہتا ہے بالفاظ دیگر کثرت مکالمہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

اسی بات کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:-

اعلم ایھا الاخ الصدیق ان کلامہ سبحانہ مع البشر قد یکون شفاھا وذالک لبعض الکمل من متابعیھم یا لتبعیۃ والوراثۃ ایضا واذا کثر ھذا القسم مع واحد منھم سمی محدثا کما کان امیر المومنین رضی اللہ عنہ۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی جلد ۲ صفحہ ۹۹)

ترجمہ: بیچی سے میرے بھائی صدیق جان لے کہ اللہ سبحانہ

کا کلام بشر کے ساتھ کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا ان کے سامنے اور یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے لئے ہے، اور کبھی ان کے پیروؤں میں سے بعض کے لئے جو کمال حاصل کر چکے ہوں بسبب پیروی اور وراثت کے بھی ایسا کلام ہوتا ہے اور جب یہ قسم کلام ان میں سے ایک کے ساتھ کثرت سے ہو تو اس کا نام محدث رکھا جاتا ہے، جیسے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رکھا گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے مجدد صاحب کے اسی ارشاد کو حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ پر اپنے الفاظ میں نقل کر کے اور یہ الفاظ لکھ کر کہ:-

"نبی سے مراد صرف اس قدر ہے، کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ مخاطبہ پاتا ہو"

بتا دیا کہ محدث کے ساتھ جو من وجہٍ نبی ہے کثرت مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے (مفصل دیکھئے زیر بحث خصوصیت مسیح موعود جو آگے آئے گی)

کثرت مکالمہ اصل نبوت نہیں

سوال:- کیا حضرت مسیح موعود کے مندرجہ بالا الفاظ سے یہ ثابت نہیں کہ بکثرت مکالمہ مخاطبہ پانے والا آپ کے نزدیک نبی ہو سکتا ہے۔

الجواب:- یہ خیال حضرت مسیح موعودؑ کی کھلی تحریرات کے خلاف ہے، آپ نے کثرت مکالمہ کو محدثین اور اولیاء اللہ کا ایک امتیازی نشان قرار دیا ہے، نہ کہ انبیاء کا جیسا کہ ذیل کی تحریرات سے ظاہر ہے:-

(۱) اور وہ چار کمال جو بطور چار نشان یا چار معجزہ کے ہیں جو ولی اعظم اور قطب الاقطاب اور سید الاولیاء کی نشانی ہے یہ ہیں کہ اول امور غیبیہ بعد استجابت یا اور طریق پر اس کثرت سے اس پر کھلتے ہیں اور بہت سی پیشگوئیاں ایسی صفائی سے ظہور پذیر ہو جائیں، کہ اس کثرت مقدار اور صفائی کیفیت کے لحاظ سے کوئی شخص اس کا مقابلہ نہ کر سکے"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۲۲)

(۲) حقیقۃ الوحی میں مکالمہ پانے والوں کو تین قسم پر تقسیم کیا ہے

(۱) "جن کو بعض سچی خوابیں آتی ہیں یا بعض سچے الہامات ہوتے ہیں۔ لیکن ان کو خدا تعالیٰ سے کچھ بھی تعلق نہیں"

(۲) "جن کو بعض اوقات سچی خوابیں آتی ہیں یا سچے الہام ہوتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ سے کچھ تعلق بھی ہے لیکن کچھ بڑا تعلق نہیں"

(۳) "جو خدا تعالیٰ سے اکمل اور اصفیٰ طور پر وحی پاتے ہیں اور کامل طور پر شرف مکالمہ مخاطبہ ان کو حاصل ہے اور خوابیں بھی ان کو فلق الصبح کی طرح سچی آتی ہیں اور خدا تعالیٰ سے اکمل اور اتم طور پر محبت کا تعلق رکھتے ہیں"

ظاہر ہے کہ ان تینوں میں سے پہلی دو قسموں میں تو اولیاء اللہ اور محدثین کو نہیں رکھا جا سکتا، لازماً تیسری ہی قسم میں داخل ہوں گے اس تیسری قسم کے لوگوں کی وحی کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں:-

"اور یاد رہے کہ جیسا کہ تیسری قسم کے لوگوں کی خوابیں نہایت صاف ہوتی ہیں اور پیشگوئیاں ان کی تمام دنیا سے بڑھ کر صحیح نکلتی ہیں، اور نیز وہ عظیم الشان امور کے متعلق ہوتی ہیں اور اس قدر ان کی کثرت ہوتی ہے، کہ گویا ایک سمندر ہے ایسا ہی ان کے حقائق اور معارف کیفیت اور کمیت میں تمام بنی نوع سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۵)

اس سے بڑھ کر صفائی اور کیا ہوگی کہ اولیاء اللہ کی خوابوں اور پیشگوئیوں کی کثرت کو سمندر سے تشبیہ دی ہے۔ اور اسی کثرت کا پہلے سے ذکر کرتے ہوئے صفحہ ۵۳ پر صاف لکھا ہے کہ:-

"یہی ولایت ہے جس سے آگے کوئی درجہ نہیں"

۳- تتمہ حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے:-

"ہاں یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی شاذ و نادر کے طور پر کوئی سچی خواب آ جائے یا سچا الہام ہو جائے مگر وہ صرف اس قدر سے مامور من اللہ نہیں کہلا سکتا اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ نفسانی تاریکیوں سے پاک ہے....

..........لیکن وہ لوگ جو خدا کے نزدیک ملہم اور متکلم کہلاتے ہیں اور مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف رکھتے ہیں اور دعوت خلق کے لئے مبعوث ہوتے ہیں ان کی تائید میں خدا تعالیٰ کے نشان بارش کی طرح برستے ہیں اور دنیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور فعل الٰہی اپنی کثرت کے ساتھ گواہی دیتا ہے کہ جو کلام وہ پیش کرتے ہیں وہ کلام الٰہی ہے اگر الہام کا دعویٰ کرنے والے اس علامت کو مدنظر رکھتے تو وہ اس فتنہ سے بچ جاتے"۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲)

ان تمام عبارات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کثرت مکالمہ مخاطبہ کو اولیاء اللہ اور محدثین کا امتیازی نشان قرار دیا ہے انبیاء کا نہیں۔

۴- اگر کثرت مکالمہ مخاطبہ کو نبوت قرار دیا جائے تو حضرت مسیح موعود کی یہ عبارت بے معنی ہو جائے گی جس میں فرمایا ہے ان اللہ ما اراد من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ وما عنی اللہ من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ وما بقی بعدہ الا کثرۃ المکالمۃ اس کو پھر یوں پڑھا جائے گا ان اللہ ما اراد من نبوتی الا النبوۃ۔ اللہ نے میری نبوت سے کچھ مراد نہیں لی مگر نبوت وما عنی اللہ من نبوتی الا النبوۃ اور اللہ نے میری نبوت کے کچھ معنے نہیں کئے مگر نبوت اور آپ کے بعد کچھ باقی نہیں ہاں مگر نبوت کیا یہ کسی صاحب فہم انسان کا کلام ہو سکتا ہے، ظاہر ہے کہ جب نبوت ہی سے کسی چیز کے باقی رہنے کا ذکر کیا تو وہ نبوت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا کوئی حصہ یا جزو ہوگا جس کو حدیث میں مبشرات کا نام دیا

گیا ہے۔

۵۔ چشمہ معرفت میں حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں "اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں، تو ان کی بھی اس سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۳۱۶)

اس سے بھی ثابت ہے کہ کثرت مکالمہ اصل نبوت نہیں کیونکہ جب حضرت مسیح موعودؑ کے نشانات کے ہزارویں حصہ سے بھی کسی نبی کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے، تو اس ہزارویں حصہ میں وہ کثرت کہاں رہ گئی جو نبوت کے لئے شرط بتائی جاتی ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نشانات یا امور غیبیہ نبیوں کی نبوت ثابت کرنے کے لئے بطور مویدات ہوتے ہیں نہ کہ اصل نبوت،

محدث کی انبیاء سے کمال مشابہت

(۱) حدیث میں ایک طرف حضرت عمرؓ کو محدث قرار دینا اور دوسری طرف یہ فرمانا لو کان بعدی نبی لکان عمر (میرے بعد اگر کوئی نبی ہونا ہوتا تو عمر ہوتا) ثابت کرتا ہے کہ محدث اگرچہ نبی نہیں لیکن انبیاء سے کمال درجہ کی مشابہت رکھتا ہے۔

(۲) ایک اور حدیث ہے العلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں اس پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں :۔

"درمیان امتان ہمیں امت بہ تبعیت بایں تجلی مخصوص اند و بایں دولت عظمیٰ مشرف لہذا خیر الامم گشتہ و علمائے ایں ہا در رنگ انبیاء بنی اسرائیل شدہ"

(مکتوبات جلد اول مکتوب ۲۴۸)

یعنی دوسری امتوں میں یہی ایک امت ہے جو تابعداری کی وجہ سے اس تجلی سے مخصوص ہے اور دولت عظیم سے مشرف اور اس امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کے رنگ میں ہیں۔

(۳) فتح الباری میں امام قرطبی کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے وقال القرطبی المسلم الصادق الصالح هو الذی یناسب حاله حال الانبیاء فاکرم بنوع مما اکرم به الانبیاء وهو الاطلاع علی الغیب یعنے قرطبی کہتا ہے کہ راستباز اور صالح مسلم وہ ہوتا ہے جس کا حال انبیاء کے حال سے مناسبت رکھتا ہے پس اس کا اسی قسم سے اکرام کیا جاتا ہے جس قسم سے انبیاء کا اور وہ اطلاع علی الغیب ہے،

(فتح الباری باب رؤیا الصالحین)

(۴) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

" اور از انجملہ صدیقیت و محدثیت ہے، اور ان کی حقیقت یہ ہے کہ اس امت میں سے ایک شخص ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی فطرت ذاتی کے اعتبار سے انبیاء کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جیسے کہ شاگرد فطین کو شیخ محقق کے ساتھ نسبت ہوتی ہے۔"

پھر لکھتے ہیں :۔

" اور منجملہ مقامات قلب کے دو مقام اور ہیں یہ مقام ان نفوس کے ساتھ مختص ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہ ہوتے ہیں ان مقامات کا عکس ان نفوس پر ایسا پڑتا ہے جس طرح چاند کی روشنی کا اس آئینہ میں عکس پڑتا ہے جو ایک کھلے ہوئے سوراخ کے مقابل پر رکھا ہوا ہے پھر اس آئینہ کی روشنی کا عکس دیواروں اور چھت اور زمین پر پڑتا ہے یہ دو مقام بھی بمنزلہ صدیقیت اور محدثیت کے ہیں"

(۳) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

" دریں مقام تابع بہ متبوع ہیچ مشابہت پیدا مے کند کہ گویا اسم تبعیت از میان مے خیزد و امتیاز تابع و متبوع زائل مے گردد چناں متوہم مے شود کہ تابع در رنگ متبوع ہر چہ مے گیرد از اصل مے گیرد گویا ہر دو از یک چشمہ آب مے خورند و ہر دو آغوش یک کنارند و ہر دو در یک بستر اند و ہر دو در رنگ شیر و شکر اند تابع کجا و متبوع کدام و تبعیت کجا در اتحاد نسبت تغائر گنجائش ندارد ...... و امتیاز تابعیت و متبوعیت اصلاً مشہود نمے شود"

(مکتوبات جلد دوم مکتوب ۵۴)

اس مقام میں تابع متبوع کے ساتھ ایسی مشابہت پیدا کر لیتا ہے کہ گویا پیروی کا نام درمیان سے اٹھ جاتا ہے، اور تابع اور متبوع کا امتیاز زائل ہو جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تابع جو کچھ متبوع کے رنگ میں کرتا ہے، اصل سے کرتا ہے اور گویا دونوں ایک چشمہ سے پانی پیتے ہیں، اور دونوں ایک کنار کے آغوش میں ہیں اور دونوں ایک بستر میں ہیں اور دونوں شیر و شکر ہیں تابع کہاں اور متبوع کون اور پیروی کس کی اتحاد میں غیریت کی گنجائش باقی نہیں رہتی .... اور تابعداری اور متبوعیت کا کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا"

(۴) حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں :۔

" اور بہتیرے ایسے زکی اور مصفا ہوں گے کہ ان کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشابہت ہوگی اور رسالت کے ظل ہوں گے اور جس جگہ سے انبیاء لوگ علوم غیبیہ اخذ کرتے تھے اسی جگہ سے یہ لوگ بھی حاصل کریں گے، اس واسطے ایسے لوگ انبیاء کے استاد بھائی کہلاتے ہیں الغرض یہ لوگ اس درجہ کے ہوتے ہیں کہ اگر نبی کا ہونا ختم نہ ہوتا تو منصب نبوت پر یہ لوگ قائم ہوتے حاصل کلام ایسے لوگ قیامت تک ہوا کریں گے"

(تمہید کتاب صراط مستقیم)

(۵) اسی بات کو حضرت مسیح موعودؑ نے بدیں الفاظ بیان کیا ہے :۔

" محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی، امتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نبیوں کا سا معاملہ اس سے کرتا ہے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

" اور وہی حقیقت جو انبیاء میں نبوت کے نام سے بولی جاتی ہے، اس میں محدثیت کے پیرایہ میں ظہور پکڑتی ہے"۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۳۷)

" اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا اور اسی قوت استعداد کے لحاظ سے محدث کا حمل نبی پر جائز ہے یعنے کہہ سکتے ہیں المحدث نبی" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۳۸)

" نعم قلت ان اجزاء النبوة توجد فی التحدیث کلها ولکن بالقوة لا بالفعل فالمحدث نبی بالقوة ولو لم یسد باب النبوة لکان نبیاً بالفعل وجاز علی هذا ان نقول النبی محدث علی وجه الکمال لانه جامع لجمیع الکمالات علی وجه الاتم الابلغ بالفعل وکذالک جاز ان نقول ان المحدث نبی بناء علی استعداد الباطنی اعنی ان المحدث نبی بالقوة وکمالات النبوة جمیعها مخفیة مضمرة فی التحدیث وما حبس ظهورها وخروجها الی الفعل الا سد باب النبوة والی ذالک اشار النبی صلی الله علیه وسلم فی قوله لو کان بعدی نبی لکان عمر وما قال هذا الا بناء علی ان عمر کان محدثاً فاشار الی مادة النبوة وبزرها یکون موجوداً فی التحدیث۔

(حمامة البشریٰ صفحہ ۸۱)

" ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوت نہ بالفعل، پس محدث بالقوۃ نبی ہے، اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا اور بناء علیہ اس بات کا کہنا جائز ہے کہ نبی علی وجہ الکمال محدث ہے کیونکہ وہ علی وجہ الاتم تمام کمالات کا جامع ہوتا ہے اور اسی طرح جائز ہے کہ ہم کہیں کہ محدث استعداد باطنی کی وجہ سے نبی ہوتا ہے لیکن محدث بالقوت نبی ہوتا ہے اور کمالات نبوت سب کے سب تحدیث میں مخفی اور مضمر رہتے ہیں اور باب نبوت کے بند ہونے کی وجہ سے ہی اس کا ظہور اور خروج فعل تک ہی محبوس ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی طرف اپنے قول میں اشارہ کیا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ اور

یہ بات صرف اس بناء پر کہی ہے کہ عمرؓ محدث تھا پس یہ اشارہ پایا گیا ہے کہ مادہ نبوت و تخم نبوت محدث میں موجود ہوتا ہے۔"

"مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں اور جیسا کہ خدا تعالےٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا ایسا ہی محدثین کا نام بھی مرسل رکھا اسی اشارہ کی غرض سے قرآن شریف میں وقفینا من بعدہ بالرسل آیا ہے اور یہ نہیں آیا کہ وقفینا من بعدہ بالانبیاء پس یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث ہوں چونکہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی نہیں آ سکتا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔"

(شہادت القرآن ایڈیشن دوم صفحہ ۲۷)

محدث کی وحی کتاب و سنت پر عرض کی جاتی ہے

فتح الباری میں حدیث لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون الخ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

المحدث منھم اذا تحقق وجودہ لا یحکم بما وقع لہ بل لابد لہ من عرضہ علی القرآن فان وافقہ او وافق السنۃ عمل بہ والا ترکہ وھذا وان جاز ان یقع لکنہ نادر ممن یکون امرہ منھم مبنیا علی اتباع الکتاب والسنۃ۔ یعنے اگر کسی محدث کا وجود متحقق ہو جائے یعنی اس کا محدث ہونا ثابت ہو جائے تو وہ جو کچھ اس کو ملتا ہے (یعنے الہام ہوتا ہے) اس کے مطابق حکم نہیں کرتا بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اسے قرآن پر پیش کریں پس اگر وہ قرآن کے موافق ہے یا سنت کے موافق ہے تو اس پر عمل کرے گا ورنہ اسے ترک کر دے گا اور گو یہ جائز ہے کہ ایسا امر کبھی پیش آ جائے لیکن جن لوگوں کا کام اتباع کتاب و سنت پر مبنی ہے ان کو شاذ و نادر ہی ایسا واقع ہوتا ہے۔

یہی بات حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائی ہے:۔

وکل ما فھمت من عویصات القرآن والھمت من اللہ الرحمٰن فقبلتہ علی شریطۃ الصحۃ والصواب والسمت قد کشف علی انہ صحیح خالص یوافق لاریب فیہ ولا لبس ولا شک ولا شبھۃ وان کان الامر خلاف ذالک علی فرض المحال فتبذنا کلہ من ایدینا کالمتاع الردی مادۃ الاشتعال

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱)

اور جو کچھ مجھے قرآن کی مشکلات کا فہم دیا گیا یا اللہ رحمان سے الہام کیا گیا میں نے اس کو صحت اور صواب کی شرط پر قبول کیا ہے اور مجھ پر کھولا گیا ہے کہ وہ صحیح خالص ہے شریعت کے موافق ہے اس میں کچھ شک نہیں اور نہ کوئی ملاوٹ ہے وہ نہ شک و شبہ ہے اور اگر فرض محال کے طور پر معاملہ اس کے خلاف ہو تو ہم اس سب کو یعنے اپنے الہامات کو اپنے ہاتھوں سے ردی چیز کی طرح اور دکھانسی کے مادہ کی طرح پھینک دیں گے"

وما انی لا اصدق الھاما من الھاماتی الا بعد ان اعرضہ علی کتاب اللہ واعلم انہ کلما یخالف القرآن فھو کذب والحاد وزندقۃ

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹)

اور میں تو اپنے الہاموں کو جب تک کتاب اللہ پر عرض نہیں کر لیتا میں ان کو سچا نہیں سمجھتا اور میں جانتا ہوں کہ جب کبھی الہام قرآن کریم کے مخالف ہو تو وہ جھوٹ اور الحاد اور زندقہ ہے"

محدث کے لغوی اور اصطلاحی معنے

اعتراض:۔ "ایک غلطی کے ازالہ" میں حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں:۔

" اگر خدا تعالےٰ سے غیب کی خبر پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیب کی خبریں پانے والے کو محدث نہیں کہہ سکتے ہیں۔

الجواب:۔ یہ صحیح ہے کہ لغت میں تحدیث کے معنے اظہار غیب نہیں۔ لیکن جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے حدیث میں محدث کو رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء کہا گیا ہے یعنے مکلم من اللہ جو نبی نہیں، شارحین حدیث اور آئمہ نے صاف طور پر کثرت مکالمہ کو محدثین کی خصوصیت بتایا ہے اس لئے مکلم من اللہ کے معنوں میں محدث کے لفظ کا استعمال ایک اصطلاحی رنگ رکھتا ہے اسے لغوی استعمال نہیں کہہ سکتے، اس لحاظ سے حضرت مسیح موعود کا یہ بیان صحیح ہے کہ غیب کی خبریں پانے والے کو از روئے لغت محدث نہیں کہا جا سکتا، ہاں اصطلاح اسلام کے رو سے اسے ایسا کہنا جائز ہے جیسا کہ دوسری جگہ آپ نے لکھا ہے:۔

" اور ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالےٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک عشق ہوتا ہے اسی وجہ سے ایک طرف تو خدا کے ساتھ اس کا ایسا ربط ہوتا ہے کہ اس کی طرف ہر وقت کھچا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف نوع انسان کے ساتھ بھی اس کو ایسا تعلق ہوتا ہے جو ان کی مستعد طبائع کو اپنی طرف کھینچتا ہے .... ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی۔ رسول اور محدث کہتے ہیں اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خوارق ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں اور اپنی دعاؤں میں خدا تعالیٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں"

اس تمام بحث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو جانے کے بعد اس کا ایک جزو باقی رہ گیا جو اگرچہ اصل نبوت نہیں کہلا سکتا لیکن جزئی نبوت یا نبوت کا ایک رنگ اسے کہا جا سکتا ہے، یہ جزئی نبوت مبشرات یا رویائے صالحہ کا دوسرا نام ہے۔ اور کاملین امت کو مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کا جو شرف حاصل ہوتا ہے اور امور غیبیہ ان پر ظاہر کئے جاتے ہیں، وہ اسی رنگ نبوت . . . . . . کو ظاہر کرتے ہیں۔ انہیں کاملین امت میں سے وہ لوگ جن کے ساتھ اللہ تعالےٰ بکثرت ہمکلام ہو ان کو اصطلاح اسلام میں محدث کے نام سے پکارا گیا ہے، جو اپنی استعداد اور فہم کے لحاظ سے نبیوں کے تمام کمالات اپنے اندر رکھتا ہے اللہ تعالےٰ نبیوں جیسا معاملہ اس سے کرتا ہے، چونکہ نبوت کی ضرورت اب باقی نہیں، اس لئے منصب نبوت پر وہ فائز نہیں ہو سکتا، کہ وہ صرف صاحب شریعت کے لئے خاص ہے، جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

" وخدارا مکالمات و مخاطبات است با ولیائے خود دریں امت و ایشاں را رنگ انبیاء دادہ میشود و ایشاں درحقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است"

(مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۴)

یعنے اللہ تعالےٰ اس امت میں اپنے اولیاء کے ساتھ کلام کرتا اور انہیں مخاطب فرماتا ہے اور ان کو انبیاء کا رنگ دیا جاتا ہے اور وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے کیونکہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال پر پہنچا دیا ہے،

پس معلوم ہوا کہ آخری مرتبہ جو اس امت میں حاصل ہو سکتا ہے وہ محدثیت کا مرتبہ ہے جس کو جزئی نبوت، نبوت ناقصہ، امتیت اور نبوت، محدثیت، کثرت مکالمہ، مبشرات جو چاہیے کہہ لیجئے لیکن صرف "نبوت" اسے نہیں کہہ سکتے۔

محدثیت موہبت ہے

سوال:۔ اگر نبوت موہبت ہے اور اکتساب سے حاصل نہیں ہو سکتی، تو محدثیت کو بھی حضرت مسیح موعود نے موہبت قرار دیا ہے:۔ ولا شک ان التحدیث موھبۃ مجردۃ لا تنال بکسب البتۃ کما ھو شان النبوۃ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۵۲)

یعنے اس میں شک نہیں کہ تحدیث محض ایک موہبت ہے جو کسب سے ہرگز نہیں ملتی جیسے کہ شان نبوت ہے۔

پس اگر نبوت بوجہ موہبت امت میں جاری نہیں تو محدثیت موہبت ہونے کے باوجود کس طرح جاری ہو سکتی ہے؟

الجواب:۔ محدثیت کے موہبت ہونے سے صرف اس قدر مراد ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ایک امتی جب کمال متابعت کے درجہ پر پہنچ جائے تو اللہ تعالےٰ اسے مقام تحدیث پر کھڑا کر دے اور شرف مکالمہ عطا فرمائے یہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل اور اس کی موہبت ہے کہ وہ جسے چاہے ایسا شرف عطا فرمائے۔ ایک امتی کا فرض ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اختیار کرے، بغیر اس کے مقام تحدیث اسے حاصل نہیں ہو سکتا، لیکن ایک کامل متبع کا مقام تحدیث پر کھڑا ہونا اس کی کامل اتباع کا لازمی نتیجہ نہیں بلکہ محض اللہ تعالےٰ کی موہبت اور فضل سے ایسا ہوتا ہے ایسا ہی نبی کو بھی اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل اور موہبت سے مقام نبوت پر کھڑا کرتا ہے لیکن۔

اقبال کا مردِ مومن

(مولانا عمر الدین صاحب از بمبئی)

مردِ مومن از آسماں آید چو برق ❊ ہیزم او شہر و دشت و غرب و شرق
ما ہنوز اندر ظلام کائنات ❊ او شریک اہتمام کائنات
او کلیم و او مسیح و او خلیل ❊ او محمد او کتاب و او جبرئیل
آفتاب کائنات اہل دل
از شعاع او حیات اہل دل (جاوید نامۂ اقبال)

جس طرح علامہ اقبال نے مردِ مومن کے آسمان سے نزول کو اوپر کے شعروں میں ادا کیا ہے۔ یہ تمام اہلِ تصوف کے نزدیک ایک حقیقت ہے۔ مگر ظاہر طبع لوگ جو دو اصل دین سے ناواقف ہیں وہ احمدیت سے مخالفت کی وجہ سے اس حقیقت کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور

ینزل عیسی ابن مریم

کے الفاظ پیش کر کے کہتے ہیں کہ حدیث میں تو عیسیٰ ابن مریم کے آسمان سے آنے کا ذکر ہے۔ مثیل ابن مریم کا کہاں ذکر ہے لیکن اگر وہ غور کرتے تو وفات عیسیٰ ابن مریم کو سمجھنے کے بعد اس کے نزول کی حقیقت کا سمجھنا ان پر بہت آسان ہوتا۔

مگر تعجب تو یہ ہے کہ علامہ مودودی جیسا بال کی کھال اتارنے کا عادی انسان بھی پرانے غلط عقیدے کو چھوڑنے کی بجائے اسی ابن مریم کے آنے کا قائل ہے جس کی قبر تک ان کو کشمیر میں دکھا دی گئی۔

جس طرح اشعار میں علامہ اقبال نے آسمان سے آنے والے مردِ مومن کو موسیٰ و عیسیٰ اور ابراہیم اور محمدؐ اور جبرئیل کے اسماء کا مصداق قرار دیا ہے حتیٰ کہ خدا کی مجسم کتاب قرار دیا ہے جو اہلِ دل کے لئے مرکزِ زندگی ہے۔ وہ آفتاب ہے اور اس کی شعاعوں سے تمام اہلِ دل کی حیات ہے۔ ٹھیک اسی طرح حدیث کے الفاظ ہیں ینزل عیسی ابن مریم ورنہ جسمانی طور پر نہ کوئی آسمان پر گیا ہے نہ کوئی کبھی آسمان سے اترا ہے۔ عیسیٰ کا نزول بھی اسی طرح ہوا جیسا کہ ماموریت الٰہی کا نزول علامہ اقبال نے بیان کیا ہے۔

قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ھو الذی انزل الیکم ذکراً رسولاً میں خدا کی طرف سے نازل ہونے والا ذکر یعنی ذکر رسول قرار دیا ہے۔ پس اس سے نزول کی حقیقت سمجھ لینی چاہئے۔

میں ایک الگ مضمون میں مودودی صاحب کی تفسیر سے ہی جو ترجمان القرآن میں اب تک سورۃ ابراہیم تک چھپی ہے دکھاؤں گا کہ انہوں نے احمدیت کی صاف اور سیدھی تعلیم کو جو نزول ابن مریم کی اصل حقیقت ہے نہ ماننے کی وجہ سے کس قدر ٹھوکر کھائی ہے۔ وہ کارل مارکس کے فلسفہ پر بحث کر سکتے ہیں مگر وہ احمدیت کے سامنے نہیں چل سکتے۔ ان کے معاون اصلاحی علماء بھی اس معاملہ میں ان کی معاونت نہیں کر سکتے۔

تعجب پر تعجب کہ خلافت الٰہیہ کے قیام کا مدعی خلیفۃ اللہ المسیح موعود کا منکر ہے۔ یہ تو وہ کہدیں کہ مرزا صاحب ان کے نزدیک سچے نہیں مگر وہ ان کے منکر ہو کر ان کی مخالفت کر کے کبھی بھی بامراد نہ ہونگے بلکہ جس طرح علماء یہود نے مسیح ناصری کو رد کر کے ہلاکت کا منہ دیکھا اس سے بڑھکر مثیل یہود علماء کے لئے ہلاکت سر پر کھڑی ہے۔ دیکھئے کہ نیک دل علماء آہستہ آہستہ مولانا عبدالباری کی طرح فتاویٰ بازی کے تکفیر سے دل سے بیزار ہیں۔

ایک واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں اپنے وطن جالندھر شہر میں شملہ سے چھٹی لیکر آیا ہوا تھا۔ جب میں اپنے محلہ کی مسجد میں نماز کے لئے گیا اور نماز میں نے الگ پڑھی تو یہ ایک مباحثہ کا موجب بن گئی۔ اس مسجد کے متولی اور امام میرے سابقہ پیر صاحب تھے جو قادری طریقت رکھتے تھے۔ احرار کا ایک مولوی بنام محمد علی فوراً بلائے گئے اور وہ کتابوں کا ایک بکس بھر کر ساتھ لائے مسجد اہلِ محلہ سے کھچا کھچ بھر گئی۔ ایک ڈاکٹر صاحب کو ثالث بنا کر گفتگو صرف دو مسئلوں پر ہوئی۔ اول یہ کہ کیا حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ کیا حضرت مرزا صاحب نے اپنے منکروں کو اپنے انکارِ دعوےٰ کی وجہ سے کبھی کافر قرار دیا۔ خدا کی شان چار گھنٹوں کی بحث کے بعد ثالث نے احراری مولوی کے خلاف ڈگری دے دی اور میرے سابقہ مرشد صاحب نے بلا خوف لومۃ لائم الحمد کہہ اعلان کر دیا۔ کہ مرزا صاحب نے کبھی نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا ان کی بات کو لوگ سمجھنے کی بجائے خواہ مخواہ الٹا لے جاتے ہیں اور مرزا صاحب نے کبھی اپنے دعوے کے منکروں کو کافر نہیں کہا۔ وہ صرف ان لوگوں کو جو ان کو کافر کہتے ہیں حدیث نبوی کے ماتحت یہ کہتے ہیں کہ ان کا کفر الٹ کر انہیں پر پڑتا ہے۔ اور پیر جی شاہ صاحب نے کہہ دیا کہ میں تو مرزا صاحب کو کافر نہیں کہہ سکتا۔ تب میں نے عصر کی نماز ان کے ہمراہ ہی ادا کی۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احراری مولوی صاحب مارے ندامت کے سر نہ اٹھا سکے اور مایوس اور شکست خوردہ حالت میں کتابوں کا بکس لے کر چل دیئے۔ یہ عجیب بات ہے کہ میں بالکل خالی ہاتھ تھا۔ ایک بھی کتاب میرے پاس نہ تھی مگر جس کتاب کو احراری نے بطور شرارت کی راہ سے پیش کیا تھا میں نے زبانی اس کا سیاق و سباق بتا دیا۔ اور جب صدر جلسہ نے یہ دیکھا کہ میں زبانی ان کتابوں سے کام لے رہا ہوں اور صحیح لے رہا ہوں تو انہوں نے احراری مولوی کو کہہ دیا کہ بس کیجئے آپ فیل ہو گئے اور اہلِ محلہ میں ایک شور ہو گیا کہ کبھی ان مرزائیوں کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

احراری فتنہ پردازیاں

آج اگر اپنی کثرت کے گھمنڈ پر احراری شرارتیں کرتے ہیں تو خدا تعالےٰ یقیناً ان کی شرارتوں کی ان کو سزا دے گا۔ اس قوم کا کچا چٹھا ان کے افضل حق صاحب نے کھول دیا ہوا ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ ان لوگوں کو دراصل دین سے کوئی تعلق نہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک سفر میں میں اور سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری ایک تانگہ پر سوار تھے۔ میں نے ان کا نظریہ پاکستان کے متعلق معلوم کرنے کے لئے پوچھا کہ شاہ صاحب پاکستان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ تو بڑی شان بے نیازی سے شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہ

"ایسا تصور کرنے والوں کا طفلانہ ۔۔۔ کا پاگل خانہ ہے"

لیکن جب ان کی ساری مخالفانہ کوششوں کے باوجود پاکستان بن گیا تو اب یہ لوگ دوسری طرح فتنہ پردازی کر رہے ہیں پاکستان میں بسنے والوں میں باہمی منافرت کا بیج بو رہے ہیں۔

مودودی صاحب کے بخیال بھی ان احراری نازیبا حرکات پر ان کو کچھ نہیں کہتے۔ جو قابل افسوس بات ہے۔ کاش یہ مدعی اسلام جماعت تو ساکت عن الحق نہ ہوگی۔ مگر اس قوم میں بھی حکومت کی طرف ہی توجہ ہے کبھی کبھی ان کے نام کے کوثر میں جو افترا پردازی کی جاتی ہے اور جماعت احمدیہ پر بیجا حملے ہوتے ہیں وہ ان کی اصل حقیقت کو طشت از بام کر دیتے ہیں۔ خدا اس قوم کو سمجھ دے۔

مولانا روم اور نزول مسیح

ممکن ہے کہ یہ کہدیا جائے کہ ڈاکٹر اقبال ایک شاعر تھے ان کا نزول مردِ مومن کا نظریہ صحیح نہیں اس لئے میں مثنوی سے پیش ہے:-

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

کہتے ہیں نزول مسیح کی حقیقت کو تھوڑا بیان کرتا ہوں سنئے مولانا فرماتے ہیں:-

جان کل با جان جز آسیب کرد
عقل از وے سے ستود رجیب کرد
ہمچو مریم جاں ازاں آسیب جیب
حاملہ شد از مسیح دلفریب
آں مسیحے نے کہ بر خشک تراست
آں مسیح کز مساحت برتر است
پس زجانِ جاں چو حامل گشت جاں
از چنیں جانے شود حامل جہاں
پس جہاں زاید جہانے دیگرے
ایں حشر را وانماید محشرے
(مثنوی مولانا روم دفتر دوم)

ان اشعار مثنوی معنوی میں روحانی حمل اور پیدائش مسیح از مریم کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ تمام صوفیاء کرام کا مسلمہ ہے۔ مگر احرار اور بہت سے دوسرے اشرار اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ حضرت مرزا صاحب پر کہتے ہیں کہ میں مریم سے ابن مریم ہو گیا۔ ہنسی اڑاتے اور بات نہ حملے کرتے ہیں۔ مگر ان کا ایسا کرنا ان کی کورئ باطن کا ہی ثبوت ہے۔ آپ نے سچ فرمایا ہے؂

گر علم خشک و کورئ باطن نزاد نیے
ہر عالم و فقیہ شدے ہمچو پاکرم

خدا ان لوگوں کی آنکھیں کھول دے۔

تسنیم القرآن

قرآن کی علمی و اخلاقی تعلیمات

(از مستری یعقوب علی صاحب)

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۱۹ر ستمبر سنہ ۱۹۵۱ء

آج کل کا مسلمان جو اپنی غریبی کا رونا روتا ہے، ان مجاہدین کے حالات پر غور کرے تین صد تیرہ آدمیوں میں سے صرف دو کے پاس تلواریں تھیں۔ آج کل کا مسلمان دولت کے لحاظ سے تو ان سے غریب نہیں۔ ہاں بیشک اگر غریب ہے تو ایمان اور یقین کے لحاظ سے غریب ہے۔ ایسے فرمانبردار گروہ کا نام خداوند تعالےٰ نے مسلم رکھا۔ یعنی سلامتی والا۔ فرمانبردار مسلمان جس ملک کی طرف گیا۔ ملک کی خاطر نہیں گیا۔ بلکہ امر بالمعروف کی خاطر گیا۔ اور اسی کام کے روکنے پر جنگ کرنا پڑی تو لڑا۔ جان قربان کرنے کی نوبت آئی تو جان دیکر ثابت کردیا۔ ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ۔ مسلمان نے خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس سے سودا کر لیا ہے۔ اس طرح کا سودا جو مسلمان کرے گا کامیاب رہے گا۔

رسول اللہ صلعم نے کس برائی سے چھڑایا اور کیا بھلائی بخشی

میں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باقی نبیوں میں اپنے کام کے لحاظ سے کامیاب اور ممتاز نظر آتے ہیں۔ یہاں یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ جس طرح حضرت نبی کریم نے دوسرے نبیوں کے مقابل امتیازی خطاب خیرالرسل حاصل کیا۔ اسی طرح حضرت کے صحابہ کرام اور امت بھی دوسرے امتیوں سے کامیاب نظر آتی ہے۔ تاریخ کو اٹھا کر بہت غور سے دیکھو جس وقت حضرت محمد صلعم دنیا میں تشریف لائے۔ اس وقت مصر، چین، ہندوستان عرب ایران۔ افغانستان کے باشندوں کی اخلاقی حالت اس قدر گر چکی تھی۔ کہ اس خالق حقیقی صاحب قدرت مالک پرورش کنندہ کو جس نے انسان کو دوسری مخلوق پر برتری بخشی۔ فہم، عقل۔ خوبصورت جسم۔ رزق عطا فرمایا نہ پہچانا دوسرے جاندار بھوسہ کھاتے ہیں اور انسان پھل اور چیزیں کھاتا ہے۔ ایسے محسن کو چھوڑ کر درختوں۔ سانپوں دریاؤں پتھروں کے سامنے حاجت براری کے لئے جھکتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ شرمناک فعل پر اتر آتے تھے انسانی شرمگاہوں کی تصویریں بنا کر اس کی پرستش ہونے لگی مندر کے اندر جلہری[1] بنا کر اس میں شولنگ رکھنا اس بیحیائی کی کھلی تصویر ہے۔ دیوی دیوتاؤں کی تصویریں بنا کر مندر سجائے گئے۔ ملاحظہ فرمایئے ہندوستان کا ہر مندر اور خصوصاً ہندوستان کے مشہور شہر بنارس کا مندر، عرب کے عزیٰ و لات۔ کانگڑہ کی دیوی۔ کلکتہ کی کالی دیوی جہاں بھینسا دیوی کو خوش کرنے کے لئے مارا جاتا ہے اور اس کا خون اس پتھر کے بت پر ملا جاتا ہے جو مندر میں رکھا ہے۔ ریاست جموں کے مقام کٹڑہ کی مشہور ماتا دیوی۔ غرضکہ مختلف ممالک میں ایسی ہزاروں دیویاں دیوتے حاجت روا سمجھے جاتے تھے۔ اس طرح انسان کی عظمت، خودداری عقل اور فراست کو وہ بٹہ لگا کہ عقل سلیم حیرت سے محو حیرت ہوگئی۔ اس گراوٹ کی نظیر پہلے زمانہ میں مفقود تھی۔

حق نے نور محمدیؐ سے زمین کو روشن کردیا

غیرت حق جوش میں آئی۔ عرب کے ریگستان سے ایک نور چمکا یا جس کی مشعل نے (اشرقت الارض بنور ربھا) تمام دنیا کو روشن کردیا اور خدا کے نور محمدی سے دنیا جگمگا اٹھی۔ جاء الحق و زھق الباطل کا نظارہ نظر آگیا۔ یعنی جھوٹے معبود دنیا سے مٹ گئے اور خدا کی توحید نے اس کی جگہ لے لی۔ کیوں؟ اس لئے کہ جاء ھم رسول من عند اللہ لوگوں کے پاس ہمارا رسول پیغام لے کر آگیا۔ کیا پیغام لایا وہ یہی تھا یتلوا علیھم اٰیٰتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔ مطلب ہمارے حکمت بھرے ارشادات سناکر پاک کرتا اور علم و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے پھر پہلے زمانہ کے رسولوں کی طرح صرف اپنی قوم یا اپنے ملک کے لئے ہی نہیں آیا۔ سنو ہمارا رسول کیا فرماتا۔ انی رسول اللہ الیکم جمیعا لکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ میں تمام لوگوں کے لئے رسول ہو کر آیا ہوں اور سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا ہوں۔ ما ینطق عن الھویٰ الا ان ھو وحی یوحیٰ۔ مطلب:- اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا بلکہ ہمارے احکام سناتا ہے ذوی القوۃ المتین۔ ہمارا کلام ہم جیسے صاحب قوت اور قدرت والے ہیں۔ اس لئے فرمایا مخالفو! یہ نہ سمجھنا کہ محمد اکیلا ہے اس کو تنگ کر کے اس کی مخالفت کر کے بچ جاؤ گے بلکہ فنا کر دیئے جاؤ گے۔

مخاطب قوم کا غرور

غور کرو جو قوم نبی کریم کے مخاطب ہے وہ اس قدر مغرور ہے۔ کہ دوسرے انسانوں کو برابری کا مرتبہ بھی نہیں دیتی۔ داماد کا نام نہیں سننا چاہتی۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر کے قصۂ داما دی ختم کردیتی ہے۔ لیکن پستی ایسی ہے۔ کہ معبود حقیقی کو چھوڑ کر بتوں اور پتھروں کے سامنے جھکتی ہے۔ باہمی معاشرت، جھوٹ، لڑکیوں کو مار دینا شراب خوری۔ دغا۔ غارتگری۔ دھوکا۔ ظلم زیادتی۔ لڑنا۔ جھگڑنا باہم روزانہ مشغلہ ہے۔ اس کے علاوہ جھوٹی غیرت کہ داماد کا نام سننا بھی گوارا نہیں۔

عرب کے جاہل دنیا کے رہنما بن گئے۔

یہ سب برائیاں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ اس روحانی طبیب صلعم نے آن واحد میں چھڑادیں اور ان کو پاک کر کے کیا بنادیا۔ عادل۔ نماز گذار۔ توحید پرست۔ انصاف پسند۔ رحم مجسم۔ شراب سے بیزار۔ لڑکیوں کو پالنے پر فخر کرنے والے۔

نبی کریم صلعم جیسا کوئی مزکی نہیں

سورج کی روشنی میں ایک اور مشعل بھی ہاتھ میں لے کر تمام تاریخ عالم کو تلاش کرو۔ ایسا بے نظیر مزکی اور معلم کوئی دوسرا نظر نہ آسکے گا۔ اٹھو لوگو اس دربار رحمت کے آستانہ پر ڈیرا لگاؤ کہ نجات پاؤ (جنت کا در کھلا ہے اس در کے سامنے)

[1] جلہری۔ عورت مرد کی شرمگاہ۔

ووکنگ مسلم مشن میں تبلیغی جدوجہد

بقیہ از صفحہ اوّل

امن و اطمینان اور خوشحالی و مسرت ان کے ساتھ ہو۔

(۱) مسٹر جیمز ہیچ۔ لندن
(۲) مسز لیلی حسین بریڈفورڈ (انگلستان)
(۳) مسٹر جرہوڈ الیفرڈ سیل برلین رولمسبرگ (جرمنی)
(۴) مسٹر جی۔ ایچ سٹیونز برج واٹر سومرسٹ
(۵) مسٹر پیٹر ڈی ڈی بانسن لندن
(۶) مس جرٹروڈ فیوجیس بریڈفورڈ (انگلستان)
(۷) مسز جوائس محمد و مس کیتھلین لیک ناٹنگھم (انگلستان)
(۸) مسٹر فرینک کے جانس کینز برو۔ لینس (انگلستان)
(۹) مس ڈورس واکر لندن
(۱۰) کیپٹن ڈبلیو۔ آئی۔ بی پوسٹل۔ نارتھ ویلز
(۱۱) مس ایم ایم ہلڈر۔ لندن
(۱۲) مسز شفیع طیب جی۔ لینس (انگلستان)
(۱۳) مس لیلین جونز۔ لندن
(۱۴) مسٹر آر۔ اے۔ ای مارس۔ پیرک۔ ملایا
(۱۵) مسٹر ورنر مرکر۔ ناٹنگھم (انگلستان)

ضروری گذارش

(از دفتر تحصیل)

احباب کو معلوم ہے کہ انجمن کا مالی سال اکتوبر میں ختم ہوتا ہے۔ اس لئے اس سال کے تمام بقایاجات اس ماہ میں ختم ہو جانے چاہئیں۔ اس کے متعلق دفتر سے خطوط بھی احباب کو بھیجے گئے ہیں۔ احباب کے لئے ضروری ہے کہ تکلیف اٹھا کر بھی اپنا اپنا بقایا اس ماہ میں ادا کردیں۔ اور اسکو آیندہ سال کے لئے اٹھا نہ رکھیں۔

اس سال کے تمام ماہوار چندے۔ مرمت برلین مسجد کا چندہ۔ خسارہ بجٹ کا چندہ۔ اسی ماہ وصول ہو جانے ضروری ہیں۔ احباب فوری توجہ فرمائیں۔

مرتضیٰ خاں
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

ایک مُبارک تجویز

"دعوت حق شرفائے ملت سے اپیل" کے عنوانات سے ایک ٹریکٹ مہتمم صاحب نشر و اشاعت دعوت و تبلیغ ربوہ ضلع جھنگ کی طرف سے شائع ہوا ہے، جس میں غیر از جماعت علماء سے یہ اپیل کی گئی ہے کہ وہ ان اختلافات کو جو جماعت احمدیہ اور دوسرے مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں، باہمی افہام و تفہیم سے طے کرنے کی کوشش کریں اس ٹریکٹ کی مکمل نقل قارئین کرام کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں درج ہے:۔

" تعالوا الی کلمۃ سوآءٍ بیننا وبینکم

(قرآن حکیم)

آؤ! جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان مشترکہ ہے اسے اختیار کریں!

قرآن شریف کے مذکورہ بالا ارشاد کی تعمیل میں چاہیے کہ جو باتیں ہمارے درمیان مشترکہ ہیں ہم ان کی بناء پر آپس کے اختلافات کا فیصلہ کریں اور جو اختلاف ہمارے درمیان واقع ہے بجائے اس کے کہ غلط الزامات لگا کر باہمی اختلافات کی خلیج کو وسیع کرتے چلے جائیں چاہیے کہ دیانتداری سے آپس میں بیٹھ کر ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اگر کسی بات میں اتفاق نہ ہو۔ نہ سہی جن باتوں پر اتفاق ہو ان میں مل کر کام کریں اور اپنے اتحاد و تعاون کو مفید سے مفید تر بنائیں کیونکہ اس وقت عالم اسلامی ایک نہایت پُر خطر اور نازک دور سے گزر رہا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اتفاق و اتحاد کی رَو کو بڑھائیں نہ یہ کہ اختلافات کی خلیج کو دشنام دہی اور بہتان طرازی سے وسیع کرتے چلے جائیں۔ اس کا فائدہ کچھ نہیں نقصان ہی نقصان اور زیاں ہی زیاں ہے۔ ہمارے باہمی اختلافات اتنے بڑے بھی نہیں کہ حل نہ ہو سکیں وہ اپنی نوعیت میں نظری اور اجتہادی ہیں۔ آیات و احادیث کی تفسیر اور تشریح میں فرق ہے جو علمائے اسلام میں ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔ ہر امام وقت نے جب اپنے کسی ایسے نقطۂ نظر کو پیش کیا جو علمائے زمانہ کے اجتہاد اور عوام الناس کے خیالات کے خلاف تھا تو ایک شدید قیامت برپا ہو گئی۔ تکفیر، مار، پیٹ، قید و بند، قتل و غارت تک نوبت پہنچی۔ لیکن جونہی غیظ و غضب کی آندھی دھیمی ہو کر مطلع صاف ہوا۔ امام وقت کا نقطۂ نظر درست تسلیم لیا گیا۔ گذشتہ تیرہ سو سال کی اسلامی تاریخ کا ہر صدی میں یہی نقشہ رہا اب بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ ہم بہت سی باتوں میں متفق ہیں بلکہ جہاں تک اصول اسلام اور آیات قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی صحت کا تعلق ہمارے درمیان بفضلہ تعالیٰ ذرہ اختلاف نہیں۔ کلمۂ توحید اور رسالت ختم الرسل سردار کونین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہم سب دل سے یقین رکھتے ہیں۔ ہم احمدیوں کے عہد بیعت کا ابتداء ہی اس اقرار اور یقین سے ہوتا ہے کہ قرآن مجید کامل اور اکمل ہدایت نامہ ہے اس کی شریعت آخری شریعت ہے۔ اس کے بعد قیامت تک نوع انسان کے لئے نہ کوئی نئی کتاب ہوگی، اور نہ ہی کوئی شریعت۔ ہم سب کا اس پر کامل یقین ہے۔ ہم سب اپنی مساجد کے میناروں سے کلمۂ شہادتین کا اقرار و اعلان پانچ بار کرتے ہیں۔ فرائض صوم و صلوٰۃ، زکوٰۃ و صدقات حج بیت اللہ وغیرہ ارکان اسلام کی پابندی ہم سب اپنی نجات کا ذریعہ یقین کرتے ہیں۔

غرض تمام اصول اسلامیہ میں ہم قولاً اعتقاداً اور عملاً متفق ہیں۔ اور جن باتوں میں ہمیں اختلاف ہے ان میں بھی اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو وہ اختلاف دُور کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً حیات و وفات مسیح کا مسئلہ ہے۔ آیات یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک اور بل رفعہ اللہ الیہ اور فلما توفیتنی سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فوت ہو گئے اور باقی عام مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ وہ ابھی تک فوت نہیں ہوئے ہم کہتے ہیں کہ چوٹی کے علماء میں سے کافی تعداد میں جو اہل اللہ میں سے تھے پہلے بھی ہماری طرح یہ سمجھتی تھی کہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اب اسلامی یونیورسٹی جامعہ ازہر (واقعہ قاہرہ مصر) کے علماء کا نمائندہ ہونے کی حیثیت میں الشیخ محمود شلتوت نے بھی بذریعہ اخبارات فتوے صادر کر دیا ہوا ہے کہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے رُو سے حضرت مسیح علیہ السلام فوت شدہ ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا سچ مچ علماء اکابر نے پہلے بھی اور اب علمائے مصر نے بھی آیات و حدیث متنازعہ فیہ کے وہی معنی کئے ہیں جو ہم کرتے ہیں یا وہ معنے درست ہیں جو زمانہ حال کے علماء کر رہے ہیں اس کے لئے آسان طریق یہ ہے منتخب جید علماء جو متقی اور دین سے محبت رکھنے والے ہوں والے ہوں وہ ہمارے علماء کے ساتھ بیٹھ کر یہ فتوے بھی دیکھ لیں اور چوٹی کے علماء سلف کے اقوال بھی دیکھ لیں اور تسلی کر لیں۔

اسی طرح احمدی اور غیر احمدی سب سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں لیکن خاتم النبیین کے مفہوم میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ہم احمدی کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنے نبیوں کا ختم کرنے والا نہیں بلکہ نبیوں کی مہر کے ہیں۔ اور اس لقب کے معنے یہ ہیں کہ آئندہ جو نبی بھی ہو گا وہ آپ کی تصدیق کے ساتھ اور آپ کی امت میں سے ہو گا۔ باہر سے کوئی نہ آئے گا نہ کوئی گذرا ہوا نبی اور نہ آئندہ نیا نبی۔

دوسرے مسلمان علماء لفظ خاتم النبیین کے معنے "نبیوں کو ختم کرنے والا" کرتے ہیں اور حدیث لا نبی بعدی کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں گو یہ معنے ہمارے نزدیک بالکل ... لیکن اگر بالفرض انہیں صحیح تسلیم کر لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے کیوں قائل ہیں؛ ان علماء کی یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آ کر امت میں داخل ہوں گے اور اس طرح امتی ہوں گے نبی نہیں رہیں گے۔ ہم کہتے ہیں جب ان کا فوت ہو جانا ثابت ہے تو پھر صاف طور پر کیوں تسلیم نہیں کیا جاتا کہ آنیوالا اسی امت میں سے ہو گا

ہمارا یہ اختلاف بھی کوئی ناقابل حل اختلاف نہیں ہم کہتے ہیں کہ جو معنے خاتم النبیین کے ہم نے کئے ہیں وہی معنے پہلے بزرگوں نے بھی کئے ہیں۔ اب اس فیصلہ کا آسان طریق یہ ہے کہ ہم آپس میں بیٹھ کر وہ کتابیں اور حوالے دیکھیں اور معلوم کریں کہ آیا سچ مچ پہلے بزرگوں نے بھی خاتم النبیین کے یہی معنے کئے ہیں یا نہیں۔ اگر کئے ہوں تو پھر جو معنے معقول ہوں اور اہل اللہ اس پر متفق ہوں ان کو قبول کرنا چاہیئے نہ یہ کہ آپس میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی جائے۔

اسی طرح نبوت کی تعریف میں بھی ہمارے درمیان اختلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ نبوت کی معنی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے شرفیابی حاصل کرنا ہے نئی شریعت کا نازل ہونا ضروری شرط نہیں ہزاروں نبی دنیا میں آئے مگر وہ شریعت نہیں لائے حضرت ادریس نبی تھے، وہ نئی شریعت نہیں لائے بلکہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی شریعت کے تابع تھے۔ مگر دوسرے علماء یہ کہتے ہیں نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری ہے۔ اب اس اختلاف کا فیصلہ بھی آسان ہے۔ نبیوں کی فہرست تیار کر کے دیکھ لی جائے کہ کتنوں کو شریعت دی گئی اور کتنے بغیر شریعت کے تھے۔ اس لئے بزرگان اسلام نے نبوت کی دو قسمیں کی ہیں۔ نبوت شریعت۔ نبوت ولایت۔ پہلی قسم کی نبوت کے متعلق تو سب بزرگوں اور ہم سب مسلمانوں کا کلی اتفاق ہے کہ اس قسم یعنی نبوت شریعت کا اور شرعی نبیوں کا سلسلہ بند ہے (جیسا کہ فرمایا لا نبی بعدی) کیونکہ ایک کامل شریعت آ چکی ہے اور دوسری قسم یعنی نبوت ولایت۔ مکالمہ۔ مخاطبہ انذار و تبشیر والی نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے کبھی بند نہیں ہو گا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان ابدی سے ہمیشہ جاری ہے اور جاری رہے گا تمام بزرگان سلف کا اس پر اتفاق ہے اور یہ اختلاف بھی ایسا مشکل نہیں جو سمجھ میں نہ آئے۔ یا اس کا فیصلہ نہ کیا جا سکے۔ بزرگان اسلام جو بالاتفاق اہل اللہ تھے مسلمان انہیں اولیاء اللہ یقین کرتے ہیں۔ ان بزرگوں کی کتابیں موجود ہیں دیکھی دکھائی جا سکتی ہیں اور تسلی کی جا سکتی ہے کہ اگر ان کے نزدیک بھی نبوت ولایت کا سلسلہ جاری ہے تو پھر ہمیں آپس کے اختلافات کو طول دے کر بدمزگی اور فتنہ و فساد پیدا کرنے کی کیا

کیا ضرورت ہے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ سلسلۂ نبوت جاری ہے تو پھر ہمیں آپس کے اختلافات کو طول دے کر بدمزگی اور فتنہ و فساد پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ سلسلہ نبوت جاری ہے تو پھر اگر کسی امام وقت نے ایسی نبوۃ کا دعویٰ کیا ہو اور اسے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے وابستہ کیا ہو اور اس کا جزو اور عکس اور ظل قرار دیا ہو تو اس پر ناراض ہونے اور بگڑنے اور برافروختہ ہونے کی کیا ضرورت ہے کہ سید الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت نہیں دی کہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم

(بخاری)

کیا آپ چاہتے ہیں کہ ایسے عظیم الشان مامور کی پیروی چھوڑ کر شیخ الازہر سے علماء دین کے متعلق علماءھم شر من تحت ادیم السماء آیا ہے کی پیروی کی جائے اور اپنے ایمان اور دین و دنیا کو برباد کیا جائے۔ یقین جانو کہ ایسے علماء کا ساتھ دینا جہنم کے گڑھے میں گرانے والا ہے۔ دراصل ہم سب کا فرض ہے کہ جہاں ہم اپنے اعتقادات کی اصلاح کریں وہاں عملی خرابیوں کے ازالہ کی بھی پوری پوری کوشش کریں اور پھر آپس کی تکفیر بازی اور گالی گلوچ کی بجائے عیسائیوں دہریوں اور مجوسیوں کا متفقہ طور پر مقابلہ کریں تا اسلام کا بول بالا ہو اور پرچم اسلام تمام آفاق عالم میں لہرائے۔ آمین۔
الناشر۔ مہتمم نشر و اشاعت نظارت دعوت و تبلیغ ربوہ ضلع جھنگ۔"

اس میں سب سے پہلی مرتبہ جو بات جماعت قادیان کی طرف سے کہی گئی ہے اور جس پر ہم خوشی کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے وہ یہ ہے کہ:-

"یہ اختلافات اپنی نوعیت میں نظری اور اجتہادی ہیں آیات و احادیث کی تفسیر اور تشریح میں فرق ہے جو شروع سے اسلام میں ہمیشہ سے چلا آتا ہے"

اور یہ بھی مان لیا ہے کہ:-

"جہاں تک اصول اسلام اور آیات قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی صحت کا تعلق ہے ہمارے (یعنی عام مسلمانوں اور قادیانی جماعت کے) درمیان ذرہ بھر اختلاف نہیں...... غرض تمام اصول اسلامیہ میں ہم قولاً و اعتقاداً اور عملاً متفق ہیں اور جن باتوں میں ہمیں اختلاف ہے ان میں ذرا غور سے دیکھا جائے تو وہ اختلاف دور کیا جا سکتا ہے۔"

بالفاظ دیگر ہمارے دوستوں کو اس بات میں ہمارے ساتھ اتفاق ہے کہ کوئی مسلمان جماعت احمدیہ میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا، کیونکہ اصول اسلام میں کوئی اختلاف نہیں۔

اختلافی مسائل میں سے مسئلہ وفات مسیح کے متعلق یہ پیشکش کی گئی ہے کہ:-

"مخلص جید علماء و متقی اور دین سے محبت رکھنے والے ہوں وہ ہمارے علماء کے ساتھ بیٹھ کر (جامع ازہر کے الشیخ محمود شلتوت کا) فتوے بھی دیکھ لیں اور پہلی سب کے علماء سلف کے اقوال بھی دیکھ لیں اور تسلی کر لیں"

ہم اس کی بڑے زور سے تائید کرتے ہیں اور نہ صرف علمائے سلف اور مصری فتوے بلکہ قرآن حدیث سے بھی بہت کچھ دکھانے کے لئے تیار رہیں۔ اگر قبل از جماعت علماء اس تجویز پر عمل پیرا ہوں تو یہ امید کرنا بے جا نہیں کہ اس بارہ میں اختلاف کی خلیج بہت حد تک کم ہو سکتی ہے۔

دوسرا اختلاف خاتم النبیین کے مفہوم سے تعلق رکھتا ہے اس بارہ میں مہتمم صاحب نشر و اشاعت کا یہ فرمانا کہ:-

"ہم احمدی کہتے ہیں خاتم النبیین کے معنے نبیوں کا ختم کرنے والا نہیں بلکہ نبیوں کی مہر کے ہیں"

ہمارے نزدیک محل اعتراض ہے کیونکہ خود حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے خاتم النبیین کے معنے نبیوں کا ختم کرنے والا ہی کئے ہیں، ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت پر کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔"

(حاشیہ کتاب البریہ ص۱۸۴)

"یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت کوئی دوسرا نبی آجاوے اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہو جاوے۔" (ایام الصلح ص۴۷)

"کیا نہیں دیکھتے کہ خدائے رحیم و کریم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم النبیین قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیت مذکورہ میں فرما دیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور طالبین حق کے لئے یہ بات واضح ہے کہ اگر ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا جواز قبول کریں تو گویا ہم نے نبوت کا دروازہ کھول دیا ہے حالانکہ وہ بند ہو چکا اور یہ امر خلاف ہے جیسے کہ مسلمانوں سے مخفی نہیں اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے جبکہ ان کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا۔"

(ترجمہ عربی از حمامۃ البشریٰ ص۲۱)

اس قسم کے بیسیوں حوالے حضرت مرزا صاحب کی کتب سے دیئے جا سکتے ہیں جن سے ثابت ہے کہ آپ خاتم النبیین کے معنے نبیوں کا ختم کرنے والا کرتے تھے۔ نبیوں کی مہر کے معنے بھی آپ نے کئے ہیں لیکن اس سے "ختم کرنے والا" کے معنوں کی تغلیط نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ نبوت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی لیکن ایک امتی کو آپ کی پیروی سے کمالات نبوت حاصل ہو سکتے ہیں جیسا کہ حقیقۃ الوحی میں آپ نے لکھا ہے:-

"اللہ جلشانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا اور آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنے آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی یہی معنے اس حدیث کے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۹۷)

ان فقرات میں صاف بتا دیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد...... نبی کوئی نہیں آسکتا۔ آپ کی مہر اور نبوت کی پیروی سے جو کمالات نبوت ملتے ہیں اس سے انبیاء بنی اسرائیل ہی کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

مہتمم صاحب نشر و اشاعت فرماتے ہیں کہ جو معنے خاتم النبیین کے ہم نے کئے ہیں وہی معنے پہلے بزرگوں نے بھی کئے ہیں" پہلی بات جو اس بارہ میں ہم عرض کرنا چاہتے ہیں یہ ہے کہ اپنے امام حضرت مسیح موعود کے معنوں کے ہوتے ہوئے پہلے بزرگوں کی طرف جانے کی انہیں کیا ضرورت ہے پہلے بزرگ تو مسیح علیہ السلام کے دوبارہ نزول کے قائل بھی تھے اس لئے ان کی بات قابل سند نہیں ہو سکتی تاہم ان بزرگوں میں سے بھی کوئی ایسا نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کا قائل ہو سب کے سب سد باب نبوت ہی کے قائل ہیں، اگر ان کے اقوال کو آپ دیکھنا چاہیں تو ۲۹ راگست کے پیغام صلح کا صفحہ ۶ ملاحظہ فرمائیں۔

ہاں اس سلسلہ میں جہاں تک دوسرے مسلمان علماء کا تعلق ہے ہم مہتمم صاحب نشر و اشاعت کے ہمراز ہو کر ان سے یہ سوال کریں گے کہ جس حالت میں حضرت نبی کریم صلعم کو وہ خاتم النبیین مانتے ہیں اور اس کے معنے یہی کرتے ہیں کہ نبوت آپ پر ختم ہو گئی، پھر مسیح علیہ السلام کے دوبارہ نزول کا عقیدہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے یہ تو ختم نبوت کے بالکل منافی اور نقیض ہے۔

تیسری بات مہتمم صاحب نشر و اشاعت نے یہ فرمائی ہے کہ:-

"نبوت کی تعریف میں بھی ہمارے درمیان اختلاف ہے ہم کہتے ہیں کہ نبوت کے معنے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے شرف یابی حاصل کرنا ہے نئی شریعت کا نازل ہونا ضروری شرط نہیں ہزاروں نبی دنیا میں آئے مگر وہ شریعت نہیں لائے حضرت ادریس نبی تھے وہ شریعت نہیں لائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے تابع تھے مگر دوسرے علماء یہ کہتے ہیں نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری ہے"

صرف دوسرے علماء ہی نہیں حضرت مسیح موعود بھی یہی فرماتے ہیں، ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل

"انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لاویں۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص۳۳۹)

اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالے سے تعلق رکھتے ہیں۔"

(خط مندرجہ الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

حضرت مسیح موعود کے ان کھلے ارشادات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ ہزاروں نبی دنیا میں آئے مگر وہ شریعت نہیں لائے صحیح نہیں۔ نہ ہی حضرت ادریس کی مثال صحیح ہے۔ حضرت مسیح موعود نے صاف لکھا ہے:۔

"جس قدر نبی گذرے ہیں۔ ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا تھا حضرت موسےٰ کا ... کچھ دخل نہ تھا"

لیے انبیاء سوسم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے حضرت موسےٰ سے کچھ نہیں پایا بلکہ وہ براہ راست نبی بن گئے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ براہ راست نبی وہی ہو سکتا ہے جس پر براہ راست وحی نبوت ہو جو بمنزلہ کتاب یا شریعت ہوتی ہے خواہ اس میں ایک ہی نیا حکم ہو۔ یا کسی پرانے حکم کو منسوخ کیا گیا ہو لیکن یہ سب کچھ لکھنے اور تعریف نبوت میں اختلاف کرنے کے بعد مہتمم صاحب نشر و اشاعت نے نبوت کی جو دو قسمیں بیان کی ہیں ان میں خود اعتراف کر لیا ہے کہ اصل نبوت وہی ہے جس میں شریعت ہوتی ہے چنانچہ لکھا ہے:۔

"بزرگان اسلام نے نبوت کی دو قسمیں ہیں نبوت شریعت اور نبوت ولایت، پہلی قسم کی نبوت کے متعلق تو سب بزرگوں اور ہم سب مسلمانوں کا کلی اتفاق ہے کہ اس قسم کی یعنی نبوت شریعت اور شرعی نبیوں کا سلسلہ بند ہے (جیسا کہ فرمایا لا نبی بعدی) کیونکہ اکمال شریعت آپکی ہے اور دوسری قسم یعنے نبوت ولایت۔ مکالمہ مخاطبہ۔ انذار و تبشیر والی نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے کبھی بند نہیں ہوگا آنحضرت صلعم کے فیضان ابدی سے ہمیشہ جاری رہیگا۔

نبوت ولایت سے اگر یہ مراد ہے جس کو حضرت مسیح موعودؑ اور دوسرے بزرگان امت نے محدثیت قرار دیا ہے تو ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ نبوت شریعت ختم ہو چکی اور صرف نبوت ولایت یا محدثیت باقی ہے جو کثرت مکالمہ الٰہیہ کا دوسرا نام ہے اور ہم سمجھتے ہیں دوسرے مسلمان علماء کو بھی اس کے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کیونکہ امت محمدیہ میں ہزاروں ایسے بزرگ گزرے ہیں جن کو وہ نبوت ولایت یا محدثیت کے مقام پر فائز سمجھتے ہیں ہمارے قادیانی دوست اگر انہیں یہ یقین دلا سکیں کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ بھی ولائت یا محدثیت سے بڑھ کر نہ تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس پر ناراض ہوں یا اسے برا منائیں۔ پس ہم اپنے قادیانی دوستوں اور غیر از جماعت علماء ہر دو سے عرض کرتے ہیں کہ اختلاف کی خلیج تو فی الواقع اتنی وسیع نہیں جتنی سمجھی جا رہی ہے۔ جب اصول اسلام میں کوئی اختلاف نہیں تو باقی چھوٹی چھوٹی باتیں، ٹھنڈے دل سے غور و توجہ اور تفہیم و تفہیم سے طے ہو سکتی ہیں مثلاً:۔

(۱) وفات مسیح کا مسئلہ اس طریق سے طے ہو سکتا ہے جس طرح مہتمم صاحب نشر و اشاعت نے تجویز کیا ہے کہ متقی اور دین سے محبت رکھنے والے جید علماء مصری فتوے اور سابق علماء کے اقوال کو دیکھکر تسلی کر لیں اور اس کو وجہ تنازعہ نہ بنائیں۔

(۲) ختم نبوت کے بارہ میں قادیانی حضرات یہ اعلان کر دیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد سلسلہ نبوت بند ہے ہاں ولایت و محدثیت کا سلسلہ جاری ہے اور یہی حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ تھا، اور غیر از جماعت علماء یہ مان لیں کہ چونکہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو چکی ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اس لئے ان کا دوبارہ آنا محال ہے اور کہ جس مسیح کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے وہ اسی امت کے ایک عظیم الشان مجدد کا نام ہے جیسے کہ حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

(۳) حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ چودھویں صدی کے مجدد ہونے کا تھا جیسے گزشتہ تیرہ صدیوں میں مجدد ہو گذرے ہیں وہ محدثیت یا نبوت ولایت کے مقام پر فائز تھے اور اس مقام پر جو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ انہیں حاصل تھا وہ اللہ تعالے کی ہستی پر ایک زندہ نشان اور اسلام کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت تھا ایسا ہی مسیحیوں کو نور اسلام سے منور کرنے کے لئے انہیں مقام مسیحیت پر کھڑا کیا گیا جیسے فرمایا ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

یہ وہ موٹی موٹی باتیں ہیں جن پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو اختلافات کی اس خلیج کو جو عام مسلمانوں اور جماعت احمدیہ یا قادیانی جماعت اور ہمارے مابین ہے بآسانی ختم کیا جا سکتا ہے۔ کیا ہمارے دوست اس پر غور کریں گے؟

الناشر

جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور (پاکستان)

رشتوں کی ضرورت

(۱) بی۔ اے۔ ایف اے۔ میٹرک۔ مڈل پاس لڑکیوں کے لئے رشتوں کی ضرورت ہے۔

(۲) دو بیواؤں کے لئے موزوں رشتہ کی ضرورت ہے۔ (مرتضیٰ خان۔ اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(بقیہ از صفحہ ۳)

مذہبی قمار بازی رکھتا ہوں۔ جیسے ایک قمار باز اپنی چابکدستی اور چالاکی سے ہاتھ مارنا چاہتا ہے بعینہٖ اسی طرح ایسے مذہبی مباحثہ کرنے والے کیا کرتے ہیں۔ اور ہم نے تجربہ کرکے دیکھ لیا ہے۔ کہ ایسے لوگ ہمیشہ اصلی بات کو پوشیدہ رکھتے اور فرضی اور خیالی باتوں کو پیش کیا کرتے ہیں ہم میں ایسی مذہبی قمار بازی کو بہت بڑا سمجھتا ہوں۔ کہ انسان مذہبی تحقیقات میں چالاکی اور چابکدستی سے کام لے۔ اور دل میں ذرا بھی خوف خدا اور حیا نہ کرے۔ اس مذہبی قمار بازی کی میں ہمیشہ ہار جیت اور خیال فتح و نصرت مدنظر ہوتی ہے اور دوستوں اور ہمعصروں کی نگاہ میں فتحیاب کہلانے اور واہ واہ سننے کا خیال ہوتا ہے، یہ مذہبی قمار بازی دنیا کی قمار بازیوں سے زیادہ نقصان رساں ہوتی ہے۔ کیونکہ مؤخر الذکر میں تو صرف مال کا زیان ہوتا ہے لیکن مذہبی قمار بازی میں دین و دنیا ہر دو تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ اور تمام اخلاقی اور روحانی قوتیں جو انسان کو اعلےٰ درجہ کے کمالات کا وارث بنا سکتی ہیں ہار دی جاتی ہیں۔ اور ان دینی اور دنیاوی متاع کے ہار جانے سے جو رنج پیدا ہوتا ہے وہ بڑا سخت ہے۔ اس لئے اس قسم کی مذہبی قمار بازی کے خیال کو کبھی پاس بھی نہ آنے دینا چاہیئے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ مذہبی گفتگو سے مقصد اور ارادہ یہ ہو کہ راستبازوں کے نور سے حصہ ملے۔

حق گوئی اور حق جوئی کی راہ

خوب یاد رکھو۔ کہ کبھی کوئی شخص اس نور کو نہیں پا سکتا اور اپنی فطرت سلیمہ و متاع روحانی و اخلاقی کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ جب تک کہ حق گوئی اور حق جوئی اور پھر قبول حق کے لئے ساری دنیا کو ان کے سامنے ایک مردہ قرار نہ دے لے۔ اور حق کی قبولیت کے لئے اللہ تعالے سے پختہ عہد کرلے۔ لیکن جو شخص ایسا عہد خدا تعالے سے نہیں کرتا وہ خدا تعالے کو زبانی مان کر بھی دہریہ ہے۔

مذاہب و ملل کا بحران

ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسے امراض کا بحران ہوتا ہے اسی طرح پر یہ ایام مختلف ملتوں اور مذاہب کے بحران ہیں۔ شیطان کی بھی یہ آخری جنگ ہے۔ اس لئے وہ اپنے تمام آلات حرب و ضرب لیکر حق کے مقابلہ کے لئے نکلا ہوا ہے۔ اور اپنے پورے زور اور طاقت سے کوشش کر رہا ہے۔ کہ حق کو کچل ڈالے اور اس پر غلبہ پالے لیکن اس بات کا ہمیں تو یقین کامل ہے کہ اس کی یہ ساری کوششیں حق کے مقابلہ میں محض بے فائدہ اور بیہودہ ہیں۔ اور وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے۔ کہ شیطان مار ڈالا جائے گا۔ اور ملائکہ کی فتح ہوگی۔ مگر باوجود اس علم کے وہ اپنی پوری طاقت اور زور سے میدان میں نکلا ہوا ہے۔ اور اس کے مقابلہ کیلئے حق بھی میدان میں آ گیا ہے جس کی تائید کے لئے ہر قسم کے سامان اور آلات آسمان سے نازل ہو رہے ہیں۔ چونکہ اس وقت حق و باطل کی جنگ شروع ہے اس لئے آپ کو واجب ہے کہ حق کا ساتھ دیں۔

چٹ

لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بود۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے۔ چھ روپے

ایڈیٹر
دوست محمد

ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۲۲ شلنگ

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۸ محرم ۱۳۷۱ھ - ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۱ء | نمبر ۳۷

امریکہ میں ہماری تبلیغی جدوجہد

مسئلۂ کشمیر پر تقاریر۔ عید الاضحیٰ کی نماز اور خطبہ۔ ایک گرجا میں لیکچر

میاں بشیر احمد صاحب مبلغ امریکہ کا مکتوب حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام

قبلہ و کعبہ ام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ یہ معلوم کر کے خوش ہوں گے کہ جو زمین ہمارے پاس پہلے سے موجود تھی اس میں ایک اور قطعہ زمین کا اضافہ ہوگیا ہے۔ ہمارے وکیل مسٹر فرانسس پولینڈ کی کوششوں کے نتیجے سے تقریباً سات سو ڈالر مالیت کی زمین ہمیں غیر متوقع طور پر مفت میں مل گئی ہے۔

جاپانی صلح کانفرنس میں شمولیت کے لئے سر ظفر اللہ خاں صاحب یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ ہم نے ان کی ایک تقریر کا انتظام یہاں کے مرکزی وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ہال میں کیا تھا۔ انہوں نے بذریعہ ٹیلیفون پانچ ستمبر کو اطلاع دی کہ وہ جمعہ کی شب (سات ستمبر) کو فارغ ہوں گے اور اگر ہم چاہیں تو ان کی تقریر کا انتظام کریں۔ اگرچہ وقت بہت کم تھا مگر ہم نے کافی محنت کی اور ایک سو کے قریب لوگ جمع ہو گئے۔ میری بھی تقریر ہوئی اور ہم نے حسب معمول اپنا لٹریچر لوگوں میں تقسیم کیا۔

۲۶ اگست کو مسز سعیدہ ڈاکٹر وحید کے اعزاز میں ہم نے ایک دعوت کا انتظام کیا۔ بعض نو مسلموں سے ان کا تعارف کرایا اور اپنے کام سے انہیں آگاہ کیا۔ وہ ہماری کارروائی سے بہت متاثر اور خوش ہوئیں۔ ۔۔۔ ستمبر کو ایک بجے دوپہر The Kashmir Conflict فلم یہاں کی ایک ایسوسی ایشن کی دعوت پر پیلس ہوٹل میں دکھائی گئی اور میری تقریر بھی ہوئی۔ اسی کے قریب ممبران ایسوسی ایشن موجود تھے۔

بارہ ستمبر کو عید الاضحیٰ تھی۔ میں چند آدمیوں کے ساتھ سیاٹل چلا گیا۔ شریف المجاہد جو کراچی میں سول اینڈ ملٹری گزٹ کے سٹاف میں تھے اور اس سے قبل ۔۔۔ ڈان ٹائمز ۔۔۔ مدراس میں کام کرتے تھے اور آج کل یہاں Washington یونیورسٹی میں جرنلزم کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ نماز کے بعد میری تقریر ہوئی۔ اور عید الاضحیٰ کی غرض و غایت حاضرین کو بتلائی گئی۔ تقریر انگریزی زبان میں تھی۔

خورشید صاحب جو قائد اعظم کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ اور ابو سعید بزمی جو احسان کے غالباً ایڈیٹر ہیں بھی جلسہ میں موجود تھے۔

تیرہ ستمبر کو مرکزی وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ہال The Kashmir Conflict فلم دکھائی گئی اور بعد میں میری تقریر ہوئی۔ گیارہ بجے شب تک بحث ہوتی رہی۔ سوال و جواب زیادہ تر اسلام کے متعلق تھے۔ اکبر صاحب جو ماسٹر عبد اللہ صاحب فجی کے فرزند اکبر ہیں بھی اس موقع پر موجود تھے۔ ان کی ایک تقریر کا بھی یہاں انتظام ہوگیا۔ ستائیس ستمبر کی شب کو انشاء اللہ ہوگی۔

آج شب کو آٹھ بجے ایک Methodist چرچ میں میری تقریر ہوگی۔

امریکہ اور کینیڈا کے چیدہ اخباروں اور میگزینوں کی ایک فہرست میں نے اپنے پچھلے خط کے ساتھ ملفوف کر کے آپ کی خدمت میں ارسال کی تھی امید ہے مل گئی ہوگی۔

آپ کی دعاؤں کا محتاج
بشیر احمد منٹو

بعد کی اطلاع ہے کہ بزمی صاحب امریکہ میں ہی حرکت قلب بند ہونے سے فوت ہوگئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

صوبہ سرحد کے آئندہ انتخابات

بیان محمد یوسف خان ممبر ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کونسل ہزارہ و پروپیگنڈا سیکرٹری مسلم لیگ کمیٹی حلقہ لوئر پکھلی تحصیل مانسہرہ

صوبہ سرحد میں اس وقت انتخابات کی تیاریاں بڑی سرگرمی سے ہو رہی ہیں، اور مختلف پارٹیاں اپنے اپنے نمایندے کھڑے کرکے ان سرگرمیوں کو تیز تر بنا رہی ہیں، ایسے موقعہ پر یہ غور کرنا ضروری ہے کہ کونسی ایسی جماعت ہے، جس سے جمہور کو سب سے زیادہ فوائد کی توقع ہو سکتی ہے، یوں تو سب ہی جماعتوں کی طرف سے بڑے بڑے دعوے کئے جاتے اور شاندار پروگرام شائع ہو رہے ہیں لیکن گذشتہ واقعات کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو ہمارے خیال میں مسلم لیگ ہی ایک جماعت ہے جو اپنے ہمہ گیر پروگرام اور کارناموں کے لحاظ سے ایک عوامی اور جمہوری جماعت کہلانے کی مستحق ہے، صوبہ سرحد میں اس جماعت نے گذشتہ سالوں میں اقتدار حاصل کرکے جو کارہائے نمایاں کئے ان کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ بالفاظ مختصر یوں کہنا چاہیئے کہ مسلم لیگ کی حکومت صوبہ سرحد کیلئے آیہ رحمت ثابت ہوئی ہے اور خان عبدالقیوم خان وزیراعظم سرحد جو مسلم لیگ کے صدر بھی ہیں گو مخالفین کی نظروں میں کتنے ہی معتوب ہوں، لیکن انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں ایسے ایسے عظیم الشان کام سرانجام دیئے ہیں جن کی وجہ سے صوبہ سرحد نے دوسرے پاکستانی صوبوں میں ایک بہت بڑی اور نمایاں حیثیت اختیار کر لی ہے۔ زرعی اصلاحات اور جاگیرداری کا سدباب، قبائلیوں میں پاکستان سے محبت اور لگاؤ پیدا کرنا اور کشمیر کے لئے قربانیاں دینا اور کئی ایک نفع عام کے کام جاری کرنا صرف مسلم لیگ اور خان عبدالقیوم خان کے اثر و نفوذ کا نتیجہ ہے، ایسی حالت میں یہ بے محل نہ ہوگا کہ مسلم لیگ کا ساتھ دینے اور اس کے تجویز کردہ نمایندوں کی حمایت کرنے کے لئے عوام کو مشورہ دیا جائے۔ دوسری جماعتیں جو کھڑی ہیں، ان میں سے اگر کوئی ایسی جماعت نہ ہو جو تعمیر کے بجائے تخریبی کاموں میں زیادہ حصہ لیتی ہو، تو اس کا ساتھ دینے میں حرج نہیں لیکن مسلم لیگ چونکہ ایک آزمودہ اور جمہوری جماعت ہے اس لئے اس کا ساتھ دینا زیادہ پسندیدہ ہوگا، اسی سلسلہ میں ہم یہ بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ صوبائی مسلم لیگ کی ایک سیٹ ضلع ہزارہ میں ہے، جس کے صدر خان بہادر جلال الدین خان ہیں، جو اپنے اثر و اقتدار اور حسن اخلاق کی وجہ سے تمام ضلع میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، ان کی خدمات تمام ضلع میں عزت و قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں، اور عوام الناس میں ان کی شخصیت بہت بڑی مقبولیت رکھتی ہے، انہوں نے ملک و ملت کے لئے ہمیشہ اپنے ذاتی مفاد کو پس پشت ڈالتے ہوئے بہت بڑی قربانیاں کی ہیں۔

کانگریس اور مسلم لیگ کے ریفرنڈم کے موقعہ پر انہوں نے مسلم لیگ کا ساتھ دے کر اپنے جذبۂ ملی کا ثبوت بہم پہنچایا۔ آئندہ انتخابات کے لئے مسلم لیگ نے ان کو اپنا نمایندہ تجویز کرکے اپنے حسن انتخاب اور بیدار مغزی کا ثبوت دیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ خان بہادر جلال الدین صاحب اگر بلا مقابلہ نہیں تو بہت زیادہ ووٹوں سے کامیاب ہوں گے۔ اور ان کی کامیابی صوبہ سرحد کے لئے بہت سے فوائد کا موجب ہو گی۔

اسی ضلع میں ایک اور نمایاں ہستی خان بہادر غلام ربانی خان کی ہے جو عوام و خواص سب کی نظروں میں مقبولیت کا درجہ رکھتے ہیں، حکام سے لے کر ادنے سے ادنے انسان تک انہیں عزت و قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اس وجہ سے نہیں کہ وہ خان بہادر ہیں یا اپنے علاقہ کے رئیس اعظم ہیں۔ بلکہ اس وجہ سے کہ عوام کی خدمت کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، اور خدا تعالےٰ نے ان کو دینی و دنیوی علوم میں بہت بڑی قابلیت عطا کی ہے، خان بہادر غلام ربانی ضلع ہزارہ کے طبقہ وکلاء میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں اور سیاسی تدبر اور معاملہ فہمی کی قابلیت رکھنے کے علاوہ حد درجہ دیندار اور ملک و ملت کے خدمتگزار اور خیر خواہ ثابت ہوئے ہیں کئی موقعوں پر انہوں نے اپنے ذاتی فوائد کو پس پشت ڈال کر جمہور کا ساتھ دیا، اور کانگریس اور مسلم لیگ کی باہمی آویزش میں مسلم لیگ کے ساتھ ہو کر اس کی کامیابی کے لئے پوری پوری جدوجہد کی۔ ایسے نیک دل اور آزمودہ کار انسان کا آیندہ انتخابات کے لئے مسلم لیگ کی طرف سے کھڑا ہونا صوبہ سرحد کی خوش قسمتی کی دلیل ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ ضلع ہزارہ کے عوام الناس انہیں کامیاب بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔

خان بہادر غلام ربانی خان کو حلقہ ۱۲ لوئر پکھلی و علاقہ اگرور کی طرف سے کھڑا کیا گیا ہے، اس علاقہ میں ان کا خاص طور پر بہت بڑا اثر ہے، اور ان کی خدمات اور حسن اخلاق اور اعلیٰ قابلیت کے پیش نظر ضرورت ہے کہ انہیں بلا مقابلہ کامیاب کیا جائے، اگر ایسا نہ ہوا تو یہ یقین کرنا بے جا نہیں کہ اس حلقہ میں ووٹوں کی اکثریت انہیں کے حق میں ہوگی۔

ان کے علاوہ حسب ذیل اصحاب بھی ضلع ہزارہ کے مختلف حلقوں سے کھڑے ہوئے ہیں:۔

(۱) خان صاحب اول خان صاحب ٹھیکیدار ممبر ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کونسل ہزارہ جو علاقہ کونش اپر پکھلی سے کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ ضلع ہزارہ میں لکڑی کے بہت بڑے ٹھیکیدار ہیں اور اپنے علاقہ میں بہت عزت و قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں، بہت بڑے مخیر اور غریب پرور انسان ہیں اور ہزارہ کا ہر چھوٹا بڑا ان کی سخاوت کا رہین منت ہے ان کو علاقہ کونش کے سیدان یعنی قوم ستانہ دار نے مجبور کرکے مسلم لیگ کی طرف سے کھڑا کیا ہے۔

(۲) خانصاحب خورشید خان ممبر آل پاکستان مسلم لیگ و رکن مجلس عاملہ صوبائی مسلم لیگ سرحد، آپ علاقہ بھوگرمنگ سے مسلم لیگ کے نمایندہ کی حیثیت سے کھڑے ہوئے ہیں۔ اور آپ کی عزت و وجاہت اور علاقہ بھوگرمنگ کے عوام میں مقبولیت اس بات کی ضمانت ہے کہ آپ ضرور کامیاب ہوں گے۔

(۳)۔ قاضی صبغۃ اللہ صاحب آف شیرگڑھ علاقہ تنول، آپ بہت بڑے مقرر ہیں، اور دیانت و امانت کے لحاظ سے بڑی شہرت رکھتے ہیں، امید ہے کہ آپ علاقہ اپر تنول سے ضرور کامیاب ہوں گے۔

(۴)۔ مسٹر محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر آف مانسہرہ۔ آپ حلقہ بیر کنڈ سے مسلم لیگ کے نمایندہ کی حیثیت سے کھڑے ہوئے ہیں اور اپنی ذاتی خوبیوں اور قابلیت کے لحاظ سے امید ہے کہ اس حلقہ میں کثیر ووٹوں سے کامیاب ہوں گے۔ آپ بڑے خوش اخلاق اور قوم کا اعتماد رکھنے والے انسان ہیں، امید ہے کہ آپ اسمبلی میں قوم کی نمایندگی احسن طریقہ سے سرانجام دیں گے۔

مودودی صاحب اور مدعی ماموریت

(بقیہ از صفحہ ۱۱)

نے مرنے سے پہلے جماعت احمدیہ شملہ کو بلا کر اہلحدیث کی مسجد میں اقرار کیا کہ میں اب حضرت مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتا۔ پھر جب ان کو ...بابو محمد یوسف صاحب مرحوم سپرنٹنڈنٹ دفتر آب و ہوا نے کہا کہ مولانا اب تو آپ مرزا صاحب کی بیعت کر لیں تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ اگر مرزا صاحب زندہ ہوتے تو میں بیعت کر لیتا۔ یہ واقعات شائع شدہ ہیں۔ جن کا آج قطعاً انکار کوئی کر دے تو کر دے۔ ورنہ یہ واقعات ہیں جس پر نہ میں خود گواہ ہوں بلکہ بہت سے احمدی اور غیر احمدی بھی گواہ ہیں، مودودی صاحب اس کی تحقیق کرنا چاہیں تو میں ان کی مدد کروں گا۔ وہ غور کریں اور صداقت کو قبول کریں۔ خلافت الٰہیہ اور حکومت کے قیام کی وہ کوشش کرتے ہیں، مگر وہ یاد رکھیں کہ یہ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی ہے کہ:۔

نامئے فتح نمایاں بنام ما باشد

اس لئے جس سائل نے انہیں احمدی جماعت سے تعاون کے لئے مشورہ دیا ہے اس نے صحیح بات کہی ہے اسے قبول فرمائیں ورنہ بالآخر ان کی تحریک ناکام ہو گی اور احمدیت ترقی کرتی چلی جائیگی یہاں تک آفتاب اسلام مغرب سے طلوع ہو کر کل دنیا کو روشن کرے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ یہ تہمت کہ جو مودودی صاحب نے تقلیداً لعلماء السوء حضرت مرزا صاحب پر لگائی ہے کہ وہ ختم نبوت کے منکر اور خود مدعی نبوت ہیں اور ہم بڑے زور سے کہتے ہیں لعنۃ اللہ علی الکاذبین، اور مولوی صاحب کے پیش کردہ معیاروں...

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۸ محرم الحرام ۱۳۷ھ | نمبر ۳۷

شہادت امام حسین علیہ السلام اور شیعہ و سنی حضرات

محرم کا مہینہ اسلامی سال ہجری کا پہلا مہینہ ہے، دنیا کی ہر قوم اپنے اپنے سال کا پہلا مہینہ یا کم از کم پہلا دن اس طرح مناتی ہے کہ گویا عید کا دن ہے۔ لیکن مسلمانوں کے پہلے ہی دن ماتم شروع ہو جاتا ہے، اور دس دن تک گریہ و بکا، نوحہ خوانی اور آہ و زاری کے وہ مناظر پیش کئے جاتے ہیں، جو کسی بڑی سے بڑی ہزیمت خوردہ قوم میں بھی کبھی دیکھنے میں نہیں آتے۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت بیشک تاریخ اسلام کا ایک المناک سانحہ ہے ....

- - - - - لیکن کیا ایک مسلمان کا طریق عمل یہی ہونا چاہیئے کہ تمام عمر اس پر روتا رہے اور صبر و قرار کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر ماتم حسین کو اپنا شعار بنا لے؟ قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ جب کبھی تمہیں ایسے حادثات پیش آئیں، کوئی جانی و مالی نقصان تمہیں اٹھانا پڑے تو انا للہ و انا الیہ راجعون کہکر اپنے دل کو ڈھارس دے لیا کرو کہ ایسے ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں جو خدا تعالیٰ کی آزمائشوں اور اس کے بھیجے ہوئے مصائب پر خواہ وہ کتنے ہی المناک ہوں اور کتنے بھی بڑے سے بڑے انسان پر وارد ہوں صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں دیتے، کیا قرآن کریم نے کہیں اس کے علاوہ کوئی ایسا بھی سبق دیا ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت پر تمہیں ہمیشہ گریہ و بکا کرتے رہنا چاہیئے؟ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ امت کے لئے یہ واجب ہے کہ اہل بیت کے کسی بڑے انسان کی شہادت پر ہر سال صف ماتم بچھایا کریں، اور پیٹ پیٹ کر خون بہایا کریں؟

اور صرف رونے اور پیٹنے پر ہی کیا موقوف ہے، وہ مجالس جو اس موقعہ پر منعقد ہوتی ہیں، وہ سوانگ جو واقعہ کربلا کے مناظر پیش کرنے کے لئے بھرے جاتے ہیں اور جلوس بنا بنا کر اور گھوڑوں اور تعزیوں کو آگے رکھ رکھ کر جو مرثیہ خوانی ہوتی اور ماتم کیا جاتا ہے وہ اسلام کی ایسی گھناؤنی تصویر پیش کرتے ہیں... کہ جو اس کی تعلیمات اور خود امام حسینؓ کے مسلک کے سراسر خلاف ہے، نہ صرف امام حسینؓ بلکہ بڑے بڑے شیعی متکلمین کے نقطہ نظر کے بھی خلاف ہے جیسا کہ اسی اشاعت میں مولانا نور علی مرحوم کے ایک مضمون میں واضح کیا گیا ہے غور کیجئے اگر آج امام حسین علیہ السلام اس دنیا میں آئیں اور ان مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں تو کیا کہیں گے، یقیناً وہ ان سے خوش ہونے کے بجائے سخت ناراضی کا اظہار کریں گے اور اس قوم کے خلاف جہاد کے لئے تیار ہو جائیں گے جو ان کی مقدس شہادت کو ایسی مکروہ صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے۔ کس قدر پاکیزہ تھا یہ واقعہ شہادت! اور کتنا بلند سبق اس میں دیا گیا تھا کہ ایک مسلمان کو کسی بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے جو فسق و فجور کی طرف لے جانے والی ہو، ہرگز نہیں جھکنا چاہیئے، اور دین کے احیاء اور استحکام ملت کے لئے اگر جان کی بھی قربانی دینی پڑے اور ان سخت ترین اذیتوں کے ساتھ جیسی امام حسین علیہ السلام کو اٹھانی پڑیں سہنی اور اپنے عزیز و اقارب کے گلے کٹوانے پڑیں تو اس سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیئے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آہ! وہ پاکباز لوگ اور امام حسینؓ جیسے پاک نفس انسان تو فسق و فجور کے مقابلہ میں اپنی جان دے کر جنت الفردوس میں جا بیٹھے، قرب الٰہی کے وہ شاندار مراتب انہیں نصیب ہوئے کہ جن پر بڑے بڑے اولیاء رشک کرتے ہوئے مر گئے۔ لیکن ہم ہیں کہ یہاں بیٹھے ہوئے ان کا ماتم کر رہے ہیں کہ ہائے ان کو یہ درجے کیوں ملے؟ کیوں ان کو یہ عالی شان مراتب نصیب ہوئے؟ کہا تو یہ جاتا ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت نے اسلام کو زندہ کر دیا اور یہ امر واقعہ ہے کہ اگرچہ اس راہ میں امام موصوف کو سخت ترین دکھوں اور اذیتوں کا شکار ہو کر اپنی گردن کٹوانی پڑی لیکن آپ کی اس عظیم الشان قربانی نے امت کے اندر ایک نئی زندگی پیدا کر دی اور وہ جو ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے ؎ قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے ۔ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

وہ حرف بحرف سچا ثابت ہوا، پھر یہ کیا ہے کہ آپ اسلام کی اس زندگی پر روتے ہیں، مرگ یزید پر غم و اندوہ کے آنسو بہاتے اور ماتم کرتے ہیں، قتل حسینؓ پر ماتم کرنے والو! سوچو کہ تمہارے اس نالہ و شیون کی زد کہاں جا کر پہنچتی ہے۔

اور اس ضمن میں ہم اپنے سنی بھائیوں کو بھی بری الذمہ نہیں سمجھتے، جو ایک طرف تو شیعی معتقدات کو صحیح نہیں مانتے اور دوسری طرف عشرہ محرم میں ایسی ایسی رسمیات پر عامل ہوتے ہیں جن سے شیعیت کی تائید و تقلید کھلے طور پر ہوتی ہے، سبیلیں لگانا، تعزیے بنانا، جھنڈیاں نکالنا اور مجالس محرم کو رونق دینا زیادہ تر سنیوں ہی کی طرف سے عمل میں آتا ہے، کاش وہ سوچیں اور غور کریں کہ ان کا یہ طریق عمل آئمہ متقدمین کے کہاں تک مطابق ہے اور کس بزرگ نے تعزیہ داری اور جھنڈیاں نکالنے کی اجازت دی ہے؟

ہاں یہ طریق بھی صحیح نہیں کہ شیعہ حضرات سے خواہ مخواہ جنگ کی جائے، یا ایسے رنگ میں ان کی مخالفت کی جائے، کہ تفرق و تشتت کی خلیج کو وسیع کرنے کا موجب ہو، اس قسم کے بعض واقعات جو پچھلے دنوں رونما ہوئے بہت ہی افسوسناک ہیں اور ہم ان پر دلی رنج و اندوہ کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے، شیعہ و سنی کے سوال کو ذریعہ مخاصمت بنا کر شیعی رسمیات کو اس طریق سے روکنے کی کوشش کرنا کہ جنگ و جدال کی صورت پیدا ہو جائے کسی طرح بھی جائز نہیں، اس وقت ضرورت ہے کہ باہم محبت و اتفاق پیدا کیا جائے اور اتحاد بین المسلمین کو تقویت دی جائے۔ ایک دوسرے کو سمجھانے اور محبت کے ساتھ تبادلہ خیالات کرنے میں حرج نہیں، لیکن جہاں مناقشت اور مخاصمت پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اس سے اعراض کرنا اور اتحاد اسلامی کے عظیم الشان مقصد کو فوت نہ ہونے دینا ایک مسلمان کا شیوہ عمل ہونا چاہیئے کہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے۔

اسلام کی بیٹیاں کدھر جا رہی ہیں؟

معاصر صدق سے :-

بمبئی سے پی۔ٹی۔آئی۔ کی خبر ۱۴ ستمبر کو:۔

"مشہور و معروف فلم ایکٹریس بیگم پارہ کو نشے کی حالت میں اور بلا لائسنس بیجا تیز رفتاری کے ساتھ موٹر چلانے کے جرم میں مجسٹریٹ کے ہاں سے پانچ مہینے کی قید محض اور ۲۵ روپیہ جرمانہ کی سزا ملی۔"

یہ بدمست اور بلا لائسنس موٹر بھگانے والی ایکٹریس ہے کون؟ — ہوگی کسی پیشہ ور بائی جی کی لڑکی اور خود بھی پیدائشی پیشہ ور — !جی نہیں! عبرت کے کانوں سے سنیئے کہ یہ ہماری آپ کی ایک بہن زبیدہ خاتون ہیں — شریفوں کی شریعت باپ پنجاب کے ایک مشہور بیرسٹر اور بعد کو سشن جج، علی گڑھ کے مشہور اولڈ بوائے اور علی گڑھ یونیورسٹی کورٹ کے ممبر، اور معزز سرکاری عہدہ کے علاوہ قومی اور ملی کاموں میں پیش پیش — ! صاحبزادی علی گڑھ کی میٹرک پاس، ابھی زیر تعلیم تھیں کہ آزاد خیال باپ کو بعض پابندیاں عاید کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی لڑکی مع اپنی بڑی بہن اور بھائی کے تینوں گھر بار کی قید سے آزاد ہو گئے — بڑی بہن نے تو شاید مرتد ہو کر کسی ہندو کا گھر بسایا۔ اور یہ چھوٹی "آرٹ" کی دنیا میں داخل ہو گئیں۔ ایک تماشہ میں ہیرو اور ہیروئن کا پارٹ سگے بھائی بہن نے کیا۔ اور یہ وہی صاحبزادی ہیں جو آج پردۂ سیمیں پر یوں چمک دمک رہی ہیں —!

کیا یہ مثال بالکل اکیلی اور انوکھی ہے۔؟

اور یہ "پری پیکر" مدھو بالا کون ہیں — جن کے "نئے ادب اور نئی جوانی" — اور اداکاری میں "نغمہ، حسن، رنگ اور جوانی کے امتزاج" — کا پروپیگنڈا روزانہ فلمی اشتہارات میں ہوتا رہتا ہے؟ کوئی غیر مسلمہ اور کسی غیر مسلم خاندان کی نہیں! ہماری آپ کی کلمہ گو بہن، دلی کے ایک معزز خاندان کی نور نظر۔ غالباً "خان صاحب" باپ ہی کے تعمیل ارشاد میں "حیا پروری" کے یہ سارے مدارج طے کر رہی ہیں —!

اور یہ نینا —؟ جو بعد کو نوشا پونا کے اسپتال میں داخل ہو کر برے اعمال بھگت رہی ہیں، مگر دو ہی چار سال ادھر فلمی پوسٹروں کی زبان میں "شباب مجسم" تھی اور "تماشے" میں کی جیت میں جوش ملیح آبادی کے گیت "میرے جوبن کی دیکھو بہار" کو گاتی اور بتاتی ہوئی نمودار ہوئی تھی؟ — یو پی کے ایک معزز عہدہ دار اور خانبہادر کی صاحبزادی، شاہدہ کے اصلی نام سے اور ایک دوسرے اور مشہور تر خانبہادر کی بہو —!

اور وہ "وینو" کا دیوی — جو اب تو گمنامی کے پردہ میں جا پڑی ہے۔ لیکن ۷، ۸ سال ادھر کیا زور اس کی ناموری کا تھا —؟ ایک خان بہادر اور بڑے سرگرم قومی کارکن اور ایک مسلم گرلز کالج کے سیکرٹری کی صاحبزادی —!

یہ سب مثالیں جو صرف نمونے کے طور پر پیش کی گئی ہیں — آخر ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو کدھر بہا رہی ہیں؟ — کیا یہ بھی کوئی اختلافی مسئلہ ہے؟ — کوئی بھی....

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

بسلسلہ اشاعت مؤرخہ ۲۳ اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء

حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں میں لفظ نبوت کا استعمال

سوال۔ اگر نبوت ختم ہو چکی ہے، اور رسول کریم صلعم کے بعد کوئی شخص نبوت کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتا تو حضرت مسیح موعودؑ نے کیوں بار بار اپنی کتابوں میں اپنے لئے نبی کا لفظ استعمال کیا؟

الجواب:۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتابوں میں جو نبی کا لفظ استعمال کیا ہے، اسے کبھی اس رنگ میں استعمال نہیں کیا کہ اس سے نبوت تامہ کا مفہوم پیدا ہو سکے۔

لفظ نبی کا لغوی استعمال اوپر بتایا جا چکا ہے، کہ آپ نے نبی کا لفظ اس کے لغوی معنوں کے لحاظ سے اپنے اوپر استعمال کیا اصطلاحی معنوں کے لحاظ سے استعمال نہیں کیا، جیسا کہ آپ کے ان الفاظ سے ظاہر ہے:۔

"اور نبی ایک عربی لفظ ہے، جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے یعنے عبرانی میں اس لفظ کو نابی کہتے ہیں اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنا اور نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے لفظ نبی کو صرف اس کے لغوی مفہوم کے لحاظ سے استعمال کیا ہے، اصطلاحی مفہوم جس میں "نبی کے لئے شارع ہونا شرط ہے" آپ کے مدنظر نہیں۔ اور یہ وہی نبوت ہے جس کو اصطلاح اسلام میں محدثیت کا نام دیا گیا ہے، یہی آپ کا مذہب ابتداء سے چلا آتا ہے، چنانچہ اپنے ایک اشتہار مؤرخہ ۳ر فروری سنہ ۱۸۹۱ء میں لکھتے ہیں۔

" اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالۃ الاوہام میں جس قدر ایسے الفاظ ہیں کہ محدث ایک معنے میں نبی ہوتا ہے، یا یہ کہ محدثیت جزئی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے **لغوی معنوں** کی رو سے بیان کئے گئے ہیں ابتداء سے میری نیت جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد **نبوت حقیقی نہیں ہے** بلکہ صرف **محدث** مراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلعم نے مکلم مراد لئے ہیں۔"

اس سے ثابت ہے کہ آپ ابتداء ہی سے لغوی معنوں کی رو سے نبی کا لفظ استعمال کرتے رہے اور اس سے نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدثیت مراد لی ہے۔

یہی لغوی استعمال آخر تک آپ کی تحریروں میں نظر آتا ہے چنانچہ ۲۳ مئی سنہ ۱۹۰۸ء کو (اپنی وفات سے تین دن پہلے) اخبار عام کو جو خط لکھا، اس میں بھی یہی لکھتے ہیں۔۔

"سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنے ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیشگوئی کرنے والا اور بغیر کثرت کے یہ معنے متحقق نہیں ہو سکتے جیسا کہ صرف ایک پیسہ سے کوئی مالدار نہیں کہلا سکتا ۔۔۔۔۔۔۔۔ پس اسی بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے اس زمانہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت علوم غیب صرف مجھے ہی عطا کی گئی ہے"

معلوم ہوا کہ آخر زندگی تک لفظ نبوت کا استعمال آپ صرف لغوی مفہوم کے لحاظ سے کرتے رہے اور اس سے بڑھ کر اصطلاحی معنوں میں کبھی اپنے آپ کو نبی نہیں کہا کیونکہ خود آپ کے نزدیک

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔"

(مکتوب مندرجہ الحکم ۷ر اگست سنہ ۱۸۹۹ء)

یہ خیال کہ آپ آخری ایام زندگی میں نبوت کے لغوی مفہوم ہی کو اصل نبوت سمجھنے لگ گئے، ذیل کے فقرات سے باطل ثابت ہوتا ہے، جو اسی خط بنام اخبار عام میں لغوی مفہوم کو واضح کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"اور جس حالت میں عام طور پر لوگوں کو خوابیں بھی آتی ہیں بعض کو الہام بھی ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ اور با وجود کمی کے مشتبہ اور مکدر اور خیالات نفسانی سے آلودہ ہوتی ہیں۔ تو اس صورت میں عقل سلیم خود چاہتی ہے کہ جس کی وحی اور علم غیب اس کدورت اور نقصان سے پاک ہو اس کو دوسرے معمولی انسانوں کے ساتھ نہ ملایا جائے بلکہ اس کو کسی خاص نام سے پکارا جائے تا کہ اس میں اور اس کے غیر میں امتیاز ہو اس لئے **محض مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے کے لئے** خدا نے میرا نام نبی رکھ دیا اور یہ **مجھے ایک عزت کا خطاب** دیا گیا ہے تا کہ ان میں اور مجھ میں فرق ہو جائے"

(خط بنام اخبار عام ۲۳ مئی سنہ ۱۹۰۸ء)

کیا ان الفاظ میں صفائی کے ساتھ یہ نہیں بتا دیا کہ نبی کا لفظ لغوی معنوں میں بھی صرف عوام الناس کے خوابوں اور الہامات سے امتیاز کے لئے آپ کو دیا گیا ہے۔ اور یہ صرف ایک عزت کا خطاب ہے، حقیقت نبوت اس میں نہیں پائی جاتی اور کسی طرح سے حقیقت نبوت اس کو قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ قرآن کریم، احادیث اور آئمہ کرام سب کے سب اس بات پر متفق ہیں، کہ نبوت اپنے اصلی اور حقیقی معنوں میں صرف شریعت لانے کا نام ہے، کوئی غیر تشریعی اصلی اور حقیقی معنوں میں نبی نہیں کہلا سکتا، اور یہی حضرت مسیح موعودؑ نے مواہب الرحمٰن میں جو سنہ ۱۹۰۳ء کی تصنیف ہے، لکھا ہے، کہ چونکہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے، اس لئے اولیاء اللہ کو صرف رنگ انبیاء دیا جاتا ہے، وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے (ص ۶۴)

لغوی نبوت مریدین میاں صاحب کے نزدیک خود میاں محمود احمد صاحب کے اکابر مریدین کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے ایک عرصہ بعد تک لغوی نبی، مجدد و محدث ہی کا دوسرا نام تھا اور یہی حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ تھا۔

(۱) مولوی سید سرور شاہ صاحب مرحوم مفسر قرآن و پرنسپل تھیولاجیکل کالج (مدرسہ احمدیہ) قادیان نے جو میاں محمود احمد صاحب کے استاد بھی تھے، سنہ ۱۹۱۱ء میں ایک مخالف کے جواب میں اخبار بدر میں ایک مضمون لکھا جس میں ان کے یہ لفظ قابل نوٹ ہیں:۔

"لفظ نبی کے معنے اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں اوّل:۔ اپنے خدا سے اخبار غیب پانے والا دوم:۔ عالی مرتبہ شخص جس شخص کو اللہ تعالیٰ بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے وہ نبی ہے، اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء گذرے ہیں۔"

(بدر مورخہ ۱۶ر فروری سنہ ۱۹۱۱ء)

تعجب ہے۔ کہ وہی مولوی سرور شاہ صاحب اور ان کے پیر میاں محمود احمد صاحب لغوی نبوت کو اصل نبوت قرار دے کر سابق مجددین کو اس سے محروم ٹھہراتے اور حضرت مسیح موعودؑ کو مجددین کے زمرہ میں نہیں بلکہ انبیاء کے زمرہ میں شامل کرتے ہیں۔

(۲) مفتی محمد صادق صاحب سابق پرائیویٹ سیکرٹری و ناظر اعلےٰ میاں محمود احمد صاحب، نے مولانا شبلی مرحوم سے ملاقات کا حال اخبار بدر میں بدیں الفاظ لکھا ہے:۔

"شبلی نے دریافت کیا کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں میں نے عرض کیا ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنیوالا نہیں نہ نیا نہ پرانا۔ ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے وہ بھی آنحضرت صلعم کے طفیل آپ سے فیض حاصل کر کے اس امت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا، اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے، چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام الٰہی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی آئندہ کی خبریں بطور پیشگوئی بتلائی تھیں، جو پوری ہوتی رہیں، اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے، اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں"

(بدر جلد ۹ صفحہ ۵۱-۵۲)

گویا ۱۹۱۰ء تک قادیانی جماعت کے اکابرین کا یہی عقیدہ تھا کہ لغوی نبوت صرف الہام الٰہی سے مشرف ہونے اور اطلاع برامورغیب کا نام ہے، اور کہ یہ شرف اس امت کو ہمیشہ حاصل رہا ہے، اور کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت بھی اس سے بڑھکر نہیں کہ محض اس وجہ سے کہ آپ ایک پیشگوئی کرنے والے تھے[۲] اب اتنی لوگوں کا لغوی نبوت کو اصلی نبوت قرار دینا دنیا کو مغالطہ میں مبتلا کرنا نہیں؟

مجازی نبوت

نبوت کے اسی لغوی مفہوم کو آپ نے مجاز اور استعارہ قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں :-

اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں، رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پاکر پوشیدہ حقائق اور معارف بیان کرنا سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے۔

(مکتوب مندرجہ الحکم ۷ اراگست ۱۸۹۹ء)

"ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے **مگر مجازی معنوں کی رو سے** خدا کا اختیار ہے کہ ملہم کو نبی کے لفظ سے یاد کرے .... عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ **مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے** کیا قرآن میں سے فقالوا انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا۔" (سراج منیر صفحہ ۳)

یہ خیال کہ اس عقیدہ کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی بعد کی تحریرات میں تبدیل کر لیا تھا، صریحاً غلط ہے۔ اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی کے آخری صفحات میں بھی اپنی نبوت کو آپ نے مجاز ہی قرار دیا ہے :-

"سمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ اور میرا نام اللہ کی طرف سے نبی رکھا گیا، مجاز کے طور پر نہ حقیقت کے پیرایہ میں"۔ (حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۶۴)

پس یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ آپ نے نبی کا لفظ صرف مجاز کے معنوں میں استعمال کیا، حقیقی معنوں میں استعمال ہرگز نہیں کیا۔

یہ مجازی نبوت کیا ہے، ازالہ اوہام میں حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی بھی تشریح کی ہے فرماتے ہیں :-

"نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے جس حالت میں رویائے صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے جس کے لئے صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے اس کو ایک **مجازی نبوت** قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھیرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعوےٰ لازم آ گیا۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱-۴۲۲)

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ مجازی نبوت محدثیت ہی کا دوسرا نام ہے، محدثیت سے بڑھکر اصلی اور حقیقی نبوت اسکو قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ظلی نبوت

اسی مجازی اور لغوی نبوت کو جو مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ یا محدثیت سے بڑھ کر کوئی حیثیت نہیں رکھتی، حضرت مسیح موعود اور دیگر بزرگان امت نے ظلی نبوت کے نام سے بھی موسوم کیا ہے، کیونکہ یہ جو کچھ حاصل ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان اور آپ کی اتباع سے حاصل ہوتا ہے، گویا آپ کا سایہ ہے، جو آپ کے ایک کامل متبع کے آئینہ قلب میں منعکس ہوتا ہے، یہ فی الحقیقت نبوت نہیں، بلکہ نبوت کا ظل، اس کا سایہ اور اس کا پرتو یا اس کا رنگ ہے جو ایک کامل امتی کو حاصل ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے خود لکھا ہے کہ :-

"ہاں اپنی رسالت کا نشان قائم کرنے کے لئے یہ چاہا کہ فیض وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے اور جو شخص امتی نہ ہو اس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو سو خدا نے ان معنوں سے آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا لہذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا امتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے **مگر ظلی نبوت جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا** وہ قیامت تک باقی رہے گی تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو اور تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں، اور معرفت الٰہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جائے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

حضرت مسیح موعودؑ کے ان الفاظ سے صاف ثابت ہے کہ آپ کے نزدیک "ظلی نبوت" کے معنے سوائے اس کے کچھ نہیں، کہ "محض فیض محمدی سے وحی پانا" یا بالفاظ دیگر آنحضرت صلعم کی کامل پیروی سے مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کا شرف حاصل ہونا ظلی نبوت ہے اور یہ وہی محدثیت ہے جس کی تشریح اوپر گذر چکی ہے،

ظلی کے لفظ کو بھی میاں صاحب نے محض ذریعہ حصول کے اظہار کا طریق قرار دیا ہے، ورنہ ان کا ارشاد ہے کہ نفس نبوت کے لحاظ سے ایک ظلی نبی اور آنحضرت صلعم کی نبوت میں کوئی فرق نہیں گویا ظل اور اصل ایک ہو گئے، اگر یہ صحیح ہے تو السلطان ظل اللہ کے معنے کیا ہوں گے؟

اور پھر مسیح موعودؑ نے جہاں ظلی طور پر خدا تعالیٰ کے انسان میں داخل ہونے کا ذکر کیا اس کا کیا مطلب ہوگا؟ فرماتے ہیں :-

"وہ لوگ جو اپنی نفسانی حیات سے مر کر خدا تعالیٰ کی ذات کا مظہر اتم ہو جاتے ہیں اور ظلی طور پر خدا تعالیٰ ان کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ ان کی حالت الگ ہے، جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ اگرچہ سورج آسمان پر ہے لیکن تاہم جب وہ ایک نہایت شفاف پانی یا مصفے آئینہ کے مقابل پر پڑتا ہے تو یوں دکھائی دیتا ہے کہ وہ اس پانی یا آئینہ کے اندر ہے لیکن دراصل وہ اس پانی یا آئینہ کے اندر نہیں ہے، بلکہ پانی یا آئینہ اپنی کمال صفائی اور آب و تاب کی وجہ سے لوگوں کو یہ دکھلا دیتا ہے کہ گویا وہ پانی یا آئینہ کے اندر ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴)

ظاہر ہے کہ جس طرح خدا کے ظلی طور پر انسان کے اندر داخل ہو جانے یا سورج کا عکس پانی یا آئینہ کے اندر پڑنے سے نہ وہ انسان خدا بن جاتا ہے اور نہ وہ پانی سورج ہو جاتا ہے، اسی طرح آنحضرت صلعم کا نور نبوت ایک کامل امتی کے آئینہ قلب میں منعکس ہونے سے وہ نبی نہیں ہو جاتا۔

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آئمہ متقدمین میں سے کسی نے ظلی نبوت کو تسلیم نہیں کیا۔ ایسے لوگوں کو ذیل کے حوالجات بتانے چاہئیں :-

(۱) حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کاملین امت کے درجہ عالیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"فتکون کبریتاً احمر ..... فرداً الفرد وتراً الوتر غیب الغیب سر السر تکون وارث کل رسول ونبی وصدیق بک تختم الولایۃ والیک تصدر الابدال وبک تنکشف الکروب"

(فتوح الغیب مقالہ ۴)

یعنے پس تو کبریت احمر ہو جائے گا..... فرد الفرد ہو گا وتر الوتر ہو گا، غیب الغیب ہو گا اور اسرار الٰہی میں ایک سر ہو جائیگا اس جگہ تو ہر رسول اور نبی اور صدیق کا وارث ہو گا، تجھ پر ولایت ختم ہو گی، تیری طرف ابدال رجوع کریں گے اور تجھ سے تکالیف دور ہوں گی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں :-

"فحینئذ تکون وارث کل رسول ونبی و

---

[۱] اس کے متعلق میاں محمود احمد صاحب نے لکھا ہے کہ چونکہ عوام اپنی نادانی سے نبی صرف شریعت لانے والے کو کہتے ہیں۔ اس لئے ان کے اس خیال کو ملحوظ رکھ کر حضرت مسیح موعود پر نبی کا لفظ مجازاً استعمال ہوتا ہے، ورنہ آپ مجازی نبی نہ تھے، (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۴۷) لیکن اسی حقیقۃ النبوۃ کے پہلے ہی صفحہ پر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ :-

"اور جبکہ حضرت مسیح موعود نے حقیقی نبوت کے معنے یہی یہ کئے ہیں کہ جس کا پانے والا نئی شریعت لائے" پس یہ عوام ہی کا خیال نہیں حضرت مسیح موعود کا بھی یہی خیال ہے کہ حقیقی نبی وہی ہوتا ہے جو شریعت لائے اس لئے غیر تشریعی

[۲] نبوت کو مجازاً ہی نبوت کہا جا سکتا ہے اصلی اور حقیقی نبوت نہیں۔

صدیق پس اس وقت تو ہوگا میراث خور انبیاء اور صدیقوں کا جو کچھ کہ ان سے رہا ہے اور مرتبہ اور علم اور دین اور منصب اور ارشاد و ہدایت تجھ کو ملے گا کیونکہ **ولایت نبوت کا ظل ہے**"

(شرح فتوح الغیب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص۱۳)

(۲)۔ "اوتیت جوامع الکلم (مجھے ایسے کلمات دیئے گئے ہیں جو جامع ہیں) تو خاص کلام حضرت خاتمیہ علیہ الصلوٰۃ و التسلیمات ہے اور ان کلمات سے ہر کلمہ جامع سالکان راہ قرب اور حصول کے لئے ایک قاعدہ کلیہ اور کامل دستور العمل ہے چونکہ **ولایت در حقیقت نبوت کا ظل ہے** پس جو کچھ اس شخص میں ہے وہ سایہ میں بھی ہویدا ہوگا خصوصاً ولایت کبریٰ"

(شرح فتوح الغیب ص۱۳۰۲ مطبوعہ نولکشور)

(۳) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی لکھتے ہیں:۔

"کمل تابعان انبیاء علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات بجہت کمال متابعت و فرط محبت بلکہ محض عنایت و موہبت جمیع کمالات انبیاء متبوعہ خود را جذب مے نمایند و بکلیت برنگ ایشان منصبغ مے گردند حتیٰ کہ فرق نے ماند درمیان متبوعان و تابعان الا بالاصالۃ والتبعیۃ والاولیۃ والآخریۃ ...... فکیف یتصور المساوات بین الاصل و الظل"

(مکتوبات امام ربانی جلد اوّل مکتوب ۲۴۸)

یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات کے کامل تابعدار کمال متابعت اور غلبۂ محبت کی وجہ سے بلکہ محض عنایت اور موہبت کے باعث اپنے انبیاء متبوعہ کے تمام کمالات کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں اور کلی طور پر ان کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ متبوع اور تابع میں کوئی فرق نہیں رہتا سوائے اصالت اور تابعداری اور مقدم اور مؤخر ہونے کے .... پس اصل اور ظل میں مساوات کیسے تصور میں آ سکتی ہے۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

"اور باوجودیکہ عہدہ نبوت کا ختم ہوا تب بھی متفاوت ہونے اوقات اور اشخاص کے عہدے امامت کے مقرر ہوئے اور **منصب امامت کا حقیقت میں ظل نبوت کا ہے** اب نبی نہ ہوں گے، مگر امام زماں ہوا کریں گے"

(مقدمہ تمہید صراط مستقیم ص۵)

ان تمام حوالجات سے ظاہر ہے کہ ظلی نبوت کی اصطلاح حضرت مسیح موعودؑ نے کوئی نئی ایجاد نہیں کی، سابقین امت فنا فی الرسول کے مقام کو ہمیشہ ظلی نبوت کا نام دیتے رہے ہیں۔

امتی نبی حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتابوں میں امتی نبی کی اصطلاح بھی اختیار کی ہے، اور بار بار اپنے آپ کو اس نام سے پکارا ہے، جس سے میاں محمود احمد صاحب کو یہ خیال پیدا ہوا ہے، کہ اس سے صرف ذریعہ حصول نبوت کا اظہار مقصود ہے ورنہ نفس نبوت کے لحاظ سے ایک امتی نبی اور براہ راست نبی میں کوئی فرق نہیں، یہ خیال حضرت مسیح موعودؑ کی تمام تصریحات کے خلاف ہے، آپ نے امتی نبی کی جو تعریف کی ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

"سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے، غرض محدثیت دونوں رنگوں میں رنگین ہوتی ہے اسی لئے خدا تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی نبی رکھا اور نبی بھی"

(ازالہ اوہام ص۵۳۲-۵۳۳ طبع اوّل)

اس سے ظاہر ہے کہ امتی نبی حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک محدث ہی کا دوسرا نام ہے۔ اور یہ وہ بات ہے جس کی تردید یا مخالفت آپ کی کسی بعد کی تحریر میں بھی پائی نہیں جاتی، اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے، کہ آپ نے کبھی امتی نبی کو نبوت تامہ کا حامل قرار دیا، الوصیت میں جو ۱۹۰۵ء کی تصنیف ہے، آپ لکھتے ہیں:۔

"اس کا (آنحضرت صلعم کا) کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے، ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آ سکتے ہیں کیونکہ اس میں نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک نہیں"

(الوصیت ص۱۰)

اس میں بھی "امتی نبی" کے مقابلہ پر نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کو رکھا ہے جیسے ازالہ اوہام میں محدث یا امتی نبی کو نبوت تامہ سے محروم قرار دیا تھا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ۱۹۰۵ء میں بھی امتی نبی کو صاحب نبوت ناقصہ یا محدث ہی سمجھتے تھے۔

اس بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہ "امتی نبی" نبی نہیں ہو سکتا، ذیل کے حوالجات کو بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

(۱) "صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا، اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے اللہ جلشانہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔ امتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نبیوں کا سا معاملہ اس سے کرتا ہے اور محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے وہ اگرچہ کامل طور پر امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے۔" (ازالہ اوہام ص۵۶۹)

(۲)۔ "اور پھر وہ باوجود امتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم متبائن ہے"

(ازالہ اوہام ص۵۷۵)

(۳) "یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعوے کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے، لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں میرا ایسا دعوے نہیں ہے بلکہ خدا تعالےٰ کی حکمت اور مصلحت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا اس لئے میں صرف **نبی نہیں کہلا سکتا** بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اور **میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ اصلی نبوت**، اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا گیا تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص۱۵۰ حاشیہ)

اس عبارت میں دو باتیں قابل غور ہیں:۔

ا۔ "میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا"

ب۔ "میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ اصلی نبوت"

ان الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی امتی نبی اور ظلی نبی کی نبوت کو "اصلی نبوت" قرار دینا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

(۴) "ایسے لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ اسی کا نام امتی بھی تو رکھا گیا ہے اور امتیوں کے تمام صفات اس میں رکھے گئے ہیں۔ پس یہ مرکب نام ایک الگ نام ہے"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۴)

(۵) "اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء ربانی بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں، اس حدیث میں بھی علمائے ربانی کو ایک طرف امتی کہا اور دوسری طرف نبیوں سے مشابہت دی ہے"

(" ص۱۸۳)

(۶) "پس امتی بھی ہوں اور ظلی طور پر نبی بھی ہوں"

(" ص۱۸۰)

یہ حوالجات صاف طور پر اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ امتی نبی کی اصطلاح حضرت مسیح موعود کے نزدیک سوائے اس کے کچھ معنے نہیں رکھتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کا اس سے اظہار ہو، جو ایک امتی کو حاصل ہوتا ہے، یہ وہی ظلی نبوت ہے، جس کو آپ نے کہا کہ اصلی نبوت نہیں، یہ وہی محدثیت ہے، جس میں امتیت اور نبوت کی دونوں شانیں پائی جاتی ہیں یہ وہی "مرکب نام" ہے جس سے نبوت کو الگ نہیں کیا جا سکتا، یہ وہی نبوت ناقصہ ہے جس کے اہل کو "صرف نبی" کہنا نبوت تامہ کاملہ کی ہتک ہے، اور یہ وہی انبیاء سے مشابہت کا دوسرا نام ہے، جس کو حدیث میں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کہا گیا ہے تعجب ہے کہ اسکو حقیقی اور اصلی نبوت کہہ کر علم و عقل کا خون کیوں کیا جاتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ امتی نبی کی اصطلاح بھی حضرت

(باقی ص۱۲ پر)

محرم اور یومِ عاشورہ پر ایک نظر

واقعہ کربلا اور مراسمِ محرم شیعی متکلمین کے نقطۂ نگاہ سے

قابلِ توجہ شیعی حضرات

از قلم جناب میرزا نذر علی صاحب پشاوری مرحوم

ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المہتدون۔ (سورہ بقرہ ۱۸)

یا ایہا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین۔

محرم اور یوم عاشورہ کو جو واقعات کربلا میں امام مظلوم شہید کو پیش آئے۔ پھر اس پر گریہ وزاری وسوگواری، ماتم داری سال بسال مجلس عزا قائم کرنے، شبیہیں اور علم اور منبر اور دلدل اور ذوالجناح بنانے، سلوات اولاد حسینؑ کے سر اور کھل جانے۔ مرثیہ خوانی اور جھوٹی روایات اور قصص بیان کر کے حاضرین مجلس کو رلانے، سینہ کوبی وغیرہ امور کے متعلق دو رسائل اور کئی مضمون مختلف اوقات میں ہم لکھ کر ہدیۂ ناظرین بالخصوص اہل تشیع کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں مگر اس طرف سے صدائے بر نخاست کا معاملہ ہے۔ چونکہ ہمارا فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اس لئے ہم بھی اپنے فرض کو ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بر رسولاں بلاغ باشد و بس۔

ہر کہ او روئے بہ بہبود نداشت
دیدن روئے نبی سود نداشت
ابو جہل از کعبہ می آید و ابراہیم از بتخانہ
کار بعنایت دوست داں دیگر ہمہ بہانہ

اس آرٹیکل میں ہم صرف مرزا حسین النوری الطبرسی ایرانی جو مذہب امامیہ کے مجتہد بلکہ مجدد شمار کئے گئے ہیں کی کتاب "لؤلؤ مرجان" سے جو لکھنؤ میں بہ اہتمام مولوی سید محمد مرتضیٰ صاحب جونپوری سندھی شیعی چھپی ہے، چند اقتباسات درج کرتے ہیں، اور چونکہ وہ فارسی میں ہے اس لئے اس کا اردو ترجمہ کر کے لکھا جائے گا تا کہ شاید ہمارے شیعی احباب اپنے علماء اور مجتہدین ہی کی آواز پر کان دھریں۔

اور اس بدبخت اور بے حرمتی اہل بیت رسول صلعم سے جو دوستی کے لباس میں وہ ثواب عظیم سمجھ کر کر رہے ہیں، باز آجائیں اور اپنے ان قبیح افعال کی بدی اور خرابی نتیجہ و مآل پر غور اور توجہ کریں۔ شیعان اولے کوفیوں نے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بلا کر میدان کربلا میں شہید کروایا۔ اور ان کی اعانت سے دستبردار ہوئے اور شیعان آخری اپنی زبانوں کی تلواروں سے عزاداری کے لباس میں ان کی ہتک اور حرمت و ناموس کو برباد کر کے ان پر حربے چلا رہے ہیں۔

مرثیہ خوانوں اور ذاکروں کے متعلق

(۱) مولوی سید محمد مرتضیٰ جونپوری سندھی ایدہ اللہ نے بہت دفعہ ذاکرین اور مرثیہ خوانان ہندوستان کی مجھ کو شکایت لکھی۔ کہ اس جگہ کے مرثیہ خوان اور ذاکر جھوٹ بیان کرنے میں بہت حریص اور بے باک ہیں اور جھوٹی اور جعلی روایات کے بیان کرنے اور پھیلانے میں سخت مصر ہیں۔ اور انکی بیباکی اور دلاوری کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ وہ ایسا کرنے کو جائز اور مباح بھی قرار دیتے ہیں۔ اور چونکہ یہ ایک ذریعہ مومنین کے رلانے کا ہے۔ اس لئے اسکو گناہ اور قبح کے دائرے سے باہر سمجھتے ہیں۔ اور انہوں نے مجھ کو لکھا ہے کہ اس معاملہ میں موعظہ حسنہ کچھ لکھوں شاید کہ یہ لوگ اپنے ان قبیح افعال سے باز آجاویں۔ اور ان کا خیال ہے کہ شاید یہ مرض محض ہندوستان ہی کے ذاکرین اور مرثیہ خوانوں میں رائج ہے۔ عتبات عالیات اور بلاد مقدسہ ایران اس مرض سے پاک ہیں۔ مگر ایسا نہیں بلکہ خرابی تو سرچشمہ ہی سے پیدا ہو کر تمام جگہوں میں منتشر ہو گئی ہے اور اگر اہل علم و دین خود سستی اور تسامح نہ کرتے تو نوبت اس درجہ بے باکی تک نہ پہنچتی۔ جھوٹ اور اکاذیب کے پھیلانے میں یہ گروہ مرثیہ خوانان اس حد غلو تک نہ پہنچتا اور دیگر اہل مذاہب کے نزدیک یہ فرقہ حقہ امامیہ اس قدر بدنام اور مورد استہزا اور تمسخر نہ بنتا"۔

(لؤلؤ مرجان ص ۳)

(۲)" اما ایں جماعت مرثیہ خوانان جب اور جس جگہ منبر پر پڑھتے ہیں ایک نیا اور تازہ جھوٹ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اور جس مجلس میں داخل ہوتے ہیں ضرور کچھ نہ کچھ جھوٹ کا بیج ڈال دیتے ہیں۔ اور اگر سامعین کو متوجہ اپنی طرف نہ دیکھیں تو جھٹ ایک روایت اپنی طرف سے بنا لیتے ہیں۔ اور اگر کوئی صحیح روایت بیان بھی کر دیں تو اس سے اس قدر برگ و شاخ بے اندازہ نکالتے ہیں۔ کہ ان منقولات کے ضبط اور حساب اور جمع آوری سے مصنفین کتب تو درکنار کراماً کاتبین بھی عجز اور تعجب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔" (لؤلؤ مرجان ص ...)

(۳)" اس گروہ مرثیہ خوانان کو اس فن نوحہ خوانی کے سیکھنے اور فضائل اور مصائب اور خطب و مواعظ کے اخبار اور احادیث کے پڑھنے اور ان کی تعلیم سے صرف کسب اور تحصیل مال مثل دیگر اصحاب تجارت پیشہ مکاسب پیشہ کے مطلوب اور مدنظر ہوتا ہے۔ اور مثل دیگر اہل کسب و تجارت کے داد وستد کا معاملہ رکھتے ہیں۔ اور تھوڑے اور بہت دینے میں بہت جھگڑتے ہیں۔ اور جس مجلس میں ان کی تجارت کا مال زیادہ فروخت ہو اور مشتری زیادہ ہوں وہاں سفارشیں اور واسطے اور رقعے اور خطوط لکھ لکھ کر ارسال کرتے ہیں۔ کہ وہاں ہم کو پڑھنے کی اجازت ملے اور اگر مقدار معین اور عوض میں کمی دیکھیں تو سخت غیظ و غضب کرتے ہیں۔ اور بانی مجلس و صاحب خانہ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اور اس کو رسوا اور فضیحت کرتے ہیں۔ اور بعض ایسے پست فطرت اور دنی الطبع ہوتے ہیں کہ منبر پر کھڑے کھڑے ہی سوال شروع کر دیتے ہیں، اور بانی مجلس سے اپنے مرثیہ کا معاوضہ مانگ لیتے ہیں۔ پھر اس پر قابل مضحکہ بات یہ ہے کہ باوجود اس کسب اور تجارت کے اور آخرت کو دنیا کے عوض فروخت کرنے کے مجلس عزا میں منبر پر فخر سے کہتے ہیں۔ کہ ہم چاکران حضرت سید الشہدا علیہم السلام سے ہیں۔ اور اپنے آپ کو بزعم باطل خود عزت اور توقیر و احترام کا مستحق خیال کرتے ہیں۔ اور منبر پر مرثیہ پڑھنے اور وعظ کے وقت کہتے ہیں، آقائم امام حسینؑ چناں گفتہ و چناں فرمودہ۔ یہ جاہل غافل بیچارہ نادان اتنا نہیں سمجھتا کہ حضرت حسین علیہ السلام اور اس کے درمیان کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے اور حضرت حسین اور اس جاہل کے درمیان زمین آسمان کا فاصلہ ہے۔ اس کا درجہ دیگر مکاسب پیشہ لوگوں سے بہت پست تر ہے۔ بلکہ حمال اور سبزی فروش سے بھی کم حیثیت کا کاسبی ہے۔ اور ایسے شخص کا نام مکاسب پیشہ اصحاب کے دفتر میں ثبت ہے بمجرد ذکر کرنے فضائل و مناقب و مصائب حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے کوئی شخص چاکری اور نوکری کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا ورنہ جو لوگ کتب فضائل و مناقب و فضائل کی بیع و شراء کی تجارت کرتے ہیں یا جو مزدور لوگ ان کتابوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پر اٹھا کر لے جاتے ہیں، اور اپنی مزدوری کتب فروش سے پا لیتے ہیں وہ بھی چاکران و غلامانِ حضرت حسین علیہ السلام میں بایدکہ شمار رہیں۔ اور وہ گدھا بھی بایدکہ غلامان حضرت حسینؑ میں شمار ہو۔ جس پر ایسے فضائل اور مناقب و مصائب کی کتابیں لادی جاتی ہیں۔"

(چارپایے بر دکتابے چند۔ مثل الذین حملوا التورات ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا)

(لؤلؤ مرجان ص ۱۵)

(۴) ایک شخص شہر کرمان شاہ میں عالم فاضل جامع فرید آقا محمد علی صاحب مقامع قدس اللہ روحہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیان کیا کہ میں رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنے دانتوں سے گوشت بدن حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو کاٹ رہا ہوں۔ آقا محمد علی صاحب اس کو نہیں جانتے تھے متفکر ہو کر سر نیچے کر لیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا اور اس کو کہا کہ کیا تو مرثیہ خواں ہے، اس نے کہا ہاں۔ آقا صاحب نے اس کو کہا کہ مرثیہ خوانی ترک کر یا کتب معتبرہ سے صحیح روایت بیان کر"۔ (لؤلؤ مرجان ص ...)

(۵)" گذشتہ سطور میں ہم نے مرثیہ خوانی کی اس حالت کا تذکرہ کیا ہے جس صورت میں کہ مرثیہ خواں اس فعل سے صرف غرض تحصیل مال و جاہ رکھتے ہیں اور بغیر شرط اخلاص کے اس مرثیہ خوانی میں قدم رکھتے ہیں یا ریا وہد ۔۔۔ یہ وہ فعل ان کا معمل ہوتا ہے، تاہم تمام اقسام مفاسد سخن گفتن و آواز بلند کردن سے یہ صورت مبرا اور پاک ہے۔ اور پناہ بخدا اس حالت سے جبکہ یہ امور بھی ہوں اور منافی

ہی ان کے جھوٹ بکنے اور جھوٹی روایات بیان کرنے اور خدا اور رسول اور آئمہ پر جھوٹ افتراء کرنے کا ارتکاب بھی ساتھ ہو۔ اور علاوہ اس کے بے ریش لڑکوں کو منبر پر کھڑے کر کے فاسقوں اور مطربوں کی طرح راگ میں ان سے مرثیہ پڑھاویں۔ اور بغیر اذن واجازت کے ایک دوسرے کے گھروں میں جا کر پڑھیں۔ اور جب کسی مرثیہ خواں کے پڑھنے پر کوئی گریہ وزاری اور بکا نہ کرے تو اس کو حرام زادگی کے خطاب تک دے دیں دعا کے وقت باطل کو ترجیح دیں۔ دعا کے وقت یا اس سے پیشتر ایسے لوگوں کی مدح وثنا کریں جو لائق مدح وثنا نہ ہوں یا بزرگان دین کی توہین کریں آل محمد صلعم کے اسرار کو فاش کریں۔ فتنۂ خفتہ کو جگاویں۔ ظالموں اور مجرموں کی اپنے بیانات بے اصل سے اعانت کریں فاسقوں کو ان کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ گریہ حسینؑ بتلا کر ان کو ارتکاب جرائم پر مصر اور آمادہ کریں تاکہ وہ بار بار جرائم کا ارتکاب کریں۔ ایک حدیث کو دوسری حدیث سے اپنی مطلب براری کے لئے بیان کرنے کے وقت مخلوط کر دیں قرآن کی آیتوں کی تفسیر اپنی ناقص رائے سے کریں۔ احادیث کے نقل اور معانی اپنی خواہش نفس سے کریں۔ باوجود اہلیت نہ رکھنے کے فتوے دیں۔ انبیاءؑ عظام واصفیاء کرام کی منزلت کی تنقیص اس لئے کریں کہ آئمہ اہل بیت کا درجہ بلند نظر آوے حدیث کے بعض الفاظ کو اپنے منافی مطلب سمجھ کر حدیث سے گرا دیں۔ اور ان کو بیان نہ کریں اور متناقص اور مختلف اقوال ذکر کریں کسی امر حرام اور غیر مشروع کے لئے دعا مانگیں اور ایک قصہ کو دوسرے قصہ میں داخل کریں زینت کلام اور رونق مجلس کے لئے اور شور وبکا بلند ہونے کے لئے (ان مرثیہ خوانوں کے عرف میں اس کو کہتے ہیں کہ فلاں شخص مجلس لے گیا) کافروں کی حکایات اور قصص اور فساق وفجار کے مضحکہ خیز اشعار اور مطالب منکرہ بیان کریں۔ مسائل اصول دین میں شبہات ادد کریں اور پھر اس کو رفع نہ کر سکیں اور اس سے ضعفاء مسلمین کے اصول دین کے اعتقاد کو خراب کریں۔ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے متعلق وہ باتیں بیان کریں، جو خلاف عظمت وطہارت ان کے ہیں اور کسی غرض فاسدہ کے لئے اپنی بات کو بہت لمبا کریں۔ اور حاضرین مجلس کو فضیلت وقت نماز سے محروم رکھیں (بلکہ فرض نمازیں پڑھنی ہی چھوڑ دیں) یہ اور اسی قسم کے تمام مفاسد کا ان کا گننا میرے جیسے حقیر شخص کی قوت ادراک واحصار سے بہت بعید ہے، اور اصل سرمایہ اس کاسبی کا بہت وجوہات سے حرام ہے بلکہ مانند گوشت خوک اور میتہ اور مسکرات اور غنا اور کے ہے۔ اور جب اس کے ہمراہ نیت اور قصد حرام بھی شامل ہو تو تمام معاملہ خراب اندر خراب اور حرام اندر حرام کا ہو جاتا ہے۔

پس یہ مرثیہ خوانوں کا گروہ اگر تھوڑا بھی اپنے ان تمام ناشائستہ اعمال وافعال میں جو مرثیہ خوانی کے متعلق اور قصہ خوانی کے وقت ان سے صادر ہوتے ہیں اور اس سے جو غرض فاسدہ اور مفاسد ان کے مد نظر ہوتا ہے اور جو نتیجہ ان پر مرتب ہوتا ہے غور کریں۔ اور پھر قرآن اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور روایات آئمہ علیہم السلام کو دیکھیں اور پڑھیں تو ان پر لازم ہو جاوے گا کہ جس قدر مصائب اور عذاب آخرت اور دنیا انہوں نے اپنے اعمال افعال اقوال سے اپنے لئے کمایا اور مہیا کر رکھا ہوا ہے، تو سید الشہداء کی مجلس کو چھوڑ، بایدکہ اپنے لئے مجلس ماتم وعزا برپا کریں۔ اور اپنی حالت زار نابکار پہ گریہ وبکا کریں۔"

(لولؤ مرجان ص۳۳)

(فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا ذالک جزاءھم بما کانوا یعملون)

چند دروغ وغیر صحیح واقعات کا ذکر

(۱) قصہ جعفر جنی اور عروسی قاسم وزلہ جھوٹے اور بے اصل ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں قصے روضۃ کاشفی میں موجود ہیں۔ مگر مثل علامہ مجلسی اور ان کے وقت کے دیگر محدثین نے ان قصص کی طرف توجہ اور اعتنا نہیں کی اور ان کی طرف مراجعہ نہیں کیا۔ اگرچہ ناممکن ہے کہ انکی نظروں سے یہ قصص نہ گذرے ہوں، قصہ عروسی قاسم کا سوائے کتاب روضہ کے اور کسی کتاب میں شیخ مفید کے وقت سے اس وقت تک جہاں تک کہ ان کے مولفات مسلسل ہر طبقہ میں بیان ہوتے چلے آتے ہیں اور موجود ہیں مذکور نہیں اور کس طرح ممکن ہے کہ ایسا اہم معاملہ کربلا میں گذرا ہو اور ان تمام محدثین اور محققین امامیہ کی نظروں سے وہ چھوٹ گیا ہو حتی کہ مثل علامہ ابن شہر آشوب جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے پاس ہزار ہا جلد کتب مناقب کی موجود تھیں اس میں بھی مذکور نہیں۔ علاوہ اس کے تمام کتب تاریخ وسیر وانساب معتمدہ میں بھی اس کا وجود نہیں جس سے یہ امر اس قدر بھی ثابت ہو کہ حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی کوئی لڑکی بے شوہر قابل تزویج اس وقت موجود تھی۔ کیونکہ اگر کوئی ایسی لڑکی تک بھی ہوتی تو گمان اور احتمال ہو سکتا تھا کہ شاید ایسا کوئی نکاح عمل میں آیا ہو۔

(۲) قصہ زبیدہ اور شہربانو اور قاسم ثانی در خاک راہ اطراف آں کہ زبان زد عوام ہے اور لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے یہ سب خیالات واہیہ کے اقسام سے ہے اور لازم ہے کہ ایسے قصوں کو مثل داستان امیر حمزہ اور دیگر جعلی اور فرضی کتابوں کے سمجھا جاوے۔

تمام علمائے انساب اس امر پر متفق ہیں کہ قاسم بن الحسن کی کوئی اولاد نہیں ہے اور یہ سب فرضی قصے گریہ وبکا کرانے کے لئے یہ مرثیہ خواں لوگ بے اعتبار کتابوں سے اور بے اصل روایات کی بنیاد پر مجلس ماتم وعزا میں بیان کرتے ہیں۔

(۳) ایک اور خبر بے بنیاد جو محال عادیہ سے ہے وہ یہ بیان ہے۔ کہ کربلا میں مخالفین کا لشکر قریب پانچ چھ لاکھ سوار اور دو کروڑ پیادہ کے تھا۔ اور ان میں کوئی شامی یا حجازی نہ تھے۔ سب کوفی تھے۔ اب اتنا لشکر تو شداد اور نمرود کو بھی اس قدر طویل مدت سلطنت میں میسر نہ تھا پھر پسر مرجانہ کے لئے اس قدر قلیل مدت میں کہ ابھی اسکی سلطنت کو پائداری بھی حاصل نہیں ہوئی تھی کس طرح میسر آ سکتا تھا۔

پھر اس قدر کثیر فوج کے لئے کھانا پینا اور سامان حرب وحفاظت ٹرانسپورٹ اور کمسریٹ کس طرح بہم پہنچ سکتا تھا۔ یہ امور محال عادیہ سے ہیں اور جب اس قسم کی ضعیف اور بے اصل خبریں اور حدیثیں بہت ہو جاویں تو اس مذہب جعفری کے لئے یہ امور بہت کمزوری پیدا ہونے کا سبب ہو سکتے ہیں اور دوسرے مذاہب اس پر تمسخر اور استہزا اور ہنسی کرتے ہیں اور تمام احادیث امامیہ کو انہی قصص بے سروپا کی مانند جھوٹ اور بے اصل خیال کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ دیگر مذہب والوں نے صاف لکھ دیا ہے کہ شیعہ جھوٹ کا گھر ہے اور اس امر کے ثبوت کے لئے یہ امر کافی ہے کہ منکر کے مقابلہ میں کتاب اسرار الشہادۃ پیش کر دیں گے۔ مثلاً اگر ہمارے امامیہ بزرگان دین سے کوئی سوال کرے کہ شیخ جلیل علی ابن الحسین مسعودی کہ تمہارے شیعوں میں سے ہے اور علامہ کلینی کا ہمعصر تھا اس نے حضرت سید الشہداء کے متعلق کتاب اثبات الوصیۃ میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے یوم عاشورہ کی جنگ میں اپنے ہاتھ سے ایک ہزار آٹھ سو آدمی قتل کئے۔ اور ابن شہر آشوب نے باوجود تبحر علمی وکثرت موجودگی کتب اور اسی شیخ محمد بن ابی طالب نے جیسا کہ بحار الانوار میں نقل ہے عدد کشتگان ایک ہزار نو سو پچاس تک درج کیا ہے اور بعد کی کتابوں میں جو مسعودی سے ایک ہزار سال بعد لکھی گئی ہیں مقتولین کی تعداد تیس ہزار اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جس قدر قتل کئے انکی تعداد پچیس ہزار تک لکھی گئی ہے۔ پس ان تعارضات کا حکم کیا ہے، سوائے اس کے کہ پچھلی روایتوں کو کذب [illegible] کہکر رد کیا جاوے تعجب ہے ان اکاذیب کے طومار کی نقل سے فائدہ کیا ہے، اگر صرف ان اکاذیب سے حضرت حسین کی شخصیت بشریہ کا اظہار مطلوب ہے تو اس کے ثبوت کے لئے ان اکاذیب اور اباطیل سے متمسک ہونا بے فائدہ ہے اگر اس دن آنحضرت نے سو نفر کو بھی مارا ہوتا اشجع الناس ہونے کے لئے کافی تھا۔ سراج منیر چراغ عالم افروز کہ خداوند عالم نے کہ بندوں کے لئے مہیا فرمایا ہے اس کو تیل اور بتی اور اعانت نور عالم غیب اور شجرہ مبارکہ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ سے پہنچتی رہے گی۔ وہ کسی سیاہ وزرد کے الفاظ دروغ کی مدد کا محتاج نہیں۔

نکتہ سنجی ایک صلیب پرست عیسائی سے سیکھو جس نے اپنی تاریخ چین اردو میں بصفحہ ۱۱۱ شجاعت کے ذکر پر حضرت حسین ابن علی علیہ السلام کی اس طرح مدحت سرائی کی ہے۔ بہادری وشجاعت میں رستم مشہور زمانہ ہے۔ لیکن دنیا میں چند مرد ایسے بھی گذرے ہیں کہ ان کے مقابلہ میں رستم کا نام لینا بھی زیبا نہیں۔ چنانچہ حسین ابن علی کہ اس کی شجاعت تمام بہادروں کی شجاعت پر مقدم ہے جو شخص میدان کربلا میں ریگ گرم پر باحالت تشنگی وگرسنگی ایسی بہادری اور مردانگی عمل میں لا چکا ہو اس کے مقابلہ میں رستم کا نام وہی شخص لے گا جو تاریخ سے ناواقف ہوگا۔ کس کی قلم کو یہ یارا ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام کے حالات قلمبند کرے اور کس کی زبان کو طاقت گفتار ہے کہ بہتر آدمیوں کی ثابت قدمی کی شہادت بمقابلہ تیس ہزار فوج شامی خونخوار کے جدا جدا کما حقہ جیسا کہ اس کا حق ہے ادا کرے۔ کس شخص کی نازک خیالی اس قدر رسا ہے کہ وہ ان بہتر آدمیوں کی دلی کیفیت کا احساس بلکہ تصور بھی کر سکے ان پر اس وقت سے کہ عمر سعد یہ بمعہ دس ہزار فوج کے ان کے گرداگرد محیط تھا اس وقت تک جبکہ حسین علیہ السلام کا سر مبارک

شمر ملعون نے جدا کیا۔ کیا کچھ ان کے سر پر گذرا۔ مثل مشہور ہے کہ ایک آدمی کی دوا دو آدمی ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک آدمی کو دو آدمیوں نے گھیرا ہو تو لابد وہ دو اس پر غالب ہو جاویں گے۔ اور مبالغہ کی یہ حد ہے کہ کہا جاوے کہ فلاں شخص کو دشمن نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے۔ مگر حضرت حسین علیہ السلام اور ان کے ہمراہی بہفتاد و دو تن آٹھ قسم کے دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے۔ اور باوجود اس کے ثابت قدمی کو انہوں نے ہاتھ سے نہ دیا۔ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے فوج یزید تھی کہ ان کے نیزہ و سنان اور تلواروں کی بوچھاڑ سے طوفان ظلمت برپا تھا۔ دشمن پنجم گرمی آفتاب عرب اور اس کی تمازت ایسی کہ اگر اس کی گرمی آفتاب کی مثل پیش کریں۔ تو عرب ہی کی مثال گرمی کی مثال میں پیش کر سکتے ہیں، نہ اور کچھ۔ دشمن ششم ریگ گرم میدان کربلا کہ اس کو دریائے قہار آتش کہہ سکتے ہیں جو تمازت آفتاب سے شعلہ زن تھا۔ اور مانند خاکستر گرم تنور تلووں کو جلانے والی تھی اور بنی فاطمہ کے پاؤں کے آبلے اس دریائے قہار کے حباب تھے۔ دو اور دشمن جو سب سے ظالم تر تھے۔ وہ تشنگی اور گرسنگی تھی جو مثل ہمراہی دغاباز کے ایک ساعت بھی جدا ہونے نہ دیتی تھی۔ ان دونوں دشمنوں کی خواہش اور آرزو تب ہی کم اور فرو ہوتی تھی جبکہ زبانیں اور دل چاک چاک ہو جاتے تھے۔ پس جن مردان خدا نے ایسے حالات کے ہوتے ہوئے ہزارہا دشمنوں سے مقابلہ کیا ہو اور ثابت قدمی اور استقلال بتلایا ہو۔ بہادری اور شجاعت انہی پر ختم ہے۔

(لولؤ مرجان صفحہ ۱۴۸)

الغرض یہ چند ایک واقعات جناب مرزا حسین النوری کی کتاب لولؤ مرجان سے عجلتہً ہم نے نقل کر کے پیش کئے ہیں۔ اگر کوئی فہیم اور ذکی خدا سے خوف رکھنے والا امامیہ بھائی اس کی تمام کتاب کو غور اور تدبر سے پڑھے تو تمام غم عزاداری اور مرثیہ خوانی کا نام کم سنے۔ جن واقعات کے بیان میں اس قدر جھوٹ اور کذب اور افترا پردازی کا ارتکاب ہو۔ بھلا اس سے کس طرح کسی اجر یا ثواب کی امید ہو سکتی ہے۔ اگر ایک کوزہ آب میں دو قطرے پیشاب کے داخل ہو جائیں تو، تمام کوزہ آب ناپاک ہو جاتا ہے۔ جبکہ تمام کوزہ ہی پیشاب سے پُر ہو اس میں دو قطرے گلاب کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے۔ اگر یوم عاشورہ بوجہ قتل حسین روز مصیبت منایا جاوے تو روز وفات سید الرسل بدرجہ اولےٰ اس کا سزاوار ہے اور اسی طرح روز وفات علی علیہ السلام۔ اگر روز عاشورہ کو روز مصیبت منانا شرعی امور کے ماتحت ضروری اور لابدی ہے تو اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے صحابہ اور تابعین لہم باحسان رضی اللہ عنہم زیادہ مستحق اور سزاوار تھے۔ بالخصوص حضرت سید العابدین رضی اللہ عنہ جو اکابر تابعین سے تھے۔ مگر ان کے اس پر عمل کرنے کی کوئی دلیل صحیح ہمارے پاس نہیں ورنہ حضرت سجاد مدینۃ النبی میں ایسی مجالس سالانہ قائم کرنے کو کب ترک کرتے اور ان کا وہ عمل اس وقت ہمارے لئے اسوہ حسنہ اور دستور العمل ہوتا اس میں شک نہیں کہ نیک اور صلحاء لوگوں کے قصص اور اپنے سلف صالحین کے کارناموں کا تذکرہ کرنا اور مجالس میں ان واقعات کو پیش کرنا محمود بات ہے اور قرآن کریم نے بھی ایسا کیا ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے۔

اذکر فی الکتاب ابراھیم
اذکر فی الکتاب ادریس وغیرہ وغیرہ

اور انبیاء کرام اور صالحین علیہم السلام کے قصص قرآن میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم پر نازل فرمائے ہیں۔ مگر افسوس کہ امام حسین علیہ السلام کے واقعات کا اذکار شیعہ نکتہ خیال سے واقعی بے معنی اور بے نتیجہ امر ہے۔ چنانچہ عیاں را حاجت بیان نیست ہزار سال سے اس رونے کا دقتی بھر اثر شیعہ کے اعمال پر نمایاں اور پیدا نہیں ہوا ہے یہ اس لئے کہ ان واقعات کا استعمال بے محل اور بے موقعہ ہے۔ اس کی غرض بیان رونا نہیں اور نہ ثواب کی گٹھڑی باندھنی مقصود بالذات ہے۔ جو غرض اور مقصود قرآنی قصص اور بیانات کا ہے وہی غلطی اور مقصد ان کا ہونا چاہیئے۔ اب شیعہ احباب خود غور کر کے دیکھ لیں کہ قرآن کریم نے جو حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا ہے اور ان کے مصائب اور تکالیف بھائیوں کی بے رحمی وغیرہ وغیرہ اذکار کو دہرایا ہے کیا وہ اس لئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پڑھ کر رونا شروع کر دیتے۔ یا سال بسال اس کو یوم مصیبت قرار دے کر ایک سنت قائم کرتے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ خود قرآن کریم نے اس قصہ کو احسن القصص فرما کر اس کے مقصد بیان کو صاف الفاظ میں ظاہر کر دیا ہے لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب ما کان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شئی وھدی ورحمۃ لقوم یؤمنون (سورۃ یوسف) لقد کان فی یوسف واخوتہ آیات للسائلین۔

یہ سب بیان تذکرا اور عمل کے لئے ہے تاکہ مومنین صالحین جب ایسے ابتلاء میں آزمائے جاویں اور ان ابتلاؤں کے ذریعہ ان کی تمحیص کی جاوے تو آزمائش کے وقت استقلال اور ثابت قدمی۔ صبر حلم بردباری۔ اخلاق حسنہ۔ اخلاق فاضلہ۔ حسن سلوک۔ حسن خلق وغیرہ وغیرہ صدائے قوائے عملیہ ان کے کام کرتے رہیں۔ اور ان سے ان کے قوے کا ظہور ہو۔ بالفاظ مختصر یہ کہ وہ خود ایسے رنگ میں رنگین ہو جاویں جس رنگ میں حسین علیہ السلام مصبوغ اور رنگین تھے۔ اور وہ صبغۃ اللہ تھے۔ اسوہ حسنہ کسی صالح متقی اور بزرگ کا اس لئے ہوتا ہے تاکہ دیگر مومنین اسکو اپنا دستور العمل بناویں اور اس پر عمل کریں۔ تاکہ وہ بھی ان مدارج عالیہ کے وارث ہو جاویں۔ اور اس کے تذکرہ اور بیان سے یہ غرض ہوتی ہے کہ اس مومن اور متقی صالح کو بروقت ابتلاء وارادہ تسکین اور اطمینان قلب اور خواہش عمل پیدا ہو۔ اور سمجھ لے کہ اس ابتلاء میں صبر کے لئے چارۂ کار ہے۔ میں مکرر کھلے الفاظ میں عرض کرتا ہوں کہ جو آیت شریف مضمون کی سرخی میں اولاً میں نے لکھدی ہے ابتلاء پیش آمدہ واقعات کربلا میں حضرت حسین علیہ السلام کے پیش نظر تھی انہوں نے آیت وافی ہدایہ قرآنی کو اپنے عمل کے مطابق ثابت کر کے بتلا دیا کہ واقعی وہ سچی صداقت ہے اور میں وہ شخص ہوں کہ اس آیت کے مطابق خدا نے اپنا دوست اور محبوب سمجھ کر مجھ کو آزمایا ہے۔ اور پایا کہ میں اس امتحان میں پاس ہو جاؤں۔ عالم محشر میں جب وہ نتائج اس آیت پر چل کر حضرت حسینؑ کے لئے مقدر ہو چکے تھے نمایاں ہونگے تو سبحان اللہ حضرت حسین علیہ السلام کو کس قدر فرحت اور سرور دونما ہوگی اور وہ دن امتحان میں پاس شدہ تصور ہو کر سارٹیفکیٹ اور انعام ملنے کا دن ہوگا۔ اللہ اللہ ان نعماء کا تصور میں لانا بھی ایک باطل خیال ہے۔ پس میں تم کو لکھتا ہوں کہ حسین علیہ السلام کے عمل کو اپنے لئے دستور العمل اور اسوہ حسنہ بناؤ تاکہ تم بھی اگر حسین نہیں بن سکتے (بخیال خود) تو اے ناسمجھو کچھ نہ کچھ تو بن جاؤ۔ اے نادانو اگر دن میں ہزار مرتبہ بلکہ لاکھ مرتبہ ہائے حسین گفتہ شد۔ کی صدائے ناموزوں اور بے ہنگام بلند کرو تو تمہارے لئے کچھ مفید نہیں جب تک کہ حسین علیہ السلام کے عملی نمونہ کی تصویر مجسم نہ بن جاؤ۔ اور اس کے عاشقانہ رنگ میں رنگین نہ ہو جاؤ۔ حسینؑ پر تم روتے ہو میں کہتا ہوں اپنی حالت پر نادم مرگ روتے رہو اور اپنے اعمال اور افعال پر نادم ہو کر مرگ کی پھوڑی ڈالو۔ شاید تم پر رحم کیا جاوے۔ وہ افعال بد کی زہر جو تمہارے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے اس کے لئے امام حسینؑ پر رونا تریاق نہیں۔ زہر تو تمہارے دل کے ناپاک خیال ہیں اور وہ آگ جس کا ناپاک شعلہ بلند ہوتا ہے۔ اس کا منبع تمہارا دل ہے تمہارے اعمال بد اور قبیح اعتقادات اس آگ کے ایندھن اور ہیزم ہیں۔ یہ آگ جو تم نے خود اپنے اندر بھڑکائی ہے، وہ امام حسین پر رونے سے ہرگز فرو نہیں ہو سکتی۔ وہ آگ تب فرو ہوگی جبکہ تم امام حسین کے نقش قدم پر چلو اور اپنے اعمال و افعال کے ذریعہ اپنے آپ کو متبع خدا و رسول و امام حسینؑ ثابت کرو کہ گریہ بے معرفت کیا حقیقت رکھتا ہے اس کی مثال میں تمہارے اسلاف کی ایک نظیر اول بھی موجود ہے۔

نکتہ معرفت قابل تذکرہ و سبق

واقعہ اول:۔ مؤرخ عباسی لکھتے ہیں کہ امام مسلم نائب امام حسینؑ کے ہاتھ پر اسی ہزار کوفیوں یا کم و زیادہ باخبار مختلف بیعت کی پھر جب امام موصوف گرفتار ہو کر دار الامارت میں بمعہ ہانی اپنے ہمراہی کے قید کئے گئے تو کوفیوں کو غیرت آئی اور دار الامارت کا محاصرہ کر لیا۔ امیر کوفہ نے حکمت عملی کی اور دونوں کے سر کاٹ کر دار الامارت سے باہر پھینک دیئے کوفیوں نے یہ دیکھ کر رو دیا غصہ اور شجاعت غیرت آنکھوں سے آنسوؤں کے ہمراہ بہہ گئے پس یہ وہ پہلا موقع تھا جو رونے اور گریہ کرنے سے تم کو پیش آیا پھر کیا تم اس سے عبرت نہیں پکڑتے۔

واقعہ دوم۔ مؤرخ ایرانی شیعی صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ بعد واقعہ قتل حضرت حسین علیہ السلام جناب امام زین العابدینؓ کوفہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کوفی روتے ہیں امام ممدوح نے غمناک آواز سے فرمایا تم کس پر روتے ہو۔ ہم کو کس نے قتل کیا اور کس نے اسیر کیا۔ یہ امام علیہ السلام کا قول بطور تعریض تھا۔ کہ اے کوفیو تم ہی نے تو ہم کو قتل اور اسیر کروایا۔ پھر روتے کیوں ہو۔ یہ الٹی ندی دیکھو کہیں قاتل بھی اپنے مقتول پر روتا ہے۔

یہ دوسرا واقعہ رونے کا تھا جو تمہارے خیر القرون کے شیعان اولی کو پیش آیا۔ کیا انہی کی تتبع تم بھی کرتے ہو۔ اے نادان لوگو پہلے رونے کے دو واقعات گذشتہ نے تم کو کیا نفع پہنچایا جو اب یہ رونا تمہارے لئے سودمند ثابت ہوگا۔ ہزار سال کا نتیجہ سودمندی تو ظاہر ہے۔ آزمودہ را آزمودن جہل است۔ آیندہ دیدہ شود۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ان فی ذالک لآیات لقوم یومنون

مودودی صاحب اور مدعی ماموریت کے دعوے کو پرکھنے کا معیار

مولانا عمر الدین صاحب از بمبئی

مولانا مودودی کو ایک شخص نے بغرض تحقیق یہ پوچھا کہ حضرت مرزا صاحب کی جماعت کو اشاعت اسلام میں پیش پیش پاتے ہیں اور وہ ہر طرف فتحیاب لشکر کی طرح بڑھے چلے جا رہے ہیں اور مخالفین سلسلہ اپنے تمام مکروں کے باوجود بالمقابل ناکام و نامراد ہو رہے ہیں اور ان کی جماعت ہندوستان سے نکل کر یورپ امریکہ تک میں جڑ پکڑ چکی ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب کو سچا یا مامور من اللہ نہ مانا جائے خصوصاً اس لئے کہ ان کا ظاہر و باطن عشق اسلام و عشق محمدی میں ڈوبا ہوا ہے اور جس قدر بھی ان پر کذب و نعت کرکے الزامات آج علماء کے لگاتے ہیں وہ سب کے سب غلط ہیں۔ اور اب تک ساٹھ برس کا زمانہ گذر چکا ہے۔ اب آگے کب تک انتظار کیا جائے۔ اتنی لمبی مہلت خدا تعالے کسی مفتری علی اللہ کو کبھی نہیں دیتا بلکہ وہ اس کو جلد روسیاہ کر دیتا ہے اور اس کی قوت سلب کر لیتا ہے اور اس کے اثر کو مٹا دیتا ہے غرض اس کی ناکامی و نامرادی اس کی قطع الوتین ہوتی ہے جس کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ جھوٹا مدعی اپنے دشمنوں کے ہاتھوں ناکام و نامراد قتل کر دیا جاتا ہے یا اس کی موت کے غیبی سامان ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ مفتری علی اللہ بچ ہی نہیں سکتا۔

اس پر جناب علامہ مودودی صاحب بجائے اس کے کہ حق کو قبول کرکے اعتراف صداقت کر لیتے، لکھتے ہیں:۔

ا۔ "مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں اور خاتم النبیین کے بعد مدعی نبوت جھوٹا ہے"۔

۲۔ "آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین جھوٹے مدعیان نبوت و رسالت کے لئے نہیں ہے۔ ان کو تو مہلت دی جاتی ہے یہ آیت تو خدا کے سچے رسولوں کے حق میں ہے۔ کہ اگر ایک سچا رسول وحی الٰہی میں افترا کرکے کہے کہ یہ خدا کا کلام ہے تو اس کی رگ گلو کاٹ دی جاتی ہے"۔

(۳) "نبی کا دعوے اس قسم کے معیاروں پر نہیں جانچا جاتا دیکھنے کی چیز تو یہ ہے کہ اس سے پہلے آئے ہوئے کلام الٰہی کی روشنی میں (۱) اس کا مقام کیا ہے (۲) وہ چیز کیا لایا ہے (۳) اور اس کی زندگی کیسی ہے۔ ان معیاروں پر کوئی شخص پورا نہ اترتا ہو تو آپ سخت غلطی کریں گے کہ اگر اس کے دعوے کو صرف اس بنا پر مان لیں گے کہ آپ کی آنکھوں نے اسے اس دنیا میں سزا ملتے نہیں دیکھا"۔

"جو تین معیار میں نے اوپر بیان کئے ہیں ان میں سے مؤخر الذکر دو معیار ایسی صورت میں سرے سے قابل لحاظ نہیں رہتے جبکہ پہلے ہی معیار سے مدعی نبوت کا دعوے بخیریت نہ گذر سکے۔ جب قرآن و احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ محمد صلعم کے بعد اور کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ تو پھر اب دیکھنے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ حضور کے بعد دعوئے نبوت کرنے والا کیا لایا ہے اور کیسا انسان ہے"۔

"اگرچہ مرزا صاحب میرے نزدیک دوسرے اور تیسرے معیار کے لحاظ سے بھی مقام نبوت میں اس قدر فروتر ہیں کہ اگر باب نبوت کھلا بھی ہوتا تو کم از کم کوئی معقول آدمی تو ان پر نبوت کا گمان نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن میں اس بحث کو قرآن و حدیث کے ناطق فیصلے کے بعد غیر ضروری بھی سمجھتا ہوں اور خدا اور رسول کے مقابلے میں گستاخی بھی"۔

(ترجمان القرآن جلد ۳۶ - نمبر ۳ - صفحہ ۱۷۸ - ۱۷۹)

مودودی صاحب کی اس تحریر سے عوام کو دھوکہ سے بچانے کے لئے میں نے ایک خط انہیں مفصل لکھا ہے جس میں ان کو چیلنج کیا ہے کہ وہ ذرا پہلے مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کو ثابت کرکے دکھائیں تو ہم ان کو واقعی محقق مان لیں گے۔ ورنہ ان کے اعتراض سے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ خود اس پر غور نہیں کرتے کہ نبی کسے کہتے ہیں یا قرآن و حدیث میں نبی کی تعریف کیا ہے۔ اور کیا کبھی کوئی شخص بیک وقت نبی اور امتی بھی ہو سکتا ہے۔ مجازاً لفظ نبی کا استعمال دوسری بات ہے ہر وہ لفظ جس کے ساتھ لفظ مجاز لطور صفت لگا دیا جائے اپنی اصلیت پر کبھی محمول نہیں ہوتا۔ مثلاً مجازی پانی یا مجازی آگ کبھی پانی یا آگ نہ ہوں گے۔ پھر جبکہ دنیا میں کسی زبان میں بھی مجاز حقیقت نہیں ہو جاتا تو حضرت مرزا صاحب کا استعارۃً یا مجازاً لفظ نبی کا استعمال کیونکر ان کو سچ مچ نبی بنا دے گا۔ اخبار اہل حدیث میں محمد رسول اللہ کو مجازاً احکم الحاکمین لکھ گیا تو کیا اس سے وہ خدا جو اصل میں احکم الحاکمین ہے وہ ہو جائیں گے۔

رہا یہ معیار کہ مفتری علی اللہ خواہ وہ ایک جھوٹا مدعی نبوت ہو یا کوئی مامور من اللہ، ملہم و محدث۔ ہلاک کیا جاتا ہے بالکل صحیح ہے۔ اس کے خلاف دنیا میں ایک بھی نظیر نہیں مل سکتی۔ اور میں نے مودودی صاحب کو اس معیار پر بھی کھول کر لکھا ہے کہ ان کے مذہب خاص کی رو سے نہ یہ آیت صادقوں کے لئے معیار صداقت نہ کسی کاذب کے لئے معیار کذب بن سکتی ہے۔ بلکہ ایک بے معنی کلام بن جاتا ہے اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ مودودی جماعت کا کوئی فرد بھی اس بحث میں احمدی جماعت کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

اگر جناب مودودی صاحب نے اس خاکسار کو نا قابل خطاب سمجھ کر علمی پردہ دری سے بچنے کے لئے جواب نہ دیا تو دوسری بات ہے ورنہ اگر وہ اس میدان مقابلہ میں نکلے تو وہ دیکھ لیں گے کہ ان کا قدم پھسل گیا اور وہ خود کو ایک اہانت کے گڑھے میں گرا ہوا پائیں گے۔ اور انہیں حضرت مرزا صاحب کے الہام وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ اور انی مھین من اراد اھانتک کی تصدیق کرنی پڑے گی۔ نہ پہلے ایسا ہوا نہ اب ایسا ہو سکتا ہے کہ خدا کا مرسل یا اس کی جماعت مغلوب ہو جائے۔ ایک وقت ہوتا ہے کہ رب انی مغلوب فانتصر کی دعا کسی مامور کو کرنی پڑتی ہے مگر انجام کار یہ خدا کا گروہ غالب آ جاتا ہے۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی کا وعدہ سچا ہے۔ اور یہ آخری معیار ہے۔ جس کو مودودی صاحب اور ان کی جماعت آج اپنے سامنے پورا ہوتا ہوا دیکھ کر بھی حق قبول نہیں کرتے اور ایسے جہاد میں مصروف ہیں جس میں دنیاوی اقتدار کے خواہشمند ہمیشہ لگے رہتے ہیں۔ میں ان کے جہاد فی سبیل اللہ کو تو ضروری جانتا ہوں مگر اس کے لئے پہلے صحیح طور پر مومن ہونا ضروری ہے۔ اور مودودی صاحب اپنے زمانہ کے امام کے مقابل جھوٹے الزاموں سے اس کی تکذیب پر تلے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کا انجام اچھا نظر نہیں آتا۔

دو خطرناک غلطیاں

مودودی صاحب اور ان کی جماعت یہ کہتی ہے کہ ہم جہاں رہیں ہمارا یہ فرض ہے کہ حکومت الٰہیہ کے قیام کی کوشش کریں۔ بہت ٹھیک۔ ہم اس میں آپ سے آگے ہیں پیچھے نہیں۔ لیکن اس مقصد کے لئے جو یہ شرط لگائی جاتی ہے۔ کہ اگر ہم غیر مسلم حکومت کے زیر سایہ کہیں ہوں تو ہمیں وہاں ایسے حالات پیدا کر دینے چاہئیں کہ اس غیر مسلم حکومت سے جہاد بالسیف ہو جائے۔ یہ بالکل نامعقول اور خلاف تعلیم اسلام ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ مرتد کی سزا قتل ہے یہ بھی ایک اسلام کے پاک دامن پر غلیظ دھبا ہے۔ مسیلمہ کذاب مرتد بھی تھا اور مدعی نبوت بھی تھا۔ مگر اس بنا پر کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا فتوے نہیں دیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اسلامی حکومت پر حملہ آور ہوا اور جنگ میں مارا گیا غرض قرآن مجید تو یہ حکم نہ دے کہ مرتد ہونے والا قتل کر دیا جائے۔ اور مودودی صاحب کے نزدیک مرتد کے لئے اسلامی سٹیٹ میں رہنے کی کہیں جگہ ہی نہیں۔

ایک واقعہ

ایک دفعہ (آج سے دو سال کے قریب پہلے) مجھے مودودی صاحب کے ایک بڑے معتقد اور کارکن سے ملنے کا اتفاق ہوا باتوں باتوں میں انہیں میں نے کہا کہ حکومت الٰہیہ کا قیام تو رحمت ہی رحمت ہے مگر یہ کہ غیر مسلم حکومت کو بہرحال اڑا دینا چاہیئے درست نہیں ہے۔ اگر ایسا حکم خدا کا منشا ہوتا تو رسول اکرم صلعم اپنی صحابہ کی ایک جماعت کو نجاشی بادشاہ حبشہ کے ہاں پناہ لینے کے لئے روانہ نہ فرماتے، وہ بادشاہ عیسائی تھا۔ مسلمانوں نے وہاں بیان نثاری سے وقت گذارا اور اس ملک کی حفاظت کے لئے خدمات سرکاری بھی اختیار کیں۔ اور اگر کبھی ہمارا مذہب یہ ہو کر جب

تک ہم تھے ہوئے یا کمزور ہیں تب تک ہم بے شک حقوق رعیت حضور کرتے رہیں لیکن ہر وقت فکر یہ رہے کہ کہاں اور کب موقعہ ملے کہ اس حکومت کا ہم بجبر تختہ ہی اُلٹ دیں۔ اور اگر وہ حکومت ایسی نوبت نہ آنے دے تو ہم خود ایسے حالات پیدا کریں کہ وہ ہم سے جنگ کرنے پر مجبور ہو جائے تو ایسا خیال رکھنے والے غدار اور باغی کہلائیں گے۔ اور گورنمنٹ کا حق ہوگا کہ ان کو سر اُٹھانے کا موقعہ ہی نہ دے۔

اس پر وہ جماعت اسلامی کے ایجنٹ صاحب فرمانے لگے کہ اچھا ہو اگر گورنمنٹ ایسا ظلم کرے تا کہ فیصلہ جلدی ہو۔ میں نے سمجھایا کہ یہ غلط خیال ہے۔ مگر اس خدا کے بندے عاشق حکومت الٰہیہ کی خود عدالت کا حکم بھی سمجھ نہ آیا۔ اس لئے وہ اُلٹا حضرت مرزا صاحب کو بُرا بھلا کہنے لگ گیا۔ کیونکہ میں نے یہ بتا دیا تھا کہ احمدی قوم کو حضرت مسیح موعود کا یہ حکم ہے کہ وہ تبلیغ اسلام محبت اور نرمی اور خوش خلقی سے کریں اور ہر قسم کے فساد سے اور بغاوت کے طریقوں سے مجتنب رہیں۔ اور اگر لوگ گالیاں دیں تو بھی صبر سے کام لیں۔ تمام بنی نوع انسان کی بھلائی اصل فرض انسانی ہے۔ اس طرح حکومت الٰہیہ قائم ہو سکتی ہے

علماء کی بیزاری

تحریک جماعت اسلامی سے تمام علمائے دیوبند اور جمعیتہ العلماء ہند نے اپنی بیزاری کا اعلان کر دیا ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ ان کے بعض خیالات و اجتہاد سے متفق نہیں ہیں۔ اب اگر محض تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام ہوتا تو شاید یہ اعلان کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ میں نے مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے کہا کہ یہ اعلان بیزاری کیوں کیا گیا۔ کہ مودودی صاحب تو خیر خواہ اسلام ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو مودودی صاحب سے دشمنی تو نہیں ہے۔ مگر ان کے خلاف شکایات ہر طرف سے پہنچ رہی ہیں۔ اور یہ اعلان بیزاری تو میں نے بہت نرمی سے کام لے کر خود لکھا ہے۔ ورنہ جو کچھ علماء کا خیال ہے وہ تو بہت سخت ہے۔ مودودی صاحب سے ہمارا بعض امور میں اختلاف ہے۔

میرے خیال میں اگر علماء نے مودودی صاحب کی یہ غلطی محسوس کر لی ہو جو وہ غیر اسلامی حکومت میں رہ کر کرنا یا کرانا چاہتے ہیں تو ان کا اعلان بیزاری ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ٹھیک ہے۔ کیونکہ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جس حکومت کے ماتحت رہتا ہو وہاں اسے ہر قسم کے شر سے بچنا ضروری ہے۔ مگر مودودی صاحب تو اس کے قائل ہیں کہ ایسے حالات پیدا کر دیئے جائیں کہ جس سے غیر مسلم سلطنت یا اسلام قبول کر لے اور یا پھر مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے مجبور ہو جائے۔ یہ اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔

اگر حکومت ظاہری حکومت الٰہیہ کے لئے لازمی ہوتی تو ہر نبی صاحب سلطنت ہونا چاہیئے تھا۔ مگر انبیاء کی روحانی بادشاہت تو مسلمہ ہے مگر دنیوی سلطنت صرف بعض گنتی کے نبیوں کو ملی ہے۔ اس لئے صحیح یہ ہے کہ دنیوی حکومت کا ہونا حکومت الٰہیہ کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اس قدر سچ ہے کہ اگر حکومت الٰہیہ جس سے مراد ایسی حکومت ہے جو خدا تعالےٰ کے قوانین کے مطابق ہو دنیا میں رائج ہو تو وہ سب سے بہتر چیز ہے۔ اور اس کا قیام ہر شخص کا فرض ہے۔

مودودی صاحب کے پیش کردہ دو معیار صداقت

اب میں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام کو مودودی صاحب کے پیش کردہ ان دو معیاروں کی رو سے دیکھتا ہوں جن کی رو سے وہ ایک مدعی کے دعوے کو جانچنے کا حکم لگاتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اب ان معیاروں کو کام میں لانے کی ضرورت نہیں کیونکہ ختم نبوت ہو چکی۔

مودودی صاحب کو یہاں یہ غلطی لگی ہے کہ حضرت مرزا صاحب ختم نبوت کے منکر ہیں اور وہ مدعی نبوت ہیں وہاں یہ ان کی دوسری غلطی ہے کہ وہ ان معیاروں کو اب غیر ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ اسلام میں نبیوں کے قائم مقام مثیل انبیاء علماء ربانی کی ماموریت کا سلسلہ موجود ہے۔ مثیل انبیاء میں سے ہی ایک مثیل مسیح کے آنے کی پیشگوئی قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ جس کے مودودی صاحب بھی قائل ہیں مگر اس طرح کہ آنے والا موعود مسیح ان کے نزدیک وہی پہلا مسیح رسول اللہ ہے جو بنی اسرائیل کے انبیاء کا خاتم ہے۔ لیکن چونکہ قرآن کریم میں اس مسیح ناصری کی وفات واضح الفاظ میں مذکور ہے۔ آیت فلما توفیتنی اس پر شاہد ہے۔ حدیث میں آنے والے مسیح کو امامکم منکم کہہ کر اس مسیح سے الگ کر دیا گیا ہے تا کہ ختم نبوت اور حدیث لا نبی بعدی غبار شبہ سے آلودہ نہ ہو اس لئے مودودی صاحب کا دقیانوسی نظریہ جو خلاف قرآن و حدیث ہے غلط ہے۔

بہرحال ایک مسیح و مہدی اسلام میں موعود ہے جس کو مجازاً احادیث نبویہ میں نبی اللہ کہا گیا ہے۔ مودودی صاحب کو مسلم ہے اور حضرت مرزا صاحب کا دعوے بھی یہی ہے کہ وہ امام موعود جو رجل من فارس ثریا سے ایمان کو واپس لانے والا ہے جسے حدیث صحیح لا مہدی الا عیسیٰ میں امام مہدی و عیسیٰ قرار دیا گیا ہے۔ وہ مسیح موعود میں ہوں تو اب اس موعود کے دعوے کو اگر ہم ان معیاروں سے پرکھیں جو خدا کے سچے مرسلوں کے لئے قرآن مجید میں مذکور ہیں تو یہ بالکل صحیح طریق تحقیق ہے مگر مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ایک گستاخی و بے ادبی ہے۔ (لاحول ولا قوۃ)

پہلی تعلیم کی روشنی میں

مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مدعی نبوت کو پہلی نازل شدہ کتاب کی روشنی میں دیکھا جائے گا۔

سو مولانا پہلے سورہ جمعہ کی آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم کو پڑھیں اور ایسے موعود کی خبر دیتے ہیں جو اس وقت آئے گا جبکہ ایمان دنیا سے اُٹھ چکا ہوگا اور اس موعود کو آنحضرت صلعم اپنا آنا ہی قرار دیتے ہیں۔ پھر مولانا صاحب ذرا آیت استخلاف پر نظر دوڑائیں تو وہ کما استخلف الذین من قبلہم میں سلسلہ بنی اسرائیل کے خاتم حضرت عیسیٰ کی طرح سلسلہ اسلامی میں خاتم الخلفاء مثیل عیسےٰ کی خبر دیتی ہے۔ پھر وہ سورہ فاتحہ کو روز پڑھتے ہیں، ذرا غور کریں کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین میں جو یہود و نصاریٰ نہ بن جانے کی دعا ہے وہ اتنیں ایسے وقت کا پتہ دیتی ہے کہ جب عملاً مسلمان یہود و نصارے ہو جانے والے تھے اور ان مثیل یہود و نصارے کی ہدایت کے لئے ایک مسیح محمدی پیدا ہونے والا تھا۔

پھر قرآن کریم میں قیامت سے پہلے کل روئے زمین پر موت احمر یا ہلاکت کے آنے کی خبر ہے جس سے دنیا کا کوئی حصہ محفوظ نہ رہے گا۔

عالمگیر عذاب کی خبر

جیسے کہ فرمایا:۔

وان من قریۃ الا نحن مہلکوہا قبل یوم القیامۃ او معذبوہا عذاباً شدیداً کان ذالک فی الکتاب مستوراً۔

پھر ساتھ ہی یہ بھی بطور اصل بتا دیا کہ

وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا

ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ کسی مرسل کو مبعوث نہ کر لیں۔

ان دونوں آیتوں کو پڑھنے سے صاف ظاہر ہے کہ قرب قیامت میں حدیثوں میں جنگوں کی صورت میں وباء کی صورت میں، قحط اور طوفان کی صورت میں آنے والے کی موت احمر کی خبر ہے وہ قرآن میں آیت ان من قریۃ الا نحن مہلکوہا میں موجود ہے اور جو اس وقت ایک خدا کے رسول (غیر نبی) کے آنے کی جو خبر ہے جسے مسیح کا نام دیا گیا ہے۔ وہی اس آیت وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا میں مذکور ہے (لفظ رسول نبی اور غیر نبی دونوں پر بولا جاتا ہے۔ امت محمدیہ کے مامورین مجددین و محدثین بھی رسول ہیں مگر وہ نبی نہیں ہیں۔

مسیح موعودؑ کیا لایا ہے

مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم دیکھیں گے کہ مدعی نبوت کیا لایا ہے۔ سو مسیح موعود نہ نئے نام سے آنے والا ہے نہ کوئی نئی تعلیم لانے والا ہے وہ تو حدیث نبوی "اسمہ کاسمی" آنحضرت کا بروز ہونے کی وجہ سے آپ کے اسم احمد کا مظہر ہے۔ اور اس کے ہاتھ میں سوائے قرآن و سنت و حدیث اور کچھ نہیں۔ اور اس کا کام اب تو اس قدر نمایاں ہو چکا ہے کہ انکار کرنا مشکل ہے۔ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء۔ تمام علماء اسلام اس علم خداداد کے مقابل جو مسیح موعود کو دیا گیا عاجز و درماندہ ہیں۔ باقی جو صم بکم عمی کے مصداق ہوں وہ اگر کہیں کہ کچھ بھی نہیں ہے تو یہ معمولی بات ہے۔ چشمہ آفتاب ہدایت کا گناہ کچھ نہیں۔

اس کی زندگی کیسی ہے

حضرت مرزا صاحب کی پاکیزہ زندگی کے گواہ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں جو باوجود رئیس المکفرین ہونے کے مرتے دم تک یہ شہادت دیتے رہے کہ حضرت اقدس کی پہلی زندگی پاک ہے اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری گواہی دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کی پہلی زندگی میں جمہور علماء اسلام مرزا صاحب کو متقی پرہیزگار اور ملہم من اللہ مانتے تھے یہ عجیب بات ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۲)

کیا خاتم النبیین کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

(بقیہ از صفحہ ۱)

مسیح موعود نے نئی ایجاد نہیں کی، سابق آئمہ و متصوفین کی کتابوں میں اس کا ذکر "الانبیاء الاولیاء" کے اصطلاحی الفاظ میں موجود ہے چنانچہ :-

(۱) امام شعرانی الیواقیت والجواہر میں لکھتے ہیں :-

"وقد کان الشیخ عبد القادر الجیلی یقول اوتی الانبیاء اسم النبوۃ و اوتینا اللقب ای حجر علینا اسم النبی مع ان الحق تعالیٰ یخبرنا فی سرائرنا بمعانی کلامہ و کلام رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و یسمی صاحب ھذا المقام من انبیاء الاولیاء فغایۃ نبوتھم التعریف بالاحکام الشریعۃ حتی لا یخطئوا فیہا لاغیر۔

(الیواقیت والجواہر المبحث الخامس والثلاثون صفحہ ۳۹)

یعنی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء کو اسم نبوت دیا گیا ہے۔ اور ہمیں نبوت کا لقب[1] دیا گیا ہے۔ یعنی ہم پر نبی کا نام ترک کر دیا گیا ہے، باوجود اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کلام اور اپنے رسول کے کلام کے معانی سے خبر دیتا ہے۔ اور اس مقام والوں کو انبیاء الاولیاء کا نام دیا گیا ہے۔ پس ان کی نبوت کی غایت یہ ہے کہ احکام شریعت کو سمجھیں یہاں تک کہ اس معاملہ میں خطا نہ ہو اس کے سوا کچھ نہیں۔

(۲) شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی نے بھی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اسی بیان کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"وان اراد رضی اللہ عنہ بالانبیاء ھنا انبیاء الاولیاء اھل النبوۃ العامۃ" یعنی شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے اس جگہ انبیاء سے انبیاء الاولیاء مراد لی ہے، جو صرف نبوتِ عامہ کے اہل ہیں۔

(۳) صاحب بحر العلوم مولانا روم کے شعر "تا نبوت یابی اندر امتے" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"مراد از نبوت مرتبہ ارشاد است پس ایں نبوت عامہ است و ایں نبوت عامہ اولیا میرسند و ایشاں را الانبیاء والاولیاء میگویند و ایں انبیاء والاولیاء را لازم است کہ تابع نبی مشرع باشند .... و ایں مقام را نبوت مطلق گویند پس معنے قول تا نبوت یابی اندر امتے آنست کہ تا مقام نبوت مطلق حاصل در امت شود و باوجود بودن از امت و باوجود بودن او تابع رسول

[1] حضرت مسیح موعود نے بھی براہین احمدیہ حصہ پنجم میں امتی نبی کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ

"یہ وہ نبوت نہیں جو ایک مستقل نبوت کہلاتی ہے کوئی مستقل نبی امتی نہیں کہلا سکتا مگر میں امتی ہوں، پس یہ شرف خدا تعالیٰ کی طرف ایک اعزازی نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوا تا حضرت عیسیٰ سے تکمیل مشابہت ہو"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۸ حاشیہ)

مشرع محمد اوراں نبا از حق میرسد۔"

(بحر العلوم دفتر پنجم)

یعنی نبوت سے مراد مرتبہ ارشاد ہے، پس یہ نبوت عامہ ہے، اور اس نبوت عامہ پر اولیاء پہنچتے ہیں اور انہیں انبیاء الاولیاء کہتے ہیں اور ان انبیاء الاولیاء کو لازم ہے کہ نبی مشرع کی اتباع کریں ...... اس مقام کو نبوت مطلق کہتے ہیں۔ پس اس قول کے معنے کہ تا نبوت یابی اندر امتے یہ ہیں کہ تا نبوت مطلق کا مقام امت میں حاصل ہو اور اس کے امت میں سے ہوتے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہونے کے باوجود اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبریں پہنچتی ہیں"

ان تمام بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کو سابق بزرگان دین نبوت عامہ، نبوت مطلق کے نام سے ...... پکارتے رہے ہیں اور جن لوگوں کو انبیاء والاولیاء کا نام انہوں نے دیا ہے، اسی چیز کو حضرت مسیح موعود نے نبوت ناقصہ ظلی نبوت وغیرہ ناموں سے پکارا اور اُن انبیاء الاولیاء کو امتی نبی کا نام دیا ہے۔

شہید ہو گیا۔ تمام جماعتیں درد دل سے اس کی مغفرت کی دعا کریں اور نماز جنازہ پڑھیں۔ اس کی صرف ایک بیوہ رہ گئی ہے۔ والسلام

محمود احمد ملنگ

پیغام صلح :- ہمیں مرحوم کی بیوہ اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا کرے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

ایک اور بزرگ کی وفات

وزیر آباد سے محمد عبد اللہ صاحب اطلاع دیتے ہیں :- کہ مورخہ ۹/۱۰ /۱۰ کی رات کو ملک فضل الٰہی صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر فشریز کافی عرصہ بیمار رہ کر وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم ملک صاحب وزیر آباد کے ملک گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جوانی میں احمدیت کو قبول کیا اور آخر دم تک قائم رہے نہایت مخلص احمدی تھے۔ مرحوم کو ان کے خاندانی قبرستان بھٹی کی سپرد خاک کیا گیا۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

درخواست دعا

مکرم جناب والدہ صاحبہ بعارضہ دل و جگر بیمار ہیں۔ مکرمی جناب ڈاکٹر بشیر احمد صاحب، قریشی کے زیر علاج ہیں، آج انہیں کافی افاقہ ہے۔ حضرت امیر قوم و دیگر بزرگوں کی خدمت میں درخواست ہے صحت کاملہ کے لئے دعا فرماویں۔ والسلام

بندہ محمد عبد اللہ ولد شیخ محمد جان صاحب مرحوم

—— جہلم سے مولوی احمد گل صاحب لکھتے ہیں :- عبد الرؤف صاحب لودھی کے گھر خدا تعالیٰ نے لڑکا عنایت کیا ہے۔ آپ نے اس خوشی میں انجمن کو تبلیغی فنڈ میں پانچ روپے دیئے ہیں۔ بذریعہ اخبار اعلان کرایا جاوے۔ دعا کی جاوے کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو صالح بنائے اور لمبی عمر عطا فرمائے۔

اخبار احمدیہ

—— ہمارے نوجوان دوست عبد الرحیم جکو صاحب جو جارج ٹاؤن سے تبلیغی تربیت اور دینی تعلیم کے لئے آئے ہوئے ہیں اور ایک ماہ کا عرصہ ہوا حج کرنے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے ۲۳ ستمبر کو مدینہ منورہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ :-

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے آج صبح میں مدینہ طیبہ پہنچ گیا ہوں۔ مکہ شریف سے مجھے مدینہ آنے کے لئے جدہ واپس جانا پڑا۔ پھر وہاں سے ہوائی جہاز سے مدینہ آیا۔

مکہ میں سخت گرمی تھی خصوصاً منیٰ کی گرمی تو غالباً ۱۳۰ ڈگری تک پہنچ گئی تھی اس میں بہت سے آدمی مر گئے۔ لیکن مدینہ طیبہ جدہ و مکہ سے کچھ ٹھنڈا ہے اور کچھ صاف بھی ہے۔ یہاں کھجور کی زیادہ پیدائش ہے۔ یہاں سے آخر تاریخ تک قاہرہ کو کوچ کرنے کا ارادہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

آپ کا - عبد الرحیم جکو

بعد کی اطلاع :- کراچی سے ۸ اکتوبر کو بذریعہ تار اطلاع ملی ہے کہ مسٹر عبد الرحیم جکو بخیریت وہاں پہنچ گئے ہیں اور ۱۰ اکتوبر کو (بروز بدھ) صبح کی گاڑی سے لاہور تشریف لا رہے ہیں۔

—— گوجرہ سے محمد ظفریاب صاحب پسر ڈاکٹر جلال الدین صاحب مرحوم لکھتے ہیں :- کہ میری والدہ محترمہ عرصہ سے بیمار چلی آتی ہیں کچھ دن تکلیف بڑھ جانے کے بعد پھر کچھ آرام ہے ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ میں خود بھی تلاش روزگار میں کوشاں ہوں دعا کی جائے کہ کامیاب ہو جاؤں۔

آہ امام الدین

احمدیت کا ایک جانباز اور نڈر مبلغ چل بسا

امام دین پشاوری کے نام نامی سے دنیائے احمدیت کا ہر دوست واقف ہے وہ احمدیت کی تبلیغ میں مالی اور جانی قربانی کا ایک بے مثل پروانہ تھا۔ وہ ہر مجلس کی شمع تھا۔ وہ ہی ایک انسان تھا جو ایک وقت میں پروانہ اور دوسری حالت میں شمع کے رنگ میں جلوہ گر تھا۔ آج وہ ہم سے ہمیشہ کے لئے

لوائے ما بیۃ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۔۔۔ ۱۲ ۔۔۔ ۸
ایڈیٹر دوست محمد
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۲ شلنگ

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۴ محرم ۱۳۷۱ھ - ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۱ء | نمبر ۳۸

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
ہم نہیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

اَلْقَلْبُ يَحْزَنُ وَالْعَيْنُ تَدْمَعُ وَلَا نَقُولُ اِلَّا مَا يَرْضٰى بِهِ اللّٰه

دل غم و الم سے بھرپور ہے، آنکھیں اشکبار ہیں لیکن ہم کچھ نہیں کہتے سوائے اس کے جس پر اللہ راضی ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں

علم و ہدایت کا نورانی ستارہ غروب ہوگیا

وہ انسان، وہ عالم دین اور پاکباز مجاہد جس نے مسیح موعود کے قدموں میں بیٹھکر علم و حکمت اور ہدایت و روحانیت کے موتی اکٹھے کئے، اور پورے پچاس سال تک اس قلم کے ذریعہ جو خدا کے مسیح نے اسے عالم مکاشفہ میں عنایت کی، دنیا کو ان موتیوں سے مالا مال کرتا رہا، جس نے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ اور اسلامی لٹریچر کے ذریعہ سے نہ صرف پڑھے لکھے مسلمانوں کے گرتے ہوئے ایمانوں کو بچایا "اور مسلماں را مسلماں باز کردند" کے الہام الہٰی کو سچا کر دکھایا بلکہ یورپ اور امریکہ میں اسلام کے متعلق ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا، وہ بلند پایہ ہستی جس نے اپنے علمی و روحانی کارناموں کی وجہ سے ایک ایسی بین الاقوامی شہرت حاصل کی کہ آج علوم دینی سے مستفیض ہونے کیلئے دنیا کی بڑی بڑی شخصیتوں کی نظریں اسی کی طرف اٹھتی تھیں، ہاں وہ عالی وقار انسان جس نے مسیح موعود کی جماعت کو نبوت و تکفیر کے اتھاہ گڑھے میں گرنے سے بچایا اور ختم نبوت کو دوبارہ دنیا میں قائم کیا یعنے

حضرت مولنا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

آج ہم سے جدا ہو کر اپنے مولائے حقیقی سے جاملے، فانا للہ وانا الیہ راجعون - حضرت مولنا نے یوم عاشورہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو کراچی میں ایک طویل بیماری کے اور راہ الہٰی میں مسلسل قلمی جہاد کے بعد ۷۷ سال کی عمر میں اپنی جان عزیز جاں آفرین کے سپرد کی جس کی خبر اسی دن ریڈیو کے ذریعہ سے چار دانگ عالم میں پھیل گئی آپ کا جنازہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو شام کے ۶½ بجے پاکستان میل سے لاہور لایا گیا جہاں جماعت احمدیہ کے کثیر التعداد افراد مغربی پاکستان کی چاروں اطراف سے آکر جمع ہوگئے اور نہایت غم و الم کے ساتھ رات کے نو بجے[1] اپنے پیارے امیر کی لاش کو قبرستان میانی کی خاک میں دفن کر دیا - اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کے لواحقین اور تمام جماعت کو صبر جمیل عطا فرمائے - ہم حضرت مغفور کی بیگم صاحبہ[2] اور آپکے فرزندان عزیز محمد احمد صاحب اے ٹی او نارتھ ویسٹرن ریلوے و حامد فاروقی صاحب (جو آجکل انگلستان میں زیر تعلیم ہیں) اور دیگر تمام لواحقین سے دلی ہمدردی کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے، اللہ تعالیٰ ان سب کے ساتھ ہو اور حضرت ممدوح کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے - آپکے برادران حقیقی بالخصوص حضرت مولنا عزیز بخش صاحب سے بھی ہم دلی رنج و اندوہ کا اظہار کرتے ہوئے ان کے لئے صبر جمیل کی دعا کرتے ہیں ؂

[2] بالخصوص میاں نصیر احمد صاحب فاروقی سے جنہوں نے ایام بیماری میں تیمارداری اور خدمت کا پورا حق ادا کیا۔

[1] اٹھ بجے مسجد احمدیہ بلڈنگس میں پانچسو سے زیادہ آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

مرنے سے پہلے نیک اعمال کی توفیق

(۱) عن انس رضہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تعالیٰ اذا اراد بعبدٍ خیراً استعملہ فقیل وکیف یستعملہ یا رسول اللہ قال یوفقہ لعملٍ صالحٍ قبل الموت رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق۔

ترجمہ:۔ حضرت انس رضہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندہ سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے نیکی کے کام کرواتا ہے لوگوں نے پوچھا کہ اس بندہ سے کس طرح نیکی کرواتا ہے یا رسول اللہؐ؟ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اسے مرنے سے پہلے نیک عمل کرنے کی توفیق عنایت فرما دیتا ہے۔

بہادر اور دانا شخص

عن شداد بن اوس رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ - رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ ایضاً

ترجمہ:۔ شداد بن اوس سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہادر اور دانا وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اپنے نفس کو مطیع و منقاد کیا اور حیات بعد الممات کے لئے نیک اعمال کئے۔ احمق اور نادان وہ شخص ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کے تابع ہوا اور اللہ تعالےٰ سے نیک پاداش کی خواہش کی۔

متقی کے لئے دولتمند ہونا جرم نہیں

عن رجلٍ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنا فی مجلسٍ فطلع علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ راسہ اثرہ فقلنا یا رسول اللہ نراک طیب النفس قال اجل قال ثم خاض القوم فی ذکر الغنیٰ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا باس بالغنیٰ لمن اتقی اللہ عز وجل والصحۃ لمن اتقیٰ خیرٌ من الغنیٰ وطیب النفس من النعیم (رواہ احمد مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں ایک صاحبؓ سے روایت ہے کہ ہماری مجلس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور آپ کے سر مبارک پر پانی کا اثر تھا (یعنی نہا کر آئے تھے) ہم نے کہا یا رسول اللہ صلعم ہم حضورؐ کو خوش دل دیکھتے ہیں فرمایا ہاں ازاں بعد لوگ دولتمندی کے حسن و قبح پر بحث کرنے لگے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا متقی آدمی کے لئے دولتمند ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں (کیونکہ اس کے مال میں غرباء کا بھی حصہ ہے) اور صحت جسمانی متقی شخص کے لئے دولتمندی سے بہتر ہے اور خوشدلی اور خوشحالی اللہ تعالیٰ عز وجل کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔

کلام الامام

(۱) ترا چہ شد کہ بماتم نشستہ بانالاں ⁂ کہ موسمے ست کہ ہم مرغ در نوا باشد
(۲) مرو بہ بیخبری نزد ما بیا و نشیں ⁂ کہ ظلِ اہل صفا موجب شفا باشد
(۳) مقیم حلقۂ ابرار باش روزے چند ⁂ مگر عنایت قادر گرہ کشا باشد
(مسیح موعود)

ترجمہ:۔ (۱) تجھے کیا ہو گیا کہ صف ماتم بچھا کر گریہ و بکا میں مبتلا ہے حالانکہ یہ وہ موسم بہار ہے کہ آج طائران قدس نے گلشن وحدت میں مضراب نواسنجی سے نغمۂ عشق و محبت کی تاروں کو چھیڑ دیا ہے۔ (۲) عزیز من بیخبری میں نہ گذر جا بلکہ ہمارے پاس آ اور صحبت سے مستفید ہو کیونکہ اہل صفا کا سایۂ عاطفت ہی موجب شفا ہو جاتا ہے۔
(۳) حلقۂ ابرار میں چند روز گذار۔ یقیناً اللہ تعالےٰ کی عنایات تیری عقدہ کشائی کردیں گی (مگر کے معنے شاید نہیں بلکہ اس جگہ یقیناً ہیں)

حق کی شناخت کے تین نشانات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات

حق کی شناخت کا پہلا نشان

میں نے بارہا اس امر کو بیان کیا ہے۔ اور اب پھر بتاتا ہوں۔ کہ حق کی شناخت کے تین نشان ہیں۔ اگر ان پر حق کو پرکھو گے تو شیطان کبھی دھوکا نہ دے سکیگا۔ ورنہ اس نے اپنی طرف سے التباس حق و باطل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور وہ نشانات یہ ہیں۔ اوّل۔ نصوص صریحہ یعنی جو اعتقادات ہم رکھتے ہیں ان کے بارہ میں ہمیں اس امر کو دیکھنا چاہیئے کہ کیا ان کا نام و نشان خدا تعالےٰ کی کتب میں بھی پایا جاتا ہے یا نہیں۔ اور اگر اس کی تائید میں نصوص صریحہ یعنی منقولی شہادت قطعیہ موجود نہ ہو تو سوچ لینا چاہیئے کہ کہاں تک ان کو وقعت دی جا سکتی ہے۔ مثلاً اگر ایک کیمیاگر کہے کہ وہ ایک ہزار روپے کا دس ہزار بنا سکتا ہے۔ تو اس کی بات ماننے سے پہلے کیا ہمارے لئے یہ ضروری امر نہیں۔ کہ ہم اس بات کو دیکھ لیں۔ کہ اس سے پہلے کتنے بزرگ ہو گذرے ہیں جنہوں نے ایسی باتیں کر کے دکھائیں۔ پس اگر تحقیقات کرنے اور غور سے معلوم کرنے پر ثابت ہو جائے کہ پہلے بھی ہزاروں لوگ ایسے مدعیوں کے ذریعہ سے بہت سا نقصان اُٹھا چکے ہیں۔ تو ہم اس کے دعوے کو ذرا بھی وقعت دینے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ خود ہمارے اس علاقہ میں ایک کیمیاگر اسی طرح پر ایک ہی وقت میں دو آدمیوں کو ٹھگ کر بھاگ گیا۔ غرض حق کی شناخت کا پہلا ذریعہ نصوص صریحہ کا ہے۔ اب اگر ان کے ذریعہ سے ہم عیسائی معتقدات کو پرکھنے لگیں تو صاف طور پر معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ سب ملمع ہیں اور ان میں ذرا بھی حق کی چمک نہیں ہے۔ جیسا کہ میں نے کل بیان کیا تھا کہ تثلیث اور یسوع کی خدائی کے بارے میں اگر یہودیوں سے دریافت کیا جائے اور ان کی کتابوں کی تلاش کی جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ان میں کبھی بھی کوئی تثلیث کا قائل نہ تھا۔ اور نہ کسی جسمانی خدا کے بارہ میں ان کی کتابوں میں کچھ ذکر ہے، جو عام بچوں کی طرح کسی عورت کے پیٹ میں خون حیض سے پرورش پا کر نو مہینے کے بعد پیدا ہوگا۔ اور دوسرے انسانوں کی طرح سارے سارے امراض مثلاً چیچک، خسرہ وغیرہ میں مبتلا ہوگا۔ اور آخرکار یہودیوں کے ہاتھ سے مار کھاتا ہوا صلیب پر چڑھایا جاوے گا۔ اور پھر ملعون ہو کر تین دن ہاویہ میں رہے گا۔ اور نہ ہی باپ بیٹا روح القدس کے مجموعہ اور مرکب خدا کا ہی ان کی کتابوں میں کہیں ذکر ہے۔ اگر کہیں ہے تو عیسائی صاحبان جن سے ہم اس بارہ میں ایک عرصہ دراز سے مطالبہ کرتے چلے آئے ہیں۔ ہمیں نکال دکھائیں۔ ورنہ اس کے خلاف ہم دیکھتے ہیں کہ منجملہ دو اعتراضات جو یسوع پر یہودیوں نے کئے سب سے بڑا اعتراض تھا۔ کہ یہ شخص خدا کا بیٹا اور خدا بنتا ہے جو کفر ہے۔ اگر یہودیوں نے توریت اور دیگر انبیاء کے صحیفوں میں کہیں یہ تعلیم پائی تھی کہ دنیا میں خود خدا اور اس کے بیٹے بھی لوگوں سے مار کھانے کے لئے آیا کرتے ہیں۔ اور ایسے دس پانچ لوگ کسی زمانہ میں بھی گذر چکے تھے تو پھر ان کے انکار کی کیا وجہ ہو سکتی تھی۔ اصل حقیقت یہی ہے۔ کہ عیسویت کے یہ عقائد اس معیار پر کبھی پورے نہیں اتر سکتے۔ اس لئے ان میں حقانیت کی کوئی روح نہیں ہے۔

دوسرا طریق حق کی شناخت کا یہ ہے کہ عقل سلیم بھی اس کی ممد و معاون ہو عقل ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اسے استعمال کرنا چھوڑ دیا جائے تو دین و دنیا میں بڑا فتور پیدا ہوتا

(باقی بر صفحہ ۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۴ر محرم ۱۳۷۱ھ | نمبر ۳۸

آہ! حضرت امیرؒ

اخبار کا بہت سا حصہ مرتب ہو چکا تھا کہ حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے واصل بحق ہونے کی خبر کراچی سے موصول ہوئی جو دوسری جگہ درج ہے، جی نہیں چاہتا کہ حضرت مغفور کو وفات یافتہ کہا جائے باوجود اس کے کہ آپ کی لاش کو ہم اپنے ہاتھوں سے سپرد خاک کر چکے ہیں، تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابھی زندہ ہیں اور اسی سادہ مزاجی اور متبسم چہرہ کے ساتھ جو آپ کا خاصہ تھا ہمارے اندر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں کسی نے سچ کہا ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

آپ عاشق قرآن تھے اور قرآن چونکہ ایک زندہ اور پایندہ کتاب ہے اس لئے اس کے عشق نے آپ کو بھی فوتیدگی کے باوجود زندہ کر دیا ہے اور یہ وہ زندگی ہے، جس کو کبھی فنا نہیں، رہتی دنیا تک آپ کا عشق قرآن آپ کے زندہ ہونے کا اعلان کرتا رہے گا۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنہ ۱۹۰۲ء سے خدمت دین کا کام شروع کیا، وکالت کا امتحان پاس کرنے کے بعد دنیوی کاروبار سے الگ ہو گئے اور ایک ایسے شاندار مستقبل پر جو دنیا والوں کی نظروں میں بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے، لات مار کر خدا کے مسیح کے قدموں میں دھونی رما کر بیٹھ گئے، رسالہ ریویو آف ریلیجنز آپ ہی نے حضرت مسیح موعودؑ کے حکم سے جاری کیا جس میں اس زندہ اسلام کو جو مامور وقت نے دنیا کے سامنے پیش کیا ان تازہ بتازہ انعامات کو جو ہستی باری تعالیٰ کا کھلا ثبوت پیش کرتے ہیں، انگریزی جامہ پہنا کر ان لوگوں کے ایمانی جذبہ کو زندہ کرنا شروع کیا جو فلسفہ و سائنس کے حملوں کی تاب نہ لا کر اسلام کی صداقت پر اپنا ایمان کھو چکے تھے۔ اس رسالہ نے بہت بڑی مقبولیت اس وقت دنیا میں حاصل کی اور عام طور پر اسے بہت بڑی عزت اور وقعت کی نظروں سے دیکھا گیا۔

وہ دن جاتے اور آج کا دن آتے اس پچاس سال کے لمبے عرصہ میں حضرت مولانا کا قلم نہ رکتا تھا اور نہ رکا، سنہ ۱۹۰۹ء میں حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کا کام آپ کے سپرد کیا، آپ نے ریویو کی ادارت سے الگ ہو کر مسلسل سات سال قرآن کریم کو انگریزی جامہ پہنانے میں اس قدر محنت شاقہ سے کام لیا، جو ایک عاشق زار کے سوائے کوئی نہیں کر سکتا، اس ترجمہ و تفسیر کا ابتدائی خاکہ حضرت مولانا نورالدینؓ ہی کی زندگی میں تیار ہو چکا تھا، اور آپ اپنی زندگی کے آخری ایام میں بستر مرگ پر لیٹے ہوئے روزانہ اس کو سنتے رہے، جس سے آپ اس قدر خوش تھے، کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب جب ترجمہ و تفسیر سنانے کے لئے جاتے تو آپ خوش ہو کر فرماتے "تو بیا کہ زندہ مانم" یہاں تک کہ جب پورا قرآن ختم ہوا تو ایک ملہم من اللہ کو الہام ہوا کہ ترجمہ قرآن مقبول ہو گیا، اس الہام کو سن کر حضرت مولانا نورالدین اور تمام جماعت سجدہ میں گر گئی، اور آپ نے جماعت کو نصیحت کی کہ ترجمہ قرآن کا انکار نہ کرنا، حضرت مولانا نورالدینؓ تو سنہ ۱۹۱۴ء میں فوت ہو گئے اور قرآن آپ کے بعد سنہ ۱۹۱۸ء میں چھپ کر شائع ہوا، پھر الہام الٰہی کی صداقت کو ہم نے اپنی آنکھوں سے ثابت ہوتے ہوئے دیکھا جو مقبولیت اس ترجمہ قرآن کو خدا نے دی وہ شاید ہی کسی کو نصیب ہوئی ہو، یورپ کے متلاشیان حق نے اسی قرآن سے نور ہدایت حاصل کیا، انگریزی تعلیمیافتہ مسلمانوں نے جن کا ایمان قرآن سے اٹھ چکا تھا، اس سے دوبارہ نور ایمان پایا، ہندوستان، مصر، ترکی اور کئی دیگر ممالک کے لوگوں نے اس کا اعتراف کیا کہ ہم دہریہ ہو چکے تھے، اسلام سے ایمان اٹھ چکا تھا، حضرت مولانا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمہ قرآن نے دوبارہ ہمیں مسلمان کیا، لیظھرہ علی الدین کلہ کا ارشاد قرآنی اور مسلماں را مسلماں باز کردند کا الہام الٰہی دونوں اس ترجمہ قرآن سے پورے ہوئے۔

نہ صرف ترجمہ قرآن جو انگریزی کے علاوہ اردو میں بھی آپ نے کیا، بلکہ حدیث سیرت، فقہ اور کئی مختلف مسائل پر بیسیوں کتابیں انگریزی اور اردو میں آپ نے لکھیں، جو دنیا بھر میں مقبول ہوئیں اور مختلف زبانوں میں ان کے تراجم شائع ہوئے، ان کتابوں اور ترجمہ قرآن کی وجہ سے آپ کی شہرت دنیا بھر میں پھیل گئی، اور تمام دنیا میں اسلامی مسائل کے لئے آپ کو بطور سند مانا جانے لگا اور جب کبھی کسی ملک سے کوئی اسلامی وفد آتا کوئی یورپین یا امریکن متلاشی مذہب لاہور میں وارد ہوتا تو آپ سے ملنا وہ باعث افتخار سمجھتا تھا۔

یہ سب کچھ ان انفاس طیبہ کا نتیجہ تھا جو مسیح وقت نے آپ کے اندر پھونکے آپ نے ہمیشہ اس بات کا اعتراف کیا، انگریزی اور اردو قرآن کے دیباچوں میں اس کا کھلا اعتراف موجود ہے، اور یہ کہنا بے جا نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مولانا نورالدین مرحوم و مغفور کے علمی و روحانی اثرات آپ کے اندر اس قدر سرایت کر گئے کہ آپ کے وجود میں بھی مجددیت ہی کا رنگ پایا جاتا ہے۔

یہ مجددیت آپ سے کھلے طور پر اس وقت ظہور پذیر ہوئی جب سنہ ۱۹۱۴ء میں حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی وفات پر مسیح موعودؑ کی جماعت ایک ایسے اعتقادی گڑھے میں گرنے والی تھی، جہاں اس کی اصل حیثیت اور مسیح موعود کی صحیح پوزیشن بگڑ کر کچھ کا کچھ بن جاتی، اس وقت آپ نے جماعت کی غالب اکثریت کی مخالفت اور طرح طرح کے خطرات کا سامنا کرتے ہوئے ایک ایسی آواز اٹھائی جس کو دنیا نے حیرت و استعجاب کے کانوں سے سنا اور آپ کی ہمت و جرأت پر صد آفرین کہے بغیر نہ رہ سکی، مسیح موعودؑ کا دعوےٰ نبوت کا نہیں، آپ کے دعوے کو نہ ماننے کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا، نبوت ختم ہو چکی اور خاتم النبیین صلعم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا اجرا ناممکن ہے، یہ وہ آواز تھی جو اس مرد خدا نے نہایت ہمت و دلیری کے ساتھ بلند کی، اس وقت اس آواز کو سننے والے اگرچہ معدودے چند لوگ تھے جن کے متعلق یہ خیال ہوتا تھا کہ آج نہیں تو کل یہ لوگ بھی جماعت کی اس غالب اکثریت کے ساتھ مل جائیں گے جو فرزند مسیح موعود کے زیر قیادت قادیان اور اس کے تمام خزائن و املاک پر قابض ہو کر اجرائے نبوت اور تکفیر مسلمین کی بھول بھلیوں میں پھنس چکی ہے، لیکن حضرت مولانا کی آواز دن بدن بلند سے بلند تر ہوتی چلی گئی، اور دنیا نے دیکھا کہ وہی چند لوگ جن کے متعلق لیمزقنھم (ہم انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے) کی پیشگوئیاں کی گئیں، طرح طرح کے الزامات اور ایذا رسانیوں سے انہیں ملیا میٹ کرنے کی کوششیں کی گئیں نہ صرف تعداد بلکہ خدمت دین کے کاموں میں بھی آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے، اور وہ شخص جو قادیان سے ایک پیسہ لئے بغیر یکہ و تنہا نکل کر آیا تھا، تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں انسانوں کی عقیدت و ارادت کا مرجع بن گیا، اور کروڑوں روپیہ اس کے قدموں پر نثار ہونے لگا اس وقت جب قادیان کی اس انجمن نے جس کو مسیح موعود نے اپنی جانشین قرار دیا تھا، خود اپنی بنائے ہوئے خلیفہ کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے، اور اصول جمہوریت کو ختم کر کے ایک شخص کی آمرانہ حیثیت تسلیم کر لی، حضرت مولانا محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود کی وصیت کو پھر تازہ کیا اور اس کے ماتحت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد رکھی اور مسیح موعودؑ کے فرمان کے مطابق کثرت رائے کو اس کا بنیادی اصول قرار دیا، اس انجمن نے سینتیس سال کے عرصہ میں جو عظیم الشان کام کئے ہیں، حضرت مولانا کے تراجم قرآن، حدیث اور دیگر اسلامی لٹریچر کی اشاعت، بیرونی ممالک میں تبلیغی مشنوں کے قیام اور مساجد کی تعمیر کے ذریعہ سے اعلائے کلمۃ اللہ کا جو فرض ادا کیا ہے اور کر رہی ہے، وہ تاریخ اسلام میں ایک ایسا سنہری باب ہے جس کی نظیر تمام اسلامی دنیا میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی، یہ کام اگرچہ ایک جماعت نے کیا ہے، لیکن اس کا سہرا اس شخص کے سر ہے جس نے یہ جماعت بنائی، غلو و تکفیر کی لعنت سے چھڑا کر اسے صحیح اصولوں پر کھڑا کیا اور ہر قسم کے طوفانوں سے جو اس سینتیس سال کے عرصہ میں اس کی ہستی کو فنا کرنے کے لئے آئے اسے بچاتے ہوئے منزل مقصود کی طرف بڑھتا چلا گیا، وہ ایک بیدار مغز انسان تھا، عزم راسخ کا مالک اور یقین محکم کا پیکر، اس کے اس ایمان و یقین کو کہ اسلام دنیا پر غالب آنے والا ہے دنیا کا بڑے سے بڑا حادثہ متزلزل نہ کر سکا، اس عزم راسخ کو کہ یورپ و امریکہ میں اسلامی مشن قائم کئے جائیں اسلامی لٹریچر اور تراجم قرآن دنیا میں پھیلائے جائیں، کوئی بڑی سے بڑی مخالفت توڑ نہ سکی، یہاں تک کہ کئی موقعوں پر سخت ترین مالی مشکلات کی وجہ سے ان کاموں کا چلنا بظاہر ناممکن نظر آنے لگا، لیکن آپ کے عزم راسخ اور پیہم مساعی نے انکو بھی دور کر دیا، یہ اسی بیدار مغزی کا نتیجہ تھا جو مسیح موعودؑ کی صحبت میں آپ کو حاصل ہوئی اور یہی بیدار مغزی، یہی عزم راسخ اور یقین و ایمان آپ نے جماعت کے اندر پیدا کیا اور یہ کہنا بے جا نہیں کہ جس کام کو لیکر آپ اٹھے تھے اس کو بہت حد تک تکمیل تک پہنچا کر کامیاب اس دنیا سے گئے، ایسی ہستیاں بہت کم دنیا میں پیدا ہوتی ہیں بقول علامہ اقبال ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

احبابِ جماعت کی خدمت میں ضروری التماس

مجلسِ معتمدین کا اجلاس ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو ہوگا

برادران - اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ - حضرت امیر قوم مولانا محمد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ و نور اللہ مرقدہٗ کی وفات حسرت آیات سے جماعت کے کندھوں پر جو بوجھ اور ذمہ داری آپڑی ہے۔ اس سے کوئی شخص بے خبر نہیں اب احباب جماعت کیلئے ضروری ہوگیا ہے کہ وہ اپنے فرائض کو پہلے سے زیادہ محسوس کریں اور حضرت ممدوح کے بعد جن مسائل اور مشکلات سے جماعت کو دوچار ہونا ہے۔ اُن کے حل اور ازالہ کے لئے آج سے کمربستہ ہوجائیں۔ اور ارشاد باری تعالیٰ وکاین من نبی قتل معہٗ ربیّون کثیر فما وھنوا وما ضعفوا وما استکانوا کا مصداق بنتے ہوئے کسی قسم کی غفلت کمزوری اور وھن کو اپنے نزدیک نہ پھٹکنے دیں۔ بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت دین حق کے لئے اپنی مساعی کو تیز تر کردیں۔ اپنی زندگی میں وہ خدا کا برگزیدہ بندہ سب کچھ اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھا۔ رات کو اُٹھکر جماعت کیلئے دعائیں کرتا تھا۔ دشمنان اسلام کے حملوں کو روکتا تھا۔ اور انکے قلعوں پر دلائل حقہ کے گولے برساتا تھا۔ انجمن جب مالی مشکلات میں مبتلا ہوتی تھی انہیں جب تک حل نہ کرلیتا تھا تب تک اسے چین نہ آتا تھا۔ مگر اب یہ تمام ذمہ داری جماعت پر آن پڑی ہے۔ اس نازک وقت میں اگر ہم نے ذرا بھی سستی سے کام لیا۔ اور اپنے فرض کو نہ پہچانا۔ تو اشاعت اسلام کے کام کو وہ نقصان پہنچے گا جسکی تلافی شاید ایک لمبے عرصہ تک ہو سکے۔ ہم تمام طاغوتی طاقتوں کے مقابلہ میں بنیان مرصوص بن جائیں۔ اور شیطانی وساوس کو اپنے قریب تک آنے دیں بلکہ ربّنا افرغ علینا صبراً وثبّت اقدامنا کا ورد کرتے ہوئے حق و باطل کی اس جنگ میں اپنی پیشقدمی کو جاری رکھیں۔ وباللہ التوفیق

موجودہ صورتِ حالات پر غور کرنے کیلئے ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو بروز اتوار مجلس معتمدین کا ایک غیر معمولی اجلاس ہونا قرار پایا ہے۔ جملہ ممبران سے پُرزور استدعا ہے۔ کہ وہ ضرور اس میں شمولیت فرماویں۔ تاکہ ان اہم امور پر پوری طرح غور و خوض ہو سکے۔ جو حضرت کی وفات سے پیدا ہوئے ہیں۔ فقط والسلام۔

خاکسار:- **احمد یار جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور** - ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۱ء

وزیرِ اعظم پاکستان کی شہادت کا افسوسناک سانحہ

پیغام صلح کی آخری کاپی پریس میں جارہی تھی کہ راولپنڈی سے آنریبل مسٹر لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان کی افسوسناک شہادت کی خبر موصول ہوئی، خبر میں بتایا گیا ہے کہ خان لیاقت علی خان ۱۶ اکتوبر کو تیسرے پہر راولپنڈی میں جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے کہ ضلع ہزارہ کے کسی غیر معروف آدمی سید اکبر نامی نے ان کو گولی ماردی، ہجوم اس پر مشتعل ہوگیا اور قاتل کو اسی جگہ ٹکڑے ٹکڑے کردیا گیا۔ وزیر اعظم کو اسی وقت فوجی ہسپتال میں پہنچایا گیا، جہاں وہ تھوڑے ہی عرصہ بعد فوت ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس حادثہ فاجعہ کے معلوم ہونے پر تمام پاکستان میں رنج والم کی لہر دوڑ گئی، حکومت پاکستان نے اعلان کیا ہے کہ مسٹر لیاقت علی خان کے انتقال کا چالیس دن تک سوگ منایا جائیگا تین دن تک پرچم سرنگوں رہیں گے بدھ اور جمعرات کو پاکستان کے سارے دفاتر بند رہینگے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ریزولیوشن

لاہور ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۱ء خان لیاقت علی خان کی شہادت پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے حسب ذیل ریزولیوشن گورنر جنرل پاکستان، بیگم لیاقت علی خان اور اخبارات کو بھیجا گیا۔

"ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اس ہولناک حملہ پر جو مسٹر لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان کی زندگی کو ختم کرنے کے لئے کیا گیا گہرے رنج واندوہ اور نفرت کا اظہار کرتے اور اس سانحہ کو ایک بہت بڑا قومی حادثہ سمجھتے ہیں، بیگم لیاقت علی خان اور دیگر لواحقین اور گورنر جنرل پاکستان اور تمام قوم کو انکے اس رنج و غم میں شرکت اور دلی ہمدردی کا پیغام دیتے ہیں"

ولا اقول الا ما یرضی بہ اللّٰہ - پیچھے آئے اور پہلے چلے گئے۔ جب خدا تعالیٰ چاہے گا اب ان سے اور دیگر مقدس ہستیوں سے عالم آخرت میں ہی ملیں گے ان ھذا لھو حق الیقین فسبح باسم ربک العظیم۔

حضرت امیرؒ کی وفات پر

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کا پیغام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مکرم برادران جماعت - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱۰ محرم ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء بروز شنبہ بوقت ½ ۱۱ بجے دن کے کراچی میں میرے پیارے بھائی محمد علی کا جو مجھ سے قریباً تین سال چھوٹے تھے قضا الٰہی سے انتقال ہوگیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم اس دنیا میں میرے ایک دائمی رفیق تھے - ہمارے والد مرحوم حافظ فتح الدین نمبردار موضع مرار ریاست کپورتھلہ کو ہم دونوں بیٹوں کو دینی و دنیاوی علوم سے بہرہ ور کرنے کا ازحد شوق تھا اس لئے اپنی جائے سکونت کے قریبی مدرسہ میں ابتدائی تعلیم چوتھی یا پانچویں پرائمری تک حاصل کرنے کے بعد ہمارے والد مرحوم نے رندھیر کالج کپورتھلہ میں جو اپنے گاؤں سے دس کوس کے فاصلہ پر جنوب کی طرف تھا داخل کردیا جہاں سے ہم نے ۱۸۹۰ء میں انٹرنس پاس کیا اس کے بعد والد مرحوم ہم کو گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل کر گئے جہاں سے ہم دونوں نے ۱۸۹۴ء میں بی اے پاس کیا اس کے بعد مولانا نے اسی کالج سے ایم اے انگریزی کا پاس کیا اور اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر رہے۔ اور میں نے سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے سینئر اینگلو ورنیکولر سرٹیفیکیٹ کا امتحان پاس کیا ۱۸۹۷ء تک ہم دونوں اکٹھے رہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے سے کچھ عرصہ کے لئے جدا ہوگئے - یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو پھر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں اکٹھا کر دیا - جدائی کے ایام میں مولانا مرحوم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں قادیان میں رہے اور میں ڈیرہ غازیخاں، جھنگ اور امرتسر میں اپنی ملازمت پر رہا۔ اس اثنا میں بھی ہماری ملاقات وقتاً فوقتاً ہوتی رہی۔ آج اس مقدس ہستی کے سوگ میں بیٹھا ہوں

آہ! مسیح موعودؑ کا ایک ایسا ساتھی آج ہم سے جدا ہوگیا جس کا وجود مسیح موعودؑ کے مقاصد کی تکمیل اور دنیا جہان کے لئے ابر رحمت کا موجب تھا، اس کا ذکر کرتے ہوئے دل اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں، لیکن انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

ہاں اس موقعہ پر جماعت سے بھی ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ ایسے واقعات ہمیشہ قوموں کی زندگیوں میں آتے رہتے ہیں، خدا کے کاموں میں کوئی شریک نہیں، بڑے سے بڑا انسان دنیا سے گذر جاتا ہے، اور خدا کے کام پھر بھی چلتے رہتے ہیں، اس لئے یہ خوب یاد رکھئے کہ جس کام کو لے کر آپ کھڑے ہوئے ہیں وہ صرف حضرت مولنا محمد علی صاحب ہی سے وابستہ نہ تھا یہ خدا کا کام ہے اور ہم میں سے ہر ایک اس کا ذمہ دار ہے، حضرت مسیح موعود نے اور آپ کے بعد حضرت مولنا محمد علی صاحب نے اس کام کو چلانے کے لئے انجمن ہی کو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین قرار دیا، وہ انجمن اب بھی موجود ہے، اور امید ہے کہ پہلے سے زیادہ سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ اس کام کو چلائے گی، اس لئے آپ کسی قسم کی مایوسی کو اپنے قریب نہ پھٹکنے دیں، کسی خناس کے وسوسوں پر کان نہ دھریں اور ہمیشہ اس صحابی کے قول کو پیش نظر رکھیں جس نے رسول اللہ صلعم کی شہادت کی غلط خبر سُن کر بڑی جرأت کیساتھ کہا قاتلوا علیٰ ما قاتل علیہ آؤ ہم بھی اس مقصد کے لئے لڑیں جس مقصد کے لئے نبی کریم صلعم لڑتے تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ قول پیش نظر رکھیں الا من کان یعبد محمد فان محمد قد مات ومن کان یعبد اللّٰہ وحدہ فان اللّٰہ حی لا یموت جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا وہ سُن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے، اور جو شخص ایک خدا کی عبادت کرتا تھا سو وہ خدا زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔

پس اسی زندہ خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اسی سے مدد مانگتے ہوئے اس کام کو پہلے سے زیادہ ہمت و مستعدی کے ساتھ چلانے اور خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن کی معاونت کا عزم کرلیجئے کہ اسی سے آپ کی کامیابی اور نجات وابستہ ہے، حسبنا اللّٰہ نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

کیا خاتم النبیین کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

(بقیہ از صفحہ ۲)

وقد ابنا ھذا الکبیر الی زماننا و رایتنا من علمائنا وفتنا۔

(فتوحات مکیہ جلد دوم الباب الثالث والسبعون السوال السابع والخمسون ص ۷۹ مطبوعہ مصر)

یعنے ایک اجنبی اس میں یہ خیال کرتا ہے کہ وہ دعوٰی نبوت کرتا ہے، اور وہ اس سے شرع رسول صلعم کو منسوخ کرتا ہے۔

پس وہ اس پر کفر کا فتوے دے دیتے ہیں اور ہم نے اپنے زمانہ میں ایسی بہت سی باتیں دیکھی ہیں اور اپنے زمانہ کے علماء سے .... ایسی باتوں کا مزہ چکھا ہے۔

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں لفظ نبی کا استعمال

بسلسلہ اشاعتِ گذشتہ

نبی کا نام پانے میں مسیح موعودؑ کی خصوصیت

اعتراض - حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے :-

"اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی۔"

(حقیقت الوحی صفحہ ۲۸ حاشیہ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "امتی نبی" کی اصطلاح اولیاء اللہ سے الگ ہے، اور محدثیت سے بالاتر نبوت ہی کا مقام ہے"

الجواب :- یہ صحیح نہیں، دوسری جگہ حضرت مسیح موعودؑ نے خود تسلیم کیا ہے، کہ امت کے بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا چنانچہ لکھا ہے :-

"خدا تعالےٰ نے مکالمہ مخاطبہ، کاملہ تامہ، مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا ہو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنے اتم اور اکمل درجہ پر ان میں پائے گئے، ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا بلکہ ان کی محویت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہو گیا دوسری طرف اتم اور کمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا"

(الوصیت صفحہ ۱۰)

اس عبارت میں خود حضرت مسیح موعودؑ نے بعض کامل افراد امت کا امتی نبی ہونا تسلیم کیا ہے، اب ہی براہین احمدیہ حصہ پنجم میں لکھتے ہیں :-

" حدیث میں آیا ہے، کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء ربانی بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں اس حدیث میں بھی علماء ربانی کو ایک طرف امتی کہا اور دوسری طرف نبیوں سے مشابہت دی ہے"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۲)

اس لئے حقیقۃ الوحی کی زیر بحث عبارت کے وہ معنے کرنے چاہئیں جو الوصیت اور براہین کی ان عبارات کے خلاف نہ ہوں۔

(۲) اسی حقیقۃ الوحی ص۲۸ حاشیہ کی زیر بحث عبارت کے متن میں حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں :-

"قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا امتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے، کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے مگر ظلی نبوت جس کے معنے ہیں محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی"

(حقیقت الوحی ص۲۸)

اس سے معلوم ہوا کہ امتی نبی قیامت تک آتے رہیں گے۔ پس جب پہلے بھی بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا اور آئندہ بھی قیامت تک امتی نبی ہوتے رہیں گے تو اس فقرہ کے کہ "ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی" وہ معنے نہیں ہو سکتے جو قادیانیوں کا مدعا ہے

(۳) اسکو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے اسی حقیقۃ الوحی کی ص۳۹۰ اور ص۳۹۱ کی عبارت پڑھنی چاہئیے جہاں صاف لکھا ہے۔

"پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوے کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے، بلکہ جس نبوت کا دعوے کرنا قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعوے نہیں کیا گیا صرف یہ دعوے ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے آنحضرت صلعم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں"

اب اس عبارت میں ایک طرف دعوئی نبوت سے انکار ہے اور دوسری طرف امتی نبی ہونے کا اقرار، معلوم ہوا امتی نبی فی الحقیقت نبی نہیں، اس کے ساتھ ہی اس کی یہ تشریح فرماتے ہیں :- "اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالےٰ سے بکثرت شرف مکالمہ مخاطبہ پاتا ہوں"

اس کے ساتھ ہی مزید تشریح کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کا وہ حوالہ دیا ہے جو اس سے پیشتر محدثیت کی بحث میں "محدث سے کثرت مکالمہ" کے زیر عنوان مجدد صاحب کے اصل الفاظ میں نقل ہو چکا ہے، چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں :-

"بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے"

اب مجدد صاحب کے اصل الفاظ میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کے معنے ہوں "وہ نبی کہلاتا ہے" بلکہ انہوں نے "مسمی محدث" کے لفظ لکھے ہیں یعنے محدث کہلاتا ہے"

اور حضرت مسیح موعود نے اس سے بیشتر دو مقامات (ازالہ اوہام ص۹۱۴) اور تحفہ بغداد حاشیہ صفحہ ۲۰-۲۱ پر مجدد صاحب کے اسی حوالہ کو ان کے اصل الفاظ میں نقل کیا ہے اور وہاں "نبی کہلاتا ہے" کے بجائے "محدث" ہی کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہاں "نبی کہلاتا ہے" کے لفظ روایت بالمعنیٰ کے طور پر لکھے ہیں۔ کیونکہ محدث کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ وہ بالقوۃ نبی ہوتا ہے :-

"اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہونے کی رکھتا تھا"

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۳۸)

پس معلوم ہوا کہ "نبی کہلاتا ہے" سے وہی بالقوۃ نبی مراد ہے، جو محدثیت سے اوپر مرتبہ نہیں رکھتا، اس کے سوائے اور کوئی معنے نہیں ہو سکتے، کیونکہ مجدد صاحب کے الفاظ میں "نبی کہلاتا ہے" کہیں نہیں بلکہ مسمی محدث کے لفظ ہیں، اس لئے "امتی نبی" سے یہاں بھی محدث کے سوائے کچھ مراد نہیں، اب رہ گئی خصوصیت یا ایک کا امتی نبی ہونا اس کا ذکر آگے آتا ہے :-

"اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہونگے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول یعنے خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے، بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو، اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالےٰ نے مجھ سے مکالمہ مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی اور کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے غرض اس حصہ کثیر وحی الہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیا اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا، اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی، اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تا آنحضرت صلعم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی کیونکہ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ مخاطبہ الہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پا لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا اس لئے خدا تعالےٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے"۔

حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰-۳۹۱

اس تمام عبارت میں اسی خصوصیت کا ذکر ہے، جس کو ص۲۸

حاشیہ میں "ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی" کے الفاظ میں بیان کیا تھا۔

اس میں چند باتیں قابل غور ہیں :۔

(۱) اس سے قبل ص۳۹ میں .... دعوے نبوت کو "سراسر افترا" قرار دیا ہے جو جاہل لوگوں کے بھڑکانے کے لئے کیا جاتا ہے۔

(۲) مجدد صاحب کا حوالہ دے کر بتایا ہے، کہ کثرت مکالمہ مخاطبہ پانے اور بکثرت امور غیبیہ ظاہر ہونے کی وجہ سے آپ مجدد صاحب کی تعریف کے مطابق محدث ہی ہیں نبی نہیں۔

ان تصریحات کے بعد عبارت بالا میں صرف دو باتوں کا ذکر کیا ہے :۔

(۱) جو کثرت مکالمہ آپ کو حاصل ہوئی، وہ دوسرے اولیاء، ابدال اور اقطاب کو نہیں دی گئی۔

(۲) اسی کثرت مکالمہ اور امور غیبیہ پانے کی وجہ سے حدیث میں آپ کو نبی کا نام دیا گیا، اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔

آیا ان دونوں باتوں کا منشاء یہ ہے، کہ آپ محدثین کے زمرہ سے نکل کر نبی بن گئے؟ آیا اس سے یہ سمجھا جائے، کہ آپ کا دعوے نبی ہونے کا تھا، نہ کہ محدثیت کا؟ ظاہر ہے کہ یہ نتیجہ نہ صرف قرآن کریم کی ان محکم آیات ان کھلی احادیث اور بزرگان امت کے ارشادات کی روشنی میں جو اس سے پیشتر نقل ہو چکے ہیں، ناقابل التفات اور لائق تردید ہے، بلکہ خود اسی عبارت کے پہلے دو جملوں کے بھی خلاف ہے اگر حضرت مسیح موعود کا یہ فقرہ صحیح ہے، کہ

"جاہل لوگوں کے بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوے کیا ہے، حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے"

اگر مجدد صاحب نے کثرت مکالمہ پانے والے کو محدث قرار دیا ہے، نہ کہ نبی اور یہی حضرت مسیح موعود کی اس عبارت کا منشاء ہے، جس میں مجدد صاحب کا حوالہ نقل کیا ہے، تو وہ خصوصیت جو نبی کا نام پانے اور کثرت مکالمہ اور کثرت امور غیبیہ ملنے میں آپ کو حاصل ہوئی، وہ آپ کو محدثیت سے نکال کر نبوت کے مقام پر کھڑا نہیں کر سکتی، خصوصیت آپ کو لاکھ دفعہ حاصل ہو، لیکن وہ خصوصیت اولیاء، ابدال اور اقطاب کے زمرہ کے اندر ہی آپ کو حاصل ہے کثرت مکالمہ اور کثرت امور غیبیہ آپ کو بیشک سب اولیاء امت سے بڑھکر حاصل ہوئی .... بیشک حدیث میں آپ کا نام نبی رکھا گیا۔ جو دوسرے کسی امتی کا نہیں رکھا گیا لیکن یہ سب باتیں محدثیت ہی کے اعلےٰ ترین مدارج پر آپ کو فائز کرتی ہیں، اور یہی وہ خصوصیت ہے، جو آپ کو دی گئی ورنہ دعوے نبوت کو خود چند سطریں پہلے "سراسر افترا" قرار دے چکے ہیں، اور پھر اسی حقیقۃ الوحی کے آخر میں کھلے لفظوں میں لکھا ہے، سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ (الاستفتاء ص۶۴) جس سے معلوم ہوا کہ سب اولیاء ابدال۔ اقطاب میں کثرت مکالمہ اور کثرت امور غیبیہ کی وجہ سے مخصوص ہونے کے باوجود بھی آپ کو جو نبی کا نام دیا گیا وہ مجاز ہی ہے حقیقت نہیں، خصوصیت کتنی بھی بڑی ہو، مرتبہ کتنا بھی بلند ہو لیکن محدثیت سے بڑھکر نہیں جس کو مجازاً نبوت کہا جا سکتا ہے، پس ایک وہ بھی ہوا جو امتی "ہے اور نبی بھی" کا مطلب صاف ہے، کہ پہلے لوگ اگرچہ مقام محدثیت پر فائز ہونے کی وجہ سے امتی نبی تھے، لیکن ان کا نام خصوصیت کے ساتھ حدیث میں اس طرح نہیں آیا جیسے مسیح موعود کو نبی اللہ وامامکم منکم کہا گیا ہے دوسروں کو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کہا گیا ہے .... یعنے انبیاء سے صرف تشبیہ دی گئی اور مسیح موعود کو ان سب سے بڑھکر کثرت مکالمہ حاصل ہونے کی وجہ سے نبی اللہ کہہ دیا جیسے ایک بہادر انسان کو "شیر کی طرح" کہا جائے اور دوسرے اس سے زیادہ بہادر انسان کو محض شیر کہہ دیا جائے نہ یہ شیر ہو جاتا ہے اور نہ وہ، صرف دوسرے کے اندر بہادری کی زیادتی اور غلبہ پہلے سے بڑھکر ظاہر کرنا مقصود ہے اسلئے اسے شیر کہدیا اس کو علم کلام میں استعارہ یا مجاز کہا جاتا ہے پس یہ بتانے کے لئے کہ مسیح موعود کو دوسروں سے بڑھکر کثرت مکالمہ اور کثرت امور غیبیہ حاصل ہوئی آپ کو مجازاً نبی کہہ دیا اور دوسرے اولیاء اللہ کو کانبیاء بنی اسرائیل کے الفاظ میں تشبیہاً نبی کہا۔

آئمہ سلف کی کتابوں میں محدث پر نبی کے لفظ کا اطلاق

سوال :۔ اگر محدث پر نبی کے لفظ کا اطلاق جائز ہے تو سابق محدثین نے اپنے لئے نبی کا نام کیوں استعمال نہ کیا۔

الجواب :۔ اس کا جواب تو اوپر آ چکا ہے، کہ اگرچہ سابق محدثین بھی بقول حضرت مسیح موعود بالقوۃ نبی ہی تھے، تاہم حدیث اور الہام الٰہی میں نبی کا نام پانے میں حضرت مسیح موعود ہی کو خصوصیت حاصل ہے، اور سابق محدثین پر خصوصیت کے ساتھ یہ نام بولا نہیں گیا۔

لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ عام طور پر محدث پر بزرگان سلف نے بھی نبی کا لفظ بول دیا ہے جیسا کہ ذیل کے حوالجات سے ظاہر ہے :۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"واذا اقتضت الحکمۃ الالٰہیۃ ان یبعث الخلق واحداً من المفہمین فیجعلہ سببا لخروج الناس من الظلمات الی النور فھذا ھو النبی۔

حجۃ اللہ البالغہ

یعنے جب حکمت الٰہی اس بات کی مقتضی ہوتی ہے کہ لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف نکالے تو مفہمین میں سے ایک شخص کو خلقت کی طرف مبعوث کرتا ہے یہی نبی ہے۔

(۲) صاحب بحر العلوم لکھتے ہیں :۔

"نبوت تشریع و رسالت اگرچہ منقطع است بعد آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم لیکن اولیائے امت را کہ علمائے صالحان اند مرتبہ نبوت اللہ تعالیٰ عطا فرمودہ است"

(بحر العلوم دفتر ششم)

یعنی نبوت تشریعی اور رسالت تشریعی اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہو چکی ہے لیکن اولیائے امت کو جو صالح علماء ہیں اللہ تعالیٰ نے مرتبہ نبوت عطا فرمایا ہے۔

(۳) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :۔

"چوں شریعت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات از نسخ و تبدیل محفوظ است .... علمائے امت را حکم انبیاء داده کار تقویت شریعت و تائید ملت بایشاں تفویض فرمودہ"

(مکتوبات جلد اوّل مکتوب ص۲۹)

چونکہ خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شریعت منسوخی اور تبدیلی سے محفوظ ہے اس لئے آپ کی امت کے علماء کو انبیاء کا حکم دیا گیا ہے اور شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد کیا گیا ہے۔

(۴) حضرت غوث اعظم گیلانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

"نبوت کی ظاہری صورت اٹھ گئی ہے مگر معنًا قیامت تک کے لئے باقی ہے ورنہ زمین پر چالیس ابدال کیوں ہوتے، ان میں سے بعض میں نبوت کے معنے پائے جاتے ہیں جن کا دل ایسا ہے جیسا کہ کسی نبی کا"۔

(فیض سبحانی ملفوظات حضرت غوث اعظم ص۱۲۲ مطبع مجتبائی)

(۵) حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :۔

پس بہ بادی دست خود در دست پیر
بہر حکمت کو لطیف است و خبیر
او نبیٔ وقت خویش ست اے مرید
تا ازو نور نبی آید پدید
مکر کن در کار نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر امتے

ان اشعار میں حضرت مولانا روم نے ایک پیر کو جس سے نبی کا نور پیدا ہوتا ہے، نبی وقت خویش قرار دیا اور امت کے اندر حصول نبوت کی یہ تدبیر بتائی کہ کار نیک میں خدمت سرانجام دینے کا طریق اختیار کیا جائے۔

ان تمام حوالجات سے یہ ثابت ہے کہ نبی کا لفظ محدثین پر عمومیت کے رنگ میں بولا جاتا رہا ہے اور اس سے اس کے اندر نور نبوت کا پیدا ہونا یا اس کا رنگ انبیاء میں رنگین ہونا ہی مراد لیا جاتا رہا ہے۔ اور یہی حضرت مسیح موعود کی مراد اپنی نبوت سے ہے۔

محدثین پر دعوی نبوت کا شبہ اور شیخ اکبر پر دعوی نبوت کا الزام

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے نبیوں اور محدثوں میں فرق بیان کرتے ہوئے اس بات کو واضح کیا ہے، کہ بعض وقت محدث کو بعض ایسی باتیں بتلائی جاتی ہیں جو آئمہ مجتہدین کی نظروں میں صحیح نہیں ہوتیں۔ مثلاً ایک حدیث کو ظاہر روایت اور طریق نقل کے لحاظ سے آئمہ مجتہدین صحیح قرار دیتے ہیں، لیکن ایک محدث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے، اور آپ سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ حدیث فی نفس الامر صحیح نہیں، اور وہ اسی کے مطابق فتوے دے دیتا ہے فیتخیل الاجنبی فیہ انہ یدعی النبوۃ وانہ ینسخ بذالک شرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیکفرہ

(باقی ص۱۰ پر)

مسئلہ کشمیر اور ہندوستان

از عباد اللہ گیانی صاحب

خاکسار نے پچھلے دنوں ایک چھٹی سردار گوربخش سنگھ صاحب پی۔ ایس۔ سی ایڈیٹر رسالہ پریت لڑی کی خدمت میں مسئلہ کشمیر سے متعلق ارسال کی تھی۔ جس کا اردو ترجمہ اخبار پیغام صلح میں بھی شائع ہوا تھا۔ میری اس چھٹی کے جواب میں سردار صاحب موصوف نے رسالہ پریت لڑی کے اگست ستمبر ۱۹۵۱ء کے پرچہ میں ایک مضمون "ہند پاکستان دی کھچوتان" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ اس مضمون کے پیش نظر خاکسار نے مندرجہ ذیل چھٹی سردار صاحب کی خدمت میں گورمکھی میں بذریعہ رجسٹری ارسال کی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ناظرین اخبار پیغام صلح کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

عباد اللہ گیانی

جناب من — تسلیم

میں نے آپ کا مضمون "ہند پاکستان دی کھچوتان" بہت غور سے پڑھا۔ آپ نے جس درد سے یہ مضمون سپرد قلم کیا ہے میں اس کی دل سے احترام کرتا ہوں۔ چونکہ یہ مضمون آپ نے میری ایک مرسلہ چھٹی کے سلسلہ میں شائع فرمایا ہے۔ اس لئے میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ چند ایک باتیں کسی بحث کے لئے نہیں۔ بلکہ بعض غلط فہمیاں دور کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔

سب سے پہلے میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ میں مذہبی خیالات کا آدمی ہوں۔ میرے عقیدہ کی رو سے تمام دنیا میرے خدا کی پھلواڑی ہے۔ اور ہم سب اس پھلواڑی کے مختلف رنگوں اور خوشبوؤں کے پھول ہیں۔ میرا اسلام مجھے ہر ایک اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے جد و جہد کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اور اسے جہاد قرار دیتا ہے۔ خواہ وہ جد و جہد پُرامن طریق سے ہو خواہ ضرورت کے وقت تلوار پکڑ کر میدان جنگ میں۔ لیکن آپ جانئے کہ میرے مذہب میں بغیر کسی وجہ کے کسی بے گناہ کے خون میں ہاتھ رنگنے کی اجازت نہیں۔ اور نہ ہی ملک گیری کی ہوس میں کمزور قوموں کو ہیرا پھیریوں سے غلام بنانا جائز ہے۔ میں سچ عرض کرتا ہوں قرآن شریف میں ایسی باتوں سے صریح الفاظ میں روکا گیا ہے کہ جو شخص کسی بے گناہ کو قتل کرتا ہے وہ نسل انسانی کا قاتل ہے۔

میں نے اپنی چھٹی کی ابتدا میں جنگ سے متعلق اپنے خیالات پیش کر دیئے تھے۔ اور آخر میں بھی عرض کر دیا تھا کہ ہم پاکستانی کسی سے لڑنا نہیں چاہتے۔ میرے خیال کے مطابق امن اور صلح ایک ضروری چیز ہے۔ جو شخص امن کو برباد کرنے میں کوشاں ہے۔ یا امن کا ڈھنڈورہ پیٹتا ہوا جنگی تیاریوں میں مصروف ہے۔ میرے نزدیک نسل انسانی کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ میرا اسلام مجھے یہ تعلیم دیتا ہے:۔

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق من احسن الی عیالہ۔ (حدیث شریف)

یعنی یہ تمام مخلوق خالق کا کنبہ ہے خدا کا قرب وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جس کے دل میں مخلوق کے لئے سچی ہمدردی اور محبت ہے۔

خیالات اور عقائد کا اختلاف مجھے کسی سے نفرت نہیں سکھاتا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جب مجھے ایک عقیدہ کے اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔ تو دوسروں کا بھی یہ حق ہے کہ وہ اپنے حسب پسند عقائد اختیار کر لیں۔ اور ان کا پرچار کریں۔ البتہ میں تبادلہ خیالات کے ذریعہ ایک دوسرے کی غلطی کی اصلاح ضروری سمجھتا ہوں۔ مگر اس میں بھی تحقیق اور برادرانہ رنگ اختیار کرنا انسانیت کا اصل تسلیم کرتا ہوں۔ مجھے اسلام نے بدی سے نفرت کرنے کی ضرور تعلیم دی ہے۔ مگر بدوں سے پیار کرنے کا حکم۔ کیونکہ وہ بھی میرے بھائی ہیں۔ مجھے ناپسند ہے ظالم کے لئے بھی میرے دل میں ہمدردی ہے۔ میں اس کی بھی اصلاح کا خواہشمند ہوں میں تمام مذاہب کے بزرگوں اور پیشواؤں کی دل سے تعظیم کرتا ہوں۔ کیونکہ میرے نزدیک اس کے بغیر میرا اسلام نامکمل رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سری کرشن اور سری رام چندر جی میرے لئے بیگانے نہیں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ غیر نہیں۔ بابا نانک صاحب کو میں اپنا ایک قابل احترام بزرگ تصور کرتا ہوں۔ اور ان کے شیریں کلام نے میری زندگی پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا میں ہمیشہ کلمہ پڑھتا ہوں۔ کیونکہ میں مسلمان ہوں میں آپ پر یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ان عقائد کا پابند میں اکیلا ہی نہیں ہوں۔ بلکہ ہماری جماعت سے تعلق رکھنے والے لاکھوں اور بھی میرے بھائی اور بزرگ ایسے ہیں جو ان عقائد کے پابند ہیں، جو ہندوستان اور پاکستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی رہتے ہیں۔ ہم دنیا کے جس حصہ میں آباد ہیں وہاں کی حکومت کے وفادار شہری ہونے کا ہمیں فخر حاصل ہے۔ ہم اپنی حکومت سے غداری یا عدم تعاون بہت بڑا جرم تصور کرتے ہیں

جناب عالی۔ میں نے اپنی پہلی چھٹی میں کشمیر کے مسئلہ سے متعلق کچھ بیان کیا تھا۔ اور اس کا انحصار ہندوستانی اخبارات اور رسالوں کے حوالجات پر تھا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ حوالجات پاکستان کے موقف کی تائید کرتے ہیں۔ اور بھارتی لیڈروں کو ننگا کرتے ہیں۔ میرا شروع سے ہی یہ طریق رہا ہے کہ اپنے پاس سے کوئی بات کہنے کی بجائے فریق مخالف کے منہ سے ہی سب کچھ کہلایا جائے۔ آپ نے اپنے اس مضمون میں میرے پیش کردہ حوالہ جات کے وزن کو گھٹانے کے لئے پنڈت نہرو کا ایک حوالہ نقل کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ:۔

"پنڈت نہرو کا ایک ہی حوالہ ان سب سے زیادہ وزنی ہے جو میں پیش کرتا ہوں۔

ہندوستان اور پاکستان پھر ایک کرنے کا مطالبہ بالکل غلط ہے۔ ناممکن ہے۔ ہمیں اس کی کوئی خواہش نہیں یہ کئی شکوک و شبہات پیدا کر دے گا۔ اور دونوں ملکوں میں کئی تکالیف اور بڑی روکاوٹیں پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔ بڑی ضرورت خوف اور شکوک دور کرنے اور دو خود مختار ملکوں میں تعاون کا راستہ صاف کرنے کی ہے"۔

(ترجمہ از پریت لڑی اگست ستمبر ۱۹۵۱ء)

پنڈت جی کا آپ نے جو قول پیش کیا ہے۔ میں صدق دل سے اس کی قدر کرتا ہوں۔ بلکہ اسے سنہری حروف میں لکھ کر اپنے پاس رکھتا اگر پنڈت جی کا عمل اس کی تائید کرتا۔ ہمارے ملک میں ہندو مسلم اتحاد کیوں نہ ہوا؟ اگر اس کا سبب مجھ سے دریافت کیا جائے تو میں یہی عرض کروں گا کہ ہمارے نیتا جی کہتے کچھ اور رہے اور عمل کچھ اور کرتے رہے۔ آپ کو شاید یاد نہیں رہا کہ جس پنڈت کا حوالہ آپ نے میرے تمام حوالوں سے وزنی ظاہر کیا ہے۔ اس سے متعلق آپ خود ہی یہ بیان کر چکے ہیں کہ:۔

آپ میں صاف سوچنے اور کہنے کی طاقت
بے حد ہے مگر عمل کے بڑے مواقع پر آپ
پھسل جاتے ہیں"

(ترجمہ از پریت لڑی فروری ۱۹۵۱ء)

آپ خود ہی غور فرماویں کہ جو شخصیت عملی میدان میں پھسل جاتی ہے اس کا صاف سوچنا اور کہنا کیا قیمت پا سکتا ہے؟ اس لئے آپ کا پیش کردہ پنڈت جی کا وزنی حوالہ میرے نزدیک ایک تنکے کے برابر بھی وزن نہیں رکھتا کیوں کہ ان کا عمل اس کے سراسر خلاف ہے۔

اگر آپ پنڈت جی اور ان کی کانگرس کی طرف سے کئے گئے اقراروں کو عمل کے ترازو میں تولنے کی کوشش کریں گے تو آپ خود بھی کہنا شروع کر دیں گے کہ پنڈت نہرو جی کا یہ قول ہی نہیں بلکہ تمام اقوال ہی ہلکے اور بے اثر ہیں۔ کیونکہ وہ عملی میدان میں پورے نہیں اترتے۔ میں اس سے متعلق کچھ زیادہ نہیں کہنا چاہتا۔ بلکہ آپ کو اپنا ہی لکھا ہوا مضمون "اہنسا عمل وچ" پڑھنے کی تلقین کرتا ہوں۔ آپ کا یہ مضمون رسالہ پریت لڑی کے اکتوبر ۱۹۵۰ء کے پرچے میں شائع ہوا تھا۔ اور میں نے اس کا اردو ترجمہ اخبار "نور" لاہور کے ۱۷ دسمبر ۱۹۵۰ء کے پرچہ میں "عدم تشدد عمل میں" کے عنوان سے شائع کروایا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اگر آپ رسالہ پریت لڑی جون ۱۹۴۸ء کے پرچہ میں شائع شدہ مضمون "زندگی تے موت جیڈی ناڈھا" کی ابتدائی چند سطور پڑھنے کی زحمت گوارا فرماویں گے تو آپ میرے ساتھ ضرور متفق ہو جائیں گے کہ پنڈت جی کا یہ قول میری پیش کردہ باتوں پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتا۔ اس کے علاوہ آپ پریت لڑی کے دسمبر ۱۹۵۰ء کے پرچہ میں شائع شدہ مضمون "کانگرس اپنے اصلی روپ وچ" بھی ایک بار پڑھ لیں۔

دنیا جانتی ہے کہ ملک کی تقسیم اور پاکستان کا قیام دو قوموں کے اصول پر مبنی ہے۔ مگر آج پنڈت نہرو جی بھارت میں اور ان کی بہن وجے لکشمی امریکہ میں شور مچا رہے ہیں کہ ہم نے ملک کی تقسیم دو قوموں کے نظریہ پر نہیں کی اس کا سبب واضح ہے کہ اگر وہ ایسا نہ کہیں تو پھر وہ کشمیر پر اپنا کوئی حق ثابت نہیں کر سکتے کیا پنڈت صاحب کا یہ قول

حقیقت پر مبنی ہے؟ کیا آپ دیانتداری سے کہہ سکتے ہیں کہ ملک کی تقسیم ایک قوم ہونے کی وجہ سے ہوئی تھی؟ اور پاکستان اس لئے بنا تھا کہ ہندو اور مسلمان ایک قوم ہیں؟ میں آپ کی آسانی کے لئے اس جگہ ایک سکھ ودوان کا یہ بیان نقل کرتا ہوں:۔

"نہرو جی کہتے ہیں کہ ہم نے ملک کی تقسیم کو دو قوموں کے کسی قسم کے سدھانت کی بنا پر تسلیم نہیں کیا۔ اگر یہ درست ہے تو پاکستان کے ہندو پاکستان کے شہری ہیں۔ ان سے کیسا ہی سلوک ہو ہندوستان کو کیا تکلیف؟ .... ہندو مسلم کلچر میں ٹکراؤ ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہ ایک دوسرے میں جذب نہیں ہوئے اور نہ ان کا مکمل اتحاد ہوا ہے۔ بات چیت اور تقاریر کے ذریعہ ایک تاریخی حقیقت کو چھپایا نہیں جا سکتا .... نہرو جی اور کچھ کانگرسی مشترکہ قومیت کے ذریعہ فرقہ پرستی پر قابو پانا چاہتے ہیں، مگر خیال رہے کہ جس تیز رفتار سے کانگرس کے اپنے اندر ہندو فرقہ پرستی نے زور پکڑا ہوا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قوم پرستی ہمارے ملک میں کارگر ثابت نہیں ہو سکتی"۔

(ترجمہ از نویاں قیمتاں اپریل ۱۹۵۰ء)

ایک اور سکھ ودوان نے لکھا ہے:۔

"ہندوستان کے ہندوؤں کو۔ خواہ وہ دبی زبان سے کچھ کہیں۔ پاکستان کے ہندو ہندوستان کے مسلمانوں سے زیادہ عزیز ہیں .... سچ پوچھئے تو ہندوؤں کی بہت بڑی اکثریت کو مسلمانوں کو خواہ وہ ہندوستان کے ہوں یا پاکستان کے "تکلیف" پہنچنے سے راحت محسوس ہوتی ہے .... پھر ہندو اور مسلمان مل کر کیسے ایک مشترکہ جمہوری حکومت قائم کر سکتے ہیں"۔

(ترجمہ از نویاں قیمتاں مارچ ۱۹۵۰ء)

ان باتوں کی موجودگی میں ...... پنڈت جی کا یہ شور مچانا کہ ہم نے ملک کی تقسیم دو قوموں کے نظریہ پر نہیں کی۔ اور بھارت میں غیر مذہبی حکومت قائم ہے۔ بالکل بے معنی اور بے حقیقت ہے اس حالت میں انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ کشمیر کے علاقہ پر فوجی طاقت سے قبضہ جما لیں میں نے آپ کی خدمت میں آپ کا اپنا ہی قول پیش کیا تھا کہ:۔

"کشمیر پر ہمارا حق ہرگز نہیں بنتا اگر ہم ہندوستان میں مسلمانوں کو مکمل طور پر امان نہیں دیتے"۔

(ترجمہ از پریت لڑی جون ۱۹۴۸ء)

اور آپ سے دریافت کیا تھا کہ کیا آپ دیانتداری سے کہہ سکتے ہیں کہ بھارت میں مسلمانوں کو مکمل امان حاصل ہے؟ اور ان کی جانیں اور عزتیں محفوظ ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر آپ کے اپنے قول کے مطابق ہی ہندوستان کا کشمیر پر کیا حق ہے؟ از راہ کرم غیر جانبدارانہ رنگ میں اس کا جواب عنایت فرمائیں۔ آپ کے رسالہ پریت لڑی کے کالم ہی اس امر کے شاہد ہیں کہ بھارت کے مسلمانوں کی حالت بہت ہی قابل رحم ہے۔ اور ان کا وجود عدم وجود کے برابر ہے۔

میں کشمیر کے لئے کوریا کی تقدیر نہیں چاہتا۔ اور نہ دوسرے پاکستانی ہی اس کے خواہشمند ہیں۔ مگر آپ خود ہی بتائیں کہ جب بھارت کے نیتا پاکستان کو محاصرہ میں لینے کے لئے چالاکیوں اور ہیرا پھیریوں سے کشمیر پر قبضہ جمانا چاہیں، تو ہم کیا کریں؟ کشمیر کے تنازعہ کے متعلق سب سے پہلے قابل غور بات یہ ہے کہ اس پر بھارت کا کیا حق ہے؟ کیا ملک کی تقسیم دو قوموں کے نظریہ پر نہیں ہوئی تھی؟ کیا مسلم اکثریت کے ملحقہ علاقے پاکستان کے حصہ میں نہیں آئے تھے؟ اگر یہ درست ہے اور سولہ آنے درست ہے۔ تو پھر کیوں لیڈر کشمیر کو ہضم کرنے کی تجاویز سوچ رہے ہیں۔ اور پینترے بدل رہے ہیں؟ ان سوالوں کا جواب میں اپنے پاس سے دینے کی بجائے آپ کی اپنی تحریر ہی آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ شاید میں اس سے اچھا جواب ان سوالات کا نہ دے سکوں۔ آپ نے بیان کیا ہے:۔

"ہندوستان کی حکومت کو نہ کشمیری ہندوؤں کا درد ہے اور نہ کشمیری مسلمانوں سے ہی کوئی خاص لگاؤ ہے ہندوستانی حکومت اپنے وقار میں اضافہ۔ اپنے فسادی عنصر کو مطمئن کرنے اور ہمسایہ پاکستان سے مضبوط جگہ پر پاؤں جمانا چاہتی ہے"۔

(ترجمہ از پریت لڑی اگست وستمبر ۱۹۵۱ء)

آپ نقشہ کو سامنے رکھ کر کشمیر کے مسئلہ پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ بھارتی نیتا کشمیر کو اس لئے ہضم کرنا چاہتے ہیں کہ اس طرح وہ آسانی سے پاکستان کو محاصرہ میں لے سکتے ہیں۔ اس کے بغیر بھارتی لیڈروں کو کشمیر میں اور کوئی دلچسپی نہیں۔ پھر ستم ظلم یہ ہے کہ کشمیر کے لوگوں کو فوجی طاقت سے مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنا مستقبل ہندوستان سے جوڑیں میں خود کشمیری نسل سے ہوں۔ خواہ میری زندگی کا بیشتر حصہ پنجاب میں گزرا ہے۔ مگر میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کشمیر کے لوگ مذہبی سیاسی۔ تجارتی۔ تمدنی، معاشرتی اور جغرافیائی لحاظ پاکستانیوں کے زیادہ قریب ہیں، اور وہ دل سے پاکستان سے ملنا چاہتے ہیں۔ اب آپ غور کریں اور دیانتداری سے بتائیں کہ ہم پاکستانی اس حالت میں کیا کریں؟ اگر بھارت کے لیڈر آزادانہ رائے شماری کے لئے تیار ہو جاتے تو ہم سمجھتے کہ ان کی نیت ٹھیک ہے۔ مگر وہ تو تمام معاملہ ہیرا پھیریوں سے حل کرنے کے خواہاں ہیں۔ اب آئین ساز اسمبلی کا نیا ڈھونگ رچایا جا رہا ہے۔ اس سے بھارتی لیڈر اور بھی ننگے ہو جاتے ہیں۔ اس اسمبلی کے تمام ممبروں سے متعلق یہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ یہ سب کے سب بلا مقابلہ کامیاب ہوئے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ تمام کے تمام شیخ عبداللہ اور اس کی جار پارٹی کے نامزد کردہ "ڈمی ممبر" ہیں۔ یہ بھی میں اپنے پاس سے نہیں کہہ رہا بلکہ ماسٹر تارا سنگھ کے مشہور رسالہ "سنت سپاہی" کا عطا کردہ خطاب نقل کر رہا ہوں جیسا کہ مرقوم ہے:۔

"خبر ہے کہ ۷۵ میں سے ۲ سیٹیں (سکھوں کو) دینے کا اقرار بخشی غلام محمد نے ایک ملاقات میں کیا ہے ہمارے خیال کے مطابق یہ چار فی صدی نمائندگی کچھ نہیں بنتی یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ تین امیدوار دینے کا حق وہ سکھوں کی واحد نمائندہ جماعت شرومنی اکالی دل کو دیتے ہیں یا خود "ڈمی ممبر" چن لیتے ہیں"

(ترجمہ از سنت سپاہی ستمبر ۱۹۵۱ء)

اب آپ خود ہی غور فرمائیں کہ جس اسمبلی کے ممبر خود ہندوستانیوں کے نزدیک ہی "ڈمی ممبر" ہیں۔ وہ لاکھوں کشمیریوں کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کی کیسے مجاز ہو سکتی ہے؟ یہ جمہوریت سے مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ کشمیر کی سیاسی جماعتوں نے اس الیکشن کا بائیکاٹ کر دیا ہے۔ اور اس بائیکاٹ پر پردہ ڈالنے کی غرض سے بھارتی لیڈر اور شیخ عبداللہ کی جار پارٹی اپنے ڈمی ممبروں کو بلا مقابلہ کامیاب ظاہر کر رہی ہے۔

اس وقت میرے سامنے جالندھر سے شائع ہونے والے اخبار "آشا" کا ایک پرچہ ہے۔ اس میں مرقوم ہے کہ:۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ کشمیر سے اپنا سب کچھ قربان کرنے والے تباہ حال سکھوں کی ہرمن پیاری جتھہ بندی کو آئین ساز اسمبلی کے الیکشن میں بطور جماعت حصہ نہ لینے کا فیصلہ کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ .... ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ کشمیر کے سکھوں نے اپنی جد و جہد کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ ضرور کامیاب ہوں گے"۔

(ترجمہ از "آشا" ۲۲ ستمبر ۱۹۵۱ء)

جناب من آپ دیانتداری سے غور کریں کہ کشمیر کی یہ آئین ساز اسمبلی جس کے ممبروں کو خود ہندوستانی "ڈمی ممبر" تسلیم کر رہے ہیں، اور خود کشمیری جس کا بائیکاٹ کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کیا وہ نمائندہ اسمبلی ہو سکتی ہے؟ اور اس کا کوئی فیصلہ بھارتی لیڈروں کے لئے سودمند ہو سکتا ہے؟

اس ڈمی اور فرضی اسمبلی سے متعلق آپ نے بھی یہ اصلیت بیان کی ہے:۔

"جس کشمیر اسمبلی کا اتنا چرچا ہے۔ وہ کچھ بھی نہیں بنا سکتی"۔

(ترجمہ از پریت لڑی اگست وستمبر ۱۹۵۱ء)

اب تک ہندوستانی لیڈروں نے کشمیر کو ہضم کرنے کے لئے کتنے پینترے بدلے ہیں۔ پہلے راجہ ہری سنگھ سے کشمیر کو بھارت میں شامل کرنے کا اعلان کروایا۔ جب اس طرح بات نہ بنی تو پھر شیخ عبداللہ کی نام نہاد نیشنل کانفرنس سے الحاق کا ریزولیوشن پاس کرایا اور اس کے ساتھ یو۔ این۔ او۔ کا دروازہ بھی جا کھٹکھٹایا؟ وہاں کیا ہوا وہ آپ کے الفاظ میں ہی یوں ہے:۔

"ماؤنٹ بیٹن نے پنڈت جی کو تلقین کر کے کشمیر کا معاملہ متحدہ قوموں میں امریکہ بھجوایا۔ وہاں ہمیں لینے کے دینے پڑ گئے۔ اور اس دلدل سے ہم نکل نہیں سکے"۔

(ترجمہ از پریت لڑی جون ۱۹۴۸ء)

بھارت نے کشمیر میں طاقت آزمائی کر کے بھی دیکھ لیا۔ اور اب اسمبلی کا نیا جال بچھایا جا رہا ہے۔ کشمیر کے تنازعہ کا منصفانہ حل آزادانہ رائے شماری ہے۔ جس سے پہلے ہندوستانی فوجوں کا کشمیر سے انخلا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی موجودگی میں کشمیر کے لوگ آزادی سے رائے نہیں دے سکتے۔ آپ نے خود بھی لکھا ہے کہ:۔

"کشمیر کا منصفانہ حل اس کی سرحد پر یا اندر ادھر ادھر فوجیں جمع کرنے میں نہیں، بلکہ اس میں ہے کہ دونوں (ملکوں) کی فوجیں دستبردار ہو کر اپنے اپنے گھر آ جائیں اور کشمیریوں کو امن میں رائے دینے کا موقعہ دیں۔ سوال یہ ہے دونوں فوجوں کا کشمیر کی زمین سے

(باقی بر صفحہ ۱۲)

ایک معیارِ صداقت

جھوٹے مدعیانِ رسالت کی قطع الوتین

مولانا عمر الدین صاحب از بمبئی

اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:۔

" ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین"

یہ ایک زبردست قانون الٰہی ہے جو ہر دَور میں اپنی صداقت پر واقعات کی شہادت پیش کرتا ہے۔ اس قانون الٰہی کے الفاظ کا منشاء یہ ہے کہ جو مدعی ماموریت یا رسالت خدا تعالےٰ پر افترا کرتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا بلکہ اس کی رگ حیات کاٹ دی جاتی ہے اور اس کو خدا تعالےٰ سزا دیتا ہے اور اس کی کبھی ترقی نہیں ہوتی۔ عارضی طور پر اگر کچھ ترقی اسے حاصل ہو بھی جائے تو خدا کا زبردست ہاتھ اس کو مٹا دیتا ہے لاخذنا منہ بالیمین کے یہی معنی ہیں۔ یہ قانون الٰہی خدا کی پہلی کتابوں میں بھی ہے۔ چنانچہ تورات میں بھی لکھا ہے کہ:۔

"وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے"

(کتاب استثناء باب ۱۸۔ آیت ۲۰)

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری جو ڈبل مفسر قرآن ہیں۔ وہ اس دلیل کو صداقت رسالت احمدیہ کے ثبوت میں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"یہ عبارت زیر خط واضح طور پر ہمیں ایک قانون الٰہی سے آگاہ کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ عالم میں جہاں اور قوانین الٰہیہ ہیں یہ بھی ہے کہ کاذب مدعی نبوت کی ترقی نہیں ہوتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے"

مولانا صاحب اس مضمون کو واضح کرنے کے لئے حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔

دعوئے نبوت کاذبہ مثل زہر کے ہے جو کوئی زہر کھائے گا ہلاک ہو جائے گا اگر اس کے سوا بھی کوئی ہلاک ہو ممکن ہے ہاں یہ نہ ہوگا کہ زہر کھانے والا بچ رہے

گویا مولوی ثناء اللہ صاحب بربنائے تورات شریف قرآن مجید کی آیت قطع الوتین کی یہ تفسیر فرما رہے ہیں کہ خدا پر افتراء کر کے خدا کا کلام پیش کرنے والا مدعی نبوت یقیناً ہلاک ہوتا ہے اور یہ ایک قانون الٰہی ہے۔ اس قانون الٰہی کو واضح کرنے کے لئے فرماتے ہیں:۔

" واقعات گذشتہ سے بھی اس امر کا ثبوت پہنچتا ہے کہ خدا نے کبھی کسی جھوٹے نبی کو سرسبزی نہیں دکھائی یہی وجہ ہے کہ دنیا میں باوجود غیر متناہی مذاہب ہونے کے جھوٹے نبی کی امت کا ثبوت مخالف بھی نہیں دکھا سکتے۔ مسیلمہ کذاب اور   کے واقعات تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں۔ کہ کس طرح ان دونوں نے اپنے اپنے زمانہ میں حضور اقدس فداہ روحی کا جاہ و جلال دیکھ کر دعوئے نبوت کئے کیسے کیسے خدا پر جھوٹ باندھے لیکن آخر کار خدا کے زبردست قانون کے نیچے آکر کچلے گئے۔ اور کس ذلت اور رسوائی سے مارے گئے کہ کسی کو گمان بھی نہ تھا۔ حالانکہ تھوڑے دنوں میں بہت کچھ ترقی کر چکے تھے۔ مگر تابکے"

اس قانون الٰہی کو اس طرح بیان کر کے مولوی صاحب اہل کتاب یہود سے سوال کرتے ہیں:۔

"اب سوال یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ عبارت مذکورہ بانئ اسلام "مستثنےٰ" ہے۔ حالانکہ بقول اہل کتاب (علیہم ما یستحقو) پیغمبر اسلام کاذب تھے۔ پھر میں پوچھتا ہوں کیا وجہ کہ تورات کی عبارت مذکورہ کے موافق آپ کے گلے پر کیوں تلوار نہ پھری حالانکہ آپ لوگوں کی ہمشیرہ نے جناب والا کو دعوت میں زہر بھی دیا مگر وہاں بھی واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون بالکل سچا معلوم ہوا اور واللہ یعصمک من الناس نے پورا جلوہ دکھایا[1]

یہ قانون الٰہی حق و باطل میں فیصلہ کا ایک روشن نشان ہے اور یہود و نصاریٰ اس قانون الٰہی کے ماتحت مجبور ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا رسول مانیں اور یا اس قانون کو رد کریں

آج سے قریباً سو سال پہلے ایران سے ایک شخص علی محمد نام نے دعوےٰ کیا کہ وہ صاحب شریعت جدید ایک رسول ہے اور اس کے ہر ایک مرید نے جسے اس نے "بہاء اللہ" کا خطاب دیا تھا لکھا ہے کہ علی محمد باب سید الرسل تھا۔ مگر اوپر بیان کردہ قانون الٰہی کے ماتحت خدا کے زبردست ہاتھ سے باب کی رگ حیات کاٹ دی گئی۔ حتیٰ کہ اس کے نام لیوا بھی مٹ گئے۔ اس کی کتاب نامکمل رہ گئی اور وہ بھی پردۂ اخفا میں ہے اس کو کوئی چھاپ ہی نہیں سکا۔ اور نہ یہ کتاب دنیا میں کبھی مروج ہوئی نہ ہو۔

آنحضرت صلعم کے جاہ و جلال کو دیکھ کر متعدد جھوٹے مدعیان نبوت نے دعوے کئے۔ اور ہر ایک نے قطع الوتین کا مزہ چکھا۔ مثلاً:۔

(۱) اسود عنسی سب سے اول نمبر پر ہے اس نے ایک قبیلہ یمنی کے اندر نبوت کا دعوےٰ کیا اور بوجہ اس کے کہ اس قوم کا سردار تھا اور کچھ شعبدہ بازی بھی جانتا تھا۔ اور چالاکی سے اپنے ارد گرد کے سرداران قوم کو اپنے ساتھ ملا کر کافی طاقتور ہو گیا۔ اور آنحضرت صلعم کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے یمن کے علاقہ سے آنحضرت صلعم کے عاملوں کو نکلوا دیا۔ اور یمن کے دارالخلافہ صنعا پر حملہ کر کے اسے قبضہ میں کر لیا اور حاکم شہر کو قتل کر کے اس کی بیوہ سے شادی کر لی اور تمام جنوبی علاقہ پر قابض ہو گیا۔ آنحضرت صلعم نے حضرت معاذ بن جبل اور کچھ دوسرے عمال کو اس فتنہ کے مٹانے کے لئے مقرر فرمایا اور آپ کی وفات سے دو تین روز قبل اسود قتل کر دیا گیا۔

(۲) مسیلمہ کذاب یہ دوسرے نمبر پر ہے۔ قوم بنی حنیفہ کا وفد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو مسیلمہ بھی اس میں شامل تھا۔ جب واپس ہوا تو اپنی شعبدہ بازی سے لوگوں پر اثر ڈالنا شروع کیا اور قرآن مجید کی عبادتوں کی طرح بے معنی عبارتیں بنا کر انہیں اپنی وحی نبوت قرار دیا۔ مفسرین نے کہیں کہیں اس کی نامعقول عبارتوں کے نمونے بھی درج کئے ہیں۔ مثلاً اس نے کہا:۔

"الفیل وما الفیل وما ادراک ما الفیل لہ ذنب قلیل وخرطوم طویل"

اب اس شخص کو جبکہ کچھ قوت حاصل ہو گئی تو مدینہ آیا اور آنحضرت صلعم سے کہا کہ میں امر نبوت میں آپ کے ساتھ شریک کیا گیا ہوں اس لئے نصف ملک ہمارے لئے اور نصف ملک قریش کے لئے ہے۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلعم نے اسے لکھوایا کہ:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب۔ السلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء والعاقبۃ للمتقین

(بخاری)

یعنی ملک اللہ کا ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کا وارث کر دیتا ہے اور انجام کار متقیوں کے لئے ہے مسیلمہ مایوس ہو کر واپس آگیا اور اسلام کے

---

[1] "اس جگہ یہ بات نوٹ کرنے کے قابل کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اہل حدیث کے نزدیک وہ تمام روایات جن میں آنحضرت صلعم کا زہر دیئے جانے سے مرجانا بیان کیا گیا ہے غلط ہیں ورنہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے جیسے بعض کم فہم ملاں کہہ دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس زہر خورانی سے پانچ سال بعد مر گئے۔ اس زہر نے تازہ دم تو کچھ اثر نہ کیا لیکن پانچ سال بعد ایک دم زور میں آگئی اور آنحضرت صلعم کی انتڑیاں کٹ گئیں اور یوں حضور کو شہادت کا مرتبہ ملا (اس مرتبہ شہادت سے خدا کی پناہ) حالانکہ واللہ یعصمک من الناس کا وعدہ ان کی اس شہادت کو باطل کر رہا ہے"

خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کے شروع میں ہی ساٹھ ہزار لشکر کے ساتھ جنگ کرتا ہوا وحشی قاتل حمزہ کے ہاتھوں قتل کیا گیا۔

پہلے پہل اس کی سرکوبی کے لئے عکرمہ اور شرجیل کو بھیجا گیا تھا مگر انہوں نے کچھ جلدی سے کام لیا اور شکست کھائی، تب سیف اللہ خالد کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنی فوج کو اس طرف لے جائے خالد کی فوج بمقابلہ مسیلمہ کی فوج کے کم تھی اور مسیلمہ کی فوج عظیم نے سختی سے مقابلہ کیا۔ لیکن مسلمانوں نے کئی بار پسپا ہونے کے باوجود ہر دفعہ نئے جوش سے حملہ کیا آخر مسیلمہ شکست کھا کر بھاگا اور اس کی فوج نے ایک بڑے باغ میں جو ایک قلعہ ہی تھا پناہ لی مگر مسلمانوں نے آن کی آن اس قلعہ کو فتح کر لیا۔ حضرت براء بن مالک باغ کے اندر کود گئے اور باغ کا دروازہ کھول دیا اور مسلمانوں نے مسیلمہ کو قتل کر دیا اور اس کی فوج بھاگ گئی۔ بنی حنیفہ نے اطاعت قبول کر لی۔

(۳) تیسرا مدعی نبوت طلیحہ اسدی تھا یہ اپنی قوم بنی اسد کا سردار تھا اور ایک نجدی جنگی آدمی تھا۔ اس کے ساتھ بھی کافی جمعیت ہو گئی تھی اور اس نے بھی وفات نبوی کے وقت بغاوت کی اور یہ بھی خالد بن ولید سے شکست کھا کر شام کی طرف بھاگ گیا اور جب اس کی قوم کو معافی ملی تو طلیحہ بھی آ کر مسلمان ہو گیا۔ اور بعد میں بحیثیت ایک مسلمان بڑے بڑے جنگی معرکوں میں اس نے نام حاصل کیا۔

(۴) چوتھے نمبر پر سجاح نام ایک تمیمی عورت مدعیہ نبوت تھی۔ اس نے اپنے ساتھ بہت سے عیسائی قبائل کو دعوت دی کہ آؤ میرے ساتھ ہو جاؤ سلطنت میں تم بھی حصہ دار ہو گی۔ اس نے مسیلمہ پر حملہ کرنے کے لئے یمامہ کا رخ کیا اس نے تحفے تحائف دے کر صلح کر لی یہاں تک کہ یہ مسیلمہ کے پاس اس کے خیمہ میں تین دن تین رات رہی ایک نے دوسرے کی نبوت کی تصدیق کی۔ لیکن مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے واپس اپنی قوم میں آ گئی اور بالآخر مسلمان ہو گئی۔

قابل غور

یہ امر قابل غور ہے کہ ان چاروں مدعیان نبوت کو سلطنت کی ہوس ہے اور بلا کسی دقت کے ان کو ساتھی مل گئے اس قدر کہ ساٹھ ہزار فوج تک ایک پاس تھی جس سے وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ بالمقابل محمد صلعم ہیں کہ بالکل بے یار و مددگار کھڑے ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ کچھ جماعت ان کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اور ان کو وطن سے بے وطن ہونا پڑتا ہے۔ لیکن "والعاقبۃ للمتقین" کے مطابق بڑی بڑی طاقتوں کے مقابل اسلام کا قدم دنیا میں مضبوط ہو جاتا ہے اور "حتی یکون الدین للہ" کا نظارہ سامنے آ جاتا ہے۔ قیصر و کسریٰ کے خزانے مسلمانوں کے قدموں میں آ جاتے ہیں اور دین اسلام دنیا میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور آج بھی باوجودیکہ اپنی شامت اعمال سے مسلمان پستی میں گرے ہوئے ہیں مگر حسب وعدہ الٰہی "لیظہرہ علی الدین کلہ" کا نقشہ پھر نمایاں ہوتا جاتا رہا ہے۔

تلوار کا الزام

اسلام پر یہ اعتراض تھا کہ وہ تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ گویا یہ بالکل جھوٹا الزام ہے۔ مسلمان تو کسی سے لڑنا چاہتے ہی نہ تھے مگر وہ اپنے جان و مال کی حفاظت کے لئے مجبوراً تلوار اٹھاتے تھے۔ البتہ صداقت کی تلوار ان کے دلوں میں تھی جو ان کی پاکیزہ زبانوں سے نکلتی تھی اور دنیا کو فتح کرتی جاتی تھی اور اب بھی وہ صداقت ہی ہے جو یاجوج ماجوج کے دنیا پر چھائے ہوئے ہونے کے باوجود ... سے نکلنے والے دجال کے جال کو کاٹتی جا رہی ہے اور وہ وقت دور نہیں کہ تمام عالم میں حکومت الٰہیہ قائم ہو جائے اور "لا الٰہ الا اللہ" کا علم ہر طرف لہراتا ہوا نظر آئیگا۔

آیت قطع الوتین

بعض کم فہم لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت کوئی معیار صداقت ہے ہی نہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بہت بڑا معیار صداقت ہے۔ مگر چونکہ اس معیار صداقت سے حضرت مسیح موعود کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے مخالفین دیدہ و دانستہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ آج تک تو اہل اسلام اس دلیل کو استعمال کرتے رہے۔ اور اسلامی لٹریچر میں یہ دلیل مختلف پیرایوں میں موجود ہے۔ مگر اس دور کے ماموران الٰہی کی عداوت کی وجہ سے یہ موصوف علماء اس کا انکار کرتے ہیں۔

بعض تو کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم کا دعوے نبوت کے ساتھ ۲۳ برس تک کامیابی سے زندہ رہنا معیار صداقت نہیں ہے کیونکہ دنیا میں بعض مدعی نبوت پچاس پچاس برس تک کامیابی سے زندہ رہے ہیں۔ بعضوں نے حکومتیں کیں اور ان کی حکومت ان کی نسل میں دو دو سو برس تک رہی لیکن یہ سب جھوٹ اور کورا بکواس ہے۔ اگر یہ صحیح بات ہے تو پھر وہ کسی ایسے نبی کی کتاب و امت کا ذرا ہمیں پتہ دیں۔ یونہی کہ دینا فلاں فلاں شخص مدعی نبوت تھا کافی نہیں۔

ہمارے سامنے دشمنان احمدیت نے حضرت مسیح موعود پر کفر کا فتوے اس بنا پر دیا کہ وہ مدعی نبوت ہیں۔ ساری عمر حضرت مرزا صاحب اس الزام کا جواب یہ دیتے رہے کہ میرا دعوے نبوت کا نہیں بلکہ محدثیت کا ہے۔ جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور یہ کہ میں مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ مگر مخالفین نے نہ باز آنا تھا نہ آئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس کا ذکر کیا کہ لوگ اس معاملہ میں زیادتی کرتے ہیں۔ مگر ان کا ایک معنوی شاگرد مولانا مودودی صاحب اب بھی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب مدعی نبوت تھے۔ اس لئے وہ جھوٹے تھے۔ اور خیر سے آپ کو حکومت الٰہیہ کے قیام کا فکر ہے مگر اتنی توفیق نہیں کہ ایسے زمانہ کے امام کی شناخت بھی کر سکیں۔ میں ان کے مضامین کو پڑھ پڑھ کر حیران ہوتا ہوں کہ اس شخص کو فتنہ کمیونزم کے مقابلہ پر تو بال کی کھال نکالنی آتی ہے مگر مامور زمانہ امام الوقت کی پیش کردہ تعلیم قرآن سمجھ ہی نہیں آتی۔ آخر یہ کیا بات ہے۔ میں ان کی جماعت کے لوگوں سے کبھی ملتا ہوں تو وہ مجھے کہتے ہیں کہ مودودی صاحب کا کیا قصور ہے مرزا صاحب کو آخر قادیانی جماعت جو بڑی جماعت ہے نبی مانتی ہے یا نہیں۔ اور جب ان کو یہ کہا جاتا ہے کہ آخر حضرت عیسیٰ کو آپ کیوں ایک خدا کا رسول مانتے ہیں جبکہ ان کے پیرو سوائے بعض یا قلیل کے ان کو خدا اور خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ پھر جب ان کو یہ بتایا جاتا ہے کہ اب تو قادیانی خلیفہ بھی کہتا ہے کہ مرزا صاحب کے خاندان کو خاندان نبوت کہنا اس لئے صحیح نہیں کہ اصل نبوت تو نبوت محمدیہ ہے مرزا صاحب کی تو ظلی نبوت ہے۔ یعنی ظلی نبوت در اصل عکس نبوت ہے نہ کہ نبوت۔ اور وہ مرزا صاحب کے منکروں کو اب سے قریباً ۱۵-۱۶ سال پہلے سے کافر کہنے سے ہٹ چکے ہوئے ہیں۔ تو بیچارے جماعت اسلامی کے ممبر خاموش رہ جاتے ہیں۔

عیسیٰؑ مر گئے

قرآن و حدیث سے اقوال آئمہ سے دوسرے عقلی و نقلی دلائل سے یہ ثابت ہو چکا کہ حضرت عیسیٰؑ نزول قرآن سے پہلے وفات پا چکے تھے مگر ابھی مودودی صاحب کو عیسیٰؑ زندہ چرخ چہارم پر ہی نظر آ رہے ہیں۔

آیت قطع الوتین اور مودودی صاحب

مودودی صاحب آیت قطع الوتین سے احمدی جماعت کے استدلال کو باطل ثابت کرنے کے لئے کہتے ہیں (اور یہاں کا کہنا کوئی جدت نہیں ہے) کہ اس کے تو یہ معنے ہیں کہ اگر محمد صلعم جو سچے رسول ہیں وہ اگر افترا کے طور پر وحی قرآن میں کچھ ملا دیں تو ان کی رگ حیات کاٹ دی جائے گی۔ نہ یہ کہ جو خدا پر افترا کرے اس کی رگ حیات کاٹ دی جائے گی۔

عجب استدلال ہے۔ دلیل تو دی جا رہی ہے ان لوگوں کو جو آنحضرت صلعم کو سچا رسول نہیں مانتے بلکہ ان کو وہ جھوٹا رسول کہتے ہیں۔ اور مودودی صاحب کہتے ہیں کہ سچا رسول افتراء کرے تو اس کی رگ حیات کٹ جاتی ہے مگر مودودی صاحب سے اگر یہ پوچھا جائے کہ حضرت اس کا کیا ثبوت ہے کہ سچے رسول کی رگ حیات کاٹ دی جاتی ہے اگر وہ افتراء کرے۔ اس کا کوئی ثبوت خدا کی کتاب میں یا تاریخ عالم میں ہے۔ کہ کسی رسول صادق نے افترا کیا ہو تو خدا نے اس کی رگ حیات کاٹ دی۔ اس پر سوائے اس کے کہ مودودی صاحب یا ان کے کوئی اصلاحی طرفدار گالیاں دیں یا جھنجھلا کر بے سُرا راگ الاپنا شروع کر دیں اور کیا ہو سکتا ہے۔

حضرت ذکریاؑ اور یحییٰؑ

میں نے ایک دفعہ آیت قطع الوتین کا ذکر کرتے ہوئے جناب مودودی صاحب کو لکھا کہ ذکریا علیہ السلام کو آرہ سے چیرا گیا۔ یحییٰؑ کو تلوار سے ... کی خاطر مارا گیا۔ یرمیا اور یسعیا کو قتل کیا گیا۔ یہ سب خدا کے سچے نبی تھے۔ کیا آپ کے ہاں کوئی سچی شہادت قرآن یا حدیث سے ہے جس سے آپ کا ان انبیاء کو قتل کر دیا جانے کا خیال صحیح ثابت ہو جائے تو میرے سوال کا جواب یہ ملا کہ کوئی کام کی بات کرو۔ گویا میں اگر پاکستان میں ان کی جماعت کا پروپیگنڈا کرتا تو وہ کام کی بات ہوتی، قرآن کریم جس کی حکومت کو دنیا پر قائم کرنا احمدی جماعت کا فرض ہے وہ اگر کسی قابل اعتراض امر پر بحث کر کے راہ راست دیکھنے اور دکھانی کی کوشش کریں تو یہ کام کی بات نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ہزار مودودی جیسے علماء

بھی اکٹھا ہو کر انبیاء کے قتل ہو جانے ثابت کرنا چاہیں تو ان کی یہ طاقت سے باہر ہے ۔۔۔ اس لئے وہ ادھر رُخ کرنے سے فطرتاً رُکتے ہیں۔ میں نے مودودی صاحب کے ترجمہ کو تلاش کر کے دیکھا کہ کہیں کوئی دلیل ملے مگر نہ ملی تب میں نے یہ سوال اخبار میں بھی دیا اور قلمی مضامین لکھکر بھی علماء سے دریافت کیا کہ وہ یہ بتائیں کہ خدا کے قول۔

سلام علیہ یوم ولد و یوم یموت و یوم یبعث حیا

کے ہوتے ہوئے وہ یحیٰی کو مقتول کیسے مان سکتے ہیں۔ جبکہ قرآن کریم میں یہی جملہ حضرت عیسےٰ اپنے متعلق یوں فرماتے ہیں:۔

سلام علیّ یوم ولدت و یوم اموت و یوم ابعث حیا۔

اب قرآن کریم میں سلام بوقت موت جو حضرت عیسےٰ پر ہے وہ تو یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے ان کو قتل ہونے سے بچا کر طبعی موت دے کر مرفوع الی اللہ کیا۔ تو اب یہی سلام بلا کسی فرق کے یحیٰی پر بھی بوقت موت ہے تو وہ قتل کیونکر ہو سکتے ہیں کیا یہ مذاق نہیں کہ دشمن رنڈی کی خاطر ایک نبی معصوم کا خون گرا رہا ہے اور خدا اس پر سلامتی کا پیغام دیتا ہے اور اس نبی معصوم کا سر تن سے جدا کر کے رنڈی کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔

نکتہ

کیا وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحیٰی علیہ السلام کے لئے ہی یکساں الفاظ میں بوقت پیدائش۔ موت اور بعثت بعد الموت سلامتی کا پیغام دیا گیا۔ کیا اور انبیاء اس سلام کے مستحق نہ تھے یا اگر وہ مستحق تھے اور ضرور تھے تو ان کے لئے یہ سلامتی کا پیغام کیوں نہیں دیا گیا۔

بات صاف ہے جس طرح حضرت موسیٰ کی پیدائش کے وقت بنی اسرائیل کی نرینہ اولاد قتل کی جاتی تھی اور خدا تعالیٰ نے موسےٰ کی ماں کو وحی سے بتایا کہ ہم اس بچے کو بچانے والے ہیں کیونکہ ہم اس کو رسول بنائیں گے۔ اسی طرح یحیٰی اور عیسےٰ علیہ السلام جن کا زمانہ پیدائش ایک ہی ہے کو بھی بوقت پیدائش قتل سے بچانے کی ضرورت تھی کیونکہ حکم شاہی سے اس وقت بھی نرینہ اولاد بنی اسرائیل کو رومی سلطنت مروا رہی تھی۔ اس لئے جب خدا تعالےٰ نے یحیٰی علیہ السلام کی پیدائش کی خبر حضرت ذکریاؑ کو دی تو ساتھ ہی فرمایا کہ سلام علیہ یوم ولد۔ اور خدا نے اپنے الہام سے خبر دے کر بوقت پیدائش عیسیٰؑ کو بھی بچایا۔ اور عیسےٰ نے اس امر کا اظہار بالفاظ سلام علیّ یوم ولدت سے کیا۔ اس میں حضرت عیسیٰؑ کی پاکیزہ پیدائش کی طرف بھی اشارہ ہے۔

پس جس طرح بوقت ولادت پیغام سلامتی کا مقصد اصل ان کو قتل سے محفوظ رکھنا تھا اسی طرح بوقت موت ان کو قتل سے بچانے کے لئے فرمایا

سلام علیہ ...... یوم یموت (یحیٰی کے متعلق)

سلام علیّ ...... یوم اموت (عیسیٰ کے متعلق)

اگر یوم اموت وہ دن ہے کہ جس دن کے متعلق خدا فرماتا ہے

ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ

تو یوم یموت کا بھی وہ دن ہے جس دن حضرت یحیٰی طبعی موت سے وفات پا کر مرفوع الی اللہ ہوئے ورنہ جس طرح اگر عیسیٰ قتل ہو جاتے تو ہرگز مرفوع الی اللہ نہ ہوتے کیونکہ یہاں بل اضرابیہ کے ماقبل اور ما آخر کو تباین کی ہے یعنی ایک رسول کا قتل ہو جانا اس کے مرفوع الی اللہ ہونے کی ضد ہے۔ یہی تورات کا مذہب ہے۔ اور یہود کا حضرت عیسیٰ کو یہ کہنا کہ:۔

"انہ کان کاذباً فقتلناہ حقا"

(یہ اکثر تفاسیر میں موجود ہے)

اور اس جملہ کی بجائے قرآن مجید میں اسی حقیقت کو بالفاظ

انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ

یعنی مسیحیت کے مدعی مریم کے بیٹے کو جو رسالت کا دعویدار ہے ہم نے قتل کر ڈالا۔ کیونکہ انہ کان کاذباً (وہ کاذب تھا) اور کاذب مرفوع الی اللہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا حکم ہے۔ لہذا قتلناہ حقا ہم نے اسے شریعت حقہ تورات کے مطابق حق کے ساتھ قتل کیا۔ لہذا وہ ملعون ہے نہ کہ مرفوع الی اللہ۔ اس کے جواب میں خدا تعالےٰ کا یہ قول کہ

ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ

ثابت کرتا ہے کہ اللہ کے نزدیک بھی ایک رسول کا قتل ہو جانا رفعت الی اللہ کے خلاف ہے ورنہ کیا ضرورت تھی کہ اس قدر شد و مد سے قتل کی نفی کی جاتی جبکہ قتل ہو جانے سے ایک رسول کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑ جاتا بلکہ مرتبہ شہادت کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور کئی ایک نبی قتل ہو چکے جیسے یحیٰی اور ان کے والد علیہم السلام، در اصل اس صورت میں تو کوئی ضرورت ہی نہ تھی کہ اس قصہ کا ذکر بھی کیا جاتے۔ جبکہ اور نبی جو قتل ہو چکے ان کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب سلام علیہ ...... یوم یموت سے حضرت یحیٰی علیہ السلام کا قتل سے بچنا ثابت ہے تو ان کے والد کا قتل جس کے متعلق روایات میں یہ ذکر ہے کہ یحیٰی کے قتل کے بعد ان کے والد کو قتل کے لئے طلب کیا گیا۔ قطعاً بے بنیاد ہے۔ بعض روایتوں میں ذکریا علیہ السلام کا یحیٰی کے قتل سے پہلے قتل ہونا مذکور ہے یہ بھی غلط محض ہے۔ جب یحیٰیؑ کا قتل ہی ثابت نہیں تو اس سے پہلے یا اس کے پیچھے کسی کا قتل ثابت ہو ہی نہیں سکتا۔

مودودی صاحب نے دو اور نبیوں کا نام بھی قتل ہونے والوں میں لیا ہے ایک یرمیاہ نبی اور دوسرے یسعیاہ نبی۔ ان دونوں نبیوں کا قرآن مجید میں تو کہیں ذکر بھی نہیں اس لئے ان کے متعلق اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ ان کا بچ رہنا بھی اس لئے ضروری ہے کہ وہ جس گروہ میں سے ہیں وہ خدا کی خاص حفاظت میں ہے "الیسع" نبی کا ذکر قرآن مجید میں دو جگہ ہے وہاں اس کے قتل ہونے کا اشارہ تک نہیں ہے۔ اگر اس نام سے مراد وہی یسعیاہ نبی ہو تو ممکن ہے مگر اس کے قتل کا قصہ بے ثبوت ہے۔

آیت لو تقول اور بہائی

اگر کوئی بہائی یا ان کا بھائی یہ کہے کہ بہاء اللہ کی کیوں قطع الوتین نہیں ہوئی تو میں کہتا ہوں کہ اس کا مبشر اور سید الرسل "باب" قتل ہو کر جھوٹا ثابت ہو گیا بہاء اللہ چونکہ نبوت و رسالت کے مدعی نہیں بلکہ ربوبیت و الوہیت کے مدعی ہیں یا مشیت اولیہ ہونے کا دعوےٰ ہے اس لئے ان کی صداقت کا معیار آیت قطع الوتین نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے تجزیہ جہنم کا ذکر ہے۔

بہاء اللہ کیوں آیت قطع الوتین کا مصداق نہیں ہو سکتا

بہاء اللہ در اصل اپنے اوپر خدا کی طرف سے وحی کے نزول کا جس طرح کہ وہ انبیاء و رسل پر نازل ہوتی ہے قائل ہی نہیں بلکہ وہ کہتا ہے کہ جملہ انبیاء و رسل کا مامور کرنے والا تو میں ہوں اور ان پر جو کلام نازل ہوا وہ میرا کلام ہے میں منزل وحی ہوں نہ وہ جس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اس جماعت کا فرد ہی نہیں جن پر آیت لو تقول علینا کا اطلاق ہوتا ہے۔

بہاء اللہ کا بیٹا عبد البہا بھی خود یہ مانتا ہے کہ بہاء اللہ وحی نازل وحی نازل کرنے والا ہے نہ کہ وہ جس پر وحی نازل ہو۔ مولوی ثناء اللہ نے جب بہاء اللہ کو رسول قرار دیا تو بہائیوں نے اس کی تکذیب کی اور وہ تو مرسل رسل ہے نہ کہ رسول۔

بہاء اللہ کی تحریروں میں کبھی اس کا کلام یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود خدا ہے جو بول رہا ہے اور کبھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے کوئی بلا رہا ہے۔ مگر اس دونوں قسموں کے کلام میں فرق کرنا سخت مشکل ہے۔ مگر سیدھی اور صاف راہ یہ ہے کہ جب باب و بہاء کے پرستار بہائی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ نبوت و رسالت ختم ہو چکی جیسا کہ قرآن مجید اس پر گواہ ہے اور یہ کہ بہاء اللہ کا دَور دَورِ نبوت و رسالت ہی نہیں بلکہ دورِ ولایت ہے تو اب بہاء اللہ کا دعویٰ نبوت و رسالت سے اوپر ہونا چاہیئے یا پھر نبوت و رسالت محمدیہ کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ مگر بہائی اس کو اسلام سے خارج نئے مذہب کا بانی قرار دیتے ہیں۔ مگر بایں ہمہ اسے نبی نہیں مانتے تو یہ دعوےٰ نبوت سے اوپر کا مقام ہوا اور وہ پھر خدائی کا ہی دعوےٰ ہے وبس۔ پس اتنے بڑے دعوے کے ساتھ ساری عمر قید میں رکھا جانا اور اس کی الواح کا ضائع کیا جانا اور کتاب شریعت کا آج تک شائع نہ کیا جانا جو شائع شدہ ہے اسکو عبد البہاء کا ناقابل وثوق قرار دے کر دوبارہ چھاپنے کی اجازت نہ دینا۔ اور بیت العدل وغیرہ کا آج تک کہیں بھی قائم نہ ہونا حالانکہ اس کے قیام پر شریعت بہائیہ کا دارومدار ہے۔ اور اس خدائی کے دشمن کے ساتھیوں کا چپہ بھر زمین پر کہیں اقتدار نہ ہونا یہ بہاء اللہ کے نامراد رہنے کا ایک بیّن ثبوت ہے اور مزید برآں یہ کہ احمدیت کو خدا تعالےٰ نے اکناف عالم میں احیاء اسلام کے لئے کھڑا کر دیا اور ہر طرف سے اسلام زندہ باد کے نعرے بلند سے بلند تر ہو رہے ہیں۔ اور دنیا اپنی امن و سلامتی کو اسلام میں پا رہی ہے۔ اور دانستہ اور نادانستہ لوگ "الاسلام" کی طرف کھچے چلے آ رہے ہیں۔ دنیا کہتی ہے کہ آج محمدؐ کی ضرورت ہے قیام امن کے لئے اور گاندھی جیسا ہندوؤں کا رہنما ان کو وصیت کرتا ہے کہ حکومت کرنی ہے تو ابوبکر اور عمرؓ کے نمونہ پر چلو۔ ہر طرف مردہ پرستی یا عیسائیت کا زوال آ چکا ہے اور بہائیوں نے جو عیسائیت کے ساتھ رشتہ جوڑ کر بلندی چاہی تھی اس کا موقعہ بھی ختم ہو چکا۔ بہائیوں نے عیسیٰؑ کو خدا کا

بیٹا ماننے میں وہی کچھ کیا جو عیسائی کرتے تھے اور عیسےٰ کو خاتم النبیین پر فضیلت دی - اور عیسٰی کو مصلوب وملعون نصاریٰ کی طرح مان لیا - مگر اب صلیب ٹوٹ چکی ہے اور اور اہل اسلام تو وفات طبعی کے قائل ہو رہے ہیں اور مخالفین احمدیت کے دلائل وفات مسیح کے سامنے طاقت گویائی بھی نہیں رکھتے - یہ سب صلیب کی شکست ہے اور اس کے ضمن میں مثیل نصاریٰ بہائیوں کی بھی شکست ہے ورنہ وہ آگے بڑھیں، اور ذرا اپنے معصوم عن الخطا با عصمت کبریٰ کے صاحب عبدالبہاء کا یہ مقولہ ثابت کرکے دکھائیں کہ مسیح علیہ السلام بر دار کشیدہ شد و مرد یعنی مسیح مصلوب ہو کر مر گیا -

مگر ہم کہتے ہیں وہ مر جائیں گے لیکن مسیح کا صلیب پر مارا جانا کبھی ثابت نہ ہوگا - ہاں چونکہ بہائی لوگ تقیہ کے بھی قائل ہیں وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے تو امریکہ کے عیسائیوں کو ساتھ ملانے کے لئے یہ اعلان کیا تھا کہ مسیح بلاشبہ خدا کا بیٹا ہے اور یہ کہ وہ تمام عالم کے گناہوں کے کفارہ کے طور پر مصلوب و ملعون ہوا - لیکن ان کا یہ کہنا بھی انہیں کی موت کی دلیل ہے بہاء اللہ نے تو یہ کہا تھا کہ حضرت عیسٰی کو خدا زندہ چرخ چہارم پر لے گیا کیونکہ اور بچاؤ کی کوئی صورت ہی نہ تھی - مگر یہ بھی ایک باطل خیال تھا جو بہائیوں کی مشیت اولیہ نے بیان کیا - یہ سب باطل خیالات آج نسیاً منسیاً ہو رہے ہیں، اہل علم اس قسم کے خیالات سے ہٹ چکے ہیں اور مٹتے جا رہے - اور دو یہ احادیث نبوی میں ہے کہ دجّال اس طرح گھس جائے گا جیسا کہ نمک پانی میں گل جاتا ہے اور وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے - دجّالیت کی ایک شاخ بہائیت بھی ہے وہ بھی دلیل سے عاجز ہو چکی اور محض جھوٹا پروپیگنڈا باقی ہے - امریکہ میں کہتے ہم ایران و ہندوستان میں لاکھوں ہیں اور یہاں کہتے ہیں کہ ہم امریکہ اور ایران میں لاکھوں ہیں یہاں تک کہ ایران میں ۳۳ فیصدی سے ۵۰ فیصدی تک ہونے کا دعوےٰ باطل کرتے ہیں -

میں نے حیدر آباد سے کونسل جنرل ایران کو لکھوایا ہے کہ وہ ذرا ان راستباز لوگوں کی تعداد فی الایران پتہ دیں - مجھے یقین ہے کہ جواب وہی ہوگا جو آج سے بیس سال پہلے دہلی میں مقیم سفیر ایران نے دیا - یعنی یہ کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں ایران میں ان کا نام و نشان بھی نہیں کہیں چھپے چھپائے ہوں تو ان کا علم نہیں ورنہ ایران کے لوگ اس مذہب سے بیزار اور اسلام کے شیدائی ہیں - بہرحال جواب آنے پر تمام حقیقت کھل جائیگی -

قطع الوتین - قید میں تمام عمر

جب یہ کہا جاتا ہے کہ بہائیو تمہارا خدا جو سب سے بڑا ہے وہ تمام عمر قید میں ہی رہا - عکہ میں بہاء اللہ اور قبرص میں صبح ازل - دونوں اسی حالت میں مر گئے - اگر بہاء اللہ کی زندگی جو بقول آپ لوگوں کے چالیس سال تک کی ماموارنہ زندگی ہے تو صبح ازل کی یہ زندگی ساٹھ برس سے بھی متجاوز ہے - اگر قطع الوتین میں کوئی کسر ہے تو صبر کرو آنے والا زمانہ فتح اسلام کے ساتھ بہاء اللہ کے جھوٹا ہونے پر خدائی شہادت اور زیادہ اور بہت زیادہ صفائی سے پیش کر دے گا - وکفیٰ باللہ شہیداً -

ایک مدعی ماموریت اگر تمام عمر نامراد و مخذول رہے تو یہی اس کی قطع الوتین ہے - صرف قتل کیا جانا ہی قطع الوتین نہیں ہے - ہاں چونکہ قرآنی فیصلہ ہے کہ مدعی صادق کی دعوی رسالت کبھی قتل نہیں ہو سکتا - اس لئے جو شخص قتل ہو جائے جیسے باب

قتل ہوا، مسیلمہ وغیرہ قتل ہوئے یہ ان کے جھوٹے ہونے کا نشان قطعی ہے - اگر کسی بہائی یا ان کے بھائی میں ہمت ہے تو وہ دکھائے کہ خدا کا سچا مامور و رسول کبھی قتل ہوا اگر وہ یہ ثابت نہ کرسکیں اور ہرگز نہ کرسکیں گے تو وہ خدا سے خوف کرکے باب و بہاء کو مدعی کاذب سمجھ کر چھوڑ دیں کیونکہ ان کے مقابل جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت امام موعود و مسیح آخر الزمان وحی الٰہی سے ماموریت کا دعوےٰ کرکے وعدہ الٰہی کے ماتحت مظفر و منصور ہو کر طبعی موت سے دنیا سے گذر گیا اور اس کی خلافت دنیا پر چھائی جا رہی ہے - اور اس امام کا [illegible] یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم سے الگ ہو کر دعوےٰ کرنے والا دجّال ہے -

یوسف علیہ السلام کا قید ہونا

بعض بہائی خفت کو مٹانے کے لئے ناسمجھی سے یوسف علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید سے پیش کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قید سے ایک مامور کی شان میں کیا فرق آسکتا ہے جبکہ یہ مسلم ہے کہ رسول حضرت یوسفؑ قید خانہ میں رہا ہے -

لیکن افسوس ہے کہ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ حسب وعدہ الٰہی وہ قید خانہ یوسف علیہ السلام کے تمام الزامات سے بری ہونے کا ذریعہ بنا اور عجیب نصرت الٰہی ہوئی کہ ایک قیدی کو خدا نے بادشاہ کا مقرب بنایا اور امین بنا دیا - اور مصر کے بادشاہ اللہ تعالےٰ نے یوسفؑ کو بنا دیا - پس یوسف کے احسن القصص کے ساتھ تمام عمر قید میں مایوس و مخذول رہنے والے اور بوقت موت پوری یاس کی تصویر ہو جانے والے کا کیا مقابلہ -

بہاء اللہ کی آخری تمنا

"میرا جی چاہتا ہے کہ کسی اندھیری کوٹھڑی میں چلا جاؤں اور تمام عمر کے گناہوں سے خدا سے معافی مانگوں اور دن رات گریہ وزاری میں گذار دوں"

اس مجسّم یاس والم کو یوسف سے کیا نسبت - بلکہ یہ تو الٹی دلیل یوں ہے کہ خدا کا ایک رسول جس کو اس کے بھائی قتل کرنا چاہتے تھے اور بالآخر اسے کنوئیں میں پھینک آئے اور وہ کسی قافلہ کے ساتھ مصر جا کر بک گیا اور اس کی پرورش شاہی گھر میں نہایت عزت سے ہوئی مگر جب اس مجسمہ حسن و احسان پر عورتوں نے فرداً فرداً اور مجموعی طور پر یورش کرنی چاہا کہ اس نازک اور آگ کی طرح شعلہ مارنے والے جذبات شہوت کو بھڑکایا جائے اور ہر ممکن حسن کا نظارہ پیش کرکے حسن یوسف کو زنا کا داغ لگا دیا جائے تو وہ خدا کا نبی کہتا ہے -

"ربّ السجن احب الیّ مما یدعوننی الیہ ...... فاستجاب لہ ربہ"

اے ربّ مجھے ان کے مکر سے بچا لے - یہ جس طرف بلاتی ہیں وہ تیری نافرمانی ہے اور سخت پھسلنے کا مقام مجھے تو ان سے بچا لے مجھے جیل خانہ اس سے پیارا ہے کہ میں تیری نافرمانی کروں اور زنا جیسے فعل کا مرتکب ہوں - پس خدا نے دعا قبول فرمائی جیل خانہ کو ہی آپ کی تائید و نصرت کا ذریعہ بنا دیا یقیناً یہ واقعات احسن القصص ہیں - اور بہاء اللہ کے کاذب ہونے کی زبردست دلیل -

والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ

مسئلہ کشمیر اور ہندوستان

(بقیہ از صفحہ ۸)

داغ ہونا -

فوجوں کے رعب سے فیصلہ کرنے والی حکومت کی نیت کبھی ٹھیک نہیں ہوسکتی"

ترجمہ از پریت لڑی اگست دسمبر ۱۹۵۱ء

اسی مضمون میں آگے چل کر آپ نے مجھے مخاطب کرکے پھر لکھا ہے کہ :-

"آپ کو اور مجھے خبردار ہونا چاہئے کہ یہ دونوں حکومتیں کہتی ہیں کہ کشمیر کے سوال کا فیصلہ کشمیریوں کی آزادانہ رائے شماری سے ہوگا - پھر کشمیر میں فوجوں کا کیا مطلب؟ دونوں فوجیں باہر آجائیں اور کشمیریوں کو آسانی سے موقعہ دیں کہ ان کو کس کے ساتھ ملنے سے فائدہ ہوگا؟ وہ خود اس کا فیصلہ کرلیں گے - ہم انہیں مشورہ دے سکتے ہیں - اپنی خوبیاں ان کے سامنے پیش کرسکتے ہیں"

(ترجمہ از پریت لڑی اگست دسمبر ۱۹۵۱ء)

میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ نے جو حل پیش کیا ہے، وہ منصفانہ حل ہے - بھارتی فوجوں کی موجودگی میں کشمیر کے لوگ اپنی رائے آزادی سے نہیں دے سکتے - اس لئے رائے شماری سے قبل بھارتی فوجوں کا انخلاء بہت ضروری ہے جب بھارتی فوجیں کشمیر کو خالی کردیں گی تو پاکستانی فوجوں کی واپسی بھی یقینی بات ہے - اس مسئلہ کو باہمی سمجھوتہ سے بھی حل کیا جاسکتا ہے - اور دونوں فوجیں مقررہ وقت پر بیک وقت بھی نکالی جاسکتی ہیں مگر مشکل تو یہ ہے کہ بھارتی نیتا اس کے لئے تیار نہیں کیونکہ وہ اس میں اپنی شکست خیال کرتے ہیں، اور جانتے ہیں کہ آزاد کشمیری کا فیصلہ کبھی بھی بھارت کے حق میں نہیں ہوسکتا - کیا بھارتی لیڈروں پر دباؤ ڈال کر کشمیر سے فوجوں کو نکلوانے کی کوشش کریں گے؟ اگر آپ ایسا کرسکے تو میرے نزدیک یہ نسل انسانی کی بہت بڑی خدمت ہوگی ۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۷۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے ۔/۔ چھ روپے — ہندوستان سے ۔/۔۱۲۔۸ روپے — ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۳۹ — یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۱ محرم ۱۳۷۱ھ - ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۱ء — نمبر ۳۹

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

"انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے"!

ہر یک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا

اس وقت جبکہ جماعت احمدیہ ایک نہایت نازک مرحلہ میں سے گذر رہی ہے جس کا فیصلہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی مجلس معتمدین کے ایک خاص اجلاس میں ہونیوالا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انجمن کی پوزیشن اور طریق کار کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے چند واضح ارشادات جماعت کے سامنے لائے جائیں جو حسب ذیل ہیں:—

"چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اسلئے اس انجمن کو دنیا داری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اسکے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں" (قاعدہ ۱۳ ضمیمہ متعلقہ رسالہ الوصیت مرقومہ حضرت مسیح موعودؑ)

نوٹ: از حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور:۔ "اس سے زیادہ صاف الفاظ کوئی نہ ہوسکتے تھے جن میں حضرت مسیح موعودؑ اپنا منشا ظاہر فرماتے ساری وصیت میں کسی شخص واحد کو اپنا جانشین قرار دینا تو ایک طرف رہا اشارہ تک بھی نہیں بلکہ ساری عبارت صاف بتاتی ہے کہ آپکے ذہن میں کوئی فرد واحد خلیفہ یا جانشین نہ تھا اور یہاں تو جس قدر وضاحت امکانی طور پر ہوسکتی تھی یہ کہکر کر دی کہ انجمن ہی خدا کے مقرر کردہ خلیفہ یعنی مسیح کی جانشین ہے اور گو اکثر اختیارات اپنی زندگی میں ہی آپنے انجمن کو دیدیئے تھے مگر بعض امور اپنے متعلق بھی رکھے تھے مگر اپنے بعد پورا جانشین انجمن کو قرار دیا۔"

انجمن کے طریق کار کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا فرمان

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے لیکن اسقدر میں زیادہ پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشا میرے ہرگز نہیں کریگی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اسمیں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر یک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔" والسلام ۔ مرزا غلام احمد ۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء

"جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو" (مسیح موعود)

رسالہ "الوصیۃ" سے حضرت مسیح موعودؑ کے چند ضروری ارشادات

"اور چاہیئے۔ کہ جماعت کے بزرگ۔ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ خدا تعالےٰ چاہتا ہے۔ کہ ان تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالےٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔

اور چاہیئے۔ کہ تم بھی ہمدردی اور نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقوےٰ حاصل نہیں ہوسکتی اور نفسانی جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں۔ اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو اُس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو۔ اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے۔ جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اُٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی نہ اُٹھالو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے۔ اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ تقوےٰ ایک ایسا درخت ہے۔ جس کو دل میں لگانا چاہیئے وہی پانی جس سے تقوےٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑھ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے۔ اور اگر وہ باقی ہے تو سب کچھ باقی ہے۔ انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعوےٰ کرتا ہے لیکن قدم صدق نہیں رکھتا۔ دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے۔ اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے۔ جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے پس اگر تم دنیا کی ایک ذرہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کرے گا۔ بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں۔ اور تم میں خدا نہیں ہوگا۔ بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خدا خوش ہوگا لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مرجاؤ گے تب خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہوں گے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں۔ اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی۔ اور ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے۔ بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے۔ تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو۔ تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے کینہ وری سے پرہیز کرو۔ اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔

تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازے میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوے بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچا دے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے۔ اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی۔ اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے۔ کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔

اے سننے والو سنو! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم اسی کے ہو جاؤ اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا۔ اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں وہ قریب ہے باوجود دُور ہونے کے۔ اور دُور ہے باوجود نزدیک ہونے کے وہ تمثل کے طور پر اہل کشف پر اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے مگر اس کے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے اور وہ سب سے اوپر ہے۔ مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے۔ اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا۔ مظہر ہے تمام محامد حقہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا۔ اور جامع ہے تمام طاقتوں کا اور مبدء ہے تمام فیوض کا۔ اور مرجع ہے ہر ایک شئے کا اور مالک ہے ہر ایک ملک کا۔ اور متصف ہے ہر ایک کمال سے اور منزّہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے اور مخصوص ہے اس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اسی کی عبادت کریں۔ اور اس کے آگے کوئی بات بھی انہونی نہیں اور تمام روح اور ان کی طاقتیں اور تمام ذرات اور ان کی طاقتیں اسی کی پیدائش ہیں۔ اس کے بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقتوں اور قدرتوں اور نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے۔ اور اسکو اسی کے ذریعہ سے ہم پا سکتے ہیں۔ اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے۔ اور اپنی قدرتیں ان کو دکھلاتا ہے اسی سے وہ شناخت کیا جاتا اور اسی سے اس کی پسندیدہ راہ شناخت کی جاتی ہے۔

پیغامِ صلح

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۱ محرم ۱۳۷۱ھ | نمبر ۳۹

"سب میرے بعد مل کر کام کرو"

یہ حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ ہیں جو اسی اشاعت میں دوسری جگہ پوری عبارت کے ساتھ نقل کئے گئے ہیں یہ آپ کی وہ وصیت ہے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اپنی وفات کی اطلاع ملنے پر آپ نے لکھی اور اس کے ساتھ ہی ایک ایسا نظام اپنی زندگی ہی میں قائم کر دیا جو سب کے مل کر کام کرنے کی عملی تفسیر تھا، آپ نے ایک انجمن قائم کی جس کو "**خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین**" قرار دیا اور جماعت کا نظام اپنے بعد کسی فرد واحد کے سپرد کرنے کے بجائے اس انجمن کے سپرد کر دیا اور کثرت رائے کو اس کا بنیادی اصول ٹھہراتے ہوئے اپنے بعد ہر ایک امر میں اسی انجمن کا اجتہاد کافی" قرار دیا۔

کس قدر مضبوط و محکم اور جمہوری نظام ہے، اپنے بعد کسی فرد واحد کو جماعت کا حاکم یا خلیفہ بنانے کی ہدایت نہیں، ساری الوصیت میں کہیں بھی خلیفہ کا ذکر تک نہیں، صرف انجمن ہی کو حاکم یا اپنی جانشین قرار دیا ہے، اسی امر کی طرف ۱۹۱۴ء میں حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور نے جماعت کو توجہ دلائی اور اس بات پر زور دیا کہ جماعت میں سلسلہ خلافت قائم کرنے کے لئے بجائے حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت کے مطابق صرف انجمن کو آپ کی جانشین سمجھا جائے لیکن جماعت کے کثیر حصہ نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور ایک فرد واحد کی آمرانہ حیثیت کو مان کر مسیح موعودؑ کی قائم کردہ انجمن کو عملاً توڑ دیا، حضرت مولانا مغفور کا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے کہ آپ نے جماعت کی اکثریت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسیح موعودؑ کی ہدایات کے مطابق لاہور میں ایک اور انجمن انہی بنیادوں پر کھڑی کر دی جو الوصیت میں بتائی گئی ہیں، یہ انجمن سینتیس سال سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے جو کام کر رہی ہے اور جو عظیم الشان خدمات اس نے سرانجام دی ہیں وہ قارئین کرام سے مخفی نہیں ہے، قرآن کریم کے انگریزی اور دیگر مختلف زبانوں میں تراجم اور بیش بہا اسلامی لٹریچر کی اشاعت، یورپ اور امریکہ اور دیگر ممالک میں اسلامی مشنوں کا قیام جرمنی میں ایک عالیشان مسجد کی تعمیر یہ وہ چیزیں ہیں جو انجمن کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں اور آج تمام اسلامی دنیا کو اس پر فخر ہے کہ اس انجمن کی تبلیغی مساعی اور اسلامی لٹریچر نے اسلام کی عظمت کو دنیا میں قائم و دوبالا کر دیا ہے۔

یہ سب مل کر کام کرنے کی برکات ہیں، حضرت مولانا محمد علی بیشک ان سب کاموں کی روح رواں تھے لیکن مسیح موعودؑ کی ہدایت کے مطابق سب نے مل کر ان کا ساتھ دیا "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن" نے ان کے قدموں کو مضبوط کیا تو آج ہم اسکو ایک ہرے بھرے اور تناور درخت کی شکل میں دیکھ رہے ہیں۔

حضرت مولانا آج ہم میں موجود نہیں لیکن خدا کے مامور کی وصیت ہمارے سامنے ہے

"سب میرے بعد مل کر کام کرو"

آیئے ہم اس ہدایت پر عمل پیرا ہو کر مامور الٰہی کی "جانشین" انجمن کے نظام کو پھر مضبوط اور مستحکم کرنے کی کوشش کریں اور کثرت رائے کے بنیادی اصول کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے اپنے ذاتی اختلافات و تنازعات کو بھول جائیں، ہماری جماعت ایک مذہبی و روحانی جماعت ہے اس کی انجمن "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین" ہے اور اس کی شان دوسری دنیوی جماعتوں اور انجمنوں سے بہت بلند ہے، اس میں ذاتی تنازعات کو دخل دینا یا کسی عہدہ و اقتدار کے لئے دنیا داروں کی طرح جنگ کرنا کسی طرح واجب نہیں، خدا کے مامور نے ہمیں بہت بلند مقام دیا ہے اور کسی قسم کی دنیوی ملونی کو ہمارے لئے جائز نہیں رکھا اور کھلے لفظوں میں فرمایا کہ :-

"انجمن کے تمام ممبر ایسے ہوں گے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں اور پارسا طبع اور دیانتدار ہوں اور اگر آئندہ کسی کی نسبت یہ محسوس ہوگا کہ وہ پارسا طبع نہیں یا یہ کہ وہ دیانتدار نہیں یا یہ کہ وہ ایک چالباز اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے تو انجمن کا فرض ہوگا کہ بلا توقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے اور اسکی جگہ اور مقرر کرے"۔

ہمیں امید ہے کہ ہمارے پاک ممبران مامور الٰہی کے ان الفاظ کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس طرح پہلے اپنی پارسا طبعی اور دیانتداری کا ثبوت دیتے رہے ہیں اس نازک مرحلہ پر بھی جو آئندہ ۲۸ اکتوبر کو مجلس معتمدین کے اجلاس میں پیش آنے والا ہے اسی بلندی شان کا مظاہرہ کریں گے جو مامور الٰہی کی جماعت کے شایان ہے۔

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی آخری وصیت

حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ۱۱ مئی ۱۹۵۱ء کو لاہور سے کراچی تشریف لے گئے روانگی سے ایک دن پہلے انہوں نے ایک خط مولانا احمد یار صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو لکھا جس کے ساتھ دو سر بمہر لفافے بھی تھے، ان میں سے ایک لفافہ آپ نے بعد میں کراچی میں واپس منگوا لیا، دوسرا لفافہ جو قبر کے متعلق تھا، آپ کی وفات کے بعد لاہور میں کھولا گیا اور آپ کی منشاء کے مطابق قبر بنوائی گئی حضرت ممدوح کا محولہ بالا خط اور وصیت درباره قبر کا مضمون درج ذیل ہے:

۱۰/۵/۵۱

اخویم مکرم معظم مولوی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس خط کے ساتھ دو لفافے سربمہر بھیج رہا ہوں۔ **لا تدری نفس بای ارض تموت** ۔ موت ایک حقیقت ہے جس کے لئے ہر وقت انسان کو تیار رہنا چاہیئے اور بالخصوص میرے جیسے عمر رسیدہ مریض کو۔

خواہ میں لاہور میں ہوں یا باہر اگر آپ کو میری وفات کی خبر پہنچے تو سب سے پہلے اس لفافہ کو کھولیں جس پر لکھا ہوا ہے **وصیت درباره قبر** اور اس کے مطابق قبر کیلئے ہدایت کر دیں دوسرے لفافہ[1] میری وصیت درباره جنازہ اس کو بعد میں بموجودگی چند سرکردہ احباب جو پہنچے ہوئے ہوں کھولا جائے اور پھر انہیں محفوظ دکھا دیں ہاں ان سے یہ درخواست ہے کہ وہ اسے بصیغہ راز رکھیں البتہ عملدرآمد میری اس وصیت کے مطابق ہو یہ میری آخری خواہش ہے **مجھے کسی سے عناد نہیں اور سب کی دعائے مغفرت کا محتاج ہوں**۔ والسلام۔

خاکسار۔ **محمد علی**

[1] یہ لفافہ آپ نے وفات سے چند یوم پہلے کراچی واپس منگوا لیا۔

"وصیت برائے قبر"

"میری مدت سے یہ خواہش رہی ہے کہ میری قبر ایسی جگہ ہو جہاں میں اپنے ان ساتھیوں کے جو مجھ سے پہلے اپنے مولا سے جا ملے ہیں قدموں کی طرف لیٹا ہوا ہوں، لہذا میری یہ وصیت ہے کہ میری قبر اس جگہ ہو جو ہمارے قبرستان کے داخلہ کے دروازہ کے ساتھ ہی دائیں طرف ہے* - اور وہاں کم سے کم دو قبروں کی جگہ خالی ہو ایک میری قبر اور ایک میری اہلیہ کی قبر اس کے متعلق اگر انجمن کوئی رقم تجویز کرے تو وہ میری اہلیہ ادا کر دے گی"

محمد علی ۱۰/۵/۵۱

* میرا مطلب اس جگہ سے ہے جہاں چڑھائی چڑھ کر قبرستان میں داخل ہوتے ہیں۔ ۱۰/۵/۵۱

شکریۂ تعزیت

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

متعدد خطوط تعزیت حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو کراچی میں انتقال فرما کر جماعت کو داغ ہجرت دے گئے میرے پاس آرہے ہیں جن کی فہرست دینا

حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب کی وفات پر اخبارات کے تبصرے

روزنامہ "آفاق" لاہور
(۱۸ اکتوبر ۱۹۵۱ء)

ایک عالمِ دین کا انتقال

روزنامہ "آفاق" میں مرزا انظارت بیگ کے قلم سے "ہماری ادبی سرگرمیاں" کے زیر عنوان ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں ایک ضمنی سرخی ہے "ایک عالم دین کا انتقال" مضمون نگار رقمطراز ہیں:

"لاہور کے علمی حلقوں میں یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائے گی۔ کہ پنجاب کے مشہور عالم دین اور انجمن اشاعت اسلام لاہور کے بانی مولانا محمد علی انتقال کر گئے۔ وفات کے وقت مولانا کی عمر ۷۵ سال کی تھی۔

"مرحوم ۱۸۷۴ء میں کپورتھلہ کے ایک گاؤں "مرار" میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے کرنے کے بعد ۱۸۹۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری حاصل کی۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ مسلمانوں میں انگریزی تعلیم یافتہ خال خال ملتے تھے اور سرکاری ملازمتوں میں انہیں منہ مانگا انعام ملتا تھا۔ مولانا مرحوم نے نوکری پر اسلام کو ترجیح دی۔ شروع میں وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے معتقد تھے۔ لیکن بعد ازاں وہ ان کی نبوت سے منکر ہو گئے[1] اور ۱۹۱۴ء میں قادیان کو خیرباد کہہ کر لاہور میں سکونت اختیار کر لی اور یہاں انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کے قیام کے بعد اس کے صدر منتخب ہوئے۔

"علمی اعتبار سے مولانا مرحوم کی شخصیت کے دو پہلو ہیں ایک اسلامی اور بین الاقوامی۔ دوسرا جماعتی۔ جماعتی حیثیت سے انہوں نے ایک مخصوص گروہ کے لئے پمفلٹ لکھے اور اسے ابھارنے کے لئے زور قلم صرف کیا۔ اس پہلو سے اکثر لوگوں کو اختلاف ہو سکتا ہے اور عقیدے کے اعتبار سے ہر مسلمان کو ہونا چاہیئے لیکن ان کی دوسری حیثیت زیادہ مستحکم ہے۔

"اس زمانے میں جبکہ پڑھے لکھے لوگ مغربی کلچر سے بہت مرعوب تھے۔ مولانا نے قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کر کے انہیں راہ ہدایت دکھائی۔ اس کا اعتراف مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنے ہفتہ وار اخبار "سچ" کی ۲۵ رجون ۱۹۴۳ء کی اشاعت میں لکھا تھا۔

"مولانا محمد علی نے قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کر کے اسلام کی جو عظیم بالشان خدمت سرانجام دی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔ اس ترجمہ کی بدولت نہ صرف ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی، بلکہ ہزاروں

---

[1] یہ خیال صحیح نہیں حضرت مولانا حضرت مرزا صاحب کے ہمیشہ معتقد اور مرید رہے اور انہی کے مشن کی تکمیل کیلئے وہ عظیم بالشان خدمات سرانجام دیں جن کا ذکر اس تبصرہ میں کیا گیا ہے، قادیان سے علیحدگی صرف اس وجہ سے ہوئی کہ حضرت مرزا صاحب کو وہاں مدعی نبوت قرار دینا شروع کر دیا گیا حالانکہ وہ مدعی نبوت نہ تھے۔

(ایڈیٹر پ۔ص)

ہم مسلمان بھی اسلام کے زیادہ قریب آ گئے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نہایت مسرت سے اعتراف کرتا ہوں کہ یہ ترجمہ ان چند کتابوں میں سے ہے جو چودہ پندرہ سال جب میں ظلمت دہریت کی گہرائیوں میں بھٹک رہا تھا۔ میرے لئے شمع ہدایت بن کر آئیں۔ اور مجھے اسلام کا سیدھا راستہ دکھایا۔ کامرید والے مولانا محمد علی مرحوم بھی اس ترجمہ کے بہت شائق تھے۔ اور وہ ہمیشہ اس کی تعریف کیا کرتے تھے"

"یہ ترجمہ اتنا مقبول ہوا۔ کہ غیر ملکی زبانوں میں بھی اس کے ذریعے قرآن مجید کا ترجمہ کیا گیا۔ اسی کی وجہ سے انہوں نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔ پچھلے دنوں جب ترکی کے ایک اخبار کے نمائندے کی حیثیت سے مس ترہان لاہور تشریف لائیں تھیں تو انہوں نے مولانا کے سامنے اقرار کیا تھا۔ کہ اسی ترجمے کے ذریعے وہ ظلمت کی گہرائیوں سے بچ سکیں اور لاہور آنے سے قبل میں نے یہ عہد کیا تھا کہ میں اس شخص کے ہاتھوں کو بوسہ دوں گی جس نے کلام الٰہی کو میرے سامنے منکشف کیا۔

"مولانا مرحوم نے اسلام پر انگریزی میں کوئی ساٹھ سے زائد کتابیں تصنیف کیں ان میں قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور مذہب اسلام بہت مشہور ہے۔ قرآن کریم کے ترجمہ کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ "مذہب اسلام" بھی ان کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے۔ اور اسلام کے متعلق انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے"

ہفت روزہ "سٹار" (انگریزی)
۲۰ اکتوبر ۱۹۵۱ء

"مولانا محمد علی ۱۳ اکتوبر کو ساڑھے گیارہ بجے ایک مشہور عالم دین اور مذہبی قائد (مولانا محمد علی امیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور) اس جہان فانی سے گزر گئے۔

مولانا محمد علی بالکل چھوٹی عمر میں اپنی تعلیم مکمل کرنے کے فوراً بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروؤں میں شامل ہو گئے اور جماعت احمدیہ کے ایک ماہوار رسالہ ریویو آف ریلیجنز کو جس کا پہلا پرچہ جنوری ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا۔ ایڈٹ کرتے ہوئے ایک انگریزی مضمون نویس کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آئے۔ اس ماہوار رسالہ نے جو مذاہب عالم کے متقابلہ مطالعہ کے لئے وقف تھا مولانا محمد علی صاحب کے زیر ادارت اسلام کی نہایت شاندار خدمات سرانجام دیں، اس نے مسیحی مشنریوں کے حملوں کے خلاف اسلام کی مدافعت کا حق ادا کیا اور پرانے خیالات کے یورپین مستشرقین کی خامیوں کو واشگاف کیا، جن کی تحریرات میں دیانتدارانہ نکتہ چینی اور عالمانہ تحقیقات کے بجائے اسلام کے خلاف بغض و تعصب کا رنگ زیادہ پایا جاتا تھا۔

بانیٔ تحریک احمدیہ کی وفات کے بعد مولانا محمد علی کو قرآن کریم کا ایک انگریزی ترجمہ تیار کرنے کے کام پر لگایا گیا لیکن یہ کام مولوی نورالدین صاحب کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکا اس کے علاوہ مولوی نورالدین صاحب کی وفات کے بعد سلسلہ احمدیہ میں کچھ اعتقادی امور اور سلسلہ کے مشن کو چلانے کے لئے عام پالیسی میں اختلاف پیدا ہو گیا مولانا محمد علی اس فریق کے قائد اور امیر تھے جس نے قادیان سے علیحدہ ہو کر لاہور میں اپنا ادارہ قائم کیا جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام موسوم ہے۔

قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ جو مولانا محمد علی صاحب نے تیار کیا ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا اور اس اسلامی لٹریچر میں ایک قیمتی اضافہ کے طور پر اسے بہت بڑی مقبولیت حاصل ہوئی جو انگریزی زبان میں مسلمان علماء اور مذہبی لوگوں نے خود تیار کیا ہے اور جو یورپین اور امریکن فضلاء کے پیدا کردہ لٹریچر سے متمیز ہے، جنہوں نے اس موضوع پر ہمیشہ گہری اسلام دشمنی اور تعصب کے ماتحت جو مسیحی مشنریوں کا خاصہ ہے خامہ فرسائی کی ہے۔

قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے علاوہ مولانا محمد علی نے صحیح بخاری کا بھی انگریزی زبان میں ترجمہ کیا اور بہت سی اور بھی کتابیں ایسے موضوعات پر لکھیں جو ایک مذہبی اور اجتماعی نظام کی حیثیت سے اسلام کی برتری سے تعلق رکھتے ہیں موت نے انہیں ہمارے درمیان سے اٹھا کر ایک ایسا خلا پیدا کر دیا ہے جس کا احساس ان تمام لوگوں کو مدتوں رہے گا جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے دلچسپی رکھتے اور اسے مسلمانوں کی زندگیوں میں ایک زبردست روحانی طاقت کی حیثیت سے زندہ دیکھنا چاہتے ہیں۔

ہفت روزہ "الاعتصام" گوجرانوالہ
(۱۹ اکتوبر ۱۹۵۱ء)

مولانا محمد علی لاہوری کا انتقال مولانا محمد علی صاحب امیر انجمن احمدیہ اسی برس کی عمر پا کر کراچی میں انتقال کر گئے ــــــ ہمیں ان کے خیالات و افکار سے ہمیشہ اختلاف رہا، لیکن اس سے قطعی انکار نہیں، کہ گذشتہ پچاس سال کی علمی و تصنیفی مساعی میں ان کا ایک مقام ہے ــــ انہوں نے انگریزی اور اردو میں بڑی محنت اور کاوش سے کتابیں لکھیں اور اسلامیات میں اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر دیا ہے ــــ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مرزائیت کی ایسی تعبیر فرمائی ہے جس سے ختم نبوت کے عقیدہ سے تصادم نہیں ہوتا، کیونکہ یہ مرزا صاحب کو محض ایک مجدد مانتے تھے۔

یہ الگ بات ہے کہ خود مرزا صاحب کے دعاوی سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی، مگر انہوں نے مرزا صاحب کو جس روپ میں پیش کیا ہے اس سے مرزائیت کی بنیادیں بہرحال بدل جاتی ہیں اور یہ سلسلہ صرف ایک تبلیغی سلسلہ بن کر رہ جاتا ہے ــــ تبلیغ اسلام ان کا خاص موضوع تھا، جس کو یہ اپنے ڈھب پر کامیابی نبھاتے رہے ــــ ہمیں افسوس ہے کہ ان کی موت سے لاہوری جماعت احمدیہ ایک متین اور سنجیدہ اہل علم سے محروم ہو گئی ہے۔

(باقی آئندہ)

اخبار احمدیہ

ــــ وزیر آباد سے شیخ محمد عبداللہ صاحب ولد شیخ محمد جان صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

مکرمہ جناب والدہ صاحبہ کی بیماری پر بہت سے احباب نے اظہار ہمدردی بھی فرمایا اور دعا بھی فرمائی بزرگوں اور دوستوں کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ جناب والدہ صاحبہ اب بالکل صحت یاب ہیں احباب کی دعاؤں کا شکریہ

حضرت مولانا محمد علی صاحب کی عظیم المرتبت شخصیت کی وفات ایک ناقابل تلافی نقصان ہے

اتفاق و اتحاد کی نعمت کو ضائع نہ ہونے دو اور قومی بہبودی کیلئے اپنی ہر چیز کو قربان کر دو

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب مورخہ ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء

"میرے دل میں امارت یا صدارت کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ صدارت یا امارت کا خیال تک بھی کبھی کسی وقت میرے دل میں نہیں گذرا اور نہ ہی اس وقت موجود ہے۔ میں سرداری نہیں چاہتا ہاں ایک سپاہی کی طرح پوری جدوجہد کیساتھ جماعت کی ترقی و استحکام کیلئے کام کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ وباللہ التوفیق"

یہ وہ الفاظ ہیں جو حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء کو خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمائے۔ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے آپ پر رقت طاری ہو گئی اور آپ کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو جاری تھے یہاں تک آواز نکلنی دشوار ہو گئی۔ یہ خطبہ جو آپ نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے، من و عن درج ذیل ہے :-

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا و انتم مسلمون ○ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا ○

خدا خوفی اور قومی اتفاق و اتحاد

ان آیات میں جو میں نے تلاوت کی ہیں زندگی بھر کے معاملات میں تقوے اور خدا خوفی اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اور اس کے ساتھ قومی اتفاق و اتحاد پیدا کرنے اور اجتماعی طاقت کے بڑھانے کے متعلق احکام دیئے گئے ہیں۔ اجتماعی قوت کے حصول سے پیشتر خدا خوفی کی زندگی اختیار کرنے کی تلقین اس لئے ہے کہ اقتدار و طاقت کے بڑھنے سے قوم ظلم و فساد کا طریق اختیار کرنے سے اجتناب کرے اور طاقت کے استعمال میں خدا خوفی اور اس کی رضا اور اس کی مخلوق کی خیر خواہی ملحوظ رکھے۔ اجتماعی طاقت و اقتدار پر خدا کی برکات نازل ہوتی ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ید اللہ علی الجماعۃ۔ کیونکہ اجتماعی طاقت کے بغیر دنیا میں نیکی نہیں پھیلائی جا سکتی اور نہ ہی اجتماعی طاقت کے بغیر ہم بدی کو مٹا سکتے ہیں اس حکم کے اندر دو لفظ خصوصیت سے غور کے قابل ہیں ایک یہ کہ دنیا کے تمام کے تمام مسلمان مل کر حبل اللہ کو مضبوطی اور طاقت کے ساتھ پکڑیں۔ جیسا کہ جمیعاً کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ آیت کریمہ انما المؤمنون اخوۃ کی بنا پر تمام اسلامی دنیا کے افراد اور قومیں بھائی بھائی ہیں، اس عظیم الشان برادری کے لئے حکم ہے کہ آپ لوگ تمام کے تمام اس رسی کو مضبوطی اور طاقت سے پکڑو۔ وہ کونسا مسلمان ہے اور کونسی قوم ہے جو کسی بنا پر اس حکم کی عدولی کرتے ہوئے سواد اعظم سے باہر کھڑے رہنے کی جرأت کر سکتی ہے۔ اگر ہم اس حکم کے الفاظ اور اس کی روح پر عمل کریں تو دنیا میں ہماری جیسی کسی قوم کے اندر طاقت نہیں آ سکتی اور نہ ہی ہمارے برابر کسی قوم کی عزت نظر آ سکتی ہے وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا گیا کہ حبل اللہ کیا ہے تو فرمایا:-

القران ھو حبل اللہ الممدود
من السماء الی الارض۔

اس رسی کو مضبوط پکڑنا ہی ہمارا دین ہے۔

تفرقہ و تشتت کے بدنتائج

دوسری طرف اگر ہم اس حکم کی نافرمانی کریں اور اسلام کی رسی سے جاہل ہونے کا ثبوت دیں تو خدا اور اس کا رسول کبھی ہم سے راضی نہیں ہو سکتے۔ اور ہمارے لئے اس جہالت اور اس نافرمانی کی پاداش میں ذلت و رسوائی کا مزہ چکھنا ضروری ہے۔ دوسرے الفاظ جو غور کے قابل ہیں وہ لا تفرقوا ہے۔ سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے جہاں اتحاد و اتصال کی برکات کا ذکر فرمایا ہے وہاں تفرقہ و تشتت کے بدنتائج سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔ فرمایا تفرقت بنو اسرائیل علی احدی سبعین فرقۃ فھلکت۔ یعنی تورات کے پیرو بنی اسرائیل باوجود توحید پر قائم ہونے کے باوجود ایک عظیم الشان پیغمبر کی امت ہونے کے اور باوجود تورات کے احکام کی پابندی کے تباہ و برباد ہو کر رہ گئے کیونکہ وہ تفرقہ کی مرض مہلک میں مبتلا تھے تفرقہ کی مرض جس طرح یہود کے لئے مہلک ثابت ہوئی اسی طرح مسلمانوں کے لئے بھی یہ مرض مہلک ہوگی۔ اس تباہ کن خطرہ کے پیش نظر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کو متنبہ فرمایا کہ اگر تم بھی اس خطرناک مرض کا شکار ہو گئے تو تمہارے لئے بھی تباہی و بربادی اور ذلت و رسوائی مقدر ہے۔ کسی گروہ کی عبادت کسی کے نوافل کسی قوم کی پابندی صوم و صلوٰۃ، کسی قوم کی قرآن دانی اور کسی قوم کا یہ فخر کہ ہمارے ہی اعتقادات صحیح ہیں کام نہ آئیں گے ستفترق امتی علی اثنتی و سبعین فرقۃ فتھلکوا۔ جب میری امت کے لوگ بجائے وحدت پر قائم رہنے کے اپنے تئیں بہتر فرقوں میں تقسیم کر لیں گے تو وہ برباد ہو جائیں گے۔ وہ لوگ جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہے۔ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے کلمات طیبات پر یقین محکم رکھتے ہیں ان کے لئے یہ خوف کا مقام ہے۔ چاہیئے کہ اہل اسلام کی تمام اقوام اور تمام کی تمام جماعتیں اس پر غور و فکر کریں۔ اور ان راہوں پر گامزن ہوں جو ہمارے اتحاد اور قوت اور عزت اور ترقی کا باعث ہوں۔ اور تمام ان طریقوں سے اجتناب کریں جو ہم کو ہلاکت کی طرف لے جانے والے ہیں جہاں اس اہم مسئلہ میں تمام مسلمانوں کو گہری دلچسپی لینے اور اس پر کاربند ہونے کی ضرورت ہے وہاں ہماری اس چھوٹی سی جماعت کو بھی آج اس نازک وقت میں اس فرمان الٰہی پر پہلے سے بہت بڑھکر عمل پیرا ہونیکی ضرورت ہے

حضرت مولانا محمد علی صاحب کی عظیم المرتبت شخصیت

ہم آج مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کی وفات حسرت آیات سے متاثر ہیں ہم محزون و مغموم ہیں۔ ہماری قوم محسوس کرتی ہے کہ اجل کے ہاتھ نے ایک عظیم المرتبت شخصیت کو ہم سے چھین

لیا ہے۔ یہ سانحہ ہماری جماعت کے لئے ناقابل تلافی نقصان کا موجب ہے ہم جانتے ہیں اور تمام لوگ ہمارے ساتھ اس معاملہ میں اتفاق کریں گے کہ یہ نقصان صرف اس جماعت کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام اسلامی دنیا کے لئے قومی نقصان ہے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو علم ہے کہ حضرت مولانا صاحب مرحوم و مغفور نے گرانقدر لٹریچر پیدا کیا ہے۔ جس میں اسلام کے محاسن بیان کئے گئے اور جس میں دفاع اسلام کے لئے بیش بہا معلومات کے خزانے و دفینے جمع کر دیئے گئے۔ دوست اس لٹریچر پر فخر کرتا ہے اور مخالف اس سے مرعوب ہے۔ اس قسم کا لٹریچر پیدا کرنا محنت شاقہ چاہتا ہے۔ یہ لٹریچر حضرت مولانا صاحب مرحوم کی پچاس سالہ لگاتار ان تھک محنت کا نتیجہ ہے۔ جب کام کرتے کرتے ان کی عمر اسی کے قریب پہنچ گئی اور انہوں نے ان خدمات عالیہ کو سرانجام دے لیا تو حکمت الٰہی نے ان کو دینی اور دنیوی کاموں سے پورے طور پر سرخروئی اور کامیابی حاصل کر لینے کے بعد اپنے پاس بلا لیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

اس دردناک موقعہ پر پاکستان کے تمام اطراف و اکناف سے ہماری قوم کے افراد جمع ہوئے تاکہ آنجناب کے لئے دعائے مغفرت کریں اور خراج عقیدت پیش کریں۔ ہماری قوم طبعی طور پر صدمہ زدہ ہے۔ لیکن رضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرتی ہے۔ اس قوم نے صبر و شکیبائی کا نمونہ حضرت مسیح موعود کی اچانک موت پر بھی دکھایا تھا اور اس جلیل القدر اور عالی مرتبہ انسان کی موت پر بھی جس کو نورالدین اعظم کہتے ہیں کل من علیہ فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام انا للہ و انا الیہ راجعون ایک حکیم خدا تعلیم ہے۔ یہ تعلیم ہمارے لئے تسلی و تسکین کا باعث ہے کہ ہم خدا کی مخلوق ہیں نہیں ہم اس کی مملوک ہیں جب ہر شخص اپنی ملکیت کے لئے جذبۂ محبت اور جذبۂ حفاظت رکھتا ہے۔ تو خدا جو ہمارا خالق ہے اور مالک ہے وہ موت کے وقت ہم کو اپنی رحمت و کرم کی آغوش میں لے لیتا ہے اور ہم کو ضائع ہونے سے محفوظ کرتا ہے۔

حضرت مولنا مرحوم و مغفور نے اس کام کو جو حضرت مسیح موعود نے اپنی جانشین انجمن اور جماعت کے سپرد کیا تھا نہایت خوبی سے چلایا۔

جماعت کا فرض

اب ہماری جماعت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ پورے اخلاص اور ہمت کے ساتھ اور پوری تن دہی کے ساتھ اس کام کو چلاتی رہے فاتلوا علیہ قاتل علیہ کا جملہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے اس عزم کے لئے جہاں اخلاق و ایثار کی ضرورت ہے وہاں اتحاد کامل کی اشد ضرورت ہے اس لئے ہماری جماعت کے لئے جو اپنے اخلاص اور یک جہتی کے لئے مشہور و معروف ہے لازم ہے کہ پہلے کی نسبت زیادہ اس طرف توجہ دے اور اس امر پر خصوصیت سے چوکس ہو کر نگاہ رکھے کہ ہمارے اندر اختلاف رونما نہ ہو اور ہر اس امر سے بکلی اجتناب کرے جو تنازع کا باعث ہو سکتا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ عظیم الشان کام جس کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے قوم نے بڑھ چڑھ کر قربانیاں کی ہیں وہ برباد ہو جائے۔ ہم ذاتی مفاد کو چھوڑ دیں ہم ذاتی خواہشات اور تمناؤں کو ترک کر دیں ہم تعصبات کو اجازت نہ دیں کہ وہ ہمارے قیمتی شیرازہ جماعت کو درہم برہم کر کے رکھ دے۔ ہم نہ منصب کے حاصل کرنے کی خواہش کو اپنے دل میں جگہ دیں۔ اور نہ ہی اس کے لئے دنیاداروں کی طرح سعی کریں

اپنے متعلق

میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس ضمن میں کچھ اپنے متعلق بھی عرض کر دوں۔ حضرت مولنا کی اس خطرناک بیماری کے ابتداء کے وقت پچھلے سال مجلس معتمدین کے اجلاس میں میں نے اس بات کا اظہار کیا تھا کہ میرے دل میں امارت یا صدارت کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ صدارت یا امارت کا خیال تک بھی کبھی میرے دل میں نہیں گذرا۔ اور نہ ہی اس وقت موجود ہے۔ میں اپنی کم بضاعتی کا معترف ہوں اور میں جانتا ہوں کہ میرے ناتوان کاندھے اتنی اہم ذمہ داری کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس کے علاوہ میں اپنی جماعت کی خدمت میں التماس کرتا ہوں اور ان کو مشورہ عرض کرتا ہوں کہ دانشمندی بھی متقاضی ہے کہ قوم مجھے ان کاموں کے لئے منتخب نہ کرے میں سرداری نہیں چاہتا۔ ہاں ایک سپاہی کی طرح پوری جد و جہد کے ساتھ جماعت کی ترقی و استحکام کے لئے کام کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں

وباللہ التوفیق۔

اختلاف رائے

اختلاف آراء ہوتا آیا ہے۔ اور ہوتا رہے گا اگر اختلاف حق کے لئے ہے تو وہ رحمت ہے اگر اختلاف اپنی ذاتی اغراض و منافع کے لئے ہو تو وہ سراسر بربادی ہے۔ اختلاف رائے کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اختلاف امتی رحمۃ۔ اختلاف رائے کے ذریعہ سے ہمیں اپنی کم فہمی کا علم ہو جاتا ہے انسان ایک شیشے کی مدد سے صرف اپنا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔ لیکن اگر آئینے دو ہوں تو پشت پر بھی نگاہ ڈال سکتا ہے اسی طرح ایک مومن دوسرے مومن کی رائے کے آئینہ میں اپنی کمی اور اپنے نقص کو دیکھ لیتا ہے۔ پھر ان مختلف آراء کے ذریعہ سے ایک صحیح موقف قائم کر لیا جاتا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا المومن مرآۃ المومن یعنی ایک مومن دوسرے مومن کے لئے بمنزلہ آئینہ ہوتا ہے۔ حضورؐ کی یہ حدیث قرآن کریم کی آیت کریمہ وامرھم شوریٰ بینھم کی ایک تفسیر اور وضاحت ہے۔ ہماری جماعت میں ہولی قرآن ٹرسٹ کے متعلق اختلاف آراء ہوا۔ اس اختلاف آراء نے۔۔۔۔ ایک صحیح موقف کی طرف راہبری کی چنانچہ ہماری تمام کی تمام جماعتوں نے اتفاق رائے کے ساتھ ہولی قرآن کے ٹرسٹ کے توڑ دینے کے لئے حضرت مولنا مرحوم و مغفور کی خدمت میں عرض کیا تو انہوں نے اپنی رائے کو ترک کر کے ٹرسٹ کو کالعدم قرار دیا۔ ہم مسلمانوں کو ہر نیکی کے کام کے بعد استغفار کی طرف متوجہ ہونے کا حکم ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان پر نماز و روزہ کے بعد اور حج کے مناسک ادا کرنے کے بعد استغفار کرنا لازم ہے۔ میں اس اقدام کے بعد حضرت رب العزت کے حضور میں اپنی کوتاہیوں اور تقصیروں کی معافی کے لئے نہایت اخلاص اور عجز کے ساتھ استغفار پڑھتا ہوں اور اسی طرح سے جماعت کے تمام احباب کرام کی خدمت میں ادب و اخلاص کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ اس اقدام سے اگر کسی صاحب کو تکلیف ہوئی ہو تو وہ بکمال مروت اور وسعت قلبی سے مجھے معاف کر دے اور میرے لئے دعا کرے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین۔ میں جماعت کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ہر چیز کو جماعت کے اتحاد کے لئے قربان کر دوں گا۔ چونکہ اتصال و اتحاد پر ہماری تمام کامیابیوں کا انحصار ہے۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک فرد پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ ہر قیمت پر اور ہر قربانی دے کر اتفاق و یک جہتی جیسی متاع گرانقدر کے حصول کیلئے تم کی تمام توجہ مرتکز کر دے خدا تعالیٰ ہماری اس نیت اور ہمارے اس ارادے اور سعی کو اپنے کرم و فضل سے بابرکت کرے اور ہماری قوم کی توقیر اور عزت و عظمت قائم رکھے اور اس میں اضافہ فرماوے آمین یا رب العالمین۔

مجلس معتمدین کا آئندہ اجلاس

میں یہاں پر اس بات کا اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ مجلس معتمدین کا اجلاس ۲۸ر اکتوبر بروز اتوار گیارہ بجے دن کے منعقد ہو گا۔ اس اجلاس کی نزاکت اور اہمیت ظاہر ہے۔ اس موقعہ پر جمع ہونے سے پیشتر ارکان مجلس معتمدین کا فریضہ ہے کہ اپنی جماعت سے مشورہ کرنے کے بعد یہاں تشریف لائیں ما تشاور قوم الاھدوا الارشد امرھم ارشاد نبوی ہے اس پر ہمارا ایمان ہے اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اہم اور نازک کام میں ہماری رہبری فرمائے اور ہم میں سے ہر ایک کو توفیق عطا فرماوے کہ ہم اس اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے ضبط نفس سے کام لیں۔ اخلاص اور متانت ہمارا شیوہ نظر آئے۔ ہم ہوائے نفس سے بکلی پاک رہیں اور قومی بہبود کے لئے ہم اپنی ہر چیز کو قربان کر دیں۔ اور جو فیصلہ ہماری قوم کرے اس پر ہم راضی ہوں اور اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اور فیصلہ ہو جانے کے بعد اپنی ذاتی رائے کو ترک کر دیں۔ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو تمام ان توفیقوں سے مالا مال کر دے اور ہمارے دلوں کو اس جذبہ سے معمور کر دے کہ ہم ایک ایسے امام کی جماعت ہیں جو قال اللہ اور قال الرسول پر قائم رہنے کی۔۔۔۔ تلقین فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک مشن ہمارے سپرد کیا ہے جو اشاعت اسلام ہے۔ خدا تعالیٰ کی جناب میں دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق عنایت کرے کہ اس مشن کو باحسن وجوہ کامیابی سے چلانے کے لئے پورا پورا زور لگائیں۔

آمین یا رب العالمین

خاکسار: صدرالدین ۱۹ر اکتوبر ۱۹۵۱ء

اسلامی جمہوریت کی برکات

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے دنیا میں عوام کی اعلےٰ صلاحیتوں کی نشوونما پر نہ صرف زور دیا بلکہ ایسا نظام قائم کیا جس سے یہ مقصد بروئے کار آجائے۔ اگرچہ مغربی دنیا نے جو کچھ مادی ترقی کی ہے اس کا بیشتر باعث ان اقوام میں اسلامی جمہوریت کی روح کا پایا جانا ہے مگر موجودہ زمانہ میں بعض جگہ فسطائی نظام قائم کیا گیا اور کئی لوگ ایسے ہیں جو آمرانہ رجحانات کے حامی دکھلائی دیتے ہیں۔ اس لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً اس امر پر روشنی ڈالی جائے کہ مذہب اسلام نے جو جمہوری نظام کی بنیاد قائم کی اور اسے اسلامی سوسائٹی میں رائج کیا تو ایسے اقدامات میں کیا مفادات مضمر ہیں بظاہر یہ معلوم ہوگا کہ آمرانہ نظام میں امور انتظامیہ جلد و سرعت سے انجام پاتے ہیں اور اس کے ذریعے کسی جماعت کے اندر مقصد کی انجام دہی کے لئے اطاعت... کا جوہر ترقی پاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جماعتی مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے کارکنوں اور افراد میں صحیح انتظامی سپرٹ کا پایا جانا نہایت ضروری شئے ہے اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ فسطائی نظام میں افراد مشین کے ایک کل پرزے کی مانند حرکت کرنے لگ جاتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی دو امور قابل غور ہیں اوّلاً یہ کہ آمرانہ نظام میں آزادی خیال کو کچل دینے کے سبب مقاصد کے بارہ میں جو نظریہ قائم کیا جاتا ہے وہ صرف ایک فرد واحد یا چند اشخاص کا قائم کردہ ہوتا ہے۔ اگر آمر اس میں غلطی کا مرتکب ہو، وہ غلطی خود غرضی کے جذبہ کے ماتحت دانستہ ہو یا وہ غلطی نیک نیتی کی بنا پر ہو دونوں صورتوں میں آمرانہ نظام میں یہ گنجائش موجود نہیں ہوتی کہ بنیادی غلطی یا غلط کاری کی روک تھام ہو سکے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ساری کی ساری جماعت تباہی کے گڑھے میں جا گرتی ہے اور اس کے بچنے کی کوئی سبیل باقی نہیں رہتی چنانچہ ہمارے زمانہ میں اس کی نمایاں مثالیں جرمنی اور اٹلی کے ممالک میں ہٹلر و مسولینی کے آمرانہ اقتدار ... کا عبرتناک انجام پیش کر رہی ہیں لیکن اس کے علاوہ ایک اور مہلک و زبردست جذبہ آمرانہ نظام میں کارفرما ہوتا ہے اور وہ ہے تشدد کے ماتحت جذبۂ خوف و ہراس کا عوام کے اندر پیدا کیا جانا۔

کوئی آمرانہ نظام بجز انتہائی جذبۂ خوف و ہراس پیدا کئے قائم نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ وہ کامیاب ہو اور یہ امر ہر کس و ناکس پر واضح ہے کہ خوف و ہراس کے جذبہ سے انسان کے اعلیٰ ذہنی و اخلاقی قوٰی مرجاتے ہیں اعلیٰ صلاحیتیں کچلی جاتی ہیں، علم نفسیات کے ماہر اس بنیادی اصول پر متفق ہیں کہ اعلیٰ استعدادوں کی ترقی کے لئے جس قدر آزادی، حوصلہ افزائی اور محبت کے جوہر ممد و معاون ثابت ہوئے ہیں اسی قدر جبر و تشدد، تحکم و خوف انسانی صفات کو دبانے اور مٹا دینے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ پس آمرانہ نظام میں نہ صرف مقاصد عالیہ کے اوجھل ہو جانے کا خطرہ درپیش ہے بلکہ عوام کی اعلےٰ صلاحیتوں کے یکسر کچلے جانے کا یقینی اندیشہ موجود ہے، اسلام نے انسان کو اگر دوسری تمام مخلوق سے ممیز کیا ہے تو اس کا صرف یہی باعث ہے کہ وہ اس میں عقل و تمیز کو تسلیم کر کے اسے آزادانہ طور پر اپنی اعلےٰ صلاحیتوں کو نشوونما دینے کا حق عطا کرتا ہے، قرآن کریم کی تعلیم نے تو انسان کو اس کا یہ حق یہاں تک عطا کیا ہے کہ حق و باطل اور ایمان و کفر میں بھی اسے انتخاب کرنے کا آزادانہ اختیار بخشا ہے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر یہاں پر بھی بعض اصحاب یہ غلط استدلال پیش کر دیا کرتے ہیں کہ جبکہ ایمان انسان کے اپنے فائدہ کی بات ہے اور کفر اس کی تباہی کا موجب ہے تو ایمان پر جبراً قائم کرانا کیوں منع ہے مگر قرآن کریم نے محکم اور واضح طور پر اس امر کا فیصلہ فرما دیا کہ لا اکراہ فی الدین دین کی قبولیت کے معاملہ میں جبر و اکراہ کو دخل نہیں۔ بلکہ اس بارہ میں یہاں تک فیصلہ فرما دیا کہ ضمیر کی آزادی کو قائم کرنے کے لئے اگر مسلمانوں کو جنگ بھی کرنا پڑ جائے تو اس سے انہیں گریز نہ کرنا چاہیئے۔ جنگ کی اجازت جن شرائط کے ماتحت دی گئی ہے ان میں سب سے بڑی یہی ہے کہ ضمیر کی آزادی کا قیام ہو۔ جیسے کہ ارشاد ہوا وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللّٰہ والمستضعفین من الرّجال والنساء والولدان الذین یقولون ربّنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا۔ کیا سبب ہے کہ تم خدا کی راہ میں جنگ نہ کرو حالانکہ تشدّد و ظلم کا یہ عالم ہے کہ مظلوم و تحت اس سے نجات پانے کے لئے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ ان قرآنی اصولوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے عمل سے ثابت کر دکھلایا۔ جب فتح حاصل ہوئی اور مخالفوں اور دشمنوں پر غلبہ و حکومت پائی تو نہ صرف دین و مذہب میں جبر سے کلی پرہیز کیا اور ضمیر کی مکمل آزادی دے دی بلکہ ایسا نظام حکومت قائم کر دیا جس میں دوسرے مذہب کی آزادی کو تسلیم کیا گیا اور اپنے ہم مذہب یعنی مسلمان قوم کا نظام شوریٰ پر رکھا گیا۔ جنگ احد کی مثال اس کا واضح ثبوت ہے، اس جنگ میں اکثریت صحابہ کی رائے پر عمل کیا گیا جو آنحضور صلعم کی ذاتی رائے کے مطابق نہ تھا پھر نتیجہ بھی بعد میں عظیم نقصان کی صورت میں نکلا مگر اتنے بھاری نقصان کے بعد بھی جو آنحضور صلعم کی رائے کے خلاف عمل کرنے کے باعث ہوا قرآن حکیم میں حکم نازل ہوا

وشاورھم فی الامر

باوجودیکہ آپ کی رائے کے خلاف عمل پیرائی سے نقصان ہوا اور اکثریت کا مشورہ غلط تھا مگر پھر بھی تم پر لازم ہے کہ انہیں مشورہ میں شامل کر لیا کرو۔ جب خود آنحضور صلعم پر مشورہ لازم ٹھہرا تو ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا باہمی شوریٰ پر عمل پیرا ہونا کس قدر زیادہ ضروری و تاکیدی بات ہے چنانچہ خلفاء راشدین کا صرف تقرر شوریٰ کی بناء پر کیا گیا بلکہ ان کے زمانہ میں اکابر صحابہ کرام کی مجلس مشاورت کا قیام اور ان سے استفادہ حاصل کرنا مسلمہ تاریخی امور ہیں بلکہ ان کی اکثریت کے فیصلہ کو بشرطیکہ وہ خدا و رسول کے صریح احکام کے برخلاف نہ ہو خلیفۂ وقت کا قبول کرنا ثابت ہے۔

اسلامی جمہوریت کا جنازہ

اس میں تو ذرہ بھر بھی کلام نہیں کہ قرآن کریم کی واضح تعلیم، آنحضور صلعم کی عملی زندگی اور خلفاء راشدین کا نظام حکومت جمہوریت کی صحیح روح سے لبریز ہے اور یہ ایک ایسا اقدام ہے جو مذہبی دنیا میں سب سے پہلے اسلام نے اٹھایا اور یہ اسی اقدام کی برکت کا نتیجہ تھا کہ دنیا میں ایک ایسی نئی تہذیب معرض وجود میں آئی کہ جس نے عوام کی اعلےٰ صلاحیتوں کو ارتقائی نقطہ پر پہنچا دیا اور یہی وہ امتیازی خصوصیت ہے جس کے معترف سخت سے سخت مخالف اور دشمن اسلام بھی ہیں۔ لیکن یہ امر واقعی قابل افسوس ہے کہ اس آزادانہ و جمہوری نظام کی برکت سے دنیا جلد ہی محروم ہو گئی۔ اگرچہ اس میں تو شبہ نہیں کہ مسلمان عوام کے اندر اسلامی جمہوریت کی صحیح سپرٹ صدیوں تک قائم رہی مگر حکومت میں کارفرما ہونے کے لحاظ سے یہ اسلامی جمہوری نظام حضرت معاویہ رضؓ نے ختم کر دیا اور بعد میں پرانے بادشاہی و ملوکانہ نظام کا دور دورہ ہو گیا۔ یزید کی حکومت کے خلاف حضرت امام حسین رضؓ کی بغاوت اسی لئے ایک شاندار کارنامہ اور شہادت کا مرتبہ رکھتی ہے کہ یزید نے اپنے آپ کو وہ مقام دے دیا جہاں وہ قوم کے سامنے جوابدہ نہ رہا تھا۔ اب وہ بجائے خلفاء راشدین کی پوزیشن کے اپنے آپ کو مطلق العنان اور غیر مسئول آمر قرار دینے لگ پڑا کہ جسے عوام کی نہ پرواہ کی ضرورت ہے اور نہ وہ قوم کے روبرو کسی طرح جوابدہ ہوتا ہے اب وہ لوگ جو صحیح اسلامی جمہوریت کی بجائے آمرانہ و فسطائی نظام کو زیادہ قابل ترجیح و اعلیٰ قرار دیتے ہیں آئیں اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں اپنے نظریہ پر نظرثانی کریں۔ جو کچھ فروغ کہ اسلام نے پھیلائی دوست و دشمن دونوں اس کے معترف ہیں کہ اس کا باعث اس کی صحیح اسلامی جمہوریت کی روح ہے نہ کہ کچھ اور۔ جب یہ روح نظام سلطنت سے جاتی رہی تو وہ پرانے جاہلی نظام میں مبدل ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور اسلامی جمہوریت کا احیاء

حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ احیاء تجدید اسلام کامل ثابت نہ ہو سکتا اگر آپ منجملہ دیگر اسلامی اصولوں کے احیاء کے اس بنیادی اصول جمہوریت و آزادی کی عملی تجدید نہ کر دکھلاتے۔ اگرچہ آج سے نصف صدی قبل مسلمانوں کی گھٹی میں پیر پرستی و گدی پرستی رچ چکی تھی اور اگرچہ ہر مذہبی لیڈر اسی بات میں اپنی طاقت و قوت اور مفاد کو دیکھتا تھا کہ وہ اپنے پیرؤوں میں غیر مسئول و مطلق العنان حیثیت اختیار کئے رہے لیکن یہ حضرت مسیح موعودؑ کے جذبات کمال بے نفسی اور اطاعت رسول صلعم پر دال ہے کہ آپ نے اپنے بعد جو نظام جماعت قائم کرنے کی وصیت فرمائی وہ خالصتاً اسلامی جمہوریت کا آئینہ دار ہے نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ نے ایسی وصیت کرنے پر اکتفا کیا جو جماعتی نظام کے بارہ میں آپ کی وفات کے بعد قابل عمل ہو بلکہ آپ نے خود اپنی زندگی میں ایسے جمہوری نظام کو قائم و رائج کر دیا رسالہ الوصیت میں فرمایا:۔

> ”اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہے گی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایات مذکورہ بالا خرچ کریں گے ——
>
> اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جائے گا تو وہ لوگ جو اس کے

جانشین ہوں گے ان کا بھی یہی فرض ہوگا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجا لاویں۔"

اور ضمیمہ الوصیت میں اس کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"میں نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالے اپنا مال کرو گے۔"

نیز فرمایا:۔

"چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے انجمن کو دنیاداری کے طریقوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہوں گے"

پھر اسی ضمیمہ میں انجمن کے ممبروں کی بعض صفات کا بھی ذکر کر دیا:۔

"انجمن کے تمام ممبر ایسے ہوں گے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں اور پارسا طبع اور دیانت دار ہوں اگر آئندہ کسی کی نسبت یہ محسوس ہوگا کہ وہ پارسا طبع نہیں ہے یا یہ کہ وہ دیانت دار نہیں یا یہ کہ وہ ایک چالباز اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے تو انجمن کا فرض ہوگا کہ بلا توقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے"

چنانچہ آپ نے خود اپنی زندگی میں صدر انجمن بنا کر اس میں سے چودہ معتمد اصحاب کو ممبر بنا کر ان کے سپرد جماعت کے معاملات کو کر دیا ایک موقعہ پر جب انجمن کے ممبروں میں کچھ اختلاف ہوا اور اسے حضرت مسیح موعود کے روبرو پیش کیا گیا تو آپ نے مندرجہ ذیل تحریر اپنے قلم سے لکھ کر دیدی:۔

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے لیکن اس قدر میں زیادہ پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہیں کرے گی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔"

والسلام ۔ مرزا غلام احمد ۲۷؍اکتوبر ۱۹۰۷ء

ان اقتباسات سے مندرجہ ذیل امور واضح ہیں:۔

(۱) جماعت احمدیہ کے نظم و نسق کی انجام دہی کے لئے اس کے بانی علیہ السلام کے بعد انجمن ذمہ دار ہے۔

(۲) تمام قسم کی مالی آمدنی جو جماعت سے وصول ہو گی اس انجمن کی تحویل میں رہے گی جسے انجمن حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ اشاعت دین اور سلسلہ کے دیگر کاموں پر صرف کرے گی۔

(۳)۔ انجمن دنیاداری کے طریقوں سے پاک رہ کر ہر معاملہ میں صاف صاف اور مبنی بر انصاف فیصلہ کرے گی۔

(۴)۔ انجمن کے ممبر ایسے اصحاب ہوں گے جو پارسا طبع اور دیانتدار ہوں گے۔ غیر دیانتدار، چالباز اور دنیا پرست اصحاب انجمن کے ممبر نہ رہ سکیں گے۔

(۵)۔ اس انجمن کے فیصلے کثرت رائے سے طے کئے جائیں گے اور جو امر اکثریت سے فیصلہ ہو جائے اسے صحیح سمجھ کر اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

(۶)۔ یہ انجمن مجاز نہ ہوگی کہ حضرت مسیح موعود کے صریح و صاف فیصلوں کے خلاف کوئی بات طے کرے۔

جماعت احمدیہ میں اختلاف

حضرت مسیح موعود جماعتی نظم و نسق کے بارہ میں اس سے زیادہ اور کیا کر سکتے تھے کہ اپنی زندگی میں ہی جملہ اختیارات انجمن کو سونپ دیں لیکن یہ افسوس ہے کہ ایسی صریح وضاحت اور عملی اقدام کے باوجود حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ کی وفات پر اسی امر میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ جماعتی نظم و نسق جمہوری ہو یا شخصی۔ اور جب ایک فریق نے اس بات پر اصرار کیا کہ وہ فرد واحد کی کلی حکومت کو صحیح سمجھتے ہیں تو دوسرے فریق نے علیحدگی اختیار کر کے لاہور میں خالصۃً جمہوری نظام کو رائج کیا۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور مرحوم و مغفور اور آپ کے ساتھیوں کا یہ کارنامہ ہمیشہ سنہری حروف میں آئندہ تاریخ میں لکھا جائے گا کہ آپ نے آمریت و مطلق العنانی کے برخلاف آواز اٹھا کر اسلامی جمہوریت کے اصول کو پھر سے قائم کیا۔ منجملہ دیگر امور کے ایک بہت بڑی خوبی نظام جمہوری سے یہ ہے کہ شخصی نظام عارضی و غیر مستقل ہوتا ہے ایک آمر کے بعد اگر دوسرا جانشین مضبوط و قابل نہ مل سکے تو وہ نظام چل نہیں سکتا۔ برخلاف اس کے جمہوری نظام ایک دائمی حیثیت رکھتا ہے جس میں تمام جماعت کی قوت عمل و قابلیت کا عکس پایا جاتا ہے۔ خود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت میں جبکہ اسی امر کو بیان کیا ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے میری وفات کی خبر دی ہے میرا اب تم سے جدا ہو جانا ضروری ہے۔ مگر تمہیں میری جدائی کا غم و خوف دامنگیر نہ ہونا چاہیئے کیونکہ میرے بعد تم سب بحیثیت جماعت میری اغراض کی تکمیل کرنے والے ہو اور تمہارا یہ نظام دائمی ہے جسے آپ نے قدرت ثانیہ کا نام بھی دیا ہے۔ پس وہ شخصی دور جو بانی سلسلہ کی زندگی سے متعلق تھا جب ختم ہو گیا تو اب یہ جماعتی و ابدی دور شروع ہو گیا۔ آپ کے اس قسم کے طرز کلام سے صاف صاف عیاں ہے کہ شخصی نظام صرف ان اصحاب کی زندگیوں تک محدود ہوا کرتا ہے جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر مبعوث ہوتے ہیں مگر ان کے بعد وہ دائمی نظام جو جماعتی اور جمہوری ہوا کرتا ہے قائم ہو کر انہی اغراض و مقاصد کی تکمیل کرتا ہے جن کی داغ بیل بانی سلسلہ رکھ کر جاتے ہیں۔ چنانچہ اب یہ ایک حقیقت ہے کہ **اس وقت** جبکہ جماعت احمدیہ لاہور کو اپنے محبوب و عالی دماغ امیر کی وفات کا صدمہ درپیش ہے تو اسے اس امر سے کوئی تشویش و پریشانی لاحق نہیں کہ آپ کے بعد جماعت کے نظم و نسق کو کون سنبھالے گا یا یہ کہ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کے بعد اُن کی بلند پایہ شخصیت و قابلیت کا کوئی دوسرا آدمی موجود نہیں۔ بلکہ یہ جماعت نہایت سکون و اطمینان اور یقین و ایمان سے اس امر پر قائم ہے کہ الوصیۃ کا قائم کردہ نظام اور خلفاء راشدین کا طرز عمل اب بھی اس جماعت کی تقویت و مضبوطی کے لئے اسی طرح کارآمد ثابت ہوگا جیسے کہ حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ کے بعد جماعت احمدیہ لاہور کے قیام کا باعث ہوا۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ — مینیجر

پیغام صلح کا خاص نمبر

حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں "پیغام صلح" کا ایک خاص نمبر عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ تاریخ اشاعت کا اعلان بعد میں کیا جائے گا فی الحال وہ تمام احباب جن کو حضرت مولنا مرحوم کی زندگی کے کوئی خاص واقعات یاد ہوں، یا دینی مسائل یا جماعتی امور کے متعلق کوئی خطوط محفوظ ہوں وہ مہربانی فرما کر بہت جلد ایڈیٹر پیغام صلح کے نام بھیج کر ممنون فرمائیں، اہل قلم حضرات سے بھی درخواست ہے، کہ حضرت مولنا کے متعلق مقالات لکھ کر ارسال فرمائیں۔

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

اشتہار ایک غلطی کا ازالہ اور تبدیلی دعوے کا الزام

ان تمام کھلے اور محکم دلائل کے باوجود جن میں نہ صرف قرآن حدیث اور آئمہ امت کے بیانات سے انقطاع نبوت کا ثبوت ملتا ہے، بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے بھی بار بار اسی بات کا اعلان کیا ہے، اور کثرت مکالمہ مخاطبہ، یا مجازی نبوت سے بڑھکر جو ولایت محدثیت کے ہی اعلےٰ مراتب کے نام ہیں۔ اور کسی بات کا دعویٰ نہیں کیا........

میاں صاحب کا بیان کہ مسیح موعودؑ نبی اور محدث میں فرق نہ جانتے تھے

میاں محمود احمد صاحب نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ:-

"حضرت مسیح موعودؑ چونکہ ابتداً نبی کی تعریف یہ خیال کرتے تھے کہ نبی وہ ہے جو نئی شریعت لائے یا بعض حکم منسوخ کرے یا بلا واسطہ نبی ہو اس لئے باوجود اس کے کہ وہ سب شرائط جو نبی کے لئے واقع میں ضروری ہیں آپ میں پائی جاتی تھیں آپ نبی کا نام اختیار کرنے سے انکار کرتے رہے اور گو ان ساری باتوں کا دعویٰ کرتے رہے جن کے پانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے، بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے اس لئے اپنے آپ کو محدث کہتے رہے اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں۔"

(حقیقۃ النبوۃ ص۱۲۴)

مکفرین مسیح موعودؑ سے میاں صاحب کا اتفاق

بعینہٖ یہی بات ۱۸۹۱ء میں مکفرین مسیح موعودؑ نے لکھی تھی:-

"اس الزام کے جواب میں شاید قادیانی یا اس کے حواری یہ دو عذر پیش کریں اول یہ کہ ہر چند قادیانی نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہدیا کہ اس نبوت کا دوسرا نام محدثیت ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نبوت کے دعوے سے محدثیت کا دعوےٰ مراد ہے نہ حقیقتاً اور مطابقی نبی ہونے کا دعوےٰ .... جواب یہ ہے کہ اگرچہ قادیانی نے یہ بات کہدی ہے کہ جس نبوت کا اس کو دعوےٰ ہے اور اس کا دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا اس کا دوسرا نام محدثیت ہے اور اسی محدثیت کے معنے سے نبوت کا وہ مدعی ہے مگر ساتھ اس کے اس نے محدثیت کے معنے ایسے.... کئے ہیں اور اس کی حقیقت کی ایسی تشریح کر دی ہے کہ اس سے بجز نبوت اور کچھ مراد نہیں ہو سکتا۔"

(فتوےٰ کفر ص۷۶-۷۷)

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے اس خیال کی تردید

پس پہلی بات تو میاں صاحب کے بیان کو غلط ثابت کرنے والی یہ ہے کہ ان کا بیان مکفرین کے اس خیال کے عین مطابق ہے، جس کو انہوں نے مسیح موعودؑ کی تکفیر کی سب سے بڑی وجہ قرار دیا اور حضرت مسیح موعودؑ نے بار بار اس کی تردید کی اور فرمایا:-

"وانی کتبت فی بعض کتبی ان مقام التحدیث اشد تشبیھًا بمقام النبوۃ ولا فرق الا فرق القوۃ والفعل وما فھموا قولی وقالوا ان ھذا الرجل یدعی النبوۃ واللّٰہ یعلم ان قولھم ھذا کذب بحت لا یمازجہ شیٔ من الصدق ولا اصل لہ اصلاً۔"

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱)

یعنے میں نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ تحدیث کا مقام مقام نبوت سے شدید مشابہت رکھتا ہے اور سوائے قوت اور فعل کے ان میں کوئی فرق نہیں، لیکن لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا بلکہ یہی کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے، اور اس میں ذرہ بھی سچائی کی چاشنی نہیں، اور نہ اس کا کوئی اصل ہے۔"

تبدیلی دعویٰ کا الزام اور اس پر اعتراضات

لیکن میاں صاحب فرماتے ہیں کہ اس عقیدہ کو حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۹۰۱ء میں تبدیل کر لیا تھا چنانچہ لکھتے ہیں:-

"اس عقیدہ کے بدلنے کا پہلا ثبوت اشتہار ایک غلطی کا ازالہ سے معلوم ہوتا ہے جو پہلا تحریری ثبوت ہے"

(حقیقۃ النبوۃ ص۱۲۴)

گویا میاں صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعود نے "ایک غلطی کے ازالہ" میں محدثیت کا دعوےٰ چھوڑ کر نبوت کا دعوےٰ کر دیا۔ اس پر ذیل کے اعتراضات وارد ہوتے ہیں:-

(۱) ایک نبی کا بارہ سال تک اپنے مقام اور منصب کو نہ سمجھنا اور نبی ہونے کے باوجود قسمیں کھانا کہ "میں تو مدعی نبوت نہیں" "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں" (مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص۲۲۳) وغیرہ کہاں تک جائز ہو سکتا ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص کو بادشاہ اپنا وائسرائے مقرر کر کے بھیجے اور وہ قسمیں کھا کھا کر لوگوں سے کہے کہ نہ بھائیو! میں تو وائسرائے نہیں، میں تو اس شخص پر جو وائسرائے ہونے کا دعوےٰ کرے لعنت بھیجتا ہوں کیا ایسا شخص وائسرائے کے منصب کے لائق ہو سکتا ہے؟ یہی حال اس مدعی نبوت کا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر بھیجے اور وہ بارہ سال تک بار بار قسمیں کھا کھا کر اپنی نبوت سے بیزاری ظاہر کرے مخالفین سمجھ جائیں کہ وہ جس چیز کو پیش کرتا ہے وہ نبوت ہے لیکن اسے خود سمجھ نہ آئے اور اسے نبوت نہیں محدثیت قرار دے (ازالہ اوہام ص۴۲۱) کیا ایسا شخص نبوت کے منصب پر کھڑا کئے جانے کے لائق ہے؟

(۲) ایک نبی کی نبوت پر ایمان لانا جس طرح دوسروں پر فرض ہے، اسی طرح اس کو خود بھی اپنی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ (البقرہ ۵ : ۲۸۵) جس طرح دوسرے لوگ ایک نبی کا انکار کر کے اولٰئک ھم الکافرون حقاً ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح خود وہ نبی بھی اپنی نبوت کا انکار کر کے کافر ہو جاتا ہے پس اس عقیدہ کے رو سے ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعود بارہ سال تک اپنی نبوت کا انکار کر کے معاذ اللہ کافر رہے کیا ایسا شخص منصب نبوت کے لائق ہو سکتا ہے؟

(۳) حضرت مسیح موعودؑ خود لکھتے ہیں اور ۱۹۰۱ء کے بعد لکھتے ہیں

"جس یقین کو نبی کے دل میں اس کی نبوت کے بارے میں بٹھایا جاتا ہے وہ دلائل تو آفتاب کی طرح چمک اٹھتے ہیں اور اس قدر تواتر سے جمع ہوتے ہیں کہ وہ امر بدیہی ہو جاتا ہے اور پھر بعض دوسرے جزئیات میں اگر اجتہاد کی غلطی ہو بھی تو وہ اس یقین کو مضر نہیں ہوتی...... نبیوں اور رسولوں کو ان کے دعوے کے متعلق اور ان کی تعلیموں کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے اور اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے کہ جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا"

(اعجاز احمدی ص۲۶ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

پس یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود بارہ سال تک اپنی نبوت کے بارہ میں غلطی میں مبتلا رہے آپ کے اس کھلے ارشاد کے خلاف ہے۔

(۴) عقیدہ کی تبدیلی میں کوئی معتربات نہیں ایک انسان کو اپنا ایک عقیدہ غلط نظر آئے تو اس کو بدل سکتا ہے لیکن دعوے کی تبدیلی میں اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے،

ایک غلطی کا ازالہ سے تبدیلی دعوے کے خلاف ثبوت

یہ تو تمام وہ دلائل ہیں جن سے تبدیلی دعوے کا الزام غلط ثابت ہوتا ہے۔ لیکن جس چیز کو میاں صاحب نے پہلا تحریری ثبوت قرار دیا ہے، یعنے "ایک غلطی کا ازالہ" اس کو بھی دیکھ لیجئے:-

(۱) ایک غلطی کا ازالہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:-

"ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوے اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دے دیتے ہیں کہ جو سراسر خلاف واقعہ ہوتا ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف

سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب دینا صحیح نہیں، حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور نبی موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں۔"

کیا ان الفاظ میں حضرت مسیح موعود نے اپنی کسی غلطی کا ازالہ کیا اور اپنے کسی دعوے کی تبدیلی کی ہے، یا اپنے کسی مرید کی اس غلطی کا ازالہ کیا ہے کہ اس نے کسی کے سوال پر آپ کے الہامات میں نبی و رسول کے الفاظ آنے کا انکار محض کیا؟ اگر یہ مرید کی غلطی کا ازالہ ہے، تو اس کو حضرت مسیح موعود کی تبدیلی دعویٰ کی بنا کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے؟

(۲) جس وحی کا حضرت مسیح موعود ؑ نے حوالہ دیا ہے، وہ اسی وقت کی وحی ہے جب میاں صاحب کے نزدیک بھی آپ دعوےٰ نبوت سے انکاری تھے، پس اسکو تبدیلی دعوے کی بنا نہیں قرار دیا جا سکتا۔

(۳) آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"بیشک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آ سکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں اسکو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت صلعم سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بیشک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیّین اور حدیث لا نبی بعدی اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔"

کیا یہ الفاظ دعوےٰ نبوت پر دال ہیں؟ صاف لکھا ہے کہ:۔

(۱) نہ نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا۔

(۲) سلسلہ وحی نبوت جاری ہونا صحیح عقیدہ نہیں۔

(۳) آیت خاتم النبیّین اور حدیث لا نبی بعدی اس کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔

ایسی کھلی تصریحات کے ہوتے ہوئے اسکو دعوےٰ نبوت کا ثبوت قرار دینا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔

(۴) پھر لکھا ہے:۔

"نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنے فنا فی الرسول کی"

کیا ان الفاظ کو دعوےٰ نبوت کہا جائے گا یا انکار نبوت کا ثبوت؟

(۵) پھر فرماتے ہیں:۔

"جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی و رسول کر کے پکارا ہے، سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی و رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔"

خود کشیدہ الفاظ میں صفائی کے ساتھ بتا دیا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں جس کو تبدیلی دعوے یا تبدیلی عقیدہ کا ثبوت قرار دیا جا سکے بلکہ جن معنوں سے نبی ہونے سے ہمیشہ انکار کرتا رہا ہوں انہی معنوں سے اب بھی انکار ہے اور جن معنوں سے کبھی انکار نہیں کیا ان معنوں سے اب بھی انکار نہیں کیا، کیا اسکو تبدیلی دعوے کہنا عقل و خرد کا ماتم کرنا نہیں؟

(۶) الفاظ بالا میں صفائی کے ساتھ بتایا ہے کہ:۔

"ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی شریعت کے"

بالفاظ دیگر یہی امتی نبی ہونے کا دعوےٰ ہے، جس کو ازالہ اوہام میں محدثیت قرار دیا تھا اور جسے الوصیت (مطبوعہ ۱۹۰۵ء) میں صرف نبی کہنا نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک قرار دیا ہے، گویا وہ نبوت ناقصہ رکھتا ہے جو محدثیت کی ہے، کیا اسکو تبدیلی دعوے قرار دیا جا سکتا ہے؟

(۷) جہاں نبوت کی تمام کھڑکیاں بند بتائیں وہیں یہ بھی فرمایا کہ:۔

"ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنے فنا فی الرسول کی۔"

ایسا ہی فرمایا:۔

"ہمارے نبی صلعم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو یا جس کو بغیر توسط آنحضرت اور ایسی فنا فی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمد اور احمد رکھا جائے یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جائے"

یہ عبارات کھلے طور پر بتا رہی ہیں کہ ایک "غلطی کا ازالہ" میں فنا فی الرسول والی نبوت کے سوائے جو تمام اولیاء اللہ کو ملتی رہی ہے، اور کسی اصل نبوت کا دعوےٰ نہیں، اور بھی بیشمار عبارات ہیں جن میں اپنے آپ کو محمد اور احمد کہا ہے، آنحضرت صلعم کا ظل اور بروز قرار دیا ہے اور اپنے آپ کو نفی وجود کے حکم میں رکھ کر آنحضرت صلعم ہی کا وجود قرار دیا ہے، یہ تمام تصریحات اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ آپ کا دعویٰ نبوت کا نہیں بلکہ فنا فی الرسول ہونے کا ہے اور یہ کہنا کہ "ایک غلطی کا ازالہ" میں آپ نے کسی تبدیلی دعوے یا تبدیلی عقیدہ کا اعلان کیا ہے، اپنی غلطی کا اعلان کرنا ہے۔

(نوٹ) اس عبارت کی تشریح کہ "تحریف کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنے اظہار غیب ہے" لغوی نبوت کی بحث میں ہو چکی ہے۔

تعزیتی پیغامات

(بذریعہ تار)

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر جو تعزیتی پیغامات چاروں طرف سے وصول ہو رہے ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔

(۱) پارہ چنار ۱۵ اکتوبر۔ بخدمت سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ حضرت امیر کی افسوسناک وفات پر میری ہمدردانہ تعزیت قبول کیجئے۔ نصیر الدین

(۲) بغداد ۱۴ اکتوبر۔ بخدمت مولٰنا صدر الدین صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

حضرت مولٰنا کی وفات سے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے جس کا سخت صدمہ ہے۔ حضرت کے غم زدہ خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔ قادری و سید تصدق حسین صاحب منجانب جماعت احمدیہ بغداد۔

(۳) سکرنڈ (سندھ) ۱۵ اکتوبر۔ بخدمت مولٰنا صدر الدین صاحب وائس پریذیڈنٹ۔ حضرت امیر کی وفات پر سخت رنج اور صدمہ ہوا، دلی تعزیت قبول کیجئے اور حضرت امیر کے خاندان کو یہ پیغام پہنچا دیجئے۔ سیکرٹری انجمن احمدیہ۔

(۴) اسی مضمون کا تار سکرنڈ سے میاں شریف احمد صاحب کی طرف سے وصول ہوا ہے۔

(۵) پشاور۔ ۱۵ اکتوبر۔ برادران پشاور کی طرف سے بیگم حضرت امیر کی خدمت میں ہماری دلی ہمدردی پیش کیجئے۔

(۶) سیالکوٹ۔ ۱۶ اکتوبر۔ بخدمت مولٰنا صدر الدین صاحب حضرت امیر کی وفات کی اطلاع دیر سے ملی، سب کو ہمدردانہ پیغام پہنچا دیجئے۔

غلام شبیر (ایس۔ ڈی۔ او۔ سیالکوٹ)

(۷) سری نگر۔ ۱۵ اکتوبر۔

بخدمت سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

حضرت امیر کی وفات جماعت احمدیہ سرینگر کے لئے صدمہ کا موجب ہے، جماعت کے غیر معمولی اجلاس میں گہرے رنج و اندوہ کا اظہار کیا گیا جماعت آپ کے ساتھ ماتم میں شریک ہے۔

عبد العزیز سیکرٹری

(۸) بدولا (سیلون)۔ ۱۵ اکتوبر۔

بخدمت سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس، لاہور۔

مولانا محمد علی کی وفات پر گہرے رنج و اندوہ کا اظہار کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان کی روح پر رحمت نازل فرمائے۔

سید محمد۔ فور بازار بدولا

(۹) کولمبو (سیلون) ۲۶ اکتوبر۔

بخدمت سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

ہم مولٰنا محمد علی صاحب کی وفات پر ان کی بے نظیر خدمات اشاعت اسلام کی بنا پر دلی افسوس اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی روح پر فتوح پر اپنے فضل و کرم کی بارش برسائے مہربانی فرما کر ہمارے جذبات کا اظہار غمزدہ خاندان سے کر دیجئے۔ مسلم لائبریری ✻

✻ (۱۰) علی پور۔ ۱۶ اکتوبر۔

بخدمت سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

حضرت امیر کی وفات پر جماعت کو بہت سخت صدمہ ہوا ہے، دلی رنج و اندوہ اور گہری ہمدردی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

محمد اقبال چغتائی سیکرٹری جماعت احمدیہ

حضرت امیرؒ کی وفات پر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سرینگر کا تعزیتی جلسہ

سرینگر - ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۱ء - کل شام کو ریڈیو پر یہ افسوسناک خبر سنی گئی کہ حضرت مولانا مولوی محمد علیؒ صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کراچی میں رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی - احمدیہ جماعت کے افراد خصوصاً اور دیگر مسلمان عموماً غمگین ہو گئے جماعت نے طے کیا کہ مسجد احمدیہ قلمدان پورہ اور سرینگر میں ۵ بجے نماز جنازہ ادا کی جائے - اور حضرت مولانا کی یاد میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا جائے -

چار بجے ہی سے مسجد احمدیہ میں لوگ جمع ہونے لگے - افراد جماعت کے علاوہ غیر از جماعت احباب بھی جمع ہوئے - سب اداس اور غمگین تھے - پورے ۵ بجے حضرت مولانا کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا - پھر نماز عصر کے بعد جلسے کی کارروائی بزیر شیخ عبد الصمد صاحب ٹیلر ماسٹر کی صدارت میں شروع ہوئی - جلسے کا آغاز ملک محمد مقبول صاحب آڈیٹر فوڈ کنٹرول ڈیپارٹمنٹ اور محمد علی صاحب بی اے اکونٹنٹ سنگیٹ فارسٹ ڈویژن نے علی الترتیب تلاوت قرآن پاک سے کیا - اس کے بعد عبد العزیز صاحب ادیب فاضل ایڈیٹر "روشنی" نے حضرت مولانا کی زندگی کے مختصر واقعات بیان کئے اور ان پر تبصرہ بھی کیا - آپنے کہا کہ یوں تو ہم بے شمار جلسے مناتے چلے آئے ہیں - اور آئندہ بھی منائیں گے - لیکن آج کا اجلاس انوکھا اور اپنی قسم کا واحد ہے - کل دنیائے اسلام سیدنا امام حسین ...... کا ماتم کر رہی تھی - اور آج ہم دنیائے اسلام کی مشہور و معروف ہستی کا ماتم کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں - حضرت مولانا محتاج تعارف نہیں - دنیائے اسلام ہی نہیں، علمی دنیا کا بچہ بچہ آپ سے واقف اور آپ کی نمایاں اور شاندار خدمات اسلامیہ کا معترف ہے - ۱۸۹۱ء میں آپ کپورتھلہ ہائی سکول میں تعلیم پا رہے تھے - کہ سلسلہ احمدیہ سے متاثر ہوئے - اور حضرت مرزا صاحب کی بیعت کی ۱۸۹۷ء میں اسلامیہ کالج کے پروفیسر تھے - ۱۹۰۲ء میں آپنے قادیان جا کر ریویو آف ریلیجنز کی ادارت سنبھالی - ۱۹۱۰ء میں قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کرنا شروع کیا - جو ۱۹۱۸ء میں شائع ہو گیا - ۱۹۱۴ء میں موجودہ خلیفہ قادیان سے عقائد میں اختلاف ہونے کی بناء پر جب معزز ممبران جماعت نے علیحدگی اختیار کر کے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو قائم کیا - تو آپ اس کے صدر مقرر ہوئے آپ نے سیرت خیر البشر - بیان القرآن، اردو ترجمہ صحیح بخاری شریف، تاریخ خلافت راشدہ - ریلیجن آف اسلام، مینول آف حدیث، نیو ورلڈ آرڈر، لونگ تھاٹس آف پرافٹ محمدؐ وغیرہ جیسی معرکۃ الآرا کتابیں لکھیں - ۱۹۴۹ء میں انگریزی ترجمۃ القرآن کی نظر ثانی کا کام مکمل کیا -

آپ نے مولانا کی خدمات اور تالیفات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ سر اقبال مرحوم جسٹس سر شاہ سلیمان مرحوم، مولانا عبد الماجد دریابادی، مولانا محمد علی مرحوم آف کامریڈ - اور دیگر نامی گرامی اشخاص نے مولانا کو خراج تحسین ادا کیا ہے سب آپ کے مداح تھے - ازاں بعد آپنے امام الزمان حضرت مرزا صاحب کی کتب و تحاریر سے وہ الفاظ سنائے جن میں حضرت مولانا کو مخلص، عمدہ انسان، غریب طبع، باحیا، پرہیزگار، نیک فطرت، اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق قرار دیا ہے - آپنے کہا حضرت مولانا ہم سے جدا ہو گئے - لیکن اب کام کا بوجھ ہمارے کندھوں پر پڑ گیا ہے - مولانا مرے نہیں - بلکہ اپنی خدمات دینیہ کی بدولت ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے - اقبال نے کہا ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مولانا دیدہ ور تھے - آپنے اسلام سے متعلق ہر موضوع پر صحت مند اور بہترین لٹریچر پیش کیا ہے - اب اسے دوسروں تک پہنچانا ہمارا کام ہے - اخیر میں آپنے مولانا مرحوم کا پیغام بھی سنایا - کہ :-
"ہمارے وجود کی اصل غرض قرآن اور اسلام کو دنیا میں پہنچانا ہے - اس میں کمزوری واقع نہ ہو"۔

اس کے بعد ماسٹر عبد الصمد صاحب صائب منشی فاضل، ادیب فاضل نے حضرت مولانا کے متعلق دردانگیز انداز میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا اور کہا آج دنیائے اسلام کا ایک روشن ستارہ ڈوب گیا - پھر آپنے مسٹر محمد رمضان صاحب بی اے ملازم امپیریل بنک آف انڈیا کا لکھا ہوا ایک مضمون بھی پڑھ کر سنایا - جس میں حضرت مولانا کے اوصاف اور انکی خدمات دینیہ پر خراج تحسین ادا کیا گیا ہے جس سے حاضرین بہت متاثر ہوئے -

پھر ملک محمد مقبول صاحب نے دوبارہ تلاوت قرآن پاک کی -

ماسٹر محمد صدیق صاحب نے مختصر سی تقریر میں حضرت مولانا کی شخصیت اور آپ کی نمایاں اسلامی خدمات کا تذکرہ کیا - اس سلسلہ میں آپ نے اقوام متحدہ کی مذہبی کانفرنس کے سیکرٹری مسٹر "الموئی ولیم ابرک" کے اس خط کا بھی ذکر کیا - جس میں حضرت مولانا محمد علی صاحب اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی نمایاں اسلامی خدمات کا ذکر کیا گیا ہے -

اس کے بعد عبد العزیز صاحب نے ایک تعزیتی قرارداد پیش کی جسے ملک محمد مقبول صاحب نے اپنی تائید کے ساتھ ...... جماعت کے سامنے رکھا - یہ قرارداد متفقہ طور پر پاس ہوئی قرارداد کے الفاظ یہ ہیں :-

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سرینگر کا یہ تعزیتی اجلاس حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج و غم اور افسوس کا اظہار کرتا ہے اور اسے مسلمانان عالم کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان خیال کرتا ہے - اگرچہ مرحوم و مغفور نے اپنی زندگی کا مقصد بدرجۂ اتم تکمیل کو پہنچایا - پھر بھی آپ کا مبارک وجود نہ صرف احمدیہ جماعت کے لئے بلکہ مسلمانان عالم اور تمام علمی دنیا کے لئے فیض رساں تھا - اس لئے آپ کا اس وقت ساتھ چھوڑنا بہت بھاری نقصان اور قومی حادثہ ہے - جماعت سرینگر حضرت مولانا کے عزیز و اقارب اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو یقین دلاتی ہے - کہ اس غم میں ہم ان کے برابر کے شریک ہیں دعا ہے کہ خداوند کریم مرحوم و مغفور کو فردوس بریں میں جگہ دے - اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے آمین

قرار پایا کہ قرارداد کی نقول صدر انجمن کو بذریعہ تار اور مولانا کے عزیز و اقارب اور پریس کو بذریعہ ہوائی ڈاک بھیجدی جائیں"۔

اخیر میں صاحب صدر شیخ عبد الصمد صاحب نے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی بلند پایہ شخصیت اور آپ کے پیدا کردہ لٹریچر پر ولولہ انگیز الفاظ میں تبصرہ کیا - اور کہا کہ حضرت مولانا کے دل میں اسلام کی خدمت کرنے کی جو تڑپ تھی وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد اعظم ہی نے پیدا کی تھی - آپنے حضرت مولانا کا وہ مقام واضح کیا جو آپ کو دنیائے اسلام میں حاصل تھا - اخیر میں آپ نے مولانا کی رحلت سے جماعت پر عائد شدہ فرائض اور ذمہ داریوں کا اظہار کیا -

جلسہ نماز مغرب کے ساتھ برخواست ہوا - (سیکرٹری)

تعزیتی ریزولیوشنز

مسلم ہائی سکول لاہور نمبر (۱)

اساتذہ و طلبائے مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کا ایک جلسہ زیر صدارت محمد اسلم خاں صاحب ہیڈ ماسٹر صبح آٹھ بجے منعقد کیا گیا - اور ذیل کا ریزولیوشن پاس ہوا - اس ریزولیوشن کی ایک کاپی مسٹر محمد احمد خلف الرشید مولانا مرحوم کو پیش کی گئی - اور دوسری اخبار پیغام صلح میں بھیجدی گئی۔

یہ قرار پایا کہ اساتذہ و طلبائے مسلم ہائی سکول نمبر ۱ حضرت امیر جماعت کی وفات حسرت آیات پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں - اور دعا کرتے ہیں ...... کہ خداوند تعالے مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے - اور آپ کے فرزند مسٹر محمد احمد - بیگم صاحبہ حضرت امیر اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرماوے - نیز یہ اجلاس آپ کی وفات کو جماعت احمدیہ کے لئے بالخصوص اور عالم اسلام کے لئے بالعموم ناقابل تلافی نقصان تصور کرتا ہے -

ہیڈ ماسٹر

مسلم ہائی سکول لاہور نمبر (۲)

"طلباء و اساتذہ مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور کا یہ اجتماع حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج و اندوہ کا اظہار کرتا ہے اور اسے تمام اسلامی دنیا کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان تصور کرتا ہے -

یہ اجتماع درگاہ رب العزت میں دست بدعا ہے کہ وہ حضرت مولانا صاحب مرحوم و مغفور کو اعلے علیین میں جگہ دے اور ان کے ورثاء اور جملہ عقیدتمندوں کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے - نیز خدمت اسلام کے اس کام کو جو عمر بھر حضرت مولانا کو عزیز رہا - اسی قوت سے جاری رکھے"۔

حضرت امیرؒ کی وفات پر

احباب جماعت کا رنج واندوہ

حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی وفات پر احباب جماعت نے جن دلی جذبات اور رنج واندوہ کا اظہار کیا ہے وہ ان بیشمار خطوط سے ظاہر ہے جو مختلف اطراف سے موصول ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ ذیل میں ان میں سے چند ہدیہ قارئین کرام ہیں :-

(۱)

مکرم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بذات ریڈیو کے ذریعہ حضرت مولنا محمد علی صاحبؒ کی وفات کی خبر سن کر دل کو بہت صدمہ ہوا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے ۔ دعوت حقہ پر لبیک کہتے ہوئے اور اس پر تمام عمر محکم ایمان کے ساتھ قائم رہ کر دین کی تبلیغ واشاعت کرتے ہوئے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ شامل ہونے والوں سے یہ پہلا اقرار لیا جاتا تھا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا - واقعی حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اس عہد کو کما حقہ پورا کیا، بلکہ اپنے تقویٰ، پرہیزگاری نیکی اور خدمت دین کے لحاظ سے جماعت کے لئے ایک نمونہ بن کر دکھایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولنا صاحب کو ان خدمات جلیلہ کی بڑی سے بڑی جزا عطا فرماوے آمین - عزیز واقربا کے علاوہ جماعت احمدیہ لاہور کو بھی حضرت مولانا صاحب کی وفات کا بڑا صدمہ پہنچا اور نقصان ہوا کہ جماعت کا امیر وقائد ان سے جدا ہو گیا مگر اللہ تعالیٰ کے کام کو آگے پیچھے کون کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کے تمام افراد کو صبر عطا فرمائے اور دین کی استقامت بخشے اور ہم سب کو حضرت مولانا صاحب کی طرح نیکی تقویٰ دین داری اور اشاعت اسلام و سیرت رسول خداؐ کو دنیا میں پہنچانے کی توفیق عطا کرے۔

میرے اور والدہ صاحبہ کی طرف سے حضرت مولنا عزیز بخش صاحب اور بیگم صاحبہ حضرت مولنا محمد علی صاحب کی خدمت میں بہت بہت دعا سلام، ہمیں اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے اور رنج وغم میں شریک ہیں اور کیوں نہ ہوں حضرت مولانا صاحب ہمارے گاؤں کے ایک اعلیٰ اور معزز خاندان کے فرد تھے اور میرے والد صاحب مرحوم مغفور نے تمام عمر حضرت مولنا صاحب کے ساتھ خادمانہ رنگ میں گذاری تھی، اور حضرت مولنا صاحب بھی والد صاحب کو دل وجان سے چاہتے اور محبت کرتے تھے دعا ہے کہ عقبیٰ میں بھی اللہ تعالےٰ دونوں مخدوم وخادم کو اکٹھے کر دے اور یہ سب بزرگ حضرت مسیح موعودؑ کے عاشق اور محمد رسول اللہؐ کے دین کے شیدائی محمد رسول اللہؐ کے ساتھ ہوں اور اللہ تعالےٰ انہیں اپنا قرب دنیا زعطا فرمائے آمین ثم آمین۔ اور اللہ تعالےٰ تمام جماعت اور حضرت مولانا کے عزیز واقارب کا حامی وناصر ہو اور لاہور میں پاک ممبروں کی باگ ڈور سنبھالنے کیلئے بزرگ مقرر شدہ کی مدد - نصرت اور جماعت کا سچا رہنما بنائے - سب بزرگوں دوستوں کو دعا سلام - کمال الدین آدم صحابہ (ریاست بہاولپور) ۱۶ ۱/۱۰

(۲)

بخدمت برادر محترم مولانا احمد یار صاحب ایم اے جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - یہ روح فرسا خبر ۱/۱۰ ۱۳ کی شام کو ۱/۴ ۸ بجے کہ "حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دار فانی سے کوچ کر گئے" ہیں۔ جب سنی تو جسم میں جان باقی نہ رہی۔ دل بار بار یہ کہتا تھا کہ یا الٰہی یہ خبر غلط ہو۔ مگر نوشتۂ تقدیر کہاں مٹ سکتا ہے ؟ ہر چیز فانی ہے۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اس جہان فانی سے کوچ کر گئی تو پھر اور کون بچ سکتا ہے ؟ اور یہی وہ محکم دلیل ہے۔ جو حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کو ثابت کرتی ہے۔ حضور کا جسم ہم میں باقی نہیں۔ مگر حضور کا کام رہتی دنیا تک زندہ رہے گا۔ یہ صدمہ محض اپنی قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کے لئے ناقابل تلافی ہے۔ ان کا نماز جنازہ غائبانہ طور پر کل سوا نو بجے صبح جناب ڈاکٹر شیخ فضل الرحمن صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاور سینٹوریم نے پڑھایا۔ نماز کے بعد حضور کے متعلق چھوٹی سی تقریر کی جو جامع - پُر معنی اور حقائق پر مبنی تھی - انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی تصانیف۔ ان کی خدمت دین اور ان کے زور قلم کا کون مقابلہ کر سکتا ہے ؟ ان کا انگریزی ترجمۃ القرآن کئی گمراہوں کی رہنمائی کا باعث ہوا۔ یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کے طفیل ہوا۔

دل رو رہا ہے۔ بہت کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر قلم نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ انہیں مغفرت نصیب کرے اور جماعت کو ہر ابتلا سے بچائے - آمین ! یہ بڑا نازک موقع ہے۔ اگر جماعت نے متفقہ طور پر فیصلہ نہ کیا تو اشاعت اسلام کے کام کو بڑا بھاری دھکا لگے گا۔ خداوند کریم کے کام تو ہوتے رہیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے دین اسلام کی سربلندی ہمارے ہاتھوں ہو تو ہماری خوش نصیبی ہوگی ؛

(۳)

بغداد - ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۱ء

برادر عزیز محمد طفیل صاحب سلمہ الرحمٰن -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - انا للہ وانا الیہ راجعون -

۱۳ اکتوبر کی شام ہم وابستگان سلسلہ مقیمان بغداد کے لئے ایک مصیبت کی شام تھی جب پاکستان کے کراچی کے ریڈیو سے قعید الاسلام والمسلمین امیر المومنین حضرت سیدنا امیر غفر اللہ کے انتقال پُر ملال کی خبر ہمیں سنائی قلب پر ایک بجلی سی گری آہ ! آج وہ جلیل القدر ہستی جس کے قلب میں بنی نوع انسان کی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی لعلك باخع نفسك کی تصدیق عملاً عصر حاضر میں جس نے پیش کی ہماری ان مادی آنکھوں سے پوشیدہ ہو گئی۔ آہ ! ہمارا وہ مشفق روحانی باپ جس نے ہماری روحانی پرورش میں رات دن ایک کر دیئے جسمانی طور پر ہم سے رخصت ہو گیا مالک حقیقی نے اپنے پیارے عبد کی پچاس سالہ خدمات سے خوش ہو کر اپنے پاس بلا لیا۔ اللہ والے مرتے نہیں وہ زندہ جاوید ہو جاتے ہیں موتوا قبل ان تموتوا انہیں دائمی زندگی مل جاتی ہے میرا آقا میرا پیارا امیر نہیں مرا وہ اپنا کام پورا کر کے اپنے رفیق اعلیٰ کے قرب میں جا بیٹھا۔ من المومنين رجالٌ صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضىٰ نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا ۞

اب وہ دوسری دنیا سے اپنی اس پرورش شدہ چھوٹی سی پنجہزاری جماعت کو دیکھ رہا ہے کہ وہ اس مقدس امانت کی جو امام المجاہدین مجدد وقتؑ سے اسے ورثہ میں ملی تھی جو اب ہمارے پاس ہے کس طرح حفاظت کرتی ہے۔ وہ کام جو اس کے روحانی باپ نے اسے تفویض کیا تھا جس کام کو اس نے بطریق احسن سرانجام دیا - اب ہم اسے کس طرح چلاتے ہیں۔ آؤ ہم اس کی پاک روح کو اس طرح خوش کریں کہ ایک مضبوط اور مستحکم عزم کے ساتھ اس کام کے جاری رکھنے کا تجدید عہد کریں جو اس نے اپنی مقدس زندگی میں جاری رکھا۔

اے وابستگان سلسلہ احمدیہ امتحان کا وقت ہے اپنی سابقہ روایات کے پیش نظر کانهم بنيانٌ مرصوص، کا نظارہ پیش کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو فقید اعظم کا نعم البدل عطا فرمائے - اور ہم اسے اپنے دین متین کی بیش از بیش خدمت لے - آمین -

غمزدہ - تصدق حسین

(۴)

شیلانگ - ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۱ء -

جناب اخی المکرم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

گذشتہ رات ریڈیو سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا ومرشدنا محمد علی صاحب کراچی سے دار البقاء کی طرف رحلت فرما گئے - انا للہ وانا الیہ راجعون - اللہ جل جلالہٗ حضور کے اہل ولواحقین کے دلوں میں خصوصاً اور تمام جماعت کے دلوں میں عموماً تسکین بخشے - اور اس درد وپریشانی کو بھی اسلام کی آیندہ ترقیات کا موجب ٹھہرائے۔ آمین یا رب العالمین - اس ناقص کی رائے میں سب سے پہلے یہ تجویز آتی ہے کہ ہمارے مثیل عمر امیر مرحوم کی یادگار پر دس میں ایک محمد علی میموریل اسلام مشن کھولا جائے اور آیندہ سال کے بجٹ کو چارگنا کرنے کی کوشش کی جائے ہم لوگ شیلانگ میں حضور کی جنازہ غائب کی نماز کا انتظام کر رہے ہیں - والسلام -

خاکسار - خادم رحمانی نوری - صوفی ہمسایہ - بڑا بازار روڈ - شیلانگ

(۵)

ہفتہ وار پیغام صلح ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۱ء - رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۹

بجٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے ۱۰ چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۱۲ ۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۳۹ ۔ یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۸ محرم ۱۳۷۱ھ ۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۱ء ۔ نمبر ۴۰

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
ہم نہیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہو گی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دُنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مولٰنا صدرالدین صاحب امیرِ قوم منتخب ہو گئے

الحاج شیخ میاں محمد صاحب لائل پوری انجمن کے صدر قرار دیئے گئے

مجلس معتمدین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور منعقدہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۱ء کا متفقہ فیصلہ

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت امیر قوم مولٰنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات سے جو خلا پیدا ہوا تھا اس کو پُر کرنے کے لئے مجلس معتمدین نے اپنے اجلاس مؤرخہ ۱۰/۵۱-۲۸ میں جو فیصلہ صادر فرمایا ہے وہ ذیل میں درج ہے۔ احباب جماعت کی آگاہی کے لئے اسے اخبار میں شائع فرماکر ممنون فرماویں۔

احمد یار۔ جنرل سیکرٹری ۱۰/۵۱-۲۹

ریزولیوشن

ا ۔ یہ کہ حضرت مولٰنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرحوم ومغفور کی وفات حسرت آیات پر جو خلا منصب امارت وصدارت کا پیدا ہوا ہے۔ اس کے پیش نظر منصب امارت وصدارت کو علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔ اور جب تک جدید دستور و آئین مرتب نہ ہو اس وقت تک مفصلہ ذیل فیصلہ پر عمل درآمد ہوگا:۔

(الف) مولٰنا صدرالدین صاحب کو امیر منتخب کیا جاتا ہے جن کے اختیار حسب ذیل ہوں گے:۔

(۱) جماعتی نظام کے استحکام و ترقّی کے لئے سعی کریں گے۔

(۲) انجمن کے فیصلہ کے مطابق تمام تحریکات متعلق تبلیغ واشاعت و دیگر امورات مذہبی سرانجام دیں گے۔

(۳) سید اسد اللہ شاہ صاحب ۔ ڈاکٹر سعید احمد صاحب ۔ بادشاہ سید عبدالجبار شاہ صاحب ۔ مولوی عزیز بخش صاحب ، مولوی صدرالدین صاحب کو سلسلہ احمدیہ میں غیر از جماعت اصحاب کو داخل کرنے کیلئے بیعت لینے کا حق ہوگا۔

(ب) الحاج شیخ میاں محمد صاحب کو پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور مقرر کیا جاتا ہے۔

(۲) قاعدہ نمبر ۳ منفصلہ بروئے ریزولیوشن نمبر ۱۰۳ مؤرخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۴ء جس کے رُو سے اعلیٰ ملازمین کے تقرر ، ترقّی ، تنزل و موقوفی وغیرہ کے اختیارات صاحب صدر کو دیئے گئے تھے وہ اختیارات اب صاحب پریذیڈنٹ باقتضائے رائے خود استعمال کریں گے اور ترمیم قاعدہ مذکور جو بروئے ریزولیوشن نمبر ۲۳ مؤرخہ ۸ نومبر ۱۹۴۲ء ہوئی تھی وہ منسوخ کی جاتی ہے۔

حضرت امیرؒ کی وفات پر احباب کے تعزیت نامے

پروفیسر محمد فاضل صاحب پشاور

گورنمنٹ اسلامیہ کالج۔ پشاور

مکرم مولوی احمد یار صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت امیر کی وفات ہماری چھوٹی سی قوم کے لئے ایک ناقابل برداشت اور نہایت ہی اندوہناک صدمہ ہے۔ مجدد زماں کا قلم حضرت کی حیات کے ساتھ قوم میں موجود تھا۔ جو کل ہم سے جدا ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ والسلام

خاکسار۔ محمد فاضل

عبدالعزیز صاحب جہلمی

حیدر آباد سندھ ۱۶ ۱۰/۱۰

مکرمی معظمی حضرت مولانا صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج جہلم سے سعید احمد عزیز کا خط آیا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بقضائے الٰہی فوت ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا مرحوم کی جس قدر دینی خدمات تھیں۔ اس کی نظیر فی زمانہ ملنی مشکل ہے مجھے حضرت کی وفات سے سخت صدمہ ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت فردوس میں اعلےٰ سے اعلےٰ مقام عطا فرما دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، میری طرف سے خود جا کر حضرت امیر کی بیگم صاحبہ سے اظہار ہمدردی اور افسوس کریں اور اگر حضرت کے بڑے صاحبزادہ صاحب وہاں موجود ہوں۔ تو ان کو میرا یہ کارڈ پہنچا کر مشکور فرما دیں۔ ایسا ہی مولانا یعقوب خاں صاحب، ممتاز احمد صاحب فاروقی اور چوہدری فضل حق صاحب اور چوہدری ظہور احمد صاحب سے بھی اظہار افسوس کریں۔ آپ کی تکلیف کا شکریہ۔ والسلام

آپ کا شریک غم۔ عبدالعزیز جہلمی

حیدر آباد۔ سندھ

محمد کریم اللہ صاحب مدیر "آزاد نوجوان"

بخدمت شریف ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب قبلہ کے ارتحال پُر ملال نے عاصی کے دل پر ایک ایسا گہرا داغ پیدا کر دیا ہے، جو تادم مرگ نمایاں رہ جائے گا۔

افسوس کا مقام ہے کہ دل کا زخم اندمال پذیر ہوتا نہیں نظر آتا ہے بار بار مرحوم مغفور کی ذات بابرکات کی جدائی سینہ و دل کو پیکان غم و رنج کا نشانہ بنا رہی ہے۔ لاکھ سمجھانا چاہتا ہوں مگر دل سمجھنے پر آمادہ نہیں ہوتا صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے۔ حضور کی صورت نظر میں اور یاد دل میں موجود ہے اور غم کے آنسو دل سے جاری ہیں۔ زبان پر شکر الٰہی ہے۔ بندہ عاجز ہے سوا اس کے اور مو ہی کیا سکتا ہے۔

مشیت ایزدی میں دم مارنا سراسر گناہ ہے لہٰذا میں اتنا ہی کہوں گا کہ:۔

مجھے رہ رہ کے تقسیم ہند سے پہلے کا وہ زمانہ یاد آتا ہے جب احمدیہ بلڈنگس لاہور کی نورانی و روحانی فضا میں پہلی بار حضور سے گلے ملا تھا۔ وہ سینے کی گرمی میں اب تک اپنے اندر پا رہا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مرحوم مغفور کے درجات میں ترقی عطا فرمائے اور مرحوم کے اعزا و اقربا کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

نیاز مند۔ محمد کریم اللہ نوجوان۔

سراپا اندوہ

محمد اسحاق صاحب ٹیچر۔ صوابی

مکرم معظم جنرل سیکرٹری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی فوتیدگی کی خبر سے مطلع ہو کر ازحد رنج و افسوس ہوا۔ کسی کی فوتیدگی سے گھر اجڑ جاتا ہے اور کسی کی فوتیدگی سے علاقہ۔ آپ کی وفات سے سارا عالم اسلام کیا ساری دنیا اجڑ گئی۔ دنیائے احمدیت آپ کی ذات پر تا قیامت فخر کرے گی۔ آپکی بیش بہا تصنیفات مردہ روحوں کے لئے زندگی کا پیغام ہے۔ خدا تعالےٰ آپ کی روح پر فتوح پر رحمتوں اور فضلوں کی بارش برسائے۔ جناب کے فرزندار جمند و بیگم صاحبہ سے دلی ہمدردی ہے۔ مہربانی فرما کر خاکسار کی جانب سے اظہار ہمدردی و تعزیت ان کی خدمت میں پہنچا دیں۔ حضرت مولانا عزیز بخش صاحب و حضرت مولانا صدرالدین صاحب۔ و دیگر بزرگان سلسلہ کی خدمت میں مضمون واحد ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ سب کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اور جماعت کی امارت کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ (مولانا محمد علی صاحب مرحوم) کا بہترین بدل عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار:۔ محمد اسحاق۔ سینئر اورینٹل ٹیچر
گورنمنٹ ہائی سکول ٹوپی۔ تحصیل صوابی

مرزا بشیر احمد صاحب نوشہرہ

نوشہرہ چھاؤنی۔ ۱۶ ۱/۵

مکرم معظم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے آج حضرت مولانا مولوی صاحب امیر جماعت کی فوتیدگی کی خبر پڑھ کر سخت صدمہ ہوا ہے۔ نہایت درد دل سے دعا بحضور ایزدی ہے حضرت قبلہ ام کو اپنے فضل و رحم سے جنت الفردوس میں جگہ دے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

والسلام۔ خاکسار:۔ مرزا بشیر احمد
مہاجر اینڈ سنز۔ نوشہرہ چھاؤنی۔

غلام ربانی صاحب ٹیچر اوگی مانسہرہ

مکرمی مخدومی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔

آہ امیر ملت مولانا مولوی محمد علی صاحب!

یہ زہرہ گداز اور المناک خبر انتہائی صدمہ کے ساتھ سنی گئی۔ کہ ہمارے محبوب ترین رہنما و پریذیڈنٹ محترم جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب اس دار فانی سے عالم جاودانی کو سدھار کر اپنے حقیقی مولائے کریم کے ساتھ وصال فرما چکے ہیں۔

حضور مرحوم نے اپنی تمام زندگی میں اشاعت اسلام کی وہ بے لوث خدمات انجام دی ہیں جو رہتی دنیا تک یادگار یاد آور ہوتی رہیں گی۔

صاحب مرحوم کی وفات حسرت آیات مذہبی اور روحانی دنیا کے لئے ناقابل تلافی صدمہ کا باعث ہے۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور تو خصوصاً انہی کی خدمات کی مرہون منت ہے۔ جو جتنا بھی سوگ کرے کم ہے۔

اس جانکاہ خبر کے سننے سے میرا زہرہ آب آب ہو رہا تھا۔ دل ٹوٹ رہا تھا۔ قوت برداشت جواب دے رہی تھی کہ قرآن کریم کی آیت ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون .... انا للہ وانا الیہ راجعون اچانک زبان پر آ گئی تو حوصلہ بندھ گیا۔ مجھے یہ خیال بے حد دامنگیر ہے کہ پیارے مرحوم کے پسماندہ رفقائے کار حضرت قبلہ مولانا صدرالدین صاحب وغیرہ کیسے جان پر جبر سکے ہوں گے۔ غالباً قرآن کریم کی آیات ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل.....الخ نے ان کی مبارک روح کو بچا لیا ہے۔

اس دردانگیز رقت خیز صدمے میرے اپنے دل و جان کو صبر و قرار نہیں۔ میں دوسرے احباب کو حوصلہ اور صبر کی تلقین کیسے کر سکتا ہوں۔ خداوند کریم کے حضور تہ دل سے دعا ہے کہ صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

خاکسار۔ غلام ربانی اورینٹل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول اوگی ساکن بھیڑکنڈ۔ مانسہرہ۔ ہزارہ

عبدالالٰہی صاحب آزاد کشمیر

مکرم و معظم جناب مولانا احمد یار صاحب سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل مورخہ ۱۵ ۱۰/۱۵ کو روزنامہ "تعمیر" راولپنڈی میں ایک نہایت المناک خبر نظروں سے گذری۔ پڑھ کر طبیعت ازحد خفا ہوئی حضرت امیر کی وفات نے مجھ پر اتنا اثر کیا۔ کہ مجھے کچھ دیر کے لئے دل کا دورہ پڑ گیا۔ میں آپ کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے سخت دلی صدمہ ہوا۔ لیکن اللہ کی شان ہے۔ وہ اپنے کاموں کو خوب جانتا ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے اس کی اسی کو سمجھ ہے دنیا فانی ہے۔ لیکن ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ مولانا نے جو پودہ اسلامی لگایا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کی آبیاری خود کرے۔ آج حضرت کی انتھک کوششوں اور اللہ کی مہربانیوں

(باقی برص۴)

پیغام صلح
جلد ۳۹ یوم چہارشنبہ ۲۸ محرم ۱۳۷۱ھ نمبر ۴۰

زندہ اور فعّال جماعت کے مبارک کارنامے

۲۸ اکتوبر ۱۹۵۱ء کا دن احمدیت کی تاریخ میں ایک بہت بڑی آزمائش اور ابتلاء کا دن تھا۔ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی وفات کے بعد قوم کا سردار کس کو بنایا جائے اور اس کے انتظامی امور کی باگ کس کے ہاتھ میں دی جائے؟ یہ وہ سوال تھا جو اس دن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی مجلس معتمدین کے سامنے رکھا گیا اور جس کو سلجھانے کے لئے نہ صرف مجلس معتمدین کے معزز ممبران ہی ملک کے طول و عرض سے لاہور تشریف لائے، بلکہ کئی مقامات سے اور احباب بھی مجلس کی کارروائی کو دیکھنے اور اس کا فیصلہ سننے کے لئے آئے ہوئے تھے، بظاہر یہ ایک معمولی سی بات تھی جس کا حل شاید چنداں مشکل نہ تھا۔ لیکن بعض پیش آمدہ حالات نے اسکو ایک مشکل ترین سوال بنا دیا، اور خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں مامور الٰہی کی اس جماعت کا جو کسی دنیوی غرض کے لئے نہیں بلکہ محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے بنائی گئی تھی اور جس کی مہتم بالشان خدمات اسلام آج نہ صرف تمام عالم اسلام میں بینظیر سمجھی جاتی ہیں بلکہ کل دنیا میں اسکو بین الاقوامی حیثیت دینے کا موجب ہیں، شیرازہ بکھر کر نہ رہ جائے لیکن خدا کے مامور کی بنائی ہوئی جماعت جس کی بنیاد تقویٰ و طہارت پر ہو اور دنیا کی ملونی اس کے اغراض و مقاصد میں شامل نہ ہو کبھی ضائع نہیں ہو سکتی حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ہے:۔

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر ہیں، تنلیت مٹی سے ہیں وموسہ ہو گیا ہے، وسوسہ نہیں رہیگا مٹی رہ جائے گی۔"

اس الہام کی صداقت کا نظارہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو دیکھنے میں آیا جبکہ لاہور کے پاک ممبران نے ایک وسوسہ جو بظاہر جماعت کو پریشان اور منتشر کرنے والا تھا، نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ نکل کر اسی "تلیف مٹی" کا مظاہرہ پیش کیا جس کا ذکر الہام الٰہی میں کیا گیا ہے یہ مٹی اس جماعت کے باہمی اتحاد و اتفاق اور اشتراک عمل میں ایک مضبوط سیمنٹ کا کام دیتی رہی ہے اور اب بھی اسی "تلیف مٹی" کا ہی اثر تھا کہ وہ "وسوسہ" جس نے اس اتحاد کی دیوار کو گرانا چاہا دور ہو گیا، اور جماعت نے پورے تدبر اور اتحاد کے ساتھ اس مسئلہ کو حل کر لیا اور جیسا کہ دوسری جگہ اعلان کیا گیا ہے متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہو گیا کہ آئندہ جماعت کے امیر مولانا صدر الدین صاحب ہوں اور انجمن کی صدارت کے فرائض جناب شیخ میاں محمد صاحب لائلپوری سرانجام دیں۔

یہ فیصلہ احمدیت کی تاریخ میں نہ صرف اسی لحاظ سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کہ بعض نہایت نازک حالات میں اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف رہبری کی اور تمام ممبران مجلس معتمدین اور دوسرے تمام احباب نے جو اس موقعہ پر موجود تھے متفقہ طور پر اسے پسند کیا، بلکہ اس لحاظ سے بھی یہ فیصلہ نہایت مبارک اور قابل قدر ہے کہ امارت اور صدارت کو الگ الگ کر کے انجمن نے اپنی انتہائی فراست اور دانشمندی کا ثبوت دیا ہے امارت کا منصب اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت بلند منصب ہے جو جماعت کی روحانی تربیت، تزکیہ نفوس تعلیم و تربیت، استحکام اور توسیع سے تعلق رکھتا ہے اور جب تک وہ دوسرے انتظامی امور سے بالکل فراغت اور علیحدگی نہ ہو، اس کام کا پوری طرح سرانجام پانا مشکل ہے، ہمیں یہ خوشی ہے کہ اس لئے حضرت مولانا صدر الدین صاحب جیسے پاک نفس اور اعلیٰ قابلیت رکھنے والے انسان کا جو یورپ میں متعدد مرتبہ اپنی اعلیٰ تبلیغی قابلیت کا ثبوت دے چکے ہیں انتخاب عمل میں آیا، حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد جماعت میں اس سے بہتر انسان امارت کے فرائض سرانجام دینے کے لئے ملنا مشکل تھا اور خدا کا شکر ہے کہ جماعت نے متفقہ طور پر آپ کو اس کے لئے منتخب کر لیا۔

اسی طرح صدارت کا عہدہ جن نازک ذمہ داریوں کا حامل اور جن اعلیٰ انتظامی قابلیتوں کا متقاضی ہے شیخ میاں محمد صاحب لائلپوری سے بڑھکر ان کا اہل ملنا مشکل تھا، اور ہم جماعت کو مبارکباد دیتے ہیں کہ شیخ صاحب ممدوح کو اس منصب پر فائز کر کے نہایت بیدار مغزی اور تدبر کا ثبوت دیا گیا ہے۔

یہ ایک زندہ اور فعال جماعت کی زندگی اور حسن تدبیر کا ایک زندہ ثبوت ہے کوئی دنیوی جماعت ہوتی، یا اس جماعت کے ممبران میں کوئی دنیوی ملونی ہوتی، تو شاید اس قسم کا پاکیزہ نمونہ جو اس موقعہ پر دیکھنے میں آیا اور ایسا اتحاد و اتفاق جو اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر دلوں میں پیدا کر دیا دیکھنے میں نہ آتا، یہ یداللہ علی الجماعۃ کا عملی نظارہ جس کو پیش کرتے ہوئے ہم احباب سے یہ عرض کریں گے کہ جماعت کے اندر بہت برکات ہیں اسلئے انہیں چاہیئے کہ جماعت کو اور بھی مضبوط و مستحکم کرنے کی کوشش کریں اپنے اتحاد و اتفاق کو بڑھائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی برکات اور رحمتیں اور بھی زیادہ اس جماعت پر نازل ہوں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انتخاب کو جماعت کے لئے ہر رنگ میں موجب خیر و برکت بنائے اور ان بزرگوں کو جنہیں قوم کی رہبری اور اسکے مہتم بالشان امور کی سرانجام دہی کیلئے منتخب کیا گیا ہے اپنے پاک ارادوں اور نیک کوششوں میں کامیابی عطا فرمائے۔

جماعت کے استحکام یگانگت اور اتحاد کو بڑھانے کیلئے پورا زور لگائیں

حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ کا پیغام احباب جماعت کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

احباب کرام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہماری جماعت کے اتحاد و اتفاق پر ہماری جماعت کی بنیادیں استوار ہوئی تھیں۔ اب تک اس یکجہتی کی برکت سے آپنے نہایت نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔

حضرت نبی کریم علیہ افضل الصلوات والتسلیمات نے ایک لاجواب جماعت یا امۃ یا قوم پیدا کی۔ حضور کو علم تھا کہ جماعت کے بغیر ایک پیغمبر بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بینظیر اور بے عدیل جماعت تیار کرنے پر پوری توجہ صرف کی اور حضور اس جماعت کی بہت قدر افزائی فرماتے تھے۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ مثلاً فرمایا وایدك وبنصرہ وبالمومنین۔ یعنی جہاں ہماری جناب سے آپکے لئے نصرت اتری وہاں مومنین نے بھی آپکی تائید کی۔ اس حکم الٰہی پر حضور عمل پیرا تھے اور قوم اور اسکے رسول پاک کے درمیان محبت و عشق کے روابط پیدا ہو گئے۔ اس نے ان کو دین و دنیا کی تمام انواع و اقسام کی کامیابیاں عنایت فرمائیں۔ اس زمانہ میں اس عظیم الشان رسول کا ایک غلام پیدا ہوا جس نے اپنے آقا کی سنت کا احیاء کیا اس سنت کے سب سے قیمتی اجزا میں سے ایک تو احیاء جماعت تھا جو تمام برکات کا سرچشمہ و منبع ہے اپنے آقا کی طرح حضرت امام ہمام بھی اپنے دوستوں کی تکریم و تعظیم کرنے میں کمال کرتے تھے اور اسی لئے قوم ان پر فدا تھی آپکے امام کی روح اس جماعت میں کام کرتی ہے۔ آپکا فرض ہے کہ اس جماعت کے افراد کی تعظیم و تکریم کریں اور اس جماعت کے استحکام اور اس جماعت کی یگانگت اور اس جماعت کے اتفاق و اتحاد کو بڑھانے کیلئے پورا پورا زور لگائیں۔ اور تمام ان امور سے مجتنب رہیں جو اس امام کی جماعت کے شیرازہ کو توڑنے کا باعث ہو سکتے ہیں۔ ہمارے سامنے ایک ابتلا آیا قوم اس آزمائش میں پوری اتری اور انہوں نے ارادہ کر لیا کہ ہم تمام کے تمام تعصبات کو اور مفاد کو اور آرزوؤں کو قومی اتحاد پر قربان کر دینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ ... ایک نہایت سمجھدار اور قیمتی جماعت ہیں جس نے اس نازک موقع پر اپنی فراست اور دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ جس سے آپ کی عزت بڑھ گئی۔ اب آپکے سامنے ایک فریضہ ہے۔ وہ یہ کہ جماعت کے استحکام کے لئے آپ میں سے ہر ایک فرد کوشش کرتا نظر آئے۔

خدا تعالیٰ آپکی مساعی میں برکت ڈالے۔

آپ کا خیر اندیش۔ صدر الدین ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۱ء

نماز جنازہ میں عورتوں کی شرکت

محبی مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"۔

پانچ ستمبر کے "پیغام صلح" میں بی گجراج صاحب کا خط طفیل صاحب کے نام میری نظر سے گذرا اور ان کے سوالات کے جوابات بھی میں نے ملاحظہ کئے۔

پچھلے برس جب میں جنوبی امریکہ کا تبلیغی دورہ کر رہا تھا، تو برٹش اور ڈچ گائنا اور ٹرینیڈاڈ کے مسلمانوں نے بھی سوالات مجھ سے کئے تھے۔ اور یہ بحث ابھی تک وہاں جاری ہے عورتوں کی نماز جنازہ میں شرکت کا سوال بہت اہم ہے اور اس کا جواب ذرا تفصیل چاہتا ہے۔ مجھے اس رائے سے اتفاق نہیں کہ عورتوں کی جنازہ میں شرکت کی ضرورت نہیں۔ ان علاقوں میں یہ سوال مردوں کی طرف سے نہیں بلکہ عورتوں کی طرف سے کیا جاتا ہے اور وہ معلوم کرنا چاہتی ہیں کہ ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی کیوں ضرورت نہیں۔

کیا قرآن مجید میں کوئی ایسا حکم ہے کہ وہ نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں یا کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی طور پر انہیں اس سے روک دیا ہے؟

نماز جنازہ پر غور کرنے سے پہلے ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ کیا عورتیں پنج روزانہ نمازیں یعنی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرسکتی ہیں یا نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ عورتیں عہد نبوی میں باجماعت نمازیں ادا کرتی تھیں۔ حضرت نبی اکرم نے بصراحت فرمایا کہ عورتوں کو مسجد میں جانے سے ہرگز نہ روکا جائے اگرچہ وہ رات ہی کا وقت کیوں نہ ہو۔ یہ درست ہے کہ عورتیں مردوں کے پہلو بہ پہلو کھڑی نہیں ہوتی تھیں بلکہ ان کی صف ان کے پیچھے ہوتی تھی مگر ان کے درمیان کوئی پردہ بھی حائل نہ ہوتا تھا۔ خلفائے راشدہ میں بھی یہی سنت قائم رہی اور اموی خلفاء نے بھی اس کی خلاف ورزی نہیں کی، حضرت نبی اکرم کے وصال کے اڑھائی سو برس بعد پہلی بار عورتوں اور مردوں کی دو صفوں سے رسی باندھ کر علیحدہ کیا گیا، اس کے کچھ عرصہ بعد لکڑی کا جنگلا لگایا گیا، پھر دیوار کھڑی کر دی گئی اور آخر پردہ کا خیال اتنا ترقی پا گیا کہ عورتوں کا مسجد میں جانا قطعی طور پر ترک کیا گیا مگر یہ جو کچھ بھی ہوا وہ یقیناً سنت نبی اکرم کے خلاف ہوا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز جنازہ میں عورتیں بھی شریک ہوئیں۔ پہلے کنبہ والوں نے نماز پڑھی، پھر مہاجرین نے پھر انصار نے، ان میں بھی پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے اور پھر بچوں نے۔ ایک حدیث کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص کی وفات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ان کا جنازہ مسجد میں لے جائیں تاکہ وہ ان کے لئے وہاں نماز پڑھیں، یہ حدیث مسلم کی ہے اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے روایت کی گئی ہے۔ ان کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"ادخلوا به المسجد حتی اصلی علیه"۔

جب تمام نمازوں میں عورتوں کی شرکت ہوسکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ نماز جنازہ میں عورتیں شریک نہ ہوسکیں۔

ایسی حدیثیں بھی ہیں جہاں عورتوں کو جنازوں کے ساتھ جانے سے روکا گیا مگر اس کی وجہ یہ نہیں ہوسکتی کہ ایک عورت کو محض عورت ہونے کی وجہ سے روکا گیا ہے بلکہ یہ صرف ان عورتوں کے متعلق ہے جو بہت سی رقیق القلب ہوں اور جزع فزع سے کام لیں، اگر عورتوں کی نماز جنازہ میں شرکت ممنوع ہوتی تو انہیں حضرت نبی اکرم کے جنازہ میں شریک ہونے کی اجازت کیسے ملتی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیسے کہتیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا جنازہ مسجد میں لوگ لے جائیں تاکہ وہ اس پر نماز جنازہ پڑھیں۔ عہد نبوی میں ایسی کئی عورتیں تھیں جو جنگوں میں شامل ہوتی تھیں، زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں اور ان کی مرہم پٹی کرتی تھیں بعض اوقات خود بھی لڑتی تھیں۔ ایسی عورتوں کا نماز جنازہ میں شامل نہ ہونا کس بنا پر ہوگا اور ان کے روکنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے اپنی عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیا اور نبی اکرم کے اس فرمان سے کہ اپنی عورتوں کو عیدگاہ ضرور لے جاؤ بے پروائی سے کام لیا تو انہیں انہیں نماز جنازہ میں شریک ہونے کی وہ کیسے اجازت دے سکتے تھے مسجدوں کے دروازے جب ان پر کھل جائیں گے اور سب سے پہلی ضرورت یہی ہے تو نماز جنازہ میں شامل ہونے سے بھی انہیں کوئی نہیں روکے گا اور نہ ہی ایسا سوال کرنے کی ضرورت پیدا ہوگی۔

خاکسار، بشیر احمد رمنتو

حضرت امیر کی وفات پر احباب کے تعزیت نامے

(بقیہ از صفحہ ۲)

اور آپ بزرگوں کی بدولت وہ پودا درخت کی صورت میں آکر ہمارے سامنے موجود ہے چاہیے ہم اسے کاٹیں یا اس کی حفاظت کریں۔ حضرت نے جماعت کی تنظیم ویکجہتی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ آپ نے اسلام میں وہ کارنامہ کر دکھایا ہے کہ جب تک دنیا قائم ہے ان کا نام زندہ رہے گا۔ میں آپ کے ساتھ اس دلی صدمہ میں برابر کا شریک ہوں۔ خدا تعالیٰ حضرت کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام

شکستہ دل ناچیز۔ عبدالالٰہی۔ نندیال آزاد کشمیر

حکیم محمد امین صاحب منجانب جماعت بھیرہ

مکرم بندہ مولانا احمد یار صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

سلام و تحیۃ۔ آپ کا ارسال کردہ برقی پیغام ۱۵/۱۰ کی صبح کو ملا۔ خبر نہایت دل خراش تھی۔ متعدد دوستوں نے غیر از جماعت نے بھی افسوس کا اظہار کیا۔ یہاں کی جماعت کا سیکرٹری نو اتفاق سے لاہور میں شامل جنازہ ہوگا باقی صحابہ نے مع کئی دیگر ہمدردوں نے نماز جنازہ غائبانہ بعد نماز جمعہ ادا کی۔ مختصر سی تقریر اور چیدہ چیدہ واقعات کے بعد متفقہ طور پر یہ ریزولیوشن پاس ہوا کہ حضرت امیر کی وفات سے جملہ ممبران کو از حد صدمہ ہوا ہے۔ مرحوم کی بے وقت وفات کو انجمن کے کام میں سخت ہرج کا باعث سمجھتے ہیں جس کی تلافی نہیں ہوسکتی ان کا مثیل ناممکن ہے صحیح معنوں میں عالم کی موت عالم کی موت ہے۔ ان کا جانشین نہایت غور وخوض سے مقرر کیا جائے جو متقی کے علاوہ مدبر و متحمل ہو، تمام بدظنیوں کو دور کیا جائے، رشک و حسد نہ ہو۔ مثیل شخص تھا اپنے ناخدا کے ملجانے پر ہم خدائے قدیر کے جس قدر بھی شکر گذار ہوں کم ہے۔ اب بھی اسی سے استدعا ہے کہ موزوں اور مفید ہستی کے انتخاب کی توفیق عطا کرے۔ مرحوم کی نقل مکانی پر اور راحت کی ابدی زندگی مل جانے پر تاسف نہ کیا جائے۔ ہم نے یکے بعد دیگرے امروز فردا میں اس جہان فانی سے دو پوش ہوتا ہی اللہ تعالیٰ دلوں کو بیٹھنے کی توفیق دے تحقیق ہم سب واسطے اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف جانا ہے۔ والسلام۔ (منجانب جماعت احمدیہ بھیرہ)

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

(بقیہ از صفحہ ۵)

کیا گیا۔ نبی کی بجائے محدث کا لفظ لگا کر عبارت کا مفہوم شائع فرمائیں، جو ہر اہل انصاف کی عقل کے مطابق یہ ہے گا کہ تیرہ سو سال میں محدث کا نام پانے کے لئے حضرت مسیح موعود ہی مخصوص ہوئے ہیں اور آپ سے پہلے کوئی محدث اس امت میں نہیں گذرا۔

(۲) نام پانے میں اگر حقیقت مراد نہیں ہوتی تو محدث کا نام پانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت مسیح موعود صرف محدث کا نام پانے والے ہیں حقیقی طور پر محدث نہیں ہیں اور امت میں حضرت مسیح موعود کے سوائے کوئی غیر حقیقی محدث بھی نہیں ہوا۔

(ملخصاً از احمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۳۰۳ ٹائیٹل)

الجواب:۔ اس سوال کو ایک ایسا "وزنی پتھر" قرار دیا گیا ہے جو گذشتہ بیس سال میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود "حل نہیں ہوسکا" جل جلالہ۔

اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہ "وزنی پتھر" ایک مغالطہ کے سوائے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا، اس فقرہ میں کہ "نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا" حضرت مسیح موعود کی محدثین میں ایک خصوصیت بیان کی ہے، کہ ان کو نبی کا نام نہیں ملا، مجھے یہ نام ملا ہے، اس میں نہ تو دعوے نبوت مقصود ہے، نہ محدثین سے اپنے آپ کو باہر نکالا ہے، جیسا کہ خصوصیت کی بحث میں بتایا جا چکا ہے، اور نہ ہی نبی کے بجائے محدث کا لفظ یہاں لکھنا ضروری ہے، کیونکہ خصوصیت جو بیان کی گئی ہے وہ نبی کا نام پانے ہی کی ہے، پس باوجود اس کے کہ یہاں بھی دعوت نبوت کوئی نہیں، صرف محدثین میں اپنی ایک امتیازی خصوصیت کا اظہار ہے، نبی کی بجائے محدث کا لفظ یہاں نہیں لکھا جاسکتا اور یہ مغالطہ ہے، کہ سنہ ۱۸۹۲ء کے اس ارشاد کو جس جس جگہ نبی کا لفظ لکھا ہے، اس کو کاٹ کر محدث کا لفظ لکھ لیں) اس خصوصیت والے فقرہ پر لگایا جائے، اس میں تو بتایا ہے، کہ نبی کا لفظ جو محدث کے بجائے لکھا ہے تو وہ صرف ایک خصوصیت کے لئے ہے، دعویٰ نبوت اس سے مقصود نہیں۔

اس سیدھی سادی بات کو اینچا پیچیاں ڈال کر بھول بھلیاں بنا دینا انہی لوگوں کا کام ہے جو فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله کے مصداق ہیں۔

اسلامی کلچر جس کی ترویج پاکستان کو پھر کرنی چاہیئے

عمارتِ تقویٰ کی بنیادی اساس جس پر عمل کرنے سے مسلمانوں کی لاجواب قوم پیدا ہوئی

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب مؤرخہ ۲۶ / اکتوبر ۱۹۵۱ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نومن بہ و نتوکل علیہ۔ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔ من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ نشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا انی بما تعملون علیم وقال تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبات ما رزقنٰکم واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون۔

مومنین اور مرسلین کو ایک ہی حکم

حبیب خدا حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات نے یہ دو آیتیں اپنے ایک خطبہ کے لئے منتخب فرمائیں جو میں نے ابھی تلاوت کی ہیں اور ارشاد فرمایا یا ایھا الناس ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا یعنی خدا پاک ہے اور صرف پاکیزگی کو ہی قبول فرماتا ہے۔ وان اللہ امر المومنین بما امر بہ المرسلین۔ اور فرمایا خدا تعالیٰ نے مومنین کو ایسے حکم سے نوازا ہے جو حکم اس نے اپنے مرسلین کو دیا تھا۔ فقال تعالیٰ یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً وقال تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبات ما رزقنٰکم یعنی اے ہمارے مرسلین حلال طیب، کھانے کی چیزیں کھاؤ اور اعمال صالح بجالاؤ میں تمہارے اعمال کا خوب علم رکھتا ہوں۔ اور اسی طرح سے مومنین کو خطاب کر کے فرمایا اے وہ لوگو جو ہم پر ایمان لا کر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کر چکے ہو ہماری عطا کردہ پاک اشیاء کھاؤ تا کہ تمہارے اندر وہ اخلاق حمیدہ پیدا ہوں جو انبیاء علیہم السلام کے حصے میں آئے اور تا کہ تم اس طہارت و تزکیہ سے متصف ہو جاؤ جو اس مقدس گروہ کا امتیازی نشان تھا جو مخلوق کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوا۔

قیمتی تلقین

اس اکرام بھرے خطاب میں ایک لاجواب کشش اور جاذبیت ہے جو مخاطب کو ہمہ تن گوش بنا دیتی ہے۔ پھر خود یہ تلقین اس قدر قیمتی اور مفید ہے کہ فطرت اس کو قبول کرتی ہے۔ کیونکہ یہ وہ راہ ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے رب العزت کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ یہ وہ راہ ہے جس سے تزکیۂ نفس میسر آتا ہے۔ یہ وہ طریق ہے جس کے اختیار کرنے سے غیر کے مال کی طرف آنکھ نہیں اٹھتی جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی تلقین کو دل میں جگہ دی اس کو ناجائز طور پر دولت حاصل کرنا نہایت ناپاک اور مکروہ فعل نظر آتا ہے کیونکہ ایسے مال کے استعمال سے دل اور روح کے آئینہ پر زنگار لگ جاتا ہے اور وہ شخص خدا سے دور جا پڑتا ہے اور اس سے نیکیوں کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔

خبیث اور طیب

اللہ تعالیٰ نے اس امر کو انسان کے فہم کے قریب تر کرنے کے فرمایا ہے لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث یعنی ناپاک چیز کبھی پاکیزہ چیز کے برابر نہیں قرار دی جاتی۔ اگرچہ ناپاک چیز اپنی کثرت کے باعث بھلی نظر آنے لگے۔ وہ کونسا عقلمند انسان ہے جو ستھرے میوہ جات کو ترک کر کے گلے سڑے ڈھیر کو اپنے اہل و عیال کے لئے خریدے گا محض اس بناء پر کہ سستے داموں زیادہ مقدار میں ہاتھ لگ گئے۔ اللہ تعالیٰ اس مثال سے یہ نقشہ ہمارے سامنے رکھتا ہے کہ عمدہ اور ستھرا میوہ زیادہ قیمت دے کر خرید لینا ہماری صحت کے لئے نافع ہے اور گلا سڑا ڈھیر سستے داموں حاصل کر لینا بے سمجھی کی بات ہے کیونکہ وہ مضر صحت ہے۔ اسی طرح سے ناجائز طریق سے حاصل کیا ہوا مال تمہاری روحانی زندگی کے لئے مضر ہے وہ روح اور قلب کو سیاہ کرتا ہے۔ روسیاہ ہو کر اور اپنی عزت کو برباد کر کے سوسائٹی میں زندہ رہنا کون پسند کر سکتا ہے۔ ناپاک اور حرام کی کمائی کھانے والا انسان خدا کی مخلوق کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے، اس کے گھر میں غیر معمولی چہل پہل نظر آتی ہے، ان کی خوراک اور ان کے لباس فاخرہ کا رنگ ڈھنگ غیر معمولی ہوتا ہے اس کی رہائش گاہ اور اس کی سواریاں اور اس کے حشم و خدم کی رونق اور رعب یہ سب کثرۃ الخبیث ہیں۔ جو ان کے لئے مرغوب خاطر ہو چکی ہے لیکن خدا کی نگاہ اور اس کی مخلوق کی نگاہ میں یہ طرز و طریق زندگی نہ ہی پسندیدہ ہوتا ہے اور نہ ہی باعث عزت و شرف۔

خواہشاتِ نفس کا مقابلہ

اس لئے اس کے دام فریب سے بچنا نہایت ضروری ہے، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاھدوا اھواءکم کما تجاھدون اعداءکم۔ یعنی اپنی ہوا و ہوس کے خلاف جہاد کرو جس طرح تم اپنے دشمن سے جہاد کرتے ہو۔

دشمن جب کسی شخص کے اموال کو لوٹ لینے کے لئے اور اس کی جائداد کو برباد کرنے کے ارادے سے آتا ہے جب اس کے ارادے میں کسی خاندان کے ننگ ناموس کو برباد کرنا ہوتا ہے تو غیرت بھڑک اٹھتی ہے اور پوری شدت کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سے جب ہمارا دین و ملت اور وطن عزیز اور قوم کی بہو بیٹیوں کی عزت معرض خطر میں ہو تو ان کو محفوظ و مصئون رکھنے کے لئے ایک بے پناہ جذبۂ غیرت و حمیت سرگرم عمل ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دلپذیر انداز سے فرمایا کہ اپنی روحانیات اور اخلاق کو تباہی اور بربادی سے بچانے کے لئے خواہشات کے لشکروں کا مقابلہ کرو اسی طرح سے جس طرح دشمن کا مقابلہ کرتے ہو۔

حرام کی کمائی سے دعا قبول نہیں ہوتی

حضور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے جس خطبہ کا ذکر ہو رہا ہے اس کے اگلے کلمات طیبات یہ ہیں ثم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر۔ پھر آنحضرت نے ناپاک کمائی کھانے والے انسان کی تمثیل بیان فرمائی کہ ایک شخص لمبے چوڑے سفر میں مبتلا ہو اور اس کی حالت پریشانی اس کے بکھرے ہوئے بالوں سے نظر آتی ہو اور سعوبت اور ناداری کی وجہ سے غبار آلود ہو۔ یمد یدیہ الی السماء ویقول یا رب یا رب اس حالت اضطراب اور بیچارگی سے مجبور ہو کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر جناب الٰہی میں درد بھری آوازوں سے دہائی دیتا ہو۔ لیکن اس کی آہ و زاریاں بے سود ٹھہرتی ہیں اس لئے کہ ومطعمہ حرام و مشربہ حرام وملبسہ حرام۔ اس کا کھانا حرام کا تھا اور اس کا پینا حرام کا تھا۔ فانیٰ یستجاب لہ بھلا اس قسم کے انسان کی دعا کیونکر اجابت کا درجہ پائے۔

عمارتِ تقوے کی بنیادی اساس

جہاں نبی کریم نے اپنی امت کو یگانگت کے ایک مضبوط سر رشتہ میں منسلک ہو کر زندگی بسر کرنے کا حکم دیا ہے اور جہاں اس مقتدر گروہ اسلامیان کو تقوے اور خدا ترسی کی زندگی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے وہاں اس عظیم الشان قوم کی اس امر کی طرف رہنمائی کی ہے جو عمارت تقوےٰ کے لئے بنیادی اساس ہے کہ تمہاری کمائی حلال طیب ہو۔

صداقت اور راست گوئی

اور دوسری اساس جس کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلقین فرمائی وہ راست گوئی کی عادت ہے فرمایا علیکم بالصدق یہ بات از بس ضروری اور لازمی ہے کہ تم راستی اور حقگوئی اختیار کرو۔ اور اس کے مقابل پر جھوٹ سے اجتناب کرنے پر زور دیا۔ یاکم والکذب

دیکھنا ہو شش کرتا جھوٹ بولنے سے بچ کر رہنا۔ راستی سے نیکی کی توفیق ملتی ہے اور جھوٹ بدی کا معاون ہے جس طرح جوا ، چوری بدیوں کے لئے محرک ہے اسی طرح جھوٹ بھی طرح طرح کی ناپاک تحریکیں کرتا اور ناپاک امور کو چھپانے اور ڈھانکنے کے طریق ایجاد کرتا ہے۔ جس مسلمان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان بنیادی تعلیمات کو اپنے دل میں بٹھا لیا۔ اس کو مبارک ہے۔ اس کے دل میں راحت و اطمینان پیدا ہوگا۔ اور مخلوق خدا کے لئے اس کا وجود برکت کا موجب ہوگا۔ یہ حکم ایک مسلمان کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ یہ حکم تمام کے تمام مسلمانوں کے لئے ہے جب تمام کے تمام مسلمانوں کے عام کاروبار میں اور حکومت کے معاملات میں یہ امتیازی اخلاق اور عادات مشاہدے میں آنے لگیں تو یہ قوم اقوام عالم کے لئے نہ صرف بابرکت بن جائے گی بلکہ دوسری اقوام کے لئے راہبری کا کام دے گی۔

غیر مسلم بادشاہوں پر ان تعلیمات کا اثر

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان اساسی اور بنیادی تعلیمات پر زور دیتے تھے۔ اپنوں اور غیروں پر حضور کی یہ تعلیمات واضح تھیں۔ ابوسفیان جو شدید ترین دشمن رسول تھا اس نے شام کے بادشاہ ہرقل کے دربار میں اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حبشہ کے نجاشی کے دربار میں گواہی دی۔ یأمرنا بالصلوٰۃ والصدق والعفاف والصلۃ یعنی حضور کی تعلیمات یہ ہیں کہ عبادت گذار بنو، راستبازی اور صدق تمہارا شعار ہو، تم عفت کی زندگی بسر کرو یعنی بطن میں حرام کی روٹی نہ جانے پائے اور بدکرداری اور بے حیائی کی زندگی سے اجتناب کیا جائے۔ اور آخری بات الصلۃ یعنی صلہ رحمی کی جائے اور اتصال و اتفاق کے ذریعہ اپنی قوت و عزت بڑھائی جائے۔

یہ تعلیمات دو مختلف قوموں کے دو مختلف بادشاہوں کے درباروں میں پیش کی گئیں۔ چونکہ یہ تعلیمات (فلسفی) نہ ہونے کے باوجود عام فہم اور مفید بھی ہیں) دونوں مقامات پر دلوں کے اندر اتر گئیں۔ ہرقل کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت گھر کر گئی اور وہ حضور کی مدح میں رطب اللسان ہوا۔ اور نجاشی ایک قدم بڑھا اور اس نے حضرت کی امت میں داخل ہونے کا شرف بھی حاصل کر لیا۔

ایک لاجواب قوم

ان تعلیمات کے زیر اثر محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم ایک لاجواب سیرت اور اخلاق کی حامل بنی۔ چونکہ یہ رنگ اس قوم پر چھایا ہوا تھا اس لئے ایک زبردست موثر ماحول کا رنگ وجود میں آیا۔ جو بھی ان کے اندر آیا وہ نیکی کا دوست اور بدی کا دشمن بن گیا۔ خدا کی توحید اور انسان کی وحدت اور انسان کی خدمت اس کا دین ہوگیا۔ تو آنحضرتؐ کے دور رنگ ان کے دوستوں اور دشمنوں نے دیکھے کہ وہ رحیم کریم تھے اور دشمن کو بخشش دیتے تھے۔ اور دوستوں کے قصوروں پر عفو کا قلم پھیر دیتے تھے۔ لیکن بددیانتی اور حرام خوری کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ ایک جہاد کا ذکر ہے اس میں عین لڑائی کے دوران میں ایک مجاہد کو تیر لگا اور وہ موت کا پیغام لایا۔ قوم نے اس پر خوشی سے آوازیں بلند کیں ھنیئاً لک الشہادۃ یعنی شہادت مبارک شہادت مبارک مگر اس پر نبی کریمؐ کی جرأت ایمانی اور صحیح تعلیم دینے کا عشق ملاحظہ ہو فرمایا والذی نفسی بیدہ ان الشملۃ التی اخذھا من غنائم خیبر لم تصبھا المقاسم لتشتعل علیہ نارا۔ یعنی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ چادر جو اس شخص نے خیبر کی فتح کے دن مال غنیمت سے اٹھا لی تھی پیشتر اس کے کہ وہ مال سرکاری طور پر تقسیم کیا جائے وہ چادر اس پر دوزخ کی آگ بن کر مشتعل ہوگی۔

فوجی سپاہیوں پر ان تعلیمات کا اثر

اس قسم کی تعلیمات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے فوجی سپاہیوں کو ایک بلند مرتبہ تک پہنچایا۔ اس فوج کی دنیا بھر میں کوئی نظیر نہیں نظر آتی کہ وہ عبادت گذار بھی ہوں، اور ان کا بطن اور فرج دونوں عفیف ہوں۔ ایرانیوں اور رومیوں نے بیشمار دفعہ مسلمانوں کی فوجوں کے ساتھ ٹکر لی اور اچھی طرح سے ان کی شجاعت کے جوہروں کا مشاہدہ کیا اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھا کہ یہ لوگ خدا پرست ہیں، ظلم نہیں کرتے۔ مال نہیں لوٹتے۔ بدکاری کے نزدیک نہیں جاتے اور عبادت کرنے کے عاشق ہیں۔ دشمن قوموں نے ذیل کی گواہی دی ھم بالیل رھبان و بالنہار فرسان۔ یعنی رات کو عبادت میں گذار دیتے ہیں اور دن کے وقت غازی بن کر گھوڑوں کی پیٹھوں پر ڈٹے ہوئے شاہسوار نظر آتے ہیں..... اس قسم کی صفات سے متصف اگر کوئی قوم ہوسکتی ہے تو وہ مسلمان ہی ہیں، سپاہی ہو اور بدکاری نہ کرے، شراب نہ پیئے اور مال نہ لوٹے بہت بڑی بات ہے۔

خلفائے راشدین کا طریق عمل

خلفائے راشدین نے قیصر و کسریٰ کی وسیع سلطنتوں کو فتح کیا۔ ایران سے لے کر مصر تک کے علاقہ جات ان کے زیر نگین آ گئے۔ ان علاقوں میں ان کی عظمت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا اور ان کی عظمت کا رعب مسلط تھا۔ لوگ ان کا نام سن کر لرزہ بر اندام ہوتے تھے۔ لیکن ان خلفائے راشدین کو آ کر دیکھئے تو خلیفہ کسی ہمسایہ عورت کی بکری کا دودھ دوہ دیتا ہے اور کسی عورت کا سودا خرید لاتا ہے۔ ان کی سادگی کا یہ عالم ہے کہ تن پر زریں قبا نہیں سر پر تاج نہیں، بیٹھنے کے لئے تخت نہیں سادہ لباس پہنتے اور سادہ خوراک کھاتے ہیں اور خدمت خلق ان کے دین کا جزو اعظم ہے۔

وہ جلیل القدر رسول جن کی صحبت میں ان لوگوں نے تعلیم و تربیت پائی خود بھی ایسے ہی تھے لکھا ہے ان امۃ من اماء المدینۃ لتاخذ بید رسول و تنطلق بہ الیٰ حیث شاءت۔ یعنی مدینہ طیبہ کی لونڈیوں میں کوئی بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ آ پکڑتی اور حضور کو جہاں چاہتی اپنا کام کاج کرانے کے لئے لے جاتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین باوجود وسیع سلطنت کے مالک ہونے کے رعیت کے اموال اور پبلک کے خزانے سے مزے اڑانے کو حرام یقین کرتے تھے۔ یہ لوگ جہاں جاتے ایک دنیا ان پر فدا ہو جاتی تھی۔

فتح مکہ کے دن

فتح مکہ کے دن اس قوم نے اور اس عظیم الشان سردار نے بے عدیل نمونہ دکھایا ساری قوم ساری رات تہلیل اور تکبیر اور ذکر الٰہی اور عبادت الٰہی میں محو رہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام دشمنوں کو معاف کر دیا۔ بلکہ بعض شدید دشمنوں کی عزت افزائی کی چنانچہ اعلان کیا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس کی سزا سے درگذر کیا جائے گا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سرنگوں ہو کر سجدات شکر بجالاتے ہوئے نظر آ رہے تھے اور پھر اس کے بعد کعبۃ اللہ میں جا کر عبادت بجالائے۔ اس فتح عظیم کے وقت عرب نے نہ تو فاتحین کے نزدیک شراب جاتے دیکھی اور نہ ہی عورتیں۔ دیکھا تو یہ دیکھا کہ شکر گذاری سے سرشار ہیں اور اپنے دشمنوں کے ساتھ رحیمانہ کریمانہ سلوک کرنے والے ہیں۔ ایک جنگ کے موقعہ پر ابوجہل نے کہا لا نرجع حتیٰ نشرب الخمور و ننحر الجزور و تغنی لنا القینات۔ یعنی شراب ہوگی کباب اور ناچ کرنے والی عورتیں ہوں گی تاکہ اہل عرب ہماری شان سے واقف ہو جائیں لیکن یہاں پر انہوں نے دوسرا ہی سماں دیکھا اس سماں کا اثر دلوں پر ہوا اور لوگ خودبخود مسلمان ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم الشان فتح کے دن کیا کھایا۔ اپنے چچا ابوطالب کی صاحبزادی ام ہانی کے ہاں تشریف لے گئے لیکن چچا کا ادب و لحاظ متقاضی تھا کہ ام ہانی کے ہاں تشریف لے جائیں۔ وہاں جا کر فرمایا کچھ کھانے کو ہو تو لائیے انہوں نے کہا خشک روٹی کے سوا اور کچھ نہیں ہے فرمایا لے آئیے گا۔ پوچھا سالن ہے۔ جواب ملا کوئی نہیں کہا نمک لائیے۔ پھر پانی میں روٹی رکھ دی۔ پھر ام ہانی کو یاد آیا کہ گھر میں سرکہ ہے فرمایا لاؤ۔ سرکہ بھی پانی میں ملا دیا اور فرمایا نعم الادام الخل۔ یعنی سرکہ بہترین سالن ہے ام ہانی کا دل باغ باغ ہوگیا۔ دوسرے روز ام ہانی حضرت کے پاس آئیں کہ میں نے دو بڑے آدمیوں کو پناہ دے رکھی ہے اور میرا بھائی علی ان کو قتل کرنا چاہتا ہے فرمایا اجرنا من اجرت۔ یعنی جن کو آپ نے پناہ دی ہم بھی ان کو پناہ دیتے ہیں۔ اس سے بڑھکر چچا اور چچا کی بیٹی کی کیا تعظیم ہوسکتی ہے۔ ام ہانی مسلمان ہو گئیں۔

جب مصر فتح ہوا

جب مصر فتح ہوا تو فاتح مصر عمرو بن العاص نے تمام ان لوگوں کو جو اچھوتوں کی طرح تھے اور جن سے رذیل خدمات لی جاتی تھیں ان کو اٹھا کر انسانیت کے درجے پر بٹھا دیا۔ اور مساوات قائم کر دی۔ اور اعلان کیا کہ ہمارے نبی نے فرمایا تھا ستفتحون مصر یعنی تم مصر کو ضرور فتح کرو گے اس دن استوصوا باھلہ خیرا فان لھم رحما و ذمۃ اس وقت ان سے حسن سلوک سے پیش آنا۔ کیونکہ حضرت ہاجرہ کی وجہ سے ہمارا ان کے ساتھ رشتہ ہے اور وہ ہمارے ماتحت ہو جانے کے باعث ہمارے ذمی یعنی معاہد ہیں ان کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے ان کے معاملات میں پورے عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔ اہل مصر نے جب ان حالات اور ان تعلیمات کا مشاہدہ کیا تو وہ مسلمان ہو گئے۔ اور چونکہ جبر و اکراہ نہ تھا اس لئے جو مسلمان نہ ہوئے وہ اب تک اپنے مذہب پر قائم ہیں۔

عدل و انصاف کی دھاک

عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ گورنر مصر عمرو بن عاص کے بیٹے نے ایک قبطی پر زیادتی کی تو حضرت عمر فاروق خلیفہ وقت نے باپ بیٹے دونوں کو مدینہ طیبہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ باپ کے سامنے بیٹا پٹ گیا۔ اسلامی عدل و انصاف کی دھاک بندھ گئی اپنوں اور غیروں کے دلوں میں عدل و انصاف حقیقت بن کر سامنے آ گئے۔ اس سے دلوں میں اطمینان پیدا ہوتا ہے اور اسی سے اسلام پھیلتا ہے۔

یہ ہے اسلامی کلچر

چاہیئے کہ پاکستان پھر اس کلچر کی ترویج کرے اور اس سے اسلام کا بول بالا ہو، اس جماعت کے لوگ گواہی دیں گے کہ ہم نے اس زمانہ کے امام کو تزکیہ نفس حاصل کرنے پر زور دیتے دیکھا

(باقی بر صفحہ ۹)

کیا خاتم النبیین صلعم کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

(آخری قسط)

چند قادیانی سوالات کے جوابات

مسئلہ نبوت مسیح موعود کے بارہ میں چند سوالات قادیانیوں کی طرف سے کئے جاتے ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ "لاینحل" ہیں، ان کے جوابات خاص طور پر یاد رکھنے ضروری ہیں :-

کثرت نشانات اور نبوت

سوال نمبر (۱) "چشمہ معرفت" میں حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں :-

" اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی اس سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے، لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ تھا اور شیطان کا مع اپنی ذریت کے آخری حملہ تھا اس لئے خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لئے ہزارہا نشان ایک جگہ جمع کر دیئے"

(چشمہ معرفت صـ۳۱۷)

جب حضرت مسیح موعود کے نشانات ہزار نبی پر تقسیم کرنے سے ان کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے، بالفاظ دیگر آپ کے نشانات کے ہزارویں حصہ سے ایک نبی کی نبوت ثابت ہو جاتی ہے تو آپ کی اپنی نبوت ان سے کیوں ثابت نہیں ہوتی -

الجواب :- ساری غلطی اس بات سے پیدا ہوتی ہے، کہ نشانات یا مبشرات کو اصل نبوت سمجھ لیا گیا ہے، حالانکہ وہ اصل نبوت نہیں، بلکہ مویدات میں سے ہیں اور جس طرح نبیوں کی نبوت ان سے ثابت ہو سکتی ہے اولیا یا مجددین کی ولایت یا مجددیت بھی انہی سے ثابت ہو سکتی ہے گویا مبشرات یا نشانات انبیاء اور اولیاء دونوں کو دیئے جاتے ہیں اور اسی قدر دیئے جاتے ہیں جس قدر اتمام حجت کے لئے ان کی ضرورت ہوتی ہے، بغیر اس لحاظ کے کوئی نبی ہے یا ولی، بسا اوقات اولیاء کے نشانات، بعض انبیاء کے نشانات سے بڑھ جاتے ہیں، کیونکہ انبیاء کو اپنے اپنے زمانہ میں اس قدر نشانات کی ضرورت پیش نہ آئی تھی جس قدر بعض اولیاء کو پیش آئی، حضرت موسےٰ علیہ السلام جیسے عظیم الشان نبی کے متعلق قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے ولقد اٰتینا موسٰی تسع اٰیات بیّنٰت اور یقیناً ہم نے موسےٰ کو نو کھلے نشانات دیئے، جو ایک صاحب شریعت نبی کا حال ہے، کہ صرف نو نشانات اس کی نبوت کے ثبوت کے لئے کافی سمجھے گئے، جو ہزار نبی تو کجا دس نبیوں پر بھی پوری طرح تقسیم نہیں ہو سکتے، اس سے ثابت ہے کہ نشانات کی کثرت کا نام نبوت نہیں بلکہ نبوت ایک علیحدہ چیز ہے جس کے ثبوت کے لئے نشانات دیئے جاتے ہیں، ایسا ہی ولایت و محدثیت کے لئے بھی، نشانات کی ضرورت ہوتی ہے، قلیل ہوں یا کثیر، اس سے وہی چیز ثابت ہوگی جس کی تائید کے لئے وہ دیئے گئے، ایک ولی یا مجدد و محدث کے کروڑوں نشانات بھی اسے نبی نہیں بنا سکتے، اگرچہ یہ صحیح ہے کہ وہی نشانات اگر نبیوں کو دیئے جاتے تو ان کی نبوت ان سے ثابت ہو جاتی، تاہم اگر وہ ولی یا مجدد و محدث کو دیئے گئے ہیں تو اس کی ولایت و محدثیت ہی ان سے ثابت ہوگی اس کو وہ نبی ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ نبوت کے مقام پر وہ کھڑا ہی نہیں کیا گیا، یا زیادہ سے زیادہ نبی متبوع کی نبوت اس سے ثابت ہوگی، کیونکہ اس کی اتباع سے وہ نشانات اسے دیئے گئے، غرض نشانات نبی کو بھی دیئے جاتے ہیں اور ولی کو بھی لیکن ان کی وجہ سے کوئی ولی نبی نہیں ہو سکتا حضرت امام شعرانی لکھتے ہیں :-

اعلم ان جمھور العلما قائلون بان ما کان معجزۃ لنبی جاز ان یکون کرامۃ لولی"

(الیواقیت والجواہر جلد اصـ۱۶۱ مصری)

تمام علماء اس بات کے قائل ہیں کہ جو چیز نبی کے لئے معجزہ ہے وہی ولی کے لئے کرامت ہے -

چیز ایک ہی ہے، جس سے نبی کی نبوت اور ولی کی ولایت ثابت ہوتی ہے، اور کوئی کثرت و قلت کسی ولی کو نبی یا نبی کو ولی نہیں بنا سکتی، اس لئے اگرچہ یہ صحیح ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نشانات ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی نبوت ان سے ثابت ہو سکتی ہے، تاہم خود حضرت مسیح موعود ان نشانات کی وجہ سے نبی نہیں بن سکتے کیونکہ آپ کو مقام نبوت پر کھڑا نہیں کیا گیا، زمانہ کا مجدد اور مسیح موعود بنایا گیا، اور جو نشانات آپ کو دیئے گئے وہ اسی مقام کی تائید میں دیئے گئے یا آپ نبی متبوع صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں جس کی اتباع اور جس کے فیضان سے یہ عظیم الشان مقام آپ کو حاصل ہوا فالحمد للہ علےٰ ذالک -

مجددیت و محدثیت اور غیر تشریعی نبوت

سوال نمبر ۲ :- حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ :-

" شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے" (تجلیات الٰہیہ صـ۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ نبوت تشریعی اور نبوت غیر تشریعی نقیضین ہیں، جن کا اجتماع کسی صورت میں ممکن نہیں، پس اگر غیر تشریعی نبوت سے مراد مجددیت اور محدثیت لی جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ تشریعی نبی مجدد یا محدث نہیں ہو سکتا، حالانکہ حضرت مسیح موعود کی کتب سے صاف طور پر ثابت ہے کہ ہر تشریعی نبی محدث بھی ہوتا ہے اور مجدد بھی، اور اس طرح مجددیت اور محدثیت تشریعی نبوت کے ساتھ جمع ہوتی ہیں، جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلعم (جو تشریعی نبی تھے) کی نسبت تحریر فرمایا ہے :-

"پس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے" (لیکچر سیالکوٹ صـ۴) پس اگر غیر تشریعی نبوت سے مراد مجددیت اور محدثیت لی جائے تو اجتماع نقیض لازم آتا ہے جو محال ہے اور جو مستلزم محال ہو وہ محال اور باطل ہوتا ہے - پس غیر تشریعی نبوت سے مراد مجددیت اور محدثیت لینا علمی اور عقلی طور پر محال اور باطل ہے فتدبروا یا ایھا العاقلون"

(احمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۷۲۷-۷۲۸)

الجواب :- اس علم و عقل کو کیا کیا جائے جو اپنے پاس سے اٹکل پچو باتیں بنا کر حضرت مسیح موعود پر تھوپنے کی کوشش کرے - کہاں حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ ہر تشریعی نبی محدث بھی ہوتا ہے" کیا اس کا کوئی ثبوت قادیانی پاکٹ بک نویس یا اس کا کوئی ممد و معاون پیش کر سکتا ہے؟ ہم چیلنج کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی کسی تحریر سے یہ ثابت کیا جائے کہ آپ نے کسی تشریعی نبی کو محدث بھی قرار دیا ہو، یا یہ لکھا ہو کہ ہر تشریعی نبی محدث بھی ہوتا ہے، ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہ دکھایا جا سکے گا، لیکچر سیالکوٹ کا جو فقرہ پیش کیا گیا ہے، اس میں آنحضرت صلعم کو آپ نے "سچائی کے لئے مجدد اعظم" بے شک لکھا ہے، جس کی تشریح ہم آگے چل کر کریں گے لیکن "محدث" ہرگز نہیں لکھا کیونکہ محدث کی جو تعریف آپ نے کی وہ یہ ہے کہ :-

" محدث میں دونوں شانوں (امتیت اور نبوت) کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے"

(ازالہ اوہام صـ۵۳۳ اوّل ایڈیشن)

اس تعریف کے مطابق آنحضرت صلعم کو یا کسی اور تشریعی نبی کو محدث کہنا گویا انہیں اُمتی نبی یا صاحب نبوت ناقصہ قرار دینا ہے، اور یہ کفر ہے، جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے حضرت عیسٰی اور دیگر انبیاء کے متعلق لکھا ہے :-

" جو شخص اُمتی کی حقیقت پر نظر ڈالے گا وہ بداہت سمجھ لے گا کہ حضرت عیسٰی کو اُمتی قرار دینا کفر ہے کیونکہ اُمتی اس کو کہتے ہیں کہ جو بغیر اتباع آنحضرت صلعم اور بغیر اتباع قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ اور بیدین ہو اور پھر آنحضرت صلعم کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اس کو ایمان اور کمال نصیب ہو" حقیقۃ الوحی

پس فرمائیں میاں عبدالرحمٰن صاحب خادم کہ :-

(۱) آنحضرت صلعم اور دیگر انبیاء کو محدث قرار دے کر وہ کس کے اُمتی بنانا چاہتے ہیں، جس کی پیروی سے انہیں "ایمان اور کمال نصیب ہوا"؟

(۲) کیا تمام انبیاء کو (جن میں حضرت عیسٰی اور آنحضرت صلعم بھی شامل ہیں) "محدث" یا "اُمتی نبی" قرار دے کر انہوں نے بقول حضرت مسیح موعود کفر کا ارتکاب نہیں کیا؟

(۳) حضرت مسیح موعود نے تو آنحضرت صلعم کی نبوت کو "نبوت تامہ کاملہ محمدیہ" قرار دیا ہے (الوصیت صـ۱) پس فرمایئے کہ صاحب نبوت تامہ جو صرف ایک ہی شان نبوت رکھتا ہے، محدث کس طرح ہو سکتا ہے؟ کیونکہ محدث میں امتیت اور نبوت دونوں شانوں کا ہونا ضروری ہے؟

(۴) کیا آنحضرت صلعم کو ایک ہی وقت میں صاحب نبوت تامہ اور "محدث" (یا صاحب نبوت ناقصہ) قرار دینا اجتماع نقیضین نہیں؟ اگر ہے تو بقول آپ کے "جو مستلزم محال ہو وہ بھی محال اور باطل ہوتا ہے" پس تشریعی نبی کو محدث قرار دینا علمی اور عقلی طور پر محال اور باطل ہے "فتدبروا ایھا العاقلون"

رہ گئی یہ بات کہ حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلعم کو سچائی کے لئے مجدد اعظم" قرار دیا ہے اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ ہمارے اعتقاد کے مطابق آپ غیر تشریعی نبی بھی تھے، مجددیت کا وہ منصب جو امت محمدیہ میں تجدید دین کے لئے جاری ہے، الگ چیز ہے

اور آنحضرت صلعم "سچائی کے لئے مجدد اعظم" ہوتا اور دیگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اس سچائی کی تجدید کرتی ہے، جو انبیائے کرام لے کر آئے، اس لئے آپ "سچائی کے لئے مجدد اعظم ہیں" اور مجددین امت اسی شریعت کی جو آپ لے کر آئے تجدید کرتے ہیں اس لئے وہ مجدد کہلائے کہاں اس سے ہمارے عقیدہ کے رو سے آنحضرت صلعم کا تشریعی اور غیر تشریعی نبی ہونا ثابت ہوا؟ آنحضرت صاحب شریعت کاملہ ہونے کی وجہ سے (جو مصدق لما معھم ہے) سچائی کے لئے مجدد اعظم ہیں، اور مجددین امت آپ کی شریعت کی تجدید کی وجہ سے مجدد کہلاتے ہیں فتدبروا ایھا العاقلون ۔

فضیلت مسیح موعود اور نبوت

سوال نمبر ۳ حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں :۔

"خدا تعالیٰ نے اس مسیح کو بھیجا جو پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے"

(ریویو جلد ۱ صفحہ ۴۷۸ نمبر ۱۲ و حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸)

اس حوالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح ناصری پر اپنی کلی فضیلت کا دعویٰ کیا ہے اس کے متعلق ہمارا اہل پیغام سے سوال یہ ہے کہ (۱) کیا ایک غیر نبی کو نبی پر کلی فضیلت ہو سکتی ہے؟ جواب مع حوالہ اور عبارت ہونی چاہیئے (۲) دوسرا سوال اس حوالہ کے متعلق یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں تھے تو آپ حضرت مسیح ناصری سے شان نبوت میں کیونکر بڑھ کر ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ میں تسلیم فرمایا ہے کہ محولہ بالا عبارت میں حضرت مسیح ناصری پر جزوی فضیلت سے بڑھ کر آپ کو دعویٰ ہے اس لئے اس عبارت کا کوئی ایسا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کرنا جس سے صرف جزوی فضیلت کا دعویٰ نکلتا ہو حضرت مسیح موعود کی تشریح کے صریح خلاف ہوگا اور اس لئے ناقابل قبول۔

الجواب (۱) ریویو جلد ۱ نمبر ۶ ستمبر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا جس میں حضرت مسیح موعود نے بقول قادیانی اپنے آپ کو پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر قرار دیا، اس کے چار ماہ بعد ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو حضرت مسیح موعود نے "تریاق القلوب" کی تصنیف ختم کی جس کے آخری صفحات میں صفائی کے ساتھ لکھا کہ :۔

"اس جگہ کسی کو وہم نہ گذرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے"

معلوم ہوا کہ اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کو مسیح ناصری پر "کلی فضیلت" حاصل ہے، نہ یہ مطلب ہے کہ آپ شان نبوت میں بھی مسیح ناصری سے بڑھ کر ہیں ورنہ چار ماہ بعد یہ نہ لکھتے کہ "یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے"

(۲) حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶۵ پر بعنوان "۱۱۸ - نشان" لکھا ہے :۔

"ایک دفعہ جب میں گورداسپور میں ایک فوجداری مقدمہ کی وجہ سے (جو کرم دین جہلمی نے میرے پر دائر کیا تھا) موجود تھا مجھے الہام ہوا یسئلونک عن شانک قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون یعنی تیری شان کے بارہ میں پوچھیں گے کہ تیری کیا شان اور کیا مرتبہ ہے، کہہ وہ خدا ہے جس نے مجھے یہ مرتبہ بخشا ہے پھر ان کو اپنی لہو و لعب میں چھوڑ دے سو میں نے یہ الہام اپنی جماعت کو جو گورداسپور میں میرے ہمراہ تھی اور چالیس آدمی سے کم نہیں ہوں گے سنا دیا جن میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ پلیڈر بھی تھے پھر اس کے بعد ہم کچہری گئے تو فریق ثانی کے وکیل نے مجھ سے یہی سوال کیا کہ کیا آپ کی شان اور مرتبہ ایسا ہے جیسا کہ تریاق القلوب کتاب میں لکھا ہے میں نے جواب دیا کہ ہاں خدا کے فضل سے یہی مرتبہ ہے اسی نے مجھے یہ مرتبہ عطا کیا ہے تب وہ الہام جو خدا کی طرف سے صبح کے وقت ہوا تھا قریباً عصر کے وقت پورا ہوگیا اور ہماری تمام جماعت کے زیادہ ایمان کا موجب ہوا" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶۵، ۲۶۶)

اس سے معلوم ہوا کہ "تریاق القلوب" میں آپ نے اپنی جو شان بیان کی ہے کہ "یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے" وہی آخر تک رہی، گورداسپور کے مقدمہ کے وقت بھی جو ۱۹۰۳ء میں ہوا اسی شان کا آپ نے عدالت میں اقرار کیا، اور پھر "حقیقۃ الوحی" میں بھی جس کو سب سے آخری اور ناسخ کتاب بتایا جاتا ہے، اسی شان اور مرتبہ کو دوہرایا اور عدالت کے بیان کی تصدیق کی۔

پس یہ کہنا کہ آپ نے ریویو میں یہ الفاظ لکھ کر کہ

"خدا تعالیٰ نے اس مسیح کو بھیجا جو پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے"

کلی فضیلت کا دعویٰ کیا ہے ایک کھلی غلط بیانی ہے "کلی فضیلت" کے الفاظ آپ نے ایک جگہ بھی نہیں لکھے، نہ "ریویو" میں اور نہ ہی کسی اور جگہ۔

(۳) یہ بھی غلط ہے کہ حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعود نے جزوی فضیلت سے بڑھ کر دعویٰ کیا ہے، آپ نے یہ الفاظ بیشک لکھے ہیں کہ :۔

"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا، مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا، مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹-۱۵۰)

اس عبارت سے جزوی فضیلت سے بڑھ کر ہونے یا کلی فضیلت کا دعویٰ نکالنے سے پہلے اس بات پر غور کر لینا ضروری ہے کہ :۔

(۱) اس تمام عبارت میں "جزئی فضیلت" کے مقابلہ پر "کلی فضیلت" کا لفظ آپ نے نہیں لکھا۔

(۲) آخری فقرہ میں اپنے آپ کو "ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی" کہا ہے اور یہ محدث کی تعریف ہے نہ کہ نبی کی، کیونکہ امتیت اور نبوت کی دونوں شانیں محدث میں پائی جاتی ہیں اور صاحب نبوت تامہ صرف ایک شان نبوت رکھتا ہے۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۲)

(۳) اسی آخری فقرہ کی تشریح حاشیہ میں کرتے ہوئے یہ الفاظ لکھے ہیں :۔

"میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت"

(۴) فضیلت کا یہ ذکر صفحہ ۱۴۹ پر ہے اور اس کے بعد صفحہ ۲۶۸ پر وہ "۱۱۸ نشان" ہے جس میں "تریاق القلوب" والی جزئی فضیلت کی شان کا اقرار کیا ہے۔

(۵) اسی حقیقۃ الوحی کے آخری صفحات میں فرمایا ہے "سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ"

میرا نام اللہ کی طرف سے نبی رکھا گیا بطور مجاز نہ بطریق حقیقت

(الاستفتاء حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵)

یہ تمام عبارات اس بات کی متقاضی ہیں کہ "جزئی فضیلت قرار دیتا تھا" کے معنے وہ کئے جائیں جو ان کے مطابق ہوں نہ کہ مخالف، اس لئے سب سے پہلے "اوائل" کے زمانہ کو دیکھنا چاہیئے ظاہر ہے کہ یہ وہی "براہین احمدیہ" کا زمانہ ہے جب آپ مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ سمجھتے تھے، اس وقت آپ مسیح ابن مریم پر ویسی ہی جزئی فضیلت اپنے آپ کو دیتے تھے جیسی صلحائے امت کو علی العموم بعض انبیاء پر حاصل ہے۔ لیکن بعد میں جب آپ کو مسیح ابن مریم کے مقام پر کھڑا کیا گیا اور "امتی اور نبی" کے مقام عالیہ پر آپ کو فائز کر کے وہ عظیم الشان کام سپرد کیا گیا جو مسیح ابن مریم کو اپنے زمانہ میں پیش نہیں آیا، تو آپ نے اس "جزئی فضیلت" کا درجہ پہلے سے بہت بلند سمجھا جو صرف خواص امت کے لئے مخصوص ہے، مگر ہے وہ بھی جزئی فضیلت "جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے"

ازالہ اوہام میں آپ کا یہ لکھنا کہ ؎

عیسیٰ کجا است تا بنہد پا بمنبرم

کیا یہ ظاہر نہیں کرتا کہ یہ وہ زمانہ نہیں جب آپ کا عقیدہ تھا کہ "مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے؟" پھر تریاق القلوب میں اپنی جو شان بتائی ہے وہ اس فقرہ سے ظاہر ہے :۔

"جس قدر اکابر اور عارف مجھ سے پہلے گذرے ہیں وہ تمام آخری آدم کو ولایت عامہ کا خاتم سمجھتے ہیں اور حقیقت آدمیوں کی بروزات کا تمام دائرہ اس پر بھی ختم کرتے ہیں اور اپنے کشوف صحیحہ کے رو سے اسی کا نام آخری آدم رکھتے ہیں اور اسی کا نام مہدی معہود اور اسی کا نام مسیح موعود رکھتے ہیں"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۵۸)

لیکن باوجود اس کے اسے جزئی فضیلت ہی قرار دیا۔

پس یہ جزئی فضیلت اس جزئی فضیلت سے بہت بڑھ کر ہے، جو اوائل میں آپ اپنے آپ کو مسیح ابن مریم پر دیتے تھے، اس لئے یہ کہنا غلط ہے، کہ آپ نے کلی فضیلت کا دعویٰ کیا جو صرف نبی ہی کو دوسرے نبی پر ہو سکتی ہے۔

رہ گیا "اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر" ہونا اس میں بھی "اپنی تمام شان" میں اپنے آپ کو بڑھ کر قرار دیا ہے نہ کہ مسیح ابن مریم کی تمام شان میں، اور ظاہر ہے کہ "اپنی تمام شان" وہی غیر نبی یا امتی اور نبی ہونے کی شان ہے، جس کا ذکر "تریاق القلوب" اور "حقیقۃ الوحی" کے مندرجہ بالا حوالوں پر ہے، کہیں کسی جگہ بھی شان نبوت کے لحاظ سے اپنے آپ کو بہت بڑھ کر قرار نہیں دیا، بلکہ ان کاموں اور خدمات کے لحاظ سے اپنے آپ کو فضیلت دی ہے، جو آپ کے سپرد کی گئیں قرآن کریم جیسے عالمگیر پیغام کا علمبردار ہونے کے لحاظ سے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کامل نبی کے متبع ہونے کی وجہ سے جن کا فیضان تمام دنیا اور تمام زمانوں پر محیط ہے، اپنی فضیلت کا اظہار کیا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ تمام فضائل ایک جزوی رنگ رکھتے ہیں نبوت میں اپنے آپ کو فضیلت دی اور نہ فضیلت کلی کا کبھی دعویٰ کیا، اس لئے اس متشابہ فقرہ پر جو محکم عبارات کی روشنی میں وہ معنے پیدا نہیں کر سکتے جو قادیانیوں کا مقصد و منشا ہے، دعویٰ نبوت کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔

نبی کا نام پانے کی خصوصیت

سوال نمبر ۴ :۔ اگر ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریرات میں نبی کے لفظ کے بجائے ... محدث کا لفظ سمجھنا چاہیئے تو حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کے اس فقرہ میں کہ "نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۳)

مکتوبات و اعلانات

ایک آیت کی تفسیر

اخویم فی اللہ ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح۔ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اخبار میں شائع کر دیں:۔

قرآن کریم کی سورہ بقرہ کے رکوع ۹ میں ایک آیت واذ قتلتم نفساً سے شروع ہوتی ہے جس کے متعلق حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے فرماتے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ جو بطور ضمیمہ اخبار بدر قادیان شائع ہوتے تھے ۹ر فروری ۱۹۰۹ء کے نیچے لکھا ہے کہ اس آیت کے معنے کے متعلق مجھے شرح صدر نہیں اور آگے چل کر اس قصہ کو بھی رد کیا ہے کہ ایک شخص قتل ہو گیا اور لوگوں نے کہا کہ گائے ذبح کرو اور اس کے ٹکڑے کو مقتول کے جسم سے لگاؤ تو وہ زندہ ہو جائے گا۔

پھر فرماتے ہیں اس میں ایک نقطہ عجیب ہے وہ ہے کذالک یحی اللہ الموتی۔ مردے اسی طرح زندہ ہوا کرتے ہیں پھر یہ کہ وہ تم کو اس طرح کے نشان دکھاتا رہتا ہے۔

میرا خیال ایک ایسے معنے کی طرف گیا جس سے یہ مشکل آیت حل ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ درحقیقت اس آیت میں قتل کی واردات کی تفتیش کا ذکر ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب قوم میں انسان مستلزم السزا کا کوئی واقعہ ہو تو یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ مخفی امر کو ظاہر کر دے گا یعنی آخرکار قاتل کا پتہ لگ جائے گا ہمارا حکم ہے کہ بعض واقعات جو تم کو معلوم ہوں بیان کر دو باقی دوران تفتیش میں معلوم ہوتے جائیں گے اور آخرکار قاتل قصاص میں سزایاب ہو کر قوم کے زندہ رہنے کا موجب ہوگا کیونکہ ولکم فی القصاص حیٰوۃ یا اولی الالباب عقلمندوں کے نزدیک قصاص میں زندگی ہے۔ اور یوں اللہ تعالےٰ کے نشانات ظاہر ہوتے رہیں گے صرف ہمت مرداں چاہیئے، خدا کی مدد ہر وقت تیار ہے۔

عزیز بخش پینشنر۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

کراچی میں احمدیہ بستی کا قیام

کراچی کی آبادی پاکستان بننے سے پہلے کوئی دو لاکھ کے قریب تھی جو اب دس لاکھ سے بھی بڑھ گئی ہے اور یہ شہر نہ صرف پاکستان کا دارالخلافہ ہونے کی حیثیت سے بلکہ مغربی پاکستان کی بندرگاہ ہونے کے سبب ہندوستان کے بھی کئی بڑے شہروں سے بڑھ کر مشرق میں ایک بہت بڑا تجارتی مرکز ہو گیا ہے۔

یہ خدا کا فضل ہے کہ جہاں پاکستان سے پہلے کراچی جماعت کے چند مٹھی بھر احباب ہمارے چھوٹے سے دفتر کے ایک کونہ میں نماز اور درس کے لئے اکٹھے ہوتے تھے اب پورے دو کمرہ کے فلیٹ میں بھی نہیں سماتے۔ پاکستان کے قیام کے بعد نہ صرف مرکزی حکومت کے دفاتر کے ملازمین بلکہ ہندوستان کے مرکوز سے جماعت کے احباب تجارت اور روزگار کی تلاش میں کراچی ہی آ گئے۔ اس طرح آبادی کے ایک دم بڑھ جانے سے مکانات کی اس قدر تنگی ہو گئی کہ اکثر لوگوں کو جھونپڑوں اور خیموں میں پناہ لینی پڑی۔

۱۹۴۸ء میں حکومت نے باضابطہ رجسٹرڈ سوسائٹیز کو مکانات کے لئے زمین تقسیم کرنے اور عمارتوں کے لئے دیگر سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے اعلان کیا تو ہماری جماعت نے بھی دارالسلام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ کے نام سے رجسٹرار کے ہاں سوسائٹی رجسٹر کرا لی اور گورنمنٹ سے زمین حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کر دی گئی مگر گورنمنٹ کے شرائط سخت اور زمین کی قیمت گراں ہونے کے سبب سوسائٹی کے ممبران نے حکومت سے زمین تو حاصل کرنے کا خیال ترک کر دیا البتہ دیگر مراعات کی توقع رکھی۔

اسی دوران میں جب حضرت امیر کراچی تشریف لائے تو جماعت کے اکثر احباب نے کراچی کے باہر ملیر میں انجمن کی زمین کا ایک ٹکڑا انوسائٹی سے حاصل کرنے کی درخواست کی حضرت امیر ایدہ اللہ نے کراچی جماعت کی اس خواہش کو بہت پسند فرمایا۔ معاملہ جنرل کونسل میں زیر غور رہا چنانچہ احباب کو اب سن کر خوشی ہوگی کہ انجمن نے ریزولیوشن پاس کر کے زمین سوسائٹی کے ذریعہ صرف جماعت میں تقسیم کرنا منظور کر لیا ہے۔ چنانچہ گذشتہ ماہ اتوار کے روز میاں غلام عباس صاحب کے ہمراہ سوسائٹی کی منتظم کمیٹی کے ممبران انجمن کی ہدایت کے مطابق سوسائٹی کے لئے موزوں ٹکڑہ کا انتخاب کرنے کے لئے موقعہ پر گئے اور موزوں ٹکڑہ چن لیا گیا اور قرار پایا کہ زمین کی سروے کرا کر اور موزوں پلاٹ بنا کر اور پیغام صلح کے ذریعہ سب احباب کو اطلاع دے کر غرض مند احباب کو سوسائٹی مناسب ڈیولپمنٹ چارجز کے ساتھ پلاٹ کی قیمت وصول کر کے تقسیم کر دے چنانچہ سوسائٹی نے ایک سرویر کی خدمات حاصل کرنے کے لئے لکھ دیا ہے اس کے پہنچنے پر ایک ماہ کے اندر اندر انشاء اللہ زمین کے پلاٹ بنا کر اس کا نقشہ پیغام صلح میں شائع کر دیا جائے گا۔ انجمن نے کراچی میں یہ زمین محض جماعت کے احباب کے لئے مکانات کی قلت کو دور کرنے اور احمدی بھائیوں کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کے لئے صرف چار آنہ فی گز کے حساب سے دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ گرد و نواح میں زمین کی قیمت زیادہ ہے اور بستی کے قیام سے قیمت اور بھی بڑھ جائے گی لہذا احباب تجارت کی خاطر خریدنے کا ارادہ نہ کریں کیونکہ تقسیم شدہ پلاٹ صرف سوسائٹی ہی خریدنے کی حق دار ہوگی۔

انجمن کی زمین لانڈھی اور ملیر ریلوے سٹیشن کے درمیان پاکستان ریڈیو سٹیشن سے ۸ فرلانگ اور مین ریلوے لائن سے دو فرلانگ پر واقع ہے۔ زمین سے کوئی چار فرلانگ پر کراچی انڈسٹریل اسٹیٹ ۲۰۰۰ ایکڑ کارخانہ داروں کو تقسیم کر رہے ہیں، اور کوئی ۵۰۰ ایکڑ زمین پر ایک ماڈرن کالونی بنانے کی تجویز ہے جس سے ہماری سوسائٹی کو بھی بہت اہمیت حاصل ہو جائیگی۔

لہذا احباب جماعت جو اب تک سوسائٹی کے ممبر نہیں بن سکے اب ممبر بن کر کراچی میں جائیداد بنانے کا بہترین موقعہ حاصل کر سکتے ہیں۔

محمد خاں
سکرٹری دارالسلام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ کوئیٹہ والا بلڈنگ میرٹ روڈ۔ کراچی

خطبہ جمعہ (بقیہ از ص [illegible])

اور انہوں نے فرمایا:۔

"میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایسی جماعت تیار ہو جاوے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح اور تقوےٰ کے راستہ پر چلے اور صدق کا اعلےٰ نمونہ قائم کرے تا کہ اس جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پائے اور خدا کا منشاء پورا ہو پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے اپنے دشمنوں پر غلبہ پا لیا اور اس کو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو پھر ایسی فتح کوئی فتح نہیں کیونکہ اگر ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہیں ہوئی تو ہمارا سارا کام رائگاں گیا۔"

امامت وقت کی کامیابی اور ان کے اثرات

ہم لوگ گواہی دیتے ہیں امام و ہمام ایک متقی جماعت پیدا کرنے میں نمایاں طور پر کامیاب ہوئے اب ان کی وفات پر بہت عرصہ گذر چکا ہے ان کی تعلیمات کے اثرات مدھم پڑ رہے ہیں ہماری جماعت کو توجہ کرنی چاہیئے تا کہ وہ اثرات پھر تازہ ہو کر ابھر آئیں۔

حضرت امیر مرحوم و مغفور کی وفات پر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام تعزیتی ریزولیوشن

۲۸ر اکتوبر بروز اتوار مجلس معتمدین احمدیہ انجمن اشاعت لاہور کا اجلاس دس بجے صبح احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا جس میں حضرت مولنا صدرالدین صاحب کی طرف سے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پیش ہوا:۔

ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ جلسہ حضرت امیر قوم مولنا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج و اندوہ کا اظہار کرتا ہے اور اسے اپنی قوم اور تمام عالم اسلام کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان تصور کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہے کہ وہ حضرت مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند کرے اور جماعت کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ جلسہ مولنا مرحوم و مغفور کے جملہ اعزہ اور ورثاء سے اظہار ہمدردی کرتا ہے اور ان کے اس صدمہ میں برابر کا شریک ہے۔

جملہ حاضرین نے اس ریزولیوشن کو احتراماً کھڑے ہو کر منظور کیا اور قرار پایا کہ اس کی نقول حضرت بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم، میاں محمد احمد صاحب خلف الرشید حضرت امیر مرحوم و مغفور اور پریس کو بھیجی جائیں۔

حضرت امیر مولٰنا محمد علی صاحب کی وفات پر

مولٰنا عزیز بخش صاحب کے نام تعزیتی خطوط

غلام محمد صاحب نمبردار

مکرمی مخدومی حضرت مولوی صاحب دام ظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت امیر کی وفات کا صدمہ تو بہت مخلوق کو ہے۔ پھر خاندان کا ہر فرد روتا ہے ہر یک کا یہی خیال ہے کہ وہ میرے ہی پیارے محسن تھے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے سر سے سایہ اٹھ گیا ہے۔ اب ظلمت کی زندگی ہے۔ کوئی غم ہے جو دل کو دباتا ہے مگر مجھے رہ رہ کر خیال آتا ہے کہ بڑھاپے کی عمر اور ایک ایسے بھائی کا صدمہ جو تمام عمر ساتھی رہا۔ اور ایسے عادات اور اخلاق حسنہ کا نمونہ جو دوسرا مل نہیں سکتا۔ کتاب اللہ کا سچا عامل وہ انسان تھا میری غفلت اور لاپرواہی یہ کہ میں حضور کے پاس ہم منٹ نہ بیٹھ سکا۔ تاکہ مغموم اور اداس دل کو سہارا دیں۔ میری رقت قلبی کا تو یہ حال ہے کہ میں خود ایک آہ کی برداشت نہ کر سکا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اللہ تعالٰے حضور کی عمر و صحت میں برکت دے تاکہ ہمارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو۔ والسلام

غلام محمد نمبردار۔ چک $\frac{۲}{1\text{-}A\text{-}R}$ اوکاڑہ

سید تصدق حسین صاحب بغداد

بغداد - ۱۴ر اکتوبر ۱۹۵۱ء

قبلہ ام حضرت مولٰنا عزیز بخش صاحب سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا ۞

کل شام پاکستان ریڈیو نے کراچی سے یہ اندوہناک خبر نشر کی کہ ہمارے آقا و محبوب امیر حضرت مولٰنا محمد علی اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اس المناک خبر سے دل و دماغ کی جو حالت ہوئی اس کے اظہار سے قلم قاصر ہے۔ آہ! وہ پیرانہ سال مرد مجاہد دشمنان اسلام کے مقابلہ میں پچپن سال رات دن لڑتے ہوئے بیوم سید الشہداء عاشورہ کے دن شہید ہو گیا۔ میرا آقا محمد علی نہیں مرا بطل میدان کربلا حسین علیہ السلام کی طرح زندہ جاوید ہے۔ یہ ان مقدس ہستیوں میں سے ایک پاک ہستی ہے جنہوں نے حقیقی معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم رکھا اور ایثار و قربانی کی وہ مثال پیش کی جس کی نظیر آج اس عصر حاضرہ میں مشکل سے مل سکتی ہے۔ اس کی مجاہدانہ زندگی پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔

قبلہ ام اس فاجعۃ الکبریٰ میں ہم سبھوں کے لئے مشترک ہے، اور جو ناقابل برداشت ہے، جتنا بھی رنج و غم کیا جائے کم ہے لیکن مالک حقیقی کے سامنے چون و چرا کی گنجائش نہیں۔ رضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم ہے خدا ہم سبھوں کو صبر دے اور اس شہید ملت کے نقش قدم پر چلنے اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام۔

غمزدہ تصدق حسین قادری۔

بخشی خلیل الرحمٰن صاحب رام پور۔ (ہندوستان)

رام پور۔ (یو پی)

حضرت مولوی صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج عزیزہ محترمہ ...... کے خط سے معلوم ہوا کہ آفتاب جماعت احمدیہ لاہور غروب ہو گیا۔ اور وہ مرد مجاہد، خادم دین اسلام۔ حضرت مسیح موعود کا پیارا اور لاڈلا مرید دنیائے فانی کو چھوڑ۔ سب کو داغ مفارقت دے کر ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالٰے سے دعا ہے کہ وہ اپنے رحم و کرم سے مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور اعلےٰ سے اعلےٰ مقام عطا کرے۔ اور اس کمزور اور ناتوان جماعت کا دستگیر اور حامی و ناصر ہو جملہ متعلقین۔ احباب جماعت کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

دلفگار شریک غم ۔

(بخشی) محمد خلیل الرحمٰن۔

جمعدار عبدالجلیل صاحب - مردان

حیدرآباد۔ نزد دفتر بجلی - مردان -

محترم مولٰنا صاحب قبلہ سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"آہ! حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ"

پرسوں مولٰنا احمد یار صاحب نے حضرت امیر کی وفات بابت تار دیا تھا۔ جو مجھے شام کے وقت ملا۔ کل محمد اسحاق خان کی اطلاع دے دی جو موضع زوبی کے باشندے ہیں یعنی مولانا احمد صاحب کے گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ وہاں ہماری جماعت کے ممبر ہیں۔ باقی تمام ضلع میں ہماری جماعت کے ممبر نہیں چونکہ مجھے تار اس وقت ملا جبکہ لاہور میں حضرت امیر کی تجہیز و تکفین ہو رہی تھی اس لئے میں نے کل بیگم صاحبہ حضرت امیر کو تار دیا۔

حضرت امیر کی شخصیت بین الاقوامی تھی اور ان کی وفات سے اسلامی دنیا میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے اس کا پر ہونا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس دردناک خبر سے نہ صرف احمدی، صحاب کو صدمہ پہنچا ہے بلکہ غیر از جماعت فہمیدہ طبقہ بھی غم سے نڈھال ہوا ہے۔ ایسے افراد جن کی زندگی مذہب کے لئے وقف ہو دنیا میں کم پیدا ہوتے ہیں۔

خدا مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ اور آپ اور آپ کے جملہ افراد خاندان کو صبر کی توفیق بخشے آمین :- آپ کا خادم

جمعدار عبدالجلیل - موضع حیدرآباد۔ مردان

قادر بخش صاحب ضلع لائل پور

موضع چھتے چک نمبر ۱۵۷

ڈاک خانہ گگومال - براستہ گوجرہ ضلع لائل پور

از جانب قادر بخش :- مکرمی معظمی مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج میں اتفاقیہ جب گوجرہ آیا تو قبلہ مولوی محمد علی صاحب کی وفات کی خبر سنی اس خبر کو سن کر نہایت ہی رنج اور افسوس ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ خداوند کریم مولوی صاحب کی روح کو بہشت بریں میں بلند مقامات میں جگہ دیوے اور آپ کو اور دوسرے اقربا کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

اس میں شک نہیں کہ دنیا سے ہر ایک شخص نے ایک نہ ایک روز کوچ کرنا ہے مگر مولوی صاحب کی وفات کا صدمہ ایک عظیم صدمہ ہے۔ مولوی صاحب جیسے انسان دنیا میں ہمیشہ پیدا نہیں ہوتے جب رحمت الٰہی خاص طور پر کسی قوم یا کسی کنبہ پر نہایت ہی کرم کی نظر کرے تو قبلہ مولوی صاحب جیسی شخصیت پیدا ہوتی ہے۔ مگر افسوس کہ خدا تعالیٰ نے مولوی صاحب کو ہمارے درمیان کچھ مدت تک نہ رہنے دیا۔ انسان مشیت ایزدی کے سامنے لاچار اور بے بس ہے اور بجز صبر چارہ نہیں رکھتا۔ خدا تعالیٰ مولوی صاحب کو غریق رحمت کرے اور آپ کو، و دیگر اقرباء کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

آمین۔ ثم آمین

شکرالدین صاحب راولپنڈی

چھاچھی محلہ راولپنڈی۔ $\frac{۱۰}{۱۵}$ ۱۹

بحضور حضرت مولٰنا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سیدنا و امامنا حضرت امیرالمومنین کی اچانک رحلت سے جو صدمہ اور افسوس ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔ شعائر اللہ میں سے جو وجود تھا وہ ہم سے رخصت ہو کر مولیٰ حقیقی کے پاس جا پہنچا حضرت اقدس مسیح موعود نے جس محبت اور دلسوزی سے سیدنا کو یاد کیا وہ الہامی عبارت اس بات کی مصدق ہے کہ حضرت اقدس کو آپ کی جدائی کتنی محسوس ہو رہی تھی "مولوی محمد علی صاحب کو دیکھا تو کہا آپ بھی صالح تھے آیئے ہمارے پاس بیٹھ جایئے"۔

حضرت مولٰنا یقین کیجئے حضرت امیر قوم کی وفات ایک سانحۂ عظیم ہے۔ جماعت کا ہر ایک فرد بالخصوص اور مسلمانان عالم بالعموم آج غم والم میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ آب زلال محمدؐ کا یہ ساقی بادۂ عرفان کے ساغر پلاتے پلاتے تھک گیا۔ مگر تھکان کے باوجود لذت بے خودی میں اس فیض رسانی سے نہ رکا ملاء اعلیٰ نے عظیم المرتبت کے لقب سے یاد کیا اور خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ضعیف الجثہ تک کہہ دیا۔ ایسے اولوالعزم مجاہد ہزاروں سالوں کے بعد مبعوث ہوتے ہیں۔ ان کا ماتم دنوں کا نہیں بلکہ زمانوں کا ہے۔ آنے والی نسلیں جب اس ضعیف الجثہ کا پیدا کردہ لٹریچر پڑھیں گی تو حسرت کریں گی کہ انہیں اس سلطان القلم عالم کا زمانہ کیوں نصیب نہ ہوا۔

قوم کا یہ امیر فقیروں کی طرح زندگی بسر کر گیا۔ خود بھوکا رہا مگر قوم کا خیال رکھتا رہا۔ اللہ کریم نے ان کے لئے تو جنت الفردوس میں مقام کر دیا اب دعا ہے کہ ہمیں صبر جمیل عطا فرمائے اور اپنے امیر کا نعم البدل عطا کرے۔ سنہ ۱۹۴۸ء کے اوائل میں جب تقسیم

ملک کے جلوس خونریزیاں برپا تھیں اور مسلمان قوم پر تباہی اور مصائب پر مصائب آ رہے تھے تو حضرت امیرؓ نے سورہ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیات پر توجہ دلاتے ہوئے فرمایا تھا کہ اب مسلمان قوم پر پھر ایسی قیامت خیز مصیبت نہ آئے گی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان بنی اسرائیل سے گیا گذرا ہے اور اس کے لئے قضا و قدر میں ابھی اور صبر آزما واقعات سے دوچار ہونا تھا جو حضرت امیر کا رفع الی اللہ ہو گیا۔ چنانچہ دیکھ لیجئے آج وزیر اعظم پاکستان تشدد کا شکار ہو جاتے ہیں۔ آخر پر میں اس آیت کریمہ پر یہ خط ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ کریم آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء۔

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی خدمت میں مضمون واحد ہے۔

غمزدہ (منشی) شکر الدین۔ فخر الدین

ملک جمال الدین صاحب راولپنڈی

۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء

بخدمت مولنا عزیز بخش صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کے بھائی حضرت مولنا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی وفات حسرت آیات کی خبر سے سخت رنج و افسوس ہوا حضرت مولانا نے دین اور انسانیت کی جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں ان کی وجہ سے میرے دل میں ان کا بے پناہ احترام ہے اور میری دعا ہے کہ خداوند کریم انہیں جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے اقرباء کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور ملک و قوم میں ان کی رحلت سے جو جگہ خالی ہوئی ہے اس کے لئے نعم البدل عطا فرمائے۔ اگرچہ حضرت مرحوم و مغفور اپنی مثال آپ ہی تھے۔ اور بیشمار خصوصیات کے اعتبار سے منفرد شخصیت کے مالک تھے ایسے لوگ کئیں صدیوں میں جا کر پیدا ہوتے ہیں۔ اور پھر اس زمانہ قحط الرجال میں تو حضرت مولانا کی وفات ملک ملت اور دین کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اس رنج و الم میں آپ کا شریک

ملک جمال الدین مبلغ اسلام

راولپنڈی

حافظ عبد الرشید صاحب سندھ

بخدمت شریف بزرگ قوم حضرت مولنا صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کیا لکھوں لکھنے کو جی چاہتا نہیں۔ جس چیز کا خطرہ تھا وہ واقع ہو چکا ہے آہ! ثم آہ۔ جس عظیم المرتبت انسان کے جانے کا ڈر تھا وہ آخر وقوع میں آیا۔ آنکھیں اشکبار ہیں۔ دل غم و الم سے معمور ہے۔

چودھویں صدی کا بہترین مفسر و محدث عالم دین یعنی مرشدی مولنا محمد علی علیہ الرحمۃ و الغفران کی خبر وفات حسرت آیات معلوم کر کے اس غمزدہ کو سخت حادثہ ہوا۔ احقر مع اپنے عزیزوں کے آپ اور آپ کے جمیع خاندان سے اس غم میں شریک ہے۔ دنیا اس خلا کو شاید پورا نہ کر سکے دنیا رفتنی و گذاشتنی ہے۔ صبر کے سوا چارہ نہیں ۔۔۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

غمزدہ ـ حافظ عبد الرشید مبلغ اسلام

۱۵/۱۰/۱۹۵۱ نواب شاہ سندھ

خواجہ محمد عبد اللہ صاحب منجانب جماعت راولپنڈی

جماعت راولپنڈی نے آج نماز جمعہ ادا کر کے سیدنا حضرت امیر قوم کا جنازہ غائبانہ پڑھا اور بعد ازاں متفقہ طور پر حسب ذیل قرارداد منظور کیں۔

(۱) جماعت راولپنڈی کا یہ غیر معمولی اجلاس سیدنا حضرت امیر قوم مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی بے وقت رحلت کو سانحہ عظیم تصور کرتا ہے۔ آپ کی وفات حسرت آیات جماعت احمدیہ کے لئے بالخصوص اور مسلمانان عالم کے لئے بالعموم ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔

اس رنجدہ سانحہ پر جماعت راولپنڈی بیگم صاحبہ حضرت امیر قوم اور ان کے اعزا و اقربا سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے اور انہیں یقین دلاتی ہے۔ کہ حضرت ممدوح کے ماتم میں قوم کا ایک ایک فرد ان کے غم میں شریک ہے۔

حضرت امیر قوم مرحوم نے جماعت احمدیہ لاہور کی تنظیم اور استحکام کے لئے جو فقید المثال قربانیاں کیں اور جس اخلاص تندہی اور محنت شاقہ سے شجر مقدسہ کی آبیاری کی ان خدمات جلیلہ کو اراکین انجمن بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔ اور بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے ہیں۔ کہ ذات باری تعالے مرحوم پر بہت بہت رحم و کرم نازل فرمائے۔ اور ہمیں اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔ قرار پایا کہ اس کی نقول بخدمت:۔

(۱) جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن (برائے اشاعت)

(۲) بیگم صاحب حضرت امیر مرحوم

(۳) مولنا عزیز بخش صاحب

ارسال کی جائیں۔

مرسلہ:۔ خواجہ محمد عبد اللہ۔ سکرٹری

سلطان محمود صاحب وزیر آباد

بخدمت قبلہ و کعبہ ام حضرت مولانا صاحب۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ہمارے پیارے حضرت امیر کی وفات کی خبر سے جو صدمہ اور دکھ ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

یقیناً جناب کے لئے یہ صدمہ غیر معمولی اور بہت بڑا صدمہ ہے۔ حضرت امیر کی تعریف قلم کی طاقت سے باہر ہے وہ ایک پاک اور عالم دین ہستی تھے۔ اور فی الواقع علم و ہدایت کا نورانی ستارہ تھے جو غروب ہو گیا۔ اور اسی وجہ سے جماعت احمدیہ لاہور یتیم ہو کر رہ گئی ہے۔ اور تقریباً تمام جماعت حضور کے غم میں سوگوار ہے۔ آپ تو چونکہ ان کے بڑے بھائی ہیں اس لئے یقیناً یہ صدمہ آپ کے لئے باقی سب افراد سے بڑھکر ہے اس لئے خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اور حضرت کے خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

میں نے میاں محمد احمد صاحب کی خدمت میں بھی افسوس کی چٹھی لکھی ہے۔ میں چونکہ بوجہ ملیریا سخت بیمار تھا اسلئے جنازہ پر نہ آ سکا۔ اور نہ ہی اس سے پہلے افسوس کا خط لکھ سکا۔ آج دو ہفتے کے بعد کام پر آیا ہوں۔ والسلام۔ سلطان محمود

قادیانی اصحاب کے خطوط

شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سابق مدیر "الحکم"

سکندر آباد۔ الہ دین بلڈنگ۔

محترم بھائی مولوی عزیز بخش صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ابھی ابھی قادیان کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ مکرم مولنا محمد علی صاحب کا حرکت قلب بند ہو کر انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور یہ واقعہ ۱۳ اکتوبر کو ہوا جس کی خبر ریڈیو نے دی۔ تعجب ہے کہ کسی اخبار میں ذکر نہیں۔ مجھے اس خبر سے سخت صدمہ ہوا۔ اور میں ایسا ہی محسوس کرتا ہوں کہ میرے ایک عزیز بھائی کا انتقال ہو گیا۔ موت تو ناگزیر ہے وہ عمر کے لحاظ سے تمام منازل طے کر چکے تھے مجھے اس حادثہ کا اس وقت سے خطرہ تھا جب سے تنفس کی تکلیف پیدا ہوئی۔ میں نے ان کی بیماری کے مختلف مواقع پر ہمیشہ ان کی صحت اور درازئی عمر کے لئے دعا کی۔ گذشتہ دو تین ماہ سے میں نے بعض خواب ایسے دیکھے تھے جن سے میں سمجھتا تھا کہ وقت قریب آ رہا ہے، آخر وہ وقت آ گیا۔

سدا رہے نام اللہ کا

باوجود اختلاف جزوی کے میرے دل میں ان کے لئے عزت کا مقام تھا اور ان کی قلمی خدمت کا مجھے اعتراف تھا۔ اختلاف اگر نیک نیتی سے ہو تو رحمت ہوتا ہے اور اس کا فیصلہ انسان نہیں کر سکتا۔

کچھ شک نہیں وہ فوت ہو گئے اور ہر شخص مرنے والا ہے ان کی وفات ایک قومی صدمہ ہے میں اس صدمہ میں آپ کے خاندان اور مکرم مرحوم کے خاندان سے پورے اخلاص سے اظہار تعزیت کرتا ہوں، اور ان کے مدارج کی ترقی اور مغفرت کے لئے بھی مصروف دعا ہوں۔ جو کام انہوں نے کیا ہے اس نے ان کو ایک حیات ابدی عطا کر دی ہے۔ میں اپنے جذبات اور تاثرات کا اظہار الحکم میں انشاء اللہ کروں گا، یہ تعزیت کا مکتوب آپ کو خاندان کے بزرگ کی حیثیت سے بھیج رہا ہوں، از راہ کرم بیگم صاحبہ اور مولنا کے بچوں کو بھی میری طرف سے تعزیت کریں اور میں ان کے اس صدمہ میں ان کا شریک غم ہوں ان کے اس خالص کام کو جو قرآن کریم اور اسلام کی خدمت کا انہوں نے کیا ہے ویسے ہی جاری رکھا جاوے۔ میں یہ بھی کہوں گا کہ اندرونی اختلاف کے متعلق بحثوں کو ختم کر دیا جاوے۔

بالآخر میری دعا ہے کہ ۔۔۔ مرنے والے کی روح پر برکات اللہ کا نزول ہو اور ان کی کمزوریوں اور غلطیوں کو انکی خدمات کے صدقہ میں معاف فرمائے اور ہماری کمزوریوں کی بھی پردہ پوشی کرے۔ مکرم مولوی ۔۔۔ خاں صاحب کو بھی تعزیت کا خط لکھوں گا۔ میری ٹانگ اور ہاتھ میں درد ہے مگر دست لے سنا دیں کہ ایک "خاص نمبر" اخبار کا ان کے متعلق شائع کیا جاوے جس میں ان کی خدمات کا ذکر ہو جو انہوں نے قرآن کریم اور اشاعت اسلام کے سلسلہ میں کی ہیں۔ اندرونی اختلاف سے اخبار کو پاک رکھا جاوے یہ میرا اپنا خیال ہے۔ والسلام

خاکسار۔ یعقوب علی عرفانی

نسیم القرآن

قرآن کریم کی علمی و اخلاقی تعلیمات

مستری یعقوب علی صاحب

(بسلسلہ اشاعت ۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء)

پہلے زمانہ کے مسلمانوں کی ہمت و استقلال کے کارنامے

اوپر آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ مسلمان قوم کو لوگوں کی ہدایت اور رہبری کے لئے تجویز کیا گیا۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ . . . .
گذشتہ زمانہ میں جن غلطیوں کے سبب دوسری اقوام قعر مذلت میں گر چکی تھیں۔ ان سے محترز کر دیا جائے۔ اس لئے خدا تعالے نے مسلمانوں کو متنبہ فرمایا۔

لاتکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم اولئک ھم الفٰسقون۔

ترجمہ:۔ خبردار ایسے لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے خدائی احکام کی نافرمانی کر کے خدا کو بھلا دیا اپنی حفاظت کا سامان نہ کیا درحقیقت ان لوگوں نے اپنے آپ کو بھلا دیا ایسے وعدہ شکن لوگ ہی خسارہ میں رہتے ہیں۔

حکم کیا تھا سنو اور غور سے سنو۔

اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم واخرین من دونھم لاتعلمونھم۔

ترجمہ:۔ تم جو کچھ طاقت تیار کر سکو گھوڑے ہوں یا اور کوئی طاقت (ٹینک۔ توپ۔ تلوار نیزہ۔ آب دوز کشتی۔ ہوائی جہاز) ہو۔ اس طاقت سے اپنے اور خدا کے دشمنوں کو خوفزدہ رکھو۔ ان موجودہ دشمنوں کے سوا اور بھی تمہارے دشمن ہیں جن کو تم نہیں جانتے مگر خدا جانتا ہے۔

غور کرو مسلمانو! موجودہ زمانہ کے دشمن (نہرو۔ بلدیو۔ مونٹ بیٹن) محمد رسول اللہ صلعم کے منجانب اللہ ہونے کی کیسی کھلی دلیل ہیں۔ قرآن کریم خدا کا کلام ہونے کی کیسی کھلی بات ہے آج سے ۱۳۷۰ سال قبل کی خبر سوائے خداوند علیم خبیر کے کون بتلا سکتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھیوں کی تعریف خدا نے یہ کی ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔

ترجمہ:۔ محمد اور اس کے ساتھی دشمن کے مقابل میں بہت سخت۔ اور آپس میں رحیم ہیں۔

اوپر کی تنبیہ سے مسلمانوں نے فائدہ اٹھا کر اپنی حفاظت کے لئے سامان تلواریں زرہیں نیزے۔ منجنیق۔ ڈھال۔ کشتیاں۔ تیر آب وغیرہ تیار کیں۔ یہاں تک کہ سرور کائنات نے خود خندق کھودنے میں حصہ لیا۔ اور دشمن کے حملہ کو روکا۔ طارق علیہ الرحمۃ کی ہمت کو دیکھو جب سپین کے ساحل پر قدم رکھ کر کشتیوں کو جلایا تو ساتھیوں کے اس سوال پر کہ واپس گھر کس طرح جائیں گے گھر تو بہت دور ہے جواب کو علامہ اقبال کی زبانی سنئے ؎

خندید و دست بر سر شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

یقین ملاحظہ ہو۔ انجام کا علم تو خدا کو تھا۔ مگر ان کے اپنے یقین پر بہت قربان ہے۔ فرمایا ؎

جہاں جا کے جھنڈے کو گاڑیں گے گھر ہے
جہاں دشمنوں کو پچھاڑیں گے گھر ہے

ایک ہی حملہ میں ملک فتح ہو گیا اور مجاہدوں کے گھر بن گئے۔ حضرت سلطان محمود غزنوی کے کارناموں پر غور کرو۔ جب راجہ جے پال والئے پشاور کا دماغ پھرا جس طرح آج کل ہندوستان کے راجاؤں خصوصاً راجہ ہری سنگھ والئے کشمیر کا پھرا ہوا تھا تو اس نے بڑھ کر افغانستان پر حملہ کر دیا لیکن محمود علیہ الرحمۃ کے ساتھیوں کے معمولی حملہ کا بھی مقابلہ نہ کر سکا اور جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کر کے جان خلاصی کرائی۔ مگر جب افغانی سفیر لاہور رقم تاوان لینے کے لئے آئے۔ تو نہایت بزدلی سے سارا ان کو قتل کر دیا۔ اس بات پر سلطان محمود نے ہندوستان پر حملے کئے۔ کہ ایسے خطرناک اور وعدہ خلاف دشمن کا کیا اعتبار ہے کہ کل پھر حملہ کر کے ملک میں فساد مچائے اس لئے اس کو اس قابل نہ رکھنا چاہیئے کہ فساد کر سکے اسی طرح محمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کو ان کی غارتگری کو بند کرنے کے لئے جو آئے دن وہ کرتے رہتے تھے۔ پانی پت کے میدان میں شکست دی۔ ان تین مجاہدین اسلام نے یعنے سلطان محمود نے راجہ جے پال کو، محمد بن قاسم نے راجہ داہر والئے سندھ کو، اور محمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کو وہ سبق دیا کہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔ اسی طرح اب بھی اگر ہندوستانی حاسدوں کا دماغ درست نہ ہوا۔ جو پاکستان کو دیکھنا پسند نہیں کرتے، تو پنجاب کے غیور ارکان سلطنت جن کے ہاتھ میں پاکستان کی باگ ڈور ہے ایسا ہی سبق دیں گے۔ جیسا کہ مجاہد دیا کرتے ہیں۔ انشاء اللہ

متذکرہ کا وہ وقت یاد کیجئے جب غازی سلطان محمود کے مقابل ہندوستان کے تمام راجے مہاراجے اسلام کو مٹانا چاہتے تھے تو سلطان نے فوج کی نازک حالت دیکھ کر سر سجدہ میں رکھ کر خدا کے حضور عرض کی اے خدا تو خوب جانتا ہے کہ میں ملک گیری کے لئے نہیں آیا۔ نہ میں نے ابتدا کی ہے، صرف مقصد یہ ہے کہ فساد مٹ جائے اور لوگ تیری طرف آ جائیں ظلم بند ہو جائے۔ اس کفرستان میں تیرا نام بلند ہو۔ جھوٹے معبودوں کی عبادت کی جگہ تیری عبادت ہو۔ صدق دل سے آواز نکلی تھی منظور ہو گئی۔

کہتے ہیں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیدار دے کر فرمایا۔ کہ اس وقت یہ دعا بھی کرتے کہ تمام ہندوستان مسلمان ہو جائے تو دعا قبول ہو جاتی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کو مرشد نے فرمایا تھا۔ لیکن دشمن کے مقابلہ کے لئے اگر سلطان نے حفاظت کا سامان ساتھ نہ لیا ہوتا، محمد بن قاسم جنگی جہاز ساتھ نہ لے گیا ہوتا۔ احمد شاہ ابدالی توپوں کو جن میں سے آج بھی ایک توپ لاہور کے عجائب گھر کے سامنے کھڑی ان کی دانشمندی اور دور اندیشی کا وعظ کر رہی ہے ساتھ نہ لے گیا ہوتا تو فتح تو درکنار مردے بھی میدان جنگ میں دفن نہ کر سکتے ان مجاہدوں کے بازوؤں کو خدا نے وہ طاقت اور ہمت بخشی ایسی شاندار فتوحات حاصل ہوئیں کہ دشمن ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا ہو گیا اور ہندوستان میں مسلمانوں کے پاؤں جم گئے۔

آؤ آپ کو ذرا اس غلطی سے نکال دیں کہ مسلمان بھی دشمن کے مقابل برابر ہوں گے۔ مگر ایسا نہیں۔ پہلی جنگ جو اسلام نے کفر کے مقابل لڑی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرداری میں لڑی۔ مسلمان ۳۱۳ جن میں بچے بوڑھے شامل تھے تلواریں صرف دو عدد دشمن کی تعداد ۹ سو سات تھی جن میں ابوجہل جیسے نامی گرامی تجربہ کار جرنیل بھی موجود تھے۔

دوسری جنگ میں مسلمان ۷ صد اور دشمن تین ہزار۔ سلطان محمودؒ کے پاس سومنات کے میدان میں صرف دس ہزار مجاہد۔ اور مقابل میں تمام ہندوستان کے راجے مہاراجے لاکھوں کی تعداد میں فوج۔ جنگ موتہ میں مسلمان تین ہزار۔ دشمن ایک لاکھ۔ اٹک کے قریب محمودؒ کے پاس ۲۰ ہزار اور راجہ جے پال کی تین لاکھ فوج تھی۔ ظہیرالدین بابر دس ہزار رانا سانگا تین لاکھ۔ پانی پت کا میدان محمد شاہ ۴۰ ہزار اور مقابل میں ۱۴۰۰۰۰ (ایک لاکھ ۴۰ ہزار) ۔

خالد بن ولید جنگ ملیحہ میں فوج آٹھ ہزار مقابل میں ایک لاکھ۔ حضرت خالد کے ہاتھ میں نو تلواریں لڑتے لڑتے ٹوٹ گئیں۔ آج بھی صدیوں کا غلام کشمیری مجاہد کشمیر کے پہاڑوں میں اپنے سرداروں کے ماتحت چند صد مجاہدوں کو ہمراہ لئے راجہ ہری سنگھ والئے کشمیر۔ پٹیل۔ نہرو۔ بلدیو سنگھ ڈیفنس ممبر بھارت انڈیا ہندوستان کی تربیت یافتہ فوج کو جو سامان جنگ سے لدی ہوئی تھی۔ کئی بار شکست فاش دے چکا ہے۔ کشمیری اگرچہ سامان جنگ سے تہیدست تھا۔ مگر نور ایمان اور یقین سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ تھا۔ ترکوں کی بہادری جیسا انہوں نے یونان کو جن کی پشت پر انگریز کی پوری طاقت، روپیہ اور سامان جنگ سے امداد کر رہی تھی، وہ شکست دی کہ یونان ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ عربوں کی شجاعت تو دنیا میں ضرب المثل ہے جنہوں نے ۲۵ سال کے قلیل عرصہ میں ربع دنیا کو فتح کر لیا اور آج بھی فلسطین میں امریکہ اور انگریز کا یہودیوں کو مدد دینے کے باوجود بھی عرب مقابلہ کر رہا ہے انجام خدا کے ہاتھ ہے افغانوں کی مٹھی بھر بے سر و سامان فوج اپنے سرداروں کی ہمراہی میں نبرد آزما رہی لیکن جرمن کو شکست . . . دینے والا انگریز شکست ہی کھاتا رہا۔ اوپر کے فوجی اعداد و شمار اور جنگی سامان کی فراوانی کے باوجود ہمیشہ ایمان کی قوت غالب رہی۔

مسلمان بچو! ایمان پیدا کرو کہ اپنے بزرگوں کی طرح کامیاب رہو۔ اور قیامت کے دن سرخرو اٹھو۔ (باقی دارد)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۲۲۷

لوائے ما پنہہ ہر سعید خواہد بود چندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے :- چھ روپے
ہندوستان سے :- آٹھ روپے بارہ آنے

ایڈیٹر
دوست محمد

سالانہ چندہ ممالک غیر سے - ۲۳ شلنگ

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۶ صفر ۱۳۷۱ھ - ۷ نومبر ۱۹۵۱ء | نمبر ۴۱

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مرزا صاحب نے مشرق و مغرب کی سوئی ہوئی روحوں کو بیدار کر دیا

امریکہ میں ہماری تبلیغی مساعی کے خوشگوار نتائج

میاں بشیر احمد صاحب منٹو کا مکتوب سان فرانسسکو سے

محبی و مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۲۰ جولائی کو اپنے مشن کی رپورٹ آپ کی خدمت میں ارسال کی تھی۔ پیغام صلح میں وہ میری نظر سے نہیں گذری۔ شاید کہیں تلف ہو گئی اور آپ تک نہیں پہنچ سکی۔

حال ہی میں یہاں ایک "اکاڈیمی آف ایشیاٹک سٹڈیز" کی ابتدا ہوئی ہے۔ بدھ مت، ہندو دھرم اور اسلام کی تعلیم دینے کے لئے یورپ، تبت، ہندوستان، پاکستان اور مصر سے پروفیسر طلب کئے ہیں۔ بعض پہنچ گئے ہیں اور بعض کا ابھی انتظار ہے۔ ان میں سے ایک پروفیسر SPIESELBERG مجھ سے دو ہفتے ہوئے ملنے آئے۔ دیر تک تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ انہوں نے اکاڈیمی کی غرض مغرب کو مشرقی افکار سے آگاہ کرنا بتلائی تاکہ یہاں کے لوگ مشرق کے روحانی اقدار سے واقف ہوں اور اس طرح ان کے دلوں میں اس کی صحیح عزت پیدا ہو۔ میں نے کہا کہ یہ کام بلاشبہ قابل تعریف ہے اور اس کی موجودہ وقت میں اشد ضرورت ہے مگر میرے تجربہ میں یہ بات آئی ہے کہ اس قسم کے لیکچروں سے معلومات میں ضرور اضافہ ہو جاتا ہے اور کسی حد تک رواداری بھی پیدا ہو جاتی ہے لیکن زندگیوں میں انقلاب صرف اسی وقت آتا ہے جب ایک غیر معمولی شخصیت اپنی تعلیم کو باتوں تک محدود رکھنے کی بجائے سراسر عمل بن کر ہمارے سامنے نمودار ہو۔ یہ شخصیتیں بار بار دنیا میں نہیں آتیں مگر ان کی روحانی قوت کمال کی ہوتی ہے کہ ان کا اثر برسوں تک قائم رہتا ہے۔ ہمارا فرض ان ہی کے نقوش قدم پر چلنا ہوتا ہے کیونکہ ہماری فلاح ان ہی سے وابستہ ہوتی ہے۔ میں نے انہیں بتلایا کہ جس جماعت سے میرا تعلق ہے اسے قائم کرنے والی اسی قسم کی ایک ہستی تھی، اس کا نام غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تھا۔ انہیں اس دنیا سے رخصت ہوئے تینتالیس برس ہو گئے ہیں مگر جو سوئی ہوئی روحیں انہوں نے بیدار کیں وہ ابھی تک مصروف عمل ہیں، اور زمین کے مختلف حصوں میں توحید الٰہی کا بھولا ہوا سبق وہاں کے رہنے والوں کو سنا رہی ہیں۔ یہاں سان فرانسسکو میں ہمارا مشن ۱۹۴۷ء میں قائم ہوا تھا۔ اس عرصہ میں بہت سی سعید روحوں نے اس پیغام کو سنا اور قبول کیا۔ اللہ تعالےٰ کی توحید کا جو اقرار کرے اس سے ہم امید کی توقع رکھتے ہیں کہ وہ مشرق اور مغرب کی جاہلانہ تمیز سے کنارہ کش ہو جائے اور اس بات پر ایمان لائے کہ مشرق اور مغرب دونوں اللہ کے ہیں اور ایک کو دوسرے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں عقیدہ ایک بے معنی لفظ ہے جب تک اس کا تعلق ہمارے عمل سے نہ ہو۔ ہم اس عقیدہ کو عملی رنگ دیتے ہیں ہمارے نزدیک اس کا بہترین ذریعہ مشرق و مغرب کے درمیان مناکحت کا رشتہ قائم کرنا ہے۔ چنانچہ ابھی پچھلے دو مہینوں میں ہی ہم نے Dr. John E. Newland M.D. (اسلامی نام ہے) اور ڈاکٹر امۃ الزہادی ایم ڈی کو رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا ہے۔ ڈاکٹر نیولینڈ خالص مغربی نژاد ہیں اور ڈاکٹر امۃ الزہادی بغداد سے آئی ہیں۔ اسی طرح Jeanne Fleschner کو ہم نے عبدالکریم خدیری کا رفیقۂ حیات بنا دیا ہے۔ عبدالکریم خدیری عراق کے رہنے والے ہیں اور جنوبی کیلیفورنیا کی یونیورسٹی کے طالب علم ہیں اور Miss Fleschner یہاں کی پیدائش ہیں۔ اس سے قبل بھی کئی ایک رشتے اسی قسم کے ہم قائم کر چکے ہیں اور جہاں تک میرا علم ہے ان کی محبت کے تعلقات میں کوئی فرق نہیں آیا۔

اس کے علاوہ ایک اور بات ہم کر رہے ہیں جس کی خصوصیت سے امریکہ کے متمدن ملک میں بڑی ضرورت ہے۔ ہماری نچلی منزل میں ایک امریکن مسلمان رہتے ہیں ان کا نام Keith W. Millican (اسلامی نام کریم الدین محمد ہے) یہ اپنی جاہلیت کے زمانہ میں Klu Kluse Khan اور کے ممبر تھے۔ اب یہ سیاہ فام لوگوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ اس پر پروفیسر صاحب کہنے لگے بس میں قائل ہو گیا۔ بے شک آپ کا کام بے حد قابل ستائش ہے۔ کاش آپ جیسے لوگوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جائے تاکہ ہماری منزل کی دوری نزدیک سے نزدیک تر ہو جائے اور مشرق اور مغرب ایک دوسرے کے کارناموں پر فخر کریں اور ایسا کہنے والا کوئی نہ رہے کہ مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب اور دونوں کا ملنا امر محال ہے۔

آرتھر ارونگ اینڈرسن El Centro Daly کے سیٹ کالج کے طالب علم ہیں مجھ سے ان کی خط و کتابت تھی۔ بیس اگست کو ایک سات میل دوڑ میں حصہ لینے کے لئے وہ سان فرانسسکو آئے۔ بس سے اترنے کے بعد سب سے پہلے میرے مکان کا رخ کیا۔ صبح آٹھ بجے جب ہم ناشتہ کر رہے تھے کسی نے گھنٹی بجائی۔ دروازہ کھولا تو یہ شریف آدمی سامنے کھڑے تھے مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے میں آرتھر اینڈرسن ہوں اور اسلام قبول کرنے آیا ہوں۔ میں نے کہا بھائی شب بھر سفر کرتے

میرا قدسی نفس شوہر

(از بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم و مغفور)

ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصٰلحین۔

مغربی و مشرقی پاکستان اور بیرونی ممالک سے جن بہنوں اور بھائیوں نے مجھ ناچیز کو پیغام ہمدردی بھیجے ہیں یا خود تشریف لا کر شریک غم ہوئے ہیں۔ ان سب کی میں تہ دل سے ممنون ہوں۔ ہر خط میں حضرت امیر علیہ الرحمۃ کی اسلامی خدمات کو سراہا گیا ہے اور ان کی وفات کو دنیائے اسلام کے لئے نقصان عظیم ظاہر کیا ہے۔ بیشتر حصہ جماعت نے اس صدمہ کو ایسا ہی محسوس کیا گویا ان کا شفیق اور پیارا باپ دنیا سے اٹھ گیا ہے اور وہ یتیم ہو گئے ہیں، ان کا یہ احساس اور بعض بزرگان سلسلہ کے خواب و کشف میرے لئے نہایت تسکین کا موجب ہوئے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

ایک ایسے رفیق حیات کا بچھڑ جانا جو اکیلا دنیا میں ہی نہیں بلکہ دینی معاملات میں بھی رہنما ہو۔ جس کے کلمات طیبہ مشعل ہدایت اور روح کی غذا ہوں۔ جس کی معیت پُر خطر سے پُر خطر راہ میں سلامتی کی ضامن ہو اور جس کی دل دہی غم و الم کی چٹانوں کو پاش پاش کر دے۔ ایسے قدسی نفس شوہر سے جدا ہونے پر جس قدر صدمہ ہو کم ہے انما اشکوا بثی و حزنی الی اللہ۔ اے میرے رب تو میرے دل کو اپنی محبت سے بھر دے کہ دل لگانے کے قابل تیری حی و قیوم ذات واحد ہی ہے اور اے غفور الرحیم تو اپنے برگزیدہ بندے محمد علی کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے کہ اس کی زندگی کا آخری لمحہ بھی تیرے نام کو بلند کرنے کی سعی میں بسر ہوا۔ اور بالآخر جس نے تیرے قرآن کو پھیلانے کی کوشش کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

اَلْقَلْبُ یَحْزَنُ وَالْعَیْنُ تَدْمَعُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی بِہٖ اللّٰہُ

۳۰۔ اپریل ۱۹۱۱ء کو میری شادی ہوئی۔ اکتالیس سال پانچ ماہ اور بارہ دنوں میں میں نے اس مقدس انسان کو بہت قریب سے دیکھا۔ اور کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہ گذرا کہ یہ شخص ریاکار یا غلطی پر ہو سکتا ہے۔ دن بدن اس کی عظمت میرے دل میں بڑھتی گئی۔ ایک بہن نے فرمائش کی ہے کہ حضور مغفور کی گھریلو زندگی کے متعلق کچھ بتاؤں میں نے ان کو یہی جواب دیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو پڑھ لیجئے۔ وہ فنا فی الرسول کا درجہ حاصل کر چکے تھے۔

آپ نے حقوق اللہ و حقوق العباد کو جس حسن و خوبی سے پہلو بہ پہلو نباہا وہ کسی معمولی انسان کے لئے ناممکن ہے تعلق باللہ کی یہ حالت تھی کہ جوانی سے رات کا بیشتر حصہ عبادت الٰہی میں گذرتا تھا۔ بہت کم سوتے تھے۔ عبادت کے علاوہ رات کو تصنیف کا کام بھی کرتے تھے کہ دن میں بیشمار دیگر قومی کام کرنے ہوتے تھے۔ پنج وقتہ عبادت کے اوقات میں بھی وہ سب سے بیگانہ ہو جاتے تھے۔ اکثر یہ ہوتا کہ ابھی کام سے فارغ ہو کر بچوں میں آ کر بیٹھے ہیں کہ اذان کی آواز کان میں پڑی فوراً سب کو چھوڑ چھاڑ اٹھ کھڑے ہوئے اور مسجد کا رُخ کیا گویا کسی سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ دنیاوی تعلقات میں بھی کسی کو کبھی بدسلوکی کی شکایت نہ ہوئی۔ ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ آپ کو سب سے زیادہ مجھ سے محبت ہے۔ اپنی جماعت سے اس قدر پیار تھا کہ جب ذکر کرتے تو محبت کی سُرخی سے چہرہ تمتما جاتا تھا۔ اپنے دوستوں کا ذکر نہایت احترام سے کرتے اور کوئی ایسی حرکت پسند نہ فرماتے جس سے جماعت کے وقار کو دھکا لگے۔ اس کی دینی و دنیاوی ترقی و بہبودی کے لئے بارگاہ ایزدی میں تادم مرگ سربسجود رہے۔ تمام دنیائے اسلام کے لئے ان کی شفقت اور محبت وسیع تھی۔ مخلوق خدا کی بہبودی کا ہی جذبہ تھا کہ تمام دنیا کو نور ہدایت یعنے قرآن کریم کی تعلیمات سے بہرہ ور کرنے کے لئے بیقرار رہتے تھے اور اس کے لئے تجاویز سوچنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہمیشہ تن من دھن سے کوشاں رہے۔ اس راہ میں مشکلات و مصائب کے طوفان ان کے پائے ثبات کو متزلزل نہ کر سکے۔ جو قدم راہ حق میں آگے بڑھا وہ پیچھے نہ ہٹا۔ کوئی کام ایسا نہ کیا جس پر پچھتانا پڑا ہو۔ ان کے بلند عزائم کے سامنے مخالفت کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے۔ وہ ہر انسان کے ہاتھ میں قرآن مجید کا ایک نسخہ دینا چاہتے تھے اور دنیا کے کونے کونے میں سیرت نبی کریم صلعم کو پھیلانا چاہتے تھے۔ اکثر فرماتے تھے کہ ہمارا کام صرف پہنچا دینا ہے یہ پاک تعلیم خود دلوں میں گھر کر لے گی۔

خداوند کریم نے ان کے ہر ایک کام کو بے نظیر مقبولیت عطا کی جس کی مثال اس زمانے میں ملنی مشکل ہے۔ چاردانگ عالم میں آپ کی بیش بہا تصانیف نے اسلام کا ڈنکا بجا دیا اور ہر انصاف پسند کا سر ان کی عظمت کے سامنے جھک گیا۔ مگر خود اس یگانۂ روزگار ہستی کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ کبھی عزور سے سر بلند نہ ہوا۔ وہ اپنے حجرے میں گوشہ نشین ہو کر دن رات کام میں مشغول رہے۔ ایک معزز انگریزی اخبار نے آپ کے متعلق کیا خوب لکھا ہے کہ "وہ شخص جس کا نام تمام دنیا میں مشہور تھا مگر اس کے وجود کو بہت کم لوگ جانتے تھے"۔ وہ کئی بار ہم سے کہہ چکے تھے کہ

"میں اپنے رب کے پاس جانے کو تیار ہوں
اور میرے لئے یہ عین راحت ہے"

مگر ہم اپنی اس عزیز متاع کو اتنی جلدی کھو دینے کے لئے ہرگز ہرگز تیار نہ تھے۔ آہ ابھی دنیا ان کے علم و فضل کی پیاسی تھی، اور عالم اسلام ان کی رہنمائی کا محتاج تھا کہ مشیت الٰہی نے ایسے نازک وقت میں ان کو واپس بلا لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہت شوق سے سُن رہا تھا زمانہ
تمہیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

ایسی محبوب و نادر روزگار ہستی کو گنوا کر جو غم و الم ہمارے دلوں پر طاری ہے اس میں صرف ایک خیال سے ہی تسکید ملتی ہے۔ وہ یہ کہ

آپ کا کام جو دراصل آپ کے مرشد حضرت مسیح موعود کا کام ہی جنہوں نے آپکو اس قابل بنایا ہمارے لئے ایک مقدس یادگار ہے۔ اس کی نگہداشت اور ترقی ہی ہمارے مغموم دلوں کو پھر راحت بخش سکتی ہے۔ حضرت مرحوم و مغفور نے خدا کی راہ میں نثار ہو کر زندگی جاوید حاصل کی اور ہمارے لئے نمونہ چھوڑ گئے کہ اگر انسان نیک نیتی سے کام کرے تو اللہ تعالےٰ اس کی قدر کرتا ہے۔

جماعت کے بزرگوں، نوجوانوں اور خواتین سے میری دردمندانہ درخواست ہے کہ وہ اس پاکیزہ ورثے کو سنبھالیں۔ اب تک ہم بے فکر تھے ہمارا بوجھ اس مرد مجاہد نے اٹھایا ہوا تھا۔ اور اس کی فراست مومنانہ ہر قدم پر ہماری راہبر تھی۔ اسکو یقین محکم تھا کہ اسلام غالب ہوگا اور یہی ایمان وہ ہمارے دلوں میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ مگر اب یہ بوجھ ہمارے ناتوان کاندھوں پر آ پڑا ہے۔ آئیے ہم اسی ہمت و عزم کو سامنے رکھ کر سچے دل سے یہ عہد کریں کہ اعلائے کلمۃ اللہ کا کام محض للہ کریں گے اور اس مقدس امانت کو کبھی ضائع نہ ہونے دیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اس مرد مومن کی اس نشانی کو باد مخالف کے جھونکوں سے بچا کر سرسبز و شاداب رکھے گا۔ اور احمدی جماعت اپنے پیارے روحانی باپ حضرت مسیح موعود کے ڈالے ہوئے راستے پر ہمیشہ گامزن رہے گی۔

حضرت امیر کی تاریخہائے وفات

بعض احباب نے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخہائے وفات بحساب ابجد نکالی ہیں جن میں سے دو تین درج ذیل ہیں۔

(۱) "تاریخ رحلت منیب۔ ۱۹۵۱ء"

از فخر الدین صاحب راولپنڈی

(۲) مولانا محمد علی صاحب امیر دائمین جماعت احمدیہ۔ ۱۳۷۱ھ

از چوہدری سید احمد صاحب بدوملہی

(۳) ہائے بانیٔ انجمن اشاعت اسلام۔ ۱۳۷۱ھ

از چوہدری سید احمد صاحب بدوملہی

پیغام صلح
جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۵ صفر ۱۳۷۱ھ | نمبر ۴۱

ہمارا آئندہ جلسہ سالانہ

اسی پرچہ میں دوسری جگہ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک مکتوب درج ہے جس میں انہوں نے راقم الحروف کو ہدایت کی ہے کہ آئندہ جلسہ سالانہ کے متعلق تحریک کی جائے کہ اس کو بارونق اور کامیاب بنانے کے لئے احباب کرام ابھی سے تیاری شروع کر دیں اور خواتین بھی اپنی دستکاریاں پیش کر کے حسب سابق اعلائے کلمۃ اللہ کے مقدس کام میں عملی حصہ لیں۔

حضرت مولٰنا کا یہ ارشاد بجائے خود اس قابل ہے کہ احباب کرام اور خواتین سلسلہ اس کی طرف خاص طور پر متوجہ ہوں۔ یقین کیجئے کہ جلسہ سالانہ ہماری قومی زندگی میں بمنزلہ روح کے ہے، سال بھر کے طویل عرصہ میں جب طبائع کے اندر ایک افسردگی پیدا ہو جاتی ہے اور قومی زندگی پژمردہ ہونے لگتی ہے، جلسہ سالانہ پر ہم سب جمع ہو کر ایک تازہ جوش اور ایک نئی روح ایک دوسرے سے حاصل کرتے ہیں، باہمی میل ملاپ کے فوائد کو حضرت مسیح موعودؑ اس مثال سے واضح کیا کرتے تھے، کہ ایک قصاب بار بار دو چھریوں کو آپس میں رگڑتا ہے تاکہ وہ تیز ہو جائیں۔ اسی طرح دو مومن جب باہم ملتے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے اور ایک دوسرے کی باتیں سنتے ہیں تو ان کی روحوں میں ایک تازگی پیدا ہو جاتی اور ان کی قوت روحانی زیادہ تیز ہو جاتی ہے، غور کیجئے جب دو مومنوں کی مصاحبت کا یہ حال ہے تو سینکڑوں مومنین جہاں مل کر بیٹھیں، ایک دوسرے کی باتیں سنیں غلبۂ دین کے تذکرے ہوں، تبلیغی تجارب بیان کئے جائیں نیکی و تقویٰ اور اعلائے کلمۃ اللہ پر وعظ و تقاریر ہوں وہاں کس قدر روحانی قوت پیدا ہو سکتی ہے اور منازل تقویٰ کی طرف کس قدر تیزی کے ساتھ قدم اٹھ سکتا ہے۔

حضرت مجدد وقت کو گذرے ہوئے اس وقت تینتالیس سال کا عرصہ ہونے کو ہے گویا یوں کہئے کہ اس مامور من اللہ کے نفخ روحانی سے سیراب ہوئے ہمیں نصف صدی کا عرصہ ہو گیا یہ خدا کا بڑا فضل ہے کہ اس زمانہ کا مجدد اپنی روحانیت اور شان مسیحائی کی وجہ سے اس قدر طاقتور قوت اپنے اندر رکھتا تھا کہ اس کے نفخ روحانی نے اس نصف صدی میں اسی رنگ کو ایک حد تک قائم رکھا جو اس نے اپنی زندگی میں اپنے متبعین کے اندر پیدا کیا تھا۔ اس نے حضرت مولانا نورالدین، خواجہ کمال الدین، مولٰنا محمد علی جیسے باکمال انسان پیدا کئے، جنہوں نے اس رنگ کو قائم رکھنے اور اس کے نفخ روحانی سے دنیا کو متاثر کرنے میں پوری جد و جہد سے کام لیا، اور بھی کئی پاکیزہ نفس انسان اس جماعت میں پیدا ہوئے جو اپنے اخلاق و اعمال کے لحاظ سے یقیناً اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کے مصداق تھے، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ، مرزا یعقوب بیگ، شیخ رحمت اللہ (اور کئی اور بزرگ) وہ ممتاز ہستیاں تھیں جنہوں نے صحابہ کرام کے نمونہ پر دین اسلام کی آبیاری کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد جو مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر کیا تھا اسکو عملاً پورا کر دکھایا۔ آہ یہ لوگ آج ہم میں نہیں ہاں چند صالحین باقی رہ گئے ہیں جو مسیح موعودؑ کی صحبت یافتہ ہونے کا شرف رکھتے ہیں، ان لوگوں کا وجود از بس غنیمت ہے۔ انکی مجالس مسیح موعودؑ کے رنگ اور اثر کو ہی پیدا کرنے کا موجب ہیں، اور بھی کئی نیک اور متقی انسان ہیں جو گو آپ کے بعد آئے لیکن اسی رنگ کے اندر رنگین ہو گئے جو مسیح موعودؑ کے ساتھیوں میں پایا جاتا ہے

ان سب لوگوں کی صحبت گزینی ہمارے لئے بہت بڑے فائدے کا موجب ہو سکتی ہے پس ہمیں چاہیئے کہ اس موقعہ کو کسی طرح ہاتھ سے جانے نہ دیں اور کم از کم جلسہ سالانہ پر مجتمع ہو کر ان بزرگوں سے وہ فیض حاصل کریں جو حضرت مجدد وقت سے انہوں نے پایا۔ اور اپنے موجودہ امیر اور دوسرے بزرگوں کے مواعیظ اور لیکچر سے اپنی ایمانی قوت اور روحانی جوش میں تازگی پیدا کریں حضرت مولٰنا مولوی محمد علی صاحب کی وفات نے ایک بہت بڑا خلا ہمارے اندر پیدا کر دیا ہے اور وہ لوگ جو لیمزقنھم کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے ہر وقت بے تاب رہتے ہیں اس خلا کو دیکھ کر اس تاک میں بیٹھے ہیں کہ کس وقت اس جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، انتخاب امیر کے موقعہ پر ان کی توقعات بر نہ آسکیں ضرورت ہے کہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہم پہلے سے زیادہ تعداد میں جمع ہو کر اور پہلے سے زیادہ جوش اسلامی کا اظہار کر کے ان کی تمام رہی سہی امیدوں کو بھی خاک میں ملا دیں اور یہ ثابت کر دیں کہ یہ جماعت جس کو اس جری انسان نے جو مسیح موعودؑ کے ساتھ منصور کا مرتبہ رکھتا تھا، اس مامور من اللہ کی وصیت کے مطابق صحیح مقام پر کھڑا کیا، آج بھی زندہ ہے اور انشاء اللہ زندہ رہے گی۔

اسی طرح اپنی بہنوں سے بھی ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ جلسہ سالانہ کو بارونق اور کامیاب بنانے میں ہمیشہ ان کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے، خواتین کا جلسہ جو اس موقعہ پر منعقد ہوتا ہے ہمارے سالانہ اجتماع کو کامیاب بنانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ دستکاری کی جو نمائش اس موقعہ پر ہوتی ہے وہ ہماری معزز بہنوں کے اسی دلی جوش اور تڑپ کی ثابت کرتی ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ان کے اندر پایا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آئندہ جلسہ پر اس جوش اور تڑپ کا اظہار کسی طرح کم نہ ہوگا، گزشتہ دو تین سالوں میں حضرت امیر مرحوم کی بیماری کی وجہ سے ان کی بیگم صاحبہ جو در حقیقت اس جلسہ خواتین اور نمائش دستکاری کی بانی مبانی ہیں، پورا حصہ نہ لے سکیں اس لئے دستکاری کی تحریک کچھ مدھم پڑ گئی، اسکو پھر ترقی دینے کی ضرورت ہے، اس سال بیگم صاحبہ ممدوحہ کو جو صدمہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے پہنچا ہے اس کے اندمال کے لئے ضروری ہے، کہ ہماری خواتین بہت زیادہ تعداد میں یہاں آئیں اور اپنے جلسہ اور نمائش دستکاری کو پہلے سے زیادہ کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔

اپنے اندر نیا جوش، نئی ہمت اور بلند آہنگی پیدا کریں!

حضرت امیر قوم کا احباب جماعت کو دوسرا پیغام

احباب کرام۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

چونکہ ہم ایک عظیم الشان رسول کی امت ہیں ہماری ذمہ داری اور غیرت متقاضی ہے کہ ہم اپنے اندر اس عظیم المرتبت شخصیت کی عادات وصفات پیدا کریں اور ہماری ذمہ داری اس امر کی روشنی میں ڈبل ہو جاتی ہے کہ ایک امام ربانی نے اپنے قول و فعل سے ہم کو سکھلایا کہ تمام کی تمام بزرگی اس کے آقا کے اندر ہے اور جو اس محبوب کبریا سے اور حضور کی تعلیمات سے ایک قدم بھی دوری کا اٹھاتا ہے وہ معرض ہلاکت میں ہے۔ ان باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی ذمہ داری اور عہد سے عہدہ برآ ہونیکے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم اور حدیث کا مطالعہ کریں اور حضرت امام ہمام کی کتب کا مطالعہ کریں جن کے اندر قرآن حکیم اور حدیث صحیحہ کے مطالب نہایت ہی دلکش پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ اس لئے ہے تاکہ آپ کے اعمال سے اور آپ کے معاملات سے ثابت ہو کہ دین اسلام برحق ہے اور چودھویں صدی کا مجدد اعظم یقیناً رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی سنت کے احیاء کے لئے آیا تھا اور اس لئے آیا تھا کہ وہ ایک قوم تیار کرے جس کے اخلاق و عادات و معاملات میں تعلیمات اسلامیہ نظر آئیں ایھا الاحباب اپنے اندر نیا جوش اور نئی ہمت اور نئی ..... بلند آہنگی پیدا کریں، اور غفلت اور سستی کو بکلی ترک کر دیں تاکہ خدا تعالیٰ کی برکات افضال آپ پر نازل ہوں۔

میں ہوں آپ کا خیر اندیش۔ صدرالدین

حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے وصال پر اخبارات کے تبصرے

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۴ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء

ہفت روزہ "صدق" (لکھنؤ)

(۲۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء)

"مترجم قرآن کی وفات"

خبر شائع ہوئی ہے کہ مولانا محمد علی ایم اے ایل ایل بی (امیر جماعت احمدیہ لاہور) کا کراچی میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نے اپنی طویل تصنیفی زندگی میں اپنے قلم کے ذریعہ جو خدمات اسلام کی انجام دیں وہ اپنی جگہ پر بے مثل و بے مثال ہیں۔ انگریزی خوانوں بلکہ انگریزیت زدہ اُردو خوانوں کے بھی حق میں ان کا قلم ایک نعمت عظمیٰ تھا۔ خدا جانے کتنوں کے ایمان انہوں نے قائم کر دیئے اور یورپ اور امریکہ وغیرہ کے کتنے بھٹکے ہوؤں کو انہوں نے اسلام کی راہ دکھا دی ان کا انگریزی ترجمۃ القرآن سنہ ۱۹ء یا سنہ ۲۰ء کا چھپا ہوا مدتوں انگریزی کا بہترین ترجمہ قرآن رہا۔ اور اب بھی اس کا شمار اچھے ہی ترجموں میں کیا جائے گا۔ ان کی ایک اور ضخیم انگریزی کتاب "ریلیجن آف اسلام" بھی بڑی اہم تبلیغی قدر و قیمت رکھتی ہے۔ "مینول آف حدیث" اور دوسری کتابیں اور رسالے بھی قابل قدر ہیں۔ اسی طرح اردو میں فضل الباری (شرح و ترجمہ صحیح بخاری) اور تفسیر بیان القرآن (تین جلدوں میں) اور مقام حدیث اور سیرت خیر البشر اور خلافت راشدہ سب بہ حیثیت مجموعی فاضلانہ کتابیں ہیں۔ اور یہ کہنا شاید مبالغہ سے خالی ہو کہ اپنی عمر عزیز کا ایک ایک لمحہ مرحوم نے خدمت دین ہی کی نذر رکھا تھا۔ سنہ ۱۹۴۲ء میں ایک بار مرحوم سے ذاتی نیاز حاصل ہوا تھا انکسار، مسکنت و خوش خلقی کے علاوہ چہرہ سے تہجد گذاری کی نورانیت بھی نمایاں تھی۔ عقاید کے اہم جزئیات میں غلطیاں اور لغزشیں معتزلہ امامیہ، قدریہ وغیرہ سب سے ہوئی ہیں لیکن اثبات توحید کا مرتبہ بہرحال سب سے بلند ہے اللہ مرحوم کے بھی خدمات دین کو حسن قبول عطا فرمائے۔

ہفت روزہ "علیگ" لاہور

(۲۱ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء)

"مولوی محمد علی"

۱۳ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء بروز شنبہ مولوی محمد علی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ علمی مجالس میں ان کی متنوع شخصیت ایک سرسبز و شاداب پہاڑ کی سی تھی جس سے علم و حکمت کے ہزاروں سوتے پھوٹے اور تشنگان کو سیراب کیا۔ مولوی صاحب نے ابدیت کا سفر اختیار کیا۔ لیکن کلام پاک کا ترجمہ اور ریلیجن آف اسلام ان کی وہ معرکۃ الآرا تصانیف ہیں جو انہیں رہتی دنیا تک زندہ رکھیں گی۔

وہ ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے جس میں کچھ ایسی دلآویز جاذبیت تھی جو دوسروں کو اپنا لیتی تھی۔ ان کی ذرف نگہی اور ان کی باریک بینی انہیں واقعات کی تہ تک پہنچا دیتی تھی علوم دینیہ میں انہیں جو شغف تھا۔ وہ کم لوگوں میں دیکھا گیا ہے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی مذہب و ملت کی خدمت میں بسر کی اور یہی ان کا شاندار کارنامہ ہے۔

رشک صد عالماں بمرد

ہفت روزہ "الامام" (بہاولپور)

(۲۲ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء)

جماعت احمدیہ کے قائد مولانا محمد علی وفات پا گئے

لاہور۔ ۱۵ر اکتوبر۔ انجمن احمدیہ لاہور کے قائد مولانا محمد علی کو گذشتہ شب لاہور میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ نماز جنازہ میں مرحوم کے ایک ہزار سے زائد احباب اور عقیدتمندوں نے شرکت کی۔

مولنا محمد علی نے ۷۶ سال کی عمر میں پرسوں کراچی میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال کیا۔ اور آپ کی نعش کو کل شام لاہور لایا گیا۔

مولنا مرحوم کپورتھلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تقریباً تمام عمر مذہبی تبلیغ میں صرف کی۔ اس مقصد کے لئے آپ نے تقریباً ساٹھ کتابیں تصنیف کیں۔ ان کتابوں میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی شامل ہے۔

مولنا کی مذہبی خدمات گو ہمارے عقائد کے خلاف ہیں لیکن وہ ہمارے نزدیک قابل قدر ضرور ہیں۔

ہم ان کی جماعت اور پسماندگان اور لواحقین سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔

روزنامہ "ڈان" کراچی (انگریزی سے ترجمہ)

(۱۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء)

"مولوی محمد علی"

"مولوی محمد علی جن کا انتقال کراچی میں ہوا ہے انہوں نے اس نصف صدی میں اسلامی افکار پر اتنا کام کیا ہے کہ شاید ہی کسی اور فرد نے کیا ہوگا۔ وہ علمی مسائل میں گھرے ہوئے محققانہ ذہن کے مالک صرف کتابی ہی نہ تھے بلکہ ایک ایسے مبلغ تھے جنہوں نے اس ماحول میں دعوت بلند کی جبکہ اس برصغیر ہند و پاکستان پر اسلام مغربی مشنریوں اور ہندوؤں کی احیائی تحریکات کے بے پناہ حملوں کا ہدف بنا ہوا تھا۔ ان جیسا علمی امتیازات کا مالک ہی یقیناً سرکاری ملازمت کے مضبوط عہدہ کو فتح کر سکتا تھا جو ان دنوں تعلیم کا مطمح نظر سمجھی جاتی تھی ـــــــ اور انہوں نے تبلیغ کی زندگی اختیار کی؟ وہ قرآن شریف کا انگریزی زبان میں ترجمہ تھا۔ اور اپنے اس ترجمہ اور تفسیر کے پہلے ایڈیشن سنہ ۱۹۱۷ء کے بعد وہ ایک لمبی عمر تک جیئے جس میں انہوں نے کئی اور تصانیف بھی کیں۔ ان میں سے "محمد دی پرافٹ" اور "ریلیجن آف اسلام" بہت اچھی

ص جس مقصد کے لئے انہوں نے اپنی زندگی وقف کی

خیال کی جاتی ہیں۔ مقدم الذکر ایک سیرت ہے اور مؤخر الذکر معلومات کا ایک انسائیکلو پیڈیا۔ بہ حیثیت ایک مبلغ کے مولوی محمد علی صاحب نے یورپی طریق اشاعت کی تکنیک کا نہایت سود مندانہ مطالعہ کیا ہوا تھا اور ان کی بلند پایہ کتب میں اس بات کی جھلک صاف نظر آتی ہے کہ وہ اپنے مخصوص قارئین کے ہر طبقہ سے الگ الگ کس طرح خطاب کرتے ان کے اندر بے پناہ انرجی تھی جو وہ اپنے کام کے لئے بروئے کار لاتے تھے اور جوں جوں سال گذرنے شروع ہوئے وہ اپنی جسمانی کمزوری کو اپنی قوت ارادی سے پورا کرتے رہے اور تقریباً کام کرتے ہوئے فوت ہوئے۔ خاموش اور تنہائی پسند جیسے کہ وہ تھے وہ اور ان کی کتابیں اس بات کی ترجمان ہیں کہ ان کی تحریرات ان کی اپنی ذات سے بہت زیادہ مشہور تھیں۔ یہ وفات یقیناً ایک نقصان ہے اور اس کا ماتم ان کے وسیع حلقۂ رفقاء اور مداحوں کو سہنا پڑے گا۔ ہم اپنی دلی ہمدردیاں ان کے سوگوار خاندان کو پیش کرتے ہیں۔"

اخبار احمدیہ

ـــــ حضرت امیر قوم مولنا صدر الدین صاحب نے جماعت کی ترقی و استحکام کے لئے باہر کا دورہ شروع کر دیا ہے، ۳ر نومبر کو آپ گوجرانوالہ اور ۵ر نومبر کو وزیرآباد تشریف لے گئے۔

لاہور میں قیام کے دوران میں آپ نے بعد نماز فجر درس قرآن شروع کر دیا ہے۔ آپ کی غیر حاضری میں مولنا شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری درس دیتے ہیں جس کے بعد محمد یحییٰ صاحب بٹ حضرت مسیح موعود کی کتاب سناتے ہیں۔

ـــــ ہمارے عزیز دوست عبد الرحیم جگو صاحب ۱۴ر اکتوبر کو اپنے وطن ڈچ گیانا کے لئے روانہ ہو گئے، آپ کراچی سے ہوائی جہاز میں انگلستان گئے ہیں اور وہاں سے ڈچ گیانا جائیں گے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو بخیر و عافیت پہنچائے اور اپنے نیک مقاصد میں کامیاب فرمائے۔

ـــــ محترم شیخ محمد طفیل صاحب ۱۴ر اکتوبر کو ووکنگ مسلم مشن میں شمولیت کے لئے انگلستان تشریف لے گئے۔ ووکنگ میں آپ کے بخیر و عافیت پہنچنے کی اطلاع بذریعہ تار موصول ہو گئی ہے۔ فالحمد للہ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے اور بخیر و عافیت واپس لائے۔

سانحۂ وفات اور درخواست نماز جنازہ غائبانہ

حکیم شاہنواز صاحب مرحوم جو ہماری جماعت کے ایک بے نظیر عالم اور بے مثال طبیب تھے ان کی رفیقۂ حیات کا اس دار فانی سے ۲۹ر اکتوبر کو انتقال ہوگیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ ایک نیک دل احمدی خاتون تھیں جنہوں نے اپنی بیوگی کی کٹھن منزل نہایت صبر کے ساتھ بسر اور اپنے خاوند کی معصوم امانت کئی ایک بچوں کی نہایت اچھی تربیت کی۔ احمدی احباب سے التماس ہے کہ وہ اس صابرہ اور زاہدہ نیک خاتون کے لئے نماز جنازہ غائبانہ کے ذریعہ دعاء مغفرت کریں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ان پسماندگان کو صبر اور تسکین بخشے آمین۔

عبد الحق ودیارتھی

تبلیغ دین کیلئے تزکیہ نفس صبر و استقلال اور دلی خلوص و ایمان کی ضرورت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کی ظاہری و باطنی پاکیزگی

خطبہ جمعہ مورخہ ۲ر نومبر ۱۹۵۱ء فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

الحمد للہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئآت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ و نشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - یاایھا المدثر. قم فانذر. و ربک فکبر. و ثیابک فطھر والرجز فاھجر. ولا تمنن تستکثر. و لربک فاصبر

تبلیغ حق کے لئے تزکیہ نفس کی ضرورت

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مطہر و مزکی انسان قدسیوں کے سردار کو مخاطب کر کے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تبلیغ حق کے لئے کھڑا ہونا متقاضی ہے کہ آپ کا دامن تمام عیوب سے اور رذایل سے پاک ہو- اور لازم ہے کہ آپ تمام قسم کی ناپاکی سے مجتنب رہیں اور آپ پر واجب ہے کہ اس راہ میں جو مشکلات اور مصائب پیش آئیں ان کو صبر سے برداشت کریں. مختصراً یہ بات ہی کہ حبیب خدا کو اپنے نفس کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، پیشتر اس کے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کی مخلوق کی اصلاح کی طرف توجہ کریں.. عربی زبان میں پاکیزہ شخص کے متعلق طاھر الثیاب و طاھر الجیب والذیل کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں اس کی روشنی میں وثیابک فطھر کے یہ معنے ہوئے فطھر نفسک من الاخلاق الذمیمۃ والافعال السیئۃ - یعنی اپنے نفس کو اخلاق ذمیمہ سے اور افعال فاسدہ سے پاک رکھو۔ والرجز فاھجر اور تمام قسم کے اخلاق قبیحہ و افعال ذمیمہ سے بچتے رہو۔ اس کے بغیر اصلاح خلق کے لئے اقدام غیر معقول اور غیر مؤثر رہتا ہے- جیسا کہ ارشاد فرمایا اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم افلا تعقلون- دوسروں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور خود اس نیکی کی تلقین اپنے آپ کو نہیں کرتے اور اپنے تئیں فراموش کرتے ہو اور تمہارے اپنے اخلاق و اعمال پر اس کا کوئی اثر نہیں آتا۔ افلا تعقلون - بھلا یہ بھی عقلمندی کا طریق ہے - نہیں یہ طریق غیر معقول ہے اور چونکہ یہ طریق غیر مؤثر ہے اس لئے یہ طرز و طریق ان لوگوں کے لئے نہایت ناپسندیدہ ہے جو دعوت الی الحق کے لئے اٹھتے ہیں۔ اسی مطلب کو ایک دوسری آیت کریمہ نے اس طرح بیان کیا ہے لم تقولون ما لا تفعلون کیونکہ وہ بات کہتے ہو جس پر خود تمہارا عمل نہیں ہے - الغرض پاک ذہنی اور طہارت قلبی کے بغیر دعوت و تبلیغ کے مقدس کام کے لئے کھڑا ہونا بے سود ہے۔ اس سے نہ تو رضاء الٰہی حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی اصلاح خلق -

اصلاح خلق کے لئے صبر و استقلال کی ضرورت

ایک اور حکم جو اللہ تعالےٰ نے دیا وہ لفظ قم میں ہے- اس کے اندر قیام ہے، اس کے اندر عزم صمیم ہے اور اس کے اندر جد و جہد ہے. بغیر مضبوط عزم کے اور بغیر بلند آہنگی کے اصلاح خلق کا مشکل کام سرانجام نہیں پا سکتا- اس کی مصائب کے طوفان کے آگے کمزور آدمی نہیں ٹھہر سکتا- اس کے لئے پہاڑ کی مضبوطی و ثبات درکار ہے- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ سے جو شخص واقف ہے وہ گواہی دے گا کہ سرور کائنات صلعم ان زلزلوں کے دوران میں جو انکی حق گوئی نے پیدا کئے تھے پہاڑوں سے زیادہ مضبوط ثابت ہوئے۔ یہ نہ تھا کہ ان کے پہلو میں دل نہ تھا- دل تھا اور بہت حساس دل تھا- حضور نے تکلیف کا پورا احساس رکھتے ہوئے لاجواب استقلال کا مظاہرہ کیا۔ وہ فرماتے تھے شیبتنی ھود - یعنی سورۃ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا کیونکہ اس میں میرے متعلق صبر دکھانے اور استقلال کے ساتھ کام کرنے کا فرمان ہے اور حضور کو یہی حکم ہوا واصبر علےٰ ما اصابک- جو تکالیف آپ کو پہنچتی ہیں ان میں صبر دکھاؤ -- اور جوانمرد مومنین کی شان میں فرمایا والذین صبروا ابتغاء مرضات اللہ- کہ وہ رضاء الٰہی کی خاطر صبر و استقلال سے کام لیتے ہیں -

مصائب و مشکلات میں تسلّی و تسکین

جن مصائب میں حضور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم گھرے ہوئے تھے ان کا نشانہ حضور کے متبعین بھی تھے - ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کی دیوار کے نیچے اپنی چادر اکٹھی کر کے اس پر تکیہ لگائے تشریف رکھتے تھے کہ ان کے احباب نے اپنی پریشانیوں اور اپنی اذیتوں اور تحقیر و تذلیل کا ذکر کیا، اور عرض کیا کہ بدامنی کی وجہ سے ان کی جان و مال اور عزت و آبرو ہر وقت معرض خطر میں ہے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات سے ان کو ڈھارس بندھ گئی فرمایا پہلے انبیاء کی امتوں پر اس سے کہیں زیادہ ابتلا اور شدائد آئے اور خدا کی قسم خدا کا امر کامل طور پر نافذ ہوگا اور اس ملک میں جو خونریزی بدامنی و فساد کا شکار ہے اور جس نے ہمارے لئے تمام اقسام کے مصائب پیدا کر رکھے ہیں امن قائم ہو جائے گا اور ایسا امن قائم ہوگا کہ ایک عورت زاد کیلی صنعاء سے حضرموت تک اکیلی سفر کر سکے گی اور اکیلی آکر کعبۃ اللہ کا طواف کر سکے گی واللہ لیتمن اللہ ھذا الامر حتی لتری الضعیفۃ ترحل من صنعاء الی حضرموت و تطوف بالکعبۃ - اور اسی طرح سے مسافر اس وطن کے اطراف و اکناف میں سفر کرے گا اور اسکو سوائے خدا کے اور کسی شخص سے ڈرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی- یہ کوہ وقار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اخوان و انصار کے لئے شدید ترین مصائب میں تسلّی و تسکین کا باعث تھا. حضور نے ایک مشکل ترین موقعہ پر جبکہ خود حضور کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے حضرت ابوبکر کو تسلی دی کہ اندیشہ نہ کیجئے خدا ہمارے ساتھ ہے - جب خون کے پیاسے دشمن غار ثور کے کنارے پر پہنچ گئے تو حضرت ابوبکرؓ کو طبعاً یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ ان حالات میں حضرت رسول کریم صلعم کی قیمتی جان کس طرح بچ سکے گی- انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان عدونا فوق رؤسنا و نحن تحت اقدامھم- حضور دشمن ہمارے سر پر کھڑے ہیں اور ہم ان کے قدموں تلے ہیں اور یہ حالات لو نظر احدھم تحت قدمیہ لابصرنا- اگر ان میں سے کسی کی نگاہ اپنے قدموں کی طرف پڑی تو ضرور ہم کو دیکھ لے گا اور ہم ختم ہو جائیں گے - اس پر حضور نے فرمایا ما ظنکم یا ابابکر باثنین اللہ ثالثھما- اور فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا-

خطرات میں ایمان باللہ کا نمونہ

خطرے کی یہ حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کا نقشہ کھینچکر سامنے دکھا دیتی ہے- یہ قلب اس ایمان سے منور ہے جو بے عدیل توکل اللہ کا حامل ہے- اور ان حالات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نمونہ بعض اوقات ایک مصاحب کے دل کی تربیت کرتا اور بعض اوقات بہت سے مصاحبوں کے دلوں میں ایک مضبوط اور روشن ایمان پیدا کرنے کا موجب ہوتا تھا- نہ یہ ابتلا آتے اور نہ ہی حضور کے اخلاق فاضلہ منصۂ شہود پر آتے - اور نہ ہی قوم کی تربیت ہوتی -

مصیبت زدہ مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ

تمام وہ مسلمان جو اس وقت مصائب کا شکار ہیں حضرتؐ کے اس اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھیں اور خدا تعالےٰ کے اس اعلان کو یاد رکھیں ان اللہ مع الصابرین تو خدا تعالےٰ اپنے کرم سے ان کے دلوں میں تسکین نازل فرمائے گا اور اپنے فضل سے ان کی مشکلات کو دور فرما دے گا- عسیٰ ان تکرھوا شیئاً و ھو خیر لکم مشکلات کا آنا ناگزیر ہے ہم کیا

جانتے ہیں کہ ہمارے لئے خدا نے ان مشکلات میں ہمارے لئے بھلائی رکھی ہے ۔

امام الزمان اور آپ کے سابقون کی تکالیف

حضرت امام الزمان کی خاطر اس جماعت کے افراد نے بہت اذیتیں برداشت کی ہیں اور آیندہ بھی ان کو وقتاً فوقتاً تکالیف سے دوچار ہونا پڑے گا۔ خود امام الزمان کو اپنے آقا کی طرح قسما قسم کی تکالیف برداشت کرنی پڑیں اور نہایت نازک حالات کے اندر انہوں نے صبر و استقلال کا وہ نمونہ پیش کیا جس کے مشاہدے سے قوم کے ایمان نے ترقی کی ۔ پس ہماری قوم کے لئے واجب ہے کہ ابتلاء کے وقت اعلےٰ درجے کے صبر کا نمونہ دکھائیں ۔

صبر کے معنے اور مسیح موعودؑ کی قوم کا فرض

صبر کے معنے تکالیف کو برداشت کرنے کے بھی ہیں ۔ صبر کے معنے بدی سے بچا رہنے اور نیکی پر مضبوطی سے ڈٹا رہنے کے بھی ہیں اور صبر کے معنے مردانہ طور پر ہمت دکھانے کے بھی ہیں۔ الغرض یہ ایک جامع اور مفید تعلیم کا باب ہے ۔ اس سے خدا کی معیت اور نصرت نصیب ہوتی ہے ۔ حضرت مسیح موعودؑ کی قوم پر واجب ہے کہ ہمت کے ساتھ اور بلند آہنگی کے ساتھ بڑھتی چلی جائے اور اس کا قدم پیچھے نہ ہٹنے پائے ۔ خدا اس قوم پر اپنے افضال کی بارش کرے اور یہ قوم اپنے امام کے قائم کردہ مشن کو زیادہ جوش ایمانی کے ساتھ اور زیادہ ایثار اور قربانی کے ساتھ چلاتی رہے ۔

دعوت و تبلیغ کے لئے خلوص کی ضرورت

دعوت و تبلیغ کا کام نہایت اہم ہے ۔ اس کے لئے جہاں پاکدامنی اختیار کرنے کا حکم اور جہاں صبر و استقامت کی تلقین کی گئی ہے وہاں پر وربّك فكبّر کا بھی قیمتی نسخہ درج ہے خدا کی عظمت ہمارے دلوں پر مستولی ہو ۔ زبان پر اس کا ذکر اور اس کی بڑائی جاری ہو ، اور ارادہ ہو کہ ہماری جد و جہد اس لئے ہو لتكون كلمة الله هي العليا ۔ ہماری جد و جہد میں اخلاص ہو کہ سوائے عظمت الٰہی قائم کرنے کے اور کوئی دنیوی غرض یا نفسانی خواہش اس خلوص کے اندر مخلوط نہ ہو تو اس صورت میں خدا کی برکات اترتی ہیں ۔ چنانچہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان برکات کا نزول دیکھ لیا اور ایک نہایت چھوٹے پیمانے پر اس جماعت نے بھی برکات سماوی کے نزول کا مشاہدہ کیا ہے ۔ اس جماعت کا یہ شیوہ ہو کہ ان کی خدمات اور ان کی مساعی کے اندر کوئی نفس کی ملونی نہ ہو ۔ ذاتی مفاد اس جد و جہد کے لئے محرک نہ ہوں اور ہمارے تعصبات اس جلیل القدر کام کو نقصان پہنچانے کے لئے بروئے کار نہ آنے پائیں ۔

آنحضرت صلعم کا علو مرتبت

وربّك فكبّر میں ایک پیشگوئی بھی مضمر ہے اور وہ یہ ہے کہ تیرا خدا جو تیری ربوبیت کرتا ہے وہ تیری خدمات کے عوض میں تجھے بڑائی عطا فرمائے گا ، سو ایسا ہی ہوا ۔ دنیا میں خدا کے بعد محمد رسول اللہ صلعم کی بڑائی اور عظمت اور سروری ایسی قائم ہوئی کہ کسی دیگر فرد بشر کو نصیب نہ ہوئی ۔ اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد

اہل بیت کے لئے حکم

خدائے عزوجل نے اپنے حبیب کو عبد قرار دیا اور ان کے ذمے نہایت اہم فرائض لگائے اور ان کو تمام کے تمام امور میں نیک نمونہ پیش کرنے کا حکم دیا ۔ جس طرح ان کو طہارت کا اتم درجہ حاصل کرنے کا حکم ہے ۔ انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا ۔ ہم نے جس قدر احکام اے نبی کی بیبیو تمہارے متعلق دیئے ہیں وہ سب اس لئے ہیں تاکہ آپ کی تمام قسم کی گناہ کی میل دور کر دی جائے اور تاکہ آپ کو کامل طور پر پاک و مطہر کر دیا جائے ۔ ان کو حکم یہ دیا تھا کہ تمہارے دلوں کے اندر دنیا کی محبت نہ رہے تم خواہشات نفس کی غلام نظر نہ آؤ تمہاری پاکدامنی قائم رہے ورنہ تمہارے لئے دگنی سزا ہوگی ۔ تم کوئی معمولی عورتیں نہیں ہو ، تمہاری ذمہ داری بہت بڑی ہے ، اس لئے کہ تمہارے گھر مہبط وحی ہیں ، اور یہ اس لئے کہ تمہیں آنحضرتؐ کی سب سے بڑھکر مصاحبت اور ملازمت میسر ہے اور اس لئے کہ تمہیں یہ حکم ہے واذكرن ما يتلى في بيوتكن من آيات الله والحكمة یعنی وہ احکام الٰہی جو تمہارے گھروں میں پڑھکر سنائے جاتے ہیں ان کو نگاہ رکھو ۔ اور یاد رکھو ہم نہایت باریک بینی سے تمہارے اعمال کی خبر رکھتے ہیں ان الله كان لطيفاً خبيراً ۔ الغرض اس نبیوں کے سردار صلعم کے اہل بیت کے لئے بھی اسی طہارت کاملہ کے حصول کے متعلق احکام تھے جس طہارت بالغہ کے حصول کے لئے خود آپ کے لئے احکام تھے ۔ مختصراً یہ کہ گھر کا مالک بھی پاک ہے اور اہل خانہ بھی طہارت کا نمونہ ہیں جبھی تو وہ محبوب خدا بنے اور جبھی تو ان کو وہ لاجواب کامیابی حاصل ہوئی جو کسی انسان کے حصہ میں نہ آئی ۔

روشن ستارے

قرآن کریم اور تاریخ بتاتی ہے کہ کبھی تو کسی پیغمبر یا امام کی بیوی اچھی نہ نکلی اور کسی کا بیٹا اچھا نہ نکلا ۔ اس میں اس پیغمبر یا امام کا قطعاً کوئی قصور نہ تھا ۔ لیکن سرور کائنات صلعم کو اس داغ و دھبہ سے بھی پاک رکھا گیا ۔ حضور کے ازواج مطہرات حضور کی صاحبزادیاں حضور کے نواسے سب کے سب روشن ستارے تھے جو مخلوق کی رہبری کا باعث ہوئے ۔

صحابہ کرامؓ کی طہارت نفس

گھر کے علاوہ حضور کے اصحاب بھی ان صفات حمیدہ سے متصف تھے ۔ فرمایا ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج ولكن يريد ليطهركم وليتم نعمته عليكم ۔ یعنی ہمارے احکام کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ تم کو اے اصحاب رسول طہارت حاصل ہو اور تاکہ ہم اپنی نعمت تم پر کامل کر دیں ۔ اور فرمایا فيه رجال يحبون ان يتطهروا والله يحب المطهرين ۔ مسجد نبوی میں وہ مردان خدا ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ پاکیزگی حاصل کریں اور پاک رہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ مطہر لوگوں سے محبت رکھتا ہے اور فرمایا لا يمسه الا المطهرون ، قرآن کریم کے معارف ان لوگوں کو میسر آئیں گے جو طہارت قلبی کے مالک ہوں گے ۔

حضرت نبی کریم صلعم کی طہارت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت کی تفصیلات احادیث صحیحہ میں درج ہیں حضور دن میں کئی بار مسواک کرتے تھے ۔ دربار الٰہی میں حاضر ہونے سے پہلے خصوصیت سے دانت اور منہ صاف کرتے تھے اور فرماتے تھے السواك مطهرة للفم ومرضاة للرب ۔ یعنی مسواک کرنے سے منہ کی صفائی حاصل ہوتی ہے اور اس سے رضا الٰہی نصیب ہوتی ہے ۔ اسی طرح سے جب ازواج مطہرات کے گھروں میں داخل ہوتے تو پہلے مسواک کرتے تاکہ حضور کے منہ کی بو سے کسی کو اذیت نہ ہو ۔ یعنی خدا اور اس کی مخلوق دونوں کی خوشنودی ملحوظ رکھتے تھے ۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ امر نہایت دکھ دینے والا تھا کہ کہیں ان کے بدن سے کسی طرح کی بو نہ آئے ۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے ۔ کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يشتد عليه ان يوجد فيه ريح یعنی حضور کو یہ بات نہایت ناگوار تھی کہ آپ سے بو آئے ۔ جس طرح وہ ہر رنگ میں کامل تھے اسی طرح طہارت جسمانی اس درجے کی تھی کہ حضور کے بدن مبارک سے خوشبو آتی تھی ۔

ازواج مطہرات کی پاکیزگی

اسی طرح سے حضور کے ازواج مطہرات کا حال تھا ۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی نسبت خصوصیت سے لکھا ہے کہ ان کے در و دیوار سے خوشبو آتی تھی ۔ ان کے برتنوں سے ان کے لباس سے اور ان کے طاق سے خوشبو آتی تھی ، اور حضور فرمایا کرتے تھے کہ عائشہ کے گھر میں سب سے زیادہ میرے اوپر وحی اترتی ہے ۔

یہ ہے وہ نبی جس کی امت میں ہونا ہمکو فخر ہے ہمکو چاہیئے کہ حضور کے نمونہ کو سامنے رکھیں اور اپنی ظاہری اور باطنی طہارت کیلئے بہت فکر کریں ورنہ خدا اور اس کے رسول کے سامنے کیا منہ دکھائیں گے ۔

جلسہ سالانہ کو بارونق بنائیں خواتین دستکاری پیش کریں

حضرت امیر قوم کا ارشاد گرامی

مکرم مولوی دوست محمد صاحب ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ اس شیوع میں سلسلہ عالیہ کے ارکان کو توجہ دلائیں کہ مرد و خواتین دونوں اپنے قومی جلسے کو کامیاب بنانے کی فکر کریں ۔ مرد و خواتین دونوں ہمت و خلوص اور پورے جوش کے ساتھ جلسہ سالانہ کی اور اجتماع کو بڑھانے کے لئے سعی کریں ۔ پچھلے سال اس جلسہ پر خواتین کا اچھا ہجوم تھا ۔ اس سال اس سے بھی بڑھکر ان کے اجتماع کی شان نظر آنی چاہیئے ۔ اور تمام کی تمام خواتین کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اپنے اخلاص کا اظہار کریں اور تمام کی تمام دختران قوم اپنی اپنی دستکاری اس جلسہ پر پیش کر کے شائقین کے دلوں میں اپنی قوم کی اہمیت اور افادیت کا نقش جمائیں ۔ میں دست بدعا ہوں کہ ہمارے گھروں میں خدمت دین کا ولولہ نظر آئے اور ان گھروں پر خدا کی رحمت اترے ۔ والسلام

صدرالدین ۔ ۲ رنومبر ۱۹۵۱ء

بہائیت اور اسلام

سلسلہ ظہور مشیت اولیہ

از مولانا عمر الدین صاحب - از بمبئی

اوپر کے عنوان کے ماتحت بہائی رسالہ بشارت بابت ماہ اگست ستمبر ۱۹۶۵ء میں ایک مضمون صابری صاحب نے لکھا ہے جس میں وہ ظہور انبیاء عدسل کو مشیت اولیہ کا ظہور قرار دیتے ہیں اور وہ بہائی کو پانچ لاکھ برس کا ایک دور مان کر اس بہاء اللہ کو مشیت اولیہ کا مظہر اول مانتے ہیں۔ اگر اسلامی اصطلاح میں بات کی جائے تو بہاء اللہ کو وہ آدم دور بہائی مانتے ہیں۔

مشیت اولیہ کیا ہے

دس پندرہ سال کا عرصہ ہوا میں نے اخبار پیغام صلح میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ جس طرح ہندوؤں میں یہ مانا جاتا ہے کہ خدا پہلے برہما جی کو پیدا کرتا ہے وہ برہما سرشٹی رچتے ہیں اور پھر اس برہما جی کے مختلف اوتار حسب ضرورت زمانہ ہوتے رہتے ہیں اسی طرح بہائی لوگ بھی برہما جی کی بجائے "مشیت اولیہ" کا سب سے پہلے ظہور کہتے ہیں۔ اور بہاء اللہ کو وہ برہما جی مانتے ہیں تو اس وقت بہائی لوگ تو خاموش رہے مگر حضرت قبلہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور نے مجھے لکھا کہ آپ نے بہائیوں کی رگ صحیح طور پر پکڑلی ہے اور آج صابری صاحب علی الاعلان اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں۔

بہائی مذہب کا ایک بہت بڑا مبلغ جو ملک مصر میں کام کرتا تھا۔ اس نے آج سے قریباً تیس سال پہلے ایک رسالہ لکھا تھا جسے مصر ہی سے شائع کیا گیا۔ اس میں لکھا تھا کہ:۔

"مشیت اولیہ عالم امکان میں سب سے پہلے پیدا ہونے والا شخص ہے جو بعد میں تمام مخلوق کو پیدا کرتا ہے۔ اور بہاء اللہ وہی ہے"۔

(رسائل ابو الفضل گلپیگانی)

نوٹ:۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ مجموعہ رسائل کسی نے لے کر واپس نہیں کیا۔ یا مجھ سے کہیں گم ہوگیا ہے۔ میں نے اس کا اقتباس اقدس کے ساتھ بھی شائع کیا تھا مگر میری اقدس بھی جاتی رہی۔ اس لئے حافظہ سے یہ حوالہ لکھا جاتا ہے۔ مفہوم یہی ہے۔

صابری صاحب کا مضمون جس کی بنیاد بعض آیات قرآنی مثل "اتی امر اللہ" پر ہے بالکل مہمل اور خواہ مخواہ کی کھینچا تانی ہے جب ان سے یہ سوال کسی نے کیا کہ آپ کے بیان کردہ معانی کے لئے کوئی سند بھی ہے تو بڑی شان سے فرماتے ہیں کہ:۔

"ہم کسی مفسر یا مترجم کی تقلید نہیں کرتے اپنی دانست میں جو صحیح ترجمہ و مطلب ہوتا ہے اسے قبول کرتے ہیں"۔

صابری صاحب خدا جانے کیا ہیں جو اس شان بے نیازی سے غیر مقلد بن کر سامنے آتے ہیں اگر یہی طریقہ حق و باطل میں فیصلہ کا ہے کہ تمام مفسرین و مترجمین کے خلاف چند اردو کی تحریروں کے ساتھ کچھ عربی پڑھ لینے سے انسان مجتہد ہو جاتا ہے تو کل بہائی مذہب کی کتب کا اسی طرح ترجمہ کوئی اور کرے تو یہ کہنا کہ کتاب اللہ کے بیان کرنے کے لئے عبد البہاء ہے۔ بالکل ناقابل سماعت ہوگا۔ حالانکہ عبد البہاء کسی معنوں میں بھی بہاء اللہ کی طرح ... میں نہیں ہوسکتا۔ لیکن تمام بہائی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس کے خلاف کسی کا ترجمہ و تفسیر مقبول نہیں ہے۔ اور اسلام میں آنحضرت صلعم کے بیان کردہ معانی کے مقابل صابری تو ایک طرف بہاء اللہ کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تا بہ عبد البہاء چہ رسد۔ پس اللہ کی آمد کے جو معنے قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے ثابت ہوں وہ ماننے ہوں گے۔ ورنہ خود قرآن مجید صابری جیسے لوگوں کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ متشابہات کو لیکر فتنہ و فساد پھیلانے والے ہوتے ہیں۔ ہدایت کا راستہ آئے تو اسے قبول نہیں کرتے اور جو اپنے نفس باغی کی خواہش کے موافق ہو وہ اسے قبول کرتے ہیں۔

مجازاً خدا کا آنا

قرآن مجید میں جن آیات میں خدا کے آنے کا ذکر ہے۔ ان میں خدا کے آنے سے مراد مومنوں کی مدد کے لئے اور کفار کی تباہی کے لئے خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے لئے آنے کا ذکر عموماً ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت ایک نبی یا رسول کے زمانہ میں خاص طور پر نازل ہوتی ہے۔ مومنوں کو غالب اور کفار کو تباہ و برباد کرتی ہے۔ اس لئے ہم ایک نبی کے زمانہ کو خدا کی آمد کا زمانہ کہہ سکتے ہیں۔ اور یہ ایک قسم کی چھوٹے پیمانہ پر آخرۃ میں ہونے والی نصرت الٰہی کی ایک دلیل ہوتی ہے۔

خلیفۃ اللہ

ہر نبی لازماً خلیفۃ اللہ ہے۔ وہ مظہر ہے خدا کی ذات و صفات ربوبی کا۔ اس کا فرد اوّل حضرت آدم صفی اللہ ہوئے اور خاتم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ خلیفۃ اللہ ہونے کے لحاظ سے ہر نبی کی آمد خدائے قدوس کی آمد ہے۔ ورنہ وہ ذات بے مثال آنے، اور جانے سے پاک ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دے دیا گیا تو اب کسی دوسرے نبی کی آمد کا اسلام میں تو کوئی موقعہ نہیں ہے۔ خود بہاء اللہ کو جو کچھ ملا وہ نتیجہ ہے محمد رسول اللہ صلعم کی فیض رسانی کا۔ جس کا بہاء اللہ کو اعتراف ہے۔

خاتم النبیین کے بعد

اس میں شک نہیں کہ سنی و شیعہ متفق ہیں کہ دین اسلام کی بقا کے لئے آنحضرت صلعم کے بعد خدا تعالیٰ اسلام میں سلسلہ خلافت تا قیامت قائم رکھے گا۔ اور انہی خلفاء میں سے خاتم الخلفا کا نام امام المہدی و المسیح الموعود ہے۔ اسلام کی کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ آنحضرت صلعم کے بعد امام مہدی یا مسیح موعود کسی نئی کتاب شریعت کے ساتھ آئیں گے۔ یا وہ ناسخ اسلام ہوں گے۔

شیعوں میں ایک کتاب بحار الانوار کے نام سے موجود ہے جو بقول خود شیعہ صاحبان مجموعہ رطب و یابس ہے۔ اس میں سے بعض روایات کو بہاء اللہ صاحب نے باب کے صاحب کتاب جدید ہونے پر اپنی کتاب ایقان میں پیش کیا ہے۔ مگر شیعوں کے بار ہا کے احتجاج پر آخر علی صاحب نے اپنے رسالہ میں اس امر کا اعتراف کرلیا ہے کہ وہ کتاب بلاشبہ مجموعہ رطب و یابس ہے۔ (اس لئے قابل استناد نہیں ہے)

ختم نبوت

اسلامی اصطلاح میں نبوت و رسالت سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے جو ایک انسان کو مل سکتا تھا۔ اور یہ مرتبہ حضرت خاتم النبیین صلعم پر دو معنوں میں ختم ہوگیا۔ اول ان معنوں میں ۔۔۔۔ کہ آنحضرت صلعم کی ذات والا تمام کمالات نبوت و رسالت کی جامع ہے اور آپ کا فیض نبوت تاقیامت جاری ہے دوسرے ان معنوں میں آپ خاتم النبیین ہیں کہ سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوگیا اس کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی جب تک یہ دنیا باقی ہے آپ کا فیضان نبوت برابر جاری اور ساری ہے جس کے طفیل بڑے بڑے کاملین اس امت میں پیدا ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے۔

خدا کا آنا

تورات شریف کی رو سے حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا خدا وند خدا کا سینا، شعیر اور فاران سے آنا ثابت ہے۔ پھر قرآن مجید میں جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے دس ہزار قدسیوں کو ساتھ لے کر مکہ پر آئے تو قریش مکہ مقابلہ کرنے کی جرأت بھی نہ کرسکے۔ اور اس آمد کا وعدہ جو بالفاظ قرآنی:۔

ھل ینظرون ان یاتیھم الملئکۃ او یاتی امر ربک ۱۴

میں موعود تھا یہ وعدہ بڑی شان سے پورا ہوا "امر رب" آیا اور حکومت ربانی قائم ہوگئی۔ یہ ہے خدا کا آنا۔ جس طرح ملائکہ کے آنے سے مراد ان کا مومنوں کے دلوں کو تقویت دینا اور کفار کے دل میں رعب ڈالنا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ جو آنے اور جانے سے پاک ہے اس کے حکم کا قائم ہو جانا مجازاً اس کا آنا کہلاتا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ اس کے لئے کوئی یہ شرط نہیں کہ وہ خلیفہ فرد نبی اللہ ہو بعینہ وہ نیک انسان جس کے ہاتھوں خدا کی بادشاہت قائم ہو اس کا ظہور خدا کا ظہور ہے۔

حدیثوں میں آیا ہے کہ قیامت کے دن خدا کہے گا میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ میں ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا تو لوگ عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار تیری ذات تو اس سے پاک ہے تو کب آیا کہ ہم نے تجھے نہ پانی دیا نہ روٹی نہ کپڑا، تو خدا فرمائے گا کہ میرے غریب بندے جو بھوکے پیاسے ننگے تمہارے پاس گئے وہ میرا ہی جانا تھا۔ اسی طرح انجیل میں بھی مذکور ہے۔ مگر اس سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک بھوکا منگتا آ کر کہے کہ تو تمہارا بھوکا ننگا پروردگار آگیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ فعل کبھی پسند نہ ہوگا۔ بلکہ ایسا شخص مار کھائے گا۔

متشابہات

خدا کا آنا چونکہ مخلوق کے آنے کی طرح تو نہیں ہوسکتا بلکہ یہ ایک پیشگوئی تھی جو جناب محمد صلعم کی آمد سے بحیثیت خلیفۃ اللہ علیٰ وجہ الکمال پوری ہوئی مگر پھر بھی وہ متشابہات سے ہے اس لئے اس کی بناء پر الوہیت یا ربوبیت کا دعوےٰ کرنا جائز نہیں۔ اگر جائز ہوتا تو مخلوقات میں سب سے حضرت محمد صلعم بڑھکر بشر کامل ہیں جو کھلے کھلے نشانوں سے خدائی کا ثبوت دینے والے ہیں اور جن کے نشان آج بھی زندہ ہیں جن کے دم کی برکت سے مسیح ناصری جیسے

بے شمار کاملین اس امت محمدیہ میں پیدا ہوئے اور ہوں گے۔ وہ حق رکھتا تھا کہ الوہیت کا یا ربوبیت کا دعوے کرتا۔ مگر اس نے "نخیس" کہلانا ہی فخر سمجھا اور سچ یہ ہے کہ اس کی عبدیت سے باب وبہا جیسی الوہیت کا ظہور ایک معمولی بات ہے۔

اتیٰ امر اللہ

صابری صاحب نے تو الفاظ کا ظاہر لے کر کہہ دیا کہ اتیٰ امر اللہ اللہ کا حکم آگیا اور جھٹ کہدیا کہ امر سے مراد کتاب اللہ کے ساتھ نئے نبی یا رسول کا آنا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر تو ازل سے ابد تک سلسلہ وحیؔ الہام کا یہ انتظام ہے کہ ہر ہزار سال بعد جیسا کہ بابیوں اور بہائیوں کا خیال ہے ضرور نئی کتاب اور نئی شریعت آتی ہے تو پھر یہ پانچ لاکھ برس کے لئے دور بہائی کا زمانہ کیوں قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک دن اس دنیا پر فنا آنے والی ہے۔ اگر یہ کرہ ارض کبھی بنا ہے تو اسے کبھی ٹوٹنا بھی ضرور ہے۔ اس آخری دن سے ملا ہوا جو دور بھی ہوگا وہ لازماً ہدایت کا آخری دور ہوگا۔ اور اس دور کا رسول آخری رسول ہوگا۔ اور قرآن کہتا ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ تو پھر اس آخری رسول کے بعد اتیٰ امر اللہ سے کسی اور نبی کا آنا کیونکر قبول کیا جائے۔

امر اللہ جس کے لئے وہ جلدی کر رہے تھے یہ نہ تھا کہ نئی کتاب اور نیا رسول آئے "فلا تستعجلوہ" سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اسلام اور غیر اسلام میں فیصلہ کن کوئی اللہ کا امر چاہتے تھے سورہ حسب معمول منکرین پر عذاب آنے کی خبر کے جلد پورا ہونے کے لئے بکتے ہیں۔ جیسا کہ الفاظ

یستعجلونک بالعذاب ۲۱/۲

سے ظاہر ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر اسلام حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسیں یا

ائتنا بعذاب الیم

احادیث نبویہ سے بھی یہی ثابت ہے واقعات سے یہی ثابت ہے پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ سیدھی سچی بات کو چھوڑ کر یہ بہائی کدھر جا رہے ہیں۔ کیا ان کے خیال میں عذاب یا دبار جس کے لئے وہ جلدی کرتے تھے امر اللہ نہیں ہے۔ اگر ہے اور یقیناً ہے اور یہاں یہی مراد ہے تو پھر اس سے باب یا بہا کی آمد کے لئے خلاف ختم نبوت کیوں استدلال کرتے ہیں۔

وہ آیات جن میں اللہ تعالےٰ کا آنا مذکور ہے ان میں بھی ساتھ ہی قضی الامر والی اللہ ترجع الامور یا اس کی تفسیر میں "یوم یاتی امر ربک" ۱۴/۱ موجود ہیں اور یوم یاتی امر ربک کے ساتھ تو کذالک فعل الذین من قبلھم بھی موجود ہیں جس سے خدا کے امر کے آنے کے معنے خدا کے عذاب کا آنا ہے۔

سورہ حشر میں خدا کے آنے کا ذکر یوں ہے:۔

ھو الذی اخرج الذین کفروا من اھل الکتاب من دیارھم لاول الحشر ما ظننتم ان یخرجوا و ظنوا انھم مانعتھم حصونھم من اللہ فاتٰھم اللہ من حیث لم یحتسبوا ۲/۲۸

کیا صابری صاحب ان کھلے ہوئے معانی کے سامنے بھی آپ سر نہ جھکائیں گے؟

امید تو نہیں کیونکہ کج بحث انسان کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ ہدایت کو قبول کرنے کی بجائے اسے مشتبہ کرنے کے لئے کوشش کیا کرتا ہے۔

یہاں اگرچہ فاتٰھم اللہ (پس آیا اللہ ان کے پاس) الفاظ ہیں مگر مقصد واضح ہے کہ جب خدا کا امر آگیا اس وقت ان کے تمام منصوبے رہ گئے۔

لطیفہ

یہ سورہ حشر ہے اور بہائیوں کا دعوے ہے بہاء اللہ کا زمانہ دور حشر ہے اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ صابری صاحب یا ان کا کوئی ہمدانی یوں نہ بول اٹھے کہ دیکھئے جناب یہاں حشر اول یا پہلی جلاوطنی کا ذکر ہے اور اس کے بعد

ولھم فی الاخرۃ عذاب النار

کا ذکر ہے اور یہ دور دور آخرۃ بھی ہے اور دور حشر بھی۔ پس فاتٰھم اللہ کے ماتحت ...... پہلی دفعہ اول الحشر کے موقعہ پر خدا آیا۔ اور یہ محمد صلعم کی آمد تھی اور اب چونکہ زمانہ وہ ہے جس کا ذکر فاذا جاء وعد الاخرۃ جئنا بکم لفیفا اور خدا نے بنی اسرائیل کو ایک کر کے میدان حشر میں جمع کر دیا اور اسرائیل سٹیٹ بن گئی۔ اور اس حشر کے لئے بھی خدا کا آنا ایک مسلمہ عقیدہ اہل اسلام ہے۔ پس ختم نبوت کو روک سمجھ کر مالک یوم الدین کے منکر کہاتے ہیں ہیں۔

مگر ہم کہتے ہیں کہ اے بہائیو ذرا حیا سے کام لو۔ تم جس کے آنے کو مالک یوم الدین کا آنا قرار دیتے ہو اس کو تو تمام عمر لوگوں نے ہی سیدھا کیا اور وہ اپنا آپ نہ بچا سکا اس نے دوسروں کو سزا یا جزا کیا دینی تھی۔ وہ مایوسی کی حالت میں دنیا سے گذر گیا۔ ناکامی و نامرادی کے سوا کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ اب تک بھی بہاء کی کتاب بہائیوں نے نہیں چھاپی۔ نہ بیت العدل قائم ہوا نہ قائم ہوگا۔ نہ یہ مذہب رائج ہوا نہ ہوگا۔

بہرحال مالک یوم الدین کی تو یہ شان ہے کہ وہ مجرموں کو سزا دیتا ہے لیکن یہاں معاملہ الٹا یہ ہوا کہ مجرموں نے مالک کی وہ گت بنائی کہ خدا کی پناہ۔

اللہ کا عذاب

زلزلہ کی شکل میں بھی آتا رہا ہے اسے بھی خدا نے عمارات کی جڑوں سے خدا کا آنا بیان کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

فاتی اللہ بنیانھم من القواعد فخر علیھم السقف من فوقھم واتٰھم العذاب من حیث لا یشعرون

پس اللہ آیا ان کی عمارتوں کی جڑوں سے (یعنی ان کو گرا دیا) پس ان پر چھتیں گر گئیں اور عذاب الٰہی وہاں سے آیا جہاں سے ان کو خیال بھی نہ تھا۔

عذاب اور رسول

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ کسی قوم کو عذاب نہیں دیتا جب تک کہ وہ ان کی طرف کوئی رسول نہ بھیج لے۔ اس سے بہائی لوگوں نے اکثر یہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے کہ اس زمانہ میں چونکہ کل دنیا پر تمام اقوام عالم پر عذاب الٰہی مختلف شکلوں میں نازل ہو چکا اور ہو رہا ہے۔ اس لئے اس عذاب عالمگیر سے پہلے بھی خدا کا رسول چاہیئے اور وہ باب و بہاء ہیں۔

مگر جب کبھی میں نے ان کے کسی مبلغ سے یہ سنا تو پوچھا کہ حضرت ذرا یہ تو فرمایئے کہ جناب باب و بہاء کا دعوےٰ رسالت کا ہے کہاں؟ تو بیچارے ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے۔

باب وبہا دونوں قائل ہیں کہ نبوت و رسالت محمد صلعم پر ختم ہو چکی بہائی خود قائل ہیں کہ اب دور ولایت ہے، نہ کہ دور نبوت۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک دفعہ آیت لو تقول علینا پر بحث کے سلسلہ میں بہاء اللہ کا چالیس سال زندہ رہنا پیش کر دیا۔ جب ان سے مطالبہ ہوا کہ دعوئ رسالت دکھاؤ تو رہ گئے۔ علی نے مضمون لکھا اور کہا کہ بہاء کا دعوے نبوت یا رسالت کا نہیں ہے۔ اس لئے بہائیوں کو تو آیت وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا سے استدلال کا کوئی حق نہیں ہے۔

بہائیوں کے چھوٹے بھائی

قادیانی پہلے تو بہائیوں کی طرح اجرائے نبوت کے ایسے قائل ہوئے کہ گویا ہر آیت قرآن سے اجرائے نبوت ثابت ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ محمدیت کے اثر کے ماتحت مسیحیت کا غلو مٹتا جا رہا ہے۔ خدا حضرت میاں صاحب کا بھلا کرے کہ جو فتنہ ان کی وجہ سے بہائیوں کے بھی کان کاٹنے لگ گیا تھا وہ انہی کے حکم سے دب گیا۔ تھوڑی سی کسر باقی ہے جو انشاءاللہ جلد نکل جائے گی۔

حال ہی میں قادیان سے ایک ٹریکٹ شائع ہوا ہے جس میں نبوت کے مسئلہ میں بھی قادیانی حضرات بہت نیچے آگئے ہیں۔ اس اعلان میں صاف مذکور ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت کو "نبوت الولایت" (ولیوں والی نبوت) قرار دیا گیا ہے۔ صرف اس ایک بات سے ہی معاملہ طے ہو سکتا ہے۔ مگر ابھی چونکہ کچھ کمی باقی ہے اور تعریف نبوت میں غلطی ہے۔ اس لئے احباب تھوڑے دن اور صبر کریں۔ یہ فتنہ میاں صاحب خود ہی ختم کر دیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

چیلنج

میں تمام بہائیوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اگر آیت قرآنی

خاتم النبیین

اور حدیث نبوی انا خاتم النبیین لا نبی بعدی کو مانتے ہوئے ان کے منشاء کے خلاف نبوت و رسالت کا جاری ہونا قرآن مجید یا حدیث نبوی سے یا آئمہ دین کے اقوال سے بھی ثابت کر دیں تو ہم ان کو حق الخدمت کے طور پر ایک سو روپیہ انعام دیں گے۔ فیصلہ کے لئے میں ولی الامر شوقی آفندی صاحب کو حکم مان لوں گا۔ کیا کوئی بہائی جرأت کر کے مقابلہ کے لئے نکلے گا؟

خلط مبحث کے طور پر ظلی بروزی مجازی نبوت کو بحث میں نہ لایا جائے اور نہ نبوت کی مندرجہ ذیل تعریف کو نظر انداز کیا جائے۔ کیونکہ اس سے بہتر اور جامع تعریف کرنا مشکل ہے:۔

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔"

(مسیح موعود)

اس تعریف کی رو سے نبی یا رسول کے لئے کم از کم غیر امتی ہونا شرط ہے یا جب تک کوئی امتی ہے وہ نبی اور رسول نہیں ہے۔

لفظ رسول عام ہے وہ مجددوں محدثوں نبیوں (صاحب شریعت جدیدہ ہوں یا نہ ہوں) سب کے لئے بولا جاتا ہے۔ پس جب رسول کا لفظ نبی کے لئے ہو تو اس سے مراد اس نبی کا رسول ہونا ہوگا۔ لیکن جب یہی لفظ رسول کسی غیر نبی محدث وغیرہ پر بولا جاتا ہے تو اس سے مراد مامور من اللہ ہے جو مجدد و محدث ہے۔ نہ کہ رسول بمنصب نبوت۔

حضرت امیر مرحوم کی وفات پر احباب کے تعزیتی خطوط

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

رحیم بخش صاحب احمد پور شرقیہ

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

حضرت امیر کی وفات کی خبر سن کر دل کو بہت صدمہ پہنچا اللہ تعالیٰ ان کی روح پر رحمت نازل فرمائے اپنے فضل کرم کی بارش برسائے۔

بقلم رحیم بخش احمد پور شرقیہ۔ ریاست بہاولپور

شیخ اللہ بخش صاحب پشاور

مکرمی حضرت مولوی صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کی تار مجھے آج صبح ½ ۸ بجے کے قریب ملی اس سے قبل کل شام ½ ۶ بجے برخوردار عبدالرزاق صاحب پسر چوہدری عبدالمجید صاحب سے سانحہ کی اطلاع مل چکی تھی۔ مگر باوجود تگ و دو کے مجھے لاہور آنے کی رخصت نہ مل سکی۔ کل کے مقدمات ہائیکورٹ میں تبدیل نہ ہو سکے۔ اس لئے غیر حاضری بامر مجبوری ہے۔ جو حالت دل و دماغ کی ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر الحکم للّٰہ اور انا للہ وانا الیہ راجعون کے ورد کے علاوہ کوئی چارہ نہیں

والسلام۔ ۱۴/۱۰/۵۱

احقر۔ شیخ اللہ بخش۔ ایڈوکیٹ پشاور

سید اختر حسین صاحب گیلانی راولپنڈی

حضرت مولٰنا کی وفات سے علم و معرفت کی ایک شمع فروزاں گل ہو گئی اور ان کے اعزہ و اقارب کے غم میں ہر وہ شخص شریک ہے جسے حضرت مولانا سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور جو ان کی بے بہا علمی تالیفات سے فیض یاب ہوا ہے۔

حضرت مولٰنا کی زندگی ایمان و استقامت کا ایک روشن نمونہ ہے۔ آج سے قریباً پچاس سال قبل جس مقصد کے لئے انہوں نے کمر ہمت باندھی، ان کی وفات تک کوئی چیز ان کی راہ میں روک نہ بن سکی، سیاسی جماعتیں بنیں اور بگڑیں، ہنگاموں پر ہنگامے برپا ہوئے۔ حکومتوں میں انقلاب آئے مگر کوئی چیز نہ تھی جو حضرت مولٰنا کی توجہ خدمت قرآن کے مقصد سے عارضی طور پر بھی ہٹا سکی۔ میرے نزدیک ان کی زندگی اس آیہ کریمہ کی زندہ مثال ہے فالذین عند ربک یسبحون لہ باللیل والنہار وھم لا یسئمون (حم السجدۃ) کہ مقبولان بارگاہ الٰہی شب و روز اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ اور کوئی وقت نہیں آتا کہ وہ اس کام سے تھکان محسوس کریں، یعنی اپنی خدمات میں کوئی عارضی انقطاع بھی نمودار ہونے دیں۔

اللہ تعالےٰ حضرت مولٰنا کی روح پر اپنے انوار رحمت کی ابدی بارش نازل فرمائے۔ اور ان کی بیگم صاحبہ، ان کے صاحبزادوں اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

سید اختر حسین گیلانی۔
ایم۔اے۔ مولوی فاضل

محمد لوٹا صاحب سبی (بلوچستان)

بخدمت جناب جنرل سیکرٹری انجمن جماعت احمدیان

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

حضرت امیر مولوی محمد علی صاحب کی وفات کا سن کر بہت افسوس ہوا مگر صبر کے سوا کیا چارہ ہو سکتا ہے۔ اچھا خداوند تعالیٰ جنت فردوس عطا کرے اور آپ کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی طاقت دے آمین۔ جب کبھی ان کی یاد آ جاتی ہے تو آنسو بہنے لگتے ہیں۔ اچھا میں دوبارہ خداوند تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ان کو جنت فردوس نصیب ہو اور آپ میں قوت برداشت پیدا ہو۔ آمین

از طرف محمد لوٹا ولد رحمت
سبی جنکشن (بلوچستان)

ڈاکٹر محمد زبیر صاحب پاراچنار

بخدمت محترم جناب جنرل سیکرٹری صاحب احمد یار خاں صاحب سلمہ الرحمٰن۔ بعد از سلام علیکم کے واضح ہو کہ آج صبح ریڈیو کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ جناب حضرت امیر ایدہ اللہ اپنے حقیقی مالک سے جا ملے اور ہم کو داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میری طرف سے یہ تعزیت نامہ جناب امیر صاحب کے اہل خانہ کی خدمت میں عرض کر دیں۔ خداوند تعالےٰ جناب کو اپنے قرب میں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین اور ان کے قائم مقام ہمارے لئے کسی نیک، بزرگ کا انتخاب فرمائے تاکہ یہ چھوٹی سی جماعت ثابت قدم رہ کر اسلام کی خدمت تاقیامت کرتی رہے۔

جناب امیر صاحب کی غیر حاضری کو پر کرنا بہت مشکل ہے لیکن اللہ تعالےٰ ہی ہماری مدد فرمائے۔ اور ہم کو ثابت قدم رکھ کر آپ کے دینی کام کی تکمیل کی توفیق دے۔ آمین۔ والسلام

تابعدار ڈاکٹر محمد زبیر
پارہ چنار۔ ضلع کوہاٹ

عبدالرحمٰن صاحب۔ کچھی (ہزارہ)

کچھی ہزارہ ۱۵ $\frac{10}{51}$

محترم و مکرم حضرت مولٰنا صاحب امام ابتر فیوضہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آج ابھی حضرت امیر قوم رحمۃ اللہ کے انتقال کی افسوسناک خبر پہنچی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قوم کے اس ناقابل تلافی نقصان کا اندازہ کچھ آپ ہی کر سکتے ہیں۔ جماعت کچھی۔ سمرہ۔ وناہلی ہزارہ نے نماز جنازہ غائبانہ ادا کی اور دعا کی کہ اللہ تعالےٰ قوم کو نعم البدل عطا فرمائے۔ والسلام

شریک غم خاکسار
عبدالرحمان احمدی کچھی ہزارہ
خاکسار شریک غم۔ گل زمان احمد۔ کچھی ہزارہ

چراغدین صاحب (سندھ)

مولٰنا مولوی صاحب۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آج ابھی اخبار جنگ کراچی آیا از حد تکلیف دہ خبر وفات حسرت آیات حضرت مولانا مولوی صاحب حضرت امیر ایدہ اللہ پڑھکر بے ہوشی جیسی ہو گئی اللہ تعالےٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مشیت ایزدی سے چارہ نہیں۔

میری طرف سے اور میرے بڑے لڑکے صلاح الدین ایڈیشنل مختار کار کی طرف سے مسلم ٹاؤن اور جناب فاروقی صاحب حضرت مولانا عزیز بخش صاحب اور مولوی صدر الدین صاحب کی خدمت میں عرض کر دیں کہ ہم دونوں آج کراچی حضرت صاحب مرحوم و مغفور کی طبیعت پرسی کے لئے تیار تھے۔

والدہ صاحبہ صلاح الدین سے بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں اظہار ماتم پرسی اور سب بہنوں کو صبر کی تلقین دیں۔

آپ کا خادم۔ چراغ دین۔ از ماتلی (سندھ)

محمد الرحمٰن صاحب

مکرمی بزرگوارم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کے خط نے رات کی سنی ہوئی جانکاہ خبر کی تصدیق کر دی۔ حضرت امیر المومنین کا وصال نہ صرف ہمارے لئے ان کے لواحقین کے لئے بلکہ اسلام کے لئے ایک بہت بڑے نقصان کا موجب ہے۔ بظاہر تلافی ناممکن معلوم ہوتی ہے اللہ تعالےٰ ہی امداد فرمائے۔

حضرت امیر المومنین مولٰنا محمد علی مرحوم و مغفور کا وجود ہماری جماعت کے لئے ایک ستون کی حیثیت رکھتا تھا۔ اب میں حیران ہوں کہ کیا ہوگا۔ حضرت ہم سے اوجھل ہیں مگر وہ ایک دائمی زندگی کے مالک ہیں جب تک دنیا ہے وہ زندہ رہیں گے۔ بزرگوارم ہمارے صدمہ کی انتہا نہیں ہم سب یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے والد صاحب وفات پا گئے ہیں۔ بلکہ دو دن تک ماتم رہا ہے۔

میرا دوسرا رقعہ بیگم حضرت امیر المومنین کو پہنچا یا جاوے اور محمد احمد اور بیگم صاحبہ کا پتہ لکھیں۔ نیز جماعت کے مزید حالات سے فوری اطلاع دیا کریں۔ والسلام

محمد الرحمٰن

فضل الٰہی صاحب سرائے عالمگیر

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

انا للہ وانا الیہ راجعون

افسوس انتہائی افسوس حضرت امیر کا سن کر سخت صدمہ پہنچا۔ لعل بے بدل دنیا سے رخصت ہوئے۔ افسوس جماعت جہلم کے دوستوں پر کہ مجھ کو خبر تک نہ دی ورنہ لاہور پہنچنا چاہئے

مشکل نہ تھا۔ آج اخبار آفاق میں حضرت کی خبر پڑھی۔ قریباً ایک بجے دن صبح ایک دو قادیانی دوستوں نے ذکر کیا۔ مگر اعتبار کی گنجائش طبیعت میں نہ آئی۔ اب بذریعہ اخبار پڑھ کر تسلی ہوئی۔ کہ خبر واقعی مصدقہ تھی۔ اسے قضا تو بھی عجیب ہے، مگر حکم الٰہی کے آگے کیا پیش جاتی ہے۔ خصوصاً مجھ کو اور میرے برخوردار دالات حسین کو دلی صدمہ پہنچا۔ اللہ تعالےٰ حضور کو جنت الفردوس بخشے۔ میری اور بچے کی طرف سے حضور کے تمام لواحقین اور تمام حاضرین جماعت احمدیہ و کارکنان سب کی خدمت میں افسوس ظاہر فرمایا جاوے۔ کیا لکھوں۔ کچھ سمجھ نہیں آتا۔ صدمے کی کیفیت اللہ تعالےٰ جانتا ہے، یا دل جانتا ہے۔ والسلام

فضل الٰہی از سرائے عالمگیر

محمد زکی صاحب ملھی۔ شاہ کوٹ

از شاہ کوٹ۔

مکرمی محترمی مولنا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آج صبح اخبار میں حضرت امیر کی وفات کی خبر پڑھکر از حد رنج ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون — اس مرد مجاہد نے جو کام کیا شاذ ہی اس کی مثال ملتی ہے۔ اب بھی مجھے یقین نہیں آتا کہ حضرت امیر فوت ہو گئے ہیں۔ اور نہ ہی مجھے کوئی الفاظ مل رہے ہیں جو میں اس جلیل القدر مجاہد کی شایان شان استعمال کر سکوں۔

براہ کرم میرے یہ چند حروف جو تعزیت کے طور پہ لکھے گئے ہیں ان کے لواحقین تک پہنچا دیئے جاویں۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ آپ کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

غمزدہ۔ محمد زکی ملھی شاہ کوٹ

سیکرٹری صاحب جماعت قاضی احمد (سندھ)

بعالی خدمت جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض یہ ہے کہ قلم لکھنے سے اور زبان بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اور آنکھیں جتنا اشکبار ہوں۔ وہ در فرقت میں بہت کم ہوگا۔

اچانک کل مؤرخہ ۱۵/۱۰ کو بوقت شام میاں شریف احمد صاحب مالک کارخانہ قاضی احمد ضلع نواب شاہ (سندھ) کو غم سے بھری تار کے بعد دیگرے دو عدد موصول ہوئیں۔ جن میں حضرت امیر مرحوم و مغفور کے انتقال پُر ملال کا ذکر تھا۔ واقعہ نہایت جانگداز ہے۔ روح فرسا ہے۔ کاش کسی جد وجہد رونے پیٹنے یا دیگر کسی ذریعہ یا قیمت پر تدارک ہوتی۔ مگر ممکن نہیں۔ سنت اللہ شاہد ہے۔ اس لئے سوائے اس کے دیگر کوئی رستہ نہیں۔ کہ کمزوری طبع کو سنبھال کر ہم تمام ماتم زدہ اسلامی ہدایت کی طرف متوجہ ہوں اور اسی پہ خود و دیگر غمزدہ احباب کو کاربند بنانے کی کوشش کریں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت امیر کا سفر از دار فنا بدار بقا صرف احمدیہ جماعت اشاعت اسلام لاہور کے واسطے موجب خسارہ نہیں بلکہ روئے زمین کے مسلمانوں کے واسطے قومی اور مذہبی خسارہ ہے۔ کیونکہ حضرت امیر اس جماعت کا امام اور چلانے والے تھے۔ کہ جس جماعت کے ذریعہ تمام دنیا میں اسلامی قرآنی اشاعتی جہاد ہو کر مسلمانوں کی عزت و سرخروئی کی باعث ہو رہی ہے۔ اور سمجھدار دنیا خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ جماعت مجاہد مذکورہ کے ذریعہ مسلمانوں میں دوبارہ زندگی پیدا ہو رہی ہے اور انشاء اللہ تعالےٰ بہت جلد مسلمان قوم زندہ قوم کہلائیگی۔

اندازہ لگانے سے ہمارے خیالات قاصر ہیں۔ کہ کتنے بڑے کام والی جماعت کا امام یا امیر جماعت سے سفر کر کے جدا ہو گئے اور کتنا خسارہ ہوا۔ البتہ قرآن شریف کی مثال پیش کر سکتے ہیں کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کل حین) ہے۔

آج صبح مؤرخہ ۱۶/۱۰/۵۱ کو بحکم جناب میاں شریف احمد صاحب مالک کارخانہ قاضی احمد تمام احمدی و دیگر صاحبان جمع ہوئے۔ بعد از نماز فجر تلاوت قرآن پاک ختم کر کے نماز جنازہ غائبانہ ادا کیا گیا۔ بعد نماز جنازہ دوبارہ دعائے مغفرت کی گئی۔ مذکورہ بالا جناب میاں صاحب کے حکم سے کارخانہ بند رہا۔ فقط

سیکرٹری جماعت قاضی احمد نواب شاہ (سندھ)

سردار علم الدین خاں بقلم خود

محمد زمان میاں قاضی خیل جدید

حضرت قبلہ مولنا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پرسوں ۱۴/۱۰ کو بوقت شام برادرم عبدالحمید صاحب سے سُنا۔ کہ جناب قبلہ مولنا محمد علی صاحب وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بہت صدمہ ہوا۔ اور شام نزدیک تھی۔ نماز شام پڑھنے کے بعد ... جناب مولانا مرحوم کا جنازہ غائبانہ اکیلے پڑھا۔ اللہ تعالےٰ مولنا مرحوم کو غریق رحمت کرے۔ آمین۔

یوں تو ہم سب نے مرنا ہے۔ مگر مولنا صاحب کی وفات سے قوم کو جو نقصان پہنچا اس کا پُر کرنا ذرا مشکل ہی معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ہمت دے۔ کہ مولانا کے نقش قدم پہ چل کر اشاعت کا کام دگنا کر دیں۔ آمین —

میری طرف سے بی بی صاحبہ اور فرزندان ارجمند کی خدمت میں تعزیتی دعا پیش ہووے۔ خفتن کی نماز کے وقت وہی بھائی عبدالحمید صاحب آئے۔ اور کہا۔ کہ جناب وزیر اعظم لیاقت علی خان مرحوم کو کسی نے راولپنڈی میں گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز خفتن پڑھکر ان کا بھی غائبانہ جنازہ پڑھا۔ اور دونوں کے واسطے درد دل سے بہت دعائیں کیں۔ اللہ تعالےٰ قبول کرے۔ آمین۔ کل ڈاک خانہ بند تھا، اس لئے آج ہی خط لکھدیا۔

محمد زمان میاں ساکن قاضی خیل جدید

ملک دوست محمد صاحب۔ سبی۔ (بلوچستان)

بخدمت جناب مکرم جنرل سیکرٹری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت امیر کی وفات حسرت آیات کا مجھے سخت غم ہوا ہے۔ اسلامی دنیا کا ایک سورج گم ہو گیا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے خاص بندوں میں سے تھے۔ دسویں ماہ محرم ان کی وفات ہوئی۔ یہی دنیا کے لئے کافی سے زیادہ ثبوت ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ آمین اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

دعاگو۔ ملک دوست محمد۔
ہیڈ ٹکٹ کلکٹر۔ سبی جنکشن

محمد اقبال صاحب چک ۳۲۵ ٹوبہ ٹیک سنگھ

مکرمی و معظمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت قبلہ مولوی صاحب کی وفات کی خبر سُن کر نہایت رنج ہوا۔ ان کا وجود ہماری قوم کے لئے باعث فخر اور برکت تھا اچھا خدا تعالےٰ کی رضا کیونکہ مسلمان کا موت پہ ایمان ہے گو وہ خود ہم میں موجود نہیں لیکن ان کا پروگرام ہمارے سامنے ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اس پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور قبلہ مولوی صاحب کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین

والسلام

نیازمند۔ محمد اقبال چک ۳۲۵ ٹوبہ ٹیک سنگھ

محی الدین باشاہ صاحب اوٹکمنڈ

بمقام اوٹکمنڈ۔ نیلگری

بتاریخ ۱۴ ماہ محرم ۱۳۷۱ھ

مکرمی شفیق مہربان دوست

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ واضح باد کہ مسلم اخبار سے معلوم ہوا کہ عالی جناب مولنا محمد علی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے ان کی جدائی کا سخت افسوس ہوا۔ ہم تمام درگاہ باری تعالیٰ میں مرحوم کے لئے دعائے خیر اور مغفرت چاہتے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے انجمن کی ترقی کے لئے دعاگو ہیں۔

فقط۔ محی الدین باشا

محمد صدیق ملہی صاحب

مکرم جناب مولوی صاحب و خاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت امیر کی وفات حسرت آیات کی اندوہگیں و پُر حزین اطلاع موصول ہوئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بیشک متعلقین جماعت و پسماندگان کے لئے یہ صدمہ جانگسل ہے۔ بندہ شریک غم و ملال ہے۔ مجدد زمان نے جو شمع روشن کی وہ امیر صاحب مرحوم کی شبانہ روز جانکاہی سے زمانہ بھر میں ضیا پاشی کرتی رہی۔ اگرچہ ہونے والے صدر بھی اسم بامسمیٰ ہیں اور وہ شمع آیندہ بھی بدستور سابق نور ریزی کرتی رہے گی۔ طوفان و آندھیاں اس شمع کو بجھا نہیں سکتی ہیں۔ تاہم امیر صاحب مغفور کی خدمات اسلام رہتی دنیا تک یادگار ہیں وہ مرد مومن تھے۔ تا دم آخر اسلام کے لئے جیئے۔ وہ مرے نہیں بلکہ موت پر انہوں نے فتح حاصل کر لی ہے۔ اور وہ زندہ ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت کے جذبۂ عمل کو بیش از بیش طاقتور بنائے اور تبلیغ اسلام میں سعی بلیغ اور دو چند جد وجہد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بیگم صاحبہ و دیگر رفقاء سے اظہار ہمدردی کر کے مشکور فرمادیں۔ خیر اندیش۔ محمد صدیق ملہی۔

ڈاکٹر انعام اللہ خاں صاحب سالاری چمن (بلوچستان)

اخی المکرم جناب جنرل سیکرٹری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

کل اخبار ڈان کے ذریعہ حضرت امیر قوم مولانا محمد علی صاحب کی وفات سے رنج ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ اور جملہ لواحقین اور افراد جماعت اور دنیائے اسلام کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ مرحوم کی وفات بین الاقوامی نقصان ہے۔ کیونکہ ان کی برکات کسی قوم یا ملک تک محدود نہ تھیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی مدتوں انکی باکمال تصانیف سے دنیا کو فیض پہنچتا رہے گا۔

جملہ احباب کو سلام۔ مورخہ ۲۰۔ اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء۔

ڈاکٹر انعام اللہ خان سالاری یوسف زئی۔ پشتنر

چمن (بلوچستان)

محمد حسن صاحب قریشی - ڈنگہ

واجب الاحترام اخی المعظم جناب مولنا صاحب دام لطفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

کل مجھے ہیڈ رسول جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک دوست کی زبانی حضرت امیر کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر دل پر ایک بجلی گری۔ چند لمحات ایک سکتے کے عالم میں رہا۔ اور نہ معلوم کہ کونسی پوشیدہ محبت وعقیدت تھی کہ جس کی غمازی پُرنم آنکھیں بار بار کرتی تھیں۔ اے کاش دین مصطفوی کا یہ ان تھک سپاہی ہم جیسے گنہگاروں کے لئے کچھ دن اور زندہ رہتا۔ مگر رضیٔ مولے از ہمہ اولیٰ۔ طبیعت ایک مسلسل تاسف سے دوچار ہے اور دل غم سے ہر وقت خون رہتا ہے "موت العالِم موت العالَم" کے پیش نظر آج اسلامی اور علمی دنیا ایک بےنظیر اور یکتائے روزگار عالم کا دائمی فراق محسوس کرتی ہے۔ گو حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ قدرت کے اٹل قانون کے ماتحت ہم میں نہیں ہیں مگر اس ناپائیدار عالم میں عشق خدا ورسول کے سبب ایک پائیدار اور دائمی زندگی کا درجہ حاصل کر گئے ہے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مجھے اپنی زندگی میں اگر اپنے اخلاق سے کماحقہ کوئی ہستی متاثر کر سکی تو وہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی ذات تھی۔ کہ جن کے مقدس الفاظ نہاں خانۂ دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہوتے تھے۔ خدا کی لاکھ لاکھ رحمتیں ہوں اس مقدس ہستی کی روح پر۔

آپ کا سوگوار بھائی

محمد حسن قریشی۔ ڈنگہ ضلع گجرات

احمد صاحب لکھنؤ

۲۳ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء

برادران اسلام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی وفات دنیائے اسلام کا ایک المناک سانحہ ہے اور "موت العالِم موت العالَم" کی مصداق۔ اللہ تعالےٰ ان کی جماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے مجھے اس نقصان میں جماعت سے پوری ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔

خاکسار:۔ احمد عفی عنہ۔ سندر باغ۔ لکھنؤ

مطیع اللہ خاں صاحب شجاع آباد

مخدومی حضرت مولانا صاحب۔ سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مَیں کئی روز سے بیمار پڑا ہوں۔ میری ٹانگ میں بوجہ عرق النسا بہت درد تھا۔ اب بفضلہ درو لبصحت ہوں۔ حضرت امیر کی وفات کا جو صدمہ ناگہانی پہنچا۔ اس کے اظہار کے لئے میرے پاس کوئی الفاظ نہیں۔ سوائے اس کے اللہ تعالیٰ انہیں مغفرت عطا فرمائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چلنے سے قطعاً معذور ہوں۔ ورنہ فوراً وہیں حاضر ہوکر شامل جنازہ ہوتا۔ براہ کرم مولنا صاحب مرحوم ومغفور کے گھر یہ تعزیت میری اور میری لڑکیوں کی طرف سے پہنچا کر مشکور فرمادیں۔ والسلام

آپ کا مخلص خادم

مطیع اللہ۔ شجاع آباد۔ ملتان

مولنا عزیز بخش صاحب کے نام

ایم اے صمد صاحب۔ گیا

ماررف گنج۔ گیا۔ بہار۔ (انڈیا)

معظمی ومکرمی۔ السلام علیکم۔

ایک عریضہ کے ذریعہ ہم نے آپ کو مطلع کیا تھا کہ ہماری تندرستی خراب ہوگئی ہے۔ اور ہم آنکھ کی بیماری میں مبتلا ہیں آپ کا جواب بھی ملا۔ لیکن ڈھائی ماہ سے اخبار پیغام صلح کا پرچہ نہیں ملا۔ اس لئے جماعت کی حالت سے واقفیت نہ ہوسکی۔ ہم اللہ کے فضل سے پہلے سے اچھے تو ضرور ہیں۔ مگر مکمل صحت نہیں ہوئی ہے دوا ہنوز استعمال میں ہے۔ اس خط کے لکھنے کی غرض یہ ہے کہ آج ۱۵ر اکتوبر کو یکایک ہمارے چھوٹے بھائی مولوی عبدالرب وکیل بہار شریف نے جو ہم سے ملنے آئے اخبار پڑھکر افسوسناک خبر سنائی کہ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب کا وصال کراچی میں ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اور خیرات کیا۔ اللہ تعالےٰ حضرت امیر مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور اپنی رحمت کی بارش کرے۔ اللہ آپ لوگوں اور جماعت کو صبر کی توفیق عطا کرے۔

ایم۔ اے صمد۔ گیا۔ بہار (انڈیا)

احمدی بیگم صاحبہ۔ علی پور

بخدمت شریف مکرم معظم حضرت مولنا عزیز بخش صاحب

قبلہ وحضرت مکرم معظم بیگم مرشدنا ومخدومنا امیر صاحب ایدہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حضرت مولانا مرشدی ومخدومی قبلہ حضرت امیر صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ناگہ بے وقت وفات حسرت آیات کا علم پاکر خاکسار بیحد مغموم ملول پریشان ہوئی ایسے عالم دین مقدس حواری امام ہمام علیہ السلام کا سایہ ہمارے سروں سے اٹھ جانا ہمیں اور اسلام کو یتیم بنا گئے یہ جماعت کے اندر جو خلا پیدا ہوگیا ہے بظاہر اس کی تلافی بہت مشکل معلوم ہوتی ہے یہ خدا کے کام ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمارا اور آپ بزرگان کا حافظ وناصر ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

خاکسارہ۔ احمدی بیگم بنت قاضی نذیر محمد صاحب

علی پور۔ مظفر گڑھ

محمد بخش صاحب کراچی

مکرم جناب مولوی عزیز بخش صاحب دام اقبالہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

میں کراچی اتفاقیہ گیا ہوا تھا اس میں خدا کی حکمت تھی میں حضرت امیر سے دو تین دفعہ ملا۔ عید کے روز بہت اچھی طرح سے ملاقات ہوئی۔ جس سے دل بڑا خوش ہوا۔ خدا کی حکمت اچانک ہی فون آیا کہ حضرت امیر فوت ہوگئے ہیں اطلاع ملنے پر خدا بہتر جانتا ہے جو میری حالت گذری۔

میرے پر حضرت امیر کے بڑے بڑے احسان تھے جن کا بیان کرنا تحریر سے باہر ہے۔ جب حضرت امیر کا جنازہ ہو گیا اور دیکھنے کا ہر ایک کو موقع دیا گیا میری حالت سوائے زار زار رونے کے اور زبان پر یہی لفظ جاری ہوتے اے پاک پروردگار ہم سے علم کا ستارہ لے لیا ہے اب تو ہی نگہبان ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضرت امیر کو بہت بلند مقام پر جگہ دے آمین۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت امیر کا جو بوٹا لگایا ہوا ہے سرسبز رکھے۔

تابعدار محمد بخش

محمد الرحمٰن۔ ڈپٹی جیلر ہری پور ہزارہ

از سنٹرل جیل ہری پور ہزارہ

مکرمی بزرگوارم مولنا صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس سے پہلے میں حضرت مولنا احمد یار کو خط لکھ چکا ہوں۔ حضرت مولنا مولوی محمد علی امیر المومنین کی وفات حسرت آیات کا سخت صدمہ ہوا۔ ہم تو ایسا محسوس کرتے ہیں کہ ہم یتیم ہوگئے ہیں حضرت امیر کا وجود ہماری جماعت کے لئے خصوصاً اور اسلام کے لئے عموماً بہت زیادہ منفعت بخش تھا۔ حضرت امیر المومنین یقیناً موجودہ دنیا کے اندر سلطان القلم تھے موجودہ یورپ کے نجات دینے کا باعث صرف جناب امیر کا وجود مسعود تھا۔ انہوں نے اسلام کے اندر ایک روحانی اور ذہنی انقلاب پیدا کیا۔ مردہ یورپ کے اندر پھر سے زندگی (روحانی زندگی) ڈالی۔ ہزارہا سعید روحیں آپ کے ترجمہ قرآن سے مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ جماعت کو ایسے اعلےٰ طریقہ سے چلایا گیا جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اس جماعت احمدیہ پر بڑا احسان کیا کہ ہر ایک سعید روح ان کو اپنا حقیقی معنوں میں روحانی باپ سمجھتی ہے۔ حضرت امیر اپنے مولے حقیقی کا وصل حاصل کرچکے ہیں مگر ان کا وجود ہمیشہ کی زندگی پاچکا ہے۔ اور یقیناً وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ان کی ساٹھ سے اوپر کتب ان کی زندگی کا باعث ہیں۔ آج دنیا میں ان کے احیاء حقیقی کا چرچا ہے۔ میری دلی خواہش تھی کہ حضرت امیر المومنین کی وفات کی آواز میرے کان میں نہ پڑتی مگر افسوس ہے کہ سانحہ عظیم کو ہم نے سنا اور ہم زندہ ہیں۔

اب دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مغفرت میں جگہ دے اور ہمیں صبر کی توفیق بخشے۔ ان کی بتائی ہوئی تعلیم پر ہمیں چلنے کی توفیق بخشے۔ وہ نہیں ان کی تعلیم ہمارے پاس موجود ہے بہت بڑا انسان تھا۔ آپ کو صدمہ ضرور ہوا ہوگا۔ مگر میں تو کہتا میرا روحانی باپ مر گیا لوگ میرے پاس تعزیت کے لئے کیوں نہیں آتے؟ کیا قبلہ میرا یہ پیغام ان کے صاحبزادوں کو پہنچا دیں گے۔

خاکسار۔ محمد الرحمٰن۔ ڈپٹی جیلر ہزارہ

میاں بشیر احمد صاحب مبلغ کا مکتوب سان فرانسسکو سے (بقیہ صفحہ اوّل)

لیے ہم متد ہاتھ دھولو اور ناشتہ میں شریک ہو جاؤ جب نفکان قدرے دُور ہو جائے گی تو آپ کی بات بھی ہو جائے گی۔ کہنے لگے نہیں جب تک میں باقاعدہ اپنے آپ کو مسلم ہونے کا اعلان نہیں کر لیتا، ناشتہ نہیں کروں گا۔ ان کا یہ اشتیاق دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ میں نے ان سے کلمۂ شہادت پڑھوایا۔ اور ہم سب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے میں نے کہا اے اللہ تو نے ہمارے بھائی کو ہدایت کا رستہ دکھایا ہے اور ان کا سینہ اپنے دین کی محبت کے لئے کشادہ کر دیا ہے۔ دین سے دل کو پھیرنے والے بے شمار سبب ہیں تو ہم سب کو ان سے محفوظ رکھ۔ تیرے بغیر کوئی پناہ دینے والا نہیں۔ ہمیں ہمت دے کہ تیرے پیغام کو ہم امریکہ کے کونے کونے میں پہنچا دیں اور تیری رحمت سے بعید نہیں اگر تو ان کو بھی اپنا اور اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی بنا دے۔

اکیس اگست کو بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبدالوحید آف لاہور پاکستان نے اپنے فرزند اکبر خالد کے ساتھ سان فرانسسکو میں نزول فرمایا۔ پاکستانیوں نے ان کا بڑے شاندار طریقہ سے خیر مقدم کیا ہم نے بھی ان کے اعزاز میں ۲۶ اگست کی شب کو ایک دعوت کا انتظام کیا۔ اس موقعہ پر آرتھر اردنگ اینڈرسن کا اسلامی نام "اکبر اقبال" تجویز ہوا۔ اینڈرسن صاحب نے سے پسند کیا۔ آئندہ وہ ہمارے حلقہ میں اسی نام سے یاد کئے جائیں گے۔

انتیس اگست کو فجی سے محی الدین صاحب یہاں تعلیم کی غرض سے پہنچے۔ ان کے والد محترم جناب نبی دین صاحب ہیں جو ہماری جماعت فجی کے معزز رکن ہیں۔ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع جب وہاں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے تو یہ ان کے دست راست تھے اور ہر طرح ان کے مددگار و معاون رہے۔ اب بھی وہ تبلیغی کاموں میں پورے جوش سے حصہ لیتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں ہمارا ایک ٹریکٹ ایک ہزار کی تعداد میں انہوں نے چھاپ کر عنایت فرمایا ہے۔

پاکستانی سفارت واشنگٹن ڈی۔سی سے ہمیں ایک فلم The Kashmir Conflict موصول ہوئی تھی وہ پانچ مختلف مجلسوں کو دکھائی جا چکی ہے۔ دوسری جگہوں پر بھی اس کی نمائش کا انتظام ہو رہا ہے۔ فلم دکھانے سے پہلے یا بعد میں میں کشمیر کے قضیہ کو وضاحت حاضرین کے سامنے پیش کرتا ہوں اور ان کے سوالوں کے جواب دیتا ہوں۔ لوگوں پر اس کا بہت اچھا اثر ہوتا ہے۔

چودہ ستمبر کو ایک امریکن دوست کی دعوت پر ان کے مکان ۱۶۵۰ اٹھالیس ایونیو میں میری تقریر ہوئی۔ پندرہ سولہ آدمیوں کا اجتماع ہو گیا تھا۔ محمد اسمٰعیل صاحب پاکستانی بھی جو کیلیفورنیا یونیورسٹی برکلے میں انجنیئرنگ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں موجود تھے بلکہ ان ہی کے ایما پر اس جلسہ کا انتظام ہوا۔

سولہ ستمبر کو ہمارا عید ڈنر ہوا۔ خوب رونق تھی۔ ڈنر سے پہلے میری تقریر ہوئی اور ڈنر کے بعد . . . . Miss Hannah Costerean (اسلامی نام سکینہ) نے اپنی ایک رنگین فلم دکھلائی اور پھر کشمیر کانفلکٹ فلم دکھلائی گئی۔ اکبر صاحب نے فلم کے متعلق بعض سوالوں کے جوابات دیئے۔

تئیس ستمبر کو حسب معمول ہمارا ہفتہ واری جلسہ ہوا عزیزی محی الدین کی تقریر ہوئی۔ اس موقعہ پر ہمارے دوست حاجی ابراہیم صاحب بھی یوبا سٹی Yuba City سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کی دو صاحبزادیاں رمیزہ اور نذیرہ بھی ان کے ہمراہ تھیں۔ مسز رجب نے ۱۹۴۶ء کے موسم گرما میں اسلام قبول کیا تھا اور ان کا اسلامی نام ممتاز رکھا گیا تھا۔ رمیزہ کا کالج میں یہ چوتھا برس ہے اور نذیرہ بنک آف امریکہ یوبا سٹی میں ملازم ہیں۔ ان کے ساتھ رمیزہ کی ایک ہم جماعت لڑکی مس سمتھ بھی تھیں انہوں نے اسلامی تعلیم میں بہت دلچسپی ظاہر کی۔ لونگ تھاٹس کا ایک نسخہ اور دوسرا اسلامی لٹریچر بھی انہیں دیا گیا۔

یہ معلوم کر کے آپ خوش ہوں گے کہ ہمارے دوست اور وکیل مسٹر فرانسس پولینڈ نے کوشش کر کے ہمیں تقریباً بارہ سو ڈالر کی مالیت کا ایک زمین کا قطعہ جو ہمارے مکان کی پہلی زمین کے بالکل ملحق ہے دلوا لیا ہے۔ اس کی گرانٹ ڈیڈ کی نقل میں نے شیخ محمد طفیل صاحب جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن کی خدمت میں ارسال کر دی تھی۔ کاش مسلمانوں میں بھی وہی جذبہ کارفرما ہوتا جو مسٹر پولینڈ میں ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ایک غیر مسلم تو ہماری معاونت میں کوشاں ہو اور اسلام کا دعوےٰ کرنے والے ہماری شکست کے درپے ہیں۔

انشاء اللہ تعالیٰ اس زمین پر ہماری مسجد اور ایک اعلیٰ اسلامی لائبریری کی تعمیر ہو گی۔ اس وقت ہماری توجہ اسلامی اور دوسرے مذاہب پر کتابیں جمع کرنے کی طرف ہے۔ ہم بے حد مشکور ہوں گے اگر کوئی دوست ہماری طرف دست تعاون دراز کریں۔ کتاب کسی زبان میں ہو ہم بشکریہ قبول کریں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے گا۔

خاکسار:۔ بشیر احمد

مشیر محمد صاحب چک نمبر ۲۴۳ ضلع لائل پور

مخدوم و مکرم حضرت مولانا عزیز بخش صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے متعلق اخبارات میں پڑھ کر بے حد صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور ہمیشہ ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو بھی صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ مولانا مرحوم نے اسلام کی جو شاندار خدمات انجام دی ہیں دنیا انہیں ہمیشہ یاد رکھے گی۔ اور ان کی قدر کرے گی۔ ایسی ہستیاں دنیا میں ہمیشہ نہیں آتیں۔ اور جب آتی ہیں۔ تو دنیا میں ایک انقلاب برپا کر جاتی ہیں چنانچہ مولانا مرحوم نے اسلام کی مجددانہ خدمات انجام دی ہیں اور اسلام کا درخشاں چہرہ دنیا کو دکھایا ہے۔ چونکہ وہ میرے محسن تھے اس لئے درخواست ہے کہ ان کی بیگم صاحبہ اور ان کے فرزند ارجمند محمد احمد صاحب کی خدمت میں میری طرف سے اظہار افسوس فرما دیں۔ میں ان کے ترقی درجات کے لئے ہمیشہ دعاگو رہوں گا۔ فقط والسلام

نیازمند۔ شیر محمد ولد بابو درویش۔ لائلپور

عبدالرحیم صاحب چک نمبر ۲۹ جڑانوالہ

جناب مولوی صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب مولوی صاحب امیر جماعت کی فوتیدگی کا حال سنکر بڑا ہی افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون خدا بہشت نصیب کرے۔ اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور جماعت کو نعم البدل عطا فرمائے۔ آپ کے علم سے مستفیض ہونے کے لئے ہر پرچہ اخبار کی انتظار رہتی تھی۔ جب تک آپ کا خطبہ پڑھ نہ لیا جاتا۔ چین نہ آتا تھا۔ غیر احمدی بھی بڑے شوق سے پڑھ کر آفرین کہتے تھے۔ افسوس ہم سے غائب ہو گئے۔ مگر آپ کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ آپ اپنا کام جہاں تک خدا کو منظور تھا پورا کر گئے اور بامراد گئے۔ علم کا خزانہ آنے والی نسل انسانی کو چھوڑ گئے۔ میں بہت دیر بیمار رہا۔ کمزوری کے باعث خود حاضر نہ ہو سکا۔ والسلام

عبدالرحیم۔ چک ۲۹۔ جڑانوالہ

محمد فضل الرحمٰن صاحب مشرقی بنگال

مکرم و محترم۔ مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہاں کے اردو اخبارات میں اور پیغام صلح میں اچانک حضرت مولانا امیر قوم کی وفات کی خبر معلوم ہو کر جو صدمہ خاکسار کو اور خاکسار کے گھر کے آدمیوں کو ہوا اس کا اظہار کرنے سے قلم قاصر ہے۔ حضرت مولانا کی وفات قوم کے لئے اور مذہبی دنیا کے لئے ایک ایسا عظیم الشان نقصان ہے جس کی تلافی غیر ممکن ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیح جانشین اور ان کے مشن کی تکمیل کرنے والا سوائے حضرت امیر قوم کے اور احمدیہ جماعت میں کوئی نہیں ہوا۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا۔ اور اسلام کی خدمت اوائل زندگی نوجوانی سے عالم ضعیفی تک اس جوش و خروش اور بے نفسی سے کی کہ اس کی نظیر اس زمانے میں ملنی مشکل ہے۔ بے شک مولانا کی ذات . . .

حضرت مولانا مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے فقیروں کو کھانا کھلایا گیا۔ مولانا کا خاص تعلق خاکسار کے ساتھ تھا۔ میرے گھر سے محترمہ کی خدمت میں السلام علیکم کہتی ہیں۔ والسلام

خاکسار:۔ محمد فضل الرحمٰن۔ ایشردی۔ ای۔ بی۔ ریلوے مشرقی بنگال

جماعت احمدیہ کے لئے خصوصاً اور مسلمانوں کے لئے عموماً، باعث رحمت و برکت تھی۔ صد افسوس کہ ایسا وجود اس جماعت سے موت کے ہاتھوں نے چھین لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہی ایک ہے جس کو دائم بقا ہے۔

یہ تو رہنے کا نہیں پیارو مکان
چل بسے سب انبیاء و راستان (مسیح موعودؑ)

خدا مرحوم کو اپنا مقرب بنائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ سوائے صبر کے چارہ نہیں۔ خدا محترمہ کو اور پسماندگان کو اس صدمۂ عظیم میں صبر جمیل عطا فرمائے اور جماعت پر اپنا فضل و کرم کرے۔ اس صدمہ جانکاہ میں ہم تمام لوگوں کی ہمدردی محترم اور محترمہ کے اہل و عیال کے ساتھ ہے

پیغام صلح ۷ نومبر ۱۹۵۱ء۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۴۱

ہمارے نئے صدر
الحاج حضرت میاں محمد صاحب لائل پوری

(از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو ادا کرو۔ ۵/۵

حضرت امیر مرحوم ومغفور کی وفات حسرت آیات سے جماعت احمدیہ لاہور میں جو خلا پیدا ہو گیا تھا اسے پر کرنے کے لئے جماعت کے اہل الرائے اصحاب نے حضرت مولانا صدر الدین صاحب کو امیر جماعت اور حضرت میاں محمد صاحب لائلپوری کو صدر مقرر کر کے نہایت دانشمندی کا ثبوت دیا اور جماعت کو انتشار سے بتائید ایزدی بچا لیا۔ حضرت میاں محمد صاحب گوناگوں صفات کے مالک ہیں (۱) متقی، پرہیزگار (۲) حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی (۳) سلسلہ کے مخیر بزرگ وسیع القلب اور مخلص خدمتگذار (۴) ہالینڈ مشن کے بانی (۵) اور حضرت امیر مرحوم ومغفور کے رفیق کار علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے جہاں انہیں خدمت دین کا ولولہ بخشا ہے وہاں انہیں دنیوی کاروبار میں سمجھ بوجھ سے حصہ وافر عطا فرمایا ہے آپ کے حال پر حضرت مسیح موعودؑ کے یہ اشعار پوری روشنی ڈالتے ہیں ؎

کامل آں باشد کہ با فرزند و زن ٭ با عیال و جملہ مشغولے لئے تن
با تجارت با ہمہ بیع و شرا ٭ یک زماں غافل نہ گردد از خدا

جہاں وقتاً فوقتاً آپکی جودت و ذہانت طبع نے سلسلہ کو مستفید فرمایا وہاں آپکے مال نے بھی اکثر سلسلہ کی اشد ضروریات میں ہر وقت اعانت کی اگرچہ آپکے لئے کرسی صدارت بھی ایک بار گراں ہے تاہم آپ کے لئے مقام صد شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو اس بوجھ کے اٹھانے کیلئے منتخب فرمایا ہمیں امید ہے کہ جناب میاں صاحب جہاں اپنے خدا داد علم اور تقویٰ سے جماعت کو مستفید فرماتے رہیں گے وہاں انجمن کی اقتصادی حالت اور دیگر جماعتی ضروریات پر بھی نظر رکھیں گے۔

نظام جماعت اور توسیع جماعت کے شعبے آپکی خاص توجہ چاہتے ہیں۔ آپکو تنظیمی قابلیت سے حصہ وافر ملا ہے آپ کچھ عرصہ سٹی میونسپل کمیٹی لائلپور کے بھی صدر رہے ہیں اور اپنی ملوں کا روبار جن میں ہزاروں آدمی کام کرتے ہیں بڑی خوش اسلوبی اور نظام کے ماتحت چلا رہے ہیں ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ خدائے خلیفہ کی مقرر کردہ انجمن کے کاروبار کو بھی احسن طور سے سرانجام دیں گے اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری نیک آرزوئیں پوری کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین

ہماری جماعت طائفہ عاشقان الٰہی ہے لہذا اس کا کاروبار ہی نرالا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ کاروبار عاشقاں کارے جدا است ٭ برتر از فکر و قیاسات شما است

ترجمہ:- عاشقان سرمدی کی جنس تجارت ہی نرالی ہے (کیونکہ وہ اس مارکٹ میں اپنی جان اور اپنے مال سے سودا کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ) کاروبار (لئے بیرونیو) تمہاری سمجھ سے بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ انکے متعلق فرماتا ہے:- اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (التوبہ ۱۴)
ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے مومنوں (عاشقان الٰہی) سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں (اس کے بدلے میں) ان کیلئے

بیگم صاحبہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام تعزیتی خطوط

ان بیشمار تعزیتی خطوط میں سے جو بیگم صاحبہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام موصول ہوئے چند ضروری اور اہم خطوط ذیل میں درج ہیں :۔

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے کا یورپ سے خط اپنی والدہ مکرمہ کے نام

پیاری اماں جان ۔

السلام علیکم ۔ جمعرات کی شام کو گھر واپس آیا ، تو احسان الحق کا خط ملا ۔ چند منٹ تک تو ایسا معلوم ہوا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں ۔ اباجی کی تصویر آنکھوں کے سامنے آگئی ــــ بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ۔ اپنے اباجی کو دیکھے ہوئے تین سال ہو گئے اور اب تو یہ جدائی دائمی ہو گئی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ دل کو جو صدمہ ہے وہ کس طرح لکھوں الفاظ میں تو اظہار نہیں ہو سکتا اور آپ کی طرف خیال ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو اس صدمے کو سہنے کی توفیق دے خداوند کریم کو یہی منظور رہا کہ وہ اباجی کو اپنے پاس بلالے مگر دل میں یہ حسرت رہ گئی کہ ان کے پاس ہوتا ۔ ان کی خدمت کرتا ۔ .... سات ہزار میل دور بیٹھا ہوں ۔ اپنے جذبات اور خیالات کیا لکھوں ۔ اباجی کی جگہ تو کوئی بھی نہیں لے سکتا مگر ان کی وفات کے بعد اب آپ کی اور بھی زیادہ ضرورت ہو گئی ہے اب تو یہ دعا ہے کہ خدا آپ کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے ...... آپ کو ہم سب کی خاطر اپنا بہت خیال رکھنا ہوگا ۔ خدا نے یہ موقعہ نہ دیا کہ اباجی کی خدمت کر سکتا اب تو دل کو صرف اس خیال سے ڈھارس ملے گی کہ آپ کے غم کو ہلکا کر سکوں ۔ .... اے خدا تو مجھے توفیق دے کہ میں وہ کام اور عمل کروں جن سے میرے اباجی کی روح خوش ہو ۔

مجھے یہاں بہت سے مسلم اور غیر مسلم دوستوں نے خط لکھے ہیں ۔ مجھے یہاں اکیلے ہونے کی وجہ سے ان خطوں سے صبر کی بہت طاقت ملی ۔ اباجی نے جو عظیم الشان کام اپنی زندگی میں کئے ہیں ان کی وجہ سے ان کے لئے رونے والوں میں صرف میں ہی اس ملک میں نہیں ہوں بلکہ اور بھی ہیں ۔ اکثر نے مجھے لکھا ہے کہ میں ان کے جذبات ہمدردی کو آپ تک پہنچاؤں میں ان کے نام پھر آپ کو لکھوں گا ۔ برلن مسجد کے امام کا بہت ہی پر درد خط تھا ۔ اور ایک غیر مسلم انگریز جو ریاست بڑودہ میں ریزیڈنٹ رہ چکا ہے اور صوبہ سرحد میں ریونیو کمشنر اور کشمیر میں فنانس منسٹر تھا ۔ اس نے بہت ہمدردی کا خط لکھا ۔ مجھے تو جمعرات کو اطلاع پہنچی حالانکہ Voice of America (امریکہ ریڈیو) کے عربی پروگرام میں یہ خبر براڈکاسٹ ہوئی ۔ اور اس براڈکاسٹ کو برلن مسجد کے امام نے سن کر مجھے خط لکھا ۔ ایک اور انگریز دوست نے مجھے بذریعہ تار کہا کہ میں اس کے خرچ پر آپ سے ٹیلیفون پر بات کروں ۔ .... اے خدا تو میرے پیارے اباجی کی روح کے درجات بلند کر ۔ ہم ان کے مقدس اور پیارے وجود کو کبھی نہیں بھول سکتے ۔

آپ کا بیٹا ۔

حامد ۔

محترمہ مس فاطمہ جناح صاحبہ کا خط

۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء

جنابہ بیگم محمد علی صاحبہ

آپ کے رفیق حیات اور قوم کے دیرینہ خادم حضرت مولوی محمد علی صاحب کی وفات کی اطلاع سے نہایت ہی ملال ہوا ۔ اس المناک ساعت میں میری دلی ہمدردیاں آپ اور مرحوم کے دیگر پسماندگان کے ساتھ ہیں ۔ خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ سب کو صبر کی توفیق عطا فرمائے ۔

آپ کی شریک غم ۔ فاطمہ جناح

محترمہ بیگم صاحبہ بشیر احمد سفیر پاکستان برائے ٹرکی کا خط

میری پیاری بہن بیگم محمد علی صاحبہ

السلام علیکم ۔ ڈان سے محترم مولانا محمد علی صاحب کے انتقال پر ملال کی غمناک خبر پا کر جس قدر رنج ہوا بیان نہیں کر سکتی ۔ اے کاش وہ اسلام کی خدمت سر انجام دینے کے لئے چند سال اور زندہ رہتے اور اہل اسلام ان کی قابلیت اور علمیت سے فیض حاصل کرتے ۔ مولانا صاحب نے جس خلوص ایثار اور جانفشانی کے ساتھ اسلامی خدمات سر انجام دیں اس کی مثال کہیں نظر نہیں آتی ان کی ذات بابرکات ملت اسلامیہ کے لئے بیش بہا خزانہ تھی ۔ اس ملک میں ان کا اسم گرامی مشہور تھا ۔ کئی لوگ ان کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے ہیں ان کی کتاب مذہب اسلام کا ترجمہ ترکی زبان میں کیا گیا ہے ۔ چار ماہ ہوئے میں نے ان کو ایک خط لکھا تھا جس کا جواب انہوں نے مجھے بیماری کی حالت میں دیا وہ خط میرے پاس ہے ۔ مولانا صاحب کی ہستی ہم سب کے لئے مایہ ناز تھی ان کی وفات ملت اسلامیہ کے لئے ایک نقصان عظیم ہے ۔ ایسی شخصیت اب چاروں طرف آنکھیں دوڑاؤ کہیں نظر نہیں آتی ۔ پیاری بہن اس صدمہ جانکاہ میں میری ناچیز ہمدردی قبول کیجئے ۔ مرحوم تو بادشاہ دوجہاں کے حضور میں اس کے دربار میں اک اعلےٰ رتبہ حاصل کئے ہوئے فردوس بریں میں جلوہ افروز ہوں گے ۔ بیشک عزیز و اقربا کے لئے ان کی دائمی مفارقت بہت شاق ہوگی ۔ ہماری قوم بدنصیب ہے کہ ایسے ہیرے موتی ہم سے چھن گئے ہیں

آپ کی شریک غم

گیتی آرا بشیر احمد

ترجمہ خط جناب بشیر احمد منٹو صاحب اور مسز عارفہ بشیر صاحبہ آف امریکہ مشن ۔

ہماری نہایت پیاری بہن صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔

مولوی عبدالوہاب کے خط سے یہ معلوم کرکے بے انتہا رنج وغم ہے کہ ہمارے محبوب امیر حضرت مولانا محمد علی صاحب ۱۳ اکتوبر کو وفات پا گئے اگر ہماری کسی قسم کی قربانی ان کی زندگی کو لمبا کر سکتی تو ہم وہ ہر طرح دینے کو تیار تھے ۔ ان کی زندگی و رہنمائی ہمارے لئے بیش بہا نعمت تھی ۔ اور اب ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ ہم ان کے بغیر کیا کریں گے ۔ مشیت ایزدی کے سامنے ہمیں بغیر کسی عذر کے سر جھکانا ہے ۔ اس لئے اس ابتلا اور غم کے موقعہ پر ہمیں صبر اور استقلال سے ہی کام لینا ہوگا ۔ اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی ہزاروں رحمتیں مرحوم ومغفور پر نازل کرے کہ جن کو اپنی مشیت سے اپنے پاس بلا لیا ہے ۔ اور ہمیں ہمت و توفیق دے کہ ہم بھی اس کے صحیح راستے پر چلیں اور اس نیک کام کو جاری رکھیں جو کہ مرحوم مغفور کو بے حد عزیز تھا اور جس کے لئے انہوں نے اپنی زندگی وقف کی اور اسی کے لئے جان دی ۔

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب امام ووکنگ مسجد کا خط ۔

مکرمہ معظمہ ہمشیرہ صاحبہ بیگم حضرت امیر قوم و عزیزم برادرم محمد احمد صاحب ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ تین چار روز ہوئے ...... Voice of America نے حضرت مولانا کی وفات کی خبر نشر کی لیکن اس کا یقین نہ آتا تھا ۔ بالآخر آج مولوی عبدالوہاب صاحب کے خط آمدہ از کراچی نے اس جانکاہ خبر کی تصدیق کر دی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ کیسی پر مقدس اور کامیاب اور قابل رشک زندگی تھی ۔ اس خبر کے ملتے ہی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں جو تھمنے میں نہیں آتے ۔ دل غم سے پر ہے آنکھیں پرنم ہیں ۔ آہ ۔ اللہ ۔ اللہ کیسی نورانی اور قابل قدر ہستی تھی ۔ اگرچہ وہ ہم سے جدا ہو گئے ہیں ۔ لیکن ان کا بینظیر کام ۔ ان کا پیدا کردہ لٹریچر ۔ ان کی خدمات قوم اور اسلام اور ملک و ملت کے لئے راہ ہدایت کا کام دے کر ان کے نام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ اور قائم و دائم رکھیں گے ۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ان کے اعلےٰ اور قابل رشک نمونہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

دل غم والم سے پر ہے ۔ ہاتھوں میں طاقت نہیں کہ اپنے جذبات کا اظہار کر سکوں ۔ بس یہی چیز دل کی تسلی کا موجب ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس عظیم الشان ہستی سے اپنے دین کی خدمت کا پورا پورا کام لیا اور آنے والی نسلیں اس محسن عظیم کو کبھی نہیں بھول سکتیں ۔ اور مجھ سے زیادہ ہزاروں اور انسان ہوں گے جنہوں نے اس فیض رساں چشمہ سے فائدہ اٹھایا ۔ اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں ان پر ہوں ۔

بخدمت جملہ متعلقین و لواحقین درجہ بدرجہ اظہار افسوس کر دیں ۔

آپ کا شریک غم ۔ خاکسار ۔ عبداللہ

بیگم عبداللہ صاحبہ کا خط

از ووکنگ ۔ ۱۸/۱۰/۵۱

بخدمت جنابہ محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آہ آج مولانا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع سے جو صدمہ ہوا وہ بیان سے باہر ہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ کیسی قابل رشک کامیاب

(باقی برصفحہ کالم ...)

پیغام صلح

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۱۳ صفر ۱۳۷۱ھ | نمبر ۴۲

"عزل خلفا کا مسئلہ قادیانی جماعت میں"

قادیانی اخبار "الفضل" کی تین اشاعتوں میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا ایک اعلان بعنوان "اخبار الرحمت و عزل خلفا" تین مرتبہ شائع ہوا ہے جو کہ من و عن درج ذیل ہے:-

"گذشتہ ایام میں اخبار "الرحمت" میں ایک مضمون "قدوسی" کے اخباری نام کے نیچے شائع ہوا تھا۔ اس میں لکھا گیا تھا۔ اسلام کی رُو سے خلیفہ کا عزل جائز ہے۔ چونکہ یہ لکھنے والا احمدی کہلاتا ہے۔ اور چونکہ یہ اخبار جماعت کی طرف منسوب تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ اسکی تردید کی جاتی لیکن ناظر صاحب دعوت و تبلیغ نے بار بار توجہ دلانے کے باوجود اس کی تردید نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی خارجی قسم کے احمدی ہیں۔ ورنہ توجہ دلانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ ایک احمدی کی رگ حمیت اس مضمون کے دیکھتے اور سُنتے ہی پھڑک اُٹھنی چاہیئے تھی۔ لیکن انہوں نے توجہ دلانے پر بھی مختلف قسم کے بہانے بنانے شروع کر دیئے۔ کہ میں نے فلاں کو یوں کہا اور فلاں کو یوں کہا۔ لیکن تردید نہیں کروائی۔

"مضمون دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے آجکل کئی نوجوان ایسے ہیں جنہوں نے صرف احمدیت کا لیبل لگا لیا ہے۔ درحقیقت احمدیت ان کے دل کے کسی گوشہ میں بھی پائی نہیں جاتی وہ سمجھتے ہیں کہ احمدیت کا لیبل لگا لینے سے اللہ تعالیٰ کو دھوکا لگ جائیگا۔ اور وہ فوراً ان کو فردوس بریں میں داخل کر دیگا۔ گویا وہ اپنی نابینائی کو خدا تعالیٰ کے اوپر بھی چسپاں کر دیتے ہیں۔ اس مضمون کے لکھنے والے کو تو یہ معلوم ہے کہ مبائع اور غیر مبائع کا جھگڑا ہی اس سوال پر پیدا ہوا تھا۔ نہ یہ معلوم ہے کہ سُنّی اور خارجی کے جھگڑے کی بنیاد یہی ہے۔ اگر خلیفہ اسلام معزول ہو سکتا تھا۔ تو یقیناً حضرت علیؓ مجرم ہیں۔ کیونکہ ان کی اپنی جماعت کے ایک بڑے حصہ نے کہا دیا تھا کہ ہم آپکو خلافت سے معزول سمجھتے ہیں۔ لیکن بجائے اس کے کہ "قدوسی" کی رُوح کو خوش کرنے کے لئے حضرت علیؓ خلافت چھوڑ دیتے انہوں نے تلوار میان سے نکال لی۔ اور ہزاروں ہزار خارجی کو قتل کر کے رکھ دیا اگر خلیفہ معزول ہو سکتا ہے۔ تو ان لوگوں کا قصور کیا تھا۔ وہ تو وہی بات کرتے تھے جس کا قرآن نے ان کو حق دیا تھا۔ جب ایک مسلمان کا قتل بھی دوزخی بنا دیتا ہے تو کیا کہیں گے قدوسی صاحب حضرت علیؓ کے متعلق جنہوں نے ہزاروں ہزار مسلمان کو اس مسئلہ پر قتل کر کے رکھ دیا دوسری مثال حضرت عثمانؓ کی ہے حضرت عثمانؓ سے بھی باغیوں کا یہی مطالبہ تھا کہ آپ خلافت چھوڑ دیں ہم آپ کو معزول کرتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے نرم مزاج ہونے کیوجہ سے تلوار تو نہیں نکالی لیکن خود اپنی جان قربانی کے لئے پیش کر دی۔ اور عزل کا عقیدہ رکھنے والوں کا منہ کالا کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کی ضرورت کا مسئلہ ثابت کیا اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے خلیفہ کے معزول نہ ہونیکا مسئلہ ثابت کیا۔ گویا ابتدائی خلافت راشدہ نے اپنے عمل اور اپنے فیصلہ سے ان مسائل کو حل کر دیا تھا اور پھر ہمارے زمانہ میں آ کے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں یہ سوال اُٹھا۔ اور آپنے فرمایا۔ تم کون ہوتے ہو مجھے معزول کرنے والے؟ گویا ابتدائے اسلام اور ابتدائے احمدیت میں یہ مسئلے زیر بحث آ چکے لیکن ابتدائے احمدیت میں پیدا ہونیوالا ایک احمدی اور صاحب تحریر اتنا جاہل ہے کہ اسکو یہ پتہ ہی نہیں کہ اسلام کی ابتدائی لڑائیاں کیوں ہوئی تھیں۔ اور احمدیت کے ابتدائی جھگڑے کیوں ہوئے تھے اور پھر وہ شوق کہتا ہے۔ الحمد للہ کہ میں احمدی ہوں۔ ایسے شخص کو تو یہ کہنا چاہیئے استغفر اللہ میں احمدی ہوں کیونکہ احمدیت کی وجہ سے میں سزا کا مستوجب ہو گیا ہوں کہ حقیقت کے کھل جانے پر مجرم بنا ہوں۔

"چونکہ ناظر دعوۃ و تبلیغ اور قدوسی کے گٹھ جوڑ کی وجہ سے یہ غلط عقیدہ احمدیت کے لٹریچر میں آ گیا ہے اسلئے میں یہ اعلان کرتا ہوں۔ کہ یہ عقیدہ احمدیت کے خلاف ہے اور یہ دونوں آدمی اپنے عمل کے رو سے احمدی نہیں ہیں۔ اگر یہ احمدی رہنا چاہتے ہیں۔ تو ان کو توبہ کر کے آیندہ کے لئے اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔

مجھے جماعت پر بھی افسوس ہے کہ ربوہ کے چند آدمیوں کے سوا کسی جماعت نے اس کے خلاف احتجاج نہیں کیا۔ حالانکہ ایسے مضمون کے نکلتے ہی جماعت کی خیار کا مظاہرہ کر دینا چاہیئے تھا۔ اور بذریعہ احتجاج مرکز کے سامنے کرنا چاہیئے تھا۔ یہ جو غفلت اور گناہ کا فعل جماعت سے سرزد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو یہ معاف کرے۔ اور اسکے دلوں کو زنگ لگ جانے سے بچائے۔"

"خاکسار: مرزا محمود احمد ۱۰/۱۰/۵۱"

خلیفہ صاحب قادیان کے اس اعلان کو پڑھکر ہمیں حیرت اور افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے "ابتدائے احمدیت میں پیدا ہونے والے ایک احمدی" اور "صاحب تحریر" کی جس جہالت کا اعلان کیا ہے وہ خود ان کی غلط بیانی اور تلبیس حق کو آشکارا کر رہی ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ انہوں نے ابتدائے احمدیت میں پیدا ہونیوالے صاحب تحریر احمدی کو "اتنا جاہل" قرار دیدیا اور اسکو اور ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کو احمدیت سے خارج کر دیا۔ یہ ان کا اپنا داخلی معاملہ ہے جس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ان کا حق ہے کہ اپنے مریدوں کے ساتھ وہ جو جی چاہے سلوک کریں، بالخصوص وہ مرید جو عزل خلفاؓ کا جواز ثابت کر کے ایسا رستہ کھول دیں کہ انکی معزولیت کا خطرہ پیدا ہو جائے اسکو وہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں لیکن اس بحث سے قطع نظر ہمیں صرف خلیفہ صاحب کے اس بیان پر حیرت ہوتی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ "صاحب تحریر" کو اتنا معلوم نہیں کہ مبائع اور غیر مبائع کے جھگڑے کی بنا ہی یہی تھی اور کہ سُنی اور خارجی کا افتراق اسی سے پیدا ہوا تھا کہ خارجی حضرت علیؓ کو معزول کرنا چاہتے تھے اور حضرت علی عزل کے قائل نہ تھے۔ ایسا ہی حضرت عثمانؓ کے عزل کا سوال کھڑا ہوا اور آپ شہید ہو گئے لیکن خلافت کو نہیں چھوڑا۔

خلیفہ صاحب کے یہ بیانات کہاں تک صحیح ہیں؟ کیا تاریخ میں ان کی صداقت کا کوئی ثبوت موجود ہے؟ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے واقعات پر ہم پھر نظر ڈالیں گے، فی الحال مبائع اور غیر مبائع کے جھگڑے کو ہی دیکھ لیجئے میاں صاحب کا بیان ہے کہ حضرت مولٰنا نورالدین صاحب کے زمانہ میں یہ سوال اُٹھا تو حضرت مولٰنا نے فرمایا کہ تم کون ہوتے ہو مجھے معزول کرنے والے؟ کیا ہم میاں صاحب سے یہ دریافت کر سکتے ہیں؟ کہ یہ سوال اُٹھانے والے کون تھے؟ اور کس نے مولٰنا نورالدین صاحب کے عزل کا سوال پیدا کیا؟ آیا مبائع اور غیر مبائع کے جھگڑے کی بنا یہی تھی کہ غیر مبائع خلیفہ کا عزل جائز سمجھتے تھے؟ یا یہ بنا تھی کہ میاں صاحب نے ایسی مفترض الطاعت خلافت کا منصب اختیار کر لیا جس کا "الوصیت" میں کوئی ثبوت نہیں؟ ہم نے تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپکی خلافت کو شروع سے ہی صحیح نہیں سمجھا تو اس کے عزل کا سوال کیسے پیدا ہوتا ہے؟

ہم آیندہ اشاعت میں حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ کے جھگڑوں کی نوعیت بھی دیکھیں گے کہ آیا ان میں عزل خلافت کا سوال تھا یا کوئی اور؟ اور میاں صاحب کا یہ فرمانا کہ قوم کی اکثریت کے مطالبہ کے باوجود حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے عزل کو جائز نہیں سمجھا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔

"جماعت میں حضرت مسیح موعودؑ کی روح کام کرتی ہے"

حضرت امیر قوم کا ارشادِ گرامی

احباب کرام - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

اس ہفتہ کے پانچ دن میں نے گوجرانوالہ اور وزیر آباد کی جماعتوں میں گذارے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ان میں اب بھی حضرت مسیح موعودؑ کی رُوح کام کرتی ہے اور وہ زندہ ہیں اور اشاعت اسلام کے مقدس کام کو سرانجام دینے کا جذبہ ان میں موجود ہے۔ مولوی مرتضیٰ خان کی مدد سے تمام گھرانوں کی فہرستیں تیار ہوئیں۔ ان فہرستوں میں ان تمام بزرگوں اور نوجوانوں کے اسما آ گئے ہیں جو اپنے کاروبار کے سلسلہ میں یا ملازمت کے سلسلہ میں اپنے وطن سے باہر رہتے ہیں۔ اب ان کے ساتھ رابطہ پیدا کرنے کی سعی کی جائے گی۔ ایک اور خزانہ گوجرانوالہ سے ہاتھ آیا۔ وہ یہ کہ ڈاکٹر حسن علی کے خاندان کی دس خواتین ایم اے۔ بی اے ایل ایل۔ بی اے۔ بی ٹی لاہور میں موجود ہیں یہ معزز خواتین ہماری جماعت کی زینت اور قوت ہیں۔ پروفیسر عنایت علی خان صاحب کی صاحبزادیاں اور انسپکٹر نواب خاں صاحب کی صاحبزادیاں گریجوئٹ (ایم اے) ہیں۔ یہ سب ہمارے لئے مایۂ ناز ہیں۔ اسی طرح سے معلوم ہوا کہ پروفیسر شیخ محمد سعید اور ڈاکٹر حمیدا و پروفیسر شیخ عبدالحمید بھی ہماری اولاد میں اور ہمارا قیمتی خزانہ ہے یا دفینہ ہیں جو کھود نے سے ملے ہیں۔ ان دونوں جماعتوں کی خواتین نے اپنی اپنی دست کاری یکم دسمبر تک تیار کر دینے کا اقرار کیا ہے اور ان خواتین کا ایک خاص حصہ سالانہ جلسہ پر آنے کا اشتیاق رکھتا ہے۔ جلسہ سالانہ پر ان خواتین کے آرام کے لئے نہایت عمدہ انتظام کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

گوجرانوالہ میں تین ایسے افسروں سے ملاقات ہوئی جن کی شرافت اور سعادتمندی سے میں متاثر ہوا۔ انہوں نے دوران گفتگو میں اس امر کا اعتراف کیا کہ آپ کی جماعت کی خدمات گرانقدر ہیں اور مستحق معاونت ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم جلسہ سالانہ میں شرکت کریں گے اور ان میں سے دو اصحاب کی بیگمات نے جلسہ سالانہ پر اپنی دستکاری خود آ کر پیش کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ان افسروں کے اسماء گرامی یہ ہیں:- سردار غلام فرید صاحب لے۔ ڈی ایم چوہدری انور علی صاحب ڈی پی ایس اور سید شفقت علی صاحب انکم ٹیکس آفیسر۔

میرا ارادہ ہے کہ کل بروز ہفتہ سیالکوٹ کے دوستوں کی زیارت کے لئے جاؤں اس بستی میں حضرت مسیح موعود نے اپنی جوانی کے کچھ ایام گذارے ہیں۔ وہاں کی جماعت روایتی طور پر نہایت مخلص ہے۔ ان سے ہماری بہت سی توقعات وابستہ ہیں خدا تعالےٰ بیش از بیش توفیق ان کے شامل حال کرے۔

آپ کا خیر اندیش - صدرالدین - ۹ نومبر ۱۹۵۱ء

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

از جناب شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اصلاحِ امت کے لئے پہلا قدم

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہٖ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اول صلاح ھذہ الامۃ الیقین والزھد و اول فسادھا البخل والامل رواہ بیہقی فی شعب الایمان۔ (مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

ترجمہ:۔ عمر بن شعیب نے بوساطت اپنے باپ اور دادا کے روایت کی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصلاح حال کے لئے پہلا قدم اس امت کے لئے یہ ہے کہ وہ موت کو اپنے سامنے رکھے (یقین یعنے موت) اور دنیا سے (باوجود اس کی ہماہمی اور گہما گہمی کے) بے نیاز رہے[1] اور فساد کی طرف (اس امت یا اقوام عالم کا) پہلا قدم بخل ہے[2] اور طول امل یعنی دراز یے آرزو ہے (یہ مرض بھی اقوام مغرب کو کھا رہا ہے)

کوتاہی آرزو زہد کی نشانی اور ذریعۂ امن ہے

وعن سفیان الثوری قال لیس الزھد فی الدنیا بلبس الغلیظ والخشن و اکل الجشب انما الزھد فی الدنیا قصر الامل۔ رواہ فی شرح السنۃ۔

مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:۔ سفیان ثوری سے روایت ہے فرمایا کہ زہد اسے نہیں کہتے کہ موٹے اور سخت کپڑے پہن لئے اور دال دلیا وغیرہ بے مزہ کھانا کھا لیا، بلکہ زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی تو یہ ہے کہ اپنی آرزؤوں کو کم کیا جائے (جو کہ بنائے فساد ہیں)

محبوب خدا بننے کے لئے تقویٰ و غنی کی ضرورت

عن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحب العبد التقی الغنی الخفی رواہ مسلم (مشکوٰۃ کتاب الرقاق)

ترجمہ:۔ سعد سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالےٰ متقی۔ اور ایسے غنی کو جو ظاہر و باطن میں یکساں ہو اور ایسے شخص کو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پوشیدہ طور پر اپنا مال خرچ کرے پسند فرماتا ہے۔

(۱) آنکہ انوارِ خدا بر رُوئے او ؎ مظہر کار خدا شد کوئے او

(۲) مظہر انوارِ آں بے چوں بود ؎ در رخ و از ہر بشر افزوں بود (مسیح موعود)

ترجمہ:۔(۱) وہ مرد کامل جس کے رُخ انور پر اللہ تعالےٰ کا نور ضیا بار ہے۔ اس کا کوچہ و بازار اور در و دیوار کار ہائے خداوندی کے مظہر بن جاتے ہیں۔

(۲) اس ذات حق کا مظہر (فانی باللہ) بھی بے مثل ہے (کیونکہ وہ کامل طور پر ذات باری میں فنا ہو کر اس کا روپ دھار لیتا ہے جیسے لوہا آگ میں پڑ کر آگ کے خواص حاصل کر لیتا ہے) وہ علم و حکمت میں اپنے زمانہ کے تمام عالموں اور حکیموں سے بڑھ جاتا ہے۔

مولانا روم دفتر پنجم ۱۔۔۔۔ صفحہ ۲۱ پر فرماتے ہیں۔

(۱) چوں بدادی دستِ خود در دست پیر ؎ پیر حکمت کو حکیم است و خبیر

(۲) او نبی وقت خویش است اے مرید ؎ زانکہ زو نورِ نبی آید پدید

---

[1] کامل آں باشد کہ با فرزند و زن ؎ با عیال و جملہ مشغولے تن
با تجارت با ہمہ بیع و شرا ؎ یک زماں غافل نگردد از خدا (مسیح موعود)

[2] یہ مرض اقوام مغرب میں بہت زوروں پر ہے وہ دوسری قوموں خصوصاً مشرقی اقوام کے حق میں بہت بخیل واقع ہوئی ہیں اور یہی چیز انکی تباہی کا باعث ہوگی۔

سُود پر قرضہ لینا خدا اور رسول سے جنگ کا اعلان ہے

ضرورتمندوں کی حاجت روائی کیلئے کوئی تجارتی فنڈ قائم ہونا چاہیئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات

ایک شخص نے عرض کیا کہ مجھ پر بڑا قرض ہے دُعا کیجئے۔

فرمایا۔ توبہ و استغفار کرتے رہو۔ کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ جو استغفار کرتا ہے اسے رزق میں کشائش دیتا ہے۔

پھر پوچھا۔ کہ اتنا قرض کس طرح چڑھ گیا۔ اس نے کہا بہت سا حصہ سُودی ہے۔

فرمایا۔ بس پھر تو یہ شامتِ اعمال ہے۔ جو شخص اللہ کے حکم کو توڑتا ہے اسے سزا ملتی ہے خدا تعالیٰ نے پہلے فرما دیا کہ اگر سُود کے لین دین سے باز نہ آؤ گے تو لڑائی کا اعلان ہے۔ خدا کی لڑائی یہی ہے کہ ایسے لوگوں پر عذاب بھیجدیتا ہے۔ پس یہ مفلسی بطور عذاب اور اپنے کئے کا پھل ہے۔

اس شخص نے کہا کیا کریں مجبوری سے سُودی قرضہ لیا جاتا ہے۔

فرمایا۔ جو خدا تعالیٰ پر توکل کرتا ہے خدا اس کا کوئی سبب پردۂ غیب سے بنا دیتا ہے۔ افسوس کہ لوگ اس راز کو نہیں سمجھتے۔ کہ متقی کے لئے خدا تعالیٰ کبھی ایسا موقع نہیں بناتا کہ وہ سُودی قرضہ لینے پر مجبور ہو۔ یاد رکھو جیسے اور گناہ ہیں مثلاً زنا چوری ایسے ہی یہ سُود دینا اور لینا ہے۔ کس قدر نقصان دہ یہ بات ہے کہ مال بھی گیا حیثیت بھی گئی اور ایمان بھی گیا۔ معمولی زندگی میں ایسا کوئی امر ہی نہیں کہ جس پر اتنا خرچ ہو جو انسان سُودی قرضہ لینے پر مجبور ہو۔ مثلاً نکاح ہے، اس میں کوئی خرچ نہیں۔ طرفین نے قبول کیا اور نکاح ہو گیا۔ بعد از اں ولیمہ سنت ہے۔ سو اگر اس کی استطاعت نہیں تو یہ بھی معاف ہے۔ انسان اگر کفایت شعاری سے کام لے تو اسکا کوئی بھی نقصان نہیں ہوتا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ لوگ اپنی نفسانی خواہشات اور عارضی خوشیوں کے لئے خدا تعالیٰ کو ناراض کر لیتے ہیں جو ان کی تباہی کا موجب ہے۔ دیکھو سُود کا کس قدر سنگین گناہ ہے۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں۔ سُؤر کا کھانا تو بحالت اضطرار جائز رکھا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یعنی جو شخص باغی نہ ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا۔ تو اس پر کوئی گناہ نہیں اللہ غفور رحیم ہے۔ مگر سُود کے لئے نہیں فرمایا کہ بحالت اضطرار جائز ہے، بلکہ اس کے لئے تو ارشاد ہے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوٰا ان کنتم مومنین۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ؎ اگر سُود کے لین دین سے باز نہ آؤ گے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا اعلان ہے۔ ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ جو خدا تعالےٰ پر توکل کرتا ہے اسے حاجت ہی نہیں پڑتی۔ مسلمان اگر اس میں مبتلا ہیں تو یہ ان کی اپنی ہی بدعملیوں کا نتیجہ ہے۔ ہندو اگر یہ گناہ کرتے ہیں تو مالدار ہو جاتے ہیں۔ مسلمان یہ گناہ کرتے ہیں تو تباہ ہو جاتے ہیں خسر الدنیا والاخرۃ کے مصداق۔ پس کیا ضروری نہیں کہ مسلمان اس سے باز آجائیں۔

انسان کو چاہیئے کہ اپنے معاش کے طریق میں پہلے ہی کفایت شعاری مدنظر رکھے تاکہ سُودی قرضہ اُٹھانے کی نوبت نہ آئے جس سے سُود اصل سے بڑھ جاتا ہے۔ ابھی کل ایک شخص کا خط آیا تھا کہ ہزار روپیہ دے چکا ہوں اور ابھی پانچ چھ سو روپیہ باقی ہے۔ پھر مصیبت یہ کہ عدالتیں بھی ڈگری دے دیتی ہیں۔ مگر اس میں عدالتوں کا کیا گناہ جب اس کا اقرار موجود ہے تو گویا اس کے یہ معنی ہیں کہ گویا سود دینے پر راضی ہے۔ پس وہاں سے ڈگری جاری ہو جاتی ہے اس سے یہ بہتر تھا کہ مسلمان اتفاق کرتے اور کوئی فنڈ جمع کر کے تجارتی طور سے اسے فروغ دیتے تاکہ کسی بھائی کو سُود پر قرضہ لینے کی حاجت نہ ہوتی بلکہ اسی مجلس سے ہر صاحب ضرورت اپنی حاجت روائی کر لیتا اور میعاد مقررہ پر واپس دے دیتا (احمدی متموّل حضرات توجہ کریں)

حکیم فضل دین صاحب نے سنایا کہ خلیفہ نور الدین بھیرہ میں حدیث پڑھا رہے تھے۔ باب الربوٰا تھا۔ ایک سُود خوار ساہوکار آکر پاس بیٹھ گیا۔ جب سُود کی ممانعت سُنی تو کہا اچھا مولوی صاحب آپ کو نکاح کی ضرورت ہو تو پھر کیا کریں۔ انہوں نے کہا بس ایجاب قبول کر لیا جائے۔ پوچھا اگر رات کو گھر میں کھانا نہ ہو تو پھر کیا کرو۔ کہا لکڑیوں کا گٹھا باہر سے لاؤں روز بیچکر کھاؤں۔ اس پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ کہنے لگا۔ آپکو دس ہزار تک اگر ضرورت ہو تو مجھ سے بلا سُود لے لیں۔

فرمایا۔ دیکھو جو حرام پر جلدی نہیں دوڑتا بلکہ اس سے بچتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے لئے حلال کا ذریعہ نکال دیتا ہے من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا جو سُود دینے اور ایسے حرام کاموں سے بچے۔ خدا تعالیٰ اسکے لئے کوئی سبیل بنا دیگا۔ ایک کی نیکی اور نیک خیال کا اثر دوسرے پر بھی پڑتا ہی۔ کوئی اپنی جگہ پر استقلال رکھے تو سُود خوار بھی مفت دینے پر راضی ہو۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر علم و حکمت اور تزکیۂ نفوس

حضرت امام الزمان کا علم کلام اور اصلاح خلق

خطبہ جمعہ امیر قوم حضرت مولانا صدر الدین صاحب فرمودہ ۹ نومبر ۱۹۵۱ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیاتک و یعلمھم الکتاب والحکمۃ انک انت العزیز الحکیم۔ وقال اللہ تعالیٰ کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم اٰیاتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتاب والحکمۃ و یعلمکم ما لم تکونوا تعلمون۔ فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون

حضرت ابراھیمؑ کی دعا

ان دو آیتوں میں سے پہلی آیت کریمہ میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا درج ہے جس میں انہوں نے رب العزت کے حضور میں یہ التجا کی تھی کہ میری نسل کی ہدایت کے لئے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمائیو، جو ان کو احکام الٰہی پڑھ کر سنائے جو ان کے نفوس کا تزکیہ کرے اور ان کو تمام انواع و اقسام کی ادناس سے پاک کرے اور ان کو تمام عادات ذمیمہ سے اور تمام صفات بد و اخلاق فاسدہ سے پاک و صاف کرے اور ان کو شریعت اور شریعت کے احکام کی لِم سے اور حکمت سے واقف کرے۔ اور میں یہ دعا کرتے ہوئے یقین تام رکھتا ہوں کہ تیری ذات کے سامنے کوئی امر مشکل و محال نہیں بلکہ تو ہر امر پر غالب ہے۔ اور یہ کہ تیرے غالب آنے والی مشیت کے ساتھ حکمت کا دلکش عنصر بھی ملا ہوا ہوتا ہے۔

دعا کی قبولیت

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابرھیم کی اس دعا کو جو تمام قسم کی ذاتی اغراض و مقاصد سے بالاتر تھی شرف قبولیت بخشا اور محمد رسول اللہ علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کو اپنے مقدس باپ ابراھیم کی آرزوؤں کا مرجع بنایا اور ان کو تمام محاسن سے آراستہ کیا جن کا ذکر دعا ابراھیمی میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراھیم علیہ السلام کی نسل کو مخاطب کر کے ان کے باپ کی دعا اور تڑپ یاد دلائی جو تورات شریف میں درج ہے۔ کہ میری نسل پر تیرے کرم کی بارش ہوا اور تیرے کرم و فضل کے جذب کرنے کے لئے میری قوم کی روحانی و اخلاقی اصلاح و ہدایت ہو اور اس راہنمائی اور رہبری کے لئے انہیں میں سے ایک عظیم المرتبت شخصیت مبعوث ہو اور ان سب کو یاد دلایا کہ یہودی اور نصرانی اور عرب کے بت پرست قبائل سب کے سب حضرت ابراھیمؑ کی نسل سے ہیں ان سب کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہر طرح سے محمود ہیں مبعوث کئے گئے ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی دعوت کے اندر جاذبیت پیدا کرنے کے لئے قوم کو بتایا انا دعاء ابی ابراھیم۔ اے عرب کے لوگو ہم سب کا باپ ابراھیم ہے ہم سب کے دلوں میں ان کی عظمت ہے۔ چنانچہ میں خود بھی ان کے اجلال و اکرام اور احسان کی وجہ سے ..... اپنا باپ اور مربی یقین کرتا ہوں۔ میں انہیں کی دعا کا نتیجہ ہوں۔

حضرت نبی کریم صلعم کے مشکل فرائض

خدا نے ان کی دعا کو قبول فرما کر مجھے آپ کی بھلائی اور ہدایت کے لئے مقرر فرمایا ہے اور میرے ذمے نہایت مشکل فریضہ لگایا ہے کہ آپ کو احکام الٰہی سناؤں اور شریعت کے احکام کا فلسفہ سکھلاؤں تاکہ احکام الٰہی کی پابندی بصیرت کی بنا پر ہو نہ کہ رسم کے طرز و طریق پہ اور مجھے حکم ہوا کہ اس نسل کے اندر جس قدر فسادات اور بداعتیاں ہیں جس قدر ان کے دلوں کے اندر حقد و حسد کے آتش فشاں ابلتے رہتے ہیں اور جس قدر ظلم و ناانصافی کے گندے نالے بہتے رہتے ہیں اور جس قدر مذھبی اور نسلی تعصبات ہیں ان سے اہالیان عرب کو پاک و صاف مزکی اور مطہر بنا دوں۔ اور ظاہر ہے ..... ان فرائض کی ہر شاخ دشواریاں پیش کرے گی مثلاً تعلیمات علم صحیح پر مبنی ہوں اور ان کے اندر ایسی حکمت اور ایسے بصائر ہوں کہ ان سے قلوب منور ہوتے ہوں وہ تعلیم فطرت انسانی کے موافق ہو تاکہ دلوں کے اندر اتر جائے اور دل اس کو خوشی سے قبول کریں۔

حکمت کسے کہتے ہیں؟

حکم کے اصل معنے منع ہے یعنی روکنا حکمۃ الدابۃ لگام کو کہتے ہیں کیونکہ وہ گھوڑے کو ادھر ادھر بھٹکنے سے روکتی ہے الحکمۃ اصابۃ الحق بالعلم والعقل یعنی معرفۃ الموجودات اور نقل الخیرات کو حکمت کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعلیمات حق و حکمت پر مبنی ہیں۔ اور ان کے اندر خیر کا حکم ہے اور وہ شر سے روکتی ہیں مسلمانوں کو ایک مضبوط چٹان پر کھڑا کر دیتی ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے

اسی لئے دوسری جگہ پر فرمایا بل ھو اٰیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم یعنی قرآن کریم جس تعلیم کو پیش کرتا ہے اس کے نقوش تو پہلے ہی سے دلوں پر جمے ہوئے ہیں۔ اور فرمایا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم۔ یعنی اسلام فطرت انسانی کا نقشہ ہے۔ جہاں کہیں بھی انسان ہے وہاں پر اسلام موجود ہے اور بسبب فطرت کا جز ہونے کے دلوں کے اندر جم جاتا ہے اور اسی لئے ان کو دین قیم کہتے ہیں۔ نہ فطرت انسانی تبدیل ہوگی اور نہ ہی اسلام کی تعلیمات کے اندر کسی تغیر و تبدل کی ضرورت ہوگی۔ اور دینیات میں یہ ایک انقلاب عظیم تھا جو رونما ہوا۔ کہاں وہ دین جو رسومات پر اور توہمات پر مشتمل تھے اور جو عقل کے خلاف تھے اور کہاں اسلام کی تعلیمات جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا علیٰ بصیرۃ انا و من اتبعنی۔ اور اس دین کی حقانیت کے متعلق یہ بھی فرمایا لا یاتیہ الباطل یعنی باطل کا یہاں گذر تک نہ ہوگا اور باطل اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔

تمام ضروریات انسانی کو پورا کرنے والی کتاب

اور فرمایا یہ رب العالمین کا کلام ہے اس لئے تمام اقوام کی ربوبیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے احکام بیان کرتا ہے جو کسی وطن یا قوم کے ساتھ مختص نہ ہوں بلکہ ان کا اطلاق تمام کی تمام انسانیت کی ضروریات پر ہوتا ہو اور یہ بھی اعلان ہے کہ ایسی کامل کتاب ہے کہ جب کبھی کسی قوم کو کوئی اہم معاملہ پیش آئے گا وہ اس اہم معاملہ کا حل اس کتاب حکیم کے اندر موجود پائیں گے چنانچہ فرمایا ولا یاتونک بمثل الا جئنٰک بالحق واحسن تفسیرا۔ جب کبھی کوئی قوم کسی مشکل ترین امر سے دوچار ہوگی جس کا حل ان کی مسرت [illegible] یا اقتصادی ضروریات کے لئے ازبس ضروری ہوگا یا جس کا حل ان کی معاشرتی یا سیاسی زندگی کے لئے از [illegible] ہوگا ضرور ضرور یہ قرآن کریم ان کی دستگیری اور رہبری کے لئے ہاتھ بڑھائے گا کیونکہ قرآن اسکو حق و حکمت کے ساتھ بیان کرتا ہے اور اس کی وضاحت بھی بیان کرتا ہے۔

قرآن کریم سے مسلمانوں کا عشق

یہ تمام اعلانات صدیوں کے تجربہ نے درست اور صحیح پائے۔ مسلمانوں نے قرآن کریم کے ہر پہلو میں ایک دلربائی اور رعنائی پائی اور دل و جان سے اس کے فدائی ہو گئے۔ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں مسلمان مردوں اور عورتوں نے قرآن کریم کا نقش اپنے سینوں پر جمایا اور اس

کتاب کو حفظ کر کے اس کی حفاظت بھی کی اور اس کی محبت اور عشق کا ثبوت بھی دیا۔ آسمانی کتابوں میں سے صرف ایک یہی کتاب ہے جس کے حفاظ ہر ملک اور ہر قوم میں پائے جاتے ہیں۔ بعض ایسے بھی علاقہ جات ہیں جیسے شمالی افریقہ کا شہر قیروان جس کا ہر چھوٹا بڑا اور ہر مرد و زن حافظ قرآن ہے۔ مسلمانوں نے قرآن کریم کی تفاسیر لکھنے میں بھی اپنے تعشق کا اظہار کیا ہے اس کے علم ادب پر بحث ہے اس کے علم کلام کے متعلق سیر حاصل تنقید ہے اس کے صرف و نحو کی تفصیلات میں گئے ہیں اس کے مطالب و مقاصد کے ہر گوشے میں پہنچے ہیں اور انہوں نے محسوس کیا ہے لا تنقضی عجائبہ یعنی اس کے عجائبات کی کچھ حد و انتہا نہیں ہے

قرآن غیروں کی نظر میں

اور اسی طرح سے اس کی برکات کے خزانے بھر پور ہیں کتاب انزلنہ مبارک یہ وہ عظیم الشان کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے اور اس کی برکات کی وسعت غیر محدود ہے۔ جہاں مسلمانوں کو اس امر کا شرف حاصل ہوا وہاں پر غیر بھی اس کتاب پر بحث کر کے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ چنانچہ عیسائی مصنفین جن کی مادری زبان عربی ہے اور جن کو اس زبان کی ڈکشنریاں تصنیف کرنے کا فخر حاصل ہوا ہے وہ ہر قدم پر قرآن کریم کی کسی نہ کسی آیہ کریمہ سے استشہاد کرتے ہیں۔ کسی لفظ کے استعمال پر بحث ہو تو قرآن کریم سے اس استعمال کے صحیح ہونے کی تصدیق طلب کرتے ہیں۔ صرف و نحو کے کسی ادق مسئلہ کو حل کرنا ہو تو قرآن کریم کے صفحات پر اس قسم کی امثال ان کو میسر آجاتی ہیں صلہ کا استعمال تو ہر زبان کی جان ہے صلہ کے صحیح استعمال کے لئے قرآن کریم ایک خزانے کا کام دیتا ہے۔ عیسائیوں نے صدیوں اسلام اور بانی اسلام سے دشمنی کی اور اسلام کے متبعین کو مٹانے کے لئے بہت جد و جہد کی ہے اگر قرآن کریم کی زبان کے اندر کسی قسم کا نقص ان کو مل جاتا تو ہمارے تمام دعاوی کو کہ یہ خدا کا کلام ہے طشت از بام کر دیتے۔ اور آج ہم اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے لیکن خدا تعالیٰ نے ہم کو اس قسم کی ذلت سے محفوظ فرمایا اور عیسائی مصنفین نے مجبور ہو کر اس قسم کے اعلانات کئے کہ عربی زبان کی تمام کی تمام کتابوں کو اگر آراستہ کیا جائے تو وہ کتاب جو ان سب کی چوٹی پر رکھی جانے کے قابل ہے وہ قرآن کریم ہے۔

قرآن کی بے بدل تعلیمات

جس طرح سے اس کتاب کی زبان اور اس کا نظم کلام لاجواب ہے۔ اسی طرح اس کی تعلیمات بے بدل ہیں۔ اس میں خدا کی توحید اور اس کی [illegible] اور اسماء اور صفات پر بحث ہے۔ اس کے صفحات خدا کے ذکر سے معمور ہیں۔ اس کی قدرت اور اس کے احسانات کی ایسی تفصیلات ہیں کہ انسان اپنے خالق اور مالک اور ربوبیت کرنے والے کے ساتھ سچا تعلق لگا لیتا ہے اور اس کا تقویٰ دل میں بٹھا لیتا ہے۔ اور اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ اور وہ یقین کرتا ہے کہ حقیقی معنوں میں اگر کوئی کتاب الٰہیات کی کتاب کہلا سکتی ہے تو وہ قرآن حکیم ہی ہے الغرض اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لئے ایک نہایت ہی مشکل معیار مقرر کیا۔ اور وہ علمی معیار ہے۔ اس معیار کے رو سے قرآن کریم ایک نہایت ہی بلند پایہ کتاب ثابت ہوتی ہے جو بیشمار پہلوؤں سے لاجواب ہے

حضرت نبی کریم صلعم کی طرف سے تزکیہ نفوس

دوسرا معیار جو اسی طرح نہایت ہی مشکل ہے وہ لفظ یزکیھم میں درج ہے یزکیھم کا اصل زکا ہے۔ زکا الزرع کے معنی ہیں کھیتی بڑھ گئی۔ اس کے دوسرے معنے برکت ہیں زکوٰۃ کو اس نام سے اس لئے پکارا کہ اس سے تزکیہ نفس بھی ہوتا ہے اور مال میں برکت بھی نازل ہوتی ہے و تسمیۃ بذلک لما یکون من رجاء البرکۃ و لتزکیۃ النفس الصلوٰۃ و الزکوٰۃ کے ساتھ ملا کر اس لئے بیان فرمایا کہ الصلوٰۃ تزکیہ نفس ہے اور زکوٰۃ تزکیہ نفس اور تزکیہ اموال۔ الصلوٰۃ عبادت الٰہی ہے اور زکوٰۃ خدمت مخلوق ہے اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرماتا ہے قد افلح من زکٰھا یعنی جس شخص نے تزکیہ نفس حاصل کر لیا وہ یقیناً کامیاب ہوا۔ تو مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] سے تم کو تمام قسم کے ادناس سے پاک کر دیں گے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جذام کی قوم کو بت پرستی سے نکال کر موحد بنا دیا وہ شراب کے عوض عبادت الٰہی میں سرشار [illegible]۔ جہاں قوی آدمی کسی کمزور کو کچل دیتا تھا جہاں ایک قوی قبیلہ کمزور قبیلے کا استیصال [illegible] جہاں دن رات کی جنگ و جدال کی فضا تھی جہاں لوگوں میں اتنا انتشار تھا کہ اس کی مثال ڈھونڈے سے نہ ملتی ہو۔ اس قوم کو ایک نہایت مضبوط سر رشتہ اخوت میں منسلک کر دیا جہاں [illegible] دوسرے کا مددگار و غمخوار بن گیا۔ جہاں خود غرضی کے بجائے ایثار و قربانی نے جگہ لے لی جہاں بدکرداری اور شراب خواری کی جگہ عفت نے حاصل کر لی۔ اور قوم کا مذہب یا تو خدا کی عبادت اور یا خدمت مخلوق بن گیا۔ اتنے بڑے پیمانے پر بگڑی ہوئی انسانیت کا تزکیہ کرنے والا شخص یقیناً خدا رسیدہ بزرگ ہوتا ہے۔ اگر حضرت کے علوم کے سامنے دنیا خیرہ چشم ہے تو ان کے اعمال کے سامنے بھی دنیا حیرت میں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انفاس طیبہ کی برکت سے، عورتیں اور مرد سب دوسری مخلوق بن گئے۔ گویا عرب کی زمین بدل گئی اور عرب کا آسمان بدل گیا یوم تبدل الارض بغیر الارض والسموات۔ بڑی بڑی عظیم الشان سلطنتوں کے مسلمان بادشاہ فقیروں کی طرح زندگی بسر کرنے لگے امانت دیانت لوگوں کے سامنے تصویر بن کر آ گئی۔ یہ کہ کمزوروں ناتوانوں اور محتاجوں کی امداد کرنا اسلام کا جزو اعظم ہے صحابہ کے اعمال میں نظر آنے لگا۔ یہ کہ بادشاہ اور رعایا قانون اسلام کی نظر میں مساوی ہیں قاضیوں کی عدالت نے اور ان کی انصاف گستری نے اس کا سکہ بٹھا دیا۔ یہ امر کہ خزانہ سلطنت پبلک کا خزانہ ہے نہ کہ بادشاہ یا خلیفہ کی وراثت حقیقت بن کر لوگوں کے سامنے جلوہ گر ہوا۔ یہ سب کچھ یزکیھم کی تفسیر ہے اور تاریخی حقیقت بھی۔ مختصر یہ کہ اس آیہ کریمہ میں حضرت سرور کائنات کے فرائض کا بھی ذکر ہے، ان کی صداقت کے دلائل کا بیان بھی اسی ایک آیت کریمہ کے اندر موجود ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدیم المثال کامیابی کا تذکرہ بھی ہے۔ یہ معیار نہایت بلند ہے اور یہ معیار نہایت مشکل ہے جو شخص اس معیار پر صحیح اترتا ہے۔ اس کی صداقت کے متعلق کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہتا۔

حضرت مجدد زمان کی تعلیم علوم و معارف کے معیار پر

جب کبھی کسی شخص کا یہ دعوےٰ ہمارے سامنے آئے کہ میں مامور من اللہ ہوں تو ہم کو چاہیئے کہ اس معیار پر اسکو پرکھیں۔ اور اگر وہ اس محک پر سونا ثابت ہو تو اس کی سچائی کے متعلق شک و شبہ کرنا نہایت ناواجب امر ہوگا۔ ہمارے اس زمانہ میں ایک شخص نے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا۔ آئیے اس مشکل ترین معیار پر اسکو پرکھیں جس کا ذکر ابھی ہمارے سامنے آیا ہے۔ انہوں نے ستر اسی کتابیں تصنیف کیں۔ انہوں نے عیسائیوں کے متعلق ایسی کتابیں تصنیف کیں ہیں جن کی موجودگی میں عیسائی پادری میدان مناظرہ میں اترنے سے خائف ہیں۔ بشپ لیفرائے کی شکست کو اہلیان لاہور کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ اور ایک بشپ لیفرائے کیا بیسیوں پادریوں نے فاش شکستیں کھائیں۔ اور آخر تو پادریوں کو سرکلر جاری کرنے پڑے کہ مرزا صاحب کے جماعت کے افراد سے کوئی مناظرہ نہ کیا جائے کیونکہ اس میں ہم کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے حضرت امام الزمان کے دوستوں کے حوصلے ان کامیابیوں سے اتنے بڑھے کہ انہوں نے اس علم کلام سے مسلح ہو کر مغرب کی وادیوں میں جا کر اسلام کی فتح کے جھنڈے گاڑ دیئے اور اہل مغرب کو یقین دلایا کہ اسلام اپنے اندر ایسی جاذبیت رکھتا ہے کہ اسکو قبول کرنا ہی پڑتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں قرآن کریم کے معارف بیان کئے اور جہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روشن چہرہ دکھایا ہے وہاں ان تمام اعتراضات کا کافی و شافی جواب دیا ہے جو دشمنان اسلام کی تحریروں و تقریروں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف بیان کئے جاتے تھے۔ جو حالت زار عیسائیوں کی ہوئی ہے ان کے لیڈروں کا وہ حشر ہوا کہ خدا کسی کے نصیب نہ کرے۔

حضرت امام الزمان کی قادر الکلامی

حضرت امام الزمان کی تصنیفات تین زبانوں میں ہیں یعنی اردو فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں وہ قادر الکلام نظر آتے ہیں۔ ان کی تحریر میں روانی ہے۔ بلا تکلف نثر لکھتے چلے جاتے ہیں اور جہاں اشہب قلم میدان نثر میں تیز رفتاری دکھاتا ہو کسی وجہ سے رک گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ پھر اس نے میدان نظم میں جولانیاں دکھلانی شروع کر دیں اور صفحات کے صفحات بلا تکلف طے کرتا چلا جاتا ہے۔ ان صفحات میں ایک نیا علم کلام ہے۔ ان صفحات میں قرآن حکیم کے معارف بیان کئے گئے ہیں ان صفحات میں احادیث کے بہت سے باریک پہلوؤں کا ذکر ہے۔ یہ عربی تصانیف انسانوں کو محو حیرت کرتی ہیں کہ ایک گاؤں کا باشندہ ایسی عربی لکھنے پر قدرت رکھتا ہے کہ نہ تو اس کا مقابلہ اس وطن کے علماء کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان ممالک کے فضلا کر سکتے ہیں۔ جن کی مادری زبان عربی ہے۔ میں نے عرب کے ادیبوں مصر کے ادیبوں اور روس کے ادیبوں کے سامنے یہ تصانیف رکھیں اور ان کو ان تصانیف کی خصوصیات کی طرف توجہ دلائی اور ان تصانیف کی فصاحت و بلاغت کی طرف توجہ دلائی تو ہر موقعہ پر ان کو حضرت مسیح موعود کی قادر الکلامی کا اعتراف کرنا پڑا۔ شکیب ارسلان مشہور عرب ادیب تھے ان سے لوزان میں ملاقات ہوئی۔ پھر وہ برلن میں تشریف لائے ان سے مجدد زمان کے دعاوی کا ذکر آیا اس پر انہوں نے آپ کی تصنیف آئینہ کمالات اسلام کا عربی حصہ دیکھا تو اعتراف کیا کہ وہ مجدد زمان ہیں۔ الغرض اگر علوم و معارف کے معیار پہ پرکھا جائے تو دوست دشمن تسلیم کرتے ہیں کہ وہ نبیل [illegible] بے بدل تھے اور علماء و فضلا کے پیشرو تھے اور انہوں نے اشاعت اسلام کے بارے میں جلیل القدر خدمات سر انجام دیں۔ وہ دشمن کے مقابل

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

بھارتی اور پاکستانی تہذیب

انجمن ترقی تعلیم خوشاب۔ پنجاب (پاکستان)

مکرمی محترمی جناب ایڈیٹر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب مظہرالدین صدیقی صاحب کا مضمون "برہمنی مت اور اسلام" لائٹ اخبار میں گزشتہ سے پیوستہ ہفتہ میں شائع ہوا ہے۔ مگر جناب پر ظاہر ہے کہ ملک کا انگریزی دان حصہ ان خیالات سے کم و بیش آشنا ہے۔ اور چونکہ ان خیالات کی اشاعت اردو دان طبقہ میں نظر بہ حالات زیادہ ضروری ہے۔ میں نے اس مقالہ کو اردو کا لباس دے دیا ہے۔ جناب اگر مناسب خیال فرما دیں۔ تو اپنے قیمتی اخبار پیغام صلح میں اس کو جگہ دے دیں۔ میں مشکور رہونگا۔ والسلام

المخلص۔ عبدالکریم (ایم۔ اے۔ پی۔ ای۔ ایس۔ ریٹائرڈ)

ہندوستان اور پاکستان کے مابین قیام آزادی پر ہی طرح جدل کی طرح ڈال دی گئی۔ پھر جواب در جواب سیاسی یورشوں کا سلسلہ قائم ہوا۔ یہی سلسلہ پھر باقاعدہ جنگ کی بنیاد بنتا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر اس سارے منظر پر غور سے نگاہ ڈالی جائے۔ تو اس کی تہ میں زندگی کے دو جداگانہ نظریوں کا اختلاف ہے، جو ہمیشہ قدیم الایام سے وصل کے موقعہ پر فصل کا بیج بوتا رہا۔ یا اتفاق کی جگہ انشقاق پیدا کرتا رہا۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ برہمنی تمدن نے زندگی کے کسی اجنبی طریق کو رواداری کی نگہ سے نہیں دیکھا۔ اس کی بنا بنی نوع انسان کے عدم مساوات کے مسئلہ پر رہی جس کو ان کے زعم میں فطرت نے تقدیر ہی میں وضع کر رکھا تھا۔ اس لئے اس کو ہر ایسے مسئلہ سے ہراس ہوا یا عداوت رہی جو انسانیت کے تعلقات کو عدم فرقہ بندی یا مساوات پر مستقیم کرتا نظر آتا تھا۔

ہندوستان میں اسلام کی فتح فی الحقیقت انسانیت میں مساوات قائم کرنے والے تمدن کی فتح تھی۔ اسلام مصنوعی ذات پات کی تقسیم کو قطعاً رد کرتا ہے اور انسانی افراد کی اعمال یا اوصاف کے لحاظ سے درجہ بندی کرتا ہے۔ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ ہندوستان میں مسلمان فاتحین کی فتوحات کی وجہ برہمنی مت کی مصنوعی ذات پات کا پیدا کردہ خود اہل ہند کا احتجاج تھا۔ اور افتراق۔ جو باوجود اس کے کہ خارجی حملوں کی وجہ سے حالات نازک ہو گئے تھے۔ اتفاق کی شکل میں متبدل نہ ہو سکے۔ اسلام کی فتح ہوئی۔ مگر اسلام کے اصولوں کی اشاعت مسلمان تاجداروں نے نہیں کی۔ یہ کام اصفیا اور اولیا کے ہاتھوں سرانجام ہوا۔ انہی کی تبلیغی سرگرمیاں اشاعت اسلام کی تہ میں تھیں۔ بادشاہ مذہب کے کاموں سے سراسر مستغنی تھے۔ اسلام کی ترقی کا راز زیادہ تر اس امر میں مضمر ہے۔ کہ ہندو عوام نے اسلام کو ایک مساوات قائم کرنے کا آلہ سمجھا جس سے وہ لپک گئے۔ یقیناً اسی راستے زندگی کی شاہراہ پر سب کے لئے یکساں طور پر دروازے کھلے۔ اور ان کو یقین ہو گیا کہ وہ مسلمان ہو کر انسانی وقار اور عزت نفس حاصل کر سکیں گے، لہذا وہ گروہ در گروہ اسلام کے دائرے میں داخل ہوئے۔

اس زبردست مذہبی انقلاب سے برہمنی مت پر چوٹ پڑی۔ وہ پسپا ہوا۔ تاہم اس نے اپنی جد و جہد کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اس نے پھر کمر ہمت باندھی۔ اور از طریق نو برسرپیکار ہوا اس نے اپنے مسئلہ عدم مساوات کی زہر مسلم نظام تمدن میں داخل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اسلامی تمدن کی مساوات کی روح اور اسلامی تمدن کا عدل آہستہ آہستہ مسلمانوں سے رخصت ہونے لگا۔ چونکہ ملکی اقتدار صرف چند خاندانوں کے افراد کے قبضۂ قدرت میں تھا۔ اس واسطے ان کا علیحدہ فرقہ پیدا ہوا جو فرقۂ امرا کہلایا۔ ایک ان کے امدادیوں کا جتھہ تھا۔ جو مقابلتہً کثیر التعداد تھا۔ یہ طبقہ وسطی بن گیا۔ ان کے علاوہ ایک اور گروہ تھا۔ جو نومسلموں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ اپنی عادات و رسومات میں بالکل جداگانہ رنگ رکھتے تھے۔ اور اوپر کے ہر دو طبقات سے مختلف تھے۔ اس طرح ایک قلیل عرصے میں خود مسلم سوسائٹی میں فرقہ بندی ہو گئی یعنی

(۱) درباری طبقہ (امراء و وزراء)

(۲) طبقۂ اول کے پیروکار

اس دوسرے جزو میں تعلیم یافتگان کی اور جماعتیں بھی شامل تھیں مثلاً:۔

(ا) شعراء (ب) منشی یا اہل صرف (ج) انجنیئر وغیرہ وغیرہ

(۳) نومسلم جماعت کا بڑھتا ہوا ہجوم

ان حالات کے ماتحت برہمنی مت جو ذات پات کے مترادف ہے مسلمانوں کے تمدن میں گھر کر گیا۔

ہاں! سیاسیات کے دائرے میں اس کا بار نہ ہوا مگر اکبر کی تخت نشینی سے برہمنی مت کو ایک اور تازہ موقع ہاتھ آیا۔ اکبر نے ہندو مت اور اسلام سے ایک نیا مرکب تیار کرنے کی کوشش کی۔ مگر دو متضاد مسائل کے اختلاط کا یہ دین الٰہی کچھ پھل پھول نہ سکا۔ چنانچہ اس پر مسلمان تاجداروں کا ردعمل غیر معمولی سرعت کے ساتھ منصۂ شہود پر آیا۔ یہ اس خیال سے نہیں۔ کہ مسلمان حکمران شیدائی تھے۔ بلکہ اس خیال سے کہ وہ اسلام کے دنیوی وقار کو جو حکومت کا لبادہ اوڑھے تھا۔ محکوم ہندو اکثریت میں مدغم ہو جانے کے رجحان کو روا نہیں رکھتے تھے۔ اندریں حالات مسلمانوں کے مسئلے کا عملی حل یہ تھا۔ کہ وہ اپنی اسلامی مساوات کی طرف بیش از بیش رجوع کرتے۔ اور اس آلہ سے ان تمام پردوں اور دیواروں کو پھاڑتے اور منہدم کرتے۔ جن سے ان کی سوسائٹی کا شیرازہ بکھر رہا تھا۔ تاکہ اتحاد کی قوت سے از سرنو ہندوؤں کو اسلام کے دائرے کے اندر داخل کر سکتے۔ بلاشبہ ان میں سے ایک کثیر حصہ عزت نفس کا بھوکا تھا۔ اور یہ بھوک اسلام ہی مٹا سکتا تھا۔ مگر چونکہ مسلمانوں میں عیش و عشرت طبیعت ثانیہ ہو چکی تھی۔ اور اسلامی زندگی کی سادگی اور پاکیزگی کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ لہذا وہ مادیت کی طرف جھکے تاکہ وہ اپنی سطوت کو محض زور بازو سے بحال رکھیں۔ اس میں کچھ عرصہ تو وہ کامیاب رہے۔ مگر بالآخر ہر دو مسلمان اور ان کے حریف ہندوؤں کو ایک ایسی زبردست طاقت کے سامنے جھکنا پڑا جو علوم و فنون کے لحاظ سے دونوں پر فوقیت رکھتی تھی۔

ہندستان میں برطانوی عہد حکومت کے دور میں ابتدا سے لیکر انتہا تک ملک کی سیاسی زندگی ہندو مسلم چپقلشوں سے تلخ سے تلخ تر ہوتی چلی گئی۔ مگر ہندو اس عہد سے نسبتاً زیادہ مستفید ہوئے۔ انہوں نے نہ صرف مغربی علوم کی تحصیل میں پہل کی بلکہ انہوں نے کم و بیش مغربی طریق حیات کو اپنا شعار بنا لیا۔ چونکہ انگریز مسلمانوں پر جن سے انہوں نے حکومت چھینی تھی بحیثیت قوم اعتبار نہیں کرتے تھے۔ ہندوؤں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ مراعات حاصل کیں۔ وہ پورے زور سے اپنے تمدن کی تمام قدیم خرابیوں کی اصلاح پر ڈٹ گئے۔ اس پر مزید یہ کہ انہوں نے اپنے اندر سیاسی شعور پیدا کر لیا۔ اور کامل دور اندیشی کے ساتھ آزادی کے دن کے لئے تیاریاں کرنے لگے۔ اپنی کوششوں کے ہر دائرہ میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی ماسوائے ذات پات یا عدم مساوات کے نظام کے جس پر ان کی سوسائٹی کے ایوان کی بنا قائم تھی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ وہ نہ تو رواداری روح جذب کر سکے۔ نہ دوسری قوموں سے اختلاط جو مسلمان اور انگریز فاتحین کا طرۂ امتیاز تھا۔

اس کے برعکس مسلمان برطانوی عہد میں نیم خوابیدہ رہے۔ گو یہ سچ ہے کہ انہوں نے مغربی تعلیم سے استفادہ کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر اس وقت جبکہ اس کا صحیح زمانہ ہندوستان کی عام زندگی کی دوڑ میں نکل چکا تھا۔ تاہم انہیں کچھ دنیوی فوائد حاصل ہوئے۔ مگر اس کے مقابلے میں اخلاقی اور روحانی امور میں ان کو زوال ہوا۔ وجہ یہ ہوئی۔ کہ انگریزی تعلیم جس کی بنا انسانی عدم مساوات اور مغربی سرمایہ داری کی جماعت بندی کے نمایاں رجحانات پر تھی۔ مسلمانوں میں ان سماجی خرابیوں کو مستحکم کر گئی۔ جو انہوں نے برہمنی مت سے عاریتاً حاصل کی تھیں۔ اس نے اسلام کی تعلیم کے باوجود ان میں ذات پات کے بندھنوں کو اور زیادہ مستحکم کر دیا۔ پھر یہ ہوا کہ ہندوؤں کے برعکس مسلمانوں نے سماجی اصلاح کے کام میں بہت تھوڑی توجہ دی۔ وہ صرف قانون ساز مجلسوں کی چند نشستوں پر قانع رہے یا برطانوی حکومت کے سلسلے میں گنتی کی اسامیوں کی ملازمتوں پر۔ برطانوی حکومت کے اختتام کے قریب بھی ان کے پاس برصغیر میں اپنی منزل مقصود کا کوئی صحیح نظریہ نہیں تھا۔ لہذا انہوں نے اپنی آزادی کی ذمہ داری کے حامل ہونے کے لئے کوئی تیاری نہیں کی۔ اس عرصۂ جد و جہد کی صرف آخری منزلوں میں انہوں نے پاکستان کا تصور باندھا اور ایک ایسے مستقبل کا نقشہ قائم کیا جہاں ان کی سیاست انگریز یا ہندو کے تحکم سے معرا ہو سکے۔ قدرتاً اندریں حالات مسلمانوں کو کوئی وقت نہیں ملا کہ وہ اپنی اخلاقی یا سماجی اصلاح کر سکتے یا اپنی آزادی کو وقت پڑنے داخلی خطرات یا اپنی ہی سماجی تعمیر کی کمزوریوں سے محفوظ رکھ سکنے کے اہل ہو جاتے۔

تاہم ابتدا ہی سے مسلمانوں میں بحیثیت قوم ایک نیم شعوری آرزو رہی۔ کہ آئندہ کے پاکستان کی آزاد زمین میں اقتصادی عدل یا سماجی مساوات کی بحالی ہو۔ مگر یہ آرزو نہ ہی آواز پیدا

کر سکی اور نہ کچھ طاقت۔ کیونکہ پاکستان کا مطالبہ ہوا۔ اور مطالبے کے ساتھ ہی اس کی تخلیق اس قدر تعجیل سے ہو گئی۔ کہ مسلمان سوائے اس کے کہ اس قلیل عرصے میں ہندوؤں کی حکومت سے بچنے کی فکر میں بہوت سے رہے۔ اور کچھ نہ کر سکے۔ ہاں! جب پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ تو اسلامی مساوات کے اصولوں کے مطابق تمدن کے ایوان کی تبدیلی کی تمنائیں **قرارداد مقاصد** کی شکل میں منصۂ شہود پر آ گئیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ اگر پاکستان کو بیرونی مداخلتوں اور خلفشاروں سے فرصت رہی۔ تو پاکستان کے مسلمان ایسے تمدن کی تعمیر میں کامیاب ہوں گے جس سے اقتصادی عدل کا ترازو بلا امتیاز ذات پات ہر ایک شہری کے لئے استوار ہو جائے گا۔ اور ادنٰے سے ادنٰے آدمی وہ وقار حاصل کر سکے گا۔ جو اب صرف چند اشخاص کا حق مخصوص گردانا جاتا ہے۔

ایسا انقلابی نظام جو اسلامی مساوات اور سادگی کے نظریئے کے مترادف ہے۔ برہمنی نظام کے مقابلے میں معرض خطر میں ہے۔ پھر یہ کہ جیسا اوپر اشارہ ہوا ہندو برطانوی عہد حکومت میں علوم و فنون میں مسلمانوں سے سبقت لے جا چکے تھے۔ گو ان کا مطمح نظر یہ ہے۔ کہ اقتصادی بندھنیں قائم رہیں۔ اور انسان انسان سے ابدالآباد تک جدا رہے۔ برہمنی سماجی نظام کے معنے یہ ہیں۔ کہ سرمایہ داری کا علم دنیا میں ہمیشہ لہراتا نظر آئے۔ لہذا ہندوستانی ملوکیت انسانی مساوات کے نظریہ کے لئے جو انفرادی حقوق کا پاسبان اور انسان کے روحانی ارتقاء کے لئے بلا لحاظ مذہب و ملت محافظ ہے۔ موت کا پیغام ہے۔ موجودہ حالات میں ممکن ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کا فرق خفیف نظر آئے۔ اور عوام کے لئے نمایاں نہ ہو۔ مگر جس حالت میں کہ پاکستان زیادہ عادلانہ اور صحیح مساوات کا نظام تمدن پیش کر رہا ہے۔ یہ حقیقت یقیناً معروض شکل اختیار کر رہی ہے کہ ہندوستان ایسی فطرتی آرزوؤں کی تکمیل میں روڑے اٹکا رہا ہے۔

مگر سوال یہ ہے۔ کہ کیا برہمنی مذہب اپنے عدم مساوات کے نظریئے کے ساتھ انسانی ترقی کی شاہراہ میں روڑے اٹکا کر دنیا میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ممکن ہے۔ کہیں کہ بدھ مت کے زمانے کو یاد کرو۔ جب اس کے پیروؤں کو مساوات یا حق رواداری کے مسئلوں کے اختلاف پر ہندوستان سے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ بدھ مذہب کی تعلیم کے مراکز۔ اس کی اشاعت اور تبلیغ کا زور اسی قطعۂ اراضی میں ہوا۔ جہاں اب پاکستان واقع ہوا ہے۔ چندر گپت موریا کے جس نے بدھ مت کی سرپرستی کی۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ کے ارباب حکومت سے دوستانہ تعلقات تھے۔ اس نے انہی پٹھانوں کی امداد سے یونانی حاکم سلوکس کو شکست دی۔ اور پنجاب کو بھی یونانیوں کی یلغار سے بچایا۔ راجہ اشوک جو بدھ مت کا سب سے بڑا زبردست حامی ہے۔ اسی راجہ چندر گپت کا پوتا ہے۔ اور وہی چین اور تبت کے ممالک میں بدھ مت کی اشاعت کا ذمہ دار ہے۔ پشاور کے نواح میں گندھارا کی حکومت جس نے تیسری صدی قبل مسیح میں فروغ حاصل کیا بدھ مت کے فنون کا بہت بڑا مرکز تھی۔ ان سب خطوں سے برہمنی مت نے زور پا کر بدھ مت کی بیخ کنی کی۔ مگر یہ مسلمات کی شمع اخراج پا کر بھی نہیں۔ اس کی مجالس چین تبت اور وسط ایشیا تک مزید زور سے اجاگر ہوئیں۔ جہاں اب بھی بدستور قائم ہیں۔ وہ لوگ جو اس تاریخی طریق عمل کے تکرار کا قیاس کرتے ہوئے نوزائیدہ حکومت پاکستان کے خاتمے کا وہم کرتے ہیں۔ انہیں ان میں، خلاف حالات کے دو امتیازی امور پر غور کرنا ہوگا۔

اوّل یہ کہ تیسری اور چوتھی صدی قبل مسیح میں جب اس خطے میں اہل بدھ کا دور دورہ تھا۔ وہ دنیا کے باقی ممالک سے کلیتہً منقطع تھا۔ یونانیوں کی مغربی ایشیاء کی طاقت اپنی سطوت کھو چکی تھی اور برہمنوں کے بدھ مت پر کے حملوں کو روک نہیں سکتی تھی۔ مگر پاکستان ایسا منقطع شدہ ملک نہیں اس کی ہمسائگت میں اسلامی سلطنتیں ہیں۔ جو خواہ جدا جدا کمزور ہوں۔ مگر مجموعی شکل میں وہ زبردست جتھا بن سکتی ہیں خاص طور پر اس وقت جب وہ مغربی ملوکیت کا جوا اتار کر پھینک دیں۔

دوسرا فرق **چین نو** کا وجود ہے۔ یہاں برہمنی ذات پات کا نشان نہیں۔ بدھ مت کی مساوات ہے۔ جو مشرق بعید کی قیادت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیتی معلوم ہوتی ہے۔ دشمن کی بھاری افواج کے مقابلہ میں اس کی شجاعانہ جدوجہد نیز صحیح عادلانہ مساوات کی بنا پر سوسائٹی کی تخلیق ایشیائی قوموں میں ایک بلند مقام دے رہی ہے۔ کیا معلوم۔ کہ اگر بدھ مت کو جدید نظام میں منظم کر دیا جائے تو وہ ہند سے اپنے پرانے خروج کے داغ کو دھو دے۔

جاپانی عہد نامہ جو اب عملی جامہ پہن رہا ہے۔ ممکن ہے اس نئے نظام پر منتج ہو۔ اور ہم مستقبل قریب میں اس انقلاب کو اپنی آنکھوں دیکھیں۔ پاکستانیوں کو مستقل مزاجی کے ساتھ ڈٹ جانا چاہیئے۔ وہ ہر لمحہ چوکنے رہیں۔ انہیں اپنی اسلامی روایات سے پوری وفاداری ہو۔ تاکہ وہ اس خطرے کو دفع کر سکیں جو ان کی روحانی ترقیات اور جسمانی زندگی پر اس وقت منڈلا رہا ہے۔

ماخوذ

---

۴ ازے۔ حضرت مرزا صاحب کو ہمیشہ اعتراف رہا کہ یہ جو کچھ ان کو ملا ہے سب فیضان محمدؐ ہے اور جو کچھ ان کو ملا وہ حضرت محمد مصطفٰے کے سمندر کا صرف ایک قطرہ ہے، اور ان کو اعتراف تھا کہ وہ حضرت نبی کریمؐ کے کفش بردار ہیں اور ان کے پاؤں کی خاک کے برابر ہیں۔

خطبہ جمعہ مورخہ ۹ نومبر ۱۹۵۰ء

(بقیہ از صفحہ ۶)

ہیں ایک شاہسوار غازی نظر آتے ہیں جس کی تلوار دائیں اور بائیں کاٹتی چلی جاتی ہے اور باطل کا استیصال کر دیتی ہے۔

حضرت امام الزمان یذکیہم کے معیار پر

اب ان کو ہم ویزکیہم کے معیار پر پرکھتے ہیں۔ ان کی صحبت کے زیر اثر سینکڑوں ہزاروں مرد و عورتیں شب بیدار اور تہجد گذار بن گئے۔ ہزاروں انسان قرآن کریم کے عاشق بن گئے اور یہ تمام کے تمام عشق رسول میں مستغرق نظر آتے تھے۔ ان کے اعمال اور اخلاق میں اسلام کی تصویر نظر آنے لگی اور بیشمار لوگوں نے اعتراف کیا کہ مرزا صاحب ایک ایسی جماعت تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے جن کے اعمال میں اسلام نظر آتا ہے۔ بہت سے لوگ اپنے اصلاح نفس کے لئے قادیان میں جاتے تھے۔ اور لوگوں کی زبان پہ یہ حق بھی جاری ہوا کہ اگر ٹھیٹھ اسلام دیکھنا چاہو تو وہ قادیان میں ہے۔ ان کی روحانی تاثیر زبردست تھی۔ اس کا اثر عام و خاص پر تھا۔

مثالیں تو بہت ہیں لیکن کم از کم تین اشخاص کا ذکر کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا۔ حضرت مولانا نورالدین مرحوم و مغفور کا رتبہ اہل علم کی نگاہ میں نہایت ہی بلند تھا اور ان کی شہرت دور دور تک پہنچی ہوئی تھی۔ انہوں نے حصول علوم دینیہ میں ید طولیٰ حاصل کرنے کے بعد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں سات آٹھ سال بسر کئے تاکہ اسلام کے سرچشمہ سے براہ راست سیرابی حاصل کریں ان کو اہل اللہ کی صحبت میسر آئی اور وہ خود اولیاء کرام کے زمرہ میں شمار ہوتے اس صاحب کرامات اور روحانیات ...

.... نے بھی حضرت امام الزمان کے دامن کو پکڑا اور سالہا سال ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے۔ اسی ایک مثال سے آپ حضرت مرزا صاحب کے مرتبہ عالیہ کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کا تبحر علمی کس قدر وسیع تھا اور ان کی کرامات کا درجہ کس قدر رفیع واقعہ ہوا تھا۔

ایک اور شخصیت بھی ہے جس کا ذکر اس ضمن میں ضروری ہے۔ وہ شاہزادہ عبداللطیف افغانی ہیں جو شاہ افغانستان کے استاد تھے اور مشہور اہل معرفت اور اہل بصیرت ولی اللہ تھے وہ کابل سے قادیان تشریف لائے اور حضرت مرزا صاحب کے حلقہ میں بیٹھے اور فیضان حاصل کیا۔ ان کا نورانی اور شاہی چہرہ میری آنکھوں کے سامنے پھرتا ہے۔ جب وہ وطن کو جانے لگے تو حضرت مرزا صاحب نے ان کی جان کے متعلق اندیشے کا اظہار کیا اس پر شاہزادہ صاحب نے عرض کیا کہ اس افغانستان کی پتھریلی زمین میں کاغذ اور سیاہی سے اثر نہیں ہوتا وہاں پر خون بہنے سے اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ جب وہ کابل پہنچے تو ان کو شہید کر دیا گیا اور اس مرد جلیل اور عالم نبیل نے اپنی شہادت سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کی۔

.... علاوہ ازیں اس زمانہ کے اولیاء نے حضرت مرزا صاحب کو شناخت کیا جن میں سے بابا فرید بہت نمایاں شخصیت ہیں بابا فرید نے ان کے حق میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس میں ان کے مرتبہ کا ذکر ہے۔

قصہ کوتاہ حضرت نبی کریمؐ کا مقرر کردہ معیار بہت ہی مشکل ہے اس معیار پہ حضرت مرزا صاحب پرکھے گئے اور پورے

بابی اور بہائی اور انکی تعداد ایران میں

از قلم۔ مولانا احمد الدین صاحب از بمبئی

بہاء اللہ کے ماننے والے یہ دعوےٰ کرتے ہیں کہ وہ دنیا میں سچے نبیوں اور رسولوں کی طرح پھیلتے اور ترقی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس لئے یہ امر ان کے صدق دعوےٰ کی دلیل ہے۔ مگر آپ حیران ہوں گے کہ اس جماعت کا یہ دعوےٰ بالکل خلاف واقعہ ہے۔

جب خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں آیت "خاتم النبیین" نازل کر کے بتا دیا کہ اب نبوت و رسالت کا سلسلہ ہی ختم ہو چکا اور کل مذاہب عالم کا موعود جس کا میثاق النبیین میں ذکر ہے وہ حضرت خاتم النبیین صلعم ہی ہیں تو اب بہاء اللہ کا یہ دعوےٰ کہ وہ موعود کل ادیان ہے اور وہ ایک شریعت لے کر آیا ہے بالکل باطل دعوےٰ ہے۔ کہنے کو تو وہ یہ دعوےٰ کرتا ہے کہ وہ قیامت میں آنے والا "اللہ رب العالمین" ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ نبوت و رسالت کا ذکر ہی کیا وہ تو خدا ہے جو خالق و ملک ہے اور اس کی شان یفعل ما یشاء ہے۔ تمام دنیا اسی کی عبادت کرتی ہے مگر دنیا میں اس سے بڑھکر ناکام و نامراد شاید ہی کوئی دوسرا مدعی ہو اور ہم اپنے اس دعوےٰ کو بہائیوں کے مقابل ہر طرح ثابت کر سکتے ہیں۔ ہم نے بہاء اللہ کی کتابوں کو پڑھ کر دیکھا ان میں سوائے شاعرانہ تک بندیوں کے کچھ نہ پایا۔ مبالغہ کرنے میں اس قدر غلو ہے کہ خدا کی پناہ اس جماعت کے کچھ لوگ ہندوستان میں بھی ہیں وہ مسلمانوں کے مقابل یوں تو آتے نہیں کہ اپنے مصنوعی خدا کی کوئی صداقت ثابت کر سکیں مگر وہ ناواقفوں کو دھوکہ دینے کے لئے دنیا میں اپنی ترقی تعداد کو بطور دلیل بیان کرتے ہیں

چونکہ ایران سے بابی اور بہائی مذہب کا آغاز ہوا اور عکہ اور جزیرہ قبرس میں (Cyprus) میں اس کے علمبرداروں (بہاء اللہ اور صبح ازل) کا قید کی حالت میں خاتمہ ہوا۔ اس لئے ایران اور عکہ کے گرد و نواح میں ان کی تعداد اصولاً زیادہ ہونی چاہیئے مگر معاملہ بالکل برعکس ہے۔

حال میں بہائیوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ ان کی تعداد ایران میں تیس فیصدی سے اوپر ہو چکی ہے اور یہ کہ وہ وہاں کی آبادی کا ۴۰ فی صدی ضرور ہیں۔ اس پر جب ان کو یہ کہا گیا کہ یہ ناممکن ہے۔ اور یقیناً غلط پروپیگنڈا ہے۔ تو وہ شرط لگانے پر تیار ہو گئے۔ تب ہم نے ہندوستان میں ایرانی گورنمنٹ کے سفیر Consolate General for Iran کو خط لکھا کہ وہ ہمیں بتائیں اور ایران سے سرکاری طور پر محکمہ مردم شماری سے پتہ لے کر لکھیں کہ بابیوں اور بہائیوں کی تعداد ایران میں کس قدر ہے اور یہ بھی لکھ دیا کہ بہائی کہتے ہیں کہ ہم ۳۰ سے ۵۰ فیصدی تک ایران میں پہنچ چکے ہیں۔ اس کے جواب میں ان کا جو جواب موصول ہوا ہے وہ اطلاع عام کے لئے درج ذیل ہے:-

Consulate General of Iran.
No. 434/1/12 A.
Dated the 1st August 51

To, Muhammed Inamel Haq
Secretary Ahmediyya
Anjuman Ishaat Islam
100 (A) Azampara
Hyderabad Deccan.

Dear Sir
With reference to your letter dated the 26th June 1951, I have to state that the claim of the Bhaies is absolutely wrong and incorrect and they are only very few and limited in number.

Yours faithfully
A. Batmanghelich
Ag. Consul General for IRAN.

ترجمہ:- بخدمت محمد انعام الحق صاحب۔ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اعظم پورہ حیدر آباد دکن۔

جناب من! بحوالہ مکتوب مورخہ ۲۶ رجون ۱۹۵۱ء گذارش ہے کہ بہائیوں کا یہ دعوےٰ کہ ۳۰ سے لے کر ۵۰ فی صدی ایرانی بہائی ہیں قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ انکی تعداد بہت ہی تھوڑی اور محدود ہے۔ آپکا وفادار

قونصل جنرل۔ برائے ایران

نوٹ:- اصل خط و کتابت محفوظ ہے۔ جو چاہے وہ دیکھ سکتا ہے۔

اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ بہائیوں کا دعویٰ بالکل غلط ہے وہ صرف بہت ہی تھوڑی تعداد میں محدود ہیں۔

اس ضمن میں یہ بھی بیان کر دینا فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ سنہ ۱۹۳۱ء کے قریب دہلی میں بھی جو چند انگلیوں پر گنے ہوئے بہائی تھے مدعی ہوئے کہ ایران میں تو اب ہمارا ہی غلبہ ہے، اور ہمارے مدارس اور دوسرے ادارے خوب زوروں پر کام کر رہے ہیں۔ تب بھی ہم نے سفیر ایران جو ان دنوں دہلی میں مقیم تھے ان سے مل کر اصل حقیقت دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ یہ لوگ چالباز ہیں یہ تو شاید آپ کو یہ بھی کہدیں کہ میں خود بھی در پردہ بہائی ہوں۔ مگر سچ یہ ہے کہ ایران میں ان لوگوں کا کوئی اثر نہیں ہے۔ یہ کہیں کسی گوشہ میں مردوں کی طرح ہوں تو ہوں۔ اہل ایران مسلمان ہیں وہ خاتم النبیین صلعم کے بعد کسی کو پیغمبر مان لیں یہ ناممکن ہے۔ ہم ان بہائیوں کو جھوٹا جانتے ہیں۔ (ہمیں بہائیوں نے واقعی یہ کہا تھا کہ خود سفیر صاحب بھی بہائی ہیں)

آج بیس سال بعد بھی ایران کا وہی جواب ہے جس سے بہائیوں کا جھوٹ کھل جاتا ہے۔

عکہ ملک شام کا ایک شہر قدیم ہے جو ساحل سمندر پر واقع ہے جہاں بہاء اللہ کو قید رکھا گیا تھا۔ اس شہر میں اور گرد و نواح میں بھی ان کی کوئی قابل ذکر جماعت نہیں۔ وہاں کی مردم شماری میں ان کا ایک فی صدی بھی وجود نہیں ہے چنانچہ چند سال پہلے قادیان کے مبلغ جو ملک شام میں تھے وہ شوقی صاحب کو جو بہائیوں کے موجودہ ولی الامر ہیں۔ ملنے گئے۔ اور انہوں نے جو وہاں کا جائزہ لیا تو وہاں بھی بہائی برائے نام ہی تھے۔ اور یہ رپورٹ انہوں نے اخبار میں شائع بھی کر دی۔ مگر بہائیوں نے اپنی خیریت خاموشی میں ہی سمجھی۔

بابی

بابیوں کے متعلق بہائیوں کا بیان ہے کہ وہ بابی جو بہاء اللہ کے منکر بلکہ دشمن ہو گئے تھے جن کا رونا بہاء اللہ نے بار بار رویا ہے وہ سب کے سب صفحۂ ہستی سے نابود کر دیئے گئے۔ اور یہ صبح ازل کی بہاء اللہ کے بالمقابل نامرادی کی دلیل ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ابھی تک بہت ہی قلیل المقدار ازلی بابی ایران میں موجود ہیں جو بہائیوں کے تو دشمن ہیں۔ مگر صبح ازل کو باب کا حقیقی وصی مانتے ہیں جسے بہاء اللہ "دوزخ کی آگ" اور سانپ اور شیطان قرار دیتا ہے۔ پس اگر بہاء اللہ کا چالیس برس الوہیت و ربوبیت کے دعوےٰ کے ساتھ زندہ رہنا اس کے صدق دعوےٰ کی دلیل ہو سکتی ہے تو اس کے بھائی مرزا یحییٰ صبح ازل کا ساٹھ برس تک اسی الوہیت کی چادر سے ملبوس ہو کر بہاء اللہ کے مقابل ڈٹ رہنا اور جس طرح بہاء اللہ الواح نازل کرنے والے تھے وہ بھی ان سے بہتر عربی میں الواح نازل کرتا تھا جس کو دیکھ کر بہاء اللہ کو اس کے دعوےٰ الوہیت و ربوبیت کی تردید گالیوں سے کرنی پڑی۔ مگر یہ عجیب راز ہے کہ وہ پہلے تھا اور بہاء اللہ کے لئے مرکز امر تھا اور وہ بہاء اللہ سے ۲۱ سال بعد جزیرہ قبرس میں مرا۔

بہائی اس حقیقت کو چھپانے کے لئے کہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ایک حکمت تھی کہ اس کو ظاہر میں مصدر امر اور قبلہ آمال مشہور کیا گیا تھا۔ تاکہ اس طرح باب سے بہاء اللہ کی جان بچ جائے۔ اگر کسی کو اس میں شک ہو تو وہ "باب الحیات" جو عبد البہاء نے لکھی ہے اس میں مضمون "بہائیوں کی حکمت عملی" کو پڑھ لیں (باب الحیات صفحہ ۵۵) لیکن باب کو تو ایرانیوں نے باوجود اس کے توبہ کرنے کے بھی فطری مرتد قرار دے کر مار ڈالا لیکن اس حکمت عملی سے لوگوں نے بہاء اللہ کا پیچھا چھوڑ دیا اور اس کے بھائی صبح ازل کی طرف جو باب "امام غائب" تھے متوجہ ہو گئے۔

باب کا نامرادی اور ناکامی کی حالت میں مارا جانا اس کے جھوٹے ہونے کا ایک کھلا نشان ہے۔ وہ اگر قتل نہ بھی کیا

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۳)

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر احباب کے تعزیتی خطوط

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

شیخ انعام الحق صاحب حیدرآباد

حضرت قبلہ مولانا عزیز بخش صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب مولانا احمد یار صاحب جنرل سیکرٹری انجمن کا اطلاعی سرکلر ۱۳ر اکتوبر تقریباً ایک ہفتہ بعد ۱۹ر اکتوبر کو لاہور سے سپرد ڈاک ہو کر کل وصول ہوا۔ آہ! حضرت امیرؒ ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

دل و دماغ اس صدمہ سے غیر معمولی طور پر متاثر ہیں۔ یہ ایک بہت ہی بڑا قومی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر اس کی تلافی ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام افراد قوم کو صبر جمیل، ہمت بلند، اور حضرت مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ علم و عمل کا ایک عظیم الشان و بیش قیمت ورثہ قوم کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔

آپ کو اس حادثہ عظیم کا جس قدر صدمہ ہو گا اس کا اندازہ مشکل نہیں ہے میں اپنی اور اپنے متعلقین کی طرف سے دلی افسوس و ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو اور دیگر افراد خاندان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔ محترمہ بیگم صاحبہ۔ صاحبزادوں اور محترم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب کو بھی میں نے تعزیتی خطوط لکھے ہیں اگر آسانی کے ساتھ ممکن ہو تو براہ کرم آپ بھی ان تک میرے جذبات رنج و ہمدردی پہنچا دیں۔

مرکز کی طرف سے اولین اطلاع مولانا احمد یار صاحب کے محولہ بالا سرکلر سے ملی اس سے پہلے کوئی تار یا خط یا اخبار نہ ملا تھا۔ لیکن دیگر ذرائع سے اس حادثہ عظیمہ کی اطلاع کئی روز قبل پہنچ چکی تھی۔ بظاہر تو اس اطلاع کی صحت میں کوئی شبہ نہ رہا تھا لیکن دل چاہتا تھا کہ خدا کرے یہ خبر غلط ہو۔ اسی وجہ سے فرض تعزیت ادا کرنے میں دیر ہوئی۔

ریڈیو پاکستان کے علاوہ آل انڈیا ریڈیو سے بھی حضرت امیر کی وفات کی اطلاع نشر ہوئی۔ بلند پایہ انگریزی اخبارات ٹائمز آف انڈیا وغیرہ نے بھی اسے شائع کیا۔ میرے پاس کافی اصحاب تعزیت کے لئے آئے۔ بیرونجات سے تعزیتی خطوط اور تار وغیرہ بھی میرے پاس آ رہے ہیں۔ چند اصحاب مدراس سے بغرض تعزیت آئے۔

سوگوار۔ محمد انعام الحق۔ حیدرآباد

ایم۔ کے سگو کوئٹہ

بخدمت اقدس مولنا عزیز بخش صاحب زاد لطفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت امیر کی وفات سے جو رنج و ملال ہوا میری بیمار قلم میں طاقت نہیں کہ اس کا اظہار کر سکے۔ آپ کے ساتھ بیگم صاحبہ کے ساتھ میں اظہار ہمدردی کرنا چاہتا ہوں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ جب موت کے زخم تازہ ہوتے ہیں تو تسلی اور دلجوئی کے الفاظ بے معنی ہو جایا کرتے ہیں۔ اللہ کی یاد ہی ایک چیز ہے جس سے دل کو تسلی و تسکین ہوتی ہے۔ اللہ میاں مرحوم کو غریق رحمت کرے اور ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

مرحوم نے تمام عمر مخالفان دین کے خلاف جنگ کیا۔ اللہ کے فضل سے فتح پائی۔ اور غازی ہوئے۔ پھر آخری دم تک جہاد میں لگے رہے اور شہید ہو گئے۔ موت تو ہر ایک انسان کے ساتھ ہے۔ مگر مبارک ہے وہ جو غازی کی موت مرے یا شہید کی موت۔ حضرت امیر مرحوم کو ہر دو حیثیتیں حاصل ہوئیں بیگم صاحبہ کی خدمت میں میری طرف سے اور میری بیوی کی طرف سے بھی اظہار ہمدردی و دعائے صبر پہنچا دی جاوے۔

میری بیوی تو ماہ رمضان گذشتہ سے علیل ہے اور مجھے گذشتہ ۵-۶ ہفتوں سے بخار آ رہا ہے۔ اب بخار سے تو کچھ آرام ہے۔ البتہ شدید زکام باقی ہے۔ جو امید ہے ۲-۳ یوم میں جاتا رہے گی۔

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ والسلام

بندہ۔ سگو۔ عفی عنہ

این اکبر خاں برما

انتہائی معظم و مکرم جناب مولانا حضرت عزیز بخش صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۵/۱۰/۷۱ کو شام کے وقت میں نے یہاں کے ایک روزانہ اخبار کے ذریعہ ایک افسوسناک خبر سنی میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ سنتا ہوں کہ وہ عاشق قرآن جس کی نظیر کئی صدیوں تک نہیں ملے گی پچاس تک خدمت قرآن بجا لا کر ۱۳ر اکتوبر کو اپنے مولا سے جا ملا۔

خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مرحوم کو جنت الفردوس کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

خاکسار۔ اکبر خاں (برما)

محمد سعید صاحب چغتائی منجھر ضلع مظفر گڑھ

قبلہ امام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت امیر علیہ الرحمۃ کی وفات کی خبر پیغام صلح میں پڑھ کر نہایت ہی قلق پہنچا۔ مگر یہ دن آخر ہر ایک ہستی نے دیکھنا ہے۔ بغیر صبر کے کوئی چارہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آنجناب کو اور تمام ممبران انجمن کو استقامت بخشے اور حضرت امیر علیہ الرحمۃ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عنایت کرے آمین ثم آمین۔

حضرت کے جانے سے ہماری انجمن میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور کرم سے اس خلا کو پُر کر دے۔ آمین۔

مجھے حضور سے آپ کے خاندان سے اور لواحقین سے دلی ہمدردی ہے۔

آپ کا مخلص

محمد سعید چغتائی۔ ہیڈ ماسٹر۔ منجھر۔ مظفر گڑھ

مہر خان محمد صاحب احمد پور سیال ضلع جھنگ

بعالی خدمت جناب قبلہ مولانا عزیز بخش صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اکثر اصل مسکن سے ۹ میل دور اپنی نو آبادی میں رہتا ہوں۔ ۱۵/۱۰ سے گیا ہوا کل شام ۲۳/۱۰ کو واپس آیا تو اخبارات اور جنرل سیکرٹری صاحب کا مکتوب ملا۔ حضرت امیر جماعت جناب فاضل اجل۔ عالم بے بدل مولنا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی وفات حسرت آیات معلوم کر کے بہت ہی صدمہ ہوا۔ ایسے عاقبہ دہر اور خادم اسلام کا اٹھ جانا صرف ورثاء کا نہیں بلکہ ساری جماعت بلکہ سارے عالم اسلام کا نقصان ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو اپنی بے بہا رحمتوں کا مورد بنائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ یا رب کریم

میری طرف سے حضرت مرحوم کی بیگم صاحبہ و فرزندان مکرم کی خدمت میں اظہار افسوس فرما دیں۔ محترم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی خدمت میں بھی کہ یہ ان کا ہی نہیں ہم سب کا نقصان عظیم ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

والسلام

مہر خان محمد سیال پنشنر سب انسپکٹر پولیس۔ احمد پور سیال

موج الدین صاحب موضع علی چیپہ ضلع ملتان

قبلہ حضرت مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد علی صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر سے دل کو ازحد رنج اور صدمہ ہوا۔ ان کی غیر متزلزل قوت ارادی۔ لامحدود دماغی استعداد اور خدا پر زندہ ایمان اور تمام ادیان باطلہ پر دین اسلام کے غالب آ جانے کی پختہ امید بالیقین کے وہ جواہر ریزے جو عمل کے سانچے میں ڈھل کر دنیا کے سامنے محاسن اسلام کی جیتی جاگتی تصویر بن کر آئے تب رہتی دنیا تک آپ کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے کافی ہیں۔ آپ کی رسول نما بلند اخلاقی اور عالی کرداری ہمارے جیسے سینکڑوں اور ہزاروں نفوس کے لئے مشعل راہ تھی۔ خداوند کریم آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب عطا فرمائے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

وہ برگزیدہ بندہ خدا ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ خداوند کریم تمام متعلقین و پسماندگان کو صبر جمیل اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ وہ اپنے کارہائے نمایاں سے مرے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے ہیں۔ ان کی بلند پایہ بین الاقوامی شخصیت دوست اور دشمن کے لئے

ایک درس عمل ہے۔

اس واقعہ جانکاہ میں ہمارے دل اندوہگیں ہیں لیکن صبر ہمارا شیوہ اور برداشت وتحمل اور پامردی سے تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے کی کوشش اور خدا سے استقامت طلب کرنا ہمارا فرض اور ہماری رُوح کی غذا ہے۔ خداوند کریم ہمیں جو آپ کے صحیح معنوں میں جانشین اور پسماندگان ہیں اپنی رضا پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فقط والسلام

غمزدہ

موضع الدین - بی - ایس - سی ، موضع علی چیہ
ڈاکخانہ عبدالحکیم ، ضلع ملتان

سید عبدالمجید صاحب ریٹائرڈ جج کپورتھلہ حال ماڈل ٹاؤن لاہور

مخدومی -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت محمد علی صاحب امیر جماعت کی وفات پر ناقابل بیان صدمہ ہوا ہے۔ اور خصوصاً اس لحاظ سے کہ جب مرحوم اور آپ ۱۸۹۰ء میں رندھیر کالج میں پڑھتے تھے تو میں چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ جبکہ خلیفہ گاہیا ، منشی احمد علی ، ماسٹر خوشی رام ہمارے استاد تھے۔ اور ہیلی صاحب پرنسپل تھے میں سُنا کرتا تھا کہ آپ دونوں بھائی وہاں ہیں۔ اس کے بعد ۱۹۰۲ء میں جب میں ملازم ہوگیا تو مرار میرے علاقہ میں تھا وہاں جایا کرتا تھا تو آپ کے والد مرحوم کے پاس جایا کرتا تھا آہ وہ زمانہ یاد آتا ہے شاید آپ کو بھی یاد ہو۔ میں نے افسوس کا خط مرتضیٰ خاں صاحب کو بھی لکھا تھا نہیں معلوم کہ آپ کو سنایا تھا کہ نہیں۔

دعا ہے کہ خدا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ میں آپ کو خط پہلے لکھتا مگر آپ کا پتہ معلوم نہیں تھا۔ اب پیغام صلح سے معلوم ہوا ہے۔

مولانا مرحوم کا دعاگو اور آپ کا مخلص
سید عبدالمجید

رسید خط سے ضرور مطلع فرما دیں تاکہ اطمینان ہو کہ میرا خط مل گیا ہے۔ آپ نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔

عبدالرؤف لودھی - جہلم

مؤرخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۱ء

محترم مولانا صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے تو حسرت ہی رہے گی کہ کاش حضرت امیر مرحوم کی وفات کی روح فرسا خبر کم از کم اپنی زندگی میں تو نہ سنتا۔ بہرحال عقل نے دل کو منوا لیا ہے کہ وہ اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے

انا للہ وانا الیہ راجعون

میں حضرت امیر مرحوم ومغفور کو بدقسمتی سے خود کبھی نہ دیکھ سکا۔ لیکن ان کا لٹریچر بخدا ہمیشہ میری رہنمائی کرتا رہتا ہے۔ ان کی زندگی ہم احمدی مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ سارے عالم اسلام کے لئے باعث رحمت اور فخر تھی۔ ان کی مفارقت ہمارے لئے ایک ایسا دھکا ثابت ہوئی ہے کہ ہمیں ہوش سنبھالنے کے لئے خدا جانے آیندہ کن کن مصائب کا مقابلہ کرنا پڑے۔ یقیناً اسلامی دُنیا ایسی نیک رُوحوں کو تا ابد حسرت سے یاد کیا کرے گی میری نظر میں ان کی حیثیت ایک مجدد وقت سے کسی کم نہ تھی۔ کیونکہ ایسا بردبار اور بے غرض عالم اور چومکھی لڑنے والا مرد مجاہد اس وقت اور کوئی نہ تھا۔

دلی دعا ہے کہ اللہ کریم حضرت امیر مرحوم ومغفور کے پسماندگان اور خصوصاً حضرت مولوی عزیز بخش صاحب اور ان کی بیوہ بھاوجہ محترمہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ میں اور میری اہلیہ مریم دونوں ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اور اب تو رہ رہ کر لب پہ آتا ہے کہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

احقر الزمن

عبدالرؤف لودھی - جہلم

مولوی محمد بڈھن صاحب ہبلی

گدگ ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۱ء

بخدمت شریف جناب جنرل سیکرٹری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

واضح ہو کہ ہمیں تمام اراکین انجمن کو بہت افسوس ہوا جب پاکستان کے ریڈیو کے ذریعہ سے یہ اطلاع ملی کہ عالی جناب قبلہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ مولنا محمد علی صاحب مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء بروز ہفتہ اس دارفانی سے اپنے مولا وآقا سے جاملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ اطلاع ہبلی دفتر کو معلوم ہوتے ہی جناب حضرت امیرؒ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اسی طرح یہاں کے اراکین انجمن نے ایک اور جماعت غائبانہ نماز پڑھنے کا انتظام کیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ جناب مرحوم کو اپنی مغفرت اور رحمت عطا فرمائے، اور ان کے اہل وعیال کو تسلی عطا فرمائے۔ فقط

خاکسار - محمد بڈھن ہردور

گل زمان صاحب - کچھی (ہزارہ)

کچھی ہزارہ ۱۵-۱۰-۵۱

بخدمت اقدس حضرت مولانا صاحب دامت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج ابھی ابھی حضرت امیر مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی المناک خبر موصول ہوئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

قوم کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین - والسلام

خاکسار - گل زمان احمدی - کچھی ہزارہ
" " عبدالرحمان احمدی - کچھی

عزیز احمد صاحب ذوکرہ (سری نگر)

ذوکرہ ڈاکخانہ نسیم باغ ، سری نگر (کشمیر) ۲۵-۱۰-۵۱

مکرمی اڈیٹر صاحب ! اخبار پیغام صلح ! لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

چند دن ہوئے مجھے ایک برادر نے یہ روح فرسا اور منحوس خبر سنائی۔ کہ حضرت امیر مولنا محمد علی صاحب پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ لاہور اس جہان فانی سے اچانک دل کی حرکت بند ہوجانے سے سفر آخرت اختیار کرگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میں نے آپ کو لکھنے سے قبل اس خبر کی تصدیق حاصل کرنا چاہی مگر تار وڈاک کا سلسلہ فی الحال نہ ہونے - اخبار پیغام صلح یہاں نہ پہنچنے اور جماعت کا کوئی باضابطہ وجود یہاں نہ ہونے کی وجوہ پر تصدیق حاصل نہ کرسکا۔

اگر یہ واقع صحیح ہے کہ حضرت امیر وفات پاگئے ہیں تو اگرچہ میں احمدی نہیں ہوں۔ اور پکا اہل سنت والجماعت ہوں سلسلہ قادریہ عالیہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ مگر مجھے ذاتی طور پر حضرت امیر کے گذر جانے پر از حد رنج وقلق ہوا ہے۔ احیائے اسلام کے لئے ان کی لسانی ، قلمی اور مالی قربانیاں بے مثل ہیں۔ وہ تبلیغ اسلام کے ایک جانفرو پہلوان تھے۔ ان کا قلم برہان قاطع - ان کی زبان سیف قاطع - ان کا دل درد وجوش وخروش دین سے لبریز ان کا دماغ دلائل وبراہین سے معمور - ان کی خدمات حقہ بے لوث ان کی زندگی پُرخلوص ونیکیوں سے بھری ہوئی تھی۔ اپنے مرشد حضرت امام وقت ، مجدد دوران مرزا غلام احمد صاحب علیہ الرحمۃ کے ارفع ومنزہ مشن کو جس خوبی واحسن طریقہ سے انہوں نے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ وہ انہی کا حصہ تھا۔ انہوں نے یورپ اور دیگر ممالک میں مشکلات سے گھرے ہونے کے باوجود جس تنظیم ، مستعدی اور عالی حوصلگی سے کام کیا اور عیسائیوں ، پادریوں ، یہودیوں ، اور آریوں کے اسلام - قرآن اور رسول اللہ صلعم پر حملوں کا جس بے جگری سے مقابلہ کرکے ان کے دانت کھٹے کئے۔ وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ کاش خدا تعالےٰ اسلام کو ایسے چند ایک اور جوانمرد سپاہی عطا کرتا میں سمجھتا ہوں کہ مجاہد ملت وزیر اعظم پاکستان ڈاکٹر لیاقت علی خاں کی وفات حسرت آیات سے تو صرف پاکستان کو نقصان عظیم پہنچا ہے مگر حضرت امیر کی ناگہانی وفات سے دنیائے اسلام کو نقصان عظیم پہنچا ہے۔ اس رنج وغم میں آپ مجھے ، میرے دوستوں اور عزیزوں کو اپنا شریک غم سمجھیں۔ میری طرف سے اجازت ہے کہ اگر مناسب سمجھیں تو اس خط کو میرے دوستوں ، عزیزوں اور میری جانب سے اپنے اخبار میں شائع کردیں۔ تاکہ کل کو کوئی یہ نہ کہے کہ اہل سنت قادریہ سلسلے نے اس قدر عظیم الشان خادم اسلام کی وفات پر افسوس نہ کیا اور خدا تعالیٰ کے سامنے بھی ہمیں سرخروئی رہے۔

خدا تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ، اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

فقط ناچیز - عزیز احمد
ایم اے - پی - ایچ - ڈی - کے - سی - ایس

ایک تار - بنام بیگم مولانا عزیز بخش صاحب

آپ کے افسوسناک حادثہ کو سُن کر بہت رنج و الم ہوا۔

نجم عطاء اللہ خان ٹانک

امان اللہ خان لودھراں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرض خدمت ہے کہ آج بندہ دس دن کے بعد زیلی سکاؤٹ کا امتحان دیکر گھر واپس آیا ہوں گھر آتے ہی میں نے پیغام صلح اخبار پڑھا۔ اور حضرت امیر صاحب کے انتقال ہونے کی دردناک خبر پڑھ کر بڑا افسوس ہوا اور بے چینی سی ہوگئی اور غم طاری ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون ہمیں اس سے زیادہ صدمہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ آپ کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان صبر جمیل عطا فرمائے۔ امان اللہ خان جماعت دہم - لودھراں

تبلیغی خط وکتابت

مَیں تیری تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا!

ہمارے پیارے رہبر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اللہ تعالےٰ نے یہ بشارت دی تھی اس وقت مخالفین اسے ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑاتے تھے۔ لیکن خدا تعالےٰ کے وعدے کبھی جھوٹے نہیں ہوتے وہ انہیں ضرور پورا کرتا ہے چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو مندرجہ بالا عنوان کے تحت ہم گاہے گاہے آپ کے سامنے ان تبلیغات اسلامی کا خاکہ پیش کرتے رہتے ہیں جو جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھیوں کے توسط سے کی جا رہی ہیں۔

امریکہ کے آزاد خیالوں نے ایک جریدہ **فری مائنڈ** جاری کیا ہوا ہے جس میں وہ مذاہب الہٰیہ کی بجائے مسلکِ آزاد خیالی کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ مذہب اب انسانی ترقی کے لئے سودمند نہیں۔ کچھ عرصہ ہوا اس میں ایک مضمون اسلام پر چھپا جس کی غلط فہمیاں جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب مدیر "لائٹ" نے انہیں ایک خط لکھ کر دور کر دیں۔ "فری مائنڈ" نے مولوی صاحب کا خط بھی اپنے ایک شمارہ میں چھاپ دیا اور ساتھ ہی اس کا جواب بھی لکھا۔ جسے ہم تفصیلاً ایک گزشتہ اشاعت میں درج کر چکے ہیں۔ اس خط وکتابت کو دیکھ کر ایک اور صاحب نے مولوی صاحب کو ذیل کا خط لکھا:۔

ساؤتھ پورٹ لینڈ ۔ امریکہ

۱۳ر جولائی ۱۹۵۱ء

بخدمت مسٹر آفتاب الدین احمد،

میرے پیارے احمد،

میں نے آپ کا دلچسپ تبصرہ فری مائنڈ میگزین میں پڑھا ہے۔ مَیں چونکہ دہریہ نہیں ہوں، ہرچند کہ مَیں کسی مذہبی گروپ کے ساتھ بھی منسلک نہیں، مَیں نے آپ کی باتوں میں ایک مشترک مقصد پایا اور وہ یہ کہ ہم دونوں ایک فلسفیانہ طبیعت کے مالک ہیں۔ کتنے ہی انسان زندگی گذار دیتے ہیں، لیکن اس بارے میں نہیں سوچتے، اور ایک ایسے آدمی کی زندگی کا کیا مقصد ہوتا ہے؟

آپ کو فلسفیانہ رجحانات سے مَس ہے اور مذہب سے بھی۔ اور آپ میں انسانی جذبات بھی ہیں اور اکثر اوقات آپ اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کے قریب بھی پاتے ہیں۔

البتہ میں نے آپ کے خط میں (EPILEPTIC) مراق[1] کے بارے میں پڑھا ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں، کہ آپ کا اس سے کیا مطلب ہے کہ "کوئی مراقی کسی دبستانِ خیال کی بنیاد نہیں رکھ سکتا۔" اگر کوئی خدا ہے، اور میرا خیال ہے کہ وہ ہے تو کیا وہ کسی ایسے آدمی کو چن نہیں لیتا جس پر اس کا کلام اترے؟ اس بات کو بھی نہ بھولیں جو ہندو مہاتما گاندھی نے ایسے آدمی کے متعلق کہے ہیں "سب سے کمتر، سب سے زیادہ منکسر المزاج اور سب سے زیادہ کمزور"

آپ کا مخلص

. . . .

اس خط کا جواب مولنا نے دے دیا تھا، اور اس کے ہمراہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس کلام کے دو پمفلٹ بھی ارسال کئے تھے وہ دو پمفلٹ یہ ہیں:۔

(۱) کیا خدا تعالیٰ دُعا سنتا ہے (انگریزی)

(۲) وحی کی حقیقت (انگریزی)

ایک پمفلٹ حضور کی زندگی اور ایک پمفلٹ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی ارسال کیا۔ اس مطہر کلام کا جو اثر ہوا وہ صاحب موصوف کے حالیہ خط سے ظاہر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

ساؤتھ پورٹ امریکہ ۔ ۱۵ر اکتوبر ۱۹۵۱ء

ڈیئر مسٹر احمد

میں نے ابھی ابھی آپ کے ارسال کردہ چاروں پمفلٹ ختم کئے ہیں۔ مجھے تسلیم ہے کہ میں اپنے اندر اتنی اخلاقی جرأت نہیں پاتا کہ صاف کھلے طور پر آپ کے مذہب میں داخل ہو جاؤں اور پھر اس اعلان کا مقابلہ کر سکوں، لیکن مَیں یہ ضرور کہوں گا کہ میں آپ کے مسلک کی کلی تائید کرتا ہوں لیکن صرف اتنے استثنا کے ساتھ کہ مجھے جانوروں کی قربانی پسند نہیں۔ مَیں مانتا ہوں کہ اس کا مقصد دوسرے لوگوں کے لئے خیرات ہے، اور مَیں اس کے خلاف نہیں اور میں خود جانوروں کا گوشت بھی کھاتا ہوں۔ لیکن کسی جانور کا محض رسم کے لئے مارنا میرے لئے امتحان کا موقعہ ہوگا۔ مَیں ایسا نہیں کر سکوں گا۔

یہ خیال کہ خدا تعالیٰ ہر عہد میں لوگوں سے مکالمہ مخاطبہ کر سکتا اور کرتا ہے تاکہ انہیں راہِ ہدایت دکھائے اور تسکین بخشے یقیناً درست معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ ایک فرد کو اپنے الہام کے لئے چنتا ہے دل کو لگتی ہوئی بات ہے مجھے ان پمفلٹوں میں اُس مصنف کی بات بہت بھائی ہے جس نے لکھا تھا کہ اپنے خالق کے حضور جھکنا ہی صحیح عبادت ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ جب خدا تعالیٰ وحی بھیجتا ہوگا تو وہ یقیناً ایسے ہی آدمی پر ہوگی جو اس طرح کا نفس ہو۔

آپکا مخلص . . . .

مولوی آفتاب الدین احمد صاحب اس حق کے متلاشی کے ساتھ خط وکتابت کر رہے ہیں خدا تعالیٰ اسے توفیق دے کہ وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہو۔

[1] یاد رہے کہ فری مائنڈ میں اسلام پر مضمون لکھنے والے نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ مراقی لکھا تھا۔ اور مولنا صاحب نے اس کا انکار کیا تھا۔

(ناقل)

بیگم صاحبہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام تعزیتی خطوط

(بقیہ از صفحہ ۲)

اور بابرکت ہستی تھیں، ان کی وفات ہماری جماعت کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ اللہ کیسی بیش بہا خدمات اسلام کیں اور کس قدر اسلامی لٹریچر پیدا کیا کہ ان کا نام تو ہمیشہ دنیا میں روشن رہے گا ہماری آنکھیں ان کے غم میں پُرنم اور دل حزین ہیں کہ ہمارے حضرت امیر ہم سے رخصت ہو گئے۔ کیا درد اسلام کا اللہ تعالےٰ نے ان کو عطا کیا تھا کہ ہر لمحہ اسلام کی اشاعت اور خدمت اسلام میں صرف ہوتا تھا اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں بہشت بریں میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات عطا کرے آمین ثم آمین۔

ہمشیرگان کی خدمت میں علیحدہ علیحدہ اظہار افسوس کریں۔

آپکی شریک غم ۔ خاکسار محمودہ۔

بابی اور بہائی اور انکی تعداد ایران میں

(بقیہ از صفحہ)

جاتا بلکہ جیل خانہ میں اس کی خواہش کے مطابق اس کے مریدوں میں سے ہی کوئی اسے قتل کر دیتا تو بھی وہ کاذب ہی قرار پاتا۔ اور اگر وہ خود بخود مر جاتا تو بھی وہ کاذب ہی قرار دیا جاتا۔ کیونکہ وہ البیان جسے وہ خدا کا صحیفہ اور ناسخ قرآن قرار دیتا تھا اور جس کو ۱۹ واحدوں میں لکھنے کا وعدہ کرتا تھا۔ نہ لکھ سکا۔ ادھوری کتاب دس واحد تک لکھ سکا۔ بہاء اللہ نے اسے مکمل کرنے کی بجائے منسوخ قرار دے دیا اور اقدس اس کی جگہ پیش کر دی۔ اسکو بھی جھوٹا قرار دیا اور خود کو بھی۔ کیونکہ ادھوری البیان میں یہ لکھا ہے:۔

"کل من ادعاء امراً قبل سنین کلمہ المستغاث[2001] ھو مفتر کذاب اقتلوہ حیث ثقفتموہ"

باب کی اس تحریر کو بہاء اللہ بحیثیت ایک بابی کے اپنی کتاب ایقان میں درج کر کے لکھتا ہے کہ بابی منتظر رہیں اس کے جس کے ظہور کا وعدہ المستغاث میں ہے۔ اور المستغاث کی مدت ۲۰۰۱ ہے اس لئے ازلی اس آیت کو بہائیوں کے سامنے پیش کرتے رہے۔ اور بہائیوں سے کبھی اس کا جواب نہ بن آیا نہ بن سکتا ہے۔ پس باب کی اس تحریر کی رو سے بہاء اللہ جو خود کو صاحب امر جدید قرار دیتا ہے۔ مفتر، کذاب کے فتوے کے نیچے آ جاتا ہے۔ اور اور حق یہ ہے کہ دونوں ہی اس فتوے کے مستحق ہیں اور "العصر" شاہد ہے کہ یہ دونوں اور ان کے متبعین خسران مبین میں ہیں۔ اور ان کی رہی سہی جمعیت مٹ جانے والی ہے

وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

پیغام صلح ۱۴ر نومبر ۱۹۵۱ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۴۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸۸

فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود بہ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے :- چھ روپے

ہندوستان سے :- ۱۲-۸ روپے

ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر

دوست محمد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں

دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں

خاکِ راہ احمد مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے

جان و دل اس راہ پر قربان ہے

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب

کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔

۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔

۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۱۹ صفر ۱۳۷۱ھ - ۲۱ نومبر ۱۹۵۱ء | نمبر ۴۳

تالیفِ قلوب جماعت بندی کا بہترین ذریعہ ہے

شیخ غلام قادر صاحب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا

(آل عمران ۲) یعنی اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد کرو جب تم باہم دشمن تھے۔ پھر اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈالدی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

الا اخبرکم بمن یحرم علی النار ومن تحرم علیہ النار علی کل قریب ھین سہل (الترمذی)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتلاؤں شخص جو آگ پر حرام ہے اور جس پر آگ حرام ہے۔ وہ شخص وہ ہے جو لوگوں کے (دلوں کے) نزدیک ہوتا ہے اور نرم مزاج ہے۔

حضور نے امداد باہمی کو بہت اہمیت دی ہے کیونکہ قومی شیرازہ بندی اس کے بغیر ہو نہیں سکتی فرماتے ہیں

الا اخبرکم بافضل من درجۃ الصیام والصدقۃ والصلوٰۃ قالوا بلیٰ قال صلاح ذات البین فان فساد ذات البین ھی الحالقۃ - ابو داؤد والترمذی و زاد الترمذی لا اقول تحلق الشعر ولکن تحلق الدین۔

ترجمہ:- کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتلاؤں جو درجے میں نماز، روزہ اور صدقہ سے بڑی ہے، سامعین نے کہا فرمایئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرنا (امداد باہمی) فساد باہمی مونڈ دیتا ہے نہ بالوں کو بلکہ دین ایمان کو۔

اگر آپس میں کسی کو دوسرے سے تکلیف پہنچی ہو تو تکلیف زدہ کو چاہیئے کہ تکلیف پہنچانے والے کے ساتھ عفو و درگذر کا معاملہ کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کے مسطح کی جو انکے عائشہؓ میں پیش پیش تھا مدد بند کر دینے پر ایک اصول کے رنگ میں فرمایا۔

ولیعفو ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم ٥

(النور ۳)

ترجمہ:- اور چاہیئے کہ معاف کریں اور درگذر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالےٰ تمہاری مغفرت کرے (تمہارا) اللہ تو حفاظت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

مسطح ایک ایسے خطرناک جرم کا مرتکب ہوا تھا جس سے نہ صرف خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت عائشہ رضؓ کو سخت ندامت اور تکلیف پہنچی بلکہ خاندان ابوبکرؓ تو سخت مصیبت میں پڑ گیا کوئی دنیادار گر وہ ہوتا تو مسطح کا سر اڑا دیتا مگر یہاں تو رحیم و کریم خدا تھا اور اس کا سراپا رحمت رسولؐ

متکبر اور خود پسند آدمی نیکیوں سے محروم رہتا ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

لا ینظر اللہ یوم القیمۃ الیٰ من جر ازارہ بطرا - السنۃ الا ابا داؤد

ترجمہ:- قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اس شخص کی طرف نظر (التفات) نہیں کرے گا جو تکبر سے اپنا تہ بند گھسیٹتا ہے۔

آخر میں حضرت مسیح موعودؑ کے چند کلمات طیبات کشتیؑ نوح سے نقل کر کے میں جماعت کے ہر فرد کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنے نفس کو مخاطب سمجھے۔

اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو جو قبول کے لائق ہو ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکا دو کہ جو کچھ ہمنے کرنا تھا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بد قسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی، تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت وہ ہے جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں رہا۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا اور ہر ایک جو اس کے نام کے لئے غیرتمند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا"

مصائب اور مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرو کیونکہ یہ صیقل اخلاق ہیں۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

لا حلیم الا ذو عثرۃ ولا حکیم الا ذو تجربۃ - (الترمذی)

یعنی بغیر سختی اٹھانے کے حلیم اور بغیر تجربہ کے (کوئی شخص) حکیم نہیں ہو سکتا۔

عشق و محبت کی کٹھالی میں پڑ کر ہی انسان زرِ خالص بنتا ہے۔

چوں بدل آتشے زعشق افروخت

دلستاں ماند غیر او ہمہ سوخت

جب عشق و محبت الٰہی کی آگ دل میں شعلہ زن ہوتی ہے تو سوائے اس یار کے تمام رذائل کو جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے۔

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت ممالکِ غیر سے

حضرت امیر مرحوم و مغفور کی تعزیت کے خطوط ابھی تک دُور دُور سے آ رہے ہیں۔ ذیل میں چند خطوط جو ممالک غیر سے انگریزی یا اردو میں آئے ہیں ہدیہ قارئین کرام ہیں۔

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان

بخدمت مکرم معظم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مولانا محمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع ہمیں پہلے VOICE OF AMERICA ریڈیو کے ذریعہ ملی۔ ناشر نے عربی زبان میں صرف اس قدر اطلاع دی کہ مولانا محمد علی صاحب کراچی میں وفات پا گئے۔ اس خبر کو سن کر قطعاً یقین نہ آتا تھا کہ حضرت مرحوم و مغفور فی الواقع رحلت فرما گئے ہیں ایک دو تین دن انتظار کیا اور جب لاہور یا کراچی سے کوئی اطلاع نہ آئی تو یقین ہو گیا کہ یہ افواہ غلط تھی۔ اور قدرے اطمینان ہو گیا۔ لیکن اسی روز ایک خط عزیزی حامد فاروق کو برسٹل لکھ دیا کہ ایسی اطلاع ملی ہے خدا کرے کہ غلط ہو۔ اس کے ایک دن بعد کراچی۔ لاہور اور دیگر اطراف سے خطوط آنے شروع ہو گئے کہ وہ مرد مجاہد۔ پہلوان اسلام۔ سلطان القلم۔ علم و ہدیٰ کا سرچشمہ۔ نیکی اور سادگی کا مجسمہ۔ صدق و صفا کا نمونہ۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہم سے چھن گیا۔ ابدا آنکھیں اس کو دیکھنے کی منتظر ہوں گی۔ لیکن یہ نورانی انسان نظر نہ آئیگا۔

بچارے حامد فاروق کو ٹیلیفون پر تسلی دی۔ اللہ تعالیٰ اس کا اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور صبر جمیل عطا فرمائے۔ صرف ایک بات سے تسلی ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ان کا عظیم الشان کام۔ ان کی بے لوث خدمت، ان کا عشق قرآن، ان کا وران کے نام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم و دائم رکھے گا۔ اور نہ پھر ہمارے رنج والم میں تمام عالم اسلامی شریک ہے کسی نے سچ کہا ہے کہ ایک عالم کی موت عالم کی موت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس کی جدائی کے رنج والم میں تمام عالم آنسو بہاتا ہے اور صرف اس کے حقیقی رشتہ دار وں کی آنکھیں ہی پرنم نہیں ہوتیں بلکہ اس کے ماتم میں ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں انسان شریک ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ کا کام دیتی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے الفاظ اس وقت میرے سامنے ہیں جو انہوں نے آنحضرت صلعم کی وفات پر فرمائے تھے۔

من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فانہ حیٌ لا یموت۔ فقاتلوا علی ما قاتل علیہ۔ یعنی اگر آنحضرت صلعم رحلت فرما گئے ہیں تو اللہ حی و قیوم ہے اور اس پر فنا نہیں آتی۔ لہٰذا ہم اس جنگ اور جہاد کو جاری رکھیں جس کی راہ میں اس نے اپنی جان عزیز بھی فدا کر دی۔ پس اگرچہ حضرت مولانا محمد علی صاحب کا نام ابدالاباد تک قائم اور زندہ رہے گا۔ لیکن ہم اسکو مزید روشن کر سکتے ہیں بشرطیکہ اس کام کو جاری رکھیں۔ اس جہاد کو جاری رکھیں جس میں وہ تمام عمر مشغول اور مستعد رہے۔ قرآن کے الفاظ کیسے ہی پر حکمت ہیں اور کس قدر صداقت اور حقیقت سے پر ہیں من یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا ومن یرد ثواب الاخرۃ نؤتہ منہا وسنجزی الشاکرین۔۔۔ فاتٰھم اللہ ثواب الدنیا وحسن ثواب الاخرۃ واللہ یحب المحسنین۔

(آل عمران ۱۴۴–۱۴۷)

اس وعدے کے مطابق اللہ تعالےٰ نے حضرت مرحوم و مغفور کو دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز اور ہر رنگ میں ایک نہایت ہی اعلےٰ اور کامیاب زندگی عطا فرمائی۔ اللہ تعالےٰ کی ہزار ہزار نعمتیں اس مبارک اور قابل رشک انسان کی روح پر دار د ہوں آمین۔ والسلام

خاکسار۔ آپ کا غمزدہ اور دور افتادہ بھائی

عبداللہ۔ از ووکنگ

محمد امان ہوبہم امام مسجد برلن

برادر محترم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ بڑے ہی غم و اندوہ کی بات ہے کہ ہمارے قائد اور رہنما حضرت امیر مولنا محمد علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی اچانک موت کی خبر سننے میں آئی ہے جب وائس آف امریکا (امریکن ریڈیو) کے عربی ڈیپارٹمنٹ نے یہ افسوسناک خبر براڈ کاسٹ کی تو ہمیں اس کی صداقت پر یقین نہ آیا یہاں تک کہ چند دن بعد ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب نے اس کی تصدیق کر دی کہ مولنا محمد علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) ہمیشہ کے لئے ہمیں چھوڑ گئے۔

ہمیں اس خبر سے دلی رنج اور صدمہ ہوا ہے، اگرچہ ذاتی طور پر ہمیں مولنا محمد علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ تاہم آپ کے عظیم الشان کام اور آپ کی تصنیفات نے آپ سے شرف قربت عطا کر دیا ہے اور آپ کو پیارا اور محبوب بنا دیا ہے۔ ہم آپ کی سپرٹ، اور اسلام کے لئے آپ کی ان تھک مساعی کے دل سے قدر دان اور معترف ہیں۔

حضرت امیر (رحمۃ اللہ علیہ) کی وفات سے جو نقصان پہنچا ہے وہ نہ صرف ہماری جماعت کے لئے بلکہ تمام نسل انسانی کے لئے ایک نا قابل تلافی نقصان ہے آپ کی وفات نے ہم پر یہ فرض عاید کر دیا ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ کے رستہ میں اور زیادہ محنت اور سعی سے کام لیں۔ تاکہ حضرت مرحوم و مغفور کا کام جاری رہے اور زیادہ بار آور ہو۔

آپ کے غم و اندوہ کا حصہ دار

آپ کا اسلامی بھائی محمد امان

اور اس کے جرمن مسلمان بھائی اور بہنیں جن سب کو حضرت امیر (رحمۃ اللہ علیہ) سے بہت محبت اور پیار تھا۔

الحاج جبریل مارٹن پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ نائیجیریا (مغربی افریقہ)

تار۔ بنام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اس عظیم الشان نقصان پر جو مشہور عالم مسلمان عالم مولنا محمد علی صاحب کی وفات سے پہنچا ہے۔ مسلمانان نائیجیریا کی دلی ہمدردی قبول کیجئے۔ الحاج جبریل مارٹن

شیخ ابراہیم موڈیر جنرل سیکرٹری ٹرینیڈاڈ برادرہڈ فرینڈلی سوسائٹی (جزائر شرق الہند)

بخدمت سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

برادر معظم۔ السلام علیکم

میں دلی خلوص اور صداقت کے ساتھ آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے معزز اور محترم حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی وفات کی خبر پڑھ کر مجھے اس قدر افسوس اور رنج ہوا ہے کہ اس کا پوری طرح اظہار کرنا میرے لئے مشکل ہے،

آپ کی وفات سے اسلامی دنیا نے ...... اپنا ایک بہت بڑا اسپیر عظیم اور اسلامی کشتی کا ناخدا کھو دیا ہے جس کی جگہ کو پر کرنا کوئی آسان کام نہیں، یہ میری ناچیزانہ رائے ہے بحیثیت ایک نومسلم ہونے کے جس کو ٹرینیڈاڈ میں مسلمان ہوئے اٹھائیس سال ہو چکے ہیں جہاں حضرت مغفور کا اسم گرامی دو بیز۔ مسلمانوں کا ہدف نظر اور طاقت و قوت کا مینار ہے۔

وعا ہے اللہ تعالےٰ آپ کو اپنے دامن عافیت میں جگہ دے۔ آمین۔

آپ کا مخلص اسلامی بھائی

شیخ ابراہیم۔ موڈیر

سیکرٹری ٹرینیڈاڈ مسلم لیگ سینٹ جوزف (ٹرینیڈاد)

(بذریعہ تار)

مسلمانان ٹرینیڈاڈ کو حضرت مولنا محمد علی صاحب کی وفات پر جو اپنے علم و فضل کے لحاظ سے دنیا میں شہرت رکھتے تھے۔ بہت بڑا دکھ اور صدمہ ہوا ہے، اور وہ انجمن اور حضرت مولنا (رحمۃ اللہ علیہ) کے لواحقین سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے اور آپ سے اظہار تعزیت کرتے ہیں۔

محمد ابراہیم سیکرٹری ٹرینیڈاڈ مسلم لیگ سینٹ جوزف (ٹرینیڈاڈ جزائر شرق الہند)

مولنا امیر علی پورٹ آف سپین ٹرینیڈاد

بخدمت ایس۔ ایم طفیل جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

میرے پیارے بھائی۔ وعلیکم السلام۔

آپ کے ۱۰ اکتوبر کے خط میں ہمارے پیارے امیر حضرت مولنا محمد علی صاحب کی وفات کی دردناک خبر پڑھکر مجھے بڑا دکھ اور صدمہ ہوا۔ دنیائے اسلام کا بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔ غالباً صدیاں گذر جائیں گی۔ بیشتر اس کے کہ کوئی اور ایسی شخصیت جیسی کہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ پھر دنیائے اسلام میں نمودار ہو، یقین کیجئے کہ جب میں نے اس ہولناک خبر کو پڑھا تو میرے رنج اور صدمہ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس موقعہ پر مجھے وہ وقت یاد آ گیا جب تیئس سال کا عرصہ ہوا میرے قیام لاہور کے دوران میں مجھے اس مقدس انسان کی صحبت اور بیعت نصیب ہوئی، حضرت مولنا محمد علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) مجھ پر بہت مہربان تھے اور ہمیشہ میرے ساتھ پدرانہ محبت سے پیش آتے تھے۔ آپ نے میرے اندر

(باقی برصہ)

پیغامِ صلح

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ محرم الحرام ۱۳۷۱ھ | نمبر

عزل خلفا کا مسئلہ قادیانی جماعت میں

(۲)

"عزل خلفا" کا مضمون لکھنے والے کا ذکر کرتے ہوئے خلیفہ صاحب قادیان فرماتے ہیں کہ:۔

"اس مضمون کے لکھنے والے کو نہ تو یہ معلوم ہے کہ مبائع اور غیر مبائع کا جھگڑا

ہی اس سوال پر پیدا ہوا تھا۔"

یہی "عزل خلفا" کا مسئلہ اس جھگڑے کی بنا تھی جو قادیانی اور لاہوری جماعت میں پیدا ہوا۔ یہ بیان واقعات کے کہاں تک مطابق ہے اس کو وہ لوگ بخوبی سمجھ سکتے ہیں جو حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کے زمانہ سے لے کر میاں صاحب کے خلیفہ بننے تک تمام واقعات کو کھلی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ کس طرح سے میاں صاحب نے کفر و اسلام کا مسئلہ شروع کر کے حضرت مولانا نورالدین رح ہی کے زمانہ میں جماعت کے اندر تفریق پیدا کی کس طرح سے "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن" کے موجود ہوتے ہوئے انہوں نے انصار اللہ کے نام سے ایک نئی جماعت کھڑی کی، اور اس کے ذریعہ سے جماعت میں پھوٹ ڈالنے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی "وصیت" کے صریح خلاف اپنی خلافت قائم کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ حضرت مولنا نورالدین رح کا جنازہ اس وقت تک نہیں پڑھا جب تک اس نام نہاد خلافت کو قائم نہیں کر لیا، جھگڑا کی بنا یہ نہ تھی کہ ہم میاں صاحب کو خلافت سے معزول کرنا چاہتے تھے، بلکہ حضرت مولنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کا مطالبہ یہ تھا کہ میاں صاحب چونکہ تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں اس لئے ہم لوگ جو ان سے عقیدہ میں متفق نہیں ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتے، پس وہ بیعت کو سب جماعت کے لئے لازمی قرار نہ دیں اور سلسلہ کا کام جس طرح چل رہا ہے چلنے دیں۔ یہ بھی کہا کہ ہم انہیں امیر جماعت تسلیم کریں گے بشرطیکہ وہ بیعت ضروری نہ ٹھیرائیں لیکن انہوں نے نہ مانا اور حضرت مولنا محمد احسن صاحب مرحوم کے ذریعہ الوصیت کے صریح خلاف خلافت کا ڈھونگ رچا کر بیعت لینی شروع کر دی، بعد میں انہی مولنا سید محمد احسن صاحب کی آنکھیں کھلیں تو انہوں نے ہی صفائی کے ساتھ ان کے عزل کا بھی اعلان کر دیا، گویا جس نے انہیں خلافت کا چولہ پہنایا تھا اسی نے چھین بھی لیا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ "غیر مبائعین" کے ساتھ ان کا جھگڑا مسئلہ کفر و اسلام پر شروع ہوا، جس کے سلسلہ میں ان کی خلافت کی بجائے امارت تسلیم کرنے کی پیشکش بھی کی گئی مگر انہوں نے مسترد کر دی لیکن جب ان کے عقائد خود انکے محرک خلافت پر واضح ہوئے تو اسی نے ان کے عزل کا کھلے طور پر اعلان کر دیا، میاں صاحب نے اگر اس کو نہیں مانا تو یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ خلیفہ کا عزل جائز نہیں ان کے نہ ماننے سے کوئی مسئلہ غلط ثابت نہیں ہو جاتا، عزل تو ہر اس بڑے سے بڑے عہدیدار کا جائز ہے جو خدا اور رسولؐ کے خلاف احکام صادر کرے یا خلاف اسلام عقائد بنا لے، خلافت اور بالخصوص میاں محمود احمد صاحب کی غیر منصوص خلافت اس سے کیسے باہر رہ سکتی ہے۔

یہ کہنا کہ حضرت علی رضہ سے خارجیوں کا یہی مطالبہ تھا، اور انہوں نے نہیں مانا اور کہ حضرت عثمانؓ سے بھی یہی مطالبہ کیا گیا اور انہوں نے جان دے دی اور خلافت کو نہیں چھوڑا قیاس مع الفارق ہے، حضرت عثمان رضہ اور حضرت علی رضہ کی خلافت تو حکومت کی حیثیت رکھتی تھی۔ اگر بعض لوگ ان کے خلاف کھڑے ہوئے اور عزل کا مطالبہ کیا، تو یہ حکومت کی مخالفت تھی جو بغاوت کہلاتی ہے کیا وہ چند ہزار باغیوں کے کہنے پر حکومت کو چھوڑ کر ملک کا نظام درہم برہم کر دیتے؟ اور خارجی تو کھلے باغی تھے، جنہوں نے مسئلہ تحکیم کو تسلیم نہ کرتے ہوئے اپنا الگ جھنڈا کھڑا کر دیا ان کی سرکوبی نہ کی جاتی اور ان کے آگے ہتھیار ڈال دیئے جاتے تو اس کے معنے یہ تھے کہ ملک کو ایسے ظالموں اور سفاکوں کے سپرد کر دیا جاتا جو اختلاف عقیدہ کی بناء پر قتل و غارت سے دریغ نہ کرتے تھے۔

حیرت ہے کہ اسکو میاں محمود احمد صاحب نے اپنی اس خلافت کے مشابہ کیوں قرار دیدیا جس کا نہ کوئی ملک ہے نہ کوئی سیاسی تنظیم، نہ یہ خلافت کسی نبی اللہ کی جانشینی سے تعلق رکھتی ہے، بلکہ جس کو نبی اللہ بنایا جاتا ہے اس نے خود اپنی جماعت کا نظام ایک انجمن کے سپرد کر کے اور یہ کہکر کہ "یہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے" ان کی خلافت کو کالعدم کر دیا۔ حضرت مسیح موعود تو خود آنحضرت صلعم کی مسند خلافت پر متمکن تھے جیسا کہ "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ" کے الفاظ سے ظاہر ہے پھر اس خلیفہ کی خلافت چہ معنی دارد؟ اور حضرت عثمانؓ و علیؓ کی خلافت سے اسے کیا نسبت؟ ایک جماعت کا نظام ہے جو چند عقائد پر مبنی ہے کوئی سیاست یا حکومت اس کے پاس نہیں اس کو ایسی

(باقی بر صفحہ ۴)

جماعت سیالکوٹ کے اخلاص و محبت کے مظاہرے

ایک پرانے ماحول کی یاد

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کے تاثرات

احباب کرام۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

اس ہفتہ میں نے جماعت سیالکوٹ شہر و چھاؤنی کے احباب کی زیارت کی جو میری راحت کا باعث ہوئی۔ یہ سب اصحاب جذبۂ اشاعت اسلام سے سرشار ہیں۔ شہر سے بڑھکر چھاؤنی کے اصحاب اور چھاؤنی سے بڑھکر شہر کے اصحاب اس نیک کام میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ میں نے اپنے محترم بزرگ شیخ نیاز احمد صاحب کو ہمراہ چلنے کی تکلیف دی۔ چھاؤنی میں ان کا بہت بڑا کنبہ تجارت میں مصروف ہے۔ اس کنبہ کے بالغ مرد و عورت برسرکار ہیں تیس کے قریب ہیں اور خواتین کو شامل کر کے یہ ساٹھ اشخاص کا بہت قیمتی حصہ جماعت ہے۔ اس کنبہ کے ہر ایک فرد کا متمیز نشان نیکی اور اخلاص ہے۔ محترم شیخ نیاز احمد صاحب اور ان کے سارے بھائی اور ان کی ساری اولاد بہ سبب اپنی نیکی کے مشہور ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ اخلاص سے سلسلہ عالیہ کی خدمت کی ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ نہایت مخلصانہ تعلق رکھا ہے۔ پروردگار عالم کے حضور میں میری دعا ہے وہ ان کو اس میدان میں زیادہ جد و جہد اور زیادہ سعی کرنے کی توفیق بخشے۔ شہر میں ہمارا مرکز اس محلہ میں ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جوانی کے کچھ ایام بسر فرمائے اور تمام کے تمام محلہ کو اپنا گروہ بنا لیا۔ اسی محلہ میں مرحوم و مغفور مولنا عبدالکریم صاحب رہائش رکھتے تھے اور اسی محلہ میں مرحوم و مغفور میر حامد شاہ صاحب اور ان کے مشہور و معروف والد ماجد حکیم حسام الدین صاحب کی بود و باش تھی اور اسی محلہ میں ہماری جماعت کے نہایت مخلص رکن ماسٹر غلام محمد صاحب رہتے تھے۔ اور اسی محلہ میں ٹھیکیدار محمد اسمٰعیل صاحب رہتے تھے جو حضرت صاحب کے سلسلہ کی مالی امداد کرنے میں اور نیکی و محبت و انکسار اور اخلاص میں ایک قابل رشک نمونہ تھے حضرت مولنا عبدالکریم صاحب کے والد ماجد شہر کے نہایت بلند درجہ کے معززین میں شمار ہوتے تھے وہ خود اور ان کے تمام بھائی بھی سلسلہ عالیہ میں شامل تھے۔ اس محلے کے ایک بزرگ مولنا میر حسن صاحب ہمیشہ حضرت مسیح موعود کا ذکر خیر کرتے تھے۔ میرے سیالکوٹ جانے پر اس مرکز میں تمام جماعت جمع ہوئی ان کو دیکھ کر مجھے مسرت حاصل ہوئی اور پرانا ماحول میری نظروں کے سامنے آ گیا۔ میں بھی اس ماحول میں حضرت مولنا مرحوم و مغفور کے درس قرآن کریم میں چار پانچ سال بیٹھا تھا حضرت مولنا میرے پر خصوصی نظر عنایت رکھتے تھے۔ اور جب ان کی معیت میں میں نے حضرت صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی تو مولنا موصوف نے فرمایا حضور یہ نوجوان میری ساری عمر کی کمائی کا نچوڑ ہے۔ الغرض وہ سارا منظر سامنے آ گیا اور میرے دل پر ایک کیفیت طاری رہی۔ جماعت نے کچھ وقت میرے ساتھ گذارا اور میری باتیں بھی سنیں اور اپنے محبت اور اخلاص کے مظاہرے سے مجھے خوش وقت کیا جزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزا

ان دنوں ایک نوجوان میاں عبدالقیوم صاحب ایس۔ ڈی۔ او۔ جو پہلے ہی سے مجھے جانتے ہیں میری ملاقات کے لئے آئے انہوں نے ڈیڑھ گھنٹہ تک میری گفتگو سنی اور کہا بیشک حضرت صاحب کے اعتقادات صحیح ہیں اور ان کی خدمات عالیہ کا انکار کرنا کسی عقلمند انسان کو زیب نہیں دیتا۔ گو ابھی وہ باقاعدہ طور پر سلسلہ میں شامل نہیں ہوئے لیکن سردست انہوں نے پانچ روپے ماہوار چندہ لکھایا اور اقرار کیا کہ میں ان تمام احباب کے اسماء اور ان کے چندے کی فہرست تیار کروں گا جو اشاعت اسلام کے مقدس کام میں امداد دینے کو تیار ہوں۔

ان کے بیٹھے بیٹھے ایک اور افسر محمد نعیم انصاری آئے۔ آر۔ پی۔ شافٹ افسر بھی مجلس میں شریک ہوئے اور انہوں نے بھی مجوزہ فہرست میں اپنا نام درج کرایا۔

جماعت گوجرانوالہ کی طرح سیالکوٹ شہر کی جماعت کی مایۂ ناز دو ایم اے خواتین کا نام درج فہرست ہوا اور ایک بی اے۔ بی۔ ٹی کا۔ اسی طرح سے ان نوجوانوں کے نام معلوم کر کے خوشی ہوئی جو اس جماعت کے نونہال ہیں اور اپنی اپنی ملازمتوں کے سلسلہ میں سیالکوٹ سے باہر ہیں۔ الغرض حالات نہایت امید افزا ہیں۔ اور میرا مشاہدہ ہے کہ جماعت ایک زندہ اور فعال جماعت ہے اور خدا تعالیٰ ضرور اس جماعت سے بہت بڑی خدمت لے گا ان عظم الجزاء مع عظم البلاء بلند آہنگی اور سبقت بالخیرات کے بغیر مراتب عالیہ نصیب نہیں ہو سکتے۔ میں دست بدعا ہوں کہ پروردگار اس جماعت کو یہ سب مراتب عطا فرمائے۔

جھنگ کے مرحوم و مغفور میاں غلام رسول صاحب بہ سبب اپنی بلند کرداری کے اور

(باقی بر صفحہ ۴)

متفرقات

حضرت امیرؒ نمبر

قبل ازیں اعلان کیا جا چکا ہے کہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں "پیغام صلح" کا ایک خاص نمبر عنقریب شائع کیا جائے گا۔ اسی ضمن میں یہ بھی درخواست کی گئی تھی کہ جن احباب کے پاس حضرت امیرؒ کے کوئی ایسے خطوط ہوں جن میں کسی دینی مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہو یا کوئی اور ایسی بات اس میں مندرج ہو جو جماعت کے مفاد سے تعلق رکھتی ہو تو مہربانی فرما کر وہ خطوط اصل یا ان کی نقول ایڈیٹر پیغام صلح کے نام ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

ایسا ہی مقالہ نگار حضرات سے بھی یہ درخواست کی جا چکی ہے کہ وہ حضرت امیرؒ کے متعلق مقالات لکھکر جلد ارسال فرمائیں فرداً فرداً بھی خطوط لکھے جا رہے ہیں، امید ہے اس بارہ میں جلد توجہ فرما کر ممنون فرمایا جائے گا۔

حضرت امیرؒ نمبر کی تاریخ اشاعت کا اعلان اسی وقت کیا جائیگا جب مقالات وغیرہ آجائیں اور ضروری سامان مہیا ہو جائے، اگر آخر نومبر تک یہ سب کچھ ہو گیا تو وسط دسمبر میں انشاء اللہ یہ نمبر شائع ہو جائے گا، یعنی جلسہ سالانہ سے پہلے۔

امید ہے احباب کرام اپنی پہلی فرصت میں اس طرف توجہ فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ والسلام

منیجر

جلسہ سالانہ کی تاریخیں

۲۴-۲۵-۲۶-۲۷ر دسمبر مقرر ہوئی ہیں—
۲۴ر دسمبر کو احمدیہ انجمن خواتین کا جلسہ ہوگا، امسال میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی جلسہ کے مہتمم مقرر ہوئے ہیں مرزا خلیل الرحمٰن صاحب ان کے نائب ہونگے۔

جماعت سیالکوٹ کے اخلاص و محبت کے مظاہرے

(بقیہ صفحہ ۳ کالم ۳)

نہایت درجے کی وفا اور ایثار کے اور اپنی وضعداری اور دلکش طبیعت کے ہماری جماعت کی محبوب ترین ہستیوں میں سے تھے۔ ان کے فرزند ارجمند میاں غلام شبیر صاحب آج کل سیالکوٹ کے محکمہ آبادیات کے اے۔ڈی۔ایم ہیں۔ انہوں نے اپنی بے لوث خدمات کی وجہ سے عوام کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے ان سے ملاقات باعث راحت ہوئی ان کی طبیعت میں ادب، لحاظ اور منکسر المزاجی ہے، ان کے دل میں انتہا درجے کی محبت و اخلاص ہے اور ان کے چہرے پر سعادتمندی لکھی ہوئی ہے الولد سر لابیہ ان پر صادق آتا ہے۔ وہ بھی سلسلہ عالیہ کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ رب العزت ان کو اس مقدس کام کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

ہیں ہوں آپ کا خیر اندیش

صدر الدین - ۱۷ر نومبر ۱۹۵۱ء

نقد و نظر

چند تبلیغی ٹریکٹ

مکرم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری افسر شعبہ تبلیغ نے چند تبلیغی ٹریکٹ حال ہی میں شائع کئے ہیں، جن میں سے تین حضرت امیر مرحوم و مغفور کے لکھے ہوئے ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱- وفات مسیح ناصری

۲- نزول مسیح

۳- ضرورت مجدد۔

اس کے علاوہ بارہ ٹریکٹ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض تقاریر یا آپ کی مختلف کتب سے خاص خاص مضامین کے اقتباسات پر مشتمل .... ہیں۔ ان ٹریکٹوں کے عنوانات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) حقیقی احمدی کی امتیازی خصوصیات (تقریر حضرت مسیح موعودؑ)
(۲) حقیقت نماز .... " " "
(۳) قد افلح المومنون کی بے نظیر تفسیر (از ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)
(۴) قرآن کریم میں مسیح موعود کی پیشگوئی (از حضرت مسیح موعودؑ)
(۵) حقیقت دعا .... " " "
(۶) ہدیً للمتقین کی بے نظیر تفسیر .... " " "
(۷) حقیقت اسلام .... " " "
(۸) مقام حدیث اور پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ " " "
(۹) شان محمد المصطفےٰ صلعم .... از تصنیف " "
(۱۰) قرآن اور حدیث میں مسیح موعود اور مہدی مسعود کے زمانہ کی چند علامات۔ " " "
(۱۱) شان مسیح ناصری .... " " "
(۱۲) ضرورت انبیاء .... " " "

یہ ٹریکٹ اپنی نوعیت اور مضامین کے لحاظ سے اس قابل ہیں کہ انہیں کثیر تعداد میں منگوا کر غیر از جماعت اصحاب میں تقسیم کیا جائے تا کہ حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق جو غلط فہمیاں عام طور پر پھیلی ہوئی ہیں وہ دور ہو سکیں ویسے احباب جماعت خود بھی انکو مطالعہ کریں تو ان کے علم اور روحانیت میں بہت بڑا اضافہ ہوگا۔

افسر صاحب شعبہ تبلیغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مفت طلب کیجئے۔

رسول اللہؐ کی باتیں

اس نام کی ایک چھوٹی سی کتاب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے شائع کی ہے، جس میں چھوٹے بچوں کے لئے روزمرہ کی ضروریات اور آداب وغیرہ کے متعلق احادیث کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے معہ ترجمہ و تشریح درج کئے گئے ہیں۔ ہر صفحہ پر ایک حدیث کا ٹکڑہ دیا گیا ہے اور اس کے نیچے ترجمہ اور ضروری تشریح، کتاب اپنے موضوع اور ترتیب کے لحاظ سے مفید ہے اور صرف بچوں کے لئے نہیں بڑوں کے بھی مطالعہ کے قابل ہے قیمت فی کاپی ۱۲ر آنے۔ ملنے کا پتہ:۔ حالی بکڈپو۔ لاہور۔ رام گلی نمبر ۳

مقالہ (بقیہ از صفحہ ۳)

خلافت قرار دینا جس کا عزل کسی صورت میں نہیں ہو سکتا خواہ اس سے خدا و رسول اور خود حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف حرکات سرزد ہوں، اور عثمانؓ و علیؓ کی خلافت سے اس کی مشابہت قائم کرنا گویا چیونٹی کا اونٹ سے ناطہ جوڑنا ہے۔

اگر بقول میاں صاحب ان کی جماعت میں ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں "اور کئی نوجوان ایسے ہیں" بلکہ "ابتدائے احمدیت میں پیدا ہونے والے ایسے "صاحب تحریر" بھی ہیں جو عزل خلفاء کو جائز سمجھتے ہیں تو یہ کوئی بعید از قیاس بات نہیں وہ انہیں "خارجی" کہکر ڈرائیں یا ان کے جماعت سے خارج ہونے کا اعلان کریں اس سے مسئلہ غلط نہیں ہو جاتا۔ میاں صاحب کو شکایت ہے کہ "زیادہ سے زیادہ چند آدمیوں کے سوا کسی جماعت نے اس کے خلاف احتجاج نہیں کیا" اور اس شکایت کو شائع ہوئے آج تین ہفتے بھی ہو گئے لیکن بقول ان کے "یہ جو غفلت اور گناہ کا فعل جماعت سے سرزد ہوا ہے" اس سے سوائے ایک سید ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت و تبلیغ کے کسی نے بھی اب تک توبہ نہیں کی، ہمیں اس بارہ میں ان سے ہمدردی ہے، کاش وہ اب بھی ہوا کا رُخ پہچانیں اور اس صحیح رستہ کو اختیار کریں جو حضرت مسیح موعودؑ نے الوصیت میں تجویز کیا ہے اور اس غیر منصوص خلافت کو چھوڑ دیں جس کے عزل کا سوال خود ان کی جماعت میں پیدا ہو چکا ہے اور سید ولی اللہ شاہ صاحب کا جواب جو ۱۵ر نومبر کے "الفضل" میں شائع ہوا ہے اسکو ایک "کھوکھلا درخت" ثابت کر رہا ہے:

ایک پُرمسرت تقریب

ہمارے محترم دوست محمد یحییٰ صاحب بٹ مولوی فاضل کی شادی کی پُرمسرت تقریب ۱۰-۱۱ر نومبر کو سیالکوٹ میں منعقد ہوئی حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب بھی اس تقریب میں شامل ہوئے اور آپ ہی نے خطبہ نکاح پڑھا، جو اپنی دلآویزی اور خوبی مضمون کے لحاظ سے بہت ہی جاذب توجہ تھا، یہ خطبہ خود دولہا نے اسی وقت نوٹ کر لیا، اور آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہوگا۔ خطبہ کے بعد حضرت مولانا نے محمد یحییٰ اور کلثوم بیگم صاحبہ بنت بابو رحمت اللہ صاحب بٹ) کا پانچ سو روپیہ حق مہر کے عوض نکاح کا اعلان کیا اور فریقین سے ایجاب و قبول کرایا۔ اس تقریب خوشی میں محمد یحییٰ صاحب اور لڑکی کے والد بابو رحمت اللہ صاحب نے دس دس روپیہ انجمن کو عطا کئے، فجزاہما اللہ۔ ۱۱ر نومبر کو محمد یحییٰ صاحب کی طرف سے دعوت ولیمہ دی گئی۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ اس تقریب کو جانبین کے لئے باعث مسرت اور خوشگوار نتائج کا موجب بنائے، ہم محمد یحییٰ صاحب اور بابو رحمت اللہ صاحب ہر دو کو مبارکباد دیتے ہیں:

افسوسناک اطلاع

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت افسوس سے سنی جائے گی کہ محترم جناب میاں غلام حیدر صاحب ایس۔پی ملتان کی بڑی بیگم صاحبہ کچھ عرصہ بیمار رہ کر ۷ر نومبر کو جھنگ مگھیانہ میں فوت ہو گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمہ میں میاں صاحب ممدوح اور تمام دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے:

اسلام کی تعلیم میں دنیا کی وحدت و مودت کا سامان

اپنے نفوس کا محاسبہ کرتے رہو اور دلوں میں ایک تازہ تبدیلی پیدا کرو

خطبہ جمعہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ فرمودہ ۱۶ نومبر بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم للہ ما فی السموات وما فی الارض وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ علی کل شیء قدیر۔

سورۃ بقرہ کا اختتام

سورۃ بقرہ کا یہ آخری رکوع ہے جو میں نے تلاوت کیا ہے۔ جس مضمون سے اس سورت کی ابتدا کی گئی ہے۔ اسی مضمون پر اسکو ختم کیا گیا ہے اور یہ امر اس کتاب حکیم کے کمال پر دلالت کرتا ہے ایسا کرنے سے اس سورۃ کا مطالعہ کرنے والے کے سامنے تمام نفس مضمون سامنے آجاتا ہے اس سورت کی ابتدا ایک جامع تمہید پر مشتمل ہے۔ اور سورت کے متن میں اسی تمہید کے مختلف پہلوؤں پر بحث ہے اس تفصیلی بحث کے اختتام پر انہی اصولوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جن کا ذکر سورت کے شروع میں اختصار اور ایجاز کے طور پر آیا ہے۔

نفس مضمون

وہاں پر مسلمانوں کو یہ تلقین فرمائی کہ اس کتاب کا نازل فرمانے والا اس کائنات کا خالق ہونے کے باعث اس کائنات کا صحیح اور کامل علم رکھتا ہے خلق کل شیء وھو بکل شیء علیم۔ یعنی چونکہ خدا تعالیٰ تمام موجودات کا خالق و موجد ہے اس۔ لئے اس کی تمام جزئیات اور شعبہ جات کی ہر تفصیل کا علم تام اسکو حاصل ہے۔ اور اسی ضمن میں فرمایا الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر۔ کیا یہ ممکن ہے کہ جو خالق اور موجد ہو اس کو اپنی مخلوق کا علم نہ ہو اور بالخصوص جبکہ وہ باریک در باریک اور نہاں در نہاں قوانین اور تاثیرات کا لطیف در لطیف علم رکھتا ہو۔

انسان کی کامیابی کے لئے ہدایت نامہ

جس خالق کی ایجاد یہ ساری کائنات ہے اسی خالق و علیم خدا کی مخلوقات میں انسان بھی شامل ہے۔ چونکہ اس کا علم ساری کائنات کو محیط ہے اس لئے انسان کی مشین کا علم بھی بدرجہ اتم اسکو حاصل ہے۔ چونکہ مشینوں کے موجد ہی اپنی مشینوں کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے ہدایات جاری کرتے ہیں اس لئے انسان کے خالق و موجد نے فرمایا ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین ہم چونکہ تمام کی تمام کائنات کے اور خود انسان کے خالق و موجد ہیں اس لئے اس کی تمام قسم کی ضروریات کو ...... مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے اسکو کامیابی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لئے ایک مکمل ہدایت نامہ دیا ہے۔ اور جو ہدایت نامہ ایسی ہستی کی طرف سے انسان کی خیر خواہی بھلائی کی خاطر جاری کیا گیا ہو اس کی صحت کے متعلق یا اس کے مفید ہونے کے متعلق قطعاً کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی لا ریب فیہ سورۃ کی تمہید کی یہ پہلی آیت ہے فصیح و بلیغ ہونے کے علاوہ کتنی جامعیت اپنے اندر رکھتی ہے اور کتنی دلکش و دلربا ہے اور کس قدر مؤثر ہے۔ کہ انسان کا دل اسکو پڑھکر باغ باغ ہو جاتا ہے اور علیم حکیم خدا کے احکام کی فرمانبرداری کے لئے نشاط و ہمت کے ساتھ مستعد ہو جاتا ہے۔

احکام الہٰی کی متابعت ہی فلاح کا موجب ہے

اسی مضمون کو اللہ تعالےٰ نے اس سورۃ کے آخر میں ان الفاظ میں دوہرایا ہے للہ ما فی السموات وما فی الارض وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ یہ سموات اور زمین کی کائنات جس سے تم انسان متمتع ہو رہے ہو اس کے ہم موجد ہیں اس کے ہم مالک ہیں اور اس کائنات کی جزئیات تک کا علم ہم کو ہے اسی علم قدرت کی بنا پر یہ کارخانہ مخلوقات و موجودات نہایت خوبی کے ساتھ چل رہا ہے اور اس کارخانہ کی تمام انواع اقسام کی برکات سے تم انسان فائدہ اٹھا رہے ہو، اور یہ برکات اس لئے رونما ہوتی ہیں کہ اس کائنات کی ہر چیز اپنے خالق و موجد و مالک کی پوری فرمانبرداری کرتی ہے ولہ اسلم من فی السموات والارض۔ وللہ یسجد ما فی السموات والارض پس اے انسان تمہارے لئے واجب ہے کہ تم بھی اس خدائے بزرگ و برتر کے احکام کی فرمانبرداری کرو جس کا علم کامل ہے اور وہ اس علم سے تمہاری فلاح و بہبودی کو ملحوظ رکھتے ہوئے احکام جاری فرماتا ہے اس کے قوانین کی فرمانبرداری کے باعث جب یہ ساری کائنات بارآور و برومند ہے تو انسان ان احکام کی پابندی کر کے ضرور تمام قسم کی کامیابیوں کا مالک بن سکتا ہے اور خدا نے جو غرض پیدائش انسان میں رکھی ہے اسکو پورا کر کے رضا الہٰی حاصل کر سکتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کا علم ہمارے ظاہر و باطن پر حاوی ہے

سورت کے ابتدا میں فرمایا تھا کہ یہ احکامات جو تمہارے لئے جاری کئے جاتے ہیں خدائے علیم و حکیم کے علم کامل و اتم پر مبنی ہیں اور ان کی فرمانبرداری میں تمہارے لئے سعادت ہے اور اس سورت کے اختتام پر اس رکوع میں فرمایا ہے ہمارا علم تمہاری نیات اور تمہارے اعمال پر پورے طور پر حاوی ہے ہم دیکھتے ہیں تم کس حد تک ہماری تعلیمات پر کاربند ہوتے ہو۔ وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ یعنی اللہ تعالےٰ تمہارے دلوں کے ارادوں سے بھی واقف ہے جو تم چھپاتے ہو اور ان اعمال اور ان اعلانات سے بھی واقف ہے جن کا تم اظہار کرتے ہو۔ یعنی ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تمہارے بیانات و اظہارات کیا ہیں اور یہ بھی کہ تمہارے دلوں میں مقاصد اور ارادے کیا ہیں۔ وہ شخص خدا کے نزدیک اور اس کی مخلوق کے نزدیک ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے جس کے قول و فعل میں تضاد ہو اور جس کے اعلانات اور ارادوں میں تخالف ہو اور وہ شخص بھی مقہور ہے جو کہتا کچھ ہو اور کرتا کچھ ہو جیسا کہ فرمایا کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ یعنی وہ شخص جس کے کلام میں عیاری و مکاری ہے وہ غضب الہٰی کا نشانہ ہے۔ وہ فریب کاری سے مخلوق کو دھوکا دے سکتا ہے لیکن خدا تعالےٰ کو دھوکا نہیں دے سکتا ہے کیونکہ خدا ارادوں کے سرچشمہ کا علم رکھتا ہے اور وہ سینوں کے بھیدوں کا واقف ہے جیسا کہ فرماتا ہے ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید یعنی یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اس لئے ہم ان تمام وساوس و خطرات اور خیالات سے بھی واقف ہیں جو اس کے دل پر گذرتے ہیں، اور ہم تو اس کی رگ حیات سے بھی بڑھکر اس کے قریب تر ہیں۔ اور فرماتا ہے یعلم ما تکن صدورھم یعنی خدا تعالےٰ تمہاری تمام تجاویز اور بد ارادوں کو جانتا ہے جن کی بدی تم کو ان کے اخفاء کے طریق سکھاتی ہے یعلم ما تعلنون وما تخفی الصدور یعنی خدا تعالےٰ اس بات سے واقف ہے کہ تمہارے اعلانات کیا ہیں اور تمہارے دلوں میں ارادے کیا ہیں۔

خدا کے علم غیب پر ایمان طہارت و تزکیہ کا موجب ہے

ان تمام آیات بینات کے بیان کرنے سے خدا تعالےٰ کی غرض یہ ہے کہ میرے بندے اپنے قلب اور اعمال میں طہارت و تزکیہ پیدا کریں تاکہ ان کو رضا الہٰی حاصل ہو۔ یہ سب کچھ اس لئے بھی ہے کہ ہم یقین کریں کہ ہم ہر وقت خدا تعالےٰ کے سامنے ہیں اور وہ ہمارے اعمال اور ہماری نیات کا جائزہ لیتا ہے اور محاسبہ کرتا ہے اور اپنے محاسبہ کی بنیاد پر ہمارے لئے

سزا یا جزا تجویز فرماتا ہے وکفیٰ باللہ حسیبا۔

علم محاسبہ اور قانون سزا

رب تو فاتحہ میں اس نے فرمایا کہ میں تمام کمالات کا سرچشمہ ہوں اور تمام کائنات کی ربوبیت کرتا ہوں اور تمام کائنات کے فیضان سے تم کو متمتع کرتا ہوں اور میری حکومت اور میرے معاملات میں رحمانیت اور رحیمیت کا رنگ غالب ہے۔ ہاں بحیثیت مالک ہونے کے تمہاری اصلاح کے لئے سزا بھی دیتا ہوں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ باغ کے مالک کو اپنے باغ سے کس قدر محبت ..... ہوتی ہے اور وہ ان تدابیر کو کام میں لاتا ہے جو اس باغ کو اجڑ جانے سے بچا سکتی ہیں۔ اسی درجہ سے ایک گھوڑے کا مالک اور ایک کتے کا مالک ان جانوروں کے لئے اپنے دل میں کس قدر محبت کا جذبہ رکھتا ہے اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچے تو اس کے دل کو صدمہ ہوتا ہے۔ ہمارا خدا رحمان و رحیم ہے اور مالک بھی ہے اسے اپنی مخلوق سے بہت محبت ہے ان پر اپنے کرموں اور انعاموں کی بارشیں کرتا رہتا ہے اور اگر وہ ان نعماء کے استعمال میں ناشکری دکھائیں اور اپنی جان پر ظلم کریں تو وہ جبر کی شان میں ہے سبقت رحمتی کل شیئ ہماری اصلاح کے لئے ہم کو سزا دیتا ہے۔ اس کا علم محاسبہ اور اس کا قانون سزا ضامن ہے اس کی مخلوقات کی بہتری اور بہبودی کا۔ اور ان کے قائم رکھنے کا۔ مبارک ہے وہ جو قرآن کریم کی اس قسم کی تلقین کو دل میں جگہ دیتا اور اپنے قلب کے تزکیہ کی طرف توجہ کرتا اور اپنے اعمال کے اندر صلاحیت پیدا کرتا ہے۔

اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو

اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے ارادوں کا محاسبہ کریں اور اسی طرح اپنے اعمال کی پڑتال بھی کرتے رہیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو خدا تعالیٰ ہم پر خوش ہوگا اور نیک اعمال کی توفیق ہمارے شامل حال ہوگی چنانچہ اسی کی طرف حضرت رسول کریم علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا من حاسب نفسه فی الدنیا لم یحاسبه الله یوم القیامة یعنی وہ شخص جو اس دنیا کی زندگی میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا محاسبہ نہ فرمائے گا۔ اس کے بعد محاسبہ کرنے کی غرض و غایت بیان فرمائی فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء یعنی وہ لوگ جن کے ارادوں میں سعادتمندی اور جن کے اعمال میں صلاحیت ہے ان کے متعلق مشیت یزدانی کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے لئے مغفرت ہو اور جن کے ارادوں میں ناپاکی ہے اور جن کے اعمال میں بدکرداری ہے ان کے لئے حکمت و مشیت ایزدی مقتضی ہے کہ وہ سزا کا مزہ چکھیں۔

خلوص نیت موجب برکات الٰہی ہے

اس آیۃ شریفہ کے مقطع کے طور پر فرمایا واللہ علیٰ کل شیئ قدیر یعنی جہاں تمہارے بارے میں خدا تعالیٰ کے کمالات اور احسانات آتے ہیں اور جہاں اس کا علم یہ تجویز کرتا ہے کہ اس کے احکامات ہماری استعدادوں کے مطابق ہوں اور ان احکامات میں ہماری خیرخواہی ملحوظ ہو وہاں یہ بھی یاد رکھو کہ اس کی قدرتوں کی کچھ انتہا نہیں۔ اگر تم نے اپنے ارادوں کے اندر خلوص پیدا کیا اور ان کے اندر دنیا کی خواہشات کی ملونی نہ ملائی اور اگر تمہارے ارادوں میں بلندی اور بلند آہنگی ہوئی تو وہ جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے اور جس کے خزانوں کی کچھ انتہا نہیں اور وہ جو تمام قسم کی قدرتوں کا مالک ہے وہ ہمیں ضرور اپنی شان کے مطابق اپنی برکات سے مالا مال کر دے گا۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار

قرآن کریم کی عظمت و شان

اس آیۃ کریمہ پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں جامعیت ہے اور اس میں انسان کی عقل کو بہت مؤثر طریق پر اپیل کی گئی ہے۔ اور یہ انسان کو قوم کا قیمتی رکن بنانے کا مجرب نسخہ ہے جس سے قلب صافی اور عمل صالح میسر آتے ہیں۔ اس آیۃ کریمہ کا موازنہ و مقابلہ اس سورت کی ابتدائی آیت شریفہ سے کریں تو ان دونوں کی جامعیت اور ان کے مضمون کی موافقت اور ان دونوں کی فصاحت و بلاغت اور ان دونوں کا مقصد بلند دل کے اندر سرور اور وجد پیدا کرتا ہے اور قلب کو ایمان و ایقان سے معمور کرتا ہے اور اس سے اس کتاب کی شان اور عظمت دل پر مستولی ہو جاتی ہے۔

کمال عبودیت اور کمال اطاعت کا نمونہ رسول کریم ہیں

چونکہ یہ آیۃ شریفہ جس کا مختصر سا ذکر ابھی ..... ہوا ہے مقتضی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی وسیع سلطنت اور وسیع برکات و احسانات کا مطالعہ کرکے اور اس کے کمال علم اور کمال قدرت کا یقین کرکے کمال عبودیت اور کمال اطاعت پیش کرے اس لئے اس کے معاً بعد فرمایا اٰمن الرسول بما انزل الیه من ربه عبودیت اور کمال اطاعت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور ان کو قوت نظری اور قوت عملی دونوں میں کمال حاصل ہے اور ان کو یقین ہے کہ جو احکام بھی نازل ہوئے ہیں وہ سب من ربه اس ذات کی طرف سے ہیں جو میری ربوبیت کرنا چاہتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عبودیت اور اطاعت ... نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے کیونکہ جہاں ان کو معرفت تامہ حاصل ہے وہاں انہیں احکام الٰہی کی پوری فرمانبرداری بھی پائی جاتی ہے۔

صحابہؓ کا عرفان اور کمال اطاعت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کو بیان کرنے کے ساتھ ان کے اصحاب کے کمالات کا بھی ذکر کیا ہے فرمایا والمؤمنون۔ یعنی حضور کے ساتھیوں کو بھی یہ معرفت اور یہ عبودیت اور یہ اطاعت حاصل ہے۔ یعنی قائد اور ان کی جماعت دونوں ایک رنگ میں رنگین ہیں۔ اور جب تک کسی جماعت کی اور اس کے لیڈر کی یہ حالت نہ ہو کامیابی کا منہ دیکھنا ان کے لئے محال ہے اللہ تعالیٰ نے یہاں پر حضرت کے اصحاب کے لئے لفظ والمؤمنون پسند کیا ہے اس سے ان کے مقام کا پتہ دینا مقصود ہے کہ وہ محض مقلد متبعین نہیں ہیں وہ المؤمنون ہیں جن کو خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کا عرفان حاصل ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا علیٰ بصیرة انا ومن اتبعنی یعنی حضرت نبی کریم کو وہ جماعت حاصل ہے جن کے دل نور ایمان سے منور ہیں اور اسی معرفت کی وجہ سے ان کی قوت عمل کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔

حریت فکر اور حریت عمل

دوسرے الفاظ میں یہ مراد ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اپنے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا ہے اور ان کے اندر غلامانہ ذہنیت پیدا کرنے کے بجائے ان کو حریت فکر اور حریت عمل بخشی ہے۔ آج ایک لیڈر اپنے ..... ناجائز اقتدار اور ناجائز رعب جمانا ہے اور اپنی قوم کو بھیڑ بکری کی طرح اپنے پیچھے چلانے کی فکر میں رہتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم آخر کار اپنی خداداد استعدادوں کو ضائع کر لیتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قوم انتہا درجے کے ادب اور انتہا درجے کی تعظیم و تہذیب کے زیور سے آراستہ تھی اور ساتھ ہی کامل طور پر آزاد تھی۔

توحید الٰہی اور وحدت نسل انسانی کا سبق

اس آیت کریمہ کے حصہ زیر بحث کے بعد اس مضمون کو دوسرے الفاظ میں دوہرایا ہے۔ فرمایا کل اٰمن باللہ وملٰئکته وکتبه ورسله یعنی پیغمبر خدا اور مومنوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر اس عرفان کا مالک ہے کہ وہ خدا اور اس کے ملائکہ اور اس کی تمام آسمانی کتب اور اس کے تمام فرستادہ رسولوں پر ایمان رکھتا ہے۔ ایمانیات کا یہ رنگ کسی ایک کو میسر نہیں۔ دنیا کا کوئی بھی مذہب اس وسعت نظری کا حامل نہیں ہے یعنی پیغمبر خدا اور ان کی جماعت کا ہر فرد خدا کی توحید کا قائل اور انسانیت کی وحدت کا قائل ہے۔ خدا رب العالمین ہے اس لئے اس نے تمام اقوام عالم کی ربوبیت کی خاطر تمام اقوام کے پاس احکام اور ان احکام کے حامل رسول بھیجے۔

تمام دنیا کو پیغام محبت و مودت

اس طرح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی قوم تمام دنیا کے لوگوں کے ساتھ ایک سچا مومنانہ رابطہ اتحاد پیدا کرنا چاہتی ہے اور ان کو پیغام مودت اور محبت پہنچاتی ہے اور اسی سے دنیا کی کشمکش ختم ہو سکتی ہے جب تک ہم یقین نہ کریں کہ مختلف رنگ اور مختلف بولیوں کے لوگ ہمارے ہی خدا کی مخلوق ہیں جب تک ہم مختلف نسلوں اور مختلف وطنوں کے باسیوں کو اپنے خدا کے پیارے نہ یقین کریں جب تک ہم تمام قوموں کے ہادیوں کی دل سے تعظیم نہ کریں تب تک وحدت نسل انسانی کا بلند مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہم کو ہزار فخر اپنے پیارے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات پر ہے جس نے ہم کو یہ بین الاقوامی مذہب عطا فرمایا۔

نسلی اور لونی امتیازات اسلام میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے

اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰبنی اٰدم انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی تمام بنی آدم کا خدا ایک اور ان کا باوا ایک ہے۔ ان کی مختلف نسلیں اور قومیں حقیقت میں ایک ہی قوم ہیں۔ جغرافیائی حالات نے ان کے رنگ و بولی میں فرق پیدا کر رکھا ہے ان کا اپنی نسل یا اپنے رنگ کی وجہ سے ایک دوسرے پر فخر اور قومیت کا خیال باطل ہے۔ یہ حالات تو محض امتیاز اور تعارف کے لئے تھے اس لئے نہ تھے کہ ان ظواہر کے باعث ایک قوم دوسری قوم کو اپنے سے ذلیل سمجھے اور اسکو ماتحت رکھے یا ایک قوم دوسری قوم کو اپنے مادی طاقت کے غرور سے تباہ کرکے رکھ دے۔ قوموں کی فوقیت اور افضلیت ان امور میں نہیں ہے بلکہ اس میں ہے کہ کون سی قوم زیادہ خداخوف اور خدا ترس ہے اور اسی کی تفسیر

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زیادہ صاف الفاظ میں یوں فرمائی ہے یا ایھا الناس ان ربکم واحد لا فضل لعربی علی عجمی ولا فضل لعجمی علی عربی ولا فضل لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی۔

تمام دنیا کا پیغمبر

اس قسم کی تعلیمات دلالت کرتی ہیں کہ ہمارا محبوب پیغمبر تمام دنیا کا پیغمبر ہے اس لئے کہ تمام دنیا کی تکالیف کا مداوا ان کے پاس ہے اور تمام دنیا کی اقوام کی اصلاح کے سامان ان کی تعلیمات میں ملتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کی اس وسعت نظری اور وسعت قلبی پر انسان سو جان سے فدا ہو جائے

قوتِ نظری اور قوتِ عملی

قوتِ نظری کے ساتھ قوتِ عملی کا بیان بھی ملاحظہ ہو فرمایا وقالوا سمعنا واطعنا یعنی ہم آپ کے ہر حکم کو بسر و چشم قبول کرینگے اور ہر امر کی اطاعت ہمارا شعار ہوگا۔ قوتِ نظری کے کمال پر ہی قوتِ عملی کا انحصار ہے۔ قوت ایمانیہ عمل کو پیدا کرتی ہے اور قوتِ عملیہ ایمان کی آبیاری کا کام کرتی ہے۔ اعمال صالحہ سے ایمان بڑھتا اور مضبوط ہوتا ہے اور اعمال فاسدہ سے ایمان گھٹتا اور کمزور ہوتا ہے۔ جن لوگوں کے اعمال اچھے نہیں ان کا ایمان آہستہ آہستہ کمزور ہو جاتا ہے اور جس طرح جسمانی کمزوری موت کا پیغام لاتی ہے اسی طرح سے بدکرداری ایمان کو کمزور کرکے اس کا خاتمہ کر دیتی ہے۔

ایمان اور عمل کا محاسبہ اور خدا سے دُعا

ہر مومن کو اس قانون کا علم رکھنا چاہیئے اور اس کی روشنی میں اپنے ایمان اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے اور اپنی عاقبت کے سنوارنے کی طرف بہت توجہ دینی چاہیئے۔ اور جناب الٰہی میں دُعا کرنی چاہیئے کہ ہماری عاقبت اور ہماری زندگی کا انجام بخیر ہو۔ اسی کی طرف آیۃ کریمہ کا اگلا حصہ توجہ دلاتا ہے۔ غفرانک ربنا والیک المصیر کہ تیری اطاعت میں اور تیری عبودیت میں جس کا ذکر اوپر آیا ہے ہم سے کمی و نقص رہتا ہے اور تقصیر ہوتی رہتی ہے ہمارا احتساب نفس ہم کو مطلع کرتا رہتا ہے کہ ہم تقصیر دار ہیں اور ہم لغزشوں کے شکار ہو جاتے ہیں تیری مغفرت ہم کو ڈھانک لے اور تو ہماری ستاری فرمائے۔ ہم مجرم ہیں اور ہم قصور وار ہیں لیکن تیرے غفران سے ہر طرح توقع ہے کہ ہماری پردہ پوشی ہوگی اور ہم کو معافی دی جائے گی۔ غفرانک میں غفران کو مضاف اور ک کی ضمیر کو مضاف الیہ رکھنے میں اس بات کا ظاہر کرنا مقصود ہے کہ تیرے غفران کی شان و وسعت کا اندازہ تیری عظمت اور تیری مالکیت اور تیری رحمانیت اور رحیمیت سے کیا جا سکتا ہے اس غفران کے مقابل پر ہمارے قصور اور ہماری کوتاہیاں اور ہماری لغزشیں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتیں۔ تو اپنی شان کبریائی اور شان ستاری سے ہم کو معاف فرما دے اور ہمارا انجام ایسا ہو کہ سرخروئی سے تیرے حضور حاضری ہو۔ والیک المصیر کا یہی مطلب ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہم روز قیامت کو یاد رکھیں اور اس کے پیش نظر اپنے اعمال کے اندر اخلاص اور صلاحیت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پیدا کریں۔

غفرانک میں اضطرابِ قلب کا نقشہ

دعا میں صرف غفرانک کا کلمہ استعمال ہوا ہے۔ یہ کوئی جملہ نہیں بنتا اور جملہ انسان کی زبان پر اس وقت نہیں بنتا جب اس کے دل میں خوف اور سخت اضطراب ہو اور خطرہ یا ہلاکت اس کے سامنے کھڑی ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر کفار کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے میدان کارزار عین خطبہ کے دوران میں ان کے سامنے رکھ دیا اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ مسلمان لشکر ہلاکت کا شکار ہونے والے ہیں تو اس کشف نے ان کے مضبوط قلب کو مضطرب اور مضطر کر دیا اور ان کی زبان پر خطبہ کے دوران میں یہ الفاظ جاری ہوئے یا سادیۃ الجبل اے جرنیل ساریہ ہلاکت سے بچنے کے لئے پہاڑ کی اوٹ لو۔ عام حالات میں وہ از قبیل الفاظ استعمال کرتے یا ساریۃ علیک ان تاوی الی الجبل لیکن خطرے کے باعث صرف الجبل ہی منہ سے نکل سکا۔ اسی طرح سے کمزور دل شخص جب چور کے خطرے کو محسوس کرتا ہے تو اس کی پکار یہ نہیں ہوتی۔ لوگو دوڑو مجھے چور کا خطرہ لاحق ہے بلکہ صرف "چور" کہتا ہے اور کبھی کبھی "چور" کا آخری حرف بھی گر جاتا اور وہ صرف "چو" کہہ سکتا ہے۔ غفرانک میں بھی دعا کرنے والے کے دل کے اضطراب کا نقشہ کھینچنا مقصود ہے کہ وہ از قبیل الفاظ استعمال نہیں کر سکا احتاج الی مغفرتک و غفرانک۔ بلکہ اپنی تقصیر کی معرفت نے اس پر رقت طاری کر رکھی ہے اور اس کی وجہ سے اس کی زبان نہیں چلتی اور بجائے پورا جملہ استعمال کرنے کے صرف ایک لفظ بکر دعائیہ زبان پر نظر آتا ہے غفرانک غفرانک۔ جب انسان اپنے قصوروں کو اس طرح سے جناب الٰہی میں پیش کرتا ہے تو اس کی رحمت جوش میں آتی ہے اور وہ معافی عطا فرماتا ہے۔ اور انسان کے اندر بدی سے بچنے کا عزم پیدا ہو جاتا ہے۔ اسکے دل میں قوت و ہمت اور اس کے پاؤں میں استقلال و مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے۔

دلوں میں تازہ تبدیلی کی ضرورت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تعلیمات سے اپنی قوم کو عرفان اور استقامت کی راہ پر چلایا اور اسی طرح سے ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود بھی اپنی قوم کو اسی راہ پر چلاتے تھے اور وہ لوگ ابھی موجود ہیں جو اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں۔ چاہیئے کہ وہ جماعت جس نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے وہ عزم صمیم سے اپنے اندر تازہ تبدیلی کریں اور جناب الٰہی میں استغفار کریں کہ ہماری تقصیروں اور کوتاہیوں کو معاف فرما اور ہم کو توفیق عطا فرما کہ ہم تیرے دین کی خدمت کے لئے ہمت اور سرگرمی دکھائیں۔

آمین یا رب العالمین

درخواست دُعا

ڈھاکہ سے ہمارے محترم محمد عطاء الرحمٰن صاحب (ایسٹ بنگال سکرٹریٹ) لکھتے ہیں کہ میرا چھوٹا بچہ تیمر ½۸ ماہ بیمار ہے مہربانی فرما کر احباب سے درخواست کیجئے کہ اسکو جلد شفا حاصل ہو نماز جمعہ میں اس کے لئے دعا کی جائے۔

امید ہے ہمارے احباب اس بچہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں گے

ممالک غیر کے تعزیتی خطوط (بقیہ صفحہ ۲)

خدمت اسلام کا ایک غیر فانی جذبہ اور آرزو پیدا کر دی آپ نے میرے دل کو اس ایمان و یقین سے بھر دیا کہ اسلام آخر کار دوسرے ادیان پر غالب آئے گا۔

حضرت امیر (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمات اسلام کی سپرٹ جو آپ کے پیدا کردہ لٹریچر میں پائی جاتی ہے اور جس کو آپ دنیائے اسلام کے لئے بطور ورثہ چھوڑ گئے ہیں ہمیشہ علوم مذہبی کا ایک خزانہ رہے گا اور تمام دنیا میں اقوام اسلام کے لئے ایک زبردست طاقت کا کام دے گا۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا اس دنیائے فانی سے گذر جانا ہمارے لئے ایک بہت بڑا نقصان ہے یہ ایک ٹریجڈی ہے، مگر آخر کار یہی ماننا پڑتا ہے کہ موت ہر جاندار کے لئے لازمی اور اس کی آخری منزل ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت۔ اس لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے آگے سر جھکا دینا چاہیئے اور دکھ اور افسوس کے ہوتے ہوئے ہمیں روحانی طور پر خوش ہونا چاہیئے کہ حضرت مغفور کو اللہ تعالیٰ نے وہ پاک روح عطا کی جو راضیۃ مرضیۃ اپنے مالک کے پاس جا پہنچی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسلم لیگ ٹرینیڈاڈ کے افسران اور ممبران نے جو اس عظیم الشان عالم اسلام کی موت پر آپ کے ماتم میں شریک ہیں مجھ درخواست کی ہے کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے اہل و عیال کو اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے افسران و ممبران کو ان کی دلی ہمدردی کا پیغام پہنچاؤں۔

دعا ہے حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی روح پر فتوح کو اللہ تعالیٰ اعلےٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کے پسماندگان پر اپنے فضل و کرم اور رحمت کی بارش برسائے۔ آمین۔

امیر علی پورٹ آف سپین ٹرینیڈاڈ

عبداللطیف صاحب جنرل مرچنٹ لتوکا۔ (فجی)

مکرمی مخدومی جناب سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ زاد عنایۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۱۔ اکتوبر کو ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کے ذریعہ یہ ہوش رُبا خبر پہنچی کہ حضرت امیر جماعت مولانا محمد علی کا ۱۳ اکتوبر کو انتقال ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت امیر کی زندگی کی ابتداء خدمت قرآن کریم سے شروع ہوئی اور آپ کی زندگی کا اختتام اسی پر ہوا۔ آپ کا ترجمۃ القرآن انگریزی آپ کی زندگی کی نمایاں یادگار رہے گا۔ ہم سب کو اس قیمتی ہستی کے گذر جانے پر بے حد افسوس ہے۔ لیکن مشیت ایزدی پر صبر کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ میں احباب لتوکا کی طرف سے اور اپنی طرف سے جماعت کے ارکان اور بیگم مولانا صاحب اور خویش و اقارب سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ جو خلا حضور کی وفات حسرت آیات سے ہو گئی ہے خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے اسکو پوری کرے اور جماعت کا قدم خدمت قرآن پر زیادہ مضبوط کرے آمین۔ آپکا نیازمند۔ عبداللطیف

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

از جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

عنوان مندرجہ بالا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے - خدا تعالےٰ کے الہام کا ایک خاصہ تو یہ ہے کہ آیندہ زمانہ کے متعلق ایک ایسا علم دیا جاتا ہے جو بشری طاقتوں سے بالاتر ہوتا ہے اور اس لئے ایسا پیش از وقت علم بڑا زبردست معجزہ ہوتا ہے جس کے ذریعے خدا کی ہستی کا اعلیٰ ترین ثبوت مہیا ہوتا ہے - کیونکہ کوئی ایسی بات جب پیش از وقت بتلائی جائے جو انسانی عقل و قیاس میں نہ آسکتی ہو تو ایسے امر کے واقع ہو جانے پر عاجز آکر یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس علم کا منبع و مخرج لامحالہ خدائی ذات ہی ہے - خدا کے کلام کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ مختصر سے الفاظ میں بہت سے معانی رکھ دیئے جاتے ہیں چنانچہ اس الہام میں یہ دونو خصوصیتیں موجود ہیں - یہ الہام ۱۹۰۰ کے قریب کا ہے جس وقت حضرت اقدسؑ نے ابھی اپنے بعد نظام جماعت کے لئے انجمن تجویز نہ کی تھی مگر جس وقت مغربی دنیا کے لئے دین اسلام کا خوبصورت چہرہ دکھلانے کی غرض سے انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی داغ بیل ڈالی جارہی تھی، الہام میں لفظ "ممبر" قابل غور ہے کیونکہ اس وقت حضرت اقدس سے عقیدت رکھنے والے احباب ممبر نہ کہلاتے تھے بلکہ انہیں مرید ہی کہا جاتا تھا۔ اسی انگریزی لفظ کو جمع کے صیغہ میں استعمال کرنا بتلا رہا ہے کہ یہ کوئی ایسا گروہ ہے، جو آپ سے منسوب ہونے کے باوجود لفظ "ممبر" سے ملقب کئے جاتے ہیں - "ہمارے" اس نسبت کے لئے لایا گیا ہے جو کسی ایسے گروہ کو بانیٔ سلسلہ کے ساتھ حاصل ہے - اس وقت دنیا میں جماعت احمدیہ لاہور ہی صرف ایسا گروہ ہے جو اگر ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ سے نسبت رکھتا ہے تو دوسری طرف ان کے بارہ میں لفظ "ممبر" یعنی ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور" صادق آتا ہے، الہام الٰہی میں جمع کا صیغہ لانے سے یہ امر بھی بتلانا مقصود ہے کہ اس گروہ کا نظام جمہوری ہے نہ کہ شخصی - جماعت احمدیہ قادیان اور جماعت احمدیہ لاہور میں مفصلہ ذیل خصوصیات فرق کرتی ہیں:-

(۱) جماعت قادیان کا نظام شخصی ہے مگر جماعت لاہور نے جمہوری نظام پر اپنی جماعت کی بنیاد قائم کی ہے، یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ایک بنیادی فرق ہے جو دونو جماعتوں کے درمیان ابتداء سے ہی چلا آرہا ہے بلکہ جماعت احمدیہ میں تمام اختلافات کی بنیادیں ہی اسی موضوع پر پڑی تھیں کہ حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کی زندگی میں دو قسم کی رائے ہوگئیں - ایک طرف وہ لوگ تھے جو آمریت کو چاہتے تھے اور دوسری طرف وہ اصحاب جو جمہوری طرز نظام کو جماعت میں رائج کرنے کے حامی تھے -

(۲) جماعت قادیان میں پیری مریدی کا سلسلہ قائم ہے یا اسے خلافت کے نام سے بھی منسوب کیا جاتا ہے مگر "ممبر" کا لفظ جماعت احمدیہ لاہور یا "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور" سے وابستہ شدہ اصحاب کے لئے مختص ہو چکا ہے -

(۳) تیسری امتیازی خصوصیت ان جماعتوں کے مقام مرکز میں موجود ہے یعنی ایک جماعت کا مرکز اب تک قادیان ہونے کے باعث اسے جماعت احمدیہ قادیان کا نام دیا گیا اور دوسری کا مرکز لاہور ہونے کی وجہ سے اسے لاہوری احمدیہ جماعت کہا جاتا ہے:

پھر ایک نمایاں اور چوتھا فرق دونوں جماعتوں میں یہ ہے کہ غیر ادیان پر غلبہ اور غیر اقوام میں اسلام کی فتح حاصل کرنے کے لئے جماعت احمدیہ لاہور اپنے کاموں کے باعث ممتاز شہرت حاصل کر چکی ہے - چنانچہ تبلیغ اسلام کے لئے بیرونی ممالک میں مشن قائم کرنا اور قرآن کریم کی اشاعت کے لئے بہترین لٹریچر کا شائع کرنا اسی جماعت کی دو مختص خوبیاں ہیں - مغربی دنیا کو اسلام کے دین سے روشناس کرانے کے لئے جماعت احمدیہ لاہور ہی کا نام دنیا میں مشہور و معروف ہے - ان تمام امور کو یکجا کر کے دیکھنے اور الہام پر نظر ڈالنے سے یہ امر کس قدر واضح و عیاں ہو جاتا ہے کہ الہامی فقرہ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" میں جماعت احمدیہ لاہور کے اصحاب کا ذکر کیا گیا ہے - یعنی وہ جماعت جو حضرت مسیح موعودؑ سے منسوب ہے اور جو اس نسبت کو لفظ ممبر سے ظاہر کرتے ہیں وہ جماعت جس کا نظام جمہوریت پر قائم ہے اور جس کا مرکز لاہور ہے ایک ایسی جماعت ہے جس کے ارادے پاک اور بلند ہیں کیونکہ وہ وہی ہیں جو ہمارے اپنے عزائم دین اسلام اور فرقان حمید کے بارہ میں ہیں یعنی یہ کہ اس دین کا دوسرے ادیان پر بول بالا ہو گویا اس تمام مضمون کو جو جماعت احمدیہ لاہور کی خصوصیات ہیں کس قدر اختصار اور ایجاز کے ساتھ صرف ایک فقرہ میں ادا کر دیا گیا کہ ایک ایک لفظ ایک ایک خصوصیت کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے -

امیر جماعت لاہور کو کشف میں صالح دکھلایا گیا

پھر اسی قدر بات نہیں کہ جماعت لاہور کا ذکر اجتماعی رنگ میں کیا ہو بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کو کشف میں اس جماعت کے قائد اول کا آیندہ نقشہ بھی دکھلایا گیا تھا چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

"مولوی محمد علی صاحب کو دیکھا میں کہا آپ بھی
صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ
ہمارے پاس بیٹھ جاؤ"

وہی پاک ارادے جن کا ذکر اجتماعی رنگ میں جماعت احمدیہ لاہور کے بارہ میں الہام نے کیا انہی بلند عزائم و نیک مقاصد پر قائم اس جماعت کے قائد اول کو دکھلایا گیا، کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ دنیا میں اشاعت اسلام دین اور نشر و ترویج علوم قرآنیہ کے بارہ میں جو شغف و دلچسپی حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ لاہور کو رہی وہ بے مثل اور عدیم النظیر ہے اور کیا یہ صحیح نہیں کہ ان سے بڑھ کر اور کونسے نیک ارادے ہو سکتے ہیں جن پر یہ جماعت لاہور قائم و دائم ہے پس نہ صرف مرکز اور رہبر کی خصوصیات کے باعث بلکہ مقاصد نیات کی وجہ سے بھی جماعت احمدیہ لاہور ہی۔ حضرت اقدسؑ کی جماعت ہے جس کا تذکرہ اس الہام میں مقصود ہے "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"

جماعت احمدیہ لاہور کی بنیاد الہام الٰہی پر

جب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو احیاء و تجدید اسلام کی خاطر ایک جماعت بنانے کا حکم الٰہی ہوا تو الہام ہوا:-

واصنع الفلك باعيننا ووحينا

یعنی جس طرح حضرت نوحؑ کو طوفان سے بچنے کے لئے ایک کشتی کے تیار کرنے کا حکم ہوا تھا ایسا ہی تم بھی طوفان ضلالت سے حفاظت کے لئے ایک جماعت تیار کرو۔ جماعت احمدیہ کی بنیادیں انسانی قیاس و علم کی بنا پر تجویز نہیں کی گئیں بلکہ خدا تعالیٰ کی تدابیر اس جماعت کا قیام وجود میں آیا - خدا تعالےٰ کو علم تھا کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی وفات کے بعد جب اس کی جماعت میں اختلاف نمودار ہوگا تو اس وقت جو جماعت لاہور میں قائم کی جائے گی اور جہاں جمہوری نظام کے باعث ممبرشپ ہوگی نہ کہ پیری مریدی کا سلسلہ وہ بھی مقاصد و عزائم کے لحاظ سے پاک و نیک کہلانے کی مستحق ہوگی۔ پس اس صورت میں خدائی خبر کے پیش از وقت بتلا دیئے جانے کے باعث یہ کہنا نا روا نہ ہوگا کہ خود جماعت احمدیہ لاہور کی بنیادیں بھی از سر نو الہام الٰہی پر رکھی گئیں۔

وسوسہ نہیں رہے گا

الہام الٰہی نے نہ صرف جماعت احمدیہ لاہور کے قیام و پاک مقاصد کی قبل از وقت خبر اپنے مامور کو دے دی تھی بلکہ خود اس جماعت کی مزید تسلی و اطمینان کے لئے یہ جملہ بھی آگے رکھ دیا:-

"ان کو اطلاع دی جائے نظیف مٹی کے ہیں
مٹی رہے گی مگر وسوسہ نہیں رہے گا"

گویا یہ کہا گیا ہے کہ ہمارے پاک ممبران جماعت احمدیہ لاہور کو تسلی دے دو کہ ان کا خمیر نہایت عمدہ اور ان کی فطرت نہایت اعلیٰ قسم کی ہے گو اس کی نسبت وسوسے پھیلائے جائیں گے مگر آخرکار نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ وساوس نیست و نابود ہو جائیں گے اور اس جماعت کے ممبران کے پاک مقاصد جیسی عمدہ عزائم قائم و دائم رہیں گے، یہ وسوسہ کیا ہے جو بالآخر مٹ جائیگا؟ اس کی نسبت اس قدر کہنا کافی ہے کہ ابتداء میں جب جماعت احمدیہ لاہور قائم ہوئی تو یہ بڑے زور کے ساتھ کہا گیا تھا کہ کچھ عرصہ بعد ان کے اندر ایسے اختلافات نمودار ہو جائیں گے جن کے باعث یہ جماعت ختم ہو جائے گی - غالباً یہ اس بات پر قیاس کیا گیا تھا کہ چونکہ جماعت لاہور کی بنیاد جمہوریت پر ہے اور جمہوریت میں اختلاف کو برداشت کیا جاتا ہے، اس لئے اس سوئے ظن کے ماتحت کہ آخر اختلافات اس قدر ترقی پا جائیں گے کہ جماعت میں افتراق راہ پا جائے گا یہ پیشگوئی کر دی گئی تھی کہ جماعت لاہور کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ لیکن جب ایک مضبوط و مستحکم جماعت بن گئی تو کہا گیا کہ موجودہ امیر کے بعد یہ جماعت ختم ہو جائے گی۔ لیکن غور کرو کہ جو جماعت خدا تعالےٰ کے دیئے ہوئے علم کے ماتحت قائم ہوئی ہو اور جسے خدا کے الہام میں پاک ممبروں کی جماعت کہا گیا ہو جس کے امیر و قائد اول کو صالح و نیک ارادے رکھنے والا قرار دیا ہو جو دنیا میں اسلام کے دین کا پرچم بلند کرنے کے لئے لامثل عزائم رکھنے والی ہو کیا خدا تعالےٰ اسے ضائع جانے دیگا؟ ہرگز نہیں! چنانچہ خدا تعالےٰ کی مشیت نے واقعات

(باقی بر صلا)

کراچی سے لندن تک ہوائی جہاز میں

شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے - از ووکنگ (انگلستان)

لاہور سے بزرگوں دوستوں اور عزیزوں نے صبح آٹھ بجے الوداع کہا۔ اکتوبر ۱۹۵۱ء کی تیس تاریخ تھی۔ کراچی پہنچ کر معلوم ہوا کہ عبدالرحیم صاحب جگو ووکنگ کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ جمعرات اور جمعہ کا دن سیٹ بک کرانے اور سامان کو ٹھیک ٹھاک کرانے میں گذر گیا۔ کوشش کی کہ جمعہ کی نماز میں احباب کراچی کے ساتھ شامل ہو سکوں لیکن جب پہنچا تو نماز ختم ہو چکی تھی

ہوائی جہاز میں

اگلے دن پونے پانچ بجے شام سرزمین پاکستان کو آخری بار دیکھ کر الوداع کہا۔ جب ہوائی جہاز فضا میں بلند ہوا تو نیچے مکانات، کوارٹر اور دفاتر مٹی کے کھلونے نظر آنے لگے۔ مجھے جہاز کے اگلے نصف حصہ میں سیٹ ملی۔ ادھر ادھر نگاہ دوڑائی تو اس حصہ میں تین مسافر بیٹھے تھے۔ جب جہاز نے دس ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچکر ایک سطح پر پرواز شروع کی تو میں نے اٹھکر جہاز کے حدود اربعہ کا جائزہ لیا۔ پچھلے نصف حصہ میں مسافروں کی تعداد زیادہ تھی۔ جہاز کی دم کے نزدیک ریڈنگ روم تھا جہاں اخبارات اور رسالے پڑے تھے۔ ہاتھ منہ دھونے کے لئے درمیان میں ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔ اور انجن کے نزدیک بھی تین کرسے بنے ہوئے تھے ایک خواتین کے لئے وقف تھا۔ سیٹوں کے اوپر چھت کے قریب سامان۔ کمبل اور کوٹ۔ اٹیچی کیس رکھنے کی جگہ تھی۔ درمیان میں ایک طرف باورچی خانہ تھا۔ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک آسانی سے چہل قدمی کی جا سکتی تھی۔ خیال تھا کہ دس ہزار فٹ کی بلندی تک پہنچکر خاصی سردی ہو جائے گی۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس تھا اور کافی حبس محسوس ہوتا تھا۔ ہر سیٹ کے اوپر چھت کے قریب حسب منشاء تازہ ہوا حاصل کرنے کے لئے لکڑی کی چھوٹی سی کپّی لگی ہوئی تھی اسے اپنی طرف کھینچنے سے سرد ہوائی لہریں چہرے کو مس کرتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ جس سے طبیعت میں کچھ سکون پیدا ہوا۔

پہلا تجربہ

مجھے آسٹر اور ٹائیگر ماتھ جیسے ہوائی جہازوں میں چڑھنے کا تو بہت دفعہ موقعہ ملا تھا اور آسٹر کو تو زمین سے اٹھانے اور اڑانے کا بھی (انسٹرکٹر کی معیت میں) کچھ تجربہ تھا۔ لیکن بڑے جہاز میں اتنے طویل سفر کا پہلا موقعہ تھا۔ انجن کا بے پناہ شور کانوں کے پردے پھاڑے ڈالتا تھا۔ ہوا کے دباؤ کی وجہ سے کانوں میں ہلکی ہلکی درد بھی شروع ہوئی جو چیا کلیٹ کو آہستہ آہستہ چبانے سے دور ہو گئی۔ جمائی لینے یا نتھنوں کو دو انگلیوں میں دبا کر گالوں کو ہوا سے پھلانے سے بھی یہ تکلیف جاتی رہتی ہے۔

انجن اچھی حالت میں

جہاز سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ پرواز کر رہا تھا۔ کراچی سے چلے ہوئے کوئی ڈیڑھ گھنٹہ گذر چکا تھا۔ فضا میں کا نیل آہستہ آہستہ سیاہی میں تبدیل ہو رہا تھا اور سمندر نیچے ایک سیاہ دھبے کی طرح پڑا تھا۔ کچھ دیر بعد کائنات کے نصف حصہ پر سیاہی مسلط ہو گئی۔ آسمان پر کہیں کہیں ستارے نظر آنے لگے یا چاند کی پتلی لکیر۔ قریب ہی جہاز کے بازوؤں سے انجن کی آگ نکل رہی تھی۔ میں نے ہوسٹس (HOSTESS) سے پوچھا یہ کیا ہے تو وہ کہنے لگی کہ یہ ہمیشہ اسی طرح نکلتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ انجن اچھی حالت میں ہے۔

اگر انجن خراب ہو جائے

میری سیٹ کے قریب ایک ہینڈل تھا جس پر یہ الفاظ میں لکھا تھا (EMERGENCY EXIT) یعنی خطرے کے وقت نکلنے کا رستہ۔ میں نے دل میں سوچا اگر اس ہینڈل کو گھما کر یہ کھڑکی کھول بھی لی جائے تو پھر بھی سوائے پیراشوٹ کے اس کھڑکی سے چھلانگ لگانے کا کیا فائدہ۔ اسی سوچ میں تھا کہ جہاز کا ایک ملازم میرے قریب سے گذرا میں نے ان سے پوچھا اس کا کیا مطلب ہے۔

اس نے کہا اسے اس وقت نہ کھولئے۔ فرض کیجئے انجن میں کچھ خرابی واقعہ ہو جائے اور ہمیں سمندر میں مجبوراً اترنا پڑے"

"سمندر میں" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ تو یہ جہاز اپنے بڑے بڑے پردوں کے باعث کافی دیر تک تیرتا رہے گا۔ اس وقت اس رستہ سے مسافر چھلانگ لگا کر باہر نکل سکتے ہیں"

"تاکہ وہ پانی میں اطمینان سے ڈوب سکیں" میں نے کہا۔

"نہیں نہیں یہ دیکھئے آپ کے پاؤں کے قریب لائف جیکٹ ہے۔ چھلانگ لگانے سے پہلے اسے پہن لیتے ہیں یا ہم مسافروں کو پہنا دیتے ہیں۔ اور اس کے نیچے یہ جو لوہے کا ٹکڑا رسی کے ساتھ لٹک رہا ہے اسے کھینچ کر توڑ ڈالتے ہیں جس سے اس جیکٹ میں ہوا بھر جاتی ہے۔ یا منہ سے بھی ہوا بھری جا سکتی ہے۔ لیکن چھلانگ لگاتے یا نکلنے سے پہلے ہوا نہیں بھرنا چاہیئے۔ ورنہ آپ نکل نہیں سکیں گے۔"

"آخر کتنی دیر تک آپ سمندر کے نمکین پانی کے تھپیڑوں میں بچ سکتے ہیں۔ چند لمحوں میں مچھلیاں آپ کو کھا جائیں گی"

"نہیں نہیں ہم ساتھ ہی ربڑ کی ایک کشتی بھی اتار دیتے ہیں۔ جس میں تمام مسافر آ سکتے ہیں اور ان کے کھانے پینے کے لئے بھی ہمارے پاس سامان موجود ہوتا ہے"۔ اور اس نے دو ایمرجنسی پیکٹوں کی طرف اشارہ کیا اور فوراً مدد کے لئے قریب کے علاقوں میں اطلاع پہنچا دیتے ہیں۔

"ویسے کے بار آپ کو اس قسم کا تجربہ ہو چکا ہے" میں نے پوچھا۔

"میرے سامنے تو کوئی نہیں ہوا۔ لیکن ہمیں ان تمام باتوں کی خوب اچھی طرح مشق کرائی جاتی ہے۔ اس لئے ہمیں معلوم ہے کہ خطرے کے وقت ہمیں کیا کرنا ہے"۔

"اچھا تو یہ صرف احتیاطی تدابیر ہیں" یہ کہکر میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

بحرین میں

رات کو نو بجے کے قریب جہاز بحرین پہنچا۔ اترتے ہی گرمی اور حبس سے واسطہ پڑا۔ جیسے کسی نے فضا میں تیل ہی تیل بکھیر دیا ہو۔ ریسٹوران میں چائے کی ایک پیالی پینے کے بعد باہر نکل آئے۔ یہاں جہاز کو دو گھنٹہ ٹھہرنا تھا۔ لمبے لمبے لبادوں میں ملبوس بحرین کے لوگ ایک کار میں کھڑے تھے۔ میں نے قریب پہنچکر ان سے بحرین کی آبادی کے متعلق ایک دو باتیں پوچھیں۔

احمدیت کے متعلق گفتگو

انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ میں تبلیغ کی غرض سے انگلستان جا رہا ہوں تو ان میں سے ایک صاحب جو اردو اور فارسی اچھی طرح جانتے تھے مجھ سے احمدیت کے متعلق کچھ باتیں پوچھنے لگے۔ آیا ہم لوگ نماز اسی طرح پڑھتے ہیں؟ حج۔ زکوٰۃ اور دیگر مسائل میں عام مسلمانوں کا سا مسلک ہے؟ اور جب میں ہر سوال کا جواب اثبات میں دیتا تو وہ بہت حیران ہوتے تھے۔ اور کچھ اپنے ساتھیوں کو بھی ہماری گفتگو کا خلاصہ سناتے تھے۔ میں اس مختصر سی گفتگو کے بعد دوسری طرف چلا آیا تھا۔ کوئی پانچ منٹ بھی نہ گذرے تھے کہ ایک صاحب پیغام لیکر آئے اور فارسی میں کہنے لگے مصطفےٰ صاحب (ان کا نام مصطفےٰ تھا) آپ کو بلاتے ہیں۔ کار میں ہمارے ایک مولنا بھی موجود ہیں وہ آپ سے کچھ سوالات پوچھنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا بڑے شوق سے اور پھر کار کے نزدیک آ گیا مولنا محمد بن علی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کیا اور ان کے فارسی کے چند اشعار بھی سنائے۔ اس دوران میں کار کے قریب کافی لوگ جمع ہو گئے اور ہماری گفتگو کو بڑے غور سے سننے لگے ان میں سے اکثر اردو سمجھتے تو نہ تھے لیکن فارسی کی عبارتیں اور اشعار یا احادیث اور قرآن مجید کی آیات ضرور سمجھ آ جاتی تھیں۔ مولنا بھی اردو کچھ کچھ سمجھتے تھے۔ اگر ضرورت پڑتی تو مصطفےٰ انہیں عربی یا فارسی میں سمجھا دیتے۔ نبوت کے متعلق پوچھا تو میں نے کہا۔ کہ حضرت صاحب کا ایک شعر ہے

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

حضرت صاحب کی زندگی کا مقصد پوچھا تو میں نے یہ شعر پڑھے

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آل محمدؐ است
بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

کہنے لگے میں نے سنا ہے انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو زندہ ہیں وہ کیسے مسیح بن گئے۔

اس کے بعد کوئی آدھ گھنٹہ تک وفات مسیح پر گفتگو ہوتی رہی۔ جتنی آیات انہوں نے حیات مسیح کے ثبوت میں ... پیش کیں میں نے ان کا مفصل جواب دیا اور آخر میں اختصار کے ساتھ اپنے مشنوں۔ لٹریچر اور دیگر تبلیغی مصروفیتوں کا بھی ذکر کیا۔ دوران گفتگو میں قرآن مجید کی آیات میں نسخ کا بھی ذکر آ گیا مولوی صاحب گو نسخ کے قائل تھے لیکن جب میں نے اپنا مسلک واضح کیا تو حاضرین کو یہ بات بہت جلد سمجھ میں آ گئی۔ جہاز کے چلنے کا وقت قریب ہو چکا تھا اس لئے میں نے رخصت چاہی۔

جب میں جہاز کی طرف جا رہا تھا تو یہ لوگ آپس میں خوب اُلجھ رہے تھے۔ کچھ لوگ میری تائید کر رہے تھے اور کچھ مخالفت اور اس بحث کا شور میں بہت دور تک سنتا رہا۔

قاہرہ تک

بحرین سے جہاز کا سٹاف بدل گیا۔ رات کے ساڑھے گیارہ بجے تھے میں نے وضو کر کے مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا اور سونے کی ترکیب سوچنے لگا۔ اب جہاز کوئی ڈھائی بجے کے قریب قاہرہ میں اترنا تھا۔ گو کراچی ٹائم کے مطابق اس وقت ساڑھے چار بجے ہوں گے۔ جہاز میں چونکہ مسافر بہت کم تھے اس لئے میں نے آمنے سامنے کی دو سیٹوں کے درمیان اپنا اٹیچی کیس رکھکر اوورکوٹ ڈال دیا اس پر گدیاں اور کمبل رکھ دیا جس سے سونے کے لئے اچھا خاصا برتھ بن گیا۔ اور میں اطمینان سے تین چار گھنٹے وہاں لیٹا رہا۔

قاہرہ میں لحم خنزیر

قاہرہ ہوائی اڈے پر پہنچکر ہمیں بسوں نے بی۔ او۔ اے سی کے ریستوران تک پہنچایا۔ ترکی ٹوپی پہنے ہوئے مسلمان بیرے چائے اور ٹوسٹ لے آئے۔ میری پلیٹ میں بھی دو ٹوسٹ ڈال دیئے۔ جب یہ بیرا میرے ساتھی کے قریب گیا تو اس نے کہا کہ مجھے بیکن (لحم خنزیر) نہیں چاہیئے۔ مکھن والے ٹوسٹ دو۔ اور پھر مجھے کہنے لگے آپ نے بھی پوچھ لیا تھا کہ یہ کس قسم کا گوشت ان ٹوسٹوں کے درمیان ہے۔ میں نے کہا کہ یہ احتیاط تو یورپ کے ممالک میں کریں گے یہ تو قاہرہ ہے۔

"او ہو آپ کو معلوم نہیں اس سے ذرا پوچھیئے تو سہی"

اور میں نے بیرے کو بلا کر پوچھا کیوں بھئی اس میں گوشت خنزیر کا ہے"

کہنے لگا "ہاں"

"مجھے نہیں چاہیئے" اور میں نے دل میں کہا۔ یہ کیا غضب کر دیا تھا تم نے۔ اس نے مکھن والے ٹوسٹ پلیٹ میں رکھ دیئے۔

بوٹ پالش

وہاں سے اُٹھکر ہم نے پاسپورٹ کنٹرول آفس (مکتبہ مراقبہ جوازت السفر) سے اپنے پاسپورٹ واپس لئے۔ اتنے میں ایک لڑکے نے آ کر بوٹ پالش کرانے کے لئے مجبور کیا۔ میں نے کہا میرے پاس مصری سکہ نہیں پاکستانی کرنسی ہے۔ کہنے لگا کوئی بات نہیں وہی مجھے دے دیجئے۔ کوئی آدھ منٹ میں اس نے بوٹ پالش کر دیا۔ میں نے چار آنے اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ میرا خیال تھا کہ یہ رقم کافی ہے لیکن اس نے ضد شروع کی کہ اسے پیپر کرنسی دوں جس کا مطلب یہ تھا کہ کم از کم ایک روپے کا نوٹ اس کے حوالہ کروں۔ میری جیب میں پانچ پانچ روپے اور دو دو روپے کے نوٹ تھے۔ بمشکل بڑی مشکل سے اس سے پیچھا چھڑایا۔

جماعت کے متعلق باتیں

کنٹرول آفس پر ایک مصری نوجوان اور پولیس آفیسر فارغ کھڑے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا محمد سعید رمضان صاحب کہاں ہوتے ہیں کہنے لگا آپ انہیں جانتے ہیں؟ وہ آج کل قاہرہ میں ہیں اور عنقریب پاکستان جا رہے ہیں۔

"اچھا شاہ فاروق کا کیا حال ہے اور ان کی ہمشیرہ جن کی شادی ریاض غلی سے ہوئی تھی۔ وہ کہاں ہے۔ امریکہ میں ہے یا چلی آئی ہیں؟"

"آپ یہ سب باتیں جانتے ہیں؟" اور اس مصری نوجوان نے تعجب سے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا۔

"ہاں ہاں۔ اس کا نکاح تو ہمارے مبلغ متعینہ امریکہ نے پڑھا تھا"

اس کے بعد میں انہیں اپنی جماعت کے کاموں کے متعلق کچھ باتیں سناتا رہا۔

جہاز میں واپسی

میری دائیں جانب کچھ شور ہوا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہی موچی لڑکا شور مچا رہا تھا۔ اور ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہہ رہا تھا کہ چلے گئے۔ ہوائی جہاز پر چلے گئے۔ میں نے گھوم کر اِدھر اُدھر جو دیکھا تو میرے تمام ہم سفر جا چکے تھے۔ میں دوڑ کر باہر نکلا تو کافی دور لوگ جہاز پر سوار ہوتے ہوئے نظر آئے۔ میں اس طرف لپکا لیکن جلد ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ کسی اور جہاز کے مسافر ہیں۔ دوسرے جہاز کی طرف نظر ڈالی تو ایک صاحب پاکستانی ٹوپی پہنے ہوئے نظر آئے جو خراماں خراماں جہاز کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے اطمینان کا ایک لمبا سانس لیا اور آہستہ آہستہ اسی جہاز کی طرف چل پڑا یہ صاحب بھی میرے ساتھ ہی کراچی سے سوار ہوئے تھے۔

موسم کی خرابی

جہاز کا انجن پھر بے ہنگم شور کرتا ہوا آسمانوں میں تیرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد کپتان نے اپنا بلیٹن جاری کیا۔ جس میں درج تھا کہ اس وقت جہاز ساڑھے چودہ ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا ہے۔ میں نے پھر اپنے برتھ پر سونے کی کوشش کی لیکن نیند اتر چکی تھی۔ دو گھنٹہ بعد جہاز نے لڑکھڑانا شروع کیا۔ میں نے بڑی مشکل سے صبح کی نماز ادا کی۔ اور آنکھیں بند کر کے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا ہوسٹس نے آ کر سب مسافروں سے کہا کہ سیٹ کے ساتھ جو پیٹیاں لگی ہوئی ہیں باندھ لو موسم سخت خراب ہے۔

بے قراری

طبیعت تو پہلے ہی بے قرار ہو رہی تھی لیکن یہ اطلاع ملنے پر اور بھی خراب ہو گئی۔ اس موقعہ پر مجھے ایک دوست کی نصیحت یاد آئی کہ اگر ایسا وقت آ جائے تو سونے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اور میں آنکھیں بند کر کے کانوں میں روئی ٹھونس کر پڑا رہا اور جہاز ڈولتا ڈالتا اور لڑکھڑاتا ہوا اڑتا رہا۔ میں ہر چیز کو بھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ صبح کے ناشتہ کا وقت آ گیا تو سیٹ کے بازوؤں پر ہوسٹس نے فولڈنگ میزیں نصب کرنا شروع کیں۔ میں نے اشارہ سے منع کر دیا کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں مجھے میرے حال پر رہنے دو اور پھر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ سگرٹ کے دھوئیں اور شراب کی بو سے تمام جہاز بھرا ہوا تھا۔ اب مجھے کسی بات سے دلچسپی نہ رہی تھی۔ پائلٹ نے کیا بلیٹن جاری کیا ہے۔ ہم کون سے ملک سے گذر رہے ہیں۔ لندن کی گھڑیوں میں اس وقت کیا بجا ہے وغیرہ

حسین مناظر

دو ڈھائی گھنٹہ کے بعد ایسا محسوس ہوا کہ فضا میں کچھ سکون ہے۔ میں نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ اچھا خاصا دن چڑھ آیا تھا۔ نیچے نظر ڈالی تو سفید سفید بادلوں کے پہاڑ اُڑے جا رہے تھے۔ بادلوں سے دور نیچے سمندر پھیلا ہوا تھا ہم اس وقت اٹلی کے ساحل کے ساتھ ساتھ پرواز کر رہے تھے۔ بادلوں کے درمیان سے جو زمین نظر آئی وہ بھیگی ہوئی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا ابھی بارش برس کر تھمی ہے۔ تھوڑی دیر بعد سورج نکل آیا۔ اس کی شعاعوں نے اس منظر کو اتنا حسین بنا دیا جس کا تصور میں اس سے پہلے کبھی نہ کر سکتا تھا نہ جانے اس کائنات کے کتنے حسین مناظر انسان کی آنکھ سے پوشیدہ ہیں۔ جہاز کے گھٹے گھٹے ماحول سے یہ منظر کتنا دلآویز تھا۔ جی چاہتا تھا کہ اگر چوٹ نہ لگے تو اس گھنی سفید جھاگ میں چھلانگ لگا دوں۔ کس قدر پُرسکون تھی یہ فضا اور ہوائی جہاز کا شور، سگرٹ کا دھواں اور شراب کی بو۔ کاش تھوڑی دیر کے لئے اس جگہ سے نکل سکتا۔

روم (اطالیہ) میں

روم تک پہنچنے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ اور جہاز نے پھر لڑکھڑانا شروع کیا اور میں نے آنکھیں بند کر کے پھر ہر چیز کو بھولنے کی کوشش کی۔

جب روم پر اترے تو طبیعت سخت مضمحل تھی۔ اور مسافر تو ریستوران میں چائے پینے چلے گئے لیکن میں ریستوران سے باہر ٹہلنے لگا۔ ایک اطالوی پولیس افسر نے دور سے دیکھ کر آواز دی۔ میں کچھ مطلب نہ سمجھا۔ اس نے میرے قریب آ کر کچھ کہا اور اشارہ کیا کہ میں ریستوران میں چلا جاؤں باہر نہیں ٹھہر سکتا ہوں۔ وہ میرے منہ کی طرف دیکھتا رہا۔ میں نے پھر اسے دوسرے الفاظ میں مطلب سمجھانا چاہا۔ اس پر اس نے اطالوی میں بہت کچھ کہا۔ اور میں نے دل میں کہا

زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم

بالآخر میں نے اپنے ہاتھ سے سر کی طرف اشارہ کیا اور انگلی کو گھما کر اسے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ میرے سر میں درد ہے۔ وہ جلد ہی سمجھ گیا اور مجھے اشارہ سے کہنے لگا اچھا آپ یہیں ٹھیریئے۔ اور خود کسی اور طرف کو چلا گیا۔

لندن میں

روم سے لندن تک کا سفر بھی کسی نہ کسی طرح کٹ ہی گیا۔ ہوائی اڈے سے بی۔ او۔ اے۔ سی۔ کے دفتر تک پہنچے۔ وہاں سے میں نے ووکنگ فون کیا۔ سر میں درد، طبیعت میں اضمحلال کانوں میں ابھی تک انجن کا شور سنائی دے رہا تھا۔ ٹیکسی لے کر واٹرلو کے سٹیشن تک پہنچے۔ جیب میں جو انگریزی سکے تھے وہ نکال کر ٹیکسی ڈرائیور کے سامنے رکھ دیئے۔ اس نے مناسب کرایہ اُٹھا لیا۔ جب ووکنگ کا ٹکٹ لے کر گاڑی پر سوار ہوا تو قلی کو اجرت دینے کے لئے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ یہ لوگ اپنی مقررہ مزدوری کے علاوہ کچھ نہیں لیں گے۔

ووکنگ میں

ووکنگ پہنچکر معلوم ہوا کہ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب عبدالرحیم صاحب جگو۔ مراد کیوان (جو کہ فرانسیسی ترجمۃ القرآن کے سلسلہ میں آئے ہوئے ہیں) لندن میں ایک میٹنگ پر گئے ہوئے ہیں۔ چائے پی کر ووکنگ مسجد میں جا کر نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے بخیریت پہنچا دیا۔

درخواست دعا

احباب سے درخواست ہے کہ وہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں جس مقصد کے لئے یہاں آیا ہوں اس میں اللہ تعالیٰ کامیابی بھی عطا فرمائے۔

مخلص

محمد طفیل

مولانا عزیز بخش صاحب کے نام تعزیتی خطوط

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

میاں بشیر احمد صاحب منٹو سان فرانسسکو (امریکہ)

قبلہ و کعبہ ام حضرت مولانا عزیز بخش صاحب۔
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مولوی عبد الوہاب صاحب کے خط سے مجھے یہ جانکاہ خبر ملی کہ ہمارے امیر حضرت مولانا محمد علی صاحب تیرہ اکتوبر کو اپنے مولا سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

دنیائے اسلام میں آج ان کے رتبہ کا کوئی آدمی نہ تھا۔ جو خدمت اسلام کی وہ بجا لائے۔ ان کا اعتراف دشمنوں تک نے کیا اور ہم تو ان کے احسان سے کبھی بھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ ہم جو کچھ بھی انہی کی وجہ سے ہیں۔ افسوس وہ شمع جس کی روشنی تمام اطراف عالم میں پھیل رہی تھی گل ہو گئی۔ اب ایسا امیر ہم کہاں لائیں گے۔ پہلے تو جب کبھی ہمیں کوئی مشکل پیش آتی تھی ہم ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اب ہم کدھر جائیں گے وہ صرف ناصح مشفق ہی نہ تھے بلکہ ہمارے غمگسار بھی تھے۔ اب کون ہمارے غموں میں شریک ہوگا اور ہماری چارہ سازی کرے گا۔ میں نے آج تک کبھی محسوس نہ کیا کہ وہ میرے افسر تھے۔ ان کا برتاؤ مجھ سے ایسا مشفقانہ اور محبت کا تھا کہ کبھی انہوں نے مجھے کوئی حکم نہیں دیا۔ حالانکہ وہ اس کا حق رکھتے تھے بلکہ ہر معاملہ میں وہ مجھ سے مشورہ لیتے تھے۔ ان کی جدائی سے اب دل بے چین ہے اور رہ رہ کر ان کا خیال آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر جمیل عطا فرمائے اور توفیق دے کہ ان کی بنائی ہوئی جماعت کو متحد و متفق رکھیں اور جو کام ہمارے سپرد وہ کر گئے ہیں اسے یکجہتی اور پوری طاقت سے کرتے رہیں۔

آپ کا غم یقیناً ہم سب سے زیادہ ہوگا مگر آپ کی ذات سے مجھے توقع ہے کہ آپ راضی برضائے الٰہی ہوں گے اور ہم سب کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ ہوں گے۔ آپ کا صبر دیکھ کر ہمیں بھی تسلی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دیر تک سلامت رکھے اور اس امتحان میں ثابت قدمی عطا فرمائے۔

خاکسار۔ بشیر احمد منٹو

عبد العزیز خان صاحب ملتان

یَلُوحُ الْخَطُّ فِی الْقِرْطَاسِ دَهْرًا
وَكَاتِبُهٗ رَمِيْمٌ فِی التُّرَابِ

مکرمی معظمی جناب مولانا عزیز بخش صاحب سلمہٗ ربہٗ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

حضرت امیر کی وفات سے نہ ہی صرف ان کے اقرباء اور احباب جماعت کو صدمہ پہنچا ہے بلکہ عالم اسلام کے لئے ان کی موت موجب حزن و حرمان ہے۔ کیونکہ مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ عالم کی موت سارے جہان کی موت ہوتی ہے کیا ہی عجیب تصنیفات تحریر کیں جن سے جمیع تشنگان علم سیراب ہو رہے ہیں بندہ تو ان کے زیر احسان اس قدر ہے کہ بیان سے باہر ہے بیان القرآن اور فضل الباری کا روزانہ مطالعہ ان کے احسانات کو فراموش نہیں ہونے دیتا۔ کتابیں موجود ہیں مگر ان کے لکھنے والا جنت کو سدھار گیا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ۔

خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آپ لوگوں کی دعاؤں سے جماعت جو ابتلا سے گذر رہی تھی بچ گئی۔ اور وہ پودا جس کو حضرت مسیح موعود نے لگایا تھا اور حضرت امیر مرحوم مغفور نے سینچا تھا خشک ہونے سے بچ گیا۔ ورنہ سخت اندیشہ تھا۔ دعا ہے کہ خداوند کریم آپ لوگوں کی قربانیوں کو یعنی حضرت امیر مرحوم و مغفور کے عزیز و اقارب کی قربانیوں کا جو انہوں نے اس موقعہ پر جماعت پر کیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ فقط

خاکسار۔ عبد العزیز خان

لاہور میں ہمارے پاک ممبر ہیں (بقیہ صفحہ ۸)

حقہ کے رنگ میں اس جماعت کی تائید و نصرت کی۔ اسے بے سروسامانی کی حالت سے نکال کر مضبوط و مستحکم بنیادوں پر لا کھڑا کیا اور ہر خوف و خطر کے وقت اپنی جانب سے اس کی حفاظت کے سامان پیدا کر دیئے۔ چنانچہ اس وقت جبکہ اس کے امیر حضرت مولانا محمد علی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے تو بہت سے دشمنان اسلام اس تاک و توقع میں تھے کہ اس نازک موقع پر ضرور باہمی اختلاف و تفرقہ کی صورت اختیار کر جائیں گے۔ لیکن نصرت الٰہی نے پھر اس جماعت کی خارق عادت طور پر نصرت و تائید فرمائی اور ۲۸؍اکتوبر کو ہی جماعت کی جنرل کونسل نے متفقہ طور پر حضرت مولانا صدر الدین صاحب کو اپنا امیر اور جناب میاں محمد صاحب لائلپوری کو صدر انجمن مقرر کر دیا اگر اس بات کو معلوم کرنا ہو کہ کیونکر ایسے نازک وقت میں متفقہ فیصلہ ہوا اور تائید ایزدی کس طرح نازل ہوئی تو اس کے بارہ میں یہ سمجھ لینا کافی ہوگا کہ اس کا باعث جماعت لاہور کے پاک ممبروں کے بلند و عالی مقاصد کے پیش نظر تمام جزئی اختلافات کو نظر انداز کر دینا اور ہر قسم کی ذاتی خواہشات سے اجتناب ہے۔ در اصل اس الہام میں جماعت لاہور کے ممبروں کے لئے جو لفظ پاک استعمال کیا گیا تو اس کی غلت غائی بھی یہی ہے کہ ان کے سامنے ایک ایسا بلند مقصد اور پاک نصب العین ہوگا کہ جس سے زیادہ عالی غرض اور نہیں ہو سکتی۔ اور یہ خوشخبری جو ان الفاظ میں خدائی الہام نے دی کہ وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہے گی جو کہ نطفہ ہے اس میں بھی یہی بتلانا مقصود ہے کہ جمہوری نظام کی بنا پر یہ قیاس و وسوسہ اندازی کریگا۔ کہ شاید باہمی اختلافات بڑھ کر افتراق کا موجب نہ بن جائے مگر اس سے خائف ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ اس امر پر یقین محکم رکھنا چاہیئے کہ اختلافات ختم ہو کر متحدہ و متفقہ طریق کار نکل آئے گا۔ چنانچہ ہمارے مشاہدے میں یہی امر واقعہ پیش آگیا اور ہم نے اپنی آنکھوں سے اس الہام الٰہی کو پورا ہوتے دیکھ لیا۔ پس ان تمام اصحاب کو مبارک ہو جنہوں نے کسی قسم کی جد و جہد سے ایسے اتفاق کے برقرار رکھنے میں مدد دی اور ان تمام احباب کا شکریہ واجب ہے کہ جنہوں نے ذاتی امور و ذاتی رائے کو ترک کر کے قومی و جماعتی مفاد کی خاطر بڑی قربانی کا ثبوت دیا۔

مسلمان قوم کے لئے نمونہ

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ زمانہ میں مسلمان قوم کی ایک بڑی بھاری اخلاقی اقدار کو نظر انداز کر کے ایک طرف یا دوسری طرف لڑھک جانا ہے۔ اگر اسی امر کو لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اگر ایک طرف مسلمان قوم میں وہ طبقہ ہے جو اپنے پیر یا مولاناؤں و لیڈروں کی کورانہ تقلید یا پیر پرستی کا دلدادہ ہو رہا ہے تو دوسری طرف ان کے بالمقابل بزعم خود وہ آزاد طبقہ ہے جو معمولی اختلافات کی بناء پر ہر دم تفرقہ بازی و علیحدگی کا قائل ہو رہا ہے اور جس سے جماعتی روح برباد ہو گئی ہے۔ لیکن جماعت احمدیہ لاہور نے اخلاق کے اس شعبہ میں یعنی ایک طرف جائز و اسلامی آزادی جمہوریت کی برقراری اور دوسری طرف جماعتی شیرازہ بندی اختلافات کو نظر انداز کر کے اتحاد و اتفاق پیدا کر دکھلانا ایک بلند پایہ و قابل قدر نمونہ دکھایا ہے جس کی مثال بہت کم دیکھنے میں آتی ہے کم از کم مسلمان قوم کے اندر اور اس زمانہ میں تو یہ امر مفقود ہے۔ اگر اس خارق عادت قومی امر کو تائید غیبی کا نمونہ کہا جائے تو کیا یہ مبالغہ ہوگا؟ اگر یہ سمجھا جائے کہ جس جماعت کی بنیاد ہی الہام الٰہی کے علم غیب پہلے کھی گئی تھی اس کے اتحاد و اتفاق کے لئے خدا تعالےٰ کی تائید و نصرت نازل ہوئی تو کیا یہ خوش فہمی ہوگی یا عین صداقت و اتفاقات حقہ کا تذکرہ؟ بے شک ہم کیسے خوش نصیب ہیں کہ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے مسیح موعودؑ کے الہام:-

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
ان کو اطلاع دی جائے نطفیت مٹی
کے ہیں۔ مٹی رہے گی مگر وسوسہ نہیں
رہیگا۔"

کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر قوم ایدہ اللہ گذشتہ ہفتہ سیالکوٹ تشریف لے گئے جس سے وہاں کی جماعت میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

— مکرم محترم جناب شیخ میاں محمد صاحب صدر انجمن گذشتہ ہفتہ مورخہ (۱۰؍نومبر کو) لاہور تشریف لائے اور دفاتر انجمن کا ملاحظہ فرمانے کے علاوہ بعض اراکین و کارکنان سے ضروری امور پر دیر تک گفتگو فرماتے رہے جمعہ مورخہ ۱۶؍نومبر کو بھی انجمن کا منتظمہ کا اجلاس تھا جس کی صدارت کے لئے آپ پھر لائل پور سے تشریف لائے یہ اجلاس بعد نماز جمعہ شروع ہوا اور شام کے ساڑھے پانچ بجے تک جاری رہا۔

ایک خوشخبری

— ہمارے محترم دوست مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی مساعی سے حسب ذیل تین اصحاب سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں:-

(۱) جناب سید مجاہد علی صاحب بی اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر سٹینڈرڈ ویکیم آئل کمپنی کراچی۔
(۲) جناب عبد الحلیم صاحب ایم اے اکونٹنٹ امپریل بنک ملتان۔
(۳) جناب حامد الوارثی صاحب جو پنجاب کے ایک مشہور اور بلند پایہ شاعر ہیں۔

مؤخر الذکر نے حضرت امیر کی وفات پر چند اشعار لکھ کر بھیجے ہیں جو خاص نمبر میں درج ہوں گے۔

— ہمارے محترم بزرگ خادم رحمانی نوری صاحب نیلا گنبد کے صاحبزادہ نے میڈیکل کالج کے ایک ورشہ امتحان میں کامیاب

بیگم صاحبہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام چند اور تعزیتی خطوط

از محترم الحاج میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

محترمہ بہن و عزیز میاں محمد احمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف

حضرت امیرؒ ایک بڑی کامیاب زندگی بسر کرکے اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنا عرفان نصیب کرے۔ ہم کو اپنا دکھ ہے۔ ہم سب یتیم رہ گئے

در دلم بود کہ ہرگز نہ شوم از تو جدا
کہ کنم چارہ نہ دارم کہ خدا کرد جدا

لیکن ربانی مشیت کے ماتحت جو کچھ وقوع میں آئے۔ وہ دنیا کی اصلاح میں خواہ شادی کہلائے یا ماتم وہ سب انسان کی دلبودیت ہی ہوتا ہے پھر ایسی صورت میں جو کچھ ہوگا۔ وہ رحمت ہی ہوگا۔ راضی ہیں ہم اس میں جس میں رضائے مولیٰ۔ ہر ایک مصیبت یا کسی کی موت آ جانے کے بعد غم و فکر کرنا اسی وقت تک جائز ہوتا ہے۔ جب تک اس کے زندہ رکھنے کی انسانی تدابیر ہو سکتی تھیں۔ جب حکم ربی وارد ہوگیا۔ تو پھر مومن وہی ہے۔ جو مرنے کے وقت ہی اس نتیجہ اور سکینت کو حاصل کرلے۔ جو لوگوں نے ہفتہ عشرہ مہینہ برس یا اس سے زیادہ وقت میں حاصل کرنی ہے۔

آپ لوگ بڑے پایہ کے ہیں۔ اس لئے میں صبر کی تلقین کرتا ہوں۔ جس کام میں وہ خدا کا مجاہد لگا رہا۔ اسی میں ہم کو بھی لگا رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ سب کو اس مرد مجاہد کے قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ میں نے پیارے میاں حامد کو آج خط لکھا ہے۔ دل گھبرایا رہا۔ اس لئے قلم چلتی نہ تھی۔ آج کچھ زخم گھٹا ہے تو آپ کی خدمت میں عریضہ لکھ رہا ہوں۔ خدا آپ سب کا حامی ہو۔

والسلام۔ میاں محمد

بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبدالمجید صاحب از پشاور۔

خواہر مکرمہ و محترمہ۔ خداوند کریم آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے آمین۔

الفاظ کہاں سے لاؤں اس صدمہ عظیم میں جو کچھ اس عاجز پر گذری اسے اظہار کرسکوں یا آپ کو صبر کی تلقین کرسکوں۔ آج اتنے دنوں کے بعد بھی قلم کو ہاتھ لگانے کو جی نہیں چاہتا اس وقت جو کچھ دلی جذبات ہیں وہ بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ زمانہ آیا ان بدنصیب ہاتھوں سے آخر سانحہ عظیم کو سپرد قلم نا ہی تھا۔ گیا آ پایم اب اس نورانی صورت کو نہیں دیکھ سکیں گے ان نہیں ضرور دیکھا کریں گے دل کی آنکھوں سے۔ مجھے اس وقت یہی خیال آتا تھا کہ کیا اتنی بدنصیب جماعت دنیا میں کوئی .... اس کا صدمہ مجھے مرتے دم تک رہیگا

بہر وقت دعا ہے کہ رب کریم ہمارے جان سے عزیز اور شفیق اور ہمیں اپنے رب سے قریب کرنے والے مجاہد اعظم پہ اپنی زیادہ سے زیادہ رحمتوں اور نوازشات کی بارش برسائے آمین

دعا ہے کہ خداوند کریم اس عاجزہ اور آپ سب کو صبر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ فقط

دعاگو غمزدہ بیگم مجید

محمد خلیل الرحمٰن صاحب رام پور

"آہ آفتاب جماعت احمدیہ لاہور غروب ہوگیا"

محترم محترمہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آج عزیزہ ...... کے خط سے صدمہ جانکاہ کا پتہ لگا کہ مرد مجاہد جماعت کا آفتاب۔ دین اسلام کا خادم۔ حضرت مسیح موعودؑ کا پیارا اور لاڈلا مرید اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر سب کو داغ مفارقت دے کر اپنے مولا کے پاس عالم جاودانی میں پہنچ گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

ہر آنکہ زاد بہ ناچار بایدش نوشید
ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

خداوندا تو اپنے رحم و کرم سے مرحوم کے مزار کو انوار الٰہیہ سے منور فرما اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل عطا فرما۔

آمین یا ارحم الراحمین

دلفگار۔ شریک غم

محمد خلیل الرحمٰن از رام پور

از محترمہ آمنہ تمیم صاحبہ دختر خان بہادر میاں غلام رسول صاحب مرحوم و مغفور

محترمہ وگرامیہ بیگم صاحبہ سلمہا الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

حضرت قبلہ مرحوم کے وصال کی خبر اس دن میں نے شدت بخار کی حالت میں سنی اور دل کی جو حالت ہوئی ناقابل بیان ہے۔ اس صدمۂ جانکاہ سے حضرت قبلہ میاں صاحب مرحوم کا غم بھی تازہ ہوگیا۔ حضرت مرحوم ہم سب کے لئے ان کی جگہ پر تھے۔ اور ان کے بابرکت وجود سے تقویت و سہارا جو ایک شفیق باپ کی موجودگی میں برقرار ہوتا ہے وہ قائم تھا۔ حضرت مرحوم تو متقی تھے اور جنت میں اپنا مقام اعلیٰ پاکر واللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرکے اپنے اخوان الصفا میں جا شامل ہوئے۔ اب اللہ تعالیٰ قوم کے اس پرآشوب وقت آزمائش میں اس کی معاونت فرمائے یہ کشتی اب منجدھار میں ہے اور بغیر کسی ناخدا کے۔

میری دلی ہمدردیاں آپ اور آپ کے خاندان سے جس قدر ہیں میں اتنا ہی اپنے آپ کو ان کا مستحق پاتی ہوں۔ کیونکہ وہ میرے بھی باپ تھے۔ اور لاثانی باپ جن کی توجہ اور پُرشفقت دعائیں میرے لئے بہت بہت بڑی ڈھارس اور اطمینان کا ذریعہ تھیں۔ لیکن مشیت ایزدی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان اپنی بیچارگی اور نارسائی کی وجہ سے راضی برضا ہو کر اللہ تعالیٰ سے صبر و سکون عطا فرمانے کے لئے صمیم قلب سے التجاء کرے اور حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے اس کے بتائے ہوئے راستہ پر ثابت قدمی سے گامزن ہوتا چلا جائے۔

آپ سے تلقین صبر کرنا گویا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے تاہم یہ بھی ایک رسم زمانہ ہے کہ عزیز و غمخوار اپنے دلی تاثرات کے اظہار کے لئے ایک ذریعہ پاتے ہیں اور انہیں پرخلوص جذبات کے ماتحت یہ چند سطور آپ کی خدمت میں روانہ کرتے ہوئے آپ کے صبر و استقامت کے لئے دعا کرتی ہوں انشاءاللہ خود بھی حاضر خدمت ہو کر اپنے قلبی تاثرات زبانی پیش خدمت کروں گی۔ والسلام مع الاکرام۔ آپکی شریک غم آمنہ

اخبار احمدیہ (بقیہ از صـ ۱۱)

حاصل کی ہے اس خوشی میں آپ نے پندرہ روپیہ انجمن کو عطا فرمائے ہیں فجزاہ اللہ۔ (کامیابی کی مبارکباد عرض ہے)

—— محترم میاں غلام شبیر صاحب کی اہلیہ محترمہ مدت سے بیمار ہیں اور محترم میاں غلام حیدر صاحب ایس۔ پی ملتان وجع المفاصل کی تکلیف میں مبتلا ہیں، احباب کرام سے درخواست ہے کہ دونوں بیماروں کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

—— محترم ڈاکٹر محمد امین صاحب ریٹائرڈ ویٹرنری اسسٹنٹ لاہور چھاؤنی کچھ دنوں سے دل کے عارضہ میں مبتلا ہیں، جس کی وجہ سے بہت مضمحل ہوچکے ہیں۔ احباب کرام ان کی صحت کے لئے خاص طور پہ دعا فرمائیں۔ ڈاکٹر صاحب ممدوح کے صاحبزادے بشارت احمد صاحب چند دن ہوئے کینیڈا سے الیکٹریکل انجنیئرنگ کا امتحان پاس کرکے لوٹے ہیں۔

—— ہمارے مرحوم و مغفور بزرگ داروغہ نبی بخش صاحب کے نبیرہ محمد اقبال صاحب اپنی فوجی ملازمت کے سلسلہ میں انگلستان تشریف لے گئے ہیں اور اپنے ساتھ اپنی والدہ محترمہ (سیدہ بیگم صاحبہ صاحبزادی داروغہ نبی بخش صاحب مرحوم) اور اپنی اہلیہ محترمہ (دختر جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب) کو بھی لے گئے ہیں۔ محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ نے روانگی سے پیشتر مبلغ بیس روپیہ انجمن کو مرحمت فرمائے، اور درخواست کی کہ احباب اس سفر سے بخیر و عافیت واپسی اور ان کے بیٹے محمد اقبال صاحب کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں، امید ہے احباب کرام انہیں

> **خط و کتابت کرتے وقت**
> چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینجر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳...

لوائے ما بپنہ ہر سعید خواہد بود پہ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے ۔ چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ... ۱۲ ... ۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۔ ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۶ محرم ۱۳۷۱ھ ۔ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۵۱ء | نمبر ۴۴

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددین کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پہ قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

خدا نے عورت کو حصول ثواب میں مرد سے پیچھے نہیں رکھا

دستکاری کی تحریک کو کامیاب بنا کر حضرت امیر مرحوم رح کی روح کو خوش کیجئے

از بیگم صاحبہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

میرے نہایت ہی قابل احترام بھائی اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے صدر الحاج حضرت میاں محمد صاحب نے مجھ سے فرمایا ہے کہ میں حسب معمول اپنی معزز بہنوں میں دستکاری کی تحریک کروں۔ اپنے غم اور کچھ صحت کی خرابی کے باعث میں اب تک اس طرف توجہ نہ کر سکی۔ برادر محترم میاں محمد صاحب کی ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے اس طرف توجہ دلائی۔ یہ تو محتاج بیان نہیں ہے کہ میرے دل میں حضرت میاں صاحب موصوف کی کتنی قدر و منزلت ہے۔ نہ صرف اس لئے کہ وہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیرینہ دوست اور مخلص رفیق کار رکھتے بلکہ اس لئے بھی کہ ان کی وجہ سے حضرت امیر کو اپنے بستر علالت پر نہایت راحت ملی۔ وہ اس طرح کہ گذشتہ گرمیوں میں اپنے قیام یورپ کے دوران میں آپ نے ملکۂ ہالینڈ کی خدمت میں ترجمۃ القرآن انگریزی اور ریلیجن آف اسلام کا ڈچ ترجمہ پیش کر کے حق تبلیغ ادا کیا اور حضور مرحوم و مغفور کی خوشنودی حاصل کی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد انجمن کی صدارت . . . ایک ایسے مخلص انسان کے ہاتھ میں آئی جس کو اپنے فرائض کا اس قدر احساس ہے اور جس کے دل میں اپنے پیشرو صدر کے لئے بے پناہ محبت عقیدت موجزن ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یوں تو قریباً سب ہی محترم بھائی بہنوں نے مجھ سے ہمدردانہ جذبات اور دلی رنج والم کا اظہار فرمایا ہے۔ میرے دل میں ان سب کے لئے جذبۂ تشکر اور قدر ہے اور اپنے مولیٰ کی بھی میں شکر گذار ہوں کہ اس نے مجھے اتنا نوازا ہے۔ مگر برادرم حضرت میاں محمد صاحب نے اور ہی اچھوتے طریق سے تعزیت فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب مجدد اسلام تھے کہ آپ کی بعثت سے اس زمانے میں اسلام کی صحیح تعلیم دوبارہ ظاہر ہوئی تو حضرت مولانا محمد علی مجدد احمدیت تھے کہ آپ کی وجہ سے احمدیت کی صحیح تعلیم محفوظ رہی۔ احمدی قوم اپنے محسن کو کبھی نہ بھولے گی۔" مجھے ان الفاظ نے نہایت تسکین دی اور بطور ھل جزاء الاحسان الا الاحسان میں ان کے ارشاد کی تعمیل میں یہ سطور سپرد قلم کرتی ہوں۔

دستکاری کی تحریک میری معزز و محترم بہنوں کے لئے کوئی نئی نہیں ہے۔ ہمیشہ انہوں نے مجھ ناچیز کی تحریک پر لبیک کہا ہے۔ اور مجاہدات اسلام کی یہی شان ہی ہونی چاہیئے کہ وہ راہ عمل میں قدم بڑھانے سے دریغ نہ کریں۔ ظاہر ہے کہ عورت کا دائرہ عمل گھر کی چار دیواری تک محدود رہتا ہے۔ مگر خداوند کریم نے حصول ثواب میں عورت کو مرد سے پیچھے نہیں رکھا اور دنیاوی فرائض بھی اگر وہ رضائے الٰہی کو مدنظر رکھکر بجالائیں تو موجب ثواب بن جاتے ہیں۔ بیوی اپنے شوہر کی رفیق کار ہوتی ہے۔ جس طرح احمدی مرد مجاہد اسلام ہے جو تبلیغ دین کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہتا ہے۔ اسی طرح احمدی عورت بھی مجاہدۂ اسلام ہے کہ جو ہر اس تحریک کی دل و جان سے تعمیل کرتی ہے جو دین متین کی خدمت کے لئے کی جائے۔

دستکاری کی تحریک کیا ہے یہی کہ اس کے ذریعے ہم اپنے وقت کا ایک قلیل حصہ خدمت دین کے لئے صرف کرتی ہیں اور اپنے ہنر سے اس نیک کام میں معاون ہوتی ہیں۔ اس کے لئے کسی بڑی رقم کو خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہلکی قیمت کی متعدد چیزیں زیادہ سودمند ہوتی ہیں۔ مثلاً ریشمی ٹیبل کلاتھ سے سوتی میز پوش زیادہ کارآمد اور مقبول ہیں۔ صفائی اور سلیقے سے بنی ہوئی اشیاء نہایت آسانی سے اور اچھے نفع پر فروخت ہوسکتی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میری عزیز بہنیں اپنے اس فرض کو نہایت ذوق و شوق سے بجالائیں گی۔ اگر کوئی بہن کسی وجہ سے دستکاری نہ بنا سکیں تو وہ اس کی بجائے نقد روپیہ بھی دے سکتی ہیں۔ جو چندہ سالانہ سے علاوہ ہونا چاہیئے

حضرت امیر علیہ الرحمۃ ہمیشہ دستکاری کی نمائش کے کوائف نہایت دلچسپی اور شوق سے سنتے تھے اور اس کی کامیابی سے خوش ہوتے تھے۔ اب بھی ہم ان کی پاکیزہ روح کو خوشی پہنچا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم صدق دل سے اس کی راہ میں بڑھ چڑھ کر عملی حصہ لیں اور اعلائے کلمۃ اللہ جیسے مقدس کام میں ممد و معاون ثابت ہوں آمین۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

صنفِ نازک کی عزت

عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبب الیّ الطیب والنساء و جعلت قرة عینی فی الصلوٰة رواہ احمد والنسائی وزاد ابن الجوزی بعد قولہ حُبّب الیّ من الدنیا۔

(مشکوٰة کتاب الرقاق)

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں محبت رکھتا ہوں خوشبو سے اور طبقۂ نسواں سے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ ابن جوزی نے اس پر مستزاد کیا ہے فرمایا حضورؐ نے کہ میں محبت رکھتا ہوں مذکورہ بالا خوشبو اور طبقۂ نسواں کو دنیا کی تمام اشیاء میں سے۔ یعنی ہر ایسی چیز سے حضور کو محبت تھی جو خوشبودار ہو۔ از قسم عطریات قول اور فعل لہٰذا ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ہمارا ہر قول اور فعل ایسا ہونا چاہیئے جس سے سچائی۔ اخلاص اور محبت کی خوشبو آئے۔ طبقۂ نسواں سے محبت کا اظہار کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ عورت ایک قابل قدر ہستی ہے جس کے پہلو میں تمہیں سکینت حاصل ہوتی ہے اور جو علم محبت کا بڑا بھاری دار العلوم ہے جس کی گود میں انبیاء، صلحاء، فلاسفر، بڑے بڑے سیاستدان اور میدان وغا کے بڑے بڑے پہلوان پل کر جوان ہوئے اللہ تعالیٰ عورت کو آیات الٰہیہ میں سے شمار فرماتا ہے۔

ومن اٰیٰتہٖ ان خلق لکم من انفسکم ازواجًا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودةً ورحمةً ۔

ترجمہ:۔ اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہارے نفسوں میں سے بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے تسکین پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحم قائم کیا۔

حکمران طبقہ کے لئے لمحۂ فکریہ

وعن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعث بہ الی الیمن قال ایاك والتنعم فان عباد اللہ لیسوا بالمتنعمین رواہ احمد۔ مشکوٰة کتاب الرقاق

ترجمہ:۔ حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو حضور نے فرمایا کہ آسودگی تن آسانی اور استراحت کو نہ قبول کرنا (کیونکہ حکومت الٰہیہ محنت اور مشقت چاہتی ہے جس میں رعایا کی آسودگی مقدم ہے) کیونکہ بندگانِ خدا کے لئے آرام و استراحت کی زندگی بسر کرنا عبودیت کے خلاف ہے۔

(۱) تن چو فرسودہ دلستان آمد
دل چو از دست رفت جاں آمد

(۲) مردہ و خویشتن فناہ کردہ
عشق جوشید کارہا کردہ

(۳) ہست ایں قوم پاک را جائے
کہ ندارد جہاں بدو راہے
(مسیح موعودؑ)

ترجمہ (۱) جب یہ مادی چولا عشق الٰہی میں فرسودہ ہو جاتا ہے تو پھر یار ملتا ہے۔ کوچۂ عشق میں قدم رکھنے سے ہی ابدی حیات ملتی ہے۔

(۲) عاشقانِ سرمدی جب فانی فی اللہ کے مقام پر پہنچتے ہیں تو جوشِ عشق میں ایسے وہ کام کر گزرتے ہیں جو دنیا کی عقل و فکر سے باہر ہیں۔

(۳) یہ پاک اور برگزیدہ قوم ایسے مقام پر کھڑی ہو جاتی ہے جہاں کسی دنیادار کا گذر نہیں ہو سکتا۔

حق کی شناخت کے تین نشان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے کلماتِ طیبات

بسلسلہ اشاعت ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۱ء

دوسرا طریق حق کی شناخت کا یہ ہے کہ عقل سلیم بھی اس کی ممد و معاون ہو۔ عقل ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اسے استعمال کرنا چھوڑ دیا جائے۔ تو دین و دنیا میں بڑا فتور پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے ہر امر کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت ہے اس لئے جب ہم ان عیسوی عقائد کو عقل کے ذریعہ سے پرکھتے ہیں۔ تو وہ ان عقائد کو دور سے دھکے دیتی ہے۔ کیا ایک عقلمند کے نزدیک یہ بات قابل قبول ہو سکتی ہے۔ کہ ایک عاجز انسان جس میں انسانیت کے سارے لوازم اور بشریت کی ساری کمزوریوں کے نمونے موجود ہوں، خدا بن سکتا ہے۔ بھلا کیا عقل سلیم اس بات کو ایک لمحہ کے لئے بھی روا رکھ سکتی ہے۔ کہ مخلوق اپنے خدا کو جو خالق ہے۔ کوڑے مارے اور اس کے منہ پر تھوکے اور پھر پکڑ کر اسے سولی پر چڑھا دے۔ اور وہ یہ ساری ذلت دیکھ کر اور خدا ہو کر اپنی رسوائی کا تماشا دکھاتا رہے پھر کیا عقل اس بات کو مان سکتی ہے۔ کہ ایک عورت کا بچہ جو نو مہینے تک ماں کے پیٹ میں رہے خون حیض کھائے اور آخر دوسرے انسانی بچوں کی طرح چیختا چلاتا پیدا ہو۔ وہ خدا ہو سکتا ہے۔ کیا کسی شخص کا اس پر دلی اطمینان ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص خدا کہلا کر ساری رات موت سے بچنے کے لئے دعائیں کرتا رہے۔ اور اس کی دعائیں قبول نہ ہوں۔ ایسا ہی کیا عقل سلیم تجویز کر سکتی ہے۔ کہ کسی شخص کی خودکشی سے دوسرے لوگوں کے گناہ بخشے جا سکتے ہیں۔ اگر یسوع کے روٹی کھانے سے اس کے حواریوں کے پیٹ بھر جایا کرتے تھے۔ تب تو یہ بات کچھ قابل غور بھی ہو سکتی ہے۔ کہ کسی شخص کے درد سر کا علاج اپنے سر میں پتھر مار لینا بھی ہے۔

تیسرا ذریعہ حق کی شناخت کا یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی معیت سچے مذاہب اور اہل حق کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور وہ سچے مذہب اور اہل حق کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ اور ان کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا باغ اور اس کے پھل ہوتے ہیں۔ اور یہ کبھی بھی کسی شخص نے نہ دیکھا ہوگا۔ کہ ایک شخص باغ لگا کر خود اس کی طرف سے غافل اور لاپرواہ ہو جائے۔ نہیں بلکہ وہ اس کی آبپاشی۔ شاخ تراشی و حفاظت وغیرہ تمام امور کا جو اس کی سرسبزی اور شادابی کے لئے ضروری ہوتے ہیں پورا پورا اہتمام کرتا ہے۔ اسی طرح پر اللہ تعالیٰ اپنے راستبازوں اور اپنی طرف سے بھیجی ہوئی صداقتوں کی تائید کے لئے ہمیشہ تازہ بتازہ تائیدات سماوی بھیجتا رہتا ہے۔ جس کی روشنی میں صادق چلتے اور انہیں سے شناخت کئے جاتے ہیں۔ اب اس معیار پر عیسائی مذہب اور اس کے عقائد کو آزما کر دیکھ لو۔ تو ظاہر ہو جائیگا کہ اس میں بجز بوسیدہ ہڈیوں اور مردہ باتوں کے اور کیا رکھا ہے۔ اس بات کو تمام پادری صاحبان مانتے ہیں۔ کہ عیسائی مذہب میں اس وقت ایک بھی ایسا شخص نہیں جو اپنے مذہب اور اس کے عقائد خون مسیح کی سچائی پر تائیدات سماوی کی مہر لگا سکے۔ یہ تو بڑی بات ہے میں تو یہی کہتا ہوں کہ انجیل کے اقرار دادہ نشانوں کے مطابق تو شاید ایک بھی ایماندار عیسائی کا دنیا کے پردہ پر پایا جانا امر محال ہے۔ زندہ نشانات کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے تو گذشتہ معجزات جو مسیح کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں کہ حضرت مسیح نے قبر میں سے کسی مردہ کو زندہ کر دیا تھا بجز قصوں کے اور کیا وقعت رکھ سکتے ہیں۔ سلب امراض کے عجوبے تو بعض ہندو سنیاسی بھی کر دیا کرتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں مسمریزم والے بہت بہت عجائبات دکھا سکتے ہیں۔ پھر اس زمانہ میں مسیح کے سلب امراض والے معجزات کو کون مان سکتا ہے۔ جن کے ساتھ کوئی تاریخی ثبوت بھی موجود نہیں۔

جلسہ سالانہ کی تاریخیں ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ مقرر ہوئی ہیں

پیغام صلح
جلد　|　یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۶ صفر ۱۳۷۱ھ　|　نمبر ۴۴

جلسہ سالانہ میں شمولیت قوم کا ایک اہم فرض ہے

جلسہ سالانہ کی تاریخوں کا گذشتہ شیوع میں اعلان ہو چکا ہے

۲۴-۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۵۱ء

پیر - منگل - بدھ - جمعرات

۲۴ دسمبر کو بروز پیر احمدیہ انجمن خواتین اسلام کا جلسہ ہوگا جس میں بہت سی بیگمات جن کو اللہ تعالے نے خدمت دین کا جذبہ عطا فرمایا ہے اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گی - اس موقعہ پر بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر بالخصوص قابل سماعت ہوگی جن کو اللہ تعالے نے اپنے مقدس خاوند کی طرح خدمت دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کا ایک خاص جوش اور ولولہ عطا فرمایا ہے - ان کی طرف سے اسی اشاعت میں دستکاری کی تحریک شائع ہو رہی ہے جو امید ہے خاص توجہ سے پڑھی جائے گی - یہ دستکاری جس کی نمائش جلسہ خواتین کا ایک لازمی حصہ ہے اس جذبہ کا عملی اظہار ہے جو احمدی خواتین کے دلوں میں خدمت اسلام کے لئے پایا جاتا ہے، اور جس کی فروخت سے ایک خاصی رقم تبلیغ و اشاعت اسلام کیلئے خواتین کی طرف سے ہر سال جمع ہو جاتی ہے، امید ہے ہماری تمام بہنیں اس تحریک کو غور اور توجہ سے پڑھیں گی اور حسب سابق اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی کوئی نہ کوئی چیز دین کی راہ میں پیش کریں گی وہ خواتین بھی جن کو قبل ازیں جلسہ میں شمولیت یا نمائش دستکاری میں حصہ لینے کا موقعہ نہیں ملا، اس سال امید ہے ضرور شامل ہوں گی کہ سب مل کر اس موقعہ پر حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بلندی درجات کی دعا بھی کریں اور بیگم صاحبہ حضرت مغفور اور تمام جماعت کے ساتھ تعزیت کا حق بھی ادا کر سکیں - یہ بھی جلسہ سالانہ کی اغراض میں سے ایک بڑی غرض ہے جو حضرت مسیح موعود نے خود بیان کی ہے کہ اس موقعہ پر سب مل کر اپنے مرنے والوں کے لئے دعائے مغفرت کریں چنانچہ فرمایا:-

"جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائیگا
اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔"

پس ہمارے بھائیوں اور بہنوں سب کو اس جلسہ میں شامل ہو کر حضرت امیر مرحوم کے لئے اجتماعی دعاؤں میں حصہ لینا چاہیئے، حضرت مغفور کا اس جماعت پر کچھ کم احسان نہیں، ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں، کہ حضرت مسیح موعود کی صحیح پوزیشن کو دنیا میں قائم کرنے اور آپکی تعلیم کی حفاظت کرنے اور جماعت کو قعر ضلالت سے بچانے کیلئے آپنے جو عظیم الشان کام سرانجام دیا ہے اسکو مد نظر رکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے تو بالکل صحیح ہے کہ آپ احمدیت کے مجدد تھے، اور صرف اسی قدر نہیں، حضرت مسیح موعود کی بعثت کی اصل غرض (اعلائے کلمۃ اللہ) کو پورا کرنے میں جو نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں، مغرب اور مشرق میں اسلام کے نور کو پھیلا کر تمام عالم اسلام پر جو احسان کیا ہے وہ اس بات کا متقاضی ہے کہ ہم اس موقعہ پر زیادہ سے زیادہ تعداد میں اکٹھے ہو کر آپ کے لئے دعائیں کریں اور اس کام کو جاری رکھنے کی تجاویز پر غور کریں ہمارے موجودہ امیر حضرت مولنا صدرالدین صاحب اور ہمارے محترم صدر جناب شیخ میاں محمد صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے اعلائے کلمۃ اللہ کا جذبہ اور ولولہ عطا فرمایا ہے اور وہ اس کوشش میں ہیں کہ حضرت امیر مرحوم کے جاری کئے ہوئے کاموں کو ترقی دیکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہشات اور آپکی بعثت کی اغراض کو ہر ممکن ذریعہ سے پورا کریں، اس نیک کام میں ان کا ہاتھ بٹانا ہر فرد جماعت کا فرض ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ سب بھائی اس موقعہ پر مجتمع ہو کر ان تجاویز کو سنیں جو ان کے پیش نظر ہیں اور ان کو عملی جامہ پہنانے کے وسائل پر غور کریں -

اسکے علاوہ حضرت مولنا صدرالدین صاحب کی تقاریر جماعت کے اندر ایک نئی زندگی پیدا کرنیکا موجب ہونگی، اور بھی کئی دوست اپنے مواعظ اور علمی لیکچروں سے جماعت کیلئے استفادہ کا موجب ہوں گے مفصل پروگرام عنقریب شائع ہو جائیگا ضرورت ہے کہ ہمارے سب احباب اور خواتین ابھی سے اس جلسہ میں شمولیت کی تیاری کر لیں کہ یہ علمی و روحانی ہر دو پہلوؤں سے بیش بہا فوائد کا موجب ہوگا۔

میرا قیام ملتان

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کے قلم سے

احباب کرام - اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اس ہفتہ ۱۹ نومبر سے ۲۴ تک یعنی پیر سے ہفتہ تک میرا قیام ملتان میں رہا۔ ملتان میں ہمارے معزز لائل پور کے شیخ صاحبان کے کارخانہ جات ہیں - یعنی حاجی شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم و مغفور، حاجی شیخ مولا بخش صاحب مرحوم و مغفور اور حاجی شیخ میاں محمد صاحب کے اور ان کے قریبی عزیزوں کے - شیخ صاحبان نے حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل ہو کر اپنے آپ کو بہت سی مشکلات کا نشانہ بنایا وہ مشکلات و مصائب کئی نوع کے تھے - آج ابتدائی زمانہ کے ابتلاؤں کا صحیح طور پر تصور ہی نہیں کیا جا سکتا - الغرض ان بزرگوں نے بے حد تکالیف برداشت کیں اور صبر و شکیبائی کے علاوہ استقلال و ہمت کا نمونہ پیش کیا - ان صعوبتوں کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی اولاد کو بہت نوازا ہے - ان کا اقتدار اور ان کی دولت بہت وسیع ہے - پشاور سے لے کر سندھ تک ایک دو شہروں کو چھوڑ کر باقی تمام مقامات پر ان کے کارخانے ہیں اور بعض جگہ پر متعدد کارخانہ جات ہیں چنانچہ ملتان میں یہی حال ہے - میں اپنی جماعت کی دلچسپی کے لئے ان کے متعلق تھوڑا سا تذکرہ کروں گا - حاجی شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم و مغفور کے فرزندان میاں نصیر احمد صاحب و میاں فاروق احمد صاحب نے کوئی پونے دو سال ہوئے یہاں پر ایک سوتی کپڑے کا کارخانہ نصب کیا تھا - پہلے سال کے آخر میں مجھے ان کے سالانہ جلسہ میں شریک ہونے کا موقعہ ملا - اس کی رپورٹ نے اعلان کیا کہ باوجود ابتدائی مشکلات کے ایک سال کا منافع پچیس لاکھ روپے حاصل ہوا - اور سال رواں کے اختتام پر توقع ہے کہ کارخانہ چالیس لاکھ روپے کا منافع دے گا بفضلہ تعالیٰ - یہ کارخانہ پچیس ہزار تکلے کا ہے، سال رواں میں، اتنا ہی بڑا کارخانہ مزید نصب کیا جائے گا - اور آیندہ چند سالوں میں پچیس پچیس ہزار تکلے کے دو اور کارخانے لگائے جائیں گے جن کی کل آمدنی پونے دو کروڑ یا دو کروڑ روپے ہوگی ماشاء اللہ - سوت کے اس ضخیم کارخانہ کے علاوہ ایک گرم کپڑے کا کارخانہ بھی تیار ہونے والا ہے - ان کے قرب میں بہت بڑے پیمانہ پر برف کا کارخانہ بھی کھڑا کیا جائے گا - ان کارخانہ جات کے علاوہ ایک بجلی سپلائی کمپنی بھی چل رہی ہے جس کو بہت وسعت دی گئی ہے - یہ سب کچھ مرحوم و مغفور حاجی شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب کی اولاد کی خداداد لیاقت اور خدا کے فضل سے معرض وجود میں آیا ہے -

اب مرحوم و مغفور حاجی شیخ میاں مولا بخش صاحب کے فرزند ارجمند شیخ میاں عطاء اللہ صاحب کے ساتھ جو خاص الخاص کرم اللہ تعالیٰ نے کیا اس کا ذکر سنیئے گا - یہ صاحب کوئی پندرہ لاکھ کی پراپرٹی امرتسر میں چھوڑ دینے پر مجبور ہوئے - مشکل سے زندگی اور آبرو لے کر وہاں سے نکلے - انہوں نے پچھلے سال ملتان میں کارخانہ کھولا - خدا تعالےٰ نے خصوصیت سے ان پر کرم و فضل کی بارش کی جتنی پراپرٹی پندرہ لاکھ کی انہوں نے امرتسر میں پندرہ سال میں پیدا کی تھی اتنی ہی پراپرٹی ان کو تین ماہ میں عطا کر دی وکان ابوھما صالحا - شیخ صاحبان کی اولاد کا یقین ہے کہ یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کا نتیجہ ہے - ہمارے محترم شیخ میاں محمد صاحب کے بھی کارخانے وہاں ہیں، میں اس لئے وہاں نہ جا سکا کہ آج کل ان کے فرزندوں میں سے کوئی صاحب وہاں موجود نہ تھے، ان کو بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے بہت بڑے افضال سے نوازا ہے -

شیخ فضل الرحمٰن صاحب کے دو فرزندان ارجمند میاں رشید احمد و میاں مختار احمد سے جب ان کے کارخانہ میں ملاقات ہوئی تو بے اختیار بول اٹھے کہ ہم پر جو خصوصی فضل اترا ہے یہ سب حضرت صاحب کی دعاؤں کا نتیجہ ہے - ان تمام نوجوانوں کی زندگیاں پاک ہیں - شہر کے بڑے بڑے حکام سے لے کر عوام الناس تک ان کو بہت بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء - ملتان میں ہمارے ایک اور دوست خان عزیز خاں صاحب ہیں جو ایک پٹرول پمپ اور ایک ہوٹل کے .....

دیگر احباب جماعت ملتان سے بھی متعدد بار ملاقات کرنے کا موقعہ ملا - اور ایک دفعہ ساری جماعت سے ملاقات ہوئی - پھر جمعہ کی نماز کے وقت تمام جماعت کے ارکان کے علاوہ دوسرے اصحاب سے بھی جو کثرت سے جمع ہوئے تھے ملاقات ہوئی - نماز جمعہ کے دوران میں یعنی خطبہ میں جب حضرت مسیح موعود کے دعوے اور ان کی خدمات سلسلہ کا ذکر میں نے کیا تو حاضرین نے اس کو

خندہ پیشانی سے ملتا۔ مجددیت کا دعوے چونکہ حدیث کی بنا پر ہے اس لئے اس کو بالخصوص مقبولیت حاصل ہے۔ احباب ملتان نے جلسہ سالانہ پر اجتماعی طور پر آنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور وہ یہ بھی قصد رکھتے ہیں کہ اپنی بیگمات کو اس جلسہ کی برکات سے مستفیض ہونے کے لئے اپنے ساتھ لائیں۔ ان میں سے اکثر خواتین اپنی اپنی دستکاری جلسہ پر پیش کریں گی۔

اس ضمن میں سابق تحصیلدار سردار عبدالرحیم خان چانڈیہ کا ذکر بھی ضروری ہے جو ڈیرہ غازیخان سے چل کر ملاقات کے لئے آئے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں سے جماعت کا اکثر حصہ جلسہ سالانہ میں شرکت کرے گا۔ اور خواتین کی طرف سے دستکاری بھی آئے گی، علاوہ ازیں کالج کے دو نوجوان بیعت کرکے سلسلہ عالیہ میں شمولیت کا فخر حاصل کریں گے۔

ملتان کے ایک افسر شیخ عبدالعلیم صاحب ایم اے مرزا مظفر بیگ صاحب کی وساطت سے سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ صاحب اہل قلم بھی ہیں اور اہل علم بھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہمت و استقلال عطا فرمائے۔ اور ان کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اسی کے دین کی خدمت کریں۔ ان کے علاوہ ایک بہت بڑے افسر شیخ نور محمد صاحب ایم اے ہیں جو نہایت درجے کا اخلاص رکھتے ہیں وہ عالم دین ہیں ماشاء اللہ اور ان کی متانت اور ان کے اخلاق حمیدہ قابل رشک ہیں۔

علاوہ ازیں ہمارے ایک نہایت مخلص عزیز ہیں شیخ صلاح الدین حنیف سینیئر سب جج جو مدت سے امام غائب کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ ان کی نیکی اور پاکیزگی کا اہل ملتان پر بہت اچھا اثر ہے ایسے حاکموں کی بہت کمی ہے۔ ان کی صورت اور سیرت دونوں نہایت دلکش ہیں وہ اکثر علیل ہو جاتے ہیں احباب کرام سے التماس ہے کہ وہ ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھا کریں۔

اب تھوڑا سا ذکر چندے کے متعلق بھی سناتا ہوں۔ ملتان بھی انشاء اللہ تعالے لائل پور کی طرح انجمن کا خزانہ ثابت ہوگا۔ وہاں پر ابھی کوئی خاص چندے کی اپیل نہیں کی گئی۔ تاہم تین رقوم قابل ذکر ہیں :-

(۱) میاں مقصود احمد صاحب فرزند ارجمند میاں عطاء اللہ صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۰ ماہوار

(۲) میاں مقصود احمد کے بھائی میاں مقبول احمد صاحب نے کہا اگر میرا چھوٹا بھائی یک صد روپے ماہوار دیتا ہے تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰ روپے ماہوار دونگا۔ (نوٹ)۔ خود میاں عطاء اللہ صاحب ساڑھے چھ صد روپے ماہوار لیتے ہیں جس رقم کا بہت بڑا حصہ تو انہوں نے فرانسیسی ترجمۃ القرآن کے لئے مخصوص کر رکھا ہے اور باقیماندہ تھوڑا سا حصہ چندہ ماہوار ہے۔

(۳) سید بشیر احمد صاحب نے خود بخود نماز جمعہ کے اختتام پر جو رقم نہایت اخلاص کے ساتھ لکھائی وہ دس روپے ماہوار ہے۔

ابھی شیخ نور محمد صاحب ایم اے اور شیخ عبدالعلیم صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ایم اے کا چندہ ماہوار متعین نہیں ہو سکا۔

ملتان کی جماعت بہت ہی قیمتی جماعت ہے اللہ تعالیٰ ان پر برکات نازل فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

میں ہوں آپ کا خیر اندیش - **صدرالدین** - ۲۵ نومبر ۱۹۵۱ء

تبلیغی دورے کے تاثرات

از مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب مبلغ اسلام لائلپور

میں ۱۰ نومبر کو ایک تبلیغی دورہ پر لائلپور سے راولپنڈی گیا اور جناب ملک فضل کریم صاحب ٹھیکیدار کے ہاں فروکش ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد جناب خواجہ محمد عبداللہ صاحب و جناب میاں محمد عبداللہ صاحب و برادر خورد مرزا محمد اعظم بیگ بھی آگئے اور احباب کو ۱۱-۱۱-۵۱ صبح نو بجے میٹنگ کی اطلاع دینے کا انتظام کیا گیا۔ رات ملک صاحب کے ہاں قیام کیا۔ صبح ناشتہ کے بعد ہم جناب چوہدری غلام ہادی صاحب اسسٹنٹ کمشنر آف انکم ٹیکس کی کوٹھی پر پہنچے۔ الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور پچھلی رات لاہور سے روانہ ہو کر صبح ½ ۷ بجے بذریعہ کار چوہدری صاحب مکرم کی کوٹھی پر پہنچ چکے تھے۔ غسل۔ ناشتہ اور ضروری گفتگو میں بہت سا وقت صرف ہوگیا۔ جناح گرلز ہائی اسکول کے احاطہ میں میٹنگ قرار پائی تھی احباب وقت پر پہنچ گئے تھے اور آخر انتظار کے بعد کچھ دوست چلے گئے تو ہم پہنچے۔ حضرت میاں صاحب نے یہی مناسب فیصلہ فرمایا کہ ۱۲-۱۱-۵۱ کو مغرب کے بعد پھر میٹنگ رکھی جائے حضرت میاں صاحب چند مقامی بزرگوں کی معیت میں اخویم مکرم جناب سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے لیکن ملاقات نہ ہوسکی کہ گیلانی صاحب گھر پر موجود نہ تھے۔ ایک مفصل رقعہ لکھکر گیلانی صاحب کے گھر دے دیا گیا اور انہیں ۱۲-۱۱-۵۱ کی میٹنگ میں شرکت کی تاکید کی گئی۔ دوپہر کے کھانے کا انتظام جناب ملک فضل کریم صاحب کے ہاں تھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر حضرت میاں صاحب بذریعہ کار پشاور تشریف لے گئے کہ اسی روز عصر کے وقت پشاور کے احباب کی میٹنگ تھی۔ میٹنگ کا انتظام حضرت میاں صاحب کے صاحبزادے اخویم میاں حمید احمد صاحب ذوالفقار نے اپنی کوٹھی کے لان میں کیا تھا۔ حضرت میاں صاحب نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تقریر فرمائی اور حضرت امیر مرحوم و مغفور کی بلند پایہ خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلیٰ و ارفع مقام و مرتبہ کا ذکر فرمایا اور احباب کو بیش از بیش قربانیوں اور خدمت دین کے لئے طیار ہو جانے کی پرزور الفاظ میں تلقین فرمائی۔ تقریر کے بعد احباب کی تواضع پرتکلف چائے سے کی گئی میٹنگ میں شرکت کے لئے پشاور۔ بازید خیل سعید ڈھیری۔ شیخ محمدی سے احباب تشریف لائے تھے۔

۱۲-۱۱-۵۱ اپنے پروگرام کے مطابق حضرت میاں صاحب ½ ۲ بجے بعد دوپہر بذریعہ کار پشاور سے روانہ ہوئے کہ راولپنڈی والی میٹنگ میں شریک ہو سکیں نوشہرہ کے قریب آپ کی کار فیل ہوگئی ڈینمو جل گیا تھا۔ مجبوراً کار وہیں چھوڑ کر حضرت میاں صاحب پشاور واپس تشریف لے گئے۔ ہمیں اس واقعہ کی اطلاع نوشہرہ سے بذریعہ تار ملی گئی مغرب کی نماز میں احباب جمع ہوگئے۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اپنی خوشدامن صاحبہ کی وفات پر تعزیت کے لئے تشریف لائے تھے، اور ایبٹ آباد سے سید اسد اللہ شاہ صاحب فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لائے۔ ان دونوں بزرگوں کی شرکت میٹنگ کے لئے باعث رونق ہوگئی۔ نماز مغرب کے بعد مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے جماعت کو مخاطب فرمایا اور قرآن پاک کی چند آیات کی اسقدر لطیف اور خوبصورت تفسیر فرمائی کہ احباب کو لطف آگیا۔ بہت سے احباب نے بعد میں فرمایا کہ مولانا صاحب کا علم بہت بلند اور آپکی نظر قرآن کریم کے مطالب پر بہت وسیع ہے۔ حضرت مولانا ممدوح کے بعد اخویم سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی سے احباب نے پرزور اصرار کیا کہ جماعت کو خطاب کریں لیکن گیلانی صاحب نہ اٹھے۔ مولانا عبدالحق صاحب اور جناب گیلانی صاحب کے ارشاد کے مطابق راقم الحروف نے احباب کو مخاطب کیا۔ تقریر کے بعد احباب نے کھانا کھایا اور یوں یہ بابرکت میٹنگ ختم ہوگئی۔ ۱۳-۱۱-۵۱ کو صبح کی چائے اپنے ایک دیرینہ دوست جناب سید سرور شاہ صاحب انکم ٹیکس آفیسر سے مل کر پی۔ جناب شاہ صاحب کو میں بچپن سے جانتا ہوں ہم دونوں ایبٹ آباد میں اکٹھے ایک ہی بزرگ سے قرآن کریم ترجمہ کے ساتھ پڑھتے رہے۔ شاہ صاحب نہایت متقی اور پرہیزگار مسلمان ہیں۔ رات شاہ صاحب کی معیت میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب و حضرت سید اسد اللہ شاہ صاحب کی ملاقات کیلئے گئے۔ چند اعلےٰ تعلیمیافتہ غیر از جماعت نوجوان اپنے اپنے اعتراضات پیش کر رہے تھے اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب اس خوبی سے جواب دے رہے تھے کہ نوجوان عش عش کر اٹھے۔ اس کے بعد مولانا ممدوح اور ان نوجوانوں نے مجھے فرمایا کہ میں بھی ۲۴

۲۴ انہی امور پر روشنی ڈالوں۔ میں نے ان تمام امور کو ذہن میں رکھ کر ایک گھنٹہ تک تقریر کی جس کو سنکر وہ نوجوان بہت محظوظ ہوئے اور آخر پر انہوں نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے پاس ایسے آدمی موجود ہیں جو ہر اعتراض کا جواب بڑی خوبی سے دے سکتے ہیں وہ نوجوان میری تعریف کرنے لگے تو میں نے انہیں روک کر کہا کہ میرے پاس اپنا کچھ نہیں میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب کا شاگرد ہوں اور ان کے قدموں سے چند ذرے اکٹھے کرکے اپنا کام چلا رہا ہوں۔ آخر پر میں نے ان نوجوانوں کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیش کیا اور پرزور الفاظ میں حضرت ممدوح الشان کے مقام کی طرف توجہ دلائی۔ رات بہت گذر چکی تھی صبح ½ ۶ بجے روانگی تھی بادل نخواستہ مجلس کو ختم کرنا پڑا۔ ۱۴-۱۱-۵۱ کو حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی معیت میں ½ ۶ بجے روانگی ہوئی۔ جناب مسٹر خواجہ محمد صاحب نیازی بیرسٹر ایٹ لاء ہمارے ہمسفر ہو گئے آپ کراچی میں حکومت پاکستان کی طرف سے ٹیکس آفیسر ہیں۔ ایک ماہ کی رخصت پر سیر کے لئے تشریف لائے تھے۔ احمدیت کے متعلق ان کے بہت سے سوالات کا تفصیلی جواب دیتا رہا۔ بہت معقول طبیعت پائی ہے۔ دلائل سن کر بہت لطف اٹھاتے رہے۔ راولپنڈی سے وزیر آباد تک برابر یہ سلسلہ جاری رہا اور بہت سے امور زیر بحث آئے میں نے وزیر آباد سے لائلپور پہنچنے کا ٹکٹ لینی تھی ورنہ یوں میں انسے جدا ہوگیا۔

راولپنڈی کے احباب کو الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب سے ملاقات کرکے بہت خوشی ہوئی۔ اور اکثر احباب یہ کہتے سنے گئے کہ خدا نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایک ایسی بزرگ ہستی دیدی ہے جو بڑی ہمت اور عزم کی مالک ہے تمسک و شباہت، تقویٰ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق اور مالی قربانیوں کے لحاظ سے وہ اس منصب کے اہل ہیں جو انہیں دیا گیا۔ اللہ کریم انہیں صحت، عمر دراز اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کی توفیق دے۔ آمین۔

آخر پر میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں جنہوں نے اپنی محبت و مروت سے مجھے نوازا۔ اللہ کریم ان سب کو اپنے فضلوں کا وارث کرے۔ آمین ثم آمین

عورت کا بلند مرتبہ اسلام میں

اپنے نبی مقتدا صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کو اپنے گھروں میں رائج کرو

خطبہ نکاح فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۵۱ء

بتقریب شادی محمد یحییٰ بٹ صاحب بمقام سیالکوٹ

خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد فرمایا:۔

یہ خطبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ ہم مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ ہمارے نبی کریم صلعم کا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا۔ گھوڑے پر سوار ہونا۔ جہاد کرنا۔ حج اور کمانڈر بننا۔ خطبہ پڑھنا، قرآن پڑھنا اور اس کا حفظ کرنا، غرضیکہ آپ صلعم کی زندگی کے تمام کے تمام حالات من وعن محفوظ ہیں۔ ایک مسلمان کے لئے یہ امر کس قدر لطف کا موجب ہے کہ اس کے لئے ہر شعبہ زندگی میں حضرت سیدنا نبی کریم صلعم کا نمونہ موجود ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا نمونہ آج محفوظ نہیں۔ حضرت موسےٰؑ کا بھی کوئی نمونہ موجود نہیں۔ رامچندر جی اور کرشن جی مہاراج کا بھی کوئی نمونہ موجود نہیں۔ یہ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور آپ صلعم کا لایا ہوا دین تا قیامت قائم رہنا تھا۔ آپ سے پیشتر جس قدر انبیاء دنیا میں مبعوث ہوئے ان میں سے کسی ایک کا نمونہ بھی محفوظ نہیں رہا۔ اس لئے کہ اس کی حاجت نہیں تھی۔ یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا لایا ہوا دین ہے۔ جو ہر لحاظ سے کامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ایک ایک بات محفوظ کر دی گئی۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپ پر نازل کی ہوئی کتاب قرآن مجید اور شریعت غرا کی کامل طور پر محافظت فرمائی۔

تقوےٰ اللہ کا حکم

یہ خطبہ نکاح جو میں نے ابھی پڑھا ہے یہ من وعن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ آنحضرت صلعم اس خطبہ کو نکاح کے موقعہ پر پڑھا کرتے تھے۔ اس میں تین امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

پہلے فرمایا اتقوا اللّٰہ۔ خدا سے ڈر کر زندگی بسر کرنا۔ کوئی جج ہو یا وکیل، تاجر ہو یا کلرک، کارخانے کا مالک ہو یا ملازم چھوٹا ہو یا بڑا، سب کے لئے یکساں حکم دیا اتقوا اللّٰہ خدا سے ڈر کر کام کرنا۔ یعنی جج ہو تو خدا سے ڈر کر اور وکالت ہو تو خدا سے ڈر کر، تجارت میں باہمی لین دین ہو یا ملازمت ہو غرضیکہ ہر شعبہ زندگی میں کوئی بھی معاملہ ہو سب میں خدا کی عظمت اور اس کی جبروت دل پر مستولی ہو۔ اگر خدا کا خوف آج دلوں میں پیدا ہو جائے تو ہمارے معاشرہ میں آن کی آن میں ایک صالح انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔ آج رونا ہے تو یہی کہ کوئی شخص الا ماشاء اللہ بڑا ہو یا چھوٹا امیر ہو یا غریب اپنے معاملات میں تقوی اللہ کو مدنظر نہیں رکھتا۔

حکومت میں تقوےٰ اللہ کی ضرورت

موجودہ مشکلات اور فسادات کے رونما ہونے کا ایک باعث ہے کہ قوم نے اس اصل کو چھوڑ رکھا ہے۔ آج خدا کا فضل ہے کہ ہمیں پاکستان مل چکا ہے۔ یہ ایک امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا لننظر کیف تعملون۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ اگر تمام کی تمام قوم اتقوا اللّٰہ کو مدنظر رکھتے ہوئے خدا سے ڈر کر زندگی بسر کرے تو پاکستان مضبوط ہو سکتا ہے۔ پاکستان کی مضبوطی کا یہ سب سے بڑا ذریعہ ہے کہ تمام کے تمام لوگ حاکم ہوں یا رعایا خدا سے ڈر کر زندگی بسر کرنا اپنا شیوہ بنا لیں۔

مسلمان کی زندگی اور قوت اتحاد و اتفاق میں

دوسری بات یہ فرمائی کہ باہمی اتفاق اور اتحاد سے زندگی بسر کرنا۔ اسی میں مسلمانوں کی قوت اور زندگی کا راز مضمر ہے۔ لیکن یہ کس قدر افسوسناک امر ہے کہ آج مسلمان ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس طرح اسلامی اتحاد کو پاش پاش کر رہے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے کل مومنون اخوۃ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اور نماز کے متعلق حضور صلعم نے فرمایا الصلوٰۃ جامعۃ نماز جمع کرنے والی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے اس زمانہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا تھا۔ ستفترق امتی علی اثنی وسبعین فرقۃ فتهلکوا کہ آخر زمانہ میں میری امت کے ۷۲ فرقے ہو جائیں گے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تباہ ہو جائیں گے۔ افتراق اور تشتت کا نتیجہ یقینی طور پر ہلاکت ہے۔ ہمیں یہ نفل اور نمازیں اور صرف کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھنا انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اگر باہمی اتفاق اور اتحاد نہ رہا۔ تو حضور فرماتے ہیں تمام اسلامی ارکان بجا لاتے ہوئے مسلمان تباہ ہو جائیں گے برباد ہو جائیں گے۔ سوچا ہیئے کہ باہمی اتفاق اور اتحاد کو کسی صورت میں بھی ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ تشتت و افتراق پیدا کرنے سے ہم مجتنب رہیں تا ہلاک اور برباد ہونے سے بچ جائیں۔

مسلمان عورت کا بلند مرتبہ

تیسری بات جو یہاں بیان فرمائی ہے۔ وہ عورتوں کا رتبہ ہے۔ اسلام نے عورتوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے رتبہ کو سوسائٹی میں بلند کر دیا۔ اور نیک کاموں میں اجر کے لحاظ سے انہیں مردوں کی صف کے اندر کھڑا کر دیا۔ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

ان المسلمین والمسلمات مسلم مرد اور مسلم عورتیں والمومنین والمومنات مومن مرد اور مومن عورتیں والقنتین والقنتت فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں والصدقین والصدقت صدق دکھانے والے مرد اور صدق دکھانے والی عورتیں والصابرین والصابرات صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں والخاشعین والخاشعات فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں والمتصدقین والمتصدقات خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں والصائمین والصائمات روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں والحافظین فروجهم والحافظات فروج کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں والذاکرین اللّٰہ کثیرا والذاکرات اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور بہت ذکر کرنے والی عورتیں۔ غرضیکہ تمام کی تمام صفات میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد اجر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اعد اللّٰہ لهم مغفرۃ واجرا عظیما۔ مرد ہوں یا عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالےٰ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔ یہ ہے ہمارے محبوب مقتدا کا کلچر۔

اس کے علاوہ آنحضرت صلعم نے خصوصیت سے عورتوں کے بارے میں مردوں کو حکم دیا کہ اپنی بیویوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وعاشروهن بالمعروف عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ آنحضرت صلعم کو تو اپنی بیبیوں کی یہاں تک پرواہ تھی کہ آپ گھر جانے سے پیشتر مسواک کر لیتے تھے کہ کہیں منہ سے بدبو نہ آئے۔ یہ ہے ہمارے محبوب مقتدا کا کلچر۔ ہم مسلمان آج کدھر جا رہے ہیں۔ غور کریں ہم اس عظیم الشان ختم المرسلین کی امت ہیں۔ اپنے گھروں میں اس نمونہ کو پیدا کیجئے۔ بدقسمتی سے آج اکثر لوگوں کی حالت اس کے الٹ ہے۔

مجھے ۱۹۱۷ء میں پہلی بار جب کشمیر جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں راجہ کے ایک وزیر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتلایا کہ جب میرے گھر جانے کا وقت ہوتا ہے تو گھر میں بیوی اور بچے ڈر کے مارے سہم جاتے ہیں کہ بابو جی گھر آ رہے ہیں۔ بچے چھپ جاتے ہیں۔ چائے میز پر رکھی ہوتی ہے۔ بیوی اور بچے پھر آہستہ آہستہ وقت گذرنے کے

بعد سامنے آتے اور سلام کرتے ہیں۔ باہر بابو جی بھیڑوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں لیکن جونہی گھر آتے ہیں شیر بن جاتے ہیں۔ یہ حالت اچھی نہیں۔ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا گھر میں اس کی شرافت نظر نہیں آتی، الا ماشاء اللہ۔ آنحضرت صلعم کا یہ طریق کار نہ تھا۔ حضور نے فرمایا خیرکم خیرکم لاھلہ تم میں سے شریف وہ ہے جو گھر میں شریف نظر آتا ہے۔

بیوی کے رشتہ داروں سے سلوک

آج یہ بھی ایک بڑا مرض ہے کہ بی بی کے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا۔ میاں سمجھتا ہے کہ اب تو اس کے تمام رشتہ دار میرے پاؤں کے نیچے آ گئے، کس قدر بدبخت ہے یہ انسان۔ ماں باپ تو اپنے جگر گوشے کو اس کے حوالے کرتے ہیں، لیکن یہ مرد ان کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔

معاملات میں اسلام کا نمونہ دکھاؤ

حضرتؐ کے نمونہ کو دیکھو اور کچھ اسلامی غیرت دکھاؤ محض زبانی اقرار سے اسلام کا دعوے چنداں فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ اعمال سے دکھاؤ کہ تم اس عظیم الشان نبیؐ کی امت ہو۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ سخت سے سخت مخالف بھی حضور کے متبعین کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے تھے۔ اس زمانہ کی یاد کو تازہ کرو۔ کہ تمہارے لین دین، اٹھتے بیٹھتے ہوئے غرضیکہ ہر فعل میں اسلام کی جھلک پائی جائے۔

عورت کی عزت

اسلام نے عورتوں کا جو رتبہ بیان فرمایا ہے اس کے مطابق ان سے برتاؤ کرو۔ حضور صلعم نے تو اپنے عمل سے اپنی لڑکیوں کی تعظیم کرنی سکھائی۔ حضرت فاطمۃ الزہرا جب حضورؐ کے ہاں تشریف لاتیں، تو آپ اپنی بیٹی کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اپنے ہشاش بشاش چہرہ سے فرماتے مرحبًا بک یا فاطمہ، خوش آمدید اے فاطمہ آپ کا آنا سر آنکھوں پر فرطِ محبت میں ان کا ماتھا چومتے اور گھر میں حمدولتشت گاہ پر بٹھاتے۔ حضورؐ نے عورتوں کی عزت کرنی سکھلائی ہے۔ وہ تہذیب جو ہمارے گھروں میں نظر آنی چاہئے کوشش کرو اور اپنے نبی مقتدا صلعم کے طرزِ عمل کو اپنے گھروں میں رائج کرو، اسی سے ہماری سوسائٹی سدھر سکتی ہے۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر قوم اس ہفتہ ملتان تشریف لے گئے آپ کے قیامِ ملتان کے تاثرات دوسری جگہ درج ہیں۔

—— گذشتہ ماہ حضرت امیر مرحوم کی وفات سے ایک دو دن پہلے ملک غلام سرور صاحب کنجاہ کی اہلیہ محترمہ (نواب بی بی صاحبہ) کی وفات کی خبر آئی تھی، جو افسوس ہے کہ اخبار میں درج ہونے سے رہ گئی، مرحومہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کئے ہوئے تھیں اور بڑی نیک اور عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں ہمیں ان کی وفات کا بہت افسوس ہے اور ملک غلام سرور صاحب سے دلی ہمدردی، دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ملک صاحب اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (بعد کی خبر) ملک غلام سرور صاحب کے ایک بھائی ملک کرم الٰہی صاحب بھی کنجاہ میں فوت ہو گئے ہیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

(باقی کالم نمبر ۳ کے نیچے)

دنیا اگر امن اور سلامتی چاہتی ہے تو قرآن کا مطالعہ ضروری ہے

ڈاکٹر احمد حسن صاحب

انسان کو اللہ تعالےٰ نے آنکھیں عطا کی ہیں جن سے وہ دنیا کی اشیا اور اس کی کائنات کو دیکھ سکتا ہے۔ اس کو کان دیئے ہیں جن سے اس کائنات کی آوازیں سن سکتا ہے۔ لیکن یہ آنکھیں اور کان اس وقت تک کوئی کام نہیں دے سکتے جب تک باہر روشنی اور ہوا نہ ہو۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے انسان کو عقل کی آنکھیں عطا کی ہیں جن سے وہ ان اشیاء کی حقیقت و ماہیت کو سمجھ اور سوچ سکتا ہے، لیکن جہاں تک انسان کی ہدایت اور امن اور سلامتی کا تعلق ہے عقل کا نور بھی اس وقت تک کام نہیں آ سکتا جب تک اس کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہدایت کی روشنی نہ ہو یہ ہدایت قرآن کریم ہے۔ چنانچہ فرمایا انا علینا للھدیٰ۔ ہدایت دینا ہمارے ذمہ ہے اور ہم دیں گے یہاں تمہاری عقل صرف یہ کرے گی کہ ہر معاملہ کو نبٹانے کے لئے ہماری رضا کو دیکھے اور اس کے مطابق اسے طے کرے ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل والنھار لاٰیٰت لاولی الالباب۔ عقلمند کے لئے روشنی کا سامان ہم نے کر رکھا ہے الذین یذکرون اللّٰہ .... وہ ہر مرحلہ پر موقعہ اور محل کے مطابق اس روشنی کو کام میں لاتا ہوا خدا کی رضا کو تلاش کرے یعنی اللہ کا ذکر کرے اور یتفکرون فی خلق السمٰوات والارض اور تحقیقات میں لگا رہے بہت شاندار نتائج اور طاقتیں اسے حاصل ہوں گی اور اگر ان کا استعمال خدا کی رضا کے مطابق کرے گا یعنی اللہ کے ذکر کو کسی مرحلہ پر نہ چھوڑے گا تو محبت کے جذبہ کے ساتھ یہ اعتراف اس کی زبان کرے گی ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا تو نے ہر ایک شے میں ہمارے لئے بہت فوائد اور طاقتیں رکھی ہیں۔ تو پاک ہے مجھے بھی پاکیزگی پر قائم رکھ تاکہ یہ فوائد اور طاقتیں میرے لئے آگ نہ بن جائیں سبحانک فقنا عذاب النار۔ جونہی خدا کے ذکر کو چھوڑا اسی وقت اپنی ہی طاقت اپنے ہی لئے مصیبت بننا شروع ہو گئی۔ رفتہ رفتہ ایک دنیا ایک وبال میں گرفتار ہو گئی۔ اللہ کا ذکر شروع ہوا آہستہ آہستہ آسانیاں ہوتی گئیں اور ساری مخالف طاقتیں سرنگوں ہوئیں زمین پر جنت قائم ہو گئی۔ کیا تاریخ اس نظریہ کی مضبوط شہادت پیش نہیں کرتی، کوئی فلسفی سیاست دان یا ڈاکٹر قرآن کو چھوڑ کر کیسے اس مسئلہ پر روشنی ڈالےگا۔ کیونکہ ان لوگوں کی "ناک کے نیچے" ان کے پرستار زندگی کے بوجھ کے نیچے دبے جا رہے ہیں۔ وہ تو تکبر اور نخوت کے پتلے ہیں کیسے تسلیم کر سکتے ہیں کہ خدا کی دی ہوئی روشنی روگردانی انکی غفلت کا نتیجہ ہے وہ تو اس امر کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ کوئی اور ہستی ان کی ربوبیت کرتی ہے ربنا کہنا ان کے لئے محال ہے ان کی شان میں فرق آتا ہے۔ دنیا تباہ ہو جائے لیکن جائے ان کی بلا سے۔

اسی لئے تو عرض کیا کہ قرآن کا مطالعہ ازبس ضروری ہے قرآن کسی فلسفے یا علم کے حاصل کرنے سے منع نہیں کرتا، بلکہ مومن کے لئے فرض قرار دیتا ہے کہ وہ آخری دم تک علوم حاصل کرتا رہے صرف ایک شرط ہے وہ یہ کہ قرآن کا بھی ساتھ ساتھ گہرا مطالعہ کرتا رہے تاکہ اس پر کوئی مشقت نہ پڑے اور اس کے لئے زندگی آسان رہے ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ۔ قرآن ہر ایک مشقت کو ہلکا کرتا ہے اور بے جا مشقت سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ بتاتا ہے۔ آسان زندگی کا واضح الفاظ میں وعدہ کرتا ہے یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ قرآن کہتا ہے تم ایک دوسرے کے مددگار بنو۔ آج یہ طاقتیں جن پر انسان کو قدرت حاصل ہے ایک دوسرے کی مدد اور خدمت کے لئے استعمال ہوں تو زندگی فی الحقیقت نہایت خوشگوار اور ہلکی ہو جائے۔ اسی امر کو ذہن نشین کرانے کے لئے قرآن کو بار بار پڑھنے اور اس پر گہرا غور کرنے کا حکم خدا نے دیا ہے کہ انسان ایک دوسرے کو دبائے رکھنے کی کوشش اور فکر کو چھوڑ کر ایک دوسرے کا مشفق اور ہمدرد دوست بن جائے ورنہ وہ خود دب جائے گا آج انگریز سے پوچھئے کہ یہ حقیقت ہے یا نہیں؟ اور دیگر اقوام خواہ امریکہ والے ہوں یا روس کے باشندے ان کو بھی اس قوم کی موجودہ حالت سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اس کتاب کا مطالعہ تو کرو۔ کوئی امر بحث طلب ہو تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمات حاضر ہیں۔ خود سمجھتے ہو کہ کوشش جیسی کوئی چیز نہیں۔ پھر موجودہ مشکلات کے حل کے لئے اس نسخے کا استعمال کیوں نہیں کرتے ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

بقیہ۔ اخبار احمدیہ از کالم ۱

احباب سے ہر دو کے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

—— ڈاکٹر محمد امین صاحب ریٹائرڈ ویٹرنری اسسٹنٹ کی بیماری کی اطلاع گذشتہ شمارہ میں دی جا چکی ہے، ابھی تک انہیں افاقہ نہیں ہوا آپ کمبائنڈ ملٹری ہسپتال لاہور چھاؤنی میں داخل ہیں، احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

شکریہ تعزیت

ملک ظفر اللہ خان و برادران (پسران حکیم شاہ نواز خان صاحب مرحوم) راولپنڈی ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ان کی والدہ ماجدہ کے انتقال پر ان سے اظہار ہمدردی کیا اور تعزیت کے خطوط تحریر کئے چونکہ فردًا فردًا تمام احباب کو خط لکھنا مشکل ہے اس لئے اخبار کے ذریعہ شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

مرتضیٰ خان

حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک واقعہ کی تشریح

ازقلم میاں نصیر احمد صاحب فاروقی

ہمارے قابل فخر اور عزیز نوجوان میاں نصیر احمد صاحب فاروقی ابن ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کہ جو حکومت سندھ میں چیف سیکرٹری کے معزز عہدہ پر فائز ہیں اپنے والد بزرگ کی طرح قرآن کریم کے مطالعہ اور غور و فکر کا خاص ملکہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے آپ آجکل بحالی صحت کے لئے رخصت پر ریاست سوات میں تشریف رکھتے ہیں اس فرصت میں انہوں نے اپنے فہم قرآن کا ثبوت ذیل کے مضمون میں دیا ہے جو امید ہے دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔

موجودہ رخصت میں مجھے بیان القرآن مصنفہ حضرت امیر رح کو بالاستیعاب اور توجہ سے پڑھنے کا موقعہ ملا تو حضرت موصوف نے جو محنت اس پر کی ہے اور جو علم اور معرفت اس میں بھرا ہے اس کا اتنا احساس ہوا جو پہلے نہ تھا۔ نہ صرف ہر مشکل اور تشریح طلب لفظ کے تمام لغات اور خود قرآن کریم کے مختلف معانی کو اکٹھا کر دیا ہے بلکہ تمام مشکل مقامات پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور جو مقامات مشکل نہ تھے وہاں بھی اپنی تفسیر سے قرآن کے حسن اور حکمت کو ظاہر کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اس کا بیش بہا اجر عطا فرمائے۔ آمین

بن یامین مصر میں کیسے گئے؟

آج میں سورہ یوسف پڑھ رہا تھا تو ایک مقام پر میرے بھی دماغ میں کچھ خیالات آئے ہیں۔ اس لئے لکھے دیتا ہوں کہ دوسروں کو فائدہ ہو یا دوسرے اصحاب اس پر مزید روشنی ڈال کر میرے علم میں اضافہ کریں۔ میرا روئے سخن اس واقعہ کی طرف ہے جہاں حضرت یوسف کے بھائی دوسری دفعہ غلہ لینے ان کے پاس آتے ہیں۔ پہلی دفعہ آئے تھے تو حضرت یوسف نے کہا تھا کہ اگلی دفعہ اپنے بھائی بن یامین کو بھی (جو حضرت یوسف کا سگا بھائی تھا) ساتھ لانا۔ حضرت یوسفؑ کے کھوئے جانے کے بعد حضرت یعقوبؑ اپنے دوسرے بیٹوں پر بن یامین کے معاملہ میں اعتبار نہ کرتے تھے کہ شاید حسد سے اس کو بھی نقصان نہ پہنچائیں۔ چونکہ قحط پڑا ہوا تھا اور بن یامین کے لے جانے بغیر دوبارہ غلہ نہ مل سکتا تھا اس لئے بڑی مشکل سے حضرت یعقوبؑ راضی ہوئے خصوصاً اسلئے کہ انہیں علم دیا گیا تھا کہ اگلی دفعہ ان کے لڑکے مصر جائیں گے تو کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آئے گا۔ حضرت یعقوبؑ نے اللہ تعالےٰ کا حلف دے کر اپنے دوسرے بیٹوں سے عہد لیا کہ وہ بن یامین کی حفاظت کریں گے۔

پیالہ کی گمشدگی اور بن یامین پر الزام

چنانچہ یہ لوگ حضرت یوسف کے پاس آئے اور حضرت یوسفؑ نے صرف بن یامین کو علیحدگی میں بتایا کہ وہ کون ہیں۔ باقی تمام بھائی نہ جانتے تھے کہ وہ حضرت یوسف ہیں۔ اس کے بعد ان لوگوں کو غلہ دے دیا گیا۔ اس وقت کسی نے بادشاہ کا پانی پینے کا کٹورا بن یامین کی بوری میں چھپا دیا۔ یہ کس نے کیا یہی ساری بحث ہے۔ مگر ابھی باقی کے واقعہ کو سن لیجئے۔ جب پیالے کے گم ہونے کا علم ہوا (اور اغلباً جلد ہی علم ہو گیا کیونکہ اسی وقت) ایک پکارنے والے نے پکارا کہ اے قافلہ (والو) تم چور ہو"۔ انہوں نے پوچھا تمہارا کیا گم ہوا ہے۔ تو جواب ملا بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے اور جو شخص اسے پیدا کرے اسے ایک اونٹ کا بوجھ (اغلباً غلہ کا جو اس قحط میں بڑی نعمت تھی) بطور انعام ملے گا۔ اس پر ان بھائیوں نے قسم کھائی کہ وہ فساد کرنے کے لئے وہاں نہیں آئے اور نہ وہ چور ہیں۔ تو پوچھا گیا کہ اگر تم جھوٹے نکلے تو کیا سزا ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ جس شخص کی بوری میں سے پیالہ نکلے وہ خود اس کا بدلہ ہوگا یعنے اسے تم روک لینا اور جو چاہے کرنا۔ چنانچہ تلاشی ہوئی۔ پہلے دوسرے بھائیوں کی بعد میں بن یامین کی اور اس کی بوری میں سے پیالہ نکل آیا۔ اس پر باقی کے بھائیوں نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے بھائی (یعنے حضرت یوسفؑ) نے بھی چوری کی تھی۔ اس پر حضرت یوسفؑ نے ضبط سے کام لیا اور اپنے آپ کو ان پر ظاہر کرنے سے روکا اور صرف اتنا ظاہر کیا کہ تم لوگ بڑی حالت میں ہو اور اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے جو کچھ تم بیان کرتے۔

بن یامین کے بھائیوں کی کوشش

اس پر ان بھائیوں نے کہا کہ اے عزیز مصر اس کا (بن یامین) باپ بوڑھا ہے تم ہم میں سے اس کی جگہ ایک کو لے لو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تو بھلا آدمی ہے۔ عزیز نے جواب دیا کہ اگر ہم اس کی جگہ دوسرے کو پکڑ لیں تو یہ تو بے انصافی ہوگی اور اس کے لئے ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں۔ منت سماجت کے بعد جب یہ لوگ مایوس ہو گئے تو آپس میں مشورہ کرنے کے لئے علیحدہ ہوئے۔ سب سے بڑے بھائی نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ بن یامین کے معاملہ میں تمہارے باپ نے تم سے اللہ کو درمیان رکھکر عہد لیا تھا۔ اور اس سے پہلے یوسف کے معاملہ میں بھی تم قصور کیا تھا سو میں تو ہرگز اس ملک کو نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ میرا باپ مجھے اجازت دے یا اللہ میرے لئے فیصلہ کرے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ بڑے بھائی نے پھر کہا اپنے باپ کی طرف واپس جاؤ اور تمام حقیقت اسے بتاؤ۔ اس واقعہ کا ذکر کر کے قرآن کریم نے فرمایا ہے كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ اسی طرح ہم نے یوسف کے لئے ارادہ کیا۔

پیالہ کس نے رکھا؟

اس تمام واقعہ میں بحث اس بات پر آکر رہتی ہے کہ بن یامین کی بوری میں پیالہ کس نے رکھا۔ مفسرین نے کہا ہے کہ خود حضرت یوسف نے رکھا تھا۔ اس کے متعلق حضرت امیر لکھتے ہیں:-

" مگر اس پر قرآن کریم کے الفاظ کئی قسم کی مشکلات وارد کر دیتے ہیں۔ خود ایسی کارروائی کر کے پھر سب لوگوں میں یہ اعلان کرنا کہ یہ قافلے والے چور ہیں ایک نبی کے کس طرح شایان شان ہو سکتا ہے۔ یہ تو ایک معمولی آدمی بھی کرے تو قابل گرفت ہے۔ قرآن شریف میں ہے وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا (النساء ۴-۱۱۲) ایک شخص خود ایک گناہ کرے پھر اس کا الزام دوسرے پر لگائے تو وہ ارتکاب بہتان (اور کھلا گناہ) کرتا ہے ...... پس قرآن کریم کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہو سکتا کہ حضرت یوسفؑ نے خود وہ پیالہ بوری میں رکھا یا رکھوایا۔ اس سے پہلے جب روپیہ ان کو واپس کیا گیا تو یہ لفظ ہیں کہ اپنے نوکروں کو کہا کہ ان کا روپیہ ان کی بوریوں میں رکھدو کیونکہ ظاہر ہے کہ بوریوں کا بھرنا بھرانا حضرت یوسفؑ کا اپنا کام نہ تھا اور نہ وہ کام آپ کے سامنے ہوتا تھا ...... قرآن شریف سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت یوسفؑ کے ساتھ ان کے بھائیوں نے ایک بھاری شرارت کی تھی اسی طرح بن یامین کے ساتھ بھی کی چنانچہ جب (تیسری دفعہ غلہ لینے کے لئے آنے کے موقعہ پر ــ ناقل) حضرت یوسفؑ اپنے آپ کو ان پر ظاہر کرتے ہیں تو یوں فرماتے ہیں هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ (یعنے کیا تم جانتے ہو جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کیساتھ کیا کیا۔ ناقل) اب ظاہر ہے کہ اور کوئی واقعہ بن یامین کے ساتھ ایسا نہیں ہوا جس میں ان کے ساتھ قریباً قریباً ایسا ہی سلوک ہوا ہو جیسا یوسف کے ساتھ ہوا تھا صرف یہی ایک واقعہ ہے اور ان کی شرارت کی مزید تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ انہوں نے چوری کا جھوٹا الزام یوسف پر بھی لگایا .... پس اصل واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان بھائیوں میں سے کسی نے محض شرارت کے طور پر پیالہ اٹھا کر بن یامین کی بوری میں رکھ دیا تاکہ یوسفؑ کی طرح وہ بھی حضرت یعقوبؑ کی نظروں سے دور ہو جائے"

حضرت یوسف کی بھلائی

پھر كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ پر بحث کرتے ہوئے حضرت امیرؒ نے لکھا ہے کہ اگر یہ تدبیر حضرت یوسفؑ کی ہوتی تو اللہ تعالےٰ یوں نہ فرماتا کہ ہم نے یوں یوسف کے لئے تدبیر کر دی۔ یہ تو بھائیوں کی شرارت تھی جسے خدا نے یوسف کے لئے بھلائی کے رنگ میں بدل دیا کہ ان کا عزیز بھائی ان کے پاس رہ گیا۔

حضرت یوسفؑ پر غلط الزام

مجھے نہ صرف ان دلائل سے اتفاق ہے جو حضرت امیر نے اس بارہ میں دیئے ہیں کہ پانی کا کٹورہ حضرت یوسف نے خود نہیں رکھوایا تھا بلکہ کچھ دلائل میں خود بڑھانا چاہتا ہوں۔ مثلاً یہ کہ جھوٹا الزام یا بہتان ایسی چیز ہے جس کی حضرت یوسفؑ تو کیا کسی اور ایسے انسان سے بھی توقع نہیں رکھی جا سکتی جس نے حضرت یوسف کی طرح جھوٹے الزام یا بہتان سے بہت دکھ اور اذیت اٹھائی ہو۔ مصر کی عورتوں نے مل کر جو سازش کی اور حضرت یوسف پر بہتان باندھا جس کی وجہ سے حضرت یوسف کو قیدخانہ میں کئی سال گذارنے پڑے اس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور اس کی تشریح حضرت امیر نے بیان القرآن میں بہت خوبی سے کی ہے۔ اور اس بہتان کو حضرت یوسف نے اتنی اہمیت دی کہ جب بادشاہ نے انہیں قیدخانہ سے نکالنا چاہا تو انہوں نے انکار کیا سوائے اس کے کہ پہلے اس بہتان کی تحقیق ہو جائے اور وہ جھوٹا الزام ان پر سے دور ہو۔ چنانچہ

بادشاہ نے تحقیق کی اور حق کھل گیا کہ یہ سب محض ایک جھوٹا الزام اور بہتان تھا۔ تو ایسے انسان پر یہ الزام دینا کہ اس نے خود بھی ایسا ہی ایک جھوٹا الزام اور بہتان اپنے بھائیوں پر باندھا اور اسی قسم کی چالبازی کی جیسی مصر کی عورتوں نے کی تھی ایک ظلم عظیم ہے۔ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ کیا حضرت یوسف جیسے سمجھدار انسان کو یہ احساس نہ تھا کہ جو بادشاہ کا اتنا قیمتی پیالہ کہ جس کے پیدا کرنے پر اونٹ کے بوجھ برابر غلہ بطور انعام مقرر ہوا تھا اگر وہ اپنے پیارے بھائی کی بوری میں چھپا دیں گے اور جس طرح کہ مفسرین نے مانا ہے بعد میں خود پکڑوا دینا تھا تو کیا بادشاہ اس معصوم بھائی کو چور سمجھ کر سولی پر نہ چڑھا دے گا جو اس زمانہ میں چور کی سزا تھی؟ حضرت یوسف کی شہادت بھائی ہونے کی وجہ سے کون مانتا؟ اگر سزا نہ بھی ملتی تو بھی کیا حضرت یوسف یہ پسند کر سکتے تھے کہ ان کا پیارا اور معصوم بھائی تمام اہل مصر کی نگاہوں میں چور سمجھا جائے۔ اس میں خود حضرت یوسف کی کتنی بے عزتی ہوتی اور کیا ان کے لئے اعلیٰ عہدہ پر قائم رہنا ممکن ہوتا۔ پھر اپنے نوکروں چاکروں کی نگاہوں میں ان کے آگے یہ مکاری اور چالبازی کرنے سے حضرت یوسف کی کیا عزت رہ جاتی؟ پھر ایک نبی جس کی تعریف میں خود قرآن رطب اللسان ہے اس کی طرف ایسی لغو اور خود بقول قرآن گناہ والی بات منسوب کرنا کتنی بڑی غلطی اور جرم ہے۔

صرف ایک بھائی کی شرارت

اس سارے قصہ میں مجھے حضرت امیر سے صرف اس قدر اختلاف ہے کہ ان کی تشریح سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے بھائیوں کی یہ شرارت تھی میری سمجھ میں کسی ایک بھائی نے دوسروں کے علم کے بغیر چوری کی اور اس ڈر کے مارے کہ پکڑا نہ جاؤں اور تلاشی نہ ہو بن یامین کی بوری میں پیالہ کو چھپا دیا۔ پیالہ قیمتی تھا اسی لئے اسکو پیدا کرنے کا معاوضہ اتنا بڑا دیا جانے کا اعلان ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر کسی ایک بھائی کے منہ میں رال بھر آئی۔ اس بات کی تائید کہ چھپایا صرف ایک ہی بھائی نے تھا خود قرآن کے الفاظ سے ہوتی ہے۔ فلما جھزھم بجھازھم جعل السقایۃ فی رحل اخیہ۔ یعنے جب ان کا سامان مل گیا تو کٹورا اس کے بھائی کی بوری میں رکھ دیا۔ اس میں جعل واحد کا صیغہ ہے۔ اس لئے یہ فعل تو ایک ہی انسان کا ہے اب سوال یہ ہے کہ کیا دوسرے بھائیوں کو اس کا علم تھا اور انہوں نے اس لئے یہ کام کیا کہ بن یامین پیچھے رہ جائے یا باپ کی نظروں میں حقیر ہو جائے۔ میرا خیال ایسا نہیں۔ وجہ یہ کہ سورت یوسف میں سوتیلے بھائیوں نے اگر کبھی سازش کی ہے تو قرآن نے اس کا صریحاً ذکر کیا ہے۔ مثلاً شروع میں یوسف کو کنوئیں میں پھینکنے کی سازش کا بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ عورتوں کی سازش کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ پھر جب بن یامین کی بوری میں سے پیالہ نکلتا ہے اور یہ بھائی باوجود کوشش کے اسے رہا نہیں کرا سکتے تو غلبہ ہو کر جو مشورہ کرتے ہیں اس کی تفصیل قرآن نے خود کر دی ہے۔ اس کے بالمقابل کہیں ذکر یا اشارہ تک نہیں کہ پیالہ کی چوری بھی کسی سازش کا نتیجہ تھی۔ اس کے برعکس جب پکارا جاتا ہے کہ قافلہ والو تم چور ہو تو یہ لوگ متعجب ہو کر پوچھتے ہیں کہ تمہارا کیا چوری گیا ہے اور کہتے ہیں ہم یہاں غلہ کی بھیک مانگنے آئے ہیں کسی فساد کی نیت سے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں۔ جب سزا کا ذکر آتا ہے تو اتنا یقین ہے کہ ان کا نمایندہ کہتا ہے کہ جس کی بوری میں سے پیالہ نکلے اسے رکھ لینا۔ مگر جب بن یامین کی بوری میں سے نکلتا ہے اور اسے روکا جاتا ہے تو منت سماجت کرتے ہیں کہ اس کا باپ بوڑھا ہے وہ اس صدمہ سے مر جائے گا اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لو۔ اور جب منت سماجت نہیں چلتی تو علیحدہ ہو کر مشورہ کرتے ہیں کہ اب کیا کیا جائے اور ان کا بڑا بھائی جو غالباً ان کی طرف سے بات چیت میں نمایندگی کرتا تھا اس نے کہا کہ تم نے اپنے باپ سے بن یامین کے معاملہ میں اللہ تعالےٰ کا حلف لیا تھا۔ اور تم سے یوسف کے معاملہ میں بھی گناہ سرزد ہوا تھا۔ بس تو اب میں اس سرزمین سے واپس نہیں جاؤں گا سوائے اس کے کہ میرا باپ اجازت دے یا اللہ میرے لئے فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے"۔ یہ تمام واقعات اور یہ الفاظ ایسے انسان کے نہیں ہو سکتے جو کسی سازش میں شریک تھا۔ بلکہ اگر وہ نظریہ قبول کر لیا جائے جو میں نے پیش کیا ہے کہ یہ چوری صرف ایک بھائی نے بغیر دوسروں کے علم کے کی تھی مگر وہ بعد میں اس لئے خاموش رہا کہ خود بچا رہے تو تمام واقعہ نہایت عمدگی سے صاف ہو جاتا ہے۔

یہاں یہ صاف کر دینا بھی ضروری ہے کہ کسی صاحب کا خیال اس طرف نہ چلا جائے کہ یہ کسی تیسرے انسان کی شرارت تھی کیونکہ قرآن کے الفاظ جعل السقایۃ فی رحل اخیہ سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرکت تو کسی ایک بھائی کی تھی۔

چوری کا الزام سازش کا نتیجہ نہیں

ایک اور بات رہ گئی۔ جب پیالہ بن یامین کی بوری میں سے نکلا تو سوتیلے بھائیوں نے یہ ضرور کہا کہ اگر اس نے چوری کی تو اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف نے بھی کی تھی۔ کیا محض ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ تمام بھائی سازش میں شریک تھے۔ یہ ہرگز صحیح نہیں ہوگا کیونکہ اس الزام اور سازش کا باہمی کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کے خلاف اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر کو علم نہ تھا کیونکہ جب انہوں نے بن یامین کو چور پایا تو حقارت سے کہا کہ اگر یہ چور ہے تو اس کا بھائی بھی ایسا ہی تھا۔ حضرت یوسف سے جو ان کو حسد تھا اس کا ذکر تو قرآن میں واضح ہے اور حسد ایسی چیز ہے کہ انسان سے جھوٹے الزامات بھی لگوا دیتا ہے۔

اس قصہ میں آنحضرت صلعم کے بھائیوں کا ذکر

جیسا کہ حضرت امیر نے لکھا ہے یوسف کے بھائیوں سے مراد آنحضرت صلعم کے وہ مخالف تھے جو کفار اور منافق تھے جنہوں نے آنحضرت صلعم کو منصب نبوت اور رسالت ملنے سے اہل مکہ کی خاطر اور حسد سے مخالفت اور دشمنی پر آمادہ کیا۔ اس مضمون کے باقی جوارح پر حضرت امیر نے اپنی تفسیر میں بہت مفصل اور خوبصورت بحث کی ہے میں اسے دوہرانا نہیں چاہتا۔ صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ مذکورہ بالا نکتہ سے جس کا میں نے ذکر کیا ہے ایک اور بہت خوبصورت بات نکلتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یوسف کے خلاف جو کارروائی ہوئی وہ سازش کی بنا پر تھی۔ اس میں پیشگوئی تھی کہ آنحضرت کے سوتیلے بھائی حاسد ہو کر ان کے دشمن ہو گئے تھے اور بتایا ہے کہ جس طرح یوسف کو بزرگی اور قرب ملنے سے ان کے سوتیلے بھائی حاسد ہو کر اس کے دشمن ہو گئے تھے ... نے ذکر سے [illegible]

صلعم کے خلاف تو تمام کفار مل کر سازش اور جتھہ بندی کریں گے اور بن یامین پر جو ظلم ہوا وہ ایک ہی بھائی کی شرارت تھی اگرچہ دوسرے بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کے ساتھیوں کے خلاف جو کفار مکہ نے کارروائیاں کیں وہ انفرادی رنگ میں تھیں۔ ان کو مصیبتیں اور تکالیف پہنچانے والے انفرادی واقعات ہیں۔ اور جب کفار مکہ نے لشکر کشی بھی کی تو اس کی اصل وجہ آنحضرت صلعم کی اپنی ذات تھی۔ ایک موقعہ پر کفار نے آنحضرت کے حلیفوں سے رُک جانے کی شرط صرف ایک ہی لگائی تھی کہ وہ آنحضرت صلعم سے علیحدہ ہو جائیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعد میں جب حضرت یوسف نے اپنے آپ کو ظاہر کیا تو انہوں نے سارے بھائیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے بارہ میں کیا کیا۔ مگر اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت سارے بھائی مخاطب تھے اور نہ صرف یوسف کے معاملہ میں وہ سازش میں شریک تھے بلکہ جب بن یامین کی بوری میں سے پیالہ نکلا تو سب کے سب نے فوراً اسے چور مان کر بلکہ ساتھ ہی یوسف پر بھی چوری کا الزام لگا کر ان دونوں بھائیوں پر ظلم عظیم کیا تھا۔

بن یامین کے ساتھ محبت اسکی نیکی کی وجہ سے تھی

بن یامین یوسف کی طرح صالح انسان تھا۔ اسی لئے حضرت یعقوب کو اس سے دوسرے بھائیوں کی نسبت زیادہ محبت تھی۔ انبیاء کی محبت کسی طرفداری یا دنیوی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ نیکی اور تقویٰ کی وجہ سے تھی۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے واضح کر دیا ہے کہ کیوں اس نے آنحضرت صلعم کو یا ان کے ساتھیوں کو چن لیا۔ انکی نیکی اور خوبیوں کی وجہ سے تھا اس لئے کفار کو حسد اور دشمنی کرنے کی بجائے اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔

نیک انسان پر بدظنی کرنے میں احتیاط کرنی چاہیئے

پس ایک نیک اور صالح انسان پر کوئی الزام لگے یا ایسے حالات نظر آئیں جن میں اس پر بدظنی ہو سکتی ہے تو فوراً بدظنی کرنا یا سوءظن کو قبول کرنا ایسے الزام لگانے والوں کے ساتھ ہو جانا ہے۔ اس لئے

غلطی کس کی تھی اور کیا غلطی تھی؟

از فیض منصور صاحب

مخدومی مکرمی اخویم مولوی دوست محمد صاحب زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

شامل خط ہٰذا مضمون عبدہ الصالح حضرت محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ کے آخری ایام میں لکھا گیا تھا لیکن بھیجتے بھیجتے اتنے دن گذر گئے کہ حضرت مرحوم مغفور کا وصال الی اللہ ہو گیا پس اس مضمون کی حسرت اس بچے کی سی ہے جس کا مکھڑا دیکھنے سے پہلے اس کا باپ رحلت کر گیا ہو حضرت مولٰنا مرحوم و مغفور کو آسمان سے اعجازی قلم عطا کیا گیا تھا۔ لیکن اس پاک اور قدسی نفس بندے کی قدر دانی کا یہ عالم تھا کہ وہ میرے جیسے خامکار کی تحریر کی بھی بہت قدر کرتے تھے۔ میری تحریر سے بہت خوش تھے۔ اس مضمون کے اندر جو نکتہ ہے جب وہ میرے دل کے اندر القا ہوا۔ تو اس کے القا ہونے کی جو خوشی مجھے پہنچی تھی اس سے بڑھ کر میرے دل میں یہ خوشی تھی کہ جب حضرت امیر (رحمۃ اللہ علیہ) اسے پڑھیں گے تو آپ کس قدر خوش ہوں گے۔ افسوس اس بھول کی خوشبو سے سب سے زیادہ خوش ہونے والی روح اس کے کھلنے سے پہلے ہی عرش کی طرف پرواز کر گئی۔ ہاں یہ خوشی کا پہلو اب بھی باقی ہے کہ حضرت مرحوم کے مشن کو آپ کی رحلت کے بعد بھی تقویت پہنچنے سے اُس عالم میں بھی آپ کی روح خوش ہوتی رہے گی۔ یہ ثابت کرنا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے نبوت کا دعوے نہیں کیا تھا۔ آپ کا اہم مشن زندگی تھا۔ اور پورے ستائیس سال اس کے متعلق جہاد کرتے رہے۔ اور بحمد للہ اس کی کامیابی دیکھ کر گئے کہ خود اس غلط خیال کو لیکر اُٹھنے والے نے اعلان کر دیا کہ حضرت اقدس کے خاندان کو "خاندان نبوت" نہیں کہنا چاہیئے کہ اس سے آنحضرت کی نبوت اوجھل ہوتی ہے اس مضمون کا موضوع اگرچہ پرانا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ اسے ایک نئی چیز پائیں گے، اس کے مقدمات بھی نئے ہیں اور نتائج بھی نئے۔ اس کے اندر آپ ایک جدید انکشاف پائیں گے اللہ تعالیٰ محنت قبول فرمائے۔ والسلام۔ خاکسار :- فیض منصور

جب سے تاریخ اختلاف شروع ہوئی ہے، اشتہار غلطی کے ازالہ کی تعبیر کے متعلق اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اب کچھ مزید کہنے سے ذہنی اور روحانی کوفت ہوتی ہے۔ لیکن کچھ روز گذرے جماعت قادیان کے ایک صاحب حافظ قدرت اللہ نے پھر سے معرض ذکر میں لاکر تحریک کر دی ہے کہ ہم بھی پھر اس کے متعلق چند کلمات کہیں وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین

جس تحریر کا موضوع ہی غلطی کا ازالہ ہو اس کی تعبیر پر اختلاف ہونے پر ان دو نقیحوں کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر ہے جو ہمارے مضمون کے عنوان میں لکھی گئی ہیں کہ انہی کے صحیح جواب پر نزاع کے فیصلے کا مدار ہے۔ جیسے کہ سب کو معلوم ہے۔ ان کے جواب میں جناب میاں صاحب کا تو یہ کہنا ہے کہ غلطی اس مرید کی ہی تھی جس کا اشتہار میں بغیر نام کے ذکر ہوا ہے اور خود حضرت اقدس کی اپنی بھی۔ مرید کی غلطی تو یہ تھی کہ اس نے اس بات سے انکار کیا کہ حضرت اقدس مدعی نبوت ہیں اور خود حضرت اقدس کی یہ کہ آپ "نہیں جانتے" تھے کہ میں دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوائے کسی میں پائی نہیں جاتی مگر نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں۔

(حقیقۃ النبوۃ ص۱۲۴)

اس کے مقابل دوسری طرف ان تنقیحات کا جواب یہ ہے کہ غلطی صرف مرید ہی کی تھی اور وہ یہ تھی کہ اس نے کہا کہ حضرت کے الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ موجود نہیں۔

جناب میاں صاحب کا خیال اپنی بے حقیقتی کی نوعیت میں اس قسم کا نوکھا ہے کہ بے حقیقت چیزوں کے اظہار کے لئے دنیا میں جس قدر امثلہ اور زبان میں جس قدر محاورات مروج ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی تو اس کی بے حقیقتی پر منطبق نہیں ہو سکتا۔ ان کا کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ دن کے دو تہائی حصے کے گذرنے تک رات کا ٹکڑا دن کے ساتھ جڑا ہی چلا آیا اور دن کی تیسری تہائی کے شروع ہونے پر رات کا وہ ٹکڑا دن سے جدا ہوا اور دنیا پر روشنی کی کرن پڑی۔ ایک نبی اللہ جس کا عہد نبوت چھبیس سال (۱۹۰۸ سے ۱۸۸۲) تک ممتد رہا اسے اپنی بعثت کے اٹھارویں سال جا کر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا میں

نبی بنا کر بھیجا ہوا ہے۔ العجب!

اس کے مقابل جو دوسرا خیال ہے لاریب اس کی صحت پر کوئی شبہ وارد نہیں ہو سکتا لیکن بایں اس کی صحت جزوی ہے۔ مرید نے ناواقفی کی بنا پر اس بات سے انکار کیا کہ حضرت اقدس کے الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ موجود نہیں۔ لیکن اس غلطی کا ازالہ تو حضرت اقدس نے ان دو جملوں سے کر دیا کہ ایسے الفاظ موجود ہیں۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ صدہا دفعہ۔ اور مثال کے طور پر چار الہام بھی درج فرما دیئے۔ لیکن ظاہر ہے کہ تحریر بیان ختم نہیں ہو گئی بلکہ آگے بھی چلتی گئی ہے۔ اور یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ تقریباً چار ہزار الفاظ کی تحریر میں پھر الہامات کے مسئلے کا ذکر تک نہیں ملتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اشتہار اسی غلطی کے ازالہ کے لئے تحریر نہیں کیا گیا۔ ہاں مرید کی یہ غلطی بے شک اس اشتہار کے معرض تحریر میں آنے کا باعث ضرور ہوئی۔ لیکن جیسے کہ اس مضمون کی مابعد سطور میں پیش کردہ حقائق سے منکشف ہوگا جس کی غلطی اور جو غلطی اس اشتہار کے موضوع میں مضمر ہے وہ دراصل مرید کی غلطی نہ تھی بلکہ کسی اور کی غلطی تھی۔ مرید کی غلطی کو اس تحریر میں وہی مقام حاصل ہے جو کسی مکان میں ڈیوڑھی کو حاصل ہوتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے ڈیوڑھی باب البیت ہی ہوتی ہے اصل مکان اس سے الگ عمارت کا نام ہے۔

غلطی مرید کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی

جناب میاں صاحب کا خیال کہ غلطی مرید کی تھی اس لئے درست نہیں کہ وہ تو خود فرماتے ہیں کہ:-

"تبدیلی عقیدہ کا پہلا تحریری ثبوت اشتہار غلطی کا ازالہ ہے"

(حقیقۃ النبوۃ ص۱۲۴)

جب صورت حال یہ ہو تو ماننا پڑے گا کہ اس اشتہار کی اشاعت سے قبل جماعت کے سب افراد کو علم نہیں ہو سکتا تھا کہ کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے (اختلاف کے بعد شہادت طلب کرنے پر بھی تو جماعت قادیان سے کوئی شخص ایسا نہیں نکلا جو یہ کہتا کہ اشتہار کے شائع ہونے پر ہمیں علم ہو گیا تھا کہ حضرت اقدس نے تبدیلی عقیدہ کر لی ہے) پس جب اس وقت خود حضرت اقدس دعوے نبوت سے انکار کرتے چلے آ رہے تھے تو مرید کے آپ کی طرف دعوے نبوت منسوب نہ کرنے سے غلطی اس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔

کیا اپنی غلطی کا ازالہ کیا؟

جواباً عرض ہے کہ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اولاً

گرچہ تفسیر زبان روشن گر است
لیک عشق بی زبان روشن تر است

اپنی ہی غلطی کا انکشاف خواہ اشارہ نیچر سے ہو خواہ ہدایت وحی سے ہو اپنے نفس کو آگاہ کرنے کے لئے قلم و زبان کے استعمال کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ دل و دماغ ناقابل اندازہ سرعت کے ساتھ خاموشی سے ہی اپنا اپنا علم معہ دلائل ایک دوسرے کو پہنچا دیتے ہیں۔ ثانیاً۔ ہاں کسی جماعت کے پیشوا کو ضرور یہ ضرورت پیش آجاتی ہے کہ وہ اپنے کسی خیال کے تبدیل ہونے کا بذریعہ قلم و زبان اعلان کرے تاکہ مقتدی بھی اپنے قبلہ کی سمت بدل لیں۔ لیکن ازروئے عقل ایسے اعلان کا عنوان "غلطی کا ازالہ" نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا عنوان "ایک غلط خیال کی تبدیلی کا اعلان" ہونا چاہیئے۔ ہمارے سامنے جو تحریر ہے اس کا مصنف صرف مسلمہ سلطان القلم ہی نہیں بلکہ وہ مرسل ربانی بھی ہے۔ اس نے جو عنوان "غلطی کا ازالہ" رکھا تو یہ صاف اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت اقدس کو اپنی غلطی نہیں بلکہ کسی اور کی غلطی کا ازالہ مقصود تھا۔ ثالثاً۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ بارش کی طرح وحی سے یہ تبدیلی ظہور میں آئی تو ایسی صورت میں حضرت اقدس کے سامنے پہلی ہی مرتبہ نہیں آئی تھی بلکہ ایک مرتبہ پہلے بھی ایک غلط عقیدے (حیات نزول مسیح) کا بارش کی طرح وحی کی بنا پر تبدیلی کا اظہار فرما چکے تھے۔ تو علی الطریق سابق آپ کے صدق و صفا کا اب بھی یہی مقتضیٰ تھا کہ اس تبدیلی کے متعلق بھی جیسے کہ پہلی تبدیلی کے متعلق حقیقۃ الوحی میں فرمایا ہے آپ یہ فرماتے کہ اس بارے میں جو بارش کی طرح وحی مجھ پر ہوئی اور اسکو قرآن شریف پر عرض کیا تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا کہ درحقیقت میں نبی ہوں۔ اور جیسے دن چڑھ جاتا ہے، تو کوئی تاریکی باقی نہیں رہتی اسی طرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں اپنے تئیں نبی مان لوں میرے لئے یہ کافی تھا کہ وہ میرے پر خوش ہو۔ مجھے اس بات کی ہرگز تمنا نہ تھی کہ میں نبی ہوں۔ پس اس خدا سے پوچھو کہ ایسا تو نے کیوں کیا وغیرہ ذالک۔ لیکن یہ بات دن کی طرح روشن ہے کہ غلطی کے ازالہ میں حضرت اقدس نے ایک کلمہ بھی ایسا نہیں فرمایا۔

پہلے عقیدہ پر ہی ثبت مہر

بلکہ برخلاف کسی تبدیلی کے اظہار کے فرمایا تو یہ فرمایا کہ "اس طور کا نبی کہلانے سے نہ میں نے پہلے کبھی انکار کیا ہے سو اب بھی ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ پس پیش کردہ حقائق کی روشنی میں ہرگز وہم بھی نہیں گذرتا کہ غلطی کے ازالہ میں حضرت اقدس نے کسی اپنی غلطی کا ازالہ کیا یا کسی تبدیلی عقیدہ کا اعلان کیا۔

پھر کس کی غلطی کا ازالہ کیا؟

جو کچھ سطور سابق میں کہا گیا ہے اس سے صاف عیاں ہے کہ غلطی نہ تو مرید کی تھی اور نہ ہی خود حضرت اقدس کی۔ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کس کی غلطی کا ازالہ کیا گیا ہے۔ رنگ اور وجود کی نشاندہی کے لئے سہولت اسی میں ہے کہ ہر علم کلام کے ایک قاعدہ کی طرف توجہ دلائی جائے ... اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص کے

کے سوال یا وسوسے سے بحث اٹھتی ہے اسی کے ذکر کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کبھی نہ ہوگا کہ کوئی متکلم قصد تو زید کی غلط فہمی یا وسوسے کو دور کرنے کا کرے لیکن آخر بحث پر غصہ بکر پر نکالنے کہ بکر دھوکہ خوردہ ہے۔ بکر شرارتی ہے۔ بکر جھوٹ بولتا ہے۔ پس جب اس قاعدے کی رُو سے دیکھا جائے گا۔ تو صاف نظر آتا ہے کہ اشتہار غلطی کے ازالہ میں سوائے آغاز بحث کے پھر نہ صدر بحث میں اور نہ اختتام بحث پر کہیں مرید کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ برخلاف اس کے خاتمۂ کلام پر خلاصۂ بحث بیان کرتے وقت جس کا نام آپ نے لیا ہے وہ **مخالفین** ہیں۔ جو بیّن ثبوت اس بات کا ہے کہ اس اشتہار سے مقصود **مخالفین کی غلطی کا ازالہ** ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس آخری سطور میں فرماتے ہیں:۔

" اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ **جاہل مخالف** میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعوے نہیں۔ .... پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے کہ دعوے نبوت اور رسالت کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے،،

یہ ہے خاتمۂ کلام سلطان القلم اور یہ ہے خلاصہ مطلب اسلام کے سرتاج المتکلمین کی بحث کا جو اس نے خود اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ کیا ایسی ہستی کے متعلق یہ وہم بھی ہو سکتا ہے کہ خلاصۂ کلام میں جس کی غلطی کا ذکر کیا ہے اصل بحث میں کسی اور کی غلطی زیر نظر اور زیر بحث رہی۔ یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا۔

ایک نکتہ

جس دریافت کے لئے اس مضمون کا قصد کیا تھا اس کا انکشاف ہو چکا۔ لیکن ابھی اس مضمون کا تکمیلی حصہ باقی ہے۔ اس کے ملانے سے قبل ایک نکتہ بیان کئے جانے کا متقاضی ہے اور وہ ایسا عجیب نکتہ ہے کہ اگر صرف اسی پر دھیان دیا جائے تو ایک اور ایک دو کی طرح یہ ثابت شدہ حقیقت سامنے آئے گی کہ حضرت اقدس نے تبدیلی عقیدہ نہیں کی۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا اور نہ ہی اختتام دنیا تک کبھی ایسا دیکھنے میں آئے گا کہ ایک متکلم اثبات یا نفی کا کوئی موقف لے کر کلام شروع کرے اور اختتام کلام پر پہنچ کر خلاصہ و مطلب کلام بیان کرتے وقت الٹا موقف اختیار کر لے، اثبات والا اپنے آپ کو نفی کا مدعی ظاہر کرے و نفی والا اثبات کا۔ اگر یہ کہا جائے کہ غلطی کے ازالہ کی تحریر دعوے نبوت کا موقف لے کر شروع کی گئی تھی پھر کسی مدعی کا اپنا متعین مقام چھوڑ کر الٹ مقام پر چلے جانے کا عجوبہ جو دنیا میں کبھی ظاہر نہیں ہوا وہ حضرت اقدس کی اس تحریر میں ایک دہقان بھی دکھا سکے گا جیسے کہ کہا جاتا ہے (حقیقۃ النبوۃ) کہ مرید کے غلط جواب سے ناراض ہو کر یہ اعلان کرنے کے لئے قلم پکڑا تھا کہ یقیناً میں مدعی نبوت و رسالت ہوں تو پھر (۱) مرید کی بجائے مخالفین کو غصہ کا نشانہ کیوں بنایا؟ (۲) یہ کیوں کہا کہ مجھے ایسا کوئی دعوے نہیں سراسر مخالفین کا الزام۔ ان کی شرارت اور جھوٹ ہے کہ وہ میری طرف دعوے نبوت و رسالت منسوب کرتے ہیں؟ جب مصنف بیان نے خود اپنا حاصل کلام یہ متعین کیا ہو تو اس صاف منطقی نتیجے سے کیسے انکار ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس نے ہرگز دعوے نبوت نہیں کیا آپ کے کسی متبع کا آپ کی طرف دعوے نبوت منسوب کرنا ہزار جذبۂ تعظیم اور بلندی شان کے اظہار پر مبنی ہو مگر اس بے جا جذبۂ تعظیم کی وجہ سے مخالفین کو موقعہ ملتا ہے کہ وہ حضرت اقدس کے ایک ہی بیان میں ہے اور نہیں دونوں باتوں کو بیک وقت جمع کر دینے کا سقم بتلا کر آپ کے توازن فکر پر حرف رکھیں۔ اس لئے ہمارے لئے یہی سزاوار ہے کہ ان لا نقول علیک الا الحق۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نے کوئی دعوے نبوت و رسالت نہیں کیا یہی حق ہے والحق اقول۔

خارجی شہادتیں

اب مضمون کے بقیہ تکمیلی حصہ کو سامنے لاتے ہوئے گذارش ہے کہ اشتہار غلطی کے ازالہ کی اندرونی شہادت ہی ایسی روشن ہے کہ وہ آفتاب آمد دلیل آفتاب کی مصداق ہے لیکن تقلید سے غلطی خوردہ ذہنوں کی کمزوریوں کے پیش نظر حضرت اقدس کے اپنے ہی قلم سے کچھ خارجی شہادتیں بھی پیش کی جاتی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ **مخالفین** ہی اس اشتہار سے قبل بھی اور بعد بھی **غلطی کا شکار رہے** اور انہی کی **غلطی کا ازالہ کیا گیا**۔ اس سلسلے میں پہلی شہادت کتاب سراج منیر سے پیش کی جاتی ہے جو کہ ۱۸۹۷ء یعنی غلطی کے ازالہ سے پانچ سال پہلے کی کتاب ہے اس میں آپ فرماتے ہیں:۔

" بے ہودہ اعتراضوں کو چھوڑ دو اور ناحق کی نکتہ چینیوں سے پرہیز کرو اور فاسقانہ خیالات سے اپنے تئیں بچاؤ۔ **جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی** طور پر نبوت کا دعوے کیا۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے۔ کیا قرأت ولا محدث کی یاد نہیں .... یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندے پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں"
(صفحہ ۳)

دوسری شہادت حقیقۃ الوحی سے ہے جو کہ غلطی کے ازالہ سے پانچ سال بعد کی کتاب ہے اس میں حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

" پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوے کیا ہے حالانکہ یہ ان کا **سراسر افترا ہے** بلکہ جس نبوت کا دعوے کرنا قرآن شریف کی رو سے منع کیا ہے ایسا کوئی دعوے نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعوے ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے آنحضرتؐ کے فیض کی وجہ سے نبی ہوں۔" صفحہ ۳۹۰

تیسری شہادت حضرت اقدس کے آخری خط مندرجہ اخبار عام مؤرخہ ۲۳ رمئی ۱۹۰۸ء سے ہے آپ فرماتے ہیں:۔

" یہ الزام جو میرے پر لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعوے کرتا ہوں کہ جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے معنی یہ ہیں کہ میں اپنے تئیں مستقل طور پر ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ **الزام صحیح نہیں** ہے۔ بلکہ ایسا دعوے میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ یہی لکھتا چلا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعوے نہیں۔ اور یہ **سراسر میرے پر تہمت ہے**۔ اور جس بناء پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالےٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں"

مربع

ان ہر سہ تحریروں سے عیاں ہے کہ ان تینوں تحریروں کے مخاطب **مخالفین سلسلہ** ہیں اور پھر ان تینوں تحریروں میں نہ صرف اپنی نبوت کا بھی وہی مفہوم بیان کیا گیا ہے جو غلطی کے ازالہ کے صدر یا خلاصہ مطلب میں بیان کیا گیا ہے بلکہ مخالفین کے حق میں وہی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ جو غلطی کے ازالہ کی آخری سطور میں لکھے گئے ہیں۔ ان ہر سہ تحریروں کو غلطی کے ازالہ کی آخری سطور سے ملا کر پڑھا جائے تو کسی کے دل میں یہ خیال ہی نہیں گذر سکتا کہ غلطی کے ازالہ میں سوائے **مخالفین کی غلطی** کے کسی اور **شخص کی غلطی کا ازالہ کیا گیا** ہے اور ان چاروں تحریروں کے ملانے سے ایک ایسی مساوی الاضلاع چکور (مربع) شکل بنتی ہے جس کا کوئی ایک ضلع باقی تین ضلعوں سے پیمائش میں کبھی کم و بیش ہو ہی نہیں سکتا۔

غلطی کیا تھی؟

غلطی کنندگان کے وجود کے سامنے آکھڑے ہونے کے بعد اس دوسری تنقیح کے جواب کی تلاش کے لئے کوئی کاوش ہی نہیں رہتی۔ ان لوگوں کے ذکر کے ساتھ ہی حضرت اقدس نے جلی حروف میں ان کی غلطی بھی بتلا دی ہے کہ غلطی ان کی یہ تھی کہ **وہ آپ کی طرف دعوے نبوت و رسالت منسوب کرتے تھے**۔ سو اس غلطی یا حضرت اقدس کے دوسرے الفاظ میں اس **الزام۔ افترا تہمت** کا اشتہار غلطی کے ازالہ میں بھی آپ نے وہی جواب دیا جو شروع دعوے سے دیتے چلے آ رہے تھے۔ جو غلطی کے ازالہ کی اشاعت کے بعد بھی دیتے رہے اور جو دم وصال سے تین یوم قبل آخری خط میں بھی دیا۔

تمنا اور بے بسی

انسان ہر چند چاہے کہ وہ کسی اپنے بھائی کو اس غلط خیال سے نکال لے لیکن یہ اس کے اپنے بس میں نہیں انک لا تھدی من احببت۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہی ایسا ہوتا ہے۔ پس ما علینا الا البلاغ

مکتوباتِ نبوی

حضرت والد مرحوم مولانا مولوی محمد عبد اللہ خاں صاحب نے اس نام کی ایک کتاب تصنیف کر کے شائع کی تھی۔ وہ اب نایاب ہے اگر کسی صاحب کے پاس ایک نسخہ ہو تو میں قیمتاً حاصل کرنا چاہتا ہوں اور شکریہ مزید ادا کروں گا۔ والسلام

مرتضیٰ خان
اسسٹنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور

تعزیتی خطوط

بنام مولنا عزیز بخش صاحب

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

سید مظفر علی صاحب - بھڑوچ

بخدمت جناب قبلہ مولنا صاحب سلمہ الرحمن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت امیر مولنا محمد علی صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر سے سخت بے چین ہوں علالت کی وجہ سے خدمت عالی میں جلد تحریر نہ کرسکا خداوند کریم اس پاکباز اور مقدس ہستی کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس عطا فرمائے آمین - اہل اسلام کے لئے عموماً اور جماعت احمدیہ کے لئے خصوصاً یہ ناقابل تلافی نقصان ہے اس سچے خادم دین اور عاشق قرآن و رسول کی خداوند کریم خدمات دینیہ قبول فرماکر مرحوم و مغفور کی روح پر بے حساب برکات نزول فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے - آمین -

مرحوم و مغفور کے خاندان کو اور آپ کو جو غم ہے اس میں مجھ ناچیز کو بھی شریک سمجھئے مولنا کے بچوں سے میری طرف سے تعزیت کریں - والسلام

خاکسار - سید مظفر علی - (برادر خورد سید تصدق حسین قادری بغداد)

مشعل خاں صاحب از جماعت بازید خیل ضلع وتحصیل پشاور

محترم حضرت مولوی عزیز بخش صاحب -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت امیر مولوی محمد علی صاحب کی وفات کو ہر فرد جو ان کی خدمت اسلام سے واقفیت رکھتا ہے - عظیم الشان قومی نقصان سمجھتا ہے - اللہ تعالےٰ حضرت مولوی صاحب کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے - نیز ان کے تالیفات کو دنیا میں مقبول فرماکر اسلام کے غلبہ کا باعث بنائے - ہماری جماعت بازید خیل کا ہر فرد بشر دعا کرتا ہے کہ آپ کو اور نیز حضرت امیرؒ کے بال بچوں کو اللہ تعالیٰ صبر عطا فرمائے - والسلام

خاکسار - مشعل بقلم خود

عبدالباقی صاحب بنوں

شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو رحمٰن اور رحیم ہے -

حضرت مولنا عزیز بخش صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

مرحوم و مغفور امیر صاحبؒ کی وفات حسرت آیات ایک عظیم الشان قومی نقصان ہے - اس میں شک نہیں - کہ ان کے خاندان پر ان کی جدائی بہت شاق گذری ہوگی لیکن ہم لوگ اپنے آپ کو ایک روحانی نسبت کی وجہ سے اس صدمہ جانکاہ میں آپ لوگوں کے ساتھ برابر شریک سمجھتے ہیں - مرحوم کو دیکھ کر مجھے اپنے والد صاحب یاد آجاتے تھے - اور ہر دفعہ میری آمد پہ فرمایا کرتے تھے - کہ جب کبھی آؤ تو میرے ساتھ گلے ملو تاکہ مولانا عبدالہادی (میرے والد مرحوم) کی یاد تازہ ہوجایا کرے " مرحوم کو جماعت کے ہر فرد کے ساتھ اور بالخصوص ہمارے ساتھ ایک گہرا اُنس تھا - ان کی وفات پر ہم بہت قسم کی خوبیوں سے محروم ہوگئے - اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا کرے -

میری ناچیز رائے میں حضرت امیرؒ حدیث نبویؐ " انا مدینۃ العلم وعلی بابھا " کے مظہر تھے - اس حدیث شریف میں اور آپ کے نام میں ایک خاص مناسبت مجھے معلوم ہوتی ہے " محمد مدینۃ العلم اور علی بابھا " والی حدیث آپ کے اندر پوری ہوکر حضرت مسیح موعود کو نبی کریم کا بروز برحق کی مصداق ٹھہراتی ہے - اور واقعی طور سے دیکھا جائے - تو آپ علوم کے خزانہ تھے - جو ہم سے جدا ہوئے - آج جن کے دلوں میں کچھ احساس ہے - وہ ان کی جدائی کو ایک عظیم قومی نقصان سمجھتے ہیں - آپ اس تحریک کے حامل تھے - جس نے اقوام کو تباہی سے بچانا ہے - انشاءاللہ تعالےٰ حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی معیت میں ہم اس تحریک کو عملی جامہ پہنائیں گے - بیگم صاحبہ حضرت امیر اور ان کے صاحبزادگان اور آپ سب کی خدمت میں دلی ہمدردی پیش کی جاتی ہے - والسلام

عبدالباقی - بنوں

داؤد الرحمٰن صاحب - رامپور

سول لائن - رامپور (یو - پی) ہندوستان

مکرمی ومحترمی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولنا محمد علی صاحب کے انتقال کی خبر کا سن کر جو قلبی صدمہ ہوا وہ بیان سے باہر ہے - بلکہ یقین جانیئے پہلی دفعہ مجھے تو یہ خبر میرے سے غلط ہی معلوم ہوئی - کہ وہ نور ہدایت اتنی جلدی منتقل ہوکر ہماری نظروں سے اوجھل ہوگیا اس آسمان صحافت وتبلیغ اسلام کے ستارہ نے اپنی منور کرنوں سے ان مقامات کو اُجاگر کر دیا جن اندھیروں میں ہمارے وہم جاتے ہوئے ڈرتے تھے - اور یہ روشنی کبھی گل نہیں ہوسکتی - کبھی گل نہیں ہوسکتی -

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

خدا سے دعا ہے کہ اس مشعل ہدایت کی راہ پر ہم کو گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین

والسلام

شریک غم - داؤد

شیخ فضل الرحمٰن صاحب کوئٹہ

کوئٹہ - طوغی روڈ -

محترم ومکرم حضرت مولانا مولوی عزیز بخش صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کا اس آپ کے ایک ناچیز بھائی کے دل پر صدمہ اس قدر مستولی رہا - کہ اس عرصہ میں کئی بار لکھنے کی کوشش کرنے کے باوجود بھی قلم اظہار غم کے چند الفاظ تحریر میں لانے سے قاصر رہتا رہا - اگرچہ خبر سننے کے ساتھ ہی ایک عزیز سے لکھوا کر تعزیت کا تار محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر (جو بہن - برادرزادی اور ہماری سیدہ بھی ہیں) کے نام پر مسلم ٹاؤن کے پتہ پر ارسال کر دیا تھا -

میں میری کوئٹہ والی لڑکی اہلیہ ڈاکٹر غفورالحق خاں اور میری اہلیہ ہم سب کے سب آپ کے اس غم میں شریک حال ہیں - میرے دیرینہ تعلقات جو حضرت مرحوم ومغفور سے تھے ان کی یادگاریں وہ متبرک خطوط تھے جو اس عرصہ پچاس سال سے میں نے تبرکاً اپنے پاس محفوظ رکھے ہوئے تھے اور وہ چند متبرک خطوط حضرت قبلہ مولانا مولوی نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جو میرے نام تھے یہ سب کچھ اگست ۴۷ء میں گھر پر ہی رہا - جسے ظالموں نے جلا کر راکھ کر دیا ہوگا مجھے ان ہر دو بزرگ ہستیوں کے ان تبرکات سے محرومی کا جو صدمہ ہے وہ اپنے دیگر مالی نقصانات سے بدرجہا بہت زیادہ ہے - گویا کہ کوئی نسبت ہی نہیں - بہرحال راولپنڈی کے پتہ پر چند تحریریں حضرت امیر مرحوم ومغفور کی میرے بکس میں ہیں جو تسکین دل کے واسطے کافی ہوں گی -

مجھے کسی قدر گلہ عزیز المکرم میاں محمد احمد صاحب پر ہے کہ میں نے صرف زیارت کا خیال ظاہر کیا تھا جبکہ ایک دفعہ ایام بیماری میں لاہور مسلم ٹاؤن میں محض اسی خاطر گیا تھا - لیکن انہوں نے لقمان کو حکمت سکھائی - بھلا میں کوئی انجان تھا جو باتیں کرنی شروع کر دیتا - خیر ایسا نہیں چاہیئے تھا اور یہی حسرت کراچی پہنچنے کے واسطے سدِ راہ رہی - یہ ڈاکٹری مشورے اور بندشیں جاہل ملاقاتیوں کے واسطے ہوتی ہیں - میری طرف سے یہ عریضہ حضرت امیرؒ کے گھر میں بطور تعزیت نامہ پہنچا دیں - اللہ تعالےٰ آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے - آمین -

والسلام

عزیزہ فضل الرحمٰن - گورداسپوری حال وارد کوئٹہ

تعزیتی خطوط

بنام میاں نصیر احمد صاحب فاروقی

ایک قادیانی دوست کا خط

میرے غمزدہ بھائی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرے جیسے دور افتادہ اور تہی دست کو بھی کل (۱۴ تاریخ) شام کو وہ خبر پہنچ گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت مغفور کی فوتگی کی حالت تو ہمارے دوسرے عالم کے بھائی ہی جانتے ہوں گے جبکہ حضرت کی روح کو حضرت اقدس علیہ السلام کی روح نے آگے سے استقبال کر کے کہا ہوگا۔ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ آؤ ہمارے پاس بیٹھو۔ لیکن حضرت کی مفارقت سے اپنا دل تسلی نہیں پکڑتا۔ تہی دستی لاہور پہنچنے میں روک ہے۔ اور غم کا تقاضا ہے کہ کسی غمزدہ کو پاؤں کہ وہ اس غم میں حصہ دار ہو کر سہارا ہو۔ یہاں بس میں ہوں اور غم ہے۔ میں غم کو کھا رہا ہوں اور غم مجھے کھا رہا ہے۔ عجب بے بسی ہے۔ آج حضرت اقدس کی ایک اور وفات ہوئی۔ کہ آپ کے قلم اور علم کا وارث اور آپ کی صالحیت اور نیک ارادوں کا حامل دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ ہم پر بھی مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے۔ لیکن دنیا پر بھی کم مصیبت نہیں آئی۔ موت العالِم موت العالَم۔ والسلام

دلفگار …………

محمد فضل الرحمٰن صاحب ٹی ٹی ای ایشر دی مشرقی بنگال

مکرم و محترم عالی جناب فاروقی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہاں کے اردو اخبارات میں اور پیغام صلح میں جو آج خاکسار کو ملا۔ حضرت مولانا امیر قوم کی وفات کی اچانک خبر معلوم ہو کر جو صدمہ خاکسار کو اور خاکسار کے گھر والوں کو ہوا اس کا اظہار کرنے سے قلم قاصر ہے۔ حضرت مولانا کی وفات قوم کے لئے بلکہ مذہبی دنیا کے لئے ایک ایسا عظیم الشان نقصان ہے جس کی تلافی غیر ممکن ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحیح جانشین اور آپ کے مشن کی تکمیل کرنے والا سوائے حضرت امیر قوم کے اور احمدیہ جماعت میں کوئی نہیں ہوا۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا۔ اور اسلام کی خدمت اپنی اوائل زندگی نوجوانی سے عالم ضعیفی تک اس جوش و خروش اور بے نفسی سے کی کہ اس کی نظیر اس زمانے میں ملنی مشکل ہے۔ بے شک مولانا مرحوم کی ذات والاصفات جماعت احمدیہ کے لئے خصوصاً اور مسلمانوں کے لئے عموماً باعث رحمت و برکت تھی۔ صد افسوس کہ ایسے وجود کو اس جماعت سے موت کے ہاتھوں نے چھین لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ "وہی ایک ہے جس کو دائم بقا ہے"

یہ تو رہنے کا نہیں پیارا مکاں
چل بسے سب انبیاء و راستاں

خدا مرحوم کو اپنا مقرب بناوے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرماوے۔ آمین۔ سوائے صبر کے چارہ نہیں۔ خدا جناب کو اور پسماندگان کو اس صدمۂ عظیم میں صبر جمیل عطا فرمائے اور جماعت پر اپنا فضل و کرم نازل فرمائے۔ آمین۔

اس صدمۂ جانکاہ میں ہم تمام لوگوں کی ہمدردی جناب اور جناب کے گھر والوں کے ساتھ ہے۔ حضرت مولانا مرحوم کی روح مبارک کے ایصال کے لئے فقیروں کو کھانا کھلایا گیا۔ مولانا کا خاص تعلق خاکسار کے ساتھ تھا چونکہ میں یہاں تنہا ہوں۔ اس لئے نماز جنازہ غائب نہیں پڑھ سکا۔ میرے گھر سے جناب کی خدمت میں اور گھر والوں کی خدمت میں السلام علیکم عرض کرتی ہیں۔ والسلام۔

خاکسار۔ محمد فضل الرحمٰن

(باقی آئندہ)

قومی اجتماع بہت سی برکات کا جاذب ہے

خواتین سلسلہ اور احباب جماعت سے حضرت امیر قوم کا خطاب

واجب الاحترام خواتین سلسلہ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

میں نے گوجرانوالہ۔ وزیر آباد۔ سیالکوٹ اور ملتان کی جماعتوں سے ملاقات کی ہے وہاں پر اخلاص اور گرمجوشی مشاہدے میں آئے ہیں۔ یہ تمام جماعتیں پوری مستعدی سے زیادہ سے زیادہ طاقت کے ساتھ جلسہ سالانہ کی تقریب پر جمع ہونے کا مصمم ارادہ رکھتی ہیں۔

نیز ان جماعتوں کی خواتین بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ شریک جلسہ ہوں گی اور اپنی اپنی دستکاری ۲۴ دسمبر کے اجتماع خواتین کے سامنے پیش کریں گی محترم شیخ نیاز احمد صاحب کے خاندان کی تمام خواتین اپنی اپنی دستکاری ساتھ لائیں گی اور باعث رونق بنیں گی جس طرح سے وزیر آباد اور سیالکوٹ کے شیخ خاندان کی خواتین نے نہایت گرمجوشی سے یہ عزم کیا ہے اسی طرح شیخ خاندان لائل پور کے اس حصہ کی خواتین نے بھی ایسا ہی ارادہ کر لیا ہے جو ملتان میں رہائش گزین ہیں۔ لائل پور میں بود و باش رکھنے والی شیخ خاندان کی خواتین کے لئے بھی ازبس ضروری ہے کہ وہ بھی اپنے اس قومی جلسہ کی رونق بڑھانے کے لئے ہمت دکھائیں اور اپنی اپنی دستکاری ساتھ لائیں۔ میرا خطاب تمام خواتین سلسلہ عالیہ ہے۔ ہر جماعت کی خواتین کیلئے واجب ہے کہ وہ اپنے اس فرض منصبی کی طرف توجہ دیں اور اس کام کو پورے اخلاص اور تپاک کے ساتھ سر انجام دیں۔

یہ قومی اجتماع جس کی بنیاد حضرت مسیح موعودؑ نے ڈالی تھی بہت سی برکات کا جاذب ہے۔ مبارک ہے وہ مرد اور وہ خاتون جس کے جذبہ کو دیکھ کر دوسرے بھی سرشار نظر آنے لگیں اور کثرت سے جمع ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور نہایت تضرع سے دعائیں کریں تاکہ ان پر رب العزت کی درگاہ سے فضل اور کرم اتریں۔ جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور جماعت کے اجتماع پر انوار الٰہی کا نزول ہوتا ہے اس سے مستفید ہونے کے لئے اور ثواب عظیم حاصل کرنے کیلئے اخلاص اور سعی بلیغ درکار ہے۔ پروردگار عالم کے حضور میں دست بدعا ہوں کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت پر۔ ان کے معمر لوگوں اور جوانوں پر ان کے لڑکے لڑکیوں پر اور سلسلہ کی خواتین پر عنایات اور اپنے انعامات نازل فرمائے۔ انکے دلوں کو اخلاص سے معمور کر دے اور ان کے دلوں کو جذبۂ خدمت اسلام سے بھرپور کر دے تاکہ فتح اسلام کا کام نصف النہار تک پہنچ جائے۔

میں ہوں آپکا دلی خیر خواہ
صدر الدین ۲۰ نومبر ۵۱ء

ہفتہ وار پیغام صلح ۲۸ نومبر ۱۹۵۱ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۴۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر — فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں نام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے ۔/ چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۔/۱۲/۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۔/۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۹ — یوم چہار شنبہ مورخہ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ - ۵ دسمبر ۱۹۵۱ء — نمبر ۴۵

نامہ ووکنگ

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی مساعی

دس انگریز مردوں اور عورتوں کا قبولِ اسلام

پانچ مقامات پر نمازِ جمعہ کا انتظام

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی مساعی حسب معمول جاری رہیں۔ گذشتہ ماہ ہمیں پانچ مختلف مقامات پر نماز جمعہ کا انتظام کرنا پڑا۔ مولانا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو کی غیر حاضری میں ہمارے ایک مصری دوست مسٹر ایم ثاقب نے رضاکارانہ طور پر ۱۸ لے یکلسٹن سکوئر میں نماز جمعہ پڑھانے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں جس کے لئے ہم ان کے ممنون ہیں۔ اب خوش قسمتی سے شیخ محمد طفیل صاحب سابق جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا بھی ہمارے سٹاف میں اضافہ ہوگیا ہے۔ ہم شیخ صاحب کو ان کی آمد پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ان کا تعاون مسجد اور سرکٹ کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔

حضرت امیر مرحوم اور خان لیاقت علی خاں کی نمازِ جنازہ

حضرت مولنا محمد علی صاحب مرحوم صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور خان لیاقت علی خاں مرحوم وزیراعظم پاکستان کی نماز ہائے جنازہ کا بھی ان پانچ مقامات پر انتظام کیا گیا جہاں نماز جمعہ پڑھائی جاتی ہے۔ امام شاہجہان مسجد نے ۹ اکتوبر کو ایک ترک لڑکی کی تجہیز و تکفین میں شرکت کی۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو برمنگھم انٹرنیشنل سنٹر میں ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کو اسلام پر ایک لیکچر دینے کے لئے بلایا گیا۔ حاضرین جلسہ کافی تعداد میں موجود تھے۔ صدر جلسہ نے تقریر کے بعد بڑے اچھے خیالات کا اظہار کیا حاضرین بھی اس تقریر سے بہت محظوظ ہوئے اور تقریر کے بعد بہت سے دلچسپ سوالات پوچھے گئے۔

نام رکھنے کی رسم

۲۷ اکتوبر کو ڈاکٹر صاحب نے لندن پریہ ہاؤس میں مسٹر اور مسز مظہر الحق کی نوزائیدہ بچی کے نام رکھنے کی رسم ادا کی۔ بچی کا نام مسعودہ رکھا گیا۔ اذان دینے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اس رسم کی اہمیت و ضرورت کو واضح کیا۔

امام ووکنگ برینز ٹرسٹ میں

یونائیٹڈ نیشنز ایسوسی ایشن کی ووکنگ برانچ نے ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۱ء ایک برینز ٹرسٹ (Brains Trust) کی ایک میٹنگ بلائی۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کو برینز ٹرسٹ ٹیم کا ایک ممبر چنا گیا۔ یہ جلسہ اچھا خاصا تھا۔ جس میں ووکنگ کی پبلک نے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا اور ہر لحاظ سے یہ جلسہ کامیاب رہا۔

اخوت اسلامی میں شامل ہونیوالے مرد و خواتین

ہم اخوت اسلامی میں شریک ہونے والے ذیل کے ممبروں کو خوش آمدید کہتے ہیں:-

۱- مسٹر آر۔ اے یودس ۔۔ ملایا
۲- مس۔ ایل۔ جونز ۔۔ لندن
۳- مسز آرجر طیب جی (ویسٹن لنکاشائر)
۴- مسز للی حسین ۔۔ (یارک شائر)
۵- مسز ایوا برکت ساؤتھ ہمپٹن
۶- مسز نظیرامی ڈالی ۔۔ لندن
۷- مسز فاطمہ ڈارکید ۔۔ لندن
۸- مسز جے ایس ہتھ کاک ۔۔ لندن
۹- مسٹر ڈی۔ ایچ بیچلر ۔۔ کنٹ
مسٹر۔ ایف۔ او۔ کری ۔۔ سسکس

سردار محمد نواز خان مسجد ووکنگ میں

۲ اکتوبر کو ہز ایکسی لینسی سردار محمد نواز خاں سفیر پاکستان متعینہ فرانس اپنے دوستوں اور عزیزوں کے ساتھ شاہجہان مسجد ووکنگ میں تشریف لائے اور امام اور سٹاف کے ساتھ چائے میں شرکت فرمائی۔

دیگر زائرین

مسجد کے دیگر زائرین میں سے چند اسماء گرامی درج ذیل ہیں:-

(۱) جناب میاں غلام عباس صاحب آڈیٹر جنرل پاکستان۔ کراچی۔
(۲) مسٹر مراد کیوان۔ الجیریا۔
(۳) مسٹر عبدالرحیم صاحب جگو آف ڈچ گانا
(۴) مسٹر فضل احمد خاں آف یونیورسٹی آف لندن۔
(۶) مسٹر عزیز الحق صاحب۔ کراچی پاکستان
(۷) مسٹر حامد نصر الدین سے المطعب
(۸) الحاج داؤد کوڈن معہ اہلیہ صاحبہ
(۹) شیخ محمد امین صاحب۔ سری نگر۔ کشمیر

تعزیتی خطوط

بنام میاں نصیر احمد صاحب فاروقی

شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد

بخدمت مخدومی جناب فاروقی صاحب۔ سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ایک ناقابل تلافی قومی نقصان ہے۔ ایسے قیمتی وجود کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تمام عمر خدمت اسلام اور عشق قرآن میں ہی صرف کی حضرت مسیح موعود کے سب خدام آہستہ آہستہ رخصت ہو رہے ہیں اور ایسا خلا پیدا ہو رہا ہے جس کے پُر ہونے کی صورت نظر نہیں آ رہی۔

مجھے افسوس ہے میں بیمار رہنے کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ عزیزم عزیز احمد اور نثار احمد کو بھیج دیا تھا۔

اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ والسلام

مخلص شیخ نیاز احمد۔ وزیر آباد

ڈاکٹر عبدالرحمٰن آف موگا از حیدر آباد سندھ

مکرم و محترم حضرت فاروقی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولوی محمد علی صاحب فاضل ومفسر قرآن کی وفات حسرت آیات کی خبر بذریعہ ریڈیو سُن کر بہت افسوس ہوا۔ آپ کی خدمات کی اسلام کو ابھی اور ضرورت تھی۔ آپ کی وفات سے مسلم قوم کو ایک بڑے اسلامی مبلغ کا نقصان پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے آمین۔ والسلام

خاکسار۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن آف موگا

محمد یونس صاحب چٹگاؤں (بنگال)

مکرمی فاروقی صاحب۔ سلام مسنون

کل رات ریڈیو پاکستان پر مولانا محمد علی صاحب امیر انجمن کی افسوسناک موت کی خبر سُن کر دل کو از حد صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا کی ذات صفات انجمن کے لئے باعث فخر تھی اور ان کی خدمات سے مذہب جماعت کو جو فروغ ہوا وہ ناقابل فراموش ہے۔ مولانا کی موت سے انجمن کو جو نقصان ہوا وہ حقیقتاً ناقابل تلافی ہے۔ مگر مصلحت خداوندی میں انسان کی بےچارگی گم ہو کر رہ جاتی ہے۔ بہر حال مخلوق خداوندی کو یہی لازم ہے کہ راضی برضا رہے۔

ہماری دعا ہے کہ خداوند عالم مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ہم سب کو صبر کی تلقین عطا فرمائے اور مولانا مرحوم کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام۔

نیاز مند۔ محمد یونس

میر محمد صاحب تالپور ٹنڈو سر روڈ سندھ

مکرمی فاروقی صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا محمد علی صاحب کے اچانک انتقال کی خبر نے بے حد صدمہ دیا اس وقت دنیا کے مسلمانوں کو ان کی بے حد ضرورت تھی۔ اس عظیم صدمہ میں آپ مجھے بھی شریک سمجھ لیں ان کے اولاد سے میری طرف سے ہمدردی کا اظہار کریں۔ اور کار لائق سے یاد فرماویں۔ والسلام

آپ کا۔ میر محمد تالپور (رئیس سندھ)

بابا احمد دین صاحب لائل پور

بخدمت شریف جناب میاں نصیر احمد صاحب۔ از طرف درویش احمد دین۔

افسوس افسوس میں اپنے ہاتھ سے خط لکھنا نہیں جانتا میں اپنے آقا کے افسوس کا خط آپ کو نہ لکھ سکا پیاری آنکھیں غریب آنکھیں آنسوؤں کی بارش برساتی ہیں اللہ تعالےٰ ان بزرگوں کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ آپ لوگوں کو اور آپکے خاندان کو تسلی صبر عطا فرمائے۔ میرے حال پر مولوی صاحب بہت مہربان تھے۔ میری دو حصے زیادہ عمر ہوگئی ہے تیسرے حصے کا حال لکھتا ہوں۔ ڈلہوزی پہاڑ کا واقعہ ہے وہ دھوپ گھڑی میں آباد تھے میں اوپر والی کوٹھی میں خیبر ہوس میں تھا میرے ساتھ کچھ یورپین لیڈیاں تھیں ان لیڈیوں نے اذان کی آواز سنی مجھے کہا کہ بیرا (GO IN CHURCH) چرچ میں جاؤ اور میں نماز کے لئے کوٹھی پہنچ گیا تو میں نے نماز کے لئے اجازت مانگی کہ نماز کے لئے میں آسکتا ہوں؟ تو مولوی صاحب نے خوشی سے کہا کہ آؤ نماز کے لئے کچھ دنوں کے بعد میں بیمار ہوگیا تو میری خبر لینے کے لئے تین آدمی اور آپ کے ساتھ تھے اوپر آگئے مس لوگ میم لوگ حیران ہوگئیں اتنے بڑے مولوی صاحب تمہاری خبر کے لئے آئے ہیں۔ اور انہوں نے بات چیت بھی کی اور چائے پانی بھی پلایا کچھ ملتان کی لیڈیاں تھیں اور کچھ ڈیرہ غازی خاں کی تھیں ان زمانوں کے یہ میرے مہربان تھے بعد میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور بڑی بیوی جی وہ بھی میرے پر مہربان تھے۔ اب عرض درخواست یہ ہے میاں ممتاز احمد صاحب میاں نصیر احمد صاحب اب جماعت کا جولا آپ لوگوں کے کندھے پر ہے حضرت مولوی صاحب آسمان کے چاند کی طرح روشن تھے، وہ تو چھپ گئے اپنے پیارے عزیزوں کو چھوڑ کر جب میاں ممتاز احمد کی خدمت میں لکھو تو میری طرف سے دردناک خط لکھنا بڑی آپا جی کی خدمت میں خط لکھو تو میری طرف سے افسوس عرض کر دینا۔

خاکسار۔ احمد دین سابق خانساماں و بیرا۔ از لائل پور

ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب ووکنگ

ڈاکٹر صاحب کے دو خطوط ایڈیٹر پیغام صلح اور بیگم صاحبہ حضرت امیر رح کے نام چھپ چکے ہیں، یہ خط میاں نصیر احمد صاحب کے نام ہے جس کے کچھ حصص درج ذیل ہیں:-

مکرم محترم جناب میاں صاحب۔ سلکم اللہ تعالےٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت امیر قوم کی وفات کا اب تک یقین نہیں آتا اور جب بھی ان کا نورانی چہرہ سامنے آتا ہے تو بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں یہ نقصان نہ صرف ناقابل برداشت بلکہ ناقابل تلافی بھی ہے۔ یہ مرد مجاہد علم و ہدیٰ کا مجسمہ نیکی اور تقوےٰ کا نمونہ۔ اسلام کا پہلوان۔ ہر رنگ میں قابل رشک ہستی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالےٰ کی ہزار ہزار رحمتیں اس پاک روح پر ہوں۔ ان کا عظیم الشان کام ان کے نام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم و دائم رکھے گا۔ اللہ تعالےٰ اس یتیم قوم کو توفیق دے کہ وہ اتحاد اور اتفاق کو قائم رکھ کر اس بے نظیر کام کو جاری رکھ سکے جو اس مرد مجاہد نے کیا۔

مجھ گناہگار اور بے وطن انسان کو تو ان کی زیارت کئے پانچ سال کا عرصہ گذر گیا تھا۔ اس دفعہ جب ان سے رخصت ہوا تو معلوم نہ تھا کہ یہ آخری موقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم مل کر اس کام کو جاری رکھ سکیں جو مرحوم و مغفور کی زندگی کا مقصد تھا اور جس کو انہوں نے نہایت ہی کامیاب اور احسن اور قابل رشک طور پر پورا کیا۔ اور نہایت ہی کامیاب زندگی بسر کر کے اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

والسلام

خاکسار۔ آپ کا غمزدہ یتیم بھائی عبد اللہ

(باقی آئندہ)

پیغام صلح
جلد ۳۹ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۵ ربیع الاول ۱۹۵۱ء | نمبر

عزل خلفا کا مسئلہ

اور

خلیفہ صاحب قادیان

عزل خلفاء کے مسئلہ پر قادیانی اخبار "الرحمت" میں ایک صاحب نے جو بقول خلیفہ قادیان ابتدائے احمدیت میں پیدا ہونے والے اور صاحب تحریر ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں جن خیالات کا اظہار کیا اور اس پر خلیفہ صاحب کو جو پریشانی لاحق ہوئی یہاں تک کہ انہیں صاحب مضمون کے علاوہ سید ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت و تبلیغ کے بھی خارج از احمدیت ہونے کا اعلان اور تمام جماعت کا شکوہ کرنا پڑا کہ انہوں نے اس کے خلاف آواز بلند نہیں کی، اس کا تذکرہ قبل ازیں ان کالموں میں کیا جا چکا ہے، جس کے ضمن میں ہم نے خلیفہ صاحب کے ان خیالات پر بھی تبصرہ کیا تھا جس میں انہوں نے عزل خلفا کو ناجائز قرار دیا تھا۔ حیرت ہے کہ خلیفہ صاحب کے کھلے انتباہ کے باوجود ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کے سوائے جنہیں خلیفہ صاحب سے قریبی تعلقات ہونے کی وجہ سے معافی مانگنی پڑی (مگر ساتھ ہی اپنا ایک خواب بیان کر کے قادیانی خلافت کے درخت کا کھوکھلا ہونا بھی ظاہر کر دیا) تمام جماعت میں سے ایک بھی شخص نے اس مضمون کے خلاف آواز نہ اٹھائی۔ نہ صاحب مضمون اخبار "الرحمت" نے اپنے خیالات سے رجوع کا اعلان کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عزل خلفا کا مسئلہ جماعت قادیان میں کافی اہمیت حاصل کر چکا ہے اور خلیفہ صاحب کے خیالات سے جماعت کو پورا اتفاق نہیں۔

اور تو اور اخبار "الفضل" نے بھی خلیفہ صاحب کا اعلان اور سید ولی اللہ شاہ کا معافی نامہ شائع کرنے کے علاوہ اپنی طرف سے اس مسئلہ پر ایسی خاموشی اختیار کی جو "معنی دارد" کی مصداق ہے۔

اب ۸ ۲ ر نومبر کے "الفضل" میں ہمارے اس مضمون پر تبصرہ کیا گیا ہے جو اس موضوع پر چند ماقبل اشاعتوں میں ہم لکھ چکے ہیں اور حیرت ہے کہ ہمارے بعض طویل اقتباسات نقل کرنے کے باوجود مدیر "الفضل" کو یہ بھی سمجھ نہیں آ سکی کہ "ہم کیا کہنا چاہتے ہیں" اور کیسے سمجھ آئے جب اپنا ہی دل صاف نہ ہو، اور اصل موضوع کے بارہ میں دماغی توازن خلیفہ صاحب کا ساتھ نہ دیتا ہو۔

ہم نے خلیفہ صاحب کی اس بات کی کہ "غیر مبائعین" کے ساتھ جھگڑا کی بنا عزل خلفاء کا مسئلہ تھا تردید کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ جھگڑے کی ابتدا مسئلہ کفر و اسلام سے ہوئی اور حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فوت ہونے پر جب خلافت کا مسئلہ پیش آیا تو چونکہ "الوصیت" میں اس قسم کی خلافت کا کوئی ذکر نہیں جس کا ادعا میاں صاحب اور ان کی جماعت کرے اس لئے حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں نے اس بات پر زور دیا کہ نہ تو خلافت کا یہ سلسلہ جو میاں صاحب قائم کرنا چاہتے ہیں الوصیت کی رو سے جائز ہے اور نہ مسئلہ کفر و اسلام میں اختلاف اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ اس شخص کو خلیفہ مان لیا جائے اور اس کی بیعت کی جائے جو ساٹھ کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دیتا ہو۔

فرمایئے اس میں کونسی ایسی بات ہے جو آپ کی سمجھ سے بالاتر ہے، سمجھنے کو جی نہ چاہے تو اور بات ہے ورنہ اس سیدھی سادی بات کو نہ سمجھنا دماغی توازن کے برقرار نہ ہونے کے سوائے اور کس بات کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

ہمارے اس بیان پر کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء سلسلہ کا اتحاد قائم رکھنے کے لئے میاں صاحب کو امیر جماعت ماننے کے لئے تیار تھے بشرطیکہ وہ بیعت کو لازمی قرار نہ دیں "الفضل" کا اعتراض ہے کہ اس دو رنگی پوزیشن کو میاں صاحب کیسے مان سکتے تھے اور کہ

"امیر کے معنے ہیں ایسے شخص کے جس کا امر یعنے حکم ماننا ضروری ہوتا ہے جس کی اطاعت لازمی ہوتی ہے جس شخص سے عقیدہ کا اختلاف ہو اس کا حکم کس طرح مانا جا سکتا ہے اس کی اطاعت کس طرح کی جا سکتی ہے؟"

شاید "الفضل" کو بھول گیا کہ قادیانی خلافت میں تو اختلاف عقیدہ رکھکر خلیفہ صاحب کی بیعت بھی ہو سکتی ہے اور کئی ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اختلاف عقیدہ رکھکر بیعت کی اور وہ خلیفہ صاحب کی بیعت میں ہونے کے باوجود کھلے طور پر ان سے اختلاف عقیدہ کا اظہار بھی کر سکتے ہیں، اور انتظامی معاملات میں ان کا حکم بھی مانتے ہیں، یہ وہ دو رنگی ہے جس کو ہم خلافت کی بجائے امارت کی صورت میں یک رنگ کرنا چاہتے تھے لیکن خلیفہ صاحب نے اس عجیب و غریب اور عدیم النظیر پوزیشن "کو اختیار کرنا ہی ضروری سمجھا جس سے سلسلہ کے اتحاد کو پاش پاش کرنے کے سوائے اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اس کو آپ دین میں تمسخر قرار دیں یا جو جی چاہے کہیں بہرحال یہ دو رنگی پوزیشن اس مایہ ناز خلافت کا طرۂ امتیاز ہے جو مسیح موعودؑ کی جماعت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کا موجب ہوئی۔

اب عزل خلفا کا مسئلہ لیجئے، ہم نے لکھا تھا کہ خدا اور رسول کے خلاف احکام صادر کرنے والا ہر بڑے سے بڑا عہدیدار معزول کیا جا سکتا ہے خواہ وہ خلافت ہی کے منصب پر ہو، یہ بھی ہم نے کہا کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت حکومت کی حیثیت رکھتی تھی اور ان کے خلاف جن لوگوں نے آواز اٹھائی انہوں نے حکومت وقت کی مخالفت کی جو بغاوت تھی، "الفضل" کے نزدیک یہ دونوں متضاد باتیں ہیں حالانکہ اگر ذرا غور سے کام لیا جاتا تو یہ بات سمجھ میں آ سکتی تھی کہ چونکہ قوم کا کثیر حصہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ تھا اس لئے وہ چند ہزار لوگ جنہوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی حکومت کے باغی ہی سمجھے گئے کیونکہ قوم کے کثیر حصہ کا اعتماد رکھتے ہوئے کسی حکومت یا عہدہ دار کے عزل کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔

ایڈیٹر صاحب "الفضل" کا سوال ہے کہ

"پچاس کروڑ سے زیادہ مسلمان مسیح موعود علیہ السلام کو خدا اور رسول کے خلاف احکام صادر کرنیوالا مانتے ہیں کیا وہ حضور اقدس علیہ السلام کو اس خلافت سے معزول کر سکتے ہیں؟ حالانکہ حضور اقدس کی خلافت تو حکومت کی حیثیت نہیں رکھتی"

کیا اس سوال کو مدیر "الفضل" کے عدم توازن دماغ کا نتیجہ قرار دیا جائے یا کسی اور چیز کا؟ "الفضل" نے خود آگے چل کر تسلیم کیا ہے کہ :-

"مسیح موعود علیہ السلام نے جو اپنے تئیں خدا کا مقرر کردہ خلیفہ کہا ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ ان کو یہ روحانی حکم اللہ تعالےٰ کی طرف سے تفویض ہوا ہے........ جس کو بھی یہ حکم عطا ہوتا ہے اسکو کوئی معزول نہیں کر سکتا کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کا مقرر کردہ خلیفہ ہوتا ہے...... خلیفہ تو ہوتا ہی وہ ہے جس کو اللہ تعالےٰ مقرر کرتا ہے جس **کو انسان اپنے انتخاب سے حاکم اعلےٰ چنتے ہیں وہ تو خلیفہ ہوتا ہی نہیں**"

یہ بالکل صحیح ہے اور اسی اصول کی بنا پر ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ جناب میاں صاحب جن کو انسانوں نے اپنی جماعت کے لئے حاکم اعلےٰ کے طور پر چنا کس قسم کے خلیفہ ہیں اور حضرت مسیح موعود کی خلافت روحانی کے ہوتے ہوئے انہیں "خدا کا مقرر کردہ خلیفہ" قرار دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟

کیا "الفضل" اپنے اس "طلسماتی" اعتراف کے باوجود میاں صاحب کی خلافت کو عزل سے بالاتر قرار دینے کی جرأت کر سکتا ہے؟

جلسہ خواتین میں تقریر کرنیوالی خواتین

جو محترم بہنیں ۲۴ ر دسمبر کے جلسہ خواتین میں کوئی تقریر یا نظم پڑھنا چاہیں وہ خاکسار کو مطلع فرمائیں تاکہ پروگرام میں ان کے لئے وقت رکھا جائے۔ تقریر کے متعلق عرض ہے کہ مختصر اور جامع ہو کیونکہ وقت تنگ ہونے کی وجہ سے لمبی تقریر نہ ہو سکے گی۔ چونکہ نمائش بھی ساتھ ہوتی ہے اس لئے جلد جلد ختم کرنا پڑتی ہے۔

خاکسار - **بیگم محمد علی** از مسلم ٹاؤن

ہمارے مسیحا

یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (یٰسٓ ۲)

جناب شیخ غلام قادر صاحب حمید بلڈنگس لاہور

مقام افسوس ہے کہ وہ موعود انسان جب اپنے دعاوی کے ساتھ دنیا میں پیش ہوا جس کے دل میں خلق خدا کی بالعموم، اور مسلمانوں کی بالخصوص ہمدردی کا جذبہ اللہ تعالےٰ نے ودیعت فرمایا تھا تو تمام لوگ بلا امتیاز مذہب و ملت اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے منانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا مسلمان علما جب اس کے دلائل کے سامنے تنگ آ گئے تو اوچھے ہتھیاروں پر اُتر آئے اور اسے عوام میں اس طرح پیش کیا گویا کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے اور تمام انبیاء کی بالعموم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بالخصوص توہین کرتا ہے۔ نہایت افسوس اور رنج کی بات یہ ہے کہ پڑھے لکھے طبقہ نے بھی جہلا کی طرح ان علماء کی اقتداء کی اور کبھی تکلیف گوارا نہ کی کہ خود بھی اس عظیم الشان شخص کی کتب کا مطالعہ کر کے اصل حقیقت کو پائیں کبھی نہ سوچا کہ وہ شخص جس کے قلب سے علماء کے کفر کے فتووں سے تنگ آ کر یہ آواز نکلے ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

وہ آنحضرت صلعم کی توہین کا کیسے مرتکب ہو سکتا ہے اس کے دل میں اگر کوئی سوزش ہے تو یہ ہے کہ مخالفین کے ان تمام اعتراضات کو جو انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات اور اسلام پر کئے اُٹھا دوں۔ وہ رات کی تنہا گھڑیوں میں مسلمانوں کے اخلاقی اور مادی زوال پر آنسو بہاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے حضور رو رو کر اس قوم کے لئے دعا کرتا ہے جو اس کی تباہی کی خواہاں ہے ؎

اے خدا اے چشمۂ نورِ ہدے
از کرم ہا چشم ایں امت کُشا

وہ شخص جسے آج کافر و ملحد کہا جاتا ہے وہ عاشق قرآن جسے منکر قرآن کہا جاتا ہے عاشقانہ انداز میں شرابِ وحدت سے مست ہو کر یوں نغما سرا ہوتا ہے ؎

(۱) از نورِ پاکِ قرآں صبحِ صفا دمیدہ
بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ

(۲) ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد
ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

(۳) اے کانِ دلربائی دانم کہ از کجائی
تو نورِ آں خدائی کیں خلق آفریدہ

---

(۴) ہست فرقاں روزِ روشن از خدا
تا دیندت روشنئے دیدہ ہا

(۵) وحئ فرقاں مردگاں را جاں دہد
صد خبر از کوچۂ عرفاں دہد

(۶) ہست فرقانِ مبارک از خدا طیب شجر
نونہال و نیک بود و سایہ دار و پُر ثمر

(۷) میوہ گر خواہی بیا زیرِ درختِ میوہ دار
گر خردمندی مجنباں بید را بہرِ ثمر

---

(۸) نورِ فرقاں نہ تافت است چناں
کہ بماند نہاں ز دیدہ وراں

(۹) آں چراغِ ہدا ست دنیا را
رہبر و رہنما ست دُنیا را

(۱۰) مخزنِ رازہائے ربانی
از خدا آلۂ خدا دانی

(۱۱) بے زباناں از و فصیح شدند
زشت رویاں از و ملیح شدند

ترجمہ

(۱) قرآن مجید کی پاکیزہ ضیا باری سے ظلمت کی گھٹائیں چھٹ گئیں اور صبح ہدایت نمودار ہو گئی۔ دلوں کے غنچے وحی الٰہی کی بادِ صبا سے کھل گئے۔

(۲) یہ روشنی اور چمک سورج میں کہاں ڈھونڈتے ہو۔ یہ دلکشی اور خوبی چاند کی میٹھی میٹھی چاندنی میں کہاں۔

(۳) اے اطمینانِ قلب کے خزانے (قرآن مجید) میں جانتا ہوں تو کس بلند و بالا ہستی کی طرف سے ہے۔ بیشک تجھ میں اللہ تعالےٰ کا نور جلوہ گر ہے جو خالق کائنات ہے۔

---

(۴) فرقان حمید اللہ کی طرف سے روز روشن ہے۔ تاکہ آنکھیں نشیب و فراز کو دیکھ لیں۔

(۵) کلام پاک کی وحی سے مردہ نفس زندگی پاتے ہیں۔ جس سے معرفت الٰہی کے بے انتہا دروازے کھل جاتے ہیں۔

---

(۶) فرقان مبارک اللہ تعالےٰ کا شجر طیبہ ہے۔ تنومند۔ خوبیوں والا سایہ دار اور پھلدار۔

(۷) اگر تجھے میوہ کی ضرورت ہے تو میوہ دار درخت تک پہنچ۔ اگر تیرے دماغ میں سمجھ بوجھ کا مادہ ہے تو میوہ کے لئے بید کو نہ ہلا۔

---

(۸) نور فرقان کی روشنی ایسی نہیں۔ جو اہل نظر سے پوشیدہ رہ سکے۔

(۹) وہ تو دنیا کے لئے چراغ ہدایت ہے۔ اور صراط مستقیم کی طرف لے جانے والا رہبر و رہنما۔

(۱۰) راز الٰہی کا بیش قیمت خزانہ۔ اور خود خدا تعالےٰ کی طرف سے خدا دانی کا آلہ۔

(۱۱) اس کے فیض علم سے بے علم فصیح و بلیغ بن جاتا ہے۔ بدنما چہروں میں اس کی برکت سے ملاحت پیدا ہو جاتی ہے۔

میں اہل دانش و بینش سے پوچھتا ہوں کہ کبھی انہوں نے اپنی تنہائی کی گھڑیوں میں اس بات پر سنجیدگی سے غور کیا کہ انہوں نے ایسے شخص کو توہین رسول صلعم کا مرتکب گردانا، یا اس افتراء کے گھڑنے والوں کی حمایت کی جو عشق رسولؐ میں ہمیشہ مخمور رہتا تھا کیا انہوں نے اس کے اس سوز دل کو نہیں دیکھا جو سخن ہائے قرہ اس پر بارہا نمودار ہوا اس کی والہانہ آواز نے مردوں کو قبروں سے نکال نکال کر زندگی بخشی اس کی سیاہی کے قطرے آب حیات کا کام دے گئے۔ افسوس آج وہ صحابہ کی طرح سوچنے والے اور اہل نظر کہاں گئے۔

سنو اور غور سے سنو وہ کیا کہتا ہے:۔

"پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبیؐ جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں (حاشیہ:- یہ عجیب بات ہے کہ دنیا ختم ہونے کو ہے مگر اس کامل نبیؐ کے فیضان کی شعاعیں اب تک ختم نہیں ہوئیں اگر خدا کا کلام قرآن شریف مانع نہ ہوتا تو فقط یہی نبی تھا جس کی نسبت ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ اب تک مع جسم عنصری زندہ آسمان پر موجود ہے کیونکہ ہم اس کی زندگی کے صریح آثار پاتے ہیں اس کا دین زندہ ہے اس کی پیروی کرنے والا زندہ ہو جاتا ہے اس کے ذریعہ سے زندہ خدا مل جاتا ہے ہم نے دیکھ لیا ہے کہ خدا اس سے اور اس کے دین سے اور اس کے محب سے محبت کرتا ہے اور یاد رہے کہ درحقیقت وہ زندہ ہے اور آسمان پر سب سے اس کا مقام برتر ہے لیکن یہ جسم عنصری جو فانی ہے یہ نہیں بلکہ ایک اور نورانی جسم کے ساتھ جو لازوال ہے اپنے خدائے مقتدر کے پاس آسمان پر ہے) افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا اس نے خدا سے انتہائی درجہ محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اسکو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اسکو دیں وہی ہے جو سرچشمہ ہے ہر ایک فیض کا اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کے کسی فضیلت کا دعوےٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اسکو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسکو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری کیا حقیقت ہے ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اس نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کے چہرہ کو دیکھتے ہیں اسی بزرگ

(باقی بر صفحہ ۱)

اسلام فطرت انسانی کا مذہب ہے اور وہی دنیا میں غالب آئیگا

فطری مذہب کو جبر سے نہیں تبلیغ سے اجاگر کیا جا سکتا ہے

خطبہ جمعہ حضرت امیر قوم مولٰنا صدر الدین صاحب فرمودہ ۳۰ نومبر ۱۹۵۱ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

(مرتبہ محمد یحییٰ بٹ صاحب)

خطبہ مسنونہ کے بعد آیت وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا- الخ پر یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

خدا کی جستجو انسانی فطرت میں

اللہ تعالےٰ نے تمام انسانوں کی فطرت و طبیعت کے اندر اپنی حقانیت کی بنا رکھی ہے۔ ایک مثال کے طور پر اللہ تعالےٰ بیان فرماتا ہے کہ جب ہم نے بنی آدم کی صلب میں سے اس کی ذریت کو پیدا کیا تو ہم نے فطرتوں کو مخاطب کر کے پوچھ الست بربکم تو انسانی فطرت پکار اُٹھی بلیٰ کیونکر نہیں ضرور آپ کی حقانیت ہمارے اندر مرکوز ہے۔ شہدنا ہم اس امر پر گواہی دیتے ہیں۔ کہ آپ کی حقانیت ہمارے اندر بٹھائی گئی ہے۔ کبھی کبھی لوگوں نے اس سوال کے متعلق یوں بھی لکھا ہے کہ گویا ارواح کے لشکر جمع کر کے ان سے یہ پوچھا گیا۔ لیکن یہاں پر فرمایا من ظہورھم ذریتھم انسان کی ذریت سے جو ان کی پشتوں سے پیدا ہوئے ان سے پوچھا۔ یہ سوال فطرت انسانی کو ہے۔ اور یہ سوال اس لئے کیا نا بتایا جائے کہ فطرت انسانی کے اندر اللہ تعالےٰ کی حقانیت موجود ہے۔ ہر صحیح فطرت اس سوال پر پکار اُٹھتی ہے۔ کہ خدا ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

کھانے پینے کی فطری خواہش

اللہ تعالےٰ نے جب بنی نوع انسان کو پیدا کیا تو اس کی جسمانی پرورش کیلئے سامان پیدا کئے۔ اور اس کی ربوبیت کے لئے اس میں کھانے پینے کی اشتہا اور خواہش پیدا کر دی۔ شاید کوئی اس امر کی تشریح نہ کر سکے کہ کس نے بچہ کو سکھلایا کہ کھانے پینے کے لئے اشتہا چاہیے اور اس کے اظہار کے لئے رونا چاہیئے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فطرت انسانی میں یہ خواہش رکھی ہے۔ یہ خواہش نہ ہو تو پرورش نہیں ہو سکتی۔ کھانے پینے کی خواہش پودوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ کوئی اس خواہش کے پیدا ہونے کے متعلق یہ کہہ سکتا ہے۔ جسم میں سے پانی خشک ہونے پر پانی پیا جاتا اور ہمارے جسم کے اجزا ضائع ہوتے پر کھایا جاتا ہے۔ لیکن باریک سوال تو یہ ہے۔ کہ جسم کو یہ کس طرح سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے اجزا ضائع ہو گئے ہیں۔ یا پانی خشک ہو گیا ہے،

جس طرح سے جسمانی پرورش کے لئے بھوک اور پیاس کا احساس فطرت میں رکھا گیا ہے اسی طرح بنی نوع انسان کی روحانی خلقت جو اس کے جسم کے اندر موجود ہے اس میں خدا کی جستجو اور اس کا وصال چاہنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک تڑپ پیدا کر رکھی ہے۔ فرمایا من بنی آدم۔ تمام انسانیت اور تمام قوموں کے اندر یہ چیز پائی جاتی ہے۔ عبادت گذاری اور صدقہ و خیرات کی جڑ تمام قوموں میں پائی جاتی ہے۔ آج بھی اگر کسی کو خدا کی باتیں سنانے والا بزرگ مل جائے تو لوگ اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ پس یہ ایک حقیقت ہے کہ خدا کی جستجو انسان کی فطرت کے اندر رکھی گئی ہے۔

مسیحیت کی تعلیم خلاف فطرت

سنہ ۱۹۱۴ء میں پہلی دفعہ میں انگلستان گیا۔ خواجہ صاحب مرحوم ایک سال تک وہاں رہنے کے بعد واپس آ رہے تھے اور میری موجودگی میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ مسجد میں عید کی نماز ادا کی گئی تھی۔ تو میں نے خواجہ صاحب مرحوم کی موجودگی میں عید کی نماز پڑھائی۔ اتنے میں جنگ شروع ہو گئی بڑے ہولناک منظر دیکھنے میں آئے۔ اور میرے تین سال کے قیام میں بے شمار انگریز مرد و عورتیں مسلمان ہوئے۔ یہاں ہندوستان میں اس امر کی شہرت ہو گئی۔ جب میں واپس لوٹا تو ریاست مالیر کوٹلہ کے .... نواب صاحب نے میرے اعزاز میں ایک ٹی پارٹی دی۔ جس میں اکثر شرفا کو بھی دعوت دی گئی گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل سٹیونسن بھی وہاں موجود تھے۔ یہ میرے پاس ہی بیٹھے تھے باتوں باتوں میں مجھ سے پوچھنے لگے۔ مولٰنا وہ کونسی بات ہے جس سے آپ کو انگلستان میں اتنی نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ اس پر میں نے کہا انگریز قوم ایک پڑھی لکھی قوم ہے اور علمی میدان میں تمام دیگر اقوام سے سبقت لے گئی ہے۔ اس لئے وہ ایسی بات جو فطرت کے خلاف ہو ہرگز قبول نہیں کر سکتی، فطرت اس بات کو قبول نہیں کرتی کہ وہ جو دشمنوں کے ہاتھ ستایا گیا۔ پھانسی پر لٹکایا گیا۔ نیز جو بے کسی کی تصویر ہے۔ نادراری کی تصویر ہے۔ احتیاج کی کی تصویر ہے اور وہ جو ریں ریں کرتا ہوا ایک عورت کے بطن سے پیدا ہوتا ہے وہ خدا ہو سکتا ہے؟۔ ایک پڑھا لکھا انسان یسوع مسیح کو ان حالات میں خدا نہیں مان سکتا۔ اس کے بالمقابل اسلام جو تعلیم دیتا ہے وہ عین فطرت انسانی کے موافق ہے۔ اس پر وہ صاحب بول اُٹھے میں بھی دل سے عیسائی نہیں۔ میں کبھی بھی گرجا نہیں گیا۔ ایک معقول انسان ہرگز اسے قبول نہیں کر سکتا۔

اسلام کی تعلیم فطرت انسانی کے مطابق ہے

اسی طرح جرمنی اور انگلستان میں کئی ایک موقعوں پر لوگوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ اسلام کی جو تصویر آپ بیان کرتے ہیں وہ نقشہ ہماری طبائع میں موجود ہے۔ جرمنی میں ایک موقعہ پہ جب میں اسلام کی خوبیوں کو بیان کر رہا تھا۔ تو ایک فاضل نوجوان اُٹھا اور اس نے اس بھرے مجمع میں اس امر کا اعتراف کیا کہ میں مدتوں سے عیسائی نہیں ہوں۔ اور اس کی تعلیم کے بالمقابل ایک سچے مذہب کی ایک تصویر میں نے اپنے ذہن میں کھینچی ہوئی تھی۔ اور میں نے آج دیکھا کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو وہی تعلیم دیتا ہے۔ اس پر میں نے کہا تمہاری اس کیفیت کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے بل هو آيات بينات في صدور الذين... اوتوا العلم۔ میں نے اس کے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اسلام کا نقشہ اہل علم لوگوں کے سینوں میں منقوش ہے۔ اس پر تمام مجمع پر ایک سناٹا چھا گیا۔ اور اس فاضل نوجوان پر ایک وجد طاری ہو گیا۔

اسلام میں خلاف فطرت رسمیات نہیں

اسی طرح انگلستان کے ایک گرجا میں ایک بار میں لیکچر دے رہا تھا۔ میرے لیکچر کے ختم ہونے کے بعد جلسہ کا صدر اُٹھا۔ اور اس نے میرے اس لیکچر کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ اس لیکچر کے دوران میں ہم ایسا محسوس کر رہے تھے کہ گویا آسمان سے ہمارے لئے یہ تعلیم بیان ہو رہی ہے مجمع میں جس قدر لوگ موجود تھے۔ سب نے مجھ سے مصافحہ کیا اس کے بعد میں واپس ووکنگ پہنچا۔ ووکنگ وہاں سے ۲۴ میل کے فاصلہ پر ہے۔ صبح اُٹھا تو انہی صدر صاحب کا خط آ گیا۔ اس میں انہوں نے لکھا کہ میں کل سے دل سے مسلمان ہو چکا ہوں اظہار اس لئے نہ کیا کہ خدا جانے اسلام قبول کرنے کے لئے کیا کیا رسومات ادا کرنی پڑیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی رسم کو ادا کرنے میں معذور رہوں تو اسلام جیسی نعمت مجھ سے چھن جائے۔ اس خط کے جواب میں میں نے انہیں لکھا کہ آپ مسلمان ہو گئے ہیں اور اسلام میں داخل ہونے کے لئے کسی رسم کی حاجت نہیں۔ ہاں البتہ اس طریق سے آپ خدا کے نزدیک اور میرے نزدیک بیشک مسلمان ہو گئے ہیں۔ لیکن سوسائٹی کو ابھی علم نہیں ہوا اسلئے آپ یہاں (ووکنگ) اس اتوار کو آئیں یہاں ایک مجمع ہوتا ہے۔ وہاں آکر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کریں۔ اس پر وہ اتوار کو آئے اور انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ میرے اس خط کا بھی ان پر اچھا اثر پڑا کہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے کسی رسم کی حاجت نہیں۔ ان کے ساتھ ایک خاتون بھی آئیں۔ انہوں نے بھی اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا یہ خاتون سیکریٹری تھیں۔

بتوں کی عاجزی اور اسلام کا خدا

اسی طرح ہمارے ملک میں سوامی دیانند ہوئے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں گجرات کے کسی مندر میں دیوالی کی

رات جاگتا رہا۔ میں نے دیکھا ایک چوہا بڑے مزے سے چھت پر کودتا پھرتا ہے۔ کبھی اُس کی ناک پر چڑھتا ہے۔ اور کبھی اسکے آگے رکھے ہوئے کھانے میں منہ ڈالتا ہے۔ اور بُت ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ وہ اس سے یہ سمجھتے ہوئے بیزار ہو گئے کہ ایسا عاجز جو چوہے کو اپنے جسم سے دور نہ کر سکے خدا نہیں ہو سکتا۔ اس کا ذہن فوراً ایسے خدا کی طرف منتقل ہو گیا جس کو اسلام پیش کرتا ہے۔

قرآن کریم فطری قوتے کو اجاگر کرتا ہے

الغرض اللہ تعالےٰ نے فطرت میں اپنی حقانیت کی بنا رکھی ہے۔ جوں جوں دنیا میں علم بڑھتا جاوے گا توں توں اسلام کی تصویر دلوں میں اجاگر ہوتی جائے گی۔ ان تعلیمات کی رُو سے جو فطرت انسانی میں رکھی گئی ہیں۔ قرآن کریم کو الذکر بھی کہا گیا ہے ذکر کے معنی ہیں یاددہانی اور یاددہانی اسی امر کی ہو سکتی ہے جو پہلے موجود ہو۔ یعنی قرآن کریم فطرت میں ودیعت شدہ قوتے کو اجاگر کرنے والی کتاب ہے۔ جس طرح سے ہر چرند پرند کی علیحدہ علیحدہ ایک طبیعت اور فطرت ہے۔ اسی طرح انسان کی بھی ایک فطرت ہے۔ وہ اپنی اس فطرت کے خلاف تعلیم کو ہرگز نہیں مان سکتا۔

فطری استعداد بدل نہیں سکتی

دیکھیئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں جنگی گھوڑوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کے حملہ کے وقت غوں غوں کرکے دوڑنے اور ان کے سموں سے آگ نکلنے کی قسم کھائی ہے۔ اب اگر کوئی انسان گھوڑوں کو چھوڑ کر بیلوں کی ایک پلٹن بنا لے اور ان کی خوب تربیت کرے کہ تا میدان جنگ میں دشمن پر ان کے ذریعہ سے حملہ کر سکے اور دوڑتے ہوئے دشمن کا تعاقب کر سکے۔ تو ایسا شخص ہرگز اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ گھوڑے کی طبیعت بیل کو نہیں دی جا سکتی۔ بیل اگرچہ اس کی برسوں تک تربیت کیوں نہ کی جائے ہرگز گھوڑے کا کام نہیں دے سکتا۔ اسی طرح دوسرے جانوروں کا حال ہے۔ کسی ایک کی طبیعت کسی دوسرے کو نہیں دی جا سکتی کیا کبھی ہو سکتا ہے کہ ایک شکاری شکار میں اپنے شکاری کتے کا کام کسی بھیڑ بکری سے لے لے۔ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ اگر طبیعت میں پہلے ہی سے کوئی استعداد موجود نہ ہو تو وہ اگر اس کی کتنی ہی تربیت کی جائے اس میں وہ استعداد پیدا نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وعلم آدم الاسماء کلھا یعنی انسان کی طبیعت کے اندر تمام اشیاء کے علم کے حصول کا مادہ ہم نے رکھ دیا ہے۔

فطرت کے خلاف کوئی چیز ٹھونسی نہیں جا سکتی

ہماری استعدادیں مختلف ہیں۔ ان تمام استعدادوں کی تربیت اور ان کو جگانے کے لئے قرآن کریم آیا ہے۔ کیونکہ وہ الذکر ہے التذکرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں جبر نہیں لا اکراہ فی الدین جبر سے کوئی چیز جزو طبیعت نہیں بن سکتی۔ اس سے منافقت پیدا ہوتی ہے۔ انسانی طبیعت جبر کے خلاف ہے۔ زبان پر اگر مرچ کی چٹکی رکھ دی جائے۔ اور لاکھ کوشش کی جائے کہ زبان . . . . سے شکر سمجھے ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ حق نہیں اور طبیعت کے برخلاف ہے۔ اسی طرح سے دوسرے ذرائع کا حال ہے۔ آنکھوں سے اگر کوئی سر ملار راگ سننا چاہے۔ تو آنکھ کبھی بھی اس کا کہنا نہیں مانے گی۔ ناک دیکھنے کا کام نہیں دے سکتا۔ کان کبھی بھی سونگھ کر نہیں بتا سکے گا کہ پھول کی بُو کیسی ہے۔ معلوم ہوا فطرت کے خلاف چیز کسی میں ہرگز نہیں ٹھونسی جا سکتی۔ خواہ جبر ہی کیوں نہ کیا جائے۔

فطرت انسانی میں تسکین اسلام سے

اس لئے اسلام جو عین فطرت کے مطابق مذہب ہے اس کے حق میں فرمایا لا اکراہ فی الدین۔ فطرت کی استعدادوں کے جگانے کے لئے جو دین آیا ہے اس کے منوانے کے لئے جبر کی قطعاً ضرورت نہیں۔ بلکہ فطرت صحیحہ خود بخود اسے قبول کرلے گی۔ جس طرح سے کھانے پینے سے بھوک پیاس دُور ہوتی ہے اور ایک تسلی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح سے اس دین کے قبول کرنے سے دلوں میں تسکین نازل ہوتی ہے۔ فرمایا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔

اسلام میں جبر نہیں تبلیغ کی ضرورت ہے

ایسی کتاب کو دنیا تک پہنچانے کے لئے مسلمانوں کو تلوار کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی یہ کتاب کسی تلوار کی محتاج ہے بلکہ اس کی تعلیم خود ہی دلوں میں جاگزیں ہو جاتی اور باعث تسکین ہوتی ہے۔ صرف ضرورت ہے اس کی کہ پورے زور کے ساتھ اس کی تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ فرمایا فذکر ان الذکر تنفع المومنین یہ کتاب فائدہ مند ہے۔ اس کا ذکر کیا کرو اس کے پڑھنے سے تسکین ہوتی ہے۔ مصیبتیں گھٹاٹوپ چھائی ہوں۔ مالی یا جانی نقصان پہنچا ہو۔ اس کتاب کے پڑھنے سے دلوں میں تسکین پیدا ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ غفلت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں پھر انسان ایسا محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ اللہ تعالےٰ کے سامنے ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ خلیفۃ اللہ فی الارض کیوں کہلاتا۔

انسان میں خدا کے نقوش

اللہ تعالےٰ نے انسان کے اندر اپنے نقوش بنائے ہیں وہ اپنی غفلت سے ان نقوش کو مدھم کرلے تو اور بات ہے فرمایا ونفخت فیہ من روحی۔ جب اس خلیفہ کو زمین میں بنالیا تو میں نے اس میں اپنی روح پھونکی یہاں اس میں اپنی روح کا پھونکنا اس کی تکریم و تشریف کے لئے ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا ولقد کرمنا بنی آدم ہم نے بنی آدم کو مکرم بنایا ہے، وہ مکرم و معظم اسی لئے ہے کہ وہ خدا کا خلیفہ ہے اور خدا کی روح اس میں بستی ہے۔ وہ الٰہی رنگ میں رنگین ہے اب ہر ایک کے لئے موقع ہے کہ وہ اگر چاہے تو اس رنگ کو زیادہ کر سکتا ہے من احسن من اللہ صبغۃ چاہیئے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے آپ کو الٰہی رنگ میں رنگین کرے۔

اسلام دنیا میں غالب ہوگا

دنیا میں آج کوئی مذہب نہیں جو ایمانیات میں قرآن کریم کا مقابلہ کر سکے اس کی اساس مضبوط ہے یہ دین فطرت صحیحہ کے موافق ہے اور ہر صحیح الفطرت انسان اسکو قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ اس لئے میں زور دار الفاظ میں کہتا ہوں کہ اسلام کی کامیابی یقینی ہے۔ قرآن کریم میں اس کی بشارت یوں دی گئی ہے لیظہرہ علی الدین کلہ۔ سیدنا حضرت نبی کریم صلعم کو جو دین دے کر بھیجا گیا ہے۔ وہ کامل ہے۔ اور وہ تمام دیگر ادیان پر غالب آئیگا آج بیسویں صدی میں جبکہ دنیوی علوم اپنے انتہائی عروج کو پہنچ چکے ہیں قرآن کی ہدایت کا غلبہ ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ فخر آج اسی ایک کتاب کو ہے کہ اس سائنٹیفک دور میں ہر لحاظ سے غالب ہوتی جا رہی ہے۔ یہ وہ امر ہے جو ایک مسلمان کی ہمت کو بڑھاتا ہے۔ کہ وہ اپنی انتہائی جدوجہد سے اس رشد و ہدایت کے سرچشمہ کو دنیا میں پیش کرتا چلا جائے۔ ایک بار حیدرآباد دکن کے والی سے ملاقات ہوئی تو میں نے اسی ولولہ کے تحت انہیں کہا کہ ایک کروڑ روپیہ نکالیں جس کے ذریعہ سے اعلےٰ تعلیمیافتہ نوجوان تبلیغ کے لئے تیار کئے جائیں تاکہ ہم جلدی یورپ کو فتح کر سکیں۔ اس وقت میرے دل میں یہ خیال تھا کہ والی صاحب موصوف کہیں گے کہ کروڑ کیا اس سے دس گنا روپیہ میں اس کار خیر میں لگانے کو تیار ہوں۔ لیکن افسوس کہ انہوں نے اس موقع پر اس تحریک پر لبیک نہ کہا۔ وہ دن دُور نہیں جب یورپ اسلام کی روشنی سے منور ہوگا اور ضرور ہوگا۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ایمان محکم پیدا کیا جائے اور اپنے اموال اس رستہ میں قربان کئے جائیں ؎

پروگرام جلسہ سالانہ

کے سلسلہ میں گذارش ہے کہ جو احباب تقریر فرمانا چاہیں وہ اپنی تقریر کے موضوع اور کم از کم وقت سے مجھے جلد از جلد آگاہ فرماویں تاکہ ان کا نام پروگرام جلسہ میں شامل ہو سکے۔ اسی طرح مستورات کے جلسہ میں جو خواتین تقریر فرمانا چاہیں وہ بھی اپنے موضوع تقریر سے مطلع فرمائیں۔

وقت کی کمی کے سبب الگ الگ اطلاع نہیں دی جا سکی اسلئے بذریعہ اخبار لکھا جا رہا ہے۔

مہتمم جلسہ سالانہ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

آئندہ پرچہ

"حضرت امیر نمبر" کی تیاری کے لئے جو ۱۹ دسمبر ۵۱ء کو بہت بڑی ضخامت پر شائع ہوگا "پیغام صلح" کا آئندہ ۱۲ دسمبر کا پرچہ شائع نہ ہو سکے گا۔

مینیجر

عورت کا درجہ اسلام اور سکھ دھرم میں

ایک سکھ ودوان کے اعتراضات کے جوابات

از عباد اللہ صاحب گیانی

سکھ وِدوانوں کا یہ عام شیوہ ہے کہ وہ جب کبھی سکھ مذہب کے کسی سیاسی۔ تمدنی۔ معاشرتی، یا مذہبی مسئلہ سے متعلق زبان کو حرکت دیتے ہیں یا قلم کو جنبش میں لاتے ہیں تو وہ اپنے لیکچروں یا مضمونوں کی اس وقت تک تکمیل تصور ہی نہیں کرتے جب تک کہ وہ اسلام کو نہ کوس لیں۔ یا مسلمان بزرگوں کو دو چار سنا لیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں سردار پرکاش سنگھ بی۔اے۔ نے "سکھ دھرم میں عورت کا درجہ" کے عنوان پر ایک مضمون سپرد قلم کیا ہے۔ سردار صاحب موصوف کا یہ مضمون مشہور سکھ لیڈر ماسٹر تارا سنگھ کے گورمکھی رسالہ "سنت سپاہی" اور روزانہ اردو اخبار "پربھات" میں شائع ہوا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اس مضمون میں سکھ مذہب کی کتب سے ایسے حوالہ جات پیش کئے جاتے جو نفس مضمون سے متعلق ہوتے۔ مگر سردار صاحب نے سکھ مذہب کی تعلیم اور سکھ گورو صاحبان کا مسلک پیش کرنے کی بجائے اسلام پر خواہ مخواہ بعض فضول اور بے بنیاد اعتراض جڑ دیئے ہیں۔ حالانکہ جو اعتراض انہوں نے کئے ہیں وہ اسلام پر تو وارد نہیں ہوتے ہاں سکھ مذہب اور سکھ بزرگوں پر ضرور وارد ہوتے ہیں۔

چونکہ اکثر سکھ ودوان سیاسی رَو میں بہہ گئے ہیں۔ اور مذہب سے انہیں کوئی خاص لگاؤ نہیں۔ اس لئے انہیں اپنی کتب کے پڑھنے کا بہت کم وقت ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بسا اوقات اپنی تقریروں اور تحریروں میں ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں کہ جو سکھ مذہب کی مقدس کتب اور سکھ بزرگوں کے مسلک کے سراسر خلاف ہوتی ہیں۔

سردار صاحب موصوف اپنے اس مضمون میں تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"اسلام یہ کہتا ہے کہ استری گناہوں کا مجسمہ ہے۔ اور مرد کی جائیداد سے زیادہ کوئی رتبہ نہیں رکھتی۔ دو استریوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے"

(پربھات ۲۹ اپریل ۱۹۵۱ء)

یعنی:—

"اسلام یہ کہتا ہے کہ عورت گناہوں کا مجموعہ ہے اور مرد کی کھیتی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔

ترجمہ از سنت سپاہی اپریل ۱۹۵۱ء

سردار صاحب نے اسلام پر جو اعتراضات کئے ہیں ان میں سے سب سے پہلا اعتراض یہ ہے کہ اسلام میں عورت کو گناہوں کا مجسمہ یا مجموعہ تسلیم کیا گیا ہے۔ سردار صاحب نے یہ بات اپنے پاس سے وضع کر کے اسلام کی طرف منسوب کر دی ہے۔ قرآن شریف یا احادیث صحیحہ میں کہیں بھی درج نہیں کہ عورتیں گناہوں کا مجموعہ ہیں۔ اس کے برعکس قرآن شریف میں واضح ارشاد ہے کہ

ھن لباس لکم و انتم لباس لھن

(سورہ بقرع ۲۳ - پ ۲)

یعنی عورتیں مردوں کا لباس ہیں۔ اور مرد عورتوں کی زینت ہیں۔

قرآن شریف کی اس آیت کے ذریعہ اسلامی سوسائٹی میں عورت اور مرد کو مساوی درجہ دیا گیا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ اسلام نے عورت کو گناہوں کا مجموعہ بیان کیا ہے۔ بالکل غلط ہے اور بے بنیاد ہے۔

قرآن مجید کے ایک اور مقام پر مرقوم ہے:۔

ومن ایتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا و جعل بینکم مودۃ ورحمۃ ط

(سورۃ روم ع ۳ پ ۲۱)

یعنی یہ اللہ کے نشانوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہیں میں سے بیویاں پیدا کی ہیں تاکہ تمہیں ان کے ذریعہ تسکین حاصل ہو۔ اور اسی نے تمہارے درمیان محبت اور مہربانی رکھی ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر عورتیں گناہوں کا مجسمہ یا مجموعہ ہیں تو پھر وہ مردوں کے لئے تسکین یا راحت کا باعث کیونکر بن سکتی ہیں۔ پھر تو وہ عذاب اور تکلیف کا سبب ہی قرار پائیں گی۔ الغرض سردار پرکاش سنگھ بی۔اے نے اسلام پر جو اعتراض کیا ہے وہ بالکل لغو اور فضول ہے یہ سردار صاحب کی اسلام کی تعلیم سے ناواقفی پر بھی دال ہے۔

عورت عام طور پر تین حالتوں میں اپنی زندگی بسر کرتی ہے۔ یا وہ بیٹی کی حالت میں ہوتی ہے یا بیوی اور یا پھر ماں کی حالت میں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی ان تینوں حالتوں کے پیش نظر جو مقدس تعلیم دی ہے۔ اس سے عورت کی عظمت اور عزت واضح ہے۔ بیٹی کی حالت میں حضور کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے دو بچیوں کی اچھی تربیت کر دی۔ وہ قیامت کے دن اس طرح میرے ساتھ ہوگا۔ جس طرح کہ ایک انگلی دوسری انگلی کے ساتھ ہوتی ہے۔ بیوی کی حالت میں حضور کی یہ حدیث ہے کہ خیرکم خیرکم لاھلہ۔ یعنی تم میں سے وہی اچھا ہے جو اپنی اہلیہ وغیرہ سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ اور ماں کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "الجنۃ تحت اقدام الامھات" یعنی جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ ان باتوں سے بھی اس امر پر بخوبی روشنی پڑتی ہے کہ عورتوں کو گناہوں کا مجموعہ یا مجسمہ قرار دینا باطل ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر عورت، بیٹی، بیوی یا ماں ہونے کی حالت میں باپ، خاوند اور بچوں کی نجات کا باعث نہ بن سکتی۔ کیونکہ گناہوں کا مجموعہ دوسروں کی نجات کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔

سردار پرکاش سنگھ کے یہ اعتراضات ثابت کرتے ہیں کہ انہیں اسلام کی تعلیم سے کچھ بھی واقفیت نہیں۔ بلکہ انہیں سکھ مذہب کی کتب سے بھی کوئی خاص لگاؤ نہیں۔ کیونکہ اگر انہیں سکھ لٹریچر کا مطالعہ ہوتا تو وہ اسلام پر یہ بے بنیاد اور غلط اعتراض کرنے سے قبل اس پر ضرور غور کر لیتے کہ کہیں یہ اعتراض سکھ مذہب پر تو وارد نہیں ہوتے جہاں تک سکھ کتب کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان میں ایسی تعلیم موجود ہے جن کی بناء پر یہ اعتراض سکھ مذہب پر وارد ہوتے ہیں۔ کیونکہ سکھ بزرگوں نے عورتوں کو گناہوں کا مجموعہ یا گناہوں کا مجسمہ ضرور تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ سکھ کتب میں گورو گوبند سنگھ کا یہ ارشاد موجود ہے:۔

"استری جم دی سولی ہے"

(سنجے مکت گرنتھ ص ۳۱۶)

یعنی عورت دوزخ کے فرشتوں کی سولی ہے۔

ایک اور مقام پر مرقوم ہے کہ:۔

"نرک دوار ناری"

(سدھرم مارگ ص ۲۴۷)

یعنی۔ عورتیں جہنم کا دروازہ ہیں۔

سنت سمپورن سنگھ صاحب نے "عورتیں جہنم کا دروازہ ہیں" گورو گوبند سنگھ کا فرمان تسلیم کر کے اس کی مندرجہ ذیل تشریح کی ہے:۔

"عورت میں قدرتی طور پر کشش پائی جاتی ہے اس کی شکل بھی جاذب نظر ہے۔ اس طرف دل لگانے سے دنیا دی لگن میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور انسان خدا سے دور چلا جاتا ہے جس کی وجہ سے زندگی رائیگاں جاتی ہے۔ اس لئے ایسا بچن کہا ہے"

(ترجمہ از سدھرم مارگ حاشیہ ص ۲۴۷)

سردار پرکاش سنگھ صاحب ٹھنڈے دل سے غور کر لیں کہ گورو گوبند سنگھ نے مندرجہ بالا اقوال میں عورت کو "جم کی سولی" اور "جہنم کا دروازہ" قرار دے کر اس کی معصومیت کو بیان کیا ہے یا اس کا گناہوں کا مجسمہ ہونا یا گناہوں کا مجموعہ ہونا ظاہر کیا ہے۔ ایک اور مقام پر گورو صاحب موصوف کا یہ فرمان بھی ہے کہ:۔

بندھن نرکو ناری ہے
من تریا چرتر دکھ وان

(سدھرم مارگ ص ۲۴۹)

یعنی۔ عورتیں مردوں کے لئے بندھن ہیں۔ ان کے ذریعہ انسان کو عذاب ہی حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ اپنی چالاکیوں اور عیاریوں سے دکھ ہی دیتی ہے۔

اس کے علاوہ گورو گوبند سنگھ نے عورتوں سے متعلق "تریا چرتر" کے نام پر ایک بانی بیان کی ہے۔ جو دسم گرنتھ کے ص ۸۰۷ سے ص ۱۲۴۶ تک درج ہے۔ اس کے بعض حصے تو بالکل فحش ہیں۔ اس میں عورتوں کی ۴۰۵ چالاکیاں۔ ہوشیاریاں اور بدمعاشیاں کہانیوں کے رنگ میں نقل کی گئی ہیں یہ بانی گورو صاحب نے محض اس لئے اچارن کی ہے کہ اسکو پڑھ کر مردوں کے دلوں میں عورت کے لئے نفرت پیدا ہو۔ چنانچہ مشہور ودوان بھائی منی سنگھ صاحب سے ایک مرتبہ تریا چرتروں کے متعلق یہ سوال کیا گیا کہ:۔

"استریوں کے جو چرتر ہیں۔ ان کا سدھانت کیونکر سمجھا جائے"

(بھگت رتناولی ص ۱۷۶)

اس سوال کے جواب میں بھائی صاحب نے فرمایا کہ:۔

"چرتر اس لئے لکھے ہیں کہ عورتوں کو ایسی ...

مکار) جان کر ان کی محبت میں دل نہ لگاتا"

(ترجمہ از بھگت رتناولی ص۱۷۷)

گیا نہ یا چہ نہ دل میں عورتوں کو معصوم اور بے گناہ ثابت کیا گیا ہے۔ اگر نہیں تو پھر اس صورت میں سردار پرکاش سنگھ اور ان کے کسی ہم خیال سکھ کا کیا حق ہے کہ وہ اسلام پر یہ لغو اعتراض کریں کہ اس میں عورتوں کو گنہگار تسلیم کیا گیا ہے؟

گورو گرنتھ صاحب میں بھی بعض ایسے اقوال موجود ہیں جن میں عورتوں کی مذمت کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ بھگت کبیر نے اپنی بیوی سے کہا تھا کہ:۔

"سن اندھلی لوئی بے پیر"

(گورو گرنتھ صاحب، ص۸۷۱)

یعنی اے اندھی اور بے پیر لوئی میری بات سن۔

یاد رہے کہ گورو گرنتھ صاحب میں اندھا اسے کہا گیا ہے جو خدا سے دور ہو۔ (ملاحظہ ہو ص۹۵۴) اور بے پیر اسے کہا گیا ہے جس نے سچے مرشد کو اختیار نہ کیا ہو۔ اور گناہوں میں مبتلا ہو۔ (ملاحظہ ہو ص۳۶۱ و ص۱۲۴۰)

ایک اور مقام مرقوم ہے کہ:۔

فریدا ایہہ وِس گندلاں

دھریاں کھنڈ لواڑ

(گورو گرنتھ صاحب ص۱۳۷۹)

شبدارکھ گورو گرنتھ صاحب میں مندرجہ بالا قول کو عورتوں سے متعلق ہی تسلیم کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو ص۱۳۷۹) اور گیانی بشن سنگھ صاحب نے اس کے یہ معنے کئے ہیں:۔

"فریدا یہ عورتیں زہر کی بھری ہوئی گندلیں ہیں جو کھانڈ میں لپٹی ہوئی ہیں۔" (ترجمہ از بھگت بانی)

ماسٹر نرنجن سنگھ صاحب اور گیانی گوردیال سنگھ نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ گورو گرنتھ صاحب کے مندرجہ بالا ہر دو اقتباسات میں عورتوں کی مذمت اور تذلیل کی گئی ہے۔ (ملاحظہ ہو سنگھ دو بناں ہور کچھ ہے بانی ص۲۷)

باوا گنیش سنگھ اور بھائی سنتوکھ بیان کرتے ہیں کہ

ایہہ بکھ بھریاں گندلاں

دھریاں کھنڈ لواڑ

سندر روپ اپار ہے

دِتیاں جسم وگاڑ

(گورو نانک سورجودے جنم ساکھی ص۱۵۲ و نانک پرکاش ص۵۲۱)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ سکھ مذہب کی کتب میں عورتوں کی تذلیل کی گئی ہے۔ اور انہیں جہنم کا دروازہ۔ زہر کی بھری ہوئی گندلیں۔ وغیرہ بیان کیا گیا ہے۔ نیز مردوں کے لئے بندھن اور عذاب کا باعث ظاہر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عورتوں کی ۵۰۴ مکاریاں۔ اور عیاریاں دسم گرنتھ میں لکھ کر ان سے مردوں کو نفرت دلائی گئی ہے۔ مگر اس کے برعکس اسلام میں عورتوں کو مردوں کی زینت اور تسکین کا باعث بیان کرنے کے علاوہ انہیں جنت کا ذریعہ تسلیم کیا گیا ہے۔

(۲)

سردار پرکاش سنگھ صاحب بی اے نے اسلام پر دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ اسلام میں عورت کو مرد کی جائیداد اور کھیتی سے زیادہ کوئی رتبہ نہیں دیا گیا۔ سردار صاحب کا یہ اعتراض بھی بالکل بے بنیاد اور بے حقیقت ہے۔ اسلام سے قبل دنیا میں عورت کی کوئی حیثیت نہ تھی اور نہ اسے کسی قسم کا کوئی حق حاصل تھا۔ اسلام نے دنیا میں عورت کے ورثہ کے حق کو قائم کیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں لڑکوں۔ اور لڑکیوں کو باپ اور ماں کے ورثہ کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح ماؤں اور بیٹیوں اور خاوندوں کے ورثہ میں بھی حصہ دار بنایا گیا ہے۔ اور بعض صورتوں میں بہنوں کو بھی بھائیوں کے ورثہ میں حصہ دار تسلیم کیا گیا ہے اسلام سے پہلے کسی مذہب نے بھی عورتوں کے اس طرح حق قائم نہیں کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اس کے مال کا مستقل مالک قرار دیا ہے۔ مرد کو یہ حق نہیں کہ وہ خاوند ہونے کی وجہ سے عورت کے مال میں دست اندازی کرے۔ یا اس پر قبضہ جمائے۔ عورت اپنے مال کے خرچ کرنے میں پوری مختار ہے۔ اسلام نے سوسائٹی میں مرد اور عورت کے مساوی حقوق تسلیم کئے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔

ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف

( )

یعنی۔ عورتوں کے مردوں کے برابر ہی حقوق ہیں۔

اسلام نے اگر مرد کو یہ حق دیا ہے کہ وہ کسی وجہ سے عورت کو طلاق دے سکتا ہے تو اس کے مقابل پر عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ بعض حالات میں مرد سے خلع حاصل کر کے آزاد ہو سکتی ہے۔

احادیث میں بھی عورتوں کے حقوق کو بہت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ معاویہ بن حیدہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم پر بیویوں کے کیا حقوق ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ جو کچھ خدا تمہیں کھانے کے لئے دے وہ اسے کھلاؤ اور جو خدا تمہیں پہننے کے لئے دے وہ اسے پہناؤ۔ اور اسے تھپڑ نہ مارو اور گالیاں نہ دو اور نہ اسے گھر سے نکالو۔ (ابوداؤد)

حضور کی ایک اور حدیث ہے جس میں حضور نے فرمایا ہے کہ صلہ رحمی کرنے والے کی عمر دراز ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور کا ارشاد ہے:۔

من احب ان یبسط له فی رزقه

وینساله فی اثره فلیصل رحمه

(متفق علیہ)

یعنی جس شخص کی یہ خواہش ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

الغرض یہ بالکل بے بنیاد اور غلط اعتراض ہے کہ اسلام نے عورت کو مرد کی جائیداد سے زیادہ حیثیت نہیں دی۔

سردار پرکاش سنگھ صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ سکھ کتب میں ایسی تعلیم موجود ہے کہ جس کی رو سے عورت کو مرد کی لونڈی یا جائیداد سے زیادہ کوئی حیثیت حاصل نہیں۔ چنانچہ گورو گرنتھ صاحب میں مرقوم ہے کہ:۔

استری روپ چیری کی بنائیں

سوبھ نہیں بن بھر تارے

محلہ ۵ ص۱۲۶۸

یعنی۔ عورتیں لونڈیاں ہیں اور بغیر مرد کے ان کی کوئی عزت اور سوبھا نہیں ہے۔

اس کے علاوہ سکھ کتب میں گورو گوبند سنگھ صاحب کا یہ قول موجود ہے:۔

ناری نرک سریر ہے

بناں پورکھ کیہہ کام

(سو ساکھی ساکھی ۲۶ گور پرتاپ سورج گرنتھ رت ۳۔ انسو ۴۸)

یعنی۔ عورت جہنم میں جانے والا جسم ہے۔ اور بغیر مرد کے یہ کسی بھی کام کی نہیں۔

مشہور سکھ بزرگ بھائی گورداس صاحب فرماتے ہیں:۔

نار بھتار رہوں باہری

سکھ سیج نہ چڑھے

(وار ۳۴ پوڑی ۲۱)

یعنی۔ عورت بغیر خاوند کے کبھی آرام کی نیند نہیں سو سکتی۔

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ سکھ کتب کی رو سے عورت کی حیثیت مرد کی لونڈی ہونے سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ اور عورت جہنم کا جسم ہے، بغیر مرد کے اس کی کوئی وقعت اور قیمت نہیں اور نہ بغیر مرد کے یہ سکھ اور آرام کی نیند سو سکتی ہے۔ گویا عورت مرد کی جائیداد ہے۔ جس کی مرد کے بغیر نہ کوئی زندگی ہے اور نہ حیثیت۔ سکھ کتب میں تو یہ بھی مرقوم ہے کہ اگر کوئی عورت بغیر خاوند کے ہو۔ یعنی وہ بیوہ وغیرہ ہو اور وہ اپنے پیٹ پالنے کے لئے کسی کے گھر میں کام کاج کرنا چاہے تو سکھ مذہب کی رو سے ایسی عورت کو نوکر نہیں رکھا جاسکتا۔ چنانچہ سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ نے لکھا ہے کہ:۔

"جس عورت کا خاوند نہ ہو۔ اسے زنان خانہ میں نوکر کے طور پر رکھنا عیب ہے"

ترجمہ از گورمت سدھاکر ص۴۹۳

سکھ کتب میں گورو گوبند سنگھ صاحب کا یہ ارشاد بھی موجود ہے:۔

"عورت کا کوئی مذہب نہیں"

(ترجمہ از سنبجے مکت ص۱۱ و ص۲۲۷ و ص۱۴۳)

اب ظاہر ہے کہ جس شخصیت کا دین مذہب ہی کوئی نہیں اس کا اعتبار کیا ہو سکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر عورت کی اور کیا تذلیل ہو سکتی ہے۔

گورو صاحب موصوف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

"عورت کی بات نہ مانی جائے"

(ترجمہ از سدھرم مارگ ص۱۴۳)

جو لوگ عورتوں کی باتیں مانتے ہیں۔ ان سے متعلق گورو گرنتھ صاحب کا یہ فتویٰ ہے کہ وہ بے وقوف اور گندے لوگ ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

من مکھاں دے ۔۔ کرجوڑاں امر ہے

نت ۔۔ دیو ۔۔ ہے کھلا

جوڑاں دا آکھیا پورکھ کما ندے

سے اپوت امید کھلا

(محلہ ۴ ص۳۰۴)

یعنی من مکھ لوگ عورتوں کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ جو لوگ عورتوں کی باتیں مانتے ہیں۔ اور ان کے مطابق عمل کرتے ہیں وہ بے وقوف اور گندے ہیں۔

سوتیلی ماں سے متعلق گورو گوبند سنگھ صاحب کا یہ فرمان ہے کہ:۔

"متریئی کتی سکھ منہ لاونی اچھی نہیں"

(سدھرم مارگ ص۱۴۴)

یعنی۔ سوتیلی ماں کتی ہے۔ اسے منہ نہیں لگانا چاہیئے۔

ایک اور مقام پر گورو صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

"سوتیلی ماں کا اعتبار نہ کیا جائے۔ (ملاحظہ ہو سو ساکھی ساکھی ۹ و گور پرتاپ سورج گرنتھ رت ۳۔ انسو ۵۱)

اب ناظرین خود ہی غور فرمالیں کہ سکھ مذہب میں عورت کی کیا حیثیت بیان کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ یعنی جنت اسی شخص کو حاصل ہوگا جو ماں کی خدمت کرے گا۔ نیز قرآن کریم میں تو یہ بھی مرقوم ہے کہ ضعیف ماں کو تو اُف بھی نہیں کہنا چاہیئے۔ (ملاحظہ ہو سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۳) اور اسلام کی تعلیم کی رو سے سوتیلی ماں بھی ماں کے حکم میں شامل ہے۔ مگر اس کے برعکس گورو گوبند سنگھ صاحب سوتیلی ماں کو کتی قرار دے رہے ہیں اور اس کو منہ نہ لگانے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ نیز یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ سوتیلی ماں کا اعتبار نہ کیا جائے۔

سردار پرکاش سنگھ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسلام نے عورت کو مرد کی کھیتی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں دی۔ سردار صاحب کا یہ بھی ایک افترا ہے۔ یہ درست ہے کہ بعض حکمتوں کے ماتحت قرآن شریف میں عورتوں کو کھیتی سے تشبیہہ دی گئی ہے جیسا کہ مرقوم ہے کہ:-

"نساء کم حرث لکم"

(بقرہ ع ۲۸ پ ۲)

یعنی۔ تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتی کی مانند ہیں۔

مگر اس کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ عورتوں کی حیثیت کھیتی سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ قرآن کریم حکمتوں والے خدا کا مقدس کلام ہے۔ اس تشبیہہ میں جہاں اور بہت سی حکمتیں پائی جاتی ہیں وہاں بہت بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ کھیت میں جیسا بیج بویا جاتا ہے ویسی ہی فصل پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے مردوں کو اپنے قوائے جسمانی کی حفاظت کرنی چاہیئے تاکہ اچھی اور تندرست اولاد پیدا ہو جو قوم اور ملک کے لئے مفید ہو۔ دوسرے اگر بیج اچھا ہو اور کھیت کی زمین ناقص ہو تو اس صورت میں بھی فصل ناقص ہی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم کے اس ارشاد کا یہ بھی مفہوم ہے کہ جس عورت سے شادی کی جائے اس سے متعلق تحقیق کر لی جائے کہ اس کے قوائے جسمانی اخلاقی اور دماغی صحیح ہیں یا نہیں۔ کیونکہ بداخلاق اور کمزور عورت کے بطن سے جو اولاد پیدا ہوگی۔ وہ کمزور ہوگی۔ اس کی اخلاقی اور جسمانی حالت کبھی بھی ٹھیک نہ ہوگی۔ خواہ مرد کتنا ہی نیک اور صالح کیوں نہ ہو۔ اسلام میں اس کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے۔ جس کا باپ خدا کا نبی تھا۔ مگر چونکہ اس کی ماں مومنہ نہ تھی۔ اس لئے وہ خدا کا نیک بندہ نہ بن سکا۔ اور سکھ مذہب میں اس کی مثال جناب بابا نانک کے دو بیٹے سری چند اور لکھمی چند ہیں۔ جو بابا صاحب موصوف کے سفروں پر رہنے کی وجہ سے اپنی ماں کے زیر اثر رہے۔ اور بابا صاحب کے معتقد نہ بن سکے چنانچہ ان کے بابا صاحب کے نافرمان ہونے کے متعلق گورو گرنتھ صاحب میں یوں مرقوم ہے:-

پتریں قول نہ پالیو کر پیر ہوئی کن مر بیٹھے
دل کھوٹے عاقی پھرن بنہہ بھارا چائن چھیٹے

(گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۹۶۷)

شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب میں گرنتھ صاحب کے اس قول کے یوں معنے کئے گئے ہیں:-

"جب گورو نانک صاحب نے یہ گورو انگد صاحب کو گورو تسلیم کرو۔ فرما دیا ہے تو پھر کوئی اس سے انکار کیوں کرے؟ (بابا صاحب کے) بیٹوں نے نافرمانی کی۔ اور مقرر کردہ پیر گورو انگد سے منہ پھیر لیا"

(ترجمہ شبدارتھ گورو گرنتھ صفحہ ۹۶۷)

بھائی گورو داس صاحب نے بھی بابا صاحب کے لڑکوں کا نافرمان ہونا بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:-

اُلٹی گنگ وہائی ان
گورانگد سر اوپر دھارا
پتریں قول نہ پالیا
من کھوٹے عاقی لبیا را

(وار یکم پوڑی ۳۸)

پس اسلام نے اگر عورتوں کو کھیتی سے تشبیہہ دی ہے تو اس میں بہت سی حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ اور اس تشبیہہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسلام نے عورت کو مرد کی کھیتی سے زیادہ کوئی رتبہ نہیں دیا۔ جیسا کہ سردار پرکاش سنگھ بی اے نے خیال کیا ہے سردار صاحب موصوف کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خود گورو گرنتھ صاحب نے بھی عورت کو کھیت سے تشبیہہ دی ہے چنانچہ مرقوم ہے کہ:-

رنجک ریت کھیت تن ترمت
در لبھ دیہہ سوار دھری

(سویئے محلہ ۵ صفحہ ۱۳۸۷)

گورو گرنتھ صاحب کے مندرجہ بالا قول میں مذکورہ لفظ "کھیت" کے معنے گورو گرنتھ صاحب کی لغات میں استری یعنی عورت بیان کئے گئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو گورو گرنتھ کوش صفحہ ۳۶۵ و گرنتھ گورگرارتھ کوش صفحہ ۴۹۳ و باقی پرکاش صفحہ ۹۰۲ و مہان کوش صفحہ ۱۱۴۸)

نیز شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب میں اس قول کی تشریح مندرجہ ذیل کی گئی ہے:-

"تھوڑے سے نطفہ کو ماں پیٹ روپ کھیت میں قرار دے کر امول جسم بنا دیا"

ترجمہ از شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۱۳۸۷

اس کے علاوہ گورو گوبند سنگھ نے فرمایا ہے:-

"استری دھرتی کی نیائیں ہے
پو رکھ اندر ہے۔ تس کے بیرج
تھوں مانس ہوا ہے"

(سنجے نکت گرنتھ صفحہ ۲۱۹)

یعنی۔ عورت کھیتی کی مانند ہے اور مرد اندر .... سے مشابہ ہے جس کے نطفہ سے انسان پیدا ہوتا ہے۔

ان حوالہ جات سے اس امر پر بخوبی روشنی پڑتی ہے کہ سکھ کتب میں بھی عورت کو کھیتی سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ اس صورت میں سردار پرکاش سنگھ صاحب کا اعتراض بالکل باطل ہو جاتا ہے۔

(۳)

سردار پرکاش سنگھ صاحب نے اپنے مضمون میں یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ اسلام میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر قرار دی گئی ہے۔ سردار صاحب کا یہ اعتراض بھی اصل میں عدم تدبر کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ غور و فکر سے کام لیتے تو ایسا اعتراض ہرگز ہرگز نہ کرتے۔

قرآن شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لین دین کے معاملات میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر قرار دی گئی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر معاملہ میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے۔ اور پھر یہ بھی قابل غور بات ہے کہ جہاں یہ ارشاد ہے وہاں اس کی حکمت بھی بیان کر دی گئی ہے کہ کیوں ایسا کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے:-

"یایھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمیً فاکتبوہ ...... واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراٰتن ممن ترضون من الشھداء ان تضل احدٰھما فتذکر احدٰھما الاخریٰ ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا"

(بقرہ ع ۳۹ پ ۳)

اے مسلمانو۔ جب تم آپس میں مقررہ میعاد کے لئے قرض کا لین دین کرو تو لکھ لیا کرو ...... اور مردوں میں سے دو گواہ بنا لیا کرو۔ اور اگر دو مرد نہ مل سکیں تو مرد اور دو عورتیں گواہ بنا لیا کرو جنہیں تم گواہی کے لئے پسند کرو۔ یہ اس لئے کہ اگر ایک ان میں سے بھول جائے تو دوسری اسے یاد کرا دے۔ اور جب گواہوں کو شہادت کے لئے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کر سکیں۔"

قرآن شریف کی اس آیت سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر محض قرض کے لین دین میں قرار دی گئی ہے۔ نہ کہ ہر ایک معاملہ میں۔ سردار صاحب کا اسے ہر معاملہ سے متعلق سمجھ لینا بہت بڑی زیادتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قرض کا معاملہ ایک معاملہ ہے کہ جس سے متعلق ہر انسان کی فطرتی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس کا دوسروں کو علم نہ ہو۔ اور آپس میں ہی لین دین کر لیا جائے تاجروں میں بھی یہ عام دستور ہے کہ وہ اپنے لین دین کے حسابات عام طور پر پوشیدہ رکھتے ہیں اور دوسروں کو اس کا علم نہیں ہونے دیتے۔ اور ہنڈی کے ذریعہ لین دین تو تمام کا تمام راز میں ہی رکھا جاتا ہے اور دس دس ... بیس ہزار تک کی ہنڈیاں میعاد مقررہ پر لکھی جاتی ہیں اور ادا کی جاتی ہیں اور ان کا دوسروں کو کوئی علم نہیں ہونے دیا جاتا۔ جہاں اس قسم کا لین دین لوگوں کے پردہ اور عزت کو محفوظ رکھنے کا باعث بنتا ہے وہاں بعض اوقات اس کے بہت خطرناک نتائج بھی نکلتے رہتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ جب کبھی کوئی لین دین مقررہ میعاد کے لئے کیا جائے تو اسے تحریر میں ضرور لے آنا چاہیئے تاکہ بعد میں کوئی جھگڑے کی صورت پیدا نہ ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بات کو تحریر میں لانے سے وہ محفوظ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ گورو گرنتھ صاحب میں بھی مرقوم ہے کہ:-

لکھت مٹے نہیں شبد نیشانہ

(محلہ ۱ صفحہ ۲۲۱)

یعنی۔ تحریر محفوظ ہو جاتی ہے۔ مٹتی نہیں۔ اور الفاظ کا نشان رہ جاتا ہے۔

ایک اور مقام پر مرقوم ہے:-

"لکھیو لیکھ نہ میٹت کوؤ"

(محلہ ۵ صفحہ ۲۵۳)

یعنی۔ نوشت کو کوئی بھی نہیں مٹا سکتا۔

لین دین کے مقدمات میں جج اور منصف بھی تحریر کے مطابق ہی فیصلے کیا کرتے ہیں۔ اور وہ تحریر کے خلاف نہیں جا ... اس کے علاوہ تحریر کا ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ انسان

باقی بر صفحہ ۱۰

بی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع و دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل کھڑے رہیں۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۱۵-۱۱۶)

احمدِ آخر زماں کز نور او
شد دلِ مردم ز نور تاباں تر ے
بر لبش جاری ز حکمت چشمئے
در دلش پُر از معارف کوثر ے
خواجہ و مرعاجزاں را بندۂ
بادشاہ و بیکساں را چاکر ے
آں ترحم ہا کہ خلق از وے بدید
کس ندیدہ در جہاں از ما در ے

(براہین احمدیہ صفحہ ۸)

اے شہر مدبر و جو آج پیرس میں امن عالم کے لئے سر جوڑ کر بیٹھے ہو اس خدائی آواز کو بھی سنو جو آج سے چوالیس سال پہلے قادیان سے ایک مرد خدا نے سنائی اور جسے اگر سُن کر تم نے وہ تمام مصیبت اُٹھائی جو ہولناک جنگوں کے ذریعہ تم پر نازل ہوئی سنو وہ کیا کہتا ہے:۔

"یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں (جنگیں وغیرہ بھی شامل ہیں) کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ہے ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازہ پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفات ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی، پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائے گا کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے میں دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ"۔

حقیقۃ الوحی ص ۲۵۶-۲۵۷

سونیوالو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے
جو خبر دی وحی حق نے اس سے دل بیتاب ہے
زلزلے سے دیکھتا ہوں میں زمین زیر و زبر
وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے
ہے سرِ راہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولیٰ کریم
نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے
کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب ہے

(بدر ۴ رمئی ۱۹۰۵ء)

آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ اس ہمہ گیر آتش کو ٹھنڈا کرنے کا پانی کہاں سے ملے گا۔

ایں آتشے کہ دامن آخر زماں بسوخت
از بہر پارہ آتش بخدا نہر کوثرم

(مسیح موعود)

ترجمہ:۔ اس ہمہ گیر آتش کو بجھانے کے لئے جس نے دنیا کے آخری کنارے لپیٹ میں لے لیا ہے میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ہاں صرف میں ہی نہر کوثر ہوں

۴۲؎ سکھ مذہب کی اس تعلیم کے پیش نظر سردار پرکاش سنگھ اور ان کے ہم خیال غور کرلیں کہ ان کی طرف سے اسلام پر کئے گئے اعتراضات کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے۔

کاش کہ سکھ ودوان اسلام پر اعتراضات کرنے سے قبل اپنے گھر کی بھی خبر لے لیا کریں۔

ختم شد

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔ منیجر

عورت کا درجہ

اسلام اور سکھ دھرم میں

(بقیہ از صفحہ ۹)

اگر بھول جائے تو تحریر سامنے آجانے سے اس کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ گورو گرنتھ صاحب میں مرقوم ہے کہ:۔

لکھے باجھوں سرت ناہی
بول بول گوائیے

(محلہ ۱ ص ۵۶۶)

یعنی۔ بغیر لکھنے کے بات بھول جاتی ہے۔ اور تحریر سے یاد کرا دیتی ہے۔

ایسی تحریرات پر شہادت کا ہونا بھی ضروری ہے ورنہ پھر یہ تحریر نامکمل ہی سمجھی جاتی ہے۔ اسلام نے اس کے لئے دو گواہ مقرر کئے ہیں۔ اور اگر دوسرا گواہ مرد نہ مل سکے تو اس صورت میں یہ رعایت دی ہے کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ڈلوا دی جائے جن کے سامنے اس قرض کا لین دین ہوا ہو۔ دوسرا مرد گواہ نہ ملنے کی صورت میں دو عورتوں کی شہادت کا مقصد یہ ہے کہ ایک اگر بھول جائے تو دوسری یاد دلائے۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ ایسی رقوم کے لین دین میں انسان غیر مردوں اور غیر عورتوں کی شہادت نہیں ڈلواتا۔ بلکہ وہ اپنے قریبی رشتہ دار مردوں اور عورتوں کو ہی گواہ بناتا ہے۔ اس لئے ایسا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس قرض کے لین دین میں پردہ بھی رہ سکے اور تحریر بھی مکمل ہو جائے۔ یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں بلکہ شریف لوگوں کے لئے ایک آسانی پیدا کی گئی ہے۔ تا وہ سہولت اور پردہ سے قرض کا لین دین کر سکیں۔

سردار پرکاش سنگھ نے اسلام کا قرض کے معاملہ میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی قابل اعتراض قرار دی ہے حالانکہ قرآن کریم میں اسکی وجہ بھی ان الفاظ میں بیان کر دی گئی ہے۔ مگر انہیں معلوم نہیں کہ ان کے گھر کا کیا حال ہے سکھ کتب میں عورت کو مرد کا نصف تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ جنم ساکھی بھائی بالا میں مرقوم ہے:۔

سارے بارہ بھگت ہیں
میراں بائی ادھ پچھان
میراں بائی بھگتنی
ادھی کرکے نار (جنم ساکھی بھائی بالا ص ۲۱۴)

یعنی۔ تمام بھگت بارہ ہیں۔ اور میراں بائی نصف ہے میراں بائی بھگتنی اس لئے نصف ہے کہ وہ عورت ہے۔

جنم ساکھی کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ سکھ مذہب میں عورت کو مرد کا نصف قرار دیا گیا ہے۔

نیز گورو گرنتھ صاحب میں عورت کو مرد کی لونڈی بیان کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ سکھ مذہب کی رو سے عورت مرد کے برابر درجہ نہیں رکھتی۔ چنانچہ مرقوم ہے:۔

استری روپ چیری کی بنائیں
سوبھہ نہیں بن بھرتارے

(محلہ ۵ ص)

یعنی۔ جب عورت مرد کی لونڈی ہے۔ اور بغیر مرد کے وہ عزت اور سوبھا نہیں پا سکتی تو اس صورت میں وہ مرد کے برابر کیونکر ہو سکتی ہے۔ ۴۲؎

تعزیتی خطوط

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

ابراہیم قریشی صاحب بنکاک (آسام)

ڈیر مسٹر طفیل وعلیکم السلام

آپ کے ۲۲ر اکتوبر کے خط کا شکریہ

ہمارے پیارے لیڈر حضرت مولنا محمد علی صاحب کی افسوسناک وفات کی خبر میرے لئے یقیناً صدمہ کا موجب ہوئی، دعا ہے اللہ تعالےٰ آپ کی رُوح پر اپنی رحمت وکرم کی بارش نازل فرمائے اور ہماری انجمن کی اس کے نیک کاموں کے سلسلہ میں حفاظت فرمائے۔ میں نے یہ افسوسناک خبر یہاں کے تمام دوستوں کو پہنچادی ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ "لائٹ" اور "اسلامک ریویو" آپ کی خدمات اسلام کی مکمل تاریخ شائع کریں۔

کیا آپ مہربانی فرماکر حضرت مولنا عزیز بخش صاحب اور حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خاندان اور لواحقین کو ہماری دلی ہمدردی کا پیغام پہنچادیں گے۔ اور انہیں بتائیں گے کہ حضرت مغفور کی دائمی جدائی میرے اور تمام دوستوں کے لئے جو یہاں موجود ہیں نہایت رنج وصدمہ کا موجب ہوئی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

آپ کا مشفق

ابراہیم قریشی

ڈاکٹر عبدالوہاب خاں صاحب ڈائرکٹر سیام مسلم مشن بنکاک

بخدمت جائنٹ سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا ۱۹ر اکتوبر کا خط جس میں ہمارے پیارے اور واجب الاحترام امیر مولنا محمدؐ علی صاحب کی جو احمدیہ جماعت لاہور کا جسم اور روح رواں تھے وفات کی خبر دی گئی ہے اس کے پہنچنے کی دلی قلق کے ساتھ رسید دیتا ہوں۔ میرے پاس الفاظ نہیں جن میں ان دلی احساسات کا اظہار کرسکوں جو زمانۂ حاضرہ کی اس عظیم الشان شخصیت اور اسلامی لائٹ ہوس کے نقصان سے پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کی وفات اور وصال سے آپ کی تمام ذمہ داریاں آپ کے مخلص پیرؤوں پر تقسیم ہوگئی ہیں اور ان پر یہ فرض عائد ہوگیا ہے کہ اسلامی مشن کے اس عظیم الشان بوجھ کو اٹھائیں، جو تمام کرۂ ارض میں پھیلا ہوا ہے اور اس کے لئے پہلے سے زیادہ محنت اور جد وجہد سے کام لیں جب تک آپ کے ساتھی اس کام کی سرانجام دہی کا پورا عزم نہ کرلیں اور اس کے لئے وقف نہ ہوجائیں، اس وقت تک اس نقصان کی اس زمین پر تلافی نہیں ہو سکتی جو آپ کی وفات سے ہوا ہے، اور اب اشاعت اسلام کے کام کی بہت بڑی ضرورت پیدا ہوگئی ہے۔

میں اور میرا سیام کا مسلم مشن اللہ تعالےٰ سے دست بدعا ہیں کہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی رُوح پر فتوح پر دائمی امن اور سلامتی نازل فرمائے اور ہماری عاجزانہ ہمدردیاں آپ کے غمزدہ اہل وعیال اور بچوں کے ساتھ ہوں آمین۔

آپ کا مشفق

عبدالوہاب۔ خاں سیام مسلم مشن

بنکاک

ینگ مینز کچھی مسلم ایسوسی ایشن ٹرلونڈرم اقبال لائبریری ریڈنگ روم

بخدمت جائنٹ سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

پیارے بھائی! اس ریزولیوشن کے مطابق جو اس ایسوسی ایشن کی ایک خاص میٹنگ منعقدہ ۹ر نومبر ۱۹۵۱ء میں پاس ہوا ہم (اس ایسوسی ایشن کے پریزیڈنٹ اور ممبران) اس ناقابل تلافی نقصان پر جو ہمارے محترم اور اسلام پر بہت سی قیمتی کتابوں کے مشہور ومعروف مصنّف مولنا محمد علی ایم اے ایل۔ ایل۔ بی کی وفات سے اسلام کو پہنچا ہے اپنے گہرے رنج وافسوس کا اظہار کرتے ہیں اور آپ کے توسط سے مرحوم کے خاندان اور انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے ممبران کو اپنی دلی ہمدردی کا پیغام پہنچاتے ہیں اور ہم اللہ تعالےٰ سے مخلصانہ دعا کرتے ہیں کہ مرحوم کی روح پر دائمی سلامتی اور افضال الٰہی نازل ہوں۔

آپ کے مشفق

اے عبدالرحمٰن سیکرٹری اقبال لائبریری

شیخ غلام غوث صاحب کٹک اُڑیسہ

جناب من

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

گذشتہ رات (۱۳ر اکتوبر کو) میں نے پاکستان ریڈیو سے نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبر سُنی کہ آپ کی انجمن کے پریذیڈنٹ مولینا محمدؐ علی اس دنیائے فانی سے انتقال فرماگئے۔ آپ کی وفات سے عالم اسلام نے عصر حاضرہ سب سے بڑا خادم اسلام کھو دیا ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کی روح پر اپنے فضل وکرم کی بارش برسائے اور پس ماندہ ممبران اور آپ کے خاندان کو صبر جمیل عطا کرے

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا مخلص

شیخ غلام غوث کٹک۔ اڑیسہ

علی حسن مستری۔ کلکتہ

بخدمت سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جناب مکرم معظم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

ہماری جماعت کے امیر حضرت مولنا محمدؐ علی صاحب کی وفات کی افسوسناک خبر بہت اندوہناک اور دلی صدمہ کا موجب ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اور اللہ تعالےٰ آپ کی رُوح پر امن وسلامتی نازل فرمائے پسماندگان کو ہماری ہمدردی کا پیغام پہنچا دیجئے۔

علی حسن مستری۔ کلکتہ

اے ایم امان اللہ کلکتہ

حضرت مولنا امیر جماعت کی وفات کی خبر بہت ہی افسوسناک ہے۔ اس خبر سے ہمیں بہت بڑا صدمہ ہوا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ آپ کی رُوح پر دائمی افضال نازل فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے مہربانی فرماکر مرحوم کے پسماندگان کو ہماری دلی ہمدردی کا پیغام پہنچا دیجئے۔

اے ایم۔ امان اللہ۔ کلکتہ

حبیب ایچ وزیر (ایک غیر از جماعت مسلمان) کراچی

بخدمت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

پیارے برادران اسلام

مولوی مولنا محمد علی صاحب کی وفات کی افسوسناک خبر سُن کر مجھے بہت رنج اور افسوس ہوا، آپ کی اسلامی خدمات خواجہ کمال الدین مرحوم کی خدمات کے مساوی تھیں۔

اسلام اپنے قیمتی فرزندوں سے محروم ہوتا جا رہا ہے اور مولوی محمد علی کی وفات کے چند ہی دن بعد قائد ملت لیاقت علی خاں کی المناک شہادت ہمارے لئے ایک اور ناقابل تلافی نقصان ہے، دعا ہے اللہ تعالےٰ ان کی روحوں پر راحت و آرام نازل کرے اور وہ خود اسلام کی رہنمائی فرمائے مولوی محمد علی کی وفات سے صرف جماعت احمدیہ کو نقصان نہیں پہنچا بلکہ کل دنیائے اسلام کا نقصان ہوا ہے۔

مہربانی فرماکر میرا ہمدردی کا پیغام احمدیہ جماعت اور آپ کے غمزدہ خاندان کو پہنچا دیجئے، جو مجھے یقین ہے کہ میرے وعظ سے بڑھ کر صبر وشکیب کے جذبہ سے سرشار ہیں۔

آپ کا مشفق

حبیب ایچ وزیر۔ بندر روڈ۔ کراچی

مولنا عمر الدین صاحب۔ بمبئی

محترم جناب مولنا احمد یار صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

میں ایک ماہ کامل بیمار رہا اور نہ کچھ لکھ سکا اور نہ پڑھ سکا۔ اس لئے مجھے حضرت امیر کی وفات کی خبر بہت دنوں بعد ملی۔ حضرت امیر مولنا محمد علی رضؓ اسم بامسمیٰ انسان تھے اور یقیناً انہوں نے جو خدمت اسلام کی ہے وہ ایک مجدد سے کام سے کم نہیں۔ مگر بایں ہمہ وہ منکسر المزاج انسان تھے اور کبھی اپنے کام پر اتراتے نہ تھے۔ میرے نزدیک تو وہ وہ "عبد منصور" ہیں جو مہدی کی فوجوں کا جرنیل بیان کیا جاتا ہے۔ میں انشاء اللہ اب جبکہ میری آنکھیں ایک دو دن میں تندرست ہوگئیں تو حضرت امیر کے متعلق ایک مضمون ضرور لکھوں گا میرے نزدیک مولنا محمد علی صاحب مرحوم ومغفور "احمدیت" کے پہلے مجدد ہیں جنہوں نے میاں محمود احمد صاحب کی وجہ سے جہالت کے گڑھے میں گرنے والی جماعت کو بچانے کے لئے سب سے بڑھ کر علمی اور عملی خدمت کی اور احمدیت کی لاج رکھ لی۔ آج دشمنوں کو اعتراف ہے کہ حضرت مولنا محمدؐ علی رضؓ نے جماعت احمدیہ کی پوزیشن صاف کی ہے اور جس خوبی سے حضرت مسیح موعودؑ کے اصل مقام کو پیش کیا ہے وہ قابل صد آفرین ہے۔ کو

دشمن اس پوزیشن پر اعتراض کر ہی نہیں سکتا - اور یہ کس قدر خدا کا فضل و کرم ہے - کہ میاں محمود نے حضرت مولانا محمد علی رضہ کے سامنے عملاً اپنے باطل عقائد سے یکے بعد دیگرے توبہ کر لی - نبوت کا مسئلہ بہت اہم ہے میاں صاحب اب مقر ہیں کہ مرزا صاحب کی نبوت در اصل نبوت نہیں بلکہ آپ کی نبوت و لاینت ہے - قادیان سے جو اعلان اپیل کے رنگ میں شائع ہوا ہے اس میں حضرت مرزا صاحب کی نبوت کو " نبوت الولایت " قرار دے کر در اصل حضرت مرزا صاحب کی نبوت کا جو وہ پہلے آپ کی طرف منسوب کرتے رہے اب انکار کر دیا ہے - خاندان نبوت کا لفظ پہلے اڑا دیا جا چکا ہے - کفر و اسلام کے متعلق بہت پہلے میاں صاحب نے اپنی شکست کا اعتراف کیا ہوا ہے - اسمہ احمد کی خبر کے متعلق وہ خاموشی اختیار کر چکے ہیں ، بلکہ وہ نبوت کے انکار کے ساتھ مرزا صاحب کو رسولاً یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق قرار دے ہی نہیں سکتے -

احمدیت کو اصل شکل میں محفوظ کرنے کا کام حضرت امیر مولانا محمد علی رضہ کی قلم سے ہوا - قادیانی یول منہ سے ہزار بک بک کریں مگر ان کے دل بھی در اصل ہمارے ساتھ ہیں - بلکہ تمام لوگوں کے

دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار
نیک طبع لوگ تو اس کا اعتراف بھی کر لیتے ہیں -

مجھے ایک قادیانی نے حضرت امیر کی وفات پر کہا کہ اب کیا ارادہ ہے میں نے کہا کہ مسیح موعودؑ کی وصیت کی رو سے جو انجمن خدا کے مامور کی خلیفہ ہے ہم اس کے ساتھ ہیں وہ اب باہمی مشورہ سے اور قوم کی رائے سے جسے بھی امیر جماعت قرار دے گی ہم اس کے ساتھ اسی طرح خدمت دین کریں گے جیسے مولانا محمد علی رضہ کے ساتھ کرتے رہے تھے - مولانا جس شخص کے ہاتھ پر قوم جمع ہو جاتے ہیں بھی اسی شخص منتخب کا اب خادم ہوں - یکیں بیچارہ تھا مگر میں نے اس قادیانی صاحب کو چپ کرا ہی دیا -

عمر الدین احمدی - از بمبئی

محمد اکمل خاں - رائل پاکستان نیوی - کراچی

مکرمی جناب جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت امیر مرحوم و مغفور کے انتقال پر ملال کی خبر بہت دیر سے پہنچی ! آپ کی وفات صرف احمدیہ انجمن لاہور کے لئے ہی موجب خسارہ نہیں - بلکہ روئے زمین کے مسلمانوں کے لئے قومی اور مذہبی خسارہ ہے - آپ کا وجود غمزدہ قوم کے لئے باعث فخر و برکت تھا - آپ کی خدمات اسلامی رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی - آپ نے اپنی تمام زندگی اسلام اور صرف اسلام ہی کے لئے صرف کی - آپ سے زیادہ آپ کی باکمال تصانیف بہت مشہور ہیں - مجھے اس نقصان میں جماعت سے پوری ہمدردی ہے - میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے -

آمین - ثم آمین یا رب العالمین

اور محترمہ بیگم صاحبہ و پسماندگان کو اس صدمۂ عظیم میں صبر جمیل عطا فرمائے ، نیز عاقبت کی روز افزوں ترقی کے لئے دست بدعا ہوں -

براہ کرم میرا پیغام بیگم صاحبہ کی خدمت میں پہنچا دیں -

فقط والسلام

محمد اکمل خاں

اے ۔ ایم - پی - ایس " جہلم " رائل پاکستان نیوی کراچی

محمد معین الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ ہائیکورٹ بہاولپور

از بہاولپور - ۹ / نومبر ۱۹۵۱ء بروز جمعہ

قبلۂ محترم !

سلام و تحیاتہ

میرے پاس آپ کی جماعت کا کوئی اخبار اور رسالہ نہیں آتا - مجھے آج ایک دوست کے ذریعے پڑھ کر بہت رنج اور دکھ ہوا کہ حضرت مولانا اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے ہیں - انا للہ وانا الیہ راجعون -

عمرہا در کعبہ و بت خانہ مے نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

مولانا رحؒ کی وفات حسرت آیات شخصی موت نہیں ہے علم و عمل کی موت ہے - موت العالم موت العالم -

خدا تعالےٰ ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے - آمین

شریک غم

(حکیم) محمد معین الدین حاوی چشتی غفرلہٗ

سپرنٹنڈنٹ ہائیکورٹ بغداد الجدید - بہاولپور

عبدالعزیز صاحب گارڈ - خانپور

خانپور جنکشن - ریاست بہاولپور

مکرمی معظمی جناب سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت امیر قوم مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کی بے وقت موت نے ہماری جماعت کو بالخصوص اور تمام عالم اسلام کو بالعموم شدید صدمہ ہوا - ۱۴ / اکتوبر کو حضرت امیر مرحوم کا جنازہ پاکستان میل سے لاہور جا رہا تھا بندہ ٹرین لے کر سمہ سٹہ گیا ہوا تھا - وہاں حضرت کے جنازہ کو تابوت میں بند پا کر بے اختیار رونا آیا - حضور مجھ سے نہایت محبت اور شفقت کا اظہار فرماتے تھے - کراچی سے آتے اور جاتے خانپور سے گذرتے تو بندہ کو آمد کی اطلاع سے مشرف فرماتے - میں بھی قدم بوسی کے لئے حاضر ہو کر شرف ملاقات اور آپ کی نصائح سے بہرہ اندوز ہوتا - حضرت مرحوم کا علم - تقوےٰ - نمونہ و عمل و پاکیزگی ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے - اللہ تعالےٰ ان کو اعلےٰ علیین میں جگہ دے - اور ہمیں صبر کی توفیق ارزانی فرمائے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

نئے امیر قوم حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی خدمت میں سلام عرض کریں -

خاکسار

عبدالعزیز گارڈ -

خانپور جنکشن - ریاست بہاولپور

پرویز یوسف صاحب - چوکھ میرپور آزاد کشمیر

بشرف نگاہ محترمی و مکرمی جنرل سیکرٹری صاحب

تسلیم و شوق -

خیریت مطلوب - آج ایک حوصلہ شکن خبر سننے میں آئی ہے - کہ اعلیٰ حضرت امیر جماعت جہان فانی سے چل بسے خدا ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے - پسماندگان اور لواحقین اور قوم کو صبر جمیل عطا فرمائے - آمین

منتظر کرم

پرویز یوسف - آزاد کشمیر چوکھ میرپور

ڈاکٹر محمد صادق حسین سنبھلی - یو - پی - انڈیا -

جناب مینیجر صاحب پیغام صلح -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد عنت آپ کا اخبار پیغام صلح ۱۷ / اکتوبر کا بتاریخ ۳ / نومبر ۱۹۵۱ء بروز سنیچر ملا - امیر جماعت قبلہ مولانا نور مرقدہ مجاہد اسلام کی رحلت فرمائی سے مبتلائے الم ہوا - خنجر غم نے میرے جگر کو مجروح کیا - یہ غم وہ غم نہیں جو دل سے دنیائے اسلام فراموش کر سکے - دعا ہے ربّ المنفر البقاءہ آپ کو باغ الفردوس عطا فرمائے اور آپ کے لواحقین جماعت اسلام کو صبر جمیل بخشے - آمین یا رب العالمین

والسلام مسنون

ڈاکٹر محمد صادق حسین امرکین (سنبھلی) یو - پی

نواب خاں صاحب ہری پور (ہزارہ)

محترم مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی افسوسناک وفات کی خبر ریڈیو پر سننے سے جو غم و الم مجھے ہوا اس کا اظہار نہیں کر سکتا - اس سانحہ سے جماعت کا بہت بھاری نقصان ہوا ہے - لیکن صبر اور اس دعا کے سوائے کہ اللہ تعالےٰ حضرت مرحوم کی روح پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے اور جنت الفردوس میں آپ کو جگہ دے اور کوئی چارہ نہیں اور آپ کے شاندار اسلامی کارناموں کی وجہ سے یہ ایک فیصلہ شدہ امر ہے -

میں ممنون ہوں گا اگر آپ میری ہمدردی کا پیغام آپ کے اہل و عیال اور تمام بھائیوں تک پہنچا دیں -

آپ کا مخلص

نواب خاں

پیغام صلح مورخہ ۵ / نومبر ۱۹۵۱ء صفحہ ۲۳۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۹

فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما بنہد ہر سعید خواہد بود پنداے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے چھ روپے
ہندوستان سے آٹھ روپے بارہ آنے

ایڈیٹر
دوست محمد

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددینؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

جلد ۳۹ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ - مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۵۱ء | نمبر ۴۶

جلسہ سالانہ میں تمام افرادِ جماعت کی ضروری شمولیت

تمام جماعتوں کے سکرٹری و پریذیڈنٹ صاحبان سے ضروری گذارش

از جناب شیخ میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

احباب کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ سالانہ کی بناء رکھتے ہوئے اس میں شمولیت کی جس قدر تاکید فرمائی ہے وہ آپ سب کو معلوم ہے۔ یہ بھی آپ کو علم ہے کہ حضور نے جلسہ کو کن اہم دینی اغراض و مقاصد کا حامل قرار دیا ہے، مثلاً:-

۱- یورپ اور امریکہ میں اعلائے کلمۃ اللہ کی تدابیر سوچنا اور اس کے سامان بہم پہنچانا۔

۲- باہمی میل ملاپ سے ایک دوسرے سے تعارف پیدا کرنا اور باہمی محبت و اخوت کو مستحکم کرنا۔

۳- بزرگان ملت کے مواعیظ اور لیکچروں سے دینی معلومات بڑھانا اور تزکیہ نفس کی راہیں معلوم کرنا۔

۴- اپنے ان بھائیوں کے لئے جو سال بھر میں اپنے مولا سے جا ملے ہوں مغفرت اور بلندی درجات کی دعائیں مل کر کرنا۔

یہ تمام امور اور اسی قسم کی اور بہت سی باتیں جو ہماری قومی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اپنی اہمیت کے لحاظ سے اس امر کی متقاضی ہیں کہ سب دوست (سوائے ان معذور لوگوں کے جو سفر کے ناقابل ہوں) جلسہ میں ضرور شامل ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ سال کے یہ تین دن اس دینی اجتماع میں شمولیت کے لئے وقف کر دیئے جائیں یہاں تک کہ ان لوگوں کو بھی جو مالی لحاظ سے سفر کی استطاعت نہیں رکھتے آپ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ سال بھر تھوڑی تھوڑی رقم زاد راہ کے لئے بچا کر جمع کرتے رہیں تاکہ انہیں شمولیت جلسہ میں دقت نہ ہو۔ پھر جلسہ میں آنے والوں کے لئے آپ نے بڑی دعائیں بھی کی ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جلسہ میں ہر فرد جماعت کی شمولیت کو آپ ضروری سمجھتے تھے۔

پس مجھے امید ہے کہ حضرت امام وقت کی اس خواہش اور ان ارشادات کو ملحوظ رکھتے ہوئے سب دوست آنے والے اجتماع میں ضرور بالضرور شامل ہو کر آپ کی دعاؤں سے حصہ لیں گے۔

اس کے علاوہ اس سال حضرت مولنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے جو عظیم الشان قومی و دینی نقصان ہماری چھوٹی سی جماعت کو اٹھانا پڑا ہے۔ اس کی تلافی اگرچہ پورے طور پر ناممکن ہے تاہم اس کام کو جاری رکھنے کے لئے جو حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ تمام عمر کرتے رہے سب احباب کا اکٹھے ہو کر آیندہ کے لئے لائحہ عمل بنانا ضروری ہے۔

اس لئے میں تمام جماعتوں کے سکرٹری صاحبان اور صدر صاحبان سے یہ گذارش کرتا ہوں کہ وہ اس امر کا خاص طور پر انتظام کریں کہ جماعت کے تمام افراد جلسہ میں ضرور شریک ہوں (اگر ضرورت ہو تو غیر مستطیع اصحاب کے لانے کا انتظام خاص چندوں سے بھی کیا جا سکتا ہے) علاوہ ازیں غیر از جماعت دوستوں کو بھی جہاں تک ممکن ہو جلسہ میں لانے کی پوری کوشش کی جائے۔

آئیں آکر جلسۂ احباب میں شرکت کریں

مرتضیٰ خاں۔ حسن

جن کو ناموسِ محمد مصطفےٰ کا پاس ہے
جن کے دل میں خدمتِ اسلام کا احساس ہے
جان و دل سے جو نثارِ حضرت دادار ہیں
دیں سے رکھتے ہیں محبت کفر سے بیزار ہیں
جن کے سینوں میں نہاں ہے آتشِ عشقِ نبیؐ
دیں کی خدمت کو سمجھتے ہیں جو رازِ زندگی
منسلک سلکِ اخوت میں ہے جنکے جسم و جاں
جن کے چہروں پر عیاں ہیں نورِ ایماں کے نشاں
جن کے دل میں ہے محبت عیسیٰؑ موعود کی
ہادیٔ برحق امام مہدیٔ مسعود کی
آئیں آکر جلسۂ احباب میں شرکت کریں
اور مل کر چارۂ دردِ دلِ ملت کریں

جلسہ سالانہ میں آنیوالوں کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کی دعا

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسے کیلئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عطا فرمائے اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روز آخرت میں اپنے بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشان کیساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین"

تقوےٰ اور اتحاد قوم کی مضبوطی اور سربلندی کا موجب ہے

تقوےٰ اللہ کا حکم بڑوں اور چھوٹوں سب کیلئے یکساں ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ ۱۷ دسمبر ۱۹۵۱ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

(مرتبہ محمد یحییٰ بٹ صاحب)

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون .... الخ۔ اٰل عمران ۱۰۲

قوم کا امتیازی نشان تقوےٰ اللہ ہونا چاہیئے

ان آیات میں جو میں نے تلاوت کی ہیں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو ایک جمعیت بن کر اور ایک قوم بن کر زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ نیز ان آیات میں اپنی برکات کا ذکر بھی بڑا مفصل طور پر کیا ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ایک قوم یا ایک جتھہ بنانا تجویز کیا جائے اور اس کی قوت اور عزت کو بڑھانے کا خیال کیا جائے یہ ارشاد فرمایا اتقوا اللہ تمہارا امتیازی نشان یہ ہونا چاہیئے کہ تم میں سے ہر ایک فرد خدا سے ڈر کر زندگی بسر کرے۔ خدا خوفی اور خدا ترسی تمہارا شیوہ ہو۔ اور اس کے نتیجہ میں قوم کے ہر فرد واحد کے اعمال میں خیر و برکت نظر آتی ہو۔ دنیا میں نیکی کا پھیلانا اور بدی کا مٹانا بڑا مشکل کام ہے۔ اس کے لئے بحیثیت جماعت مل کر کام کرنا ہوگا۔ جمیعًا سب کے سب مل کر۔

تقوےٰ اللہ کا رنگ کیا ہونا چاہیئے

پھر فرمایا حق تقاتہ۔ خدا کا خوف اس کی عظمت اور اس کی قدرت و جبروت اور اس کی شان کو مد نظر رکھکر اپنے قلوب میں پیدا کرو۔ لوگ اپنے بزرگوں سے بھی ڈرتے ہیں۔ حاکم اور افسر سے بھی ڈرتے ہیں تھانیدار ڈپٹی کمشنر اور گورنر کا بھی ڈر ہوتا ہے۔ بادشاہوں کا ڈر تو ان سب سے بڑھکر ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میرا ڈر میری قدرت اور میری بادشاہت اور میرے علم کی باریکی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے دلوں میں پیدا کرو۔ اللہ تعالےٰ کی بادشاہت ان دنیوی بادشاہوں کے مقابلہ پر بہت بڑی ہے اس کی حکومت زمین و آسمان کے ہر ایک ذرہ پر ہے ہر چیز چھوٹی ہو یا بڑی اس کے تصرف تمام میں ہے۔ اس کی عظمت اور جبروت کو اپنے قلوب میں پیدا کرو۔ سی آئی ڈی کے افسران اور ان کی باریکی سے کہیں بڑھکر اللہ تعالےٰ کا علم ہے۔ وہ ہر ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ اس کی ان صفات کے لازم حال اپنے قلوب میں اس کا خوف پیدا کرو۔ بہتیرے ہیں جو افسران کو اور حاکموں کو غلط ملط باتیں سنا کر خوش کر لیتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ جو ان کے دلوں کے بھیدوں اور ان کے مخفی منصوبوں کو خوب جانتا ہے اور اس سے کوئی امر چھپا ہوا نہیں۔ وہ فرماتا ہے اتقوا اللہ یعنی تمہارے قلوب کا ہر گوشہ خوف الٰہی سے بھرا ہو۔ حق تقاتہ یہ خوف اس قدر ہو جتنی کہ اس کی سلطنت کی شان ہے۔

جد وجہد میں انہماک اور معاملہ کی صفائی

اس کے بعد فرمایا ولا تموتن خوب جد وجہد کرو۔ ایسا معلوم ہو کہ گویا تم نے مرنا ہی نہیں۔ الا وانتم مسلمون ہاں اگر موت آجائے تو معاملہ صاف ہو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی عظیم الشان قوم تیار کی۔ موت آجائے تو اعمالنامہ پاک و صاف ہے، اور دوسری طرف جد وجہد میں اسی طرح مصروف ہیں کہ گویا انہوں نے مرنا ہی نہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم نے کیسی قوم بنائی

مشرکین عرب یہودیوں اور عیسائیوں ان تمام نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ حیران تھے۔ یہ قوم کیا تھی اور کیا بن گئی۔ عبادت بجا لانے میں نہایت پابند ہیں۔ نوافل ادا کرتے ہیں۔ خدا کے حضور اپنے ناک رگڑتے اور گڑگڑاتے ہیں راتوں کو اٹھ اٹھ کر عبادت بجا لاتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف دشمن سے نہایت چوکس اور بیدار ہیں۔ کسی قسم کی سستی و تساہل ان کے قریب نہیں آتی۔ دن کے وقت میدان جنگ میں ہیں تو غازی ہیں۔ شہسوار ہیں بہترین نیزہ باز ہیں لیکن رات کے وقت خدا کے حضور گرے ہیں رو رہے ہیں گڑگڑا رہے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے انہیں کوئی سروکار ہی نہیں۔ دشمن نے اس نظارہ کو چند الفاظ میں یوں ادا کیا ہے۔

ھم باللیل رھبان وبالنھار فرسان

یعنی رات کو عبادت میں گذار دیتے ہیں اور دن کے وقت غازی بن کر گھوڑوں کی پیٹھوں پر شاہسوار نظر آتے ہیں۔

سربلندی اور فتح وظفر کی راہ

آج دنیا بھی حیران ہے کہ حضور سرور کائنات نے کیسی عظیم الشان اور بے عدیل قوم پیدا کی۔ سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگین نظر آتے ہیں صبح ہے تو ہر فرد ایک نڈر غازی ہے اور رات ہوتی ہے تو ہر شخص دنیا کا تارک دکھائی دیتا ہے۔ وانتم مسلمون موت بھی آجائے تو خدا کی فرمانبرداری میں۔ دنیا میں سربلندی اور اپنے مقاصد میں فتح وظفر کو دیکھنا چاہتے ہو تو یہ کیفیت اپنے اندر پیدا کرو۔

قرآن پر عمل اور اتحاد

پھر فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ ہمارا اس تمام تعلیم سے مقصد یہ ہے کہ تم سب کے سب مل کر خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے سوال کیا ما حبل اللہ یا رسول اللہ۔ یا رسول اللہ اللہ کی رسی کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا القراٰن ھو حبل اللہ تعالیٰ الممدود من السماء الی الارض قرآن کریم ہی وہ خدا کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکائی گئی ہے فرمایا جمیعًا سب مل کر اس کی تعلیم کو مضبوطی کے ساتھ پنجہ مارو۔ ایک اور مقام پر فرمایا خذوا الکتاب بقوۃ۔ مضبوطی اور شدت کے ساتھ اس کی تعلیمات پر کاربند رہنا۔ اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ قرآن کریم پر عمل کرنا۔ جمیعًا سارے کے سارے مل کر اس راہ کو اختیار کرنا ولا تفرقوا۔ تفرقہ کرنا۔ اس سے بچنا۔ یوں تو پہلے حصہ میں ہی اس سے بچنے کا ذکر ہے لیکن اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لئے اور اس پر زور دینے کے لئے فرمایا ولا تفرقوا اتحاد کو پاش پاش نہ کرنا۔ تفرقہ بازی قوم کے لئے سم قاتل ہے۔ اختلاف رائے اور چیز ہے رائے میں اختلاف تو صحابہ رضی اللہ عنہم بھی رکھتے تھے۔ جنگ بدر کے موقعہ پر حضرت نبی کریم صلعم نے جب صحابہ سے مشورہ لیا کہ شہر کے باہر جا کر جنگ لڑنی چاہیئے یا اندر رہ کر تو صحابہؓ نے یہی رائے ظاہر کی کہ شہر سے باہر جا کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ دشمن سمجھے گا کہ ہم کمزور ہیں۔ یہاں چوہوں کی طرح بلوں میں گھس رہنا اچھا نہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ پر حضور سرور کائنات صلعم کی رائے یہ تھی کہ شہر کے اندر رہ کر جنگ لڑی جائے۔ سو قوم میں اختلاف اور تفرقہ پیدا کرنا اور ہے اور اختلاف رائے رکھنا شئ دیگر ہے اختلاف رائے سے پیش آمدہ امر کے متعلق ایک بہتر نتیجہ پر پہنچا جاسکتا ہے۔ لیکن محض اختلاف کے لئے اختلاف کرنا اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ اس کا نتیجہ قوم کی تباہی اور بربادی ہے۔ سو اس تباہی اور بربادی سے بچنے کے لئے فرمایا ولا تفرقوا۔

نبی کریم صلعم کے ہاتھ پر قوموں کا اتحاد

پھر فرمایا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم۔ اللہ تعالےٰ نے تم پر بڑا فضل کیا۔ تم دشمن تھے۔ اور ہلاکت اور تباہی کے گڑھے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اس نے تمہارے دلوں کو ایک کر دیا۔ حضرت نبی کریم صلعم کا یہ بہت بڑا معجزہ ہے کہ سارے کے سارے عرب کو ایک کر دیا۔ اندھوں کو بینائی دے دینا اور چڑیا وغیرہ بنا کر اڑا دینا آسان لیکن قوموں کی قوموں کو ایک کر دینا اور ان کی باہمی دشمنی کے بجائے ان کے قلوب میں رافت اور ہمدردی کا پیدا کر دینا بہت ہی مشکل ہے۔ غور فرمایئے عرب کے تمام قبیلوں اور عرب کے یہودیوں اور عیسائیوں ان تمام کو حضرت نبی کریم صلعم نے ایک جان کر دیا۔

فاصبحتم بنعمتہ اخواناً۔ یہ خداتعالےٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ تمام دشمن قومیں حضرت نبی کریم صلعم کے ہاتھ پر جمع ہو کر بھائی بھائی بن گئیں۔

امر بالمعروف سے اتحاد کا قیام

پھر فرمایا ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ تمہارا یہ باہمی اتفاق و اتحاد اور محبت کا رنگ تبھی قائم رہ سکتا ہے جب تمہارے اندر ایسے آدمی ہوں جو اس امر کی تلقین کرنے والے ہوں۔ کہ وہ امور جو خدا تعالےٰ اور اس کے بندوں کو ناپسند ہیں ان کو ترک کر دو اور وہ جو اس کے ہاں پسندیدہ ہیں ان پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ۔

تفرقہ ہلاکت کا موجب ہے

اس کے بعد ایک مثال کے ذریعہ سے واضح کیا کہ جن قوموں کو تم سے پہلے ہدایت ملی انہوں نے جب تشتت اور افتراق اور تفرقہ بازی کی راہ اختیار کی وہ تباہ و برباد کر دیئے گئے وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ فرمایا ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البینات۔ بنی اسرائیل کو ہم نے بینات دیئے لیکن اس کے بعد جب انہوں نے تفرقہ کیا برباد ہو گئے۔ واولٰئک لھم عذاب عظیم ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے اسی آیت پر فرمایا تفرقت بنو اسرائیل الی احدی وسبعین فرقۃ۔ بنی اسرائیل ۷۱ فرقوں میں بٹ گئے۔ فھلکت تباہ ہو گئے۔ برباد ہو گئے۔ آج بھی ہزاروں یہودی موجود ہیں۔ ان کے پاس تورات ہے۔ وہ تورات کی تعلیم پر چلتے ہیں انہوں نے اس کے الفاظ تک یاد کئے ہوئے ہیں۔ یورپ میں بہتیرے ایسے یہودی ہیں جو عبرانی میں تورات کو دوھراتے ہیں۔ خدا کو ایک مانتے ہیں حضرت موسےٰؑ کو برحق مانتے ہیں۔ سب کچھ ٹھیک ہے لیکن تفرقہ کی وجہ سے عذاب عظیم میں مبتلا ہیں۔

امت محمدیہ کا تفرقہ

آج ہمارے پاس بھی قرآن کریم موجود ہے جس کی شان میں حضرت عمرؓ نے فرمایا یرفع اللّٰہ بہ اقواما اللہ تعالےٰ اس کے ذریعہ سے قوموں کو سربلند کرتا ہے۔ ویضع بہ الاخرین اور وہ جو اس کی تعلیم کو چھوڑتے ہیں ان کو ذلیل کر دیتا ہے۔ بنی اسرائیل کے تفرقہ کا ذکر کرتے کے بعد حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا فتفترق امتی الی اثنی وسبعین فرقۃ میری امت بھی ۷۲ فرقوں میں بٹ جائے گی فتھلک تباہ ہو جائے گی۔ برباد ہو جائے گی۔ نمازیں پڑھتے روزہ حج زکوٰۃ ادا کرتے کرتے۔ اگر وہ تفرقہ اور تشتت کی راہ اختیار کریں گے تباہ ہو جائیں گے۔

جماعت کی قوت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے بنانے پر بڑا زور دیا ہے۔ جماعت کے بغیر ایک نبی بھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے جماعت کی قوت اور مضبوطی کو قائم و دائم رکھنے کے لئے حضور صلعم نے تفرقہ سے بچنے پر بڑا زور دیا ہے

امیر کا حکم

ایک دفعہ ذات السلاسل کے مقام پر بہت سے دشمن جمع ہو گئے۔ حضرت ۔۔۔۔۔ عمرو بن عاص بڑے آدمی تھے انہی نے بعد میں مصر کو فتح کیا۔ انہیں جنگ کا بڑا باریک علم تھا۔ حضرت نبی کریم صلعم نے انہیں مقابلہ کے لئے بھیجا شام کے وقت کے قریب جب صحابہؓ کی فوج وہاں پہنچی تو حکم دے دیا کہ آج آگ نہیں جلائی جائے گی اندازہ لگائیے فوج کو اس حکم پر کس قدر تکلیف ہوئی ہوگی۔ ریتلے ملکوں میں رات کو سردی ہو جاتی ہے۔ پھر یہ تھکی ماندی فوج اسے آگ کی کس قدر ضرورت ہوگی۔ چاہتے ہوں گے کہ کوئی گرم پانی مل جائے تا منہ دھولیں۔ پاؤں دھولیں۔ کچھ جسم گرم کرلیں۔ لیکن حضرت عمرو بن عاص نے حکم دے دیا کہ آج آگ نہیں جلائی جائے گی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی اس فوج میں تھے اور وہ بھی حضرت عمرو بن عاص کے ماتحت تھے۔ سپاہیوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اپنی تکلیف کو بیان کیا تا وہ حضرت عمرو بن عاص سے کچھ رعایت دلائیں۔ حضرت ابوبکرؓ ان کے پاس گئے تو انہوں نے کوئی بھی بات نہ مانی اور یہی حکم دیا کہ آج آگ نہیں جلائی جائے گی پھر حضرت عمرؓ گئے ان کو بھی یہی جواب ملا۔ غرضیکہ حضرت عمرو بن عاص بہت بڑے تھے۔ ان سب کو ڈانٹ کر واپس کر دیا۔ اس اثنا میں ایک تیز رفتار سانڈنی سوار حضرت نبی صلعم کی خدمت میں بھیجدیا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے۔ کمک بھیجئے ان دنوں حضرت ابوعبیدہ نذرالجیف تھے وہ کمک لے کر آئے۔ نماز کا وقت ہوا۔ حضرت عمرو بن عاص بطور امام آگے کھڑے ہو گئے حضرت ابوعبیدہ نے کہا پیچھے ہٹئے میں کمانڈر انچیف ہوں میں نماز پڑھاؤں گا حضرت نبی کریم صلعم کے عہد میں ہر بڑے سے بڑا افسر امام ہوتا تھا۔ متقی اور پرہیزگار تھا۔ قرآن جانتا تھا۔ دین سمجھتا تھا۔ حضرت عمرو بن عاص یہی کہتے کہ اس میدان کا مالک میں ہوں آپ میری کمک لیکر آئے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے کہا کہ مجھے حضور صلعم نے فرمایا تھا کہ دیکھئے اختلاف نہ ہونے پائے۔ لہذا میں اختلاف کو تباہی اور ہلاکت کا موجب سمجھتے ہوئے تمہارے پیچھے نماز پڑھتا ہوں بڑا ہو یا چھوٹا سب کے سب سمجھتے تھے کہ تشتت اور افتراق کے اندر تباہی ہے۔

تقوےٰ کا حکم سب کے لئے یکساں ہے

اللہ تعالےٰ نے یہ جو فرمایا ہے اتقوا اللّٰہ حق تقاتہ یہ حکم قوم کی جان ہے تاجر ہو یا ملازم، کارخانے کا مالک ہو یا مزدور جج ہو یا وکیل سب کے لئے یکساں حکم دیا اتقوا اللّٰہ خدا سے ڈر کر معاملات کرنا۔ معاذ بن جبل کو حضرت نبی کریم صلعم نے گورنر مقرر کیا تو انہیں تلقین کی اتق دعوۃ المظلوم حکومت اور اقتدار جب انسان کو ملتی ہے۔ تو وہ دوسروں کے حقوق پامال کرتا اور اپنے آدمیوں کو نوازتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھ سے کوئی پرسش کرنے والا نہیں۔ لیکن حضور صلعم نے اپنے ساتھی کو گورنری کے عہدہ پر متمکن کرتے سے پیشتر فرمایا مظلوم کی آہ سے بچنا۔ مظلوم کی آہ سیدھی آسمان کو پہنچتی ہے۔ مظلوم کی آہ یہ پروا نہیں کرتی کہ ظالم مسلمان ہے یا کافر۔ اسلام کی حکومت کی کیا شان نظر آتی ہے۔ کہ حاکم ہیں صاحب اقتدار ہیں انہیں کوئی پکڑ نہیں سکتا سزا نہیں دے سکتا۔ لیکن اس کے باوجود اس پر پورا یقین ہے کہ ان کے اوپر خدا تعالےٰ کا قوی ہاتھ ہے جو انہیں ان کی غلطیوں کی سزا دے سکتا ہے۔ یہ ہے اتقوا اللّٰہ حق تقاتہ کا رنگ۔

کلمہ طیبہ کی عزت

ایک اور واقعہ سنیئے حضرت نبی کریم صلعم کو عثامہ بڑے پیارے تھے۔ اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ فتح مکہ کے دن جو فتحمندی اور غلبہ کا دن تھا۔ حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ سانڈنی پر سوار عثامہ ہی تھے۔ یہ ان کے لئے کس قدر فخر کا مقام ہے۔ حضور صلعم ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ حضور صلعم کی یہ شان ہے کہ دو جہان کے بادشاہ غربا کی عزت افزائی کرتے تھے۔ کسی غریب میں اگر نیکی اور تقوےٰ کا جوہر ہوتا تو حضرت اس سے محبت و پیار کرتے تھے اور اس کے مقابل بڑے سے بڑے سردار کی جو نالائق حرکات کا مرتکب ہوتا اس کی پروا نہ کرتے تھے۔ ایک دن حسن اور حسین اور عثامہ تینوں کے لئے دعا کی اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی انہیں اپنا محبوب بنا لے۔ حضرت نبی کریم صلعم کا یہ اتنا بڑا لاڈلہ جب اس سے ایک ناپسندیدہ فعل سرزد ہوا کہ میدان جنگ میں ایک کلمہ پڑھنے والے کو انہوں نے قتل کر دیا۔ تو حضور صلعم نے ان کے اس فعل سے بیزاری کا تین بار اعلان کیا اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا اے اللہ میں عثامہ کے اس فعل سے بری ہوں اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا اے عثامہ تیرا کیا حال ہوگا جب قیامت کے دن کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ تیرے خلاف کھڑا ہوگا۔ عثامہ کہتے ہیں کہ مجھ پر اس کا اس قدر اثر ہوا کہ میں کہتا تھا کہ کاش میں آج کے دن کے بعد مسلمان ہوا ہوتا۔ اسکو کہتے ہیں عدل اور انصاف اپنے پیارے اور لاڈلے کی بھی نالائق حرکت کو پسند نہیں کیا۔ بلکہ بیزاری کا اعلان کیا۔

حدود اللہ کی عزت

ایک دفعہ ایک قریشی عورت نے چوری کی معاملہ حضور صلعم کے سامنے پیش ہوا اور صحابہ کوشش میں تھے کہ کوئی حضرت کی خدمت میں پہنچے اور سفارش کرے ورنہ قریش قوم بدنام ہو جائے گی اس کا Prestige اور وقار ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت کے لاڈلے عثامہ کو سفارش کے لئے بھیجا گیا حضور نے بڑی سختی سے فرمایا ہیں اتنی جرأت خدا کی فرمودہ حدود کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتے ہو۔ اسے معاف نہیں کیا جائیگا۔ حضور نے خیانت اور چوری کرنے والے کو کبھی نہیں چھوڑا اسے ضرور سزا دی۔ حضرت نبی کریم صلعم کے عمل سے عدل و انصاف عیاں تھا۔ حضور کو بدی کے ساتھ ایک کد و بت تھی۔

حضرت عمرؓ کا تقوےٰ اللہ

آپ صلعم کے شاگردوں کے بھی بڑے بڑے واقعات ہیں۔ حضرت عمرؓ بڑے وسیع دل و دماغ کے مالک تھے۔ جب خلیفہ ہوئے۔ تو ایک بار لوگوں نے دیکھا کہ صحرا میں جبکہ لو سخت چل رہی ہے ایک شخص تپتی ریت پر سرگرداں پھر رہا ہے۔ قریب آئے تو دیکھا کہ امیرالمومنین حضرت عمرؓ ہیں۔ لوگوں نے پوچھا حضرت یہ کیا۔ اتنی سخت گرمی میں؟ فرمایا بیت المال کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ اس کی تلاش میں پھر رہا ہوں۔ کیا خشیۃ اللہ ہے۔ ایک بار حضرت عمرؓ کی بیوی ایک پوٹلی لائیں اور کہا یا امیرالمومنین یہ جواہرات دیکھئے۔ آپ نے پوچھا کہاں سے ملے ہیں انہوں نے جواب دیا فلاں گورنر کی بیوی کو خوشبودار تیل تحفۃً بھیجا تھا۔ اس نے شیشی واپس کرتے ہوئے جواہرات سے بھر دی ہے۔ آپ نے جواہرات چھین لئے اور فرمایا یہ بیت المال میں جائیں گے۔ یہ تمہارا حق نہیں امیرالمومنین کی بیوی ہونے کی حیثیت سے تمہیں یہ تحفہ آیا ہے۔ کتنا باریک تقوےٰ ہے۔ آج تو انگریز گورنر جب راجاؤں کے پاس جاتے تو وہ ان کی میم صاحبہ کو جواہرات کے ہار ڈالتے اور وہ اپنا حق

باقی برصفحہ ۔۔

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۵۱ء احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۴ دسمبر ۱۹۵۱ء بروز سوموار

صبح دس بجے سے ۱ بجے تک خواتین کا جلسہ ہوگا اور دستکاری کی نمائش بھی ہوگی ملک و ملت کی بہبودی اور تبلیغ اسلام کے متعلق معزز خواتین تقاریر فرمائیں گی۔

اجلاس اوّل ۲۵ دسمبر ۱۹۵۱ء بروز منگل

نشست اول:- ۹½ بجے صبح سے ۱۲½ بجے تک

زیر صدارت:- جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی چیف سکرٹری حکومت سندھ

۹½ تا ۹-۴۵ - تلاوت قرآن حکیم

۹-۴۵ تا ۱۰-۱۵ - قرارداد تعزیت بروفات حسرت آیات حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔
از:- الحاج حضرت میاں محمد صاحب پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

۱۰-۱۵ تا ۱۰-۴۵ - مولوی دوست محمد صاحب .. - .. - تقریر حضرت مسیح موعود

۱۰-۴۵ تا ۱۱-۱۵ - ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کیمیکل اگزامینر پنجاب .. .. تقریر

۱۱-۱۵ تا ۱۱-۴۵ - ڈاکٹر مرزا ولی احمد بیگ صاحب مبلغ ہالینڈ و انڈونیشیا "کیا ہمیں علم کلام بدلنا چاہیئے"

۱۱-۴۵ تا ۱۲-۳۰ - حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر قوم .. "سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو پہلو"

نشست دوم:- ۱-۳۰ بجے سے ۴ بجے تک

زیر صدارت:- جناب شیخ میاں مولا بخش صاحب ملز اونر لائل پور

۱-۳۰ تا ۱-۴۵ - تلاوت قرآن کریم و نظم

۱-۴۵ تا ۲-۳۰ - مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری .. - .. - "امت محمدیہ میں مسیح موعود کا مقام"

۲-۳۰ تا ۳-۱۰ - مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی .. - - - "معارف قرآن"

۳-۳۰ تا ۴ بجے - مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور - .. .. تقریر

اجلاس دوم ۲۶ دسمبر ۱۹۵۱ء بروز بدھ

نشست اول:- ۹½ بجے صبح سے ۱۲½ بجے تک

زیر صدارت:- جناب شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد

۹½ تا ۹-۴۵ - تلاوت قرآن کریم و نظم۔

۹-۴۵ تا ۱۰-۱۵ - خان بہادر غلام ربانی خان صاحب مبلغ انگلستان - .. - .. - .. تقریر

۱۰-۱۵ تا ۱۱ - مولانا محمد یعقوب خان صاحب ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور .. .. .. تقریر

۱۱ تا ۱۱-۴۵ - میاں نصیر احمد صاحب فاروقی چیف سیکرٹری گورنمنٹ سندھ .. .. .. تقریر

۱۱-۴۵ تا ۱۲-۳۰ - مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع .. .. .. "احمدیت کا پیدا کردہ انقلاب"

نشست دوم:- ۱-۳۰ بجے سے ۴ بجے تک

زیر صدارت:- شیخ میاں عطاء اللہ صاحب ملز اونر

۱-۳۰ تا ۱-۴۵ - تلاوت قرآن کریم و نظم

۱-۴۵ تا ۲-۱۵ - الحاج حافظ چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ وکیل گجرات - - "حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ"

۲-۱۵ تا ۲-۴۵ - مولانا احمد یار صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن .. .. رپورٹ سالانہ

۲-۴۵ تا ۳-۳۰ - الحاج حضرت شیخ میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ "مغربی مشن اور الٰہی تصرفات"

۳-۳۰ تا ۴ بجے - حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب "ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ"

اجلاس سوم ۲۷ دسمبر ۱۹۵۱ء بروز جمعرات

نشست اول:- ۹½ بجے صبح سے ۱۲½ بجے تک

زیر صدارت:- محترم شیخ میاں عزیز احمد صاحب ملز اونر لائل پور

۹-۳۰ تا ۹-۴۵ - تلاوت قرآن کریم و نظم۔

۹-۴۵ تا ۱۰-۱۵ - شیخ محمد انعام الحق صاحب مبلغ اسلام ہندوستان - .... - تقریر

۱۰-۱۵ تا ۱۱ بجے - مولانا آفتاب الدین احمد صاحب - - - - "یاجوج ماجوج"

۱۱ تا ۱۱-۳۰ - شیخ اللہ بخش صاحب ایڈووکیٹ پشاور .. - .. - - تقریر

۱۱-۳۰ تا ۱۲ بجے - محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب .. .. - - تقریر

۱۲ تا ۱۲-۳۰ - حضرت امیر قوم جناب مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ - "اختتامی تقریر"

حضرت امیر مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر کا ریکارڈ بھی جلسہ میں سنایا جائے گا۔

نوٹ:- (۱) احمدیہ کانفرنس ۲۷ دسمبر ۱۹۵۱ء کو بعد نماز مغرب مسجد احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہوگی

(۲) جنرل کونسل کا اجلاس ۲۶ دسمبر ۱۹۵۱ء کو بعد نماز مغرب منعقد ہوگا - صرف ممبران مجلس معتمدین اس اجلاس میں شریک ہو سکیں گے جن سے امید ہے کہ وقت مقررہ پر شریک اجلاس ہوں گے۔

(۳) درس قرآن کریم ہر روز بعد نماز صبح ہوگا۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۱ء کو مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی درس دیں گے ۲۶ دسمبر کو حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب کا درس ہوگا۔ ۲۷ دسمبر کو مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری درس دیں گے۔

(۴) نمازوں کے اوقات:- نماز ظہر و عصر ٹھیک ایک بجے اور مغرب و عشاء ۴½ باجماعت پڑھی جائیگی۔

(۵) کھانے کے اوقات:- صبح ساڑھے سات بجے سے سوا نو بجے تک۔ شام ۶ بجے سے ۸ بجے تک۔

(۶) تمام دوستوں سے درخواست ہے کہ اپنے اپنے بستر ہمراہ لائیں۔

خاکسار

مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بقیہ خطبہ (از صفحہ نمبر ۳)

سمجھے گئے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے چھین کر وہ جواہرات قوم کے خزانہ میں داخل کر دیئے حضرت عمرؓ کے باریک تقوے کا اسی طرح ایک اور واقعہ ہے۔ مہاجرین کو وظیفہ تقسیم کر رہے تھے جب ان کے اپنے بیٹے عبداللہ کی باری آئی تو اسے عام مہاجرین کی نسبت پانچ درہم کم دیئے آپ کے پاس بیٹھنے والے بھی نہایت ہی متقی تھے۔ فوراً بول اٹھے عبداللہ کو پانچ درہم کیوں کم دیئے گئے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا یہ مہاجر نہیں اس کے والدین نے ہجرت کی تھی اور یہ بچہ تھا ساتھ آ گیا۔ اس ہجرت میں اس کی مرضی کو دخل نہیں تھا۔ حاکم ہو کر اپنے عزیز رشتہ داروں تک کے معاملات میں تقوے کی باریک راہوں پر چلنا بڑا مشکل .... ہے۔ خلفاء کے ان .... متقیانہ طرز عمل سے سلطنتیں مضبوط ہو گئیں اور قوم میں اعتماد پیدا ہو گیا۔ اور ایسے باکمال لوگوں کی وجہ سے اسلام دنیا میں قائم ہو گیا۔

تقوے اللہ اختیار کرو

سو تقوے کی باریک راہوں پر قدم مارو۔ جو کوئی بھی اس نسخہ پر عمل کرے گا سو سائٹی میں معزز ہو جائے گا۔ اگر کوئی قوم اسکو اپنا لیگی دنیا میں معزز ہو جائے گی۔ ولاتفرقوا کے ارشاد الٰہی کو خوب یاد رکھو اور اس کی گرہ باندھ لو کہ قوم کے اتحاد کو پاش پاش نہیں ہونے دو ہر وہ شخص جس سے قوم میں تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ خدا کی نظر میں مقہور ہے وہ بچ جائے

پیغام صلح
حضرت امیرؒ نمبر

حضرت امیر مرحوم کی آخری تصویر جو آپ نے کراچی جاتے ہوئے لاہور ریلوے سٹیشن پر اتروائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح

جلد ۳۹ | بدھ چہارشنبہ ۲۶ ربیع الاول | نمبر ۴۷

کامیاب اور جنتی زندگی

حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص کا جنازہ گذر رہا تھا، لوگ اس کی تعریف میں رطب اللسان تھے، اس کے اخلاق حمیدہ اس کی نیکی و پارسائی اور حسن معاملت کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ یہ شخص فی الواقعہ جنتی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتیں سن کر فرمایا۔ وجبت (واجب ہو گئی) ایک اور جنازہ گذرا، اس کی برائیاں لوگ بیان کرنے لگے اور یہ کہتے ہوتے سنے گئے کہ یہ شخص تو جہنمی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وجبت (واجب ہو گئی) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ کیا چیز واجب ہو گئی؟ فرمایا جس کی تم نے تعریف کی اور جنتی کہا، اس پر جنت واجب ہو گئی اور جس کی تم نے برائی کی اور جہنمی قرار دیا اس پر جہنم وارد ہو گئی۔

آج جس شخص کی یاد میں یہ نمبر پیش کیا جا رہا ہے، اس کی تعریف اور اس کے جنتی ہونے اور جنت میں بلند سے بلند مقام کا مستحق ہونے کی گواہی ایک زمانہ دے رہا ہے، انسان کی اصل زندگی اور اس کے اخلاق و اعمال کا صحیح نقشہ وہ ہے جو گھر کی چار دیواری میں نظر آتا ہے، بیوی اور بچے اس کے اصل حال اور حقیقی کردار کو خوب جانتے ہیں، باہر کی سوسائٹی میں جو اخلاق انسان دکھاتا ہے وہ عموماً گھر کی چار دیواری میں نظر نہیں آتے، لیکن جس شخص کی زندگی کے نقوش ہم ان صفحات میں پیش کر رہے ہیں اس کے اندر اور باہر میں کوئی تفاوت نظر نہیں آتا، سب ایک ہی نقشہ پیش کرتے ہیں جس سے اس کی نیکی و راستبازی، حسن اخلاق اور زہد و تقویٰ، دین کا عشق اور قرآن کی خدمت کا شوق و ولولہ اور رات دن اسی کام میں انہماک اور اس کے ساتھ خانہ داری کے تمام امور میں حصہ لینا اور بیوی اور بچوں کی خدمت کا حق ادا کرنا اس کا رات دن کا شعار نظر آتا ہے، کیا اس شخص کے کامیاب اور جنتی ہونے میں کوئی شک شبہ ہو سکتا ہے؟

اور صرف عزیزوں اور دوستوں پر ہی کیا موقوف ہے، وہ لوگ بھی جنہوں نے اسکو نہیں دیکھا، صرف اس کی تحریرات پڑھی ہیں، صرف جماعت احمدیہ میں نہیں، دوسرے مسلمانوں میں بھی، صرف مسلمانوں میں نہیں، غیر مسلموں میں بھی، نہ صرف پاکستان میں بلکہ ہندوستان، یورپ، امریکہ، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید، افریقہ اور دوسرے تمام ممالک میں لکھوکھہا انسان ہیں جنہوں نے اس کی کتابوں سے راہ ہدایت حاصل کی اور کفر و الحاد کی ظلمتوں سے نکل کر ایمان و عرفان کی نورانی شعاعوں میں آگئے، یہ سب کے سب اس پاک انسان کی مغفرت اور بلندی مرتبت کے لئے دست بدعا ہیں، کیا اس کے ذریعہ سے اس قدر لوگوں کا ہدایت یاب ہونا اور ان تمام لوگوں کا اس کے لئے دعائیں کرنا جنت میں اس کے بلند مقام کا پتہ نہیں دیتا؟

عام انسانوں کو چھوڑیئے، خدا کا وہ مامور جو اس زمانہ کا مجدد اور مسیح و مہدی بن کر آیا، وہ اس کے نیک اندرون ہونے کی شہادت دیتا، بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق اور دوسروں کے لئے پیروی کے لائق سمجھتا ہے وہ مامور الٰہی دین اور شرافت کی رو سے آپ کے متعلق تحسین کرتا رہا اور دینداری اور شرافت کے ہر پہلو میں آپ کو نہایت عمدہ انسان پایا اور اپنی فراست سے گواہی دی کہ یہ موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرے گا، یہیں تک نہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امام وقت کی زبان سے کہلوایا جاتا ہے کہ گویا آپ جنت میں حضرت مولانا سے کہہ رہے ہیں:-

"آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ"

۱۹۰۷ء کا الہام ہے گویا ابتداء زندگی ہی میں آپ کو بتا دیا گیا کہ تمہارا مقام جنت ہے، اور جنت میں بھی مسیح موعود کے ساتھ، کیا یہ کوئی چھوٹی سی بات ہے؟ کیا حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقام آپ کی پاکباز زندگی اور آپ کی خدمات دینیہ کی مقبولیت کا کھلا ثبوت نہیں؟

کتابیں لکھنے والے اور بھی دنیا میں ہوتے ہیں اور بڑی بڑی ضخیم اور اعلیٰ پایہ کی علمی کتابیں کئی لوگوں نے لکھی ہیں۔ لیکن کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص جس کی کتابوں سے دنیا نے ہدایت پائی، کتنا بامراد ہے وہ انسان جس کی کتابوں اور تفسیر قرآن سے مشرق اور مغرب میں اسلام کا نور پھیلا اور آج ایک دنیا اس کی بلندی مراتب کے لئے دست بدعا ہے اور جس طرح اس دنیا میں مامور الٰہی کے ساتھ اسے بیٹھنے کا موقع ملا، جنت میں بھی اس نے اپنے ساتھ ہی اسے بٹھایا۔

کیا یہ زندگی جس کے نقوش آئندہ صفحات میں پیش کئے جا رہے ہیں، اپنی خوبیوں کی وجہ سے "رشک کے لائق" نہیں؟ کیا اس میں ایسے نمونے نہیں جو "دوسروں کے لئے پیروی کے لائق" ہوں؟ صاحبان بصیرت کے لئے اس میں بڑے بڑے سبق ہیں، اس نمبر کا منشا صرف یہی نہیں کہ اس شخص کی یاد تازہ ہو جائے جس نے پچاس سال کی مسلسل جد و جہد سے اسلام کی وہ خدمت کی جس کی نظیر اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے، بلکہ اس کی زندگی کے پیش کردہ نقوش سے فائدہ اٹھانے اور ان کی تقلید کرنے کے لئے اسے تیار کیا گیا ہے تاکہ ہم بھی اس راہ کو اختیار کر کے "وجبت له الجنة" کا سرٹیفکیٹ حاصل کر سکیں اللہ تعالیٰ اس کے پڑھنے والوں کو ان نیک راہوں پر گامزن ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے جو حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو کامیاب اور جنتی بنانے کا موجب ہوئیں۔

عرض حال

قارئین کرام! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

"حضرت امیر نمبر" جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کی تیاری کا جب ارادہ کیا گیا، تو یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ اس کی ضخامت ستر اسی صفحات تک پہنچ جائے گی، زیادہ سے زیادہ ۳۶ یا ۴۰ صفحات کا پرچہ شائع کرنے کا خیال تھا، لیکن جب کام شروع کیا گیا اور مقالات اور دوسرا مواد فراہم کرنے کا انتظام ہوا تو ضخامت بڑھتی ہی چلی گئی حتیٰ کہ پیش نظر ضخیم پرچہ کی صورت بن گئی جو اگرچہ اب بھی حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی شان اور عظمت تک نہیں پہنچ سکتی، تاہم اس عالی وقار ہستی کے نقوش زندگی کی وضاحت کے لئے جو کوشش اس میں کی گئی ہے وہ بہت بڑی حد تک کامیاب ثابت ہوگی اور یہ ہدیہ محقرہ آپ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے امید ہے ایک تاریخی دستاویز کا کام دے گا۔

اعلان کیا گیا تھا کہ یہ پرچہ ۱۹ دسمبر کو شائع ہو جائیگا اور یہ اعلان اسی خیال پر مبنی تھا جو ابتدا میں پرچہ کی ضخامت کے متعلق ذہن میں تھا، لیکن جوں جوں وقت نزدیک آتا گیا، مقالات پر مقالات آتے چلے گئے، اور نئے سے نیا سامان پیدا ہوتا چلا گیا، جس سے دشواریاں اس حد تک بڑھ گئیں کہ وقت مقررہ تو ایک طرف جلسہ سالانہ تک بھی اسکی اشاعت ناممکن نظر آنے لگی، ایسی حالت میں سوائے دعا کے اور کیا چارہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جلسہ کے دنوں میں اس کی اشاعت کا سامان کر ہی دیا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

اس سلسلہ میں اپنے عزیز دوست اور افسر اخبارات شیخ محمد آصف صاحب اور منشی محمد فاضل صاحب کاتب "پیغام صلح" کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے، جن میں سے اول الذکر دوست نے تنہا پرچہ کی تیاری اور دیگر انتظامی امور کو اپنے ہاتھ میں لیکر اور مؤخر الذکر نے اخبار کی کتابت کا کام سرانجام دے کر اس عاجز کا بوجھ بہت حد تک ہلکا کر دیا فجزاھما اللہ احسن الجزا

اس کے ساتھ ہی ان تمام دوستوں کا بھی شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے اس نمبر کے لئے مضامین لکھنے کی تکلیف گوارا فرمائی، بالخصوص بیگم صاحبہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کا کہ انہوں نے اسکی شان اور عظمت کو دوبالا کرنے کے لئے مفید مشوروں سے رہنمائی کی اور بہت سا مسالہ فراہم کرنے کی تکلیف گوارا فرمائی فجزاھما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

کام کی زیادتی اور قلت وقت کی وجہ سے اخبار کی تدوین اور صحت کتابت میں ممکن ہے کچھ خامیاں رہ گئی ہوں اس کے لئے میری معذوری کو پیش نظر رکھتے ہوئے امید ہے اس ہدیہ محقرہ کو شرف قبولیت بخشا جائے گا اور اس عاجز کے لئے دعائے مغفرت فرمائی جائے گی۔

خاکسار:- دوست محمد

مدیر پیغام صلح ۲۲/۱۲ دسمبر ۱۹۵۱ء

نوٹ:- اس پرچہ کی قیمت ایک روپیہ مقرر کی گئی ہے جو اس کی ضخامت اور اخراجات کے پیش نظر کچھ زیادہ نہیں۔

دلِ پارہ پارہ آج ہے ٹکڑے جگر ہے آج

(مولانا مرتضیٰ خان حسن)

کب تک میں اپنے درد و الم کو چھپا رکھوں ٭ یارائے ضبط دل میں نہ ہو گر تو کیا کروں
پوچھو نہ حال آج دلِ داغدار کا ٭ مجھ غم نصیب خستہ جگر دلفگار کا
یہ روزِ بد بھی میرے مقدر میں تھا لکھا ٭ خونِ جگر سے نوحہ لکھوں میں امیرؒ کا
کوہِ الم نے دوستو! توڑی کمر ہے آج ٭ دِل پارہ پارہ آج ہے ٹکڑے جگر ہے آج
دِل سوزِ غم سے جلتا ہے آنکھیں ہیں اشکبار ٭ سینہ سے میرے آہیں اُبھرتی ہیں بار بار
آنکھوں نے میری دیکھا ہے جو منظرِ الم ٭ دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے وہ رنج و غم
باچشمِ اشکبار اعزا و اقربا ٭ تابوت لے کے آئے ہمارے امیرؒ کا
اے ہمنفس! نہ پوچھ جو حالت تھی اس گھڑی ٭ بالیں پہ اس کے ایک قیامت بپا ہوئی
روتے تھے اہلِ درد باندوہِ بیکراں ٭ سینوں میں دل تڑپتے تھے چوں مرغِ نیم جاں

جب تک فلک پہ مہرِ منور کو ہے قیام ٭ روشن رہے گا دہر میں اس نامور کا نام
مقبولِ بارگاہِ خدائے جلیل تھا ٭ اس کا وجود رحمتِ حق کی دلیل تھا
علم و عمل میں سارے جہاں میں یگانہ تھا ٭ یکتائے روزگار تھا فخرِ زمانہ تھا
ازبسکہ اس پہ لطفِ خدائے عظیم تھا ٭ اسکو ازل سے دولتِ قرآں ہوئی عطا
قرآں کے عشق نے اسے ممتاز کر دیا ٭ دونوں جہاں میں صاحبِ اعزاز کر دیا
اس کے قلم نے علم کا دریا بہا دیا ٭ شاداب جس سے گلشنِ دینِ ہُدیٰ ہوا
مدِ نظر تھی اسکو رضا کردگار کی ٭ جانِ عزیز راہ میں اس کی نثار کی
اس کو حضورِ خاص میں باجملہ اصفیاء ٭ اعلیٰ مقام حضرتِ حق نے عطا کیا

رہ رہ کے اس کی یاد رُلاتی ہے خوں ہمیں ٭ ملتا نہیں ہے ایک گھڑی بھی سکوں ہمیں
تڑپا رہا اگرچہ ہے دردِ جگر ہمیں ٭ جز صبر چارہ کچھ نہیں آتا نظر ہمیں
صبر و شکیب حکمِ خدائے جلیل ہے ٭ صبر و شکیب رحمتِ حق کا کفیل ہے
صبر و شکیب قربِ خدا کی دلیل ہے ٭ ابرار کا شعار فصبرٌ جمیل ہے

رنج و الم سے گرچہ بہت ہم نڈھال ہیں
راضی مگر رضا پہ تری ذو الجلال ہیں

یادِ حبیب

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی پاکیزہ گھریلو زندگی کی ایک جھلک

ازبیگم صاحبہ حضرت امیر نور اللہ مرقدہٗ

ستمبر سنہ ۱۹۰۹ء کا ذکر ہے کہ میرے والد محترم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد رحمۃ اللہ علیہ نے میرے رشتے کی بابت حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خط لکھا۔ ایک اور رشتہ زیر تجویز تھا اور والد صاحب نے اجازت مانگی تھی مگر حضرت مولانا مرحوم و مغفور نے جواب میں لکھا کہ میری نظروں میں محمد علی سے بہتر اور کوئی انسان نہیں جس سے تعلق جوڑا جائے۔ اباجی نے فوراً سر تسلیم خم کر دیا۔ اور اس سادگی سے گویا منگنی ہو گئی۔

فروری سنہ ۱۹۱۰ء میں اباجی چند دن کی رخصت لے کر قادیان تشریف لے گئے اور نکاح ہو گیا۔

شادی کا تحفہ

۲۹۔اپریل سنہ ۱۹۱۰ء کو مولانا محمد علی ایم اے۔ ایل ایل بی اڈیٹر ریویو آف ریلیجنز جن کی انگریزی قابلیت اور علم کی دھاک یورپ میں بیٹھ چکی تھی اپنے دو دوستوں کی مختصر بارات کے ساتھ حیدرآباد تشریف لائے جہاں میرے اباجی متعینات تھے اور اپنی ہونے والی بیوی کے لئے بطور تحفہ ایک نہایت خوبصورت قرآن مجید لائے جو سات مختلف رنگوں میں چھپا ہوا تھا۔ اور حاشیے پر سنہرے بیل بوٹے بنے تھے۔ شادی میں شامل ہونے والی مہمان خواتین و مرد دولہا کے اس تحفہ سے متعجب تھے۔ ان کو کیا معلوم تھا کہ یہ ۳۵ سالہ نوجوان ایک دن تمام دنیا کے لئے کلام پاک کے بیش بہا علوم کا دریا بہا دے گا، اور کہ اس نے اپنی سب سے محبوب چیز اپنی دلہن کو بطور تحفہ دی ہے۔ مگر میرے لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی کیونکہ میں نے قریباً چودہ سال تک اس باپ کی آغوش شفقت میں پرورش پائی تھی جو عاشق قرآن تھا اور ہوش سنبھالتے ہی میرے کانوں میں درس قرآن کی آواز پڑتی تھی۔

یکم مئی سنہ ۱۹۴۶ء کو حضرت امیر مرحوم و مغفور نے اس قرآن مجید پر جو شادی پر تحفہ دیا تھا مندرجہ ذیل عبارت اپنی قلم سے لکھ دی:-

تحفۂ محبت

جو اپریل سنہ ۱۹۱۰ء کے آخری ایام میں شادی کے موقعہ پر میں نے زوجہ ام مہرالنساء بیگم کو دیا۔

آج

اس تعلق محبت کی چھتیسویں سالگرہ پر اس پر یہ یادداشت ثبت کی گئی۔ یہی عرصہ میری زندگی کا وہ زمانہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اپنے کلام پاک کی خدمت کا بہترین کام لیا۔ اور زوجہ ام مہرالنساء بیگم کی بے نفسی اور محبت کو اس کام کی تکمیل کا ذریعہ بنایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

خاکسار

محمد علی۔ یکم مئی سنہ ۱۹۴۶ء

حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی دعا

میں یکم مئی سنہ ۱۹۱۰ء کو قادیان پہنچی اور حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس وقت آپ قرآن کریم کا درس دے رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی نہایت شفقت سے میرے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور عاجزانہ بہت لمبی دعا مانگی۔ پھر فرمایا کہ میں نے محمد علی اور ان کے والد کی پیشانیوں میں انوار الٰہی کی چمک دیکھی ہے اور اسی طرح ڈاکٹر بشارت احمد اور ان کی بیوی کی پیشانیوں میں نور کی جھلک نظر آتی ہے اور میں اس مبارک سنجوگ سے بے حد خوش ہوں۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہارا باپ اور شوہر میرے پیارے ہیں اس لئے میری بچی تم بھی مجھے بہت پیاری ہو۔

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت شوہر

اپنی ازدواجی زندگی کے اولین ایام میں جس چیز نے میرے دل پر سب سے زیادہ اثر کیا وہ اپنے شوہر کی نیکی اور محبت تھی۔ وہ مجسم اخلاق تھے اور دن بدن ان کی غیر معمولی شخصیت نمایاں ہوتی چلی گئی۔ وہ علم کے شیدائی تھے اور سب سے پہلے انہوں نے مجھے قرآن شریف کا ترجمہ و تفسیر پڑھانی شروع کر دی ساتھ ہی انگریزی بھی شروع کرادی۔ انتخاب بخاری اور بلوغ المرام بھی پڑھائیں اور ہمارا یہ تعلیمی شغل سالہا سال تک جاری رہا۔

اللہ تعالے نے پہلے سال کے اندر ہی ماں بنا دیا۔ اور چند سال میں ہی کئی ننھی معصوم ہستیاں خداوند کریم نے پرورش کے لئے میرے سپرد کر دیں، آپ نے بچوں کی پرورش میں جس طرح میرا ہاتھ بٹایا اس نے میرے اس یقین کو مستحکم تر کر دیا۔ کہ آپ ایک نہایت محبت کرنے والے شوہر ہی نہیں بلکہ شفیق باپ بھی ہیں۔ اور یہی نہیں بلکہ گھر کے کاموں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ اس زمانے میں کہ وہ قرآن کریم کے ترجمہ کا معرکۃ الآرا کام کر رہے تھے۔ عربی و انگریزی کی متعدد نہایت دقیق و ضخیم کتب زیر مطالعہ تھیں ساتھ ہی ساتھ اردو ترجمہ بھی زیر قلم تھا۔ سلسلے کے کام جدا تھے۔ درس قرآن مجید بھی دیتے تھے۔ اکثر راتوں کو بیٹھ کر کام کیا کرتے۔ مگر باوجود اس قدر مصروفیت و انہماک کے وہ گھریلو کاموں میں بھی میرا ہاتھ بٹاتے تھے۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ وہ پچھلی رات کو نماز تہجد میں مصروف ہیں کہ کسی بچے کے رونے کی آواز سنی۔ سلام پھیر کر آ گئے بچے کے لئے دودھ گرم کر کے دیا۔ یا کوئی اور کام کر دیا۔ اور اسی وقت جا کر پھر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اکتالیس سال کے طویل عرصہ میں ایک بار بھی انہوں نے کسی قسم کی بدسلوکی یا معمولی سی سخت کلامی بھی نہ کی۔ اگر کبھی کوئی غلطی مجھ سے ہو جاتی تو نہایت نرمی سے سمجھا دیتے۔ مقدور بھر مجھے آرام و آسائش پہنچانے کی کوشش کی اور میری ذرا سی تکلیف سے بے چین ہو جاتے تھے۔ ان کی محبت

نفرت محض خدا کے لئے تھے اور وہ نبی کریم صلعم کی اس حدیث کی زندہ تصویر تھے کہ خیرکم خیرکم لاھلہ۔

اکثر اپنے کام خود کر لیتے بلکہ دوسروں کے بھی کر دیتے تھے۔ خانہ داری کے انتظام میں وہ اس درجہ معاون تھے کہ اس طرف سے میں عموماً بے فکر رہتی تھی۔ ہمیشہ چھوٹی چھوٹی باتیں بھی لکھ رکھتے۔ اور مجھے بھی یہی تاکید فرماتے۔ کھانا جیسا برا بھلا پکا کر سامنے رکھ دیا کھا لیا کبھی نقص نہیں نکالا کسی چیز پر نام نہ رکھا چاول کا شوق نہ تھا چپاتی پسند فرماتے تھے۔ مگر جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ مجھے چاول پسند ہیں تو خود بھی کھانے شروع کر دیئے اور تاکید کی کہ ضرور پکایا کرو۔ اور مجھے خوش کرنے کو خود بھی تھوڑے سے تناول فرماتے۔ ایک وقت میں ایک قسم کا سالن یا دال پسند فرماتے پرتکلف و مرغن کھانے قطعاً پسند نہ تھے۔ لباس میں نہایت سادگی مگر صفائی کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے۔ اکثر مجھے فرماتے کہ کوئی تین چار آنے گز کی کپڑا لا کر میرے لئے قمیص پاجامے بنوا دو، سفید رنگ پسند تھا اور ہمیشہ سفید لباس پہنا۔ مگر مجھے عمدہ لباس پہننے کی تاکید کرتے۔ فرماتے عورت کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے شوہر کے لئے زیب و زینت کرے ہر کام میں اعتدال مدنظر رکھتے۔ افراط و تفریط سے نفرت تھی اور اسی طرح نمود و نمائش سے نہایت متنفر تھے۔ غرور و تکبر چھو بھی گیا تھا۔ یہاں تک کہ اونچے طرہ کی پگڑی باندھنی بھی پسند نہ تھی تیز چلنے کی عادت تھی مگر کبھی اکڑ کر نہ چلے۔ حلیمی و بردباری اس قدر تھی کہ کسی قصور پر ناراض نہ ہوتے تھے۔ گھر میں کسی پر رعب نہ جتایا مگر ان کے حسن سلوک کی وجہ سے سب ان کی خوشنودی اور آرام کے ہر وقت خواہاں رہتے تھے۔ گھر میں نوکروں سے لے کر بچوں تک سب کے لئے ان کا وجود نہایت مقدس محبوب تھا اور ہر ایک ان کی شفقت و محبت پر اعتماد رکھتا تھا۔

میرے متعلق ان کے خیالات اول سے لے کر آخر عمر تک ایسے رہے کہ اگر میرا رواں رواں بھی خداوند کریم کا شکر ادا کرے تو بھی کم ہے۔ میں اپنی بے بضاعتی اور ان کی ہر پہلو سے مکمل ہستی کو دیکھتی تو بارگاہ الٰہی میں سجدہ شکر بجا لاتی کہ اس نے مجھے ایسا فرشتہ سیرت شوہر عطا کیا۔ ایک بار مجھے ایک عرصہ تک مالی تنگی سے دوچار ہونا پڑا۔ میں اسلامیہ والدہ کے پاس چند دن کے لئے گئی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنی جلدی زمین میں سے کچھ حصہ فروخت کرنے کا انتظام کیا۔ اور اسی طرح کچھ روپے کا انتظام کر کے مجھے خط لکھا جس کی چند سطریں یہ ہیں:-

"میں آپ کو کوئی تسلی دینے کے لئے نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں آپ کا پاکیزہ قلب ان باتوں سے بلند تر ہے اور اس دل میں مال کے جمع کرنے کی خواہش نہیں مال کی آرزو نہیں۔ شاید یہ ڈاکٹر صاحب سے آپ میں متوکلانہ حصہ آیا ہے۔ بہرحال جو قلب مال کی محبت سے پاک ہے وہ ہر آلائش سے پاک ہے اور کوئی دنیوی خواہش اس میں کوئی آلائش پیدا نہیں کر سکتی اس لحاظ سے کہ ایسی مطہرہ زوجہ اللہ تعالے نے مجھے دی یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ یہ ایک جنت اسی دنیا میں دے دی۔"

بیمار کی تیمارداری میں خدا نے آپ کو خاص ملکہ عطا کیا تھا۔ کوئی نوکر بھی بیمار ہو تو اس پر خاص توجہ فرماتے۔ ڈاکٹر کو بلاتے اگر لمبی بیماری ہو تو تنخواہ کے علاوہ کچھ رقم مزید عنایت فرماتے۔

چند سال قبل کا ذکر ہے کہ میں بیمار تھی۔ رات کو کھانسی بہت ہوتی تھی۔ آپ کے کمرے سے ذرا فاصلہ پر ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں پلنگ بچھا کر سو رہی کہ میری کھانسی کی آواز سے آپ کی نیند خراب نہ ہو۔ جانتی تھی کہ تھوڑا سا آرام کر کے پھر نماز تہجد کے لئے آپ نے اُٹھنا ہے۔ رات کو میری آنکھ کھلی دیکھا کہ کوٹھڑی میں جو تھوڑی سی جگہ تھی وہاں فرش پر آپ لیٹے ہوئے ہیں۔ میرے جاگتے ہی خود بھی اُٹھ کر بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے کیسی طبیعت ہے۔ میں نے کہا آپ اپنا پلنگ چھوڑ کر یہاں زمین پر کیوں سوئے تو فرمایا کہ اس لئے کہ رات کو آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو آواز دینی پڑے گی۔

میری ناچیز خدمات کی بے حد قدر کرتے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے کبھی نہ روکا بلکہ حوصلہ افزائی کے لئے تحریک کی۔ برلن مسجد بن رہی تھی۔ ہم سب نے چندہ دیا۔ مسجد کے مینار نامکمل رہ گئے۔ آپ فکر مند تھے۔ میں نے عرض کیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اپنے سونے کے کڑے مسجد کے میناروں کے لئے دے دوں اور دیگر بہنوں میں بھی تحریک کروں۔ آپ نے اس تجویز کو پسند کیا۔ چنانچہ بشیر بادشاہ ہال میں ہم نے جلسہ کیا۔ آپ نے تقریر فرمائی۔ سب سے پہلے میں نے اپنے کڑے اتار کر بطور چندہ دیئے۔ پھر سب مستورات نے اپنا کوئی نہ کوئی زیور آپ کی خدمت میں پیش کیا اور ایک معقول رقم فوراً جمع ہو گئی۔

کبھی کبھی کوئی پاکیزہ مذاق بھی کرتے تھے۔ میں نے اپنا زیور وقتاً فوقتاً سلسلے کی مختلف تحریکات میں دے دیا تھا۔ مذاق فرمایا کرتے تھے کہ آپ بڑی ہوشیار نکلیں کہ سارا زیور میاں کے بنک میں جمع کرا دیا کہ جاتے ہی وصول کر لیں۔

نومبر ۱۹۴۹ء میں انجمن کے کسی کام کے لئے آپ پاکستان تشریف لے گئے۔ آپ کی غیر موجودگی میں سخت بیمار ہو گئی۔ میں نے لکھا کہ مجھے یہ فکر رہتا ہے کہ آپ نے تو اس قدر خدمت اسلام کی اور اتنی عبادت بجا لائے۔ بارگاہ خداوندی میں آپ کا درجہ بہت اعلیٰ و ارفع ہو گا۔ اور جنت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے کوئی بہت ہی بلند مقام رکھا ہو گا۔ مگر میں تو بہت ہی بد و گنہگار ہوں۔ اگرچہ مولا کریم کی رحمت سے امید وار ہوں تاہم آپ کی برابری نہیں ہو سکتی اس لئے دوسری ابدی زندگی میں ہم کہاں ایک جگہ رہ سکیں گے تو آپ نے مجھے نہایت تسلی کا خط لکھا جس کے چند فقرے یہ ہیں:۔

"جس خدا نے مجھے اس دنیا میں آپ جیسی نعمت عطا فرمائی یقین رکھئے کہ وہ آخرت میں اس نعمت سے مجھے کبھی محروم نہ رکھے گا آپ کا ساتھ میری زندگی کا جزو ہے اور خدا تو بڑا مہربان ہے وہ وہاں بھی مہربان ہو گا اور اس ہمیشگی کی زندگی میں مجھے آپ کے ساتھ اور آپ کو میرے ساتھ رکھے گا۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔"

بحیثیت باپ

اللہ تعالیٰ نے مجھے شروع میں اپنے فضل و کرم سے چار لڑکیاں عطا کیں۔ ہمارے ملک میں عام طور پر لڑکی کی پیدائش کسی خوشی کا موجب نہیں ہوتی مگر وہ ہمیشہ بچی کی پیدائش کے بعد میرے پاس آ کر مجھے مبارکباد دیتے اور بچی کو گود میں لے کر پیار کرتے اور کان میں اذان دیتے۔ میری غذا اور آرام کا خود خیال رکھتے۔ تیسری بچی دس بارہ دن کی تھی کہ اسے معمولی بخار ہو گیا۔ میں نے ذکر تک کیا کسی اور سے معلوم ہوا تو فوراً میرے پاس آئے اور فرمایا کہ تم نے اطلاع نہ دی اور دوا بھی نہ منگوائی کیا یہ لاپرواہی اس لئے ہے کہ یہ لڑکا نہیں لڑکی ہے۔ اسی وقت ڈاکٹر بلوایا اور مجھے تاکید کی کہ ہر قسم کی احتیاط کروں۔

ہماری بچی عطیہ ایک لمبی بیماری کے بعد نو سال کی عمر میں وفات پا گئی۔ آپ نے نہایت جانفشانی سے اس کی تیمارداری کی۔ اپنے دفتر سے کام ختم کر کے اٹھ کر آتے اور دوا وغیرہ پلاتے۔ بیماری کے آخری ایام میں تو یہ حالت تھی کہ دن بھر بدستور کام کرتے اور رات قریباً جاگتے گزر جاتی۔ بیمار بچی کا سب کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ رات کو جب میری آنکھ کھلتی تو ان کو بیمار کی پٹی کے پاس دیکھتی۔ مجھے نہ جاگنے دیتے۔ فرماتے تم بچوں کے پاس رہو۔ مگر جب وہ فوت ہو گئی تو اپنے رب کی رضا پر نہایت صبر سے راضی ہو گئے۔ بچوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا بے حد خیال تھا۔ ان کی کوشش سے ہی کوئین میری کالج میں عربی کی کلاس جاری ہوئی۔ لڑکے اور لڑکیوں میں سے کسی کو بھی تعلیم میں پیچھے نہ رکھا۔ دینی تعلیم و تربیت زیادہ تر میرے سپرد تھی۔ مگر وقتاً فوقتاً خود بھی حصہ لیتے تھے۔ اور اپنے ننھے ننھے بچوں میں مذہبی سپرٹ دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔ سکول میں کئی بار ایسا ہوا کہ دینیات کی کلاس میں استانی نے کوئی مسئلہ غلط بیان کیا تو میری لڑکی نے کہا کہ یہ اس طرح نہیں بلکہ یوں ہے۔ استانی دل میں تو سمجھ جاتی کہ غلطی تو میری ہے مگر خفت مٹانے کو کہتی کہ تم احمدی ہو ہم تمہاری بات نہیں مانتے آپ کی دلی تمنا اور خواہش تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ دکھا دیا کہ آپ کی اولاد شعار اسلامی کی پابند اور دین کی خدمت کی تڑپ دل میں رکھتی ہے۔ آپ کے بڑے لڑکے محمد احمد جو انگلش اور عربی کے ایم اے ہیں اور اپنی آمدنی کا دسواں حصہ نہایت باقاعدگی سے چندہ دیتے ہیں۔ جب وہ برسر روزگار ہوئے تو آپ نے ان کو یہی نصیحت کی کہ مکروہات دنیا سے بچنا۔ نماز کی پابندی۔ قرآن کریم پر غور و خوض اور علمی شغل رکھنا تاکہ کسی وقت کوئی مزید دینی خدمت کر سکو۔

اپنی اولاد ہی نہیں بلکہ وہ جماعت کے ہر نوجوان کو یہی نصیحت فرماتے تھے کہ بیشک آپ اپنے قوت بازو سے اپنی روزی کماؤ مگر اپنا مطمح نظر خدمت و اشاعت اسلام رکھو۔ سچائی اور دیانت کو کبھی ترک نہ کرو۔ علمی ترقی جاری رکھو۔ اور کسی نہ کسی رنگ میں اسلام کی قوت کا موجب ہو۔

چھوٹے لڑکے حامد فاروق جو یورپ میں آج کل زیر تعلیم ہے۔ وہ چھٹیوں میں ۱۹۵۰ء میں سوئٹزرلینڈ گئے۔ اور وہاں ایک جلسے میں سورۃ فاتحہ پڑھ کر اس کی تفسیر بیان کی۔ اس کی تقریر کا اقتباس کراچی کے انگریزی اخبار ڈان میں چھپا اور آپ کی نظر سے بھی گذرا تو چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا اور فرمایا اس لڑکے نے تو وہ نکتے بیان کئے ہیں جو ہمیں بھی نہ سوجھے۔ غرض ان کی دلی تمنا اور خواہش ہمیشہ یہی رہی کہ ان کی اولاد پکی مسلمان اور پکی احمدی ہو۔ اور ان کے دلوں میں خدمت اسلام کی تڑپ موجزن ہو۔ الحمد للہ کہ آپ کو اس طرف سے دلی راحت ملی اور آئندہ بھی یہی دعا ہے کہ وہ اپنے مقدس باپ کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں۔

بحیثیت بزرگ خاندان

آپ بہت بڑے وسیع خاندان کے ایک فرد تھے۔ آپ کے اور میرے بہن بھائی و دیگر عزیز قریباً سب احمدی ہیں تاہم ایسے رشتہ دار بھی ہیں جو احمدی نہیں۔ مگر آپ کا سب سے ایسا سلوک تھا کہ ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ آپ کو سب سے مجھ سے محبت ہے جس کو جس قسم کی مدد کی ضرورت ہوئی آپ دل و جان سے حاضر تھے۔ غریب و امیر سب سے یکساں تعلق تھا۔ بلکہ غریب رشتہ دار کی زیادہ دلدہی فرماتے۔ دنیا میں ایسے انسان تو بہت ہوں گے جو اپنے خاندان کے سربراہ ہوں مگر یہ خصوصیت شاید ہی کسی کو نصیب ہوتی ہو گی کہ خاندان کا ایک ایک فرد آپ پر فدا تھا۔ دور و نزدیک کے تمام رشتہ داروں کے دلوں میں آپ کی بے انتہا محبت و عزت تھی۔ آپ کی نیکی سچائی اور حسن اخلاق کے سب قائل تھے۔ جو ایک بار ملا گرویدہ ہو گیا۔ والد صاحب مرحوم و مغفور سے آپ کو اور ان کو آپ سے بے حد محبت تھی۔ سنہ ۱۹۲۰ء کا واقعہ ہے کہ موسم گرما میں ہم شملے میں تھے اور والد صاحب کرنال میں تعینات تھے۔ والد صاحب نے لکھا کہ میں نے پندرہ دن کی چھٹی لی ہے اور چند دوستوں کے ساتھ کشمیر کی سیر کا پروگرام بنایا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے جواب میں لکھا کہ کشمیر کی سیر تو واقعی بڑی دلکش ہے مگر میرا دل چاہتا ہے کہ آپ یہ دن ہمارے ساتھ گذاریں۔ حضرت والد صاحب نے بخوشی کشمیر کی سیر کا ارادہ ترک کر دیا اور لکھا کہ آپ کی صحبت سے زیادہ کوئی چیز میرے لئے دلکش نہیں ہے۔ اور ساتھ ہی ایک پنجابی کا شعر بھی لکھا جو اب تک مجھے یاد ہے

شبرات کولوں شب قدر چنگی پر وصل دی رات انوکھڑی ہے

چند سورج دی روشنائی چنگی پر یار دی جھات انوکھڑی ہے

ترجمہ:۔ شب برات سے شب قدر بہتر ہے مگر محبوب سے ملنے کی گھڑی سب سے انوکھی ہے اور اسی طرح چاند سورج کی روشنی اچھی ہے مگر اپنے محبوب کی ایک جھلک ان سے بھی بہتر اور انوکھی ہے۔

بحیثیت دوست

آپ کی شفقت و محبت اپنے رشتہ داروں پر ہی ختم نہ ہوتی تھی بلکہ افراد جماعت کو بھی آپ اپنے بھائیوں اور بچوں کی طرح سمجھتے تھے۔ ان کی خوشی سے خوش اور تکلیف سے مغموم ہوتے تھے۔ امیر و غریب ہر ایک کی ان کے دل میں یکساں عزت تھی۔ اور سب کا ذکر نہایت عزت سے کرتے تھے نیکی اور سچائی کے دلدادہ تھے اور جو اس راہ میں ترقی کرتا اس کی قدر ان کی نظروں میں زیادہ تھی۔ کسی بات میں بھی بڑائی یا نمود کی عادت نہ تھی۔ بچوں یا نوجوانوں کو کھینچ کھینچ کر گلے لگانا یا دیگر ایسی حرکات کے عادی نہ تھے۔ ان کی طبیعت کی طرح ان کی محبت بھی سنجیدہ و متین تھی۔ اور اظہار میں چھچھورپن نہ تھا۔ اپنی نیم شبی دعاؤں میں سب کو یاد رکھتے تھے۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی کا اللہ تعالیٰ نے خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ مہمان کی تواضع میں نہایت خود حصہ لیتے تھے اور آرام کا خیال رکھتے تھے۔ میں کسی کام میں مصروف ہوتی تو خود بستر نکال کر بچھوا دیتے چائے یا شربت کے گلاس خود لے جا کر مہمانوں کو پیش کرتے۔ ایک دفعہ ایک خاتون معہ تین چار بچوں کے آئیں۔ میں نے ان کے لئے بستر بچھوانے اور کھانے وغیرہ کا بندوبست کیا۔ رات کو کھانے کے بعد جب وہ خاتون اپنے کمرے میں سونے چلی گئیں تو آپ نے دریافت کیا کہ "مہمان کے کمرے میں دودھ رکھوا دیا ہے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں شاید ضرورت پڑے" اگلی صبح وہ بہن مجھ سے کہنے لگیں کہ رات کو حضرت امیر نے

جو وہ دعا کروانے کو کہا تھا میں نے بھی سنا اور مجھے تعجب ہوا کہ حضور باوجود اس قدر مصروفیتوں کے اور اتنا بلند پایہ مرتبہ رکھنے کے مہمان کی ادنیٰ ضروریات کا بھی بذات خود اس قدر خیال رکھتے ہیں۔

عبادت الٰہی اور وقت کی پابندی

اکثر لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی گوناگوں مصروفیات اور تمام دینی و دنیوی فرائض کو بطریق احسن ادا کرنے کے لئے کیسے وقت نکال لیتے تھے۔ اس کا راز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد ان کی وقت کی پابندی اور بے پناہ قوت کار تھی۔ دن اور رات میں کبھی بھی ایک منٹ فضول ضائع نہ کیا۔ ان کے سب کام اپنے وقت پر ہوتے تھے بہت کم سونے کی عادت تھی تہجد کے لئے دو بجے اُٹھتے تھے عموماً روزانہ غسل کی عادت تھی۔ نماز فجر کے بعد سیر کو تشریف لے جاتے تھے۔ واپس آکر آفس میں کام پر بیٹھ جاتے۔ اور چائے کے لئے میں آفس سے بلاتی تھی۔ آخر عمر میں دو تین سال سے سیر کے بعد پندرہ بیس منٹ کیلئے استراحت فرماتے اور چائے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے اخبار دیکھتے پھر آفس میں اپنے کام میں مشغول ہو جاتے۔ اکثر ظہر کی اذان ان کو اپنے کام کی محویت سے چونکا دیتی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اذان سے چند منٹ پیشتر اندر تشریف لے آتے۔ وضو کرتے اور کھانا تناول فرماتے ہی نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے۔ نماز ظہر کے بعد تھوڑی دیر کے لئے آرام فرماتے۔ عموماً تین بجے سے پیشتر ہی اُٹھ کر دفتر تشریف لے جاتے۔ نماز عصر کے لئے آ اُٹھتے تو وضو کرنے اور مسجد جانے کی روا روی میں ایک پیالی چائے کی پی لیتے۔ شام کو مغرب کی نماز کے بعد اندر تشریف لاتے اور عشا کی نماز تک بچوں میں بیٹھتے اور کھانا کھاتے نماز عشاء کے بعد جلد سو جانے کی عادت تھی۔ کبھی کوئی مہمان آ جاتا تو تھوڑی دیر اس سے بات چیت کرتے۔ جوانی میں چار گھنٹے سے زیادہ نیند نہ تھی۔ سردیوں کی راتوں میں رات کے ایک بجے سے اڑھائی بجے نماز تہجد تک تصنیف کا کام کرتے بعض وقت نماز عشاء کے بعد بھی آفس میں کام کرتے۔ البتہ اب تین چار سال سے کہ صحت کمزور ہو گئی تھی ڈاکٹروں کے اصرار سے رات کا کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ مگر نماز تہجد کے لئے سخت بیماری میں بھی آنکھ کھل جاتی۔ اور بستر میں بیٹھ کر یا لیٹ کر جیسے بھی ہوتا عبادت کرتے رہتے۔

عبادت الٰہی میں ان کا انہماک مجھے ہمیشہ تعجب میں ڈال دیتا تھا۔ سخت ترین سردیوں کی راتوں میں وہ گرم گرم بستر سے اس طرح تڑپ کر اُٹھ کھڑے ہوتے تھے کہ گویا اپنے بچھڑے ہوئے محبوب سے ملنے کے لئے بیقرار ہیں۔ میں کہتی کہ آپ آہستگی سے اُٹھا کریں یکدم لحاف میں سے نکلنے سے سردی لگ جاتی ہے۔ مگر ان کو پرواہ نہ تھی۔ وضو کرتے ہی گرم چادر لپیٹ کر تنہائی میں مصروف عبادت ہو جاتے۔ دن میں بھی نماز کے لئے وقت پر پہنچنے کا بے حد خیال تھا۔

کئی سال کا ذکر ہے ہم احمدیہ بلڈنگس میں مسجد سے ملحقہ مکان میں رہتے تھے کہ گجرات سے ایک شیعہ سید خاندان کی معزز خاتون ہمارے ہاں آئیں۔ یہ خاندان احمدیت کی مخالفت میں مشہور تھا۔ ان بی بی سے میری معمولی سی واقفیت تھی۔ خیر وہ رات رہیں اور صبح کو رخصت ہوتے وقت کہنے لگیں کہ میں تو صرف اس لئے آپ کے ہاں رات رہی تھی کہ دیکھوں مولوی صاحب کے علم و فضل اور نیکی کی اتنی دھوم ہے تو از خود حقیقت کیا ہے۔ میں تمام رات جاگتی رہی جب رات کے دو بجے، مولوی صاحب تہجد کے لئے اُٹھے تو میں بھی چپکے سے پلنگ پر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ آپ نے وضو کیا اور بہت عمدہ طریق سے کیا۔ پھر سامنے کے خالی کمرے میں جا کر دروازہ بند کر لیا میں اُٹھ کر گئی اور دروازے کو دیکھا تو کنڈی نہ لگی تھی۔ ذرا سا کھول کر دیکھتی رہی آپ نے نماز کی نیت باندھ لی تھی اور نہایت خشوع و خضوع سے قرآن کریم پڑھ رہے تھے۔ آواز کی ہلکی سی گونج میں بھی سن سکتی تھی اتنی دیر آپ کھڑے رہے کہ میں تو تھک گئی۔ خدا خدا کر کے رکوع میں گئے اور خاصا لمبا رکوع کیا اور سجدے میں چلے گئے۔ اتنی دیر سجدے میں لگائی کہ میں تو کھڑے کھڑے سوکھ گئی۔ ادھر ادھر نظر ڈالی تو صحن میں ایک سٹول پڑا تھا وہ لیکر بیٹھ گئی۔ بہت دیر بعد سجدے سے سر اُٹھایا تو دوسرے سجدے میں چلے گئے اور بہت ہی لمبا سجدہ کیا میں نے سوچا کہ آدھ گھنٹے سے زیادہ تو ایک ہی رکعت میں لگا دیا۔ اب اور کب تک انتظار کروں۔ پلنگ پر جا لیٹی۔ تھوڑی دیر بعد پھر جا کر جھانکا تو آپ بدستور نماز میں مشغول تھے کئی گھنٹے بعد فجر کی اذان ہوئی اور آپ مسجد تشریف لے گئے۔ وہ بی بی کہنے لگیں کہ اب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص معمولی انسان نہیں ضرور کوئی ولی اللہ ہے بہت سے شکوک اور بدظنی لے کر آئی تھی اور اب آپ کی نیکی اور عظمت کا گہرا نقش دل پر لیکر جا رہی ہوں۔ میں نے حضور سے ذکر کیا اور پوچھا کہ آپ نے آہٹ سنی ہوگی تو آپ مسکرا کر بولے کہ اس وقت کوئی ڈھول بھی بجاتا تو مجھے آواز نہ آتی۔

آپ صاحب کشف و الہام تھے مگر کبھی ان کی اشاعت نہ کی خاندان کے افراد ان کے بیسیوں کشوف و الہاموں کی صداقت کے گواہ ہیں۔

ایک کامیاب انسان

یوں تو آپ کی زندگی کے مختلف پہلو اس قدر ہیں کہ ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ عفو، درگذر، چشم پوشی و دیگر صفات کے بیان کے لئے صفحے درکار ہیں مختصر یہ کہ آپ اس آیت قرآنی کا زندہ نمونہ تھے۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔

موجودہ زمانے کے آپ کامیاب ترین انسان تھے حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کو اپنا قلم عطا کیا اور آپ نے اس قلم کو لے کر ایسا جہاد کیا کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کا نظارہ نظر آنے لگا۔

۱۹۱۴ء میں آپ نے ایک ننھا سا بیج بویا ۲۸ سال میں وہ بیج ایسا تناور درخت بن گیا کہ اس کی شاخیں تمام دنیا میں پھیل گئیں اور مجدد وقت کے فیض سے گاؤں کا رہنے والا ایک گمنام انسان دنیائے اسلام کا عظیم ترین مجاہد بن گیا آپ کی نیکی، انکسار، بے لوث خدمت اور سب سے بڑھ کر آپ کے علم و فضل کے اپنے اور بیگانے دل سے معترف تھے آپ کی تمام زندگی میں جو چیز سب سے نمایاں اور تابناک تھی وہ آپ کا عشق قرآن تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی میں آپ کے قرآن کریم کے تراجم کو مقبول فرما کر یہ دکھا دیا کہ وہ اپنے مخلص بندوں کی قدردانی فرماتا ہے۔ آپ کا اعلیٰ اسلامی لٹریچر ایک سند کے طور پر پیش کیا جانے لگا۔ ایک چیف جسٹس آپ سے ملنے آئے اور بتایا کہ آپ کی کتاب "ریلیجن آف اسلام" سے ہم اسلامی فقہ کو سمجھنے اور مقدمات کے فیصلے کرتے ہیں۔ مصر و عرب کے سفراء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہدیۂ عقیدت پیش کرتے۔ ۱۹۴۴ء میں قائد اعظم محمد علی جناح آپ سے ملنے آپ کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور آپ سے مسلمانوں کی حالت کے متعلق مختلف مسائل پر گفتگو کرتے رہے۔ اور فرمایا کہ آپ کے انگریزی ترجمۃ القرآن سے میں نے بہت فائدہ اُٹھایا ہے۔ ٹرکی کا وفد لاہور آیا تو سٹیشن پر اترتے ہی انہوں نے پوچھا کہ مولانا محمد علی کہاں رہتے ہیں ہمیں ان کے پاس لے چلو۔ بعض بیرونی ممالک کے سیاح از فرط عقیدت آپ کے ہاتھ چومتے تھے۔ ولی کے مولانا محمد علی (شوکت علی کے بھائی) یورپ جاتے ہوئے آپ سے ملنے آئے تو بیان کیا کہ "مولانا یورپ میں جا کر ایک جھوٹ بولنے کی اجازت دیجئے وہ یہ کہ قرآن کریم کا ترجمہ میں نے کیا ہے" حضرت امیر مسکرائے اور فرمایا "بے شک محمد علی ہی نے ترجمہ کیا ہے" چین و جاپان ٹرکی و مصر سے درخواستیں آتیں کہ اپنی کتب کے ترجموں کی اجازت دیجئے۔ جو آپ بخوشی دے دیتے۔ اطراف و اکناف عالم میں سے غیر مسلموں کے خطوط آتے کہ آپ کے لٹریچر سے ہمارے شکوک و شبہات جو اسلام پر تھے دور ہو گئے۔

غرض آپ کا کام اور آپ کا نام آسمان شہرت پر آفتاب کی طرح چمک کر کفر و ظلمت کے اندھیرے کو منور کر رہا تھا مگر خود وہ بے نفس انسان وہ انکسار اور عاجزی کا پتلا وہ مولانا محمد علی کہ جس پر صرف پاکستان بلکہ تمام عالم اسلام فخر کرتا تھا۔ جس کی عظیم الشان اسلامی خدمات نے سخت ترین دشمنوں اور مخالفین سے خراج تحسین وصول کیا۔ خود اس کا سر کبھی غرور سے نہ اونچا ہوا اس نے کبھی اپنی بڑائی نہ جتائی کر بڑے بڑے گورنر اور وزراء ہم سے ملنے آتے ہیں یا ہماری خدمات کے معترف ہیں۔ اس نے تحدیث بالنعمت کے طور پر کبھی ذکر بھی کیا تو اس کام کو اور اس کامیابی کو اپنی جماعت کی طرف منسوب کیا اس برگزیدہ انسان نے اپنی کامیابی کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور پہلے سے بھی زیادہ خدا کے حضور میں عاجزی سے سر جھکا لیا سوتے جاگتے صحت و بیماری ہر حالت میں یہی دھن تھی کہ اسلام کا پیغام دنیا کے چپہ چپہ پر پھیلا دیا جائے اور آج ہر دشمن کو اعتراف ہے کہ اس کی زندگی اسلام کے لئے وقف تھی اور وہ ایک کامیاب انسان کی حیثیت سے اس جہان فانی سے رخصت ہوا۔

ایام بیماری و دیگر واقعات

آپ کی صحت کثرت کار کی وجہ سے چند سال سے بگڑ چکی تھی مگر قوت نہایت اعلیٰ درجے کے تھے [illegible] زیادہ محسوس نہ کیا۔ اور اپنے کام سے اتنا عشق تھا کہ اس میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ انہی ایام میں کئی اور تصانیف کے علاوہ ترجمۃ القرآن انگریزی پر نظر ثانی کی اور تفسیر قرآن بھی لکھی ۱۹۴۸ء میں کوئٹے میں آپ شدید بیمار رہے کئی ماہ بیمار رہے۔ مگر حالت سنبھلتے ہی بدستور کام میں مصروف ہو گئے۔ قرآن کریم کے بیان القرآن پر رہے تھے کئی گھنٹے محنت شاقہ کرتے تھے ہم آرام کے لئے عرض کرتے تو فرماتے یہ کام تو میری روح کی غذا ہے طبیعت ناساز ہے مگر پلنگ پر تکیے کے سہارے بیٹھے کام کر رہے ہیں کہ وقت کم ہے اور کام زیادہ۔ ۱۹۵۰ء میں کراچی میں دل کا دورہ کا خطرناک حملہ ہوا۔ ان دنوں کے حالات کچھ تو صحت کے [illegible]

(باقی بر صفحہ)

"اِن مردانِ خدا کی یاد مجھے ستاتی ہے"

حضرت امیرِ قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کے ساتھ میرا تعلق ۱۹۰۵ء سے تھا اور پھر ۱۹۰۹ء سے یہ تعلق بہت گہرا ہو گیا وہ اس طرح سے ہوا کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم و مغفور کے حکم سے وہ ایک خط بنا کر لاہور میں میرے پاس تشریف لائے۔ جس وفد میں انکے علاوہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بھی شامل تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم و مغفور چاہتے ہیں کہ آپ کالج کی ملازمت ترک کر کے قادیان چلے آئیں۔ اس پر جب میں نے لبیک کہی تو یہ وفد میرے پرنسپل صاحب مسٹر ولسن کے پاس گیا اور پھر ڈائرکٹر مسٹر گوڈلے کے پاس گیا اور معاملہ طے ہو گیا میرا قادیان جانا انگریزی قرآن مجید کے سلسلہ میں تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جو صدر انجمن خود اپنے سامنے اپنی زیر ہدایت قائم کی تھی اس کے پہلے سیکرٹری حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور تھے۔ اور مدرسہ کے منتظم بھی وہی تھے۔ اور ترجمۃ القرآن کا کام یکسوئی چاہتا تھا۔ میرے قادیان پہنچنے پر اُن کے یہ بوجھ میں نے اپنے **کندھوں پر اُٹھا لئے اور ان کو یکسوئی میسر آ گئی ہم دونوں میں اخوت تامہ تھی** اور ہم نے پانچ سال مل کر قادیان میں بسر کئے۔ اس دوران میں قادیان میں پچاس ایکڑ زمین پر ایک عالی شان مدرسہ اور بورڈنگ اور مسجد تعمیر ہوئی۔ یہ کام بھی ہم دونوں کی سعی کا نتیجہ تھا۔ اس پانچ سال کے عرصہ میں جب حضرت مولانا صاحب مرحوم و مغفور نے قرآن کریم کا ترجمہ قریباً قریباً مکمل کر لیا تو حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم و مغفور کا وصال ہو گیا۔ اس پر اختلاف رونما ہو گیا اور ہم دونوں قادیان کی رہائش کو خیرباد کہنے پر مجبور ہوئے اور لاہور میں آ کر سکونت اختیار کی۔ چونکہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور دو سال کے بعد ولایت سے واپس آنا چاہتے تھے اس لئے راقم الحروف قادیان سے یہاں آ جانے کے دو ایک ہفتے بعد لندن کو روانہ ہو گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد مولانا مرحوم نے انگریزی ترجمۃ القرآن طباعت کے لئے میرے پاس بھیج دیا۔ اور مجھے لکھ بھیجا کہ آپکی موجودگی میں اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ پروف میرے پاس آیا کریں۔ آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد کا یہ عالم تھا کہ یہ بھی لکھ بھیجا کہ آپ کو اختیار ہے اس میں جو تغیر و تبدل مناسب ہو وہ کر لیا کریں۔ ان کو یہ علم تھا کہ میں زبان عربی بھی جانتا ہوں اور عربی سے اور حدیث کی شروح سے واقف ہوں۔ میں نے ان کے اس اعتماد کی قدر کی اور اس غیرت اور جذبہ عشق اور شدید محنت سے ان کی اس تصنیف کو ایڈٹ کیا۔ اور اس مقدس کام کو ایسا سرانجام دیا کہ حضرت مولانا صاحب مرحوم و مغفور گرویدہ ہو گئے اور اکثر اعتراف کیا کرتے تھے کہ طباعت میں بہت سی خوبیاں پیدا کر دی گئی ہیں اور قرآن کریم کے حسن باطنی کے ساتھ ظاہری زیبائی بھی کمال تک پہنچا دی گئی ہے۔ میں نے اس خیال سے کہ پہلی ایڈیشن کے ختم ہو جانے پر دوسری دفعہ اتنی محنت کا متحمل ہونا شاید مشکل ہو سارے ترجمۃ القرآن کے بلاک بنوا لئے تھے۔ چنانچہ دوسرے ایڈیشن کے تیار کرنے کیلئے جب میں ولایت گیا تو ان بلاکوں کی برکت سے اکیس ہزار روپے انجمن کو بچ گئے اور نہایت سستے داموں دس ہزار نسخہ طبع ہو گیا۔ **العرض میرا اور حضرت مولانا مرحوم و مغفور کا تعلق کوئی معمولی تعلق نہ تھا اسلئے ان کے انتقال کے باعث مجھے بہت صدمہ ہوا۔** ان کے انتقال نے میرے دل میں میرے رفیقوں کی یاد تازہ کر دی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور بندہ ہندوستان بھر میں لیکچر دینے کیلئے اکٹھے جایا کرتے تھے۔ اور پھر ولایت میں ہم دونوں نے ایک رنگ میں کام کیا۔ میں نے اسلامک ریویو کی ایڈیٹری کی مسجد اور مکان اور احاطہ مسجد کی صفائی اور زینت کو کمال تک پہنچایا۔ اور میرے ہاتھ پر سینکڑوں کی تعداد میں انگریز مسلمان ہوئے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی شخصیت میں بہت بڑی کشش تھی اور خدا تعالیٰ نے ان کے دل کو جذبہ تبلیغ سے معمور کر رکھا تھا انکے لیکچروں اور آنکی تحریروں اور انکی تبلیغ کی وجہ سے دنیائے اسلام ان پر فریفتہ تھی اور ان کی وجہ سے انجمن کی عزت میں اضافہ ہوا اور اس کی شہرت دور دور تک پہنچی جس طرح سے **حضرت مولانا صاحب مرحوم و مغفور کے بینظیر لٹریچر کیوجہ سے انجمن کی عزت و شہرت میں اضافہ ہوا ان کی روشن خدمات ہمیشہ کیلئے ان کے نام کو زندہ رکھیں گی۔** میرے ان رفیقوں کے علاوہ حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب تھے جن کی کوٹھی میں میرے اہل و عیال اور ان کے اہل و عیال ما حضر تناول کرتے رہتے تھے۔ اس مردِ خدا نے حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں بھی سلسلہ عالیہ کی امداد فراخ دلی سے کی اور لاہور کی انجمن کیلئے بھی ان کی فیاضی بڑے پیمانے پر عمل پیرا رہی۔ اور حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب جیسا فرشتہ سیرت انسان تو قوم کے ہر فرد کے دل میں گھر بنا رکھا تھا انکی دوستی کی داستانیں ایسی ہیں کہ میں انکو فراموش نہیں کر سکتا حضرت شاہ صاحب ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب نے مجھے اپنے رشتہ داروں میں شمار کر رکھا تھا وہ سخی مرد تھا ایک باوفا دوست اور غرباء پروری کیلئے انکے دل میں ایک جذبہ موجزن رہتا تھا۔ انکو سلسلہ عالیہ کی ترقی اور استحکام کی فکر بہت دامنگیر رہتی تھی چنانچہ انہوں نے اس بارے میں بہت گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں **ان مردانِ خدا کی یاد مجھے ستاتی ہے۔** اس قافلے سے میں اکیلا پیچھے رہ گیا ہوں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جلد انکو جا ملوں گا اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی برکات نازل فرماتا رہے ٭

صدر الدین ۱۹، دسمبر

یادگارِ محبوب میں چند آنسو

ہاں دکھا اے تصوّر پھر وہ صبح و شام تو ⁂ دوڑ پیچھے کی طرف گردشِ ایام تو

از قلم مسٹر نصیر احمد فاروقی صاحب او۔بی۔ای۔سی۔ایس پی چیف سکرٹری حکومت سندھ

جمالِ یار

جب حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ ۱۲ اکتوبر کی شام کو لاہور پہنچا اور احمدیہ بلڈنگس لاہور کی مسجد میں ایک جم غفیر نے ہاں اتنی بڑی جماعت نے جو شاید جلسہ سالانہ پر بھی جمع نہ ہوتی ہو۔ حضور کے ساتھ آخری نماز پڑھ لی تو بعض شیدا پرستاروں نے فرطِ محبت سے بیقرار ہو کر زیارت کے لئے اصرار کیا حالانکہ وفات پر عرصہ گذر جانے کی وجہ سے ان کی اس تڑپ کو پورا کرنا ممکن نہ تھا۔ میں ان عاشقانِ محمد علی کی خواہش کی قدر کرتے ہوئے سب سے پہلے اس آخری دیدار کا ہی ذکر کرتا ہوں۔ جو مجھے نصیب ہوا۔ حضور بیمار تو عرصہ سے تھے مگر آخری ۱۵، ۲۰ دن میں تکلیف بہت بڑھ گئی تھی۔ حضرت کی عادت بڑی سے بڑی تکلیف کو اپنے پر سہہ لینے کی تھی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اتنی بڑی تکلیف کو سہنے کی وجہ سے۔ اور وہ صبر اور خاموشی سے، حضور کے چہرہ پر آخری ایام میں تکان اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے مگر وفات کے بعد جب غسل کرا کر آخری دیدار کرایا گیا۔ تو چہرہ پر آرام اور تسکین اور جوانی کے آثار نظر آتے تھے اور حضور ایک ایسی گہری نیند میں آرام کر رہے تھے جس سے جگانے کی کوشش بیکار تھی۔

مگر میری آنکھوں کے آگے وہ ہنستی اور جوانی کی طرف مائل چہرہ گم آتا ہے۔ میری آنکھوں کے آگے وہ نظارے پھرتے ہیں کہ میں کمرہ میں داخل ہوا اور وہ حسین اور گورا چہرہ خوشی اور مسکراہٹ سے پھول کی طرح کھل گیا یا خطبہ جمعہ یا جلسہ سالانہ پر نورانی اور مقدس چہرہ جس کے ہونٹوں سے علم، معرفت اور ہدایت کے چشمے بہتے تھے۔ اور اس تصور میں میرے ساتھ میری قوم بھی شامل ہے۔ ہاں ایک اور نظارہ بھی بھول نہیں سکتا۔ ممکن ہے اور دوستوں کو بھی نصیب ہوا ہو کراچی میں ایک دفعہ اس سال یا گذشتہ سال۔ دوپہر کے کھانے کے بعد حضرت امیر ظہر کی نماز کے لئے وضو کرنے لگے۔ میں اور گھر کے لوگ ابھی میز پر بیٹھے تھے۔ وضو کر کے کمرہ سے نکلے تو کھانے کے کمرہ کی پہلی کھڑکی سے مجھے حضور کا چہرہ نظر آیا اس وقت نہ صرف بیماری یا کمزوری کا کوئی نشان چہرہ پر نہ تھا بلکہ تر و تازگی کے علاوہ باطنی نور پھوٹ کر چہرہ پر ایک عجیب سماں پیدا کر رہا تھا۔ چونکہ میرا ہی منہ اس طرف تھا اس لئے شاید میرے سوا کسی نے وہ نظارہ نہیں دیکھا۔ یا دیکھا تو اس کی باطن کی آنکھ وقت کھلی نہ تھی۔ خدا جانے کیوں میری آنکھوں کے آگے وہ ہمیشہ اور زندہ اور جیتے جاگتے نظارے پھرتے ہیں۔ دراصل محمد علی مرا ہی نہیں۔ وہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا نہ صرف ہمارے دلوں میں اور ہماری آنکھوں کے آگے بلکہ اپنے کام اور اپنی تصانیف کے ذریعہ جو قیامت تک اسے آسمان پر ایک درخشندہ ستارے کی طرح منور رکھیں گی۔

حسنِ باطنی

امیر مرحوم کو اللہ تعالےٰ نے نہ صرف ظاہری حسن و جمال عطا فرمایا تھا بلکہ اس سے بہت بڑھ چڑھ کر باطنی حسن و جمال سے مزین و آراستہ کیا تھا۔ شاید اسے کوئی مبالغہ سمجھے میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں۔ میری ظاہری اور باطنی آنکھ نے جو کچھ دیکھا میں تو وہی لکھوں گا۔ میں نے کیا دیکھا اور لکھنا ہے۔ حضرت مسیح موعود جن کی ظاہری آنکھ کی طاقت کے بارہ میں بھی وعدہ الٰہی تھا کہ کبھی کمزور نہ ہوگی اور جن کی باطنی آنکھ کی طاقت کا ہم کمزور سیاہ باطن لوگوں نے کیا اندازہ لگانا ہے وہ بھی الگ کر چھوڑ گئے کہ انہوں نے ظاہری اور باطنی آنکھ دونو سے اپنے اس شاگرد کو دیکھا اور اس میں ہر لحاظ سے خوبیاں پائیں بلکہ بعض باتوں میں رشک کے قابل پایا۔ اور پیشگوئی کی کہ جوان موصوف اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہت ترقی کرے گا۔ اور اس کا ضامن اپنی فراست مومنانہ کو ٹھہرایا۔ کیا حضرت مسیح موعود نے بھی مبالغہ سے کام لیا (نعوذ باللہ) یا آپ کی فراست مومنانہ نے غلطی کھائی؟ اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله

دیدار کے موقعے

مجھے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کو نزدیک سے بلکہ اندر سے دیکھنے کے جو موقعے میسر آئے وہ کم لوگوں کو ملے ہوں گے۔ گو اکثر لوگوں نے انہیں باہر سے اور تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لئے دیکھا ہوگا۔ ۱۹۲۲ء سے لے کر ۱۹۲۸ء تک چھ سال متواتر میں نے گرمیاں حضور کے قدموں میں ڈلہوزی پہاڑ پر گذاریں۔ ان دنوں میں سردیوں میں بھی متواتر لاہور آپ کے پاس رہا۔ میری نوجوانی کے دن تھے۔ زندگی اور دنیا اپنی پوری کشش اور اندھا کر دینے والی چمک سے مجھے اپنی طرف مائل کئے ہوئے تھیں۔ مجھے مذہب سے کوئی شغف یا دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے اہل مذہب کی طرف کوئی کشش نہ تھی۔ اس وجہ سے میں نے حضرت امیرؒ کو بڑی آزادی رائے اور تنقیدی طرز سے دیکھا۔

بعد میں ایک لمبا عرصہ مجھے حضور کے ساتھ گذارنے کا موقع ملا کہ حضور بمبئی اور کراچی تشریف لاتے رہے ۱۹۲۸ء کے بعد تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لئے زیارت تو اکثر ہوتی رہی خدا کے پاس سب نے جانا ہے اپنا اپنا حساب دینا ہے۔ جھوٹ اور مبالغہ اس دنیا میں چل جاتا ہے آخرت میں عذاب الٰہی بن کر گلے کا طوق ہو جائے گا۔ اسی احساس کے ساتھ میں لکھتا ہوں کہ میں نے محمد علی کو اندر اور باہر سے اتنا لمبا عرصہ دیکھا اور خدا گواہ ہے کہ کوئی عیب نہیں پایا۔ ممکن ہے کہ میری آنکھ کمزور ہو۔ یا کوئی پہلو ایسا ہو جو نظر نہ آیا ہو۔ مگر اس لمبے عرصہ میں محمد علی کو اندر اور باہر سے دیکھا مگر خدا گواہ ہے کہ ہیرا اور موتی پایا۔ بڑی باتوں کو جانے دیجئے چھوٹی چھوٹی باتوں میں اپنے عزیزوں کی زبانی شکایت اور پھر محمد علی کو دیکھا کہ شاید یہ بات میری توجہ میں آئی ہو۔ مگر شکایت کو شاکی کی کوتاہی پایا۔ اگر دیکھنے والے کا اپنا چشمہ رنگدار ہو یا داغدار ہو تو اس میں روشنی کا کیا قصور

عشق و محبت

میں نے محمد علی کو نہ صرف ایک پاک انسان پایا بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرح انہیں ہر لحاظ سے باطنی حسن و جمال سے آراستہ اور مزین دیکھا اور سیرت اور اخلاق وہ چیزیں ہیں جو دل کو کھا جاتی ہیں۔ میری نوجوانی کے دنوں میں ہی حضور کے اخلاق اور خوبیوں نے میرے دل پر گہرا اثر ڈالا اور میرے دل میں آپ کی عزت اور قدر پیدا کی اور آہستہ آہستہ آپ کے باطنی حسن و جمال نے میرے دل کو اپنا شیدائی بنا لیا۔ عجیب بات ہے کہ جوں جوں مجھے حضور کو زیادہ دیکھنے کا موقعہ ملا توں توں میرے دل پر اثر بڑھتا گیا۔ نزدیک سے دیکھنا بڑی خطرناک چیز ہے بہت سے بزرگوں کے پول ذرا واسطہ پڑتے اور نزدیک سے دیکھنے سے کھل جاتے ہیں۔ میں آپ کے جتنا نزدیک رہا اتنا ہی دل گرویدہ ہوتا گیا۔ ممکن ہے کچھ لوگ سمجھیں کہ چونکہ حضرت امیر سے میرا خاندانی تعلق بھی تھا۔ اس لئے میں ایسا لکھ رہا ہوں۔ بے شک رشتہ داروں کی محبت بھی ہوتی ہے۔ مگر میرے اور رشتہ دار بھی ہیں۔ ان میں سے بہت سے حضرت امیر سے زیادہ نزدیک ہیں۔ میں سب کی قدر اور عزت کرتا ہوں اور اکثر کو بہت خوبیوں سے متصف پاتا ہوں فالحمد للہ علی ذالک مگر مجھے ان میں سے بعض کی کمزوریوں اور نقائص کا بھی احساس ہے۔ اس لئے رشتہ داری نے میری آنکھ کو اندھا نہیں کیا۔ ہاں محمد علی کے بے مثل باطنی حسن و جمال نے ضرور گرویدہ کر لیا۔ اگر وہ یہ بات کسی کی سمجھ نہ آئے یا کوئی بدظنی کرنا چاہے تو یہ اس کا اختیار ہے۔

بیماری میں صبر و تحمل

اگر لوگ جو صحت اور خوشی میں اچھے اخلاق پر رہتے ہیں بیماری اور غم میں اگر بتقاضائے فطرت چڑچڑے اور بدمزاج ہو جاتے ہیں اور ان کی بعض مخفی کمزوریاں باہر نکل آتی ہیں۔ حضرت امیر نے اپنے مرض الموت کے دن میرے غریب خانہ پر گذارے۔ کاش دنیا میں سارے بیمار ایسے ہوں میں رشتہ دار بھی اور جانثار بھی۔ اس تجربہ کار زمیں کی گواہی سنیئے جسے ڈاکٹر صاحبان نے جیسا آخری ایام میں مقرر کر رکھا تھا۔ کہنے لگی میں نے ایسا مریض اپنی عمر میں نہیں دیکھا جو اس قدر صبر اور تحمل سے تکلیف کو سہتا ہوا اور کبھی بدمزاجی نہ کرتا ہو حضور تقریباً سارا عرصہ اس دفعہ بیمار رہے۔ پہلے تنفس کی تکلیف زیادہ تھی اور درد شکم کی کم۔ بعد میں ٹیکوں کی مدد سے تنفس کی تکلیف کچھ قابو میں آگئی تھی مگر درد شکم بڑھ گیا تھا جس کی وجہ کسی کو سمجھ نہ آئی۔ کمزوری دن بدن بڑھتی جا رہی تھی اور نہ صرف گرتی ہوئی صحت کو دیکھ کر بلکہ کچھ اطلاعات آسمانی سے بھی حضرت امیرؒ کو یقین ہو گیا تھا کہ ان کی وفات نزدیک ہے۔ مگر کیا مایوسی و حزن تھا؟ کیا کوئی جزع فزع یا اس کا شائبہ بھی کبھی نظر آیا؟ اس کا جواب صرف وہی دے سکتے ہیں جو حضور کو دیکھ رہے تھے۔ دنیا کو چھوڑنے یا عزیزی بچوں سے جدا ہونے کا غم ہم نے نہ دیکھا نہ سنا۔

روحانی تعلقات کی فکر اور جسمانی تعلقات سے انقطاع

ذوں جماعت کے انتظامات کا فکر حضور کو ہمیشہ تھا اور غم تھا تو یہ کہ اس کے پیچھے کیا ہوگا۔ اس بارہ میں کئی دفعہ مجھ سے مشورہ بھی کیا اور آخری دم تک خط و کتابت بھی اس بارہ میں کرتے رہے۔ آپ کا عزیز بچہ حامد فاروق ولایت میں کئی سال سے تھا۔ کسی صاحب نے تجویز پیش کی کہ وہ آ مل جائے مگر حضور نے منظور نہ کی۔ آخری ایام میں تو حالت اتنی کمزور تھی کہ متعدد بار حضور کے الفاظ یا اشاروں سے ظاہر ہوتا تھا کہ ۱۵ر اکتوبر تک جس دن کے لئے میں نے ریلوے کی سیٹیں ریزرو کی تھیں، حضور کو زندہ رہنے کی امید نہ تھی مگر پھر بھی کبھی نہ کہا کہ میری لڑکیوں کو لاہور یا لائلپور سے بلا لو۔ انقطاع الی اللہ اور دنیا کے تمام تعلقات منقطع ہو جانے کا نظارہ ہماری آنکھوں نے دیکھا۔ آخری چوبیس گھنٹے میں تو یہ انقطاع بالکل مکمل ہو چکا تھا۔

آخری گھڑی اور نفس مطمئنہ کا نظارہ

یوم وفات کو صبح کے وقت ڈاکٹر صاحب دیکھنے آئے اور ٹیکہ لگانے لگے تو حضرت نے فرمایا "ڈاکٹر صاحب مجھے اب آرام سے مرنے دیجئے" مگر نہ کوئی جزع فزع نہ رونا نہ آہ و بکا تھا۔ اسے خدا تو یہ نفس مطمئنہ ہم کو بھی دے۔ اور جب ہم پر بھی وہ جانکاہ گھڑی آئے کہ اس دنیا اور اس کے عمر بھر کے بنے ہوئے رشتے اور تعلقات ٹوٹتے نظر آئیں اور آگے آخرت کی غیر معلوم دنیا اور اعمال کے نتائج اور محاسبہ کی گھڑی سامنے نظر آئے تو ہمارے دل کو بھی یہی اطمینان اور تسکین ہو۔ مگر ہم کہاں اور محمد علی کہاں؟

اطلاعات آسمانی

میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ کچھ اطلاعات آسمانی سے بھی وفات کا وقت نزدیک آنے کا یقین حضرت کو ہو چکا تھا۔ یہ حضرت کی ساری عمر کی عادت تھی کہ کبھی کسی سے ذکر نہیں کیا کہ مجھے الہام ہوتے ہیں یا رویا یا کشوف ہوتے ہیں۔ یہ کسر نفسی کی انتہا تھی۔ سالہا سال تک میں حضور کے قدموں میں رہا اور دن سکھا اولیاء اللہ ہونے کا دل سے معترف تھا۔ مگر پتہ نہ تھا کہ الہام یا کشف حضور کو ہوتا ہے یا نہیں۔ آخر ۱۹۴۳ء میں بمبئی میں میں نے جرأت کر کے پوچھا تو حضور مسکرائے اور صرف سر ہلا کر قبول کیا۔ میں نے پوچھا کہ اس وقت کیا کیفیت ہوتی ہے تو فرمانے لگے کہ میں اس وقت محسوس کرتا ہوں کہ ایک بڑی زبردست قوت نے مجھے اپنے تصرف میں لے لیا ہے اور بے اختیار میری بات پر کلمات جاری ہو جاتے ہیں۔

آخری دنوں میں ایک دن کسی ہمدردی کی وجہ سے (جس کا ذکر بیان مضمون کو لمبا کر دے گا) حضور نے فرمایا کہ انہیں الہام ہوا ہے "یَا خَطِیْرَ الْمَرْتَبَۃِ" (اے عظیم الشان مرتبہ والے) اسی حالت میں (اور یہ کسر نفسی کی وجہ تھی) حضور کو خیال ہوا کہ ممکن ہے کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی نسبت ہوں، تو فوراً دوسرا الہام ہوا "وَیَا ضَعِیْفَ الْجُثَّۃِ" (اور اے کمزور جسم والے) گویا دوسرے الہام نے یہ ثابت کر دیا کہ پہلا الہام بھی حضور کے متعلق تھا۔ اس الہام میں یہ اشارہ بھی تھا کہ اب یہ جسم اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ اسے چھوڑنا پڑے گا۔ اور یہی مفہوم حضرت امیر کے دل میں بھی تھا۔ وفات سے دو تین دن پہلے فرمانے لگے (ملاقات لاہور ہو سکنے کا ذکر تھا) اگرچہ میں نے تو یہ نظارہ دیکھا ہے کہ میں ایک ہوائی جہاز میں آسمانوں میں اڑتا چلا جا رہا ہوں" وفات سے دو روز قبل مجھے بلایا اور فرمایا "آپ جماعت کے ممبروں سے دعا کی تحریک کریں۔ اگر میرا آخری وقت آ گیا ہے تو میں ابدی راحت میں جا رہا ہوں لیکن اگر ابھی کچھ مہلت اور باقی ہے تو دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری تکلیف کو کم کر دے"۔ میں نے اسی وقت دعا کی تحریک اور حضرت امیر کی حالت کے خراب ہو جانے کی اطلاع کا تار لاہور انجمن میں دے دیا۔

خدا کی گود میں

صرف ایک دفعہ تھا کہ مجبوری یا ضرورت کے بغیر حضور نے اپنے ایک کشف کا ذکر کیا۔ کو کمس سن ۱۹۵۰ء میں سبالہ جانے کے دو تین دن بعد میں سہ پہر کو حاضر ہوا تو حضرت امیر نہایت خوش نظر آئے فرمانے لگے "آج دوپہر کو میں نے ایک عجیب نظارہ دیکھا جس سے میرے دل میں بہت انبساط اور لذت ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک نہایت حسین و جمیل انسان بیٹھا ہے۔ میری سمجھ میں آتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہے تو میں خود اس کی گود میں ایک بچہ کی مانند ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کی قمیص کے بٹنوں کو کھول کر اس کے سینہ سے چمٹ گیا (گویا قمیص کا پردہ بھی درمیان سے اٹھ گیا۔ ناقل)۔ اللہ تعالیٰ نے بھی مجھے محبت سے اپنے سینہ سے لگا کر زور سے بھینچا اس وقت میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے (اگر ناقل کو الفاظ صحیح یاد رہے ہوں) اَللّٰھُمَّ اَنْتَ حُبِّیْ فَاجْعَلْنِیْ مِنْ اَحِبَّائِکَ۔

اس کشف یا رویا کو سن کر خود میرے دل پر بھی بہت خوشی اور روحانی لذت کا اثر ہوا۔ اسی وقت ایک صاحب تشریف لے آئے اور میں ان سے ذکر کرنے لگا مگر حضرت امیر نے روک دیا۔

داتا گنج بخش

میں ایک رویا کا ذکر کر کے اس سلسلہ کشف کو ختم کرتا ہوں۔ میرے والد مرحوم نے ایک دفعہ رویا دیکھا کہ وہ اور میں ایک تانگہ کی پچھلی گدی پر کشمیر بیٹھے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارے متعدد صحن میں ادھر ایک عظیم الشان انسان ہے جس کے پاؤں تو زمین پر ہیں مگر سر آسمان پر ہے۔ وہ شخص ہماری طرف چلا آ رہا ہے۔ والد مرحوم کو خیال ہوتا ہے کہ یہ حضرت داتا گنج بخش صاحب ہیں۔ جوں جوں وہ شخص نزدیک آتا ہے اس کا قد چھوٹا ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ ہم تک پہنچتا ہے تو میرے والد نے پہچانا کہ وہ حضرت محمد علی صاحب ہیں۔ میں بولا (حضرت مولانا کی طرف مخاطب ہو کر) "آپ میرے لئے دعا کریں"۔ اس پر حضرت مولانا مسکرائے اور فرمایا "میں تو دعا کروں گا مگر آپ بھی اپنے لئے دعا کیا کریں"۔ اس پر یہ رویا ختم ہوا۔

حضرت امیر کو حضرت داتا گنج بخش سے نہ صرف اس طرح مشابہت تھی کہ دونوں نے لاہور میں رہ کر کام کیا اور دونوں لاہور میں مدفون ہیں بلکہ خواب میں ہمیشہ نام کے معانی میں اشارہ مخفی ہوتا ہے۔ حضرت مولانا نے جو خزانے دنیا کو بخشے ہیں ان کی وجہ سے وہ داتا گنج بخش نہ کہلائیں تو کیا کہلائیں۔

ذکر حبیب

حضرت مرحوم کے فضائل بیان کرنے کے لئے کتابیں چاہئیں۔ میں صرف چند باتوں کا ذکر کروں گا۔ ایک خصوصیت جس نے میرے دل پر خاص اثر کیا یہ تھی کہ رات کے ۲ یا ۳ بجے سے لیکر جب آپ تہجد کے لئے اٹھتے تھے اگلی رات کے ۱۰ بجے تک کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جس کو حضرت ضائع کرتے ہوں یا کسی مفید کام میں نہ لگاتے ہوں۔ پہلے تو تہجد پڑھتے تھے اور یہ امر واقعہ ہے کہ ڈلہوزی کی خاموش راتوں میں کبھی میری آنکھ کھلتی تو میں نے کسی بے چین کو گریہ و زاری کرتے سنا یا پھر کراچی میں گرمیوں کے دنوں میں باہر چبوترہ پر میں نے کسی کو ایسی حالت میں دیکھا جسے بیان کرنا مشکل ہے۔ میں اوپر کی منزل پر ہوتا تھا۔ کبھی پچھلی رات آنکھ کھلی تو عجیب آواز کان میں آتی تھی۔ اب گریہ و زاری صرف آہ و بکا نہ رہی تھی بلکہ اس کے ساتھ تسبیح و تحمید و تقدیس مل کر اور ختم آجاتے اس وقت وہ اس عالم میں ہوتے تھے یا کسی اور میں مگر آواز ایسے انسان کی ہوتی تھی جو دنیا و مافیہا سے منقطع ہو کر کسی اور عالم میں خدا کی ہستی میں کھو کر اس کے آگے مناجات میں رطب اللسان ہو۔ رمضان کے دنوں میں تہجد کے وقت ہم بھی اٹھتے تھے تو سحری کے وقت حضرت جب تشریف لاتے تو اگرچہ آنکھیں رو رو کر لال ہوتی تھیں مگر مجال ہے کہ طبیعت میں علیحدگی یا خشکی ہو۔ اسی طرح ہماری باتوں میں چاہے وہ کتنی گھٹیا ہوں دلچسپی لیتے اور خود بھی بات چیت کرتے۔ یہ دوسرا کمال ہے جس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں، کہ علیحدہ کچھ کرتے آئے ہوں۔ تکلیف دہ سے تکلیف دہ بات سن کر یا پڑھ کر آئے ہوں مگر دوسروں کے سامنے حضرت اس طرح ہو جاتے کہ گویا کوئی تکلیف یا دکھ انہیں ہے ہی نہیں۔ ہنسنا، بولنا اور مستورات اگر خرید و فروخت یا بچوں یا کپڑوں کی باتیں کر رہی ہیں تو اس میں اس طرح دلچسپی لینا کہ گویا ان سے بڑھ کر عمدہ بات کوئی نہیں ہو سکتی۔ دوسروں کا دل اس طرح رکھنا یہ وہ اعلیٰ اخلاق ہیں جن پہ ساری عمر قائم رہنا بذات خود اولیائی ہے۔

باوجود عبادت و ریاضت اور دن رات کے جہاد کے اور باوجود طبیعت پر بڑے بڑے بوجھوں اور تکالیف کے حضرت امیر طبیعت کے بہت شگفتہ اور خوش مزاج تھے۔ شروع میں تو بہت ہی پر مذاق تھے اور مہذب لطیفے کہنے اور پاکیزہ مذاق کرنے کی عادت تھی۔ بعد میں آن کر یہ رنگ کچھ کم ہو گیا تھا۔ مگر خوش مذاقی اور مہذب لطیفہ گوئی آخر تک رہی۔ زاہد خشک ہرگز نہ تھے۔ اور رسول اللہ صلعم کے اس فرمان پر تو ہمیشہ عمل تھا کہ اگر تم اور کچھ نہیں کر سکتے تو لوگوں کو مسکرا کر ملو۔

ایک اور بڑی خصوصیت یہ تھی کہ تمام عرصہ میں جو قریباً چالیس سال کا ہے۔ میں نے حضرت امیر کی زبان سے آج تک کسی کی برائی یا غیبت نہیں سنی۔ ایسے بھی لوگ تھے جن سے مدتوں ان کو سخت تکلیف اور ایذا پہنچی۔ مگر آج تک کسی انسان کی برائی یا غیبت انہوں نے نہیں کی بلکہ بعض دفعہ ایسے ایذا دینے والوں کی برائی میں نے کی تو بھی اس کے جواب میں حضور نے کچھ نہ فرمایا یہاں تک کہ کسی بھی رنگ میں میری بات کی تائید نہیں کی، زیادہ سے زیادہ جو میں نے سنا وہ ایک دفعہ ایک دفعہ ایک صاحب نے ایک نہایت تکلیف دہ اور گستاخ خط لکھا تو مجھے پڑھنے کو دیا اور فرمایا تو یہ کہ "خدا جانے میری شامت اعمال کب ختم ہوگی"۔ یا ایک دفعہ ایک صاحب جنہوں نے ان کو بہت دکھ اور ایذا پہنچائی ان کی نسبت فرمایا "ان صاحب نے بھی عجیب طبیعت پائی ہے"۔ ایک بزرگ کی نسبت

(باقی بر صفحہ ۱۰)

احمدیت کا مجدد محمد علی اعظم

الحاج شیخ میاں محمد صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جب سے حضرت امیر مرحوم و مغفور (خدا ان کی روح پر بے شمار صلوٰۃ اور رحمتیں نازل فرمائے) کا وصال ہوا ہے۔ میں کئی بار عزم کے ساتھ کوشش کرتا رہا ہوں۔ کہ ان کے متعلق ایک مضمون اخبار میں شائع کروں مگر ہر بار میرے قلم نے میرا ساتھ نہ دیا۔ ان کی وفات کا صدمہ اس قدر دل پر ہے کہ میری برداشت سے باہر ہے۔ اب اس خاص نمبر میں ایک مختصر سا مضمون حضور کی زندگی پر حوالہ قلم کرنے کی تحریک پر میں اپنے مغموم دل کو سنبھالتے ہوئے مختصراً عرض کرتا ہوں:۔

حضرت امیرؒ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات

سب سے پہلے آپ کے متعلق خدا کے مرسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ تاثرات ان کے اپنے الفاظ میں نقل کرتا ہوں۔ حضرت فرماتے ہیں:" میں اس مدت میں یعنی جب سے وہ (یعنی حضرت امیر مرحوم) میرے پاس ہیں۔ ظاہری نظر سے اور پوشیدہ طور پر ان کے حالات اخلاق اور دین اور شرافت کی رو سے تجسس کرتا رہا ہوں سو خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے ان کو دینداری اور شرافت کے ہر پہلو میں نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع۔ باحیا۔ نیک اندرون پرہیزگار آدمی ہے۔ اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے۔

پھر فرماتے ہیں:۔

"اور مجھے اس سے بہت خوشی ہے کہ ایک اور جوان صالح خدا تعالیٰ کے فضل کو پاکر ہماری جماعت میں شامل ہوا یعنی حبی فی اللہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ پلیڈر۔ میں ان سے آثار عمدہ پاتا ہوں اور وہ ایک مدت سے اپنے دنیاوی کاروبار کا حرج کرکے خدمت دین کے لئے قادیان میں مقیم ہیں۔ اور حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب سے حقائق و معارف قرآن شریف سن رہے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالےٰ کی راہ میں ترقی کرے گا۔ اور یقین ہے کہ وہ خدا کے فضل سے تقویٰ اور محبت دین میں ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہم جنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہونگے۔ اے خدا ایسا ہی کر۔

اور کہیں تو کشف میں آپ کو قلم عطا فرمائی۔

اور کہیں فرماتے ہیں:۔

" اگر آپ کی خدا تعالیٰ کے نزدیک فطرت نیک نہ ہوتی تو میرا اس قدر نیک ظن ہو نہیں سکتا اور ہرگز نہ ہوتا مگر میں دل سے اور دلی جوش سے آپ سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کے لئے پنج وقت غائبانہ دعا کرتا ہوں۔ امید ہے کہ کسی وقت وہ دعائیں اپنا اثر دکھلائیں گی۔

پھر فرمایا کہ:۔

"کسی وقت آپ کو بعض جذبات محسوس ہوں اور دل اس سے غمگین ہو تو یہ امر خدا تعالےٰ کے فضل کو رد نہیں کر سکتا آخر نیک فطرت انسان پر فضل ہوتا ہے۔ میں آپ کی دنیا و آخرت اور جسم و جان کے لئے دعا میں مشغول ہوں اور اس کے آثار اور تاثرات کا منتظر ہوں"

اور پھر فرماتے ہیں:۔

"جس کو ذرہ بھی استعداد ہو جائے وہ دنیا کی طرف جھک جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ ایسے لوگ پیدا ہوں جیسے مولوی محمد علی صاحب کام کر رہے ہیں۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ اب وہ اکیلے ہیں۔ کوئی ان کا ہاتھ بٹانے والا قائم مقام نظر نہیں آتا"

پھر آپ کا ایک کشف ہے جس کے آخری حصہ میں فرمایا ہے:۔

" پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی۔ جس کی نسبت یہ مجھ کو بتایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے"۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

پھر فرماتے ہیں:۔

" سو میری صلاح یہ ہے کہ بجائے واعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں۔ اور ایک تفسیر بھی تیار کر کے انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جاوے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا۔ کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز نہیں ہوگا۔ جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں داخل ہے"

پھر فرماتے ہیں:۔

" دین اسلام کی حمایت میں جو پختہ دلائل اور انسانی روح کو اطمینان دینے والی باتیں جو میرے پر ظاہر ہوتی ہیں۔ ان تسلی بخش براہین اور موثر تقریروں سے ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں اور یورپ کے حق کے طالبوں کو اب تک کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اور یہ درد اس قدر تھا کہ آئندہ اس کی برداشت مشکل تھی۔ مگر چونکہ خدا چاہتا ہے کہ قبل اس کے کہ ہم اس ناپائیدار دنیا سے گذر جائیں۔ ہمارے تمام مقاصد پورے ہو دے اور ہمارے لئے وہ آخری سفر حسرت کا سفر نہ ہو"

" اس لئے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے جو ہماری زندگی کا اصل مقصد ہے کہ ایک رسالہ میگزین بزبان انگریزی مقاصد مذکورہ بالا کے اظہار کے لئے نکالا جائے سو امر اول کے متعلق ہم نے یہ پسند کیا ہے کہ اس اخبار کے لئے ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے مقرر ہوں"

حضرت مسیح موعود کی تمام خواہشات پوری ہوئیں

سنت اللہ یہی چلی آتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور مامورین اپنی زندگی میں ایک بیج لگا جاتے ہیں اور اکثر مقاصد وہ اپنی زندگی میں پورے کر جاتے ہیں اور بقایا کام ان کے خادم اپنے اپنے وقت میں پورا کرتے ہیں۔ اور اس میں مصلحت یہ ہوتی ہے۔ تاکہ دوسروں کو ثواب ملے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور چار برس زندہ رہتے۔ تو ابوبکرؓ فوت ہو جاتے مگر اللہ نے نہ چاہا کہ ان کو محروم رکھے۔

حضرت امیرؓ کی زندگی ایک زندہ گواہ ہے کہ حضرت صاحب کی تمام آرزوئیں حضرت امیرؓ کے ذریعہ بڑے جلال کے ساتھ پوری ہوئیں اور حضرت مسیح موعود کے تمام تاثرات جو حضرت امیرؓ کے متعلق تھے وہ اس مرد مجاہد نے سچے ثابت کر دیئے۔ جناب ممدوح کی زندگی کا ہر ایک حصہ ہم سب کے سامنے ہے۔

احمدیت کا مجدّد

وہ تڑپ اور ولولہ جو اشاعت دین کے متعلق آپ کے سینہ میں تھا اس کی مثال نہیں ملتی۔ اگر ایک طرف حضرت مجدد وقت کے تجدیدی پہلو کو تصنیف کے رنگ میں اشاعت کے رنگ میں۔ ممالک غیر میں مشن کھولنے کی صورت میں غرض ہر رنگ میں بڑی مستعدی سے روشن کر گیا۔ تو دوسری طرف احمدیت کا مجدد بن کر احمدیت کی وہ خدمت کی جو رہتی دنیا تک ایک یادگار رہے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جناب میاں محمود احمد صاحب نے اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین کے دو فتنوں سے احمدیت کی ساری شہرت اور نیک نامی کو نقصان پہنچایا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصلی پوزیشن مشتبہ ہو کر رہ گئی۔ حضرت مولانا محمد علی اعظم مرحوم و مغفور ہی وہ مرد مجاہد ہے جو بڑے عزم ملے کر کھڑا ہوا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحیح عقائد کو دنیا کے سامنے رکھا۔ اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین کے غلط عقائد کے ٹکڑے اڑا کر رکھ دیئے۔ قرآن کریم اور احادیث نبوی سے ایسی خوبصورت بحث کی کہ رہتی دنیا تک ایک یادگار رہے گی۔ میرا ایمان ہے کہ جس طرح اسلامی دور میں فتنوں کو دور کرنے کے لئے ہر صدی میں مجدد آتے رہے اسی طرح احمدیت کے دور میں پیدا ہونے والے فتنوں کو دور کرنے کے لئے سب سے پہلے مجدد حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور تھے۔ انہوں نے احمدیت کی تجدید کا ایک عظیم الشان کام کر دکھایا۔ ایک مستقل لٹریچر پیدا کیا۔ جب تک دنیا میں یہ لٹریچر موجود ہے۔ احمدیت کی صحیح پوزیشن کو کوئی خطرہ نہیں۔

حضرت مولانا کا عشق قرآن

مجدد اعظم حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت میں جو عشق قرآن پیدا کیا۔ وہ حضرت مولانا نورالدین اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے بعد حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی ذات میں ایسا نمایاں ہوا۔ اور ان کی ذات نے خدمت قرآن کا وہ کام کیا کہ ایک دنیا عش عش کر اٹھی۔ ایک جنون تھا جو سمایا ہوا تھا۔ اور ایک تھی جو ہر وقت بیقرار کئے ہوئے تھی۔ اگر کوئی خطبہ ہے خدمت قرآن پر زور دیا جا رہا ہے۔ اور اگر کوئی تحریک ہے تو اصل مقصود اشاعت قرآن ہے۔ دیوانوں کی طرح رات دن قرآن قرآن قرآن کا وظیفہ ہو رہا ہے

صحت۔ ہماری غرض ہر حالت میں خدمت قرآن کا کام سامنے ہے۔ حتیٰ کہ بستر مرگ پر بھی تفسیر القرآن انگریزی پر نظر ثانی فرما رہے ہیں۔ اُدھر وہ کام ختم ہوا۔ ادھر اپنی روح خدا کے قدموں میں ڈال دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

انسائیکلو پیڈیا کے لئے اسلام پر مضمون کی ...

یورپ میں ہر سو سال کے بعد انسائیکلو پیڈیا لکھا جاتا ہے۔ ہالینڈ میں پروفیسر کریمر نئے انسائیکلو پیڈیا کی تدوین کر رہے ہیں۔ انہوں نے اسلام پر مضمون لکھنے کے لئے کسی مسلمان کا نام مانگا تو چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب وزیر خارجہ حکومت پاکستان نے ایک جگہ فرمایا کہ اس کام کے لئے میری نظر میں اسلامی دنیا میں مولانا محمد علی صاحب ہی موزوں ہیں۔ اور پھر حکومت پاکستان کی طرف سے باقاعدہ حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں درخواست آئی کہ آپ اس کام کو کریں۔ یہ بلند مقام اس عاشق قرآن کو خدا نے دیا کہ اپنے اور بیگانے اس کے قلم پر ہی نظر جمائے رہتے۔

حضرت امیرؒ زندہ ہیں

یہ ہے وہ خدمت دین اور اعانت اسلام کا کام جس کے لئے حضرت مسیح موعود نے یہ دعا فرمائی ہے

کرمیا صد کرم کن برکسے کو ناصر دین است

بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

حضرت مولانا مرحوم و مغفور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت پیارے تھے۔ دعوتِ حق پر لبیک کہتے ہوئے اور اس پر تمام عمر بڑی مضبوطی و محکم ایمان کے ساتھ قائم رہ کر دین کی تبلیغ و اشاعت کرتے ہوئے اپنے مربی حقیقی سے جا ملے۔ آج وہ جلیل القدر ہستی جس کے قلب میں عشق قرآن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس کی عملی مثال عصر حاضر کیا صدہا سال میں نہیں ملتی۔ ہماری ان مادی آنکھوں سے پوشیدہ ہو گئی۔ ہمارا وہ پیارا مشفق جس نے ہماری روحانی پرورش میں دن رات ایک کر دیئے۔ قدرت نے ہم سے جدا کر دیا۔ وہ خدا کا مجاہد ساری عمر عزیز ایک کام اور صرف ایک ہی کام پر لگاتار پچاس سال لگا رہا۔ اور نہ تھکا اور نہ ہارا۔ بلکہ باوجود مشکلات کے عسر و یسر میں ثابت قدمی سے خدا کے پیارے مسیح کے پیارے مشن کے باغ کی نگہبانی میں ہمہ تن منہمک رہا۔ اگرچہ وہ آج ہمارے اندر جسمانی طور پر موجود نہیں لیکن اللہ والے مرتے نہیں وہ زندہ جاوید ہو جاتے ہیں ان کو دائمی زندگی ملتی ہے۔ میرا آقا اور پیارا امیر نہیں مرا بلکہ وہ زندہ ہے کیونکہ جس مشن کے لئے جس مقدس مقصد کے لئے وہ ساری عمر جدوجہد کرتا رہا۔ وہ خدا کا دین زندہ ہے۔ اس نے اس امانت کو جو حضرت مجدد وقت مسیح موعود و مہدی معہود ہمارے سپرد کر گئے تھے بڑی خوش اسلوبی سے سنبھالا۔ اب وہ امانت ہمارے سپرد کر گئے اور وہ دیکھ رہے ہیں کہ ہم اب کس طرح سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

جس کام کو ساری عمر زندہ رکھے رکھا اب ہم اس کو کس طرح چلاتے ہیں۔ آؤ ہم سب یک جہتی سے اس کی مقدس روح کو اس طرح خوش کریں کہ ایک مضبوط اور مستحکم عزم و جذبہ کے ساتھ اس کام کو جاری رکھنے کا پھر عہد کریں جو اس نے بطور ورثہ ہمارے ہاتھوں میں چھوڑا۔

یادِ حبیب

(بقیہ از صفحہ ۵)

اور ممکن ہے کوئی اور بھی اس کے متعلق لکھے۔ زیادہ تفصیل سے مضمون لمبا ہو جائے گا۔ صرف اتنا لکھنا چاہتی ہوں کہ جو نرس دو ماہ آپ کی خدمت پر مامور تھی وہ پوچھنے لگی یہ شخص آپ کا کوئی SAINT (ولی) ہے کہ بیماری میں اس قدر عبادت کرتا ہے اور اس قدر حلیم مزاج ہے۔ یقیناً وہ ٹھیک سمجھی تھی۔

دسمبر میں لاہور تشریف لائے کچھ عرصہ کے بعد صحت سنبھل گئی اور پھر آفس میں کام شروع ہو گیا۔ کبھی کبھی پلنگ پر ہی سکرٹری کو بلا کر کام شروع کر دیتے۔

اسی ایک سال کے عرصے کی بیماری میں آپ کے مزاج میں ذرا بھی چڑچڑا پن یا غصہ نہ آیا اکثر یہی چاہتے کہ بدستور سابق اپنا کام خود ہی کریں۔ مجھے بار بار فرماتے کہ میری بیماری سے آپ کو بہت تکلیف ہے۔ آپ نے میری خدمت کی ہے۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ انہوں نے مجھے کبھی کوئی تکلیف نہ دی۔ کوئی سخت خدمت نہ لی۔ ذرا طبیعت بحال ہوتی تو خود ہی غسل خانے جا کر وضو کر لیا کرتے۔ میرے روکتے ہوئے بھی اپنے سب کام خود ہی کرنے کی کوشش کرتے

رخصت

۲۱ جون ۱۹۵۱ء کو ہم کراچی گئے۔ وہاں جاتے ہی آپ کی صحت بہت ہی بہتر ہو گئی۔ ڈاکٹر نے معائنہ کر کے نہایت خوشی سے کہا کہ آپ کا دل ایک جوان آدمی کی طرح صحتیاب ہو گیا ہے۔ اور اب آپ کوئی پرہیز نہ کریں۔ اچھی غذا کھائیں۔ اور تھوڑی تھوڑی چہل قدمی کیا کریں۔ خوش رہیں اور کسی قسم کا فکر نہ کریں۔ آپ کی صحت نہایت قابل اطمینان طور پر ترقی کر رہی ہے۔

ماہ جون کے آخری ایام میں آپ کی طبیعت یکدم بگڑ گئی اور تنفس کی تیزی کی شکایت پیدا ہو گئی۔ ڈاکٹر نے اطمینان دلایا کہ عارضی بات ہے۔ دل پہ کوئی بوجھ یا فکر ہے۔ دور ہو جائے گا تو طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت کا مرتبہ عطا کرنا تھا۔ آپ کی صحت خراب ہوتی چلی گئی قویٰ کی مضبوطی نے کئی بار سنبھلنا چاہا مگر مشیت ایزدی یہی تھی کہ یہ برگزیدہ انسان اس دار المحن سے ابدی راحت میں جلوہ افروز ہو۔ ہم آپ کی صحت کے لئے دست بدعا تھے کہ اچانک ندائے ربی نے پکارا

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔

۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء مطابق ۱۰ محرم الحرام ۱۳۷۱ھ دن کے ساڑھے گیارہ بجے ہم سب کا محبوب اور میرا مایۂ ناز رفیق حیات اکتالیس سال تک پیمان وفا کو نبھا کر اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

یادگار محبوب میں چند آنسو

(بقیہ از صفحہ ۸)

ان کو بہت حسن ظن تھا۔ اور جب بار بار انہوں نے ایسے خطوط لکھے جن سے حضرت کے دل کو تو خدا جانے کتنا دکھ پہنچا ہو گا مجھے خود از حد تکلیف ہوتی تو صرف اتنا فرمایا کہ "خدا جانے یہ مجھ سے چاہتے کیا ہیں"۔

آپ کا وصال اور میری ذات پر اثر

۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء یعنی عین محرم کی دسویں تاریخ کو اور قریباً شہادت حسینؓ کے وقت یہ شہید بھی شہادت کا جام پی کر ہم سے رخصت ہو گیا۔ جہاں تک میرا ذاتی تعلق ہے، ان کی وفات سے میری روحانی زندگی کو نقصان عظیم ہوا ہے۔ حضرت کی موجودگی ان کی روحانی طاقت۔ ان کا نمونہ۔ ان کی تحریکات ان کے خطبات۔ ان کے لیکچر۔ بلکہ ان کی باتیں میری دنیاوی زندگی میں دینی رنگ پیدا کرتی تھیں۔ اب وہ آواز اور قلم خاموش ہے۔ میں جو کہ دنیا کی حیواتی زندگی میں پڑا رہتا اسے حضرت نے جھنجھوڑ کر کچھ نیکی اور خدمت دین کرا لی۔ اب وہ رہنما نہ رہا۔ شاید میرا نفس امارہ تو خوش ہو گا کہ اب کوئی موثر تحریکات کر کے چندے مانگنے والا نہیں رہا یا میرے ساتھ رہ کر دینی خدمات پر لگنے والا چلا گیا۔ اب دنیا کی زندگی تو آرام کی ہو گی مگر عاقبت کی خدا جانے۔

میں نے حضرت مسیح موعود کو نہیں دیکھا۔ حضرت مولانا نور الدینؓ صاحب کا زمانہ نہیں پایا۔ وہ بزرگ تو خدا جانے کس شان کے ہوں گے۔ میں نے صرف حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور خوب اندر باہر سے دیکھا۔ میرے لئے تو اب ایسا انسان پیدا نہ ہو گا۔ یہاں تک کہ نیا مجدد آئے اور اس کو شاید میری نگاہیں نہ دیکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے ایسے بے نظیر حسن و احسان سے متصف انسان کو مجھے دیکھنے اور اس کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے کا موقع دیا۔ دس لاکھوں کروڑوں انسان ہیں جو اس نعمت سے محروم رہے۔ میں اس رنگ میں بہت خوش نصیب تھا۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

"ان کی گرانقدر اسلامی خدمات"

سید تصدق حسین صاحب قادری تاجر بتاں لکھتے ہیں عزیز رشید احمد صاحب چغتائی (دیہاتی قادیان) مقیم بیروت سے ایک خط مرقومہ ۹ر نومبر ہوائی ڈاک سے ملا۔ حضرت سیدنا امیر مولنا محمد علی صاحب مرحوم کی وفات پر مندرجہ ذیل الفاظ میں اظہار افسوس کیا ہے

"مکرمی و محترمی قادری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس سفر ... موصول ہونے والے ایک جریدہ کے ذریعہ افسوسناک خبر پڑھی کہ حضرت مولنا محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگرچہ آپ اس دنیا سے اگلے جہان کو پیارے ہو گئے تاہم ان کی گرانقدر اسلامی خدمات اس دنیا میں بھی آپ کے نام کو زندہ رکھیں گی۔ مولنا کی وفات حسرت آیات (جو ایک قومی صدمہ ہے) اس صدمہ میں شریک ہونے اور ... اپنے دل افسوس کے اظہار کے لئے یہ چند سطریں تحریر خدمت ... والسلام"

ان کی باتیں یاد آتی ہیں

ڈاکٹر سعید احمد خان انچارج ٹی بی سینٹی ٹوریم ڈاڈر ضلع ہزارہ

ڈاکٹر صاحب ممدوح آجکل اپنے طبی کام کے سلسلہ میں سٹاک ہالم گئے ہوئے ہیں یہ مضمون انہوں نے وہیں سے لکھکر بھیجا ہے۔

میں ایک زمانہ دراز سے جانتا تھا کہ مجھے ان سے گہری محبت اور غیر معمولی عقیدت ہے لیکن اس کی شدت کا صحیح اندازہ اس وقت ہوا جب میرے اس محسن عظم کی رحلت کی خبر مجھے سٹاک ہالم میں ملی مجھ پر اس وحشتناک خبر سے کیا گذری میں محسوس کرتا ہوں لیکن بیان نہیں کر سکتا۔

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ہماری جماعت تو یتیم ہو چکی ہے لیکن اس نقصان عظیم کا اثر صرف ہم تک محدود نہیں اور نہ صرف دنیائے اسلام کے لئے یہ خسارہ ہے بلکہ اس کا اثر عالمگیر نوعیت رکھتا ہے اور اس کی تلافی کی بظاہر کوئی صورت موجود نہیں۔ میں اپنی جماعت کے متعلق یتیم کا لفظ استعمال کرتے وقت ان تمام باتوں پر اپنی نظر کو دوڑا لیا ہوں اور ان ...... تمام نتائج کو اپنی آنکھوں میں پھرتے دیکھا ہے جو یتیمی کا لازم ہوتے ہیں اور اس حالت کے ساتھ انہیں ایک ضروری نسبت ہوتی ہے۔ افسوس وہ شخص دنیا سے اٹھ گیا جس کا وجود دنیا بھر میں ہمارے لئے باعث صد افتخار تھا۔

ایسے انسان زمانوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں ان کے چلے جانے کے بعد ان کی جگہ خالی کی خالی رہ جاتی ہے۔ اور ان کی موت کا صدمہ دور دور تک محسوس کیا جاتا ہے۔ مجھے اس کا اندازہ ایک چھوٹے سے واقعہ سے ہوا۔ سٹاک ہالم میں ایک نہایت قابل اور عظیم دوست سویڈ کرنل ہیں انہوں نے حضرت امیر کی دو کتابیں پڑھی تھیں اور انگریزی تفسیر قرآن بھی ان کے پاس ہے۔ ان سے جب میں نے آپ کی وفات کا ذکر کیا تو اس کے ہاتھ میں کھانے کی کچھ چیز تھی ایسا نظر آیا کہ گویا وہ ان کے ہاتھ سے گر پڑی ہے۔ اور ان پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا ان کے چہرے سے ان کے دلی جذبات کا اندازہ ہو رہا تھا۔ پھر وہ شخص اٹھا اور جلدی سے اسلامک ریویو کا پرچہ لے آیا جس میں حضرت امیرؒ کی تصویر تھی اور ان کے متعلق باتیں کرتا رہا اور بہت متاسف ہوا۔ ایسے ہزاروں لوگ اور بھی دنیا میں ہیں جو اس صدمہ میں ہمارے ساتھ شریک ہیں اپنی بلند پایہ تصنیفات کی وجہ سے حضرت محمد علیؒ کا نام اکناف عالم میں متعارف ہے اور ان پاکیزہ کارناموں کی وجہ سے ابھی یہ نام دن بدن زیادہ شہرت حاصل کرتا رہے گا اگرچہ حضرت مرحوم و مغفور کا جسم خاکی سپرد خاک ہو چکا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی مقام۔ اسلام میں ان کی تاریخی حیثیت یا ان کے علمی کارناموں کے متعلق کچھ لکھنے کا میں اس وقت ارادہ نہیں رکھتا۔ شیخ عبد الرحمان صاحب مصری نے کچھ عرصہ پہلے اخبار پیغام صلح میں ایک قیمتی سلسلہ مضامین اس موضوع پر شائع فرمایا تھا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے حوالے پیش کئے تھے جو ہمارے لئے گہری دلچسپی کا موجب ہوئے تھے اور ممکن ہے اب کتابی شکل میں ان مضامین کا یکجا جمع کر دینا مناسب خیال کیا جائے۔

میں یہاں صرف چند چھوٹے چھوٹے منفرق واقعات پیش کرنا چاہتا ہوں جو ذاتی طور پر میرے مشاہدہ اور تجربہ میں آئے کیونکہ ان میں اس رجل عظیم کی زندگی کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔

میں قادیان سکول میں پڑھتا تھا۔ میری عمر ۱۳-۱۴ سال کی تھی۔ مجھے اس قدر یاد ہے کہ ایک شخص مجسمہ انکسار خاموشی سے اوقات نماز میں مسجد نور میں آتا۔ نہایت توجہ اور خشوع و خضوع سے نماز ادا کرتا اور چپ چاپ واپس چلا جاتا جلسہ سالانہ آیا تو اس خاموش شخص کو میں نے تقریر کرتے اور قوم سے چندہ کی اپیل کرتے ہوئے سنا۔ کس قدر قوت و شوکت اس کے الفاظ میں تھی اور کس تحکمانہ انداز میں اس نے لوگوں کو خطاب کیا اور اس رقت بھرے مجمع نے کس محبت اور عاجزی سے اس آواز کو سنا اور اپنی جھکی ہوئی گردنوں کے ساتھ اس پر لبیک کہا۔ ایسے نظارے بعد میں کئی بار دیکھنے نصیب ہوئے لیکن اس زمانہ کے اس پہلے واقعہ کا ایک خاص اثر میرے دل پر رہ گیا۔

حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے موقعہ پر بھی مجھے اس شخص کی قوت ایمانی کو بچشم خود دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اپنے مٹھی بھر صاحب ایمان ساتھیوں کے ساتھ اس کا اس وقت کا اقدام تاریخ اسلام میں ایک اہم علم منزل کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۸ء موسم گرما میں آپ ایبٹ آباد جاتے رہے۔ اس زمانہ میں بہت قریب سے انہیں دیکھنے کا مجھے کافی موقعہ ملتا رہا جس کے نتیجہ میں میری عقیدت بتدریج ایک محبت میں بدل گئی جو بڑھتی ہی رہی اور کبھی کم نہ ہوئی یہاں تک کہ خونی رشتوں کی محبت سے بھی بڑھ گئی۔ بخدا میں نے اس دنیا میں حضرت امیر مرحوم سے بڑھکر کسی کو باوفا دوست نہیں پایا۔

میں جب لاہور میں تعلیم پاتا تھا تو اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ لیکن مجھے بہت جلدی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ آپ کا وقت بہت قیمتی ہے اور اس کے ضائع ہونے سے نہ صرف آپ کو کسی قدر ذہنی کوفت ہو سکتی ہے بلکہ یہ ایک بھاری قومی نقصان بھی ہے۔ اس لئے میں احتیاط کو ملحوظ رکھتا تھا اور میں نے دیکھا کہ میری اس احتیاط سے آپ بہت خوش تھے۔ اور اس کی قدر فرماتے تھے۔

اللہ تعالےٰ نے کام کرنے کی آپ کو بڑی استعداد بخشی تھی اور کام بھی آپ اس قدر محنت سے کرتے تھے کہ اپنی صحت تک کا خیال نہ رکھتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ بجز ایسے انہماک اور محنت شاقہ کے وہ عظیم الشان کام جو آپ نے دنیائے اسلام کے لئے عموماً اور ہمارے لئے خصوصاً بطور ترکہ چھوڑا ہے، ہرگز ممکن نہ ہو سکتا تھا۔ ایک مرتبہ موسم گرما میں کہ دن بہت لمبے ہوتے ہیں ایبٹ آباد میں نماز فجر کے بعد جو میز پر بیٹھے تو ظہر ہو گئی اور جب نماز کے لئے باہر آنے لگے تو دروازہ میں غش کھا کر گر گئے حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم اور حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم بھی وہیں تھے سب دوستوں نے آپ سے کہا کہ اس قدر کام آپ نہ کریں جس سے زندگی خطرہ میں پڑ جائے۔ لیکن آپ نے ایسے مشورہ پر کبھی بھی خاص توجہ نہ دی اور اپنی مصروفیت میں کچھ بھی کمی نہ فرمائی۔

سوائے شدید معذوری کے آپ نے بیماری کی حالت میں بھی کبھی کام بند نہ کیا اور بہت سے جواہر ریزے جو آپ کی آسمانی قلم نے صفحہ قرطاس پر بکھیرے وہ ایسی ہی بیماری اور دیگر صعوبت کے ایام کی یادگار ہیں حضرت مسیح موعودؑ کے کشف کے متعلق آپ میں سے اکثر جانتے ہیں۔ حضرت مولنا محمد علی صاحب مرحوم کے ہاتھ میں وہی قلم تھا جو ایک آسمانی فرشتہ نے ان کے مرشد سلطان القلم کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو نہیں منگوایا مولوی محمد علی نے منگوایا ہوگا اور یہی وہ قلم تھا جس کی بدولت حضرت مسیح موعودؑ کا یورپ و امریکہ میں تبلیغ اسلام اور انگریزی میں عمدہ عمدہ تفسیروں کے متعلق خواب پورا ہوتا ہوا ہم نے اپنے سامنے دیکھا جس سے ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر ایک زندہ نشان قائم ہوا تو دوسری طرف حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت صاحب کے حقیقی جانشین اور آپ کی شاخ اور آپ میں داخل" ہونے کے متعلق ایک ایسی دلیل قائم ہو گئی جس کا انکار ممکن نہیں افسوس کہ صاحب قلم کے ساتھ وہ قلم بھی دنیا سے اٹھ گیا اور یہی ہماری یتیمی اور محرومی کا سب سے زیادہ ناگوار پہلو ہے اللّٰھم اجرنا فی مصیبتنا و اخلف لنا خیرا منھا

میں زمانہ طالب علمی میں بیمار ہونے کی وجہ سے لمبی رخصت پر تھا اور اپنے وطن میں ایک پہاڑ پر رہتا تھا مجھے حضرت امیرؒ باقاعدہ خط لکھتے رہتے اور ان کے خطوط اور دعاؤں سے مجھے بہت تسلی ملتی تھی۔ ایک مرتبہ مجھے لکھا کہ فلاں قسم کے ٹیکوں سے جو لاہور کے سول سرجن نے ایک اور عزیز کو لگائے ہیں انہیں بڑا فائدہ پہنچا ہے تم بھی ضرور وہ ٹیکے لگواؤ۔ ابھی چند روز ہی گذرے تھے کہ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم نے ان ٹیکوں کا

ایک بکس مجھے بذریعہ ڈاک لاہور سے بھیجدیا۔ میں نے مرزا صاحب کو شکریہ کا خط لکھا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ حضرت امیر کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کیونکہ انہوں نے بکس بھیجنے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے اس کی قیمت بھی ادا کردی ہے۔ قدرتی طور پر ایسی باتوں کا اثر دل سے کبھی مٹا نہیں کرتا۔

۲۳-۱۹۲۲ء کا واقعہ ہے کہ میڈیکل کالج ہوسٹل میں اذان کے مسئلہ پر جو ایک غیر از جماعت طالب علم دیا کرتے تھے ہندو طلباء کے ساتھ کچھ جھگڑا پیش آ گیا۔ انگریز پرنسپل نے اذان بند کرنے کا حکم دے دیا۔ جو لوگ اذان دیا کرتے تھے انہوں نے کچھ کمزوری دکھانا چاہی۔ میں نے مشورہ دیا کہ حضرت امیر سے اس کے متعلق مشورہ کر لینا چاہیئے تاکہ مسئلے کا مذہبی اور دینی پہلو واضح ہو جائے چنانچہ ہم چند طالب علم نماز مغرب کے بعد حضرت ممدوح کو مسجد میں ملے اور آپ کی خدمت میں مدعا پیش کیا۔ آپ نے بڑے زور سے فرمایا کہ اذان کیسے بند ہو سکتی ہے۔ اور اذان کے خلاف مسلمان کسی کا حکم کیسے مان سکتا ہے۔ اگر آپ لوگوں نے ایسی معمولی سی بات پر کمزوری دکھائی تو پھر اسلام کے لئے آپ سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے۔ دراصل ایسی ہی باتوں سے انسان کا کیرکٹر بنتا ہے۔ اور پھر تسلی دی اور ہر طرح کی امداد کا وعدہ فرمایا اس واقعہ کا ان طلباء پر بڑا اثر ہوا۔ جب ہم نے مضبوطی دکھائی تو ہمیں فتح بھی حاصل ہو گئی اور باقاعدہ اذان اور نماز ہوسٹل میں جاری ہو گئی۔

ڈاکٹری کے آخری امتحان کے ایک پرچہ میں میرا ایک ساتھی اور میں چند منٹ دیر سے پہنچے جس کی وجہ سے یونیورسٹی کے قواعد کے ماتحت ہمیں کچھ پریشانی پیش آئی ہم حضرت امیر کے پاس حاضر ہوئے۔ تو آپ نے ایک خط مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کے لئے دیا جو ان الفاظ سے شروع ہوتا تھا۔۔۔ اَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ - حضرت مرزا صاحب پر اس کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ کام چھوڑ کر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی موٹر میں بٹھا کر ہمیں متعدد اشخاص کے پاس لے گئے اور ہماری مشکل آسان ہو گئی

جزاهما الله عنا احسن الجزا
واجعل الله الجنة مثواهما

حضرت امیر حاجتمندوں اور دوستوں کی سفارش کرنے میں ذرا بھر بھی کمی نہ کرتے تھے ان کی شخصیت کے اثر کے علاوہ ان کے سفارشی خطوط میں اس قدر سچی ہمدردی، گہری دلچسپی اور تاکید کا رنگ ہوتا تھا کہ صاحب غرض کا کام اکثر بن ہی جایا کرتا تھا۔ مجھے بھی آپ کے چند ایسے خطوط دیکھنے کا فخر حاصل ہوتا ہے۔

چند مرتبہ مجھے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بطور مہمان ٹھہرنے کا بھی موقعہ ملا۔ پہلی مرتبہ تو آپ کی خاص تاکید کی وجہ سے میں آپ کے ہاں ٹھہرا تھا لیکن جب میں نے دیکھا کہ آپ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا اس طرح ایک غیر معمولی موقعہ نصیب ہو جاتا ہے تو میں نے اپنے آپ کو مجبور پایا اور اپنے آپ کو اس دولت نایاب سے محروم رکھنا مجھے گوارا نہ رہا۔ پھر میں نے ان سے ایک مرتبہ خود عرض کر دیا کہ اب ۵ ہو رہیں گے آپ سے دور رہنا میں برداشت نہیں کر سکتا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ بہرحال زندگی کا مطالعہ کا جہاں کے لئے ایک اچھا موقعہ ہوتا ہے اس مطالعہ میں بھی میں نے حضرت ممدوح مرحوم و مغفور کو ایک بے نظیر انسان پایا۔

گھر میں بھی ان کی زندگی بے تکلف لیکن نہایت منظم تھی ایسا نظر آتا تھا کہ اس زندگی کا ہر لمحہ ایک خاص معیار پر تپا اور تُلا ہوا ہے۔ ہر کام کے لئے آپ کا وقت مقرر تھا اور آپ کا ہر وقت ایک کام کے لئے معین تھا۔ کھانے کی میز پر اور نماز کے لئے مسجد میں آتے جاتے وقت آپ کے ساتھ گفتگو کا موقعہ مل جاتا تھا۔ آپ کی طبیعت کی شگفتگی اور آپ کے سنجیدہ اور پرلطف مذاق کا ایسے اوقات میں اندازہ ہوتا تھا۔ دوستوں کی مجلس میں بے تکلفی سے بیٹھتے اور بعض پاکیزہ ظرافت کی باتیں بھی کرتے تھے۔ مسجد میں کرنل بشیر حسین صاحب سے ایسی پرلطف باتیں کرتے میں نے انہیں سنا تو پرانے دوستوں کی اولاد سے آپ کی محبت کی گہرائی کا کچھ اندازہ ہوا۔

ایک مرتبہ نماز فجر میں مجھے اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر آگے مصلیٰ پر کھڑا کر دیا۔ میں شرم سے پانی پانی ہو گیا اور ہر چند انکار کیا لیکن آپ کے حکم کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ نماز کے بعد مکان کو آتے ہوئے کچھ اور دوست بھی ساتھ تھے۔ قرآن خوانی کے متعلق بات چل پڑی تو فرمانے لگے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بہت اچھا قرآن پڑھتے تھے۔ قادیان میں جب صبح کی نماز پڑھاتے تو ایک بڑھی عورت جس کا گھر مسجد کے قریب تھا اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر ان کا قرآن سنا کرتی تھی جب وہ فوت ہو گئے تو حضرت مولانا نورالدین صاحب علیہ الرحمۃ نماز پڑھانے لگے تو اس عورت نے کسی سے شکایت کی کہ یہ کون اب نماز پڑھاتا ہے "ابہر تو غلطاں مار دا اے" یہ واقعہ سنا کر خوب ہنسے اور اپنے متعلق فرمانے لگے کہ "ہم بھی تو غلطاں مارتے ہیں"۔ دوستوں سے بھی جب ظرافت کی بات سنتے تو کھل کھلا کر ہنستے تھے۔ لیکن میں نے آپ کے منہ سے کسی کی بدگوئی۔ غیبت۔ عیب جوئی۔ اور کوئی بناوٹ یا ماتدبانہ کی کوئی بات کبھی نہیں سنی۔ مخالفین کا ذکر بھی کبھی آتا تو ہمیشہ عزت اور احترام کا نام لیتے۔ جیسے ایک بلند پایہ متقی مومن کی شان ہونی چاہیئے۔

آپ کی زندگی ہر قسم کے تصنع اور تملق سے پاک تھی۔ اسی لئے بعض سطحی خیال رکھنے والے لوگوں یا تھوڑی واقفیت رکھنے والوں کو اور خصوصاً ایسے لوگوں کو جو تکلف کو پسند کرتے اور تملق کی باتوں سے خوش ہونے کے عادی ہوتے ہیں آپ کی طبیعت کا صحیح اندازہ کرنے ..... میں غلطی لگ جانے کا امکان ہوتا تھا۔

رات کے آخری حصہ میں جو غالباً دو بجے کے قریب وقت ہوتا ہوگا آپ کے کمرے سے ایک دھیمی پرترنم اور پرسوز سی آواز آنی شروع ہوتی تھی جس کے اثر سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سب فضا پرکیف اور پرنور ہو گئی ہے۔ طویل قرأت میں وقفہ وقفہ سے کچھ درد بھری آوازیں بھی آنے لگتیں جن سے دعا ہائے مستجاب کا پتہ چلتا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ کیا تھا۔ حضرت مسیح موعود کے اس شعر کی تفسیر تھی ؎

اندریں وقت مصیبت چارہ ہائے مابیکساں
جز دعائے بامداد و گریہ اسحار نیست

ہماری بدنصیبی کہ ہم ان دعاؤں سے بھی محروم ہو گئے۔

میں نے ایک مرتبہ اپنی ایک بیماری میں آپ سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے مجھے لکھا کہ تمہاری صحت کے لئے دعا کرنا تو اب میرے لئے ایک ورد ہو گیا ہے۔ پھر ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ میں سجدہ میں دعا کر رہا تھا تو بے ساختہ میرے منہ سے الفاظ یوں نکل گئے "یا اللہ میرے بیٹے سعید کو شفا بخش"۔ میں نے عرض کیا میں تو اپنے آپ کو ہمیشہ آپ کا بچہ ہی سمجھتا تھا اچھا ہوا کہ اللہ میاں نے اپنے الہام سے اس پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی میں اسے اپنی زندگی کی ایک بہت بڑی قیمتی دولت سمجھتا ہوں کہ آپ کو میرے ساتھ اس قدر محبت تھی۔

میں گذشتہ سال وسط ستمبر میں پاکستان سے باہر جا رہا تھا۔ جس روز مجھے جانا تھا کراچی کے ہوائی اڈہ پر پہنچا تو تھوڑی دیر کے بعد حضرت امیر بھی محترمی میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کو ہمراہ لئے ہوئے تشریف لائے۔ جہاز کی روانگی میں دیر تھی قریباً دو گھنٹے بیٹھے رہے اور بھی کئی لوگ وہاں پر تھے۔ قرآن کریم اور اسلام کے متعلق ہی گفتگو فرماتے رہے مجھ سے فرمایا کہ مکہ میں پہلی مرتبہ قرآن کریم طبع ہوا ہے اس کا ایک نسخہ لیتے آنا۔ میں سفر میں ہی تھا کہ ان کی شدید بیماری کی اطلاع ملی لیکن جب میں نومبر میں واپس آیا تو آپ رو بصحت تھے۔

اس سال دوبارہ مجھے انہی ایام میں وطن سے باہر یورپ آنے کا اتفاق پیش آ گیا اور کراچی میں آپ سے ایسی حالت میں ملاقات ہوئی جب آپ بظاہر مرض کے دوسرے شدید حملے سے بھی اچھے ہو رہے تھے اور یہ خیال نہ تھا اور نہ ہی دل اس بات کو قبول کرتا تھا کہ میری آپ سے یہ آخری ملاقات ہوئی۔ ۱۴ر ستمبر کو قبل از دوپہر جب میں آپ کی خدمت میں وداعی ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو آپ کرسی پر تشریف رکھتے اور خط پڑھ رہے تھے مجھے کھانے کے لئے انگور دیئے اور کچھ گفتگو کے بعد مجھے ایک سیٹ کتابوں کا ہمراہ لے جانے اور کسی لائبریری میں پیش کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اور موزوں لائبریریوں کے پتے اگر میں لکھوں گا تو اور سیٹ بھی بھجوا دیں گے۔ اس ملاقات میں جو گفتگو ہوئی وہ آپ کی اسی دلی تڑپ اور زندگی کے اسی مقصد وحید کے ساتھ تعلق رکھتی تھی کہ کسی طرح سے اکناف عالم میں قرآن کریم کے تراجم اور اسلام کا پیغام جلد سے جلد پہنچ جائے۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ صحت کی ایسی حالت میں بھی صرف ایک ہی غم ہے جو ان کے دل کو کھا رہا ہے کہ یہ کام کہیں ادھورا نہ رہ جائے۔ جب میں نے رخصت چاہی تو آپ کرسی سے اٹھنے لگے۔ میں نے ہر چند روکا مگر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ یہ شاید ہماری آخری ملاقات ہو۔ بیٹھے بیٹھے میں آپ کو کیسے رخصت کر دوں۔ پھر مجھ سے بغلگیر ہوئے اور حقیقت میں یہ آخری ملاقات ہی ثابت ہوئی کہ ٹھیک اس کے ایک ماہ بعد ہم سب سے ہی رخصت ہو گئے۔ آپ کا وجود خاکی تو ہم سب سے ہمیشہ کے لئے مستور ہو گیا ہے لیکن آپ کا کام زندہ رہے گا اور آپ کی بلند پایہ تصنیفات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک چشمہ فیض کی حیثیت سے باقی رہیں گی جن سے ہزارہا بندگان خدا اور متلاشیان حق اپنی پیاس بجھاتے رہیں گے۔

اس مبارک انسان کے ہم پر بہت کچھ احسانات ہیں لیکن میرے نزدیک اس کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس کی محنت عرق ریزی کی بدولت ہم نے جو کچھ اور اچھی سے قرآن کے متعلق کیا

(باقی بر صفحہ ۱۴)

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے قبولِ احمدیت کی سرگذشت

ان کے اپنے قلم سے

۷ نومبر ۱۹۳۳ء کو "پیغام صلح" کا ایک "قبول احمدیت" نمبر شائع ہوا تھا۔ جس میں دیگر احباب کے علاوہ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے قبول احمدیت کی سرگذشت خود لکھی تھی۔ یہ سرگذشت ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کے متعلق مجھے سب سے پہلے اپنے عزیز دوست اور ہم جماعت منشی عبدالعزیز دہلوی پنشنر ہیڈ کلرک سے علم ہوا۔ میں اور میرے بڑے بھائی مولوی عزیز بخش صاحب رندھیر کالج کپورتھلہ میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اور وہیں یہ ہمارے عزیز دوست بھی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ جنہیں محبت سے ہم "بھائی جان" کہا کرتے تھے۔

۱۸۹۰ء میں ہم دونوں بھائی انٹرنس پاس کر کے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہو گئے۔ اور یہیں حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کے متعلق علم ہوا۔ ۱۸۹۱ء کے موسم گرما کی تعطیلات میں جب ہم گھر آئے ہوئے تھے تو "بھائی جان" کی ملاقات کے لئے کپورتھلہ گئے۔ جنہوں نے کتاب "ازالہ اوہام" دی جو انہی دنوں شائع ہوئی تھی۔

کتاب ازالہ اوہام کا مطالعہ

واپسی پر راستہ میں ہماری ملاقات اپنے ایک سابق استاد مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم سے ہوئی جنہوں نے اس کتاب کو ہمارے ہاتھ میں دیکھ کر بہت خفگی کا اظہار کیا کیونکہ اس سے انسان کا فر ہو جاتا ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر اس میں کوئی بات خلاف اسلام ہوگی تو ہم اسے قبول نہیں کریں گے۔

گھر پہنچنے پر ہم دونوں بھائیوں اور ہمارے والد مرحوم حافظ فتح الدین صاحب نے اس کتاب کو پڑھا اور ہم تینوں اس کتاب کو پڑھ کر اس بات پر متفق ہو گئے کہ جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے وہ درست ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے ہیں۔

حضرت اقدس کی نیک شہرت

والد مرحوم حافظ قرآن ہونے کے علاوہ کچھ عبور دینی کتب پر بھی رکھتے تھے۔ اور اسی وجہ سے ہمارے گھر میں اکثر دینی چرچا رہتا تھا۔ اور والد مرحوم کا ہی اثر تھا کہ ہم دونوں بھائیوں کو جب سے ہوش سنبھالا نماز کے ساتھ ایسا شغف تھا کہ کپورتھلہ میں طالب علمی کے ایام میں پانچ وقت مسجد میں جا کر نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔

قادیان اور ہمارے گاؤں "مرار" کا فاصلہ براہ راست کچھ زیادہ نہ تھا شاید بیس میل ہوگا۔ اور حضرت مرزا صاحب کی شہرت ان اطراف میں نہایت نیک تھی۔ اور لوگ یہ جانتے تھے کہ قادیان میں ایک بہت بڑے بزرگ ہیں جو مستجاب الدعوات ہیں اور زہد اور عبادت اور علم میں بے نظیر انسان ہیں والد مرحوم کو ان حالات کا خوب علم تھا اور سب سے پہلا اثر جو حضرت مرزا صاحب کے قبول کرنے میں ہمارے لئے موجب کشش ہوا وہ یہی آپ کی نیک شہرت تھی۔

پہلی فیصلہ کن بات

آج جو بہت لوگ احمدیت کی طرف سے بے اعتنائی برتتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے بہت سے مباحث میں سے گذرنا اور بہت سے پیچیدہ مسائل کی واقفیت ضروری ہے۔ کم سے کم ہم تینوں کو ایسی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ ہمارے لئے پہلی فیصلہ کن بات تو یہی آپ کی پاک اور نیک زندگی تھی۔ خود قرآن کریم نے آنحضرت صلعم کی صداقت پر اس بات کو بطور دلیل پیش کیا ہے فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون اس سے پہلے بھی میں نے تمہارے اندر ایک عمر گذاری ہے پھر تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟ آپ کی پہلی زندگی کوئی گمنام زندگی نہ تھی۔ آپ کے اتقا۔ امانت۔ دیانت کی وجہ سے دل آپ کے سامنے جھکے ہوئے تھے۔ یہ مسلم تھا کہ آپ نے جھوٹ کبھی نہیں بولا۔ ان لوگوں تک کو یہ اعتراف تھا جو بعد میں آپ کے سخت ترین دشمن ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ انسان کو جب کسی بلند مرتبہ پر کھڑا کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے تیاری یہی ہوتی ہے کہ پہلے قلوب پر اس کی نیکی۔ اتقاء، زہد۔ اعلیٰ اخلاق صداقت۔ خدمت خلق ان سب چیزوں کا اثر ہوتا ہے۔ اور وہ دنیا میں ایک نیک اور عظیم الشان شہرت کا مالک ہوتا ہے۔ اس کی اسی سنت کے مطابق حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے مقام پر فائز ہونے سے پہلے نیکی۔ زہد۔ تقوےٰ۔ علم میں عظیم الشان شہرت رکھتے تھے۔ آپ ایک گمنام آدمی نہ تھے کہ اس ذریعہ سے شہرت حاصل کرنے کی آرزو ہوتی۔ میں اور بہت سے احباب کو جانتا ہوں جن کو پہلی بات آپ کی طرف کھینچنے والی یہی آپ کی پہلی زندگی تھی آپ کے علم اور آپ کے بلند اخلاق اور آپ کے زہد اور آپ کی سچائی کی ایک عام شہرت تھی اور یہی وہ چیز تھی جس نے والد مرحوم اور ہم دونوں بھائیوں کے دلوں پر آپ کی صداقت کا پہلا اثر ڈالا۔

علمی باتیں بھی مشکل نہ تھیں

علمی باتیں بھی اتنی مشکل نہ تھیں اور فی الحقیقت مشکل نہیں والد مرحوم کو بلاشبہ دینی واقفیت بہت زیادہ تھی۔ اور ہم دونوں بھائی ابھی کالج کے طالب علم تھے۔ لیکن اس موٹی بات کا سمجھ لینا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔ کہ قرآن شریف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ اس بارے میں کھلی اور واضح آیات ازالہ اوہام میں حضرت صاحب نے پیش کی تھیں جن سے ادنیٰ شبہ بھی اس بات میں باقی نہیں رہ جاتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے۔ یہی قبول احمدیت کا بنیادی پتھر ہے۔ اور قرآن شریف کی حکومت کے سامنے سر جھکانے والا ان پڑھ آدمی بھی ہو تو اس کا سمجھ لینا اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔

قبول احمدیت کا دوسرا مرحلہ

دوسرا مرحلہ قبول احمدیت کا حضرت مسیح کا نزول ہے۔ اس کے لئے بھی بہت علم کی ضرورت نہیں۔ آج ایک ایک مسلمان بچہ جانتا ہے کہ اس امت میں مسیح کے نازل ہونے کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اور معتبر سے معتبر احادیث اس بارے میں موجود ہیں جن کو بخاری اور مسلم نے قبول کیا ہے۔ اب اگر بنیادی پتھر رکھا جا چکا ہے اور ایک شخص حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کو تسلیم کر چکا ہے تو دوسرا مرحلہ بھی نہایت آسان ہے۔ احادیث میں جس مسیح کے آنے کی خبر ہے۔ وہ کون ہے؟ کیا حضرت عیسیٰؑ جو انبیائے بنی اسرائیل میں گذر چکے ہیں۔ وہی خود آئیں گے؟ نام سے یہی دھوکا لگتا ہے۔ لیکن وفات مسیح کو مان لینے کے بعد دو باتوں میں سے ایک بات کے ماننے سے چارہ نہیں۔ یا یہ کہ آنے والا مسیح اس امت کا کوئی مجدد ہے اور یا یہ کہ وہ احادیث جن میں مسیح کے نزول کا ذکر ہے وہ سب کی سب جھوٹی ہیں۔ شق ثانی ایسی ہے جس کو کوئی مسلمان جس کے دل میں حدیث نبوی کا احترام ہے مان نہیں سکتا۔ ورنہ حدیث کے سارے مجموعہ ہی کو پھینکنا پڑتا ہے۔ اس لئے شق اول کے ماننے سے چارہ نہیں۔ یعنی اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں، تو یہ یقینی بات ہے کہ اس امت کا کوئی مجدد نزول مسیح کی پیشگوئیوں کا مصداق ہے۔ افسوس ہے کہ اکثر لوگ ان امور کی طرف سے لاپرواہی برتتے ہیں۔ وہ غور ہی نہیں کرتے۔ اپنی توجہ کو اس طرف لگاتے ہی نہیں ورنہ اس بات کا سمجھ لینا کچھ بھی مشکل نہیں، کیا حضرت عیسیٰ زندہ ہیں یا فوت ہو گئے اگر فوت ہو گئے تو کیا وہ احادیث سچی ہیں یا جھوٹی۔ جن میں نزول مسیح کا ذکر ہے۔ اگر سچی ہیں تو کیا اس امر کے ماننے کے سوائے چارہ ہے کہ اسی امت کا کوئی مجدد ان پیشگوئیوں کا مصداق ہوگا۔؟

ختم نبوت

اس سوال کے حل کرنے میں اور بھی بعض باتیں ہمارے سامنے فوراً آجاتی ہیں۔ قرآن شریف میں اس بات کی صراحت ہے اور تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نبی اسی صورت میں آسکتا ہے کہ نبوت کا کچھ کام باقی ہو۔ لیکن اگر نبوت کا کام تکمیل کو پہنچ گیا ہو اور اگر ختم نبوت کا عقیدہ صحیح ہے تو نبوت کا کام ختم ہو چکا اور اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔ خواہ وہ پہلے کا نبی بنا ہوا ہو یا بعد میں بنے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آنحضرت صلعم کے بعد اس دنیا میں کسی نبی کا آنا ممتنع ہے آپ کے بعد صرف مجددوں کا کام باقی ہے اس لئے مجدد ہی آسکتے ہیں۔ نبوت کا کام نہیں اس لئے نبی نہیں آسکتا۔

دو جداگانہ حلیئے

دوسری بات یہ ہے کہ صحیح احادیث میں حضرت مسیح اسرائیلی اور آنے والے مسیح کے دو الگ الگ حلیئے دیئے ہیں اگر وہی مسیح آنے والا ہوتا تو حلیہ کس طرح الگ ہوتا۔ حضرت مسیح اسرائیلی کا حلیہ سفید۔ گھنگھریالے بالوں والا دیا ہے۔ آنے والے

مسیح کا حلیہ گندم گوں رنگ سیدھے بالوں والا دیا ہے

تیسرا مرحلہ

تیسرا مرحلہ اس سوال کے حل کرنے میں یہ تھا کہ اگر یہ صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے اور یہ بھی صحیح ہے کہ آنے والا مسیح اسی امت کا کوئی مجدد ہونا چاہیئے تو پھر کیا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی وہ مسیح ہیں یا ہمیں کسی اور کا انتظار کرنا چاہیئے یہ مرحلہ بھی صاف تھا۔ آپ کا مجدد ہونا مسلم ہو چکا تھا۔ آپ کی صداقت اور راستبازی پر کوئی حرف رکھنے والا نہ تھا۔ تو جس شخص نے کبھی انسان پر جھوٹ نہیں بولا وہ خدا پر کیونکر جھوٹ بول سکتا ہے چہ جائیکہ مجدد پر ایسا گمان کیا جائے۔ جب وہ کہتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے مجھے ان پیشگوئیوں کا مصداق اور اس امت کا مسیح بنا کر بھیجا ہے تو یہ جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں جس شخص پر اتنی بڑی حقیقت منکشف ہوئی جس کو اللہ تعالےٰ نے وہ راز بتا دیا جو اتنی مدت سے دوسرے لوگوں پر ظاہر نہ ہوا تھا۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کی ان پیشگوئیوں کی حقیقت پر مطلع کیا اس سے بڑھ کر اور کون مصداق ان پیشگوئیوں کا ہو سکتا ہے۔ اور سچ بھی یہی ہے کہ جب پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آتا ہے تب ہی اس کی حقیقت پر بھی لوگوں کو مطلع کیا جاتا ہے۔ اگر اس پیشگوئی کا مصداق نہ آگیا ہوتا تو اس کی حقیقت کا انکشاف بھی ابھی نہ ہوتا۔

دعوٰئے نبوت سے انکار

یہ ان چند موٹی موٹی باتوں کا ذکر میں نے کیا ہے۔ جو والد صاحب مرحوم اور ہم دونوں بھائیوں کے فیصلہ کرنے میں ہمارے لئے ممد و معاون ہوئیں۔ یہ باتیں اس قدر واضح تھیں کہ ہم تینوں ایک وقت انالہ اور ہم کے مطالعہ کے بعد ایک ہی فیصلہ پر پہنچے۔ اور دل سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے قائل ہو گئے۔ آپ کے دلائل کو دیکھ لینے کے بعد ایک لحظہ کے لئے بھی آپ کی صداقت میں شک نہیں ہوا۔ لیکن بایں ہمہ تینوں میں سے کوئی بھی حضرت صاحب کی بیعت میں داخل نہیں ہوا۔ اس کے بعد جب حضرت مسیح موعود ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لائے جہاں مولوی عبدالحکیم کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ جس میں آپ کی اس تحریر پر مباحثہ ختم ہو گیا کہ آپ کا دعوٰے نبوت کا نہیں بلکہ آپ نے لفظ نبی صرف اپنے لغوی معنے میں یعنے محدث کے معنے میں استعمال کیا ہے۔ اور کہ باوجود اس تشریح کے بھی یہ لفظ آپ کے مسلمان بھائیوں کو ناگوار گزرتا ہو تو وہ اسے کٹا ہوا سمجھ کر اس کی جگہ لفظ محدث سمجھ لیں۔ اس وقت ہم دونوں بھائیوں نے حضرت مسیح موعود کی زیارت کی اور آپ کی صداقت پر ہمارا یقین اور بھی بڑھ گیا۔

خواجہ کمال الدین مرحوم سے ملاقات

۱۸۹۲ء میں بی اے پاس کرنے کے بعد ان ایام میں جب میں ایم اے کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اور مولوی عزیز بخش صاحب ٹریننگ کالج میں چلے گئے تھے۔ میں اسلامیہ کالج میں پروفیسر ریاضی ہو گیا۔ اور اسی وقت سے میری ملاقات میرے مکرم دوست خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے ساتھ ہوئی جو میری طرح ایم اے میں تعلیم بھی حاصل کرتے تھے اور اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر بھی تھے۔ خواجہ صاحب مرحوم حضرت صاحب کی بیعت میں داخل ہو چکے تھے اور میں ابھی تک داخل نہ ہوا تھا لیکن خیالات میں اس قدر یگانگت تھی کہ ہمارے تعلقات محبت بہت ترقی کر گئے ان ایام میں بھی اخبارات میں بعض مضامین بھی حضرت صاحب کی تائید میں لکھتا تھا۔ گو ابھی تک بیعت نہ کی تھی۔

سفر قادیان اور بیعت

خواجہ صاحب کے ساتھ ان تعلقات پر دو اڑھائی سال گزر جانے کے بعد انہوں نے مجھ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں ان کے ساتھ قادیان چلوں۔ اور حضرت صاحب کی زیارت کروں۔ چنانچہ مارچ ۱۸۹۷ء میں خواجہ صاحب کے ساتھ (کچھ اور بھی احباب ساتھ تھے) قادیان گیا۔ قادیان کے دو چار دن کے قیام نے ہی ایک نیا عالم آنکھوں کے سامنے کھول دیا۔ گو آپ کی تحریروں سے بھی آپ کا وہ درد ظاہر ہوتا تھا جو اسلام کی ترقی کے لئے آپ کے دل میں تھا۔ اور آپ کے خدمت اسلامی کے جذبہ کی جھلک آپکے ہر لفظ میں نظر آتی تھی۔ مگر صحبت میں رہ کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ کا دن رات کا شغل سوائے اس کے کچھ ہے ہی نہیں۔ نماز فجر ہوئی تو بیٹھ گئے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کا ذکر ہے۔ تھوڑی دیر بعد سیر کو نکلتے ہیں تو سارے راستہ میں یہی گفتگو ہے۔ واپس آتے ہیں، کھانے پر احباب کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ تو یہی ذکر ہے۔ نماز مغرب کے بعد عشاء تک پھر مسجد میں بیٹھتے ہیں اور طرح طرح کے پیرایوں میں کہ اسلام کی صداقت کے سامنے کوئی دین نہیں ٹھہر سکتا۔ یورپ میں دین اسلام کیونکر پھیل سکتا ہے۔ ہندوستان میں آریہ سماج کے مقابلہ کی کیسی ضرورت ہے۔ سکھوں کے پیشرو بابا نانک صاحب اسلامی صداقتوں سے کیسے متاثر تھے۔ خدا سے تعلق کس طرح پیدا ہوتا ہے۔ نمازوں میں لذت کس طرح آتی ہے قرآن کریم کو اپنا ہادی بنانے کی کیسی ضرورت ہے۔ غرض ہر وقت یہی ایک شغل ہے جو دنیا کی مجالس میں کہیں نظر نہیں آتا۔ مجھے ٹھیک یاد نہیں کہ اس وقت کتنے دن قیام کیا۔ غالباً سات آٹھ دن تھے۔ اور بالآخر خواجہ صاحب مرحوم کے ذریعہ اس پاک انسان کے ساتھ تعلق بیعت کی خواہش خود ہی ظاہر کی اور بیعت میں شامل ہوا۔ گو جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں والد صاحب مرحوم اور ہم دونوں بھائی حضرت مسیح موعود کی صداقت کے دل سے قائل تھے مگر بیعت کو غیر ضروری سمجھتے تھے اور اس قدر کافی سمجھتے تھے کہ ہم آپ کو صادق مانتے ہیں۔ اور کہ بیعت میں داخل ہونے کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ آج بھی بہت لوگ اس خیال کے ہیں بلکہ میرا خیال ہے کہ ان لوگوں کی تعداد ہماری جماعت سے بہت زیادہ ہے جو حضرت مسیح موعود کی صداقت کے قائل تو ہیں لیکن بیعت میں شامل نہیں یا بیعت کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ایسے ہی لوگوں کو اپنے اندر شامل سمجھ کر حضرت صاحب اپنی جماعت کی تعداد کا اپنی زندگی کے آخری ایام میں چار لاکھ کا اندازہ کرتے تھے۔

بھائی صاحب اور دیگر اعزّہ کی بیعت

بہرحال بیعت کر لینے کے بعد میں نے اس واقعہ سے اپنے بڑے بھائی مولوی عزیز بخش صاحب اور والد مرحوم کو اطلاع دی اور وہ دونوں بھی فی الفور بیعت میں داخل ہو گئے اور اس کے بعد باقی سب بھائی اور دیگر رشتہ دار بھی داخل بیعت ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ آج خدا کے فضل سے ان عزیزوں کی ایک بڑی بھاری جماعت بن گئی ہے جو سب کے سب اللہ کے فضل سے خدا کے دین کی مدد میں حسب حیثیت مصروف ہیں۔

اللہ تعالےٰ کا دوسرا فضل

اور پھر دوسرا فضل خدا کا یہ ہے کہ سب عزیز اس غلط راہ پر پڑنے سے بچے رہے ہیں جس کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نئی نبوت قائم کی گئی ہے، اور چالیس کروڑ کلمہ گوؤں کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ میں اس بات کو اللہ تعالےٰ کے عظیم احسانات میں سے سمجھتا ہوں کہ اس نے مجھے اپنا قدم اٹھانے کی توفیق دی جو میرے ساتھ تعلق قرابت یا محبت رکھنے والوں کے لئے موجب ہدایت ہوا۔

بیعت کی ضرورت و اہمیت

صداقت تو وہی تھی جس کو میں بیعت سے پہلے بھی قبول کرتا تھا اور بیعت کے بعد بھی کرتا تھا۔ لیکن بیعت نے میرے لئے ایک نیا دروازہ کھول دیا اور ایک نئی روح، نیا جوش اور نیا ایمان پیدا کر دیا۔ یہ کوئی عارضی جذبہ نہ تھا بلکہ زندگی کے اندر ایک انقلاب عظیم تھا جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود اس کے کہ قانون کے امتحانات میں سے اول یا دوم رہ کر پاس کئے اور ایک وکیل کی کامیاب زندگی کا دروازہ میرے سامنے کھل چکا تھا۔ اور باوجود اس کے کہ اسی لاہور ہی کے مقابلہ میں میرا نام منظور شدہ تھا۔ جہاں مجھے نکل جانے کی پوری توقع تھی۔ یہ تمام باتیں خدمت دین کے سامنے ہیچ معلوم ہونے لگیں۔ اور حضرت مسیح موعود کے ایک اشارہ پر کہ ہم ایک انگریزی رسالہ نکالنا چاہتے ہیں اس طرف کی تمام امیدوں کو رخصت کیا۔ اور خدا نے مجھ جیسے ایک ناکارہ انسان سے کام لیا۔

میں جانتا ہوں کہ بہت لوگ ہیں جو میرے اس پہلے زمانہ کی طرح اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کو سچا مان لینا کافی ہے اور بیعت کی کوئی ضرورت نہیں یا وہ بیعت کا نام لینے سے اس لئے گھبراتے ہیں کہ ایک بدنام جماعت سے مل کر بدنام ہونا پڑتا ہے۔ لیکن آج جو شخص بدنامی سے ڈرتا ہے وہ اپنی خداداد طاقتوں کو ضائع کرتا ہے۔ بیشک جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر انسان ایک تنور کی آگ میں کودتا ہے۔ مگر اس کے اندر آ کر دیکھتا ہے تو یہی بیرونی آگ اس کے قلب میں سکون اور راحت پیدا کرنے کا کام دیتی ہے۔ ماسوی اللہ کا خوف اٹھ جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی انسان کی ترقی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ خدمت اسلام کے لئے نڈر آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اور اگر دنیا کی نگاہ میں تھوڑی سی ذلت قبول کرنے سے ماسوی اللہ کا خوف دور ہو جائے تو یہی ذلت عزت کے مقام پر پہنچانے والی چیز ہے۔

محمد علی

ان کی باتیں یاد آتی ہیں (بقیہ صفحہ ۱)

یسرنا القراٰن للذکر فھل من مدکر کی تفسیر کو عملی صورت میں دیکھا اور علم دین جو صدیوں سے صرف طبقہ علماء کی حدود میں محدود تھا اس کا حصول ہر لکھے پڑھے آدمی کی حد استطاعت میں لا کر رکھ دیا گیا۔ یہ ایسا فیض ہے جو کبھی بھی بند نہ ہوگا اور آنے والی نسلیں محمد علی کا نام ابد تک عزت اور احترام کے ساتھ یاد کریں گی اور اس کی روح پر برکتیں بھیجیں گی۔ ہم اپنے ماں باپ کو تو بھول سکتے ہیں۔ لیکن ہماری ہر صبح اور ہماری ہر شب جب ہم اس کی تفسیر پاک کی کتاب ہاتھ میں لیتے ہیں اس کی یاد ہمارے سینوں میں تازہ ہو جاتی ہے اور ہماری زبانوں سے بے ساختہ اپنے اس بڑے محسن کے لئے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کے مرقد پر انوار اور رحمتیں نازل فرمائے اور موت کے دروازہ سے گزرنے کے بعد اس زمرہ صالحین میں جہاں ان کا مقام ہے ہمیں بھی شامل فرمائے۔

آفتابِ علم و حکمت شُد غروب

(مولانا مرتضیٰ احمد خاں حسن)

رفت از دُنیا امیرِ قومِ ما ❊ آں فقیہہ بے نظیرِ قومِ ما
در فراقش محشرِ صغریٰ بپا ❊ آہ بر لب داغہا بر سینہ ہا
بود مردِ حق پرست و باخُدا ❊ مشرب او راستی صدق و صفا
روز و شب مشغول در تائیدِ دیں ❊ سر فگندہ پیشِ ربّ العالمین
کلکِ گوہر بارِ آں والاصفات ❊ مردگاں را داد پیغامِ حیات
ذی شعور و عاقل و فرزانہ ❊ قلب و ... فیش از ہوا بیگانہ
مفتخر از درگہِ بندہ نواز ❊ با نشاں ہائے نمایاں سرفراز
علمِ قرآں علمِ آں طیّب کتاب ❊ حق تعالےٰ داد او را بے حساب
عالمِ دیں واقفِ سرِّ نہاں ❊ کاشفِ رازِ حقیقت بے گماں
نافۂ علمش بعالم مشکبار ❊ زو معطّر شد مشامِ ہر دیار
نطقِ او سرِّ نہانی گفتہ است ❊ کلکِ او دُرِّ معانی سفتہ است
یک جہاں از نورِ او پُر نور شُد ❊ یک جہاں از فیضِ او معمور شُد
آہ - آں عزّت نشانِ عالی مکاں ❊ رفت و مارا داد رنجِ بیکراں

آفتابِ علم و حکمت شد غروب
نیّرِ رشد و ہدایت شُد غروب

او گلے از گُلستانِ احمدی ❊ بُلبلے از بوستانِ احمدی
شاخِ میوہ دارِ باغِ احمدی ❊ زو شدہ روشن چراغِ احمدی
مدتے از عُمرِ خود کردہ بسر ❊ در حضورِ مہدیٔ فرخ گہر
از ضیائے مہرِ او ــــــ پرنور شد ❊ وز حقائق سینۂ اش معمور شُد
محرمِ اسرار شد در صحبتش ❊ بہرہ ور شد از رموزِ حکمتش
از دمِ عیسیٰ مریم زندہ شُد ❊ ہمچو خور اندر جہاں تابندہ شُد

ہاں در عہدِ فرخِ آں خوش نصیب ❁ شد علی وجہ الاتم کسرِ صلیب

او مسیحائے زماں را آیتے ❁ از پئے عالم نشانِ رحمتے

احمدیت را وجودش افتخار ❁ در دو عالم صاحبِ عزّ و وقار

حسرتا! آں پیکرِ صدق و صفا
فجئتہً مستور شد از چشمِ ما

رفت از دُنیا امیرِ محترم ❁ کشورِ دیں را دبیرِ محتشم

حامئ دیں خادمِ شرعِ مبیں ❁ فخرِ امت صدرِ بزمِ آخریں

شہسوارِ عرصۂ تبلیغِ دیں ❁ قائدِ ملت ۔ امیر المومنین

بس بگردید و بگردد روزگار ❁ باز ناید ایں چنیں عالی وقار

مادرِ گیتی نہ زاید بعد ازیں ❁ پورے عالیشان در دنیا و دیں

او نہ مثلے داشت در صدق و سداد ❁ نیک رو نیکو سیر فرخ نژاد

بر ہمہ ضوبار مہرِ حکمتش ❁ اسود و احمر رہینِ منتش

ذاتِ والا چشمۂ فیضِ اتم ❁ از خدائے پاک نیسانِ کرم

روضۂ ملت از و سیراب شد
باغِ دینِ مصطفےٰ شاداب شد

گوہرِ شاہوار از کانِ نبی ❁ جانِ او را ربط با جانِ نبی

محو خود را کرد در ذاتِ نبی ❁ با صحابہ نسبتے او را قوی

اندریں ایّام بر روئے زمیں ❁ کس ندیدہ عاشقِ قرآں چنیں

جنّت الماوٰی مقامش بالیقیں ❁ مہبطِ انوارِ ربّ العالمیں

دردِ ما را نیست گرچہ انتہا ❁ آتشِ فرقت بسوزد جانِ ما

گرچہ مجروحیم از تیرِ بلا ❁ لیک راضی ایم بر فضلِ خدا

ما نہ تنہا مبتلائے رنج و غم ❁ در فراقش عالمے پُر از الم

اے خدا! بر روحِ آں عالیمقام ❁ تا قیامِ مہر و مہ صدہا سلام

اے خدا! بر تُربتش رحمت ببار
نیز ما را دہ شکیب و اصطبار

یادِ رفتگان

صالحہ فاروقی صاحبہ دختر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور

یارب ز چہ شد دامن من غیرت جیحون
یارب ز چہ شد اشک شفق دیدۂ پرخون

قانون خداوندی کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ نیک و ولی اللہ خدمت دین کرنیوالوں کی عمریں اکثر لمبی نہیں ہونے پائیں۔ شاید ان کی محنتوں کا انعام دینے کے لئے مشیت ایزدی میں بھی جلدی ہوتی ہے۔

اصحاب مسیح موعودؑ

ہم نے اس وقت ہوش سنبھالی اور وہ مبارک وقت دیکھا جبکہ اصحاب مسیح موعود علیہ السلام اس دنیائے فانی کی سٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ وہ شاندار ہستیاں، وہ مبارک چہرے، وہ بے لوث ہمدردی اور محبانہ شفقت رکھنے والے، وہ دین کے علمبردار جنہیں دیکھکر ہمارے ایمان تازہ ہوتے۔ بچپن میں ان کا پیار دیکھا، جوانی میں ان کے وعظ سنے، اس زندگی کے لئے بہت سے سبق سیکھے۔ اور پھر آہ وہ وقت بھی دیکھا جب وہ ایک ایک کرکے ہم سے رخصت ہونے لگے۔ دنیا اداس ہوتی نظر آئی۔

والدین سے جدائی

میرے لئے ایک دردناک وقت اس وقت آیا جبکہ میرے والدین مجھ سے جدا ہوئے دنیا اندھیر نظر آئی۔ اتنی بڑی نعمت کے چھن جانے پر دل پاش پاش ہوگیا جب کوئی دکھ تکلیف آتی ان کے زیر سایہ جاکر آرام مل جاتا تھا۔ مشیت ایزدی کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔

ایک پر نور ہستی

دل کی تسلی کے لئے ٹوٹے ہوئے دل کو سہارا دینے کے لئے ایک پر نور ہستی تھی جس کی پر شفقت نگاہیں زخم پر مرہم کا کام دیتی معلوم ہوتی تھیں ابھی ایک منور چراغ باقی تھا جس سے محفل دین جگمگا رہی تھی۔ جس نے پکار پکار کر کہا میرے ساتھی چلے گئے میں بھی عنقریب جانے والا ہوں آؤ اسلام کی خاطر خدا کے کلام کی خاطر اپنی جھولیاں ثواب سے بھر لو۔ اس کی زبان سے برسے ہوئے موتی دل کی تہوں میں جا بیٹھتے اس کی عظمت بھری نگاہ پتھر کو موم بنا کر رکھدیتی۔ جس کے ایک اشارہ پر ہر ایک دل جان مال کرنے کے لئے آمادہ ہوجاتا۔

پر عظمت ہستی چھن گئی

آہ یہ معلوم نہ تھا کہ یہ پر عظمت ہستی اسقدر جلد چھن جانے والی ہے۔ آخر وہ وقت بھی آیا کہ یہ بشیر اسلام ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا دنیا تاریک نظر آئی۔ دل ریزہ ریزہ ہے۔ کل کیا دیکھا آج کیا دیکھ رہے ہیں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائیگی

کس قدر خوبیاں اللہ نے جمع کر دیں

وہ کیا ہستی تھی کیا انسان تھا اس کی خوبیوں کو بیان کرنا میری طاقت قلم سے باہر ہے۔ کس قدر خوبیاں اللہ تعالیٰ نے اس ہستی میں جمع کر دیں یہ اس کی شان ہے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ اس گاؤں کے سادہ انسان کو خدا تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے لئے چن لیا۔ کتنا عالم۔ کسقدر عقلمند کیسا روشن خیال۔ کتنا مستعد۔ کتنا باحیا۔ عالی مرتبہ بزرگ وہ دور اندیش باپ ایک خدمتگذار وفادار شوہر اور قوم کا رہنما تھا۔ عزیزوں کا ہمدرد۔

گھڑی کی سوئی کی طرح کام

صبح سے لیکر شام تک ان کا ہر کام گھڑی کی سوئی کی طرح اپنے وقت پر ہوتا نظر آتا۔ گھنٹوں تصنیف و تالیف کے بعد آپ کچھ وقت پودوں و پھولوں کی دیکھ بھال اور گھر کے انتظام پر صرف فرماتے اتنے میں کھانے کا وقت ہو جاتا کھانا نوش فرماتے اور اذان کی آواز پر مسجد تشریف لے جاتے۔

جب آپ کی شادی میری ہمشیرہ سے ہوئی تو اس وقت وہ کم عمر تھیں ظہر کی نماز کے بعد آپ انہیں انگریزی عربی کی تعلیم دیتے اجد میں جب لڑکیاں بڑی ہوگئیں تو انہیں بھی قرآن شریف با ترجمہ پڑھایا کچھ عرصہ پاس رہنے کا موقع ملا تو میں نے اور میری بہنوں نے بھی قرآن شریف با ترجمہ آپ سے پڑھا۔ معمولی سے آرام کے بعد پھر خدا کے حضور حاضر ہوتے اور پھر وہی تصنیف کا کام۔ پہاڑ پر شام سے پہلے سیر کے لئے تشریف لے جاتے۔ لاہور میں قیام ہوتا تو علی الصبح روزانہ سیر کا وقت مقرر تھا۔ چلنے میں بہت تیز رفتار تھے۔ میلوں کا چکر لگا لیتے تھے

طبیعت کی شگفتگی

کوئی ملنے والا آجاتا تو اپنے مصروف وقت میں سے کچھ وقت ہنسی اور خوش مزاجی کے ساتھ اس کے ساتھ گذارتے۔ طبیعت کی شگفتگی اور لطیفہ گوئی سے سبکو محظوظ فرماتے۔ بچوں کے ساتھ بے حد دلچسپی لیتے اور ان کی حرکتوں پر ہنستے اور خوش ہوتے۔ بعض وقت بچوں سے مذاقیہ باتیں کرتے ہوئے ان کے بھولے بھالے جواب پر قہقہہ لگا کر ہنستے۔

گھر کے معمولی کام

آپ گھر کا معمولی سے معمولی کام کرنا معیوب نہیں سمجھتے تھے۔ جب آپ احمدیہ بلڈنگس میں مقیم تھے میں آپکے ہاں گئی دیکھا کہ کمرے کی گرد آلود چک کو جھاڑن سے جھاڑ رہے ہیں۔ یہ نفاست پسند انسان تنگی کی حالت میں اپنے ہاتھ سے کام کر لیتا تھا اپنے متعلق کام ہمیشہ آپ کرتے۔ جب کبھی سفر درپیش ہوتا سامان کا باندھنا اور کھولنا آپ کا کام تھا یہ اس لئے نہ تھا کہ اور کوئی کرنے والا نہ تھا۔ دراصل آپ اپنی محنتی اور سلجھی ہوئی طبیعت سے مجبور تھے کہ سب کام و انتظام اپنے ہاتھ میں رکھیں ہم نے کبھی آپ کو فارغ بیٹھے نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ کوئی دوست عزیز ملنے کے لئے آجائیں اور آپ کچھ وقت ان کے پاس گذاریں یہ وقت بھی بہت مختصر ہوتا اس کے بعد آپ اپنے کام میں مشغول ہو جاتے۔

کھانا اور لباس

کفایت شعاری آپ کی عادت تھی ہمیشہ سادہ کھانا کھایا اور سادہ لباس پہنا۔ کئی بار آپ کے دسترخوان پر کھانا کھانے کا موقعہ ملا۔ قاعدہ صحت اصولوں کے مطابق بنایا ہوا بغیر زیادہ گھی کے سادہ سالن اور روٹی ہوتی اپنے آگے اتنا تھوڑا کھانا لیتے کہ حیرانی ہوتی۔ دال یا سادہ سبزی مگر ایک خاص مقدار میں پھل کھانا ضروری سمجھتے۔ اسی خاطر آپ نے اپنی جائے رہائش پر کئی قسم کے پھلدار پودے لگوا رکھے سفید لباس پسند تھا۔ سستے سے سستا سفید ململ جو پچھلے زمانے میں ہر گز ملتا تھا اپنی قمیصوں کے لئے پسند فرماتے۔ فرماتے اسی تھان سے پانچ چھ قمیصیں بن جائیں۔ کوٹ اور بوٹ دونوں ایک ہی نظر آتے۔ اس معمولی سادہ لیکن ہمیشہ صاف لباس میں آپ کا وہ شاندار رعب نظر آتا تھا جو کہ شاید کسی اعلیٰ سے اعلیٰ افسر کو بھی نصیب نہ ہوا ہوگا۔

عبادت اور علم و معرفت

اسی بیدار مغز عالم دین نے، دنیا کی باریک حکمتوں اور اصولوں کو سمجھنے والے درویش صفت بزرگ نے اپنی تمام زندگی میں رات کا نصف حصہ عبادت میں اور دن کا زیادہ حصہ کوٹھی کے ایک کونے میں بیٹھ کر علم معرفت کے دریا بہانے اور قوم کو زندہ کرنے کی سوچ و فکر میں چپ چاپ گذار دیا لیکن کبھی اپنے زہد و تقویٰ کا ڈھنڈورا پیٹنے اور شہرت پھیلانے کا خیال نہیں آیا۔ طبیعت میں بناوٹ کا نام نہ تھا۔ بچے، بوڑھا، شاہ و گدا سب سے ایک ہی طریق سے خلق سے پیش آتے

شہرت و عظمت

لیکن کیا یہ چپ چاپ زندگی بسر کرنے والا گمنام رہا؟ نہیں! اس کے دل کے درد نے اس کے قلم کے آنسوؤں سے اس کی شہرت کو پھیلا دیا۔ مخالف ہزار اس چاند پر خاک ڈالیں لیکن وہ چمکتا رہے گا۔ نظر بصیرت رکھنے والے اس کے علم کے شیدا اور اس کی عظمت کے قائل ہوچکے ہیں۔

وہ دنیا میں اپنی شان و شوکت دیکھنے کا متمنی نہ تھا اگر دنیاوی گورنمنٹ کے ماتحت یہ دماغی کام کرتا تو خدا جانے کس قدر انعامات و خطابات و عزت و نشان کا مالک ہوتا۔ لیکن خدا کو ایسا منظور نہ ہوا۔ اس عارضی عزت کے مقابلہ میں اسے اپنے دربار اعلیٰ میں انعامات و اعزازات کا وارث بنانا مقصود تھا۔

دنیا کے ہر گوشہ میں

دنیا کے ہر گوشہ میں اس کے قدردان متمنی تھے کہ ہم کبھی اسے دیکھیں۔ بیگم بشیر احمد صاحبہ نے ترکی سے آپ کو لکھا کہ کاش آپ یہاں تشریف لائیں۔ لوگ آپ کا شاندار استقبال کریں گے مسز تصدق حسین صاحبہ نے امریکہ سے واپسی پر اپنی تقریر میں اور آپ کی وفات کے موقعہ پر بھی بتایا اور کہا کہ مجھے تو حضرت مولانا کی قدر و عزت پاکستان سے باہر جاکر نظر آئی۔ امریکہ میں ایک جگہ (جگہ کا نام غالباً نہیں بتایا) نماز کے موقعہ پر میں چلی گئی وہاں نو مسلم امریکی مرد اور لیڈیاں بھی موجود

(باقی برصفحہ ...)

چند تاثرات

از اقبال احمد (متعلم بی۔کام)

میں لاہور میں آج سے گیارہ سال قبل آیا تھا۔ اس وقت میں زمانہ طفلی سے گذر رہا تھا۔ عقل ابھی پختہ ہوئی تھی اور ہوش بھی اتنی نہ تھی کہ کسی بات کو نہ سمجھ سکوں۔ نہ اس بات کا شعور تھا کہ کس منظم جماعت کا میں بھی ایک فرد ہوں، چہ جائیکہ اس بات کو سمجھ سکتا کہ انسانوں کا یہ گروہ جس میں میں ایک فرد واحد کی حیثیت سے آیا ہوں، زمانہ جدید کے لئے ایک نئے پیغام کا حامل ہے۔ میں اس حقیقت سے قطعًا نا آشنا تھا، کہ اس انجمن نے جس سے میرا تعلق ہے مستقبل کے لئے ایک نئے دور کا افتتاح کیا ہے۔ اور اس بات سے بھی بے خبر تھا کہ اس جماعت کی روح رواں ایک ایسی شخصیت ہے جس نے اپنی محنت اور علم سے دنیا کی نظروں میں اپنے لئے ایک بہت بلند مقام حاصل کر لیا ہے۔ اور اس محنت اور جانفشانی کی استقامت نے بڑی قبولیت کے ثمرات سے نوازا ہے۔

چند سال ہوئے پہلے کی بات ہے۔ شیخ محمد طفیل صاحب کی کوشش سے الفلاح کے نام سے ایک چھوٹی سی مجلس منعقد ہوئی۔ جس کی حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی افتتاحی مجلس میں خود شرکت کی۔ اور وہ پہلا موقعہ تھا جبکہ میں ان کی ذات سے صحیح طور پر متعارف ہوا۔ حضرت امیر رحمۃ اللہ اپنے ساتھ دنیا کا ایک نقشہ لائے ہوئے تھے۔ اس خاکہ کو انہوں نے ایک میز پر بچھا دیا اور سارے بچوں کو اس کے گرد بلا لیا۔ اس نقشہ پر ہم نے جب نظر ڈالی تو اسے کئی جگہوں پر سبز نشانوں سے داغدار پایا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ دنیا کے وہ مقامات ہیں جہاں لوگوں کی اکثریت مسلمان ہے۔ لیکن نقشہ کا باقی بیشتر حصہ جو سیاہ لکیروں کے علاوہ کسی اور رنگ سے آلودہ نہ تھا، اس کی طرف انہوں نے اشارہ کرتے ہوئے ہم پر یہ واضح کیا کہ دنیا کی اکثریت اسلام کی تعلیمات سے ناواقف ہے۔ یہ بات اس نقشہ کے ذریعہ بخوبی ہماری سمجھ میں آگئی۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں ترغیب دلائی کہ ہم اپنی زندگی کا نصب العین یہ بنائیں کہ دنیا کے دور افتادہ ممالک میں جا کر ہم نے اسلام کا پرچم نصب کرنا ہے۔ اس دن کی یاد میرے دل میں اب بھی تازہ ہے۔ اس لئے کہ اس دن میری آنکھوں نے ایک نئے افق کا طلوع دیکھا۔ نئی امیدوں نے میرے تصور میں آشیانے بنائے، ایک نئے عزم نے میرے اندر ایک نئی روح پھونکی اور مجھے یہ محسوس ہوا کہ اس شخص کے اندر ایک شمع جل رہی ہے جو بجھنے سے پہلے کئی مشعلوں کو روشن کرے گی اور کئی تاریک جگہوں کو اپنے نور سے منور کرے گی۔ جب مجلس برخواست ہوئی تو میرے دل میں اس شخص سے ایک وابستگی پیدا ہو چکی تھی۔

اس کے بعد سے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے خطبے میرے لئے جاذبیت کا درجہ رکھتے تھے اور میں ان کے حرکات و سکنات کا بغور مطالعہ کرنے لگا۔ آپ آگے کو قدرے جھکے ہوئے چلتے تھے جمعہ کو جب مسجد میں داخل ہوتے تو لوگ مصافحہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے عقیدتمندوں سے فارغ ہو کر آپ دو رکعت سنت ادا کرتے اور پھر جب دوسری اذان کہی جاتی تو خطبہ دینے کھڑے ہو جاتے۔ ابتداء میں آواز مدھم ہوتی مگر جوں جوں زور پکڑتی جاتی توں توں لوگوں کی توجہ کو اپنے اندر جذب کر لیتی۔ وہ جادو بیان مقرر نہ تھے مگر نہایت سادہ لفظوں سے دلوں کو مسخر کر لیتے تھے۔ انہیں الفاظ کے خوشنما جال بچھانے نہ آتے تھے۔ مگر ٹھوس دلائل سے سامعین کے دل و دماغ کو تابع کر لیتے تھے۔ جب خطبہ دینے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے باندھ لیتے تھے۔ اور محراب کے قریب ہی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے۔ چند لمبے اور گہرے سانس لیتے اور پھر آیات کی تلاوت سے خطبہ شروع کرتے۔ جب کبھی خطبہ کے دوران میں خیالات کا تسلسل ٹوٹ جاتا تو چند گہرے سانسوں سے اپنی تقریر کا ربط جوڑ لیتے۔ ان کے کلام میں ایک اثر تھا اس لئے نہیں کہ حسین لفظوں سے وہ ایک سماں باندھ دیتے تھے۔ بلکہ اس لئے کہ ان کے خیالات ایک زبردست یقین عزم اور محنت کا مظہر تھے۔ اس لئے کہ ان کی قلم کی ہر جنبش دشمنان اسلام کیلئے موت کا پیغام ہوتی تھی۔ اور اس لئے کہ انہوں نے اپنی یگانہ جد و جہد سے حضرت مسیح موعودؑ کے کشوف کو سچا کر دکھایا۔

غالبًا ۱۹۴۸ء کی ایک شام تھی جبکہ والد صاحب محترم (مولانا آفتاب الدین احمد صاحب) نے ایک کاغذ دیا اور کہا کہ کل صبح حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے اس پر دستخط کرا کے لانا ہے۔ دوسرے روز صبح میں نماز فجر کے بعد سائیکل پر مسلم ٹاؤن کی طرف چل دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ صبح سیر کے عادی ہیں اس لئے میں نے اپنی رفتار بہت آہستہ رکھی۔ اور راستہ میں لطیف و تازہ ہوا اور سڑک کے آس پاس کے سبزہ زاروں سے لطف اٹھاتا گیا۔ کوٹھی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت امیر باغ میں مالی کو ہدایات دے رہے ہیں۔ میں نے سلام عرض کی اور کاغذ ان کے حوالہ کیا۔ کاغذ کو لے کر انہوں نے کوٹھی کا رخ کیا اور پوچھا "اسے کیا کرنا چاہیئے؟" میں نے انہیں بتایا کہ اس پر ان کے دستخط درکار ہیں۔ اس اثنا میں وہ برامدے کا ایک زینہ چڑھ چکے تھے۔ انہوں نے دوسرا سوال یہ کیا "یہ کس نے بھیجا ہے؟" میری زبان سے یہ فورًا نکلا "اباجان نے" پھر معًا خیال آیا کہ اس سے وہ شاید نہ سمجھیں اس لئے میں نے فورًا ہی دہرایا "آفتاب الدین احمد صاحب نے"۔ اس فقرے نے اس ضعیف جسم پر ایک بجلی کا سا اثر کیا۔ وہ فورًا مڑے اور مجھ پر نظریں گاڑ دیں۔ میں نے ان کی طرف دیکھا اور ادب سے نظریں جھکا لیں۔ اس وقت ان پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی جس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے انہوں نے ایک گہرا سانس لیا اور کہا "اچھا تو تم مولینا صاحب کے لڑکے ہو؟" میں نے مثبت میں سر ہلا دیا۔ ان کے چہرہ کی طرف پھر جو دیکھا تو وہی حالت طاری تھی۔ اور ان کی یہ حالت تقریبًا پانچ منٹ تک رہی۔ چہرہ پہ محبت اور شفقت کے آثار موجود تھے۔ اور ان کے چہرہ سے یہ بخوبی عیاں تھا کہ ان کے دل سے دعائیں نکل رہی تھیں۔ اور شاید ان دعاؤں کا ماحصل یہ تھا:

"خدا تم سے دین کی خدمت کا کوئی کام لے"......

اس دن مجھے اس کا علم ہوا کہ انہیں اپنی جماعت کے احباب اور افراد سے کتنا گہرا لگاؤ تھا؟

والسلام

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ اور آزادی رائے

(چوہدری محمد عبداللہ صاحب مسلم ٹاؤن لاہور)

غالبًا ۱۹۲۴ء یا ۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے کہ میرے چند نوجوان دوستوں نے اس خیال سے کہ بعض جوشیلے نوجوان حضرت کے خطبات جمعہ کے وقت بھی بول اٹھتے تھے میں نے ارادہ کیا کہ حضرت مولانا کی خدمت میں التماس کی جائے کہ وہ جماعت میں اس قدر آزاد خیالی کی اجازت نہ دیں بلکہ جناب خلیفہ قادیان کے طریقۂ کار کو کسی نرم طریقہ پر اختیار کریں مگر جرأت نہ ہوئی بعد میں طے ہوا کہ حضرت میاں غلام رسول صاحب تمیم مرحوم و مغفور سے جو ان دنوں لاہور میں کوتوال شہر تھے ہمارے خیالات کی ترجمانی کے لئے عرض کیا جائے انہیں حضرت امیرؒ پر بہت زیادہ حسن عقیدت کے باوجود برملا کہنے کی جرأت ہوتی تھی، چنانچہ وہ رضامند ہو گئے، مولنا یعقوب خاں صاحب جو ان دنوں ابھی تازہ تازہ ووکنگ مشن سے واپس تشریف لائے تھے حضرت امیرؒ کے پاس بیٹھے تھے کہ ہم میاں صاحب مرحوم کی معیت میں اپنے اظہار مدعا کے لئے حاضر ہوئے۔ ہماری باتیں سننے کے بعد حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے صاف طور پر جواب دے دیا کہ جس غلطی سے بچنے کے لئے ہم نے قادیان سے ہجرت کی تھی اس کو دوبارہ جماعت میں داخل کرنا اس سے بھی بہت بڑی غلطی ہوگی۔

آزادیٔ خیال بے شک وقتی طور پر بظاہر برا معلوم ہوتا ہے تاہم اس سے اگر اخلاص سے کام لیا جائے تو کام میں ترقی ہوتی ہے اور اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ میں بھی خلیفہ صاحب کی طرح پیر بن جاؤں تو یہ میری فطرت میں ودیعت نہیں کیا گیا۔ آخر ہم لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے۔

آج جبکہ ان کی وفات پر ہر کسی کو جماعت کے پریشان ہونے کا احتمال تھا وہ جنرل کونسل کے موجودہ فیصلہ نے غلط ثابت کر دیا اور وہی اختلاف رائے موجب خیر و برکت ثابت ہوا جس سے تبلیغ اسلام کا کام زیادہ سے زیادہ بڑھ کر ہونے کا یقین پیدا ہو گیا۔

والسلام
عبداللہ خاں

میرے امیر

عبدالسلام صاحب خلف مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

حضرت امیر کو ۱۳ راکتوبر ۱۹۵۱ء کے منحوس دن نے ہم سے جدا کر دیا۔ اور وہ ہم سے ناراض ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہت دور چلے گئے۔

میں نے حضرت امیرؒ کو بہت نزدیک سے دیکھا ہے۔ ایک مذہبی لیڈر۔ اور مذہبی جماعت کے امیر کی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ ایک انسان کی حیثیت سے۔ اور مجھے ان میں وہ خوبیاں نظر آئیں۔ جو عام لوگوں میں بہت کم ہوتی ہیں۔

آپ نماز کے بہت پابند تھے۔ پانچ وقت روزانہ آپ مسجد میں تشریف لاتے اور نماز ادا کرتے۔ جس دن مسجد میں نمازی کم ہوتے آپ کو افسوس ہوتا۔ اور جس دن نمازی زیادہ ہوتے تو آپ کو بہت مسرت ہوتی۔ آپ ہر ایک کو نماز پڑھنے کی تلقین کرتے۔ جب میں پانچویں جماعت میں تھا تو میں نے ایک آٹوگراف (Autograph) خریدی۔ اس میں سب سے پہلے حضرت امیر کے دستخط کرانے تھے۔ میں نے مغرب کی نماز میں انہیں وہ آٹوگراف دی۔ انہوں نے آٹوگراف لے کر مسکراتے ہوئے کہا کل لے لینا۔ چنانچہ دوسرے دن میں نماز فجر کے بعد ان کے ساتھ گیا۔ اور انہوں نے مجھے وہ آٹوگراف دی۔ برآمدے کی دھیمی دھیمی روشنی میں میں نے ان الفاظ کو پڑھا۔ لکھا تھا "نماز کو قائم کرو۔ جھوٹ مت بولو۔ وعدہ کو نبھاؤ"۔

مجھے افسوس ہے کہ وہ آٹوگراف مسلم لیگ کے ایک جلسے میں گم ہوگئی۔ مگر ان کی لکھی ہوئی نصیحتیں اب بھی میرے لئے مشعل راہ ہیں۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت کو کتنی خواہش تھی کہ قوم کے نونہال نماز کو قائم کریں۔ اور اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوں۔

آپ کو بچوں سے بہت محبت تھی۔ میں اور میرا چھوٹا بھائی بچپن سے نماز پڑھنے جایا کرتے تھے۔ جب بھی آپ مسجد میں داخل ہوتے مسکراتے ہوئے ہمیں دیکھتے۔ اور کبھی کبھی سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ہماری خیریت پوچھتے۔ جس سے مجھے انتہائی مسرت ہوتی۔ اب بھی نماز پڑھتے وقت مجھے یہ خیال آتا ہے کہ وہ مسکراتے ہوئے مسجد میں داخل ہوں گے۔ اور سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہیں گے۔ کہو بچو کیسے ہو۔ اور میں باہر مسجد کی طرف آتے ہوئے راستہ کو دیکھتا ہوں لیکن اداسی کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

آپ دوسرے مولوی لوگوں کی طرح تلخ مزاج نہ تھے۔ بلکہ مزاح اور ظرافت تو آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ صبح کی نماز کے بعد باہر نکلتے ہوئے آپ اکثر کوئی نہ کوئی لطیفہ یا دلچسپ بات بیان کرتے۔ اور پھر دوسروں کو ہنسانے ہوئے اور خود مسکراتے ہوئے اپنی کوٹھی میں داخل ہو جاتے۔

آپ کو غریبوں سے بہت ہمدردی تھی۔ اگر کوئی غریب مسافر کبھی مسجد میں آجاتا تو آپ اس کی رہائش اور کھانے کا بندوبست بڑی توجہ سے فرماتے۔ مسجد میں ایک بوڑھا فقیر نماز پڑھنے آتا ہے۔ آپ اسے کپڑا اور روپیہ پیسہ دیتے رہتے تھے۔

مسجد میں نماز سے پہلے آپ اکثر انجمن کی سرگرمیوں، اور اخباروں کی تازہ خبروں کے متعلق باتیں کیا کرتے۔

دن گذرتے گئے۔ ہر سال گرمیوں میں آپ پہاڑ پر جایا کرتے تھے۔ جب ڈاکٹروں نے پہاڑ پر جانے سے منع کر دیا تو آپ کراچی جانے لگے۔ پچھلے سال بھی آپ کراچی تشریف لے گئے۔ اس سال بھی ہم سب مل کر کراچی روانہ ہو گئے۔ ہمیں کیا پتہ تھا کہ ہم اس چاند کو پھر کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔ اچانک آپ کی بیماری کی خبریں آنی شروع ہو گئیں۔ مگر پھر بعد میں آپ تندرست ہو گئے اور اطلاع آئی کہ آپ ۱۲ اکتوبر کو لاہور تشریف لا رہے ہیں۔ ہم سب خوش تھے۔ مگر شاید قدرت کو یہ منظور نہ تھا کہ ہم آپ کو پھر دیکھ سکیں۔ آپ کی بیماری کی اچانک خبر آئی۔ اور ۱۳ راکتوبر کو چار بجے کے قریب میں کالج کا کام کر رہا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ کھڑکی سے دیکھا جناب ممتاز فاروقی صاحب تھے۔ دل میں ایک مبہم سا خوف پیدا ہوا کہیں وہ ہمیں چھوڑ کر چلے تو نہیں گئے۔ اباجان کو فاروقی صاحب کے آنے کی اطلاع دی تو ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلے "حضرت امیرؒ وفات پا گئے" ہیں۔ اور اباجان جلدی جلدی سیڑھی اترنے آئے۔

فاروقی صاحب کے منہ سے ایسے الفاظ نکلے جنہیں سننے کو کبھی جی نہ چاہتا تھا۔ وہ ایسے فقرے کہہ رہے تھے۔ جن کی حقیقت پر اعتبار کرنے کے لئے ناممکن تھا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے ؎

کہ وہ چاند بھی ہم سے جدا ہو گیا ہے
یہ کیا سن رہا ہوں یہ کیا ہو گیا ہے

حضرت امیر تشریف لائے۔ مگر افسوس ہم ان کا آخری دیدار نہ کر سکے۔ ان کے نحیف جسم کو تابوت میں بند کر دیا گیا تھا۔ اور میرا دل صندوق کے تختوں کو اپنا پکڑ لینا چاہتا تھا۔ وہ آئے مگر ہم انہیں دیکھ نہ سکے۔ جنازہ مسلم ٹاؤن میں اتارا گیا۔ میں نے بھی اپنے اس عظیم باپ کو اندر لیجانے میں مدد دی۔ میرے کندھے پر دنیا کی وہ شخصیت تھی جس نے اسلام کی کامیابی اور شہرت کیلئے اپنی جان تک قربان کر دی جس نے اسلام کی شان کو دوبالا کرنے کے لئے دن رات انتھک محنت اور کوشش کی۔ وہ کام کرتے گئے دن رات لگاتار مسلسل حتیٰ کہ ۱۹۱۴ء میں لگایا ہوا ان کا پودا ایک تناور درخت بن گیا انہوں نے پھر بھی اپنے کام کو نہیں چھوڑا۔ وہ کسی شہرت عزت اور بڑائی کی خواہش کے بغیر لگاتار کام کرتے گئے۔ اسلام کی بڑائی کے لئے۔ اسلام کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی شہرت اور عزت کیلئے۔ حتیٰ کہ ان کا نحیف جسم انکی عظیم روح کی کوششوں کا ساتھ نہ دے سکا اور وہ ہم سے جدا ہو گئے۔ وہ ہم سے ناراض ہو کر چلے گئے ہم ان کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہو کر اسلام کی عزت اور بڑائی کے لئے محنت اور کوشش کریں۔ تو شاید وہ ہم سے خوش ہو جائیں۔ وہ مرے نہیں زندہ ہیں۔ اللہ [illegible]

حضرت والد مرحوم نور اللہ مرقدہ کے متعلق اعلیٰ پایہ کے انگریزوں اور امریکنوں کی آراء

از حامد فاروق مقیم انگلستان فرزند ارجمند حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

انگلستان آکر مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ باہر کے ملکوں میں والد صاحب مرحوم مغفور کی کس قدر عزت ہے۔ اور یہاں آکر ان کے کام کی عظمت کا اندازہ ہوا۔ کیا ملک عرب کے تاجر اور کیا حکومت شام اور ترکی کے افسر جو کہ یہاں آتے جاتے ہیں سب کے دل میں ان کی محبت اور ان کی کتابوں کی قدر ہے۔ اکثر لوگ تو بعض دفعہ اتنی تعریف کرتے ہیں کہ میں خود حیران رہ جاتا ہوں ذالک من فضل اللہ۔

آپ کی وفات پر میرے پاس بے شمار خطوط ہر قسم کے لوگوں سے آئے ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) Mr. L. J. Jamishna جو کہ ہندوستان میں اعلیٰ عہدوں پر رہ چکے ہیں (صوبہ سرحد کے ریونیو کمشنر اور ریاست بڑودہ کے انگریز ریزیڈنٹ) "...... آپ کے والد صاحب نے جو کام کیا ہے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ مجھے ان کی وفات کا سن کر از حد صدمہ ہوا۔ اور خاص کر آپ کا خیال آیا۔ یقین جانئے کہ میں خوب سمجھتا ہوں کہ آپ کا گھر سے اتنی دور اس خبر کو سن کر کیا حال ہوا ہوگا میری دعا ہے کہ آپ بھی ان کے نقش قدم پر چلیں۔ مہربانی کر کے میرا اظہار افسوس اپنی والدہ صاحبہ تک ضرور پہنچا دیں۔ اگرچہ وہ مجھے نہیں جانتیں"

(۲) Mr. J. Tyndal Bisco جو کہ ہندوستان میں عیسائی مشنری رہ چکے ہیں۔ "...... یہ تو میرے دل میں تمنا ہی رہے گی کہ آپ کے والد ماجد سے ملتا۔ وہ ضرور ایک بہت ہی عظیم الشان آدمی تھے۔ وہ اپنا ایک بہت ہی گہرا نشان پاکستان اور مسلمانوں پر چھوڑ گئے ہیں۔ اور جوں جوں وقت گزرے گا وہ اتنا ہی زیادہ نمایاں ہوگا"

(۳) Mr. Hassan Evans ایک امریکن نومسلم جو کہ امریکن ایئرفورس کے ساتھ انگلستان میں مقیم ہیں۔

"مجھے ابھی آپ کے والد صاحب کی وفات کی خبر ملی۔ ایسے وقت میں میرے پاس کوئی الفاظ نہیں کہ اپنے غم کا اظہار کروں اور آپ سے ہمدردی کروں۔ آپ کے اور آپ کے خاندان کے ذاتی نقصان سے زیادہ تو یہ پاکستان کیا بلکہ عالم اسلام کا نقصان ہے......"

(۴) ہرلن سعید جو برمن امام کا خط ہے۔ "آپ کے والد صاحب کی وفات کی خبر وائس آف امریکہ کے عربی براڈکاسٹ میں سن کر یقین نہ آیا۔ مگر آج بذریعہ خط تصدیق ہو گئی آپ کا تو باپ فوت ہو گیا لیکن ہمارا تو جان سے پیارا لیڈر اس دنیا سے اٹھ گیا۔ میرے پیارے حامد خدا جانتا ہے کہ میرے دل کی اس وقت کیا حالت ہے میں تہ دل سے آپ کے ساتھ اس غم میں شریک ہوں...... میرے بھائی میرے دل میں اب صرف یہ تمنا ہے کہ میں کسی طرح آپ کے غم کو ہلکا کر سکوں......"

MR. M. P. DERENBURG اور MR D YAUNG جو کہ انڈین آرمی میں میجر رہ چکے ہیں اور مسٹر رولینڈ جو کہ جنرل الیکٹرک کمپنی میں ایک بہتری معزز عہدے پر ہیں لکھتے ہیں کہ:

"...... ہماری دلی ہمدردی اس صدمے میں آپ کے ساتھ ہے"

اس کے علاوہ اور بھی بہت لوگ ہیں جنہوں نے خطوط لکھے ہیں۔

خاکسار۔ حامد فاروق

آہ! مولنا محمد علی مرحوم

از مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب ٹالا ثلیوی

لَسْتُ بِأَدِيبٍ أَرِيبٍ لَائِقٍ فَائِقٍ حَتّٰى أُنْشِدَ أَشْعَارًا فَصِيحًا بَلِيغًا بَلْ جِئْتُ بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فِي مَحَبَّةِ الْأَمِيرِ الْمَرْحُومِ لَعَلَّهٗ يُتَقَبَّلُ مِنِّي وَ أَكُنْ مِنَ الْفَائِزِيْنَ ۝

أَمِنْ مُقَلٍ دُمُوْعُ الْحُمْرِ دَامٍ ۔۔۔ عَلٰى مَوْتِ الْأَمِيْرِ أَبُو الْهُمَامِ

آنکھوں سے خون آلود سرخ آنسو جاری ہیں ۔۔۔ امیر ابوالہمام کی وفات پر

لِنَعْيٍ أَخْفَقُ الْأَرْوَاحُ مِنْهُ ۔۔۔ وَانْشَقَّ الصُّدُوْرُ مِنَ الْهَوَامِ

یہ موت کی خبر ایسی ہے جس سے روحیں پھڑکنے لگیں ۔۔۔ اور پریشانی سے سینے پھٹ گئے

حَزَزْتَ الرُّوْحَ ثُمَّ شَقَقْتَ كَبِدًا ۔۔۔ تُبَكِّي الْقَوْمَ هِجْرَانُ الْإِمَامِ

آپ نے روح کو چیرا اور جگر کو پھاڑا ۔۔۔ امام کی جدائی قوم کو رلاتی ہے

لَقَدْ أَنْقَضْتَ ظَهْرَ الْقَوْمِ غَمًّا ۔۔۔ وَأَوْرَدْتَ الْبَلَاءَ عَلَى الْأَنَامِ

آپ نے قوم کی پیٹھ غم سے توڑ ڈالی ۔۔۔ اور لوگوں پر آزمائش ڈال دی

وَمَا وَارَى التُّرَابُ الْجِسْمَ مَحْضًا ۔۔۔ بَلِ التَّفْسِيْرَ وَالْحِكَمَ التَّمَامِ

اور مٹی نے آپ کا جسم ہی نہیں چھپایا ۔۔۔ بلکہ تفسیر اور پورے پورے علم و حکمت پوشیدہ ہوگئے

رَأَيْتَ بُدُوْرَ تَحْقِيْقٍ قَوِيْمٍ ۔۔۔ تَوَارَتْ بِالظَّلَامِ مِنَ الْغَمَامِ

مضبوط تحقیق کے بہت سے چاند ۔۔۔ بادلوں کی سیاہی میں چھپ گئے ہیں

وَفَضْلُكَ مَا بِهِ الْأَعْدَاءُ قَالُوْا ۔۔۔ وَقَدْ أَصْفَكَ آرَاءُ الْعَوَامِ

اور آپ کی فضیلت کو دشمنوں نے بھی مانا ۔۔۔ اور عوام کی آراء نے آپ کو برگزیدہ کہا

تَرَكْتَ الْأَصْدِقَاءَ بِبَحْرِ غَمٍّ ۔۔۔ تُبَكِّيْ عَيْنُهُمْ حُزْنَ الدَّوَامِ

آپ نے دوستوں کو بحر غم میں چھوڑ دیا ۔۔۔ جن کی آنکھیں دائمی رنج سے رو رہی ہیں

لَعَلَّكَ غَافِلٌ عَنْ هَمِّ قَوْمٍ ۔۔۔ عَجِلْتَ إِلٰى إِلٰهِكَ بِالتَّمَامِ

شاید آپ قوم کی ضرورت سے لاپروا ہیں ۔۔۔ کہ اپنے خدا کی طرف جلدی چلے گئے

وَتَحْضُرُ حَوْلَ رَبِّكَ بِالنَّشَاطِ ۔۔۔ يَمِيْنُكَ يَحْتَوِيْ كُتُبًا جِسَامِ

آپ اپنے رب کے حضور خوش خوش حاضر ہوں گے ۔۔۔ اور آپ کے ہاتھوں میں بڑی بڑی کتابیں ہوں گی

تَحِيَّاتٌ عَلَيْكَ تَدُوْمُ تَتْرٰى

سلام ہوں آپ پر ہر وقت اور متواتر

مِنَ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ مِنَ الْأَنَامِ

خدا کی جانب سے اور لوگوں کی طرف سے

ایک مردِ کامل کی عظیم الشان زندگی

مولٰنا عبد الحق صاحب ودیارتھی

موت ہر شخص کے لئے ناگزیر ہے مگر اس شخص کی موت سب سے زیادہ المناک اور غم آگین ہوتی ہے جو سب سے زیادہ اور سب کے لئے مفید ہو۔ قوم و ملت کے صاحبانِ فضل و کمال کے آثار و روایات قوم کے لئے حیات پرور ہوتے ہیں ان کی حفاظت اور تذکرہ ملت اور قوم کی شاہ رگ کی حفاظت ہے کور ذوق ہے وہ شخص جو اسے شخصیت پرستی کا نام دیتا اور اس کی تحقیر کرتا ہے۔ قرآن مجید نے مردِ کامل کی تعریف کرتے ہوئے ایک نکتہ بیان فرمایا ہے طٰہٰ اے مردِ کامل ما انزلنا علیک القرآن لتشقٰی۔ ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تو ناکام ہو۔ الا تذکرۃ لمن یخشٰی بلکہ وہ تذکرہ ہے اس کے لئے جو ڈرتا ہے۔ اسلوب بیان کے لحاظ سے تقدیرِ عبارت یوں ہونی چاہئے تھی کہ اے مردِ کامل تجھ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا گیا کہ تو ناکام ہو بلکہ یہ سمجھ کامیاب اور بامراد کرنے کے لئے نازل کیا گیا ہے اور تو جو خدا سے ڈرتا ہے تیرے لئے یہ تذکرہ یا نصیحت ہے۔ دوسری آیت میں حرف مَن کو عام رکھ کر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ ہر وہ شخص جو قرآن کو لے کر آئے اس کا علم حاصل کرتا اسے اپنے لئے تذکرہ بناتا اور اس پر عمل کرتا ہے وہ بھی یقیناً کامیاب اور بامراد ہوگا۔

قرآن مجید کی فتوحات کا سلسلہ جاری رہے گا

قرآن مجید کی فتوحات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف اور بھی زندگی پر منحصر اور محدود نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ علماءِ ربانی اس کے ذریعہ اپنے اور بیگانوں کے دل فتح کرتے رہیں گے اس کلام پاک کے کمالات محدود اور محصور زمان نہیں بلکہ وہ ہمیشہ ضروریاتِ زمانہ کے مطابق تازہ بتازہ نو بنو ظاہر ہوتے رہیں گے یہ کتاب مقدس عصاءِ موسیٰ اور دمِ عیسیٰ کی طرح آنی اور ہنگامی نہیں بلکہ ایک دائمی اور استمراری اعجاز ہے جو ہر زمانہ میں ما انزلنا علیک القرآن لتشقٰی الا تذکرۃ لمن یخشٰی کی صداقت کا ثبوت دیتا رہا یعنی شیطانی تخیلات کی سرکوبی کرتا اور مردوں میں جان ڈالتا رہا مگر یہ اعجاز اور کرامت من یخشٰی کے ہاتھ پر ظاہر ہوا کرے گی اور من یخشٰی کی تشریح دوسری جگہ خود ہی فرما دی انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤا یہ لوگ علماء ربانی ہیں جن کے دلوں میں خشیۃ اللہ ہوتی ہے ایسے ہی لوگوں کا علم دنیا میں فتح و کامرانی حاصل کرتا ہے اور فتح و کامیابی حاصل کرنے والا علم قرآن ان کے عالم ربانی ہونے کی گواہی دیتا ہے۔

علماء سو مسلمانوں کو کافر اور دہریہ بناتے ہیں مگر
علماء ربانی کافروں اور دہریوں کو مسلمان بناتے ہیں

مجھے یاد ہے کسی زمانہ میں لکھنؤ سے ایک رسالہ "الناظر" شائع ہوا کرتا تھا جس میں مولانا شبلی مرحوم کے بالمقابل مذہب کے خلاف دہریت کی تائید میں مضامین نکلا کرتے تھے۔ میں ان دنوں مڈل سکول میں تعلیم پاتا تھا اس وقت اس میں خدا کی ہستی کے خلاف ایسے بھی اعتراضات مطالعہ میں آئے جو بہت وزنی معلوم ہوتے تھے میں نے ان سوالات کو بڑے بڑے علماء کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش کیا مگر کسی نے تسلی بخش جواب نہ دیا بلکہ الٹا مجھ پر بہت خفا ہوتے اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ میرے جیسے کتنے لوگ ہوں گے جو ان مضامین کو پڑھ سن کر گمراہ اور دہریہ ہو جاتے ہوں گے اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کھاتا تو یہ مضامین مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی کے تھے جو اس زمانہ میں خدا اور مذہب دونوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے مولانا عبد الماجد صاحب جیسا کہ ان کو خود اقرار ہے خود دہریہ تھے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ وہ دہریہ گر تھے اور وہ خود دہریہ بنائے گئے تھے قرآن مجید کی ان تفاسیر اور تراجم سے جو اس وقت عام طور پر مروج تھیں اب وہی مولانا عبد الماجد صاحب ہیں جو خود مترجم و مبلغ قرآن اور عاشق اسلام ہیں مگر کس کے طفیل؟ انکی اپنی شہادت حقہ کی رو سے مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ کے انگریزی ترجمہ کی برکت سے۔

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمانِ محمد

قرآن مجید اب بھی نازل ہوتا ہے

تاریخ اسلام میں اس قسم کے بےشمار واقعات محفوظ ہیں کہ کسی عالم نے کسی آیت قرآنی سے ایسا استدلال کیا یا اس کے ایسے کوئی معانی بیان کئے جو پہلے کسی کے وہم میں بھی نہ تھے تو سامعین نے یہ سمجھا کہ یہ آیت گویا آج ہی نازل ہوئی ہے۔ ...... ہمارے آئمہ اربعہ نے جب تدوین فقہ کے وقت قرآن اور احادیث سے مسائل کا استخراج کیا تو ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ آیات آج ہی نازل ہوئی ہیں۔ کسی ایک ہی آیت پر کیا انحصار ہے مثنوی مولانا روم کلیم زبان پہلوی کا قرآن سمجھی گئی۔

مثنوی مولوی معنوی
ہست قرآں در زبان پہلوی

مولانا عبد المجید صاحب سالک سابق مدیر انقلاب نے خود بیان کیا کہ ایک مرتبہ مولانا علیہ الرحمۃ نے اپنے انگریزی زبان میں ترجمہ قرآن مجید پر ریویو کے لئے دریافت کیا تو میں نے عرض کیا کہ اگر قرآن مجید انگریزی زبان میں نازل ہوتا ..... تو وہ مولانا محمد علی کا ترجمہ ہوتا۔

مولانا ممدوح کے انگریزی ترجمہ کو جو قبولیت دنیا میں نصیب ہوئی وہ کسی دوسرے ترجمہ کو نصیب نہیں ہوئی اس نے جس قدر دلوں کو فتح کیا مسلمانوں اور غیر مسلموں کے دل کے شکوک دور کئے ان کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کون جانتا ہے مگر ہزارہا خطوط ان لوگوں کے تمام اکناف عالم سے وصول ہوئے جنہیں اس ترجمہ سے ایمان نصیب ہوا یا برائے نام مسلمان کہلاتے ہوئے از سر نو مسلمان ہوئے ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا ایک ترک جرنلسٹ لیڈی پاکستان کی سیاحت کے لئے آئی تھی اس نے خود مجھے بیان کیا کہ اس کی والدہ اسے قرآن مجید پڑھنے کی تاکید کیا کرتی تھی مگر قرآن مجید مجھے سربمہر کتاب نظر آتی تھی یہاں تک کہ مجھے مولانا محمد علی کا انگریزی کا ترجمہ قرآن مجید ملا۔ جس نے مجھ پر قرآن مجید کو کھول دیا۔ میں نے جب ترکی سے پاکستان آنے کا ارادہ کیا تو میرے دل میں یہ تمنا تھی کہ میں لاہور جا کر اس شخص کے ہاتھ کو بوسہ دوں گی جس نے قرآن مجید پر میرا ایمان بڑھا دیا۔

فتح اور کامیابی کا دوسرا حربہ

احادیث اور روایات میں مذکور ہے کہ جس وقت سورۃ طٰہٰ آپ پر نازل ہوئی اس سے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو کر قرآن مجید بکثرت پڑھا کرتے تھے، کبھی ایک پاؤں پر بوجھ ڈال کر کھڑے ہوتے وہ تھک جاتا تو دوسرے پاؤں پر سہارا لے لیتے۔ اس کثرت قیام سے پا مبارک پر ورم آجاتا کان یقوم فی تہجد علٰی احدی رجلیہ فامر ان یطاء الارض بقدمیہ اس پر آپ کو بشارت دی گئی کہ ساری دنیا آپ کے قدموں کے درمیان اکٹھی کر دی جائے گی۔

قرآن مجید کا علم اور وہ کامیابی جو اس کے ذریعہ مقدر ہے حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کوئی شخص رات کو اٹھ کر خدا کے حضور رونے والا نہ ہو۔ حضرت علامہ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف بچپن سے باجماعت نماز کے عادی تھے بلکہ راتوں کو بلاناغہ تہجد میں رو رو کر مخلوق خدا کی ہدایت دین اسلام کی اشاعت اور اپنے دوستوں اور رفقاء کار کے لئے دعائیں بھی کیا کرتے تھے علم کے ساتھ دعا کا حربہ جب تک موجود نہ ہو فتح اور کامیابی کا ملنا محال ہے۔

حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ ۱۹۱۴ء میں قادیان سے تن تنہا قرآن مجید کے اسی انگریزی ترجمہ کو اپنے سینہ سے لگائے ہوئے نکلے ان کی یہ ہجرت بے سر و سامانی کی ہجرت تھی کون خیال کر سکتا تھا کہ یہ ایک اکیلا شخص اپنے ساتھ جماعت پیدا کر لے گا قادیان سے اس وقت "ڈھائی ٹوٹیاں اور لوٹا" کی پھبتی اڑائی گئی اور یہ بات بہت حد تک ٹھیک بھی تھی لاہور میں نہ کوئی دفتر تھا نہ انجمن تھی نہ کوئی مبلغ تھا نہ فنڈ تھے غرض اور جماعت مفقود تھی تو اس کے پیدا کرنے کے سامان بھی مفقود تھے۔ مگر اس مردِ خدا کے بالشت بھر اور آدھ فٹ زمین نے وہ کام کیا جو قادیان کا شعر دلآویز نہ کر سکا حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی دن کو قلم اور رات کی دعا تھی جس نے یہاں ایک سرفروش جماعت پیدا کی جس نے تمام دنیا کے ممالک میں مبلغ اسلام بھیجے مساجد تیار کرائیں مبلغ تیار کئے۔ لاکھوں روپیہ کی جائداد مہیا کر کے جماعت کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ چین۔ جاوا، امریکہ البانیا۔ افریقہ وغیرہ وغیرہ ممالک سے طلباء آکر تعلیم پا کر واپس گئے۔ دین اسلام کے ہر مسئلہ پر سیر کن بحثیں کیں بے نظیر ضخیم کتابیں لکھیں کہ بحیثیت مجموعی اس کا مقابلہ کوئی اسلامی حکومت سلطنت اور جماعت نہیں کر سکی مارمڈیوک پکتھال مشہور نومسلم انگریز کے آخری الفاظ تھے:-

کسی زندہ انسان نے اسلام کی اتنی خدمت
نہیں کی جتنی مولانا محمد علی نے کی ہے

ان کے کارہائے نمایاں کو کوئی کہاں تک گن سکتا ہے
دامانِ نگاہ تنگ و گل حسن تو بسیار

ان کی زندگی مسلسل جدوجہد کی زندگی تھی اور یہ چیز پیدا نہیں ہوسکتی جب تک کسی کے اندر اپنے نصب العین کے لئے عشق نہ ہو۔ قادیان سے ان کی ہجرت کوئی اتفاقی حادثہ نہ تھا بلکہ وہ خدا کی مشیت اور ارادہ سے تھا جماعت قادیان کے ساتھ ان کا اختلاف مسئلہ کفر و اسلام میں اصولی اختلاف تھا یعنی ارباب قادیان کو یہ کد تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہ ماننے والے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، اور حضرت مسیح موعود ایسے نبی تھے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا انبیاء سابقین (بلکہ کبھی جوش میں آکر یہ بھی کہا گیا کہ شاگرد اپنے استاد سے سبقت لے گیا۔ اب مکہ معظمہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہوگیا ہے معاذ اللہ یہ وہ بے ادبی اور گستاخی کے کلمات تھے جو ارباب قادیان کا روزمرہ کا وظیفہ تھا، ظاہر ہے کہ اہل قبلہ اور کلمہ گوؤں کی تکفیر ایک خطرناک اور مہلک مرض ہے جس کی وجہ سے امت مسلمہ منتشر اور پراگندہ ہوکر ہلاک ہورہی تھی۔ اگر مسیح موعود نے بھی پھر ایک اور کافر گر فرقہ پیدا کرنا تھا تو مسیح موعود کی آمد کا مقصد ہی فوت ہوجاتا اس اصولی اختلاف کی بناء پر جس کی ہر مسلمان کو تائید کرنی چاہیئے اور جماعت احمدیہ کو لبیک کہنا چاہیئے تھا۔ حضرت علامہ علیہ الرحمت قادیان سے ہجرت کرکے لاہور آگئے جہاں ان کے سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی ایک عرصہ تک جیسا کہ عزیزی ڈاکٹر سید بشیر حسین صاحب کا بیان ہے کہ ان کی والدہ مرحومہ فرماتی تھیں ان دنوں مولانا اپنے برتن وغیرہ فروخت کرکے نہایت تنگی سے گذارہ کرتے رہے یہ تھی ابتداء اس جماعت کی اس کے بعد لاہور کی ان ساری ناتوانیوں کا قادیان کی قوت سے دوچار ہونا اور آہستہ آہستہ قدم قدم پر باوجود شدت کی مخالفت کے قوت اور کامیابی حاصل کرتے جانا تائید الٰہی اور نصب العین کی صحت اور صداقت کی دلیل ہے۔ "فتوا غیاث" کے نام میں فتح اور کامرانی پوشیدہ تھی اس کی ڈھائی بوٹیاں ایک عظیم الشان باغ بن گیا۔ جس کی شہرت دنیا کے کناروں تک پہنچی دور دراز ممالک سے طلباء آنے لگے اور یہاں کے علمی جواہرات دنیا کے کتب خانوں میں جانے لگے جوہر شناس علماء یورپ نے ان کی قدر کی اور یہ فتوحات کا سلسلہ انشاء اللہ جاری رہے گا۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سرتاسر ان کے قطرات اشک و خون کی پیداوار ہے جو اپنے وجود و بقاء کے لئے ان کی ممنون احسان ہے، اور اس وقت تک ممنون رہے گی جب تک وہ اس سے بڑھکر مقبول عام و خاص لٹریچر پیدا کرکے نہ دکھائے؛ اور یہ سو سال کے اندر ہونا بھی محال ہے محمد علی وہ نہیں جو فوت ہوگیا اور اپنے دوستوں کے پے درپے چرکے کھاکر شہید ہوگیا محمد علی زندہ ہے اور اس وقت تک زندہ ہے کہ جب تک ہم کسی کو اسلام کا سیدھا راستہ دکھانے کے لئے اسی سلطان القلم کی قلم کے مرہون منت ہیں اور دنیا ان کے بادۂ عرفان سے سیراب ہوتی رہے گی۔ مولانا محمد علی مرحوم کے نام پر بحر و بر کی یہ فتحمندیاں ان کے عشق کا ثمرہ ہیں سچ ہے

ہر کہ عشق مصطفےٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

فنا فی الرسول کے اس درجہ میں قرآن مجید کی تفسیر اور ترجمہ کے بعد سیرت خیر البشر LIVING THAUGHTS صحیح بخاری اور منوئل اوف حدیث اور دی ریلیجن اوف اسلام وہ بے نظیر کتب ہیں جنہوں نے اس موجودہ دور میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم وعلی بابھا، میں (محمدؐ) علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے، کی صداقت کو دوہرا دیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی تفسیر کو تفسیر علی کے نام سے کشف میں دیکھا تھا۔ آپ کی کتب قوم کا اصل خزانہ ہے جس کی وجہ سے دنیا میں قوم کی عزت اور بزرگی ہے۔

بلانئے سلسلہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد قادیانی خلافت اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ وہ ایک وراثت شخصی تھی جو بغیر ذاتی کوشش کے بیٹے کو خود بخود حاصل ہوگئی فلسفہ کی نگاہ میں یہ ایک سائلانہ گداگری ہے، لیکن مولانا ممدوح علیہ الرحمت نے اپنی ذاتی جدوجہد سے تخالف و خون غلطیدن کی رسم کو پورا کیا۔ دولتمند صاحب فضل و کمال باپ کی موت کی تمنا کرکے اس کا وارث بننے کی کوشش کرنا گداگری سے بھی بدتر کوئی فعل ہے لیکن اپنے ہاتھوں نئے سرے سے سرفروشوں اور مجاہدوں کی جماعت پیدا کرنا یہ مرد کامل کا حصہ ہے۔

خرید بر خنکو ہم اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ بادشاہی

حزین و دلفگار عبد الحق

حضرت امیرؒ کی زیارت خواب میں

حضرت امیرؒ کی دائمی مفارقت سے جو صدمہ میرے دل میں ہوا ہے اس کا احساس لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا۔ اعلیٰ ہستیاں جب اس دنیا سے رخصت ہوجاتی ہیں تب مخالف اشخاص بھی تعریف میں رطب اللسان ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت اقدس مسیح موعود و حضرت مولنا نورالدین صاحب گزرے ہیں۔ ان کے بعد اسی اعلیٰ ہستی نے احمدیت کا نام روشن کیا اور بال بال اصل حقیقت چھپ جانے سے بچا لیا۔

حضرت اقدس کی زبردست خواہش یہی تھی کہ یورپ اور امریکہ میں قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ اور تفسیر اور مذہب اسلام کی اصل حقیقت پر ایک کتاب لکھکر شائع کی جائے اور اول الذکر کے متعلق لکھا کہ یہ کام مجھ سے ہوگا یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ ہی میں داخل ہے اور کسی سے نہ ہوسکے گا۔ اس دعویٰ کو پورا کرکے دکھانے والی بھی یہی حضرت امیرؒ کی ہستی تھی۔ اور مؤخر الذکر کتاب کا کام بھی جو آپ کے سپرد ہوا آپ ہی نے باحسن وجوہ پورا کیا ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

مدت ہوئی میرے ایک آریہ دوست نے کہا تھا کہ مسلمان بہت ناشکرے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کیوں؟ تو کہا، سر سید کی انہوں نے کوئی قدر نہ کی۔ اگر وہ ہم میں سے ہوتے تو ہم دنیا کو دکھا دیتے کہ وہ کس پایہ کے بزرگ تھے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی مسلمانوں کا ناشکراپن ظاہر ہے

حضرت مولوی عزیز بخش صاحب کی خدمت میں محمد عاجز کی طرف سے اظہار ہمدردی کریں۔ م

یادِ رفتگان

بقیہ ص ۱۷

تھیں مجھے اجنبی دیکھکر وہ لوگ میری طرف متوجہ ہوئے اور ایک لیڈی نے سوال کیا کہ آپ کہاں سے آئی ہیں۔ میں نے کہا پاکستان سے۔ کس شہر سے؟ انہوں نے پوچھا میں نے کہا لاہور سے اس پر وہ بہت خوش ہوئیں کہنے لگیں، آپ مولانا محمد علی صاحب کو جانتی ہیں؟ میں نے کہا ہاں خوب جانتی ہوں پر اشتیاق لہجے میں انہوں نے کہا ہمیں ان کے حالات سناؤ وہ کیسے رہنے میں کیا کرتے ہیں؟ اس لیڈی نے اپنے بچوں کو کہا کہ انہیں اچھی طرح ملو یہ اس شہر سے آئی ہیں جہاں مولانا محمد علی صاحب رہتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہم انہیں کا ترجمہ کیا ہوا قرآن مجید پڑھ کر مسلمان ہوئے ہیں۔

بیگم صاحبہ نے آگے سنایا اسی طرح ایک سفر میں مجھے کچھ حبشیوں نے اجنبی دیکھکر اسی قسم کے سوالات کئے۔ میرے بتانے پر کہ لاہور میں رہتی ہوں بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ مولانا محمد علی صاحب کا کیا حال ہے ہمیں ان کی باتیں سناؤ پھر انہوں نے کہا کہ آپ بڑی خوش قسمت ہیں کہ ایسے شہر میں رہتی ہیں جہاں ایسا عالم بزرگ رہائش رکھتا ہے

ہمارے لئے سبق

واقعی یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے اتنا عرصہ ایسے بزرگ کے زیر سایہ گزارا۔ آپ کی کامیاب زندگی ہمارے لئے ایک سبق ہے کہ کس طرح ایک اسلامی نمونہ بنتے ہوئے اسلام کے صحیح اصولوں پر چل کر محنت و زندہ دلی کی عادت رکھتے ہوئے انسان مطمئن و باعزت زندگی بسر کرسکتا ہے۔

ہزار زندگیاں اور زندگی کی شہرتیں، قربان ہوں ایسی زندگی پر جو اسلام اور خلق خدا کی خدمت میں گذری جو خدا کی عبادت اور فرمانبرداری میں گذری۔ ہزاروں سلام اور رحمتیں ہوں میرے پیارے بھائی پر جس نے ایسی نایاب زندگی پائی

خاکسار
صالحہ فاروقی

---

۴ تین چار دن ہوئے میں نے حضرت امیر کو خواب میں دیکھا۔ بڑا سبزہ زار باغ تھا اور بہت کھلا اور بہت اعلیٰ لباس زیب تن، اور بھی دوست تھے۔ جہاں تک مجھے خواب یاد رہی ہے (بہت کچھ ذہن سے گزر گیا ہے) اتنا خواب یاد ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک بزرگ کو وصال کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا۔ تو اس کے سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے حضور پیش ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اتنا ہی فرمایا کہ کہو لا الٰہ الا اللہ۔ اس کے بعد حضرت امیر چلنے کے لئے تیار ہوگئے اور دوست بھی منتشر ہونے لگے۔ مغرب کا وقت قریب تھا۔ میرے ہمراہ ایک دوست نے کہا کہ کچھ دور دوسرے اور دوست نماز ادا کر رہے ہیں، مجھے وضو کرنا تھا اس لئے چلا اپنے مکان کی طرف چلا گیا۔ والسلام

خاکسار
شیخ کریم اللہ ریٹائرڈ ڈسپنسر
محلہ قانونگویاں۔ گجرات

حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ

آپ کی سوانح حیات اور ایام بیماری اور وصال کے مختصر حالات

(شیخ محمد طفیل صاحب ایم۔اے)

ہم آج بیٹھے ہیں ترتیب دینے دفتر کو
ہوا جب اس کا اڑا لے گئی ورق اِک ایک

۲۴ اکتوبر کی شام کو ہم نے زرد چاندنی کے دھندلکے میں عہد حاضر کے ایک مفسر قرآن کو سپرد خاک کیا۔ حضرت مولانا محمد علی کی وفات سے اسلامی دنیا سے ایک عظیم المرتبت ہستی چھن گئی۔ اور احمدیہ جماعت لاہور کے سر سے ایک بزرگ ترین وجود کا سایہ اٹھ گیا۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے کتنے ارمان اور امنگیں تھیں جنہیں وہ اپنے ساتھ لے گئے۔ قرآن کو دنیا میں پھیلانے قرآن کا علم دنیا میں پہنچانے کی کیا۔ تڑپ ان کے دل میں تھی جس نے زندگی کے آخری ایام تک ان کو بے چین رکھا۔ ابھی چند ہفتے ہوئے جب وہ ہمارے درمیان موجود تھے۔ اور ہمیں ان کے لاہور پہنچنے کا انتظار تھا لیکن آہ

وہ انتظار شوق کی باتیں کدھر گئیں
اب ہم کو انتظار ہے اس انتظار کا

عصر حاضر کے بڑے آدمیوں میں

سنہ ۱۹۴۸ء کا ذکر ہے کہ امریکہ سے ایک صاحب نے لکھا کہ وہ عصر حاضر کے بڑے آدمیوں کی سوانح حیات اکٹھی کر رہے ہیں اور اس میں وہ مولانا مرحوم کی شخصیت کا تذکرہ بھی چاہتے ہیں۔ حضرت مولانا نے اس سے قبل اگر ان سے کہا بھی گیا تو اپنی زندگی کے حالات بتانے میں کوئی دلچسپی ظاہر نہ کی اور اپنے طبعی انکسار کی بناء پر اس امر کو تضیع اوقات سمجھا۔ لیکن ان صاحب کا اصرار بڑا شدید تھا۔ اور انہوں نے حکومت پاکستان کی معرفت اپنی درخواست بھجوائی تھی اس لئے مولانا مرحوم نے مجھے لکھا کہ میں ان کے متعلق ایک مختصر نوٹ لکھکر بھیجدوں۔ میں نے مولانا عزیز بخش صاحب سے اور مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی مدد سے اپنے مضمون کو مکمل کیا اور حضرت امیر کو بھجوا دیا۔ آپ نے اس میں مناسب تبدیلیاں کیں اور کچھ مشورے دیئے۔ میں نے دوبارہ اسے لکھ کر بھیجا۔ اس سے انہوں نے دو پیراگراف حذف کر دیئے اور لکھا کہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے میں اس سے ڈرتا ہوں۔ میں اپنے آپ کو [illegible] باتوں کا اہل نہیں سمجھتا لیکن آخری دفعہ جو مسودہ ان کو بھیجا گیا [illegible] میں وہ دو پیراگراف کو میں نے دوبارہ شامل کر دیا اس پر انہوں نے مزید کچھ نہ کہا اور اسی طرح وہ مضمون امریکہ بھیجدیا اخبار لاٹ سنہ ۱۹۴۹ء کے مجوزہ نمبر میں وہ مضمون شائع ہو چکا ہے اور اسی مضمون کا ترجمہ عربی اور جاپانی میں بھی ہو چکا ہے۔ اس طرح سے پہلی بار ان کے حالات ایک مضمون کی شکل میں جمع کئے گئے۔

حضرت مولانا کی سوانح حیات

مولانا کی تاریخ پیدائش کا صحیح علم نہیں۔ غالباً سنہ ۱۸۷۴ء ماہ دسمبر کا کوئی دن تھا۔ کہ آپ ایک چھوٹے سے گاؤں "مراڑ" ریاست کپورتھلہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد حافظ فتح دین صاحب کے آپ پانچویں بیٹے تھے پانچ سال کی عمر میں آپ کو اپنے بھائی مولانا عزیز بخش صاحب کے ساتھ دیالپور کے پرائمری سکول میں داخل کرا دیا گیا اور تین سال بعد دونوں بھائی کپورتھلہ ہائی سکول میں دسویں جماعت تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ میٹرک کا امتحان آپ نے سنہ ۱۸۹۰ء میں پاس کیا۔ گو آپ کے والد کی مالی حالت اس بات کی متحمل نہ ہو سکتی تھی کہ آپ کو لاہور بھیجکر کالج کی تعلیم دلوائیں۔ لیکن انہوں نے کوشش کر کے معقول رقم فراہم کی اور دونوں بھائیوں کو گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل کرا دیا۔ اس کالج سے مولانا نے سنہ ۱۸۹۵ء میں ایم اے پاس کیا۔ ایم اے میں آپ کا مضمون انگریزی تھا۔ اس سال ۲۳ طلباء سے کل پانچ طالب علم پاس ہوئے تھے۔ بچپن میں مولانا مرحوم کو کبڈی کا شوق تھا سکول میں جاکر کرکٹ کھیلتے رہے۔ لیکن اپنی تعلیم کی طرف سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ ریاضی کے مضمون میں آپ کو خاص دلچسپی تھی بی اے میں اختیاری مضامین میں سے آپ نے ریاضی کو پسند کیا۔ ایک دفعہ جب آپ نے اپنے پروفیسر سے اپنے لئے سرٹیفکیٹ مانگا تو اس نے کاغذ پر صرف اتنا لکھا دیا۔

"محمد علی ہمارے کالج کا بہترین
ریاضی دان ہے"

سکول اور کالج کے دنوں میں مولانا مرحوم نے ادبی سرگرمیوں میں قطعاً کوئی حصہ نہیں لیا۔ نہ کوئی تقریر کی نہ مباحثے میں شریک ہوئے۔ نہ اشاعت کے لئے کوئی مضمون لکھا۔ آپ کو صرف اپنے مطالعہ سے غرض تھی یا صحت بنانے کے لئے جس قدر ورزش کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس پر کاربند رہے۔ پیدل بہت چلا کرتے تھے۔ لمبی سیر کی عادت زندگی کے آخری سالوں تک قائم رہی۔ جب سے دل کی بیماری کا حملہ ہوا، زیادہ چلنا پھرنا آپ نے ترک کر دیا تھا۔

بی اے پاس کرنے کے بعد آپ نے اسلامیہ کالج لاہور میں ریاضی کے پروفیسر کی حیثیت سے ملازمت اختیار کر لی لیکن گورنمنٹ کالج لاہور میں ایم اے کی کلاسز میں بھی شریک ہوتے رہے ایم اے کے بعد آپ نے لاء کالج میں داخلہ لے لیا اور بدستور اسلامیہ کالج کے پروفیسر بھی رہے سنہ ۱۸۹۷ء میں آپ نے اسلامیہ کالج کو خیرباد کہکر اورینٹل کالج لاہور میں پروفیسری اختیار کر لی اور سنہ ۱۹۰۰ء تک اسی کالج میں کام کرتے رہے۔

حضرت مسیح موعودؑ سے آپ کا تعارف

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں اسلامیہ کالج میں پروفیسر تھے خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور بھی اسی کالج میں بحیثیت پروفیسر ملازم تھے۔ خواجہ صاحب ان دنوں احمدی ہو چکے تھے اور کبھی کبھی حضرت صاحب اور ان کے دعاوی کا تذکرہ حضرت مولانا سے بھی کرتے رہتے تھے۔ اس سے قبل ۱۸۹۲ء میں حضرت مسیح موعودؑ لاہور تشریف لائے تھے تو حضرت امیر مرحوم رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھائی مولانا عزیز بخش صاحب کے ساتھ اکثر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور حضور کے کلمات طیبات کو سن کر بہت متاثر ہوتے تھے لیکن ابھی بیعت کرنے میں کچھ توقف تھا۔ مارچ سنہ ۱۸۹۷ء میں خواجہ صاحب کی معیت میں آپ قادیان تشریف لے گئے اور وہیں سلسلہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ آپ کی زندگی نے اس کے بعد ایک نئے دور میں قدم رکھا۔

ہر ہفتہ قادیان میں

تحریک احمدیت میں شمولیت کے بعد آپ مزید تین سال تک لاہور ہی میں قیام پذیر رہے۔ لیکن اس عرصہ میں اکثر قادیان جایا کرتے تھے۔ قادیان جانا ان دنوں آسان کام نہ تھا۔ ایک دفعہ جمعیت طلباء احمدیہ لاہور کے ایک اجلاس میں آپ نے اس کیفیت کو خود بیان کیا تھا۔

" طالب علمی کے زمانہ میں ہم عموماً قادیان جاتے تھے لاہور سے گاڑی رات کے بارہ بجے بٹالہ سٹیشن پر پہنچتی تھی۔ کوئی تانگہ اور یکہ نہ تھا جو ہمیں قادیان لے جاتا۔ ہم وہاں سے پیدل ہی قادیان چل دیتے اور جاکر مسجد کے فرش پر لیٹ رہتے۔ اور فجر کی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ ہم وہاں صرف ایک دن کے لئے جایا کرتے تھے۔ شوق کا عجیب عالم تھا حضرت صاحب سے ملنے کو طبیعت کتنا چاہتی تھی ہفتہ کی رات وہاں جاکر اتوار کی شام کو واپس چل پڑتے تھے۔"

قادیان کا مستقل قیام

سنہ ۱۹۰۰ء میں آپ نے اورینٹل کالج کو چھوڑ کر گوجرانوالہ میں وکالت شروع کرنے کا اہتمام کیا اور حضرت مسیح موعودؑ سے ملنے قادیان گئے۔ اور اس بار ایسے گئے کہ پھر وہیں کے ہو رہے۔ حضرت صاحب نے ریویو آف ریلیجنز کی ادارت آپ کو اور خواجہ کمال الدین صاحب کے سپرد کی۔ قادیان آپ [illegible] پھر حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے وصال [illegible] تک وہیں رہے۔ اسلام پر بہت سے مضامین تحریر [illegible] قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ وہیں مکمل کیا [illegible]

اختلاف کے بعد

اختلاف سلسلہ کے بعد آپ نے لاہور میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ پہلے میکلوڈ روڈ پر ایک کوٹھی کرایہ پر لی اور اس کے ایک حصہ میں اپنی رہائش رکھی اور ایک [illegible] اشاعت اسلام کالج قائم کیا جس کے آپ خود ہی پرنسپل تھے کچھ عرصہ بعد یہ کالج احمدیہ بلڈنگس میں منتقل ہو گیا۔ اور آپ بھی احمدیہ بلڈنگس میں رہائش اختیار کر لی جہاں قریباً بیس [illegible] سال تک قیام پذیر رہے اور پھر اپنی صحت کے پیش نظر [illegible] کی کھلی آب و ہوا میں ایک کوٹھی بنا لی اور وہاں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ گرمیوں کے ایام میں آپ ابتداء میں شملہ اور پھر [illegible] جاتے رہے۔ پاکستان بننے کے بعد ایک گرمی کا موسم [illegible] گذرا لیکن وہاں جاکر ایسے سخت بیمار [illegible]

امید نہ رہی۔ انگریزی ترجمۃ القرآن پر نظر ثانی کا کام شروع کر رکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کام کے لئے اللہ تعالےٰ نے انہیں کچھ عرصہ اور زندہ رکھنا تھا۔ اور بیماری کے پے درپے حملے کے باوجود آپ نے لاہور اور کراچی میں قرآن مجید کی نظر ثانی کا کام مکمل کر لیا اس کے پروف بھی دیکھ لئے صرف انڈکس کے پروف دیکھنے باقی رہ گئے تھے۔

آخری آرزو

حج کا ارادہ اور بلاد عربیہ کے دورہ کا پروگرام

گذشتہ دو تین سال سے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی آرزو تھی کہ حج کو جا سکیں۔ اور انہوں نے اس کے لئے انتظامات بھی مکمل کر لئے تھے۔ لیکن قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر میں ابھی کچھ تبدیلیوں کی ضرورت تھی قرآن مجید کے پروف بھی نئے شروع ہو گئے تھے اگر آپ حج کے لئے چلے جاتے تو یہ کام نامکمل رہ جاتا۔ حج کے علاوہ آپ کا ارادہ انگلستان یورپ مشرق وسطیٰ اور امریکہ میں دورہ کرنے کا بھی تھا۔ اس تمام سفر میں کوئی چھ سات ماہ کا عرصہ لگتا۔ اس لئے آپ کی یہی کوشش تھی کہ جس قدر جلد ہو سکے قرآن مجید چھپ جائے تاکہ آپ اطمینان سے ان ممالک کا دورہ کر سکیں۔ آپ کے ارشاد پر میں بھی عراق، مصر، ترکی اور دیگر اسلامی ممالک کے دورہ پر جانے والا تھا۔ میں اپنی تیاریاں مکمل کر چکا تھا کہ آپ کا ایک خط ملا جس میں آپ نے مجھے اس سفر کو چند ماہ ملتوی کرنے کے لئے لکھا اور اپنے ایک سفر کا خاکہ بیان کیا ذیل میں اس خط کی مکمل نقل درج ہے :-

"ہر دین برنس روڈ۔ کراچی

۱۹۵۰-۷-۲۰ سردست یہ صرف آپ تک محدود رکھیے

اخویم مکرم طفیل صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں چاہتا ہوں کہ آپ کا دورہ اس رنگ میں مفید ہو کہ حضرت صاحبؑ کی پوزیشن عالم اسلامی میں صاف کی جائے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ کی کتب سے اقتباس لے کر اسے طبع کرایا جائے۔ ایک اور امر بھی پیش آگیا ہے جس سے میں آپ کو اطلاع دینا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو سال سے خواجہ نذیر احمد صاحب مجھ سے کہہ رہے تھے کہ میں ایک سال گرمیاں ووکنگ میں کاٹوں اور میرے آنے جانے کا خرچ وہ دیں۔ اس سال میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ چلا جاؤں گا مگر یہ فیصلہ جون میں کیا اور اسی سال جانے کا خیال تھا مگر دو دقتیں پیش آگئیں۔ ایک یہ کہ قرآن کریم کا مسودہ ابھی تک مقابلہ کے لئے ڈاکٹر احمد حسن صاحب کے ہاتھ میں ہے اور وہ مکمل نہیں ہوا۔ دوسرے پروف آنے شروع ہو گئے اور میرا کام یہاں بہت بڑھ گیا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ عید کے بعد چلا جاؤں لیکن یہ اب ممکن نہیں رہا۔ اور اگر جاؤں بھی تو کافی وقت باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ سال اپریل میں انگلستان جاؤں اور اگر خدا کو منظور ہو تو پھر کر بھی ایک دفعہ کوشش کی جائے کہ اسلام کی صحیح تعلیم لوگوں کے سامنے پیش کی جا سکے۔ ممکن ہے جیسا کہ خواجہ صاحب کا خیال ہے اللہ تعالےٰ اس میں برکت دے۔ اس کے ساتھ ہی میرا یہ خیال ہے کہ کچھ کام ووکنگ میں کر کے۔ اگر موقعہ ملا تو برلن اور اسی راستے سے استنبول بھی ہو آؤں۔ اور اس کے بعد اگر موقعہ ملا تو ایک ماہ کے لئے امریکہ کا بھی دورہ کیا جائے مگر یہ بعد میں دیکھنے کی بات ہے اگر وقت نکل آیا۔ لیکن واپسی پر مصر میں ٹھہرنے کا ارادہ قطعی ہے۔ اور اگر خدا توفیق دے اور سامان بھی میسر آ جائیں تو ارادہ ہے کہ حج بھی کر آؤں۔ بلکہ ایک بڑی بھاری آرزو ہے۔ اور حج کے بعد واپسی براہ دمشق اور بغداد، بصرہ، ہو یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے اگر خدا زندگی دے تو شاید اس کی تکمیل ہو جائے مگر اس سفر کو میں جس قدر مفید بنانا چاہتا ہوں نہیں بنا سکتا جب تک کہ میرے ساتھ ایک آدمی نہ ہو اور میں نے بہت سوچا ہے اب تک مجھے آپ کے سوا دوسرا آدمی اس کام کے لئے موزوں نظر نہیں آیا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ بجائے اب جانے کے اس وقت میرے ساتھ چلیں اور اگر مجھے حج کا سامان میسر آ گیا تو آپ ان ایام میں مصر اور استنبول ہو کر مجھے دمشق میں کہیں مل جائیں اور عراق کے رستے سے ہم واپس آ جائیں۔ یہ سفر کل چھ ماہ کے قریب لے گا یا سات ماہ۔ لیکن اگر خدا کو منظور ہو تو بہت مفید کام ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں نے یہ ساری سکیم آپ کو لکھدی ہے۔ کہ اگر کوئی روک نہ ہو تو آپ اس سفر میں میرے ساتھ رہیں۔ اور موجودہ سفر کو چھ ماہ کے لئے ملتوی کر دیں۔ اس طرح دونوں کام ہو جائیں گے۔ کیونکہ گو میرا خرچ خواجہ صاحب دیں گے مگر آپ کا سارا خرچ رائلٹی فنڈ پر ہوگا۔ میں اس تجویز کو اس لحاظ سے بھی مفید سمجھتا ہوں کہ ان چھ ماہ میں آپ بھی اور میں بھی حسب ضرورت لیکچر بھی تیار کر لیں۔ اور جو لٹریچر ساتھ لے جانا ہے وہ بھی تیار کر لیں اس وقت تک قرآن کریم کی نئی ایڈیشن بھی آ گئی ہوگی اور ہمارا کام زیادہ مفید ہو جائے گا۔ میں سردست ان امور کا عام اعلان پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ اس میں بہت سے امور مشورہ طلب بھی ہیں۔ جن پر میں لاہور پہنچکر مشورہ لے سکتا ہوں لیکن اگر یہ میرا سفر کسی وجہ سے ملتوی بھی ہو جائے تو پھر آپ کا فروری یا مارچ میں نکل جانا مناسب ہوگا۔

والسلام

محمد علی

ناسازی طبع اور طویل سفر کی ممانعت

لاہور پہنچکر باوجود ناسازی طبیعت اور ناطاقتی کے آپ کا یہ ارادہ تبدیل نہ ہوا۔ اپریل کے لئے جہاز میں سیٹیں بک کر دی گئیں۔ لیکن مارچ ۱۹۵۱ء میں جب ڈاکٹر نے آپ کا معائنہ کیا تو ایسے طویل سفر کی قطعی ممانعت کر دی۔

۵ را اپریل کو میں دفتر میں بیٹھا کاغذات دیکھ رہا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ رسیور اٹھایا تو مسلم ٹاؤن سے ایک صاحب کہہ رہے تھے۔ "دیکھئے ڈاکٹر وزیر احمد صاحب، قریشی اور رحیم صاحب کو تار دے دیں کہ اتوار کو نہ آئیں۔ حضرت امیرؒ کی طبیعت یک لخت خراب ہو گئی ہے۔ انہیں رات تکلیف ہو گئی تھی"

"اوہو" میں نے گھبرا کر پوچھا "اب کیا حال ہے"

"اب ٹھیک ہے۔ دفتر کی کوئی ڈاک بھی ان کے پاس نہ بھیجیں اور نہ احباب ملاقات کے لئے آئیں۔"

"بہت اچھا" یہ کہکر میں نے رسیور رکھ دیا۔ ڈاکٹر وزیر احمد قریشی اور رحیم صاحب حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی معیت میں ایک اہم مقصد کے لئے آپ سے ملاقات کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ڈاکٹر نے مکمل ایک ماہ کے لئے کام سے منع کر دیا تھا۔ چند روز تک تو کسی قسم کے کاغذات دفتر کی طرف سے آپ کے پاس نہ بھیجے گئے۔ لیکن کچھ ایسے امور بھی تھے جن کے متعلق آپ سے مشورہ کرنا ضروری ہو جاتا تھا۔

ملاقات بحالت بیماری

۱۹ را اپریل کو مجھے مسلم ٹاؤن جانا پڑا۔ پونے دس بجے صبح میں آپ کی کوٹھی پر حاضر ہوا۔ دائیں طرف آپ کا دفتر تھا۔ جہاں آپ بیٹھ کر کام کیا کرتے تھے اور جب سے کراچی سے آئے تھے کرسی پر بیٹھنا چونکہ آپ کے لئے مشکل تھا۔ اس لئے آپ کے دفتر میں پلنگ بچھا دیا گیا تھا۔ اور وہیں گاؤ تکیہ کا سہارا لے کر آپ قرآن مجید کے پروف دیکھا کرتے تھے۔ لیکن اب وہ نواڑی پلنگ خالی پڑا تھا۔ تمام دفتر کا منظر اکھڑا اکھڑا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میں حضرت مولناؒ کے سامنے ایک دوسرے کمرے میں کھڑا تھا۔ آپ بستر میں لیٹے ہوئے تھے اور اپنے منہ کو ایک سفید رومال سے ڈھانپ رکھا تھا صرف آنکھیں کھلی تھیں۔ چونکہ مجھے قلت وقت اور حضرت مولنا کی ناسازئی طبیعت کا شدید احساس تھا اس لئے میں نے السلام علیکم کہکر اپنے آنے کی غرض بیان کی۔ ترکی زبان میں "لونگ تھاٹس آف پرافٹ محمدؐ" کا ترجمہ مکمل ہو چکا تھا اور اس کی طباعت کی منظوری درکار تھی۔ اگر آخر اپریل کے بعد یہ منظوری دی جاتی تو مطبع والے خرچ زیادہ کر دیتے۔

بڑی نحیف آواز میں فرمایا "کہاں سے یہ رقم ادا کی جائے"

میں نے کہا "رائلٹی فنڈ" سے۔

فرمایا اس پر تو آگے ہی کافی بوجھ پڑا ہوا ہے تصنیف و تالیف میں سے ادا کرنے کی منظوری لے لیں۔ میں نے کاغذ پر یہ الفاظ لکھے :-

"انجمن میں پیش کر کے منظوری لے لیں"

اور پھر کاغذ آپ کے دستخطوں کے لئے آپ کے قریب کر دیا۔ آپ نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے "محمد علی" لکھا اور کچھ دیر کے لئے رک گئے جیسے کچھ اور لکھنا چاہتے تھے شاید تاریخ۔ پھر جیسے تھک گئے ہوں اور کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے خود اس کے نیچے تاریخ ڈال دی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ رحمان بی گجراج صاحب برٹش گائنا میں انجمن کی شاخ قائم کرنے کی منظوری لینا چاہتے ہیں۔ یہ معاملہ بھی انجمن میں پیش کر دیا جائے۔ فرمانے لگے ہاں۔

مراد یکوان صاحب کے متعلق ذکر کیا کہ انہیں ملتان لے جانے کا خیال ہے کہ میاں شیخ عطاء اللہ صاحب سے مل آئیں۔ فرمایا ٹھیک ہے۔

میری گفتگو تمام ہو چکی تھی۔ میں اس سے زیادہ اور کوئی ذکر نہ چھیڑنا چاہتا تھا۔ اور آپ سے اجازت چاہتا تھا کہ میں نے حضرت امیر رحمت اللہ علیہ کے لبوں کو حرکت میں دیکھا مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے آپ کہہ رہے ہیں "بس اب آپ جائیں میں آرام کرنا چاہتا ہوں" اور میں نے باہر نکلنے کے لئے قدم بڑھایا۔ لیکن پھر مجھے محسوس ہوا کہ آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

"ایک خط آیا تھا ــــ" آپ نے بہت ہی نحیف آواز میں فرمایا۔

میں نے کہا "جی" اور باقی بات سننے کے لئے

آپ کے اور ساتھ لے گیا تاکہ آپ کو زور سے بولنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو۔ آپ نے رُکتے رُکتے فرمایا۔
"تصدق حسین صاحب قادری نے اس کے بعد سانس سنبھلنے کے لئے رُک گئے۔ پھر فرمایا۔ لکھا ہے...... کہ ابراہیم سجوانی .... صاحب نے تین سو روپیہ ماہوار ... دینے کا وعدہ کیا ہے .... کہ اس سے کہیں مشن کھولا جائے .... ترکی یا ہانگ کانگ میں"
میں نے عرض کیا ترکی کی طرف ہمیں توجہ کرنی چاہیئے۔
فرمایا۔
"ہاں ...... میرا بھی ...... یہی خیال تھا ...
اسے بھی انجمن .... میں پیش ...
کر دیں"
تمام باتیں جیسے ختم ہو چکی تھیں۔ آپ نے اپنے تھکے ہوئے سر کو ایک طرف ڈال دیا۔
میں نے عرض کی "طبیعت کیسی ہے"
فرمایا۔ "الحمد للہ"
اور میں مصافحہ کر کے رخصت ہوا۔

شگفتگی کے آثار

کچھ دنوں بعد آپ کی طبیعت سنبھل گئی۔ ایک دن مجھے اور شیخ محمد آصف صاحب کو اکٹھے وہاں جانے کا اتفاق ہوا اور دن کافی باتیں کرتے رہے۔ جماعت کی موجودہ حالت اور اندرونی اَئل پر بھی گفتگو ہوئی۔ ایک بار پھر آپ کے چہرہ پر شگفتگی کے آثار نمودار ہونے لگے۔

کراچی کو روانگی

۳۱ مئی کو صبح آپ پاکستان میل سے کراچی روانہ ہوئے۔ صحت پہلے سے بہتر تھی۔ میں نے اسٹیشن پر تصاویر لینے کے لئے فوٹوگرافر کا انتظام کیا تھا۔ آپ گاڑی کے کمپارٹمنٹ میں کرسی بچھا کر دروازہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ چہرے پر نقاہت کے آثار نمایاں تھے۔ لیکن طمانیت بھی جھلک رہی تھی۔ فوٹوگرافر کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ "یہ آپ نے بہت تکلیف کی"۔ آپ تصویر کھچوانے پر جلدی سے آمادہ نہ ہوتے تھے۔ اور اگر کبھی آمادگی کا اظہار کرتے تو جس حالت میں ہوتے اسی طرح کیمرے کے سامنے کھڑے ہو جاتے۔ اس وقت دو تصاویر لی گئیں ایک علیحدہ اور دوسری دوستوں کے ہمراہ۔ اگر اس کے بعد کراچی میں آپ کی تصاویر نہیں اتاری گئیں تو پھر یہی آپ کی آخری تصاویر ہیں۔ احباب لاہور نے آخری بار ۳۱ مئی کو آپکو الوداع کہا۔

نماز اور کام

کراچی پہنچکر آپ کی صحت میں قدرے ترقی ہوئی۔ لیکن کام کی زیادتی اور انتظامی معاملات کی الجھنوں نے آخر وقت تک گھیرے رکھا۔ کام کی کثرت سے آپ کبھی نہ گھبراتے تھے بلکہ کہا کرتے تھے کہ اگر میں کام کرنا چھوڑ دوں تو پھر میں زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ کام کرنے سے انسان کی عمر بڑھ جاتی ہے۔ اور آپ نے تمام عمر اسی اصول پر عمل کیا۔ عام طور پر آپ صبح تین بجے تہجد کے لئے اُٹھ جاتے۔ اور نماز سے فارغ ہو کر اپنے کام میں مصروف ہو جاتے تھے۔

آپ کا وصال

کراچی پہنچکر آپ کی صحت سنبھل رہی تھی۔ لیکن ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۱ء جمعرات کی شام کو اطلاع ملی کہ آپ کے شکم میں درد ہے اور طبیعت اچھی نہیں رہی اور جمعہ ۱۳ اکتوبر کو دو بجے کے قریب اطلاع ملی کہ آپ ۳۰-۱۱ بجے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جنازہ کی آمد

۱۴ اکتوبر کی شام کو آٹھ بجے پاکستان میل سے احباب نے نمناک آنکھوں اور سوگوار ہاتھوں سے آپ کا جنازہ اتارا۔ ۱۶ اکتوبر کو ۹ بجے بھی آپ لاہور اسی گاڑی سے پہنچ رہے تھے۔ قدرت دو دن پہلے انہیں اس حالت میں لے آئی۔

جنازہ ٹرک پر رکھ کر پہلے آپ کے گھر مسلم ٹاؤن میں لے جایا گیا۔ احباب جماعت بہت بڑی تعداد میں مسجد احمدیہ بلڈنگس میں جمع تھے ½۸ بجے مسلم ٹاؤن سے جنازہ واپس لایا گیا اور مسجد میں محراب کے قریب جہاں آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے احباب کی دعاؤں کے لئے آپ کا جنازہ رکھا گیا۔ آپ کے برادر بزرگ مولانا عزیز بخش صاحب یاس والم کی تصویر بنے بیٹھے سکتے تھے۔ جنازہ تو میرا حضرت امیر نے پڑھانا تھا آج یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ لڑکھڑاتے ہوئے اُٹھے۔ لوگوں نے صفیں درست کیں اور مولانا عزیز بخش صاحب نے رقت بھری آواز میں مولانا مرحوم کی روح پر سلامتی بھیجنے کے لئے اللہ اکبر کہکر صلوٰۃ جنازہ کے لئے ہاتھ باندھ لئے۔ اور سب احباب نے انکی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی

جنازہ کی روانگی

بعض احباب نے نماز جنازہ کے بعد چہرہ دیکھنے کے لئے اصرار کیا لیکن میاں نصیر احمد صاحب فاروقی۔ میاں محمد صاحب اٹھوالوی اور خانبہادر غلام ربانی نے لوگوں کو اس امر سے منع کر دیا کہ کراچی سے لاتے وقت میت کو حفاظت کے ٹیکے نہیں لگائے گئے تھے اس لئے ڈاکٹروں نے بکس کو بھی کھولنے سے منع کر دیا تھا۔ مسلم ٹاؤن میں بھی چہرہ کسی کو نہیں دکھایا گیا۔ لیکن میاں سعید احمد صاحب کسی صورت نہ مانتے تھے خانبہادر غلام ربانی نے کہا کہ آپ لوگ زیادہ اصرار نہ کریں اور اس خوبصورت چہرے کا تصور اپنے ذہنوں میں محفوظ رکھیں جو آپ نے حضرت کی زندگی میں دیکھا تھا۔ اس وقت آپ کا چہرہ دیکھ کر آپ کیا کریں گے۔ یہ باتیں سن کر احباب زار زار رونے لگے۔ چند احباب نے بڑھ کر جنازہ کو اٹھایا اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اسے آخری آرامگاہ کی طرف لے چلے۔ قریباً چالیس منٹ میں جنازہ اپنی آخری منزل تک پہنچ گیا۔

افسوس کہ آ پہنچا لب گور جنازہ
وہ بحرِ محبت کا کنارہ نظر آیا

نو بجکر چالیس منٹ پر آپ کی میت کو آہستہ سے قبر میں اتار دیا گیا دس منٹ بعد لوگ آپ کے مرقد پر دعا مانگ رہے تھے۔ مرزا مظفر بیگ صاحب نے اس موقع پر ایک مختصر تقریر کی اور پھر لوگ آہستہ آہستہ اپنے محبوب امیر کو سپرد خاک کر کے نکل آئے۔ فلک پر چاند اپنی زرد شعاعوں کے ساتھ اس منظر کو حیرت سے تک رہا تھا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مولانا محمد علی صاحب کے مجھ پر احسانات

از حضرت مولانا عزیز بخش صاحب برادر بزرگ حضرت امیر مرحوم

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی مرحوم و مغفور کے احسانات مجھ پر بیشمار ہیں چند ایک ذکر کرتا ہوں۔

اوّل۔ میری زندگی بفضل تعالیٰ انہوں نے [illegible] جب میں نے اپنی نصف پنشن کا روپیہ کمیوٹ کرا [illegible] یہی اراده کیا کہ اپنے مولد و موضع ارریاست [illegible] میں باغ لگا کر باقی ایام زندگی وہاں آرام سے صرف کر دوں [illegible] انہوں نے فرمایا آپ تھکے ہوئے ہیں آپ کو کوئی دینی کام کرنا چاہیئے اور اپنی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو دینی خدمت اسلام کی ضرورت ظاہر فرمائی جس کو میں نے بطیب خاطر قبول کیا [illegible] سنہ ۱۹۳۰ء میں انجمن میں مختلف عہدوں پر کام کرتا رہا [illegible] ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم کو جب پنشن لینے کے بعد ایک معقول ملازمت پیش ہوئی تو انہوں نے منظور کرنے سے پیشتر حضرت مولانا محمد علی صاحب سے مشورہ کرنا چاہا [illegible] ان کا ایک ہی فقرہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی زندگی میں انقلاب عظیم کا موجب بن گیا جو یہ تھا کہ

عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنیم شامے چند

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اپنی بے بہا کتاب مجدد اعظم تصنیف کی۔

دوم۔ میری خانہ آبادی کا باعث بھی مولانا مرحوم و مغفور ہوئے۔ کیونکہ جب میری پہلی بیوی رابعہ مغفورہ فوت ہو گئی تو مجھے بڑا صدمہ ہوا [illegible] تسکین [illegible] لئے میں دو سال کی رخصت لے کر [illegible] چلا آیا اور حضرت مرحوم و مغفور کے پاس ان کے مکان واقعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں رہا۔ اس وقت انہوں نے مجھے اپنی انجمن میں سیکرٹری کے کام پر [illegible] ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم [illegible] دو پوسٹ، اس سال کی میری ہی لگی ہوئی تھی [illegible] ملتان کے کمشنر صاحب نے [illegible] میں واپس چلا گیا اور میں پھر اپنی خانہ آبادی [illegible] چنانچہ یہ مرحلہ بھی حضرت مرحوم و مغفور کے [illegible] سے سرانجام ہوا اور انہوں نے میری شادی ایک [illegible] سکاچ لیڈی سے کروائی جو دو سال سے [illegible] کا اپنا خطہ انگریزی اخبار لائٹ [illegible] ہو چکا ہے

آخر میں عرض ہے کہ [illegible] پڑھتے تو میرے [illegible] اپنے [illegible] بھائی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ [illegible] کھلائی [illegible] اس کا صلہ [illegible] سے بڑھ کر دیا ہے

الحمد للہ رب العالمین

عزیز بخش [illegible]

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کام میں

مرزا محمد یعقوب بیگ صاحب بی-اے-بی ٹی ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور

اُن دنوں میں واقف زندگی تھا۔ اور زیر تربیت۔ میرے شب و روز تبلیغی کلاس کے نصاب کے مطالعہ میں گزرتے تھے۔ ذہن و قلب پر صرف ایک ہی خیال مسلط رہتا کہ اب تبلیغ و اشاعت دین ہی تمہارا اوڑھنا بچھونا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد تم دنیا کے کسی خطے میں پہنچ جاؤ گے جہاں اسلام کی نیابت تمہارا فریضہ ہوگا۔

قرآن پڑھنے کا زرین موقعہ

اچانک ایک دن سیکرٹری انجمن کا ہدایت نامہ ملا۔ کہ تم حضرت امیرؒ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور پروف پڑھنے کے کام میں آپؒ کی مدد کرو۔ میں بہت گھبرایا۔ سوچا کہ آج پروف ریڈنگ کل کچھ اور اور پھر . . . . لیکن دوبارہ غور کیا تو بے حد خوشی ہوئی۔ سوچا کہ یہ تو نصرت الٰہی ہے۔ کہ حضرت امیرؒ سے قرآن پڑھنے کا زرین موقعہ ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ دوسرے دن میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ابھی باہر تشریف نہ لائے تھے۔ میں باہر برآمدے میں مولوی عبدالوہاب کے پاس بیٹھ گیا ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں۔ ہم باتوں میں لگے تھے کہ آپ تشریف لائے اور مجھ کو دیکھ لیا۔ لیکن میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا "مرزا جی آ گئے" میں فوراً با ادب کھڑا ہو گیا۔ سلام مسنون عرض کیا مصافحہ کیا اور کہا جی ہاں تعمیل ارشاد میں حاضر ہوں۔"

حضرت کی پروف بینی

پروف ریڈنگ میں روزانہ کئی گھنٹے صرف ہوتے طریق یہ تھا کہ روز کا کام روز ختم ہو جائے۔ اکثر مجھے صبح سے شام تک ٹھہرنا پڑتا۔ حضرت پروف دیکھتے میں متن کا ترجمہ اور حواشی پڑھتا۔ زیر و زبر کا اصل سے مقابلہ ہوتا۔ پھر میں متن (عربی) پڑھتا۔ اور حضرت ترجمہ کے الفاظ پر غور فرماتے۔ میں نے سنا تھا۔ کہ حضرت اٹھارہ اٹھارہ۔ بیس بیس گھنٹے مسلسل دماغی محنت کے عادی ہیں۔ لیکن اس دوران میں مجھے یہ دیکھ کر سخت صدمہ ہوا کہ آپ کے قواء میں اضمحلال واقع ہو چکا ہے اور اب وہ قوت کار موجود نہیں جس کا شہرہ تھا۔ کیونکہ میں پروف پڑھنے میں منہمک ہوتا اور حضرت فرماتے "مرزا جی ٹھہر جاؤ" قلم رکھ دیتے۔ عینک اتار دیتے اور ٹہلنے لگتے۔ دو چار منٹ ادھر ادھر گشت کرتے پھر آ کر بیٹھ جاتے پروف اٹھاتے اور فرماتے (اچھا پڑھو۔

ایک روز کچھ غلطیاں رہ گئیں۔ میں دوسرے روز صبح پہنچا تو موٹر بڑے دروازے کے پاس کھڑا تھا۔ بیگم صاحبہ موٹر میں بیٹھی تھیں۔ میں موٹر کے اس طرف تھا۔ حضرت امیرؒ نے اس طرف مجھے دیکھا تو گھوم کر بڑی پھرتی سے میری طرف لپکے اور فرمایا۔ مرزا جی آپ کس طرح پروف دیکھتے ہیں۔ اتنی غلطیاں باقی رہ جاتی ہیں کہ الامان!

میں نے کچھ اس طرح عرض کیا کہ حضرت میں نے کب آخری پروف ریڈر ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ کوئی مجھے طرح دے گیا تو آپ کے ہتے چڑھ گیا۔ اور آپ کو طرح دے گیا۔ تو میرے قابو میں آ گیا۔ "جائے استاد خالی است" آپ مسکرائے پروف میرے ہاتھ میں دیئے اور موٹر میں بیٹھ کر چلے گئے اور بات آئی گئی ہو گئی

ترجمہ میں ایک اصلاح

ترجمہ اور متن عربی کو بالجہر پڑھا جاتا۔ اس دوران میں مجھے مسلسل اپنے مقصد کو پیش نظر رکھنا پڑتا۔ جہاں کوئی مشکل مقام آتا۔ میں زود یا بدیر کوئی نہ کوئی سوال کر دیتا۔ حضرت بڑی خندہ پیشانی سے سنتے اور جواب دیتے۔ پڑھتے پڑھتے سورہ ھود کا وہ مقام آ گیا۔ جہاں ضیف ابراہیم کا ذکر ہے۔ اور حضرت ابراہیم عجل حنیذ لا کر پیش کرتے ہیں مہمان کھانے سے بے نیاز رہے۔ ان کی کسی حرکت سے بھنے ہوئے عجل حنیذ کی اشتہا انگیز موجودگی سے ترشح نہیں ہوئی۔ حضرت ابراہیم ڈرے۔ لاتخف نے آپ کو تسلی دی۔ انا ارسلنا الیٰ قوم لوط نے مزید وضاحت کی۔ پاس ہی حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کھڑی تھیں۔ فضحکت۔ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت ابراہیم کی بیوی کی ہنسی کچھ بھلی معلوم نہیں ہوتی۔ یہ ذوق سلیم پہ بار ہے۔ آپ نے LAUGHED ترجمہ لکھا ہے۔ آپ نے فوراً فرمایا۔ ذرا اندر سے بیان القرآن اٹھا لانا۔ (اس وقت ہم صحن میں بیٹھے تھے) میں گیا اور بیان القرآن لے آیا۔ آپ نے وہ مقام نکالا۔ فرمایا نوٹ پڑھو۔ میں نے نوٹ پڑھا تو آپ نے زیر لب فرمایا۔ اس سے تعجب کا معنیٰ بھی تو نکلتا ہے۔ قلم لیا۔ laughed کو قلمزن فرمایا اور wondered میں تبدیل کر دیا۔

"چکی پیہیے"

میں نے بھی اپنے پرانے خول کو اتار دیا تھا اور بڑی محنت و کاوش سے کام کرنے لگا تھا۔ چند دن بعد حضرت مجھ سے کچھ زیادہ التفات برتنے لگے اکثر میں بہت جلدی پہنچ جاتا۔ آپ میرے پہنچنے کے بعد وارد ہوتے۔ مجھے دیکھ کر مسکراتے اور مشفقانہ فرماتے "آؤ! مرزا جی چکی پیہیے" (یعنے آؤ مرزا جی چکی پیسیں) پھر ہم پروف لے کر بیٹھتے اور ترجمہ اور متن عربی ختم کر کے ہی اٹھتے۔

ایک لطیفہ

ایک دن میں دیر سے پہنچا۔ حضرت دارالمطالعہ میں آ چکے تھے اور کام میں مصروف تھے۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور زور سے السلام علیکم کہا۔ آپ نے فرمایا۔ آؤ۔ آؤ۔ مرزا جی! اج تے بڑی چھیتی آ گئے او۔" (یعنے آج تو آپ بہت جلدی آ گئے ہو) میں نے عرض کیا۔ جی۔ بس۔ . . بس۔ فرمایا۔ بس . . . وہ فقیر عزیز اللہ کے نوکر کا قصہ سنا ہے اور کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ قصہ یوں ہے کہ فقیر صاحب کھانے پر بیٹھے اور نوکر کو کہا کہ وہ بازار سے دہی لے آؤ۔ وہ گیا تو سہی لیکن تھا صاحب ذوق۔ راستہ میں الجھ گیا۔ پورے تین چار دن مارا مارا پھرتا رہا۔ چوتھے دن صبح سویرے دہی لے کر آ رہا تھا کہ پاؤں پھسلا اور گر گیا۔ کسی نے پوچھا کہ کیا بات ہے تو بولا "کی دسیئے جی فقیر صاحب دیاں کاہلیاں نے ماردتا اسے" (یعنی کیا بتائیں فقیر صاحب کی جلد بازی نے مار دیا) میں بھی کھلکھلا کر ہنس پڑا اور ہم پروف لے کر بیٹھ گئے

"یوں پڑھا کرو"

کام قریب قریب مکمل ہو چکا تھا۔ دیباچہ کے پروف باقی تھے۔ پڑھتے پڑھتے جب آخر تک پہنچا۔ تو میں نے حضرت کا نام اور پتہ چھوڑ دیا۔ جانے کیا خیال آیا۔ میں خود حیران ہوں۔ آپ بڑے سٹپٹائے اور فرمایا "تسیں پروف ریڈر نہیں آؤں" (یعنے آپ پروف ریڈر نہیں ہیں) میں نے فوراً پڑھا۔ محمد علی مسلم ٹاؤن۔ پی۔ او۔ اچھرہ۔ لاہور۔ پاکستان۔ مئی اٹھارہ انیس سو اڑتالیس۔" آپ نے تبسم فرمایا اور بولے "یوں پڑھا کرو"

لسی کی عادت

آپ کی عادتیں بڑی سادہ تھیں۔ [illegible] نام کو نہ تھا۔ آپ ٹھیٹھ پنجابی تھے۔ چنانچہ گیارہ بجے کے قریب آپ سردیوں میں بھی لسی پیتے تھے۔ پہلے دن جب لسی آئی تو گلاس میری طرف بڑھایا۔ فرمایا پیو گے۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ اس وقت نہیں ضرورت ہوگی تو عرض کر دوں گا۔ ایک دن مجھے سخت پیاس لگی۔ پروف پڑھ چکے تو میں نے عرض کیا کہ لسی پیوں گا۔ آپ نے نوکر کو بلایا اور حکم دیا لسی لے آؤ۔ وہ اندرون خانہ سے خالی ہاتھ لوٹا۔ کہنے لگا لسی ختم ہو گئی ہے۔ آپ نے فوراً جیب میں ہاتھ ڈالا اور لو یہ جاؤ ایک پاؤ دہی کی لسی بنوا لاؤ اور مجھے مخاطب ہو کر کہا۔ ٹھہریئے ابھی آتی ہے چنانچہ نوکر گیا۔ آپ وہیں بیٹھے رہے۔ لسی آئی مجھے پلائی اور پھر اندر تشریف لے گئے۔

[illegible] سکول میں

ابھی کام پایۂ تکمیل [illegible] تھا کہ [illegible] بلایا گیا۔ قلت اساتذہ نے [illegible] خان صاحب کو مجبور کر دیا کہ وہ انجمن سے [illegible] پیش ہوا پاس ہوا اور مجھے اطلاع مل گئی کہ [illegible] سکول میں حاضر ہو جاؤ۔ اس حکم نامے نے میرے تمام تبلیغی [illegible] مسمار کر دیئے۔ میں وہ حکم نامہ حضرت امیرؒ کی خدمت اقدس میں لیکر پہنچا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھے پھر سکول کی دلدل میں دھکیل دیا آپ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا "ہاں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی موقع دے دیگا۔" میں [illegible] کا منتظر ہوں [illegible]

کہ جس اصل سرچشمہ کی بدولت یہ خدمات انجام پائیں اس کی طرف نہ صرف دنیا کو توجہ ہی نہیں بلکہ توجہ دلا دینے پر بھی لوگ اسکو ماننے کے لئے تیار نہیں۔

سرچشمہ ہدایت و علم

شاید بعض بے خبر اصحاب کو یہ شبہ خلش پیدا کرے ہو کہ کیا خود حضرت مولانا کے نزدیک بھی یہ بات صحیح ہے کہ جو کچھ خدمات اسلامیہ و قرآنیہ ان کے ہاتھوں انجام پائیں ان کا اصل محرک حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی قوت قدسی تھی تو اس کے ثبوت میں حضرت مولانا کے اپنے واضح اعتراف کے بجز اور کیا پیش کیا جا سکتا ہے چنانچہ حضرت مولانا اپنے ترجمہ بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"بالآخر اس بات کا ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ گو قرآن شریف کی اس ناچیز خدمت میں میں نے سلف صالحین کی محنت سے بہت فائدہ اٹھایا ہے مگر میری زندگی میں جس شخص نے قرآن کریم کی محبت اور خدمت قرآن کا شوق پیدا کیا وہ اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ ان کے بعد فہم قرآن میں جس شخص نے مجھے اس راہ پر ڈالا وہ استاذی المکرم حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم ہیں۔ اگر کسی شخص کو میری اس ناچیز خدمت سے کچھ فائدہ پہنچے تو وہ جہاں میرے لئے دعا کرے ان بزرگوں کے لئے بھی دعا کو میں محتاج ہوں اگر اس میں کچھ خوشبو کسی کو معلوم ہو تو وہ کسی اور کی پھولی ہوئی رنج سے ہے

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم"

اور انگریزی ترجمہ و تفسیر کے دیباچہ میں حضرت مولانا اس طرح رقمطراز ہیں:

"اور سب سے آخر اس امر کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ جو کچھ اس تصنیف میں اعلیٰ و عمدہ باتیں ہیں وہ تمام کمال اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی جو اسلام کی اس صدی کے مجدد اور سلسلہ احمدیہ کے بانی ہیں پھونکی ہوئی روح کا نتیجہ ہے علم دین کا جو چشمہ اس شخص نے بہایا میں نے اس سے خوب سیرابی حاصل کی ہے۔ اس تعلق میں ایک اور انسان کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے اور وہ ہے حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم جنہوں نے اپنی آخری بیماری کے ایام میں اس ترجمہ و تفسیر کے بیشتر حصہ کو سنا اور بہت سے بیش قیمت اشارات دیئے۔"

پس حضرت مولانا رحمہ نے اپنے کھلے و شاندار اعتراف کے مطابق یہ حضرت اقدس علیہ السلام کی روحانی قوت و اثر کا نتیجہ ہے کہ آپ کو ایسی عظیم الرتبت خدمات دینیہ کی توفیق عطا ہوئی۔ اس ضمن میں وہ بنیادی امور کا ذکر لازمی ہے اوّلاً یہ کہ خدمت دین کا شوق و ولولہ جس نے دنیاوی کششوں سے توجہ کو ہٹا دیا حضرت مسیح موعودؑ کی زبردست قوت قدسی کا نتیجہ تھا دوم یہ کہ امام الزمان کے تعلق سے ایمان و یقین کا ایسا درجہ حاصل ہوا کہ جس نے قرآنی علم کی شکل میں ایک دنیا کو سیراب کر دیا۔ کیا اس میں کچھ شبہ ہے کہ واقعی آج کی مادی دنیا میں خواہ وہ غیر مسلم ہو یا اسلامی دنیا اگر کسی تصنیف نے مذہب اسلام کی حقانیت پر دوبارہ یقین و ایمان پیدا کیا ہے تو وہ حضرت مولانا کا ترجمۃ القرآن تفسیر ہی ہیں۔ اس ترجمہ کی عالمگیر مقبولیت کا سب سے بڑا باعث بھی یہی ہے کہ اس کے ذریعے سے علوم قرآنیہ کی افضلیت و غلبہ کا یقین پیدا ہوتا ہے۔ پھر کیا اس میں ذرہ بھر بھی کلام کی گنجائش ہے کہ علم کی بنا پر ایسا ایمان و یقین حضرت مسیح موعود کے بہائے ہوئے سرچشمہ سے ہی لیا گیا ہے۔

ثریا سے ایمان

آنحضرت صلعم کا وہ قول کس قدر سچا نکلا جس میں آپ نے مسیح زمان کی یہ نشانی بتلائی تھی

لو کان الایمان معلقاً بالثریا
لناله رجل من ابناء الفارس

کیا واقعی حضرت اقدس کی بعثت سے قبل عالم اسلامی پر اپنے دین کے بارہ میں قطعی مایوسی و ناامیدی طاری نہ ہو چکی تھی اور کیا واقعات کے رنگ میں حضرت مولانا محمد علی رحمہ کے ترجمۃ القرآن تفسیر نے اس مایوسی کو ایمان و یقین میں تبدیل نہیں کر دیا۔ ایک طرف حضرت مولانا مترجم کے تراجم کے تشریح میں اقرار فرماتے ہیں کہ جو کچھ ان تصانیف میں بلند پایہ علوم ہیں وہ تمام کمال حضرت مسیح موعودؑ کے بہائے ہوئے چشمہ سے ہیں اور ان تصانیف کی بدولت عالم اسلام میں فرقان مجید کی حقانیت اور اس کے روحانی علوم کی افضلیت و آخری فتح پر ایمان پیدا ہو جاتا ہے اور دوسری طرف حضرت اقدس اپنی ایک ابتدائی کتاب ازالہ اوہام میں یہ پیشگوئی فرماتے ہیں:۔

"میرا ارادہ ہے کہ انگریزی زبان میں ایک ترجمہ اور تفسیر بھی کر کے ان ممالک میں شائع کی جاوے اور میں یہ کہنے سے رک نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ایسا ہرگز نہ ہوگا جیسے مجھ سے یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں داخل ہے۔"

بے شک یہ الہامی الفاظ من وعن پورے ہو گئے اور آپ کی شاخ کے ذریعے جو ترجمہ و تفسیر ہوا اور جو مقبولیت تامہ اس نے حاصل کی پھر جو ایمان و یقین اس کے ذریعہ دوبارہ تازہ ہوا وہ اور کسی دوسرے کو حاصل نہ ہو سکا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ابتدائی کتاب مواہب الرحمن میں اس بارہ میں ایک کشف بھی موجود ہے:۔

"پھر مجھے ایک کتاب دی گئی جس کی نسبت مجھے یہ بتایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جسے علی نے تالیف کیا اور اب علی یہ تفسیر تجھے دیتا ہے۔"

علم و عقل سے اپیل

اس زمانہ کی خصوصیت یہ ہے کہ علم و عقل کی بات جلد تر دلوں میں گھر کرتی ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ نے براہین احمدیہ میں تحریر فرمایا کہ جو شخص اس زمانہ میں مذہب کی ترقی و ترویج کا خواہاں ہو اسے اپنے اصولوں کو علم و عقل کی بنا پر آج صحیح و سچا ثابت کر دکھانا چاہیئے ورنہ اسے اپنے دین سے دستبردار ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ایک طرف تو آپ نے اپنے پیدا کردہ لٹریچر میں اس امر کو ملحوظ رکھا ہے کہ جو بات پیش کی جائے وہ معقول ہو فطرت صحیحہ کے مطابق ہو قوانین قدرت سے استنباط کی جا سکتی ہو وغیرہ اور اسی اعلیٰ اصول کو آپ کے شاگردوں خصوصاً حضرت مولانا مرحوم نے اپنی تصانیف میں مدنظر رکھا اور یہی باعث ہے کہ حضرت مولانا رحمہ کے لٹریچر کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی کیونکہ ان کی ایک طرف ان میں یقین و ایمان کوٹ کوٹ کر بھرا ہے جو صرف حضرت مسیح موعودؑ کی برکت و اثر کا نتیجہ ہے تو دوسری طرف ان کی اپیل علم و دلائل اور قوانین فطرت سے ہے۔

ممبران جماعت کا تعاون و ایثار

پھر حضرت مولانا صاحب کی تصانیف کی قبولیت کی ایک اور بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ کارنامہ شخصی نہیں بلکہ جماعتی حیثیت رکھتا ہے نہ صرف ان کے مطالعہ سے ایمان و یقین میں تازگی اور اس میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ صرف ان کی اپیل علم و عقل و فطرت اور قوانین سے ہے بلکہ اس علم کلام کی پشت و پناہ میں... جماعت احمدیہ ایسی نیک و خادم دین جماعت کی قوت کام کر رہی ہے چنانچہ اس امر کا کھلا اعتراف بھی خود حضرت مولانا مرحوم نے فرمایا ہے۔ اردو ترجمۃ القرآن کے دیباچہ میں آپ فرماتے ہیں۔

"پھر میں اکیلا کچھ نہ کر سکتا تھا اگر میرے وہ احباب جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ممبر ہیں میرے معاون نہ ہوتے مجھ سے بڑھ کر ان احباب کی کوششوں کا نتیجہ یہ ترجمہ ہے جزاہم اللہ خیراً"

ایسا ہی انگریزی ترجمۃ القرآن کے دیباچہ میں آپ اس طرح اپنے رفقاء و ممبران جماعت احمدیہ کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

"میں اس دیباچہ کو ختم نہیں کر سکتا جب تک میں اس بڑی احسان مندی کا اعتراف نہ کر لوں جو مجھ پر میرے لائق دوست اور بھائی مولوی صدرالدین صاحب بی اے بی ٹی کی طرف سے ہے اور جو آج کل مسجد ووکنگ میں امامت کے فرائض سرانجام دینے کے بڑے اہم بوجھ کے باوجود میرے لئے ان تھک محنت سے معاونت کا باعث ہوئے ہیں کہ ان کی کوششوں سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔ انہوں نے حرف حرف پر وقت کی کاپیوں کو پڑھا ہے اور ان پر نظرثانی کی ہے اور یہ ایک ایسا کام ہے جو میں اس قدر دوری کے باعث خود نہ کر سکتا تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ امر جو پریس سے تعلق رکھتا تھا اس کی ادنیٰ سے ادنیٰ تفصیل کو انہوں نے خوبی سے نبھایا۔

"آخر یہاں تمام اصحاب کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے جنہوں نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی فیاضانہ معاونت کی ہے اور اس طرح اس انجمن کو اس قابل بنا دیا کہ وہ اس کا پہلا ایڈیشن شائع کر سکے اور سب سے آخر ہم خداتعالیٰ کی حمد و تعریف کرتے ہیں جس نے ہم سب کو اس اعلیٰ مقصد کی تکمیل میں اپنا اپنا حصہ ادا کرنے کا موقع دیا"

حضرت اقدسؑ پر حضرت مولانا کی خدمات کے متعلق انکشاف

جیسے کہ میں بیان کر چکا ہوں نہ صرف حضرت مولانا نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی قوت و انفاس طیبہ سے خدمت دین کا شوق و ولولہ حاصل کیا بلکہ آپ کے فیوض و برکات کے ذریعے اور آپ کی صحبت کے اثر سے وہ ایمان و یقین پایا جسے پھر اپنے لٹریچر کے ذریعہ دنیا میں پھیلایا بلکہ دلائل و براہین کا تمام ذخیرہ بھی حضرت اقدسؑ کے چشمہ سے حاصل کیا۔ کسی انسان کے منجانب اللہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ وہ اپنے رفقاء کے اندر خدمت دین کا خالص جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دے اور ان کی اعلیٰ صلاحیتوں کو دنیاوی مقاصد سے ہٹا کر دینی اغراض سے وابستہ کر دے۔ غرضیکہ زندگیوں میں ایک عظیم اندرونی انقلاب پیدا کر دے مگر اس کے علاوہ کسی شخص کے خدا کی طرف

حضرت مولانا نور الدین
صاحب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت امیر مرحوم کے استاد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن سے حضرت امیر مرحوم نے اکتساب نور کیا

"میں کسی فخر کے طور پر نہیں بلکہ تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ میں بالکل نوجوان تھا جبکہ حضرت مرزا صاحب کے قدموں میں پہنچا، جیسا کہ نوجوانوں کی حالت ہوتی ہے، دنیا کی بہت سی امیدیں بھی ختم تعلیم پر میرے دل میں تھیں اسی زمانے کا ذکر ہے، کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود کو اپنی تصویر اتروانے کا خیال آیا چنانچہ ایک فوٹو گرافر قادیان بلوایا گیا یہ تصویر کسی شوق یا نمائش کی خاطر نہیں اتروائی تھی ...... یہ فوٹو اس غرض سے اتروایا تھا، کہ یورپ کے لوگ بہت قیافہ شناس ہوتے ہیں ایک شخص کے بشرے کو دیکھ کر اس کے متعلق اندازہ لگا سکتے ہیں خیال تھا کہ یہ فوٹو تبلیغی اغراض سے یورپ بھیجا جائے مگر یہ عجیب بات ہے کہ حضرت صاحب کے ارشاد سے اس وقت ایک فوٹو میرا بھی لیا گیا ایسا کیوں ہوا؟ اس کی وجہ تو مجھے اب یاد نہیں ہے ویسے میں بھی انہی لوگوں سے ہوں جنہیں فوٹو وغیرہ کا کوئی شوق نہیں اس فوٹو کی ایک کاپی میرے پاس بھی پڑی رہی گذشتہ دنوں میری نظر اتفاقاً اس فوٹو پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ اس فوٹو میں ایک ہاتھ میری دائیں جانب بڑھا ہوا ہے جس میں ایک کتاب ہے اور اس کتاب پر "قرآن شریف" لکھا ہوا ہے اس سے پہلے اس پر کبھی میری نظر نہ پڑی تھی ۔ وہ ہاتھ کس کا تھا؟ اور تصویر میں کیوں ظاہر ہوا؟ یہ ایک بھید ہے جس کو خدا ہی جانتا ہے، جس وقت فوٹو اتروایا گیا ہے کسی شخص کو اس غرض کے لئے کھڑا نہیں کیا گیا اس کو ایک خدائی تصرف کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف اس خدائی تصرف پر غور کیجئے تو گویا یہ میری طرف یا اس جماعت کی طرف ایک غیبی اشارہ تھا کہ خدمت قرآن اس جماعت کے ذریعہ ہوگی"

خطبہ جمعہ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۵ء مندرجہ اخبار پیغام صلح ۲۰ فروری ۱۹۴۶ء

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی جوانی کی ایک تصویر
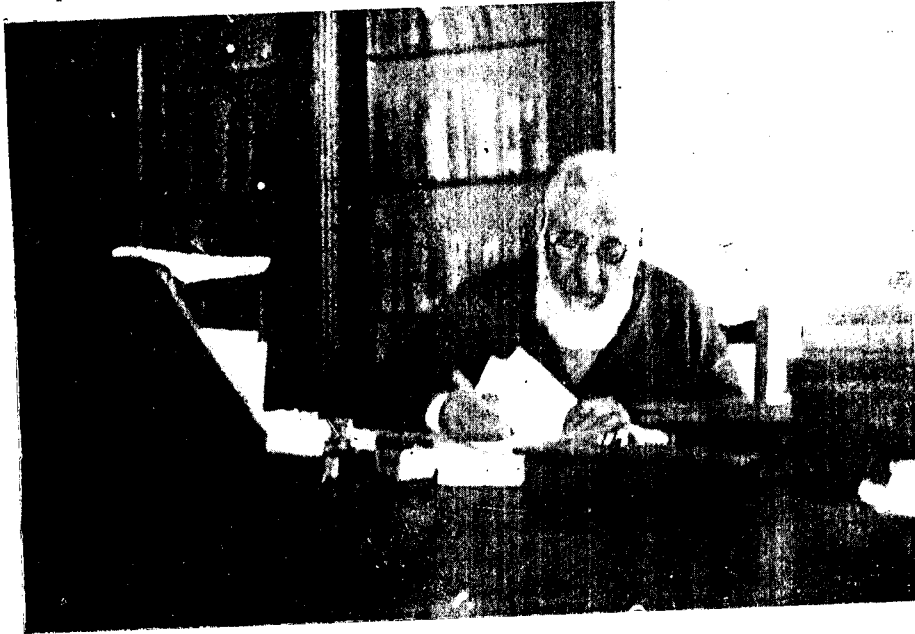
حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی بڑھاپے کی تصویر۔ قرآن کے پروف دیکھ رہے ہیں

حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب
(مرحوم)
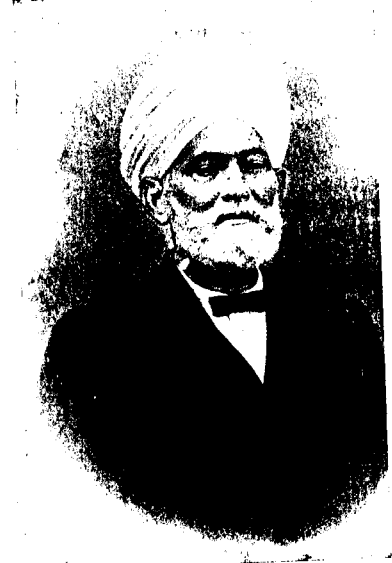
حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب (مرحوم)

حضرت ڈاکٹر
سید محمد حسین شاہ صاحب
(مرحوم)

حضرت بابو منظور الٰہی صاحب (مرحوم)

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب
(مرحوم)

کے

رفقاء کار

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب (مرحوم)
بانیٔ مسلم ووکنگ مشن

سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد

حضرت مولانا صدر الدین صاحب بانیٔ جرمن مشن

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے صاحب زادگان کے ساتھ
میاں حامد فاروق صاحب　　　　میاں محمد احمد صاحب

ایک گھریلو منظر

سے مبعوث ہونے کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ وہ شخص اپنے خاص اصحاب و رفیقوں کے مستقبل کے کارناموں سے قبل از وقت آگاہ کر جاتا ہے۔ ان غیبی امور کا جو مامور کی وفات کے بعد اس کے احباب خاص یا اس کی جماعت سے متعلق ہوتے ہیں اپنی وفات سے برسوں پہلے من وعن بتا دینا اور پھر ان کا وقوع میں آ جانا ایک بڑی زبردست دلیل اس کے منجانب اللہ ہونے پر ہوتی ہے۔ اخبار ڈان نے اپنے اسی تعزیتی ریویو میں مفصلہ ذیل فقرات بھی لکھے ہیں:

"بحیثیت ایک مبلغ کے مولوی محمد علی صاحب نے یورپی طریق اشاعت کی تکنیک کا نہایت سودمندانہ مطالعہ کیا ہوا تھا ان کی بلند پایہ کتب میں اس بات کی جھلک صاف نظر آتی ہے کہ وہ اپنے مخصوص قارئین کے ہر طبقہ سے الگ الگ کس طرح خطاب کریں ان کے اندر بے پناہ قوت تھی جو وہ اپنے کام کے لئے بزور سے کار لاتے۔"

یہ تو وہ اندازہ ہے جو آپ کی وفات پر آپ کے کام کے متعلق لگایا گیا ہے لیکن جب آپ کی زندگی بحیثیت مصنف ابھی شروع نہ ہوئی تھی اس زمانہ میں آپ کے امام علیہ السلام نے آپ کے آئندہ کام کا جو نقشہ کشف میں دیکھا اسے بھی پڑھئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک رؤیا کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"رؤیا۔ دیکھا کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور کسی طرف جا رہا ہوں جاتے ہوئے آگے بالکل تاریکی ہو گئی تو میں واپس آ گیا اور میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی ہیں واپس آتے ہوئے بھی راستہ میں گرد و غبار کے سبب تاریکی ہو گئی اور گھوڑے کی باگ کو میں نے ٹٹول کر پکڑا ہے چند قدم چل کر روشنی ہو گئی۔ آگے آ کے دیکھا ایک چبوترا ہے اس پر اترا ہوں وہاں چند ایک لڑکے ہیں انہوں نے شور مچایا کہ مولوی عبدالکریم آ گئے پھر میں نے دیکھا کہ مولوی عبدالکریم مرحوم آ رہے ہیں ان کے ساتھ میں نے مصافحہ کیا اور السلام علیکم کہا۔ مولوی صاحب مرحوم نے ایک چیز نکال کر بطور تحفہ مجھے دی اور کہا بشپ جو پادریوں کا افسر ہے وہ بھی اس سے کام چلاتا ہے وہ چیز اس طرح ہے جیسے کہ خرگوش ہوتا ہے بادامی رنگ اس کے آگے ایک بڑی نالی لگی ہوئی ہے اور نالی کے آگے قلم لگا ہوا ہے۔ اس نالی کے اندر ہوا بھر جاتی ہے جس سے وہ قلم بغیر محنت کے بآسانی چلنے لگتا ہے میں نے کہا میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہوگا میں نے کہا اچھا میں مولوی صاحب کو دے دوں گا۔ اس کے بعد بیداری ہو گئی۔

تعبیر۔ فرمایا عورتوں سے مراد کمزور لوگ ہوتے ہیں اور خدا نے قرآن میں امت کے نیک بندوں کو بھی فرعون کی عورت سے تشبیہ دی ہے اور قلم سے مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مولوی محمد علی صاحب ... کے دل میں ایسی قوت پیدا کر دے کہ وہ مخالفوں کے رد میں اعلیٰ مضامین لکھیں۔"

حضرت اقدسؑ کے کشف کی تعبیر واقعات میں

غور کیجئے کہ یہ رؤیا قریباً ۱۹۰۶ء کا ہوگا اس وقت جو کشفی نظارہ آپ نے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے روانی قلم اور مغربی تکنیک سے واقفیت کا دیکھا جسے یہ الفاظ ادا کرتے ہیں کہ اس نالی کے اندر ہوا بھر جاتی ہے جس سے وہ قلم بغیر محنت کے بآسانی چلنے لگتا ہے اور یہ کہ بشپ جو پادریوں کا افسر ہے وہ بھی اسی سے کام چلاتا ہے وہ کس طرح من وعن پورا ہوا یہاں تک کہ یہی امور حضرت مولانا کے متعلق ان لوگوں نے لکھے ہیں جنہیں ان کی خبر تک نہیں۔

اختلاف جماعت میں مولانا کا مقام

اگرچہ یہ امر بالکل صحیح ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس رؤیا کے عین مطابق حضرت مولانا کو قلم کی روانی عطا ہوئی اور آپ نے مغربی تکنیک کو دین اسلام کی تائید میں خوب استعمال کیا لیکن اس رؤیا میں جو اصل امر منکشف کیا گیا ہے وہ درحقیقت جماعت احمدیہ کا اختلاف اور اس میں حضرت مولانا کا مقام ہے چنانچہ اس امر پر رؤیا کے الفاظ کہ میرے ساتھ عورتیں بھی ہیں جن کی تعبیر آپ نے خود جماعت کے کمزور لوگوں سے کی ہے اور یہ کہ لڑکوں نے شور مچا دیا اور جاتے ہوئے بالکل تاریکی چھا گئی تو میں واپس آ گیا یہ تمام ارشادات صریح دلالت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصل مقاصد جو دین اسلام و قرآن مجید کے بول بالا سے متعلق ہیں ان کے بارہ میں ایک فریق ضلالت کا راستہ اختیار کرے گا۔ اس فریق کو رؤیا میں ایک جگہ عورتوں اور دوسری جگہ لڑکوں سے تشبیہ دی ہے اور یہ واقعات ہیں کہ حضرت مولانا صاحب کے بالمقابل جو فریق جماعت احمدیہ کا کھڑا ہوا اس کا تمام انحصار جذبات پر ہے جو خاص عورتوں کی صفت ہے نیز اس فریق نے اپنی تائید کے لئے ایسے بچگانہ دلائل دیئے ہیں کہ جن کی علمی کمزوری کے باعث انہیں لڑکوں سے تشبیہ دینا موزوں ہے پس حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو رؤیا میں دکھایا گیا تھا کہ آپ کی جماعت میں سے جب ایک کم علم و جذباتی حصہ آپ کے اصل مقاصد اشاعت قرآن و غلبۂ دین پر تاریکی ڈال دے گا تو اس وقت مولانا محمد علی صاحب اپنے قلم سے اس ضلالت و تاریکی کو دور کرنے کا موجب ہوں گے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کا آنا اور روشنی کا ہو جانا پھر آپ کا وہ قلم دینا جو حضرت مسیح موعودؑ نے نہیں منگوایا بلکہ جس کے منگوانے والے مولوی محمد علی صاحب ہیں رؤیا کے یہ مورد صاحب دلالت کرتے ہیں کہ جماعت کے کمزور حصہ کی گمراہی و ضلالت کا واقعہ حضرت اقدس کی وفات کے بعد کا ہے جب آپ کی بجائے اس کی تردید میں حضرت مولانا کا قلم حرکت میں آنا تھا اور مولانا عبدالکریم صاحب کی مشہور صفت شجاعت و جرأت کی بھی ضرورت ہو چنانچہ یہ امر واقعہ ہے کہ جماعت میں اختلاف کے وقت جس بے سر و سامانی کی حالت میں حضرت مولانا نے قادیان کو خیرباد کہا اور جس شجاعت و جرأت ایمانی سے لاہور میں آ کر غلط عقائد کا رد کیا یہ انہی اخلاقی صفات کا نتیجہ ہے کہ لاہور میں قادیان کے مقابل پر حضرت مولانا ایک الگ جماعت بنانے میں کامیاب ہو گئے اسی ایک واقعہ کے عظیم الشان کارنامہ ہونے کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد صاحب نے بھی ۱۹۱۴ء میں تحریر کیا تھا کہ تکفیر مسلمانان اور اجرائے نبوت کو قبول نہ کرنے اور ان سے علیحدگی اختیار کرنے کا جو اعلیٰ نمونہ حضرت مولانا نے قائم کیا ہے وہ دلیری اور جرأت کا کام ہے۔ اسلام نے اپنے پیروؤں میں توحید کی یہ شان قائم کرنا چاہی ہے کہ جب اصول حقہ کو رد ہوتے دیکھو تو ہرگز ساتھ نہ دو چاہے تمہیں کیسے ہی تعلقات منقطع کرنے پڑ جائیں چنانچہ ایک طرف اسلامی جمہوریت کے نظام اور دوسری طرف غالیانہ عقائد کو دیکھ کر حضرت مولانا نے اپنی جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی تو خدا تعالیٰ نے آپ کو لاہور میں جماعت عطا کر دی۔ پس آج جبکہ جماعت احمدیہ لاہور اپنے قائد اول کے غم میں سوگوار ہے اس کے لئے حضرت مولانا کا یہ اعلیٰ نمونہ مشعل راہ ہے کہ باطل اصول کو کبھی قبول نہ کرو چاہے اس کے لئے تمہیں اپنے ہی دوستوں، عزیزوں و اقارب یا جماعت سے تعلقات قطع ہی کرنے پڑیں نیز جماعتی نظام کے لئے حضرت اقدس کی قائم کردہ انجمن کے نظام پر عمل درآمد کرو۔

حضرت مولانا کی نیابت کا حقیقی حقدار

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کا عزیز کون ہے؟ وہی جو اصول حقہ کی خاطر کسی رشتہ داری کی پرواہ کرتا ہے نہ کسی دنیاوی دوستی و رفاقت کی، حضرت مولانا صاحب کا حقیقی خیرخواہ اور محب کون ہے؟ وہی جو جماعتی اتحاد و اتفاق کو جمہوری نظام انجمن کے ماتحت قائم کرتا ہے۔ حضرت مولانا مرحوم کی بزرگی و عظمت کو کون قائم کرنے کا موجب ہے؟ وہی جو آپ کے علمی ورثہ یعنی جماعت احمدیہ لاہور کی ترقی و توسیع کے لئے دل سے کوشاں ہے۔

ایک خواب

"ماہ رمضان کے آخری عشرہ کا واقعہ ہے کہ میں نماز تہجد پڑھ کر سو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک اچھا خاصا میدان ہے اور اس کے ایک کنارے کے قریب اینٹوں کا ایک چبوترہ بنا ہوا ہے جس کی اونچائی ۹ یا دس فٹ ہوگی اور چوڑائی تین یا چار فٹ۔ اس کے اوپر حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے ہیں قرآن مجید دائیں ہاتھ میں ہے اور ان کا یہ ہاتھ سر سے بلند ہے اور لوگوں کو جو اس میدان میں جمع ہیں قرآن سنا رہے ہیں اور آپ کے آنسو جاری ہیں۔ میں خود حضرت صاحب کے پیچھے نزدیک ہی میدان میں کھڑا دیکھ رہا ہوں اور دل ہی دل میں خیال کرتا ہوں کہ اس شخص کے دل میں قرآن کا کس قدر عشق ہے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔"

یہ خواب جہلم میں مورخہ ۱۱/۳ کو جبکہ میں وہاں دفتر اسسٹنٹ رجسٹرار کواپریٹو سوسائٹیز میں تھا میں نے دیکھا —— اس خواب کا تذکرہ میں نے قبلہ مولوی صاحب کی خدمت میں نوشتہ میں کیا اور آپ نے اس کا جواب مجھے یکم دسمبر ۱۹۵۰ء کو کراچی سے دیا اور اس میں ...... میں آپ نے مجھے لکھا کہ اگر میں یہ خواب اخبار میں شائع کروانا چاہوں تو دفتر میں بھیج دوں لیکن بد قسمتی ہوئی میں نے اس سے پیشتر اس کے اخبار میں بھیجے جانے کی ضرورت محسوس نہ کی اب جبکہ قبلہ حضرت امیر مرحوم و مغفور مولا کریم کی درگاہ تک پہنچ چکے ہیں تو میں خیال کرتا ہوں کہ یہ اخبار میں شائع کرواؤں مولانا مرحوم و مغفور کا عشق قرآن مجید سے اس قدر تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ اگر ہمیں مرحوم و مغفور سے عقیدت ہے تو ہمیں ان کی دلی تڑپ کو پروان چڑھانا چاہیئے۔ اس میں ہمیں اپنا فائدہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا کی راہ پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

خاکسار

فضل داد کلرک دفتر اسسٹنٹ رجسٹرار کواپریٹو سوسائٹیز

گجرات

۲۹-۱۲-۵۱

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کا سفر مانگرول

شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی

نواب صاحب مانگرول کا اشتیاقِ ملاقات

سن ۱۹۲۹ عیسوی کا ذکر ہے کہ جناب نواب صاحب مانگرول شیخ جہانگیر میاں صاحب مرحوم نے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا کہ عاجز کو حضور کی زیارت کا بہت اشتیاق ہے۔ اور اب میں - - - - دہلی آ رہا ہوں، اگر جناب اس موقعہ پر دہلی تشریف لا سکیں تو بہت کرم بخشی ہوگی۔

نواب صاحب دہلی تشریف لائے۔ مگر حضرت امیرؒ دہلی نہ جا سکے۔ نواب صاحب نے واپس مانگرول جا کر حضرت کی خدمت میں لکھا کہ میں ناسازی طبع کے باعث واپس مانگرول آ گیا ہوں۔ اور یہ حسرت لیکر آیا ہوں، کہ آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ زندگی کا بھروسہ نہیں بیمار رہتا ہوں شوق زیارت بڑھتا جا رہا ہے۔ اب یہی صورت ہے کہ آپ مانگرول تشریف لا سکیں ورنہ پھر یہ حسرت ساتھ ہی جاوے گی۔

مانگرول کا سفر

اس پر حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے سفر مانگرول کا ارادہ کیا اور نواب صاحب کو اطلاع بھیجدی گئی۔ ادھر حضرت نے انجمن کو کہا کہ میں نواب صاحب مانگرول سے ملنے جا رہا ہوں وہاں کچھ تقریریں بھی ہوں گی اس لئے اگر انجمن اس موقعہ پر میرے ساتھ چند اور دوستوں کو بھیجدے تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ حضرت کے ہمراہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب۔ اور مولانا عصمت اللہ صاحب مرحوم اور خاکسار مانگرول کے لئے روانہ ہوئے۔

سفر میں روزہ

رمضان کا مہینہ تھا حضرت امیرؒ نے سفر میں روزہ رکھا ہوا تھا۔ اور ایک روزہ دوران سفر میں عرصت دو ٹوسٹ اور شاید آدھ سیر دودھ سے رکھا۔ ہم تینوں نے حالت سفر میں روزہ نہیں رکھا تھا۔ ایک سٹیشن پر میں نے عرض کیا کہ آپ نے اپنے ترجمۃ القرآن میں لکھا ہے کہ سفر اور بیماری میں روزہ نہ رکھا جائے۔ ہمیں اس وقت شرم محسوس ہوتی ہے کہ ہمارا امیر روزہ رکھتا ہے اور ہم اس کے ساتھی بے روزہ ہیں کیونکہ ہم سے سفر میں روزہ نہیں رکھا جاتا تو آپ نے فرمایا کہ آپ لوگوں سے اب نہیں رکھا جاتا اور مجھ سے بعد میں نہیں رکھا جاتا۔ یہ حضور کا فرمان کچھ مجبوری ہی ہے۔ کیونکہ مجھ سے اگر کچھ روزے رہ جاتے ہیں تو پھر ان کا فدیہ ہی دینا پڑتا ہے۔

نواب صاحب کی طرف سے استقبال

خیر ہم مانگرول کے قریب پہنچے اور نواب صاحب کو تار دے دیا گیا کہ Party of four Maulvis coming اور ہم بخیریت مانگرول پہنچے۔ سٹیشن پر جو مانگرول سے غالباً ۱۴ میل کے فاصلہ پر ہے۔ کاریں آئی ہوئی تھیں پہلے نواب صاحب کے بنگلے پر پہنچے نواب صاحب کے ہاتھ میں چار ہار رکھے مصافحہ کے بعد ہر ایک کو ایک ہار پہنایا گیا۔ اس کے بعد دربار عام میں گئے وہاں ہر ایک درباری کے پاس چار چار ہار رکھے جو ہمیں پہنائے گئے۔ اس کے بعد سمندر کے کنارے سیر کرنے گئے۔ مولانا عصمت اللہ صاحب مرحوم سمندر کی ہوا لگتے ہی بیمار ہو گئے اور بخار میں مبتلا ہو گئے۔

نماز تہجد میں تلاوت قرآن

غرض دن بخوبی گذر گیا۔ اور رات کو ہم سب اپنے اپنے کمروں میں سو گئے۔ دوسرے دن چونکہ ہم سب نے روزہ رکھنا تھا اس لئے آدھی رات سے ہی ملازمین کا جو سحری کا انتظام کر رہے تھے شور سنائی دیا۔ میری آنکھ کھلی تو حضرت امیر رحمۃ اللہ کے کمرہ میں گیا۔ دیکھا تو آپ پلنگ پر نہ تھے۔ میں نے سوچا کہ بیت الخلا گئے ہوں گے۔ ۱۵ منٹ تک جب آپ نہ آئے تو مجھے تشویش سی ہوئی اور میں بیت الخلا کی طرف گیا۔ مگر وہاں کوئی نہ تھا۔ پھر غسل خانہ کو دیکھا۔ وہاں بھی آپ نہ تھے واپس آکر کچھ دیر انتظار کیا مگر تشویش بڑھتی گئی۔ باہر جا کر ملازمین سے دریافت کیا انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ میں اسی فکر میں ہال کمرہ میں کھڑا سوچ رہا تھا کہ ہال کمرہ کے ایک کونہ میں ایک چھوٹے سے کمرہ سے کچھ روشنی باہر نکلتی دکھائی دی اس روشنی میں کچھ حرکت سی ہوئی تو میں ادھر گیا اور دروازہ میں سے جو تھوڑا سا کھلا تھا اندر جھانکا تو دیکھا کہ حضرت صاحب نماز کی نیت باندھے کھڑے ہیں سامنے ایک میز پر لیمپ جل رہا ہے۔ لیمپ کے پاس میز پر قرآن مجید کھلا ہوا ہے۔ حضرت کی پیٹھ دروازہ کی جانب یعنی میری طرف تھی۔ آپ نماز کی نیت باندھے کھڑے قرآن مجید پڑھ رہے تھے تھوڑی دیر بعد آپ نے قرآن مجید کا ورق الٹایا اور پڑھتے رہے مگر آہستہ۔ کافی دیر کے بعد آپ نے ذرا پیچھے ہٹ کر رکوع کیا اور پھر سجدہ کیا۔ رکوع اور سجدہ بہت کافی دیر لگائی پھر کھڑے ہو کر میز کے قریب ہو گئے اور قرآن مجید پڑھنے لگے۔ میں نے اپنے دل میں کہا چلو ایک مسئلہ حل ہوا۔ اور میں اطمینان سے اپنے کمرہ میں واپس آ گیا۔

نواب صاحب کا چندہ

دوسرے روز نواب صاحب اور ولیعہد مرحوم عبدالخالق میاں ملاقات کے لئے تشریف لائے اور کچھ رقم دے کر فرمایا "یہ انجمن کا چندہ ہے" جناب نواب صاحب انجمن کو کچھ رقم ماہانہ عطا فرمایا کرتے تھے۔ جب ہم لوگ آپ سے ملنے مانگرول گئے تو اس وقت غالباً ۳ ماہ کا انجمن کا یہ چندہ بقایا تھا جو نواب صاحب نے ادا کر دیا۔ اس کے بعد ہم مانگرول میں پانچ دن رہے۔ جناب نواب صاحب سے متعدد ملاقاتیں ہوئیں مگر رقم اور نہ ملی۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ بس جو کچھ ملنا تھا مل چکا سو مل چکا۔ . . . .

نواب صاحب کی طرف سے نذرانہ

آخر جس روز ہم وہاں سے روانہ ہوئے جناب نواب صاحب معہ ولی عہد صاحب اور دیگر درباریان الوداعی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ ولی عہد صاحب کے ہاتھ میں ایک کانچ کی طشتری تھی جس کے اوپر ایک ریشمی رومال پڑا رکھا تھا۔ نواب صاحب نے خود اپنے ہاتھ سے وہ طشتری حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کی اور فرمایا "یہ حضور کی نذر ہے" گویا پہلی رقم انجمن کا چندہ تھا اور یہ آپ کی نذر خاص تھی۔ حضرت امیرؒ نے رومال اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ طشتری میں نوٹ رکھے ہیں۔ حضرت نے بغیر گنے اٹھا کر جیب میں رکھ لئے اور نواب صاحب کا شکریہ ادا کیا۔

ہم وہاں سے واپس ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ میں اب دوسرے راستہ واپس جاؤں گا اور راستہ میں سانبھر لیک پر میاں رحیم بخش صاحب سے ملتا جاؤں گا۔ (میاں رحیم بخش صاحب مولانا عزیز بخش صاحب کے صاحبزادے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور داماد ہیں۔ ان دنوں سانبھر میں سالٹ سپرنٹنڈنٹ تھے۔ آج کل ڈھاکہ میں ہیں) میں نے اور مولانا عصمت اللہ صاحب نے عرض کیا کہ ہم بھی اسی راستہ واپس چلیں گے۔ اور راستہ میں ہم ایک دن اجمیر شریف کی زیارت کر کے سانبھر میں آپ سے آملیں گے آپ نے اس کو منظور فرمایا۔ جب ہم اجمیر اترنے لگے تو میں نے حضرت سے مبلغ دس روپے ادھار لئے تاکہ سفر میں پیسہ پاس رہے خیر ہم اجمیر کی سیر کر کے سانبھر پہنچے وہاں سے حضرت کے ساتھ واپس لاہور آ گئے۔

نذرانہ انجمن میں

دوسرے روز انجمن کا ایک رقعہ مجھے ملا جس میں لکھا تھا کہ آپ نے حضرت امیر سے جو دس روپے ادھار لئے تھے وہ ادا کر دیں تاکہ تمام رقم کی رسید جناب نواب صاحب کو بھیجی جا سکے۔ میں جب دفتر میں رقم ادا کرنے گیا تو معلوم ہوا کہ نواب صاحب نے جو ایک ہزار روپیہ حضرت صاحب کو نذر خاص دیا تھا وہ سب آپ نے انجمن کو دے دیا۔ کرایہ اپنے پلے سے خرچ کر کے گئے اور جو نذرانہ ملا وہ خزانہ انجمن میں داخل کر دیا۔

دوسری مرتبہ جب حضرت مانگرول گئے ہیں تو صرف میں آپ کے ہمراہ تھا یا آپ کا ایک رنج کا ملازم تھا۔ اس مرتبہ جو نذرانہ مجھے الگ مانگرول سے ملا تھا میں نے حضرت کا گذشتہ نمونہ مدنظر رکھتے ہوئے لاہور آ کر انجمن میں جمع کرا دیا حضرت کو جب پتہ لگا تو انجمن سے وہ رقم واپس مجھے دلوا دی اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ انجمن کا خیر خواہ ہونے کے ساتھ کارکنان کے پورے ہمدرد تھے۔

تاریخ وفات

از چوہدری خلیل الرحمن صاحب کارکن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

شہید قوم مولانا محمد علی صاحب امیر مرحوم

۱۳۷۱ ہجری

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ اور مذہبی انقلاب

میاں فضل احمد صاحب لائلپوری

حضرت امیر قوم مولینا محمد علی مرحوم و مغفور کو اپنی تصنیفات
وہ ابدی زندگی حاصل ہوئی جس کی روشنی سے دنیا کا ہر
منور رہے گا۔ ایسی درخشندہ شخصیت کے سوانح حیات
کے لئے ایک مسلم الثبوت انشاء پرداز کا قلم درکار
وہ بیک وقت ایک عالی پایہ مصنف بھی تھے اور
دین بھی۔ اگر انسان کے کارنامے اس کی عظمت کا معیار
سکتے ہیں تو مولینا مرحوم کو تاریخ میں وہی مقام حاصل
جو انہیں دنیائے اسلام کے دلوں میں حاصل ہے۔
ان کے حیرت انگیز کارناموں کا جواب نہیں ملتا جس
حال بے سروسامانی کے عالم میں ایک ربع صدی کی مختصر
انہوں نے اسلام پر بڑی ضخیم اور مستند کتابیں لکھیں اور
ایسی انجمن کی داغ بیل رکھی جس کی تبلیغی جماعتیں دنیا
قریباً تمام بڑے ملکوں میں پائی جاتی ہیں حضرت مولینا
علی صاحب کا یہ معجزہ ان کی اپنی کوششوں کا مرہون منت
انہوں نے اپنی زندگی میں اس انجمن کو مستحکم بنیادوں
قائم کیا اور ترقی و بقا کے راستے پر اسے گامزن ہوتے
ان کی تصنیفات جنہیں عالمگیر مقبولیت حاصل ہوئی
کے طول و عرض میں پھیل گئیں۔
مولینا مرحوم کی موت کی خبر نے جماعت احمدیہ کو بالخصوص
اسلام کو بالعموم فرط غم سے نڈھال کر دیا۔ لیکن
دل نے جلد ہی سنبھالا لیا۔ اور سراسیمگی کی جگہ
انجمن کے کام اور اس کے مشن کو جاری رکھنے کیلئے
کا ایک بے پناہ جذبہ اور شوق پیدا ہوا۔
قوم کا محیر العقول کارنامہ زمانہ مستقبل کے تاریخ
پریشانی کا باعث ہوگا۔ اس لئے کہ مولینا کی کامیابی
معلوم کرتے ہوئے اسے کئی ایک متضاد کیفیتوں سے
پڑے گا۔ قدرتی طور پر وہ خیال کرے گا کہ
مصنف اور لاہور کی مقتدر جماعت احمدیہ کا بانی
درجہ کا متعصب مسلمان ہوگا۔ لیکن اسے پتہ
مولینا محمد علی جدید نکتہ نظر کا مالک تھا اور اس کی
کو مذہبی جنون وغیرہ سے کوئی دور کی بھی نسبت
اسے یہ بھی خیال ہوگا کہ شاندار احمدی
یہ علمبردار پلیٹ فارم پر ہیجان برپا کر دینے
بیان مقرر ہوگا۔ لیکن حضرت مولینا مرحوم
ہیجان آور اوصاف سے مبرا تھی۔ پھر یہ بھی ہو
کہ ہمارا تاریخ نگار اس انسان کو جسے دنیا نے
آنکھوں پر جگہ دی محیر العقول قسم کی ان
حامل قرار دے جو قبول عام کی کفیل ہوتی ہیں
منکشف ہو جائے گا کہ مولینا محمد علی شہرت
دور ایک الگ تھلگ رہنے والا انسان تھا
وہ اعلےٰ خوبیاں تھیں جو دلی عقیدت اور محبت
متقاضی ہوتی ہیں۔

اگر مولینا مرحوم میں ذاتی طمع ہوتی تو وہ کسی ہائیکورٹ
کے جج ہو گئے ہوتے اور انہیں کسی طرح دولت کی کمی
نہ رہتی۔ مگر انہوں نے دولت سے بے نیاز ہو کر مسیح موعود
کے ساتھ کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اس نصب العین کا
آغاز کیا جس کے حصول کی صورت انہیں اپنے اوائل زندگی
میں بظاہر غیر اغلب معلوم ہوتی ہو گی۔ اسلام کے عظیم الشان
مقصد کی یہ بے لوث شیفتگی نہ صرف ان کی کامیابی کا باعث
ہوئی بلکہ اس سے ان کی تصنیفات کو بے حد مقبولیت اور
عالمگیر شہرت حاصل ہوئی۔ قادیان کے مقام پر انہوں نے
اپنی تصنیفات کے سلسلہ کا آغاز کیا اور ان تصنیفات کی
بدولت ہی انہیں موجودہ بلند مقام نصیب ہوا ہے آپ
کی تصنیفات کا سب سے بڑا کارنامہ جو ہمیشہ تاریخ میں یادگار
رہے گا۔ وہ پائیدار مذہبی انقلاب ہے جو مسلمانوں میں
آپ کی دعوت الی الاسلام سے پیدا ہو گیا۔ لاکھوں کروڑوں
مسلمان قرآن مجید پڑھتے تھے۔ مگر قرآن حکیم کی اصلی
حقیقت سب سے پہلے آپ ہی کی تصنیفات نے
آشکارا کی۔ اور ہر ایک کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ
ہماری دینی اور دنیاوی فلاح و بہبود کی صرف وہی راہ
صحیح ہو سکتی ہے۔ جو قرآن حکیم کی رہنمائی سے کھلی ہے۔
آپ نے نہ صرف اس بات کی پکار بلند کی بلکہ قومی زندگی کی
ہر بات میں قرآن مجید کی تعلیم کو پیش کیا اور ہر طرف
توجہ مبذول کرا کر قوم کو صرف مذہب کی صحیح راہ پر لگا دیا۔ لوگوں
نے گو احمدیت کی وجہ سے ظاہرا طور پر آپ کی مخالفت بھی
کی لیکن رفتہ رفتہ سب نے قرآن مجید کی تعلیم کے
آگے سر جھکا دیا۔ اور آج تمام مسلمانوں پر جو رنگ چھا
رہا ہے۔ خواہ وہ سیاسی شکل میں ہو یا کسی اور رنگ میں
آپ کی تصنیفات کا کرشمہ ہے۔ آپ کی تصنیفات نے
سب سے زیادہ یادگار اور حیرت انگیز اثر انگریزی خواں
اور تعلیم یافتہ لوگوں پر کیا۔ ان میں سے ہر شخص نے محسوس
کیا کہ ہم لوگ اپنے اصلی فرض کو آج تک بھولے ہوئے
تھے۔ تعلیم یافتہ جماعت کا یہ حال ہوا کہ یا تو یہ گروہ
مذہب کے نام سے بیزار تھا۔ یا اب بڑا دل سر بسجود ہو گئے
آپ کا انگریزی ترجمہ قرآن ۱۹۱۸ء میں نکلا اور اس شان سے
نکلا کہ تمام ملک کی نظریں بے اختیار اس کی جانب اٹھیں
یہ ترجمہ ہر لحاظ سے نیا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی
مقبولیت دنیائے اسلام میں ہوئی۔ اور اس نے قرآن
مجید کے تراجم کا ایک نیا دور کھولا انگریزی ترجمۃ القرآن
کے معجزانہ اثر کے سلسلہ میں مثال کے طور پر اپنے
ملک میں قائد قوم مسٹر محمد علیؒ اور ہمارے قومی
شاعر حضرت علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ کا ذکر کر دینا کافی
ہوگا۔ ترکی کی اس اخبار نویس خاتون کا جس نے حال ہی
میں لاہور آکر مولینا کے ۔۔۔ دکھا کر

مسلمان تو ہوں لیکن صحیح اسلام آپ کے
قرآن سے سیکھا۔ ذکر کرنا مناسب حال ہو
سربرآوردہ اشخاص جو آج نئی قومی زندگی کی
سمجھے جاتے ہیں۔ خود ان سب کا یہ حال تھا
بالکل بیگانہ تھے۔ لیکن مولینا کی تصنیفات
ان تمام اصحاب کے پاس موجود ہیں ان کی طب
ایک انقلاب پیدا کیا اور یہ تمام اصحاب
میں کلام پاک کا ذکر کرنے لگے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن

حضرت مولینا صاحب سے میری پہلی ملاقات

(بقیہ صفحہ ۲۴)

کی کتابیں پڑھ لی ہیں۔ میں نے کہا کہ حقیقت
اور کوئی کتاب مطالعہ کی نظر سے نہیں پڑھی۔ فرمایا
کہ آپ ان کی کتابیں پڑھ لیں اور پھر بیعت کریں۔ میں
کہ میں کل جا رہا ہوں۔ اور ابھی بیعت کرنا چاہتا ہوں
لگے۔ خوابوں پر ہی صرف بھروسہ نہ کرنا چاہئے۔ میں
رہا تھا۔ میں نے ایک دم کہا۔ کہ اگر یہ رحمان کا کام
تو مجھے ڈر نہیں۔ اور اگر یہ شیطان کا معاملہ ہے تو
منظور ہے۔ ہنس پڑے۔ کہنے لگے کہ آپ
کی بیعت دینا کفران نعمت ہوگا۔ اسی وقت بیعت
ختم ہو گیا۔ فرمایا خدا آپ کے مقاصد پورے کرے
آپ کو ضائع نہ کرے گا۔ میں آپ کے بارے
ہوں۔

صاحب اسرار و کشف

خدا کی قدرت ہے۔ مجھے میڈیکل کالج کے ایام میں
صاحب کو بہت زیادہ نزدیک سے دیکھنے کا موقع
نے نہ صرف ان کو صاحب اسرار ہی پایا۔ بلکہ صاحب
بھی۔ جب کسی معاملہ میں ان سے رجوع کیا ان کا جواب
حقیقت ہوتا تھا۔ ان کی توجہ خصوصی صحیح معنوں میں
توڑ ہوتی تھی۔

حضرت مولینا کی عادات و خصائل

ان کی زندگی نہایت سادہ تصنع ہمیشہ سے پاک
جب کبھی کسی پر ناراض ہوتے تو ناراضگی ان کے چہرے سے
ہوتی تھی۔ کبھی ناراضگی اپنی ذات کے لئے نہ ہوتی تھی۔
ان کی ایسی ناراضگی کبھی دیرپا نہ ہوتی تھی۔ اپنے ساتھیوں
شفقت کرتے تھے۔ پسند نہ کرتے تھے کہ جوان کے ساتھ کام
ہیں۔ وہ دکھ محسوس کریں۔ کام کرنے میں جس طرح ان
اسی طرح محبت کرنے میں طبیعت میں عزم صمیم رکھتے
خدا کی راہ میں جو معاملہ ایک دفعہ گرہ پکڑ جاتا تھا۔ اس
کا کھولنا ایک کارے دارد والا معاملہ ہوتا تھا۔

ان کی تمنائیں

اشاعت اسلام و اشاعت قرآن کے لئے ان کی طبیعت
بے چین رہتی تھی۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ دنیا میں کوئی ایسی
رہنے پائے۔ جس میں قرآن پاک کا ترجمہ کر کے انجمن نہ
کر دے۔ ان کی تمنا تھی۔ کہ ہم میں سے لاتعداد احمدی نوجوان
ایسے نکلیں جو ممالک غیر میں جا کر اپنی حلال کی روزی کمائیں
اور خدا کا نام بلند کرنے کے لئے کام بھی ساتھ ساتھ کریں۔
ان کی ہی تجویز تھی کہ میں ۔۔۔

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ
کی
انگریزی تحریر کا عکس

3.3.51

Received a letter from Woking
yesterday – containing a copy
of a letter from Mr. H. W. Thomas
– Abdul Aziz, Camden, New
Jersey ~~Jersey~~ U.S.A.
dated 29th Jan. 51 containing
eleven names of persons who
had joined Islam – also copy
of a report for publication in
the Islamic Review containing
names of eight persons who
joined Islam, in and who belong
to England and Holland,
including one belonging to
Australia. Nineteen converts to
Islam. The news is no doubt
a harbinger of what is to
become – – [illegible]

یہ تحریر آپ کی انگریزی ڈائری سے لی گئی ہے جو
۳ر مارچ ۱۹۵۱ء کو آپ نے لکھی اور اس کے
بعد کوئی اندراج اس ڈائری میں نہیں۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب سے میری پہلی ملاقات

محترم ڈاکٹر عزیز احمد صاحب قریشی وزیرآباد

۱۹۲۰ء کا ذکر ہے۔ کہ ہم طلباء سری پرتاپ کالج [سری] نگر ا۔ کہ ایف۔ ایس۔ سی میڈیکل گروپ کے [امتحان] کے لئے لاہور جانا ہوگا۔ خرچہ وغیرہ سرکار [کے ذمہ] ... ساتھ ہی ایک ماہ کی رخصتیں بھی تیاری [کی تھیں] ے مجھے لاہور آنے کی بڑی خوشی ہوئی۔ اور [سب] سے بڑی وجہ میری اس خواہش کے پورے [ہونے کی امی]د تھی۔ کہ میں اسلام کے دو سپاہیوں حضرت ... ن اور حضرت مولانا محمد علی کی زیارت سے مستفید [ہو سکوں۔ ا]س زمانے میں میرا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے [تھا۔ ... ح]اجی الحرمین شریفین حضرت پیر جماعت علی شاہ ... ری سے تھا۔ ہم لوگ تصور شیخ کی پریکٹس ... [کش]ف القلوب کے بدرجہ غایت معتقد تھے۔

ایک خواب

سری نگر سے روانہ ہونے سے بیشتر میں نے ... [دیکھ]ا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے۔ جس کا نام ... [سا]را میدان نور سے بھرا ہوا ہے۔ اور اس میں ... بڑی کھلی مسجد ایک چھت کی ہے۔ جس طرح ... [ہو]تا ہے۔ وہاں عصر کی نماز ہو رہی ہے۔ اور ... [صر]ف دو صفیں نمازیوں کی ہیں۔ میں بھی نماز ... [پڑھت]ا۔ جب نماز ختم ہوئی تو لوگ پیچھے ہٹ کر ... [دائر]ے کی شکل میں بیٹھ گئے۔ امام نے بیٹھ کر ... شروع کیا۔ اور سورۃ البقرہ کی آیت فقلنا اضرب ... کی تفسیر بیان کرنی شروع کی۔ اس شخص ... [کی] لنگی باندھی ہوئی تھی۔ اور کپڑے کچھ عجیب ... ے۔ جن کی وجہ سے اس کا حلیہ میرے ... [ا]ن کی تفسیر سے ایک عجیب لطف حاصل ... نہ مجھے مشکل معلوم ہوتی تھی۔

... احمدیہ بلڈنگس میں

... اپریل ۱۹۲۱ء میں ہم طلباء لاہور وارد ... [مس]لم ہوٹل انارکلی میں ٹھہرا۔ دوسرے دن ... [پڑھ]ائی شروع کرنے سے پہلے حضرت خواجہ ... [کم]ال صاحب سے مل لوں۔ ۸ بجے صبح انارکلی ... ا۔ راستہ میں دیکھتے دکھاتے جب موچی ... [دروازہ پ]ہنچا تو اچانک ایک شناسا مل گئے۔ اور ... ے گئے۔ وہیں کھانا کھایا۔ حتٰی کہ ظہر کا ... آخر ان سے اجازت لے کر احمدیہ بلڈنگس ... [پہنچا۔ وقت] ہو چکا تھا۔ مسجد میں نماز کھڑی تھی۔ ... [جو]نہی مسجد اور صحن کو دیکھ کر خواب والا نظارہ ... [آنکھوں کے سامنے] پھر گیا۔ جماعت کے ساتھ مل کر نماز ... [نمازی] سمٹ کر گول دائرے کی شکل میں بیٹھ گئے۔ جب امام صاحب درس دینے کے [لئے بیٹھ]ے بیٹھے تو میری حیرانی کی کوئی حد نہ [رہی]۔ یہ وہی تھی۔ جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ وہی پگڑی وہی کپڑے وہی شکل اور وہی صورت۔ طبیعت میں عجیب گدگدی پیدا ہوئی۔ پھر لطف کی بات ہے۔ کہ درس بھی اسی آیت کا تھا۔ اور تفسیر بھی ہوبہو وہی تھی۔ عجیب سرور معلوم ہوا۔ نقشبندی ہونے کی وجہ سے دل کو کچھ یقین ہو چلا کہ روحانی طور پر ہم دونو کی ملاقات ہو چکی ہے۔ اور جس طرح میں نے ان کو پہچان لیا ہے۔ اب یہ بھی پہچان لیں گے۔

حضرت مولینا سے ملاقات

میں اسی سوچ بچار میں تھا۔ کہ دیکھوں معاملہ کس ڈھب پر ٹھہرتا ہے۔ کہ درس ختم ہوا۔ ایک ایک کرکے سب حضرات رخصت ہونے لگے۔ قبلہ مولوی صاحب بھی اٹھ کر اپنے مکان کی طرف جو مسجد سے شمال کی جانب واقع ہے جانے لگے۔ میں اس وقت اسی طرف بیٹھا ہوا تھا۔ وہ جب میرے پاس سے گزرنے لگے میں نے اٹھ کر ان کو سلام کیا۔ وہ سلام کا جواب دیتے ہوئے میرے پاس سے گزر گئے۔ مجھے بڑا اچنبا ہوا۔ کہ یہ تو مجھے پہچان بھی نہیں سکے۔ میں ابھی اسی حیرانی میں تھا کہ وہ مسجد کے دروازہ کے پاس جا کر واپس لوٹ آئے۔ اور مجھے غور سے دیکھ کر پوچھنے لگے۔ کہ میں کہاں سے آیا ہوں۔ اب میرا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ میں نے وہی سمجھا جو اس وقت ماحول کا تقاضا تھی۔

حضرت مولانا سے تعارف

بہرحال میں نے بتلایا کہ میں طالب علم ہوں۔ سری نگر سے آیا ہوں۔ یونیورسٹی کا امتحان ہے۔ ایک مہینہ ابھی باقی ہے پڑھائی کرنے کا خیال ہے۔ مسلم ہوٹل انارکلی میں ٹھہرا ہوں۔ فرمانے لگے آپ طالب علم ہیں۔ امتحان کی تیاری کے لئے آئے ہیں۔ انارکلی اور مسلم ہوٹل کا ماحول آپ کے لئے اچھا نہ رہیگا۔ آپ احمدیہ بلڈنگس اٹھ آئیں۔ میں دل میں خوش ہو رہا تھا۔ کہ روحانیت کا نمونہ میرے سامنے ہے اور چونکہ مولوی صاحب مجھے پہچان چکے ہیں۔ اس لئے وہ میرے لئے یہ تمام انتظامات کر رہے ہیں۔ میں نے صرف اتنا کہا کہ اگر میرے لئے کسی علیحدہ کمرے کا انتظام ہو جائے۔ تو مجھے بڑی راحت ہوگی۔ انہوں نے ایک آدمی بھیج کر سپرنٹنڈنٹ مہمانخانہ کو بلوایا۔ اس اثناء میں کچھ اور پوچھنے کے بعد انہوں نے مجھ سے سوال کیا۔ کہ کیا میں احمدی ہوں۔ ان کا یہ سوال مجھے نہایت بے محل۔ عجیب اور برا معلوم ہوا۔ میری طبیعت میں ایک کھچاؤ پیدا ہوا۔ حسن ظن کی جگہ بدظنی نے لینی چاہی۔ بے ساختہ میرے منہ سے نکل گیا کہ کیا غیر احمدی سے مروت کرنا دکھ دینے والی بات ہے۔ ہنس پڑے۔ فرمانے لگے۔ نہیں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ میں نے کہا۔ نہیں۔ میں سلسلہ نقشبندیہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ فرمانے لگے یعنی تصور شیخ کے قائل ہیں میں نے کہا۔ نہیں بلکہ جناب تصور شیخ کو عبادت کا ایک حصہ تصور کرنے والا۔ فرمایا یعنی کشف القلوب کے لئے ایک ذریعہ۔ میں اب دل میں حیران ہو رہا تھا۔۔۔۔ کہ یہ مجھ سے کیا کہلانا چاہتے ہیں۔ میرے دماغ میں رہ رہ کر خواب کا خیال آتا تھا۔ معلوم ایسا ہوتا تھا۔ کہ جیسے کسی معاملہ کا ان کو پتہ ہے۔ اور پھر یہ صاف کیوں نہیں کہتے۔ عجیب الجھن میں طبیعت پڑی تھی۔ میں اس زمانے میں منہ پھٹ بڑا تھا۔ مگر بے لگام نہیں۔ طبیعت چاہتی تھی کہ پوچھ ہی ڈالوں کہ اتنے میں سپرنٹنڈنٹ صاحب تشریف لے آئے۔ اور میں ان کے حوالہ کر دیا گیا۔ معاملہ بیچ ہی میں لٹکتا رہا۔

احمدیہ بلڈنگس میں رہائش

اس زمانے میں سپرنٹنڈنٹ مہمانخانہ جناب شیخ غلام محمد صاحب عرف مصلح موعود تھے انہوں نے اپنی بساط کے مطابق بہت کوشش کی۔ کہ میں احمدیہ بلڈنگس میں آنے سے پرہیز کروں۔ ان کی گفتگو اور طرز خطاب نے میری طبیعت پر بہت اثر ڈالا۔ منہ سے کڑواہٹ محسوس کی۔ اور اس دن میں یونہی چلا آیا۔ دو دن کے بعد میں جمعہ پڑھنے پھر مسجد میں گیا۔ بعد نماز جمعہ حضرت مولوی صاحب نے مجھے اپنے پاس بلایا اور مجبور کیا کہ میں احمدیہ بلڈنگس میں ہی آجاؤں حتی الوسع وہ مجھے ان حالات میں ہر طرح کا آرام پہنچانے کی کوشش کرینگے ان کے اس مشفقانہ طرز عمل نے مجھے مجبور کیا۔ اور میں احمدیہ بلڈنگس میں کسان بلڈنگ کے مقابل کی عمارت میں پیغام صلح پریس کے ساتھ والے کمرے میں آ ہی گیا۔ یہاں احمدیہ بلڈنگس میں ایک ماہ کے قریب گزار چکنے کے بعد میں نے محسوس کیا۔ کہ لاہوری جماعت کے کسی فرد نے نہ تو کبھی مجھے تبلیغ کرنے کی ضرورت محسوس کی اور نہ مجھ سے میل جول بڑھانا پسند کیا۔ لیکن حیرت یہ تھی۔ کہ قادیانی جماعت کے اشخاص نے میری نیند تک حرام کر دی۔ اور مجھے ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔

حضرت مولانا کی توجہ

حضرت مولوی صاحب وقتاً فوقتاً مجھ سے میرے امتحان کے متعلق دریافت کرتے رہتے تھے۔ اور بس۔ میں جب کبھی مسجد میں جاتا۔ ان کی توجہ کو اپنی طرف ضرور دیکھتا۔ بلکہ خطبہ جمعہ میں عام طور پر میں یہ محسوس کرتا تھا۔ کہ مولوی صاحب کا خطبہ جیسے مجھے ہی مخاطب کرنے کے لئے ہوتا تھا۔ وہ عموماً خطبہ کے دوران میں میری طرف دیکھتے رہتے تھے۔ بہت دفعہ جی میں آیا۔ کہ ان سے سبب دریافت کروں۔ مگر حجاب مانع رہا۔

احباب قادیان کی مہربانی سے مجھے احمدیوں کے اندرونی اور بیرونی اختلاف کا پتہ لگ گیا کفر و اسلام اور نبوت کے مسائل بھی زیر بحث آئے۔

ایک اور خواب اور بیعت

میرے امتحان کا جس دن آخری پریکٹیکل کا پرچہ تھا۔ میں نے خواب میں رات کو تین اور چار بجے کے درمیان محسوس کیا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ اور وہ فرماتے ہیں مسئلہ کفر و اسلام میں میاں محمود غلطی پر ہے۔ تم مولوی محمد علی کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ اس کے بعد جیسے ہی میں بیدار ہوا۔ میں نے مولوی صاحب کو چٹھی لکھی کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے اسی وقت رات کو مجھے بلا لیا۔ پوچھنے لگے کیا بات ہے۔ میں نے کہا میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ فرمانے لگے۔ کیا حضرت

قرآں کا پاسدار و نگہدار اٹھ گیا!

محمد اعظم علوی

دینِ مبین کا مونس و غمخوار اُٹھ گیا! — قرآں کا پاسدار و نگہدار اُٹھ گیا!
"شاہِ قلم" تھا جس کو سزاوار اُٹھ گیا! — ہائے مسیحِ وقت کا وہ یار اُٹھ گیا!

ایمان کو اب زمیں پہ اُتارا کرے گا کون؟
زُلفِ نگارِ دین کو سنوارا کرے گا کون؟

قائم تھیں جس کے ساتھ ارادت کی محفلیں — روشن ہوئی تھیں رُشد و ہدایت کی مشعلیں
طے ہو رہی تھیں دیں کی اشاعت کی منزلیں — حل کر گیا جو ملّتِ بیضا کی مشکلیں

وہ اس جہاں میں واقفِ رمز و نکات تھا
سچ پوچھیے تو دین کی اِک کائنات تھا

آنکھوں میں ایک نُور کی جنّت لئے ہوئے — چہرے پہ دو جہان کی زینت لئے ہوئے
آواز میں مذاقِ حلاوت لئے ہوئے — موئے قلم میں شورِ قیامت لئے ہوئے

محفل سے اُٹھ کے وہ تنِ تنہا چلا گیا
اے ربِّ ذوالجلال اُسے کیوں بُلا لیا

سمٹی ہوئی تھیں اسمیں جہاں بھر کی وسعتیں — پھیلا رہا تھا باغِ محمد کی نکہتیں
گو راہِ حق میں لاکھ اُٹھائیں مشقّتیں — منصُور تھا وہ ساتھ رہیں اسکے نصرتیں

اُس کی نظر وسیع تھی، بلا کا دماغ تھا
اس دَور میں وہ دین کا چشم و چراغ تھا

وہ رہنمائے راہِ سعادت کہیں جسے — دانندۂ رموزِ شریعت کہیں جسے
وہ نُور ماہتابِ ہدایت کہیں جسے — وہ نُور آفتابِ صداقت کہیں جسے

جس کی چمک دلوں کو منوّر بنا گئی
جلتے ہوئے چراغِ کلیسا بجھا گئی

وہ مردِ آہنی تھا کہ تھا تیغِ بے نیام — جسکے رہے غلام یہ اوقاتِ صبح و شام
جنّت میں آ رہا ہے وہ منصورِ شادکام — سجدہ نہیں ملک اُسے جھک کر کریں سلام

وہ شارحِ نگارشِ ربِّ قدیر ہے
سالار ہے جہاں ہو، کہیں ہو امیر ہے

نذرِ عقیدت

مرزا غلام مرتضےٰ بیگ بی اے - نانڈ گاؤں (دبراس)

نگاہ ... کا دیا وہ دل میں رہا
جو داغ دل میں نہ ابھرا وہ آفتاب بنا

زندہ جاوید ہستی

مجاہد قوم و ملت اسلامیہ جناب حضرت امیر مولانا محمد علی رحمہم اللہ علیہم کی وفات حسرت آیات نے شائقین تبلیغ اسلام کو جس رنج و اندوہ سے ہمکنار کیا ہے وہ ہر چند کہ اب گزارش غم و الم ہی میں آسودۂ صبر و رضا بھی ہو چکا مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا نے محترم کی مجاہدانہ خدمت دین و اسلام نے ان کی اپنی قلم سحر سے جو لطیف نگارشیں بصورت تبلیغی لٹریچر پیدا کیں اس نے نہ صرف اکناف عالم سے خراج تحسین پا کر آپ کی ہستی کو زندہ جاوید بنا دیا بلکہ بلاد مشرق و مغرب میں کئی روشن خیال و علم دوست اصحاب انگریز و غیر انگریز کو مذہب اسلام کی صحیح تعلیم و فلسفیانہ اسپرٹ سے کچھ ایسی روحانی روشنی بخشی جو دلوں میں اجالا کئے بغیر نہ رہ سکی اور دائرہ بگوشان اسلام کا حلقہ وسیع تر ہو گیا۔

کامیاب سپہ سالار

تبلیغ اسلام کا یہ سپہ سالار ... الحاد اور بے دینی کی فضا میں بذریعہ کتب و تراجم پہنچا وہاں سے کامیاب و بامراد ہی لوٹا۔ مدینۃ العلم کے اس دروازے سے (محمدعلی) کتنے ہی گم گشتگان ضلالت و بے دینی داخل ہدایت اسلام ہوئے اور انشاء اللہ آئندہ بھی ہوتے ہی رہیں گے۔ کئی پیاسی روحیں اس چشمہ فیض مہدی و مسیح و مجدد صدچہاردہم سے سیراب ہو کر ... محمدی ہو گئیں جن کا شمار ... لائٹ کے شماروں سے ظاہر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنی تمام زندگی اسلام اور اس کی تبلیغ کی خاطر ... وقف ہی کر دی تھی بلکہ غلبۂ اسلام کی تکمیل کے تمام ساز و سامان مہیا کر دینے کے ساتھ ساتھ ہمیشہ اپنے رب کے حضور تڑپتے بھی رہے۔ آپ کے دل میں حضرت مسیح کے درد کی پوری تصویر تھی اور اس درد کو آپ تمام زندگی اپنے سینے سے لگائے رہے۔

شمع میں اک سوز تھا اک ساز پروانے میں تھا
کس کا عنوان محبت کس کے افسانے میں تھا

اسلام کے لئے انتہائے درد و خلوص

آپ کی تقریر اور خطبوں سے آپ کا جوش جنون صاف ظاہر تھا اور اسی تبلیغی جنون کو آپ پوری جماعت میں پیدا کر دینا چاہتے تھے۔ کئی بار اور مسلسل آپ نے آوازیں لگائیں ... شمع احمدی کا یہ جانثار پروانہ آخر اجل کے ہاتھوں ہم سے رخصت ہو کر خدمت اسلام کا ایک اسوۂ حسنہ ہمارے لئے چھوڑ گیا اور بتا گیا کہ زندگی وقف بمال و جان اس طرح کی جاتی ہے! باوجود اہل و عیال کی زندگی رکھنے کے آپ لکھتے بولتے اور تڑپتے ہی رہے اور آخر وقت تک نہ تھکے حتی کہ اجل کے سامنے بھی سینہ سپر ہو گئے اور ... باخع نفسک کے تحت انتہائے درد و خلوص میں ... ہو کر اپنے مولا سے سچی اجر و قرب الی اللہ ہو ... مرحوم و مغفور نے بھی اسی طرح ... ہی میں سپرد حق کر دی تھی عین عشرۂ محرم

کہ حضرت امیر مولانا محمد علی نے وفات کیا پائی کہ ہم تمام احمدیوں کے لئے حصول مرتبہ شہادت پر فائز المرامی کی ایک مثال قائم کر دی۔ میدان تبلیغ و اشاعت میں قلمی و لسانی جہاد بالقرآن کی تعلیم دینے کے لئے مامور الہی کے قول کی صداقت یوں ادا ہوئی سبحان اللہ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

بنا کردند خوش رسمے بہ تبلیغ و جہادِ دین
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

"آں جنوں دہ"

میں کہ ایک دور افتادہ - قافلے سے دور اور بہت پیچھے ہوں اور اسی لئے جماعتی برکتوں سے بسبب اپنی دوری کے بے بہرہ احمدی ہوں - اپنے نفس گنہگار کو مجبور دعا پاتا ہوں کہ مالک یوم الدین ہم میں سے ہر ایک احمدی کو تبلیغ و اشاعت اسلام کی ایسی ہی تڑپ اور سوز عطا فرمائے اور زبان و ... کی آتش فشانی ایمان سے بہرہ ور کر دے جو حضرت امیر مولانا محمد علی کے قلم و زبان اور نہاں خانہ قلب میں موجود تھی - اثر بیعت امیر مرحوم بتوسل مجدد صدچہاردہم اتنا تو ہو کہ غلبہ اسلام کی شان اپنی زندگیوں ہی میں دیکھ لیں اور مجاہدوں کی صف میں ہمارا بھی کام ہو! اسی لئے

جنون دیوانۂ او آں جنون دہ!

اور ہماری زندگیوں کو حضرت امیر مرحوم و مغفور جیسی تڑپ سے متاثر فرما دے - امیر موصوف نے تو اپنی زندگی کی پوری قیمت اللہ اور رسول کے دین کی اشاعت و تبلیغ میں ادا کر دی اور مقصد حیات کو آنا کہ سرخرو فرما گئے کہ ایک مومنانہ زندگی کی مثال ہی قائم فرما دی! آہ!!

سنے جانے کی تہمت کس سے اٹھتی کس طرح اٹھتی
ترے غم نے بچائی، زندگی کی آبرو برسوں!!

غلبہ اسلام کا وقت

ہمیں اب اپنی زندگیوں کو مسلسل وقف تبلیغ و اشاعت بمعیت جان و مال کر دینی چاہیئے - غلبۂ اسلام کے آثار ہویدا ہیں - رب العزت اب جماعت احمدیہ کے ہاتھوں پر لکھوائے "ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد" فتح مبین اسلام مقدر فرما چکے ہیں اور صاف طور پر بلاد مغرب سے آئے دن جو خبریں ملتی ہیں وہ زمانہ غلبۂ اسلام کو قریب سے قریب تر ظاہر کر رہی ہیں - جماعت احمدیہ کا ایک ایک سپہ سالار مسیح موعودؑ کی پوری فوج لئے ہوئے لوائے اسلام کے جلو میں لئے آگے ہی بڑھتا ہی جا رہا ہے -

کاش! احمدیت سے بغض و تعصب رکھنے والے اب بھی تو سامنے آئیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں

آفتاب آمد دلیل آفتاب

مسیح موعود کی صداقت پر روشن دلیل

حضرت مسیحؑ کی روح پر فتوح پر لاکھوں سلام کہ جن کی فوج کے سپہ سالار اپنے سپاہیوں کی معیت میں غلبۂ اسلام کی ۵۰ سالہ پیشتر پیشگوئی کو اپنے مجاہدانہ عشق و وارفتگی کی مسلسل سرگرمیوں سے قریب سے قریب تر دکھاتے جا رہے ہیں - حضرت امیر مولانا محمد علی کی تمام تر زندگی مسیح موعودؑ مجدد صدچہاردہم کی صداقت و پیشگوئی پر روشن دلیل دے گئی - سچ ہے

شوق بے پایاں و جوش بے حساب
عشق کیا ہے اک مسلسل اضطراب

اللہ رب العزت کاش یہی عشق ہم سب کو دے دیں اور ہم بڑھتے چلیں - ؎ تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست!

اب کس کی انتظار ہے؟

کیا اب بھی صداقت مہدی، مجدد و مسیح موعود کی ہستی موجودہ العمل میں کوئی شک و شبہ باقی رہ گیا ہے۔ اسلامی دنیا کے اعزاز جہات عوام و خواص اب اور کون سی آخر چھدی کے انتظار میں رہ کر کس مہدی اور عیسےٰ کے انتظار میں ہیں۔ سیاسی بحران انکے پیش نظر ہیں کیا دجال کی فنائیت اور موت کے آثار نظر نہیں آتے۔ کیا مہدی موعود کی روحانی تلوار سے دجال اور قوم یاجوج کا آج مقابلہ نہیں ہو رہا ہے، غیر احمدی آئیں اور دیکھیں کہ لوائے احمدیت کے نیچے سعید روحیں کس طرح جمع ہو رہی ہیں اور ساری دنیا کا نظریۂ اسلام کی طرف کس طرح آہستہ آہستہ مائل بہ قبولیت ہو رہا ہے ہاں یہ صحیح ہے کہ ابھی مقابلہ سخت ہے اور بہت سخت، دنیا کی کثیر آبادی ہنوز آغوش اسلام سے باہر ہے مگر وقت سخت ترین مجاہدہ کی دعوت دے رہا ہے، پاکستانی بالخصوص یاد رکھیں کہ زمینی حکومت کا حاصل ہو جانا غلبہ اسلام نہیں کہلاتا تا آنکہ حکومت پاکستان جہان مسیحؑ کی جماعت پیشتر ہی سے قائم و دائم ہے اور دم عیسےٰ کی جنبش کے باعث ہی موجود میں آئی ہے جماعت احمدیہ کے فروغ اور اشاعت اسلام کے لئے ممد و معاون ثابت نہ ہو۔

واحد جماعت

جماعت احمدیہ ہی تنہا عالم اسلام میں وہ واحد جماعت ہے جس نے تبلیغ و اشاعت اسلام کا وہ کام کیا ہے جو کوئی اور جماعت نہ کر سکی۔ اس کا استحکام نہایت ضروری ہے اور توسیع بنا بر وقت و حال بھی۔ دین اسلام کی اول تو صحیح تڑپ اگر کہیں مل سکتی ہے تو وہ مجدد صدچہاردہم کے دامن کی وابستگی ہی سے مل سکتی ہے اور پھر اس تڑپ کی نشر و اشاعت بغیر جماعت ناممکن العمل ہے جب تک رب العالمین کے حسن جہانتاب کا والہانہ عشق میدان عمل میں کسی کو دیوانہ وار نہ نکال لائے تو مقصد نیست معلوم۔

لمحہ فکریہ

حضرت امیر مرحوم و مغفور میں آخر کیا چیز تھی کہ ایک عالم آپ کی مساعی جمیلہ پر رطب اللسان ہے! یہی کہ

وفائے عشق نے بھر دی خصوصیت ورنہ = سواد حسن جہانتاب عام سا تھا

دین اسلام کے دعویدار مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ اگر دراصل اسلام کا درد اور اسکے لئے جوش ہے اور رسول اللہ کی تعلیمات اسلامی کا صحیح ولولۂ ایمان موجود ہے تو اسکی نشر و اشاعت سے خصوصیت ہی وفائے عشق کا بیّن ثبوت ہونا چاہیئے اور جماعت احمدیہ اسی عشق کے اظہار کی واحد عملی صورت ہے جسکی بنیاد مجدد صدچہاردہم نے خود اپنے ہاتھوں رکھ دی تھی۔ نری نمازیں پڑھ لینے سے تو غلبہ اسلام کی تکمیل نہیں ہو جاتی جب تک اس نماز کی اسپرٹ کو میدان عمل کی جد و جہد سے ہم عام نہ کر دیں اور مادی دنیا کی اندھیریوں کو اسلام کی روحانیت و پرسکون تعلیم سے روشنی نہ پہنچا دیں۔

احقر کو بے حد افسوس و ندامت ہے کہ اسے بوجہ بے دستی دنیائی حالات حضرت امیر مرحوم کی زندگی میں وقف خدمت ہونے کا موقع نصیب ... نہ ہو سکا بہرحال آئندہ انشاء اللہ العزیز منتظر وقت ضرور ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت جلد از جلد موقع نصیب فرمائیں۔

★

وہ دین کا امیر

محترمہ رضیہ فاروقی دختر حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم

اب دور جا چکا ہے وہ شاہ گدا نما
اور پھر سے اپنے دین کی راہیں اداس ہیں!
کچھ دوستوں کو یاد ہے اُس کی ادائے خاص
وہ اک نگاہیں چند عزیزوں کے پاس ہیں

میرے برادرِ مکرم معظم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شاندار دینی خدمات۔ ان کے عظیم الشان مذہبی کارناموں اور ان کی علمی زندگی پر قلم اٹھانا تو بڑے بڑے صاحبِ علم اور اہلِ فہم و ذکا کا کام ہے۔ میری یاد تو ان کی سیدھی سادی گھریلو زندگی سے وابستہ ہے۔ یہ ان کی وہ زندگی ہے جس میں میں نے ان کی ہستی کے انسانی و جذباتی رنگ دیکھے ہیں۔ اور میں تو سمجھتی ہوں کہ زاہدِ خشک ہونا یا صوفی باخدا بن جانا۔ یا راہب تارک الدنیا کہلانا سب آسان کی کھلی شاد راہیں ہوں گی۔ لیکن تقوے کی باریک راہیں تو اس دنیا کی زندگی اس کی دلفریبی و دلکشی۔ اس کے مکر و فریب۔ اس کے دھوکے۔ اس کی تکلیفوں اور دُکھوں۔ اور اس کے آنسوؤں میں الجھی ہوئی ہیں۔ اگر ان میں سے ہو کر بھی کوئی سلامت گزر گیا تو وہ مردِ باخدا بن گیا۔ یہ وہ کمال ہے جس کو حاصل کر لینے پر انسان کو فرشتوں پر بھی فوقیت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ سراپا احسن تقویم کی تفسیر بن جاتا ہے۔

آیئے! اب اپنے ہمیشہ کے لئے چلے جانے والے امیر کی چھوڑی ہوئی راہوں میں اور اُن کی دنیاوی زندگی کی گذری ہوئی حقیقتوں میں ہم ان ننھی ننھی کرنوں کو ڈھونڈیں جو روز مرہ کی سادہ زندگی میں اُن پُر نور ہستیوں سے پھوٹ کر پیچھے رہ جاتی ہیں جنہوں نے ایک روز راہِ فنا سے گذر کر بقا کے آسمان پر ہمیشہ کے لئے چمکنا ہوتا ہے۔

کام میں بچوں کا مخل ہونا

جہاں سے میری بچپن کی یاد میرا ساتھ دیتی ہے۔ اُن دنوں آپ احمدیہ بلڈنگس کی بند سے ملحق مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ نچلی منزل میں مسجد کے صحن سے ملا ہوا آپ کا دفتر تھا۔ یہاں آپ روز و شب تصنیف کے کام میں مصروف رہتے تھے۔ میں اور میری چھوٹی بہنیں۔ میری پھوپھی زاد بہنیں اور خود آپ کی دو بڑی صاحبزادیاں غرض ہم لوگوں کی ایک فوج کی فوج تھی جو ان دنوں پڑھنا۔ لکھنا۔ سیکھنے میں مشغول رہا کرتی تھی۔ نہ معلوم کیسے یہ عادت پڑ گئی کہ پڑھنے لکھنے سے متعلق اگر کچھ ضرورت ہوتی تو اس کے لئے اکثر بلا تکلف آپ کے دفتر میں چلی جاتیں۔ آپ اپنے لکھنے کے بڑے میز پر جھکے ہوئے ہوتے جس پر موٹی موٹی کتابیں کھلی ہوتی تھیں۔ اور آپ اُن میں محو ہوتے تھے۔ آہٹ سن کر آپ سر اٹھا کر اپنی عینک کے شیشوں کے اوپر سے ہمیں دیکھتے اور فوراً مسکرا کر (یہی مسکراہٹ ہماری ہمت بڑھاتی تھی) فرماتے "کیا چاہیئے" ہم عرض کرتیں "ایک سادہ کاغذ لینا ہے" یا "بھیا جی (ہم شروع سے ان کو اسی سادہ گھریلو لقب سے پکارتے تھے) تھوڑی سی سیاہی چاہیئے" یا "ایک ٹکٹ دے دیں" یا اور کچھ نہیں تو یہ کہ "کیا ہم آپ کی ردی کی ٹوکری سے پھٹے ہوئے لفافے ٹکٹ اتارنے کو لے جائیں" آپ فوراً اپنا کام چھوڑ کر خود ہمیں مطلوبہ چیز دے دیتے۔ بعض وقت اٹھ کر کسی الماری سے کوئی شے لینی پڑتی تو فوراً نکال دیتے اور پھر دوبارہ مطالعہ میں غرق ہو جاتے۔

شکایت کوئی نہیں

یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ اس زمانے میں آپ انگریزی ترجمۃ القرآن کے عظیم الشان کام میں مصروف تھے۔ اور وہ موٹی موٹی کتابیں عربی کی ضخیم لغات اور انگریزی کی بڑی بڑی ڈکشنریز تھیں۔ جن کے ایک ایک لفظ پر آپ کو غور کرنا اور توجہ دینا پڑتی تھی۔ مگر نہ خود آپ نے کبھی ہمیں جھڑکا کہ اس طرح میرے کام میں مخل نہ ہوا کرو۔ نہ کبھی کسی نوکر کو ہدایت کہ بچوں کو نہ آنے دیا کرو۔ اور نہ کبھی اماں جان یا باجی جان (میری بڑی ہمشیرہ اور آپ کی بیگم صاحبہ) سے شکایت کی کہ بچے مجھے پریشان کرتے ہیں ان کو روکو۔

گھر میں قرآن کا درس

اب بچوں کے ساتھ خود اپنی اور موجودہ لوگوں کی دماغی بے صبری دیکھ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ خدایا ان کا کیا حوصلہ اور تحمل تھا! اور نہ معلوم خدا نے آپ کے وقت میں کیسی برکت دی تھی کہ دفتر کے کام سے اٹھ کر آپ باجی جان اور اپنی بڑی صاحبزادی رقیہ بیگم کو قرآن شریف با معنی باقاعدگی سے پڑھاتے تھے۔ اور اس میں بھی مجھے یاد نہیں کہ کبھی آپ کو بے صبر ہوتے یا ناراضگی فرماتے دیکھا ہو

بچی کی تیمار داری

اسی دوران میں آپ کی بڑی سے چھوٹی صاحبزادی عطیہ بیگم کی بیماری کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور اس مصروف ہستی کے ایک اور ہی درد مندانہ اور غمخوارانہ جذبہ کا اظہار ہوا۔ وہ یہ کہ آپ نے اپنی اسی مصروف زندگی میں اپنی بچی کی تیمار داری کے فرائض بھی ایزاد کر لئے۔ خود اس کا ٹمپریچر لیتے۔ خود دوا دیتے۔ غذا دلواتے۔ پاس بیٹھتے۔ اور دلجوئی اور خاطر کی حد کر دی۔ پھر بھی کبھی آپ کو بے صبر ہوتے یا جھنجھلاتے نہ دیکھا۔ وہی مسکرا کر بچوں سے ہنس کر بات کرنا۔ اور خوش مزاجی سے کام کرنا اور کروانا۔ مجھ میں اور عطیہ بیگم میں بہت محبت تھی۔ ایک بار شملہ میں عطیہ بیگم کی حالت زیادہ خراب ہو گئی۔ تو اماں جان نے مجھے ان کے پاس بھیج دیا۔ جب عطیہ بیگم کی طبیعت ذرا بہتر ہوئی۔ تو آپ ایک روز ان کو ڈاکٹر مسعود لینڈ کو دکھانے رکشا میں بٹھا کر لے گئے۔ میں بھی ساتھ تھی۔ جب ڈاکٹر سے مل کر آپ باہر آئے۔ تو والدین کا دل ہی سمجھ سکتا ہے کہ اپنی ایک بچی کے متعلق یہ معلوم کر کے کہ اب اس کا صحت پانا محال ہے۔ انسان کیا محسوس کرتا ہے۔ لیکن ہمارے سامنے آپ نے ضبط سے کام لیتے ہوئے کچھ ظاہر نہ کیا۔ بلکہ ڈاکٹر کے ہاں کو دور کرنے کے لئے بڑی دلجوئی سے فرمایا کہ "اب تم دونوں کی کیا مرضی ہے" ہم نے بچپن کی بے ساختگی سے جواب دیا کہ "ہم تو آئس کریم کھائیں گے"۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا "بہت بہتر"

بچی کی وفات اور حق بندگی

آخر اسی سال موسم سرما میں وہ پیاری بچی عطیہ اس دُکھوں کی دنیا سے منہ موڑ کر شفقتِ ربی کے سائے میں پروان چڑھنے کے لئے رخصت ہوئی۔ اور چاہنے والے باپ نے بغیر شکوہ و شکایت کئے صبر و شکر سے کام لیتے ہوئے اپنے ہاتھوں اُسے خاک میں سلا کر حق بندگی ادا کر دیا۔

ڈلہوزی کی سادہ زندگی

وقت گزرتا رہا۔

ڈلہوزی کا زمانہ آگیا۔ اپنی خوش قسمتی سے اکثر آپ کے سائے میں وقت گذارنے کا موقعہ ملا۔ لیکن بہت یاد کرنے پر بھی کوئی ایسا وقت یاد نہیں آتا کہ آپ کو کبھی ناراض ہوتے۔ بے صبر ہوتے۔ چیختے چلاتے یا کوئی بے جا بات کہتے سنا ہو۔ یہی یاد آتا ہے کہ ایک نہایت سادہ لباس۔ پاکیزہ اطوار۔ انکساری و خاکساری سے معمور۔ مسکراتی ہوئی شفیق ہستی تھی جو ایک ٹھنڈے۔ نورانی۔ اور پُر امن سایہ کی طرح ہمارے سروں پر قائم تھی۔ ایک ایسے نگہبان کی نگہداشت میں ہم رہتے تھے کہ ہماری سب فکریں اسی کے کندھوں پر تھیں۔ اور اس نے ہمیشہ ہنس کر انہیں اٹھایا کبھی یہ نہ کہا کہ میں تو خدا کے دین کے غم میں دبا ہوا ہوں۔ تم لوگ اس دنیا کے بوجھ اور اپنے ذاتی فکر تو مجھ سے دور رکھا کرو۔ اکثر ہم لوگ پہاڑوں میں لمبی لمبی سیروں کے لئے چلے جاتے۔ واپسی میں اگر شام کا اندھیرا ہونے لگتا تو ضرور آپ کا بھیجا ہوا آدمی روشنی لئے ہمیں آملتا۔ کبھی ہم سب بے فکروں کی طرح برسات کے موسم میں گھر سے پک نِک کے لئے نکل کھڑے ہوتے۔ راستے میں یا کھانے پینے کے دوران میں بارش ہمیں آلیتی۔ ہم گھبرا کر اُٹھتے۔ مگر فوراً ہی کوئی نہ کوئی آدمی چھتریاں اور برساتیاں لئے آپہنچتا۔ اور معلوم ہوتا کہ بادل گھرتے دیکھ کر ہی مولانا صاحب نے فرمایا کہ "برساتیاں اور چھتریاں لے کر جاؤ۔ وہ لوگ بھیگ نہ جائیں" اور پھر وہ پُر لطف پک نکیں جن میں آپ بھی شمولیت فرماتے تھے۔ ہم سب کے ساتھ آپ اس طرح شوق سے پیدل چلتے چڑھائیاں اترائیاں طے فرماتے اور راستے کی خوبصورتی اور پھولوں کی بہار کو دیکھتے اور تعریف فرماتے۔ اس وقت یہ خیال بھی نہ ہوتا کہ آپ کوئی بڑی عظیم الشان ہستی ہیں جسے بجائے ہنسنے بولنے کے غور و فکر میں رہنا چاہیئے۔

کہسار میں اذان اور نماز

لیکن جب ہم پہاڑ کی چوٹی پر یا بہتے پانی کے کنارے پر جا کر ہم سب کھانا کر ستانے لگتے تو آپ اکثر میرے بھائی نصیر احمد فاروقی صاحب سے فرماتے کہ "بیٹے میاں جی اب اس سامنے والی بڑی چٹان پر چڑھ کر آپ اس طرح اذان دیں کہ یہ سب سلسلۂ کہسار صدائے اللہ اکبر سے گونج اٹھے" چنانچہ میاں بھائی نہایت جوش اور خوش الحانی سے اذان دیتے۔ اور ہم سب چھوٹے بڑے آپ کی امامت میں نماز ادا کرتے۔ دنیا کی جنت پر آسمانی فرشتوں کا سایہ ہو جاتا اور آپ کی تلاوتِ قرآن سے سنسان وادیاں بھرپور ہو جاتیں۔ اور ہمارے دلوں پر یہ بات نقش ہو جاتی کہ یہ ہستی دنیا کی خوبصورتی اور بہار میں بھی خدا کو نہیں بھول سکتی۔ "ڈائن کنڈ" اور "کالا ٹوپ" کی بھری چوٹیاں۔ "کھجیار" اور "کریلو" کی جنت نما وادیاں۔ ڈلہوزی کے سرسبز کوہسار۔ اور دیودار کے جنگل ہمیشہ اُن بے شمار زرین لمحوں کے گواہ رہیں گے جب آپ نے وہاں ذکر خدا کیا۔

گھر میں یاد خدا

اور پھر وہ "دار السلام" (آپ کی ڈلہوزی والی کوٹھی کا نام) بادل کی سیاہی ہو یا بجلی کی کڑک۔ دھند کی سفیدی ہو یا سورج کی سنہری دھوپ اس دار السلام سے پانچ وقت بلاناغہ صدائے اللہ اکبر بلند ہوتی تھی۔ جہاں برس ہا برس تک وہ خدا کا عاشق انسان یادِ خدا میں گھرا رہا۔ جہاں ہزاروں ان گنت راتوں کو اس کی پیشانی تہجد کے سجدوں میں رکھی رہی۔

ہمارا شوق عبادت

لیکن اس شدت سے یادِ الٰہی۔ ذکرِ الٰہی۔ فکرِ الٰہی کرنے کے بعد یہ نہیں ہوا کہ آپ کو خدا کی یاد میں خدا کے بندے بھول گئے ہوں۔ معمولی سے معمولی بات بھی آپ کے خیال اور ذہن میں رہتی تھی۔ اپنے بزرگوں کے دینی ذوق کو دیکھ دیکھ کر ہم لوگوں کو بھی نمازیں پڑھنے۔ قرآن بامعنی با تفسیر پڑھنے اور خصوصاً نماز باجماعت ادا کرنے کا بے حد شوق ہوا۔ آپ اس قدر ہمارے اس شوق پر اظہار خوشی فرماتے۔ اس قدر تعریف کرتے۔ ہمت بندھاتے کہ تعجب ہوتا۔

بُری حرکت کی اصلاح

لیکن اگر کوئی حرکت ہم سے ایسی ہوتی جو آپ کو پسند نہ آتی تو گو زبان سے کچھ نہ فرماتے تاکہ ہماری دل شکنی نہ ہو لیکن اپنے عمل سے اس کی

اصلاح کی کوشش فرماتے۔ ایک معمولی سا واقعہ ہے۔ ایک بار ماڈل ہوس ڈلہوزی میں ہمیں سب بچوں کو عادت سی پڑ گئی کہ کھانے کے وقت دستر خوان پر روٹی کے کنارے توڑ کر الگ ڈال دیتے اور باقی کی روٹی کھا لیتے۔ آپ کو یہ بے قدری خدا کے رزق کی اور یہ طریقہ ہمارا ناگوار ہوا۔ لیکن آپ نے ہمیں دیسے تو کچھ نہ کہا۔ مگر ایک روز سب ٹوٹے ہوئے کنارے خود جمع کر کے کھا لئے۔ ہم سب تو دل میں کٹ گئے۔ جب سے توبہ کی اور خوشی خوشی پوری روٹی کھانے لگے۔

پاکیزہ زندگی کا راز

جب میرے بھائی نصیر احمد فاروقی صاحب بغرض تعلیم انگلینڈ جانے لگے۔ تو آپ نے اُن کو نصیحت فرمائی کہ وہاں "شراب نہ پیجیے گا" اور "نماز نہ چھوڑیئے گا"۔ ایک بدی کی جڑ۔ دوسری نیکی کی بنیاد۔ دو فقروں میں آپ نے پاکیزہ زندگی کا راز بتا دیا۔

کچھ وقت اور گذر گیا۔

عزیزوں کی دستگیری

میرے اباجان ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کی پنشن ہو گئی۔ آپ نے اصرار کیا کہ اباجان بھی ایک چھوٹی سی کوٹھی ڈلہوزی میں بنا لیں۔ وہاں مع اہل و عیال آرام سے بیٹھ کر دینی تصنیف تالیف کا کام کریں۔ مگر مشیت ایزدی کچھ اور تھی۔ ابھی اباجان کی کوٹھی "پروین" کی بنیادیں بھی نہ اٹھی تھیں کہ میری پیاری اماں جان جن کا وجود نیکی کے فرشتہ کی طرح ہم پر سایہ فگن تھا۔ ہمیں چھوڑ کر اپنے رب کے حضور میں چلی گئیں۔ اباجان اس صدمے سے بے حد دل شکستہ ہوئے۔ اور انہیں دنوں اُن کو کچھ دل کی تکلیف بھی ہو گئی۔ کوٹھی بنوانے کی طرف اُن کی کچھ توجہ نہ رہی۔ مگر وہ انسانوں کا غمخوار تو متوجہ تھا۔ میں روزانہ دیکھتی کہ صبح کے دس گیارہ بجے بھیا جی اپنا کام چھوڑ کر قلم اٹھا کر "پروین" تشریف لے جاتے۔ وہاں سب کام ہوتا دیکھتے۔ خود قلم سے نقشوں اور دیواروں کی مضبوطی جا پرکھتے۔ میں سوچتی کہ یہ اپنا اتنا بلند دینی و روحانی کام چھوڑ کر کیوں اینٹ پتھر پر توجہ کرتے ہیں۔ کیا اس میں کچھ اپنا ذاتی فائدہ تھا؟ نہیں۔ یہ صرف ایک دوست کی۔ ایک پریشان حال عزیز کی۔ ایک بیمار انسان کی دست گیری تھی۔ جو خود اُس وقت اپنے اس کام پر توجہ دینے سے معذور تھا۔ چنانچہ "پروین" بنی۔ گیارہ سال تک متواتر اس میں ذکر الٰہی ہوا۔ اباجان نے اس میں بیٹھ کر "انوار القرآن" اور "مجدد اعظم" جیسی کتابیں لکھیں۔

"یادِ کسے"

کچھ عرصہ بعد اباجان کو کسی ریاست سے ایک بہت اچھی نوکری پیش کی گئی۔ اُنہوں نے مولانا صاحب کو لکھا کہ "آپ فرمائیں میں منظور کروں یا نہ"۔ آپ نے صرف ایک شعر لکھ کر جواب میں بھیج دیا کہ ؎

عمر بگذشت و نماندست جز ایامے چند
بہ کہ در یادِ کسے صبح کنم شامے چند

یعنی کہ عمر گذر گئی سوائے چند دنوں کے۔ بہتر ہے کہ خدا کی یاد میں دن کی صبح سے شام کر دوں۔ اباجان نے اسی وقت نوکری کے متعلق انکار لکھ دیا۔ اور یہ شعر لکھوا کر فریم کروا کے اپنی میز کے سامنے لگوا لیا تاکہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہے۔ جب اباجان کی وفات ہوئی اور ان کے غمگین اور سوگوار بچے اُن کی چھوڑی ہوئی چند چیزیں بطور یادگار رکھنے کو آپس میں تقسیم کرنے لگے تو آپ نے نہایت حسرت سے وہ قطعہ مانگا کہ "یہ اب مجھے دے دیجئے اب میں اس کو ایسی جگہ رکھوں گا جہاں یہ میری آنکھوں کے سامنے رہے"۔ چنانچہ آج بھی وہ آپ کے دفتر میں لگا ہوا اپنی صداقت پر گواہ ہے۔

ایک لطیف روحانی ٹھنڈک

وقت اور بھی گذر گیا۔

بچپن اور لڑکپن کی خوشگوار حدوں سے نکل کر اب ہم سب الگ الگ اپنے راستوں پر پڑ کر زندگی کی جدوجہد اور تگ و دو میں مصروف ہو گئے تھے۔ بڑے ہو کر ہم کو تجربے کی بنا پر اب آپ کی ہستی ایک سچے روحانی اور دینی امیر کی نظر آنے لگی۔ کچھ ایسی عجیب محبت اور شفقت۔ امن اور سکون کی فضا آپ کے چاروں طرف پیدا ہو گئی تھی کہ بعض وقت اگر دل میں ہم کچھ رنج یا گلہ شکوہ لے کر بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تو آپ کے مبارک اور پُر نور چہرہ پر نگاہ پڑتے ہی وہ جذبات دل سے غائب ہو جاتے۔ اور دل لطیف روحانی ٹھنڈک اور عقیدت سے بھرپور ہو جاتا۔

ایک واقعہ

اس روحانیت پر ایک واقعہ یاد آ گیا۔ عرصہ ہوا میری ایک ہمشیرہ بیگم مولانا محمد یعقوب خاں صاحب بوجہ فالج صاحب فراش ہو گئیں بہت علاج معالجہ ہوا لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا۔ اسی پریشانی میں کسی نے رائے دی کہ اگر کسی مسمرائزر سے توجہ کرائی جائے تو ممکن ہے فائدہ مند ثابت ہو۔ چنانچہ ایک مسمرائزر صاحب آئے۔ اور اُن کی توجہ سے فی الواقع میری ہمشیرہ کی بے حس و حرکت ٹانگ حرکت کرنے لگی۔ سب کو تعجب ہوا اور دوبارہ جو مسمرائزر صاحب توجہ کرنے آئے تو اور سب کے علاوہ آپ بھی تشریف رکھتے تھے۔ لیکن اب کے بہت دیر مسمرائزر صاحب نے توجہ کی مگر کچھ نہ بنا۔ اور شدت سے کوشش کی مگر ٹانگ نہ ہل سکی۔ آخر اباجان مرحوم سے مسمرائزر صاحب نے کہا کہ "یہ صاحب (یعنی مولانا محمد علی صاحب) جو بیٹھے ہیں ان کی روحانی طاقت اتنی زبردست ہے کہ اس کے آگے میری ساری توجہ خاک ہو کر رہ گئی ہے"۔ اُس کو علم نہ تھا کہ یہ کون ہستی ہے۔ اور خود حضرت کو تو نہ کبھی پہلے نہ اس واقعہ کے بعد کبھی اپنے پر فخر یا گمان ہوا۔

ایک دینی امام کی ملمع سازی

اس واقعہ کے عرصہ دراز کے بعد ابھی چند سال ہوئے ہیں کہ ایک بار ایک غیر ملک میں ایک دینی امام صاحب کی آمد کا غلغلہ ہوا۔ اور اُن کے تشریف لانے پر جب مجھے اُن کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا تو اوّل تو ان کی ظاہری سجاوٹ۔ سبز عمامہ اور سیاہ خلعت سے مجھے شاق ہوا۔ لیکن پھر بھی ان کی دینی شان کا لحاظ کرتے ہوئے میں نے عرض کیا کہ "آپ کی زیارت سے مجھے ازحد تسلی اور خوشی ہوئی ہے"۔ تو انھوں نے فخر سے داڑھی مبارک پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا کہ "ہونی ہی چاہیئے، ہونی ہی چاہیئے"۔

دنیا کا فقیر مگر دین کا امیر

اس وقت نہ صرف یہ کہ اُن کی حقیقت ملمع کی قلعی کی طرح میرے سامنے اتر گئی۔ بلکہ مجھے اس وقت یہ احساس ہوا کہ میرے روحانی امیر مولانا محمد علی صاحب کا کیا رتبہ ہے۔ وہ دنیا کا فقیر مگر دین کا امیر۔ وہ گوشہ نشین درویش جو خاکساری سے جھک کر اپنے مریدوں سے ملتا ہے۔ جو اپنی نہیں بلکہ اُن کی نیکیوں۔ قربانیوں اور خوبیوں کو سراہتا ہے۔ وہ سادہ لباس۔ سادہ مزاج انسان جو اپنے غریب دوستوں میں بیٹھتا ہے تو پہچانا نہیں جا سکتا۔ اور جوں جوں آپ کے روحانی و دینی رتبے بڑھتے۔ آپ کے ترجمۃ القرآن اور دوسری تصانیف کی دنیا میں قدر ہوتی اور خدا نے انہیں درجۂ قبولیت بخشا۔ توں توں خود آپ میں انکساری۔ حلیمی۔ عاجزی بڑھتی ہی گئی۔ قوم کا مخدوم۔ قوم کا خادم بن کر رہ گیا۔

پُر خلوص برتاؤ

جب بھی دنیا کے مصائب و آلام سے گھبرا کر میں نے آپ کی خدمت میں خط لکھا اور دعا اور توجہ کی درخواست کی تو ہمیشہ واپسی ڈاک خود آپ کے اپنے ہاتھ کا خط دعاؤں اور نصیحتوں سے پُر مجھے ملا آج تک برس ہا برس میں کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ ایسی مصروف اور عظیم الشان ہستی نے اپنے کاتب کو کہا ہو کہ تم میری طرف سے دو حرف لکھ دو۔ یا بڑے لوگوں کی طرح ٹائپ شدہ خط بھیج دیا ہوتا۔ اور یہ کچھ اپنے عزیزوں کی خصوصیت نہ تھی۔ بلکہ عموماً سب دوستوں اور جماعت کے لوگوں سے آپ کا یہی پُر خلوص برتاؤ تھا۔

دوسروں کے غم میں شرکت

ہم اپنے غم اپنے دکھ لا کر آپ کے سامنے پیش کر دیتے تھے۔ آپ اپنی شفقت اور توجہ سے ان کو ہلکا کر دیتے تھے۔ ہمارے غموں کو اپنا غم بنا لیتے تھے۔ اور اپنے غموں کو تو نہ معلوم دل کی کن گہرائیوں میں چھپائے رکھتے تھے کہ کبھی ان کو جتا کر دوسروں کو تکلیف نہ دی لوگ ان سے سختی بھی کرتے تھے۔ بعض وقت لوگ ... اعتراض بھی کرتے تھے۔ لیکن کبھی آپ کی پیشانی پر شکن نہ آئی۔ کرنل سید بشیر حسین صاحب کے بڑے صاحبزادے عزیز [illegible] کی عالم جوانی کی دردناک موت کو ابھی دوسرا سال ہے۔ آپ بسبب دل کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ اس لئے آپ کو نہ بتایا گیا۔ لیکن جب آپ کراچی سے لاہور تشریف لائے تو چند روز بعد ایک عزیز نے اتفاقاً ذکر کر دیا۔ آپ سنتے ہی بے اختیار رونے لگے۔ اس قدر شاق ہوا کہ طبیعت بگڑ گئی۔ اور ہم سب بے حد فکرمند ہو گئے۔ مگر دوسرے روز باوجود طبیعت کی خرابی کے خود کرنل سید بشیر حسین صاحب کے پاس برائے تعزیت تشریف لے گئے۔

جدائی کی منزل

غرض دنیا کی یہ عظیم الشان ہستی یوں ہی ایسی ہم میں ملی جلی خاموشی اور عاجزی سے رہی کہ ہم اس کی عظمت کا پورا اندازہ بھی نہ کر سکے شاید مشیت ایزدی نے بھی جان لیا کہ یہ دنیا اب اس قابل نہیں کہ اس پُر نور ہستی کی اور جائے قیام رہے۔ چنانچہ وہ عظیم الشان تیاری جو نہ معلوم کب سے آپ کے اجر عظیم اور قدر و منزلت اور رحمت و مغفرت کے لئے اُس عالم میں ہو رہی تھیں کمال کو پہنچی۔ اور آپ کا استقبال کرنے کی سعادت ہم لاہور کے گنہگار بندوں سے چھین کر حور و ملائک اور آسمانی مکینوں کو مل گئی۔ اور جب کہ ہم یہاں آپ کے لئے چشم براہ تھے۔ وہاں درِ خداوندی وا ہوا اور اس ربِّ کریم نے اپنے عزیز بندے کو بلایا کہ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ؔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ؛ آ جا میرے عاشق۔ میرے محبوب بندے میری محبت و شفقت کی آغوش تیرے لئے وا ہو گئی ہے۔ اور اپنے رب کے حکم پر ہمیشہ لبیک کہنے والے فرمانبردار بندے نے دل و جان سے لبیک کہہ کر جدائی کی یہ منزل طے کر لی۔

دین کے لئے دنیا کی قربانی

مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگر دنیا اور اس کا مال و دولت چاہتے تو وہ دنیا کے ایک بڑے انسان اور دنیاوی امیر بن سکتے تھے۔ اور قدرت کی طرف سے یہ موقعہ بھی ان کو دیا گیا۔ جب وہ ایل ایل۔ بی۔ میں اوّل آئے تو بعض بڑے شاندار مستقبل آپ کے سامنے تھے آپ نے وکالت کے کام کی .... تیاری کر لی۔ لیکن جب قادیان جا کر اپنے مرشد اعلیٰ حضرت مسیح موعود سے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ "ہمارا خیال تو آپ کے لئے اور تھا۔ وہ یہ کہ انگریزی زبان میں ایک رسالہ جاری ہو اور آپ اس کے ایڈیٹر بنیں"۔ بس پھر آپ لوٹ کر اپنا سامان لینے بھی نہ آئے وہیں قادیان میں رہ پڑے۔ حضرت مسیح موعود کی زبان مبارک سے

(باقی صفحہ ۳۵)

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے چند غیر مطبوعہ خطوط

(۱)

شاردا ایکٹ کے متعلق سوالات کے جوابات

سنہ ۱۹۳۰ء میں ایک دوست نے شاردا ایکٹ کے متعلق جو صغر سنی کی شادی سے تعلق رکھتا تھا، چند سوالات حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ سے کئے، جن کے جواب میں آپ نے ذیل کا خط اپنے قلم سے لکھکر بھیجا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈلہوزی - ۱۰/۴/۳۰

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ نے جو سوالات لکھے ہیں ان کے مفصل جواب مولانا احمد صاحب کے قلم سے "پیغام صلح" میں سال گذشتہ شائع ہو چکے ہیں - ان میں مفصل بحوالہ احادیث و آیات قرآنی دیکھ لیں۔ مختصراً میں بھی ایک دو باتیں لکھ دیتا ہوں -

(۱) شریعت اسلامی مکمل ہے - اس لئے مسلمانوں کو کسی اور قانون کی ضرورت نہیں۔ تکمیل دین تو اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف سے کی تھی باایں مسلمانوں نے فقہ کے ہزارہا مسائل نکالے اور حدیث شریف میں صاف طور پر مذکور ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ان سے دریافت کیا کہ فیصلے کس طرح کرو گے تو انہوں نے کہا کتاب اللہ یعنی قرآن شریف کی رو سے آپ نے کہا اگر قرآن شریف میں کوئی بات نہ پاؤ تو کہا سنت رسول اللہ سے فرمایا وہاں بھی نہ پاؤ تو کہا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اسی حدیث پر اجتہاد کی بنیاد ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف کے مکمل ہونے کے یہ معنے نہیں کہ ساری دنیا کے فروعی مسائل جو قیامت تک نکلنے والے تھے اس میں موجود ہیں بلکہ وہ تکمیل بھی کچھ اصول کی ہے اور امت کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے کہ وہ ضروریات پیش آمدہ کے مطابق نئے مسائل نکالیں اور ان پر عمل پیرا ہوں اس لئے باوجود قرآن شریف کے مسلمانوں کو اور قوانین کی ضرورت تو ہے۔ حدیث خود اس ضرورت کو بتاتی ہے۔ حدیث کے بعد فقہ بتاتی ہے کہ قرآن و حدیث ہر دو کے بعد بھی ضرورت تھی فقہ پر نہ خدا نے خاتمہ کی مہر لگادی ہے نہ رسول اللہ نے بلکہ یہ دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔ ہاں سوال صرف یہ ہے کہ شریعت اسلامی میں جن مسائل کی تصریح قرآن و حدیث میں نہیں ان میں مسلمان تو اجتہاد کر سکتے ہیں کسی غیر مسلم کو جیسے کہ مسٹر سارڈا ہے یہ حق کس طرح حاصل ہو گیا - سو یہ الحکمۃ ضالۃ المومن (حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے) کے مطابق ہے یعنی اگر ایک سچی اور صحیح بات ایک غیر مسلم کے منہ سے نکلی ہے تو اس کی محض اس لئے مخالفت نہ ہونی چاہیئے بات کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیسی ہے اگر بات فی نفسہٖ اچھی ہے اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے تو اس کی بے شک مخالفت کی جائے - اصل امر غور طلب ایک ہے کہ سارڈا بل میں جو نابالغ کی شادی پر تعزیر قرار دی گئی ہے تو اس سے فی الواقعہ فائدہ ہو گا یا نہیں اور صغر سنی کی شادی جو ہزارہا نقصان پیدا کرتی ہے وہ دور ہوں گے یا نہیں -

(سوال نمبر ۲) چونکہ شریعت نے عمر کی تعیین نہیں کی اس لئے عمر کی تعیین مداخلت فی الدین ہے -

جواب :- اس سے بڑھکر کوئی غلطی نہیں - جہاں قرآن و حدیث نے ایک بات کی تصریح یا تعیین کر دی ہے تو اس کے خلاف کرنا تو بیشک مداخلت فی الدین ہے لیکن جہاں قرآن و حدیث میں ایک بات کی تصریح نہیں یا تعیین نہیں تو وہ تصریح یا تعیین اجتہاد کے ماتحت ہو گی وہ ایک وقت دینی ضرورت ہو جاتی ہے۔ فقہ کے جو ہزارہا مسائل ہیں تو کیا ان کو مداخلت فی الدین کہا جائے گا۔ کیونکہ وہ وہی مسائل ہیں جن کی تصریح قرآن و حدیث میں نہیں - اگر ان کی تصریح یا تعیین قرآن و حدیث میں ہوتی تو فقہاء کو ان مسائل کے استنباط کی ضرورت ہی پیش نہ آتی - پس جن مسائل کی تصریح قرآن و حدیث میں نہیں ان کی تصریح یا تعیین مداخلت فی الدین نہیں بلکہ وہ فی الحقیقت حالات کے ماتحت ایک ضرورت دینی ہو جاتی ہے -

(ب) اگرچہ کم عمر میں شادی نہ کرنا چاہیئے مگر حد مقرر نہ ہونی چاہیئے - غور کیا جائے تو یہ سوال خود اپنی تردید آپ کرتا ہے - کیونکہ حد مقرر کرنے کے بغیر کبھی کم عمری کی شادی رک ہی نہیں سکتی - ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ۱۴ سال بعد درست نہیں ۱۳ ہونی چاہیئے مگر یہ بھی آخر ملک کی رائے پر چھوڑنا ہو گا -

(سوال نمبر ۳) حضرت عائشہ کی عمر شادی کے وقت نو سال تھی - اس سے معلوم ہوا کہ کم عمری کی شادی جائز ہے -

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ سے شادی مکہ میں ہوئی اور شریعت کا نزول مدینہ میں ہوا اگر منشائے شریعت یہ ہوتا کہ صغر سنی کی شادیوں کو رواج دیا جائے یا جائز رکھا جائے تو اس کی کوئی مثال مدینہ کی آنحضرت صلعم کی زندگی میں بھی ملتی مگر مدینہ میں ایسی کوئی مثال نہیں - اور اگر کہا جائے کہ قرآن شریف میں ایسی کوئی آیت نہیں جس میں بالتصریح صغر سنی کی شادی کو روکا گیا ہو تو اس کا جواب مختلف آیات قرآنی میں ملتا ہے جہاں گو بالتصریح ممانعت صغر سنی کی شادی کی نہیں مگر ان آیات کا منشاء صاف یہ نظر آتا ہے کہ قرآن شریف شادی کو بلوغت کے ساتھ وابستہ کرتا ہے - جیسے ما طاب لکم میں اب ایک دو یا چار یا دس سال کا بچہ کیونکر ما طاب کے نیچے آ سکتا ہے - ایسا ہی نکاح کو ایک معاہدہ کی حیثیت دی ہے پھر حتی اذا بلغوا النکاح میں بھی بتا دیا ہے کہ نکاح اور بلوغت بلکہ رشد کا ایک ہی سن ہے - اسی قسم کی آیات کی وجہ سے نبی کریم صلعم کا یہ عمل نظر آتا ہے کہ مدینہ میں کوئی صغر سنی کی شادی نہیں ہوئی یوں تو نزول شریعت سے پہلے سینکڑوں ایسی باتیں تھیں جن میں پہلے رواج کے مطابق عمل ہو جاتا تھا، نزول شریعت کے ساتھ ساتھ ان امور کی اصلاح ہوتی گئی - انہی امور میں سے یہ ایک ہے تو ہیں کا ذکر بے معنی ہے

(سوال نمبر ۴) قرآن کریم نے صغر سنی کی شادی کو جائز قرار دیا ہے -

جواب :- یہ درست نہیں - بالتصریح اس کا جواز نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں - زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ نہ صاف طور پر جائز قرار دیا ہے نہ ناجائز تو گویا اس امر میں لوگوں کو آزاد چھوڑا ہے اس لئے اگر کسی ملک کے لوگ پسند کریں تو وہ اپنے لئے کوئی خاص قانون بنا سکتے ہیں کم عمر میں شادی کرنے کی مجبوری کیا ہو سکتی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ باپ مرنے لگا ہے تو اس صورت میں وہ شادی کر دیتا ہے مگر یہ سمجھ نہیں آتا کہ یہ کونسا موقعہ ہے کہ ادھر باپ بستر مرگ پر ہے ادھر بیٹی کا نکاح رچ رہا ہے - مجبوری کا نام لیکر لوگ اسلام کو بدنام کرنا چاہتے ہیں راجہ محمود آباد اور وزیر حسن خاں کو کونسی مجبوری تھی - جب ایک چیز کی نقصان زیادہ ہو جائے اس کے روکنے کے لئے سوائے قانون بنانے کے اور کوئی چارہ نہیں -

یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ شریعت اسلام صرف قرآن و حدیث کا نام ہے کیونکہ بنیاد صرف انہی دو پر ہے فقہ اور اجتہاد ایک زمانہ کا کچھ دوسرے کا کچھ ہو سکتا ہے ملکوں ملکوں میں فرق ہو سکتا ہے۔ پیغام صلح کے مضامین ضرور ایک دفعہ پڑھ لیں ان سے معلوم ہو گا کہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ قرآن و حدیث نے صغر سنی کی شادی کو جائز قرار دیا ہے - بلکہ قرآن و حدیث کا منشاء یہی ہے کہ شادی صغر سنی میں نہ ہو اور چونکہ سارڈا بل اس کے مطابق ہے اس لئے یہ مداخلت فی الدین نہیں بلکہ دین کی تائید ہے کیونکہ قرآن و حدیث کے منشاء کے مطابق ہے -

والسلام

محمد علی

(۲)

مصیبت کو بہتری کا ذریعہ سمجھو

ایک دن میں، عالم مایوسی میں حضرت امیر مرحوم و مغفور رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مسلم ٹاؤن گیا - کافی عرصہ گفتگو رہی اور آخر میں جب میں رخصت ہونے لگا تو آپ نے میری تسکین قلب کے لئے ذیل کی تحریر لکھدی جو میرے لئے قیمتی موتیوں سے بڑھکر حیثیت رکھتی ہے - میرے پاس موجود ہے اللہ کریم آپ کے روحانی درجات میں ترقی دے اور مجھے آپ کی نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

محمد خلیل احمد

سپیشل ٹکٹ اگزامینر - این ڈبلیو آر - احمدیہ بلڈنگس لاہور

تحریر یہ ہے :-

"مسلم ٹاؤن - پوسٹ آفس اچھرہ (لاہور)

"کوئی مصیبت یا تکلیف پڑ جائے تو اسے اپنی بہتری کا ذریعہ سمجھنا چاہیئے - اس سے انسان کے دل میں گھبراہٹ اور پریشانی پیدا نہیں ہوتی - اسے خدا کی طرف سے سمجھا جائے تو اس سے دل میں یہ قوت پیدا ہوتی ہے کہ میرے خالق نے جو مجھے اس سے بہتر جانتا ہے جیسا میں اپنے آپ کو جانتا ہوں - اس سے میری ہی کسی کمزوری کا علاج چاہا ہے - اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان مشکلات کے اندر پڑ کر ہی بنتا ہے -

اعلائے کلمۃ اللہ کو اپنی زندگی کا اصل مقصد ٹھہرایا جائے - قرآن کریم - سیرت - حدیث کا کوئی حصہ روزانہ اپنے مطالعہ میں رکھنا چاہیئے -

محمد علی

(۳)

میاں بیوی کے تعلقات میں قابل لحاظ باتیں

۱۹۱۰ء میں ایک بیگم صاحبہ کو ان کے جواب میں ذیل کا خط لکھا:-

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط کل شام کو پہنچا

.... لڑکیوں کی جب تک شادی نہیں ہوتی آیندہ کے متعلق طرح طرح کی امیدیں ان کے دل میں ہوتی ہیں جو بعض وقت عملی زندگی میں آکر خواب و خیال ہی بن جاتی ہیں۔ اور مردوں کو اپنی بیبیوں کے متعلق ایسے خیالات ہوتے ہیں جو اکثر اوقات فرضی نقشے ہوتے ہیں۔ اور جب عملی زندگی میں آکر عورت کو مرد اپنے خیال کے مطابق اور مرد کو عورت اپنے خیال کے مطابق نہیں ملتے تو نتیجہ مایوسی ہوتا ہے۔ ہاں جو شریف خاوند اور بیبیاں ہوتی ہیں وہ باوجود اس قسم کی امیدوں کے پورا نہ ہونے کے بھی قناعت سے کام لیتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ ان میں تعلقات یگانگت و محبت پیدا ہو کر یہی تعلقات ترقی کرتے اور آخر ان کے لئے رحمت ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اسی کی طرف قرآن کریم کی اس آیت میں اشارہ ہے فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئا و یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ اگر بیاہ کے بعد تمہیں (اے مردو) اپنی بیبیاں ناپسند بھی ہوں تو اگر تم باوجود ناپسندیدگی کے بھی حسن معاشرت سے کام لو گے تو اس میں اللہ تعالیٰ بڑے بڑے فضل اور بھلائیاں پیدا کر دیگا اور جو لوگ قناعت سے کام نہیں لیتے۔ وہ عمر بھر دکھ اور مصیبتیں اٹھاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں تو نکاح ایک قسمت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ نہ خاوند اپنی بی بی کو جانتا ہے نہ بی بی خاوند کو۔ مگر جن ملکوں میں بڑے کورٹ شپ کے بعد نکاح ہوتے ہیں وہاں بھی آخر قناعت کے اصل کو مدنظر نہ رکھنے سے گھر ایک دوزخ بن جاتا ہے ....

میاں بی بی میں اتفاق یا تعلقات محبت کو پیدا کرنے والی، قائم رکھنے والی یا بڑھانے والی چیز ایک دوسرے پر حسن ظنی ہے۔ اور حسن ظنی پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ وسعت قلب نہ ہو سو یہ بالکل اختیاری امر بھی نہیں۔ انسان کی زندگی کے مختلف حالات مل جل کر یہ حالت پیدا ہوتی ہے۔ کسی شخص کے کاموں کو ہم دو نگاہوں سے دیکھ سکتے ہیں حسن ظنی یا محبت کی نگاہ سے اور بدظنی یا نفرت کی نگاہ سے اگر ہم ایک فعل کی ماہیت کو سمجھنے سے پہلے ہی اس کے کرنے والے پر بدظنی اپنے دل میں جما لیں تو کسی طرح بھی وہ فعل ہمیں مستحسن معلوم نہیں ہو سکیگا۔ حالانکہ محبت کی نگاہ سے بعض وقت عیب بھی خوبیاں معلوم ہوتی ہیں۔ دنیا میں کوئی انسان نہیں جو اپنے اندر کچھ نقص اور کچھ کمزوریاں نہیں رکھتا یا جس سے کچھ غلطیاں سرزد نہیں ہوتیں۔ اگر ہم اس کے نقصوں اور کمزوریوں، اور غلطیوں پر ہی نگہ رکھیں تو اس سے بدظنی، اور آہستہ آہستہ عداوت کا بیج بویا جاتا ہے اور نااتفاقی اس کا لازمی نتیجہ ہے اتفاق اور محبت کے لئے ضروری ہے کہ اس کی کمزوریوں اور نقصوں سے درگذر کر کے اس کی خوبیوں کی طرف دیکھا جائے۔ ....

.... اس میں شک نہیں کہ اول تحرک مرد اور عورت کی محبت کا ظاہر ہی ہوتا ہے مگر اس میں ازدیاد اور پائیداری اندرونی جوہروں سے پیدا ہوتی ہے۔ والسلام

خاکسار محمد علی از قادیان ۱۲ مئی ۱۹۱۰ء

(۴)

مریض پر دم

مکرم بزرگ شیخ اللہ دین صاحب نے ایک مریضہ کے لئے دعا کے واسطے شملہ سے خط لکھا۔ اس کا جواب:-

"اخویم مکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط پہنچا۔ اللہ تعالیٰ مریضہ کو صحت عطا فرمائے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ دعا کروں گا اور کبھی کبھی پھر یاد دلادیں۔

خود بھی اسئل اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیک تین دفعہ پڑھکر مریضہ پر ایک دو دفعہ صبح شام بعد از نماز پھونکا کریں۔

والسلام

خاکسار محمد علی ۸/۱۴ ا

(۵)

جماعت کی دعائیں

گذشتہ سال حضرت امیرؒ نے تحریک کی تھی کہ کچھ دوست جو تہجد میں، ایک ہی وقت مقررہ پر غلبۂ قرآن کی دعا کرنے کے لئے تیار ہوں اپنے نام بھیجدیں۔ کئی دوستوں نے اپنے نام بھیجے جن کو آپ نے فرداً فرداً حسب ذیل جواب دیا:-

اخویم مکرم .... صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط پہنچا۔ غلبۂ اسلام کے لئے دعاؤں کو مخصوص کرنے کی درخواست پر آپ کا لبیک کہنا میرے لئے بڑی قوت کا موجب ہوا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

ناموں کی کافی تعداد ہونے پر ہر ایک ایسے دوست کو سارے ناموں سے اطلاع دیدی جائے گی تاکہ ان کے اندر ایک جماعت کا رنگ پیدا ہو جائے۔ مگر کسی اخبار وغیرہ میں اس کا کوئی ذکر نہ ہوگا۔ دعا خدا اور اس کے بندے کے درمیان ایک مخفی راز ہے۔ میرے دل میں پورا یقین ہے کہ یہ دعائیں اجیب دعوۃ الداع اذا دعان کا مصداق ثابت ہونگی۔ والسلام۔ خاکسار۔ محمد علی

بحرِ معرفت کا غوّاص

سید تصدق حسین قادری تاجر بغداد کا مکتوب:-

بغداد۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۵۱ء۔ اخویم محترمی مولانا احمد یار صاحب، سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ابھی ابھی آپ کا خط مرقومہ ۵ دسمبر ہوائی ڈاک سے ملا جس میں میرے محبوب امیر نور اللہ مرقدہ کے بارہ میں ہمارے اخبار پیغام صلح خاص نمبر کیلئے مضمون طلب فرمایا ہے۔ اس فرید وقت، زمانہ کے منصور، مجاہدی فوج کے قائد اعلیٰ کی ذات اقدس کے متعلق میں کیا مضمون لکھ سکتا ہوں یہ کام اہل قلم حضرات کا ہے۔ وہ بحر معرفت کا غواص جس کے متعلق حیدرآباد دکن میں ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے نواب بہادر یار جنگ نے اس خدا رسیدہ بزرگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک نظم کا یہ شعر پڑھا تھا ؎

قرآن بھی تفسیر بھی ہو تحریر بھی ہو تقریر بھی ہو
تقریر میں کچھ تاثیر بھی ہو اغیار کو جو گھائل کر دے

اس جامع صفات بزرگ کے متعلق مجھ جیسا کم علم مزید کیا عرض کر سکتا ہے یہ چند سطور اگر مناسب سمجھیں تو شائع کر دیں۔ محترمی بہت اچھی نہیں رہتی جلد بزرگ تصدق حسین۔

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و مقبولیت

فضل رب صاحب اوکاڑہ

میں حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی اجابت دعا کا چشم دید گواہ ہوں۔ ایک دفعہ مجھے مالی مشکلات کا اس قدر سامنا کرنا پڑا کہ ان کو اطلاع دینے کے لئے پوسٹ کارڈ تک کے لئے میرے پاس پیسے نہیں تھے۔ مگر میں نے کسی نہ کسی طرح ان کو اطلاع پہنچا دی۔ انہوں نے مجھے ایک مفصل چٹھی لکھی۔ جس میں تحریر فرمایا تھا کہ تمہاری تکلیف کا سن کر دل کو از حد دکھ ہوا ہے۔ میں ضرور دعا کروں گا۔ اور تم لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین کا ورد کیا کرو۔ ان کی چٹھی پڑھ کر میرے دل کو ایک ایسا سرور آیا اور دل اس قدر مطمئن ہوا کہ وہ کیفیت پھر کبھی طاری نہیں ہوئی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جس وقت وہ چٹھی تحریر فرما رہے تھے دعا کا اسی وقت سے اثر شروع ہو گیا تھا۔ اور خدا نے نہ صرف میری مشکلات دور کر دیں بلکہ دوسروں کی مدد کے بھی قابل ہو گیا اور یہ سب کچھ ایک معجزہ کے طور پر ہوا۔

جماعت جس قدر ماتم کرے کم ہے کیونکہ انکی وفات ایک امیر ہی کی نہیں بلکہ ایک جماعت کے خالق کی وفات ہے۔ ان کے دم سے ہی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور وجود میں آئی۔ اور ہر طرح کا لٹریچر لکھ کر جماعت کو ہر بیرونی حملہ سے بچانے کا سامان مکمل کر کے اس دنیا سے سدھار گئے۔

قانون قدرت یہی ہے کہ جب کسی شخص کو خدا اعزاز بخشتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں القا کر دیتا ہے اور لوگ اس کی عظمت کے قائل ہوتے جاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی جو تفسیر حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی اور جو مقبولیت اسے دنیا میں حاصل ہوئی وہ کوئی چھپی بات نہیں۔ میرے چھوٹے بھائی میاں فضل حق کو ایک دفعہ عالم کشف میں دکھلایا گیا۔ کہ مسجد نبوی میں محراب کی جگہ کو چند عرب کھود رہے ہیں اور کھودتے کھودتے ایک کتاب انہوں نے نکالی اور کہنے لگے کہ یہ وہ قرآن ہے جو محمد علی نے لکھا ہے۔ اس کا ذکر میں نے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک دفعہ کیا تھا جو سن کر آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور کتنی دیر تک خاموش رہے اور اس کا ذکر پھر آپ نے ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں بھی فرمایا تھا۔ کس قدر عظیم الشان انسان تھا صبر و تحمل کا مجسمہ۔ میں نے ان گنت ملاقاتوں میں جب بھی دیکھا آپ کو دین کے کام کے لئے فکرمند دیکھا۔ آپ کا قلم آخری سانس تک خدمت دین کے لئے چلتا رہا۔ اور جس مضمون کو لیا اس رنگ میں لکھا کہ پڑھنے والوں پر جادو کا اثر ہوتا تھا۔ میں لکھ تو رہا ہوں مگر دل روتا ہے۔

اٹھ گیا ناوک فگن مارے گا دل پر تیر کون
ہو بہو کھینچے گا اب عشق کی تصویر کون

مسیح کا عظیم رفیق

(غلام ربانی صاحب ایم اے ایل ایل بی)

نمی دانی کہ آں پیر فرنگستان چہ میگوید
بذکرش نز زباں ہم شرفیاں ہم غریباں بینی
مسیحا نزدِ خود او را نشانیدہ بصد عزت
وجودش را مدا رِ صدق مہدئ زماں بینی

——— اپنی نسبت میں صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ اگر خدا تعالےٰ نے اس کام کے لئے ہدایت نہ کی ہوتی تو میں اپنے دوسرے ہم جماعتوں کی طرح زیادہ سے زیادہ ایک کامیاب جج یا وکیل ہوتا۔ مگر مجھے جس نے اس کام کی طرف توجہ دلائی اور پھر اس کام پر لگایا اور پھر میری پھر راہنمائی فرمائی وہ جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہیں جنہوں نے عین اس وقت جب میں دنیا میں پڑ چکا تھا۔ نہ صرف دنیا کی غلاظتوں سے باہر نکال لیا بلکہ اس کے ساتھ ہی میرے اندر ایمان کی ایک ایسی روشنی پیدا کر دی جو اس جدوجہد میں میرے ساتھ رہی۔ میں اس بات کا علی الاعلان اقرار کرتا ہوں کہ اگر اس زمانہ کے امام اور مجدد نے میری راہنمائی نہ کی ہوتی تو میں اس کام کا اہل بھی نہ تھا۔

محمد علی

حضرت مولنا کی زندگی کی ابتدائی راہ

حضرت مولنا محمد علی رضی اللہ عنہ کو دنیا مترجم اور مفسر قرآن کی حیثیت سے جانتی ہے۔ انہیں مشرق و مغرب میں تبلیغ اسلام کے لئے انتھک کوشش کرنے والا کہتی ہے۔ عصر حاضر کے اُلجھے ہوئے مسائل میں شرعی سند حاصل کرنے کے لئے ان کی طرف رجوع کرتی ہے۔ یہی مولنا محمد علی رض ۱۸۷۴ء میں قصبہ مرار ریاست کپورتھلہ میں پیدا ہوئے۔

وہ راہ جو افراد کو عدالتوں - دفتروں - اور کارخانوں میں پہنچاتی ہے۔ اس زندگی کی نوخیز قدموں میں لا ڈالتی ہے۔ حضرت مولنا محمد علی نے اسکول اور کالج کی اس راہ کو طے کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انگریزی راج اپنے انتہائی عروج پر تھا۔ انگریزی تعلیم کے ابتدائی دن تھے۔ بہت ہی کم مسلمان بی اے تک پہنچ پاتے تھے۔ سرکار کو اپنے لئے لائق اور قابل اعتماد ہندوستانیوں کی بے حد ضرورت تھی۔ اس لئے اس نے اچھی نوکریوں کا دلآویز محل تعمیر کر رکھا تھا۔ عدل و انصاف کی زبان بھی اب انگریزی ہو گئی تھی اور مسلمان وکلاء کی تعداد ابھی محدود تھی۔ حضرت مولنا محمد علی رض ان تمام باتوں سے خوب شناسا تھے۔ نوجوانی کا یہ زمانہ الحاد اور بے راہ روی کے ان تیز تیز تھپیڑوں کے درمیان گذارنا یقیناً صبر آزما تھا جو حاکم انگریزوں کے پہلو بہ پہلو نئی تعلیم اور فکر جدید کے زیر سایہ وارد ہوتے تھے۔

عیسائیت کی دعوت اور مسیح موعود کا ظہور

عیسائی مشنریوں کے جھنڈ ملک میں اُتر آئے تھے اور بستی بستی یسوع مسیح "ابن اللہ" کی دعوت دیتے پھرتے تھے۔ انسان کو خدا بنانے کے یہ پرچارک اتنے سریع التاثیر ہوئے اور ایسے ہتھکنڈے ساتھ لائے تھے جن سے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دل ان کی طرف مائل ہو گئے۔ انہی نئے عیسائیوں میں سے بعض نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ہم مسلمانوں کو عیسائی نہیں بنا سکے تو کم از کم ہم انہیں مسلمان بھی نہیں رہنے دیں گے۔ اس الجھن کے دور میں خدا تعالےٰ نے امر پا کر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور خدا تعالےٰ کی وحی سے اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صادق ہونے کی تصدیق کی۔ مسیحیت اور الحاد کے اس

عہد میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی دعوت لوگوں کے لئے عجیب تھی۔ وہ تو آسمان سے اترنے والے یسوع کے منتظر تھے یا زمین سے پیدا ہونے والے حسنی حسینی امام مہدی کی شمشیر خارا شگاف کے لئے نظر براہ۔ لیکن نہ کوئی آسمان سے اُترا اور نہ کوئی امام غائب کسی غار سے برآمد ہوا۔ منتظر نگاہیں اپنے سامنے ایک فارسی الاصل مسیح کو دیکھ کر انتہائی متحیر تھیں جو اپنے آپ کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی کہتا تھا اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کو جاری سمجھتا تھا۔

حضرت مولنا کی قبولیت احمدیت

مخالفت کا ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ عیسائی مسلمان اور الحاد پرست اس کے خلاف ہو گئے۔ حضرت مولنا محمد علی رضی اللہ عنہ ان دنوں اسلامیہ کالج میں لیکچرر تھے۔ مسیح کی یہ دعوت محمد علی کے جوان کانوں تک بھی پہنچی۔ متعصب مسلمانوں کے اس دارالعلوم میں محمد علی باوجود تقریباً مسلک اہل حدیث کا ہمنوا ہونے کے مسیح کی اس دعوت کا گھائل ہو گیا۔ جن لوگوں نے حضرت محمد علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ موصوف جذبات کی نسبت عقل کے زیادہ قائل تھے۔ ان کی تحریروں میں کہیں بھی جذبات کی تیزروی نہیں بلکہ ایک شستہ محتاط اور سرد استدلال پایا جاتا ہے۔ اور یہی بات ان کے روزمرہ کردار میں بھی نمایاں تھی۔ اپنے دَور کا سب سے بڑا عالم دین ہونے کے باوجود ان میں کوئی بناوٹ نہ تھی۔ وہی سادگی جو ان کی تحریر کا امتیاز ہے ان کے کردار میں بھی تھی۔ لیکن تعجب ہے کہ یہی محمد علی جب مسیح کے حضور حاضر ہوئے تو ایک عجیب کشش سے وہ ان کی طرف کھنچے چلے گئے۔ جب تک لاہور رہے مسیح کی تخت گاہ قادیان ہر ہفتہ ان کو اپنے درمیان چلتا پھرتا دیکھتی رہی۔

حضرت مولنا کا اپنا بیان

حضرت محمد علی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:۔

"میں حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا قائل ۱۸۹۱ء سے تھا جب آپ کا دعوےٰ میرے کانوں تک پہنچا۔ میں نے بیعت ۱۸۹۷ء میں کی۔ مگر یہ وہ وقت تھا کہ میں ہر ہفتہ نہیں تو پندرہ روز کے بعد ضرور قادیان پہنچ جاتا تھا۔ موسم گرما کی تعطیلات آپ کی صحبت میں گزارتا تھا ۱۹۰۰ء سے آپؑ کی وفات تک آپ کی صحبت میں رہا .... آپ کے مکان کے ایک کمرہ میں رہتا تھا۔ بہت ہی کم لوگ ہوں گے جنہیں امام زمان کی وہ صحبت اور معیت میسر آئی ہو جو مجھے میسر آئی"

مسیح موعودؑ کے حکم پر لبیک

حضرت مولنا محمد علی رض کا یہ جذباتی تعلق مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت مضبوط اور گہرا ہوتا گیا۔ مسیح کے احکامات اور خواہشات کو پورا کرنے کے لئے حضرت محمد علی رضی اللہ عنہ نے کبھی اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ ایم اے اور لاء کرنے کے بعد مولنا مسیح موعودؑ کے پاس گئے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں اپنی اُردو تحریرات کو انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے کے لئے کہا۔ حضرت مولنا محمد علی رض نے لبیک کہی۔

مسیح زمان کا بیان آپ کے متعلق

اس بات کا تذکرہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہے:۔

"ہماری جماعت میں اوّل درجہ کے مخلص دوستوں میں سے مولوی محمد علی صاحب ایم اے ہیں۔ جنہوں نے علاوہ اپنی لیاقتوں کے ابھی وکالت میں بھی امتحان پاس کیا ہے۔ اور بہت سا اپنا حرج اُٹھا کر چند ماہ سے ایک دینی کام کے انجام دینے کے لئے یعنی میری تالیفات کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے میرے پاس قادیان میں مقیم ہیں اور یقین ہے کہ جب وہ بعد فراغت اس کام کے اپنے کام وکالت پر لگ جائیں گے تو کسی قریب کے ضلع میں ہی کام شروع کریں گے اور میں اس مدت میں یعنی جب سے کہ وہ میرے پاس ہیں ظاہری نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا، اخلاق اور دین اور شرافت کی رو سے تجسس کرتا رہا ہوں، سو خدا تعالےٰ کا شکر ہے کہ میں نے ان کو دینداری اور شرافت کے ہر پہلو میں نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع باحیا۔ نیک اندرون۔ پرہیزگار آدمی ہے اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہیں"

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

"اور مجھے اس بات سے بہت خوشی ہے کہ ایک اور جوان صالح خدا تعالےٰ کے فضل کو پا کر ہماری جماعت میں شامل ہوا ہے یعنی حبی فی اللہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر۔ اور مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بارے میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالےٰ کی راہ میں ترقی کرے گا اور یقین ہے کہ وہ خدا کے فضل سے تقوےٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھلائے گا جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے"

ترک وکالت اور خدمت اسلام کا کام

پھر وہ دن بھی آیا کہ مولنا محمد علی رضی اللہ عنہ نے ... کے لئے ایک قریبی ضلع میں مکان لے لیا۔ اور تمام ... ٹھیک کر لیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ... اجازت طلب کرنے آئے چنانچہ ایک مرتبہ

ا؎ محمد مارماڈیوک پکتھال نے حضرت مولنا محمد علی رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا تھا کہ محمد علی سے بڑھکر دین اسلام کی خدمت اس دَور میں کسی نے نہیں کی۔ یہاں مارماڈیوک پکتھال کی طرف اشارہ ہے۔

واقعہ یوں بیان کیا ہے :۔

"عیسائیت کی انیسویں صدی پوری ہو چکی تھی۔ ٹھیک ۱۹۰۱ء میں جب میں اپنے وکالت کے کام کے لئے گورداسپور جا رہا تھا اور سب انتظام مکمل کر چکا تھا۔ کوٹھی کرایہ پر لے چکا تھا اور اس میں سامان اور کتابیں بھی بہم پہنچا چکا تھا تو میرے رہنما نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ تمہارا کام کچھ اور ہے۔ ہم انگریزی میں ایک رسالہ جاری کرنا چاہتے ہیں جس سے مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کا کام لیا جائے آپ اسے ایڈٹ کریں کس قدر خوش قسمتی تھی کہ اس آواز پر ایک لمحہ کے لئے بھی میرے دل میں تذبذب پیدا نہیں ہوا کہ یہ کام کروں یا وہ کام کروں جس کے لئے پوری تیاری کر چکا ہوں"

یہ انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز تھا۔ اس کی ادارت مولانا محمد علی کے سپرد ہوئی اور وہ مستقلاً مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اٹھ آئے۔ دن پر دن گزرتے گئے۔ مولانا محمد علی رض کا قلم اسلام کے دفاع میں شدید سے شدید تر ہو گیا

مسیح موعودؑ کی آخری آواز احمدیہ بلڈنگس لاہور میں

مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام دور دور نزدیک پھیلانے میں محمد علی رض انتھک کوشش کرنے لگے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے کئی کشوف اور الہامات اس نوجوان کی بزرگی کے بارے میں دیکھے اور پائے۔ کہ ایکا ایکی وہ منحوس دن آ گیا جب خدا تعالیٰ کے مقدس صحیفوں کا یہ موعود لاہور میں اس خاک کی زمین کو چھوڑ کر ۱۹۰۸ء میں خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گیا۔ مسیح موعودؑ ان آخری ایام میں لاہور کے ان پاک ممبروں کے پاس مقیم تھے جنہیں ایک دن مسیح کا نام لینے والوں نے تنہا چھوڑ دینا تھا۔ احمدیہ بلڈنگس اس عظیم وجود کو کبھی نہ بھلا سکے گی جس کی زبان سے ہدایت کے مقدس کلمات اس فضا میں گونجتے رہے مسیح نے آخری بار یہیں باتیں کیں اور پھر مسیح کی باتیں اسی سرزمین سے مشرق و مغرب میں پھیلنی مقدر ہوئیں۔

محمد علیؓ کو زندہ جاوید کرنے والا کام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد جماعت کی قیادت حضرت حکیم نورالدین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئی۔ محمد علیؓ اب بھی جماعت کی نظر میں عزت سے دیکھے جاتے تھے۔ ریویو کی ادارت اب بھی انہی کے ہاتھ تھی مسیح نے آخری ایام میں جمہوری اصولوں پر ایک انجمن کی بنا ڈالی تھی جو اس موعودؑ کے بعد جماعت کی قائد متصور ہونی تھی۔ محمد علی اس کے سیکرٹری مقرر ہوئے تھے حضرت حکیم نورالدین رضی اللہ عنہ اسی انجمن کا نفس ناطقہ تھے۔ حضرت نورالدین اعظم رض کے دور قیادت میں مشیت ربی نے محمد علی سے وہ عظیم کام لیا جو انہیں زندہ جاوید کر گیا۔ حضرت نورالدین رض نے ۱۹۰۹ء میں انہیں قرآن پاک کے انگریزی ترجمہ کے لئے مامور کیا۔ انہی ایام میں کہیں سے پتہ چلا کہ کوئی اور صاحب بھی کلام پاک کا انگریزی ترجمہ کر رہے ہیں نورالدین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یوں تو موطا بہت لوگوں نے لکھے ہیں لیکن مشہور صرف امام مالکؒ کا موطا ہے اسی طرح ترجمہ کئی لوگ کریں گے لیکن خدا تعالیٰ کے قبول صرف اسی ترجمہ [illegible] حکیم نورالدین رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت [illegible] السلام کے یہ الفاظ تھے :۔

کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی [illegible]

میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس (ممالک مغربیہ۔ ناقل) بھیجی جائے میں اس بات کو صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہو گا جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے"

یہ ترجمہ مکمل ہو گیا اور حکیم نورالدین رضی اللہ عنہ کو اس کی قبولیت کی اطلاع خدا تعالیٰ کے حضور سے بھی آ گئی جسے انہوں نے بھری مجلس میں بیان کیا اور تمام مجلس خدا تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجا لائی۔

مسیح موعودؑ کے چشمہ سے سیرابی

حضرت مولانا محمد علی رضی اللہ عنہ نے اسی ترجمہ قرآن انگریزی کے پیش لفظ میں لکھا ہے :۔

"اس تفسیر کی بہترین باتیں اس زمانہ کے سب سے بڑے مذہبی رہنما حضرت میرزا غلام احمد قادیانی (علیہ السلام) کے قلب سے میرے قلب میں آئی ہیں میں نے سیر ہو کر علم کے اس چشمہ سے پانی پیا ہے جو اس مصلح عظیم، مہدی و مجدد صد چہار دہم، بانی سلسلہ احمدیہ نے بہایا ہے۔"

۱۹۱۴ء کا دردناک سانحہ

لیکن مشکلات نے ایکا ایکی راہ تاریک کر دی۔ ترجمہ ابھی چھپا نہ تھا کہ جماعت احمدیہ میں ۱۹۱۴ء کا دردناک سانحہ پیش آ گیا۔ صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے جماعت کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کے وہ معنی بیان کرنے شروع کئے جو حضرت مسیح موعود نے کبھی بیان نہ کئے تھے۔ نوجوان صاحبزادہ انتہا پسندانہ جذبات سے چور چور ہو کر ان باتوں کو بھول گیا کہ یہ طریق جماعت کو دو ٹکڑوں میں پھاڑ دے گا۔ مسیح موعود کا فرزند اکبر ہونے کے باعث جماعت کی عقیدت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے اپنے انتہا پسندانہ نظریات کو آمریت کا سہارا دیا حکیم نورالدین اعظم رض کی وفات کے ساتھ ہی صاحبزادہ صاحب نے آمرانہ خلافت کی داغ بیل ڈال دی اور محمد علی رضی اللہ عنہ کی صلح جویانہ پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ حضرت محمد علی رضی اللہ عنہ تکفیر المسلمین کے مسلک کو خلاف عقائد احمدیہ سمجھتے تھے۔ اور صاحبزادہ صاحب اسے عین احمدیت کہتے تھے، حضرت محمد علی رض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ظلی نبی سمجھتے تھے اور صاحبزادہ صاحب انہیں حقیقی نبی بنا بیٹھے تھے۔ اس الجھاؤ میں صاحبزادہ صاحب کے بعض ساتھیوں نے "سیاسی دلیل" کو استعمال کیا اور جماعت میں حضرت محمد علی رض کے خلاف انتہائی دلآزار پروپیگنڈا کیا۔ یہ فضا انتہائی طور پر دل کو توڑ دینے والی تھی کہتے ہیں کہ جس روز حکیم نورالدین رضی اللہ عنہ کے بعد صاحبزادہ صاحب کی آمرانہ خلافت کا انتخاب عمل میں آیا تو حضرت محمد علی رضی اللہ عنہ نے مجلس میں کھڑے ہو کر کچھ کہنا چاہا۔ تو اسی گروہ نے ایک اودھم مچا دیا اور شور ڈال کر کہا کہ ہم کچھ نہیں سنیں گے۔ ایک عرصہ تک حضرت محمد علی رضی اللہ عنہ اور ان کے چند ایک ساتھیوں نے صاحبزادہ صاحب کے ساتھ مل کر کام کرنے کی کوششیں جاری رکھیں۔ لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔

قادیان سے ہجرت

احمدیہ تحریک میں یہ ایک موڑ تھا جہاں سے جماعت دو مختلف سمتوں میں پھٹ گئی۔ محمد علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے قادیان سے بادل نخواستہ ہجرت کی۔ دیار حبیب جس کا طواف ان کی زندگی بن گئی تھا انہیں ترک کرنا پڑا۔ اور لاہور اس نئی احمدیہ تحریک کا مرکز ہوا۔ حضرت مولانا محمد علی رض کو اس بات کا بے حد افسوس تھا۔ اور وہ اکثر قادیان کی ہجرت کا تذکرہ انتہائی بوجھل احساسات کے ساتھ کیا کرتے تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور مسلک احمدیہ کے تقاضے انہیں مجبور کر رہے تھے کہ وہ اس سِل کو سینہ پر رکھیں تاکہ اسلام کی اشاعت کا کام جاری رہ سکے۔

آپ کی قلمی جدوجہد

یہ ایک نیا قدم تھا نئے سرے سے کام کا آغاز تھا لیکن ہمت دشوار پسند خدا تعالیٰ کے وعدوں پر کامل ایمان رکھتے ہوئے آگے ہی بڑھتی گئی۔ دن پر دن گزرتے اور حضرت مولانا محمد علی رض کے قلم سے ہزاروں صفحات پر اسلام کی خوبصورت تصویریں بنتی چلی گئیں۔ قرآن پاک مختلف زبانہائے مغرب کا جامہ زیب تن کرتا چلا گیا۔ پاک نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بہ انفظوں میں تقسیم ہوتی چلی گئی۔ لیکن حضرت محمد علی رض ساتھ ہی ساتھ جماعت کے داخلی مسائل سے بے خبر نہ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کا بیشتر حصہ صاحبزادہ مرزا محمود احمد کی آمرانہ خلافت کا ہمنوا تھا حضرت محمد علی رض نے حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح مسلک پر بھی بہت کچھ لکھا۔

احراری فتنہ پردازیوں کا مقابلہ

جوانی کی گرمی پر بڑھاپے کی سردی کے آثار پیدا ہونے لگے۔ لیکن محمد علی رض کے ہاتھوں میں قلم اور مضبوطی سے چلنے لگا۔ مخالفتوں کے کئی طوفان کوہ ہیکل پہاڑ بن کر سامنے آ کھڑے ہوئے۔ قادیانی جماعت کے عقائد نے متعصب مسلمانوں کو برافروختہ کر دیا اور احرار الاسلام کے نام پر شرارت پسند وقت سازوں کا ایک گروہ تمام ملک میں پھیل گیا۔ لوگوں نے حضرت مولانا محمد علی رض کے ساتھیوں کو بھی تنگ کرنا شروع کیا۔ صاحبزادہ محمود احمد صاحب کے ساتھیوں کا جتھا مضبوط تھا۔ مرکز مضبوط تھا ان کے لئے اس مخالفت کا سامنا آسان تھا۔ حضرت محمد علی رض کے ساتھی کمزور اور بکھرے ہوئے تھے لیکن اس شدید مخالفت کے زمانہ میں محمد علی رض کا قدم نہ لڑکھڑایا۔ مخالفوں میں بے عقل اور جاہل کے ساتھ ساتھ عقلمند بھی شریک تھے۔ ڈاکٹر اقبال جیسا پڑھا لکھا انسان بھی اس طغیانی کا شکار ہو گیا۔ لیکن حضرت مولانا محمد علی رضی اللہ عنہ نے صداقت کا ساتھ نہ چھوڑا اور گواہی دی۔

نعمت اللہ کی شہادت اور قتل مرتد کا مسئلہ

اسی زمانے میں جماعت قادیان کے ایک [illegible] حضرت نعمت اللہ شہید افغانستان کے رجعت پسند متعصب مسلمانوں کے تنگ دل فضا اور علماء کے فتویٰ قتل مرتد کے شکار ہو گئے۔ ہندوستان کے مولویوں نے افغان سرکار کو مبارکباد کے تار دیئے۔ اور خوشیاں منائیں۔ حضرت مولانا محمد علی رض نے اس مشکل وقت میں بھی سچی گواہی دی اور نعمت اللہ خاں کی سنگساری کو خلاف اسلام بتایا۔ دیوبند کے شبیر احمد عثمانی جو بعد میں پاکستان کے شیخ الاسلام بن گئے محمد علی رض کی اس گواہی پر بہت چیں بجبیں ہوئے۔ لیکن جن لوگوں نے ان مباحث کو پڑھا ہے جو حضرت محمد علی رض اور شبیر احمد عثمانی کے درمیان ہوئے وہ خوب جانتے ہیں کہ حق در اصل مسیح کے عظیم رفیق کی طرف ہی رہا تھی کہ

بعد میں آنے والے ایک سیاسی مُلا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کو جب نئے سرے سے قتل مرتد کے عین اسلامی ثابت کرنے کا شوق چرایا تو وہ دبے دبے لفظوں میں اسی بحث کا حوالہ دے کر یہ تسلیم کر گئے کہ قتل مرتد عین اسلامی ثابت کرنے والوں کو اس میں شکست ہی ہوئی تھی۔

دماغی محنت اور بیماری کے پے درپے حملے

حضرت مولانا محمد علی رضی اللہ عنہ دن رات دماغی محنت کرتے تھے۔ جوانی سے اس عمر تک وہ تہجد میں اُٹھتے اور تہجد کے وقت سے کام میں مشغول رہتے۔ جسم نے اس شدید محنت کا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا۔ ۱۹۳۴ء سے بیماریوں کے پے درپے حملے شروع ہوئے۔ ڈاکٹروں نے انہیں مہلک قرار دے دیا۔ ۱۹۳۴ء میں ہی ڈاکٹروں نے کام کاج سے منع کیا۔ لیکن حیرت کا مقام ہے کہ اسی سال حضرت محمد علی رضی اللہ عنہ کے قلم نے RELIGION-OF-ISLAM جیسی عظیم الشان کتاب دانشوروں کے حضور پیش کی ...... ۱۹۳۸ء میں حضرت محمد علی رض ڈلہوزی میں تھے۔ بیماری نے پھر حملہ کیا۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ موت کی غیر کسی وقت بھی متوقع ہے لیکن خدا تعالےٰ نے ابھی اور کام محمد علی رض سے لینا تھا۔ ۱۹۴۸ء میں پھر حملہ ہوا۔ تمام جماعت متفکر تھی۔ لیکن خدا تعالےٰ کے فضل و احسان نے پھر اسلام کے اس انتھک مجاہد کو اسلام کی خدمت کے لئے زندہ رکھا۔ مولانا بہت کمزور ہو چکے تھے۔ انہیں خود بھی اس کا شدید احساس تھا۔ ۱۹۴۸ء کے بعد سے وہ ہر وقت موت کا انتظار کرتے تھے۔ لیکن یہ ان کے کام میں کبھی حارج نہ ہوتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت ان کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ اور وہ موت کے اس التواء کو محض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعجاز سمجھتے تھے۔

خدمت قرآن میں دستِ غیب کی قوت

ان کا خیال تھا کہ ابھی مسیح موعودؑ کے لئے خدا تعالےٰ نے ان سے کوئی اور کام لینا ہے اس لئے وہ اس کمزوری میں بھی انہیں طاقت بخشتا ہے۔ چنانچہ ایک مجلس میں انہوں نے یہ بھی کہا :-

"اس کے لئے (یعنی تبلیغ اسلام کے لئے۔ ناقل) ایک شخص گاؤں میں اُٹھا۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ـــــ اس کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوئی کہ قرآن کو دنیا میں کس طرح پہنچایا جائے۔ اس نے یورپ کی طرف دیکھا تو وہاں علم اور روشنی کی بجائے اس نے تاریکی دیکھی۔ جہاں دوسرے لوگوں کی آنکھیں یورپ کی تہذیب کی ظاہری چمک سے چکا چوند ہو گئیں اسکو یہ تہذیب حقیقی زندگی سے خالی، فساد سے پُر فسق و فجور کا منبع نظر آئی۔ اس نے امریکہ کی طرف دیکھا تو وہاں بھی اسے کوئی روشنی کی شعاع نظر نہ آئی جزائر بھی اس سے خالی نظر آئے اس نے دیکھا کہ مغرب کی طرف سے یہ تاریکی مشرق کی طرف بڑھنا شروع ہوئی اور ایشیا پر بھی چھا گئی .... مخبر صادق نے فرمایا تھا کہ مغرب سے آفتاب نکلے گا لوگ اسے ناممکن سمجھتے تھے۔ اس نے کہا ہم اسے ممکن کر کے دکھائیں گے ...... مگر قوم نے بدل و جان مدد کرنے کی بجائے کافر و دجال کہہ کر رد کیا۔ اسے اپنی قوم سے ہی باہر نکالنے کا عزم کر لیا ...... اس کا حوصلہ بلند تھا۔ اس کی امیدیں خدا پر تھیں کہ اس کا مددگار وہی ہے اور یہ کام ہو کر رہے گا۔

لکھتے ہیں :-

'میری روزانہ زندگی کا آرام اسی میں ہے کہ میں اسی کام میں لگا رہوں بلکہ میں اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا کہ میں اس کا اور اس کے رسول کا اور اس کے کلام کا جلال ظاہر کر دوں۔ مجھے کسی تکفیر کا اندیشہ نہیں نہ کچھ پروا۔ میں مشاہدہ کرتا ہوں کہ ایک دستِ غیبی مجھے مدد دے رہا ہے اور اگرچہ میں تمام خاکی انسانوں کی طرح ناتوان اور ضعیف انسان ہوں تاہم میں دیکھتا ہوں کہ مجھے غیب سے قوت ملتی ہے۔ اور نفسانی قلق کے دبانے والا ایک صبر بھی عطا ہوتا ہے۔ اور میں جو کہتا ہوں کہ ان الٰہی کاموں میں قوم کے ہمدرد میری مدد کریں وہ بے صبری سے نہیں بلکہ ظاہر کے لحاظ سے اور اسباب کی رعایت سے کہتا ہوں ورنہ خدا تعالیٰ کے فضل پر میرا دل مطمئن ہے اور امید رکھتا ہوں کہ وہ میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا اور میرے تمام ارادے اور امیدیں پوری کر دیگا"

یہ ۱۸۹۱ء کی تحریریں ہیں۔ یہ اس مرد خدا کے اس وقت کے ارادے ہیں جب چاروں طرف مخالفت کی آگ بھڑک رہی تھی .... مگر خدا پر ایمان کے اس مضبوط قلعے کو دیکھئے اس آگ کے اندر گھرا ہوا کہتا ہے "خدا میرے تمام ارادے اور امیدیں پوری کر دے گا"۔ ۱۹۰۸ء میں آپ نے وفات پائی اور گو یورپ میں تبلیغ اسلام کی بنیاد آپ کی زندگی میں ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ رکھدی گئی تھی مگر آپ کا یہ ارادہ جو خدا کی طرف سے آپ کے دل میں ڈالا گیا تھا قرآن کریم کو انگریزی میں پہنچانے کا ابھی معرضِ ظہور میں نہ آیا تھا۔ آپ کی وفات کے معاً بعد حضرت مولانا نورالدین صاحب کے دل میں اللہ تعالےٰ نے یہ ڈالا کہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ ہونا چاہیئے۔ اور انہوں نے اور حضرت مسیح موعودؑ کی جانشین انجمن نے اس کام کو میرے جیسے ناتوان انسان کے ذمہ ڈالا اور وہی دستِ غیب جسے آپ اپنی زندگی میں اپنی مدد کرتے دیکھتے تھے آپ کی وفات کے بعد اس عظیم الشان کام میں میرا مددگار ہو گیا میں اس وقت نوجوان تھا۔ کم علم بھی تھا۔ مگر میں دیکھتا تھا کہ "مجھے دستِ غیب سے قوت ملتی ہے" درحقیقت وہ قوت میرے لئے نہ تھی وہ اس برگزیدہ انسان کے لئے تھی جس کے دل میں یہ تڑپ پہلے اُٹھی۔ مگر چونکہ اس تڑپ کے پورا ہونے کا میں آلۂ کار بن گیا اس لئے وہ دستِ غیب میری طرف بھی منتقل ہو گیا اور اس وقت سے آج تک میں دیکھتا ہوں کہ اس نوجوانی کی حالت سے ستر سال کی عمر تک پہنچ جانے کے باوجود اور طرح طرح کی بیماریوں کا شکار اور ضعیف ہونے کے باوجود جب بھی میں نے خدمت دین کے کسی کام کو ہاتھ ڈالا ہے تو میرے اندر ایک نئی قوت پیدا ہو گئی ہے میں بہت ورزش کرنے والا۔ بہت چلنے والا اور بہت تیز چلنے والا تھا۔ بیس بیس پچیس پچیس تیس تیس میل بھی ایک دن میں چل لیتا تھا اور تھکن نہ تھا۔ مگر اب دو اڑھائی میل چل کر بھی تھک جاتا ہوں۔ جسم ناتوان ہو گیا ہے لیکن قرآن کی خدمت کے کسی کام کو جب ہاتھ ڈالتا ہوں میں تھکتا نہیں بلکہ جسم میں ایک نئی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ فی الحقیقت اس وقت بھی وہ میری قوت نہ تھی بلکہ اللہ تعالےٰ کے دستِ غیب کی تائید تھی اور آج بھی دستِ غیب کی تائید ہے جس سے یہ کام کر رہا ہوں۔"

خطبہ ۲۱ر جولائی ۱۹۴۴ء

موت وحیات کی کشمکش میں قرآن کی خدمت

۱۹۴۸ء سے بیماری نے ہر سال آنا شروع کر دیا۔ نحیف جسم یہ روز روز کی یورشیں برداشت نہ کر سکتا تھا ۱۹۵۰ء کا اکتوبر انتہائی شدت سے حملہ آور ہوا۔ موت حیات کی اس کشمکش میں جسم کی طاقت ساتھ چھوڑنے لگی تھی لیکن ابھی حضرت مولانا محمد علی رضی اللہ عنہ کو ایک کام کرنا باقی تھا۔ قرآن حکیم کے انگریزی ترجمہ پر وہ نظر ثانی فرما رہے تھے۔ بیماری اس مقدس کام میں آکر حائل ہو گئی تھی۔ ڈاکٹروں نے کام کرنے سے سختی کے ساتھ منع کر دیا تھا۔ لیکن وہ محمد علی رض کیسا جو کام سے جی چُراتے۔ پھر یہاں تو موت کی بازی لگی تھی۔ زندہ محمد علی رض جیتے جی اس بات کو گوارا نہ کرتا تھا کہ موت حیات پر فتح پا سکے اور وہ دن بھی اس کی زندگی میں گن جائے جب محمد علی نے زندہ ہوتے ہوئے اسلام کی حمایت میں قلم نہ اُٹھایا۔ مقابلہ سخت تھا موت نے سپر ڈال دی۔ محمد علی رض صحتیاب ہو گئے۔ لیکن طبی مشورہ پیچھا نہ چھوڑتا تھا۔

قرآن سے علمی کام کا آغاز و اختتام

قرآن حکیم کے پروف آئے اور محمد علی رض کے قلم میں جنبش ہوئی یہ آخری معرکہ تھا۔ جسم میں پیہم حملوں کو سہنے کی تاب نہ تھی۔ نئے سال کا اکتوبر آیا۔ زندہ محمد علی رض نے قلم نہ چھوڑا۔ اس مرتبہ موت اپنے پورے ساز و سامان سے آئی تھی۔ پروف ختم ہو گئے اور وہ محمد علی رض جو صرف اپنی داخلی قوت اور زورِ ایمان سے موت کا مقابلہ کر رہا تھا جسم کی شکست، کو دیکھ کر مسکرایا۔ نحیف اور کمزور جسم آہستہ آہستہ موت کی سردی محسوس کرنے لگا اور حضرت مولینا محمد علی رض جنہوں نے اپنے علمی کام کا آغاز قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ سے کیا تھا اپنے علمی کام کا اختتام بھی انگریزی ترجمہ قرآن سے کر گئے۔

مسیح موعود کا تبرک جو آپ کو ملا

لوگ اپنے پیرو ...... کے تبرکات رکھتے ہیں ایک تبرک انہوں نے بھی حضرت مسیح موعود کا رکھا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ کہنے لگے :-

" لوگوں کے پاس حضرت صاحب کے تبرکات ہیں مجھے حضرت مرزا صاحبؑ کے تبرکات میں سے ایک چیز ملی اور وہ قرآن ہے جس کو آپؑ نے اپنی زندگی میں بار بار پڑھا اور اس پر آپؑ کے اپنے ہاتھ کے نشان کئے ہیں اور قرآنی اوامر و نواہی کا آپؑ نے کیا ہے "۔ (خطبہ ۱۷ اپریل)

یہی قرآن انہوں نے ورثہ میں پایا۔ اسی قرآن ہی کے لئے زندہ رہے اور جب سمجھے

(باقی)

اے دوستو! امیرِ جماعت کہاں گیا؟

مولٰنا مرتضٰی خان حسن

وہ آفتابِ رُشد و ہدایت کہاں گیا! ٭ وہ ماہتابِ یمن و سعادت کہاں گیا؟
وہ واقفِ نکاتِ شریعت کہاں گیا؟ ٭ وہ محرمِ رموزِ طریقت کہاں گیا؟
وہ ناشرِ حقائق و حکمت کہاں گیا؟ ٭ وہ ماحیِ نقوشِ ضلالت کہاں گیا؟
وہ افتخارِ مذہب و ملت کہاں گیا؟ ٭ وہ فخرِ قوم نازشِ اُمت کہاں گیا؟
وہ اخترِ سپہرِ سیادت کہاں گیا؟ ٭ ماہِ منیرِ برجِ شرافت کہاں گیا؟
وہ دُرِّ شاہوارِ امامت کہاں گیا؟ ٭ وہ لعلِ آبدارِ فقاہت کہاں گیا؟
وہ زینتِ سریرِ امارت کہاں گیا؟ ٭ اے دوستو! امیرِ جماعت کہاں گیا؟

جس کی شعاعِ نور سے تاباں جہاں ہوا
وہ آفتاب آج تہِ خاک چھپ گیا

صد حیف! آج قوم کا سردار اُٹھ گیا! ٭ دینِ متین کا حامی و غمخوار اُٹھ گیا!
وہ سرگروہِ زمرۂ اخیار اُٹھ گیا! ٭ گویا جہاں سے جعفرِ طیار اُٹھ گیا!
وہ جامعِ حقائق و اسرار اُٹھ گیا! ٭ دانائے رازِ حضرتِ دادار اُٹھ گیا!
دینِ حنیف کا وہ مددگار اُٹھ گیا! ٭ وہ بت شکن وہ فاتحِ کفّار اُٹھ گیا!
اسلامیوں کا قافلہ سالار اُٹھ گیا! ٭ عبّاسِ نامدار علمدار اُٹھ گیا!

اُٹھا وہ سایہ سر سے جو بڑھکر ہما سے تھا
ہر فردِ قوم آج رہینِ الم ہوا

حکمت کے راز ہم کو بتایا کرے گا کون؟ ٭ موتی رموزِ دین کے لٹایا کرے گا کون؟
بارِ ہمومِ قوم اُٹھایا کرے گا کون؟ ٭ ملّت کے غم میں اشک بہایا کرے گا کون؟
شمعِ ہدیٰ و رشد جلایا کرے گا کون ٭ اور گمرہوں کو راہ دکھایا کرے گا کون؟
تبلیغِ دیں کا شوق دلایا کرے گا کون؟ ٭ خوابِ گراں سے ہم کو جگایا کرے گا کون؟
نقشِ خدا دلوں میں بٹھایا کرے گا کون؟ ٭ تنویرِ حق کا جلوہ دکھایا کرے گا کون؟
ساقی! شرابِ شوق پلایا کرے گا کون؟ ٭ عرفانِ حق کے جام لنڈھایا کرے گا کون؟
جوہر قلم کے آہ! دکھایا کرے گا کون؟ ٭ دریائے فیضِ عام بہایا کرے گا کون؟

گھر گھر میں آج ہے صفِ ماتم بچھی ہوئی
شور و فغاں بپا ہے کہ شمعِ ہدیٰ بجھی!

پیغام صلح
۶۱۰
۲۶ دسمبر ۱۹۵۱ء
حضرت امیرؒ کے
قلمی شاہکار
پھر میں نے دیکھا مولوی عبدالکریم مرحوم آئے ہیں مولوی صاحب مرحوم نے ایک چیز نکال کر بطور تحفہ مجھے دی اور کہا بتیں جو پادریوں کا افسر ہے وہ اس سے کام چلاتا ہے وہ اس طرح ہے جیسے تو گوشی ہوتا ہے یا داخی رنگ اسکے آگے ایک بڑی نالی لگی ہوتی ہے اور نالی کے آگے قلم لگا ہوا ہے اس نالی کے اندر ہوا بھری جاتی ہے جس سے وہ قلم بغیر محنت کے بآسانی چلنے لگتا ہے میں نے کہا میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا مولوی صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہوگا میں نے کہا اچھا میں مولوی صاحب کو دے دوں گا"
(کشف حضرت مسیح موعودؑ)
محمد مصطفےٰ ۱۹۲۸ء
مسیح موعود ۱۹۲۸ء
پرافٹ آف اسلام ۱۹۲۸ء
اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی ۱۹۲۸ء
متفرقۃ القرآن ۱۹۲۸ء
محمد دی پرافٹ ۱۹۲۴ء
محمد اینڈ کرائسٹ ۱۹۲۲ء
النبوۃ فی الاسلام ۱۹۲۴ء
قرآن مجید مترجم حمائل شریف معہ ترجمہ و حاشیہ ۱۹۲۹ء
المسیح الدجال یاجوج و ماجوج (اردو) ۱۹۳۱ء
تحریک احمدیت ۱۹۳۱ء
احمدیہ ٹو دی قرآن ۱۹۳۲ء
بیان القرآن جلد سوم ۱۹۲۵ء
مقام حدیث ۱۹۲۹-۳۰ء
تاریخ خلافت راشدہ (اردو) ۱۹۲۹-۳۰ء
فضل الباری جلد دوم ۱۹۳۲ء
انگریزی ترجمہ قرآن کریم بلا عربی متن ۱۹۲۸-۲۹ء
ترجمۃ القرآن مع متن و تفسیر (ڈچ) ۱۹۳۵ء
تاریخ خلافت راشدہ (انگریزی) ۱۹۳۴ء
دی ریلیجن آف اسلام ۱۹۳۶ء (انگریزی)
فضل الباری جلد اول (اردو ترجمہ و حواشی صحیح بخاری) ۱۹۳۲ء
تقدیر اینڈ پریڈیسٹینیشن ۱۹۳۴ء
نکات القرآن ۱۹۱۷-۲۰ء
حقیقت اختلاف ۱۹۱۵-۲۰ء
ترجمۃ القرآن انگریزی معہ عربی متن ۱۹۱۷-۲۰ء
دی بابی ریلیجن (انگریزی) ۱۹۳۳ء
انگریزی ترجمہ قرآن بلا عربی متن ۱۹۳۵ء
دی مسلم پریئر بک ۱۹۳۹ء
انٹروڈکشن ٹو دی اسٹڈی آف دی ہولی قرآن ۱۹۳۸ء
ریلیجن آف اسلام ۱۹۴۶ء (ترکی)
اسلام اور موجودہ جنگ ۱۹۴۳ء
ریویو آف ریلیجنز ۱۹۰۱ء
دی ریلیجن آف اسلام (ڈچ) ۱۹۳۸ء
ہولی قرآن سیٹ ڈی غیر مطبوعہ
فاؤنڈرز آف دی احمدیہ موومنٹ ۱۹۴۶ء
نیو ورلڈ آرڈر ۱۹۴۵ء (انگریزی - عربی)
محمد دی پرافٹ (عربی) ۱۹۴۶ء
نیا نظام عالم ۱۹۴۴ء
مینوئل آف حدیث ۱۹۴۵ء (انگریزی)
پنجسورہ (انگریزی) ۱۹۴۷ء
انگریزی ترجمہ قرآن کریم معہ متن بار چہارم - ریوائزڈ ۱۹۴۹-۵۰ء
زندہ نبی کی زندہ تعلیم ۱۹۴۸ء
لیونگ تھاٹس (انگریزی) ۱۹۴۸ء
انگریزی ترجمہ صحیح بخاری ۱۹۵۰-۵۱ء
تمدن اور ترقی کی تین راہیں ۱۹۴۹ء
احادیث العمل ۱۹۴۸ء

کچھ حضرت امیر مرحوم و مغفور کے متعلق

از ممتاز احمد صاحب فاروقی - لاہور

میں نے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں سنہ ۱۹۰۹ء سے لے کر سنہ ۱۹۱۳ء یعنی اختلاف سلسلہ کے نمودار ہونے کے وقت تک تعلیم حاصل کی ہے۔ اس دوران میں میرے بچپن کا زمانہ تھا جبکہ مذہبی امور کی طرف اتنی رغبت نہیں ہوتی جتنی کہ کھیل کود کی طرف۔ پڑھائی تو خیر مجبوراً کرنی ہی پڑتی تھی۔ مگر قادیان کی زندگی ان دنوں اس قسم کی تھی کہ ہر طالب علم کو نہ صرف پانچ وقت نمازیں باجماعت ادا کرنی ہوتی تھیں اور سکول میں بھی دینیات کا سبق سیکھنا ہوتا تھا۔ بلکہ سہ پہر کو حضرت مولوی نور الدین صاحب کا اور کچھ عرصہ مولوی سرور شاہ صاحب کا درس قرآن بھی سننے کے لئے یا بحکم دارالعلوم شہر کے اندر مسجد اقصےٰ میں جانا ہوتا تھا۔ اور نماز جمعہ بھی وہیں ادا کرنی ہوتی تھی۔ اس عرصہ میں، حضرت مولوی محمد علی صاحبؒ سے تقریباً روزانہ ملنے جلنے رہنے یا کم از کم دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہتا تھا۔ میں نے اسبات کو نوٹ کیا تھا کہ حضرت ممدوح سب روزانہ نمازیں باجماعت مسجد نورؔ میں ادا کرنے آتے تھے۔ اور نماز آہستہ۔ توجہ اور خوش اسلوبی سے پڑھتے تھے۔ آپ ان دنوں قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کرنے میں مصروف تھے۔ مگر پھر بھی کبھی کبھی سہ پہر کو درس قرآن مجید میں شامل ہونے کے لئے مسجد اقصےٰ میں تشریف لے جاتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ بہت کم گو اور سنجیدہ مزاج تھے۔ میں نے انہیں شاید ہی کبھی تقریر کرتے سنا ہو۔ یہ تو لاہور آنے کے بعد مولانا مرحوم کو خطبات جمعہ اور جلسوں میں تقریریں کرنی پڑیں۔ اور مشق حاصل ہونے پر بڑے اعلےٰ مقرر اور خطیب ہو گئے۔ ان کے مکان پر ان کے دو بھتیجے اور ایک بھانجا بھی مقیم تھے جو سکول میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ آخر لڑکے شرارتیں بھی کرتے ہیں اور نقصان بھی کرتے ہیں مگر میں نے مرحوم کو کبھی کسی بچے یا لڑکے کو بُرا بھلا کہتے یا مارتے نہیں دیکھا۔ میں نے بچپنے کی وجہ سے کئی دفعہ ان کی شان میں گستاخی کی مگر انہوں نے سوائے منع کرنے کے اور نصیحت کرنے کے سختی نہیں برتی۔

[illegible] ان کے لاہور آجانے کے بعد مجھے کئی دفعہ ان کے مکان پر ٹھہرنے کا اتفاق ہوا تھا۔ کالج کے دن تھے۔ رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے صبح نماز کے وقت کئی دفعہ آنکھ نہ کھلتی تھی اور نماز باجماعت نہیں ملتی تھی۔ مولانا مرحوم مجھے اس معاملہ میں بعض وقت ناراض ہو کر بھی کہتے تھے کہ "میاں نماز باجماعت کی بہت برکتیں ہیں۔ کتنے شرم کی بات ہے کہ ادھر نماز ہو رہی ہو۔ اور ادھر تم پڑے سو رہے ہو۔ خدا سے ڈرنا چاہیئے"۔ خدا کی شان اس کے بعد میں ایک دفعہ بیمار پڑ گیا۔ تو تکلیف کی وجہ سے پچھلی رات سے ہی مجبوراً میری آنکھ کھل جایا کرتی۔ اور صبح تک یہی حالت رہتی۔ تب وہ بات میرے ذہن نشین ہوئی جس سے مولانا نے ڈرایا تھا مگر بیماری میں سب کر سے دعائیں بھی کیں۔ جب میں امریکہ تعلیم کی خاطر گیا تو وہاں اشاعت اسلام کے متعلق خط و کتابت کرتے رہتے تھے۔ اور کئی ایک کتابیں بھی بھیجیں جو میں نے وہاں تقسیم کیں۔

میں نے مولانا مرحوم کو کئی دفعہ بعض باتوں پر لوگوں سے ناراض ہوتے بھی دیکھا مگر تھوڑی دیر کے لئے۔ میں نے کبھی ان کی زبان سے اپنے رفیقوں اور دوستوں کی غیبت نہیں سنی۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین کے حکم الٰہی پر جتنا میں نے ان کو کاربند دیکھا ہے اور کسی کو نہیں دیکھا۔ جب گذشتہ بیمار ہوئے۔ تو بہت سخت تکلیف تھی۔ ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش صاحب لاہور سے علاج کے لئے گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اچھی طرح معائنہ اور تشخیص کرنے کے بعد مولانا صاحب کو تسلی دی کہ مرض ایسا خطرناک نہیں ہے۔ آپ انشاء اللہ عنقریب اس قابل ہو جائیں گے کہ واپس لاہور اپنے گھر جا سکیں۔ تو جیسے ہی ڈاکٹر باہر گئے میں نے انہیں یہ آیت قرآنی پڑھتے سنا الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن ۰ ان ربنا لغفور شکور ن الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیھا نصب ولا یمسنا فیھا لغوب۔ غرضکہ بہت نیکیوں اور خوبیوں کے مالک تھے۔ ایک [illegible]

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں نوجوانوں کیلئے سبق

محمد یحییٰ بٹ صاحب

ہمارے محبوب امیر مرحوم و مغفور حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہم نوجوانوں کے لئے ایک بہت بڑا سبق ہے۔ اس پُرخطر دور میں جبکہ ہر فرد واحد الا ماشاء اللہ دنیا طلبی میں اندھا ہوا چلا جا رہا ہے سو تیوی آرام و آسائش کو ترک کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ قوموں کی قومیں اقتدار اور وجاہت کو حاصل کرنے کے درپے نظر آتی ہیں۔ ذاتی اغراض اور ذاتی منفعت کو ہر شعبۂ زندگی میں مدنظر رکھا جاتا ہے اور اسے کسی صورت میں بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا جاتا۔ اخلاق تباہ ہوں تو ہوں، سوسائٹی میں فساد پڑے تو بلا سے کسی امر کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی، صرف مقصد حیات ہے تو یہ کہ کسی طرح دولت مل جائے۔ رہائش کے لئے عالی شان کوٹھی بن جائے۔ ایسے دور میں ایک نوجوان کا باوجود اس کے کہ وہ دنیا کو جائز ذرائع سے بھی اگر کمانا چاہتا تو ذاتی قابلیت کے باعث ہزاروں لوگوں سے بڑھ جاتا۔ دنیا طلبی پر لات مار دینا کوئی تھوڑی سی قربانی نہیں ———

اور پھر طرہ یہ کہ اس خوبصورت اور خوش منظر زندگی کو ترک کر کے اس کے برعکس زندگی اختیار کی جاتی ہے۔ وہاں کوئی عمدہ کوٹھی نہیں ہاں ایک تاریک کوٹھڑی سی ضرور ہے۔ سفر کے لئے کوئی کار نہیں ہاں یکہ ضرور ہے جس پر سفر کرتے ہوئے پسلیاں ٹوٹتے لگتی تھیں [illegible] بڑی تنخواہ نہیں ہاں [illegible] معمولی گزارہ کے لئے الاؤنس ہے۔ شاید کوئی کہے کہ یہ کیا معمہ ہے آخر اس خوشگوار اور دلفریب دنیا کو کیوں ترک کیا گیا اور کس چیز کے حصول کے لئے بالکل سادہ زندگی بسر کرنے کو ترجیح دی گئی۔

یہ معمہ کوئی سخت پیچیدہ نہیں بعید فطرت لوگوں کے سمجھنے کے لئے بڑا آسان ہے ہاں البتہ اسے عمل میں لانا اور کر گذرنا بہت مشکل ہے اس کا کر گذرنا ایمان محکم کو چاہتا ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ انسانی فطرت ہے کہ وہ ایک اعلےٰ و ارفع چیز کے حصول کے لئے چھوٹی چھوٹی تمام چیزوں کو اس پر قربان کر دیتا ہے۔ بسا اوقات اس جدوجہد میں بڑی بڑی تکالیف برداشت کرتا ہے۔ ایک طالب علم ہی کو دیکھئے بڑی محنت کرتا ہے۔ راتوں جاگتا اس کے ساتھی کھیلتے کودتے ہیں تو وہ بیٹھا سبق یاد کر رہا ہوتا ہے۔ دوسرے سوتے ہیں تو وہ جاگتا ہے۔ آخر وہ اس کھیل کود اور آرام و آسائش کو کیوں چھوڑتا ہے۔ وہ کونسی چیز ہے جس کے لئے یہ قربانی کر رہا ہے۔ تو اس کا جواب آخر کار یہی ہے کہ طالب علم خوب جانتا ہے کہ ایک دن آنے والا ہے جبکہ مجھے میری کامیابی کی بشارت سنائی جائے گی۔ اور وہ جو آج کھیل کود میں مشغول ہیں امتحان میں ناکام رہیں گے اسی طرح اگر کسی شخص کو یہ یقین دلا دیا جائے کہ کچھ مدت اگر تم فلاں فلاں عمدہ اور خوشگوار چیز کو چھوڑے رکھو گے تو اس مدت کے گزرنے کے بعد ہم تمہیں مالا مال کر دیں گے تو وہ ضرور اس پر عملدرآمد کرے گا۔ اس لئے کہ قربانی انسان اسی موقعہ پر کرتا ہے کہ جب اسے موجود چیز سے بڑھکر کسی امر کے حصول کی توقع ہو۔

یہی وہ فطری اصول ہے جس کے تحت حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ نے اس دنیوی زندگی کی دلفریبی اور کشش کو لات مار کر گوشہ نشینی اختیار کی۔ انہیں اس بات پر محکم یقین تھا کہ جس مقصد کے لئے وہ قربانی کر رہے ہیں وہ اس دنیا کمانے سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ اور اسی راہ میں زندگی کو ختم کر دینے اور اس کی خاطر کچھ مشکلات کو برداشت کرنے سے لازوال اور ابدی زندگی میں راحت اور تسکین کے سامان پیدا ہو جائیں گے۔ حضرت مولنا مرحوم کی زندگی پر غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا قلب یقین محکم اور ایمان باللہ کی دولت سے سرشار تھا یہی وہ چیز تھی جس نے اس خطرناک دور میں جبکہ ہر ایک نفس کا نصب العین حضرت نبی کریم صلعم کی حدیث ھم تروہ بطونھم کا مصداق تھا انہوں نے اپنے لئے نہیں بلکہ غیروں کے لئے جینا پسند کیا۔ بہتیرے ہیں جو اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے جیتے ہیں لیکن دوسروں کی زندگی سدھارنے اور ان کی بھلائی کی خاطر جینے والے بہت ہی کم لوگ نظر آتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ ان لوگوں میں سے تھے جو دوسروں کی خاطر جیئے۔

حضرت امام زمان مسیح موعود نے جب [illegible] کے تحت اصلاح خلق کا بیڑا اٹھایا

(باقی بر صفحہ [illegible])

حضرت امیر کی یاد

تمہیں مردہ کہوں کیونکر کہ تم زندوں میں زندہ ہو
تمہاری نیکیاں زندہ تمہاری خوبیاں باقی

محمد کریم اللہ صاحب نوجوان۔ ایڈیٹر آزاد نوجوان (اردو) و تھرلر (انگریزی)

ایک خدا شناس مسلمان اور اس کی حقیقت بین نظر صرف ایسے برگزیدہ انسان ہی کو ایک قابل قدر انسان تصور کر سکتی ہے جو تبلیغ اسلام کے لئے اپنی زندگی کو مسلسل جد و جہد کا مرکز بنا دے جس کا یہ زور قلم غیروں کے مقابلہ کے لئے براہین اور دلائل کی صفیں آراستہ کر دے۔ جس کی تحریریں حقائق قرآن کو آشکارا کریں، اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مبلغین کی ایک جماعت پیدا کر دے جس کے ایک اشارہ پر لوگ آمنا و صدقنا کہتے ہوئے اپنے وطنوں کو خیرباد کہیں اور سرزمین یورپ، امریکہ اور افریقہ کے دور دراز مقامات میں اسلام کا ڈنکا بجا دینے کے ارادہ سے عازم سفر ہو جائیں۔ جس کے پاکیزہ خطبوں سے اسلام کے پرلذت شربت کے چشمے اُبل پڑیں۔ وہ شخص جس نے امام زمانہ کی پُرہدایت صحبت میں بیٹھ کر علم و عمل کے شیریں جام پیئے ہوں اور جس نے اپنے علم کلام سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تاثرات و احساسات کا مائے جاں سے لوہا منوایا ہو۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ایسی برگزیدہ ہستی (یعنی حضرت مولانا محمد علی اعلی اللہ مقامہ) یکشنبہ ۱۳؍ اکتوبر کو ہم سے جدا ہو کر عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئی۔ فرض بندگی تو یہ ہے کہ قدرت کے ہر حکم پر انسان انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر صبر و تحمل کے ساتھ ہر سانحہ کو برداشت کرے مگر فطرت انسانی کا درس کچھ اور ہی ہے وہ رنج مفارقت میں مضطر و بے چین ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ بالخصوص ایسے جلیل القدر رہنما کی موت پر جو ایک عالم کی موت ہے دل رنج و غم سے بھرپور ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ؎

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

حضرت مولانا مرحوم و مغفور نے ۵۰ سال کی لگاتار محنت سے مذہبی دنیا میں ایک جدید انقلاب پیدا کر دیا۔ ایسی عظیم الشان ہستیوں کے لئے موت کا پیالہ تلخ نہیں ہوتا وہ تو موت کو ایک خوشگوار شربت سے زیادہ لذیذ خیال کرتی ہیں جب ایک عظیم المرتبت انسان مئے وصال کا جام پی کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملتا ہے تو اس کی زندگی پر عقیدت کے پھول نچھاور کرنے والوں کے دلوں پر جو کچھ گذرتی ہے اس کا علم خدا ہی کو ہے۔ مقام غور ہے کہ اس شخص کا قلب کس قدر مضطر ہوگا جو مرحوم کو اپنا واحد رہبر اور رہنما خیال کر رہا ہو۔ اور اس بیچارہ کی کیا حالت ہوگی جو ہر وقت مرحوم کو نہ صرف اپنا امیر بلکہ سچا رفیق اور مونس و غمخوار جانتا ہو۔ یہ دل ہلا دینے والا سانحہ اور غم انگیز واقعہ دراصل دوست تو دوست اغیار کے دلوں میں بھی ایک بے چینی اور اضطراب پیدا کر دیتا ہے۔ اس موت کی خبر نے ہم کو بے حد رُلایا۔ اور روتے کیونکر نہ جس مقدس ذات ستودہ صفات نے اپنے زور قلم سے حضرت مسیح موعودؑ کے اس بیان کو سچا کر دکھایا آہ اس کی جدائی کی اتنا تو ہی بھی نہیں رکھتی کہ ہم اس کے پاک تذکرہ سے لوگوں کے ایمانوں کو مضبوط اور تر و تازہ کریں۔

میرا رجوع مسیحیت اور دہریت کی طرف

علم و حکمت کے اس نامور شہزادہ نے اس وقت جب میں مسیحی خیالات کے ظلماتی دھارے میں ایک تنکے کی طرح بہا جا رہا تھا میرے قلب کو نور ایمان سے بھر دیا۔ میری ابتدائی تعلیم کیتھولک اسکول کی شرمندۂ احسان تھی، میں اسلام سے ناواقف تھا اس پر طرہ یہ ہوا کہ مغربی تمدن و تہذیب کی عریاں تصویروں اور انگریزی طرز معاشرت نے اور بھی زیادہ بوکھلا دیا۔ چند عیسائی حضرات سے حضرت مسیح ناصری کی پیدائش اور موت پر تبادلہ خیالات ہونے لگا۔ مسلم ملاؤں سے دریافت کیا تو ان سبھوں نے بیک زبان ہو کر فرما دیا کہ حضرت عیسٰی بے باپ پیدا ہوئے اور اب وہ آسمان پر زندہ ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس جواب کے سننے کے بعد عیسائی دوستوں نے بغلیں بجا بجا کر کہنا شروع کر دیا کہ کیوں صاحب اب بھی کیا ہمارے خداوند عیسٰی مسیح کو آپ کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر معاذ اللہ برتری اور فضیلت نہیں ہے؟ یہ سن کر میری اس وقت کی کمزور مسلمانی عیسائیت کے زیر نگیں ہو کر رہ گئی۔ خدا بخشے والد مرحوم احمدی تھے۔ آپ نے اس گمراہی کی تلافی کے ارادہ سے بارہا سمجھانے کی کوشش کی، مگر بندہ کے سر میں جو نشہ چڑھ گیا تھا اس کا اترنا مشکل تھا۔ اس ہٹیلی طبیعت کا اندازہ لگا کر والد ماجد نے ایک جدید تدبیر اختیار کی اور وہ یہ تھی کہ میں دہریت کے خیالات میں غلطاں ہو کر عیسائیت کے دام سے نجات حاصل کر سکوں اور پھر اس کے بعد کوئی اور راہِ حقیقت تلاش کر لوں۔ آریہ سماجیوں، عیسائیوں، بدھوں، تھیاسوفسٹوں اور کبھی اسلامی ملاؤں سے مقابلے ہوتے رہتے میں زندگی بعد الموت سے بے خبر تھا۔ جب وجود الٰہی سے ہی انکار ہو تو پھر رہ ہی کیا گیا۔ والد مرحوم کا مقصد یہ نہ تھا کہ میں ان کے دباؤ میں آ کر احمدی بن جاؤں۔ وہ بارہا کہتے تھے کہ ایک بے سمجھ احمدی سے دہریہ ہی بہتر ہے۔

ہدایت کی راہ حضرت امیر کی کتب میں!

مغربی مسیحیوں اور دہریوں کو اپنی عقل پر بڑا ناز ہوتا ہے اور یہی بھوت میرے سر پر سوار تھا میں کسی بات کو جب تک وہ میری محدود عقل کے دائرہ میں نہ آ جائے مانتا ہی نہ تھا۔ مذہبی اصولوں کو توڑ مروڑ کر اپنے فلسفہ کی بیدردی سے دھجیاں کر دیں سے مجروح کر دینا میرا شعار بن چکا تھا۔ اب توفیق قدرت نے رنگ بدلا، زمانہ نے پلٹا کھایا تو میں نے یہ محسوس کیا کہ آج تک میں جس انسانی عقل پر نازاں تھا وہ دراصل ایک اندھیرا اور تاریکی ہے۔ فضل الٰہی کا نور ظاہر ہوا۔ ہدایت کا خورشید جگمگانے لگا راہ بھٹکے مسافر کو منزل مل گئی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی مبارک تصنیف "اسلامی اصول کی فلاسفی" جس کا ترجمہ زبان انگریزی میں حضرت امیرؒ نے کیا ہے ہاتھ آ گئی۔ اس کے مطالعہ سے یہ فائدہ ہوا کہ ظاہری عقل کے بھنور میں ڈوبنے والی کشتی روحانیت کے سمندر میں چلنے لگی دلِ مشتاق نے چاہا کہ اس سلسلہ کی اور بھی کتابیں مطالعہ کی جائیں۔ چنانچہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "محمد اینڈ کرائیسٹ" یعنی Muhammad & Christ دیکھی، اس کے بعد "محمد دی پرافٹ" کا ایک نسخہ ہاتھ لگا جس کے مطالعہ سے ایک جدید دنیا کی سیر نصیب ہوئی۔ خدا جانے اس کتاب میں کونسا جادو تھا کہ پڑھتے پڑھتے دل قابو سے باہر ہو گیا اور آنکھوں میں سراجِ منیر کی روشنی کی شفاف کرنیں جگمگانے لگیں۔ باتوں ہی باتوں میں صلیب کا ساحرانہ اثر ٹوٹ گیا، اور مسیحیت کی بے سر و پا خوش اعتقادیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ اب اسلام کا پُرنور چہرہ جلوہ گر ہو کر نور ایمان پیدا کرنے کا موجب ہوا۔ "محمد دی پرافٹ" کا ایک نسخہ کیا ہاتھ لگا میں نے سمجھا کہ دونوں جہاں کی دولت سمٹ سمٹ کر میرے خزانۂ دل میں جمع ہونی شروع ہو گئی ہے۔ اس انمول رسالہ کے مطالعہ نے حضرت محمد مصطفٰے صلعم کی حقیقی شان سے مجھے باخبر کر دیا اور میرے دل اور دماغ نے بے ساختہ گواہی دی کہ بے شک و شبہ پیغمبر اسلام صلعم کامل انسانیت کے مجسمہ ہیں۔ انسانی ارتقاء کے لئے اور کوئی نمونہ ہاتھ آنا نہ صرف دشوار بلکہ محال اور غیر ممکن ہے۔

انگریزی ترجمہ قرآن

قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ تو ایک بحر ذخار ہے، اس کے ہر لفظ، ہر جملے اور ہر اشارہ میں حقیقت زندگی کے راز کوٹ کوٹ کر بھرے نظر آتے ہیں اس کے پڑھنے سے پڑھنے والے کے دل میں ایک نئی زندگی کی تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ تفسیر قرآن کی فصاحت اور بلاغت بے مثال و بے نظیر ہے اس کی ہر بحث برہان قاطع اور مدلل۔ اس تفسیر کے مطالعہ کے بعد ہر منصف مزاج یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس کے مصنف نے خدا تعالٰے سے ایک خاص نور اور ہدایت پا کر یہ تفسیر کی ہے اور ایسی محنت کی ہے کہ بہت کم انسان کر سکتے ہیں۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں نے اپنے ہفتہ وار انگریزی رسالہ "تھرلر" میں اس تفسیر کے ایک صفحہ کی اشاعت کے خیال سے اسکو نقل کرنا شروع کیا لیکن مجھ سے یہ کام دو تین گھنٹوں میں بھی ختم نہ ہو سکا۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ آخر اس پوری تفسیر کی تیاری میں اس مبارک اور مقدس ہستی کا کتنا وقت صرف ہوا ہوگا اور کس قدر محنت برداشت کرنی پڑی ہوگی۔

دیگر تصانیف

اس کے علاوہ جو تصانیف آپ نے کی ہیں ان سب کا مطالعہ میں نے ضروری سمجھا آپ کی ہر تصنیف کو پڑھ کر ایک شخص آپ کی ادبی اور دینی قابلیت کا [illegible] جاتا ہے۔ یہ بیان کچھ اپنی حسن عقیدت [illegible] بلکہ جملہ قارئین کا یہ اعتراف ہے کہ آپ [illegible] فکر و عمل سے اور اس سے گمرہوں کو را[illegible] ہے، ہم تو ایک مردہ ڈھانچہ بن چکے [illegible] نے ہمارے مردہ جسم میں ایمان کی [illegible] ہو گئے۔ زندہ دل انسانوں میں [illegible]

میرا ایمان اس قدر قوی ہو چکا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس پر غالب نہیں آسکتی۔

نوجوان کا اجراء اور حضرت امیرؒ کی دُعا

غفران مآب والد ماجد کو ایک اخبار جاری کرنے کا شوق جو پیدا ہوا اس کا راز یہ ہے کہ آپ نے "ریویو آف ریلیجنز" کا مطالعہ شروع کر دیا جس کے نامی مدیر حضرت مولانا محمد علی تھے۔ مرحوم کا قول تھا کہ مولانا کی ہر عبارت میں چوٹی کے مضامین ہوتے تھے۔ اخبار "آزاد نوجوان" اسی ریویو آف ریلیجنز سے متاثر ہو کر شائع کیا گیا۔ حضرت امیر نے اس نوزاد "نوجوان" کی ترقی کی دعا فرمائی تھی اور آج تک اسی مقرون اجابت دعا کے اثر سے "نوجوان" زندہ ہے اور حضرت صاحب کے پاکیزہ شعر کی تعمیل میں خدمات دین بجا لا رہا ہے ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

حضرت مولانا سے ملاقات

سنہ ۱۹۴۸ء میں حضرت مولانا سے ملاقات کی غرض سے میں لاہور گیا وہاں پہنچکر جس وقت حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت موصوف نے ازراہ مسافرنوازی سینہ سے لپٹا لیا اور حوصلہ افزائی کی باتیں کیں۔ آپ کی تقریر دلپذیر نے مجھے اور دیوانہ کر دیا۔ میں محویت و حیرت کا پتلا بنا ہوا آپ کے ارشادات کو سنتا رہا۔ آخر مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے حضرت مولانا سے تعارف کرایا۔ آپ مسکراتے ہوئے ملے۔ خندہ پیشانی سے باتیں کیں۔ مولانا سے گلے ملنے کے بعد میں نے اپنے دل میں ایک جدید دینی حرارت محسوس کی جو آج تک سرد نہیں ہونے پائی۔ یہ ملاقات نہ تھی بلکہ فولاد سے سنگ پارس کا ملن تھا، دل کی ساری سیاہی دماغی تاریکی اور ایمان کی کمزوری بالکل مفقود ہو گئی۔

ایک خاص تبدیلی

شہر لاہور میں گلے ملنے کے بعد میرے اندر ایک خاص تبدیلی پیدا ہو گئی۔ دن رات اشاعت اسلام کی ذکر دامنگیر تھی چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے صرف اسلام ہی کا نام وظیفہ بن گیا۔ لاہور جانے سے پہلے دل میں بہت سے شکوک موجود تھے مگر مولانا سے معانقہ کے بعد سارے اوہام کافور ہو گئے۔

سلسلۂ خط و کتابت

واپس آکر سلسلۂ خط و کتابت شروع ہوا، حضور کبھی لاہور کبھی ڈلہوزی اور کبھی کراچی تشریف فرما ہوتے تھے۔ مگر ہر وقت اس امر کی اطلاع دے دیتے تھے کہ میں فلاں جگہ کا سفر کرنے والا ہوں، غرضیکہ تا دم آخر آپ کے قلب مبارک میں اس عاجز کی یاد موجود رہی۔ باوجود کثرت مشاغل آپ ہمیشہ اپنے عادیانہ کلام سے سرفراز فرماتے رہے۔ ہر خط کا جواب تحریر فرماتے تھے۔ تمام خط و کتابت مذہبی یا دینی امور سے متعلق ہوتی کبھی کوئی سیاست کی بات اس میں نہ آتی، پاکستان یا ہندوستان کے حالات پر کبھی رائے زنی نہ کی۔ حقیقت میں لیڈر ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ جو اپنے ہر کارکن کو بخوبی جانتا پہچانتا ہو۔ اور دکھ درد میں ساتھ دیتا ہو اور ہر آفت میں اس کے

ذاتی تعلقات

... کی خبر سن کر حضرت نے دل میں بے چینی ... ہمدردانہ انداز میں صبر کی تلقین فرمائی۔ میری

ہر کامیابی کی خبر سن کر آپ بشاش ہو جاتے اور مزید برکات کے لئے دعا فرماتے، یہ عنایت اور محبت صرف میری ذات تک ہی محدود نہ تھی بلکہ میرے ہر عزیز سے محبت رکھتے تھے اور سب کی خیر و عافیت دریافت فرما لیتے تھے میری بہنوں کو خط روانہ کرتے اور بار بار ان سے دریافت فرماتے تھے کہ آیا ان کی کالجوں کی لائبریریوں میں اسلامی لٹریچر موجود ہے۔ اگر کسی زمانہ کالج کے کتب خانہ میں اسلامی لٹریچر نہ ہوتا تو آپ بذریعہ انجمن اس کمی کی تلافی فرما دیتے تھے۔

آپ کی متبرک ہستی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشین انجمن کو پھر سے زندہ کر دیا۔ اور اس کے ذریعہ سے دنیا بھر میں اسلام کی روشن تصویر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک چہرہ دنیا پر نمایاں ہو گیا

تامل ترجمہ قرآن

حضرت امیرؒ نے یوں تو متعدد زبانوں میں قرآن کے تراجم شائع کئے ہیں مگر ایک آخری تڑپ اور آرزو آپ کی یہ تھی کہ آپ کے حین حیات قرآن مجید کا ترجمہ تامل زبان میں بھی شائع ہو جائے، ترجمہ تو مکمل ہو گیا مگر افسوس اس کی اشاعت آپ کی زندگی میں نہ ہو سکی۔

آپ بار بار تامل ترجمہ قرآن کے متعلق مجھ سے دریافت فرماتے رہتے تھے اور اس کی تاکید فرماتے رہتے کہ انگریزی ترجمہ قرآن کے مطابق ہو۔ آج کل قرآن کے تامل ترجمہ کا مسودہ میرے پاس موجود ہے۔ خدا کرے اس کی اشاعت کا سامان جلد ہو جائے۔

غرض مردہ دل افراد کو زندہ رکھنے کے لئے مرحوم کے کارنامے تا روز قیامت زندہ رہیں گے اور ان کاموں کی یاد دلوں سے کبھی دور نہ ہوگی

تمہیں مردہ کہوں کیونکر کہ تم زندوں میں زندہ ہو
تمہاری نیکیاں زندہ تمہاری خوبیاں باقی
الوداع۔ اے مسافر راہ خدا الوداع

وہ دین کا امیر

(بقیہ صفحہ ۳۴)

آپ کے مستقبل کا فیصلہ کر دیا۔

آپ کی ہستی کا نور

اور کیا عظیم الشان اور کیا اعلےٰ و ارفع فیصلہ تھا۔ کہ آپ اس دنیا کے چیف جسٹس۔ یا مالدار بیرسٹر۔ یا منسٹر نہ بنے۔ اور اس صورت میں آپ کا وجود عشرت گاہ دنیا کی ان بے شمار روشنیوں میں سے ہوتا جو ذرہ کی ذرہ چمک کر پھر گل ہو جاتی ہیں۔ مگر آج آپ کی ہستی کا نور ایک پاسبان کی جلائی ہوئی اس روشنی کی طرح ہے جو اندھیرے میں بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھانے کے لئے ہمیشہ چمکتی رہے گی۔ اور جوں جوں وقت گزرے گا توں توں یہ روشنی صاف اور نمایاں ہوتی جائے گی اور ہم سے زیادہ آئندہ آنے والی نسلیں اس علم و ہدایت کے نور سے فائدہ اٹھائیں گی اور اس وقت کو سراہیں گی جب مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کو دنیا میں پھیلانے کا عزم کیا۔

میرے اللہ! اس موت کے حسن کا کیا پوچھنا جس کے پردے میں حیات جاوداں مستور ہو۔

دو مقدس ہستیوں کا فدیہ دین کی راہ میں

میرے پیارے اور شفیق باپ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو فوت ہوئے آج انیس سال ہو گئے۔ ان کا اور حضرت مولانا محمد علی صاحب رضی اللہ عنہ کا چولی دامن کا ساتھ تھا، دونوں حضرت مسیح موعودؑ کے پیارے اور مخلص دوستوں میں سے تھے۔ جب حضرت مسیح موعودؑ نے یورپ کے طالبان حق کو اسلام کی صحیح تصویر پہنچانے کے لئے ایک انگریزی رسالہ (ریویو آف ریلیجنز) جاری کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس کام کیلئے انہی دونوں (حضرت مولانا محمد علی صاحب اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب) کو منتخب کیا اور ان دونوں نے اس عظیم الشان کام کو جس تندہی سے سرانجام دیا، حتیٰ کہ حضرت اقدس کی وفات کے بعد یورپ میں تبلیغ اسلام کے سلئے جس ذوق و شوق سے اپنی زندگیاں وقف کیں اور اس راہ میں جو مصائب و شدائد برداشت کئے حتیٰ کہ اپنی جانیں تک اس راہ میں دیدیں وہ واقعات سے ظاہر ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ "اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا"

یہ فدیہ ان دونوں مقدس ہستیوں نے باحسن وجوہ ادا کیا اور مغرب کے ظلمت کدوں میں اسلام کا نور پہنچاتے ہوئے اس راہ میں شہید ہو گئے، ان کا یہ فدیہ مغرب سے طلوع اسلام کے دن نزدیک لا رہا ہے، اسلام کا نور وہاں پہنچ چکا ہے اور اب وہ سورج بن کر وہاں سے جگمگا اٹھے گا۔

مجھے فخر ہے کہ اس مقدس کام کا سہرا ان دو بزرگ ہستیوں کے سر پر ہے، جن میں سے ایک (حضرت خواجہ کمال الدین صاحب) میرے والد حقیقی تھے اور دوسرے (حضرت مولانا محمد علی صاحب) جو وہ بھی والد کی طرح ہی ہمارے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرتے تھے، بلکہ حضرت خواجہ صاحب کی وفات کے بعد ان کا سایہ عاطفت ہمارے لئے ازبس فوائد کا موجب تھا، میں جب کبھی ان کے ہاں جاتی عموماً سب کام چھوڑ کر آپ میرے ساتھ شفقت سے پیش آتے اور میری اور سب بچوں کی خیر و عافیت دریافت کرتے تھے۔ آج ہم ان کے بھی سایہ سے محروم ہو گئے، ان کا صدمہ اور دکھ ہم ہی جانتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ خوشی بھی ہے کہ یہ دونوں بزرگ ایک پاک اور کامیاب زندگی بسر کر کے اور رضائے الٰہی کے رستہ پر چل کر اس دنیا سے رخصت ہوئے، یقیناً ان کا مقام بہت بلند ہے، اللہ تعالےٰ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے اور اس بلند مقام کو حاصل کرنے کی توفیق دے۔

خاکسار
شہزادہ بیگم
اہلیہ خواجہ جلال الدین مرحوم

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ — منیجر

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

شیخ محمد اصف صاحب

آج سے نصف صدی پیشتر عالم اسلامی پر زوال، جمود اور مایوسیوں کے گھر سے بادل چھائے ہوئے تھے۔ ان تاریکیوں میں سے اچانک نور کی شعاعیں پیدا ہوئیں یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق دین اسلام کی حفاظت کے لئے حضرت امام وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے تمام مسلمانوں کی شکست خوردہ ذہنیت سے بالکل متضاد یہ نعرہ بلند کیا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے جو اپنی بنیادی خوبیوں کے باعث غالب آئے گا۔ تمام نوع انسانی کی نجات اسلام کو قبول کرنے میں ہے۔ چنانچہ آپ نے ہر ایک متحارب تحریک کو جو اسلام کو مٹانا چاہتی تھی چیلنج کیا اور مذہبی دنیا کو ایک بھونچال کی مانند بنیادوں سے ہلا دیا۔ براہین و دلائل سے اسلام کی عظمت اور برتری کو اپنوں اور بیگانوں سے منوایا۔ اس معرکۂ حق و باطل میں آپ کے گرد حق پرست مجاہدین کا ایک حلقہ پیدا ہو گیا۔ ان مجاہدین میں گاؤں کا رہنے والا ایک سیدھا سادہ مجاہد بھی تھا جس کے آباؤ اجداد نے صدیوں سے تلوار اور قلم سے نہیں بلکہ ہل اور درانتی کی قوت سے رزق اور لیفنہ ایک کر کے نان جویں کو پیدا کیا اس دیہاتی مجاہد کو دین سے محبت، محنت کی عادت، مصائب و مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے کیریکٹر کی مضبوطی ورثہ میں ملی تھی۔ حضرت امام وقت کی ایک نگاہ نے اس مجاہد کی تقدیر اور زندگی کا راستہ بدل دیا اور اس مجاہد کے متعلق اپنی ماموارانہ اور عارفانہ فراست سے جو کچھ فرمایا وہ بالکل درست نکلا۔ وہ مجاہد حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ امیر جماعت احمدیہ لاہور ہیں۔ آپ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو فرمودات ہیں ان سے پیغام صلح کا یہ نمبر بھرا پڑا ہے۔ ان اقتباسات کو یہاں نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں صرف میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان فرمودات کی روشنی میں اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو حضرت مولانا مرحوم کی عظمت اس بات میں نظر آتی ہے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک زندہ نشان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت امام عصر حاضر کے فیضان سے بہت کام کرنے کا موقع دیا اور ان کی خفتہ صلاحیتیں بروئے کار آئیں۔ جو کام انہوں نے کیا ہے اس کی نوعیت کے اعتبار سے انکا مقام ایسے رجال میں ہے جن کا تعلق ایک خاندان سے نہیں ہوتا بلکہ ساری انسانیت انکا خاندان ہوتا ہے۔

حضرت مولانا صاحب بہت بڑے انسان تھے کیونکہ ان کے کام بہت بڑے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت بڑے کام لئے اور ان کو حضرت امام وقت کا ایک فتح نصیب جرنیل بنا کر معجزنما طور پر ان سے عظیم الشان کام لئے۔ حضرت مولانا نہایت کامیاب زندگی بسر کر گئے ہیں اگر ہمیں حضرت مولانا مرحوم سے صحیح معنوں میں محبت ہے تو ہمیں ان کے کام اور جماعت کو زندہ رکھنے کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کرنا چاہیئے ورنہ محض کھوکھلے دعوی سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ محبت کے اظہار کے لئے سب سے بڑی منطق عمل ہے اور حضرت مولانا کی وفات کے بعد ہماری جماعت کے سب سے بڑے داخلی مسائل عمل، تنظیم اور اتحاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مسائل کے سمجھنے اور ان پر کاربند ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین

اونچا ہو سر اسلام کا

چوہدری سید احمد صاحب ابدالی

دیں کی کشتی کا ہوا ✤ آج رخصت ناخدا { ۱۹۵۱ء
ماتم اسیر قوم کا ✤ غمگین ہے چھوٹا بڑا
لیکن یہ ہے حکم خدا ✤ چلدیئے سب انبیاء
ہو اس پہ ہم سب کی نگاہ ✤ جو عہد مرزا سے کیا
دنیا کو پیچھے چھوڑ دو ✤ جب دین کا وقت آ گیا
بس اب دعا کا وقت ہے ✤ اونچا ہو سر اسلام کا
کل من علیہا فان ✤ باقی جو ہے ذات خدا
جز صبر کے چارہ نہیں ✤ ہے صابروں کی وہ پناہ
باقی جو دیں کا کام ہے ✤ مل کر کریں وہ باوفا

زندۂ جاوید ماند نامِ تو اندر جہاں

مولوی احمد گل صاحب جہلم

اے کہ خود را از برائے دیں نمایاں کردۂ
نورِ حق را در جہاں آسان و ارزاں کردۂ

نسبتِ دل با مسیحِ وقت کردی منسلک
از رہِ تبلیغ با او عہد و پیماں کردۂ

با ہوائے دہریت مانوس جملہ خلق بود
اندریں حالاتِ ناخوش محکم ایماں کردۂ

رہبرانِ قوم در تخریبِ دیں بودند بیش
با کلامِ پاک ہم آگاہ ایشاں کردۂ

آشکارا از عمل کردی مگر عہدِ نبی
وز علومِ دینِ بیضا خلق حیراں کردۂ

کردۂ دیں را مقدم تو ز دنیائے دنی
نیز دنیا در رہِ اسلام قرباں کردۂ

زندۂ جاوید ماند نامِ تو اندر جہاں
زانکہ یکتائے زباں تفسیرِ قرآں کردۂ

نے زبان خاموش نے دل مجتنب از قولِ حق
نے ز تبلیغ و اشاعت تنگ داماں کردۂ

منزلت نزدِ خدا شد ہمچو اصحابِ نبی
زانکہ در دینِ خدا کارِ نمایاں کردۂ

اے جزاک اللہ فراموشیم کے احسانِ تو
زانکہ بر قوم از قلم صد گونہ احساں کردۂ

شیریں لمحات کی یاد

بیگم صاحبہ میاں فضل احمد دختر حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ

انگریزی میں ایک مشہور مقولہ ہے کہ تاریخ ہمیشہ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ سنہ ۱۹۵۱ء کے محرم الحرام نے تیرہ سو سال کے پچھلے واقعہ کو ایک نئے رنگ میں دہرایا۔ عین دسویں تاریخ اسی وقت جبکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ ہوئی۔ اسلام کے اس عاشق زار نے جو تمام عمر تیغ قلم سے دشمنان دین کے ساتھ جہاد کرتا رہا۔ اپنا علم اپنا مال سب کچھ قربان کرنے کے بعد اپنی آخری قربانی بھی پیش کر دی۔ اور تمام دنیا کو دکھا دیا کہ محمد علی ایک ایسا مجاہد تھا۔ جو صدیوں بعد ایک بار آتا ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اسلامی دنیا کا یہ روشن ستارہ ہماری فانی نظروں کے سامنے سے روپوش ہو گیا لیکن روحانیت کے آسمان پر ہمیشہ کے لئے اپنے محبوب چاند محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد چمکتے ستاروں کا جھرمٹ ہے (بمصداق اصحابی کالنجوم) اس میں جا شامل ہوا۔

اس دنیا میں جب تک کلام اللہ کو پڑھنے والے موجود ہیں جن کی تعداد خدا کے فضل سے دن بدن بڑھے گی۔ یہاں تک کہ دنیا کا کوئی گوشہ اس نور سے خالی نہ رہے گا۔ تب تک قرآن کے اس سچے عاشق کا نام اور کام زندہ رہے گا۔ اور آنے والی نسلیں درود وسلام بھیجیں گی۔

اس عظیم الشان ہستی کو جس نے جتنا قریب سے دیکھا۔ اتنا ہی پاک وصاف روشن پایا ہم بہن بھائیوں نے کبھی یہ محسوس نہ کیا کہ ہمارے اباجی اپنی معرکۃ الآراء تصانیف یا اپنی گوناگوں مصروفیتوں کی وجہ سے کوئی غیر معمولی ہستی ہیں۔

ہوش سنبھالی تو اباجی کو اپنی ہر تکلیف اور نہایت معمولی غم وخوشیوں میں ہر طرح ایک ہمدرد شریک پایا۔ کھیل کود تعلیم وتربیت میں وہ اس طرح دلچسپی لیتے تھے۔ کہ اب میں حیران ہوتی ہوں۔ کہ آپ وہی ہستی تھے جن کے دماغ اور قلم سے علوم اسلامی کا بیش بہا سرمایہ بہہ رہا تھا۔ اور ایسے ترش رو اور خشک زاہد نہ تھے۔ کہ لوگ بات کرتے ہوئے ڈریں۔ تاریخ اسلام میں ہم جب پڑھتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیک وقت دینی لیڈر فلاسفر معلم، جج، سپاہی، زاہد عابد اور ایک محبوب شوہر وشفیق باپ بھی تھے۔ تو معاً ہمارا خیال ایک ایسی جیتی جاگتی ہستی کی طرف چلا جاتا ہے جو ہمارے سامنے سید دو عالم کے اسوہ حسنہ کا چلتا پھرتا مکمل نمونہ تھا انہوں نے اپنے تمام فرائض بہترین خوبی سے نباہے۔ وہ اپنی بیوی کے صحیح معنوں میں رفیق اپنی اولاد کے شفیق باپ اپنے عزیزوں اور جماعت کے سچے ہمدرد وغمخوار تھے۔

ہماری ادنیٰ جسمانی وروحانی ضروریات کی ان کو فکر تھی۔ بیمار ہوتے تو خود تیمار داری کرتے اپنے ہاتھ سے دوا پلاتے۔ ان کو معلوم تھا۔ کہ تعلیم میں کون سا بچہ کس مضمون میں کمزور ہے۔ صبح ہمارے سکول یا کالج جانے کی ہم سے زیادہ نگران کون ہوتی؟ آہ کیسی مبارک وہ بیماریاں تھیں۔ کہ جن کا تیماردار وہ پیارا وجود تھا۔ اور کیا ہی شیریں وہ تعلیم تھی۔ کہ جن کا نگران وہ معلم اکمال تھا۔ ہماری ہر خوشی اور کھیل میں دلچسپی لیتے۔ قیام ڈلہوزی میں ہم اکثر بہن بھائیوں اور دیگر عزیزوں کو جو وہاں موجود ہوتے یہ شوق اٹھتا کہ پکنک پر چلیں اباجی کے سامنے تجویز پیش ہوتی۔ تو فوراً مان لیتے اور بخوشی ہر طرح کا انتظام خود کرتے بچوں کے لئے گھوڑے اور کسی کے لئے ڈانڈی کا انتظام ہوتا۔ اس طرح ہم لوگ ہنستے بولتے پہاڑی راستوں پر چل پڑتے۔ وہاں جا کر کچھ دیر ہمارے ساتھ وقت گذارتے۔ اور پھر ایک طرف کتاب یا کوئی کام لے کر بیٹھ جاتے۔ ادھر نماز کا وقت ہوا۔ اور آپ جھٹ اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب کو اکٹھا کیا۔ وضو کئے گئے۔ کسی بچے کو بلوایا اذان دو۔ یا خود ہی اذان دی۔ اور وہ خوبصورت وادیاں اللہ اکبر کی صدا سے گونج اٹھیں۔ سب بچے جوان بوڑھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نماز پڑھا رہے ہیں۔ آج بھی وہ پہاڑ اور جنگل چشمے اور سبزہ زار اس خوش الحان عاشق قرآن کی قرأت کو یاد کرتے ہوں گے جس کے سننے کو اب ہمارے کان ترس رہے ہیں۔

لیکن ٹھہرئیے۔ ان کی دلچسپیاں صرف اولاد اور تصنیف یا اپنے سلسلے کے کاموں تک ہی محدود نہ تھیں۔ ان کے اندر ایک بے پناہ قوت تھی۔ اور وہ ملن بقدر ہی اتنے کام بخوبی کر جاتے جو معمولی انسان مہینوں میں نہ کر سکیں۔ پھول پودوں سے بے حد لگاؤ تھا۔ ڈلہوزی میں دار السلام میں اور لاہور میں دار المسلمین میں نہایت شوق سے پھلوں کے درخت لگاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہر کام میں ہر طرح ایسی برکت دی کہ اہل ڈلہوزی سخت متعجب تھے۔ کہ سات ہزار فٹ کی اونچائی پر ایسا عمدہ پھل کس طرح ہو گیا۔ اور پھر کوئی اعلیٰ درجے کے مالی کام کرنے والے نہ تھے۔ کوئی پہاڑی آدمی نوکر رکھ لیا۔ اس سے آپ خداداد قابلیت اور سمجھ سے کام کروانے میں کامیاب رہتے۔

ابھی اپنی میز پر تو بہت انہاک سے کسی اہم تصنیف میں مشغول ہیں۔ بارش شروع ہو گئی ہم کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اباجی نے چھتری لی ہوئی ہے۔ اور پہاڑ پر دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ کہ پانی ٹھیک راستے سے بہہ رہا ہے کہیں کسی چیز کو نقصان تو نہیں پہنچ رہا۔ اور دوسرے لمحے پانی کو جھٹکتے ہوئے اپنی میز پر کام میں محو ہیں۔

آہ میں اس کامیاب ومکمل انسان کی زندگی کے کس کس پہلو کو بیان کروں۔ میرے پیارے اباجی کو ہم سے جدا ہوئے دنوں سے ہفتے اور ہفتوں سے مہینے ہونے لگے۔ جوں جوں وقت گذر رہا ہے۔ یہ احساس بڑھتا جا رہا ہے۔ کہ وہ کیا نعمت تھی جو ہم سے چھن گئی۔ ایک ستون تھا جس کے سہارے ہم کھڑے تھے۔ ایک سائبان تھا جس کے تلے ہمارے لئے ہمدردی محبت شفقت اور نصیحت سب کچھ مہیا تھا۔ گرمی ہو یا سردی بارش ہو یا طوفان شادی ہو یا بیماری نصف صدی تک وہ عابد شب بیدار راتوں کو خدا کے حضور میں تڑپ تڑپ کر دعائیں کرتا۔ دین اسلام کی نصرت کے لئے جماعت کی ترقی واستقامت کے لئے عزیزوں اور دوستوں کی مشکلات کو دور کرنے کے لئے اور ہمارے لئے جو آدھی رات کو آرام سے اپنے بستروں میں پڑے ان کے ہلکے نرم قدموں کی چاپ کو سنتے تھے۔ اور پھر نماز میں تلاوت قرآن اور گڑگڑانے کی وہ سوز

(باقی)

وگداز سے لبریز دھیمی گر موثر آواز جس سے ہمارے گھر کا گوشہ گوشہ گونجا کرتا تھا۔ اور جس کو سننے کے لئے ملائک ہمہ تن گوش رہتے تھے۔

اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد وعلی خلفاء محمد اجمعین

خاک مرقد پہ تری لے کر یہ فریاد آؤں گی
اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گی

مسیح کا عظیم رفیق

(بقیہ صفحہ ۳۴ از صفحہ ۳۲)

کو کر چکا ہوں تب موت کو اپنے جسم کا مالک بننے دیا۔ ۱۳۔ اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء کو قرآن کا یہ شیدائی خدا تعالیٰ کے حضور جا پہنچا۔

آخر وقت تک مسیح موعودؑ کے مسلک پر

مسیح کا یہ عظیم رفیق ہمارا امیر تھا۔ ہماری آنکھوں نے اسے دیکھا ہمارے کانوں نے اس کا کلام سنا۔ یہ زندگی بھر علم کی مشعل کو درخشاں کئے رہا۔ اس نے جمہوریت آزادی اور علم کے لئے قلم اٹھایا اور عمر طویل اسی کام میں صرف کر دی مسیح کا یہ بلند پایہ ساتھی اپنے راہ نما کے ان خیالات کو اپنے جسم میں سمو کر دکھا گیا کہ:۔

"مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرے گا۔ اور یقین ہے کہ خدا کے فضل سے تقویٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھلائے گا جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے"

مسیح کا یہ محبوب پیرو جس کے لئے مسیح نے خود کہا کہ:۔

"میں دل سے اور دلی جوش سے آپ سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کے لئے اکثر پنج وقتہ غائبانہ دعا کرتا ہوں امید کہ کسی وقت یہ دعائیں اپنا اثر دکھائیں گی"

آخر دم تک مسیح موعودؑ کے مسلک عظیم پر گامزن رہا۔

ہم اس کے قلم کو جھکنے نہ دیں گے۔

آج وہ ہم میں نہیں۔ ہمارے دل اس کی یاد سے بوجھل ہماری آنکھیں پرنم اور ہماری زبانیں اس کی تعریف میں مصروف ہیں۔ ہم نے اس کے ساتھ مل کر مسیح کا ساتھ دینے کا عہد باندھا تھا۔ ہم اس کے قلم کو کبھی جھکنے نہ دیں گے موت محمد علی رضہ کے جسم پر فتح پا سکتی ہے لیکن اس قلم کو چھین نہیں سکتی جس کی حفاظت میں محمد علی رضہ ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ موت بار بار اس پر جھپٹی۔ محمد علی رضہ نے بار بار اسے بلند کیا۔ آج وہ قلم ہمارا چلانے والا امیر رضہ ہمارے پاس چھوڑ گیا ہے۔ اور غیور ساتھی ساتھ چلنے کا عہد باندھ کر بے وفائی نہیں کرتے۔ ہم محمد علی رضہ کے ساتھی ہیں۔ اور وہ ہمارا رہبر تھا مسیح کا عظیم فرستادہ۔

خداوند اسکو راحت وآرام بخشے

آمین

ہے شام زندگی صبح دوامِ زندگی

آہ! حضرت مولانا محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع لائلپوری

قیس کا مرنا ایک شخص کا مرنا نہیں تھا۔ بلکہ ایک پوری قوم کی بنیاد گر گئی ہے۔

انسان بہت بڑا انسان، مسلمان بہت بڑا مسلمان۔ احمدی بہت بڑا احمدی۔ مبلغ بہت بڑا مبلغ۔ مصنف بہت بڑا مصنف۔ مفسر بہت بڑا مفسر یعنی حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی۔ امیر جماعت احمدیہ لاہور بین الاقوامی شہرت کے مالک تھے۔ حضرت مولانا ممدوح کی موت بلاشک "موت العالِم موت العالَم" عالم کی موت دنیا جہان کی موت ہے کی مصداق ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے آپ جیسے ہی باکمال علماء ربانی کے علمی کام کو سراہتے ہوئے فرمایا "عالم کی دوات کی سیاہی شہید کے خون سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔"

حضرت مولانا مرحوم کی دوات کی سیاہی نصف صدی تک کس قدر عظیم الشان اسلامی لٹریچر کی شکل میں منتقل ہوتی رہی کہ ایک دنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ اور آج دنیا کا کونہ کونہ اس پاک لٹریچر کے نور سے جگمگا اٹھا ہے۔ کیا سچ فرمایا جناب سید عبدالقادر صاحب سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے۔

"حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں قادیان خطۂ یونان بن گیا تھا جہاں سے علم و حکمت کی نہریں بہہ نکلی تھیں مگر افسوس حضرت مرزا صاحب کے بعد یہ نہریں خشک ہو گئیں۔ ہاں حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ کے لگائے ہوئے چند پودے اب بھی لاہور میں موجود ہیں جن کے ہاتھ سے نکلا ہوا لٹریچر اس قابل ہے کہ ہم غیر مسلموں کے سامنے فخر کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔"

حضرت مولانا مرحوم کے انتھک قلم سے قرآن پاک کی انگریزی، واردو تفسیر۔ صحیح بخاری کی تفسیر۔ حضرت نبی کریم صلعم کی سیرت۔ خلفائے راشدین کی سیرت۔ زندگی کی زندہ تعلیم۔ دی ریلیجن آف اسلام۔ تحریک احمدیت جمع القرآن، مقام حدیث، وغیرہ مسائل کتب نکل کر دنیا جہان میں پھیل گئیں۔ اور اکثر کتب کے متعدد زبانوں میں تراجم شائع ہو گئے۔ تاریخ اسلام نے سنہری حاشیہ کے اندر حضرت مولانا مرحوم کا نام نامی ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ نسلوں کے بعد نسلیں اس پاکیزہ لٹریچر سے فیضیاب اور سیراب ہوں گی اور حضرت مرحوم کا احسان مانیں گی وقت آنے والا ہے اس عظیم الشان لٹریچر نے ذہنیتوں میں وہ انقلاب پیدا کر دیا ہے کہ لوگوں کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت، اور مقام کو سمجھنا آسان ہو جائیگا کیا حال ہی میں ڈیوک مارما ڈیوک پکتھال نہیں پکار اٹھا کہ

"حضرت مولانا محمد علی صاحب کا کام ایک مجددانہ کام ہے"

حضرت مولانا مرحوم کا قلم اعدائے اسلام کی گردنوں پر ایک تلوار تھا اور آپ کے مستحکم دلائل دشمنوں کے قلعوں پر گولے۔ آپ نے ایک بہادر جرنیل کی طرح نہ صرف قلعہ اسلام کی حفاظت کی بلکہ مخالفین کی تمام مورچہ بندیوں کو توڑ کر رکھ دیا۔ اور پرچم اسلام کو دنیا کی تمام بلندیوں پر لہرا دیا۔ مٹھی بھر جماعت کو لے کر کثیر التعداد و کثیر الاموال دشمن سے اس بے جگری سے لڑے کہ اپنے بیگانے کے منہ سے تحسین و آفرین کی صدائیں بلند ہو گئیں آریہ۔ دہریہ۔ عیسائی بہائی کون ہے جس کو آپ اور آپ کے فتحمند سپاہیوں نے کچل کر نہ رکھ دیا ہو۔ اور کیا یہ سچ نہیں کہ

"تو اسے فتح نمایاں بنام ما باشد"

ایک حقیقت بن کر دنیا جہان کے سامنے آگئی۔

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ؎

روز قیامت ہر کسے در دست دارد نامۂ
من نیز حاضر میشوم تصویر جاناں در بغل

کہ قیامت کے دن ہر کوئی ہاتھ میں عملنامہ لئے ہوگا۔ لیکن میں اس شان سے حاضر ہوں گا کہ بغل میں معشوق کی تصویر ہوگی۔ علامہ اقبال نے حافظ شیرازی کے اس شعر کی اس طرح اصلاح کی ہے ؎

روز قیامت ہر کسے در دست دارد نامۂ
من نیز حاضر میشوم تفسیر قرآں در بغل

لیکن سچ تو یہ ہے کہ علامہ اقبال کے ہاتھ میں بھی کوئی تفسیر نہ تھی۔ دور حاضر میں مولانا محمد علی صاحب مرحوم ہی ایک ایسی شخصیت ہیں جن کی تفسیر قرآن مشرق و مغرب، شمال و جنوب سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے اور حضرت مولانا مرحوم ہی یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں اور فرما سکتے ہیں ؎

روز قیامت ہر کسے در دست دارد نامۂ
من نیز حاضر میشوم تفسیر قرآں در بغل

[illegible]
ایسے انسان کہیں صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی موت عالم اسلام کا ایک بہت بڑا حادثہ ہے، اور علمی دنیا کی کونسی آنکھ ہے جو ایک بار اشکبار نہ ہوگئی ہو ؎

اَلَا اِنَّ عَیْنًا لَمْ تَجُدْ یَوْمَ وَاسِطٍ
عَلَیْکَ بِجَارِیْ دَمْعِہَا لَجَمُوْدٌ

خبردار واسط کے دن جو آنکھ تجھ پر بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ نہیں چلی وہ ضرور منجمد ہے۔

حضرت امیر کی زندگی میں نوجوانوں کیلئے سبق

(بقیہ از صفحہ ۴۲)

تو انہوں نے حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ کو دیکھا کہ ایم اے ایل ایل بی کا امتحان پاس شدہ ہیں۔ نیک فطرت رکھتے ہیں۔ ذہن میں اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ اپنے ساتھ کام کرنے کی دعوت دی آپ نے اصلاح خلق کے کار خیر میں مسیح زمان کے ہاتھ بٹانے کو فخر سمجھا اور اپنی دنیوی خواہشات کو لات مار دی۔ یہ سن ۱۹۰۰ء کا زمانہ ہے۔ اس وقت کے بعد اس مرد خدا کا ہر لمحہ خدمت اسلام میں گذرا۔ تمام زندگی بھر تڑپ نظر آتی ہے تو یہ کہ کسی طرح اس نسل انسانی تک جو ہلاکت کی راہ پر گامزن ہے اور جو روحانی موت مر چکی ہے۔ آب حیات یعنی قرآن کریم پہنچایا جائے تا اس کے استعمال میں لانے سے وہ زندہ ہو جائے اور ہلاکت سے بچ جائے امام الزمان کی ایک بار کی آواز پر لبیک کہنا اور پھر اپنی تمام عمر عزیز کو اعلائے کلمۃ الاسلام کی خاطر صرف کر دینا یہ وہ سبق ہے جو آج ہم نوجوانوں کو اپنے محبوب امیر مرحوم مغفور کی زندگی سے حاصل کرنا چاہیئے۔

ابھی یہ کام جس کے لئے ہمارے محبوب امیر رحمۃ اللہ علیہ نے قربانی دی ہم سے مزید قربانی چاہتا ہے۔ اگر ہمیں واقعی اپنے امیر مرحوم سے محبت ہے اور یقیناً ہے تو

آہ! مولانا محمد علی!

جناب حامد الوارثی

مظہرِ انوارِ ربانی گذشت ۞ رازدارِ رازِ حقانی گذشت
آں مبلغ، آں مفسر، آں خطیب ۞ سوئے حق از عالمِ فانی گذشت
مظہرِ حق، محرمِ رازِ دروں ۞ کاشفِ اسرارِ پنہانی گذشت
ملحداں را دولتِ ایماں داد ۞ دافعِ وسواسِ شیطانی گذشت
عالم و فاضل، مفکر، متقی ۞ پیکرِ روحِ مسلمانی گذشت
خادمِ دیں، خادمِ قوم و وطن ۞ غمگسارِ نوعِ انسانی گذشت
حاملِ فقر و غنائے بوذریؓ ۞ جامعِ اوصافِ سلمانی گذشت

از غمِ فرقت دلِ ما بیقرار
وائے حسرت! دلبرِ جانی گذشت

نکتہ سنج و نکتہ داں، شیخ الحدیث ۞ وائے! ابن ماجۂ ثانی گذشت

اپنے اباجی کی یاد میں

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا زندہ نمونہ

محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ بی۔ اے۔ صاحبزادی حضرت امیرؒ کے قلم سے

آپ نے کئی مطلوبان اور بالخصوص صفت انسان کے متعلق پڑھے ہیں۔ جس کی مثال موجودہ دنیا میں کوئی نظر نہیں آتی۔ میں اکثر سوچتی ہوں کہ آپ کی پاکیزہ سیرت کے کس پہلو کا ذکر کروں سب سے پہلے اللہ کا شکر ادا کروں۔ کہ جس نے ایسا مقدس و محبوب باپ عطا کیا جس کے ذریعہ ہم نے اپنے رب کی عظمت اور حقیقت کو پہچانا جیسے نفس قدسی نے ہمارے ایمان کو مضبوط کیا۔ اس کے نمونے سے ہمیں ایک واضح اور روشن راہ عمل دکھائی یا ان شیریں لمحات کا ذکر کروں۔ جو ہم نے اس کی آغوش محبت میں گزارے یا اس کی ان گوناگوں صفات کو بیان کروں جس سے ہم نے تربیت اسلامی کا سبق لیا یا اس کے تعلق باللہ و خشیت اللہ کی ایک جھلک دکھاؤں جس نے اس کی بزرگی اور بڑائی کو ہمارے دلوں میں دن بدن ترقی دی اور اس محبت کو لکھوں جو اس کو کلام الٰہی سے تھا جو اس کی اپنی جماعت کے ہر فرد سے تھا۔ جو اس کو اشاعت اسلام سے تھا۔ میں بہت سے گھنٹوں غور کرتی ہوں۔ وہ انمول گھڑیاں ایک مسلسل تصویر کی طرح آنکھوں کے سامنے سے گزرتی ہیں طرح طرح کے واقعات و حادثات یاد آتے ہیں۔ مگر ان سب میں غالب تصویر اور سب سے نمایاں پہلو جو اپنے مقدس اباجی کی زندگی میں ایک روشن ستارے کی طرح دکھائی دیتا نظروں میں سما جاتا ہے۔ وہ ان کا عشق قرآن اور اپنی جماعت کی ترقی و بہبودی سے شغف ہے۔

کیوں؟ سنیئے

وہ خوش نصیب بزرگ ہستی کہ جس کے گھرانے کا ایک ایک فرد اس پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار تھا۔ ان امی قابل فخر باپ کے اردگرد جب ہم سب جمع ہوتے اور وہ محبت اور زندگی سے چمکتا ہوا چہرہ اپنی دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ ہماری ہر قسم کی باتوں کو توجہ سے سنتے۔ تو جیسے ہی ہم میں سے کوئی ایسا موضوع چھیڑ دیتا جس میں قرآن کریم کی خدمت ...... کا کوئی پہلو ہوتا۔ یا اپنے سلسلے کے استحکام کی کوئی تجویز ہوتی تو ایک دم آپ کے چہرے پہ ایک چمک سی پیدا ہو جاتی۔ اور آپ نہایت ہی انہماک اور حوصلہ افزا طریق پر مصروف گفتگو ہو جاتے۔ اور ہم سب یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے۔ کہ کیا اباجی کو ہم سے بھی زیادہ اپنے کام سے محبت ہے۔ کیونکہ ہمارے تمام معاملات پر سے سرسری طور پر گزر جاتے ہیں۔ اور جب خدمت دین کا ذکر ہو۔ تو اپنی گہری دلچسپی اور توجہ کا اظہار فرماتے ہیں۔

پھر دیکھئے!

سردیوں کی لمبی لمبی راتوں میں ہم چاہتے۔ کہ رات کے کھانے کے بعد اباجی ہمارے درمیان بیٹھیں۔ ہم ان کی خاطر۔ ہاں صرف ان کے پرکشش وجود کی خاطر دور دور سے سفر کرتے آتے ہیں۔ تو ہماری دلی خواہش اور تمنا یہ ہوتی ہے۔ کہ اباجی کے پاس بیٹھیں۔ دن بھر تو تشریف اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ ملاقاتیں کرتے ہیں۔ ذرا اندھیرا ہوا تو اذان کی آواز آئی اور انہوں نے سب کو چھوڑ چھاڑ مسجد کا رخ کر لیا۔ ہماری آنکھیں ترستی رہ جاتی ہیں۔ اور وہ حی علی الصلوٰۃ کی آواز پر چل دیتے ہیں۔ تو رات کو ہی یہ موقع ملے کہ پیارے ابا کے قرب سے اپنے مشتاق دلوں کو خوش کر لیں مگر ہوتا یہ کہ آپ نماز عشاء سے فارغ ہو کر تشریف لائے ہم سب بچے ان کے گرد جمع ہو گئے۔ نہایت ہی محبت والفت سے ہم سے چند باتیں کیں۔ کہ ہم جلد ہی استراحت کے لئے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ یا اللہ کیا ان کو اتنی نیند آتی ہے کیوں نہیں وہ تھوڑی دیر اور ہمارے پاس بیٹھے رہے۔

مگر نہیں۔ سنیئے

سردی کی ٹھنڈی یخ رات کے دو بجے ہیں ہم سب اپنے گرم گرم بستروں میں لیٹے ہیں۔ اور ایک نہایت درد سے بھری ہوئی ہلکی سی گونج ان کے نماز تہجد کی ہم کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔ اے مولا! وہ تو جاگ رہے ہیں۔ اب ان کو کیوں نیند نہیں آتی۔ کیا ہم سب سے پیاری کوئی اور ہستی بھی ہے۔ جس سے وہ باتیں کر رہے ہیں جس کے لئے وہ اس سردی میں بستر سے نکل آئے ہیں۔ اور اس کے پاس دو گھنٹوں گزار دیتے ہیں۔ جس کے حضور میں وہ اپنا درد دل ظاہر کرتے ہیں۔ یقیناً وہ کوئی بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہستی ہے۔ اور اسی لمحے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت کا ایک عجیب تخیل ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا۔ اور ساتھ ہی یہ احساس ہمارے دلوں میں مستحکم ہو جاتا کہ ہمارے اباجی کا سایہ ہمارے لئے اللہ کا سایہ ہے۔ کہ جس کے تلے ہم تمام آفات و مشکلات سے محفوظ و مامون ہیں۔

پھر غور کیجئے

ابھی ابھی ہمارے ننھے منے بچوں سے اباجی نہایت پیار سے باتیں کرتے ان کی معصوم شوخیوں سے لطف لے رہے ہیں۔ مگر پہلے ابھی کسی نے ان کے کسی دوست کا ذکر کر دیا۔ یا کسی ایسی تحریک یا کوشش کے متعلق اشارہ کر دیا جس کا تعلق اپنے سلسلے یا جماعت سے ہے۔ تو اباجی سب سے بیگانہ ہو کر ہمہ تن ادھر متوجہ ہو گئے۔ اور ایک دفعہ پھر ہم اس بات کو ماننے پر مجبور ہو جاتے۔ کہ ہماری محبت کے واحد مرکز ہمارے اباجی ہم سے بھی زیادہ اپنے بلند پایہ کام اور اس کے بھائیوں سے محبت کرتے ہیں۔ اور اس کی ترقی و مضبوطی کا خیال ہم سے بہت زیادہ ہے۔ اور ہم سب کے دلوں میں یہ خواہش جاگ اٹھتی ہم اس رنگ میں بھی ان کی توجہ اور محبت کے مستحق ہوں۔

پھر زندگی کے آخر ایام پر نظر ڈالئے

ان کا سب سے چھوٹا اور بے حد پیارا بچہ دور دراز ساحات ہزار میل کی مسافت پر زیر تعلیم ہے۔ تین سال گزرے۔ کہ شفیق باپ نے سینے سے لگا کر رخصت کیا تھا۔ آپ کی طبیعت ایک سال سے ناساز رہتی ہے۔ دل کمزور ہے۔ ایسی حالت میں رنج و خوشی و دیگر جذبات غیر معمولی طور پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ مگر اللہ اللہ کیا یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے بچھڑے ہوئے پردیسی بچے سے بھی زیادہ آپ کو اپنے اکلوتے اور پیارے کام کی فکر ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں آرام کیجئے۔ جواب ملتا ہے۔ وقت کم اور کام بہت ہے۔ کیسے کام کر لیا ہر دم یہی فکر ہے۔ کہ ان کا مشن کا کام ہو جائے۔ اس تحریک میں کمی نہ رہ جائے۔ اٹھتے بیٹھتے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ و تفسیر کی نظر ثانی کا ایک چھپنے کے دوران پڑھ رہے ہیں۔ لرزاں ہاتھوں سے صاحبی نشانی ڈال رہے ہیں۔ ڈاک آ جاتی ہے۔ اپنے دوستوں کے خط پڑھ رہے ہیں۔ کہ اماں جی بتاتی ہیں۔ حامد کا خط لندن سے آیا ہے پڑھ لیجئے۔ نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ آپ پڑھ کر سنا دیں۔ پھر تکیے کے سرہانے بیٹھے ہیں کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کچھ لکھ رہے ہیں۔ کہ اماں جی نے کہا۔ حامد کو خط لکھ رہی ہوں۔ آپ بھی چند حرف لکھ دیجئے۔ کچھ ویسے ہی کرنے لگے۔ کس انداز میں جواب دیتے ہیں۔ کہ مصروف ہوں۔ آپ لکھ دیں۔ بہت کے بعد ذرا طبیعت بحال ہوئی ہے۔ خالو جان شیخ محمد احمد عیادت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ ان کو فرماتے ہیں۔ ذرا مولوی ...... صاحب سے پتہ لیجئے۔ انہوں نے چندے کی آخری قسط ادا کر دی ہے یا نہیں۔ پھر اپنے سیکرٹری کی طرف مخاطب ہیں۔ کیا ووکنگ کے روپے کے ڈرافٹ مل گئے۔ روپیہ جلد جائے۔ کہ وہاں تکلیف نہ ہو۔ پھر دریافت فرماتے ہیں۔ برلن مسجد کی مرمت کے روپے میں اب کتنی کمی ہے۔ امریکہ مشن کی رپورٹ ہاتھوں میں ہے۔ چہرہ خوشی سے چمک رہا ہے۔ کہ وہاں مسجد کے لئے زمین کا انتظام ہو گیا ہے۔ حساب دیکھ رہے ہیں۔ کہ کتنے ہزار روپے اسلامی لٹریچر کے جا چکے ہیں۔ غرض ہر دم یہی کام ہے۔ یہی فکر ہے۔ کہ یہ الٰہی کام ادھورے نہ رہ جائیں۔ ایک دوست کو فرماتے ہیں۔ قوم کے معاملات تمہارے سپرد ہیں۔ مگر اپنے لاڈلے بچے کسی کے سپرد نہیں کرتے۔ وہ کیوں نہیں اپنے بچے کا ذکر کرتے۔ کیا میں بھولتی ہوں۔ وہ ذکر کرتے ہیں۔

ہاں دیکھئے

ووکنگ کا خط پڑھ رہے ہیں۔ یک دم چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ اماں جی کی طرف خط بڑھا کر فرمایا۔ یہ سطور پڑھو۔ لکھا تھا۔ یہ جمعہ مسلمانوں نے پڑھا۔ اور بہت اعلیٰ اثر مسلمانوں پر خطبہ کا ہوا۔ ذکر فرما رہے ہیں۔ آہ وہ اپنے دور افتادہ عزیز بچے کی یاد اس رنگ میں اپنے سینے میں محفوظ رکھتے ہیں۔

میرے نزدیک تو اباجی آپ نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا نمونہ ہمارے سامنے رکھ دیا۔ ہم نے بیعت کے وقت یہ الفاظ اپنی زبان سے ادا کئے۔ مگر ان کی زندہ تصویر درحقیقت ہم نے آپ کی زندگی میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ خداوند تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل سے دین میں پیدا کیا۔ مگر اسلام پر یہ حقیقت باری تعالیٰ پر محمد رسول صلعم کی سچائی پر اور احمدیت کی ضرورت و اہمیت پر یہ ایمان و یقین ہمارے دلوں میں کبھی پیدا نہ ہوتا۔ اگر ہم آپ کے ذریعہ ان تعلیمات کا زندہ نمونہ نہ دیکھ لیتے۔ اے رب حی و قیوم خدا تو ہمارے دلوں میں بھی ایسی ہی خدمت دین کی تڑپ پیدا کر دے۔ جو ہماری تمام دنیاوی خواہشات و محبتوں پر غالب آجائے۔ تاکہ قیامت کے دن ہم اپنے مقدس و محبوب اباجی سے سرخرو ہو کر ملیں۔ آمین!

تاریخ وفات حضرت امیرؒ

محترم مولانا صاحب۔ اخبار پیغام صلح میں میری فرمودہ تاریخہائے وفات حضرت امیرؒ کی لکھی ہوئی تھیں۔ دوسری تاریخ غلط لکھی گئی ہے۔ مہربانی کر کے اسے ٹھیک کرا کے درج اخبار کرا دیں مشکور رہوں گا۔

پوری تاریخ جو میں نے آپ کو لکھی تھی یہ ہے:-

ہائے بانئ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۱۷ + ۹۴ + ۱۴۴ + ۷۷۲ + ۱۳۲ + ۲۴۲

میزان ۱۳۷۱ھ

خاکسار سید احمد بدوملی

حضرت امیر قوم مولینا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ کے متعلق چند ذاتی تاثرات

از مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے بی ٹی احمدیہ بلڈنگس لاہور

بچپن کے تاثرات

اپریل ۱۹۱۸ء میں پہلی مرتبہ میں لاہور آیا اور مسلم ہائی سکول کی چوتھی جماعت میں داخل ہوا اس وقت زندگی میں پہلی مرتبہ حضرت امیر مولینا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی زیارت ہوئی۔ شروع میں دو مولوی صاحبان ہمارے سامنے رہتے تھے۔ سکول میں مولینا صدر الدین صاحب جو اس وقت پرنسپل تھے اور احمدیہ بلڈنگس میں حضرت امیر مرحوم جنہیں عام بول چال میں لوگ "بڑے مولوی صاحب" کہہ کر پکارتے تھے۔ "بڑے مولوی صاحب" کے لفظ سے ایک کم عمر کے ذہن میں یہی خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ وہ عمر میں سب سے بڑے ہوں گے۔ لیکن اسی زمانہ میں حضرت سید محمد احسن صاحب مرحوم بھی لاہور آئے اور راقم کے عم مرحوم و مغفور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے سید صاحب مرحوم بہت ضعیف العمر تھے انہوں نے دو تین مرتبہ احمدیہ بلڈنگس کی مسجد میں جمعہ کا خطبہ بھی دیا وہ کرسی پر بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے اور خطبہ کے دوران میں رو دیا کرتے تھے۔ اس وقت میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ "بڑے مولوی صاحب" کیوں نہیں ہیں یہ تو سب سے بڑے ہیں! گھر پہنچ کر میں نے اپنے استعجاب کا اظہار کیا اور ڈاکٹر مرزا صاحب مرحوم نے بتایا کہ مولینا محمد علی صاحب ہی بڑے مولوی صاحب ہیں کیونکہ وہ جماعت کے امیر اور سردار ہیں اور ان کا علم بہت بڑا ہے۔

میں چھٹی جماعت کا طالب علم تھا جب حضرت امیر مرحوم ہر روز نماز مغرب کے بعد مسجد میں قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے۔ درس کے دوران میں وہ کبھی کبھی تحریری امتحان بھی لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بچوں کا بھی امتحان لیا گیا جس میں راقم بھی شریک ہوا۔ ایک دو روز بعد حضرت مرحوم نے نتیجہ کا اعلان فرمایا اور مجھے بہت شاباش دی اور اعلان کیا کہ یہ بچوں میں اول آیا ہے اس سے میری بہت حوصلہ افزائی ہوئی اور مجھے درس سننے اور علمی مجالس میں بیٹھنے کا شوق پیدا ہوا۔

اب دن میں کئی بار حضرت امیر کی زیارت ہوتی تھی۔ شام کی نماز کے بعد سلسلہ کے تمام اکابر مسجد میں بیٹھ کر قومی امور اور ضروریات دینی پر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ حضرت امیر قوم کے علاوہ شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم خواجہ صاحب مرحوم ڈاکٹر شاہ صاحب مرحوم مولینا صدر الدین صاحب اور دیگر بزرگان جمع ہوتے تھے۔ اور اکثر شام کا کھانا بھی مسجد میں ہی کھلایا جاتا تھا۔

بچپن کا ایک اور واقعہ ہے جس سے حضرت امیر کے احترام کے علاوہ دل میں ان کا رعب بھی قائم ہوا حضرت امیر مرحوم اپنے دفتر میں بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے۔ عم مرحوم و مغفور نے کوئی رقعہ دے کر مجھے ان کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امیر مرحوم کے میز کے گرد اگرد بڑی بڑی الماریاں رکھی ہیں اور ان میں بہت موٹی موٹی کتابیں ہیں۔ حضرت امیر خط پڑھ کر اس کا جواب لکھ رہے تھے اور میں چاروں طرف کی الماریاں دیکھ رہا تھا۔ آخر میں نے عم مرحوم سے یہ سوال بھی کیا کہ کیا مولوی صاحب نے یہ ساری کتابیں پڑھی ہوئی ہیں؟ حضرت مرزا صاحب مرحوم نے مسکراتے ہوئے اثبات میں جواب دیا اور میرے دل پر حضرت امیر کی علمیت کا رعب طاری ہو گیا کہ انہوں نے اتنی بڑی بڑی کتابیں پڑھی ہوئی ہیں

جوانی کے تاثرات

وقت گزرتا گیا اور ہم لوگ حضرت امیر کے بابرکت وجود سے مستفیض ہوتے ہوتے جوانی کے عالم کو پہنچ گئے۔ اب دین کی شد بد بھی کچھ حاصل ہو گئی تھی اور حضرت مرحوم کے سکھاتے ہوئے علم سے کچھ لکھنے اور بولنے کا ڈھنگ بھی آ گیا تھا۔ ۱۹۲۸ء کا جلسہ سالانہ تھا میں اس وقت ایف اے میں پڑھتا تھا حضرت امیر کے حکم سے اس مرتبہ جلسہ سالانہ میں کچھ نوجوانوں کو بھی وقت دیا گیا۔ مجھے بھی وقت دیا گیا اور میرے دوست چوہدری محمد سعید بھٹہ کو بھی۔ کچھ نوجوان باہر کی جماعتوں کے بھی تھے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور اس جلسہ کے صدر تھے۔ جلسہ کے اختتام پر حضرت امیر مرحوم و مغفور نے مجھے بہت شاباش دی اور پیٹھ پر تھپکی بھی دی۔ جلسہ سالانہ کے پلیٹ فارم پر تقریر کرنے کا میرا پہلا موقعہ تھا مگر حضرت امیر اور خواجہ صاحب مرحوم نے بہت ہمت بندھائی۔ جلسہ کے بعد دو یا تین جمعہ رہی کہ حضرت امیر مرحوم نے مولوی مرتضیٰ خاں صاحب کے ذریعہ جو ان دنوں ان کے پرسنل اسسٹنٹ تھے مجھے اپنے دفتر میں بلایا اور ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا کام اور نوجوانوں کی تنظیم کی خدمت میرے سپرد فرمائی چنانچہ کئی سال تک اس ایسوسی ایشن کے سیکرٹری کے طور پر میں اپنی بساط کے مطابق کام کرتا رہا۔

انجمن کے کارکن کے طور پر

۱۹۳۲ء میں میں نے ایم اے کا امتحان پاس کیا اور حصول ملازمت کے لئے مقابلہ کے امتحان کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ ان دنوں حضرت امیر مرحوم و مغفور اپنی مشہور تصنیف "ریلیجن آف اسلام" کی تالیف میں مشغول تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت امیر کو ایک معاون کی بھی ضرورت تھی۔ آپ نے حضرت مرزا صاحب مرحوم کو دو تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ راقم کو اس کام کے لئے آمادہ کیا جائے۔ حضرت عم مرحوم میرے محسن و مربی تھے اور حضرت امیر ہماری قوم کے سردار۔ ان دونوں بزرگوں کے ارشاد سے سرتابی ممکن نہ تھی چنانچہ اوائل ۱۹۳۴ء میں راقم سطور انجمن کے کارکنان کے زمرہ میں شامل ہوا اور میری سب سے پہلی تعیناتی حضرت امیر مرحوم و مغفور کے پرسنل اسسٹنٹ کے طور پر ہوئی۔ "ریلیجن آف اسلام" کی تالیف کے سلسلہ میں مختلف النوع کام حضرت ممدوح نے میرے سپرد کئے اور خدا نے مجھے ان کی بجا آوری کی توفیق دی۔ چند ماہ بعد مجھے انجمن کا اسسٹنٹ سیکرٹری بنا دیا گیا اور اوائل ۱۹۴۵ء تک میں دفتر میں مختلف حیثیتوں میں کام کرتا رہا۔ اس اثنا میں مجھے حضرت امیر مولینا محمد علی صاحب کو بہت قریب سے دیکھنے اور دن رات ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا اور اب آئندہ سطور میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر میں حضرت امیر مرحوم کے اوصاف کے بارہ میں کچھ عرض کروں گا۔

حضرت امیر مرحوم کے چند اوصاف

سب سے پہلی بات جو میں نے تھوڑے ہی عرصہ میں معلوم کر لی وہ یہ تھی کہ حضرت امیر مرحوم کو خالی خولی باتوں اور سطحی چیزوں سے خوش نہیں کیا جا سکتا جب تک سولہ آنے کام نہ کیا جائے وہ خوش نہیں ہوتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ خود سولہ آنے کام کرنے کے عادی تھے اور اسی طرح اپنے ماتحتوں سے کام لینے کے متمنی تھے۔ ہر کام کی معمولی سے معمولی تفصیلات پر بھی ان کی نظر ہوتی تھی اور ہر امر کی جزئیات و تفصیلات اور مالہ و ماعلیہ سب سے ان کو واقفیت ہوتی تھی۔ انگریزی کا لفظ Thoroughgoing ان کے اس وصف کا ادنیٰ سا اظہار کرتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ اپنا کام پوری محویت اور استغراق سے کرتے تھے اور اپنے کام میں انہیں بڑی خوشی اور لذت محسوس ہوتی تھی گویا وہ آیت قرآنی والنّٰزعٰتِ غَرْقًا وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا کے صحیح مصداق تھے۔ اگر انہیں اپنے کام سے محبت نہ ہوتی اور وہ اسے بوجھ سمجھتے تو اتنا عظیم الشان کام وہ کر بھی نہ سکتے۔ حضرت امیر مرحوم ان تھک کام کرنے والے تھے اور صبح سے شام تک دوپہر کو ایک دو گھنٹہ کے وقفہ کے سوا مسلسل کام کرتے تھے۔ حضرت سلطان القلم کے جانشین ہونے کی حیثیت سے حضرت امیر مرحوم

حضرت امیر مرحوم مغفور کا سفر حیدرآباد دکن

چند قابل ذکر مشاہدات و تاثرات

شیخ محمد انعام الحق صاحب

حضرت امیر مرحوم و مغفور کو سلسلۂ عالیہ کی مختلف ذمہ داریوں اور تصنیف و تالیف کی مصروفیات کے باعث سفر کا شاذ ہی موقع ملتا تھا۔ بر عظیم ہند کے باہر تو وہ کبھی تشریف نہ لے جا سکے۔ خود ہندوستان کے اندر بھی طویل سفروں کا حضرت مرحوم کو بہت کم اتفاق ہوا۔ اس لحاظ سے ان کے حیدرآباد (دکن) کے دو طویل سفروں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ سفر اپنے نتائج کے لحاظ سے بھی مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوئے۔ اہل دکن کے قلوب پر حضرت مرحوم کی شخصیت نے خاص اثر چھوڑا۔ چونکہ یہ سفر زیادہ تر خاکسار راقم الحروف کی درخواست و اصرار پر ہوئے اور ان دو سفروں کے متعلق واقعات کا مجھے ذاتی طور پر علم ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اس نمبر کے لئے ان سفروں کے حالات مختصر الفاظ میں قلمبند کر دوں۔ پہلا سفر ۱۹۴۲ء میں اور دوسرا ۱۹۴۵ء میں ہوا۔

سفرِ دکن کا سبب

حضرت مرحوم و مغفور کے سفر دکن کا سبب بھی عجیب و غریب ہے۔ اس کی ابتدا ایک معمولی واقعہ سے ہوئی۔ حیدرآباد دکن مشن کے قیام کا ابتدائی زمانہ تھا۔ سکندرآباد دکن (سکندرآباد حیدرآباد دکن کی چھاؤنی ہے۔ اب تو یہ دونوں شہر آبادی کے پھیلاؤ کی وجہ سے تقریباً ملحق ہو گئے ہیں) میں ایک صاحب میرے زیر تبلیغ تھے جن کو میں نے اول ان کو چند رسائل بھیجے اس کے بعد انہوں نے بذریعہ خط ملاقات کی خواہش کی۔ میں کئی مرتبہ ان کے مکان پر گیا لیکن پے در پے غیر متوقع طور پر ایسی وجوہ پیش آئیں کہ وہ مکان پر نہ مل سکے۔ ایک چھٹی کے روز میں اس ارادہ سے ان کے ہاں سکندرآباد پہنچا کہ اگر مجھے شام تک بھی انتظار کرنا پڑے تو کروں گا۔ چنانچہ اس وقت بھی وہ مکان پر موجود نہ تھے۔ معلوم ہوا کہ دو گھنٹے میں لازمی طور پر آجائیں گے اور میرے لئے وہ انتظار کرنے کا تاکیدی پیغام چھوڑ گئے ہیں۔ ان کا دیوان خانہ بند تھا جسے کھلوانا میں نے مناسب نہ سمجھا اور وقت کاٹنے کے لئے ادھر ادھر گھومنے لگا۔

دارالمطالعہ میں "پیغام صلح"

بازار میں مجھے ایک دارالمطالعہ (ریڈنگ روم) نظر آیا۔ اخبار بینی وقت گزارنے کا بہترین مشغلہ نظر آیا اور میں دارالمطالعہ میں چلا گیا۔ وہاں دیگر اخبارات کے علاوہ "پیغام صلح" بھی میز پر موجود تھا۔ جس سے مجھے مسرت آمیز حیرت ہوئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دارالمطالعہ کے معتمد (سیکرٹری) کا مکان بھی قریب ہے۔ میں ان کے مکان پر پہنچا لیکن وہ بھی موجود نہ تھے۔

خیر مذکورہ بالا زیر تبلیغ صاحب سے ملاقات ہوئی ان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دارالمطالعہ میں عرصہ سے "پیغام صلح" آرہا ہے۔ ہمارے سلسلۂ عالیہ کی چند کتابیں بھی موجود ہیں معتمد صاحب دارالمطالعہ جماعت احمدیہ کی تبلیغی خدمات کے بہت معترف ہیں۔

معتمد صاحب دارالمطالعہ سے ملاقات

گھر پہنچ کر میں نے معتمد صاحب کو خط لکھا اور ان سے ملاقات کے لئے وقت مانگا۔ انہوں نے چائے کی دعوت دی اور مجھ سے بڑھ کر ملاقات کا اشتیاق ظاہر فرمایا۔ چنانچہ میں وقت مقررہ پر ان کے ہاں پہنچ گیا۔ وہ بہت تپاک سے ملے اور مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ فرمانے لگے کہ "پیغام صلح" میں آپ کی تصویر چھپ چکی ہے لہٰذا مجھے آپ کے پہچاننے میں دشواری نہیں ہوئی۔ میرے علاوہ چند دیگر اصحاب جن میں ایک روشن خیال مولوی صاحب بھی تھے۔۔۔ چائے پر موجود تھے۔ نہایت خلوص و آزادی کے ساتھ تبادلۂ خیالات ہوا۔ بعض عقائد میں اختلاف کے باوجود ان تمام اصحاب کو سلسلۂ عالیہ کی خدمات دینیہ اور حضرت امیر مرحوم و مغفور کی تصنیفات کا مداح پایا۔

سکندرآباد کے ایک بلند پایہ مسلمان سے ملاقات

معتمد صاحب دارالمطالعہ نے دوران گفتگو میں سکندرآباد کے ایک بلند حیثیت مسلمان صاحب کا نام لے کر مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کی ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میرے نفی میں جواب دینے پر انہوں نے تاکیدی طور پر مشورہ دیا کہ میں ان سے ضرور ملوں۔ دیگر اصحاب نے بھی اس مشورہ کی پُرزور تاکید کی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ بلند حیثیت صاحب ہماری جماعت کے لٹریچر اور خدمات دینیہ کے مداح و معترف ہیں۔ حضرت امیر مرحوم و مغفور اور حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی بعض کتب ان کے مطالعہ میں آچکی ہیں مسئلہ حیات و ولادت مسیح میں وہ حضرت امیر مرحوم کے خیالات و عقائد سے متفق ہیں۔ علاوہ ازیں معتمد صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ یہ صاحب میرے دیرینہ اور بے تکلف دوست ہیں۔ میں ان سے تمہارا ذکر کر کے ملاقات کا وقت لے لیتا ہوں اور تمہارے ہمراہ چل کر خود ان سے ملاؤں گا۔ چنانچہ چند روز کے اندر ہی وقت مقرر ہوا اور میں معتمد صاحب کے ہمراہ ان کے دولتکدہ پر پہنچا۔ بہت ہی اخلاق و تپاک سے ملے۔ تبلیغی امور میں بعض مفید مشورے دیئے۔ حضرت امیر مرحوم کی بعض کتب کا ذکر کر کے ان کے تفصیلی حالات پوچھے اور فرمائش کی کہ حضرت امیر کو حیدرآباد تشریف لانے کی دعوت دی جائے۔ میں ان کی اس فرمائش کو سرسری سمجھا اور جواب میں صرف اس قدر عرض کیا کہ انشاء اللہ حالات سازگار ہونے پر میں ضرور حضرت کی خدمت میں عرض کروں گا۔

اس کے بعد ان صاحب سے ملاقاتوں کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ تقریباً ہر ملاقات پر وہ اپنی فرمائش کا اعادہ فرماتے اور میں بھی سرسری طور پر وعدہ کر لیتا لیکن بوجہ حالات حضرت امیر مرحوم کی خدمت اقدس میں عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

گلبرگہ کے عرس پر ملاقات

دکن میں گلبرگہ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو کہ ہندوستان میں اجمیر کو۔ وہاں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا مزار ہے۔ اہتمام سے عرس ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی بکثرت اور بکمال عقیدت شریک ہوتے ہیں۔ اجتماع کثیر ہو جاتا ہے۔ بعض دفعات عیسائی مشنری بھی اس موقع پر پہنچ جاتے تھے۔ ۱۹۴۲ء کا ذکر ہے کہ میں بھی تبلیغی امکانات کا جائزہ لینے کے لئے اس عرس میں شریک ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حیدرآباد دکن مشن کو قائم ہوئے چھ ماہ سے زائد عرصہ ہو گیا تھا۔ کام اور کامیابی کی کوئی صورت سعی کے باوجود پیدا نہ ہوئی تھی۔ اس مشن کو جاری رکھنے یا بند کر دینے کا مسئلہ انجمن کے زیر غور تھا۔ عرس پر سکندرآباد والے صاحب سے بھی اتفاقاً ملاقات ہو گئی اور عین اس وقت ہوئی جبکہ عیسائی مشنریوں کی ہمراہی میں نو مسیحی لڑکیوں کی طویل قطار مزار کے سامنے سے گذر رہی تھی۔ میں نے بے اختیار کہا کہ یہ اس مقدس بزرگ کا عرس ہے جنہوں نے تبلیغ کے ذریعہ دکن میں اسلام کا جھنڈا گاڑا۔ مسلمان آج اس مقدس بزرگ کے کام اور مشن کو فراموش کر کے عرس کی شکل میں غلط طریق پر ان کی یاد منا رہے ہیں اور عیسائی مشنری اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ان نو مسیحی لڑکیوں میں لازماً کچھ مسلمان لڑکیاں بھی ہوں گی۔ اس سے وہ بہت متاثر ہوئے۔

حضرت مرحوم کی خدمت میں دعوت نامہ

حیدرآباد واپس آکر ان سے جو پہلی ملاقات ہوئی اس میں انہوں نے نہایت سنجیدگی اور تاکید و اصرار کے ساتھ فرمایا کہ حضرت امیر کو جلد دکن تشریف لانے کی دعوت دو۔ اس میں دیر نہ کرو۔ یہاں بھی تبلیغی کام جلد اور باقاعدہ شروع ہونا چاہئے۔ ان کے اس اشتیاق و اصرار کی موجودگی میں میرے لئے سرسری جواب یا تامل و التوا کی گنجائش نہ تھی۔ اس وقت میں نے صاف صاف ان کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے حضرت امیر نہایت سادہ طبع بزرگ ہیں۔ ان کو تو کسی اہتمام کا قطعاً خیال نہ ہو گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ وہ اتنی دور سے تشریف لائیں تو کوئی ایسی صورت لازماً ہونی چاہئے کہ اہل حیدرآباد ان کی تشریف آوری سے پورا فائدہ اٹھا سکیں۔ ملاقاتوں، اجتماعوں اور لکچروں وغیرہ کا انتظام لازمی طور پر ہو جانا چاہئے۔ اس کے علاوہ حضرت امیر کو میرے دور افتادہ معمولی جھونپڑے میں قیام میں بھی مطلق تکلف نہ ہو گا لیکن میرے خیال میں ان کی قیامگاہ ذرا اچھے اور معروف و نمایاں مقام پر ہونی چاہئے تاکہ ملاقاتیوں کو پہنچنے میں آسانی ہو۔ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ کیا اسی وجہ سے تمہیں اب تک تامل رہا ہے۔ میرا مکان موجود ہے۔ تمام انتظامات ہو جائیں گے۔ تم حضرت مولانا کو فوراً دعوت دو۔ میں نے کہا کہ دعوت نامہ آپ کی طرف سے ہونا مناسب ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت دعوتی خط لکھا جو میں نے اپنے عریضہ کے ساتھ حضرت امیر مرحوم و مغفور کی خدمت میں بھیج دیا۔

حضرت مرحوم کا عزم سفر دکن اور تشریف آوری

مرکز میں معاملہ زیر غور آیا تو اختلاف رائے ہوا۔ بعض بزرگ اس سفر کے مخالف تھے لیکن میری درخواست پر حضرت مرحوم نے عزم سفر فرما ہی لیا۔ تمام انتظامات مکمل ہو گئے۔ حضرت مرحوم و مغفور جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی وغیرہ حضرت کی معیت میں تشریف لائے۔ معزز میزبان نے اپنے محترم مہمان کے لئے کمال سیر چشمی اور بلند حوصلگی اور حیدرآبادی روایات و معیار کے مطابق اعلیٰ پیمانہ پر اہتمام مہمان داری کیا۔ اپنا وسیع و عالیشان رہائشی بنگلہ خالی کر دیا۔ ہمارے بعض قدیم مہربانوں کو حضرت مرحوم و مغفور کی تشریف آوری ناپسند تھی۔ انہوں نے جو کچھ ان کے بس میں تھا۔ مقامی طور پر جدوجہد فرمائی گئی۔ ... دی گئیں اسکیمیں تیار کی گئیں۔ اپنی جماعت کے متعلقین کو بلوا لیا۔ لیکن

پرتپاک خیر مقدم اور شاندار مہمانداری!

تشریف آوری کے روز ریلوے سٹیشن پر استقبال کرنے والوں کا مجمع غیر معمولی تھا۔ احباب ہمارا جماعت کے علاوہ غیر از جماعت علماء، اُمراء و دیگر اہل علم بکثرت موجود تھے۔ پرتپاک خیر مقدم ہوا اور پورے احترام کے ساتھ معززمہمان کو قیام گاہ تک پہنچایا گیا۔

تاثرات و نتیجہ خیز سفر

اس مرتبہ تقریباً ایک ہفتہ قیام رہا۔ حضرت مرحوم و مغفور کی تشریف آوری سے بیشمار اصحاب کو دلی مسرت ہوئی۔ سنجیدہ، مذہبی و علمی حلقوں کی طرف سے بے حد خوشی کا اظہار کیا گیا۔ دن بھر ملاقاتیوں کا ہجوم رہتا۔ تبادلہ خیالات ہوتا۔ مختلف مسائل پر شکوک پیش ہوتے جن کے تسلی بخش جوابات دیئے جاتے۔ دینی و علمی معارف بیان ہوتے۔ اس تقریب کے دوران میں متعدد تقریریں اور قضیئے ارشاد فرمائے گئے۔ حیدرآباد کے عوام و خواص نے حضرت مرحوم کے علم و فضل کو توقع سے بڑھ کر پایا اور انہیں دورِ حاضر کے سب سے بڑے خادمِ اسلام کو دیکھ کر اور اس سے مل کر روحانی مسرت ہوئی۔ معزز میزبانوں نے آئین مہمان نوازی اور اسلامی اخلاق اور حیدرآبادی روایات ہر ایک چیز کو فراموش کر کے مخالفانہ پراپیگنڈے کی مہم شروع کی۔ اللہ کے فضل سے اس میں بھی ان کو ناکامی ہوئی۔

معزز میزبان نے روزانہ اہتمام کے علاوہ حضرت مرحوم کے …… موقع پر ایک بہت بڑا عشائیہ (ڈنر) دیا۔ احباب جماعت، غیر از جماعت …… احباب کی طرف سے متعدد دعوتیں ہوئیں۔ ایک قادیانی بزرگ نے بھی پُرتکلف دعوت دی۔ بہت سی دعوتیں قلت وقت کی وجہ سے قبول نہ کی جا سکیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ حضرت مرحوم و مغفور کے اس سفر کی وجہ سے حیدرآباد میں باقاعدہ جماعت قائم ہو گئی جو حیدرآباد دکن کے انقلاب ۱۹۴۸ء تک بہت بڑی اور بہت ہی کامیاب و فعال جماعت رہی۔ چندہ اور لٹریچر کے لحاظ سے تو یہ جماعت ہندوستان کی تمام جماعتوں پر سبقت لے گئی۔ اہل حیدرآباد میں اشاعت اسلام اور قرآن کریم کے لئے ایک احساس و حرکت پیدا ہو گئی۔ اس کے متعلق بعض تجاویز بھی سوچی گئیں۔ اس سفر میں متعدد اصحاب بیعت کر کے باقاعدہ شریک سلسلہ ہوئے۔

دوسرا سفر

ابھی حضرت مرحوم کے اس سفر کو ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ مجھ پر چاروں طرف سے پھر تقاضے ہونے لگے کہ حضرت کو پھر ایک دفعہ دکن تشریف لانے کی زحمت دی جائے۔ اس میں سب سے پیش پیش معزز میزبان ہی تھے۔ پہلے میں نے ٹالا لیکن خواہشمندوں کا اصرار و شوق پھر غالب آیا۔ میں نے حضرت مرحوم کی خدمت اقدس میں پھر گذارش کی۔ حضرت نے وعدہ بھی فرمایا لیکن بعض ایسے موانعات پے در پے پیش آتے رہے کہ یہ وعدہ ۱۹۴۳ء میں ایفا ہو سکا۔ مارچ ۱۹۴۳ء میں حضرت دوبارہ دکن تشریف لائے۔ اس سفر میں دیگر اصحاب کے علاوہ حضرت مولانا صدرالدین بھی ہمراہ تھے۔ ہر طرح سے یہ سفر زیادہ اہم و فائدہ رساں ہو گیا۔ لیکن سوء اتفاق سے ان دنوں ایک مقامی سیاسی ہنگامے کی وجہ سے فضا غیر متوقع طور پر مکدر ہو گئی۔ اس وجہ سے جلسوں اور تقریروں، ملاقاتوں اور اجتماعوں کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکا لیکن پھر بھی اہل دکن نے کافی فائدہ اٹھایا۔ حالات معتدل اور فضا پُرسکون نہ تھی اس کے باوجود متعدد تقریریں، جلسے اور دعوتیں ہوئیں۔ ملاقاتیوں کا دن رات تانتا لگا رہتا تھا۔ معزز میزبان نے اس مرتبہ بھی حسب سابق اہتمام کیا اور نہایت بلند حوصلگی سے پُرلطف مہمانداری ادا فرمائی۔ اس موقع پر حضرت مرحوم و مغفور کی خدمت میں یہ بھی درخواست پُرزور طریق پر پیش کی گئی کہ آپ سال میں ایک دو مرتبہ ضرور حیدرآباد میں تشریف لایا کریں۔ آپ اس پر نیم آمادہ بھی ہو گئے لیکن مصروفیات، علالت و ضعف اور قبل تقسیم کے ہنگاموں کی وجہ سے ۴۳ء کے بعد حضرت مرحوم دکن تشریف نہ لا سکے۔ بعد تقسیم تو مزید موانعات پیدا ہو گئے لیکن اہل حیدرآباد بالخصوص معزز میزبان اور خاکسار راقم الحروف کے دل میں یہ حسرت و آرزو اب تک باقی ہے کہ کاش حضرت پھر حیدرآباد تشریف لاتے۔

چند تجربات و مشاہدات

سفر بھی انسان کے اخلاق اور پرکھ کا ایک ذریعہ ہے۔ سفر میں انسان نمائشی اخلاق کو بالعموم نہیں نباہ سکتا۔ اور اپنے اصلی رنگ و حیثیت میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ مجھے حضرت مرحوم کی خدمت میں زندگی کا کافی حصہ بسر کرنے کا موقع حاصل ہوا۔ حضرت کو مختلف پہلوؤں سے دیکھا اور مطالعہ کیا۔ ان سفروں کے دوران میں بھی بہت سے مشاہدات ہوئے۔ حضرت مرحوم کے اخلاق، تبحر علمی، سادگی، حسن اخلاق، معاملہ فہمی، دقیقہ رسی، عشق اسلام و قرآن اور تقوی نے اہل حیدرآباد کے دل تو موہ ہی لئے تھے۔ مخالفین و معاندین تک متاثر ہوئے۔ احمدیت کے متعلق شکوک کا وسیع پیمانہ پر ازالہ ہوا۔ لیکن مجھ جیسے خادم نیاز مند قدیم کو بھی حضرت مرحوم کی بلند پایہ و فقید المثال شخصیت کے متعلق بعض نئے مشاہدات و تجربات ہوئے۔

حضرت مرحوم کے اخلاق و کردار کی ایک خوبی

مجھے ہندوستان کے متعدد بڑے آدمیوں سے ملنے اور ان کو قریب سے مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جب وہ اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کے درمیان ہوتے ہیں وہ اس وقت اس سے مختلف نظر آتے ہیں جبکہ وہ چھوٹے یا متوسط طبقہ کے لوگوں سے ملتے یا مخاطب ہوتے ہیں۔ میں نے حضرت مرحوم میں یہ تبدیلی نہیں پائی۔ معمولی آدمیوں سے مخاطب ہوتے وقت بھی ان کی وہی طبیعت و انداز ہوتا تھا جیسا کہ خراج عقیدت و تحسین پیش کرنے والے بلند طبقہ کے لوگوں سے ملتے اور گفتگو کرتے وقت ہوتا تھا۔

فراست ایمانی

ان سفروں میں آپ کی فراست ایمانی کے متعدد مشاہدے ہوئے۔ اپنے علم و فضل، تجربہ، ذہانت، مردم شناسی کے علاوہ اپنی فراست کے ذریعہ بھی مخالفین و معترضین کے منصوبوں کا نہایت صحت کے ساتھ اندازہ فرما لیا کرتے تھے۔

خدام اور کارکنوں پر اعتماد اور ان کی حوصلہ افزائی

اپنے خدام اور کارکنوں کی حیثیت بڑھانے اور ان کا حوصلہ بلند کرنے اور انہیں عوام و خواص سے متعارف اور روشناس کرنے کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ معزز و بلند پایہ ملاقاتیوں سے ان کا عہدہ اور تعریفی الفاظ میں تعارف کرتے۔ ان کی خدمات دینیہ کو بیان فرماتے۔ دوسروں کے سامنے بھی اپنے خدام اور کارکنوں پر کامل اعتماد کا اظہار فرماتے۔

سفر اول کے وقت ایک دعوت میں دیگر وزراء و اُمرائے دکن کے علاوہ اس زمانہ کے وزیر امور مذہبی حکومت آصفیہ عزیز ملت مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم بھی شریک تھے۔ اس وقت تک مجھے ان سے تعارف حاصل نہ تھا۔ میں نے موقع کو غنیمت جانا اور حضرت مرحوم سے درخواست کی کہ ذرا مجھے ان سے ملا دیجئے۔ فلاں معاملہ کے سلسلہ میں ان کی امداد کی ضرورت ہو گی۔ وہ حضرت سے رخصت ہو کر موٹر میں سوار ہو رہے تھے۔ حضرت فوراً مجھے لے کر ان کے پاس پہنچے۔ نہایت عمدہ الفاظ میں تعارف کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ یہ میرے آدمی اور عزیز ہیں آپ ان پر کامل اعتماد فرما سکتے ہیں۔ ان کے رخصت ہونے کے بعد مجھے نہایت حوصلہ افزا الفاظ میں شاباش دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تمہاری دوراندیشی سے بہت خوشی ہوئی۔ یہ بات میرے ذہن میں نہ تھی کہ اس معاملہ میں آئندہ وزیر موصوف کی امداد کی ضرورت ہو گی۔

مجھ جیسے معمولی اور چھوٹے کارکنوں کو بھی وہ متعارف و نمایاں کرنے کا خیال رکھتے اور اس میں وہی مسرت محسوس کرتے تھے۔ سفر اول ہی کا ذکر ہے۔ اس وقت نواب چھتاری حیدرآباد کے وزیر اعظم تھے۔ انہوں نے ایک روز حضرت مرحوم کو آپ کے ہمراہیوں کے ساتھ عشائیہ (ڈنر) پر مدعو فرمایا۔ بعض مصروفیتوں اور مصلحتوں کی وجہ سے مجھے شرکت میں تامل تھا۔ میں نے عذر کیا۔ عذر معقول تھا۔ فرمایا میں تمہیں بادل نخواستہ چھوڑتا ہوں ورنہ تمہارے بغیر جانے کو دل نہیں چاہتا۔ ایسا ہی بعض دیگر مواقع پر ہوا۔

مقامی کارکنوں کی رائے کو اہمیت دیتے تھے

ان سفروں میں میں نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت مرحوم مقامی کارکنوں کی رائے کو کافی اہمیت اور انہیں اپنی صوابدید کے مطابق کام اور انتظامات کرنے کی کافی آزادی دیتے تھے اور ان کا یہ طریق بالعموم نہایت صحیح و مفید ثابت ہوتا تھا۔ ایک ادنیٰ درجہ کا کارکن بھی مقامی حالات سے بہ نسبت غیر مقامی اصحاب کے زیادہ واقف ہوتا ہے۔ دوسرے اگر معمولی معمولی معاملات میں ان کی رائے کو رد کر کے بات بات پر مداخلت کی جائے تو دیگر قباحتوں کے علاوہ کارکن کی طبیعت میں انقباض اور افسردگی پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت مرحوم اس نفسیاتی حقیقت کو بخوبی سمجھتے تھے۔ دکن کے قیام کے دوران میں انہوں نے ہمیشہ میری رائے کو اہمیت دی۔ مقامی معاملات کے متعلق میری تقریباً تمام گذارشات کو قبول فرماتے رہے۔ بلکہ معمولی معمولی امور میں بھی میری ناچیز معروضات کا اپنے تئیں پابند بنا لیا۔ ایک دن چند اُمرا اور اعلیٰ عہدیدار حضرت کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ حضرت مرحوم سادگی سے صرف قمیص کے ساتھ ملاقاتی کمرے میں تشریف لے آئے۔ اس زمانہ میں حیدرآباد کے رواج کے مطابق بغیر شیروانی (اچکن) کے مکان پر کسی سے ملاقات مناسب نہ سمجھی جاتی تھی۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت نے میرے معروضہ کا اس قدر خیال رکھا کہ مجھے خود اس پر حیرت ہو گئی۔

پابندی و نظم اوقات

سفر میں نظم و ضبط اوقات کافی مشکل ہوتا ہے۔ حضرت مرحوم حتی الامکان اس کا بھی لحاظ رکھتے اور پابندی فرماتے۔ معمولی سے معمولی وقت کو بھی ضائع نہ فرماتے تھے۔ سفر دوم میں کسی کتاب کا مسودہ ساتھ تھا جب کبھی چند منٹ بھی فرصت ملتی اس کی تصحیح و نظر ثانی فرماتے۔

معترضین کے اعتراضات کمال خندہ پیشانی متانت و وقار سے سماعت فرماتے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ (… بر صفحہ ۹)

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نوّر اللہ مرقدہٗ

حضرت مسیح موعود کی نظر میں

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

مجھے حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق خاص نمبر میں کچھ لکھنے کیلئے کہا گیا۔ مگر میں حیران ہوں کہ میں اس مرد مجاہد کے متعلق کیا لکھ سکتا ہوں۔ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کے مجاہدانہ اعمال کی ترجمانی کر رہا ہو۔ جس کی عمر کے پچاس سال خدمت اسلام اور کئی سال صحبت امام میں گذرے ہوں جو ایک بے نظیر معنیٔ قرآن اور کئی بلند پایہ کتب کا مصنف ہو۔ اور جو ایسے مقام پر کھڑا ہو جہاں مجھ جیسے دنیا دار کا گزر نہیں ہے

بستا ایں قوم پاک راجائے کہ نگار دجہاں باد ورا ہے (مسیح موعود)

میں آپ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند کلمات طیبات لکھنے پر ہی اکتفا کروں گا۔ جو حسب ذیل ہیں۔

"آپ کے ساتھ خاص محبت رکھتا ہوں"

ایک دفعہ حضرت مولانا کے ایک رقعہ کے جواب میں حضرت مسیح موعود نے آپ کو لکھا:۔

"محبی عزیزی اخویم مولوی محمد علی صاحب۔ سلمہ اللہ تعالےٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا رقعہ میں نے پڑھا مجھے آپ پر بہت ہی نیک ظن ہے اسی وجہ سے میں آپ کے ساتھ خاص محبت رکھتا ہوں۔ اگر آپ کی خدا تعالےٰ کے نزدیک فطرت نیک نہ ہوتی تو میرا اس قدر نیک ظن ہو نہیں سکتا ہرگز نہ ہوتا۔ مگر میں دلی اور دلی جوش سے آپ سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کے لئے اکثر پنج وقت غائبانہ دعا کرتا ہوں۔ امید ہے کسی وقت وہ دعائیں اپنا اثر دکھائیں گی اور یہ کہ کسی وقت آپ کو بعض جذبات محسوس ہوں۔ اور دل اس سے غمگین ہو تو یہ امر خدا تعالےٰ کے فضل کو رد نہیں کر سکتا۔ آخر نیک فطرت انسان پر فضل ہوتا ہے۔ غرض ہر طرح سے تسلی رکھیں میں دلی جوش سے آپ کی دنیا و آخرت اور جسم و جان کے لئے دعا میں مشغول ہوں اور اس کے آثار اور تاثرات کا منتظر ہوں زیادہ۔ خفظ والسلام خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ"

"رشد و سعادت ان کی فطرت میں"

حقیقت الوحی صفحہ ۳۳۸ پر لکھتے ہیں۔

"اگرچہ یہ درست ہے کہ ان (حضرت مولانا محمد علی صاحب) کی فطرت میں پہلے ہی سے ایک مادہ رشد اور سعادت کا مخفی تھا۔ مگر وہ کھلے طور پر ظاہر نہیں ہوا جب تک انہوں نے بیعت نہیں کی"

"اول درجہ کے مخلص دوستوں میں سے"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب آپ کو بعض دینی خدمات پر لگایا تو فرمایا۔

"ہماری جماعت میں اول درجہ کے مخلص دوستوں میں سے مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ہیں جنہوں نے علاوہ اپنی اعلیٰ لیاقت کے ابھی وکالت میں بھی امتحان پاس کیا ہے۔ اور بہت سا اپنا حرج اٹھا کر چند ماہ سے ایک دینی کام کے انجام دینے کے لئے یعنی میری تالیفات کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے میرے پاس قادیان میں مقیم ہیں اور یقین ہے کہ جب وہ بعد فراغت اس کام کے اپنے کام وکالت پر لگ جائیں گے تو کسی قریب کے ضلع میں ہی کام شروع کریں گے اور میں اس مدت میں یعنی جب سے کہ وہ میرے پاس ہیں ظاہری نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا اخلاق اور دین اور شرافت کی رُو سے تجسس کرتا رہا ہوں۔ سو خدا تعالےٰ کا شکر ہے کہ میں نے ان کو دینداری اور شرافت کے ہر پہلو میں بھی نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔ غریب طبع باحیا۔ نیک اندرون۔ پرہیزگار آدمی اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہیں"

(تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۷)

"ہم جلیسوں کے لئے پیروی کے لائق"

حضرت مسیح موعود کا ایک اور ارشاد۔

"اور مجھے اس سے بہت خوشی ہے کہ ایک اور جوان صالح خدا تعالےٰ کے فضل کو پا کر ہماری جماعت میں شامل ہوا ہے۔ یعنی حبی فی اللہ مولوی محمد علی صاحب۔ ایم۔ اے پلیڈر میں ان کے آثار عمدہ پاتا ہوں۔ اور وہ ایک مدت سے اپنے دنیاوی کاروبار کا حرج کر کے خدمت دین کے لئے قادیان میں مقیم ہیں۔ اور حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب سے حقائق و معارف قرآن شریف سن رہے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالےٰ کی راہ میں ترقی کرے گا۔ اور یقین ہے کہ وہ خدا کے فضل سے تقویٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہم جلیسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے۔ اے خدا ایسا ہی کر آمین ثم آمین (تبلیغ رسالت صفحہ ۶۸)

مسیح موعود کے اصل مقصد کو پورا کرنے والے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ایک زبردست قدم اٹھانے کا ارادہ فرمایا۔ تو ذیل کے اشتہار کے ذریعہ اپنے پاکیزہ اور بلند و بالا عزائم کا اظہار کیا۔

"یہ امر ہمیشہ میرے لئے موجب غم و پریشانی کا تھا۔ کہ وہ تمام سچائیاں اور پاک معارف اور دین اسلام کی حمایت میں پختہ دلائل اور انسانی روح کو اطمینان دینے والی باتیں جو میرے پر ظاہر ہوئیں اور ہو رہی ہیں ان تسلی بخش براہین اور موثر تقریروں سے ملک کے تعلیمیافتہ لوگوں اور یورپ کے حق کے طالبوں کو اب تک کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اور یہ درد اس قدر تھا۔ کہ آئندہ اس کی برداشت مشکل تھی۔ مگر چونکہ خدا تعالےٰ جانتا ہے۔ کہ قبل از وقت کہ ہم اس ناپائیدار گھر سے گذر جائیں۔ ہمارے تمام مقاصد پورے کر دے اور ہمارے لئے وہ آخری سفر حسرت کا سفر نہ ہو۔ اس لئے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے جو ہماری زندگی کا اصل مقصود ہے۔ ایک تدبیر پیدا ہوئی اور وہ یہ ہے کہ آج چند ایک احباب نے اپنے خلوص سے مشورے سے اس طرف مجھے توجہ دلائی کہ ایک رسالہ میگزین بزبان انگریزی مقاصد مذکورہ بالا کے اظہار کے لئے نکالا جائے۔ سو اول اس امر کے متعلق ہم نے پسند کیا ہے۔ کہ اس اخبار کے ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے پلیڈر اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے پلیڈر مقرر ہوں۔ اور ان ہر دو صاحبان نے اس خدمت کو قبول کر لیا ہے۔

(تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱ اور ۲)

ایک کتاب تعلیم لکھنے کی خواہش

پھر حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امام کی ایک بڑی زبردست خواہش کو ٹیچنگ آف اسلام کے ذریعہ پورا کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔ اس خواہش کا ذکر حضرت مسیح موعود نے ذیل کے الفاظ میں کیا ہے:۔

"میں چاہتا ہوں کہ ایک کتاب تعلیم کی لکھوں اور مولوی محمد علی صاحب اس کا ترجمہ کریں اس کتاب کے تین حصے ہوں گے ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ کے حضور ہمارے کیا فرائض ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ اپنے نفس کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ بنی نوع کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں۔

(منظور الٰہی صفحہ ۱۸۸)

"ایسے لوگ پیدا ہوں"

مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے اجراء کے موقعہ پر ۳۰ نومبر ۱۹۰۵ء کو مدرسہ کے اغراض و مقاصد کے متعلق فرمایا۔

"ہماری غرض مدرسہ کے اجراء سے محض یہ ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کیا جائے۔ مروجہ تعلیم کو اس لئے ساتھ رکھا جائے کہ یہ علوم خادم دین ہوں۔ ہماری غرض یہ نہیں کہ ایف۔ اے یا بی۔ اے پاس کر کے دنیا کی تلاش میں مارے مارے پھریں۔ ہمارے پیش نظر تو یہ امر ہے کہ ایسے لوگ خدمت دین کے لئے زندگی بسر کریں اور اسی لئے مدرسہ ضروری سمجھتا ہوں کہ شاید دینی خدمت کے لئے کام آ سکے مشکل یہ امر ہے کہ جس کو ذرا بھی استعداد ہو جائے۔ وہ دنیا کی طرف جھک جاتا ہے میں چاہتا ہوں ایسے لوگ پیدا ہوں۔ جیسے مولوی محمد علی صاحب کام کر رہے ہیں زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اب وہ اکیلے ہیں کوئی اُن کا ہاتھ بٹانے والا قائم مقام نظر نہیں آتا" (الحکم ۳۰ نومبر ۱۹۰۵ء)

حضرت مولانا کا پیدا کردہ لٹریچر

حضرت مولانا مرحوم نے اپنے قیمتی مضامین کے علاوہ جو اپنی رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں تحریر فرمائے ایک بیش بہا دینی علوم کا خزانہ دنیا میں پیش کیا۔ وھو ھذا:۔

(۱) ۱۹۱۸ء میں قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ مع متن و تفسیر شائع ہوا۔

(۲) ۱۹۲۰ء میں سیرت خیر البشر شائع ہوئی۔
(۳) ۱۹۲۴ء میں محمد دی پرافٹ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت انگریزی میں شائع ہوئی۔
(۴) ۱۹۲۵ء میں بیان القرآن اڑھائی ہزار صفحات پر مشتمل تفسیر قرآن شائع ہوئی
(۵) ۱۹۲۹ء میں قرآن کریم کی ایک انگریزی ایڈیشن بلامتن شائع کی گئی۔
(۶) ۱۹۳۲ء میں صحیح بخاری (...) کا ترجمہ و شرح شائع ہوئی
(۷) ۱۹۳۴ء میں انگریزی میں تاریخ خلافت راشدہ شائع ہوئی۔
(۸) ۱۹۳۶ء میں ریلیجن آف اسلام جس میں اسلام کے ہر پہلو پر مکمل و مدلل بحث ہے۔ انگریزی میں شائع ہوئی۔
(۹) ۱۹۴۵ء میں نیو ورلڈ آرڈر دس ہزار کی تعداد میں طبع ہو کر مفت تقسیم ہوئی۔
(۱۰) ۱۹۴۵ء میں انگریزی میں مینول آف حدیث شائع ہوئی جس میں مستند احادیث جو ایک مسلمان کی عملی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں۔ معہ ترجمہ و متن و حواشی درج ہیں۔
(۱۱) ۱۹۴۸ء میں کتاب لونگ تھاٹس انگریزی میں شائع ہوئی اس کا اردو ترجمہ اور مینول آف حدیث کا اردو ترجمہ شائع ہوا۔
(۱۲) ۱۹۵۱-۱-۲۹ء میں قرآن شریف کے انگریزی ترجمہ اور تفسیر پر نظر ثانی کا کام تکمیل کو پہنچا۔

۱- ایں ہمہ عاشقان آں یکتا ۔ نور یابند از کلام خدا
۲- گرچہ ہستند از جہاں پنہاں ۔ باز گہ گہ شوند عیاں
۳- ہمچو خورشید و ماہ بدوں آئند ۔ غیر را چہرہ نیز بنمائند
۴- بالخصوص آں زماں کہ باد خزاں ۔ باغ دیں را کند تبہ ویراں

(مسیح موعود)

۱- یہ طائفہ عاشقان سرمدی (اولیاء الرحمن) کلام الہٰی (قرآن مجید و کشوف و الہام) سے نور حاصل کرتے ہیں۔
۲- اگرچہ یہ پاک افراد (اپنا اپنا کام کر کے) دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ تاہم کبھی کبھی (بوقت ضرورت اپنے مثیل کے وجود میں) بساط عالم پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔
۳- سورج اور چاند (انبیاء و اولیاء کے حلوں میں نمودار ہو کر مشرق و مغرب (کی اقوام) کو (اپنے خدا داد علم سے) روشن کر دیتے ہیں۔
۴- ان کے آنے کا وقت بالخصوص وہ ہوتا ہے۔ جب باد خزاں (جہالت و توہمات) نے بوستان مہر دوفا (گلشن توحید کے پھولوں کو) تباہ و برباد کر دیا ہو

حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے خاندانی و ذاتی حالات

آپ کے برادر خورد مولوی اسمٰعیل صاحب کے قلم سے

حضرت مولنا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کے حالات زندگی صرف دادا صاحب مرحوم تک معلوم ہیں۔ کیونکہ دادا صاحب اپنے اصل وطن موضع کہوالہ لنگرہ ضلع جالندھر سے قریباً ۱۸۵۳ء میں ریاست کپورتھلہ کے ایک گاؤں موضع مرار میں آ کر جو کہ راجہ نہال سنگھ والئے ریاست کپورتھلہ سے ان کو آباد کرنے کے لئے بطور ملکیت وہاں آباد ہو گئے تھے اس وقت والد صاحب حافظ فتح الدین صاحب کی عمر قریباً ۱۵-۱۶ سال کی تھی۔ ان کی اولاد میں چھ لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔ والدہ کا نام نور بیگم تھا۔ جو موضع اہر ریاست کپورتھلہ کے ایک معزز گھرانے سے تھیں۔ حضرت مولنا کی پیدائش ۱۸۷۴-۷۵ء میں ہوئی۔ آپ چار بھائیوں سے چھوٹے اور ہمشیرہ اور ایک بھائی سے بڑے تھے۔ قریباً ۴ سال کی عمر میں ہی آپ اپنے بڑے بھائی مولوی عزیز بخش صاحب کے ساتھ سکول جانے لگ گئے اور سکول کے داخلہ سے لیکر تعلیم کی تکمیل تک آپ ہر جماعت میں اعلے درجہ کی کامیابی حاصل کرتے رہے۔ پرائمری تک دیہات میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد انٹرنس تک کپورتھلہ اور انٹرنس کے بعد لاہور میں باقی ساری تعلیم تکمیل کو پہنچائی۔ تعلیم میں بی اے تک آپ کے بڑے بھائی مولوی عزیز بخش آپ کے ساتھ رہے جو آپ کو بہت محبت اور الفت سے رکھتے تھے۔ ایم۔ اے میں جب آپ نے کامیابی حاصل کی اس وقت آپ کا نام اکسٹرا اسسٹنٹی میں لیا گیا۔ مگر آپ نے وکالت کی پڑھائی شروع کر دی اور اس میں کامیابی حاصل کی اسلامیہ کالج کی پروفیسری کے ایام میں آپ نے حضرت مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ شروع کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ واقعی مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ آپ اپنے والد صاحب سے اجازت لے کر قادیان گئے۔ اور حضرت مرزا صاحب کی بیعت ۹۷ء میں کر لی اس کے بعد بڑے بھائی مولوی عزیز بخش اور والد صاحب نے بیعت کی یہاں تک کہ کل خاندان ۱۹۰۱ء تک حضرت مرزا صاحب کی بیعت کا شرف حاصل کر چکا تھا۔ غالباً ۹۸-۹۹ء میں آپ وکالت شروع کرنے کی غرض سے گورداسپور میں کوٹھی لے کر اور ضروری سامان وہاں رکھ کر قادیان میں حضرت مرزا سے اجازت لینے گئے۔ اور حضرت مرزا صاحب نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں تعلیم اسلام کو انگریزی میں یورپ میں پھیلاؤں آپ اس کام کے لئے بہتر ہیں۔ یہاں رہ جائیں بس پھر تو آپ وہیں کے ہو رہے۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۴ء میں حضرت مولوی نور الدین صاحب کی وفات کے بعد اختلاف عقیدہ کی وجہ سے آپ کو قادیان چھوڑنا پڑا۔ وہ وقت بھی بہت آزمائش کا تھا۔ ایک طرف قادیان کی عظمت محبت مرکز ہونے کی وجہ سے اور دوسری طرف غلط عقیدہ کی بنیاد جس کی رو میں جماعت بہہ جاتی۔ جب آپ قادیان سے لاہور کو چلنے لگے اس وقت میں بھی وہاں تھا قادیان سے جو اس وقت ہر احمدی کے دل میں محبت تھی۔ اس کی وجہ سے میں نے بھی عرض کیا کہ آپ قادیان کو نہ چھوڑیں یہ بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قادیان سے الگ ہونے کی وجہ سے میرے دل کو بھی بہت صدمہ ہے۔ مگر حالات ایسے ہو گئے ہیں۔ کہ یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ آپ لاہور میں تشریف لائے تو چند گنتی کے دوست آپ کے ساتھ مل گئے۔ باقی ساری جماعت قادیان کی طرف تھی۔ اس وقت آپ کو سخت مشکلات کا سامنا تھا۔ مگر آپ بڑے حوصلہ اور استقلال سے اپنے عقیدہ پر قائم رہے۔ آخر جماعت کے مخلصین کا کچھ حصہ آپ کے ارد گرد جمع ہو گیا۔ اور اس وقت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ جس کے کارنامے آج ساری دنیا میں روشن ہیں۔ آپ کے اخلاق بہت بلند تھے۔ جب والد صاحب کا ۱۹۱۳ء میں انتقال ہوا اور آپ گاؤں تشریف لے گئے تو آپ کے بھائیوں نے عرض کیا کہ اگر آپ ہماری سرپرستی فرمائیں تو ہمارے لئے تسکین کا موجب ہوگا۔ آپ نے نہایت فراخدلی سے اسے قبول فرمایا۔ جو بعد میں خاندان کے لئے بہت برکت کا موجب ہوا۔ آپ نے اپنے بھائیوں اور بھتیجوں سے اس قدر نیک سلوک کیا جس کا اندازہ کرنا بیان سے باہر ہے۔ آپ نے بھتیجوں کی پرورش تعلیم ملازمت میں مالی امداد فرمائی۔ اس لئے آپ کے بھتیجے بھی آپ کی بہت عزت کرتے رہے۔ اور آپ پر دل و جان سے نثار تھے۔ آپ اس قدر بلند اخلاق کے مالک تھے۔ کہ جو بھی آپ سے ملا اسے یہی خیال ہوا کہ میرے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر جو محبت اس خاکسار سے تھی۔ وہ میں ہی جانتا ہوں۔ آپ نے اپنی اراضی جو موضع مرار میں تھی اس کا انتظام میرے سپرد کیا ہوا تھا۔ مگر آپ نے کبھی اس کا حساب طلب نہ فرمایا۔ بلکہ میں خود عرض کرتا تھا۔ آپ کو جب ڈلہوزی کی کوٹھی بنانے کے لئے روپے کی ضرورت پڑی تو اپنی اراضی کا بہت سارا حصہ ایک عزیز کے پاس فروخت کرنے کا خیال ظاہر کیا اور جو کچھ میں نے تجویز کیا اس کے مطابق ان سے سودا ہو گیا۔ اس کے بعد ۴۵ء میں آپ کو قرضہ کی ادائیگی کے لئے جب روپے کی ضرورت پڑی تو آپ نے پھر بھی میری معرفت کچھ اراضی کا سودا کر لیا۔ تو میں نے عرض کیا کہ اس میں درخت بہت ہیں وہ کاٹ لئے جائیں تو آپ نے نہایت فراخدلی سے فرمایا کہ جہاں زمین گئی وہاں ہی درخت گئے۔ جس قدر دینی اور دنیوی فائدہ آپ کی ذات سے میں نے اٹھایا قلم اس کے بیان سے عاجز ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

غمزدہ آپ کا بھائی اسمٰعیل چک نمبر ایل ۶۵/۲-
تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری

مولنا کی نظیر گذشتہ پانچسو سال میں نہیں ملتی

سر فیروز خاں نون گورنر مشرقی بنگال

اخبارات میں حضرت مولنا محمد علی صاحب کی افسوسناک وفات کی خبر پڑھ کر مجھے بڑا صدمہ ہوا، مہربانی فرما کر میری دلی ہمدردی قبول کیجئے۔ یہ ایک ایسا نقصان ہے جس میں صرف ہم ہی نہیں بلکہ تمام دنیائے اسلام آپ سے پوری شرکت کرے گی۔ حضرت مولنا کی تصانیف ہمیشہ زندہ رہیں گی اور میں نہیں جانتا کہ اور کون ہے جس نے حضرت ممدوح کی طرح اسلام کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے اتنی بڑی خدمت سر انجام دی ہو۔ گذشتہ پانچ سو سال میں بھی کوئی ایسی نظیر نہیں ملتی۔

فیروز خاں نون

جماعتِ احمدیہ لاہور کا بانی رح

(حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کے لٹریچر کی عالمگیر مقبولیت)

محترم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے چھ سال بعد ۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ کے مابین اختلاف نمودار ہوا اس اختلاف کے بڑے دو وجوہ یہ تھے اولاً کہ جماعت احمدیہ کا نظم و نسق اسلامی جمہوریت کی طرز پر نیز خود فرمودہ حضرت اقدسؑ کے مطابق انجمنیت ہونا چاہیئے یا آمریت کے نظام کے مطابق؟ دوم یہ کہ اُمتِ محمدیہ میں مسیح موعودؑ کا اصل مقام کیا ہے؟ آیا یہ کہ جس کے نہ ماننے سے دائرہ اسلام سے اخراج لازم آتا ہے یا یہ کہ گو مسیح موعودؑ کا ساتھ نہ دینا جہاد زمانہ سے الگ رہ کر احیائے دین سے محرومی و حرمان کا موجب ہے مگر آپ کا محض انکار اخوتِ اسلامی سے علیٰحدہ کر دینے کا باعث نہیں؟

جن اصحاب کا عقیدہ یہ تھا کہ جماعت کا نظام جمہوری طرز پر چلایا جانا اسلامی تعلیم کے مطابق اور خود حضرت اقدسؑ کے قائم کردہ نظام صدر انجمن کے تعامل کے موافق ہے نیز جن کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ایمان لے آنا وحدت و اخوت دینیہ کی بنا ہے اس لئے آپ کے بعد کسی بڑے سے بڑے شخص کو یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا کہ اس پر ایمان نہ لانا موجب اخراج اُمت ہو ایسے تمام اصحاب کو اکٹھا کر کے حضرت اقدسؑ کے اصل نصب العین اشاعت دین پر دوبارہ قائم کرنے کی خوش نصیبی حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کو حاصل ہوئی ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

نئی جماعتوں کا قیام بعض اعلیٰ اوصاف کا طالب ہوا کرتا ہے محض علمی قابلیت نہ کسی جماعت کے قیام کا باعث بن سکتی ہے نہ اسے قائم رکھ سکتی ہے بلکہ بعض اعلیٰ درجہ کے اخلاقی جوہروں کا نمایاں اظہار ہوتا ہے جس سے لوگ کسی مرکزی شخصیت کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جماعت احمدیہ میں آمرانہ نظام اور تکفیر مسلمانانِ عالم کے باطل عقائد کے برخلاف جماعت احمدیہ لاہور کے قیام کا باعث حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی شخصیت مرکزی بنی۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ آپ کی طرف سے اس وقت حق پرستی کی تائید اور باطل کی تردید کے لئے جوانمردی و ایثار کے اعلیٰ اوصاف کا اظہار عمل میں آیا۔ دین و مذہب کا اصل و انتہائی مقصد بھی یہی ہے کہ لوگوں میں اعلیٰ اخلاقی اوصاف کے نمایاں اظہار کی ہمت و جوانمردی پیدا ہو۔ محض صحیح عقائد پر ایمان لانا یا رسمی رنگ میں بعض عبادات کو بجا لانا حقیقی منشاء نہیں بلکہ یہ اسباب و ذرائع ہیں۔

حضرت اقدسؑ نے قادیان میں ایک زبردست دینی اخوت کا سلسلہ قائم کیا تھا اور ۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ اپنی نیک نامی اور عظمت و بلندی کے باعث اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ چکی تھی۔ پھر حضرت مولانا محمد علی صاحب رح اس جماعت میں ایک ممتاز حیثیت و عزت اپنے کام و قابلیت کی وجہ سے مسلّمہ طور پر حاصل کر چکے تھے۔ ایسے زمانہ میں ایسے مرکز کو خیرباد کہنا، تمام تعلقات کو توڑ دینا اور بے سروسامانی کی حالت میں وہاں سے چل پڑنا یہ سب امور بھاری ایمان اور قوتِ ایثار کے طالب ہیں۔۔۔۔۔۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جو عہد۔۔ حضرت اقدسؑ نے اپنے پیروؤں سے لیا تھا اس کا تقاضا یہی تھا کہ حق پرستی و حق گوئی کی خاطر اگر اپنے لوگوں سے بھی قطع تعلق کرنا پڑ جائے اور اپنے دنیوی مفاد کا سراسر نقصان ہی نقصان دکھائی دے حتیٰ کہ سب کچھ معدوم ہوتا نظر آئے تو کوئی انسان ایسے وقتوں میں عملاً دنیا کو ترک کر کے دین کا ساتھ دے۔ حق پرستی اور حق گوئی کی یہی وہ اصل روح تھی جو جماعت احمدیہ کے افراد میں حضرت اقدسؑ کی زندگی میں نمایاں رنگ میں پائی جاتی تھی اور حقیقتاً یہی وہ بنیادی جوہر ہے جو دین کی روح رواں اور عامۃ الناس کے لئے کشش و جذب کا اصل باعث ہے پس اسلامی احیاء کے ان دو بنیادی ستونوں یعنی جمہوریت اور وحدتِ اخوتِ اسلامیہ کو جب گرانے کا خطرہ نظر آیا اور یہ وہ دو اصول تھے جنہیں خود بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی تعلیم و تعامل سے قائم کیا تھا تو ایسے نازک وقت میں حضرت مولانا محمد علی صاحب رح مردانہ وار جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ محض علمی و قلمی رنگ ہی میں نہیں بلکہ اپنے نفس و عزیز مال و متاع اور عزت و عظمت کو کھو دینے اور گنوا دینے سے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چونکہ آپ کی یہ قربانی اعلیٰ درجہ کے اخلاص و تائید حق کے لئے تھی خدا تعالیٰ نے اسے قبولیت کا شرف بخشا اور آپ کو اکیلا نہ چھوڑا بلکہ آپ کے وجود سے ایک الگ جماعت کی بنا پڑ گئی اور انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا کا نظارہ دنیا نے ایک بار پھر دیکھ لیا۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد علی صاحب رح کے اسی عظیم واقعہ کی نسبت انہی ایام میں مولانا ابو الکلام آزاد صاحب نے بھی یہ الفاظ لکھے تھے

"ایک عرصہ سے اس جماعت (جماعت احمدیہ) میں مسئلہ تکفیر پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی مسلمان ہیں گو وہ مرزا صاحب کے دعوے پر ایمان نہ لائے ہوں۔ لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آخری جماعت کے رئیس مرزا بشیر الدین محمود ہیں اس گروہ نے اب انہیں خلیفہ قرار دے دیا ہے مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا۔

مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے اور جس عجیب و غریب دلاوری کے ساتھ قادیان میں رہ کر اظہار رائے کیا ہے وہاں پہلے گروہ کے رؤساء ہیں وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا ایک یادگار واقعہ سمجھا جائیگا۔" (الہلال ۲۵ مارچ)

حضرت مولانا صاحب رح کی [illegible]

مامورانِ الٰہی باطل پرستی کو مٹانے اور حق کو قائم کرنے کے لئے ایک عزم و ایمان پیدا کرنے آتے ہیں جس کے سامنے دنیاوی تعلقات ہیچ و حقیر معلوم ہونے لگتے ہیں۔ جب ۱۹۱۴ء میں جماعتِ قادیان نے دنیاوی امور اور خونی و خاندانی رشتہ داریوں کو مقدم کر لیا اور اصول حقہ کو پس پشت پھینک دیا تو اس وقت جس شخص نے تائید حق کو خاندانی و دنیاوی مفاد پر ترجیح دی وہ حضرت مولانا محمد علی صاحب رح تھے اور عملی میدان میں زندگی کے یہ اعلیٰ جوہر تھے جن پر جماعت احمدیہ لاہور کی بنا پڑی۔ حضرت مولانا مرحوم کا سب سے بڑا کارنامہ آپ کا یہ اعلیٰ اقدام ہے اور حضرت کی سب سے بڑی قابل قدر نشانی جماعت احمدیہ لاہور ہے جسے یہ لازم ہے کہ وہ حضرت کی صحیح معنوں میں نیابت و جانشینی کا حق ادا کرے۔ حضرت کی اصل وراثت کیا ہے؟ یہی کہ جیسے کہ خود آپ کا عملی نمونہ شاہد ہے۔ حقیقی نیابت دنیاوی مفاد کے قیام اور خاندانی تعلقات کی ترجیح میں مضمر نہیں بلکہ اس کے برعکس حق پرستی کی تائید اور اعلیٰ اصولوں کی حمایت میں ان چیزوں کو ترک کر کے بلند پایہ صفات کے اظہار میں ہے۔ اسلام میں اور پھر جماعت احمدیہ میں اولین اختلاف جو پیدا کئے گئے ان کی بنیادیں مفاد پرست طبقہ نے دنیاوی تعلق داری اور خاندانی رشتہ داریوں پر رکھنے اور جذبات سفلیہ کو مشتعل کرنے میں دیکھی۔ یہ دن اسلام کے لئے مفید ثابت ہوئے نہ جماعت احمدیہ کے لئے۔ جماعت احمدیہ لاہور کی تو بنیادیں ہی اس اصل الاصول پر قائم کی گئی ہیں کہ حق پرستی، اعلیٰ اصول کی حمایت، انصاف و عدل کے تقاضوں کے قیام میں خونی و خاندانی جذبات اور مفادِ دنیا و جنبہ داری کو سد راہ نہ ہونے دیا جائے۔ خود حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم اور آپ کے دیگر رفقاءِ لاہور غلو کا سدِ باب کرنے میں کبھی بھی کامیاب نہ ہو سکتے اگر اعلیٰ درجہ کی قوت و بصیرت ایمانی پر جذبات کو غالب آنے دیتے۔ ایک طرف کس پامردی کے ساتھ غالیانہ عقائد کی تردید کی دوسری طرف حضرت مولانا رح نے قرآنی علوم کے انکشاف میں کس قدر کاوش و جانفشانی کی! یہ دو مہمات عظیمہ آپ کے ہاتھوں کیونکر سر انجام پا گئیں صرف اسی وجہ سے کہ آپ کی ایمانی و علمی بصیرت جذبات پر غالب رہی جس کی وجہ سے نہ تو آپ خود غلو میں بہ گئے اور نہ ہی غلو کا مقابلہ کرنے میں یک طرفہ لڑھک گئے بلکہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اصل مقصد یعنی اسلامی و قرآنی علوم کی روشنی سے دنیا کو منور کرنے کے مقصد میں ہی منہمک رہے۔

خدا تعالےٰ کا انکشاف

یہ ایسے امور ہیں جو ایک طرف تو واقعاتِ حقہ کی زبان سے کہے جا رہے ہیں اور دوسری طرف خود خدا تعالےٰ کی قولی شہادت سے جو پیشگوئی کے رنگ میں بیان کی گئی جو حضرت مسیح موعودؑ کے رؤیا سے ظاہر ہیں۔ کسی دوسری جگہ میں نے حضرت اقدسؑ کے اس کشف کی حقیقت کی تشریح کی ہے۔۔۔۔۔ جو حضرت اقدسؑ کے کسی طرف جانے پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جانے۔۔۔ اور پھر حضرت مولانا عبد الکریم صاحب کے آنے اور روشنی نمودار ہونے اور حضرت مولانا محمد علی صاحب کو قلم عطا کئے جانے پر مشتمل ہے۔ اس رؤیا میں حضرت اقدسؑ نے یہ خود تعبیر فرمائی ہے کہ اس میں عورتوں کے کھسک جانے سے مراد جماعت کے کمزور لوگ ہیں۔

اور قلم کے مولوی محمد علی صاحب کو عطا کئے جانے سے مراد یہ ہے کہ اسلام کی تائید و حمایت میں اعلیٰ پایہ کی تصانیف مولوی صاحب موصوف آئندہ وقتوں میں کریں گے۔ اب اس صادق خدائی رؤیا میں صاف صاف منکشف کر دیا گیا تھا کہ جماعت میں جذباتی طبقہ ... حضرت کے اصل مقاصد یعنی علوم قرآنیہ کی روشنی کو دنیا میں ... پہ اندھیرا ڈال دے گا اس وقت جذبات سے مغلوب نہ ہو کر جو شخص قرآن کی روشنی کو پھیلانے کا موجب ہو گا وہ مولانا محمد علی صاحب ہوں گے۔ اب اس امر واقعہ کی تصدیق میں ... ہے ... ن قفو اور قرآنی علوم کو پس پشت پھینکنے کا ردِ عملی رنگ میں حضرت ممدوح کے قلم سے کیا گیا؟

احمدی نقطۂ نگاہ

جس طرح حضرت اقدس نے ازالہ اوہام میں فرمایا تھا کہ قرآن کریم کی جیسی انگریزی تفسیر آپ سے یا آپ کی کسی شاخ سے مقبول ہو گی ویسی کسی دوسرے کو نصیب نہ ہو گی اور جس طرح قلم کے چلنے کے رؤیا میں دکھایا گیا کہ نہایت آسانی و روانی کے ساتھ قلم کام کرتا ہے بعینہٖ یہ امور واقعات میں ظاہر ہو گئے اور ہم نے حضرت اقدسؑ کے منجانب اللہ ہونے اور آپ کے صادق مامور ہونے کے نشان اپنی آنکھوں سے دیکھے مگر میں مختصراً ان اصولوں کو بتلا دینا چاہتا ہوں جن کے ماتحت حضرت مولاناؒ کی تصانیف کو قبولیت کا شرف حاصل ہوا۔ اس کا خلاصہ تو یہ ہے کہ

اس زمانہ کی ضروریات کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ دین اسلام کے جس پہلو کو نمایاں کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے مذہب کے اس ترجمہ کو حضرت مولاناؒ نے دنیا میں پیش کر دیا۔ احمدیہ ترجمہ و تفسیر قرآن کا خلاصہ مفصلہ ذیل اصولوں میں سمٹ کر آ جاتا ہے۔ اولاً یہ کہ ہدایت کے لئے انسانی عقل و علم کافی نہیں بلکہ یہ امر وحی الٰہی سے میسر آتا ہے جس کی کامل و آخری شکل قرآن شریف ہے۔ دوئم یہ کہ گو وحی نبوت ختم ہو کر بند ہو چکی ہے مگر وحی ولایت جاری و ساری ہے اور یہ سلسلہ دینی احیاء کے لئے ازبس لازم و ضروری ہے۔ سوئم یہ کہ سلسلہ وحی اور عقل باہم متضاد و منافی نہیں بلکہ ہر ایک کے لئے الگ الگ مقام مختص ہے۔ وحی و الہام ہدایت انسانی کے لئے اس کی جذباتی۔ سماجی۔ معاشی زندگی کے لئے ضروری ہے اس میں عقل اُسے مقصد پر پہنچانے کے لئے ناکام ہے مگر مادی امور عقل و علم کے ذریعے ہم اپنی مادی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ قرآن کریم نے روحانی و اخلاقی زندگی اور اس کے قوانین کے ثبوت میں سلسلۂ کائنات عالم کے قوانین اور مادی نظام کو بار بار پیش کیا ہے اور کیا الکامات و صریح مطلب یہ نہیں کہ انسان کی یہ دو زندگیاں متوازی و باہم ممد و معاون ہیں نہ کہ ایک دوسرے کی نقیض؟ نیز یہ دونو پہلو سلسلۂ نظام و قوانین کے پابند ہیں۔ مادی زندگی کے لئے اگر مادی قوانین و نظام ہے جسے عقل و علم حاصل کر سکتے ہیں تو روحانی و اخلاقی زندگی کے لئے الہامی قانون اور سلسلۂ انبیاء و اولیاء مقرر ہے۔ چہارم یہ کہ انسان کی یہ زندگی اور دوسری اُخروی زندگی الگ الگ نہیں بلکہ ایک ... کا ... دو منزلیں یا ایک ہی مقصد کی دو کڑیاں ہیں اور حقیقی زندگی ... کی زندگی سے پڑتی ہے پس ہماری یہ زمینی زندگی ... مقصد نہیں ... حقیقی کشش اس کے ... ہے ... انسان ... عقل و علم کو اصل ... بحکم ... پر

کھولنا چاہئے۔ پس اس زمانہ میں جو خاص طور پر سائنس کی ترقی و ترویج کا وقت ہے دین اسلام کو مدلل و معقول رنگ میں پیش کرنا اور اس کی خوبصورتی اور روشنی کو غیروں میں پھیلانے سے اسی کی فتح اور اس کا غلبہ مقدر ہو چکا ہے جس فتح کے آثار مغربی دنیا کے اسلام کی جانب آ جانے سے ہویدا ہو رہے ہیں۔ پس یہ پانچ وہ بنیادی اصل الاصول ہیں جن کی روشنی میں حضرت مولانا موصوف کی تصانیف لکھی گئی ہیں اور یہی باعث ہیں آپ کے لٹریچر کی مقبولیت کا۔ ان پانچ اصولوں کے صحیح اور حتمی و یقینی ہونے کی نسبت جو ایمان حضرت مولانا صاحب کے قلب میں حضرت اقدسؑ کی آسمانی صحبت سے پیدا ہوا اسی ایمان و یقین کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک طرف اس ایمان کی روشنی سے دوسروں نے فائدہ اٹھایا تو دوسری طرف آپ کی تصانیف کو بے مثل مقبولیت حاصل ہوئی۔

حضرت مولٰنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کامیابی کا اصل راز

ڈاکٹر شیخ محمد عبدالصمد صاحب امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

حضرت مولٰنا سے میرے ابتدائی تعلقات

حضرت مولٰنا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور سے میری پہلی ملاقات ۱۹۱۳ء میں لائلپور میں ہوئی۔ جب میری عمر سولہ سال کی تھی اور حضرت مولٰنا وہاں لیکچر دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ مجھے ابھی تک آپ کے لیکچر کا وہ عنوان یاد ہے۔ جب جو آپ نے حاضرین جلسہ کو خطاب کیا تھا "محاسن اسلام" آپ کے لیکچر کا عنوان تھا۔ آپ کے لیکچر نے مجھے بہت ہی متاثر کیا اور میرے دل میں مزید مذہبی علوم حاصل کرنے کی امنگ پیدا کر دی، بعد ازاں جب میں لاہور میں پنجاب یونیورسٹی کے ایک طالب علم کی حیثیت سے مقیم تھا۔ تو مجھے آپ سے متواتر ملنے کا موقع میسر آیا۔ لاہور میں چھ سالہ قیام کے دوران میں جو ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۱ء تک رہا میں اکثر اوقات نماز جمعہ پڑھنے کے لئے احمدیہ بلڈنگس جایا کرتا تھا۔ جہاں حضرت مولٰنا رحمۃ اللہ علیہ کے فاضلانہ اور روح پرور خطبات سننے میں آتے تھے۔

تحریک احمدیت میں میری شمولیت اور قریبی تعلقات

یہی وہ زمانہ ہے جب میں تحریک احمدیت کی طرف دن بدن زیادہ ہی زیادہ کھنچتا چلا گیا۔ اور اسی زمانہ میں میں نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم کی اصل کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا ۱۹۱۹ء میں میں نے حضرت مولٰنا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کے دست مبارک پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا اور اسی وقت سے آپ کے ساتھ کم و بیش قریبی تعلقات کا شرف حاصل ہوا ۱۹۲۰ء میں آپ سے شملہ میں ملاقات ہوئی اور قریباً ایک ہفتہ میں وہاں ٹھیرا رہا۔ اس اثنا میں آپ کو بہت قریب سے مطالعہ کرنے کا موقعہ مجھے ملا۔ اسلام کے لئے آپ کی فدائیت اور آپ کا جوش مجھے بہت ہی متاثر کرنے کا موجب ہوا۔

آپ سے علمی استفادہ

۱۹۲۲ء میں اس عظیم رہنما اور معلم دینی سے مزید علم حاصل کرنے کے لئے میں ایک سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو کر لاہور چلا آیا ۱۹۲۳ء کی گرمائی تعطیلات میں جب میں اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر تھا۔ مجھے آپ کے ساتھ ڈلہوزی میں دو ماہ گزارنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور میں نے اس بہت بڑے خادم اسلام اور عالم دین سے اس عرصہ میں بہت کچھ سیکھ لیا مجھے خوب یاد ہے کہ ۱۹۲۴ء میں جب آپ ماہ رمضان میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے۔ اس میں بھی میں شامل ہوا کرتا تھا۔ جس سے میرے علم قرآن و حدیث میں بہت بڑا اضافہ ہوا۔

نماز تہجد کی پابندی

آپ بہت بڑے عابد و زاہد تھے۔ اور نماز تہجد کے خصوصیت سے پابند تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ لاہور سے جموں تشریف لے گئے۔ اور وہاں بہت دیر سے پہنچے، چونکہ وہاں بہت لوگ نہایت اشتیاق کے ساتھ آپ کے منتظر تھے۔ اسلئے ان سے باتیں کرتے ہوئے آدھی رات ہو گئی۔ سفر کی تکان کے باوجود آپ ٹھیک تین بجے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کیونکہ اس وقت آپ نماز تہجد پڑھنے کے عادی تھے۔ جس سے آپ کی نماز سے محبت اور خوبیت کا پتہ لگتا ہے۔ ان تمام ملاقاتوں میں سچی اسلامی سپرٹ کی روح میرے اندر پیدا ہو گئی جس سے میرا قدم خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

پابندی اوقات اور علمی شاہکار

حضرت مولٰنا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت محنت اور شدید پابندی کی زندگی بسر کی۔ آپ اس قدر محنتی تھے کہ آپ کی صحت بھی مخدوش ہو گئی۔ آپ اپنی تمام عادات اور کاموں میں بہت باقاعدگی اور پابندی اوقات پر عامل تھے۔ آپ کا بے نظیر کام اور وہ شاندار لٹریچر جو آپ نے پیدا کیا۔ آپ کے نام کو ہمیشہ زندہ رکھنے کا موجب ہو گا۔ اور لوگوں کے دلوں میں ایک روح پیدا کر دے گا جس کی وجہ سے مجھے یقین ہے۔ کہ خدمت اسلام کی راہ میں اپنا وقت اور جان و مال قربان کر دیں گے آپ نے پورے پچاس سال تک قلم چلائی اور اسلامی جواہر ریزوں سے بھرے ہوئے مضامین لکھے اور اس طرح اسلام کا صحیح علم دنیا کے چاروں کونوں میں پھیلا دیا۔ آپ کے مذہبی معلم اور پیشوا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم نے آپ کو عالم کشف میں ایک قلم دیا جس کے آپ بے شمار اسلامی تحریرات اور قیمتی تصنیفات کی وجہ سے پورے اہل ثابت ہوئے۔

کامیابی کا اصل راز

ذہانت اور محنت و مشقت کا جوڑ بہت ہی کم ہوتا ہے لیکن حضرت مولٰنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں سے متمتع تھے۔ کام آپ کی غذا تھی اور جس طرح انسان غذا کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح آپ کام کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ اپنی اس مہلک بیماری میں بھی جب ڈاکٹروں نے آپ کو کام کرنے سے ... منع ... کام ...

میرے ابّا جی

حضرت امیر رحمۃ اللہ کی کمسن نواسی عزیزہ سمین سلمہا کی قلم سے

میرے ابا جی . . . . وہ پرشفقت اور نور پرور ہستی جن کا وجود ہمارے لئے دنیا کی سب سے بڑی نعمت تھا ۔ محرم کی دسویں کو ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے ۔ میرے پیارے نانا جی جنہیں ہم سب ابا جی کہہ کر پکارتے تھے ۔ جنہیں کچھ مدت نظروں سے دور رکھنا ہمیں شاق گزرتا تھا اب ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر چلے گئے ۔ اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون ۔ جب ہم نے محرم کا چاند ابا جی کے کمرے کے باہر کھڑے ہو کر دیکھا تو ہمیں اس وقت یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ محرم دسویں کو . . . . . جس طرح تیرہ سو سال پہلے چند عظیم الشان ہستیوں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا اسی طرح . . . ہماری دولت لوٹ کر چل دے گا ۔ اور اسلامی دنیا کو اپنے ایک ایسے مجاہد سے محروم کر جائے گا ۔ جو اسلام کے لئے زندہ رہا ۔ اور اسلام کے لئے ہی جس نے اپنی جان دے دی ۔

یہ میرے لئے باعث خوش قسمتی ہے کہ مجھے ابا جی کے پاس اُن کے سب نواسے نواسیوں سے زیادہ رہنے کا موقع ملا . . . جب اس وقت کا خیال آتا ہے تو اپنی اس زندگی پر رشک آنے لگتا ہے جو ان کے زیر سایہ گزری تھی ۔ تصور میں میرے سامنے ان کا چہرہ آ جاتا ہے ۔ نورانی پیشانی . . . مسکراتے ہوئے لب . . . جس نے آج تک انہیں کبھی ناراض ہوتے نہیں دیکھا سوائے ایک دفعہ کے جب وہ مجھ پر ہی ناراض ہوئے تھے کیونکہ میں نے نوکر کی پگڑی پھاڑ دی تھی اور وہ ان کے پاس شکایت لے کر گیا تھا ۔ ان دنوں میں بہت چھوٹی سی تھی ۔ مگر وہ ناراض ہو گئے ۔ جب میں ایک طرف رونا سا منہ بنا کر کھڑی ہو گئی تو انہوں نے پاس بُلا کر پیار کر لیا ۔

میری نگاہوں کے سامنے جو واقعات چکر لگا رہے ہیں . . . ان میں سے سب سے زیادہ نمایاں ابا جی کے کام کرتے ہوئے ہیں . . . . اُف کس قدر کام کرتے تھے وہ . . . صبح صبح اپنے دفتر میں چلے جاتے اور باقاعدہ دوپہر تک لگاتار کام کرتے رہتے ۔ دوپہر کو ایک آدھ گھنٹہ آرام کرنے کے بعد پھر کام میں مشغول ہو جاتے اور رات گئے تک اکثر کام کرتے رہتے بعض دفعہ تو میں یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتی کہ ضرور ابا جی کے ہاتھوں میں کوئی مشین لگی ہوئی ہے جو اتنا لکھ لیتے ہیں ۔ . . . ان دنوں ہم کیا جانیں کہ وہ کیا لکھتے ہیں . . . اور جب وہ لکھ رہے ہوتے اور ہم ان کے پاس جاتے ۔ ابا جی جب بھی دیکھتے تو مسکرا پڑتے ۔ اور بڑی محبت سے پوچھتے ۔ "کیا کام ہے" !

وہ تہجد کے ہمیشہ پابند رہے ۔ ہر روز رات کے دو بجے سے اُٹھ کر تہجد پڑھتے . . . اور پھر صبح کی نماز پڑھ کر سیر کرنے چلے جاتے ۔ جتنی دیر میں ہم ناشتہ کرنے آتے وہ بھی اپنے کاموں سے فارغ ہو کر پہلے ہی پہنچ جاتے . . . ہمیں دیکھ کر اخبار ایک طرف رکھ دیتے اور مسکرا کر ہر ایک سے باتیں کرتے . . . . اکثر ہمارے سلام کرنے سے پہلے ہی خود سلام کر دیتے ۔ پھل کاٹ کر دیتے . . . خبریں سناتے . . . ان کے چہرے پر ایک شگفتگی ہوتی اور ان کی باتوں میں دلکشی —— ہر ایک ان سے بہت محبت کرتا اور یہی محسوس کرتا کہ وہ بھی اسے ہی سب سے زیادہ چاہتے ہیں ۔ ہم لوگوں کی سب سے بڑی خواہش ہوتی کہ ان کے پاس بیٹھیں اور اکثر اسی بات پر بچوں میں لڑائی بھی ہو جاتی . . . اب جب میں ان کے بارے میں سوچتی ہوں تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ ان جیسے انسان دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں ۔ ایسے انسان جو زندگی کے ہر زاویے کے روشن پہلو پر نظر رکھیں وہ اس قدر خوش مزاج تھے . . . مگر اتنے ہی سنجیدہ بھی

اور ابا جی نماز کے کس قدر پابند تھے . . . . اکثر ایسا ہوتا کہ شام کو وہ دن بھر کام کر کر کے تھکے ماندے ذرا ہمارے پاس آ کر بیٹھتے کہ اذان کی آواز آ جاتی اور وہ نماز پڑھنے چلے جاتے ۔ ڈلہوزی میں تو گھر کا ایک حصّہ ہی ان کاموں کے لئے وقف تھا ۔ مگر لاہور میں گھر کے ساتھ چھوٹی سی مسجد جو تھی اسی میں ہمیشہ باجماعت نماز پڑھتے . . . ان کے نماز پڑھانے کا انداز کس قدر دلکش تھا ۔ جب بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتے جی چاہتا کہ تمام عمر یونہی خدا کے حضور میں سر جھکائے کھڑے رہیں ۔ اور کلام پاک کی یہ مترنم آواز ہمیشہ گونجتی رہے ۔

ابا جی ہم سے کس قدر محبت کرتے تھے ۔ ہمارے پاس ذرا سی دیر کے لئے بیٹھتے تو ہمیں یہ محسوس ہوتا جیسے جنت زمین پر اُتر آئی ہو . . . . ان کا تھکا ہُوا چہرہ بھی اس وقت چمک اُٹھتا . . . اور سب کی پریشانیاں دور ہو جاتیں ۔ وہ ہر ایک سے بات کرتے . . . ہونٹوں پر تمام وقت ایک مسکراہٹ کھیل رہی ہوتی . . . وہ مسکراہٹ جو ہمارے لئے اندھیرے میں ایک کرن سے کم نہیں تھی . . . ان کی ایک مسکراہٹ سے ہماری تمام دُنیا مسکرا اٹھتی ۔

ان کو اپنے دوستوں سے کس قدر محبت تھی ابھی ایک دو سال کی بات ہے کہ جماعت کے ایک بزرگ فوت ہو گئے ۔ اُن دنوں ہم ان کے پاس لاہور ہی تھے اگرچہ وہ اپنی حالت کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے مگر ان کے چہرے سے صاف معلوم ہو جاتا ۔ ابا جی کا چہرہ بالکل اتر جاتا . . . اور ان کی آنکھوں سے چمک بالکل غائب ہو جاتی وہ ہمیشہ سب کا ذکر ۔ دوست ہو یا دشمن ۔ بڑے ادب سے کرتے ۔ میں قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں کہ میں نے آج تک ان کے منہ سے کسی کی بُرائی نہیں سُنی ۔ اگر انہیں کوئی تکلیف بھی دے تو خاموش ہو جاتے . . . . ان میں صبر کی طاقت اتنی تھی کہ میں کہتی ہوں اگر ہم میں اس کا ایک چوتھائی حصّہ بھی پیدا ہو جائے تو بڑی بات ہے ۔

ایک دفعہ "مجدد اعظم" کے اس حصے کو پڑھ کر جہاں حضرت مسیح موعود نے ابا جی کو سخت بخار کی حالت میں ہاتھ لگایا ۔ تو ابا جی کا بخار فوراً رفع ہو گیا ۔ میں نے ایک روز بڑے اشتیاق سے پوچھا "ابا جی کیا یہ سچ ہے" ؟ ابا جی ہنس پڑے ۔ "اگر تم اپنے نانا جی کی بات پر یقین نہیں کرتیں تو میری بات کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے" ۔ انہیں اپنی جماعت سے کس قدر محبت تھی ۔ جب بھی ذکر کرتے تو چہرے اور آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک آ جاتی ۔ اور جب کوئی اور ذکر کرتا تو اس انہماک سے سنتے گویا کوئی باپ اپنی اولاد کے بارے میں جیسے کوئی مشورہ رہتا ہو ۔ پچھلے سال یعنی ۱۹۵۰ء میں وہ گرمیاں گذارنے کراچی نصیر ماموں جان (فاروقی صاحب) کے پاس آئے . . . اور اس سال خوش قسمتی سے ہم بھی یہاں آ گئے : ور یہاں بھی وہی خوشی محسوس ہونے لگی جو ہمیشہ ان کے قریب رہنے سے ہوتی تھی ۔ ہر شام ہم ان سے ملنے جاتے اور چھٹیوں کے دن تو صبح صبح ہی پہنچ جاتے ۔ وہ تو تمام دن کام کرتے رہتے مگر ہمارے لئے یہی بات بڑی خوشی کی ہوتی کہ ہم ان کے قریب تو ہیں ۔ واقعی کئی بار تو میں سوچتی ہوں کہ آخر کس انسان کو اپنی اولاد سے اتنی محبت ملتی ہے جتنی ابا جی کو حاصل ہوئی ہے . . . خاندان کا ایک ایک بچہ انہیں چاہتا تھا اور ایک ایک بزرگ اُن کی عزت کرتا ۔

ایک روز سکول سے آتے ہی مجھے پتہ لگا ۔ کہ ابا جی بیمار ہو گئے ہیں ۔ ہمارے دن کا چین اور رات کی نیند حرام ہو گئی ۔ تمام وقت اپنے پروردگار کے سامنے التجائیں کرتے گزرتا . . . آخر خدا نے ہم گنہگاروں کی بھی سن لی . . . موت اور زندگی کے درمیان کئی دن کی کشمکش کے بعد . . . آخرکار زندگی کی جیت ہوئی . . . اور آہستہ آہستہ وہ صحت کی طرف آنے لگے ۔ جب ان کی حالت بہتر ہو گئی تو ہمیں بھی ان کے کمرے میں جانے کی اجازت مل گئی ۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق جب بھی ہم کمرے میں جاتے تو پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے . . . کہ کہیں آہٹ نہ ہو بلکہ اکثر تو سلام بھی نہ کرتے کہ کہیں آرام میں مخل نہ ہوں ۔ مگر وہ جب بھی آنکھیں کھول کر دیکھ لیتے ۔ مسکرا کر خود ہی سلام کرتے . . . اور ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگتے . . . اور ہمارے لئے اس سے بڑھ کر آخر کون سی خوشی ہو سکتی تھی ۔

قرآن شریف سے انتہا درجہ کا عشق تھا ۔ بیماری کے دوران میں جب خود پڑھنے کی اجازت نہ تھی ۔ بلا ناغہ رو نصیر ماموں جان اور محمد احمد ماموں جان سے سنا کرتے تھے نماز بھی باقاعدہ پڑھتے رہے اس وقت بھی جب زیادہ تکلیف ہوتی نماز نہ چھوڑتے ۔ ڈاکٹر روز رات نیند کے لئے ٹیکہ لگا کر جاتا مگر ان کی حسب معمول رات دو بجے آنکھ کھل جاتی اور تہجد پڑھنے لگتے ۔ ڈاکٹر صاحب بھی عاجز آ گئے تھے ۔ "یہ تو عمر بھر کی عادت ہے اب کیسے چھوٹے گی" وہ بڑی

بیچارگی سے کہتے۔

جب ان کی طبیعت ذرا اور سنبھلی تو پھر کام میں مشغول ہو گئے۔ بستر پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ سامنے کاغذات رکھے ہیں۔ پاس مولوی عبدالوہاب صاحب بیٹھے لکھتے جا رہے ہیں۔ جہاں ڈاکٹر کے آنے کا وقت ہوا فوراً لیٹ گئے اور اس کے جانے کے بعد وہی کام کام۔ لاکھ سب منع کرتے پر وہ نہ مانتے۔ ڈاکٹر صاحب کو بھی معلوم ہو گیا۔ منع کیا مگر اپنی بات کا کوئی اثر نہ دیکھتے ہوئے خاموش ہو گئے۔ انہی دنوں میں عید آئی۔ اباجی نے ڈاکٹر صاحب سے بہت کہہ سن کر اس بات کی اجازت لے لی تھی۔ کہ ان کے قریب سے سب لوگ گزریں اور وہ اپنی جماعت کے لوگوں کو دیکھیں۔ جب نماز کے بعد سب لوگ ان کے قریب سے گزرے . . . تو اباجی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ کپکپاتی ہوئی آواز سے لوگوں کے سلام کا جواب دے رہے تھے اور بعض لوگ بھی اشکبار تھے۔ مگر آخر ایک دن خدا نے ہماری عید بھی بھیج دی۔ اس نے ہمارے اباجی کو پھر سے زندگی عطا فرمائی اور کچھ مدت کے لئے ہمیں ان کے قریب رہنے کا موقع دیا۔

جب اباجی کی حالت سفر کے قابل ہو گئی تو وہ لاہور چلے گئے . . . . وہاں جا کر وہ پھر بیمار ہو گئے۔ مگر خدا نے اس دفعہ بھی ہماری دعائیں سن لیں اور انہیں شفا عطا فرمائی۔ ۱۹۵۱ء کی شروع جون کی ایک صبح کو ہم سب پروین (فاروقی صاحب کی کوٹھی) میں جمع تھے۔ سب کی نگاہیں راستے پر تھیں۔ خوشی سے ہم بے حال ہوئے جا رہے تھے اور اشتیاق سے اس کار کا انتظار کر رہے تھے۔ جس نے ہمارے اباجی کو سٹیشن سے لانا تھا . . . کار آ کر رکی . . . ہم سب لپک کر باہر پہنچے . . . . اماں جی اور اباجی کار سے اترے۔ ہم نے مسکراتے ہوئے استقبال کیا . . . ان کو ساتھ لے کر اندر آئے۔ خوشی سے ہمارے قدم زمین پر نہیں ٹک رہے تھے . . . اباجی کیا آ گئے۔ ہمارے لئے دنیا آ گئی . . . مگر کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ یہ خوشی ہی چند دن کے اندر ہمیں کتنا بڑا غم دکھانے والی ہے اباجی کی صحت کراچی آ کر اور بھی ترقی کر گئی۔ اب وہ ہر روز شام کو ہمارے ساتھ باغ میں بیٹھ کر باتیں کرتے۔ صبح صبح باغ میں چہل قدمی کرتے۔ مگر اس عرصے میں باقاعدہ کام کرتے سوائے شام کے جب ہم آ جایا کرتے۔

آخری دنوں میں سنبھلتی ہوئی صحت یکلخت چند دن کے اندر اندر اتنی گر گئی کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ اب ان کے چہرے پر زردی چھا گئی تھی جب مسکراتے تو صرف ہونٹ ہی مسکراتے۔ آنکھوں میں ایک گہری اداسی کروٹ لے رہی ہوتی مگر کام اب بھی نہ چھوڑا . . . جب منع کرو تو کہتے "چند دن تو رہ گئے ہیں یہ بھی بیکار گنوا دوں" پھر کبھی کہتے "میرا کام تو ختم ہو گیا ہے خدا سے میں نے قرآن شریف کا ترجمہ مکمل کرنے کی مہلت مانگی تھی اور وہ بھی اب ختم ہو گیا ہے" جب بھی وہ اس قسم کی باتیں کرتے ہمارا کلیجہ منہ کو آ جاتا "آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ خدا کے فضل سے پچھلی بیماریوں سے بھی تو آخر صحت یاب ہو گئے تھے اب بھی ـــــ" مگر وہ صرف مسکرا کر رہ جاتے . . . وہ ایک بہت بڑے راز سے واقف ہو چکے تھے۔ مگر ہم اس عزیز ہستی کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے تھے . . . مگر انہیں اس بات کا یقین تھا کہ وہ اب اپنے مولا کے پاس جا رہے ہیں۔ اسی مولا کے پاس جس کے لئے انہوں نے دن کو دن اور رات کو رات نہ سمجھا۔

انہی دنوں امی کے پاؤں میں موچ آ گئی اور وہ ایک دو دن ان سے ملنے نہ جا سکیں۔ اگلی صبح کو جو دیکھتے ہیں تو اباجی خود چلے آ رہے ہیں . . . . اس سے زیادہ خوشی کی بات کیا ہو سکتی تھی۔ مگر ان کی تکلیف کا بھی احساس تھا۔ امی نے کہا "اباجی آپ نے کیوں تکلیف کی آپ کی اپنی طبیعت درست نہیں" وہ ہنس پڑے بات کاٹ کر بولے "اب تم بیمار ہو میرا فرض تھا دیکھنے آتا" پھر وہ زیادہ بیمار ہو گئے . . . . بیماری بڑھتی گئی . . . اور ہمارے لئے دنیا کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی تھی۔ ہم دنیا کو بھول چکے تھے۔ ہماری دنیا جس انسان کے دم سے قائم تھی جب وہی ہم سے جدا ہونے والا ہو تو باقی چیزوں کی کیا حقیقت! دن رات ایک ہی دعا دل سے نکلتی "اللہ اباجی کو صحت دے دے یا اللہ ـــــ" ہم دعائیں کرتے رہے فریاد کرتے رہے۔ مگر خدا نے ہماری بات کبھی بارہا مانی تھی ـــ اب وہ اپنے پیارے بندے کو اپنے پاس بلوا لینا چاہتا تھا۔ یہاں اس کے لائق اس کی قدر نہ ہوئی تھی۔ اب وہ اس کی کمی اپنے ہاں پوری کرنا چاہتا تھا۔

۱۳۔ اکتوبر کا دن تھا وہ آنکھیں بند کئے لیٹے ہوئے تھے کہ اچانک آنکھیں کھول دیں اور چونک کر سامنے دیکھنے لگے اور پھر مسکرا دیئے۔ وہی مسکراہٹ جسے ہم دیکھنے کے لئے ترس گئے تھے آج پھر ان کے لبوں پر کھیلنے لگی۔ پھر انہوں نے ہاتھ سے یوں کیا۔ جیسے کوئی قلم وغیرہ پکڑتا ہو۔ اور کچھ لکھا۔ لکھ کر کچھ دیر تک نہ جانے خلاء میں کیا دیکھتے رہے۔ پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اماں جی ان کے سرہانے کھڑی تھیں انہوں نے پوچھا تو کہنے لگے "ایک کاغذ آیا تھا۔ اسی پر دستخط کر رہا تھا" پھر قرآن کریم کی آیات اور استغفار پڑھتے رہے۔ ساڑھے گیارہ بجے اچانک سو گئے جس طرح ہمیشہ سوتے تھے۔ ہم کس طرح یقین کرتے کہ ہمارے اباجی ہم سے روٹھ کر جا چکے ہیں۔ وہ گھڑی جس کا اتنی مدت سے دھڑکا تھا آج آ گئی۔ ہماری دنیا اندھیر ہو گئی۔ گھر میں کہرام مچ گیا۔ مگر اماں جی ـــــ جن کی زندگی کا رفیق بچھڑ چکا تھا۔ انہوں نے صبر کی ایک مثال قائم کی۔ اماں جی نے وہی صبر دکھایا جو کہ اباجی ساری عمر دکھاتے آئے تھے۔ انہوں نے نہایت صبر و استقلال سے اس صدمے کو سہا۔ آہ ـــــ وہی اباجی جو ہماری تکلیف نہیں سہہ سکتے تھے جو ہمارے ذرا سے دکھ پر بے چین ہو جاتے تھے۔ آج انہیں ہمارے آنسو ہماری آہیں نہ واپس لا سکیں۔ وہ جا چکے تھے دور بہت دور . . . اپنے خدا کے پاس اور اپنے ساتھیوں کے پاس جو ان کا اس پاک فضا میں انتظار کر رہے تھے۔

اسی شام کو . . . . جب محرم کی دسویں کا سورج غروب ہو رہا تھا . . . ہمارے اباجی بھی لاہور چلے گئے کار اسی جگہ سے چلی جہاں چار مہینے پہلے آ کر رکی تھی۔ مگر تب ہم نے ہنستے مسکراتے اباجی کا استقبال کیا تھا۔ اور آج ـــــ آج انہیں آنسوؤں اور آہوں کے درمیان خدا حافظ کہا۔ تب اماں جی اور اباجی ایک ہی کار میں اکٹھے آئے تھے۔ مگر آج الگ الگ جا رہے تھے۔ آج کئی بدنصیبوں کا سرپرست جا چکا تھا۔ ہم رو رہے تھے اپنے اباجی کے لئے مگر وہ تو بہت خوش تھے۔ انہوں نے اپنے غم۔ فکر اور دکھوں سے نجات پائی تھی ـــــ پھر ہم کیوں رو رہے تھے؟ ہم اپنے لئے رو رہے تھے۔ جن کا سب سے قیمتی ہیرا چھن گیا۔ جن سے ان کی عزیز ترین شے چھن گئی۔ مگر ہمیں خدا سے گلہ نہیں . . . . اسی نے دیا تھا۔ اسی نے لے لیا۔ آپ کا جسم جدا ہو گیا تو کیا روح تو اب بھی ہماری رہبری کرے گی۔ اب خدا سے ہی درخواست ہے کہ ہمیں اسی راستے پر چلنے کی توفیق عطا کرے جس کا نمونہ ہمیں اس کا وہ پیارا بندہ دکھا گیا ہے۔ آمین!

ایک سوال کا جواب

مخدومی السلام علیکم

ایک سوال کا جواب یاد آیا کرتا ہے جو درج ہے۔

میاں محمود احمد صاحب کی تصنیف دعوۃ الامیر تازہ تازہ چھپی تھی اس کا ذکر میں نے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس لئے کیا کہ اس کی ایک دلیل کا جواب میں جاننا چاہتا تھا چنانچہ پوچھا جناب نے اس کا مطالعہ فرمایا ہے۔ فرمایا نہیں پھر عرض کی اس میں ایک جگہ درج ہے مسجدی آخر المساجد اس کے متعلق خود ہی یہ کہتے ہیں کہ میری مسجد یعنی مسجد نبوی مدینہ میں آخری مسجد ہے پھر سوال کیا ہے اے مسلمانو! بتاؤ کیا آخری مسجد کے بعد دنیا میں اور مساجد تعمیر ہوئیں یا نہیں اگر ہوئیں تو آخری نبی کے بعد بھی اور انبیا آ سکتے ہیں۔ سن کر فرمایا کیا کیا جائے آخر کے معنی آخر نہ لئے ختم کے معنے ختم نہ لئے لا کے معنے نہیں نہ لئے اب اگر یہ مفہوم ادا کرنا ہو کہ نبوت منقطع ہو گئی تو کن الفاظ میں ادا ہو۔ پھر فرمایا یہاں مسجد نبی سے مراد مسجد نبوی نہیں بلکہ قبلہ ہے نہ قبلہ بدلے گا نہ کوئی اور نبی آئے گا۔ آخری نبی کا آخری قبلہ ہے۔ یہ تو نبوت کے ختم ہونے کی دلیل ہے نہ برعکس۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرح آپ کاسر الصلیب اور قاتل الخنزیر اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ جن کی برکات مشرق اور مغرب میں رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی۔ آپ کی تصانیف خیر جاریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے مدارج زیادہ کرے اور جملہ لواحقین اور احباب اور خیر خواہان اسلام کو صبر جمیل عطا فرمائے اور انکی مثال کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ڈاکٹر انعام اللہ خاں سالاری یوسف زئی۔ چمن بلوچستان

جناب مولوی محمد علی صاحب کی وفات

اذکروا موتاکم بالخیر

شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کبیر سابق مدیر الحکم قادیان

۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو مکرم مولوی محمد علی صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے کراچی میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ذاتی طور پر مجھے مولانا کی وفات کی خبر سے ایسا صدمہ ہوا گویا میرا ایک عزیز بھائی فوت ہو گیا اور یہ خیالی بات نہیں ایک حقیقت ہے ہم سالہا سال تک ایک ہی روحانی باپ کے زیر سایہ پڑھے اور جوان ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرفوع ہونے کے بعد پھر ہم خلافت اولیٰ کے عہد میں ایک ہاتھ پر جمع رہے۔ خلافت ثانیہ کے آغاز کے ساتھ مکرم مولوی صاحب ہم سے بعض ضمنی اختلافات کی بناء پر الگ ہو گئے۔ ان اختلافات کی کیا حقیقت ہے اس پر اس وقت بحث کرنے کی ضرورت نہیں وہ اب فوت ہو چکے اور ہم اسی راستہ پر جو موت کو قریب کر رہا ہے جا رہے ہیں۔ ان کا معاملہ اب اللہ تعالےٰ سے ہے۔ مجھ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مندرجہ بالا ارشاد کے زیر نظر ان کی خوبیوں کا ذکر کرنا ہے۔

بعض اوقات اختلاف رائے کو لوگ مخالفت اور عداوت کا ذریعہ ٹھیراتے ہیں۔ مومن کی یہ شان نہیں ہو سکتی۔ مومن کسی کے ساتھ عداوت بھی ہو تو انصاف کو ہاتھ سے نہیں دیتا اس لئے کہ عدل کا ترک مجرم بنا دیتا ہے۔ بیں نے جناب مولوی صاحب کو ۱۸۹۷ء سے بہت قریب سے دیکھا اور پڑھا ہے ہم نے مل کر کام کیا ہے وہ سلسلہ احمدیہ میں اخلاص اور سچی عقیدت لے کر آئے تھے انہوں نے سلسلہ کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی اور قدردانی کو حاصل کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات اور تحریریں مولوی صاحب کے متعلق موجود ہیں ان سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور ان پاک کلمات کی بناء پر میں مرحوم کے لئے ہمیشہ احترام کے جذبات رکھتا رہا ہوں۔ باوجودیکہ متعدد مرتبہ ان کے بعض خیالات کی تردید میں بہت کچھ لکھا۔ لیکن اللہ علیم جانتا ہے کہ ان میں بغض و کینہ نہ تھا ان کی خدمات کو میں نے کبھی فراموش نہیں کیا۔ اللہ کے بعد گو یا ان سے جنگ تھی یا یں جب کبھی لاہور جاتا تو ان تمام معززین بھائیوں سے ملتا اور ہم بھائیوں کی طرح بات اختلاف پر بحثیں بھی کرتے۔ مگر جب ملتے اور جدا ہوتے تو اپنے قلوب میں اس محبت اور اخوت کے جذبات کو ابھرتے اور قدیم تعلقات کی لہروں کو اٹھتے ہوئے محسوس کرتے۔

مکرم مولوی محمد علی صاحب اپنی علمی قابلیتوں میں اپنے تعلیمی ایام میں ہمیشہ ممتاز رہے اور اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہوتے رہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ اپنی طالب علمی کے زمانہ میں بھی ایک دیندار اور نیک طالب علم تھے۔ اور اس وجہ سے وہ اپنے ہم جماعتوں اور اساتذہ میں عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے میں ان سے واقف تو اس وقت ہوا جب وہ اسلامیہ کالج لاہور میں مقرر ہوئے تھے مگر اصل تعلق کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب وہ سلسلہ میں پیدا ہوئے۔ مولوی محمد علی صاحب ریاست کپورتھلہ کے ایک گاؤں مرار نام میں ایک معزز اور دیندار زمیندار خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حافظ فتح الدین صاحب قرآن مجید کے حافظ تھے اسی خاندان سے تعلق رکھنے والے ایک مولوی محمد صاحب لودھیانہ میں میرے ساتھ مولوی محمد فاروق صاحب کے مکتب میں فصول اکبری۔ شافیہ اور مشکوٰۃ میں ہم سبق تھے اور آخر میں وہ حکیم الامۃ کے پاس جموں چلے گئے تھے ایک مرتبہ قادیان بھی آئے تھے۔

غرض مولوی صاحب نے ایک دیندار خاندان میں جنم لیا اور اپنی تعلیم کو کمال تک پہنچا دینے کے بعد جب انہوں نے دنیا کے میدان میں قدم رکھا اور اپنے سامنے اپنی عہد تعلیم کی امنگوں اور تمناؤں کو دیکھا اگر وہ اس راستہ پر چلتے تو کچھ شبہ نہیں وہ ایک کامیاب دنیادار ہوتے حکومت وقت کے کسی معزز عہدے پر ممتاز ہوتے مگر اللہ تعالےٰ کی مشیت نے ان کے لئے کچھ اور مقدر کر رکھا تھا۔ وہ سلسلہ میں داخل ہوئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند فرمایا کہ وہ سلسلہ کی خدمت کریں۔ اور اس نوجوان نے لبیک کہا اور سچے دل سے کہا ان تمام تمناؤں اور ارادوں کو ترک کر دیا اور سلسلہ کی خدمت کے لئے اپنے آقا کے احکام کی تعمیل میں قلم لے کر خدمت اسلام کا عہد کر لیا۔ اور موت کے دن تک اس خدمت کو سر انجام دیا۔ ان کی علمی اور قلمی خدمات کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ میں ان کے حالات پر اللہ تعالےٰ نے چاہا تو تفصیل سے لکھوں گا۔

ان سے اختلاف الگ چیز ہے اس کے لئے میں یا اور کوئی مجاز نہیں کہ محض اس بناء پر ان کی خدمات کو اب جبکہ وہ دنیا میں نہیں باز پرس کرے جو خدمت انہوں نے سلسلہ کی ۱۹۱۴ء تک قادیان میں رہ کر کی وہ شاندار ہے اور نوجوانوں کے لئے ایک نمونہ ہے کہ وہ اسی عزم اور جوش اور اخلاص سے اپنی قابلیتوں کو استعمال کریں۔

خلافت ثانیہ کے آغاز میں انہوں نے اختلاف کیا اور لاہور جا کر ایک جماعت کو الگ کر کے کام شروع کیا اور آخر وقت تک وہ اس میں سرگرم رہے اور جو سلسلہ تصنیفات کا انہوں نے شروع کیا تھا۔ اسے آخر وقت تک قائم رکھا۔

اور کچھ شک نہیں کہ ان کی تالیفات نے دنیا کے مختلف ممالک اور مختلف زبانوں میں شہرت حاصل کی۔ یہ سب کچھ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے پایا۔ ہمارے اختلاف ان کے ساتھ ختم ہو گئے۔ ہم حضرت مسیح موعود میں ہو کر ایک ہی باپ کے بیٹے تھے۔ اور اب ان کی وفات پر اسی طرح صدمہ محسوس کرتے ہیں جیسے ایک عزیز کی موت پر ہوتا ہے۔

اختلافات صحابہ کرام میں بھی ہوئے اور وہ بعض اوقات جنگوں کی صورت میں بھی نظر آتے ہیں لیکن قرآن کریم نے بتایا **نزعنا ما فی صدورھم من غل** وہ بالآخر سینہ صاف تھے اللہ تعالےٰ ہمارے دلوں میں بھی وہی صفائی اور پاکیزگی پیدا کرے۔ مولوی صاحب اپنی طبعی عمر پوری کر کے فوت ہوئے لیکن اگر وہ کچھ اور جیتے تو اچھا تھا لیکن اللہ تعالےٰ کے علم میں اب موت کا وقت ہی آ گیا تھا ہم بھی گذر جائینگے اور پھر اور نسلیں آئینگی اور گذر جائینگی۔ اور سلسلہ کی تاریخ میں مکرم مولوی محمد علی صاحب کے کارناموں کا تذکرہ باقی رہیگا۔ بیں ان کے خاندان کے ساتھ اخلاص سے اظہار ہمدردی کرتا ہوں اور ان کے غم میں برابر شریک ہوں۔ مجھے ان سے اختلاف تھا۔ ہاں میرے دل میں ان کے لئے محبت تھی۔

(الحکم کراچی ۲۴ر دسمبر ۱۹۵۱ء)

حضرت امیر کا سفر حیدرآباد بقیہ صفحہ ۵۲

موثر دلکش طریق پر ان کے جوابات ارشاد فرماتے معترض کے مذاق اور انداز اور ذہنیت کو فوراً سمجھ لیتے۔

اسلامی اخلاق و وضعداری کا ایک نمونہ

پہلے سفر میں عقیدت مندوں اور احباب کا کثیر طبقہ پیدا ہو گیا تھا جن میں دکن کے مشہور مرحوم قائد نواب بہادر یار جنگ بھی قابل ذکر ہیں۔ دوسرے سفر کے وقت ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ عدیم الفرصتی کے باوجود ان کے مکان پر تعزیت کے لئے تشریف لے گئے اور ان کی بیگم صاحبہ محترمہ سے تعزیت فرمائی۔ یہ حضرت مرحوم کے اسلامی اخلاق و وضعداری کا ایک معمولی نمونہ ہے۔

حضرت مرحوم کی وفات سے جہاں ہم دور افتادوں کی اور بہت سی آرزوئیں ختم ہو گئیں وہاں یہ تمنا بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی کہ پھر ایک مرتبہ اس مقدس ہستی کے قدم شریف حیدرآباد پہ آئینگے اور ہم ان کے استقبال کا شرف حاصل کر سکینگے۔ بیشک یہ آرزو و تمنا ختم ہو گئی لیکن حضرت مرحوم کی یاد ان کے دکنی عقیدت مندوں کے دل سے کبھی بھی فراموش نہ ہو سکیگی۔ اللہ تعالیٰ دوسروں کے ساتھ ہم عاجز دور افتادوں کو بھی خدمت اسلام کا وہ جذبہ و توفیق عطا فرمائے جس کا حصہ وافر حضرت مرحوم و مغفور کو عطا فرمایا تھا۔

حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات

وہ کُتب جنہوں نے اقوامِ عالم سے اسلام کی صداقت و عظمت کا لوہا منوایا

(۱) انگریزی ترجمہ قرآن کریم معہ متن عربی قسم اعلیٰ - یہ ترجمہ آج دنیا کے مقبول ترین ترجموں میں شمار ہوتا ہے - چوتھی ایڈیشن بیس ہزار کی تعداد میں حال ہی میں ولایت سے طبع ہوئی - روپیہ ۲۵/-

(۲) محمد دی پرافٹ - (انگریزی) جس میں سیرت نبوی کو نہایت دلکش پیرایہ میں قلمبند کیا گیا ہے - مجلد اعلیٰ کی قیمت - ۶—۸—۰

(۳) ارلی کیلیفٹ - خلفائے راشدین کے زندگی بخش حالات خلافت راشدہ کی تاریخ - قیمت ۶—۸—۰

(۴) انٹروڈکشن ٹو دی سٹڈی آف قرآن مجلد (انگریزی) قیمت ۲—۸—۰

(۵) اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی (انگریزی) قیمت ۰—۲—۶

(۶) سیلیکسن فرام دی ہولی قرآن (انگریزی) ۰—۱۵—۰

(۷) کولیکشن اینڈ ایرینجمنٹ آف دی ہولی قرآن (انگریزی) ۰—۱۵—۰

(۸) دی ریلیجن آف اسلام (انگریزی) ۱۶—۹—۰

اسلام اور تعلیمات اسلامی پر ایک مبسوط کتاب جو اپنا جواب نہیں رکھتی ۱۵—۰—۰

(۹) مینول آف حدیث (انگریزی) ۱۰—۰—۰

(۱۰) دی پرافٹ آف اسلام (انگریزی) —۵—

(۱۱) پنجسورہ (انگریزی) ۲—۰—۰

(۱۲) محمد اینڈ کرائسٹ مجلد (انگریزی) ۰—۱۲—۰

(۱۳) انگریزی ترجمہ قرآن کریم بلا متن - قیمت ۱۵ - اور ۱۲—۰—۰

(۱۴) ہسٹری آف دی پرافٹس - (انگریزی) ۲—۸—۰

(۱۵) بابی موومنٹ (انگریزی) ۱—۰—۰

(۱۶) پریڈسٹینشن (انگریزی) ۰—۳—۰

(۱۷) انٹروڈکشن ٹو دی سٹڈی آف حدیث (انگریزی) ۰—۳—۹

(۱۸) احمدیہ موومنٹ اینڈ دی ویسٹ سیزاسٹ (انگریزی) ۰—۵—۰

(۱۹) فضل الباری حصہ اول مجلد مکمل (اردو) ۹—۶—۰

(۲۰) " " " دوم " " (اردو) ۱۰—۱۰—۰

(۲۱) سیرت خیر البشر ۲—۴—۰

(۲۲) تحریک احمدیت مجلد (اردو) ۲—۰—۰

(۲۳) فاونڈر آف دی احمدیہ موومنٹ مجلد (انگریزی) ۱—۴—۰

(۲۴) ٹیچنگز آف اسلام - مجلد - حضرت مسیح موعود کے شہرہ آفاق لیکچر تعلیم اسلام کا انگریزی ترجمہ ۰—۱۲—۰

(۲۵) دی نیو ورلڈ آرڈر (انگریزی) ۲—۸—۰

(۲۶) ہولی پریئرز فرام دی ہولی قرآن (قرآن کریم کی دعائیں) (انگریزی) ۰—۱۲—۰

(۲۷) مسلم پریئر بک (انگریزی) ۱—۰—۰

(۲۸) لونگ تھاٹس آف پرافٹ محمدؐ (انگریزی) جسے انگلستان کی ایک پبلشنگ فرم طبع کر کے شائع کیا اور فرانسیسی اور ہسپانوی زبانوں میں چھپوایا - ۲—۸—۰

(۲۹) زندہ نبی کی زندہ تعلیم - لونگ تھاٹس کا اردو ترجمہ جو مصنف نے خود کیا ۴—۰—۰

(۳۰) انٹی کرائسٹ گوگ اینڈ میگوگ (المسیح الدجال یاجوج ماجوج کا انگریزی ترجمہ) ۲—۰—۰

(۳۱) النبوۃ فی الاسلام - قیمت ۲—۸—۰

(۳۲) تاریخ خلافت راشدہ مکمل مجلد ۲—۴—۰

(۳۳) (رسالہ) حضرت ابو بکرؓ - قیمت ۰—۶—۳

(۳۴) " " حضرت عمرؓ ۰—۷—۶

(۳۵) " " حضرت عثمانؓ ۰—۴—۰

(۳۶) " " حضرت علیؓ ۰—۴—۰

(۳۷) حمائل شریف مترجم معہ مختصر حواشی خاکی کاغذ مجلد ۲—۰—۰

(۳۸) " " " " " سفید کاغذ ۳—۴—۰

(۳۹) بیان القرآن جلد اول مجلد ۶—۴—۰

(۴۰) " " " دوم " ۵—۸—۰

(۴۱) " " " سوم " ۶—۴—۰

(۴۲) مراۃ الحقیقت ۰—۵—۰

(۴۳) احمد مجتبیٰ ۰—۲—۰

(۴۴) آیت اللہ ۰—۳—۰

(۴۵) مسیح موعودؑ مجلد ۱—۱۲—۰

(۴۶) جمع قرآن مجلد ۱—۲—۰

(۴۷) حدوث مادہ —۵—۰

(۴۸) حقیقت اختلاف —۲—۶

(۴۹) حقیقت مسیح —۳—۰

(۵۰) المسیح الدجال یاجوج وماجوج —۵—۰

(۵۱) محمد مصطفیٰ —۵—۰

(۵۲) احادیث العمل (مینول آف حدیث کا اردو ترجمہ) ۱۰—۰—۰

(۵۳) مقام حدیث مجلد ۱—۴—۰

(۵۴) مقدمۃ القرآن —۶—۰

اِن کے علاوہ بیسیوں رسائل و کتب آپ نے تبلیغی پیرایہ میں یا اختلافی مسائل پر لکھ کر مفت شائع کیں۔

یہ تمام کتابیں

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور سے دستیاب ہو سکتی ہیں

غیر از جماعت مشاہیر کے تاثرات

مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبد المجید سالک صاحب

سنہ ۱۹۱۲ء کا ذکر ہے۔ میں بعض دوستوں سے ملاقات کرنے کے لئے بٹالہ سے قادیان گیا۔ اور ایک عزیزہ کے علاج کے سلسلے میں مولانا حکیم نورالدین مرحوم و مغفور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صبح کا وقت تھا۔ حکیم صاحب اپنے مکان کے صحن میں تشریف رکھتے تھے۔ بہت سے عقیدتمند اور ضرورت مند لوگوں کا جمگھٹا تھا۔ کوئی نبض دکھا رہا تھا۔ کوئی طب کی تعلیم حاصل کرنے کا خواہاں تھا۔ کوئی کسی دینی مسئلے کے متعلق استفادے کی غرض سے آیا بیٹھا تھا۔ میں بھی انہی لوگوں میں بیٹھ گیا۔ جب میری باری آئی۔ تو میں نے اپنی عزیزہ کے لکھے ہوئے حالات پیش کئے۔ جن میں مرض کی کیفیت مفصل درج تھی۔ حکیم صاحب نے ان حالات کو غور سے پڑھتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔ کہاں سے آئے۔ میں نے عرض کی بٹالہ سے۔ پوچھنے لگے۔ کس محلے میں رہتے ہو۔ جواب دیا۔ ہاتھی دروازے میں۔ پوچھا۔ ککے زئی ہو؟ عرض کیا جی ہاں۔ پوچھا کس خاندان سے ہو۔ میں نے بتایا کہ میاں میر محمد میرے دادا ہیں۔ چونک کر کہا۔ وہی میاں میر محمد۔ جو صبح سے شام تک لوگوں کو مفت پڑھاتے ہیں؟ میں نے مسکرا کر کہا جی ہاں۔ فرمایا۔ وہ تو ہمارے دوست ہیں۔ اور تم ہمارے بچے ہو۔ یہاں کس کے پاس ٹھہرے ہو؟ میں نے عرض کی قاضی اکمل صاحب کے پاس۔ مسکرا کر کہا۔ جی ہاں شاعر تو شاعر ہی کے پاس ٹھہرے گا۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک صاحب حکیم صاحب سے ملنے آئے۔ سر پہ ترکی ٹوپی۔ چہرے پر سیاہ ڈاڑھی۔ لمبا فراک کوٹ اور شلوار پہنے۔ حکیم صاحب نے سب کام چھوڑ چھاڑ کر ان کی طرف توجہ فرمائی۔ دو تین باتیں کر کے فرمایا یہ نوجوان عبد المجید سالک ہیں۔ بٹالہ کے مولوی میر محمد صاحب کے پوتے ہیں۔ پھر مجھ سے فرمایا۔ مولوی محمد علی صاحب سے ملو۔ میں نہایت نیازمندانہ مولوی صاحب سے ملا۔ یہ تو مدت سے سن رہا تھا۔ کہ مولوی محمد علی ایم اے ایل ایل بی۔ انگریزی زبان کے بڑے ماہر ہیں اور قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کر رہے ہیں لیکن ملاقات آج ہی ہوئی۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے حکیم صاحب سے قرآن حکیم کے بعض مقامات کے معنی دریافت کئے۔ بعض الفاظ کے مطالب پر گفتگو کی۔ اور میرے ساتھ نہایت شفقت سے مصافحہ کر کے چلے گئے۔

اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب سے میری ملاقات اس وقت ہوئی۔ جب میں لاہور میں "زمیندار" کا ایڈیٹر مقرر ہوا۔ اس زمانے تک مولوی ظفر علی خاں اور ڈاکٹر اقبال کے مولوی محمد علی صاحب۔ خواجہ کمال الدین۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ اور شیخ رحمت اللہ سے دوستانہ تعلقات تھے۔ لیکن ان بزرگوں سے میری ملاقات گاہے ماہے ہوا کرتی تھی۔ "انقلاب" کے جاری ہونے کے بعد مولانا محمد علی صاحب سے اکثر ملاقاتیں ہوئیں۔ مولانا احمدیہ بلڈنگس میں مسجد سے متصل مکان میں رہتے تھے۔ اور میں کبھی کبھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ مولانا مجھ پہ بے حد شفقت فرماتے۔ اور "انقلاب" کی دینی و سیاسی خدمات کی بیحد تعریف کرتے۔

مولانا محمد علی حضرت مرزا صاحب کی صحبت سے نہایت سچے اور پکے مسلمان بن گئے۔ اور صرف یہی نہیں۔ بلکہ ان کے قلب و دماغ میں مذہب مقدس اسلام کی عظمت کچھ اس طرح جاگزین ہوئی۔ کہ آپ نے اپنی پوری زندگی اس کی تبلیغ کے لئے وقف کر دی۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت دین میں بسر ہوا۔ قرآن مجید کے انگریزی ترجمے کے علاوہ انہوں نے دینی مسائل پر بے شمار کتابیں لکھیں، جن میں سے میرے نزدیک بہترین کتاب "ریلیجن آف اسلام" ہے جس کو پڑھنے کے بعد ایک انگریزی دان شخص دین کے متعلق اس قدر مفصل معلومات حاصل کر لیتا ہے۔ جو فارغ التحصیل مولویوں کو بھی نصیب نہیں ہوتی۔

کوئی پندرہ سال سے مولوی محمد علی مسلم ٹاؤن میں رہتے تھے۔ جہاں میرا غریب خانہ بھی ہے۔ اس لئے مجلسوں اور تقریبوں میں ان سے اکثر ملاقات ہوتی تھی اور ان کی بزرگی اور تقدس کے باوجود میں ان کی خدمت میں خاصا بے تکلف تھا۔ بلاشبہ وہ احمدی تھے۔ لیکن دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ان کے تعلقات نہایت مخلصانہ و برادرانہ تھے۔ ایک اس لئے کہ وہ احمدیوں کی اس شاخ کے امیر تھے جس کے عقائد میں تشدد نہیں۔ دوسرے۔ اس لئے کہ ان کی طبیعت اصلاً صلح پسند تھی۔ وہ مسلمانوں کی تمام تحریکات میں ہمدردانہ حصہ لیتے تھے کسی کی تکفیر کے روادار نہ تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک تکفیر اور تبلیغ میں تضاد تھا۔ وہ نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیائے مغرب کو بھی اسلام کا پیغام دیتے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ ہر اعتبار سے اس پیغام کے پہنچانے کی اہلیت رکھتے تھے۔ وہ صرف عالم دین نہ تھے۔ بلکہ ایک عالی پایہ مفسر اور مجتہد بھی تھے۔ اعلیٰ درجے کے انگریزی دان تھے۔ اور مغربیوں کے ذہن کو خوب سمجھتے تھے۔ انہوں نے اسلام کو مغربی تعلیمیافتہ طبقوں اور خود مغربیوں تک ایسے رنگ میں پہنچایا۔ کہ وہ بے اختیار اس مذہب کی عظمت کے قائل ہو گئے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ممالک مغرب کے صدہا طالبانِ حق مولانا محمد علی کے مقالات اور کتابوں کو پڑھ کر مسلمان ہوئے اور یہ مولانا محمد علی ہی کی مساعی کی برکت ہے کہ آج ممالکِ مغرب میں اسلام کا نام احترام سے لیا جاتا ہے اور شاذ و نادر ہی کسی شخص کو اسلام کی مخالفت کی جرأت ہوتی ہے۔ اسلام کی بے لوث خدمت اور اس میں مدت العمر انہماک یقیناً مولانا محمد علی کی مغفرت کا باعث ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے مخلص خادموں کی سعی و جہد کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔

اس میں شک نہیں۔ کہ عقاید میں ان کے اور عام مسلمانوں کے درمیان تھوڑا سا فرق تھا۔ لیکن وہ فرق اتنا سنگین ہرگز نہ تھا۔ کہ مسلمان ان کی خدمات دینی کو فراموش کر دیں۔ اور ان کی قدر نہ کریں۔ مجھے یہ دیکھ کر بے حد صدمہ ہوتا ہے کہ آجکل کے زمانے میں جب کہ اخبارات اور ریڈیو معمولی معمولی کارکنوں اور شاعروں اور ادیبوں کے انتقال پر صفحوں کے صفحے سیاہ کر ڈالتے ہیں۔ اور تعزیریں کر کر کے سامعین کا مغز چاٹتے ہیں۔ مولانا محمد علی جیسے عظیم انسان کے انتقال پر ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ مسلمان اخبارات و رسائل مولانا کے حالات زندگی اور ان کی تبلیغی خدمات پہ مفصل مقالات شائع کرتے۔ اور ریڈیو پہ ان کے کام کے متعلق متعدد تقریریں کرائی جاتیں۔ لیکن اکثر اخباروں نے صرف ان کے انتقال کی معمولی سی خبر چھاپنے پہ اکتفا کیا۔ اور شاید دو تین اخباروں نے نوٹ لکھے۔ جو پندرہ بیس سطروں سے زیادہ کے نہ تھے یہ زمانے کی ناقدردانی اور بد مذاقی کی دلیل ہے۔ لیکن ممالک مغرب کے مذہبی حلقوں میں مولانا کے انتقال پہ اظہار افسوس کیا گیا۔ اور ان کے کارناموں پہ مضامین بھی لکھے گئے۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں مولانا کے لئے اجر جزیل موجود ہے۔ اور جس کی خدمت اللہ کے ہاں مقبول ہو۔ اسے دنیا والوں کی مقبولیت کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالےٰ مولانا کو اپنے دامن رحمت کے سائے میں پناہ دے۔ ان کی خدمات دینی کو ان کے لئے مغفرت اور درجات بلند کا سرمایہ بنائے۔ اور تعلیمیافتہ مسلمانوں کو ان کی مثال کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

مولانا محمد علی کی وفات

خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی

مولانا محمد علی رح قادیان کی لاہوری جماعت کے پیشوا تھے ابھی حال ہی میں ان کی وفات کی خبر لاہور ریڈیو نے سنائی۔ قادیان کی گذشتہ اور موجودہ خلافت سے ان کا اتفاق نہیں تھا۔ اور انہوں نے اپنی ایک الگ جماعت بنائی تھی۔ خواجہ کمال الدین مرحوم ان کی پارٹی میں تھے۔ مولانا محمد علی مرحوم نے قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ بھی کیا۔ مجھے تبلیغی تعلقات کے سبب اپنی عمر کی ابتداء سے آج تک مرحوم سے ملتا جلتا رہا۔ اور میں ان کو اسلام کا بہت بڑا اور بہت کامیاب خدمت گذار مانتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ان کی مغفرت کرے اور ان کے پسماندوں کو صبر دے۔ میں بھارت اور پاکستان کے مریدوں اور خلفاء کو اطلاع دیتا ہوں کہ ان کے لئے فاتحہ خوانی کی مجلس کریں۔ انہوں نے قرآن کی اسلام کی اتنی زیادہ خدمات انجام دی ہیں کہ میں ان کی فاتحہ خوانی ضروری سمجھتا ہوں۔

"منادی"

بابت ستمبر و اکتوبر ۱۹۵۱ء

ایک ترک خاتون کا اظہارِ عقیدت

مولنا یعقوب خاں صاحب اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" میں لکھتے ہیں:-

پچھلے دنوں ایک ترکی روزنامہ کی ایک نمائندہ خاتون مس کنزبین لاہور آئیں اور لاہور کے اخبار نویسوں کی طرف سے ان کے اعزاز میں چائے کی دعوت دی گئی۔ میں بھی اس میں شامل تھا جب میں وہاں پہنچا تو دوسرے اخبار نویس حضرات نے انہیں میری طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ آپ کو صحیح پتہ بتا سکیں گے۔

خاتون مذکورہ نے تعارف کے بعد جب میں ان کے پاس بیٹھ گیا تو مجھ سے وہی بات دریافت کی جو میرے پہنچنے سے پہلے دوسرے اخبار نویسوں سے پوچھ رہی تھیں۔ "کیا میں مولنا محمد علی سے مل سکتی ہوں؟ کیا وہ لاہور میں ہیں؟"

جب میں نے انہیں بتایا کہ میں مولنا سے ان کے انٹرویو کا انتظام کرا دوں گا تو وہ بےحد خوش ہوئیں انہوں نے بتایا کہ "لاہور کو میں صرف ایک ہی نام کی وجہ سے جانتی ہوں اور وہ مولنا محمد علی مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی کا اسم گرامی ہے۔" دوسرے دن چائے پر (جو حضرت مولنا نے اس خاتون کے اعزاز میں دی تھی) حضرت مولنا سے ملنے پر پہلی بات جو خاتون موصوفہ نے کی وہ حضرت مولنا کا شکریہ تھا آپ نے قرآن کریم کو خاتون موصوفہ کے لئے قابل فہم بنا دیا۔

محمد وحہ نے بتایا کہ اگرچہ میں ایک کٹر ترک خاندان کی چشم و چراغ ہوں اور میری ماں نے بھی قرآن کریم پڑھایا تھا تاہم یہ کتاب میرے لئے سربمہر ہی رہی۔ جب تک آپ کے انگریزی ترجمۃ القرآن کو میں نے نہیں پا لیا۔ جس وقت میں لاہور آئی میں اپنے دل میں یہ کہہ رہی تھی کہ مجھے اس شخص کے پاس جا کر اس کے ہاتھوں کو چومنا چاہیئے جس نے اس کتاب الٰہی کو میرے لئے کھولا۔ خاتون موصوفہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ حضرت مولنا کی بعض کتابوں کے تراجم ترکی زبان میں بھی ہو چکے ہیں اور یہ تراجم شیخ الاسلام ترکی کی طرف سے کرائے گئے ہیں۔

اس صدی کا مجاہد اعظم

مسٹر اے جے خلیل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ میسور

جناب مولنا محمد علی صاحب کی وفات دنیائے اسلام کا ایک افسوسناک حادثہ ہے آپ اسلام کے حقیقی مجاہد تھے جس نے اپنے عمل سے دنیا کو دکھا دیا کہ قلم تلوار سے زیادہ طاقتور ہے۔ آپ نے اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق ایک شاندار لٹریچر اپنے پیچھے چھوڑا ہے، جس پر انسان بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ دنیا نے آپ کو اس طرح نہیں پہچانا جیسا پہچاننے کا حق ہے آپ اس صدی کے حقیقی مجاہد اعظم تھے اگرچہ آپ نے مامور ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا تاہم میرا یقین ہے کہ خدا تعالےٰ کی یہ مشیت تھی کہ مہذب دنیا کے ایوان اسلامی تعلیمات کے ان موتیوں سے سجائے جائیں جو اس لٹریچر کی شکل میں تیار کئے گئے ہیں جو اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ نے لکھا ہے۔

قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور احادیث نبوی کا ترجمہ جو آپ نے کیا ہے اللہ تعالےٰ کے ہاں آپکی نجات کے لئے کافی ہے کوئی اسلامی مضمون نہیں، جس پر آپ نے نہایت فاضلانہ بحث نہیں کی اور آپ کے یہ مضامین ان لوگوں کے ہاتھوں میں بلادریغ دیئے جا سکتے ہیں جو اسلام کو تنقیدی نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں۔ انگریزی دان دنیا کو آپ کا شکر گذار ہونا چاہیئے، اس قسم کے انسان قیامت کے دن تک شاذ و نادر ہی پیدا ہوں گے، اور مسلمان قوم اس جگہ کو پورا کرنے سے رہے گی جو اس خادم اسلام نے خالی کی ہے۔ اگرچہ آپکے کاموں کا ڈھنڈورا دنیا میں نہیں پیٹا گیا، آپ نے دنیا میں ایسی یادگار چھوڑی ہے جو کبھی مٹ نہیں سکتی دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی روح پر برکات نازل اور امن اور سلامتی کی بارش آپ پر برسائے۔ میں اور میرے رفیقان کار اس نقصان عظیم کے انجمن کو اٹھانا پڑا ہے آپ کے ساتھ دلی ہمدردی رکھتے اور آپ کے ماتم میں شریک ہیں، کہ کوئی اور خوش قسمت انسان مرحوم کی جگہ پُر کرنے کیلئے مل جائے جو اسلام کا شمع بردار ہو۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب غفرلہ

از جناب ملک عبد القیوم صاحب بی اے (علیگ) بیرسٹرایٹ لاء - پرنسپل لاء کالج - لاہور

مقولہ مشہور ہے۔ موت العالم موت العالَم ایک عالم متبحر کی موت گویا ایک دنیا کی موت ہے۔ اسی مقولے کا صحیح اطلاق اگر کسی فاجعۂ عظیم پر ہوتا ہے۔ تو وہ حضرت مولنا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی وفات حسرت آیات پر ہوتا ہے۔ مولانا مرحوم کی زندگی اور ان کی مسلسل کوششوں اور قربانیوں کا مماثل پاکستان تو خیر زمانہ حال میں براعظم ایشیا میں بھی مشکل سے مل سکے گا مروجہ کالجی تعلیم سے فراغت پاکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آں مرحوم قانونی پیشہ اپنا مشغل زندگی بنانا چاہتے تھے۔ مگر چونکہ ناظم ازل نے آپ سے ایک ایسا کام لینا تھا۔ جس کی سرانجام دہی کے لئے ہمہ تن انہماک اور حصول دنیا کی مقتضیات سے ایک گونہ استغنیٰ ضروری جزو ہیں۔ مولانا مرحوم اوائل ہی سے تبلیغ اسلام اور ترویج علوم دینی کے سلسلے میں منسلک ہو گئے ہیں کہ ان کی ستر سالہ شبانہ روز سعی آج نہ صرف عند اللہ ماجور ہو چکی ہے بلکہ جو مقام آپ کو اسلامی تبلیغ کے میدان میں حاصل ہو چکا ہے۔ وہ بجائے خود ایک فقید المثال کارنامہ ہے۔ جن بزرگوں کو مولانا مرحوم و مغفور سے ذاتی تعریب کی سعادت میسر تھی۔ اور ان میں حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور بلتفے چودھویں صدی کے سرآمدِ علم برادرانِ تبلیغ اسلام دنیائے یورپ پیش پیش تھے فرماتے تھے کہ مولانا محمد علی مرحوم کا شمار تاریخ اسلام کے ان اکابر میں ہوتا ہے۔ جو بلا مبالغہ ایک نئے عہد کے بانی قرار دیے جا سکتے ہیں۔ مولانا مرحوم کی زندگی کے متعلق یہ معیار ذاتی اختلاط یا عقیدت پر مبنی نہیں تھا۔ اگرچہ ایسا ہوتا قابل اعتراض بھی نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ یہ منزلت آں مرحوم کی ان گراں بہا اسلامی خدمات کا نتیجہ تھی۔ جو آپ سے سرزد ہوئیں۔

اس وقت اسلامی تصانیف اور تالیف کی دنیا میں آپ کا انگریزی ترجمہ قرآن کریم و ترجمہ صحیح بخاری معیاری تراجم اور تالیف ہیں۔ ان مستقل بلندپایہ اور جدید تصانیف کے علاوہ مولانا مرحوم نے اسوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بصیرت افروز کتاب لکھی۔ نیز اس کا نیز صحیح بخاری کا ایک اردو ایڈیشن مرتب فرمایا۔ تاریخ کے باب پر مولانا کی تاریخ خلافت اسلامیہ اسلامیات کے ثقافتی شعبہ میں ایک نادر اور درخشاں کارنامہ ہے۔ مولانا مرحوم کی ظاہری اور باطنی زندگی مسلمانوں کے لئے بالعموم اور مسلمان نوجوان کے لئے بالخصوص نہایت درجہ سبق آموز ہے آپ تین بجے اٹھ کر نماز تہجد ادا فرماتے اور پھر تمام دن حتیٰ کہ نماز عشاء کے بعد تک مصروف رہ کر ہمارے اسلاف صالحین کے طریق عمل کا سچا نمونہ پیش فرماتے۔ آپ کا اخلاص آپ کا اخلاق، اور آپ کی دیانت آپ کے پاکیزہ کردار پر بمنزلہ کندن تھا۔ آپ کا شمار ان مشاہیر اسلام میں سے ہے۔ اور ہوگا جو گویا خدمت اسلام کے لئے پیدا ہوئے اور اسی کے ہو کر ہیں جان بحق ہوئے۔ آپ ہی ایسے بزرگ ہیں جن کے لئے قرآنی ارشاد ہوتا ہے۔

اولئک المقربون فی جنات النعیم

چین سے ایک خط

جو حضرت امیرؒ کے نام آپ کی وفات کے بعد موصول ہوا۔

۲ ستمبر ۱۹۵۱ء

ڈیر ڈاکٹر محمد علی! ہمیں بڑی خوشی ہے کہ آپ کی خدمت میں یہ خط لکھنے کی عزت ہمیں حاصل ہوئی ہے ہم آپ کے معزز نام سے ۱۹۴۲ء سے واقفیت رکھتے ہیں۔ جب مسٹر ٹو چنگ کے ذریعہ آپ کا انگریزی قرآن ہمیں ملا، ہم اسکو ایک قیمتی خزانہ سمجھتے ہیں اور قریباً دس سال سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمارے دل میں آپ کے لئے بہت بڑی عزت و احترام ہے آپ نے اپنے ترجمہ میں نہایت عمدہ تفسیر کی ہے فی الحقیقت اللہ تعالےٰ نے صحیح رستہ پر آپ کی رہنمائی کی ہے۔

آپ کے ترجمہ سے علمائے چین کو واقف کرنا ضروری ہے۔ اس لئے ہم ۱۹۴۹ء سے چینی زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں اور سولہ پاروں کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے یہ محض اللہ تعالےٰ کی مدد سے ہوا ہے اور اس کے فضل سے انشاء اللہ ہم اسکو مکمل کر کے رہیں گے۔ ۱۹۴۹ء میں ہم نے اپنے بھتیجے معصوم چنگ کو آپ کے ملک میں مذہب کا مطالعہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل اور آپ کی امداد سے انہیں مطالعہ مذہب کا موقعہ ملا ہے اس لئے ہم اللہ تعالےٰ کے شکر گذار اور آپ کے بڑے ممنون احسان ہیں۔

آپ کے مخلص۔ ابراھیم چنگ مولیانگ
فاطمہ لی چینگ یوآن

قیام کراچی کے چند مناظر

★

★

سروق اور تصاویر ربن پرنٹنگ پریس، بل روڈ، لاہور میں چھپے

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب حضرت امیر مرحوم کی
نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں

حضرت امیر رحمۃاللہ علیہ کے قیام حیدر آباد دکن کا ایک منظر

پاکستان کے عظیم ترین مذہبی و روحانی رہنما

از میاں بشیر احمد صاحب سفیر پاکستان برائے ترکی

مولانا محمد علی پاکستان کے ایک عظیم ترین مذہبی و روحانی رہنما تھے۔ انہوں نے مدت العمر لاہور میں رہ کر وہ کام سرانجام دیا جس کے لئے ملت اسلامیہ میں ہمیشہ ہمیشہ ان کی یاد تازہ رہے گی۔

قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ و تفسیر اور سیرت نبویؐ، خلافت راشدہ اور مذہب اسلام پر انگریزی زبان میں ان کی تصانیف لاجواب ہیں۔ اختلاف رکھنے والوں کو بھی ان کی افادیت کا اعتراف ہے۔

یہ کتابیں دنیا کے تمام حصوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ ایک سال ہوا محترمہ بیگم محمد علی صاحبہ نے ان کتابوں کے چند نسخے ترکی میں بیگم بشیر احمد کو بھیجے۔ ترکوں نے ان کو نہایت متبرک ہدیہ سمجھ کر قبول کیا۔ میرے ایک دوست ترک افسر نے چند ماہ ہوئے مجھے کہا کہ جس طرح بھی ہو سکے مجھے اپنے پاکستانی مصنف مولنا محمد علی کا انگریزی قرآن مجید منگا کر دیجئے۔ میں اسے ہر قیمت پر خریدنے پر تیار ہوں گا۔

مولانا محمد علی نے آج کل کی اسلامی دنیا کو شکوک و شبہات سے رہائی دلانے میں وہ کام کیا ہے جس پر پاکستان بجا طور پر فخر کر سکتا ہے!

بشیر احمد
۵ دسمبر ۱۹۵۱ء

اسلام کا عظیم المرتبت عالی دماغ انسان

بیگم بشیر احمد صاحبہ

مولانا محمد علی کے انتقال پرملال کی غمناک خبر ہمیں انقرہ میں ملی۔ دل کو بجد صدمہ پہنچا۔ حقیقت ہے کہ دنیائے اسلام کا وہ عظیم المرتبت عالی دماغ انسان جس نے عمر بھر اپنی غیر معمولی علمیت اور قابلیت کے ساتھ اسلام کی پرخلوص خدمت کی ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ وحدت و صداقت کے اس پیغام کو جسے تیرہ سو سال گذرے پیغمبر اسلام خاتم المرسلین نے بنی نوع انسان کو سنایا تھا اسے بیسویں صدی عیسوی میں مولانا محمد علی نے دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کی کوشش کی انہوں نے مذہب اسلام کا صحیح اور سچا نقطہ نگاہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی ان کی شب روز کی محنت و جانفشانی سے قرآن کریم کا ایسا شاندار اور اعلےٰ ترجمہ انگریزی زبان میں پایۂ تکمیل کو پہنچا جس کی سب ممالک میں بے حد قدر کی جا رہی ہے۔ مذہب اسلام پر مولانا صاحب کی کتابیں کئی ممالک میں خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ترکی میں دو سال کے قیام میں ہم پر یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ مولانا صاحب کی اسلامی خدمات کو ترک قوم دلی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتی ہے مولانا کے اسم گرامی سے ترکی کا مذہبی طبقہ خوب واقف ہے۔ ان کی کتاب ریلیجن آف اسلام کا ترجمہ ترکی زبان میں کیا جا رہا ہے۔ اس مایہ ناز شخصیت کو اب ہماری آنکھیں چاروں طرف ڈھونڈھتی ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ ہم آج سرچشمۂ علمیت کے فیض سے ایسے محروم ہو گئے۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ پنجاب کی مردم خیز سرزمین میں اسلام کا یہ علمبردار پیدا ہوا جس نے وہ شاندار اسلامی خدمات سرانجام دیں جن سے کل اہل اسلام صدیوں فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ ترکی سے میری اُن سے خط و کتابت رہی اُن کا آخری خط وفات سے کچھ دن پہلے مجھے ملا۔ ہمارے اُن سے سالہا سال سے دوستانہ تعلقات قائم رہے اور ہم ہمیشہ ان سے پُرخلوص عقیدت رکھتے تھے۔ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ ہم دوبارہ ان سے ملاقات کا شرف حاصل نہ کر سکیں گے۔ مولانا اب ہم میں نہیں رہے افسوس ہے لیکن کرۂ ارضی پر ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا اور ان کی یاد ان کی تحریروں میں ہمیشہ تازہ رہے گی۔

گیتی آرا بیگم بشیر احمد

انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن نے میری دستگیری کی

مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی

مولانا کی خدمت میں مضمون کے لئے لکھا گیا تھا، اس کے جواب میں ذیل کا خط مدیر "صدق جدید" کی طرف موصول ہوا۔

گرم گستر۔ وعلیکم السلام۔

آپ کا مکتوب اتنے تنگ وقت پر پہنچا کہ مضمون لکھنے کی تو اب گنجائش ہی نہیں صرف دو سطریں مکتوب پر اکتفا کرتا ہوں۔

مرحوم کی خدمات اسلام کا انکار کرنا دن کی روشنی میں آفتاب کے وجود سے انکار کرنا ہے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں (آج سے ۲۱ سال قبل) جب میں انگریزیت کے پھیلائے ہوئے زہر الحاد (ریشنلزم اور ریگنا سزم) میں غرق تھا۔ مرحوم کے انگریزی ترجمہ قرآن ہی نے دستگیری کی۔ وہ اگر محض اتفاق سے ایک عزیز کے پاس دیکھنے کو نہ مل جاتا تو خدا معلوم کتنی اور مدت تک میں بھٹکتا رہتا۔ اور میری ہی طرح خدا معلوم اور کتنوں کے حق میں وہ شمع ہدایت ثابت ہوا ہوگا۔ پھر اردو تفسیر القرآن، فضل الباری، خلافت راشدہ، سیرت خیر البشر اور انگریزی ریلیجن آف اسلام، مینوئل آف حدیث، ان کی تصانیف ایک سے بڑھ کر ایک مفید و معرکۃ الآرا موجود ہیں۔ چند اہم مسائل (خصوصاً معجزات) میں انکی تحقیقات سے اختلاف دوسری چیز ہے لیکن اسکے باوجود جس طرح زمخشری معتزلی کی خدمات قرآنی سے انکار ممکن نہیں، مرحوم مفسر قرآن کی بھی عام خدمات اسلامی سے چشم پوشی حق پوشی کے مترادف ہوگی۔ ذاتی ملاقات کا موقع صرف ایک ہی بار ملا۔ لیکن وہ ملاقات بھی بہت اچھی رہی۔ چہرہ پر ایک نورانیت تھی جو شب بیداری اور مجاہدات ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اخلاق، گفتگو، شرافت اور نرمی کی شان تھی۔ ان الحسنات یذھبن السیئات کے تحت میں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ انکی لغزشوں کو معاف فرما دے اور انکی خدمات دین کو حسن قبول سے سرفراز کرے۔ والسلام

عبد الماجد

موت العالم موت العالم

شیخ میاں فضل احمد صاحب کے نام ایک تعزیتی خط

محبی ام شیخ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج بخیر۔

موت العالم موت العالم۔ سیدی و مولائی قبلہ مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات اس سال کا سب سے بڑا سانحہ ہے۔ دنیائے اسلام نے ان کی ذات سے عظیم فائدہ اُٹھایا ہے۔ ہوا اور پانی سے ہر ذی حیات مستفیض ہوتا ہے۔ لیکن ان میں کتنے ہیں جن کو یہ اعتراف ہے۔ اسی طرح محسوس اور غیر محسوس طور پر ہر مسلم نے مولانا موصوف کی قلم اور صحبت سے فائدہ اُٹھایا ہے اللہ تعالیٰ انہیں ملاء اعلیٰ میں اپنے فیوض سے نوازے۔

یہ چند کلمات آپ کو لکھ رہا ہوں کہ آپ حضرت صاحب موصوف کے بہت قریب تھے۔ اور آپ کو و بیگم صاحبہ (دختر حضرت امیر مرحوم) کو ان کی مفارقت سے بہت صدمہ ہوگا۔ انہیں انبیاء علیہم السلام کا پارٹ دیا گیا تھا جس کو انہوں نے اچھی طرح سے نبھایا ہے۔ میں بعارضہ امسال ایک ہفتہ سے بستر علالت پر ہوں۔ ورنہ حاضر ہوتا بوجہ بیماری میں یہ بھی معلوم نہیں کر سکا کہ آپ آج کل کہاں ہیں۔ اس لئے مستقل پتہ لائلپور پر ہی لکھ رہا ہوں۔ قبلہ والد صاحب کی ذات گرامی میں میرا سلام عرض کریں۔

بچوں کو دیدہ بوسی۔

نیاز مند۔ (مولوی) محمد ابراہیم (سیشن جج) لاہور

تعزیتی خطوط

بنام میاں نصیر احمد صاحب فاروقی چیف سیکرٹری گورنمنٹ سندھ

بڑا کیسی لنسی یوسف اے ہارون پاکستانی ہائی کمشنر
آسٹریلیا۔

مائی ڈیر فاروقی

ابھی ہمارے پیارے لیاقت علی کی موت کے صدمہ سے دل
...ل ہی رہا تھا کہ آج شام کے اخبارات میں مولٰنا محمد علی صاحب
...کی رپورٹ دیکھ کر اور بھی صدمہ زدہ ہوگیا۔

...ان دونوں اصحاب کی موت کو بہت محسوس
لحاظ سے اپنے مختلف حلقوں میں مساوی
معلوم ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالےٰ ہماری
...حالت میں سے آزمانا چاہتا ہے۔
...پاکستان ان آزمائشوں سے صحیح وسلامت
...گا۔

...فرما کر اس ہولناک خاندانی نقصان پر میری
...ی قبول کیجئے۔

آپ کا مخلص
وائی۔ اے۔ ہارون
پاکستانی ہائی کمشنر برائے آسٹریلیا

انور عادل صاحب اسسٹنٹ کلکٹر میرپورخاص (سندھ)

ڈیر مسٹر فاروقی

اخبارات میں حضرت مولٰنا محمد علی صاحب کی وفات
کر مجھے بڑا صدمہ ہوا، آپ کی وفات سے دنیائے اسلام
...ایسے فاضل اور عالم دین کو کھو دیا اور ایک ایسا عظیم الشان
...م سے چھن گیا جس نے اسلامیات کے ان موتیوں
...ک ظاہر نہ ہوئے تھے منصۂ شہود میں لاکر اسلامی
...مالا مال کر دیا، اگرچہ آپ اب ہمارے درمیان نہیں ہونگے
...تصنیفات ہمارے دلوں میں آپ کی یاد کو ہمیشہ تازہ
...رکھیں گی۔

مہربانی فرما کر اس افسوسناک سانحہ پر میری دلی تعزیت۔

آپ کا مخلص
انور عادل

میمن کریم بخش خالد۔ بندر روڈ کراچی

موت العالِم۔ موت العالَم

آج کے "ایوننگ ٹائمز" میں مولٰنا محمد علی صاحب کی
موت کی خبر ہے جو اس لحاظ سے بہت ہی افسوسناک ہے
کہ آپ ایک بہت بڑے عالم اور مصنف کی حیثیت رکھتے
تھے اور بے نظیر شہرت کے مالک تھے، آپ اسلام کے ایک
...لص اور بے نفس خادم تھے، جیسا کہ آپ کی پچاس سالہ
...ی اور اس ریسرچ ورک سے ظاہر ہے جو موجود...
...یت کے زبردست طوفان کے مقابلہ کے لئے کافی
...م کرنے کی غرض سے مختلف مذہبی موضوعا...

متعلق آپ نے کیا۔

قرآن کریم کے متعلق آپ کا عالمانہ فہم اور اس
کتاب پاک کا انگریزی ترجمہ دنیائے اسلام کے لئے ایک بے نظیر
عطیہ ہے۔

میں مولٰنا کے مرحوم کے غم زدہ خاندان کے رنج والم
میں خلوص دل کے ساتھ شرکت رکھتا ہوں، اور اللہ تعالےٰ
دست بدعا ہوں کہ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی روح
کو امن وسلامتی نصیب ہو۔

مخلص
میمن کریم بخش خالد طالب علم ۲۳ حمید بلڈنگ۔ نزد
میجسٹک سینما۔ بندر روڈ۔ کراچی

رفیع الدین صاحب ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف
پولیس کراچی۔

ڈیر فاروقی

مولٰنا محمد علی صاحب کی جو اسلامی دینیات کے مشہور
معروف خادم تھے موت کی خبر میں نے رنج وافسوس کے ساتھ
پڑھی، آپ کی وفات سے پاکستان نے ایک بہت بڑی شخصیت
کھو دی ہے۔ میں نے آپ کی کتاب ریلیجن آف اسلام پڑھی ہے
جو آپ کے علم وفضل کی وسعت پر دال ہے، مہربانی فرما کر
غم زدہ خاندان کو میرا دلی پیغام ہمدردی پہنچا دیجئے۔

آپ کا مخلص
رفیع الدین ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف
پولیس۔ کراچی

نیاز احمد صاحب کلکٹر میرپورخاص (سندھ)

مائی ڈیر فاروقی صاحب

حضرت مولٰنا محمد علی صاحب کی وفات کی خبر سن کر
مجھے بہت ہی رنج اور افسوس ہوا، یہ امر کہ آپ ایک بہت بڑی
شخصیت کے مالک تھے، وہ لوگ اس کا اعتراف کریں گے جنہیں
کئی امور میں ان سے اتفاق رائے کا موقعہ نہیں ملا، اور
ان لوگوں کے لئے جو ان سے کسی بات میں اختلاف نہیں
رکھتے وہ صرف بڑے آدمی ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر حیثیت
رکھنے تھے میں بذات خود اس بات کا متمنی رہا کہ آپ سے مل
کر بہت سی باتیں آپ سے دریافت کروں، مجھے اس بات
کا پورا احساس ہے کہ حضرت مولٰنا کی وفات سے آپ کو
بہت بڑا نقصان پہنچا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ آپ کی
روح پرفتوح پر ابدی امن وسلامتی نازل فرمائے۔

آپ کا مخلص
نیاز احمد

شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتا ایم اے۔ پی ایچ۔ ڈی
ایس۔ پی۔ ایس کمیشن کراچی۔

مائی ڈیر فاروقی صاحب

کل سہ پہر میں آپ کے دولتکدہ پر حاضر ہوا اور مجھے
معلوم ہوا کہ آپ باہر تشریف لے گئے ہیں آج کے ڈان نے
حضرت مولٰنا محمد علی صاحب کی وفات کی خبر شائع کی ہے جو ہفتہ
کی صبح کو واقع ہوئی، مہربانی فرما کر اس ناقابل تلافی نقصان پر میری
دلی ہمدردیاں قبول فرمائیے۔ حضرت مولٰنا اسلامیات میں
نہایت گہری نظر رکھنے والے بہت بڑے عالم کی حیثیت رکھتے
تھے جس کا اظہار آپ کی قابل یادگار کتب سے ہوتا ہے اسلام
کے لئے آپ کی خدمات اور اس کی صحیح قدر وقیمت پیدا
کرنے کے لئے ان کی مساعی کے۔۔ مسلمان اور غیر مسلم
دو نو معترف ہیں اور یہ چیز ان کے علم وفضل کی ابدی یادگار
رہے گی ہم نے ان کی وفات سے ایک ایسا انسان کھو دیا
کی نظیر پاکستان کے نام نہاد علماء میں کہیں نہیں ملتی۔ دعا ہے
اللہ تعالےٰ ان کی روح پر فتوح پر امن وسلامتی کی نازل کرے

فی جنّت عدن عند ملیک مقتدر اور دعا

ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور رضائے
الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کا سوگوار
یو۔ ایم۔ داؤد پوتا

سوامی کلجگانند کبیر پنتھی پریذیڈنٹ پاکستان آدی
باسی لیگ ڈھاکہ۔

جناب فاروقی صاحب قبلہ۔ (آئی سی ایس)
چیف سیکرٹری سندھ گورنمنٹ (پاکستان)

تسلیم۔ عرض یہ ہے کہ آج بذریعہ ریڈیو پاکستان
حضرت مولوی صاحب قبلہ (محمد علی۔ ایم اے) کے انتقال
کی خبر سن کر از حد صدمہ ہوا ہے۔ جناب مولوی صاحب قبلہ
مرحوم ومغفور عرصہ تیس سال سے میرے دلی ہمدرد تھے
اس غم میں ان کے پسماندگان اور احباب میں نیاز مند
بھی شریک ہے۔ آپ کے ذریعہ قبلہ مولوی صاحب مرحوم کے
پسماندگان اور احباب کی خدمت میں تعزیت کا پیغام پیش
کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ایک ایسی یادگار قائم کی جائیگی
جس سے رہتی دنیا تک مولوی صاحب قبلہ کا نام نامی روشن
رہے۔ فقط۔ نیاز مند

(سوامی) کلجگانند کبیر پنتھی
پریذیڈنٹ پاکستان آدی باسی لیگ وکٹوریہ پارک
ڈھاکہ (مشرقی پاکستان)